رسول نمبر
مولوی
ماہوار مذہبی رسالہ

ہندوستان کے ہزاروں انسان اپنے ہاتھوں سے

جوانی کو برباد کر بیٹھے

وہ اب پھر نوجوان بن سکتے ہیں

جنسی وبا ہندوستان میں نامردی کی پھیلی ہوئی ہے اتنی دنیا کے شاید ہی کسی ملک میں ہو۔ اور یہاں کے عام علاجوں سے جنسی صحت اور ہو گئی ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کیا آپ کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلیں جب کہ آپ جھوٹ اور فریب میں پھنس کر اپنا روپیہ اور صحت کھو بیٹھے ہیں۔ تو اس اندھیر گردی اور عام صحتوں کے برباد ہونے سے متاثر ہو کر آیورویدک ویونانی ص... فلاسفروں نے ایک وقت میں بیٹھ کر بڑے غور و فکر کے بعد نامردی۔ جریان۔ سرعت انزال۔ احتلام۔ کمی۔ کجی۔ لاغری۔ سستی۔ و اور عام جسمانی کمزوری کا صرف سات دن کا علاج معلوم کر لیا۔ اور اس علاج سے ہندوستان کے لاکھوں انسانوں کو دوبارہ جوانی مل گئی۔ جن کی وجہ سے ان کے گھر کی خوشی قائم رہ گئی۔ اور ہزاروں برباد گھر آباد ہو گئے جو لوگ جوانی کے ٹکریں مارتے پھرتے تھے۔ راتوں کی تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتا کر آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتے تھے آج ان کے گھروں میں جا کر دیکھو وہ اولاد سے کھیلتے نظر آتے ہیں۔ اور ان کی استریاں ان پر سایہ کی طرح نچھاور ہوتی ہیں۔

سات دن میں جوانی کس طرح مل سکتی ہے؟

بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ جوانی کو لوٹانے کا علاج صرف سات دن میں ہو جاتا ہے۔ مگر ان سات دنوں کے اندر پاس جانے کا... ضروری ہے کیونکہ اس علاج کی پوشیدہ ترکیب کے اصول میں خرابی آجاتی ہے اس لئے صرف انہی لوگوں کو یہ کورس استعمال کرنا چاہئے جو... تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں گے۔ بڑے غضب کی طاقت چوتھے دن ہی پیدا ہونے لگتی ہے۔ بس اس طاقت کو سات دن تک روک... انسان برسوں طاقت سے کھیل سکتا ہے اور اس کی قوت کم نہیں ہو سکتی۔ اس علاج میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی دوائیوں کے کورس کا نام "ری جووین" ہے کھانے کی دوا کی پہلی خوراک حلق میں اتری اور اس نے تمام اعصاب کو ہوشیار کرنا شروع... کمزوری کو بدن سے اس طرح نکالنا شروع کر دیا۔ جیسے کایا پلٹ دی لگانے کی دوا بھی اپنے ایک قطرہ کا کمال دکھاتی ہے عضو پر پھیلتے ہی مر... زدہ ہو جاتا ہے کیونکہ بجلی کی طرح لہریں دوڑنے لگتی ہیں اور طاقت کا سمندر ابل پڑتا ہے اس کورس میں عجیب و غریب صفات بند ہیں۔ اگر کوئی تندرست... بھی ایک دفعہ استعمال کرے تو جوانی کا پورا سماں دیکھ لے۔ **گارنٹی**۔ اس بات کی گارنٹی تحریری دی جاتی ہے کہ ہمارے "ری جووین" کورس سے اگر... دن میں انسان تندرست نہ ہو تو قیمت واپس کی جاتی ہے۔ اور ایک پیسہ رکھنا برا سمجھا جاتا ہے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ڈاک خرچ... علاوہ۔ یہ کورس صرف ان ہی لوگوں کو بھیجا جائیگا جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں گے۔

ملنے کا پتہ **منیجر اکسیر دواخانہ کالا محل دہلی**

جلد ۳۳ | بابت ماہ صفر ۱۳۶۰ھ

بلغ العلیٰ بکمالہ

(از حضرت مولانا شریف احمد صاحب رہروی)

کمال اوّل آقائے دوجہان فخر عالمیان حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہستی جامع کمالات اور مجمع الصفات تھی ہر صد ہزار صوری معنوی کمالات میں سب سے پہلا کمال یہ ہے کہ آپ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی اور خاتم الانبیاء کے خطاب سے مشرف ہوئے جس کا مقصد وحید اس کے سوا کچھ نہیں کہ دین الٰہی اور مذہب اسلامی جس کا آغاز بدء عالم کی صبح اول میں حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں ہو چکا تھا اور جس کی تدریجی ترقی و نشوونما کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے اور کام کرتے رہے اس کی تکمیل آپ ہی کے مبارک ہاتھوں ہو۔ کائنات عالم اور نظام جہاں پر اگر غور کیا جائے تو صاف نظر آئیگا کہ اس کے ایک ایک جزیے اور ایک ایک شعبہ میں ایک ترتیب اور ایک ضابطہ پنہاں ہے کونپل برگ و بار اور ہر ذرہ میں ایک نظام و باقاعدگی نمایاں ہے یہ قانون اور یہ ضابطہ جوف ارض سے لیکر فضائے آسمانی تک حاوی ہے آفتاب و ماہتاب کا طلوع و غروب اور سیارہ کی گردش جس نہج سے تخلیق عالم کی صبح اول میں شروع ہوئی تھی اور جس تدریج و ضبط کے ساتھ قائم کی گئی تھی اسی طرح اب تک قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گی پھول جس عنوان سے پہلے دن شگفتہ ہونے شروع ہوئے تھے قیامت تک اسی طرح ہوتے رہیں گے گیہوں کے درخت سے نہ کبھی جو پیدا ہوگا اور نہ انگور کے خوشوں میں کبھی انجیل نمایاں ہوگا۔ اسباب وعلل کا ایک سلسلہ ہے جو پورے نظام کے ساتھ پوری کائنات میں جاری و ساری ہے کبھی نہیں دیکھا کہ آگ خود بخود لگ اٹھی ہو دھواں آگ کے بغیر اٹھنے لگا ہو بادلوں کے بغیر بارش شروع ہو گئی ہو نر و مادہ کے امتزاج کے بغیر مولود ظہور میں آگیا ہو ان کے لئے کسی سبب وعلت کی ضرورت لازمی ہے۔ ارتقائی قانون قدرت کی بھی یہی صورت ہے دانہ ڈالتے ہیں وہ پھوٹتا ہے اُگتا ہے بڑھتا ہے بال آتی ہے پکتا ہے اور کھلیانوں میں پہنچ جاتا ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے نشوونما پاتا ہے طفولیت کا درجے کرتا ہوا شباب کی وادی میں پہنچتا ہے جوان ہوتا ہے اور بڑھاپے کی منزل میں آکر مرجاتا ہے۔

ذی روح اور غیر ذی روح شے کے لئے قدرت کا یہی قانون ہے اور یہ قانون

ربانی اتنا ہمہ گیر اور اتنا وسیع ہے کہ اس سے کائنات عالم کا کوئی ذرہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دین آلٰہی کی تکمیل

انسانی تعلقات کی تین صورتیں ہیں اولاً اپنی ذات کے ساتھ ثانیاً ہمنواؤں کے ساتھ اور ثالثاً اپنے خالق حقیقی کے ساتھ۔ اگر یہ خدا اللہ کریم سے پختہ استوار اور سچا ہے تو تمام تعلقات درست رہتے ہیں اور جہاں اس میں خرابی یا شکستگی پیدا ہوئی تو تمام سلسلہ درہم برہم ہو کر رہ گیا پھر انسان نہ اپنا دوست ہے اور نہ مخلوق کا ہمدرد۔ رشتہ ہے جو اللہ کا ہے وہ سب کا ہے اور جو اللہ کا نہیں وہ کسی کا نہیں۔

دنیا میں جتنی بھلائیاں صادر ہوئی ہیں اور جن سے مخلوق کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچا ہے وہ وہی بزرگ ہستیاں تھیں جن کا تعلق مالک حقیقی سے پختہ و استوار رہا اور جتنے ہولناک مظالم ہوئے انہی کی طرف سے دنیا میں ہوئے جو خدا کو بھولے رہے عبد و معبود کے اس تعلق کے راستہ کو مذہب کہا جاتا ہے اور اسی راستہ پر چلانے اور مخلوق کو گمراہی سے بچانے کے لئے خدا نے وقتاً انبیاء علیہم السلام کو وقتاً فوقتاً مبعوث فرماتا رہا ہے۔ دنیا میں بکثرت انبیاء مبعوث ہوئے۔

بعض ان میں نذیر تھے جو مختلف اقوام کو نتائج معاصی سے ڈرانے اور متنبہ کرنے کیلئے مبعوث ہوئے کچھ بشیر تھے جنہوں نے حسن عمل کے نتائج کے متعلق بشارتیں دیں اور کچھ ایسے تھے جنہوں نے محض وعظ و پند پر اکتفا کی۔

کچھ صاحب وحی صاحب مذہب ہوئے اور بڑی شہرت حاصل کی غرض دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں گذری جس کی ہدایت کے لئے کوئی نہ کوئی مرسل من اللہ مبعوث نہ ہوا ہو ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی زمانہ اور ایک ہی وقت میں مختلف قوموں کی ہدایت کے لئے مختلف انبیاء مبعوث ہوئے۔

ان میں سے کسی کی عظمت و قدوسیت کو ہرگز کم نہیں لیکن مراتب و مناصب میں ضرور کچھ تفاوت رہا۔ خدائے قدوس نے زمانہ اور قوم کی ضروریات کے مطابق جیسا مناسب سمجھا ویسی تعلیم و نصائح کے ساتھ پیغمبر مبعوث فرمائے اور جب وہ ضروریات مبدل ہو گئیں اور لوگوں میں پھر ابتری و گمراہی پیدا ہوئی دوسرا نبی بھیج دیا جوں جوں زمانہ ترقی کر رہا تھا دین آلٰہی کی تعلیم میں بھی وسعت پیدا ہوتی جاتی تھی حضرت ادریس، یونس، لوط، ہود، صالح، یوسف علیہم السلام جداگانہ اقوام کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے اور عبد و معبود کے رشتہ کو استوار کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے جلیل القدر صاحب مذہب و دعوت انبیاء گذرے ہیں بہت سے انبیاء محض انہی کی شریعت کی استواری اور انہی کے مذہب کی تکمیل کے لئے نازل ہوتے رہے دین موسوی میں بہت سے انبیاء گئے جو اسی مذہب پر لوگوں کو چلاتے رہے۔ مدتوں یہ عالم رہا کہ بنی اسرائیل میں برابر ایک نہ ایک نبی ہوتا رہا اور اس قوم کی ہدایت کا کفیل بنا رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انبیائے بنی اسرائیل ہی میں سے تھے۔

حضرات ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر مختلف کتابیں نازل ہوئیں جو ایک مدت تک نافذ العمل رہ کر منسوخ ہو گئیں کہ وہ ایک قوم ایک وقت اور ایک زمانہ کے لئے تھیں مختلف حملہ آوروں نے بھی انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلوایا اور مٹایا اور ان اقوام کے علماء نے بھی ان میں تحریف کی۔

آج دنیا میں ان کے جتنے نسخے موجود ہیں وہ صرف محرف ہیں۔ اصل کتابیں بہ

ہو چکیں کہ ان کی ضرورت نہ رہی تھی آخر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم افق رسالت پر ضوفگن ہوئے حضور کو دیگر انبیاء و مرسلین کے برعکس ایک قوم اور ایک ملک کیلئے مبعوث کیا گیا اور حضور پر جو کتاب نازل کی گئی چونکہ وہ آخری ہدایت نامہ اور آخری کتاب تھی اس لئے خدا نے اسکی حفاظت کا ذمہ لیا اس کا قانون قیامت تک کے لئے تھا پوری دنیا کی نجات و رہنمائی کے لئے قرآن نازل ہوا تھا اس کا ایک ایک لفظ اصلی صورت میں موجود ہے اور نہ صرف قرآن موجود ہے بلکہ حضور کی احادیث بھی موجود ہیں دین آلٰہی کی تکمیل بھی حضور ہی کی ذات پر ہوئی کہ اب خدا کی نظر میں دنیا ایک علمی اور مکمل تعلیم کے لئے تیار ہو چکی تھی حضور کی امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کے مماثل قرار دئے گئے یہ شرف ایسا ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کو عطا نہ ہوا۔

دوسرا کمال
تکمیل دین آلٰہی

ختم نبوت کا استثنائی شرف

خدائے برتر و توانا کی قدرت اپنے ضعیف بندوں کو سکون و اطمینان اور راحت و عیش کی زندگی بسر کرتے دیکھنے کی آرزومند تھی عائد کر دی گئی تھیں سے گویا نہ ظہور پذیر پیدا کئے گئے تھے امتحان عمل کے لئے۔ نفس و شیطان جیسے دشمن کمین میں لگے ہوئے تھے اگر نہ لگے ہوتے تو ہر منزل پر کامیابی کے ساتھ پہنچ جانا کوئی کمال ہی نہ تھا کمال تو یہی ہے کہ مزد و نفہ اور مشتبہ و پر پیچ راہیں سامنے ہوں ہر قدم پر کھٹکا ہو اور ہر لغزش کا خوف ہو اور پھر بہ کامرانی راستے طے کئے جائیں یہ دشوار چیز تھی اتنے سمندر کو عبور کر لینا آسان امر نہ تھا اس قدر دشواریوں سے عہدہ برآ نا مشکل تھا دین رہنمائی عامہ کے لئے دنیا میں وقتاً فوقتاً انبیاء مبعوث کئے جاتے رہے دیگر انبیاء کو زمانی اور ہنگامی ضروریات کے مطابق رہنمائی کی ہدایتیں کی گئیں لیکن حضور نبی کریم کو ایک مکمل ضابطۂ عمل دیکر بھیجا گیا جو قیامت تک کے لئے ہر شعبۂ حیات میں تمام نوع کی دینی اور دنیوی رہنمائی کا ضامن ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ رسالت و نبوت خدا اور بندوں کے درمیان ایک واسطہ ہے اور اسی لئے اس کی عظمت و قدوسیت مسلم ہے کسی قوم کا حقیقی و صحیح فرمانروا اور یا قائد وہی ہو سکتا ہے جو اس قوم میں سب سے زیادہ اتقیٰ للّٰہ مدبر اور صاحب فکر و نظر ہو اور وہی حقیقی معنوں میں قیادت کر سکتا ہے انبیاء علیہم السلام بانی قوم ہیں ان میں فطری طور پر تمام قائدانہ محاسن اور صفات موجود ہوتے ہیں حضور نبی کریم سید الانبیاء تھے آپ میں تمام صفات بدرجۂ اتم موجود تھیں اور دنیا شاہد ہے کہ آپ کی قیادت کتنی کامیاب و ممتاز رہی۔

اس نیلگوں آسمان کے نیچے کوئی ایسی قوم پیدا نہیں ہوئی جس کو راہ دکھانے اور اسے صحیح راستہ پر ڈالنے والا پیدا نہ ہوا ہو حدیث میں آیا ہے کہ جس قوم میں کسی ایسے مصلح و نذیر کی آواز اس کے کسی فرد کے کانوں تک نہ پہنچی ہو اور اس کا عقیدہ پختہ اور اعمال بہتر ہوں گے تو وہ بخش دیا جائے گا۔

اور انبیاء تو مخصوص اقوام کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے اور ان کی شریعتوں نے محض زمانہ اور ماحول کو پیش نظر رکھا اور ایک معین اور غیر معین زمانہ کے بعد وہ منسوخ

لئے روشنی کا ایک مینار ہے غریب و امیر خورد و کلاں جوان اور بوڑھے شاہ و گدا
جرنیل و سپاہی تاجر و صناع ملازم مخدوم مزدور عابد و زاہد دنیا دار مجرد و عیالدار
اور دوست و دشمن ہر حیثیت سے آپ نے زندگی بسر کی جہانبانی کے سریر فرما ہوئے
میدان جنگ میں فوجوں کو بھی لڑایا اور تلواریں بھی چلائیں جج بھی بنے انصاف کی
کرسی پر بھی متمکن ہوئے ملک کا انتظام بھی کیا ساعی بھی رہے اور رعایا بھی بنے۔
آپ کے اسوہ سے امیر امارت کی، بادشاہ بادشاہی کی، حاکم انصاف کی، تاجر تجارت
کی، مزدور مزدوری کی، صاحب افلاس کی، سردار سرداری کی، جرنیل جرنیلی کی، عیالدار
عیالداری کی، عابد عبادت کی، دوست دوستی کی، دشمن دشمنی کی زندگی بسر کرنے کے
ڈھنگ سیکھ کر اپنی زندگی کو خوشگوار بنا سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے کہ دوستوں، دشمنوں
ہمسایوں، عزیزوں، مسلموں، غیر مسلموں، بڑوں، چھوٹوں، افراد اور قوموں کے ساتھ
کس قسم کا سلوک روا رکھنا چاہئے باپ بھائی خسر شوہر اور دوست کی حیثیت میں کیا
رویہ رہے تحریکیں کیونکر کامیاب بنائی جائیں اور اصلاح کا کام کس طرح کیا جائے
یہ وہ امتیاز ہے جو آپ کی ایک ذات گرامی کے سوا اور کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔

ارضِ عالم کی کامیاب پیغمبری

ایک معمولی زندگی سے بلند ہو کر جیسی شاندار اور کامیاب
زندگی آپ کو نصیب ہوئی اور کسی کو نصیب نہیں۔ آپ نے تبلیغی زندگی شروع کی
ہے تو ہر طرف مخالفت و عناد کی آندھیاں برپا ہو گئیں وطن اور قوم کا بچہ بچہ دشمن
بن گیا انتہائی مصیبت اور بے کسی و یتیمی کے نقطہ سے زندگی شروع کی راہ کی منزلوں
میں صدہا دشمنوں اور حوصلہ فرسا موانع و مصائب سے دوچار ہوئے تلواروں اور
نیزوں کی باڑھوں میں سے گذرے لیکن ایک لمحہ اور ایک ثانیہ کے لئے بھی دل شکستہ
نہ ہوئے ہمت نہ ہاری استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اگر حضرت سیدنا ابراہیم
علیہ السلام آگ میں جھونکے گئے تو آپ تین برس تک خاندان سمیت ایک وادی میں
قید رہے

وہ آگ کی آن مصیبت تھی اور یہ خوفناک صورت اختیار کئے ہوئے تھے انھیں
بیٹے کے ذبح کا حکم دیا گیا اور بچا لیا گیا یہاں خاندان کا خاندان کربلا میں ذبح ہو گیا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی کے قریب لایا گیا یہاں پتھروں کی بارشوں سے لہو
لہان ہوئے اور سینکڑوں دفعہ قتل کے منصوبے تیار ہوئے۔ اور کاشانۂ اقدس کا محاصرہ
بھی ہو گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے امتحان زیادہ سے زیادہ
سات برس میں ختم ہو گئے یہاں تیئیس برس تک دم مارنے کی مہلت نہ ملی حضرت
سلیمان علیہ السلام کے ہمہ فرمانروائی ہوئی یہاں فرمانروائی کے علاوہ احتساب تعلیم
نگرانی اور معرکہ آرائیاں وغیرہ بھی تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واسطہ ایک فرعون
سے پڑا تھا یہاں ہر موڑ پر صاحب فرعونوں سے پالا پڑتا تھا اور انبیاء نے پریشان اور مجبور
ہو کر اپنی قوموں کے لئے بد دعائیں کیں لیکن آپ انتہائی اذیتوں کے ہجوم میں ان
کی ہدایت کے لئے دعا کرتے رہے۔

اور انبیاء کی امتوں میں سے بہت سے افراد نے ان کے ساتھ گستاخیاں اور
نافرمانیاں کیں بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا جائیے آپ
اور آپ کا خدا دشمنوں سے مقابلہ کرے ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے لیکن مسلمان
اپنے رسول کے عاشق اور حکم کے پابند بنے رہے اور نازک سے نازک اوقات میں
بھی ان کا ساتھ نہ چھوڑا کسی نبی کو اپنی زندگی میں پوری کامیابی نہیں ہوئی اور
بہت کم افراد ان پر ایمان لائے اور صدیوں کے بعد ان کے مذہب نے فروغ حاصل
کیا لیکن اسلام حضور کی زندگی ہی میں زندہ مذہب بن گیا سارا عرب مسلمان ہو گیا
بادشاہ اور امراء تک اسلام لے آئے اور ایک صدی گذرنے سے پہلے یہ آقائے عالم
بن کر دنیا پر چھا گئے۔

تیسرا کمال

بشریت نبوی کا اعلان

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بارگاہ الٰہیہ سے حکم صادر ہوا کہ اعلان کر دیجئے
کہ آپ بھی اور انسانوں کی طرح ایک انسان ہی ہیں تمام بشری و انسانی خصائص
و حوائج آپ کی ذات کے ساتھ لگے ہوئے ہیں دنیا والوں میں اور آپ میں کوئی
فرق نہیں اتنی بات ضرور ہے کہ آپ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے اور آپ
بندوں کے تمام ربانی پیغام و تعلیم کے ایلچی ہیں اور بس!

بادی النظر میں یہ حکم اور یہ اعلان بشریت معمولی چیز نظر آتی ہے مگر حقیقت
میں یہ ایک بڑا انقلاب انگیز حکم تھا جس نے اخلاق انسانی میں حیرت انگیز تعمیری
بنیادیں استوار کر دیں بعثت نبوی سے پہلے دنیا بہت بڑی حد تک ایک مشرک
اور متوہمانہ دنیا تھی جس میں قوائے عقلی و انسانی مختلف زنجیروں میں جکڑے ہوئے
تھے اور کائنات انسانی پر تعبد و غلامی کے دیو مسلط تھے بشری مجد و شرف گونا گوں
خرافتوں کی اذیت سے پڑا کراہ رہا تھا بدوی، کلدانی، مصری، سبائی، رومی،
ہندی، عجمی، یونانی تہذیبوں نے بڑے بڑے نامور عقلاء اور فضلاء پیدا کئے۔
اتنے بڑے کہ دنیا میں انہوں نے اپنی عقل کا ڈنکا اور انسانی اولوالعزمیوں
سے دھوم مچا رکھی اور ان میں سے سقراط، بقراط، جالینوس، بطلیموس، ہنی بال،
سکندر، دارا، جمشید، اگسٹس، سیزر، رامچندر، سری کرشن، بدھ، اعظم، اشوکا، نوشیرواں
اور رستم وغیرہ وہ اعاظم ہستیاں ہیں جن کے نام آج بھی زبان زد خلائق ہیں اور
ان کے نام عزت و احترام کے جذبہ سے لئے جاتے ہیں لیکن ان امور کے باوجود مخلوق
پرستی، تکبر اور شرک و طاغوتیت کا دور دورہ تھا کمزور اور مستضعفین ہر گوشہ میں کچلے
جا رہے تھے اور مساوات و حریت انسانی کا کوئی صحیح تصور پیدا نہ ہوا تھا۔

انسانی عزم و ارادہ اتنا کمزور اور بشری ہمتیں اتنی پست ہو چکی تھیں کہ وہ خود کو اپنی
اصلاح کا اہل ہی نہ سمجھتی تھیں ان کے نزدیک انسان میں اتنی استعداد و لیاقت ہی
نہ تھی کہ وہ خود اپنے دست و بازو سے کوئی بڑا کام کر سکے یا اس سے اعجاز آفریں اور محیر
العقول کارنامے سرزد ہو سکیں۔

جو انسان کوئی ایسا داعیہ لیکر بھی اٹھا اور اس نے اپنی انسانی قوتوں سے کوئی
انقلاب بھی پیدا کیا کسی تحریک کو کامیاب بھی بنایا فتوحات میں حیرت انگیز معجزے
دکھائے تو اس پر استعجابی نظریں اٹھنے لگیں اور ان کارناموں کو دیوتاؤں کے
اثر سے منسوب کر دیا گیا کہ اس دنیا کے بسنے والوں کے نزدیک انسان میں اتنی طاقت
و اہلیت ہی نہ تھی کہ وہ خود اپنی قوت سے کوئی انقلاب پیدا کر سکے۔ سکندر اعظم
اس کے دیوتا کی اولاد تصور کر لیا گیا۔

چندر بنسی اور سورج بنسی چاند اور سورج کی اولاد خیال کر لئے گئے یونان کسی
وقت اور کسی زمانہ میں کس قدر ترقی یافتہ خطہ شمار کیا جاتا تھا لیکن اس کے قدیم

ادب کے مطالعہ سے واضح ہو رہا ہے کہ ہر فن ہر شخص اور ہر مشہور فاضل کسی نہ کسی دیوتا کے تعلق یا اثر سے منسوب ہوا کیا وہاں چاند سورج مشتری زہرہ بڑے بڑے دیوتا تھے ان کے بڑے بڑے مندر بنے ہوئے تھے یہی صورت مصر روما اور ایران و ہند کی تھی مصریوں ہندیوں یونانیوں رومانیوں اور کلدانیوں کے علم الاساطیر میں اس کی بکثرت مثالیں مل سکتی ہیں۔

کلدانی و مصری تہذیب بھی بڑی روشن تہذیب تھی لیکن وہاں بھی ستارہ پرستی زوروں پر تھی دیوتا پوجے جاتے تھے یہی ہندوستان میں ہوا اور اس میں اور برما میں اب تک اس پرستش کے مظاہر پھیلے ہوئے ہیں۔

دیگر مذاہب کے ہادی اور ذہنیت انسانی

حضرت زردشت سری رامچندر سری کرشن اور بدھ اعظم کو ان کے کارناموں کو دیکھکر اوتار قرار دیدیا گیا حضرت عیسے علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا عیسائی دنیا تثلیث کے چکر میں پھنسکر رہ گئی۔ اسی لئے کہ مخلوق کا تصور یہ تھا کہ انسان بہت ضعیف ہے اس سے ایسے کارنامے ظہور میں نہیں آسکتے یہ کام خود خدا کا ہے جو انسانی روپ دھارن کرکے بندوں کی اصلاح کے لئے کبھی سری کرشن کی صورت میں آتا ہے کبھی سری رامچندر کا نام اختیار کرتا ہے کہیں شنکر اچاریہ بنجاتا ہے کہیں زردشت کی شکل میں نمودار ہوتا ہے یا خدا کے بیٹوں کا ہے (معاذ اللہ) جو کہیں حضرت عزیر بنکر نازل ہوئے اور کہیں حضرت عیسےٰ مشہور ہوئے۔ یا پھر دیوتاؤں میں یہ قوت ہے جن فرزندوں کی مائیں مختلف دیوتاؤں سے حاملہ ہوئیں ان میں مافوق العادۃ قوتیں پیدا ہوگئیں اور ان سے بڑے بڑے کارنامے ظہور میں آنے لگے ورنہ ان کے نزدیک غریب ضعیف انسان میں اتنی عقل اتنی استعداد اور اتنی لیاقت کہاں کہ وہ اصلاح عالم کا کوئی کام کر سکے۔

اسی تصور نے اصنام پرستی کو انتہائی فروغ دیا۔ برما میں بدھ اعظم کے بڑے بڑے زرین اور طلائی بت رکھے ہوئے ہیں اور عام طور پر ان کی پوجا ہوتی ہے۔ یورپ میں صدیوں حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے بتوں کی پرستش ہوتی رہی اور کیتھولک فرقہ میں آج بھی ان کی تصاویر سرمایہ پرستش بنی ہوئی ہیں اس عام ذہنیت نے انسانی غرور و تکبر کو بھی تقویت دی اور متعدد فرمانروا خود خدا بنکر لوگوں سے اپنی پرستش کرانے اور انہیں سجدے میں اپنے سامنے گرانے لگے نمرود شداد جمشید اور فرعون نے یہی کیا اور لوگوں نے بھی اسے قبول کر لیا کہ ان کے نزدیک تو انسان کے اندر اتنی صلاحیت اور استعداد تھی ہی نہیں خداؤں دیوتاؤں اور اوتاروں ہی میں یہ قوت ہو سکتی تھی۔

جب لوگ انسان میں صلاحیت ہی نہ سمجھیں اور ان کے سامنے عمل کا کوئی نمونہ ہی نہ ہو تو ظاہر ہے کہ ان میں پیشوایان مذہب کے اتباع کا جذبہ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔ جو پیشوا ہے آئے تو وہ خود خدا، ابن خدا یا دیوتا اور یا فوق الفطرت قوی کا حامل سمجھے ہوئے ہیں جس کے سامنے ان کا عجز ظاہر ہے انہوں نے ہر عمل کے متعلق آسانی کے ساتھ یہ کہکر اور عذر پیش کرکے فرصت حاصل کر لی کہ یہ کام تو اوتاروں کا ہے ہم سے بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے یہ مشرکانہ و کافرانہ خیالات آجکل مسلم جہلا میں بھی پائے جاتے ہیں جہاں ان کے سامنے اسوہ نبی یا اسوہ صحابہ پیش کیا جھٹ یہ عذر پیش کر دیا کہ بھلا کہاں سرور عالم کہاں حضرت حسینؓ کہاں حضرت صدیق اکبرؓ اور کہاں ہم۔ ان کی پیروی ہم گنہگاروں سے کہاں ممکن ہے۔ توبہ توبہ آپ کس کا نام لیتے ہیں جہلا ہی نہیں ہم نے خود بڑے بڑے پڑھے لکھوں کو یہی کہتے سنا ہے اور ایسا کیا ہے؟

اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے بھی زندگی کا کامل نمونہ نہیں رہا ہے اور وہ مرکز سے ہٹ کر گمراہ ہو گئے خدائے قدوس بندوں کے ان تخیلات و جذبات سے آگاہ تھے اس وقت کی اور آئندہ دنیا اس کے سامنے تھی اس لئے اس نے حضور نبی کریمؐ کی زبان مبارک سے اعلان کرا دیا انما انا بشر مثلکم یوحی الی میں کوئی مافوق الفطرت ہستی نہیں، اوتار نہیں، دیوتا نہیں تمہیں جیسا ایک انسان ہوں فرق ہے تو صرف منصب کا ہے اتنا کہ مجھپر وحی نازل ہوتی ہے خدا نے مجھے تم تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے منتخب کر لیا ہے ورنہ تمام امور میں تم جیسا ہوں تمہاری طرح اپنی ذات کے لئے نفع و ضرر میں بیچارہ ہوں اگر مجھ میں ایسی ہی قوتیں ہوتیں تو تمام بھلائیوں کا ذخیرہ اپنے ہی لئے فراہم کر لیتا۔

اتباع امت کا کامل نمونہ

اسلام سے پیشتر ایک طرف تو ذات باری تعالیٰ کی توہین کی جا رہی تھی کہ وہ خود آسمانوں کی بلندیوں سے اتر کر پورا انسانی روپ دھارن کرکے مخلوق کی اصلاح کی خدمت انجام دیتا ہے شرک کو فروغ دیا جا رہا تھا کہ اس کے اولاد ہے اور وہ اپنے بیٹوں سے بھی یہ خدمت لیتا ہے دیوتا ہیں جو اس کی طاقتوں میں شریک ہیں۔

کوئی خدا بن بیٹھتا تھا کوئی دو خدا بناتا تھا ایک نیکی کا اور ایک بدی کا غرض توحید کو کوئی استحکام نہ تھا خدا تھا ضرور مگر وہ وحدہ لاشریک نہ سمجھا جاتا تھا دیوتا، سورج، چاند، ستارے، بت، بیٹے ہزاروں چیزیں اس کی صفات و اخلاق و ذات میں شریک قرار دیدی گئی تھیں۔

دوسری طرف مخلوق ایک گھٹا ٹوپ ظلمت و تاریکی میں پڑی ہوئی تھی ان کے سامنے کوئی کامل نمونہ نہ تھا جس کی وہ پیروی کرکے زندگی کو خوشگوار بنا سکیں۔ انسانیت ذلیل ہوکر رہ گئی تھی، مساوات و حریت کا کوئی تصور موجود نہ تھا اور مخلوق خدا غلاموں کا ایک ریوڑ تھی جسے طاقتور اور خود غرض افراد جدھر چاہتے ہنکائے لیجاتے تھے تعلیم و تعلم کے ٹھیکہ دار مخصوص فرقے بن گئے تھے ہندوؤں میں برہمن، زردشتیوں کے موبد، تورانیوں کے ماگی، یہودیوں کے احبار، عیسائیوں کے پادری علوم کے کلید بردار، جنت و دوزخ کے مالک اور سیاہ و سفید کے مختار کل بنے ہوئے تھے۔

لوگ جو کچھ دیکھتے انہیں کی آنکھوں سے دیکھتے جو کچھ سنتے انہی کے کانوں سے سنتے جتنی عزتیں تھیں وہ ان کے لئے تھیں شرافتیں ان کی تھیں نیکیاں ان کی تھیں حقوق ان کے تھے کوئی ان سے برابری کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا ان کے سامنے مخلوق خدا کی حیثیت غلاموں، شودروں، غلاموں اور اسیروں کی زیادہ نہ تھی جس سے ان کی ذلتیں انتہا کو پہنچ گئی تھیں اور ان کے غرور کا کوئی ٹھکانا نہ رہا تھا۔

بعثت نبوی کے بعد یہ صدیوں کا طلسم یکلخت ٹوٹ گیا غرور تکبر خود ساختہ شرافتوں اور اجارہ داریوں اور انسانی ذلتوں کا خاتمہ ہو گیا غیر اللہ کا خوف دور ہوا خدا کے سامنے کسی انسان کو سجدہ کرنا ذلت قرار پایا۔ انسانوں کو پہلی مرتبہ

اپنی صلاحیتوں کا احساس ہوا۔ دنیا کا معیار شرافت بدل گیا۔ حسب و نسب اور دولت کی برتریوں کا خاتمہ ہوا اور اب شرف و شرافت کا معیار صرف عمل قرار پایا۔ لوگوں کے سامنے زندگی کا ایک کامل نمونہ آگیا اور اس کا اتباع ہر امر میں ضروری قرار دیا گیا حضور نبی کریم کی ذات گرامی ایک نمونۂ عمل قرار پائی اور حکم ہوا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو اس کے رسول کی پیروی کرو کہ اگر ایسا کروگے تو خدا تمہیں محبوب بنا لیگا۔

یہ بھی واضح کر دیا گیا تھا کہ یہ رسول کوئی اوتار نہ ہوتا اور مافوق العادت قوتوں کا حامل نہیں ہے عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہے ہمارا ایلچی ہے جو کہتا ہے اس پر عمل کرو اور اس کے نقش قدم پر چلو اس کے بعد فرمایا گیا کہ دین اسلام دین فطرت ہے نہایت آسان ہے اس کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جس پر عمل نہ ہو سکے گویا بعثت نبوی کے بعد پہلی مرتبہ دنیا کے سامنے انسانی کمالات کا ایک کامل نمونہ انسان کے سامنے آیا اس نے سمجھ لیا کہ اگر اس نمونہ کو سامنے رکھکر قدم اٹھایا جائے تو وہ بھی روحانیت مادیت تہذیب اور قومیت کی معراج پر پہنچ سکتا ہے

پہلے وہ آزاد تھا صد ہزار دیوتاؤں اور بتوں ہی کا نہیں اپنے ہی جیسے انسانوں کا غلام تھا اب وہ آزاد ہے اس کی ترقی کی باگ اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اسوہ نبی کو سامنے رکھکر عرش پر پہنچ سکتا ہے۔

چوتھا کمال
بعثت سے قبل کی پاکباز زندگی

عرب کی ماقبل اسلام حالت

عرب میں کفر و جہالت کے طوفان اٹھے تھے تمام نظام تمدن و معاشرت درہم برہم ہو چکا تھا نہ کوئی فرمانروائی تھی نہ انتظام و قیام امن کے لئے کوئی سلطنت قائم تھی نہ پولیس کا ڈر نہ حکومت کا کھٹکا اور نہ خدا کا ڈر سینکڑوں قبائل تھے اور لاکھوں انسان ہر قبیلہ اپنے انتظام و راحت و آرام کا خود کفیل تھا اور اپنے سردار کی قیادت و سیادت میں رہتا تھا۔

اس طرح حکومت کی معدومیت اور کسی فرمانروائی کے فقدان کے باوجود صد ہزار چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہو گئی تھیں اور ان کا نتیجہ جو ہونا چاہیے تھا وہ نمایاں تھا باہم جنگ و پیکار اور سلب و نہب کا ایک بازار گرم رہتا تھا بات بات پر معمولی انفرادی جھگڑوں اور تصادموں پر قبیلہ کے قبیلہ لڑ بیٹھتے تھے اور پھر یہ سلسلہ مدتوں اور برسوں قائم رہتا تھا۔

جہالت کی عمومیت نے ہر قسم کے اخلاقی عیوب کا انہیں مرکز بنا دیا تھا اور شراب خوری عام ہو چکی تھی اور اس نے گویا مذہبی صورت اختیار کر چکے تھے بدکاری زناکاری قماربازی اور اوباشی عام تھی نگرانی کرنے والی اور روکنے والی کوئی طاقت نہ تھی قبائلی تصادم کا خوف اتنا چھایا ہوا تھا کہ لوگ ایک دوسرے کو شرارت کرتے عورتوں کو چھیڑتے اور بدمعاشیاں کرتے دیکھتے مگر دیکھنا چاہتے تو نہ روک سکتے اول تو ذمائم کی عمومیت نے احساس ہی مٹا دیا تھا اور جنہیں احساس تھا بھی وہ زبان نہ ہلا سکتے تھے کیونکہ قبائلی عصبیت کا جذبہ اس قدر ترقی پر تھا کہ اپنا آدمی خواہ کتنا ہی غلط راستہ پر ہو اس کی امداد و حمایت عربوں کا قومی شعار بن گیا تھا۔

جوانی ہر ملک اور ہر زمانہ میں دیوانی مشہور رہی ہے یہ مستی اور مدہوشی کا دور ہوتا ہے دونوں آنکھیں کھلی رہتی ہیں مگر کچھ نہیں سوجھتا اور چراغ عقل جذبات کی تیز و تند آندھیوں میں بجھ کر رہ جاتا ہے ہر ملک اور عرب کا ملک جہاں ہر شخص شمشیر بکف آزاد اور اوباش کوئی روک ٹوک نہیں پابندی نہیں آئین نہیں معیار اخلاق نہیں جوانی اور پھر عرب اور عرب میں بھی مکہ اور طائف کی جوانی جہاں تجارت کی ترقی اور دولت کی فراوانی نے اسباب عیش بھی بکثرت مہیا کر رکھے تھے عیاشی کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔

کمزوروں زیر دستوں لونڈیوں اور کنیزوں کا کوئی حامی و ناصر نہ تھا مرد تو مرد عورتیں بھی آزاد و بے پردہ تہذیب عہد حاضر کی طرح سولہ سنگھار کر کے اور چھتریاں بغل میں دبا کے نکلنا اور سر عام اپنے حسن و جمال کی نمائش کرنا عام سی بات تھی بادہ نوشی نے غیرت کے نقاب چاک کر ڈالے تھے جوانی اور دیوانی سی نہیں زندگانی مٹنے اور مٹانے اور لٹنے لٹانے ہی کی چیز سمجھ لی گئی تھی اس موسم شباب اور جوانی کی بہار کے زمانہ میں کوئی دامن چاک اور کوئی گریبان تار تار ہوئے بغیر عرب میں نہ رہتا تھا۔

قصائد کی تشبیب میں کھلے بندوں شریف زادیوں کا نام لینا اور غیرتاری کی بہو بیٹیوں کو مخاطب و معشوق بنا کے شعر کہنا اور اظہار عشق کرنا روزمرہ کی باتیں تھیں اور اسے عیب نہیں فخر و ہنر سمجھا جاتا تھا عرب کا مشہور شاعر امراء القیس جس کے قصائد اظہار کمال کے طور پر در کعبہ پر آویزاں کئے گئے تھے اور جو عرب جاہلیت کا بہت بڑا شخص گذرا ہے وہ اپنی چچیری بہن کے ساتھ اپنے عشق و وصال کی داستان کے جزئیات انتہائی عریاں الفاظ میں مزے لے لیکر بیان کرتا ہے اور ایک تالاب پر نہاتی ہوئی عورتوں کے کپڑے اٹھا لیتا ہے اور اس وقت تک نہیں دیتا جب تک کہ ایک ایک برہنہ حالت میں اس تک نہیں پہنچتی اور اپنی محبوبہ کو اسی عالم میں اپنے اونٹ پر بٹھا کر لے چلا۔

غضب یہ کہ یہ تمام حالات لکھے گئے زبان زد عام ہوئے اور لطف و دلبستگی کے ساتھ پڑھے گئے اس سے عرب کی زبوں و زار حالت کا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے کعبہ کا طواف کرتے تو حیاء و تہذیب کا جامہ اتار دیتے اور برہنہ ہو کر طواف کرتے کسی معصیت اور فحش کاری پر کوئی روک ٹوک نہ تھی ہر شخص شتر بے مہار تھا نہ خدا کا خوف نہ سوسائٹی کا ڈر جسے کمزور دیکھا ستانے لگے جس عورت پر چاہا ہاتھ ڈال دیا چھیڑ دیا۔

بادہ گلرنگ کے دور چلتے رہتے تھے حسن و عشق کی گرم بازاریاں تھیں ناچ رنگ اور ساغر و مینا کے شغل کے شغل تھے ہر طرف شراب کے چھینٹے اڑ رہے تھے

شرافت انسانی کا پیکر جلیل

آقائے دو عالم حضور نبی کریم پر بھی شباب کی بہار آئی اور جوانی کا پھول کھلا آپ حسن و شباب کی ایک عالم فریب تصویر تھے بہترین صحت موزوں اندام جوان رعنا۔ جدھر سے گذرتے تھے کلیاں شگفتہ ہو جاتی تھیں بے ساختہ نظریں اٹھتی تھیں مہوشان عرب آپ کو رجھانے اور اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ہزار جتن کرتیں سولہ سنگھار کر کے ابھارتیں مگر آپ اپنی فطری خوش خلقی اور زندہ دلی کے باوجود کسی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے نوجوان

عرب آپ کو ابھارتے ناچ و رنگ شعر و شاعری اور بطالی و عیاشی کی صحبتوں میں مدعو کرتے۔ اصرار کے ساتھ بلاتے مگر آپ ٹال جاتے۔ دنیا کے جلسے ہوتے، ہمعمر و ہم جنس شریک ہوتے لیکن آپ ادھر کا تصور ہی نہ کرتے خیال ہی نہ کرتے۔

پیدا آپ بھی اسی سرزمین میں ہوئے تھے اسی آسمان کے نیچے پرورش پائی تھی اسی فضا میں پل بڑھ کر شباب و جوانی کے مرغزار میں قدم رکھا کوئی روک نہیں پابندی کے لئے کوئی اخلاقی و مذہبی قیود نہیں کسی کا خوف نہیں کوئی امر مانع نہیں ہر قسم کی سہولتیں موجود ہر نوع کے سامان فراہم سردار قریش کا پوتا دودمان ہاشمی کا چشم و چراغ کون ایسا ڈر تھا جو یہی کرتے کہ تھا جو قدم بھی اٹھاتے کوئی روکنے والا نہ ہوتا لیکن آپ نے ما قبل نبوت کا پورا دور اور شباب و جوانی کا پورا ابھار آفریں زمانہ پوری پاکدامنی اور پاکبازی و شرافت کے ساتھ گذار دیا اور اپنے دامن پر ذرا سی کی ایک چھینٹ بھی نہ پڑنے دی نہ کبھی شراب خانہ خراب کو منہ لگایا نہ کسی صحبت میں شریک ہوئے نہ فواحش کی طرف کوئی قدم اٹھایا اور نہ لغویات سے کوئی شرکت دکھا رشد و سعادت کی مراحل نہایت کامیابی کے ساتھ طے کرتے چلے گئے۔

نوجوانان عرب جہاں بد اخلاقیوں شراب خواریوں زناکاریوں قمار بازیوں اور فحش کاریوں میں ترقی کرتے چلے جاتے تھے اور غلاظت کی کیچڑ اچھالتے اور بدمستیوں کا مظاہرہ کرتے رہتے تھے وہاں حضور نبی کریم امانت و دیانت خلق و مروت، صدق و صفا خلوص و ایثار، تواضع و فروتنی پاکبازی و عفاف سیر چشمی و دریا دلی غربا پروری و ضعفا نوازی دانائی و فرزانگی حیا و غیرت اور شفقت و محبت میں برابر ترقی کرتے چلے جاتے تھے اور نہایت محتاط زندگی بسر کر رہے تھے۔

کبھی کوئی شعر نہ کہا کبھی کسی گندہ شعر سے زبان آلودہ نہ کی کبھی کوئی جھوٹی بات زبان سے نہ نکالی اور کبھی متانت و وقار کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا غریبوں اور مظلوموں کی خدمت میں برابر مصروف رہے اور تمام عیوب سے دامن بچائے رکھا۔

دیانت لسان و عمل پر "الامین" کا خطاب

انسان کو سیاہ و سفید میں امتیاز کے لئے جوہر عقل عطا کیا گیا ہے لوگ کتنے ہی بڑے ہوں ضد اور ہٹ کی بات دوسری ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ ہر زمانہ اور ہر دور میں وہ سیاہ کو سیاہ ہی کہتے اور سفید کو سفید ہی سمجھتے رہے ہیں نفس کا غلبہ اور شیطان کا اتباع گو انہیں صحیح راستہ پر نہ پڑنے دیتا تھا مگر سمجھتے اور جانتے سب کچھ تھے۔

انہی آلودہ عصیان لوگوں نے جب حضور نبی کریم کو عین عنفوان شباب میں شرافت و کرم کا پیکر تھا غربا و ضعفا کی دستگیری میں سرگرم پایا امانت دیانت اور راستبازی و پاکدامنی میں یگانہ سمجھا تو ان کے قلوب کی گہرائیوں میں حضور کے لئے قدرتی طور پر استحسان کا جذبہ پیدا ہوا اور ہر کہ و مہ آپ کی عزت کرنے لگا اور یہ احساس اس قدر بڑھا کہ پوری کی پوری قوم نے آپ کو "الامین" کے خطاب سے مشرف کر دیا۔

آپ کی ہر دلعزیزی برابر بڑھتی چلی گئی بڑے بڑے عمائدین قریش اور شرفائے عرب آپ کو وقعت کی نظر سے دیکھنے لگے اور آپ جس تحریک کو لیکر کھڑے ہوئے اسے عزت و استحسان کی نظر سے دیکھا گیا جو قدم اٹھایا اسے سراہا گیا جو کام کرنے لگے اس میں تعاون کیا جو جھگڑا ہوا اس کے فیصلے اور ثالثی کے لئے آپ ہی پر نگاہ پڑی جو بات زبان سے نکلی اسے صحیح باور کر لیا گیا آپ مکہ میں ہر دلعزیز شخص سمجھے جانے لگے اور ہر عرب آپ کے فضائل و محامد و محاسن و اخلاق پر فخر کرنے لگا۔

عرب کی گرم آب و ہوا میں نو برس کی لڑکی اور چودہ برس کا لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اسی وقت سے وہ اپنی جوانیاں برباد کرنا اور اپنے شباب کو لٹانا اور خود مندرذائل کرنا شروع کر دیتے تھے لیکن حضور نبی کریم نے پورے پچیس برس کا زمانہ پورے تجرد اور پوری پاکبازی کے ساتھ گذار دیا اور عمر کی صحت اور بلندی مراتب اعلی پایہ کی اور کمال حسن و جمال کے باوجود کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور اپنے شریفانہ مشاغل اور کاروباری امور میں مصروف رہے پھر اس عمر کے بعد عقد بھی کیا تو ان محترم خاتون سے جن کی جوانی کا آفتاب ڈھل رہا تھا چالیس سال کی عمر ہو چکی تھی مگر محاسن اخلاق میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھیں۔

پندرہ برس کے بعد ان کا انتقال ہو جاتا ہے اور آپ کا سن شریف چالیس کو پہنچ جاتا ہے تو پھر آپ شادی کرتے ہیں تو ان بزرگ خاتون سے جو بڑھاپے میں قدم رکھ چکی تھیں عمر پچاس سے اوپر ہو چکی تھی پوری زندگی گذار دیتے ہیں۔ گیارہ شادیاں کرتے ہیں ان میں ایک بیوی کے سوا اور کوئی صغیر السن نہیں ہوتی عرب میں یہ چیز اپنی نوعیت میں یگانہ تھی۔

آپ لوگ گیارہ شادیوں کا ذکر سنکر متعجب ہوتے ہیں مگر اس عہد میں یہ معمولی بات تھی عرب کیا دنیا میں تزویج پر کوئی قید نہ تھی خوش حال لوگ جتنی بیویاں چاہتے کرتے چلے جاتے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاشانہ معلی میں بیک وقت سات سو بیویاں موجود تھیں اسلام نے طلوع ہو کر چار تک تعداد محدود کر دی۔

جنسی امور ہی میں نہیں معاملات میں دیانات میں بیانات میں سیاسیات میں معاشیات میں بھی آپ کی زندگی دیانت و پاکبازی کا ایک بہترین نمونہ تھی آپ کی کاروباری دیانت و پاکبازی کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا تھا گفتگو میں مجلسوں میں خرید و فروخت کے معاملات میں مواعید و مواثیق میں نشست و برخاست میں حرکات و سکنات میں پورا اتقا اور پورا تقدس نمایاں تھا۔ جو زبان سے کہہ دیا پورا کیا جو وعدہ کیا ایفا کر کے رہے۔ خرید و فروخت میں پوری دیانت سے کام لیتے رہے۔ گھر میں دوستوں میں زیر دستوں میں زبان و عمل کی پوری پاکبازی قائم رکھی انتہا یہ ہے کہ اس وقت بھی جب آپ پر ظلم و عدوان کی آندھیاں مسلط تھیں اور گوناگوں مظالم ہو رہے تھے کبھی آپ نے معاندین کے حق میں کوئی برا لفظ زبان سے نہ نکالا۔

پانچواں کمال
معراج شریف

خدائے قدوس نے ہمارے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو جہاں انبیا کی سرداری اور خاتم رسالت اور ہمہ گیر دعوت و ہدایت وغیرہ کے شرف عطا فرمائے وہاں ایک سب سے بڑا اور بہترین شرف یہ بھی عطا ہوا کہ جو باتیں اور پیغمبروں کو بذریعہ وحی بتائی جاتی تھیں وہ حضور نبی کریم کو حضوری میں طلب فرما کر برای العین مشاہدہ کرا دی گئیں اور عالم ملکوت ہی نہیں عالم ہائے جبروت لاہوت اور ناسوت کی بھی سیر کرائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کتنے جلیل القدر اور صاحب وحی و جہاد پیغمبر گذرے ہیں جن کی عظمت و جلالت شان کا شاہد خود قرآن مجید ہے انھیں تو وحی کیلئے کوہ طور پر جانا پڑتا تھا اور امت کے لئے احکام لینے ہوتے تھے لیکن حضور نبی کریم کو سفر حضر ہر موقعہ پر وحی دی جاتی تھی جس جمال حقیقی کی ایک جھلک کی تاب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ لاسکے "لن ترانی" جواب ملا اور مزید اصرار پر گوشہ نقاب جو اٹھا تو طور خاک سیاہ تھا اور آپ بیہوش پڑے تھے لیکن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا وہ ظرف وہ حوصلہ اور وہ جگر ہے کہ حسن سرمدی کے عین مقابل جا بیٹھے اور ہوش و حواس میں ذرہ برابر پراگندگی رونما نہوئی۔ باتیں کیں گفتگو ہوئی ملے دیکھا سیر کی اور پھر اسی حالت میں واپس چلے آئے اور اسی طرح مصروف سعی و تبلیغ ہوگئے۔ اسی دنیا میں کسی برق جمال کی ایک نگاہ غلط انداز غارتگر ہوش و خرد بنجاتی ہے نہ کہ معشوق حقیقی کا دیدار اور وہ بھی روبرو۔ اس پر برقرار رہنا ایک معجزہ ہے اتنا بڑا اتنا شاندار اور اتنا عدیم المثال جس کا تصور بھی انسانی دماغ قائم کرنے سے قیامت تک قاصر رہے گا

ہم خاک نشینان بادیہ ملومیت اس کے سوا کیا جانتے ہیں اور جان سکتے ہیں کہ حضور ایک بہت بڑے انسان بہت بڑے پیغمبر بہت بڑے قائد بہت بڑے مصلح اور شفیع روز محشر ہیں ذرا سا جان عالم روحانیت سے جن کی چشم قلب وا ہوچکی ہو اس رتبہ پیغمبری کے اسرار اس ہستی جلیل کی شان پوچھئے دیکھنے کو بہتسے بزرگوں نے دیکھا کافروں نے دیکھا عوام نے دیکھا لیکن حقیقت میں اس سراج منیر اور برق جمال کو حقیقی آب و رنگ میں دیکھنے والی چند آنکھیں ہی تھیں۔

صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ عثمان غنیؓ حیدر کرارؓ بلال حبشیؓ کی آنکھیں تھیں کہ دیکھ گئیں جلوہ رنگی دنیا لوٹ گئیں دیکھ لیا جو دیکھنے کے لئے حوصلہ چاہیئے یہ عشاق ان ربانی اور اولیائے عظام ہی ہیں جو حضوری کا شرف پاتے اور حسن نبوی کو بے نقاب دیکھتے رہے۔ دیکھنے والے جو گذرے ہیں ان میں حضرت بایزید بسطامی کا بھی ایک قول نظر پڑا ہے۔

فرماتے ہیں اور کس حقیقت نوائی کے ساتھ فرماتے ہیں کہ سب کچھ دیکھا سب کچھ جانا اور سب کچھ سمجھا لیکن نہ جانا اور نہ سمجھا تو آجتک رتبہ نبوی کے علو و انتہا کو نہ سمجھا وہ رتبہ جس کی حدود اور جس کے طول و عرض و سمت ہی کا پتہ نہیں چلتا یہی شان اور یہی رتبہ تو تھا جو پرواز روحانی کی انتہا کر گئے اور وہاں تک رسائی پیدا کی جہانتک نہ کوئی کرسکا تھا اور نہ کرسکے۔ ہم تو دیدۂ کور ہیں کیا دیکھ سکتے ہیں اور ہمیں کیا نظر آسکتا ہے

شب معراج میں طلبی اور عطائے شرف حضوری سے ایک مطلب و مدعا یہ بھی تھا کہ آپ کو دربار لم یزلی میں بلاکر ہر چیز کا مشاہدہ برای العین کرادیا جائے تمام عالم دکھائے جائیں جنت کی سیر کرادی جائے دوزخ اور دوزخیوں کے حالات مشاہدہ کرادیئے جائیں عالم ملکوت سامنے کردیا جائے تاکہ آپ زیر آسمان ریگ گم کردہ راہ بندوں کے سامنے عالم معاد و آخرت کی بھی اور حقیقی تصویر کھینچ سکیں کہ جو نقشہ انسان دیکھی ہوئی چیز کا کھینچ سکتا ہے اور جو زور اس کے بیان میں پیدا ہوسکتا ہے وہ دیکھی اور بے جانی چیز کی نقشہ کشی میں ہرگز نہیں ہوسکتا۔

سیر عالم سماوی حضور نبی کریم صفا اور مروہ کے درمیان حضرت ام ہانی کے مکان میں مصروف استراحت تھے کہ شب میں جو رجب کی ستائیسویں شب تھی بحکم رب قدیر حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے آپ حضور کو طلب فرمایا ہے اور سلام بھیجا ہے عالم ملکوت میں استقبالی ہنگامے برپا ہیں۔

طلبی اور محبوب حقیقی رب حقیقی معبود حقیقی اور آقائے حقیقی کے دربار میں طلبی اتنی بڑی سعادت اور اتنا عظیم شرف تھا کہ آپ نشۂ مسرت سے سرشار ہوکر فوری تیار ہوگئے فردوس کا پانی حاضر تھا اس سے وضو کیا اور جبرئیل امین کے ساتھ خانہ میں پہنچے جہاں ایک نہایت حسین و شاندار براق موجود تھا جس کی عنان حضرت میکائیل پکڑے ہوئے تھے۔

دو رکعت نماز پڑھی نورانی لباس زیب بر کیا اور براق پر سوار ہوئے اور آن کی آن میں بیت المقدس پہنچے بکثرت ملائکہ مقربین بھی جلو میں حاضر تھے جبرئیل امین نے براق کو حلقۂ در سے باندھ دیا۔ جبرئیل کھڑے کے اذان کہی اس کے بعد حضور نے دوگانہ نماز ادا کی آپ امام تھے اور جملہ انبیا علیہم السلام مقتدی تھے جن کی تعداد شمار سے باہر تھی۔

فراغت نماز و امامت کے بعد براق پر سوار ہوکر فضائے بسیط کی بلندیوں میں صعود کیا اور آسمان اولین پر پہنچ گئے یہیں حضرت آدم علیہ السلام سے نیاز حاصل ہوا اور پوری طرح سیر کرکے آسمان دوم پر پہنچے جہاں حضرات عیسیٰؑ اور یحییٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ آسمان سوم پر تیس ہزار فرشتوں کو تسبیح و تہلیل میں مصروف پایا اور حضرات یوسفؑ داؤدؑ اور سلیمانؑ سے ملاقات فرمائی پانچویں آسمان پر حضرات اسمٰعیلؑ لوطؑ یعقوبؑ ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ سے ملے اور مرحبا کی صدائیں بلند ہوئیں۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان کی تجلیوں اور آرائشوں کی عظمت و رعنائی حیطۂ بیان سے باہر ہے یہاں پھر تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی امامت میں دو رکعت نماز ادا کی بکثرت و بیشمار فرشتے بھی جماعت میں شریک تھے یہاں سے عجائب و غرائب کا اظہار شروع ہوگیا ایک جماعت دیکھی کہ مصروف زراعت ہے عجیب زراعت ہے کہ ادھر بوئی اور ادھر تیار ہوگئی کاٹ لی۔ استفسار پر بتایا گیا کہ یہ فیاض اور مخیر اصحاب کی جماعت ہے جن کے اموال خیریہ کی بدولت رب اکبر نے ان کے رزق میں برکت دے رکھی ہے۔

گناہگاروں پر عذاب کا مشاہدہ ایک اور انبوہ دیکھا کہ جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے ہیں یہ وہ لوگ تھے جو نماز باجماعت میں کاہلی سے کام لیتے تھے کچھ اور لوگ تھے جنھیں فرشتے چوپاؤں کی طرح ہانکتے اور دوزخ کی طرف لیجاتے نظر آتے معلوم ہوا کہ یہ وہ شقی القلب لوگ ہیں جنھیں نہ غرباء پر رحم آتا تھا اور نہ زکوٰۃ و صدقات کی طرف مائل ہوتے تھے کچھ انبوہ دیکھے جن کے شکم ابھرے ہوئے اور متورم دکھائی دے رہے تھے اندر زہریلے بچھو اور سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے نظر آتے تھے زرد رنگ تھے اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں عذاب الیم میں مبتلا تھے یہ لوگ سود اور رشوت کا روپیہ کھانے والے تھے۔

کچھ مرد اور عورتوں کی جماعتیں نظر آئیں جن کے آگے پاک خوش مزہ اور طیب کھانے رکھے ہوئے تھے ان کی طرف رغبت نہ تھی اور مردار کھاتے اور غلاظت کو تنور شکم کا ایندھن بناتے پھر رہے تھے۔ بتایا گیا کہ یہ وہ عورتیں اور مرد ہیں کہ جنھیں قضائے حاجت کے جائز ذرائع و وسائل بہم تھے دولت بھی ملی ہوئی تھی مداخل بھی اچھے تھے بیویاں بھی تھیں اور شوہر بھی پھر بھی ناجائز طریق اختیار کرتے زنا و خیانت سے کام لیتے تھے اور اس میں نہ انھیں باک ہوتا تھا نہ خدا سے ڈرتے تھے۔

کچھ لوگوں کو آگ کی سولیوں پر چڑھے دیکھا یہ وہ اشرار تھے جو لوگوں کا مذاق اڑاتے اور تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ ایک جماعت دیکھی کہ پشت پر اتنے پتھر لدے ہوئے ہیں کہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتے ادھر ادھر اور سامنے اور بھی کثرت پتھر جمع ہیں یہ وہ لوگ تھے جو بہت عصیان کار تھے توبہ نہ کی بغیر مر گئے۔ غیبت کرنے والوں کو دیکھا کہ ان کے جسم کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر انھیں کھلائے جا رہے ہیں۔

عورتوں کے گروہ دیکھے سیاہ منہ نیلی آنکھیں آتشی لباس بدن پر فرشتے آگ کے گرز سے انھیں بیدردانہ مار رہے ہیں وہ کتوں کی طرح ضرب کھا کھا کر چیختی ہیں بری طرح چلاتی ہیں یہ وہ عورتیں ہیں جو شوہروں کی نافرمان تھیں اور ان کو رنجیدہ رکھتی تھیں۔ اسی قسم کے صدہا عبرتناک دہشت افروز اور خوفناک مناظر دیکھتے آگے بڑھ گئے۔

سیر جنت و دوزخ اس کے بعد حضرت جبرئیل امین نے بھی ساتھ چھوڑ دیا کہ انھیں آگے بڑھنے کا یارا نہ تھا براق بھی رہ گیا تنہا روانہ ہوئے یکے بعد دیگرے حجابات اٹھتے چلے گئے ایک مقام پر پہنچکر ہیبت و جلال خداوندی سے آپ پر دہشت طاری ہو گئی عین اس وقت آپ کے گوش مبارک میں ایک آواز آئی جیسے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی آواز تھی اس سے وہ دہشت دور ہوئی بڑھتے بڑھتے اتنے بڑھے کہ اس انتہا تک رسائی ہوئی کہ ذات باری اور آپ کے مابین صرف ایک کمان کا فرق باقی رہ گیا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس صحبت راز و نیاز میں کیا باتیں ہوئیں کس نے کیا کہا اور کس نے کیا جواب دیا۔ ہمیں تو اتنا معلوم ہوا کہ اولین و آخرین علوم حضور پر منکشف کر دیئے گئے اور وہ سب کچھ دیدیا گیا جو روز ازل سے لیکر ابد تک کسی کو نہ دیا گیا تھا

اس کے بعد حضورؐ نے اپنی امت کی آمرزش کی استدعا کی۔ رحمت ایزدی جوش پر تھی حکم ہوا کہ جو شرک سے مجتنب رہے گا اسے بخش دوں گا پھر ملائکہ کو حکم ہوا کہ آپ کو جنت و دوزخ کی سیر بھی کرا دی جائے چنانچہ آپ جنت کی طرف روانہ ہوئے خدا نے فرمایا کہ تیری امت کے لئے جنت میں جو مقامات تجویز کئے گئے ہیں اور جو مکانات تیار ہوئے ہیں انھیں ملاحظہ کیجئے سیر و تفحص کامل کر کے جنت کی نعمائیں تمہارے دوستوں ہی کے لئے وقف ہیں دشمن ان سے یکسر محروم رہیں گے اور انھیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔

سیر جنت کے بعد دوزخ کی طرف روانہ ہوئے طبقات کھول دیئے گئے آپ نے وہاں ہر قسم کے عذاب ہر نوع کی تکالیف اور ہر طرح کے شدائد خود برای العین مشاہدہ فرمائے ایک وسیع اور خوفناک کنواں دیکھا جس سے خود دوزخ دن میں سو مرتبہ پناہ مانگتا ہے اور جو ان لوگوں کے عذاب کے لئے بنایا گیا ہے جو کلام الٰہی میں تحریف و تاویل سے کام لیتے ہیں اس سے بھی دہشتناک تر ایک منہ ان دیکھا جو منافقین کے لئے ہے!

دوزخ کا ایک طبقہ دیکھا جس میں اگرچہ نسبتاً تعذیبی حالت کم ہولناک ہے اس پر بھی ستر ہزار دریائے آتشیں اپنی بے پناہ روانیوں کے ساتھ بہتے ہوئے اسی میں دیکھے گئے اور جو انتہائی خوفناک تھا اور اس میں اژدہے کودتے ہیں جب معلوم ہوا کہ یہ آپ ہی کی امت کے بے توبہ مرنے والے گناہگاروں کے لئے ہے تو آپ کی رحمت صمدیہ ہائے گناہگاروں کی یہ بیچارہ امت میں اس عذاب کی برداشت کی طاقت کہاں گڑگڑا کر رحم و کرم کی استدعا کی حکم ہوا ملول نہ ہوجئے ہم اتنے گناہگاروں کو بخشیں گے کہ تم خوش ہو جاؤ گے آپ نے سجدہ شکر ادا کیا آخر سب کچھ برای العین دیکھکر واپس ہوئے۔

حضرت ام ہانی رضؓ کے گھر جو آئے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ زنجیر ہنوز جنباں ہے بستر مبارک گرم ہے کہ یہ سب کچھ اور یہ سیر ایک لمحہ اور ایک ثانیہ کا معاملہ تھا آج کہ فہم اور ضعیف الایمان افراد سے باندکرنے پر بھی تیار نہیں ہو سکتے کہ آن کی آن میں یہ سب کچھ کیونکر ہو سکتا ہے۔

لیکن یہ سب کچھ اس دنیا کی نہیں دوسری دنیا اور روحانی عالم کی باتیں ہیں جن کے جاننے اور سمجھنے کے لئے روحانی علم روحانی ادراک اور روحانی ملکہ کی ضرورت ہے۔ جس کی وضاحت ہر کسی دوسرے موقعہ کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔ سردست مسلمانوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں اسے صحیح سمجھیں کہ اس سے اس وقت بھی انکار کرنے والے اور اس پر ہنسنے والے کافر ہی تھے۔ لیکن جب سب سے پہلے آپ نے اس کا ذکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا ہے تو جواب میں انھوں نے صدقت یا رسول اللہ کہا اور صدیق اکبر کا خطاب پایا۔ لیکن ایک مجذوب بھی مست و سرشار راستہ میں پڑا تھا دیکھتے ہی بولا "آؤ میں محمدؐ! رات خوب سیریں کیں خوب گفتگوئیں کیں بڑی لمبی پرواز کی۔ ایک یہودی نے بیت المقدس کا نقشہ پوچھا اور جزئیات تک کے سوالات کئے۔ آپ نے ہو بہو نقشہ بیان کر دیا تو کفار بھی متعجب ہوئے مگر ایمان نہ لائے۔

کشف الدجیٰ بجمالہ

پہلا جال
ربع مسکوں حالات میں انقلاب

ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب

بعثت نبوی کے وقت تک یہ آئین ربانی قائم رہا کہ مختلف اقوام و ملل عالم کی اصلاح و ہدایت کے لئے مختلف اوقات میں مختلف انبیاء و رسل مامور کئے جاتے رہے جنمیں سے چند کے اسمائے گرامی قرآن کریم میں دیئے گئے اور بکثرت ایسے ہیں جن کے متعلق ذات باری کے سوا اور کسی کو علم نہیں۔ ہمیں تو صرف اتنا بتا دیا گیا ہے کہ روئے عالم کی کوئی قوم ایسی نہیں گذری جسمیں کوئی ہادی مبعوث نہ کیا ہو جوں جوں دنیا ترقی کرتی رہی قوانین ربانی میں حسب ضرورت وقت تبدل و ترمیم ہوتی رہی اس کے بعد مشیت ربانی نے نبض عالم دیکھکر ایک جلیل القدر اور عظیم الشان پیغمبر بھیجکر اس سلسلہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

یہ پیغمبر حضور نبی کریم تھے جنھیں پورے عالم کی اصلاح و ہدایت پر مامور کیا گیا ایک مکمل کتاب ان پر نازل کرکے آپ اس کی حفاظت کا ذمہ لیا اور اسے قیامت تک کے لئے دنیا اور دنیا والوں کا مکمل قانون بنا دیا۔ اور حضور اپنی حیثیت میں خاتم الانبیاء قرار پاکر پوری دنیا کے لئے ایک خدا، ایک نبی ایک کتاب اور ایک مذہب اور ایک قانون کی کارفرمائی شروع ہوئی۔ حضور پہلے نبی تھے جنھوں نے کسی مخصوص ملک اور مخصوص قوم کے بجائے عامہ اہل عالم کی ہدایت اور ہمہ گیر تبلیغ کا آغاز کیا اور اگرچہ آپ حدود عرب سے باہر تبلیغ کے لئے تشریف نہیں لے گئے اور زیادہ تر کام عرب ہی کے اندر ہوا۔

لیکن عہد نبوی ہی میں اسلام کی شعاعیں عراق، فلسطین، شام، مصر اور حبش تک روشن ہو چکیں تھیں اس عہد مبارک کے مسلمان موجودہ زمانہ جیسے مسلمان نہ تھے بلکہ ہر مسلمان اپنی جگہ ایک پیکر تبلیغ تھا اور تبلیغ اسلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا فریضہ اولین سمجھتا تھا مسلمان آفتاب نبوت کے غروب سے پیشتر ہی روم ایران ہندوستان جزائر شرق الہند سراندیپ سیلون اور چین تک پہنچ چکے تھے اور مصروف تبلیغ تھے۔ ملیبار کا راجہ زمورن۔ راجہ سراندیپ۔ ایرانی گورنر یمن اور شاہ حبشہ عہد رسالت ہی میں مسلمان ہو چکے تھے۔

حضور نے کافۃ الناس عالم کے ہادی اعظم کی حیثیت سے جہاں شہنشاہ روم و ایران اور فرمانروایان مصر و حبش وغیرہ کو دعوت اسلام کے مکاتیب ارسال فرمائے تھے وہاں شہنشاہ چین کو بھی ایک تبلیغی خط لکھا تھا اور قیصر و کسریٰ و مقوقس و فغفور سب سے بہت متاثر ہی ہوئے تھے اس سے قبل کسی پیغمبر کا دائرہ تبلیغ نہ اتنا وسعت پذیر ہوا تھا اور نہ کسی نے اتنی عاجلانہ و سریع تبلیغی کامیابیاں حاصل کی تھیں۔

روم کی حالت

ہدایت کا سلسلہ کئی صدیوں سے بند ہو چکا تھا ایک بڑے جلیل القدر نبی اور سردار رسل کی آمد آمد تھی عرب ہی پر نہیں پوری دنیا پر جہالت و معصیت کی گھٹا ٹوپ اندھیاری چھائی ہوئی تھی ہر طرف ظلم و عدوان کی آندھیاں اپنے ہولناک جھکڑوں کے ساتھ چل رہی تھیں ہر ملک میں درد و مظلومی کی چیخیں بلند ہو ہو کر گنبد گردوں میں گونج پیدا کر رہی تھیں ہر جگہ زبردست زیردستوں کو ستا رہے تھے خلائق کے انبوہ کے انبوہ شرک و بت پرستی کی گندی جھیل میں پڑے ڈبکیاں لے رہے تھے ہر طرف ایک ہو کا عالم تھا اور ہر طرف ایک سناٹا چھایا ہوا تھا آج کی طرح اس زمانہ میں بھی سلطنتیں اور فرمانیاں موجود تھیں۔

چین میں حبش میں یورپ میں مصر میں منظم سلطنتیں موجود تھیں جن میں قیصر و کسریٰ کی دو عظیم الشان فرمانروایاں بہت ممتاز تھیں اور مغرب و مشرق میں پوری سطوت و جبروت اور پورے طنطنہ کے ساتھ جہانبانی کر رہی تھیں اور تہذیب و تمدن میں وہ پایہ رکھتی تھیں کہ آج بھی مہذب دنیا اس کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکی مشرق و مغرب ملک یونانیوں کی وراثت تھی اور انہی کا تمدن اس عہد میں دنیا کا تمدن بنا ہوا تھا رومی سلطنت ویسے تو اسپین اور فرانس سے لیکر دور دراز ایران تک پھیلی ہوئی تھی اور اس زمانہ میں اس کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔ مشرقی حصہ جس کا دارالسلطنت قسطنطنیہ تھا اس کی ترقیاں تمام یورپ اور مغربی حصہ پر مستولی ہو گئی تھیں ہنگری سے لیکر شمالی افریقہ۔ مصر، بلقان، جنوبی روس، ایشیائے کوچک، شام، فلسطین تک قیصر ہی کو س لمن الملکی بجا رہا تھا اس کا آفتاب اقبال خط استوا پر چمک رہا تھا

خسرو پرویز کسریٰ ایران کی سلطنت ایشیا میں اس کی حریف مقابل تھی اگرچہ اعلان بعثت کے چند سال ہی کے بعد مؤخرالذکر نے پیہم شکستیں دیکر اس کا کچومر نکال دیا تھا جس پر کفار مکہ نے مشرکانہ یکرنگی کے باعث خوشی کا اظہار کیا تھا اسی پر سورہ روم نازل ہوئی جسمیں ایرانی مشرکوں پر رومی عیسائیوں کی فتح کی بشارت دی گئی چنانچہ یہی ہوا اور قیصر روم نے انکو وہ پے در پے شکستیں دیں کہ وہ ہوش بھی گم کر گئے۔

کہنے کو سلطنت قیصری عیسائی سلطنت تھی مگر اس کا شعار بھی خدا پرستی کے بجائے تثلیث پرستی ہو گیا تھا ایک مذہب بیسیوں فرقوں اور جماعتوں میں تقسیم ہو چکا تھا اور تمام فرقے باہم دست و گریبان رہتے تھے مہذب و عیسائی سلطنت تھی مگر عورتوں غلاموں اور کاشتکاروں کے ساتھ وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا غیر مذاہب کے لوگوں کو کافر سمجھکر ان پر پوری سختیاں روا رکھی جاتی تھیں رومی عورتوں میں سرے سے روح ہونے کے قائل ہی نہ تھے علوم مذہبی کے کلید بردار صرف ایک جماعت ہو کر رہ گئی تھی جب رومی بت پرست تھے تو عیسائیوں پر قہر کی بجلیاں گراتے رہتے تھے۔

اور جب عیسائیت قبول کی تو پھر بت پرستوں کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی تھی صرف ستائیس برس کے اندر اندر حدود سلطنت سے بت پرستی بزور شمشیر ناپید کر دی گئی اس کے بعد ایک خدا کی جگہ تین خداؤں کی پرستش ہونے لگی مرغوں اور بٹیروں کی طرح امراء باہم لڑانے کے لئے انسانی پٹھے رکھتے اور سب

میٹھکران کے لڑنے اور مرنے کا تماشا دیکھتے زمیندار اپنے کسان اور شوہر اپنی بیوی کو قتل کر دیتا تو اس سے کوئی باز پرس نہ ہوتی ہر جگہ امراء زیردستوں کو ستانے میں مصروف تھے اور کسی کی کوئی فریاد سننے والا نہ تھا عیسائی تعلیم نسیاً منسیاً ہو کر رہ گئی تھی۔

ایران کی حالت زبوں

دوسری عظیم الشان اور متمدن سلطنت ایران تھی جس کا تمدن تمام ایشیا پر چھایا ہوا تھا کچھ ہی سال گذرے تھے کہ اس کی فرمانروا خسرو پرویز رومی سلطنت کو روندتا اور پامال کرتا ہوا شمال میں قسطنطنیہ کی دیوار اور مغرب میں شام و فلسطین تک چلا گیا تھا ایک طرف مصر و یمن اور دوسری طرف حدود بلوچستان و وسط ایشیا تک جس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی یہاں مدنیت، دولت اور حکومت سب کچھ تھا لیکن مذہبی و اخلاقی حیثیت سے یہاں کی دنیا ہی تباہ ہو چکی تھی زرتشتی تعلیم کا یہاں بھی نام ہی نام رہ گیا تھا۔

روم میں اگر تین خدا پوجے جا رہے تھے تو یہاں بھی دو خداؤں کی حکومت تھی ایک یزدان جو نیکی کا خدا مانا جاتا تھا اور ایک اہرمن جو بدی کا خدا سمجھا جاتا تھا لطف یہ ہے کہ آگ بھی خدا کی مظہر کی حیثیت سے پوجی جا رہی تھی چپہ چپہ پر آتشکدے بنے ہوئے تھے جن میں بہت سے ایسے تھے جن میں ہزار سال سے برابر آگ روشن تھی۔ عوام کو علم حاصل کرنے کا حق نہ تھا علم صرف پیشوایان مذہب اور امراء کا حصہ سمجھا جاتا تھا ٹیکسوں کی بھرمار تھی غلاموں کی حالت حیوانوں سے بدتر کمزور پریشان و بے مایہ اور عورتیں مجبور تھیں بداخلاقی کے سیلاب موجزن تھے۔

ہندوستان کی مشرکانہ حالت

ہندوستان میں سری رامچندر اور سری کرشن جی کی تعلیم بھی بھولی بسری ہو چکی تھی توحید کا نام مٹ چکا تھا دو چار نہیں ہزار دو ہزار دس ہزار نہیں ہندو فاضلوں کی جدید تحقیقات کے مطابق ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی پوجا کا سلسلہ جاری تھا کوئی خدا کا نام نہ لیتا تھا مندر بتوں سے پٹے پڑے تھے۔ برق جمال دوشیزہ لڑکیاں جہاں یورپ کے گرجاؤں کی زینت بنی ہوئی تھیں وہاں ہندوستان کے اندر دیوداسیوں کی صورت میں بظاہر تو خدمت مندر کیلئے وقف تھیں اور بباطن کار دیگر میں مصروف نظر آتی تھیں ناچتی تھیں گاتی تھیں اور فتنے پیدا کرتی رہتی تھیں۔

جسے دیکھو خدا کو چھوڑ کر بتوں اور خود تراشیدہ مورتیوں کے آگے سجدہ ریز اور ڈنڈوت کئے کھڑا نظر آتا تھا پھر محض اسی پوجا پر اکتفا نہ تھی عناصر پرستی کا بھی ایک طوفان امڈا ہوا تھا دریاؤں درختوں سانپوں حیوانوں ہی کی نہیں اعضائے اسفل انسانی کی بھی پوجا کی جاتی تھی اور بڑے بڑے گھرانوں تک کی عورتیں اسے [illegible] لیتی تھیں۔

قدیم اقوام ہند کو "شودر" کا ذلیل خطاب دیکر ارذل ترین مخلوق بنا دیا گیا تھا اتنا کہ ان کے سائے تک کو ناپاک سمجھا جاتا تھا کروڑوں انسانوں کو ذلت کے غار میں دھکیل دیا گیا تھا کتے اور بلی کے چاٹ لینے سے بھی جو برتن گندہ نہ ہوتا تھا وہ ان کے قریب سے گذر جانے سے ناپاک ہو جاتا تھا۔ انتہا یہ ہے کہ اس مخلوق کو عام کنوؤں سے پانی لینے عام راستوں پر چلنے مدرسوں میں پڑھنے اور پوجا کرنے تک کی اجازت نہ تھی عورتوں کے نہ مہر نہ وراثت میں حصہ اور نہ طلاق کا حق اور نہ ازدواج ثانی کی اجازت۔

علم برہمن ہی پڑھا اور پڑھا سکتے تھے۔ ہزاروں ذاتیں تھیں ہر پیشہ ذات بن گیا تھا مساوات کا تو تصور بھی باقی نہ تھا گویا یہاں کی دنیا ظلمت میں غرق تھی۔

چین و جاپان کی حالت

چین و جاپان سیام اور برما میں بدھ دھرم پھیلا ہوا تھا کہ دنیا کی نصف ارب مخلوق یہاں بستی تھی یہاں سے توحید یکسر فنا ہو چکی تھی۔ بدھ اعظم اور کنفیوشس کی تعلیم کے تمام نقوش مٹ چکے تھے علوم کے خزائن پر پہلے ہی جوگیوں اور مذہبی پیشواؤں ہی کا تسلط تھا عورتوں اور زیردستوں کی مٹی پلید تھی۔

لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر بدھ ہی کی تماثیل اور بتوں کو پوجنا شروع کر دیا تھا گھر گھر میں بدھ اعظم کے زریں اور سنگین بت پوجنے کے لئے رکھے ہوئے تھے گانا بجانا ہی عبادت تھا۔ حلال و حرام کی کوئی تمیز نہ تھی ہر جانور کھا جاتے تھے

یورپ کی سقیم حالت

یورپ کے انگلستان، فرانس، جرمنی اٹلی اسپین اور روس وغیرہ میں روم کی طرح تثلیث پرستی پھیلی ہوئی تھی بندگان خدا امراء و غرباء کی دو جماعتوں میں منقسم ہو کر رہ گئے تھے زندہ انسان خوفناک درندوں کے سامنے ایک احاطہ میں چھوڑ دیئے جاتے تھے اور بڑے بڑے لوگ اردگرد کی بلندیوں پر بیٹھ کر ان کی چیر پھاڑ، ان کی چیخوں اور ان کے ٹکڑے اڑنے کا تماشا دیکھتے اور خوفزدہ یا متاثر ہونے کے بجائے اس دردانگیز نظارے پر قہقہے لگاتے اور تالیاں بجاتے تھے انسانوں کو باہم بہائم کی طرح لڑا کر بھی لطف حاصل کیا جاتا تھا سحر دانی کے شبہ پر ہزارہا عورتیں ذبح کر دی جاتی تھیں باپ بھائی شوہر کو عورتوں کی فروخت ہی نہیں قتل کا بھی پورا اختیار تھا۔ راہبوں اور ننوں کا سیلاب امڈا ہوا تھا۔ موجدین اور مخترعین کو بلا تامل ان کی تحقیقات خلاف مذہب بتا کر قتل کر دیا جاتا تھا۔ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تصاویر کی پوجا ہوتی تھی۔ خونریزی اور قتل و غارتگری کا بازار گرم رہتا تھا اور دوسرے مذہب والوں کا قتل ثواب سمجھا جاتا تھا۔

مصر و افریقہ کی حالت

مصر میں حضرت عزیرؑ کو بھی خدا بنا کر پوجا جا رہا تھا پادریوں اور راہبوں کی آوارگیاں حد انتہا کو پہنچ چکی تھیں دشمنوں مخالفوں اور غیر مذہب والوں پر رحم کوئی چیز ہی نہ تھا ستارہ پرستی بھی ہوتی تھی انسان کو انسان ہی کھا لیتے تھے برہنہ رہتے تھے غرض چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کی حالت تباہ تھی۔

دوسرا اجمال

عرب سے بہیمیت و ذمائم کا استیصال

عرب کے مذاہب و راہب

کہنے کو ارض عالم پر اور خود عرب میں بہت سے مذاہب موجود تھے لیکن سب کی صورتیں مسخ ہو کر رہ گئی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت زردشت کنفیوشس بدھ۔ رامچندر، کرشن سب کے ماننے والے موجود تھے ان میں سے کسی نے بت پرستی کو روا نہ رکھا تھا لیکن غضب یہ تھا کہ خود انہی کو ان کی قبر

کو اور ان کی مورتیوں کو لوگ پوجنے لگے تھے معابد تو معابد گھر اور دریا تک بت کدے بن گئے تھے توراۃ، زبور، انجیل، اوستا اور گیتا وغیرہ کے اصلی نسخوں کا کہیں پتہ نہیں تھا غیر مذہب کے حملہ آوروں نے جوش مذہب میں جب کسی ملک پر حملہ کیا پہلا کام یہی کیا کہ اس مذہب کو مٹانے اس کی مقدس کتابوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جلانے اور ناپید کرنے کی سعی کی، ان کے شعائر مذہب کو مٹایا ان کی عبادتیں ممنوع قرار دیں اور جبراً ان پر اپنا مذہب لادا۔

کتابیں ملتی گئیں اور مدتوں بعد امن وسکون حاصل ہونے پر حفظ و دماغ سے حافظہ سے دوبارہ مرتب کی گئیں، غضب یہ ہوا کہ غرضمند علمائے کرام اخلاق پست ہو چکے تھے جا بجا احکام دلواہی میں حذف و اضافے کر دیئے عوام کی تو رسائی ہی مذہبی علوم تک نہ تھی اس خزینہ کے کلید بردار رہبان و احبار تھے جو کچھ ادھر ادھر تھے ذخیرہ تھے جو وہ بتا دیتے اور کہہ دیتے تھے لوگ اسی کو مذہبی حکم سمجھ لیتے تھے قدرت کو ان کتابوں کا رکھنا ہی مقصود نہ تھا اس لئے یہ وقتی چیزیں تھیں اور کسی خاص قوم، خاص زمانہ کی ضروریات کو ملحوظ رکھکر نازل کی گئی تھیں جسے رکھنا اور دنیا کا آخری اور ہمہ گیر قانون بنانا تھا اسے رکھا اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا اور وہ آجتک موجود ہے۔

خود عرب میں بھی عام بدامنی اور بے نظمی کے باوجود متعدد مذاہب قوت و اقتدار کے ساتھ موجود تھے یہودیت کا کافی زور تھا خیبر، فدک اور وادی القریٰ تمام تر یہودیت سے آباد تھے مدینہ منورہ اور اس کے نواح میں بہت سے یہودی رہتے تھے بنو قریظہ، حمیری، بنو کندہ، اور بنو کنانہ جیسے بڑے بڑے قبائل بھی یہودیت ہی کے آغوش میں آسودہ تھے۔ اپنی سود خواری و تجارت کی وجہ سے سب سے زیادہ دولتمند تھے چونکہ ان میں درس وتدریس کا بھی سلسلہ جاری تھا اس لئے ان کی عزت کی جاتی تھی انہوں نے بڑے بڑے مضبوط قلعے بنا کر اقتدار بھی پیدا کر لیا تھا، یہ لوگ بڑے سازشی اور سخت دل تھے۔

عرب بھر میں ان کی سود خواری کا جال پھیلا ہوا تھا یہاں تک کہ نوجوان عرب عورتوں کو بھی رہن رکھ لیتے تھے آوارگی اور اوباشی کے ذمائم بھی ان میں بہت پھیلے ہوئے تھے عیسائیت بھی موجود تھی، نجران اور حدود شام میں قریب قریب تمام عیسائی ہی آباد تھے اور چونکہ حبش، مصر اور روم میں ان کے ہم مذہبوں کی بڑی بڑی حکومتیں قائم تھیں اس لئے ان کی مالی و سیاسی پوزیشن بھی بہتر تھی اور ہر اعتبار سے عیسائی رہتے تھے مگر سب تثلیث پرستی کا شکار تھے رہبانیت معلہ تھا زمائم اخلاق کا زور تھا۔

صابئی ستارہ پرست بھی موجود تھے مجوسیت بھی پائی جاتی تھی، ربیعہ و غسانی عیسائی تھے تو قبیلہ تمیم تمام تر مجوسی تھا بحرین اور کویت میں یہ لوگ بہت تھے اقرع بن حابس یہودی تھا زرارہ بن تمیمی نے تو عین سرداری ہی میں اپنی حسین دختر سے خود ہی شادی کر لی تھی۔

مشرک اور بت پرست بکثرت تھے ہر قبیلہ کا بت جدا تھا خود بیت اللہ شریف عرب کیا دنیا کا سب سے بڑا بتخانہ بنا ہوا تھا جس میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے حج اس زمانہ میں بھی ہوتا تھا خدا کا تصور موجود تھا مگر پوجا بتوں ہی کی ہوتی تھی اور بشدت وکثرت کے ساتھ بطریق ضبط و نظم ہوتی تھی دین حنیف یا دین ابراہیمی بھی بری اور زار حالت میں موجود تھا جس کا صرف نام ہی باقی رہ گیا تھا مگر اس کی سب سے ممتاز خصوصیت یہ تھی کہ اس کا اصل الاصول توحید خالص تھی اور اس میں شرک و بت پرستی کا کوئی شائبہ موجود نہ تھا تاہم بت پرستی کے لوث سے یہ متبرک مذہب بھی دامن نہ بچا سکا تھا اعلان نبوت سے پیشتر اس مذہب نے ایک کروٹ لیکر توحید خالص کی طرف ایک دلیرانہ قدم بھی اٹھایا تھا۔

چند سعید الفطرت عرب ایک جلسہ میں شریک ہوئے اور یکایک یہ خیال پیدا ہوا کہ پتھروں کے سامنے انسانیت کا سر جھکنا ایک بیحد معیوب و لغو حرکت ہے چنانچہ سب نے بت پرستی ترک کر دی اور خدا کو ایک سمجھنے پر اکتفا کی۔

تمدنی حالات کی ابتری

تمدنی حیثیت سے صرف ایران و شام کے قریبی علاقوں کی حالت تو ضرور بہتر تھی تہذیب بھی جلوہ گر نظر آتی تھی باقی تمام عرب بالخصوص حجاز، نجد اور ان کے ملحقہ علاقوں کی حالت دور دور تک خراب تھی مکہ اور طائف تجارتی اور دولتمند شہر تھے اس کے باوجود بعثت نبوی سے پیشتر یہاں عیش وتنعم کے سامان بہت کم موجود تھے ان میں بھی پوری سادگی تھی گھروں میں چھلنیاں نہ تھیں عورتیں بھوسی پھونک کر اڑا دیتی تھیں۔

چراغ جلانے کا رواج نہ تھا گھروں میں جائے ضرور بھی نہ تھی عورتوں کو بھی قضائے حاجت کے لئے باہر جانا پڑتا تھا دو سگی بہنوں سے بیک وقت شادی ہو جاتی تھی لوگ حشرات الارض اور کیڑے مکوڑے تک کھا جاتے تھے۔

ایک شخص جتنی عورتوں سے چاہے نکاح کر سکتا تھا کوئی حد نہ تھی غضب یہ تھا کہ پھر باپ کی یہ بیشمار بیویاں بھی دوسرے مال کے ساتھ مختلف بیٹوں میں تقسیم ہو جاتی تھیں اور ان سوتیلی ماؤں کو بیوی بنکر رہنا پڑتا تھا فواحش و بداعمالی کی یہ کثرت تھی کہ بعض قبائل کے قبائل مختلف جرائم کے لئے مشہور تھے، کوئی قبیلہ زنا، کوئی چوری اور کوئی ڈکیتی کے لئے مشہور تھا۔

بیحیائی کے شرمناک مظاہرے

بے شرمی و بیحیائی کی انتہا کا یہ عالم تھا کہ بیت اللہ شریف کا طواف مادر زاد برہنگی کے عالم میں کیا جاتا تھا اور عورتیں اور مرد دونوں دوش بدوش ننگے طواف کرتے تھے اور انھیں اس میں ذرہ برابر بھی شرم محسوس نہ ہوتی تھی حالانکہ ان میں ان کی پھوپھیاں مائیں بہنیں اور بیٹیاں سب شامل ہوتی تھیں کسی کے جسم پر کپڑے کا ایک تار بھی نہ ہوتا تھا عرب کا سب سے مشہور شاعر امراءالقیس جو شہزادہ بھی تھا اپنی چچیری بہن سے رجالت و بدکاری کا بڑی تفصیل کے ساتھ ایک قصیدے میں اور باشارہ لطف کے ساتھ کرتا ہے وہ اتنا پسند کیا جاتا ہے کہ اسے بہترین قصیدہ سمجھکر کعبہ پر آویزاں کیا جاتا ہے۔

فتنہ وفساد و بدامنی

طبائع نہایت اشتعال پذیر تھیں بات بات پر تلواریں میان سے نکل آتی تھیں معمولی جھگڑا خوفناک جنگوں کی چنگاری بن جاتا تھا پھر اس طرح جو شعلے بھڑک اٹھتے تھے وہ مدتوں روشن رہتے تھے قبیلہ والے کی حمایت قبیلہ والا اندھا دھند کرتا تھا یہ دیکھتا ہی نہ تھا کہ اس میں خود اس کا قصور کس حد تک ہے۔

انتقامات کا ایک سلسلہ لامتناہی تھا جو ختم ہی نہ ہوتا تھا قبیلہ کا کوئی آدمی مارا جائے تو اس کا انتقام لینا وہ قبیلہ اپنا فرض سمجھتا تھا اور جب موقعہ ملتا

تھا تو جو بھی مل جائے اُسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا تھا پھر حریف قبیلہ انتقام کے درپے ہو جاتا تھا اور اس کا انتقام پوتے تک سے لیا جاتا تھا لڑائیوں میں زندہ جلانا، جیتا جیتا خون پی لینا لاشوں کے ٹکڑے کر ڈالنا عام بات تھی جہالت کی یہ حالت تھی کہ مکہ جیسے تجارتی شہر میں ایسے اشخاص کی تعداد جو معمولی طور سے لکھ پڑھ سکتے تھے سترہ سے زیادہ نہ تھی۔ نہ کوئی حکومت تھی نہ کوئی قانون ہر قبیلہ اپنے سردار کے ماتحت رہتا تھا غلاموں سے نہایت بیدردانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ وحشیانہ سلوک کا یہ عالم تھا کہ معصوم بچے تک تہ تیغ کر دیئے جاتے تھے حاملہ عورتوں کے شکم چاک کر کے بچے نکال لیتے تھے کوئی صنعت و حرفت نہ تھی قابل کاشت رقبہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا غلہ عرب میں سرے سے پیدا ہی نہ ہوتا تھا عربوں کی گذر صرف کھجور اور شکار پر تھی چند مقامات طائف مدینہ اور خیبر وغیرہ زرخیز تھے تجارت صرف قریش تک محدود تھی قبائل عرب خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے تھے اور بکریوں کے ریوڑ ادھر سے ادھر لئے پھرتے تھے جہاں شادابی اور چشمہ نظر آیا وہیں خیمے لگا دیئے چوریاں اور ڈکیتیاں عام تھیں

لوٹ کا مال بہت بہتر اور مقدس سمجھا جاتا تھا شراب خوری قمار بازی بت پرستی زناکاری فحش گوئی بے حیائی بے شرمی فتنہ جوئی اور بدامنی عام تھی۔

عرب کی اصلاح اور کایا پلٹ

حضور نبی کریم کے مختلف معجزات کا ذکر لوگ کرتے ہیں مگر ہمارے نزدیک آپ کا سب سے بڑا اور انقلاب آفریں معجزہ یہی ہے کہ ایک قلیل اور بے حقیقت وقفہ مدت کے اندر اندر آپ نے عرب کی کایا پلٹ کر رکھ دی ابھی پوری چوتھائی صدی بھی نہ گذری تھی کہ یہی وحشی عرب مہذب اور بہترین انسان بنکر روم و ایران کے تخت الٹتے نظر آئے

سیزدہ سالہ مکی زندگی تو ایسی زندگی تھی کہ دم لینے کا ہوش نہ تھا اس کے بعد دس سال کا زمانہ اگرچہ بظاہر سکون کا زمانہ تھا مگر ایسا زمانہ کہ خوفناک اور ہول انگیز اور حوصلہ سوز جنگوں کا ایک سلسلہ لامتناہی شروع ہو چکا تھا جنگ احزاب تک کیا جنگ خیبر تک انتہائی تشویشناک زمانہ گذرا اور حقیقت میں تو کام کرنے کا موقعہ ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد ملا یہ نہیں کہ اس کے بعد چین نصیب ہو گیا ہو جنگوں کا سلسلہ آخری وقت تک تواتر کے ساتھ جاری رہا۔

[illegible] کے بعد دنیا کی مہذب اور طاقتور سلطنتیں ایران و روم مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگیں حضور نبی کریم کا استقلال اور عزم و حوصلہ دیکھ کر انسانی عقل ورطۂ حیرت میں رہ جاتی ہے کہ آپ کو اصلاح و ہدایت قوم کی راہ طے کرنے میں پیہم مصائب و نوائب کے کتنے خونیں ہفتخواں طے کرنے پڑے بہرکیف حضور نے عربوں کو انسان و مہذب بنا کر اس قابل کر دیا کہ وہ آقائی عالم کریں۔

یا تو یہ حالت تھی کہ عرب مجرموں اور بدکاروں کا ملک اور گہوارہ بنا ہوا تھا یا یہ حالت ہو گئی کہ پورے عرب میں خدا کے سوا کسی کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ رہا اور تمام ساکنان عرب ملائکہ صفت بلکہ متبرک اور پر عیش زندگی بسر کرنے لگے پیش نظر کام سخت مشکل تھا تمام احکام دفعۃً یکلخت نازل نہیں ہوئے بلکہ جوں جوں استعداد پیدا ہوتی گئی احکام نازل ہوتے گئے۔

مکی زندگی چونکہ مظلومانہ زندگی تھی کچھ نہ ہو سکتا تھا صرف نماز اور وہ بھی دو رکعت صبح و شام کی فرض ہوئی اور یہ زمانہ بالعموم شرک و بت پرستی کے خلاف جہاد اور دلوں میں خشیت اور طبائع میں نرمی اور خوف خدا پیدا کرنے میں بسر ہوا مدینہ پہنچکر سکون نصیب ہوا تو اوامر و نواہی کا سلسلہ شروع ہوا وہ بھی اس تدریج کے ساتھ کہ عرصہ تک شراب حرام نہ ہوئی صرف اتنا حکم ہوا تھا کہ شراب پیکر نماز نہ پڑھی جائے۔

رفتہ رفتہ سود چوری ڈکیتی بددیانتی خیانت شراب خوری زناکاری قماربازی تمام ناجائز حرام کر دیئے گئے ان کی سزائیں مقرر ہوئیں اور پوری نگرانی بھی کی گئی کہ آیا ان پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں احتساب کے فرائض خود حضور فرماتے تھے اور ایک ایک جزئیے پر نظر رکھتے تھے حدود کے خوف سے ڈراتے تھے حرام کمائی سے خود نمونہ تھے دوسری طرف تعلیم عام کر دی حقوق عامہ معین کئے غلاموں اور عورتوں کا درجہ بڑھایا بدامنی کا انسداد کیا کفایت محنت و جدوجہد کی مشقت کی زندگی بسر کرنے کے آئین بنائے اور پورے عرب کو منظم و مہذب بنا کر راہیٔ عالم بقا ہوئے۔

تیسرا اجمال
اخوت مسلمین کا قیام
سرور دو عالم کی پیغمبرانہ کامیابی

پروردگار عالم نے بڑی بڑی بزرگ و مقدس ہستیاں منصہ عالم پر جلوہ گر کیں بڑے بڑے نامور انسان پیدا کئے حضرت نوح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ جیسے جلیل القدر انبیاء عظام اس نیک مقصد کے ساتھ میں صدیوں اور برسوں مصروف ہدایت و اصلاح رہے لیکن تاریخ و سیر کی مستند کتابوں کی ورق گردانی سے صاف واضح ہے کہ ان کی جانبازانہ اور شبانہ روزہ مساعی کے باوجود اول تو ان پر ایمان لانے اور ان کی صداقت کا اعتراف ہی کرنے والے کم نکلے۔

اور جو نکلے اور جنہوں نے انہیں سچا رسول بھی مان لیا انہوں نے بھی قدم قدم پر نافرمانیاں کیں اور ہر حکم بلا چون و چرا تسلیم کر لینے پر بہت کم آمادہ ہوئے ایک حضرت نوح علیہ السلام ہی کو نہیں بہت سے پیغمبران جلیل کو بہت کم متبعین نصیب ہوئے اور انہیں تنگ آکر اپنی قوموں کی ہلاکت کی بددعائیں کرنی پڑیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہود پر کتنے عظیم احسانات کئے کتنے انسانیت سوز اور زہرہ گداز مصائب و مظالم سے انہیں نجات دلائی مگر صرف چالیس ہی روز کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے تھے اور وہ بھی بھائی کو نگران بنا کے کہ اسی وقفہ میں انہوں نے گوسالہ پرستی شروع کر دی۔

پھر جب انہیں جہاد و جنگ کا حکم دیا تو غیر مبہم اور صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر مقابلہ کر لیں ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی تمام خواہشات پوری کرتے رہے ان کی آنکھوں کے سامنے مردے جلاتے کوڑھیوں کو صحت یاب کرتے اور گوناگوں معجزے دکھاتے رہے آسمان سے مائدہ و نعمت ان کے لئے نازل کرائے پھر بھی سرکشی میں کمی نہ آئی انتہا یہ تھی کہ عین نازک وقت میں ساتھ چھوڑ کر چل دیئے اور روپوش ہو گئے۔

لیکن تنہا ایک حضور نبی کریم کی ذات گرامی جماعت مقدسہ انبیا علیہم السلام میں ایسی نظر آتی ہے جن کے ہر حکم کی پابندی بلا چون وچرا ہی نہیں پورے والہانہ جوش کے ساتھ کیگئی ملت بیضائے اسلامیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے انتہائی نازک اور خطرناک حالات میں بھی ایک لمحہ کے لئے ساتھ نہیں چھوڑا اور ہر موقعہ پر اپنی جانیں آپ کے لئے قربان کرکے آپکے مقصد کو کامیاب بنانے اور آپ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہمہ تن تیار رہے۔

ملی زندگی کتنی پر مصائب اور مخدوش زندگی تھی جانوں کے لالے پڑے ہوئے تھے انتہائی اذیتیں پہنچائی گئیں دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا گلے میں رسیاں ڈال ڈال کر شہر بھر میں گھسیٹا گیا برہنہ تپتے ہوئے ریت پر لٹا کر سینہ ہائے مبارک پر بھاری پتھر رکھ دیئے گئے قتل کئے گئے اس کے بعد مدنی زندگی میں کیسے کیسے خوفناک مقابلے ہوئے عرب کا عرب چڑھ دوڑا وہ حالات پیدا ہو گئے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب چراغ اسلام گل ہوا اور اب جان ومال اور آبرو چلی مگر کیا مجال ہے کہ کسی ایک مسلمان کے قدم کو بھی لغزش ہوئی ہو اور کسی نے ساتھ چھوڑنے کا تصور بھی کیا ہو۔

انصار کرام کا مظاہرۂ اخوت

مہاجرین کرام نے مال ودولت گھر بار دیس وطن اور زن و فرزند سب آپ کی اطاعت اور آپ کے حکم پر چھوڑ دیئے گئے وطن سے پرعیش زندگی بسر کرتے ہوئے تہی دست سب کچھ چھوڑ کر بھوکے پیاسے نکل کھڑے ہوئے انصار عظام کو دیکھیئے اور ان کے فقید المثال ایثار پر غور کیجیئے کہاں کا نہ خاندانی تعلق تھا اور نہ ہم قبیلہ تھے۔ پھر حضور نبی کریم اور مہاجرین کرام جان لیکر راتوں رات بھاگ کر مدینہ پہنچے تھے کسی کے پاس نہ کھانے کو کپڑا تھا اور نہ کھانے کو ٹکڑا اس پر مستزاد یہ کہ قریش ہمہ گیر اثر واقتدار کے حامل تھے تمام عرب ان کی عقیدتمند تھا انھیں پناہ دینے میں یقیناً گھر بار لٹنے جان وآبرو برباد ہونے اور قریش کے حملہ کرنیکا اندیشہ تھا مگر انصار عظام نے کوئی پرواہ نہ کی قریش نے انہیں صاف صاف دہمکی دی کہ اگر تم نے ہمارے آدمیوں کو پناہ سے محروم کرکے نہ نکالا تو ہم مدینہ پر حملہ کرکے تمھیں قتل کر ڈالیں گے اور تمہاری عورتوں پر تصرف کرینگے۔ قریش طاقتور بھی تھے اس پر بھی انصار کا جذبۂ فداکاری سرد نہ پڑا بلکہ ان کا جوش فدائیت اور بڑھ گیا یہی نہیں کہ انہوں نے جان وآبرو کے خطرات میں پڑنے کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ تمام مہاجرین کرام کو اپنا مہمان بنا لیا اور ان کے گھر مہمان خانے بن گئے انہوں نے بہترین محبوبات عالم جان ومال وآبرو تینوں حضور کے قدموں میں ڈال کر دنیا پر واضح کر دیا کہ وہ نبی کریم کے وجود کو سب سے عزیز تر متاع سمجھتے تھے اور اس راحت کے مقابلہ میں انھیں کسی اذیت وتکلیف کی کوئی اعتنا نہ تھی یا تو عرب کی یہ حالت تھی کہ مال کی محبت میں انسان کی جان لے لینا معمولی بات تھی باہمی معاندتیں عام تھیں یا یہ عالم محبت واخوت رونما ہوا کہ انصار کرام کے پاس سادہ ضروریات کے بعد جو کچھ بچتا سب فاقہ کش مسلمانوں کی پرورش کے لئے حوالہ کر دیتے اس وقت یہ حکم نہ تھا کہ سال بھر میں کھا پیکر جو بس انداز ہو اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دی جائے یہ حکم تھا کہ سادہ ضروریات کے بعد جو بچے سب دیدو۔

کہنے کو یہ ایک معمولی بات معلوم ہوتی ہے مگر عملاً انتہائی مشکل امر ہے یہ انصار ہی کا کام تھا انہی کا حوصلہ تھا کہ انہوں نے اپنا عیش اپنا آرام اور اپنی دولت سب اسلام پر قربان کردی اور محض خوشنودی رب قدیر اور اپنے دینی بھائیوں کی امداد واعانت پر دلیرانہ مستعد ہو گئے آجتک دنیا کا کوئی قانون بھی وہ نہ کر سکا جو حضور کے ایک ادنیٰ اشارہ پر انصار نے کر دکھایا کوئی زور نہ تھا دباؤ نہ تھا۔ حضور خود ایک بیچارگی کی حالت میں تھے مہاجرین کی حالت خود زار تھی۔

صرف امداد ہی کا سوال نہ تھا ایک دو وقت کی ضیافت کا معاملہ نہ تھا ایک غیر محدود مدت تک کثیر مسلمانوں کو مساویانہ حیثیت سے کھلانے اور رکھنے کا سوال تھا جس میں مال اور عیش کی بڑی سے بڑی قربانی کا مطالبہ کیا گیا تھا بہکانے والے اور طعنہ مارنے والے بھی موجود تھے ڈرانے اور دھمکانے والوں کی بھی کمی نہ تھی جدید الاسلام تھے لیکن نہ دیکھا ہوگا چشم فلک نے وہ نظارہ جو پہلی دفعہ اس نے مدینہ میں دیکھا اور پڑھیئے اور حیرت سے انگشت بدندان رہجایئے کہ جب حضور نبی کریم نے سلسلۂ مواخات قائم کرایا ہے اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنایا ہے تاکہ گر پڑکر رہنے کی صورت نہ رہے نفسیاتی طور پر انصار کا بار بھی ہلکا ہوا اور ہر مہاجرین کو بھی ذلت کا احساس نہو۔

یہ رشتہ بہت جلد خون کے رشتہ سے بھی بالاتر ہو گیا انصار کا یہ جذبۂ ایثار رہتی دنیا تک یادگار رہے گا کہ اپنے جدید دینی بھائیوں کو گھر بیجاتے ہی ایک ایک چیز کا جائزہ دیکر نصف نصف تقسیم کر دیا جس کی انتہا یہ تھی کہ جس کی دو بیویاں تھیں وہ ایک کو طلاق دیکر اپنے بھائی کے حوالہ کرنے پر تیار ہو گیا اور اس دینی رشتہ کے سامنے حقیقی رشتہ کی چمک ماند پڑگئی یہ عالم ہو گیا اور ایک مدت قائم رہا کہ جب کوئی انصار رہگزائے عالم بقا ہوتا تو اس کا ترکہ اس کے بھائی کو پہنچتا اللہ اللہ یہ تھے مسلمان۔

یہ تھا ان کا عنوان ترقی آج مسلمانوں کے اندر حقیقی بھائیوں میں بھی وہ جذبہ اور وہ خلوص ناپید ہے جو ان دینی بھائیوں میں حضور نبی کریم نے پیدا کر دیا تھا دو سگے بھائیوں میں بھی تقسیم ترکہ پر آج کتنے فتنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہاں غیر تھے اور خوشی سے بلا استحقاق سب کچھ سپرد کرنے پر تیار ہو گئے اس طرح قومیں ترقی کیا کرتی ہیں یہ جذبہ ہائے ایثار وقربانی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو ان داحد میں مسجود ملائک بنا دیا اس آسمان ایثار وقربانی کے بعد خدا نے ان پر آسمان وزمین سے برکات وحسنات کے خزائن کھولدیئے اور اتنا دیا کہ سنبھالنے اور رکھنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔

وہ قوانین بھی منسوخ ہو گئے حالتیں ہی بدل گئیں زمانہ ہی منقلب ہو گیا۔

اسلامی اخوت اور ترقی عالم

مہاجرین بے زر تھے پریشان حال تھے مگر تھے بڑے بلند پایہ اور بلند منزلت صحبت نبوی سے فیضیاب ہونے کی دیرینہ سعادت حاصل تھی تجارت پیشہ تھے اسلام کے لئے گھر بار لٹا کر فاقہ کشی پائی تھی خودداری رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے تھی انصار کو تو اپنے عدیم المثال ایثار کا مظاہرہ کرنا تھا وہ کر دیا اور وہ اس امتحان میں پورے اترے مگر مہاجرین نے چند روز ہی اس طرح پڑکر کھانا گوارا نہ کیا بیکار نہ بیٹھے ان کے کھیتوں اور باغوں کو اپنی محنت سے گلزار بنا دیا چھوٹی موٹی تجارتیں مدینہ میں شروع کر دیں۔

اللہ نے برکت دی وہ بار بننے کے بجائے ان کے دست وبازو بن گئے بلا کا اتفاق پیدا ہو ہی چکا تھا کاروبار ترقی کر گئے اور خدا نے اتنا دیا کہ عہد رسالت ہی میں

یہ بزرگ اشرفیوں میں کھیلنے لگے اور ان کی تجارتیں شام و ایران و بحرین تک وسعت پذیر ہو گئیں۔ یہ واقعات افسانے نہیں سچے قصے ہیں اور تمام مسلمانوں کے لئے ایک گرانبہا سبق کی حیثیت رکھتے ہیں مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ محض تبرکاً ان حالات کو پڑھتے ہیں اور عمل کے لئے کوئی کہتا بھی ہے تو یہ جواب دیکر خاموش ہو جاتے ہیں کہ کہاں وہ بزرگ اور کہاں ہم بیچارگان وقت!

جو کام انھوں نے کئے وہ انہی کا حصہ تھا اس مغالطۂ عالم کو رفع کرنے کیلئے خدائے قدوس نے اپنے محبوب پیغمبر کو حکم دیا تھا کہ ان لوگوں کو بتا دو ان پر واضح کر دو کہ تم کوئی مافوق الفطرت ہستی نہیں ہو انہی جیسے انسان ہو فرق ہے تو صرف اتنا ہی کہ تم پر وحی نازل ہوتی ہے جو تم کر سکتے ہو یہ بھی کر سکتے ہیں اور اگر یہ چاہتے ہیں کہ خدا ان سے بھی محبت کرنے لگے تو یہ تمہاری تقلید کریں کہ تم ان کیلئے ایک نمونۂ عمل بنا کر مبعوث کئے گئے ہو

حضور نبی کریمؐ نے بھی صاف فرما دیا تھا کہ میرے صحابیوں کی مثال اندھیری رات میں ستاروں جیسی ہے کہ ان سے راستہ معلوم ہوتا رہے گا خدا مسلمانوں پر اپنی نعمت تمام کر چکا اور قیامت تک کے لئے یہ امت برگزیدہ امت قرار دی جا چکی حضور نبی کریمؐ نے کیا کیا جو خدا نے بتایا مسلمانوں سے اس کی پیروی کرائی اور خود نگران عمل رہے آج بھی وہ چراغ روشن ہے فیوض و برکات کا دریا بڑا امڈ رہا ہے آج بھی اگر مسلمان قرآن کی پیروی کریں حضور نبی کی پاک زندگی کا نمونہ سامنے رکھیں جس طرح انہوں نے کام شروع کیا تھا خود بھی شروع کریں تو وہی پیل و نہار پیدا ہو سکتے ہیں مسلمانوں نے عہد رسالت میں جو ترقی کی وہ انہیں کے عمل سے کی اب بھی مسلمان عمل کریں وہی راستہ اختیار کریں تو آج ان کی رات دن سے مبدل ہو سکتی ہے وہی اخوت وہی ایثار وہی اخلاص وہی تعاون وہی ہمدردی وہی عمل وہی نجات کا ذوق اور وہی للہیت اپنے اندر پیدا کریں حضور نبی کریمؐ مسلمانوں کے سامنے اخوت و عمل و ترقی کا راستہ کھول گئے سب کچھ بتا ہی نہیں گئے کر کے دکھا گئے اب مسلمان اس پر عمل ہی نہ کریں تو یہ ان کی بدقسمتی ہے مسلمانوں سے اعتماد علی النفس کی روح ناپید ہو چکی ہے اپنی کھلی راہ چھوڑ کر دوسری راہوں پر گامزن ہوتے ہیں اس لئے ٹھوکریں بھی کھاتے ہیں اور منزل سے بھی دور ہوتے اور ضلالت میں پڑتے چلے جاتے ہیں۔

عہد حاضر کے مسلمانوں کی بے عملی

ہم تو پیدائشی مسلمان ہیں انصار و مہاجرین کی بزرگی و عظمت کی صدگونہ اعتراف کرنے کے بعد محض تفہیم مسلمین کے لئے یہ عرض کرنے پر مجبور ہیں کہ وہ پھر جدید الاسلام تھے عمر کے بیشتر حصے ضلالت میں ختم کر چکے تھے عادات جاہلیت ان میں پختہ ہو چکی تھیں باہم شدید دشمن تھے کہیں اتحاد و اتفاق کا نام تک نہ تھا تلواریں چلتی رہتی تھیں علم سے بے بہرہ تھے شرابیں پیتے جوا کھیلتے فواحش میں دن گذارتے اور ذمائم اخلاق میں مبتلا رہتے بتوں کو پوجتے خدا کا نام نہ لیتے برادرکشی کرتے رہتے تھے افلاس و غربت میں مبتلا تھے کیڑے مکوڑے تک کھا جاتے تھے حلال و حرام کی کوئی تمیز نہ تھی نہ کوئی اسکول تھا نہ کالج ذرا سی بات پر لڑ بیٹھتے تھے تہذیب و تمدن کا نام تک نہ تھا بدویت اور گنوار پن کی زندگی تھی جب ان تمام امور کے باوجود وہ خاصان عالم بن گئے تو ہم کیوں نہیں بن سکتے کیا خدا انہی کا تھا ہمارا نہیں کیا رسول انہی کے تھے ہمارے نہیں کیا قرآن انہی کے لئے نازل ہوا تھا کیا روحانی ترقیاں انہیں کے لئے مخصوص تھیں کیا اس کے ابواب رحمت بند ہو چکے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اس کی رحمت عام ہے فرق ہے تو صرف اس قدر ہے کہ انھوں نے کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی عمل کیا رسول اللہ کے نمونۂ عمل کے ایک ایک شعبہ پر عمل کیا حضورؐ کی زندگی کو ہر اعتبار سے قابل تقلید سمجھا اور خود کو قرآن کے سانچے میں ڈھال لیا انہوں نے جنبش بھی کی تو قرآن کے مطابق کی پیغمبر اسوہ کو دیکھ کر سرفراز و سربلند ہوئے ہم میں چون و چرا پیدا ہے ہم قرآن کو عمل کے لئے نہیں برکت کے لئے پڑھتے ہیں سیرت نبوی اتباع کے لئے نہیں فخر کے لئے پڑھتے ہیں رسول اللہ کی زندگی اور سنت کے نمونے کے اتباع کو ناقابل عمل سمجھ بیٹھے ہیں۔

ان کی نگاہیں قرآن کی طرف اٹھتی تھیں ان کے سامنے رسول اللہ کا نمونہ رہتا تھا ہماری نگاہیں کبھی یورپ کبھی امریکہ اور کبھی جاپان کی طرف اٹھتی ہیں ہمارے سامنے کوئی نمونہ نہیں رہا وہ بلا چون و چرا ہر حکم پر دیوانہ وار عمل کرتے تھے ہم نہیں کرتے اس لئے خوار ہیں ذلیل ہیں وہ عمل کرتے گئے آگے بڑھ گئے اور بے عمل بنکر بدترین خلائق ہوئے وہ مفلس بنکر متمول ہوئے اور ہم فرمانروا بنکر قوت فاقہ کے محتاج ہیں اور نہ یہ سمجھ جا گئے کہ ہم بھی وہی کریں تو وہی ہو سکتے ہیں۔

ہم بھی صدیق، فاروق و بلال نہ بن سکیں صحابیت کے رتبہ کو نہ پہنچ سکیں سچے مسلمان تو بن سکتے ہیں مومن و متقی تو ہو سکتے ہیں اور جب مومن و متقی بن گئے تو گویا ہم نے خدا پر اپنا حق قائم کر لیا اس کی نصرتیں ہمارے شریک حال بن گئیں وانتم الاعلون کی بشارتیں ان کنتم مومنین کی شرط کے ساتھ آج بھی موجود ہیں اتقا کی شرط کے ساتھ یرزقہ من حیث لا یحتسب کا مژدہ آج بھی قرآن ہمیں سنا رہا ہے۔

مسلمانوں کیلئے درس عبرت

لیکن اس بدقسمتی کا کیا علاج ہے کہ کوئی سننے والا نہیں اگر سچ پوچھئے تو ہمارے اعمال آج زمانۂ جاہلیت کے عربوں سے بھی بدتر ہو چکے ہیں ان میں صد ہزار عیوب سہی مگر کچھ ایسی خوبیاں بھی تھیں جو آج مسلمان ہو کر بھی ہمارے اندر نہیں پائی جاتیں وہ جسے زبان دیتے تھے نبھاتے تھے جسے پناہ میں لیتے تھے اس کی حمایت میں قبیلہ کا قبیلہ کٹ مرتا تھا ان میں کم از کم خاندانی اور قبائلی عصبیت تو موجود تھی ہم میں وہ بھی نہیں۔

عرب بھائیوں کے معاملے میں خواہ وہ سگا ہو یا سوتیلا چچیرا ہو یا ممیرا کسی کی کوئی اہمیت ہی نہ سمجھتے تھے اور سب بھائی باہم شیر و شکر رہتے تھے یہاں بھائی مادرزاد دشمن سمجھا جاتا ہے ہر بھائیوں میں عداوتیں عام ہیں وہاں کسی کام میں عار نہ تھی یہاں بہت سے کاموں کو ہم نے خود ذلیل بنا لیا ہے۔

ہم محض نام کے مسلمان رہ گئے ہیں ہماری روزمرہ کی زندگی سے اسلام خارج ہو چکا شریعت کو چھوڑ کر رسم و رواج مشرکانہ پر قائم ہو گئے ہیں نماز چھوڑی جا سکتی ہے خدا کا فرض ساقط کیا جا سکتا ہے مگر کیا مجال ہے جو کوئی رسم بجا نہ لائی جائے خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا رکھا ہے پھر خوار نہ ہوں تو کیا ہوں۔

بہرکیف حضور نبی کریمؐ نے عربوں کی اخوت کو وسعت دیکر تمام مسلمانوں پر حاوی کر دیا تمام مسلمانوں کو بھائی بنا کر ایک کا جان و مال و آبرو دوسرے پر حرام

گروہوں اور صدیوں کے دشمنوں کو دینی رشتہ قائم کرکے یک جان و دو قالب بنادیا۔

چوتھا جمال

خواتین اسلام کے حقوق

تمدن عالم میں عورت کا درجہ

حالانکہ تمدن عالم کی صبح عورت ہی کی رفاقت سے طلوع ہوئی تھی زن و مرد کا چولی دامن کا ساتھ رہا مرد سے عورتیں اور عورتوں سے مردوں کے پیدا ہونے کا سلسلہ روز ازل سے جاری ہے لیکن محض اس وجہ سے کہ عورت کمزور ہے مردوں نے اس کی قدر و عزت نہ کی اور اس کی وقعت غلاموں سے کسی طرح زیادہ نہ ہوسکی مردوں نے اسے ایک آلۂ تفریح و عیش رانی اور تسلیم ولی صفائی کی مشین اور گھر کی ایک کرسی الحقوق خادمہ سے زیادہ اہمیت دینے کی کبھی سعی نہ کی وہ جانتا تھا اسی کی طرح اس کی رگوں میں بھی سرخ خون دوڑ رہا ہے وہ اس کی طرح اس کے اندر بھی فطری تقاضے اور خواہشات موجود ہیں اسی کی طرح کھاتی پیتی سنتی چلتی پھرتی ہے اور رنج و راحت اور اذیت و فرحت کا احساس رکھتی ہے پھر بھی مرد کی قوت نے اس کی کمزوری کو پابند سلاسل کرلیا اس کے احساسات و عواطف کو ٹھکرا یا ان کے جذبات و احساسات سے بے اعتنا ہوکر جتنی عورتیں چاہیں بیک وقت گھر میں بھرتا چلا گیا اور اس پر جور و ظلم کی نہیں پامالی و قتل تک کے حقوق قائم کرلیے بہو و بیٹ کا ظلم و بیدردی مشاہدہ کیجئے کہ ایک طرف تو مرد بلا وجہ بھی بیٹھے بٹھلائے طلاق دیدے اور دوسری طرف پھر اس مطلقہ عورت سے تزوج ممنوع و معیوب قرار پائے حیا بیت کی ستم ظریفی ملاحظہ کیجئے مرد کتنا ہی ظلم کر رہا ہو حالات کتنے ہی نازک صورت اختیار کر گئے ہوں علیحدگی کی کوئی صورت ہی نہیں صرف زن و شوہر میں سے کسی ایک کی طرف سے تو وقوع زنا پر طلاق ہوسکتی ہو وہ بھی مرد کی جانب سے۔

گویا آوارگی کرو مگر حلال و جائز ذرائع اختیار نہ کرو۔ رومیوں نے قدیم تہذیب اور شہرہ آفاق تمدن کے حامل ہوتے ہوئے بھی اس کی غلامی پر قانونی مہر ثبت کردی اور شوہر کو مارنے اور ہر ستم کرلینے ہی کے نہیں قتل کے بھی اختیارات تفویض کردیئے یونانیوں نے علم و فلسفہ و ہیئت کی انتہائی ارتقائی منازل طے کرنے کے باوجود انہیں ایک جائداد منقولہ سے زیادہ حیثیت نہ دی۔ یونان میں رنڈیوں کی عزت گھر والیوں سے زیادہ رہی دوسروں کو عاریتاً بھی دیدی جاتی تھیں علم و ہنر سے بھی محروم رکھا جاتا تھا ایران کی تہذیب رومی یونانی تہذیب کی حریف مقابل تھی زردشتی مذہب پھیلا ہوا تھا یہاں عورتیں سخت پردہ میں رہتی تھیں لونڈیوں جیسی حالت تھی اور غضب یہ کہ بیٹیوں اور بہنوں تک سے عقد کرلیتے تھے

مٹی خوار تھی ہندومت میں پوری اندھیر نگری تھی۔

مرد تو بڑا باپ میں بھی کئی کئی شادیاں کرلینے میں آزاد تھے مگر عورت پر یہ سختی کہ اول تو بچپن ہی میں شادی کا دستور پھر اگر وہ نابالغی میں ہی بیوہ ہوجائیں تو بھی زندگی بھر شادی نہ ہو، دختر کشی کا طریقہ بھی موجود تھا نہ مہر کا حق نہ ترکہ اور نہ وراثت میں حصہ اور نہ علیحدگی کا حق غلامی کے بندھنوں کا یہ عالم کہ قانون تھا کہ عورت بچپن میں باپ کی، جوانی میں شوہر کی اور بڑھاپے میں اولاد کی محکوم رہے خود مختاری کے قابل نہیں۔

موسیو لیبان نے ہندو قانون کا پورا مطالعہ کرکے لکھا ہے کہ ہندومت کہتی ہے کہ تقدیر، دوزخ، طوفان اور زہریلے سانپوں میں سے کوئی چیز عورت جتنی خراب و خطرناک نہیں۔ کتاب مقدس میں بھی عورت کو موت سے زیادہ تلخ بتایا گیا ہے غرض کہیں کسی ملک اور کسی قوم میں عورت کی عزت نہ تھی لوگ مویشیوں کی طرح عورتوں کو گھروں میں بھرتے چلے جاتے تھے اس زمانہ کا آئین ہی یہ تھا امرائے بنی اسرائیل کے گھروں میں سو سو عورتیں رہتی تھیں۔

عرب میں بھی ایک شخص جتنی عورتیں چاہے کرلیتا تھا جو شوہر کے مرنے کے بعد اس کے بیٹوں میں مال متروکہ کی طرح تقسیم ہوجاتی تھیں۔ دنیائے نسوانیت پر ایک عذاب مسلط تھا اور کوئی اس کمزور و لطیف مخلوق کی فریاد سننے والا نہ تھا تہذیب جدید نے اگرچہ "عورت کیساتھ سلوک" ہی کو کسی قوم کی ترقی کے اندازہ کا معیاری پیمانہ تیار کیا اور اپنے نزدیک انہیں وہ سب کچھ دیا جو ابتک بھی نہ مل سکا تھا تاہم وہ اصلی اور حقیقی حقوق سے ابھی تک اسی دور میں جتنی دور کہ پہلے تھیں حقوق تو کچھ نہ ملے البتہ مادر پدر آزادی دے کر کے جو راحت انہیں گھروں میں حاصل تھی وہ بھی چھین لی۔

مغربی عورت کو اتنی آزادی کیوں اور تہذیب کی درخشانیوں کے باوجود بھی مرد سے علیحدگی اور خلع کا حق حاصل نہیں ہوا۔ ثبوت زنا کے بغیر علیحدگی غیر ممکن ہے نہ اس کے لئے کوئی مہر ہے اور نہ وہ شوہر کے کسی مال میں حصہ دار ہے جو باپ کے گھر سے لیکر آئے وہ بھی شوہر کی ملکیت بنجاتا ہے انتہا یہ ہے کہ ابھی تک اس کا جداگانہ نام بھی نہیں۔ کنواری ہے تو باپ کے نام کی نسبت سے مس فلاں یا فلاں کہلاتی ہے بیاہی گئی تو مسز بن گئی۔

حقوق خواتین کا اولین اعتراف

دنیا میں سب سے پہلے حضور نبی کریمؐ نے عورت کے حقوق قائم کئے قرآنی الفاظ میں ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ان کی اہمیت دنیا پر اور مردوں پر واضح کی اور لباس سے تشبیہ دیکر بتا دیا کہ عورت وہ چیز ہے جس کے بغیر نہ مرد کی زینت ہے نہ راحت ہے نہ آبرو ہے اور نہ زینت ہر ایک دوسرے کے بغیر بمنزلہ برہنہ جسم کے ہے جس طرح لباس سے انسان کو آرام بھی ملتا ہے شان بھی بڑھتی ہے عزت و تزئین بھی ہوتی ہے اسی طرح عورت مرد کی اور مرد عورت کی تزئین ہے۔

حضورؐ نے عورت کو جہنم، سانپ، بچھو اور طوفان بتانے کے بجائے فرمایا کہ ایک صالح عورت سے بڑھکر دنیا میں مرد کے لئے کوئی نعمت نہیں اہمیت جتا کر اس کی سود مندی واضح کر کے تاکید فرمائی لا تضیقوا و عاشروھن بالمعروف انہیں تنگ نہ کرو تکلیف نہ پہنچاؤ ان سے حسن سلوک روا رکھو یہاں تک تو حیثیت و اہمیت اور سلوک کا معاملہ تھا آگے بڑھکر حکم دیا جاتا ہے کہ جیسے تمہارے حقوق ان پر ہیں ویسے ہی ان کے حقوق بھی تمہارے اوپر ہیں ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف یعنی حیثیت اہمیت سلوک اور حقوق کے معاملہ میں بالکل مساوات پیدا کردی باپ کے ترکہ اور ورثہ میں پہلی دفعہ بیٹوں کی طرح بیٹیاں بھی شریک قرار پائیں۔ شوہروں کے ترکہ میں بھی ان کا حق معین کیا گیا مہر کی بھی حقدار ہوئیں انہیں اپنی کمائی کا خود مالک قرار دیا گیا ہے اپنی جائداد کے انتظام میں بھی خود مختار ہوئیں بیع و شریٰ کے حقوق بھی ملے مرد کو طلاق کا حق ملا تو عورت کو نا موافقت

مزاحمت کی صورت میں خلع لینے کا حق دیا گیا۔ ان کا قتل ان کی چوری اور ان کی بے آبروئی و توہین بھی اتنی ہی جرم قرار پائی جتنی کہ مرد کی تھی۔ وہ شوہر کی غلام نہیں رفیقۂ حیات بن گئیں۔

حقوق نسواں کے استحکام کی تدابیر

دنیا میں علم و دولت بہت بڑی طاقتیں ہیں جن کے بغیر آبرو کا قیام اور عزت مشکل ہے جس کی مالی حالت مستحکم نہیں اور جو علم سے بے بہرہ ہے اس کی وقعت مشکل ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضور نبی کریم نے عورت کو ترکہ و وراثت میں شریک کیا اور مہر کا حق دیا اور اپنی ہر چیز کا مالک و مختار بنا دیا تاکہ مرد ان کی عزت پر مجبور ہوں مردوں کی طرح ان پر بھی علم فرض کر دیا تاکہ مالی و علمی دونوں بہترین طاقتوں سے وہ آراستہ ہو جائیں عبادت میں مرد کے برابر قرار دیکر ان کی روحانی حیثیت بھی قائم کر دی۔ پہلے مالیات، علمیات اور اقتصادیات اور عبادات میں عورت کا کوئی حصہ نہ تھا۔

پہلے عورت ناگزیر اور نازک حالات میں بھی مرد سے جدا نہ ہو سکتی تھی اب اسے خلع و عقد ثانی کے حقوق بھی مل گئے عورتوں کو بدنام کرنا اور قصائد کی تشبیب میں ان کا نام لینا عام بات تھی اب یہ شدید جرم قرار پایا اور ان پر اتہام زنا کی سزا اسی کوڑے مقرر کی گئی ان کے لئے دینی و دنیوی ترقی کے دروازے کھل گئے اور اعلان کیا گیا مرد ہو عورت ہو یا کوئی ہو جس نے بھی نیک یا شریفانہ عمل کئے اور توحید و رسالت پر ایمان لایا وہ جنت میں جائے گا۔

مشہور فرانسیسی مورخ موسیو لیبان نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے عورت کی حالت درست کر کے اسے ترقی کی راہ پر ڈالا ورنہ اسلام سے پیشتر دنیا میں عورت کی حالت نہایت المناک تھی اسلام نے عورت کو تمدن میں مساوات کا درجہ عطا کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ مشرقی عورت تربیت و تعلیم کے اعتبار سے مغربی عورت کے مقابلہ میں ہمیشہ فائق رہی ہے۔

ازدواجی زندگی کا عملی نمونہ

حضور نبی کریم کے اخلاق و عادات خود قرآنی سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے ایک طرف تو آپ مسلمانوں کے سامنے عملی نمونہ ازدواجی زندگی کا پیش فرما رہے تھے اور مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ وہ زندگی کے ہر جزیے میں حضور کی اتباع و تقلید کو اپنی سعادت سمجھتے تھے عبادات، معاملات ہر چیز میں سبق اندوزی کے لئے ان کی نگاہیں حضور ہی کی طرف اٹھتی تھیں اور دوسری طرف آپ ہر موقعہ پر عورتوں سے حسن سلوک کی تاکید فرماتے اور ان کی اہمیت و حیثیت واضح فرماتے اور ازدواجی زندگی کے طریق سکھاتے اور بتاتے رہتے تھے تاکہ صدیوں کی روایات و عمل کا اثر ضائع ہو کر مرد و عورت حقیقی معنوں میں رفیق حیات بن جائیں فرماتے رہتے تھے کہ اپنی بیویوں سے محبت و سلوک کرو حسب حیثیت انہیں کھلاؤ پہناؤ باہر سے آؤ تو ان کے لئے تحفہ لیکر آؤ ان کی جائز خواہشات پوری کرتے رہو انتہا یہ تھی کہ حضور نے شرافت و خوبی کا معیار ہی عورتوں سے حسن سلوک قرار دیا اور فرمایا تم میں بہتر وہی ہے جو اپنی عورتوں سے بہتر سلوک کرتا ہے۔

اسلامی اور مغربی آزادی میں فرق

خود آپ نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے حسن سلوک کا وہ شاندار نمونہ پیش کیا کہ عربوں کی آنکھیں کھل گئیں ممکن ہی نہ تھا کہ حضور کو اچھا سلوک کرتے دیکھتے اور مسلمان پیچھے رہتے۔

اسلام دین فطرت ہے آزادی اسلام نے بھی دی اور مغرب نے بھی لیکن جہاں مؤخر الذکر آزادی تباہ کن ثابت ہوئی وہاں اول الذکر آزادی نے دل و دماغ روشن کر دیئے آزادی کے معنی مادر پدر آزادی نہیں جو یورپ نے دی کہ عورت کو مطلق العنان کر دیا۔ عورت باپ کی سنتی ہے اور نہ شوہر کی اسکی باگیں چھوٹی ہوئی ہیں خود نمائی بےحیائی خود غرضی اور فتنہ سامانی جیسی ملعون عادات اس کی طبیعت ثانی بن گئی ہیں۔

گھر کی زندگی سے پرورش اولاد سے زوجیت کے بندھنوں سے تنفر پیدا ہو رہا ہے اس کی نظر میں شوہر کی کوئی وقعت ہی نہیں بات بات پر طلاق ہے اپنے معاملات میں نہ باپ کی مداخلت گوارا ہے اور نہ شوہر کی مردانہ مشاغل میں مبتلا ہے انسان آزاد ہے لیکن دنیا میں کون مرد ہے جو کسی کا محکوم نہ ہو یہی مساوات تو مردوں میں بھی نہیں جس کی عورت مدعی بن بیٹھی ہے آزادی کے معنے سرکشی اور اپنے مخصوص اور فطری فرائض سے غفلت نہیں۔

فضیلت ذکور کی حقیقت و مصلحت

مرد آزاد ہے مگر حکام کا مطیع باپ کا مطیع، بڑے بھائی کا مطیع، یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عورت پر کوئی حکومت کرنے والا ہی نہ ہو اور وہ بالکل بے لگام ہو جائے دنیا میں صدہا دفاتر میں اور سینکڑوں شعبے ہر شعبہ اور ہر دفتر کا ایک افسر ضرور ہوتا ہے جو نگران حال رہتا ہے پھر یہ کب ممکن تھا کہ گھر کا کوئی حاکم مقرر نہ کیا جاتا کہ یہ خود ایک چھوٹی سی دنیا، سلطنت، ادارہ اور صیغہ کی حیثیت رکھتا ہے جو بیوی بیٹوں، بیٹیوں اور ملازموں پر مشتمل ہے۔

حکومت کا منصب فطرتاً مرد ہی کو دیا جا سکتا تھا وہ دیا گیا عورتوں اور بچوں کے تمام حقوق اپنی جگہ قائم رکھے ان کی کفالت و پرورش اور روزی رسانی کی ذمہ داریاں مرد پر ڈال کر افسری عطا کر دی گئی اور گھر والوں کو اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ مغربی عورت کے سامنے اس قسم کی افسری و ماتحتی کی صدہا ہزار مثالیں دفتروں صیغوں اور کارخانوں میں پھیلی ہوئی ہیں وہ بھی جب ان میں داخل ہوتی ہے تو اطاعت افسر پر مجبور ہوتی ہے مگر گھر کے افسر کا حکم ماننے سے بغاوت کرتی ہے۔

اسلام نے صاف حکم دیا کہ ویسے تمام حقوق بحال مگر سہولت انتظام کیلئے مرد کی حکومت لازمی وہ جو حکم دے اسے لازماً مانا جائے اس کا احترام کیا جائے قرآنی زبان میں فرمایا گیا۔

"مرد عورتوں کے قوام، نگران کار یا افسر مقرر کئے گئے اسلئے کہ خدا کا یہ آئین ہے کہ وہ اپنے فضل سے بعض کو بعض پر فوقیت و فضیلت عطا کر دیتا ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اپنی کمائی تمہارے آرام پر خرچ کرتا ہے" الرجال قوامون الخ

پھر ارشاد ہوا وللرجال علیہن درجۃ عورتوں پر مردوں کو ایک درجہ فوقیت حاصل اور واقعی حاصل ہے جس کے شواہد عام ہیں۔

ایسی فضیلتیں مردوں میں بھی باہم موجود ہیں اور وہ آزادی کے باوجود ایک دوسرے کے محکوم ہیں اس فضیلت و حکومت یا افسری کے ساتھ انہیں کھلانے پہنانے اور شریفانہ سلوک کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے جب مردوں کو

مردوں کی حکومت، فضیلت اور اطاعت ناگوار نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عورتوں کو ناگوار ہو۔

خواتین اسلام کے مذہبی اختیارات

پھر اگر گھر کا حاکم یا شوہر فی الواقع جبر کی روا رکھے اور اس کا سلوک ناقابل برداشت ہو تو ہندوؤں کی طرح عورت ہر حالت میں بندھی رہنے اور مصیبت اٹھانے پر مجبور نہیں بلکہ اسے خلع لینے اور ایسے ظالم مرد سے علیحدہ ہو کر عقد ثانی کرنے کی پوری آزادی ہے۔ پھر اگر عورت ایک مرد کی مطیع بنائی گئی ہے تو کئی مرد اس کی اطاعت پر بھی مجبور کر دیئے گئے یعنی نہ محکوم ہی ہے اور حاکم بھی۔

یہ مرد اس کے بیٹے اور داماد اور پوتے اور نواسے ہیں جنہیں اس کے حکم کے سامنے اُف بھی نہ کرنے کا حکم ہے اور جنہیں جتا دیا گیا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے وہ اگر ہوؤں کو چھوڑنے کا حکم دے تمہارا سارا مال بھی چھین لے تو چون و چرا نہ کرو۔

ماں کی عزت باپ سے تگنی رکھی گئی ہے خواہ وہ بادشاہ ہو جرنیل ہو گورنر ہو ماں کے سامنے اُسے ہر حالت میں جھکنا پڑے گا بیٹے کتنے ہی ممتاز کتنے ہی ذی وجاہت ہوں ماں کی قطعی و حتمی فرمانبرداری پر مجبور ہیں جو بہر کیف ایک عورت ہے مغربی عورت نے اسے نہ سمجھا اور نہ عیسائیت و ہندویت نے اسے سمجھایا اور ہندویت سمجھاتی ہی اُسے کیا وہ تو خود ماں کو بیٹوں کے زیر اثر رہنے پر مجبور کر رہی ہے۔

مغربی الحاد کی ہواؤں نے عورتوں میں ایک گونہ سرکشی اور شوہر کی اطاعت سے گریز کا رجحان و میلان پیدا کرنا شروع کر دیا ہے جس سے گھر کی مسرتیں زندگیاں یورپ کے گھروں کی طرح تلخ ہو چلی ہیں اس کا اثر اولاد پر بھی پڑ رہا ہے وہ ماؤں سے سرکشی کر رہے ہیں یہ سب اسلام سے ہٹنے اور مرکز سے نگاہ پھیرنے کے تلخ ثمرات ہیں۔

تین بنیادی اور فطری ضروریات

کھانا پینا اور نکاح کرنا فطری تقاضوں کو پورا کرنا ہے ظاہر ہے کہ فطرت کا مقابلہ انسانی قوت و طاقت سے بالاتر ہے جسے جائز طریق سے روٹی نہ ملیگی وہ چوری کریگا اور بہرکیف کسی نہ کسی طرح سے اپنا پیٹ بھر لیگا اور تن ڈھکے گا یہی صورت مجردین کی ہوتی ہے جائز مواقع حاصل نہ ہو سکیں گے تو ناجائز راہ لگے گا پیدا ہونے کو تو دنیا میں ایسے بھی ہو چکے ہیں جو سو سو دن مسلسل بھوکے رہکر مرگئے مگر ننانوے فی صدی وہی ہیں جن سے وہ وقت کی بھوک ضبط کرنا محال ہے۔

بالکل یہی صورت تجرد کی ہے ضبط کی ایک حد ہوتی ہے سال دو سال کر لیا عمر گذارنی بہت دشوار ہے اور اگر کوئی ضبط ہی کریگا نفس کشی پر آمادہ ہی ہو جائے گا تو تکلیف بھی ہوگی اور صحت بھی برباد ہو جائے گی جس طرح بیکاری و افلاس میں نیت ڈانواڈول رہتی ہے اسی طرح تجرد میں بھی اندیشے اور خطرے ہیں خدا کو بندوں سے والدین کی نسبت ستر گنی زیادہ محبت ہے نہ وہ بندوں کی تکلیف گوارا کر سکتا ہے اور نہ گمراہ ہوتے دیکھ سکتا ہے اس لئے اس نے تلاش رزق و نکاح دونوں کا حکم دیا ہر قانون اکثریت کے رجحان کے پیش نظر بنتا ہے اور بہت بڑی اکثریت کی حالت یہی رہی ہے کہ وہ ضبط نفس پر قادر نہیں ہو سکی راہبانوں راہبوں نونوں دیوداسیوں اور سادھوؤں میں بھی ہر زمانہ میں مشکل دس پانچ فیصدی پاکباز رہ سکے ہیں۔

کنیساؤں گرجے، مندروں کی کوٹھریاں، خانقاہوں کے حجرے اور معابد کے گوشے ضبط و تجرد کے مدعیوں کی لغزشوں سے ہر دور میں ملوث رہے اور رہنے چاہئیں تھے فطرت کے تقاضوں کا مقابلہ ہر انسان کا کام نہیں اسی لئے اسلام نے تجرد و رہبانیت کو کلیۃً حرام کر دیا اس شدت کے ساتھ کہ کسی عمر کی عورت یا مرد کے لئے اسے روا نہ رکھا جب ہی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تھا کہ میری موت پر اگر مجھے اپنی زندگی کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ دس رات رہ گئی ہیں تو بھی مجرد رہنا گوارا نہ کروں عہد رسالت میں صحابہ کے وقت بوڑھیاں تک بیوہ نہ بیٹھتی تھیں۔

آج غیر اقوام کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بالخصوص عورتوں کے لئے عقد ثانی بڑی حد تک معیوب ہے عورتیں تکالیف اٹھاتی ہیں مگر مطاعن کے خوف سے عقد ثانی میں متامل رہتی ہیں کتنی بدبختی ہے اسلامی شعار معیوب بن گیا اور مشرکانہ رسوم مستحسن قرار پا گئیں شریعت کی پابندی پر طعنے اور شعار کفر کے اتباع کرنے والوں کی تعریف۔

شادی اور باہمی سلوک کی ہدایت

حالانکہ قرآن میں عقد ایامی کا صریح حکم ہے اور حضورؐ نے پہلے دن واضح کر دیا تھا کہ جو شادی کرتا ہے وہ اپنے مذہب کی نصف تکمیل کر لیتا ہے بقیہ نصف کی تکمیل زندگی نیک عمل اور خوف خدا کے ساتھ گذارنے پر منحصر ہے اس سے پہلی شادی عبادت نہیں مطلب یہی ہے کہ تجرد کی حالت نہ رہے کہ اسمیں ایمان کا خطرہ ہے گویا اسلام میں شادی نصف مذہب کی تکمیل ہے دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ شادی سب سے بڑی رحمت ہے جو انسانی رنج و آلام کے بار کو ہلکا کرتی ہے خدا اس کی مدد کرتا ہے جو پاکبازانہ زندگی بسر کرنے کے لئے شادی کرتا ہے۔ جدید تعلیم نے زن و مرد میں ایک ایسا طبقہ بھی پیدا کر دیا ہے جو سرے سے شادی اور اس کی پابندیوں ہی سے متنفر ہے۔ یہ صریح کفر ہے۔

حضور نبی کریم نے جہاں عورتوں کو مرد کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ خدا کے سوا اگر کسی کے لئے سجدے کا حکم دیا جا سکتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے، بیوی اگر شوہر کے زخموں کو جسم کی پیپ بھی اپنی زبان سے چاٹ کر صاف کرے تو بھی وہ اس کے پورے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی وہاں مردوں سے بھی صاف کہدیا کہ تمہاری اچھائی اور نیکی کا معیار ہی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ یہ آبگینے ہیں انہیں ٹھیس نہ لگاؤ ان سے رفق و محبت کے ساتھ پیش آؤ جو خود کھاؤ پہنو وہ انہیں کھلاؤ پہناؤ انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ معلق نہ ڈال رکھو یعنی طلاق دو اور نہ پاس رکھو وغیرہ۔

یعنی دونوں کو پابند کر دیا مرد کے فرائض بھی گرانبار ہیں تلوار چلانا۔ لڑنا کمانا اس لئے اس کے لئے تفضیلت لازمی تھی۔

بقائے نسوانیت کی تاکید

حضور بقائے نسوانیت پر بھی برابر زور دیتے رہے شعائر نسوانیت کبھی کبھی چھوڑتے دیکھتے تو برہم ہو جاتے ایک خاتون کے ناخن سفید دیکھے تو برہمی کیساتھ فرمایا کہ تم عورتوں کو کیا ہو گیا ہے کہ مردوں کی طرح ہاتھ رکھتی ہو مہندی نہیں لگاتیں چوڑیوں کے متعلق ارشاد تھا کہ ان کی آواز سے گھر میں برکت ہوتی ہے خانہ داری

اور پرورش اولاد کی طرف متوجہ فرماتے رہتے فرماتے تھے کو دودھ پلانا جہاد کے ثواب کے مترادف ہے۔ حجاب و حیا پر بھی زور دیتے انتہا یہ ہے کہ گھروں میں رہنے بلا اشد ضرورت باہر قدم نہ رکھنے مردوں کی سوسائٹی سے قطعاً الگ رہنے نظریں نیچی رکھنے کی تاکید کے علاوہ فرمایا کہ سر کھلا ہو تو عورت برہنہ ہوتی ہے۔ باریک کپڑا نہ پہننے دیتے تھے جس سے جلد نظر آئے دونوں پہونچوں اور ہاتھوں اور چہرے کے علاوہ عورت کے جسم کے ہر حصہ کو ستر قرار دیا اور اس کا کھلنا حرام قرار دیا۔

لیکن آج عورت کو سر و سینہ تک کی عریانی کا ہوش نہیں بلکہ تک برہنہ رہتے ہیں باریک لباس ڈوپٹے نہ سر پر ٹھہرتے ہیں اور نہ سینوں پر رہتے ہیں مردانہ مشاغل میں انہاک بڑھ رہا ہے اور شریعت اسلام کے بجائے مغربی طریق کی پیروی ہو رہی ہے بہرکیف جو ساہیں حضور کھیا گئے جو شاندار اصلاح کر گئے اور جو بنا گئے وہ کوئی نہ کر سکا حضور نے عورت کو مساوات دی راحت پہنچائی مگر مطلق العنان اور مغرب کی طرح مادر پدر آزاد نہیں بنایا کاش مسلمان مسلمان بنیں اور خدا سے ڈریں۔

پانچواں جمال

اسلام کی شاندار مساوات

قبل اسلام کے امتیازات رنگ و نسل

بعثت نبوی سے پیشتر ربع مسکوں میں کہیں مساوات کا نام کیا تصور تک بھی موجود نہ تھا غلامی کی لعنت پوری دنیا پر مسلط تھی ذات پات رنگ و نسل امارت و افلاس اور شرافت و نجابت کے صدہزار امتیازات موجود تھے انسان اپنے ہی ہم جنسوں کی تحقیر پر تلا ہوا تھا ایک باپ کی اولاد بیٹوں اور بیٹیوں میں تفارق موجود تھا بیٹے معزز اور بیٹیاں ذلیل، ایک گھر میں باپ شوہر اور بیٹے ذی عزت اور مائیں بیویاں بہویں اور بیٹیاں محقر۔

ایک قبیلہ اور ایک قوم میں امراء روساء معزز اور غرباء و محنتی بے وقعت ایک ملک میں ایک جماعت بلند، دوسری پست، گورا برتر اور کالا فروتر، اس پر ستم یہ کہ بہرالت فروتر و کمتر انسانوں کو حقوق انسانیت بھی حاصل نہ تھے ہندوستان میں ظلم و عدوان کی آندھیاں نئی شدت اور طوفان خیزیوں کے ساتھ چل رہی تھیں یہاں انسانی آبادی چار ذاتوں میں تقسیم کر دئیے گئے تھے۔ مذہب کے علمبردار صرف برہمن بن بیٹھے تھے صرف وہی علم حاصل کرنے کے مجاز تھے ان میں باہم روٹی بیٹی کا تعلق نہ تھا جو تھا طبقہ جو کروڑوں انسانوں پر مشتمل تھا نہ دولت جمع کر سکتا تھا نہ علم حاصل کر سکتا تھا نہ پوجا پاٹ کر سکتا تھا نہ خدا کا نام لے سکتا تھا وہ صرف ذلیل کاموں اور خدمتوں کے لئے وقف تھا۔

نہ عام سڑکوں پر انھیں چلنے کی اجازت نہ عام کنوؤں سے پانی بھرنے کا حکم انتہا یہ ہے کہ یہ ناپاک ان کا سایہ ناپاک بڑی قومیں بالمشافہ ان سے بات کرنا بھی تحقیر سمجھتی تھیں دنیا جہاں سے نرالا یہ دستور بھی دیکھا گیا کہ ہر پیشہ ایک ذات بن گیا اور چلا ہے دھنئے تیلی سنار تنبولی بھرجی لوہار اور بڑھئی وغیرہ وغیرہ جداگانہ قوم قرار پائے عورت مرجائے تو مرد فوراً شادی کرلے مرد مرجائے تو بیوی اس کی لاش کے ساتھ زندہ چتا پر جلنا پڑے۔ اور تو اور رومی اور ایرانی جیسی مہذب اور متمدن سلطنت میں حال ہی عام نہیں تھا نوشیروان کا عدل مشہور ہے مگر جب اس سے ایک موچی نے اجازت طلب کی ہے کہ اس کے لڑکے کو تعلیم پانے کی اجازت دی جائے اور اس کے عوض میں اس سے روپے کی کثیر تعداد خزانہ میں جمع کرائی جائے تو اس نے اپنی شہرت عدل کے باوجود نہایت حوصلہ سوز اور تحقیر آمیز جواب دیا اور کہا کہ اگر موچی زادے علم حاصل کریں گے تو کیا ایران کے شہزادے اور شریف زادے بیٹھکر جوتیاں گانٹھیں گے غرض غرباء اور کمزوروں کو ابھرنے کا موقع ہی نہ دیا جاتا تھا

امتیازات اور عدم مساوات کے خسائر

خالق کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں اسے سب کے ساتھ محبت ہے سب حضرت آدم و حوا کی اولاد ہیں اس لئے وہ بندوں کے ساتھ کبھی کوئی ناانصافی گوارا نہ کر سکتا تھا اور نہ کوئی سچا مذہب اس کا روادار ہو سکتا ہے۔ کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ اپنا خاندان اور نسل بدل لے رنگت بدل لے کالا ہے تو گورا ہو جائے غریب ہے تو دولت کے انبار اکٹھے کر لے دنیا والوں نے انہی چیزوں رنگ نسل اور دولت کو معیار شرافت قرار دیکر انسانیت کو پستی میں غرق کر دیا تھا اور اس معاملہ میں لوگ بے بس ہو کر رہ گئے تھے اس کے خلاف اسلام نے یہ معیار شرافت مقرر کیا جو سہل الحصول تھا اور جسے ہر انسان حاصل کر کے خدا اور مخلوق کے نزدیک خود کو آبرومند اور بلند منزلت بنا سکتا تھا وہ معیار کیا ہے؟ اتقا سیرت کی بلندی کی شرافت اسلام کے نزدیک وہی انسان ہے جو خدا سے ڈرتا ہے عادات نیک اخلاق بلند اور اعمال شریفانہ ہیں اور وہ بزرگ ہے خواہ وہ نسلی حیثیت سے کتنا ہی پست ہو۔

اسلام کو رنگ و نسل حسب و نسب دولت و وجاہت سے کوئی سروکار نہیں اس کے نزدیک اہمیت و عظمت کی اگر کوئی چیز ہے تو وہ سیرت کی بلندی اور اعمال کا شرف ہے مذہب اسلام میں کوئی ذات نہیں کوئی امتیاز نہیں کوئی بڑا ہے نہ چھوٹا نہ کوئی اعلیٰ ہے اور نہ ادنیٰ سب ایک خدا کے بندے، ایک رسول کے امتی ایک قرآن کے حامل اور ایک سمت کو سجدہ کرنے والے ہیں سب ایک ہی نام سے پکارے جاتے ہیں سب کا ایک ہی نام مسلم ہے۔

دھنئے جلاہے کنجڑے، قصائی، تیلی، تمبولی، نائی، بھرجی، درزی، لوہار، بڑھئی حتیٰ کہ آقا غلام افسر و ماتحت سید شیخ، مغل پٹھان سب ایک ہیں سب ایک دسترخوان پر کھا سکتے ہیں سب باہم شادیاں کر سکتے ہیں ایک مسجد میں ہو سکتے ہیں ایک صف میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ان میں کوئی اپنی خاندانی عظمت نسل کی برتری رنگ کی سفیدی یا دولت کی فراوانی کی بنا پر ہرگز معزز نہیں معزز و ممتاز ہے تو وہ جس کے اعمال نیک اخلاق بلند اور سیرت اعلیٰ ہے مسلمان اسی کی عزت کریں گے۔

حضرت بلال رض اگرچہ نہایت بدصورت، سیاہ فام، بے زر و دولت، حبشی اور غلام تھے مگر عہد رسالت اور عہد صحابہ میں انتہائی ممتاز و معزز شخصیت کے مالک رہے جب عقد و مناکحت کا ارادہ کیا ہے تو بڑے بڑے ہاشمی و قریشی سرداروں کی یہ آرزو تھی کہ انھیں آپ کی ذات گرامی سے قرابت کا شرف حاصل ہو جائے۔ حضرت فاروق اعظم جیسے جلیل القدر فرمانروا اور صحابی آپ کو آقا کہکر پکارتے ہیں اور انتہائی عظمتوں کے گہوارے میں جھول کر وصال پاتے ہیں۔

مساوات کے متعلق اسلامی فلسفہ

دنیا صدیوں سے بے انصافی تھی اور آجتک غیر اسلامی

دنیا استبداد کے جوئے کے نیچے دبی ہوئی تحقیر و ستم سہہ رہی ہے۔ دلوں کے جوش اشکر دلوں ہی کی گہرائیوں میں رہ جاتے ہیں ایک مخلوق ہے کہ بڑی کراہ رہی ہے اور آتش کے شعلوں سے بھڑک اٹھ ہو ہو کر فضائے خاموش میں چھپا دیتی ہے کہ خداوندا تیری دنیا میں پیدا ہو کر ہم نے کون قصور کیا ہے جو ہم ذلتوں اور مقصوروں کے لئے وقف ہو کر رہ گئے ہیں۔

برہمنوں کے پاس جاتے ہیں تو یہ قابل فہم جواب ملتا ہے کہ اگلے جنم میں جنکی انھیں کوئی خبر نہیں یہ اس کی سزا بھگت رہے ہو کہیں اسے قسمت کا نتیجہ اور کرم کے پھل بتایا جاتا ہے اور وہ دل مسوس کر رہ جاتے ہیں اور ادنیٰ طبقے والوں ہی کا حق پیدا ہونے اور کھانے پینے اور محنت کے باوجود اپنی محرومی و ذلیل محرومی کرکے وہ خون جگر ہو جاتے ہیں اسی بے بسی اور محرومی کا نتیجہ تھا کہ ان گنت مخلوق کے تمام حوصلے پست ہو کر رہ گئے تھے اور رہ گئے ہیں اور پوری مظلومی و اذیت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

ہندوستان میں اچھوتوں اور شودروں پر یہی سوچ خون گذرتی رہی لیکن اسلام نے ان پر ظلم و ستم کرنے والوں کے مصائب کا خاتمہ کیا حضور نبی کریم کی آفاقی آواز تھی جس نے ان کی آنکھیں کھولیں اور اعلان فرمایا:۔

ومن یعمل من الصالحات من ذکر او انثی وھو مومن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرا	کوئی بھی انسان ہو مرد خواہ عورت جس نے بھی نیک و شریفانہ عمل کئے اور توحید و رسالت پر ایمان لایا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا اور اس پر تل برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔

ومن یؤمن باللہ و یعمل صالحا یکفر عنہ سیاتہ الخ	کوئی بھی ہو اعلیٰ یا ادنیٰ جو نیک کام کرتا ہے اور خدا پر ایمان رکھتا ہے اس کے گناہ معاف کرکے اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم	تم لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ذی عزت وہی ہے جو متقی اور اللہ سے زیادہ ڈرتا ہے"

اس اعلان سے انسانوں کی ہمتیں بلند ہو گئیں، ہر مذہب کی آواز پر ابتدا میں لبیک کہنے والے زیادہ تر غربا ہوتے ہیں اسلام لانے والوں میں بہا گروہ بڑے بڑے ذی اقتدار لوگ تھے مگر کثیر تعداد غریبوں بیکسوں ضعیفوں غلاموں اور کنیزوں کی تھی جن کے لئے زمانہ نے ترقی کے تمام دروازے بند کر رکھے تھے اور جنکی قسمتوں پر بظاہر ہمیشہ کے لئے ذلت کی مہر لگ چکی تھی ان کے حوصلے بلند ہو گئے۔

ان کی عزت نفس اور خودداری کا جذبہ بیدار ہو گیا انسان فطرتاً بڑھنے اور بلند ہونے کی سعی کرتا ہے زمانہ کے مروجہ معیار ہائے ترقی تک پہنچنا تو امکانی امر ہی تھا نہ ان کے اختیار میں یہ تھا کہ وہ اپنا حسب و نسب اور رنگ بدل لیں اور نہ وہ دولت کے انبار اکھٹے کر سکتے تھے اسلام نے جو تقا کا ایک امکانی اور یسیر الحصول معیار پیش کیا تو ہر شخص اس کے حصول کی میش از میش سعی میں منہمک ہو گیا۔

قیام مساوات کے شاندار نتائج

ربانی احکام صد ہزار مصالح و حکم پر مبنی ہوا کرتے ہیں اس سے ایک سب سے بڑا فائدہ یہ بھی پہنچا کہ تمام قلوب میں عمل کی ایک لگن لگ گئی، مایوسی اور قسمت پر شاکر ہونا تو انسان کے قوائے عمل میں ضعف پیدا کر دیتا ہے۔

اور وہ یہ سمجھ کر کہ اس کے لئے ترقی اور ابھرنے کا تو زندگی میں کوئی موقع ہی نہیں قسمت میں جو لکھنا تھا وہ تو لکھا جا چکا وہ نہ صرف یہ کہ اپنی اصلاح کی طرف سے بے پرواہ ہو جاتا ہے بلکہ اور برائیوں میں ڈوب کے حیوانوں سے بدتر زندگی بسر کرنے لگتا ہے اور پھر عزت و ذلت کیا انسانیت و حیوانیت کا بھی احساس نہیں رہتا۔

اب جو ابھرنے کی صورتیں نمایاں ہوئیں تو ہر مسلمان اس خیال سے کہ اگر چہ وہ وقت کا قارون بنکر اعلیٰ نسل و خاندان میں شامل ہو کر تو معزز نہیں بن سکتا لیکن وہ نیک صالح بنکر تو دولتمندوں قریشی سرداروں اور خاندانی شرفا کی ہمسری کر سکتا ہے عمل و نیکی کی طرف اپنی پوری قوتوں کے ساتھ معروف ہو گیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مسلمانوں میں برائیوں کے ترک اور نیکیوں اور اخلاقی خوبیوں کے حصول کا ایک بے پناہ جذبہ پیدا ہو گیا اور بڑے بڑے پست اور آلودہ معائب لوگ کچھ اس سرعت کے ساتھ آگے بڑھے کہ ممتاز سردار اور خاندانی لوگ منہ دیکھتے رہ گئے جتنی سیرتیں بلند ہوتی گئیں اتنی ہی عزتیں بڑھتی گئیں انتہا یہ ہے کہ بلالؓ و صہیبؓ غلامی اور ذلت کے درجہ سے بلند ہو کر عزت و عروج کے فلک الافلاک پر فائز ہو گئے اور مسلمانوں کے آقا بن گئے۔

دنیا کی نظر مساوات عامہ کے اس افادی نکتہ تک اب تک نہیں پہنچی کہ اس سے خود بخود برائیوں کے ترک اور نیکیوں کے حصول کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور اصلاح کا کام نہایت سریع ہو کر ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیتا ہے ہم نے ہندوستان پہنچکر خود اپنے بھائیوں کو ذہنا جلاہا کو جڑا اور قصائی غیرہ کہکر قومی ترقی کو روکا۔

قومی سیرت اور ملی اخلاق کو پست کر دیا اور شدید گناہ کے مرتکب ہوئے ظاہر ہے کہ جب ہم ان کے بھائی ہو کر خود ان کی تحقیر کریں گے ان سے شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کر دیں گے اعلیٰ اور ادنیٰ کے فرق اور ذاتوں کے امتیاز کی دیواریں اپنے درمیان کھڑی کر لیں گے کسی کو ادنیٰ ہو کہیں گے کسی کے خاندان میں عیب نکالیں گے انھیں چھوٹی قوم سمجھیں گے اور کمین کہیں گے۔

عورتوں کو ناقص العقل بتائینگے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی ترقی و عزت کی طرف سے محروم ہو کر اور ان محرومیوں کو اپنا نوشتہ تقدیر سمجھکر اپنی اصلاح کی طرف سے مایوس ہو جائینگے انسان ایک حالت پر کبھی قائم نہیں رہتا یا بڑھتا ہے یا گرتا ہے بڑھکر خاندانی نقص دور کرنے عقل بڑھانے، ذات بدلنے کا سرے وقت بجانے کے تو مواقع کی طرف سے یاس ہی ہو گی اس لئے گرتے اور پست سے پست تر ہوتے چلے جائیں گے یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں روز بروز حقیقی شرافت و صالحیت کی کمی ہوتی چلی جا رہی ہے عیوب بڑھ رہے ہیں دین سے بے بہرہ ہوتے چلے جا رہے ایسا اور لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جو صحیح طور پر کلمہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔

اللہ اور رسول نے تمام مسلمانوں کو بھائی بنایا تھا سب کے لئے یکساں عزت و ترقی کے مواقع بہم پہنچائے تھے ان میں قبائل یا ذاتوں کی تقسیم ذاتی علو و برتری کے لئے نہیں رکھی گئی تھی صرف شناخت کے لئے تھی مسلمان پر مسلمان کی تحقیر حرام کی گئی تھی جو ذاتیں شناخت کے لئے تھیں وہ اب معیار عظمت و پستی بنی ہوئی ہیں

ذاتوں اور فرقوں کی مشرکانہ لعنت

غضب یہ ہے کہ

حَسُنَت جَمِیعُ خِصَالِہٖ

خصال ۱۳
نبی کریمؐ بحیثیت شہری

غربا پرور اور ضعفا نوازی

ایک متمدن انسان کا اولین فریضہ حیات یہ ہے کہ نہ خود اوصاف انسانی کا پیکر ہو اور دوسرے لوگوں میں بھی یہی خوبیاں پیدا کرنے کے ساتھ ان کی فلاح و بہبود کی مساعی میں برابر منہمک رہے جو شخص محض اپنی ہی سود و بہبود سے تعلق رکھتا ہے اور دوسروں کی نفع رسانی اور ضروریات عامہ سے گریز کرتا ہے اور پبلک معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں لیتا وہ صحیح معنوں میں ایک متمدن انسان کہلانے کا مستحق نہیں جو جتنا زیادہ متمدن ہے اتنی ہی زیادہ اس کی پبلک سرگرمیاں بڑھی ہوئی ہیں یہ اور بات ہے کہ ان کی نوعیت میں تفاوت ہو کوئی قدمے کرتے کوئی درمے۔ حضور نبی کریمؐ کی حیات طیبہ پر اگر غائر نظر ڈالی جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ آپ کی پوری زندگی خدمت عامہ میں گزری اور دوسروں کی فائدہ رسانی کے جوش میں آپ نے کبھی اپنی ذاتی راحت و آسائش کی ہیچ چنداں پرواہ نہیں کی زمانہ نبوت میں تو جو کیا وہ کیا ہی مابعثت وہ بھی اسی قسم کے مشاغل میں گذرا کہ آپ کے اندر فطری سعادت موجود تھی اس زمانہ میں جبکہ ہر طرف فتنہ و فساد کے شعلے بلند تھے۔

مصائب و شدائد کے سیلاب امنڈے ہوئے تھے غرض پرستی کا دور تھا ظلم و عدوان کی اندھیاں برپا تھیں اخلاقیات و معاملات کی دنیا بگڑی ہوئی تھی تنہا ایک آپ کی ذات تھی جس کے دل میں دنیا کا درد تھا۔

آپ حسن معاملت، دیانت کار اور صداقت عمل سے منجانب قوم "الامین" کا قابل فخر خطاب حاصل کر چکے تھے جو آپ کی عالمگیر عظمت و ہر دلعزیزی کا دیباچہ تھا یہ دیکھکر کہ مکہ والے اور گرد و نواح کے عرب نچلا بیٹھنا ہی نہیں جانتے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکتی ہی رہتی ہے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے خون کا پیاسا بنا ہوا فطرت انسانی نوامیس الٰہیہ سے سرکشی و بغاوت پر پوری شدت کیساتھ آمادہ ہے ہر شخص شتر بے مہار ہے بد امنی کا دور دورہ ہے کمزوروں کی فریادوں کا سننے والا کوئی نہیں چوریاں اور ڈکیتیاں عام ہیں جنگیں شروع ہو جاتی ہیں تو ان کا سلسلہ بند ہونے ہی میں نہیں آتا پہلا قدم اٹھایا جو یہ تھا کہ آپ نے خود مظلوموں فلک زدوں اور کمزوروں کی مدد شروع کر دی روپے سے زبان سے عمل سے ہاتھ سے ان لوگوں کی پوری امداد کرتے رہے خود نیکیوں کے پیکر بنے اور جہاں کوئی ظلم و ستم کا واقعہ پیش آیا پہلے نصیحت کی اپنے خاندانی وقار و اثر سے کام لیا معاملہ کو سلجھایا کمزوروں کی امداد کی جس کے عوض میں آپ مذکورہ بالا خطاب سے مشرف ہوئے اس لئے انسان کتنے ہی برے میں پست حالت کو پہنچ چکے ہوں پھر بھی آخر وقت تک ان میں نیک و بد کے کم از کم اتنے امتیاز کی اہلیت و استعداد تو باقی ہی رہتی ہے کہ وہ سفید کو سفید اور سیاہ کو سیاہ کہہ سکیں اور زبان سے تو اچھے کو اچھا کہیں۔

مجلس قیام امن کی تاسیس

جب اس طرح آپ کی عزت و ہر دلعزیزی میں اضافہ ہوا اور بڑھا قوم میں قدرت حاصل ہو گئی آپ کی بات مانی جانے لگی اور آپ کی سرگرمی غمخواری اور بہی خواہی عوام کا سکہ بیٹھ گیا تو آپ نے دوسرا دلیرانہ قدم اٹھایا اس لئے کہ اس شب تابندہ تاریک زمانہ میں ہی آپ نے یہ محسوس کر لیا کہ انفرادی کام کتنا ہی دقیع ہو پھر بھی اگر دوسروں کو ساتھ لیکر اجتماعی حیثیت سے قدم اٹھایا جائے تو وہ زیادہ موثر ہوتا ہے زیر دستوں پر زبردستوں کے مظالم، عامہ بدامنی عام بے چینی آپ کے لئے جراحت قلب و نظر کا سامان بنی ہوئی تھی خود قریش جو ایک خونریز جنگ حرب الفجار لڑ چکے تھے اس کے اندوہناک اور دلدوز نظارے آپ کی آنکھوں میں پھر رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس سے یہ لوگ بھی متاثر تو ہیں لیکن طبائع اشتعال پذیر ہیں اگر کوئی زبردست انسدادی قدم نہ اٹھایا گیا اور حالات پر قابو پانے کی سعی نہ کی گئی تو قوم تباہ ہو کر رہ جائے گی اس لئے آپ نے ایک روز عمائد قریش کو دعوت دی اور ایک عظیم الشان جلسہ دارالندوہ میں منعقد کیا۔

آپ کی سرگرمی عمل اور امن دوستی اور صداقت شعاری کے سب معترف تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ فضا روز بروز خراب سے خراب تر ہوتی چلی جا رہی ہے مگر عمل کی ہمت کسی میں نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی کیونکہ جبکہ کوئی بھی کسی حیثیت سے کسی کے لئے کچھ بھی گوارا کرنے کے لئے تیار نہ تھا وہ تو صرف آپ کی مقبولیت عامہ و بے غرضی کا کرشمہ تھا کہ سب رضامند ہو گئے آپ نے ان کے سامنے ایک موثر تقریر میں ملک کی حالت زبوں کا نقشہ انتہائی المناک الفاظ میں پیش کر کے اس کے انسداد کی طرف توجہ مبذول کرائی۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی صحبت اور اسی جلسہ میں ایک زبردست اور باثر انجمن قائم ہو گئی جس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس انجمن میں ارض مکہ کے چوٹی کے خاندانوں بنو ہاشم بنو امیہ بنو زہرہ بنو مخزوم بنو تیم بنو زہرہ بنو مطلب اور بنو اسد وغیرہ کے معتمد اور ذی اثر نمائندے بڑی خوشی کے ساتھ شریک ہو گئے مقاصد حسب ذیل تھے اوّلاً یہ کہ ملک کی بدامنی کے ارتفاع کے لئے ہر امکانی سعی و جہد سے کام لینا۔

ثانیاً یہ کہ غربا، ضعفا اور مظلومین کی اعانت و دستگیری کے لئے ہمہ وقت تیار و مستعد رہنا۔

ثالثاً یہ کہ مسافروں اور نو واردوں کی جان و مال کی حفاظت کرنا۔

رابعاً یہ کہ زیر دستوں پر زبردستوں کے مظالم و جور کے سیلاب عظیم کو روکنے اور دبانے کے لئے حسب استطاعت و مقدرت ہر جائز و متحدہ سعی سے کام لینا۔

عرب جیسے بے آب و گیاہ شتر بے مہار، غیر مہذب اور فتنہ پرور ملک میں مذکورہ مقاصد کی انجمن کا اس شان کے ساتھ قائم ہونا ایک بالکل نئی بات اور نیا واقعہ تھی جس کے روح رواں یا قائد اعظم یا جو کچھ بھی سمجھئے حضور نبی کریمؐ ہی کی ذات گرامی تھی ورنہ جہاں کوئی آئین و نظم نہ ہو اور جس ملک میں ہر شخص بادنیٰ گز ہی کا نظرانہ

اور خود ان عیوب و مثالب میں غرق ہو وہاں تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اس انجمن نے بڑا شاندار کام کیا اور ملک کو اس سے بڑا فائدہ پہنچا آپ کا یہ کارنامہ جلیل اس عہد ظلمت و جاہلیت میں گویا آپ کے شاندار مستقبل کی غمازی کر رہا تھا۔

تعمیر کعبہ مقدسہ پر جھگڑے کا تصفیہ

کعبہ شریف حضرت ابراہیم و اسمٰعیل ہی کی تعمیر کردہ عمارت تھی انہیں کی اولاد سارے حجاز میں پھیلی ہوئی تھی ان کا دین ایک ایک زمانہ میں پورے عرب پر مسلط ہو چکا تھا اسلئے تمام عرب صدیوں سے اس کا احترام کرتے اور اسے ایک مقدس زیارتگاہ سمجھتے چلے آرہے تھے۔

ہر سال ہر حصہ عرب سے ایک مخلوق اس کی زیارت کو ٹوٹ پڑتی تھی بالخصوص ابرہہ کی عظیم الشان اور خوفناک یورش کی تباہ کن ناکامی نے تو اس کی عظمت و شہرت میں چار چاند لگا دیئے تھے عمارت واقع تھی نشیب میں سیلاب نے اس کی بنیادوں کو لرزہ کر کے اس کی از سر نو تعمیر کی ضرورت پیدا کر دی جو بڑے اہتمام کے ساتھ شروع ہوئی مختلف حصوں کی تعمیر کی ذمہ داری مختلف قبائل نے لی عمارت جوش کے ساتھ تعمیر ہوئی لیکن سنگ اسود کے نصب کا جو موقعہ آیا تو ہر قبیلہ کی دلی آرزو یہ تھی کہ اس کے نصب کا شرف اس کے حصہ میں آئے۔

بظاہر یہ ممکن نہ تھا اختلاف بڑھا اور اتنا بڑھا کہ تلواریں میان سے نکل آئیں قریب تھا کہ خانہ جنگی کے بے پناہ شعلے بھڑک اٹھیں کہ صورت حال کی نزاکت محسوس کرکے ایک پیر کہن سال آگے بڑھا اور کہا کہ کیوں عقیدت میں اپنے گلوں پر خود خنجر چلاتے ہو میرے نزدیک کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرم میں داخل ہو وہی ثالث تسلیم کر لیا جائے اور اس کا فیصلہ قطعی ہو۔

سب اس پر سب راضی ہو گئے حلف اٹھائے گئے شدید نگرانی شروع ہوئی کہ کوئی قریب نہ ہونے پائے اور کوئی متعلقہ شخص قدم نہ بڑھا سکے خدائے قدوس کو اس عظیم و جلیل قومی فیصلہ کی ثالثی کا شرف بھی اسی مقدس ہستی کو عطا کرنا تھا جس کے سر پر آگے چل کر تاج سلطنت جگمگانے والا تھا۔ سپیدہ سحری کا نمودار ہونا تھا کہ صحن حرم میں سب سے پہلے جو قدم پڑتے ہوئے دیکھا وہ حضور نبی کریمؐ ہی کا قدم تھا، دیکھ کر سب وفور مسرت میں بیتاب ہو کر چلا اٹھے۔ یہ محمدؐ آگئے وہ امین ہیں ان کا فیصلہ بے لاگ ہوگا اس لئے کہ یہ راستباز صداقت شعار اور قوم کے معتمد علیہ ہیں۔

ایک بدوی کی پوری قوم کے بڑے اور بے پناہ تنازعہ کی ثالثی معمولی نہیں اس عہد میں ایک بہت بڑی عزت تھی پھر آپ کی ثالثی پر اتفاق اس امر کا مظہر تھا کہ آپ اپنی خدمات جلیلہ سے قوم کے دلوں میں انتہائی گہرا اثر پیدا کر چکے تھے پھر بھی نہیں آپ نے جو فیصلہ کیا اور جس نہج و تدبر کے ساتھ کیا اس سے آپ کی عقل و فراست اور تدبر و فکر کی بھی دھوم مچ گئی۔

آپ نے سنگ اسود کو ایک چادر میں رکھ کر تمام متنازعین سے فرمایا کہ آپ سب لوگ اس کا ایک ایک گوشہ پکڑ کر اسے اس کے مقام تک بلند کریں پھر میں چونکہ آپ سب کا معتمد علیہ ہوں اسے ہاتھ سے اٹھا کر نصب کر دوں گا تمام قبائل کو بیک وقت یہ شرف بھی حاصل ہو گیا اور اسی کو اپنی محرومی یا کسی ایک شخص کے حصہ میں یہ شرف آنے کا گلہ بھی نہ رہے گا یہ فیصلہ تھا جسے سب نے بخوشی منظور کر لیا قدرت کی کارفرمائی مشاہدہ فرمایئے کہ سب رضامند بھی ہو جاتے ہیں اور حقیقی شرف بھی اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اس کا بہترین تھا

کاروباری دیانت و ترقی

اسلام کے نزدیک کسب معاش کا بہترین اور معزز ترین ذریعہ تجارت ہے اس لئے کہ تجارت میں نہ صرف تمام قوائے انسانی کو مصروف عمل رہنا پڑتا ہے عقل و محنت کفایت اور اخلاق سے کام لینا پڑتا ہے بلکہ اس میں خاتمہ پر خواری پر نظر رہتی ہے اور نفع بھی خوب ہوتا ہے اور دولت بھی ہمیشہ پاس رہتی ہے آبرو بھی بنی رہتی ہے اللہ نے آپ کو بھی اسی شریف اور معزز پیشہ کی طرف راغب کر دیا۔

اور آپ نے جوان ہوتے ہی تجارت شروع کر دی پاس کوئی سرمایہ تو تھا ہی نہیں نصف منافع کی شرط پر دوسروں کا مال فروخت کرنا شروع کیا ایک متمدن انسان کی تمام خوبیاں اور تمام محاسن آپ کے اندر موجود تھے راستبازی دیانت صداقت اور پابندی عہد و ہوشمندی سے کام لیا دور دور تک مال لیکر گئے خرید و فروخت کے نکات اور مال کی نکاسی کے گر ملحوظ رکھا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک قلیل و مختصر مدت ہی میں آپ کی قابلیت کا بھی شہرہ ہو گیا اور بکثرت لوگ آپ کو اپنا مال فروخت کے لئے دینے لگے اس عہد میں ام المومنین حضرت خدیجہ مکہ میں ملکہ تجارت کی حیثیت رکھتی تھیں انہوں نے بھی آپ کی کارکردگی و دیانت کی شہرت سن کر آپ کو اپنا مال تجارت دینا شروع کر دیا اور آپ کی قابلیت اور حسن سے خوش ہو کر آپ کے ساتھ عقد کر لیں اور اب آپ نے مالکانہ حیثیت سے وسیع پیمانہ پر تجارت شروع کی۔

دنیوی ترقی کا کمال

ایک یتیم و بے سہارا جس کے پاس کوئی آبائی زر بھی نہ تھا محض اپنی ذہانت سے ترقی کر کے نہ صرف قوم کا قائد اور ملک کا حکمران بن گیا بلکہ دنیاوی اقتصادی اور کاروباری حیثیت سے بھی بہر ترقی و عروج کے فلک الافلاک پر فائز ہو گیا بحرین یمن اور شام تک کاروباری سفر کرتے اور لاکھوں روپیہ پیدا کرتے تھے یہ تمام ترقی آپ نے ایک پیسہ بھی خرچ کئے بغیر محض اپنی محنت و قابلیت اور کفایت و ہوشمندی سے حاصل کی اور اس عہد کے صف اول کے امراء میں جگہ حاصل کر لی۔

جو کچھ پیدا کیا اور کمایا اس سے خود ہی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ مخلوق خدا کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا اور دردمندوں کی غمخواری کمزوروں کی دستگیری اور غرباء کی امداد میں دلیری کے ساتھ خرچ کرتے رہے یہ حالت تھی کہ ہر طرف آپ کا طوطی بول رہا تھا

خصائل نمبر ۲

ایک جوان صالح

جوانان عرب کی اخلاقی حالت

عہد جاہلیت میں عربوں کا کوئی معیار اخلاق ہی نہ تھا حالات اتنے خراب اور فضا اس درجہ مکدر تھی کہ عیب کو عیب سمجھنا تو ایک طرف اس پر فخر و ناز کا اظہار کیا جاتا تھا کھلی ہوئی صحبتوں اور شاعرانہ جلسوں میں حرامکاریوں آوارہ گردیوں اور بدمعاشیوں کی داستانیں مزے لے کر بیان

کی جاتی تھیں جو جرم کرتے تھے اُسے چھپاتے نہ تھے بلکہ اُسے ایک کارنامہ سمجھ کر اس کی جزئیات کا ذکر بڑے مباہات کے ساتھ کرتے تھے کوئی حکومت نہ تھی جو انہیں پاداش جرم میں سزا دیتی کوئی قانون نہ تھا جس کا ڈر ہوتا کوئی پولیس نہ تھی کہ داروگیر کا اندیشہ ہو۔

ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ نہ خواہ مجھ ہی کیسا اس کا قبیلہ اس کی حمایت میں یقیناً اٹھ کھڑا ہو جائے گا اور کوئی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیگا اس صورت حالات نے ایک طوفان برپا کر رکھا تھا درازدستیاں چوریاں ڈکیتیاں اور مظالم عام ہو گئے تھے بڑے قبائل اور بڑے جتھے کے لوگ تو اپنی کثرت تعداد کے باوجود پھر محفوظ تھے لیکن کمزور قبیلوں اور خاندانوں کی آبروئیں تک محفوظ نہ تھیں اُن میں مقابلہ کی ہمت نہ تھی جس دوشیزہ کو چاہا چھیڑ دیا جس عورت پر چاہی دست درازی کر لی۔

عرب کے جوان زنا کو عیب نہیں فخر سمجھتے تھے۔ عرب میں اوباشی عام تھی نوجوان جو اکھیلتے عشقبازیاں کرتے بہو بیٹیوں کی آبروؤں پر ہاتھ ڈالتے سب کچھ کرتے تھے لونڈیوں اور غریبوں کی بہو بیٹیوں کی آبروریزی عام تھی اور اس پر کوئی معترض بھی نہ ہوتا تھا کچھ ایسی حالت بگڑ گئی تھی کہ ان بوالہوس جوانوں کی تسکین جذبات کے لئے بڑے بڑے گھرانوں کی عورتیں بھی خیمہ یا اِن بنکر اور بن سنور کر باہر نکلتیں اور نمائش حسن کرتیں اور نوجوانوں کو بھاتیں پردہ کا رواج تھا اور حرام و حلال کی کوئی تمیز باقی نہ رہی تھی۔

حضور نبی کریمؐ ایک بڑے ممتاز خاندان کے چشم و چراغ تھے جسے مکہ کی سرداری اور قریش کی قیادت کا شرف حاصل تھا صحت اچھی موزوں اندام و جیہہ اور ایک جوان رعنا تھے اور حسن و شباب کی تابندگی و درخشانی میں ارض مکہ کا کوئی جوان آپ کا حریف نہ بن سکتا تھا آپ کے ہم جنسوں نے آپ کے ورغلانے بُری جانب مائل کرنے اور بگاڑنے کی سو سو کوششیں کیں شاعرانہ جلسوں میں دعوتیں دیں اور عشقبازی کی محفلوں میں بلایا قماربازی میں شامل کرنا چاہا مذاق کئے مگر سب بلطائف الحیل ٹالتے اور ان سے اپنا دامن بچاتے رہے۔

نازنینان عرب اور مہوشان مکہ نے ملاعبت کی طرف رجحان ظاہر کیا عشق کے ڈورے ڈالے اپنی محبت میں پھنسانے کی سعی کی جس طرف نکلتے گل اندامان شہر آپ کو چھیڑتیں آپ سے ملنے کی خواہشات نفسانیہ کا اظہار علانیہ کیا جاتا۔ سینکڑوں برق جمالوں کے قلب میں یہ آرزوئے بیتاب برابر چٹکیاں لیتی رہی کہ آپ ان سے دو باتیں کریں لیکن آپ نے کبھی ان کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا اور پوری زندگی انتہائی پاکبازی، شرافت اور پاکدامنی کے ساتھ گذار دی۔

مکہ میں نوجوانوں کی شادیاں اگرچہ پندرہ سولہ سال ہی کی عمر میں ہو جاتی تھیں پھر بھی زنا اور اوباشی کی گرم بازاری تھی لیکن حضورؐ نے پچیس سال کا زمانہ انتہائی پاکدامنی اور عصمت و عفاف کے ساتھ تجرد میں گذار دیا جوانان مکہ انگشت بدندان تھے کہ یہ جوان صالح کس خاک پاک کا بنا ہوا ہے کہ اس عالم شباب میں زمانہ اور شہر کی رسم و دستور کے خلاف کسی طرف آنکھ نہیں اٹھاتا ان پر مل تہذیب اس شرافت اس رعنائی عفاف اور اس پاکبازی کا حیرت بار اثر تھا اور سب ادب سے متاثر ہوئے تھے۔

حضرت خدیجہؓ سے عقد آپ ان تمام لغویات و بہیمانہ شے یکسو ہو کر اپنی کاروباری ترقیوں میں مصروف تھے۔ جوانان عرب کی زندگی اوباشانہ مشاغل میں گذر رہی تھی اور آپ طرار پرورش ضعفا نوازی اور دردمندی کی خدمت میں مصروف تھے اوروں کا روپیہ قماربازی اور عیاشی میں اڑ رہا تھا اور آپ اپنی کمائی خدمت عامہ صلہ رحمی اور امداد مظلومین کے لئے وقف کئے ہوئے تھے دوسرے اوباشیوں اور مفسدہ پردازیوں میں نام اچھال رہے تھے اور آپ حسن عمل اور حسن کار میں شہرت پا رہے تھے اسی اثنا میں آپ کی لیاقت و امانت کا آوازہ ام المومنین حضرت بی بی خدیجہؓ کے بھی کانوں تک پہنچا اور علم ہوا کہ آپ جس کا مال فروخت کرنے کے لئے لیجاتے ہیں اسے الضاعف نفع ہوا ملتا ہے حضرت خدیجہؓ اس عہد کی ملکہ تجارت تھیں۔ نہ صرف مکہ بلکہ ارض عرب کی مشہور اور دولتمند تاجرہ سمجھی جاتی تھیں اور کروڑوں روپیہ کا کاروبار تھا اگرچہ سن شریف چالیس کو پہنچ چکا تھا مگر نازونعم میں پلی بڑھی تھیں بیفکری سے بسر ہو رہی تھی بہت شریف الطبع نیک مزاج اور خوش اخلاق اور بردبار خاتون تھیں اس لئے صحت اچھی تھی حسن و جمال اور شرافت و اخلاق میں بھی ممتاز تھیں پہلے شوہر سے ایک نوجوان لڑکا بھی تھا کاروباری لوگ لائق کارکنوں کی تلاش میں رہتے ہیں علم ہوتے ہی انہوں نے پیغام بھیجا کہ ان کے یہاں کاروبار بہت وسیع ہے اگر آپ کام چھوڑ کر ان ہی کے کاروبار پر اکتفا کی جائے تو اس کے صلہ میں اوروں سے زیادہ نفع میں حصہ دیا جائے گا کاروبار کی ترقی کا یہ عالم تھا کہ جب مکہ سے کوئی تجارتی قافلہ روانہ ہوتا تھا تو تنہا ایک انہی کا مال تمام قریش کے مال تجارت کی برابر ہوتا۔

آپ کے لئے اس وقت اس سے زیادہ مسرت انگیز امر کیا ہو سکتا تھا ابوطالب نے بھی مشورہ دیا کہ خدیجہؓ بہت شریف اور دولتمند تاجرہ ہیں کئی آدمیوں کی یکجا وابستگی رکھنے سے ایک کا ہو رہنا بہتر ہے پھر نفع بھی زیادہ ہے چنانچہ آپ نے اسے منظور کر لیا اور ان کا بکثرت مال لیکر علام عازم ہوئے تین ماہ کے بعد جو واپس ہوئے ہیں اور حضرت خدیجہؓ نے بیٹھکر پٹا لیکر لگایا ہے تو نفع توقع سے بہت زیادہ تھا اور مال کی فروختگی بھی نسبتاً بہت زیادہ اور بہت اچھے داموں ہوئی تھی بہت خوش ہوئیں اپنے غلام سے جو ساتھ گیا تھا پوچھا۔

اس نے آپ کی تاجرانہ لیاقتوں کے ذکر کے ساتھ آپ کے متعلق اثنا راہ میں گذرنے والے عجائب و غرائب بھی بیان کر دیئے جنہیں معلوم کر کے آپ بہت متاثر ہوئیں صاحب فکر و بصیرت خاتون تھیں سوچا کہ جو مخلص کارکن کی حیثیت سے اتنا بہتر کام کر سکتا ہے مالکانہ حیثیت میں اپنا کام سمجھکر تو خدا جانے کاروبار کو کس درجہ پہنچا دیگا دستور زمانہ کے مطابق اگر آپ کے اندر کوئی کمی تھی تو صرف اتنی کہ دولتمند نہ تھے ورنہ نہایت شریف و شکیل حسین و خلیق اور عالی خاندان تھے انہوں نے آپ کو نکاح کا پیغام دیدیا یہ دوسری فائز المرامی تھی عرب میں نکاح میں آزادی تھی کوئی رواجی پابندی نہ تھی گو عمر میں پندرہ برس کا تفاوت تھا لیکن عرب ان امور کا خیال نہ کرتے تھے اور متعدد عقد کر لیتے تھے آپ نے حضرت خدیجہؓ کے اخلاق عالیہ کے پیش نظر اس تفاوت عمر کی بھی کوئی پرواہ نہ کی پیغام منظور کر لیا اور عمائدین کے جلسہ میں صرف پانسو درہم یا سوا سو روپیہ مہر پر شادی ہو گئی ابوطالب نے خود نکاح پڑھایا۔

آج اگر کوئی ایسا نکاح ہو تو حضورؐ کے خود اتقیا ہی اپنی بے بصیرتی سے لیسے جوڑے کے سو سو طرح مذاق اڑانے شروع کر دیں اور خدا جانے ایکدوسرے

کے تعلق اور نیت کے متعلق کیا کیا خیال قائم کریں۔ ہزار ہزار معذرتیں لیکن حضور نبی کریم کی یہ پہلی شادی بھی اس زمانہ کے مسلمانوں کے لئے اپنے اندر صد ہزار دولت بصیرت و اصلاح لئے ہوئے ہے گو اس وقت آفتاب اسلام درخشاں نہ ہوا تھا۔ بعثت سے قبل کے تذکار ہیں۔

لیکن بہرکیف دونوں اس عہد میں بھی شرافت و اخلاق کے پیکر تھے۔ ایک ہونے والے پیغمبر جلیل کا عقد مشیت ایزدی کی کارفرمائی کے بغیر ہرگز نہ ہو سکتا تھا اس کے علاوہ حضرت بی بی خدیجہ نہ گوارا ہیں سبقت اسلام کا شرف حاصل ہونے والا تھا لہاسے نزدیک مادر گیتی شاید آج تک اتنی شریف بلند فطرت لائق اطاعت شعار غمخوار جاں نثار مخلص اور ایثار پیشہ خاتون پیدا نہیں کر سکی جنہوں نے اپنے محترم مگر غریب اور گرفتار مصائب شوہر کی وہ خدمات کیں۔ ڈی ہونگی زمانہ میں جو کسی خاتون نے۔ تن من دھن سب کچھ شوہر کی ... صانیت کی خاطر وقف کر دیا۔ ایک ماں کو اکلوتا نوجوان فرزند کتنا عزیز ہوتا ہے۔ سے بھی آپ پر قربان کر دیا۔ تمام امارت و دولتمندی کے باوجود آپ کے ساتھ فاقے کئے اور جب تک زندہ رہیں آپ کی غمخواری کے لئے خود کو وقف کئے رکھا اور کبھی آپ کا منہ میلا نہ ہونے دیا۔

اول تو آج مسلمانوں میں کسی چالیس سال کی بیوہ کا عقد ہی محال ہے پھر اس صورت میں کہ اس کا ایک جوان بیٹا بھی ہو اور گھر سے فارغ البال بھی ہو وہ اس کا ارادہ بھی کرے تو مسلمان طعنوں سے کہاں جا میں چالیس تو چالیس تیس سال کی بیوادں کا عقد بھی غیر ممکن سمجھ لیا جاتا ہے ستم یہ ہے کہ رسول اللہ کی سنت اور خدا کے حکم کے خلاف بیوہ رہنا بڑی زہد داری اور بڑا نیک کام سمجھا جاتا ہے اور اس کے خلاف عمل کو مذموم قرار دے کر اپنے ایمان کو خطرات میں ڈال دیا جاتا ہے پھر کہیں ایسی صورت پیش آ جائے کہ بیوہ دولتمند اور صاحب اولاد بھی ہو اور نہ کسی کم عمر اور غریب شخص سے شادی کرے وہ بھی اس طرح کہ خود پیغام دے تو خود ہی تصور کیجئے کہ مسلم مرد و زن کس بیدردی سے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور ایسی خاتون کو کس کس طرح متہم نہ کریں گے۔ یہ نہ دیکھیں گے کہ خود ہماری ماں ایسا کر چکی ہیں اتنی دولتمند خاتون کا مہر جو قرار پاتا ہے نہ اتنا قلیل ہے جس کا کم از کم جز بھی میں تو ایک فاقہ کش اور غریب عورت کے لئے بھی تصور محال ہے کہاں اکیاون اکیاون ہزار کے مہر تو عام بات ہیں کجا اکیاون ہزار اور کجا سوا سو روپیہ غرض مسلمانوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

جوانی ایک بیوی کیساتھ گزار دی

عرب میں ایک ایک گھر میں کئی کئی بیویوں کا ہونا عام بات تھی تجارت نے آپ کی مالی حالت استوار کر ہی دی تھی اور شادی کے بعد تو ملک التجار بن گئے مگر جہاں پہلے ۲۵ برس کی عمر تک لوگ آپ کے تجرد پر متحیر تھے اب جو آپ کو دولتمند ہوتے ہوئے ایک ہی بیوی پر دم بھی اس حالت میں کہ ان کی عمر سنہ پس طے کرتی ہوئی پچاس سے اوپر پہنچ گئی تھی قناعت کرتے دیکھا تو اور حیرت زدہ ہوئے کیونکہ عرب میں اس حیثیت کا کوئی گھر بھی ایسا نہ تھا جس میں دس دس بیس بیس تیس تیس بیویاں نہ ہوں حضرت خدیجہ کے بطن سے پانچ بچے پیدا ہوئے۔

وہ اس درجہ ملیح و فرمانبردار بیوی تھیں کہ حضور نے ان کی زندگی میں عقد ثانی کا تصور بھی نہ کیا اور عین جوانی کا زمانہ انہی کی رفاقت میں گزار دیا اور دونوں میں وہ عاشقانہ محبت رہی جس کی مثال عرب میں ملنی محال تھی دونوں ہم خیال نیک مزاج اور عزیز پرور تھے دونوں نے اپنی ساعی خدمت خلق کے لئے وقف کئے رکھیں۔

خوشحالی میں محبت کر لینا اور نبھا لینا چنداں تعجب انگیز نہیں مصیبت میں نبھانا اور رفاقت کرنا بہت بڑی بات ہے آپ غار حرا میں جانے لگے اور کا سو بار چھوٹا تو بھی ہو کر رہیں اور کھانا پہنچاتی رہیں پھر جب خوفزدہ اور ہیبت کی حالت میں واپس ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اب جان بچتی نظر نہیں آتی تو وہ ہمدردانہ کہا کہ گھبرائیے نہیں خدا آپ کو ہرگز ضایع نہ کریگا آپ ضعیفوں کے حامی اور غریبوں کے مولا ہیں اپنی کمائی مصیبت زدوں پر خرچ کرتے رہے ہیں مسکین نوازی و صلہ رحمی آپ کا شیوہ رہا ہے مجھے تو یہ چیز کسی فوز مرام کا دیباچہ نظر آتی ہے۔

اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائیں صحن کعبہ میں کفار نے حملہ کیا ہے تو آپ نے فوراً اپنے بیٹے کو بھیجا اور قربان کر دیا شعب ابوطالب میں نظربندی کی حالت میں ساتھ ساتھ مسلسل تین برس فاقے کرتی رہیں جب تک زندہ رہیں پشت پناہ بنی رہیں حضور بھی ان خدمات کو نہ بھولے جب یاد آ جاتیں آنسو نکل آتے ان کی سہیلیوں کو برابر تحائف بھیجتے رہے۔

خصال نمبر ۳

بہترین شوہر

حیات عائلی کی اہمیت

ہمارے آقا و مولا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم محض قائد ملت نہ تھے جو سیاسی تنظیم پر اکتفا کرتے۔ صرف مبلغ نہ تھے جو تبلیغی کوششوں تک ہی محدود رہتے محض عابد ہی نہ تھے جو پہاڑ کے غار یا جنگل کے کنج میں راہبانہ بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے رہے دنیادار ہی نہ تھے جو زندگی تفاخر و طمطراق کے ساتھ گزارتے آپ پیغمبر جلیل تھے جو قیامت تک کے لئے دنیا اور دنیا کے ہر درجہ اور ہر حیثیت کے لوگوں کی رہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور اس رہنمائی عام کی وجہ سے آپ کی زندگی کے تمام پہلو مکمل تھے ذات گرامی ایک جامع حیثیات ذات تھی۔

بالفاظ مختصر آپ کی زندگی، طریقہ ہائے زندگی، آئین زندگی و اعیانات زندگی سب قرآنی سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے جو تعلیم قرآن نے پیش کی آپ اس کا ایک زندہ اور عملی نمونہ تھے انسانی فطرت ہے کہ سب سے زیادہ مثال اور نمونہ سے متاثر ہوتا ہے آپ نے ہر درجہ کے افراد کے لئے خود کو ایک نمونہ بنایا اور کامیاب ہوئے۔ حیات عائلی اور گھر کی زندگی بادی النظر میں کتنی ہی معمولی نظر آتے مگر نہایت اہم اور اساسی چیز ہے یہ گھر ہی ہے جس کی چار دیواری کے اندر قدم رکھتے ہی شاہ و گدا اور حاکم و محکوم میں چنداں فرق نہیں رہتا تصنع و تکلف کا رنگ بالکل اڑ جاتا ہے انسانیت کے حقیقی خط و خال گھر ہی کے اندر نظر آتے ہیں اس لئے

عائلی زندگی اعلیٰ ترین زندگی قرار دیدی۔

گھر میں مختصر عناصر کا اجتماع

ایک ہی بیوی کے ساتھ ہزار مشاغل اور پیچیدگیاں ہوتی ہیں آپ کے گھر میں تو بیک وقت متعدد بیویاں تھیں۔

وہ بیویاں جن میں عمر مزاج حیثیت کے نمایاں اختلافات موجود تھے رہنمائے عرب کی لخت جگر بھی تھیں اعداء دغریب افراد کی بیٹیاں بھی۔ وہ بھی تھیں جو حسن وجمال میں یگانہ تھیں اور وہ بھی جو راحت و آرام سے زندگی بسر کرنے کی طالب تھیں خدا پرستانہ زندگی بسر کرنے والیاں بھی تھیں اور علم و فضل میں ممتاز بھی موجود تھیں وہ بھی تھیں جو بڑھاپے میں قدم رکھ چکی تھیں اور وہ بھی جو بہت کمسن تھیں تیز مزاج بھی تھیں اور نرم خو بھی گویا نبی کا کاشانہ مختلف عناصر کے اجتماع کا مرکز ہو کر رہ گیا تھا۔

اس پر طرہ یہ کہ گھر میں راحت و آسائش کے سامان ناپید تھے ناداری اور عسرت کا دور دورہ تھا جس کی انتہا یہ تھی کہ دو دو مہینے ہو جاتے تھے کہ آگ نہ جلتی تھی پہلی بیوی جو دولت وجمال عقل و دانائی اور شرافت و دانائی و محاسن نسوانی میں شہرت یکتائی کی حامل تھیں ان کی زندگی میں تو آپ نے کوئی شادی کی ہی نہیں جب یاد آجاتیں آپ دیدہ ہو جاتے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے عرض ہی کیا کہ آپ کو خدا نے سعد حسین اور کمسن بیویاں عطا کر دیں اب کیا آپ ان بوڑھی کو یاد فرمایا کرتے ہیں۔ فرمایا عائشہ کیا کبھی ہو خدیجہ خدیجہ ہی تھیں ان کا نظیر کہاں؟

ازواج مطہرات کی تعداد

حضرت خدیجہؓ کی عمر نوشادی کے وقت چالیس سال کی تھی اور آپ کی ۲۵ سال کی تھی ان کی رحلت کے بعد چالیس کے سن میں حضرت ام المومنین سودہؓ سے عقد ہوا وہ بھی عمر میں بڑی اور بیوہ تھیں مگر فرمانبرداری اور شرافت میں یہ بھی ممتاز تھیں۔

تیسری شادی حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر صدیق سے ہوئی جن کی عمر صرف نو سال کی تھی اور انیس سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں علم و فضل حدیث و فقہ میں اور خطابت و شاعری اور فہم و ذکا میں یگانہ روزگار تھا تو ت گذری میں عشرت و خوبی میں بھی نمایاں تھیں حضور کو ان کے ساتھ عاشقانہ محبت تھی۔ چوتھی بیوی حضرت فاروق اعظم کی چشم و چراغ حضرت بی بی حفصہؓ تھیں یہ بڑی تیز مزاج اور ظرافت والی بیوی تھیں۔

پانچویں بیوی حضرت ام سلمہؓ اگرچہ بیوہ تھیں مگر خوبصورت اور صاحب علم تھیں اور علمی کمالات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بعد انہی کا رتبہ سمجھا جاتا تھا۔ چھٹی بیوی حضرت جویریہؓ بہت صاحب جمال تھیں اور یہودی قبیلہ بنی مصطلق کے سردار کی نازپروردہ بیٹی تھیں کھانے پکانے میں خاص ملکہ رکھتی تھیں۔ ساتویں بیوی حضرت ام حبیبہؓ سردار اعظم قریش حضرت ابوسفیانؓ کی بیٹی تھیں۔ آٹھویں بیوی حضرت صفیہؓ یہودی قبیلہ بنو نضیر کے سردار کی صاحبزادی اور نویں یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے رئیس کی نورچشم تھیں جن کا نام ام ریحانہؓ تھا اور جو جنگ خیبر میں گرفتار ہو کر آئی تھیں حسن تدبیر میں ممتاز تھیں۔ دسویں بیوی حضرت میمونہؓ نہایت نیک سیرت بی بی تھیں

گیارہویں حضرت زینبؓ آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں جن کی شادی ۳۵ سال کی عمر میں آپ کے ساتھ ہوئی تھی۔ زہد و ورع اور حسن وجمال میں نیز جود و سخا میں امتیاز خاص رکھتی تھیں اپنی ہنرمندی اور دست و بازو سے روپیہ پیدا کرتی تھیں اور سب راہ خدا میں لٹا دیتی تھیں عابدانہ استغراق میں بہت مشہور تھیں ان گیارہ بیویوں میں سے دو بیویاں تو آپ کے سامنے ہی رحلت فرما گئیں نو بیویوں کا انتقال بعد میں ہوا۔

ازدواج کا باہمی رشک

سب اگرچہ زہد و عبادت میں ممتاز تھیں تاہم بشریت کے اقتضا کو اس بزرگی وعظمت اور تقدس کے باوجود ان میں اختلافات بھی ہوتے تھے چشمک بھی ہو جاتی تھی رشک کی جھلک بھی پیدا ہوتی تھی جب حضرت خدیجہؓ کی اکثر یاد پر حضرت عائشہؓ ہلکے ٹوکا تو فرماتے ہیں:

"عائشہ ضرور مجھے اللہ نے نو بیویاں عطا کر دیں جو کمسن بھی ہیں اور صاحب جمال بھی مگر خدیجہ تو پھر خدیجہ ہی تھیں جب سب لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے تصدیق کی جب ہر طرف کفر کی ظلمتیں چھائی ہوئی تھیں وہ مجھ پر ایمان لائیں جب میں کسی کام کے قابل نہ تھا انہوں نے میری امداد کی ہر رنج و راحت میں مخلصانہ شریک رہیں اور میری غمگساری کرتی رہیں میں انہیں کیونکر بھول سکتا ہوں۔"

یوں حسن وجمال میں تو حضرت صفیہؓ اور ان کے بعد حضرت زینبؓ اپنا نظیر نہ رکھتی تھیں مگر محبت سب سے زیادہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی سے تھی کہ یہ دل کا معاملہ ہے اور اس کی بڑی وجہ اس کمسنی میں ان کی خداداد ذہانت اور علمی برتری تھی اس محبت کے باوجود سلوک سب سے مساویانہ تھا لیکن فطرت انسانی شوہر کی نظر اپنے لئے مخصوص رکھنے کی آرزو مند رہتی ہے متعدد ازواج کو رشک پیدا ہوا۔

سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ اور پھر حضرت زینبؓ کو کہ تعلق قرابت رکھتی تھیں اور حسن وجمال اور زہد و ورع میں بھی بہت بڑھ کر تھیں اور ہر طرح ہمسری کا دعوی رکھتی تھیں نمائندہ بنا کر بھیجا جنہوں نے قابلیت کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی سعی کی کہ حضرت عائشہؓ کو جو رتبہ محبت حاصل ہے وہ اس کی مستحق نہیں خود جواب دینے کو دل نہ چاہا حضرت عائشہ ہی کو اشارہ کر دیا قابلیت اور خطابت میں جواب ہی نہ رکھتی تھیں وہ مدلل تقریر کی کہ سب معترف ہو گئیں اور سمجھ لیا کہ ان کی کمسنی اور جمال نہیں ان کی ذہانت و تبحر علمی نے منظور نظر بنا دیا ہے۔

آپ خلیق بہت تھے ایک دفعہ کسی بات کا جواب کسی قدر غصہ سے دیدیا اتفاق سے ان کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لا رہے تھے سن لیا غضبناک ہو کر مارنے کو لپکے کہ بے ادب حضورﷺ کی شان میں اور یہ گستاخی یہ کہہ کر حضوری کی آڑ میں ہو گئیں حضور نے روک دیا چلے گئے تو مسکرا کر فرمایا دیکھا بچا لیا عائشہؓ! در حقیقت معلوم ہو جاتی تبسم مگر دن جھکالی زندگی گھریلو کے متعلق نمونہ پیش کرنا مقصود تھا گھر بے تکلفی اور سکون و راحت کا گہوارہ بنا تھا

گھر کی بے تکلف زندگی

حضور فرمانروائے وقت بھی تھے پیغمبر جلیل بھی تھے بزرگی و عظمت میں یگانہ تھا

تھے ہمہ وقت تقدس و بزرگی ہی کا مظاہرہ فرماتے رہتے سنجیدہ و متین ہی بنے رہتے عبادات یا دیگر مصروفیات ہی میں منہمک رہتے تو ظاہر ہے کہ عوام کے لئے زندگی میں کوئی کیف باقی نہ رہتا حقیقی اور فطری زندگی کا کوئی نمونہ مسلمانوں کے سامنے نہ آتا بڑی ہستیوں کی زندگی میں امتیاز کی شان پیدا ہو جاتی فطرت انسانی بیویوں کے ساتھ انتہائی بے تکلفی اور ہنسی کھیل کی بھی داعی ہے کہ بندوں پر ہی خدا کا حق ہے اپنے دل کا بھی حق ہے اپنے نفس کا بھی حق ہے سنجیدگی متین کی جگہ ہے تقدس کی جگہ ہے مذاق مذاق کی جگہ ہے۔

اور بیویاں تو بیویاں تھیں ارمان ایک حد تک نکلے ہوئے تھے عروس بھی ابھی ہو گئی تھیں حضرت عائشہ لڑکی تھیں صغیر سن تھیں تبحر علمی کے باوجود تقاضائے سن کھیل کود تھا اسلئے آپ ان کے ساتھ کھیلتے بھی تھے دوڑتے بھی تھے عید کے روز ایک دفعہ حبشی گاتے بجاتے اور تماشہ کرتے آئے ہیں تو آپ نے انہیں تماشہ بھی دکھایا اور وہ بھی اس شان بے تکلفی کے ساتھ کہ وہ آپ کے دوش مبارک پر ٹھوڑی رکھے پیچھے کھڑی رہیں۔

جتانا یہ مقصود تھا کہ انسان کو تقاضائے فطرت جائز طریق پر پورے کرنے ضروری ہیں اور تقدس کی جگہ تقدس اور بے تکلفی کی جگہ بے تکلفی کی ضرورت ہے اگر کوئی شخص گھر میں بھی اسی سنجیدگی اور ہیبت کے ساتھ رہے جو عدالتی حاکمانہ صورت کے لئے ضروری ہے یا اہل و عیال میں بھی اگر وہ ایسا ہی بزرگ خاموش اور لئے دئے بنا رہے جیسا کہ مجلس وعظ میں درس و تدریس میں اور اپنے حجروں میں ہونا چاہئے تو بیویوں اور بچوں کی زندگی تلخ ہو جائے اور خود اپنے لئے بھی تفریح طبع کی صورتیں ناپید ہو جائیں یہی جذبہ تقدس و بزرگی بڑھتے بڑھتے رہبانیت اور جوگ کا پیش خیمہ ہوتا ہے جسے اسلام نے حرام کیا ہے اور لوگ بیوی بچوں کو چھوڑ کر پہاڑوں کے غاروں میں بیٹھ جاتے ہیں آپ فطرت انسانی کا صحیح نمونہ پیش کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے وہ آپ نے کامل طریق پر پیش کیا اور واضح کر دیا کہ گھر میں بیویوں کے ساتھ کس بے تکلفی کے ساتھ رہنا چاہیئے

اسی طرح جب آپ کو معلوم ہوا کہ ایک نوجوان صحابی نے ایک بیوہ سے شادی کر لی تو فرمایا کہ تم نے کسی کنواری اور دوشیزہ سے کیوں شادی نہ کی تاکہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔ یہی حضور کی شان بشریت تھی خدا نے تو کہلوایا تھا کہ میں تمہارا جیسا انسان ہوں یہ چیزیں نہ ہوتیں تو آپ بھی اوتار یا انسانیت سے بالاتر ہستی سمجھ لئے جاتے اور لوگوں میں ہر فعل و عمل میں حضور کے اتباع کا جوش پیدا نہ ہوتا آجکل کے اکثر پڑھے لکھے جہلاء کے سامنے بھی جب کبھی آپ کے اتباع کے لئے کوئی مثال پیش کی جاتی ہے تو نہایت بے تکلفی سے جواب دیتے ہیں کہ کجا حضور اور کجا ہم جو کام انہوں نے کیا انہی کا حصہ تھا نبی ہی تھے ہم سے کہاں اتباع ممکن ہو یہ بدترین حیلہ ہے۔

دلوں کی صفائی اور ازواج کی باہمی محبت

مساوات کا یہ عالم تھا کہ ہر بیوی کے لئے دن مقرر تھے اور اس روز انہی بیوی کے یہاں رہتے اور سوتے اور تھوڑی دیر کے لئے سب بیویاں بھی وہیں جمع ہو جاتیں اور لطف صحبت رہتا ویسے تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے روزانہ ہر بیوی کے حجرے میں جاتے مگر شب کو باری باری بیویوں کے پاس رہتے۔

باہم رشک بھی تھا چشمک بھی ہو جاتی تھی کہ بشریت تھی مگر دل سب کے آئینہ تھے سب مل جلکر ہنستی بولتیں اور لطف اٹھاتی تھیں حضرت زینب حضرت عائشہ کی سب سے بڑی حریف تھیں مگر جب واقعہ افک پر حضور نے ان سے حضرت عائشہ کے متعلق پوچھا ہے تو صاف کہا کہ حاشا و کلا یہ منافقین کی تہمت ہے اگر ذرا بھی کچھ ہوتا تو حضور کی نگاہ میں انہیں حقیر بنانے کا اس سے بہتر اور کونسا موقعہ ہو سکتا تھا معمولی تیز باتوں کو بے پرواہی سے ٹال دیتے حضرت فاروق اعظم کو بھی ایک دفعہ بیٹی کو تیزی پر ڈانٹنا پڑا تھا لیکن حضور خلق مجسم تھے کبھی کسی پر خفا نہ ہوتے تھے۔

دل کی محبت کو روپے کی محبت پر ترجیح

جو بیویاں تھیں وہ بالعموم ناز پروردہ نعمت تھیں سرداران عرب کی چشم و چراغ تھیں راحت کی زندگی کی خوگر تھیں جب انہوں نے دیکھا کہ عام مسلمانوں کی حالت بہتر ہو گئی ہے اور فتوحات کی وجہ سے زر و جواہر کے خزانے لٹ رہے ہیں ہزاروں روپیہ آتا ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے تقسیم ہو جاتا ہے اور ان کے لئے وہی روکھی سوکھی ہے تو غمگین رہنے لگیں۔

ایک دفعہ سب نے مل کر عرض بھی کی تو حضور نے فرمایا کہ مجھے تو فقر و فاقہ ہی سے شیفتگی ہے عامہ اہل اسلام کی فلاح کو مقدم سمجھتا ہوں اگر تمہیں روپے اور دنیا کی ضرورت ہے تو اجازت ہے قطع تعلق کر لو۔

اس نمونے سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حقیقی محبت دل کی اور سلوک کی محبت ہوتی ہے روپیہ کی محبت محبت نہیں آپ کے سامنے غرباء بھی تھے جو دنیوی طریقہ پر اس کا اظہار نہ کر سکتے تھے آج بھی بالعموم روپیہ کی محبت ہی محبت سمجھی جاتی ہے اسی لئے اول تو غرباء کی شادی مشکل ہو جاتی ہے اور ہو بھی جاتی ہے تو عورتیں طرح طرح خوش نہیں رہتیں آپ کو عورتوں پر واضح کرنا تھا کہ روپے کو ذاتی محبت کے مقابلہ میں ہیچ سمجھنا چاہیئے۔

حضور کا بیویوں سے جہاں تک دلی محبت کا تعلق ہے بڑی محبت فرماتے تھے مگر دنیوی اور مالی طریق پر اس کا اظہار کبھی نہ فرماتے تھے حضرت عائشہ سے کتنی محبت تھی کتنی محبوب بیوی تھیں مگر آپ کی زندگی میں کبھی کوئی طلائی زیور اور اچھا لباس نصیب نہ ہوا کوئی ایسی چیز دیکھ بھی لیتے تو ناگواری کا اظہار فرماتے ایک دفعہ طلائی کنگن پہنے دیکھا فرمایا بہتر تو یہ تھا کہ چاندی کے کنگن زعفران سے رنگ کر پہن لیتیں۔ مطلب یہ ہے کہ سنگار مقصود ہے تو وہ کم قیمت چیزوں سے بھی ہو سکتی ہے اگر زینت کا معیار بلند ہو گا تو غرباء کی عورتیں کیا کریں گی۔

نسوانی خصائص و زینت کی ہدایت

ساتھ ہی نسوانی خصائص اور زینت پر زور بھی دیتے تھے وہ زینت نہیں جو سونے اور چاندی سے ہو زیورات کنگن ہار سب چیزیں پہنیں مگر سب ارزاں اور معمولی اشیاء کی تھیں فرمایا کرتے تھے کہ چوڑیاں پہنے رہا کرو کہ یہ عورت کا سہاگ ہیں ان کی آواز سے گھر میں برکت ہوتی ہے آج مسلم عورتیں بجنے والی چوڑیوں سے نفرت کرتی ہیں اور ان کی تعداد بھی روز بروز کم ہو رہی ہے ہر قدم اسوۂ رسول کے خلاف اٹھ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ برکات ناپید ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

مہندی لگانے پر زور دیتے رہتے تھے ناخن سفید دیکھ کر برہم ہو جاتے تھے ایک عورت نے پردہ سے ہاتھ بڑھایا ناگواری سے منہ پھیر کر فرمایا ناخن سفید ہیں

میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات عورت کا ہے یا مرد کا۔ حجاب و حیا کی ہی تاکید فرماتے رہتے تھے بدزبانی غیبت اور دو بدو جواب پر ناراض ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے حضرت صفیہؓ کے قد کے متعلق فرمایا کہ وہ تو اتنی سی ہیں فرمایا عائشہ رہو عائشہ یہ کر یہ بھی غیبت اور بہت بڑا گناہ ہے۔

گھر کی مسرور اور خوشگوار زندگی

ویسے گھر میں نہایت مسرور اور خوش باش زندگی بسر کرتے تھے بیویوں کے ساتھ نہایت خلق اور محبت سے پیش آتے ہنستے بولتے دلجوئی کرتے تحمل و بردباشت سے کام لیتے ناگوار امور کے متعلق نرمی سے سمجھا دیتے بے تکلفانہ گھر میں رہتے زندگی میں بیویوں کو ڈانٹنے ڈپٹنے کی کوئی ایک مثال بھی موجود نہیں۔

لیکن اس شوہرانہ محبت کو اپنے اصول اور شرعی امور میں بھی حائل نہ ہونے دیتے خود حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ہم بے تکلفانہ بیٹھے ہنس بول رہے ہیں کہ اذان کی آواز کان میں آئی پھر تو نقشہ انقلاب پیدا ہو جاتا تھا اور ایسی حالت ہو جاتی تھی کہ گویا آپ ہمیں پہچانتے ہی نہیں کبھی گھر میں ضد اختلاف نزاع کی صورت نمایاں نہیں ہوئی بیویاں فرمانبردار اور شوہر خلیق خوشگوار زندگی تھی۔

سادگی مزاج اور نفاست

زندگی اور سامان زندگی بہت سادہ تھا بستر کبھی چمڑے اور کبھی کمبل کا ہوتا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہوتی تھی ایک سوکھا ہوا مشکیزہ تھا۔ کپڑوں میں پیوند تو ہوتے تھے مگر ہوتے صاف و شفاف تھے میلے اور پھٹے اور گراں قیمت لباس نہ پہنتے تھے پہننے کو قیمتی عبائیں بھی پہنیں۔ مگر ادھر پہنیں ادھر اتار کر دیں جہاں سے مال غنیمت ملتا اس میں حضورؐ کا بھی حصہ ہو جاتا یہ بھی بہت تھا مگر رکھنا نہ چاہتے تھے تقسیم کر دیتے تھے خیبر فتح ہوا تو جو اور کھجوروں کی کچھ تعداد مقرر ہو گئی تھی جو ازواج مطہرات کے گزر کا ذریعہ تھی صبح سے شام تک سب ہزاروں تقسیم کرتے رہتے مگر خود موٹا کھاتے موٹا پہنتے صرف لذائذ اور تکلفات سے پرہیز تھا ویسے بلکہ نفاست پسند نفیس طبع تھے صاف و شفاف لباس کے ساتھ عطریات کا استعمال بکثرت کرتے خوشبو کی انگیٹھیاں سلگواتے روزانہ سرمہ لگاتے غسل فرماتے بالوں میں کنگھی کرتے صفائی بھی پسند تھی اہل و عیال کے لئے سراپا رحمت تھے کسی کی تکلیف گوارا نہ کر سکتے فرزندان توحید کے لئے آپ کی عائلی زندگی بہترین لائحہ عمل کا حکم رکھتی ہے۔

خصال ۴

بہترین باپ

حضرت زینبؓ سے حضورؐ کی محبت

حضور نبی کریمؐ کی چار بیٹیاں تھیں ان سے دو نواسے اور نواسیاں پیدا ہوئیں یہ بھی آغوش نبوت ہی میں پل بڑھ کر جوان ہوئیں تمام اولاد سے آپ کو عاشقانہ محبت رہی زندگی بھر ان کی ذرا سی تکلیف بھی آپ کیلئے اذیت روح و قلب بن جاتی تھی۔

سب سے بڑی بیٹی کا عقد حضرت ابو العاص کے ساتھ ہوا تھا جنہوں نے غزوہ بدر میں گرفتاری پر فدیئے کے طور پر ایک ہار پیش کیا جو حضرت زینبؓ کا تھا دیکھتے ہی بیٹی کی محبت نے جوش مارا آبدیدہ ہو گئے کہ کفار نے انہیں اذیت ہی پہنچائی تھی اور روک رکھا تھا بیٹی کا ہار نہ رکھا گیا واپس کر دیا۔ ابو العاص کو صرف بیٹی کو واپس بھیجنے کے وعدہ پر رہا کر دیا تھا۔ وہ پھر گرفتار ہو کر آئے تو اگرچہ شرک و ایمان کے تصادم کی بنا پر نکاح ٹوٹ چکا تھا مگر دونوں میں عاشقانہ محبت رہی تھی۔

حضرت زینبؓ نے فوراً انہیں اپنی پناہ میں لے لیا سرکار ہی کی بیٹی کے جذبات کو سمجھتے تھے دل شکنی گوارا نہ ہوئی ان کے لینے سے تمام چھینا ہوا مال بھی واپس کر دیا ابو العاصؓ بہت دولتمند اور شریف طبع تھے مکہ واپس جاتے ہی سب کی امانتیں واپس کیں اور مدینہ واپس پہنچ کر مشرف باسلام ہو گئے تجدید نکاح ہوا ۸ھ میں انتقال ہوا ہے تو حضورؐ نے خود نماز جنازہ پڑھائی قبر میں اتارا چہرہ مبارک اس وقت دلی حزن و رنج کا مظہر بنا ہوا تھا ان کے شوہر بڑے دولتمند تھے چونکہ لڑکی شوہر کی فرمانبردار ہوتی ہے اس لئے آپ ان کے معاملات میں حائل نہ ہوتے تھے ذوق عبادت اور شرافت طالقا کے باوجود بیش بہا لباس پہنتی رہیں اسی لباس میں باپ کے یہاں آتی جاتی رہتی تھیں دیکھکر خوش ہوتے خود بھی ان کے یہاں جاتے داماد کی شرافت و سلوک سے بہت خوش تھے۔

حضرت رقیہؓ سے حضورؐ کی محبت

دوسری بیٹی حضرت رقیہؓ مردود ازلی ابولہب کے بیٹے کو بیاہی تھیں جس نے باپ کے زور دینے سے اعلان نبوت کے بعد طلاق دیدی آپ نے عدت کے بعد ہی حضرت عثمان غنیؓ سے عقد کر دیا شوہر کے ساتھ حبش کو ہجرت کر کے گئی ہیں اور کچھ روز خیریت معلوم نہیں ہوئی ہے تو حضورؐ بیحد متفکر رہتے غزوۂ بدر میں بیمار چھوڑ کر گئے تھے بیچھے انتقال ہو گیا۔ واپس آکر سنا تو بہت صدمہ ہوا قبر پر تشریف لے گئے حضرت فاطمہؓ بھی بیٹھکر رونے لگیں وہ روتی جاتی تھیں اور رحمت عالم کپڑے سے آنسو پونچھتے جاتے تھے نہایت حسین ہونے کے علاوہ بہت نیک سیرت اور متحمل مزاج تھیں جوان بیٹی کے صدمہ نے آپ کے قلب مبارک کو بہت رنج پہنچایا۔

حضرت ام کلثومؓ کی رحلت پر آنسو

تیسری بیٹی حضرت ام کلثوم بھی ابولہب کے بیٹے کی طلاق کے بعد باپ ہی کے پاس رہیں حضرت رقیہ کی رحلت پر حضرت عثمان غنی کے ساتھ عقد کر دیا۔ ۹ھ میں رحلت فرمائیں۔ یہ رحلت تیسری بیٹی کی رحلت تھی۔ نماز جنازہ پڑھ کر قبر کے پاس جو بیٹھے آنسو امڈ آئے اور رخساروں پر بہنے لگے صدمہ کی انتہا نہ رہی حسن و جمال اور خلق و اتقا میں ممتاز تھیں شوہر کی بہت فرمانبردار تلاوت قرآن کی شیدا باپ کی عاشق قیمتی لباس پہنتی رہیں کہ شوہر دولتمند تھے باپ کی ہدایت کے مطابق شوہر کی اطاعت میں سرگرم رہیں کبھی یہ نہ سمجھا کہ میں شہزادی ہوں باپ کی خدمت میں برابر حاضر ہوتی رہتیں۔

حضرت فاطمہؓ کو اکابر صحابہ کے پیام

زندگی میں دو برس کا وقفہ باقی رہ گیا تھا کہ تین بیٹیاں عین عالم شباب میں داغ مفارقت دے گئی تھیں اب بیٹیوں کو صرف ایک حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہی باقی رہ گئی تھیں سب سے چھوٹی اور اکلوتی ہونے کی وجہ سے ہی پیغمبرانہ محبت کا محور بنکر رہ گئی تھیں انہیں کی ذات گرامی سے حضورؐ کی نسل چلی اس لئے مورخین نے ان کے حالات تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں جب آپ پندرہ برس کی ہوئی ہیں تو حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق

جیسے جلیل القدر اکابر صحابہ نے پیغامات بھیجے اگرچہ یہ دولتمند صحابی تھے عرب میں بھی چونکہ تھیں مگر عرب میں ہندوستان کی طرح عمر کے معاملہ کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت ہی غریب تھے جن کا بار پرورش بھی آپ ہی کے ذمہ تھا جرات کرکے انہوں نے بھی پیغام دے دیا۔ فوراً اللہ کی مرضی کی راہ لی اور قرآن سے سمجھ کر منظور کر لیا اور اپنی نور نظر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیاہ دی۔

سرکار دو عالمؐ کی بیٹی کی شادی

یہ شادی چونکہ اس حیثیت سے پہلی نوعیت کی شادی تھی کہ حضرت فاطمہؓ کنواری اور صغیر السن تھیں اور عہد نبوت میں مدینہ پہنچ کر ہوئی اس لئے اس کے حالات مسلمانوں کے لئے اسوۂ عمل ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے دولت اور سرداری کو نہیں دیکھا سب سے چھوٹی اور اکلوتی بیٹی تھیں جود کرتے تھوڑا تھا مگر محبوب ترین بیٹی کی بھی مال و آسائش کی پرواہ نہ کی اور گھر میں جو نظر آیا غربت و افلاس کو نظر انداز کرکے اس کے ساتھ رشتہ ازدواج وابستہ کر دیا دوسرے یہ کہ جو مہر حطمیہ مکان میں تھا اور اٹھا کر سکتے تھے اسی وقت زرہ فروخت کرکے لے لیا تیسرے جہیز وہ دیا جو بہت کم قیمت اور بے سرو سامان جوڑے کی خالص ضروریات پر مبنی تھا یعنی ایک معمولی بانوں سے بنی ہوئی چارپائی ایک معمولی چمڑے کا گدا جس میں روئی کے بجائے کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی پانی بھرنے کو ایک مشکیزہ اور آٹا پیسنے کی ایک چکی اور دو مٹی کے گھڑے نہ کپڑوں کے جوڑے نہ زیور نہ برات نہ سگن نہ بری۔ سادگی کے ساتھ نکاح پڑھ کر رخصت کر دیا اور حضرت علیؓ کو جو اب تک ساتھ ہی رہتے تھے الگ مکان لے کر دلوا دیا پھر آپ خود تشریف لے گئے دونوں کو باری باری سامنے بلا کر اور پانی کے برتن میں ہاتھ ڈال کر برکت کے لئے دونوں پر پانی چھڑکا اور بیٹی سے فرمایا میں نے اپنے خاندان کے سب سے افضل اور سب سے بہتر شخص سے تمہارا عقد کر دیا اطمینان سے رہو۔

گویا عقد کے معاملہ میں آپ نے خاندان کے غریب بچہ کو سرداران قوم پر فضیلت دی بالغ ہوتے ہی شادی کر دی۔ آج مسلمان ہیں کہ شادی کے معاملات میں اسراف کرتے ہیں اور نسب و اہلیت کے بجائے صرف روپیہ دیکھتے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کی معیاری زندگی

تمام اہل بیت میں حضرت فاطمہؓ فرد اکمل کا درجہ رکھتی ہیں علم و فضل میں بھی امتیازی درجہ کی حامل ہیں عہد نبوت ہی میں پل بڑھ کر جوان ہوئیں صورت و سیرت میں لاثانی تھیں اور بالکل رسولؐ کریم کے مشابہ تھیں عظمت و بلند پائیگی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ فرمایا فاطمہؓ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اسے ناراض کرے گا مجھے ناراض کرے گا۔ ایک مرتبہ تمام مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا تمہاری تقلید کے لئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریمؑ، خدیجہؓ، فاطمہؓ اور آسیہؓ (زوجہ فرعون) کافی ہیں صدق و صداقت زہد و عبادت اور حیا و شرم میں نظیر نہ رکھتی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ سے پدرانہ شفقت

باپ بیٹی میں عاشقانہ محبت تھی جب باپ پر کوئی تکلیف دیکھی ہے تڑپ اٹھتی ہیں انتہا یہ ہے کہ باپ کی مفارقت کا نہ صدمہ بیٹا کر صحت خراب ہو گئی اور چھ ماہ سے زندہ نہ رہ سکیں خود حضور کریمؐ والہانہ محبت رکھتے تھے جب سفر کو جاتے تو سب سے آخر میں اور واپس آتے تو سب سے پہلے آپ ہی سے ملتے۔ عادت تھی کہ جب دربار رسالت میں حاضر ہوتیں تو جوش محبت میں کھڑے ہو جاتے پیشانی چومتے اور جگہ سے ہٹ کر اپنی جگہ بٹھاتے حالانکہ غریب بیٹی تھیں تن پر کپڑا بھی سلامت نہ تھا لیکن وہاں تو دولت کی نہیں اہلیت کی قدر تھی۔

دنیوی طریق کی محبت سے تنفر

تاریخ و سیرت کا ہر ورق بیٹی کے ساتھ انتہائی اور عاشقانہ محبت و عزت کا شاہد ہے لیکن بیویوں کے ساتھ سلوک کی طرح اتنی محبوب اور لاڈلی بیٹی کے ساتھ بھی دنیوی طریقہ پر کبھی محبت کا اظہار نہ کیا یہ نہ کیا کہ مالی سلوک کو معیار محبت بنا لیتے اور بیٹی پر روپیہ نچھاور کرتے قیمتی زیور اور کپڑے بنوا دیتے، دینا تو ایک طرف دوسرے ذرائع سے بھی اس قسم کی ملی ہوئی چیزیں دیکھ لیتے تو ناگواری کا اظہار فرماتے حضرت علیؓ کی حالت ابتدا میں تو اچھی نہ تھی لیکن بعد کو سنبھل گئی تھی چنانچہ حضرت علیؓ نے ایک طلائی ہار لا کر دیا حضورؐ نے بیٹی کو پہنے دیکھا تو فرمایا بیٹی کیا اب لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ کی بیٹی آگ کا ہار پہنے ہوئے ہے آپ نے فوراً اسے فروخت کر دیا اسی طرح ایک دفعہ جب حضورؐ کے ایک غزوہ سے جلد واپس پہنچنے کی خبر سنی تو بڑی خوشی ہوئی اور جوش مسرت میں خیر مقدم کے لئے دروازوں پر پردے لٹکا دیئے اور دونوں بچوں کو نقرئی کنگن پہنائے حسب معمول حضورؐ تشریف لائے تو اگرچہ بے پناہ محبت تھی بیٹی کے جذبات و احساسات کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے مگر یہ دنیوی ساز و سامان دیکھ کر الٹے پاؤں واپس چلے گئے بیٹی بھی ادا شناس مزاج تھیں سمجھ گئیں فوراً پردے چاک کر ڈالے اور بچوں کے ہاتھوں کے کنگن اتار لئے دونوں روتے ہوئے شفیق نانا کے پاس پہنچے اور بولے اماں نے ہمارے ہاتھوں کے کنگن اتار لئے تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ:-

"لوگو یہ میرے اہل بیت ہیں میں نہیں چاہتا کہ وہ زخارف دنیوی سے آلودہ ہوں اس کے عوض میں فاطمہؓ کو عصب کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن خرید کر لا دو۔" دیکھی شان محبت! مسلمان اس عمل نبویؐ پر غور کریں یہ مقصد نہیں کہ عورتیں مرد بن جائیں زیورات ترک کر دیں زینت اور سنگار نہ کریں کریں اور ضرور کریں لیکن اس کے لئے روپیہ ضائع نہ کریں اور اس انداز سے نہ پہنیں جو غرباء کی عورتوں کے لئے حسرت کا باعث ہو حضرت عائشہؓ کو نقرس کے کنگن پہننے کی ہدایت کی اور بیٹی کو سونے کے بجائے عصب کا ہار منگوا دیا جہاں تک زینت کا تعلق ہے وہ ان سے پوری ہو گئی۔

دل کی محبت اور روپے کی محبت

کھلی بات ہے روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ دولتمند خاندانوں کی عورتیں زیورات اب زینت کے لئے نہیں نمائش تمول کے لئے پہنتی ہیں اور گھروں میں تو عموماً ننگی بچی رہتی ہیں مگر بیاہ شادیوں پر محفلوں میں یا دعوتوں میں جاتی ہیں تو خوب بن سنور کر بیش بہا لباس اور گراں قیمت زیور پہن کر جس کا مقصد نمود و نمائش کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور قرآن نے نمود و نمائش کو گناہ عظیم قرار دیا ہے کہ اس سے ان میں غرور پیدا ہوتا ہے اور غریب عورتوں کو حسرت پیدا ہوتی ہے اپنی محرومی پر رنجیدہ ہوتی ہے اور جو دانا نہیں ہوتیں وہ شوہروں کو پریشان کرتی ہیں اور غریب شوہر تنگ ہو کر بددیانتی خیانت اور رشوت دہی پر مجبور ہو کر گناہ کے

مرتکب ہوتے ہیں۔

اگر مسلمان اسوۂ رسولؐ پر چلیں اپنی آمدنی پر قانع رہیں اور سادگی اختیار کریں تو انہیں کبھی ناجائز کمائیوں خیانتوں اور رشوت ستانیوں کی ضرورت ہی نہ ہو جب سے مسلمانوں میں سنت نبویؐ کے خلاف دنیوی و مالی طریق پر محبت کا اظہار ہونا شروع ہوا ہے اس وقت سے گھروں میں سو فتنے شروع ہو گئے ہیں۔

محبت روپیہ ہی کی سمجھی جاتی ہے روپیہ دینے کو نہیں ہے تو بھلا بہن خوش ہیں اور نہ اولاد خوش ہے محبت پیسہ ہی کی رہ گئی ہے پہلے بھی ایسا ہی تھا اور اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے حضور نبی کریمؐ نے پہلی دفعہ اس کے انسداد کی سعی کی اور محبت کا فطری معیار قائم کیا اس معاشرہ میں اتنے غضب تھے کہ بیویاں تو بیویاں لاڈلی اور اکلوتی بیٹی کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔

مالی محبت سے انکار

لاڈلی بیٹی جو کہ پدرانہ محبتوں کی مرکز مگر عسرت و تنگدستی کا یہ عالم کہ گھر میں چکی پیستی ہیں ہاتھوں پر چھالے پڑ جاتے ہیں پانی بھرتے اور مشک اٹھاتے اٹھاتے سینہ مبارک پر نشان ہو جاتے ہیں پھر کپڑے بھی دھوتی ہیں روٹی بھی پکاتی ہیں گھر کا تمام کام کاج بچوں کا۔ پھر اس پر فاقہ پر فاقہ وہ بھی ایسی حالت میں کہ شفیق باپ فرمانروائی حیثیت حاصل کر چکے ہیں اور خود شہزادی کا درجہ رکھتی ہیں صبح سے شام تک ہزاروں روپیہ تقسیم کر دیتے ہیں لونڈی غلام بھی بانٹتے رہتے ہیں۔

کچھ کہنا چاہتی ہیں مگر ہمت نہیں پڑتی آخر ایک دفعہ حضرت علیؓ کے کہنے سے کہا ابا جان! دیکھئے تو میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ایک کنیز مجھے بھی عطا کر دیجئے۔

حضور تو اس قسم کی باتوں کو محبت کا معیار بنانا ہی نہ چاہتے تھے اپنے اصول کو انتہائی خلوص و محبت کے باوجود کسی حالت میں بھی ترک نہ فرماتے تھے۔ صاف فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اصحاب صفہ بھوکے مر رہے ہوں اور میں تمہارا فکر کروں ان سے فارغ ہو لوں گا تو پھر کسی طرف توجہ کروں گا۔

جگر گوشۂ رسولؐ کی عسرت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ جب حضور تشریف لائے ہیں تو گھبرا گئیں سوائے صد پیوند اور وہ بھی اتنی مختصر کہ سر ڈھکتی تھیں تو پاؤں کھلے جاتے تھے اور پاؤں ڈھکتی تھیں تو سر کھلا جاتا تھا چکی پیس رہی ہیں حسنؓ کندھا پکڑے کھڑے ہیں حسینؓ گود میں لیٹے دودھ پی رہے ہیں یاسین شریف پڑھتی جا رہی ہیں۔ تیسرا فاقہ ہے تن پر کوئی کپڑا سلامت نہیں شوہر بمشکل دو دانہ مزدوری سے لے آتے ہیں خشک روٹی نصیب ہوتی ہے جو کی یا کھجوریں وہ بھی اس وقت جب مزدوری مل جائے پھر جب روٹیاں پک کر تیار ہوئیں تو فیاضی کا یہ عالم کہ فقیر نے دروازہ پر صدا دی سامنے رکھی ہوئی سب روٹیاں اٹھا کر دیدیں اور دونوں فاقے سے پڑ رہے کبھی نہ فاقے کا شکوہ اور نہ شوہر سے جھگڑا نہ یہ خیال کہ کس کی بیٹی ہوں باپ ہزاروں کو کھلا رہے ہیں۔

آجکل کی عورت ہوتی تو باپ کو بھی چھوڑ بیٹھتی شوہر کو ہزار طعنے دیتی اور اپنی قسمت کو کوستی اور گھر میں ہزار فتنے برپا رہتے مگر وہاں تو ذاتی محبت اور سلوک کو دیکھا جاتا تھا روپیہ پیسہ سے اظہار محبت کی کوئی حقیقت ہی نہ تھی

گھر کی خوشگوار زندگی

پھر بھی بشریت سے بڑے سے بڑا انسان خالی نہیں اتفاق سے اور وہ بھی عہد کے بعد بیویوں کو پرانے کپڑوں میں دیکھ کر کچھ خیال پیدا ہوا ہے تو حضور نبی کریمؐ نے فوراً گھر کا تشریف لائے اور جاں نثار کا گوشۂ اطہار بیٹی سے فرمایا ادھر نظر کرو دیکھا تو سیم و زر کے انبار ڈھیر ہوئے ہیں فرمایا بیٹی ان میں سے جتنا لینا ہے لے لو مگر پھر آخرت میں کوئی حصہ نہیں آپ اسی وقت متنبہ ہو گئیں گھر میں اس غریبی فقر و فاقہ اور مصیبت و محنت کی زندگی کے باوجود میاں بیوی میں عاشقانہ محبت تھی۔

اور اس محبت نے دونوں کی زندگی کو نہایت خوشگوار بنا دیا تھا غریب گھر تھا مگر جنت کا نمونہ بنا ہوا تھا کہ محبت کا چراغ روشن تھا حضرات زینبؓ رقیہؓ ام کلثومؓ متمول شوہروں کی بیویاں تھیں حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے کنبے کا۔ وہ بار ہے مستقل آمدنی تھی اور اچھا رہنا ہی چاہتے تھے اس لئے انہوں نے اچھا کھایا اچھا پہنا کہ شوہر کی اطاعت فرض ہے انہیں نہ روکا حضرت علیؓ غریب تھے مستقل آمدنی نہ تھی اس لئے طلائی ہار بھی روا نہ رکھا اور بچوں کے کنگن بھی اتروا دیے

گو وقت کے ساتھ حضرت علیؓ کی بھی حالت بدل گئی تھی کہ سادگی کے ساتھ کھا پہن سکیں فاقہ کشی دور ہو گئی اور آخر میں تو خلیفہ ہو گئے لیکن سادگی کا وہی عالم رہا۔

محبت کا جدید معیار

آجکل مسلمانوں میں بزدلی نخوت، غیبت، بیگانگی باہم آویزش، رشوت ستانی اور بددیانتی وغیرہ کے جتنے عیوب پیدا ہوئے وہ اسی نمود و نمائش کی بدولت ہوئے اسی نے امیروں اور غریبوں کے درمیان بعد و ہجر کی دیوار کھڑی کی یہ حالت ہے کہ رشوت سے بے ایمانی سے فریب سے کسی طرح بھی روپیہ حاصل کیا جائے مگر زیورات ضرور بنائے جائیں۔ شادی و غمی کی رسوم پر زور و دھام ضرور کی جائے شان ضرور دکھائی جائے محبت فطری کا معیار بھی روپیہ بن گیا ہے کسی کے لئے جگر نکال کر رکھ دیجئے پیسہ خرچ نہ ہو تو محبت ہی کیا انہیں بچوں سے محبت جب ہی سمجھی جاتی ہے جب انہیں اچھے سے اچھا پہنایا جائے۔ بیوی اسی وقت محبت سمجھے گی جب قیمتی زیورات بنوا دیئے جائیں یہی حالت رسوم کی ہے اسی لئے سو فریب سے روپیہ حاصل کیا جاتا ہے رسمیں ادا ہوتی ہیں حضورؐ نے سب کچھ کیا مگر روپے کو معیار محبت نہ بنایا۔

خصال نمبر ۵

حضور نبی کریمؐ کی اقربا نوازی

مخلوق نوازی کا فلسفہ

اسلام میں صلہ رحمی یا اقربا نوازی کو جو اہمیت و حیثیت حاصل ہے اس کا وجود کسی مذہب اور قوم میں نظر نہیں آتا اور صدقات و خیرات کا جتنا بہتر اور منظم نظام مذہب اسلام میں پایا جاتا ہے اس کی نظیر ارض عالم میں کہیں نہیں مل سکتی پھر یہ نظام قائم کیا گیا ہے وہ انتہائی معقولیت و خرد کی اساس پر قائم کیا گیا ہے خدائے قدوس نے تمام ضروریات انسانی کی تکمیل کے لئے زمین کو خلق کیا جو کچھ کہ بیش و کم اور گران و ارزاں پیدا ہوتا ہے زمین ہی سے پیدا ہوتا ہے ہر ذی روح دنیا میں آتا ہے تو زمین اور زمین کی حاصلات میں اپنا فطری حق لیکر پیدا ہوتا ہے۔

جانوروں میں چونکہ عقل و علم کا مادہ مفقود ہے اس لئے انہیں تو بے تعب و تکلف

مل جاتا ہے لیکن انسان کے لئے سعی و جہد لازمی رکھی گئی ہے عقول و قوائے انسانی میں تفاوت کی بنا پر تفاریق پیدا ہو گئیں اور کچھ انسان زیادہ حصہ کے مالک ہو گئے کچھ اپنی جسمانی معذوریوں یا عقلی کوتاہیوں کی وجہ سے یا تو اس سے بالکل ہی محروم ہو گئے یا مساوی حصہ نہ پا سکے۔

پیشوں کی حیثیت جداگانہ طریق پر اپنی اپنی جگہ کتنی ہی ضروری ہو گی انہوں نے ہی صورت امتیاز پیدا کر دی مداخل و حاصلات میں فرق پیدا ہو گیا یہ اختلافات بھی اگرچہ قدرتی تھے اور عارض عالم کے لئے حسن افزا خط و خال کا حکم رکھتے تھے مگر نافہم انسان ان سے غلط فائدہ اٹھا کر انہیں عزت و ذلت کا معیار بنا لیا در نظاہر ہے کہ اگر آج دنیا سے راج مزدور، بڑھئی، خاکروب، لوہار نابید ہو جائیں تو برتری و افضلی کی ساری کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے انہی انسانوں میں ایسے ناقص الاعضا افراد بھی تھے جو سرے سے کسی خدمت اور کام ہی کے قابل نہ تھے اور نہ تن کے لئے چیتھڑا اور نہ پیٹ کے لئے ٹکڑا مہیا کر سکتے تھے مگر ان کے حق سے انکار بھی نہ ہو سکتا تھا انسانوں پر نہ سہی زمین پر تو یقیناً حق تھا۔ با اعتبار انسانیت تمام انسان خواہ وہ کسی دین آئین سے تعلق رکھتے ہوں مستحق تھے اور ایک سچے مذہب کے لئے ان کی کفالت کا اہتمام بھی ضروری تھا۔

لیکن غیر صحیح مذاہب چونکہ ربانی اسپرٹ سے ہی مایہ تھے انہوں نے انتظام تو کئے مگر ناقص کئے۔ مثلاً ہندومت اور بدھمت نے خیرات کا اہتمام تو کیا مگر آتے اپنی ہی قوم کے افراد تک محدود کر لیا ہر مستحق و غیر مستحق اور تندرست و غیر تندرست کی تفریق بھی اڑا دی برہمن اور جوگی خواہ وہ کتنے ہی فارغ البال اور ہٹے کٹے ہوں خیرات کے اولین مستحق ہیں صحیح الاعضا سادھو قوم کی خیرات پر پڑے ہیں اور ناتواں رہتے ہیں مستحقین محروم رہ جاتے ہیں۔

پھر لطف ملاحظہ فرمائیے کہ عیسائیت اور بدھ ازم میں مالداروں کو تاکید و حکم ہے کہ وہ سب کچھ خیرات کر دیں جو خالص ناانصافی و عقل سوزی ہے یورپ میں ایک اور طبقہ پیدا ہوا کہ اپاہجوں اور معذوروں کو گولی مار کر امداد و اعانت کا قصہ ہی مٹا دینا چاہیئے عہد قدیم میں یونانیوں میں بھی یہی جماعتیں موجود تھیں۔ زمانہ جدید میں بالشویت پیدا ہوئی جس نے اقتدار حکومت پا کر گدڑے اور گھوڑے سب کو برابر کر دیا اور کہنا شروع کر دیا کہ ہر چیز میں سب مساوی اور برابر ہیں اسی بنا پر انہوں نے دولتمندوں اور جاگیرداروں کی تمام جائدادیں بحق سرکار ضبط کر لیں مال و دولت ضبط ہوئے اور لائق و نالائق اور محنتی و غیر محنتی کی تمیز بھی اڑا دی یہ صرف اسلام ہی ہے جس نے بہترین طریق پر خیرات کا منضبط طریقہ رائج کیا۔

غیر مذاہب اور اقربا پروری

سب سے اہم تر امر یہ کہ اُسے عبادت میں شامل کیا اور اس کا نام زکوٰۃ ہی ایسا رکھا جس کے معنے پاک کرنے کے ہیں اور جس کے متعلق حضور نبی کریم نے تصریح فرمایا کہ جس مال کی زکوٰۃ نکل جاتی ہے وہ پاک ہو جاتا ہے زکوٰۃ فرض ہوئی اور وہ بھی اس خوبی و رعنائی کے ساتھ کہ اسے آئینی صورت حاصل ہو گئی معاملہ رائے اور مرضی پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ فرض اور اس درجہ لازمی کی گئی کہ نہ دینے والوں کے خلاف جہاد کا حکم ہے زکوٰۃ تو ایک لازمی فریضہ تھا ہی جس کا مقصد یہ تھا کہ اسے سرکاری ٹیکس کے طور پر وصول کر کے غربا پر خرچ کیا جائے۔

اس کے علاوہ مزید خیرات مرضی پر چھوڑ دی گئی کہ جتنا دو اتنا ثواب ہے لیکن اسلام میں یہ اجازت ہندوں ہی نہیں ہے کہ خود مجبور اور فقیر ہو جاؤ بلکہ اس نیک کام میں بھی اعتدال ملحوظ رکھنے کا حکم ہے۔

حضور نبی کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے مال میں سب سے پہلے تمہارا حق ہے پھر تمہاری اولاد اور اس کے بعد تمہاری بیوی کا اس کے بعد جو بچے اس میں سے ایک حصہ غریب اور ضرورتمند مخلوق پر بھی خرچ کرو۔

ایک شخص کو جو حقیقت میں غریب تھا کسی غزوہ میں اتفاق سے کبوتر کے انڈے برابر سونا مل گیا جسے لیکر وہ جوش خوشی سے سرشار ہو کر حضور نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں اسے راہ خدا میں صرف کرنا چاہتا ہوں دو دفعہ تو حضور نے منہ پھیر لیا تیسری مرتبہ آپ نے اس کے ہاتھ سے لیکر اس زور سے پھینکا کہ اگر وہ اس کے منہ پر لگ جاتا تو دانت ٹوٹ جاتے اور برہم ہو کر فرمایا کہ تم لوگوں کی عجیب حالت ہے کہ اپنی ضروریات کا خیال کئے بغیر مال ملنے پر اسے اڑا دیتے ہو اور جب تہیدست ہو جاتے ہو تو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو۔

اس کا مفہوم یہ تھا کہ خیرات کی جائے مگر اتنی کہ اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ نہ رہے کہ تنگدستی ہی سو عیبوں کی جڑ ہے دوسرے مذاہب میں میانہ روی کی یہ تعلیم نہیں ہے۔

اقربا نوازی کی پیغمبرانہ تاکید

یہی نہیں اسلام نے یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ زکوٰۃ و صدقات میں کس کس کا حصہ ہے اور ان حصہ داروں میں کیا ترتیب ہے اور کون مقدم ہے اور کون مؤخر ہے قرآن کریم نے ہر جگہ رشتہ داروں اور اقربا کو مقدم رکھا ہے اور حضور نبی کریم کی تمام تر تعلیم اول خویش اور بعدہ درویش کے اصول پر مبنی ہے اور یہی عمل رہا ہے۔

اسلام انسانی حق شناس اور منضبط مذہب ہے جس کی جتنی خوبیاں ہیں انتہائی اس کا حق ہے اس سے جہاں حقدار کو حق پہنچتا ہے اور دینے والوں کو ثواب مل جاتا ہے وہاں یہ بھی اطمینان رہتا ہے کہ مال ضایع نہیں ہوا اور اپنا مال اپنوں ہی کو ملا مال بڑی محبوب چیز ہے اس لئے اسلام انسانی قلوب میں داخل ہو کر اس کے جذبات کی دنیا کے ایک ایک گوشہ کا جائزہ لیتا ہے اس پر بار نہیں رکھتا بلکہ مطمئن بناتا ہے۔

ایک دولتمند صحابی حضرت ابو طلحہؓ نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ خدا محبوبات کا انفاق طلب کر رہا ہے مجھے اپنا باغ بیرحا بہت محبوب ہے میں اسے خدا کی راہ میں انفاق کرتا ہوں آپ جسے چاہیں عطا کر دیں حضورؐ نے باغ کو دیکھ کر بہت سراہا اور پھر فرمایا تم اسے اپنے چچیرے بھائیوں میں تقسیم کر دو کہ وہ غریب بھی ہیں اور اولین مستحق ہیں حالانکہ اس وقت فاقہ کش مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت آپ کے پاس موجود تھی جن کی کفالت خود حضور کے ذمہ تھی لیکن حضور نے رشتہ داروں کو مقدم رکھا رشتہ داروں کو دینے سے خاندانی وقار بھی قائم رہتا ہے۔ گھر کی چیز بھی گھر ہی میں رہتی ہے محبت و اتفاق بھی بڑھتا ہے حقیقت یہی یہ ہے کہ جب انسان کو کسی خدمت کی ضرورت ہوتی ہے کوئی مصیبت پڑتی ہے تو خون کے جوش سے سب سے پہلے حمایت و خدمت کے لئے قدم بڑھانے والے اقربا ہی ہوتے ہیں مہد سے لیکر لحد تک کوئی انسان اقربا کی حمایت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ایسے بے لوث اور قدرتی خادموں کی خدمت کا لحاظ ایک سچا مذہب

ہی کر سکتا تھا۔ گیا اور اس شان سے کیا کہ ان کا دینا دوہرا ثواب قرار دیا اور تنگی و عسرت کی حالت میں بھی انھیں نظر انداز نہیں کیا۔ ایک شخص نے عرض کی کیا کروں میرے اقربا تو ایسے ہیں کہ میں ان سے ملتا ہوں اور وہ مجھ سے چھوٹتے ہیں میں ان کی خدمت کرتا ہوں وہ دور بھاگتے ہیں میں ... ...

... ... ان سے محبت کرتا ہوں اور وہ عداوت کرتے ہیں فرمایا: تم کو ایسا کرتے ان کے اعمال پر حال ہے اگر ایسا ہے تو اپنی روش ترک نہ کر خدا تیرا حامی ہوگا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ جب کوئی گھر والوں کو بھی حصول ثواب کی غرض سے کچھ دیتا ہے تو صدقہ ہی کا ثواب ہوتا ہے ایک شخص سے کہا کہ اہل و عیال پر جہاد کے جانوروں پر اور احباب پر خرچ کرنا تمام مصارف سے زیادہ باعث ثواب ہے۔ ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ اگر تم خدا کی راہ میں خرچ کرو کسی کو غلامی سے آزاد کراؤ کسی فقیر کو بھی دو اور گھر والوں کو بھی دو تو سب سے زیادہ ثواب گھر والوں ہی پر خرچ کرنے کا ہوگا اسلام ایک منضبط مذہب ہے اس میں مستحق و غیر مستحق کی پوری تمیز روا رکھی گئی ہے قومی شیرازہ کے انتشار سے بچنے کے لئے خاندانی اتفاق بہت بڑی چیز ہے۔ اسی لئے حضور نے فرمایا ہے کہ اقربا سے قطع تعلق کرنے والا دوزخی ہے۔

رشتہ داروں سے نبی کریمؐ کا شاندار سلوک

خود حضور نبی کریمؐ نے اقربا نوازی کے وہ شاندار مظاہر پیش کئے کہ فرزندان توحید کی آنکھیں کھل گئیں ابتداء ہی سے آپ صلہ رحمی یا سلوک بالاقربی میں اتنا انہماک رکھتے تھے کہ مکہ میں آپ کی شہرت ہو گئی تھی جب آپ غار حرا سے دہشت زدہ اور لرزہ براندام تشریف لائے ہیں اور حضرت خدیجہ سے فرمایا ہے کہ اب جان بچتی نظر نہیں آتی تو انہوں نے عرض کی تھی گھبرائیے نہیں خدا آپ کو ہرگز ضائع نہ کرے گا کہ آپ بڑے غربا پرور اور اقربا نواز ہیں۔

ابھی آپ نے میدان معاش میں قدم ہی رکھا تھا کہ اپنے چچا ابو طالب کو کثیر العیال اور قلیل المعاش دیکھ کر دوسرے چچاؤں پر زور دیا کہ وہ یہ بار تقسیم کر لیں اور خود حضرت علی کی کفالت منظور کی جو جوان اور کمانے کے قابل ہونے کے وقت تک آپ ہی کے پاس رہے اور اپنی محبوب ترین اور لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا عقد بھی ان کی عسرت اور بے بضاعتی کے باوجود انہی سے کر دیا درآں صورت کہ متمول اور نامور سرداروں کے پیغامات موجود تھے۔

آپ کے کاروبار نے ترقی کی ہے اور روپیہ ہاتھ میں آنا شروع ہوا ہے تو آپ نے اسے بنو ہاشم کے ضرورتمند افراد کی اعانت و امداد کے لئے وقف کر دیا تھا دیتے برابر دیتے اور بکثرت دیتے رہتے تھے اس کے علاوہ ہر ہفتہ اہل خاندان کی ضیافتیں بھی کیا کرتے تھے۔

ابو طالب کے اسلام لے آنے کی بڑی آرزو رہی جب تک زندہ رہے ان کا بہت ادب کرتے رہے اور دل کھول کر مالی خدمت کی۔ حضرت سید الشہداء امیر حمزہؓ اسلام لائے ہیں تو آپ کو انتہائی مسرت ہوئی اور جب غزوۂ احد میں شہید ہوئے ہیں تو حزن و ملال کے نمایاں آثار چہرہ منور پر چھائے ہوئے تھے۔ شہداء کی لاشیں مدینہ آئی ہیں اور کہرام مچا ہے تو چچا کی مظلومانہ موت اور بیکسی کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی کہ سب اقربا مکہ میں تھے اور بےساختہ پکار اٹھے کہ آج حمزہؓ پر رونے والا کوئی بھی نہیں۔

غزوۂ بدر کے اسیران میں آپ کے دوسرے چچا حضرت عباسؓ بھی شامل تھے دولتمند اور عیش پروردہ آدمی تھے ہاتھوں کے بند اتفاق سے زیادہ کس گئے تھے کراہ منہ سے نکلنے لگی برداشت نہ ہو سکی مسجد نبوی کے قریب ہی حجرہ تھا کراہ کی آواز کانوں میں پہنچ کر بے قرار بنائے ہوئے تھی بے چین ہوتے جاتے تھے کروٹیں بدل رہے تھے نیند نہ آتی تھی پروانہ ہائے شمع نبوت کو جو علم ہوا کہ منہ سے کچھ کہنا نہیں چاہتے کہ اور صحابہ کے عزیز بھی بندھے ہوئے تھے انہوں نے چپکے سے بند ڈھیلے کر دیئے کراہ بند ہوئی تو آپ کو چین پڑا اور نیند آئی۔

ان کے اسلام لانے کی بھی بڑی مسرت ہوئی اور سردار اعظم قریش ابو سفیان کی جان بخشی ان کی سفارش پر فرما دی ایک دفعہ مال تقسیم کرانے بیٹھے تو انھیں اتنا دیا کہ اس کے بار سے مشکل چل سکتے تھے۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل سے کتنی اذیتیں پہنچیں تھیں فتح مکہ پر اسی خوف سے یمن بھاگ گئے تھے ان کی بیوی قصور معاف کرانے آئیں تو فوراً امان نامہ لکھ دیا کچھ عرصہ بعد بیوی انھیں لے آئیں دربار رسالت میں جو سامنے آتے نظر آئے ہیں تو اس جوش سے استقبال کیا اور بڑھے ہیں کہ ردائے مبارک دوش سے سرک گئی۔

غزوۂ حنین کے مال غنیمت سے بھی بنو ہاشم کو بیش قرار رقم عطا کیں اور چھ ہزار کے چھ ہزار قیدی صرف اتنی بات پر چھوڑ دیئے کہ یہ اس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے رشتہ داروں اور ان کی سہیلیوں کو برابر تحائف بھیجتے رہے حضور کو بھی مال غنیمت میں کافی حصہ ملتا تھا اس سے مسلمانوں کی حالت بہت بہتر ہو گئی تھی خیبر کی جاگیروں میں بھی حصہ ملا تھا۔ باغ فدک جیسا وسیع و شاداب باغ جس کی آمدنی بیش قرار تھی آپ ہی کو مل گیا تھا مال غنیمت کی آمدنی جداگانہ تھی چاہتے تو امیرانہ بسر ہو سکتی تھی لیکن تمام مداخل بنو ہاشم کی امداد پر نثار کرتے رہے اقربا کو دیتے رہے اور ہر کیا یا دوسروں پر تقسیم کر دیا اور خود فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی۔

اہل بیت سے جو محبت تھی اس کا اظہار تفصیل طلب ہے حضرات حسنینؓ سے جیسی شفقت کی اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ دشمن سے دشمن رشتہ دار کو بھی نوازا ان شانوں کے سامنے ہوتے ہوئے بھی آج مسلم خاندانوں میں جتنا نفاق ہے اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اپنوں سے غیر بہتر سمجھے جاتے ہیں حالانکہ یہ گناہ عظیم ہے۔

صلے علیہ وآلہ

درود و عمل

ذکرِ رسول کی ہمہ گیر رفعت

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے متعلق خدائے قدوس نے فرمایا ہے ورفعنا لک ذکرک ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا یعنی ایسی عظمت اور ہمہ گیر جلالت شان عطا فرمائی جو آج تک کسی انسان کو خواہ وہ علو و مرتبت میں کتنا ہی بلند ہو حاصل نہیں ہوئی جس کا ایک بین دلیل ثبوت یہ ہے کہ شب و روز کے چوبیس گھنٹوں کے ہر دقیقہ ہر ثانیہ میں دنیا کے اندر بکثرت آپ کا ذکر ہوتا ہے اور ہر حیثیت میں آپ کا نام بڑی عظمتوں کے ساتھ لیا جاتا ہے ہر حصۂ عالم اور ہر گوشۂ دنیا میں اذانیں ہوتی ہیں اور ان میں آپ کا ذکر اور آپ کا نام لازماً ہوتا ہے ہم لاکھ مساجد عالم میں ہیں. نماز پڑھنے والے اپنی نمازوں میں یقینی و حتمی طور پر متعدد بار درود اور التحیات پڑھتے ہیں ہر جگہ ربع مسکوں پر صبح کے وقت لاکھوں مسلمان تلاوت قرآن کرتے ہیں اور آپ کا ذکر ہوتا ہے یہ تو وہ فرائض ہیں جن کی ادائیگی رہتی دنیا تک برابر اور شاندار نوافل کے ساتھ ہوتی رہے گی اور آپ کا نام لئے اور آپ پر درود بھیجے بغیر ان کی تکمیل ہی نہ ہو سکیگی پھر جب کسی جلسہ میں اجتماع میں صحبت میں محفل میں گفتگو میں، تقریر میں، تحریر میں پڑھنے میں سننے میں آپ کا نام آتا ہے تو بے نمازی اور گنہگار بھی ضرور درود شریف پڑھتے اور آپ کی عظمت کا بول بالا کرتے ہیں کروروں مسلمان جرائد و رسائل کا مطالعہ شبانہ روز کرتے اور ان کی تحریروں میں کہیں نہ کہیں لازماً آپ کا نام آتے ہی درود شریف پڑھتے ہیں مزارات پر ہر حصۂ عالم میں ہمہ وقت فاتحہ پڑھنے والے جاتے ہیں اور ہر فاتحہ میں آپ پر درود بھیجا جاتا ہے سال کے ہر ماہ میں کیا ہر روز کسی نہ کسی بزرگ کا عرس ہوتا رہتا ہے ہر روز کیا ہر لمحہ کے ہر دقیقہ میں کسی نہ کسی مرنے والے کی فاتحہ ہوتی ہے درود لازماً پڑھنا ہوتا ہے نماز کے لئے اذان کے لئے تو اوقات ہیں مگر جانے والے نفسوں کو مرنے کا تو کوئی مقررہ وقت نہیں پیدا ہونے کی تو کوئی ساعت نہیں. ان میں درود لازمی ہے غرض مسلمانوں کی کوئی عبادت کوئی رسم کوئی تقریب کوئی تہوار اور کوئی طریق ایسا نہیں جو حضور کے نام سے خالی رہتا ہو یا حضور پر درود نہ پڑھا جاتا ہو پیدائش سے موت تک صدہا منازل سے ہر انسان گذرتا ہے صدہا رسوم ادا ہوتی ہیں اور کہیں نہ کہیں ہر وقت اور ہر گھڑی ادا ہوتی رہتی ہیں جن میں درود شریف جزو لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔

جہانتک نظر ڈالئے اور جہاں تک غور کیجئے یہ سلسلہ بڑھتا اور اپنی بے پناہ پہنائیوں میں پھیلتا ہی نظر آئیگا اور یہی معلوم ہوگا کہ کروڑوں انسان کسی نہ کسی حیثیت میں ہر ثانیہ اور ہر دقیقہ اور ہر ساعت درود پڑھتے ہی رہتے ہیں پھر علاوہ ازیں کروڑوں ہی نہ سہی لاکھوں ایسے سعادت کیش انسان موجود ہیں جو باقاعدہ ہر شب کو تو صرف ہی سینکڑوں اور ہزاروں مرتبہ درود شریف جداگانہ طریقہ پر ہمیشہ پڑھتے رہتے ہیں۔ اور اس میں کبھی ناغہ نہیں ہوتا۔

دنیا میں بڑی بڑی جلیل القدر ہستیاں پیدا ہوئیں بڑے بڑے انبیا منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتے رہے مگر یہ عالمگیر عظمت کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں آج بھی لاکھوں اور کروڑوں افراد موجود ہیں مگر ان کے پیرو نہ بھی ان پر درود بھیجتے اور نہ اس کثرت و تواتر و شدت کے ساتھ ان کا نام لیتے ہیں اور نہ ان کی یاد کے لئے کوئی ایسا انتظام کیا گیا ہے حضرت زردشت کے ماننے والوں کی بھی تعداد بہت ہے سری رامچندر جی سری کرشن جی اور بدھ کے پیرووں کی تعداد بھی کروڑوں تک پہنچی ہوئی ہے مگر ان کے متبعین ان کا ذکر ہی کروڑواں حصہ بھی نہیں کرتے یہ سعادت بزور بازو نہیں حاصل ہوا کرتی بلکہ جسے بخشنے والا بخشتا ہے اسے نصیب ہوتی ہے خود خدائے قدوس جس کے ذکر اور جس کی یاد کو وسعت دے اسے ملتی ہے کسی مذہب میں کسی پیشوا کے لئے یہ التزام نظر نہیں آتا اور نہ آسکتا تھا یہ التزام صرف حضور ہی کے لئے کیا گیا اور بڑی شان کے ساتھ کیا گیا۔

عشقِ رسول کی عالم افروز تجلیاں

پھر اس ذکر کے ساتھ عشق و محبت است ہی حضور ہی کی مثال آپ ہیں کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ ماں باپ ہی نہیں تمام محبوبات عالم سے زیادہ حضور سے محبت نہ رکھے یہ اسی عشق و محبت نبوی کے مظاہر تھے کہ باپ بیٹے کے خلاف اور بیٹا باپ کے خلاف کفر و اسلام کے پہلے ہی معرکہ میں شمشیر بکف کھڑا ہو گیا وہ بھی عرب جیسی سرزمین میں جہاں کی قبائلی اور خاندانی عصبیت شہرۂ آفاق ہے۔ اپنے کسی عزیز کی خواہ کتنی ہی ہولناک ترین غلطی ہو اسے کسی نے بگڑتے ہی نہ دیکھا اور قبیلہ کا قبیلہ اس کی حمایت میں کھڑا ہو گیا۔ عبد اللہ بن ابی منافق اسلام لایا تھا منافقوں کی جماعت کا سردار اسلام اور اسلامیوں کا انتہائی دشمن تھا اسلام میں تفرقہ اور شکست پیدا کرنے کی تدابیر اور سازشوں میں برابر مصروف رہتا تھا حضرت فاروق اعظم نے ایک سے زیادہ بار اس کا سر قلم کر لینے کی اجازت چاہی۔

ایک مرتبہ اس کے مسلمانوں کو باہم متصادم کرنے کی منافقانہ حرکت کا راز کھل گیا مسلمان بہت برہم تھے اور قتل پر تیار تھے اس کے سعید الفطرت صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ سچے اور پختہ کار مسلمان تھے ان کے کان میں بار بار یہ آوازیں پڑ رہی تھیں قدرتی طور پر کہ خاندانی عصبیت ہر عرب کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی انہیں جوش ہی آجاتا تھا وہ یہ معلوم کر کے کہ حضور کو بھی باپ کی حرکت بہت ناگوار گذری ہے خود دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرا باپ واقعی منافق اور دشمن اسلام ہے اگر کسی نے اسے جوش میں آکر قتل کر دیا تو ممکن ہے کہ خود مجھی کو جوش پیدا ہو جائے اور میرے قدم لڑکھڑا اٹھیں اس لئے حضور خود مجھی کو حکم دیں کہ میں اس منافق کا سر قلم کر کے آپ کے سامنے لے آؤں مگر رحمت عالم نے منع فرمایا۔

غزوۂ بدر میں حضرت صدیق اکبرؓ بیٹے کا سر کاٹنے کو بڑھے۔ حضرت ابو حذیفہؓ تلوار سے چو پارہ کرکے رکھ دینے کے لیے اپنے باپ کی طرف لپکے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے حقیقی ماموں کو قتل کر دیا۔ یہ جوش اور یہ فدائیت اور یہ عشق کسی پیشوائے اسلام کے پیروؤں میں نہیں پایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو جہاد کے لئے حکم دیا تو صاف اور گستاخانہ جواب دیا

"جائیے آپ اور آپ کا خدا ان سے جاکر لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے تماشا دیکھیں گے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور جاں نثار خاص اس نازک وقت میں آپ کو چھوڑ کر چل دیئے بلکہ عیسائیت سے بھی نکل گیا۔

اس کے مقابلہ میں حضورؐ کی امت نے ہر نازک سے نازک موقعہ پر ثابت قدمی اور بہادری کے حیرت انگیز مظاہرے کئے اس وقت کہ حضورؐ کی حالت نازک تھی ہر طرف دشمن لگے ہوئے تھے قتل کی سازشیں مکمل ہو چکی تھیں مکہ سے قریش چڑھ آنے والے تھے اور مدینہ میں یہود تاک میں بیٹھے تھے نہ کوئی طاقت تھی نہ ذریعہ پاس تھا مسلمان رات رات بھر جاگتے اور آپ کی نگرانی کرتے بدر میں ایک حکم اور ایک اشارہ پر بیٹے باپ کا اور بیٹے باپ کا سر کاٹنے کے لئے تیار ہو گئے۔ غزوۂ احزاب میں تمام عرب متحد ہو کر مسلمانوں کو تباہ کردینے کے لئے آ چڑھا لیکن ایک مسلمان کے قدم کو بھی لغزش نہ ہوئی۔

عروہ بن مسعود ثقفی کفار کی طرف سے حدیبیہ میں نمائندہ بنکر گیا تھا جب اس نے کہا ہے محمدؐ مصالحت کر لو ورنہ میں دیکھتا ہوں جب کوئی موقعہ پڑ گیا تو یہ ساری بھیڑ جو تمہارے گرد جمع ہے چھٹ جائیگی اس پر مسلمان بپھر گئے اور کہنے لگے :۔

کیا بکتا ہے مردود! ہم اور حضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیں ایک ایک مسلمان کٹ مرے گا اور حضورؐ پر آنچ نہ آنے دیگا۔

واپس آیا ہے تو قریش سے کہنے لگا کہ میں رئیس ابن رئیس ہوں۔ قیصر و کسریٰ کے دربار دیکھے ہوئے ہوں میں ان میں بھی اس سطوت و جبروت کے باوجود وہ جوش نہ وہ ارادت نہ پروانگی اور وہ مستعدی نہیں دیکھی جو محمدؐ کی ان بیکسی عسرت بے زری اور بے سروسامانی کے باوجود ان کے متعلق ان کے پیروؤں میں پائی جاتی ہے ہر مسلمان ان کے اشارہ ابرو پر رقص کرتا ہے وہ اگر انہیں سمندر میں کود جانے اور آگ میں گھس جانے کا حکم دیں تو وہ بے تکلف اور بے تامل کود پڑیں اور گھس جائیں ان سے تو صلح ہی بہتر ہے۔

حضرت اویس قرنیؓ بہت دور ہیں کان میں آواز پڑتی ہے کہ دندان مبارک احد میں شہید ہو گیا بے چین ہو جاتے ہیں اور اپنے تمام دندان خود جوش محبت میں توڑ ڈالتے ہیں۔ وصال ہوتا ہے تو مسلمانوں کے ہوش برجا نہیں رہتے دیوانگی کا عالم طاری ہو جاتا ہے کسی زن و مرد نے کبھی اور کسی زمانہ میں اس وقت بھی جب آپ انتہائی مظلومی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور گھر سے قدم باہر نکالنا دوبھر تھا آپ کے حکم سے ذرہ برابر سرتابی کی جرأت نہ کی۔

اس محبت و عشق کی مثالیں حضورؐ کی زندگی کے سوا اور کسی پیشوائے مذہب کی زندگی میں ڈھونڈے سے بھی قیامت تک نہیں ملیں گی محبوبیت عامہ کا درجہ حضورؐ کے سوا اور کسی پیشوائے مذہب کو حاصل نہ ہوا جیسی کامیابی اور سریع و شاندار اور حیرت انگیز کامیابی حضورؐ کو حاصل ہوئی کسی کو نہ حاصل ہوئی

اتباع رسول کی فائز المرامیاں

جیسی انقلاب انگیز اور حیرت آفریں اصلاحات حضورؐ کر گئے کوئی نہ کر سکا یہ عشق اور شیفتگی کا درجہ آج بھی حضورؐ کو حاصل ہے مسلمان کتنا ہی ناکارہ گیا گزرا اور گنہگار ہو مگر حضورؐ کا نام سنتے ہی ادب و محبت سے اپنی گردن جھکا دیگا اور کسی حالت میں بھی حضورؐ کی توہین سنکر ضبط نہ کر سکیگا۔ اپنی جان پر کھیل جائیگا مگر توہین کا انتقام لیکر رہے گا۔ اسی نیلگون آسمان کے نیچے بسنے والی کروروں مخلوق اس شیفتگی عامہ کے حیرت بار مظاہر دیکھ چکی ہے۔ راجپال کی طرف بڑھنے والے کوئی مولوی ملا اور دیندار نہ تھے جن کے متعلق کہا جائے کہ مذہبی تعلیم نے انہیں بے قابو کرکے اُدھر ڈال دیا عام لوگ تھے جو شعائر مذہبی سے بھی بیگانہ تھے غافلانہ زندگی بسر کر رہے تھے لیکن تھے مسلمان۔ توہین سنی جذبہ عشق رسول بیدار ہو گیا ضبط نہ کر سکے اور یکے بعد دیگرے قدم بڑھتے ہی رہے اور اس وقت تک خوفناک نتائج دیکھنے کے باوجود نہ رکے جب تک اُسے سانس لیتا دیکھتے رہے کہ مسلمان اس معاملہ میں بیحد ذکی الحس واقع ہوئے ہیں۔

اس کے باوجود ہم فرزندان توحید سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ سب سے بڑی محبت سب سے بڑا عشق اور سب سے بڑا ورد وہ ہے کہ حضور نبی کریمؐ کا خاص اتباع کیا جائے محض زبان سے صلو اعلی النبی کہنے سے ہرگز وہ نتائج مترتب نہیں ہوتے۔ وہ ثواب نہیں ملتا وہ سعادت حاصل نہیں ہوتی جو پیروی و اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔

خود خدائے قدوس فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی اگر مسلمان خدا سے محبت رکھتے ہیں تو وہ رسول اللہ کا اتباع کریں ایسا کریں گے تو خدا بھی ان سے محبت کرنے لگیگا حضور نبی کریمؐ کا اتباع کتنی بڑی سعادت اور کتنی بڑی چیز ہے کہ اس سے انسان خدا کا دوست اور محبوب بنجاتا ہے یہ نہیں کہا جا رہا کہ درود پڑھنے سے ایسا ہو سکتا ہے۔ درود بھی پڑھو کہ حکم خداوندی یہی ہے خود خدا درود بھیجتا ہے تو بندے تو بہر بندے ہیں لیکن خدا کی دوستی خدا کی محبت اور خدا کی محبوبیت کا درجہ رسول کریمؐ کے اتباع ہی سے حاصل ہو سکتا ہے جو خدا کا محبوب بنجائے ہر چیز اس کی ہو جاتی ہے۔

اور خدا کی محبوبیت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ اتباع نبوی ہے جب تک مسلمان اس اساس پر قائم رہے ربع مسکون کی آقائی و فرمانروائی کا منصب انہی کو حاصل رہا آج بھی اگر مسلمان اس کا تہیہ کر لیں تو وہی بہاریں ان کے چمن میں کھل سکتی ہیں قرآن نے تعلیم پیش کی اور رسول اللہ اس تعلیم کا عملی نمونہ بنکر سامنے آئے اور واضح کیا کہ اس پر عمل کیونکر کیا جاتا ہے اس لئے مسلمانوں کو ہر کام ہر حرکت، ہر معاملہ ہر جنبش اور ہر امر میں رسول اللہ کی طرف نظر اٹھانی چاہئیے۔ حضورؐ کی زندگی میں ہر درجہ، ہر حیثیت اور ہر قسم کی زندگی بسر کرنیوالوں کے لئے ایک نمونہ موجود ہے اور ہر مسلمان اس سے باسانی روشنی حاصل کر سکتا ہے۔

جب سے مسلمانوں کی نگاہیں اس مرکز سے ہٹیں وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہو گئے۔ خدا کی دوستی کا ذریعہ اتباع رسول ہے یہ نہیں تو خدا دوست نہیں اور جس کا خدا دوست نہیں اس کا کوئی دوست نہیں وہ اگر خوار نہ ہو تو کیا ہو۔

آج مسلمان کبھی یورپینوں کو دیکھتے ہیں کبھی جاپان کی طرف نظر اٹھاتے ہیں کبھی ہندوؤں کی طرف دیکھتے ہیں مگر نہیں دیکھتے تو اُدھر جدھر دیکھنا صد ہزار سعادتوں کا باعث ہے۔ کاش مسلمان سمجھیں اور سنبھلیں۔

آلِ رسولؐ کا احترام

اہل بیت سے پیغمبری محبت

واضح کیا جا چکا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مرتبہ کتنا رفیع کتنا بلند اور کتنا عظیم الشان ہے یہ بھی مسلم ہے کہ حضور صرف پردہ فرما گئے ہیں حقیقت میں زندہ ہیں کا درود بالواسطہ کے احوال ان تک پہنچانے کے لئے ملائکہ کی ایک جماعت مامور ہے۔

حضور تو پھر بڑی اور بہت بڑی چیز ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں اور یہ سمجھتے اور یقین رکھتے ہیں اور اس کے ثبوت میں ہمارے پاس جیسا منشاء اس کلام اللہ کا موجود ہے کہ اولیائے کرام اور شہدائے عظام ہی نہیں صالح اور سچے مسلمان بھی حقیقت میں مرتے نہیں انتقال کرتے ہیں گنہگار اور شریر افراد کی روحیں تو حقیقت میں مقید کر لی جاتی ہیں اسی طرح جس طرح کہ اس نظر آنے والی حسی حالتی دنیا میں مجرم جیلخانوں کے اندر بند اور محبوس رہتے ہیں اور وہ ہر قدم نہیں نکال سکتے۔

نیکوں اور صالحوں اور سچے مسلمانوں کو ہر قسم کی آزادی رہتی ہے اور وہ روحانی طریقہ پر زندگی بسر کرتے رزق پاتے اور ہر جگہ آتے جاتے رہتے ہیں صرف اتنی بات ہے کہ وہ جن کی طرح ہماری ان مادی آنکھوں سے ہمیں نظر نہیں آتے۔

حضور نبی کریم کو محبوبیت کا منصب رفیع بھی حاصل ہے اتنا بڑا اور اتنا عدیم المثال کہ حیات دنیوی میں باریابی حضور کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوتی ہے خدائے برتر و توانا خود درود پڑھتا ہے اور درود بھیجنے والوں سے بھی خوش ہوتا ہے یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں کہ محبوب کا محبوب بھی پیارا ہوتا ہے اور محبوب کے محبوب سے محبوب ہی کی محبت کی خاطر اور زیادہ محبت کی جاتی ہے حضور نبی کریم کو اپنی آل اور اپنی اولاد سے جس قدر محبت تھی وہ ظاہر ہے حضرت فاطمہؓ آجاتی تھیں تو جوش محبت میں بیتابانہ کھڑے ہو جاتے تھے اور بیٹھ کر اپنی جگہ انہیں بٹھا دیتے تھے۔ حضرت علیؓ نے خاندان ہشام میں عقد ثانی کا ارادہ کیا ہے حضور کو جو علم ہوا ہے تو بیقرار ہو گئے منبر پر چڑھ کر اسی وقت ایک پرشور خطبہ دیا اور فرمایا کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو اسے اذیت پہنچائیگا وہ گویا مجھے اذیت پہنچائے گا حضرات حسنین سے جو والہانہ محبت رہی اس کا علم ایک دنیا کو ہے روزانہ انہیں دیکھنے جاتے دوش مبارک پر لئے پھرتے منہ چومتے اپنی جنت کے شگفتہ پھول انہیں بتاتے ان کے رونے کی ہلکی سی آواز آپ کو بیقرار اور بےچین کر دیتی سجدے میں یہ بچے گلوئے مبارک پر سوار ہو جاتے اور آپ سجدہ میں ان کی خاطر تاخیر فرما دیتے رکوع میں دونوں ٹانگوں کے درمیان گھستے اور نکلتے اور آپ دیکھ کر خوش ہوتے انتہا یہ ہے کہ منبر پر چڑھے ہوئے خطبہ پڑھ رہے ہیں سامنے سے دونوں بچے لڑکھڑاتے ہوئے آتے نظر آتے ہیں۔

محبت جوش مارتی ہے خطبہ چھوڑ کر اترتے ہیں اور انہیں پاس بٹھا لیتے ہیں اہل بیت سے آپ کی پدرانہ شفقتیں عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھیں یہ تو زندگی کے واقعات ہیں دیکھنے والوں نے کربلا کے واقعہ ہائلہ کے روز دیکھا کہ حضور خود کتنے پریشان تھے اور میدان سے اپنے شہداء کا خون صاف کرتے پھرتے تھے اور چہرۂ مبارک سے حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔

رسول اللہ کی محبت کا نقشہ دیکھ لیا اب محبوبؐ کے محبوبوںؓ کے ساتھ خود محب حقیقی جل جلالہ کی محبت کا مظاہرہ بھی دیکھ لیجئے قاتلین حسینؓ میں سے کوئی زندگی کے لطف نہ اٹھا سکا ایک ایک کر کے سب تباہ ہوئے ان کے انتقام میں منتقم حقیقی نے کوشش ڈیڑھ لاکھ اشقیاء کا خون پانی کی طرح بہا دیا ہر شقی انتہائی عذاب اور اذیت کے ساتھ مارا گیا کوئی پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرا کوئی مجذوم ہو گیا کوئی تو تیغ کے عذاب میں مبتلا ہو کر ختم ہو گیا۔

سب کے لئے دنیا دوزخ ہو گئی نہ خانمان رہے اور نہ زندگی مال لٹ گیا گھر منہدم ہو گئے جاگیریں اور امارتیں ختم ہو گئیں آنکھوں کے سامنے جوان جوان بیٹے ذبح کئے گئے نہ وہ تاجدار رہے نہ وہ سلطنت رہی انہیں قبروں میں بھی چین نہ ملا نسلیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ختم کی گئیں لاشیں قبروں سے نکال کر سولی پر لٹکائی گئیں اور ہر طرف الو بول گیا۔

آلِ رسولؐ کی محبت و عزت کے احکام

ظاہر ہے جو خدا اور رسول کے اتنے محبوب اور اس درجہ پیارے ہوں ان کی محبت اور ان کا احترام کتنا ضروری ہے اور اس سے کتنی فائز المرامیاں حاصل ہو سکتی ہیں اور ان کا ادب و احترام انسان کو خدا اور رسول کی نظر میں کتنا محبوب بنا سکتا ہے۔ معمولی بات ہے کہ ہمارے سامنے کوئی ہمارے بزرگوں یا ہماری اولاد کی تعریف کرتا ہے تو ہمیں اس سے کتنی خوشی حاصل ہوتی ہے اور بری اولاد کی برائی بھی بری لگتی ہے۔

اسی طرح آل رسول کی تعریف اور ان کا ادب و احترام بھی خدا اور رسول کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اور جب یہی خوش ہیں تو پھر اس کے بعد کوئی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔ حضور نبی کریم نے صاف طور پر فرما دیا تھا کہ جس نے حسینؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے حسینؓ سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی یہی نہیں ایک موقعہ پر یہ بھی فرمایا حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں خدا اسے دوست رکھے جو حسینؓ کو دوست رکھتا ہے کہ حسین ایک سبط ہے اسباط میں کا پھر ایک دفعہ ایک خطبے کے دوران میں ارشاد فرمایا کہ جس نے میری اہلبیت اور میری آل سے بغض رکھا خدائے تعالیٰ اسے بروز حشر یہودی اٹھائے گا کتنی سخت وعید ہے اور اس سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ آل رسول اور سادات کرام سے عناد ان کی اذیت رسانی اور برائی سلب ایمان کا باعث ہے اور ایسے شخص پر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے۔

اور محبت افزائش ایمان کا باعث نجات ہے کہ ارشاد نبوی ہے کہ میری اہلبیت ہی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل ہوتا ہے۔ یہ تو ایک اساس اور بنیاد ہے اور اسلام کی بنیاد حب رسول اور حب آل رسول پر ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو مسلمانوں کی نظروں سے آج اوجھل ہو کر رہ گئی ہیں اور وہ آل رسول کے احترام میں اتنے پرجوش نہیں رہے جتنے کہ اسلاف تھے حضرات فاطمہؓ حسنؓ حسینؓ ہی نہیں ان کی تمام اولاد قابل ادب و احترام ہے۔

جب بھی کوئی کسی سید کا ادب کرتا ہے تو وہ ادب حضورؐ کی خوشنودی کا باعث بنتا ہے۔ روایت ہے اور وہ بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی زبان کی روایت ہے کہ کچھ لوگ ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے جن میں حضرات فاطمہؓ حسنؓ اور حسینؓ بھی شامل تھے سب آل رسول اور خاندان رسول سے تھے حضور نبی کریمؐ نے اس خیمہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں میں ان سے

کمینوں کے ساتھ صلح کرنے والوں کے ساتھ صلح کرنے والا اور ان سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کرنے والا ہوں جو نیک بخت و نیک نہاد ہوگا وہ انہیں دوست رکھے گا اور جو بدبخت و بدنہاد ہوگا وہ انھیں دوست نہ رکھیگا۔

پھر یہ بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم فرمایا کرتے تھے کہ جو میرے اہل بیت کی حفاظت کریگا اس کے لئے میں نے خدا سے مغفرت کا عہد لے لیا ہے اور وہ یقیناً بخشا جائیگا۔ حضرت ابو ذرؓ کی روایت کے مطابق رسول کریم نے فرمایا کہ تمہارے درمیان میرے اہل بیت ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب توبہ تھا کہ جو اس میں داخل ہوا بخشا گیا۔ ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ میرے اہل بیت کشتی نوحؑ کی طرح ہیں کہ جو اس پر سوار ہوگیا بچ گیا اور جو اس سے الگ رہا غرق ہوکر ہلاک ہوا۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اہل بیت رحمت کی کنجیاں ہیں محل رسالت میں اور علم کی کان ہیں۔ ان احادیث کی روشنی میں آل رسول کی عظمت و بلندی کی جلوہ افروزیاں مشاہدہ فرمایئے اور ان بدبختوں اور سیہ نصیبوں کی حالت پر غور کیجئے جنہوں نے حضرت حسنؓ پر حملہ کرکے انھیں مجروح کیا تھا جنھوں نے حضرت حسینؓ کو پوری قصابی کے ساتھ ذبح کیا اور خاندان رسول کے بچہ بچہ کو تباہ کرکے تہدیہ کی سعی کی جو آل رسول سے لڑتے اذیت پہنچاتے ان کے ساتھ مقدمہ بازیاں کرتے اور ان کی مذمت میں مصروف رہتے ہیں۔

اور کچھ نہیں تو یہ تو عام بات ہے کہ لوگ سادات کے حسب و نسب میں اشتباہ کا اظہار کرکے ان کی برائیاں کرتے رہتے ہیں کہ نہیں سید ایسے ہی بن بیٹھے ہیں جسے دیکھئے وہ خود کو سید بنا لیتا ہے سید ہوتے تو ایسے ہی عمل ہوتے؟ ہمیں اس سے کیا تعلق کیا واسطہ کوئی جھوٹ بولتا ہے غلط گوئی سے کام لیتا ہے تو اس کا وبال خود اس کے سر ہے ہمیں اشتباہ اور طعنہ زنی سے کیا غرض ہم جو عزت کرتے ہیں وہ اس خون کی کرتے ہیں جو ان کی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ جو سید کہتا ہے وہ سید نہ ہو مگر ہمارے نزدیک وہ ضرور قابل ادب ہے کہ نہیں تو نیت کا ثواب ملتا ہے

سیدزادے کی نکتہ چینی پر پیغمبرانہ عتاب

حضرت عبداللہ بن مبارک مشہور عارف و کامل گذرے ہیں ایک روز عارفانہ عظمت و شان کے ساتھ مسجد سے جو نکلے تو ایک سیدزادے نے بڑھ کر کہا اے ہندو زادے! میں فرزند رسول ہوں دن بھر کی مشقت و محنت کے بعد بمشکل روزی نصیب ہوتی ہے اور آپ ہندو زادے ہوکر عزت و آرام سے بسر کرتے ہیں۔ فرمایا تمہارے باپ حضور نبی کریم تھے۔ میرا باپ گمراہ تھا میں نے تمہارے باپ کی میراث حاصل کرکے یہ رتبہ پایا اور تم میرے گمراہ باپ کی میراث حاصل کرکے خوار ہوئے نہ پڑھا نہ لکھا اور نہ اطوار درست رکھے۔ اسی شب کو خواب میں حضور نبی کریم کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں تو نے ہمارے فرزند پر نکتہ چینی کی۔ اس سید زادے نے بھی اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں کمبخت نہ تو ایسا ہوتا اور نہ دوسروں کے طعنے سنتا۔ صبح اٹھکر حضرت عبداللہ اس سید زادے کی تلاش میں نکلے اور اس سے معافی مانگی اور ادھر اس نے بھی توبہ کرلی اور پاکبازانہ زندگی شروع کی۔

دیکھا آپ نے ہم عصیاں کاروں کی تو حیثیت کیا ہے خود آلودہ دامن اور سیدوں پر اعتراض کرتے اور اکثر طعنہ زنی سے کام لیتے ہیں اور تلخ گوئی تک پر اتر آتے ہیں حضرت عبداللہ تو بڑے مقبول بارگاہ بزرگ تھے ایک ہلکی سی تعریض کردی جس پر سخت معتوب ہوئے۔ مسلمانوں کو اس خصوص میں خاص احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیئے۔

سید کے احترام کا شاندار مظاہرہ

دربار ہارون رشید میں ایک نہایت نامور اور ممتاز و تنومند پہلوان تھے بڑی عزت اور دھاک تھی۔ ایک روز ایک نحیف الجثہ شخص نے انہیں کشتی کا چیلنج کیا۔ ہارون رشید نے کہا تو کیا مذاق کرتا ہے اپنے جسم کو تو دیکھ اس نے بڑی تعلی سے کام لیا اور کہنے لگا! امیر المومنین! آپ کیا خیال فرما رہے ہیں میرے ایک داؤ کے حریف بھی آپ کے پہلوان نہ بن سکیں گے پہلوان صاحب کو بھی جوش آگیا۔ چونکہ مقابلہ عجیب حیرت انگیز تھا شاہی دنگل میں ایک مخلوق ٹوٹ پڑی دونوں لنگوٹ کس کر جو دنگل میں اترے ہیں تو لوگوں کی دلچسپی انتہا کو پہنچ گئی۔ پہلوان جو اس کی طرف جھپٹے ہیں آہستہ سے کان میں کہدیا کہ یہ خیال رہے کہ میں فرزند رسول ہوں یہ الفاظ سنتے ہی سارا جوش فرو ہوگیا اور ایک منٹ میں چت ہوگئے۔

بڑی تالیاں پٹیں بڑی ذلت ہوئی بڑے بڑے امراء اور عہدیدار درباری روسا موجود تھے ہارون رشید کو باور نہ ہوتا تھا۔ یہ بتاتے نہ تھے۔ اصرار حد سے گذرا تو کہہ دیا۔ ہارون رشید پر بھی رقت طاری ہوگئی اور درجہ بڑھا دیا۔ بولے کہ مجھے غیرت آئی کہ فرزند رسول کو میں پچھاڑوں عزت و دولت کی کوئی پرواہ نہ کی اور پچھڑ گیا۔ اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم بہت ہی خوش ہیں اور فرما رہے ہیں تو نے ہمارے فرزند کی عزت کا پاس کیا ہم نے تیری مغفرت کے لئے دعا کی جو مقبول ہوئی یہ ہیں آل رسول کے احترام کے ثمرات خیر۔

سچے مسلمان بھی آل میں شامل ہیں

آل رسول کا احترام انہی معنی میں انتہائی ضروری ہے اور کسی صورت میں یہ بھی رشتہ نہ چھوڑنا چاہیئے۔ لیکن ساتھ ہی یہاں اس امر کا ذکر بھی ضروری ہے کہ اسلام میں نسب کا شرف کچھ زیادہ محمود نہیں۔ آل رسول کا جو احترام ہے وہ اولاد نبوی ہونے کی حیثیت سے ہے کہ ان کا خون رگوں میں دوڑ رہا ہے۔

وہ صرف انتساب رسالت کی بنا پر محترم ہیں۔ اسلام میں اولین چیز عمل ہے کہ عمل ہی کی بنا پر اسلام کے بلالؓ صہیبؓ اور سلمانؓ غلام اور غلام زادے ہونے کے باوجود اشراف قریش سے بھی بالاتر اور محترم سمجھے گئے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سپہ سالاری کے منصب سے سرفراز ہوئے۔ حضرت زیدؓ کے ساتھ حضور نبی کریم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کو بیاہ دیا حالانکہ وہ اس گھر کے غلام تھے دربار رسالت میں جو رتبہ ان بزرگ غلاموں کو حاصل تھا وہ روسائے قریش اور اشراف قریش سے بھی بالاتر اور محترم سمجھے گئے۔ حضرت اسامہ بن زید سپہ سالاری کے منصب سے سرفراز ہوئے حضرت زیدؓ کے ساتھ حضور نبی کریم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کو بیاہ دیا حالانکہ وہ اس گھر کے غلام تھے دربار رسالت میں جو رتبہ ان بزرگ غلاموں کو حاصل تھا وہ روسائے قریش اور اشراف عرب میں سے کم کسی کو حاصل نہ ہوا۔

سچی فرزندی و محبوبیت یہی ہے کہ ہر مسلمان خود کو اسوۂ نبوی کے سانچے میں ڈھال لے کوئی ہو غلام یا آقا جو رسول کریم کا متبع ہے اسی تناسب میں وہ اعلیٰ ہے وہ رسول کریم کا محبوب ہے اور آل رسول ہے جیسا کہ قرآن میں آل موسیٰ آل فرعون وغیرہ کے لفظ ان کے متبعین کے لئے آتے ہیں حقیقت میں آل رسول وہی ہیں جو اسوۂ رسول پر کاربند ہیں حضور کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہیں اور برگزیدہ زندگی بسر کرتے ہیں دیکھ لیجئے کہ اصحاب صفہ غریب اور فاقہ کش مسلمانوں کی جماعت تھی مگر

حضور کو ان کی پاکیزہ اور باعمل زندگی کی وجہ سے ان کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ حضرت فاطمہؓ سے صاف کہہ دیا کہ میں جب تک میں اصحاب صفہ کے انتظام راحت سے فراغت نہ پا لوں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔

عبادت اسلامی کی پابندی

مذاہب غیر اور تعلیمات اسلام

پیشتر از اسلام مادر گیتی نے جتنے مذاہب پیدا کئے ان میں سارا زور عبادات اور حقوق اللہ ہی پر صرف کیا جاتا رہا اور دنیا اور متاع دنیا کو کسی نے کوئی اہمیت دی اور اسے اس طرح بھلا دیا گویا دنیا خدا کی پیدا کی ہوئی چیز ہی نہیں ہے اور یہ اسی قابل ہے کہ اسے اس کی مصروفیتوں اور اس کے مشاغل کو ذلیل سمجھا جائے آپ جہاں دیکھیں گے جس مذہب کی تعلیمات پر غور کریں گے اس میں دنیا اور اسباب دنیا سے تنفر تقدس کی اولین نشانی دکھائی دیگی۔ مال و دولت، آل و اولاد، زن و زوجہ، عقد و شادی، مکانات و مساکن اور معاش و روزگار کے تعلقات و مشاغل دنیوی چیزیں سمجھکر غیر محمود نظروں سے دیکھے گئے بزرگی و تقدس کا معیار یہی قرار دیا گیا کہ ان سے علیحدگی اختیار کی جائے جو ان چیزوں سے جتنا دور اور جتنا متنفر پایا گیا اس کی اتنی ہی تعظیم کی گئی۔

اس فرصت میں اتنا وقت نہیں کہ یہ دکھایا اور ثابت کیا جا سکے کہ دیگر مذاہب نے مذکورہ بالا امور کو دنیوی اور خدا سے غافل کرنے والی چیزیں سمجھکر ان کے متعلق کیا لکھا کتنی مذمت کی اور ان سے دور تر رہنے والوں کو کتنا سراہا مختصراً یہ کہ عیسائیوں میں قابل صد احترام وہی طبقہ سمجھا گیا جو مال و زن و فرزند اور معاش کے جھگڑوں سے الگ ہو کر صرف عبادات اور کلیساؤں کی خدمت کے لئے وقف ہو۔

ہندوؤں میں دنیا اور تعلقات دنیا سے الگ تھلگ رہنے والے سنیاسیوں اور سادھوؤں کو جو رتبہ و منزلت حاصل ہے وہ ہمارے روزمرہ کے مشاہدات میں ہے۔ برہمن اعلیٰ ذات ضرور ہیں مگر ان میں بھی وقیع تارک الدنیا ہی سمجھے جاتے ہیں اور معاش کے خرخشوں سے تو انہیں مذہباً دور تر ہی رکھا گیا ہے۔

بدھوں میں ان کے مذہبی پیشواؤں میں بھی ترک و تجرد ہی باعث شرف ہے یہودیوں میں احبار اور زرتشتیوں میں موبدوں کو بھی دنیوی تعلقات سے کوئی سروکار نہیں اور یہی چیزیں ان کے عز و شرف کا باعث سمجھی جاتی ہیں۔

دولت اور اسلام

لیکن مذہب مقدسہ اسلام دین فطرت ہے اس نے جو حکم دیا انسانی فطرت کو ملحوظ رکھکر دیا بدھ مذہب کی یہ حالت ہے کہ وہ پیشوایان مذہب تک کو گداگری پر مجبور کرتا ہے جب تک بھیک کا ٹھکرا ہاتھ میں نہ لیا جائے اس وقت تک روحانی عظمت حاصل ہی نہیں ہو سکتی جب حضرت بدھ خود ہی دنیا راج پاٹ اور زن و فرزند کو چھوڑ کر پہاڑوں پر چلدیئے تو ان کے پیروؤں میں اس کے متعلق کیا جوش پیدا ہو سکتا ہے عیسائیت میں دولتمند آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے یہودیت نے دولت کی قدر ہی کی لیکن اس کے ثمرات صرف فقرائے یہود تک محدود رکھے ساتھ ترک علائق و ترک دنیا کی تعلیم بھی بدا ہتاً موجود ہے۔

ہندویت ہر ہندو کے لئے ضروری قرار دیتی ہے کہ کم از کم وہ عمر کے آخری حصہ میں پہنچکر تو ضرور سنیاس دھارن کرے اور سب کچھ چھوڑ کر ہاتھ میں گھر مانگ کر کھائے یہ تمام چیزیں فطرت انسانی کے مغائر ہیں کوئی انسان بھی خوشی سے اپنی دولت، اپنے زن و فرزند اور اپنے خاندان کو نہیں چھوڑ سکتا اسلام نے دولت، عورت، جائداد اور مکانات کو محبوبات انسانی بتایا ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ چیزیں محبوبات ہیں یا نہیں۔

دولت کو "فضل"، "رحمت" اور "خیر" کے الفاظ سے موسوم کرنے کے ساتھ اسے معیشت انسانی کی تقویم و تحکیم کا باعث بتایا اور واضح کیا کہ یہی وہ چٹان ہے جس پر انسان مضبوطی کے ساتھ کھڑا ہو سکتا ہے ایک دوسری جگہ اسے رونق حیات بتایا۔

یہ کتنی سچی اور فطری باتیں ہیں مسلمہ حقیقت ہے کہ زندگی میں ساری رونقیں اور آسائشیں دولت ہی کی ہیں بڑے بڑے امور خیر یہ تعمیرات معابد و چاہ و انہار اسی سے انجام پاتے ہیں اسی سے یتیم خانے مدرسے اور محتاج خانے چلتے ہیں اور انسان کی آسودگی اور آرام کا انحصار اسی پر ہے۔

جو چیز تمام احتیاجات انسانی کی ادائی کی کفیل ہو ظاہر ہے کہ اس کی مذمت کرنی اور اس سے تنفر پیدا کرنا بالکل خلاف فطرت ہے کہ انسان کے ساتھ ضروریات و حاجات لگی ہوئی ہیں اور ان کی تکمیل دولت ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔

دیگر مذاہب نے تو ترک دولت کی غیر فطری تعلیم دیکر انسانوں میں کاہلی و عسرت اور بے حوصلگی و گداگری کی علتیں پیدا کرنے کی سعی کی لیکن اسلام نے دولت کو سراہ کر اور "رونق حیات" اور "خیر و فضل" بتا کر اس کے حصول کی سعی کو ثواب قرار دیا تاکہ انسانوں میں حوصلہ و ہمت پیدا ہو اور وہ سعی و محنت کی اہمیت سمجھیں۔

محنت معاش کی اسلامی فضیلت

مسلمانوں کے گرد و پیش عیسائیوں میں بدھوں میں ہندوؤں میں یہودیوں میں پارسیوں میں ترک علائق کی وبا پھیلی ہوئی تھی وہ ان کے گوشہ نشین اور تارک الدنیا لوگوں کی عزت بیجا و عقیدت کے مظاہر برای العین دیکھ کر اپنے دل میں مشاہدہ کرکے رہتے تھے مذہبی جہالت بڑی وجہ سے باقی نہ رہی سعی و محنت سے دولت پیدا کرنے اور نیک کام کرکے عزت پانا دشوار نظر آیا۔

آسان چیز یہی دیکھی کہ کچھ نہ ہو سکا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ ایک گوشہ میں بیٹھکر اللہ اللہ شروع کر دی۔ آسانی عزت و شہرت حاصل کر لی مفت میں روٹیاں ملنے لگیں ہینگ لگی نہ پھٹکری رنگ چوکھا آگیا اسلام نے ایسی بے معنی اور بے مصرف زندگی کو حرام قرار دیا کہ دنیا دار العمل ہے "مزرعۃ الآخرت" ہے۔

عہد رسالت میں ہی ان مشاہدات نے عوام میں دنیا سے بے کیفی کے جذبات پیدا کرنے شروع کئے کچھ تو پرانے اثرات کچھ ملا عبادت میں [illegible] اور جنت کے نعائم کا ذکر ایسے موثر الفاظ میں ہوا کہ دنیا ہیچ نظر آنے لگی چنانچہ ایک روز کچھ صحابہ نے ایک شخص کو بڑی محنت و مشقت سے کام کرتے دیکھکر عرض کی کہ کیا اچھا ہوتا کہ یہ محنت و مشقت راہ خدا میں صرف ہوتی حضور نبی کریم نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ :-

"یہ کیا جہالت ہے اگر یہ ماں باپ کو کھلانے یا اہل و عیال کی پیٹ بھرنے یا اپنی آبرو قائم کرنے کے لئے مصروف محنت ہے تو یہ خدا کی راہ کی محنت ہی متصور

ہوگی البتہ اگر اس کا مقصود اس طرح پیدا کردہ روپے سے ریا و نمود یا فخر و غرور ہو تو ضرور شیطانی محنت ہے۔"

ایک اور صحابی ایک روز آکر عرض کرتے ہیں کہ فلاں صاحب بڑے بزرگ ہیں دن بھر روزے رکھتے ہیں رات بھر نماز پڑھتے ہیں پوچھا پھر کھاتا کہاں سے ہے یہ سنکر کہ بھائی کھلاتا ہے فرمایا تو اسکا بھائی اس سے افضل ہے۔

دیکھا آپ نے کیا فرمایا رسول کریم نے راتیں نماز میں اور دن روزوں میں گذارنے والوں سے دوسروں کو محنت کرکے کھلانے والا افضل ہے اور اہل و عیال کی پرورش یا حفظ آبرو کے لئے روپیہ پیدا کرنا خدا ہی کی راہ میں محنت کرنے کے مترادف ہے آج مسلمان ہی تارک الدنیا شخص کو بزرگ اور حرمین شریفین میں یا کسی بزرگ کے جوار میں دفن ہونے کو بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔

اور اگر ہم کسی سے کہدیں کہ نہیں صاحب ہم تو کسی دفتر کسی کارخانے یا دکان میں مرنے کو افضل سمجھتے ہیں تو لوگ شاید گریبان میں ہاتھ ڈالدیں لیکن کیا کہیں گے حضرت فاروق اعظم کو جنہوں نے غیر مبہم الفاظ میں فرمایا تھا کہ میری آرزو تو یہ ہے کہ میری موت تو بازار میں واقع ہو جبکہ میں اپنے اہل و عیال کے لئے مصروف خرید و فروخت ہوں"۔ اس لئے کہ وہ رازدار شریعت تھے۔

ہم جیل میں وہ حضور نبی کریم سے سن چکے تھے کہ محنت معاش افضل الجہاد اور افضل العبادات ہے اور محنت سے روپیہ پیدا کرنا سب سے بڑی عبادت ہے۔

محنت سے پیدا کرنا بہترین عبادت ہے

اس زمانہ میں ترک دنیا اور ترک علائق کا ایک سیلاب عظیم امنڈ رہا تھا اور راہبوں اور دنیا چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جانے اور گوشوں میں بیٹھکر عبادت کرنے والوں کو بڑا بزرگ سمجھا جاتا تھا ان بے عمل اور تارک الدنیا بزرگوں کو مخلوق نے جو درجہ مقدس عطا کر دیا تھا حضور نے اپنی تعلیمات سے اس پر کاری ضرب لگائی مذمت دنیا کی تردید کی روپیہ پیدا کرنے کے سب سے نفع خیز اور یقینی ذریعہ معاش تجارت کی طرف رہنمائی کرکے مسلمانوں کو راغب کیا کہ رزق کے دس حصے میں سے تنہا نو حصے رزق صرف ایک تجارت ہے مختلف پیشہ ور جو مشرکان ہند کی تعلیم کی بدولت آج ذلیل سمجھے جاتے ہیں اور دھنیے جلاہے تیلی تنبولی اور درزی و حجام کے نام سے رسوا کئے گئے انھیں "حبیب اللہ" کہکر مشرف فرمایا اور بتایا کہ جو دن بھر کی محنت سے تھک کر سویا وہ خدا کی راہ میں سویا تصریح فرمائی کہ حلال روزی پیدا کرنے کا ثواب جہاد کے ثواب کی برابر ہے محنت معاش افضل الجہاد، افضل العبادات، اور افضل الاعمال ہے اس تعلیم کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلمان محنت معاش کو عبادت سمجھکر اسمیں بیش از بیش سعی کرنے لگے اور بڑھاپے میں بھی اس سے باز نہ رہے اور مسلمانوں کی حالت میں انقلاب پیدا ہوگیا۔ آج مسلمان پنشن پاکر اور بوڑھے ہوکر کیا کرتے ہیں ترک عمل

شطرنج چوسر اور تاش کھیلتے اور عاقبت برباد کرتے ہیں۔ بہت متانت دکھائی تو نشستگاہ میں بیٹھ گئے لوگ جمع ہو گئے حقے اڑنے لگے اور بحث مباحثہ کی بحثیں شروع کردیں اور آگے بڑھے گوشہ نشین ہو گئے دنیا کے معاملات سے بے تعلق ہو گئے اور سمجھ لیا جنت ہماری ہے محنت و عمل کی دنیا ویران کر ڈالی۔

حضور نے تو حفظ آبرو کے لے مال جمع کرنا بھی ثواب عظیم بتایا اور فرمایا اپنی اولاد کو غنی چھوڑنا بہت بڑا ثواب ہے اور جو اپنے مال کی حفاظت کی سعی میں قتل بھی ہو وہ شہید ہے البتہ نمود و نمائش برادری میں ناک رکھنے اور شادی و غمی کی رسوم پورا کرانے کیلئے روپیہ پیدا کرنا جمع کرنا رکھنا نا جائز بلکہ حرام ہے۔

عورت و عقد کی اسلامی اہمیت

ہر مذہب میں وہ عورتیں مقدس سمجھی گئیں جو شادی نہ کریں اور اپنی زندگی خدمت معابد یا عبادت میں گذار دیں یا بیوہ ہوکر تجرد کی زندگی بسر کریں عیسائیوں میں یہی سیلاب پھیلا ہوا تھا ہندوؤں میں بھی وہ باسلطنت شوہر مرجائے تو یا تو اس کے ساتھ زندہ جل کر مرجائے یا پھر اسی کے سوگ میں اس کی آبرو لئے بیٹھی رہے انتہائی افسوس ہے کہ آج بھی مشرکین کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی عذاب پھیل گیا ہے وہ عورت بڑی شریف اور پاک دامن ہے جو عقد ثانی نہ کرے حدود اللہ کی دھجیاں اپنے ہاتھوں چاک کرنیوالی ایسی عورتوں کو بہت سراہا جاتا ہے تعریف کے ساتھ کہتے ہیں شریف ہے شوہر کی آبرو لئے بیٹھی ہے۔

یہ نہیں سمجھتے کہ یہ آبرو لئے نہیں بیٹھی اسلام کی آبرو مٹا رہی ہے شریعت کو رسوا کر رہی ہے اور یہ خود اور اسے روکنے یا اسکی تعریف کرنے والے غضب الہی کی آگ تیز کر رہے ہیں اسلامی احکام کا مضحکہ اڑا رہے ہیں خدا سے جنگ مول لے رہے ہیں وہ تو کہتا ہے کہ بیواؤں کی شادی کردو اور ظاہر ہے کہ اس نے حکم دیا وہی عین شرافت ہے ہم کہتے ہیں نہیں زبان سے نہیں تو عمل سے ضرور انکار کرتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ خدا کے حکم پر چلنا معیوب ہے اور خدا کے حکم کے خلاف کرنا شرافت ہے۔

خود رسول کریم نے ایک کے سوا تمام شادیاں بیواؤں سے کیں یعنی ہماری مقدس مائیں تو چالیس چالیس اور پچاس پچاس برس کی عمر میں شادیاں کریں حضور کی دو بیٹیوں کی دوبارہ شادیاں ہوئیں حضور کی نواسیاں بڑی بڑی عمر میں برابر عقد ثانی کرتی چلی جائیں حضرت امامہ حضور کی نواسی حضرت علی کے انتقال پر عدت ختم ہوتے ہی چالیس سے زیادہ عمر ہوتے ہوئے بھی حضرت مغیرہ سے عقد کر لیں لیکن ہم میں مشرکوں کی صحبت سے تیس برس کی عورت کی شادی بھی معیوب قرار پائے اور نہ کرنیوالی آبرو مند سمجھی جائے۔ گویا آج کی عورتیں حضور نبی کریم کی بیویوں، بیٹیوں اور نواسیوں سے بھی زیادہ مقدس اور پاکدامن ہیں۔ مردوں میں بھی یہی چیز باعث تقدس تھی حضور نے اسے بھی توڑا شادی کے متعلق فرمایا کہ یہ نصف ایمان ہے جو شادی کرتا ہے نصف مذہب کی تکمیل کرتا ہے شادی میری سنت ہے جس نے اس سے اعراض کیا وہ ہم میں سے نہیں مرد و عورت کا خواہ عمر کتنی ہو مجرد رہنا ناجائز قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجرد رہنا اتنا گناہ ہے کہ اگر مجھے علم ہوجائے کہ میری زندگی میں صرف ایک ہفتہ باقی ہے اور آج بیوی مرجائے تو بھی میں نکاح کئے بغیر نہ رہوں"۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام میں بوڑھوں اور بڑھیوں کے بھی مجرد بیٹھنے کا دستور نہ رہا تھا۔ صحابہ اور صحابیات میں مجرد ہوتے ہی عورت و مرد بے تکلفانہ شادیاں کر لیا کرتے تھے۔

اس وقت اکیاون اکیاون ہزار کے مہر نہ تھے جو آسانی سے نقد دے سکے دیدیا اور نکاح کر لیا حال ہی میں ہم نے ایک شادی کا حال سنا صاحبزادے بمشکل پندرہ بیس ماہوار پیدا کرتے ہیں لیکن غریب کا مہر بندھا ہے اکیاون ہزار سات

دینار سرخ حالانکہ خود حضور کا مہر سوا سو روپیہ بنا رہا تھا اور حضرت خدیجہؓ لکھپتی تھیں عورت کی ہر مذہب نے تنقیص و مذمت کی اسلام نے اسے "لباس" کی طرح ضروری آرام دہ مفید اور باعث زینت و عزت قرار دیا اور صالح اور شریف بیوی کو حضورؐ نے دنیا کا سب سے بڑا خزانہ اور بڑی نعمت فرمایا۔

اولاد و دنیا داری کا اسلامی درجہ

اولاد کے جھنجھٹ میں پڑنا دیگر مذاہب نے اچھا نہ سمجھا ترک علائق کو سراہا اسلام نے اسے زینت حیات بتایا حضورؐ نے فرمایا بیٹے کی خوشبو جنت کی خوشبو ہے اور یہ صدقہ جاریہ میں سے ہے یہ بھی جتا دیا گیا کہ بری اور مذموم زندگی نہ گذارو اور صاف اور پرآسائش زندگی بسر کرو حسب حیثیت کھاؤ حسب حیثیت پہنو آرام سے رہو۔

جائز نعمتوں اور آرائشوں سے استفادہ کرو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ اللہ نے بندوں کے لئے جو نعمتیں اور تزئین و آسائش کی چیزیں پیدا کی ہیں انہیں حلال کس نے کیا ہے۔ یہ رہبانیت ترک دنیا تو خود انسانوں کی اپنی پیدا کردہ ہے ہم نے تو اسے جائز نہیں رکھا۔

خوب کماؤ خوب کھاؤ خوب پہنو، روپیہ جمع کرو تجارت کرو شادی کرو گھر میں بشاش رہو اللہ کی نعمتوں سے لطف اٹھاؤ البتہ جائز و ناجائز کی تمیز رکھو حیثیت سے باہر قدم نہ نکالو نمود و نمائش سے کام نہ لو فخر و غرور نہ کرو فضول روپیہ نہ اڑاؤ خود حضور نبی کریمؐ صاف و شفاف لباس پہنتے معطر رہتے کنگھا کرتے روزانہ سرمہ لگاتے تھوڑی دیر کے لئے بھی قیمتی سے قیمتی لباس پہنا ہے

حضرات علیؓ و حسینؓ کی زندگی تو نہایت شاہانہ تھی اہلبیت اور صحابہؓ کی عسرت و فاقہ کشی کے جو دردناک قصے کتابوں میں مرقوم ہیں وہ صحیح ہیں لیکن یہ اس وقت کے ہیں جبکہ مسلمانوں میں افلاس عام تھا بعد کو حالت بتدریج سنبھل گئی یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کے ہاتھ میں سونے کی چوڑی پہنچی اور حضرت فاطمہؓ کے گلے میں سونے کا ہار بھی پڑ گیا خود حضور عرب بھر کے بادشاہ ہو گئے تھے۔

الغرض حضور نبی کریمؐ نے جو تعلیم اور جو نمونہ پیش کیا وہ نہایت شاندار اور فطری نمونہ تھا دنیا اور آخرت دونوں کو ملا کر ایک کر دیا بلکہ دنیا میں پہلی مرتبہ دنیوی زندگی کی اہمیت و تقدیس پر روشنی ڈالی اور ہر حکم ایسا دیا جس سے دنیا کو راحت پہنچے۔

انسان کے لئے کھانا پہننا اور نکاح کرنا تین چیزیں نہایت ضروری ہیں غریب و امیر سب کے ساتھ یہ ضروریات لگی ہوئی ہیں ان فطری تقاضوں کو کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

طعام و لباس و نکاح کی تنظیم

انسان کو روٹی نہ ملیگی چوری کریگا بھیک مانگے گا یا مر جائے گا کپڑا نہ ملیگا تو یہی صورت پیش آئے گی نکاح نہ کریگا حرام کریگا صحت بھی تباہ ہوگی اور ایمان بھی برباد ہو جائے گا۔

کھانے کی خواہش بقائے زندگی کے لئے ہے پہننے کی ضرورت سردی و گرمی سے بچنے اور جسم کو محفوظ رکھنے کے لئے ہے نکاح کی ضرورت بقائے نسل کے لئے ہے یہ خواہشیں خود قدرت کی پیدا کی ہوئی ہیں جو کسی کے روکے رکی ہیں اور نہ رک سکتی ہیں رک سکتیں تو انسان کبھی خود کو تکالیف و محنت میں نہ ڈالتا کیوں رات دن محنت کرتا کیوں دوسروں کی خدمت کرتا کیوں اہل و عیال اور بال بچوں کے جھگڑے میں پڑ کر ہزار فکریں مول لیتا مکان بنواتا سو جتن کرتا۔

ان تینوں خواہشات کی مجبوری اور بیقراری ہی پر نظام عالم قائم ہے اور انہی سے دنیا کی رونق ہے یوں مر مر کر کوئی ضبط بھی کرلے مگر نقصان طرح طرح کا پہنچیگا انہی کی طرف سے مذاہب غیر نے بے اعتنائی کیا جہالت برتی اور اسلام نے انہی کو سنبھالا اور انہی کی رعایت کے پیش نظر احکام صادر کئے ان کے متعلق صرف حضور نبی کریم ہی نے بہترین نمونہ عمل پیش کیا اور اس کا اتباع بھی صلوٰۃ علی النبی ہی کا درجہ رکھتا ہے اسی طرح ان تینوں امور کے توازن کے ساتھ یہ اتباع نبوی نماز میں خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنا روزہ پوری شرائط کے ساتھ رکھنا۔

زکوٰۃ و صدقات کا ریا و منت و احسان کے جذبہ کے بغیر مخلصانہ دیتے رہنا اور حضور کے قدم بقدم چلنے کی سعی کرنا حقیقت میں بہت بڑا عمل اور عملی درود ہے جو یقیناً درودوں سے بھی زیادہ موثر اور خدا و رسول کی خوشنودی کا باعث ہو۔

درود شریف کی برکات

درود شریف کی آسمانی عظمت

درود شریف کے فضائل و برکات حد و شمار سے باہر ہیں یہ وہ عمل ہے جو خدائے قدوس بھی کرتا ہے اور اپنے بندوں کو جس کے کرنے کا حکم دیتا ہے تمام ملائکہ کا بھی یہی عمل ہے۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما یہ ہے شان ہمارے آقا و مولا حضور نبی کریمؐ کی اس کے پڑھنے سے انسان کے اندر ربانی اخلاق اور ملکوتی صفات پیدا ہوتے ہیں محبوبیت کا یہ انتہائی درجہ ہے محبوب کی تعریف و توصیف سے محب کو قدرتاً خوشی پیدا ہوتی ہے اور تعریف کرنے والے کی محبت سما جاتی ہے

خدائی محبت حاصل کرنے اور عظمت و ملکوتیت کے درجہ پر فائز ہونے کی یہ بہترین صورت ہے ذرا یہ شان و سعادت تو ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری کی روایت کے مطابق جو زیب اوراق نسائی ہے جو ایک بار حضور پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے اور جو ایک سلام بھیجتا ہے اس پر اللہ کی طرف سے دس سلام بھیجے جاتے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جو مسلمان ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر نہ صرف دس بار درود بھیجتا ہے بلکہ اس کے دس درجے بھی بلند کرتا ہے اور اس کی دس خطائیں محو کر کے اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں درج کر دیتا ہے۔ حضرت حیدر کرارؓ فرمایا کرتے تھے کہ یاد الٰہی میں ہرج پڑنے کا اندیشہ رہتا ہے ورنہ میں تو تقریباً زندگی کے لئے درود ہی پڑھا کرتا کیونکہ میں نے خود حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت جبریلؑ نے خدا کی طرف سے انہیں یہ پیغام پہنچایا کہ جو کوئی دس مرتبہ آپ پر درود بھیجیگا وہ میری ناخوشی و ناراضمندی سے محفوظ ہو جائے گا۔

حضرت ابوذرؓ جو بڑے خدا پرست اور فقر دوست و عابد صحابی گذرے ہیں انہیں حضورؐ نے تاکید فرمائی تھی کہ درود شریف کا ورد کئے بغیر کسی رات بھی نہ سونا۔

بنی اسرائیل میں ایک بڑا گنہگار شخص مر گیا لوگوں نے اسی وجہ سے اسے غسل نہ دیا حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا تم جا کر اسے غسل کراؤ اور اس کی نماز پڑھاؤ کہ ہم نے اسے بخش دیا مغفرت اس بناء پر کہ ایک روز اس نے توراۃ کھولی اور اس میں ہمارے محبوب

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام دیکھکر درود پڑھا جس کی برکت ہماری خوشنودی اور اس کی نجات کا باعث بن گئی۔

برکت درود سے ماں کو فوری صحت

حضرت سفیان ثوریؒ نے سفر حج میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہر قدم پر برابر درود شریف پڑھتا چلا جاتا ہے اس سے اس کثرت درود کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ ایک دفعہ سفر حج میں میری ماں بھی ساتھ تھی آتے ہوئے جب ہم بیت اللہ شریف پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ دفعتہً علیل ہوئی منہ سیاہ اور شکم متورم ہو گیا میں نے مضطرب ہو کر بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ پروردگار اپنے گھر بلا کر مہمان کو ایسی مصیبت و اذیت میں گرفتار کر رہا ہے۔

آن کی آن میں ایک ٹکڑا ابر آسمان پر نمودار ہو کر سر پر آگیا جس میں سے ایک سفید پوش برآمد ہو کر ماں کے منہ اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا فوری صحت ہو گئی میں نے دامن پکڑ کر پوچھا فرمایا میں تمہارا نبی ہوں، محمد میرا نام ہے تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ درود شریف پڑھتے رہنا۔

گنہگار بخشدیا گیا

حضرت ابوحفص عمر بن حسین سمرقندی کا بیان ہے کہ انہوں نے عرفات اور منا کے مابین ایک شخص کو صرف درود شریف پڑھتے ہوئے دیکھکر اس کا سبب جو پوچھا تو بولا کہ میرا باپ غضب کا سود خوار اور بے رحم تھا جس کی موت پر میں نے اس کا منہ دیکھا گدھے جیسا تھا۔ بہت رنج ہوا رقت طاری ہوئی روتا ہوا سو گیا خواب میں حضور نبی کریم نے تشریف لاکر تسلی دی اور فرمایا ہم نے تیرا غم دور کر دیا اب جو باپ کا چہرہ دیکھتا ہوں تو ماہ شب چہاردہم کی طرح روشن تھا بے اختیار گرا اور قدم پکڑ لئے ارشاد ہوا تیرا باپ سود خوار تھا جن کا یہی انجام ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی اتنی خوبی تھی کہ وہ روزانہ سوتے وقت سو بار درود شریف ضرور پڑھ لیا کرتا تھا جب مرنے پر اس کا چہرہ بگڑا تو اس فرشتے نے جو اعمال امت مجھ سے بیان کرنے پر مامور ہے آکر اس کا حال سنایا میں نے اسی وقت بارگاہ الٰہی میں اس کے لئے دعا کی جو قبول ہوئی اور وہ درود شریف کی برکت اور میری سفارش سے بخشدیا گیا۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی بیداری کے عالم میں بھی ہاتف غیبی کی آواز سنی کہ یہ محض درود شریف کی برکت تھی جس نے تیرے باپ کو عذاب الیم سے بچا لیا جب سے عہد کر لیا ہے کسی حالت اور کسی جگہ بھی درود و سلام کو نہ چھوڑوں گا۔

قبر میں درود شریف کی اعانت

ایک شخص تھا جو بڑی غافلانہ زندگی بسر کر رہا تھا بڑا گنہگار بھی تھا مگر درود شریف روز پڑھ لیتا تھا مر گیا کسی نے اس شخص کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ مرنے کے بعد تجھ پر کیا گذری۔ بولا میں منکر نکیر کے سوالات سے عاجز ہو کر بہت سہما سہما اور پریشان ہو گیا تھا کہ دفعتہً ایک سفید پوش بزرگ نے نمودار ہو کر مجھے سکھایا کہ کیا جواب دیا جائے میں نے اس مصیبت سے بچکر نام پوچھا تو کہا میں تیرا درود ہوں اور مجھے حکم ہے کہ قیامت تک تیرے پاس رہکر ہر مصیبت میں تیری امداد کروں اور تجھے راحت پہنچاتا رہوں۔

درود کے ثواب سے مردوں کی مغفرت

ایک عورت نے اپنی بیٹی کو خواب میں دیکھا کہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری سے جو ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ صدقہ دے لیکن اسی شب کو خود خواجہ نے خواب میں اسے دیکھا کہ ایک کلف تخت پر تاج بر سر شاداں بیٹھی ہوئی ہے فرمایا تیری ماں نے تو خلاف بیان کیا تھا بولی اس نے سچ کہا تھا میں ہی نہیں ہم ستر افراد اسی قبرستان کے اندر عذاب الیم میں گرفتار تھے کہ ایک خدا کا بندہ ادھر سے گذرا جس نے درود شریف پڑھکر اس کا ثواب ہمیں بخشدیا جس کی برکت سے خدائے برتر و توانا نے ہمیں اس عذاب سے نجات بخشی اور وہ درجہ عطا فرمایا جو آپ اس وقت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ حضرت محمد بن سعید مطرف رحمہ کا بیان ہے کہ میں خواب کے وقت چند بار درود شریف پڑھ لیا کرتا تھا ایک روز خواب میں حضور نبی کریم کو دیکھا کہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اپنا یہ منہ آگے لا تاکہ میں اسے چوم لوں کہ تو اسی سے درود پڑھتا ہے میں نے اپنا منہ تو اس قابل نہ سمجھا مگر ادب کے خیال سے اپنا رخسارہ سامنے کر دیا جس پر آپ نے بوسہ دیا۔ بیدار ہو کر کیا دیکھتا ہوں کہ تمام گھر مشک و عنبر کی خوشبوؤں سے مہک رہا ہے، آٹھ روز تک میرے رخسارے سے برابر خوشبو نکلتی رہی۔

درود کی برکت سے زندگی میں بشارت مغفرت

تذکرہ غوثیہ میں لکھا ہے کہ ایک صاحب کی عادت تھی کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد روزانہ سو مرتبہ ضرور درود شریف پڑھ لیا کرتے تھے کوئی کام چھوٹ جائے کوئی حالت ہو کوئی مجبوری ہو مگر درود کبھی ناغہ نہ کرتے اور بڑے ذوق و شوق اور بڑے اہتمام سے پڑھتے، ویسے اعمال کچھ اچھے نہ تھے مگر درود شریف سے عشق تھا راحت ملتی تھی آخر وہ وقت بھی آگیا جو سب کے لئے مقرر ہے۔ درود شریف زبان پر جاری تھا بہت سے لوگ بیٹھے تھے جنہوں نے برای العین دیکھا کہ ایک سبز اور معنبر رومال اوپر سے نازل ہو کر ان صاحب کے ہاتھوں میں آگیا اٹھا کر دیکھا سونگھا مسکرائے اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی

اس رومال پر انہیں مغفرت و نجات کی بشارت دی گئی تھی جسے تمام حاضرین نے دیکھا پڑھا اور بہت متاثر ہوئے اس رومال کو بھی ان کے سینہ پر رکھکر انہی کیساتھ قبر میں دفن کر دیا گیا مرنے کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ بیش بہا سندس و برق لباس پہنے ہوئے جنت میں ٹہل رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ سب اسی درود شریف کی برکت ہے جو میں ہر شب میں سو مرتبہ پڑھ لیا کرتا تھا یہ اسی ذوق شوق کا ثمرہ تھا کہ مرنے سے پیشتر ہی مجھے جنت و مغفرت کی بشارت مل گئی اور اسے دیکھتے ہی دم نکل گیا۔

گورنر بصرہ اور درود شریف

حضرت رابعہ بصری جب پیدا ہوئی ہیں گھر میں چراغ کے لئے تیل بھی نہ تھا اسی روز افسوس و غم میں ان کے باپ سو گئے تھے۔ خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم فرما رہے ہیں غم نہ کرو تمہاری بچی خدا کی محبوب اور بلند پایہ ولی ہوگی صبح اٹھکر گورنر بصرہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ روز ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے اس مرتبہ ایسے غافل ہوئے کہ شب جمعہ صاف گذار دی۔ یہ معمولی آدمی تھے ڈرتے ڈرتے گئے اور یہ پیغام دیا تو گورنر پر یکبارگی رقت طاری ہوگئی بات صحیح تھی کسی کو علم نہ تھا اسی وقت ہزار دینار سرخ نکال کر ان کے حوالے کئے اسی روز سے غریبی دور ہوگئی۔

حضرت قطب الاقطاب اور درود شریف

حضرت قطب الاقطاب

صاحب بھی روزانہ شب کو تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے جس روز عادی ہوئی ہے اس شب کو ناغہ ہو گیا۔ دیکھا کہ حضور نبی کریم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں قطب الاقطاب یہ کیا ہوا کہ ہماری طرف سے تغافل ہو گیا اور ہوئی ملنے کی خوشی میں ایسی سرشاری طاری ہوئی کہ ہمیں ہی فراموش کر دیا اور ورد بھلا دیا۔ آنکھ جو کھلی تو حالت ہی اور تھی توبہ کرتے معافی مانگتے رہے اور اپنی غفلت پر استغفار پڑھتے تھے دل کی دنیا بدل چکی تھی عشق حقیقی کا غلبہ ہو گیا دنیا کی ہر چیز ہی اور سب کچھ چھوڑ کر چل دیے۔ عبادات میں انہماک بڑھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا اور منتہائے کمال کو پہنچے۔

درود شریف نے مالا مال کر دیا

جذب القلوب میں درج ہے کہ کسی مرد صالح پر تین ہزار دینار قرض ہو گئے تھے وہ سخت پریشان تھے دعویٰ ہو گیا قاضی نے ادائیگی کے لیے بمشکل ایک ماہ کی مہلت عطا کی۔ ہر چند سعی کی مگر کوئی انتظام نہ کر سکے جب ہر طرف سے ناامیدی ہو گئی تو درود شریف کا وظیفہ شروع کر دیا۔ دن گزرتے جاتے تھے مگر یہ برابر جوش کے ساتھ درود شریف پڑھنے میں مشغول تھے اور تمام ظاہری کا رشتہ منقطع کر دیا تھا چند روز کے بعد کہ ادائیگی کی تاریخ میں دو روز ہی باقی رہ گئے تھے اور قید ہو جانے میں کوئی شبہ باقی نہ رہا تھا خواب میں دیکھا کہ آقائے دو جہان حضور نبی کریم فرماتے ہیں۔ تم علی بن عیسیٰ وزیر اعظم سلطنت عباسیہ کے دربار میں میری طرف سے پیغام پہنچا دو کہ وہ تمہیں تین ہزار دینار عطا کر دے۔ بیدار ہوئے تو سوچا کہ کجا سلطنت عالیہ عباسیہ کا وزیر اعظم اور کجا میں غریب و تہیدست اگر پہنچ بھی گیا اور کہا بھی تو میں اپنی صداقت کا ثبوت ہی کیا پیش کر سکوں گا چنانچہ نہ گئے۔

دوسری شب کو پھر خواب میں دیکھا پھر بھی نہ گئے تیسری رات دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں تو مطلوب ڈرتا ہے وہ فوراً ادا کر دے گا اگر تجھے دلیل صداقت ہی کی ضرورت ہے تو کہہ دینا کہ آپ ہر روز بعد نماز فجر طلوع آفتاب سے پیشتر پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے ہیں جس کا علم آپ کے سوا کسی کو نہیں لیکن مجھے حضور نبی کریم ہی نے آگاہ فرمایا چنانچہ گئے یہی کہکر تین ہزار طلب کئے وزیر اعظم بہت خوش ہوا اس پیغام کو اپنی سعادت سمجھ کر بجائے تین ہزار کے نو ہزار اشرفیاں عطا کیں۔ اور کہا تین ہزار سے قرض ادا کر دو تین ہزار اپنے عیال کے خرچ کے لئے رکھو اور تین ہزار اشرفیوں سے کوئی کاروبار تجارت شروع کر دو اس کے بعد بھی جب کبھی ضرورت ہو بے تکلف مجھ سے آ کر لے لیا کرو اور مجھ سے ملتے رہو۔

درود شریف کیا پڑھا ابواب رحمت و برکات وا ہو گئے قاضی کے پاس جو رقم جا کر دی تو پوچھا تیرے پاس تو کچھ تھا ہی نہیں اب یہ رقم کہاں سے آئی مرد صالح نے تمام واقعہ من و عن سنا دیا جسے سنکر قاضی صاحب اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے رقم ہرگز نہ لی اور فرمایا کہ میں اپنے پاس سے ادا کئے دیتا ہوں۔

دائن عدالت ہی میں کھڑا تھا یہ حالات سنکر بولا کہ مجھے اس خصوص میں وزیر اعظم اور آپ دونوں سے زیادہ استحقاق حاصل ہے میں اپنا قرض چھوڑتا ہوں قاضی نے فرمایا جو رقم میں دے چکا اب وہ واپس نہیں لے سکتا لہذا میں یہ رقم اسی کو بخشتا ہوں اس طرح درود شریف کے وظیفہ کی برکت نے اسے مالا مال کر دیا یا تو یہ حالت تھی کہ کوڑی پاس نہ تھی یا آن کی آن میں مجھینی بن گیا کثیر دولت گھر لیکر آیا تجارت شروع کی وہ بھی خوب چمکی یہ کوئی وضعی یا مبالغہ آمیز بیان نہیں سچا اور تاریخی واقعہ

ہے یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جو کام کسی طرح انجام پذیر نہیں ہوتے درود شریف کی برکت سے پورے ہو جاتے ہیں اور تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

جو وظیفہ آقائے حقیقی پڑھتا ہو اس کے فرشتے ہوں اس کے انبیاء اولیاء اور پڑھتے پڑھتے رہے ہوں اس کی عظمت و تاثیر کا کیا ٹھکانا ہو سکتا ہے خدا کو خوش کرکے حاجت پوری کرا لینے کا ذریعہ اس سے بہتر اور اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے محبوب پر درود بھیجا جائے اور اسے وظیفہ بنا لیا جائے۔

یہ کوئی ناقابل فہم امر نہیں ایسی چیز ہے جو عام عقول انسانی میں بھی سما سکتی ہے لوگ حاجات کی تکمیل کے لئے بڑے بڑے وظائف پڑھتے ہیں اور بڑی ریاضتیں کرتے ہیں اگر وہ صدق دل اور جوش محبت سے درود شریف کا وظیفہ پڑھیں تو انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ناکامی نہ ہو بہت سے مسلمان بیروزگاری سے پریشان ہیں اگر وہ پریشانی اور بیروزگاری کے دور ہونے کے لئے درود شریف کا وظیفہ شروع کر دیں اس طرح کہ صوم و صلوٰۃ کی پابندی رہے زبان سب بغض اور غیبت سے اس دوران میں آلودہ نہ ہو اور قلب کو کینہ و عناد سے پاک کر لیا جائے۔

کوئی لقمہ ناجائز کمائی کا منہ کے اندر نہ جانے پائے تو ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ صد فی صد کامیابی حاصل ہو اور کبھی ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ باور کیجئے کہ مغفرت خوشنودی رب قدیر اور پریشانیوں اور فکروں کے رفع کے لئے تنہا ایک یہ وظیفہ ہزار وظائف کی ایک وظیفہ ہے۔

درود پر رسول کریم کی نظر کرم

حضرت محمد بن یحییٰ کرمانی کا بیان ہے کہ ایک روز ہم لوگ ابو علی بن شاذان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعتاً ایک شخص سامنے سے آتا ہوا نمودار ہوا جو بالکل اجنبی تھا کوئی اسے نہ پہچانتا تھا وضع و اطوار سے بھی معمولی درجہ کا انسان معلوم ہوتا تھا۔ اس نے آتے ہی سلام کیا اور پوچھا کہ آپ اصحاب میں سے ابو علی بن شاذان کون بزرگ ہیں ہم لوگوں نے اشارہ سے بتا دیا جس پر بولا۔ میں حضور نبی کریم کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں جنہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان کے پاس جا کر میرا سلام پہنچا صرف اسی غرض سے میں حاضر ہوا تھا۔

اتنا سننا تھا کہ ابو علی شاذان پر رقت طاری ہو گئی اتنا روئے کہ ہچکی بندھ گئی پھر کہا کہ میرا تو کوئی عمل اس عنایت کے قابل نہیں صرف اتنی بات ہے کہ میں جب حدیث شریف پڑھتا ہوں ٹھہر ٹھہر کر اور ادب سے پڑھتا ہوں اور اس میں جہاں اور جب حضور نبی کریم کا نام آتا ہے تو درود شریف کی تکرار کرتا ہوں اور بعض اوقات کثرت کے ساتھ پڑھتا رہتا ہوں۔

ابو علی پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ ان پر عاشقانہ حالت طاری ہو گئی سرشاری کے ساتھ درود شریف پڑھنے لگے اور یہی ذوق شوق دو ماہ ہی میں انکی جان لے گیا۔

لسانی اور عملی درود کی اہمیت

ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رہے کہ جو شخص آپ کا نام پاک یا ذکر سنکر درود شریف نہیں بھیجتا وہ دوزخی ہے اور خدا کے غضب کا شکار بنتا ہے دوسرے درود کے ساتھ سلام بھی ضروری ہے "وسلم" بھی ضرور ساتھ کہنا چاہیئے۔

یوں تو درود شریف پڑھنا ہر حالت میں ضروری ہے لیکن بہترین صورت

یہی ہے کہ درود شریف ہوتے وقت پڑھا جائے کہ اس سے اس کی تاثیرات اور برکات ہزار گونہ بڑھ جاتی ہیں اور اگر زبان کے ساتھ دل ہی شروع کر دیا جائے اور حضور کو حضور نبی کریم کے سانچے میں ڈھال لیا جائے اور عملی درود شریف ہے تو انسان میں ملکوتیت پیدا ہو جائے اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ آج ہی انسان سب کچھ ہو جائے لیکن یہ بہرکیف ضروری امر ہے کہ انسانی تدریجی سعی و جہد کا آغاز ضرور کر دیا جائے۔

آل رسولؐ کے کارنامے

خواتین دودمان رسالت

صاحبزادیوں کی سیرت کا اجمالی خاکہ پیش کیا جا چکا ہے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ نہایت نیک سیرت اور خلاق عورات میں لاثانی تھیں شوہر کی فرمانبردار تھیں عبادت ذوق و شوق کے ساتھ کرتی تھیں میاں بیوی میں عاشقانہ محبت تھی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کو شوہر کے ساتھ تین مرتبہ ہجرت کرنی پڑی حضرت عثمانؓ کے ساتھ جاں نثارانہ محبت رکھتی تھیں اتنی متحمل کہ بڑی بڑی تکالیف نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیں نہایت خلیق و خوش مزاج تھیں والہانہ محویت سے عبادت کرتی تھیں سنجھلی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ بھی حسن صورت و سیرت میں بہت ممتاز اور شوہر کی عاشق و فرمانبردار تھیں جن سے عقد ثانی ہوا تھا شوہر کے یہاں اس طرح بسر کی جس طرح پھول چمن میں رہتا ہے نبی زادی ہونے کے باوجود اطاعت شوہر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تلاوت قرآن میں زیادہ انہماک تھا بہت متقی اور پرہیزگار خاتون تھیں چھوٹی اور محبوب و لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؓ تھیں جن کی زندگی خواتین عالم کے لئے نمونہ کی زندگی ہے حضور نبی کریم کی تمام محبت و شفقت کا مرکز بنی رہیں علم و فضل میں بھی آپ امتیازی شان رکھتی تھیں احادیث کا بھی کافی ذخیرہ آپ کے حافظہ میں محفوظ تھا لیکن بربنائے احتیاط روایت کم کرتی تھیں پھر بھی آپ سے اٹھارہ روایات منقول ہیں جن میں بڑے بڑے صحابہ نے آپ سے روایت کیا ہے خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت ام رافعؓ اور حضرت انسؓ وہ بزرگ ہیں جنہیں آپ سے روایت کا شرف حاصل ہے۔

بہت بڑی فقیہہ بھی تھیں اور دینی مسائل میں خاص امتیاز حاصل تھا اہلبیت میں بھی آپ کو خاص اور مرکزی درجہ حاصل ہے سیرت و صورت میں جواب نہ رکھتی تھیں حضرت امامہؓ بنت حضرت زینب حضورؐ کی نواسی تھیں اور آغوش نبوت میں تربیت پانے کی وجہ عظمت و بلندی مرتبت میں ممتاز تھیں حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقد میں آئیں اور زندگی بھر رفیقہ بنی رہیں۔

حضرتؓ کے وصال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق حضرت مغیرہ بن نوفلؓ نے نکاح کر لیا حضرت معاویہؓ نے آپ کو پیغام دیا تھا لیکن آپ نے اتنی بڑی سلطنت کے مالک کو درخور التفات نہ سمجھا مسلمان دیکھیں اور غور کریں کہ حضورؐ کی یہ محترم نواسی خلیفہ وقت کی ملکہ بننے کے باوجود بھی بیوہ اور مجرد رہنا گوارا نہیں کرتیں اور عدت ختم ہوتے ہی اپنا عقد ثانی کر لیتی ہیں حالانکہ اس وقت سن مبارک کم و بیش چالیس سال کا تھا آج کوئی مسلمان عورت اس عمر میں اور اس حالت میں کہ ملکہ عالم یا رئیسہ وقت کی زندگی بسر کر رہی ہو شادی کرلے تو سو طعنے دیئے جائیں۔

اس عہد میں جو بیوائیں عقد نہیں کرتیں انہیں بہت پاکباز سمجھا جاتا ہے اور تعریف کی جاتی ہے کہ بہت شریف ہے اپنا ایمان اور شوہر کی آبرو لئے بیٹھی ہے اللہ سے لو لگا لی ہے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت امامہؓ سے زیادہ پاکباز و متقی خاتون زمانہ پیدا نہیں کر سکتا اگر اسلام میں بیوہ بیٹھنا کوئی عظمت کی بات ہوتی تو امامہؓ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں یہ تجرد و بیوگی کو مستحسن سمجھنے اور شرافت کہنے کی رسم مشرکان ہند سے اخذ کی ہوئی ہے جس پر عمل گناہ اور جس پر اصرار اور جس کی تعریف سلب ایمان کا باعث بن جاتی ہے۔

حضرت امامہؓ خلق و مروت، زہد و اتقا اور ذوق عبادت میں ممتاز درجہ رکھتی تھیں خاندان عالیہ نبوت ہی کی ایک اور خاتون حضرت سکینہؓ جو نواسی تھیں اپنے زمانہ میں باعتبار علم و فضل اتنی مقتدر اور اس درجہ متبحر تھیں کہ مردوں میں بھی کوئی ان کا حریف نہ ہو سکتا سب کو ان کے علمی کمالات و شرف یکتائی کا اعتراف تھا۔

سادات کرامؓ میں ہر عہد اور ہر زمانہ میں بڑی بڑی ذی رتبہ اور ذی علم خواتین پیدا ہوتی رہیں ولایت کے درجہ پر فائز ہوئیں عرفانی کمالات دکھائے مگر ان کے تذکار کے لئے نہ یہ وقت ہے اور نہ اس کے لئے گنجائش ہے اگر زندگی باقی ہے تو کسی فرصت میں اس موضوع جلیل پر خامہ فرسائی کا شرف حاصل کریں گے۔

آل رسولؐ کا شرف یکتائی

حضرت حسنؓ کے کارنامہ ہائے زندگی کا آغاز عہد عثمانیؓ سے ہوتا ہے جوان ہوتے ہی طبرستان کی مہم میں شرکت کی اور بڑے جوش و جلادت کے ساتھ لڑے قصر خلافت کے محاصرہ کے وقت بھی آپ اور آپ کے بھائی دونوں حفاظت پر مامور تھے جنگ ہائے جمل و صفین میں دونوں انتہائی ہمت و شجاعت کے ساتھ مقابلے کرتے رہے۔

آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے سرحد ہند سے لیکر افریقہ تک پھیلی ہوئی عظیم الشان سلطنت کو اقتدار و عظمت کے باوجود محض فرزندان توحید کی صلح و اتفاق کے لئے ترک کر دیا دنیا میں باپ اور اپنے حریف کے حق میں آجتک کسی ایک فرد نے بھی سلطنت تو بہر بڑی چیز ہے معمولی جائداد بھی چھوڑنی گوارا نہ کی کٹ مرے خون کے دریا بہا دیئے ہزارہا لاکھوں کٹوا دیئے مگر کسی نے ہوشتی زمین کا ایک چپہ بھی کسی کو نہ دیا اور کھلی آنکھوں یہ نہ دیکھا کہ دوسرا اس کے علاقے میں دندناتا ہے۔ حضرت حسنؓ نبیرہ رسول اکرم تھے مسلمانان عالم کے محبوب خلیفہ تھے لاکھوں انسان آپ کے ایک اشارہ چشم و ابرو پر جان و مال قربان کرنے کیلئے تیار تھے اس کے باوجود محض اس خیال سے کہ مسلمانوں کے مابین جنگ و جدال کی مصیبت برپا نہ رہے ان کا خون مفت میں ضائع نہ ہو آپ حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے یہ بھی نہ تھا کہ آپ کو سلطنت و جہانداری سے تنفر ہو۔

بڑے طمطراق و شان سے امیرانہ زندگی بسر کرنے والے بزرگ تھے عیش اور پورے عیش کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے بکثرت شادیاں کیں معطر رہتے دستبرداری کے بعد بھی امیرانہ شان رہی اور امیرانہ شان ہی سے زندگی بسر کی اس شان کے بزرگ کا سلطنت سے دستبردار ہو جانا فی الواقع تاریخ اسلام کا ایک استثنائی واقعہ ہے یہ کام ایک فرزند رسول ہی کر سکتا تھا کیا اور دنیا کو متحیر بنا دیا۔

علم و فضل میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ مسند افتاء پر فائز رہے خطابت و شاعری میں کمال حاصل تھا فصاحت و بلاغت میں اپنی نظیر آپ تھے عبادات و طاعات میں بھی خاص انہماک تھا نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک مصلے ہی پر رہتے تھے چاشت کی نماز پڑھ کر حضرات امہات المومنین کے سلام کے لئے جاتے تھے اپنے اوقات کا زیادہ حصہ عبادت ہی میں گذارتے سوتے وقت سورہ کہف روزانہ پڑھتے تھے۔ دو تین بار پیادہ حج کئے فیاضی اور سیر چشمی کا یہ عالم تھا کہ تین مرتبہ اپنا پورا نصف مال اللہ کی راہ میں لٹا دیا اور اس طرح دیا کہ جوتوں میں سے ایک جوتا بھی دیدیا۔ ایک دفعہ سن لیا کہ کوئی شخص کہیں بیٹھا ہوا دس ہزار کے لئے دعا کر رہا ہے فوراً گھر گئے اور دس ہزار درہم لاکر اسے دیدیئے۔

مدینہ منورہ میں شہرت تھی کہ حضرت حسنؓ سے بڑھکر کوئی فیاض نہیں ایک شخص نے مدینہ آکر زاد راہ اور سواری کے لئے سوال کیا لوگوں نے بتایا کہ حضرت حسنؓ سے زیادہ کوئی فیاض نہیں۔ حضرت علیؓ کا عقاد تھی مگر ضرورت لے گئی فوراً انتظام کر دیا۔ لوگوں نے یاد دلایا کہ یہ آپ کے والد گرامی کے دشمنوں میں تھا فرمایا ہوا کرے مجھے تو اپنی آبرو کا تحفظ ضروری تھا۔

ایک دفعہ ایک باغ کی طرف سے گذرتے ہوئے دیکھا کہ ایک غلام روٹی لئے ہوئے ہے سامنے ایک کتا بیٹھا ہوا ہے ایک لقمہ آپ کھاتا ہے ایک کتے کو ڈالدیتا ہے دیکھتے دیکھتے پوری ایک روٹی اسے کھلادی۔ آپ نے فرمایا اس کتے کو دھتکار کیوں نہیں دیتا بولا کہ میری آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے حجاب آتا ہے یہ فرما کر چلے گئے کہ جب تک واپس نہ آؤں یہاں موجود رہنا۔ آبان بن عثمان کے پاس گئے باغ اور غلام دونوں خرید لئے واپس آکر کہا کہ میں نے باغ اور تم دونوں کو خرید لیا تمہیں آزاد کر کے یہ باغ تمہارے نام ہبہ کرتا ہوں۔

ساتھ ہی نہایت ہی خوش خلق اور خوش مزاج بھی تھے اپنا کام چھوڑ کر بھی دوسروں کے کام کر دیتے تھے ایک دفعہ اعتکاف کے دائرہ سے نکل کر حاجت روائی کی۔ ایک دفعہ طواف کعبہ چھوڑ کر دوسرے کے کام کے لئے چلدیئے۔

انتہائی متحمل مزاج تھے کہ اشرار بنو امیہ نے بعض دفعہ رو در رو بد کلامی کی ہے لیکن آپ خاموش رہے یہی وجہ تھی کہ مروان جیسا دشمن بھی رو رہا تھا جب آپ کا جنازہ جا رہا تھا۔

آل رسولؐ کے حیرت آفریں عمل

حضرت حسینؓ کے متعلق اتنا ہی واضح کر دینا ضروری ہے کہ حق کے مقابلہ میں کسی طاقت اور کسی نقصان کی کبھی پرواہ نہ کی امیر معاویہؓ نے یزید کی بیعت کے لئے ہر چند زور دیا مگر راضی نہ ہوئے۔ پھر یزید کے حکم پر بھی اس کی بیعت نہ کی میدان کربلا میں تمام محبوبات عالم کی قربانی کر دی انتہائی سے انتہائی تکالیف برداشت کیں اپنے دوستوں کو رفیقوں کو بھائیوں کو بھتیجوں کو بھانجوں کو جگر پاروں کو کٹوا دیا خود کٹ گئے لٹ گئے پانی کے قطرے قطرے کو ترس گئے مگر باطل کے سامنے سر نہ جھکایا۔

حضرت حسنؓ نے جس ایثار اور صلح جوئی اور خونریزی مسلمین سے اجتناب کر کے خلافت سے دستبرداری دی نہ دنیا میں اس کی کوئی مثال موجود ہے اور نہ حضرت حسینؓ کے صبر و استقلال اور قربانی کی کوئی مثال دنیا پیش کر سکی اور نہ کر سکیگی اخلاقی و انسانی خوبیوں میں بھی شرف یکتائی کے حامل تھے۔

حضور غوث اعظمؓ کو دیکھئے کہ کس ممنوع و مصیبت پڑھ کر اور کتنی کوہ کندنی کر کے کمال حاصل کیا ایک یتیم بچہ کا گھر سے تین سو میل دور رہ کر اور مسلسل سات سال بیوہ ماں سے جدا رہ کر اور جنگل کی گھاسوں اور پتوں سے پیٹ بھر کر تعلیم حاصل کرنا اور مسند غوثیت پر فائز ہو کر اصلاح امت کا رشتہ سنبھالنا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر نایاب ہے۔

حضور غوث اعظمؓ کے والد گرامی سید محمد صالحؒ نے تین روز کی فاقہ کشی سے مجبور ہو کر سامنے دریا میں بہتا ہوا ایک سیب نکال کر کھا لیا پھر خیال آیا کہ اس کا کھانا میرے لئے حلال نہ تھا مالک باغ کی تلاش میں نکلے اور اسے معاف کرانے کے لئے بارہ سال خدمت کرنا منظور کی۔

اس مدت کے انقضاء کے بعد جب مالک باغ نے کہا کہ ایک شرط اور منظور کرو تو معاف کردوں گا اور وہ یہ کہ میری ایک لولی لنگڑی اور اندھی بہری لڑکی ہے اس سے عقد کرلو تو اسے بھی دل پر صبر کر کے منظور کر لیا جب شب زفاف میں دیکھا کہ دلہن تو خلاف معمول چندے آفتاب و چندے ماہتاب ہے اور تندرست ہے تو غلط فہمی ہو گئی تو قریب نہ گئے۔

اور رات بھر مصلے بچھا کر نماز پڑھتے رہے جب اطمینان ہو گیا اس وقت ہاتھ لگایا اس خدا ترسی اس اتقاء اور اس احتیاط کی مثال سادات کے سوا کہیں مل سکتی ہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ چشتی نے ارض ہند میں پہنچ کر کفر کی بستیاں اجاڑ دیں تن تنہا فسق و کفر کی راجدھانی میں آ بیٹھے اور راج اور جادوگر جیسی خوفناک طاقتوں کا مقابلہ کر کے انہیں مغلوب بنا کے ہندوستان میں اسلام کا بول بالا کیا۔

آل رسولؐ کے فضائل و محامد

آل رسولؐ یا سادات کرام کے کارناموں سے گنبد افلاک پڑا گونج رہا ہے یہ جہاں رہے صدر نشین مسند علم و فضل رہے اخلاق و سیر چشمی میں ان کا کوئی حریف نہ بن سکا نامور عارفین و کاملین وابلیاء ان میں پیدا ہوتے رہے گو آجکل دور زمانہ سے ان کی وہ حالتیں نہ رہیں پھر بھی امتیازی شان جس حالت میں بھی ہے باقی ہے۔

سادات بارہہ، سادات بلگرام، سادات کالپی اور سادات مارہرہ وغیرہ کے علمی تبحر اخلاقی عظمت اور دینی سربلندی و تقدس کے قصے زبان زد عوام و خواص ہیں۔ حاجت روائی مخلوق میں مشہور رہے ہیں اور کیوں نہ رہیں کہ ان کی مبارک رگوں میں خون نبوت دوڑ رہا ہے۔

زیادہ تصریحات کا وقت نہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے کارنامہ ہائے عمل نہایت شاندار رہیں ان کی زندگی کی یہ خصوصیات رہیں کہ بیک وقت عارف بھی تھے متقی بھی تھے عابد بھی تھے مجاہد بھی تھے۔ دین و دنیا کے امتزاج کا انہوں نے بہترین نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا یہ جو کر گئے کوئی نہ کر سکا یہی وجہ ہے اور انہی محاسن کی وجہ سے ان پر درود پڑھنا لازمی ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ آل رسول اور سادات کرام کے ادب و احترام کو لازمی فریضہ سمجھے۔

آفتاب رسالت

از علامہ رفیق طبند شہری پیارے نبی کے حالات یوں تو بہت لوگوں نے لکھے ہیں لیکن اس کتاب کی بات ہی کچھ اور ہے یہ ۶۰۰ صفحہ کی کتاب دو حصہ میں ہے اس میں رسول کریم کے ہر برس کے حالات ہیں تاکہ سب کے خصائل کا صحیح اندازہ ہو جائے اس کے بعد رسول خدا کے مکمل حالات ازپیدایش تا وفات ہیں آپکا اتباع ہمارے لئے فرض ہے تو ہم کو رسول کریم کی طرف کو اپنی شمع راہ بنانی چاہئیے اس لئے اس کو پڑھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے قیمت ہر دو حصہ بارہ آنے محصول ۹

عرب کا چاند

۲۲۴ صفحات از سوامی لکشمن جی مہاراج۔ سرور عالم کی سوانحات مستند و غیر مسلم بہا ہوں نے لکھی ہیں۔ لیکن جو والہانہ انداز سوامی جی کا ہے کسی مصنف کا نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے مقدس حالات نے سوامی جی کو مسحور کر دیا ہے۔ مثلاً ان محمد کے لکھے ہوئے حالات تو ہوتے ہی ہیں۔ یہ سری کرشن کے داس کی لکھی ہوئی کتاب ہے جس سے حضور کی مقدس زندگی کا اندازہ ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو جس کو کفار نے بھی الامین کہا تو پھر ہر غیر مسلم طلب الشان ہوگا قیمت عہ محصول ڈاک ۸

آمنہ کا لعل

یا عورتوں کا میلاد نامہ علامہ راشد الخیری مرحوم کی لکھی ہوئی کتاب عورتوں کے مجالس میلاد کے لئے اس سے بہتر کتاب آج تک نہیں لکھی گئی جس سے ہر طبقہ کی عورت متاثر و مسرور ہو علامہ راشد الخیری کا لٹریچر جتنا موثر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ مولانا نے اس کتاب کا ایک لفظ بھی بے وضو نہیں لکھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ میلاد نامہ ہندوستان کے ہر گوشہ میں پہنچ گیا اور جو لٹریچر کی خوبی کے تاریخی لحاظ سے بھی یہ میلاد نامہ بڑے اونچے پایہ کا ہے قیمت ایک روپیہ محصول ڈاک ۵

نبیوں کے قصے

۵۰۴ صفحات از حضرت مولوی فرید احمد صاحب مراد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پچیس ان انبیاء کے حالات ہیں جنکا ذکر قرآن پاک میں ہے اور تفصیل اتنی ہے کہ مولانا نے مرضا سی کو سامنے رکھ کر یہ قصص الانبیاء لکھے ہیں جو تاریخی معلومات کے ساتھ یہ بھی بتلاتے ہیں۔ کہ پچھلی امتوں پر احکام الٰہی کتنے سخت تھے اور ہمارے لئے کتنے آسان ہیں پھر بھی ہم ان پر عمل نہیں کرتے پچھلی امتوں پر جو خدا نے قہر نازل کئے ہم ان سے زیادہ کے مستحق ہیں یہ نبی کریم کا صدقہ ہے جو اب تک محفوظ ہیں۔ قیمت دس آنے

تاریخ اسلام کامل مجلد

پانچ حصہ اور پانچوں حصے یکجا مجلد ۷۰۰ صفحات
۱۔ اس میں سنہ ہجری سے سو سال پہلے کے حالات سے لے کر وفات رسول تک بہ ترتیب واقعات
۲۔ اس میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان و علی کی خلافتوں کا پورا پورا حال مع سنہ و سال
۳۔ اس میں خلفائے بنی امیہ کی خلافتوں کا مکمل حال اور اسلامی فتوحات کی تفصیل
۴۔ اسمیں خلفائے بنی عباس کا کل حال ہے اسلامی فتوحات اور زوال بنی عباس
۵۔ اسمیں ترکوں کا حال مع ختم خلافت
کامل مجلد جری ساڑھے تین روپے محصول ۱۵

خلافت راشدہ

از سرتاج کامل آغا رفیق بلند شہری اس کتاب میں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضوان اللہ کی مکمل سوانح حیات اور خلافت کے پورے پورے حالات ہیں۔ یہ چار کتابیں ہیں جو یکجا مجلد ہیں۔ جن کے مجموعی صفحات ۶۰۰ ہیں۔ یہ تاریخ اسلام کا بہترین حصہ ہیں اور جسکا عہد خلافت آج کل کے مسلمانوں کے لئے سرمایہ حیات بن سکتا ہے واقعہ یہ ہے کہ انہی حضرات ملائکہ صفات نے اسلام کو اتنی مضبوط بنیادوں پر قائم کیا جو آج تک اپنی جگہ قائم ہیں۔ ہر مسلمان گھر میں رہنے کے قابل کتاب ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ محصول ۱۰

حضرت ابوذر غفاری

عاشق رسول کی کہانی عاشق رسول کی زبانی حضرت ابوذر غفاری کے حالات سے کونسا عاشق رسول ہے جو مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ یہ اس جید صحابی کی سوانح حیات ہے جس کے ناز رسول نے خود اٹھائے ہیں ۲۵۶ صفحہ کی کتاب ہے اور موصوف کی زندگی کے تمام جذبات کو قلمبند کیا ہے اردو زبان میں یہ نادر اور ولولہ خیز سوانح عمری ہے اور تاریخ اسلام کا بہت ہی موثر ٹکڑا ہے خلافت راشدہ کے بہت سے اہم واقعات اس کتاب سے معلوم ہوتے ہیں اس عاشق رسول کہانی پڑھنے سے حب رسول میں اضافہ ہوتا ہے۔ قیمت چھ آنے محصول بھی ۶

سیرۃ امیر معاویہ

چار سو صفحات کی مجلد کتاب از حضرت مراد امروہوی بنی امیہ کے چشم و چراغ۔ حضور کے نسبتی بھائی اولوالعزم صحابی۔ فاتح اسلام اور بقول حضرت عمر اسلام کے قیصر و کسریٰ جناب امیر معاویہ کے حالات۔ ابتدائی کافرانہ زندگی۔ پھر اسلام لانا۔ حضور کی صحبت سے فیضیابی۔ گورنری اور شہادت عثمان کی لڑائی۔ پھر ۲۰ سالہ خلافت کا تمام و کمال حال۔ اسلامی سلطنت کا عروج اور دنیاوی قوانین اسلام کی کامل ترویج اسی عہد میں ہوئی۔ قیمت مجلد ایک روپیہ محصول ۹

تاریخ مدینہ با تصویر

غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نادر تحفہ مع فوٹو شہر مدینہ روضہ اقدس و نقشہ مسجد نبوی کون مسلمان ہے جسے آقائے نامدار کے شہر مقدس مدینہ کے حالات پڑھنے کا شوق نہ ہو یقیناً ہر مسلمان کو جس کو حضور سے محبت ہو گی شہر مدینہ کے تاریخی حالات پڑھنے کا شوق ہوگا لہٰذا ہم نے معتبر تاریخ کی مستند کتابوں سے مدینہ منورہ کے حالات اخذ کر کے یہ کتاب تیار کرائی ہے حضور اقدس کے عہد مبارک سے لے کر موجودہ سلطان حجاز تک کے تمام حالات کا اجتماع ہے بہت مقبول کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ محصول ۶

صلاح الدین اعظم

اس غازی اعظم سے عیسائیوں کی ان صلیبی لڑائیوں کی تاریخ جس میں تمام یورپ کے عیسائیوں نے متفقہ طور پر اسلام کو جڑ سے اکھیڑ دینے کا تہیہ کر لیا تھا غازی صلاح الدین کی شمشیر آبدار کے جوہر ہزاروں مجاہدین اسلام کا لاکھوں عیسائیوں سے مقابلہ بالآخر اسلام کی فتح اور یورپ کی تمام متفقہ طاقتوں کی شکست۔ ان جنگ میں بہادروں کے خونریز کارنامے ہیں جنکو پڑھ کر سلطان کی جوانمردی اور تدبر کا پتہ چلتا ہے اس کے علاوہ شروع میں سلطان کے بچپن کے حالات بھی ہیں قیمت دو روپے محصول ڈاک ۶

بارہ مجالس مجلد

یہ وعظ کی بے نظیر کتاب بہت آسان اردو میں ہے اسمیں حسب ذیل بارہ مجالس ہیں (۱) ہستی باری تعالیٰ (۲) توحید کے پروانے (۳) توحید الٰہی (۴) نبوت و رسالت (۵) ختم نبوت (۶) فضائل رسول (۷) فضائل و اخلاق۔ حسن معاشرت (۱۰) اسلامی وحدت (۱۱) اسلام میں عورت کے حقوق (۱۲) واقعات کربلا۔
یہ بہت ہی مقبول کتاب ہے اور آسان وعظوں میں سب سے بہتر ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ بہت تھوڑی اردو جاننے والے مرد اور عورتیں اس کو پڑھ اور سمجھ سکتی ہیں۔ مجلد بارہ آنے

وعظ کی بڑی کتاب

وعظ سعید از حضرت مولانا احمد سعید صاحب موجودہ وعظ کی کتابوں میں سب سے بہتر۔ ایک تو خوبی یہ ہے کہ زبان سادہ اور عام فہم ہے دوسرے ہر مضمون یا وعظ کے ساتھ حکایات الصالحین دا دیا ہے موثر اور وعظ کو دل نشین بنانے میں کامیاب ہیں اس کتاب میں ایک سو تین وعظ ہیں جن کو پڑھنے اور سننے سے خوف و خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور نیکیوں کا اجر و ثواب معلوم کر کے ترغیب حسنات بھی ساتھ ساتھ وعظوں کو دلچسپ بنانے کے لئے موثر حکایات بھی ہیں۔ مجلد ۶۰۴ صفحات قیمت ڈیڑھ روپیہ

نماز کی سب سے بڑی کتاب

۹۰۰ صفحات از مولوی سید منیر الحق صاحب محدث بہرائچی مصنف کتاب الاسلام یہ ادارہ مولوی کے لیے باعث فخر کتاب ہے نماز کے متعلق اتنی بڑی اتنی مدلل اور اتنی مکمل کتاب کبھی زبان عربی کی عربی میں بھی نہیں اس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد نماز کے فروعی سے فروعی مسائل سے بھی آپ واقف ہو جائیں گے۔ نماز اسلام کا سب سے مضبوط اور اہم رکن ہے اس لیے اسکی پابندی اور مسلوات پر علم سے افضل ضروری ہے۔ آپ یہ کتاب منگا لیجیے اگر نہ پڑھی ہو تو ضرور منگا لیجیے اردو زبان میں اس سے بہتر نماز کی کوئی کتاب نہیں مجلد عہ

زیارت رسول کریم

از حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند۔ فضائل درود شریف میں ایک عظیم کتاب جس میں درود شریف کی برکات کے علاوہ اسکی افادیت بتلائی ہیں اور سینکڑوں کامیاب عاشقان درود کے دلفریب حالات ہیں۔ درود شریف بحیثیت مجرب عملیات بھی اسی کتاب میں ہیں۔ اور درود شریف کے ذریعہ زیارت رسول کریم کے اعمال بھی اسی کتاب میں آپ کو ملیں گے۔ یہ اپنی نوع کی بالکل اکیلی کتاب ہے عاشقان رسول کے لیے تسکین کا پیام ہے لقائے رسول کا ولولہ اس کتاب سے کیجیے۔ قیمت آٹھ آنے

خواب نامہ صدیقی

بات جو خواب دیکھا اس کے متعلق بے اختیار دل میں پیدا ہوتے ہیں اور اس زمانے میں جو پرنسلٹی ہوتی ہے اس کو ہر شخص جانتا ہے اول تو تعبیر پوچھنے والے حضرات اپید ہیں وہ ہر جگہ نہیں ملتے اور خواب ہر شخص سے بیان بھی نہیں کرنا چاہیے یہ کتاب آپکی اس پریشانی کو دور کر دے گی پہلے تو یہ بات معلوم ہوگی۔ کہ یہ خواب قابل تعبیر ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کا اثر جو مستقبل پر ہوگا۔ وہ اس کتاب میں موجود ہے اور ساتھ ہی علم قیافہ کے متعلق اس میں کافی معلومات ہیں بڑی مقبول کتاب ہے قیمت ڈیڑہ روپیہ

فالنامہ ناصری مجرب

ہر کام شروع کرنے سے پہلے احسن طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کر لیا کریں کیونکہ یہ اصول کہ پہلے کے ائمہ کرام تک سب کرتے چلے آئے ہیں اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر فال حسب منشا ہوئی تو کام کرنے کی ایک خاص طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور کام کا اچھا انجام بہت حد تک کوشش ملنے کا فرض ملتا ہے یہ کتاب حضرت شیخ ابن عربی کی کتاب استخارہ فتو کا ترجمہ ہے اس کے علاوہ قراۃ الانبیاء۔ فال آئے پیغمبران اولیائے عظام اور غوث اعظم وغیرہ کے فالنامے بھی شامل ہیں۔ بہت مقبول کتاب ہے۔ قیمت آٹھ آنے محصول ۴

حضرت خدیجہؓ

سابق الاسلام اور اسلام کی پہلی سعادت حاصل کرنے والی رسول کریم کی سب سے محترم بیوی حضرت خدیجہ کے حالات جو تین حصوں میں منقسم ہیں، پہلے اور دوسرے حصہ میں وہ حالات ہیں جو ایک بہترین شریف بیوی کی طرح آپ نے رسول اللہ کے ساتھ زندگی بسر کی اور ایسی خوشگوار زندگی تھی کہ باوجود عمر کے معکوس پندرہ سال تفاوت کے حضور نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ اور خدیجہ نے بارگاہ رسالت سے طاہرہ کا لقب پایا تیسرے حصہ میں آپکی اسلامی خدمات ہیں۔ ۲۰۰ صفحات از آغا رفیق بلند شہری۔ قیمت آٹھ آنے

حضرت عائشہؓ

رسول کریم کی سب سے عقلمند اور عالم بیوی اور خلیفہ اول حضرت ابو بکر کی قابل اور سا محترم بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات جنکی عصمت میں متعدد قرآن پاک کی آیات نازل ہوئیں یہی تنہا ایک خاتون تھیں جو رسول کے حرم میں آئیں۔ جن کے نکاح کا پیام روح الامین لائے اور جو اپنی خوبی اخلاق اور علم و کمال کی وجہ سے رسول پاک کی سب سے محبوب بیوی تھیں جن کے کاشانہ قدس میں قرآن کا بڑا حصہ نازل ہوا اور جن کے حجرہ میں سرور کائنات اب بھی آسودہ ہیں۔ قیمت آٹھ آنے محصول ۲

حضرت فاطمہؓ

سب سے اچھی بیٹی سب سے بہتر بیوی اور سب سے زیادہ شفیق ماں جو ہو سکتی ہے اس کا نمونہ تم سیدۃ النساء فاطمہ زہرا بنت رسول ہیں۔ اسلام میں سب سے بڑی یہ ہے کہ اس کے رسول نے اپنی پوری زندگی نمونہ کے طور پر پیش کی اور بتلایا کہ اگر والدین کی تربیت اچھی ہو تو اولاد بھی ہوتی ہے اور اس کی خوبیوں کا اثر نسلوں تک رہتا ہے۔ پھر سیدہ کی حیات طیبہ تو فرشتوں کے پڑھنے کے لائق ہے جس نے علم جیسی ماں کا دودھ پیا ہو جس نے دنیا کے سب سے بہتر انسان کی تربیت حاصل کی ہو اسکی اولاد کا بہ ہونا ضروری تھا۔ قیمت مجلد چھ آنے

اسلامی میاں بیوی

۲۰۰ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد میاں بیوی کے تعلقات پر دنیا بھر کی تاریخی داستانیں بتلا کر اسلامی میاں بیوی کا تفوق بتلایا ہے مفصل جو دہ باب ہیں جن میں ۱۲۵ مضامین ہیں عورت کی حیثیت، عورت کی حکمت، مذاہب عالم اور عورت حیات ازدواجی کی تعریف، مختلف ممالک کی رسوم مناکحت، شادی بیاہ کی مختلف انواع، تعدد ازدواج، کثرت الازدواجی۔ طلاق اور پردہ، طریقہ انتخاب، عورت کی اہمیت۔ اور زوجین کی نااتفاقی۔ سب میں یہ بتلایا ہے کہ اسلامی احکام سب سے اعلیٰ ہیں۔ قیمت بارہ آنے

بڑی دلائل الخیرات

محشی مجلد۔۔ ۳۰۰ صفحات کی سب سے بڑی دلائل الخیرات مرتبہ حضرت مولانا محمود الحسن قبلہ مرحوم نہایت صحیح چھپی ہوئی، بہترین کاغذ خانشدہ عربی متن مع ترجمہ، بہفت اخواہیعنی ساتوں روز کے مفصل و موثر درود پاک کے علاوہ بہت سے اور عملیات بھی ہیں یہ وہ کتاب ہے جس کا پڑھنے والا خدا کے فضل سے زیارت رسول سے مشرف ہوتا ہے اس کے حال کی زبان تسنیم کا حکم رکھتی ہے یہ مدحت رسول کی بہترین کتاب ہے اسکا پڑھنے والا رسول کی شفاعت کا مستحق ہو جاتا ہے مجلد کا ہدیہ صرف دس آنے محصول ۸

قرآن و حدیث کی دعائیں

دعا کو حدیث شریف میں عبادت کا مغز بتلایا ہے یعنی عبادت کا مقصد دعا ہے۔ پھر جب دعا کرنے اور خدا کے حضور میں دعا بیان کرنے کا طریقہ ہی نہ معلوم ہو۔ تو عبادت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے دوسری بات الفاظ ہیں۔ الفاظ کا اثر ہر شخص جانتا ہے اس کتاب میں اول تو دعا کے اثرات اور طریقہ و اوقات و مکان کا پورا ذکر ہے اور پھر قرآن پاک کی وہ سب دعائیں ہیں جو خدا نے انبیا کو تلقین فرمائیں۔ اور آخر میں وہ پیغمبری دعائیں ہیں جو احادیث رسول میں موجود ہیں۔ ۱۲۸ صفحات قیمت صرف آٹھ آنے محصول ۲

کارڈ سائز مترجم حمائل

مولوی کے خریداروں کے لیے حیدریہ پریس نے چھاپی کیونکہ مدت سے بیان کہہ رہے تھے کہ سستی مترجم حمائل چاہیے۔ کارڈ سائز مترجم لاہور میں بھی تین سے کم کی کوئی نہ تھی۔ آخر مولوی نے یہ کام پورا کیا۔ اور اپنے مقدس بیانوں کے لیے کارڈ سائز حمائل مترجم چھاپ لی۔ ترجمہ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب کا ہے۔ کاغذ بہت اعلیٰ ہے۔۔ ۹ صفحات کی ضخامت خانشدہ مجلد ایک روپیہ دس آنے مجلد چرمی سو ا روپیہ محصول ڈاک ۸ اور لطف یہ ہے کہ اس گرانی کاغذ کے زمانہ میں یہ ہدیہ ہے۔ منت تقسیم کیجیے

اورنگ زیبی فوٹو قرآن

ایک یادگار تحفہ غازی اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی قرآن مجید جس کو حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنے خاص اثر سے حاصل کر کے فوٹو تیار کرائے اور ہزار روپیہ کے بلاک بنوا کر چھاپا تو اس کا ہدیہ پانچ روپے تھا۔ دوسرا اڈیشن عام میں پانچ ہزار ہدیہ ہوا۔ اس نعمت کو عام کرنے اور غازی موصوف کی یاد تازہ کرنے کے لیے حیدریہ پریس نے تیسری مرتبہ چھپوایا۔ اور ہدیہ صرف بارہ آنے مجلد کا رکھا۔ خدا کا شکر ہے مولوی کے خریداروں نے خوب قدر کی ۳۰۰ صفحات مجلد سنہری ہدیہ ۱۲ محصول ۴

ہر مہینہ عورت کو ماہواری کی تکلیف

ایک مشہور لیڈی ڈاکٹر کا مخلصانہ مشورہ

اس پستول کی خوبیاں بیان کرنا سورج کو چراغ دکھانے کی مانند ہے۔ مگر پھر بھی آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ یہ پستول امریکہ سے حال ہی میں تیار ہو کر آئے ہیں جس میں یہ خوبی رکھی گئی ہے کہ اصلی پستول کی مانند اس میں کارتوس رکھنے کی چرخی بنی ہوئی ہے۔ اور اس کے اندر خانہ بنا ہوا ہے۔ اس خانہ میں چھ شاٹ (کارتوس) آجاتے ہیں۔ کھٹکا دبانے سے چرخی خود بخود گھومتی ہے اور شاٹ (کارتوس) کی اس قدر سے چھوٹنے کی آواز آتی ہے کہ خود چھوڑنے والا بھی حیران ہو جاتا ہے۔ اپنی جان و مال کی حفاظت کیلئے اس پستول سے بہتر اس وقت کوئی ریوالور نہیں ہے اس میں ½" انچ شاٹ (کارتوس) چلتے ہیں۔ اس پستول کا وزن قریباً ۱۵" اونس ہے۔ لمبائی قریباً سات انچ۔ چور۔ ڈاکو اور جنگلی جانور مثلاً شیر، چیتا، ہرن وغیرہ اس کی آواز سن کر اور شکل ہی دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ بوقت ضرورت حفاظت جان و مال کے لئے بہت ہی عمدہ چیز ہے۔ مانند اصلی پستول ہندوستان میں صرف ہم سے ہی ملے گا۔ قیمت ،،،، بمعہ ۵۰ شاٹ (کارتوس) صرف چار روپیہ آٹھ آنہ۔ نمبر ۸۸۸ عمدہ کوالٹی اصلی فولاد کا بنا ہوا بمعہ ۵۰ شاٹ (کارتوس) رعایتی قیمت صرف پانچ روپیہ تیرہ آنہ (۵۱۳) نمبر ۹۹۹ سپیشل درجہ خاص نیو ماڈل بمعہ ۵۰ شاٹ (کارتوس) قیمت چھ روپے بارہ آنے (۶۱۲) فالتو شاٹ (کارتوس) ایک ہزار کی رعایتی قیمت تین روپے۔ پستول کے لئے خوبصورت پیٹی و خول ایک روپیہ بارہ آنے۔ پستول کے لئے تیل ۱۲؍۔ اس پستول کو مشہور کرنے کے لئے ہر پستول کے ساتھ ایک عدد فینسی رسٹ واچ اور ایک عدد اصلی فونٹین پن بمعہ ۱۴ کیرٹ رولڈ گولڈ نب کے بالکل مفت بھیجا جاتا ہے۔ یہ گھڑی اور فونٹین پن نہایت عمدہ اور خوبصورت ہیں مضبوطی اور خوبصورتی کی گارنٹی دس سال ہے۔ گارنٹی کا اقرار نامہ ہر گھڑی کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔

ضروری نوٹ } پستول ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کردی جاتی ہے۔ ۲ پستول اکٹھے منگوانے والے خریدار کو محصول ڈاک بالکل معاف اور دو عدد گھڑیاں اور دو عدد فونٹین پن مفت انعام

ملنے کا پتہ:- **امریکن پستول کمپنی پوسٹ بکس ۲۷ ایم۔ ڈی امرت سر (پنجاب)**

محبوب آپکے قدموں پر

جب ہی پڑ سکتا ہے جب کہ آپ اس قابل ہوں اگر آپ میں کوئی بھی کمی ہے تو وہ قدموں پر تو کیا سامنے آپکی شکل بھی دیکھنا گوارا نہ کریگا۔ اس لئے آپ غور کیجئے کہ آپ میں کس چیز کی کمی ہے اور وہ کمی معلوم کرکے ہماری حسب ذیل دواؤں میں سے انتخاب کرکے استعمال کیجئے اور پھر خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ یہ ادویہ کتنی زود اثر ہیں۔ ہماری ادویہ سائنٹفک طریقہ سے بنائی جاتی ہیں اور ہمارے پاس سینکڑوں ہزاروں تعریفی خطوط ہماری ادویہ کے موجود ہیں

سیکسو ٹانک پلز اگر آپ اپنی طاقت بڑھانا چاہتے ہیں۔ آپ کا جسم خود بخود کمزور ہو رہا ہے یا آپ دوبارہ جوان ہونا چاہتے ہیں یا آپ غذا استعمال کرنے کے باوجود کمزور ہیں تو ضرور یہ گولیاں استعمال کیجئے۔ آپ یقین کریں ان گولیوں کے استعمال کے بعد آپکو تعجب ہوگا کہ آپکی تندرستی اور جوانی کس طرح واپس آگئی قیمت سو گولیوں کی دو روپے تین سو گولیوں کی تین روپے بارہ آنے

سیکسو طلا اگر آپکا عضو خاص غلط کاریوں یا جوانی کی بری حرکتوں سے بیکار ہو چکا ہے، یا کسی سستی لاغری اور زلدردی کے شکار ہوکر دنیا کی مسرتوں سے بے بہرہ اور زندگی سے لاچار ہو گئے ہوں تو یہ طلا استعمال کیجئے جو عضو مخصوص کی تمام خرابیوں کو دور کرکے مردہ رگوں میں دوبارہ زندگی پیدا کردیگا قیمت چھوٹی شیشی ایک روپیہ آٹھ آنہ بڑی شیشی دو روپے آٹھ آنہ

امساک کی گولیاں امساک اگر نہ ہو تو بھی زندگی بیکار ہے۔ آپکی بیوی بھی آپ سے خوش نہیں رہیگی اور عجب نہیں کہ وہ اس غم میں گھل گھل کر ختم ہو جائے اس لئے امساک بڑھانے کیلئے اور عیش کی گھڑیاں طویل کرنیکے لئے "سیکس ٹیٹ پلز" استعمال کیجئے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس منگالیں قیمت ایک درجن ایک روپیہ بارہ آنے دو درجن تین روپے چار آنے

مغرور محبوبہ کیلئے آلہ تسخیر زن استعمال کیجئے ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس منگالیں قیمت ایک درجن ایک روپیہ بارہ آنے دو درجن تین روپے چار آنے

اولاد کی بندش ہر سال بچہ ہونے کی مشکلات سے بچنے کیلئے جرمنی کا تیار کردہ ربڑ کا خاص آلہ مانع حمل استعمال کریں اس کے استعمال سے حمل نہیں ٹھہرے گا۔ ترکیب استعمال آسان اور سو فی صدی کامیاب مدتوں تک ایک آلہ کام دیتا ہے۔ قسم اعلیٰ دو روپیہ (۲/)

ناراض خاوند بچہ ہونے کے بعد یا کسی وجہ سے خاوند ناراض رہتا ہے اس کیلئے "درجینول" عورتیں استعمال کریں اس سے ہر رات شب عروسی معلوم ہوگی۔ عورتیں ناراض خاوند کو اپنا بنالیں گی۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

دفوٹ۔ بیرون ہندوستان سے فرمائش کے ہمراہ پوسٹل آرڈر بھیجنا ضروری ہے۔ محصول ڈاک ایک دوا پر بھی آٹھ آنے اور تمام ادویات پر بھی آٹھ آنے خرچ ہوگا۔

ان تمام ادویات منگانے کا پتہ:

منیجر ویسٹرن میڈیکل اسٹور اردو بازار جامع مسجد دہلی

آپ کو خدا کی قسم

ضرور فائدہ اٹھائیے

ناظرین میں آپکو خدا کو حاضر و ناظر جان کر خدا کی قسم کھاکر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مندرجہ ذیل تعویذ و نقش میں نے ہزاروں روپیہ خرچ کرکے اپنی ضرورت کیوقت حاصل کئے تھے انکی کامیابی دیکھ کر میں آپ کی خدمت میں بلا بخل پیش کر رہا ہوں کہ ان کو آزمائیے اور اپنی مراد پوری کیجئے جن بھائیوں کو میری قسمیہ گزارش پر بھی اعتبار نہ ہو ان کو میں کچھ نہیں کہنا چاہتا صرف خدا پر ایمان رکھنے والوں سے میری گزارش ہے کہ چند پیسوں یا روپوں کی خاطر اپنا ایمان نہیں برباد کروں گا جس کسی کا ضمیر مطمئن ہو وہ ضرور مندرجہ ذیل تعویذ و نقش کو آزمائیے۔ ہزاروں کی چیز کوڑیوں کو مل رہی ہے۔ تقدیر کا پاسہ پلٹ جاتا ہے۔ برسوں کے سینہ کے راز کو آج ظاہر کر رہا ہوں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی بالکل سچا جواب مل جاتا ہے اس کا عامل جس نے سورج کے عکس میں رہ کر اس عمل کو کیا ہو کیا ہے ہدیہ ایک روپیہ دس آنے محصول ڈاک علاوہ

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ دینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے غیب سے مفلسی دور ہونے کے سامان ہو جاتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر اتنی جلدی دولت مل گئی نوکری کی صورت میں سکو افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر جائے تو وہ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے اور اس کے دل میں خود بخود اپنے ماتحت کی ترقی کا خیال دامنگیر ہو جاتا ہے۔ ہدیہ سوا روپیہ (عہ)

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی محنتیں کی کہ ایسی چیز حاصل کی ہے یہ بھی عامل شاہ صاحب کا عطیہ ہے جس کی محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھنسانا اور بے دام غلام بنانا ہو اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کو اپنے گلے میں ڈال لیجئے۔ اور جس جگہ آپ کا مطلوب ہو وہاں سے گذر جائیے اور وہاں تک رسائی نہ ہو سکے تو اس ڈوری کو اپنے محبوب کے در پر یا اس کے ہاتھوں تک پہونچا دیجئے۔ بس گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشا دیکھئے۔ وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین ہوکر آپ تک پہونچے گا۔ ہدیہ ڈھائی روپے (عہ) مندرجہ بالا سبھی عملیات ہیں ان کی ناکامی کی صورت میں ہم قیمت واپس دینگے۔ تمام نقش و تعویذ لفافہ میں رجسٹری کرکے وی۔ پی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں۔ محصول ڈاک ہر ایک کا بذمہ خریدار ہوگا۔ مندرجہ ذیل پتہ سے طلب فرمائیے۔

نواب میاں شاہ صاحب عامل کالا محل بازار، دہلی

سے دوزخ کے واسطے پیدا کیا یہ دوزخیوں کے کام کریں گے۔ رواہ مالک فی الموطأ واحمد فی المسند وعبد بن حمید والبخاری فی تاریخہ وابوداؤد والنسائی وابن جریر وابن منذر وابن حبان فی صحیحہ وابو الشیخ والحاکم وابن مردویہ والبیہقی ورواہ الترمذی وقال حدیث حسن ومسلم بن یسار لم یسمع من عمر۔ وکذا قال ابو حاتم الرازی وابو زرعۃ وقال ابن ابی حاتم فیہ مسلم بن یسار عن نعیم بن ربیعۃ عن عمر بن الخطاب وکذا رواہ ابو داؤد فی سننہ من طریق عمرو بن جعثم القرشی واللہ اعلم۔

ابوہریرہ کی مرفوع روایت ہے کہ اللہ نے آدم کو پیدا کیا پھر اوس کی پشت کو مسح فرمایا پس اوس کی پشت سے تمام ذریات جن کو قیامت تک خدا تعالیٰ پیدا کرنیوالا ہے گر پڑی الحدیث۔ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح وکذا صححہ الحاکم علی شرط مسلم وابن ابی حاتم۔ عقیلی کا قول ہے کہ اس بارہ میں اس قدر کثرت سے روایات موجود ہیں کہ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ بتواتر معنوی یہ امر باخبار نبوت ثابت ہے تو کچھ بیجا نہیں۔

ان روایات میں چند امور حل طلب ہیں۔

(۱) کیفیت استخراج کیا ہے۔ اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ امر کفی اعتقادی ہے اخراج نسمات پشت آدم سے بطریق صحیح ثابت ہے اور قدرت الٰہیہ کا عملی داخل ہونا بھی متحقق ہے لہذا کوئی استحالہ نہیں جو بات ممکن اور تحت قدرت ہے جب وہ باخبار رسالت ثابت ہے تو اوس کا ماننا فرض ہے چگونگی اور کیفیت کا سوال بیمحل ہے۔

(۲) خدا تعالیٰ نے ذریات کو زندہ پیدا کیا کیونکہ ذریت زندہ ہی کو کہتے ہیں

(۳) احادیث میں اس کی صراحت نہیں کہ ذریات کی شکل آدمی کی تھی یا نہیں۔ ہاں چیونٹیوں سے تشبیہ تو ممکن ہے کہ یہ تشبیہ صغر جسم کے لحاظ سے ہے

(۴) کتابین میں زبان سے ذریت کا اقرار کرنا مذہب جمہور قرار دیا گیا ہے لیکن زبان سے مراد نطق ہے۔

(۵) وادی نعمان سے مراد عالم ازل کا کوئی مقام ہے یہ وادی عرفات مراد نہیں اس کا وجود تو بعد کو ہوا۔ بہر حال ان مباحث میں عقل کو گنجائش تحقیق نہیں جتنا نصوص میں آ گیا اوسی پر اکتفا کرنا لازم ہے۔

اب ہم آیات کی تفسیر پر آتے ہیں آیات کی تفسیر دو طرح سے کی گئی ہے اول یہ کہ کل واقعات اخراج سے تحقیقی وقوع مراد ہے کلام کا حمل مجاز پر نہیں بلکہ حقیقی معنی مراد ہیں۔ ابن انباری وغیرہ نے لکھا ہے کہ اکابر اہل سنت کا یہی مسلک ہے کتابین میں بھی اسی کی صراحت کی گئی ہے۔

دوسرے یہ کہ آیت میں مجازی معنی مراد ہیں اور کلام بطریق تمثیل ہے یہ قول زمخشری وغیرہ اہل اعتزال کا ہے شیخ ابن کثیر بیضاوی نسفی اور رازی وغیرہ نے اگرچہ اول قول کے جواز کو مانا ہے مگر میلان ثانی قول کی طرف کیا ہے۔ اول قول محل طلب نہیں ثانی قول کی تشریح ہم کسی قدر کرتے ہیں۔ اخراج سے ازلی اخراج مراد نہیں بلکہ یہی تدریجی یکے بعد دیگرے پیدائش مراد ہے اللہ نے بنی آدم کی پشتوں سے اون کی ذریات کو اس طرح پیدا کیا کہ آباء کی پشت میں نطفہ بنایا نطفہ نے ماؤں کے رحم میں قرار پکڑا پھر تدریجی نمو ہو کر انسان عالم شہود میں آیا۔

اقرار ربوبیت اور شہادت سے مراد شہادت حال اور اقرار عقل ہے انسان کی تخلیق اس طور پر ہوئی کہ اوس کی فطرت اللہ کی ربوبیت کی بزبان حال شاہد ہے۔

قول سے مراد دلالت حال اور زبان فطرت ہے۔ اہل سنت کے مسلک پر آیت کا تفسیری مطلب اس طرح ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے آدم کی پشت سے تمام اولاد کو نکالا جو چیونٹیوں کی طرح نکل پڑے پھر اون کو عقل و گویائی عطا کر کے فرمایا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں۔ ارشاد فرمایا میں تمہارے اس اقرار پر ساتوں آسمانوں ساتوں زمینوں اور تمہارے باپ آدم کو گواہ کرتا ہوں تاکہ تم قیامت کے دن کوئی عذر نہ پیش کر سکو نہ تو یہ کہہ سکو کہ ہم کو بالکل خبر نہ تھی ہم تیرے حکم سے ناواقف تھے اور نہ یہ کہہ سکو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا تھے اونہوں نے ہی شرک کی بنیاد ڈالی تھی ہم تو اون کے مقلد تھے لہذا مجرم تو وہ ہوئے اون کے افعال کی پاداش میں تو ہم کو کیوں ہلاک کرتا ہے اب تم کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میرا کسی کو شریک نہ بنانا میں تمہارے پاس اس عہد کو یاد دلانے کے لئے اپنے رسول اور پیغامبر بھیجوں گا اور کتابیں نازل کروں گا وہ تم کو میرا عہد یاد دلائیں گے سب نے اقرار کیا اور کہا ہم گواہ ہیں تو ہی ہمارا معبود اور رب ہے۔

قول ثانی کی تقدیر پر تفسیری مطلب اس طرح ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے اون کی ذریت اس طرح نکالی کہ پہلے وہ آباء کی پشت میں بشکل نطفہ تھے پھر ماؤں کے رحم میں آئے پھر علقہ بنے پھر مضغہ ہوئے پھر مکمل انسان ہوئے پھر اون کو عقل و ہوش عطا کیا جس کی وجہ سے وہ اللہ کی مصنوعات میں غور و فکر کر کے اوس کی وحدانیت پر دلائل قائم کرنے کے قابل ہوئے تو یہ تخلیق اور دلائل خدا کی طرف سے ایک عہد ہے اور اس بات پر شہادت ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی خالق و رب و معبود نہیں۔ اور لوگوں کی حالت احتیاج و حدوث گویا اوس عہد فطری کو قبول کرنا اور مان لینا ہے خدا تعالیٰ کا دلائل پیدا کرنا گویا اقرار لینا اور انسان کو موجودہ حالت پر خلق کرنا گویا زبان حال سے اقرار لینا اور گواہ بنانا ہے اس عہد کی رو سے ہر عاقل توحید پر قائم رہنے کے لئے مامور ہے تاکہ اس کے بعد کسی کو یہ عذر باقی نہ رہے کہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے تھے وہی بری رسمیں جاری کر گئے تھے ہم اونکے بعد پیدا ہوئے تو اونہی کی پیروی کرتے رہے اگر گناہ کیا تو اونھوں نے۔ لیکن قیامت کے دن یہ عذر باقی نہ رہیگا کیونکہ جب

خدا تعالیٰ نے عقل ادراک عطا کر دیا تو کیوں ایسی بری باتوں میں جو عہد خداوندی کے خلاف ہیں پڑتے ہو۔ اور کیوں مدحب ہوش ہو کر جاہلوں کی پیروی کرتے ہو دنیا میں خدا تعالیٰ کے رسول اسی عہد کو یاد دلانے کے لئے آئے ہیں۔

معتزلہ کے اعتراضات اور اہل سنت کی طرف سے اُن کے جوابات

(۱) مِنْ ظُهُورِهِمْ بدل ہے بَنِیْٓ اٰدَمَ سے۔ اس صورت میں آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اولاد آدمؑ کی پشتوں سے اون کی ذریات کو نکالا اور عہد لیا نہ کہ آدمؑ کی پشت سے نکال کر۔ اس کے علاوہ اگر آدمؑ کی پشت سے ذریت کا نکالنا مراد ہوتا تو من ظهورهم نہ فرماتا بلکہ من ظهره فرماتا یعنی ضمیر جمع کی نہ آتی اور نہ ظهور جمع کا صیغہ استعمال کیا جاتا کیونکہ آدمؑ تنہا تھے اور اون کی چند پشتیں نہ تھیں بلکہ ایک آدمی کی ایک ہی پشت ہوتی ہے پھر اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا کا کہنا بھی ذریت آدمؑ کی نسبت صادق آتا ہے نہ کہ آدمؑ کی نسبت کیونکہ آدمؑ کا کوئی باپ دادا ہی نہ تھا مشرک۔ موحد ہونا تو بجائے خود رہا۔

جواب:۔ مراد یہ ہے کہ سلسلہ وار تمام اولاد آدمؑ کی پشت سے اون کی ذریات نکالی جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے۔ مثلاً زید کو عمر کی پشت سے عمرو کو بکر کی پشت سے بکر کو خالد کی پشت سے و علی ہذا القیاس لامحالہ یہ سلسلہ اوپر کی طرف حضرت آدمؑ پر منتہی ہوگا کیونکہ سب کا مبدء آدمؑ ہیں تو صراحۃً آدمؑ کی پشت سے نکلنا نہ کہا مگر جب اس طرح سے ایک دوسرے کی پشت سے نکلنا کہا تو گویا سب کا آدم کی پشت سے نکلنا کہا اسی لئے من ظهر آدمؑ نہ کہا کیونکہ تسلسل اولاد میں ہے نہ کہ فقط آدم میں اور اسی لئے انما اشرک آباءنا کہنا بھی بلحاظ مشترک نسلوں کے صحیح ہوا۔

(۲) عہد کسی اہل عقل و فہم سے لیا جاتا ہے نہ کہ نافہم و غیر مدرک سے پس لامحالہ اوس وقت اولاد آدم کو ذی عقل و صاحب فہم ہونا چاہیئے لیکن یہ واقعہ کے خلاف ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس وقت بھی ہم کو یاد ہونا چاہیئے حالانکہ کسی کو بھی یاد نہیں۔

جواب:۔ انسان در حقیقت نفس ناطقہ یا روح ہے روح اگرچہ حادث ہے مگر تخلیق جسم سے بہت پہلی چیز ہے اور اس عالم حسی میں اس کا ادراک آلات حسیہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن دوسرے عالم میں آلات حسیہ کی کوئی ضرورت نہیں تمام ارواح جو اب باقیہ ہیں اگرچہ تمام اولاد آدمؑ اور آدم کی روحیں ایک ہی وقت میں پیدا ہوئیں مگر دنیا میں ترتیبی ظہور کے اعتبار سے آدم سب کا پیش خیمہ ہیں اللہ نے جب آدمؑ کو دنیا میں بھیجا تو اون کے ذریعہ سے تمام نفوس و ارواح کو جو دنیا میں ظاہر ہونے والے تھے اونکی پشت سے ترتیب وار نکالا اور اوسوقت اونکو عقل بھی عطا کی بلکہ اب تک وہ ذی عقل ہیں اور مدرک ہیں رہی یہ بات کہ اب ہم کو وہ عہد یاد کیوں نہیں رہا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس جسم سے جب نفس کا تعلق ہوتا ہے تو نفس کے آثار جسم پر فائض ہوتے ہیں اور گرفتار قفس طائر کی طرح روح اس عنصری قفس میں بند ہو جاتی ہے بدن کی تدبیر اور تصرف میں اس قدر منہمک ہوتی ہے کہ عالم قدس کے حالات بالکل بھول جاتی ہے۔ اسی انہماک کی وجہ سے ہم دنیا کے سیکڑوں حالات و معاملات بھولجاتے ہیں اگر دوسری طرف انہماک نہو تو کل حالات ہم کو یاد رہنے چاہیئے۔

(۳) بنی آدم غیر معدود اور ان گنت ہیں پھر اس قدر لوگ چیونٹی کیا اگر ذرہ سے بھی کم فرض کئے جائیں تب بھی آدم کی پشت سے نہیں نکل سکتے کیونکہ اون کے اجسام کا مجموعہ ایک پہاڑ ہونا چاہیئے تھا اور جواب عالم وجود میں نہ آئے ہیں اگر اون ذرات کا مبین ان کو قرار دیا جائے تب بھی ممکن نہیں کیونکہ مبین ہونا تو بجائے خود رہا جزء ہونا بھی ناممکن ہے۔

جواب:۔ چیونٹیوں کی مانند ہونے سے مراد ارواح کی تشبیہ بلحاظ اوس حالت اجمالیہ کے ہے جو اوس وقت ارواح کی تھی تفصیل مراد نہیں اسی لئے یہ بھی آیا ہے کہ اُن میں کچھ نورانی اور کچھ ظلمانی تھے یعنی اہل سعادت کی روحیں روشن اور اہل شقاوت کی روحیں تاریک تھیں اوسوقت ذرات یا ارواح اجسام عنصریہ نہ تھے جنکا مجموعہ پہاڑ کی برابر یا اس سے بھی بڑا ہو جائے نہ روح کوئی مادی عنصری چیز ہے بلکہ یہ محض تشبیہ ہے اور حالت اجمالیہ کا بیان مقصود ہے۔

میرا مسلک میرے نزدیک معتزلہ کے اعتراضات تو قطعاً غلط اور مضحکہ خیز ہیں عالم مادی پر عالم قدس کو قیاس کرنا ہی غلط ہے نہ غیر مادی کیفیات کے ساتھ مطابق کیا جا سکتا ہے اور اہل سنت کا مسلک بالکل خلاف عقل و درایت نہیں کیونکہ قدرت الٰہیہ جل داعلی ہے وہاں چگونگی اور سوال کو دخل نہیں البتہ عقل سے کسی قدر دور ضرور ہے اب اگر صحیح روایات سے ثابت ہو جائے تو مان لینا عین ایمان ہے اور اگر روایات صحیحہ سے یقینی طور پر ثابت نہو تو قرینۂ عقل اور دائرۂ قیاس کی خلاف ورزی کیا ضرور ہے لیکن روایات سب کی سب آحاد ہیں جو کسی طرح مفید یقین نہیں ہو سکتیں پھر روایات آحاد ہونے کے باوجود خود مجمل ہیں صراحۃً اہل سنت کے مسلک پر دلالت نہیں کرتیں اسی لئے اہل سنت کو بھی اخیر درجہ میں ہو کر تحقیق سے تمثیل و تشبیہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اس لئے میرے نزدیک معتزلہ کی تاویل ہی زیادہ صحیح ہے جس کی طرف رازی اور ابن کثیر جیسے بزرگوں کا میلان ہے۔ پھر احادیث وارده آحاد ہونے کے ساتھ ساتھ مرفوع بھی نہیں موقوف ہیں کیونکہ ابن عباس اور عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت

کو ابن کثیر جیسے محققین نے موقوف قرار دیا ہے ایسی صورت میں کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہم بداہت عقل کو چھوڑ کر آثار احاد کی طرف دوڑیں اور پھر اون آثار میں بھی تو ڈ مروڑ کریں اس کے علاوہ مختلف آثار و احادیث سے بھی قول ثانی کی تائید ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شاہد بنانے سے مراد شہادت فطرت ہے ہر شخص اصل فطرت کے لحاظ سے مومن ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا الآیۃ صحیحین میں ابوہریرہ کی مرفوع روایت موجود ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اوسکے والدین اوسکو یہودی یا عیسائی یا مجوسی کر لیتے ہیں۔ عیاض بن حمار مجاشعی سے مرفوعاً مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو حنیف یعنی مائل بحق پیدا کیا پھر شیطان نے آکر اونکو اونکے دین سے بہکایا اور جو میں نے اون پر حلال کیا تھا اوسکو حرام کر دیا (الاروا مسلم)

اسود بن سریع سعدی کہتے ہیں میں نے رسول پاک صلعم کی ہمراہی میں چار جہاد کئے مسلمانوں نے (ایک بار) حربی کفار کو قتل کر کے اونکے بچوں کو قتل کرنا شروع کیا حضور کو اطلاع ہوئی تو آپ پر سخت ترین ناگوار گذرا اور فرمایا بعض لوگ کیوں بچوں پر دست درازی کرتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ مشرکوں کی اولاد نہیں ہیں فرمایا تم میں سے جو بڑے نیکوکار مؤمن ہیں وہ بھی تو مشرکوں کی اولاد ہیں خوب سن لو کہ ہر شخص فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور برابر اسی حالت پر رہتا ہے یہاں تک کہ اوسکی زبان کھلے پھر اوسکے والدین اوسکو یہودی عیسائی وغیرہ کا دین اور عقیدہ سکھاتے ہیں۔ ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام ارواح کو جب خاکی عنصر کا لباس پہنایا اور سب کو عالم شہود میں لایا تو سب کو دین فطرت یعنی اقرار ربوبیت اور شہادت توحید پر پیدا کیا آیت میں اقرار و شہادت و عہد سے یہی فطری اقرار مراد ہے۔

اسکے علاوہ حضرت حسن بصری نے تو صاف و واضح صراحت کر دی ہے کہ آیت کی تفسیر یہی ہے فرماتے ہیں خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ الآیۃ یعنی اے محمد بیان کر دو کہ میرے پروردگار نے اولاد آدم کو اونکی پشتوں سے پیدا کیا یعنی اونکی نسلیں پشت در پشت نکالیں ایک قرن کے بعد دوسرا قرن پیدا کیا جس طرح کہ دنیا میں وجود ہوتا ہے پھر اونکو شاہد بنایا اونکے نفوس پر یعنی اونکی پیدائش کو اس بات کی دلیل قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی اون کا خالق ہے پس یہ دلالت قائم مقام اشہاد کے ہوئی۔ قاضی بیضاوی نے بھی شاہد بنانے کا مطلب اسی کے قریب قریب بیان کیا ہے فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اپنی ربوبیت کے دلائل اون کے پیش نظر کر دیئے اور اونکی عقول میں ایسی صنعت قائم کی جو اس اقرار کا باعث ہوئی اور بمنزلہ ایسے شخص کے ہو گئے جس سے کہا گیا ہو اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ اور وہ جواب دے بَلٰی شَهِدْنَا۔ پس چونکہ اس امر کے علم پر خدا نے اونکو قدرت دی اور وہ اس پر قادر ہو گئے لہٰذا اس تمکین و تمکن کو تمثیلاً بطور اشہاد و اعتراف کے قرار دیا چنانچہ ان کا جواب خود اس معنی پر دلالت کرتا ہے نیز بعد والی آیات سے بھی اسی کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ اس اعتراف و شہادت کو دو طرح کے عذروں کیلئے موجب رد قرار دیا ہے ایک عذر عدم علم کا دوسرا عذر تقلید آباء کا خدا نے دونوں عذروں کو رد کر دیا کیونکہ جب دلیل قائم ہو گئی اور دلیل کے علم پر قدرت بھی حاصل ہو گئی تو حجت قائم ہو گئی اور ترک نظر یا تقلید آباء کوئی عذر قابل قبول نہیں رہا والعلم عند اللہ۔

مقصود بیان :- عہد ازلی یا شہادت فطری کی صراحت۔ اس بات کی وضاحت کہ خدا تعالیٰ نے عقل صرف اسلئے عطا کی ہے کہ قیامت کے دن کسیکو اپنی لاعلمی یا تقلید آباء کی حجت و معذرت نہ رہے۔ آیت میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اقرار توحید پر ہر عاقل مکلف ہے خواہ پیام رسالت اوسکو پہنچے یا نہ پہنچے اور ہر شخص کو غور و تحقیق کرنی چاہیئے تقلید اسلاف مقلد کیلئے حجت نہیں ہو سکتی بلکہ تحقیق ملکو چھوڑ کر تقلید کرنی ناجائز ہے۔ آیات سے ضمنی طور پر یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ عقائد اسلامیہ مبنی بر فطرت اور مطابق عقل ہیں سادہ فطرت اور سلیم عقل والا عقائد اسلامیہ کی حقانیت کے قبول پر مجبور ہے۔ وغیرہ۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا

(اے محمدؐ) ان کو اس شخص کا حال سنا؛ جس کو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں

فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ

پھر وہ اُن کو چھوڑ نکلا تو اُس کے پیچھے شیطان لگ گیا پس وہ

مِنَ الْغٰوِیْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا

گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اسکو ان آیات کی بدولت عالی مرتبہ

وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ

کر دیتے مگر وہ زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے

هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ

پڑ گیا تو اُسکی حالت کتے کی طرح ہے اگر تم اُس پر حملہ

عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ

کرو تو زبان لٹکا دیتا ہے یا چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکا دیتا ہے یہی حالت

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ

اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

پس تم یہ قصے بیان کر دو تاکہ یہ غور کریں

سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اُن کی بُری مثال ہے

وَأَنْفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝ مَنْ يَهْدِ

اور وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے جس کو اللہ ہدایت

اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي وَمَنْ يُضْلِلْ

دے وہی ہدایت یاب ہے اور جن کو اللہ گمراہ چھوڑ دے

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں

تفسیر آیات کی تفسیر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول اُس شخص کو بتا دیا جائے جسکا قصہ ان آیات میں مذکور ہے مفسرین کا اختلاف ہے کوئی کہتا ہے اس سے مراد ابو عامر راہب ہے جسکے لئے مسجد ضرار تعمیر کی گئی تھی جب اس نے حضور والا کے صفات و حالات گزشتہ کتابوں میں پڑھے تو ایمان لے آیا مگر پھر مرتد ہو گیا سعید بن مسیب زید بن اسلم اور ابو وراق کے نزدیک اس آیت میں امیہ بن صلت کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو جاہلیت کا بہت بڑا شاعر تھا اور قیامت پر ایمان رکھتا تھا خدا کو واحد جانتا تھا حساب کتاب اجر و عقاب کا قائل تھا لیکن دنیوی لالچ میں پڑھ کر مشرکین کے ساتھ رہا اور حضور کی نبوت کو نہ مانا (ابن کثیر نے براویت عبد اللہ بن عمرو اسی کو ترجیح دی ہے) بعض نے صیفی بن راہب کو معین کیا ہے لیکن اکثر محققین نے اس سے مراد بلعم بن باعورا کی ذات لی ہے اور بلعم کے قصہ کو امیہ بن صلت کے قصہ پر منطبق کر کے بلعم کی طرح امیہ کی حالت کو قابل عبرت قرار دیا ہے۔ قتادہ عکرمہ اور ابو مسلم کہتے ہیں کہ یہ عام ہے اس میں ہر ایک شخص کی طرف اشارہ ہے کہ جسکو خدا علم و ہدایت دے اور وہ خواہش نفس کا تابع ہو کر اوس کو چھوڑ دے۔

بلعم کا کیا نام و نسب تھا اسرائیلی تھا یا کنعانی اس کے متعلق اختلاف ہے عبد الرزاق نے صحیح طرق سے ابن مسعود کا قول نقل کیا ہے کہ یہ شخص بنی اسرائیل میں سے تھا اسکا نام بلعم بن باعورا تھا ابن عباس عکرمہ و مجاہد کا بھی یہی قول ہے بعض نے بلعام بن باعورا کہا ہے بلعم بن باعورا فنتہوم بن قوشتم بن مارب بن لوط بن ہاران بن آذر بلقاء کے کسی گاؤں کا باشندہ تھا ابن عباس کہتے ہیں بلعم اسم اعظم جانتا تھا ابن جریر نے بسند جید شیخ یسار تابعی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ شخص مستجاب الدعوات تھا یعنی اسم اعظم کے وسیلہ سے جو دعا کرتا وہ قبول ہوتی تھی۔

جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر ملک شام کو جانے کے ارادہ سے نکلے تو اثنائے راہ میں دریائے اردن کے پار شہر اریحا یا یریحو کے مقابل موآب کے میدانوں میں اقامت کی بلق بن صفور موابیوں کا بادشاہ تھا اوس کو بنی اسرائیل سے خطرہ ہوا اور بلعام کو طلب کیا تاکہ وہ آکر بنی اسرائیل کے حق میں بد دعا کرے اول اوس نے انکار کیا پھر دنیوی لالچ میں پھنس کر راضی ہوا راستہ میں اوس کی گدھی رک گئی ہر چند مارا آگے نہ بڑھی خدا تعالیٰ نے اوس کو گویائی عطا کر دی اور اوس نے ظاہر کیا کہ مجھے آگے سے فرشتے روکے ہوئے ہیں میں از خود نہیں رکی بلعام نے جھنجلا کر اوس کو مار ڈالا بحکم خدا وہ چل کھڑی ہوئی بلعام ایک پہاڑی پر پہونچا اور پھر بھی بد دعا کرنے سے انکار کرتا رہا مگر قوم کے اغوا اور ترہیب و ترغیب سے بد دعا کرنے پر آمادہ ہو گیا وہ جانتا تھا کہ موسیٰ نبی برحق ہیں انکے خلاف دعا کرنی بیسود ہے مگر شیطانی اغوا سے آمادہ ہو گیا لیکن جونہی اسرائیلیوں کیلئے بد دعا کے کلمات زبان سے نکالنا چاہے فوراً خدا تعالیٰ نے اوس کی زبان پھیر دی موآب والوں کیلئے بد دعا اور اسرائیلیوں کے حق میں دعائیہ کلمات زبان سے نکلے بلعام نے ہر چند کوشش کی مگر بنی اسرائیل کے حق میں کلمات بد زبان سے نہ نکال سکا اس نیت بد اور کوشش شر کی پاداش میں اوس کی زبان سینہ پر لٹک گئی تمام علمی روشنیاں اور کرامات غائب ہو گئیں بلعم خوار و ذلیل ہو کر واپس آیا اور بلق سے کہا میرا دین اور دنیا تو برباد ہو گئی مگر اب تمہیں ایک حیلہ بتاتا ہوں تم اپنی عورتیں آراستہ کر کے اسرائیلیوں کے لشکر میں بھیج دو وہ مسافر لوگ ہیں اگر زنا میں پڑ گئے تب مجھے امید ہے کہ تباہ ہو جائیں گے بلق کی ایک لڑکی تھی اوس کو بلعم نے حکم دیا کہ تو جا کر موسیٰ کو کسی طرح فریب دے سوا موسیٰ کے کسی سے تعرض نہ کرنا حسب مشورہ عورتیں اسرائیلیوں کے لشکر میں گئیں اور عام طور پر اسرائیلی زنا کے مرتکب ہوئے بادشاہ کی لڑکی کی حضرت موسیٰ تک رسائی نہ ہو سکی بلکہ اوس کی شناسائی ایک فوجی سردار سے ہوئی جس کا نام زمری بن شلوم بن شمعون بن یعقوب تھا زمری اوس لڑکی کو لیکر ایک خیمہ میں چلا گیا اور زنا کا مرتکب ہو گیا حضرت موسیٰ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ کو بڑا رنج ہوا فنحاص بن عیزار بن ہارون نے آکر زمری اور دختر بلق کو قتل کر دیا اور بنی اسرائیل پر طاعون کا عذاب آیا جس سے تقریباً ستر ہزار یا چوبیس ہزار آدمی مر گئے یہ قصہ توریت کتاب عدد کے ۲۲-۲۴ باب میں مفصل مذکور ہے حاصل ارشاد یہ ہے کہ۔

اے محمد ان لوگوں کی نصیحت و عبرت کیلئے اوس شخص کا واقعہ سنا دو جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی نشانیاں کرامات یا معارف علم عطا کئے تھے مگر وہ خواہش نفس کا تابع ہو کر عالم بالا کی بلندی سے دنیا اور دنی کی پستی کی طرف جھک پڑا چونکہ وجود پستی کی طرف جھکا تھا۔ اور خواہش کا پرستار بنا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے بھی اوس کو نہ اٹھایا اوس کی حالت کتے کی طرح تھی جو دوڑنے میں بھی ہانپتا ہے اور بیٹھا بیٹھا بھی ہانپتا ہے یعنی باختیار و بارادہ بھی ناشائستہ حرکت کرتا ہے اور حالت اضطرار میں بھی اوس سے افعال شنیعہ سرزد ہوتے ہیں یہی حالت اوس شخص کی تھی کھڑے بیٹھے باختیار و بے اختیار قوت کی حالت میں اور ضعف کی صورت میں بہر حال گناہ کا ارتکاب کرتا تھا یہی مثال دلن

لوگوں کی ہے جنکو آیات الٰہی اور علوم حقانی کی تصدیق کا موقعہ میسر ہے مگر وہ انکار کرتے اور اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں۔

مقصود بیان: ما ابتدائی آیات میں سطرف اشارہ ہے کہ انسان خود آیات قدرت علوم حقہ اور معارف صحیحہ سے اعراض کرتا ہے تو شیطان بھی اسکے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اس بات کی طرف بھی ایما ہے کہ انسان کی ہدایت اللہ کی مشیت پر موقوف ہے برتر و بلند کرنا اللہ کے اختیار میں ہے انسان جو پستی کی طرف جاتا ہے تو یہ واضح طور پر اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ اوسکو بلند کرنا نہیں چاہتا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ کہنے سے اس امر پر دلالت ہے کہ قرآن پاک میں مختلف قصوں کا بیان محض عبرت اندوزی اور نصیحت پذیری کیلئے ہے تفریح مقصود نہیں۔ بنی اسرائیل کو یہ قصے سنانے میں یہ غرض ہے کہ جو شخص مقبول الٰہی کا مقابلہ کرتا ہے اوس کا یہ انجام ہوتا ہے اب تم محمد رسول اللہ کا مقابلہ کرتے ہو جس کا دین تمام عالم میں پھیلنے والا ہے سو تم چشمہ تو بند نہ ہوگا دین کے سیلاب کو تو کوئی کوشش روک نہ سکے گی البتہ تم بلعام کی طرح خاک ہو کر بہ جاؤ گے۔ ان آیات میں ہر اوس شخص کیلئے تازیانۂ عبرت ہے جسکو خدا علم و ہدایت عطا کرے مگر وہ خواہش نفس کا تابع ہو کر اسکو چھوڑ دے علما اسلام کیلئے بھی اس میں بصیرت افروز ہدایت ہے اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ فقط عقائد کی درستگی کافی نہیں بلکہ علما پر فرض ہے کہ اونکے اعمال بھی عقائد کے مطابق ہوں تاکہ اختلاف عمل کی وجہ سے بلعام کی طرح ان کی حالت تباہ نہ ہو جائے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ
اور ہم نے جہنم کے لئے بہتیرے جن و انس پیدا

وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ
کئے ہیں ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں

بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا
ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے نہیں

وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا
ان کے کان ہیں جن سے سنتے نہیں

أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ
وہ چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں

أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ○
یہی لوگ غافل ہیں

تفسیر گذشتہ آیات میں فرمایا تھا کہ جس کو خدا گمراہ کرتا ہے وہی زیانکار ہے۔ یہاں یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ خدا کے گمراہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ وہ بری باتوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے افعال شنیعہ کی تعلیم دیتا ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ وہ ابتداء ازل سے ہی برے پیدا ہوئے ہیں پھر دنیا میں جو افعال اون سے سرزد ہوتے ہیں وہ برے ہوتے ہیں خدا کی دی ہوئی قدرت کو وہ اچھے کاموں میں صرف نہیں کرتے اونہوں نے اپنے آلات ادراک اور حواس و ہوش کو حقانیت و صداقت کی طرف سے معطل کر رکھا ہے۔ قوت ادراک کو اونہوں نے تباہ کر رکھا ہے اسلئے حقانیت و راستی کو نہیں سمجھتے آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر چونکہ وہ اپنی آنکھوں کا صحیح استعمال نہیں کرتے اسلئے اونکو صداقت کی تصویر نظر نہیں آتی کانوں سے سنتے ہیں مگر گوش حق نیوش اونکے بند ہیں اسلئے آواز حق اونکو سنائی نہیں دیتا غرض یہ کہ تمام مشاعر ادراکیہ اور آلات حس اونکے بیکار ہیں اور وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں کیونکہ جانور تو معذور ہیں اونکو ادراکی قوتیں اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی طاقت ہی نہیں دی گئی اور یہ باوجودیکہ علم اور اختیار قدرت ہوش و حواس سب کچھ رکھتے ہیں لیکن پھر بھی حق کی طرف سے غافل ہیں صحیحین میں حضرت علی کی مرفوع حدیث موجود ہے کہ ہر شخص کا ٹھکانا مقرر ہو چکا کسی کا دوزخ کسی کا جنت حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر لکھے پر بھروسہ کرکے کچھ نہ کیا کریں فرمایا کئے جاؤ جو شخص جس چیز کیلئے پیدا ہوا ہے اوس سے ویسے ہی عمل بآسانی سرزد ہوتے ہیں۔ اچھوں سے اچھے بروں سے برے۔

صحیحین میں ابن مسعودؓ کی حدیث جو تقدیر کے حق ہونے کے متعلق ہے موجود ہے اس حدیث میں ہے کہ جب ماں کے پیٹ کے اندر بچہ میں روح پھونکی جاتی ہے تو چار باتیں لکھدی جاتی ہیں رزق۔ مدت زندگی۔ نوعیت عمل۔ اور خاتمہ یعنی وہ سعید ہے یا شقی صحیح مسلم میں بروایت عبداللہ بن عمرو بن عاص مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے یعنی بہت پہلے جب کہ اوس کا عرش پانی پر تھا مقادیر خلق کو تقادیر کر دیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایک انصاری کے بچہ کا انتقال ہوگیا حضور کو جنازہ میں بلایا گیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو جنت کی چڑیا تھی فرمایا یا اس کے سوا کچھ اور تھا عائشہ اللہ نے جنت کو پیدا کیا اور اوسکے لئے آدمیوں کو پیدا کیا حالانکہ وہ ابھی اپنے آبا کی پشتوں میں تھے اور دوزخ کو پیدا کیا اور اسکے لئے آدمی پیدا کئے حالانکہ وہ ابھی اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔ حاصل حدیث یہ کہ اللہ نے جنت دوزخ کیلئے پہلے سے ہی لوگوں کو پیدا کر دیا جنتی دوزخی ہونا وجود دنیوی اور عمل پر موقوف نہیں۔ یہ مطلب حدیث کا نہیں کہ مسلمانوں کے بچے جنتی نہیں بلکہ صرف اس بات پر تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ جنتی دوزخی ہونا عمل پر مشروط نہیں۔

تحقیق بل ہم اضل کہنے سے یہ غرض ہے کہ ہر جانور اپنے نفع نقصان کو ظاہر طور پر جانتا ہے بکری شریفہ کا پتہ نہیں کھاتی گدہا کنیر نہیں کھاتا کوئی جانور خود آگ میں نہیں کودتا ہری گھاس کی طرف جاتا اور دشمن سے بھاگتا ہے مگر کافر و مشرک جان بوجھ کر خود عناد سے دوزخ میں جانیکے لئے تیار

ہوتا ہے ابوجہل نے کہا تھا کہ بنی عبد مناف سے ہم سب باتوں میں تو برابر تھے اب اونہوں نے اپنا یہ فخر نکالا کہ ہم میں ایک نبی صاحب وحی و کتاب ہے سو واللہ ہم تو اس عار کو کبھی نہ اوٹھاوٴں گا اور ایمان نہ لاوٴں گا اگرچہ محمد بڑا سچا اور سب تولا میں اچھا ہے یہودی اور عیسائی بھی حضور کی صداقت وحقانیت کو خوب جانتے تھے مگر دنیوی لالچ میں بڑے پیرو مرشد بنے نذرانے کھاتے اور عالم کہلاتے تھے اس لئے ایسے لوگوں کا درجہ جانور سے بھی ذلیل ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ اللہ نے دو چیزیں عقل اور شہوت پیدا کیں پس فرشتوں کو تو فقط عقل عطا کی اون میں کوئی خواہش نہیں جو اللہ کی عبادت سے روکے اور جانوروں کو فقط شہوت دی بس وہ کھانے پینے وغیرہ کی خواہشات میں مشغول ہیں اون میں عقل نہیں کہ معرفت حاصل کریں رہا انسان تو اس میں دونوں چیزیں جمع کر دیں پس اگر اس نے عقل کی پیروی کی معرفت وطاعت حاصل کی تو فرشتوں سے بڑھ گیا کیونکہ شہوت کو اس نے روک کر ترقی کی اور اگر شہوت کی پیروی سے نافرمان بنا تو جانوروں سے بدتر ہو گیا اور ناپاک گڑھے میں جا گرا سب جانور اپنے خالق کے فرماں بردار ہیں مگر کافر نافرمانی کرتا ہے سب جانور اپنے پروردگار کو پہچانتے اور یاد کرتے ہیں مگر کافر نہیں پہچانتا اور نہیں یاد کرتا سب جانور اگر اون کو کوئی ہانکنے اور چلانے والا ہو تو سب صحیح راہ پر چلتے ہیں مگر کافر رسول ہادی کی رہنمائی کو نہیں مانتا اور کج روی اختیار کرتا ہے۔

مقصود بیان ۔ تقدیر برحق ہے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے خدا نے اونکی سرشت ایسی کر دی ہے کہ وہ دوزخیوں کے ایسے اعمال کرتے ہیں اور دوزخ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کافروں کے پاس اگرچہ دل دماغ اور کان آنکھ سب کچھ ہوتا ہے مگر یہ ظاہری مضغۂ گوشت بالکل بیکار ہے جب تک اس کا استعمال صحیح طور پر نہ کیا جائے جو دل معرفت الٰہی سے غافل ہو وہ دل نہیں جو آنکھ صورت حق نہ دیکھے وہ اندھی ہے جو کان کلمۂ صداقت نہ سنے وہ بہرا ہے۔ کافر گمراہ جانور سے بھی بدتر ہے یعنی جو عقل شہوت سے مغلوب ہو جائے وہ عقل نہیں بلکہ جہالت ہے جو علم موجب ہدایت نہو وہ سرچشمۂ نادانی ہے۔ آیت میں ضمنی تبلیغ ہے اس بات کی کہ خدا کے عطا کردہ اعضاء جسم اور قوتیں حق ومعرفت کے مصرف میں صرف کرنا چاہئے بے محل استعمال سے اصل مقصود فوت ہو جاتا ہے۔ کمال غفلت صرف کفار میں ہی ہے اگرچہ مسلمان بھی غافل ہو جاتا ہے مگر اوس میں کمال غفلت کبھی پیدا نہیں ہوتا وغیرہ۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اور اللہ ہی کے سب اچھے نام ہیں تو اسکو ان ناموں سے پکارو

وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ

اور اون لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝

اون کو ان کے اعمال کی جلد سزا دی جائے گی

تفسیر مشرکین اللہ پاک کو ایسے ناموں سے پکارتے تھے جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ مثلاً کفار عرب اللہ سے دعا کرتے وقت خطاب کرتے وقت کہتے تھے یا ابا المکارم یا ابیض الوجہ اور نصاریٰ کہتے تھے یا ابا المسیح اور فلاسفہ کہتے تھے یا علۃ العلل نیز مشرکوں نے اپنے دیوتاوٴں کے کچھ نام تراش لئے اور اللہ کے ناموں سے اونکو مشتق کر لیا تھا مثلاً عزیز سے عزیٰ منان سے منات اللہ سے لات وغیرہ اس کے علاوہ خدا کے مخصوص ناموں میں سے رحمٰن کا اطلاق خدا پر نہیں کرتے تھے اس سب کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی اس مضمون کی آیات چار سورتوں میں نازل ہوئی ہیں ایک تو یہاں دوسرے سورۂ بنی اسرائیل کے آخر میں تیسرے سورۂ طٰہٰ کے شروع میں چوتھے سورۂ حشر کے آخر میں۔

اللہ کے اسماء توقیفی ہیں یا نہیں یعنی اوسکے نام مخصوص ومعین ہیں ہر زبان میں وہی اسماء اور انہی کا استعمال ہونا چاہئے یا اونکے ہم معنی دوسرے الفاظ کا اطلاق بھی صحیح ہے اس کے متعلق مختلف حدیثیں وارد ہیں اور اسی بنا پر علماء کا اختلاف ہے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں بروایت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کیا ہے کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو کوئی دکھ یا رنج ہو اور وہ یہ دعا پڑھے تو اللہ اوسکے غم ورنج کو دور کر کے اوس کی بجائے خوشی عطا فرما دیتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلعم کیا ہم اوس کو سیکھ نہ لیں فرمایا کیوں نہ سیکھو جو شخص اس کو سنے اوس کے لئے سیکھنا مناسب ہے دعا یہ ہے اللهم انی عبدك ابن امتك ناصيتی بيدك ماض فی حكمك عدل فی قضاءك اسالك بكل اسم هو لك سميت به نفسك وانزلته فی كتابك او علمته احدا من خلقك او استاثرت به فی علم الغيب عندك ان تجعل القرآن العظيم ربيع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذهاب همی۔ اسی حدیث کی بنا پر حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اسماء حسنیٰ کچھ ننانوے ناموں میں منحصر نہیں ہیں لیکن حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں جو اونکا احصا (یعنی احاطہ اور حفظ) کریگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابو عوانۃ وابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی وابن منذر وابن مردویہ وابو نعیم والبیہقی) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ناموں کا ننانوے میں حصر ہے۔

حق یہ ہے کہ اللہ کے نام غیر محصور ہیں آیت میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے حصر معلوم ہوتا ہو اور بداہت عقل بھی عدم حصر کی مقتضی ہے ہاں ضروری ہے کہ جس زبان یا اصطلاح میں جو لفظ صفتی یا علمی خدا کے لئے وضع کیا جائے یا کوئی خود اپنی طرف سے بولے وہ حدود شریعت سے خارج نہو صفت کمال پر دلالت

کرتا ہو اور عیب و نقصان سے پاک ہو رہی حضرت ابوہریرہ کی حدیث تو اوس کا مطلب صاف ہے کہ ان ننانوے ناموں کو جو شخص یاد کر لیگا اور ان کے توسل سے دعا مانگے گا خدا تعالیٰ اوس کی مغفرت کریگا چونکہ یہ اسما رکتاب اللہ میں موجود ہیں (اور ترمذی کی حدیث میں بھی انکی تفصیل مذکور ہے) اس لئے حضور صلعم نے ننانوے کا لفظ ارشاد فرمادیا ورنہ پوری حدیث میں کوئی لفظ حصر نہیں ورنہ ننانوے کے علاوہ اور ناموں کی نفی ہے اسی بنا پر شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ احصاء اسما الٰہی میں جملہ احادیث مضطرب ہیں کوئی صحیح نہیں حاصل آیت یہ ہے کہ اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں جو عیب نقصان پر دلالت کرنے سے پاک ہیں لہذا مسلمانو تم بھی اچھے اچھے ناموں کو لیکر خدا سے دعا کیا کرو اور اون لوگوں سے تعرض نہ کرو جو اسکے ناموں میں تو نکتہ خراش اور الحاد کرتے ہیں اور گمراہی کو اختیار کرتے ہیں عنقریب اون کو اپنے کئے کی پاداش ملے گی۔

مقصود بیان:۔ اس امر کی صراحت کہ اللہ کے تمام نام اچھے ہیں ہر نام کو لیکر دعا کرنی جائز ہے کسی نام کی تخصیص نہیں۔ اس بات کی طرف اشارہ کہ اللہ کیلئے جو نام مقرر کیا جائے اوس کا مفہوم اچھا ہونا چاہئے وہ صفت کمال پر دلالت کرتا ہو اور عیب و نقصان کے معنی سے پاک ہو۔ آیت سے ضمنی طور پر یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ جب تک لفظ کے معنی معلوم نہوں اور یہ نہ جانتا ہو کہ اس لفظ کے معنی اچھے ہیں اوس وقت تک اللہ پر اوس کا اطلاق نہ چاہئے۔ وغیرہ۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ

اور ہماری مخلوق میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق بات کی ہدایت کرتے ہیں

وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝

اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں

تفسیر اوپر کی آیت میں بیان تھا کہ ہم نے بہت سے جن و انس کو جہنم کیلئے پیدا کیا ہے وہ کون لوگ ہیں جنکو جہنم کے لئے پیدا کیا خود اون کا بیان فرمایا کہ جہنم کے لئے وہ لوگ پیدا ہوئے ہیں جو دل تو رکھتے ہیں مگر غافل آنکھیں رکھتے ہیں مگر حق کی طرف سے نابینا کان رکھتے ہیں مگر صداقت کی آواز نہ سننے والے اب ان لوگوں کے مقابل اوس فرقہ کا ذکر فرماتا ہے جو جنتی ہے وہ کون گروہ ہے وہی گروہ ہے جو ہادی بھی ہے مہتدی بھی عامل بھی ہے اور ناصح بھی دوسروں کو بھی حق کی ہدایت کرتا ہے اور خود بھی اپنی خواہشات میں تعادل رکھتا ہے دوسروں کا رہبر حق ہے مگر خود بھی افراط تفریط اور زیادتی کمی سے پرہیز کرتا ہے اپنے غضبی اور شہوانی قوی و افعال میں اعتدال رکھتا ہے قوت روحانیہ سے مادی قوتوں کا زور توڑ کر اونکو متوسط درجہ پر رکھتا ہے نہ تو راہب تارک الدنیا بنجاتا ہے نہ مطلق العنان شہوت ران نہ تو اس نے اپنی قوت غضبی کو ایسا معطل کر رکھا ہے کہ حق و صداقت کی خلاف ورزی کے وقت بھی خاموش رہتا ہے اور اوس کو جوش نہیں آتا اور نہ ایسا غضبناک تباہ بنا رہتا ہے کہ مست ہاتھی کی طرح ذرا سی تحریک میں دنیا کو تباہ کرنے کے درپئے ہو جائے اوس کی قوت بصیرت بھی اعتدالی حالت میں ہے نہ اتنی آزاد کہ ہر وقت شیطانی تدبیریں سوچتا رہے نہ اتنی پابند کہ علوم و معارف اور مصنوعات الٰہی میں بھی غور نہ کرے۔

آثار میں وارد ہے کہ اس امت مرحومہ سے مراد امت محمدیہ ہے۔ قتادہ کی روایت ہے کہ حضور جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے یہ تم لوگوں کے واسطے ہے اور تم سے اگلی امت کو بھی اسی کی طرح دیا گیا چنانچہ فرمایا وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ الآیۃ

شیخ ابن کثیر نے بروایت ربیع بن انس مرسل روایت ذکر کی ہے کہ حضور نے فرمایا میری امت میں ایک قوم برابر حق پر قائم رہے گی یہاں تک کہ عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہو۔

صحیحین میں بروایت معاویہ بن ابی سفیان مذکور ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا میری امت میں قیامت بپا ہونے تک برابر ایک گروہ حق پر ظاہر رہے گا اون کو جو کوئی خوار کرنا یا اون کی مخالفت کرنا چاہے گا وہ ضرر نہ پہونچا سکیگا بیضاوی وغیرہ مفسرین نے اسی سے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے کیونکہ مراد یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ ایسا ہوگا نہ یہ کہ فقط رسول پاک کے زمانہ میں ایسا گروہ تھا بعد کو نہ ہوگا ورنہ اس کے ذکر سے کیا فائدہ یہ تو معلوم ہی تھا۔

مقصود بیان:۔ امت صالحہ محمدیہ کی تعریف۔ دوسروں کو ہدایت کرنے اور خود ہدایت پر رہنے کی معتین و مدح۔ اس امر کی طرف ضمنی اشارہ کہ اعتدال و توسط پر قائم رہنے والے اور حق کا فیصلہ کرنے والے کم لوگ ہیں انکے مقابلہ میں باطل پرست زائد ہیں وغیرہ

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہم آہستہ آہستہ اُن کو اسطرح پکڑینگے

مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ

کہ اُن کو علم بھی نہ ہوگا اور میں اُن کو مہلت دوں گا

اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝

میری تدبیر مضبوط ہے

تفسیر چونکہ اوپر دو گروہ بیان کئے گئے تھے حق پرست، اور باطل پسند جنتی اور دوزخی۔ اس سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید دنیوی عروج و زوال حق و باطل اور جنتی و دوزخی ہونے کا معیار ہے جس پر دنیا میں سختی اور

زندگی میں عسرت ہے وہ جہنمی ہے اور جو مرفہ الحال فارغ البال ہے وہ جنتی ہے کیونکہ اگر مؤخر الذکر شخص دوزخی ہوتا تو خدا اوس سے فوری مواخذہ کرتا اوس کے عیش و راحت کو خاک میں ملا دیتا اس شبہ کو دور کرنیکے لئے فرماتا ہے یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو ازلی جہنمی ہیں ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں ہم اون کی فوری گرفت بھی کر لیں کہ اون کا جہنمی ہونا معلوم و محسوس ہو جائے بلکہ ہم باوجود اونکے کفر و گناہ کے دنیا میں ہر طرح کی نعمت و راحت اور عیش و کامیابی میں رکھکر یکدم اونکو پکڑ لیں گے اور اس طرح پکڑیں گے کہ اونکو پتہ بھی نہ چلیگا کہ یہ مصیبت ہم پر کس طرح آئی خواہ کہ جنت کی صورت یہ ہو کہ دنیا میں ہی یکدم دفعتہً اون پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں اور کل نعمت و عیش فنا ہو جائے یا یکدم اون پر ایسی حالت میں موت آجائے کہ وہ راحت و مسرت سے ہمکنار ہوں اور اخروی نتیجہ سے غافل ہوں اور موت کا فرشتہ آکر اونکو دوزخ میں لیجائے۔

مقصود بیان :- دنیوی راحت و تکلیف دکھ سکھ جنتی و دوزخی ہونے کا معیار نہیں بلکہ اصل معیار دین ہے جو اوپر گذر گیا۔ اللہ ڈھیل دیتا رہتا ہے جب بندہ انتہائی درجہ پر سرکشی کے پہونچ جاتا ہے تو یکدم گرفت ہو جاتی ہے۔ وغیرہ

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا ۗ مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ ۚ

کیا انہوں نے کچھ دھیان نہ کیا کہ ان کے رفیق کو کچھ جنون نہیں ہے

إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ○ أَوَلَمْ يَنظُرُوا

بس وہ تو صاف صاف ڈرانے والے ہیں یا انہوں نے

فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

آسمان و زمین کی حکومت میں اور اللہ کی پیدا کی ہوئی

خَلَقَ اللّٰهُ مِن شَيْءٍ وَأَنْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ

چیزوں میں غور نہیں کیا اور نہ اسپر غور کیا کہ شاید

قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ

اُن کی اجل آگئی ہو پس قرآن کے بعد کس بات پر

بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ○ مَن يُضْلِلِ اللّٰهُ

وہ ایمان لائیں گے جسکو اللہ گمراہ چھوڑ دے

فَلَا هَادِيَ لَهُ ۚ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ

اُسکو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور اللہ اُن کی سرکشی میں

يَعْمَهُونَ ○

بھٹکتا چھوڑ دیتا ہے

تفسیر قتادہ کی روایت ہے کہ ایک بار حضور اقدس نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قریش کو نام بنام پکارا اور ایسے الفاظ سے پکارا جو دشمن کے حملہ کے خطرہ کے وقت استعمال کئے جاتے تھے سب لوگ جمع ہو گئے حضور نے ہر گروہ کو نام بنام عذاب الٰہی سے ڈرایا آئندہ کے واقعات جو موت بلکہ قیامت تک اون پر واقع ہونے والے تھے بتائے اور فنا و زوال کی تصویر کھینچ دی ایک شخص بولا کیا اس شخص کو جنون ہو گیا ہے کہ شام سے صبح تک چیخ رہا ہے اوس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور کے وعظ کی تصدیق تین طرح سے فرمائی اول تو یہ کہ ذرا غور کرنا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے اور مجنون نہیں پھر کیوں اون کے اظہار حقائق کی تکذیب کی جائے دوسرے اس بات پر بھی ذرا غور کرنا چاہیئے کہ آسمان و زمین اور اوس کی کل کائنات جس کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے خالق پر دلالت کر رہی ہے صحرا کا ہر ذرہ پہاڑوں کا ہر ریزہ درختوں کا ہر پتہ حیوانات کی ہر کیفیت و حالت سورج چاند اور ستاروں کا طلوع و غروب پانی اور ہوا کا تموج غرض ہر چیز نمایاں طور پر تصویر فنا اور آئینہ تغیر ہے پھر یہی بات اگر رسول کی زبان سے نکلتی ہے اور وہ موت و ما بعد الموت سے ڈراتے ہیں تو کیوں اون کو جھوٹا سمجھا جاتا ہے۔ تیسرے خود اپنی زندگانی طریق زندگانی اعضا کی ساخت اور تغیر جسمانی کو بنظر غور دیکھنا چاہیئے کہ ہر وقت زندگی زوال پذیر ہے ممکن ہے کہ عنقریب ہی زندگی کے اختتام کا وقت آگیا ہو اب ان نصوص دلائل اور دلائل نبوت کو بھی اگر کفار نہ مانیں اور رسول کو سچا نہ جانیں تو اور کس بات کو مانیں گے بہر حال اتمام حجت ہو گیا اس کے بعد بھی نہ مانیں تو سمجھلو کہ اللہ ہی نے اون کو ہدایت کرنا نہیں چاہا اون کو یونہی دشت ضلالت میں سرگرداں پھرنے دو۔

مقصود بیان :- تین امور پر غور کرنے کی صراحت احادیث رسول صنائع قدرت اور خود اپنی حالت۔ اس بات کی طرف اشارہ کہ ہدایت کے لئے یہ ہی تین راستے ہیں۔ جس شخص کو ان طریقوں سے ہدایت نہ ہو تو سمجھ لو یہ ازلی گمراہ اور فطری شقی گم کردہ راہ ہے اس کے راہ یاب ہونے کی امید نہیں۔ وہ کبھی راستی پر نہ آئے گا بس اُس سے کوئی مناظرہ اور مجادلہ نہ کرو۔ وغیرہ۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۖ

پوچھتے ہیں تجھ سے کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا؟

قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي ۖ لَا يُجَلِّيهَا

تم کہدو اس کی خبر تو میرے رب کو ہے وہی اُس کو

ضعیف اور کمزور نگاہ والوں کے لیے بہت جلی خوب قلم

آسان دید تفسیر والا ترجمہ قرآن

ترجمہ حضرت شاہ دائم جلالی

مع تفسیر بیان السبحان ہمراہ مولوی یٰسین صاحب

بہت سستا مجلد

۴۸ صفحات تین سیر وزن اتنا مہنگا کاغذ حاشیہ بلا جلد

تین روپے

میں کاغذ چھ پونڈ دو روپے کا ہوگیا اور سب چیزیں الگ

رہیں پچھلی جنگ میں جب کاغذ کا نرخ یہی تھا۔ یہ قرآن شریف مجلد دس روپے میں ہدیہ ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں اب سے زیادہ مذہب کے پابند اور قرآن خوان مسلمان تھے۔ اب کہ تعلیم اس وقت سے بہت زیادہ ہے لیکن قرآن خوانی کم ہے اسی حصہ کو بیدار کرنے کے لیے مولوی کے خریداروں نے مذہبی لٹریچر مولوی کے ذریعہ ارزاں سے ارزاں اور لاگت سے بھی کم پر قرآن شریف ہدیہ کرانے کا انتظام کیا۔ اور یہ دوسرے طریقہ سے اس نقصان کی تلافی کر دیتے ہیں۔

آسان دید

قرآن انہی لوگوں کی عالی ہمتی کا نمونہ ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ کاغذ ۵۰ روپیہ یا ہی دو روپے پونڈ جاپانی جنگ سے پہلے کی نسبت ڈیوڑھی قیمت یہ دہلی قرآن شریف تین روپے میں بلا جلد ہدیہ کرا رہے ہیں۔ قرآن شریف بھی ایسا کہ اپنی آپ نظیر۔ قلم اتنا جلی جیسا کہ موجودہ کتابت دہلی کے سب سے بہتر خطاط مولوی حاجی عبدالغنی صاحب نے کی، بہت صحیح کتابت اعراب بالکل اپنی جگہ۔ مولوی نے جہاں سستے اور اچھے قرآن چھپوا کر اپنے ناظرین کی خوشنودی حاصل کی وہاں بڑی خدمت

ترجمہ

کی۔ کہ قرآن پاک کا آسان اور سلیس ترجمہ جو عام فہم اور بامحاورہ بھی ہے بڑی کاوش سے خود کرالیا ہے یہ ایسا مربوط ترجمہ ہے کہ اگر ترجمہ ہی پڑھ لیا جائے تو گویا ایک مسلسل قرآن اردو میں پڑھا جا رہا ہے، پھر زبان ایسی کہ شمال سے جنوب تک ہر خطہ کا مسلمان جو ذرا سی بھی اردو جانتا ہے اور وہ عورتیں جو بہت معمولی اردو سے واقف ہیں بلا دقت قرآن کا مطلب سمجھ جاتی ہیں۔ یہ ترجمہ حضرت مولانا شاہ دائم جلالی کا ہے جو پکے حنفی بھی ہیں۔ اور حافظ قاری بھی اور جن کی تفسیر بیان السبحان آپ ہر ماہ مولوی میں دیکھتے اور بڑے ذوق سے پڑھتے ہیں

تفسیر

جو حاشیہ پر ہے بہت زیادہ تو نہیں لیکن پھر بھی ضروری ضروری باتیں سب آگئی ہیں، یہ تفسیر بھی تفسیر بیان السبحان ہی سے ماخوذ ہے۔ جو ہر ماہ آپ رسالہ مولوی میں پڑھتے ہیں

ضعیف

اور کمزور نگاہ والے بھائیوں کے لیے یہ قرآن شریف آیۂ رحمت ہے اور قرآن شریف کی تلاوت زیادہ تر بزرگ لوگ ہی کرتے ہیں اس لیے اس قرآن شریف کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے تاکہ بوڑھے جوان دونوں پڑھ لیں، اشاعت قرآن میں سب سے بڑی چیز ارزاں ہدیہ ہونا ہے اور حمیدیہ پریس نے سب سے زیادہ اسی بات کو ملحوظ رکھا ہے اور آج کے کاغذ کے نرخ کے لحاظ سے لاگت چار روپے بلا جلد ہے

تقطیع ۱۵ انچ طویل - ۱۱ انچ عریض کاغذ سفید ولایتی حاشیہ بستنی

بلا جلد کا ہدیہ تین روپے

۴۸ صفحات ۳ سیر وزن تین روپے بلا جلد محصول ۲/

مجلد

لینا چاہیں۔ تو چمڑے کی پشتے اور کپڑے کی جلد ۱۲/ میں بنتی ہے اور پورے چمڑے کی نقرئی کار جلد ڈیڑھ روپے میں اگر وہاں جلد بنوانے کی دقت نہ ہو تو بلا جلد ہی منگا لیں ورنہ مجلد چرمی پشتہ پونے چار روپے میں اور کامل چرمی نقرئی جلد دار ساڑھے چار روپے مجلد کا محصول ۱۲/ ایک جلد۔ تو ڈاک سے ہی منگائیے دو ایک سے زیادہ ریل کے ذریعہ اس کا ہر پارہ مجلد بھی ہے وزن ۹ سیر ہدیہ چھ روپے۔ پتہ دفتر رسالہ مولوی دہلی

عورت ہر وقت سفید پانی
جب عورت سیلان الرحم کے مرض میں مبتلا ہوجاتی ہے تو اس کے خفیہ جسم سے ہر وقت
یا کبھی کبھی سفید پانی (لیسدار سفید رطوبت) خارج ہونے لگتی ہے۔ یہ مرض عورت کی
جوانی کے لئے زہر ہے اور اس کا فوراً علاج کرانا ضروری ہے۔ ورنہ رفتہ رفتہ عورت
کی جوانی ختم ہوجاتی ہے۔ وہ سفید پانی در اصل جوانی کا جوہر ہوتا ہے۔ پس اگر کسی عورت
کے خفیہ جسم سے سفید رطوبت وقت بیوقت خارج ہوتی ہو اور وہ ہر وقت جسم میں ایک تکلیف
اور بےچینی محسوس کرتی ہو۔ تو اُسے چاہیئے کہ سب کام چھوڑ کر اس کا فوراً علاج کرے۔ اسکی ترکیب یہ ہے کہ
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا روک منگالے۔ اس دوا کے
استعمال شروع کرنے کے تیسرے ہی دن سفید رطوبت نکلنی بند نہ ہوجائے تو ہمارا ذمہ۔
پوری شیشی استعمال کرنے کے بعد عورت کا اندرونی جسم (رحم) بالکل تندرست ہوجاتا ہے۔
سفید رطوبت کا اخراج بھی بند ہوجاتا ہے۔ اور عورت اپنے اندر پھر جوانی اور جوانی کی اُمنگ
محسوس کرتی ہے۔ آزمودہ مجرب دوا ہے۔ اور ہزارہا عورتوں کو تندرست کرچکی
ہے۔ ایک شیشی دوا "روک" کی قیمت صرف تین روپے ہے۔
بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لیجئے۔ محصول پارسل پر سات آنے
لگتا ہے۔
ٹیلی فون ۶۲۹۹

جوانی سات دن میں

جنسی بیماریوں کی وجہ سے ہندوستان میں نامردی کی وبا پھیلی ہے آج دنیا کے شاید کسی ملک میں ہو۔ جنسی لوٹ یہاں کے اشتہار بازوں نے مچا رکھی ہے اور پبلک کی صحت کو برباد کر رکھا ہے کسی حد میں نہیں ہے۔ کیا آپ کو ابھی تک نہیں کھلیں۔ جبکہ آپ بھی جھوٹ اور فریب میں بھینک کر اپنا روپیہ اور صحت کھو بیٹھے ہیں۔ اس اندھیر گردی اور عام مفلسی کے بعد سے متاثر ہو کر آیورویدک اور یونانی طب نے فنا سفروں نے ایک وقت میں ہزاروں غور و فکر کے بعد نامردی، جریان، سرعت انزال، احتلام، بی بی، لاغری، سستی اور عام جسمانی کمزوری کا صرف سات دن کا علاج معلوم کر لیا۔ اور اس علاج سے ہندوستان کے لاکھوں انسانوں کو دوبارہ جوانی مل گئی جن کی وجہ سے ان کے گھر کی خوشی قائم رہ گئی۔ اور ہزاروں برباد گھرانے ہو گئے جو لوگ جوانی بیچ کر ٹکریں مارتے پھرتے تھے۔ راتوں کو تنہائی میں بیٹھ کر پچھتایا کرتے۔ آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتے تھے۔ آج ان کے گھروں میں جا کر دیکھو وہ اولاد سے کھیلتے نظر آتے ہیں۔ بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ جوانی کو لوٹنے کا علاج صرف سات دن میں ہو جاتا ہے۔ مگر ان سات دن کے اندر ..... پاس جانے کا پرہیز بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اس علاج کی پوشیدہ ترکیب کے اصول میں خرابی آ جاتی ہے۔ اس لئے صرف ان ہی لوگوں کو یہ کورس استعمال کرنا چاہئے جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں گے زبردست طاقت چونکہ ہی دنیا پیدا ہونے لگتی ہے بس اس طاقت کو سات دن تک روک لینے سے انسان برسوں طاقت سے کھیل سکتا ہے اور اس کی قوت کم نہیں ہوتی۔ اس علاج میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی دوا ایک لگانے کی۔ دونوں دواؤں کے کورس کا نام "ری جو وین" ہے۔ کھانے کی دوا کی پہلی خوراک حلق سے اتری اور اس نے تمام اعصاب کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا۔ اور کمزوری کو بدن سے اس طرح نکالنا شروع کر دیا جیسے کایا پلٹ دی۔ لگانے کی دوا بھی اپنے ایک ترشے کا کمال دکھاتی ہے بغیر پر بیٹھتے ہی مریض حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ بجلی کی طرح لہریں دوڑنے لگی ہیں اور طاقت کا سمندر ابل پڑتا ہے۔ اس کورس میں عجیب و غریب صفات بند ہیں۔ اگر کوئی تندرست انسان بھی ایک دفعہ استعمال کرے تو جوانی کا پورا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ اور ایک پیسہ رکھا گارنٹی۔ اس بات کی گارنٹی تحریری دی جاتی ہے کہ ہماری "ری جو وین" کورس سے اگر سات دن میں انسان تندرست نہ ہو تو قیمت واپس کی جاتی ہے۔ اور ایک پیسہ رکھا نہیں جاتا ہے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ہے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ۔ کورس ان ہی لوگوں کو بھیجا جائیگا جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کر چکے ہوں۔ پتہ:-

منیجر اکسیری دواخانہ۔ کلاں محل نمبر ۶ دہلی

جھوٹ بولنا حرام ہے۔ دولت اور محبت مفت

ناظرین! دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں، مگر آپ کو خدا کی قسم کھا کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں برسوں محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے جب کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ اب میں اپنی محنت سے حاصل کئے ہوئے ان عملیات کو عام فائدہ کی غرض سے پیش کر رہا ہوں اور یقین دلاتا ہوں اگر آپ مسلمان ہیں تو ایک مسلمان کی قسم کا اعتبار کرنے میں تامل نہ کیجئے۔ چند روزہ زندگی کے لئے اور چند پیسوں یا روپیوں کی خاطر کون ایسا مسلمان ہوگا جو اپنے ایمان برباد کرے گا۔ اور مسلمان بھائیوں کو دھوکہ دیگا۔ اگر آپ کا ضمیر مطمئن ہو تو حسب ذیل تعویذات منگا لیجئے۔ اور کرشمہ خداوندی دیکھ لیجئے۔ کامیابی آپ کی پیشانی پر ظاہر ہو گی۔ تمام نقش و تعویذ بذریعہ وی۔ پی لفافہ میں بھیجے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے۔ اور کامیابی ہوگی۔ بالکل سچا جواب مل جاتا ہے۔ اس کے عامل نے برسوں میں اس عمل کو یاد کیا ہے ہدیہ ایک روپیہ دس آنے۔ محصول الگ۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ لینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے غیب سے مفلسی دور ہونے کے سامان ہو جاتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر اتنی جلدی دولت مل گئی۔ نوکری کی صورت میں اس کو افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر چلے تو وہ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں خود بخود اپنے ماتحت کی ترقی کا خیال دامنگیر ہو جاتا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ چار آنہ۔ محصول ڈاک الگ۔

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی محنتیں کر کے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل کامل صاحب کا عطیہ ہے جس کسی سے محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں لانا اور بے دام غلام بنانا ہو اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے۔ اور جس جگہ آپ کا مطلوب ہو وہاں سے گزر جائیے اور وہاں تک رسائی نہ ہو سکے تو ڈوری کو اپنے محبوب کے در پر یا اس کے ہاتھوں تک پہونچا دیجئے۔ بس گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشہ دیکھئے وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین ہو کر آپ کے پاس پہونچے گا۔ ہدیہ تین روپے۔ مندرجہ بالا تینوں تعویذوں میں ناکامی کی صورت میں قیمت واپس ہوگی۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ پتہ:-

سید نواب میاں شاہ صاحب عامل کالا محل بازار (۴) دہلی

عبدالحمید پرنٹر و پبلشر نے ... محبوب المطابع ... اردو بازار دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ ... دہلی سے شائع کیا

آخر آپ ہی تو بتلائیے کہ گرانی کا مقابلہ کیونکر ہو

پورا ڈیڑھ سال تک گرانی کے ختم ہونے کی اس پر عارضی انتظام سے کام لیا گیا ۔ کبھی فرمذ فنڈ ۔ کبھی کتاب الاسلام کا پیشگی روپیہ ۔ کبھی خریداروں سے بڑھا ہوا چندے کی اپیل سے اور باقی کتابوں کے ذخیرہ کو بیچ کر ۱۸ مہینے گذارے ۔ اب آپ سب مل کر بتلایئے کہ اس کا مستقل حل کیا ہو ۔ چندہ بڑھانا تو بالکل آخری تدبیر ہے اس سے پہلے پہلے جو تدبیر ممکن ہو وہ کر لینی چاہیئے ۔ کاغذ کا فرق اتنا ہے کہ ۲۴ صفحہ کا مولوی نکالا جائے تب بھی سو روپے ماہوار کا گھاٹا رہے گا ۔ اب میری دو تجویزیں ہیں ۔ اگر آپ قبول فرمالیں ۔ تو پھر خسارہ سو دو سو روپے ماہوار کا رہ جائے گا ۔ جس کو دوسرے ذریعہ سے پورا کر لونگا ۔ یا جیسا ۔ مقدر ہوگا آپ کو اطلاع دیدونگا ۔

تجویز اول یہ ہے کہ کتابوں کی قیمتوں میں ۴ر فی روپیہ کا اضافہ کر دیا جائے ۔ اس طرح جو بچا کھچا ذخیرہ کتابوں کا سب یہاں ہے اس کی قیمت سوائی ہو جائے ۔ یہ حمیدیہ پریس کی مطبوعات کا ذکر ہے ۔ دوسری کتابوں پر تو مالکان کتب نے تین ماہ پہلے سے ۵ر روپیہ بڑھا دیا ہے ۔ یہ نوٹ کرنے کے قابل بات ہے کہ ہم پر دوبارہ چھاپنے پڑیں ۔ کتابوں کی قیمت لاگت سے کم ہوگی یعنی جدید اڈیشن کی لاگت ابھی اضافہ شدہ قیمت سے زیادہ ہوگی ۔ اس کے ساتھ ہی دوسری تجویز

دوسری تجویز یہ ہے کہ مولوی کے ۸ صفحہ اور کم کر دیئے جائیں یعنی بجائے ۳۰ صفحہ کے ۲۴ صفحہ کا پرچہ ہو جائے تفسیر بدستور رہے اندر کے مضامین کم ہو جائیں ۔ اسی مہینے اپنی رائے سے مطلع فرما دیجیے

کتابوں کی قیمت میں اضافہ

۱۲ ربیع الثانی سنہ سے کر دونگا کہ آپ اس سے پہلے جو کتاب لینا چاہیں وہ موجودہ قیمت پر لے سکیں ۔ اور بہت سے بھائیوں کو شکایت نہ رہے ۔ اس لیے اس مرتبہ اپنی سب کتابوں کا مختصر ذکر کر دینا چاہتا ہوں ۔ کتاب الاسلام ۔ بخاری ۔ مسلم ۔ ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ ابن ماجہ ۔ مشکوٰۃ ۔ تجرید بخاری کا اشتہار صفحہ اول و دوم میں پڑھ چکے ہیں ۔ صد صحابہ کا اشتہار صفحہ ۔ پر پڑھ لیجے ۔ باقی کتابیں یہ ہیں ۔

اسلامی مسائل ۔۔۔ صفحات امام الفقہ امام محمد یوسف کی تالیف اسلامی مسائل کی پوری کتاب جس میں عبادات معاملات اعمال ۔ ریاضات غرضکہ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اسلامی علم اس کتاب میں ہے مجلد ۱۲ر

اسلامی معاشرت یہ وہ سو صفحہ کی کتاب ہے کاغذ اعلیٰ مولوی شریف احمد صاحب مراد آبادی ۔ مسلمان بحیثیت اور متمدن انسان کیسا ہونا چاہیئے یہ اس کتاب سے معلوم ہوگا ۔ ہر بات قرآن یا حدیث سے ثابت ۔ قیمت ۱۰ر

نماز کی سب سے بڑی کتاب ۶۰۴ صفحات از مولوی نذیر الحق محدث میرٹھی معلومات نماز کے لیے اس سے بڑی اور مستند کتاب کسی زبان میں آج تک نہیں چھپی ایک سال میں ۲ ہزار فروخت ہوئی مجلد ۴ر

نماز کی پانچ کتابیں (۱) نماز کی حقیقت ۲ر (۲) نماز کی ترغیب ۲ر (۳) ترکیب نماز ۳ر (۴) نماز کے علمی فائدے ۶ر (۵) نماز اور مسائل جمعہ ۴ر سب ایک ساتھ صرف ایک روپیہ معمول ۔

خطبات جمات ۴۹۴ صفحات از مولوی نذیر الحق صاحب جمعہ کے بہترین موضوع پر ۴۸ اردو میں خطبے اور ۲ عیدین کے خطبے ایک خطبہ ہر ماہ جو ہر پانچویں جمعہ کو پڑھا جاتا ہے اب تک ۲ ہزار مساجد میں پہنچ چکا ہے ۔ قیمت مجلد ایک روپیہ

تفسیر بست سورہ ۱۱۲ صفحات از حضرت مولوی عبد الحمید صاحب محدث دہلوی نماز میں جو عام طور سے پارہ عم کی سورتیں پڑھی جاتی ہیں ان میں ۲۰ سورتوں کی تفسیر اور ترجمہ تاکہ نماز پر کیفیت ہو جائے ۔ قیمت ۹ آنے

تفسیر سورہ اخلاص ۴۲ صفحات از حضرت مولانا مولوی احمد سعید صاحب یہ سورہ قل ہو اللہ کی تفسیر کیا ہے خدا کی کتاب ہے جس میں سورہ اخلاص کے معارف خواص اور اعمال اور خدا تک کیا گیا ہے قیمت ۸ر

تفسیر آیۃ الکرسی ۶۰ صفحات از مولانا شاہ ناصر جلالی اس کا نام صحیفہ قدسی ہے آیۃ الکرسی کی تفسیر ۔ اس کی خاصیت اولیا کے تجربات اور ان کے عملیات اسم اعظم کا عمل بڑا کامیاب ہے بڑی مجرب کتاب قیمت آٹھ آنے

قرآن و حدیث کی دعائیں ۲۰۸ صفحات از علامہ مولوی نذیر الحق صاحب ۶۴ صفحہ میں تو دعاؤں کے طریقے آداب ، اثرات اور بزرگان و اولیا کی حکایات اور ۱۴۴ صفحات میں ہر ضرورت کی قرآنی دعا مع ترجمہ قیمت ۸ر

بیان القرآن ۔ صفحات کاغذ اعلیٰ از حضرت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی جس میں قرآن مجید کی تلاوت کے آداب نزول کیفیت قرات کتابت احکام اور ضروری معلومات آخر میں قرآن مجید کے خواص و عملیات قیمت چھ آنے ۶ر

تاریخ القرآن ۲۴۰ صفحات از مولوی سید نذیر الحق صاحب قرآن پاک کی معلومات کی بڑی کتاب ہے جس میں قرآن پاک کی حفاظت کا پورا تذکرہ ہے اور قرآنی نکات و آداب تلاوت اور صدہا معلومات ہیں سنئے سو اخباروں نے کیا لکھا ۱ر

اوراد و وظائف ۲۰۰ صفحات از حضرت شاہ مرشد مخدومی جہانیاں جہاں گشت کے اوراد و وظائف سینہ بسینہ سو فیصدی کامیاب ثابت ہوئے کہ پہلی مرتبہ چھپ چکی ہے ۔ عملیات کی سب سے مجرب کتاب ہے ۔ قیمت دس آنے

تسخیر القلوب ۲۶ صفحات ہر آدمی کو مسخر کرنے کی تدبیریں اور وظائف و اوراد نقش ہیں ، حب کے اعمال تو لاجواب ہیں اس کتاب کا عمل تو سینکڑوں روپے کے لوگ ہدیہ کر چکے ہیں ، بڑی مجرب پانچواں اڈیشن قیمت ۶ر

بڑی دلائل الخیرات ۔۔۔ صفحات ، از مولوی محمود الحسن صاحب گنگوہی ۔ مترجم بین السطور عربی عبارت کا ترجمہ نہایت اعلیٰ ۔ ہفت احزاب یعنی ، روز کے مفصل اور مؤثر درود شریف کی سب سے بڑی کتاب مجلد دس آنے

نیا بارہ سورہ ۲۴۴ صفحات مجلد از حضرت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ترجمہ اور حاشیہ اور انہی کے عملیات بارہ قرآن پاک کی سورتیں دعائے گنج العرش ہفت ہیکل اور صدہا دوسری دعائیں اور ہر طریقہ کی نماز مجلد چھ آنے

فالنامہ ناصری ۔ صفحات از شاہ ناصر جلالی کام شروع کرنے سے پہلے اس کتاب سے اس کام کی اچھائی برائی معلوم کر لیجے ، یہ کتاب مستقبل کا آئینہ ہے آخر میں علم قیافہ کا ضمیمہ بھی شامل ہے ۔ قیمت آٹھ آنے

قسمت کا لکھا ۱۲۸ صفحات از شیخ محمد یعقوب صاحب ندیم صحافی رسالہ آپ اپنی قسمت کا حال خود معلوم کر لیجئے کی کتاب ہے اس کتاب کو پڑھ کر ہاتھ کی لکیر دیکھ کر قسمت کا لکھا معلوم ہو جاتا ہے دیکھئے ایک عجیب فن ہے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت ۱؍

آفتاب رسالت ۳۳۴ صفحات ۲ حصوں میں از جناب عارف رفیق بلند شہری رسول کریم کی سب سے بڑی اور سب سے سستی سوانح عمری جس میں حضور کی زندگی کا پورا پورا تذکرہ ہے بلکہ عرب کی پوری تاریخ بھی ہے بلا جلد ۱۲؍

عرب کا چاند ۲۰۲ صفحات از سوامی لکشمن جی مہاراج سروکا نت نخرود عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح۔ ایک غیر مسلم کے قلب کے جذبات صفحہ قرطاس پر بہت اعلیٰ کاغذ بہت اعلیٰ سرورق۔ قیمت ۸؍

خلافت راشدہ ۵۰۰ صفحات از علامہ رفیق بلند شہری اس میں چار حصے ہیں اور ہر حصہ میں ایک خلیفہ کی سوانح عمری ہے حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی کی مکمل اور سستی سوانح عمری اور کوئی نہیں مجلد ۱۰؍

الفاروق ۴۰۰ صفحات از علامہ شبلی نعمانی خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق کی سب سے بڑی سوانح حیات ۲ حصوں میں حصہ اول میں ان کے ذاتی حالات اور دوسرے حصہ میں فتوحات اسلامیہ اور خلافت کے حالات قیمت ۱۲؍

سیرت امام حسین ۸۴ صفحات مجلد از مولانا عارف ہسوی مرحوم، سیدنا امام عالی مقام حضرت حسین کے حالات زندگی خلافت اور شہادت کے دلدوز مکمل حالات ایک ہزار سے زائد اشعار سلام مراثی اس میں شامل ہیں ۸؍

سیرۃ خالد بن ولید ۴۰۰ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد، سیف اللہ کا جنکو رسول کریم نے خطاب دیا ان کے شاندار کارنامے پڑھ کر ہم غلاموں کا خون بھی حرارت میں آجاتا ہے۔ مجلد قیمت ایک روپیہ

سیرت امیر معاویہ ۴۰۰ صفحات از مولانا شاہ مراد آبادی، حضرت امیر معاویہ کے حالات اردو زبان میں پڑھنے ہوں تو یہی ایک کتاب ہے بڑی مشکل سے یہ حالات ملے ہیں یہ اپنی نوع کی پہلی کتاب ہے۔ مجلد قیمت ایک روپیہ

سیرت عمرو بن العاص ۴۰۰ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد۔ یہ عرب کے سب سے بڑے سیاسی اور مدبر جرنیل ہیں جن کو فتح مصر نے صحابہ کرام میں بہت ممتاز کر دیا ہے ان کے پورے حالات مجلد۔ ایک روپیہ

سیرۃ ابوذر غفاری ۶۰ صفحات از حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی یہ حضور کے محبوب صحابی کی سوانح حیات ہے۔ یہ تاریخ اسلام کا بہت درخشاں باب ہے اور اس سے حضور کی محبت کا ولولہ پیدا ہوتا ہے ۶؍

سیرت حضرت بلال ۱۴۴ صفحات از علامہ رفیق بلند شہری حضور کے مشہور حبشی صحابی حضرت بلال رضہ کے مفصل حالات حضرت بلال کے حالات میں یہ پہلی کتاب ہے جو اتنی بڑی معلومات کی ہو۔ قیمت ۶؍

بڑی سوانح غوث اعظم ۴۰۰ صفحات مجلد از مولوی شریف احمد صاحب مراد حضرت پیران پیر شاہ عبد القادر جیلانی کے حالات اردو زبان میں اس سے بڑی کوئی کتاب نہیں حالات، تعلیمات، مجاہدات، کرامات سبھی کچھ

حضرت امام ابو حنیفہ ۱۶۰ صفحات از علامہ شبلی نعمانی، حضرت امام اعظم کے حالات حنفی مسلمانوں کے لئے مایہ ناز ذخیرہ حالات امام کیا نہ فقہ کے مسائل معقول حل جس سے آپ کی ذہانت کا اندازہ ہو سکتا ہے، مجلد ۸ آنے

ہفتاد اولیا ۴۶۴ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد آبادی ۷۰ ہندوستان کے مقتدر ترین اولیاء اللہ کے بصیرت افروز حالات اور بہت مستند حالات ایسی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی، مجلد قیمت سوا روپیہ

سیرت نظامی ۲۱۴ صفحات از پیرزادہ محمد یاسین شاہ صاحب سجادہ درگاہ سلطان جی حضرت سلطان المشائخ سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کی سب سے بہتر سوانح حیات کیونکہ جیکہ ان کے خواجہ زادہ کی تصنیف ہے قیمت ۱۲؍

کفرستان کے تین ولی ۱۱۲ صفحات از حضرت شاہ مراد آبادی ابتدا میں تعارف اور صوفیائے کرام کی زندگی پر ایک زبردست مقالہ بعد حضرت خواجہ معین الدین حضرت خواجہ گنج شکر اور حضرت صابر کلیری کے حالات قیمت ۸؍

صلاح الدین اعظم ۴۹۰ صفحات از جناب مولوی فصیح الدین انصاری فاتح بیت المقدس صلاح الدین ایوبی کے حالات ایسے ولولہ خیز کہ اب بھی مردہ رگوں میں جان آجاتی ہے۔ سب سے بڑا صلیبی جرگہ۔ قیمت دو روپے

امام غزالی ۱۲ صفحات از علامہ شبلی نعمانی محب العارفین اکرم الاصفیاء حضرت امام محمد غزالی کے حالات تصوف کے کیسے طریقت کی راہیں اور دیگر کے اذکار اس کتاب کا ایسا ہے تصوف کے شیدائی اس کو پڑھیں۔ قیمت چھ آنے

تصوف کے تین شاعر تین کتابیں از علامہ شبلی نعمانی (۱) حیات شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی (۲) حیات حافظ شیرازی (۳) حالات حضرت امیر خسرو ان کے اذکار و معارف تصوف قیمت ہر سہ آٹھ آنے

طارق بن زیاد مجلد ۲۱۹ صفحات از جناب عبد اللطیف صاحب بہرام پوری طارق بن زیاد فاتح اندلس کی سوانح حیات اور فتح اسپین کے حالات یہ وہی طارق ہیں جنہوں نے پہاڑ پر جہاز جلائے بڑی ولولہ خیز کتاب ہے، قیمت آٹھ آنے

عالمگیر غازی ۰ صفحات از جناب عزیز حسن بقائی غازی اورنگ زیب کی مبسوط سوانح حیات جس میں سب سے زیادہ ان متعصب مورخوں کا جواب ہے جنہوں نے غازی موصوف پر مختلف الزامات لگائے یہ موصوف کا صحیح مرقع ہے قیمت ۸؍

شاہ جیلان ۸۰ صفحات از حضرت مولانا نذیر الحق صاحب قادری، شاہ جیلان پیران پیر دستگیر کی مختصر سوانح حیات ہے لیکن بڑی بہتر دل آویز اور مستند اس میں زیادہ تر حضرت کی تعلیمات کا تذکرہ ہے قیمت چھ آنے

وعظ کی بڑی کتاب ۳۲۴ صفحات از حضرت مولانا احمد سعید صاحب، وعظ کی بہترین کتاب وعظ سعید ہے اس میں اوامر و نواہی اسلام ۱۰۹ وعظ ہیں جنہیں ہزار ہا باکمال اصحاب صفا کی حکایات بھی ہیں، مجلد ۲؍

بارہ مجالس ۱۲۸ صفحات مجلد از جناب مولانا زاہد القادری یہ محرم کے مہینوں میں خاص طور سے اور ویسے ہمیشہ مجالس میں پڑھنے کی آسان اردو کی کتاب جس میں رسول کریم صحابہ کا جوش اسلام۔ اسلام کی اہم تعلیمات و واقعات کربلا ہیں مجلد ۱۲؍

مقالات غوث پاک ۱۴۴ صفحات از جناب مولانا شاہ نجم الحسن گیلانی یہ فتوح الغیب کا اردو ترجمہ ہے یعنی حضرت غوث الاعظم کے نوے وعظ اردو میں ہیں ان مواعظ کی اہمیت کا اندازہ تو شاہ جیلان سے کیجئے قیمت ۸؍

اخلاق سلف ۲۵۲ صفحات بڑی تقطیع مجلد۔ یہ تصوف کی بہترین کتاب ہے جس میں سلف صالحین کے اخلاق کا تذکرہ ہے یا یوں سمجھئے کہ آئین تصوف کے ۲۰۰ وعظ ہیں، جو قلب کو جلا دینے میں اکسیر ہیں۔ مجلد قیمت ۱۰؍

حضرت خدیجۃ الکبریٰ ۱۰۰ صفحات از جناب آغا رفیق بلند شہری رسول کریم کی مقدس رفیق حیات جن کی زندگی میں رسول کریم نے اور نکاح نہیں کیا۔ اسلام کی پہلی معاون خاتون جنکا لقب طاہرہ ہو گیا تھا۔ قیمت ۸/

حضرت عائشہ صدیقہ ۲۴۴ صفحات از آغا رفیق بلند شہری۔ حضرت ابو بکر کی بیٹی رسول کریم کی محبوب بیوی عالم اسلامی کی سب سے بڑی خطیب اور فقیہہ خاتون ان کیلئے قرآن کی مخصوص آیات نازل ہوئیں قیمت ۱۲/

حضرت فاطمۃ الزہرا ۲۰۰ صفحات از ملا صدر فیق بلند شہری۔ سیدۃ النساء جنت، ام الحسنین بنت رسول اللہ حضرت فاطمہ زہرا کے حالات، ان کی طرز معاشرت، ان کی زندگی آج کی خواتین کے لئے درس عبرت ہے قیمت مجلد ۸/

صابر بیویاں ۲۶۶ صفحات از جناب مولوی احمد سعید صاحب، یہ گویا عورتوں کے لئے ہدایت کی کتاب ہے جس میں صابرہ عورتوں کے دلدوز اور مختصر حالات ہیں۔ جو عورتوں کے پڑھنے اور عمل کرنے کے قابل ہیں قیمت ۱۲/ مجلد

اسلامی میاں بیوی ۳۰۰ صفحات از مولانا مراد مارہروی۔ میاں بیوی کے تعلقات پر سب سے بڑی تاریخ اور خوش اسلوبی کی کا بہترین پروگرام۔ اور میاں بیوی کے مابین کا بہترین خاکہ۔ قیمت بارہ آنے

پانچ تعلیم نسواں ۵۶ صفحات از مولانا شوق امرتسری مسلمان بیبیوں کی تعلیم کیلئے بڑی بہتر کتاب جس میں مذہب اخلاق تاریخ اور جغرافیہ کے چھوٹے چھوٹے سبق اپنی بچیوں کو ضرور پڑھائیے مجلد قیمت ۱۰/

خوبان جہان ۳۰۴ صفحات از مولانا نذیف احمد صاحب مراد مارہروی دنیا بھر کی چیدہ اور ممتاز خواتین کے حالات جنکی وجہ سے حکومتوں میں انقلاب آگئے ہر عورت ہر صنف کے حسن سے مالامال ہے بڑی دلچسپ کتاب ہے مجلد ۱۲/

نورجہان ۱۹۲ صفحات از آغا رفیق بلند شہری، شاہان مغلیہ کے چشم و چراغ جہانگیر کی محبوب ملکہ جو اپنی شان حسن و تدبر اور حکمرانی میں اپنی آپ نظیر تھی اس کے حالات و واقعات بڑے ہی دلچسپ ہیں۔ قیمت چھ آنے

شاہان مغلیہ کی بیویاں ۱۴۴ صفحات از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد بیگمات خاندان تیموریہ کے حالات جس میں ۴۴ بیگمات کے علاوہ ۱۴ ہندو رانیوں کے بھی حالات ہیں جو حرم شاہی میں داخل تھیں

بیگمات اودھ ۹۰ صفحات از جناب عشرت لکھنوی، شاہان اودھ کی چند خاص بیگموں کے حالات جنہوں نے معمولی درجہ سے ترقی کر کے حرم سرائے شاہی میں جگہ پائی۔ بڑی پر بہار کتاب ہے، قیمت چھ آنے

ساجن موہنی ۱۲۰ صفحات از حضرت خاموش دریابادی، خاوند کو قبضہ میں کرنے کے لئے عصمت کے بعد سلیقہ شعاری ہے دوسرا حسن صورت یہ کتاب دونوں کی استانی ہے اس کتاب کے پڑھنے کے بعد کوئی گھر ناخوشگوار نہیں رہ سکتا ۸/

اندلس کی شہزادی ۴۴ صفحات از علامہ راشد الخیری مرحوم اندلس سے مسلمانوں کی جلاوطنی کا نوحہ جنہوں نے صرف مسلمان کا اسلام پر قائم رہنا اور جان و مال ہر چیز قربان کر دینا۔ بڑی دلدوز کتاب۔ قیمت آٹھ آنے

مبلغ اسلام ۲ عورتیں (۱) خالدہ خانم (۲) سادتری دو تبلیغی کتابیں دو نو خواتین نے اسلام کے مبلغین کے فرائض انجام دیئے اور ہر مناظرہ میں اسلام کا بول بالا کیا، ہر دو کی قیمت بارہ آنے

تاریخ اسلام کامل ۹۰۰ صفحات مجلد چرمی کاغذ اعلیٰ از جناب شوق امرتسری پانچ حصے یکجا مجلد پہلا حصہ عرب کی تاریخ رسول اللہ کے حالات ۲ خلافت راشدہ ۳ خلافت بنی امیہ ۴ خلافت عباسیہ ۵ خلافت ترکی مجلد سات روپیہ

تاریخ مکہ معظمہ ۲۴۴ صفحات از جناب مولوی غلام شبیر صاحب تاریخ بیت المعظم مکہ معظمہ کے حالات حضرت ابراہیم سے لیکر آج تک مکہ معظمہ کی تاریخ اور دلچسپ موضوعات چوتھا اڈیشن۔ قیمت سوا روپیہ

تاریخ مدینہ منورہ ۲۸۰ صفحات از مولوی غلام شبیر صاحب دیار حبیب کا مفصل حال مسجد نبوی کا فوٹو روضہ منورہ کا پورا حال اور مدینہ منورہ کے شہر کی پوری تاریخ۔ اور تمدنی کیفیات۔ قیمت ایک روپیہ۔

تاریخ فلسطین ۲۰۰ صفحات از مولانا نذیر صہبائی بیت المقدس کے حالات حضرت سلیمان کے وقت سے لے کر انگریزوں کے دور تک جس قدر اہم واقعات اس سرزمین پر ہوئے اس کی مستند حالت بیان ہوئی ہے مجلد قیمت ۸ آنے

نبیوں کے قصے ۵۲ صفحات از حضرت شاہ مراد مارہروی حضرت آدم سے لے کر رسول کریم تک جن انبیا کا تذکرہ قرآن شریف میں ہے ان کے مفصل حالات اور بالکل صحیح قصے یہ سب قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں قیمت ۱۲/

ہر ہٹلر بانی جنگ و دنیا کو بے چین کرنے والا۔ جرمنی کا چانسلر روز لعت ہٹلر کے حالات ایک اخبار فروش اور معمولی درجہ کا آدمی کس طرح اتنا بڑا آدمی ہو گیا۔ جو دنیا کی ہر بڑی سلطنت سے ٹکر لینے کو تیار ہے۔ قیمت چھ آنے

یوسف و زلیخا ۱۴۴ صفحات از مولانا نذیر صہبائی۔ نہایت ہی دلچسپ نصیحت آموز دل ہلا دینے والا تاریخی قصہ، بنی اسرائیل کا آغاز اور حضرت یوسف کی مصر پر فرمانروائی، زلیخا کا عشق اور رقت انگیز حالات قیمت آٹھ آنے

مساوات المسلمین ۱۱۲ صفحات از مولوی خلیل احمد صاحب، اس میں اپنی شرافت کے غرور کو ڈھایا گیا ہے اور بتلایا ہے۔ کہ مسلمانوں میں جو یہ نسبی امتیاز پیدا ہوا ہے وہ ہندوؤں کا اثر ہے اسلام میں اس کا کہیں وجود نہیں۔ قیمت ۴/

خاموش تبلیغ ۲۰۳ صفحات از حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند کی مشہور کتاب یا وعظ جو دہلی کا تمام اسلام کے اہم ترین موضوعات پر قلمبند ہوئی تبلیغ اسلام کی بہترین کتاب۔ قیمت صرف دس آنے

مقالات غریب نواز ۱۰۰ صفحات از شاہ نام جلالی۔ اس میں حضرت خواجہ معین الدین کی مجالس حسنہ کا بیان اور انکی مختصر لائف جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے مرتب کی تھی ترجمہ کیا گیا۔ قیمت ۱۰/

مرنے سے پہلے ۲۰۰ صفحات از جناب مولوی خلیل احمد صاحب یہ کتاب اپنی نوع کی پہلی کتاب ہے جس میں توبہ کے متعلق بڑے موثر مضامین ہیں مسلمانوں کیلئے تمام مذاہب سے الگ نجات کا راستہ جو کسی مذہب میں نہیں۔ قیمت دس آنے

مرنے کے بعد ۲۰۰ صفحات از مولانا مولوی عبدالتواب صاحب اس کے دو حصے ہیں اول حصے میں روح کا حال نیک و بد روحوں کے عالم برزخ کے مسائل۔ دوسرے حصے میں اولیاء اللہ کے مرنے کے بعد کے حالات انہی کے بتلائے ہوئے قیمت ۱۲/

مسدس حالی ۲۰۲ صفحات از حضرت خواجہ الطاف حسین حالی۔ مد و جزر اسلام کا بہترین مرقعہ مولانا کی وہ تاریخی نظم جس کو سرسید مرحوم نے اپنا زاد راہ بتایا تھا مسلمانوں میں انقلاب پیدا کرنے والی کتاب قیمت چار آنے

قاعدہ یسرنا القرآن ۴۸ صفحات از ملک منظور علی صاحب بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کا طلسمی قاعدہ ایک بار یہ قاعدہ بچے کو سمجھا کر پڑھا دیجیے پھر قرآن شریف پڑھانے کی ضرورت نہیں وہ آپ پڑھ لے گا۔ قیمت ۳

قاعدہ اسہل القرآن ۵۶ صفحات با تصویر از حکیم نعیم الدین۔ یہ عربی کا منہ بولتا قاعدہ ہے اس کے پڑھنے کے بعد قرآن شریف اور اردو دونوں کے پڑھنے میں آسانی ہو جاتی ہے قاعدہ نہیں جادو ہے قیمت ۴ /

ختم القواعد ۲۰ صفحات از جناب حافظ اختر علی صاحب۔ حافظ صاحب ۲۰ سال بچوں کو پڑھا کر جو تجربہ بچوں کی ذہنیت کا کیا ہے یہ قاعدہ اس کا آئینہ دار ہے صدہا مکتبوں میں رائج ہے۔ بہت موٹا کاغذ۔ قیمت ایک آنہ

سلسلہ تعلیم الاسلام ۲۰۰ صفحات مجلد از علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلما بچوں کی معلومات اسلامی کی بہترین کتابیں اول عقائد پھر عبادات حصہ ۱ ۴ حصہ ۲ ۴ حصہ ۳ ۴ حصہ ۴ ۔ ۲۰۰ صفحات سب یکجا مجلد دس آنے

دینی ضروریات ۱۴۰ صفحات از جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب ذبیح اسلامی معلومات کا خزانہ۔ مصروف لوگوں کے لیے بڑے کام کی کتاب اس کتاب کو پڑھ کر سارے اسلامی احکام کی پوری معلومات ہو جاتی ہے۔ قیمت دس آنے

درس معاشرت ۶۰ صفحات از مولانا عزیز حسن بقائی۔ یہ اخلاقی معاشرتی اور اصلاحی دس افسانوں کا مجموعہ۔ بہت موثر اور دلکش انداز میں ہر فسانہ ایک منزل کی تفسیر ہے۔ اپنے بچوں کو پڑھائیے۔ قیمت ۴ /

استاد عربی ۲۲۴ صفحات از حضرت مولوی عبدالسلام صاحب پروفیسر السنہ شرقیہ عربی سیکھنے کی بڑی آسان کتاب جس میں بڑے آسان طریقے پر بغیر استاد عربی زبان بڑی حد تک آ جاتی ہے۔ قیمت بارہ آنے

استاد فارسی ۴۰ صفحات از ملک محمد عنایت اللہ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی فارسی زبان بغیر استاد کے آ جاتی ہے اور ایسی آ جاتی ہے کہ جتنی عربی فارسی زیادہ ہو اس کتاب کے پڑھنے کے بعد بآسانی لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ مجلد ۱۲ /

استاد انگریزی ۱۰۰ صفحات از پروفیسر ترمذی ایم اے بی ٹی انگریزی معلومات کی بہترین کتاب جو بغیر استاد کی مدد کے اتنی انگریزی سکھا دیتی ہے کہ خط پتر لکھ لیا جائے اور آسان اخبار پڑھ لیا جائے۔ قیمت مجلد ۱۲ /

استاد تحریر ۸۰ صفحات از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد مارہروی خط و کتابت اور دوسری تحریرات کو موثر اور دلچسپ اور پر زور بنانے والی کتاب جس کے پڑھنے کے بعد آپ کی تحریر میں بڑا زور پیدا ہو جائیگا۔ قیمت ۶ /

استاد تقریر ۴۰ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد مارہروی اس کتاب کا نام جادو بیانی ہے واقعی اس کتاب کو پڑھنے اور اس کو عملی طریق پر کام لانے کے بعد آپ کی ہر تقریر جادو بن جائیگی۔ قیمت ۸ /

استاد باورچی خانہ ۱۰۰ صفحات اس میں ۲۰ وضع کی روٹیاں ۱۲ وضع کے سالن۔ ۲۰ وضع کے چاول پندرہ وضع کی بھاجی، مٹھائیاں، اچار، مربے، چٹنیاں، بیماروں کے کھانے بچوں کی چھوٹی موٹی دوائیں ۱۴ /

استاد درزی خانہ اس کتاب میں ناپ کے طریقے۔ پندرہ وضع کے کرتے۔ دس وضع کی واسکٹ اور بیسیوں قسم کی شلوار قمیض، جمپر، باڈی، پیٹی کوٹ، محرم وغیرہ سینے کی ترکیب ہے قیمت ۸ /

شب عروسی ۶۰ صفحات معہ متعدد رنگین برہنہ تصاویر از جناب سردار علی صاحب صابری نوشادی شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے احباب کی طرف سے شادی میں تحفہ میں دینے کے لائق کتاب بہت مقبول چار بار چھپی۔ قیمت ایک روپیہ

عورت با تصویر ۶۷ صفحہ کی عبارت دو سو قلمی اور فوٹو کی برہنہ تصاویر۔ ہر طبقہ ہر نسل اور ہر ملک کی عورت کے حالات اور انکی نسوانی خصوصیات انکی فوٹو تصاویر، غرضکہ یہ کتاب عورت کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ قیمت دو روپے

لذت شباب ۷۰ صفحات با تصویر یا ایرانی کوک شاستر اس میں امرد پرستی کی تاریخ اس سے تمتع کے نقائص فطری طریقہ ہائے لطف اور بقائے نسل و شباب کا مجرب پروگرام دیکھنے اور عمل کرنے کے لائق ایک روپیہ

طلوع شباب عورت کے ابتدائے شباب کے جذبات کا مرقع۔ اگر اس سے صحیح اطلاع ہو جائے تو شادی کے بعد دونوں کی زندگی بڑے ہی لطف اور چین سے بسر ہو۔ بڑی دلچسپ اور لذیذ کتاب۔ قیمت بارہ آنے

شب عروسی کے افسانے ۱۹۲ صفحات ۳۲ مجموعہ از خواتین کے اپنے شب عروسی کے افسانے قلمبند کئے ہیں۔ جن سے ان کے حقیقی رجحانات کا پتہ چل سکتا ہے بلکہ یوں سمجھئے کہ زیادہ سے زیادہ عورت کے متعلق معلومات ہو۔ قیمت ۱۰ /

شاہی کوک شاستر ۲۳۲ صفحات ایک عربی کتاب رجوع الشیخ کا ترجمہ جو خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں ایک طبیب نے ایک خوش باش اکیر نے بھی جو بادشاہوں کے لئے تھی وہ ایسا علم ہے جس کا نون کے ذریعہ نامردی کا علاج ہو۔ قیمت ۳ /

بہار شباب ۶۷ صفحات اس میں لذت اندوزی کے طریقے کم لیکن جوانی برقرار رکھنے کی تدابیر زیادہ اور ایسی تدابیر جن سے لطف تو کافی ہو لیکن تندرستی میں فرق نہ آئے اس لحاظ سے یہ بڑی ضروری کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ

کیف وصلت ۷۰ صفحات با تصویر اس میں عورت کے ہر حصہ جسم سے بحث کی گئی ہے اور بتلایا ہے کہ اگر مرد عورت کے صحیح جذبات سے مطلع ہو تو خدا جانے کن کن طریقوں اور کن کن حصوں سے کسب لذت کر سکتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ

دوشیزہ کی ڈائری ۲۴۴ صفحات ایک عورت کی ڈائری اس وقت سے جب وہ بالغ ہوئی اور جب تک اس کے چند بچے ہوئے اتنے زمانہ کی ہر کیفیت اور خاوند پرستی اور بچوں کی پرورش سب کا ذکر کیا ہے۔ قیمت دو روپے

برتھ کنٹرول ۷۰ صفحات اس میں اختیاری حمل کے صدہا طریقے درج ہیں جب چاہیں حمل ٹھہر جائے اور جب چاہے نہ ٹھہرے بڑی صحیح اور مجرب کتاب ہے اب تو قریب قریب ہر گھر اس کا ضرورتمند ہے۔ قیمت ایک روپیہ

دل کی رانی ۲۲۴ صفحات باغ عالم کے سب سے خوبصورت پھول عورت کی داستان عیش، شادی کے بعد کا زمانہ کیونکر ایسا گذارا جائے کہ ہر شب شب عروسی ہو اور عورت کے دل کا حال کیونکر معلوم ہو کہ وہ کیا چاہتی ہے

شبستان طرب ۶۷ صفحات منیرہ بیگم کا شبنامچہ جس میں سہاگ کی چند راتوں کا ذکر ہے اور بتلایا ہے کہ انہوں نے ان ابتدائی راتوں میں کس طرح خاوند کو شیشہ میں اتار کر اپنی زندگی مستقل خوشگوار بنالی قیمت ۸ /

استادی کھاتہ ۷۰ صفحات مجلد، تجارتی حساب کتاب رکھنے کی آسان اور باقاعدہ کتاب جس کے نقشے کے موافق صاحب انجمن دفتر ہو جاتے اور ایک آن میں نفع نقصان معلوم ہو جاتا ہے قیمت بارہ آنے

محصول بذمہ خریدار ملنے کا پتہ دفتر رسالہ مولوی محبوب پریس دہلی

رسول نمبر حصہ اول بہت مقبول ہوا۔ خدا کا احسان ہے کہ ہر سال ایک نیا خاکہ القا ہو جاتا ہے۔ اور رنت نے رنگ میں شانِ رسول کا موقع مل جاتا ہے۔ فخر کے قابل بات یہ ہے کہ ضیا نے مولوی کے خریدار بہت اچھے دیئے ہیں۔ یہ سب عاشق رسول ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی منقبت اچھی لکھتے ہیں۔ اور دوسرے بھائیوں تک رسول نمبر پہنچانے میں بہ امکانی کوشش کرتے ہیں جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اب کام بہت زیادہ ہیں اس لیے نئے اور رسالہ کے متعلق صرف اتنا لکھنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر ہر ماہ آپ اپنے ہی کنفعت سے کام کر لیں۔ تو بیڑا پار ہے

خریدار بنانے والے	تعداد	خریدار بنانے والے	تعداد
جناب عبدالستار خان صاحب بھوپال	۲	جناب محمد عزیز اللہ صاحب رائے پور	۲
غلام محمد صاحب نہال اے سنگھ	۲	سعد الدین صاحب گردوارہ اودے پور	۳
جلال الدین احمد صاحب جاجا	۲	قادر محی الدین صاحب ادہونی	۳
نیاز علی صاحب جھنگ	۲	مولوی احمد دین صاحب کوئی فقیر چند	۳
میاں جی محمد حسین صاحب کیتھل	۲	ملک ولایت علی صاحب رودلی	۱
جناب حاجی امیر الدین رام پور	۳	عبدالمجید صاحب ہانسی لائل پور	۱
حاجی حیات محمد صاحب بانگر مئو	۲	شفاعت احمد صاحب نعم بستی	۲
حکیم عزیز احمد صاحب دہرہ دون	۲	وجیہ الدین صاحب محبوب نگر	۳
محمد اکبر خان صاحب جیند	۲	محمد امین خان صاحب جے سنگھ پور	۳
محمد خاقان صاحب کوئٹہ	۲	حبیب الرحمان صاحب جبل گوڑہ	۲
عبدالستار صاحب سکندرہ راؤ	۲	محمد سلطان صاحب کاکرل	۲
حکیم الدین ولی محمد صاحب گوندیا	۵	نذیر حسین صاحب امرتسر	۲
محمد احمد صاحب نارائن کھیڑہ	۳	افتخار الدین صاحب حیدرآباد	۲
انور علی صاحب شاہ جہان پور	۲	عبدالجلیل صاحب خانقاہ پھلواری	۳
محمد احمد صاحب بلدہ سوپ	۵	حبیب الرحمان صاحب چک نمبر ۱۹	۳
خورشید احمد صاحب ہوشیار پور	۵	منشی عالم خان صاحب مانسہرہ	۱
محمد بلیغ اللہ صاحب علی گڑھ	۲	علی بخش صاحب بھوکھر خاکی	۱
غلام احمد صاحب لاہور	۲	حافظ عبدالجلیل صاحب جے پور	۲
منشی امیر خان صاحب ڈونگر پور	۲	فیض محمد صاحب ٹی نور	۵
شرف الہدیٰ صاحب ٹانگر	۳	طفیل محمد صاحب گردوار سینا	۲
منشی عطا محمد صاحب چنیوٹ	۳	خیر شاہ صاحب کواڑی	۳
حضرت محمد صاحب ایس ایم چینیانوالہ	۲	اسفند یار خان صاحب بستی	۳
راجہ سردار خان صاحب اٹک	۲	مقبول حسن صاحب فتح پور	۲
مولوی عبداللہ خان صاحب بنگلور	۲	محمد عمر خان صاحب تلکیہ	۲
محمد عبدالحق صاحب فتح پور	۳	ایم اظہر الدین صاحب گھوسی	۲
محمد یونس صاحب لائل پور	۲	اے بی خطیب صاحب دھارواڑ	۲
سید نعمان صاحب نانڈور	۲	محمد رفیق خان صاحب جھنڈر گڑھ	۳
حسن محمد صاحب مناڈ	۳	شیخ علی اصغر صاحب بارہ بنکی	۲
ضیاء الدین صاحب شنکر گڑھ	۲	غلام حسین صاحب ڈلیہ	۲
ایم ڈی مسلم، علی گوڑہ	۲	محمد شرف الدین صاحب شاہ آباد	۲
عبدالغنی صاحب انبالہ	۲	میر لالہ صاحب ڈیرا پور	۲
بشیر علی صاحب ملتان	۲	حافظ محی الاسلام صاحب لائل پور	۲
عبدالشکور صاحب اٹل	۲	محمد عبداللہ صاحب گورداسپور	۲
عبدالکریم صاحب شیخوپورہ	۲	ایچ عطاء اللہ خان صاحب ولندن	۱۰

خریدار دینے والے	تعداد	خریدار دینے والے	تعداد
جناب امیر بخش صاحب عقون ملالی	۳		
محمد اسماعیل فرحتی نظامی سوادر	۴	جناب حکیم عبدالرزاق صاحب گوبکھیتو	۳
سید عظیم الدین صاحب بید ساہلیم	۳	اسماعیل ابراہیم صاحب سنولی	۲
احمد حسین صاحب چاکیہ	۴	ریاض الدین صاحب راوابلا	۲
محمد حسین صاحب بمبئی	۱	عبدالقادر صاحب مالیگاؤں	۲
حکیم عبدالرزاق صاحب نشتر گنج	۲	میاں محمد سلیمان صاحب پونہ	۲
خان بہادر سید مہدی فیض آباد	۱	خلیل احمد صاحب انانز	۲
سید مسعود علی صاحب بمبئی	۲	عبدالشکور صاحب بنارس	۳
راجہ علی خان صاحب رپور	۴	سید اسد اللہ صاحب حیدرآباد	۲
عمر الدین صاحب زرگر مدرسہ	۴	محمد صدیق صاحب ذرد گنج	۲
مولوی ساجد الرحمان صاحب	۲	قاسم میاں منصور میاں	۲
محمد عزت صاحب حکیم پور	۳	حافظ محمود علی صاحب گوالیار	۲
محمد بشیر صاحب تحصیلدار سیدسو	۲	چودھری کرم دین صاحب	۲
عبدالستار خان صاحب پٹن	۲	حسین صاحب دہرکرون	۵
عزیز احمد شیخ احمد صاحب سہلی	۲	مستری منیر الدین صاحب ترنا	۳
غلام مصطفیٰ صاحب احمد نگر	۲	عبدالرحمان صاحب کلکتہ	۲
سید محمد خلیل صاحب بمبئی	۱	عبدالرزاق صاحب بیربھوم	۲
سلطان محمد صاحب ردہ امرال	۵	بشیر الدین صاحب پورنیہ	۲
محمد ادریس صاحب گرلیہ	۳	حاجی محمد علی صاحب بارہ بنکی	۲
علی حسین ... بخش صاحب سیتاپور	۳	نور الصفا صاحب چٹاگام	۲
کمال الدین صاحب ذکیہ	۲	شیخ پیر علی صاحب ڈوڈولہ	۳
محمد یوسف خان حصار	۳	معین الحق صاحب چاندا	۲
خلیل الدین صاحب برن پور	۲	غلام محمد صاحب فیروز پور	۳
عبدالغفور صاحب نانپورہ سورت	۳	محمد حکیم الدین صاحب اٹیر	۲
عبدالرزاق صاحب غازی پور	۲	سید پیر صاحب پھلاڈ	۳
الٰہی بخش جمعدار مرنگ	۲	قاضی نبی جان صاحب بریلی	۳
قاضی ابوطیب صاحب ڈوس	۵	محمد مسلم صاحب کروی	۴
قاضی اعظم شریف حیدرآباد	۲	محمد زکریا صاحب مظفر پور	۲
چودھری مقبول احمد صاحب	۲	محمد مراد صاحب حویلی بہادر شاہ	۲
ماسٹر چراغ محمد صاحب چکوکی	۳	ریاض حسن صاحب شیخوپورہ	۲
محمد شمشیر خان صاحب روپڑ	۲	منشی اللہ بخش صاحب جالندھر	۲
حاجی عبدالحمید صاحب کپورتھلہ	۲	عبدالعزیز صاحب مظفر گڑھ	۲
محمد قاسم صاحب کلکتہ	۳	محمد اعظم صاحب	۲
حاجی گلزار احمد صاحب بریلی	۲	سید علی حق صاحب چھپارن	۲
نور الٰہی صاحب سیالکوٹ	۲	عبدالحبیب صاحب مانگرول	۳
نواب الدین صاحب بنگلہ	۳	حیدر علی خان حیدرآباد	۲
رجب علی صاحب نواری شام	۲	عنایت اللہ صاحب آمود	۲
حاجی عبدالحق پرل گروپ ارسل	۵	تجمل حسین صاحب حیدرآباد	۳
لیاقت علی صاحب وقار آباد	۲	محمد ولی خان صاحب بریلی	۴
قاضی غلام علی صاحب کھیتڑی	۸	ڈاکٹر ایس ایم وارث پٹنہ	۲

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله

ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلو عليهم آياتك ويعلمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم انك انت العزيز الحكيم

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وسلم

رسول نمبر ۱۳۶۰

صلعم

حصۂ دوم

بارہ مجالس بارہ ایام ماہ ربیع المنور ۱۳۶۰ھ

از جناب مولوی نجیب احمد صاحب مراد مارہروی

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلو عليهم آياته ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين

جلد ۳۲ | بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ | نمبر ۳

اِسلامی نکاح

پہلی مجلس

برادران اسلام! اسلام میں نکاح ایک نہایت مقدس رشتہ ہے جو دو اجنبی انسانوں کو ایک رشتۂ موافقت میں پرو کر یک جان اور دو قالب بنا دیتا ہے تمام رشتے خون کے رشتے ہیں مثل مشہور ہے کہ خون پانی سے گاڑھا ہوتا ہے جو تعلق محبت باپ بیٹوں چچا بھتیجوں ماموں بھانجوں بھائی بہن ماں بیٹی اور اہل خاندان میں ہوتا ہے وہ غیروں میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔

ہم روزمرہ دوسروں کی موت دوسروں کی تکلیف اور دوسروں کی مصیبت کا حال سنتے ہیں اور خاموش ہو جاتے ہیں لیکن ایک بھائی بھائی کی ایک بہن بہن کی اور ایک عزیز عزیز کی تکلیف سنکر تڑپ اٹھتا ہے۔ بے چین ہو جاتا ہے سراسیمگی طاری ہو جاتی ہے یہ کیا ہے؟ خون کا جوش، محبت کا جذبہ قرابت کا اثر یہ اصول ٹوٹتا ہے تو صرف بیوی کے معاملہ میں ٹوٹتا ہے۔

خواہ بیوی مغرب اقصیٰ کی رہنے والی ہو یا مشرق بعید کی ساکن ہو بے جانی بوجھی ہو کسی رنگ اور نسل سے تعلق رکھتی ہو اجنبی شوہر کے گھر میں بالکل یک رنگ بنجاتی ہے خاندان کا ایک جزو لاینفک ہو جاتی ہے اس طرح کہ اس میں اور عزیز داروں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا اس کا رنج و راحت خاندان کا رنج و راحت بنجاتا ہے۔

یہ بات زوجین کے سوا اور کسی رشتہ میں نہیں پائی جاتی اس لئے رشتہ ساز حقیقی نے یہی قانون بنا دیا ہے جو خون کے رشتوں میں ہمدردی و محبت پیدا کر سکتا تھا وہ غیروں میں بھی یہ رنگ پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ فلسفہ نہ دنیا میں کسی کی سمجھ میں آیا تھا اور نہ کسی نے اسے سمجھانے کی سعی کی تھی اسی لئے بے احتیاطیاں اور زیادتیاں بھی رونما ہوتی رہتی ہیں لیکن جس طرح حقیقی بھائیوں میں اتفاقی طور پر عناد کا پیدا ہو جانا اس قرابت کی تنقیص نہیں بن سکتا تھا اسی طرح زوجین کے مابین بھی کوئی مخالفت اس اصول محکمہ کی تردید کی وجہ نہیں بن سکتی تھی۔

اسلام نے یہ نکتہ بھی سمجھایا اور واضح کیا کہ گو شوہر اور بیوی میں خون کا رشتہ

اسلامی وراثت

دوسری مجلس

برادران ملت! المیہ یہ ہے کہ ہمارا مسلمانوں کو اپنے قوانین کا ان ریاست پر ناز تھا اور وہ انھیں اتنا مقدس اور محکم اور اتنا مفید سمجھتے تھے کہ آئین عالم کی کوئی وقعت نہ رکھتے تھے لیکن آج اس کا نہ فضا میں سانس لیکر وہ بجھے سے کچھ ہو گئے ہیں تو بس نہیں چلتا کہ اس طرح وہ قرآن کریم سے عقد ایامیٰ اور توریث کی آیات کو بالکل ہی صفحہ بیان سے بے جا اور پیدا کر دیا ہے کہ اپنے قرآنی دستور قرآنی احکام قرآنی قوانین اور قرآنی سزاؤں پر انہیں حجاب محسوس ہوتا ہے قطع ید اور سنگساری کی سزائیں انھیں وحشیانہ نظر آتی ہیں۔

لڑکیوں کا حصہ دینا ناگوار گذرتا ہے بیوہ کی شادی کرنے میں شرم آتی ہے نکاح سے پیشتر فریقین کا ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھ لینا ان کے لئے غیرت سوز ہے گو زبان سے نہ کہیں مگر دل ان کا یہی کہتا ہے عمل یہی ہے ہم نے دیکھا کہ پنجاب کی عدالتوں میں لوگ علانیہ کھڑے ہو کر کہتے رہے ہیں کہ ہم شریعت کے نہیں رواج کے پابند ہیں یا الفاظ دیگر ربانی قانون اور اسلامی آئین کو نہیں مانتے بت پرستوں اور مشرکوں کے آئین کو شعار بنائے ہوئے ہیں۔

کفر و اسلام میں اگر کوئی فرق ہے تو ماننے نہ ماننے ہی کا فرق ہے جب کوئی مسلمان دل سے خدا کے حکم کو خلاف مصلحت سمجھے قرآنی احکام کو دل سے پسند نہ کرے تو اسلام کہاں رہا ان کی حالت تو عہد رسالت کے ان منافقین جیسی ہوگی جو بظاہر خود کو مسلمان کہتے تھے نمازیں بھی پڑھتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے اندر ہی اندر احکام اسلام کو دل سے ناپسند کرتے اور ان کی مخالفت میں سرگرم رہتے تھے۔

جانتے ہو کہ خدا نے ان کے متعلق قرآن میں کیا فرمایا ہے؟ یہی کہ یہ لوگ جہنم کے نچلے درجہ میں ڈالے جائینگے اور ان کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا جب ان کا رئیس عبداللہ بن ابی مرا ہے اور رحمت عالم نے اس کیلئے دعائے معفرت کی ہے تو حکم ہوا ہے کہ اس کی قبر پر کھڑے ہی نہ ہو!

خدا سے ڈرو۔ ذرا غور کرو اس کے خوف سے کہ تم بھی آج عملاً اسی منزل پر پہنچ چکے ہو کہ نمازیں تو تم بھی عبادت کر لیتے ہو مگر جب لڑکیوں کے حصہ یا بیواؤں کے عقد کا معاملہ سامنے آتا ہے تو اس پر نہ صرف ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہو اسے برا سمجھتے ہو بلکہ دوسروں کو بھی روکتے ہو یہ منافقت نہیں تو اور کیا ہے۔ کسی دنیوی قانون کی مخالفت کر کے دیکھ لیجئے کہ اس کی پاداش میں کتنے مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے دور نہ جائیے کسی مجسٹریٹ یا منصف کے حکم ہی کو غلط اور برا یا غیر معقول کہکر دیکھ لیجئے اسی وقت جیل خانے بھیج دیئے جاؤ گے جب معمولی دنیوی حاکموں کے احکام کی خلاف ورزی یہ صورتیں پیدا کر دیتی ہو تو خدا کے لئے تصور کیجئے کہ احکم الحاکمین کی مخالفت کیا رنگ لائے گی۔

سورۂ نساء میں خدائے قدوس نے وراثت و ترکہ کے احکام صادر فرمائے ہیں اور واضح کیا ہے کہ کس کو کتنا حصہ ملنا چاہئے دنیا میں پہلی مرتبہ اسلام نے ترکہ و وراثت میں عورت کا حصہ مقرر کیا اور ایک جدید صورت حالات یہ تھا کہ اولاد کے ہوتے ہوئے والدین کے حصہ کا تعین بعض عربوں کو ناگوار گذرا تو خدا نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ والدین اور اولاد میں تمہیں کس سے زیادہ پہنچے گا۔ یعنی علام الغیوب ہی ان چیزوں کو زیادہ جان سکتا ہے وصیت بھی وہی جائز رکھی گئی جس سے مقصود ورثاء کی محرومی نہ ہو عربوں کو وراثت میں بھی عورتوں کی شرکت گراں گذری کہ ان کا قول تھا کہ جو تلوار چلائے وہی حصہ پائے۔ آج بھی لوگ یہ کہتے ہیں کہ بیٹیوں کو حصہ دینے سے جائداد باہر چلی جاتی ہے اور بیٹوں کی جائداد گھر کی گھر میں رہنے کے علاوہ بقائے نام بھی ہوتا ہے اور بھرم بھی قائم رہتا ہے۔

خدائی فرمان یہ ہے کہ ہمنے ورثاء کے حصے مقرر کئے ہیں اور ہم سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہیں اگر ہمارے حکم پر چلو گے جنت میں داخل کئے جاؤ گے آخری رکوع میں صاف صاف ارشاد ہوا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی حدود سے تجاوز کریگا اسے آخرت میں دوزخ میں ڈالا جائے گا اور عذاب ذلت بھی ان پر مسلط کیا جائے گا کیا اس کے بعد بھی مسلمانوں پر خوف طاری نہ ہوگا۔

حضرات! اسلام کا قانون وراثت دنیا میں لاثانی ہے اور نہایت حکمت پر مبنی ہے خدا کو اپنے بندوں سے ماں باپ کی بہ نسبت ستر درجہ زیادہ محبت ہے اس لئے حصے مقرر کرنے میں بھی اس نے یہ امر مد نظر رکھا ہے کہ مرنیوالے کی جائداد سے وہ تمام لوگ فائدہ اٹھا سکیں جو اس کی زندگی میں بھی اس سے متمتع ہوتے تھے یا کم از کم متمتع ہونے کا حق رکھتے تھے۔

عورتیں اگرچہ کمزور ہیں محنت سے روپیہ کما کر اپنی گذر کے ذرائع بہت کم رکھتی ہیں اس کے باوجود کسی مذہب نے انہیں کوئی حق نہ دیا تھا لیکن اسلام نے خصوصیت کے ساتھ ان کا بھی حصہ مقرر کیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مردوں کا حصہ عورتوں سے دگنا کیوں رکھا گیا یہ کوئی ناانصافی یا عدم مساوات نہیں نہ اس سے بیٹیوں پر بیٹوں کی کوئی برتری ثابت ہوتی ہے بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ جب بیٹے اور بیٹیاں دونوں ایک ہی درخت کی مختلف شاخیں اور ایک ہی باپ کی اولاد ہیں تو دونوں کو حصے بھی مساوی ملنے ضروری تھے لیکن یہ بات نہیں۔

شادیوں کے بعد دونوں کی حالتوں میں زمین و آسمان کا انقلاب پیدا ہو جاتا ہے بیٹیاں تو سسرال چلی جاتی ہیں اور ان کی ضروریات کا کفیل ان کا شوہر ہو جاتا ہے لیکن بیٹوں کو۔ ۔ ۔ تنازع للبقاء کے میدان میں اترنا پڑتا ہے ان کے رزق کا کوئی کفیل نہیں ہوتا انھیں اپنے جداگانہ حصوں سے اپنے اہل وعیال کی پرورش کا انتظام کرنا پڑتا ہے اسلئے ضروری تھا کہ ان کا حصہ بھی بڑا رکھا جاتا۔

پھر لڑکوں کو تو بیویوں کا مہر بھی ادا کرنا ہوتا ہے اور لڑکیاں دینے کے بجائے اپنے شوہروں سے مہر وصول کر لیتی ہیں جس پر ان کے سوا اور کسی کا کوئی حق نہیں ہوتا اسلامی قانون میں مہر کے قرض رکھنے کی گنجائش بہت کم ہے دستور یہی رہا کہ

کہ مرد نے حسب حیثیت جو ممکن ہو سکا عورت کو نکاح کے وقت دیکر اپنے اور حلال کر لیا پھر بھی نہیں ملی ہوتے تھے پھر اور بڑھیئے اور غور کیجئے تو معلوم ہوگی کہ بہنیاں نقصان میں نہیں رہتیں ایک تہائی وہ گھر سے لیکر جاتی ہیں دو تہائی ان کا شوہر لے آیا حصہ پورا ہو گیا اسی طرح بیٹے کو دو تہائی باپ سے ملا اور ایک تہائی بیوی اپنے گھر سے لے آئی۔

آگے چل کر بیٹے اور بیٹیاں دونوں بیاہ ہوگئیں والدین بوڑھے ہوئے میں کمائی کے قابل نہیں رہتے انہیں بھی چھٹا حصہ دلایا گیا۔ بیویوں کے لئے بھی بصورت اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ مقرر کیا اولاد نہ ہونے کی صورت میں چونکہ اس کے پریشان اور بے سہارا رہنے کا امکان تھا اس نے اس کی چوتھائی کردی اولاد ذکور نہ ہو صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں رہجائیں تو ایک تہائی حصہ کل ترکہ باقی ان میں تقسیم ہوجائے گا ایک ہی لڑکی ہو تو نصف کی مالک۔ دور کے حصہ دار دور کا رشتہ۔ بیواؤں کا حق ہے نہ وہی ان کے نگران کی رہجاتے ہیں

وراثت کا یہاں صرف نہیں مقسم ہے اتنی محکم اور اتنی مفید کہ اس سے بہتر تصور ذہن نہیں کر سکتی کتنی شاندار چیز ہے کہ مسلمان کی دولت ایک جگہ نہیں رہنے پاتی متعدد افراد میں تقسیم ہوکر بہت سے لوگوں کے فائدہ کا باعث ہوتی ہے یہاں نہ اندھا دھند قانون نہیں ہے کہ ایک دولتمند کے مرنے پر ایک عیش اڑائے اور چار بھوکے مریں۔ بھائیو! دیگر اقوام کے قوانین وراثت کو سامنے رکھ لیجئے اسلامی وراثت کی شان پوری تجلیوں کے ساتھ روشن نظر آئیگی

ہندوؤں میں خاندان مشترکہ ہو تو بیٹیاں اور بیویاں یکسر محروم بیٹے کی زندگی میں بوڑھا باپ محروم کمزوروں کا کوئی حق ہی نہیں منشرک خاندان ہونے کی صورت میں یہ غضب ہے کہ کل کی بیاہی ہوئی عورت ساری جائداد پر قابض ہوجاتی ہے اور بوڑھے ماں باپ منہ تکتے رہجاتے ہیں بہنوں کا تو سرے سے کوئی حصہ رکھا ہی نہیں گیا اگر دو بھائی بہن ہوں اور بھائی کے کوئی وارث نہ ہو تو جائداد ضبط ہوجائیگی لیکن اکلوتی بہن کو اس میں سے کوئی حصہ کیا ایک حبّہ نہ ملیگا۔

اسلام میں اگر بھائی لاولد مرجائے تو بہن پورے نصف حصہ کی مالک ہوگی اور دو بہنیں ہوں تو وہ دو ثلث لیجائیں گی۔ اب یورپ کی طرف نظر اٹھائیے جو تہذیب جدید کا سرچشمہ اور عقل و حکمت کا بکر جلیل سمجھ لیا گیا ہے یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے جتنے ملک اتنے قانون اور ممالک کیا ایک ملک ہی میں مختلف جائداد کے متعلق مختلف قوانین ہیں خود انگلستان کے اندر جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے متعلق جداگانہ قانون ہیں زمینداریوں اور جاگیرداریوں جائداد اور خطاب کا حقدار صرف بڑا بیٹا قرار پاتا ہے باپ دوسری اولاد کے لئے تھوڑی بہت وصیت کر گیا تو کچھ انہیں بھی مل رہا ایک ہی باپ کے پروردہ نعم چار لڑکے ایک عیش اڑا رہا ہے۔

ہندوؤں میں بڑے تعلقوں اور رجواڑوں کا مالک بھی بڑا بیٹا ہی ہوتا ہے اولاد ذکور و اناث کو مساوی حصہ ملتا ہے فرانس کے اندر اقربا کی موجودگی میں شوہر کو کوئی حصہ نہیں ملتا اور انگلستان میں سارا کام شوہر ہی کو مل جاتا ہے حالانکہ اسلام میں اولاد ہونے کی صورت میں شوہر کو چوتھائی ورنہ نصف ملتا ہے فرانس میں اقربا ہوتے ہوئے بیوی ترکہ سے قطعی محروم رہتی ہے۔
انگلستان میں کوئی وارث نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو نصف ملجاتا ہے

باقی دخل خارج ہوجاتا ہے مسلمانوں میں ایسی صورت سب کی مالک بیوی ہوگی پارسیوں میں لڑکیوں کے مرنے پر داماد ان کا قائم مقام بنکر بیٹے کے برابر حصہ لیجاتا ہے غرض ہر جگہ ایک عجیب و غریب افراتفری پائی جاتی ہے۔ کہیں اعتدال کی صورت نظر نہیں آتی بہر جہاں دیگر اقوام میں والدین انہیں محروم ہیں وہاں کی تعداد بہت محدود ہے ہاں اسلام میں ایسا نہیں ہر قریبی اور مستحق رشتہ دار کے حقوق کا پورا خیال رکھا گیا ہے مسلمان جس ملک اور جس گوشہ میں بھی آباد ہیں ان کا قرآنی قانون ان کے ساتھ ہے جو کسی ترمیم و تنسیخ کا دارا نہیں دیگر اقوام میں کئے ان وراثت کے متعلق نئے نئے قوانین کی ضرورت پڑتی رہتی ہے اسلام ان لغویت سے بھی بری ہے یہاں کسی کو شکوہ کا کوئی موقع ہی نہیں ہے سب اولاد میں عورتیں ترکہ پانے کا تصور بھی نہیں کرسکتیں۔

معزز دوستو! خدائے قدوس نے بندوں کی آسائش کے لئے مسلمانوں کو ایک نہایت معتدل اور منصفانہ قانون عطا کردیا تھا ایسا جس سے بہتر دنیا میں کوئی قانون موجود نہ تھا جس سے محبت کرنے اور قریبی تعلق رکھنے والا فیاضانہ استفادہ کرتا تھا سب پڑھتے تھے سب ہوش کے ہی فوائد اور دعا گو رہتے تھے کسی کو محروم نہ ہونا پڑتا تھا۔

لیکن حرص بڑی چیز ہے جس نے مسلمانوں کے اکثر خاندانوں پر قابو پالیا ہے بھائی کا حق تو بھائی کو دبانے کی ہمت نہیں ہوتی نزلہ کمزور بہنوں پر گرتا ہے اور انہیں ان کا حق۔ بہت ناگوار گذرتا ہے ایک بہن ہوتی ہے تو اور مصیبت آتی رہے بجائے اس کے کہ وہ بھائیوں کی محبتوں کا محور بنکر زندگی بسر کرے ان کی نگاہ میں کھٹکتی رہتی ہے مزید کوششیں اسے محروم کرنے اور اس کا حق دبانے کی کی جاتی ہیں۔

ہندوستان میں تائید کے لئے ہندو قانون مل گیا بہنوں نے بھی یہ سمجھکر کہ کون بھائیوں سے بگاڑے بھائیوں سے حصہ نہ لینے پر آمادگی ظاہر کردی اور یہ رواج بن گیا جو پنجاب میں تو بکثرت پھیلا ہوا ہے اور سلب ایمان کی باعث بنا ہوا ہے۔

یہی نہیں کہ بہنوں کو محروم کرنے کے لئے سرکاری عدالتوں میں کھڑے ہوکر علانیہ یہی کہدیا جاتا ہے کہ ہم شریعت کے نہیں رواج کے پابند ہیں اور اس طرح خود کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کی سعی کرتے ہیں بلکہ بعض صورتیں تو بڑی ہی دل خراش اور اندوہناک پیش آجاتی ہیں چھوٹی چھوٹی بہنیں باپ کے مرنے پر بھائیوں کے زیر اقتدار آجاتی ہیں تو وہ گھر کی جائداد گھر سے نکلنے اور مال تقسیم ہونے کے اندیشے سے ان کی شادیاں ہی نہیں کرتے ہیں اپنے گردوپیش ایسے متعدد خاندانوں کا علم ہے جن میں لڑکیاں بلوغ کی عمر گذار کر اور شباب و جوانی کے مراحل طے کر کے بوڑھی ہوگئیں لیکن ان کی شادیاں نہ ہوئی تھیں نہ ہوئیں پیغام برابر آتے اور مختلف حیل و عذرات پر برابر رد کئے جاتے رہے بھائی تو بھائی خود والدین نے جائداد مکان یا ملک کی تقسیم کے آئندہ خطرہ سے خود اپنی ان لخت جگر بیٹیوں کے جذبات فطری کو بری طرح پامال کیا اپنی صاحبی اور شان بنی رہنے اور اپنے قائم مقام بیٹوں کی آن بان قائم رکھنے کے لئے انھیں بری طرح ذبح کیا ان کے گھونسلے عیش و ارمان پر چھری چلائی ننگ ناموس کا دامن بھی چاک ہوا لیکن رگ سیرت نہ پھڑکی۔
بیٹے ہیں کہ باہر وندناتے پھر رہے ہیں باپ کے جانشین بننے والے ہیں

اور لڑکیاں ہیں کہ گھروں میں روٹیاں پکاتی اور مفت کی ملازمہ کی خدمات انجام دیتی ہیں لطف یہ ہے کہ ان باپ بیٹوں کو ہم نے روزے رکھتے اور سجدے کرتے بھی دیکھا ہے مگر یہ روزے اور یہ سجدے بھی رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی طرح ان کے دلوں کی سیاہی نہ مٹا سکے عزت جاتی ہے جائے کوئی برا کہتا ہے کہے جائداد تو تقسیم سے بچی ہوئی ہے شادی پر لگنے والی رقم تو محفوظ ہے۔ رہا آخرت کا سوال تو کہنا چاہئے کہ اس کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا اسی کو کہتے ہیں ختم اللہ علی قلوبھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ہمارے عہد طفولیت تک یہ حالت تھی کہ اد ہر لڑکی بالغ ہوئی اد ہر نکاح کر دیا آج ہم کیلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں آپ بھی مشاہدہ کر رہے ہیں کہ دنیا ہی بدل گئی یا تو کوئی امیر کبیر یا قارون زادہ ملے یا پھر بیٹی ان کی جان کو روتا کریں بلا مبالغہ بال سفید ہو کر تو بیٹھی ہیں۔ دنیا کی رسوائی کا خوف اور نہ بازپرس حشر کا ڈر

ایسا ہی حال ہے جو شوہر میں آتش دولت سے تپ تپ کر ان کے پہلوؤں اور پھولے ہوئے جسموں کی تواضع کر گیا بعض دوراندیش لڑکیاں ایسے حرص سے حریص والدین اور شالمالک بھائیوں کے چشم و ابرو دیکھکر پہلے ہی جائداد سے دستبردار ہو جاتی ہیں لیکن ان نابکار اور فراعنہ کا ان کے پاس یہی کوئی علاج نہیں ہوتا جو نہ جائداد میں حصہ دینا چاہتے ہیں اور نہ ان پر ایک حبہ خرچ کرنے کے روادار ہیں اگرچہ یہ لوگ مسلمان ہیں مگر ایسے جن پر کفر بھی لگاتا اور شرک ہنستا ہے۔

بعض صورتوں میں ایسے نااہلوں اور نابکاروں کے سر منڈھ دی جاتی ہیں جو کبھی سر اٹھانے اور آنکھ ملانے کی جرأت ہی نہیں کر سکتے طماع اور حریص بھائیوں کے متعلق تو گذشتہ زمانہ میں بھی کہیں کہیں ایسی چیزیں سننے میں آجاتی تھیں لیکن اس چودھویں صدی میں ایسے باپ بھی نظر آنے لگے ہیں جن کے خون کی سرخی سفیدی سے مبدل ہو کر رہ گئی اور جن کے قلوب خوف خدا سے نہیں لرزتے۔

یہ حقوق العباد ہیں جن کا ضائع کرنا اور وہ بھی اس قساوت و قصابی کے ساتھ کہ زندگیاں تباہ ہو کر اور کلیاں افسردہ ہو کر رہ جائیں انتہائی شیطنت ہے

عزیزان ملت! صوبہ متحدہ کے اکثر اضلاع میں ایک اور رواج نے بر سر کار آکر شریعت اسلامیہ اور حقوق العباد پر کاری ضربیں لگانا شروع کر دی ہیں یہ رواج ازدواجی مہر کی لعنت ہے۔ بعض اضلاع میں اس کی مقدار اکیاون ہزار معین کر لی گئی ہے خواہ گھر میں چار چوہوں کے قیام کی بھی صورت نہ ہو مگر مہر بندھتا ہے اکیاون ہزار موت و زیست انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے ایک بیوی مر جاتی ہے مردوں کا تو ستر سال کی عمر میں بھی عقد معیوب نہیں اور نہ ہونا چاہیے وہ لازماً دوسری شادی کرتے ہیں آجکل غرض و مطلب کی محبت رہ گئی ہے عروس نو سے وابستگیاں البتہ ہوتی ہیں شوہر صاحب اسی کی خوشنودی کے لے وقف ہو کر رہ جاتے ہیں اور اپنے اخلاص محبت اور عشق فرمادی کا پہلا ثبوت پہلی اولاد سے تغافل اور اس پر جبر کی صورت میں دیتے ہیں پہلی اولاد باپ کے ادب یا احترام کے پیش نظر اپنی ماں کے مہر کو لینے اور طلب کرنے کا تصور تک نہیں کرتے۔ اکثر تو کم عمر ہی ہوتے ہیں

جو بڑے جوان اور صاحب استطاعت ہوتے ہیں وہ بھی اپنا یہ شرعی حق طلب نہیں کرتے باپ بھی قرآن کا جامہ پہنکر حلف محبت و مساوات اٹھاتے ہیں مگر کچھ مدت کے بعد آنکھیں بدل جاتی ہیں باپ بھی دونوں بیوی کی اولاد چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوتے ہیں۔

اب دوسری بیوی کی اولاد قانون موجودہ سے فائدہ اٹھا کر اپنی ماں کے مہر میں سب جائداد لیجاتی ہے اور پہلی اولاد خوار اور کنگال ہو جاتی ہے اسے اپنے باپ کی جائداد سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔

افسوس مسلمان شریعت سے دور ہو کر کس طرح اپنی دنیا اور اپنی عاقبت تباہ کر رہے ہیں اور اپنی سابقہ اولاد کے لئے خود تباہی کا باعث بنجاتے ہیں اور ان کے دل میں خدا کا خوف پیدا نہیں ہوتا۔

تقاضائے فطرت اور اسلام

تیسری مجلس

عزیزانِ قوم! اسلام کے مہمات احکام میں مہر، طلاق اور تعددِ ازدواج وغیرہ کے مسائل بھی خاص طور پر مسلمانوں کے التفاتِ خصوصی کے محتاج ہیں۔ اسلام نے انتظامِ معیشت کو استوار اور حیاتِ انسانی کو خوشگوار بنانے کے لئے جو چیزیں مقرر کیں مسلمانوں نے اپنے خودساختہ اطوار سے انہی کو بگاڑ کر اپنی زندگیاں تلخ کرنی شروع کر دیں۔

ظاہر ہے کہ کسی بہتر سے بہتر اصول و حکم و قانون سے بھی اسی وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جبکہ اسے اس کی صحیح صورت میں استعمال کیا جائے۔ نماز بھی اگر اطمینان و خشوع کے ساتھ نہ پڑھی جائے، روزے بھی اگر روزے کی شرائط کے ساتھ ادا نہ کئے جائیں، زکوٰۃ دی بھی جائے مگر حقیقی مستحقین تک نہ پہنچے اس میں شائبہ نمود و احسان فرمائی پیدا ہو جائے تو یہ اساسی عبادات اسلامی بھی ثمر پیدا نہیں ہو سکتیں۔ چہ جائیکہ مہر و طلاق۔ آپ اس نکتہ کو بخوبی ذہن نشین رکھئے کہ زنا کاری جو اس تہذیبِ جدید کی تجلی، فرزند روشنیوں میں کثرت کے ساتھ پھیل کر عام صورت اختیار کرتی اور لغزش کا سامان بنتی چلی جا رہی ہے۔

انسانیت و اخلاق کے لئے زہرِ ہلاہل کا درجہ رکھتی ہے۔ حیا جیسا جوہر اس سے فنا ہو کر رہ جاتا ہے اور جب حیا ہی مٹ گئی تو انسانیت و اخلاق بھی پردۂ عدم میں مستور ہو گئے۔ اس کے بعد انسان اور حیوان میں مطلقاً کوئی فرق نہیں رہا۔ اس کے علاوہ صحت و دولت و عزت، مسرت ہر چیز پر اس سے تباہی مسلط ہو جاتی ہے۔ انسان صحت و آبرو کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں رہتا اور نہ صرف اس کی ذات بلکہ اس کی آئندہ نسلیں بھی اس کا اثر قبول کرتی ہیں۔

زنا کار اقوام جوش و شجاعت کے ساتھ لڑنے کے قابل ہی نہیں رہتیں اور انہیں غلامی میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے جو انسانی قوائے عقلی کو خاک میں ملا کر ذلیل کر دیتی ہے۔ فطرت پیدا کی گئی ہے اس نہج پر کہ عورت مرد کی طرف اور مرد عورت کی طرف قدرتاً کھنچتا ہے اور اس بے پناہ طریق پر کھنچتا ہے کہ غلبۂ خواہش کے اوقات میں دو تہائی عقل جاتی رہتی ہے۔ نیک و بد کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ برا بھلا سوچنے اور انجام پر نظر ڈالنے کا ملکہ ہی باقی نہیں رہتا۔ کہ اگر ایک دوسرے کے لئے اتنی کشش نہ رکھی جاتی تو دونوں میں سے کوئی بھی عائلی زندگی کی حوصلہ سوز کشمکش میں پڑنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔

کیوں مرد اہل و عیال کا بار مفت میں اٹھانے پر آمادہ ہوتا اور کیوں عورت بار بار وضعِ حمل کا عذاب مول لینے پر رضامند ہوتی۔ اس فلسفہ کو نہ سمجھنے ہی سے اقوامِ عالم نے ٹھوکریں کھائیں اور کھا رہی ہیں۔ انسانی فطرت بنانے والے خدا نے کائناتِ انسانی کے لئے جو فطری مذہب اسلام قائم کیا اس میں تمام فطری رجحانات کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھی ہے اور اس خوبی و رعنائی کیسا تھ رکھی ہے کہ بیساختہ زبان سے فتبارک اللہ احسن الخالقین نکل جاتا ہے۔ اس نے یہ دیکھ کر کہ عورت و مرد کے خمیر مایہ میں ایک دوسرے کے لئے بے پناہ کشش ودیعت رکھی گئی ہے اور یہ کشش خلقت دونوں کی مدامی یا دوامی طور پر کھینچیگا اور تمام عواقب امور کی طرف سے آنکھیں بند کر کے زنا کا مرتکب ہو جائیگا کہ عورت و مرد کی بے بسی کی حالت میں یہ جذبہ بنفسی کا مقابلہ انسانی قوت سے بہر نہج بالاتر ہے اس کی تکمیل کے لئے جائز صورت نکاح پیدا کی اور چونکہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ نکاح کے ساتھ دونوں پر بہت سی ذمہ داریاں بھی عاید ہو جاتی ہیں عاقبت اندیشی اور مال بینی کا مادہ ہر انسان میں ہوتا نہیں بادی النظر میں زنا جو صد ہزار آفات و فساد کا سرچشمہ ہے آسان نظر آتا ہے اس کا اس قدر متوجہ ہونا کوئی مستبعد امر نہیں اس لئے اس کی وہ سزا مقرر کی جو سنگسار کی صورت میں ہے گو نوعیت میں اس سے بھی زیادہ شدید ہے۔

حضرات بڑی ناانصافی ہوتی کہ اس طرح انسان کو میلانات فطری کے تنور میں پختہ بنا کر پھر اسے رہبانیت، ترکِ دنیا اور ترکِ علائق کا پابند بنا کر "دامن ترکن اور ہشیار باش" کا درس دیا جاتا۔ ہر مذہب نے بھی کیا ہندو مت یا یہودیت یا عیسائیت فطرتی اور نفری اور برقی مادہ فطرت میں موجود ہے اور پھر اس کے مقابلہ کی تعلیم پر زور دیا جاتا ہے سنیاس، رہبانیت، ترکِ دنیا، ترکِ ماسوا کر کے کسی جنگل کے کنج یا کسی پہاڑ کے غار میں بیٹھ کر دھیان گیان رچایا یا عبادت کرنا، دنیا یا خدا کی نظروں میں خود کو محبوب بنا لینا اور تقدس کا مرتبہ حاصل کر لینا ہے۔ اپنے شباب و حسن کی پوری رعنائیاں اور عہد شیریں کی تمام رنگینیاں کسی گرجے کی خانقاہ میں بیٹھ کر مٹا دینا یا کسی مندر میں دیوداسی بن کر زندگی گذار دینا یا تج دائمی اختیار کر لینا ہے۔ بے شک درست ہی سہی لیکن جذباتِ فطری کے اس تنور کی گرم تابی کا مداوا کیا ہے جو کبھی دنیا میں غارت کا سد لگایا اور دہکایا ہوا مصروف جوش ہے۔

یوں تو جب انسان کرنے پر آتا ہے تو کیا کچھ نہیں کر گذرتا۔ سمندروں کے سینے چیر ڈالتا ہے پہاڑوں کے جگر پاش پاش کر کے رکھ دیتا ہے۔ سر دل پر آرا چلتا رہتا ہے زبور سے بوٹیاں نچتی رہتی ہیں اُف نہیں کرتا۔ پھانسی کے تختہ پر مسکراتا ہوا چڑھ جاتا ہے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے سارے خاندان اور جگر پاروں کو کٹوا دیتا ہے اور ایک آہ نہیں نکلتی۔ جوان اور اکلوتے بیٹے کی لاش سامنے رکھی ہے، صبر و قرار پر بجلیاں گرا رہی ہے مگر آنکھ میں نمی نظر نہیں آتی۔ مسلسل سوسو دن فاقہ کرنے والوں کی مثالیں بھی اسی دنیا میں موجود ہیں۔ ایسے مرد بھی ہیں جنہوں نے پوری عمر تجرد میں گذار دی۔

ایسی عورتیں بھی ہیں جو دلہن بنتے ہی بیوہ ہو گئیں اور تمام زندگی انتہائی پاکبازی کے ساتھ گذار دی۔ خود حضور نبی کریم ﷺ نے تین برس قید میں اس شان سے گذارے کہ پورے خاندان کے خورد و کلاں اور عورت و مرد نگاہوں کے سامنے تصویرِ حسرت بنے ہوئے موجود تھے آپ زوالہ ہائے رنج کی سیلوٹا بید۔

مگر جبینِ مبارک پر ایک شکن نہیں۔ لیکن اس ضبط، اس ہمت اور اس جگر کے کتنے انسان ہیں اور گیتی پیدا کرتی ہے۔ قسمتوں کے بدل ڈالنے اور گنبدِ افلاک میں غلغلہ ڈال دینے والے کتنے نکلتے ہیں۔ اس کے لئے فولاد کا کلیجہ اور آہن کا دل

اور غیر معمولی حوصلہ اور فوق العادت ہمت کی ضرورت ہے۔ ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں نہیں کروروں اور صدیوں میں چند اس جگر و شان کے انسان پیدا ہوتے ہیں۔

ہر مرد حسین رض، خالد رض، بلال رض کی طرح صاحبِ عصمت نہیں ہو سکتا ہر عورت خدیجہ، آسیہ، مریم، فاطمہ، رابعہ اور غزالہ نہیں ہو سکتی۔ قوانین بڑی سے بڑی تعداد اور اکثریت کا خیال رکھ کر بنتے ہیں مستثنیات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے خدائے حقیقی نے عام انسانی فطرت کو پیش نظر رکھ کر قرآنی احکام و نواہی مرتب فرمائے۔

کہا ہوا جہاں ایسی حیرت انگیز اولوالعزمیوں کے انسان دیکھے گئے سوچئے تو وہاں کمزور قلب کتنے ہیں جو تین وقت کے فاقے میں تو چیخ اٹھیں کتنے ہیں جو سنہری اور روپہلی ٹکلیوں کی ڈنک پر اپنی ریاست و ایمان اور آبرو تک قربان کرنے پر تیار ہو جائیں کتنے ہیں جن کا خون ایک معمولی افسر کی بھری ہوئی آنکھیں دیکھ کر سوکھ نہیں جاتا کتنے ہیں جو چند سال بھی نفس پر قابو نہیں رکھ سکتے اور آبرو گنوا دیتے ہیں بلاشبہ سب میں کمزور کرنا ہو تو ایسے ہی نکلیں گے

اور ہم تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ حدود اللہ اور قوانین ربانی کا معاملہ ہے اگر چند بھی ان کی شکست پر آمادہ ہو جائیں تو نظام درہم برہم ہو جائے فوج میں جہاں ایک کے قدم اکھڑے ساری فوج بھاگ نکلی ایک خربوزہ سڑا اور اس نے سارے ذخیرہ کو سڑا دیا بنی اسرائیل فتوحات کرتے چلے جاتے ہیں بادشاہ گھبرا کر بلعم باعور سے تدبیر پوچھتا ہے وہ کہتا ہے یہ کتنی بڑی بات ہے تم اپنی قوم کی حسین ترین لڑکیاں فراہم کر کے اسرائیلی لشکر میں خرید و فروخت کے لئے بھیج دو مانا کہ یہ اس عہد کی منتخب ایزدی اور پاکباز قوم ہے پھر بھی جذبات جنسی کا تنور تو ان کے قلوب کی گہرائیوں میں جوش زن ہے اگر چند نے بھی ان میں سے زنا کر لیا تو خدا کی رحمت ان سے الگ ہو جائیگی برکات آسمانی اور نصرت غیبی کا سلسلہ ان پر ختم ہو جائے گا کہ خدا کو شرک اور زنا ہی سے سب سے زیادہ نفرت ہے۔

یہی کیا گیا اسرائیلی فوج کے چند نوجوان ضبط نہ کر سکے زنا کے مرتکب ہو گئے جس کے ساتھ ہی نصرت الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور لشکر اسرائیلی کی سخت شکست ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی سے اس کی اطلاع دی گئی بلعم باعور معتوب ہوا۔

دیکھا آپ نے جذبات جنسی کی شدت اور اس کے ساتھ ہی زنا کی پاداش میں فوری بربادی رب قدیر کا مظاہرہ۔ حضرت فاروق اعظمؓ اپنے شبانہ گشت میں ایک نوجوان خاتون کو عشقیہ اور مونو اشعار گنگناتے ہوئے سنکر غضبناک حالت میں اندر داخل ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں محسوس ہو رہا ہے کہ تو عنقریب زنا پر تیار ہونے والی ہے، مقدس زمانہ، مقدس عورتیں اپنے شرعی حقوق میں ہر زن و مرد آزاد۔ خاتون عرض کرتی ہے امیر المومنین آپ بادشاہ وقت ہیں میرا سر قلم کر دیں یا درے لگائیں مگر کہوں گی سچ ہی کہ یہ قصور میرا نہیں آپ ہی کا ہے اور روز حشر آپ ہی کی پکڑ ہوگی۔

دل پر کس کا قابو ہوتا ہے فطری جذبات و خواہشات کا مقابلہ انسانی قوت سے بالاتر ہے آپ ہمارے شوہروں کو جہاد و جنگ پر بھیجکر ہم سے پاکدامنی کی توقع رکھتے ہیں ایک میں نہیں بچ گئی تو میری اور ہزار مسلم بہنیں ہیں زنا کا قوی امکان ہے اس گناہ کا تمام وبال آپ کے سر پر ہوگا۔

حضرت کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی خوف خدا سے لرزا گئے آبدیدہ ہو گئے عہد حاضر کے بزرگوں اور کٹھ ملاؤں کی طرح وہ قرآنی احکام کے خلاف ایمان دابر دلئے بیٹھے رہنے کی مشرکانہ و بیہودانہ نصیحت تو کر نہیں سکتے تھے اسی شب میں واپس آکر اپنی نوجوان بیٹی سے دریافت کرتے ہیں تم عورتیں کتنی مدت ضبط کر سکتی ہو۔ حدود اللہ کا معاملہ ہے صاف صاف بتا دو انہوں نے شرم سے تین چار انگلیاں اٹھا دیں صبح ہی فرمان صادر ہو گیا کہ ہر سپاہی اور فوجی ایک ہفتہ کے لئے ہر چہار ماہ کے بعد رخصت پر گھر آیا کرے۔

یہ شرعی اہتمام تھے اور یہ اس مقدس زمانہ کے جذبات و خواتین کا ذکر ہے جس زمانہ کی ملائک صفت قوی ایمان اور خدا پرست عورتوں کی برابر اس زمانہ کی کوئی رابعہ مبشرہ مبارکہ اور فاطمہ بھی نہیں ہو سکتی اور جن سے زیادہ پاکباز عورتیں زمانہ صبح قیامت تک پیدا نہ کر سکیگا۔

ایسے مبارک زمانہ صحابہؓ میں تو اتنا اہتمام ہوا اور جنسی جذبات کی اتنی رعایت ملحوظ رکھی جائے تو اس زمانہ کے متعلق تو کچھ عرض کرنا ہی تحصیل حاصل ہے جس میں زنا کوئی جرم ہی نہیں رہا خدا کا خوف اٹھ گیا ہے ایمان کمزور ہو گئے ہیں اور گناہوں کی کثرت نے دل سیاہ اور سینے تاریک کر رکھے ہیں۔

عزیزان کرام! اسلام نے ایک طرف تو زنا کو انتہائی خوفناک جرم قرار دیا اور دوسری طرف نکاح میں انتہائی سہولتیں پیدا کیں تاکہ زن و مرد جائز طریق پر باسانی ممکنہ اپنے تقاضائے فطرت کو پورا ہی کر سکیں اور ان کی زندگیاں بھی بشاش اور سرور گذریں زنا کی انتہائی مذمت اور ولا تقربوا الفواحش اور ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ ومقتا کی ہدایات کے ساتھ نکاح کی انتہائی تعریف و حوصلہ افزائی بھی کی اتنی کہ حضور نبی کریم نے صاف فرما دیا کہ یہ میری سنت ہے جس سے انکار کرنے والا مسلمان ہی نہیں نکاح کرنا نصف مذہب کی تکمیل ہے نصف میں تمام عبادات اور نیکیاں۔

اور نصف میں صرف ایک نکاح زن و مرد کے لئے خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھے مجرد رہنا قطعی ناجائز کیا رہبانیت حرام قرار پائی کہ اتنے بے پناہ جذبات کی موجودگی میں اسے ہندوؤں، بدھوں اور عیسائیوں کی طرح جائز رکھنا انتہائی ظلم تھا۔

تجرد کی اتنی مذمت کی گئی کہ دنیائے اسلام میں اس کا وجود ہی باقی نہ رہا۔ اور متاہلانہ اور بیاہی زندگی کی اتنی حوصلہ افزائی کی اور حضور نبی کریم نے اسے اتنا بڑا ثواب قرار دیا کہ بلوغ سے لیکر آخری عمر تک جو عورت و مرد ملتا تھا بیاہا ہوا ہی ملتا تھا بوڑھیاں تک بھی جن کی خواہشات مردہ اور جذبات پژمردہ ہو چکے تھے وہ بھی حصول ثواب کی خاطر جوان بیٹوں اور پوتوں کے سامنے نکاح کر لیتی تھیں اور مجرد اور بیوگی کی موت پسند نہ کرتی تھیں کہ حضور نے فرما دیا تھا کہ جو عورت سہاگن مری اور جو مرد متاہلانہ زندگی بسر کرتا ہوا انتقال کر گیا فرشتے اس کے جنازہ پر سایہ کئے ہوئے ہوں گے۔ اہل جنت ان کا پر زور استقبال کریں گے ان کی مغفرت کی جائیگی۔

حضرات! آج مسلمانوں کو اپنے مذہب کا علم ہی نہیں رہا آج بھی اگر عورتوں کو سہاگ کی حالت میں مرنے اور موت آنے کے ثواب و برکات ذہن نشین کرا دیئے جائیں تو سو برس کی بڑھیا بھی بیتابانہ عقد کر لے مگر یہاں تو اسلام کے بجائے مشرکانہ رواج پھیلا ہے یہی بتایا جاتا ہے کہ بیوہ بیٹھ کر اپنے جذبات فطری پر

پھری چلانا ہی ثواب ہے شرافت ہے آبرو ہے عجیب بات ہے کہ اپنی کنواری لڑکی کو تو دوسرے کے آغوش میں دیتے ہوئے غیرت نہ آئے اور بیوہ کی شادی کرتے ہندوؤں اور بت پرستوں کی طرح غیرت محسوس ہو اسلام میں کسی عورت کا بیوہ بیٹھنا انتہائی معیوب امر تھا حضور نبی کریم کی بیویوں میں ایک کے سوا سب بیوہ تھیں۔

حضور کی صاحبزادیوں میں ایک حضرت فاطمہؓ کے سوا تین کے عقد ثانی ہوئے حضرت صدیق اکبر کا انتقال ہوا تو ان کی بیوہ نے جوان اولاد ہوتے ہوئے حضرت علی سے عقد کر لیا حضرت علی کا وصال ہوا تو ان کی بیوی اور حضور نبی کریم کی نواسی حضرت امامہؓ نے عدت گزرتے ہی حضرت مغیرہ بن نوفل سے شادی کر لی اگر بیوہ رہنا ایمان و آبرو لیکر بیٹھنا ہوتا اور اسے شرافت سمجھا جاتا تو یہ بزرگ ترین خواتین کبھی عقد ثانی نہ کرتیں۔

البتہ ہندوؤں میں یہ امر معیوب تھا لیکن انقلاب زمانہ دیکھئے کہ ہندو تو اسلامی شعار اختیار کر لینے پر مجبور ہو گئے اور ہو رہے ہیں اور مسلمان ہندوؤں کی مشرکانہ رسم اختیار کر کے خدا کے قانون کی بجائے منو کے دھرم پر چل رہے ہیں اور پھر خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں اسلام نے یہ آئین مقرر کیا کہ بلوغ کے بعد کہیں کوئی عورت و مرد بن بیاہا نہ رہے حکم دیا کہ بلوغ کے ساتھ ہی شادی کر دو ہرگز دیر نہ کرو تاکہ زنا کے تمام دروازے بند ہو جائیں۔

اس پر یہ حکم کہ مرد و عورت کی سوسائٹی الگ رہے دونوں باہر نکلیں تو نظریں نیچی رکھیں کہ نظریں جذبات میں ہیجان پیدا کرتی ہیں العینان تزنیان یعنی نگاہیں بھی زنا کرتی ہیں بلا ضرورت شدید قدم باہر نہ نکالیں پاؤں دھمک کر شوخی سے نہ چلیں بن سنور کر اور تیتری بنکر نہ نکلیں سر و سینہ کو ڈھکے رکھیں اور باریک دوپٹے نہ اوڑھیں کہ حضرت عائشہؓ نے اپنی بھتیجی کا باریک دوپٹہ چھین کر پھاڑ دیا تھا دونوں ہتھیلیوں سے لیکر پاؤں کے دونوں گٹوں تک تمام جسم عورت کو موٹے کپڑوں میں چھپائے رکھنے کا حکم دیا حضور نے فرمایا کہ جو عورت خوشبو لگا کر یا بن سنور کر گھر سے نکلتی ہے جب تک واپس آئے جنابت کی حالت میں رہتی ہے اشارہ شیطان پیچھے ہو لیتے ہیں۔

لیکن بدبختی ملاحظہ ہو کہ ان میں سے ہر حکم اور ہر ہدایت کی آج صریح خلاف ورزی ہو رہی ہے حضور حکم دیتے ہیں کہ بالغ ہوتے ہی شادی کرو یہاں شباب ختم کر کے شادیاں ہو رہی ہیں حکم ہوتا ہے دوپٹہ موٹا ہو یہاں باریک سے باریک دوپٹے اوڑھے جاتے ہیں حکم ہوتا ہے بے ضرورت باہر نہ نکلو یہاں عورتیں جاتی ہیں بکثرت چلتی ہیں اور تیتری بنکر جاتی ہیں حکم ہوتا ہے کہ شادی کرتے وقت صرف مذہب کی پابندی دیکھو یہاں دولت دیکھی جاتی ہے حکم ہوتا ہے نکاح سادگی سے کرو یہاں سوا تماشے کئے جاتے ہیں۔

اسلام نکاح میں سہولتیں پیدا کرتا ہے یہاں ہزار دشواریاں پیدا کی جاتی ہیں اور نکاح گویا عذاب بن گیا ہے۔ غریب لڑکیوں اور لڑکوں کو برباد کیا جاتا ہے حکم ہوتا ہے غریبی اور مفلسی سے نہ ڈرو اگر وہ نیک ہیں تو نکاح کر دو کہ غریب ہیں تو خدا اپنے فضل سے غنی کر دیگا۔ یہاں پہلا خوف اسی کا ہوتا ہے ایک حالت ہو جس کا مستقبل ہے ارشاد ہوتا ہے نکاح کرنے والے کی وہی حالت قائم رہتی ہے کہ ہوتی ہے بار بار ذلیل ہوتا ہے جو تھی شادی پر مالدار ہو جاتا ہے فرماتے ہیں غدا کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا تھا وہ قرآن میں فرما چکا ہے کہ حضور فرماتے ہیں کہ سب سے اچھی عورتیں وہ ہیں جن کے مہر کم ہیں یہاں بڑے مہر والی اچھی سمجھی جاتی ہیں۔

اسلام اس لئے کہ زندگیاں خوشگوار گذریں اور عدم موافقت مزاج کی صورت میں بہ آسانی علیحدہ ہو کر جدید انتخاب کیا جا سکے طلاق و خلع کا قانون جاری کرتا ہے یہاں طلاق کو دشمنی کے لئے لڑکے بند ہوائے جاتے ہیں۔

خواہ زن و شوہر میں کتنی ہی ناموافقت ہو نباہ کی صورت باقی نہ رہے مگر طلاق نہ ہونے پائے حدود اللہ ٹوٹتی رہیں قرآن کے احکام کی مخالفت ہوتی رہے مگر مشرکانہ معیار شرافت قائم رہے

سوچئے تو یہی یہ حالات ہیں مسلمانوں کے اندر خدائی احکام کے خلاف بغاوت کا مادہ اس شدت کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے اس کے ہر حکم کی مخالفت کی جا رہی ہے پھر بھی خیر کہ مسلمان کہنا اور اپنے آپ کو اس کا بندہ کہنا اس کا مضحکہ اڑانا نہیں تو اور کیا کہا جا سکتا ہے استغفر اللہ یہی تو وجہ ہے کہ مسلمان ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے ہیں اور اپنے ناشائستہ اعمال سے انہوں نے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کیا اور ان کی ذلت کہاں کہاں نہیں ہوتی ہے۔

(بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۴۰) اور عورتوں کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔

احیاء العلوم میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول بہ الفاظ جلی مرقوم ہے کہ نکاح سے دو ہی وجود کی بنا پر انسان رک سکتا ہے مجبوری کی وجہ سے یا بدبینی کی بنا پر بالفاظ دیگر جو نکاح سے گریز کرتا ہے وہ یا تو مجبور ہے یا بد چلن ہے ایران میں تو آج بھی دوشیزہ عورتوں پر بیواؤں کو ترجیح دی جاتی ہے۔

نافہم نہیں سمجھتے کہ انتظام عالم کے لئے عورت و مرد کی یکجائی لابدی ہے جس سے انسان بحالت صحت بے نیاز ہو ہی نہیں سکتا خدا نے قانون فطرت میں وہ بے پناہ قوت ودیعت کی ہے کہ اس کا مقابلہ کرنے والا اوندھے منہ گرتا ہے اس کی غرض پوری ہو کر رہتی ہے عورت و مرد فطرتاً یکجائی پر مجبور ہیں اس کا یقینی نتیجہ پیدائش اولاد ہے۔ لاکھ انتظام کیجئے دونوں پھر بھی جائز یا ناجائز طریق پر یکجا ہو کر رہیں گے۔

کھینچنے والا کھینچے گا اور کھنچنے والا کھنچے گا نمرود و فرعون نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش روکنے کے لئے کتنے بے پناہ انتظام کئے مگر قدرت اپنا کام کر کے رہی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اس رسم کو مشرکانہ رسم لکھا ہے خدا کے لئے سوچئے اور غور کیجئے کہ آپ کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ زندگی کا اعتبار نہیں موت کے بعد ساری شرافتیں اور عزتیں رکھی ہی رہ جائیں گی اور پھر عذاب الٰہی سے چھٹکارے کی صورت نہ ہوگی۔

عقد ایامیٰ اور اسلام

چوتھی مجلس

عزیزانِ ملت! دل دُکھتا ہے یہ بتاتے اور کہتے ہوئے کہ مسلمان مسلمان ہو کر ان احکامِ قرآنی کو بھی جو اساسی اہمیت کے حامل ہیں نہ صرف یہ کہ قابلِ تعمیل نہ سمجھے بلکہ اس سے بھی ایک قدم اور بڑھ کر وہ غضبِ الٰہی سے بے نیاز اور بے پرواہ ہو کر اسے منافیِ شرافت بتانے پر اتر آئے ہیں۔ مرحلہ ہونے کا شرف حاصل ہے اسی نیلگوں آسمان کے نیچے اور اسی شاد و آباد دنیا میں کافروں مشرکوں بت پرستوں آگ کے پجاریوں ستاروں کے سامنے سر جھکانے والوں اور مختلف شہرستانوں کے بھی انبوہ کے انبوہ بستے اور سانس لیتے ہیں ان میں کسی عامی سے عامی سے تو اس کے کسی مذہبی امر کے آئین و امر کے متعلق استفسار کر کے دیکھیے خواہ وہ اس پر کاربند نہ ہو اسے اپنے نزدیک اپنی لاابالیانہ اور آزادانہ مزاج کی بنا پر مناسب وقت بھی نہ سمجھتا ہو مگر وہ اسے خلافِ شرافت اور معیوب بتانے پر تو ہرگز تیار نہ ہوگا اور اگر آپ کی تقریر و گفتگو میں کنایتہً بھی ایسا خیال ظاہر کیا جائے گا تو برافروختہ ہو جائیگا۔

بالخصوص وہ امر جو ان کے کسی پیشوائے مذہب کا طریق و عمل رہا ہو اس کی تو کوئی مذمت کی جرات بھی نہ کریگا اور مذمت کیسی اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہو جائیگا گو خود اس قدر محتاط اور باادب ہو لیکن توحید و ایمان کیا کہیں اور کیا کہا جائے شرم آتی ہے وہ کہ جو زبان پر بھی نہ لایا جا سکے کہ عقدِ ثانی ہی نہیں عقدِ ثالث و عقدِ رابع و عقدِ خامس تک حضرات امہات المؤمنین سے منسوب ہیں۔

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہی نہیں پھوپھیاں بھتیجیاں بیٹیاں اور نواسیاں تک جس عمل کی پابند رہی ہوں اور جن کے متعلق قرآن میں نصِ قطعی اور حدیث میں تائید الیہ ہو غور تو کیجیے کہ اسے معیوب سمجھنا اور خلافِ آئینِ شرافت بتا دینا اگر کفر نہ بھی رکھا جائے تو منافقت تو لابدی طور پر کہنا ہی پڑے گا۔ ہم نے اپنے کانوں سے سنا اور دونوں کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں نے بیواؤں کے عقد کا نام آتے ہی انتہائی نفرت سے ناک بھوں چڑھائی کراہت سے منہ پھیر لیا اور غیر مہذب الفاظ میں کہا کہ ہم اسے معیوب اور خلافِ شرافت سمجھتے ہیں خدا ہی جانتا ہے کہ اس کے بعد ان کا ایمان رہا کہ گیا

ہم نے تو یہ پڑھا ہے کہ جب حضور نبی اکرم نے حضرت زیدؓ کی شادی حضرت زینبؓ سے کرنی چاہی اور حضرت زینب اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ کو تامل ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا الخ یعنی کسی مسلم عورت اور مرد کے لئے یہ زیبا نہیں کہ جب خدا اور رسول کسی امر کا حکم دیں تو پھر وہ اس میں اپنی کسی رائے کو دخل دیں۔ یہ ربانی ڈانٹ سنتے ہی دونوں خاموش ہو گئے۔

صرف تامل پر یہ ڈانٹ پڑی تو تصور کیجیے کہ جو عورت و مرد نہ صرف یہ کہ بیواؤں کے عقد خدا اور رسول کے تاکیدی حکم کے باوجود انکار کریں بلکہ اسے معیوب اور منافیِ شرافت بتائیں ان کے ساتھ کل بروز حشر عدالت قدوس اور احکم الحاکمین کیا سلوک روا رکھے گا اور وہ آسے منہ دکھانے کے قابل بھی رہیں گے یا نہیں۔

برادرانِ کرام! سورۂ نور کے چوتھے رکوع میں نصِ قطعی اور صاف حکم موجود ہے وانکحوا الایامیٰ منکم تم اپنی بیواؤں کے عقد کر دیا کرو۔ خدا جانتا تھا کہ عورتوں میں فطرتاً حیا کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور ایک زمانہ ایسا بھی آنیوالا ہے کہ معاشرہ کا نہ رسم و رواج کی پابندی میں بیوائیں خود بھی اس سے انکار کریں گی اس لئے خطاب ان کے اولیاء اور سرپرستوں کو بنایا گیا جن میں باپ ماں بھائی چچا دادا خسر اور دیور وغیرہ جن کے بھی اختیار میں بیوہ ہو سب شامل ہیں۔

یہاں بیوہ کی رضا اور عدمِ رضا کا سوال ہی نہیں حکم ہے اور وہ بھی خدا کا جس کی تعمیل بہرحال ضروری ہے وہ جس کی اہمیت و عظمت کا یہ عالم ہے کہ اس ماں کے متعلق بھی جس کی رضا عین خدا کی رضا ہے اور جس کے قدموں کے نیچے جنت بتائی گئی ہے حکم ہے کہ اس کی ہر کہنا مانو لیکن وہ خدا کے حکم کے خلاف کوئی حکم دے تو اس کی تعمیل نہ کرو۔ پھر کس میں ہمت ہے جو خدا کے اتنے بڑے اور صاف و صریح حکم کی تعمیل اور پابندی سے جرأت انکار کر سکے اس کی تعمیل تو ضروری ہے اور تعمیل ہی کے لئے حکم صادر فرمایا جا رہا ہے۔

جامع ترمذی باب الصلوٰۃ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین امور میں تاخیر نہ کرو اول نماز پڑھنے میں جب وقت ہو جائے ثانیاً دفنِ میت میں جب جنازہ تیار ہو۔ بیوہ کے بیاہ کرنے میں جب کفو کا آدمی مل جائے۔ غور کیجیے کہ بیواؤں کے عقد کو اقامتِ نماز اور دفنِ میت کے برابر اہمیت دی جا رہی ہے اور تینوں امور کا ذکر ساتھ ساتھ یکساں اہمیت کے ساتھ کیا جا رہا ہے جس طرح نماز و جماعت میں عجلت اور میت کے دفن میں سرعت بیحد ضروری ہے لیکن بدبختی ملاحظہ کیجیے کہ مسلمان اسے مذہبی اور شرعی حکم ہی نہیں سمجھتے۔

حدیث کے الفاظ میں والایم اذا وجدت لہا کفوا۔ ایم کی جمع ایامیٰ اسی سے قرآنی لفظ ایامیٰ ماخوذ ہے جس کا ترجمہ بیوائیں کیا گیا ہے لغت میں ہر اس زن و مرد کو جو بالغ و جوان اور بیاہنے کے قابل ہو ایم کہتے ہیں خواہ شادی یا طلاق و موت سے تجرد حاصل ہوا ہو یا ابھی شادی ہوئی ہی نہ ہو بہرکیف لغوی معنے لیجیے یا اصطلاحی بات وہی ہے۔

اگر یہ معنی ہیں کہ بیواؤں کا عقد کرو تو بھی درست یہ ہیں کہ ہر بے شوہر اور بغیر عورت مرد کا عقد کرو تو بھی بدرجہ اولیٰ درست ہم معترضین کے نظریہ ہی کے مطابق لغوی معانی ہی کو سامنے رکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ بہرحال خدا و رسول کے اس حکم کی تعمیل بے چون و چرا ہونی چاہیے اور کوئی عورت جو بلوغ کو پہنچ گئی ہو خواہ نکاح نہ ہوا ہو یا نکاح ہو کر شوہر کی موت طلاق یا افتراق سے تجرد واقع ہو گیا ہو اس کی شادی میں عجلت کرنی چاہیئے لغوی معانی کے پیش نظر مردوں کو بھی شامل کر لیا جائے۔

اس سے حکم قطعیت محکمیت اور اہمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اب یہ طرفہ کہ کنواریوں کی تو شادی کریں گے لیکن بیواؤں کے عقدِ ثانی کو مستغیر تا سمجھیں گے کتنی غیر موزوں اور مہمل بات ہے عجیب امر ہے کہ اچھوتیوں کو تو دوسروں کے زینت

پر عمل کروگے یعنی کوئی نعمت عطا کی جائیگی تو اتراؤ گے نہیں مغرور نہ ہوجاؤ گے۔ دولت
پاکر ہمارے بندوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو گے اور کوئی نقصان ہوگا کوئی
مرجائیگا تو رو نہ بیٹھ جاؤ گے ہماری رحمت سے ناامید نہ ہوگے کہ تم روز ازل میں
اپنی جان و مال جنت کے عوض میں ہمارے ہاتھ فروخت کرچکے ہو اب تمہارا کچھ
نہیں رہا سب ہماری امانت ہے تو تم [illegible] رہو گے

آخرت اور اصلی گھر کے لئے اس دنیا کی کھیتی سے زاد راہ لیتے رہو جو عمل کرو گے
اس کے بقدر حقیقی گھر میں آرام ملیگا یہاں کی بھیڑ میں پڑکر اصلی گھر کو نہ
بھول جاؤ۔ دنیا میں امیر و غریب بادشاہ و گدا اور نادان و مردانا دم مرگ جس چیز
کی تلاش میں سرگرداں ہیں جس کی خواہش و آرزو ہر قلب میں موجزن ہے جس کے
لئے انسان بڑی سے بڑی اور مسلسل تکالیف اٹھانے پر ہمیشہ تیار رہتا ہے اور جو شاذ
ہی کسی کو حاصل ہوتی ہے وہ خوشی ہے لیکن جس طرح بہار و خزاں توام ہیں اسی طرح
خوشی و غم بھی توام ہیں خوشی و غم اور دن و رات کا ساتھ ہمیشہ رہا جہاں سامان
عیش فراہم ہوئے کہ کدورت کی صورت بھی سامنے آگئی اگر ننانوے درجہ خوشی میں
غم کا ایک حصہ بھی شامل ہوگیا سارا لطف بے مزہ ہوکر رہ گیا دنیا میں کسی کو اصلی
خوشی میسر نہیں پھر ایک دنیا ہے کہ اس کے حصول کی سعی میں مجنونانہ مصروف
رہتی ہے اور ہر شخص دوسرے کو اپنی بہ نسبت زیادہ خوش سمجھکر اس کی طرح خوش
رہنے کی کوشش کرتا ہے اسی کوشش میں ایک عمر گذر جاتی ہے موت آجاتی ہے
اور یہ چیزیں حاصل نہیں ہوتیں۔

ایک طالبعلم شب و روز محنت کرتا اور ماہ و سال گذرتا چلا جاتا ہے اس آرزو
میں کہ اسے ایک روز بی اے کی ڈگری ملنے کی خوشی حاصل ہوجائے وہ وقت آتا ہے
خوشی حاصل ہوتی ہے تو چند روز بعد ہی روزگار کی افکار گھیر لیتی ہیں [illegible]
مصروف ہوجاتا ہے یہ بھی حاصل ہوکر خوشی ہوئی تو شادی کی فکر لاحق ہوگئی پھر اولاد
کی آرزو پھر اس کے لائق ہونے کی تمنا پھر ان کی شادیوں کی فکر غرض خوشیاں
حاصل ہوتی ہیں اور آن کی آن میں دوسرے رنج و افکار یکے بعد دیگرے پیدا ہوکر
ان کے اثر کو مٹاتے چلے جاتے ہیں۔ اور موت آکر سب کا خاتمہ کردیتی ہے ایک ماں
بچوں کے رخ پر سہرے کی بہار دیکھنے کی خوشی میں اپنی تمام راحتیں قربان کردیتی ہے
ایک موجد کوئی چیز ایجاد کرنے کی سعی میں راتیں گذار دیتا ہے ایک اولوالعزم حصول
اقتدار کی کوشش میں سب کچھ مٹانے پر تیار ہوجاتا ہے ایک عاشق شیفتگی محبت
کے جنون میں حصول مسرت وصل کے لئے زندگی کے تمام عیش تباہ کردیتا ہے لیکن
ہر آرزو کی تکمیل کے بعد اور ہر ارمان نکلنے کے بعد ان کی جگہ آرزو نئی آرزو نئے
ارمان پیدا ہوجاتے ہیں اور ایک خوشی حاصل ہونے کے بعد دوسری خوشی کے
حصول کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے آرزو کیا ہے؟ خوشی کے حصول کی تمنا۔

ہمارے غور و فکر اور تجربہ و نظریے کے مطابق آرزو ایک پھانس ہے ایک [illegible]
ہے ایک چنگاری ہے جو دل میں چبھی اور قلب سے چمٹی ہوئی ہوتی ہے آرزو پوری
ہوئی گویا پھانس نکل گئی تکلیف رفع ہوگئی بے چینی جاتی رہی بڑی کوشش بڑی
تگ و دو بڑی آرزو ہے کہ یہ مقدمہ جیت جائیں۔ پاس ہوجائیں یہ نوکری مل جائے
ایک بیٹا ہوجائے۔ دعائیں مانگ رہے ہیں خرچ کررہے ہیں وظیفے پڑھ رہے ہیں
منتیں مانی جارہی ہیں بڑی بے چینی ہے بڑا اضطراب ہے۔

جیت گئے پاس ہوگئے عہدہ مل گیا۔ بیٹا ہوگیا۔ تو کچھ نہیں ایک تکلیف تھی
رفع ہوگئی ایک بے چینی تھی جاتی رہی دل میں ایک پھانس چبھی ہوئی تھی نکل گئی سکون
ہوگیا اور بس۔ انسان اپنی نادانیوں سے آرزو میں پیدا کرتا ہے اور اپنے دل میں
پھانسیں چبھوتا چلا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خوشی کا انحصار انہی کی تکمیل پر ہے لیکن
ہر آرزو کی تکمیل پر بس اتنا ہی ہوتا ہے کہ بے چینی رفع ہوگئی۔

مفلس سمجھتا ہے کہ دولتمند زیادہ مسرور ہے لیکن حقیقت میں دونوں مسرور نہیں ہیں
اور فکر مند بھی ہیں ایک کو بے زری کا غم ستا رہا ہے دوسرا تحفظ زر کی فکر میں
پریشان ہے ایک کو پیٹ کے خالی ہونے کا گلا ہے دوسرے نے فکر سیری کے نتیجہ
میں سوء ہضمی کی اذیت مول لے رکھی ہے کوئی بے اولاد ہونے کے غم میں مبتلا ہے
اور کوئی کثرت اولاد کا شاکی ہے۔ کسی کو شادی کی دھوم دھام میں رات بھر سونا
نصیب نہیں ہوا کسی نے مرنے والے کے ماتم میں رو رو کر صبح کی۔

عزیزان ملت! جسے دیکھو اپنی حالت اور اپنی جگہ شکوہ سنج قسمت نظر آتا ہے غریب سے
لیکر امیر تک اور گدا سے لیکر شاہ تک کوئی اپنی حالت پر مطمئن نہیں کوئی کسی کے
متعلق اپنی غلط فہمی اور نادانی سے سمجھ بیٹھے مگر دنیا میں غم اور کاوش و پریشانیاں
سب کے ساتھ لگی ہوئی ہیں قدرت کے انتظام اور خدا کے عدل پر ہر شخص کو اعتراض
ہے یتیم کہہ رہے ہیں ہم نے کیا قصور کیا تھا کہ باپ کا سایہ ہم سے چھن گیا
بے اولاد اولاد نہ ہونے کے شاکی ہیں اولاد والے کہہ رہے ہیں کہ ایسی اولاد ہونی تھی اولاد
دی تھی تو ویسی ہی دیا ہوتا۔ اندھے کہہ رہے ہیں کہ اے رب العالمین آنکھیں تمام مخلوق کو دیں
لیکن ہمیں کس قصور پر اس نعمت سے محروم کردیا جذامی اور کوڑھی کہہ رہے ہیں کہ
جب ہم ایک سڑے ہوئے پھل کی طرح کسی کام کے نہیں تو ہمیں پیدا نہ کرتا
تو تیری قدرت پر کون حرف آتا جانے دیجئے انہیں بھی کائنات انسانی کی سب سے
بلند اور صاحب نعمت ہستی بادشاہ کو لیجئے وارث تاج و تخت نہ ہونے کے غم میں گلہ
گذار ہے کہہ رہا ہے کہ یہ خیل و حشم دولت و جاہ میرے کس کام کی دولت اپنے عزیزوں
کی دستگیری حکومت اپنے بندوں کی حفاظت، فوج ملک کو بربادی سے بچانے کے
لئے دی مگر جس سے میرے دل کو راحت اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی وہ تو نے مجھے
عطا ہی نہ کی۔

بیوہ رانی محلوں میں مکینت ہر طرف بول بالا ہر شخص پر حکومت جھروکے میں
بیٹھی دور سے دیکھ رہی ہے کہ گھسیارنیں اپنے شوہروں کے ساتھ گھاس کا گٹھا
سروں پر لادے خوش خوش ہنستی اور چہل کرتی چلی آرہی ہیں۔ رشک آتا ہے دل
میں ہوک اٹھتی ہے کہتی ہے تو نے دل کی راحت اور زندگی کا چین چھین لیا اگر
گھسیارنوں جیسی قسمت بھی نہ ہوتی تو میں ہی کیا ہوں گی کہ میں فاطر السموات والارض
کی بندی تھی۔

بھلا ہو شاید آپ انہیں قیاس آرائیاں سمجھ کر ٹال دیں۔ تو چند خیال کریں تو آیئے تاریخی
حقائق کی دنیا میں آجائیے۔ خلیفہ عبد الملک بن مروان کس طنطنہ و جلال کا تاجدار
گذرا ہے۔ بیمار تھا تکلیف تھی چین نہ پڑتا تھا بیقرار ہوکر اٹھ گیا جھروکے سے باہر
جو نظر پڑی دیکھا کہ ایک دھوبی دھوپ میں کھڑا کپڑے سکھا رہا ہے اور وجدانی
کیف کے ساتھ گا رہا ہے اس بظاہر بے حقیقت اور ادنیٰ سی ہستی پر رشک آتا ہے
کس کو؟ اسے جس سے زیادہ مقتدر ہستی اس عہد کی روئے دنیا میں کوئی نہ تھی بے ساختہ
زبان سے نکلتا ہے کہ رب قدیر اتنی بڑی دنیا کی حکومت عطا کرکے بھی تو نے مجھے اس
دھوبی کی برابر عیش نہ دیا مجھے اس پر رشک آتا ہے۔

خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث فرمانروائے اسپین کو خدا نے اپنی تمام نعمتیں پوری فیاضی اور بھی فراوانیوں کے ساتھ عطا کر دی تھیں۔ دنیا میں اس وقت اس سے بڑا کوئی بادشاہ نہ تھا کسی کی سلطنت اتنی متمدن اور نہ ترقی یافتہ تھی اور اس کو جو عالیشان بہتر بالشان اور مفید المثال قصر زہرا سے رہنے اور عیش کرنے کو ملا کسی بادشاہ کو نصیب نہ ہوا اور سب سے بڑی بات یہ پورے پچاس برس فرمانروائی کرتے رہے پھر جتنے خزانے اور جتنی دولت اس نے چھوڑی کسی بادشاہ نے نہیں چھوڑی صحت بھی اچھی رہی امن بھی رہا۔

اس پر بھی جب انتقال ہوا اور اس کی تاریخ دیکھی گئی تو اس میں یہ لکھا ہوا دیکھا گیا کہ میں نے پچاس برس سلطنت کی اس مدت میں صرف چودہ روز مجھ کو خوشی کے ملے میرے دیکھنے والوں کو سعی کرنی چاہیئے کہ اسے زندگی میں زیادہ دن خوشی کے میسر ہوں۔

خلیفہ ہشام کو جتنی بڑی اور وسیع سلطنت نصیب ہوئی دنیا میں آج تک کسی کو نصیب نہ ہوئی اس نے شام میں بڑے شوق اور اہتمام سے ایک عالیشان محل تعمیر کرایا مگر اس کی بیس سالہ حکومت میں تمام عمر مصروفیتیں رہیں کہ عیش کا موقعہ ہی نہ ملا ایک دفعہ فرصت ہوئی اور محل دیکھنے کو جانے کا ارادہ کیا کہ عین اسی وقت ایک ملک کی بغاوت کی خبر آئی۔ بیساختہ بولا خدایا تو نے مجھ پر بار سلطنت ڈال کر مجھے ایک گھڑی کو بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا اور میرا سارا عیش و آرام مجھ سے چھین لیا۔ اسی طرح خلیفہ مروان الحمار نے آخری وقت میں یہ عبرتناک اشعار لکھے کہ زندگی کیا ہے آدھی خوشی اور آدھا رنج ایک دن خوشی اور دوسرے دن رنج۔

یہ ان بلند ترین ہستیوں کے جذبات اور خوشی و عیش کی حقیقت ہے جو بنگاہ عوام میں سب سے خوش نصیب انسان تھے دنیا عبدالملک کو سب سے زیادہ خوش نصیب سمجھتی تھی اور اس کی یہ حالت تھی کہ وہ ایک دھوبی کی حالت پر رشک کر رہا تھا عبدالرحمٰن الناصر سے زیادہ حقیقت میں اس زمانہ کے اندر کسی کو بھی سامان عیش حاصل نہ تھے مگر اس کا دل چیر کر دیکھا گیا تو اسی سال کی زندگی اور پچاس سال کی فرمانروائی میں اسے صرف چودہ روز خوشی اور چین کے حاصل ہوئے۔ ہشام بن عبدالملک کو وہ وسعت سلطنت حاصل ہوئی جو آج تک کسی کو نہ حاصل ہو سکی مگر اس سے جو اس حکومت و عظمت کی خوشی کا عالم پوچھا گیا تو یہ معلوم ہوا کہ بیس سال کی حکومت میں چین کا ایک دن بھی نصیب نہ ہوا۔

یہی حالت تمام بادشاہوں اور بڑے بڑے دولتمندوں کی ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ عیش حیات اٹھا رہے ہیں مگر حقیقت میں مزدوروں اور غریبوں کو ان سے کہیں زیادہ خوشی اور چین نصیب ہوتا ہے غریب امیر کی نعمتوں پر رشک کر رہا ہے اور امیر غریب کی صحت اور قوت ہاضمہ پر رشک کر رہا ہے۔ ایک کو پیٹ بھر کر میسر نہیں دوسرا پیٹ بھرنے سے نالاں ہے۔

ایک دانا کا قول ہے کہ [illegible] ایک لاغر مزدور کی صحت کو بنظر رشک دیکھتا ہے نوجوان دوشیزہ ایک عالم کے علم پر ہے دوسری دولت پر بوڑھے کے علم کی دولت نہیں ملتی ہے دونوں خلاف شکل میں اور ایک دوسرے پر رشک کر رہے ہیں دنیا دار المحن ہے کوئی فرد رنج سے خالی نہیں حقیقت پر غور کیجئے تو کوئی خوش ہے اور نہ کوئی ناخوش ہے ہر ایک کسی اعتبار سے خوش ہے اور کوئی کسی اعتبار سے خوش ہے۔

خدا کو اپنے تمام بندوں سے محبت ہے دنیا کی تمام نعمتیں اس نے کسی ایک ہی شخص کو نہیں بخشیں کسی کو کوئی نعمت دی اور کسی کو کوئی یہ اپنی غلطی ہے کہ ملی ہوئی نعمت کو ہم حقیر سمجھ کر اس کی ناشکری پر اتر آئیں۔ ابتدائی اور فطری ضروریات یعنی کھانا کپڑا اور بیوی جسے پیٹ بھر کر روٹی مل جاتی ہے تن ڈھانکنے کو کپڑا میسر ہے رفاقت زندگی کے لئے بیوی ملی ہوئی ہے اسے سب کچھ ملا ہوا ہے ہوا اور پانی انتہائی ضروریات ہیں جو مفت اور عام ہیں۔ ہزار نعمت صحت و تندرستی ہے یہ بھی ادنیٰ سے ادنیٰ کو حاصل ہے۔

انسان خود ہی اسے تباہ کر لیتا ہے خوش رہنے کو جھونپڑے والے بھی رہتے ہیں کھاتے پیتے اور ہنستے کھیلتے ہیں ہزاروں روپیہ والا افسردہ بھی بنتا ہے اور دس روپے والا چپراسی بھی بال بچوں میں مگن رہتا ہے یہ انتظامات قدرت ہیں شکر کرنے والا ہر حالت میں شکر کرتا ہے اور ملی ہوئی نعمتوں کو دیکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ شاکرین کا بڑا مرتبہ ہے اور اسی لئے خدا نے بڑائی کی تمنا سے منع کیا ہے ولا تتمنوا ما فضل بعضکم علی بعض رنج و راحت ہر امیر و غریب کو پیش آتے ہیں یہ آزمائش ہیں دنیا دار المحن ہے دار السرور نہیں کامل خوشی اور کامل چین آخرت ہی میں نصیب ہوگا۔

پہنا جائے گا لیکن سینہ کے قدرتی ابھار اور ڈھلنے کی طرف سے بے پروائی کی جاتی جیسا کہ آجکل عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ دوپٹے گردن میں یا تو لا کر رکھ دیئے جاتے ہیں یا محض گلے میں گلوبند کی طرح آویزاں رہتے ہیں اور مقصد پیدا نہیں ہوتا جس کے لئے وہ بہتر یا خمار اسلام نے پیدا کیا تھا۔

حضرات! اور ان زینت سے حرف عام کا سنگار ہی عبارت نہیں، بلکہ لباس کی آرائش بھی شامل ہے کیونکہ خذوا زینتکم عند کل مسجد میں زینت یعنی لباس ہی مستعمل ہوا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تفسیر صراحت کی ہے کہ زینت ظاہری سے مراد لباس اور اس کی آرائش ہیں اور زینت باطنی سینہ کا ابھار بالوں کی آرائش اور زیورات وغیرہ سے عبارت ہے۔ ان فطری اور مصنوعی دونوں زینتوں کے چھپانے کا حکم ہے۔

قمیص کی تراش، بلیش، بنیان، چست پائجامے اور کھلے لباس سب زینت کے دائرے میں آجاتے ہیں الا ما ظھر منھا میں جیسا کہ در منثور اور تفسیر کبیر میں ہے چہرہ اور ہاتھ ہی شامل ہیں یہ کھلے رکھے جاسکتے ہیں جس طرح آجکل یورپین لیڈیاں اور ان کے اتباع میں فیشن زدہ ہندوستانی مسلم عورتیں گریبان وسیع رکھتی ہیں بند گلا بنائے جانے کا رواج معدوم ہو رہا ہے زمانہ جاہلیت میں بھی عورتیں یہی کرتی تھیں اسی بنا پر خمار یا دوپٹہ اوڑھنے کا حکم صادر ہوا اور حضرت عائشہؓ کے بیان کے مطابق اس کے فوراً بعد انصار کرام کی عورتیں مسجد نبوی میں خمار اوڑھ کر آنے لگیں۔ ظاہر ہے کہ فطری اور لباسی زینتیں اور سنگار چادروں ہی سے چھپائے جاسکتے تھے حکم ہوا۔

قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذالك ادنى ان يعرفن فلا يؤذين وكان الله غفورا رحيما	اے پیغمبر اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہدیجئے کہ وہ اپنا تمام جسم چادروں سے ڈھک کر نکلا کریں تاکہ ان کی شناخت نہ ہو سکے اور لوگ ان سے چھیڑ چھاڑ کرکے تکلیف نہ دے سکیں۔

مہاجرین رضوان اللہ علیہم والنصار کی عورتیں تقاضائے حاجت کو باہر نکلا کرتیں تو شہر کے حواشی اور ادھر ادھر نخلستانوں میں جا چھپتیں اور جہاں کسی عورت کو دیکھتے چھیڑ چھاڑ کرنے کو جاتا تو کہتے سمجھتے تو انہیں کنیز سمجھا تھا اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے آج بھی عورتیں عرسوں میں اور درباروں پر جاتی ہیں اور غضب یہ ہے کہ بن سنور کر جاتی ہیں۔

برقع ہوتے ہیں مگر اس طرح اوڑھے جاتے ہیں کہ لباس و زیور کی زینتیں یقیناً عریاں ہو جاتی ہیں چھیڑی بھی جاتی ہیں اور فتنے بھی پیدا ہوتے ہیں لاہور میں تو تسلسل کے ساتھ کئی سال سے دیوالی کی رات کو تیتریاں بنکر نکلنے ہی کی وجہ سے ہندو عورتیں بری طرح ستائی جارہی ہیں اور لفنگوں سے گھبٹ لی جاتی ہیں، اور ہندو بھی اب اخفائے زینت پر مجبور ہو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ پہلے عورتیں نہ بے ضرورت نکلتی تھیں اور نکلتی بھی تھیں تو گھونگھٹ نکال کر اور چادریں اوڑھ کر تو یا جو بات خدائے قدوس کہہ رہا ہے اسے اختیار کرنے پر اغیار بھی مجبور ہو رہے ہیں اور جنہیں وہ فتنہ خیز بتا رہا ہے ان کی فتنہ خیزیاں ہرگز رہ نہیں عورتوں کا تیتری بنکر بے پردہ نکلنا فتنہ خیزی بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ یدنین علیہن کے مفہوم میں حضرت ابن عباس اور ابن سیرینؒ نے سر اور چہرہ ڈھک کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھنے کو نقل کیا ہے اور امام النحو کسائی نے اس کے معنے چادر میں لپٹ جانے کے لئے ہیں ہمارے نزدیک بھی علیہن کے مفہوم میں سارا بدن داخل ہے۔

علامہ زمخشری نے یہ تفسیر کی ہے کہ جسم پر چادر کو پھیلا کر لپیٹ لیا جائے اس سے صاف واضح ہے کہ عورتیں کو نہایت احتیاط کے ساتھ پوری طرح چادروں میں لپٹ کر نکلنا چاہیئے عورتیں محل فتنہ ہیں اور پردہ کا حکم انسداد فتنہ ہی کے لئے ہے ہمارا یہ خیال ہے کہ جو یا کرتے ہیں کہ بد صورت عورتوں اور پاکباز خواتین کے لئے اس کی ضرورت نہیں لیکن یہ محض دھوکہ ہے۔

فطری تقاضے مہذب اور غیر مہذب انسان میں یکساں طور کے ساتھ پائے جاتے ہیں بھوک پیاس اور بقائے نسل کی خواہشات سب کے اندر موجود ہیں اس سے یہاں مہذب و وحشت کا کوئی سوال ہی نہیں تجربہ تو یہ ہے کہ اس ضمن میں غیر مہذب وحشی زیادہ منضبط اور مہذب بری طرح مغلوب الجذبات ہوتے ہیں۔

عزیزان قوم! الا ما ظھر منھا سے یہ مراد نہیں کہ عورت جب اور جہاں چاہے عام حالات میں منہ کھولے ہوئے پھرے بلکہ استثناء صرف رفع احتیاج پر مبنی ہے کیونکہ تمدنی زندگی میں عورتوں کو ایسے کام بھی کرنے ہوتے ہیں جن میں ہاتھ منہ کھلے رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً دہان کوٹ رہی ہیں، کھیت کاٹ رہی ہیں چکیاں پیس رہی ہیں غریب عورتوں کو شکم پری کے لئے ایسے صد ہا کام کرنے پڑتے ہیں سیاق عبارت سے صاف مجبوری کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

استثنا خود ہی اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ خاص خاص حالات کے لئے ہے نہ کہ عام حالات کے لئے عام حالات میں یہی حکم ہے کہ تمام جسم اس طرح چھپا کر صرف آنکھ کھلی رہے باہر نکل سکتی ہیں آیت بالا کا اگلا حصہ یہ ہے۔

ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اباءھن او اباء بعولتھن	یعنی اپنی زینتیں اور آرائشیں صرف شوہروں، باپ، خسر، بیٹوں اور بھائیوں وغیرہ سے نہ چھپائیں کیونکہ ان کے لئے وہ محل فتنہ نہیں۔

خدانے ضرورت کے وقت عورتوں کو باہر نکلنے سے نہیں روکا لیکن یہ ضرور حکم دیا کہ اس طرح چادروں میں لپٹ کر نکلیں کہ صرف ایک آنکھ کھلی رہے۔

جیسا واضح کیا جا چکا ہے یہ کہ بن سنور کر اور بن ٹھن کر نکلیں حکم ہے

ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ	جس طرح زمانہ جاہلیت میں عورتیں بن سنور کر نکلا کرتی تھیں نہ نکلیں

بالفاظ دگر جس طرح یورپین لیڈیاں یا لاہور و امرتسر میں ہندو عورتیں زرق برق ساڑھیاں پہنکر اور تیتریاں بنکر نکلتی ہیں مسلم عورتوں کو ایسا ہرگز نہ کرنا چاہیئے کہا جاتا ہے کہ اگر مرد اپنی عفت قائم رکھ سکتے ہیں تو عورتیں کیوں نہیں رکھ سکتیں اور یہ پردہ دل کا ہے نہ آنکھ کا!

عورت کمزور ہے اور مرد طاقتور اس لئے وہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتی مرد عورت کو اٹھا کر کوسوں بھاگ سکتا ہے بڑے بڑے مشقت کے کام کر سکتا ہے عورت نہیں کر سکتی دل کو میلا بنانا آنکھ ہی کا کام ہے اس سے اسکا پردہ ضروری ہے۔

کہا جاتا ہے کہ عورتوں کا جہاد میں شامل ہونا تیمار داری کرنا ثابت ہے بالکل درست ہے ضرورت پر عورتوں کا باہر نکلنا روا ہے لیکن ملحوظ رہے کہ عورتوں پر اسلام نے جہاد فرض ہی نہیں کیا تھا جو جہاد میں انہوں نے تیمار داری کی

حضرت عمرؓ بھی برابر فرماتے رہتے کہ مہر باندھنے میں حد سے نہ بڑھو کہ اگر یہ زندگی میں کوئی قابل عزت اور آخرت میں سربلندی کی چیز ہوتی تو تم سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہر باندھتے حالانکہ آپ کی ازواج اور بیٹیوں میں سے کسی کا مہر بھی ۴۸۰ درہم یعنی ۱۴۰ روپیہ سے زیادہ نہ تھا۔ یہ تعلیم اور یہ طرز عمل تو ہے حضور نبی کریم اور ان کے اصحاب کرام کا۔ لیکن آج مسلمانوں کا عمل کیا ہے؟

حالانکہ قرآن میں ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ صاف مذکور ہے اگر تمہیں خدا سے محبت ہے تو رسول اس کی تقلید کرو اگر ایسا کرو گے تو خدا بھی تم سے محبت کرنے لگیگا۔ لیکن آج خدا کی محبت کی پرواہ کسے و کسی نہ حیات نئے رسول کی تقلید کرے حالانکہ حضورؐ کی پہلی بیوی مکہ کی سب سے بڑی دولتمند اور لکھپتی خاتون تھیں اور باقی بیویاں بھی سرداران عرب کی چشم و چراغ تھیں اور حضرت ام حبیبہؓ کا مہر تو شاہ حبشہ نے ادا کیا تھا ایک صاحبزادی کے سوا تینوں صاحبزادیاں بڑے بڑے دولتمندوں کو بیاہی ہوئی تھیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کی دولت کا کوئی شمار نہ تھا مگر مہر سوا سو روپے سے زیادہ کسی کا بھی نہ تھا لیکن کسے خدا کو منہ دکھانا اور رسول اللہ سے شفاعت کرانا ہے جو اس کا اتباع کرتا پھر یہاں تو مہر لینے دینے کے لئے نہیں بلکہ خدا کے حلال کو حرام بنانے اور طلاق کو روکنے کے لئے باندھے جاتے ہیں۔ طلاق اس لئے تھی کہ اللہ کی حدود ٹوٹنے کا کوئی خفیف سا امکان بھی باقی نہ رہے اور بندے ہشاش بشاش زندگی بسر کریں۔

اور ناموافقت کی صورت میں الگ ہو کر اپنے اطمینان و مسرت کا دوسرا انتظام کر لیں لیکن بندوں کی سرکشی و طغیان ملاحظہ فرمایئے کہ وہ ربانی حکم کو ٹھکراتے ہیں خدا سے جنگ مول لیتے ہیں وہ مشرق کی راہ کہتا ہے یہ مغرب کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ ان کی بھلائی کی بتاتا ہے یہ اپنی برائی کی سوچتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دونوں مل کر نہ رہ سکیں ناموافقت ہو تو طلاق نہ ہونے پائے مہر بلا ئے جان بن جائے اور ساری عمر کے لئے عورت معلق پڑی رہے مصیبت اٹھائے اور حدود اللہ ٹوٹتی رہیں۔

یہ ہلی میں تو اسوہ پیغمبری کو دامان محبت نبوی جھکا کر رسوا کر رہے ہیں اور میں جس غریب نے کبھی اکٹھے سو روپیہ بھی جیب میں نہیں دیکھے گذر اوقات بھی مشکل سے ہوتی ہے اس کا مہر بھی اکیاون ہزار سے کم نہیں بندھتا لطف یہ ہے کہ اس مہر میں سات دینار سرخ کی ایک رقم بھی ضرور لگی ہوتی ہے خواہ ہندوستان میں اس کی صورت دیکھنے میں بھی نہ آئے۔

مسلمانوں کی عائلی زندگی کی تباہی اور کم از کم اسی فیصدی معاش کے مصائب و مشکلات میں مبتلا ہیں لیکن مہر کی یہی کوئی ہلے اتنے اتنے بڑے مہر بندھتے ہیں جن کا تصور بھی قائم ہونا محالات سے ہے یہ مہر نہ دیئے جا سکتے ہیں اور نہ دیئے جانے کی نیت سے لکھے جاتے ہیں۔ معمولی بات سمجھی جاتی ہے اور کسی کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس سے اصلاً نکاح ہی میں خرابی واقع ہو جاتی ہے کیونکہ حضور نبی کریم نے صاف صاف فرمایا ہے کہ "جس نے مہر کے متعلق یہ نیت رکھی کہ وہ ادا نہ کریگا وہ دراصل زانی ہے" خود ہی سوچئے حیثیت نہیں ہزار کی مہر بندھ رہا ہے لاکھ کا تو دینے کی نیت ہو ہی کب سکتی ہے اور نہ اصلاً ہوتی ہے اب اس حدیث کی روشنی میں غور کیجئے کہ نکاح برقرار بھی رہتے ہیں یا نہیں اور جو دلہنیں گھر میں بیاہ کر لائی

ہیں وہ بیویاں رہتی ہیں یا اجنبیہ اور اگر جو کچھ ہوتا ہے وہ زنا ہے تو اس زندگی بھر کے زنا کا عذاب کیا ہوگا کس پر ہوگا۔

حضرات! ایک مصیبت ہو تو اسے لیا جائے یہاں تو دین قیم کے جسکا ہر حصہ مجروح کر دیا گیا ہے اور ہر جز میں مشرکانہ تصورات شامل ہو گئے ہیں مہر ہم انھیں تو غیر طلاق، خلع اس قدر معیوب کہ ضرورت پر بھی احتراز خدا ناراض ہو جائے مگر برادری میں ناک نہ کٹنے پائے اور جو سب کچھ ہوتا رہے حدود اللہ ٹوٹتی رہیں اور نہ کہیں برابر کھی چلی جائیں۔

نکاح کو ہندو مشرکوں کی طرح اعتقاد اور عمل دونوں حیثیت سے ناقابل فسخ۔ طلاق، خلع کا نام زبان پر لانا اور شرکانہ طعن و تشنیع مردنی ہے اور حالت یہ ہے کہ زندگی میں الگ ہو جانا ایک طاقت شوہر کے مرنے پر بھی عورت کا یہ ذہنی تقرر ہے لیا گیا ہے کہ وہ ہندو عورتوں کی طرح ستی کئے ہوئے عرف عام میں "آبرو داریاں" لئے ہم بھی ستی رسم عقد ثانی سے سارے خاندان کی ناک جڑ سے اڑ جانے سے شرافت ہی ہے کہ خدا اور رسول پر عمل پیرا ہو خدا کا حکم نہ ماننے اور ہندو رشیوں کے حکم پر چلنے پر عقلیں ایسی ماؤف ہیں کہ ایک طرف کے ہو کر بھی نہیں رہتے ہندو تمدن سے مشرکانہ رسومات اور طلاق و عقد ثانی سے تنفر سیکھا مغربی تمدن سے عورت و مرد میں کامل مساوات کا سبق لیا قرآن میں للرجال علیھن درجۃ اور الرجال قوامون علی النساء پڑھتے ہیں تو شرم آتی ہے بس نہیں چلتا کیونکہ انھیں قرآن سے نکال کر یورپینوں کی سوسائٹی میں سرفرو بن سکیں جملہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور قوامیت کی درجہ حاصل ہو خدا نے جو کہا غلط ہو اور اسپنسر نے جو لکھا دیا وہ صحیح

یہ حالات ہیں اسلام کے ہر حکم اور ہر قانون سے سرتابی کا یہ عالم ہے اور یہ بدبختی کے شاخسانے ہی ہیں اسلام نے تحفظ طلاق کے لئے ... آسانیاں ... کردیں عورتوں کے نکاح میں ان کے اولیاء کی رائے کو ضرور داخل کیا گیا لیکن حضور نے اس تعلیم کا جو طرز عمل پیش کیا اس سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ عورت اپنی زندگی کے اس اہم معاملہ میں بے اختیار نہیں۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک لڑکی نے شکایت کی کہ باپ نے میری مرضی کے خلاف شادی کر دی ہے حضور نے فرمایا تجھے رد و قبول کا پورا اختیار ہے۔ نسائی میں خنساء بنت خذام کی روایت ہے کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح ان کی مرضی کے خلاف کر دیا۔ ان کی شکایت پر حضور نے انہیں بھی رد و قبول کا اختیار دے دیا۔

حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق ایک مقدمہ میں حضور نے محض اس بنا پر زوجین میں تفریق کرا دی کہ نکاح لڑکی کی مرضی کے خلاف ہوا تھا۔

نسائی میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ ایک لڑکی نے شکایت کی کہ میرے باپ نے میری مرضی کے خلاف اپنے بھتیجے سے میری شادی کر دی حضور نے رد و قبول کا اسے اختیار دے دیا۔

آج یہ چیزیں ناقابل تصور ہیں اگر کوئی لڑکی زبان ہلانے کی بھی سعی کرے تو رسوائے عام ہو جائے اور دوسری طرف باپ اس لڑکی کا منہ عمر بھر نہ دیکھے سب عورتوں کے حقوق پر خود قابض ہو بیٹھے ہیں حالانکہ مسلم ابوداؤد اور موطا و نسائی میں حضورؐ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ بن بیاہی عورت اپنے ولی سے بڑھ کر اپنے نفس کے

معاملہ میں فیصلہ کرنے کا حق رکھتی ہے اس سے اذن لیا جائے

نفقہ۔ ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ کے قاعدہ قرآنی کے مطابق مرد کی حیثیت کے موافق مقرر کیا گیا ہے کہ مرد وبما انفقوا من اموالھم کے ہوں سے حق قیمومیت حاصل کرتے ہیں اگر کوئی شخص قصداً اس کے دینے سے انکار کرتا ہے تو اسے عورت کو بھر زبردستی عقد میں رہنے کا کوئی اختیار نہیں کیونکہ وہ اس کی پرورش کا ذمہ دار ہے اور الگ رہنے میں عورت کے مبتلائے معصیت ہونے کا بھی امکان ہے۔

امام احمد حنبل ایسی صورت میں بلاتاخیر زوجین میں تفریق کا فتویٰ دیتے ہیں امام شافعی تین دن امام مالک ۔۰۱ ماہ کی مہلت دیتے کہتے ہیں امام حنفی شوہر کو ہر طرح مجبور کرنے کی حمایت میں تو ہیں مگر تفریق سے روادار نہیں تاہم علمائے احناف مالکی طریق اختیار کرنے پر مجبور ہوئے خود حضور علی کریم نے عدم نفقہ کی صورت میں تفریق کرائی حضرات عمر رض وعلی رض اور سعید بن المسیب سے بھی یہی منقول ہے کہ مرد عورت کو نفقہ دے یا علیحدگی کرا دی جائے۔

مصیبت یہ ہے کہ لوگ شرعی حق اور اخلاقی تعلیم میں فرق نہیں کرتے رحم کتنی اچھی چیز ہے مگر ناکل سزا کے نفاذ کا حکم دیتے ہوئے خدا نے صاف فرمایا کہ ان معاملات میں رحم کوئی چیز نہیں باپ کا کتنا ادب ہے لیکن جہاں شرعی حق کا سوال پیدا ہوا بیٹی کی شکایت کو بے ادبی یا بد اخلاقی سمجھنے کے بجائے حضور نے فوراً تفریق کرا دی آج کوئی بیٹی باپ کے کیے ہوئے نکاح کو توڑنے کے لئے کھڑی ہو یا کوئی بیٹا اپنے باپ کے خلاف ماں کے مہر کا دعویٰ کرے تو ایک طرف تو باپ بھڑک اٹھیں صورت نہ دیکھیں دوسری طرف مسلمان اسے ملعون بنائیں کہیں ناخلف اولاد ہے حالانکہ شرعی حق کے معاملہ میں اس قسم کی اخلاقیات کا ذکر لانا جو حقوق کو ضائع کرنے والی ہو صریح گمراہی ہے آج شریعت کو چھوڑ کر اخلاقیات کے ماتحت اولاد اور بیویوں کو تمام حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے جہاں کسی کے حق کا ذکر آیا اور اخلاق و ادب کے درس شروع ہو گئے کوئی بے حیائی بتانے لگا اور کوئی گستاخی کہنے لگا۔

یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ اللہ نے جو حقوق مقرر کئے ہیں وہ محض نمود و نمائش نہیں عمل کے لئے کئے ہیں اپنے حقوق چھوڑنا اپنے نفس یا اپنے اقربا و اولاد کی حق تلفی کرنا ہے جو بہت بڑی معصیت ہے بہت بڑا گناہ ہے۔

فرزندان اسلام! اگر کوئی عورت نفقہ نہ ملنے شوہر کی زیادتی کرنے اور نباہ نہ ہونے کی صورت میں بھی خلع نہیں طلب کرتی تو وہ اپنے نفس پر ظلم کرتی ہے نفس کی حق تلفی کی مرتکب ہوتی ہے عقد ثانی نہیں کرتی بیوہ بیٹھی رہتی ہے ظالم اور حق تلف کرنے والی ہے مہر چھوڑتی اور معاف کرتی ہے تو اپنے والدین اپنی اولاد اور اپنے عزیزوں کا حق مارتی ہے

لوگ اسے شرافت، شرم حیا داری کہتے ہیں باپ نے جائداد کے لالچ میں یا سوتیلی ماں کی خوشنودی میں بیٹی کی قسمت پھوڑ دی کسی بڈھے یا نالائق سے خلاف مرضی شادی کر دی یا خرچ کی وجہ سے شادی نہیں کرتا تا رونوں کی تلاش ہے بیٹی خاموش مؤدب بیٹھی ہے بڑی شرم والی اور مؤدب مشہور ہے جوان بیٹے ہیں ان کے سامنے دوسری شادی کرتے لاج آتی ہے گھر گھر تعریف ہے کہ کتنی نیک و شریف ہے بچوں کے خیال سے اپنی جوانی میں ہی شادی کا خیال چھوڑ دیا۔ صرف روزہ و نماز، اللہ اللہ اور بچوں کی پرورش

سے سروکار ہے لیکن یاد رکھئے کہ یہ اپنا حق چھوڑنے والیاں عقد ثانی سے اجتناب کرکے اللہ اللہ کرنے والیاں ناپسندیدہ نکاحوں پر خاموش رہنے والیاں نباہ نہ ہونے کی صورت میں خلع نہ مانگنے والیاں بزرگ نہیں شرم والی نہیں، آبرو ایمان لیکر بیٹھنے والیاں نہیں شریعت حقہ کو رسوا کرنے آبروئے اسلام مٹانے قرآنی احکام کو معطل اور کالعدم کرنے اور خود کو رسوا کرنے اور اپنی ذات کا حق مارنے والیاں ہیں گنہگار ہیں ظالم ہیں

اگر مسلمان یہی کرتے آئے ہوتے تو قرآنی حقوق و اصول تباہ ہو چکے ہوتے وہ تو قرآن کا محافظ خود خدا بنا ہوا ہے ورنہ توریت و انجیل کی طرح اس میں بھی تحریف ہو چکی ہوتی قرآنی حقوق کو نہ حاصل کرنا کیا انہیں معطل اور بے اثر بنانا نہیں

حضرت عثمان بن مظعون بڑے دولتمند اور بڑے رتبے کے صحابی گذرے ہیں ان کی اہلیہ کو اجڑا ہوا دیکھ کر حضرات امہات المؤمنین نے فرمایا یہ کیا حالت ہے تمہارے شوہر تو بڑے دولتمند ہیں۔

بولیں کس کے لئے سنگار کروں وہ تو دن بھر روزے رکھتے اور رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں حضور نے جو سنا تو برہم ہو گئے فوراً پہنچے اور فرمایا۔

"عثمان! ہمیں رہبانیت اور ترک دنیا کی تعلیم لیکر نہیں آیا تم پر خدا ہی کا حق نہیں تیرے نفس کا، تیری آنکھ کا، تیرے جسم کا، تیری بیوی کا بھی حق ہے ایک حق ادا کرتا ہے اور دوسرے حق تلف کرتا ہے اور خود کو تکلیف میں ڈالتا ہے" پھر جو آئیں تو پہلی رات کی دلہن کی طرح مرصع تھیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نہ بڑے مقدس صحابی جائداد پر جھگڑا ہوا مصلیٰ چھوڑ کر اور تلوار لیکر با ہر آئے لوگوں کو حیرت ہوئی تو ارشاد فرمایا رسول اللہ کا فرمان ہے کہ اپنے حقوق حاصل کرو اور جو دولت کی حفاظت میں مارا جائے شہید ہے۔

حضرات عثمان غنی رض حضرت علی رض حضرت زبیر رض و حضرت طلحہ رض کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت مل چکی تھی حضرت عائشہ رض بیوی اور حضرت حسین رض نواسے تھے مگر تاریخ شاہد ہے کہ خلافت کے لئے کتنے لڑے جانیں نذر کر دیں کہ یہ حقوق کا معاملہ تھا ورنہ دنیا ان کی نظر میں ہیچ تھی۔ حضرت فاطمہ رض خاتون جنت باغ فدک کے لئے زندگی بھر لڑتی رہیں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رض کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت تھی یا اُن سے زیادہ متقی ان کے بعد دنیا میں کوئی خاتون ہوئی ہے اپنا حق سمجھیں لڑیں۔

یا جو صحابیات آ آکر باپ کے کئے ہوئے نکاحوں کو حضور سے منسوخ کراتی رہیں کہہ سکتے ہو کہ وہ بے ادب بے شرم یا گستاخ تھیں ایسا ہوتا تو قرآنی تعلیم انجیل کی اس تعلیم کی طرح کہ کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی سامنے کر دو صرف کتابوں میں رہجاتی افسوس مسلمان اسلام کو بھول کر تباہ و برباد ہو گئے گناہ کو نیکی اور نیکی کو گناہ سمجھنے لگے۔ قرآنی تعلیم بے حیائی اور بے ادبی کی تعلیم خیال کی جانے لگی۔

معاشیات اور اسلام

آٹھویں مجلس

برادران اسلام ! دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں محنت معاش کو وہ اہمیت و عظمت حاصل ہو جو اسلام میں حاصل ہے۔ ہر مذہب میں گوشہ نشین اور صرف عبادت اندیشوں کو اپنی معاش اور خورد و نوش کے لئے روپیہ پیدا کرنے والوں پر ترجیح حاصل رہی ہے اور پیشہ وروں کو نہایت ذلیل اور فرو تر سمجھا گیا ہے آج بھی پیشہ ور کوئی معزز طبقہ نہیں سمجھا جاتا۔ تنہا ایک اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس نے اپنی معاش کے لئے محنت کرنے والوں کو سربلند کیا اور اسے فرض قرار دیا ارشاد نبوی ہے طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ یعنی فرائض دینی کے بعد جائز وسیلہ سے کمائی کرنا انسان پر فرض ہے۔ خدائے قدوس فرماتا ہے۔

ولا تنس نصیبک من الدنیا | دنیا میں تمہارا جو حصہ مقرر کیا گیا ہے اس کے حصول کی طرف سے غفلت نہ کرو۔

وجعلنا لکم معایش قلیلا ما تشکرون | ہم نے تمہاری راحت کے لئے مختلف ذرائع اور پیشے مقرر کر دیئے ہیں۔

وجعل النہار معاشا | دن اسی لئے بنایا گیا ہے کہ تم محنت کرکے اپنی روزی پیدا کرو۔

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم | جیسا کہ لوگ خیال کرتے آرہے ہیں کسب معاش کوئی گناہ نہیں تم اپنا مال لیکر بازاروں اور منڈیوں میں جاؤ اور نفع حاصل کرو۔

وابتغوا من فضل اللہ | کسب معاش میں مشغول رہو اور تجارت وغیرہ کرکے روپیہ پیدا کرو۔

لا تاکلوا اموالکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم | آپس میں ناجائز طریق سے مال حاصل کرو تجارت کرکے محنت سے روپیہ پیدا کرو اور نفع اٹھاؤ۔

سخر لکم البحر و لتبتغوا من فضلہ | تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر دیا بحری تجارت کرو اور شکر بجالاؤ۔

لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ | لیکن اتنا ضرور خیال رکھیو کہ مشاغل معاش تمہیں خدا کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔

جو انسان ہیں وہ کسی حالت میں غافل نہیں رہتے یہ قرآنی احکام و ہدایات ہیں قرآن ایک اصولی کتاب ہے جس میں اجمالاً بڑے بڑے اصول بیان کر دیئے گئے ہیں اور جا بجا بلیغ اشارات کئے گئے ہیں تفصیل و تشریح کا پتہ حضور نبی کریم کے عمل اور تعلیمات ذرا سے ملتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

العبادۃ سبعون جزءا و افضلہا طلب الحلال | عبادت کے ستر حصے ہیں جن میں سب سے افضل حصہ عبادت نیک و جائز کمائی ہے۔

طلب الحلال جہاد و افضل الاعمال الکسب الحلال | حلال روزی پیدا کرنے کا ثواب جہاد کے ثواب کی برابر ہے اور تمام اعمال میں سب سے بڑا اور افضل عمل حلال روزی پیدا کرنیکا ہے۔

یہ نکتہ پیش نظر رہے کہ اسلام میں وہی معاش اور روزی جائز اور محمود ہے جو روا داری طریق سے پیدا کی گئی ہو۔ بددیانتی فریب دروغ بیانی جھوٹی شہادتوں سود اور غصب و رشوت سے پیدا کی ہوئی دولت اور اس کے لئے سعی سب حرام ہے اسلئے احادیث میں معاش و مال کے لئے حلال ہی کا لفظ استعمال ہے کہ اس عہد میں یہ خیالات عام تھے اس سے ترغیب ہی مقصود ہے۔

دنیا میں ترک اسباب و ترک عمل کے سیلاب امڈے ہوئے تھے وہی لوگ مقدس اور قابل عزت سمجھے جاتے تھے جو معاش و مشاغل حیات سے بیزار ہو کر محض عبادت کے لئے وقف ہو جاتے تھے۔ ہر جگہ رہبانیت پھیلی ہوئی تھی لا محالہ اور دنیا چھوڑ کر جنگلوں اور گوشوں میں صرف عبادت کرنے والوں کو تقدس کا درجہ دیا گیا تھا اور ہر جگہ یہ رہبانیت پہلے ہی ہوئے تھے کہ ادھر توحید کا آفتاب طلوع ہوا لوگوں کا رجحان دنیا کی طرف سے دور رہا۔

لیکن حضور نبی کریم نے اس بے عمل تقدس اور اسباب شکن توکل کی ضرب پر سخت ضرب لگائی معاشیات اور سعی و محنت کو سب سے بڑا رتبہ عطا کیا اور صاف فرمایا کہ محنت معاش افضل الجہاد افضل العبادات اور افضل الاعمال ہے ایک دفعہ صحابہ نے ایک شخص کو انتہائی محنت سے کام کرتے دیکھا بے ساختہ زبان سے نکلا کیا اچھا ہوتا کہ اس کی یہ محنت راہ خدا میں صرف ہوتی حضور نے فوراً ٹوکا کیونکہ بہت سے اگر یہ محنت والدین کو کھلانے بال بچوں کی شکم پری کا سامان فراہم کرنے یا اپنی آبرو قائم رکھنے کے لئے کی جا رہی ہے تو خدا کی راہ میں ہی سمجھی جائیگی اور اگر اس سے اس کا مقصود فخر و غرور اور نمود ریا ہے تو فی الواقع شیطانی محنت ہے۔

جس طرح آج بھی محض عبادت کے لئے وقف ہو جانے والے بزرگ سمجھے جاتے ہیں یہی حالت اس عہد میں تھی ایک صحابی نے عرض کی کہ فلاں شخص بہت بزرگ ہے دن بھر روزے اور رات بھر نماز تو پوچھا کھاتا کہاں سے ہے عرض کی اس کا ایک بھائی ہے وہ کھلاتا ہے فرمایا تب تو اس کا بھائی اس سے افضل ہے کہ محنت کر کے خود بھی کھاتا ہے اور بھائی کو بھی کھلاتا ہے۔

اگر آج یہ الفاظ کسی ایسے شخص کے لئے آپ کی زبان سے نکل جائیں تو لوگ آپ کا گریبان پھاڑ ڈالیں کہ حقیقی مذہبی تعلیمات مفقود ہو کر رہ گئی ہیں اور کسی کو یہ احساس اور علم ہی نہیں کہ روزی پیدا کرنا اور اس کے لئے محنت کرنا بھی عبادت ہے اور افضل عبادت ہے۔

حضرات ! یہی فطری تعلیمات تھیں جنہوں نے مسلمانوں کو چوتھائی صدی کے اندر تمام عالم بنا دیا اور عرب کے گلہ بان عالم کی گلہ بانی کرنے لگے ایک اور دفعہ حضور نے فرمایا کہ

من طلب الدنیا حلالا تعففا عن المسئلۃ وسعیا عن عیالہ وتعطفا عن جارہ لقی اللہ ووجہہ کالقمر لیلۃ البدر | جو حلال طریق سے پرہیزگاری کے ساتھ اہل و عیال کی پرورش اور ہمسایوں سے سلوک کی نیت سے روزی پیدا کرتا اور روپیہ کماتا ہے روز قیامت خدا سے ایسی حالت میں ملیگا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔

صاف ارشاد ہوتا ہے۔

خوشبوؤں نیند اور آرام اور دنیوی خواہشات کو حرام کر لیا ان کا کیا حال ہوا ہے اور ان پر کیا گذر رہی ہے میں نے راہب اور قسیس بننے کا حکم تمہیں نہیں دیا میں نے تمہارے سامنے جو دین پیش کیا ہے اس میں حجروں میں بیٹھ رہنا اور گوشت کھانا اور عورتوں سے مقاربت ترک کر دینا ہرگز نہیں میری امت کی سیاحت روزہ اس کی رہبانیت جہاد ہے تم سے پہلی قومیں اپنی سخت گیری کی وجہ سے ہلاک ہوئیں انہوں نے اپنی جانوں پر سختی کی اب انہی کی بقایا خانقاہوں اور حجروں میں نظر آ رہی ہیں اسی موقعہ پر آیت لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم اللہ تعالیٰ نے نازل کی

مذکورہ بزرگوں سے فرمایا کہ دیکھو تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے کبھی کبھی روزے بھی رکھ لیا کرو نمازیں بھی پڑھو اور آرام بھی کرو میں ہی کرتا ہوں گوشت اور چربی بھی کھاتا ہوں عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔

آج مسلمانوں کا کوئی گھر بھی ایسا نہیں جہاں اپنی جانوں پر عتاب اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے اور خود ایسا ان موجود نہ ہوں خدا کے حلال کو حرام بنا لیا گیا ہے عقد ثانی طلاق کی ممانعت شادی کی عقد اطاعت والدین وغیرہ پر تیز روی بندی حقوق نفس سے بے نیازی عام ہے جو جتنا دنیا سے الگ ہے اتنا بزرگ سمجھا جاتا ہے نفس کا کوئی حق ہی نہیں سمجھتا بخاری میں حدیث ہے کہ دین اسلام نام ہے آسانی کا۔

ایک دفعہ حضور نے مسجد میں رسی آویزاں دیکھی معلوم ہوا حضرت زینب رات کو عبادت کرتی ہیں تھک جاتی ہیں تو اسے پکڑ لیتی ہیں۔ فرمایا کھول دو ہر شخص اتنی دیر تک عبادت کرے کہ ہشاش رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے حضور نے ایک دفعہ فرمایا سنا ہے کہ تم دن بھر روزے سے رہتے ہو رات بھر نماز پڑھتے ہو ایسا نہ کیا کرو نماز بھی پڑھو اور آرام بھی کرو کبھی کبھی روزے بھی رکھ لیا کرو کہ تجھ پر تیرے جسم کا تیری آنکھ کا تیری عورت کا اور مہمان کا بھی حق ہے حضرت سلمان اپنے مواخاتی بھائی حضرت ابو درداء سے ملنے گئے ان کی بیوی کو برے حال میں دیکھ کر پوچھا۔ انہوں نے کہا تمہارے بھائی کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں سلمان نے بھائی سے کہا کہ دیکھو تم پر خدا کے حق کے ساتھ خود تمہارا اور تمہاری بیوی کا بھی حق ہے سب کے حقوق ادا کرو حضور نے سنا تو فرمایا سلمان نے سچ کہا۔ ایک دفعہ تین صحابہ نے حاضر ہو کر حضرت امہات المومنین سے حضور کی عبادت کا حال پوچھا اپنے تصور سے کم سمجھ کر کہنے لگے ان کا کیا ہے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں، ایک نے رات رات بھر نماز پڑھنے، دوسرے نے ہمیشہ روزہ دار رہنے تیسرے نے کبھی نکاح نہ کرنے کے ارادہ کا اظہار کیا حضور نے سنکر بلایا اور فرمایا میں خدا سے زیادہ ڈرتا ہوں پھر بھی ایسا نہیں کرتا جس نے میری سنت ترک کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

حضور برابر فرماتے رہتے تھے اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کہ خدا بھی تم پر سختی کریگا۔

ایک مرتبہ جہاد کو جا رہے تھے ایک مجاہد نے غار دیکھکر ترک دنیا کی اجازت طلب کی فرمایا کہ میں یہودیت اور نصرانیت لیکر مبعوث نہیں ہوا۔ آسان و سچا دین لیکر آیا ہوں قسم ہے خدا کی کہ صبح و شام اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے جہاد میں کھڑا ہونا ساٹھ سال کی عبادت سے بڑھکر ہے (بخاری)

۶ زراں اسلام، دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کا دین دنیا سے اور دنیا دین سے جدا نہیں یہی مذہب ہے جس میں تنہا عبادت کا کوئی ثواب نہیں اور بہت سے ایسے عمل ہیں جن کا ثواب ساٹھ ساٹھ سال کی عبادت کے برابر ہے خدا کے حق کے ساتھ بندوں کے حق بھی رکھے گئے ہیں خدا کے بعد اپنی ذات کا حق سب پر مقدم ہے۔

ارشاد نبوی ہے کہ میرے دل میں خوشبو اور عورت اور نماز کی محبت پیدا کر دی گئی ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ایک دفعہ فرمایا:۔

الدنیا متاع و خیر المتاع الدنیا المراۃ الصالحہ	دنیا استفادہ کی چیز ہے اور بہترین متاع دنیا ایک نیک صالح عورت ہے۔

ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ سب سے بہتر خزانہ نیک عورت ہے کہ جب شوہر اس کی طرف نظر کرے تو وہ اسے خوش کر دے جب کام کو کہے فوراً تعمیل کرے۔ جب باہر جائے تو اس کے گھر اور مال کی حفاظت کرے

لوگ عورتوں سے ترک تعلقات کو بزرگی سمجھتے تھے اس لئے آپ نے ان کی اہمیت نافع کی نکاح جو زہد و تقوی کے خلاف سمجھا جاتا تھا اس کے لئے حکم دیا۔

تزوجوا فانی مکاثر بکم الامم ولا تکونوا کالرھبانیۃ النصاریٰ | نکاح کرتے رہو تاکہ میں امتوں کے مقابلہ میں اپنی امت کی بڑی ہوئی تعداد پر فخر کر سکوں۔ عیسائیوں کی طرح ترک دنیا کا طریقہ اختیار نہ کرو۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ اتنی ہی عبادت کرو جتنی طاقت ہو کہ خدا بھی اس وقت تک ثواب دینے میں نہیں تھکتا جب تک تم نہ تھکو۔

عیسائی راہبوں کو عورتوں سے شدید نفرت تھی اسی بنا پر آپ نے انہیں دنیا کا بہترین خزانہ اور بہترین متاع بتا کر اور لباس سے تشبیہ دیکر ان کی اہمیت واضح کی اور نکاح کو سنت موکدہ بلکہ واجب کا درجہ دیا مال کو زینت حیات خیر و فضل و رحمت بتا کر اور اسے نیک نیتی کے ساتھ جمع کرنے کے فضائل واضح کر کے فضول خرچی بھی روک دی صحابہ کے اندر راہ خدا میں سب کچھ لٹا دینے کا جذبہ بھی پیدا ہو رہا تھا اسے افضل عمل سمجھتے تھے اس میں اولاد کی حق تلفی ہوتی اور ان کے حقوق پر سخت زد پڑتی تھی اس لئے آپ نے ایسے صدقات و خیرات کی بھی ممانعت کر دی اور ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو دولتمند چھوڑنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے اور بھیک مانگتے پھریں۔

ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ تمہارے پاس جو روپیہ ہے اس میں سب سے پہلا حق تمہارا اپنا ہے پھر اولاد کا ہے اور پھر بیوی کا ہے اس کے بعد جو بچے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کر سکتے ہو صاف ارشاد ہے کہ اپنی بیوی کو ایک لقمہ کھلانا بھی ثواب کا باعث ہے۔

اسی طرح ایک شخص کو کسی جنگ میں کبوتر کے انڈے کے برابر سونا مل گیا حضور سے تین دفعہ عرض کی کہ میں اسے راہ خدا میں صرف کرنا چاہتا ہوں تینوں دفعہ منہ پھیر لیا چوتھی دفعہ لیکر اس زور سے پھینکا کہ منہ پر لگ جاتا تو منہ پھوٹ جاتا دانت ٹوٹ جاتے اور برہمی سے فرمایا کہ تم لوگوں کی عجیب حالت ہے کہ کچھ ملتا ہے تو کہتے ہیں نہیں ملتا تو دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھرتے ہیں

لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما	کی تعلیم دی کہ حیثیت سے زیادہ خرچ کرو اور نہ بخل سے کام لو درمیانی راہ اختیار کرو

ایک دفعہ دعا کی کہ خدایا ہمارے مالوں میں برکت دے ہمیں ان سے جدا نہ کر کہ یہ مال نہ ہوتا تو ہم نہ روزے رکھ سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے نہ زکوٰۃ دے سکتے اور نہ حج

عمل اور اسلام

دسویں مجلس

معزز بھائیو! قرآن کریم کی تلاوت کے دوران میں آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ بکثرت مقامات پر عمل کی ہدایات ہوئی ہے اور جا بجا یا ایہا الذین آمنوا و عملوا الصالحات کے جملے ہیں یہ اعادہ و تکرار اسی لئے ہے کہ بندوں کے دلوں میں اثر پیدا ہو اور اس کی اہمیت ذہن نشین کر لیں کیونکہ اس عہد میں یہ بات بھی کہ نیکو کاری کا نظام تو بہت قریب درہم برہم ہو چکا تھا اور جن نیکیوں اور نیکو کاری کا وجود بھی باقی تھا وہ بھی رسمیات اور توہمات کی غلاظتوں سے آلودہ ہو گئے تھے اور بے نتیجہ ہو چکی تھیں عبادتوں تک میں خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں روح نکل چکی تھی، ہیولیٰ باقی تھا۔

حقیقت و مقصد پر کسی کی نظر نہ تھی رسمیات پر سارا زور صرف کیا جا رہا تھا جو نیک کام بھی کئے جاتے تھے ان میں بھی لہو و نمائش اور شہرت طلبی کا رنگ نمایاں تھا عبادات میں مصروف ہیں دل میں یہ ہے کہ لوگوں پر تقدس کا رعب قائم ہو جائے مہمان نوازیاں ہو رہی ہیں غریبوں کی پرورش ہو رہی ہے روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے عہد ایفا ہو رہے ہیں کمزوروں کو پناہ دی جا رہی ہے دشمنوں سے مقابلے ہو رہے ہیں مگر پیش نظر یہ ہے کہ سیر چشم غریب پرور فیاض، صادق الوعد اور شجاع مشہور ہوں جو کچھ تھا وہ بندوں کے لئے تھا خدا کے لئے نہ تھا آج بھی مسلمانوں کی قریب قریب یہی حالت ہے عبادت میں، روزے میں، نماز میں، زکوٰۃ میں، قربانی میں، غربا پروری میں، صدقات میں، شادی و غمی میں نام و نمود کا پوٹ ضرور شامل ہوتا ہے روزے رکھے جاتے ہیں کہ لوگ روزہ دار سمجھیں، زکوٰۃ دی جاتی ہے قربانی کی جاتی ہے کہ کوئی خسیس نہ کہے، سخی مشہور ہوں۔ شادیاں دھوم دھام سے کی جاتی ہیں کہ ناک رہ جائے، فاتحہ دلائی جاتی ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اتنا نام اور چالیسواں بھی ڈھنگ سے نہ کیا نمازیں ہیں سیاہی اور الٹی صف پر بحث ہے فرض و واجب پر نہ اکرے ہیں ہاتھ سینے پر یا ناف پر باندھنے پر الجھ رہے ہیں رفع یدین و آمین پر جھگڑے ہیں روزے میں سرمہ لگایا جائے یا نہ لگایا جائے حلق میں قطرہ چلا گیا یا رہ گیا دیر میں کھلا یا جلدی تیل سر میں ڈالا جائے یا نہ ڈالا جائے۔ یہی بحثیں ہیں کوئی یہ کہتا نہیں سنا جاتا کہ جھوٹ بولا جائے یا نہ بولا جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے ... ...

... ... غیبت ہی روزے کو شکست کر دیتی ہے خیانت، فریب، رشوت سے بھی روزہ جاتا ہے یا نہیں، نماز جماعت ہی ہو تو بہ ہے گھر کی نماز صحیح نہیں مسجد میں ہو، متعلق باتیں ہوں خشوع و خضوع نماز کی روح ہے حضور قلب لازمی ہے روح نا پید ہے رسمیات باقی ہیں کوئی مرشد کو دکھانے بندوں میں شہرت پانے اور بندوں کے طعنوں کے ڈر سے کئے جاتے ہیں خدا کے لئے خدا کو دکھانے اور خدا کو خوش کرنے کے لئے کوئی نیک کام نہیں ہوتا خدا کے لئے ہی کیا جائے تو بھی لہو کا رنگ داخل ہو جاتا ہے

یہ انسان پرستی ہوتی خدا پرستی نہیں ہوتی، قومی زوال و انحطاط کے زمانہ میں یہی صورتیں پیش آتی ہیں روح نکل جاتی ہے تقلید رہ جاتی ہے رسمیات پر زور دیا جانے لگتا ہے جس وقت سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا ہے اس وقت عیسائیوں میں زور و شور کے ساتھ یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ قربانی [illegible] نظری روٹی خمیری ہے یا فطیری [illegible] لازمی ہے۔ جب اسپین مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلا ہے اور غرناطہ کا محاصرہ شروع ہوا ہے عیسائی سیلاب امنڈا چلا آ رہا ہے تو بھی یہ بحث ہو رہی تھی کہ ماریں ایک دوسرے پر برس رہی تھیں اور ایک دوسرے کی بات پر خوش ہو رہا تھا۔ عیسائیوں پر اعتبار کر لے نہ کرنے کی بحثیں چھڑی ہوئی تھیں۔

خدا کے قدوس انبیاء کو اسی لئے مبعوث کرتا رہا ہے کہ وہ بندوں کو اس قسم کے توہمات و رسمیات کے دام سے نکالیں اور ان کے نظام عمل و اخلاق میں خلوص و صالحیت کی روح پیدا کریں۔ عہد رسالت و عہد صحابہ میں کا اسلام کتنا سادہ تھا تمام لٹریچر میں لے دے کے صرف ایک قرآن تھا نہ احادیث کی مجلدات تھیں نہ تفاسیر کے ذخیرے تھے نہ فقہ کے انبار تھے نہ اسماء الرجال کی کتب تھیں مگر ہر شخص پختہ کار اور پر جوش و فداکار مسلمان تھا آج اسلامیات کے کتب خانے کے کتب خانے لبریز ہیں رسائل ہیں، اخبارات ہیں کتب ہیں مگر وہ جوش و خلوص وہ للہیت وہ فداکاری اور وہ روح معدوم ہے۔

عزیزان قوم! اسلام نے ایک عملی مذہب کی حیثیت سے عمل کو انتہائی اہمیت دی ہے اور چونکہ اسلام میں دین و دنیا کی کوئی تقسیم نہیں ہر کام جو اخلاص نیت کے ساتھ کیا جائے خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی ثواب اور عبادت کی صورت اختیار کر لیتا ہے

عمل کرنے والے دیگر مذاہب میں بھی ہیں اور ان سے نیک عمل بھی سرزد ہوتے ہیں لیکن چونکہ وہ ایمان باللہ کے جذبہ کے ماتحت سرزد نہیں ہوتے اور ان میں نمود و شہرت کا رنگ بھی جھلک اٹھتا ہے اور شوخ بھی ہوتا ہے اس لئے کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی مسلمان کی نظر بلند ہوتی ہے دنیوی حدود عبور کرکے آسمانی فضاؤں میں اتری ہوئی ہوتی ہے دوسروں کے سامنے محض دنیا ہی ہوتی ہے ایک امریکن ایک لاکھ پونڈ یتیم خانوں کے لئے دیدیتا ہے بہت نیکی کرتا ہے لیکن اس کے سامنے محض دنیا والے ہوتے ہیں۔ مسلمان دیتا ہے اور یہ سمجھ کر دیتا ہے کہ یہ خدا کا حکم ہے اس کے بندوں کو فائدہ پہنچے گا تو وہ خوش ہوگا اس لئے وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خدا نے ایمان کو مقدم رکھا ہے ایمان نام ہے خدا، آخرت اس کے انبیاء اور آسمانی کتابوں وغیرہ کی حقانیت پر یقین کا۔ خدا اور آخرت پر ایمان جتنا قوی ہوگا اتنا ہی جوش احکام ربانی کی پیروی اور پابندی کا ہوگا کیونکہ جنت اور ہر عمل کے موقعہ پر آسے بار بار محشر کا تصور پیدا ہوتا رہے گا جس سے اس کے اندر ذمہ داری کا جذبہ قوی ہوگا اور جب یہ جذبہ قوی ہوگا تو ظاہر ہے کہ اس کے اعمال میں خلوص و خوبی رونما ہوگی۔

بالفاظ دیگر ایمان قوی ہوتا ہے تو نیک اعمال بار بار صادر ہوتے رہتے ہیں اور

جس حد تک ایمان میں ضعف پیدا ہوتا جاتا ہے اسی حد تک مفاسد بڑھتے اور معاصی سرزد ہوتے رہتے ہیں عہد رسالت اور عہد صحابہ میں ایمان انتہائی قوی تھے اس لئے ان سے نیکیاں بکثرت صادر ہوتی تھیں اور وہ ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی اور ثواب کا موقعہ بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے اور یہی ان کی ترقی و عظمت کا راز تھا

آج ایمان انتہائی کمزور ہیں اسی کا نتیجہ ہے کہ عمل نیک کا جوش سرد پڑ چکا ہے نفاق، ریاکاری، غیبت، حسد اور بے عملی و معصیت عام ہے جانتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ جماعت سے مسجد میں نماز پڑھنا ثواب ہے اور جامع مسجد میں سجدہ ریزی بہت زیادہ باعث اجر ہے مگر ضعف ایمانی نے ثواب کی شیفتگی باقی نہیں رہنے دی گھر ہی میں الٹی سیدھی پڑھ لیتے ہیں اور اکثریت تو مالک حقیقی کے سامنے سر جھکانے ہی میں متامل رہتی ہے۔

کہا جاسکتا ہے کہ جب ایمان کا لازمی نتیجہ اعمال نیک ہیں تو پھر جا بجا ان کے کرنے کا حکم تواتر کے ساتھ کیوں دیا جا رہا ہے سنئے اور غور سے سنئے قرآن محض ایک رسمی اور برکات آفرین کتاب ہی نہیں حیات انسانی کا ایک دستور العمل ہے جس میں بندوں کی آسانی اور سہولت کے لئے واضح کر دیا گیا ہے کہ کون کون سے کام نیک ہیں اور کن حد سے انسان کو بچنا چاہیئے آسمانی تعلیمات مٹ چکی تھیں رسمیات اور تقلید آباء کا سیلاب امنڈا ہوا تھا۔

بہت سے بڑے کام نیک اور نیک کام معیوب صورت اختیار کر چکے تھے اور رواج و عمومیت نے ان کے تصورات و نتائج کی طرف سے مستغنی بنا کے انسانوں کو انھیں بزرگی و عظمت کی سند بنا لینے پر مجبور کر دیا تھا مثلاً بت پرستی، اصنام پر چڑھاوا چڑھانا، کعبہ شریف کا برہنہ طواف کرنا بتوں سے استمداد کرنا عبادات کا درجہ اختیار کر چکا تھا عورتوں سے غیر محدود شادیاں کرتے چلے جانا، دشمنوں سے بیدردانہ انتقام لینا اور لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا قابل تعریف افعال سمجھ لئے گئے تھے یا جس طرح آج مسلمانوں میں بیواؤں کا عقد نہ کرنا لڑکیوں کا اپنے حقوق کی دستبردار ہونا نازک اور ناگزیر حالات میں بھی زوجین کا طلاق و خلع کی پناہ نہ لینا گر انبار مہر بند ہوا تا۔ اپنے نفس پر جبر کرنا کاروبار دنیوی ترک کر کے اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا شرافت، ایمانداری شرم اور بزرگی سمجھ لیا گیا ہے۔ اور ان کے خلاف قدم اٹھانے والے ملعون رہتے ہیں۔

ابھی کوئی بیوہ اچھی عمر اچھی حالت اور جوان اولاد کے ہوتے ہوئے اپنی پسند کسی نادار سے عقد کرلے طعنوں سے کوئی اسے جینے نہ دیگا کہ غیرت نہ آئی کیا کمی تھی کیسی بیچی ہے حالانکہ یہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء کر چکی ہیں باپ بیٹی کا عقد اس کی مرضی کے خلاف کرنے اور وہ اسے توڑ دے باپ منہ نہ دیکھیگا بے شرم مشہور ہو جائیگی حالانکہ صحابیات حضور نبی کریم سے یہی فیصلے کراتی رہی ہیں کوئی خود غرض بیٹیوں کی شادی ہی نہیں کرتا بٹھائے ہی رکھتا ہے شباب کا چمن اجڑتا ہی چلا جاتا ہے عمر گھٹ رہی ہے وہ خود قدم بڑھا کر کسی سے شادی کر لیتی یا کوئی بیوہ ایسا ہی کرتی بدنام ہو جاتی خاندان بھر کی تیز نگاہیں پڑنے لگتی ہیں حالانکہ خدا نے انھیں اس کا حق دیا ہے اپنے نفس و دل پر جبر و شرافت و نیکی سمجھا جانے لگا ہے اور خدا کے حکم کے مطابق اپنے حق پر چلنا عیب بن گیا ہے۔

جب نیکیوں اور نیکوکاریوں کے معیار ان کے ایمان کے ضعف و قوت کیساتھ بدلتے رہتے ہیں تو ضرورت تھی کہ اس کی طرف سے بندوں پر واضح کیا جاتا کہ نیکیاں کیا ہیں

ازل سے یہی ہوتا چلا آرہا تھا نیکیوں کے معیار بدل رہے تھے اس لئے وقتاً فوقتاً انبیاء مبعوث ہوتے رہے آخر آقائے دو عالم ایک ہمہ گیر اور دائمی شریعت لیکر افق عرب پر نمودار ہوئے اور دنیا پر سب کچھ واضح کر دیا بہت سے ایسے عمل تھے جنھیں انسان بے حقیقت سمجھتا تھا مثلاً اپنے نفس اور اپنی ذات کے حقوق کی طرف کسی کی توجہ نہ تھی بلکہ اپنی ذات پر جبر کرنا اور نفس کشانہ طریقہ اختیار کرنا بڑی چیز سمجھا جاتا تھا۔

اسلام نے ایک طرف نیک و بد اعمال کی فہرست پیش کی اور دوسری طرف بدی کے ترک اور نیکی کے اختیار کی بہ شدت تلقین کی قرآن کریم میں وہ سعی و جہد اور وہ عمل جو اخلاص سے خالی ہو کوئی اہمیت نہیں رکھتا یہی وجہ ہے کہ اس میں عمل کے ساتھ صالح کا لفظ لازمی طور پر استعمال کیا گیا ہے اور صالح اعمال ہی وسیع قرار دیئے گئے ہیں کہیں عمل سے محض نیکی ہی مراد ہے پھر نیک و بد عمل کے متعلق صاف صاف کہہ دیا گیا۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

جو شخص ذرہ بھر نیکی کریگا اس کا ثمر آخرت میں پائیگا اسی طرح جو ذرہ برابر بدی کریگا اس کی سزا بھی اپنی آنکھوں سے قیامت کے روز دیکھ لیگا۔

جس کے ذہن نشین یہ حقیقت ہو جائے کہ ہر خفیف سے خفیف نیکی یا بدی کی جزا و سزا لازمی ملیگی اور یقین کا درجہ بھی حاصل ہو جائے تو وہ کبھی بدی کی طرف راغب نہ ہوگا اور نہ ان لوگوں کے ساتھ اسے محبت ہوگی بدی کی طرف جھکنے دیگا۔ اس کی سعی یہی رہے گی کہ اس سے نیکیاں ہی سرزد ہوتی رہیں آخرت میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کر سکے۔

بخلاف ازیں جن کے سامنے دوسری دنیا اور معادی زندگی کا کوئی وجود ہی نہ ہو اور جنھیں سزا و جزا کا کوئی ڈر ہی نہ ہو۔ ان کے عمل میں بھلائی کا شائبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا ان سے جو بھلائیاں بھی سرزد ہونگی ان میں ان کی کوئی ذاتی غرض ضرور پنہاں ہوگی عمل صالح کی تمام حدود اور اس کے تمام شعبے قرآن میں جامعیت کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔

والدین کا ادب اور انتہائی احترام ان کے سامنے اُف بھی نہ کرنا ان سے نرمی و لینت سے بات کرنا ان کے لئے رحم کی دعا مانگتے رہنا، عزیزوں، مسکینوں، مسافروں، یتیموں سے سلوک ہونا، فضول خرچی اور بیجا صرف سے اجتناب، معقولیت و اخلاق کے ساتھ گفتگو، ایفائے عہد، پردہ پوشی عیب، ناجوئی راستی دیانتداری صداقت بیانی کسی کا مذاق نہ اڑانا طعنے نہ دینا برے نام سے نہ پکارنا۔ فواحش و زنا سے بچنا رفتار و گفتار و کردار میں شریفانہ طریق اختیار کرنا وغیرہ سب عمل صالح کی حدود میں آتے ہیں خدا اور رسول نے جو احکام دیئے ہیں اور جن چیزوں سے منع کیا ہے ان کی پوری پوری پابندی اعمال صالحہ کے دائرہ میں آتی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ

جس نے نیک عمل کئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایماندار ہو مسلمان ہو ہم اس کے عوض میں اس پر اپنی رحمت نازل کریں گے اور اسے اس قابل بنا دیں گے کہ دنیا میں اس کی زندگی بہت خوشگوار اور مسرور گذرے۔

عزیزو! قرآن کریم کے اندر عبادات میں سب سے زیادہ نماز اور زکوٰۃ پر زور دیا گیا ہے اور نہ صرف زور دیا گیا ہے اور اکثر ان کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا ہے بلکہ ان کی حکمت اور ان کے فوائد بھی نہایت جامع الفاظ میں بیان کر دیئے گئے۔ فرمایا گیا ہے کہ نماز فواحش اور منکرات سے روکتی ہے اور زکوٰۃ سے تزکیہ باطن اور تصفیہ قلب ہوتا ہے دل کی سیاہی اور دل کی ناپاکی ہی تمام گناہوں اور برائیوں کی جڑ ہے اور یہ فواحش و بے حیائی اور دوسرے منکرات و گناہ ہی ہیں جو دل کو سیاہ اور گندہ بناتے ہیں دل جتنا سیاہ ہوگا اتنا سخت اور بے رحم ہوگا۔ نماز میں جب انسان خدا کے سامنے جھکتا ہے اور گڑگڑاتا ہے تو گویا اس کے دل پر یہ حقیقت نقش ہو جاتی ہے کہ وہ ایک عاجز اور بے حقیقت چیز ہے اور ایک اعلیٰ و اعظم ہستی اس کے ہر فعل و عمل پر نگاہ رکھتی ہے۔

اس کے اندر عجز و انکسار برابر پیدا ہوتا چلا جاتا ہے غرباء اور ادنیٰ لوگوں کیساتھ کھڑا ہوتا اور جھکتا ہے اس وقت آقا و غلام اور اعلیٰ و ادنیٰ کی تمیز اٹھ جاتی ہے نفس کی سرکشی پر ضرب پڑتی ہے زکوٰۃ سے بخل و طمع کے جذبات دبتے ہیں حاجتمندوں اور مجبوروں کی ضروریات اور تکالیف کا احساس ہی نہیں بلکہ عبرت بھی ہوتی ہے پھر انہیں ملنے پر بشاش دیکھکر دل کے اندر شکر و سپاس کے جذبات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس سے قلب کی پاکیزگی بڑھتی ہے نفس کی تمام الاعیر اور خباثتیں دور ہو جاتی ہیں گو یا نماز اور زکوٰۃ دونوں مل کر انسان کے قلب کو مجلیٰ اور نفس کو مزکی بنا دیتی ہیں اور پھر از خود انسان گناہوں اور برائیوں سے بچ جاتا ہے اور اس کے اندر اعمال صالحہ کی صلاحیت و استعداد پیدا ہو جاتی ہے عمل کرنے کو دنیا کرتی ہے اور قانون آلہیہ لیس للانسان الا ماسعیٰ کے مطابق اس کا اجر بھی پاتی ہے دنیا میں جتنی رونقیں ہیں ساری عمل ہی کی ہیں جو دنیا کے لئے کرتا ہے دنیا میں پاتا ہے

اور جو خدا کے لئے کرتا ہے اسے دنیا و آخرت دونوں کی فائز المرامیاں حاصل ہوتی ہیں برائی کا بدلہ برائی اور بھلائی کا بدلہ بھلائی ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ عمل کی برکت سے امریکہ و یورپ نے کتنی ترقی کر لی۔ مگر یہ ترقی صرف ظاہری و نمائشی ترقی ہے جو دہی چوری کے لئے دو طلوہ ہوپ کرتا تو اسے بہی کچھ مل ہی رہا ہے۔ مگر دوسری طرف یہ بھی قانون ہے کہ برائی کا بدلہ برائی ہے خدا کو بھولجانے کا نتیجہ تباہی ہے۔

من اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا و نحشره یوم القیمة اعمٰی	جو ہماری یاد سے اعراض کریگا اس کی زندگی تنگی اور پریشانیوں اور خرابیوں ہی میں گذرے گی چین نصیب نہ ہوگا۔

یہی حالت مغرب والوں کی ہے آن کے اعمال نے ان کی زندگیاں ان کی خوشحالی کے باوجود اجیرن بنی ہوئی ہیں۔ عائلی زندگی کے حقیقی لطف سے وہ محروم ہو کر رہ گئے ہیں لاکھوں کروڑوں انسان ایسے ہیں جن کی عمر ہوٹلوں میں کٹتی اور موت دہناؤں میں آتی ہے ظاہری شان بہت ہے مگر دلوں کی بے چینیاں ترقی پر ہیں فواحش و منکرات کا ایک سیلاب امنڈا ہوا ہے۔ زناکاری شراب خواری قماربازی، فریب کاری عام ہے اور انہوں نے دنیا ہی دوزخ بنی ہوئی ہے ذکر الٰہی سے اعراض کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے تھا وہ سب کے سامنے ہے دنیا کے سامنے ہی۔

اور ان کے سامنے کیا ہے خود مسلمانوں کے سامنے ہی ہے۔ حضور نبی کریم نے بداعمالی کے جن نتائج کی طرف اشارہ فرمایا تھا وہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ارشاد ہوا تھا کہ میری امت میں جب زنا پھیل جائیگا نا جائز اولاد کی فراوانی ہوگی تو مفلسی اور عسرت عام ہو جائے گی زکوٰۃ دینی بند ہو جائے گی تو وبائیں پھیلیں گی اور بارشیں بند ہو جائیں گی خدا نے "اعراض عن ذکری" کی صورت میں تنگی معاش کی جس سزا کا اعلان کیا تھا اس کے عواقب ہی ہمارے سامنے ہیں۔ جب سے مسلمانوں میں منکرات پھیلے، یادِ الٰہی سے غافل ہوئے عمل صالح سے روگردانی کی خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے سے گریز شروع ہوا اس وقت سے ان پر رزق کے دروازے بند ہونے لگے اور روز بروز بند ہوتے چلے جاتے ہیں حالانکہ وہ یہ بھی فرما چکا تھا۔

ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی الله فهو حسبه ان الله بالغ علی امره	جو خدا سے ڈریگا اور پاکبازانہ و متقیانہ زندگی اختیار کرے گا اسے اپنے رزق و معاش کی طرف سے کوئی پریشانی لاحق نہ ہوگی ہم اس کے لئے خود کوئی سبیل پیدا

کر دیں گے اور ایسی جگہ سے رزق دیں گے جس کے متعلق اسے کوئی تصور بھی نہ ہوگا" اسلاف کے معاملہ میں یہی ہو چکا ہے اس بھری دنیا میں کسے گمان ہو سکتا تھا کہ ریگزار عرب کے بادیہ نشین قیصری و کسریٰ کی عظیم الشان زمانہ وائیوں سے ٹکرا کر انہیں پاش پاش کر دیں گے۔ ایران کے خزائن و دفائن اور ان کے ملک کے مالک بنجائیں گے اس کا یہ وعدہ "ان کنتم مومنین" کی شرط کیساتھ آج بھی موجود ہے آج بھی اگر مسلمان مسلمان بنجائیں خدا اور رسول کے احکام پر بے چون و چرا عمل شروع کر دیں برائیوں اور معصیت کی رانہ ٹھوکروں سے بچکر اس کی چوکھٹ پر سر رکھدیں نیک عمل کریں نیک راستہ اختیار کریں تو ان کے لئے پھر وہی جس اور وہی بہار اور وہی "انتم الاعلون" کا مژدہ موجود ہے خدا کے لئے سنبھلئے۔ خدا سے ٹوٹ کر اور اس کے راستہ سے ہٹ کر بہت رسوا اور بہت خوار ہو چکے، ہوش میں آیئے توبہ کیجئے معافی مانگئے وہ پھر تمہارے دوزخ کو جنت بنا دیگا۔

مسلم انڈیا اور آئین ہند

گیارہویں مجلس

عزیز بھائیو! ہندوستان میں فرزندانِ توحید کا قدم پہلی صدی ہجری ہی میں پہنچ چکا تھا اور اسی صدی میں ان کی زبردست حکومت یہاں قائم ہو گئی جو اس عظیم الشان سلطنت اسلامیہ کا ایک حصہ تھی جو وسط فرانس اور اسپین سے لیکر ایک طرف حدودِ چین اور دوسری طرف پنجاب کے دریائے بیاس تک پھیلی ہوئی تھی چین کی وسیع حکومت بھی اسی کی باجگذار تھی اور افریقہ بھی پورا کا پورا انہی کے زیر تسلط تھا مسلمان دنیا میں کوس لمن الملکی بجا رہے تھے۔

اس نیلگوں آسمان کے نیچے بسنے والی تمام قوموں اور آبادیوں میں انہی کی تہذیب اور انہیں کا تمدن چھایا ہوا تھا انہی کی آقائی تھی اور انہی کی دارائی انھیں کی زبان عربی سرکاری اور شاہی زبان تھی اور غالباً آپ کو یہ سنکر حیرت ہو کہ ابھی تک نہ حدیث کی مجلدات تیار ہوئی تھیں اور نہ کوئی تفسیر لکھی گئی تھی اور نہ فقہ کا کہیں وجود تھا نہ اخلاقیات پر کتابیں لکھی گئی تھیں اور نہ سیاسیات و عملیات کے متعلق کوئی ذخیرہ موجود تھا۔ یونان کا فلسفہ، مصر کی ہیئت اور ہندوستان کی ریاضی کی کتابوں کے انبار متعلقہ اقوام کے پیشوایانِ مذہب کی خود گیری اور مذہبی بخل کی وجہ سے ردیوں کے انبار کی طرح کہنہ مکانوں کی بوسیدہ الماریوں میں مقفل پڑے ہوئے تھے مسلمانوں کی چارہ گرانہ اعانت کا انتظار کر رہے تھے۔

اور دیمک کی حرص شکم سیری نے انھیں لب تک پہنچانے اور فنا کے گھاٹ اتارنے میں اپنی سعی کی تھی کہ یہ پڑے آخری ہچکیاں لے رہے تھے تنہا ایک زندہ کتاب قرآن تھی جو ہر شعبہ حیات سیاسیات، اخلاقیات، مالیات، اقتصادیات، فلکیات، بحریات، تمدن، تہذیب، لٹریچر اور صنعت و حرفت میں دنیا کی رہنمائی کر رہی تھی اسی کی رو سے مقدمات ہوتے تھے یہی دیوانی و فوجداری نزاعات کا فیصلہ کرتی تھی اور اسی کی رو سے حکومت ہوتی تھی ایسی حکومت جتنی بڑی حکومت بیک زمانہ اور بیک وقت نہ دنیا میں کبھی کوئی سکندر قائم کر سکا اور نہ دارا نہ کوئی لمرد سنبھال سکا اور نہ کوئی شداد اور نہ کوئی سیزر ہاتھ میں رکھ سکا اور نہ نپولین اور نہ موجودہ حالات آئندہ صبح قیامت تک قائم ہونے کی کوئی توقع ہے اتنی روادارانہ کہ ہندوستان کے مندروں اور برہمنوں کے لئے، ایران کے مغبچوں اور آتشکدوں کے لئے شام اور مصر اور اسپین کے کلیساؤں اور قسیسوں کے لئے اور روزینے مقرر کرتی تھی۔

اتنی فیاضانہ کہ ہر مذہب و ملک کا انسان سکھ کی نیند سوتا بلا مداخلت غیرے اپنے مذہبی شعائر انجام دیتا اور ہر غیر مسلم اپنا دامن آرزو گوہر ہائے مقصد سے پر کر لیتا۔ اس وقت اگر مسلمان چاہتے تو بقول سر ایڈورڈ گبن اور موسیو لیبان صفحہ عالم سے پرستش غیر اللہ، اصنام پرستی، آتش پرستی، بت پرستی کا خاتمہ کر کے مشرکین و کفار کے وجود سے سرزمین عالم خالی کر دیتے اور ہر طرف مسلمان ہی مسلمان نظر آتے۔

عیسائیوں کے تھیوڈوسس اعظم نے صرف ستائیس برس کی قلیل مدت کے اندر وسیع سلطنت روما سے بت پرستی کا وجود مٹا کر عیسائیت کے پرچم لہرا ہی دیئے تھے وہ ہندوستان سے ہندو مت کا تخم مٹا ہی چکے تھے اور صدیوں بعد خود ہندوؤں نے بدھوں کے ساتھ ہی کامیابی مگر بے پناہ تعصب و سفاکی کے ساتھ یہی کھیل کھیلا تھا سب قومیں اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی باری پر یہی خاک اچھالتی اور یہی اندھیر برپا کرتی آئی تھیں کہیں یونان میں لائیکرگس کا قانون پیدا ہو جاتا تھا جو مفتوح قوموں کے افراد کو ہرنوں کی طرح شکار کھیلنے کی آزادی فاتح قوم کو عطا کر دیتا تھا کبھی ہندوستان میں شری منو جی عالم وجود میں آجاتے تھے جو قدیم باشندگان ملک کے کروڑوں انسانوں کو کتے اور بھیڑیوں سے بھی بدتر شودر قرار دیکر انہیں روحانی حقوق سے بھی محروم کر دیتے تھے لیکن دنیا میں ایک مسلمان اور تنہا مسلمان ہی وہ قوم تھے جنہوں نے انسانوں پر حکومت کی مگر ایسی حکومت جیسی شفیق باپ اپنے بیٹوں پر کرتا ہے۔

انھوں نے کسی کے مذہب و مسلک زبان و شعائر اور معابد و مناور سے کوئی تعرض نہیں کیا عیال اللہ سمجھکر انھیں آرام پہنچانے کی ہر ممکن سعی کی صدیوں تک ہر گوشۂ عالم اور ہر حصۂ ارض میں یہی ایک مدت بعد اگرچہ ان احسان ناشناس اقوام نے ان کے ساتھ بھی اپنا جبلی کھیل کھیلا اسپین میں ان کا نشان باقی نہ رکھا سسلی میں انھیں فنا کے گھاٹ اتارا انطاکیہ میں ان کے گوشت و پوست کے کباب بنا کے کھائے بیت المقدس میں ستر ہزار بیک وقت قتل کر کے اپنے گھوڑوں کے سینوں تک ان کا خون پہنچایا تاتاریوں نے اسلامی چمنستان میں پتہ تک نہ چھوڑا۔

ہندوستان میں ان کی مساجد گوبر سے لیپی گئیں۔ اصطبل بنائی گئیں قرآن کریم کے چبوترے قدموں سے روندے جانے کے لئے تیار کرائے گئے آج بھی ہندو ریاستوں میں کم و بیش اس قسم کے دل آزار کھیلوں کی مثالیں نمایاں ہوتی رہتی ہیں مگر

عزیزان! آپ نے اور آپ کی قوم نے قرآنی تعلیمات پر عمل کر کے کبھی کسی کو دکھ نہ پہنچایا۔ آپ نے ان کے علوم زندہ کئے، سنسکرت، یونانی، قبطی، عبرانی، ایرانی کتابوں کے تراجم کر کے اور کرا کے انھیں مٹانے کے بجائے اپنی موت آپ مرنے سے بچایا ان کلیسا اور مناور کی مرمت اور ان کے پجاریوں کی امداد کے لئے جاگیریں مقرر کیں ان کے محتاجوں کو کھلایا انھیں تہذیب سکھائی علم سکھایا صنعت و حرفت سکھائی انسان بنایا بھائی سمجھا ان کے پرسنل لا میں انھیں پوری آزادی دی۔

ان کی زبانیں قائم رکھیں انھیں سیکھا۔ ان میں شادیاں کر کے ان سے عزیزانہ تعلقات قائم کئے انھیں ترقی کے مساویانہ مواقع دیئے کبھی ان کے حقوق پر دستبرد نہ کی اپنی تہذیب ان پر زبردستی ٹھونسنے کی سعی نہ کی ان کی زبان کو مٹا کر اپنی مادری زبان کو ملکی بنانے کی سعی نہ کی حالانکہ آپ شجاع تھے آپ کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی آپ جو چاہتے وہ کر سکتے تھے کوئی دم نہ مار سکتا تھا زبان نہ ہلا سکتا تھا لیکن لکل امۃ اجل کے قانون ربانی کے مطابق اپنے ہی اعمال کی بدولت آپ کے اقتدار اور آپ کی شہنشہی پر سکرات کا عالم طاری ہوا اور اس نے گردن اٹھا کر جو دیکھا تو بالین پر آپ کے احسانات، آپ کی رواداریوں، آپ کی فیاضیوں اور آپ کی شفقتوں کو یاد کر کے دو آنسو بہانے والا تو ایک بھی نظر نہ آیا مگر ہنسنے اور خوشی

والے ہزار دکھائی دیتے اس کا کوئی غم نہیں آپ نے جو کیا اپنا فرض ادا کیا اور آج جہاں آپ کا اقبال زندہ اور اقتدار قائم ہے آپ ہی کر رہے ہیں منہ چھوڑنے والوں نے اپنی خو چھوڑی اور آپ وہ نہ بدلنے والوں نے اپنی وضع بدلی۔ غم اس کا ہے کہ آپ کے اعمال اور آپ کے "وہ اعراض عن اللہ" نے آپ کو کھویا اور مٹایا۔

آپ کو دنیا میں مٹانے والا کوئی تھا نہ ہے۔ آپ خود مٹے۔ نہ مٹنا چاہیں تو آج بھی آپ نہیں مٹ سکتے کہ آپ کے پاس ان کنتم مومنین کی شرط کے ساتھ وانتم الاعلون کی ربانی بشارت آج بھی موجود ہے۔ دنیا کھلی آنکھوں دیکھ چکی ہے کہ آپ کے ترک اس شرط کو پوری کر کے کیا سے کیا ہو گئے اور ہلال جیسے ہمارے کاشمہ مشرق سے مغرب کی طرف پھیر دیا کسی کا قصور نہیں قصور آپ کا ہے شکوہ آپ کا ہے۔

غدر کیا واقع ہوا کہ ہندوستان سے صدیوں کا جما ہوا اسلامی اقتدار ختم ہو گیا بعض اعضائے حکومت مسلمانوں سے منتقل ہو گئے اور پھر مسلمانوں نے ہی اجنبی تمدن و تعاون سے بیگانگی اختیار کی اور انگریزی سے بھی دور رہے اس وقت تک ملکی فوج اور ملکی عہدے سرکاری ملازمتیں اور پیشے کی صنعت و حرفت اور کپڑے کی تجارت تمام تر مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھیں۔ تمام زمین زمینداریوں اور جاگیروں کے مالک بھی مسلمان ہی تھے تمام دفاتر اور تمام پیشوں پر بھی وہی چھائے ہوئے تھے ان کی مالی حالت سب سے بہتر تھی اور بری طرح مٹنے پر بھی ان کا بڑا اقتدار قائم تھا۔

یورپین درآمد کے سیلاب نے ان کی تجارت اور صنعت و حرفت کا خاتمہ کر دیا فارسی زبان کی جگہ انگریزی زبان بن جانے سے ان کے سیاسی اقتدار کو سخت صدمہ پہنچا مسلمان تو انگریزی زبان اور انگریزی تجارت اور انجمنیوں سے علیحدہ رہے اس لئے کہ انھیں اس انقلاب نے شدید صدمہ پہنچایا تھا ہندو موقعہ پا کر بے تکلفانہ آگے بڑھے ایجنسیاں سنبھال لیں انگریزی پڑھ پڑھ کر دفتروں میں بار پانا اور اپنی غرض اور اپنے مفاد کے لئے ان کے خلاف حکام کو بھڑکانا اور غدر کا سارا الزام انھیں پر تھوپنا شروع کیا۔

انگریز بھی غلط فہمی میں پڑے ہوئے تھے ایک شاہی قوم کا اقتدار پانا اور اقتدار سے ہٹنا خلاف مصلحت نظر آرہا تھا ہندو خوشامد پرست بھی تھے اور اس میں بھی لگے ہوئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ تمام ملازمتیں اور دفاتر بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گئے وسائل رزق میں اب صرف زمینداریاں ان کے پاس رہ گئی تھیں سود کے قانون کی آزادی اور ڈگریوں کی آسانی نے مسلمانوں کی زمینداریاں بھی ختم کرنی شروع کر دیں۔

برادران ملت! جب تمام وسائل رزق مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے اور بیکاری بڑھی تو مسلمانوں کی بھی آنکھیں کھلیں۔ سرسید کی بدولت مسلمان انگریزی تعلیم کے میدان میں آئے ابتک تو انگریزی ہی نہ جانتے تھے اس کے بعد پڑھ کر جو نکلے تو جس طرف گئے جس دفتر میں پہنچے اس کے دروازے اپنے اوپر بند پائے سرکاری ملازمتوں میں اقتدار بھی تھا۔

دوسری طرف سود کی بے تحاشا اور ڈگریوں کی بھرمار قیامت ڈھا رہے تھے یعنی ہندو رزق و معاش کے ہر صیغہ پر قابض ہو چکے تھے اور اپنے مفاد کے پیش نظر مسلمانوں کو کہیں بار نہ پانے دیتے تھے اس سے مسلمانوں میں بے چینی پیدا ہوئی ہندوؤں نے خود کو اکثریت میں پا کر اور برطانوی قانون کی نوعیت کو اپنی تائید میں پا کر یہاں بھی مخلوط انتخاب و نیابت کا نظام نہ صرف منظور کر لیا تھا بلکہ زور شور کے ساتھ اس کی حمایت بھی شروع کر دی تھی۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان ملازمتوں کے علاوہ انتخابی اداروں میں اور کونسلوں میں بار پا ہی نہ سکتے تھے جب مسلمانوں نے دیکھا کہ کامل بیس برس تک انھیں کسی انتخاب میں کامیابی کا موقعہ نہیں ملا تو عمائد مسلمین نے تحفظ حقوق کے لئے لیگ قائم کی اور وائسرائے کے پاس ایک وفد بھیجا سب سے پہلی مرتبہ جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا علیحدہ حقوق کا یہ سب سے پہلا مطالبہ اور سب سے پہلی آواز تھی جو سنہ ۰۶ء میں بلند ہوئی جداگانہ انتخاب کا مطالبہ منظور بھی ہو گیا لیکن ہندو جانتے تھے کہ اگر مسلمانوں میں علیحدگی کا بیج جم گیا تو بنا بنایا کھیل وہ بگڑ کر رہ جائے گا اس لئے وہ مختلف منافقانہ دلائل و شدت کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے اور اسے غیر قومی بتلاتے رہے اور اس کے مویدین کو فرقہ پرست کہہ کر بدنام کرتے رہے جانتے تھے کہ مسلمانوں میں ہنوز پوری تعلیمی قابلیت پیدا نہیں ہوئی۔

اس لئے مسلمانوں نے جب ملازمتوں میں تناسب حقوق کا مطالبہ کیا یہ کہہ کر رد کر دیا گیا کہ یہ چیزیں اگر مذہبی بنا پر تقسیم کی گئیں تو سرکاری کام میں خرابی واقع ہوگی اس لئے ان کی تقسیم قابلیت ہی کے اعتبار سے ہونی چاہئے قابلیت کی سند عطا کرنے کا اختیار بھی ہندوؤں ہی کے ہاتھ میں تھا اس لئے مسلمان امیدوار ہمیشہ ناقابل ہی ثابت ہوتے تھے حکام بھی مسلمانوں کو یہی جواب دیتے تھے رفتہ رفتہ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی ہوئی اور اب عذرات پیش کرنے کا موقعہ کم نظر آیا تو ایک طرف تو میثاق لکھنؤ میں ہر جگہ مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا۔

دوسری طرف متحدہ قومیت کا ڈھونگ کھڑا کر دیا گیا اور جہاں مسلمانوں کو کچھ اقتدار ملنے اور پانے کا موقعہ نظر آیا بہ شدت مخالفت شروع کر دی تاکہ انھیں حکومت کا چاٹ نہ لگنے پائے اور کہیں سر اٹھانے کا موقعہ نہ ملے۔ سرحد و سندھ کی علیحدگی کی مخالفتیں بھی اسی لئے علانیہ کی گئیں اتحاد سے گریز بھی اسی لئے کئے گئے کہ مسلمانوں کو کچھ دینا نہ پڑے۔ کمیونل اوارڈ کی مخالفت میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا حالانکہ اس سے مسلمانوں کو کچھ مل نہیں رہا تھا مگر خود بگڑ جانے کا تو اندیشہ تھا لیکن جب ہر جگہ مسلمان وزارتیں بھی برسرکار دیکھیں تو گھبرا گئے اور آئین منظور کر لیا ایک مدت کے بعد بلکہ بہ الفاظ صحیح تر صدیوں کے بعد عنان اختیار ہاتھ میں آئی تو اپنے دلی ارمان اور خواہش قلبی چھپا نہ سکے اور ہندو راج کا نقشہ جما دیا۔ بالکل عریاں اور نڈر ہو گئے ہندو تہذیب ہندوستان اور ہندو زبان مسلمانوں پر ٹھونسنی شروع کر دی ادنیٰ سے ادنیٰ شخص نے یہ سمجھ کر ہندو راج تیار ہو گیا سرداری کا داعیہ شروع کر دیا اور اسلام دشمنی کے کھیل کھیلنے شروع کر دیئے جو کئی ہزار برس پیشتر شودروں کے ساتھ کھیل چکے تھے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جانے لگا جابجا فسادات برپا ہونے لگے مسلمان عہدیدار نکالے جانے لگے اردو مٹائی جانے لگی بندے ماترم نے سرکاری گیت کی شکل اختیار کی مشرکانہ شعائر پر عوام کو مجبور ک

تیل کی عالمگیر سیاسی اہمیت

بارہویں مجلس

حضرات! جنگ وپیکار ہر زمانہ اور ہر عہد میں کائنات انسانی کے لئے ایک بہت بڑی لعنت رہی ہے۔ دنیا اور دنیا والوں کے لئے اس سے عظیم تر اور خوفناک تر عذاب معاف اور کوئی تصور میں نہیں آسکتا انسانی محبوبات میں ننگ وناموس جان ومال اور عزت وآزادی سے بڑھکر اور کوئی شئے نہیں ان میں سے کونسی متاع ہے جو جنگ وپیکار کے شعلوں میں جل کر بھسم نہیں ہوجاتی ہے یہی وہ سیلاب ہے جو جب امنڈ آتا ہے تو بیک وقت ہر چیز ہر متاع اور ہر نعمت کو اپنی رو میں بہا لیجاتا ہے۔

زمانہ کی رفتار کے ساتھ جنگ کی نوعیت اور جنگ کے مقاصد میں بھی تغیر عظیم واقع ہوگیا ہے اب دل میں کچھ ہوتا ہے اور ظاہر کچھ کیا جاتا ہے پہلے تلوار اور تیر وکمان کی لڑائیاں تھیں اب زرہ پوش موٹر والے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کی لڑائیاں ہیں پہلے رقبہ ہائے جنگ بہت محدود ہوتے تھے اور اسی نسبت سے تباہیوں کا دائرہ بھی تنگ ہوتا تھا اب تو یہاں عام ہیں جنگ بلجیم میں ہوتی ہے اور اثرات روس میں محسوس ہوتے ہیں ایک گوشہ میں شعلہ ہائے جنگ بھڑکتے ہیں اور ان کی لپٹ دور دراز گوشوں تک محسوس ہوتی ہے۔

اور یہ کیا اب تو یہ عالم ہوگیا ہے کہ اگر ایک ملک میں آگ لگتی ہے تو پوری دنیا میں اس کی مصیبت محسوس کی جانے لگتی ہے پہلی جنگیں انتقام یا ملک گیری کیلئے لڑی جاتی تھیں اب پٹرول اور تیل کے لئے لڑی جاتی ہیں اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے، تجارت کی توسیع کے لئے۔ بڑی شدت کے ساتھ لڑی جاتی ہیں اور انتہائی تباہی وبربادی پر منتج ہوتی ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو عہد حاضر میں مسائل جنگ کی نصف داستان اسی پٹرول یا تیل میں نظر آئیگی یہ تیل اتنی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ دنیا بھر کے تمام ہوائی جہاز، ٹینک، زرہ پوش موٹریں، توپیں، جنگی جہاز، بم اور تمام اسلحہ مل کر بھی اس کے ہموزن نہیں ہو سکتے اور ان سب کی مجموعی تعداد ومقدار سے بھی پٹرول گراں قیمت سمجھا جاتا ہے۔ تیل کے چشمے آجکل طلائی کانوں اور زر وجواہر سے بھی زیادہ بیش قیمت اور مفید سمجھے جاتے ہیں کل تک جس ملک میں لوہا اور کوئلہ موجود تھا اس سے زیادہ خوش قسمت اور اہم ملک کوئی بھی نہ خیال کیا جاتا تھا۔

رہائن لینڈ صرف انہی کانوں کی وجہ سے یورپ میں جنگ وجدال کا مرکزی نقطہ بنا رہا انگلستان کی اہمیت وعظمت کا راز بھی یہی تھا اور انہی چیزوں کی قوت کے بل پر ان کی صنعت وحرفت بار آور ہو رہی تھی لیکن اب تیل کے چشمے ان چیزوں سے بھی گراں تر ہوگئے ہیں کہ تمام تر صنعت وتجارت اور جنگ وپیکار کی روح بھی تیل اور تیل کے چشمے ہیں۔

یہ کتنی اندوہناک حقیقت ہے کہ دنیا جتنی ترقی کرتی گئی تہذیب وتمدن کو جتنا عروج حاصل ہوتا گیا اتنی ہی اس کی وحشت وبربریت ترقی کرتی گئی اور درندگی وسفاکی میں آگے بڑھتا گیا اور قدرت کی پیداوار کو جو اس نے انسانی مفاد کے لئے خلق کی تھی غلط طریق پر استعمال کرکے خسائر ونقصانات کی فہرست میں اضافہ کرتا چلا گیا ترقی علوم وفنون اور رسائی ذہن وفہم نے اس نے زمین کے اعماق میں جو کچھ پایا اسے پوری بیدردی کے ساتھ تعمیر کے بجائے تخریب پر خرچ کرتا چلا گیا۔ شورہ، گندھک، تو سادر، دھاتیں، لوہا اور کوئلہ وغیرہ وہ چیزیں تھیں جنھیں انسان نے زمین کا کلیجہ چیر کر نکالا تیل وہ شئے ہے جسے اپنی تحقیقات علمی کی بدولت اس نے پردوں کو الٹ کر برآمد کیا لیکن بجائے اس کے کہ ان سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچایا جاتا جنگ کے ساز وسامان اور انسانوں اور اپنے ہی جیسے انسانوں کی بربادی میں صرف کرنا شروع کردیا۔

آپ اخبارات میں پڑھ رہے ہوں گے کہ جرمنوں نے یہ حالت کردی ہے کہ نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ تمام مفتوحہ ممالک میں جتنا لوہا جس صورت میں اور جہاں سے بھی دستیاب ہوتا ہے جبراً حاصل کرکے جنگی کارخانوں میں اسلحہ سازی اسلحہ سازی کے لئے بھیجدیا جاتا ہے لوہاروں کی کھونٹیاں گوالوں کے تیشے دروازوں کی سٹکنیاں اور کنڈیاں تک ریلیے لائنیں اور ہر قسم کی چھوٹی بڑی چیزیں لیلی جاتی ہیں۔

کوکین اپریشن کرنے کی غرض سے اعضا کو سست کرنے کے لئے تھی مگر انسان نے اسے کھانا شروع کردیا۔ افیون مختلف امراض وعوارض میں کام لینے کے لئے قدرت نے پیدا کی تھی لیکن حضرت انسان پینک لانے اور نشہ پانے کے لئے اسے حلق سے اتارنا شروع کردیا۔

انگور یقیناً شراب بنانے اور بدمستی کا سامان مہیا کرنے کے لئے خدا نے پیدا نہ کیا تھا لیکن اس عقل وترقی کے زمانہ میں بھی لاکھوں من انگور شراب کی بھٹیوں میں جھونکے چلے جارہے ہیں اسی طرح تمام معدنی اشیاء جو انسان کی آسائش کا ایک گرانقدر وسیلہ تھیں خود انسانوں کی تباہی کے لئے پوری بے تکلفی کے ساتھ صرف کی جارہی ہیں۔

کروڑوں اربوں روپیہ جو بیشمار فاقہ مستوں بھوکوں، مسکینوں غریبوں ناداروں اور معذوروں کا پیٹ بھر سکتا ان کی دنیا کو بہشت بنانے کے لئے کافی تھا ان کی آسائش کے دائمی سامان جس سے فراہم کئے جاسکتے تھے یتیم خانوں محتاج گھروں ہسپتالوں اسکولوں اور کارخانوں کا جس کے ذریعہ سے جال پھیلایا جاسکتا تھا وہ روپیہ خود انسانوں ہی کو معذور ومجروح، مقتول وتباہ غریب وفاقہ کش بنانے میں صرف کیا جارہا ہے۔ تیل قدرت نے یقیناً صنعتی ترقی اور انسانوں کو سہولتیں پہنچانے کے لئے پیدا کیا تھا۔ لیکن آج اسے زرہ پوش موٹروں ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کے شکم میں بھر کر دموں کی شکل میں آزادی کے ساتھ منتقل کیا جارہا ہے۔

برادران عزیز! تیل اپنی مختلف صورتوں میں تمدن موجودہ اور عہد جدید کی اسلحہ

کرنا پڑی۔

اور اعلان کیا کہ انگلستان پر پوری قوت کے ساتھ حملہ کیا جائیگا یہ اس نے کیوں کیا سمجھئے اور سنئے وہ خوب جانتا تھا کہ مشرق میں تو ترک شیر بیٹھے ہیں روس زبردست ہوائی قوت لئے کھڑا ہے ہندوستان کی طرف سے بھی مصری اور فلسطینی افواج کو ہیم مدد پہنچ رہی ہے۔ بحیرۂ روم میں انگریزی بیڑا بھی دندنا رہا ہے ان قوتوں کے مقابلہ کے لئے وہ قوت ہے نہ تیل کا اٹاثا وغیرہ ہے پھر اگر کہیں پیچھے سے برطانیہ آپڑا تو لینے کے دینے پڑ جائینگے۔ مغرب میں سب بیرجان پڑے ہوئے ہیں ایک برطانیہ رہ گیا ہے جو نسبتاً بہت قریب ہے اس پر حملہ آوری میں تیل کا بھی کوئی بہت زیادہ ضائع نہیں ہے

اسے اگر ختم کیا گیا تو پھر خدشہ مٹ گیا اس میں اسے بہت آسانیاں نظر آئیں اس نے پوری صفائی کے ساتھ پلٹ کر انگلستان پر چند پرشور حملے بھی کئے اور اب بیک وقت ایک اجتماعی حملہ کی تیاریوں میں بھی مصروف ہے۔ کیا نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ خاموش بیٹھنا بھی خودکشی ہے انگریز ماننے والے نہیں انہیں ختم کرکے جھگڑا مٹا دیا جائے کہ آو ہر کسی کو ان کی امداد کو پہنچنے کا ہی بظاہر کوئی امکان نہیں۔

لیکن یہ بھی اس کی شدید غلطی ہے برطانیہ اگر تیار نہ ہوتا اور بیرونی دنیا کے دروازے اس پر نہ کھلے ہوتے تو واقعی اسے ختم کر لینا کوئی مشکل امر نہ تھا لیکن یہاں جرمنی کو کہیں سے تیل ملنے کا اب کوئی امکان باقی نہیں رہا ہے اور اس نے گذشتہ فرصت میں جو تیل کے ذخائر جمع کر لے تھے وہ کچھ تو ختم ہو چکے کچھ برطانی حملوں نے غارت کر دیئے جو رہ گئے ہیں وہ زیادہ مدت چلنے والے نہیں اندازہ یہ ہے کہ صرف برطانی ہوائی حملوں سے اس کے تیل کا ایک تہائی ذخیرہ تباہ ہو چکا ہے سمندری شاہرائیں اس پر بند ہیں تیل لانے والے جہاز بھی اس کے پاس نہیں رہے وہاں برطانیہ کو ایک طرف تو امریکہ سے بکثرت ہوائی جہاز پہنچ رہے ہیں

دوسری طرف ریاستہائے متحدہ امریکہ جنوبی امریکہ اور میکسیکو سے اسے برابر تیل کے بھرے ہوئے جہاز پہنچ رہے ہیں۔ ایران عراق بحرین مصر اور کناڈا اور برما کے چشمے تو گویا خود اسی کے چشمے ہیں اور یہ تیل ہی جنگ کی اصلی قوت محرکہ ہے جب تک برطانیہ اور جرمنی کے پاس تیل موجود ہے جنگ کا خاتمہ نہیں ہو سکتا جرمنی بڑی احتیاط کے ساتھ تیل خرچ کر رہا ہے روس سے اسے بمشکل ڈیڑھ لاکھ ٹن مل سکا ہے سب سے بڑی امید اسے یہیں سے تھی۔

نہ تو رومانیہ ہاتھ آگیا اور یہاں سے زلزلہ کی تباہی سے پہلے اسے ایک بڑی مقدار مل گئی اور اب بھی کچھ نہ کچھ مقدار مل رہی ہے ورنہ پہلے ہی وہ گھٹنے ٹیک گیا ہوتا انگلستان پر حملہ کرنے کی اسے ہمت ہی نہ ہوتی مگر تا بکے۔ اب جرمنی پر مایوسی کا دور گذر رہا ہے اور یہ جو کچھ ہے چراغ کی آخری بھڑک سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی جو حملہ جرمنی کرنے والا ہے اس میں اتفاق سے وہ کامیاب ہو گیا تو اور بات ہے کہ اس میں فی الواقع وہ اپنی پوری قوت صرف کر ڈالنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے کہ اس کے لئے یہ مرگ و زیست کا معاملہ ہے یہ حملہ ہوگا اور بہت سخت ہوگا اور اگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوا جیسا کہ قوی امید ہے تو پھر سمجھئے کہ ہٹلر کو اپنے سینہ پر گولی مار لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہے گا۔

جرمنی نے تیل کے مصارف میں کمی کے لئے بڑی بڑی احتیاطیں کی ہیں جہاں لاکھوں موٹریں چلتی تھیں وہاں اب ایک پرائیویٹ موٹر بھی چلتی نظر نہیں آتی یہی سب کچھ اٹلی میں ہو رہا ہے تمام تیل صرف جنگی مقاصد کے لئے رہ گیا ہے یہ حالت آج سے نہیں بلکہ جون ۱۹۳۸ء سے قائم ہے اور اسی نے ابتک جرمنی کو زندہ رکھا ہے گذشتہ جنگ میں تیل کی اتنی اہمیت ہرگز نہ تھی لیکن اس جنگ کی رگوں میں تیل خون حیات کی حیثیت رکھتا ہے تیل باقی ہے تو جنگ باقی ہے تیل ختم ہے تو جنگ ختم ہے۔

بھائیو! اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ انسان کو انسان بنانے والی اور وحشت و درندگی سے بالاتر ثابت کرنے والی چیز مادی تہذیب اور مادی ترقی نہیں بلکہ مذہب ہی ہے جو انسان کو انسان بناتا ہے اور سکون و آرام کے ساتھ رہنا سکھاتا ہے۔ تہذیب کو اپنی ترقیوں پر ناز ہے لیکن وحشی سے وحشی انسانوں نے بھی دنیا میں کبھی اتنی خونریزی نہیں کی جتنی ان ترقی یافتہ مہذب انسانوں کے ہاتھوں رونما ہوئی ہے۔

لڑنے کو وحشی اور جنگلی بھی لڑتے ہیں درندے بھی الجھ پڑتے ہیں لیکن جو بہیمیت اس سفاکی اور اس تباہی کی شائبہ بھی ان کی جنگوں اور لڑائیوں میں نظر نہیں آتا۔ اس سے پہلے بھی جنگیں ہوئی ہیں جن میں زیادہ سے زیادہ چند شہر یا ایک دو ملک کے کچھ حصے تباہ ہو گئے وہ بھی ایسے کہ لوگ نکل بھاگے شہر جل گئے مارے بھی گئے تو لڑنے والے یا لڑائی کے شہر میں رہنے والے باقی غلام بنا لئے گئے۔

لیکن اس عروج و تہذیب کے زمانہ میں تو یہ ہو رہا ہے کہ نیک و بد کی کوئی تمیز ہی باقی نہیں رہی مرد، عورتیں، بچے، بیمار، معابد، عمارتیں، ہسپتال، کارخانے، گودام ہر چیز بلا تمیز غارت کی جا رہی ہے۔ یورپ کا چمن اجڑ چکا ہے لاکھوں نہیں کروڑوں انسان اس تہذیب و ترقی انسان کے دور میں زمین کی پشت پر رہنا بھول گئے اور بھیڑیوں لومڑیوں اور جانوروں کی طرح زمین کے اندر غاروں اور پناہ گاہوں میں رہنے پر مجبور ہو گئے ہیں سال سوا سال کے اندر ملک کے ملک اس طرح اجڑ گئے کہ نشان بھی باقی نہیں ملتا ہر طرف کھنڈر ہی کھنڈر ہیں جنگیں ہمارے رسول کریم نے بھی لڑیں بڑی بڑی جنگیں لڑیں

اتنی جنگیں لڑیں مگر اس احتیاط سے کہ نہ کوئی کھیت اجڑا نہ باغ ویران ہوا نہ عورتوں اور بچوں کو کوئی گزند پہنچا اور دو طرفہ نقصان جان ان تمام جنگوں میں کم و بیش ہزار سے زیادہ نہ ہونے پایا حالانکہ تین تیس ہزار جنگجو ایک ایک میدان میں جمع ہوئے اور اتنے معمولی نقصانات سے عرب کی کایا پلٹ ہو گئی۔

اصلی چیز مذہب اور خداترسی ہے جو انسان کو برائی سے روکتی ہے اگر مذہب نہیں تو بلند سے بلند انسان اور ایک درندے میں کوئی فرق نہیں علامہ اقبال نے بہت ٹھیک کہا تھا ع

جدا ہو دیں سے سیاست تو رہ جاتی ہے چنگیزی

تہذیب جدیدہ نے ہٹلر کی صورت میں نمایاں ہو کر وحشت و درندگی کو شرما دیا۔

شذرات

افقِ بلقان پر خونبار گھٹائیں

جرمنی فوجیں بلقانی محاذ کی طرف پر سے

جوش و خروش کے ساتھ بڑھکر محض ترکی و قیامی خوف کی بنا پر واپس ہو گئی تھیں اور ہٹلر نے برطانیہ کے خلاف زبردست فضائی حملوں کے ساتھ ایک عظیم الشان بیڑہ لیکر ساحلِ برطانیہ پر فوجیں اتارنے کا تہیہ کر لیا تھا اور یہ معلوم ہونے لگا تھا کہ جرمن فوجیں بادۂ بلدان کی طرح ساحلِ فرانس سے اٹھکر انگلستان پر چھا جائیں گی۔ فضائی حملے بھی تو اتر شدت اور وسعت کے ساتھ شروع ہو گئے تھے مگر بالآخر ہٹلر نے یہ محسوس کر لیا کہ جب تک مسولینی کو طاقت پہنچا کر اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کر کے اپنا ہاتھ بٹا لینے کے قابل نہ بنا لیں جب تک بحرِ روم کی برطانوی طاقت پر کاری ضرب نہ لگائی جائیگی جب تک عراق و ایران کے تیل کے ذخائر پر قبضہ کر کے خود کو انگلستان پر آزادانہ حملے کے قابل نہ بنایا جائیگا جب تک برطانیہ کے تمام معاونوں کو ساتھ نہ لیا جائے گا یا انہیں راستے سے نہ ہٹایا جائیگا اس وقت تک برطانوی استقلال کی چٹان سے ٹکرانا امکانی امر نہیں ہو اور وہ اس راز سے بخوبی واقف تھا کہ برطانیہ کا سب سے بڑا شجاع نبرد آزما اور طاقتور معاون ترکی اور صرف ترکی ہے کہ اس کی حمایت کے بل پر ایک حلیف یونان اس کے واحد شریک کار اٹلی کو البانیہ میں ناکوں چنے چبوا رہا ہے۔

اور دوسری طرف برطانیہ اپنے مشرقی مقبوضات کی طرف سے یکسو اور مطمئن ہو کر مشرقی اور شمالی افریقہ میں اٹلی کا خس و خاشاک کی صاف کرتا چلا جا رہا ہے اور یہی وہ طاقت ہے جو عراق اور ایرانی تیل کے حصول کی راہ میں سدِ سکندری بنی ہوئی ہے اسی اثنا میں ادھر یونانیوں نے ترکی جنرلوں کی امداد سے البانیہ میں اٹلی کی رگ ہائے حیات بری طرح کاٹنی شروع کر دی تھیں اور ادھر بنغازی تک کا تمام علاقہ فتح کرتا ہوا برطانیہ بڑھا چلا جا رہا تھا اس لئے وہ پھر بلقان ہی کی طرف رخ کرنے۔ ترکی سے پہلے نپٹنے اور برطانیہ پر کامیاب حملہ کے لئے تیل حاصل کرنے کی سعی پر مجبور ہوا۔

اٹلی کو مدد پہنچانے اور برطانیہ کی طاقت توڑنے کے لئے ہٹلر کو یہی ضروری نظر آیا کہ ترکی چٹان کو پہلے راستے سے ہٹائے چنانچہ سب سے پہلے اس نے مرکز رومانیہ کو فتح کیا اور چھ لاکھ فوج وہاں ڈال کر ترکی سے گفت و شنید شروع کی جانتا تھا اور جانتا ہے کہ ترکی سے عہدہ برآ ہونا آسان امر نہیں گو چھوٹی تو ہے مگر مجاہدوں اور جوانمردوں پر مشتمل ہے اس کے مقابلہ میں بفرضِ محال کامیابی کی صورت میں بھی اتنی قوت ضائع ہو جائیگی کہ پھر وہ دنیا کی اور کسی طاقت سے ٹکر لینے کے قابل نہ رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اس کے قدم اٹھ تو ضرور رہے تھے مگر پوری احتیاط و حزم کے ساتھ اٹھ رہے تھے اور اٹھ رہے ہیں سرعتِ یورش اور اچانک حملہ کر کے ممالک و بلاد فتح کر لینے کی جو تدابیر اور جو حربے وہ اب تک اختیار کرتا رہا تھا اور جن سے کام لیکر وہ پولینڈ، ناروے، ڈنمارک، ہالینڈ، بلجیم اور فرانس وغیرہ میں کامیاب ہوا ان کا یہاں کوئی شائبہ بھی نظر نہیں آرہا۔

تمھید مہم پاس کی مخاصمت قاررودہی نمایاں ہے کہ جنگ کے بغیر ہی کام نکل جائے تو بہتر ہے ہٹلر گفت و شنید کرتا ہوا بڑی آہستہ روی کے ساتھ بڑا بڑے استقلال کے ساتھ بڑھا مورچے قائم کرتا ہوا بڑھا ڈینیوب کی راہ سے جہاز اور کشتیاں بحرِ اسود میں ڈالتا اور پل بناتا ہوا بڑھا اسی دوران میں ترکی اور بلغاریہ کے درمیان عدم تعرض کا معاہدہ جو ہو گیا تو اس کے متعلق جرمنی اور اٹلی نے غلط بیانیوں کا طوفان برپا کر کے دنیا کو دھوکے میں ڈالنے کی سعی کی اس سے کچھ دیر کے لئے امریکہ گمراہ اور برطانیہ پریشان ہو گیا مگر بہت جلد غلط فہمیاں دور ہو گئیں اور ترک جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے ہیں۔ مسٹر ایڈن وزیرِ خارجہ کا انقرہ میں نہایت پر جوش استقبال ہوا ہٹلر نے اپنا یہ حربہ بے اثر محسوس کر کے خود کو پھر پریشانیوں میں مبتلا پایا مگر قدم اٹھ چکا تھا بلغاریہ پر قبضہ کر لیا اور دو ڈیڑھ لاکھ فوج اتار کر ترکی سرحد پر لگا دیں تاکہ وہ ڈر کر محوری نظام میں داخل ہو جائے اور مقابلے کی نوبت نہ آئے۔

ترکوں کا عزم و تدبر

الغیر بیٹھ شجاعت ترکی اب بھی ہراساں نہوا اب حالت یہ ہے کہ جرمن فوجیں ترکی سے

صرف اٹھارہ میل کے فاصلہ پر پڑی ہوئی ہیں سامنے ہیں۔ ان کھلا پلٹ ہے کافی زمانہ گذر چکا ہے مگر اقدام میں ہنوز تامل ہے اور ہر ممکن تیاریوں کے بعد قدم بڑھانے کا ارادہ کر رہا ہے ہٹلر بڑے طمطراق کے ساتھ اعلان کر رہا ہے کہ مغربی محاذ پر زبردست فوجی کارروائیوں کے آغاز کے ساتھ انگلستان پر ہولناک ہوائی حملے کئے جائیں گے آبدوزوں کی جنگ وسیع پیمانہ پر شروع کر دی جائیگی بلقان میں شور انگیز اقدامات ہوں گے اور بحرِ روم کی صورتِ حالات منقلب کر دی جائیگی وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح مشرق کی سمت راہ نکالے۔

تاہم اس نے اپنا ایک سفیر خاص بذریعہ ہوائی جہاز بھیجکر ترکی کو لکھا کہ ہمارے تمہارے تعلقات مدت سے خوشگوار چلے آرہے ہیں تم سے پرخاش مقصود نہیں تم سے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ہم بلقان میں جو قدم اٹھائیں اس پر تم خاموشی کا اظہار کرو۔ ترکی نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہمیں بھی تم سے کوئی پرخاش نہیں لیکن اگر تم نے یونان یا ہماری طرف کوئی قدم بڑھایا تو ترکی اپنی پوری قوت کے ساتھ مدافعت کے لئے تیار ہوگا۔

اس وقت جنگ کا نازک ترین مقام بلقان ہی ہے دنیا کی نظریں اسی طرف اٹھی ہوئی ہیں ترکوں نے صورتِ حالات کی نزاکت محسوس کر کے دردانیال بند کر دیا ہے اس کے استحکامات قوی کر دیئے ہیں قسطنطنیہ کو خالی کرایا جا رہا ہے معاہدہ کے بموجب برطانوی بیڑہ بھی درہ مذکور کے تحفظ کے لئے پہنچ گیا ہے ترکی افواج کیل کانٹے سے لیس کھڑی ہیں۔

یوگوسلافیہ کو محوری نظام میں شامل کرنے کے لئے ہٹلر نے دھمکیاں دینی شروع کر دی تھیں ترکی نے اسے بھی متنبہ کر دیا ہے کہ اس نظام میں شامل ہونے سے تمہارا مر جانا کہیں بہتر ہے رومانیہ کا انجام پیشِ نظر رکھو جو اس نظام میں شامل ہوتے

بھی فنا ہو گیا۔ صورت حالات سخت تشویشناک ہے ترکوں سے جنگ یقینی نظر آرہی ہے کہ دونوں جنگ کا تہیہ کئے ہوئے ہیں ہمارے نزدیک اس وقت صرف دو ہی صورتیں ہیں یا تو ہٹلر واپس ہو جائے اور یا یونان پر حملہ کرے حملے کی صورت میں ترک کبھی خاموش نہیں رہ سکتے کہ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جرمن قابل اعتبار نہیں۔ یونان فتح ہو جانے کے بعد تو ترک لڑنے کے لئے تنہا میدان میں رہ جائینگے اور انہیں تنہا ہی مقابلہ کرنا پڑیگا اور اگر وہ اس وقت جرمنی سے ٹکرا گئے تو یونانی بھی ہوں گے اور برطانیہ کی طرف سے بھی پوری امداد ملیگی بہت ممکن ہے کہ یوگوسلافیہ میدان میں آجائے۔ اول تو ترک خود ہی بہت دلیر ہیں دوسرے یونانیوں اور انگریزوں سے بھی کافی مدد مل جائیگی روس ضرور جرمنی قوت سے خائف ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ بلقان میں جرمنی کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو ایک آنکھ نہیں [illegible] جنگ کی صورت میں وہ ترکوں کو ان کی شمالی و مشرقی سرحد کی حفاظت کا یقین تو دلا ہی چکا ہے ترکی میں اسکی تین لاکھ فوج بھی مجتمع ہو چکی ہے وہ جرمنی کے قدم میں ذرہ برابر بھی لغزش و تزلزل محسوس کرتے ہی پشت کی طرف سے آ پڑیگا اور اس کے آتے ہی مغرب کی طرف سے برطانیہ بھی حملہ کر دیگا اور پھر ترک برلن ہی میں نظر آئینگے اور ہٹلر کو خودکشی کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہیگا۔

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ترک حتی الامکان جنگ سے پہلو بچائینگے اور اسے یونان پر آزادانہ یورش کرنے دیں گے وہ ترک کے تدبر و دور اندیشی کے رمز شناس نہیں ترک جرمنی پر اعتماد کرکے غیر جانبدار رہے تو ہٹلر یقیناً سالونیکا اور ایتھنز پر قبضہ کریگا یونان و یوگوسلافیہ فنا ہو جائینگے روس مرعوب ہو کر رہ جائیگا انگریز امداد نہ کریں گے اور نہ کر سکیں گے جرمنی بڑھیگا اگر اس وقت درہ دانیال سے تعرض نہ کرے تو بھی فلسطین کے راستے عراق و ایران کے چشموں پر قبضہ کئے بغیر نہ رہے گا اور اس کے بعد ترکی کو چاروں سے گھیر کر ختم کر دیگا۔ اور پھر اسکے لئے درہ دانیال پر قبضہ آسان ہوگا کوئی ذی ہوش باور نہیں کر سکتا کہ جرمنی درہ دانیال جیسے اہم ترین مقام کو محض کسی معاہدہ کی بنا پر چھوڑ دیں گے کہ جبتک جرمن اس پر قبضہ نہ کریں گے نہ وہ روس کو بے بس بنا کر رکھ سکیں گے اور نہ بحیرہ روم میں ان کا پورا اقتدار قائم ہوگا باور نہیں ہو سکتا کہ ترک ایسی سی بات کو نہ سمجھیں اور جرمنی کے فریب میں آکر یونان کو برباد ہونے دیں بہرکیف ترک تیار بیٹھے ہیں اور جرمنی کے اقدام کی صورت میں جنگ یقینی معلوم ہوتی ہے جس میں انشاءاللہ ترکوں ہی کے سر سہرا رہے گا۔

اٹلی و جاپان کی سراسیمگی

اٹلی بڑے جوش کے ساتھ اٹھا تھا اور نو قیصریت کے خواب دیکھ رہا تھا مگر اسے باغ دہر کی بہار اس آتی معلوم نہیں ہوتی وہ تیزی کے ساتھ زوال کی طرف جارہا ہے مسولینی نے لیبیا میں زیادہ سے زیادہ طاقت فراہم کی خود اسی کے بیان کے مطابق یکم اکتوبر ۱۹۴۰ء سے لیکر یکم جنوری ۱۹۴۱ء تک مجموعہ سو افسر ساڑھے تین لاکھ سپاہ انیس سو توپیں پندرہ ہزار مشین گنیں توپوں کے سوا کروڑ گولے ایک ارب کارتوس اور ساڑھے سات سو زرہ پوش موٹریں وہاں مہیا کر دیں لیکن اس بے پناہ ساز و سامان کے باوجود برطانوی فوجوں نے بہت جلد سارا لیبیا اور طرابلس میں طبرق اور باردیہ لیکر بن غازی تک کا علاقہ صاف کرا لیا۔

اب شمالی افریقہ کے ہزارہا مربع میل علاقہ میں سے چند میل علاقہ اسکے پاس رہ گیا اطالوی سالی لینڈ بھی نکل گیا مشرقی افریقہ میں اریٹریا بھی تقریباً ختم ہو چکا حبشہ کو کس مصیبت سے فتح کیا تھا اس پر بھی چاروں طرف سے حملہ ہو گیا ہے جنوب سے کینیا کی برطانوی فوجیں بڑھ رہی ہیں دوسری طرف شاہ ہیل سلاسی ملک کے اندر تین سو میل تک گھس گئے ہیں رہ گیا البانیہ تو نصف تو فتح ہو ہی چکا تھا آخر میں جنرل کیوالارو متعین ہوئے تھے مگر انہوں نے بھی شکست کی کھائی اور اہم مورچے مزید ہاتھ سے کھو بیٹھے جو [illegible] اپنے ملک میں یہ حالت ہے کہ سسلی پر عملاً جرمنی کا قبضہ ہو چکا ہے اور ملک میں ایک اضطراب عظیم پیدا ہو چکا ہے جنگ کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ یقینی ہے۔

اس صورت حالات کے مشاہدہ پر برطانیہ جنوبی اٹلی پر عنقریب حملہ کا تہیہ کئے ہوئے ہے مشرق بعید میں جاپان نے بڑی ہنگامہ خیزیاں کیں اور ہند چینی تک بڑھنے کا ارادہ کیا اور ڈچ جاوا کی طرف اپنی فوجیں بھیجدیں لیکن امریکہ اور برطانیہ دونوں اس سے متاثر نہ ہوئے۔ ایک طرف آسٹریلیا کی افواج سنگاپور پہنچ گئیں اور دوسری طرف فلپائن میں امریکہ کی تین لاکھ فوج آگئی تو جاپان کے ہوش ٹھکانے ہو گئے۔

نیویارک ٹائمز نے لکھا تھا کہ اگر جاپان کا مقصد یہ ہے کہ وہ جرمنی کا آلہ کار بنکر امریکہ کی توجہ برطانیہ کی طرف سے ہٹالے تو اس میں کامیاب نہ ہوگی امریکہ میں اتنی قوت ہے کہ وہ بحر الکاہل میں جاپان کو بھی بند کر سکے اور برطانیہ کو بھی امداد پہنچاتا رہے۔ حال ہی میں امریکہ نے برطانیہ کی امداد کا بل پاس کر دیا اور دس ارب ڈالر قرضہ دینا بھی منظور کر لیا۔ ہوائی حملے جرمنی ہی کرتا رہتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ اس کی شدت بہت کم ہو گیا ہے مگر برطانیہ کی طرف سے شدت شروع ہو گئی ہے چنانچہ حال ہی برلن بریمن اور ہمبرگ پر برطانوی ہوائی جہازوں نے بے پناہ حملے کرکے جرمنی کے فضائی اڈوں اور کارخانوں کو شدید نقصان پہنچایا ایک تباہ کن جہاز غرق کر دیا برطانیہ نے گیارہ جہاز گرائے۔

جرمنی نے فرانس کی وشی حکومت کو بھی اپنی قوت کا احساس کرانے کے لئے فوجی اجتماع شروع کر دیئے ہیں تازہ ترین اطلاع کے مطابق برطانیہ نے باب المندب کے قریب بحر قلزم میں بھی سرنگیں بچھا دی ہیں بہرحال تمام دنیا کا ہر ملک اضطراب جنگ میں مبتلا ہے مگر اس وقت بلقانی محاذ پر خطرات کا بے پناہ ہجوم ہے۔

مسلم انڈیا کانفرنس

پاکستانی اسکیم مسلمانان ہند کے ایک متفقہ مطالبہ کی صورت اختیار کرتی چلی جارہی ہے اور صرف انگلیوں پر شمار ہو جانے والے چند نامعلوم افراد کے سوا اب کوئی بھی اس اسکیم کی مخالفت کی جرأت نہیں کر سکتا حالت یہ ہے کہ جس شدت کیساتھ اس کی مخالفت کی گئی اس سے بدرجہا شدت کے ساتھ اس کی قبولیت عامہ کا مظاہرہ کیا گیا ملک کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں بیشمار جلسے اور کانفرنسیں اسکی تائید و حمایت میں منعقد کی گئیں اور طول و عرض ملک میں اس کے متعلق اتنے جوش کا اظہار کیا گیا اور اتنا پروپیگنڈا ہوا کہ بچہ بچہ اس کے حسن و قبح کا واقف ہو گیا۔ حال ہی میں لاہور کے اندر مسلم طلباء کی جو پاکستان کانفرنس مسٹر جناح کی قیادت میں منعقد ہوئی وہ اپنی نوعیت میں فرزندان توحید کا ایک بے پناہ اجتماع تھا جس میں ملک کے ہر حصے سے زعمائے ملت اور نمائندگان قوم نے شرکت کی بڑی بڑی معرکہ آرا اور مدلل و معقول تقریریں کی گئیں جن میں مسٹر جناح

کی تقریر سب سے زیادہ ممتاز اور متین و واضح تقریر تھی آپ نے مخالفین کے تمام اعتراضات کی معقول تردید کی اور فرمایا کہ مجھے حیرت ہے کہ اس اسلامی اسکیم کے متعلق بڑے بڑے ہندو زعماء زور و شور کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہے لیکن ہم مسلمانوں سے زیادہ نہ یہ ہمارے دوست ہو سکتے ہیں اور نہ ہمارے ہمدرد ہو سکتے ہیں یہ بیتاب ہو رہے ہیں وہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں کہ ہم اپنا نفع و نقصان خود سمجھتے ہیں۔

یہ اعتراض بھی کوئی وقیع نہیں کہ پاکستان کا آمد و خرچ کیونکر متوازن رکھا جائے گا صاف ظاہر ہے کہ ہم اپنی چادر کا طول و عرض دیکھ کر پاؤں پھیلائیں گے پھر مصیبت تو مرکز کی ہے اس کے ہٹ جانے کے بعد پنجاب سندھ سرحد اور بلوچستان کی وہ تمام رقوم بھی تو ہماری ہی آمدنی کی مد میں شامل ہو جائیں گی جو آج ان کی جانب سے مرکزی حکومت کو ملتی ہیں۔ ہم دنیا کی ایک بہت بڑی اور مستقل قوم ہیں اور ہندوستان میں بھی ہماری آبادی نو کروڑ ہے دنیا کی نسبتاً چھوٹی اقوام بھی اپنے لئے ایک ملک کی طالب ہیں تاکہ وہ اس میں آزاد رہ سکیں حکومت کر سکیں اور اپنا آئین خود بنا سکیں پھر ہم نو کروڑ ہو کر بھی کیوں اس کے طالب اور مستحق نہ ہوں کوئی بھی طاقت نہ ہمیں اس مطالبہ سے باز رکھ سکتی ہے اور نہ روک سکتی ہے رہے برادران وطن کے یہ اندیشے کہ مسلمان انھیں کھا جائیں گے تو اس کے معنے تو بالفاظ دیگر یہی ہو سکتے ہیں کہ یہ ہمیں کرور کی مخلوق خود کسی کام کی بھی نہیں اور صرف حکومت کی سنگینوں کے بل بوتے پر زندہ رہنا اور مسلمانوں کا گلا گھونٹنا چاہتی ہے۔

سکھوں کے رویہ کے متعلق آپ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ انھیں جہاں لیگ کی اسکیم کے ماتحت ایک اہم اقلیت کی حیثیت حاصل ہوگی وہاں مرکز کی موجودگی میں بے نہایت ہی بے کل نصیب ہو سکے گی وہ تیرہ فیصدی ہوتے ہوئے بھی گھبراتے ہیں حالانکہ میرے اپنے صوبہ میں میری قوم کا تناسب صرف آٹھ فیصدی ہے لیکن پھر بھی مجھے کوئی ڈر نہیں۔ آپ نے پوری معقولیت کے ساتھ فرمایا کہ مسلم انڈیا شمال و مغرب کی طرف سے ہندوؤں کا پہرہ دار بنا رہے گا اور ان کے علاقے پر اس وقت تک کوئی اقدام نہ کر سکے گا جب تک وہ ہمیں پامال نہ کرے بہتر یہی ہے کہ قبل اس کے کہ کوئی غیر حکومت آکر ہم پر تسلط جما سکے ہمیں چاہئے کہ ہم خود باہم تصفیہ کر لیں اور دو شریف اور پر امن ہمسایوں کی طرح رہیں۔

اور بھی بہت سی اسی قسم کی معرکہ آرا تقریریں ہوئیں مسلم انڈیا اتنی معقول تحریک ہے کہ غیر مسلم ہوشمند افراد بھی اس کے موید ہیں۔ مسٹر ایم۔ این راے کے بعد ڈاکٹر امبیدکر نے بھی اسے ملک کے پیچیدہ اور فرقہ وار مسئلہ اور آئینی بحران کا اصل علاج بتایا ہے اور لکھا ہے کہ ہندو اور مسلم واقعی دو مختلف قومیں ہیں جو مذہب اور تمدن کے اعتبار سے بھی جدا جدا ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی تاریخیں بھی ایک دوسرے کے مخالف ہیں جو ان کے اتحاد میں حائل ہیں۔

اینٹی پاکستان کانفرنس

یہ کتنا افسوسناک امر ہے کہ جہاں مسلمانوں نے خود کو حق و انصاف کی جانب سے ایک انچہ بھی ادھر ادھر نہ ہٹنے دیا اور جس قسم کی آزادی و حکومت اور جتنا سب مطالبات اپنے لئے کئے وہی ہندوؤں کے لئے بھی روا رکھے جو اپنے لئے چاہا وہی ان کے لئے چاہا۔ وہاں لاہور میں انہی صوبوں کی ہندو اقلیتوں نے بھی ایک کانفرنس منعقد کر کے مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی، اشتعال انگیزی اور تہمت تراشی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہر مقرر نے مسلمانوں کو فرقہ پرست اور رجعت پسند بتاتے ہوئے خود بڑے زور و شور کے ساتھ فرقہ وارانہ مطالبات کرنے شروع کر دئے اور وہ بھی نہایت نامعقول مطالبات۔

مثلاً سرحد کی ملیشیا اور پولیس میں ہندوؤں اور سکھوں کے لئے اکثریت کا مطالبہ کیا گیا حالانکہ وہاں ان کی آبادی پانچ فیصدی سے زیادہ نہیں، کیا کبھی مسلمانوں نے بھی مدراس، سی پی، اور اڑیسہ میں ایسا مطالبہ کیا ہے۔ فرقہ پرستی کے ساتھ رجعت پسندی ملاحظہ فرمائیے کہ بنگال کے ہندو تو وہاں آئین کے تعطل کا مطالبہ کر ہی رہے تھے سندھ کے لئے بھی اقلیتوں کی کانفرنس میں یہی مطالبہ کیا گیا حالانکہ سندھ میں مسلم وزارت برائے نام ہی ہے اور وہ ہندوؤں کے ہاتھ میں آلہ کار بنی رہی ہے۔ گزشتہ دور میں یوپی سی پی اور اڑیسہ و بہار کے اندر مسلمانوں پر کیا کچھ گزری مگر ان کی طرف سے کبھی ایسا مطالبہ نہیں ہوا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ نے غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ:۔

ہندو مسلم اتحاد کا خیال ہی ترک کر دینا چاہئے اگر ہندو تنہا سوراج حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو ان کا حد اعتدال ہے ہر ہندو کو چاہئے کہ وہ اپنا جسم قوی اور مضبوط بنائے اپنے قلب میں اپنے فرقہ کی بہبود کا جذبہ پیدا کرے اور جب تک ان میں فرقہ پرستی کا جذبہ نہ ہوگا ترقی نہ کر سکیں گے۔

یہ ہندو اقلیتوں کی کانفرنس کی کارروائی کا ایک اجمالی خاکہ ہے جس میں ہندوؤں کے بہترین دل و دماغ مجتمع تھے اور سب کچھ سوچ سمجھ سکتے تھے ان پر غرضمندی کا جنون اس درجہ مسلط تھا کہ اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ کس موقعہ پر وہ کیا کہہ رہے ہیں اور اس سے معقولیت کی دنیا میں ان کی پوزیشن کیا رہ جاتی ہے پنجاب میں تو ہندو اقلیت کا تناسب پورا ستائیس فیصدی ہے اور تمام اقلیتوں کا تناسب ۴۴ فیصدی مگر ان کی پوزیشن کو بہت مستحکم بنا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ ان کی تنظیم ان کی دولتمندی اور ان کی تعلیم سے پوری ہو جاتی ہے اور انہیں مستقبل کی طرف سے بےفکر اور مطمئن بنا دیتی ہے اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی پوزیشن ہندوستان کے اندر کتنی کمزور ہے جہاں لوگ اکثریتیں ہیں برائے نام ہیں اور جہاں اقلیتیں ہیں بے پناہ ہیں پورے ملک میں وہ چوتھائی ہیں اور ہندو صوبوں میں سے ایک چھوٹے صوبے آسام کے سوا کہیں بھی ان کا تناسب تیرہ فیصدی سے زیادہ نہیں اس پر وہ دولت و علم و تنظیم کے اندوختہ سے بھی محروم ہیں۔

پھر بھی وہ اس رجعت پسندی کا اظہار نہیں کرتے اور نہ ہندو اکثریت کے قیام کی مخالفت کرتے ہیں ظاہر ہے کہ جب ہندو پنجاب اور بنگال کی برکت تمام اکثریتوں سے اپنی تنظیم و ثروت کی فراوانی کے باوجود اس قدر خائف ہیں تو پھر اگر مسلمان ایسے ہی اندیشوں کے پیش نظر مسلم انڈیا کا مطالبہ کرتے ہیں تو پھر اسے کیوں ناروا قرار دیا جاتا ہے

پنجاب میں اور تو اور قوم پرست کانگریسی بھی پیچھے نہ رہے اور انہوں نے ایک جداگانہ اپنی ایک اینٹی کمیونل کانفرنس منعقد کر کے مسلم انڈیا کی مخالفت کی اور

ہر مہینہ عورت کو ماہواری کی تکلیف

ایک مشہور لیڈی ڈاکٹر کا مخلصانہ مشورہ

اگر عورت کو ہر مہینہ ماہواری کے دنوں میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور ماہواری ایام تکلیف کے ساتھ اور درد کے ساتھ ہوتے ہیں یا رک رک کر ہوتے ہیں یا زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں یا کم ہوتے ہیں یا ان دنوں میں طبیعت پر پریشانی اور ناف ٹلوں میں بے چینی کا درد ہوتا ہے یا کئی کئی مہینے تک نہیں ہوتے یا کسی کو دورے پڑتے ہیں اور لوگ آسیب اور اوپری خلل کا شبہ کرتے ہیں تو صرف چند پیسوں میں اس کا علاج ہوسکتا ہے۔ اب سے کئی سال پہلے تک البتہ اس علاج میں بڑی مشکلات پیش آتی تھیں۔ مگر اب دہلی کے زنانہ دواخانہ کی ان تھک کوششوں نے یہ مشکل حل کردی۔ اس مقصد کے لئے دواخانہ کی مشہور ترین دوا "**کورس**" بے حد مؤثر اور کارگر دوا ہے۔ اگر کوئی عورت ماہواری ایام کی تکلیفوں میں مبتلا ہو اور ہر مہینہ اور ہمیشہ ہی تکلیفوں میں پھنس جاتی ہو اور درد وغیرہ کی ناقابل برداشت تکلیف اٹھاتی ہو تو اس عورت سے کہہ دو کہ اس علاج پر زیادہ رقم خرچ کرنے بھاگ دوڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ بہت آسان علاج یہ ہے کہ خط لکھ کر

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی کے پتہ سے ایک شیشی دوا "کورس" بذریعہ وی۔ پی پارسل منگائی جائے۔ ایک شیشی کورس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔

اور اس پر سات آنے محصول ڈاک صرف ہوں گے۔ اس دوا کے استعمال کے بعد عورت کو ہر مہینہ بغیر تکلیف کے ماہواری ایام ہوجایا کریں گے اور کسی قسم کا درد وغیرہ کچھ نہ ہوا کرے گا۔

اولاد بند کرو

بار بار بچہ کی پیدائش سے عورت کی تندرستی تباہ ہوجاتی ہے۔ بیس برس کی لڑکی چالیس برس کی عورت معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور بعض وقت زیادہ بچے ہونے سے عورت کی زندگی کو بھی خطرہ ہوجاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں عورت کو چاہیئے کہ کچھ عرصہ کے لئے اولاد کا پیدا کرنا بند کردے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک شیشی دوا "**روہیل**" منگا کر اپنے پاس رکھ لے اور "خاص وقت" سے پہلے ایک خوراک اس دوا کی کھالیا کرے حمل نہ ٹھہر سکے گا چنانچہ جب تک عورت .... پہلے یہ دوا کھا لیا کریگی۔ حمل سے بچی رہیگی اور جب اس دوا کا استعمال ترک کردیگی حمل کا ٹھہر جانا ممکن ہے۔ اس دوا سے عورت کی تندرستی پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کے لئے بہترین دوا ہے۔ اور بالکل بیضرر۔ ایک شیشی میں اسی مرتبہ استعمال کے لائق دوا ہوتی ہے۔ ایک شیشی "روہیل" کی قیمت چار روپے آٹھ آنے ہے۔ محصول پارسل گیارہ آنے ہے۔

پتہ۔ **لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی**

دمہ کا بیمار۔ زندگی سے بیزار

یہ بالکل سچ ہے کہ دمہ کا بیمار زندگی سے بیزار ہوجاتا ہے لیکن اس بیزاری کی ضرورت ہی نہیں۔ ہندوستان کے ایک مشہور و معروف طبیب نے اِس مشکل کو حل کردیا۔ اور اب چالیس ہزار مریض دمہ سے بچالئے گئے۔

اگر دمہ کا مرض دوا "**سانسول**" استعمال کرے تو چند روز میں تکلیف دہ مرض سے نجات مل جاتی ہے۔ اور اب تک تقریباً ہزار دمہ کے مریضوں کو آرام ہوچکا ہے۔ اگر سردی کے موسم میں یا موسم میں آپ کو دمہ کی تکلیف ہوجاتی ہو تو آپ کے لئے ضروری دوا "سانسول" استعمال کریجئے۔ پھر آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ کسی موسم میں آپ کو یہ تکلیف ہرگز نہیں ہوسکتی۔

مینیجر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی کو

منگا لیجئے۔ ایک شیشی کی قیمت ایک روپیہ چھ آنہ ہے۔ محصول ڈاک ہے۔ تین شیشی ایک ساتھ منگانے پر محصول پارسل معاف۔

جِریانْ-جِریانْ-جِریانْ-جِریانْ

اگر کسی مرد کو پیشاب کرنے کے بعد یا پیشاب سے پہلے سفید رنگ کا پانی خارج ہو تو یہ بہت خطرناک بات ہے۔ اِسے جریان کی بیماری کہتے ہیں رفتہ رفتہ یہ مرض بڑھ جاتا ہے۔ تو پھر آدمی شادی کے مطلب کا نہیں رہتا۔ اس کی قوتِ مردمی ختم ہو جاتی ہے۔ اس واسطے جن مردوں کو یہ شکایت ہو یعنی پیشاب کرنے سے پہلے یا پیشاب کے بعد یا بیوی کے پاس جانے سے پیشتر ہی سفید رطوبت خارج ہو جائے یا رات کو سوتے میں احتلام ہو جائے تو اس خطرناک مرض سے غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ ایک دن زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا۔

اگرچہ بعض ڈاکٹر اور حکیم صاحبان اس مرض کو بہت مشکل بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے علاج میں کافی روپیہ خرچ ہوگا لیکن یہ انکی بھول ہے

جِریان کا مرض صِرف ایک ہفتہ میں ختم کیا جا سکتا ہے

اور صرف ساڑھے تین روپے خرچ ہوں گے۔ دوا "جوہرِ اعظم" اس مرض کے لئے فوری اکسیر کا کام کرتی ہے۔ صرف ایک شیشی دوا "جوہرِ اعظم" سے بڑے بڑے پرانے مریضوں کو تندرستی ہوگئی ہے۔ ۱۹۳۲ء کے انعامی مقابلہ میں بھی یہ دوا سرتاج رہی اور یقین کیا گیا کہ "جوہرِ اعظم" جریان کے مرض کا بہترین علاج ہے۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک اس دوا پر محصول ڈاک معاف ہے۔ جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ

مینجر زنانہ دَواخانہ پی۔بی ۲۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر جوہرِ اعظم کی ایک شیشی بذریعہ وی۔پی منگالیں۔ ایک شیشی کی قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے۔ پارسل کا محصول کسی ہندوستانی خریدار سے نہیں لیا جاتا۔

شرمندگی کا وقت

بعض مرد کبھی اس لئے خودکشی کر لیتے ہیں کہ ان کی خفیہ طاقت عین وقت پر بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور وہ اکثر اپنی عورت کے سامنے ذلیل ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں یہ بیماری مردوں کو عام تھی مگر اب سائینس کی نئی دریافت نے اسے آسان کر دیا ہے اور ایک ایسی دوا ایجاد ہوگئی ہے جس کے ذریعہ ہر مرد اپنی خفیہ طاقت کو کافی دیر تک قائم رکھ سکتا ہے اس دوا کا نام "**فارلانگ**" ہے اور اس کا اثر یہ ہے کہ ضرورت پر یعنی وقتِ خاص سے صرف دس منٹ پہلے اس دوا کا ایک قطرہ مرد اپنی ناک کے نیچے مونچھوں کی جگہ لگا لیتا ہے۔ دس منٹ کے اندر یہ دوا سانس کے ذریعہ مرد کے جسم میں اثر کر جاتی ہے۔ اور اس کے بعد اگر مرد ...... تو اس کی طاقت ضرورت کے وقت مناسب وقت تک قائم رہتی ہے۔ اور وہ جوانی کا پورا لطف حاصل کر سکتا ہے۔ ایک شیشی "فارلانگ" (جو عرصہ کیلئے کافی ہے) کی قیمت تین روپے سات آنے ہے۔

مینجر آل انڈیا میڈیکل اسٹور پی۔بی ۱۵ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر منگا لیجیے۔ محصول سات آنے لگے گا۔ (ایک شیشی سے کم ہرگز روانہ نہ ہوگی)

دو مِنٹ میں مرد

بدمعاشی اور بدچلنی یا بچپن کی غلط کاریوں یا قدرت کی خلاف ورزی کرنیوالے مرد اکثر جوانی میں ہی ناکارہ ہو جاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ اب ان کی جوانی اور قوتِ مردانگی ختم ہوگئی، اور پچھتایا کرتے ہیں یا بازار کی غلط سلط دوائیں استعمال کر کے رہی سہی قوت بھی ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کیلئے "**افغانی طلاء**" وقت پر بہترین دوست کا کام دیتا ہے۔ یہ نہایت ہی قیمتی اجزاء سے کئی ہفتوں میں تیار ہوتا ہے۔ اس طلاء کے استعمال سے عضو مخصوص کا ٹیڑھا پن اور ڈھیلا پن دور ہو کر صحیح کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لاغری دور ہو کر عضو میں توانائی اور قوتِ مردانگی پھر تازہ ہو جاتی ہے۔ اس طلاء سے مرد کے خاص جسم میں وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی تفصیل لکھنی زیب نہیں دیتی ہر عقلمند خود سمجھ سکتا ہے۔ اسکے استعمال سے نہ آبلہ پڑتا ہے اور نہ عضو پر کوئی پان پتہ باندھنے کی ضرورت۔ ایک شیشی "افغانی طلاء" کی قیمت دو روپے نو آنے اور محصول ڈاک سات آنے لگتا ہے۔

مینجر آل انڈیا میڈیکل اسٹور پی۔بی ۱۵ دہلی کو خط لکھ کر بذریعہ وی۔پی پارسل منگا لیجیے۔

دس ہزار روپیہ انعام

امرتسر میں سونا دو روپے تولہ ہو گیا

ناظرین دیکھئے اس سونے کے متعلق دنیا کیا کہتی ہے۔ جس گھر میں یہ اصلی امریکن نیو گولڈ گیا وہاں سے دوبارہ سہ بارہ فرمائش آئی۔ یہ سونا ایک لاجواب چیز ہے اصلی سونے اور اس سونے میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔

جناب لالہ رام پرکاش صاحب ساہنی دہلی سے ۲۵ نومبر کو تحریر فرماتے ہیں آپ کا امریکن نیو گولڈ کا پارسل ملا۔ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی چیز واقعی کمال کی ہے آپ کے امریکن نیو گولڈ اور اصلی سونے میں کوئی فرق نہیں آپ نے اس نئی چیز کو تیار کر کے دنیا کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کر دکھایا ہے ۵ تولہ سونا فوراً میرے دوست کیلئے ارسال کر دیں۔ اس کے بعد آپ کو اور بھی آرڈر دیا جاویگا۔ یہ سونا کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے اصلی سونے کی طرح کوٹا اور پگھلایا جاتا ہے۔ بالکل اصلی سونے کے برابر ہے ہوشیار سے ہوشیار صراف بھی مشکل سے پہچان کر سکتا ہے اس کے بنے ہوئے زیورات ہر جگہ پسند کئے جاتے ہیں اس سے ہر قسم کے زیورات آجکل کے فیشن کے مطابق تیار ہو سکتے ہیں مندرجہ بالا فرمائش کو غلط ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائیگا قیمت صرف مشہوری کی خاطر ایک تولہ دو روپیہ (۲) تین تولہ پانچ روپے آٹھ آنہ چھ تولہ دس روپیہ ۱۵ تولہ بائیس روپیہ ۳۲ چالیس تولہ پچاس روپیہ (ضروری نوٹ) ہر تین تولہ کے خریدار کو پیکنگ خرچ معاف۔ چھ تولہ یا اس سے زیادہ منگوانے والے خریدار کو محصول ڈاک و پیکنگ دونوں بالکل معاف۔ ۱۵ تولہ کے خریدار کو ایک عدد اصلی گھڑی بالکل ٹھیک وقت دینے والی چابی ۲۴ گھنٹہ گارنٹی دس سال مفت بطور انعام دی جاوے گی۔

گارنٹی: اگر پسند نہ ہو تو قیمت فوراً واپس ہو گی جلدی منگوالیں ورنہ ختم ہونے پر مایوس ہونا پڑے گا۔

ملنے کا اصلی پتہ: میسرز امریکن بی۔ کمپنی بی۔ او۔ بکس ۲۷/۲ ایم۔ ڈی امرتسر (پنجاب)

اس پستول کی خوبیاں بیان کرنا سورج کو چراغ دکھانے کی مانند ہے۔ مگر پھر بھی آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ یہ پستول امریکہ کے مقابلہ پر حال ہی میں تیار کروائے گئے ہیں جس میں یہ خوبی رکھی گئی ہے کہ اصلی پستول کی مانند اس میں کارتوس رکھنے کی چرخی بنی ہوئی ہے۔ اور اس کے اندر خانہ بنا ہوا ہے۔ اس خانہ میں چھ شاٹ (کارتوس) آجاتے ہیں کھٹکا دبانے سے چرخی خود بخود گھومتی ہے اور شاٹ (کارتوس) کی اس زور سے آواز آتی ہے کہ خود چھوڑنے والا بھی حیران ہو جاتا ہے۔ اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے اس پستول سے بہتر اس وقت کوئی ریوالور نہیں ہے۔ اس میں ½ انچ شاٹ (کارتوس) چلتے ہیں۔ اس پستول کا وزن قریباً ۱۵ اونس ہے۔ لمبائی تقریباً ۸ انچ۔ چور، ڈاکو اور جنگلی جانور مثلاً شیر چیتا ہرن وغیرہ اس کی آواز سنکر اور شکل ہی دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ بوقت ضرورت حفاظت جان و مال کے لئے بہت ہی عمدہ چیز ہے مانند اصلی پستول ہندوستان میں صرف ہم سے ملے گا قیمت ،،، معہ ۲۵ شاٹ (کارتوس) صرف چار روپیہ آٹھ آنے نمبر ۸۸۸ عمدہ کوالٹی اصلی فولاد کا بنا ہوا معہ ۵۰ شاٹ (کارتوس) رعایتی قیمت صرف پانچ روپیہ تیرہ آنہ (۵/۱۳) نمبر ۹۹۹۹ سپیشل درجہ خاص نیو ماڈل معہ ۵۵ شاٹ (کارتوس) رعایتی قیمت چھ روپے بارہ آنے (۶/۱۲) فالتو شاٹ (کارتوس) ایک ہزار کی رعایتی قیمت تین روپے۔ پستول کیلئے خوبصورت پیٹی (خول) ایک روپیہ بارہ آنہ۔ پستول کے لئے تیل ۱۲/ اس پستول کو مشہور کرنے کے لئے ہر پستول کے ساتھ ایک تولہ (سونا) پرس نیو گولڈ اور ایک عدد اصلی فونٹین معہ ۱۴ کیرٹ رولڈ گولڈ نب کے بالکل مفت بھیجا جاتا ہے۔ یہ سونا دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کے مانند معلوم ہوتا ہے اور ہوشیار سے ہوشیار صراف بھی مشکل سے پہچان کر سکتا ہے۔ کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے۔ اس سے ہر قسم کے زیورات تیار ہو سکتے ہیں۔

نوٹ ضروری:۔ مال ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کر دی جاتی ہے۔ دو پستول اکٹھے منگوانے والے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور دو تولے سونا اور دو عدد اصلی فونٹین پن مفت انعام۔

ملنے کا پتہ:۔ میسرز امریکن پستول کمپنی۔ پی۔ او بکس ۲۷ ایم ڈی امرتسر (پنجاب)

لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اُسکے وقت پر اُسکو ظاہر کر دیگا وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری (حادثہ) ہے

لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ

بس اچانک ہی تم پر آجائے گی۔ تم سے وہ اس طرح پوچھتے ہیں گویا تم

حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ

اس کے متلاشی ہو۔ کہدو کہ اُس کا علم تو صرف اللہ کو ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○

مگر اکثر لوگ نہیں جانتے

تفسیر

حمل بن قشیر اور سموال بن زید نے حضور اقدس صلعم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ محمد اگر تم نبی ہو تو بتاؤ قیامت کب ہوگی۔ یہ سوال بطور امتحان کے تھا کیونکہ سائلوں کو خود معلوم تھا کہ قیامت کا علم کسی کو نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قریش نے یہ سوال کیا اور یہ سوال بطور تعنت بطلب تصدیق کے نہ تھا بلکہ اُن کے شک کا مظاہرہ تھا۔ اسی قول کو ابن کثیر نے ترجیح دی ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور ظاہر ہے کہ مکہ میں یہودی نہ تھے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے محمد کہدو کہ قیامت کا یقینی علم سوا خدا کے کسی کو نہیں مجھے کیا معلوم کہ قیامت کب آئے گی جب وقت آئے گا تو خدا خود اُس کو ظاہر کردے گا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اہل دنیا کے لئے وہ عظیم الشان حادثہ ہوگا اور اچانک ہوگا بس اتنا معلوم ہے اس سے آگے معلوم نہیں مگر ان میں سے اکثر آدمی جاہل ہیں نہیں جانتے کہ قیامت کا علم سوا خدا کے کسی کو نہیں۔

تحلیل اجزاء

مُرْسٰىهَا کے معنی استقرار اور ثبات کے ہیں لیکن ابن عباسؓ نے اس کے معنی مُنْتَهٰىهَا بیان کیے ہیں یعنی دنیا کے انتہا کا وقت کب ہوگا۔

لَا یُجَلِّیْهَا کے معنی عام مفسرین نے لَا یُظْهِرُهَا قرار دیے ہیں یعنی خدا ہی قیامت کو اُس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔ سدی نے تجلیہ کے معنی ارسال بیان کئے ہیں۔ ابن کثیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قیامت کے حقیقت واقعہ کو سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا اور اُس کے مقررہ وقت سے کوئی واقف نہیں۔

ثَقُلَتْ سے مراد یہ ہے کہ قیامت آسمان و زمین کے تمام رہنے والوں پر بھاری ہوگی (ابن عباس و حسن بصری نے یہی معنی بیان کئے ہیں)

قتادہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قیامت کے وقت کو نہ جاننا زمین و آسمان والوں پر بھاری ہے ابن جریج نے کہا جب قیامت آئے گی تو آسمان پھٹ جائیں گے ستارے بکھر جائیں گے سورج سیاہ ہو جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے یہی اس کا ثقل ہے۔ ابن جریر نے قتادہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔ سدی کہتے ہیں ثَقُلَتْ کے معنی یہی ہیں کہ آسمانی اور زمینی مخلوق سے قیامت کا یقینی علم مخفی ہے نہ کسی فرشتہ کو معلوم ہے نہ کسی نبی کو اس تقدیر پر ثَقُلَتْ کے معنی خَفِیَتْ ہوئے۔

كَاَنَّكَ حَفِیٌّ کے مطلب کی توضیح میں ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مشرکوں نے حضور سے یوں سوال کیا کہ گویا آپ ان کے حامی ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ مشرکوں نے حضور سے کہا کہ ہم کو قیامت بتادو کہ قیامت کب ہوگی۔ عوفی نے ابن عباس کا قول اس طرح بیان کیا ہے وہ تجھ سے قیامت کے متعلق اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تو ان کا بڑا دوست ہے مجاہد عکرمہ ابو مالک اور سدی سے بھی یہی مطلب مروی ہے لیکن ابن ابی نجیح کی روایت سے مجاہد کے نزدیک صحیح مطلب اس طور پر ہے کہ وہ لوگ قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں گویا تو قیامت کی ٹوہ میں لگا ہوا ہے شیخ جلال نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔ ضحاک نے ابن عباس کا جو قول نقل کیا ہے اس سے آیت کا مطلب اس طور پر معلوم ہوتا ہے وہ تجھ سے دریافت کرتے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ گویا تو اس کے مقررہ وقت کو جانتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

آیت مذکورہ سے شبہ ہوتا ہے کہ جب رسول پاکؐ کو قیامت کا کوئی علم نہ تھا تو واقعات قیامت کی تفصیلی خبریں، عذاب ثواب اور حساب کتاب کی کیفیت بیان کرنا بالکل غلط ہے ان کو بھی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر مسلم کی اُس حدیث سے جس کی راوی حضرت عائشہؓ ہیں ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ کو قیامت کا علم تھا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ جب دیہاتی لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرتے کہ قیامت کب ہوگی؟ تو آپ اُن میں سے سب سے کم عمر آدمی کی طرف رخ کر کے فرماتے اگر یہ زندہ رہا تو بہت دن نہ گذریں گے کہ یہ بوڑھا ہو جائے گا کہ قیامت آجائے گی۔

ازالہ

آیت سے مطلقاً احوال قیامت کے علم کی نفی نہیں ہوتی آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رسول اللہ صلعم کو قیامت اور احوال قیامت کے متعلق کچھ علم نہ تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ دن تاریخ وقت معین طور پر حضور صلعم کو معلوم نہ تھا۔ اس کا علم نہ تھا کہ قیامت کس دن ہوگی اور کتنی مدت باقی ہے۔ باقی علامات آثار اور قرائن تو آپ نے مفصل بیان فرما دیئے ہیں حذیفہؓ کی روایت میں بطریق مرفوع آیا ہے کہ حضورؐ نے سوال قیامت کے جواب میں فرمایا کہ اس کا علم فقط اللہ ہی کو ہے لیکن میں اُس کے بعض علامات جو وقوع قیامت کے قریب ہوں گے بیان کرتا ہوں۔ قیامت کے قریب فتنہ، قتل ہوگا۔ اُس زمانے میں لوگوں کے درمیان جان پہچان بھی کم ہو جائے گی کہ قریب ہے کوئی کسی کو نہ پہچانے (رواہ احمد)۔ امام احمد کی روایت کردہ حدیث درباره معراج میں حضرت عیسیٰؑ کے نزول، اور قتل دجال، اور

خروج یاجوج و ماجوج کا قصہ مذکور ہے اس حدیث میں ہے کہ اُس وقت قیامت کی حالت ایسی ہو گی جیسے حاملہ عورت کہ دن میں اُس کے بچہ پیدا ہوتا ہے یا رات میں۔ انس اور سہل بن سعد کی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے (شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا میں اور قیامت ان دونوں کی طرح (متصل) پیدا ہوئے ہیں۔ بہر حال رسول پاکؐ کو علامات قیامت کا تو تفصیلی علم تھا البتہ تعیین قیامت معلوم نہ تھی یہی مطلب آیت کا ہے رہا حضرت عائشہؓ کی روایت کردہ حدیث کا مطلب تو حضورؐ کی اس سے مراد یہ تھی کہ ہر شخص کی موت اُس کی قیامت ہے۔ امام مسلم نے یہی مطلب بیان کیا ہے بچہ کے بوڑھے ہونے سے پہلے قیامت آجائے گی یعنی عمر رسیدہ لوگ مر جائیں گے لامحالہ اُن کی قیامت آجائے گی دیہاتیوں کے مقابلہ میں یہی جواب مناسب تھا رہا قیامت کبری کے آنے کا وقت اُس کے متعلق حضورؐ نے کچھ نہیں فرمایا۔

مقصود بیان: قیامت کا تعیینی علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں نہ کسی نبی کو نہ ولی کو نہ فرشتے کو۔ ہاں علاماتِ قیامت معلوم ہیں۔ قیامت ایک عظیم الشان سانحہ ہوگا۔ قیامت رفتہ رفتہ نہ آئیگی بلکہ یکدم آئیگی قیامت کب آئیگی؟ اس کا علم ضروری نہیں نہ اس کی جستجو اور تلاش مناسب ہے جب آئیگی آجائیگی اکثر لوگ اس بات سے ناواقف ہیں کہ قیامت کا تعیینی علم غیر مفید ہے اور لوازم نبوت میں سے نہیں ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا

تم کہدو کہ مجھے تو بغیر مشیتِ خدا کے اپنی جان کے نفع نقصان کا

مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

اختیار نہیں اگر میں غیب جانتا ہوتا

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚۛ

تو یقیناً بہتیرا نفع حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ع

میں تو ایماندار قوم کو بس ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں

تفسیر اس آیت کی شانِ نزول میں ابن کثیر اور بعض دیگر مفسرین نے عجیب قسم کے قصے بیان کئے ہیں جن کا تحقیق و تنقید کے بعد کوئی پتہ نہیں لگتا۔ مثلاً ابن کثیر نے کہا ہے کہ جب حضورؐ واپس غزوۂ بنی المصطلق سے لوٹے تو راہ میں آندھی آئی اور سواری کے جانور بھاگ گئے۔ حضورؐ نے بطور معجزہ کے اُس روز یہ اطلاع دی تھی کہ آج مدینے میں رفاعہ کا انتقال ہوگیا

پھر حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ میری اونٹنی کو تلاش کرو۔ اس پر عبداللہ بن اُبی منافق کہنے لگا دیکھو تو یہ شخص مدینہ میں رفاعہ کے مرنے کے متعلق تو خبر دے رہا ہے اور خود اپنی اونٹنی کا پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ حضورؐ نے وحی خفی کے ذریعے لوگوں کو اطلاع دی کہ منافقوں کا میرے متعلق اس قسم کا خیال ہے۔ جاؤ میری اونٹنی اس پہاڑ کے درہ میں ہے۔ اس کی مہار ایک درخت میں الجھ گئی ہے جا کر لے آؤ۔ چنانچہ لوگ گئے اور اونٹنی کو لے آئے۔ اسی طرح کے دیگر واقعات بھی شانِ نزول میں بیان کئے جاتے ہیں مگر ایسے واقعات کو شانِ نزول قرار دینا درایت و روایت کے خلاف ہے کوئی معتبر روایت اس کے ثبوت کے لئے موجود نہیں اور عقل بھی اسکو صحیح تسلیم نہیں کرتی کیونکہ غزوۂ بنی المصطلق ہجرت کے بعد مدینہ کی سکونت کی حالت میں ہوا اور یہ آیت مکی ہے۔ متاخر کا سبب متقدم کس طرح ہو سکتا ہے۔ لہذا صحیح تفسیر کسی شانِ نزول کی محتاج نہیں کیونکہ اوپر کی آیت میں کفار کا سوالِ قیامت اور پھر اُس کے جواب کی تعلیم بیان کی گئی تھی اور یہ اُسی کی تائید ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ محمدؐ! تم ان لوگوں سے کہدو قیامت کا تعیینی علم تو درکنار مجھے اپنے نفس پر بھی حقیقی قدرت نہیں۔ میں اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی حقیقی مالک نہیں نہ مجھے علم غیب ہے نہ عالم الغیب اور مالک خیر و شر ہونا میرے لوازم میں سے ہے نہ میری نبوت کو اس سے کوئی خاص تعلق ہے۔ میرا کام تو صرف یہ ہے کہ اہل ایمان کو عذاب سے خوف اور ثواب کی بشارت دیدوں یعنی لوگوں کو بُرے کاموں سے بچنے اور اچھے کام کرنے کا حکم دوں۔ اگر مجھے غیب کی تمام باتیں معلوم ہوتیں تو میرا بھلائی ہی بھلائی کی طلب میں بکثرت ہوتا کسی قسم کی بُرائی مجھے پہونچنے ہی نہ پاتی نہ کسی تجارت میں نقصان ہوتا نہ بیماری آتی نہ دشمنوں کے مقابلے پر جانفشانی کرنی پڑتی نہ نماز میں بھول چوک ہوتی نہ دنیوی معاملات میں مجھ سے کوئی فروگذاشت ہوتی۔ میرے ہر فعل اور ہر حرکت و سکون کا نتیجہ موافق ہی نکلتا۔

یہاں دو شبہے کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا شبہ تو یہ ہے کہ کیا رسول اللہ مالک خیر و شر نہ تھے؟ کیا اچھا بُرا کام کرنے کی آپ میں قدرت نہ تھی؟ کیا معجزات اور خوارق عادت آپ سے ظاہر نہ ہوتے تھے؟ کیا تصرفاتِ نبوت سے آپ خالی تھے؟ کیا آپ کا کام فقط انذار و تبشیر تھا اور روحانی تاثیرات و اختیارات سے آپ بالکل کورے تھے؟

دوسرا شبہ یہ ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کا علم غیب نہ تھا؟ کیا اخبار وحی و رسالت اور احکام ہدایت کا بھی آپ کو علم نہ تھا؟ حالانکہ آیت اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى الآیۃ تو بتا رہی ہے کہ غیب الٰہی پر اُس کے خاص بندے یعنی پیغمبر مطلع ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو ملائکہ، عرش، کرسی، لوح، قلم، احوالِ قیامت، جنت و دوزخ

حساب کتاب اور بعض آیندہ واقعات کا بھی علم نہ تھا حالانکہ ان سب کی خبر حضورؐ نے امت کو دی ہے۔ اگر علم نہ تھا تو پھر خبر کیسے دی؟ اور اگر تھا تو آیت کی صراحتِ نفی کا کیا مطلب؟

جواب:- پہلے شبہہ کا جواب مفسرین نے اس طرح دیا ہے کہ معجزات و خوارق مستثنیٰ ہیں وہ تصرفات نبوت اور اعجاز رسالت اور اختیارات روحانی جو حضورؐ کو مخصوص طور پر عطا کئے گئے تھے وہ لَا اَمْلِكُ کے حکم سے خارج ہیں کیونکہ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا کے بعد اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ فرما دیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ مجھے اپنے نفس کے نفع نقصان کا بھی کوئی اختیار نہیں۔ ہاں اتنا اختیار ہے جتنا خدا کی مشیت ہے یعنی جو خدا نے مجھے عطا کر دیے ہیں وہی تصرفات میں کر سکتا ہوں۔ زیادہ نہیں کر سکتا۔

میرے نزدیک بہترین جواب یہ ہے کہ لَاۤ اَمْلِكُ میں ملک حقیقی اور قدرت کاملہ کی نفی ہے اور اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ میں ملک مجازی کا ثبوت ہے۔ مراد یہ ہے کہ مجھے اپنے نفس کے کسی نفع نقصان کا حقیقی اختیار ہی نہیں نہ مجھ میں قدرت کاملہ ہے نہ کوئی چیز حقیقۃً میری ملک میں ہے کہ جب چاہوں بارش نازل کر دوں، قحط دور کر دوں، خدا کے خزانے کھول کر تم کو دولت تقسیم کر دوں، پہاڑوں کو سونے کا بنا دوں، جو کام کروں حقیقی اختیار سے کروں۔ ہاں جتنا اختیار و تصرف خدا نے مجھے عطا کر دیا ہے جو چیز اس نے مجھے دیدی ہے وہ موجود ہے۔ وہ چیزیں کیا تھیں جو خدا تعالیٰ نے حضورؐ کو عطا کی تھیں؟ وہی کمالاتِ نبوت، اختیاراتِ رسالت، تصرفاتِ روحانی، خوارق عادت معجزات وغیرہ۔

دوسرے شبہہ کا جواب ذرا تفصیل طلب ہے۔ غیب ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو علم و نظر سے غائب ہو۔ جس چیز کا ہم کو علم نہ ہو وہ ہمارے لحاظ سے غیب ہے۔ زید نہیں جانتا کہ عمرو کے دل میں کیا ہے۔ عمرو نہیں جانتا کہ بکر کا تخیل اور ارادہ کیا ہے۔ یہ سب غیب ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے ہر شخص عالم الغیب ہے کیونکہ ہر شخص وہ باتیں جانتا ہے جس کا کسی دوسرے کو علم نہیں۔ یعنی جسمانی داخلی ذہنی اور احساسی حالت کو ہر شخص خود ہی جانتا ہے دوسرا واقف نہیں ہوتا اس لئے ہر شخص ان چیزوں کا عالم ہے جو دوسرے کے علم سے غائب اور غیر کے لحاظ سے غیب ہیں۔ رسول پاکؐ بھی عالم الغیب تھے یعنی ان امور سے واقف تھے جو دیگر کائنات کا لحاظ کرتے ہوئے غیب تھیں۔ موجوداتِ عالم کا کوئی فرد وہ اسرار خداوندی نہیں جانتا تھا جو حضورؐ جانتے تھے۔ علام الغیوب سے جو تعلق حضورؐ کا تھا وہ کسی کا نہ تھا۔ فرشتوں، انسانوں اور جنوں کے علم کی رسائی وہاں تک نہ تھی جہاں تک حضورؐ کے علم کی رسائی تھی اس بنا پر تمام خصوصیاتِ نبوت، اسرارِ رسالت، پیشین گوئیاں گذشتہ واقعات کی صحیح اطلاع، احوال قیامت کی خبر اور ذات و صفات الٰہیہ کا بیان حضورؐ کے علم غیب پر دلالت کرتا ہے۔ یہی معنی سورۂ جن کی آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ کے ہیں لیکن اس کے باوجود آیت مذکورہ میں حضورؐ کے علم غیب کی نفی کی گئی ہے بلکہ قرآن میں متعدد مقامات پر اس قسم کی نفی کی صراحت کی گئی ہے تو اس کی وضاحت کے لئے غیب کے اقسام کو سمجھنا ضروری ہے۔ غیب کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ چیزیں جن کے وجود اور وجود کی کیفیت و چگونگی پر دلائل و شواہد نہیں۔ (۲) وہ چیزیں جن کے وجود پر دلائل قائم ہوں مثلاً قیامت، حشر، نشر، ملائکہ، وجود صانع وغیرہ۔ غیب کی مقدم الذکر قسم مخصوصات باری تعالیٰ میں سے ہے۔ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ۔ یا قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ یا قُلْ لَّوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وغیرہ میں اسی قسم کا غیب مراد ہے جس سے کوئی بھی سوا خدا کے واقف نہیں نہ کوئی نبی نہ فرشتہ۔ مثلاً اللہ کی پوری حقیقت ماہیت اس کے صفات کا کامل علم، مخلوقات کے انواع افراد اور ہر ذرہ کے غیر معدود کیفیات سے کسی کو واقفیت نہیں۔ مؤخر الذکر غیب کی ہزاروں صورتیں ہیں۔ سب سے اعلیٰ صورت وہی ہے جس کا علم خداوند تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو عطا فرمایا۔ اسرار وحی سے واقف کیا۔ اپنے ذات و صفات کا اجمالی علم عطا کیا۔ قیامت موجوداتِ قیامت بعض آئندہ واقعات اور کچھ گذشتہ سوانح کا رسولوں کے داعیوں پر انکشاف کیا۔ حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کا فرق بتایا۔ دینی اعتبار سے مفید و مضر اور خیر و شر پر مطلع کیا۔ یہ سب انبیاء کے خصوصیات ہیں اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى الآیۃ کے یہی معنی ہیں۔ رہا دنیوی امور اور ان کے اچھے برے ہونے کا علم تو جہاں تک دنیوی امور کا دینی ضروریات سے تعلق ہے وہاں تک انبیاء کو اس کا علم تھا اور جہاں دینی ضرورت وابستہ نہ تھی مثلاً کھجور کے نر و مادہ کے ملنے سے پھل خوب آتا ہے کونسا تخم کس فصل میں بویا جاتا ہے، کس پھل کی پیداوار کس زمین میں اچھی ہوتی ہے، پہاڑ سونے کے کس طرح بنائے جا سکتے ہیں، حسب منشا بارش کیسے برس سکتی ہے وغیرہ۔ تو ایسے بیکار امور کا انبیاء کے فرائض سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ دینی اصلاح ان باتوں کے جاننے پر موقوف ہے نہ اخروی نجات کا ان چیزوں پر مدار ہے اس لئے انبیاء کو ان باتوں کا علم نہ تھا جیسا کہ بعض صحیح احادیث سے مستنبط ہوتا ہے۔ اور اگر ہو تو اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ نہ رسول پاکؐ نے اس چیز کو مابہ الفخر قرار دیا نہ کبھی اس کا اظہار کیا۔ واللہ اعلم۔

مقصود بیان:- کوئی شخص خواہ کتنا ہی عالی قدر نبی ہو اپنے نفس پر حقیقی اختیار نہیں رکھتا۔ بغیر مشیت الٰہی کے کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتا۔ وہ

امور جو کائنات کی نظر سے غائب ہیں اور مخصوصات باری تعالیٰ ہیں اُن کا علم کسی کو نہیں۔ نبی کے فرائض میں صرف تبلیغ احکام اور عذاب سے ڈرانا اور ثواب کی بشارت دینا ہے۔ عالم میں تصرف حقیقی کرنا اور مخصوص مغیبات بتانا فرائض نبوت سے خارج ہے۔ انبیاء کے دنیوی افعال و اعمال کے نتائج بھی کبھی موافق نہیں نکلتے یعنی دنیوی کاروبار میں کبھی نفع ہوتا تھا کبھی نقصان کبھی انبیاء بیمار ہوتے تھے کبھی تندرست۔ آیات میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ قیامت کی ٹوہ میں پڑا رہنا بیہودہ بات ہے اور اس قسم کے سوال کرنا ہی لغو ہے۔ اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ رسول پاکؐ کو خدا تعالیٰ نے اپنی مشیت سے کچھ مخصوص تصرف و اختیار بھی دیا تھا جو لوازم رسالت اور مقتضیات نبوت میں سے تھا۔ آیت میں تنبیہ ہے اُن لوگوں کو جو انبیاء و اولیاء کو مظہر الوہیت خیال کرتے ہیں اور تمام صفات ربانی سے اُن کو متصف جانتے ہیں اور تصرفات حقیقیہ کا مالک سمجھتے ہیں اور عالم کا مختار کل اور مطلق العنان حاکم یقین رکھتے ہیں وغیرہ۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ

اُسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا

اور اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا تاکہ جوڑے سے اُسکو سکون خاطر حاصل ہو

فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ

پھر جب مرد عورت پر چھا گیا تو اُسکو ہلکا سا حمل رہ گیا اور اس حالت میں وہ چلتی پھرتی رہی

فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ

پھر جب بوجھل ہوگئی تو دونوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اگر

آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ

تو ہم کو نیک (بچہ) عنایت کریگا تو ہم ضرور شکر گذار ہوں گے

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ

لیکن جب اُن کو نیک بچہ دیدیا تو لگے خدا کی دی ہوئی چیز میں

فِيمَا آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ

اُس کے شریک بنانے۔ پس اللہ ان کی شرک انگیزیوں سے برتر ہے

تفسیر ان آیات کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے اور ہر گروہ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں حدیث و اثر کو پیش کیا ہے۔ ہم ذیل میں اجمالاً ہر ایک کا ذکر کرتے ہیں:-

(صاحب معالم و مدارک اور عام مفسرین کا خیال ہے کہ یہ قصہ حضرت آدمؑ و حواؑ کا ہے۔ سمرہ بن جندبؓ نے رسول اللہؐ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حوا کے بچے زندہ نہ رہتے تھے۔ یعنی کئی بچے پیدا ہونے کے بعد مر چکے تھے۔ جب ایک بچہ پیدا ہوا تو ابلیس نے آکر کہا کہ اس کا نام عبدالحارث رکھو زندہ رہیگا۔ حوا نے یہی نام رکھا وہ بچہ زندہ رہا پس یہ شیطانی وسوسہ تھا اور شیطان نے یہ نام رکھنے کا حکم دیا تھا۔
(رواہ الحاکم وقال حدیث صحیح ورواہ الترمذی وقال حسن غریب وقد رواہ احمد وابو یعلیٰ وابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ)

محمد ابن اسحٰق نے بطریق عکرمہ ابن عباسؓ کا قول بیان کیا ہے کہ حوا کے اولاد ہوتی تو آدمؑ اُن کے نام عبداللہ، عبید اللہ وغیرہ رکھا کرتے لیکن وہ مر جاتے۔ بالآخر دونوں کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا اگر تم کوئی اور نام رکھو گے تو بچہ زندہ رہیگا پس اُنہوں نے عبدالحارث نام رکھا اور بچہ زندہ رہا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ الخ۔ وقد روی العوفی وسعید بن جبیر عن ابن عباس بنحوہ۔

سعید بن جبیرؒ کی روایت میں اتنی اور صراحت ہے کہ میں وہی ہوں جس نے تم کو جنت سے نکالا تاکہ تم میری پیروی کرو۔ اگر تم ایسا نہ کروگے تو میں سینگوں والا بچہ بنا دونگا وہ پیٹ پھٹ جائیگا۔ اسی قسم کی خوفناک باتیں کرتا رہا۔ آدمؑ نے دو مرتبہ نہ مانا اور بچے مردہ پیدا ہوئے۔ مگر تیسری مرتبہ بچہ کی محبت غالب آئی اور عبدالحارث نام رکھا۔ اس اثر کو ابن عباسؓ سے اُن کے شاگردوں کی ایک جماعت نے مثلاً مجاہد، سعید، عکرمہ وغیرہ نے طبقۂ اول میں اور قتادہ و سدی وغیرہ نے طبقۂ دوم میں روایت کیا ہے۔ لیکن اس پر سخت ترین اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ آدمؑ نے نبی ہوکر شرک کیا اور حوا جیسی مقدس عورت نے بھی۔ دوسرے یہ کہ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ میں جمع کا صیغہ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کرنے والی جماعت مراد ہے نہ کہ فقط آدم و حوا۔ تیسرے یہ کہ اگر شیطان نے اُن کو بہکایا ہوتا تو لفظ مَا کی جگہ لفظ مَن آتا کیونکہ مَن کا اطلاق ذی عقل چیزوں پر ہوتا ہے اور مَا کا اطلاق غیر عاقل پر۔ چوتھے یہ کہ آدمؑ کو خدا نے ہر چیز کے نام تعلیم کر دیے تھے اور ایک بار شیطان سے زک اٹھا بھی چکے تھے۔ پھر کیا ممکن تھا کہ اُن کو اتنا بھی معلوم نہ ہوتا کہ شیطان کا نام حارث ہے وغیرہ۔

ان اعتراضات کے جوابات بہت ضعیف ہیں ہم اُن کی تفصیل بخوف طوالت ترک کرتے ہیں کیونکہ کوئی جواب بجائے خود مضبوط نہیں

مثلاً ایک جواب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے شرک فی التسمیہ کیا شرک فی عبادت نہیں۔ مگر یہ جواب لغو ہے کیونکہ شرک فی التسمیہ بھی حرام ہے اور کوئی نبی مرتکب حرام نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دیگر جوابات بھی سطحی ہیں۔

ان اعتراضات سے بچنے کے لئے بعض لوگوں نے کہا کہ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ سے مراد قُصَیّ ہے اور نفس قُصَیّ سے اُس کی بیوی کو پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قُصَیّ کی نوع سے یعنی نوع انسانی سے خدا تعالیٰ نے اُس کی بیوی کو پیدا کیا تاکہ اُس کی طبیعت کو سکون اور روح کو راحت حاصل ہو لیکن جب قُصَیّ کی اولاد ہوئی تو اُس نے بجائے عبداللہ عبدالرحمٰن وغیرہ نام رکھنے کے عبدالدار، عبد مناف، عبدالعزّیٰ اور عبد قُصَیّ نام رکھے اور خدا کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک کیا جو خالق نہیں اور پھر اُس کی اولاد نے بھی شرک کیا۔

لیکن یہ تاویل بھی خلاف روایت ہے کسی روایت سے ثابت نہیں کہ ان آیات میں قُصَیّ اور اُس کی بیوی کا بیان ہے۔ لہٰذا صحیح مطلب وہ ہے جو حسن بصری، عکرمہ، ابو مسعود، ابن کیسان، ابن کثیر، امام رازی، بیضاوی اور دیگر محققین نے بیان کیا ہے کہ:-

جَعَلَ مِنْهَا میں مِنْ جزئیت کے لئے نہیں ہے بلکہ جنسیت کے لئے ہے اور نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ سے ہر مرد مراد ہو سکتا ہے یعنی اللہ نے سب کو ایک ہی نفس یعنی مرد کی نوع سے پیدا کیا سب کو انسانی افراد بنایا مرد کی بیوی کو بھی اُسی کی جنس سے پیدا کیا جانور کو اُس کا جوڑا نہ بنایا تاکہ مرد کو عورت سے سکون خاطر ہو۔ بات یہ ہے کہ مرد دن میں اِدھر اُدھر پھرتے ہیں اور رات کو اپنے مسکن کی طرف رجوع کرتے ہیں اور عورت سے مرد کو راحت قلب حاصل ہوتی ہے۔ عورت مرد کے تمام غموم و ہموم کی مونس و رفیق ہے۔ غرض جب عورت و مرد کی مواصلت ہوتی ہے تو ابتداء حمل میں عورت کو کچھ زیادہ بار محسوس نہیں ہوتا خوبی چلتی پھرتی اور کار و بار کرتی رہتی ہے۔ لیکن جب حمل کو زیادہ زمانہ گذر جاتا ہے اور بوجھ محسوس ہونے لگتا ہے تو خوف ہوتا ہے کہ خدا جانے کیا ہوتا ہے اس سے زندگی بھی بچتی ہے یا نہیں۔ اس لئے مرد و عورت دونوں اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو اچھا زندہ بچہ دیدیا تو ہم تیری شکر گزاری کریں گے۔ پھر جب خدا اُن کو بچہ حسب مراد دیدیتا ہے تو خوشی میں آکر خدا کے ساتھ اُس کام میں اوروں کو بھی ملا لیتے ہیں کوئی طبیعت کے افعال کی طرف منسوب کرتا ہے کوئی پیروں فقیروں بتوں دیوتاؤں کی طرف۔ کوئی بچوں کی چوٹی کسی پیر کے نام کی چھوڑتا ہے، کوئی کسی قبر پر لے جاتا ہے، غیر اللہ کی نذر نیاز مانتا ہے۔ حالانکہ خدا ان تمام لغویات اور شرکیات سے پاک ہے وہی پیدا کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اسی مطلب کی تائید حسن بصری کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے۔ ابن جریر نے بسند صحیح حسن بصری کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت بعض ملت والوں کے حق میں ہے حضرت آدمؑ کے حق میں نہیں ہے۔ معمر کے طریق سے بسند صحیح حسن بصری کا قول مروی ہے کہ اس سے آدمؑ کی ذریت اور وہ لوگ جنھوں نے حضرت آدمؑ کے بعد شرک کیا مراد ہیں۔

قتادہ نے بروایت صحیحہ حسن کا قول بیان کیا ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ کے حق میں ہے۔ حسن بصریؒ کے ان اقوال سے تفسیر مذکور کی تائید ہوتی ہے۔ اب رہا سمرہؓ کی روایت کردہ حدیث اور ابن عباسؓ کے قول کا جواب تو اُس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ امام احمد نے جو روایت سمرہ بن جندبؓ مرفوعاً نقل کی ہے وہ تین طریق سے معلول اور مجروح ہے۔ اول تو یہ کہ سلسلۂ روایت میں عمر بن ابراہیم راوی کا نام ہے جس کے متعلق ابو حاتم رازیؒ کی صراحت ہے کہ یہ شخص قابل حجت نہیں۔ دوسرے یہ کہ حدیث مذکور بغیر رفع کے فقط سمرہ کی طرف منسوب کی گئی ہے یعنی حدیث مذکور رسول پاکؐ کا ارشاد نہیں بلکہ سمرہ کا قول ہے۔ تیسرے یہ کہ حسن بصری جنہوں نے یہ حدیث خود سمرہؓ سے سن کر نقل کی ہے اس آیت کی تفسیر دوسرے طور پر بیان کرتے ہیں (جسکو ہم نے اوپر ذکر کر دیا) اگر حسن بصری اس حدیث کو مرفوع جانتے تو تفسیر بالحدیث سے عدول نہ کرتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ قول صحابی ہے جس میں احتمال ہے کہ کعب احبار اور وہب بن منبہ وغیرہ مؤمنین اہل کتاب سے لی گئی ہو جو ناقابل اعتبار ہے۔ کیونکہ اس سے عصمت انبیاء پر حملہ ہوتا ہے جو صراحۃً نص قرآنی کے خلاف ہے۔ رہا ابن عباسؓ کے قول کا جواب تو وہ بھی ظاہر ہے کہ کسی اسرائیلی مؤمن سے سن کر آپ نے بیان کیا ہوگا۔ بلکہ ابن ابی حاتم نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ کا جو قول بیان کیا ہے اُس میں صراحت ہے کہ ابن عباسؓ نے یہ قصہ اُبَیّ ابن کعب سے سنا تھا۔ واللہ اعلم۔

مقصود بیان:- اس امر کی صراحت کہ افراد انسانی کا مبدا ایک ہی۔ تخلیق زوجیت کی علت کی تصریح اور استمتاع کا بیان۔ اس بات کی تصریح کہ انسان مصیبت کے وقت خدا ہی کو پکارتا ہے لیکن مطلب پورا ہونے پر غیروں کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے اور خدا کو بھول جاتا ہے۔

أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ

کیا وہ ایسی چیزوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ نہیں پیدا کرتیں بلکہ خود ہی

يُخْلَقُونَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا

مخلوق ہیں اور نہ اُن کی مدد کر سکتے ہیں

تراجم احادیث

چھ حدیثوں کی چھ کتابیں جن کو یاد کر کے مولوی کی سند ملتی ہے اب اردو میں ترجمہ ہو گئی ہیں۔ **بخاری** تین جلدوں میں ہے ہزار صفحات نہایت اعلیٰ کاغذ آٹھ روپے **مسلم** شریف دو جلدوں میں ایک ہزار صفحات مجلد چرمی چار روپے **ترمذی** ۱۲ سو صفحات دو جلدوں میں مجلد چرمی للعہ **ابوداود** وغیرہ، سو صفحات ۲ جلد میں مجلد چرمی چار روپے **ابن ماجہ** ۰۰ ۵ صفحات ایک جلد مجلد چرمی عہ کل تیئیس روپے سب اکٹھی لیں تو بیس روپے

بڑی مشکوٰۃ شریف

یعنی حدیث شریف کی دس صحیح کتابوں کا ایک انتخاب صرف اردو ترجمہ عربی ساتھ نہیں ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، نسائی، سنن المہالک، امام احمد، امام شافعی اور بیہقی دس کتابوں کا عطر ہے دو جلدیں، پہلی جلد پانسو صفحات ۱۲ سو تین حدیثیں ہیں، دوسری جلد ۰۰ ۵ صفحات ۲۳۰۰ حدیثیں ہیں۔ آخر میں ایک ہزار راویوں کے حالات جن سے احادیث مروی ہیں دونوں جلدیں مجلد ہیں قسم اول مجلد چرمی چار روپے مجلد ہدیہ قسم دوم تین روپے

تجرید بخاری اردو

جامعہ الازہر قاہرہ مصر کے ایک سند یافتہ عالم نے حدیث کی سب سے بڑی کتاب بخاری کا خلاصہ عربی زبان میں کیا جس کا نام تجرید بخاری ہے یہ اسی کا صرف اردو ترجمہ ہے، عربی ساتھ نہیں ہے دو جلدوں میں ہے اور ایک ہی جگہ مجلد ہے کاغذ چکنا ولایتی سفید ہے ۰۰ ۴ صفحات ہیں دو ہزار ایک سو بارہ احادیث ہیں ابتدا میں امام بخاری کے حالات ہیں اور آخر میں فہرست مضامین و احادیث لاہور میں کیا جس میں عربی شامل ہے پانچ روپے میں ہدیہ ہوئی ہے ہمارا اردو ترجمہ کامل مع محصول تین روپے

اسلامی مسائل

یہ تین سو صفحہ کی مجلد کتاب ہے اور فقہ اسلامی کی ایک بڑی مستند کتاب ہے امام محمد یوسف خلیفہ امام ابوحنیفہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا آسان ترجمہ سلیس اردو میں ہے یہ کتاب ام الفقہ کہلاتی ہے اور جس قدر فقہ کی کتابیں ہیں وہ سب اسی سے ماخوذ ہیں اسمیں طہارت نماز زکوٰۃ، حج نکاح، طلاق حقوق آدمی معاشرت بیع و شرا، لباس۔ دیوانی فوجداری قوانین زراعت تجارت، حکومت غرضکہ کوئی شعبہ حیات انسانی ایسا نہیں جس کے متعلق کوئی شرعی حکم نہ ہو، مجلد بارہ آنے

بیسیار خوبیوں والہ قرآن

خوشنما متن، ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب مولوی کی برابر تقطیع ۰۰ ۴ صفحات قرآن مجید کے ۲۴ صفحہ مقدمہ قرآنی کے۔ کاغذ مولوی چھپا ہے مقبول قرآن مولوی اشرف علی صاحب کے ترجمہ میں سب سے سستا قرآن شریف یہی ہے۔ اور چند سال کے عرصہ میں ۲۴ ہزار ہدیہ کر چکا ہوں۔ موجودہ کاغذ کے نرخ کے حساب سے لاگت دو روپے سے زیادہ ہے۔ ہدیہ مجلد پارچہ خانشدہ ڈیڑھ روپیہ۔ مجلد چرمی کامل للعہ

سب سے بڑی تفسیر والا

اتنی بڑی تفسیر حاشیہ پر کسی قرآن میں بھی نہیں ہے۔ اس کا ترجمہ بڑا عام فہم ہے اور تفسیر مولانا داؤد جلالی کی ہے جن کی تفسیر آپ مولوی میں ہمراہ پڑھتے ہیں۔ ابتدا میں مضامین قرآنی کی ایک بہت بڑی فہرست ہے، فیروزی کاغذ ہے۔ نہایت صاف چھپا ہوا ہے۔ تقطیع ۱۲ انچ طول ۹ انچ عرض۔ ترجمہ ایسا صاف اور مربوط ہے کہ صرف ترجمہ پڑھیں تو گویا ایک مسلسل کتاب پڑھ رہے ہیں۔
ہدیہ مجلد چرمی پشتہ تین روپے

آسان ترجمہ والا قرآن

ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب تقطیع مولوی کے برابر ہے بڑی، کاغذ ولایتی تمن خانشدہ مجلد اعلیٰ پارچہ سنہری ہدیہ اب صرف ایک روپیہ
یہ قرآن شریف سستا ہونے کی وجہ سے بہت ہدیہ ہوا ہے چند ہی سال میں ہزار قرآن شریف ہدیہ ہوئے، زکوٰۃ میں تقسیم کرنے والے اب یہ قرآن شریف ہی تقسیم کرتے ہیں۔ ابتدائے قرآن میں ۳۲ صفحہ کا ایک مقدمہ بھی ہے۔ مجلد خانشدہ صرف ایک روپیہ۔ محصول ۱۲ آنے

آسان دید قرآن

ضعیف العمر اور کمزور نگاہ والوں کے لئے بہت جلی خوب قلم قرآن شریف ترجمہ حضرت مولانا شاہ دائم جلالی جن کی تفسیر بیان السبحان ہمراہ مولوی میں چھپ رہی ہے ۸۴۸ صفحات ۱۵ انچ لمبا اور ۱۱ انچ چوڑا قرآن شریف حاشیہ پر تفسیر مع شان نزول مجلد چرمی کامل پانچ روپے مجلد چرمی پشتہ سوا چار روپے، محصول ایک سے زیادہ قرآن شریف ریل کے ذریعہ منگائیے اور قیمت مع ۸ رخرچ پارسل بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیے۔

لاجواب قرآن عکسی

تاج کمپنی لمیٹڈ کا چھاپا ہوا عکسی قرآن شریف مولوی کے برابر تقطیع ۸۴۸ صفحات ہر صفحہ پر اعلیٰ نقش و نگار، ہر سورت کی ابتدا مرصع کار، ہر آیت پر نمبر ہر سورت کے آخر میں آیات کی تعداد کا مجموعہ ہر صفحہ میں تیرہ سطر ہر سطر میں اوسطاً ، یا ۸ لفظ بہت کشادہ تحریر، بہترین کتابت اعراب ہر حرف پر جس میں شبہ کی گنجائش نہیں کاغذ نہایت سفید چکنا دبیز جز بندی کی اعلیٰ سلائی سے بنی ہوئی جلد ناممکن ہے کہ زنگ منصر یہ کہ لاجواب قرآن شریف ہے۔ ہدیہ مجلد چرمی پشتہ عہ ڈھائی روپے

بچوں کا قرآن

بڑی تقطیع حروف الگ الگ اعراب نمایاں حروف پر اگر الفاظ کے ٹکڑے کر لیں تو بالکل مرد و قسم بھی بن جائیں اور بچہ اس قدر آسانی سے صحیح پڑھ لیتا ہے کہ کسی جگہ بھی استاد کو بتانے کی ضرورت نہیں رہتی صرف قاعدہ یسرنا القرآن پڑھا دیجئے اور قرآن شریف لگا دیجئے اور چند روز میں دیکھ لیجئے کہ آپکا بچہ بلا تکان سبق نکال لے گا۔ بس یہی صنعت اس قرآن شریف میں ہے اگر آپ بحیثیت مسلمان اپنے بچہ کو صحیح قرآن شریف پڑھانا چاہتے ہیں تو یہی قرآن منگائیے۔ ہدیہ مجلد ڈبل کاغذ والہ ۱۳ ار محصول ۱۰

دو ترجمہ والا قرآن

سمجھنا والے مولوی نور محمد صاحب کا نیا اور سستا دو ترجمہ والا قرآن شریف مولوی نور محمد صاحب کے قرآن شریف تاج کمپنی کے بعد خوبی، صفائی، خوشنمائی میں سب سے اعلیٰ ہوتے ہیں۔ اسمیں دو ترجمے ہیں۔ اول ترجمہ لفظی مولوی شاہ رفیع الدین صاحب کا دوسرا ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا بامحاورہ ابتدا میں ایک بسیط مقدمہ حاشیہ پر شان نزول اور ضروری مطالب ہدیہ مجلد چرمی پشتہ نقرئی جالدار صرف دو روپے محصول ۱۵ ار کل ۲ عہ

اورنگ زیبی قرآن

غازی اعظم اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی قرآن مجید جس کو حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنے خاص اثر سے حاصل کر کے فوٹو بلاک تیار کرائے اور سات ہزار روپیہ اس سلسلہ میں بے دریغ خرچ کر دیا اب یہ بلاک حمیدیہ پریس نے چھاپے ہیں ۸۷۲ صفحات آرٹ کا کاغذ تقطیع ۷ انچی × ۱۰ انچی، جز بندی کی مجلد پارچہ ہدیہ صرف بارہ آنے ایک تاریخی یادگار ہی اور بہت صاف چھپا ہوا قرآن شریف ہی۔ محصول ڈاک ۸ ر کل عہ ر

نماز کی سب سے بڑی کتاب

یعنی نماز حنفی کامل و مفصل از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب محدث میرٹھی یہ ادارہ مولوی کی ایسی تالیف ہے جو مولوی کے لئے باعث فخر و مباہات ہے، نماز کے متعلق اتنی بڑی مدلل اور اتنی مکمل کتاب کسی زبان میں کیا عربی میں بھی نہیں اس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد نماز کے ضروری سے ضروری مسائل آپ کو یاد ہو جائیں گے اس کا انداز بھی نیا ہے پہلے اسلام حصہ ہے، پہلے تو عقلی طور پر نماز کی ضرورت کو ثابت کیا ہے، پھر مکمل مسائل، ضخامت ۵۶۰ صفحات قیمت مجلد دو روپے

خطبات حیات

خطبہ جمعہ میں اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہر سال ایک ہزار کی حد میں پہنچ جاتی ہے۔ اب علماء کا اختلاف زبان بھی ختم ہو گیا کیونکہ اس کتاب کے ہر خطبہ کے شروع میں پہلے عربی خطبہ ہوتا ہے جو چند سطروں کا ہے پھر اردو میں اس کی تفسیر ہوتی ہے اور ہر خطبہ مسلمانوں کی ضروریات حاضرہ پر مؤثر مقالہ ہے اس لئے بہت پسند کیا جاتا ہے اس میں ۵۲ خطبے تو مختلف مباحث پر ہیں اور ایک خطبہ عام جو ہر پانچویں جمعہ کو پڑھا جاتا ہے اور دو عید کے خطبے مجلد ایک روپیہ

تفسیر لب سورہ

نمازیں تو جہ یکسوئی اور خشیت نہ ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کا مقصد سمجھ کر نہیں پڑھا جاتا زیادہ سے زیادہ سورہ فاتحہ کے معنی سب کو معلوم ہوں لیکن جو سورتیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں ان کے مطالب اور معرفت سے کون واقف ہے یہ کتاب ایسی ہی سورتوں کی تفسیر ہے جو عموماً نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔ یعنی سورہ عم کی آخری بیس سورتوں کی تفسیر۔ اگر یہ کتاب پڑھ کر یاد بھی رہ جائے تو نماز میں لطف دوبالا ہو جائے قیمت صرف چھ آنے ہے

تفسیر سورۂ اخلاص

از جناب مولوی احمد سعید صاحب یہ سورہ قل ہو اللہ کی تفسیر ہے اور اس کے فوائد و اعمال لیکن انداز بیان واعظانہ ہے گویا یہ ایک وعظ کی کتاب ہے جس میں دلنشین انداز میں تفسیر کو بیان کیا گیا ہے جو بہت دلچسپ ہے جا بجا اہل اللہ کی حکایات ہیں جن سے مطالعہ میں لذت آ جاتی ہے پہلا موقع ہے کہ اس کی تازہ تالیف ہو اور اس لحاظ سے بڑی کامیاب ہے کہ بغیر کتاب ہو کے نہیں رہا جاتا اس میں سورہ اخلاص کے اوراد و وظائف بھی ہیں، قیمت آٹھ آنے

قرآن و حدیث کی دعائیں

[illegible] عبادت کا مقصد [illegible] عبادات کا [illegible] دعا ہے جب بندہ [illegible] کرے اور خدا کے حضور میں طلب کرنے کا طریقہ بھی نہ معلوم ہو۔ تو عبادت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے دوسری بات الفاظ ہیں۔ الفاظ کا اثر ہر شخص جانتا ہے اس کتاب میں قرآن پاک کی وہ سب دعائیں مع ترجمہ ہیں۔ جو خدا نے انبیاء کرام اور مقبولیت دعا کے سارے طریقے بتلائے گئے ہیں جو انبیاء اور اولیاء سے روایتاً چلے آتے ہیں ۲۰۸ صفحات قیمت صرف ۸ آنے محصول ۲

بیان القرآن

معلومات قرآنی کی بہترین کتاب از جناب مولانا مولوی عبد الباری صاحب فرنگی محلی جس میں قرآن مجید کی تلاوت کے آداب نزول آیات، قرات، کتابت و جمع قرآن کے حالات آیات سے نکلنے والے احکام اور ضروری معلومات اردو خوانوں کے لئے مہیا کی گئی ہے۔ آخر میں قرآن مجید کے اعجاز نما اثرات ہیں۔ اعمال قرآنی سو فیصدی مجرب کامیاب ہیں۔ کیونکہ علامہ عبد الباری بڑے پایہ کے عالم و درویش تھے جن کے علی برادران مرید و معتقد تھے۔ قیمت صرف چھ آنے

اوراد و وظائف

حضرت تاج العارفین مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے اوراد و وظائف کا گنجینہ ہے جو آپ نے پوری دنیا میں سفر میں و افغان اسرار روحانی سے حاصل کئے یہ سب بے خطا ہیں حمیدیہ پریس کو اس کتاب پر ناز ہے اس کے اوراد و وظائف سو فیصدی کامیاب ہیں۔ چھ اڈیشن چھپ چکے ہیں آپ کی ہر ضرورت اس کتاب سے پوری ہو سکتی ہے جب ہر طرف سے مایوسی ہو جائے۔ پھر اس کتاب کے اوراد و اعمال سے فائدہ اٹھائیے قیمت دس آنے محصول ۲

بڑی دلائل الخیرات

محشی مجلد ۲۰۰ صفحات کی صحیح بڑی دلائل الخیرات مرتبہ مولانا محمود حسن قبلہ مرحوم نہایت صاف چھپی ہوئی بہترین خط خانہ عربی متن، صاف ترجمہ نعت، اعراب نیز ساتوں روز کے مفصل و مؤثر درود پاک کے علاوہ بہت سی ادعیات بھی ہیں یہ وہ کتاب ہے جس کا پڑھنے والا خدا کے فضل سے زیارت رسول سے مشرف ہوتا ہے اس کے عامل کی زبان تیغ کا حکم رکھتی ہے یہ مدحت رسول کی بہترین کتاب ہے اس کا پڑھنے والا شفاعت رسول کا مستحق ہو جاتا ہے، مجلد دس آنے

وعظ کی بڑی کتاب

وعظ سعید از حضرت مولانا احمد سعید صاحب موجودہ وعظ کی کتابوں میں سب سے بہتر ہے ایک تو یہ خوبی ہے کہ زبان سادہ اور عام فہم ہے دوسرے ہر مضمون یا وعظ کے ساتھ حکایات الصالحین و اولیاء بڑے مؤثر اور وعظ کو دلنشین بنانے میں کامیاب ہیں کتاب میں ایک سو تین وعظ ہیں۔ جن کے پڑھنے اور سننے سے خوف و خشیت الٰہی بھی پیدا ہوتی ہے اور نیکیوں کا ابھار پڑھنے سے مسرت بھی ہوتی ہے اس کے ساتھ وعظ کو دلچسپ بنانے کی پوری کوشش کی ہے مجلد ۱۲

مقالات غوث پاک

حضرت پیران پیر خواجہ عبد القادر غوث الاعظم سے جو عقیدت مسلمانان ہند کو ہے وہ ظاہر ہے، غوث پاک کا امتیاز ان کی کرامات نہیں بلکہ ان کی تعلیمات ہیں۔ آپ کی تصانیف میں ایک کتاب فتوح الغیب بھی ہے جس میں حضرت کے وعظ ہیں ہم نے ان کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ ان وعظوں میں کہاں یہ تو اسی سے ظاہر ہے کہ غوث پاک کے فرمودہ میں اہم ترین بات یہ ہے۔ کہ شریعت اول اور طریقت کے لئے طریقت و شریعت دونوں موجود ہیں ۲۰۸ صفحات قیمت ۸ محصول ۵

شاہ جیلان

مولوی نذیر الحق صاحب کی لکھی ہوئی حضرت پیران پیر کی مختصر لائف۔ ایک قادری محدث کی لکھی ہوئی کتاب ہے ظاہر ہے کہ کتنی مستند ہوگی۔ اس کتاب میں سیدنا غوث پاک کے قریب قریب سب ہی حالات ہیں اور ان کی تعلیمات اور ریاضات و مجاہدات کے بڑے دلکش واقعات ہیں۔ اور ان کے وظائف و اوراد تو وہ ہیں جو خاندان قادریہ میں سلسلہ بسلسلہ آئے ہیں۔ یہ چھوٹی سی کتاب تو ہے مگر خوبیوں کے لحاظ سے بہت اہم ہے ۱۱۲ صفحات قیمت چھ آنے

خاموش تبلیغ

یہ حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کی تالیف ہے اور ایک عظیم جوش کے پیرایہ میں آپ نے قلمبند کیا ہے یہ ایک تبلیغی وعظ ہے اور اس میں مسلمانوں کے انتشار اور فرقہ داری و نفاق کی مذمت اور اس کے حل بتلائے ہیں۔ قصوں کی وجہ سے اس کا پڑھنا بہت دلچسپ ہو گیا ہے پھر مولانا کی دلچسپ اور دلآویز تحریر نے اس میں اور جان ڈال دی ہے بڑی مقبول کتاب ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ اہم سے اہم مقالات بڑی آسانی سے سمجھ میں آ جاتے ہیں قیمت ۱۰

محصول بذمہ خریدار ملنے کا پتہ دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی

نبیوں کے قصے

۲۰۵ صفحات از حضرت مولوی شریف احمد صاحب حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پچیس انبیاء کے حالات ہیں جنکا ذکر قرآن پاک میں ہے اور تفصیل احادیث میں ہے مولانا نے صرف اسی کو نہیں رکھا کہ قصص الانبیاء لکھے ہیں جو تاریخی معلومات کے ساتھ پر تبلاتے ہیں کہ پچھلی امتوں پر الکلام الٰہی کتنے عزت تھے اور ہمارے لیے کیسی آسان ہیں پھر بھی ہم اپنے عمل نہیں کرتے پچھلی امتوں پر جو عذاب پہلے ہم ان سے زیادہ کے مستحق ہیں۔ قیمت دس آنے

صد صحابہ

رسول اللہ کے سو محترم دوستوں کے تعارف حالات اردو زبان میں سب سے بہتر کتاب مرتبہ مولوی شریف احمد صاحب مراد۔ اصحاب رسول کی مستند حالات میں کوئی ایک کتاب اردو میں سیر الصحابہ لیکن یہ نایاب اور معمولی کے غریب کی کتاب تھی۔ کیونکہ سات روپیہ میں ملتی تھی۔ مولوی نے ڈیڑھ روپیہ میں دستی کتابیں بیچ سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کتاب خود خریدئے۔ یہ سب سو اصحاب کی سوانح حیات ہے جو عشرہ مبشرہ اور خاص ان کے الکرام ہیں۔ ۴۵۹ صفحات مجلد ڈیڑھ روپیہ

ہفتاد اولیاء

دنیائے اسلام کے ستر اکابر اولیاء کے حالات میں یہ کوئی پرانی وضع کی کتاب نہیں ہے بلکہ حضرت شاہ مراد مدفیض نے جدید انداز میں مرتب کی ہے اس میں غیر مستند حکایات و روایات نہیں ہیں بلکہ دنیائے اسلام کی ان شیر علم ان بستیوں کے حالات ہیں جنہوں نے روحانیت کے منازل طے کر کے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی اور کلمۂ اسلام کو بلند کیا۔ دنیائے اسلام اور مسلمانوں کی روز افزوں تعداد انہی ستر افراد کا صدقہ ہے ۴۵۶ صفحات مجلد ۱؎

ہند کے تین ولی

۱۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ حضرت خواجہ علاء الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہی کتاب ان تینوں کے مقدس حالات ان کی تبلیغی خدمات۔ ان کا کفرستان میں اسلام پھیلانا۔ انکی ریاضات انکی کرامات ان کے مخلوق خدا سے تعلقات ان کے روحانی فیضان۔ ان کے اوراد ان کے اعمال۔ ان کے وظائف سب کچھ اس کتاب میں ابتدا میں تصوف پر ایک زبردست مقالہ بھی ہے۔ قیمت آٹھ آنے

اسلامی میاں بیوی

تین سو سولہ صفحہ کی عجیب و غریب کتاب ہے اور حسب ذیل ۱۴ ابواب ہیں جن کے ماتحت ۲۲۵ مضامین ہیں جو میاں بیوی کے متعلق ہیں عورت کی حیثیت عورت کی ملکیت مذاہب عالم اور وحدت حیات ازدواجی کی تعریف مختلف ممالک کی رسوم مناکحت شادی بیاہ کی مختلف انواع الحمد واحد کثیر الازدواج طلاق اور پردہ، طریقہ انتخاب۔ عورت کی اہمیت اور زوجین کی نااتفاقی۔ سب میں یہ تبلایا ہے کہ اسلامی احکام سب سے اعلیٰ ہیں۔ قیمت ۱۲

ساجن موہنی

عورت تو فطرتاً ساجن موہنی ہی ہے لیکن پھر بھی کسی گھر میں تعلقات کشیدہ ہوں تو معلوم ہوگا۔ کہ عورت میں کوئی کمی ہے اسی کمی کو اس کتاب سے پورا کیجیے اس کتاب پر عمل کرنے کے بعد بھی شوہر پیار نہ ہو جائے تو کتاب بھی واپس کر دیجیے اور محصول بھی لے لیجیے اور لطف یہ کہ کوئی پہاڑ پہاڑنا نہیں پڑتا۔ سیدھی سیدھی چند باتیں ہیں لیکن ہیں اکسیر جو سو فیصدی کامیاب ہیں۔ جو بہن اپنے خاوند کو اپنا ہمراز بنانا چاہتی ہیں وہ یہ کتاب ضرور پڑھیں۔ قیمت ۸؍

خوبان جہان

صنف نازک میں بھی کیا قوت خدا نے رکھی ہے کہ باوجود نازک ہونے کے بڑے بڑے سورماؤں کو ہلا دیتی ہے اس کتاب میں تنو کے قریب ان نامور خواتین کے حالات ہیں۔ جو اپنے وقت میں کوئی اولوالعزم امتیازی درجہ رکھتی تھیں اور تاریخ نے ان کی خصوصیت کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ اسمیں ہر صفت کی عورت ہے عالمہ فاضلہ بھی۔ شاعرہ و ادیبہ بھی۔ جری و شجاع بھی۔ اور مدبر و سیاستدان بھی غرض جو بھی اپنے خصوص میں یکتا تھی مجلد ۴۰۰ صفحات قیمت سوا روپیہ

بیگمات تیموریہ

یہ تاریخ اسلام ہند کی سب سے جگمگاتی کتاب ہے اس میں سو سے زیادہ شاہی بیگمات کے حالات ہیں جو اپنے وقت میں بحیثیت روزگار تھیں، خصوصیت سے ان ہندو رانیوں کے حالات بہت دلچسپ ہیں جو شاہی نذرانوں میں پیش ہوئیں یہ کتاب اس لئے اور بھی دلچسپ ہے کہ علاوہ سوانح اور حالات کے چند جگہ حسن و عشق کی کرشمہ کاریاں بھی اس میں نمایاں ہیں اور وہ حالات بہت ہی دلچسپ ہیں ضخامت ۔۔ ۳ صفحات اور قیمت صرف دس آنے۔ محصول ۵؍

گھریلو درزی خانہ

عورت کے سلیقہ میں سینا بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے معمولی سینا پرونا تو قریب قریب ہر بیوی جانتی ہے لیکن انواع اقسام کے کپڑے درزی ہی سیتے ہیں۔ اس کتاب کے ذریعہ آپکے گھر میں ہر قسم کا کپڑا سل سکتا اس کتاب میں ہر قسم کے کپڑا سینے کے طریقے ہیں جو بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں مثلاً خاکہ کا خاکہ کترنا۔ نیکر۔ پتلون واسکٹ ہر قسم کا کوٹ، سادی اور فینسی وضع وضع کی قمیض چیسٹر، محرم، باڈی۔ فراک پاجامے شلوار بچوں کی ٹوپیاں وغیرہ قیمت ایک روپیہ

مکمل باورچی خانہ

کھانا پکانے کی آسان کتاب جو ہندو مسلمان دونوں نے پسند کی بڑی ہی ہے اور سستی بھی اس میں پندرہ وضع کی روٹیاں ۱۲ وضع کے سالن بیس وضع کے چاول ۱۶ وضع کی دالیں، ۱۵ وضع کی بھاجی مٹھائیاں اچار مربے چٹنیاں، بیماروں کے کھانے اور بچوں کے لئے چھوٹی موٹی دوائیاں اس کتاب میں ہیں عصمت و عفت کے بعد عمدہ کھانا پکانا عورت کی وہ خوبی ہے جو کا مرد ہمیشہ گرویدہ رہتا ہے۔ خاوند خوش اور اولاد تندرست بارہ آنے میں ۱۲؍

اُستاد مرغی خانہ

یہ جدید الطبع مرغیوں کی تجارت اور انکی پرورش کرنیوالی تین سو صفحہ کی کتاب کہ اسمیں ۱۴۴ مضامین ہیں۔ علاوہ مرغیوں کی پرورش کے کبوتروں اور بطخوں کی پرورش و تجارت کی راہیں بھی اس کتاب کے ذریعہ ملتی ہیں یہ تمام پچھلی کتابوں سے بہتر کتاب ہے کیونکہ اس کا ہر بیان تجربہ کے بعد لکھا گیا ہے اس میں ان مرغیوں کے حالات بھی ہیں جو سستے سے اکثر نکی نئی قسم کی ولایت سے آئی ہیں اور جدید مخلوط النسل ہیں۔ تمام بیماریوں کے علاج ہیں اور موسم وار ترکیب پرورش قیمت عہ

اُستاد روزگار

یہ وہ خاص کتاب ہے جس میں مصنف نے خلق خدا کی بھلائی کے لئے ہر قسم کی صنعت و حرفت کا صحیح تجربہ کر کے درج کئے ہیں۔ اسمیں صابون سازی کے ہر قسم کے طریقے، اچار مربے دیک کے نسخے دھاتوں کو صاف کرنا۔ اور مصنوعی اشیاء، عطر عرق اشتہ کا کام ملمع پالش نگ بنانا، شعبدات جادو کے کام، آتشبازی بنانا۔ اور صدہا طریقے کہ صنعتیں اسمیں ہیں۔ جس کے پاس یہ کتاب ہو اور ہمت ہے، تو بہر خدا کے فضل سے بے روزگار نہیں رہ سکتا۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

شذرات

یورپ کا حال | یہ جنگ یورپ کا ساٹھواں ہفتہ ہے اور اب یونان کی لڑائی ختم ہو رہی ہے لیبیا کا مورچہ گرم ہونے والا ہے ترکی، عراق، ایران اور ہندوستان ابھی خطرے کی زد میں ہیں روس کے سمجھوتہ کی تصدیق ہو گئی اور چین کے دشمن میں جاپانی سرگرمی بڑھ رہی ہے اور پوربی مورچہ بھی گرم ہوا چاہتا ہے ماسکو سے لیکر میڈرڈ تک نازی سیاست پھر اپنا کام کر رہی ہے خلیج فارس، نہر سویز اور جبرالٹر سب کی قسمت ادہر میں ہے۔ یوربی افریقہ میں ابھی کہیں اطالوی فوجیں اب تک ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں مگر جی لینڈ جرمن اور امریکن چالوں کی آزمائش کا میدان بن رہا ہے اور اٹلانٹک سمندر جرمنی اور امریکہ کی زور آزمائی کا میدان بننے والا ہے کیونکہ امریکن در پر یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ امریکہ کی امداد برطانیہ پہنچنے کی بجائے سمندر کی تہ میں پہنچ جائے۔ یہ موٹی موٹی باتیں لڑائی کے موجودہ اور آیندہ رخ کو ظاہر کرتی ہیں مفصل جنگی ریویو ذیل میں درج ہے۔

یونانی مورچہ خاتمہ پر | یوگوسلاویہ اور یونان پر ۶ اپریل کو جرمن حملہ ہوا تھا یوگوسلاویہ نے تو دس دن مقابلہ کرنے کے بعد ہتھیار ڈال دیے مگر یونان میں لڑائی اب تک جاری ہے مگر یونانی مورچہ بھی اب خاتمہ پر ہے اگر انگریزی فوجیں یونان کی مدد کو نہ پہنچتیں تو شاید یونان کے سپاہی جو اٹلی کا حملہ جھیلنے بہادری سے مقابلہ کرتے رہے جرمنی اور اٹلی کی متحدہ طاقت کے آگے ہتھیار ڈال دیتے مسیدونیہ اور اپائرس کی یونانی فوجوں نے بے بسی کی حالت میں لڑنا بند کر دیا ہے اور بغیر بادشاہ کو خبر کئے بغیر ہی عارضی صلح کر لی مگر اصلی مورچہ جہاں انگریزی فوجیں ہیں گو آہستہ آہستہ کھسکتے کھسکتے دشمن ایتھنز کے پاس آ پہنچا ہے مگر یہ کمال کی بات ہے کہ وہ اب تک نہیں ٹوٹا اور اس مورچہ پر یونانی فوجیں بھی ابھی تک لڑ رہی ہیں۔ یوگوسلاویہ کے بادشاہ پیٹر اپنی حکومت کے ساتھ کہیں یورپ میں چلے گئے ہیں اور یونان کے بادشاہ جارج اپنی حکومت کے ساتھ کریٹ کے ٹاپو میں آ گئے ہیں اور اب ایتھنز بھی ختم ہو گیا

ترکی کو خطرہ | یونان کا دکھنی حصہ پوربی میڈی ٹرینین میں نکلا ہوا ہے اس کے آس پاس کتنے ہی ٹاپو ہیں جہاں ہوائی اور سمندری اڈے بن سکتے ہیں جرمنی نے ان میں سے دو ٹاپوؤں لمنوس اور ساموتھریس پر جو درہ دانیال سے بہت نزدیک ہیں قبضہ کر لیا ہے۔ اگر جرمنی نے اور ٹاپوؤں پر قبضہ کر لیا تو پوربی میڈی ٹرینین میں برطانیہ کی پوزیشن پر برا اثر پڑیگا۔ ترکی کو یہ گھبراہٹ ہے کہ اگر جرمنی لیبیا کی طرف سے سویز تک آ جائے اور ادہر بلقان کو جیت لے تو وہ ترکی الگ تھلگ ہو جائے گا اور اگر پوربی میڈی ٹرینین سے برطانوی بیڑہ ہٹ جائے تو ترکی کو مدد نہیں پہنچ سکیگی مگر ترکی کا عزم مضبوط ہے اور وہ آزادی پر حرف آنے دینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

عراق میں انگریزی فوجیں | ترکی کی ہمت بندھانے کے لئے اور بیچ یورپ کے ملکوں میں برطانیہ کے راستے کھلے رکھنے کے لئے برطانی فوجیں عراق پہنچ گئی ہیں یہ فوجیں عراق اور انگلستان کے پرانے سمجھوتہ کے مطابق بھیجی گئی ہیں اب عراق کے نئے حکمران سید راشد علی نے جنہیں بغاوت کے بعد لیڈر کا دوست سمجھ لیا گیا تھا برطانیہ کے تعلقات اچھے ہوتے جا رہے ہیں پھر بھی بعض حلقوں میں یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ عراق میں نازی اثر کام کر رہا ہے شام میں تو نازی اور فاشی اثر کا ہونا قدرتی بات ہے کیونکہ وہ فرانس کی نوآبادی ہے اور فرانس جرمنی اور اٹلی کے تابع ہے یروشلم میں عربوں کی قوم پرستی برطانیہ کے لئے تکلیف دہ ثابت ہوتی رہی ہے جرمنی اور اٹلی عربوں کے جذبہ سے فائدہ اٹھانا چاہیں گے بہرحال عراق میں انگریزی فوجوں کا وقت سے پہنچنا ایک ایسی چال ہے جس کا نتیجہ یورپ کی سیاسی اور فوجی حالت پر اچھا اثر پڑیگا

روس کا حصہ | خبر ہے کہ روس کی فوجیں سائبیریا کے پورب سے ہٹ کر پچھمی سرحدوں پر آ گئی ہیں اور وہ ایران کی اتری سرحد پر جمع ہو رہی ہیں کہا جاتا ہے کہ جرمنی اٹلی اور جاپان کے گٹھ بندھن نے روس کو پورب کے ملکوں میں ہاتھ پاؤں پھیلانے کی کھلی چھٹی دیدی ہے اور روس نے ایران سے اتر کے دو علاقوں اور خلیج فارس تک راستے کا مطالبہ کیا ہے اگر یہ ٹھیک ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگی کہ روس ترکی کو جرمنی سے بچانا نہیں چاہے گی اور ترکی کو جرمنی سے لڑنا پڑا تو وہ روس کی دوستی پر بھروسہ نہ کر سکیگا روس کے بیچ میں آ جانے سے یورپ میں برطانیہ کی سیاسی اور فوجی طاقت کو نقصان پہنچے گا اور جرمنی و اٹلی کو تقویت پہنچے گی مگر ابھی تک تو حالت یہ ہے کہ یورپ میں خشکی پر اور پوربی میڈی ٹرینین میں برطانوی پوزیشن خاصی مضبوط ہے اسی لئے لیبیا کی لڑائی سلم پر رک گئی ہے اور جرمنی اور اٹلی کی فوجوں کو مصر میں آگے گھسنے کا موقع نہیں ملا اور ٹلی اٹلی میں جرمنی کی کمک بھی فوجیں ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں مگر تازہ مدد کے بغیر ان کی کوشش بیکار ہے۔

ماسکو سے میڈرڈ تک | ماسکو سے میڈرڈ تک جرمنی کا سیاسی مورچہ گرم ہے اس میں روس کا حصہ تو اوپر بتایا جا چکا ہے ترکی پر ڈورے ڈالے جا رہے ہیں کہ وہ سیدھے سبھاؤ مان لے اور جرمنی کے آڑے نہ آئے شاید شام اور عراق کی طرف ترکی کو کچھ علاقوں کا لالچ دیا جائے شاید درہ دانیال کو اس کے قبضہ میں چھوڑ کر اسے راضی کیا جائے۔ ترکی کے بعد فرانس جرمن توجہ کا مرکز ہے یہاں وہی بیڑے اور میڈی ٹرینین کا سوال ہے۔ سنا جاتا ہے کہ لیبیا میں جو جرمن فوجیں ہیں وہ ٹینکوں کے ساتھ فرانسیسی جہازوں میں وہاں پہنچیں موسیو لاوال کو دوشی کی فرانسیسی حکومت میں شامل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ایڈمرل دارلاں اس معاملہ میں ہٹلر اور مارشل پٹیاں کے بیچ بچی کا کام کر رہے ہیں جرمنی اب اسپین سے بھی عملی مدد چاہتا ہے اسپین جبرالٹر کو اپنی چیز سمجھتا ہے وہ ٹانجیر کے بین الاقوامی علاقہ کو چھین چکا ہے اب جبرالٹر پر اس کے دانت ہے اور جنرل فرینکو ایک تقریر میں جرمنوں کی فوجیت کی تعریف کرتے ہوئے اعلان کر چکے ہیں کہ امن صرف لڑائی کی تیاری میں ہے۔

جاپان اور روس کا سمجھوتہ | جاپان اور روس کے سمجھوتے کی ٹوکیو اور ماسکو میں تصدیق ہو گئی ہے اس پر آج سے عمل شروع ہو جائے گا اس کے نتیجہ کے طور

ہر طرف [illegible] ی سائبیریا سے چین کی طرف چلی گئیں اور جاپانی فوجیں [illegible] بہت کچھ [illegible] پہنچ گئیں۔

جاپان نے چیانگ کی آزاد چینی [illegible] قبضہ کر کے مارشل [illegible] کی فوجوں کو [illegible] ان پہنچنے کے سب [illegible] بند کر دیے ہیں مگر برما روڈ کھلی ہے اور روس نے یقین دلایا ہے کہ جاپان سے سمجھوتہ کے باوجود چین کی مدد کا سلسلہ جاری رہے گا۔ چین کے ایک ذمہ دار فوجی افسر کا خیال ہے کہ جاپان [illegible] سے پہلے سیام اور برما پر حملہ کرنے کی تدبیریں سوچ رہا ہے برطانیہ، امریکہ اور آسٹریلیا سنگاپور سے منیلا تک جاپان کے مقابلے کے لئے مل کر تیاری کر رہے ہیں۔

امریکہ میدان میں امریکہ روز بروز لڑائی کے میدان سے قریب آتا جا رہا ہے اس سے گرینلینڈ کے جزیرے کو اپنی نگرانی میں لیا تھا اب سنا گیا ہے کہ جرمنی اور اٹلی کی فوجوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ پریذیڈنٹ روزویلٹ مسٹر کارڈل ہل کرنل ناکس اور مسٹر اسٹمسن غرضکہ امریکہ کے تمام بڑے بڑے مدبر یہ محسوس کر رہے ہیں کہ امریکہ سے برطانیہ کو مال بھیجنے والے جہازوں کو سمندر [illegible] ہو جانے سے بچا لیا جائے مگر امریکہ ان کی حفاظت کے لئے اپنے جنگی جہاز بھیجنے میں ابھی تک جھجک رہا ہے صرف یہ اعلان کیا گیا ہے کہ امریکہ کے بحری بیڑے والے جہاز اٹلانٹک میں ایک ہزار میل کے فاصلہ تک گشت کریں گے پریزیڈنٹ روزویلٹ یہ اعلان کر چکے ہیں کہ انگلینڈ کا بچاؤ ہر صورت میں جاری رہے گا۔

ترکوں کی روش جنگ یورپ کے متعلق ترکوں کی روش ایک معمہ بنی ہوئی ہے نہ صرف ہم ہندوستانیوں کے لئے جنہیں انگریزی ذرائع خبر رسانی ہی سے سننا پڑتا ہے اور انہیں کی آنکھوں سے دیکھنا پڑتا ہے بلکہ خود برطانوی حلقوں کے لئے جنہیں پتہ نہیں چلتا کہ ترکوں کی سیاست کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے جنگ کے آغاز میں انہوں نے انگریزوں اور جرمنوں سے یکساں طور پر تجارتی معاہدے کئے سامان جنگ خریدا اور نقد قرضہ لیا اس کے بعد ان کا رجحان انگریزوں کی طرف ہونے لگا۔ متحدہ القرہ ریڈیو میں محوری طاقتوں کی مذمت ہونے لگی لیکن جونہی جرمنوں کی فوجی طاقت تھریس کی سرحدوں پر پہنچ گئی ترکوں کی روش میں تبدیلی ہونے لگی اور آج جبکہ جرمنی نے یوگوسلاویہ کا تیا پانچہ کر دیا ہے اس کی فوجی قوت توڑ دی ہے اور یونان کے ایک حصہ پر اس کا قبضہ ہو گیا ہے ترکوں کے رویہ میں نمایاں تغیر پیدا ہو گیا ہے اب اطلاعات موصول ہو رہی ہیں کہ ترکوں نے انگریزوں کو جو ترکی میں مقیم ہیں ترکی سے نکل جانے کا حکم دیدیا ہے انہوں نے جرمنوں کے متعلق بھی یہی روش اختیار کی ہے اور خود ان ترکوں کو بھی شک اور شبہ کی نگاہ سے دیکھا جو پرانی حکومت عثمانی کے پنشن خوار تھے تاکہ انگریزوں کو بھی شبہات کی نگاہ سے دیکھنے کے معنے یہ ہیں کہ جرمنی کا دباؤ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اس کے بعد ہی جب ہم یہ مبہم اطلاع سنتے ہیں کہ نان پاپن سفیر جرمنی متعینہ انگورہ اور ماسکو کا جرمن سفیر برلن روانہ ہو گئے ہیں اور روس ترکی اور جرمنی کے مابین کوئی مشترک معاہدہ ہونے لگا ہے تو ہمیں صورت حال کی اندیشہ ناکی کا پورا احساس ہونے لگتا ہے۔

ترکوں کی روش کی اس تبدیلی کے دو سبب ہیں اول ترکوں کا یہ خدشہ کہ برطانیہ شاید یونان میں جرمنی سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔ دوسرے جرمنی کی یہ پیش کش کہ تھریس اور سالونیکا ترکوں کو دیدیا جائیگا اور بالکل ممکن ہے کہ شام فلسطین اور عراق و موصل وغیرہ کے متعلق بھی لالچ دیا گیا ہو اول الذکر خدشہ ان حالات کی بنا پر پیدا ہوا ہے۔ جو طرابلس میں برطانوی پسپائی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ برطانیہ کے بیان کے مطابق طرابلس کے حالات مایوس کن نہیں بلکہ ریوٹر کا بیان ہے کہ جرمنوں کی پیش قدمی رک گئی ہے اور یہ بھی صحیح ہوگا کہ یونان میں برطانوی فوجی قطعا قابل تسخیر نہیں ہے لیکن ایک زبردست طاقت کا ترکی کی سرحد پر پہنچ جانا اور ساتھ ہی پرانے مقبوضات کی پیش کش ہونا ایسی شئے نہیں جسے نظر انداز نہ کیا جا سکے۔

لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ترکی جرمنی سے مل جائیگا۔ ترکوں کے رویہ سے اس قسم کی کوئی بات معلوم نہیں ہوتی بلکہ زیادہ سے زیادہ جو صورت اختیار کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ترک جرمنوں کے ساتھ عدم محاربت کا عہدنامہ کر لیں اور اس وقت جرمنوں کے لئے یہ شئے بھی غنیمت ہے جرمنی صرف یہ چاہتا ہے کہ ترک بحیرہ روم اور اس کے جزائر کے متعلق بے پروائی کا رویہ اختیار کریں اور اسے برطانیہ سے دو دو ہاتھ کرنے کا موقع دیں اگر برطانوی مدبر حوصلہ مندی سے کام لیتے تو ممکن نہیں تھا کہ ترک جرمنوں کے ساتھ اس قسم کی معاہدہ کر سکتے۔

مدح صحابہ اور تبرا لکھنؤ کی سرزمین کو یہ شرف خاص حاصل ہے کہ اس کی حدود میں مدح صحابہ تو جرم بنجاتی ہے جس کی پاداش میں سات آٹھ سو سنیوں کو حوالات میں بند کر دیا جاتا ہے اور تبرائے صحابہ ایک شہری حق جس کی اجازت دیکر پولیس کی نگرانی میں جلوس نکلوایا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ مدح صحابہ کے معنے اپنے بزرگان دین کی مدح و ثنا کرنا اور تبرا کے اپنے دوسروں کے بزرگان دین کو برا بھلا کہنا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ظاہر ہے کہ اس طرز عمل کے متعلق سنیوں کو جائز طور پر شکایت ہونی چاہیئے چنانچہ انہوں نے لکھنؤ پرشاد میموریل ہال میں جمع ہو کر احتجاج کیا لیکن ہماری سمجھ میں چودہری نعمت اللہ صاحب سابق جج اودھ چیف کورٹ کی منطق سمجھ میں نہیں آئی جنہوں نے صدر کی حیثیت میں لوگوں کو مشورہ دیا کہ شیعوں سنیوں اور حکومت کو ایک ایسے ثالثی فیصلے کی پابندی کرنی چاہیئے جو بحث کے بعد کسی صحیح نتیجے پر پہنچے بلاشبہ اس ارشاد میں صحیح فیصلہ کی شرط موجود ہے لیکن جب تک اس ثالثی بورڈ کے سامنے اصل موضوع کے طور پر یہ حقیقت موجود نہ ہو کہ مدح اور تبرا میں زمین اور آسمان کا بل ہے اول الذکر ایک جائز دینی حق ہے اور موخر الذکر ایک اخلاقی اور قانونی جرم اس وقت تک بورڈ کو حکم و ثالث تسلیم کر لینا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ تبرا کو مدح صحابہ کے حق سے دستبردار ہونا بالکل بے معنی ہے یہ بالکل ممکن ہے کہ سنی صرف اس خیال سے کہ مدح صحابہ کا ٹھیکا مجلس برپا کرنے سے غلط طور پر بھی شیعوں کی دلآزاری ہوتی ہے۔ مدح صحابہ کا جلوس

اٹلی کا حشر

بہار کے موسم کا آغاز اپنے جلو میں دنیا کے لئے صد ہزار بربادیوں اور تباہ فشانیوں کے سیلاب لئے ہوئے نمودار ہوا ابھی جنگ و رزم کی گردشیں کچھ بہت زیادہ ممتد نہیں ہونے پائی تھیں کہ کئی ملکوں کی قسمت کا فیصلہ ہو متعدد تاج لکد کوب ہو اوٹ بن گئے اور کئی پہ شاہیں اور گردو رزگار بن گئیں ان کی قسمت کچھ عرصہ سے افریقہ میں معلق نظر آ رہی تھی جدید موسم کے طلوع ہونے نے اس پر مہر ثبت کر دی اور ہیں بہ عظمت اس کے اقتدار کا تقریباً تمام تر خاتمہ ہو گیا حبشہ کی تقدیر کا ستارہ اسی کو نین افق سے طلوع ہوا۔

بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ گیا۔ یا تو یہ حالت تھی کہ پوری دنیا میں اس کی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا اور آنکھوں دیکھتے ہی اس کے جسم اقتدار کے پرخچے اڑ گئے تھے یا یہ عالم دیکھنے میں آیا کہ شاہ ہیل سلاسی جو در بدری کی حالت میں ادھر ادھر گھومتے اور اپنے گوہر آرزو کو تلاش کرتے پھر رہے تھے ان کی قسمت بیدار ہوئی اور وہ برطانی امداد سے اپنے ملک میں پہنچ کر پھر فاتحانہ ادیس ابابا میں داخل ہوئے وہ ملک جس کی فتح نے اٹلی کے تاج میں شہنشاہیت کا طرہ آویزاں کر دیا تھا اس کے چنگل سے نکل رہا ہے اور وہ اپنی بیچارگیوں کے صدمے میں اسے کوئی امداد بھی پہنچانے کے قابل نہیں اب حبشہ پر کامل تسلط چند دن کی بات رہ گئی ہے۔

خدا ہی جانتا ہے کہ اٹلی کے دل پر ادیس ابابا کے سقوط کی خبر سے کیا نہ گذر گئی ہوگی۔ افریقہ میں دوسرا زرخیز صوبہ اریٹیریا تھا جو اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بھی بہت اہم تھا اس میں قرین کے مقام پر اطالویوں نے کم و بیش سات ہفتہ شدید مزاحمت کی تھی لیکن کہیں سے امداد نہ مل سکی تو اسمرا پر آ کر جمع ہوئے لیکن جونہی برطانوی افواج کی یلغار دیکھی سفید جھنڈا دکھا کر شہر برطانی فوج کے حوالے کر دیا اس کے بعد صرف ایک شہر مصوع رہ گیا تھا جو مشہور بندرگاہ بھی ہے اطالوی بہت لڑے لیکن کوئی پیش نہ گئی اور اس پر بھی برطانوی فوج نے قبضہ کر کے اس صوبے سے بھی اطالوی اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔

اس بندرگاہ میں اٹلی کے کم و بیش چالیس جہاز بھی تھے جو سب تباہ ہو گئے تیسرے صوبے ملک اطالوی سالی لینڈ بھی جلد فتح ہو گیا طرابلس اور لیبیا پہلے نکل چکے تھے البانیہ میں یونانیوں نے خاک اڑا دی تھی اس طرح سولینی کی امید کا خاتمہ ہو چکا تھا اب ایک روشنی کی کرن صرف جرمنی کی امداد رہ گئی ہے اور شاید اٹلی کے لئے بنغازی کی فتح اور البانیہ میں جرمنی افواج کا نزول کچھ تسکین کا باعث ہو۔

لیکن معلوم ہے کہ ۷ر فروری گذشتہ کو بنغازی میں اطالویوں کو انتہائی خسارہ کا متحمل ہونا پڑا التاسدی ہارانی تک اس کی جتنی فوج تھی اس کا بیشتر حصہ مارا گیا اور باقی گرفتار کر لئے گئے ان گرفتار شدوں میں بڑے بڑے جرنیل بھی تھے بہ الفاظ دیگر اطالویوں کی تمام تر قوت یہاں تباہ ہو گئی تھی۔ اب اگر بنغازی پر پھر قبضہ ہی ہوا ہے تو محض اس لئے کہ برطانی افواج دوسری طرف مصروف کار تھیں اور یہ قبضہ بھی ہوا ہے تو بڑی قیمت پر اس سے اٹلی کو براہ راست کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

یہی صورت البانیہ کی ہے جرمنی سسلی پر عملاً قبضہ کر چکا ہے اور وہیں کو

اس نے اپنی افواج افریقہ میں اتاری ہیں ساتھ ہی اس نے اٹلی کے تمام صنعتی اور عسکری مقامات پر بھی قبضہ کر لیا ہے اب اگر البانیہ اور لیبیا فتح بھی ہوئے ہیں تو جرمنی شمشیر اور جرمنی طاقت سے فتح ہوتے ہیں اور یہ طاقت و سلطنت وہ چیز ہے جس کے سامنے دوستی تو در کنار خون کے رشتے بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

جن ممالک کے لئے جرمنی نے خون بہایا ہے انھیں وہ اب ہرگز اٹلی کے حوالے نہیں کر سکتا اٹلی کی تو بہر صورت بد بختی نمایاں ہے جرمنی کی کامیابی ہوتی ہے تو وہ اسے وہ بتا دیگا کہ تم نے میرے ساتھ ہو کر کون سا تیر مارا ہے جو مجھ سے کچھ طلب کرنے کا خود کو مستحق سمجھتے ہو اور اگر برطانیہ کامیاب ہو گیا جیسی کہ توقع ہے تو معاملہ صاف ہے اس کا تو عنادو مایہ ہے عین قبت پر وہ پر کر دیا ہے دغا و حرص کا یہی نتیجہ ہوتا ہے اٹلی شریک جنگ ہوا تھا اس لئے کہ فرانس فتح ہو چکا برطانی قوت چند روز کی مہمان ہے وہ بھی شریک ہو کر کیوں نہ مفت میں فائدہ اٹھا جائے لیکن خدا نے اس کی بربادی کے سامان عجیب پیدا کر دیئے۔ اور گھر کی چیز بھی نکل گئی۔

روس کا تذبذب اور جرمن چالیں

جرمنی کا یہ دلیرانہ عمل ہے کہ وہ دے لیکر ٹھیر ٹھیر کر اور سوچ سوچ کر قدم اٹھاتا ہے جانتا ہے کہ دشمن قوی ہیں اور ذرا سی غلطی اسے گڑھے میں پھینک سکتی ہے۔

آسٹریا کو ہضم کر کے خاموش ہو رہا اور پھر موقع پا کر چیکوسلواکیا کا گلا دبا دیا اور پھر چپ بیٹھ گیا سمجھتا تھا کہ اب برطانوی شرافت پر زیادہ اعتماد خودکشی کے مترادف ہے اس لئے اس نے روس کو جب تک نہ گانٹھ لیا اس وقت تک وہ پولینڈ پر یورش کی جرات نہ کر سکا پولینڈ کی تکا بوٹی کر کے پھر دبک بیٹھا اور کچھ عرصہ کے بعد اپنی منتشر و مجروح طاقت کو سنبھالا اور یہ غور کرتا رہا کہ برطانوی رویہ کیا ہے جب اس نے دیکھ لیا کہ برطانیہ امن عالم کو غارت کرنے کے لئے ابھی تیار نہیں ہے تو مار دینے پر جا چڑھا۔

وہاں پہلی دفعہ اسے برطانیہ سے تصادم کا موقعہ پیش آیا وقت تھا کہ اس وقت جرمنی پر بلا تامل ایک کاری ضرب لگائی جاتی اور ایسا ہوتا تو یقیناً جرمنی کی بربادی یقینی تھی لیکن یہ موقعہ فضول انتظار میں گذار دیا گیا جرمنی کے غریب آہنی وعدوں کو در خور اعتنا سمجھا گیا بالخصوص فرانس کو اپنی میجو لائن کے استحکام پر پورا بھروسہ رہا سمجھتا تھا کہ جرمنی اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ بھی اسے عبور نہیں کر سکتا ورنہ اگر اسی وقت فرانس و برطانیہ ہالینڈ اور بلجیم کو ساتھ لیکر جرمنی پر ٹوٹ پڑتے تو جرمنی تھکا ہوا تو تھا ہی ہرگز اس متحدہ یلغار کی تاب نہ لا سکتا آخر جرمنی نے پھر دم لیکر اور خود کو سنبھال کر در تملہ ہوا عید کو گلدستہ طاق نسیاں بنا کر حملہ بول دیا اور اس بے تحاشگی کے ساتھ حملہ کیا کہ فرانس نہ ہالینڈ جو مطمئن بیٹھے تھے سنبھل ہی نہ سکے پھر بھی اگر تنہا فرانس ہی استقلال سے کام لیتا تو جرمنی کا نشہ توڑ سکتا تھا لیکن دنیا کی ایک بے پناہ طاقت ہونے کے باوجود غیر متوقع طور پر اس نے ہمت ہار دی جرمنی کی جنگی ہمت بڑھتی وہ فرانس ہی کی حیثیت سے بڑھی ایک محدود وسائل کی چھوٹی سی حکومت تو سات ماہ کامل اٹلی کی قوت کا مقابلہ کر لیتی ہے اور اب جرمنی سے بھی دلیرانہ ٹکرا رہا ہے لیکن فرانس سے

اتنا بھی نہ ہوسکا۔

اس کے مقابلہ میں برطانیہ کی ہمت و استقلال داد کے قابل ہے کہ اس پر پوری شدت و شکوہ کے ساتھ جرمنی نے جی توڑ توڑ کر حملے کئے تنہا رہ گیا تھا پھر بھی نہ صرف یہ کہ مقابلہ پر جما رہا بلکہ اپنی قوت ہی بڑھاتا رہا اور جرمنی پر زور شور کے ساتھ حملے بھی کرتا رہا اور کر رہا ہے آخر اسے اس طرف سے توجہ ہٹا کر مشرق کی طرف رخ کرنا ہی پڑا۔

مگر اس افسانہ اسلوب کے ساتھ پہلے تنہا [illegible] غور و فکر میں لگاؤ تو یہاں بھی بے تدبیری، غیر ضروری اطمینان و اعتبار اور بے اتفاقی تباہی عامہ کی باعث بنی اگر ریاستہائے بلقان سب ایک سلک میں منسلک ہو کر متحدہ طریقہ پر متعدد محاذ پیش کرتیں تو جرمنی [illegible] سے بھی سلامت نہ جاتا مگر یہاں رومانیہ اور بلغاریہ جرمنی [illegible] زمرہ میں آکر [illegible] نے نتیجہ [illegible] ایک ایک کرکے [illegible] سب ہونا پڑا جو غلطی فرانس و بلجیم نے [illegible] کا [illegible] اب [illegible] رہا ہے۔

وہ بھی ایسی جگہ قریب [illegible] بیٹھا ہے لیکن اگر پہلے [illegible] ہوتا اور اسی طرح [illegible] تیار ہو چکا [illegible] ان کا [illegible] ہو جاتا [illegible] کے بعد [illegible] سے [illegible] آپڑنا یعنی اس کی اپنی غیر ملکی افتادہ [illegible] ہم قوم سلافیوں [illegible] آنکھوں کے سامنے تباہ ہوتے دیکھا اور اس [illegible] کے سامنے چیکوسلواکیہ آسٹریا، پولینڈ وغیرہ کا انجام تھا لیکن آنکھیں نہ کھلیں اور برباد ہوا۔

پھر بھی حشر بلغاریہ [illegible] اب [illegible] اسی انجام کا منتظر رہنا ہوگا اس کی علامات اور بالقرائن کار کے متعلق اغلب خیال یہی ہے کہ اگر وہ یونان کو زیر کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا تو کچھ عرصہ پھر خاموش بیٹھ جائے گا اس کے بعد یقیناً اس کا رخ روس کی طرف ہوگا اس لئے کہ وہ [illegible] اپنی راہ کا کانٹا سمجھتا ہے اس وقت نہ ہی بعد میں تو ضرور [illegible] جائے گی اور محفوظ وہ بھی نہ رہ سکیگا ساری مصیبت اس وقت روس کے تذبذب نے پیدا کر رکھی ہے اگر وہ کھڑا ہو جائے تو ترک برطانیہ اور [illegible] اب بھی جرمنی کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔

لیگ کا تعمیری پروگرام

مدراس میں مسلم لیگ کا جو اجلاس منعقد ہوا وہ اپنی نوعیت میں نہایت پرشکوہ اور [illegible] باشان اجلاس تھا ایک وسیع اور خوبصورت پنڈال میں اجتماع کی کثرت سے کہیں تل رکھنے کو جگہ نہ تھی ارض ہند کے تمام مسلم قائدین نے اس میں شرکت کی صدر کا جلوس اس درجہ عظیم الشان اور اتنا بڑا تھا کہ دور تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے اور یہ تمام راستہ خوشنما دروازوں اور رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ و پیراستہ تھا صوبہ مدراس کی تاریخ نے ایسے روح پرور اور جوش انگیز نظارے اس سے پیشتر کبھی نہ دیکھے تھے۔

نہایت زبردست تقریریں کی گئیں تاہم مسٹر جناح کا خطبہ اس اعتبار سے بہت اہم اور بیحد ضروری تھا کہ اس میں مسلمانوں کی ذہنی رہنمائی کے اہم اصول بتائے گئے۔ لیگ کی پوزیشن کے متعلق غرض پرستوں کی غلط بیانیوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ کانگریس، مہاسبھا، ہندو لیگ اور لبرل فیڈریشن وغیرہ ہندو جماعتوں کی حقیقی حیثیت کھول کر بتادی گئی۔ لیگ کے نصب العین کو پوری وضاحت و صفائی کے ساتھ بے نقاب کیا گیا۔

مسلمانوں کی قومی تنظیم کے متعلق مسٹر جناح نے نہایت ضروری امور تعلیم، اصلاح معاشری، بہبود اقتصادی اور تربیت سیاسی پر خصوصیت کے ساتھ بہت زور دیا اور بجا طور پر فرمایا کہ لیگ گذشتہ پانچ سال کی مدت میں عظیم الشان طریق پر منظم ہو کر نو کروڑ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کی حیثیت اختیار کر گئی ہے مسلمانوں کے اندر سیاسی بیداری پیدا کرنے میں بھی اس نے گرانقدر کام انجام دیئے ہیں اور وہ اپنی حیثیت کو پہچان گئے ہیں جس کی طرف سے غافل و مدہوش پڑے تھے ان میں جذبہ عمل شدت کے ساتھ کار فرما ہے اس لئے اب ضروری ہے کہ انہیں معاشری اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے بھی ایک طاقتور اور منظم قوم بنا دیا جائے اس کے لئے آپ نے پنجسالہ پروگرام بنا لینے کی ضرورت بتائی ہے۔

حقیقت میں یہ کام نہایت ضروری ہیں اور انہی کی تکمیل پر کسی قوم کی زندگی کا انحصار ہے بالخصوص مسلمان تو اس امر میں نہ صرف اپنی ہمسایہ قوم بلکہ تمام دنیوی اقوام کے مقابلے میں صفر کا درجہ رکھتے ہیں تعلیم کے متعلق تو پھر کچھ احساس ہو گیا ہے سیاسی تربیت بھی کسی قدر شروع ہو گئی ہے لیکن ان کا اقتصادی اور معاشری پہلو تو قطعیت کے ساتھ مایوس کن ہے اس کے متعلق تو ابھی تک مسلمانوں میں کوئی احساس ہی پیدا نہیں ہوا بلکہ روز بروز زوال کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں۔

اقتصادی [illegible] کا یہ عالم ہے کہ تمام وسائل معاش ایک ایک کرکے ان کے چھنتے چلے جا رہے ہیں تجارت سے بیدخل ہو چکے صنعت میں ان کا کوئی دخل نہیں رہا زمینداریاں اور جاگیریں ان سے چھنتی جاتی ہیں ملازمتوں میں جو جگہیں خالی ہوتی ہیں وہ براہ راست ہندوؤں سے پر کی جاتی ہیں

رہ گئے چھوٹے چھوٹے کام اور محنت و مزدوری تو عہد حاضر کے تعصب نے یہ میدان بھی ان پر تنگ کر دیا ہے چمڑے اور ہڈی تک کا کام ہندو سنبھالتے چلے جا رہے ہیں سبزی فروشی مسلمان ہی کرتے تھے اس کی بھی غیر مسلم دکانیں برابر کھلتی چلی جا رہی ہیں مسلمانوں میں پارچہ بافی کی صنعت بہت پھیلی ہوئی تھی کثرت سے مسلمان جلاہے موجود تھے کھدر کی تحریک نے اس سے بھی مسلمانوں کو [illegible] کر دیا محنت و مزدوری کے کام بھی [illegible] ہندوؤں کو دیئے جا رہے ہیں ہمنے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ علیگڈھ میں قفل سازی کا تمام کام مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اب اس پر ہندو قابض ہیں اور بنارس اور امرتسر میں رنگسازی کا کام مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا اب جابجا ہندو اور سکھ کارخانے کھل گئے ہیں۔

ملک کے قریب قریب تمام کارخانے تمام فیکٹریاں تمام بنک تمام زمینداریاں اور تمام وسائل معاش پر غیر مسلم ہی قابض ہو چکے ہیں اگر چندے یہی حالت رہی تو مسلمانوں کے لئے جینا اور اس ملک میں سانس لینا مشکل ہو جائے گا اقتصادیات و مالیات ہی وہ اساس ہے جس پر آسائش و خوشحالی زندگی کا مدار ہے ابھی موقع ہے اور ترقی کے امکانات ہیں اب بھی اگر مسلمانوں کو ہوش نہیں آیا تو پھر دو باتوں کے سوا ان کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ رہیگا یا وہ بھوکے مر جائیں یا اشدھ ہو جائیں۔

ضرورت ہے کہ چھوٹی چھوٹی تجارتیں کھلوائی جائیں۔ اشتراک کے اصول پر بڑے بڑے کارخانے جاری کرائے جائیں مسلمانوں میں پیسہ پیدا کرنے پیسہ بچانے اور

کیا جائے کا مرحلہ بڑا دشوار ضرور ہے مگر ہمت و استقلال کے سامنے کوئی چیز نہیں اور عزم صمیم ہر کامیابی کا کفیل ہو سکتا ہے۔

مسٹر جناح کا خطبۂ صدارت

مسٹر جناح نے مدراس کے خطبہ صدارت میں ساف فرمایا

کہ آل انڈیا فیڈریشن کا کوئی دستور منظور نہیں کیا جا سکتا جس کی غایہ یہ ہو کہ سارے ہندوستان کے لئے ایک مرکزی حکومت قائم ہو جائے۔ آپ نے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ اگر انہوں نے ایک دفعہ بھی اسے منظور کر لیا تو مجھے صاف بتا دینا چاہیئے کہ مسلمانوں کی قومی ہستی بالکل محو ہو کر رہ جائیگی جس حد تک ہمارے قومی وطنوں کا تعلق ہے ہم کسی حالت میں بھی مرکزی حکومت کے باجگزار بنکر نہیں رہیں گے۔

آپ نے غیر مبہم الفاظ میں یہ بھی فرمایا کہ مجھے اس سے تعلق نہیں کہ ہر حالت کے ذمہ دار لارڈ لنلتھگو ہیں یا مسٹر ایمری ہیں یا برطانوی پارلیمنٹ ہے لیکن میں پھر ایک مرتبہ اس پلیٹ فارم سے بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں برطانی حکومت کی بے عملی کمزوری اور تذبذب کی پالیسی اس سے زیادہ تباہی خیز ثابت ہوگی جتنی کہ یورپ میں ہو چکی ہے کیا برطانوی حکومت کے کارپرداز نہیں دیکھ سکتے کہ حالات تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں ملکوں کے نقشے پارہ پارہ ہو رہے ہیں۔ لیکن وہ بدستور تذبذب میں مبتلا ہیں میں ان سے کہتا ہوں کہ ان لوگوں کو خوش کرنے کی پالیسی چھوڑ دیجئے جو آپ کی جنگی مساعی کو بیکار بنا لینے پر تلے بیٹھے ہیں۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے فرمایا کہ ہم ہندوستان کو تقسیم کرنا نہیں چاہتے اور ہمارا مقصد کسی سے جدا ہونا ہے ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے قومی وطنوں میں ہماری آزاد ریاست ہو اس میں غیر مسلم اقلیتیں بالکل محفوظ ہوں گے۔ جب یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ ہندوستان ایک قوم نہیں بلکہ دو قومیں رہتی ہیں تو پھر مسلمانوں کو ان کے اس جائز حق سے کہ وہ اپنی آزاد ریاستیں قائم کریں کیسے محروم کیا جا سکتا ہے۔

ایک قوم کا نظریہ ایک طلسم تھا جو پاش پاش ہو چکا ہے اب مسلمانوں کو دوبارہ اس جال میں نہیں پھنسایا جا سکتا سیاسی بحران کی تمام تر ذمہ داری کانگریس پر عائد ہوتی ہے جس نے حکومت کے سامنے ایسے مطالبات پیش کئے جن کو اگر مان دیا جاتا تو تمام اقلیتیں اور مسلمان ہندو اکثریت کے محکوم بلکہ اس کے رحم و کرم پر آجاتے۔

آئینی مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان یہی چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے شمال مغرب اور مشرق میں آزاد اسلامی منطقے قائم کر دیئے جائیں جس میں ملکی دفاع خزانہ ریل تار ڈاک کرنسی کسٹم امور خارجہ اور مبادلہ کے پورے پورے اختیارات حاصل ہوں کہ مسلمان ایک آزاد قوم ہیں اگر اب مسلمانوں نے قومی اتحاد اور ان کی قومی خصوصیات کو مٹانے کی کوئی کوشش کی گئی تو مسلمان اس کا زبردست مقابلہ کریں گے۔"

یہ آواز حقیقت میں قوم کے دل کی آواز تھی مسٹر جناح نے قوم کی صحیح ترجمانی کی اور اس طرح کی کہ اس میں کہیں کسی قوم کے ساتھ تلخی جنگ یا ناانصافی کا کوئی رنگ اور کوئی شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ یہ امر مسرت انگیز ہے کہ پاکستان یا مسلم انڈیا کا پروپیگنڈا مولوی عرصہ سے شدت و تواتر کے ساتھ کرتا چلا آ رہا ہے اس اجلاس میں قوم کا نصب العین قرار پا گیا اور اجلاس بڑی کامیابی کیساتھ ختم ہوا۔

فسادات باہمی کی محشر خیزیاں

ہندو سبھا چونکہ ہر میدان میں اکیلی ہے ہندو اور

مسلمانوں کی بیداری عامہ پر نعل در آتش بنے ہوئے ہیں حکومت جنگی پریشانیوں میں مبتلا ہے اسلئے ان کے اشرار کی مساعی روز افزوں ہیں صحیح الخیال اور صواب اندیش ہندو بھی یقیناً ہمارے ساتھ اس صورت حالات پر متفق ہوں گے کہ اس نازک زمانہ میں امن و امان ملک کے خرمن اس طرح نذر آتش ہو رہے ہیں دنیا میں تو آگ اور خون کے سیلاب امڈے ہوئے ہی تھے جس میں انسانوں کی جھلسی ہوئی لاشیں تیر رہی ہیں ایک ہولناک نظارہ پیش کر رہی تھیں لیکن غریب ہندوستان کا دامن اگرچہ ابھی تک آگ کے شعلوں سے بچا ہوا ہے لیکن یہاں ہماری انگلو تراشی کا ایک محشر بپا ہے۔

ابھی ابھی حیدرآباد کے ڈھاکہ کی محشر خیز فساد ختم ہوا تھا کہ دوسرے اطراف سے فسادات باہمی کی پریشان کن خبریں موصول ہونی شروع ہو گئیں کوئی ایک صوبہ بھی اس وبا سے محفوظ نظر نہیں آتا لکھنؤ سہارنپور گورکھپور تلہر الٰہ آباد پٹنہ اور مدراس وغیرہ میں بھی خونریزیاں ہوئیں اس کے بعد احمد آباد اور بمبئی جیسے مرکزی اور تجارتی شہروں میں بھی قیامتیں برپا ہو گئیں جن میں ڈھاکہ اور احمد آباد کے فسادات اپنی نوعیت میں انتہائی خوفناک فسادات ہیں۔ ہر جگہ آغاز اسی طرح ہوا کہ کہیں ہولی میں مسلمانوں اور مسجدوں میں رنگ پھینکا گیا کہیں جلوس نکلے اور مساجد کے سامنے جان کر از راہ شرارت باجے بجائے گئے اور مسلمانوں کو اشتعال دلایا گیا کہا جاتا ہے کہ ہندو ہر شعبہ حیات میں آگے بڑھکر اور تعلیم تنظیم اقتصاد اور زمین و تجارت پر مسلط ہو کر اب مسلمانوں کو جسمانی زور و قوت میں بھی مغلوب کرنا اور نیچا دکھانا چاہتے ہیں تاکہ مسلمان مرعوب ہو جائیں اسی لئے جا بجا مسلمانوں کو مشتعل کر کے زور آزمائی کے مواقع پیدا کئے جاتے ہیں۔

مسلمان فی الواقع جوش مذہبی میں بڑھے ہوئے ہیں اور وہ اس طرح کسی سے مغلوب ہونے والے نہیں تاہم یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ حقیقت بھی ہے تو کبھی دو کروڑ افراد کی قوم کو کیونکر مرعوب و مغلوب کر لیا جائیگا پھر مسلمانوں میں بھی عالمگیر بیداری پیدا ہو رہی ہے ہمیں تسلیم ہے کہ مسلمان اپنی بے تنظیمی سادہ لوحی اور غفلت سے نقصان اٹھا جاتے ہیں اور انہیں مصائب و حوادث کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے مگر نقصان ہندوؤں کو بھی تو پہنچتا ہے اب تک جو صد ہزار فسادات ہوئے اُن سے کسی قوم یا ملک کو کوئی فائدہ پہنچا جو آج کوئی توقع کی جائے یہ خالص شرارت ہے جس کے انسداد کی طرف دونوں قوموں کے ہوشمند قائدین کو فوری توجہ کرنی چاہیئے کہ اگر یہی صورت رہی اور اس رجحان کو نہ روکا گیا تو ملک میں ایک خانہ جنگی کی حالت قائم ہو جائیگی متعدد مقامات پر مساجد کا انہدام اس امر کا مظہر ہے کہ ہندوؤں نے انتہا کر دی ہے اور وہ انسانی ملوکات سے تجاوز کر کے اب خدا کے گھر کو بھی تباہ کرنے میں دریغ نہیں کرتے حالانکہ اس کے مقابلہ میں ابھی تک کسی مندر کو آنچ پہنچنے کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی فسادات انہیں علاقوں میں ہوئے ہیں جہاں ہندو اکثریت میں ہیں مسلمانوں کو ان صورت حالات کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے کہ وہ غریب بہت منتشر ہیں جوشیلے ہیں اور اشرار ہنود کی چالوں کو نہ سمجھکر جلد مشتعل ہو جاتے ہیں اور خود کو مصائب میں پھنسا لیتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف اردو

۱۷۰۲ - حضرت یعلی کہتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا اتنے میں ایک شخص آپ کے پاس آیا اس کے جسم پر ایک جبہ تھا اس جبہ پر زردی یا اس کے مثل اور کسی قسم کا دھبہ تھا اور حضرت عمرؓ مجھ سے فرمایا کرتے تھے اے یعلی کیا تم چاہتے ہو کہ حضرت پر جب وحی نازل ہو اس وقت آپ کو دیکھو چنانچہ (اس شخص نے آنحضرت سے مسئلہ پوچھا اور) آپ پر وحی نازل ہوئی بعد اس کے جب یہ حالت دور ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنے عمرہ میں وہی کر جو حج میں کرتا ہے اور ایک شخص نے کسی شخص کا ہاتھ کاٹ کھایا تو اس کے دانت اکھڑ گئے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کر دیا۔

باب - محرم (اگر عرفہ میں مر جائے) تو باقی حج اس کی طرف سے ادا کیا جائے یا نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی حج اس کی طرف سے ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

۱۷۰۳ - حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس حالت میں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عرفات میں وقوف کر رہا تھا کہ یکایک وہ اپنی سواری پر سے گر گیا اور اس نے اسے کچل ڈالا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے خالص پانی سے اور بیری کے پانی سے غسل دو اور اسے دو کپڑوں میں کفن دو یا یہ فرمایا کہ اس کو اسی کے دونوں کپڑوں میں کفن دیدو اور اس کا سر نہ بند کرنا اور خوشبو نہ لگانا کیونکہ اللہ اسے قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھائیگا۔

۱۷۰۴ - حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس حال میں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عرفات میں وقوف کر رہا تھا کہ یکایک وہ اپنی سواری پر سے گر گیا اور اس نے اسے کچل ڈالا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے خالص پانی سے اور بیری کے پانی سے غسل دو اور اسے دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کے خوشبو نہ لگانا اور اس کا سر نہ بند کرنا اور نہ اس کے حنوط لگانا اس لئے کہ اللہ اسے قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھائیگا۔

باب محرم (کو تجہیز و تکفین) کا طریقہ جب وہ مر جائے۔

۱۷۰۵ - حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا اسے اس کی اونٹنی نے کچل ڈالا اور وہ محرم تھا پھر وہ مر گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے (خالص) پانی سے اور بیری کے پانی سے غسل دو اور اسکے اس کے دونوں کپڑوں میں کفن دیدو اور اس کے خوشبو نہ لگانا اور اس کا سر نہ بند کرنا کیونکہ قیامت کے دن یہ تلبیہ کہتا ہوا اٹھایا جائیگا۔

باب میت کی طرف سے حج کرنا اور اس کی نذر کا پورا کرنا (درست ہے) اور یہ بھی جائز ہے کہ مرد عورت کی طرف سے حج کرے۔

۱۷۰۶ - حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ (قبیلہ) جہینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا کہ میری ماں نے یہ نذر کی تھی کہ وہ حج کریگی مگر حج نہ کرنے پائی تھی کہ وہ مر گئی پس کیا میں اس کی طرف سے حج کروں آپ نے فرمایا ہاں تو اس کی طرف سے حج (ادا) کر بتا اگر تیری ماں پر کچھ قرض ہوتا تو تو اسے ادا کرتی (کہ نہیں) پس اللہ کا قرض ادا کر کیونکہ وہ ادا کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔

۱۷۰۷ - حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی عورت حجۃ الوداع کے سال آئی اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ کا فرض (جو حج کے بارہ میں جو اس کے بندوں پر ہے اس نے میرے بوڑھے باپ کو پالیا ہے) اور وہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتا تو کیا اس کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا اگر میں اس کی طرف سے حج کروں آپ نے فرمایا ہاں۔

باب عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا (درست ہے)

۱۷۰۸ - حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ فضل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ (قبیلہ) خثعم کی ایک عورت آئی تو فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ فضل کی طرف دیکھنے لگی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کا منہ دوسری طرف پھیر دیا اس عورت نے عرض کیا کہ اللہ کا فرض (جو حج کے بارہ میں) میرے بوڑھے باپ پر واجب ہو گیا ہے وہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتا پس کیا میں اس کی طرف سے حج کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں اور یہ حجۃ الوداع کا قصہ ہے۔

باب - بچوں کا حج کرنا بھی درست ہے۔

۱۷۰۹ - حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب کے ہمراہ مزدلفہ سے رات ہی کو روانہ کر دیا تھا۔

۱۷۱۰ - حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں (مکہ سے منیٰ کی طرف) آیا اور اس وقت قریب بلوغ کے تھا اپنی ایک گدہی پر سوار ہو کر آیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے منیٰ میں نماز پڑھ رہے تھے میں صف اول کے بعض لوگوں کے آگے سے نکل گیا بعد اس کے گدہی پر سے اترا وہ چرنے لگی اور میں لوگوں کے ہمراہ صف میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اور یونس نے زہری سے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ منیٰ میں حجۃ الوداع کے سال کا ہے۔

۱۷۱۱ - حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کرایا گیا تھا اور میں سات برس کا تھا۔

۱۷۱۲ - حمید بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو حضرت سائب ابن یزید کی نسبت یہ کہتے ہوئے سنا کہ سائب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کے اسباب کے پاس (بٹھلا کر) حج کرایا گیا تھا۔

باب عورتوں کا حج کرنا (سلف سے منقول ہے) اور مجھ سے احمد بن محمد نے بیان کیا ہے کہ ان سے ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے باپ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اخیر حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو حج کرنے کی اجازت دیدی تھی اور ان کے ہمراہ حضرت عثمان بن عفان اور عبدالرحمن

کتاب الفقہ

پردہ اجتماعی اور شرعی نقطہ نظر سے

(از علامہ حضرت ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

(بسلسلہ مضمون گذشتہ پرچہ نمبر)

ب میں ایکٹریس کے گیت، تکلمات اور حرکات انتہا درجہ کے فحش تھے...
پردوں پر جو سین منظر پیش کیا گیا تھا وہ بس صنفی اختلاط کے آخری مدارج تک
پہنچتے پہنچتے رہ گیا تھا۔ ایک ہزار سے زیادہ تماشائی موجود تھے جن میں شہر کا...
بھی نظر آتے تھے اور سب عالم بیخودی میں صدہا شاباش و آفرین و مرحبا بلند کر رہے
تھے۔

ن میں چھوٹے چھوٹے گیت اور ان کے درمیان مختصر تکلمات اور ان کے ساتھ
حرکات وسکنات بے شرمی کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ بچے اور کمسن نوجوان لڑکے
والدین کے ساتھ بیٹھے ہوئے اس تماشے کو دیکھ رہے تھے اور پرجوش طریقے
سے ہر شدید بے شرمی پر تالیاں بجاتے تھے۔

ل میں حاضرین کے ہجوم نے پانچ مرتبہ شور مچا کر ایک ایسی ایکٹریس کو اعادہ
پر مجبور کیا جو اپنے ایکٹ کو ایک حد درجہ فحش گیت پر ختم کرتی تھی

ی میں حاضرین نے ایک ایکٹریس سے بار بار فرمائش کر کے ایک نہایت
فحش چیز کا اعادہ کرایا۔ آخر اس نے بگڑ کر کہا "تم کیسے بے شرم لوگ ہو دیکھتے
نہیں ہو کہ ہال میں بچے بھی موجود ہیں" یہ کہہ کر وہ ایکٹ پورا کئے بغیر ہٹ
گئی۔ چیز اتنی فحش تھی کہ وہ عادی مجرم بھی اس کی تکرار کو برداشت نہ کر سکتی تھی۔

نا میں تماشا ختم ہونے کے بعد ایکٹرسوں کے نام لاٹری ڈالی گئی۔ لاٹری کے
ٹکٹ خود ایکٹرسیں بس دس سنتیم (تقریباً دو آنے) میں فروخت کر رہی
تھیں جس شخص کے نام جو ایکٹریس نکل آئی وہ اس رات کے لئے اسکی تھی۔

پول بیورو لکھتا ہے کہ بسا اوقات اسٹیج پر بالکل برہنہ عورتیں تک پیش
کر دی جاتی ہیں جن کے جسم پر کپڑے کے نام ایک تار بھی نہیں ہوتا۔

اودیف بربان نے ایک مرتبہ فرانس کے مشہور اخبار طان میں ان چیزوں
پر احتجاج کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "اب بس اتنی کسر رہ گئی ہے کہ اسٹیج پر فعل مباشرت
کا منظر پیش کر دیا جائے" اور سچ یہ ہے کہ تماشے کی تکمیل تبھی ہو گی۔

منع حمل کی تحریک اور صنفیات کے نام نہاد علمی اور طبی لٹریچر نے بھی ہیجان
پھیلانے اور لوگوں کے اخلاق بگاڑنے میں بڑا حصہ لیا ہے پبلک جلسوں
میں تقریروں اور میجک لینٹرن کے ذریعہ سے اور مطبوعات میں تصاویر اور
تشریحی بیانات کے ذریعہ سے حمل اور اس کے متعلقات اور مانع حمل آلات
کے طریق استعمال کی وہ وہ تفصیلات بیان کی جاتی ہیں جن کے بعد کوئی
چیز قابل اظہار باقی نہیں رہ جاتی۔ اسی طرح صنفیات کی کتابوں میں تشریح
بدن سے لیکر آخر تک معاملات صنفی کے کسی پہلو کو بھی روشنی میں لائے
بغیر نہیں چھوڑا جاتا۔ بظاہر ان سب چیزوں پر علم اور سائنس کا غلاف چڑھا
دیا گیا ہے تاکہ یہ اعتراض سے بالاتر ہو جائیں بلکہ مزید ترقی کر کے ان چیزوں
کی اشاعت کو "خدمت خلق" کے نام سے بھی موسوم کر دیا جاتا ہے اور وجہ یہ
بتائی جاتی ہے کہ ہم لوگوں کو صنفی معاملات میں غلطیاں کرنے سے بچانا چاہتے
ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس لٹریچر اور اس تعلیم کی عام اشاعت نے عورتوں
مردوں اور کمسن نوجوانوں میں شہوانیت کی ہیجانی پیدا کر دی ہے اس کی بدولت
آج یہ نوبت آگئی ہے کہ ایک نوخیز لڑکی جو مدرسے میں تعلیم پاتی ہے اور ابھی
سن بلوغ کو بھی پوری طرح نہیں پہنچی ہے صنفی معاملات کے متعلق وہ معلومات
رکھتی ہے جو کبھی شادی شدہ عورتوں کو بھی حاصل نہ تھیں اور یہی حال نوخیز بلکہ
نابالغ لڑکوں کا بھی ہے ان کے جذبات قبل از وقت بیدار ہو جاتے ہیں
ان میں صنفی تجربات کا شوق پیدا ہو جاتا ہے پوری جوانی کو پہنچنے سے پہلے
ہی وہ اپنے آپ کو خواہشات نفسانی کے جنگل میں دے دیتے ہیں نکاح کے
لئے تو عمر کی حد مقرر کی گئی ہے مگر ان تجربات کے لئے کوئی حد مقرر نہیں
بارہ تیرہ سال کی عمر ہی سے ان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

قومی ہلاکت کے آثار

جہاں بداخلاقی نفس پرستی اور لذات جسمانی کی بندگی اس حد کو پہنچ چکی ہو
جہاں عورت مرد، جوان بوڑھے سب کے سب عیش کوشی میں اس قدر منہمک
ہو گئے ہوں اور جہاں انسان کو شہوانیت کے انتہائی اشتعال نے یوں
آپے سے باہر کر دیا ہو ایسی جگہ ان تمام اسباب کا بروئے کار آجانا بالکل
ایک طبعی امر ہے جو کسی قوم کی ہلاکت کے موجب ہوتے ہیں۔ لوگ اس قسم کی
برسر اختلاط علیٰ شفا حفرۃ من النار قوموں کو برسر عروج دیکھ کر
نتیجہ نکالتے ہیں کہ ان کی عیش پرستی ان کی ترقی میں مانع نہیں ہے بلکہ ان کی مدد
گار ہے اور یہ کہ ایک قوم کے انتہائی عروج و ترقی کا زمانہ وہ ہوتا ہے جب
وہ لذت پرستی کے انتہائی مرتبہ پر ہوتی ہے۔ لیکن یہ ایک سراسر غلط استنتاج
ہے جہاں تعمیر اور تخریب کی قوتیں ملی جلی کام کر رہی ہوں اور مجموعی حیثیت
سے تعمیر کا پہلو نمایاں نظر آتا ہو وہاں تخریبی قوتوں کو بھی اسباب تعمیر میں
شمار کر لینا صرف اس شخص کا کام ہو سکتا ہے جس کی عقل خبط ہو گئی ہو۔
مثال کے طور پر اگر ایک ہوشیار تاجر اپنی ذہانت، محنت اور آزمودہ
کاری کے سبب لاکھوں روپیہ کما رہا ہے اور اس کے ساتھ وہ بے توجہی
قمار بازی اور عیاشی میں بھی مبتلا ہو گیا ہے تو آپ کتنی بڑی غلطی کریں
گے اگر اس کی زندگی کے ان دونوں پہلوؤں کو اس کی خوشحالی و ترقی کے اسباب
میں شمار کریں گے۔ دراصل اس کی صفات کا پہلا مجموعہ اس کی تعمیر کا موجب
ہے اور دوسرا مجموعہ اس عمارت کی تخریب میں لگا ہوا ہے۔ پہلے مجموعہ کی طاقت
سے اگر عمارت قائم ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ دوسرے مجموعہ کی
تخریبی طاقت اپنا اثر نہیں کر رہی ہے۔ اگر گہری نظر سے دیکھئے تو پتہ چلیگا

کہ تخریبی قوتیں اُس کے دماغ اور جسم کی طاقتوں کو برابر کھائے جا رہی ہیں۔ اس کی محنت سے کمائی ہوئی دولت پر ڈاکہ ڈال رہی ہیں، اور اس کو بتدریج تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہر وقت اس تاک میں لگی ہوئی ہیں کہ کب ایک فیصلہ کن حملے کا موقع ملے۔ اور یہ ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ کر دیں۔ قمار بازی کا شیطان کسی بڑی گھڑی میں اس کی عمر بھر کی کمائی کو ایک سکنڈ میں غارت کر سکتا ہے۔ اور وہ اس گھڑی کا منتظر بیٹھا ہے۔ شراب نوشی کا شیطان وقت آنے پر اس سے عالمِ مدہوشی میں ایسی غلطی کرا سکتا ہے جو یکلخت اُسے دیوالیہ بنا کر چھوڑ دے۔ اور وہ بھی گھات میں لگا ہوا ہے۔ بدکاری کا شیطان بھی اُس گھڑی کا انتظار کر رہا ہے جب وہ اُسے قتل یا خودکشی یا کسی اور اچانک تباہی میں مبتلا کر دے۔ ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اگر وہ ان شیاطین کے چنگل میں پھنسا ہوا نہ ہوتا تو اس کی ترقی کا کیا حال ہوتا۔

ایسا ہی معاملہ ایک قوم کا بھی ہے۔ وہ تعمیری قوتوں کے بل پر ترقی کرتی ہے مگر صحیح رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے ترقی کی طرف چند ہی قدم بڑھانے کے بعد خود اپنی تخریب کے اسباب فراہم کرنے لگتی ہے۔ کچھ مدت تک تعمیری قوتیں اپنے زور میں اسے آگے بڑھائے لئے چلی جاتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ تخریبی قوتیں اس کی زندگی کی طاقت کو اندر ہی اندر گھن کی طرح کھاتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ آخرکار اسے اتنا کھوکھلا کر کے رکھ دیتی ہیں کہ ایک اچانک صدمہ اس کے قصرِ عظمت کو آن کی آن میں پیوندِ خاک کر سکتا ہے۔ یہاں مختصر طور پر ہم اُن بڑے بڑے نمایاں اسبابِ ہلاکت کو بیان کریں گے جو فرنچ قوم کے اس غلط نظامِ معاشرت نے اس کے لئے پیدا کئے ہیں۔

جسمانی قوتوں کا انحطاط شہوانیت کے اس تسلط کا اولین نتیجہ یہ ہوا ہے کہ فرانسیسیوں کی جسمانی قوت رفتہ رفتہ جواب دیتی چلی جا رہی ہے۔ دائمی ہیجانات نے ان کے اعصاب کمزور کر دیے ہیں۔ خواہشات کی بندگی نے ان میں ضبط اور برداشت کی طاقت کم ہی باقی چھوڑی ہے۔ اور امراضِ خبیثہ کی کثرت نے ان کی صحت پر نہایت مہلک اثر ڈالا ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز سے یہ کیفیت ہے کہ فرانس کے فوجی حکام کو مجبوراً ہر چند سال کے بعد نئے رنگروٹوں کے لئے جسمانی اہلیت کے معیار کو گھٹا دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ اہلیت کا جو معیار پہلے تھا اب اس معیار کے نوجوان قوم میں کم سے کم تر ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ ایک معتبر پیمانہ ہے جو تھرما میٹر کی طرح قریب قریب یقینی صحت کے ساتھ بتاتا ہے کہ فرنچ قوم کی جسمانی قوتیں کتنی تیزی کے ساتھ بتدریج گھٹ رہی ہیں۔ امراضِ خبیثہ اس تنزل کے اسباب میں ایک اہم سبب ہیں۔ جنگِ عظیم کے ابتدائی دو سالوں میں جن سپاہیوں کو محض آتشک کی وجہ سے رخصت دے کر ہسپتالوں میں بھیجنا پڑا ان کی تعداد ۷۵۰۰۰ تھی۔ صرف ایک متوسط درجہ کی فوجی چھاؤنی میں بیک وقت ۲۴۲ سپاہی اس مرض میں مبتلا ہوئے۔ ایک طرف اُس وقت کی نزاکت کو دیکھئے کہ فرانسیسی قوم کی موت اور حیات کا فیصلہ درپیش تھا اور اس کے وجود و بقا کے لئے ایک ایک سپاہی کی جانفشانی درکار تھی۔ ایک ایک فرانک بیش قیمت تھا۔ اور وقت۔ قوت۔ وسائل ہر چیز کی زیادہ سے زیادہ مقدار دفاع میں خرچ ہونے کی ضرورت تھی دوسری طرف اس قوم کے نوجوانوں کو دیکھئے کہ کتنے ہزار افراد اس عیاشی کی بدولت نہ صرف خود کئی کئی مہینوں کے لئے بیکار ہوئے بلکہ انھوں نے اپنی قوم کی دولت اور وسائل کو بھی اس آڑے وقت میں اپنے علاج پر ضائع کرایا۔

ایک فرانسیسی ماہرِ فن ڈاکٹر لیریڈ (   ) کا بیان ہے کہ فرانس میں ہر سال صرف آتشک اور اس کے پیدا کردہ امراض کی وجہ سے ۳۰ ہزار جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ اور دق کے بعد یہ مرض سب سے زیادہ ہلاکتوں کا باعث ہوتا ہے۔ یہ صرف ایک مرضِ خبیث کا حال ہے۔ اور امراضِ خبیثہ کی فہرست صرف اسی ایک مرض پر مشتمل نہیں ہے۔

خاندانی نظام کی بربادی اس بے قید شہوانیت اور آوارہ منشی کے اس رواجِ عام نے دوسری عظیم الشان مصیبت جو فرانسیسی تمدن پر نازل کی ہے وہ خاندانی نظام کی تباہی ہے۔ خاندان کا نظام عورت اور مرد کے اُس مستقل اور پائیدار تعلق سے بنتا ہے جس کا نام نکاح ہے۔ اسی تعلق کی بدولت افراد کی زندگی میں سکون، استقلال اور ثبات پیدا ہوتا ہے۔ یہی چیز ان کی انفرادیت کو اجتماعیت میں تبدیل کرتی ہے۔ اور انتشار (انارکی) کے میلانات کو دبا کر انھیں تمدن کا خادم بناتی ہے۔ اسی نظام کے دائرے میں محبت اور امن اور ایثار کی وہ پاکیزہ فضا پیدا ہوتی ہے جس میں نئی نسلیں صحیح اخلاق، صحیح تربیت اور صحیح قسم کی تعمیرِ سیرت کے ساتھ پروان چڑھ سکتی ہیں۔ لیکن جہاں عورتوں اور مردوں کے ذہن سے نکاح اور اس کے مقصد کا تصور بالکل ہی نکل گیا ہو اور جہاں صنفی تعلق کا کوئی مقصد شہوانی آگ کو بجھا لینے کے سوا لوگوں کے ذہن میں نہ ہو اور جہاں ذواقین و ذواقات کے لشکر بھنوروں کی طرح پھول پھول کا رس لیتے پھرتے ہوں وہاں یہ نظام نہ قائم ہو سکتا ہے نہ قائم رہ سکتا ہے۔ وہاں عورتوں اور مردوں میں یہ صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی کہ ازدواج کی ذمہ داریوں اور اس کے حقوق و فرائض، اور اس کے اخلاقی انضباط کا بوجھ سہار سکیں۔ اور ان کی اس ذہنی و اخلاقی کیفیت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہر نسل کی تربیت پہلی نسل سے بدتر ہوتی ہے۔ افراد میں خودغرضی و خودسری اتنی ترقی کر جاتی ہے کہ تمدن کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے۔ نفس میں تلون اور سیماب وشی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ قومی سیاست اور اس کے بین الاقوامی رویہ میں بھی کوئی ٹھیراؤ باقی نہیں رہتا۔ گھر کا سکون بہم نہ پہنچنے کی وجہ سے افراد کی زندگیاں تلخ اور تلخ تر ہوتی جاتی ہیں۔ اور ایک دائمی اضطراب ان کو کسی کل چین نہیں لینے دیتا۔ یہ دنیوی جہنم کا عذاب ہے۔ جسے انسان اپنی احمقانہ لذت طلبی کے جنون میں خود مول لیتا ہے۔

فرانس میں سالانہ سات آٹھ ہزار کا اوسط ان مردوں اور عورتوں کا ہے جو ازدواج کے رشتہ میں منسلک ہوتے ہیں۔ یہ اوسط خود اتنا کم ہے کہ اسے دیکھ کر آسانی کے ساتھ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آبادی کا کتنا کثیر حصہ غیر شادی شدہ ہے۔ پھر اتنی قلیل تعداد جو نکاح کرتی ہے ان میں بھی بہت کم لوگ ایسے ہیں جو باعصمت رہنے اور پاک اخلاقی زندگی بسر کرنے کی نیت سے نکاح کرتے ہیں۔ اس ایک مقصد کے سوا ہر دوسرا ممکن مقصد ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ منجملہ اور دوسرے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نکاح سے پہلے ایک عورت نے جو بچہ ناجائز طور پر جنا ہے، نکاح کر کے اس کو مولود بنا دیا جائے۔ چنانچہ پول بیورو لکھتا ہے کہ فرانس کے کام پیشہ لوگوں (

) میں یہ عام دستور ہے کہ نکاح سے پہلے عورت اپنے ہونے والے شوہر سے اس بات کا وعدہ لے لیتی ہے کہ وہ اس کے بچہ کو اپنا بچہ تسلیم کرے گا۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں سین ( ) کی عدالت دیوانی کے سامنے ایک عورت نے بیان دیا کہ "میں نے شادی کے وقت ہی اپنے شوہر کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ اس شادی سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے قبل از نکاح آزادانہ تعلق سے جو بچے پیدا ہوئے ہیں ان کو "حلالی" بنا دیا جائے۔ باقی رہی یہ بات کہ میں اس کے ساتھ بیوی بن کر زندگی گذاروں، تو یہ نہ اس وقت میرے ذہن میں تھی نہ اب ہے۔ اسی بنا پر جس روز شادی ہوئی، اسی روز ساڑھے پانچ بجے میں اپنے شوہر سے الگ ہو گئی اور آج تک اس سے نہیں ملی۔ کیونکہ میں فرائض زوجیت ادا کرنے کی کوئی نیت نہ رکھتی تھی۔" (صفحہ ۵۵)

پیرس کے ایک مشہور کالج کے پرنسپل نے پول بیورو سے بیان کیا کہ "عموماً نوجوان نکاح میں صرف یہ مقصد پیش نظر رکھتے ہیں کہ گھر پر بھی ایک داشتہ کی خدمات حاصل کر لیں۔ دس بارہ سال تک وہ ہر طرف آزادانہ مزے چکھتے پھرتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ اس قسم کی بے ضابطہ آوارہ زندگی سے تھک کر وہ ایک عورت سے شادی کر لیتے ہیں، تاکہ گھر کی آسائش بھی کسی حد تک بہم پہنچے اور آزادانہ ذواقی کا لطف بھی حاصل کیا جاتا رہے۔" (صفحہ ۵٦)

فرانس میں شادی شدہ اشخاص کا زناکار ہونا قطعاً کوئی معیوب یا قابل ملامت فعل نہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے علاوہ کوئی مستقل داشتہ رکھتا ہو تو وہ اسے چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اور سوسائٹی اس فعل کو بالکل ایک معمولی اور متوقع بات سمجھتی ہے (صفحہ ۷٦ - ۷۷)

ان حالات میں نکاح کا رشتہ اس قدر بودا ہو کر رہ گیا ہے کہ بات بات میں ٹوٹ جاتا ہے۔ بسا اوقات اس بیچارے کی عمر چند گھنٹوں سے تجاوز نہیں ہوتی۔ چنانچہ فرانس کے ایک ایسے معزز شخص نے جو کئی مرتبہ وزیر رہ چکا تھا اپنی شادی کے صرف پانچ گھنٹہ بعد اپنی بیوی سے طلاق حاصل کر لی۔ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں طلاق کی موجب بن جاتی ہیں جنھیں سن کر ہنسی آتی ہے۔ مثلاً فریقین میں سے کسی ایک کا سوتے میں خراٹے لینا یا کتے کو پسند نہ کرنا۔ سین کی عدالت دیوانی نے ایک مرتبہ صرف ایک تاریخ میں ۲۹۴ نکاح فسخ کئے۔ سنہ ۱۸۸۴ء میں جب طلاق کا نیا قانون پاس ہوا تھا۔ چار ہزار طلاق واقع ہوئے تھے۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں یہ تعداد ساڑھے سات ہزار تک پہنچی۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں ۱٦ ہزار اور سنہ ۱۹۳۱ء میں ۲۱ ہزار۔

نسل کشی بچوں کی پرورش ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاقی کام ہے۔ جو ضبط نفس۔ خواہشات کی قربانی۔ تکلیفوں اور محنتوں کی برداشت اور جان و مال کا ایثار چاہتا ہے۔ خود غرض۔ نفس پرست لوگ جن پر انفرادیت اور بہیمیت کا پورا پورا تسلط ہو چکا ہو۔ اس خدمت کی انجام دہی کے لئے کسی طرح راضی نہیں ہو سکتے۔

ساٹھ ستر برس سے فرانس میں منع حمل کی تحریک کا زبردست پروپیگنڈا ہو رہا ہے۔ اس تحریک کی بدولت سرزمین فرانس کے ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت تک ان تدابیر کا علم پہنچا دیا گیا ہے جن سے آدمی اس قابل ہو سکتا ہے کہ صنفی تعلق اور اس کی لذات سے متمتع ہونے کے باوجود اس فعل کے قدرتی نتیجہ۔ یعنی استقرار حمل اور تولید نسل سے بچ سکے۔ کوئی شہر، قصبہ یا گاؤں ایسا نہیں ہے۔ جہاں مانع حمل دوائیں اور آلات برسر عام فروخت نہ ہوتے ہوں۔ اور ہر شخص انکو حاصل نہ کر سکتا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آزاد شہوت رانی کرنیوالے لوگ ہی نہیں، بلکہ شادی شدہ جوڑے بھی کثرت سے ان تدبیروں کو استعمال کرتے ہیں۔ اور ہر زن و مرد کی یہ خواہش ہے کہ ان کے درمیان بچہ یعنی وہ بلا جو تمام لطف و لذت کو کرکرا کر دیتی ہے، کسی طرح مخل انداز نہ ہونے پائے۔ فرانس کی شرح پیدائش جس رفتار سے گھٹ رہی ہے اس کو دیکھ کر ماہرین فن نے اندازہ لگایا ہے کہ منع حمل کی اس وبائے عام کی بدولت کم از کم ۷ لاکھ انسانوں کی پیدائش ہر سال روک دی جاتی ہے۔

ان تدابیر کے باوجود جو حمل ٹھیر جاتے ہیں ان کو اسقاط کے ذریعہ سے ضائع کیا جاتا ہے، اور اس طرح مزید تین چار لاکھ انسان دنیا میں آنے سے روک دئے جاتے ہیں۔ اسقاط حمل صرف غیر شادی شدہ عورتیں ہی نہیں کراتیں۔ بلکہ شادی شدہ بھی اس معاملہ میں ان کی ہم پلہ ہیں۔ اخلاقاً اس فعل کو قابل اعتراض۔ بلکہ عورت کا حق سمجھا جاتا ہے۔ قانون نے اس کی طرف سے گویا آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اگرچہ کتاب آئین میں یہ فعل ابھی تک جرم ہے۔ لیکن عملاً یہ حال ہے کہ ۳۰۰ میں سے بمشکل ایک کے چالان کی نوبت آتی ہے۔ اور پھر جن کا چالان ہوتا ہے ان میں سے بھی ۷۵ فیصدی عدالت میں جا کر چھوٹ جاتے ہیں۔ اسقاط کی طبی تدابیر اتنی آسان اور اس قدر معلوم عوام کر دی گئی ہیں کہ اکثر عورتیں خود ہی اسقاط کر لیتی ہیں اور جو نہیں کر سکتیں انھیں طبی امداد حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ پیٹ کے بچے کو ہلاک کر دینا ان لوگوں کے لئے بالکل ایسا ہو گیا ہے جیسے کسی درد کرنے والے دانت کا نکلوا دینا۔

اس ذہنیت نے فطرت مادری کو اتنا مسخ کر دیا ہے کہ وہ ماں

جس کی محبت کو دنیا ہمیشہ سے محبت کا بلند ترین منتہیٰ سمجھتی رہی ہے۔ آج اپنی اولاد سے بیزار و متنفر بلکہ اس کی دشمن ہو گئی ہے۔ منع حمل اور اسقاط سے بچ بچا کر بھی جو بچے دنیا میں آجاتے ہیں ان کے ساتھ بھی سخت بے رحمی کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اس دردناک حقیقت کو پول بیورو نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

> "آئے دن اخبارات میں اُن بچوں کے مصائب کی اطلاعات شائع ہوتی رہتی ہیں جن پر ان کے ماں باپ سخت سے سخت ظلم ڈھاتے ہیں۔ اخباروں میں تو صرف غیر معمولی واقعات ہی کا تذکرہ آتا ہے۔ مگر لوگ واقف ہیں کہ عموماً ان بچوں ——— ناخواندہ مہمانوں ——— کے ساتھ کیسا بے رحمانہ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ جن سے ان کے والدین صرف اس لئے دل برداشتہ ہیں کہ ان کمبختوں نے آکر زندگی کا سارا لطف غارت کر دیا۔ جرأت کی کمی اسقاط میں مانع ہو جاتی ہے اور اس طرح ان معصوموں کو آنے کا موقع مل جاتا ہے۔ مگر جب یہ آجاتے ہیں تو انھیں اس کی پوری سزا بھگتنی پڑتی ہے۔" (صفحہ ۷۸)

یہ بیزاری اور نفرت یہاں تک پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت کا چھ مہینہ کا بچہ مر گیا تو وہ اس کی لاش کو سامنے رکھکر خوشی کے مارے ناچی اور گائی۔ اور اپنے ہمسایوں سے کہتی پھری کہ اب ہم دوسرا بچہ نہ ہونے دیں گے۔ "مجھ اور میرے شوہر کو اس بچے کی موت سے بڑا اطمینان حاصل ہوا۔ دیکھو تو بھی ایک بچہ کیا چیز ہوتا ہے۔ ہر وقت روں روں کرتا رہتا ہے۔ گندگی پھیلاتا ہے۔ اور آدمی کو کبھی اس سے نجات نصیب نہیں ہوتی۔" (صفحہ ۷۵)

اس سے بھی زیادہ دردناک بات یہ ہے کہ بچوں کو قتل کرنے کی وبا تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اور فرانسیسی حکومت اور اس کی عدالتیں اسقاط حمل کی طرح اس جرم عظیم کے معاملہ میں بھی کمال درجہ کا تغافل برت رہی ہیں۔ مثلاً فروری ۱۹۱۸ء میں لوار ( ) کی عدالت کے سامنے دو لڑکیاں اپنے بچوں کے قتل کے الزام میں پیش ہوئیں۔ اور دونوں بری کر دی گئیں۔ ان میں سے ایک لڑکی نے اپنے بچے کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا تھا۔ اس کے ایک بچے کو اس کے رشتہ دار پہلے سے پرورش کر رہے تھے۔ اور اس دوسرے بچے کو بھی وہ پرورش کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ مگر اس نے پھر بھی یہی فیصلہ کیا کہ اس غریب کو جیتا نہ چھوڑے۔ عدالت کی رائے میں اس کا جرم قابل معافی تھا۔ دوسری لڑکی نے اپنے بچے کو گلا گھونٹ کر مارا اور جب گلا گھونٹنے پر بھی اس میں کچھ جان باقی رہ گئی تو دیوار پر مار کر اس کا سر پھوڑ دیا۔ یہ عورت بھی فرانسیسی ججوں اور جیوری کی نگاہ میں جرم قتل کی سزاوار نہ ٹھیری۔ اسی ۱۹۱۸ء کے ماہ مارچ میں سین کی عدالت کے سامنے ایک رقاصہ پیش ہوئی جس نے اپنے بچے کی زبان حلق سے کھینچنے کی کوشش کی، پھر اس کا سر پھوڑا اور آخر میں اس کا گلا کاٹ ڈالا۔ یہ عورت بھی جج اور جیوری، کسی کی رائے میں مجرم نہ تھی۔

جو قوم اپنی نسل کی دشمنی میں اس حد کو پہنچ جائے۔ اسے دنیا کی کوئی تدبیر فنا ہونے سے نہیں بچا سکتی۔ نئی نسلوں کی پیدائش ایک قوم کے وجود کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے ناگزیر ہے۔ اگر کوئی قوم اپنی نسل کی دشمن ہے تو درحقیقت وہ آپ اپنی دشمن ہے۔ خودکشی کر رہی ہے۔ کوئی بیرونی دشمن نہ ہو تب بھی وہ آپ ہی اپنی ہستی کو مٹا دینے کے لئے کافی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں۔ فرانس کی شرح پیدائش گذشتہ ۶۰ سال سے پیہم گرتی جا رہی ہے۔ کسی سال شرح اموات شرح پیدائش سے بڑھ جاتی ہے۔ کسی سال دونوں تقریباً برابر رہتی ہیں۔ اور کبھی شرح پیدائش، شرح اموات کی بہ نسبت مشکل سے ایک فی ہزار زائد ہوتی ہے۔ دوسری طرف سرزمین فرانس میں غیر قوموں کے مہاجرین کی تعداد روز افزوں ہے۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں فرانس کی ۴ کروڑ ۱۸ لاکھ آبادی میں ۲۸ لاکھ ۹۰ ہزار غیر قوموں کے لوگ تھے۔ یہ صورت حال یونہی جاری رہی تو بیسویں صدی کے اختتام تک فرانسیسی قوم عجب نہیں کہ خود اپنے وطن میں اقلیت بن کر رہ جائے۔

یہ [illegible] ہے اُن نظریات کا جن کی بنا پر عورتوں کی آزادی اور حقوق نسواں کی تحریک انیسویں صدی کے آغاز میں اٹھائی گئی تھی۔ (باقی آئندہ)

تذکرۃ الصحابہؓ

حضرت اُبیؓ بن کعبؓ

جماعت ترتیب قرآن کی صدارت آپ انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنی نجار سے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں شراب خوب پیتے تھے لیکن اسلام لا کر سید المسلمین اور سید القراء کے القاب سے ملقب ہوئے۔ حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کے چچیرے بھائی تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شرف اسلام حاصل کیا۔ حضرت سعید بن زید کے مواخاتی بھائی تھے۔

تمام غزوات میں حضور نبی کریمؐ کے دوش بدوش رہے اور داد شجاعت دی اور زخم کھائے۔ حضور نبی کریمؐ نے آپ کو عامل صدقات مقرر کیا تھا جسکے فرائض آپ نے نہایت دیانت و جفاکشی کے ساتھ انجام دیئے۔ عہد صدیقی میں قرآن کریم کی ترتیب و تدوین کے اہم کام کی ذمہ داری جس فاضل جماعت کے سپرد ہوئی اس کی سیادت کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا۔ عہد فاروقی میں آپ سے بہت سے شاندار کارنامے ظہور میں آئے۔

مجلس شوریٰ کی رکنیت اور منصب افتا حضرت فاروق اعظمؓ بہت بڑے جوہر شناس بزرگ تھے جو شخص جس کام کے لئے موزوں تھا اُس سے وہی خدمت لیتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ حضرت ابیؓ زہد و ورع کے ساتھ علم وفضل میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں اس لئے آپ کو انہی خدمات پر لگایا۔ نماز تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا تو اس کی امامت آپ ہی کے سپرد کی۔ افتا کی خدمت بھی آپ ہی کے سپرد کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے پورے دور میں آپ مسند افتا پر متمکن رہے اور درس و تدریس کی خدمت بھی بجا لاتے رہے۔ صائب الرائے بھی تھے اس لئے اپنی مجلس شوریٰ میں قبیلہ خزرج کی طرف سے آپ ہی کو ممبر نامزد کرلیا تھا۔ اور ویسے بھی تمام اہم اور پیچیدہ اُمور میں آپ سے برابر استصواب کرتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے حضرت فاروق اعظمؓ سے پوچھا بھی کہ آخر آپ مجھے حکومت کا کوئی عہدہ کیوں تفویض نہیں کرتے۔ فرمایا میں آپ سے علمی و دینی خدمت لینا چاہتا ہوں۔ دنیاوی امور میں الجھانا نہیں چاہتا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے مجلس ارتفاع اختلاف قرأت مقرر کی تو اس کی صدارت بھی آپ ہی کو سپرد ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کی وسعت نے لب و لہجہ کے اختلاف کو عام کر دیا تھا۔ انتہا یہ تھی کہ جب آپ نے سنا ہے تو حضرت معاذؓ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ جیسے فضلاء کی قرأت میں اختلاف نظر آیا جس میں صرف آپ کی قرأت موزوں سمجھی گئی اسی کے مطابق قرآن کا نسخہ تیار ہوا۔ اور آج اسی قرات میں ہم قرآن پڑھتے ہیں

عظمت قرآن کا اظہار علم وفضل میں درجۂ تبحر حاصل تھا۔ یہ حالت تھی کہ تمام انصار میں آپ سے بڑا کوئی عالم نہ تھا۔ اور حفظ و قرأت میں تو آپ مہاجرین و انصار دونوں پر فوقیت رکھتے تھے۔ اور خود حضور نبی کریمؐ آپ کو بلاتے اور قرآن پڑھوا کر سنتے۔ جب شوق و محنت کا یہ عالم ہو کہ تمام دلچسپیاں ترک کر کے اور تمام مشاغل چھوڑ کر مسجد نبوی کے اندر حصول علم ہی کی سعی میں مصروف رہتے ہوں تو آپ کو امتیازی منصب حاصل ہونا ہی چاہئے تھا۔ یہ تو یہ تورات و انجیل کے بھی آپ اتنے بڑے عالم تھے کہ یہودی و عیسائی تک آپ کے سامنے گردنیں خم کر دیتے تھے۔ عبرانی زبان پر پورا عبور تھا۔ توریت اور انجیل کی تمام بشارتیں آپ کو خصوصیت کے ساتھ معلوم تھیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ تک آپ کی جلالت علمی کے معترف تھے۔ اور گھر پر جا کر آپ سے مسائل پوچھتے رہتے تھے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک حضرت صدیق اکبرؓ کے سوا صحابہ کرام میں کوئی ہستی ایسی نہ تھی جو آپ کی علمی شخصیت سے مستغنی بے نیاز رہ سکی ہو مختلف علوم کے جامع تھے۔ قرآن۔ حدیث۔ تفسیر۔ فقہ۔ فرائض اور احتساب وغیرہ جملہ علوم کے ماہر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر برابر استفادہ کرتے رہتے تھے۔ قرآن کریم پر مجتہدانہ نظر رکھتے تھے۔ جب رسول کریمؐ نے پوچھا ہے کہ قرآن کریم میں نہایت بابرکت و معظم آیت کونسی ہے تو آپ نے برجستہ عرض کی "حضورؐ! آیۃ الکرسی سب سے معظم آیۃ ہے۔" حضور نبی کریمؐ اس پر بہت محظوظ ہوئے۔ اور فرمایا کہ ابیؓ خدا کرے کہ یہ علم تمہاری مسرتوں کا باعث ہو!

قرآن کو اس طرح سمجھ کر پڑھا تھا کہ اسے گنجینۂ معارف کہا کرتے تھے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ فرمایا۔

"قرآن کریم کو دلیل راہ بناؤ۔ اس کے فیصلوں اور اوامر پر راضی رہو۔ رسول اللہؐ نے یہی چیز تمہارے لئے چھوڑی ہے۔ اس میں تمہارا۔ تم سے پہلے گزر جانے والوں کا اور جو تمہارے بعد ہوں گے اُن سب کا حال درج ہے۔ قرآن کریم اسلام کا مکمل قانون ہے۔ قرآن مجید مسلمانوں کا بہترین دستور عمل ہے۔ اس کے قصص و حکایات نتیجہ خیز ہیں۔ جو عمل و عبرت کے لئے کافی ہیں۔ یہ کسی تفریح کے لئے نہیں عمل و عبرت ہی کے لئے ہیں۔ اس میں تمام قوموں کا کافی اور نہایت کافی تذکرہ موجود ہے۔"

یہ اس زمانے کے کسی عالم کے خیالات نہیں جسے کسی خوش عقیدگی پر محمول کیا جا سکے۔ یہ اُس بزرگ صحابی کے غور کردہ نتائج فکر ہیں جو انصار کا سب سے بڑا عالم تھا اور ایک حرف بھی نہ بڑھا سکتا تھا۔

علم قرآنی میں تبحر عہد رسالت میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اس زمانہ میں قرآنی علوم کے جو پانچ فاضل صحابی

تھے اُن میں بھی آپ کو امتیازی رتبہ حاصل تھا۔ اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ خود حضور نبی کریمؐ قرآن پر آپ کی مجتہدانہ نظر کے مداح و معترف تھے۔ ایک ایک حرف حضورؐ ہی کی زبانِ مبارک سے سنکر یاد کیا تھا۔ اور خود پوری توجہ کے ساتھ آپ کو تعلیم دی تھی۔ دیر تک حضور نبی کریمؐ سے مذاکرہ رہتا تھا اور جو سمجھ میں نہ آتا تھا خود سمجھ لیتے تھے۔ اور حضورؐ خود بھی آپ کو نکات و حقائق سمجھاتے رہتے تھے۔ گویا آپ قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے اور سب سے بڑے قاری بھی۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ جب شام تشریف لے گئے ہیں اور مقام جابیہ میں وہ خطبہ ارشاد فرمایا ہے جو تاریخی حیثیت سے بھی بہت مشہور ہے۔ تو اس میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا۔

"جسے قرآن اور علوم قرآن سیکھنے کا ذوق و شوق ہو وہ اُبیؓ سے سیکھے۔ اور اُن کے سامنے زانوے تلمذ تہ کرے"

اس عظمت علم قرآنی کا کیا ٹھکانا ہے کہ حضور نبی کریمؐ یوں تو آپ سے قرآن کا دورہ کرتے ہی رہتے تھے۔ لیکن زندگی کے آخری سال میں بھی آپ ہی کو قرآن سنایا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "مجھے جبریلؑ امین نے آکر کہا تھا کہ اُبی کو قرآن سنا دیجئے"

جو سورت نازل ہوتی حضورؐ آپ کو سنا دیتے۔ سورۂ لم یکن نازل ہوئی تو آپ کو بلا کر کہا کہ "اُبی! خدائے قدوس نے مجھے تم کو قرآن سنانے کا حکم دیا ہے۔ جب یہ سن لیا کہ حکم دیا ہے اور نام لیکر حکم دیا ہے تو پھر مسرت و ابتہاج کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جھوم اُٹھے اور آنکھوں سے بیساختہ آنسو بہنے لگے۔ آپ کی قرأت تمام دنیائے اسلام میں پھیل گئی ہوتی لیکن اس فضل و علم کے ساتھ اتنی سی کمی بھی رہ گئی تھی کہ آپ کو اپنی قرآن دانی پر اتنا ناز تھا کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی بھی نہ سنتے تھے۔ جو فرماتے تھے کہ بہت سی آیتیں منسوخ ہو چکی ہیں جن کا انھیں علم نہیں۔ اُبیؓ کو اصرار ہے کہ میں نے جو کچھ سیکھا رسول اللہؐ سے سیکھا۔ اس لئے ہم ان کی قرأت پر قائم نہیں رہ سکتے۔ لیکن جب عہد عثمانی میں سلسلہ ترتیب جدید منسوخ شدہ آیات الگ کر دی گئیں تو حضرت ابیؓ کی قرأت نے قبولیت عام کا شرف حاصل کر لیا۔

احادیث وفقہ اور قرآت خلف الامام آپ نے جو قرآن لکھا تھا وہ حضرت عثمانؓ نے لے لیا تھا۔ تفسیر میں بھی کمال حاصل تھا۔ بہت بڑے محدث بھی تھے لیکن ساتھ ہی محتاط بھی تھے۔ اس لئے آپ کی روایات کی تعداد صرف ۱۶۴ ہے فقہ و اجتہاد پر پورا عبور رکھنے ہی کے باعث آپ عہد عثمانی تک منصب افتا پر قایم و متمکن رہے۔ آپ قرأت خلف الامام کے قائل تھے اس طرح کہ ظہر و عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے۔ اور دوسری نمازوں میں خاموش رہتے تھے۔ زنا کی سزائیں مشترک بتاتے تھے۔ متاہل بڈھے کو تازیانہ و رجم دونوں۔ متاہل جوان کو محض رجم۔ اور غیر متاہل جوان کے لئے فقط تازیانہ۔ نوشت و خواند کا پورا ملکہ حاصل تھا۔ کتاب یا فرمان کے نیچے اپنا نام لکھنے کی ایجاد آپ ہی سے منسوب ہے۔

حلقۂ درس کی شان آپ کا مدرسہ بھی اُس عہد کا ایک عظیم الشان مدرسہ تھا۔ جو دنیائے اسلام میں ایک مرکزی حیثیت کا سرمایہ دار تھا۔ دور دراز سے بڑے بڑے اکابر آکر آپ سے قرأت سیکھتے تھے۔ بڑا ہجوم رہتا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت ابو درداء جیسے فاضل عصر نے بھی شام سے آکر آپ سے قرآن پڑھا۔ چونکہ مزاج تیز تھا۔ غصہ بہت جلد آجاتا تھا۔ اس لئے تلامذہ آپ سے سوالات کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اور معمولی سوالات کے سوا بےموقع کے سوالات کوئی نہ کر سکتا تھا۔ تلامذہ بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ گھر میں یا درس میں ایک گدے پر بیٹھکر تعلیم دیا کرتے تھے۔

نشست و برخاست میں یہ تکلف تھا کہ تلامذہ آپ کی تعظیم کے لئے سرو قد کھڑے ہو جاتے تھے۔ جسے حضرت فاروق اعظمؓ ناپسند کرتے تھے۔ تحف و ہدایا کبھی تلامذہ سے قبول کر لیتے تھے۔ اس سے حضور نبی کریمؐ نے منع فرمایا تھا۔ اسی لئے بعد کو پورا احتراز برتنے لگے۔ مصر و عراق تک کے طلبا کو نہایت محنت کے ساتھ پڑھاتے اور تعلیم دیتے تھے۔

مزاج میں غصہ اور حضرت عمرؓ سے جھگڑا مزاج میں تیزی تھی اتنی کہ غصہ میں کسی کا بھی خیال نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک آیت کسی کو پڑھائی۔ حضرت فاروق اعظمؓ اُسے لیکر آپ کے پاس پہنچے۔ بار بار کے سوال پر غصہ آگیا بولے "واللہ اسے خدا نے جبریلؑ پر نازل کیا جنھوں نے قلب محمدؐ میں اُتارا اور اس میں خطاب اور اس کے بیٹے سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کانوں پر ہاتھ رکھکر تکبیر پڑھتے ہوئے آپ کے گھر سے اُٹھ آئے۔

اسی طرح ایک شامی نے ایک آیت سنکر آپ کو بلوایا۔ آپ اونٹ کو چارہ کھلا رہے تھے۔ جب اُس کی زبان سے پورا واقعہ سنا تو بہت ناراض ہوئے اور کہا تم لوگ باز نہیں آتے۔ پھر اسی حالت میں کہ ہاتھ میں چارہ تھا حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس آئے۔ وہیں حضرت زیدؓ موجود تھے۔ دونوں نے آیت پڑھوا کر حضرت زیدؓ کی تائید کی۔ اسپر حضرت ابیؓ نے برہم ہو کر کہا "خدا کی قسم! عمرؓ تم خوب جانتے ہو کہ میں رسول اللہؐ کے پاس اندر ہوتا تھا اور تم لوگ باہر کھڑے رہتے تھے۔ اب آج میرے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ واللہ اگر آپ کہیں تو میں گھر میں بیٹھ رہوں۔ نہ کسی سے بولوں نہ درس قرآن دوں۔ یہانتک کہ موت میرا خاتمہ کر دے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا "نہیں نہیں ابی! آپ تو خفا ہو گئے۔ آپ شوق سے پڑھائیے" یہ اس لئے کہ تمام صحابہ کرام آپ کی بیحد عزت کرتے تھے۔

حضرت فاروق اعظمؓ سے اس وقت جبکہ وہ خلیفہ کو منتخب ہو چکے تھے باغ کے متعلق کچھ جھگڑا ہوا۔ جانتے تھے کہ خلیفہ ہیں اور خلیفہ بھی بہت بڑے مقتدر۔ اس لئے حضرت ابی رونے لگے اور کہا کہ "آپکے عہد میں اور یہ باتیں" حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا نہیں یہ بات نہیں آپ جس سے چاہیں فیصلہ کرالیں۔ چنانچہ حضرت زیدؓ کی عدالت میں

متعدد میں ہوا۔ اور فیصلہ ہوگیا۔ بڑے غیور بھی تھے۔ جہاں نواز بھی تھے اور صحابہ کرامؓ میں بڑے عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

عبادات و اتباع سنت — عبادات میں خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔ بڑے ذوق و شوق سے نماز پڑھتے تھے۔ خشوع و خضوع طاری رہتا تھا۔ اکثر شب بیدار رہتے تھے تلاوت و نماز میں آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ عموماً تیسری شب کو قرآن شریف ختم کر لیا کرتے تھے۔ اور آخری شب میں درود و سلام میں مصروف رہتے تھے۔ حضور نبی کریمؐ کی ذات گرامی سے بے حد محبت تھی۔ ہر اس نئی چیز سے جو عہد رسالت میں نہ تھی اجتناب کرتے اور اسے برا سمجھتے تھے۔ جب حضرت فاروق اعظمؓ نے لوگوں کو علیحدہ علیحدہ نماز تراویح پڑھتے دیکھکر اور انھیں جماعت سے پڑھنے اور آپ کو امامت کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو آپ نے صاف فرمایا کہ جو چیز عہد نبوی میں نہ ہوئی اسے میں کیوں کر روا رکھ سکتا ہوں فرمایا یہ [illegible] کہ اس میں کوئی قباحت بھی تو نہیں اس لئے آپ کو [illegible]

معاشرتی زندگی — مزاج میں تکلف تھا۔ بوڑھے ہو گئے تھے۔ سر اور داڑھی کے بالوں پر سفیدی چھا گئی تھی۔ مگر اسوقت بھی کنیز آپ کے بالوں کو سنوارتی تھی۔ صاف شفاف لباس پہنتے تھے۔ دیوار میں ایک آئینہ لگا ہوا تھا۔ جب کنگھی کرتے تھے تو اس کی طرف منہ کر کے کر لیتے تھے۔ عہد فاروقی میں جو گرانقدر وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔ وہ آخر وقت تک ملتا رہا۔ اور زندگی سکون و آرام کے ساتھ بسر کی۔ بیوی بچوں سے بہت محبت تھی۔ اولاد و ازدواج کا صحیح پتہ نہیں ملتا۔ تاہم اتنا معلوم ہے کہ حضرت ام طفیلؓ آپ کی اہلیہ تھیں اور پانچ بچے تھے جن کے نام یہ تھے۔ طفیل۔ محمد عبداللہ۔ ربیع اور ام عمر۔

قابل تقلید خصوصیت — قابل تقلید خصوصیت یہی تو ہے کہ آپ قرآن کریم ہی کو مدار علیہ اور رہنمائی کے لئے بالکل کافی سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کہ [illegible] کتاب کے بعد ہمیں پھر اور کسی کتاب کی ضرورت باقی نہیں [illegible] اسلام مکمل [illegible] ہے۔ جیسا کہ [illegible] اسی مضمون کو کئی جگہ [illegible] کر چکے ہیں۔ عارف وقت برادر محترم شیخ محمد آفاق صاحب رئوف (مدیر مولوی) نے بھی ایک روز دوران تعلیم یہ سمجھایا تھا اور نہایت بلیغ اندازمیں یہ نکتہ ذہن نشین کیا تھا کہ حضور نبی کریمؐ کے عہد ہی میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر تکمیل دین کا آسمانی اعلان ہو چکا تھا اور آیۃ پاک الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہو گئی تھی جس سے صاف واضح ہے کہ قرآن مجید ہماری سائنسی ترقیات و ضروریات کا ضامن ہے۔ اس نزول آیۃ کے وقت اسلامی لٹریچر میں صرف ایک ہی کتاب موجود تھی۔ اور یہی ڈیڑھ سال تک مسلمانوں کا واحد قانون بنی رہی۔ اور یہی وہ زمانہ ہے کہ اسلامی سلطنت کی حدود اتنی وسیع ہو چکی تھیں جن سے وسیع حدود نہ اس سے پہلے کسی سلطنت [illegible] ہوئیں اور نہ بعد کو [illegible] وہ زمانہ تھا کہ نہ اس وقت تک احادیث مدون ہوئی تھیں اور نہ [illegible] ہوئی تھی۔ آج بھی [illegible] غور کریں تو ہمیں سب کچھ اسی میں مل سکتا ہے اور سارے اختلافات کیسے ختم ہو سکتے ہیں کہ اس میں ایک نقطہ کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ باقی تمام چیزوں میں اختلاف ہیں۔

دوسری چیز یہ کہ ایک شخص کے اس سوال کے جواب میں کہ "ہم لوگ جو بیمار ہوتے یا تکلیف اٹھاتے ہیں اس میں بھی کچھ ثواب ہے" فرمایا۔ "گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے" حضرت ابی کے سوال پر فرمایا "چھوٹی چھوٹی تکالیف کیا ایک کانٹے کا لگنا بھی کفارہ ہے" سنتے ہی سرشار ہو گئے اور بیساختہ دعا کی کہ مجھے بھی ہمیشہ تپ چڑھی رہے۔ مگر عبادت کے قابل رہوں چنانچہ زندگی بھر خفیف حرارت رہی۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ بیماریوں تکلیفوں اور حوادث پر اپنی زبان شکوہ سے آلودہ نہ کریں مضطرب نہ ہوا کریں کہ یہ سب گناہ کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ اور یہ تکلیف مسلمان کے لئے پیغام راحت اور بقول برادرم جناب آفاق ہر غم بنائے راحت ہے۔ فرزندان توحید کو ہر حالت میں صابر و شاکر رہنا چاہیئے۔

وعظ نذیریہ

(از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی مصنف کتاب الاسلام)

شراب اور جوا

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ بیشک شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر یہ ہیں شیطان کے کاموں میں سے ہیں تم اس برائی سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

برادران اسلام! اسلام پاکیزگی و طہارت کا ایک کامل و مکمل خداوندی پروگرام ہے۔ اسلام کے پیش نظر ظاہری و باطنی دونوں قسم کی صفائی ہے۔ وہ جہاں ہمارے بدن۔ لباسوں۔ مکانوں اور ظروف کو پاک و صاف رکھنے کی ہدایت و تاکید کرتا ہے وہاں دلوں۔ دماغوں اور روحوں کی پاکیزگی و طہارت کو بھی اپنی رہنمائی کا اصل الاصول قرار دیتا ہے۔ اسلام نے تدابیر حفظ صحت میں وہ وہ عمدہ اصول و قوانین قائم کئے ہیں کہ انکو دیکھکر دنیا جہان کے عقلاء، فلاسفر اور محققین حیران و ششدر ہیں۔ چنانچہ حفظ صحت اور جسمانی صفائی کے متعلق اس نے یہ اصول تمام احکام میں ملحوظ رکھا ہے۔ ارشاد باری ہے وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَاتِ یعنی اسلام ان کے واسطے تمام پاک اشیا، اور پسندیدہ چیزوں کو حلال کرتا ہے۔ اور وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبَائِثَ اور ان پر تمام ناپاک اشیا حرام کرتا ہے۔ طیبات سے مراد وہ تمام افعال و اشیاء ہیں جو بذات خود پاکیزہ و خوشگوار معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان کے نتائج بھی مفید اور صحت بخش ہیں۔

اس کے مقابلہ میں خبائث وہ تمام افعال و اشیاء ہیں جو بذات خود نفرت خیز اور ان کے نتائج بھی پُر ضرر اور قبیح ہیں۔ پس اسلام کا اصولی حکم یہ ہے کہ طیبات کو اختیار کرو اور خبائث سے بچو۔ تہذیب و شائستگی۔ پاکیزگی و صفائی اور تدابیر حفظ صحت کا اصول اور علمی لب لباب صرف اسی قدر ہے کہ ہر شے اور ہر فعل پر نظر رکھو جس شے یا جس فعل میں صحت کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو اس کو ترک کر دو۔ اور جو مفید صحت ہوں ان کو اختیار کرو۔ اسلام نے اسی اصول کو کھانے پینے کی چیزوں میں بھی ملحوظ رکھا ہے وہ تمام اشیا خوردنی و نوشیدنی جو اخلاق و روحانیت سوز ہونے کے علاوہ مضر صحت ہیں ان کو حرام کر دیا ہے۔ اور وہ چیزیں جو مفید صحت ہیں ان کو حلال و جائز رکھا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر ہماری شریعت نے شراب اور جوئے کو قطعی طور پر حرام کر دیا ہے جو ام الجرائم ہیں۔

حرمت خمر کی تاریخ

برادران ملت! جاہلیت میں عرب شراب کے بہت عادی تھے۔ وہ پانی کے بغیر زندہ رہ سکتے تھے مگر شراب کے بغیر ان کا زندہ رہنا محال تھا۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ عرب کا ایک بڑا مشہور شاعر طرفہ بکری گزرا ہے۔ اس نے اپنے زمانہ کے بادشاہ کی ہجو میں سخت الفاظ کہے تھے۔ اس پر بادشاہ نے اُسے دھوکہ اور فریب سے اپنے ایک عامل کے پاس لکھکر بھیجدیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ جب طرفہ عامل کے پاس پہونچا اور وہ بادشاہ کے حکم سے آگاہ ہوا تو پوچھا تجھے کس طرح قتل کروں؟ اس نے کہا آپ مجھکو بہت سی شراب پلوادیں اور جب میں مدہوش ہو جاؤں تو میری فصدیں کھول دی جائیں۔ اس طرح تمام بدن کا خون نکل جانے سے میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ مر گیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ عہد جاہلیت میں نشہ بازی اور زناکاری کی اسقدر کثرت تھی کہ ہر شخص مختلف قسم کے نشے استعمال کرتا تھا اور فاحشہ عورتوں سے تعلقات رکھتا تھا اور اس کو اپنے لئے باعث فخر و مباہات سمجھتے تھے۔ شراب و زنا دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ یہی دونوں چیزیں ان کا طرۂ امتیاز تھیں۔ اسی عادت قدیمہ کو اسلام نے آکر یکدم ہی نہیں مٹایا بلکہ بتدریج عرب والوں کے قلوب میں شراب کی برائی و نفرت جمائی۔ اور قلوب و ارواح میں یہ صلاحیت پیدا کی کہ وہ شراب کی حرمت پر یکدم عمل شروع کر دیں۔ چنانچہ مفسرین کہتے ہیں کہ شراب کے بارے میں چار آیتیں مکہ میں اُتری ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے۔

وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْہُ سَکَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ اور دودھ کے علاوہ ہم تم کو شیرہ پلاتے ہیں کھجور کے پھلوں اور انگوروں سے۔ اس شیرہ سے تم نشہ اور اچھی روزی حاصل کرتے ہو۔ بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو عقل رکھتے ہیں۔

اس میں اللہ پاک نے اپنے عاقل بندوں کے لئے اپنی کمال قدرت کا اظہار فرمایا ہے اور وہ یہ کہ انگور ایک پاک شے ہے۔ اس کے کھانے سے کوئی برا اثر پیدا نہیں ہوتا۔ مگر شراب جو اس سے بنتی ہے وہ آدمی کو بدمست و لایعقل بنا دیتی ہے۔ اس میں ایک نشانی اور دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اچھوں سے بروں کو پیدا کرتے ہیں۔ اس آیت میں شراب کی حرمت کی طرف بھی اشارہ ہے جس کی تفصیل موجب طوالت ہے۔

برادران عزیز! اس آیت کے نزول تک مسلمان شراب پیا کرتے تھے۔ اور ابھی تک حلال تھی۔ ایک مرتبہ اسی دوران میں حضرت عمرؓ حضرت معاذؓ اور ایک جماعت صحابہؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے کہ حضرت شراب کے بارے میں آپ ہم کو فتویٰ دیجئے۔ کیونکہ اس سے مال بھی ضائع ہوتا ہے اور عقل بھی جاتی رہتی ہے۔ اس کے جواب میں سورۂ بقر کی یہ آیت نازل ہوئی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔

یعنی اے نبی! یہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کی نسبت دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہدیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ اور لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں۔ مگر ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے"۔ اس حکم کے بعد بھی بعض لوگ پیتے رہے اور بعضوں نے چھوڑ دی۔ اس آیت کے نزول کے بعد ایک دفعہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے خود بھی شراب پی اور دوسروں کو بھی پلائی۔ اس طرح شراب کا دور چل رہا تھا کہ نماز کا وقت آگیا۔ اور وہ نشہ ہی کی حالت میں نماز پڑھنے لگے۔ اور سورۂ کافرون شروع کی اور یوں پڑھ گئے۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۔ لفظ لا کو چھوڑ گئے۔ اور اس سے جو کفریہ معنے پیدا ہوئے وہ ظاہر ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى یعنی نشہ کی حالت میں نماز کے نزدیک نہ جایا کرو۔ اس کے بعد شراب کی قباحت ان کے ذہنوں میں اور بھی زیادہ ہوگئی اور شراب پینے والے بہت کم رہ گئے۔ پھر ایک دفعہ انصار کے ایک گروہ نے جس میں سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے شراب پی۔ جب سب نشہ سے مدہوش ہوگئے تو آپس میں فخر کی باتیں کرنے لگے۔ سعد نے ایک شعر انصار کی ہجو میں پڑھا اس پر غصہ میں آکر ایک انصاری نے اونٹ کی ایک ہڈی کھینچ کر اس زور سے ماری کہ گوشت کے نیچے سے ہڈی دکھائی دینے لگی۔ سعد نے اس واقعہ کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ جب حضرت عمرؓ نے اس واقعہ کو سنا تو بیقرار ہوکر کہا کہ یا اللہ شراب کے بارے میں ہم پر کوئی شافی بیان نازل فرما۔ اس پر صاف طور پر یہ آیت نازل ہوئی جو میں سنہ ١٣٦٠ کے ابتدائی خطبہ میں مع ترجمہ تلاوت کی ہے۔

شراب خوری کی حد

برادران ملت! اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے کہا یا اللہ ہم اس شراب سے باز آئے۔ اور تیرے حکم کو تسلیم کیا۔ اس مخالفت کے بعد جو کوئی شراب پیتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے چالیس چھڑیاں یا جوتیاں بطور سزا کے لگوا دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی یہی دستور رہا۔ لیکن جب خلافت فاروقی میں شراب کی کچھ کثرت ہونے لگی تو آپ کو اس کی روک تھام میں غیر معمولی فکر و اہتمام کرنا پڑا۔ اور انہوں نے اسّی درّے سزا کے مقرر کئے۔ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافتوں میں بھی یہی سزا معین رہی۔ سب لوگوں نے اسی کی تقلید کی۔ فقہا نے بھی اسی پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ سزا نسیاً منسیاً ہوکر رہ گئی۔

قفالؒ کہتے ہیں کہ خمر کے حرام ہونے میں یہ ترتیب و تدریج حکمت کے ساتھ ہے کہ وہ لوگ خمر کے عادی و مالوف ہو رہے تھے۔

خمر اور میسر کی تعریف

لغت میں خمر کے معنی ستر یعنی پردہ کے ہیں اسی بنا پر عورت کی اوڑھنی کو خمار کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے خَمِّرُوْا اٰنِيَتَكُمْ اپنے برتنوں کو ڈھک دیا کرو۔ سو شراب کو خمر اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ عقل کو ڈھانک دیتی ہے اور میسر کے معنی جوئے کے ہیں۔ اس کو میسر اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ آسانی سے غیر کا مال اپنے ہاتھ آجاتا ہے۔ یہ لفظ یسر کا اسم آلہ ہے اور یسر کے معنی آسانی کے ہیں پس جس چیز کے ذریعہ غیر کا مال آسانی سے ہاتھ آجائے وہ جوا ہے۔ اس تعریف کی رُو سے لاٹری بھی حرام ٹھیری اور چھپی ڈاننے [illegible] مزیدنے کا طریقہ بھی حرام ہوا۔ اس طرح جس چیز میں بھی یہ علت پائی جائے کہ آسانی سے دوسرے کا مال ہاتھ آجائے وہ اسی ذیل میں ہے۔

یہاں اس امر کو اچھی طرح یاد رکھئے کہ الخمر اور المیسر میں الف لام تعریفی جنسی بمعنے فعل کے ہے۔ یعنی وہ تمام چیزیں جو شراب کی طرح مست بد کر دیتیں اور عقل کو ڈھانک دیتی ہیں جنس شراب ہیں اور المیسر سے مراد وہ تمام کھیلیں اور معاملات جو مثل جوئے کے ہیں جنس جوا ہیں جنہیں جیت ہار اور یک طرفہ ڈگری ہو۔

برادران عزیز! غور کرو سورۂ بقر میں اللہ تعالیٰ نے شراب و جوئے کے متعلق فرمایا ہے کہ ان دونوں میں لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں۔ سو وہ خمر کے فائدے یہ ہیں کہ یہ ضعیف کو قوی کرتی ہے۔ طعام کو ہضم اور غم کو دور کرتی ہے اور دلیری دیتی ہے۔ اور میسر کے منافع یہ ہیں کہ وہ ایک مجلس میں فقیر کو غنی بنا دیتا ہے۔ مگر دونوں کے فوائد کے مقابلہ میں گناہ بہت زیادہ ہیں جو بجائے فائدہ کے نقصان کا باعث ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس میں جیت ہار بدلیں دونوں جانب سے ہو۔ وہ بالاجماع حرام ہے۔ اور اگر صرف ایک جانب سے شرط ہو مثلاً زید وعمرو دونوں گھوڑا دوڑائیں اور یہ شرط ٹھیر جائے کہ اگر زید عمرو سے آگے نکل جائے تو عمرو سے سو روپے لے لے۔ اور اگر عمرو آگے نکل جائے تو زید سے کچھ نہ لے۔ یہ صورت جائز ہے۔ بعض صحابہ اور تابعین نے تو میسر کو یہاں تک عام سمجھا ہے کہ ہر لعو ولعب کو میسر ٹھیرایا ہے۔ چنانچہ ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم کے ذریعہ حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ شطرنج بھی میسر ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ شراب پینا، جوا کھیلنا، بتوں کو پوجنا اور تیروں سے فال نکالنا یہ سب بری چیزیں اور شیطانی کام ہیں۔ تم ان بری چیزوں سے بچو۔ یہ آیت شراب کے حرام ہونے میں نص قطعی ہے۔ وہ مثل پیشاب کے نجاست غلیظہ ہے۔ جو اس کو حلال سمجھے وہ کافر ہے۔ اور اس سے کسی قسم کا نفع حاصل کرنا بھی حرام ہے۔

شراب و جوئے کی قباحت و مذمت

برادران اسلام! شراب کا پینا سب گناہوں میں بڑا گناہ ہے۔ اور بڑے بڑے ہولناک جرائم کی جڑ ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی شراب حرام کر دیں گے۔ امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے شراب پی خدائے قدوس اس سے چالیس دنوں تک راضی نہیں ہوتا۔ اگر وہ مرگیا تو کافر مرا۔ اور اگر اس نے

تو پھر ان کو باری تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے شراب پینے والے بیچنے والے اور خریدنے والے پر حق تعالیٰ لعنت کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ شرابی سے بغلگیر ہونا یا سلام کرنا اور یا مصافحہ کرنا بھی باعث نقصان ہے کیونکہ اس سے چالیس سال کی عبادت ضائع جاتی ہے۔ نقل ہے کہ جنت کی خوشبو پانچسو برس کی راہ سے سونگھی جاتی ہے لیکن تین گروہ اس کی خوشبو نہ سونگھیں گے شراب پینے والے ماں باپ کو تکلیف دینے والے اور زنا کرنیوالے بشرطیکہ یہ لوگ ان گناہوں سے بے توبہ کئے مریں۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ شراب خوار مردار سے زیادہ بدبودار ہو کر قبر سے نکلے گا۔ اس کی گردن میں شراب کا پیمانہ لٹکا ہوگا۔ ہاتھ میں پیالہ پکڑے ہوئے ہوگا۔ اس کے گوشت و پوست میں سانپ و بچھو بھرے ہوں گے۔ اور پاؤں میں آگ کی دو نعلین پہنے ہوئے ہوگا جن کی سوزش سے دماغ کھولتا ہوگا۔ اس کی گردن میں آگ کے طوق کی رسی ہوگی۔ اور وہ دوزخ میں فرعون و ہامان کے ساتھ رہیگا۔

بھائیو! شراب اور شرابی کی مذمت اور عذاب کے بارے میں اس کثرت سے حدیثیں ہیں کہ اگر میں ان کو بیان کروں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ ان میں سے میں نے یہ چند حدیثیں بیان کی ہیں جو عبرت اندوزی کے لئے کافی ہیں۔ اب میں دو ایک حکایتیں بیان کرکے شرابیوں کی عبرت و نصیحت کا مزید سامان ہدایت مہیا کرتا ہوں سنئے

حضرت عبداللہ بن حذافہ کی دینی استقامت

برادرانِ ملت! اسلام کے معنی ہیں حکم کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔ اور حکم کا بندہ بن جانا۔ صحابہؓ نے اسی اسلام کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ ان کے اسلام اور کامل اطاعت و فرمانبرداری کا یہ کیسا شاندار، ولولہ انگیز اور حیرتناک منظر ہے کہ وہ کلمہ پڑھتے ہی تمام ہوا ہائے نفسانی و وساوس شیطانی اور مقاصد انسانی سے نجات پاکر کلی طور پر خدا کے ہو گئے تھے۔ ان کا مقصود و معبود اور محبوب سوائے ذات خداوندی کے اور کوئی ہستی نہ تھی۔ ابی بریدہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ چند صحابی بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے سورۂ مائدہ کی یہ آیت فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ پڑھکر سنائی جو اسی دن نازل ہوئی ہوئی تھی۔ اور وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر آیا تھا۔ اس وقت شراب کے پیالے منہ سے لگے ہوئے تھے۔ کچھ پی لی تھی اور کچھ پیالوں میں باقی تھی۔ یہ آیت سنتے ہی پیالے منہ سے الگ کر دیئے۔ اور زمین پر دے مارے جتنی شراب منہ میں تھی وہ گرا دی اور پھر قے کرکے پیٹ میں کی شراب بھی باہر نکال پھینکی۔ اور سب نے پختہ عزم و ارادہ کے ساتھ کہا کہ اے اللہ! ہم باز آئے۔ پھر کیا مجال جو تمام عمر کبھی شراب کی صورت تک دیکھی ہو اور کبھی جوئے کے نزدیک گئے ہوں۔

لکھا ہے کہ ایک جنگ میں اسی صحابی مع حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کے قید ہو گئے۔ اور عیسائی بادشاہ ہرقل کے سامنے پیش کئے گئے۔ بادشاہ نے کہا عبداللہ! اگر تو عیسائی مذہب قبول کرلے تو یہ سب کچھ تیرا ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ آپ کس خیال میں ہیں اگر آپ مجھے تمام ملک بھی دے دیں تو میں اسلام کو نہ چھوڑوں گا۔ ہرقل نے جب دیکھا کہ لالچ سے کام نہیں بنا تو اب دوسرا پینترا بدلا۔ کہا اگر تو ہمارا دین قبول نہ کرے گا تو میں تجھے بہت بری طرح قتل کروں گا۔ عاشق اسلام عبداللہ نے جواب دیا۔ جو تیرا جی چاہے کر۔ اگر تو میرے جسم کا قیمہ قیمہ بھی کر دے گا تو بھی میں ہرگز ہرگز کسی دوسرے مذہب کو اختیار نہ کروں گا۔ یہ استقامت دیکھکر ہرقل نے کہا اچھا اگر تو عیسائی مذہب اختیار نہیں کرتا تو صرف صلیب کو سجدہ ہی کرلے۔ میں تجھے رہا کر دوں گا۔ عبداللہ نے کہا میں یہ بھی کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا۔ بیجان چیزوں کے سامنے سجدہ کرنا تم جیسے بیوقوفوں کا کام ہے۔ کہا اگر صلیب کو سجدہ نہیں کرتا تو تھوڑی سی شراب ہی پی لے۔ اگر تو خوشی سے نہ پیئے گا تو میں تجھے قید کروں گا۔ اور زبردستی پینی پڑے گی مختصر یہ کہ آپ قید میں رہے۔ طرح طرح کی سختیاں جھیلیں۔ مگر ان گناہوں میں سے کسی گناہ کو کبھی اپنے نزدیک نہ آنے دیا۔ اگر آپ چاہتے تو ہماری طرح وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ کا حیلہ بنا کر صورت جواز نکال سکتے تھے۔ وہ ایسے خدا پرست متقی، اور قوی الایمان تھے کہ تمام مصائب برداشت کرلئے مگر کسی طرح بھی خدا کی نافرمانی نہ کی۔

مسلمانو! ذرا عبداللہ کی استقامت دینی اور بے نظیر پرہیزگاری دیکھیے کہ ہرقل نے کہا تم نے قید خانہ میں شراب کیوں نہیں پی۔ حالانکہ تین روز کے بعد حرام چیزیں تمہارے مذہب میں حلال ہو جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ صحیح ہے۔ مگر میں ایسا کام کیوں کروں جس سے ایک کافر خوش ہو۔ اور خدا ناراض ہو جائے۔ آج کیا حال ہے؟ یہ کہ محفلوں اور سوسائٹیوں میں اپنے یار دوستوں کے تقاضہ و اصرار سے مجبور ہو کر شراب پی لیتے ہیں اور خدا کی ناراضی کا ذرہ برابر بھی خوف نہیں کرتے۔ تم ہی بتلاؤ کیا ایسے کمزور ایمان مسلمانی کا دعویٰ کر سکتے ہیں! ہرگز نہیں۔ وہ نفس کے بندے اور شیطان کے مرید ہیں۔ جو دوستوں کے اصرار سے مجبور ہو کر خدا کی نافرمانی کرتے ہیں۔

ایک وحشتناک خواب

برادرانِ محترم: اسلام نے ہر قسم کے مسکرات اور محرکات استعمال کرنے کی سخت مخالفت کی ہے جس کا اندازہ آپ مذکورہ حدیثوں سے بآسانی لگا سکتے ہیں۔ یہاں اتنی بات یاد رکھئے کہ ہمارا پاکیزہ مذہب ہمیں صرف انھیں اشیاء کے استعمال سے روکتا ہے جن سے انسان کے دماغ، عقل اور ضمیر پر برا اثر پڑتا ہے۔ اور جو انسان کو جہنم کا کندہ بناتی ہیں۔ مرنے کے بعد شرابی کا جو حشر ہوتا ہے۔ اس کو عبرت کے کانوں سے سنئے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک لونڈی تھی جو ہمیشہ میری خدمت میں رہا کرتی تھی۔ ایک رات ایسا ہوا کہ میں خواب سے اچانک بیدار ہوئی۔ اور پانی کا کوزہ تلاش کیا۔ مگر کہیں نہ ملا میں لونڈی کے پاس گئی اور پوچھا کہ کوزہ کہاں ہے؟ اس کے جواب میں اس نے مجھے ایک نہایت ہی عبرت اندوز اور وحشتناک خواب سنایا۔ (باقی آئندہ)

میر میراں شاہ جیلاںؒ

(از جناب مولوی شاہ سید شریف احمد صاحب مراد سہروردی مارہروی)

خاندانی عظمت و ولادت حضور غوث پاکؒ نسباً و حسباً حسنی و حسینی سید ہیں آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کا خاندان کا خاندان عرفانی کمالات کا حامل اور روحانی علوم سے پیکر انوار بنا ہوا تھا۔ آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی ارضِ گیلان کے مشہور مشائخ و بزرگوں میں سے تھے۔ جن کی کرامت کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔

آپ کے والد گرامی سید ابو صالحؒ تھے۔ جو اولیائے وقت میں سے تھے اور جن کے تقویٰ و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز دورانِ مجاہدہ و ریاضت میں بھوک سے جو بُرا حال ہوا کہ تیسرے وقت کا فاقہ تھا اور ایک پھل بھی اڑ کر منہ میں نہ پہنچی تھی تو سامنے لہریں لیتے ہوئے دریا سے ایک بہتا ہوا سیب نکال کر کھا لیا۔ کھانے کو تو کھا گئے۔ پھر خیال ہوا کہ مجھے کوئی حق نہ تھا۔ کہ غیر کی چیز اُس کی اجازت کے حصول کے بغیر کھا لیتا۔ دل پر ایک دہشت غالب ہوئی۔ خوفِ خدا سے لرز اُٹھے اور اُٹھ کر دریا کے کنارے کنارے اُس ثمرت کو مالک کی تلاش میں چل کھڑے ہوئے جدھر سے سیب بہتا ہوا آ رہا تھا۔ کئی روز چلتے چلتے گزر گئے۔

آخر لبِ دریا ایک رفیع الشان عمارت نظر آئی جس میں ایک پُر فضا باغ بھی تھا اور جس کے درختوں کی پُر ثمر شاخیں آبِ رواں سے ہم آغوش تھیں۔ اُن کے تو دل کو لگی ہوئی تھی۔ سیدھے عمارت میں داخل ہوئے اور سید عبداللہؒ سے جو اس باغ کے مالک تھے عرض کی کہ آپ کے باغ کے فلاں درخت کا ایک سیب اتفاقاً ٹوٹ کر دریا میں گر گیا تھا اور بہتا چلا آ رہا تھا مجھ سے یہ غلطی ہو گئی کہ بھوک کے غلبے سے مجبور ہو کر میں نے اُسے نکال کر کھا لیا۔ اس کے معاف کرانے کے لئے فلاں مقام سے تلاش کرتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ سید عبداللہؒ سمجھ گئے کہ یہ شخص گو بظاہر زدہ حالت اور دریدہ لباس نظر آ رہا ہے۔ مگر ہے جوہرِ قابل۔ فرمایا اتنی بڑی غلطی یوں بہ آسانی تو معاف نہیں ہو سکتی۔ تمہارے لئے وہ سیب ہرگز حلال نہ تھا۔ بارہ سال میری خدمت میں رہو تو معاف کروں گا۔ بڑا حوصلہ سوز جواب تھا۔

مگر راضی ہونا پڑا۔ انقضائے مدت کے بعد فرمایا کہ ابھی ایک اور شرط باقی ہے اور وہ یہ کہ میرے ایک اکلوتی بیٹی ہے جو اندھی۔ بہری۔ گونگی اور لنگڑی ہے۔ معاف کرانا ہے تو اس سے نکاح کرنے پر تیار ہو جاؤ۔ اور اس کے بعد بھی مزید دو برس خدمت کرو۔ تاکہ میں نواسے کی صورت اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ نورِ باطن سے انھیں معلوم ہو چکا تھا کہ پیدا ہونے والا نواسا آسمانِ غوثیت کا خورشید ہو گا۔ انتہائے تقویٰ یہ تھا کہ زندگی تباہ کرنے والی اس شرط پر بھی راضی ہو گئے۔

نکاح کر لیا۔ دو حیرت انگیز امتلہ اتقار سن چکے۔ اب تیسری حیرت بآ چیز بھی سن لیجئے۔ حجلۂ عروس میں جو قدم رکھتے ہیں تو نورِ حسن سے اُسے منور پاتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ دلہن مریض و اپاہج ہونے کے بجائے پوری تندرست اور نہایت حسین ہے۔ جو انعامِ الٰہی تھا۔ خدا کے لئے اتنے مصائب برداشت کرنے کا نتیجہ ہو جوانی کا عالم۔ خلوتکدے کی فضا۔ پیکرِ جمال کی جلوہ افروزی قدم کا جمار رہنا محال کیا غیر ممکن تھا۔ لیکن جو خدا کا ہو جاتا ہے اور خدا سے ڈرنے لگتا ہے۔ اس کے قدوم میں ثبات اور دل میں ایک نئی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔

سمجھے کہ غلطی سے دوسری عورت ور لڑکی حجلۂ عروسی میں بھیجدی گئی ہے جو میرے لئے حلال نہیں۔ ایک لغزش کا خمیازہ تو آج تک بھگت رہا ہوں کوئی اور غلطی ہوئی تو خدا معلوم کیا افتاد پڑے۔ دلہن کے بستر پر قدم بھی نہیں رکھا۔ اور الگ ایک گوشے میں مصلّے بچھا کر مصروفِ نماز ہو گئے اور پوری شب اسی عنوان سے گزار دی۔ حضرت عبداللہؒ کی طرف سے یہ تیسری آزمائش تھی جس میں پورے اُترے۔ اُنھوں نے کشف سے ساری حقیقت معلوم کر لی۔ اور فرمایا بیٹا وہ غیر نہیں تمہاری ہی بیوی ہے میں نے بھی جو کہا تھا وہ صحیح تھا کہ نامحرم کو دیکھنے مس کرنے اور غیر حق کی طرف قدم بڑھانے اور ناحق سننے کے اعتبار سے وہ ایسی ہی ہے جیسا کہا تھا حضرت ابو صالحؒ یہ سنکر مطمئن ہو گئے۔ دلہن کا نام فاطمہؒ تھا۔ اور انہی کے بطن سے یکم رمضان ۴۷۱ھ میں شب کے وقت حضور غوث پاکؒ کتمِ عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

تعلیم و تربیت حضور غوث پاک کو ایسے متقی باپ کا فرزند اور ایسی خدا رسیدہ ماں کے لختِ جگر ہونے کی حیثیت سے جو کچھ ہونا چاہیئے تھا وہ ہوئے۔ مادر زاد ولی تھے۔ باپ تو کم سنی ہی میں یتیم چھوڑ کر راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ ماں اور نانا نے پرورش کیا۔ جن کی تربیت سونے پر سہاگہ بن گئی۔ بارہ سال کی عمر تک تو آپ نے مکاتب میں تعلیم پائی اور اٹھارہ سال کی عمر میں تشنگیِ کسبِ کمال بغداد لے چلی۔

ماں نے چلتے وقت چالیس اشرفیاں آپ کے جبہ کے استر میں غیر محسوس طریقہ پر سی دیے۔ اور نصیحت کی کہ بیٹا دیکھو ہر حالت میں سچ بولنا۔ جھوٹ کے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ ماں اور نانا کی تربیت نے اس عمر ہی میں مطلعِ انوار بنا دیا تھا۔

ڈاکوؤں کا حملہ اور سچائی کا مظاہرہ بیوہ ماں نے اکلوتے بیٹے کو خدا کے سپرد کر کے روانہ بغداد کر دیا قافلہ منازل طے کرتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ ہمدان کے قریب پہنچا تو ساٹھ ڈاکو آن پڑے۔ اور سارے قافلے کو لوٹ لیا۔ آپ کے پاس بظاہر کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کئی ڈاکو آئے اور سرسری طور پر پوچھ کر نکل گئے۔ آپ نے ہر ڈاکو

کے استفسار کے جواب میں کہا کہ ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ کسی کو یقین ہی نہ ہوتا تھا۔

انھوں نے اپنے سردار سے جو ذکر کیا تو محض دلچسپی کے طور پر اس نے پکڑ والیا۔ اُس نے بھی وہی سوال کیا اور وہی جواب پایا۔ پوچھا کہاں ہیں۔ فرمایا میرے جبہ کے استر کی تہ میں سلے ہوئے ہیں۔ برآمد ہو جانے پر سردار نے حیرت سے پوچھا کہ لڑکے! تجھے اتنی بڑی رقم کے لُٹ جانے کا اندیشہ پیدا نہ ہوا۔ کہ اگر تو خود پتہ نہ دیتا تو کسی کو بھی اس رقم کا علم نہ ہو سکتا۔ برجستہ فرمایا۔ کیا خوب میں چالیس دینار کے لئے جھوٹ بولتا اور اپنی ماں سے کئے ہوئے عہد کو اتنی جلد شکست کرکے رکھ دیتا کہ اُنھوں نے مجھے سچ بولنے کی نصیحت کی تھی۔ اتنا سننا کہ سردار کے قلب میں ایک جھٹکا محسوس ہوا۔

دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ آنکھیں رودبار بن گئیں۔ قدموں پر گرا۔ توبہ کی اور کہنے لگا۔ حیف ہے کہ تو لڑکپن میں اپنی ماں سے کیا ہوا عہد توڑنے پر تیار نہ ہوا اور میں اتنی عمر ہو گئی۔ اپنے خالق حقیقی سے کیا ہوا عہد توڑتا چلا آرہا ہوں۔ تمام ڈاکوؤں نے بھی ساتھ ہی توبہ کرلی۔ اور کہتے ہیں کہ سب ولایت کے منصب پر فائز ہوئے۔ یہ تھی آپ کی پہلی کرامت۔ اور آپکی صداقت نوازی کی کرشمہ کاری۔

علوم متداولہ کی تحصیل اور کمال سنہ ۴۸۸ھ میں آپ رونق افزائے بغداد ہوئے اور اُس وقت سے لیکر آجتک کہ سنہ ۱۳۶۰ھ ہو چکی ہے اور صدیاں گذر چکی ہیں وہیں رونق افروز ہیں۔ اور قیامت تک رہیں گے۔ گیلان اور بغداد میں بہت بڑا فصل ہے۔ یہ تھی ہمارے اسلاف کرام کی ہمت کی بلندی۔ کہ ہماری ہوائیں تک اپنے اکلوتے بیٹوں کو کسب کمال کے لئے سینکڑوں اور ہزاروں کوس کے فصل پر بھیج دیتی تھیں۔

اور یہ تھے ہمارے بچے اور نوجوان کہ منتہائے کمال پر پہنچنے کے لئے بیتاب رہتے تھے۔ اور راہ کی زہرہ گداز مشکلات اور اپنی بے سروسامانی اور تنہائی کی بھی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے۔ بغداد ایک عظیم الشان اور اجنبی شہر تھا۔ نہ وہاں آپ کا کوئی شناسا تھا۔ اور نہ کوئی عزیز۔ نہ وطن والی سہولتیں حاصل تھیں۔ اور نہ اتنی مقدرت تھی کہ وہاں آرام کے ساتھ انتظام کرکے رہ سکیں۔ اس کے باوجود شوق و انہماک کے ساتھ تحصیلِ علوم شروع کر دی۔ اس وابستگی کے ساتھ کہ نہ دن کو دن سمجھا اور نہ رات کو رات جانا۔ صرف ایک دھن تھی کہ کسی طرح جلد علوم متداولہ میں کمال پیدا کرکے مسندِ فضیلت حاصل کرلیں۔

غریب الوطن تھے۔ مسجد کے ایک حجرے میں طالب علمانہ رہنا شروع کر دیا آجکل کے عربی طلبا کی طرح امامت کی اجرت، جمعرات کی روٹیوں اور فاتحہ کے کھانے پر بسر و انحصار نہ کیا کہ اس سے پست ہمتی اور ادنیٰ جذبات کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ خودداری پر ضرب لگتی تھی۔ بلکہ صرف اپنے بازو اور اپنے خدا پر بھروسہ رکھا۔ ہماری غرض کسی کی تنقیص نہیں۔ عہدِ حاضر کے طلبا کے لئے یہ بھی ہمت ہی کا کام ہے کہ وہ سرحد و بنگال کے دور دراز شہروں سے گھر اور وطن چھوڑ کر آتے اور قلت وسائل کے باوجود تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ حضور غوث پاکؓ کی ہمت بہت بلند اور رتبہ بہت رفیع تھا۔ آپ نے دوسروں کی امداد پر جینا پسند نہ فرمایا۔

گھر سے اتنا تو آ ہی جاتا تھا کہ روکھی سوکھی کھا کر پڑ رہتے۔ مگر فیاضی و ایثار ہاتھ میں روپیہ رہنے کب دیتا تھا۔ دوسروں کو تکلیف میں دیکھ نہ سکتے تھے۔ اِدھر آیا اُدھر ضرورتمندوں کو تقسیم کر بیٹھے۔ اور پھر وہی فاقہ کشی شروع ہو گئی۔ مسلمان یہ سنکر آج متحیر ہوں گے کہ اس مسلم طالب علم نے آٹھ سال کا تعلیمی زمانہ اس عنوان سے کاٹا کہ کہیں شکم سیر ہو کر نہ کھایا تین تین روز صاف گذر جاتے اور ایک دانہ بھی منہ میں نہ جاتا۔

دجلہ کے کنارے کھڑی ہوئی گھاس اور پتے قوت لایموت بنتے۔ آخر میں ایک نانبائی ڈیڑھ روٹی روز قرض دیدیتا۔ اُسی کو کھا کر اور حجرے میں آکر چٹائی پر پڑ رہتے۔ بڑے مشاہیر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ بڑے بڑے کالجوں میں پڑھا۔ اور سنہ ۴۹۶ھ تک ادب۔ نحو۔ عروض۔ مناظرہ۔ انساب۔ لغت۔ کلام۔ قرأت۔ تاریخ۔ ریاضی۔ منطق۔ فلسفہ۔ فقہ۔ حدیث اور تفسیر وغیرہ میں وہ کمال پیدا کرکے سندِ فضیلت حاصل کی کہ بڑے بڑے علماء کی نظریں حیرت کے ساتھ آپ پر پڑنے لگیں۔ آپ کا یہ شغف علمی عہد حاضر کے طلبا کے لئے ایک درس نصیحت ہے۔ کمال حاصل ہوتا ہے تو اس طرح حاصل ہوتا ہے۔

علوم باطنی کی تکمیل علوم شریعت کی تکمیل کے بعد علوم طریقت کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور حضرت ابوالخیر حماد بن دباسؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معاشی حالت تو یہ تھی کہ خرمے اور انگور کا شربت فروخت کیا کرتے تھے اور اسی پر گذر تھی۔

لیکن کمالات باطنی کا یہ عالم تھا کہ طالب حقیقت کی تعلیم و تربیت میں ان سے بڑھکر کوئی شیخ نہ تھا۔ اُس عہد کے نہایت مشہور اور نامور عارف تھے۔ ان کی تعلیم نے اور بھی عالم کر دیا۔ مجاہدات میں جو پڑے ہیں تو دنیا و مافیہا کا پھر ہوش نہ تھا۔ ۲۵ سال کامل عراق کے پہاڑوں جنگلوں اور میدانوں میں پھرتے اور مجاہدات کرتے رہے۔ مہینوں غذا کا نام بھی نہ لیتے۔ استغراقی جذبہ ہلکا پڑتا تو گھاس اور پتوں کی کیا کمی تھی۔ جذب کا عالم طاری ہوتا تو چلاتے چیخیں مارتے۔ کانٹوں پر لوٹتے گیارہ برس ایک برج ہی میں پڑے پڑے گذار دیئے۔ نفس کشی اور مجاہدات کی انتہا یہ تھی کہ پندرہ سال تک رات رات بھر ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن ختم کرتے رہے۔ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے رہے۔

شیاطین نے راہیں روکیں۔ نفس نے سرکشی کی۔ صد ہزار آفات کا سامنا رہا۔ مگر آپ کا قدم اپنی جگہ جما رہا۔ اور صد ہزار گونہ مصائب و نوائب اور ابتلاء و آزمائش کی کٹھالی سے کندن بن کر نکلے ہیں اور "واصلی" کی منزل میں آئے ہیں۔ تو وہ تھا جو کسی کو نہ تھا۔

تاج غوثیت کی جگمگاہٹ سلوک میں آگئے۔ غوثیت کا تاج فرق مبارک پر جگمگانے لگا۔ علم و کمال کے ڈنکے اقصائے عالم میں ڈنکے پٹ گئے۔ خلفاء و امراء ہاتھ باندھے

سامنے کھڑے نظر آئے۔ فتوح نے زر و سیم کے انبار لگا دیئے۔ اللہ کی مخلوق کے قلوب ہاتھ میں آگئے۔ تبحر علمی اور کمال باطنی کی شہرت سے فضائے عالم گونج اٹھی۔

نہ علوم و فنون میں کوئی ثانی۔ نہ طریقت و حقیقت میں کوئی ہمتا۔ نہ انشاء و افتاء میں کوئی جواب اور نہ عظمت و دارائی میں کوئی حریف۔ ہمہ جہت عظمت۔ ہر کمال اور ہر آسائش موجود۔ چار چار شادیاں بھی ہوئیں۔ ملاکت اولاد بھی ملی۔

یہی ہوا ہے اور یہی ہوتا رہا ہے۔ جو خدا کی راہ میں سب کچھ کھو دیتا ہے بعد کو سب کچھ پا بھی لیتا ہے۔ بڑوں کی آزمائشیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ بڑوں کے امتحان بھی بڑے ہوتے ہیں۔ بڑوں پر بڑی ہی گزرتی ہیں۔ انبیاء اور اولیاء کی زندگیاں ان حقائق کی شاہد ہیں۔

علمی و روحانی سرگرمیاں "واپسی" ہوئی ہے سلوک کی منزل میں آئے ہیں مسند درس و افتاء پر قدم رکھتا ہے۔ تو خود مضطرب و بد حواس تھے کہ مدتوں کی ریاضتوں نے طبیعت میں خلق سے توحش پیدا کر دیا تھا۔ مگر کیا کرتے حکم تھا۔ مجبور تھے۔

محلہ کے ایک چھوٹے سے مدرسے میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا وعظ میں فرمانے لگے۔ سالوں اور مہینوں میں نہیں دنوں اور ہفتوں میں شہرت ہوگئی۔ طلباء کا وہ ہجوم ہوا کہ گرد و پیش کے مکانات خریدنے پڑے۔ اور ۵۲۸ھ میں مدرسے نے ایک وسیع و شاہانہ شکوہ حاصل کر لی۔ خانقاہ تیار ہوگئی جس سے تربیت پا کر علماء و صلحاء اور اولیاء اقصائے عالم میں پھیل گئے۔ مواعظ میں ہجوم کی وہ کثرت ہوئی کہ لاکھوں کا اجتماع ہونے لگا۔ دور دور سے فتاوے آنے لگے۔

خلفاء، سلاطین، امراء اور اولیاء شرف باریابی کی آرزو میں بیقرار رہنے لگے۔ دربار قائم ہوگیا۔

دنیائے اسلام کی حالت و اصلاح پانچویں صدی ہجری میں اگرچہ دولت و اقبال مسلمانوں کے یاور تھے مگر اخلاقی زوال تیزی سے ان پر مسلط ہوتا چلا جا رہا تھا۔ عباس خاندان کی سطوت نے مٹ کر اسے دوسروں کا محض آلہ کار بنا رکھا تھا۔ عامۃ المسلمین خدا کو بھولے ہوئے باہمی جنگ و جدال فرقہ بندی و ترداد عیش و غفلت میں مبتلا تھے۔ پوری دنیائے اسلام میں اضمحلال سا بپا تھا۔ نصرانی یورش کرتے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ اور مہبط انبیاء بیت المقدس پر ان کا قبضہ ہو چکا تھا ہسپانیہ میں مسلمانوں کو نکالنے کی سازشیں ہو رہی تھیں۔ مصر کی فاطمی حکومت دم توڑ رہی تھی۔

ایشیا کے ہر ملک نہیں، ہر صوبہ نہیں بلکہ ہر قسمت میں چھوٹے چھوٹے امراء بن بیٹھے تھے۔ جو مصروف پیکار رہتے تھے۔ مسلمانوں پر ایک دور ہراس گذر رہا تھا۔ عین اسی فضا میں یہ آفتاب غوثیت ظلمت کو نور سے بدل ڈالنے اور مخلوق خدا کی اخلاقی حالت درست کرنے کے لئے افق پر طلوع ہوتا ہے۔ اور چھٹی صدی میں اپنی روشنی پھیلانی شروع کر دیتا ہے جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ سلطان نور الدین زنگیؒ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ جیسے ابدال وقت سلاطین پیدا ہو کر اور معمولی درجہ سے ترقی کر کے عیسائیوں کو قدم قدم پر شکستیں دیتے ہیں۔ بیت المقدس کو نکال لیتے ہیں۔ مسلم انتشار کو مٹا کر ایک بڑی قوت پیدا کر کے پوری یورپین طاقت کو ٹھکراتے ہیں۔ مسلمانوں کی غفلت دور ہوتی ہے۔ ان میں از سر نو اسلامی روح پیدا ہوتی ہے۔ خود عباسیوں میں جان پڑ جاتی ہے۔ قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور فرض شناسی و للہیت آ جاتی ہے۔ امراء کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ آخر ۹۰ سال تک درس و تطہیر اخلاق اور وعظ و ارشاد کا ایک بے پناہ سلسلہ قائم رکھ کر اور مسلمانوں میں ایک نئی روح حیات پھونک کر یہ خورشید عظمت و غوثیت ۵۶۱ھ میں غروب ہو جاتا ہے۔ اور بغداد کی عظمت و رونق ایک صدی اور چلتی ہے۔

ہڈیوں میں جان پڑ گئی اس چہل سالہ زمانہ میں آپ کی ذات گرامی سے بکثرت خوارق عادات و کرامات صادر ہوتی رہیں۔ ایک عورت اپنا بچہ سپرد کرتی ہے۔ کچھ مدت بعد ریاضات سے اسے نحیف دیکھ کر اور جو کی خشک روٹی کھاتے پا کر کہتی ہے کہ خوب! میں نے اپنا لخت جگر اس لئے سپرد کیا تھا کہ وہ سوکھی روٹیاں کھا کر کانٹا بن جائے۔ اور آپ مرغ اڑا ئیں جس کی ہڈیاں سامنے ہی رکابی میں رکھی ہوئی تھیں آپ نے جو ان پر ہاتھ رکھ دیا مرغ زندہ ہو کر بولنے لگا۔ فرمایا تیرا بیٹا بھی جب اس قابل ہو جائے گا سب کچھ کھائے گا۔

مفلوج و نابینا بچہ تندرست ہوگیا ایک تاجر کے یہاں ضیافت میں گئے۔ کھانے چننے کے ساتھ دسترخوان کے گوشے پر ایک بند مٹکا بھی رکھ دیا گیا۔ آپ کی ہیبت سے سب خاموش تھے۔ کھانے کے بعد اشارہ سے مٹکے کو کھلوایا تو اندر سے ایک مفلوج و مادر زاد اندھا بچہ برآمد ہوا۔ جو آپ کی دعا سے فوراً تندرست ہوگیا۔

فقہا کا علم سلب کر لیا سو فقہا مختلف سوالات سوچ کر امتحان لینے کو آئے۔ آپ نے نظر جو ڈالی دیوانگی طاری ہوگئی۔ کپڑے پھاڑ ڈالے اور کچھ دیر بعد قدموں پر گر پڑے۔ نامور فقہا تھے۔ آپ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ شہر میں ایک شور پڑ گیا۔ اس کے بعد آپ نے سب کو سینے سے لگا کر ہر ایک کا سوال خود ہی بتایا۔ اور خود ہی جواب دیا۔ سب متحیر تھے۔ فقہا نے بتایا کہ پہلے ان کا علم بھی سلب ہوگیا تھا۔

طے ارض کا کمال ایک شب کو باہر نکلے۔ ایک صاحب پیچھے ہو لئے دروازۂ شہر سے نکلتے ہی ایک ایک پُر رونق شہر دیکھ کر متحیر ہوئے۔ پھر ایک میں گئے۔ یہ صاحب تو ستون کے پیچھے چھپ گئے۔ پھر کراہنے کی آواز آئی۔ پھر ایک بیمار لایا گیا۔ اس کے بعد ایک اور سر برہنہ لمبی مونچھوں والا شخص آیا۔ جس کی مونچھیں کتروا کر اور کلمے کی تعلیم دیکر نام محمد رکھا۔ بیمار مر گیا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا مجھے حکم ہوا کہ اس کو متوفی کا قائم مقام بنا دوں۔

اس کے بعد واپس چلے آئے۔ بہت کم عرصہ لگا صبح کو ان صاحب نے جو شب کا واقعہ پوچھا تو فرمایا وہ شہر نہاوند تھا۔ جو لوگ جمع تھے وہ ابدال تھے مرنے والا بھی انہیں میں سے تھا۔ جو بیمار کو کاندھے پر اٹھا کر لایا تھا وہ حضر

فرشتے تھے۔ مجھے مسلمان کیا گیا۔ وہ قسطنطنیہ کا عیسائی تھا۔ وہ قائم مقام بنایا گیا۔ کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔

ایرانی لشکر کو لوٹا دیا

شاہ ایران نے بغداد پر یورش کی۔ خلیفہ نے منہزم امداد چاہی۔ آپ نے شیخ علی سے کہلا بھیجا کہ بغداد سے چلے جاؤ۔ تباہ یا لشکر کے آخری کنارے پر خیمہ میں تین شخص ہوں گے ان سے کہنا۔

اگر کہیں دوسرے کے حکم سے آئے ہیں تو جواب میں تم بھی یہی کہنا جنانچہ یہی ہوا۔ جواب سنکر ایک شخص نے ہاتھ بڑھا کر خیمہ کے بند کھول دئے جس کے ساتھ ہی پورے کا پورا لشکر خاموشی کے ساتھ واپس چلا گیا۔

تقدیر بدلوا دی

ایک عقیدت مند خادم نے خود کو ایک رات ستر عورتوں سے مقاربت کرتے دیکھا۔ صبح اُس نے حاضر ہو کر خواب سنایا۔ فرمایا گھبراؤ نہیں۔ مجھے علم ہو گیا تھا کہ تم ستر عورتوں سے زنا کے مرتکب ہو گے۔ میں نے خدا سے دعا کی کہ اِن گناہوں کو بیداری سے خواب میں بدل دے۔ یہی ہوا اور تم عذاب الیم سے بچ گئے۔

چور کو ابدال بنا دیا

خادم نے اطلاع کی فلاں شیخ کامل کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی جگہ کوئی تقرر فرما دیجے۔ اُسی شب کو کاشانۂ غوثیت میں ایک چور داخل ہو کر اندھا ہو گیا تھا۔ آپ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون ہے؟

گڑگڑا کر بولا چور ہوں۔ غریبی و فاقہ سے مجبور ہو کر آیا تھا کہ یہاں آکر اندھا ہو گیا۔ آپ کو ترس آگیا۔ لب مبارک آنکھوں کو لگایا۔ توبہ کرائی۔ سینہ کو انوار سے بھر کر ولی بنا کر اُن بزرگ کی جگہ ابدالیت کے درجہ پر مامور کر دیا۔

فاقوں اور بھوک کی عظمت

ایک صاحب اس حالت میں حاضر ہوئے کہ خود بھی فاقے سے تھے اور بال بچوں نے بھی کئی روز سے نہ کھایا تھا۔ سلام کیا تو فرمایا۔

"بھوک خدا کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے جسے
دوست رکھتا ہے اُسی کو یہ عطا کرتا ہے۔ جب بندہ
تین روز تک کچھ نہیں کھاتا تو خدا کہتا ہے تو نے میری وجہ
سے تین روز تک کچھ نہیں کھایا۔ اب میں تجھے کھلاؤں گا۔"

مصیبت گذر رہی تھی۔ دل کی حالت تباہ ہے تھے قریب تھا کہ چیخ اٹھیں مگر اشارہ سے روک دیا۔ اور پھر فرمایا کہ "خدا جب اپنے بندے کی آزمائش کرتا ہے اور وہ اپنی مصیبت کو پوشیدہ رکھتا ہے تو وہ اُسے دُگنا اجر عطا کرتا ہے۔"

اس کے بعد آپ نے قریب بلایا اور پوشیدگی کے ساتھ کچھ پیش کر دیا۔ اس پر کچھ کہنا چاہا۔ فرمایا خاموش رہو۔ فقیر کو چھپانا ہی بہتر ہے۔ ان کا نام شیخ ابو محمد البجری تھا۔

ولی کامل کی زیارت کرا دی

ایک صاحب کو حضرت شیخ احمد فاعیؒ سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔ حضور غوث پاکؒ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دفعتہً خیال ہوا کہ اُن سے بھی ملاقات ہو جاتی تو بہتر تھا۔ اِدھر خیال گزرا اور اُدھر آپ نے فرمایا کہ میاں شیخ احمدؒ کی بھی زیارت کر لو۔ پھر کر جو دیکھا تو ایک بارعب بزرگ بیٹھے نظر آئے۔ اور فرمانے لگے کہ جو شخص شیخ عبدالقادرؒ جیسے اولیاء کی زیارت کرلے اُسے پھر مجھ جیسے شخص کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ کہ میں خود ان کا ماتحت ہوں۔

یہ فرمایا اور غائب ہو گئے۔ ایک مدت کے بعد ان کی ملاقات کو گئے فرمایا کہ کیا پہلی ملاقات کافی نہ تھی۔ غرض حضور غوث پاکؒ نے خیال ہوتے ہی فوراً ملاقات کرا دی۔

کرامات سلب کر لیں

ایک نوجوان آپ کی دہلیز پر پریشانی کے عالم میں پڑا ہوا تھا۔ شیخ ابو الحسنؒ سے عرض کی میرا قصور معاف کرا دیجے۔ شیخ خدمت میں پہنچے تو صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ اس نوجوان کو تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ شیخ نے باہر آکر نوجوان کو بشارت دی کہ تمہاری خطا معاف ہو گئی۔ یہ سننا تھا کہ وہ دہلیز سے نکلا۔ اور پرندوں کی طرح ہوا میں اُڑتا ہوا چلا گیا۔

حیرت ہوئی تو خود حضورؒ ہی نے فرمایا کہ یہ شخص پرواز کرتا ہوا بغداد پر سے گذرا اور خیال کرنے لگا کہ اس شہر میں مجھ جیسا کوئی بھی نہیں۔ اسی لئے میں نے اس کی تمام کرامات سلب کر لیں۔ اگر شیخ علی اس کی سفارش نہ کرتے تو اس گستاخی پر میں اسے ہرگز نہ چھوڑتا۔

آن کی آن میں تکلیف دُور کر دی

ایک دولت مند اور ثقہ شخص عبدالصمد بن ہمام آپکے بہت خلاف تھے۔ جمعہ کے روز مدرسہ کی طرف سے گزرے اور قضائے حاجت سے پیشتر مسجد میں آگئے۔ حاجت برابر بڑھتی گئی۔ اس کا علم نہ تھا کہ حضور غوث پاکؒ ہی نماز پڑھائیں گے۔ آپ منبر پر جو آئے دل بغض میں اور ترقی ہو گئی۔ ساتھ ہی حاجت نے اتنی تکلیف دہ صورت اختیار کر لی کہ ضبط مشکل ہو گیا۔

گھبرا اُٹھے کہ کہیں یہیں بیجا خطا ہو کر باعث رسوائی نہ ہو جائے۔ انکی جان نکلی جا رہی تھی۔ معزز آدمی تھے۔ خطبہ کے دوران میں اُٹھ نہیں سکتے تھے حضورؒ کو ترس آگیا اور منبر سے دو تین سیڑھیاں نیچے اتر کر اپنی آستین اُن کے سر پر رکھدی۔ عبدالصمد کو فوراً یہ محسوس ہوا کہ وہ اب ایک باغ میں موجود ہیں قریب ہی پانی کا ایک چشمہ بہ رہا تھا۔ اطمینان محسوس کر کے قضائے حاجت کی اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ آستین رکھے کھڑے۔ اب جو آستین ہٹائی تو اُنھوں نے پھر خود کو مسجد میں اپنی جگہ بیٹھا ہوا پایا۔

خود حیرت میں تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ حاجت روا ہو چکی ہے۔ غور کرتے ہیں تو ہاتھ پاؤں میں وضو کی نمی بھی محسوس کی۔ گھر جانے لگے تو رومال غائب نظر آیا جس میں کنجیاں بندھی ہوئی تھیں۔ تلاش پر بھی نہ ملیں تو گھر پہنچکر قفل تڑوائے۔ ضروری کام کیا۔ اور عجلت میں عازم حج ہوئے۔ اثناء راہ میں تیسری منزل پر بالکل اسی قسم کا ایک باغ نظر آیا جس میں قضائے حاجت کی تھی۔

ساتھ والوں نے کہا کہ یہاں چشمہ بھی موجود ہے اور کہیں پانی ملنے کی امید نہیں۔ یہیں نماز اور کھانے سے بھی فراغت حاصل کریں۔ اندر گئے تو وہی مقام نظر آیا اور تعجب یہ کہ آگے بڑھے تو اپنا رومال بھی کنجیوں سمیت وہیں

پڑا مل گیا۔ بہت مسرور و متحیر ہوئے۔ اب تو حالت ہی اور تھی۔ جلد سفر کی تکمیل کرکے بغداد پہونچے اور حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں پر گرے معافی مانگی اور بیحد معتقد ہو گئے۔

غوث پاکؒ کی تعلیمات

حضور غوث پاکؒ کی تعلیمات کے بحر بیکراں سے چند موتی نکال کر پیش کئے جاتے ہیں ذرا ان کی تابانی مشاہدہ فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "مجھے تو اب تک فرائض کی ادائیگی کے بعد محتاجوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانے اور خاص و عام کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنے کے سوا کوئی اور کام بہتر اور سودمند معلوم نہیں ہوتا۔ اگر ساری دنیا بھی میرے حوالے کر دی جائے تو میں اسکی تمام دولت محتاجوں کو کھلانے پر صرف کر دوں۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے دن بھر جو ملتا ہے تقسیم کر دیتا ہوں۔

فرمایا۔ دنیا بُری چیز نہیں البتہ اُسے دل سے نکال لو اور ہاتھ میں لیلو۔ یعنی دنیا کماؤ۔ دولت حاصل کرو۔ مگر وہ تمہارے ہاتھ میں رہے۔ استعمال میں رہے۔ مگر دل پر قبضہ نہ کرنے پائے۔ اس کی محبت اور حرص پیدا نہ ہونے دی جائے۔

"جس پیر میں یہ پانچ صفات نہ ہوں وہ پیر نہیں، دجال ہے۔ اولاً ظاہری شریعت کا عالم ہو۔ ثانیاً علم حقیقت جانتا ہو۔ ثالثاً پاس آنے جانے والوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہو۔ اور محتاجوں اور مسافروں کو کھانا کھلاتا ہو۔ رابعاً غربا اور بے حقیقت آدمیوں کے ساتھ قولاً اور فعلاً عاجزی اور انکساری سے پیش آتا ہو۔ اور خامساً مریدین کی باطنی تربیت و تعلیم کی لیاقت رکھتا ہو۔ اور خود حسد۔ ریا۔ کینہ۔ طمع۔ خود بینی۔ غفلت اور عیش طلبی سے پاک ہو۔"

"کسی سے محبت کرنے میں عجلت سے کام نہ لو۔ عداوت و نفرت میں بھی یہی اصول پیش نظر رہے۔ پہلے اسے قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھ کے دیکھ لو ایسا نہ ہو کہ تم نفس کی شرارت سے کسی پر بدگمانی کر بیٹھو کہ یہ گناہ ہے۔"

"جو خدا کو چھوڑ کر دوسروں سے مانگتا ہے اُس نے گویا خدا کے رتبہ کو ضعیف سمجھا۔" "مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ حلال روزی کی تلاش میں مصروف رہتا ہے۔ اور قسمت پر بھروسہ کرکے بیکار نہیں بیٹھتا۔ اگر کامیاب ہو گیا تو روزی بھی مل گئی۔ اور تلاش کا بھی ثواب حاصل کر لیا۔ ورنہ تلاش کا ثواب تو ہوگا ہی۔"

فرمایا۔ حدیث کے مطابق عمل کا انحصار نیت پر ہے۔ نیت درست ہے تو عمل بھی درست ہے۔ حسن نیت ہی پر حسن عمل کے متعلق کوئی حکم لگایا جا سکتا ہے۔ نیت اچھی نہیں تو اس کا صلہ بھی اچھا نہ ملے گا۔"

ارشاد فرمایا۔ "تم اُسے تنگدستی میں یاد کرو وہ تمھیں فراخ دستی کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اسے صدق کے ساتھ یاد کرو وہ تمھیں رزق کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اسے ترکِ گناہ کے ساتھ یاد کرو وہ تمھیں عطا کے ساتھ یاد کرے گا۔ تم اُسے خلوص و معذرت سے یاد کرو وہ خلاصی اور مغفرت سے یاد کرے گا۔"

فرمایا۔ عمل کی اہمیت سمجھو۔ ہر وقت خدا کے خوف سے ڈرتے رہو۔ اسکی اطاعت میں سرگرم رہو۔ شریعت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اپنا ظاہر باطن شریعت کے مطابق بنا لو۔ اپنے سینہ کو حسد و کینہ سے پاک رکھو۔ خدا کی یاد سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہ ہو۔"

فرمایا۔ کبھی کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہ کرو جو تمہارے اندر موجود نہ ہو۔ خدا کو برابر یاد کرتے رہو۔ خدا کی راہ میں جس کا کچھ کھویا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اسے اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے۔ اور اجر بھی ملتا ہے۔

فضائل اخلاق

آپ نہایت خوش اخلاق۔ خندہ رو۔ دردمند اور رقیق القلب بزرگ تھے۔ نہ خود کبھی زبانِ مبارک سے لغو اور بیہودہ بات نکالی اور نہ دوسروں کی جرأت ہوئی کہ وہ آپکے سامنے بیہودہ گوئی کر سکیں۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ میں نے آپ سے زیادہ وعدہ کا پکا۔ دوستی کا نباہنے والا۔ کریم النفس۔ مہربان اور خوش مزاج کسی کو نہ دیکھا۔

سیر چشمی کا یہ حال تھا کہ جو کوئی جتنا مانگتا بے تکلف دیدیتے۔ پاس نہ ہوتا قرض منگا کر دیتے۔ اپنی ذات کی خاطر کسی کو رنجیدہ نہ کرتے۔ البتہ خدا کے کاموں میں کوتاہی پر بعض اوقات بہت زیادہ برہم ہو جاتے۔ پہلے نرمی سے سمجھاتے۔ نہ مانتا، پھر اسی فعل کا ارتکاب کرتا تو ضرور سختی سے ملامت کرتے۔

فرمایا کرتے امیروں میں تو سب ہی بیٹھتے ہیں اور اُن سے سب ہی ملتے ہیں۔ غریبوں میں بیٹھنے والا اور ان کا پوچھنے والا بھی کوئی ہونا چاہیئے۔ طبیعت میں بیحد انکسار تھا۔ بڑی عمر والوں کا احترام کرتے۔ چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ غربا و مساکین میں زیادہ نشست و برخاست رکھتے۔ ان سے اسطرح ان کے حالات پوچھتے رہتے جس طرح کوئی دردمند عزیز پوچھتا ہے۔ ان کی کوتاہیوں سے چشم پوشی کرتے۔

حاضر باشوں اور روز کے آنے جانے والوں میں اگر کوئی شخص کسی دن موجود نہ ہوتا تو خصوصیت کے ساتھ پوچھتے کہ آج فلاں شخص نظر نہیں آتا خیریت تو ہے اچھا تو ہے۔ غرض ایک عجیب دلفریب اور شاندار ہستی تھی۔

اثبات عذاب قبر

(جناب مولوی عتیق الحق متعلم دارالعلوم دیوبند)

عذاب قبر بظاہر جس قدر آسان مسئلہ معلوم ہوتا ہے نظر عمیق سے غور کرنے کے بعد اسی قدر مشکل ہو جاتا ہے اسمیں دقتیں اس لئے پیش آتی ہیں کہ اس مسئلہ میں غیر مانوس باتیں ہوتی ہیں یا ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ جن کو ذہن بمشکل قبول کرتا ہے۔ احادیث و کلام اللہ سے بہت سے دلائل اس کے اثبات میں ملتے ہیں۔ اس پر تو سب ہی کا اتفاق ہے کہ بندہ سے حساب و کتاب ضرور ہوگا۔ خواہ وہ کسی صورت میں مرا ہو اگر کسی کو شیر نے کھا لیا اس سے بھی اور جو آگ میں جل کر مر گیا اس سے بھی۔ اور یہ شبہ کرنا کہ جب اس کو شیر نے کھا لیا یا وہ جل کر مر گیا تو اس سے کیسے حساب کتاب ہو سکے گا۔ یہ بالکل جاہلانہ شبہ ہے۔ اس لئے کہ خداوند کریم کو ہر چیز پر ہر طرح سے قدرت حاصل ہے۔ اس کے لئے کسی قسم کی دشواری نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ۔ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ۔ ترجمہ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع کرنے پر قادر نہیں حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ ہم اس کی انگلیوں کے پوروے تک جمع کرنے پر قادر ہیں"

مطلب یہ ہے کہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ جب ہڈیوں کا چورا ہو گیا اور انکے ریزے مٹی میں مل چکے بھلا اب کیسے جوڑے جا سکتے ہیں تو محال معلوم ہوتا ہے۔ خداوند قدوس ارشاد فرماتے ہیں کہ تم پورے جسم کی ترکیب کو محال سمجھتے ہو جو نہایت آسان کام ہے۔ ہم تو اس کی انگلیوں کی پوریاں بھی جمع کر کے درست کر سکتے ہیں کہ جو بمقابلہ جسم کے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ انگلی کی پوریاں (بنانیں) کیوں خاص کیں۔ یہ غالباً اس لئے کہ یہ اطراف بدن ہیں اور ہر چیز کی ترکیب اسکے اطراف سے ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ محاورہ میں بولتے ہیں کہ "مرے پور پور میں درد ہے" اور اس سے تمام بدن مراد ہوتا ہے دوسرے پوریوں میں باوجود چھوٹی ہونیکے صنعت کی رعایت زیادہ اور عادتاً یہ کام باریک اور دشوار ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے لہذا جو مشکل کام پر قادر ہوگا وہ آسان کام پر بطریق اولیٰ قادر ہوگا۔

انسان دوبارہ زندہ کئے جانے کو اگر محال سمجھتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے۔ اور اللہ کی قدرت کاملہ کے نشانات و دلائل غیر واقعہ ہیں، بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے قبل اپنی جو زندگی باقی رہ گئی ہے اس میں بالکل بیباک ہو کر فسق و فجور کرتا رہے اگر یہیں قیامت کا اقرار کر لیا اور اعمال کے حساب و کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو اس قدر ڈھٹائی اور بیباکی نہ ہو سکے گی۔ اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا کہ قیامت اس کے عیش و عشرت میں خلل پڑے بلکہ نہایت دلیری کے ساتھ (بطور مذاق) سوال کرتا ہے کہ ہاں صاحب آپ کی قیامت کب آئے گی۔ قبر میں کیا کیا ہوگا آیت ماسبق کی تائید میں ایک آیت اور ملاحظہ فرمایئے۔ الم تر ان اللہ خلق السمٰوات والارض بالحق ان یشاء یذھبکم الخ ترجمہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو ایسا ہی پیدا کیا جیسا کہ چاہئے تھا وہ اگر چاہے تو تم کو لے جائے اور انکو

اس آیت سے اس شبہ کا اندفاع بھی ہو جاتا ہے۔ جو کہ دل میں خواہ مخواہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے تو پھر دوبارہ زندگی کہاں۔ قیامت اور عذاب و ثواب کہانیاں اور محض ڈھکوسلے ہیں۔ متعدد آیتیں اس مضمون کی تائید میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ "آمدم بر سر مطلب" تو یہ بات تو ثابت ہے کہ عذاب قبر واقعی شے ہے محض کہانی ہی نہیں۔ اب شبہ صرف اس قدر رہجاتا ہے کہ جب مردہ پر عذاب ہوتا ہے تو ہم کو کیوں محسوس نہیں ہوتا ہم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ ایک لاش ہے جو کہ قبر میں پڑی ہے نہ اسمیں حرکت ہے نہ بولنا۔

اس کا جواب یہی عرض ہے کہ قبر کے عذاب یا تنگی و وسعت کا احساس ہم کو اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ یہ معاملات عالم برزخ سے متعلق ہیں ہماری نگاہ اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ خداوند کریم نے ہمیں اسی قدر قوت عطا کی ہے کہ ہم عالم شہود کو دیکھ سکیں۔ ہاں آثار و عبرت کے لئے کبھی کبھی ان معاملات کو کسی ذریعہ سے ظاہر بھی کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کتب سیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص سو رہا ہے اور وہ خواب میں مختلف مقامات کی سیر کر رہا ہے۔ ابھی لاہور میں تھا ابھی آگرہ میں ہے یا خواب میں ہی وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہے یا کسی خوشی کو محسوس کرتا ہے غرضکہ جس قسم کی بھی کیفیت اس پر گذر رہی ہے اس کا سونیوالے کو بخوبی احساس ہے۔ لیکن اسکے پاس بیٹھا ہوا شخص ان کیفیات میں سے کسی کیفیت سے بھی باخبر نہیں ہے جو کہ سونیوالے پر گذر رہی ہیں۔ وہ صرف اسیقدر جانتا ہے کہ میرے پاس لیٹا ہوا ایک شخص سو رہا ہے اور بس لیکن اگر ہم اس سونیوالے شخص سے پوچھیں کہ بھائی تجھ پر کیا گذر رہی ہے تو ایسی چیزیں بتلائیگا کہ سننے کے بعد ہم متعجب ہونگے۔ تو جس طریقہ سے اس سونیوالے پر گذری ہوئی کیفیت کا احساس پاس بیٹھے ہوئے شخص کو اسلئے نہیں ہوتا کہ وہ اس عالم مثال میں موجود نہیں جسمیں یہ سونیوالا پہنچا ہوا ہے۔ ایسے ہی مرنے کے عذاب کا احساس ہم کو کس طرح سے ہو سکتا ہے۔ ہاں جیسے سونیوالے کی کیفیت کبھی ظاہر ہو جاتی ہے مثلاً وہ خواب میں ڈر کر چیخ اٹھتا ہے یا خواب میں ہنسنے لگتا ہے تو دیکھنے والے سمجھ جاتے ہیں کہ یہ کیفیت اس پر گذر رہی ہے۔ ایسے ہی کبھی کبھی عذاب کا احساس ہم کو بھی کرا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ یہ واقعہ[1] ہے کہ دہلی کی جمنا میں ایک مرتبہ پانی کی زیادتی کیوجہ سے قریب کے قبرستان کی کچھ قبریں بہہ گئیں۔ ان ہی قبروں سے نکلی ہوئی ایک لاش بہتی ہوئی جمنا کے قریب جہاں دھوبی کپڑے دھو رہے تھے آئی جسکی ظاہری شکل سے بہت پرانا ہونا معلوم ہو رہا تھا۔ اسکے کفن کی یہ کیفیت تھی کہ ہاتھ لگانے سے ہی مٹی ہو جاتا تھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس میت کے ماتھے پر ایک

[1] یہ واقعہ مولانا محمد مصطفٰے صاحب پسر مولانا سید احمد صاحب مرحوم کا چشمدید ہے انہوں نے حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب مرحوم مدرس دارالعلوم سے بیان کیا تھا اور انہوں نے حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم سے بیان کیا۔ عتیق

کیڑا بیٹھا ہوا ہے جو کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اسکے ماتھے پر ڈنک مارتا ہے جسکے صدمہ سے وہ لاش کانپ اٹھتی ہے۔ اور اسکا رنگ متغیر ہو جاتا ہے۔ پھر جب لاش اپنی حالت پر عود کرتی ہے تو یہ کیڑا پھر اپنا عمل کرتا ہے۔ شدہ شدہ یہ خبر عام ہوگئی جسکی وجہ سے اس عجیب و غریب کرشمے سے عبرت حاصل کرنیکے لئے چشم بصیرت رکھنے والوں کا ایک انبوہ کثیر جمع ہو گیا۔ مجمع میں سے کسی نے یہ جرأت بھی کر دی کہ اس کیڑے کو معمولی جانور سمجھ کر اس کے زائل کرنے کیلئے ڈھیلا مار دیا۔ اور اس عذاب الٰہی کو جو کہ کیڑے کی شکل میں ظاہر ہوا تھا مٹانے کی کوشش کی۔ لیکن قدرت نے فوراً ہی اس کو اس دلیری کا مزا چکھا دیا اور وہ کیڑا اس لاش سے اُڑ کر اس کو لپٹ گیا۔ اس نے لوگوں کو بتلایا کہ میرے جسم میں ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ تمام جسم میں آگ بھر دی گئی۔ چنانچہ تین چار یوم کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اُدھر اس لاش پر مولوی صاحب نے قرآن شریف پڑھکر دعائے مغفرت کی اور جدید کفن دیکر اس کو دفنایا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات زد مشہور ہیں۔ اس مسئلہ کا تعلق عقائد سے بھی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عن عائشۃ ان یھودیۃ دخلت علیھا فذکرت الخ

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر کے برحق ہونیکو فرمایا ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم کر لینا چاہیئے کہ عذاب کا تعلق بلا واسطہ روح سے ہے۔ اور دنیا میں جو احکامات جاری ہوتے ہیں وہ بلا واسطہ جسم سے متعلق ہوتے ہیں۔ بالواسطہ ایک دوسرے سے متعلق ہیں جیسا کہ ہر کسی شخص کے جسم پر کوئی زخم ہو۔ یا لکڑی سے مارا جائے تو اس کی تکلیف بلا واسطہ جسم کو اور بالواسطہ روح کو ہوتی ہے۔ اسی طرح عالم برزخ میں احوالات روح پر جاری ہوں گے۔ اس کے واسطے سے جسم بھی ماخوذ ہو گا۔ اس تمام مضمون کا ماحصل یہ نکلا کہ روح در اصل عالم برزخ میں پہنچتی ہے جسم خواہ قبر میں ہو یا کسی درندہ کے پیٹ میں اور یا دریا میں۔ اب عذاب قبر کی کیفیت بھی سنئے۔

عن البراء ابن عازب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یاتیہ ملکان الخ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ جب دفن کر دیا جاتا ہے تو دو فرشتے آکر اس سے (من ربک وغیرہ) سوالات کرتے ہیں۔ پس اگر مردہ نے جوابات صحیح دئے تو اس پر منجانب اللہ انعامات واکرامات کی بارش ہوتی ہیں۔ اور اگر جوابات صحیح نہ دئے تو اس پر اندھا اور بہرا فرشتہ مسلط کر دیا جاتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوتا ہے جس کی ضرب اسقدر خطرناک ہوتی ہے کہ اگر پہاڑ پر پڑ جائے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اس گرز سے اس مردہ پر عذاب کیا جاتا ہے جس کے صدمے سے اس کا جسم چور چور ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں روح ڈالدی جاتی ہے اور یہی عمل قیامت تک اس کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مردہ عذاب کی وجہ سے اس زور سے چیختا ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان کی ہر شے (سوائے انسان اور جن کے) اسکی آواز کو سنتی ہے۔ الحدیث۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلط علی الکافر فی قبرہ الی آخرہ الحدیث

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کی قبر میں ۹۹ اژدہے مقرر کردئے جاتے ہیں جو اس کو قیامت تک کاٹتے رہیں گے۔ اژدہے کی صفت اسی حدیث شریف میں بتائی گئی ہے کہ وہ اژدہے ایسے ہوں گے کہ اگر ان میں سے ایک اژدھا بھی زمین میں پھونک مار دے تو گھاس و سبزی نہ اُگے اور ترمذی کی روایت کے مطابق ۷۰ ستر اژدہے مقرر کئے جاتے ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہؒ نے ۹۹ لکھے ہیں) علیق

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ الی آخر الحدیث

اس حدیث سے بھی یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ جب میت کو دفن کر کے چلدیتے ہیں تو دو فرشتے آکر اس سے حساب و کتاب کرتے ہیں۔ اگر جواب صحیح ملتا ہے تو اس کو دوزخ دکھا کر کہتے ہیں کہ اگر تو جواب صحیح نہ دیتا تو ترے لئے یہ دوزخ تھی اور اگر جواب غلط پاتے ہیں تو اس کو گرز سے مارتے ہیں جس کی ضرب کے صدمے سے مردہ اس زور سے چیختا ہے کہ ہر شے (سوائے انسان اور جن کے) اس کی آواز کو سنتی ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہو گیا کہ "عذاب قبر" معتزلہ وغیرہ کے زعم کے موافق کوئی خیالی یا اختراعی چیز نہیں ہے۔ بلکہ امر واقعی ہونے کے ساتھ مشاہدہ بھی ہو چکی ہے جس کا انکار وہی کر سکتا ہے جس کو حقیقت اور عقل سلیم سے کچھ ہی نہ ملا ہو۔ اور چشم بصیرت کے ساتھ چشم بصارت سے بھی بے بہرہ ہو۔ مزید وضاحت و تائید کے لئے تائید کے لئے اور احادیث و واقعات ملاحظہ ہوں۔

ابان بن عبد اللہ بجلیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک ہمسایہ کا انتقال ہو گیا جب ہم اس کے کفن وغیرہ سے فارغ ہوئے اور قبر پر لے گئے تو ہم نے بلی جیسا ایک جانور کو قبر میں دیکھا ہم نے ہر چند اس کو ہٹانیکی کوشش کی مگر وہ نہ ہٹا ... ... بالآخر گورکن نے اپنا کدال اس کے سر پر بھی مارا مگر پھر بھی وہ نہ ہٹا لہٰذا دوسری قبر تیار کی گئی لیکن جب میت کو لحد میں رکھنے لگے تو وہ جانور وہاں بھی آموجود ہوا۔ اس دفعہ بھی ہم نے ہر چند اس کے ہٹانیکی کوشش کی مگر وہ نہ گیا آخر کار تیسری قبر تیار کی وہاں بھی یہ ہی صورت پیش آئی۔ بالآخر مجبور ہو کر سب نے کہا کہ ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا میت کو دفن کر دینا ہی بہتر ہے۔ جب ہم دفن کر چکے تو قبر سے ایک ہیبتناک آواز آئی۔ اس کے بعد یہ واقعہ اس کی بیوی سے جا کہ سنایا۔ عورت نے اس کا حال دریافت کرنے پر بتلایا کہ وہ جنابت کے بعد غسل سے پرہیز کرتا تھا (الحدیث) اللّٰھم احفظنا عنہ

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر سے گذرے اور فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے کام کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کا عادی تھا۔ پھر حضورؐ نے ایک سبز لکڑی لے کر اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھدیا۔ اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا فرمایا کہ امید ہے کہ جبتک یہ لکڑیاں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی (الحدیث)

حضرت زید بن ثابتؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار

تبلیغ اسلام کی رکاوٹیں

(از حضرت علامہ سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

کسی بات کے جواب میں دو قسم کے طرزِ عمل تو آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ ایک ان لوگوں کا طرزِ عمل جو اس کو صاف طور پر رد کر دیں۔ دوسرا ان لوگوں کا جو اس کو سیدھی طرح قبول کر لیں۔ لیکن ان دونوں کے درمیان ایک اور طرزِ عمل ہے جس کو سمجھنا اور جس سے عہدہ برآ ہونا سخت مشکل ہوتا ہے۔ اور وہ ان [illegible] ں کا طرزِ عمل ہے جو اس بات کے حق ہونے سے انکار بھی نہیں کرتے اور پھر اس کو قبول کرنے کے لئے تیار بھی نہیں ہوتے۔ جھگڑا عموماً اس طرح کلام کی ابتدا کرتے ہیں کہ "تم جو کہتے ہو حق تو وہی ہے مگر ...." اور یہ مگر اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس پورے حق کو نگل جاتا ہے جس کا اعتراف پہلے فقرے میں کیا گیا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ حاضر کے ساتھ ان لوگوں کی وابستگی اور عاجلہ سے ان کی دلچسپی اتنی بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ یہ کسی طرح اس سے اپنا تعلق توڑ نہیں سکتے۔ جو کچھ اب تک کرتے رہے ہیں وہی کئے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن عقل اور ضمیر کی گواہی سے بالکل انکار کر دینے کی جرأت بھی ان میں نہیں ہوتی۔ جب حق بالکل بے نقاب ہو کر سامنے ہی آن کھڑا ہو تو بھلا جانتے بوجھتے یہ برملا کیسے کہہ دیں کہ یہ حق نہیں ہے۔ لہٰذا بچاؤ کی صورت انھیں بس یہی نظر آتی ہے کہ ایک طرف حق کا اعتراف کر لیں اور دوسری طرف اس سے گریز کرنے کے لئے دلائل و شواہد کے لشکر جمع کرنے کی کوشش کریں تاکہ حق کے خلاف چلنے میں ان کو برسرِ حق مان لیا جائے۔ کس قدر عجیب ہے یہ مقام! ایسے ہی لوگوں کو خطاب کر کے قرآن نے کہا تھا کہ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ؟ "حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا رہ جاتا ہے؟" اللہ کے بندو! جب تم خود مانتے ہو کہ حق یہ ہے تو اسے چھوڑ کر جس چیز پر بھی تم چلو گے وہ باطل ہی ہوگی۔

پچھلے دنوں جن کثیر التعداد لوگوں سے بالمشافہ یا بالمراسلہ تبادلۂ خیال کا اتفاق ہوا اُن میں بعض اصحاب پہلی قسم کے تھے جنھوں نے بلا پس و پیش یا بہت تھوڑی گفتگو کے بعد حق کو حق اور ضلال کو ضلال تسلیم کر لیا اور غلط راستوں کو چھوڑ کر راہِ راست پر چلنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ان سے کچھ کم تعداد میں دوسری قسم کے آدمی ملے جنھوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ یہ حق نہیں ہے یا یہ کہ ہم اس کی تائید نہیں کر سکتے۔ لیکن مراسلہ نگاروں میں بھی اور بالمشافہ گفتگو کرنے والوں میں بھی بکثرت لوگ وہ نکلے جو قسم ثالث سے تعلق رکھتے تھے ان سب میں اتنی بات تو مشترک ہے کہ ایک سانس میں جس چیز کو صحیح تسلیم کرتے ہیں دوسرے سانس میں اسی کی تردید شروع کر دیتے ہیں۔ مگر اس کے بعد ہر ایک کا اندازِ گریز جدا ہے اور ہر ایک کے دلائلِ گریز مختلف۔ سچ یہ ہے کہ پہلے اس بات کا پورا اندازہ ہی نہیں تھا کہ حق سے بھاگنے کے راستے اتنے بہت ہیں۔

بقیہ صفحہ ۳۰ کے باغ میں اپنی خچر پر سوار تھے اور ہم بھی حضورؐ کے ہمرکاب تھے کہ وہ خچر اچانک بدل کر راستہ سے دوسری طرف مڑ گئی۔ قریب تھا کہ حضورؐ کو گرا دے۔ اس باغ میں چار پانچ قبریں بھی موجود تھیں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ ان قبروں کے متعلق کسی کو معلوم ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں واقف ہوں۔ فرمایا کہ یہ لوگ کب مرے۔ پس عرض کیا کہ شرک کی حالت میں مرے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ امت (اہلِ اسلام) عذابِ قبر میں مبتلا ہوتی ہے۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ میری طرح تم بھی عذابِ قبر سن سکو۔ (الحدیث)

حضرت خالد بن یزید انصاری بصرہ کے ایک گورکن سے روایت فرماتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ایک مرتبہ میں قبر کھود کر اس کے قریب لیٹ گیا مجھے خواب میں دو عورتیں نظر آئیں۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ اے اللہ کے بندے تجھے خدا کی قسم اس عورت کو ہمارے پاس سے ہٹا دے۔ اس کے بعد میں فوراً گھبرا کر جاگ اٹھا اور میں دیکھتا ہوں کہ ایک عورت کا جنازہ لایا گیا میں نے ان لانیوالوں سے ٹلانے کیلئے کہا کہ قبر تو تمہارے پیچھے ہے غرضیکہ اس قبر سے میں نے انکو یہ کہکر ہٹا دیا رات کو پھر ان ہی دو عورتوں کو خواب میں دیکھا کہ ایک ان میں سے کہہ رہی ہے کہ اللہ تجھے جزائے خیر دے کہ تو نے ہم سے ایک بڑے شر کو دور کر دیا میں نے اس سے پوچھا کہ تم تو بات کرتی ہو مگر تمہارے ساتھ جو یہ دوسری عورت ہے کیوں بات نہیں کرتی اس پر اسنے جواب دیا کہ یہ بغیر وصیت کئے مر گئی تھی اور جو بغیر وصیت کے مرے وہ قیامت تک اسی طرح بات نہیں کر سکتی۔

ابی الحرس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوجعفر خلیفہ نے کوفہ کے گرد خندق کھودنی شروع کی تو لوگ اپنے مُردوں کو وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنے لگے۔ ان مُردوں میں سے ہم نے ایک جوان کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ کاٹ رہا تھا۔ (حسرت و ندامت کی وجہ سے)

علیٰ ہذا القریباً ۹۲۶ھ کا مشہور واقعہ ہے جبکہ علامہ تقی الدین دقیق العید وعظ فرما رہے تھے تو اثنائے وعظ میں شاہی قاصد نے آکر اس واقعہ کی اطلاع دی تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔ رقعہ میں لکھا ہوا تھا کہ ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہوا شوہر جب دفن کر کے واپس آیا تو اسے یاد آیا کہ وہ قبر میں رومال بھول آیا ہے جسمیں کچھ درہم بھی تھے۔ گاؤں کے مولوی صاحب کو لیکر قبر پر پہنچا۔ اور قبر کھود کر رومال نکالنا چاہا اور مولوی صاحب کنارہ پر بیٹھ گئے۔ قبر میں اُترنے پر اس کو معلوم ہوا کہ عورت کی مشکیں اسکے بالوں سے بندھی ہوئی ہیں اور دونوں پاؤں بھی اس کے بالوں سے جکڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس شخص نے انکو کھولنا چاہا مگر نہ کھول سکا۔ ہر چند کوشش کی۔ مگر انجام یہ ہوا کہ وہ شخص مع اس عورت کے زمین میں دھنسا دئے گئے اور معلوم نہیں کہاں تک اُترتے چلے گئے۔ اس کیفیت کو دیکھکر مولوی صاحب وہیں بیہوش ہو گئے اور ایک دن رات بیہوش رہے۔ اس سنسنی خیز واقعہ سے لوگوں کو بہت عبرت ہوئی۔ اس قسم کی احادیث و آثار بھی کثرت سے موجود ہیں کہ جن کا احاطہ تحریر میں لانا دشوار ہے۔ اب روز روشن کی طرح اس مسئلہ کی وضاحت ہو گئی۔ شاید ہی کوئی کوز باطن ان واضح اور روشن واقعات کے بعد بھی جرأت انکار کر سکے۔

اور کمال یہ ہے کہ اکثر حضرات نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ خود اپنے راہِ حق سے فرار کو عین حق ثابت کرنے بلکہ اس کی بھی کوشش کی کہ جو کم بخت صحیح اور غلط کو صاف الگ الگ دیکھ رہا ہے۔ وہ بھی اپنی آنکھیں بند کرے اور اندھوں کی ٹولی میں آشامل ہو۔ جو غریب صراطِ مستقیم پر چلنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ بھی کسی طرح بہکے اور انہی پگ ڈنڈیوں پر چل پڑے جن میں وہ خود بھٹک رہے ہیں۔ اسلام کا درد بھی دل میں بہت ہے۔ یہ بھی چاہتے ہیں کہ اللہ کا بول بالا ہو۔ یہ بھی مانتے ہیں کہ اسلامی تحریک کا اصلی راستہ وہی ہے جو ان صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام نے اسی ڈھنگ پر کام کیا ہے۔ مگر اللہ کے بندے ہزاروں قسم کی دینوی و غیر دینی مصلحتوں کو حجت بنا کر نہ صرف آپ شاہراہِ مستقیم سے روگردانی کرتے ہیں بلکہ اس کا اہتمام بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ کوئی اس پر چلنے نہ پائے ایسی ہی کچھ صورت ہوگی جب اہلِ کتاب سے کہا گیا ہوگا کہ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ۔

عجیب تر بات جو مشاہدہ میں آئی وہ یہ ہے کہ دینِ حق کا صحیح مفہوم اور اسے قائم کرنے کا انبیائی طریقِ کار جب اُن لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا جن کو کمیونسٹ، دہریہ اور ملحد کہا جاتا ہے تو اس نے اُن میں سے بہتوں کو اپیل کیا اور اس کے مقابلہ میں ان کے تمام ہتھیار کند ہو گئے حتیٰ کہ ذی فہم غیر مسلموں تک کو ہم نے دیکھا کہ یہ چیز جب انکے آگے رکھی گئی تو وہ اپنے ان تمام تصورات پر نظرِ ثانی کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے جو اسلام اور مسلم کے متعلق ان کے ذہن میں جاگزیں تھے۔ لیکن اس چیز کے لئے دلوں کے دروازے اگر کہیں بند پائے گئے تو صرف اس جگہ جہاں رات دن دین و ملت، دین و ملت کی تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر پہلے تو حیرت ہوئی۔ مگر جب غور کیا تو اس کی وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ اس وقت دراصل اسلام کے حقیقی مقتضیات اور مسلمانوں کے دنیوی مفاد اور تاریخی تعصبات کے درمیان پورا تعارض واقع ہو چکا ہے۔ اسلام بحیثیت ایک اصولی تحریک کے ایک راستہ کا تقاضا کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کے دنیوی مفاد اور تاریخی تعصبات ایک دوسرا طرزِ عمل چاہتے ہیں۔ یہ دونوں متضاد چیزیں اس وقت تک خلط ملط رہتی ہیں، جب تک اسلام کو اسکی اصلی اور اصولی نوعیت میں برسرِ کار نہیں لایا جاتا۔ کیونکہ اس صورت میں لوگوں کے لئے یہ موقع رہتا ہے کہ سارا کام تو اُس طرز پر کرتے رہیں جو ان کے قوم پرستانہ مقاصد اور تعصبات کے لئے موزوں ہے۔ اور دین و ملت کے نام کو صرف اس لئے استعمال کریں کہ جذبات کو حرکت میں لانے اور مفادِ قومی کے گرد "جیوشِ اسلامیہ" کو مجتمع کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ مگر جب اسلام کو ایک تحریک کی حیثیت سے سامنے لے آیا جائے اور صاف صاف بتا دیا جائے کہ اس تحریک کا فطری اور منطقی راستہ کیا ہے تو خلط ملط کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔ اور آدمیوں کے ممیز ہونے کا وقت آجاتا ہے۔ وہ تمام لوگ جن کے لئے اپنی قوم کا دنیوی مفاد اور اس کے تاریخی تعصبات اہم تر اور مقدم تر ہیں، ان دونوں راہوں کے الگ الگ ممتاز ہو جانے کے بعد مجبور ہو جاتے ہیں کہ اپنی اصلی حالت کو بے نقاب کریں اور تاویل کے پیرائے میں یا تصریح کے انداز میں بہرحال اُس راہ چلنے سے گریز کریں جس سے دینِ حق قائم ہوتا ہے۔ برعکس اس کے وہ لوگ جن کے ساتھ کسی قوم کے مفاد یا کسی قسم کے تعصبات و اختلافات کا جھمیلا لگا ہوا نہیں ہے اور جنھیں براہِ راست دینِ حق کے اصول و مقاصد ہی سے دلچسپی ہوتی ہے وہ اس راہ پر چلنے کے لئے آگے بڑھ آتے ہیں وکذالک یمیز اللہ الخبیث من الطیب۔

رہے وہ لوگ جنھوں نے اس راہ پر چلنے کے لئے آمادگی ظاہر کی، تو انکی گفتگوؤں اور تحریروں سے اندازہ ہوا کہ چند خاص الجھنیں ہیں جن میں علماً اس وقت کام کے آدمی اُلجھ رہے ہیں۔ اور اگر انھیں صاف کر دیا جائے تو نسلی مسلمانوں میں جتنے اصلی مسلمان ہیں ان کے لئے اسلامی تحریک کے راستہ پر آنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے گی۔

ان میں سے پہلی اور سب سے بڑی اُلجھن جس کو اکثر لوگوں نے پیش کیا۔ یہ ہے کہ اسلام کو ایک خالص اصولی تحریک کی حیثیت سے پھیلانا نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ جو آسانیاں دوسری تحریکوں کو حاصل ہیں وہ اسلام کو حاصل نہیں ہیں۔ دوسری تحریکیں تو محض سیاسی، معاشی اور تمدنی مسائل کا ایک حل پیش کرتی ہیں اور جن لوگوں کو اُن کا تجویز کردہ حل اور طریقِ کار اپیل کرتا ہے وہ اپنا مذہب اور اپنی قومیت تبدیل کئے بغیر اُنھیں قبول کر لیتے ہیں۔ بخلاف اس کے اسلام صرف دنیوی مسائل کا حل ہی پیش نہیں کرتا بلکہ وہ تو ایک مذہب ہے جس کے عقائد پر ایمان لانا اور جس کی عبادات بجالانا سب سے پہلے ضروری ہے۔ اس کے حل سے استفادہ کرنے کے لئے کوئی شخص اس کی جماعت میں تبدیلِ مذہب کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کیسے امید کی جاسکتی ہے کہ لوگ اسلام کو اس آسانی کے ساتھ قبول کر سکیں گے جس کے ساتھ وہ دوسری تحریکوں کو قبول کرتے ہیں؟

یہ شبہ بہت لوگوں کے دلوں میں ہے اور بظاہر بڑا قوی نظر آتا ہے۔ مگر فی الحقیقت نہایت کمزور ہے۔ اور میں اس کو کوئی وزن نہیں دیتا۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی اجتماعی نظریہ اور مسلک بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے کچھ اعتقادات نہ رکھتا ہو اور جس کا ایک مخصوص فلسفہ نہ ہو۔ چند امور مابعد الطبیعت ایسے ہیں جن کے متعلق سلبی یا ایجابی حیثیت سے ایک نہ ایک رائے قائم کرنا بہرحال ہر اس مسلک کے لئے ناگزیر ہے جو انسان کے لئے ایک لائحۂ زندگی بناتا ہو یہ سوالات کہ کائنات کا یہ نظام کس نوعیت کا ہے؟ اور اس نظام میں انسان کی کیا حیثیت ہے؟ اور انسان کی زندگی کا مآل کیا ہے؟ اور یہ کہ دنیا میں سب کچھ تو انسان کے لئے ہے مگر انسان خود کس کے لئے ہے؟ یہ دراصل زندگی کے بنیادی سوالات ہیں جن کا ایک قابلِ عمل حل پیش کئے بغیر کوئی ذہنی، اخلاقی، تعلیمی اور تمدنی نظام بنایا ہی نہیں جا سکتا۔ اور کسی نظام کے بھی محض عملی پہلوؤں کو لے کر آدمی کام نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ ساتھ ساتھ اس کے بنیادی فلسفہ یا بالفاظِ دیگر اس کے اعتقادات کو بھی قبول نہ کرلے۔ پس ایک اعتقادی نظام ہونا تنہا اسلام ہی کی کوئی انوکھی خصوصیت نہیں ہے۔ اس حیثیت سے اگر اسلام کی راہ میں کوئی مشکل حائل ہے تو ایسی مشکل ہر اجتماعی مسلک کی راہ میں حائل ہے۔ ہر اجتماعی مسلک فی الواقع ایک مذہب ہی ہے اور جو

بھی اسی کی پیروی اختیار کرتا ہے وہ حقیقت میں ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرتا ہے خواہ اپنی سادہ لوحی کی بنا پر یہ کہتا اور سمجھتا رہے کہ بدستور اپنے پہلے مذہب پر ہوں۔

میں ایک سیدھی مثال سے اس نکتہ کی مزید توضیح کروں گا۔ کمیونزم آپ کے سامنے ہے اسی کو مثال میں لے لیجئے اگر اسلام اس مابعد الطبیعی نظریہ سے اپنے مسلک کی ابتدا کرتا ہے کہ خدا ہے تو کمیونزم اس نظریہ سے چلتا ہے کہ خدا نہیں ہے یا کم از کم یہ کہ اس کا وجود و عدم وجود ہمارے لئے خارج از بحث ہے۔ اگر اسلام یہ نقطۂ نظر اختیار کرتا ہے کہ یہ دنیا خدا کی سلطنت ہے اور انسان یہاں اس کا تابع امر ہے تو کمیونزم یہ نقطۂ نظر اختیار کرتا ہے کہ دنیا ایک اتفاقی بساط ہے اور انسان یہاں مطلقاً خود مختار ہے۔ اگر اسلام یہ پہلو لیتا ہے کہ انسان کو یہاں کام کرنے کے لئے خدا کی ہدایت درکار ہے اور وہ وحی کے ذریعہ سے آتی ہے تو کمیونزم یہ پہلو لیتا ہے کہ کوئی ہدایت درکار نہیں ہے اور وحی نام کی کوئی چیز نہیں آتی۔ اگر اسلام اس مقام سے سلوک کا آغاز کرتا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے جس میں انسان کو اپنی موجودہ زندگی کے پورے کارنامے کا حساب دینا ہے تو کمیونزم اس مقام سے چلتا ہے کہ جو کچھ ہے یہی زندگی ہے اور بعد میں نہ زندگی ہے نہ حساب کتاب۔ کیا یہ دونوں یکساں مابعد الطبیعی نظریے نہیں ہیں؟ پھر اگر سائنٹفک ثبوت کے بغیر محض استدلال اور قلبی شہادت کی بنا پر بیت سے وہ لوگ جو کل تک کمیونسٹ نہ تھے آج کمیونزم کے نقطۂ نظر کو قبول کر سکتے ہیں تو آخر انہی بنیادوں پر بہت سے وہ لوگ جو آج مسلم نہیں ہیں کل اسلام کا نقطۂ نظر کیوں قبول نہیں کر سکتے؟

اسی طرح ایک ہادی پر ایمان لانے کا معاملہ بھی دونوں میں مشترک ہے اگر مسلم ہونے کے لئے محمد رسول اللہ پر ایمان لانا پڑتا ہے تو کمیونسٹ بھی آخر مارکس پر ایمان لاتا ہی ہے پھر اگر ایک شخص جو کل تک مارکسی نہ تھا آج مارکس کی تعلیمات کو دیکھ کر اس کو اپنا رہنما تسلیم کر سکتا ہے تو آخر کونسی چیز مانع ہے کہ ایک وہ شخص جو کل تک مسلم نہ تھا، آج محمد رسول اللہ کی زندگی ان کی تعلیمات اور ان کے کارنامے کو دیکھ کر ان کو اپنا ہادی و رہبر نہ تسلیم کر لے؟

ویسا ہی معاملہ جماعتی ضوابط کا ہے اگر اسلام ان لوگوں کو جو اس کی جماعت میں شامل ہوں اپنے کچھ ضوابط کا پابند بناتا ہے تو کیا کمیونسٹ پارٹی ان لوگوں کو جو اس میں شامل ہوں کسی ضابطہ اور کسی قاعدے میں نہیں جکڑتی؟ پھر جب بہت سے انسان کمیونزم کے اصولوں پر ایمان لانے کے بعد کمیونسٹ پارٹی کے ضوابط کی پابندی قبول کر لیتے ہیں تو آخر اسلام ہی کے جماعتی ضوابط میں کونسا ہوا چھپا ہوا ہے کہ جو لوگ اسلام کے اصولوں کو جانچ کر ان پر ایمان لانے کے لئے تیار ہوں گے ان کو یہ ہوا اپنی صورت دکھا کر بھگا دیگا؟

اس مثال سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ اسلام میں خدا کی ہستی اور اس کی توحید کا اعتقاد یا آخرت کا اعتقاد یا پیغمبر کی ناقابل منازعت پیشوائی اور قرآن کے آخری منبع قانون ہونے کا اعتقاد، شرط لازم ہونا، اور نماز روزہ زکوٰۃ اور حج کے ضوابط کی پابندی فرض ہونا ہرگز کوئی ایسی چیز نہیں ہو جو اس کے پھیلنے اور غیر مسلموں کے اس کی طرف کھنچ کر آنے میں سدِ راہ ہو۔ مابعد الطبیعی اعتقادات اور جماعتی ضوابط دوسرے مسلکوں میں بھی موجود ہیں اور جو انسان ان مسلکوں میں اپنی زندگی کے مسائل کا حل اپنی سمجھ کے مطابق صحیح پاتے ہیں وہ ان کے عقائد اور ضوابط دونوں کو قبول کرتے ہی ہیں پھر کوئی وجہ نہیں اگر اسلام ان کے سامنے تمام مسائل زندگی کا بہتر حل پیش کرے اور ان کی فلاح و سعادت کا راستہ کھول کر سامنے رکھدے تو عقائد اور ضوابط کی شرط صرف اسلام ہی کے معاملہ میں ان کے لئے رکاوٹ ثابت ہو۔

البتہ اسلام کی راہ میں ایک عظیم الشان رکاوٹ ضرور حائل ہے اور اصلی رکاوٹ وہی ہے اور اس رکاوٹ کی ذمہ داری اسلام پر نہیں بلکہ اس کے پیرؤں پر ہے۔ اس واقعہ سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ہندوستان کو آج تک حقیقی معنوں میں اسلامی حکومت، اسلامی اخلاق اور اسلامی نظام تمدن سے روشناس ہونے کا کبھی موقع ملا ہی نہیں؟ پچھلی صدیوں میں مسلمان بادشاہوں نے، مسلمان امراء نے، مسلمان حکام اور اہل کاروں نے اور سپاہیوں نے، مسلمان زمیندار اور رئیسوں نے اور مسلمان عوام نے اپنے برتاؤ سے اسلام کا جو نمونہ پیش کیا وہ ہرگز ایسا نہ تھا کہ اس ملک کے عام باشندوں کو اسلام کا گرویدہ بنا سکتا بلکہ اس کے برعکس نفسانی اغراض کے لئے جو کشمکش ان کے اور غیر مسلم عناصر کے درمیان مدتہائے دراز تک برپا ہوتی رہی اس نے اسلام کے خلاف مستقل تاریخی تعصبات پیدا کر دیئے اس تاریخی پس منظر کے ساتھ اسلام کا جو نمونہ آج اس زمانہ میں مسلمان اپنی انفرادی زندگی اور جماعتی طرز عمل کا پیش کر رہے ہیں وہ بھی کچھ ایسا خوبصورت نہیں ہے کہ اس قسم کے نمونے کو دیکھ کر لوگ اس تحریک کے عاشق ہو جائیں جس کی نمائندگی ان مسلمانوں سے کی جا رہی ہو۔ خود ہی انصاف سے دیکھ لیجئے کہ انفرادی زندگی میں ایک عام مسلمان ایک عام غیر مسلم سے آخر کس چیز میں برتر نظر آتا ہے کہ لوگ اس برتری کے منبع کی جستجو کریں۔ اس کے برتاؤ میں، اس کے اخلاق میں، اس کے معاملات میں کہاں کوئی خفیف سی جھلک بھی ایسی نمودار ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ شخص فائق تر اور پاکیزہ تر اصولوں کا پیرو ہے؟ کیا ایک مسلمان زمیندار یا شریف کی نخوت اپنے کمیروں کے مقابلہ میں اپنے طبقہ کے کسی غیر مسلم شریف یا رئیس سے کچھ کم ہے؟ کیا ایک مسلمان تاجر یا پیشہ ور آدمی اپنے ہم پیشہ غیر مسلم سے کچھ زیادہ راستدین ہوتا ہے؟ کیا ایک مسلمان حاکم یا عہدہ دار اپنے اختیارات کے استعمال میں کسی غیر مسلم ہمسر سے کچھ بہتر اخلاقی اصولوں کی پیروی کرتا ہے؟ کیا دفتروں کے مسلمان ملازم رات دن انہی تمام ذلیل طریقوں کی پیروی نہیں کر رہے ہیں جن کی پیروی ان کے غیر مسلم ساتھی کرتے ہیں؟ کیا وہی جائز اور ناجائز طریقوں سے اپنی قوم کا تعصب، وہی کمینہ چالوں سے غیر قوم والوں کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کرنا اور وہی چھوٹی چھوٹی دنیوی اغراض کے پیچھے لڑتے مرنا جس کی شکایت یہ غیر مسلموں سے کرتے ہیں خود ان کا بھی رات دن کا

مشغلہ نہیں ہے؛ پھر جب ایک غیر مسلم اسلام کے ان نمائندوں کی زندگی میں کہیں بھی کوئی فوقیت کا نشان نہیں پاتا جب وہ انہیں بھی وہی سب کچھ کرتے دیکھتا ہے جو وہ خود کرتا ہے اور جب وہ انہیں بھی انہی مقاصد کے لئے جھگڑتے اور کشمکش کرتے دیکھتا ہے جن کے لئے وہ خود لڑتا جھگڑتا اور کشمکش کرتا ہے تو آخر کونسی چیز اس کو اس مسلک کی طرف مائل کر سکتی ہے جس کی نمائندگی یہ لوگ کر رہے ہیں بلکہ جب ایک ہی نفسانیت اور دنیا پرستی کے میدان میں وہ اور یہ برابر کے حریف ہیں تو اپنے حریفوں کے مسلک پر کھلے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہی کیوں محسوس کرنے لگا؛ ایک طرف پچھلے تاریخی تعصبات اور پھر آج کی نفسانی کشمکش کیا یہ دونوں چیزیں اس کے دل کے دروازوں پر قفل چڑھا دینے کے لئے کافی نہیں۔

انفرادی زندگی سے وسیع تر قومی زندگی کے دائرے میں مسلمان اب تک جس پالیسی پر چلتے رہے ہیں اور آج جس پالیسی پر مصر ہیں جسے اپنی حیات اجتماعی کی ضامن سمجھ رہے ہیں وہ کیا ہے؟ اصول اسلام اور مقاصد اسلام کا کہیں نام تک نہیں آتا کسی خطبے کسی تقریر کسی ریزولیوشن میں آپ ایک فقرہ ایسا نہیں پا سکتے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ یہ لوگ اپنی اغراض اور اپنے مقاصد کے لئے نہیں بلکہ انسانوں کی فلاح کے لئے عالمگیر کلی اصول لیکر اٹھے ہیں اور ان کی لڑائی محض اصول حق کی خاطر ہے اس کے برعکس آپ یہ دیکھیں گے کہ ان کے اور دوسری قوموں کے درمیان بالکل برابر کی قوم پرستانہ جنگ برپا ہے۔ دونوں ایک سطح پر اتر آئے ہیں ایک ہی مرتبہ کی دنیوی اغراض کے لئے کشمکش کر رہے ہیں ایک ہی قسم کی چالیں زبان اصطلاحات اور اصول نزاع اختیار کر رہے ہیں جن کے لئے ان کے حریفوں کا رونا رونا ہوتا اور لڑائی جھگڑا ہے پھر کس طرح یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ جن لوگوں سے آپ دنیوی اغراض کے لئے مساوی مرتبہ پر لڑ رہے ہوں جن سے آپ رقابت اور حریفی کا پیمانہ اور تازہ رشتہ رکھتے ہوں جن کے ساتھ آپ کے سیاسی اور معاشی مفاد کے لئے کشمکش برپا ہو وہ آپ کی طرف سے کسی اصولی تحریک کی دعوت پر اسی طرح کھلے دل سے غور کرنے کے لئے تیار ہوں گے جس طرح وہ اشتراکیت یا ڈیموکریسی یا کسی اور مسلک کی دعوت کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

اس مرحلہ پر پہنچکر ایک اور شبہ سامنے آتا ہے اور آگے بڑھنے سے پہلے اس کا صاف ہو جانا ضروری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آخر جہاد میں بھی تو غیر مسلموں سے کشمکش اور مقابلہ ہوتا ہے اگر یہ چیز نفسیاتی اعتبار سے اسلامی تحریک کے پھیلنے میں مانع ہے تو ماننا پڑیگا کہ جہاد بھی اسلام کی راہ میں معاون ہونے کے بجائے سد راہ ہوتا ہے پھر کیا اللہ تعالےٰ انسانی نفسیات سے بے خبر تھا کہ اس نے اپنے دین میں وہ چیز رکھی جو لوگوں کو قبول حق سے روکتی ہے!

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاد کی نوعیت نفسانی نزاع و مقاتلے سے بالکل مختلف ہے اس لئے اس کے اثرات و نتائج بھی اس جنگ اور کشمکش کے اثرات و نتائج سے مختلف ہیں جو نفسانی اغراض کے لئے کی جائے ایک لڑائی وہ ہے جو آپ اس سے خود اسی کے مفاد کی خاطر اس کی اپنی فلاح کی غرض سے لڑیں۔ ایک لڑائی اس بنیاد پر ہے کہ آپ کی اور اس کی قومی اغراض متصادم ہیں اور دونوں اپنی اپنی اغراض کے لئے لڑ رہے ہیں اور دوسری لڑائی اصل بنیاد پر ہے کہ آپ ایک شخص کو جو نادانستگی کی وجہ سے تباہی کے راستہ پر جا رہا ہے بچانا چاہتے ہیں اور اس سے اسلئے لڑتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو تباہ نہ کر لے کیا یہ دونوں لڑائیاں یکساں ہیں اور دونوں کے نتائج برابر ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ پہلی قسم کی لڑائی میں دونوں کے درمیان بالفرض عداوت بڑھیگی یا مصالحت بھی ہوئی تو منافقانہ اور خودغرضانہ ہوگی۔ یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے کہ کبھی ایک فریق دوسرے فریق کی دنیوی اغراض پر ایمان لاکر اس کا دلی حمیم بن جائے کیونکہ ایک شخص یا قوم کی دنیوی اغراض وہ چیز ہیں ہی نہیں جن پر دوسرے شخص یا قوم کے ایمان لانے کا تصور بھی کیا جا سکتا ہو۔ بخلاف اس کے دوسری قسم کی لڑائی میں اول اول تو فریق مقابل آپ پر یہ شبہ کریگا کہ شاید اندر کوئی بھی ذاتی غرض ہوگی اور جب تک یہ شبہ رہے گا وہ آپ سے لڑتا ہی رہے گا مگر جب آپ کے طرز عمل سے اس پر ثابت ہو جائے گا کہ واقعی میرا حریف میرا دشمن نہیں ہے بلکہ سچا خیرخواہ ہے اور اپنے بھلے کے لئے نہیں بلکہ میرے بھلے کے لئے لڑ رہا ہے تو عین لڑائی کے دوران میں اس کے دل کی کایا پلٹ ہو جائے گی اور وہ آپ کا دشمن بننے کے بجائے آپ کا عاشق بنجائے گا۔ پھر ایک عظیم الشان فرق دونوں لڑائیوں میں یہ ہے کہ دنیوی اغراض کی جنگ میں تو آپ کی لڑائی اس پوری قوم سے ہوگی جس کی اغراض سے آپ کی اغراض متصادم ہوں گی حتی کہ اس کا ایک ایک فرد آپ کی قوم کے ایک ایک فرد کا حریف مقابل بن جائے گا مگر دوسری قسم کی لڑائی جو محض اصول حق کی خاطر لڑی جائے اس میں ڈٹ کر آپ کا مقابلہ صرف وہ لوگ کریں گے جو پیشوائی اور خدائی کی گدیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں یا ظالمانہ طریقوں پر ناجائز فائدے اٹھا رہے ہیں رہے عوام تو وہ تو صرف اس وقت تک لڑیں گے جب تک ان پر اپنے کفر کی سلطنت کا طلسم قائم رہے گا اور جونہی ان پر یہ منکشف ہوا کہ آپ کی لڑائی تو ظالموں کے ظلم کا خاتمہ کرنے اور ان کے پھندے کاٹنے کے لئے ہے اور اس لڑائی میں ان کا مفاد نفس پرست پیشواؤں جابر بادشاہوں اور رئیسوں اور مردم خور سرمایہ داروں کے مفاد کی عین ضد ہے تو فوج در فوج وہ آپ کی طرف لوٹ کر آئیں گے اور میدان میں وہ سرداران کفر ہی تنہا رہ جائینگے جو مغلوب و مقہور ہوئے بغیر کم ہی راہ راست پر آتے ہیں یہی صورت ابتدائے اسلام میں عرب ایران اور شام میں پیش آئی تھی۔

پس یہ گمان کرنا کہ نفس کشمکش اور نفس مقاتلہ کسی تحریک کے پھیلنے میں سدراہ ہوتا ہے بالکل غلط ہے اس کے سد راہ ہونے اور معاون بننے کا انحصار بالکلیہ آپ کے مقاصد جنگ پر ہے آپ اپنے لئے لڑیں گے تو اس تحریک کے لئے پیش قدمی کے تمام راستے بند کر دیں گے جس کے آپ نمایندہ سمجھے جاتے ہیں اور اگر بے لاگ اور خالص نیت کے ساتھ محض اپنی تحریک کے اصولوں کے لئے لڑیں گے تو آپ کی لڑائی مجرب

عمل تسخیر ثابت ہوگی۔

اب اصل بحث کی طرف پھر رجوع کیجئے۔ اسلامی تحریک کی راہ میں ایک رکاوٹ تو یہ ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ اور دوسری رکاوٹ وہ جامد اور بے روح مذہبیت ہے جس کو آجکل اصل اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ اس غلط مذہبیت کا پہلا بنیادی نقص یہ ہے کہ اسلام کے عقائد اور عبادات کا کوئی ربط اجتماعی نظام اور کاروبارِ حیات دنیا سے قائم نہیں رہا ہے۔ اسلامی عقائد محض ایک دھرم کے مزعومات بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں حالانکہ وہ ایک مکمل فلسفۂ اجتماعی اور نظام تمدن کی منطقی بنیادیں ہیں اور اسی طرح اس کی عبادات محض پوجا پاٹ بنا کر رکھ دی گئی ہیں حالانکہ وہ ان ذہنی اور اخلاقی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم کرنے کے وسائل ہیں جن پر اسلام نے اپنا نظام اجتماعی تعمیر کیا ہے۔ اس عمل تحریف کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں کی سمجھ میں کسی طرح یہ بات نہیں آتی کہ آخر ایک سیاسی معاشی اور تمدنی لائحہ عمل کو چلانے کے لئے ان عقائد اور عبادات کی ضرورت ہی کیا ہے۔ دوسرا بنیادی نقص اس مسخ شدہ مذہبیت میں یہ ہے کہ اس میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے جس کی وجہ سے اسلام ایک زندہ تحریک کے بجائے محض عہد گذشتہ کی ایک تاریخی تحریک بن کر رہ گیا ہے۔ اور اسلام کی تعلیم دینے والی درسگاہیں آثار قدیمہ کے محافظ خانوں میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اجنبی لوگ ان چیزوں کو دیکھ کر زیادہ سے زیادہ تاریخی ذوق کی بنا پر اظہار قدرشناسی تو کر سکتے ہیں مگر یہ توقع ان سے نہیں کی جا سکتی کہ وہ حال کی تدبیر اور مستقبل کی تعمیر کے لئے اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کریں گے۔ تیسرا اہم نقص اس میں یہ ہے کہ جزئیات کی ناپ تول مقداروں کے غیر منصوص تعین اور روح سے بڑھ کر مظاہر پر مدار دینداری رکھنے کی بیماری اس میں حد سے بڑھ گئی ہے اور وہ غیروں کی تالیف تو کیا کرے گی الٹی اپنوں کی تنفیر کا سبب بن رہی ہے۔ اس غلط مذہبیت کے علمبرداروں کی زندگی دیکھ کر اور ان کی باتیں سن کر آدمی اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ انسان کی ابدی فلاح و خسران کا مدار کیا انہی چھوٹی چھوٹی چیزوں پر ہے جن پر یہ لوگ اتنا زور دیتے ہیں۔

یہ ہیں وہ اصلی رکاوٹیں جو اسلام کو بحیثیت ایک تحریک کے اٹھنے اور پھیلنے سے روک رہی ہیں۔ لیکن افسوس ہے لوگ ان رکاوٹوں کا تجزیہ کر کے ان کی حقیقی نوعیت و کیفیت کو سمجھنے اور انہیں دور کرنے کی فکر نہیں کرتے بلکہ محض سرسری نظر میں یہ دیکھ کر کہ اسلام کی راہ میں شدید رکاوٹیں حائل ہیں ان سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور پھر ان سے بچ کر اسلام کی خدمت کرنے کے لئے عجیب عجیب نئے راستے نکالتے ہیں۔ مثلاً

ایک راستہ بعض لوگوں نے یہ تجویز کیا ہے اور وہ اس پر بڑی سنجیدگی سے غور کرتے ہیں کہ اسلام کے مجموعی نظام میں سے محض اس کے معاشی و سیاسی اصولوں کو لے لیا جائے اور انہیں کی بنیاد پر ایک پارٹی ایسی بنائی جائے جس میں شامل ہونے کے لئے توحید آخرت قرآن رسالت کسی چیز پر بھی ایمان لانے کی ضرورت نہ ہو اور نہ عبادات کی بجاآوری اور احکام شرعیہ کی پابندی ضروری ہو حالانکہ یہ بدترین اور غیر معقول ترین تجویز ہے جس کا تصور کیا جا سکتا ہے کوئی صاحب نظر آدمی ایک لمحہ کیلئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ کسی اجتماعی نظریہ اور لائحہ عمل کو اس کے بنیادی فلسفے، اس کے نظام اخلاق اور اس کے تعمیر سیرت کرنے والے ارکان سے الگ کر کے چلایا جا سکتا ہے۔ اللہ کی حاکمیت کا تصور نکال دینے کے بعد اسلام کا نظام سیاسی آخر ہے کس چیز کا نام؟ اور اگر قرآن کو ماخذ قانون اور محمد رسول اللہ کو رعیت (انسان) اور بادشاہ (اللہ) کے درمیان نزول احکام کا واحد مستند ذریعہ نہ مانا جائے تو کیا اسلامی اسٹیٹ کی تعمیر ہوا میں کی جائیگی؟ پھر وہ کونسا نظام تمدن و سیاست ہے جو کسی نظام اخلاق کا سہارا لئے بغیر قائم ہو سکتا ہو؟ کیا اللہ کے سامنے انسان کی ذمہ داری و جوابدہی کا تخیل نکال دینے کے بعد اس نظام تمدن و سیاست کے لئے کوئی اخلاقی سہارا باقی رہ جاتا ہے جس کا نقشہ اسلام نے پیش کیا ہے؟ کیا اس نظام کو آپ مادہ پرستانہ اخلاقیات کے بل پر ایک دن کے لئے بھی قائم کر سکتے ہیں؟ پھر وہ خاص قسم کی انفرادی سیرت اور جماعتی زندگی جو اس نظام تمدن و سیاست کے لئے درکار ہے نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ کے سوا اور کس ذریعے سے پیدا ہو سکتی ہے اور وہ نہ ہو تو یہ نظام چل کہاں سے سکتا ہے؟ یہ نہایت درجہ کا افلاس فکر ہے کہ کوئی شخص محض شاخوں کا حسن دیکھ کر کہنے لگے کہ آؤ جڑ کے بغیر ان شاخوں ہی سے درخت قائم کریں۔

دوسری راہ فرار جو انہی رکاوٹوں کی ہیبت سے مرعوب ہو کر بعض لوگوں نے نکالی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے ہندوستان کو انگریزی امپیریلزم سے آزاد کرا کے یہاں جمہوری حکومت قائم کرنے پر سارا زور صرف کیا جائے پھر اس جمہوری نظام میں بتدریج اسلامی طرز کا انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی جائے۔

حکمت خوردگی کا برا ہو یہ آدمی کے دماغ کو کس بری طرح مختل کر دیتی ہے۔ اس تجویز کو ذرا تحلیل کر کے تو دیکھئے کہ نتیجہ کیا برآمد ہوتا ہے۔ اسلامی طرز کا انقلاب جو آپ آخر کار برپا کرنا چاہتے ہیں اس کا حاصل تو یہی ہے نا کہ مالک الملک اللہ کے سوا اور کوئی نہ تسلیم کیا جائے اور انفرادی و اجتماعی زندگی صرف اللہ کے حدود کی پابند ہو اور حکومت وہ قائم ہو جو اللہ کے سامنے جوابدہ ہو اسی کا نام دین اللہ ہے۔ لیکن اس نصب العین تک پہنچنے کے لئے آپ راستہ کیا اختیار کرتے ہیں؟ یہ کہ پہلے مالک الملک انگریز کے بجائے خود باشندگان ملک قرار پائیں انفرادی و اجتماعی زندگی پر حدود انگریز کے بجائے حدود جمہور کا تسلط قائم ہو اور حکومت برٹش پارلیمنٹ کے بجائے جمہور کے سامنے جوابدہ ہو یعنی دوسرے الفاظ میں دین انگریز کی جگہ دین جمہور قائم ہو جائے۔ یہ دین جب زمین میں جڑ پکڑ لے تب آپ دین اللہ کو قائم کرنے کی کوشش کریں گے!

سوال یہ ہے کہ مکہ جانے کے لئے آخر یہ ٹوکیو کا راستہ اختیار کرنے کی ضرورت جناب کو کس لئے پیش آئی؟ کونسی چیز آپ کو براہ راست مکہ کی طرف پیشقدمی کرنے سے روکتی ہے کہ پہلے آپ ٹوکیو تشریف لے جائیں گے اور پھر وہاں سے مکہ کا قصد فرمائیں گے؟ یہ ظاہر ہے کہ دین جمہور صرف اسی صورت میں دین انگریز کو ہٹا کر اس کی جگہ لے سکتا ہے جبکہ عوام الناس کے ذہن

مسلمانوں کی مالی حالت

(از مولانا اسمٰعیل احمد صاحب منگلوری علیگ)

محنت اور زمین انسان جب اول دنیا میں آیا تو اس کی حالت دوسرے جانوروں سے مختلف نہ تھی درختوں کے پھلوں، بیجوں اور جڑوں سے لیکر جانوروں کے گوشت اور چمڑوں تک جو کچھ اسے ملتا اسے کہا تا تھا۔ غذا حاصل کرنے کے لئے اسے جنگل میں جانے اور شکار کے لیے جانوروں کا پیچھا کرنے اور ان کاموں میں محنت کرنے کی ضرورت تھی اس لیے اس وقت انسان صرف محنت سے واقف تھا۔

رفتہ رفتہ اس کی عقل نے اسے بتایا کہ دانوں اور گٹھلیوں کو زمین میں دبا کر اس سے زیادہ بیج اور غلہ اور پھل تیار ہو سکتے ہیں تجربہ سے اسے معلوم ہوا کہ جو محنت وہ شکار کے پیچھے بھاگنے اور درختوں سے غذا حاصل کرنے میں صرف کرتا تھا اس سے کم محنت میں وہ زمین سے بہت زیادہ غلہ اور پھل تیار کر سکتا ہے اس لئے اس کے دل میں زمین کی قدر ہوئی اس طرح اس کی معاش کے لئے دو چیزیں ہو گئیں یعنی محنت اور زمین۔

ابتدا میں وہ جس قدر غذا حاصل کرتا اسے کہا کر ختم کر دیتا تھا مگر بعد میں اس نے شہد کی مکھیوں کی طرح بچی ہوئی غذا کا ذخیرہ رکھنا شروع کیا جو خزاں اور خشکی کے زمانہ میں اسے کام دیتا تھا یہ ذخیرہ دولت کہلایا دولت اگر کسی شخص کے پاس زیادہ ہوتی اور اس کے بھائی اور پڑوسی کے پاس نہ ہوتی تو ضرورت کے وقت اسے ادہار کے طور پر دے دی جاتی تھی مگر اس پر سود لینا ناجائز سمجھا جاتا تھا کیونکہ اس زمانہ میں دولت مزید دولت پیدا کرنے کے کام میں نہ لائی جاتی تھی اور محض ضروریات زندگی پورا کرنے کی چیز تھی اسی بنا پر یونان کے مشہور فلسفی ارسطو کا قول تھا کہ روپیہ انڈے بچے نہیں دیتا۔ باوجود اس ممانعت کے بعض دولتمند لوگ اپنا غلہ یا سکہ غریبوں اور ضرورتمندوں کو دیکر اس پر اضافہ یا سود لیتے تھے جس سے ان کی دولت اور زیادہ بڑہتی تھی اسی کے ساتھ قرضدار غریبوں کی غربت اسی نسبت سے بڑہتی جاتی تھی اور جب یہ غریب قرضہ کا روپیہ معہ سود کے ادا نہ کر سکتے تھے تو اس کے بدلہ میں دائن کے غلام بنکر اس کی خدمت کرنے پر مجبور ہوتے تھے جب تک کہ اس کا قرضہ پورا نہ ہو۔ ان وجوہ سے قرضداروں کے ساتھ عام طور پر لوگوں کو ہمدردی اور دائنوں سے نفرت ہوتی تھی غرضکہ ملکی اور مذہبی دونوں قسم کے قوانین میں سود کے لین دین کی قطعی ممانعت تھی۔ ... سخت سزائیں تھیں جیسا کہ ذیل کے مذہبی احکام سے معلوم ہوگا۔

مذہب میں سود کی ممانعت (۱) یہودیوں کا مذہب جو دنیا کا نہایت پرانا مذہب ہے اس کی آسمانی کتاب خروج میں تحریر ہے:-

"اور اگر تمہارا بھائی تمہارے بیچ میں محتاج اور تہیدست ہو جائے تو تم اس کی دستگیری کرو خواہ وہ اجنبی ہو خواہ ... تاکہ وہ تمہارے ساتھ زندگانی بسر کرے تو اس سے سود اور نفع مت لے اور اپنے خدا سے ڈر" (احبار باب ۲۵ آیت ۳۵-۳۶)

(۲) عیسائیوں کی آسمانی کتاب لوقا کی انجیل میں آیت ۳۵ میں تحریر ہے:-

"اپنے دشمنوں سے محبت کرو اور احسان کرو اور قرض دو بغیر کسی قسم کی واپسی کی امید نہ رکھو تب تمہارا اجر بڑا ہوگا اور تم خدا کے بیٹے ہوگے۔"

(۳) ہندو دہرم کی کتاب شوسمرتی میں تحریر ہے:-

"سود کھانے والے کا اناج کھانا ممنوع ہے" (شوسمرتی ادہیائے ۴ اشلوک ۲)

نیز لکھا ہے کہ:-

"سود کھانے والے کا اناج پاخانہ ہے" (اشلوک ۱۲)

(۴) قرآن پاک میں متعدد آیتوں میں سود کی ممانعت ہے مگر ذیل کی آیتیں خاص طور پر اس زمانہ کے سود کے طریقہ پر روشنی ڈالتی ہیں۔

(ا) وما اتیتم من ربا لیربو فی اموال الناس فلا یربو عند اللہ وما اتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون

اور جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال بڑہیں پس وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑہتے اور جو دیتے ہو صدقہ جس سے تمہاری مراد خاص اللہ کی رضا ہوتی ہے پس یہ صدقہ دینے والے وہ مال کئی گنا کر لیتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:-

(ب) یمحق اللہ الربوٰا ویربی الصدقات واللہ لا یحب کل کفار اثیم (بقرہ)

گھٹاتا ہے اللہ ربوا کو اور بڑہاتا ہے صدقات کو اور اللہ ناپسند کرتا ہے ہر ناشکر مجرم کو۔

نیز ارشاد ہے:-

یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رءوس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون

اے مسلمانو! خدا کے مواخذہ سے ڈرو اور جو تمہارا سود کسی کے ذمہ رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم حکم ماننے والے ہو۔ پس اگر تم نے نہ کیا تو ہوشیار رہو واسطے لڑنے خدا اور رسول کے اور اگر تم نے معاملات سودی سے توبہ کر لی تو تمہارا حق صرف اصلی مطالبہ ہے نہ تم ظالم بنو اور نہ مظلوم۔

ان چاروں مذاہب کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے کہ ان زمانوں میں روپیہ محض ضروریات پوری کرنے کے لئے لیا جاتا تھا خواہ وہ سود پر ملے یا بلا سود ملے یا بطور صدقہ اور زکوٰۃ کے حاصل ہو

سرمایہ مگر باوجود مذہبی ممانعتوں کے سود کا لین دین بند نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ بعض لوگوں نے سود پر روپیہ لیکر اسے کھیتی باڑی اور تجارت کے کاموں میں لگانا شروع کیا جس سے اور زیادہ مال و دولت پیدا ہوئی فریقین کے اس نفع کو دیکھکر ہندوستان میں سود کے جواز کی یہ صورت نکالی گئی کہ دام دوپٹ کا قانون جاری کیا گیا جس کی رو سے سود کی مقدار اصل رقم سے نہ بڑھ سکتی تھی مثلاً ایک شخص ایک سو روپیہ قرض لیتا تو اس کا سود جمع ہو کر اس سے یک سو روپیہ سے زیادہ وصول نہ کیا جا سکتا تھا اب جبکہ دولت قانون کی رو سے نفع آور کاموں میں لگائی جانے لگی تو اس کا نام سرمایہ ہو گیا۔ اس طرح انسانی معاش کے لئے تین چیزیں وجود میں آگئیں یعنی محنت، زمین اور سرمایہ ان تینوں ذرائع سے ہندوستان میں خوب دولت پیدا ہوئی اور وہ تمام طبقوں میں تقریباً یکساں تقسیم تھی اور کوئی ایک طبقہ حد سے زیادہ دولتمند نہ تھا روپیہ والوں کی ایک جماعت ضرور تھی جو کاشتکاروں کاریگروں اور دکانداروں کو سودی قرضہ دیتی تھی مگر چونکہ سود کی مقدار محدود تھی اسلئے مہاجنوں کی دولت بھی محدود تھی۔

انگلستان میں سرمایہ

ہندوستان کی اسی خوشحالی کے زمانہ میں یہاں انگلستان کی حکومت ہو گئی۔ انگلستان کی جگہ اگر یہاں انگریزی قوم کی حکومت ہندوستان میں رہکر ہوتی تو اس میں نقصان نہ تھا کیونکہ اس سے پہلے آریوں اور ہنوں غوریوں اور مغلوں وغیرہ کی حکومتیں ہو چکی تھیں جن میں ہندوستان کا روپیہ ایران یا وسط ایشیا کو نہ جاتا تھا مگر اٹھارہویں صدی میں جو حکومت ہندوستان میں قائم ہوئی وہ انگلستان کی تھی اس وقت ہندوستان کی مالی حالت کا اندازہ مورخ [illegible] کی حسب ذیل تحریر سے ہو سکتا ہے۔

"سراج الدولہ کے انتقال کے بعد جن لوگوں نے بنگال میں سے ہو کر سفر کیا ہم ان سے اس بات کی تصدیق کرانا چاہتے ہیں کہ اس وقت یہ سلطنت دنیا میں سب سے زیادہ دولتمند آباد اور کاشت کے اعتبار سے بہترین تھی یہاں کے شرفا اور تاجر دولت اور عیش و عشرت میں لوٹ لگاتے تھے اور ادنیٰ درجہ کے کاریگروں اور کسانوں پر خوشحالی اور آسائش کی برکتیں نازل ہوتی تھیں۔"

اس کے مقابلہ میں انگلستان کی جو مالی حالت تھی اور ہندوستان کے روپیہ سے انگلستان کو جو فائدہ پہنچا اس کی کیفیت حسب ذیل اقتباسات سے ہوگی۔

"قبل اس کے کہ جنگ پلاسی فتح ہوتی اور ہندوستان کے خزانے بہ کر انگلستان میں آنے شروع ہوئے ہمارے ملک (انگلستان) کا جوار بھاٹا نہایت نیچا تھا خود انگلستان کی صنعتی ترقی بنگال کے بیشمار دولت کے ذخیروں اور کرناٹک کے خزانوں کی بدولت ہوئی۔" (سر ولیم ڈگبی)

ہندوستان کے ساتھ انگلستان نے جس کا اب وہ ماتحت ہے بڑی ناانصافی کی ہے اور اس کی ایک افسوسناک مثال یہ ہے کہ ۱۸۱۳ء میں ایک گواہ نے تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے بیان کیا تھا کہ اس وقت تک ہندوستان کے سوتی اور ریشمی کپڑے برطانیہ کے بازاروں میں برطانیہ کے بنے ہوئے مال سے ۵۰ اور ۶۰ فیصدی سستے بکتے تھے اور پھر بھی نفع کے ساتھ لہٰذا ضروری ہو گیا کہ ۷۰ اور ۸۰ فیصدی تک کے امتناعی محصول لگا کر انگلستان کی صنعتوں کی حفاظت کی جائے اگر ایسا نہ کیا گیا ہوتا اور یہ انسدادی محصول اور احکام نہ ہوتے تو مانچسٹر پیسلے کے ملی گھر کھلتے ہی بند ہو گئے ہوتے اور بھاپ کی طاقت بھی ان کو حرکت میں نہ لا سکتی۔

(رومیش چندر دت صفحہ ۲۶۳)

غرضکہ ہندوستان کے روپیہ سے انگلستان میں سرمایہ کی ریل پیل ہو گئی جس سے وہاں کی شرح سود گھٹی اور اسی کے مطابق وہاں سود کے قانون بنتے گئے۔ چنانچہ ۱۵۴۵ء میں بشپ جان مرٹن کی تحریک سے انگلستان میں یہ قانون پاس ہوا کہ مہاجن کو دس فیصدی سے زیادہ سود نہ دلایا جائے۔ ۱۶۲۴ء میں شرح سود گھٹا کر آٹھ فیصدی کر دی گئی ۱۶۵۱ء میں ۶ فیصدی کی گئی پھر پانچ فیصدی کی گئی اور انجام کار ۱۸۵۴ء میں تعین شرح سود کا قانون بالکل منسوخ کر دیا گیا اس لئے کہ وہاں سرمایہ کی اس قدر زیادتی تھی کہ شرح سود از خود کم ہوتی چلی جاتی تھی۔

شرح سود کی آزادی سے بربادی

کاش شرح سود کی آزادی صرف انگلستان تک محدود رہتی جہاں دولت کی افراط تھی غضب تو یہ ہوا کہ اس قانون کا نفاذ ۱۸۵۵ء میں ہندوستان میں کر دیا گیا جہاں کی دولت مسلسل ایک سو سال مختلف صورتوں میں انگلستان چلی جا رہی تھی اور جس کی نسبت لارڈ میکالے نے لکھا تھا کہ ہندوستان سے دولت کے دریا بہ کر انگلستان جاتے تھے۔

اس جدید قانون کی رو سے ہندوستان کا دام دوپٹ کا پرانا قانون منسوخ ہو گیا جس کی رو سے اصل سے زیادہ سود کی رقم نہ بڑھ سکتی تھی اس وقت تک یہاں ایک روپیہ سینکڑہ ماہوار سے زیادہ سود لینا مہاجنوں میں معیوب سمجھا جاتا تھا مگر سود کی آزادی نے ملک میں بیشمار سود خوار مہاجن پیدا کر دیے جو غریبوں کو چند روپے دیکر ان کے گھربار اور زمین نیلام کرا لیتے تھے اس سے ہر قوم کے کاشتکاروں کاریگروں اور دوکانداروں کو نقصان پہنچا مگر خصوصیت کے ساتھ مسلمان زیادہ برباد ہوئے جو بالعموم مذہب کے زیادہ پابند ہیں اور اس لئے سود کا لینا نہایت گناہ کا کام سمجھتے ہیں۔ ان کی اس بربادی کو دیکھکر ان کے متعدد علماء نے ہندوستان میں سود کے لین دین کے فتوے دیئے۔

سب سے اول دہلی کے سب سے بڑے عالم شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو انیسویں صدی میں تھے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر مسلمانوں کے لئے یہ جائز قرار دیا کہ وہ غیر مسلموں سے سود لیں پھر ستر علماء کے فتووں سے اسی قسم کے مسئلہ کی اشاعت ہوئی اور بعض علماء نے "مضاربت بر قسم معین" کی بنا پر یہ طے کیا کہ تجارت کرنے کی غرض سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ایک رقم دیکر اس سے معین منافعہ لے سکتا ہے اسی طرح اور بہت سے علماء نے بینک کے سود کے جواز کے فتوے دیئے مگر باوجود اس کے

(اس مسئلہ کا مضمون صفحہ ۳۶ پر زیر لائن

درہ دانیال کا نگہبان

(اس وقت ہٹلر کی جارحانہ دست درازیوں اور اندرونی ریشہ دوانیوں نے بلقانی ممالک کو سخت انتشار میں ڈال دیا ہے بہت ممکن ہو اسپانیہ کی طرح یہ خطہ بھی ایک میدان کارزار بن جائے یوگوسلاویہ کے بعد دنیا کی نگاہیں ترکی پر لگی ہوئی ہیں اور ترکی کو یورپین سیاسیات میں اسلئے اہمیت ہے کہ وہ درہ دانیال کا قدرتی محافظ ہے اور بحر روم اور بحر اسود کی کنجی اس کے ہاتھوں میں ہے ہمیں امید ہے کہ ناظرین مندرجہ ذیل مضمون کو دلچسپی سے پڑھیں گے)

ترکی کی اہمیت

یہ تو ایک تاریخی واقعہ ہے کہ گذشتہ جنگ عظیم میں ترکی یورپ کی مرکزی طاقتوں یعنی جرمنی وغیرہ کا حلیف تھا اور چونکہ فتح اتحادیوں کو حاصل ہوئی تھی اس لئے ترکی کو بہت نقصانات اٹھانے پڑے تھے اس جنگ میں ترکی ابتک عملی اعتبار سے غیر جانبدار ہے لیکن وہ اپنے معاہدوں کی رو سے برطانیہ کا دوست اور برطانیہ کا حلیف ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہٹلر نے اگر ترکی کو جنگ میں کود پڑنے پر مجبور کیا تو ترکی ضرور برطانیہ کے ساتھ ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے اندرونی کون سے اہم اسباب ہیں جو برطانیہ سے ترکی کی دوستی کا باعث ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ اٹلی کو ترکی نے ہمیشہ شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھا ہے اور اٹلی کے امپیریل ارادوں نے ترکی کو ہمیشہ پریشان رکھا ہے یہ سچ ہے کہ آج کا ترکی سلطانوں کے عہد کا ترکی نہیں ہے لیکن پھر بھی اسے اٹلی کی حرص و ہوس اور للچائی ہوئی نگاہوں سے ہوشیار رہنا ہے ترکی کو سنہ ۱۹۱۴ء میں جرمنی اور اٹلی جرمنی سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی اور نہ برطانیہ سے دشمنی تھی لیکن اٹلی چونکہ گذشتہ جنگ عظیم میں اتحادیوں کے ساتھ تھا اسلئے ترکی کو مخالف پارٹی میں شامل ہونا پڑا تھا اس جنگ میں چونکہ اٹلی جرمنی کا طرفدار ہے اسلئے ترکوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ برطانیہ کا ساتھ دیں اور برطانیہ سے اپنے دوستی کے معاہدہ کو برقرار رکھیں یہ جو کچھ اوپر کہا گیا ہے اس کے سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ تاریخ کے اوراق پر ایک نظر ڈالی جائے۔

مشرقی بحر روم اور ترکی

اٹلی نے ترکوں کی ملکیت ڈوڈیکانیز پر قبضہ کر لیا تھا اور اسی نقطہ سے ہم مشرقی بحر روم کی بین الاقوامی سیاسیات کا مطالعہ شروع کر سکتے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں اگرچہ یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ ڈوڈیکانیز پر اٹلی کا قبضہ عارضی ہے لیکن ترکوں نے اسی وقت محسوس کر لیا تھا کہ اہم کنجی کا اس طرح اٹلی کے قبضہ میں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے اٹلی اور روس کے درمیان سنہ ۱۹۰۹ء میں ایک معاہدہ ہوا تھا اس کے بعد سنہ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے ترکی پر حملہ کر دیا تھا گذشتہ جنگ عظیم میں اٹلی اور روس دونوں برطانیہ کے حلیف تھے اسی لئے اٹلی کے سامراجی مقاصد نے ترکی کو جرمنی کا ساتھ دینے پر مجبور کر دیا تھا آج بھی اٹلی ہی کا خطرہ اور اٹلی ہی کی دھمکیاں ترکی کے سامنے ہیں اس لئے ترکی کا فرض ہے کہ وہ برطانیہ کا طرفدار بنجائے

سنہ ۱۹۰۹ء کا معاہدہ

اٹلی اور روس کے درمیان سنہ ۱۹۰۹ء کے جس معاہدہ کا ذکر اوپر آیا ہے اس میں اٹلی نے روس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آبنائے باسفورس اور درہ دانیال وغیرہ کے معاملہ میں روس کے مفادات کا خیال رکھیگا اور احترام کریگا روس یہ چاہتا تھا کہ باسفورس اور درہ دانیال کو روس کے جنگی جہازوں کی آمد و رفت کے لئے کھول دیا جائے لیکن پچھلے عہدناموں کے ذریعہ یہ بات طے پاچکی تھی کہ ترکی کے جنگی جہازوں کے سوا کسی دوسرے ممالک کے جنگی جہاز بحر روم سے بحر اسود میں اور بحر اسود سے بحر روم میں نہیں جاسکیگا صرف تجارتی جہاز اس راستہ سے گذر سکتے تھے اس کا مقصد یہ تھا کہ ترکی کا دارالحکومت قسطنطنیہ جو باسفورس کے ساحل پر واقع تھا دوسرے ممالک کی جنگی دھمکیوں اور بحری فوجی سرگرمیوں سے بالکل محفوظ رہے۔

اگرچہ اس معاہدہ کی رو سے بحر اسود میں غیر ترکی بحری بیڑوں کا داخلہ روک کر روس کا مفاد بھی محفوظ کر دیا گیا تھا تاہم روس ہمیشہ سے اس بات کا خواہشمند تھا کہ اس کے بحری بیڑوں کو بحر اسود کی طرف سے بحر روم میں آنے کا موقع ملے اس کا سبب یہ تھا کہ روس بھی ایک میڈیٹرینین پاور بننے کا خواہشمند تھا لیکن چونکہ مشرقی بحر روم میں روس کا عمل دخل خود برطانیہ کے مفاد کے بھی خلاف پڑتا تھا اس لئے باسفورس اور درہ دانیال کو بند کرانے میں برطانیہ نے ترکی کا ساتھ دیا لیکن بھلا روس کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا اس کے بعد روس ہی کی تحریک سے سنہ ۱۹۱۲ء میں ایک "بلقان لیگ" بنائی گئی جس میں بلغاریہ، سرویا، مانٹینگرو اور یونان نے شامل ہو کر ترکی سے جنگ شروع کر دی سنہ ۱۹۱۲ء کی اس جنگ بلقان نے بڑی شہرت حاصل کی تھی اور اسی جنگ کے بعد ترکی نے اپنے وجود کو خطرے میں دیکھ کر یورپ کی کسی بڑی طاقت اور وہ برطانیہ کا مستقل دوست بننا چاہتا تھا لیکن برطانیہ کو ایک دوسری مجبوری لاحق تھی وہ "ٹریپل انٹینٹ" کی رو سے روس کا دوست اور حلیف تھا اور اگرچہ وہ باسفورس اور درہ دانیال کا راستہ روس کیلئے کھول دینے کے اصول کا مخالف تھا مگر یہی کچھ کر نہ سکتا تھا اب یورپ میں صرف ایک ہی ملک رہ گیا تھا جس کا حلیف بننا ترکی کے لئے ممکن تھا یہی سبب تھا کہ گذشتہ جنگ عظیم میں ترکی نے جرمنی کے ساتھ ہو جانے کا راستہ اختیار کیا تھا یہ وہ واقعات ہیں جو پرانے ہو کر اب تاریخ کے صفحات کے سپرد ہو چکے ہیں

معاہدہ لوزان

اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء میں معاہدہ لوزان کے ذریعہ اطالوی ترکی جنگ ختم ہو گئی تھی اور اس معاہدہ میں اٹلی نے یہ وعدہ کیا تھا کہ جونہی ترکی کی فوجیں لیبیا سے ہٹا لی جائینگی اٹلی بھی ڈوڈیکانیز کو خالی کر دیگا لیکن اس کے بعد ترکوں نے چین کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ فوراً ہی جنگ بلقان شروع ہو گئی اور یونان نے بحری طاقت کے ذریعہ بحر ایجین کے ترکی جزائر پر پے در پے حملے شروع کر دیئے اس پریشانی کے وقت میں ڈوڈیکانیز کو یونانیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ترکی اس بات پر رضامند ہو گیا کہ اٹلی ابھی اسے خالی نہ کرے برطانیہ اور فرانس کو جو بحر روم کی دو بڑی طاقتیں تھیں یہ بات ناگوار ہوئی وہ چاہتے تھے کہ اٹلی فوراً ہی ڈوڈیکانیز کو خالی کر دے اس سے ان دونوں ممالک اور ترکی کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا جرمنی پہلے ہی سے تاک میں بیٹھا تھا اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا (اس سلسلہ کے لئے دیکھئے صفحہ ۳۶ دوسرا)

یورپ کی لڑائیاں

لڑائیوں کی فہرست ہے جن میں چھوٹی بڑی لڑائیاں اور بغاوتیں شامل ہیں ابھی ہے اور زیادہ تر وقت یورپ پر قبضہ حاصل کرنے میں لگتا ہے۔

یورپ کے لڑاکو ملکوں میں اسپین نے لڑائیوں میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے اس کے بعد انگلینڈ کا نمبر ہے اور فرانس کا نمبر اس کے بعد ہے اس کے بعد آسٹریا اور اٹلی کا نمبر ہے۔ جرمنی گو اپنی فوجی طاقت میں شہرت رکھتا ہے لیکن پیچھے رہا ہے نیچے یورپ کی لڑائی کا کیلنڈر دیا جاتا ہے گو یہ فہرست مکمل نہیں ہے لیکن اس فہرست سے اتنا پتہ ضرور چل جائیگا کہ یورپ کی قوموں نے اپنی طاقت اور دولت کو کس طرح لڑائیوں میں ضائع کیا ہے۔ ہم ۱۶۱۸ء سے شروع کرتے ہیں جبکہ تیس سالہ لڑائی جس میں یورپ کی تمام قومیں شامل تھیں شروع ہوئی تھی اور جبکہ بڑی قوموں کو یہ امید تھی کہ امن قائم ہو جائیگا اس سال فرانس اور اسپین کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی گو لڑائی ۱۶۴۸ء میں ختم ہو گئی تھی لیکن اگلے سال پھر شروع ہو گئی اور ۱۶۵۹ء تک جاری رہی اس کے بعد کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے اس سے پتہ چلیگا کہ کون کب اور کس سے لڑا۔

سنہ ۱۶۵۱-۵۴ء۔ روس اور پولینڈ کے درمیان پہلی لڑائی۔
سنہ ۱۶۵۲-۵۵ء۔ انگلینڈ اور ہالینڈ کے درمیان لڑائی
سنہ ۱۶۶۱-۶۴ء۔ انگلینڈ اور ٹرانسلوینیا کی لڑائی۔
سنہ ۱۶۶۳-۶۴ء۔ آسٹریا ہنگری کی ترکی سے لڑائی۔
سنہ ۱۶۶۵-۶۷ء۔ انگلینڈ اور فرانس کی لڑائی۔
سنہ ۱۶۷۲-۷۸ء۔ انگلینڈ اور فرانس ملکر ہالینڈ سے لڑے
سنہ ۱۶۸۸-۹۷ء۔ آسٹریا ہنگری کی فرانس سے لڑائی
سنہ ۱۶۸۹-۹۷ء۔ فرانس اور انگلینڈ کے درمیان لڑائی۔
سنہ ۱۷۰۱-۱۴ء۔ اسپین کی گدی نشینی کی لڑائی
سنہ ۱۷۰۰-۲۱ء۔ روس اور سویڈن کی لڑائی
سنہ ۱۷۱۶-۱۸ء۔ آسٹریا ہنگری کی ترکی سے لڑائی
سنہ ۱۷۱۸-۲۰ء۔ چو سوکھا اتحاد کی لڑائی
سنہ ۱۷۳۳-۳۸ء۔ پولینڈ کی گدی نشینی کے لئے لڑائی۔
سنہ ۱۷۳۶-۳۹ء۔ روس اور آسٹریا کی ترکی کے خلاف لڑائی
سنہ ۱۷۴۰-۴۸ء۔ آسٹریا کی گدی نشینی کے لئے لڑائی
سنہ ۱۷۵۱-۵۴ء۔ ہندوستان میں فرانس اور انگلینڈ کی لڑائی
سنہ ۱۷۵۵-۵۹ء۔ امریکہ میں فرانس اور انگلینڈ کی لڑائی
سنہ ۱۷۵۶-۶۳ء۔ پرشیا کی فرانس آسٹریا اور روس کے خلاف لڑائی
سنہ ۱۷۶۸-۷۴ء۔ روس اور ترکی کے درمیان لڑائی۔
سنہ ۱۷۷۸-۱۸۰۰ء۔ ایک بار بویریا کی گدی نشینی کے لئے لڑائی۔
سنہ ۱۷۷۶-۸۳ء۔ انگلینڈ کے خلاف امریکہ کی نوآبادیوں کی بغاوت
سنہ ۱۷۸۷-۹۱ء۔ ترکی کے خلاف روس آسٹریا کی دوسری لڑائی۔
سنہ ۱۷۸۴-۸۵ء آسٹریا ہنگری کی ہالینڈ سے لڑائی
سنہ ۱۷۸۸-۹۰ء آسٹریا ہنگری کی ترکی سے لڑائی
سنہ ۱۷۸۹ء فرانس کا انقلاب
سنہ ۱۷۹۲-۱۸۱۵ء نپولین کی لڑائی
سنہ ۱۸۱۰-۲۶ء اسپین اور امریکہ کی نوآبادیوں کے درمیان لڑائی
سنہ ۱۸۱۲-۱۵ء انگلینڈ اور امریکہ کے درمیان لڑائی
سنہ ۱۸۲۱-۲۹ء یونان کی آزادی کی لڑائی
سنہ ۱۸۲۴-۲۶ء انگلینڈ اور برما کے درمیان لڑائی
سنہ ۱۸۲۸-۲۹ء روس اور ترکی کے درمیان لڑائی
سنہ ۱۸۳۰-۳۹ء ہالینڈ اور بلجیم کے درمیان لڑائی
سنہ ۱۸۳۲-۳۹ء پرتگال اور اسپین کے درمیان لڑائی
سنہ ۱۸۳۱-۳۲ء روس اور پولینڈ کے درمیان لڑائی
سنہ ۱۸۳۱-۴۹ء اٹلی کی آزادی کی لڑائی
سنہ ۱۸۳۹-۴۲ء انگلینڈ اور افغانستان کے درمیان لڑائی
سنہ ۱۸۴۰-۴۲ء انگلینڈ اور چین کے درمیان لڑائی
سنہ ۱۸۴۴ء فرانس اور مراکو میں لڑائی
سنہ ۱۸۴۸-۴۹ء آسٹریا اور سارڈینیا کی لڑائی
سنہ ۱۸۵۴-۵۶ء انگلینڈ اور روس کی لڑائی
سنہ ۱۸۵۶-۶۰ء انگلینڈ اور فرانس کی چین سے لڑائی
سنہ ۱۸۵۷-۵۸ء انگلینڈ اور ہندوستان کی لڑائی
سنہ ۱۸۶۳-۶۴ء پرشیا اور آسٹریا کی ڈنمارک کے خلاف لڑائی
سنہ ۱۸۶۶ء پرشیا اور روس کی لڑائی
سنہ ۱۸۶۷-۶۸ء انگلینڈ کا حبش پر حملہ
سنہ ۱۸۷۰-۷۱ء فرانس اور پرشیا کی لڑائی
سنہ ۱۸۷۸-۸۰ء انگلینڈ اور افغانستان کی لڑائی
سنہ ۱۸۷۹ء انگلینڈ اور زولو کی لڑائی
سنہ ۱۸۹۹-۱۹۰۲ء انگلینڈ بوئر لڑائی دکھن افریقہ کی فتح
سنہ ۱۸۸۵ء سربیا اور بلغاریہ کی لڑائی
سنہ ۱۸۸۷-۸۹ء اٹلی اور حبش کی لڑائی
سنہ ۱۸۸۹-۹۳ء دکھنی مغربی افریقہ پر جرمنی کی فتح
سنہ ۱۸۹۵-۹۶ء مڈگاسکر کے خلاف فرانس کا اعلان جنگ
سنہ ۱۸۹۶-۹۷ء ترکی اور یونان کی لڑائی۔

۱۹ویں صدی کے آخر اور ۲۰ویں صدی کے شروع میں یورپ بھی یورپین طاقتوں کے ساتھ الجھنے لگا ۱۹ویں صدی کے پہلے حصہ میں برما اور چین یورپین قوموں کی سازش کا شکار رہ چکے تھے اس کے بعد یورپین قوموں کا لالچ بڑھتا گیا ۱۹۰۴ء میں روس سے جاپان نے لڑائی چھیڑی اور روس جاپان سے ہی لڑائی کی ۱۹۰۵ء میں شکست میں لڑائی ہوئی اٹلی اور ترکی میں لڑائی ہو گئی ۱۹۱۲ء میں بلقان

۱۳ کی لڑائی شکوار سے ختم ہوئی تھی کہ عالمگیر جنگ شروع ہو گئی اور اس کو ختم ہوئے تنں سے بیس سال گذرے ہونگے کہ یورپ میں پھر لڑائی چھڑ گئی جو کہ عالمگیر جنگ کی صورت اختیار کر

بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۲۳۶ انٹرنیشنل کنٹرول میں رکھکر بالکل غیر جنگی علاقہ بنا دیا جائے اس سلسلہ میں معاہدہ سیورے پر سلطان ان کے نمائندے نے دستخط کئے تھے۔

ترکی کا نیا دور

لیکن اس وقت تک ترکی کی حالت بدل چکی تھی مصطفیٰ کمال نے ایک بڑی اور مضبوط فوج تیار کر لی تھی اور اب وہ اس لائق تھے کہ ترکی پر قبضہ کرنے والی فوجوں اور ارمنوں اور یونانیوں کے خلاف ایک کامیاب جنگ کر سکیں قوم پرست ترکی کی فوجوں نے فرانسیسیوں کو مرعش کے مقام پر شکست دی اور اس کے بعد مصطفیٰ کمال نے یونانیوں کے خلاف جنگ کرنی شروع کر دی اور ۱۹۲۲ء میں ان کو پوری شکست دی پھر انہوں نے دردانیال کا رخ کیا جہاں اتحادی فوجیں جناک میں مقیم تھیں اس زمانہ میں برطانی رائے عامہ بھی معاہدہ سیورے کو شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی اور ترکی سے صلح کی طالب ہوئی تھی۔

دوسرا معاہدہ لوزان

چنانچہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۳ء کو لوزان میں ایک نئے معاہدے پر دستخط ہو گئے جس کی رو سے ترکی کے وہ حصے جو چھین لئے گئے تھے واپس کر دیئے گئے اور برطانیہ و فرانس اور اٹلی نے باسفورس اور دردانیال میں فوج یا بحری بیڑہ بھیجنے کا حق چھوڑ دیا اس کے بعد ترکی بالکل آزاد ہو گیا اور مصطفیٰ کمال آتاترک کو پورا موقع ملا کہ وہ ترکی کو ایک جدید اور طاقتور ملک بنا دیں۔

اولاد پیدا کرنے کی ترکیب

ایک ہندوستانی لیڈی ڈاکٹر کا عجیب و غریب کمال

ہندوستان میں ایسے ہزاروں لاکھوں آدمی ہیں جن کے پاس سب کچھ ہے مگر ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی اور وہ اولاد کیلئے ہزاروں جتن کرتے ہیں مگر ناکامی ہوتی ہے اس ضرورت کو سائینس والے سالہا سال سے محسوس کر رہے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح کوئی ایسی ایجاد کی جائے جس کے ذریعہ انسان اولاد کی پیدائش پر قابو پا سکے چنانچہ برسوں کی لگاتار کوشش اور تجربہ کے بعد آخرکار سائینس نے ایک کروٹ بدلی اور ان لوگوں کو کامیابی حاصل ہوگئی۔ سائینس کا یہ زندہ کارنامہ کئی سال سے تجربہ میں آرہا ہے۔ اور ہر جگہ کامیابی ہوئی ہے۔

اولاد پیدا کرنے کی ترکیب سائینس کے اصولوں پر ایک خاص دوا تیار ہوئی ہے ہندوستانی زبان میں اس دوا کا نام "محافظ اولاد" ہے اور اس میں عجیب اثر یہ ہے کہ یہ دوا مسلسل سات رات تک عورت کو کھلائی جاتی ہے۔ ان سات دن تک وہ مرد سے بالکل علیحدہ رہتی ہے۔ ٹھیک آٹھویں رات عورت مرد اس پرہیز کو توڑ دیتے ہیں تو اسی رات عورت کو حمل رہ جاتا ہے۔ اور ٹھیک نو مہینے بعد ایک جیتا جاگتا بچہ عورت کی گود میں ہوتا ہے تجربہ کے دوران میں بھی اس عجیب دوا کی بدولت ہزارہا عورتوں کے ہاں اولاد ہونی شروع ہوگئی ہے۔ ایجاد کرنے والے کو اپنی اس ایجاد پر بڑا فخر ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اس نے دنیا کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے لہذا اس اعلان کے ذریعہ اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر کسی عورت کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو خواہ نہ ہونیکا کوئی سبب ہوا سے چاہیئے کہ مسلسل سات رات تک **محافظ اولاد** کی ایک ایک خوراک استعمال کرے اور ان سات دن تک مرد سے بالکل علیحدہ رہے اور ٹھیک آٹھویں رات یہ پرہیز توڑ دے یعنی مرد عورت ایک جگہ ہو جائیں۔ تو اسی رات حمل قائم ہو جائیگا " محافظ اولاد " کی ایک شیشی میں ایک عورت کے لئے پوری سات خوراک دوا ہوتی ہے۔ اور اس شیشی کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ جسے ضرورت ہو وہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۲۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر یہ دوا بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالے۔ پارسل پر سات آنے محصول لگتا ہے

عورت کا سینہ

بچوں کو زیادہ دودھ پلانے یا کسی اور دوسری بے احتیاطی کے سبب عورت کا سینہ (یعنی پستان) بہت بدنما ہو کر نیچے کو ڈھلک جاتے ہیں۔ ان میں نرمی آجاتی ہے۔ ایسی حالت میں مشہور دوا "بریسٹین" کا استعمال کرنا چاہیئے۔ پستان اپنی اصلی حالت میں آکر گول اور سخت ہو جائیں گے۔ اور عورت ازسرنو جوان لڑکی معلوم ہوگی بے حد قیمتی دوا ہے اور بہت جلد اثر کرنیوالی ہے۔ اس کے استعمال سے دودھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا یعنی گود کا بچہ برابر دودھ پی سکتا ہے۔ ایک شیشی "بریسٹین" کی قیمت چار روپے پندرہ آنے ہے اور محصول ڈاک اس پر سات آنے لگتا ہے۔ منگانے کا پتہ :-

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۲۴ دہلی

۷ دن ۔ بال سیاہ

ایک خالص ہندوستانی ایجاد۔ کھانے کی دوا ہے۔ ایک شیشی میں ایک ضرورت مند کیلئے پورا کورس ہے۔ تیسرے چوتھے دن کے بعد ہی سفید بالوں پر ہلکی ہلکی سیاہی نظر آنے لگتی ہے اور رفتہ رفتہ سب بال کالے ہو جاتے ہیں اپنی قسم کی واحد ایجاد۔ اس دوا کا نام کیشول ہے جس کی قیمت چار روپے دو آنے ہے۔

مینجر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۲۴ دہلی کو خط لکھ کر بذریعہ وی پی پارسل منگائی جاسکتی ہے محصول ڈاک پارسل پر گیارہ آنے لگتا ہے۔ لاتعداد ضرورت مندوں نے استعمال کیا اور حیرت انگیز فوائد حاصل کئے ہیں۔ کسی قسم کا نزلہ وغیرہ نہیں ہوتا۔ بالکل بے ضرر چیز ہے سر اور داڑھی کے بال کالے کرنیکے لئے اپنی قسم کی واحد اور کامیاب دوا ہے۔

پیشاب کے بعد سفید قطرہ ــــ بند کرو

اگر پیشاب کرنے کے بعد یا پیشاب سے پہلے سفید رنگ کا پانی خارج ہو تو یہ بہت خطرناک بات ہے۔ اسے جریان کی بیماری کہتے ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ مرض بڑھ جاتا ہے کہ پھر آدمی شادی کے مطلب کا نہیں رہتا اس کی قوت مردمی ختم ہو جاتی ہے۔ اس واسطے جن مردوں کو یہ شکایت ہو یعنی پیشاب کرنے سے پہلے یا پیشاب کے بعد یا بیوی کے قریب جانے سے پیشتر ہی سفید رنگ کی رطوبت خارج ہو جائے۔ یا رات کو سوتے میں احتلام ہو جائے (یعنی خواب ہو جائے) تو اس خطرناک مرض سے غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ ایک دن زندگی کا خاتمہ ہوگا۔ اگرچہ بعض ڈاکٹر اور حکیم اس مرض کو بہت مشکل بتاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کے علاج میں کافی روپیہ خرچ ہوگا لیکن یہ اُن کی بھول۔

جریان کا مرض صرف ایک ہفتہ میں ختم کیا جاسکتا ہے

اور صرف ساڑھے تین روپیے خرچ ہوں گے۔ دہلی کے مشہور زنانہ دوا خانہ کی تیار کردہ دوا "جوہر اعظم" اس مرض کیلئے حقیقتاً اکسیر کا کام کرتی ہے۔ صرف ایک شیشی "جوہر اعظم" سے بڑے بڑے پرانے مریضوں کو تندرستی ہوگئی ۱۹۲۳ء کے انعامی مقابلہ میں بھی یہ دوا سرتاج رہی اور یقین کیا گیا کہ "جوہر اعظم" جریان کے مرض کا بہترین علاج ہے چنانچہ اسوقت سے آج تک ۱۹۳۶ء پورے طور پر اس کی معافی ہے جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ

مینجر زنانہ دواخانہ پی بی ۲۴۳ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر "جوہر اعظم" کی شیشی بذریعہ وی۔پی پارسل منگالیں۔ ایک شیشی کی قیمت تین روپے ۸ آنے ہے۔ پارسل کا محصول کسی ہندوستانی خریدار سے نہیں لیا جاتا۔

سوزاک کے مریض ختم ہوگئے

اندازہ کیا جارہا ہے کہ اگر دوا "کلوزول" اسی طرح سوزاک کے مریضوں کو تندرست کرتی رہی تو بہت جلد وہ وقت آرہا ہے کہ جب ہندوستان بھر میں سوزاک کا مریض نہ مل سکے گا سوزاک نیا ہو یا پرانا ہو۔ ہر حالت میں صرف ایک شیشی دوا "کلوزول" سوزاک کے مرض کا پوری طرح خاتمہ کرکے مریض کو بالکل تندرست اور جوان کردیتی ہے آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی سوزاک کے مریض نے دوا "کلوزول" استعمال کی ہو اور اسے فائدہ نہ پہونچا ہو۔ کیونکہ یہ دوا ہندوستانی آب و ہوا کے لحاظ سے بے حد عجیب ہے، لوگ اسے جادو کی دوا کہنے لگے ہیں۔ سوزاک کے مریضوں کو چاہیئے کہ وہ جلد سے جلد

مینجر زنانہ دواخانہ پی بی ۲۴۳ دہلی

کے پتہ پر خط لکھ کر دوا "کلوزول" کی ایک شیشی بذریعہ وی۔پی پارسل طلب کرلیں استعمال کرنے کی تمام ہدایات دوا کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ایک شیشی کلوزول کی قیمت صرف دو روپے نو آنے (۲؍۹) ہے اور اس پر سات آنے محصول ڈاک لگتا ہے۔

جوانی ختم ــ عمر ۲۰ سال

بعض مرد جوانی ہی میں قطعی بیکار اور ختم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ضروریات زندگی کے وقت اپنے آپ کو قطعی بیکار پاتے ہیں جس کے باعث اکثر شرمندگی سے خودکشی تک کی نوبت آجاتی ہے

ایسے گئے گذرے نوجوان جو جوانی کے عالم میں ہی مٹی کا کھلونہ بن کر رہ گئے ہوں اگر چاہیں تو دوبارہ اپنے مردہ جسم میں جوانی کی تڑپ پیدا کرسکتے ہیں۔ اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ چند روز مشہور دوا "افغانی طلا" استعمال کریں۔ اس طلا کے استعمال سے بیکار اور گئے گذرے آدمی کی وہ سب خرابیاں دور ہو جائیں گی جن کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا کرتا تھا۔ اور پھر ہر وقت اپنے آپکو ضروریات زندگی ادا کرنے کے لائق پائیگا بڑی قیمتی دوا ہے اور ہزاروں نامردوں کو تندرست اور دوبارہ مرد بنا چکی ہے۔ ایک شیشی "افغانی طلا" کافی ہے۔ اس کی قیمت دو روپے نو آنے ہے۔

مینجر آل انڈیا میڈیکل سٹور پی۔بی ۱۵ دہلی کو خط لکھ کر بذریعہ وی۔پی پارسل طلب کریں۔ پارسل پر محصول سات آنہ خرچ ہوگا۔

جب جوانی کو زیادہ استعمال کیا جائے تو جوانی پر زوال آنا لازمی ہے، آجاتا ہے۔ پھر مرد......
...... بیکار ہو جاتا ہے۔ ایسا مایوس اور گیا لہذا آدمی اگر دوبارہ جوان بننا چاہے تو اس کا ——

عِلاج مفت

جب کسی مرد کی مردانہ طاقت کمزور ہو جائے۔ جب ...... شرمندگی ہونے لگے۔ اور مرد اپنی شرمندگی کی وجہ سے خودکشی کا خیال کرنے لگے۔ جب کوئی مرد اپنی خاص کمزوری کی کمی کو پھر پورا کرنا چاہے۔ جب کوئی مرد ...... کے سامنے ذلیل ہو جاتا ہو تو اس کا ایک ہی علاج ہے۔ جس کے بعد پھر کایا پلٹ ہو جائیگی، پھر نوجوانی اپنا کام کرنے لگے گی پھر وہی مایوس مرد اپنے بدن میں بجلی کی سی تڑپ اور اُمنگ محسوس کرنے لگے گا۔ پھر اس کا جی چاہے گا کہ کون اس سے محبت کرے ...... اس کی طرف دیکھے۔ اور

یہ علاج ہے ہندوستان کی سب سے بڑی دوا "**معجون کاشمیری**" کا استعمال جس نے ہر مقوی دوا کے مقابلہ پر اپنا سکہ جما لیا ہے۔ اور جس کی ایک خوراک مریض کے جسم میں جوانی اور شباب کا صحیح اور خاص جوش پیدا کرتی ہے۔ ہر خوراک سے مریض خود محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ کیا تھا اور اب جوانی کتنی تیزی سے اس کے جسم میں واپس آرہی ہے۔ دوا "معجون کاشمیری" کی تیاری میں ایک پہاڑی بوٹی شامل ہے اور یہ تمام کرشمہ اُسی کی بدولت ہے۔ ناکارہ مرد اور وقت پر شرمندہ ہو جانیوالے انسان کے لئے یہ دوا سب سے بڑی دولت ہے اور کئی سال سے ہندوستانی مارکیٹ میں اپنا سکہ جما رہی ہے۔ اگرچہ ایک شیشی کی قیمت چار روپے سات آنے ہے لیکن اس کو ملک کے گوشہ گوشہ تک پہونچا دینے کے لئے ایک مختصر عرصہ تک صرف ایک روپیہ قیمت لی جا رہی ہے۔ اور یہ قیمت قطعی نفت برابر ہے۔

لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی مرد مایوس ہو چکا ہو۔ کثرت کار یا بچپن کی بے احتیاطی یا کسی مرض کے باعث جوانی کی خاص طاقت کمزور پڑ گئی ہو یا وقت پر شرمندگی ہوتی ہو یا عمر کی زیادتی کے سبب کمزوری محسوس ہوتی ہو تو ایسے ہی لوگوں کے لئے دوا "معجون کاشمیری" بہترین علاج ہے۔ اُسے چاہیئے کہ وہ

مینیجر زنانہ دواخانہ پی بی ۲۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "معجون کاشمیری" بذریعہ وی پی پارسل منگالے۔ محصول پارسل سات آنے لگے گا۔ اس طرح ایک روپیہ سات آنے میں "معجون کاشمیری" کی پوری شیشی اُسے دیدی جائے گی۔ ایک مریض کو اس رعایتی قیمت میں صرف ایک ہی شیشی دی جائے گی۔ زیادہ نہیں۔ ہاں! اس کی اجازت ہے کہ کئی مریض مل کر ایک ہی پارسل میں کئی شیشیاں منگالیں۔ کیونکہ اس طرح محصول بھی کم خرچ ہوگا۔

تار کا پتہ: "زنانہ دواخانہ" دہلی | ٹیلی فون نمبر ۶۲۶۸

امرتسر میں سونا دو (۲) روپے تولہ ہو گیا

ملاحظہ کیجئے اس سونے کے متعلق دنیا کیا کہتی ہے۔ جس گھر میں یہ اصلی **امریکن نیو گولڈ** گیا وہاں سے دوبارہ سہ بارہ فرمائش آئی۔ یہ سونا ایک لاجواب چیز ہے۔ اصلی سونے اور اس سونے میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔

جناب لالہ رام پرکاش صاحب سامنی دلی سے ۲۵ نومبر کو تحریر فرماتے ہیں آپ کا **امریکن نیو گولڈ** کا پارسل ملا۔ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی چیز واقعی کمال کی ہے آپکے امریکن نیو گولڈ اور اصلی سونے میں کوئی فرق نہیں آپنے اس ہی چیز کو تیار کرکے دنیا کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کر دکھایا ہے۔ پندرہ ۱۵ تولہ سونا فوراً میرے دوست کیلئے ارسال کر دیں۔ اس کے بعد آپ کو اور بھی آرڈر دیا جاویگا۔ یہ سونا کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے اصلی سونے کی طرح کوٹا اور گھڑا جاتا ہے بالکل اصلی سونے کے برابر ہے ہوشیار سے ہوشیار صراف بھی مشکل سے پہچان کرسکتا ہے۔ اس کے نئے نمونے زیورات ہر جگہ پسند کئے جا رہے ہیں۔ اس سے ہر قسم کے زیورات آجکل کے فیشن کے مطابق تیار ہو سکتے ہیں مندرجہ بالا فرمائش کو غلط ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائیگا **قیمت** صرف مشہوری کی خاطر ایک تولہ دو روپیہ (۲) تین تولہ پانچ روپے آٹھ آنہ چھ تولہ دس روپے پندرہ ۱۵ تولہ بائیس ۲۲ روپیہ چالیس تولہ پچاس ۵۰ روپیہ (ضروری نوٹ) ہر تین تولہ کے خریدار کو پیکنگ خرچ مفت چھ تولہ یا اس سے زیادہ منگوانے والے خریدار کو محصولڈاک و پیکنگ دونوں بالکل معاف۔ پندرہ ۱۵ تولہ کے خریدار کو ایک عدد اصلی گھڑی بالکل ٹھیک وقت دینے والی چابی ۳۰ گھنٹہ گارنٹی دس سال مفت بطور انعام دی جاوے گی۔

گارنٹی - اگر پسند نہ ہو تو قیمت فوراً واپس ہوگی۔ جلدی منگوالیں ورنہ ختم ہونے پر مایوس ہونا پڑے گا۔

ملنے کا اصلی پتہ۔ **میسرز امریکن ایس۔ پی۔ کمپنی ایس۔ پی۔ او۔ بکس 27/2 - ایم۔ ڈی - امرتسر (پنجاب)**

جھوٹ بولنا حرام ہے

دولت اور محبت مفت

ناظرین ! دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں، مگر آپ کو خدا کی قسم کھا کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں بہت محنت کی ہے۔ اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے جب کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ اب میں اپنی محنت سے حاصل کئے ہوئے ان عملیات کو عام فائدہ کی غرض سے پیش کر رہا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ مسلمان ہیں تو ایک مسلمان کی قسم کا اعتبار کرنے میں تامل نہ کیجئے چند روزہ زندگی کے لئے اور چند پیسوں یا روپیوں کی خاطر کون ایسا مسلمان ہوگا جو اپنا ایمان کو برباد کرے گا۔ اور مسلمان بھائیوں کو دھوکہ دیگا۔ اگر آپ کا ضمیر مطمئن ہو تو حسب ذیل تعویذات منگا لیجئے اور کرشمہ خداوندی دیکھ لیجئے۔ کامیابی آپ کی پیشانی پر ظاہر ہونے لگے گی تمام نقش و تعویذ بذریعہ وی۔ پی لفافہ میں بھیجے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو سونے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے۔ اور کیونکر کامیابی ہوگی۔ بالکل سچا جواب مل جاتا ہے۔ اس کے عامل نے برسوں میں اس عمل کو یاد کیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنے (عہ/۱) محصول ڈاک الگ۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ لینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے۔ غیب سے مفلسی دور ہونے کے سامان ہو جاتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر اتنی جلدی دولت مل گئی۔ نوکری کی صورت میں اس کو افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر جائے تو وہ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں خود بخود اپنے ماتحت کی ترقی کا خیال دامنگیر ہو جاتا ہے۔ ہدیہ صرف ایک روپیہ چار آنہ۔ محصول ڈاک الگ۔

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی تکلیفیں کر کے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل کامل صاحب کا عطیہ ہے جس کسی سے محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھنسانا اور بے دام غلام بنانا ہو اس سے شادی کی تمنا ہو تو "محبت کی ڈوری" کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے اور جس جگہ آپ کا مطلوب ہو وہاں سے گزر جایئے اور وہاں تک رسائی نہ ہو سکے تو ڈوری کو اپنے محبوب کے در پر یا اس کے ہاتھوں تک پہونچا دیجئے بس گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشہ دیکھئے۔ وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین ہو کر آپ تک پہونچے گا۔ ہدیہ ڈھائی روپے۔

مندرجہ بالا سچے تعویذ ہیں۔ ان کی ناکامی کی صورت میں ہم قیمت واپس دینگے۔ محصول ڈاک ہر ایک کا بذمہ خریدار۔ فقط

سید نواب میاں شاہ صاحب عامل کامل محلہ بازار دم، دہلی

محبوب آپکے قدموں پر

جب ہی پڑ سکتا ہے۔ جب کہ آپ اس قابل ہوں۔ اگر آپ میں کوئی بھی کمی ہے تو قدموں پر تو کیا معنی آپ کی شکل بھی دیکھنا گوارا نہ کرے گا۔ اس لئے آپ غور کیجئے کہ آپ میں کس چیز کی کمی ہے۔ اور وہ کمی معلوم کر کے ہماری حسب ذیل دواؤں میں سے انتخاب کر کے استعمال کیجئے اور پھر خدا کا کرشمہ دیکھئے کہ یہ ادویہ کتنی زود اثر ہیں۔ ہماری ادویہ سائنٹفک طریقہ سے بنائی جاتی ہیں۔ ہمارے پاس سیکڑوں ہزاروں تعریفی خطوط ہماری ادویہ کی خوبی دیکھ کر آئے ہیں

سیکسو ٹانک پلز اگر آپ اپنی طاقت بڑھانا چاہتے ہیں آپ کا جسم خود بخود کمزور ہو رہا ہے یا آپ نقاہت استعمال کرنے کے باوجود کمزور ہیں تو اسوقت یہ گولیاں استعمال کیجئے ان گولیوں کے استعمال کے بعد آپکو تعجب ہوگا کہ آپکی تندرستی اور جوانی کس طرح واپس آ گئی قیمت سولہ گولیوں کی دو روپے تیس گولیوں کی تین روپے بارہ آنے

سیکسو طلا اگر آپ غلط کاریوں سے یا جوانی کی بری حرکتوں سے بیکار ہو چکے ہیں یا کمی سستی، لاغری اور نامردی کے شکار ہو کر دنیا کی مسرتوں سے بے بہرہ اور زندگی سے لاچار ہو گئے ہیں تو یہ طلا استعمال کیجئے جو عضو مخصوص کی تمام خرابیوں کو دور کر کے مردہ رگوں میں دوبارہ زندگی پیدا کر دے گا۔ قیمت چھوٹی شیشی ایک روپیہ آٹھ آنہ بڑی شیشی دو روپے آٹھ آنے۔

امساک کی گولیاں امساک نہ ہو تو زندگی بیکار ہے۔ آپ کی بیوی آپ سے خوش نہ رہے گی اور وہ اس غم میں گھل گھل کر ختم ہو جائے اس لئے عیش کی گھڑیاں طویل کرنے کے لئے "سیکسول ریٹیڈیلز" استعمال کریں۔ اور اگر فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس منگا لیں۔ قیمت ایک درجن ایک روپیہ بارہ آنے۔ دو درجن تین روپیہ چار آنے۔

مغرور محبوبہ کے لئے "آرتھیزان" استعمال کریں۔ اس کے استعمال سے آپ کی بیوی آپ کا دم نہ بھرنے لگے تو ہمارا ذمہ۔ ترکیب استعمال آسان اور بے ضرر منگائیے اور لطف اٹھائیے۔ قیمت فی آلہ دو روپے آٹھ آنے۔

اولاد کی بندش ہر سال بچہ پیدا ہونے کی مشکلات سے بچنے کیلئے جرمنی کا تیار کردہ ربڑ کا خاص آلہ مانع حمل استعمال کریں اس کے استعمال سے حمل نہیں ٹھہرے گا۔ ترکیب استعمال آسان اور سو فی صدی کامیاب مدتوں تک یہ ایک آلہ کام دیتا ہے۔ قسم اعلیٰ دو روپیہ (عہ/۲)

ناراض خاوند بچہ ہونے کے بعد یا کسی وجہ سے خاوند ناراض رہتا ہے اس کے لئے "درھیبول" عورتیں استعمال کریں۔ اس سے ہر رات شب عروسی معلوم ہوگی عورتیں ناراض خاوند کو اپنا بنا لیں گی۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ آٹھ آنے (۱؎۸)

نوٹ۔ بیرون ہندستان سے فرمائش کے ہمراہ پوسٹل آرڈر بھیجنا ضروری ہے محصول ڈاک ایک دوا پر بھی آٹھ آنے اور تمام ادویات پر بھی آٹھ آنے فقط ہوگا۔ منگانے کا پتہ

منیجر ویسٹرن میڈیکل سٹور ۱۵۲ اردو بازار جامع مسجد دہلی ٹیلیفون ۲۴۲۰

چھوڑ دو۔ اس تقدیر پر یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں۔ مجاہد و قتادہ کا یہی قول ہے لیکن عطاء اور ابن زید کے نزدیک آیۃ السیف اس آیت کے حکم کی ناسخ ہے۔ بعض کے نزدیک آیت کا اوّل و آخر حصہ منسوخ ہے درمیانی حصہ محکم ہے۔ سعد بن عبادہ رض فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں منجملہ شہدا کے حضرت حمزہ رض بھی تھے جن کو کافروں نے مُثلہ کردیا الا حضرت حمزہ رض کی حالت دیکھ کر حضور صلعم نے فرمایا۔ میں ستر آدمیوں کو مُثلہ کروں گا۔ اس پر جبرئیل یہ آیت لائے (رواہ ابن مردویہ) اس تقدیر پر شان نزول خاص ہوگا مگر حکم بہرحال عمومی ہوگا۔

نزغ سے مراد اغوا یا وسوسہ ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ آیت عفو و اعراض نازل ہوئی تو رسول پاک نے دعا کی کہ پروردگار! میں غضب کا کیا علاج کروں؟ اس پر اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ الآیۃ نازل ہوئی۔ اس صورت میں نزغ سے مراد غصہ ہوگا۔

یہاں ایک شبہہ ہوتا ہے وہ یہ کہ آیت میں خطاب رسول اللہ کو ہے اور رسول اللہ یقیناً معصوم تھے۔ پھر وسوسہ شیطانی کا اندیشہ اور اس کو دور کرنے کے لئے اللہ کی پناہ چاہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس شبہہ کا ازالہ یہ ہے کہ آیت میں خطاب اگرچہ آنحضرت صلعم کو ہے مگر مراد افراد امت ہیں۔ یا یہ حکم اور خطاب بطریق فرض ہے۔ یعنی بالفرض اگر شیطان وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ مانگنا۔

سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ انبیاء یقیناً معصوم ہوتے ہیں یعنی شیطان کو ان پر قابو نہیں ہوتا اور وہ گناہ نہیں کرتے اور صرف وسوسہ گناہ نہیں۔ شیطان انبیاء کے دل میں بھی وسوسہ ڈال سکتا ہے اور خطرہ پیدا کرسکتا ہے مگر انبیاء اس کے پھندے میں پھنستے نہیں ہیں اور شیطان کا وسوسہ ان کو گمراہ نہیں کرسکتا۔ جس کی تدبیر خدا تعالیٰ نے بتادی کہ شیطانی وسوسہ کے وقت اللہ کی پناہ مانگا کرو بس شیطانی وسوسہ جاتا رہے گا۔

مقصود بیان:۔ مکارم اخلاق کی تعلیم۔ حلم اور درگذر کا حکم۔ امر خیر کی تلقین کی صراحت۔ جاہلوں اور بیہودہ لوگوں سے پہلو تہی اور کنارہ کشی کرنے کا امر۔ شیطانی وسوسہ کے وقت اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم۔ آیت سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے بلکہ مصرح ہے کہ اگر نادانوں کی حرکات پر غصہ آئے اور انسان کو مغلوب الغضب ہونے کا اندیشہ ہو تو اعوذ باللہ پڑھے غصہ فوراً جاتا رہے گا۔ اسی مضمون کا ثبوت ایک حدیث سے بھی ہوتا ہے۔ مصابیح میں مذکور ہے کہ دو شخص باہم لڑ رہے تھے۔ ایک مغلوب الغضب ہوگیا۔ حضور صلعم نے یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا مجھے ایک کلمہ ایسا معلوم ہے کہ اگر یہ شخص وہ الفاظ کہیگا تو اس کا یہ اندرونی احساس (غضب) جاتا رہے گا وہ کلمہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

ہے ضمنی طور پر آیت سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ شیطان انبیاء کے دل میں بھی وسوسہ ڈال سکتا ہے اگرچہ ناکام رہتا ہے لیکن یہ سمجھنا چاہئے کہ معمولی آدمیوں کی طرح انبیاء کو خطور ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ
جو لوگ پرہیزگار ہیں جب اُن کو شیطان کی طرف سے
مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ
کوئی وسوسہ آتا ہے تو وہ چونک جاتے ہیں اور یک دم
مُّبْصِرُوْنَ ۝ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ
ہوشیار ہوجاتے ہیں اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں وہ ان کو گمراہی
فِى الْغَىِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ۝
میں کھینچے لئے جاتے ہیں اور کمی نہیں کرتے

تفسیر اوپر کی آیت میں اُس وسوسہ کا ذکر تھا جو شیطان کی طرف سے انبیاء کی شان تقدس کو نقصان پہنچانے کے لئے کئے جاتا تھا۔ اب عام انسانوں کی حالت بیان فرماتا ہے عام انسانوں کے دو گروہ ہیں۔ نیک اور بد۔ مؤمن اور کافر دونوں کی حالت الگ الگ ظاہر فرماتا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ:۔ جو لوگ شرک اور معصیت سے بچنے والے ہیں جب اُن کے دل میں کوئی شیطانی وسوسہ پیدا ہوتا ہے اور اغوا کی کوئی تخیلی تصویر اُن کے دماغ میں آتی ہے اور وہ مغلوب الغضب ہوجاتے ہیں تو فوراً وہ اللہ کی یاد کرنے لگتے ہیں۔ بس جونہی اُنہوں نے یاد خدا کی اور وہ ظلمانی تاریک تصویر اُن کی آنکھوں سے دور ہوئی۔ پردۂ ظلمت اُن کے دماغ سے ہٹ گیا اور اُن کو حق نظر آنے لگا۔

لیکن جو شیطانوں کے بھائی ہیں یعنی خبیث کافر ہیں وہ شیطانوں کی باتیں مانتے ہیں ان کی پیروی کرتے ہیں۔ شیاطین برابر اُن کو گمراہی میں بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور گمراہی میں بڑھانے سے کمی نہیں کرتے۔ شیاطین کافروں کا پیچھا نہیں چھوڑتے مرتے دم تک ساتھ لگے رہتے ہیں اور کافر بھی اُن کی پیروی میں کمی نہیں کرتے۔

مقصود بیان:۔ کافر و مؤمن کی حالت کے فرق کا بیان۔ اس امر کی تلقین کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی شیطان کا وسوسہ ہو اور وہ مغلوب الغضب ہوجائے یا کسی گناہ کا ارادہ اُس کے دل میں پیدا ہوجائے تو اُس کو فوراً یاد خدا کرنی چاہئے تاکہ شیطانی اغواء کا پردہ

اس کی روح سے ہٹ جاتے اور نورِ حق پھر چکنے لگے۔ اس بات پر ضمنی تنبیہ کہ جو لوگ شیطان کی پیروی کرتے ہیں وہ شیطان کے بھائی ہیں جو حکم شیطان کا ہے وہی ان کا ہے۔ نہ مرتے دم تک شیطان اُن سے الگ ہوگا نہ وہ شیطان سے جدا ہوں گے۔

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا

اور جب تم اُن کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں

اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى

تم نے اس کو بھی کیوں نہ گھڑ لیا (اے نبیؐ) کہہ دو کہ میں صرف اُسی پر چلتا ہوں جو

اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ

میرے پاس میرے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے یہ تمہارے رب کی طرف سے سوجھ کی باتیں

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

اور ایماندار قوم کے لئے ہدایت و رحمت ہے

تفسیر اوپر کی آیت میں بیان تھا کہ شیطان پرست لوگ اپنی سرکشی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ گناہ پر اصرار کرتے رہتے ہیں اور اُن کے مددگار یعنی شیاطین اُن کو تباہی اور سرکشی کی طرف اور بڑھاتے ہیں یہانتک کہ دونوں میں سے کوئی بھی کوتاہی نہیں کرتا۔ بروایت ابن کثیر انہی کفار میں سے کچھ خبیث کافر ایسے بھی تھے جو رسولؐ سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور اپنی کج بحثی سے طرح طرح کے معجزات طلب کرنے لگتے تھے اور جب اُنکی خواہش کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معجزے نہیں ظاہر فرماتے تو کہتے تم نے اپنی طرف سے بنا کر کیوں کوئی معجزہ ظاہر نہیں کر دیا۔ ایسے بد باطن لوگوں کو جواب دینے کے لئے ان آیات کا نزول ہوا۔

ابن عباس، قتادہ، سدی اور عبدالرحمن بن زید کے نزدیک لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا کا مطلب یہ ہے کہ اگر کافروں کی خواہش کے مطابق آپ معجزہ نہیں دکھاتے تو وہ کہتے ہیں تم اپنی طرف سے بنا کر معجزہ کیوں نہیں نکال لائے۔ ابن جریر نے اسی مطلب کو اختیار کیا ہے لیکن ضحاک نے اس طرح ترجمہ کیا ہے تم خود جا کر اُس کو آسمان سے کیوں نہیں لے آئے یعنی اگر وحی نہیں آتی تھی تو خود جا کر لے آئے ہوتے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے :- ان سے کہہ دو کہ میں تو صرف اُسی کی پیروی کرتا ہوں جو پروردگار کی طرف سے وحی آتی ہے جناب الٰہی میں خود پیش قدمی نہیں کرتا اگر اجازت ہوئی تو مانگتا ہوں ورنہ خود جرأت نہیں کرتا وحی کا منتظر رہتا ہوں اور پھر مزید معجزہ کی درخواست کرنے سے حاصل بھی کیا ہے۔ یہ قرآن کیا کم معجزہ ہے۔ جو لوگ ایمان لانے والے ہیں اُنکی فلاح کا کل مواد اس میں موجود ہے۔ اس کے اندر بصائر بھی ہیں اور ہدایت بھی اور رحمت بھی یعنی اس میں توحید، نبوت اور معاد کے حال کا بیان ہے گذشتہ انبیاء اور اُن کی قوموں کے واقعات کا اظہار ہے اسلئے قرآن پاک مجسم بصائر ہے۔ عین الیقین کا مرتبہ رکھنے والے توحید و نبوت و معاد کے معارف کا مشاہدہ کرنے والے اس سے بصیرت اندوز ہوتے ہیں اور جو لوگ علم الیقین کے طالب ہیں اُن کے لئے قرآن ہدایت ہے اور عام لوگوں کے لئے رحمت ہے۔ لہٰذا ہر طالبِ فلاح اس سے فلاح یاب ہو سکتا ہے مزید معجزہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ضمیمہ اہل ایمان کے تین درجات ہیں (۱) وہ مؤمن جو توحید و معرفت کی انتہا کو پہونچ گئے اور اس درجہ پر فائز ہو گئے گویا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ مرتبہ عین الیقین رکھنے والوں کا ہے ان لوگوں کے لئے قرآن بصائر ہے (۲) وہ مؤمن جن کا علم توحید محض استدلالی اور نظری ہے کشف و مشاہدہ کو دخل نہیں ان کا مرتبہ اول گروہ کے مرتبہ سے کمزور ہے۔ یہ لوگ علم الیقین والے کہلاتے ہیں ان کے لئے قرآن ہدایت ہے (۳) تیسرا گروہ عام مؤمنین کا ہے جن کا ایمان بغیر مشاہدہ اور بلا استدلال کے ہے نہ تو اُنہوں نے درجات توحید کا مشاہدہ کیا نہ قوت نظر و استدلال سے علم توحید حاصل کیا بلکہ یونہی مان لیا ایسے لوگوں کے لئے قرآن رحمت ہے

اس تقریر پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر قرآن عین الیقین رکھنے والوں کے لئے بصائر ہوگا تو مشرکوں اور کافروں کے لئے بصائر نہ ہوگا۔ کیونکہ کفار عین الیقین نہیں رکھتے پھر کفار پر حجت قائم نہ ہوگی حالانکہ اصل مقصود یہی ہے اس لئے ابو سعود نے جو تفسیر بیان کی ہے وہی صحیح ہے یعنی قرآن کا بصائر ہونا تو تمام لوگوں کے لئے ہے خواہ کافر ہوں یا مؤمن اور مؤمن بھی کسی درجے کے ہوں۔ باقی ہدایت و رحمت فقط اہل ایمان کے لئے ہے۔ اسی لئے بصائر کے بعد مِنْ رَّبِّكُمْ عمومی خطاب کا صیغہ استعمال کیا جس میں کافر اور مؤمن سب داخل ہیں اور هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ کا لفظ ذکر کیا۔ واللہ اعلم۔

مقصود بیان :- اس بات کا اظہار کہ فرمائشی معجزات انبیاء کو پیش کرنے کا حق نہیں ہے۔ بغیر حکم الٰہی کے انبیاء کسی چیز کی طلب بھی نہیں کرتے۔ قرآن میں عقلاء کے ہر گروہ کے فلاح کا مواد موجود ہے۔ دانشمندوں اور فلاسفروں کے لئے اسباب بصیرت و دانش بھی اس میں موجود ہے اور متوسط عقل رکھنے والوں کے لئے

اسباب ہدایت بھی اور عام لوگوں کے لئے ذریعۂ نجات و رحمت بھی۔ خلاصہ یہ کہ ہر فرقہ اپنی عقل کے مطابق اس سے فیضیاب ہو سکتا ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو

وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○

اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

تفسیر اس آیت میں دو احتمال ہیں۔ ایک تو یہ کہ پہلی آیتوں سے مربوط ہے۔ دوسرے یہ کہ کلام جدید ہے پہلے کلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مربوط ہونے کی یہ صورت ہوگی کہ جب اوپر کی آیت میں فرما دیا کہ قرآن بصائر اور ہدایت اور رحمت ہے تو اس کی تعظیم، احترام، تعمیل احکام متوجہ ہو کر سننا اور خاموش رہنا واجب ہو گیا۔ لہٰذا حکم دیدیا کہ جس وقت قرآن پڑھا جائے تو غور کر کے سنو تعمیل احکام کرو اور چپ رہو یعنی کفار کے اس قول پر کوئی توجہ نہ کرو جس میں وہ قرآن کے سننے کو منع کرتے ہیں اور تلاوت قرآن کے وقت گڑبڑ مچانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اگر ایسا کروگے تو قرآن کے اندر جو حکمتیں اور خوبیاں بھری ہیں اُن سے تم کو نصیحت حاصل ہوگی اور تم پر خدا تعالیٰ رحمت نازل فرمائے گا۔

اگر آیت مذکورہ کو کلام جدید کہا جائیگا تو سبب نزول بیان کرنا لازم ہے سبب نزول میں اختلاف ہے (۱) نماز میں لوگ باتیں کیا کرتے تھے اسکی ممانعت کے لئے یہ حکم نازل ہوا (۲) نماز میں بعض لوگ امام کے پیچھے قرآن پڑھا کرتے تھے اسکی ممانعت کے لئے یہ آیت نازل ہوئی (۳) عیدین و جمعہ کا خطبہ سننے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی (۴) ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم قرآن پاک پڑھ رہے تھے ایک انصاری نوجوان بھی حاضر تھا۔ جب حضور صلعم کوئی آیت پڑھتے تو وہ بھی پڑھتا جاتا تھا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی (رواہ ابن جریر عن الزہری واسنادہ جید) پہلا قول قتادہ کا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی مضمون کی حدیث منقول ہے لیکن ابو ہریرہؓ نے کسی دوسرے سے سن کر یہ سبب نزول بیان کیا ورنہ حضرت ابو ہریرہؓ کا ایمان لانا بعد ہجرت کے زمانۂ خیبر واردہے پھر کس طرح کی آیت کا سبب نزول بیان کر سکتے تھے۔

ابن مسعودؓ کی روایت میں باتیں کرنے کا تذکرہ نہیں بلکہ سلام کرنے کا ہے یعنی لوگ نماز میں ایک دوسرے کو سلام کیا کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی (رواہ ابن جریر) دوسرے قول کی تائید حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ ایک بار حضور صلعم نے نماز میں جہر سے قرأت کی تھی سلام پھیر کر فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ کچھ پڑھا تھا؟ ایک شخص نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا میں کہتا ہوں کہ قرآن میں میرے ساتھ کیوں گڑبڑ کی جاتی ہے۔ اس کے بعد جب حضورؐ جہریہ قرأت کرتے تو لوگ پڑھنے سے باز رہتے۔ (رواہ احمد و اہل السنن و قال الترمذی حدیث حسن و صححہ ابو حاتم الرازی)۔ اسی مضمون کی روایات ابن مسعودؓ عمران بن حصین اور جابر بن عبد اللہ سے بھی منقول ہیں۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت سے مسلم نے بیان کیا ہے کہ حضور اقدس صلعم نے فرمایا۔ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا یعنی امام کو اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ زہری و نخعی وغیرہ علماء کا بھی یہی قول ہے۔ تیسرا قول ابن عباسؓ کا ہے۔ سعید بن جبیرؒ عطاء اور مجاہد سے بھی یہی مروی ہے۔ ابن کثیر نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے مگر واقع میں یہ قول ضعیف ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور خطبہ کی مشروعیت مدینہ میں آکر ہوئی پھر سبب مقدم کو مؤخر حکم کی علت نہیں قرار دیا جا سکتا آخری قول عام احناف کا ہے۔ علماء حنفیہ کا مسلک ہے کہ نماز کے اندر امام بالجہر قرأت کرے یا نماز سے باہر کوئی قرآن تلاوت کرے۔ ہر حال اُس کا سننا واجب ہے اور چپ رہنا ضروری ہے۔

مسئلہ مستنبطہ اسی بناء پر احناف کے نزدیک جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے۔ جابر ابن عبد اللہؓ کی روایت ہے کہ جو شخص نماز میں الحمد نہ پڑھیگا اُس کی نماز نہ ہوگی مگر جبکہ امام کے پیچھے ہو (رواہ الترمذی و قال حسن صحیح۔ احمد و مالک نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ طحاوی نے اس کو مرفوعاً بیان کیا ہے اسی مضمون کی اور بہت سی احادیث امام محمد اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے روایت کی ہیں۔ صحابہ میں سے ابن مسعودؓ، جابر بن عبد اللہؓ، ابن عمرؓ وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھی جائے۔ لیکن شافعیؒ اور بعض محدثین آیت اور احادیث مذکورہ کو مخصوص کر کے امام کے پیچھے صرف الحمد پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ لیکن اس طرح کہ جب امام سکتہ کرے تو اُس وقت مقتدی الحمد پڑھے۔ ترمذی میں ہے کہ واختار اصحاب الحدیث ان لا یقرء الرجل اذا جہر الامام بالقراءۃ وقالوا یتتبع سکتات الامام ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے۔ من صلی صلوٰۃ لم یقرء فیہا بام القرآن فہی خداج غیر تمام یعنی جس نے نماز میں الحمد نہ پڑھی اُس کی نماز ناقص ناتمام ہوئی لیکن سرگروہ محدثین امام احمد نے اس حدیث کو حالتِ انفراد پر محمول کیا ہے یعنی الحمد کا پڑھنا اُس شخص کے لئے ضروری ہے جو بغیر جماعت کے تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔ اور اگر امام کے پیچھے ہو تو الحمد نہ پڑھنی چاہیے۔ ترمذی میں ہے اما امام احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ

واخرج کدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ واللعلم عند اللہ۔

مقصود بیان:۔ قرآن کی تعظیم و احترام کا حکم۔ تلاوت کلام مجید کے وقت چپ رہنے اور کان لگا کر سننے کا وجوب، فرمانِ الٰہی کو سننے میں غرق ہو جانے کی تعلیم۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ

اور اللہ کو | اپنے دل میں | صبح شام عاجزی

خِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

سے | اور آہستہ آواز سے | نہ بلند آواز سے

وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ۝

یاد کرو | اور | غافل نہ رہو

تفسیر اوپر کی آیت میں تلاوتِ قرآن کے وقت بگوش دل سننے کا حکم دیا تھا جو یادِ الٰہی کی ایک خاص شکل اور تعمیل حکم کی ایک خاص صورت تھی اب عمومی یاد کا حکم دیا جاتا ہے۔

ذِکر عام ہے خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضاء جسمانی سے خواہ قرآن مجید کے پڑھنے سے ہو خواہ نماز میں خواہ دعا میں خواہ اللہ کے ناموں کی شکل میں۔ یہ تمام ذکرِ الٰہی کی صورتیں ہیں اور ہر شخص کی حالت کے مناسب ذکر کی مختلف شکلیں ہیں۔

ذکر کے ساتھ یہاں چند قیود کو بیان کیا۔ اوّل تو یہ کہ دل میں یادِ الٰہی ہو یعنی جو الفاظ زبان سے نکلیں اُن کے معانی سے واقف بھی ہو۔ دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو۔ صرف زبانی روانی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ عجز و نیاز اور فروتنی کے ساتھ یادِ الٰہی ہو۔ اللہ کے جلال سے ڈرتا بھی ہو اور اُس کے انعام کی اُمید بھی رکھتا ہو۔ تیسرے یہ کہ خوف کی حالت میں ہو یعنی کبھی اپنی عبادت کے ناقص ہونے کا اندیشہ لگا ہو کبھی اللہ کی بے نیازی کا کبھی عذابِ خداوندی کا کبھی اپنی کمزوری اور شیطانی اغوا کا۔ چوتھے یہ کہ چلّا کر نہ ہو یعنی نہ تو اللہ کی یاد کے وقت گدھوں کی طرح چلّائے کہ تخیل کی یکسوئی اور طمانیت روح غائب ہو جائے اور دل توجہ الی اللہ سے ہٹ جائے اور نہ اس قدر پست آواز سے لبوں ہی لبوں میں یادِ الٰہی کرے کہ خود بھی نہ سن سکے۔ بلکہ درمیانی طور پر ہو۔ حدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ چیخ چیخ کر تکبیر و تہلیل کرنے سے حضور نے صحابہ کو منع فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ تم کسی بہرے اور غائب خدا کو نہیں پکار رہے ہو (پھر اس قدر چلّانے کی کیا ضرورت) درمیانی آواز سے یادِ الٰہی کرنے سے خیالات کی یکسوئی باقی رہتی ہے۔ روح اور دل یادِ الٰہی میں لگے رہتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ صبح شام یعنی طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک اور عصر کے بعد سے مغرب تک یادِ الٰہی کرو۔ چونکہ یہ دونوں وقت شب و روز کے تبادلہ کے وقت ہیں اور لیل و نہار کے انقلاب سے انسان کی جسمانی و روحانی حالت میں بھی خاص انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس وقت ذکرِ الٰہی زیادہ ضروری ہے۔ فرشتوں کی توجہ بھی خاص طور پر اس وقت بندوں کی طرف ہوتی ہے اور نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں کا بھی ان اوقات میں تبادلہ ہوتا ہے بعض مفسرین نے اس سے فجر عصر اور مغرب کی نمازیں مراد لی ہیں۔ چھٹے یہ کہ یادِ الٰہی فقط صبح شام یا مخصوص اوقات میں ہی نہ ہو بلکہ ہر وقت ہو۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، سوتے جاگتے اللہ کی طرف سے توجہ نہ ہٹنی چاہئے ہر کام خواہ دنیوی ہو یا دینی اُس کا اصل مقصد رضاءِ الٰہی کو سمجھنا چاہئے ایک دم یادِ مولا سے غفلت نہ کرنی چاہئے۔ یہ خطاب اگرچہ بظاہر رسولِ پاک کو ہو مگر تعلیم افرادِ امت مقصود ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے غفلت کا صدور تو نا ممکن تھا۔

مقصود بیان:۔ ذکر قلبی کا حکم۔ یادِ الٰہی کے وقت چلّانے پکارنے کی ضمنی ممانعت، یادِ الٰہی کے وقت عاجزی و فروتنی کرنے کی تعلیم اور خائف رہنے کی شرط یا چپکے چپکے یاد کرنے کا امر۔

إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ

بیشک وہ (فرشتے) جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ اللہ کی عبادت سے

عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ۝

سرکشی نہیں کرتے اور اُس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اُسی کو سجدہ کرتے ہیں

تفسیر کفارِ مکہ اللہ کو سجدہ کرنے سے سرکشی کرتے تھے اور کہتے تھے جس کو محمد سجدہ کرتا ہے کیا ہم بھی اُسی کو سجدہ کرنے لگیں اُس پر یہ آیت اُتری۔ چونکہ اوپر کی آیت میں حکم دیا تھا کہ ہر وقت یادِ الٰہی کرنی چاہئے کسی وقت اُس کی طرف سے توجہ نہ ہٹنی چاہئے۔ اس لئے اب فرماتا ہے کہ یہ حکم تمہارے ہی لئے فقط نہیں ہے بلکہ ملاءِ اعلیٰ کے فرشتوں کا بھی یہی حال ہے وہ بھی اللہ کی عبادت سے سرکشی نہیں کرسکتے۔ بلکہ اعضاءِ جسمانی اور دل سے اُس کی یاد کرتے ہیں اور اُسکو سجدہ کرتے ہیں۔

تفسیر سراج میں ہے کہ اعمال دو طرح کے ہوتے ہیں۔ دل سے تعلق رکھنے والے اور دیگر اعضاءِ جسم سے تعلق رکھنے والے قلبی اعمال تو یہ ہیں کہ اللہ کو ہر عیب و بُرائی سے پاک سمجھے اسکی طرف

اظہار وشان یسبحونہ سے کردیا اور اعضاء کے اعمال میں سب سے بڑھ کر سجدہ ہے اس کو ولہ یسجدون میں بیان کردیا۔ حاصل یہ نکلا کہ مسلمانوں کو اپنے عقائد پاک رکھنا چاہئیں اور اللہ کی عبادت کرنی چاہئے تاکہ ملائکہ کے ساتھ مشابہت وموافقت ہوجائے۔

مقصود بیان: ۔صبح وشام کے وقت خصوصیت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے کی ہدایت۔ اس امر کی صراحت کہ کسی وقت یاد الٰہی سے غافل نہ رہنا چاہئے۔ اگر زبانی یاد ممکن نہ ہو تو دل کو کم از کم اسی کی طرف لگائے رکھنا چاہئے۔ اس بات کی وضاحت کہ آدمی کیا چیز ہیں۔ فرشتے بھی ہر وقت اللہ سے لو لگائے اور اس کی عبادت میں غرق رہتے ہیں۔ اتنی پاک اور مقدس مخلوق بھی اللہ سے سرکشی نہیں کر سکتی۔ پھر گندہ بندے کی کیا مجال کہ اللہ کے سامنے عاجزی کرنے کو باعث عار سمجھے۔ وغیرہ۔

تنبیہ خاص قرآن پاک میں یہ پہلا سجدہ ہے اسکو پڑھنے یا سننے کے وقت سجدہ کرنا واجب ہے۔ احادیث و آثار میں سجدۂ تلاوت کی بہت تاکید آئی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نماز کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی سورت پڑھتے اور سجدہ کرتے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے بعض آدمیوں کو پیشانی رکھنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ وفی الباب احادیث

سورۃ الانفال مدنیۃ وھی خمس وسبعون اٰیۃ وعشر رکوعات

سورۂ انفال مدینہ میں اتری اس میں پچھتر آیتیں ہیں اور دس رکوع ہیں

حسن بصری، عکرمہ، جابر بن زید، عطار، عبداللہ بن زبیر اور زید بن ثابت وغیرہ کے قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔ کُل مدینہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباسؓ نے اس کا نام سورۂ بدر بھی بتایا ہے۔ ابن عباسؓ کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ سورت بدر میں نازل ہوئی۔ لیکن قرطبی کہتے ہیں کہ ابن عباس سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ سورت علاوہ سات آیتوں کے مدنی ہے۔ سات آیتیں مکی ہیں یعنی وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے آخر رکوع تک کی ہیں باقی مدنی۔

اس سورت میں ۷۵ یا ۷۶ یا ۷۷ آیات ۱۰۷۵ کلمات اور ۵۰۸۰ حروف ہیں۔

نماز مغرب میں کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پڑھتے تھے (رواہ الطبری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ

(اے نبی) تم سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں۔ کہدو کہ اموال غنیمت

لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا

اللہ اور رسول کے ہیں پس اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں

ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ

صلح رکھو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اگر تم ایمان دار ہو

تفسیر حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب بدر میں گئے۔ کافروں اور مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ ہوا۔ کافروں کو اللہ نے شکست فاش دی۔ مسلمانوں کے تین گروہ ہوگئے۔ ایک گروہ نے کافروں کا تعاقب کیا اور اُن کو قتل وقید کرنا شروع کردیا۔ دوسرا گروہ مال غنیمت جمع کرنے لگا۔ تیسرا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد حلقہ کئے رہا تاکہ کوئی دشمن مکر سے حضورؐ کو ضرر نہ پہنچا سکے۔ جب رات ہوئی اور سب لوگ جمع ہوئے تو مال غنیمت کے استحقاق میں باہم اختلاف ہوگیا جنہوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا اُنہوں نے کہا اس میں کسی اور کا حق نہیں ہے ہم نے جمع کیا ہے۔ دشمن کا تعاقب کرنے والوں نے کہا ہم تم سے زیادہ حقدار ہیں ہم نے دشمن کو شکست دی اور بھگایا۔ تیسرے گروہ نے کہا ہم نے دشمن کے فریب کے اندیشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حلقہ میں لے لیا اور حضورؐ کی حفاظت کی ہم حقدار ہیں اس وقت ان آیات کا نزول ہوا اور حضورؐ نے مال غنیمت سب مسلمانوں کو تقسیم کردیا (رواہ احمد والترمذی وحسنہ و ابن ماجۃ وابن حبان والحاکم)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ بدر کے دن میرا بھائی عمیر شہید ہوگیا اس کے عوض میں سنے سعید بن عاص کو قتل کردیا اور اسکی تلوار جس کا نام ذو الکتیفہ تھا لیکر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ یہ تلوار مجھے دیدیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا جاؤ اسکو مال غنیمت

میں رکھ دو۔ میں بہت مغموم ہوا۔ اس پر آیت انفال نازل ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب وہ تلوار لے لو۔ میں [illegible]
والترمذی وقال حسن صحیح) اس کے بعد فرمایا مال غنیمت کے پانچ حصے ہوں چار حصے مجاہدین کو تقسیم ہوں جس میں مقاتل اور محافظین سب برابر کے شریک ہوں۔ اگرچہ قتال میں شریک نہ ہوئے ہوں دوسری خدمت پر مامور ہوں اور پانچواں حصہ بیت المال میں محفوظ ہے وہ اپنے موقعہ پر خرچ کیا جائے۔

مسئلہ خاص:۔ حصۂ غنیمت اور انعام موعود سے زیادہ اگر امام کسی کو دینا چاہے تو وہ بھی اسی پانچویں حصے میں سے دیا جائے گا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ یہ مسلمان آپ سے مال غنیمت اور اس کی تقسیم کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ مال غنیمت کا اختیار اللہ اور اُس کے رسول کو ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تقسیم کریں تم اگر کامل ایمان رکھتے ہو تو آپس کے جھگڑوں کو دور کردو ایک دوسرے سے سلوک رکھو مال غنیمت میں جھگڑا نہ کرو۔ ہر بات میں اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو۔

ہدایت خاص قطع خصومت اور باہم سلوک رکھنے کا حکم احادیث میں بڑی تاکید کے ساتھ آیا ہے ایک حدیث میں آیا ہے باہم ریس مت کرو۔ بغض مت رکھو۔ حسد مت کرو۔ سب اللہ کے بندے بھائی بھائی بنے رہو۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے جس نے موقع کے مناسب باتوں سے دو مسلمانوں میں صلح کرا دی نہ جھوٹ نہیں بولا۔

مقصود بیان:۔ حرص مال کی ضمنی ممانعت۔ آپس کا اختلاف دور کرنے اور ایک دوسرے سے سلوک رکھنے کی ہدایت۔ اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہر حکم کو ماننے کی تعلیم اس طرف درپردہ اشارہ کہ مسلمانوں کو باہم مل جل کر بغیر بغض و عداوت کے رہنا چاہئے کوئی کسی سے دشمنی نہ رکھے۔ ہر مسلمان دوسرے کا دوست بنا رہے۔ وغیرہ۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ
مؤمن بس وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا

اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ
ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں

عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى
اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو اُن کا یقین اور بڑھتا ہے اور وہ

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ
اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں (اور) وہ ٹھیک ٹھیک نماز

الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝
پڑھتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیز میں سے کچھ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ
یہی لوگ سچے مؤمن ہیں ان کے لئے

دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ
اُن کے رب کے ہاں بڑے مرتبے اور مغفرت

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝
اور باعزت روزی ہے

تفسیر اوپر کی آیت میں اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کا حکم بالاجمال دیا تھا۔ اب مؤمنین کاملین کے خصوصی اوصاف بیان فرماتا ہے۔ ان اوصاف میں بعض کا تعلق قوت نظریہ سے ہے بعض کا تعلق قوت عملیہ سے۔ قوت عملیہ سے تعلق رکھنے والے اوصاف بھی دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق صرف اپنے جسم اور اپنے فائدے سے ہے۔ دوسرے وہ جس کا تعلق دوسروں سے اور عام غریب مسلمانوں کے فائدے سے بھی ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کامل مؤمن بس وہی لوگ ہیں جن میں یہ پانچ اوصاف ہوں۔ اللہ کی عظمت و جلال کی ہیبت اور اُس کی محبت سے اُن کے دل کانپ جاتے ہوں۔ آیات الٰہی کو سُن کر اُن کے ایمان میں مزید استحکام ہو جاتا ہو اور اطمینان کا درجہ حاصل ہوتا ہو۔ محض خدا پر اُن کا بھروسہ ہو۔ ہر کام میں وہ امداد الٰہی پر بھروسہ رکھتے ہوں۔ کافروں کی کثرت و شوکت اور اپنی قلت تعداد و ناداری سے خوفزدہ نہ ہوں۔ نماز کو پابندی کے ساتھ ٹھیک ٹھیک پنجگانہ ادا کرتے ہوں۔ اپنے مال میں سے کچھ حصہ غریبوں اور مسکینوں کو دیتے ہوں۔ ایسے ہی مسلمان درحقیقت سچے مسلمان ہیں۔

تحقیق الفاظ وَجِل کہتے ہیں محبت آمیز ہیبت کو بجائے خوف یا خشیۃ وغیرہ کے اس لفظ کو اختیار کرنے میں خاص حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ عذاب سے ڈرنا تو معمولی اہل ایمان کا درجہ ہے۔ مؤمنین کاملین کو وعید عذاب کی

ملا بت ہی نہیں پہنچی بلکہ اللہ کی عظمت و جلال کی محبت آمیز ہیبت اُن کے دل لرزا دینے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

پھر ذُکِرَ اور تُلِیَتْ دو فعل مجہول کے صیغے پڑھنے سے یہ مقصد ہے کہ اُن کے دل کانپنے اور اطمینانِ ایمان پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ خود ذکرِ الٰہی یا تلاوت آیات کریں بلکہ کوئی بھی کرے اُن پر اثر بدستور ہوتا ہے۔ خواہ نبی کی زبان سے سُنیں یا کسی اور کی خواہ خود ذکر و تلاوت کریں۔

رَزَقْنٰهُمْ کا صیغہ بولنے سے مسلمانوں کو خیرات و صدقات دینے کی ترغیب دینی مقصود ہے کہ تمہارے پاس جو مال ہے وہ سب خداداد ہے تم کہیں سے نہیں لائے نہ تم نے پیدا کیا۔ پھر خدا کے دیے ہوئے مال میں سے اگر خوشنودیٔ خدا حاصل کرنے کے لئے بندگانِ خدا کو دو گے تو کچھ بعید نہیں۔

مقصود بیان:۔ یادِ الٰہی کرنے اور یادِ الٰہی کے وقت دل میں ہیبت الٰہی اور رقت پیدا کرنے کی ترغیب۔ تلاوت آیات کرنے کی تلقین اور تلاوت کے وقت استحکام ایمان حاصل کرنے کی طرف ایما۔ اللہ ہی پر بھروسہ رکھنے کا ضمنی حکم یعنی غیر اللہ سے اندیشہ نہ کرنے کی تعلیم۔ بدنی اور مالی عبادت ادا کرنے کی طرف لطیف اشارہ۔ اس بات کی صراحت کہ اوصاف مذکورہ رکھنے والے ہی کامل مؤمن ہیں اور اُنہی کو مؤمن کہنا سزاوار ہے اور اُنہی کو خدا کے ہاں مراتب حاصل ہونگے اور وہی خدا کے انعام سے سرفراز ہونگے۔

نوٹ:۔ ایمان میں کمی بیشی ہونے نہ ہونے کا مسئلہ اور اس کا پورا اختلاف سورۂ بقرہ میں گذر گیا۔ ہم یہاں اس کا اعادہ کرنا نہیں چاہتے۔ البتہ یہ جان لینا ضروری ہے کہ آیت میں زیادتی ایمان سے مراد استحکام و ایمان ہے۔ واللہ اعلم۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ

(اے نبی) جس طرح تمہارے رب نے تم کو تمہارے گھر سے سچے کام پر نکالا

وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝

حالانکہ مسلمانوں کا ایک گروہ ناخوش تھا

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا

ظاہر ہونے کے بعد بھی تم سے حق بات میں جھگڑا کر رہے تھے معلوم

يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝

ہوتا تھا کہ ان کی آنکھوں دیکھتے اُن کو موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا

اور جب تم سے اللہ دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ فرما رہا تھا کہ وہ

لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ

تمہارے ہاتھ لگیگی اور تم چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے

تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ

وہ تم کو مل جائے اور اللہ چاہتا تھا کہ سچ کو اپنے کلام سے سچ

بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ

کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے تاکہ حق کو

الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

حق اور باطل کو باطل کر دے اگرچہ مجرم ناخوش ہوں

تفسیر

شروع آیت کی تشبیہ اور تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے ہم وہی اختیار کرتے ہیں جو فخر الدین رازی جیسے ائمہ نے پسند کیا ہے۔ شروع کی آیت میں مال غنیمت تقسیم کرنے کا ذکر تھا اور مسلمانوں کو خدا و رسول کے احکام ماننے کی ہدایت تھی لیکن لوگوں میں مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق اختلاف ہو چکا تھا اور تقسیم پر عام لوگ راضی نہ تھے۔ اس ناخوشی اور عدم رضا کو جنگ بدر پر ناخوشی سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی مال غنیمت کی موجودہ تقسیم بھی مسلمانوں کو ایسی ہی ناگوار ہے جیسا جنگ بدر کے لئے بحکم الٰہی آپ کا گھر سے نکالنا ناگوار تھا لیکن جس طرح وہاں ان کی ناخوشی کا اظہار نہیں کیا گیا ویسا ہی یہاں بھی لحاظ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ کے مصالح اور انجام کار پر ان کی نظر نہیں پہونچتی ہیں۔ انسان موجودہ سہولت اور فوری فائدہ کا خواستگار ہوتا ہے۔ جنگ بدر کے لئے گھر سے نکلنا اگرچہ بظاہر نظر سبب ہلاکت معلوم ہوتا تھا کیونکہ دشمنوں کی تعداد بہت تھی اور ان کے پاس اسباب جنگ بھی تھا اور مسلمان کم تھے اور نہتے بھی تھے مگر مسلمانوں کی اس ہمت اور ہمت کے بعد جنگ نے کافروں کی کمر توڑ دی اور نتیجہ ہمیشہ کے لئے اچھا نکلا۔ اسی طرح مالِ غنیمت میں شرعی تقسیم کا قائم کرنا آئندہ لشکر کشی اور ہمت مجاہدین کیلئے بہت مفید ہے اگرچہ بالفعل ان لوگوں کو ناگوار ہے۔ ان آیات میں جنگ بدر کا واقعہ کا بیان کیا گیا ہے جس کی تفصیل تفسیر معالم و سراج وغیرہ سے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔

ہجرت کے دوسرے سال آغاز رمضان میں بذریعہ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قریش کا تجارتی قافلہ ملک شام سے آ رہا ہے اور اس میں بکثرت مال و اسباب ہے۔ حضور نے عام مسلمانوں کو اس کی اطلاع دی۔ مسلمانوں کا مشورہ ہوا کہ قافلہ میں آدمی زیادہ نہ ہونگے

اور ہم کو مال کی سخت ضرورت ہے لہذا چل کر لوٹ لینا چاہئے۔ اور واقعی قافلہ کے ساتھ عمرو بن عاص، مخرمہ بن نوفل وغیرہ چالیس آدمی تھے۔ ابوسفیان سپہ سالار تھا جسب مشورہ تین سو مسلمان جمع ہوکر چل دیئے۔ اہل قافلہ کو بھی مسلمانوں کی روانگی کی خبر مل گئی۔ ابوسفیان نے فوراً ضمضم بن عمرو غفاری کو مکہ کی طرف روانہ کیا تاکہ قریش کو مسلمانوں کے ارادہ کی اطلاع کردے اور سب کو مسلمانوں کے مقابلہ پر اکٹھا کر لائے۔ ضمضم کے پہونچنے سے قبل مکہ میں ایک عجیب واقعہ ہوگیا۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب ہمشیرۂ عباس بن عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار اونچے ٹیلہ پر کھڑا چلا رہا ہے۔ اے آلِ غالب جلد اپنے مقتل کی طرف چلو۔ تمام لوگ اُس شتر سوار کے پاس جمع ہوگئے۔ پھر آسمان سے ایک فرشتہ آتا اور پہاڑ سے اُس نے ایک پتھر اُٹھاکر اوپر کو پھینکا۔ پتھر ریزہ ریزہ ہوگیا اور مکہ کے ہر گھر میں اُس کا کوئی نہ کوئی ریزہ پہونچ گیا۔ عاتکہ نے یہ خواب عباس سے بیان کیا۔ عباس نے اظہار کرنے سے منع کردیا۔ مگر خود جاکر اپنے دوست ولید بن عتبہ سے کہدیا اور پوشیدہ رکھنے کی تاکید کردی۔ ولید نے اپنے باپ سے بیان کردیا اور اس طرح خواب فاش ہوگیا۔ دوسرے دن عباس طواف کررہے تھے۔ ابوجہل ایک جماعت کو لیکر آیا اور کہنے لگا عباس ادھر آؤ۔ عباس اُس کے پاس گئے۔ بولا اے اولادِ عبدالمطلب کیا تمہارے لئے یہ کافی نہ تھا کہ تم میں کے مرد نبوت کا دعویٰ کریں کہ اب تمہاری عورتیں بھی دعویٰ کرنے لگیں۔ ہم تین روز تک منتظر ہیں۔ اگر معاملہ سچا نکلا تو خیر ورنہ تین روز کے بعد ہم بذریعۂ تحریر اعلان کردینگے کہ عرب میں تمہارا خاندان بڑا جھوٹا ہے۔ عباس نے عاتکہ کے خواب سے انکار کیا۔ شام ہوئی تو خاندانِ عبدالمطلب کی تمام عورتیں عباس کے پاس جمع ہوئیں اور کہنے لگیں تم نے اس خبیث کو اپنے مردوں کو بُرا بھلا کہنے دیا یہانتک کہ اُس نے اب عورتوں کی بھی بدگوئی کرنی شروع کردی اور تم سنتے رہے کوئی جواب نہ دیا کیا تم میں غیرت کا مادہ نہیں رہا۔ تیسرے روز صبح کو میں اُس کے پاس گیا مگر وہ بھاگا جارہا تھا کیونکہ اُس وقت ضمضم بن عمرو وسط وادی میں کھڑا چلا رہا تھا۔ اُس نے گریبان پھاڑ ڈالا تھا اور پکار رہا تھا اے خاندانِ غالب! اے قریش والو! جلد دوڑو محمدؐ اور اُس کے ساتھیوں نے تمہارے سامانِ تجارت کو گھیر لیا ہے۔ اتنے میں ابوجہل بھی پہونچ گیا اور اُس نے تمام قریش کو ندا کی۔ فوراً تقریباً ایک ہزار جوان مسلح جمع ہوگئے اور ابوسفیان کی مدد کے لئے ابوجہل کی معیت میں چل دیے۔ راستہ میں خبر ملی کہ ابوسفیان قافلہ کو لیکر ساحلی راستہ سے صحیح سلامت چلا آیا۔ لوگوں نے کہا اب ہم کو بھی آگے بڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن ابوجہل نہ مانا اور کہنے لگا ہم بدر پر پہونچکر ٹھہرینگے وہاں ناؤ نوش ہوگا ناچ رنگ ہوگا۔ اس سے مسلمانوں کو ذلت ہوگی چند روز کے بعد واپس آئینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تمام لشکر کفار بدر پر جاکر ٹھیرا اور بدر کے پانی پر قبضہ کرلیا۔

مسلمانوں کی طرف کا قصہ عروہ بن زبیر کے سلسلۂ روایت سے اخذ کرکے محمد بن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ ذفران میں پہنچے تو حضورؐ کو اطلاع ملی کہ قریش جمع ہوکر اپنے قافلہ کی حمایت کے لئے آرہے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ ہم تو قافلہ کے لئے نکلے تھے قریش کے لشکر سے لڑنے کی ہم میں طاقت نہیں۔ دوبارہ مشورہ کیا۔ تب بھی یہی جواب ملا۔ یہ مشورہ سن کر حضورؐ کے چہرے کا رنگ بدل گیا مسلمان بھی اس کو تاڑ گئے۔ فوراً صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم حضورؐ کے ساتھ ہیں جو حکم ہوگا بجان ودل اُس کی تعمیل کرینگے۔ مقداد بن عمرو بولے یا رسول اللہ! آپ کو جو حکم الٰہی ہو اُسی پر آپ چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے اللہ کی ہم آپ سے وہ قول نہیں کہینگے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا تھا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۔ بلکہ ہم کہینگے اِنَّا مَعَكُمَا مُقَاتِلُوْنَ ۔ قسم ہے اُس پروردگار کی جس نے آپ کو رسول برحق بناکر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہم کو برک الغماد لے جائیں تب بھی وہاں جانے سے اُس سے ورے نہ ٹھیرینگے۔ حضور اقدسؐ چونکہ خواستگار تھے کہ کافروں کا زور ٹوٹ جائے اور زور ٹوٹنے کی صرف یہ شکل تھی کہ اُن کی پُرقوت جمعیت سے مقابلہ کیا جائے۔ قافلہ کے لوٹنے سے اگرچہ مسلمانوں کو قوت ضرور حاصل ہوجاتی مگر کافروں کا زور نہ ٹوٹتا۔ اس لئے آپ مقداد کا جواب سُن کر خوش ہوئے اور اُن کو دعاءِ خیر دی۔ پھر فرمایا لوگو! مجھے مشورہ دو آپ کی مراد یہ تھی کہ انصار رضامندی ظاہر کریں کیونکہ بڑا گروہ انصار ہی کا تھا اور بیعت عقبہ کے وقت انصار نے حضورؐ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ ہجرت کرکے مدینہ آجائیں گے تو مدینہ کے اندر ہم آپ کی حفاظت اپنی اولاد کی طرح کرینگے۔ یہ وعدہ نہ کیا تھا کہ اگر مدینہ کے باہر کوئی دشمن آپ پر حملہ آور ہوگا یا آپ کسی دشمن کی مدافعت کرینگے تب بھی ہم آپ کی مدد کرینگے۔ حضورؐ کا مکرر فرمان سُن کر سردار انصار حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! شاید حضورؐ کا روئے سخن ہماری طرف ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے آپ کو سچا جانا اور شہادت دی کہ جو کچھ آپ لائے سب برحق ہے پھر ہم نے عہد و میثاق بھی کیا کہ جو کچھ آپ حکم دینگے اُس کو بسر وچشم قبول کرینگے اُس پر چلیں گے۔ لہٰذا اب جو کچھ آپ کو خداتعالیٰ نے حکم دیا ہو آپ اُس پر چلیں۔ قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپ کو رسول برحق بناکر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو اس سمندر میں گھس جانے کا حکم دینگے تو ہم ہرگز ناپسند نہیں کریں گے۔ ہم بوقت جنگ بالکل ثابت قدم اور راسخ دم رہینگے۔

سستی نامردی وغیرہ مردانہ کمزوریوں کا علاج مفت کرائیں

میرے پاس جریان، احتلام، سستی اور نامردی کو جڑ سے اکھاڑنے والی دو خاندانی اکسیر
جوب زعفرانی مروارید دی دکھانے کیلئے اور مالش کیلئے طلائے خراطین ہی کو فخر حاصل ہے کہ جن کے استعمال سے اس وقت تک ہزاروں مایوس مریض تندرست ہو کر صاحب اولاد ہو چکے ہیں۔ بچپن کی غلط کاریوں کا مایوس مریض ہو یا جوانی کی بے اعتدالیوں سے قبل از وقت بوڑھا ہو گیا ہو یا زیادتی عمر کے باعث قوت مردمی میں کمزوری آ گئی ہو عضو مخصوص میں کسی کوتاہی۔ ٹیڑھا پن یا ڈھیلا پن پیدا ہو گیا ہو۔ نیلی نیلی رگیں ابھر آئی ہوں۔ غرضکہ کیسا ہی از کار رفتہ اور گیا گزرا ناامید کیوں نہ ہو خدا پر بھروسہ کر کے ایک دفعہ ان دونوں دوائیوں کا صرف ایک کورس استعمال کرے چند ہی روز میں تمام اندرونی کمزوریاں و بیرونی نقائص دور ہو کر قابل فخر مرد بن جائیگا۔

ان دونوں دوائیوں کی قیمت مبلغ دس روپے سے سو روپے تک لی جا چکی ہے چونکہ اس زمانہ میں جھوٹی اشتہار بازی کی وجہ سے ضرورت مند مریضوں کیلئے سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ اس لئے اب محض رفاہ عام کی خاطر دونوں اکسیر دوائیاں **مفت** تقسیم کرنے کا اشتہار دیا جاتا ہے۔ تاکہ اگر کوئی بھائی اپنی صحت سے ناامید ہو گیا ہو اور اشتہاری دوائیوں پر اعتبار نہیں کرتا تو وہ میری جادو اثر خاندانی اکسیروں سے فائدہ اٹھا سکے۔ آپ میرے پاس خود تشریف لا کر

جوب زعفرانی مروارید دی و طلائے خراطین مکمل کورس ۱۴ یوم کی دوا مفت لے جائیں

یا اپنے گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک منگوائیں آپ کو اشتہارات کا خرچ پورا کرنے کیلئے صرف ایک روپیہ چار آنے ادا کرنا پڑیگا۔ اور بذریعہ ڈاک منگوانے کی صورت میں موازی آٹھ آنے محصولڈاک زائد خرچ ہوگا۔ یعنی ایک روپیہ بارہ آنے ادا کرنے ہوں گے کیونکہ اگر اشتہارات کا خرچہ اور محصولڈاک بھی مجھے ادا کرنا پڑے تو اس مفید سکیم کا جاری رہنا بہت مشکل ہے۔ لہذا آپ ایک روپیہ بارہ آنے بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں یا ایک روپیہ بارہ آنہ کا وی۔ پی منگوالیں۔ اگر ایک کورس سے مکمل صحت میں کوئی کمی رہ گئی تو دوبارہ سہ بارہ ہر دو ادویات اسی طرح مفت ارسال ہوں گی اور بعد صحت کم از کم دس روپے یکمشت یا باقساط ضرور ادا کرنے ہوں گے۔ اپنا حال مفصل لکھیں خط و کتابت پوشیدہ رہے گی۔ پارسل پر کسی دوائی کا نام نہیں لکھا جاتا۔ مشورہ کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجیں۔ منگانے کا پتہ:

ہمالیہ جڑی بوٹی سپلائی اسٹور، ایم۔ ڈی سباتھو شملہ

فینسی رسٹ واچ مفت انعام

ہمارا مشہور عطر سینٹ فلاور نہایت عمدہ پھولوں سے تیار کیا جاتا ہے جو پوشاک اور تمام گھر کو معطر کر دیتا ہے۔ لطف یہ کہ ہر پانچ منٹ کے بعد نئی خوشبو دیتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چودہ آنہ (؎۱؍۱۴) اس عطر کو ہر گھر میں پہنچانے کے لئے ہماری فرم نے ہر شیشی کے خریدار کو ایک عدد فینسی رسٹ واچ مفت دینے کا فیصلہ کیا ہے گھڑی کیا ہے خوبصورت تحفہ ہے۔ اس کی چمک دمک اور خوبصورتی غضب ڈھاتی ہے مضبوطی اور پائیداری کی گارنٹی دس سال ہے۔ جو اگر گارنٹی کے اندر خراب ہو جائے تو کمپنی دوسری گھڑی مفت دے گی۔ وی۔ پی۔ ایک شیشی کے خریدار کو محصولڈاک و پیکنگ خرچ گیارہ آنہ علاوہ دینے پڑیں گے۔ مگر تین شیشی کے خریدار کو محصولڈاک معاف اور تین گھڑیاں مفت۔

منگانے کا پتہ

امریکن میڈیکل سٹور پوسٹ بکس ۲۶۱ ایم۔ ڈی لاہور

ڈاک کے ردی ٹکٹوں سے

دولت کمانے کا راز

ڈاک کے استعمال شدہ ردی ٹکٹ اکٹھے کرنے کا شوق ہندوستان میں بھی بڑھ رہا ہے۔ لیکن بہت کم اصحاب یہ جانتے ہیں کہ ان ٹکٹوں سے کس طرح سینکڑوں روپیہ ماہوار کمایا جا سکتا ہے۔ اور معمولی قیمت کا ایک ٹکٹ ہزاروں روپیہ میں کس طرح فروخت ہوتا ہے۔ ردی ٹکٹ کہاں سے ملتے ہیں۔ کون ردی ٹکٹ خریدتا ہے۔ یہ سب معلومات اور ردی ٹکٹوں کی تجارت کے راز جاننے کے لئے آپ آج ہی صرف ایک روپیہ چار آنہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر ردی ٹکٹوں میں دولت کا انبار۔ نامی کتاب میں مذکور ہیں۔ جو آپ کی معلومات میں بے حد اضافہ کرے گی۔

اس کے مطالعہ سے آپ فرصت کے وقت میں ہزاروں روپیہ کما سکیں گے۔ وی۔ پی سے آٹھ آنے زیادہ لگیں گے۔

ملنے کا پتہ **منیجر رسالہ تشنہ۔ ایم۔ ڈی۔ سباتھو۔ شملہ**

کتاب الاسلام مجلد

فقہ اور معلومات اسلامی کی سب سے بڑی کتاب ہے ایک کتاب اور پورا اسلامی کتب خانہ اسلامی معلومات کا اتنا بڑا ذخیرہ آپ کہیں نہیں پائیگا ... سو صفحوں کی مجلد چرمی کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے حصہ میں عقائد اسلام عقلی کی ... دوسرے حصہ میں عقائد اسلامی عقلی و نقلی تیسرے حصہ میں عبادات اسلامی ازاول تا آخر چوتھے حصہ میں اسلامی آداب روحانیات مجاہدات عملیات بڑی مقبول کتاب پانچواں ایڈیشن حال میں طبع ہوا ہے قیمت مجلد چرمی چار روپے محصول ۱۲/

اسلامی معاشرت

یہ کتاب الاسلام کا دوسرا حصہ سمجھئے نماز روزہ حج زکوٰۃ صرف مذہب سمجھے گئے ہیں اور معاملات کو لوگ مذہب سے جدا سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس پر توجہ نہیں کرتے اگر ہمارا رہنا سہنا اپنی امتیازی حیثیت ہو جو مذہب کی متابعت کرے تو پھر یہ سب عبادت ہے اسمیں ایک مسلمان کی زندگی کا پورا پورا دستور العمل ہے اور بتلایا ہے کہ ایک مسلمان پر دنیا اور دنیا والوں کے کیا حقوق ہیں نیز اسلام کا یہی امتیاز ہے کہ اس نے اسلامی زندگی کے ہر شعبہ کو سنوارا ہے ۱۰/

نماز کی سب سے بڑی کتاب

یعنی نماز حنفی کمل و مفصل از جناب مولوی سید زین الحق صاحب مصنف کتاب الاسلام ۔ اردو میں کوئی ایسی تالیف جو صرف نماز کے لئے ہو نظر سے نہیں گذری ... نماز کے متعلق اتنی بڑی اور مدلل و مکمل کتاب کسی زبان میں بھی کوئی نہیں اس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد نماز کے جزوی سے جزوی مسائل سے آپ واقف ہو جائیں گے اس کا انداز بھی کتاب الاسلام جیسا ہے پہلے تو عقلی طور پر نماز کی ضرورت ثابت کیا ہے، پھر کل مسائل ہیں ضخامت ۵۶۰ صفحات قیمت فی جلد ڈیڑھ روپیہ

خطبات حیات

حالات حاضرہ کے مطابق ادارہ مولوی نے جو خطبات شایع کئے ہیں وہ بہت مقبول ہوئے کیونکہ انکا انداز بیان موثر اور واقعی بڑا خطبہ ہے اس کتاب میں ہر اسلامی مہینہ کی ضرورت کے لحاظ سے یہ خطبات اردو میں ہیں اور ایک خطبہ نماز پانچواں جمعہ کا ہے اور دو خطبات عربی عیدین کے ہیں۔ اثر اور مقبولیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ چار ہزار مساجد میں اسکا رواج ہو چکا ہے۔ ہر خطبہ سے پہلے قرآن پاک کا ٹکڑا ہے پھر اس کی تفسیر خطبہ ہے۔ ۲۰۰ صفحات قیمت مجلد ایک روپیہ

تراجم احادیث شریف

بڑی حدیثوں کی چھ کتابیں جنکو صحاح ستہ کہتے ہیں مولوی کی معرفت اب اردو میں ترجمہ ہو گئی ہیں **بخاری** تین جلدوں میں ۲ ہزار صفحات مجلد چرمی نہایت اعلیٰ کاغذ ۱۴ روپے **مسلم شریف** ۲ جلدوں میں ایک ہزار صفحات مجلد چرمی چار روپے **ترمذی** ۱۲ سو صفحات ۲ جلدوں میں مجلد چرمی للعہ **ابو داؤد** گیارہ سو صفحات ۲ جلدوں میں مجلد چرمی چار روپے **ابن ماجہ** ۹۰۰ صفحات ایک جلد مجلد چرمی ... روپے سب ساتھ لیں تو بیس روپے خرچ علیحدہ

بڑی مشکوٰۃ شریف

یعنی حدیث شریف کی دس صحیح کتابوں کا اردو میں انتخاب صرف اردو ترجمہ عربی ساتھ نہیں ہے بخاری مسلم ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ نسائی سنن امام مالک امام احمد امام شافعی اور بیہقی دس کتابوں کا عطر ہے دو جلدیں ہیں پہلی جلد پانسو صفحات اسمیں ۲۰۰۰ حدیثیں ہیں۔ دوسری جلد بھی ۵۰۰ صفحات اس میں ۲۳۸۰ حدیثیں ہیں۔ آخر میں ایک ہزار راویوں کے حالات جن سے احادیث مروی ہیں، دونوں جلدیں مجلد قسم اول مجلد چرمی چار روپے قسم دوم مجلد پارچہ تین روپیہ

انتخاب بخاری شریف

جامعہ ازہر مصر کے ایک مستند عالم نے حدیث کی سب سے بڑی کتاب بخاری کا خلاصہ عربی زبان میں کیا جس کا نام تجرید بخاری ہے یہ اسی کا صرف اردو ترجمہ ہے عربی ساتھ نہیں ہے دو جلدیں ہیں اور ایک ہی جگہ مجلد ہیں کاغذ چکنا ولایتی سفید ہے اس کے ۸۰۰ صفحات ہیں دو ہزار ایک سو بارہ احادیث ہیں ابتدا میں امام بخاری کے حالات ہیں اور آخر میں فہرست مضامین و احادیث لاہور کی کتاب جس میں عربی شامل ہے پانچ روپے میں ملتی ہے، ہمارا اردو ترجمہ کامل مجلد ۸/

اسلامی مسائل

یعنی ۳۰۰ صفحہ کی مجلد کتاب ہے اور فقہ اسلامی کی سب سے بڑی مستند کتاب امام محمد بن یوسف بلخی امام ابو حنیفہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا اردو ترجمہ نہایت صاف ہے یہ کتاب ام الفقہ کہلاتی ہے اور جتنی فقہ کی کتابیں ہیں وہ سب اسی سے ماخوذ ہیں طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، حقوق، آداب، معاشرت، بیع و شری لباس و طعام، دیوانی و فوجداری قوانین زراعت، تجارت، حکومت غرضکہ کوئی شعبہ حیات ایسا نہیں جسکا کوئی شرعی حکم اس کتاب میں نہ ہو قیمت مجلد ۱۲/

تفسیر لسبت سورہ

نمازیں آپ پڑھتے ہیں اور خشوع نہ ہونیکی بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ جو سورتیں نماز میں پڑھا جاتا ہے اسکو اسی فیصدی سمجھ کر نہیں پڑھا جاتا زیادہ سے زیادہ سورہ فاتحہ کے معنی سب کو معلوم ہیں لیکن جو سورتیں نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں انکے ترجمہ اور تفسیر سے کوئی واقف ہو یہ کتاب ایسی ہی سورتوں کی تفسیر ہے جو عموماً نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں یعنی سورہ عم کی آخری سورتوں کی تفسیر ہے اگر یہ کتاب بغور پڑھ کر یاد کر لی جائے تو نماز میں لطف دوبالا ہو جائے قیمت مع مجلد ۸ آنے علاوہ محصول ڈاک

تفسیر سورۂ اخلاص

از جناب مولوی احمد سعید صاحب سورۂ قل ہو اللہ کی تفسیر ہے اور اس کے خواص و اعمال لیکن انداز بیان و عظانہ ہے گویا آپکے وعظ کی کتاب ہی ہے اسمیں دلنشین انداز میں تفسیر کو بیان کیا ہے جو بہت دلچسپ ہے اہل اللہ کی حکایات ہیں جن سے مطالعہ میں جان پڑ جاتی ہے یہ مولانا ممدوح کی تازہ تالیف ہے اور اس لحاظ سے بڑی کامیاب ہے کہ بغیر کتاب پورا کئے نہیں رہا جاتا۔ اس میں سورہ قل ہو اللہ کے اوراد و وظائف بھی ہیں جو بڑے مجرب ہیں اور خواص بھی۔ قیمت ۸/

بیان القرآن

معلومات قرآنی کی بہترین کتاب از جناب مولانا مولوی عبد الباری صاحب فرنگی محلی جس میں قرآن مجید کی تلاوت کے آداب نزول آیات قرات کتابت و جمع قرآن کے متعلق حالات آیات سے نکلنے والے احکام اور ضروری معلومات اردو خوانوں کے لئے جمع کی گئی ہے آخر میں قرآن مجید کے اعجاز نما اثرات میں اعمال قرآنی سو فیصدی مجرب و کامیاب ہیں۔ کیونکہ علامہ عبد الباری بڑے پایہ کے عالم دوردیش تھے جن کے علی برادران مرید و معتقد تھے قیمت صرف چھ آنے

اوراد و وظائف

حضرت بابا العارفین مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے اوراد و وظائف کا گنجینہ جو آپکے پوری دنیا کے سفر میں و امتحان اسرار روحانی سے حاصل کئے یہ سب ہے خطا ہیں حمیدیہ پریس کو اس کا فخر حاصل ہے کہ اس کتاب کے اوراد و اعمال سو فیصدی کامیاب اور مقبولیت کا یہ حال ہے کہ چھ ایڈیشن چھپ چکے ہیں آپ کی ہر ضرورت اس کتاب سے پوری ہو سکتی ہے جب ہر طرف سے مایوسی ہو جائے، پھر اس کتاب کے اوراد و وظائف سے فائدہ اٹھایئے۔ انشاءاللہ آپ ضرور کامیاب ہونگے قیمت دس آنے

قاعدہ یسرنا القرآن

قرآن شریف پڑھانیکا وہ مقبول اور بہترین قاعدہ جو ہر سال تین چار لاکھ ہدیہ ہوتا ہے اور جو مدرس اسکی خوبیوں سے واقف ہیں وہ اسی کو منگانے ہیں بہت ہی آسان قاعدہ ہے اور اس میں سب سے بڑھ کر کتابت کی خوبی ہے یعنی نقطہ زیر زبر اور پیش اور حروف مرکبات کی پہچان لینے کے بعد پھر استاد سے پوچھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی مصنف کا دعوی ہے کہ قاعدہ پڑھ لینے کے بعد صرف ۳ ماہ میں بغیر استاد کی مدد کے بچہ قرآن شریف پڑھ سکتا ہے۔ ۴۴ صفحات قیمت تین آنے

بچوں کا آسان قرآن

چھوٹی تقطیع حروف الگ الگ اور ایسے ٹھیک حروف پر اگر الفاظ کے ٹکڑے کر لئے جاتے ہیں تاکہ حروف بھی بن جائیں اور بچہ اسے نہایت آسانی سے صحیح پڑھ لیتا ہے کہ کسی جگہ بھی استاد کو بتانے کی ضرورت نہیں رہتی صرف قاعدہ یسرنا القرآن پڑھا دیجئے اور قرآن شریف دکھا دیجئے اور چند روز میں دیکھئے کہ آپکا بچہ بلاتکان سبق خال لے گا بس یہی صفت اس قرآن شریف کی ہے اگر بحیثیت مسلمان اپنے بچہ کو تعلیم قرآن شریف پڑھانا چاہتے ہیں تو یہی قرآن شریف منگائیے۔ یہ مجلد ڈبل کاغذ ۱۲

سلسلہ تعلیم الاسلام

۱ حصہ اول بچوں کی ذہنیت کے مطابق ابتدائی عقائد پھر طہارت کا بیان

۲ حصہ دوم بچوں کی ذہنیت کے مطابق ذرا اونچے عقائد اور نماز کا بیان

۳ اول عقائد کو ذرا اور بلند بیان پھر روزہ اور حج کا پورا بیان

۴ حصہ چہارم میں عقائد کی تکمیل اور اسکے بعد حقوق اللہ اور حقوق العباد کا بیان یہ سب بیان سوال جواب میں ہیں اور اس کو مصنف حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب ہیں۔ چاروں یکجا مجلد دس آنے

استاد فارسی

خدا نے چاہا اور ہم مسلم انڈیا کے قیام میں کامیاب ہوگئے تو پھر ہماری سرکاری زبان اردو ہوگی اور فارسی کے بغیر اردو میں کافی مہارت نہیں اسی نیک شگون کے لیے اپنے بچوں کو فارسی پڑھائیے۔ اس سلسلہ میں سب سے بہتر کتاب فارسی بول چال ہے جو فارسی زبان کے ماہرین کی مرتبہ ہے اس میں ضرورت کے مطابق پوری فارسی تعلیم ہے گرامر فقرے، ضروریات عامہ کے ہزاروں الفاظ خط نویسی، عام گفتگو کا انداز عدالتی کاغذات غرضکہ ہر قسم کی تعلیم ہے قیمت ۱۲

استاد عربی

اب تو اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے اور متعدد اساتذہ نے نہ صرف اسکی تعریف کی ہے بلکہ اس کو بہترین کتاب بتایا ہے اگر آپ کو شوق ہے کہ آپ رسول کریم کی زبان سے واقف ہو جائیں اور خدا کے سب سے مقدس قرآن کو سمجھ کر پڑھ سکیں تو اس کتاب کو پڑھئے اور تھوڑا یاد کر لیجئے انشاء اللہ چند ماہ میں آپ کو عربی آ جائے گی۔ ہر مسلمان کے لئے عربی سیکھنا بہت لازمی ہے کیونکہ ہماری مذہبی تعلیمات کا ذخیرہ عربی میں ہے۔ قیمت بارہ آنے محصول ۸

استاد انگریزی

مولفہ ماسٹر از جناب پروفیسر سعید ترمذی ایم اے۔ بی ٹی۔ ایم ایس سی اس کتاب میں دس باب ہیں۔ باب ۱ علم الصوت یعنی انگریزی حروف کیونکر بولے جاتے ہیں باب ۲ حرف کو یعنی فقرے کیونکر بنتے ہیں۔ باب ۳ زمان اور فعل کی مشق باب ۴ لغت بڑھانا۔ باب ۵ فقرے بنانا۔ باب ۶ روزمرہ کی بول چال باب ۷ مثلیں اور مقولے باب ۸ ترجمہ کرنے کی مشق باب ۹ انگریزی سے اردو بنانا۔ باب ۱۰ خط و کتابت صرف اسی ایک کتاب سے ایک ماہ میں خاصی اچھی انگریزی آ جاتی ہے۔

استاد تقریر

جادو بیانی وہ ہنر ہے جس نے عادت میں انقلاب ڈال دیا لڑائیوں کے رخ بدل دیے بہت سے مجمع کو شعلہ بار اور کبھی شعلوں کو برف کر ڈالا جادو بیانی کوئی ہنر نہیں جو نہ مل سکے۔ آپ کے الفاظ بھی جادو بن سکتے ہیں اور ہر ایک حرف دل میں گھر کر سکتا ہے جادو بیانی ہو سکتی ہے۔ اس کو پڑھئے اسکی ہدایتوں پر عمل کیجئے اور دیکھئے کہ دنیا کے ساحر خطیبوں کا انداز بیان کیا تھا۔ ہر روز دس بیس منٹ دوستوں میں مشق کیجئے۔ یہ کتاب واقعی جادو ہے قیمت چھ آنے محصول ۸

استاد تحریر

مدارس کے طلبا اور اساتذہ کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو اپنی تحریروں میں زور پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بہترین کتاب ہے اس کا نام آسان مضمون نویسی ہے بہت مقبول ہو چکی ہے اس کے کامیاب ہونے کے متعلق شبہ نہیں اس میں تحریر کے تمام پہلوؤں کو نمایاں کر کے نامور اہل قلم کی تحریروں کے مطابق کیا گیا ہے ابتدائی باتوں سے آخر تک تمام ضروری ہدایات کو قلمبند کیا گیا۔ اور یقین ہے کہ اس کتاب کو ذہن نشین کر لینے کے بعد آپ کی تحریر میں وہ سب باتیں ہونگی جو اچھے منشیوں میں ہیں

استاد بہی کھاتہ

تجارتی حساب کتاب نہیں و محاسبت کی یہی کتاب حسب ذیل مضامین میں بک کیپنگ کے اصول۔ کھاتہ۔ اقسام حساب سرمایہ فرد بقایا۔ قانونی اندراجات اختیاری بقیہ ستی کا نام۔ فرد تفصیل جوڑی روشن نقل رجسٹر خریداری۔ رجسٹر فروخت رجسٹر واپسی مال فروخت شدہ۔ حساب تجارت لاگت نفع نقصان واحد اندراجات شرکت کا حساب بنک اور مہاجنی آڑھت کا حساب ضمنی سوالات۔ غرضکہ حساب تجارت کی پوری معلومات۔ مجلد قیمت بارہ آنے

محصول بذمہ خریدار ملنے کا پتہ دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی

مفت

عمل ہمزاد

مفت

دنیائے عملیات میں ہمزاد کا عمل بادشاہ عمل ہے اسکا عامل دنیا کی کوئی خواہش پوری کئے بغیر نہیں رہتا۔ طرہ یہ کہ کوئی بات خلاف شریعت نہیں نہ ہی کسی قسم کا خوف و خطرہ ہے۔ بارہا دفعہ کا آزمودہ ہے ہر مذہب و ملت کا آدمی بلا خوف و خطر پڑھ سکتا ہے

آپ بھی تین پیسہ کا ٹکٹ بھیجکر مفت طلب کریں

ملنے کا پتہ

عالم مشہور عامل ہمزاد

لودیانہ (پنجاب)

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاند کی بیس تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ خط بھیجکر طلب کریں۔

مولوی دہلی

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ درج ہے جہاں آپ کا پتہ ہے۔ اگر پہلے سے نوٹ نہیں ہے تو اب نوٹ کر لیجئے اسکے حوالہ کے بغیر آپکی کوئی شکایت خصوصاً تبدیل پتہ کی ممکن نہیں۔

جو اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس کوچہ چیلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

جلد ۳۳ | بابت ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۵

شذرات

گاندھی جی اور ملک کی مکدر فضا

گاندھی جی ہندوستان کے بہت بڑے اور ذی رسوخ انسان ہیں اگر وہ خلوص عمل سے کام لیتے اور ہندویت سے بلند ہو کر ہیں۔ ان عمل میں قدم رکھتے تو وہ ملک و قوم کی بیش از بیش خدمات انجام دے سکتے اور باشندگان ہند کی فلاح و نجات کا باعث بن سکتے تھے۔ لیکن ہمیں دلی افسوس و رنج کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ انکی تنگ دلی اور فرقہ پرستی و ریائی قوم پرستی و معصومیت نے ایک انبوہ عظیم کو مبتلائے فریب کرکے ملک کو جہنم زار اضطراب بنا رکھا ہے۔

گاندھی جی عرصہ ہند کی قیادت عامہ کا لیبل اپنی تپسیا سے سوکھی ہوئی پیشانی پر چسپاں کئے ہوئے ہیں اور کانگرس جیسی مقتدر و عظیم وطنی جمعیت کی زمام پورے اور کامل اختیارات کے ساتھ ہاتھ میں لئے ہوئے۔ اور ملک کی ہر قوم اور ہر طبقہ۔ ہر جماعت کی نمائندگی کے مدعی ہیں۔ مہاسبھائی گرداب میں پھنسکر کچھ ایسے منقلب ہو گئے ہیں کہ جب زبان کھولتے ہیں مسلمانوں کے دلوں کو برماتے ہیں۔ جو قدم اٹھاتے ہیں ہندوؤں کی بیجا حمایت میں اٹھاتے ہیں۔ جو کام کرتے ہیں ملکی مصلحتیں و بہتری کی طرف سے آنکھ بند کرکے کرتے ہیں

جس ذات گرامی کے وجود سے ملک اور مستقبل ملک کی صدگونہ توقعات وابستہ ہوں۔ جو قربانی و ایثار کا پیکر ہو۔ ملکی فلاح و بہبود کے لئے فقیر بن چکا ہو جس نے تحریک خلافت میں انہماک و شغف سے حصہ لیا ہو۔ جو نیٹال اور کینیا کے امور معاملات میں پوری سرگرمیوں کا مظاہرہ کر چکا ہو۔ اور جس کی لیاقت کار اور اہلیت عمل مسلم ہو۔ اُسے اگر تعصب و تنگ نظری کے سیلاب میں کوئی تنکے کی طرح بہتا ہوا دیکھے تو کس طرح خون جگر ہو کر نہ رہ جائے۔ اپنی قوم کی حمایت یا فرقہ پروری عیب نہیں ہنر ہے۔ جس کے قلب میں اپنی ہی قوم کے لئے کوئی تڑپ نہ ہوگی وہ دوسروں کے لئے کب کوئی تڑپ محسوس کر سکتا ہے۔

لیکن جو کچھ ہو وہ حدود کے اندر ہو۔ حق و انصاف کے عین مطابق ہو۔ اس سے دوسری قوم کے داعیات و حقوق پر ضرب نہ پڑتی ہو۔ گاندھی جی کی حالت یہ ہے کہ وہ ہندو استیلا و غلبہ کی حمایت میں جو قدم اُٹھاتے ہیں اندھا دھند اُٹھاتے ہیں۔ ہر ہندو آواز اور مطالبہ کی حمایت اپنے اوپر فرض سمجھتے ہیں اور مطلقاً یہ نہیں دیکھتے کہ یہ اٹھنے والی آواز حق بجانب بھی ہے یا نہیں۔ ہر ہندو کی تائید و حمایت کے لئے مجنونانہ تیار ہو جاتے ہیں۔ جانے دیجئے اسے کہ

انھوں نے محض مالوی جی کے کہنے پر سنہ ۲۲ء میں سول نافرمانی کا رُخ مغرب سے شرق کی طرف یکایک پھیر کر ملک کی امیدوں اور آرزوؤں کا گلستان یک گردش قلم جلا ڈالا۔ اسے بھی جانے دیجئے کہ وہ مدراس کے اجلاس کانگرس میں ذبیحہ گاؤ اور اچھوتوں کی تقسیم کے معاملہ پر ایک کٹر اور تنگ نظر پنڈت کی طرح بکھر گئے۔

کراچی کے اجلاس میں مولوی ظفر علی خاں کے ادائے نماز کے لئے کاروائی ملتوی کرنے کے مطالبہ کو فرقہ پرستی کا مظاہرہ بتانے پر بیٹھے مسکراتے رہے گؤ ہاٹ کے معاملہ میں مولانا شوکت علی مرحوم سے ٹوٹ کر علانیہ ہندو حمایت پر اتر آئے۔ لاہور کے بوچڑ خانے کے قیام کی مخالفت میں پہلا تار انہی کا پہنچا۔ لیکن حیدرآباد کی سماجی تحریک میں اُن کی پوری حمایت اور ایک اسلامی ریاست کے خلاف سرگرمی ایک قائد ہند کے لئے کہاں تک زیبا تھی۔ چاند ربسور کے ظالموں کی حمایت میں ہائیکورٹ کے فیصلہ کے بعد بھی مصروف فغاں رہنا اور مظلوم مسلمانوں کے حق میں ایک لفظ بھی نہ کہنا کس حد تک زیبا تھا۔

پھر جب تک کانگرسی دور میں برابر گولیاں چلتی رہیں ہر جگہ مسلمان لوٹے مارے اور غارت کئے جاتے رہے۔ ہر جگہ قیامتیں برپا رہیں۔ جمعیۃ علماء کے تار جاتے رہے تو آپ قفل بدہن اور مہر بلب بیٹھے رہے۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہ آپ کو وزارتوں کے اختیارات کی منقصت کا خیال پیدا ہوا۔ مگر اب جو فسادات کی وبا پھیلی تو آپ صاحب وزیر ہند سے سوال کی صورت میں حکومت بنگال کو مذاق بتاتے اور وزارتوں کی بے اختیاری کا رونا رونے لگے محض اس لئے کہ پہلے یہ وزارتیں بکثرت ہندوؤں یا ان کے اوزاروں کے ہاتھ میں تھیں اور اب یہ خود اپنی عاقبت نا اندیشی سے ان سے الگ ہو گئے اور مسلمانوں کے ہاتھ میں دو تین جگہ عنان اختیار اور زمام وزارت رہ گئی۔

حالانکہ فسادات احمد آباد۔ بمبئی۔ کانپور اور بہار شریف وغیرہ میں بھی ہوئے جہاں یہ وزارتیں نہ تھیں۔ پھر حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ایک طرف تو عدم تشدد کے جذبہ کا یہ عالم کہ فرانس کے بزدلوں کو ہٹلر کے سامنے ہتھیار رکھنے پر مبارکباد دی جاتی ہے۔ جنگ میں بھرتی سے روکا جا رہا ہے۔ اور یہاں تک کہدیا جاتا ہے کہ اگر کسی وجہ سے سوراج بھی حاصل ہو رہا ہو تو میں اسے قبول نہ کروں گا اور دوسری طرف جہاں خالص ہند و معاملہ آتا ہے تو فسادات احمد آباد کے سلسلہ میں شائع کرنے والے بیان میں شہر چھوڑ کر بھاگ جانے والے ہندوؤں کی مذمت

سی نہیں کرتے بلکہ مشورہ دیتے ہیں کہ انھیں ظلم و تعدی کا مقابلہ کرنا چاہئیے تھا خواہ عدم تشدد پر عمل کرنا پڑتا یا تشدد پر۔ اس کا کیا مطلب کہ وہ ممالک شرقی و غربی کی اور ارض ہند کی محفوظیت کو خطرے میں دیکھکر بھی عدم تشدد کا وعظ نہیں چھوڑتے۔ انگریز اچھوت اور عیسائی افراد کی بربادی بھی آپ کو اپنا عقیدہ ترک کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتی۔

لیکن جہاں کہیں وہ ہندوؤں کو مضطرب و سراسیمہ بتلانے میں یہ گروہ عمل دیکھتے ہیں۔ پھر خواہ ان کی حیثیت کتنی ہی غیر بحق بجانب اور ظالمانہ کیوں نہ ہو وہ تڑپ اٹھتے ہیں تو سب کچھ بھول کر بے تکلفانہ تشدد کا وعظ شروع کر دیتے ہیں اور مقابلہ کی شہ دیتے ہیں۔ گذشتہ سال سندھ کے ہندوؤں کو بھی انھوں نے یہی مشورہ دیا تھا۔ اور اب احمدآباد کے ہندوؤں سے بھی یہی کہہ رہے ہیں جس حد تک ہندو مفاد یا ہندو راج کا تعلق ہے وہ کم از کم نہیں زیادہ سے زیادہ تشدد کے قائل ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ وہ ارض ہند کے فرقہ وار مسائل سلجھانے کے لئے واضح اور بین الفاظ میں خانہ جنگی پر بھی آمادہ ہیں۔ اور اتحاد کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔

خود ہندوؤں کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ انھیں مقابلے کی دعوت دیتے ہیں۔ اعلان کرتے ہیں کہ فیصلہ خانہ جنگی ہی سے ہوگا جس کے لئے آپ صرف انگریزوں کی علیحدگی کے منتظر ہیں۔ یہ کس درجہ المناک حقائق ہیں۔ اچھوتوں کی علیحدگی کا سوال آیا اور اس سے ہندوؤں کی تعدادی قوت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ پیدا ہوا تو مرن برت رکھکر ایک ہنگامہ پیدا کر دیا۔ لیکن مسلمانوں سے اتحاد کی صورت میں چونکہ ہندوؤں کے ہمہ گیر اقتدار کو ان کے نزدیک ٹھیس پہنچتی ہے اور ہندو راج کے قیام کے امکانات ناپید ہوئے جاتے ہیں اس لئے اس کے لئے وہ کبھی اسپر تیار نہیں ہوئے۔

ٹانڈہ میں۔ بنارس میں۔ بہار میں مسلمان مظلوم تھے خاموش رہے۔ مگر سکھر میں ہندوؤں کو شرانگیزی کے باوجود پٹتے دیکھا تو انھیں مقابلہ کا مشورہ دیا۔ ڈھاکہ اور احمدآباد میں جب تک مسلمان پٹتے رہے خاموش رہے۔ مساجد کی پامالی کے خلاف بھی آواز نہ اٹھی۔ مگر جوابی کارروائی شروع ہونے پر مسلمانوں کو جنونی۔ سازشی اور شرانگیز وغیرہ کہکر تشدد کا وعظ فرمانا شروع کر دیا حالانکہ ڈھاکہ میں فساد کی ابتدا ایک مسلم خاتون پر رنگ ڈالنے اور احمدآباد میں ہندو آبادی کے اندر ایک سکھ کے قتل ہو جانے سے ہوئی۔ اجین میں ہندوؤں کے خلاف قاعدہ جدید جلوس نکالنے پر آٹھ مسلمانوں کی بیش بہا جانیں ضائع ہوئیں۔ بہار شریف میں مسلمانوں پر جو مظالم ہوئے بابو راجندر پرشاد کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ مگر گاندھی جی خاموش رہے۔ اور اب کیا کسی زیادتی پر بھی کبھی ہندوؤں کی مذمت تک نہیں کرتے۔ مگر ہندوؤں کی فرضی مظلومی پر بھی شعلہ بجگر ہو جاتے ہیں چنانچہ تازہ بیان میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے محلوں سے ہندو جلوس گزرنے پر بھی ضرورت پڑے تو جانیں قربان کر دو۔ خطرناک رقبے خالی کر دینے والے ہندوؤں کی ملامت کی جاتی ہے۔ کہ انھوں نے دلیرانہ مقابلہ کیوں نہ کیا۔ آخر میں ستیاگرہ اور عدم تشدد کا یہ پیکر جمیل فرماتا ہے کہ حقیقی ذمہ داری سنبھالنے کے وقت طاقت ان کے ہاتھوں میں منتقل ہو جائے گی جو تشدد کا اچھی طرح استعمال کر سکیں گے۔

خدارا آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ یہ کیا کہا جا رہا ہے اور کس کی زبان سے کہا جا رہا ہے۔ اسی کی زبان سے جسکی ذات گرامی سے ملک بہت بڑی توقعات وابستہ کئے ہوئے تھا۔ یہ اسی تلقین کا نتیجہ ہے کہ کوئی ہتوار نہیں۔ تقریباً نہیں وجہ نہیں۔ لیکن ہندوستان کی فضا روز بروز المناک طریق پر مکدر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ جا بجا فساد برپا ہو رہے ہیں۔ بریلی ایسے مقام پر بھی کرفیو آرڈر کے نفاذ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہی لیل و نہار رہے تو حالات اور نازک ہو جائیں اور فی الواقع ہندوستان خانگی فسادات سے جہنم زار بن جائے گا۔ ہوشمند ہندوؤں اور مسلمانوں کو اس صورت حالات کے انسداد و مقابلہ کے لئے فوراً تیار ہونا چاہئیے کہ مآل اندیشی اور بہبود ملک کا اقتضا یہی ہے۔

لبرل فیڈریشن اور ہندو مسلم مسئلہ

جب تک کسی ملک یا قوم کی بربادی کی ساعت موعود قریب تر ہوتی ہے تو وہاں اختلافات باہمی کی ایک بے پناہ خلیج پیدا ہو جاتی ہے اور عوام تو عوام خواص تک پر خود غرضانہ رنگ اس درجہ غالب ہو جاتا ہے کہ مفاد ذاتی کے مقابلہ میں وہ مقاصد قومی کو ثانوی صورت دینے لگ جاتے ہیں۔ ہمیں انتہائی افسوس ہے کہ ہندوستان پر یہی بلا مسلط ہے۔

ہمارے ہندو زعما اس وقت بری طرح ہندوستان میں ہندو راج کے قیام کے جنون میں مبتلا ہیں اور وہ خواہ کسی طبقہ و جماعت پر مشتمل ہوں اس نکتہ پر متحد و متفق نظر آ رہے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ اس ملک میں فرانس و جرمنی کی مجموعی تعداد کی برابر مسلمان اور کثیر تعداد اچھوت وغیرہ بھی آباد ہیں۔ ہندو مہاسبھا۔ ہندو لیگ۔ لبرل فیڈریشن اور کانگرس سب ایک ہی راستہ پر گامزن ہیں۔ سب کا محور رفتار اور منتہائے نظر محض ہندو راج ہو کر رہ گیا ہے۔ طریقہا عمل ضرور مختلف ہیں۔ مگر مطمح نگاہ ایک ہے۔

ہمارے نزدیک ملک معظم کی حکومت کا یہ اصرار کہ تم لوگ باہم جو فیصلہ کر لوگے وہی منظور کر لیا جائیگا۔ اکثریت کے لئے تو انصافاً نہایت موزوں تھا کہ اگر وہ خود اقلیتوں کو راضی کر لے تو سارے جھگڑے ایک لمحہ میں ختم ہو جائیں، اور وہ بھی کسی ایک فریق کی جانبداری کے الزام سے بچ جائے۔ وہ اچھوتوں کے معاملہ میں یہی کر چکی ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ اکثریت دولت۔ تنظیم۔ تجارت اور تعلیم میں بہت بڑھی ہوئی ہونے کے باوجود اپنی اقلیتوں کو رضامند نہیں کر سکتی اور اس لئے نہیں کر سکتی کہ وہ اپنی طاقت کے زعم میں سب کچھ اپنے لئے وقف ہونے کا داعیہ لئے بیٹھے ہیں۔

کانگرس اپنی ہمہ گیری منوانے یا بالقول وزیر ہند سب کچھ لینے یا الگ رہنے کی پالیسی پر مصر ہے۔ ہندو مہاسبھا اور ہندو لیگ علانیہ ہندو اقتدار کے قیام کا داعیہ رکھتی ہے۔ رہ گئی لبرل فیڈریشن وہ بھی وحدت ہند پر زور دے رہی ہے۔ اور دوسرے رنگ میں وہی بات کہتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "دو مخالف پارٹیوں کے اختلاف اور عدم تصفیہ کی بنا پر ملک کی ترقی کو روکے رکھنے کا [illegible] رویہ ناقابل برداشت ہے۔"

بالکل درست لیکن دوسرے ہی جملہ میں مہاسبھائی ذہنیت و خود غرضی یہ فرما کر عریاں کر دی کہ وزیر ہند کی پوزیشن تو یہ ہے کہ جب تک مسٹر جناح ازراہ لطف و کرم کسی اسکیم کی تصدیق نہ کریں۔ حکومت اپنے ارادوں کو جامہ عمل نہیں پہنا سکتی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لیگ اسکے متعلق وزیر ہند نے یہ فرض کر لیا ہے

کہ وہ تمام مسلمانوں یا ان کی اکثریت کی نمائندہ ہے۔ حالانکہ سندھ و سرحد جیسے صوبوں یا دوسرے صوبوں کے متعلق مسلم لیگ اور جناح کی قیادت سے انکاری ہیں۔ "لبرل فیڈریشن کے قائد سر سپرو علانیہ فرما چکے کہ میں ہندوستان کے ٹکڑے اور حصے کرنے کا روادار نہیں۔

زور دیا جا رہا ہے کہ کانگرس اور لیگ کو چھوڑ کر لبرل فیڈریشن کی مان لیجئے اور جہاں دیکھئے وہ وہی ہے جو کانگرس۔ مہاسبھا اور ہندو لیگ کہہ رہی ہے اس لئے کہ لبرل فیڈریشن کے نزدیک ہندوؤں میں اتنی جماعتیں ہونے کے باوجود بھی کانگرس جماعت نمائندہ ہے۔ اور لیگ نمائندہ نہیں ہے۔ جن معنوں میں لیگ کی نمائندگی سے انکار ہے ان معنوں میں تو ہندوستان کی ہر جماعت کی نمائندگی سے انکار کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں میں آج لیگ سے اور ہندوؤں میں کانگرس سے بڑی کونسی جماعت ہے۔

لیکن کانگرس کی نمائندگی ہند کے شورانگیز دعاوی کے باوجود خود ہندوؤں ہی میں متعدد بڑی جماعتیں موجود ہیں۔ جن میں سے اکثر کانگرس کی نمائندگی ہند کی قطعاً منکر ہیں۔ اگر اس سے کانگرس کی نمائندگی و اہمیت پر کوئی ضرب نہیں پڑتی تو لیگ کی نمائندگی محض معروضات سے کیونکر مجروح ہو سکتی ہے۔ گاندھی جی۔ مالوی جی، سر سپرو۔ اور سر جگدیش پرشاد وغیرہ کتنے بڑے اور لائق و ہوشمند انسان ہیں اور اب تک اتنا بھی نہیں سمجھ سکے کہ اب ایسی چیزوں اور ایک ہی شراب کو مختلف بوتلوں میں بھر کر سامنے رکھنے سے مسلمانوں کے فریب کھا جانے کا زمانہ گیا۔ اتنی بڑی قوم کو کچھ دیر کے لئے تو بیوقوف بنانا آسان تھا لیکن ہمیشہ بیوقوف بنائے رکھنا آسان نہیں۔ بہتر تو یہی ہے کہ باہم مل کر ہی فیصلہ کر لیا جائے۔ اور ایسا نہ بھی کیا گیا تو جب تک مختلف قومیں موجود ہیں ایک قوم کی حکومت تو قیامت تک بھی نہیں قائم ہو سکتی۔

سپرو و جناح خط و کتابت

سر سپرو بڑی خوبیوں اور محاسن کے آزاد خیال لیڈر رہے اور ہیں اس کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ وہ تعصب سے بالاتر رہتے چلے آئے ہیں لیکن یہ ملک کی انتہائی بدنصیبی ہے کہ اس ہند میں شدت اور تواتر کے ساتھ چلنے والی آندھیوں نے انھیں بھی اپنی جگہ قائم نہ رہنے دیا۔ ہمارے نزدیک وہ ہندو مسلم مفاہمت کا مخلصانہ جذبہ لیکر کھڑے ہوئے اور مسٹر جناح کو لکھا کہ آپ گاندھی جی سے ملاقات پر تیار ہو جائیں تو پھر میں گاندھی جی پر بھی پورا زور ڈال کر ایک مشترکہ کانفرنس کے انعقاد کا بندوبست کراؤں۔

مسٹر جناح نے جواب دیا کہ آپ اس خیال کو دل سے دور کر دیجئے کہ میں گاندھی جی یا ہندو قوم کی طرف سے بات چیت کرنیوالے کسی دوسرے ہندو لیڈر سے ملاقات کرنے کے خلاف ہوں۔ ہندو مسلم مسئلہ کے حل کے لئے میں ہمیشہ اور ہر وقت تیار ہوں۔ سر سپرو اس آمادگی پر شکریہ ادا کرکے خاموش ہو گئے۔ کئی ماہ بعد سر سپرو نے یہ بیان شائع کیا کہ گاندھی جی اور مسٹر جناح کے بیانات سے ظاہر ہے کہ کانگرس اور لیگ کے درمیان کافی مدت تک مفاہمت کا کوئی امکان نہیں۔ اس کے جواب میں مسٹر جناح نے اپنے بیان میں بجا طور پر یہ فرمایا کہ سر سپرو نے خود اس امر میں پہل کی۔ لیکن اس کے بعد نہ مجھے اپنی مساعی کے نتیجہ سے آگاہ کیا اور نہ یہ بتایا کہ ان کی ناکامی کے اسباب کیا تھے۔

پھر کیا یہ انصاف ہے کہ اب وہ معصومانہ انداز میں فرما رہے ہیں کہ وہ لیڈروں کے جرائم کی تعیین نہیں کرنا چاہتے۔ ساتھ ہی وہ مجھے ضدی لیڈر بھی بتاتے ہیں۔ حالانکہ میں گاندھی جی یا کسی دوسرے لیڈر سے ملاقات کے لئے ہر وقت تیار ہو گیا تھا۔" اب ہندوستان کا کوئی سپرو یا گاندھی اس کے متعلق کیا کہیگا کیا اس سے یہ واضح نہیں ہو رہا ہے کہ ہندوؤں کے قلوب میں خواہ مخواہ ایک زہر پیدا ہو چکا ہے۔

جناح و سپرو خط و کتابت کے ساتھ گاندھی سپرو خط و کتابت بھی شائع ہو چکی ہے۔ جس سے گاندھی جی کے خیالات پر بھی روشنی پڑی جنھوں نے مسٹر جناح کی اس آمادگی کے باوجود سر سپرو کو لکھا کہ "میری رائے میں مسٹر جناح مفاہمت کرنا ہی نہیں چاہتے۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ لیگ کی پوزیشن اتنی مضبوط ہو جائے کہ وہ تمام پارٹیوں اور حکومت سے من مانی شرطیں منوا سکیں ان کی تحریروں نے میرے اندیشے کو درست ثابت کر دیا کہ وہ مجھ سے ہندو قوم کے نمائندے کی حیثیت سے ملنا چاہتے ہیں اور میں اس پوزیشن کو قبول نہیں کرتا۔ گویا گاندھی جی مسٹر جناح کے صرف اس جملہ پر بھڑک اٹھے کہ وہ کسی لیڈر سے ہندو نمائندہ کی حیثیت میں گفتگو کرکے ان پر راہ گریز کیوں کر رہے ہیں۔ اسی پر مسٹر جناح بھی برافروختہ ہو کر مرکز سے ہٹ گئے۔ حالانکہ یہ بات معقول تھی۔ ان لوگوں کی دماغی حالت ملاحظہ فرمائیے کہ مسٹر جناح فی الفور ہمہ تن آمادہ ہو جاتے ہیں، پھر بھی انھیں یہ لکھتے ہوئے ندامت محسوس نہیں ہوتی کہ مسٹر جناح ضدی ہیں اور وہ مفاہمت نہیں چاہتے۔ ہندو مسلم مفاہمت کے متعلق گفتگو اور ہندو و مسلم نمائندوں ہی میں نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے۔ گاندھی جی خود بھی ہندو ہیں۔ مگر چونکہ نیت درست نہیں اس لئے گریز ہے۔

گاندھی جی کے تمام اقوام ہند کی نمائندگی کا دعوی ہندو نمائندے کی حیثیت میں گفتگو کرنے سے زائل تو نہیں ہو جاتا۔ لیکن مصیبت تو یہی ہے کہ گاندھی جی سرے سے مفاہمت کے تئیں ہندوؤں کے لئے اقتدار عام کے درجے کے متمنی ہیں۔ جب دو قوموں میں مفاہمت کا سوال پیدا ہوگا۔ تو وہ دونوں قوموں کے نمائندوں ہی میں ہوگی۔ جب یہ نمائندہ حیثیت ہی کسی کو حاصل نہ ہوگی تو بات چیت سراسر بے سود ہوگی۔

مسٹر جناح کی تو یہ حالت ہے کہ وہ نہ صرف گاندھی بلکہ ہر ہندو نمائندے سے ہر وقت گفتگو کے لئے تیار ہیں۔ مگر ہندوؤں کی طرف سے نہ گاندھی کھڑے ہوتے ہیں اور نہ اور کوئی۔ اس کا مدعا کیا ہے۔ گاندھی جی نے سر سپرو کو لکھا کہ تاوقتیکہ مجھے یہ علم نہ ہو جائے کہ وہ کوئی تصفیہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں انھیں کوئی خط نہ لکھوں گا۔ یہ اتنی غیر معقول بات تھی کہ خود سر سپرو کو لکھنا پڑا کہ میں مسٹر جناح سے یہ کہنے میں کوئی معقولیت نہیں پاتا کہ وہ پہلے سے اس کا وعدہ کر لیں کہ ضرور مصالحت کر لیں۔ آخری تحریر میں گاندھی جی بالکل عریاں ہو گئے دل کی بات زبان پر آ گئی۔ لکھتے ہیں کہ میں جس بات سے ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ فرقہ وارانہ مسئلہ کو طے کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا۔

وہ وقت گاندھی جی کے الفاظ میں۔ وہ ہوگا جب برطانیہ ہندوستان کو چھوڑنے اور بغاوت و بدامنی کی طاقتوں کے حوالہ کرنے کا فیصلہ کرے گا۔ پھر لکھتے ہیں کہ۔ مدبرین برطانیہ اسے آخر کیوں ایک خانگی مسئلہ تسلیم نہیں کرتے۔

انگریزوں کو ہندوستان سے چلے جانے دو میں وعدہ کرتا ہوں کہ کانگریس، لیگ اور دوسری پارٹیاں خود ہی ہندوستان کے لئے حکومت کی نوعیت کا فیصلہ کرلیں گی۔

کیا اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ بھی ہو سکتا ہے کہ جب گاندھی جی کے تمام قوم پرستانہ فریب اور مقامِ قائداعظم کے ہتھکنڈے مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں ناکارہ ثابت ہو چکے تو اب وہ اس کا فیصلہ تلوار سے کرنا چاہتے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ جونہی برطانیہ کے نکلتے ہی جس کی انھیں قوی توقع معلوم ہوتی ہے مسلمانوں کو تلواروں پر دھر لیں گے۔ اور اسپین والوں کی طرح ہندوستان سے بھی ان کا نام و نشان مٹا کر رکھ دیں گے۔ مسلمانو! خدا کے لئے آنکھیں کھولو، بیدار ہو، اور دیکھو کہ ہندوستان کا سب سے بڑا تماشہ تمہارے متعلق کن ارمانوں کو اپنے نہاں خانۂ دل میں لئے بیٹھا ہے اور یہ جو جابجا فسادات کا آغاز ہو چکا ہے یہ سب انہی کے مظاہر ہیں۔

صاحب وزیر ہند کے ارشادات

مسٹر ویو جناح اور گاندھی وپیٹر کا نتیجہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کسی اشتباہ کو دخل نہیں۔ ہم یہی نہیں کہہ رہے کہ گاندھی جی ہندوؤں کے لئے اقتدار یا بالفاظ دیگر ہندو راج کے لئے بیتاب ہیں اور اسی لئے مسٹر جناح کی ہمت اور ہمہ وقت آمادگی کے باوجود مفاہمت سے بدیں خیال گریزاں ہیں کہ انگریزوں کے نزدیک ہندوستان سے جا ہی رہے ہیں، سول وار کے ذریعہ سے فیصلہ کرلیں گے۔ اور اگر بفرضِ محال وہ رہ بھی گئے تو سول نافرمانی سے انھیں مرعوب کرلیں گے۔

مسٹر ایمری وزیرِ ہند نے بھی اپنے تازہ بیان میں یہی فرمایا کہ "کانگریس یا تو سب کچھ لے لینا چاہتی ہے یا بالکل الگ رہنے کی پالیسی پر کاربند رہنا چاہتی ہے۔ یعنی یا تو کانگریس کو پورے ہندوستان پر مسلط کر دیا جائے ورنہ وہ حکومت سے تعاون نہ کریگی۔ کانگریس کی بدنیتی اور ہندو راج کے قیام کا جنون ایک ایسی حقیقت ہے جو اب حکومت پر بھی واضح ہو چکی ہے۔ پہلے تو "لیاقت" "انتخاب مخلوط" "نیابت مخلوط" "قومیت متحدہ" "نیشنلزم" اور "جمہوریت" کے دلفریب اور پرکشش الفاظ سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سعی شد و مد کے ساتھ کی جاتی ہے۔ جب یہ سارے طلسم ٹوٹ گئے تو حقائق کا چہرہ نمایاں ہو گیا۔ اس حقیقت بیانی کے باوجود مسٹر ایمری یہ کہے بغیر بھی نہ رہے کہ "اگر پاکستان کی اسکیم کو انتہائی صورت دیدی جائے تو اس میں بہت سی مشکلات ہیں"۔

ساتھ ہی مثالاً یہ بھی فرمایا کہ "اٹھارہویں صدی میں ہندوستان مختلف ٹکڑوں میں منقسم تھا۔ اور اس عہد کا ریکارڈ بڑا ہی دردانگیز ہے۔ نیز بلقانی ممالک کی تباہی کا منظر ہمارے سامنے ہے" لیکن ایک بلقانی ممالک ہی "تباہی کے منظر" دیکھنے میں یگانہ نہ تھے۔ موت تو ہر بڑی چھوٹی قوم کے لئے مقدر رہی ہے۔ "لکل امۃ اجل" جو آجکل بڑی اقوام ہیں وہ ایک زمانہ میں چھوٹی بھی رہ چکی ہیں۔ اور جو چھوٹی ہیں وہ کوس لمن الملکی بجا چکی ہیں۔

ناروے آج چھوٹی قوم ہے۔ مگر اپنے عہد میں خود انگلستان و فرانس کیا اٹلی وسسلی تک کو فتح کر لیا تھا۔ سویڈن اور پولینڈ تمام روس اور جرمنی کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ یونان دنیا میں کوس لمن الملکی بجا گیا۔ ترکی یورپ کے جگر تک میں گھسی رہی۔ ایران ایشیا بھر میں حاوی رہا۔ کچھ جتنا مقابلہ ایک چھوٹا یونان اور فنلینڈ کر گیا۔ بڑے فرانس اور بڑے اسٹریا ہنگری کو وہ ہمت۔۔۔۔

نصیب نہ ہوئی۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ نہ کوئی بڑا ملک ہمیشہ بڑا رہ سکتا ہے اور نہ چھوٹا ملک چھوٹا رہ سکتا ہے۔ خود ہندوستان کی جس "بنیادی وحدت" واساس پر مسٹر ایمری نے زور دیا ہے وہ اس کی ہزارہا سال کی تاریخ میں کتنے عرصہ قائم رہی ایک اشوکا یا چندر روز عہد علائی یا پھر عالمگیر کے زمانہ میں۔

ورنہ ہمیشہ ہندوستان ٹکڑے ٹکڑے ہی رہا۔ حیرت ہے کہ مسٹر ایمری کی زبان سے اور ایسے الفاظ صادر ہوں۔ آج بھی امریکہ بہت سے ٹکڑوں میں منقسم ہے۔ اصول انسانوں کے لئے بنتے ہیں۔ نہ کہ انسان اصول کے لئے پیدا ہوں اور اس اصول کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر بلجیم، ہالینڈ، ڈنمارک وغیرہ کا خاتمہ کر دینا ہوگا اور ان کی آزادی کے لئے برطانیہ کا لڑنا بھی غلط ہوگا۔ مصیبت تو یہی ہے کہ کانگریس پر اقتدارِ عام کا جنون مسلط ہے۔ اور خود مسٹر ایمری ان سے مرعوب معلوم ہوتے ہیں۔ ورنہ ایک لمحہ میں اس کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

جب وہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمان لیگ کے جھنڈے تلے مجتمع ہوتے چلے جارہے ہیں اور مسٹر جناح کی قوت روز افزوں ہے اور اس کی اہمیت بھی ان پر واضح ہو چکی ہے تو پھر کیا اس کی طرف سے تغافل برت کر کوئی اور اطمینانی قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔

اوقافِ اسلامیہ اور مسلمان

پارسی اپنے اوقاف کے آپ مالک ہیں۔ ہندو اگرچہ بہت دولت مند اور حساس ہیں۔ مگر اس خصوص میں سرگرمِ عمل ہیں۔ سکھوں نے اس ضمن میں بہت قابلِ قدر کام کیا۔ اور تمام مہنتوں کو بیدخل کر کے سارے اوقاف پر نہ صرف یہ کہ قبضہ کر لیا بلکہ عجلت و اتفاق کے ساتھ ایک قانون منظور کرا کے لاکھوں روپیہ کے اوقاف کو اپنے قبضہ و تصرف میں لیکر اپنی تنظیم قومی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ اب انھیں کسی قومی کام کے لئے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے یا پریشان ہونے کی ضرورت و دشواری پیش نہیں آتی۔ لیکن مسلمان ہیں کہ اب تک جہاں تھے وہیں کھڑے ہوئے ہیں۔

ایک مدت ہوئی کہ میر مقبول محمود نے پنجاب اسمبلی میں ایک مفید اوقاف بل پیش کیا گیا تھا لیکن افسوس ہے کہ وہ شرمندۂ تکمیل نہ ہوا۔ جب دیگر ارکان نے اس کی سعی کی تو حکومت کی طرف سے یقین دلایا گیا کہ وہ خود جلد اپنی طرف سے ایک جامع و مانع بل پیش کریگی۔ لیکن اس کے بعد کوئی صدا نہ اٹھی۔ مسلمانوں کی یہ غفلت ان کی بربادیوں میں بُری طرح مصروف ہے۔ اول تو مسلمان خود غریب ہیں۔ ان کے ہزارہا کام اور صدہا تحریکات محض قلتِ زر کی وجہ سے تشنۂ تکمیل رہتی ہیں۔ ارضِ ہند کا کوئی خطہ اور ٹکڑا ایسا نہیں جہاں مسلمانوں کے لاکھوں روپیہ کے اوقاف نہ ہوں۔ اور ان کی رقوم رائگاں نہ جاتی ہوں۔

اگر طول و عرضِ ہند کے اوقافِ اسلامیہ کا صحیح کیا سرسری تخمینہ بھی لگایا جائے تو ان کی سالانہ امداد لاکھوں سے متجاوز ہو کر کروڑ تک پہنچتی ہوئی نظر آئیگی مگر بے انتظامی اور بے پروائی کے صدقے میں یہ رقوم خطیر یونہی ضائع ہو کر رہ جاتی ہیں۔

پھر ایک نہیں سینکڑوں اوقاف ایسے ہیں جن کی آمدنی بیشمار ہے۔ اور عدم نگرانی کی وجہ سے حاملینِ اوقاف کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ اور نہ ملت کو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ درگاہوں اور مزارات کے متولیوں کو ان مداخل سے کلیتاً بیدخل کر کے انھیں فاقوں مرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ انھیں میں سے

جو کام کے قابل ہوں معمولی خدمات تفویض کرکے اُن کی تنخواہیں مقرر کردی جائیں۔ اور انھیں ایک نمائندہ ادارے کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔

اس طرح ان کی آمدنی میں بھی بیش از بیش اضافہ ہوسکے گا۔ متولیوں کا بھی انتظام ہوجائیگا۔ اور مقاصد ملت کے لئے بھی کثیر روپیہ مل سکے گا۔ قوم کے جلد تنزل کے ذرجہ پر فائز ہوجانے کا کوئی امکان نہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ زعمائے قوم جلد از جلد اس طرف توجہ کریں۔ جب تک یہ نہ ہوگا مسلم تحریکوں کا سرسبز ہونا مشکل ہے۔ آج پنجاب۔ بنگال۔ آسام اور سندھ میں اسلامی وزارتیں قائم ہیں۔ اگر وہ اپنے عہد میں یہ کام بھی نہ کرگئیں تو اُن کے دامن پر یہ ایک نہ مٹنے والا داغ رہ جائیگا۔ یہ خالص اسلامی معاملہ ہے کسی شدید مخالفت کی بھی توقع نہیں۔ جو کچھ ہو جلد ہو اور شرعی نقطۂ نگاہ سے ہو کر مسلمانوں کی بہتری کا راز اسی میں مضمر ہے۔

مسلمانانِ ہند کیلئے ایک لمحۂ فکریہ

ہندو لیگ کی ترقی اور مسلمانوں کی بیداری کی وجہ سے ہندو راج کی سعی میں آئینی طور پر ناکام ہونے کی بناء پر بہت جھنجھلائے ہوئے ہیں۔ وہ مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر ہر شعبۂ حیات میں آگے نکل چکے ہیں۔ زمینداریاں چھین لیں۔ جاگیروں اور زمینوں پر قابض ہوچکے۔ دفتر حکومت میں غلبہ پاکر نظم و نسق حکومت پر بھی چھا گئے۔ تجارت و صنعت پر بھی پورا تسلط پالیا۔

انتہا یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے کام اور مزدوریاں بھی اُن کے ہاتھوں سے نکل رہی ہیں۔ ہندو اور سکھ دور دراز دیہات سے اپنے ہم قوم افراد کو بلوا کر اور لا لا کر دیگران کے سپرد یہ کام کر رہے ہیں۔ کھدر بننا۔ سبزی فروشی کرنا۔ براتوں میں باجے بجانا۔ آرائش تیار کرنا۔ اور گوٹا بننا اور حلوائی وغیرہ کے کام چند سال پیشتر تک مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھے۔ لیکن اب یہ کام بھی ہندوؤں کے ہاتھ میں جا رہے ہیں۔ اور جہاں تک غیر مسلم دستیاب ہوچکے ہیں ہندو اور سکھ مسلمانوں سے کوئی خدمت اور مزدوری لینا بھی پسند نہیں کرتے۔

اس طرح تمام شعبوں پر قابض ہوکر اور ہر میدان میں مسلمانوں پر غلبہ پاکر اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شر انگیز جماعت نے یہ کوشش شروع کردی ہے کہ مسلمانوں کو جسمانی قوت اور دست و بازو کی جنگ میں بھی نیچا دکھا کر قطعاً مرعوب بنالیا جائے۔ چنانچہ خواہ مخواہ جا بجا فساد برپا کرائے جاتے ہیں۔ تاکہ ہندوؤں کے قلب سے مسلمانوں کی قوتِ جنگ کا خوف بھی نکل جائے۔ جو ہندو ڈر کر اور گھر چھوڑ کر بھاگتے نہیں انھیں بڑے بڑے لیڈر طعنے دیکر تشدد اور مقابلہ پر اُبھار رہے ہیں، ہمت بندھاتے ہیں۔

ہر وقت تیار رہنے ہی کی تلقین نہیں کرتے بلکہ باضابطہ انھیں لڑنا بھی سکھاتے اور قوت حاصل کرنے کے درس دیتے ہیں۔ فسادات کے بعد ہندوؤں کی حمایت اور مسلمانوں کی مذمت بڑے بڑے لیڈروں کی طرف سے شد و مد کے ساتھ شروع ہونے کے ساتھ ہندوؤں کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کی باضابطہ اعانت و حمایت کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ مالی امداد دی جاتی ہے۔ مفت مقدمات لڑائے جاتے ہیں۔ اور پہلے سے ان کی حوصلہ افزائی اور قیادت بھی ہوتی ہے۔

دوسری طرف غریب مسلمان ہیں جنھیں اسلام کی سپاہ کہا جاسکتا ہے۔ جب انھیں ہر طرح چھیڑا اور مشتعل کیا جاتا ہے اور مقابلہ پر کھڑے ہوجاتے ہیں تو بلا مبالغہ ہر جگہ دیکھا گیا ہے کہ دس دس مسلمان سو سو دو دو سو چار چار سو کا منہ پھیر دیتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد اپنی کسمپرسی میں صدہا مصائب اُٹھاتے، تباہ ہوتے اور بے گناہ جیل چلے جاتے ہیں۔ انھیں کوئی راہ بتانے والا۔ نہ غلطیوں اور اشتعال پذیریوں سے روکنے والا۔ نہ مقدمے لڑانے والا اور نہ ان کے بال بچوں کی خبر گیری کرنے والا۔ ہر جگہ یہی ہوتا ہے جس سے ان کی ہمتیں پست ہوتی چلی جارہی ہیں۔ وہ مرعوب ہو رہے ہیں۔ اور یہی ہندوؤں کا منشا ہے۔

اوجھیانی میں دو تین سو مسلمان گوریوں کے سامنے کھڑے ہوگئے اور ایک ایک مسلمان نے جب تک اپنے سینہ پر سات سات گولیاں نہ کھالیں جنبش نہ کھائی لیکن عدم رہبری کی وجہ سے مفت میں آٹھ قیمتی جانیں تلف ہوگئیں۔ مجروح بھی ہوئے اور اب گرفتار بھی ہو رہے ہیں۔ یہی مارہرہ میں ہوا۔ اور یہی جا بجا ہو رہا ہے۔ ہر جگہ قصور غیر مسلموں ہی کا نکلتا ہے۔ کہیں تعزیئے پر اینٹ پھینک دی۔ کہیں تک ڈوالیا۔ کہیں عین نماز کے وقت مسجد کے سامنے باجا بجا دیا۔ کہیں نئے نئے جلوس نکالے۔ اور مسلمانوں کو تباہ و مرعوب کرایا۔ ایک طرف تو گاندھی جی جیسے لیڈر خانہ جنگی کے لئے ہندوؤں کو ہوشیار تیار اور منظم کر رہے ہیں منظم طریق پر کام ہو رہا ہے۔

اور دوسری طرف ایک غفلت ہے۔ مدہوشی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں مسلمانوں کے تحفظ و تنظیم کا کام بھی مسلم لیگ یا جمعیۃ علماء اپنے ہاتھ میں لے ہر شہر اور قصبہ و علیحدہ ملیں با اثر مسلمانوں کی ایک کمیٹی بنا کر چند سب کمیٹیاں بنادی جائیں کسی کے سپرد مقدمات کی پیروی۔ کسی کے سپرد فراہمی زر و اعانت اور کسی کے سپرد بازک و مجبورانہ حالات میں تحفظ و رہبری ہو۔ ابھی تک مسلمانوں کے دل میں جوش اور بازوؤں میں قوت ہے۔ کوئی ان پر قابو نہیں پا سکتا۔

لیکن اگر غفلت کا یہی عالم رہا تو یہ چیز بھی مسلمانوں سے چھین کر ہندوستان میں اُن کے وجود ہی کا خاتمہ کردیگی۔ جارحانہ مقصد کے لئے ہرگز نہیں۔ مدافعانہ اغراض کے لئے تو اس کی شدید ضرورت ہے۔ بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ مسلمانوں کو مرعوب کرنے اور فسادات برپا کرانے کی ایک بے پناہ مخفی سازش طول و عرض ہند میں شروع ہوچکی ہے۔ خدا کے لئے جلد آنکھیں کھولئے۔ ورنہ ہندوستان بھی اسپین بن جائے گا۔

مولانا احمد سعید اور کانگرسی ذہنیت

خود مولانا احمد سعید جیسے محترم بزرگ اپنے حال ہی کے خطبہ میں علانیہ تسلیم کرچکے اور فرماچکے ہیں کہ "کانگرس کے نیتاؤں اور ذمہ دار لوگوں کے دل کافر کی قبر کی طرح بہت تنگ واقع ہوئے ہیں" کانگرس کی مہاسبھائی ذہنیت ہی اپنے انحطاط کی ذمہ دار ہے۔ کانگرسی حکومتوں کے لئے اقلیتوں کا اعتماد حاصل کرنے کا بہترین موقعہ تھا۔ لیکن سیر بھر کی ہانڈی میں سوا سیر پڑ جانے کا جو نتیجہ ہوتا ہے وہی ہوا اور ان کی کم ظرفی و تعصب کے مظاہرہ سے دشمن تو درکنار دوست بھی پریشان ہوگئے۔ حکومت ملنے پر بھی ترازو ہاتھ سے نہ گئی اور ساتھ ہی ہانڈی بھی ماری جاتی رہی ہندو اور مسلمانوں کو دو مختلف آنکھوں سے دیکھا گیا۔ ہر ہندو یہ سمجھنے لگا کہ میری حکومت ہوگئی۔ نئے نئے جھگڑے پیدا کئے جانے لگے۔

یہ الفاظ کسی رجعت پسندی اور جی حضوری کے نہیں۔ ملت اسلامیہ کے

ایک معتبر قائد اور اس گرامی منزلت انسان کے ہیں کہ جو ملکی بہبود کے مقصد کے پیش نظر کانگرس کے ساتھ رہا۔ اور ہر غلطی پر اُسے ٹوکا۔ ہر لغزش پر اسے سمجھایا۔ ہر موقعہ پر مسلمانوں کے حسیات کی ترجمانی کی اور اب بھی علیحدگی کا اعلان نہ کیا۔ مگر تا بکے۔ پانی سر سے گزر چکا ہے اور یہی حال رہا تو کوئی غیور مسلمان تو کانگرس میں نظر نہ آئے گا۔ کاش وہ اب بھی سنبھلتے۔

ہولناک فضائی جنگیں اور بمباریاں

اس ماہ میں ہوائی حملوں کی شدت اور تباہکاری حد انتہا کو پہونچ گئی۔ ادھر برطانی اور جرمنی ہوائی جہازوں نے شہروں اور ملکوں کو کھنڈر بنانے اور آگ لگانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ برطانی ہوائی جہازوں نے شمالی افریقہ اور بحر روم کے جزائر پر تو گولہ باری کی ہی تھی اور متعدد جہاز بھی غرق کئے تھے۔ پھر جرمنی بندرگاہوں اور صنعت گاہوں پر پے درپے حملے کرکے ان کے دھویں اڑا دئے۔ ایک دفعہ نہیں متواتر ایسے حملے ہوئے۔ مگر حال میں جو حملہ ہوا وہ انتہائی خوفناک اور زلزلہ انگیز حملہ تھا۔ جتنے جہازوں نے اس حملہ میں حصہ لیا اتنے اس سے پہلے کبھی بیک وقت جرمنی پر حملہ کے لئے نہیں گئے تھے۔ چار سو بمبار طیارے اڑے اور اڑتے ہوئے اپنے جوش میں پولینڈ کے شہر پوزنان تک پہنچ گئے۔ اور جرمنی کے تمام بڑے بڑے تجارتی اور صنعتی شہروں پر ہولناک حملے کئے ہیمبرگ۔ برلن۔ برمن اور لیڈن وغیرہ پر نہ صرف حملے کئے بلکہ انھوں نے ان پر نئی قسم کے تباہ کن اور ہلاکت خیز بم برسائے۔ اس سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ برطانیہ کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے۔ اور اب وہ دور تک بمباری کے لئے زیادہ سے زیادہ ہوائی جہاز بھیج سکتا ہے۔

مئی کے دوسرے ہفتہ کی رات کو برطانی بمبار جہازوں نے جو بم گرائے ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ٹھیک نشانے پر پڑے۔ آگ لگادی۔ خوفناک دھماکے سنائی دئے۔ چاندنی رات تھی۔ دس ہزار فٹ کی بلندی سے بم پھینکے جارہے تھے۔ اس طول و عرض جرمنی میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا ہے۔ اس کے چند ہی روز بعد جرمنی نے بھی اپنی شیطنت کاری سے لندن پر جو حملہ کیا وہ تاریخ جنگ کا ایک ہولناک ترین حملہ تھا۔

اس میں بیک وقت پانچسو جہازوں نے شرکت کرکے بے پناہ آتش خیز اور پھٹنے والے بم برسائے۔ جن سے لندن کا ایک حصہ آگ سے روشن ہوگیا۔ ایک ایک ہزار سال کی تاریخی عمارات اور نوادر برباد ہوگئے۔ ویسٹ منسٹر ایبے جس میں شاہانِ انگلستان کی تاجپوشی ہوا کرتی تھی اس کو سخت نقصان پہنچا۔ پارلیمنٹ کا بہت سا حصہ بھی کھنڈر ہوگیا۔ لندن تو اس حملہ میں بے انتہا نقصان پہنچا۔ اسکندریہ اور سویز پر بھی متعدد حملے ہوئے۔ حملہ تو ضرور سخت تھا۔ مگر جرمنی کو بھی بہت نقصان پہنچا۔ (۱۳۱) جہاز گرائے اور (۶۰۰) جرمن ہوا باز ہلاک ہوئے۔

جرمنی کے شر انگیز عزائم

بلقانی محاذ پر جرمن فوجیں اپنا کام ختم کرکے یونان یوگو سلاویہ میں کٹ پتلی حکومتیں قائم کرکے اور باقی حصے اٹلی کے حوالے کرکے اب مغرب و مشرق کی طرف رجوع ہو رہا ہے روس کی پوزیشن تہدید آمیز ہوچکی تھی۔ ایک طرف جرمنی نے فنلینڈ میں بارہ ہزار فوجیں اُتار کرادی۔ دوسری طرف سرحد پر بکثرت فوجیں جمع کرکے اور یہ خیال ظاہر کرکے کہ وہ یوکرین اور باکو کے لئے عنقریب بڑھنے والا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ روس کو مرعوب کرلیا۔ حالانکہ اس نے بھی (۹۰) نوے ڈویژن فوج سرحد پر جمع کردی تھی۔ اسٹالن نے وزارت عظمیٰ کی زمام بھی اپنے ہاتھ میں لے لی۔

اور اُس نے رشید گیلانی کی حکومت کو بھی تسلیم کرلیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ جرمنی سے کوئی معاہدہ بھی کرنے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روس کی گو مگو پالیسی ہی نے دنیا کو مبتلائے آلام کر رکھا ہے۔ اور اس کی خاموشی یا تائید ہی نے جرمنی کی ہمت بڑھائی اور اب وہ غالباً اس کی طرف سے اطمینان حاصل کرکے ہی فرانس کی طرف رجوع ہوا ہے۔ فرانس کی وشی حکومت پر دباؤ ڈال کر اُس نے اس سے اجازت حاصل کرلی ہے۔ کہ وہ فرانس کے ذرائع و وسائل۔ کارخانوں اور جہازوں سے پورا کام لے سکتا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ اُس نے شام میں جرمنی فوجیں اُترنے اور بندرگاہ مارسیلز سے اُس کے جہازوں کے ذریعہ سے اپنی فوجیں شمالی افریقہ پہنچانے کی بھی اجازت حاصل کرلی ہے۔ اور ٹیونس کے پیٹرول کے ذخائر پر بھی اس کا قبضہ ہوگیا۔

اب اس کا ارادہ یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک طرف تو وہ مارسیلز سے اپنی فوجیں اُتار کر طرابلس کی فوجوں کو امداد پہنچائے اور مصر کی طرف بڑھکر سوئز پر قبضہ کرلے دوسری طرف وہ شام و فلسطین کی طرف سے سوئز پر لشکر روانہ کرے۔

اُدھر فرانس کے معاہدہ سے حوصلہ پاکر اسپین پر قابو پانے کی کوششیں شروع کردی ہیں اور اعلان کردیا ہے کہ اگر وہ نہ مانے تو زبردستی گھس کر اور جبرالٹر پر قبضہ کرکے بحر روم کا یہ دوسرا دروازہ بھی بند کردے اور انگریزوں کو پریشان کرے۔ حالات فی الحقیقت خطرناک ہیں۔

لیکن برطانیہ کی قوت پھر بھی بے پناہ ہے۔ امریکہ ہتھیار امداد پہنچانے کے ساتھ ہی اعلان جنگ کے لئے بھی تیار ہے۔ گذشتہ چھ ہفتوں میں دو جرمنی اور اٹلی کے چھ لاکھ ٹن کے اور ابتدا سے لیکر اس وقت تک (۲۹) لاکھ ٹن کے جہاز غرق کرچکا ہے۔ حالانکہ اسی عرصہ میں برطانیہ کے صرف پونے پانچ لاکھ ٹن کے جہاز غرق ہوئے جو نسبتاً بہت کم ہیں۔

ہٹلر نے اپنی تقریر میں حسب معمول تعلی سے کام لیا اور کہا کہ جرمنوں کے پاس بہترین اسلحہ ہیں اور یونان میں صرف چھ سات ہزار جرمن مارے گئے۔ حالانکہ جرمنی (۸۷) ہزار سے کم ہلاک نہیں ہوئے۔

رشید عالی الگیلانی کی فتنہ خیزی

عراق ۱۹۳۲ء میں آزاد ہوچکا تھا۔ برطانی افواج معاہدہ کے عین مطابق محض عراق کے تحفظ، ترکوں کی بروقت امداد اور مشرق ادنیٰ کی طرف جرمنی پیشقدمی روکنے ہی کے مقصد کے پیش نظر بڑھی تھیں۔ لیکن افسوس ہے کہ عراق نے جنگ چھیڑکر اپنی اور ممالک اسلامیہ کی مشکلتوں کو سخت نقصان پہنچایا۔

جرمنی کی امداد پر بھروسہ فضول ہے جس نے بھروسہ کیا تباہ ہوا۔ بہرنہج جرمنی اسکی امداد کو پہنچ بھی جائے تو اسے اس سے کیا ملسکتا ہے۔ اگر کوئی ملک دلائیگا تو وہ اطالی ملک ہی ہوگا۔ اتنی آزادی اسے آج بھی حاصل تھی۔ پھر جرمنی کا اقدام جملہ ممالک اسلامیہ کے لئے یکساں نقصان رساں ہے۔ اسی لئے ترکی۔ ایران۔ مصر اور حجاز نے عراقی اقدام کی شدید مذمت کی۔ شاہ عراق کے ماموں امیر عبداللہ رشید گیلانی کے مخالفانہ رویہ ہی کے باعث بھاگ گئے تھے۔ اب شرق اردن سے فوج لیکر واپس آرہے ہیں۔

حملہ کی ابتدا بھی رشید گیلانی ہی نے کی جس کی وجہ سے انگریز جواب دینے پر مجبور ہوئے۔ جن کی قوت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ انھوں نے بصرہ اور رتباہ پر قبضہ کرلیا ہے اور موصل کے چشموں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اول تو امکان نہیں اور اگر جرمنی شام میں ہوکر

صحیح بخاری شریف اردو

(سلسلہ گذشتہ)

۱۷۱۳۔ حضرت عائشہ ام المومنین کہتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم کیوں نہ کافروں سے لڑیں یا آپ کے ہمراہ جہاد کریں آپ نے فرمایا تمہارا اعلیٰ درجہ کا اور عمدہ جہاد حج ہے وہ حج جو مبرور ہو تو حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا حج کو ترک نہیں کرتی۔

۱۷۱۴۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سفر نہ کرے مگر ذی محرم کے ہمراہ اور کوئی شخص عورت کے پاس نہ جائے مگر اس حال میں کہ اس کے پاس کوئی محرم بیٹھا ہو تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں ارادہ کرتا ہوں کہ فلاں فلاں لشکر کے ہمراہ جہاد کیلئے نکلوں اور میری بیوی حج کرنا چاہتی ہے تو آپ نے فرمایا تو جہاد میں نہ جا بلکہ اپنی بی بی کے ہمراہ (اسے حج کرانے) چلا جا۔

۱۷۱۵۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے حج سے واپس گئے تو ام سنان انصاریہ سے فرمایا کہ تمہیں حج سے کس چیز نے روکا انہوں نے عرض کیا کہ فلاں شخص نے (اپنے شوہر کی نسبت کہا) ہمارے پاس دو اونٹ پانی بھرنے والے تھے ایک پر تو وہ حج کرنے چلے گئے اور دوسرا ہماری زمین کو سینچتا ہے آپ نے فرمایا (اچھا تم عمرہ کرلو اس لئے کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہوتا ہے یا یہ فرمایا کہ میرے ہمراہ (جو حج کیا جائے اس) کی برابر ہوتا ہے۔

۱۷۱۶۔ حضرت ابوسعید خدری (جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ جہاد کئے ہیں) کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں سنی ہیں یا راوی یہ کہتا تھا کہ وہ چار باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے وہ مجھے اچھی معلوم ہوئیں اور بھلی لگیں (وہ باتیں یہ ہیں) کوئی عورت بغیر اپنے شوہر یا ذی رحم کے دو دن کا سفر نہ کرے اور دو دنوں میں یعنی عید الفطر اور عید الضحیٰ میں روزہ نہ رکھنا چاہیئے اور دو نمازوں کے بعد یعنی عصر کی نماز کے بعد جب تک کہ آفتاب غروب ہو اور صبح کی نماز کے بعد جب تک کہ آفتاب طلوع ہو کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیئے اور سفر نہ کرنا چاہیئے مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام (یعنی کعبہ) اور میری مسجد اور مسجد اقصےٰ یعنی بیت المقدس۔

باب۔ جو شخص کعبہ تک پیادہ پا جانیکی نذر کرے (تو یہ نذر اس کی درست ہے یا نہیں)

۱۷۱۷۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں کے بیچ میں چلا جارہا ہے آپ نے پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اس نے پیادہ پا جانیکی نذر کی آپ نے فرمایا اللہ اس کے اپنی جان کو تکلیف دینے سے بے نیاز ہے اور اس بوڑھے کو حکم دیا کہ سوار ہو جائے۔

۱۷۱۸۔ حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میری بہن نے بیت اللہ تک پیادہ پا جانیکی نذر کی اور مجھے حکم دیا کہ میں اس کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھوں چنانچہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا اُسے چاہیئے کہ (تھوڑی دور) پیادہ پا چلے اور (تھوڑی دور) سوار ہوئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدینہ کے فضائل

باب۔ مدینہ کے حرم کا بیان۔

۱۷۱۹۔ حضرت انس بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مدینہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک حرم ہے یہاں کا درخت نہ کاٹا جائے اور نہ یہاں کوئی نئی بات نکالی جائے (بدعت کی جائے) جو شخص یہاں نئی بات کرے اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت۔

۱۷۲۰۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے اور مسجد بنانے کا حکم دیا تو فرمایا کہ اے (قبیلہ) بنی النجار کے لوگو! تم (اس زمین کو) بقیمت میرے ہاتھ بیچ ڈالو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کی قیمت اللہ سے چاہتے ہیں پس آپ نے مشرکوں کی قبر کے متعلق حکم دیا تو وہ کھود ڈالی گئیں پھر ویرانہ کی نسبت آپ نے فرمایا تو وہ برابر کردیا گیا اور کھجور کے درختوں کی نسبت فرمایا تو وہ کاٹ ڈالے گئے اور مسجد کے جانب قبلہ میں بطور صف کے کھڑے کر دیئے گئے

۱۷۲۱۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے دونوں سنگستان کا درمیانی مقام میری زبان پر حرام کردیا گیا ہے حضرت انس کہتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی حارث کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ تم لوگ حرم سے باہر ہوگئے ہو پھر آپ نے ادھر ادھر دیکھا اور فرمایا کہ نہیں تم حرم کے اندر ہو۔

۱۷۲۲۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہمارے پاس کچھ نہیں ہے سوا کتاب اللہ کے اور اس صحیفہ کے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے (اس میں یہ مضمون ہے) کہ مدینہ عائر نامی پہاڑ سے لیکر فلاں مقام تک حرم ہے جو شخص یہاں نئی بات کرے یا نئی بات کرنے والے کو جگہ دے اس پر اللہ اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت اس کی نہ کوئی عبادت قبول ہوگی نہ کوئی فرض عبادت اور فرمایا کہ تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے پس جو شخص کسی مسلمان کی آبرو ریزی کرے اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت اس سے نہ کوئی نفل عبادت مقبول ہوگی اور نہ کوئی فرض عبادت اور جو شخص کسی قوم سے بغیر ان کے موالی کی اجازت کے موالات[1] کرے تو اس پر اللہ کی اور سب فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت نہ اس سے کوئی نفل عبادت مقبول ہوگی نہ کوئی فرض عبادت۔

باب۔ مدینہ کی بزرگی کا بیان اور یہ کہ وہ بُرے آدمیوں کو نکال دیتا ہے

---

[1] موالات اس کو کہتے ہیں کہ دو شخص باہم دوستی کا عہد کریں اور قسم کھائیں کہ اگر ان میں سے کوئی کسی جرم کا مرتکب ہوگا تو دوسرا شخص اس کا تاوان ادا کریگا پس ایسے دو شخصوں میں سے کسی کے ساتھ تیسرے شخص کو اسی قسم کا عہد کرنا جائز نہیں جبتک کہ وہ دوسرا بھی اجازت نہ دے۔

کتاب الفقہ

پردہ، اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے

(از علامہ حضرت ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

چند اور مثالیں

ہم نے محض تاریخی بیان کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے فرانس کے نظریات اور فرانس ہی کے نتائج بیان کئے ہیں لیکن یہ گمان کرنا صحیح نہ ہوگا کہ فرانس اس معاملہ میں منفرد ہے۔ فی الحقیقت آج ان تمام ممالک کی کم و بیش یہی کیفیت ہے جنہوں نے وہ اخلاقی نظریات اور معاشرت کے وہ غیر متوازن اصول اختیار کئے ہیں جن کا ذکر پچھلے ابواب میں کیا گیا ہے مثال کے طور پر ممالک متحدہ امریکہ کو لیجئے جہاں یہ نظام معاشرت اس وقت اپنے پورے شباب پر ہے۔

بچوں پر شہوانی ماحول کے اثرات

جج بن لینڈسے جس کو ڈنور کی عدالت جرائم اطفال کا صدر ہونے کی حیثیت سے امریکہ کے نوجوانوں کی اخلاقی حالت سے واقف ہونے کا بہت زیادہ موقع ملا ہے اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ امریکہ میں بچے قبل از وقت بالغ ہونے لگے ہیں اور بہت کم عمر میں ان کے اندر صنفی احساسات بیدار ہو جاتے ہیں اس نے نمونہ کے طور پر ۳۱۳ لڑکیوں کے حالات کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان میں سے ۲۰۵ ایسی تھیں جو گیارہ اور تیرہ برس کے درمیان عمر میں بالغ ہو چکی تھیں اور ان کے اندر ایسی صنفی خواہشات اور ایسے جسمانی مطالبات کے آثار پائے جاتے تھے جو ایک ۱۸ برس اور اس سے بھی زیادہ عمر کی لڑکی میں ہونے چاہئیں۔

ڈاکٹر ایڈیتھ ہوکر اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:-

"نہایت مہذب اور دولتمند طبقوں میں بھی یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ سات آٹھ برس کی لڑکیاں اپنے ہم عمر لڑکوں سے عشق و محبت کے تعلقات رکھتی ہیں جن کے ساتھ بسا اوقات مباشرت بھی ہو جاتی ہے" اس کا بیان ہے:-

"ایک سات برس کی چھوٹی سی لڑکی جو ایک نہایت شائستہ خاندان کی چشم و چراغ تھی خود اپنے بڑے بھائی اور اس کے چند دوستوں سے ملوث ہوئی۔ ایک دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ پانچ بچوں کا ایک گروہ جو دو لڑکیوں اور تین لڑکوں پر مشتمل تھا اور جن کے گھر پاس پاس واقع تھے باہم شہوانی تعلقات میں وابستہ پائے گئے اور انہوں نے دوسرے ہم سن بچوں کو بھی اس کی ترغیب دی ان میں سب سے بڑے بچے کی عمر صرف دس سال کی تھی۔ ایک اور واقعہ ایک نو سال کی بچی کا ہے جو بظاہر بہت حفاظت سے رکھی جاتی تھی۔ اس بچی کو متعدد "عشاق" کی منظور نظر ہونے کا فخر حاصل تھا"

بالٹی مور کے ایک ڈاکٹر کی رپورٹ ہے کہ ایک سال کے اندر اس کے شہر میں ایک ہزار سے زیادہ ایسے مقدمات پیش ہوئے جن میں بارہ برس سے کم عمر کی لڑکیوں کے ساتھ مباشرت کی گئی تھی۔

یہ پہلا ثمرہ اس ہیجان انگیز ماحول کا ہے جس میں ہر طرف جذبات کو برانگیختہ کرنے والے اسباب فراہم ہو گئے ہیں۔ امریکہ کا ایک مصنف لکھتا ہے کہ:-

"ہماری آبادی کا اکثر و بیشتر حصہ آجکل جن حالات میں زندگی بسر کر رہا ہے وہ اس قدر غیر فطری ہیں کہ لڑکے اور لڑکیوں کو دس پندرہ برس کی عمر ہی میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ عشق رکھتے ہیں اس کا نتیجہ نہایت افسوسناک ہے اس قسم کی قبل از وقت صنفی دلچسپی سے بہت بڑے نتائج رونما ہو سکتے ہیں اور ہوا کرتے ہیں ان کا کمتر نتیجہ یہ ہے کہ نو عمر لڑکیاں اپنے دوستوں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں یا کم سنی میں شادیاں کر لیتی ہیں اور اگر محبت میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے تو خودکشی کر لیتی ہیں۔"

تعلیم کا مرحلہ

اس طرح جن بچوں میں قبل از وقت صنفی احساسات بیدار ہو جاتے ہیں ان کے لئے پہلی تجربہ گاہ مدارس ہیں۔ مدرسے دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان مدرسوں کی ہے جن میں ایک ہی صنف کے بچے داخل ہوتے ہیں۔ دوسری قسم ان مدرسوں کی جن میں تعلیم مخلوط ہے۔

پہلی قسم کے مدرسوں میں صحبت بجنس اور خنثہ کاری کی وبا پھیل رہی ہے کیونکہ جن جذبات کو بچپن ہی میں بھڑکایا جا چکا ہے اور جن کو مشتعل کرنے کے سامان فضا میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں وہ اپنی تسکین کے لئے کوئی نہ کوئی صورت نکالنے پر مجبور ہیں۔ ڈاکٹر ہوکر لکھتا ہے کہ اس قسم کی تعلیم گاہوں کالجوں نرسوں کے ٹریننگ اسکولوں اور مذہبی مدرسوں میں ہمیشہ اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جن میں ایک ہی صنف کے دو فرد آپس میں شہوانی تعلق رکھتے ہیں اور صنف مقابل سے ان کی دلچسپی فنا ہو چکی ہے اس سلسلہ میں اس نے بکثرت واقعات ایسے بیان کئے ہیں جن میں لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ اور لڑکے لڑکوں کے ساتھ ملوث ہوئے اور دردناک انجام سے دوچار ہوئے۔ بعض دوسری کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ "صحبت ہم جنس" کی وبا کس قدر کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر لوری اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک مدرسے کے ہیڈ ماسٹر نے چالیس خاندانوں کو خفیہ طریقہ سے اطلاع دی کہ ان کے لڑکے اب مدرسے میں نہیں رکھے جا سکتے کیونکہ ان میں بداخلاقی کی ایک "خوفناک حالت" کا پتہ چلا ہے۔

اب دوسری قسم کے مدارس کو لیجئے جن میں لڑکیاں اور لڑکے ساتھ مل کر پڑھتے ہیں یہاں اشتعال کے اسباب بھی موجود ہیں اور اس کو تسکین دینے کے اسباب بھی جس ہیجان کی ابتدا بچپن میں ہوتی تھی یہاں پہنچ کر اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ بدترین قسم کا فحش لٹریچر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے زیر مطالعہ رہتا ہے۔ عشقیہ فحش نام نہاد آرٹ کے رسالے صنفی مسائل پر نہایت گندی کتابیں اور منع حمل کی معلومات فراہم کرنے والے مضامین یہ ہیں وہ چیزیں جو عنفوان شباب میں مدرسوں اور کالجوں کے طالبین و طالبات کے لئے سب سے زیادہ جالب نظر ہوتی ہیں مشہور امریکن مصنف ہینڈرک ون لون کہتا ہے کہ یہ لٹریچر جس کی سب سے زیادہ مانگ امریکن یونیورسٹیوں میں ہے گندگی فحش اور بیہودگی کا بدترین مجموعہ ہے جو کسی زمانہ

میں اس قدر آزادی کے ساتھ پبلک میں پیش نہیں کیا گیا۔" اس لٹریچر سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں دونوں صنفوں کے جوان افراد ان پر آپس میں نہایت آزادی اور بے حیائی سے مباحثے کرتے ہیں اور اس کے بعد عملی تجربات کی طرف قدم بڑھایا جاتا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں مل کر نکلتے ہیں جن میں شراب اور سگرٹ کا استعمال خوب آزادی سے ہوتا ہے اور ناچ رنگ سے پورا لطف اٹھایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر رلنڈا سے کا اندازہ ہے کہ ہائی اسکولوں کی کم از کم ۴۵ فیصدی لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکتی ہیں اور بعد کے تعلیمی مدارج میں اوسطاً اس سے بہت زیادہ ہے وہ لکھتا ہے۔

"لڑکیاں خود اس چیز کے لئے ان لڑکوں سے اصرار کرتی ہیں جن کے ساتھ وہ (تفریحی مشاغل کے لئے) جاتی ہیں اور اس قسم کے ہیجانات کی طالب ہیں ان کی جسارت و بے باکی لڑکوں سے کسی طرح کم نہیں ہوتی اگرچہ فطرت زنانہ ان اقدامات پر لطیف فریب کاریوں کے پردے ڈال دیتی ہے"

"ہائی اسکول کا لڑکا بمقابلہ ہائی اسکول کی لڑکی کے اظہار جذبات کی شدت میں بہت پیچھے رہ جاتا ہے عموماً لڑکی ہی کسی نہ کسی طرح پیش قدمی کرتی ہے اور لڑکا اس کے اشاروں پر ناچتا ہے۔

تین زبردست محرکات

مدرسے اور کالج میں پھر بھی ایک قسم کا ڈسپلن ہوتا ہے جو کسی حد تک آزادی عمل میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے لیکن یہ نوجوان جب تعلیم گاہوں سے مشتعل جذبات اور بگڑی ہوئی عادات لئے ہوئے زندگی کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو ان کی شورش تمام حدود و قیود سے آزاد ہو جاتی ہے یہاں ان کے جذبات کو بھڑکانے کے لئے ایک پورا آتش کدہ موجود ہوتا ہے اور ان کے بھڑکے ہوئے جذبات کی تسکین کے لئے ہر قسم کا سامان بھی کسی دقت کے بغیر فراہم ہو جاتا ہے۔

ایک امریکن رسالہ میں ان اسباب کو جن کی وجہ سے وہاں بد اخلاقی کی غیر معمولی اشاعت ہو رہی ہے اس طرح بیان کیا گیا ہے

"تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھائی ہوئی ہے اور یہ تینوں جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔ فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرت اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگرٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے ناآشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تین چیزیں ہمارے ہاں بڑھتی چلی جاتی ہیں اور ان کا نتیجہ مسیحی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخر کار کامل تباہی ہے اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کے مماثل ہوگی جن کو یہی نفس پرستی اور شہوانیت ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے۔"

یہ تین اسباب جو تمدن و معاشرت کی پوری فضا پر چھائے ہوئے ہیں ہر اس نوجوان مرد اور جوان عورت کے جذبات میں ایک دائمی تحریک پیدا کرتے رہتے ہیں جس کے جسم میں تھوڑا سا بھی گرم خون موجود ہے فواحش کی کثرت اس تحریک کا لازمی نتیجہ ہے۔

فواحش کی کثرت

امریکہ میں جن عورتوں نے زناکاری کو مستقل پیشہ بنا لیا ہے ان کی تعداد کا کم سے کم اندازہ چار اور پانچ لاکھ کے درمیان ہے مگر امریکہ کی بیسوا کو ہندوستان کی بیسوا پر قیاس نہ کریجئے وہ خاندانی بیسوا نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسی عورت ہے جو کل تک کوئی آزاد پیشہ کرتی تھی۔ بری صحبت میں خراب ہو گئی اور قحبہ خانہ میں آن بیٹھی۔ چند سال یہاں گزارے گی پھر اس کام کو چھوڑ کر کسی دفتر یا کارخانہ میں ملازم ہو جائے گی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ امریکہ کی ۵۰ فیصدی بیسوائیں خانگی ملازموں میں سے بھرتی ہوتی ہیں اور باقی پچاس فیصدی ہسپتالوں، دفتروں اور دوکانوں کی ملازمتیں چھوڑ کر آتی ہیں عموماً پندرہ اور بیس سال کی عمر میں یہ پیشہ شروع کیا جاتا ہے اور پچیس تیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد وہ عورت جو کل تک بیسوا تھی قحبہ خانے سے منتقل ہو کر کسی دوسرے آزاد پیشہ میں چلی جاتی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امریکہ میں چار پانچ لاکھ بیسواؤں کی موجودگی درحقیقت کیا معنی رکھتی ہے۔

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے مغربی ممالک میں فاحشہ گری ایک منظم بین الاقوامی کاروبار کی حیثیت رکھتی ہے۔ امریکہ میں نیویارک، نیو اورلینز، جینوا اور سینٹ پال اس کاروبار کی بڑی منڈیاں ہیں۔ نیویارک کی دو سب سے بڑی تجارتی کوٹھیوں میں سے ہر ایک کا ایک انتظامی بورڈ ہے جس کے صدر، نائب صدر اور سکرٹری باقاعدہ انتخاب کئے جاتے ہیں ہر ایک نے قانونی مشیر مقرر کر رکھے ہیں تاکہ کسی عدالتی قضیہ میں پھنس جانے کی صورت میں ان کے مفاد کی حفاظت کریں۔ جوان لڑکیوں کو بہکانے اور اڑا کر لانے کیلئے ہزارہا دلال مقرر ہیں جو ہر جگہ شکار کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں ان شکاریوں کی دستبرد کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ شکاگو میں امن و امان والے مہاجرین کی لیگ کے صدر نے ایک مرتبہ ۱۵ مہینے کے اعداد و شمار جمع کئے تھے تو معلوم ہوا کہ اس مدت میں ۲۰۰۰ لڑکیوں کے خطوط لیگ کے دفتر کو موصول ہوئے جن میں لکھا تھا کہ وہ شکاگو پہنچنے والی ہیں مگر ان میں سے صرف ۱۰۰۰ اپنی منزل مقصود کو پہنچ سکیں باقی ہزار کا کچھ پتہ نہ چل سکا کہ کہاں گئیں

قحبہ خانوں کے علاوہ بکثرت ملاقات خانے اور ہیں جو اس غرض کیلئے آراستہ رکھے جاتے ہیں کہ شریف اصحاب اور خواتین جب باہم ملاقات فرمانا چاہیں تو وہاں ان کی ملاقات کا انتظام کر دیا جائے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں ایسے ۷۸ مکان تھے ایک دوسرے شہر میں ۴۳، ایک اور شہر میں ۳۳۔ ان شہروں میں صرف بن بیاہی خواتین ہی نہیں جاتیں بلکہ بہت سی بیاہی ہوئی خواتین کا بھی وہاں گزر ہوتا رہتا ہے۔ ایک مشہور ریفارمر کا بیان ہے کہ نیویارک کی شادی شدہ آبادی کا پورا ایک تہائی حصہ ایسا ہے جو اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے اپنی ازدواجی ذمہ داریوں میں وفادار نہیں ہے۔ اور نیویارک کی حالت ملک کے دوسرے حصوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔

امریکہ کے مصلحین اخلاق کی ایک مجلس کے نام سے مشہور ہے اس مجلس کی طرف سے بداخلاقی کے مرکزوں کی تلاش اور ملک کی اخلاقی حالت کی تحقیقات اور اصلاح اخلاق کی عملی تدابیر کا کام بڑے پیمانہ پر کیا جاتا ہے اس کی رپورٹوں میں بیان کیا گیا ہے کہ امریکہ کے جتنے رقص خانے، نائٹ کلب، حسن گاہیں، ہاتھوں کو خوبصورت بنانے کی دوکانیں، مالش کرنے اور بال سنوارنے کی دوکانیں ہیں تقریباً سب کے سب باقاعدہ قحبہ خانے بن چکے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر کیونکہ وہاں ناقابل

بیان افعال کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

امراض خبیثہ فواحش کی اس کثرت کا لازمی نتیجہ امراض خبیثہ کی کثرت ہے۔ اندازہ لیا گیا ہے کہ امریکہ کی قریب قریب ۹۰ فیصدی آبادی ان امراض سے متاثر ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے سرکاری دواخانوں میں اوسطاً ہر سال آتشک کے ۲ لاکھ اور سوزاک کے ایک لاکھ ۶۰ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ ۶۵۰ دواخانے صرف انہی امراض کے لئے مخصوص ہیں مگر سرکاری دواخانوں سے زیادہ مرجوعہ پرائیوٹ ڈاکٹروں کا ہے جن کے پاس آتشک کے ۶۱ فیصدی اور سوزاک کے ۸۹ فیصدی مریض جاتے ہیں۔ تیس اور چالیس ہزار کے درمیان بچوں کی اموات صرف موروثی آتشک کی بدولت ہوتی ہیں دق کے سوا بقیہ تمام امراض سے جتنی موتیں واقع ہوتی ہیں ان سب سے زیادہ تعداد ان اموات کی ہے جو صرف آتشک کی بدولت ہوتی ہیں سوزاک کے متعلق ماہرین کا کم سے کم تخمینہ ہے کہ ۶۰ فیصدی جوان اشخاص اس مرض میں مبتلا ہیں جن میں شادی شدہ بھی ہیں اور غیر شادی شدہ بھی امراض نسواں کے ماہرین کا متفقہ بیان ہے کہ شادی شدہ عورتوں کے اعضاء جنسی پر جتنے اپریشن کئے جاتے ہیں ان میں سے ۷۵ فیصدی ایسے نکلتے ہیں جن میں سوزاک کا اثر پایا جاتا ہے۔

طلاق اور تفریق ایسے حالات میں ظاہر ہے کہ خاندان کا نظام اور ازدواج کا مقدس رابطہ کہاں قائم رہ سکتا ہے آزادی کے ساتھ اپنی روزی کمانے والی عورتیں جن کو شہوانی ضروریات کے سوا اپنی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی مرد کی ضرورت نہیں ہے اور جن کو شادی کے بغیر آسانی کے ساتھ مرد مل بھی سکتے ہیں شادی کو ایک فضول چیز سمجھتی ہیں۔ جدید فلسفہ اور مادہ پرستانہ خیالات کے فقدان کے وجدان سے یہ احساس بھی دور کر دیا ہے کہ شادی کے بغیر کسی شخص سے تعلقات رکھنا کوئی عیب یا گناہ نہیں ہے سوسائٹی کو بھی اس ماحول نے اس قدر بےحس بنا دیا ہے کہ وہ ایسی عورتوں کو قابل نفرت یا ملامت نہیں سمجھتی۔ جج لینڈسے امریکہ کی عام لڑکیوں کے خیالات کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے:

"میں شادی کیوں کروں؟ میرے ساتھ کی جن لڑکیوں نے گذشتہ دس سال میں شادیاں کی ہیں ہر دس میں سے پانچ کی شادی کا انجام طلاق پر ہوا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس زمانہ کی ہر لڑکی محبت کے معاملہ میں آزادیٔ عمل کا فطری حق رکھتی ہے ہم کو منع حمل کی کافی تدبیریں معلوم ہیں، اس ذریعہ سے یہ خطرہ بھی دور کیا جا سکتا ہے کہ ایک حامی بچے کی پیدائش کوئی پیچیدہ صورت حال پیدا کر دے گی ہم کو یقین ہے کہ روایتی طریقوں کو اس جدید طریقہ سے بدل دینا عقل عام کا مقتضا ہے۔"

ان خیالات کی بے شمار عورتیں اگر کوئی چیز شادی پر آمادہ کرتی ہے تو وہ صرف جذبہ محبت ہے لیکن اکثر یہ جذبہ بھی دل اور روح کی گہرائی میں نہیں ہوتا بلکہ محض ایک عارضی کشش کا نتیجہ ہوتا ہے خواہشات کا نشہ اتر جانے کے بعد زوجین میں کوئی الفت باقی نہیں رہتی۔ مزاج اور عادات کی ناموافقت ان کے درمیان منافرت پیدا کر دیتی ہے آخر کار عدالت میں طلاق یا تفریق کا دعویٰ پیش ہو جاتا ہے۔ لینڈسے لکھتا ہے

"۱۹۲۲ء میں ڈنور میں ہر شادی کے ساتھ ایک واقعہ تفریق کا پیش آیا اور ہر دو شادیوں کے مقابلہ میں ایک مقدمہ طلاق کا پیش ہوا۔ یہ حالت محض ڈنور ہی کی نہیں ہے امریکہ کے تقریباً تمام شہروں کی قریب قریب یہی حالت ہے۔"

پھر لکھتا ہے:-

"طلاق اور تفریق کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں اور اگر یہی حالت رہی جیسی کہ اب ہے تو غالباً ملک کے اکثر حصوں میں جتنے شادی کے لائسنس دیئے جائیں گے اتنے ہی طلاق کے مقدمے پیش ہوں گے۔"

کچھ عرصہ ہوا کہ ڈیٹرائٹ کے اخبار فری پریس میں ان حالات پر ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا ایک فقرہ یہ ہے:-

"نکاحوں کی کمی طلاق کی زیادتی اور نکاح کے بغیر مستقل یا عارضی ناجائز تعلقات کی کثرت یہ معنی رکھتی ہے کہ ہم حیوانیت کی طرف واپس جا رہے ہیں نسل پیدا کرنے کی فطری خواہش مٹ رہی ہے۔ پیدا شدہ بچوں سے غفلت برتی جا رہی ہے اور اس امر کا احساس رخصت ہو رہا ہے کہ خاندان اور گھر کی تعمیر تہذیب اور آزاد حکومت کی بقا کیلئے ضروری ہے اس کے برعکس تہذیب اور حکومت کے انجام سے ایک بے دردانہ بے اعتنائی پیدا ہو رہی ہے۔"

طلاق اور تفریق کی اس کثرت کا علاج اب یہ نکالا گیا ہے کہ:-

یعنی "آزمائشی نکاح" کو رواج دیا جائے مگر یہ علاج اصل مرض سے بھی بدتر ہے آزمائشی نکاح کے معنے یہ ہیں کہ مرد اور عورت "بطور فیشن" کی شادی کئے بغیر کچھ عرصہ تک باہم ملکر رہیں اگر اس یکجائی میں دل سے دل ملجائے تو شادی کر لیں ورنہ دونوں الگ ہو کر کہیں اور قسمت آزمائی کریں دوران آزمائش میں دونوں کو اولاد پیدا کرنے سے پرہیز کرنا لازم ہے کیونکہ بچے کی پیدائش کے بعد ان کو باضابطہ نکاح کرنا پڑے گا یہ وہی چیز ہے جس کا نام روس میں آزاد محبت ہے۔

قومی خودکشی نفس پرستی ازدواجی ذمہ داریوں سے نفرت خاندانی زندگی سے بیزاری اور ازدواجی تعلقات کی ناپائداری نے عورت کے اس فطری جذبہ مادری کو قریب قریب فنا کر دیا ہے جو نسوانی جذبات میں سب سے زیادہ اشرف و اعلیٰ روحانی جذبہ ہے اور جس کے بقا پر نہ صرف تمدن و تہذیب بلکہ انسانیت کے بقا کا انحصار ہے۔ منع حمل، اسقاط حمل اور قتل اطفال اسی جذبہ کی موت سے پیدا ہوئے ہیں منع حمل کی معلومات ہر قسم کی قانونی پابندیوں کے باوجود ممالک متحدہ امریکہ میں ہر جوان لڑکی اور لڑکے کو حاصل ہیں۔ مانع حمل دوائیں اور آلات بھی آزادی کے ساتھ دوکانوں پر فروخت ہوتے ہیں عام آزاد عورتیں تو درکنار مدرسوں اور کالجوں کی لڑکیاں بھی اس سامان کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہیں تاکہ اگر ان کا دوست اگر اتفاقاً اپنا سامان بھول آئے تو ایک پرلطف شام ضائع نہ ہونے پائے۔ جج لینڈسے لکھتا ہے۔

"ہائی اسکول کی عمر والی ۴۹۵ لڑکیاں جنھوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے ان میں سے صرف ۱۲۵ ایسی تھیں جن کو حمل ٹھیر گیا تھا ان میں سے بعض تو اتفاقاً بچ گئی تھیں لیکن اکثر کو منع حمل کی موثر تدابیر کا کافی علم تھا۔ یہ واقفیت اب اتنی عام ہو چکی ہے کہ لوگوں کو اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔"

کنواری لڑکیاں ان تدابیر کو اس لئے استعمال کرتی ہیں کہ ان کی آزادی میں فرق نہ آئے شادی شدہ عورتیں اس لئے ان سے استفادہ کرتی ہیں کہ بچہ کی پیدائش سے نہ صرف ان پر تربیت اور تعلیم کا بار پڑ جاتا ہے بلکہ شوہر کو طلاق دینے کی آزادی میں بھی فرق پڑ جاتا ہے اور رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور تمام عورتیں اس لئے ماں بننے سے نفرت کرنے لگی ہیں کہ زندگی کا پورا پورا لطف اٹھانے کیلئے

ان کو اس حمل سے بچنے کی ضرورت ہے۔ نیز اسلئے بھی کہ ان کے نزدیک بچے جننے سے ان کے حسن میں فرق آجاتا ہے۔ بہرحال اسباب خواہ کچھ بھی ہوں ۹۵ فیصدی تعلقات مرد و زن ایسے ہیں جن میں اس تعلق کے فطری نتیجے کو منع حمل سے روک دیا جاتا ہے۔ باقی ماندہ پانچ فیصدی حوادث جن میں اتفاقی حمل قرار پا جاتا ہے ان کیلئے اسقاط اور قتل اطفال کی تدبیریں ہوتی ہیں۔ جج لینڈسے کا بیان ہے کہ امریکہ میں ہر سال کم از کم ۱۵ لاکھ حمل ساقط کئے جاتے ہیں اور ہزارہا بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے جاتے ہیں۔

انگلستان کی حالت

میں ان افسوسناک تفصیلات کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا مگر ناممکن ہے کہ اس حصہ بحث کو جارج رائیلی اسکاٹ کی کتاب تاریخ الفحشا کے چند اقتباسات نقل کئے بغیر ختم کر دیا جائے۔ اس کتاب کا مصنف ایک انگریز ہے اور اس نے خاص اپنے ہی ملک کی اخلاقی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"جن عورتوں کی بسر اوقات کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ اپنے جسم کو کرایہ پر چلا کر روزی کمائیں ان کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد ان عورتوں کی ہے اور روز بروز زیادہ ہو رہی ہے، جو اپنی ضروریات زندگی حاصل کرنے کے ذرائع تو ملازمتوں میں اور صنعتی طور پر پاس کے ساتھ ساتھ فاحشہ گری بھی کرتی ہیں تاکہ آمدنی میں کچھ اور اضافہ ہو جائے۔ یہ پیشہ ور فاحشات سے کچھ بھی مختلف نہیں ہیں مگر اس نام کا اطلاق ان پر نہیں کیا جاتا۔ ہم ان کو غیر پیشہ ور فاحشات کہہ سکتے ہیں۔

ان شوقین (یا غیر پیشہ ور) فاحشات کی کثرت آجکل جتنی ہے اتنی کبھی نہ تھی۔ سوسائٹی کے نیچے سے لیکر اوپر تک ہر طبقہ میں یہ پائی جاتی ہیں۔ اگر ان معزز خواتین کو کہیں اشارے کنایہ میں بھی فاحشہ کہہ دیا جائے تو جنگ بگولا ہو جائیں گی۔ مگر ان کی ناراضی سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ حقیقت بہرحال یہی ہے کہ ان میں اور بیچاری گلی کی کسی بڑی سے بڑی بے شرم بیسوا میں بھی اخلاقی حیثیت سے کوئی وجہ امتیاز نہیں ہے۔ اب جوان لڑکیوں کے لئے بدچلنی اور بیباکی ملبوس سب کیا نہ الموادنات فیشن میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور سگرٹ پینا تلخ شرابیں استعمال کرنا، ہونٹوں پر سرخی لگانا صنفیات اور منع حمل کے متعلق اپنی واقفیت کا اظہار کرنا فحش مٹیچر پر گفتگو کرنا یہ سب چیزیں بھی ان کے نئے فیشن بنی ہوئی ہیں ایسی لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جو شادی سے پہلے صنفی تعلقات بلا تکلف قائم کر لیتی ہیں اور وہ لڑکیاں اب شاذ کے حکم میں ہیں جو کلیسا کی قربانگاہ کے سامنے نکاح کا پیمان وفا باندھتے وقت صحیح معنوں میں دوشیزہ ہوتی ہیں۔"

آگے چل کر یہ مصنف ان اسباب کا تجزیہ کرتا ہے جو حالات کو اس حد تک پہنچا دینے کے موجب ہوئے ہیں۔ اور مناسب تر یہ ہے کہ اس تجزیہ کو بھی اسی کے الفاظ میں یہاں نقل کیا جائے۔

"سب سے پہلے اس شوق آرائش کو لیجئے جس کی وجہ سے ہر لڑکی میں نئے فیشن کے قیمتی لباس اور حسن افزائی کے مختلف النوع سامانوں کی بے پناہ حرص پیدا ہو گئی ہے۔ یہ اس بے ضابطہ فاحشہ گری کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے ہر شخص جو دیکھنے والی آنکھیں رکھتا ہے اس بات کو بآسانی دیکھ سکتا ہے کہ وہ سینکڑوں ہزاروں لڑکیاں جو اس کے سامنے سے روزانہ گذرتی ہیں عموماً اتنے قیمتی کپڑے پہنے ہوئے ہوتی ہیں کہ ان کی جائز کمائی کسی طرح بھی ایسے لباس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ لہذا آج بھی یہ کہنا اتنا ہی صحیح ہے جتنا نصف صدی پہلے صحیح تھا کہ مرد ہی ان کے لئے کپڑے خریدتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے جو مرد ان کے لئے کپڑے خریدتے تھے وہ ان کے شوہر یا باپ بھائی ہوتے تھے اور اب ان کے بجائے کچھ دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔

عورتوں کی آزادی کا بھی ان حالات کی پیدائش میں بہت کچھ دخل ہے گذشتہ چند سالوں میں لڑکیوں پر سے والدین کی حفاظت و نگرانی اس حد تک کم ہو گئی ہے کہ تیس نہیں چالیس پچاس سال قبل لڑکوں کو بھی اتنی آزادی حاصل نہ تھی جتنی اب لڑکیوں کو ہے۔

ایک اور اہم سبب جو سوسائٹی میں وسیع پیمانہ پر صنفی آوارگی پھیلنے کا موجب ہوا ہے یہ ہے کہ عورتیں روز افزوں تعداد میں تجارتی کاروبار دفتری ملازمتوں اور مختلف پیشوں میں داخل ہو رہی ہیں جہاں شب و روز ان کو مردوں میں خلط ملط ہونے کا موقع ملتا ہے اس چیز نے عورتوں اور مردوں کے اخلاقی معیار کو بہت گرا دیا ہے۔ مردانہ اقدامات کے مقابلہ میں عورت کی قوت مزاحمت کو بہت کم کر دیا ہے اور دونوں صنفوں کے شہوانی تعلق کو تمام اخلاقی بندشوں سے آزاد کر کے رکھ دیا ہے اب جوان لڑکیوں کے ذہن میں شادی اور باعصمت زندگی کا خیال آتا ہی نہیں۔ آزادانہ خوشوقتی جسے پہلے کبھی آوارہ قسم کے مرد ڈھونڈتے پھرتے تھے آج ہر لڑکی اس کی جستجو کرتی پھرتی ہے۔ دوشیزگی اور بکارت کو ایک دقیانوسی چیز سمجھا جاتا ہے اور دور جدید کی لڑکی اس کو ایک مصیبت خیال کرتی ہے اس کے نزدیک زندگی کا لطف یہ ہے کہ عہد شباب میں لذات نفس کا جام خوب جی بھر کے پی جائے۔ اسی چیز کی تلاش میں وہ رقص خانوں نائٹ کلبوں اور ہوٹلوں اور قہوہ خانوں کے چکر لگاتی ہے اور اسی کی جستجو میں وہ بالکل اجنبی مردوں کے ساتھ موٹر کی سیر کے لئے بھی جانے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ جان بوجھ کر خود اپنی خواہش سے اپنے آپ کو ایسے ماحول میں اور ایسے حالات میں پہنچاتی رہتی ہے جو صنفی جذبات کو مشتعل کرنے والے ہیں اور پھر اس کے جو نتائج نکلتے ہیں ان سے وہ گھبراتی نہیں ہے بلکہ ان کا خیر مقدم کرتی ہے۔"

وعظ نذیر

(از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی مصنف کتاب الاسلام وغیرہ)

شراب اور جوا

(بسلسلہ موری، ہم الثانی)

کیا میں سمجھی ہوں کہ قیامت برپا ہے لوگوں کا حساب و کتاب ہو رہا ہے ایک طرف کو میری نظر پڑی تو میں نے دیکھا کہ میرا باپ بڑی زور سے چیخ رہا ہے اور پانی مانگ رہا ہے میں ایک طرف گئی اور کونہ میں پانی لیکر دینا ہی چاہتی تھی کہ دفعتہً ایک ہیبتناک آواز میرے کان میں آئی جس کو سنکر میں چونک پڑی اور کسی شخص نے کہا کہ یہ کون ہے جو شرابی کو پانی پلاتا ہے اس کے ہاتھ شل ہوجائیں یہ ہیبتناک آواز سنکر میں چونکی اور بیدار ہوکر دیکھا تو ہاتھ سوکھا ہوا پایا۔

جبھی تو حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ شرابی کے نکاح میں اپنی لڑکیوں کو نہ دو اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت کو نہ جاؤ۔ جو شخص شرابی کی کوئی حاجت پوری کرتا ہے وہ اسلام کے ڈہانے پر کمربستہ ہوتا ہے۔ جو شخص اسے کھانا کھلاتا ہے خدا تعالے اس پر ایک زہریلے سانپ اور بچھو کو مسلط کر دیتا ہے اور جو شخص شرابی کے ساتھ ہمنشیں ہوتا ہے اس کی صحبت اختیار کرتا اور دوستی رکھتا ہے وہ قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائیگا اور اس کی کوئی حجت نہ سنی جائیگی۔ حضور فرماتے ہیں شراب پینے سے بچو کہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے ؎

حکم یہ فرماتے ہیں برحق نبیؐ	تم بچو اس شئے سے جو ہو مسکری
برائی منع کم پینا بھی امی مجھے	کہ ہو گر زیادہ تو سکر اسمیں ہو
کرے نشہ کی سرگرانی جو پیدا	نہیں ہے حلال ایک چلو بھی سکا
نہ پینا کبھی بھول کر بھی شراب	کہ کنجی ہے شر کی یہ خانہ خراب

شراب پینے والا گویا بت پرست ہے

عزیزان من! شراب خانہ خراب ایسی بری بلا ہے کہ اس سے بچانے کے لئے سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں چنانچہ ایک روایت میں یہانتک آیا ہے المقیم علی الخمر کعابد وثن یعنی شراب پینے والا بت پرست کے مانند ہے ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ جس نے شراب پی اس نے شرک کیا ؎

ہے فرمان شاہ رسالت مآب	کیا شرک ہی جس نے پی لی شراب
جو تھوڑی پیئے یا زیادہ پیئے	سزا نا زیانہ کی دینا اسے
حرام آدمی کو ہے بادہ مدام	ہے اول حرام اور آخر حرام

آپ حیران ہوں گے کہ آخر اور بھی بہت سے بڑے بڑے گناہ ہیں مگر شراب میں ہی ایسی کونسی خباثت ہے جس کی وجہ سے اسلامی شریعت نے اس کی مذمت پر اس قدر زور دیا ہے۔ اس کے متعلق عرائس میں ایک عجیب نکتہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ جب سر قلب کے ساتھ نفس خلط ہو جاتا ہے تو سر قلب میں غفلت سا جاتی ہے اور وہ نفس کے حظ و سرور اور لذات و خواہشوں کے ادراک و احساس سے مخمور و مدہوش ہو جاتا ہے بندگی کے درجے سے گر جاتا ہے۔ روح جو آئینہ صفات ہے معائنہ آخرت سے اندھی ہو جاتی ہے اور اس پر پردہ پڑ جاتا ہے شراب کی تاریکی عقل کے نور کو بجھا دیتی ہے اور نفس امارہ کی خوشی میں اضافہ کر دیتی ہے۔ جب نور عقل بجھ گیا تو نفس امارہ پر جہالت کی تاریکی چھا جاتی ہے اور وہ فساد پر آمادہ ہوکر ایمان کو خراب و برباد کر دیتا ہے یعنی مقام ایمان جو قلب ہے اس کو ویران کر دیتا ہے جب قلب ہی ویران و خراب ہوگیا تو یہ حالت کفر کے قریب ہے اور کفر انتہائی گناہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور گناہ نہیں۔

شرابی کی طلاق اور چند خاص احکام

معزز بھائیو اور بہنو! بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ایک چیز جتنی زیادہ ہمارے دماغ، روح، قلب، عقل، ضمیر پر برا اثر ڈالتی ہے اور ہماری عقل و روحانیت کو تباہ کرتی ہے شریعت نے اتنا ہی زیادہ اس کا دینی و دنیوی عذاب رکھا ہے چنانچہ فقہ کے چند مسائل شرابی کے ساتھ خاص ہیں مثلاً نشہ کی حالت میں نماز پڑھنی ناجائز ہے اور نماز کی قضا واجب ہے اگر کسی نے نشہ کی حالت میں طلاق دی تو وہ واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خرید و فروخت اور تمام قولی و فعلی تصرفات خواہ اس کے لئے مفید ہوں یا مضر صحیح اور واقع ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ شراب کے بارہ میں جو شرعی تہدید وارد ہیں یہ اسی وقت ہیں جبکہ اس کا پینے والا شراب کی حرمت کا عالم یا خود مختار ہو نیز کسی شدید ضرورت کا بھی سامنا نہ ہو کیونکہ ضرورت بعض اوقات اس کے استعمال کو مباح ہی نہیں بلکہ واجب کر دیتی ہے۔ مثلاً حلق میں نوالہ اٹک گیا اور پانی یا اور کوئی چیز ایسی موجود نہیں کہ جس سے نوالہ نیچے اتر سکے تو ایسی صورت میں شراب کے ذریعہ نوالہ اتارنا واجب ہے بشرطیکہ شراب کے علاوہ کوئی اور چیز موجود و میسر ہی نہ ہو۔

شراب پینے والا اگر آزاد ہے تو اسے اسکی سزا میں چالیس کوڑے مارے جائینگے اگر غلام ہے تو بیس ہاں سزا دینے والا اگر امام وقت بادشاہ اسلام ہے تو مصلحت و سیاست کے ماتحت اسی کوڑے تک بھی لگا سکتا ہے بس ؎

نشہ جو کرے اس کو جوتوں سے مارو	مسلمان کو ہر طرح سے سدھارو
پیے جو شراب اس کو کوڑے لگاؤ	پیے پھر تو پھر تازیانے لگاؤ

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ فرماتے ہیں کہ شرابی کی حد تہمت دھرنے والے کی حد سے زیادہ سخت اور عبرتناک ہونی چاہیئے نیز شرابی کی گواہی بھی معتبر نہیں۔

منشیات کا استعمال روحانی و جسمانی حالت کی تباہی

برادران اسلام! شراب کا بالخصوص جو تباہ کن اثر ہماری روح اور دماغ و عقل پر پڑتا ہے اسکو میں نے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے اب میں عام منشیات کے مالی و جسمانی نقصان بیان کرتا ہوں تاکہ آپ ان زہروں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں آجکل کے کم از کم دو تہائی کسی نہ کسی طرح کے نشہ میں ضرور گرفتار ہیں یہ اس لئے ہے کہ یہ موجودہ تہذیب اور سوسائٹی کا خاصہ ہے اکثر نوجوان امراء اور فقیر بھی نشہ باز ہوتے ہیں اور منشیات کے برباد کن اثرات کا کیوں شکار ہیں؟ اس لئے کہ ان کو شروع ہی سے ان کے معلمین مصلحین اور والدین کی طرف سے غلط تعلیم ملتی ہے وہ اپنے بچوں اور نوجوانوں کو منشیات سے باز رکھنا اور نشہ بازی کی بدعادات چھڑانا جانتے ہی نہیں سو یاد رکھیے

تعلیم و اصلاح کا بہترین اور نیچرل طریقہ یہ ہے کہ اپنے بچوں جوانوں اور دوستوں کو ہمیشہ نیک عادات سے واقف کرو ان کی ترغیب دلاؤ اور بُری عادتوں اور منہیات کا ان کے سامنے نام تک نہ لو مثلاً یوں کہو کہ ہمیشہ سچ بولو" یوں نہ کہو کہ جھوٹ نہ بولو۔ کیونکہ دوسری صورت میں وہ جھوٹ کے نام سے مانوس ہو جائیں گے اور اس کو کبھی نہ کبھی آزمانے کی کوشش کریں گے اگر کبھی ایسا اتفاق ہو کہ کسی بری عادت کا ذکر آجائے تو ساتھ ہی اس کی پوری خرابیاں بھی ذہن نشیں کرا دو صرف عذاب آخرت ہی سے نہ ڈراتے رہو بلکہ مالی اور جسمانی خرابیاں بھی ان کے سامنے کھول کر رکھ دو ورنہ نقصان رساں عیبوں اور علتوں کا عام ذکر خیال دلانا گویا ان کے ارتکاب کی ترغیب دلانا ہے مشہور ہے کہ الانسان لحریص علی ما منع یعنی انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے وہ اس پر حریص ہوتا ہے اور یہ انسان کی فطرت ہے۔

عیوب سے نفرت دلانے کی مثال ایک حکایت مشہور ہے کہ ایک امیر آدمی کسی سادھو کے پاس جایا کرتا تھا موقع پاکر سادھو سے درخواست کرتا کہ مہاراج جی مجھے کوئی ایسا منتر بتاؤ جس سے مجھ میں تسخیر کی طاقت پیدا ہو جائے۔ جب سادھو بار بار کے اصرار سے تنگ آیا تو ایک ایسا منتر بتا دیا اور کہا کہ اسے اتوار کی رات کو آدھی رات کے وقت پڑھنا مگر پڑھتے وقت اپنے دل میں بندر کا خیال نہ لانا ورنہ منتر سدھ نہ ہوگا۔ اب جب دولتمند نے حسب ہدایت وہ منتر شروع کیا تو فوراً ہی بندر مہاراج کی شکل زبردستی آنکھوں کے سامنے آگئی بہتیرا اس خیال کو دل سے دور کرنا چاہا مگر بندر کا تصور دور ہونا تھا اور نہ ہوا۔ دوسرے دن سادھو کے پاس گیا اور کہا مہاراج یہ منتر تو مجھ سے نہیں پڑھا جاتا کیونکہ آپ نے اس میں بندر کی ٹانگ لگا دی ہے ساری عمر کبھی میرے دل میں بندر کا خیال نہیں آیا لیکن جس وقت سے آپ نے بندر کا خیال نہ لانے کی قید لگائی ہے اس وقت سے یہ خیال دل میں اس بری طرح گھسا ہے کہ نکلنے میں نہیں آتا اور بندر میرا پیچھا ہی نہیں چھوڑتا۔

حضرات! اسی قسم کا غلط طریقہ ہے جس سے منشیات ہمارے نوجوانوں کا پیچھا چھوڑنے میں نہیں آتے اور ان کو اندر ہی اندر کھائے جا رہے ہیں ہمارے مولوی صاحبان ایک مذہبی ڈانٹ پلا دیتے ہیں کہ خبردار جو کسی نشہ کے پاس پھٹکے ورنہ جہنم میں جھونک دیے جاؤ گے۔ آجکل کے نوجوانوں کو جہنم کا یقین ہی کب ہے جو وہ اس کے عذاب سے ڈر کر رہ گئے ہیں۔ دوسرے بزرگ والدین اور مصلحین وغیرہ یہ کہہ دیتے ہیں خبردار شراب نہ پینا۔ افیم اچھی نہیں یہ دونوں چیزیں حرام ہیں۔ یہ دونوں چیزیں حرام ہیں۔ تمباکو بری شئے ہے مگر ان کے نقصانات اور برے نتائج سے آگاہ نہیں کرتے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ عذاب دوزخ کے ساتھ نشئی چیزوں کے استعمال کی دنیاوی خرابیاں اور تباہیاں بھی بتلا دی جائیں۔

شراب یہ اگرچہ بظاہر ایک سڑا ہوا کشید کیا ہوا پانی ہے لیکن درحقیقت حد درجہ تباہ کن اور موذی زہر ہے۔ اس کا اگر ایک قطرہ بھی حلق سے نیچے اتر جائے تو پھر ساری عمر اس موذی سے خلاصی نہیں ملتی۔ جب انسان شراب پی لیتا ہے تو اس کے اعصاب میں تحریک اور شہوانی جذبات میں جوش و ہیجان پیدا ہوتا ہے اور دل و دماغ میں حرارت کا غلبہ ہونے کی وجہ سے انسان مفقود الحواس ہو جاتا ہے جسمانی حرکات بے قابو ہو جاتے ہیں اقوت ارادی بیکار ہو جاتی ہے قوائے عقلی معطل ہو جاتے ہیں زبان میں لغزش اور نظر میں فرق آجاتا ہے اور اچھا خاصا انسان خود اپنے ہاتھوں پاگل یا شرابی دیوانہ مجنون اور کیڑا بن جاتا ہے اور اس میں کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں بلکہ ایک روشن حقیقت ہے جس کا انکار کوئی انسان کر ہی نہیں سکتا اب کون ہے جو ان نقصانات کو دیکھے اور سنے اس ناپاک و موذی زہر کے نزدیک جائے اگر اس کے بعد بھی کوئی مسلمان شراب کو منہ لگائے تو سمجھ لو کہ وہ نہ صرف خدا کا باغی اور نافرمان ہے بلکہ وہ اپنی جان کا دشمن اور پاگل ہے۔

برادران اسلام! شراب کے کثرت استعمال سے معدے پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ سوء ہضمی، اسہال، پیچش جیسے موذی مرض لاحق ہو جاتے ہیں جگر خراب ہو جاتا ہے دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے۔ اختلاج قلب کے دورے پڑنے لگتے ہیں بعض اوقات شرابی میں پیٹ جانے کی وجہ سے بواسیر کا مرض پیدا ہو جاتا ہے باوجود ان عوارضات کے بھی اگر استعمال برابر جاری رہے تو سکتہ یا سرسام ہو جاتا ہے اور مریض اچانک راہی ملک عدم ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں نسیان، دردِ سر، رعشہ اور لقوہ وغیرہ امراض لاحق ہو جاتے ہیں شراب کے یہ تباہ کن امراض اور برے نتائج صرف شرابی کی ذات تک محدود نہیں رہتے بلکہ اس کی اولاد بھی مرگی اور مالیخولیا جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ عام لوگوں کی زبان پر ہے کہ یہ کافر نہیں چھوٹتی مرکر ہی اس سے نجات ملتی ہے لیکن درحقیقت یہ طبیعت کی کمزوری ہے۔ جو شخص سچے ارادہ اور مضبوط عزم کے ساتھ اس کو ترک کرنا چاہے تو فوراً ترک کر سکتا ہے۔ ذرا طبیعت کو قابو میں رکھنا ضروری ہے بات اصل میں یہ ہے کہ ؎

ہم کرتے ہیں عادت کی غلامانہ اطاعت　　اصلاح پذیر اسلئے عادت نہیں ہوتی

اگر شرابی چند روز شراب پیے اور ہر روز صبح کو انار کا پانی نکال کر ایک چھٹانک کے قریب پی لیا کرے یا دن میں دو تین دفعہ سیب کھا لیا کرے تو چند روز کے اندر شراب کی عادت جاتی رہیگی۔

افیون برادران محترم! میں پہلے آپ کو بتا چکا ہوں کہ تمام نشے حرام ہیں علیٰ ہذا القیاس افیون بھی حرام ہے۔ دوسری حیثیت سے یہ بھی ایک ایسا نشہ ہے جو موت کے بعد پیچھا چھوڑتا ہے اس کی عادت کیونکر جڑ پکڑتی ہے! سنئے پہلے پہل شوقین و عیاش لوگ محض تفریح کی خاطر اس کا استعمال شروع کر دیتے ہیں جب دو چار مہینے اس کا عمل جاری رہتا ہے تو پھر اس کالی بلا سے بھی پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ بلا جسم کا خون چوس لیتی ہے چہرہ کی رنگت اور رونق کا نور ہو جاتی ہے آنکھوں کی خوبصورتی جاتی رہتی ہے دل و دماغ اور جگر سب بیکار ہو جاتے ہیں، اور تمام اعضا پر سستی طاری ہو جاتی ہے نیند غائب ہو جاتی ہے۔ خشک کھانسی اپنا گھر دکھاتی ہے بعض اوقات دردِ گردہ کی شکایت بڑھ جاتی ہے جو جان ہی لیکر چھوڑتی ہے۔ ہر وقت غنودگی طاری رہتی ہے پٹھے سست پڑ جاتے ہیں اور ضعف اور دمہ کی شکایت بھی ہو جاتی ہے۔

جو شخص افیون ترک کرنا چاہے اس کو نہایت حوصلہ اور ہمت سے ارادہ کر لینا چاہیئے اس نامراد نشہ کو چھوڑتے ہوئے سخت وقت و تکلیف کا سامنا ہوتا ہے

کئی دن تک کسی کروٹ اور کسی پہلو چین نہیں آتا۔ ہر وقت پریشان رہتا ہے اس کے چھوڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ پندرہ بیس دن تک لگاتار دن میں تین چار دفعہ گرم دودھ میں ایک تولہ بادام روغن ڈال کر پیتے رہنا چاہیے صرف دو یا تین دن کچھ تکلیف اس کی برداشت کرے پھر تمام شکایات رفع ہو جاتی ہیں۔

بھنگ و چرس برادران اسلام! یہ دونوں نشے بھی حرام ہیں اور یہ بھی کچھ کم نقصان دہ نہیں۔ ان نشوں کا استعمال انسان کو ڈرپوک بزدل اور وہمی بنا دیتا ہے جسم کھوکھلا ہو جاتا ہے مراق کا عارضہ پیدا ہو جاتا ہے بعض لوگ ان شکایتوں کی وجہ سے پاگل ہو کر پاگل خانے کی ہوا بھی کھاتے ہیں ان دونوں نشوں کو ترک کرنے کے لئے چند روز مرغن غذا اور دودھ کی کھیر وغیرہ کھانی چاہیئے۔

ان کے بعد تمباکو نوشی کا نمبر ہے اس کا استعمال تو عام ہے ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کے وقت میں باہر سے تمباکو آیا اور پھر روز بروز اس کا استعمال عام ہوتا گیا اور کسی نے بھی اس کے نقصان دہ اثرات و نتائج کی طرف توجہ نہیں کی حالانکہ طبی و ڈاکٹری تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ تمباکو کا جوہر جسکو نکوٹین کہتے ہیں زہر قاتل ہے جس کی ایک بوند سولے تازے کتے کو مار ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ یاد رکھیئے تمباکو پینے سے دردِ سر، سر چکرانا، کھانسی، ضعف بصر، ضعف دل، اختلاج قلب اور کئی نامراد امراض لاحق ہو کر انسان کی صحت کو اندر اندر ہی کھاتے ہیں۔ حقہ نوشی سے سگریٹ، چرٹ، سگار اور بیڑی وغیرہ پینا اور بھی زیادہ خطرناک ہے جو لوگ ان کو پیتے ہیں ان کے اخلاق قوی کمزور ہو جاتے ہیں۔ حافظہ بگڑ جاتا ہے اور بہت سی ناپاک عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ آج ہمارے نوجوان اور بچے کیوں سنکی، کمزور اور عینک باز نظر آتے ہیں محض تمباکو کے استعمال کی وجہ سے۔

علماء میں اکثر حقہ نوشی کی شرعی بحث ہوتی رہتی ہے بعض اسے بھی حرام بتلاتے ہیں اور بعض مکروہ مگر سچ تو یہ ہے کہ یہ سب کٹھ حجتیاں ہیں اور اپنی اپنی بات کی پچ لہذا مجھے حقہ نوشی کی بحث میں پڑنا منظور نہیں ہے اس کو شراب کی حرمت کی ضمن میں بیان کیا جائے البتہ اس کے جسمانی نقصانات اس کو قابل ترک ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

سیندھی۔ برادران ملت! حیدرآباد دکن، بمبئی اور گجرات وغیرہ علاقوں میں سیندھی کا استعمال عام ہے حتیٰ کہ اچھے اچھے دیندار اور مولوی ملا بھی بلا تکلف پیتے ہیں۔ اگر ان لوگوں سے یہ پوچھا جائے کہ تم لوگ یہ کیوں پیتے ہو تو جواب ملتا ہے شرع میں شراب حرام ہے سیندھی حرام نہیں۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سیندھی میں بھی نشہ ہے اور نشہ والی تمام چیزیں حرام ہیں لہذا سیندھی بھی حرام ہوئی خواہ وہ تھوڑی مقدار میں پی جائے یا زیادہ اور اس سے نشہ ہو یا نہ ہو بہرحال یہ بھی حرام ہے اور اگر کوئی شرع کے اس عام حکم کو نہ مانے اور اپنی قبیح عادت پر اڑا رہے تو یہ دوسری بات ہے۔ مختصر یہ کہ سیندھی اور شراب دونوں کا ایک حکم ہے جو لوگ سیندھی یا تاڑی پیتے ہیں وہ بھی شراب کی طرح ”رجس من عمل الشیطان“ کے مرتکب ہوتے ہیں

معزز دوستو! آپ کا فرض ہے کہ آپ خود بھی ان نشوں سے بچے رہیں اپنی اولاد کو بھی باز رکھیں اور اپنے یاروں دوستوں ملنے والوں اور غیروں کو بھی مسکرات کے نقصانات بتلا کر ان سے نفرت دلائیں ہم سب کو فرض ہے کہ اپنی قوم کو اس تباہی سے بچائیں ورنہ قیامت کے روز ہم سب کی گردن پکڑی جائیگی اور باز پرس ہوگی کہ تم نے اپنی قوم کو استعمال مسکرات سے کیوں نہیں روکا۔ وقت آگیا ہے اور اہم ترین ضرورت ہے کہ ہم مسکرات کے خلاف عام جہاد شروع کر دیں کیونکہ ہم مسلمانوں کو دینی و دنیوی، مالی و اخلاقی حیثیت سے تباہ و برباد کرنیوالی دو چیزیں ہیں ایک تو پابندی رسم و رواج اور دوسری استعمال مسکرات ہے۔

نشہ بازوں کی کثرت اور اس کی ہلاکت خیزیاں

موجودہ زمانہ کے ترقی یافتہ اور روشن خیال لوگوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ کی بعثت سے قبل دنیا کے ہر گوشہ میں ہولناک تاریکی چھائی ہوئی تھی اور اس منحوس زمانہ کے انسان برائے نام انسان تھے اور موجودہ زمانہ ایک بہترین زمانہ ہے جس میں ہر شخص تہذیب و تمدن اور علم و فضل کی نورانیت سے منور ہو چکا ہے چنانچہ اسی زمانہ کو عہد جاہلیت اور اسی زمانہ کو دور تہذیب و تمدن کہا جاتا ہے لیکن در حقیقت دور حاضر کو عہد ترقی قرار دینا یکسر غلط ہے کیونکہ اس زمانہ میں برائیاں اور بداخلاقیوں نے اچھائیوں کا لباس پہن لیا ہے برائی کا صفت کا نام حاصل کر لیا ہے اور اس زمانہ میں گناہوں کا ارتکاب اپنے پورے شباب پر ہے پہلے زمانہ میں گناہ کو گناہ سمجھا جاتا تھا مگر اس زمانہ میں گناہ کو گناہ نہیں بلکہ ہنر سمجھ کر کیا جاتا ہے مثال کے طور پر شراب و جوئے کو لیجئے اور دیکھئے اس گناہ نے کیونکر سوسائٹی میں اثر و رسوخ قلوب میں گھر بنایا ہے

آج مسکرات کا استعمال اس قدر شدت سے ہو رہا ہے کہ وہ بھی گویا تہذیب کا عنصر اور زندگی کا جزو بن گیا ہے اس کے بغیر گذارا کرنا مشکل ہو گیا ہے غذا چھوٹ سکتی ہے مگر اس کی عادت ترک نہیں کی جا سکتی جان پر بن جائے پرواہ نہیں صحت برباد ہو جائے مال جائے جوتی سے عزت پر حرف آئے بلا سے بال بچے بھوکے مریں کچھ مضائقہ نہیں اچھے برائے نام دہریں دہرا کریں۔ نشہ میں لڑائی جھگڑا سر پھٹول تھکا فضیحتی ہو بیکار سے تجارت میں گھاٹا آئے ملازمت جاتی رہے اور کاروبار بند ہو جائے ذرا بھی فکر نہیں اور دین و ایمان بگڑے اور بالآخر کتے کی موت مریں بالکل بھی احساس و شرم نہیں مگر نشہ کی عادت اور استعمال مسکرات میں فرق اور کمی نہ آنے پائے۔ بتلائیے کیا یہ مسلمانی ہے اور کیا یہ روشنی اور ترقی کا زمانہ ہے؟ ہرگز نہیں اس زمانہ کی غفلت و جہالت تو عہد جاہلیت سے بھی کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے اور ایسا نشہ کا عادی کبھی سچا مسلمان نہیں ہو سکتا

حضرات! رونے کا مقام ہے کہ ہماری قوم کے اکثر بچوں جوانوں اور بوڑھوں کو استعمال مسکرات کی کثرت و شدت نے دین و دنیا سے مدہوش و غافل بنا دیا ہے اور وہ بڑی بیباکی سے مذہب کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہے ہیں مسلمان کہلانے والے دوستوں کی خاطر و تواضع اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک ان کی شراب سے تواضع نہ کی جائے۔ شادی بیاہ کی تقریبیں اس وقت تک پرلطف نہیں ہو سکتیں جب تک شراب جیسی ناپاک اور سرور افزا اور مسرت انگیز فتنہ کی سربراہی نہ کی جائے مغربی تہذیب کے دلدادوں اور امرا کی کونسی محفل ایسی ہوتی ہے جس میں شراب کے دور نہ چلیں۔ شرابخانوں اور چنڈو خانوں میں جا کر دیکھو تو ان کی رونق کا باعث سب سے زیادہ مسلمان ہی نظر آئینگے۔ تف ہے ان کی مسلمانی پر اور لعنت ہے ایسے شیطان نشہ بازوں پر۔

غضب خدا کا شراب کا استعمال بعض لوگوں کے نزدیک عیب نہیں ہنر سمجھا

جا رہا ہے اس کو گناہ نہیں بلکہ مباح خیال کیا جا رہا ہے جب اس مردار کو بھر مباح سمجھا جائے تو ظاہر ہے کہ جس قدر بھی اس کا استعمال ہو کم ہے ان عقل کے اندھوں اور دین کے دشمنوں کو کون بتلائے اور سمجھائے کہ کمبختو! یہ تو سارے برائیوں کی جڑ اور تمام خرابیوں کی ماں ہے اور ایسی بری بلا ہے کہ بعض اوقات شرابی کا کفر پر خاتمہ ہوتا ہے۔

ایک حکایت

محترم بھائیو! شراب جس طرح عاقبت برباد کرتی ہے اس کی ایک حکایت غور سے سنو اور شرابیوں کو بتلاؤ۔ شیخ عبد العزیز دیرینی کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد کو جا رہا تھا تو دیکھا کہ کئی عورتیں کھڑی ہوئی رو رہی ہیں۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ایک شخص حالت جانکنی میں ہے کلمہ شہادت اس کو بہت تلقین کیا مگر وہ زبان نہیں کھولتا آپ چل کر اس کو تلقین کریں شاید اس کا ایمان پر خاتمہ ہو اور آپ کو ثواب ملے میں یہ سنکر وہاں گیا اور کئی مرتبہ کلمہ تلقین کیا اس نے ایک مرتبہ تنگ آکر کہا کہ حضرت آپ مجھے کیا تلقین کرتے ہیں میں تو اسلام سے بیزار ہوں یہ کہکر ایک چیخ ماری اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ میں نے یہ ہولناک کفریہ انجام دیکھکر لوگوں سے کہا کہ اس شخص کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہ کرنا پھر میں نے حیرانی اور تعجب کے ساتھ لوگوں سے پوچھا کہ آخر یہ زندگی میں کیا عمل کرتا تھا جس کے نتیجہ میں یہاں تک نوبت پہنچی؟ لوگوں نے کہا کہ یہ اکثر نیک کام کرتا تھا اور دیندار بھی تھا لیکن عیب صرف یہ تھا کہ شراب پیتا تھا میں نے کہا کہ بس اسی کے سبب سے اس نامراد کا ایمان گیا اور جہنم کا کندہ بنا۔ نعوذ باللہ

غور کیجئے جس کے سب کام اچھے تھے مگر ایک برے کام شراب نے اس کے ایمان کو برباد کر دیا کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئیگا کہ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے؟ کیوں نہیں جب یہ ہے تو کیا آپ کا فرض نہیں کہ آپ شرابی کی صحبت سے الگ رہیں اس کی کسی قسم کی مدد نہ کریں اور مکمل بائیکاٹ کر دیں خواہ وہ اپنا بیٹا اور باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر ہم شرابیوں کی اصلاح پر کمربستہ ہو جائیں تو تھوڑے دنوں میں شراب کی کثرت رک سکتی ہے اور ہماری قوم کی اصلاح ہو سکتی ہے

عزیزو! جس طرح شراب اور مسکرات کا استعمال حرام ہے اسی طرح ان اشیاء کی تجارت بھی حرام ہے، اس سے تعلق رکھنے والی ملازمت بھی حرام ہے۔

الغرض شراب وغیرہ سے تعلق رکھنے والا ہر قسم کا معاملہ اور ہر معاونت حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی و پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و زیادتی اور حد سے گذر جانے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، سو یوں تو ہر گناہ کے کام میں مدد کرنا حرام ہے لیکن شرابخواری چونکہ سب برائیوں کی جڑ ہے اس لئے شراب کے معاملہ میں امداد کرنا سب سے زیادہ گناہ اور حرام ہے ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس بارہ میں احتیاط کریں یعنی جو لوگ شراب کے ذریعہ اپنی روزی پیدا کرتے ہیں ان کو فوراً یہ ذریعہ چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ آمدنی کے جائز ذرائع اور بہت سے ہیں اور رزق کا پہنچانے والا اور ضامن اللہ تعالیٰ ہے خدارا سوچو اور سمجھو کہ ہماری قوم کو شراب خانہ خراب نے کیونکر برباد و رسوا کیا ہے کیا ہم مسلمانوں کو اب بھی خواب غفلت سے بیدار نہ ہونا چاہیئے کیوں نہیں ہم سب کا فرض ہے کہ ہم سے جیسے بھی ہو سب مل کر قوم سے اس لعنت کو دور کریں اور اس معاملہ میں پوری سعی سے کام لیں۔

ایک شرابی اور اس کی بیوی کا منظوم قصہ

برادران اسلام! آپ نے شراب اور جوئے کے متعلق آخرت کی وعیدیں سن لیں اور دنیوی خرابیاں بھی دیکھ لیں اب آپ آسانی کے ساتھ اپنے اخلاقی تمدنی معاشرتی اور مذہبی نقائص کا احساس کر سکتے ہیں اس سے زیادہ کچھ اور بیان کرنے کو جی نہیں چاہتا لیکن آخر میں میں چاہتا ہوں کہ ایک منظوم قصہ آپ کو اور سناؤں جس کو مولوی محمد حسین صاحب نے نظم کیا ہے اس کو میں "وعظ سعید" سے لیکر نقل کرتا ہوں مگر اختصار کے ساتھ ؎

توجہ سے سنو یہ اک شرابی کی کہانی ہے — تمہارے واسطے اے نوجوانو! اس میں عبرت ہے
محبت کا نتیجہ اقتضا میں نام ہوں اس کا — تبسم لب پہ ہر دم ہر طبیعت میں روانی ہے
اثر سے صحبت بد کے وہ پہنچا ایسے جلسہ میں — کہ جسکی یہ بڑی تہذیب بانی و مبانی ہے
کھڑی تھی میز پر وال کانچ کے برتن میں دخت رز — سر رنگ ہی تہی پیدائش وطن ہندوستانی ہے
وہ بیچین و بیٹھا پوچھ کر اس شیشہ میں کیا شئے ہے — کہا چیلے نے یاروں نے یہ آب زندگانی ہے
مسخر کر لیا ہے اس نے کل عالم کو اب ایسا — کہ عرصہ سے اسی کا دندنہ صاحب قرانی ہے
گلاس اسکا ابھی بھر کر چڑھا جاؤ تم غٹ غٹ — تو پھر معلوم ہو تمکو کہ کیا لطف جوانی ہے
غرض اس نوجواں نے عقل و عزت کو کیا رخصت — کہ دشمن عقل و عزت کی شراب ارغوانی ہے
مگر وہ دن تھا ایسا شوم اس کمبخت کے حق میں — کہ نازل آج کے دن بلائے ناگہانی ہے
چلا اک رات موری میں سے اک دو لے دیکھا — کہ سوز ارزل کی معراج اور غایت کامرانی ہے
بٹھایا اس نے کتے کو کہ ہو جاتا تھا سے — ذرا جھک جو منہ دیکھا تو دوستانی ہے
اٹھا کر پشت پر لے آیا اس کو گھر میں لا ڈالا — کہا بھاوج نہ کر نا غم فقط سر کی گرانی ہے

اسی طرح شراب کی قبیح عادت پختگی حاصل کرتی گئی اور بالآخر اس خانہ خراب نے یہاں تک نوبت پہنچائی ؎

ابھی کچھ رات باقی تھی کہ کی بدمست نے کروٹ — کہا جھنجلا کے سنتی یا کہ سوتی اے فلانی ہے
ملا یا لات بھر بچہ کرے تو نے مری ضد سے — اور اپنے منہ پہ کس نخرہ سے دیکھو لال انی ہے
بھری بیٹھی تھی غصہ میں لگی وہ پیٹ کر رونے — کہا اے سنگدل کمبخت میں تو بھی قسمت انی ہے
کہاں آئی ہوں ناپید انکو کہ جن کے بیٹے ہوں خالی — نہ بچے کیوں نہ بچہ کہ جس کا رزق پانی ہے
نہ چھیڑا کو لے کچھ کپڑا نہ کچھ زیور ہے تن پر — کلائی کی نہ دو کانوں پر کچھ سب جا مدانی ہے
جلی پانی اور ہمسائی یہ کہتی ہیں مجھے ہر دم — خصم تیرا نکھٹو ہے شرابی اور زانی ہے
ہیں آنکھیں زرد پر جان سی ہو رہی ہاتھ میں رعشہ — گئی ہے سوکھ کر گردن اور چہرہ زعفرانی ہے
پسینہ بھی نہ آیا اس کی پیشانی پر اور یہ بولا — نصیحت ہو ضد مجکو نہ مانوں گا نہ مانی ہے
نکل جا تو ابھی گھر سے نہ مجکو منہ دکھا پھر — تری ہمدرد دنیا میں فقط میری ہی نانی ہے

حضرات! یہ ہوتی ہے شرابیوں کی حالت حقیقت یہ ہے کہ ایک شرابی کبھی بھی لطف زندگانی حاصل نہیں کر سکتا، وہ خانگی زندگی کے لطف سے ناآشنا ہوتا ہے وہ نہ حقوق العباد ادا کر سکتا ہے اور نہ حقوق اللہ۔ اس شراب نے ہزاروں مالداروں کو دو دو کوڑی کا محتاج کر دیا جاگیرداروں اور نوابیاں چٹ کر لیں ہزار گھرانوں کو برباد کر دیا اور ذلت و افلاس کو ان پر مسلط کر دیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کے شرابیوں، نشہ بازوں اور جوئے بازوں اور کوکین خوروں کو عقل و سمجھ دے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اصلاح پر کمربستہ ہو جائیں۔ آمین

مسلمان کیا کریں؟

(از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب)

آج دنیا میں بالعموم اور ہندوستان میں بالخصوص جس تیزی اور ہلاکت آفرینی کے ساتھ ایک نیا انقلاب آرہا ہے اس کو دیکھ کر ملت اسلامیہ کے اہل فکر و نظر ایک صورت حیرت سے ششدر ہو کر رہ گئے ہیں اور ان کی زبانوں پر رہ رہ کر یہ سوال آتا ہے کہ "مسلمان کیا کریں"۔ یہ سوال کس قوم میں پیدا ہوا اس میں جو اپنے آپ کو خدائے واحد کا پرستار اور محمد عربی کا غلام کہتی اور اس پر فخر کا اظہار کرتی ہے جو اس وقت مسلمان کے نام سے پکارے جانے کے باعث دنیا میں اسلام کا نمائندہ سمجھی جاتی ہے اور جو اپنے پاس ایک ایسی کامل و مکمل آسمانی کتاب رکھتی ہے جس میں تمام اولاد آدم کی تمام موجودہ اور آئندہ مشکلات کا حل موجود ہے جس نے تنظیم و ترقی کے وہ عالم افروز اصول و قوانین پیش کئے ہیں جن کی روشنی میں غیر مسلم اقوام منازل ارتقاء طے کر رہی ہیں اور جس کتاب مقدس نے آج سے ساڑھے تیرہ سال پیشتر ہی اس سوال کا جواب دیدیا تھا کہ مسلمان کو کیا کرنا چاہیئے۔

ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے کہ ایسی قوم میں اس سوال کا پیدا ہونا دوسری قوموں کے لئے باعث تمسخر اور استہزا ہے یا نہیں پھر اگر کوئی جواہر لال یہ کہدے کہ اسلامی تہذیب سوائے اونچے پاجامے اور لونبی دار بندنے کے اور ہے کیا چیز تو اس پر سیخ پا ہونے کی ضرورت کیا ہے جب ہم اعتقادی اور عملی طور پر اس حقیقت پر ایمان ہی نہیں رکھتے کہ ہمارا مذہب ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کی نہ صرف دینی بلکہ دنیوی ضروریات کا بھی کفیل ہو خواہ وہ سیاسی ہوں یا تاریخی معاشرتی ہوں اور یا اقتصادی اور اس بنا پر دوسرے ہماری تہذیب کا مذاق اڑاتے ہیں تو اس کا باعث ہم خود ہیں نہ کہ غیروں کی اسلام دشمنی کا جذبہ۔ جب ہم اسلام کو مذہبی حیثیت دے رہے ہیں امور دنیوی کے لئے دوسرے کے دست نگر بنے ہوئے ہیں اور ضلالت و ذلالت کے عمیق گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں پھر پکار رہے ہیں کہ ہائے ہم کیا کریں تو دوسروں کی شکایت کرنے سے پہلے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے دعوی اسلام اور اعمال و افعال میں کس قدر فرق ہے۔

یا للعجب! اسلام جو ایک خاص طریق فکر اور پوری زندگی کے متعلق ایک خاص نقطہ نظر کا نام ہے اور اس خاص طریق فکر اور طرز عمل سے جو ہیئت عامہ حاصل ہوتی ہے وہی اسلامی تہذیب ہے ہمارے علما اور زعما تک نے ابھی تک یہ بات نہیں سمجھی اگر سمجھی بھی ہے تو اس کو عمل میں ابھی تک نہیں لائے پھر اگر ہندو روح اسلام سے قطعاً ناآشنا ہے تو اس کی کیا شکایت ہو سکتی ہے ان کے گاندھی اور جواہر لال تو مسلمانوں کے متعلق صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو ذبح بقر عید کی اجازت دیدی جائے، مساجد کے سامنے باجا بجانا روک دیا جائے تو بس ان کے مذہب اور تمدن اور تہذیب و کلچر کا پورا تحفظ ہو گیا اب اس سے زیادہ مسلمان اور کیا چاہتے ہیں۔

ان چیزوں سے ذرا آگے بڑھ کر کسی اور چیز کا کسی ہمدرد اسلام نے مطالبہ کیا اور ہندو اور اس کا ساتھی مسلمان دونوں پکار اٹھے دیکھو میاں! یہ سیاسی اور ملکی معاملہ ہے اس میں مذہب کی ٹانگ کیوں اڑاتے ہو اور اسے خواہ مخواہ فرقہ وارانہ مسئلہ بنائے دیتے ہو۔ خدارا مجھے بتائیے جب اپنوں اور غیروں کی یہ ذہنیت ہو تو بیچاری اسلامی تہذیب کب تک ان کے ہاتھوں محفوظ رہے گی؟

یہی ایک بنیادی غلطی یا غلط فہمی یا تجاہل عارفانہ ہے جس کی بنا پر آج تک ہندو مسلم اختلافی مسائل کا کوئی حل تجویز نہیں ہو سکا۔ میں اپنے ایقان و بصیرت کے ساتھ یہ اعلان کر دینا چاہتا ہوں جب تک اس بنیادی غلطی کو دور نہ کیا جائیگا اس مسئلہ کا کوئی محکم اور استوار تصفیہ نہ ہو سکے گا اور نہ ہی ہمارے مفکر اس سوال کا صحیح جواب دے سکیں گے کہ "مسلمان کیا کریں"۔ نہ اس سوال کا جواب دینے کے قابل ہی نہیں کیوں اس لئے کہ اس سوال کا جواب دینے والے زیادہ تر دو ہی قسم کے لوگ ہیں اول وہ جو مسلم لیگ کی پالیسی کا دامن پکڑے ہوئے ہیں اور دوسرے وہ جو کانگریس کے حامی ہیں۔ لیگی اس معاملہ پر اس حیثیت سے غور کرتے ہیں کہ مسلمان بھی ایک قوم ہیں جیسی دنیا میں دوسری اور قومیں ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہر ممکن سیاسی چال اور ہر مفید مطلب سیاسی تدبیر سے اس قوم کے مفاد کی حفاظت کرنا ہی بس اسلامی سیاست ہے اس حیثیت سے جب میں مسلم لیگ کی قیادت و رہنمائی کے غلغلے سنتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ خدایا! کیا مسلمانوں کے رہنما ایسے ہی خود غرض اور اسلام نا آشنا ہوا کرتے ہیں۔ سچ ہے مدینہ والے آقا کا فرمان ہے اذا وسد الامر الی غیر اہلہ فانتظر الساعة

اس کے مقابلہ میں کانگریسی حضرات اس مشکل کا حل ہندوستانی وطن پرستی کے نقطہ نظر سے کرنا چاہتے ہیں اور متحدہ قومیت کے عرش اعظم پر بیٹھ کر مسلمانوں سے یوں مخاطب کرتے ہیں۔

(۱) ہندوستانی مسلمانوں پر "اقلیت" کے لفظ کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔

(۲) اگر مسلمان اپنے سیاسی مستقبل کو درخشاں بنانا چاہتے ہیں تو ان کے لئے سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ اپنی قسمت کی باگ ڈور کانگریس کے ہاتھ میں دیدیں۔

(۳) یہاں کے مسلمان ہندوستانی مسلمان ہیں اس لئے انہیں گذشتہ تہذیب و معاشرت کے دلخوش کن خواب نہیں دیکھنے چاہئیں اگر ہندو اپنی تہذیب کو گاندھی جی کی رہنمائی میں زندہ کریں تو انہیں یہ حق حاصل ہے اسلئے کہ وہ مہاتما ہیں اور ان کی ہر چیز مقدس اور شک و شبہ سے بالاتر۔ اس لئے کہ مسلمان اب ہندوستانی قوم اور ناقابل تقسیم ہندوستانی قوم بن چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

غور فرمائیے جس قوم کے قائد اعظم اور سب سے بڑے مایۂ ناز عالم سے لیکر چھوٹے

چھوٹے قائد تک یوں اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر کھو چکے ہوں معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے نہ دیکھتے ہوں مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نظر انداز کر جاتے ہوں اور غیر اسلامی نظریات و مقاصد کو اسلامی نظریات و مقاصد ظاہر کرنے پر مصر ہوں وہ اس قابل کہاں ہیں کہ اس سوال کا صحیح جواب دے سکیں اس صورت حال کا منطقی نتیجہ اور جواب یہی نکلتا ہے کہ تم کانگریس میں داخل ہو جاؤ، تم لیگی بن جاؤ، تم احراری کہلاؤ وغیرہ۔

میری روح یہ دیکھکر ماتم کرتی ہے کہ مسلمانوں کو قدرت نے یہ موقعہ دیا تھا اور جھنجھوڑ کر ہوشیار کیا تھا کہ وہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے سیاسی حالات و واقعات کا جائزہ لیتے اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی زندگی کا راستہ معین کرتے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے دنیا کی ساری قوموں پر اپنا اخلاقی مرتبہ کی برتری کا سکہ جما دیتے مگر آہ ؎

چنیں دور آسماں کم دیدہ باشد | کہ جبریل امیں را دل خراشد
چہ خوش دیرے بنا کرد ند آنجا | پرستد مومن و کافر تراشد

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ہمارے رہبران ملت چاہتے تو یہی تھا کہ مسلمان منظم ہوں اور دوسری اقوام کے دوش بدوش ترقی کریں لیکن افسوس تو یہ ہے کہ جادۂ حق و صداقت کو چھوڑ کر اور اسلامی تعلیم سے منہ موڑ کر منظم ہونا اور ترقی کرنا چاہتے ہیں ایسے حالات میں کیسے توقع ہو سکتی ہے کہ وہ ہمیں منزل مقصود سے ہمکنار کرا سکیں گے ؎

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

یہ مسلمانوں کی مذہبی موت ہے

پیروان دین حنیف کیلئے اس سے بڑھکر کوئی مذہبی موت نہیں کہ وہ نماز روزہ کی تفہیم و تعمیل کے لئے تو کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں خطبۂ نکاح میں چند آیتیں پڑھ لیں اور بستر نزع پر دم توڑنے والے مریض کو سورۂ یاسین سنا دیں لیکن جب ان کے سامنے یہ سوال آئے کہ تحریک آزادی میں مسلمانوں کی کیا پوزیشن ہونی چاہئیے تو کتاب و سنت سے قطع تعلق کر کے عاجزی کے ساتھ انگریزوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں یا ہندو کے دستر خوانوں کی کھائی ہوئی ہڈی کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگیں یعنی انسانی حریت اور ملکی فلاح کا سبق دوسری قوموں سے لیں بتلایئے یہ مسلمانوں کی مذہبی موت نہیں تو اور کیا ہے؟ ؎

بہ بند صوفی و ملا اسیری | حیات از حکمت قرآں نگیری
بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست | کہ از یاسین او آساں بمیری

وہ شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہو

مسلمانوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئیے کہ ہمارے ملکی بھائی اپنے اندر صرف قومیت اور سیاست کی روح پیدا کر کے زندگی کی حرارت پیدا کر سکتے ہیں لیکن مسلمانوں کا معاملہ ان سے جداگانہ نوعیت کا ہے ان کی کوئی علیحدہ قومیت نہیں جو کسی خاص نسل و خاندان یا جغرافیائی تقسیم سے تعلق رکھتی ہو ان کی ہر چیز مذہب سے وابستہ ہے لہذا جب تک وہ اپنے تمام اعمال کی بنیاد مذہب کو نہیں قرار دیں گے اس وقت تک ان میں نہ قومیت کی روح پیدا ہو سکے گی اور نہ وہ اپنے بکھرے ہوئے شیرازہ کو جمع کر سکیں گے مسلمانوں کے لئے ہر شے ان کے مذہب میں ہے ان کو اپنا نصب العین صرف اسلام کو بنانا چاہئیے اور اپنی ساری طاقت انہیں صرف کرنی چاہئیے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر صرف احکام اسلام کے مطیع و منقاد ہو جائیں یہ ہے وہ کام جو اس وقت ایک مسلمان کو بحیثیت ایک مسلمان کے کرنا چاہئیے یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اصلاح و تنظیم کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ اسلام کو از سر نو ایک تحریک کی حیثیت سے اٹھایا جائے اور مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بنایا جائے۔

اس موقعہ پر ایک خندۂ استہزا کے ساتھ کہدیا جاتا ہے کہ واہ آپ نے کیا خوب مسلمانوں کو راہ بتلائی ہے اس کے معنے تو یہ ہوئے کہ مسلمان تحریک آزادی سے الگ ہو کر اپنے آپ کو مسلمان بناتے رہیں جو صدیوں کا کام ہے اور اتنی دیر میں ہندو وطن کہیں سے کہیں نکل جائینگے وہ طاقت و اقتدار حاصل کر کے تمہیں رہنے نہ دینگے اور نہ تمہارے مذہب کو اس لئے یہ موقع مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا نہیں بلکہ ہندو کے ساتھ ہو کر آزادی لینے اور متحدہ قومیت قائم کرنے کا ہے جب آزادی مل گئی تو مسلمانوں کو مسلمان بنا لینا اور اب ہی اگر تم مسلمان بنو تو تمہیں روکتا کون ہے جو تم اسلام کو بہانہ بنا کر تحریک آزادی سے جان چرا رہے ہو۔

اس قسم کے معترضین یا تو اس صحیح آواز کو سمجھتے ہی نہیں اور یا دیدہ و دانستہ اس کو غلط رنگ میں پیش کر کے مسلمانوں کو حقیقی راہ نجات سے ہٹانا چاہتے ہیں جو لوگ مسلمانوں کی اسلامی تنظیم و ترقی کے خیال کو ناقابل عمل اور تحریک آزادی کے خلاف سمجھتے ہیں وہ درحقیقت مسلمانوں کی پوزیشن اور اصل معاملہ سمجھے ہی نہیں۔ میرا ادعا یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی پالیسی کا اصل الاصول یہ ہونا چاہئیے کہ ان کے مسلم ہونے کی حیثیت اور ہندوستانی ہونے کی حیثیت میں کامل توافق ہو۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی دو حیثیتیں ہیں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت، اور دوسری ہندوستانی ہونے کی حیثیت ان میں سے پہلی حیثیت دوسری حیثیت پر مقدم ہونی چاہئیے۔ یہ دونوں حیثیتیں ایک دوسرے کے خلاف نہیں کہ ایک مسلمان مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہندوستانی ہونے سے انکار کرنے یا ہندوستانی ہونے کے اعتبار سے اپنے مسلمان ہونے کی حیثیت کو ثانوی حیثیت دیدے یہی وہ غلط پالیسی ہے جس پر ہمارے کانگریسی بزرگ گامزن ہیں۔

غلامی کی ذلتوں پر قانع ہونا اسلام دشمنی ہے

میں یہاں اس حقیقت کی اظہار نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ جو مسلمان وطن کی آزادی کے لئے کوئی تڑپ نہیں رکھتا اور غلامی کی ذلتوں پر قانع رہتا ہے وہ وطن ہی کا دشمن نہیں بلکہ اسلام کا بھی دشمن ہے اس لئے کہ اسلام حریت و آزادی کا دنیا میں سب سے زیادہ اور سرگرم علمبردار ہے اور غلامی سے نجات دلانا اس کے ظہور کا سب سے بڑا مقصد ہے پس جو شخص اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے وہ غلامی اور محکومی کا کبھی حامی نہیں ہو سکتا اور اگر ہو تو وہ فی الحقیقت کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

آپ کہیں گے اگر یہی بات ہے تو پھر مسلمان کانگریس میں کیوں شریک نہیں ہوتے؟ یہاں مسلمانوں کو ایک بڑا زبردست مغالطہ لگ رہا ہے مسلمان آزادی کا سرگرم طلبگار ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انگریزوں کی غلامی سے

آزاد ہو کر ہندوؤں کی غلامی اختیار کرے، بلکہ یہ اختیار رکھ جوا اتار کر سودیشی غلامی کا لعنتی طوق اپنی گردن میں ڈال لے۔ اس کو نہ انگریزوں سے عداوت ہے اور نہ ہندوؤں سے اُسے تو صرف غلامی سے نفرت ہے۔ بدقسمتی سے صورت حال یہ ہے کہ کانگریس ہندوستان کو انگریزی غلامی سے آزاد کر کے یہاں کی ملت کو اپنی غلامی کی زنجیروں سے جکڑ لینا چاہتی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ مسلمان کانگریس سے متنفر ہے۔

پھر ہندو اور مسلمان کے نقطۂ نگاہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے اپنی رجحانات کے ماتحت ہندو کی زندگی کا مقصد اقتصادی اور سیاسی آزادی ہے مگر مسلمان کا مقصد یہ نہیں اس کے نزدیک آزادی کا نصب العین ایک ذریعہ ہے دیگر اخلاقی و روحانی مقاصد کے حصول کا۔ یعنی جو چیز ہندو کے لئے مقصد ہے وہ مسلمان کے نزدیک ذریعہ ہے مسلمان اس لئے آزادی چاہتا ہے کہ خدا کی زمین میں عدل قائم ہو، انسان انسانیت کا احترام کرنا سیکھے اور ایک صالح حکومت منظر عام پر آئے اور کانگریس آزادی محض اس لئے چاہتی ہے کہ ہو کے ہندوستانی گورنمنٹ مل جائے

اگر نقطہ ہائے نگاہ کا یہ اختلاف محض اختلاف کی حد تک رہتا تو بھی مسلمان خوشدلی و جان سپاری کے ساتھ جنگ آزادی میں حصہ لیتا مگر یہاں تو یہ حال ہے کہ مسلمانوں کے امتیازی وجود کو ختم کر کے اکثریت کی ترکیب میں اپنے آپ کو تحلیل کر دینے پر مجبور کیا جا رہا ہے اس وقت ترقی پسند مسلمانوں کے نزدیک اہم ترین سوال یہ نہیں کہ ایک مسلمان کو حقیقی مسلمان کس طرح بنایا جا سکتا ہے اور اسکا پیغام خدا کی مخلوق تک کس طرح پہنچایا جائے۔ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو واپس لانے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور ان کی مرکزیت کی تجدید و اصلاح کا کام از سر نو کس طرح شروع کیا جائے۔ بلکہ ان کے سامنے اصلی سوال صرف یہ ہے کہ ہندوستان آزاد کیسے ہو۔

میں شروع سے اسی چیز کا ماتم کر رہا ہوں اور یہی بتلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے رہبران ملت کو تعلیم معاشرت اور سیاست میں بر بنائے اتباع اقوام کوئی راہ اختیار نہیں کرنی چاہئے بلکہ بر بنائے مذہب مگر یہاں اس چیز کا فقدان ہے یہی وجہ ہے کہ "مسلمان کیا کریں" کا صحیح جواب سامنے نہیں آتا۔

رہبران ملت و اسلام کی معنویت

قوم دو طبقوں پر مشتمل ہوتی ہے عوام اور خواص عوام کا کام ہے ہر ایک بلانے والے کے پیچھے لگ لینا اور خواص کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم کیلئے اصلاح و ترقی کی راہیں نکالیں۔ قوم کی اصلی طاقت یہی خواص ہوتے ہیں انہیں پر قوم کے بننے بگڑنے کا مدار ہوتا ہے ان کی راست روی پوری قوم کی راست روی ہے اور ان کی گمراہی پوری قوم کی گمراہی پر منتج ہوتی ہے۔

آج جبکہ ہندوستان کی آزادی کا سوال بہت کچھ دروازے پر کھڑا ہے اور ہندوستانیوں کے سامنے یہ سوال درپیش ہے کہ ہندوستان کا آئندہ نظام حکومت کس قسم کا ہو ہمارے خواص کا فرض تھا کہ وہ یہ دیکھتے کہ کسی ایسے نظام حکومت کے بنانے کا مقصد تو نہیں ہو رہا جس میں اکثریت کے براہ راست کچلے بغیر اسلامی تہذ

خواہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر فنا ہو اور مسلمان مڑ مڑ کر دیکھتے رہیں۔ مگر یہ کیسے کہا جائے کہ چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے کہ ہمارے رہبران ملت کو اس کی کوئی فکر نہیں کہ آئندہ وہ مسلمان مسلمان ہونے کی حیثیت سے ترقی و ترفع حاصل کر سکیں گے یا نہیں، انہیں سارا قلق اس بات کا ہے کہ وہ ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے کیا کیا کچھ حاصل کریں اور برادران وطن کے دوش بدوش کیسے چلیں۔

اسلام اس قسم کے رہبران ملت کے ہاتھ میں پہنچکر اپنی معنویت کھو بیٹھا ہے ان کو کبھی بھولکر بھی یہ خیال نہیں آتا کہ کسی مسلک کسی مقصد اور کسی اصول کے ساتھ وابستہ ہیں دوسروں سے اسی مقصد اسی مسلک اور اسی اصول کو سامنے رکھکر اشتراک و تعاون یا معاہدہ کرنا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ کس حد تک روح اسلام کی نمایندگی کر رہے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ کرتے یہ ہیں کہ غیر اسلامی مقاصد اور غیر اسلامی امور کو بلا سوچے سمجھے اسلامی امور اور اسلامی مقاصد بتلا کر خود کو بھی تسلی دے لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہ کہکر مطمئن کر دیتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اسلام ہی کے لئے کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا قول کچھ ہوتا ہے اور عمل کچھ اور۔ مثال کے طور پر میں مجلس احرار کو پیش کرتا ہوں آل انڈیا احرار کانفرنس پشاور کے اجلاس میں جناب چودھری افضل حق صاحب نے احرار کا مسلک ان الفاظ میں پیش کیا تھا۔

"احرار حالات کا جائزہ لیکر اور امت کے ذہن کا تجربہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسلمان کا محور زندگی مذہب ہے۔ مذہب سچے عشق کی بنیاد ہے"

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"پس احرار مسلمانوں کی مذہبی حس کو جو اُسے جان سے زیادہ عزیز ہے محرک کر کے یوں پکارتے ہیں کہ مسلم دنیا کو امن و سلامتی کی راہ پر لے جانا تیرا کام تھا مگر بطور ہندی مسلمان کے نہ صرف خود تو غلام ہوا بلکہ دنیا اور عالم اسلام کو غلام بنایا اٹھ ہندوستان کو آزاد کر تاکہ دنیا اور عالم اسلام آزاد ہو تو یہ پکار اس کے ذہنی رجحانات کے عین مطابق ہوتی ہے۔"

اس سے آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"بعض کانگریسی مسلمان جو وطنیت اور نیشنلزم کے قائل ہیں وہ اول ہندوستانی اور بعد کو مسلمان کی بیہودہ اور فضول رٹ لگا کر مسلمانوں کو بے ضرورت مشتعل کرتے ہیں لیگ کا نقاب اوڑھے ہوئے انگریز کا ایجنٹ ایسے مواقع کی تاک میں رہتا ہے کہ کب کانگریسی مسلمان کی زبان سے کوئی غیر محتاط کلمہ نکلے اور اُسے عوام میں بدنام کرنے کا موقعہ ہاتھ آئے احرار دونوں جماعتوں کے نمایندوں سے دلی تنگ ہیں کانگریس کے ادغام کلی اور لیگ کی اجتناب کلی کے درمیان مجلس احرار اعتدال کی ایک بیچ کی اور سیدھی راہ ہے۔"

دیکھئے یہ مسلک کتنا صحیح جامع مانع محتاط اور جاذب توجہ ہے اور فی الحقیقت ہونا بھی چاہئے لیکن جب یہی احرار اپنے خیالات کی پاکیزگی و بلندی سے اتر کر میدان عمل میں آتے ہیں تو جنگ آزادی میں کانگریس کا ضمیمہ بنے ہوئے نظر آتے ہیں اور اپنے مقصد اور اپنے مسلک اور اپنے اصول کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ اگر واقعی وہ یہی سمجھتے ہیں کہ مسلمان کا محور زندگی مذہب ہے وہ مسلمانوں کی مذہبی حس کو بیدار کر رہے ہیں اور وہ کانگریس کی ادغام کلی اور لیگ کی اجتناب کلی

کے درمیان نقطۂ اعتدال ہیں تو سبحان اللہ ایسی ہی جماعت کی تو ہندوستان میں ضرورت ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس دعوے کے مطابق مسلمانوں میں وسیع پیمانہ پر یا اپنی بساط اور وسائل کے مطابق اصول اسلام اور قوانین شریعت کا علم پھیلایا۔ ان کے اندر کم از کم اتنی واقفیت پیدا کرنے کی کوشش کی کہ وہ اسلامی حدود کو پہچان لیں اور یہ سمجھ سکیں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے کن خیالات اور کن عملی طریقوں کو قبول کر سکتے ہیں اور انہوں نے کب یہ مطالبہ پیش کیا کہ ہمیں اتنی قوت حاصل ہونی چاہئے کہ ہم اپنی قوم کی تنظیم اصول اسلامی کے مطابق کر سکیں۔ ان کی اسلامی تعلیم و تربیت کا انتظام کر سکیں ان کے اندر غیر اسلامی طریقوں کو روک سکیں یا اطلاق پر اسلامی احکام جاری کر سکیں اگر ان باتوں میں سے کسی ایک بات کے لئے بھی انہوں نے کوئی جدوجہد نہیں کی تو میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان کا محور زندگی مذہب ہونا ان کے نزدیک محض ایک دلخوش کن خیال اور مذہب کے پیچھے لڑائیوں کو دینے کا ایک جال ہے یا عملی چیز بھی ہے۔ ورنہ مسلمانوں کی مذہبی حس کو کس طرح بیدار کر رہے ہیں! جانے دیجئے اس سوال کو کہ انہوں نے مسلمانوں میں اصول اسلام اور قوانین شریعت کو پھیلایا یا نہیں کم از کم کوئی اتنا ہی بتادے کہ وہ خود کس حد تک اصول اسلام اور قوانین شریعت پر عمل پیرا ہیں تاکہ ان کو دیکھ کر ہی ان کے متبع اسلامی احکام کا احترام کرنا ہی سیکھ لیں۔

اس کے بعد جب ہم ان سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ حضرات جس آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں اس کی نوعیت کیا ہے؟ اس نوعیت کی آزادی ہمارے لئے کس درجہ میں مطلوب یا مفید ہے؟ اس جنگ آزادی کا مطمح نظر کیا ہے؟ قوم آزادی کیوں چاہتی ہے۔ یہ چیز فی نفسہ مطلوب ہے یا کسی غرض کے لئے؟ انگریز وسیلہ اور آزادی حاصل کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے وہ اسلامی تہذیب اور اس کے نظام اجتماعی کے مطابق ہے یا اس سے متصادم؟ تو ان میں سے کسی چیز کا جواب نہیں ملتا سوا اس کے کہ تم سامراجی ہو، بزدل ہو اور جنگ آزادی کے دشمن ہو۔ ایسی حالت میں محض فرضی اور وہمی آزادی کے نام پر دیوانہ وار دوڑے چلے جانا صرف انہی لوگوں کا کام ہے جو عقل و بصیرت کے علاوہ جسمانی آنکھیں بھی بند کر کے چلنے کے عادی ہوں۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ ان حضرات نے کانگریس کی ادغام کلی کے خلاف کبھی مؤثر آواز اٹھائی؟ ہرگز نہیں۔ وہ لیگ کی اجتناب کلی کے پیچھے تو پیچھے پڑ گئے ہیں مگر کانگریس کی ادغام کلی سے نہ معلوم کیا ساز باز ہے کہ اس کے خلاف خلوص دلی سے آواز نہیں اٹھاتے۔ ان حالات میں اگر کوئی لکھنے والا کہدے کہ میاں ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور والا معاملہ ہے اور یہ جماعت بھی کانگریس کا ضمیمہ ہے تو اس میں خلاف واقعہ کونسی بات ہے۔

کیا اب بھی اس حقیقت کے ماننے میں کوئی شک و شبہ ہو سکتا ہے کہ درحقیقت اسلام ہمارے رہنماؤں کے ہاتھ میں پہنچ کر اپنی معنویت کھو چکا ہے اور جہاں تک مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی کا تعلق ہے وہ اسلام کے معنے و مفہوم تک کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔

اسلام کی دردناک مظلومی و بے بسی

آہ! یہ اسلام کی مظلومی کی انتہا ہے یہ مسلمانوں کی بے بسی اور کس مپرسی کی انتہا ہے یہ ایسا دردناک واقعہ ہے جس سے خود زندگی کا دل افسردہ ہے اور ارض و سما کی پیشانی ایک ماتم کدہ مایوسی سے بھی زیادہ تاریک اور ہولناک نظر آ رہی ہے کہ دنیا کی وہ قوم جو خود اپنے اصول پر دنیا میں حکومت قائم کرنے کے لئے برپا کی گئی تھی وہ دوسروں کی حکومت میں اپنے پیروؤں کو کل پرزے بنانے کا کام کر رہی ہے۔

خدا کا دائمی پیغام اسلام جو ایک جامع مذہب ہے جس میں نہ صرف روحانی اور اخلاقی نظام مرتب کیا گیا ہے بلکہ وہ ایک کامل معاشی اقتصادی اور سیاسی دستور بھی ہے۔ مجھے حسرت و افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج دنیا کے سامنے جہاں ایک طرف سرمایہ داری اور دوسری طرف اشتراکیت اپنے بلند بانگ دعاوی پیش کر کے دنیا کو موجودہ مصائب سے نکالنے کے دعوے دار ہیں وہاں اسلام کی آواز جو دنیا کی مصیبت کا حقیقی علاج ہے بالکل خاموش ہے اس کی نمائندگی کرنے والے ہی غیروں کی تقلید کر رہے ہیں اور دوسروں میں جذب ہو جانے کی دعوت دے رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی — اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

گستاخی معاف ایک سچی بات ظاہر کئے بغیر رہا نہیں جاتا وہ علماء و زعماء جو کانگریس میں شامل ہو جانے کے لئے زور لگا رہے ہیں انہوں نے دراصل یہ سمجھا ہے کہ مسلمانوں کا انحطاط آخری حد کو پہنچ چکا ہے وہ بہت بری طرح خود غرضی، انفرادیت اور نفس پرستی کا شکار ہیں ان کی اجتماعی طاقت معدوم ہے اور ان کے اندر سخت انتشار برپا ہے اب ان کو اٹھانے کے لئے بڑی محنت تکلیف اور دقت کی ضرورت ہے ان کو منظم کرنا اور وہ بھی اسلامی اصولوں کے مطابق بڑا مشکل بلکہ ناممکن کام ہے۔ اتنی تکلیف کون اٹھائے اتنا وقت کون برباد کرے اپنے راحت و آرام کی قربانی کون کرے آسان بات یہ ہے کہ ان کو کانگریس میں شریک کرا دو۔ اس کے گرم و نرم سے جو کچھ مل جائے گا یہ غریب لے کر اپنا پیٹ بھر لیں گے باقی رہی اسلامی تنظیم و ترقی اس کی ہمیں کیا ضرورت ہے جب ہندوستان آزاد ہو جائیگا تو مسلمان خود بخود منظم ہو جائیں گے اور ان کی تمام کمزوریاں یک لخت دور ہو جائیں گی اور اگر موقعہ ملا تو ہم اپنے دینی نظام کی ترقی و استحکام کی منظوری بعد میں حاصل کریں گے۔

اس کے مقابلہ میں لیگی علماء یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی تہذیب و کلچر کے نام پر خود کچھ عہدے حاصل کر کے مسلمان نامی قوم کے دنیاوی مفاد کی حفاظت کر دی جائے باقی رہا مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا کام سو یہ ہمارے بس کا روگ نہیں۔ الغرض دونوں قسم کے حضرات ہمیں بحیثیت مسلمان منظم کرنا اور زندہ رکھنا نہیں چاہتے۔

مجھے حیرت ہے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ عوام الناس تو خیر کس گنتی میں ہیں کیا علماء بھی اسلام کی طرف سے مایوس ہو گئے ہیں کیا ان کو بھی خدا کے وعدوں پر بھروسہ نہیں رہا کیا مسلمانوں میں بحیثیت مسلمان زندہ رہنے کی صلاحیت و طاقت باقی نہیں رہی کیا ہمارے دلوں سے ایمان سلب ہو گیا ہے کہ ہمارے بزرگوار ہمیں اپنی تنظیم کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا نہیں سکھاتے

کیا ہم اتنے گمے اور مردہ ہو گئے ہیں کہ اب ہم سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔
اگر واقعی ایسا ہی سمجھ لیا گیا ہے تو اس سے زیادہ مسلمانوں کی مظلومی اور اسلام کی بے بسی اور کیا ہوگی۔

راہ نجات مسلمانوں کو ان حالات سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کہ اسلام میں مایوسی کفر ہے ان کا خدا اور نبی سب زندہ ہے۔ یقین کیجئے کہ ہماری قوم کی حالت پلٹ سکتی ہے۔ ہماری قوم کا نقشہ بدل سکتا ہے۔
مسلمانو! اس انقلاب پیدا کرنے کے لئے صدیوں کی ضرورت نہیں ہے صرف [illegible] مسلمانوں کو [illegible] مسلمان ہو جائیں
[illegible] ہیں مگر خدا کی قسم چند سالوں میں ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کی قوم خوش حال، شاداب، باشعور، باوقار، معزز اور کامران ہو جائے اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ مسلمان غالب رہے ہیں جاگ رہے ہیں، دنیا کی تجارتوں اور دولتوں پر قبضہ کر رہے ہیں، اپنی اخلاقی برتری کا اقوام عالم پر سکہ جما رہے ہیں اپنی روحانی طاقتوں سے مادی طاقتوں کو پیغام فنا دے رہے ہیں اسلام زندہ ہو رہا ہے اور دور صحابہ کی شوکتیں و عظمتیں واپس آ رہی ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ مسلمان اپنے اندر ایمان و عمل صالح کی حقیقی روح پیدا کر لیں اسلامی اصولوں اور طریقوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں، اپنی اخلاقی معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی حالت کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنالیں۔ اس بات کا فیصلہ کر لیں کہ ہم خدا کے لئے جئیں گے اور خدا کے لئے مریں گے۔ تعلیم خداوندی کی تعلیم و تبلیغ ہمارا کام ہوگا اپنے آپ کو اسلامی نظام کی اطاعت کے حوالہ کریں گے اسلام کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں گے اور اسی نظام کے ماتحت جان و مال کی قربانیاں دیں گے۔
مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کے سامنے ان مقاصد کو رکھ لیں پھر اپنی مقاصد کی مسلمانوں میں تبلیغ کریں پھر ایک جماعت بنکر غیر مسلموں کو بھی اسلام کا راستہ دکھائیں یاد رکھو اسلام ایک ایسا قانون حیات ہے جس پر عمل کرنے سے چھ ماہ میں اس قدر ترقی ہو سکتی ہے کہ دوسرے انسانی پروگراموں کے ذریعہ چھ سال میں بھی اتنی ترقی نہیں ہو سکتی مسلمانوں کے لئے یہی راہ عمل کشادہ ہے اس کے علاوہ وہ جو راہ عمل بھی اختیار کریں گے خائب و خاسر ہوں گے جیسا کہ اب ہو رہا ہے پس یاد رکھو مسلمان اقوام عالم پر غالب آ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ واقعی مسلمان بن جائیں ؎

جہاں کرنی ہے جہانبانی محمد کی غلامی کر   عرب کا تاج رکھ سر پر خدا وند عجم ہو جا

یہ پروگرام سنکر نیشنلسٹ مسلمانوں کی طرح شاید آپ بھی کہدیں کہ یہ سب باتیں مسلمانوں کو جنگ آزادی سے ہٹانے اور ان کی سیاسی حیثیت کو خاک میں ملانے کی ہیں صحیح راہ عمل یہی ہے کہ ہم جیسے کچھ بھی ہیں بہر حال ہمیں کانگریس میں شریک ہو جانا چاہئے ساتھ ہی ان باتوں کا بھی خیال رکھیں دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہمیں ہندوستانی ہونے کی حیثیت کو مقدم رکھنا چاہئے لہذا اس اعتراض کا جواب بغور سن لینا چاہئے۔
یاد رکھو آزادی ہمیں دونوں حیثیتوں سے مطلوب ہے ہندوستانی حیثیت سے جتنے مسائل ہمارے اور دوسرے تمام باشندگان ہند کے درمیان مشترک ہیں ان کو حل کرنے کے لئے ہمیں مشترک جد و جہد کرنی چاہئے مگر صرف اتنا دیکھ لیجئے کہ جو آزادی ہم ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے چاہتے ہیں اس میں اپنی اسلامی حیثیت کو تو قربان نہیں کرنا پڑے گا اگر یہی صورت ہے تو ایسی آزادی کو سولہ سلام جو اپنی قومی خصوصیات کو فنا کر کے حاصل ہو۔ بس چاہئے یہ کہ ہم اپنی مسلمان ہونے کی حیثیت کو برقرار رکھکر ہندوستانی حیثیت سے کانگریس میں شریک ہوں میں نہیں سمجھتا کہ اس سے کسی مسلمان کو اختلاف ہو۔ اور نہ ہی اس میں کوئی ایسی بات ہے کہ نیشنلسٹ مسلمان اس کو سنکر ناک بھوں چڑھائیں۔ یہ تو بالکل سیدھا سادا مسلک ہے مگر مشکل تو یہی ہے کہ کانگریس میں داخل ہو کر اپنے مسلمان ہونے کی حیثیت کو ثانوی حیثیت دینی پڑتی ہے اس کا چونکہ نیشنلسٹ مسلمانوں کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اس لیے وہ "پہلے مسلمان" کا نعرہ سنکر چیخ پا ہوتے ہیں۔
اس بارے میں حضرت العلامہ سید سلیمان صاحب ندوی کا مسلک بالکل صحیح ہے آپ فرماتے ہیں:۔
میرے نزدیک کانگریس کی صحیح راہ وہ تھی جس پر وہ ۱۹۲۰ء میں گامزن تھی یعنی ہندوستان کی متحدہ قومیت کی تشکیل کے بجائے ہندوستانی اقوام کی جمہوریت متحدہ کی تشکیل ایسی جمہوریت متحدہ جس میں اس ملک کی ہر چھوٹی سے چھوٹی قومیت کو بھی پھلنے پھولنے کا موقعہ ملے اس کی تہذیب اس کا مذہب اس کی زبان اور اس کا مقصد زندگی محفوظ رہے۔ غرض ہندوستان کی کامیابی کی راہ "متحدہ قومیت ہند" نہیں بلکہ "جمہوریت متحدہ اقوام ہند" ہے اسی لئے میں نے اپنی مختلف تقریروں اور تحریروں میں کلچرل اٹانومی کی دعوت بار بار دی ہے۔
مقصود یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہندوستان کی ساری قوموں یا فرقوں کو توڑ پھوڑ کر ایک قوم بنا دینے کی پالیسی اختیار کی جائے جس سے ہر ایک کے قومی یا فرقہ وارانہ امتیازات مٹ جائیں یہ بہتر ہوگا کہ ہم ان سب کو ایک متحدہ ہندوستانی جمہوریت کی وفاداری کے جھنڈے کے نیچے جمع کریں اور ان میں سے ہر ایک کی ہستی کو اس کے علیحدہ خصوصیات کے ساتھ قائم اور باقی رکھیں"
حضرت مولانا کے نزدیک متحدہ قومیت کی راہ بالکل صحیح نہیں بالخصوص مسلمانوں کے لئے تو یہ راہ بے انتہا خطرناک ہے اس راہ پر چلنے کے معنے یہ ہیں کہ ہم اپنے تمام مخصوص امتیازات کو خیرباد کہکر صرف "ہندوستانیت" میں ہضم ہو کر رہ جائیں۔
خلاصہ یہ کہ ہندوستان میں ملت اسلامیہ کے استبقا اور اس کے امتیازات خصوصی کے تحفظ کی راہ متحدہ قومیت نہیں بلکہ جمہوریت متحدہ اقوام ہند ہے جب تک کانگریس متحدہ قومیت ہند ہے جب تک کانگریس متحدہ قومیت کی راہ پر گامزن ہے۔ مسلمان ہرگز ہرگز کانگریس میں شامل نہیں ہو سکتے اور اگر ہوں تو یہ خودکشی کے مترادف ہے۔
یاد رکھئے اس معاملہ میں ہندوؤں سے صلح ہو سکے یا نہ ہو سکے اور فریقین کسی متفقہ فیصلہ پر پہنچ جائیں یا نہ ہیں بہر حال مفاہمت و مصالحت کی ضرورت ہے اور ہمیشہ رہے گی مگر ایسی مصالحت جو اسلام کی مرکزیت کو صدمہ نہ پہنچائے اور امت مسلمہ اپنی مستقل ہستی کو گم کر کے اکثریت کی

غلامی کا طوق اپنی گردن میں نہ ڈالے۔

مسلمان کانگریس میں شریک ہوں یا لیگ میں بہرحال ان کا مستقل وجود قائم رہنا چاہئے اور ان کی خصوصیات کو اس حیثیت سے محفوظ رہنا چاہئے کہ نمرود اسلام میں آسانی سے خط امتیاز کھینچا جاسکے اگر ایسا نہیں تو مسلمانوں کے دردکی نہ کانگریس دوا ہے اور نہ لیگ۔

میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو عارضی سیاسیات کو امت اسلامیہ کی نجات کا راستہ سمجھتے ہوں بلکہ آپ کا کامل یقین رکھتا ہوں کہ ہماری کامیابی انتہا اور نجات اسلامی ہی میں منحصر ہے جو جاودانی حقیقت رکھتے ہیں۔

حضرات علما، وزعما کی خدمت میں

حضرات علمائے کرام وزعمائے ملت

اس وقت ایک بڑی آزمائش ہمارے طریق عمل کے لئے درپیش ہے پہلے مدتوں کی غفلت و آرام طلبی کے بعد قومی و اجتماعی اعمال کی کشمکش میں قدم رکھا ہے اسلئے بے اختیار جیسے پہلے آپ کی نظر آجکل کے مجلسی اور اجتماعی کاموں کے رائج اسلوب پر پڑتی ہے اور تقلید و محاکات کا جذبہ آپ کو ان کی طرف کھینچنے لگتا ہے۔ لیکن میں نہایت ادب کے ساتھ آپکو یاد دلاتا ہوں کہ آپ کی راہ ان تمام راہوں سے بالکل الگ ہے جن پر اقوام عالم چل رہی ہیں آپ کی راہ ہدایت قرآن کی راہ ہے کتاب اللہ کی ہدایت اور حکمت نبوت کی سنت نے آپ کو دنیا اور دنیا والوں کے تمام گھڑے ہوئے پروگراموں طریقوں اور قاعدوں سے بے نیاز کر دیا ہے معاف فرمایئے آپ کا منصب یہ نہیں کہ آپ انسانوں کے بنائے ہوئے طریقوں کی تقلید کریں کافروں اور مشرکوں کو اپنا قائد و امیر بنائیں اور ان کی رہنمائی پر بغیر منزل ایمان لے آئیں۔ آپ کو کتاب و سنت کا علم اس لئے دیا گیا ہے کہ دنیا آپ کی پیش کردہ ہدایت کی تقلید و پیروی کرے۔ ساری دنیا کے سیکڑوں مصنوعی لیڈروں کے سر نہائی رہنمائی کے قدموں پر جھکیں اسلئے کہ آپ کے پاس اللہ کی کامل و مکمل اور اس کے رسول کی سنت ہے اور ان دو چیزوں سے بڑھکر کوئی مبدا علم اور سرچشمۂ حکمت نہیں دنیا میں علم و یقین صرف وحی الٰہی اور علوم و اعمال نبوت ہیں اس کے سوا علم و یقین اس آسمان کے نیچے کہیں ہی موجود نہیں۔

خدارا اپنے آپ کو اور اپنے منصب کو پہچانو اور غیر مسلموں کا اتباع اور انسانی طریقوں کی پیروی کر کے اپنے ساتھ اسلام کو بھی دنیا میں ذلیل و رسوا نہ کرو۔ کیا کبھی آپ نے اس پر بھی توجہ کی کہ اسلام کے ابتدائی دور کی اقلیت میں وہ کونسی امتیازی خصوصیت تھی جس کی وجہ سے وہ ساری دنیا پر چھاگئی اور آج دنیا میں جو ستر اسی کروڑ مسلمانوں کی بھیڑ نظر آرہی ہے یہ کن صالح جو انمردوں مجاہدوں کے سرفروشانہ کارناموں کی باقیات ہیں اور ان کے ذلیل و رسوا اور غلام و محکوم ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ دور اول کے مسلمانوں کی اقلیت میں روح اسلام موجود تھی اور اس دور کے مسلمان اس سے محروم ہیں پس مسلمانوں میں وہی روح پھونکئے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں تھی۔

مسلمانوں کی فطری صلاحیتوں کو بکار لانے کے لئے منظم سرگرم جد و جہد کیجئے اور اپنے قوم کے جوہر فرزندی کو چمکایئے کہ آپ کے شایان شان یہی کام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں کو کتاب و سنت کی ہدایت کو سمجھنے اور اس پر چلنے کی توفیق فرمائیں تاکہ اسلام دنیا میں سربلند اور مسلمان کامران و حکمران ہوں۔

بقیہ مضمون بسلسلہ "تذکرۃ الصفا"

دن میں بھی نہ کھاؤں گا۔" مجبور ہوگئے۔ رات کو آپ نماز کے لئے اٹھے تو انھوں نے روک کر کہا کہ بھائی آپ پر خدا کا بھی حق ہے بیوی کا بھی حق ہے آپ کو سب کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔ لیٹ کر سو رہے صبح دونوں نماز پڑھکر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے آپ نے واقعہ بیان کر کے شکوہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا سلمانؓ نے جو کہا درست ہے وہ زیادہ فہیم ہیں (بخاری)

بہت بڑے عابد تھے۔ پنجگانہ نماز اور قیام لیل کے علاوہ ہر مہینے تین روزے ضرور رکھتے وتر پڑھتے اور سفر و حضر میں چاشت کی نماز بھی ضرور پڑھتے اور بعد کو تو قائم اللیل اور صائم الدہر ہوگئے تھے جس سے حضرت سلمانؓ نے روکا پھر مذکورہ امور پر قائم رہے اور اوقات میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ ویسے بیوی سے محبت بھی تھی جو (ام درداء) اپنے شوہر سے سیکھ کر قرأت کے فن میں یگانۂ روزگار ہوگئی تھیں۔

قابل تقلید خصوصیت

قابل تقلید خصوصیات بہت ہیں۔ اس مصروف زندگی کے باوجود ہمہ وقت ہشاش بشاش رہتے تھے لوگوں سے بکشادہ پیشانی پیش آتے تھے گفتگو کے وقت حضور نبی کریمؐ کی طرح لب مبارک پر تبسم کھیلتا رہتا تھا اس زمانہ کے عزلت گزین اور عباد و زہاد دوسرے متعبس نظر آتے ہیں۔ آپکی یہ حالت نہ تھی ظاہر امر یہ ہے کہ آپ ظالم و مظلوم دونوں کو بچاتا اور دونوں کی حمایت کرنا ضروری سمجھتے تھے کہ آپ بہت دردل تھے اتنے کہ ایکشخص کو لوگ گالی دے رہے ہیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے کوئی گناہ و قصور کیا تھا۔ بولے ایک شخص کنوئیں میں گرگے تو اسے اس سے نکالنا چاہیئے گالی دینے سے تو کوئی فائدہ نہیں یہی غنیمت امر ہے کہ تم اس سے محفوظ رہے لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ کیا آپ اس شخص کو برا نہیں جانتے فرمایا کہ اس شخص میں فطری طور پر تو کوئی برائی نہیں البتہ اس کا یہ عمل برا ہے جب وہ اسے چھوڑ دیگا تو پھر میرا بھائی ہے۔"

یہی ہر مسلمان کا طریق عمل ہونا چاہیئے کہ نہ کسی سے ذاتی دشمنی و رنج نہ رکھے بلکہ اس کے برے افعال کا دشمن رہے اور اس کی عزت کو نقصان پہنچانے کے بجائے اس کے برے عمل اور بری عادت کو دور کرانے کی سعی کرتا رہے اور جب وہ اس سے باز آجائے تو اسے بھائی بنالے اور عزت مند سمجھے۔

کیا آپ کو مولوی پسند ہے؟

اور اس کا مطالعہ اپنے بھائیوں کے لئے پسند کرتے ہیں تو ان کے نام و پتے لکھکر بھیجئے یہاں سے ایک دو پرچے تو ان کو مفت بھی بھیجدیئے جائینگے اس کے بعد ان کی مذہبی خواہش و جوش ایمان خود ان کو مولوی کی خریداری پر مجبور کردیگی۔ منیجر مولوی دہلی۔

وحدتِ ملیّہ اسلامیہ

(از جناب قاضی زین العابدین صاحب سجاد میرٹھی)

نورِ اسلام کی ضیا گستری سے پہلے دنیا اختلاف و افتراق کی اندھیریوں میں گھری ہوئی تھی اختلافات کے بعد بیشمار نوک خنجر تھے جنہوں نے انسانیت کبریٰ کے ایک ایک عضو کو پارہ پارہ کر دیا تھا ملک و قوم کا اختلاف تھا رنگ و نسل کا اختلاف تھا زبان و بیان کا اختلاف تھا پھر اختلاف کے ان بڑے دائروں میں چھوٹے چھوٹے دائرے تھے وضیع و شریف کا اختلاف تھا قوی و ضعیف کا اختلاف تھا غلام و آقا کا اختلاف تھا عالم و عامی کا اختلاف تھا مرد و عورت کا اختلاف تھا غرض وحدت انسانیت کا ایک خاندان سینکڑوں ٹولیوں میں تقسیم ہو چکا تھا اور ہر ٹولی دوسری ٹولی کے مقابلہ میں خنجر بکف تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاران کی چوٹیوں پر کھڑے ہو کر یہ پیغام خداوندی تمام عالم میں نشر فرمایا۔

وان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ	اور اے انسانو دیکھو یہ تمہاری جماعت
وانا ربکم فاتقون	فی الحقیقت ایک ہی جماعت ہے

اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس میری عبودیت کی راہ میں تم سب ایک ہو جاؤ اور نافرمانی سے بچو!

وحدت ملیہ کا ایک گھرانا

حضور پرنور صلعم نے ان تمام چھوٹے چھوٹے امتیازات کی جڑ کاٹ کر پھینک دی جو انسانوں کے ہاتھوں کی پیداوار تھے اور صرف ایک رشتہ میں تمام کائنات کو جکڑ دیا اور وہ رشتہ ہے "وحدت ملیہ اسلامیہ" وحدت ملیہ اسلامیہ کے اس خدائی گھرانے کے سرپرست یا باپ سرکار مدار صلعم قرار پائے آپ کی ازواج مطہرات مائیں ٹھہریں اور تمام کلمہ توحید کے پڑھنے والے ارکان خاندان اور بھائی بھائی۔

النبی اولیٰ بالمومنین من	نبی صلعم مومنین پر ان کی جانوں سے
انفسھم وازواجہ امھاتھم	زیادہ شفقت کرنے والے ہیں اور

آپ کی بیبیاں مومنین کی مائیں ہیں۔

انما انا لکم بمنزلۃ الوالد	حقیقت یہ ہے کہ میں تمہارے والد کی
اعلمکم	جگہ ہوں کہ تمہیں دین کی تعلیم دیتا ہوں
انا جد کل تقی	میں ہر پرہیزگار کا دادا ہوں۔
انما المومنون اخوۃ	در حقیقت تمام مسلمان آپس میں بھائی

بھائی ہیں۔

پھر اس خدائی گھرانے میں نہ ملک و قوم کی تفریق تھی نہ وضیع و شریف کی تفریق تھی نہ امیر و غریب کی تفریق تھی نہ غلام و آقا کی تفریق تھی۔

لا فضل لعربی علی عجمی ولا	عربی عجمی کو کوئی فضیلت نہیں اور
احمر علی اسود	نہ سرخ رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر
فاذا نفخ فی الصور فلا	اور جب قیامت کے دن صور پھونکا

انساب بینھم یومئذ ولا	جائیگا تو ان کے نسب کام نہ آئیں گے
یتساءلون	اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔
اخوانکم خولکم جعلھم اللہ	تمہارے غلام در اصل تمہارے بھائی ہیں
تحت ایدیکم	جنہیں خدا نے تمہارے سپرد کر دیا ہے۔

مساوات کا انتہائی معیار ملاحظہ ہو کہ اس خاندان کا سرپرست اعلیٰ خود اپنی ذات کو بھی امتیازی حیثیت دینا پسند نہیں فرماتا تھا۔ بنی عامر جب سرکار نامدار کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان میں سے کسی شخص نے فرط محبت سے عرض کیا انت سیدنا (آپ ہمارے آقا ہیں) حضور نے ارشاد فرمایا السید اللہ تبارک و تعالیٰ (آقا تو خداوند تبارک و تعالیٰ ہے) اس پر وفد والوں نے عرض کیا افضلنا و اعظمنا طولا (ہمارے بزرگ و برتر مرتبہ کے لحاظ سے) آپ نے جواب دیا قولوا بقولکم او بعض قولکم ولا یستجرینکم الشیطان (ہاں یہ کہہ لو یا اس کا کچھ جز کہہ لو اور دیکھو تمہیں شیطان اپنا کارندہ نہ بنا لے۔

یہ صرف لفظی انکسار نہ تھا یہ بناوٹی تواضع نہ تھی بلکہ خود سرکار مدار صلعم کی عملی زندگی کے ہر شعبہ میں یہ چیز نمایاں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہجرت مدینہ کے موقعہ پر آپ اپنے رفیق حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ "قبا" میں پہنچے تو لوگوں نے حضرت صدیق اکبر کو پیغمبر سمجھ کر گھیر لیا اور جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو سب کے ساتھ ساتھ آپ نے بھی سامان تعمیر کی حمل و نقل میں حصہ لیا اور جب غزوہ احزاب کے موقعہ پر خندق کھودی جانے لگی تو آپ بھی مزدوروں کی صف میں موجود تھے بہرکیف تفصیل کا موقعہ نہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام چھوٹے اور بڑے اختلافات و امتیازات کے گھروندوں کو مسمار کر کے کائنات عالم کا ایک گھرانا قائم کیا اور ساری دنیا کو اس گھرانے میں برابر کی حیثیت سے شریک ہونے کی دعوت دی۔

آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ وحدت اسلامیہ کا یہ گھرانا کوئی نیا گھرانہ نہیں ہے بلکہ بدء عالم سے یہ قائم ہے اور خداوند قدوس بار بار اپنے متعدد پیغمبروں کو اس سوسائٹی کی تنظیم (آرگنائزیشن) کے لئے بھیجتا رہا ہے۔

شرع لکم من الدین ما وصیٰ	
بہ نوحا والذی اوحینا الیک	اور دیکھو اس نے تمہارے لئے دین
وما وصینا بہ ابراھیم	کی وہی راہ ٹھیرا دی ہے کہ جس کی وصیت
وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین	نوح کو کی گئی تھی اور جس پر چلنے کا حکم
ولا تتفرقوا فیہ	ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو

گویا تھا ان سب کی تعلیم یہی تھی کہ خدا کا ایک ہی دین قائم رکھو اور اس راہ میں الگ نہ رہو۔

اصول اساسی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اسلامی گھر

کے افراد کے لئے کچھ آداب یا اس انٹرنیشنل اسلامک فیڈریشن کے ممبروں کے لئے کچھ اصول اساسی ہی تجویز فرمائے ان اصول کی تفصیل تو آپ کتب حدیث کے باب اخلاق و معاشرت میں ملاحظہ فرمائیں تاہم بطور مشتے نمونہ از خروارے چند نمونے ذیل ہیں:-

(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے ایسا ہے جیسا ایک عمارت کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کئے ہوئے ہے پھر آپ نے بطور تمثیل ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں داخل فرمائیں۔

(۲) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ کسی اور کو ظلم کرنے دے اور جو مسلمان اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا خداوند تعالیٰ اس کی حاجت روائی کریگا۔

(۳) حضور پرنور نے ہر مسلمان کو خیر خواہی کا حکم دیا ہے۔

(۴) ایک مسلمان کا مال، آبرو اور خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

(۵) جس شخص نے کسی مومن پر لعنت بھیجی تو گویا اس نے اسے قتل کیا اور جس شخص نے کسی مومن پر کفر کا الزام لگایا تو گویا اس نے اسے قتل کیا۔

(۶) غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے

(۷) جو شخص کسی مسلمان کو بدنام کرنے کے لئے اس پر کوئی تہمت لگائے تو خدا اس شخص کو جہنم کے پل پر قیام رکھے گا تا آنکہ وہ اپنی قول کی سزا سے عہدہ برآ ہو۔

(۸) کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین روز سے زیادہ چھوڑ رکھے۔

(۹) جس بندہ نے درگزر سے کام لیا ہے خدا نے اس کی عزت ہی بڑھائی ہے۔

(۱۰) ایک دوسرے کو تحفے بھیجا کرو کیونکہ تحفہ کینے کو دور کرتا ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو درسگاہ نبوت کے پہلے فارغ التحصیل تھے رسالت ملیہ کی ان تعلیمات الٰہیہ کو آنکھوں پر رکھا اور دلوں میں جگہ دی چنانچہ ہم خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضرت اسامہ بن زید کے جلو میں چلتا ہوا دیکھتے ہیں منبر خلافت پر فاروق اعظم کو الحمد للہ الذی جعل فی المسلمین من یسد ذا عوجاج عمر کا نعرہ لگاتے ہوئے سنتے ہیں۔ راتوں کی اندھیریوں میں محتاجوں اور بیواؤں کی خدمت گذاری کرتے پاتے ہیں۔ حضرت بلال حبشی کے انتقال پر الیوم مات سیدنا کہتے سنتے ہیں اور اپنی جانشینی کے لئے حذیفہ کے غلام سالم کو یاد کرتے پاتے ہیں اور حضرت علی کو قاضی کی عدالت میں یہودی کے برابر کھڑا ہوا دیکھتے ہیں۔

حیرت انگیز نتائج

اس دعوت و عمارت کا نتیجہ کیا ہوا؟ دنیا کا ایک عظیم ترین انقلاب تاریخ کی ایک حیرت انگیز داستان دین الٰہی کا ایک زبردست معجزہ جسے پڑھ کر غیروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں اور جسے سنکر ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ جاتے ہیں۔

ابھی قرن اول ختم نہ ہوا تھا کہ عربوں نے جو سیکڑوں برس سے روم و ایران کی سلطنتوں کے غلام تھے ایشیا افریقہ اور یورپ کو ختم کرتا الاکرہ ارضی کے بڑے حصہ کو نیر اسلام کی شعاعوں نے جگمگا دیا اور وحدت ملیہ اسلامیہ اور حکومت الٰہیہ عالمیہ کی صورت میں تبدیلی مبنی اس حکومت ایشیا کے حدود مشرق میں چین ترکستان اور سندھ تھے تو مغرب میں اسپین پرتگال اور فرانس۔

دنیا میں بہت سے فاتح گذرے ہیں جن کے سامنے انسانیت لرزتی رہی ہے اور تہذیب نے اپنا سر پیٹ پیٹ لیا ہے۔ چنگیز خاں، نپولین اور ہٹلر کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ خود قرآن مجید نے ان کی ذہنیت کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ	بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر ڈالتے ہیں

لیکن غلامان اسلام کسی ملک میں ملوک بن کر داخل نہیں ہوئے بلکہ ملائک بنکر گئے جس ملک میں یہ پہنچے فرشتہ بنکر پہنچے خداوند رحمٰن کا پیام رحمت اس کی مخلوق کو سنایا اور اس ملک کو رحمت و برکت سے لبریز اور تمدن و تہذیب سے معمور کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان فاتحین اسلام نے جس طرف کا رخ کیا محبت و عزت کے ساتھ ان کو خوش آمدید کہا گیا۔ یہ تاریخی حقیقت نہیں ہے کہ شام و فلسطین کے نصرانی قبائل نے اپنے ہم مذہب رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد کی مصر کے قبطیوں نے عیسائیوں پر مسلمانوں کو ترجیح دی اندلس کی فتح کے لئے خود وہاں کے عیسائی نوابوں نے مسلمانوں کو دعوت دی اور جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کرنے کے لئے خود وہاں کے اسقف اعظم نے مسلمانوں کو پکارا۔

مسلمان فاتحین کا برتاؤ مفتوحین کیساتھ

مسلمانوں نے اپنے مفتوحین کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا اس کا مفصل جواب تو آپ کو تاریخ اسلام کے صفحات دیں گے جو آجتک متعصب مستشرقین کے لئے آئینہ حیرت بنے ہوئے ہیں تاہم چند مثالیں پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

(۱) عہد فاروقی میں مسلمانوں نے فتوحات شام کے سلسلہ میں حمص کو فتح کیا اور وہاں اپنے انتظامات حکومت جاری کئے کچھ عرصہ کے بعد مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رومی افواج اپنی تیاری مکمل کرنے کے بعد حمص پر حملہ کر کے اسے واپس لینے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ مسلمانوں نے کسی مصلحت سے حمص کو خالی کر کے دوسری جگہ مقابلہ کرنا چاہا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے جو سپہ سالار اسلام تھے حکم دیا کہ چونکہ ہم اب حمص کے باشندوں کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہیں اس لئے جزیہ کی جو رقم ہم وصول کر چکے ہیں وہ واپس کر دی جائیں حاکم حمص نے رؤسائے شہر کو بلا کر سپہ سالار کے حکم کی تعمیل کرنا چاہی تو رؤسائے شہر جو نصاریٰ تھے آبدیدہ ہو گئے اور کہنے لگے۔

اننا لفضالکم الی الوورد ان الجن بہ الکم فی عسفنا ونو خرجم الروان عن مدینتنا	ہم آپ کو رومیوں پر جو ہمارے ہم مذہب ہیں، ترجیح دیتے ہیں ہم آپ کو جزیہ اد اکرتے رہیں گے خواہ آپ ہمارے شہر چھوڑ کر چلے جائیں۔

(۲) حضرت عمرو بن عاصؓ مصر کے گورنر تھے آپ کے صاحبزادے نے بغیر کسی معقول وجہ کے کسی قبطی کے لڑکے کے چند کوڑے لگا دیئے قبطی سیدھا

مدینہ منورہ پہنچا اور دربار خلافت میں شکایت کی حضرت فاروق اعظمؓ نے گورنر مصر اور ان کے لڑکے کو حاضری کا حکم دیا اور ان سے اس قبطی کے لڑکے پر ظلم کے متعلق جواب طلب کیا گیا گورنر مصر کے صاحبزادے جب کوئی معقول جواب نہ دے سکے تو آپ نے قبطی کے ہاتھ سے ان کے کوڑے لگوائے، قبطی گورنر مصر کے سامنے ان کے بیٹے کو کوڑے لگا رہا تھا اور حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے جاتے تھے۔

یاعمرو متی استعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احرارا

اے عمرو بن عاص تم نے لوگوں کو غلام کب سے بنایا حالانکہ ان کی ماؤں نے انھیں آزاد پیدا کیا تھا۔

وحدت ملیہ کا انتشار اور مسلمانوں کا زوال

افسوس! مسلمانوں کا آفتاب نصف النہار پر پہنچنے کے بعد بہت جلد زوال پذیر ہونا شروع ہوگیا۔ مسلمانوں کی ترقی و عروج اور ان کی عظمت و شوکت کا راز ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ کی عملی تعبیر میں مضمر تھا فارس کا مشہور سردار ہرمزان جب مدینہ منورہ میں پابجولاں آیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے اس سے کہا ہرمزان! تم نے عہد شکنی کا انجام دیکھا، ہرمزان نے جواب دیا۔ اے عمر! عہد جاہلیت میں خدا نے ہمیں اور تمہیں زور آزمائی کے لئے تنہا چھوڑ دیا تھا تو تم ہمیں مغلوب نہ کرسکے اب خدا تمہارے ساتھ ہے تو تم ہم پر غالب آگئے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک بات تو یہی ہے مگر اس کے کچھ ظاہری اسباب بھی ہیں۔

انما غلبتمونا فی الجاھلیۃ باجتماعکم و تفرقنا

تم لوگ عہد جاہلیت میں اپنے اتفاق اور ہمارے اختلاف کی وجہ سے غالب آتے رہے اور اب صورت برعکس ہے،

خود قرآن کریم نے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو نعمت خداوندی اور اختلاف و افتراق کو آگ سے بھرا ہوا گڑھا قرار دیا تھا اور اس گڑھے سے نجات دینے پر احسان بھی جتایا تھا۔

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا

اے مسلمانو! اللہ نے تم پر جو فضل کیا ہے اسے یاد کرو۔ تمہارا حال یہ تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو ملا دیا اور ایسا ہوا کہ تم بھائی بھائی بن گئے اور دیکھو تمہارا یہ حال تھا کہ گویا آگ سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے لیکن اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا۔"

لیکن افسوس! مسلمانوں نے خدا کے اس احسان کو کچھ زیادہ عرصہ یاد نہ رکھا منافقوں یہودیوں عیسائیوں اور مجوسیوں کی خفیہ سازشیں کامیاب ہوئیں اور پھر اس آگ کے گڑھے میں گر گئے جس سے خدا نے انھیں نکالا تھا۔ قرآن کریم نے صاف صاف بتا دیا تھا کہ دیکھو:-

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینت

ان لوگوں کا طریقہ اختیار نہ کرنا جو وحدت ملی کو چھوڑ کر جدا جدا ہوگئے اور اختلافات میں پڑ گئے باوجودیکہ ان کے پاس روشن دلیلیں آچکی تھیں۔

اور یہ بھی تصریح کردی تھی کہ:-

واولئک لھم عذاب عظیم

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے عذاب عظیم مقدر ہوچکا ہے۔"

مگر مسلمانوں نے خدا کی اس تنبیہ کو بھلا دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ تباہی و بربادی ذلت و نکبت کا جو عذاب عظیم پہلے لوگوں کے لئے مقدر ہوچکا تھا ان پر بھی مسلط کردیا گیا۔

مسلمانوں کی بربادی کے چند مناظر

بات تفصیل طلب ہے یہ مختصر مضمون اس کی تشریح کا متحمل نہیں ہوسکتا مختصر یہ ہے کہ بغداد میں جو عروس البلاد تھا سنت و شیعہ کے نام پر خونریز ہنگامے برپا ہوئے، مستعصم باللہ خلیفہ بغداد کے وزیر ابن علقمی نے جو شیعہ تھا تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہلاکو خاں کے وزیر نصیر الدین طوسی نے جو فرقہ باطنیہ سے تعلق رکھتا تھا ہلاکو خاں کو اس دعوت کے قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ ۶۵۶ھ میں ہلاکو خاں خدا کا عذاب بنکر خلافت اسلامیہ کے مرکز پر نازل ہوا۔ چالیس روز تک بغداد میں قتل عام ہوتا رہا۔ رفیع الشان محل زمین کے برابر کر دیئے گئے شاندار مسجدیں شہید کی گئیں بلند پایہ مدارس برباد کئے گئے گرانقدر کتب خانے جلا دیئے گئے اور مسلمانوں کا اس قدر خون بہایا گیا کہ دجلہ کا پانی سرخ ہوگیا۔ قابل عبرت امر یہ ہے کہ ہلاکو کی تلوار نے سنی اور شیعہ میں کوئی امتیاز قائم نہ رکھا اور مستعصم اور ابن علقمی دونوں ایک ساتھ اس کے شکار بنے۔

پھر گلشن اندلس پر خزاں آئی عربوں کی وہ تلوار جو فرانس کے میدانوں میں اسلام کا ستارہ اقبال بنکر چمکی تھی "وحدت ملیہ" کے خرمن پر بجلی بنکر گری مسلمانوں میں آپس میں خون خرابے شروع ہوئے کبھی مالکی و غیر مالکی کے اختلافات نے قرطبہ کے محلے کے محلے خاکستر کئے کبھی علماء و قائدین کے افتراقات نے مسلمانوں کے خون کی نہریں بہائیں کبھی عربی و بربری کے سوال نے ہنگامے برپا کئے۔ کبھی یمنی و شامی اور عراقی و حجازی عصبیت نے فتنے اٹھائے اور سب سے زیادہ یہ کہ غدار مسلم امراء نے اپنی اندرونی مخالفتوں کا انتقام لینے کے لئے عیسائی ریاستوں سے سازشیں کیں اور اپنے بھائیوں کو خود عیسائی بادشاہوں کے ہاتھوں ذبح کرایا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا آٹھ سو سال کی پرشوکت حکومت کے بعد ۸۹۷ھ میں اندلس سے اسلامی حکومت ہی کا نہیں بلکہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا گیا اور قصر الحمراء کے کلس پر جو غرناطہ میں اسلامی حکومت کی آخری نشانی ہے اسلامی نشان کے بجائے صلیب بلند کر دی گئی۔

کیا یہ حسرت کی بات نہیں کہ خلافت اسلامیہ اندلس جس کے ایک تاجدار عبدالرحمٰن ناصر کی رضاجوئی اور مدارات کے لئے جان شاہ انگلستان اور قسطنطین شاہ قسطنطنیہ نے اپنی سفارتیں روانہ کیں اور قیمتی تحفے و ہدایا نذر گزرانے اور ملکہ طوطہ شاہ نوار اور شاہ لیون حدود فرانس کے تین عیسائی بادشاہ سر بسجود ہوتے ہوئے قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے وہ مسلمانوں کی بداعمالی سے اس طرح پارہ پارہ ہوئی کہ اس کے آخری بادشاہ کو ٹیونس کے بازاروں میں

اسلام اور مسلمان

(از حضرت مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی)

قوانین فطرت سب کے سب بلا استثناء دائمی عالمگیر اور بے لاگ ہیں۔ ہوا آج سے لاکھوں برس پہلے جس قانون کی تابع تھی اسی کی تابع آج بھی ہے اور اسی کی تابع قیامت تک رہے گی۔ زمانہ کے تغیرات کا اس پر کوئی اثر نہیں۔ روشنی اور حرارت کے لئے جو قانون دنیا کے ایک حصہ میں ہے وہی دوسرے حصہ میں بھی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا اور نہیں ہو سکتا کہ مشرق میں حرارت کی ماہیت و کیفیت کچھ ہو اور مغرب میں کچھ، اور شمال میں روشنی ایک رفتار سے چلے اور جنوب میں دوسری رفتار سے۔ اشیاء کے بننے اور بگڑنے، بڑھنے اور گھٹنے، پیدا ہونے اور فنا ہو جانے کے لئے جو قوانین مقرر ہیں ان کا اطلاق سب پر یکساں ہوتا ہے۔ ان میں کوئی رو رعایت، کوئی لاگ لپیٹ، کوئی جانبداری نہیں پائی جاتی۔ فطرت کا کسی کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ نہیں جو دوسرے کے ساتھ نہ ہو۔ وہ کسی کی دوست اور کسی کی دشمن نہیں، کسی پر مہربان اور کسی پر نامہربان نہیں۔ جو آگ میں ہاتھ ڈالیگا جل جائیگا۔ جو زہر کھائیگا مر جائیگا۔ جو غذا کھائیگا قوت اور نشو و نما پائیگا۔ فطرت کے حدود فرمانروائی میں یہ ممکن نہیں دیا سلائی کی رگڑ سے ایک کے لئے تو آگ کا شعلہ پیدا ہو اور دوسرے کے لئے پانی کی دھار۔

انسان جس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے وہ بھی اسی فطرت کا ایک رخ ہے جو ساری کائنات پر حاوی ہے لہذا انسانی فطرت کے قوانین بھی فطرت کائنات کی طرح دائمی عالمگیر اور بے لاگ ہیں۔ زمانہ کے تغیرات سے مظاہر میں خواہ کتنا ہی تغیر ہو جائے حقائق میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ علم اور وہم میں جو فرق آدم سے دس ہزار برس پہلے تھا وہی آج بھی ہے اور قیامت تک رہیگا۔ ظلم و عدل کی جو حقیقت دو ہزار برس قبل مسیح تھی وہی دو ہزار برس بعد مسیح بھی ہے۔ جو چیز حق ہے وہ چین میں بھی ویسی ہی حق ہے جیسی امریکہ میں ہے اور جو چیز باطل ہے وہ کالے کے لئے بھی اسی طرح باطل ہے جس طرح گورے کے لئے ہے۔ انسان کی سعادت و شقاوت اور فلاح و خسران کے لئے فطرت کا قانون قطعاً بے لاگ ہے۔ اس میں کسی شخص، کسی قوم کسی نسل کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہیں جو دوسرے کے ساتھ نہ ہو۔ اسباب سعادت اور اسباب شقاوت سب کے لئے یکساں ہیں۔ جو شقاوت کے اسباب فراہم کریگا وہ محض اس بناء پر سعادت سے ہمکنار نہیں ہو سکتا کہ اس کا تعلق کسی خاص ملک یا نسل یا قوم سے ہے اور اسی طرح جو سعادت کے اسباب فراہم کریگا وہ بھی محض اس بنا پر اپنے کسب کے ثمرات سے محروم نہ رکھا جائیگا کہ وہ فلاں نسل سے تعلق رکھتا ہے یا فلاں نام سے موسوم ہے۔

فطرت انسانی کے اس دائمی عالمگیر اور بے لاگ قانون ہی کا دوسرا نام اسلام ہے۔ اس کو انکشاف کرنے والا وہی فاطر کائنات ہے جس نے انسان کی اور سارے جہان کی فطرت بنائی ہے۔ یہ کسی قوم پرست کا تخیل نہیں ہے جو ساری دنیا کو اپنی قوم کے مفاد و مصالح کی نظر سے دیکھتا ہے یہ کسی طبقاتی لیڈر کی پرواز فکر بھی نہیں ہے جو سارے معاملات پر ایک طبقہ کے نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالتا ہے۔ فی الجملہ یہ کسی انسان کے اجتہاد کا نتیجہ نہیں ہے کہ کسی خاص عہد کا کسی خاص ماحول کا اور کسی خاص شخص یا گروہ کی دلچسپیوں کا مقید ہو۔ یہ تو درحقیقت رب العالمین کی ہدایت سے ماخوذ ہے اور رب العالمین وہ ہے جس کی نگاہ میں سب انسان یکساں ہیں۔ وہ انسان کو انسان کی حیثیت سے دیکھتا ہے نہ کہ چینی اور ہندی اور جرمن اور اطالین کی حیثیت سے، یا مزدور اور کسان اور سرمایہ دار کی حیثیت سے۔ اس کو اشخاص اور اقوام سے دلچسپی نہیں بلکہ محض انسان سے ہے اسلئے وہ دنیا کو اخلاق اور مدنیت فاضلہ کے جتنے اصول بتاتا ہے وہ سب کے سب ہر قسم کی محدود دلچسپیوں سے پاک ہیں ان میں بحیثیت مجموعی تمام انسانوں کی فلاح و بہبود اور زندگی کے ہر مرحلہ میں ان کی کامیابی پیش نظر رکھی گئی ہے وہ فطرت کے تمام دوسرے قوانین کی طرح عالمگیر ہیں ان کا کسی شخص یا قوم کے ساتھ کوئی مخصوص رشتہ نہیں ہے جو کسی دوسرے شخص یا قوم کے ساتھ نہ ہو سکتا ہو جو کوئی بھی ان اصولوں کو قبول کر کے ان کے مطابق عمل کریگا فلاح پائیگا خواہ وہ رومی ہو یا حبشی، آریہ نسل سے ہو یا سامی نسل سے، امریکہ میں رہتا ہو یا ایشیا میں۔ اور جو ان اصولوں سے انحراف کریگا نقصان اٹھائیگا خواہ وہ کسی پیغمبر کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

اسلام کے انہی عالمگیر اصولوں پر انسانی حیات کی تعمیر کرنا ہر اس شخص کا فرض ہے جو اسلام کی صداقت پر ایمان لائے اور چونکہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں اس لئے یہی ہماری تمام کوششوں کا مقصد اصلی ہے۔

مگر جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد سب سے پہلے اپنے وطن کو اور بالآخر تمام دنیا کو "دارالاسلام" بنانا ہے تو اس سے ایک ناواقف آدمی اس غلط فہمی میں پڑ جاتا ہے کہ جس طرح ہر جوشیلا قوم پرست زمین میں اپنی قوم کا غلبہ اور تمکن چاہتا ہے اسی طرح یہ لوگ بھی اپنی قوم کو غالب اور حکمران دیکھنا چاہتے ہیں یہ مسلمانوں کی قوم میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے مسلمانوں کی حکومت ان کا نصب العین بن گیا ہے۔ یہی ہندوؤں میں پیدا ہوئے ہوتے تو ہندو راج کی آرزو کرتے۔ جرمنی میں پیدا ہوتے تو ہٹلر اور گورنگ کے روپ میں نمودار ہوتے۔ کسی اطالوی کی آغوش محبت میں جنم لیتے تو مسولینی کی صورت اختیار کرتے۔

یہ غلط فہمی صرف اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ "دارالاسلام" کو "دارالمسلمین" کا ہم معنی سمجھا جانے لگا ہے حالانکہ دونوں میں حقیقتہً بڑا فرق ہے جو لوگ کلمہ گو ہونے کی وجہ سے دائرہ اسلام میں داخل ہیں اور معاشرت کے اعتبار سے مسلمانوں میں شمار کئے جاتے ہیں وہ اگر غیر اسلامی طریقوں پر حکومت کریں تو ان کی حکومت مسلمانوں کی حکومت تو ضرور کہلائیگی کہ اتفاق سے حکمران کلمہ گو ہیں۔ ایسی حکومت اسلامی حکومت ہرگز نہ ہوگی اور نہ اس

پر صحیح معنوں میں "دار الاسلام" کا اطلاق ہو سکیگا۔ حاشا و کلا ہمارا نصب العین ایک "مسلمان حکومت" کا قیام ہرگز نہیں ہے۔ اگر اس حیثیت سے ہم اپنی قوم کی بڑائی چاہیں، اور اگر ہمارا مقصد یہ ہو کہ محض فوجی طاقت سے مسند حکومت پر قبضہ کر کے زمین کی دولت اور فرمانروائی کے شکر کو اپنی قوم کے لئے مخصوص کر لیں تو خود اسلام ہی سب سے پہلے آگے بڑھ کر ہم کو ظالم اور مفسد ٹھیرائیگا کیونکہ وہ صاف کہتا ہے کہ

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا	آخرت میں عزت کا مقام ہم نے صرف انہی لوگوں کے لئے رکھا ہے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے

اور نہ فساد کا ارادہ رکھتے ہیں۔

درحقیقت جو چیز ہمارے پیش نظر ہے وہ مسلمانوں کی حکومت نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہے اسی اسلام کی جو مجموعہ ہے دیانت اخلاق اور مدنیت فاضلہ کے عالمگیر اصولوں کا۔ یہ اسلام ہماری یا کسی کے باپ دادا کی میراث نہیں ہے اس کا کسی سے کوئی خاص رشتہ نہیں۔ جو ان اصولوں پر ایمان لائے اور ان پر عمل کرے وہی اسلام کا علمبردار ہے وہ اگر نسل کے اعتبار سے چمار یا بھنگی بھی ہو تو محمد رسول اللہ کی مسند خلافت پر بیٹھ سکتا ہے وہ اگر نکٹا حبشی غلام بھی ہو تو عرب و عجم کے شرفا اور سادات کا امام بن سکتا ہے۔ ساڑھے تیرہ سو برس سے جن کے خاندان میں اسلام چلا آرہا ہے وہ اگر آج ان اصولوں سے منحرف ہو جائیں تو اسلام میں ان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی اور کل تک جو شخص ہندو یا عیسائی یا پارسی تھا شرک اور بت پرستی شراب اور سود اور قمار بازی میں مبتلا تھا وہی اگر آج اسلام کی فطری صداقتوں کو مان کر عملاً ان کا پابند ہو جائے تو اسلام میں عزت اور بندگی کے اونچے سے اونچے درجے تک پہنچنے کا راستہ کھلا ہوا ہے۔

اس مختصر توضیح سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہمارا مقصد ایک قوم پر دوسری قوم کی برتری نہیں ہے بلکہ نظام تمدن کو ان اصولوں پر مرتب کرنا ہے جو ہمارے ضمیر و ایمان کے مطابق صحیح ہیں۔ اس پر اگر کوئی ناک بھوں چڑھائے تو ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس کے پاس آخر وجہ اعتراض کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص یا گروہ کسی مسلک کا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ کر کے اس امر کا اطمینان حاصل کر لیتا ہے کہ اس میں انسانیت کی فلاح اور انسانی تعلقات و معاملات کی بہتری کمال درجہ پر موجود ہے تو اس کے اندر فطری طور پر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ جس اجتماعی زندگی سے خود اس کا تعلق ہے جس سوسائٹی کے ساتھ اس کی زندگی و موت وابستہ ہے جس حصۂ انسانیت کے ساتھ وہ تمدنی سیاسی اور معاشی تعلقات میں جکڑا ہوا ہے سب سے پہلے اسی کے نظام حیات کو اس مسلک کے مطابق بنانے کی کوشش کرے۔ اسے اپنے اس پسندیدہ مسلک کے صحیح و مفید ہونے کا جتنا زیادہ یقین ہوگا اور اس کے دل میں حب انسانیت یا حب وطن کا جذبہ جتنا زیادہ قوی ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ اپنے ابنائے نوع یا ابنائے وطن کو اس مسلک کی برکات سے بہرہ مند کرنے کے لئے بے چین ہوگا جس میں وہ ان کی فلاح و بہبود اور کامرانی

دخوش حالی مضمر دیکھتا ہے اور اتنا ہی زیادہ شدت کے ساتھ وہ ان مسلکوں کی حکمرانی کا مخالف ہوگا جن کو وہ پورے یقین کے ساتھ غلط اور نقصان دہ سمجھتا ہے۔ یہ عین انسانی فطرت کا مقتضا ہے اور اس میں کوئی بات خلاف حب وطن نہیں ہے بلکہ خلاف حب وطن تو یہ بات ہے کہ آدمی جس مسلک کو ایمانداری کے ساتھ موجب فلاح سمجھتا ہو اس کو خاموشی کے ساتھ اپنے دل میں یا اپنے گھر میں لئے بیٹھا رہے اور جن طریقوں کو وہ ایمانداری کے ساتھ نقصان رساں سمجھتا ہو انہیں اپنے ابنائے وطن کی زندگی پر مسلط ہونے دے۔

جن لوگوں نے مغرب کے جمہوری نظام کا مطالعہ کیا اور اسے اپنے نزدیک برحق پایا وہ آج کوشش کر رہے ہیں کہ ہندوستان کے نظام تمدن کو مغربی ڈیموکریسی کے نمونہ پر ڈھالیں۔ جن لوگوں نے سوشلزم کا مطالعہ کیا اور اسے برحق پایا وہ آج کوشش کر رہے ہیں کہ ہندوستان کی اجتماعی تعمیر نو مارکسی اشتراکیت کے طریقہ پر ہو۔ یہ آخر کیوں ہے؟ کیا اس کے لئے کوئی حجت اس کے سوا پیش کی جا سکتی ہے کہ ان کے ایمان و اعتقاد کا مقتضی یہی ہے؟ کیا ان کے اس اقدام کو کوئی شخص خلاف حب وطن یا خلاف حب انسانیت کہہ سکتا ہے؟ کیا ان کے حق میں یہ راستبازی ہوگی کہ وہ جس مسلک کو اپنے ابنائے جنس کے لئے سعادت و فلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں اس کو رائج کرنے کی جد و جہد نہ کریں اور کسی ایسے نظام زندگی کی حکمرانی کو گوارا کریں جو ان کے نزدیک باشندگان ملک کو پستی اور بدحالی کی طرف لیجانے والا ہو؟ اگر بالفرض ملک کی آزادی اور اقوام عالم کے درمیان اہل وطن کی عزت بڑھنے کا امکان کسی شخصی استبدادی حکومت کے قیام یا سرمایہ دارانہ نظام کے بقا میں ہو تو کیا کسی سچے جمہوریت پسند یا کسی راسخ الاعتقاد اشتراکی سے آزادی اور وطنی عزت کے نام پر یہ اپیل کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے اپنے مسلکوں کو چھوڑ کر اس طریقہ کو قبول کر لیں؟ اور کیا ان دونوں کو اس قسم کی اپیل سنکر واقعی ہتھیار ڈالدینا چاہیئے؟

بالکل یہی پوزیشن ہماری بھی ہے۔ ہم کو جو چیز دار الاسلام کی صدا بلند کرنے پر مجبور کرتی ہے وہ بعینہ وہی ہے جو دوسرے لوگوں کو جمہوریت اور اشتراکیت کے نعرے بلند کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ ہم نے برسوں اسلام کا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ کیا۔ ہم نے اس کی اعتقادی اساس اس کے نظریۂ حیات اس کے اصول اخلاق اس کے نظام تمدن اس کے قوانین معاشرت و معیشت اس کے آئین سیاست و طرز حکومت غرض اس کی ایک ایک چیز کو جانچا اور پرکھا۔ ہم نے دنیا کے دوسرے اجتماعی نظریات اور تمدنی مسلکوں کو بھی کھنگال کر دیکھا اور اسلام سے ان کا تقابل کیا۔ اس تمام مطالعہ اور تحقیق و تنقید نے ہمیں اس امر پر پوری طرح مطمئن کر دیا کہ انسان کے لئے حقیقی فلاح و سعادت اگر کسی مسلک میں ہے تو وہ صرف اسلام ہے اس کے مقابلہ میں ہر مسلک ناقص ہے۔ کسی دوسرے مسلک کی اخلاقی بنیاد صالح اور مستحکم نہیں۔ کسی دوسرے مسلک میں انسان کی شخصیت کے ارتقا کا پورا موقع نہیں۔ کسی دوسرے مسلک میں اجتماعی عدل اور بین الانسانی تعلقات کا صحیح توازن نہیں۔ کسی دوسرے مسلک میں فطرت

انسانی کے تمام پہلوؤں کی متناسب رعایت نہیں اسلام کے سوا کوئی مسلک دنیا میں ایسا موجود نہیں ہے جو انسان کو حقیقی آزادی سے بہرہ ور کرتا ہوا اسے عزت کے بلند ترین مدارج کی طرف لیجاتا ہو اور ایک ایسا اجتماعی ماحول پیدا کرتا ہو جس میں ہر شخص اپنی قوت و استعداد کے مطابق اخلاقی روحانی اور مادی ترقی کے انتہائی مدارج تک پہنچ سکے اور ساتھ ہی ساتھ دوسرے ابنائے جنس کے لئے بھی ایسی ہی ترقی میں مددگار ہو۔

یہ اطمینان اور یقین حاصل ہو جانے کے بعد ہمارے لئے امتیازی کا تقاضا کیا ہے؟ کیا بالکل وہی نہیں جو ہمارے جمہوریت پسند یا اشتراکیت پسند ابنائے جنس کے لئے ہے؟ جس مسلک اجتماعی کو ہم پوری دیانت کے ساتھ انسانیت کے لئے رحمت سمجھتے ہیں کیا ہم پر یہ فرض عاید نہیں ہو جاتا کہ اپنے ملک اور اپنے ابنائے نوع کی اجتماعی زندگی کو اسی مسلک کے مطابق منظم کرنے کی جدوجہد کریں؟ جو چیز جمہوریت پسندوں اور اشتراکیت پسندوں کے لئے حق ہے وہ ہمارے لئے کیوں غیر حق ہے۔

اسلام کے متعلق ہماری یہ رائے کچھ اس وجہ سے نہیں کہ ہم مسلمان گھر میں پیدا ہوئے ہیں اور اسلام کے حق میں ایک قسم کا جانبدارانہ میلان رکھتے ہیں اپنے دوسرے رفقا کے متعلق تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کا کیا حال ہے مگر اپنی ذات کی حد تک میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کو جس صورت پر میں نے اپنے گردوپیش کی مسلم سوسائٹی میں پایا تھا میرے لئے اس میں کوئی کشش نہ تھی۔ تنقید و تحقیق کی صلاحیت پیدا ہونے کے بعد پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہی تھا کہ اس بے روح مذہبیت کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا جو مجھے میراث میں ملی تھی۔ اگر اسلام صرف اسی مذہب کا نام ہوتا جو اس وقت مسلمانوں میں پایا جاتا ہے تو شاید میں بھی آج ملحدوں اور لامذہبوں میں جا ملا ہوتا کیونکہ میرے اندر نازی خدا کی طرف کوئی میلان نہیں ہے کہ محض حیات قومی کی خاطر اجداد پرستی کے چکر میں پڑا رہوں۔ لیکن جس چیز نے مجھے الحاد کی راہ پر جانے یا کسی دوسرے اجتماعی مسلک کو قبول کرنے سے روکا اور از سر نو مسلمان بنایا وہ قرآن اور سیرت محمدی کا مطالعہ تھا اس نے مجھے انسانیت کی اعلیٰ قدر و قیمت سے آگاہ کیا اس نے آزادی کے اس تصور سے مجھے روشناس کیا جس کی بلندی تک دنیا کے کسی بڑے سے بڑے لبرل اور انقلابی کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا اس نے انفرادی حسن سیرت اور اجتماعی عدل کا ایک ایسا نقشہ میرے سامنے پیش کیا جس سے بہتر کوئی نقشہ میں نے نہیں دیکھا اس کے تجویز کردہ لائحہ زندگی میں مجھے ویسا ہی کمال درجہ کا توازن نظر آیا جیسا کہ ایک سالمہ کی بندش سے لیکر اجرام فلکی کے قانون جذب و کشش تک ساری کائنات کے نظم میں پایا جاتا ہے اور اسی چیز نے مجھے قائل کر دیا کہ یہ نظام اسلامی بھی اسی حکیم کا بنایا ہوا ہے جس نے اس جہان ارض و سما کو عدل اور حق کے ساتھ بنایا ہے۔

پس میں درحقیقت ایک نومسلم ہوں خوب جانچ کر اور پرکھ کر اس مسلک پر ایمان لایا ہوں جس کے متعلق میرے دل و دماغ نے گواہی دی ہے کہ انسان کے لئے صلاح و فلاح کا کوئی راستہ اس کے سوا نہیں ہے۔ میں صرف غیر مسلموں ہی کو نہیں بلکہ خود مسلمانوں کو بھی اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس دعوت سے میرا مقصد اس نام نہاد مسلم سوسائٹی کو باقی رکھنا اور بڑھانا نہیں ہے جو خود بھی اسلام کی راہ سے ہٹ کر دور ہٹ گئی ہے بلکہ یہ دعوت اس بات کی طرف ہے کہ آؤ ہم اس ظلم و طغیان کو ختم کر دیں جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ انسان پر انسان کی خدائی کو مٹا کر اور قرآن کے نقشہ پر ایک نئی دنیا بنائیں جس میں انسان کے لئے بحیثیت انسان کے شرف اور عزت ہو حریت اور مساوات ہو عدل اور احسان ہو۔

بدقسمتی سے اس وقت ہندوستان میں حالات کچھ ایسی صورت اختیار کر گئے ہیں جس کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ کا نام سنتے ہی ایک شخص کا ذہن فوراً ووٹ بڑھانے کی کوشش اور سیاسی غلبہ کی خواہش اور اسی قبیل کی بہت سی دوسری چیزوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے ایک طرف جمہوری طرز حکومت کے قیام نے سیاسی طاقت اور اس کے تمام ضمنی فوائد کو ووٹوں کی کثرت پر منحصر کر دیا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کی پوزیشن یہاں کچھ ایسی ہے کہ ان کی جانب سے اپنے مسلک کو پھیلانے کی کوئی کوشش اس شبہ سے نہیں بچ سکتی کہ یہ حوصلہ مند قوم اب اس راستہ سے سیاسی اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے ان شبہات کو قوت پہنچانے میں خود مسلمانوں کا بھی کافی حصہ ہے ان کے بہت سے غلط نمایندوں نے تبلیغ تبلیغ کا شور کچھ اس طرح بلند کیا کہ گویا یہ محض ایک سیاسی حربہ ہے جسے اس جمہوری دور میں صرف اس غرض کے لئے استعمال کرنا چاہیئے کہ اپنی قلت تعداد کے پیچیدہ مسئلہ کو حل کیا جائے اس چیز نے اسلام کے راستہ میں ایک شدید قسم کا سیاسی تعصب حائل کر دیا ہے سوشلزم، کمیونزم اور فاشزم یا اور کسی ازم کی تبلیغ کی جائے تو لوگ اس کو محض اس کے ذاتی اوصاف کے لحاظ سے دیکھتے ہیں اور اگر ان کے دماغ کو وہ اپیل کرتا ہے تو اسے قبول کر لیتے ہیں۔ مگر اسلام کا نام آتے ہی لوگوں کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ ہمارے ملک کی ایک ایسی قوم کا مسلک ہے جو پہلے یہاں حکومت کر چکی ہے اور اب اس جمہوری دور میں قلیل التعداد ہونے کی وجہ سے اپنے ووٹ بڑھانا چاہتی ہے تاکہ نمایندہ مجالس کی نشستوں اور دفتری ملازمت کی کرسیوں پر قبضہ کرے یہ خیال آتے ہی دل و دماغ پر قومی تعصب کے قفل چڑھ جاتے ہیں اور ذاتی اوصاف کے لحاظ سے جانچنے پرکھنے کا سوال ہی خارج از بحث ہو جاتا ہے

ہمیں ان حالات کا بڑے صبر کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے گا نیکی اور صداقت کی راہ میں ہمیشہ مشکلات حائل ہوتی رہی ہیں شیطانی راہیں آسان ہوتی ہیں اور حق کی راہ بہرحال موانع سے لبریز رہتی ہے۔ محض صبر لگاتار سعی اور خالصتاً لوجہ اللہ کام کرنے سے ہم مسلمانوں کے دل بھی بدل سکتے ہیں اور غیر مسلموں کے دل بھی جب ہماری سعی و جہد میں خدا کی خوشنودی اور بنی نوع انسان کی خیرخواہی کے سوا کسی دنیوی غرض کا شائبہ تک نہ ہوگا تو لوگوں کے دل خودبخود اس حقیقت کا ادراک کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے کہ اسلام کسی نسل یا قوم کی میراث نہیں ہے بلکہ ایک انسانی مسلک ہے جس کا تعلق تمام انسانوں سے ویسا ہی عام ہے جیسا ہوا اور

بانی کا تعلق سب سے ہے اس لئے ہر انسان دوسرے انسان کے ساتھ برابر کا شریک ہو سکتا ہے یہ جس طرح مسلمانوں کی چیز ہے اسی طرح تمہاری چیز بھی ہو سکتی ہے بلکہ اگر نیکی اور تقویٰ اور قانون الٰہی کی اطاعت میں تم نسلی مسلمانوں سے بڑھ جاؤ تو امامت تم کو ملیگی، تقدم اور شرف تم کو حاصل ہوگا خلافت کے امین تم ہوگے اور نسلی مسلمان پیچھے رہ جائیں گے۔ یہاں برہمنیت یا نسل پرستی نہیں ہے کہ عزت و شرف اور قوت و اقتدار پر کسی خاص گروہ کا دائمی اجارہ ہو۔ یہاں ایک قوم پر دوسری قوم کے غلبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تبلیغ اسلام کی نوعیت اچھوت ادھار کی سی نہیں ہے کہ ایک قوم محض دوسری قوم کے ووٹ بڑھانے کے لئے اس کی جزء بنائی جائے مگر زندگی کے متاع میں اس کو برابر کا حصہ نہ دیا جائے اسلام میں تو برابری نہیں بلکہ اپنے اوصاف ذاتی کے لحاظ سے ایک شخص زیادہ کا حصہ دار بھی ہو سکتا ہے۔ یہاں پیدائش کی وجہ سے آدمی اور آدمی میں کوئی امتیاز نہیں، کسی شخص کی راہ میں اس کے نسب یا اس کے پیشے یا اس کی قومیت کی وجہ سے کوئی رکاوٹ حائل نہیں۔ تم اپنے کیرکٹر اور اپنے کردار کے زور سے جہاں تک اٹھنے کی طاقت رکھتے ہو اٹھ سکتے ہو فرش سے عرش تک تمہاری ترقی کی راہ میں کوئی روک نہیں۔

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ خیال بھی کھٹکتا ہے کہ اسلام تیرہ چودہ صدی پہلے کی ایک تحریک ہے اس کو آج ایک فکری و اخلاقی اور تمدنی و سیاسی تحریک کی حیثیت سے زندہ کرنیکا کونسا موقع ہے؟

جو لوگ دور سے کسی چیز کو محض سرسری نظر ہی سے دیکھ کر رائے قائم کر لیتے ہیں ان کی رائے عموماً غلط ہوا کرتی ہے۔ ایسی ہی غلطی یہ لوگ بھی کر رہے ہیں انہوں نے قرآن کا غائر مطالعہ نہیں کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر تحقیقی نظر نہیں ڈالی۔ اس نے محض قیاسی مفروضات کی بنا پر یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اسلام اب سے تیرہ سو برس پہلے کی ایک مذہبی تحریک تھی جو اُس زمانہ کے مخصوص تمدنی حالات میں تو بلاشبہ مفید ثابت ہوئی مگر اب حالات بدل چکے ہیں اس زمانہ کے حالات میں وہ پرانا مسلک کچھ فائدہ مند ثابت نہ ہوگا۔ اس غلط فہمی کے پیدا ہونے اور جڑ پکڑنے میں خود مسلمانوں کے اپنے طرز عمل کا بھی بہت کچھ دخل ہے انہوں نے خود بھی اسلام کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور اسے ایک تحریک کے بجائے محض زمانہ سلف کی ایک مقدس میراث بنا کر رکھ دیا حالانکہ اگر ایک سلیم الفطرت آدمی اپنے ذہن سے تاریخی اور سیاسی تعصبات اور پیشگی مفروضات کو نکال کر اسلام کا سائنٹفک مطالعہ کرے تو اس پر یہ حقیقت بآسانی منکشف ہو سکتی ہے کہ اسلام کسی خاص زمانے کی مذہبی تحریک نہیں ہے جس کی بنیاد وقتی اور مکانی حالات پر ہو بلکہ یہ ایسے اصولوں کا مجموعہ ہے جو انسانی فطرت کے حقائق پر مبنی ہیں اور عام قوانین فطری کے ساتھ کامل موافقت رکھتے ہیں۔ انسان کے حالات اور خیالات خواہ کتنے ہی بدل جائیں مگر اس کی فطرت ہر حال میں جوں کی توں رہتی ہے زمانہ خواہ کتنے ہی پلٹے کھائے بہرحال کائنات فطرت کے حقائق اور قوانین میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا لہذا جو فطری اصول طوفان نوح کے وقت انسانی زندگی کے لئے مفید تھے وہی اس بیسویں صدی عیسوی میں بھی مفید ہیں اور وہی ۲۰۰۰ء میں بھی منزل سعادت کی طرف انسان کی رہنمائی کے لئے کافی ہوں گے۔ تغیر جو کچھ بھی ہوگا ان فطری اصولوں میں نہیں بلکہ بدلنے والے حالات پر ان کے انطباق میں ہوگا۔ اسلام کی اصطلاح میں اس کا نام اجتہاد ہے یعنی اصولوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھکر قانون کی اسپرٹ کے مطابق نئے حالات پر منطبق کرنا اور یہ اجتہاد ہی وہ چیز ہے جو نظام اسلامی کو ایک متحرک و متحرک نظام بناتا ہے اور اس کے قوانین کو حالات و ضروریات کے مطابق مرتب

(بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۳۲) بیشک انگلستان بڑی اور آخری مجاہد اسلام موسیٰ غسانی کو جب وہ اپنی جان اور اپنے ایمان کو ایک ساتھ بچانے سے قاصر رہا سلام علی الاسلام والعرب کا نعرہ لگا کر دریا میں غرق ہو جانا پڑا۔

اب آخر میں آپ اپنے وطن پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے شاہان اسلام ہند کے جاہ و جلال کی حکایت مجھے سنانے کی ضرورت نہیں ان کی عظمت و شوکت کے افسانے آپ سربفلک قطب مینار سے پوچھیئے اور ان کی تہذیب و تمدن کی داستانیں آپ تاج محل کے نقوش میں مطالعہ کیجئے ان کی سیاست و سطوت کی تاریخ آپ دہلی اور آگرہ کے کھنڈروں میں پڑھیئے پھر وہ عظمت و شوکت وہ جاہ و جلال سیاست و سطوت کہاں گئی اور کیونکر گئی سادات بارہ کون تھے جنہوں نے سلطنت مغلیہ کے رفیع الشان قصر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ جعفر و صادق کون تھے جن کی شان میں شاعر مشرق نے فرمایا ہے ؎

جعفر از بنگال و صادق از دکن ننگ ملت ننگ دیں ننگ وطن

اور وہ حکیم کون تھے جنہوں نے سطوت عالمگیری کی قبر کے مجاور کو بھی زہر دیکر چھوڑا؟ اگر آپ کو ان سوالات کا جواب معلوم نہیں تو میں آپ کو بتاتا ہوں

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس میں شک نہیں کہ سلطنت اسلامیہ ہند کی قائم مقام حکومت نے مسلمانوں کو برباد کرنے میں کسی قدر تدبر و فہم سے کام لیا اور اندلس کی طرح ہندوستان سے مسلمانوں کا نام و نشان نہیں مٹایا لیکن اگر یہی لیل و نہار رہے تو یہ کام ہم مسلمان خود انجام دے لیں گے۔

آج ہمارے ہر رہنما کا نصب العین یہ ہے کہ وہ اپنی الگ ایک جماعت بنالے اور اپنا الگ ایک جیش قائم کرے کفر کی طاقتوں سے ٹکرانے کے لئے نہیں بلکہ دوسری اسلامی جماعتوں سے متصادم ہونے کے لئے۔ آج ہمارے ہر عالم کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنی زبان کی طاقت اور اپنے قلم کی قوت غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کے بجائے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لئے صرف کرے جب ہمارے قائدین اور علماء کی یہ ذہنیت ہو تو بیچارے عوام کا جو کچھ حال ہوگا وہ ظاہر ہے نتیجہ یہ ہے کہ آج ہماری مسجدیں اکھاڑا بن رہی ہیں اور مجلسیں میدان جنگ اور مسلمان آپس میں ہی ٹکرا کر اپنی طاقت کو ختم کر رہے ہیں۔ شاید اس لئے کہ وہ ہندوستان میں تاریخ اندلس کے آخری ابواب دہرا سکیں۔

ترکی اور یورپ کا توازن قوت

کوہ قاف کے آغوش اور بحیرہ روم کے دامن میں یورپ کے آنچل سے بندھا ہوا ترکی کا خوبصورت ملک واقع ہے۔ قدرت نے اپنے حسن کا جو حصہ اسے دیا ہے یورپ کے کسی ملک کو میسر نہیں آیا۔ وسطی اناطولیہ کی چکنی رنگ برنگی چٹانیں دلفش وادیاں، بلند چوٹیاں حسن کے وہ نمونے ہیں جو ایک بار دیکھ لینے کے بعد ہمیشہ سیاحوں کے دماغوں پر چھائے رہتے ہیں یہ ملک ایشیا کا وہ پھاٹک ہے جو یورپ کی طرف کھلتا ہے اور اس وقت ایسا سیاسی مرکز ہے جہاں تین زبردست طاقتیں جرمنی روس اور برطانیہ آکر ملتی ہیں یہی ملک ہے جو ہٹلر کو مشرق کی طرف بڑھنے سے روکے ہوئے ہے۔ اگر ہٹلر کسی طرح عراق کے تیل کے چشموں پر قبضہ کرتا نہر سویز اور خلیج فارس تک پہنچ جائے تو برطانی سامراج کا خاتمہ ہو جائے اور اگر یہ کہیں برطانیہ کا شریک ہو جائے اور اسے دردانیال میں بحری اور ہوائی مرکز بنانے کی اجازت دیدے تو ہٹلر کا مشرق کی طرف بڑھنے کا راستہ ہی بند ہو جائے اور برطانیہ کو جرمنی پر ہوائی حملہ کرنے کا بہت اچھا میدان مل جائے۔ اگر کہیں اس زمانہ میں جبکہ جرمنی نے فرانس پر حملہ کیا تھا ترکی انگریزوں کو بلقان کے راستہ سے جرمنی پر حملہ کرنے کا موقع دیدیتا تو جرمنی کی لڑائی کا نقشہ بگڑ جاتا۔ یہی خطرہ جس کا اسے ۱۹۱۴ء سے ڈر لگا ہے یعنی دو محاذوں پر ایک ہی وقت میں لڑنا پیش آجاتا بلقان کا محاذ زیادہ خطرناک ہوتا کیونکہ یہاں کے پہاڑوں سے مدد لیکر یہاں سے تو حملہ آسانی سے کیا جا سکتا تھا لیکن جرمنی سے اس مورچہ پر حملہ کرنا دشوار ہوتا اب بھی اگر جرمنی کی طاقت کسی اور میدان میں لگ جائے تو اس وقت ترکی کی ذراسی مخالفت بھی اس کے لئے بہت ہوگی۔

اسی طرح دردانیال روس کے لئے بھی بہت اہم ہے اس کے لئے گرم سمندر کا صرف یہی ایک راستہ ہے اس کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ روس نے کروڑوں روپیہ صرف کرکے کئی ہزار میل ایک لمبی نہر بناکر بحیرہ بالٹک کو بحیرہ اسود سے ملا دیا ہے تاکہ ضرورت کے وقت اس کا سمندری بیڑہ یہاں سے وہاں جاسکے۔ چند روز ہوئے کہ نہر تکمیل کو پہنچی ہے۔ بحیرہ اسود سے صرف چند میل کے فاصلہ پر روس کا تیل کا ذخیرہ ہے اور یوکرین پر جو غلہ کا زبردست ذخیرہ ہے حملہ کرنے کا بہترین راستہ یہی ہو سکتا ہے جنگ عظیم میں روس کے ہارنے کی بہت بڑی وجہ یہی ہوئی تھی کہ دردانیال اس کے دشمنوں کے قبضہ میں تھا۔

برطانیہ کے لئے اس کی اہمیت یوں ہے کہ اس کی اصلی سلطنت مشرق میں ہے یعنی ہندوستان اور برما اور اس کے تینوں بری بحری اور ہوائی راستے نہر سویز اور خلیج فارس سے بند کئے جاسکتے ہیں صرف یہی نہیں بلکہ ایران اور عراق کا تیل دعراق کا تیل تو خطرہ میں آہی چکا ہے چھینا جاسکتا ہے اور ہندوستان پر مختلف قسم کے دباؤ ڈالے جاسکتے ہیں۔

تین طاقتوں کے ملنے کی جگہ ہونے کے علاوہ ترکی کی ایک اہمیت اور بھی ہے وہ یہ کہ دنیائے اسلام میں اس کی خاص پوزیشن ہے جد ہر وہ جائیگا اور ہر تمام مسلمانوں کی ہمدردیاں جائینگی خاصکر اسلامی ملکوں کے رویہ پر اس کا گہرا اثر پڑے گا۔

ترکی کی اس اہمیت کی وجہ سے یورپ کی موجودہ سیاست میں ایک بہت اہم سوال یہی ہے کہ فوجی، اقتصادی اور سیاسی حیثیتوں سے اس کی کتنی طاقت ہے۔ ترکی رقبہ میں یورپ کے ہر ملک سے سوائے روس کے بڑا ہے جزیرہ برطانیہ سے وہ رقبہ میں تگنا ہے لیکن اس کی کل آبادی ایک کروڑ ستر لاکھ ہے یعنی جزیرہ برطانیہ کی آبادی کا ⅓ پیداوار کے لحاظ سے وہ اور بھی کم ہے دنیا میں کم ایسے خطے ہیں جو ترکی کے اندرونی علاقوں کے ایسے بنجر ہوں مغربی اور وسطی علاقے تقریباً ریگستان ہیں اور مشرقی ترکی میں گہری وادیاں ہیں جو دشوار گذار پہاڑوں سے گھری ہوئی ہیں۔ ان میں کوہ ارارات کے پہاڑوں کی چوٹیاں ۱۷ ہزار فٹ تک پہنچتی ہیں۔ ایسے طبعی حالات میں بہت کم حصہ قابل زراعت ہے اگر آبپاشی کے لئے نہریں بنائیں تو ترکی کی پیداوار بہت بڑھ جائے۔ لیکن ابھی تک نہریں نہیں بن سکی ہیں ترکی کی جو خاص پیداوار ہے تمباکو۔ روئی۔ نارنگیاں گیہوں اور زیتون وہ چند چھوٹے چھوٹے خطوں میں محدود ہے یہ خطے زیادہ تر کھلے ساحل پر واقع ہیں اور اس وجہ سے دشمن کے ہوائی حملوں کا آسانی سے نشانہ بن سکتے ہیں صنعتی اعتبار سے بھی ترکی ایسا ہی کمزور ہے دس سال سے ترکی صنعتی ترقی کے لئے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مار رہا ہے مگر اسے کیا کرے کہ اسے بالکل صفر ہی سے ابتدا کرنی پڑی ہے اس وقت سب سے بڑی چیز اس کی لوہے کی صنعت ہے جو اسی سال تکمیل کو پہنچی ہے اس کی پیداوار عام حالات میں ملک کیلئے کافی ہوں گی کچھ کان کنی بھی شروع ہوگئی ہے اور امید ہے کہ قدرت نے اس کے پہاڑوں میں تانبہ چاندی تیل اور کوئلہ کا اچھا ذخیرہ بخشا ہوگا۔

ترکی عوام بہت غریب ہیں کیونکہ اسی فی صدی کی گذر بسر زراعت پر ہے اور زراعت کا حال اوپر آچکا ہے اگر جنگ نہ چھڑ گئی ہوتی تو بھی شاید ترکی کو ایک سخت کساد بازاری کا سامنا کرنا ہوتا ۱۹۳۸ء میں اقتصادی تباہ حالی کی وجہ سے اسے اپنا صنعتی پروگرام روک دینا پڑا اس کے سکہ کی قیمت گر رہی تھی لڑائی چھڑ جانے کی وجہ سے اسے اسلحہ کی طرف توجہ کرنا پڑی اور دوسری طرف ترکی کا سب سے بڑا بازار جرمنی تھا جنگ کی وجہ سے اس نے خریداری کم کردی۔

فوجی اعتبار سے جب لڑائی چھڑی ہے تو ترکی فوج کے پاس نہ تو ٹینک تھے نہ توپ خانے اور نہ ٹینک شکن توپیں اور نہ ہوائی جہاز شکن توپیں حالانکہ اس کے تین بڑے شہر قسطنطنیہ۔ انگورہ۔ اور سمرنا پر ہر ملک بم باری کرسکتا ہے اس کے پاس صرف ۲۰۰ ہوائی جہاز تھے جس میں صرف چند جدید طرز کے تھے اس پر طرہ یہ کہ وہ اپنے اسلحہ کے بارے میں۔ توپیں اور مسلح موٹر ٹرک بلکہ سوائے بندوقوں کے ہر چیز میں جرمن اور دوسرے کارخانوں کا محتاج تھا اور لڑائی چھڑتے ہی سامان ملنے کی امید کم ہوگئی۔

ترکی کی خالص طاقت اس کی فوج ہے ترکی سپاہی سخت جانباز جفاکش اور قوم پرست ہوتے ہیں جنگ عظیم میں وہ دنیا کا سب سے اچھا سپاہی ثابت ہوا تھا اس وقت ترکی کے پاس ۸۰ لاکھ تیار فوج موجود ہے فوج کے ساتھ رسل و رسائل کا سوال آتا ہے اس وقت سارے ملک میں صرف تین ریلوے لائنیں ہیں ۱۰ مشرق سے مغرب تک اور ایک شمال سے جنوب تک بڑی سڑکیں بہت ہی کم ہیں اگر ایک بھی جنکشن ہوائی حملہ سے تباہ کر دیا گیا تو ترکی کا سارا رسل و رسائل کا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے۔

لڑائی چھڑ جانے کے بعد ترکی کی دوستی کی جرمنی اور برطانیہ دونوں کو ایک ساتھ ضرورت ہوئی اور دونوں نے دوستی کے تحفے پیش کئے برطانیہ کو اس کی بہت زیادہ فکر تھی کہ ترکی آئندہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جرمنی کے دباؤ میں آجائے اس نے ترکی کا سامان جو جرمنی کا بازار بند ہو جانے کی وجہ سے رک گیا تھا خرید لیا اور اسلحہ دینے کا وعدہ کیا انگریزوں نے درہ دانیال پر توپیں لگائیں کچھ ہوائی پناہ گاہیں تیار کیں اور کچھ اسلحہ بھی بنائے ہیں مگر وہ سب ساز میں ہیں لیکن یہ واضح رہے کہ برطانیہ نے لڑائی چھڑنے پر ترکی کو جتنی مدد دینے کا وعدہ کیا تھا اس کا دہ ایک حصہ بھی نہیں دے سکا ہے اور نہ اب اس کی امید ہے۔

برطانیہ کو ترکی سے دوسرے تعلقات رکھنا ہیں ایک تو یہ کہ جب اس پر جرمنی حملہ کرے تو اس کی مدد کی جا سکے اور دوسرے یہ کہ اگر وہ جرمنی کے ساتھ ہو جائے تو اس پر حملہ کیا جا سکے اسی غرض سے ایک فرانسیسی فوج شام میں رکھی گئی تھی لیکن اب وہ فوج تو گئی ساتھ ساتھ شام کا راستہ بھی جو ترکی کو فلسطین اور مصر سے ملاتا تھا گیا۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے برطانیہ نے مصر عراق اور فلسطین میں زبردست چھاؤنیاں قائم کر دی ہیں اور اس ریلوے لائن کی کمی پوری کرنے کے لئے جو ترکی سے شام فلسطین ہوتی ہوئی مصر تک جاتی تھی بغداد سے ترکی تک ریگستان سے گزرتی ہوئی ایک چھوٹی لائن کی معمولی پٹری ہی بچھا دی تھی اور انگریز اور آسٹریلین انجنیر اس کے برابر برابر ایک موٹر کی سڑک بھی بنا رہے تھے۔ دوسری تیاری یہ ہوئی تھی کہ اٹلی سے لڑائی چھڑتے ہی برطانیہ نے کریٹ پر قبضہ کر لیا تھا جو ترکی سے صرف ۱۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور اچھا ہوائی اڈہ بن سکتا ہے۔

عراق سے جنگ چھڑ جانے سے پہلی تیاری بیکار ہو گئی اور جرمنی سے عراق جو مدد پہنچ رہی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ کریٹ ابھی تک پوری طرح مسلح نہیں کیا جا سکا ہے۔

جرمنی بھی اسی طرح ترکی کی دوستی کا خواہاں ہے ہمیشہ جرمنی کا کوئی زبردست سیاسی سفیر ہنکر ترکی میں رہتا ہے اور اسے جرمنی کی دوستی کا یقین دلاتا رہتا ہے ساتھ ساتھ جرمنی نے کچھ مالی امداد کے بھی وعدے کئے تھے پتہ نہیں کہ وہ کہاں تک پورے ہوئے

روس اور ترکی کے تعلقات بہت پرانے ہیں جدید روس نے قدیم ترکی کی دشمنی سے کوئی سروکار نہیں رکھا تھا اور ترکی کے آزاد ہوتے ہی اس کی صنعتی اور زراعتی ترقیوں میں اس کا مددگار بن گیا تھا لڑائی چھڑنے کے بعد دو ایک بار بعض طاقتوں کی سازش کی وجہ سے ایسی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں جن سے دونوں ملکوں میں چل جانے کا اندیشہ تھا مگر اسٹالن اور عصمت کی تدبیر کی وجہ سے ہر سازش ناکامیاب رہی روس نے ادھر ترکی کی جو سب سے بڑی مدد کی ہے وہ ہے روس کا وعدہ کہ وہ ترکی پر حملہ نہیں کریگا اس وعدہ کے بعد سے ترکی کی فوج اور اسلحہ کا وہ حصہ جو روسی سرحد پر رہتا تھا دوسری ضروری سرحدوں پر لگایا جا سکتا ہے۔

روس بھی ترکی کی مالی اور تجارتی مدد کر رہا ہے اور شاید کچھ فوجی بھی مگر یہ حالات یقینی طور پر معلوم نہیں۔ ترکی کی سلامتی صرف اسی میں ہے کہ وہ برابر اسی طرح ان تینوں ملکوں کی دوستی اور دشمنی سے کھیلتا رہے مگر یہ کام اتنا نازک ہے کہ کسی ملک کو ذرا سی بدگمانی ہو جانا بھی خطرناک ہے اور اس سے بھی توازن بگڑ سکتا ہے بلکہ حملہ ہو سکتا ہے اور ایسے کھیل میں بدگمانی کا بہت امکان ہے مگر خوش نصیبی سے اس وقت ترکی کو عصمت انونو ایسا مدبر مل گیا ہے وہ زبردست سپاہی ہے اور اس کی رگ رگ میں ڈسپلن ہے لیکن پھر بھی مزاج میں سختی نہیں اگر کوئی اسکے خلاف سازش کرتا ہے تو وہ صرف اپنے عہدہ سے ہٹا کر کسی دور ملک میں سفیر بنا کر بھیج دیا جاتا ہے عصمت ایسا سیاستدان ہے جو سمجھتا ہے کہ صبر بندوق سے زیادہ طاقتور چیز ہے۔ ایسی ہی خصوصیت کی ضرورت تھی اس وقت چنانچہ وہ ہر طاقت کو بہت کامیابی سے دوست بنائے ہوئے ہے ہر سازش کو پہلے سے بھانپ لیتا ہے اور ہر نازک حالت کو پہلے ہی سنبھال لیتا ہے۔

بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۹) تمام ارض فلسطین کی حیثیت ان ممالک کے درمیان بعینہ ایسی ہے جیسے انسان کے جسم میں قلب کی جب شام ترکوں کے ماتحت تھا اس وقت فلسطین شام ہی کے ماتحت تھا اور حلب. دو بڑا ازور خود مختار سنجق بیروت لبنان اور بیت المقدس نیز دو مختار سنجق دولایتیں میں تقسیم تھا۔ شام و فلسطین کے مشترک حدود میں بحیرہ روم شمال میں ایشیائے کوچک جسے اناطولیہ کہا جاتا ہے یا موجودہ باقی ماندہ ایشیائی ترکی ہے شمال مشرق میں دریائے فرات ہے مشرق میں صحرائے شام اور جنوب میں فلسطین ہے جسکی شمالی سرحد لبنان کا جنوب ہے مشرق میں شرق اردن جنوب غرب میں جزیرہ نمائے سینائی طور سینا جو موجودہ مصر کا حصہ ہے واقع ہیں اس لحاظ سے موجودہ ارض فلسطین وہ قطعہ زمین ہے جو دریائے اردن اور بحیرہ روم کے درمیان ہے یا یوں کہیئے کہ مشرق میں صحرائے شام تک اور مغرب میں سمندر تک اور شمال میں دریائے فرات کے سرچشمے جو کوہ لبنان و کوہ حرمون سے نکلتے ہیں شمالاً ہے اور جنوب میں خلیج عقبہ کا انتہائی شمالی سرا ہے اپنی لبنان کے سلسلہ کوہ کے دامن ہی میں ہیں شام و فلسطین کا رقبہ ۲۰۲۴۴۰ مربع میل ہے اسیں دس ہزار مربع میل

[illegible]

فلسطین کا یہ فلسطین کا دوسرا نام فلسطیہ ہے جو بساحل قوم فلسطائن کے نام پر اس وقت آباد ہوا جبکہ مشرق کی طرف سے اسرائیلی اس زمین میں داخل ہوئے ان دنوں یہی قوم بحرہ روم کے کنارے آباد تھی اور بعد میں جنوبی فلسطین میں بھی پھیل گئی مذہبی رعایت سے انگریز اسے مقدس سرزمین کہتے ہیں اب اسے یہودیوں کا وطن بنایا جا رہا ہے اگرچہ عیسائیوں مسلمانوں اور یہودیوں کیلئے یکساں مقدس ہے شام و فلسطین کے علاقہ کی انقلابی حالت کا اندازہ صرف بیت المقدس اور یروشلم کے واقعات سے لگایا جا سکتا ہے جس کے بارہ میں برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا میں یوں لکھا ہے کہ یہ ۳۲ صدیوں کا پرانا شہر ہے اس مقام نے قدرت اور انسان کے ہاتھ سے تکلیفیں ہی تکلیفیں برداشت کی ہیں یہ مقام زلزلہ سے تباہ ہو کر کھنڈرات کا پہاڑ ہو گیا ہے انسان اسے کئی بار پیوند زمین کر چکے ہیں تین مرتبہ محصور ہو چکا ہے اٹھارہ دفعہ دوبارہ تعمیر ہو چکا ہے اور دو زمانے اس کی مکمل بربادی کے ہو چکے ہیں اس پر جیسے دور مذاہب کی تبدیلی کے گذرے اس پر ایسا زمانہ بھی گذرا ہے کہ اس کی وادیاں پر کر دی گئیں اور ایسا بھی کہ اس کو زمین کے برابر

شام و فلسطین کی جغرافیائی اہمیت

زمانہ قدیم و حال کی تاریخ شاہد ہے کہ شام، فلسطین، عراق اور عرب جب جب کبھی جنگ میدان بنے نتیجہ یہ نکلا۔ عراق یورپ کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور یہی حال شام و فلسطین کا ہے مگر اس حقیقت سے کوئی ناآشنا نہیں ہے کہ مٹھی بھر اور بے سر و سامان عرب نے اپنی سرگرمیوں کے باعث دنیا کی توجہ اپنی طرف پھیر رکھی تھی اور ان کی گنتی کسی طرح کچھ کم نہیں آئی تھی کہ عراق کے وزیر اعظم نے عین اس وقت جبکہ برطانیہ جرمنی اور اٹلی سے برسرپیکار ہے عراقی حکومت پر قبضہ کرکے جرمنی سے اعانت طلب کرلی۔ اس مضمون میں ہم کسی وقتی بحث سے کنارہ کرتے ہوئے یہاں شام و فلسطین کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

شام و فلسطین، عراق اور عرب ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم سے پہلے ترکی کے حصے تھے جنگ کے بعد ترکی کی شکست ہونے سے اس طرح پر کی گئی کہ اگرچہ عرب حکومتیں قائم کی گئیں مگر یہ حکومتیں عرب مطمئن نہیں ہوئے تاہم وسعت بڑھانے کے لئے شمالی عرب کا مشرقی اردن کو کچھ حصہ اور کچھ عراق کو دیا گیا باقی کا نام سعودی عرب رکھا گیا اور گو شام سے فلسطین کو علیحدہ کردیا گیا مگر قدرتی طور پر جو ہمدردی شام کو اہل فلسطین سے ہے وہ دوسرے عرب حلقوں کو نہیں ہے روزمرہ کے واقعات سے اس اتحاد کا پتہ چلتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسی یوپی میں اودھ۔

ارض فلسطین زمانہ قدیم میں کیا اور دور حاضر میں کیا ایک عجیب و غریب خطہ زمین ہے یہ جنوبی ایشیائی کنجی ہے ایشیا و یورپ بالخصوص بحرہ روم و ہندوستان کے درمیان ایک پل ہے اور سب سے چھوٹا راستہ ہے اس لئے جس سلطنت کا قبضہ فلسطین پر ہو وہ تمام ملحقہ ممالک مصر و عرب ترکی ایران افغانستان اور ہندوستان کے ساتھ اپنے تعلقات استوار رکھ سکتی ہے اور اپنے ہر قسم کے مفاد کا تحفظ آسانی سے کرسکتی ہے۔ شام و فلسطین کے ساحل پر جسے لوانٹ بھی کہتے ہیں بیشمار بندرگاہیں موجود ہیں اور نئی بنائی جاسکتی ہیں ان میں سے اکثر تجارتی اور جنگی نقطہ نگاہ سے نہایت اہم ہیں یورپ ایشیا و افریقہ کے ساتھ تجارتی درآمد و برآمد یہیں سے ہوتی ہے شام و فلسطین کا علاقہ ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور کوئی حکومت یہاں سے آس پاس کے ممالک پر پورا تسلط و اقتدار بغیر دشواریوں کے قائم رکھ سکتی ہے جنگی حملوں اور افواج کی نقل و حرکت اور سامان جنگ کے رسل و رسائل میں بھی اس سرزمین کو خاص اہمیت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ یورپین مبصروں اور مدبروں نے ہمیشہ سے اسے تاک رکھا تھا اور فلسطین کے کل یا جزو پر موجودہ مستقل انتداب (یا بلا واسطہ قبضہ) اسی کا نتیجہ ہے۔

جب مصریوں نے اس سرزمین پر قبضہ کیا تھا تو اس وقت تمام یورپ نے دباؤ ڈال کر مصری افواج کو واپس ہٹوا دیا تھا موجودہ شام کے ساتھ موجودہ فلسطین اسلئے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ یہ ہم قسمت حلیفوں (برطانیہ و فرانس) کے قبضے میں ہیں آنے والے حالات کا اندازہ مجبور کررہا ہے کہ فرانس و برطانیہ دوش بدوش رہ کر اپنی زندگی برقرار رکھیں اور دنیا کے ہر قضیہ میں ہم آہنگ ہیں ایک کی تباہی دوسرے کی بربادی ہے فلسطین کو اب بھی شام سے علیحدہ خیال کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے احاطہ بمبئی یا مدراس کو ہندوستان سے جدا خیال کیا جائے۔ یہ متفقہ رائے دونوں ملکوں کے سیاسیین کی تھی کیونکہ فرانس و برطانیہ مل کر زبردست اتحاد بنتا ہے اسلئے کہ فرانس کی بری اور برطانیہ کی بحری قوت دنیا بھر میں سب سے زیادہ زبردست سمجھی جاتی ہے اسلئے موجودہ جنگ میں فرانس کی شکست کو کوئی زیادہ وقعت نہیں دی جارہی ہے۔

(۱) شام و فلسطین کی مرکزی پوزیشن ہی کا نتیجہ ہے کہ جتنے انقلاب اس سرزمین نے دیکھے ہیں دنیا کے کسی حصہ نے نہیں دیکھے اور اسی وجہ سے یہ خطہ ہنگاموں کی جولان گاہ بنا رہا ہے (۲) وسطی اہمیت کے علاوہ دوسری برتری شام و فلسطین کو یہ بھی حاصل ہے کہ بڑے نبی صدی پیغمبر نبی اور رسول اسی سرزمین پر بھیجے گئے اور اسی سبب سے بہت سے مذاہب کا مرکز ہے (۳) شام و فلسطین کی دور رواں میں اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہوگئی ہے کہ عراق پٹرولیم پائپ لائن کے خاتمہ کا ایک مقام تو بندرگاہ حیفہ ہے جو فلسطین میں ہے اور دوسرا طرابلس الشام (طرابلس) کی بندرگاہ ہے جو شام میں واقع ہے حیفہ پر برطانوی قبضہ ہے اور طرابلس الشام پر فرانسیسی تسلط ہے اس پائپ لائن میں اتحادیوں (برطانیہ فرانس امریکہ) ہی کا روپیہ لگا ہوا ہے عراق کو اس پر رائلٹی کے حقوق ہیں اغلب ہے کہ مستقبل قریب میں ایک اور پائپ لائن بھی جاری ہوجائے اور یہ بھی گمان غالب ہے کہ پرشین آئل کمپنی کا تیل بھی ایک پائپ لائن کے ذریعہ بحر روم تک لایا جاسکے یا ان کو ملا کر بہاؤ کی صورت کردی جائے کہ اگر بحر روم سے کبھی تیل لینا ناممکن ہوجائے تو سب کا سب تیل خلیج فارس میں سے حاصل ہوسکے اس وقت یہ خطہ زمین اہمیت کے لحاظ سے دنیا میں اہم تر ہوجائے گا۔

(۴) غزہ بندرگاہ پر ہوائی مستقر قائم ہوجانے کی بھی ایک بڑی اہمیت ہے یہ مستقر نہر سویز کی حفاظت کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ ہندوستان پر برطانوی حکومت کا تمام تر دارومدار اور انحصار نہر سویز کی حفاظت پر موقوف ہے۔

(۵) اسی ہوائی مستقر سے بحر روم اور بحر قلزم پر اقتدار میں تقویت پہنچتی ہے اور مشرقی بحر روم کے حصوں کو مخصوص طور پر فوری احتیاطی تدابیر کے بروئے کار لانے میں بھی اعانت ہوتی ہے (۶) بحر روم کو بحر قلزم سے فلسطین ہی کے اندر سے ایک اور نہر بلا خرخشہ غیرے برطانیہ کی ذاتی ملکیت ہوسکتی ہے جس کے جاری ہونے کے بعد ہندوستان کی حفاظت اور بندش کے خوف سے بے نیاز ہوسکتا ہے۔

(۷) فلسطین پر قبضہ رکھنے میں یہ اہمیت بھی ہے کہ عرب حکومتوں کو اقتدار یا توسیع حاصل کرنے سے روکا جاسکتا ہے اور عربیوں اور ترکوں کے اتحاد کے امکان کو بھی دور کیا جاسکتا ہے (۸) ہمسایہ عربی ممالک میں یورپین تجارت کو بڑھایا جاسکتا ہے (۹) سیاسیین کا یہ بھی خیال ہے کہ ارض فلسطین استداب رکھنا غزہ کے ہوائی مستقر کی مرکزی حیثیت کو بیش از بیش ترقی دیکر ہزار ہزار میل تک برطانوی مقبوضات کے علاوہ ہمسایہ حکومتوں میں برطانوی مفاد کی حفاظت اور بحر روم میں اٹلی کی سرگرمیوں اور لیبیا پر اس کے قبضہ نے مخدوش حالات پیدا کر رکھے ہیں مغرب میں جو حیثیت جبرالٹر کو ہے اس سے زیادہ غزہ کو حاصل ہے یہ مقام مصر و فلسطین کے درمیان ہونے کے باعث دونوں ملکوں کی کنجی ہے اس کی وسعت بھی جبرالٹر سے بہت زیادہ ہے اور غرب میں جو حیثیت مالٹا کو ہے مشرق میں وہی سائپرس (قبرص) کو حاصل ہے جو فلسطین کے بالکل قریب ہے غزہ وہ مقام ہے جو جنگ عظیم میں نہایت مشکل سے اور کافی قربانیوں کے بعد فتح ہوا

جنگ کا نوا سیواں ہفتہ

کریٹ کے ٹاپو پر صرف آسمان کے رستے حملہ کر کے جرمنی نے موجودہ لڑائی کا ایک اور حیرت انگیز کمال دکھایا ہے۔ یہ بھی کمال کی بات ہے کہ جرمنی کے ڈھکیلے بمباروں کے مقابلہ سے انگریزی شکاری جہاز ہٹا لئے گئے ہیں پھر بھی کریٹ کی انگریزی اور یونانی فوجیں جرمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہی ہیں اور چار دن کی گھمسان کی لڑائی کے بعد بھی کریٹ پر جرمنوں کا قبضہ نہیں ہو سکا خیال ہے کہ کریٹ کی لڑائی کے ساتھ ساتھ جرمنی سائپرس کے ٹاپو پر بھی حملہ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ مسٹر چرچل نے اپنی تقریر میں اعلان کیا ہے کہ کریٹ کی لڑائی کے نتیجہ کا سارے میڈی ٹرینین کی لڑائی کی رفتار پر گہرا اثر پڑے گا۔ عراق میں جرمنی نے رشید علی کی ابھی تک کوئی بڑی مدد نہیں کی اور برطانیہ کی کامیابی کا سلسلہ جاری ہے۔ یوربا فرنٹ میں اٹلی ہتھیار ڈال چکا ہے۔ لیبیا کے مورچہ پر ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی فرانس اور برطانیہ کے تعلقات میں کھنچاؤ بڑھ رہا ہے ایڈمرل دارلان نے اعلان کیا ہے کہ فرانس برطانیہ یا امریکہ سے لڑائی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا نہ اپنا بیڑہ دوسروں کو سونپے گا۔ امریکہ اور امریکہ سے باہر پریذیڈنٹ روزویلٹ کے تاریخی اعلان کا بدستور انتظار کیا جا رہا ہے اگرچہ پریذیڈنٹ روزویلٹ یہ کہہ چکے ہیں کہ وہ کوئی تاریخی اعلان کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

کریٹ پر حملہ

یونان کی لڑائی ختم ہوئے ابھی مشکل سے ایک مہینہ ہوا تھا کہ جرمنوں نے کریٹ کے یونانی ٹاپو پر حملہ کر دیا یہ ٹاپو یونان کے دکن پورب میں اور پورپی میڈی ٹرینین سمندر کے بیچ میں ہے یونان کے اور ٹاپو کے بیچ میں سمندر کی چوڑائی سو میل سے زیادہ نہیں ہے کریٹ کے اتر پورب میں سو سوا سو میل کے فاصلہ پر ڈوڈیکانیز کے ٹاپو ہیں جہاں اطالوی اور جرمن اڈے ہیں ان اڈوں سے اور یونان کے دکھنی کناروں کے اڈوں سے جرمنوں کو کریٹ پر ہوائی جہازوں اور ہوائی چھتریوں کے ذریعہ حملہ کرنے کا موقعہ مل گیا۔ اندازہ ہے کہ اب تک تیس ہزار کے قریب جرمن فوج کریٹ پر اتاری جا چکی ہے انگریزی ہوائی جہاز ہوائی اڈوں کی کمی کی وجہ سے کریٹ سے ہٹ گئے ہیں اور سکندریہ اور دوسرے مصری اڈوں سے کریٹ کی لڑائی میں حصہ لیں گے۔ اسکندریہ اور کریٹ کے درمیان چار سو میل کے قریب فاصلہ ہے اس لئے انگریزی ہوائی جہاز کریٹ کی لڑائی میں بہت زیادہ مدد نہیں دے سکتے۔

گھمسان کی لڑائی

مگر ہوائی جہازوں کے ہٹ جانے اور جرمنی کے ڈھکیلے بمباروں کے زبردست حملہ ہونے کے باوجود کریٹ میں انگریزی اور یونانی فوجیں جرمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہی ہیں ابھی تک ملیمی کے سوائے اور کسی مقام پر جرمنوں کا قبضہ نہیں ہو سکا ہے اس جگہ ہوائی جہازوں کے اترنے کے لئے بڑے میدان ہیں مگر ہوائی اڈے کو برطانی توپوں اور ٹینکوں نے آگ لگا دی ہے جرمنوں نے سمندر کے راستے بھی کریٹ پہنچنے کی کوشش کی مگر انگریزی بیڑے نے ان کا راستہ روک رکھا ہے۔ ہزاروں جرمن سپاہیوں سے بھری ہوئی کشتیاں سمندر میں ڈبو دی گئیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جرمنوں کو ہوائی جہازوں اور چھتریوں ہی کے ذریعہ مدد بھیجنا پڑ رہی ہے اور ہوائی جہازوں پر ٹینک یا توپخانے نہیں لائے جا سکتے۔

سائپرس پر حملہ کا خطرہ

کریٹ پر جرمنوں کا قبضہ ہو جائے تو پورپی میڈی ٹرینین میں برطانی پوزیشن خراب ہو جائیگی ابھی مالٹا سے لیکر سائپرس تک برطانی بیڑے کا راج ہے مالٹا کریٹ سے چھ سو میل پچھم میں ہے اور سائپرس چار یا ساڑھے چار سو میل پورب میں ہے کریٹ برطانیہ کے ہاتھ سے نکل جائے تو برطانی بیڑے کا راج میڈی ٹرینین کے پورپی حصہ میں بھی قائم رہنا مشکل ہو جائیگا کریٹ ایجین سمندر اور ایونین سمندر کے دروازے پر چوکیدار ہے یہ ہٹ جائے تو سویز تک راستہ بہت کچھ صاف ہو جائیگا

جرمنی سائپرس پر بھی حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے یہ ٹاپو شام کے پچھمی کنارے اور ترکی کے دکھنی کنارے پر ہے حیفہ اور پورٹ سعید کے اڈوں کی نسبت شام میں طرابلس اور بیروت کے اڈے جو جرمنوں کے قبضہ میں ہیں سائپرس سے زیادہ نزدیک ہیں اور اگر دکھن سے جرمن فوجیں ترکی کے کنارے کنارے سمندر میں ہو کر چلیں تو انہیں شام پہنچنے اور سائپرس پر حملہ کرنے میں آسانی ہو جائیگی سائپرس جرمنوں کے ہاتھوں میں پڑ گیا تو شام میں جرمنوں کی پوزیشن مضبوط ہو جائیگی اور عراق کی لڑائی پر برطانیہ کے خلاف اثر پڑیگا اور ترکی جرمنوں اور اطالیوں کے گھیرے میں پوری طرح پھنس جائیگا۔

عراق مصر اور ترکی

عراق میں اب تک جرمنوں کی مداخلت نے کوئی خطرناک شکل اختیار نہیں کی ہے جرمن ہوائی جہاز تھوڑے تھوڑے کر کے عراق پہنچ رہے ہیں اور برطانی چھاؤنی پر حملے کرنے میں عراقی ہوائی بیڑے کا ہاتھ بٹا رہے ہیں برطانوی فوجوں نے فالوجہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ بغداد سے صرف بیس میل دور رہ گئی ہیں۔

ترکی تمام حالات کو خاموشی سے دیکھ رہا ہے معلوم ہوا ہے کہ شام سے فوجی سامان ترکی ہو کر ریل کے راستے عراق جا رہا ہے برطانیہ نے اس بارہ میں ترکی سے پوچھ پاچھ کی ہے ترکی اور جرمنی کے نئے تعلقات پر اس بات سے بھی روشنی پڑتی ہے کہ یونان کی لڑائی کے وقت ترکی اور یونان کی سرحد کے پل اڑا دیئے گئے تھے وہ پھر سے بنائے جا رہے ہیں۔ مصر پر جرمن حملہ کی اسکیم ابھی تک پوری نہ ہو سکی سلوم پر جو کہ مصر اور لیبیا کی سرحد پر واقع ہے انگریزی فوجوں کا قبضہ ہے جرمن ابھی تک طبروق کا مورچہ بھی سر نہیں کر سکے اعلیٰ مصری افسروں کے اچانک غائب ہو جانے سے تعجب کا اظہار کیا جا رہا ہے

فرانس سے کھنچاؤ

شام کے ہوائی اڈے جرمنوں کے قبضہ میں پہنچ جانے پر برطانیہ اور امریکہ نے فرانس سے پروٹسٹ کیا اور یہ پوچھا کہ جرمنی سے فرانس کے نئے تعلقات کا کیا مطلب ہے۔ برطانی بدیسی وزیر مسٹر ایڈن نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ اگر فرانس برطانوی مفاد کے خلاف جرمنی سے تعاون کریگا تو برطانیہ سارے فرانس کو جرمنی کے قبضہ میں سمجھے گا۔ ایڈمرل دارلان نے ہٹلر سے بات چیت کرنے کے بعد اعلان کیا ہے کہ ہٹلر نے نہ فرانس کا بیڑا مانگا ہے اور نہ فرانس کو برطانیہ کے خلاف لڑائی کا اعلان کرنیکا مطالبہ کیا ہے ایڈمرل دارلان نے یہ بھی کہا کہ فرانس کے بڑے حصہ پر جرمنوں کا قبضہ ہے اور پندرہ لاکھ فرانسیسی جرمنوں کی قید میں ہیں فرانس کو یورپ کے نئے نظام میں شریک ہونے کے سوائے کوئی چارہ نہیں۔ برطانیہ نے فرانس کے ۱۲ لاکھ

عورت کو ہر مہینہ ماہواری کی تکلیف

ایک مشہور لیڈی ڈاکٹر کا مخلصانہ مشورہ

اگر عورت کو ہر مہینہ ماہواری کے دنوں میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور ماہواری ایام تکلیف کے ساتھ اور درد کے ساتھ ہوتے ہیں یا رک رک کر ہوتے ہیں یا زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں یا کم ہوتے ہیں یا ان دنوں میں طبیعت پریشانی اور ناف نلوں میں بے چینی کا درد ہوتا ہے یا کئی کئی مہینے تک نہیں ہوتے کسی کو دورے پڑتے ہیں اور لوگ آسیب اور اوپری خلل کا شبہ کرتے ہیں تو صرف چند پیسوں میں اس کا علاج ہوسکتا ہے۔ اب سے کئی سال پہلے تک البتہ اس علاج میں بڑی مشکلات پیش آتی تھیں مگر اب دہلی کے زنانہ دواخانہ کی ان تھک کوششوں نے یہ مشکل حل کردی اس مقصد کے لئے دواخانہ کی مشہور ترین دوا "کورس" بے حد مؤثر اور کارگر ہے۔ اگر کوئی عورت ماہواری ایام کی تکلیفوں میں مبتلا ہو اور ہر مہینے اوپر لکھی ہوئی تکلیفوں میں پھنس جاتی ہو اور درد وغیرہ کی ناقابل برداشت تکلیف اٹھاتی ہو تو اس عورت سے کہہ دو کہ اس علاج پر زیادہ رقم خرچ کرنے اور بھاگ دوڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ بہت آسان علاج یہ ہے کہ خط لکھ کر

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۲۴ دہلی کے پتہ سے ایک شیشی دوا "کورس" بذریعہ وی۔پی پارسل منگالی جائے ایک شیشی کورس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ اور اس پر سات آنے محصولڈاک صرف ہوں گے۔ اس دوا کے استعمال کے بعد عورت کو ہر مہینہ بغیر تکلیف کے ماہواری ایام ہوجایا کریں گے اور کسی قسم کا درد وغیرہ کچھ نہ ہوا کرے گا۔

اولاد بند کرو

بار بار بچہ کی پیدائش سے عورت کی تندرستی تباہ ہوجاتی ہے بیس برس کی لڑکی چالیس برس کی عورت معلوم ہونے لگتی ہے اور بعض وقت زیادہ بچے پیدا ہونے سے عورت کی زندگی کو بھی خطرہ ہوجاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں عورت کو چاہیئے کہ کچھ عرصہ کے لئے اولاد کا پیدا کرنا بند کردے۔ اسکی ترکیب یہ ہے کہ ایک شیشی دوا "روہیل" منگا کر اپنے پاس رکھ لے۔ اور "خاص وقت" سے پہلے ایک خوراک اس دوا کی کھا لیا کرے حمل نہ ٹھہر سکیگا۔ چنانچہ جبتک عورت ...... پہلے یہ دوا کھالیا کریگی۔ حمل سے بچی رہیگی اور جب اس دوا کا استعمال ترک کردیگی حمل کا ٹھہر جانا ممکن ہو اس دوا سے عورت کی تندرستی پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کے لئے بہترین دوا ہے اور بالکل بےضرر۔ ایک شیشی میں اسی مرتبہ استعمال کے لائق دوا ہوتی ہے۔ ایک شیشی "روہیل" کی قیمت چار روپے آٹھ آنے ہے۔ محصول پارسل گیارہ آنے لگتا ہے۔

پتہ۔۔ **لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۲۴ دہلی**

عورت کا سینہ

بچوں کو زیادہ دودھ پلانے سے یا اور کسی بیماری یا بے احتیاطی سے بعض اوقات عورت کا سینہ (یعنی پستان) بہت نرم اور ڈھیلے پڑکر نیچے کو ڈھلک جاتے ہیں اور اس طرح عورت کی ظاہری جوانی ختم ہوجاتی ہے عورت کے ظاہری حسن کے لئے اس کے سینہ کو بھی جوان ہونا ضروری ہے۔ اگر نرم اور نیچے کو ڈھلکے ہوئے پستان پر مشہور دوا "برسٹین" کا استعمال کیا جائے تو یہ ثمر شباب (یعنی پستان) پھر از سر نو گول اور سخت ہوجاتے ہیں اور پھر نوجوان لڑکی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگر گود میں بچہ ہو۔ اور وہ دودھ پیتا ہو تب بھی کوئی حرج نہیں۔ دوا نقصان نہیں کرتی۔ اس زمانہ میں بھی دوا "برسٹین" استعمال ہوسکتی ہے۔ پستان کو دوبارہ سخت اور گول کرنے کے لئے یہ دوا سالہا سال سے مشہور ہے (ایک شیشی کی قیمت چار روپے پندرہ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۲۴ دہلی

کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی بذریعہ وی پی پارسل منگالیں محصولڈاک ۷ آنہ ہے

ناظرین دیکھئے امرتسر سونے کے متعلق دنیا کیا کہتی ہے جس کو ہم نے اصلی امریکن نیو گولڈ کہا وہاں سے دوبارہ سہ بارہ فرمائش آئی۔ یہ سونا ایک لاجواب چیز ہے۔ اصلی سونے اور اس سونے میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا

ماسٹر رام پرکاش صاحب ساہنی دہلی سے ۱۵ نومبر کو تحریر فرماتے ہیں آپ کا **امریکن نیو گولڈ** کا پارسل ملا۔ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی چیز واقعی کمال کی ہے آپ کے امریکن نیو گولڈ اور اصلی سونے میں کوئی فرق نہیں آپ نے اس نئی چیز کو تیار کر کے دنیا کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کر دیا ہے پندرہ تولہ سونا فوراً میرے دوست کیلئے ارسال کر دیں۔ اس کے بعد آپ کو اور بھی آرڈر دیا جاویگا۔ یہ سونا کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے اصلی سونے کی طرح کوٹا اور پگھلایا جاتا ہے۔ بالکل اصلی سونے کے برابر ہے۔ ہوشیار سے ہوشیار صراف بھی مشکل سے پہچان کر سکتا ہے۔ اس کے بنے ہوئے زیورات ہر جگہ پسند کئے جا رہے ہیں۔ اس سے ہر قسم کے زیورات آجکل کے فیشن کے مطابق تیار ہو سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا فرمائش کو غلط ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔ قیمت صرف مشہوری کی خاطر ایک تولہ دو روپیہ (۲) تین تولہ پانچ روپے آٹھ آنہ۔ چھ تولہ دس روپے۔ پندرہ تولہ بائیس روپیہ (۲۲) [illegible] ضروری نوٹ۔ ہر تین تولہ کے خریدار کو پیکنگ خرچ مفت۔ چھ تولہ یا اس سے زیادہ منگوانے والے خریدار کو محصول ڈاک و پیکنگ دونوں بالکل معاف۔ پندرہ تولہ کے خریدار کو ایک عدد اصلی گھڑی بالکل ٹھیک وقت دینے والی چابی ۲۴ گھنٹہ گارنٹی دس سال مفت بطور انعام دی جاوے گی۔

اگر شے نہ پسند نہ ہو تو قیمت فوراً واپس ہوگی۔ جلدی منگوالیں ورنہ ختم ہونے پر مایوس ہونا پڑے گا۔

ملنے کا اصلی پتہ۔ **میسرز امریکن سپلائی کمپنی پی۔ او بکس نمبر 27/2 ایم۔ ڈی۔ امرتسر (پنجاب)**

اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے ایسی باتیں دکھا دے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں پس آپ اللہ کی برکت پر ہم کو لے چلیں۔ سعد بن معاذ کی تقریر سُن کر حضورؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا لوگو! اللہ کی برکت پر چلو تم کو بشارت ہو کہ اللہ نے مجھسے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے قافلہ یا جمعیت کفار پر فتح۔ قسم ہے خدا کی گویا میں اِس وقت اُن لوگوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔ ابن کثیر نے بروایت عوفی ابن عباسؓ کا قول اسی طرح نقل کیا ہے۔ سدی، قتادہ، ابن زید اور دیگر علماء سے بھی یہی مروی ہے۔

آیات کا مطلب یہ ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم پر مسلمانوں کی ناخوشگواری ویسے ہی ناعاقبت اندیشی پر مبنی ہے جس طرح جنگ بدر کو جانے کے وقت تھی کہ بعض اُن مسلمانوں نے جن کے پاس لڑائی کا ساز وسامان نہ تھا اور اُن کے پیش نظر دینی تعداد کی قلت بھی تھی) جنگ بدر پر جانے اور کافروں کی جمعیت سے مقابلہ کرنے کو مناسب نہ سمجھا تھا۔ اگرچہ اُن پر ظاہر ہوگیا تھا کہ ہر چیز اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ظاہری ساز وسامان حقیقی مؤثر نہیں اور کوئی نفع نقصان بغیر قضائے الٰہی کے نہیں پہونچ سکتا لیکن پھر بھی (بمقتضائے بشریت) وہ تمہاری رائے سے اختلاف کر رہے تھے۔ اُن کو (اپنے ساز وسامان اور تعداد کی قلت کی وجہ سے) اپنی موت آنکھوں سے دکھ رہی تھی اور وہ سمجھ رہے تھے کہ گویا ہم کو موت کی طرف لیجایا جارہا ہے۔ اور اللہ نے وعدہ کیا تھا کہ ایک گروہ پر تمہارا دسترس ہوگا یا قافلہ کی گرفتاری یا جماعت کفار پر فتح۔ مگر مسلمانو! تم چاہتے تھے کہ وہ چیز تم کو مل جائے جس میں کانٹا نہ لگے یعنی قافلہ کو لوٹ لو لیکن خدا چاہتا تھا کہ حق و باطل کا فیصلہ کردے حق کو ظاہر کردے اور باطل کو مٹادے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے اگرچہ کافروں کو اپنی بیخ کنی کتنی ہی ناگوار ہو۔

مقصود بیان :- اس امر پر تنبیہ کہ احکام الٰہی میں چون وچرا نہ کرنا چاہئے۔ فوراً بلا سوچے سمجھے تعمیل حکم کرنا چاہئے کیونکہ آدمی نتیجہ سے ناواقف ہوتا ہے۔ ظاہری سہولت کو پسند کرتا ہے اور وہ کام کرنا چاہتا ہے جس میں تکلیف و مشقت نہ اٹھانی پڑے مگر ہر حکم کی حکمت و مصلحت سے واقف خدا ہی ہے۔ اس لئے تعمیل حکم میں پس وپیش مناسب نہیں۔ آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ظاہری ساز وسامان اور اسباب بے حقیقت چیز ہے۔ کامیابی کے ضروری شرائط میں سے نہیں مؤثر حقیقی خدا ہے البتہ ثابت قدم رہنا اور نیت صحیح رکھنا اور حق کی حمایت کرنا لازم ہے۔ یہ امر بھی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ بھی صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور جب تک اکثریت کا فیصلہ نہ ہوجائے کسی کام کی طرف پیش قدمی نہیں کرتے تھے۔ اگر آدمی ثابت قدم اور راسخ العقیدہ رہے تو اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور باطل کو مغلوب

ضرور کردیتا ہے۔ وغیرہ

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ

جب تم اپنے رب سے فریاد کرنے لگے اور اللہ نے تمہاری سُن لی

أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ

(اور فرمایا کہ) لگاتار ایک ہزار فرشتوں سے میں تمہاری

مُرْدِفِينَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ

مدد کروں گا اور یہ تو اللہ نے صرف خوش خبری دینے

وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا

اور تمہارے دلوں کے مطمئن ہونے کے لئے کیا تھا ورنہ فتح تو اللہ ہی

مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ ع

کی طرف سے ہے بلاشبہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَ

جبکہ اللہ اپنی طرف سے چین دینے کے لئے تم پر اونگھ طاری کررہا تھا اور

يُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم

تم پر آسمان سے پانی نازل کررہا تھا تاکہ اُس کے ذریعہ سے تم کو پاک

بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَ

کردے اور تم سے شیطانی نجاست کو دور کردے اور

لِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ

تمہارے دلوں کو مستقیم کردے اور تمہارے قدم جمائے رکھے

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ

جب تمہارا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں

فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ

تم مسلمانوں کو جمائے رکھو عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب

الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ

ڈال دوں گا — پس تم — گردنیں

الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝

مار — اور اُن کا پور پور — کاٹو

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

یہ اُس کی سزا ہے کہ اُنہوں نے اللہ کی اور اُس کے رسول کی مخالفت کی

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ

اور جو اللہ کا اور اُس کے رسول کا مخالف ہوگا — تو اللہ کی

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ

مار بڑی سخت ہے — یہ تو چکھ لو — اور

اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝

(جانے رہو کہ) کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے

تفسیر ان آیات میں جنگ بدر کے تین واقعات بیان کئے ہیں (۱) مسلمانوں کا اللہ سے استغاثہ کرنا اور اللہ کا اُن کی دعا کو قبول کر کے ایک ہزار فرشتوں کو امداد کے لئے بھیجنا (۲) مسلمانوں کو جنگ کے دوران میں اونگھ آجانا (۳) جنگ کے موقعہ پر بارش کا ہونا۔ ہم ہر واقعہ کو احادیث و آثار سے نقل کر کے قرآنی آیات کے مطابق کسی قدر تفصیل سے ذکر کرتے ہیں:-

(۱) اس میں اختلاف ہے کہ استغاثہ اور دعا کس نے کی تھی؟ عام مسلمانوں نے یا فقط رسول اللہ ﷺ نے۔ تفسیر معالم وغیرہ میں ہے کہ جب مومنوں نے یقین کر لیا کہ لڑائی ضرور ہوگی اور ہماری تعداد کم ہے کافروں کی زائد ہے۔ علاوہ ازیں ہم اکثر نہتے ہیں وہ مسلح ہیں تو اُنہوں نے اللہ سے دعا کی کہ الٰہی ہم کو کافروں پر فتح عنایت کر۔ ہماری فریادرسی فرما لیکن عام مفسرین کی رائے یہ ہے کہ صرف حضور اقدس ﷺ نے دعا کی تھی حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ بدر کے دن جب حضور والا ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ مسلمانوں کی تعداد کچھ اوپر تین سو ہے اور کافروں کی تعداد ہزار سے اوپر تو قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اُس وقت حضور ﷺ تہبند باندھے اور چادر اوڑھے ہوئے تھے اور دعا مانگنی شروع کی الٰہی جو تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ پورا کر۔ الٰہی اگر اہل اسلام میں سے یہ ٹکڑا مارا گیا تو زمین پر تیری عبادت کی امید نہیں۔ اسی طرح برابر اپنے پروردگار سے استغاثہ کرتے اور دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ دوش مبارک سے چادر سرک گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے چادر اٹھا کر پھر اُڑھا دی اور ایک طرف سے حضور ﷺ کو دبوچ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! بس آپ کی دعا کافی ہو چکی۔ اللہ عنقریب اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ اُس وقت اللہ نے نازل فرمایا اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ الخ الی آخر الحدیث (رواہ الترمذی وصححہ ومسلم وابن جریر وابن مردویہ وابن المدینی)

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مقداد بن اسود کے ساتھ میں ایک واقعہ پر تھا اور ان کو اُس وقت جو بات حاصل ہوئی وہ مجھے دنیا وما فیہا سے بہتر معلوم ہوتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ مشرکوں پر فتحیاب ہونے کی دعا کر رہے تھے کہ مقداد نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ سے وہ قول نہیں کہیں گے جو موسیٰؑ سے بنی اسرائیل نے کہا تھا اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ یہ سن کر چہرۂ مبارک کھل گیا (رواہ البخاری)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ بدر کے روز حضور ﷺ اس طرح دعا مانگ رہے تھے اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکرؓ نے دستِ مبارک پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! بس۔ اس کے بعد حضور والا ہماری طرف پڑھتے ہوئے نکلے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ یعنی عنقریب کافروں کو شکست ہوگی اور پشت پھیر کر بھاگیں گے (رواہ البخاری)

ان تمام آثار و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دعا و استغاثہ صرف حضور ﷺ نے کیا تھا۔ اور چونکہ حضور ﷺ کی دعا درحقیقت کل مسلمانوں کی طرف سے تھی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے استغاثہ کرنے والا تمام مسلمانوں کو قرار دیا۔ بہرحال حضور ﷺ نے دعا کی اور خدا نے قبول فرمائی اور فرشتوں کو امداد کے لئے بھیجا۔ فرشتے کتنے تھے؟ کس طور پر نازل ہوئے تھے؟ کس غرض سے آئے تھے؟ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کافروں سے جنگ کی تھی یا نہ کی تھی؟ ہم ہر بحث کو مختصر لکھتے ہیں:-

یہاں آیت میں فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بتائی گئی ہے۔ لیکن سورۂ آل عمران میں زائد تعداد کا ذکر ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جبرئیل ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کے میمنہ میں اُترے اُس روز میمنہ میں ابوبکرؓ تھے۔ اور میکائیل ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ میسرہ میں اُترے اور میں میسرہ میں تھا (رواہ ابن جریر) اس اثر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی تعداد زائد تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شروع میں فرشتے ایک ہزار تھے پھر دو ہزار کا اضافہ ہوا۔ پھر دو ہزار اور بڑھائے گئے۔ کل پانچ ہزار ہو گئے۔ کذا قال قتادۃ۔ فرشتے جوان آدمیوں کی شکل

میں سفید لباس پہنے اور سفید عمامہ باندھے ابلق گھوڑوں پر سوار تھے ان کے آنے کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کو امدادِ الٰہی کی بشارت ہو اور اپنی فتح کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔ فرشتوں کے جنگ کرنے کے متعلق منفی اور مثبت دو قول ہیں۔ جو لوگ نفی کے قائل ہیں اُن کی دلیل یہ ہے کہ اگر قتال مقصود ہوتا تو ایک فرشتہ تمام دنیا کو ہلاک کرنے کے لئے کافی تھا چنانچہ قوم لوط کی آبادی کو فقط جبرئیل نے تہ و بالا کر ڈالا تھا اس قدر کثیر ملائکہ کی جماعت کو بھیجنا ازدیاد نمائش کا مقصود تھا مگر یہ قول ضعیف ہے صحیح یہ ہے کہ فرشتوں نے مسلمانوں کی طرف سے جنگ کی اور کافروں کو قتل کیا۔ رہی یہ بات کہ اگر ہلاک کرنا مقصود ہوتا تو ایک فرشتہ بھی کافی تھا یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن یہاں فقط یہ مقصود نہ تھا بلکہ دشمنوں کو انسانوں کی طرح قتل کرنا مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان پیدا کرنا اور اہل اسلام کو امدادِ الٰہی کی بشارت دینا یہ تمام مقاصد تھے۔ جنگ ملائکہ کے ثبوت کے چند دلائل ہیں۔ اول تو خود آئندہ آیت میں فرشتوں کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ کافروں کی گردنوں پر بلکہ پور پور پر مارو۔ دوسرے جنگِ ملائکہ کے ثبوت میں بکثرت احادیث و آثار صحیحہ وارد ہیں۔ رفاعہ بن رافع کی روایت ہے کہ حضرت جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا آپ اپنی جماعت میں اہل بدر کو کیسا سمجھتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے افضل حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا وہ ملائکہ جو بدر میں حاضر ہوئے تھے وہ بھی ایسے ہی ہیں (رواہ البخاری) ابن عباسؓ نے فرمایا (جنگ بدر کے موقعہ پر) ایک مسلمان نے ایک کافر کا پیچھا کیا۔ اچانک اوپر سے کوڑا مارنے کی آواز سنی اور کسی نے کہا اَقْدِمْ حَیْزُوْمُ۔ اتنے میں مشرک کو دیکھا کہ گدی کے بل زمین پر پڑا ہے اور کوڑے کی ضرب سے اُس کا چہرہ پھٹ گیا ہے۔ ایک انصاری نے حاضر ہو کر یہ واقعہ حضورؐ سے عرض کیا فرمایا تو نے سچ کہا وہ تیسرے آسمان کے مدد والوں میں سے تھا (ابن کثیر) جس وقت ابوجہل زخمی پڑا ہوا تھا تو ابن مسعودؓ سے بولا وہ آواز کہاں سے آتی تھی جو ہم کو بدحواس بنا رہی تھی باوجودیکہ آواز دینے والا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ ابن مسعودؓ نے جواب دیا وہ ملائکہ کی آواز تھی۔ ابوجہل بولا پھر تو وہ ہم پر غالب ہوئے تم غالب نہیں ہوئے۔ ابوداؤد مازنی کہتے ہیں بدر کے دن میں نے ایک مشرک کا پیچھا کیا لیکن میری تلوار پہنچنے سے پہلے اُس کا سر میرے سامنے آگرا۔ سہل بن حنیف کہتے ہیں بدر کے روز ہم میں سے بعض آدمی اپنی تلوار لیکر حملہ کرنے کے لئے ہم پر اٹھاتے مگر تلوار پہنچنے سے قبل کافر کا سر گر پڑتا۔ اسی مضمون کے اور بہت آثار ہیں۔

(۲) دوسرا واقعہ مسلمانوں کو اونگھ آجانے کا ہے۔ صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع صدیق اکبرؓ کے سائبان کے اندر تھے اور دونوں دعا مانگ رہے تھے۔ اتنے میں حضورؐ پر اونگھ کی طرح ایک خفیف نیند طاری ہوئی۔ تھوڑی ہی دیر میں حضور مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا ابو بکرؓ بشارت ہو۔ یہ جبرئیل آگئے اُن کے اگلے دانتوں پر غبار پڑا ہے۔ اس کے بعد سائبان کے دروازہ سے یہ کہتے ہوئے باہر نکلے (سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ) مسلمان چونکہ لڑائی میں تھک گئے تھے اور بہت مضطرب الحال تھے اس لئے خدا نے اُن پر ایک اونگھ طاری کر دی تھی جو تھوڑی دیر میں ہی زائل ہو گئی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کل ماندگی دفع ہو گئی، اضطرابِ قلب دور ہو گیا اور حالت اصلی پر آگئے دورانِ جنگ میں اونگھ آ جانا یہ دراصل ایک معجزہ اور رحمتِ خداوندی تھی۔

(۳) تیسرا واقعہ بارش کا ہے۔ علی بن طلحہ اور عوفی نے بروایت ابن عباسؓ بیان کیا کہ بدر میں جو پانی کی جھیل تھی اُس پر مشرکین قابض ہو گئے تھے اور مسلمانوں کو پانی نہ ملنے سے سخت تکلیف ہوئی تو خدا تعالیٰ نے خوب پانی برسایا جس سے ساری تکلیف رفع ہو گئی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش خوب زور کی ہوئی تھی لیکن شعبی و زہری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش خفیف ہوئی تھی۔ ابن اسحٰق نے عروہ بن زبیر کی روایت بیان کی ہے کہ میدان نہایت نرم ریت کا تھا جس میں پاؤں دھنستے تھے۔ پھر اللہ کے حکم سے پانی برسا مسلمانوں کی طرف تو صرف اتنا برسا کہ زمین جم گئی اور ریت دب گئی اور قریش کی طرف دلدل ہو گئی اور اُن کا چلنا دشوار ہو گیا۔ ابن جریر نے حضرت علیؓ کا قول بیان کیا ہے (جنگ بدر کی شب میں خفیف بارش ہوئی ہم لوگ درخت کے سائے میں اور ڈھالوں کے نیچے چھپ گئے اور حضورؐ نے پوری رات لڑائی پر آمادہ کرنے میں گذاری۔ مغازی میں ابن اسحاق وغیرہ سے ثابت ہے کہ بارش کی شدت اور دلدل کے سبب مشرکین کوچ کرنے سے عاجز رہے اور مسلمانوں نے بڑھ کر تالاب پر قبضہ کر لیا بارش کا پانی مسلمانوں کی طرف صرف اتنا پڑا کہ ریت جم گئی اور چلنے پر بخوبی قادر ہو گئے اور قدم جمنے لگے۔

آیات کا مطلب یہ ہے کہ: مسلمانو! جب گرمی کی شدت اور پیاس کی تکلیف سے تم نے بارگاہِ الٰہی میں استغاثہ کیا اور فتحیابی کی دعا کی تو اللہ نے تمہاری دعا قبول کی اور ایک ہزار فرشتوں کی جماعت پے در پے ایک دوسرے کے پیچھے تمہاری مدد کے لئے بھیجی تاکہ تم کو فتحیابی کی بشارت اور اطمینانِ قلب حاصل ہو مگر یہ صرف تمہاری تسلی کے لئے تھا ورنہ مدد تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے فرشتوں کو بھیجنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ غرض خدا نے فرشتے بھیجے اور اُن کو حکم دیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو۔ اُن کے

شریک حال رہو (۲) یہ مطلب ہے کہ تم مسلمانوں کے دلوں میں بہادری کا القاء کرو، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دونگا۔ تم اُن کے تمام اعضاءِ رئیسہ اور ہاتھوں پاؤں یہاں تک کہ پور پور پر مارو کیونکہ وہ اللہ اور رسول کے مخالف ہیں۔ مسلمانو! دوسرا احسان خدا نے تم پر یہ کیا کہ تمہارا خوف اور اضطراب دور کرنے کے لئے اونگھ کو تم پر مسلط کر دیا۔ تیسرا احسان یہ کیا کہ تم پر بارش برسائی جس کے ذریعے تم نہا دھو کر پاک صاف ہو گئے پیاس بھی دور ہو گئی روح اور دل کو بھی تسکین ہو گئی۔ یہ شیطانی وسوسہ بھی دور ہو گیا کہ بغیر پانی کے فتح مشکل ہے۔ دلوں میں بھی قوت پیدا ہو گئی پاؤں بھی ریتے پر جمنے لگے۔

مقصود بیان: مصیبت اور سختی کے وقت خدا سے استغاثہ کرنے کی تلقین۔ اللہ کی غیبی طاقت کا اظہار۔ اس بات کی صراحت کہ اللہ کو اگرچہ ظاہری اسباب کی ضرورت نہیں وہ ہر طرح کام کر سکتا ہے مگر انسانوں کے اطمینان قلب کے لئے وہ ظاہری سامان مہیا کرتا ہے۔ استقلال قلب، ثبات قدم، خطرۂ شکست کا عدم جنگ میں نہایت ضروری چیزیں ہیں۔ فرشتوں کو اہل ایمان کے دلوں میں الہام اور القاءِ خیر کی طاقت خدا تعالیٰ نے دی ہے۔ جہاد کے وقت کافروں کے جوڑ جوڑ پر ضرب لگانی چاہئے۔ عضوِ اعلیٰ ہو یا اسفل کسی کی تخصیص نہیں۔ فرشتے انسانوں کی شکل میں ہو کر آدمیوں کی طرح لڑ سکتے ہیں یعنی اگرچہ وہ خود نورانی اور غیر مادی ہیں مگر مادی افعال کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ اللہ اور اُس کے رسول سے ضد کرنے کی دنیوی سزا قتل اور جنگ ہے اور آخرت کی سزا دوزخ۔ پورے قصے میں مسلمانوں کو ایک خاص ہدایت کرنی مقصود ہے کہ تم مال غنیمت کی تقسیم کی مخالفت نہ کرو تم اس کی حکمت سے ناواقف ہو۔ جس طرح جنگِ بدر کی مصلحت سے ناواقف تھے اور قافلہ کو گرفتار کرنے پر اڑے ہوئے تھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا نتیجہ برا ہے۔ وغیرہ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مسلمانو! جب کافروں کے انبوہ سے تمہاری

زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۚ وَمَنْ

منہ بھیڑ ہو تو اُن کو پیٹھ نہ دکھاؤ جو شخص

يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا

اُن کو اس روز پیٹھ دے گا بغیر اس کے کہ لڑائی کا ہیر

لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ

کرتا ہو یا فوج میں شامل ہوتا ہو تو وہ اللہ کا

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ

غضب لے کر لوٹے گا اور اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اور وہ بری جگہ ہے

تفسیر: آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ پہلے ہم آیت کی تفسیری شرح کہتے ہیں پھر اختلاف بیان کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانو! جس وقت تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو پشت نہ دو ہاں دو صورتوں میں بھاگ سکتے ہو۔ ایک تو یہ کہ پیٹھ پھیرنے سے غرض یہ ہو کہ اپنے گروہ میں (یا اپنے امام کے پاس) چلے جاؤ۔ دوسرے یہ کہ لڑائی سے رخ پھیرنے کا مقصود کنی کاٹنا اور دشمن کو دھوکہ دینا ہو تاکہ جب وہ زد پر آجائے اُس وقت اُس پر حملہ آور ہو۔ ان دو صورتوں کے علاوہ جو شخص جہاد سے منہ پھیریگا وہ غضبِ خدا میں مبتلا ہوگا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ کافروں کی تعداد زائد سے زائد مسلمانوں سے دوگنی ہو اور اگر دوگنی سے زائد ہو تو بموجب حکم آیتِ تخفیف جنگ سے رخ پھیرنا اور اپنی جان بچانا جائز ہے۔ یہاں تین قول اور بھی ہیں۔

ایک یہ کہ مذکورہ حکم فقط صحابہ کے لئے تھا کیونکہ ان پر جہاد فرض عین تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حکم انصار کے لئے تھا مگر یہ دونوں قول ضعیف ہیں۔ کیونکہ حدیث میں عام جہاد سے فرار کرنے کو بشرطیکہ بغیر شرعی عذر کے ہو مہلکات سبعہ میں سے شمار کیا گیا ہے اور مہلکات سبعہ کا حکم عام ہے۔

صحیح قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد خاص اہل بدر ہیں۔ سیاق قرآن اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کے قبل بھی بدر ہی کا بیان ہے اور اس کے بعد والی آیات میں اسی قصہ کا تذکرہ ہے۔ یہ قول حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، ابو سعید خدریؓ، ابو نضرہ، نافع، سعید بن جبیر، حسن بصری، عکرمہ، قتادہ، ضحاک وغیرہم کا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس مسلک پر یَوْمَىِٕذٍ سے مراد یوم بدر ہوگا۔ چونکہ بدر کے دن مسلمانوں کی پوری طاقت اور تعداد معرکہ میں موجود تھی رسول پاکؐ بھی تشریف رکھتے

مدینہ میں کچھ یونہی مسلمان رہ گئے تھے جو گنتی میں آنے کے قابل نہ تھے اس لئے جو شخص میدان سے رُخ پھیرتا تو اُس کی صرف تین وجوہ ہوسکتی تھیں۔ اپنی جماعت میں آکر مل جانا اور اُن کی مدد سے دوبارہ حملہ کرنا یا دشمن کو فریب دیکر دوبارہ لاکر حملہ کرنا یا میدان سے جان بچانے کے لئے بزدلی کے ساتھ بھاگ جانا۔ تیسری صورت قطعی حرام ہے اور اول دونوں صورتیں جائز۔ لیکن بدر کے بعد: گر جہاد دل میں لیا نہیں ہوا۔ لہذا جنگ سے رُخ پھیرنا خواہ اسلئے کہ خلیفہ وقت یا حاکم وقت کے پاس اُس کے شہر میں چلا جائے یا کسی اور شرعی عذر کی وجہ سے ہو جائز ہے۔ اس مضمون کی تائید مختلف آثار و احادیث سے ہوتی ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے باسناد صحیح حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آیت وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ الخ روز بدر کے واسطے حکم تھا۔ اب تو اگر مسلمانوں کی جماعت یا اسلامی شہر کی طرف بھاگ آئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ نافع نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا ہم لوگ دشمنوں سے قتال کرنے کے وقت ثابت قدم نہیں رہتے ہم کو نہیں معلوم کہ ہمارا (شرعی) فئہ (یعنی ملجا و ماویٰ جس کی طرف بھاگ کر آنا جائز ہے) ہمارا امام ہے یا ہمارا لشکر۔ ابن عمرؓ نے فرمایا فئہ تو رسول اللہؐ ہیں نافع نے کہا اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے :- إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا الخ۔ ابن عمرؓ نے فرمایا یہ آیت تو بدر کے دن اتری نہ اس سے پہلے کے لئے ہے نہ اس کے بعد کے لئے (رواہ ابن ابی حاتم) لیکن بغیر شرعی عذر کے جہاد سے دشمن کے مقابلہ کے وقت بھاگنا گناہ کبیرہ ہے خواہ کوئی جہاد ہو کسی زمانہ میں ہو۔ مؤمنوںؓ کفار کے مقابلہ میں ثبات لازم ہے۔ ابن کثیر کا یہی قول ہے۔

مقصود بیان :- جہاد سے روگردانی کرنے کی بغیر شرعی عذر کے ممانعت۔ جہاد سے روگردانی کرنے کے شرعی عذر کی تفصیل۔ اس امر کی طرف اشارہ کہ مسلمانوں کی جماعت اور اسلام کی مجموعی طاقت کی حمایت فرض ہے۔ اگر کوئی شخص اسلامی طاقت کی حمایت نہ کرے (اگرچہ وہ شخص فرائض یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ ادا کرتا ہو) مگر جہنمی ہے اس سے آجکل کے علماء کو درس بصیرت کی ضرورت ہے جو کفر کے فتوے دیکر اسلامی طاقت کو فنا کر رہے ہیں اور عملی طور پر جمعیت اسلام کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جہاد سے روگردانی کرنی صرف اسلئے حرام ہے کہ اس سے مسلمانوں کو ضعف پہنچتا ہے پھر کس طرح ایسے فتنہ انگیز فتوے جائز ہو سکتے ہیں جو اسلام کی جڑ کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ وغیرہ

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَ

سو تم نے اُن کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُن کو قتل کیا اور (اے محمد)

مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

نہ تم نے اُن پر خاک پھینکی تھی جبکہ تم نے پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا

اور (اسکی وجہ یہ تھی کہ) مسلمانوں کو اللہ اپنی بارگاہ سے اچھا انعام عطا فرمائے

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ

بلاشبہ اللہ سنتا جانتا ہے یہ تو ہو چکا اور یقیناً اللہ

مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ۝

کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے

تفسیر ابن عباس، سدی، ابو معشر، محمد بن قیس، محمد بن کعب، عبدالرحمٰن بن زید، عروہ، مجاہد، عکرمہ، قتادہ اور بہت سے ائمہ تابعین کا قول ہے کہ اس آیت میں جنگ بدر کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس روز بدر کی لڑائی تنت پر آگئی اور حضور اقدسؐ سائبان میں دعا کرنے کے لئے مشغول ہوئے اور کافروں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ مسلمانوں کو زندہ گرفتار کرلیں تو حضورؐ نے میدان جنگ کی ایک مٹھی خاک حضرت علیؓ سے منگوائی اور وہ مٹی شَاهَتِ الْوُجُوهُ کہکر کافروں کی طرف پھینکدی جس سے ہر کافر تھوڑی دیر کے لئے اندھا ہوگیا کوئی شخص ایسا نہ بچا جسکی آنکھوں میں اُس مٹی کا کچھ حصہ نہ پڑا ہو بالآخر ہزیمت کھا کر سرپٹ بھاگے۔ ستر گرفتار ہوئے اور ستر مارے گئے۔ اسی واقعہ کی طرف خدا تعالیٰ نے اشارہ فرمایا۔ جمہور مفسرین کا یہی مذہب ہے مگر عبدالرحمٰن بن جبیر سے مروی ہے کہ یہ خیبر کے اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں حضورؐ نے تیر پھینکا تھا اور وہ تیر ابو الحقیق کے جاکر لگا تھا باوجودیکہ ابو الحقیق بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ابن جریر اور حاکم نے باسناد صحیح سعید بن مسیب اور زہری کی روایت بیان کی ہے کہ جنگ احد میں جو حضورؐ نے ابی بن خلف کی ہنسلی کے نیچے ضرب لگائی تھی اور وہ جہنم رسید ہوگیا تھا اگرچہ ضرب بظاہر کاری نہ تھی آیت میں اُسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ ان حضرات کو اشتباہ ہوگیا۔ اگرچہ یہ تمام واقعات بجائے خود صحیح ہیں لیکن آیت میں تو جنگ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ سیاق و سباق اسی پر دلالت کر رہا ہے۔ ابتداء سورت سے بدر کے ہی واقعات بیان کئے جا رہے ہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے

یہ آیت میں تو بدر کا واقعہ بیان کیا گیا ہو لیکن بقول رازی لفظ میں چونکہ عموم ہے اس لئے اس قسم کے تمام واقعات داخل ہو رہے۔

جنگ بدر کے بعد ہر مسلمان اپنے کارناموں کا مدعی تھا کوئی کہتا تھا میں نے جنگ میں ایسی بہادری اور جانفشانی کی کوئی کہتا تھا میں نے مجھ سے زیادہ ہر یا جنگاں کی فلاں کافر کو قتل کیا جو کہ اس سے اپنی جسمانی طاقت اور ذاتی شجاعت پر بھروسہ ثابت ہوتا تھا اور اپنی قوت و قدرت پر غرور ظاہر ہو رہا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ تم میں سے کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے کافروں کو قتل کیا بسبب وہی ہے اگرچہ اس نے سبب تم کو بنا دیا اور تم نے کیا نبی نے جو مٹھی بھر خاک ان پر پھینکی تھی وہ بھی درحقیقت نبی کا فعل نہ تھا بلکہ خدا کا تھا۔ غرض یہ کہ تم اپنے کو فاعل حقیقی ناز مطلق اور فاتح برتر نہ سمجھو۔ کوئی شخص کتنا ہی بڑا بہادر کیوں نہ ہو۔ درحقیقت خود مختار نہیں بلکہ مؤثر حقیقی خدا تعالیٰ ہے۔ تمہاری فتح اور کافروں کی شکست سے غرض یہ تھی کہ کافر ذلیل ہو جائیں اور مسلمانوں کو خدا تعالیٰ نعمت کاملہ اور احسان عظیم عطا فرمائے اور مسلمانوں کی اچھی طرح آزمائش بھی ہو جائے کہ کون اپنی طاقت و شجاعت کو فتح کا اصلی سبب قرار دیتا ہے اور کون نصرت و امداد الٰہی پر بھروسہ رکھتا ہے اب کافروں کے کئے سے کچھ نہ بن پڑیگی وہ کچھ بھی تدبیریں اور چالاکیاں کریں اللہ ان کی کسی تدبیر کو چلنے نہ دے گا۔

مقصود بیان:۔ اس بات کی تعلیم کہ بندوں کے افعال کو پیدا کرنے والا خدا تعالیٰ ہے۔ بندہ خود اپنے افعال کا مطلق العنان مختار اور مؤثر حقیقی نہیں ہے۔ ذاتی شجاعت اور اپنی طاقت پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے بلکہ جو فتح و کامیابی ہو اس کو محض امداد الٰہی سمجھنا چاہئے اللہ اپنے نبی کے ہاتھ سے کبھی کبھی معجزہ کا اظہار کرا دیتا ہے بظاہر وہ نبی کا فعل معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت وہ خدا کا فعل ہوتا ہے۔ اس سے ایک بات یہ بھی مستنبط ہوتی ہے کہ اگر بطور کرامت و اعجاز کسی سے کوئی خارق عادت فعل سرزد ہو جائے تو اس کا انکار نہ کرنا چاہئے بلکہ بجائے اس کے کہ اس کو آدمی کا فعل سمجھا جائے قدرت الٰہی پر محمول کرنا چاہئے۔ آخری آیت سے یہ بات بھی نمایاں ہوتی ہے کہ اہل حق ہمیشہ غالب رہینگے جو لوگ دین پر ثابت و قائم رہینگے ان کو باطل پرستوں کی کوئی شیطانی تدبیر ضرر نہ پہنچا سکیگی۔ لیکن یہ بات بھی ضرور مترشح ہوتی ہے کہ اہل کفر و الحاد دنیا سے بالکل مٹنے والے نہیں ہیں کچھ کافر باقی ضرور رہیں گے

إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَ

اگر تم فتح چاہتے ہو تو فتح آموجود ہوئی اور

إِن تَنتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَعُودُوا

اگر باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر پھر کروگے

نَعُدْ ۚ وَلَن تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا

تو ہم بھی پھر کرینگے اور تمہارا جتھا اگرچہ بہت ہو مگر تمہارے کام

وَلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

نہ آئے گا اور بلاشبہ اللہ مسلمانوں کا حامی ہے

تفسیر جمہور کے نزدیک آیت میں روئے خطاب کفار مکہ کی طرف ہے کیونکہ امام احمد نے بطریق زہری عبد اللہ بن ثعلبہ کی روایت بیان کی ہے کہ ابو جہل نے کہا تھا کہ پروردگارا ہمارے دونوں گروہوں میں سے جو گروہ بھی برادری کے سلوک کو قطع کرنے والا اور ایسی چیز لانے والا ہو جس کو ہم نہیں پہچانتے یعنی قاطع رحم ہو اور حق کے خلاف باطل کو پیش کرنے والا ہو اس کو کل کے روز ہلاک کردے۔ پس ابو جہل ہی استفتاح کرنے والا تھا۔ وقد رواہ النسائی والحاکم وکذا روی عن ابن عباس ومجاہد وضحاک وقتادہ ویزید بن رومان وغیرہم۔ سدی کا قول ہے کہ مشرکین مکہ نے مکہ سے نکلتے وقت خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہا تھا کہ پروردگارا ہمارے دونوں لشکروں میں سے اعلیٰ کو اور دونوں گروہوں میں سے بزرگ کو اور دونوں جماعتوں میں سے بہتر کو فتح عنایت فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس صورت میں کلام کی بنا تہکم و استہزا پر ہوگی اور حاصل ارشاد یہ ہوگا کہ اے کفار مکہ! تم پہلے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے تو اب تم نے دیکھ لیا تم کو کیسی فتح حاصل ہوئی (گرفتار ہوئے قید ہوئے اور شکست کھا کر بھاگے) اب بھی تم اگر اسلام کی مخالفت سے باز آجاؤ تو بہتر ہے ورنہ اگر پھر اسلام کی مخالفت کروگے تو ہم بھی پھر اہل اسلام کی مدد کریں گے تمہارا جتھا کتنا ہی کیوں نہ ہو جب ہم مسلمانوں کے ساتھ ہیں تو کچھ بھی تمہارے کام نہ آئیگا۔

آیت میں درپردہ ایک پیشین گوئی ہے کہ آئندہ مشرکین بڑی جماعت بنا کر مسلمانوں پر چڑھائی کرینگے مگر کچھ فائدہ نہ اٹھائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غزوۂ خندق اور غزوۂ احزاب میں قریش نے بڑی لشکر بندی کی تھی مگر خوار و ذلیل ہو کر واپس ہوئے۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ آیت میں روئے سخن مسلمانوں کی طرف ہے۔ جب مسلمانوں نے جنگ بدر کے موقعہ پر اللہ سے دعائے فتح اور استغاثہ کیا تو اللہ نے ان کو فتح عنایت کی اور

یہ آیت نازل ہوئی۔ قاضی عیاض نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔
اسی تقریر پر کلام حقیقت پر محمول ہوگا اور حاصل ارشاد یہ ہوگا کہ مسلمانو! تم نے ہم سے فتح کی دعا مانگی تھی ہم نے تم کو فتح عنایت کی لیکن تم نے فدیہ لیکر قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا اسکا نتیجہ اٹھا لیا۔ اب آیندہ ایسا نہ کرنا ورنہ ہم پھر برا نتیجہ دینگے۔ اور کبھی یہ نہ سمجھنا کہ فتح کا مدار کثرت افراد پر ہے کتنی بڑی جماعت ہو اگر ایمان کامل نہ ہوگا اور اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کرو گے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اللہ کی مدد تو مؤمنین کاملین کے ساتھ ہے تھوڑے ہوں یا بہت لیکن صحیح تفسیر وہی ہے جو جمہور نے بیان کی ہے۔

مقصود بیان:۔ جب تک عقائد کی اصلاح اور اعمال کی درستگی نہ کی جائے صرف دعا کرنا کافی نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ مؤمنین کاملین کی مدد کرتا ہے۔ اہل باطل کی جماعت کتنی ہی بڑی ہو اہل حق کے مقابلہ میں غالب نہیں آسکتی۔ وغیرہ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ
مسلمانو! اللہ کا اور اُس کے رسول کا

وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ
حکم مانو اور اُس سے نہ پھرو حالانکہ تم

تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
سنتے ہو اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے

قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝
کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے نہیں ہیں

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ
بیشک تمام جانوروں میں سب سے برے اللہ کے نزدیک وہی بہرے

الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝
گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے ہیں

تفسیر اوپر کی آیت میں تھا کہ خدا تعالیٰ مؤمنوں کے ساتھ ہے اس لئے کفار کوئی تدبیر کریں مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس آیت میں بتانا چاہتا ہے کہ خدا کا مسلمانوں کے ساتھ ہونا کچھ مسلمان نام ہونے کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ تمہارا صرف مسلمان کہلانا کافی ہے بلکہ دو شرطوں کی تکمیل لازم ہے اول یہ کہ اگر مؤمن ہونے کے مدعی ہو تو حقیقت ایمان اپنے اندر پیدا کرو۔ اللہ اور اُس کے رسول کے حکم کو مانو اور اُس پر چلو۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سننے کے بعد روگردانی نہ کرو رسول خدا کے کلام سے لاپروائی نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ فرمان رسول سننے کے بعد سنی ان سنی برابر کردو اور تعمیل نہ کرو۔ اُن منافقوں اور مشرکوں کی طرح نہ بن جاؤ جو زبان سے تو کہدیتے ہیں کہ ہم نے حکم سن لیا اور واقع میں سنتے سناتے خاک نہیں کیونکہ اُس کی طرف توجہ اور اُس پر عمل نہیں کرتے قضاء و قدر نے درحقیقت اُن میں حق کے سننے اور ماننے کی قابلیت اور استعداد ہی نہیں دی۔ پس یہ لوگ وحشیوں کی طرح ہیں بلکہ اللہ کے نزدیک تمام چوپایوں اور حیوانوں سے بدتر ہیں کیونکہ ان کی زبانیں ہیں مگر حق کی گویا نہیں۔ اسلئے یہ گونگے ہیں ان کے کان ہیں مگر صداقت کو نہیں سنتے اس لئے بہرے ہیں ان کے پاس ہوش حواس اور عقل ہے مگر حقانیت کو سمجھنے والی اور ہدایت و بصیرت کو سوچنے والی نہیں اسلئے یہ بے عقل ہیں تو جو لوگ زبان کان اور عقل ہوتے ہوئے گونگے بہرے اور بے عقل ہوں۔ وہ یقیناً تمام حیوانات سے بدتر ہیں۔

مقصود بیان:۔ نام کا مسلمان کہلانا کافی نہیں بلکہ اللہ اور اُس کے رسول کے احکام کی تعمیل ضروری ہے۔ زبان سے اقرار دل سے انکار علامت نفاق ہے اور زبان سے اقرار عمل سے انکار بھی کچھ سود مند نہیں اس سے حقیقت ایمان نہیں پیدا ہوتی۔ جو لوگ کلام حق سے گونگے، صداقت کی طرف سے بہرے، ہدایت و بصیرت کے سمجھنے سے کورے ہیں وہ جانور ہیں بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ
اگر اللہ اُن میں کچھ بھلائی جانتا تو اُن کو سناتا

وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝
اور اگر اُن کو اب سنا دے تو یقیناً بے رخی کرتے ہوئے اعراض کرینگے

تفسیر ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ خاندان عبد الدار کے چند آدمیوں نے حضور اقدسؐ سے عرض کیا کہ آپ قصی بن کلاب (قریش کا مورث اعلیٰ) کو زندہ کر دیجئے وہ عرب کا بزرگ تھا۔ اگر وہ زندہ ہو کر آپ کی نبوت کی گواہی دیگا تو ہم سب آپ پر ایمان لے آئینگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اُن کا رد کر دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ

کو زندہ کر کے اُس کا کلام ان کو سنوا دے تب بھی وہ سحر و جادو کہکر کافر کے کافر بنے رہینگے (ابن کثیر) حاصل یہ کہ ان میں ایمان کی قابلیت و استعداد ہی نہیں، اگر اللہ مردوں کو زندہ کر دے اور وہ رسول کی صداقت پر شہادت بھی دیدیں تب بھی یہ مسلمان نہ ہونگے اور چونکہ ان میں ایمان کی قابلیت ہی نہیں اس لئے خدا مردوں کو زندہ کر کے اُن کی شہادت ان کو نہیں سنواتا اگر ان میں قابلیت ہوتی تو خدا ایسا بھی کر دیتا

وضاحت:- اللہ ہی کفر و ہدایت کا خالق ہے وہی موفق و ہادی ہے۔ جو لوگ ایمان کی اہلیت رکھتے ہیں اُن کی ہدایت کیلئے ایک آیت کافی ہے اور جب ایک آیت کیا جتنی آیات بھی کسی کے لئے کافی نہوں اور وہ زیادہ معجزات کا طالب ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ معجزات کو مؤثر حقیقی اور ہادی سمجھتا ہے۔ اور یہ خود عقیدہ کفر ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں ایمان کی صلاحیت ہی نہیں کہ اگر ہدایت کی طلب کرتا ہے تو وہ بھی کافرانہ طور پر یا غلط عقیدہ کے ساتھ۔

مقصود بیان:- معجزات مؤثر حقیقی اور ہادی نہیں۔ کفر و ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ جس کے دل میں مادۂ ہدایت نہو وہ کبھی مؤمن نہیں ہو سکتا۔ یہ کچھ ضروری نہیں کہ رسول اللہ سے فرمائشی معجزات ہمیشہ ظاہر ہوں۔ وغیرہ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ

مسلمانوں! اللہ کا اور اُس کے رسول کا

وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

حکم بجا لاؤ جبکہ وہ تم کو ایسے کام کی طرف بلائے جسمیں تمہاری زندگی ہے

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ

اور جان لو کہ آدمی کے اور اُس کے دل کے درمیان اللہ آڑے

وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ

بن جاتا ہے اور بلاشبہ اُسی کے پاس تم جمع ہو گے

تفسیر یہ کلام سابق کی تائید ہے یعنی اے وہ لوگو! جو مدعی ایمان ہو اللہ اور رسول کا حکم مانو جبکہ وہ تم کو ان امور کی طرف بلا رہے ہیں جن میں تمہاری ابدی زندگی ہے وہ کون امور ہیں جو ابدی زندگی کا باعث ہیں؟ بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد علوم شرعیہ ہیں۔ جمہور کے نزدیک قرآن و حدیث کے امر و نواہی مراد ہیں۔ محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ اس سے مراد علوم شرعیہ ہیں۔ جمہور کے نزدیک قرآن و حدیث کے امر و نواہی مراد ہیں۔ محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ اس سے مراد جہاد ہے۔ سدی کے نزدیک ایمان مراد ہے۔ ابن کثیر نے تمام دین اسلام مراد لیا ہے اور کہا ہے کہ گذشتہ تمام تفاسیر بطور مثال کے ہیں تخصیصی معنی مراد نہیں ہیں۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے فرمایا خوب سمجھ لو کہ آدمی کے (ارادہ کے) اور اس کے دل کے درمیان خدا حائل ہوتا ہے۔ ان لفظوں کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ابن جریر وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ اخبار و اطلاع ہے۔ بدر کے روز مسلمانوں کو کثرت کفار سے اندیشہ تھا خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ قلوب کی حالت خدا کے قبضہ میں ہے۔ کثرت کثیر تعداد کے قلوب خوف زدہ ہو سکتے ہیں جس طرح بدر کے دن کفار کے ہوئے اور قلیل تعداد کے قلوب کو ثبات ہو سکتا ہے جسطرح مسلمانوں کے دلوں کو ہوا۔ ابن عباسؓ نے یہ معنی بیان کئے کہ مؤمن اور معاصی کے درمیان نیز کافر اور ایمان کے درمیان خدا حائل ہو جاتا ہے (یعنی مشیت خدا حائل ہو جاتی ہے اُسکی مشیت کی وجہ سے مؤمن کا اتصال کفر و معاصی سے نہیں ہوتا اور کافر کا اتصال ایمان و طاعت سے نہیں ہونے پاتا) سعید بن جبیر، ضحاک، عکرمہ، مجاہد اور ابو صالح وغیرہ کا یہی قول ہے۔ سدی کا قول بھی اسی کے قریب ہے یہی صحیح بھی ہے کیونکہ قلب کا فعل یا تو اعتقاد ہے یا جذبہ و ارادہ اور دونوں کا فاعل حقیقی خدا ہے وہی ہر اعتقاد و ارادہ دل میں پیدا کرتا ہے اور وہی ہر عقیدہ و ارادہ سے دل کو روکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ خدا جسم نہیں جسمانی نہیں پھر وہ کس طرح حائل ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ کلام حقیقت پر محمول نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہیں یعنی مشیت الٰہی حائل ہو جاتی ہے (سدی) علم الٰہی حائل ہو جاتا ہے (ربیع بن انس) اللہ دلوں کے قریب ہے (حسن بصری) اولیٰ یہ ہے کہ کسی معنی کی تعیین نہ کی جائے۔ احادیث میں آتا ہے کہ ہر دل اللہ کی انگلیوں کے درمیان ہے۔ جب چاہا اُس کو ٹھیک رکھا جب چاہا موڑ دیا۔ اس کے معنے بھی مجازی مراد ہیں۔

مقصود بیان:- قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واجب العمل ہونے کی صراحت (اس سے فرقۂ قرآنیہ کا رد نکلتا ہے جو احادیث کو نہیں مانتے) اللہ کے قادر مختار ہونے کی تصریح اور اس بات کی طرف اشارہ کہ ہدایت و ضلالت خدا کے اختیار میں ہے۔ اس امر پر تنبیہ کہ انسان کو توبہ و استغفار اور نیک عمل میں جہاں تک ممکن ہو جلدی کرنی چاہئے۔ خدا جانے کچھ دیر کے بعد

جوانی کی عمر میں بیکار
جب جوانی کو زیادہ تیز استعمال کیا جائے تو جوانی پر زوال آنا لازمی ہے۔ آجاتا ہے
پھر مرد...... تقریبًا بیکار ہو جاتا ہے۔ ایسا مایوس اور گیا گذرا آدمی اگر
دوبارہ جوان بننا چاہے تو اس کا
علاج مفت
جب کسی مرد کی مردانہ طاقت کمزور ہو جائے۔ جب عین وقت پر شرمندگی ہونے لگے۔ اور مردانی خاص کمزوری اور قوتِ باہ کی کمی کو پھر پورا کرنا چاہے جب کوئی مرد اپنی عورت کے سامنے ذلیل ہو جاتا ہو۔ اُس وقت صرف ایک ہی علاج کام کرسکتا ہے۔ جس کے بعد پھر کایا پلٹ ہو جائے گی۔ پھر نوجوانی کام کرنے لگے گی۔ پھر وہی مایوس مرد اپنے بدن میں بجلی کی سی تڑپ اور اُمنگ محسوس کرنے لگیگا۔ پھر اس کا جی چاہے گا کہ کوئی اس سے محبت کرے اس کی طرف دیکھے اور اس کی نوجوان تمناؤں کی آغوش میں آجائے۔
یہ علاج ہے ہندوستان کی سب سے بڑی دوا "معجون کاشمیری" کا استعمال جس نے ہر مقوی دوا کے مقابلہ پر اپنا سکہ جما لیا ہے اور جس کی ایک ایک خوراک مریض کے جسم میں جوانی اور شباب کا صحیح اور اصل جوش پیدا کرتی ہے۔ ہر خوراک سے مریض خود محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ کیا تھا اور اب جوانی کتنی تیزی سے اس کے جسم میں واپس آ رہی ہے دوا "معجون کاشمیری" کی تیاری میں کشمیر کی ایک پہاڑی بوٹی شامل ہے اور یہ تمام کرشمہ اُسی کی بدولت ہے۔ ناکارہ مرد اور وقت پر شرمندہ ہو جانیوالے انسان کیلئے یہ دوا سب سے بڑی دولت ہے۔ اور کئی سال سے ہندوستانی مارکیٹ میں اپنا سکہ جما رہی ہے۔ اگرچہ ایک شیشی کی قیمت چار روپے سات آنے ہے۔ لیکن اس کو ملک کے گوشہ گوشہ تک پہنچا دینے کے لئے ایک مختصر عرصہ تک صرف ایک روپیہ قیمت لی جا رہی ہے۔ اور یہ قیمت قطعی مفت برابر ہے۔
لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی مرد مایوس ہو چکا ہو۔ کثرت جماع یا بچپن کی بے احتیاطی یا کسی مرض کے باعث جوانی کی خاص طاقت کمزور ہو گئی ہو یا وقت پر شرمندگی ہوتی ہو یا مرض زیادتی کے سبب کمزوری محسوس ہوتی ہو تو ایسے ہی لوگوں کے لئے "دوا معجون کاشمیری" بہترین علاج ہے۔ اُسے چاہیئے کہ وہ
مینیجر زنانہ دواخانہ۔ پی۔ بی ۳۴ دہلی
کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "معجون کاشمیری" بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالے۔ محصول پارسل سات آنے لگے گا۔ اس طرح ایک روپیہ سات آنے میں "معجون کاشمیری" کی پوری شیشی اُسے دیدی جائیگی۔ ایک مریض کو اس رعایتی قیمت میں صرف ایک ہی شیشی دی جائیگی۔ زیادہ نہیں۔ ہاں! اس کی اجازت ہے کہ کئی مریض مل کر ایک ہی پارسل میں کئی شیشیاں منگالیں۔ کیونکہ اس طرح محصول بھی کم خرچ ہوگا۔

مولوی
مدیر مسئول عبدالحمید خاں
ONE
RUPEE
INDIA
1916
ایک کتاب
ہمارے کہنے سے خرید لیجیے۔ وہ کتاب نہیں پورا کتب خانہ ہے جس میں اسلام کی
نقلی معلومات ہے اور مولوی نے سال کی محنت اور چار مولویوں کی خدمت سے یہ
کرائی۔ پانچویں مرتبہ تیار ہوئی ہے۔ بارہ سو صفحات کی ضخامت ہے۔ کاغذ بہت اعلیٰ
مجلد ہے۔ اور جس کا ترجمہ مختلف زبانوں میں میری اجازت سے ہو چکا۔ پوری
بعد بھی اگر ناپسند ہو تو واپس کر دیجیے۔ محصول ڈاک صرف آپ کے ذمہ ہوگا۔
یہ کتاب کتاب الاسلام ہے۔ قیمت چار روپے محصول ایک روپیہ کل پانچ
منیجر رسالہ "مولوی" عبدالحمید خان کوچہ چیلان دہلی

ضعیف العمر اور کمزور نگاہ والوں کے لیے بہت جلی خوشخط قلم
آسان قرآن مع تفسیر اور بامحاورہ ترجمہ
ترجمہ حضرت شاہ دائم جلالی
بہت سستا مجلد
جن کی تفسیر بیان السبحان ہر ماہ مولوی میں چھپ رہی ہے
۸۴۸ صفحات ۳ سیر وزن اتنا مہنگا کاغذ خانہ شدہ بلا جلد
تین روپیہ
یہ قرآن شریف مجلد دس روپے میں پہلی جنگ میں جب کاغذ کا نرخ بھی تھا
میں ہدیہ ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں اب سے زیادہ مذہب کے پابند اور قرآن
خوان مسلمان تھے۔ اب کہ تعلیم اس وقت سے بہت زیادہ ہے لیکن قرآن خوانی
کم ہے۔ اسی حس کو بیدار کرنے کے لیے خیراسنت مولوی کے خریداروں نے
مذہبی لٹریچر بھرے ذریعہ ارزان سے ارزان اور لاگت سے بھی کم پر قرآن شریف ہدیہ کرانے کا انتظام کیا۔ یہ
خدا کے برگزیدہ بندے بہت سے دوسرے طریقہ سے اس نقصان کو پورا کرا دیتے ہیں یہ خدا کا احسان ہے
کہ ہر ایسے وقت میں ایک دینی کام کرنے والا گروہ پیدا کر دیتا ہے۔
آسان دید قرآن
انہی لوگوں کی علو ہمتی کا نمونہ ہے اس زمانہ میں جب کہ کاغذ ۵ روپیہ
دو روپے پونڈ اور چھپائی گذشتہ لاگت سے ڈیوڑھی ہے تین سیر وزنی کا
قرآن شریف تین روپے میں ہدیہ کرا رہے ہیں۔ قرآن شریف بھی ایسا کہ خود اپنی آپ نظیر قلم کا نمونہ ایک سطر موجود
ہے۔ کتابت دہلی کے سب سے بہتر استاد شیخ حاجی عبد الغنی صاحب نے کی کتابت کی خوبروئی اور خوشنمائی کے
ماسوا اعراب بھی جا۔ حروف کشادہ نہایت دیدہ زیب۔
ترجمہ
مولوی نے جہاں سستے اور اچھے قرآن چھپوا کر اپنے ناظرین کی خوشنودی حاصل کی وہاں ایک بڑی
خدمت یہ کی ہے کہ قرآن پاک کا آسان اور سلیس عام فہم اور بامحاورہ ترجمہ بھی کرا لیا ہے ایسا
مربوط ترجمہ اگر صرف ترجمہ ہی پڑھ لیا جائے تو گویا ایک مسلسل قرآن اردو میں پڑھا جا رہا ہے پھر زبان ایسی
سادہ کہ شمال سے جنوب تک ہر خطہ کا مسلمان جو ذرا سی اردو جانتا ہو، وہ عورتیں جو بہت معمولی اردو
جانتی ہوں بلا دقت قرآن کا مطلب سمجھ جاتی ہیں۔ یہ ترجمہ حضرت مولانا شاہ عبد الدائم جلالی کا ہے جو بچے
جنتی ہیں اور جن کی تفسیر بیان السبحان آپ ہر ماہ مولوی میں دیکھتے اور بڑے ذوق سے پڑھتے ہیں۔
تفسیر
جو حاشیہ پر ہے کچھ بہت زیادہ تو نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی ضروری باتیں سب آ گئی ہیں۔ اور یہ تفسیر
بھی تفسیر بیان السبحان سے ماخوذ ہے جو ہر ماہ رسالہ مولوی میں آپ پڑھتے ہیں۔
ضعیف
اور کمزور نگاہ والے بھائیوں کے لیے یہ قرآن شریف ایک رحمت ہے اور قرآن شریف کی تلاوت
زیادہ تر بزرگ لوگ ہی کرتے ہیں۔ اس لیے اس قرآن شریف کی زیادہ سے زیادہ اشاعت
کی ضرورت ہے تاکہ بوڑھے جوان دونوں پڑھ لیں۔ اشاعت قرآن میں سب سے بڑی چیز ارزاں ہدیہ ہوتا ہے اور حمیدیہ
پریس نے سب سے زیادہ اسی بات کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور آج کے کاغذ کے نرخ کے لحاظ سے اس قرآن شریف کی
لاگت پونے چار روپے سے بھی کچھ زیادہ ہے
ھدیہ
بلا جلد تین روپے۔ تقطیع ۵۔ انچ طول ۱۱۔ انچ عریض۔ کاغذ سفید ولایتی خانہ شدہ بستی ۸۴۸
صفحات ۳ سیر وزن حساب کر لیجیے لاگت تین روپے سے کتنی زائد ہوگی ہے
مجلد لینا چاہیں تو چمڑے پشتے اور کپڑے کی جلد ۱۲ آنے میں بنتی ہے اور پورے چمڑے کی نقرئی کار جلد ڈیڑھ روپیہ میں
گویا مجلد چرمی پشتہ پونے چار روپے اور مجلد چرمی کامل ساڑھے چار روپے محصول ڈاک دو روپے

مولوی دہلی
جمادی الاولیٰ
بارہ آنے دیکھیے کاغذ کی گرانی دیکھیے اور پورا مترجم مجلد قرآن دیکھیے اور مولوی کی تہی دستی میں یہ آن دیکھیے یہ سب کچھ آپ کا احسان ہے ورنہ اس
گرانی کے زمانہ میں ۱۲ آنے کی تو جلد بھی تیار نہیں ہوتی آپ مولوی کی ہر طرح مدد کرتے ہیں اور وہ اس مدد سے لاگت سے بھی کم پر قرآن پاک ہدیہ کرتا ہے۔ یہ قرآن شریف ۲۴ ہزار تو صرف مولوی کے خریدار اب تک لے چکے ہیں آپ سب اس ثواب میں شریک ہیں۔
آسان ترجمہ والا قرآن
مجیداس کا نام ہے پہلے نیچے آدھے صفحہ کا نمونہ دیکھئے اس سے اس کی کتابت کا اندازہ ہو جائے گا۔ ترجمہ اس کا حضرت شاہ عبد القادر صاحب کا ہے حاشیہ پر شان نزول ہے۔ ابتدا میں ۲۴ صفحہ کا مقدمہ ہے جس میں معلومات قرآنی کا کافی ذخیرہ ہے مثلاً فضائل قرآن۔ آداب تلاوت، رموز اوقاف، نزول وحی منسوخات قرآن، جمع و ترتیب، رسم خط۔ اختلافات قرات، اعجاز قرآن۔ فضائل تلاوت۔ احادیث فضائل اور کوتاہیاں دربارہ قرات اور صدہا مسائل ضروریہ اس میں شامل ہیں
صحت و طباعت میں بحد امکان سعی کی ہے۔ امید ہے کہ اس ہدیہ کے پیش نظر آپ جس سے بھی کہیں گے یہ قرآن شریف منگا لیگا۔
زکوٰۃ میں قرآن تقسیم کرنیوالے
صدہا بھائی مولوی کے خریدار ہیں۔ ان کو یہ قرآن تقسیم کرنے میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ چند روپوں میں بھی کئی بھائی قرآن سے مستفید ہو جائیں گے پھر بڑی تقطیع کے قرآنوں میں مترجم قرآن اس ہدیہ کا ہندوستان بھر میں دوسرا قرآن شریف نہیں ہے بلا حنا شدہ کا ہدیہ بارہ آنے ہے اور اگر آپ حنا شدہ منگائیں تو حنا شدہ ۱۴ آنے کا ہے۔ مجلد سنہری بارہ آنے اور محصول ڈاک ایک جلد پر ۱۲ دو جلدوں پر ۳ اور پانچ جلدوں پر دو روپے۔ پانچ سے زیادہ ریل کے ذریعہ منگائیے۔ ریل سے منگائیں تو ہدیہ بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ کیجئے ریل کا پارسل منگانے والے جب پیشگی روپیہ روانہ کرتے ہیں تب پارسل روانہ ہوتا ہے
ملنے کا پتہ
دفتر رسالہ مولوی دہلی کوچہ چیلان
بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان
الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى
لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ
مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
الجزؤ الاول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
چاند کی ۱۲ تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ خط بھیجکر طلب کریں

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

مولوی

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ درج ہے جہاں آپ کا پتہ ہے۔ اگر پہلے سے نوٹ نہیں ہے تو اب نوٹ کر لیجئے۔ اس کے حوالہ کے بغیر کوئی شکایت خصوصاً تبدیل پتہ کی ممکن نہیں۔

جو اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو جیّد برقی پریس کوچہ چیلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

جلد ۳۳	بابت جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۰ ہجری	نمبر ۶

شذرات

زبان کا تغیر اور ہندی کی ترویج کی کوشش

{معلوم عوام حقیقت ہے}

کہ فارسی کی جگہ انگریزی کا سرکاری زبان کی حیثیت اختیار کر لینا مسلمانوں کے لئے بحیثیت مسلمیت ایک شدید نقصان دہ امر تھا۔ بالفاظ دیگر ۱۸۳۵ء سے مسلمانوں کے انحطاط کی اساس قائم ہوئی۔ فارسی مسلمانوں کی مادری زبان کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ اور ان کی تمامتر تہذیب کا ذخیرہ اسی میں منتقل ہو چکا تھا۔ بلاشبہ اس کی مخالفت ہندو اور مسلمان دونوں کی طرف سے اس وقت ہوئی۔

لیکن مسلمانوں کو اس سے سخت صدمہ پہنچا۔ فارسی کی بدولت انگریز مجبور تھے۔ کہ نظم و نسق حکومت میں وہ مسلمانوں سے امداد لیں۔ ہندوؤں کی بھی علمی و تہذیبی زبان یہی تھی۔ مگر گھروں میں ان کے ہندی، بنگالی اور گجراتی وغیرہ ہی بولی جاتی تھی۔ مسلمانوں کے چوٹی کے خاندان باہر سے آئے ہوئے تھے۔ ان کے گھروں میں ان کی محفلوں میں اور ان کی صحبتوں میں فارسی ہی بولی جاتی تھی۔ بڑوں کا ہر فعل چھوٹوں کے لئے قابل اتباع ہوتا ہے۔ اس لئے غیر مسلم ہندوستانی دوائر میں بھی فارسی ہی نے دخل پا لیا تھا۔ دیہات کے دور دست علاقوں کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو شہروں اور قصبوں کے ہر گھر کی زبان فارسی تھی۔ اور تمام مدارس کا نصاب تعلیم اسی زبان میں تھا۔

اسی کی بدولت بڑے بڑے عہدوں تک رسائی ہوتی تھی۔ اور اسی کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ ترقی حاصل کی جاتی۔ چونکہ دیہاتوں اور دور دست علاقوں کے بسنے والوں سے بھی روزمرہ کے معاملات میں کام پڑتا تھا۔ اس لئے ساتھ ساتھ ایک مشترک زبان بھی ترقی کر رہی تھی۔ جسے اردو اور لشکری زبان اسی لئے کہتے تھے کہ لشکر میں ہر قوم و ملک کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور افہام مطلب کے لئے ایک عام و مشترک زبان کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس زبان کے افعال تو ہندی ہی رہے مگر اسماء زیادہ تر فارسی و عربی ہی تھے کہ وہ زبانوں پر اسی طرح چڑھ گئے تھے جس طرح آج اسٹیشن۔ ریل۔ تار۔ بنک۔ موٹر وغیرہ چڑھ گئے ہیں۔ جن کا مفہوم دوسری زبان میں ادا ہونا مشکل ہے۔ انگریزی ضابطہ فوجداری و دیوانی اور تعزیرات ہند کا ترجمہ ابتدائی زمانہ میں زبان اردو کیا گیا تو اس کے تمامتر اسماء فارسی و عربی کے رہے۔ جنہیں آج کوشش و سعی سے بھی الگ نہیں کیا جا سکتا۔

عرضی دعویٰ۔ جواب دعویٰ۔ بیان تحریری۔ شہادت۔ بیان حلفی۔ مدعی۔ مدعا علیہ۔ وکیل مقدمہ۔ استغاثہ۔ ملزم۔ مجرم۔ داصلاحاتی نویس۔ امین۔ قانون گو۔ محرر۔ تاریخ۔ وکیل۔ مختار۔ توکل۔ پیروکار۔ ضمانت۔ بحث۔ عرضی۔ نالش۔ دفعہ وغیرہ وہ الفاظ ہیں جو خالص عربی ہونے کے باوجود اس طرح زبان پر چڑھ گئے ہیں کہ ایک عامی سے عامی بھی ان کے مفہوم کو بخوبی سمجھتا ہے۔

اور آج اگر ان کی جگہ دوسرے الفاظ رکھے جائیں تو نہ کوئی انھیں سمجھ سکتا ہے اور نہ یہ موزوں ہو سکتے ہیں۔ کانگریس نے اپنے عہد حکومت میں مقدمہ کیلئے "ٹنٹا"، مدعی کے لیے "جھگڑا پھیلئو" اور مدعا علیہ کے لئے "جھگڑا دوجے" کے الفاظ بڑی کاوش کے ساتھ منتخب کر کے رکھے تھے۔ اہل ذوق خود ان کی غیر موزونیت و لغویت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ اس کا نتیجہ بجز ایک مضحکہ کے اور کچھ برآمد نہ ہوا۔

اس عہد میں ہندوستان کے اندر تہذیب و دولت، اور علوم و فنون کے حامل محض مسلمان ہی تھے۔ انہی کے ہاتھ میں نظم و نسق ملک اور تعلیم و تعلم کی عنان تھی۔ وہی زمینداریوں کے مالک تھے۔ انھیں کے ہاتھ میں ملک کی ثروت تھی۔ ایک زبان کے اس تغیر نے ان کی حالت میں انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ اول تو انھیں اپنی فرمانروائی اور سابقہ دارائی کے چھن جانے ہی کا قدرتاً قلق تھا۔ اس کے بعد سندھ اور اودھ کی ریاستوں کے یکے بعد دیگرے سقوط کے صدمات پہنچتے رہے۔ پھر غدر کے واقعہ نے ان کی پامالی کی تکمیل کر دی۔

زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ مگر قلب میں ایک خلش تھی۔ اس لئے وہ تو جدید اور اجنبی زبان سے الگ رہے۔ لیکن ہندوؤں نے یہ سمجھکر کہ ان کے لئے فارسی اور انگریزی اجنبیت کے اعتبار سے یکساں تھیں۔ انگریزی کی طرف توجہ کی۔ اور بنگالیوں نے بہت جلد جدید زبان سے خود کو آشنا بنا کے شعبہ ہائے حکومت میں نفوذ پیدا کرنا شروع کر دیا۔ جو جگہیں خالی ہوتی رہیں قدرتاً ان پر انگریزی داں ہی لئے جاتے رہے۔ حکومت کی طرف سے بھی انگریزی دانوں کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔

لیکن مشکل یہ تھی کہ ہندوؤں میں بنگالیوں اور کائستھوں کے سوا کوئی سرکاری ملازمت پسند نہ کرتا تھا اس لئے مسلمانوں کے جو تمامتر شعبوں پر چھائے ہوئے تھے نکلنے میں اور ہندوؤں کے ان کی جگہ لینے میں کافی عرصہ لگ گیا۔ لیکن اسی عرصہ میں بڑے بڑے انقلاب ہو گئے۔ مسلمانوں میں اعلیٰ طبقہ جاگیرداروں اور زمینداروں ہی کا طبقہ تھا جس نے جو دو سخا اور اللے تللوں سے خرچ کرنے اور روپیہ اڑانے کی عادات آبا و اجداد سے ورثہ میں لی تھیں۔ پہلے تو بےحساب آتا تھا اور اتنا آتا تھا کہ بےحساب خرچ کے بعد بھی بچ رہتا تھا۔ مگر اب وہی ایک محدود آمدنی تھی۔ حکومت کے بعض حکام کو غدر کی کچھ شنیدہ روایات اور کچھ مسلم زمینداروں کی اس الگ تھلگ پالیسی سے عندیہ ملا ہوئی۔ جن میں سے ایک وہ دل کی بات زبان پر بھی لے آئے۔ اور علانیہ کہہ دیا کہ مسلمانوں کو بل جوتنے کے قابل بنا کر دم لیا جائے گا۔ یہ طبقہ اپنی فرمانروایانہ روایات کے نشہ میں سرشار پڑا تھا۔ انگریزی سے نابلد ہونے کی وجہ سے دنیا کی سیاسیات اور واقعات کی رفتار سے بھی بےخبر تھا۔

اسے کچھ علم نہ تھا کہ زمین اس کے پاؤں تلے سے نکلی چلی جا رہی ہے اور "باغانوں" میں اس کی "بربادیوں" کے چرچے شروع ہو چکے ہیں۔ مشہور ہے کہ زمیندار کی تیسری نسل تقسیم در تقسیم کے عمل سے فقیر ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے پھر موت

کی ضرورت تھی۔ بہرحال ہندوؤں کی کمی سے جواب میدان میں اُتر چکے تھے خلافِ دستور سالم سود پر سے تمام پابندیاں اُٹھا دی گئیں اور مدعی و مدعا علیہ کے باہمی معاہدے پر سے ہر قسم کی پابندیاں اُٹھالی گئیں۔

قرض کے ملنے میں انتہائی سہولتیں پیدا ہوگئیں۔ بس اندازہ ہونا تو ایک طرف اب اعلیٰ طبقہ نے قرض لینا شروع کیا۔ سود اور سود کے چکر میں آکر وہ بڑی بڑی زمینداریاں جو صدیوں سے ڈیڑھ صدی میں کبھی جنبش کھانے والی نہ تھیں تباہ ہوکر مہاجنوں کے پاس پہنچ گئیں۔ ہزارہا اور پچاس ہزار بیگھ۔ امرتسر، لدھیانہ، سہارنپور، بریلی اور بدایوں کے ہند و نسبت کی۔ پھر میں سرمشاہدہ کر چکے ہیں۔ جہاں ۱۸۵۷ء تک ان شہروں کی کلیتہً تمام اراضی و زمینداری مسلمانوں ہی کے قبضہ میں تھی۔

وہاں یہ انقلاب ہوا کہ پچاس برس کے اندر ان کے پاس منتشر و متفرق طور پر صرف برائے نام دس بارہ فیصدی رہ گئی اور (۸۸) فی صدی زمین کے مالک ہندو مہاجن ہوگئے۔ ایک طرف تو جائداد نیلام پر چڑھتی اور ہندوؤں کے ہاتھوں میں جاتی ہیں۔ اور دوسری طرف … میں ہندو تمام نظم و نسق ملک کے شعبوں پر بھی قابض ہوگئے۔ ملازمتوں کا ایک بڑا وسیلہ یہ جائدادیں اور زمینداریاں بھی تھیں۔

ایک ایک زمیندار … جن کی عیش و آسائش کے ساتھ بسر ہوتی تھی۔ ہزاروں شرفا … بسر کرتے تھے۔ زمینداریوں کے ساتھ یہ ذریعہ معاش بھی ختم ہوا۔ سرکاری دفاتر میں کبھی ہندو بھر گئے۔ صنعت و حرفت یورپین صناعوں اور مشینری نے کھو دی۔ تجارت اول تو تھی ہی کم۔ پھر اس کی صورتیں بھی بدل گئیں۔ اور سرمایہ کے فقدان نے ہاتھ باندھ دیئے۔ جو زمینداریاں رہ گئی تھیں انھیں عہد کانگریسی آئین نے تقریباً ختم کردیا۔ سماجی و مہاسبھائی تحریک کی بدولت جو چھوٹے چھوٹے کام مسلمانوں کے قبضہ میں تھے اُن پر بھی ہندو اور سکھ اپنے سرمایہ کی وجہ سے تصرف کرتے چلے جاتے ہیں۔

کمزوروں کو طاقتور ہمیشہ سے پامال کرتے چلے آئے ہیں۔ اُن پر ہندوستان میں فسادات کی خفیہ انگیخت اور تعصب قومی کی فراوانی اور قیامت ڈھائے ہوئے وسائل معاش کے تمام دروازے اُن پر بند ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ہندو لے مخفی طریق پر اب اردو کو بھی بیدخل کرنے کی پُرجوش سعی و جہد شروع کردی ہے۔ ریاستوں دفاتر ہندی میں منتقل ہوچکے۔ ہندی تصانیف کی بھی فراوانی ہے۔ انگریزی کے رواج نے سیاسی اقتدار کھو دیا تھا۔ ہندی رائج ہوگئی تو نتائج کا خدا ہی حافظ ہے۔ مسلمانوں نے اب بھی پاکستان سے غفلت برتی تو پھر ہندوستان میں تو کہیں ٹھکانا نہ رہے گا۔ کہ ان کے تمام مصائب کا واحد علاج یہی ہے۔

مسلم مغلوبیت کے لئے نئے نئے حربے

شکر ہے خدائے برتر و توانا کا کہ مسلمانوں کا احساس بھی جس حد تک چاہیئے اُس حد تک نہیں تو ایک حد تک تو پاکستان کے متعلق ضرور ترقی پذیر رہے۔ اور جس حد تک یہ احساس ترقی کرتا چلا جاتا ہے اسی حد تک برادرانِ وطن کی درازدستیاں اور اس کے خلاف غضبناکیاں بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی دوراندیشی سے ہندوستان پر تسلط عام کی جو خیالی عمارت تیار کی تھی عین تکمیل کے وقت پاکستان کی بدولت اُس کے دھڑام سے نیچے آپڑنے کے قوی امکانات پیدا ہوچلے ہیں۔ انھوں نے اس منزل تک پہونچنے کے لئے کیا کیا جتن کئے تھے۔

انھوں نے مسلمانوں کو نظم و نسق حکومت سے دُور رکھنے اور اپنی اجارہ داری عام کو بحالہ قائم رہنے دینے کے لئے ہر ممکن سعی سے کام لیا۔ اور جیسا وقت تھا ویسے عذرات مسلمانوں کو پیشروی سے باز رکھنے کے لئے پیش کرتے رہے۔

پہلے "لیاقت" کا عذر تراشتے رہے۔ جہاں مسلمانوں نے حق کا مطالبہ پیش کیا "لیاقت" کا سوال درمیان میں لے آئے۔ اور حکومت کی طرف سے بھی اسی کا اعادہ کردیا گیا۔ جب مسلمانوں میں تعلیم وسعت پذیر ہوئی تو فرقہ واری کا نیا ڈھونگ تراش لیا گیا اور اُن کے ہر حق بجانب مطالبہ کو فرقہ وار مطالبہ کہہ کر ٹالتے اور رد کرنے کی سعی کی جاتی رہی۔ حتیٰ کہ تعلیمی گرانٹ، علیحدگی سندھ اور اصلاحات سرحد جیسے سیاسی مطالبات کی مخالفت بھی سالہا سال تک اسی بنا پر کرتے رہے۔

جہاں مسلمانوں نے اپنے حقوق کی پامالی کا شکوہ کیا۔ ملازمتوں کے تناسب پر زور دیا اور انھوں نے "مضمون" سے "غالب" کی طرح کاہ نکالنا شروع کردیا، کہ یہ عجیب تنگ نظر، پست اور تنگ خیال قوم ہے۔ جو مطالبہ کرتی ہے فرقہ واری کرتی ہے۔ ملازمتوں اور ممبریوں کے ٹکڑوں کے لئے مری جاتی ہے۔ پھر اسے اور قوت دینے کے لئے "پہلے ہندوستانی اور بعد کو کچھ" اور "قومیت متحدہ" کا ڈھونگ کھڑا کرکے اسے منضبط صورت دینے کی سعی کی۔

نہ صرف ہندوستانیوں کے ایک بے پناہ انبوہ کو ایک قوم تصور کرکے مسلمانوں، نیز اچھوتوں، سکھوں اور پارسیوں کو اس کی شاخیں اور فرقے قرار دیا۔ ظاہر تھا کہ اس جدید نیشن یا قوم سے جو … مرتب ہوں گی اُن میں لازماً اس خود ساختہ قوم کے ہندو فرقہ ہی کی اکثریت ہوگی اور ہر معاملہ اکثریت ہی کی رائے سے طے ہوگا۔ اس لئے ان کے لئے تو کوئی اندیشہ ہی نہ تھا۔ اس لئے مرکز کا سوال آیا تو "جمہوریت" کی ایک اور شاخ اس میں لگادی۔

مطلب یہ تھا کہ مسلمان کسی طرح آواز نہ اٹھا سکیں کہ ہندوستان کی دوسری اور سب سے بڑی قوم ہی ہیں۔ انتخاب مخلوط اور نیابت مخلوط کے جھگڑے بھی اسی لئے اٹھائے تھے اور اس شدت کے ساتھ اٹھائے تھے کہ کچھ مدت کے لئے بڑے بڑے مسلمان اپنے مرکز سے ہٹ گئے تھے۔ اور اس چال کو نہ سمجھ سکے تھے۔ حالانکہ ملکی و سیاسی اقتدار وہ چیز ہے جس میں کہ بھائی بھائی کی اور باپ بیٹے کی شرکت گوارا نہیں کرسکتا اور سر قلم کرا لیتا ہے۔ ہندو مسلمان تو پھر دو علیحدہ قومیں تھیں۔ اُس وقت کوئی یہ نہ سمجھ سکا کہ اس مخلوطیت میں اقلیت کی فنا کا راز مضمر ہے۔ ابتدا سے ہندوؤں کی سعی یہی رہی کہ مسلمان اپنے اکثریتی دوائر میں بھی اپنی حیثیت کو بروئے کار نہ لاسکیں۔ وہ حقیقی نمائندگی ہی سے مخلوط کی بدولت محروم ہوچکے تھے۔ سندھ کی بہت بڑی اکثریت بمبئی میں شامل ہوکر اور سرحد کی اکثریت اصلاحات سے محروم بن کر اقلیت بن چکی تھی اور معطل ہوچکی تھی پنجاب اور بنگال کی اکثریتیں باقی رہ گئی تھیں۔

انھیں میثاق لکھنؤ کے ہتھکنڈوں نے راستے سے بیکار کردیا۔ اور اس طرح تمام ہندوستان میں ان کا طوطی بولنے لگا۔ تدریجاً تمام مراحل طے کرلئے گئے۔ مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں تو سندھ و سرحد کے متعلق ہر مطالبہ کی بہ شدت مخالفت کی گئی۔ پورے ہندوستان پر اقتدار قائم ہوچکا تھا۔ اب سوال اس کے بقا کا تھا۔ اس کے لئے قدم قدم پر شدت و تواتر کے ساتھ زور دیا جانے لگا۔ سیاست و مذہب کی علیحدگی، انتخاب جداگانہ کی مذمت، قومیت متحدہ اور جمہوریت پر اصرار کے ساتھ پرجوش طریق پر کہا جانے لگا کہ ہندوستان کی وحدت کو بحال رکھنے کے لئے مرکز کو بہت مضبوط ہونا چاہیئے۔ ہندو کامیاب ہوگئے تھے۔

لیکن صوبوں میں انھیں جو اختیارات حاصل ہوئے اُس نے اُن کے دماغوں میں آشفتگی پیدا کردی۔ مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے ساتھ وہ افسوسناک برتاؤ کیا کہ مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ سمجھ گئے کہ "عشق" کی ابتدا ہی میں یہ حال ہے تو آگے جو کچھ نہ ہو وہ تھوڑا ہے۔ انھوں نے پھر ہر طرف سے یکسو ہوکر اپنی تنظیم شروع کردی۔ اور پاکستان کے حصول کا تہیہ کرکے لاہور میں متفقہ طور پر قرارداد منظور کردی۔

انتہا یہ ہے کہ احرار، نیشنلسٹ اور جمعیت علماء کے ارکان نے بھی اپنے ایک عظیم الشان جلسہ میں قریب قریب ایسا ہی فیصلہ کیا اور صاف اعلان کردیا کہ بااختیار مرکز جس سے ایک قوم کو تمام اقوام پر درجہ تسلط حاصل ہوجائے منظور نہیں کیا جاسکتا۔

ہندو اس سے پریشان تو ضرور ہیں مگر یہ امر قابل تعریف ہے اور اُن کا استقلال حیرت انگیز ہے کہ اب تک انھوں نے ابھی تک حوصلہ نہیں ہارا۔ اور وہ کسی نہ کسی رنگ میں برابر مصروف کار ہے۔ اپنی حکومت کا تصور بہت شیریں ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر ہندو جماعت اور ہر ہندو لیڈر بھی کھڑا ہوتا ہے وہ پاکستان کے خلاف ہی گہرافشانی کرتا ہوا

کھڑا ہوتا ہے۔

اور اپنی قومی عادت کے مطابق نئے نئے حربوں سے آراستہ ہو کر سامنے آتا ہے۔ اور اس رنگ میں اعتراض کرتا ہے جس سے بظاہر کوئی غرض مندی مترشح نہیں ہوتی مثلاً سر سپرو فرماتے ہیں کہ میں ہندوستان کے حصے بخرے کئے جانے کا مخالف ہوں۔ اقلیتوں کو ضرور حقوق دے دئے جائیں۔ مگر ہندوستان کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کئے جائیں۔ مطلب یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح پورے ہندوستان پر تسلط قائم رہے۔

آجکل جو اتحاد کی گفتگو شروع ہے۔ اس کے دوران میں مرکز کا بار بار نام لیا جاتا ہے۔ صاف کوئی نہیں کہتا۔ مگر مدعا سب کا یہی ہے کہ ہندوستان میں ہندو راج قائم ہو جائے۔

خوب یاد رکھئے کہ یہ زمانہ ریاکاری اور "رنگ برنمائی وجو فروشی" کا ہے۔ زہر شکر کے غلاف میں لپیٹ کر دیا جاتا ہے۔ انتخاب مخلوط، نیابت مشترک۔ قابلیت بجدہ قومیت کے الفاظ کتنے دلفریب تھے۔ جمہوریت کا تصور کتنا دلکش تھا۔ مگر اس کے جو عملی نظاہر گذشتہ دور میں دیکھے گئے وہ کتنے حوصلہ فرسا تھے۔

"انتداب" اور "سیلف ڈیٹرمینیشن" کے لکیلیٹ دلفریب الفاظ نے ایک دنیا کو مبتلائے فریب کیا۔ مگر دیکھ چکے ہو کہ ان الفاظ کو جب عملی صورت دی گئی تو ان کے معانی غلامی کے سوا کچھ نہ مفہوم ہوئے۔ شام، فلسطین میں جو کچھ ہوا وہ سب پر روشن ہے۔ یہی حال ہندوستان میں "ہندوستانی وحدت" و "جمہوریت" کا ہونا ہے۔ اس کے معانی بھی غلامی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر آزادی کی تڑپ دل میں موجود ہے تو کسی کے الفاظ کی شیرینی و کشش سے دھوکہ نہ کھاؤ۔

مسلمانوں کی نجات کا راز صرف پاکستان کے قیام میں مضمر ہے۔ یہ حقے بھرے کا معاملہ نہیں آزادی و غلامی کا معاملہ ہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد ہندوستان ٹکڑے ہو کر نہ بحر اوقیانوس میں جا پڑے گا اور نہ کسی اور کو مل جائے گا۔ جیسے وہی رہے گا۔ اور جو قومیں اس میں ہیں بدستور بستی رہیں گی۔ جو کچھ کہا اور ڈرایا جا رہا ہے وہ محض فریب ہے۔

مسٹر جناح کی پاکستانی تقریر

مسٹر جناح نے گذشتہ ہفتہ اونکمنڈ میں جو بصیرت افروز تقریر ارشاد فرمائی اس میں نہایت سادگی و سلاست کے ساتھ حقائق کا تجزیہ کر دیا۔ ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا مطلب صرف یہ ہے کہ جہاں انھیں اکثریت حاصل ہے وہ اپنے انداز و مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں۔

اور جہاں ہندوؤں کو اکثریت حاصل ہے وہ اپنے رنگ میں اپنی مرضی کے مطابق عمل پیرا ہوں۔ ہر قوم اپنے فلسفہ، اپنے اعتقاد، اپنے تمدن اور اپنے کلچر کے مطابق کام کرے۔ اس تجویز کو ہندوستان کے ٹکڑے کر ڈالنے سے تعبیر کرنے کا مدعا اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کہ عوام کے دلوں کو زہر آلود کیا جائے۔ اقلیتوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ خواہ ہندو حلقوں کے مسلمان ہوں یا مسلم حلقوں کے ہندو ہوں،

جو کچھ ہندو مسلم حلقوں میں ہندو اقلیتوں کے لئے طلب کریں گے وہی انھیں اپنے حلقوں کی مسلم اقلیتوں کو دینا ہوگا۔ غور کیجئے اس میں کونسا ابہام ہے۔ کونسی عمل سوزی ہے۔ اور ہندوستان کے لئے اس سے بہتر اور منصفانہ حل اور کونسا ہو سکتا۔ مرکزی وحدت میں ایک پوری کی پوری قوم مسلمان ہی نہیں اچھوت سکھ اور پارسی بھی صرف ایک قوم کے غلام ہوئے جاتے ہیں۔

مرکزی نظام میں ہندو اکثریت غیر متبدل ہوگی اور یہی اپنے دونوں سے جو قانون چاہے گی بنائے گی۔ اس کے مقابلے میں ہر آواز غیر مؤثر ہوگی۔ اسی لئے مسٹر جناح فرماتے ہیں کہ کیا اقلیتوں کے مسئلہ کے حل کی یہی صورت ہے کہ نو کروڑ مسلمان ہمیشہ کے لئے ہندو راج کے ماتحت اقلیت بنے رہیں۔ اس کے بعد آپ نے بجا طور پر یہ سوال کیا ہے کہ انصاف کس جانب سے فرماتے ہیں میں جاننا چاہتا ہوں کہ کون انصاف شناس اور حق پسند ہے؟

وہ جو سارے ہندوستان کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا ہے اور تمہاری محکومیت

اور تمام قوموں کو غلام بنا لینے کا خواہاں ہے یا وہ شخص جو کہتا ہے کہ ایک تہائی پر اطمینان ہے اُسے میرے حوالے کر دو۔ اور بقیہ دو تہائی تم رکھو۔ اور آؤ ہم باہم دوست بنے رہیں۔ اس کا فیصلہ میں آپ ہی پر چھوڑتا ہوں۔

جب اس ملک میں اور قومیں بھی آباد ہیں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سب کچھ ہندوؤں ہی کے حوالے کر دیا جائے۔ انگریزی ضرب المثل کے مطابق جنت کی محکومی سے دوزخ کی حکومت بہتر ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ خدمی اگر صد ہزار عیش و آسائش کے ساتھ بھی ہو بہر محکومی و غلامی ہے۔ جو ہرگز گوارا نہیں کی جا سکتی۔

اس میں ملک کے ٹکڑے ہونے اور وحدت بگڑنے کا سوال ہی کیا ہے۔ کیا ہندوستان جب تک محمد تغلق کی زیر حکومت تھا زیادہ شاد و آباد تھا اور جب اس میں گجرات مالوہ، بنگال اور دکن کی فرمانروائیاں قائم ہو گئیں تو یہ تباہ ہو گیا۔ تاریخ تو یہ بتا رہی ہے کہ جونپور، مالوہ۔ گجرات اور دکن و بنگال کی فرمانروائیوں نے مرکز سے ٹوٹ کر جس شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی وہ اس کا ایک زریں باب ہے۔

ان کے عہد میں یہ دور دست صوبے بھی فردوس رعنا بن گئے دنیا میں زمین کا کوئی ایسا خطہ موجود نہیں جس کی حدود غیر متبدل رہی ہوں۔ یورپ میں کبھی نارمنوں سو کذن والوں۔ پولوں اور یونانیوں کا وہ طنطنہ تھا کہ ہزارہا مربع میل پر چھائے ہوئے تھے۔ یہی حالت ہندوستان میں بدھوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کی تھی۔

ہڑتالیں اور اُن کے خسارے

ہندوستان میں جو آئے دن ہڑتالیں ہوتی رہتی ہیں اُن کے نقصانات کا اندازہ اس سے کسی قدر ہو سکتا ہے کہ سہ ماہی مختتمہ ۳۰ ستمبر ۱۹۴۰ء میں برٹش ہند کی مختلف فیکٹریوں میں مزدوروں اور مالکوں کے درمیان ۹۴ جھگڑے ہوئے۔ جن میں ۷۰۹۷۰ مزدوروں نے حصہ لیا۔ اور ۸۰۵۶۴۹۴ دن بیکار گئے۔

اسی طرح سہ ماہی مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۴۰ء میں دو سو تین جھگڑے رونما ہوئے جن میں ۸۰۵۰۸۲۶ مزدوروں نے حصہ لیا اور ۴۴۷۸۴۱۰۱۲ دن ضائع ہوئے۔ ان جھگڑوں میں ۲۳۲ یعنی ۵۲۳ء۶ فیصدی جھگڑے تنخواہوں کے متعلق تھے۔ ۴۲ ہڑتالیں تو قطعی ناکام ہوئیں اور مزدوروں کو ان سے کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ ۱۲ جھگڑوں میں سے نصف حد تک کامیابی ہوئی۔ صرف گیارہ میں مزدوروں نے کامیابی حاصل کی۔ کلکتہ کارپوریشن میں جو ہڑتال ہوئی اس میں ۹۰۳۰ افراد نے حصہ لیا اور ان کے ۹۵۳۳۰ دن قطعاً بیکار گئے۔

صوبۂ متوسط کی ایمپرس ملز ناگپور میں بہت بڑی اور بہت زبردست ہڑتال ہوئی تھی۔ جس میں چودہ ہزار کارکنوں نے حصہ لیا۔ اور اپنے ایک لاکھ چالیس ہزار دن ضائع کئے۔ اسی صوبہ کی ایک اور عظیم الشان فیکٹری ماڈل ملز ناگپور میں گذشتہ سال ہڑتال ہوئی۔ اس میں ۲۱۷۳ افراد نے کام بیکار اپنے ۱۶۷۴۹۲ دن کی مزدوری ضائع کی۔ اب تو ہندوستان میں ہر سال ہڑتالیں ہوتی ہیں۔ جن میں حقیقتاً کروڑوں روپیہ کا نقصان ہوتا ہے۔ یہ جدید تہذیب کا کرشمہ ہے۔ جس نے مالک و مزدور تو ایک طرف باپ بیٹوں تک کے تعلقات تلخ اور ناگوار کر دئے ہیں۔

اور انسان کو پورا سرد مہر اور خود غرض بنا دیا ہے۔ سرمایہ داری نے ایک قیامت برپا کر دی ہے۔ سرمایہ جتنا ترقی کرتا جاتا ہے سرمایہ داروں کی خود غرضی اور حرص طلب منفعت اسی نسبت سے ترقی کرتی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر اور غریب طبقے باہم بالکل جدا ہو چکے ہیں۔ اور دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

عہد اسلامی میں یہ بات نہ تھی۔ مزدوروں کو اجرت کے علاوہ انعام کے طور پر اتنا ملتا رہتا تھا اور ان کی آسائش کے اتنے سامان سرمایہ داروں نے بہم پہنچا رکھے تھے کہ وہ آرام سے زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی طرف سے لاکھوں روپیہ زکواۃ میں نکلتا رہتا تھا۔ لنگر خانے جدا جاری تھے جن میں دونوں وقت غربا کو مفت کھانا ملتا تھا۔ سرمایہ دار ان کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔ اور یہ ان کے دعاگو رہتے تھے۔

فسادات ومناقشات کی وبا

عجیب مصیبت ہے کہ ہندوستان میں اب شدھی اور سنگھٹن جیسی کوئی تحریک بھی موجود نہیں۔ دکن کے قلعہ کی دیواروں سے اب کوئی تبلیغی جمعیت سر پھوڑنے کے لئے بھی نہیں جاتی۔ کسی بڑے ادارہ کا تعصب بھی نہیں۔ لیکن ہندو مسلم تعلقات ہیں کہ برابر تلخ سے تلخ تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور فسادات کا سلسلہ ہے کہ ختم ہونے ہی میں نہیں آتا۔

پھر فساد بھی ایسے جو اپنی نوعیت میں نہایت اندوہناک ہیں۔ ڈھاکہ میں فساد ہوتا ہے تو چھ ماہ تک اس کا سلسلہ بند ہونے میں نہیں آتا۔ احمد آباد میں فساد برپا ہوتا ہے تو مہینوں سلب و نہب کا دور قائم رہتا ہے یہاں سے چنگاریاں اڑ کر بمبئی جیسے عظیم الشان شہر میں جا پہنچتی ہیں تو وہاں بھی آگ لگ اٹھتی ہے ایسی آگ کہ کم و بیش دو ماہ ہو چکے مگر ابھی تک بجھنے میں نہیں آتی۔ صوبہ متحدہ کی یہ حالت ہے کہ اس کا شاذ ہی کوئی ضلع ہوگا جہاں بے چینی اور ہراس پیدا نہ ہو اور باشندے اطمینان کی نیند سوتے ہوں۔

سہارنپور۔ بدایوں۔ بہرائچ۔ اگر بجنور۔ شاہجہانپور وغیرہ کے اضلاع میں مصیبت برپا ہو چکی ہے اور دیگر اضلاع میں اس کا مواد تیار ہے جس کا اعتراف سرکاری حلقوں کی طرف سے بھی ہو چکا ہے۔ بہار شریف کا یہ عالم ہے کہ مہینوں پر مہینے گزرتے چلے جاتے ہیں اور امن قائم ہونے ہی میں نہیں آیا۔ گاؤں گاؤں میں آگ بھڑک رہی ہے۔

ایک جگہ بجھتی ہے دوسری جگہ بھڑک اٹھتی ہے۔ بہار ویٹرن کے موضع کرجا ور کے فسادات کے مجروحین میں نو سال کا ایک مسلم بچہ بھی شامل ہے۔ نوبت یہ پہنچ چکی ہے کہ مسلمانوں پر مصیبت تنگ ہو چکا ہے اور انھوں نے اپنی زمینیں اور گھر بار چھوڑ کر ان دیہات کی طرف ہجرت شروع کر دی ہے جہاں ان کی آبادی کثیر ہے۔

ہندو چونکہ منظم ہیں۔ متحد ہیں۔ دولت مند ہیں۔ ان کی رہنمائی و قیادت نہایت باقاعدگی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اپنے غیر محدود وسائل کے باعث وہ ہر وقت تیار رہتے اور پھر فسادات کے دوران میں بھی کام کو تار رکھتے ہیں اور مظلومی کا ڈھول پیٹنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے ان کے ہمراہی ان کے حکام اور ان کے لیڈر برابر مصروف کار رہتے ہیں۔

نہایت کثرت سے رپورٹیں لکھوائی جاتی ہیں۔ نہایت اہتمام سے مقدمات لڑائے جاتے ہیں۔ مفت پیروی ہوتی ہے۔ اور پھر نہایت شان کے ساتھ ہوتی ہے۔ فراہمی زر کا سلسلہ بھی قائم رہتا ہے۔ اس لئے غریب مسلمانوں کو اگر ابتداء میں نہیں تو آخر میں وہ ضرور مغلوب کر لیتے ہیں۔ مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ مشتعل ہو کر بھڑ تو جاتے ہیں مگر نہ انھیں کوئی راہ بتانے والا۔ اور نہ ان کی کوئی مدد کرنے والا ہے۔ بڑے لوگ بات نہیں پوچھتے نہ کوئی پیروی کرنے والا اور نہ مقدمہ لڑانے والا۔ غریب مفت میں تباہ ہو جاتے ہیں۔ ایک طرف تو ہندوستان بھر میں انھیں مغلوب کرنے کی سازشیں مکمل ہو چکی ہیں اور دوسری طرف مسلمان غفلت کی نیند پڑے سو رہے ہیں۔

مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ آخر ان ہمہ گیر فسادات کی تہ میں کونسا ہاتھ کام کر رہا ہے اور آیا ان کا مطلب مسلمانوں کو مغلوب و مرعوب کرنا تو نہیں۔ اگر یہی ہے اور یقیناً یہی ہے تو پھر مسلمانوں کو بھی مدافعت و تحفظ کے لئے کھڑا ہونا چاہئے اور وہ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں کہ وہ بے خبری اور کس مپرسی میں تباہ نہ ہو جائیں۔

افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں سے قومی عصبیت کی روح فنا ہو رہی ہے ہندؤں پر نظر کرو کہ ایک عامی سے عامی اور سرکش سے سرکش کی حمایت کے لئے اس کے امراء و زعماء کی قوم کی قوم کھڑی ہو جاتی ہے۔ لیکن مسلمان بے گناہوں کی حمایت کرنے والا خدا کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا۔ بڑے لوگ منہ چھپا جاتے ہیں۔ لوگ پیروی کرتے ڈرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اجتماعی امداد و حمایت جہاں ہندو مجرموں کو بچا جاتی ہے وہاں مسلم ملزمین بیکسی کے عالم میں بیگناہ دار پر چڑھ جاتے ہیں۔

مجلس احرار کے ڈکٹیٹر کا اعلان حق

مسلم انڈیا یا پاکستان کی تحریک اس قدر معقول و مفید تحریک ہے کہ جو مسلمان ابتدا میں اس کے شدید مخالف تھے وہ بھی مؤید ہوتے چلے جا رہے ہیں اور غور و فکر مطالعہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ فرزندان توحید کی بہتری اور ملک کی فلاح کا راز اسی میں مضمر ہے۔ جناب احسن عثمانی مجلس احرار کے پچھلے ڈکٹیٹر تھے اور اواخر مئی میں اپنی مدت قید پوری کر کے رہا ہوئے تھے۔

انھوں نے حال ہی میں ایک بیان کے سلسلہ میں یہ اعلان کیا ہے کہ جمعیت علمائے ہند اور مجلس احرار پاکستان کی ہرگز مخالف نہیں جیسا کہ ہندو پریس پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ ان جماعتوں نے جماعتی حیثیت سے کبھی پاکستان کی مخالفت نہیں کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک پاکستان ہی کا مسئلہ ایسا ہے جس پر تمام مسلمانوں کو بآسانی متحد کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان سے خانہ جنگی کا اندیشہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہندوستان میں اٹھارہ سال سے خانہ جنگی کا ایک غیر مختتم سلسلہ جاری ہے۔ سوال یہ ہے کہ دو قوموں کی متضاد ذہنیتوں کو کسی جر کے بغیر تبدیل کرنے کا آخر طریقہ کیا ہے۔

آپ کے نزدیک نیشنلزم اور قومیت متحدہ کی تشکیل کی مساعی تو اس مقصد میں قطعی ناکام ہو چکی ہیں۔ پاکستان ہندوستان کو تقسیم کرنے کی نہیں۔ بلکہ اس کی حکومت کو تقسیم کرنے کی تحریک ہے۔ اور یہ کوئی جدید اور نرالی بات نہیں۔

جو کچھ مولانا نے بیان فرمایا ہے وہ ایک حقیقت ہے۔ کوئی مسلمان بھی مسلمان ہوتے ہوئے پاکستان کی سودمندی سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اس سے انکار کے معنی غلامی پر راضی ہو جانے کے ہیں۔ اب تو دو ہی صورتیں ہیں یا مسلمان آزاد ہوں جس کی تدبیر پاکستان کا قیام ہے۔ یا دائمی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیں۔

مرکزی وحدت کا یہی مطلب ہے۔ مولانا نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ ہندوستان تو ہندوستان ہی رہے گا۔ اس کے صوبے اور زمین و آسمان بھی اسی طرح قایم رہیں گے۔ جس طرح ہمیشہ تھے۔ البتہ حکومت تقسیم ہو جائے گی اور یہ کوئی نئی بات نہیں کہ حکومتیں تقسیم ہوتی رہتی ہیں۔ ازل سے یہی ہوتا ہے۔

خود یورپ کی بہت سی حکومتیں ۱۹۱۸ء میں تقسیم ہوئیں اور ۱۹۴۱ء میں بھی نقشہ تبدیل ہو رہا ہے۔ خود ہندوستان میں کانگرسی حکومت رہ چکی ہے۔ حکومتوں کے بدلنے سے ملک تبدیل نہیں ہو جایا کرتے۔ پھر یہاں تو حکومتیں بھی ملکی باشندوں ہی کی رہیں گی۔ لیکن ناعاقبت اندیش لوگ اس حقیقت کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے جب یہ سمجھیں گی۔

افغانستان میں دار المساکین کا قیام

افغانستان سے یہ مسرت افزا خبر موصول ہوئی ہے کہ اسلامی روایات کے عین مطابق وہاں دار المساکین کے نام سے محتاج خانوں کی تعمیر کا مسئلہ زیر غور ہے۔ اور کابل کی میونسپلٹی نے تو نہ صرف یہ کہ اپنے زیر اثر حلقہ میں شہر کے لیے زنانہ اور مردانہ دار المساکین تعمیر کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ بلکہ اپنے بجٹ میں اس کے لئے رقوم بھی منظور کر دی ہیں۔

یہ اقدام نہایت مبارک اقدام ہے۔ اسلام کے ہر دور اور ہر حکومت میں محتاج خانے اور لنگر خانے بکثرت قایم رہے۔ مسلمان یہ نہ دیکھتے تھے کہ اس سے مفت خوری کی عادت بڑھتی ہے۔ جیسا کہ آج کل کہا جاتا ہے ان کے پیش نظر تو یہ امر رہتا تھا کہ سو مفت خوروں میں اگر دس بھوکوں کا بھی پیٹ بھر گیا تو کام پورا ہو گیا۔ ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ان کی حکومت میں کوئی بھوکا نہ سونے پائے۔

کوئی ہو پیٹ ہی میں ڈالے گا۔ کھا ہی لے گا اور اس کا ثواب ضرور ملے گا۔ سرکاری لنگر خانوں کے علاوہ امراء بھی لنگر خانے قایم کرتے تھے۔ کارواں سراؤں میں کلی طور پر مسافروں کی مہمانی کا التزام تھا۔ پھر صوفیاء نے اپنی خانقاہوں میں لنگر کا انتظام کر رکھا تھا۔ جہاں سے ہزارہا آدمی دونوں وقت کھانا کھاتے تھے۔ اسی کا یہ ثمرہ تھا کہ پورے عہد اسلامی میں رعایا کا کوئی فرد بھوکا نہ سونے پاتا تھا۔

مسلمان خیرات اور مروت میں آج بھی نسبتاً تمام اقوام سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ہر جمعرات کو تقریباً ہر مسلمان کے گھر سے روٹیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ اور ویسے بھی برابر فاتحہ ہوتی رہتی ہیں۔ جانے دیجئے زکوٰۃ کو اگر صدقات و خیرات ہی کو منظم کر لیا جائے تو بلا مبالغہ ہر بڑے شہر و قصبہ میں زنانہ و مردانہ دار المساکین قایم ہو سکتے ہیں۔

مسلمانوں پر اس دور میں افلاس کی بلا بڑی طور پر مسلط ہے اور خدا ہی جانتا ہے۔

کہ کتنے یتیم، کتنی بیوائیں اور کتنے غریب ماں کو فاقے سے پڑے رہتے ہیں۔ اور بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے بھی اُن کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ اسی لئے ہمیں اس افلاس کی خبر سے بڑی مسرت ہوئی۔ پاکستان قائم ہونے پر تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی کامیابی کے ساتھ اس کا انتظام کر سکیں گے۔ کہ یہ انتظام خالص اسلامی انتظام ہے۔

ترکی کی عسکری قوت بلغاریہ اور یونان کے فتح ہو جانے سے جرمنی ترکی کے قریب تر آگیا ہے۔ اور دونوں کی سرحدیں بھی ایک دوسرے سے ملحق ہو گئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ وپیکار اور حرب و ضرب کے اس سیلاب میں ترکی کا اپنی جگہ اب تک قائم رہنا ترکوں کے تدبر و قوت کا ایک کرشمہ ہے۔

اگر ترکی میں قوت و تدبر نہ ہوتا تو جرمنی آج ترکی کو زندہ نہ رہنے دیتا۔ اب بھی ترکی غافل نہیں اور حالات کی نزاکت کو خوب سمجھتا ہے۔ جانتا ہے کہ جرمنی کی قوت بے پناہ ہوتی جا رہی ہے۔ اور وہ رفتہ رفتہ مشرق کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ جس سے اُس کے بھی محصور ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اس نے اپنی جدوجہد کی رفتار تیز سے تیز تر کر دی ہے۔ اور دفاعی امور پر خرچ کرنے کو سالِ رواں کے لئے مجلس ملیہ ترکیہ نے اکتیس کروڑ پونڈ کا بجٹ منظور کیا ہے۔

زندہ قوموں کے جوشِ عمل کا یہ رنگ ہوتا ہے۔ حالانکہ بجٹ پر بحث کے دوران میں وزیر جنگ نے یہ اعلان کیا کہ سامانِ جنگ اور مستعدی و تیاری کے اعتبار سے آج ترکی کی فوج دنیا کی اول درجہ کی فوج کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور بڑے سے بڑے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ پھر بھی برابر قدم بڑھاتی چلی جا رہی ہے۔ ضرور اُسے برطانیہ کی اعانت حاصل ہے۔ مگر جب تک اپنے ہی بازو میں قوت نہ ہو۔ دوسروں کی اعانت بھی کام نہیں آسکتی اور ترکی اس راز کو خوب سمجھتا ہے۔

رفتارِ جنگ

محاذِ عراق و شام عراق کی شورش اور اس کے بعد جرمنوں کے شام میں اُترنے کی پیہم اطلاعات باشندگانِ ہند کے لئے بالعموم اور فرزندانِ توحید کے لئے بالخصوص نہایت اندیشہ ناک اور تشویش انگیز تھیں کیونکہ ان ممالک پر جرمن اقتدار کے قیام کے معانی یہ تھے کہ ایک طرف تو ہندوستان خطرات کے گرداب میں مبتلا ہو جائے اور دوسری طرف ترکی ہی جرمنوں کے حصار میں نہ آ جائے۔ بلکہ عرب و ایران کے لئے بھی ہولناک خطرات پیدا ہو جائیں۔ لیکن حکومت نے قابل صد توصیف مستعدی اور مآل اندیشی سے کام لے کر بہت جلد عراقی فتنہ کا خاتمہ کر دیا۔ اور رشید گیلانی آج طہران میں بیٹھے ہوئے اپنی حماقت پر کفِ افسوس مل رہے ہیں۔

بڑی اطمینان آمیز چیز یہ ہے کہ عراقی تیل کے کارخانوں کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔ اب عراق پر برطانیہ کا پورا قبضہ ہو چکا ہے۔ اور اس پر تمام عرب ممالک میں اطمینان کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد کریٹ کے حادثۂ محزونہ سے متنبہ ہو کر برطانیہ نے شام پر فوری قبضہ کا تہیہ کر لیا تاکہ جرمن کو ویشی حکومت کی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر اس ملک پر تصرف کی جرأت نہ ہو۔ اور مشرق کے لئے خطرات کے ابواب کشادہ نہ ہو سکیں۔

شام کی طرف اقدام کیا اور انداز و نہج سے کیا کہ تھوڑے وقت میں بہت سا کام ہو سکے۔ اور جرمنی کے اس طرف نگاہ اُٹھانے یا قدم بڑھانے سے پیشتر برطانوی مورچے وہاں پورے استحکام کے ساتھ قائم ہو جائیں۔ فوج کا ایک دستہ دریائے اردن سے جبلِ دروز میں داخل ہوا۔ جہاں السویدا اور بصرا واقع ہیں۔ تاکہ دمشق پر قبضہ میں سہولتیں پیدا ہو جائیں۔ دروزیوں نے دانائی سے کام لیکر برطانوی حمایت قبول کر لی۔ ایک اور لشکرِ عظیم بڑھا۔ اور دریائے فرات کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف سے بڑھ کر شام کی حدود میں داخل ہوا۔ جس کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ حلب کے مضبوط ہوائی مرکز کو بھی تصرف میں لے لیا جائے اور اس ریلوے لائن پر بھی قبضہ کر لیا جائے جس کی ایک شاخ پہلے شمال اور پھر مغرب کی طرف گھوم کر ترکی کے اہم و مشہور اڈانہ میں پہنچتی ہے اور یہیں سے مرسینا کی بندرگاہ کو جاتی ہے۔ اور دوسری شاخ مشرق کی طرف مڑ کر ترکی اور شام کی سرحد کے ساتھ ساتھ نصیبین پہنچتی ہے اور وہاں سے پہلے موصل، پھر بغداد اور بصرہ آتی ہے۔

ایک فوج ساحلی علاقہ کے ساتھ ساتھ فلسطین سے لبنان میں بڑھی جس نے عجلت کے ساتھ سرحد فلسطین سے تیس میل دور مشہور شہر صور پر قبضہ کر لیا۔ پھر صیدا کو لیا۔ اور بیروت پر جا رہی ہے۔ اس سے کچھ ہی دور جانب شمال طرابلس الشام ساحل لبنان پر واقع ہے۔ جہاں موصل کے تیل کی پائپ لائن کی شمالی شاخ منتہی ہوتی ہے۔ لبنان کے شمال میں بندرگاہ لاذقیہ ہے جہاں سے قبرص ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔

بیروت پر جنگی جہازوں کے ذریعہ بھی برطانی افواج اُتر رہی ہیں۔ یہی نہیں ساحل کے قریب جنگی جہاز بھی نگرانی کے لئے گشت لگا رہے ہیں۔ تاکہ بحری جانب سے کوئی مداخلت نہ ہو سکے۔ اس طرح اور اس اہتمام سے اول تو جلد از جلد قبضہ مقصود ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جرمنوں کی آمد کا دروازہ بند ہو جائے۔ اور کریٹ کے تصرف سے جرمن کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔

جنرل ڈیگال اور برطانیہ دونوں نے شام کی آزادی اور وہاں جمہوریت کے قیام کا اعلان کر کے نہایت خوشگوار فضا پیدا کر دی ہے۔ شام میں کل فرانسیسی فوج ۵۰ ہزار ہے۔ جس میں فرانسیسی صرف پندرہ ہزار ہیں۔ اعلان آزادی شامیوں کو جدا کر دے گا۔ اور آزاد فرانس کی شرکت فرانسیسیوں کے لئے زنجیرِ پا بن جائے گی۔ یہ اقدام اتنا بر محل، دانشمندانہ اور بروقت اقدام ہے کہ اس سے ایک طرف تو حریف کف افسوس ملتا رہ گیا۔ اور دوسری طرف ترکی کی پوزیشن مستحکم اور مشرق کا راستہ محفوظ ہو گیا۔ اسی لئے اسلامی ممالک میں اس پر بالخصوص اطمینان و مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اور یک بیک فضا بدل گئی ہے۔

کریٹ اور اسکندریہ پر وحشیانہ حملے اس ماہ کا سب سے اندوہناک واقعہ کریٹ کا سقوط اور اسکندریہ پر بمباری ہے۔ فی الواقع کریٹ میں برطانیہ نے بڑی تیاریاں کی تھیں۔ جن کا سلسلہ ایک عرصے سے جاری تھا۔ اسے ناقابلِ فتح بنا دیا گیا تھا۔ جرمنی ہرگز کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے خود کو کمزور اور بے بس پا کر نہایت عیاری و فریب سے کام لیا۔ پہلے ہوائی جہازوں سے اُس نے گھٹیے پار چا کے مصنوعی انسان اُتارنے شروع کئے۔

انگریزی فوج ہوشیار تھی۔ سمجھا کہ چھتریوں سے فوج اُتر رہی ہے اور بکثرت اُتر رہی ہے۔ فوراً شدت کے ساتھ گولے برسانے اور فائرنگ کرنے شروع کر دئے تاکہ بیک وقت سب کو مار لیا جائے۔

جب تمام فوج اس طرح یکجا ہو گئی تو ہوائی جہازوں کے دوسرے دستے نے یکایک نمودار ہو کر بم برسانے شروع کر دئے۔ چونکہ سب کچھ غیر متوقع تھا بدحواسی پیدا ہو گئی جس سے فائدہ اُٹھا کر اس نے اپنی فوج اُتار دی۔ مسٹر چرچل کے بیان کے مطابق مقتولین و مجروحین کی تعداد پندرہ ہزار ہے۔ اس کے بعد جرمنوں نے قیامتیں برپا کر دیں۔ خوبصورت پایۂ تخت کو خاک کے برابر کر دیا۔ ترکی عہد کی تمام شاندار اور خوشنما عمارات تباہ کر دیں۔ کریٹ والوں سے انتہائی وحشیانہ سلوک روا رکھا۔ جس سے انگلستان میں بھی ہیجانِ عظیم پیدا ہو گیا۔ ڈیلی میل کو یہ لکھنا پڑا کہ آخر ہم کس دن شاندار پسپائیوں کا خاتمہ دیکھنے کے قابل ہوں گے کہ نارو ے۔ فرانس۔ یونان اور کریٹ کی پسپائیوں نے ہمیں ہکا بکا بنا دیا ہے۔

ڈیلی ہیرلڈ نے لکھا کہ کریٹ کی شکست سے ایک مرتبہ پھر یہ امر واضح ہو گیا کہ ہم ابھی تک یہ اندازہ نہیں کر سکے کہ ہمارا دشمن کس قدر چالاک عیار اور مکر میں کمال کا مالک ہے۔ لیکن جرمنوں کو بہت جلد ان عیاریوں کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ اسکندریہ ایک خالص اسلامی شاندار شہر تھا۔ مصریوں نے ہنوز اعلان جنگ

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

۱۷۲۳۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے فرمایا کہ مجھے ایک ایسی بستی میں جانیکا حکم ہوا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہے اس کو یثرب کہتے ہیں وہ مدینہ ہے (یثرب) آدمیوں کو اس طرح نکال دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے۔

باب۔ مدینہ طابہ (یعنی پاک مقام) ہے۔

۱۷۲۴۔ حضرت ابوحمید کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تبوک سے واپس ہوئے یہانتک کہ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ یہ طابہ ہے۔

باب۔ مدینہ کے دونوں سنگستان کی درمیانی مقام (حرم ہے)

۱۷۲۵۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے اگر میں مدینہ میں ہرنیوں کو چرتے ہوئے دیکھوں تب بھی انہیں نہ چھیڑوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ دونوں سنگستان کے درمیان حرم ہے۔

باب۔ جو شخص مدینہ سے اعراض کرے (اس کا کیا حال ہوگا)

۱۷۲۶۔ حضرت ابوہریرۃ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ) لوگ مدینہ کو بہت عمدہ حالت میں چھوڑدیں گے وہاں سوا عوافی (یعنی پرندوں اور درندوں) کے کوئی نہ رہے گا اور سب سے آخر میں (قبیلہ) مزینہ کے دو چرواہے کہ قصد ہوں گے جو بکریاں لئے ہوئے مدینہ کی طرف جارہے ہوں گے تو وہ مدینہ کو وحوش سے بھرا ہوا پائیں گے یہانتک کہ جب وہ ثنیۃ الوداع میں پہنچ جائیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔

۱۷۲۷۔ حضرت ابوزہیر کہتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ (آیندہ زمانہ میں) یمن فتح ہوجائے گا تو کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو مدینہ سے سفر کرجائیں گے اور گھر والوں کو اور ان لوگوں کو جو ان کا کہنا مانیں گے (مدینہ سے یمن) اٹھالے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ سمجھیں اور ملک شام فتح ہوگا تو کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو مدینہ سے سفر کرجائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان لوگوں کو جو ان کا کہنا مانیں گے (مدینہ سے یمن) اٹھا لیجائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ سمجھیں۔

باب۔ (آخیر زمانہ میں) ایمان مدینہ کی طرف سمٹ کر آجائیگا۔

۱۷۲۸۔ حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان مدینہ کی طرف اس طرح سمٹ کر آجائیگا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کی طرف سمٹ کر آجاتا ہے۔

باب۔ اس شخص کا گناہ (بہت بڑا ہے) جو اہل مدینہ سے فریب کرے

۱۷۲۹۔ حضرت سعد کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کریگا وہ اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

باب۔ مدینہ کے ٹیلوں کا بیان۔

۱۷۳۰۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ ایکدن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلہ پر چڑھے تو فرمایا کہ کیا تم لوگ دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں بیشک میں تمہارے گھروں کے درمیان میں فتنوں کے نازل ہونے کی جگہ دیکھ رہا ہوں (وہ اس طرح کثرت سے ہوں گے جیسے مینہ برستا ہے)

باب۔ دجال مدینہ کے اندر داخل نہ ہوسکیگا۔

۱۷۳۱۔ حضرت ابوبکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مدینہ میں مسیح دجال کا رعب نہ داخل ہوگا اس دن مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازہ پر دو فرشتے (پہرہ دیتے) ہوں گے۔

۱۷۳۲۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے دروازوں پر فرشتے پہرہ دیں گے وہاں نہ طاعون داخل ہوسکیگا اور نہ دجال۔

۱۷۳۳۔ حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ہمسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ایک بہت بڑا قصہ بیان فرمایا تھا از نجملہ اس کے جو آپ نے ہم سے بیان فرمایا یہ تھا کہ دجال آئیگا اور اس پر حرام ہے کہ وہ مدینہ کے راستوں میں داخل ہو مدینہ سے باہر شور زمین میں فروکش ہوگا۔ تو اس دن ایک شخص اس کے پاس جائیگا اور وہ تمام آدمیوں سے بہتر ہوگا وہ کہیگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کی بابت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے حدیث بیان فرمائی تھی تو دجال کہیگا کہ بتاؤ اگر میں اس شخص کو قتل کرکے پھر زندہ کردوں تو کیا تم لوگ پھر بھی (میرے) معاملہ میں شک کروگے لوگ کہیں گے کہ نہیں چنانچہ دجال اس شخص کو قتل کردیگا بعد اس کے اسے زندہ کریگا جس وقت دجال اس شخص کو زندہ کرچکیگا وہ شخص کہیگا کہ اب میں اور بھی زیادہ تیرے حال سے واقف ہوگیا پھر دجال کہیگا کہ میں اسے قتل کئے دیتا ہوں مگر پھر وہ اس شخص پر قابو نہ پائیگا۔

۱۷۳۴۔ حضرت انس بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر شہر میں دجال کا گذر ہوگا مگر مکہ اور مدینہ ان کے ہر راستہ پر فرشتے صف بستہ پہرہ دیں گے پھر مدینہ اپنے لوگوں کو تین بار خوب زور سے ہلا دیگا پس اللہ ہر کافر و منافق کو (جو اس وقت وہاں موجود ہوگا) نکال دیگا۔

باب۔ مدینہ برے آدمی کو نکال دیتا ہے۔

۱۷۳۵۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ سے اسلام پر بیعت کی پھر وہ دوسرے دن بخار میں مبتلا ہوکر آیا اور اس نے کہا کہ آپ اپنی بیعت واپس لیجئے حضرت نے تین مرتبہ انکار فرمایا بعد اس کے فرمایا کہ مدینہ مثل بھٹی کے ہے کہ وہ بری چیز کو نکال دیتی ہے اور عمدہ چیز کو خالص کردیتی ہے۔

۱۷۳۶۔ حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد کی طرف تشریف لے گئے تو کچھ لوگ آپ کے صحابہ میں سے (اثنا راہ سے) لوٹ آئے تو بعض لوگوں نے کہا کہ ہم ان لوٹ جانیوالوں کو قتل کرڈالیں گے اور بعض لوگوں نے کہا کہ ہم انہیں قتل نہ کریں گے پس یہ آیت نازل ہوئی فما لکم فی المنافقین فئتین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ برے آدمیوں کو اس طرح نکال دیتا ہے جیسے آگ لوہے سے میل کو نکال دیتی ہے۔

کتاب الفقہ

پردہ - اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے

علامہ ابو الاعلیٰ

فیصلہ کن سوال

ہندوستان میں اور دوسرے مشرقی ممالک میں جو لوگ پردے کی مخالفت کرتے ہیں ان کے سامنے دراصل زندگی کا ایک نقشہ ہے۔ اسی زندگی کے تابناک مظاہر نے ان کے حواس کو متاثر کیا ہے۔ یہی نظریات ان کے اخلاقی اصول اور یہی مادی و حسی فوائد ہیں جن کے روشن پہلوؤں نے ان کے دل و دماغ کو اپیل کیا ہے۔ پردے سے ان کی نفرت اسی بنا پر ہے کہ اس کا بنیادی فلسفہ اخلاق اس مغربی فلسفہ اخلاق کی ضد ہے جس پر یہ ایمان لائے ہیں اور عملاً ان فائدوں اور لذتوں کے حصول میں مانع ہے جن کو ان حضرات نے مقصود بنایا ہے۔ اب یہ سوال کہ اس نقشۂ زندگی کے تاریک پہلو یعنی اس کے عملی نتائج کو بھی یہ لوگ قبول کرنے کو تیار ہیں یا نہیں تو اس باب میں ان کے درمیان اتفاق نہیں ہے۔ ایک گروہ ان نتائج کو جانتا ہے اور انہیں قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ درحقیقت اس کے نزدیک یہ بھی مغربی زندگی کا روشن پہلو ہی ہے نہ کہ تاریک۔ دوسرا گروہ انکو تاریک پہلو سمجھتا ہے ان نتائج کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے مگر ان فائدوں پر بری طرح فریفتہ ہے جو اس طرز زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ تیسرا گروہ نہ تو نظریات ہی کو سمجھتا ہے نہ ان کے نتائج سے واقف ہے اور نہ اس بات پر غور و فکر کی زحمت اٹھانا چاہتا ہے کہ ان نظریات اور ان نتائج کے درمیان کیا تعلق ہے۔ اس کو تو بس وہ کام کرنا ہے جو دنیا میں ہو رہا ہے۔ یہ تینوں گروہ باہم کچھ اس طرح مخلوط ہو گئے ہیں کہ گفتگو کرتے وقت بسا اوقات یہ تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ہمارا مخاطب دراصل کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی اختلاط کی وجہ سے عموماً سخت غلط بحث پیش آتا ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ ان کو چھانٹ کر ایک دوسرے سے الگ کیا جائے اور ہر ایک سے اس کی حیثیت کے مطابق بات کی جائے۔

مشرقی مستغربین

پہلے گروہ کے لوگ اس فلسفہ اور ان نظریات پر اور ان تمدنی اصولوں پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان لائے ہیں جن پر مغربی تہذیب و تمدن کی بنا رکھی گئی ہے۔ وہ اسی دماغ سے سوچتے ہیں اور اسی نظر سے زندگی کے مسائل کو دیکھتے ہیں جس سے جدید یورپ کے معماروں نے دیکھا اور سوچا تھا اور وہ خود اپنے ملکوں کی تمدنی زندگی کو بھی اسی مغربی نقشہ پر تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ عورت کی تعلیم کا منتہائے مقصود ان کے نزدیک واقعی یہی ہے کہ وہ کمانے کی قابلیت بہم پہنچائے اور اس کے ساتھ دل بہلانے کے فنون سے بھی کما حقہ واقف ہو۔ خاندان میں عورت کی صحیح حیثیت ان کے نزدیک درحقیقت یہی ہے کہ وہ مرد کی طرح خاندان کا کمانے والا رکن بنے اور مشترک بجٹ میں اپنا حصہ پورا پورا ادا کرے۔ سوسائٹی میں عورت کا اصلی مقام ان کی رائے میں یہ ہے کہ وہ اپنے حسن اپنی آرائش اور اپنی اداؤں سے اجتماعی زندگی میں ایک عنصر لطیف کا اضافہ کرے اپنی خوش گفتاری سے دلوں میں حرارت پیدا کرے اپنی موسیقی سے کانوں میں رس بھرے اپنے رقص سے روحوں کو وجد میں لائے اور تھرک تھرک کر اپنے جسم کی ساری خوبیاں آدم کے بیٹوں کو دکھائے تاکہ ان کے دل خوش ہوں، ان کی نگاہیں لذت یاب ہوں اور ان کے ٹھنڈے خون میں تھوڑی سی گرمی آ جائے۔ حیات قومی میں عورت کا کام ان کے خیال میں فی الواقع اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ وہ سوشل ورک کرتی پھرے، میونسپلٹیوں اور کونسلوں میں جائے، کانفرنسوں اور کانگریسوں میں شریک ہو، سیاسی اور تمدنی اور معاشرتی مسائل کو سلجھانے میں اپنا وقت اور دماغ صرف کرے، ورزشوں اور کھیلوں میں حصہ لے، تیرنے اور دوڑنے اور کودنے پھاندنے اور لمبی لمبی اڑانوں کے ریکارڈ توڑے، غرض وہ سب کچھ کرے جو گھر سے باہر ہے اور اس سے کچھ غرض نہ رکھے جو گھر کے اندر ہے۔ اس زندگی کو وہ آئیڈیل زندگی سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک دنیوی ترقی کا یہی ایک راستہ ہے۔ اور اس راستے پر جانے میں جتنے پرانے اخلاقی نظریات مانع ہیں وہ سب کے سب محض لغو اور سراسر باطل ہیں۔ اس نئی زندگی کے لئے پرانے اخلاقی قدروں کو انہوں نے اسی طرح نئی قدروں سے بدل لیا ہے جس طرح یورپ نے بدلا ہے۔ مادی فوائد اور جسمانی لذتیں ان کی نگاہ میں زیادہ بلکہ اصلی قدر و قیمت رکھتی ہیں اور ان کے مقابلہ میں حیا، عصمت، طہارت اخلاق، ازدواجی زندگی کی وفاداری، نسب کی حفاظت اور اسی قبیل کی دوسری تمام چیزیں نہ صرف یہ کہ بے قدر ہیں بلکہ دقیانوسی تاریک خیالی کے ڈھکوسلے ہیں جنہیں ختم کئے بغیر ترقی کا قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔

یہ لوگ دراصل دین مغربی کے سچے مومن ہیں اور جس نظریہ پر یہ ایمان لائے ہیں اس کو ان تمام تدبیروں سے جو یورپ میں اس سے پہلے اختیار کی جا چکی ہیں مشرقی ممالک میں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

نیا ادب

سب سے پہلے ان کے لٹریچر کو لیجئے جو دماغوں کو تیار کرنے والی سب سے بڑی طاقت ہے اس نام نہاد ادب - دراصل بے ادبی میں پوری کوشش اس امر کی کیجا رہی ہے کہ نئی نسلوں کے سامنے اس نئے اخلاقی فلسفہ کو مزین بنا کر پیش کیا جائے اور پرانی اخلاقی قدروں کو دل و دماغ کے ایک ایک ریشے سے کھینچ کر نکال ڈالا جائے۔ مثال کے طور پر میں یہاں اردو کے نئے ادب کے چند نمونے پیش کروں گا۔

ہندوستان کے ایک مشہور ماہ نامے میں جسکو ادبی حیثیت سے اس ملک میں کافی وقعت حاصل ہے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "شیریں کا سبق"۔ صاحب مضمون ایسے صاحب ہیں جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ادبی حلقوں میں مشہور اور ایک بڑے عہدے پر فائز ہیں مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک نوجوان صاحبزادی اپنے استاد سے سبق پڑھنے بیٹھی ہیں اور درس کے دوران میں اپنے ایک نوجوان دوست کا نامۂ محبت استاد کے سامنے بغرض مطالعہ و مشورہ پیش فرماتی ہیں اس "دوست سے ان کی ملاقات کسی چار پارٹی میں ہو گئی تھی وہاں کسی لیڈی نے تعارف کی رسم ادا کر دی" اس وقت سے میل جول اور مراسلت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اب صاحبزادی یہ چاہتی ہیں کہ استاد جی ان کو اس دوست کے محبت ناموں کا

اخلاقی جواب لکھنا سکھا دیں۔ استاد کوشش کرتا ہے کہ لڑکی کو ان بیہودگیوں سے ہٹا کر پڑھنے کی طرف راغب کرے لڑکی جواب دیتی ہے۔

"پڑھنا تو میں چاہتی ہوں مگر ایسا پڑھنا جو میرے جاگتے کے خوابوں کی آرزوؤں میں کامیاب ہونے میں مدد دے۔ نہ ایسا پڑھنا کہ مجھے ابھی سے بڑھیا بنا دو" استاد پوچھتا ہے "کیا ان حضرت کے علاوہ تمہارے اور بھی کچھ نوجوان دوست لائق شمار ہیں؟" جواب ملتی ہے "کئی ہیں مگر اس نوجوان میں یہ خصوصیت ہے کہ بڑے مزے سے جھڑک دیتا ہے"۔ استاد کہتا ہے کہ اگر تمہارے ابا کو تمہاری اس خط و کتابت کا پتہ چل جائے تو کیا ہو؟ صاحبزادی جواب دیتی ہیں۔

"کیا ابا نے شباب میں اس قسم کے خط نہ لکھے ہوں۔ وہ اچھے خاصے فیشن ایبل ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ اب بھی لکھتے ہوں خدانخواستہ بوڑھے نہیں ہو گئے ہیں" استاد کہتا ہے کہ آج سے پچاس برس پہلے تو یہ خیال بھی ناممکن تھا کہ کسی شریف زادی کو محبت کا خط لکھا جائے۔ شریف زادی صاحبہ جواب میں فرماتی ہیں۔

"تو کیا اس زمانہ میں لوگ صرف بدذاتوں سے ہی محبت کرتے تھے بڑے مزے میں تھے اس زمانے کے بدذات اور بڑے بدمعاش تھے اس زمانہ کے شریف" شریف کے آخری الفاظ جن پر مضمون نگار نے گویا اپنے ادیبانہ تخلص کی جان توڑ دی ہے یہ ہیں۔

"ہم ہو گئے یعنی نوجوانوں کی دوہری ذمہ داری ہے وہ مسرتیں جو ہمارے بزرگ کھو چکے ہیں زندہ کریں اور وہ غصہ اور جھوٹ کی عادتیں جو زندہ ہیں انہیں دفن کریں"

ایک اور نامور ادبی رسالہ میں اب سے ڈیڑھ دو سال پہلے ایک مختصر افسانہ "ویٹنی" کے عنوان سے شائع ہوا تھا جس کا خلاصہ سیدھے سادے الفاظ میں یہ تھا کہ ایک شریف خاندان کی بن بیاہی لڑکی ایک شخص سے آنکھ لڑاتی ہے اپنے باپ کی غیر موجودگی اور ماں کی لاعلمی میں اس کو چپکے سے بلا لیتی ہے ناجائز تعلقات کے نتیجہ میں حمل قرار پا جاتا ہے اس کے بعد وہ اپنے اس ناپاک فعل کو حق بجانب ٹھیرانے کے لئے دل ہی دل میں یوں استدلال کرتی ہے۔

"میں پریشان کیوں ہوں؟ میرا دل دھڑکتا کیوں ہے؟ کیا میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا ہے کیا میں اپنی کمزوری پر نادم ہوں؟ شاید ہاں۔ لیکن اس رومانی چاندنی رات کی داستان تو میری کتاب زندگی میں سنہری الفاظ سے لکھی ہوئی ہے شباب کے مست لمحات کی اس یاد کو تو اب بھی میں اپنا سب سے زیادہ عزیز خزانہ سمجھتی ہوں کیونکہ میں ان لمحات کو واپس لانے کے لئے اپنا سب کچھ دینے کے لئے تیار نہیں۔

پھر کیوں میرا دل دھڑکتا ہے؟ کیا گناہ کے خوف سے؟ کیا میں نے گناہ کیا؟ نہیں میں نے گناہ نہیں کیا۔ میں نے کس کا گناہ کیا؟ میرے گناہ سے کس کو نقصان پہنچا میں نے تو قربانی کی۔ قربانی اس کے لئے، کاش کہ میں اس کے لئے اور بھی قربانی کرتی! گناہ سے میں نہیں ڈرتی لیکن ہاں شاید میں اس ذلیل سوسائٹی سے ڈرتی ہوں اس کی کیسی کیسی معنی خیز اشتباہ آمیز نظریں مجھ پر پڑتی ہیں۔

آخر میں اس سے کیوں ڈرتی ہوں؟ اپنے گناہ کے باعث؟ لیکن میرا گناہ ہی کیا ہے؟ کیا میں نے کیا ولیا ہی سوسائٹی کی کوئی اور لڑکی نہ کرتی؟ وہ سہانی رات وہ تنہائی وہ کتنا خوبصورت تھا اس نے کیسے میرے منہ پر اپنا منہ رکھ دیا۔ اور اپنی آغوش میں مجھے کھینچ لیا۔ کھینچ لیا آہ! اس کے گرم اور خوشبودار سینے سے میں کس اطمینان سے چمٹ گئی میں نے ساری دنیا ٹھکرا دی اور جواب کچھ ان چند لمحات عیش پر تج دیا۔ پھر کیا ہوا! کوئی اور کیا کرتا! کیا دنیا کی کوئی عورت اس وقت اس کو ٹھکرا سکتی تھی؟ گناہ میں نے ہرگز گناہ نہیں کیا میں ہرگز نادم نہیں ہوں میں پھر یہی کرنے کو تیار ہوں عصمت؟ عصمت ہے کیا؟ صرف کنوارپن! یا خیالات کی پاکیزگی! میں کنواری نہیں ہی لیکن کیا میں نے اپنی عصمت کھو دی؟

شادی! چڑیل سوسائٹی کو جو کچھ کرنا ہے کرلے وہ میرا کیا کر سکتی ہے! کچھ نہیں۔ میں اس کی پر حماقت انگشت نمائی سے کیوں جھینپوں؟ میں اس کی کانا پھوسی سے کیوں ڈروں؟ کیوں اپنا چہرہ زرد کروں! میں اس کے بے معنی تمسخر سے کیوں منہ چھپاؤں؟ میرا دل کہتا ہے کہ میں نے ٹھیک کیا۔ اچھا کیا خوب کیا۔ پھر میں کیوں چور بنوں؟ کیوں نہ ببانگ دہل اعلان کردوں کہ میں نے ایسا کیا اور خوب کیا"

یہ طرز استدلال اور یہ طرز فکر ہے جو ہمارے زمانہ کا ادیب ہر لڑکی۔ شاید خود اپنی بہن اور بیٹی کو بھی سکھانا چاہتا ہے۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ ایک جوان لڑکی کو چاندنی راتوں میں جو گرم سینہ بھی مل جائے اس سے اس کو چمٹ جانا چاہئے کیونکہ اس صورت حال میں یہی ایک طریق کار ممکن ہے اور جو عورت بھی ایسی حالت میں ہو وہ اس کے سوا کچھ کر ہی نہیں سکتی۔ یہ فعل گناہ نہیں بلکہ قربانی ہے اور اس سے عصمت پر بھی کوئی حرف نہیں آتا۔ بھلا خیالات کی پاکیزگی کے ساتھ کنوارپن کو قربان کر دینے سے بھی عصمت جاتی ہوگی اس سے تو عصمت میں اور اضافہ ہوتا ہے بلکہ یہ ایک ایسا شاندار کارنامہ ہے کہ ایک عورت کی زندگی میں اسے سنہری الفاظ میں لکھا جانا چاہئے اور اس کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس کی ساری کتاب زندگی ایسے ہی سنہرے الفاظ میں لکھی ہوئی ہو۔ رہی سوسائٹی تو وہ اگر ایسی عصمت مآب خواتین پر حرف رکھتی ہے تو وہ نادی اور چڑیل ہے قصور سارا خود ہے کہ ایسی ایثار پیشہ لڑکیوں پر حرف رکھتی ہے۔ کہ وہ صاحبزادی جو ایک رومانی رات میں کسی کھلی ہوئی آغوش کے اندر کھینچ جانے سے انکار نہ فرما سکیں ایسی ظالم سوسائٹی جو اتنے اچھے کام کو برا کہتی ہے ہرگز اس کی مستحق نہیں کہ اس سے ڈرا جائے اور برے انجام کے خوف سے اس سے منہ چھپایا جائے۔ نہیں ہر لڑکی کو علانیہ اور بیباکانہ اس فضیلت اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور خود شرمندہ ہونے کے بجائے ہو سکے تو الٹا سوسائٹی کو شرمندہ کرنا چاہئے۔

یہ جرأت و جسارت کبھی بازار میں بیٹھنے والی بیسواؤں کو بھی نصیب نہ تھی کیونکہ ان بدنصیبوں کے پاس ایسا فلسفۂ اخلاق نہ تھا جو گناہ کو صواب اور صواب کو گناہ کر دیتا۔ اس وقت کی بیسوا عصمت فروشی تو کرتی تھی مگر اپنے آپ کو خود ذلیل اور گنہگار سمجھتی تھی مگر اب یہ نیا ادب ہر گھر کی بہو اور بیٹی کو پہلے زمانہ کی بیسوا سے بھی دس قدم آگے بڑھا دینا چاہتا ہے کیونکہ یہ بدمعاشی و فحش کاری کی پشتیبانی کے لئے ایک نیا فلسفۂ اخلاق پیدا کر رہا ہے۔

ایک اور رسالہ میں جسکو ہمارے ملک کے ادبی حلقوں میں کافی مقبولیت حاصل ہے ایک افسانہ "دیوار" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ مصنف ایک ایسے صاحب ہیں جن کے والد مرحوم کو عورتوں کے لئے بہترین اخلاقی لٹریچر پیدا کرنے کا فخر حاصل تھا اور اسی خدمت کی وجہ سے غالباً وہ ہندوستان کی اردو خواں عورتوں میں مقبول ترین بزرگ تھے۔ اس افسانہ میں نوجوان ادیب صاحب ایک ایسی لڑکی کے کیرکٹر کو خوشنما بنا کر اپنی بہنوں کے لئے نمونہ کے طور پر پیش

زمانے میں جو شادی سے پہلے ہی اپنے دیور کی بھرپور جوانی اور شباب کے ہنگاموں کا خیال کر کے اپنے جسم میں تھرتھری پیدا کر لیا کرتی تھی اور کنوار پنے ہی میں جس کا مستقل نظریہ یہ تھا کہ جو جوانی خاموش اور بے کیف گزر جائے اس میں اور ضعیفی میں کوئی فرق نہیں میرے نزدیک تو جوانی کے لئے ہنگامے ضروری ہیں جن کا لطف عشق، حسن دوستی، آزادی نظر اور ان ارادوں کو سننا ہے۔ جب یہ صاحبزادی بیاہی گئیں تو اپنے ڈاڑھی والے شوہر کو دیکھ کر ان کے جذبات پر اوس پڑ گئی اور انہوں نے پہلے سے سوچے ہوئے نقشے کے مطابق فیصلہ کر لیا کہ اپنے شوہر کے حقیقی بھائی سے دل لگائیں گی چنانچہ بہت جلدی اس کا موقعہ آگیا۔ شوہر صاحب حصول تعلیم کے لئے ولایت چلے گئے اور ان کے پیچھے بیوی نے شوہر کی اور بھائی نے بھائی کی خوب دل کھول کر خیانت کی۔ مصنفہ نے اس کا تمام لوخونا اس مجرمہ کے قلم سے لکھا ہے۔ وہ اپنی ایک سہیلی کو جس کی شادی ابھی نہیں ہوئی ہے اپنے تمام کرتوت آپ اپنے قلم سے لکھ کر بھیجتی ہے وہ تمام مراحل پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہے جن سے دیور اور بھاوج کی یہ آشنائی گذر کر آخری مرحلہ تک پہنچی۔ قلب اور جسم کی حقیقی کیفیت صنفی اختلاط کی حالت میں واقع ہو سکتی ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی بیان کرنے سے وہ نہیں چوکتی بس اتنی کسر رہ گئی ہے کہ فعل مباشرت کی تصویر نہیں کھینچی گئی شاید اس کوتاہی میں یہ بات ملحوظ ہو گی کہ ناظرین و ناظرات کا تخیل تھوڑی سی زحمت اٹھا کر خود ہی اس کی خانہ پری کر لے۔

اس نئے ادب کا اگر فرانس کے اس ادب سے مقابلہ کیا جائے جس کے چند نمونے ہم نے اس سے پہلے پیش کئے ہیں تو صاف نظر آجائیگا کہ یہ قافلہ اسی راستے سے اسی منزل کی طرف جا رہا ہے اسی نظام زندگی کے لئے ذہنوں کو فکری اور اخلاقی حیثیت سے تیار کیا جا رہا ہے اور عنان توجہ خاص طور پر عورتوں کی طرف منعطف ہے تاکہ ان کے اندر حیا کی ایک رمق بھی باقی نہ چھوڑی جائے۔

تمدن جدید فلسفہ اخلاق اور نظریۂ زندگی میدان میں اکیلا نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ سرمایہ دارانہ نظام تمدن اور مغربی جمہوریت کے اصول بھی برسرکار آگئے ہیں اور یہ تینوں طاقتیں مل جل کر زندگی کا وہی نقشہ بنا رہی ہیں جو مغرب میں بن چکا ہے۔ صنفیات پر بدترین قسم کا فحش لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے جو مدرسوں اور کالجوں کے طالبین و طالبات تک کثرت سے پہنچتا ہے۔ عریاں تصویریں اور آبرو باختہ عورتوں کی شبیہیں ہر اخبار، ہر رسالے، ہر گھر اور ہر دکان کی زینت بن رہی ہیں گھر گھر اور بازار بازار گراموفون کے وہ ریکارڈ بج رہے ہیں جن میں نہایت رکیک اور گندے گیت بھرے جاتے ہیں۔ سینما کا سارا کاروبار جذبات شہوانی کی انگیخت پر چل رہا ہے اور پردۂ سیمیں پر عشق بازی و بے حیائی کو ہر شام اتنا مزین بنا کر پیش کیا جاتا ہے کہ ہر لڑکے اور لڑکی کی نگاہ میں ایکٹروں اور ایکٹریسوں کی اسوہ حسنہ بنکر رہ جاتی ہے ان شوق پرور و تمنا آفرین کھیلوں کو دیکھ کر دونوں صنفوں کے نوجوان جب تماشاگاہ سے نکلتے ہیں تو ان کے بے چین دل سے ہر طرف عشق و رومان کے مواقع ڈھونڈھنے لگتے ہیں یہ سب سرمایہ دارانہ انتفاع کی مختلف شکلیں ہیں اسی سرمایہ دارانہ نظام زندگی کی بدولت بڑے شہروں میں وہ حالات تیزی کیساتھ پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں جن میں بہت سی عورتوں کے لئے اپنی روزی آپ کمانا ناگزیر ہو جاتا ہے اور اسی ظالمانہ نظام کی بدولت ضبط حمل کا پروپیگنڈا اپنی دواؤں اور اپنے آلات کے ساتھ میدان میں آگیا ہے۔

جدید جمہوری نظام نے جس کی برکات زیادہ تر انگلستان اور فرانس کے توسط سے مشرقی ممالک تک پہنچی ہیں ایک طرف عورتوں کے لئے سیاسی اور اجتماعی سرگرمیوں کے راستے کھول دیئے ہیں، دوسری طرف ایسے ادارات قائم کئے ہیں جن میں عورتوں اور مردوں کے خلط ملط ہونے کی صورتیں لازماً پیدا ہوتی ہیں اور تیسری طرف قانون کی بندشیں اتنی ڈھیلی کر دی ہیں کہ فواحش کا اظہار ہی نہیں بلکہ عملی ارتکاب بھی اکثر و بیشتر حالات میں جرم نہیں ہے۔

ان حالات میں جو لوگ پورے انشراح قلب کے ساتھ زندگی کے اس راستے پر جانے کا فیصلہ کر چکے ہیں ان کے اخلاقیات اور ان کی معاشرت میں قریب قریب مکمل انقلاب واقع ہو گیا ہے ان کی خواتین اب ایسے لباسوں میں نکل رہی ہیں کہ ہر عورت پر تھیٹر ایکٹریس کا دھوکا ہوتا ہے ان کے اندر پوری بے حیائی پائی جاتی ہے بلکہ لباس کی عریانی، رنگوں کی شوخی بناؤ سنگھار کے اہتمام اور ایک ایک ادا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صنفی مقناطیس بننے کے سوا کوئی دوسرا مقصد ان خواتین کے پیش نظر نہیں ہے۔ حیا کا یہ عالم ہے کہ غسل کا لباس پہن کر مردوں کے ساتھ نہانا حتیٰ کہ اس حالت میں اپنے فوٹو کھنچوانا اور اخبارات میں شائع کرا دینا بھی اس طبقہ کی کسی شریف خاتون کے لئے موجب شرم نہیں ہے بلکہ شرم کا سوال وہاں سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔ جدید اخلاقی تصورات کے لحاظ سے انسانی جسم کے سب حصے یکساں ہیں۔ اگر ہاتھ کی ہتھیلی اور پاؤں کے تلوے کو کھولا جا سکتا ہے تو آخر پنڈلی، ران اور پستان کو کھول دینے میں کیا مضائقہ ہے؟ زندگی کا لطف جس کے مظاہر کا مجموعی نام آرٹ ہے ان لوگوں کے نزدیک ہر اخلاقی قید سے بالاتر بلکہ بجائے خود معیار اخلاق ہے اسی بنا پر ماں باپ اور بھائی اس وقت فخر و مسرت کے مارے پھولے نہیں سماتے جب ان کی آنکھوں کے سامنے کنواری بیٹی اور بہن اسٹیج پر موسیقی اور رقص اور معشوقانہ اداکاری کے کمالات دکھا کر سینکڑوں پرجوش ناظرین و سامعین سے داد تحسین حاصل کرتی ہے۔ مادی کامیابی جس کا دوسرا نام مقصد زندگی ہے ان کی رائے میں ہر اس ممکن چیز سے زیادہ قیمتی ہے جسے قربان کر کے یہ شے حاصل کی جا سکتی ہو۔ جس لڑکی نے اس گوہر مقصود کے حصول کی قابلیت اور سوسائٹی میں مقبول ہونے کی لیاقت بہم پہنچا لی اس نے اگر عصمت کھو دی تو گویا کچھ بھی نہ کھویا بلکہ سب کچھ پا لیا۔ اسی بنا پر یہ بات کسی طرح ان کی سمجھ میں آتی ہی نہیں کہ کسی لڑکی کا لڑکوں کے ساتھ مدرسے یا کالج میں پڑھنا یا عالم جوانی میں تنہا حصول تعلیم کے لئے یورپ جانا آخر کیوں قابل اعتراض ہو۔

مستغربین سے فیصلہ یہ ہیں وہ لوگ جو پردے پر سب سے بڑا اعتراض کرتے ہیں ان کے نزدیک یہ پردہ ایسی ایک حقیر بلکہ بدیہی البطلان چیز ہے کہ اس کی تضحیک کر دینا اور اس پر پھبتیاں کس دینا ہی اس کی تردید کے لئے کافی دلیل ہے۔ لیکن ان کا یہ رویہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص انسانی چہرے پر سے ناک نظر آئے۔ اس قسم کے جاہلانہ مغالطوں سے صرف جاہل ہی مرعوب ہو سکتے ہیں۔ ان کو اگر ان کے اندر کوئی معقولیت

موجود ہے یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے اور ان کے درمیان دراصل قدروں کا بنیادی اختلاف ہے۔ جن چیزوں کو ہم قیمتی سمجھتے ہیں وہ ان کے نزدیک بے قیمت ہیں لہٰذا اپنے معیارِ قدر کے لحاظ سے جس طرزِ عمل کو ہم ضروری سمجھتے ہیں وہ لامحالہ ان کی نگاہ میں قطعاً غیر ضروری بلکہ مہمل ٹھیرنا ہی چاہیے۔ مگر ایسے بنیادی اختلاف کی صورت میں وہ صرف ایک خفیف العقل آدمی ہی ہو سکتا ہے جو اصل بنائے اختلاف پر گفتگو کرنے کے بجائے فروع پر حملہ شروع کر دے۔

انسانی قدروں کے تعین میں فیصلہ کن چیز اگر کوئی ہے تو وہ قوانینِ فطرت ہیں قوانینِ فطرت کے لحاظ سے انسان کی ساخت جس چیز کی مقتضی ہو اور جس چیز میں انسان کی صلاح اور فلاح مضمر ہو وہ اصل قدر کی مستحق ہے اور اس معیار پر جانچ کر دیکھیں کہ قدروں کے اختلاف میں ہم راستی پر ہیں یا تم۔ جو علمی دلائل جو کچھ تمہارے پاس ہیں انہیں لے آؤ اور جو دلائل ہم رکھتے ہیں انہیں ہم پیش کرتے ہیں پھر بااستنباط اور ذی عقل انسانوں کی طرح دیکھو کہ وزن کس طرف ہے۔ اس طریقہ سے اگر ہم اپنے معیارِ قدر کو صحیح ثابت کر دیں تو تمہیں اختیار ہے چاہے ان قدروں کو قبول کرو جو خالص علم اور عقل پر مبنی ہیں، چاہے انہی قدروں کے پیچھے پڑے رہو جو محض تعصب اور نفسانی رجحان کی بنا پر تم نے پسند کی ہیں۔ مگر اس دوسری صورت میں تمہاری اپنی پوزیشن اس قدر کمزور ہو جائیگی کہ ہمارے طرزِ عمل کی تضحیک کرنے کے بجائے تم خود تضحیک کے مستحق بنکر رہ جاؤ گے۔

دوسرا گروہ

اس کے بعد ہمارے سامنے دوسرا گروہ آتا ہے۔ پہلے گروہ میں تو غیر مسلم اور نام نہاد مسلمان دونوں قسم کے لوگ شامل ہیں مگر یہ دوسرا گروہ تمام تر مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ ان لوگوں میں آجکل نیم حجابی اور نیم بے حجابی کی ایک عجیب معجون مرکب استعمال کی جا رہی ہے۔ یہ مذبذبین بین ذٰلک لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء کے صحیح مصداق ہیں۔ ایک طرف تو یہ اپنے اندر اسلامی جذبات رکھتے ہیں۔ اخلاق، تہذیب، شرافت اور حسنِ سیرت کے ان معیاروں کو مانتے ہیں جن کو اسلام نے پیش کیا ہے، اپنی عورتوں کو حیا اور عصمت کے زیور سے آراستہ اور اپنے گھروں کو اخلاقی نجاستوں سے پاک رکھنے کے خواہشمند ہیں اور ان نتائج کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جو مغربی تمدن و معاشرت کے اصولوں کی پیروی سے رونما ہوئے ہیں اور ہونے چاہئیں۔ مگر دوسری طرف اسلامی نظامِ معاشرت کے اصول و قوانین کو توڑ کر کچھ رکھتے کچھ جھجکتے اسی طرف اپنی بیویوں بہنوں اور بیٹیوں کو لئے چلے جا رہے ہیں جو مغربی تہذیب کا راستہ ہے۔ یہ لوگ اس غلط فہمی میں ہیں کہ آدھے مغربی اور آدھے اسلامی طریقوں کو جمع کر کے یہ دونوں تہذیبوں کے فوائد و منافع اکٹھا کر لیں گے یعنی ان کے گھروں میں اسلامی اخلاق بھی محفوظ رہیں گے، ان کی خانگی زندگی کا نظم بھی برقرار رہے گا اور اس کے ساتھ ان کی معاشرت اپنے اندر مغربی معاشرت کی برائیاں نہیں بلکہ صرف اس کی دلفریبیاں، اس کی لذتیں اور اس کی مادی منفعتیں جمع کر لیگی۔ لیکن اول تو دو مختلف الاصل اور مختلف المقصد تہذیبوں کی آدھی آدھی شاخیں کاٹ کر پیوند لگانا ہی درست نہیں کیونکہ اس طرح کے بے جوڑ امتزاج سے دونوں کے فوائد جمع ہونے کے بجائے دونوں کے نقصانات جمع ہو جانا زیادہ قریب از قیاس ہے۔ دوسرے یہ بھی خلافِ عقل اور خلافِ فطرت ہے کہ ایک مرتبہ اسلام کے منضبط اخلاقی نظام کی بندشیں ڈھیلی کر لے اور نفوس کو قانون شکنی سے لذت آشنا کر دینے کے بعد آپ اس سلسلہ کو اسی حد پر روک رکھیں گے جس کو آپ نے خیالی از مصلحت سمجھ رکھا ہے۔ نیم عریاں لباسوں کا رواج، یہ زینت و آرائش کا شوق، یہ دوستوں کی محفلوں میں بیباکی کے ابتدائی سبق، یہ سنیما اور یہ گندہ تصویروں اور عشقیہ افسانوں سے بڑھتی ہوئی دلچسپی، یہ مغربی ڈھنگ پر لڑکیوں کی تعلیم، بہت ممکن ہے کہ اپنا فوری اثر نہ دکھائے، بہت ممکن ہے کہ موجودہ نسل اس کی مضرتوں سے محفوظ رہ جائے لیکن یہ کہنا کہ آئندہ نسلیں بھی اس سے محفوظ رہیں گی ایک صریح نادانی ہے۔ تمدن اور معاشرت میں ہر غلط طریقہ کی ابتدا بہت معصوم ہوتی ہے مگر ایک نسل سے دوسری نسل اور دوسری سے تیسری نسل تک پہنچتے پہنچتے وہی چھوٹی سی ابتدا ایک خوفناک غلطی بن جاتی ہے۔ خود یورپ اور امریکہ میں بھی جن غلط بنیادوں پر معاشرت کی تنظیمِ جدید کی گئی تھی اس کے نتائج فوراً ظاہر نہیں ہو گئے تھے بلکہ اس کے پورے پورے نتائج اب تیسری اور چوتھی پشت میں ظاہر ہوئے ہیں۔ پس یہ مغربی اور اسلامی طریقوں کا امتزاج اور یہ نیم بے حجابی دراصل کوئی مستقل اور پائیدار چیز نہیں ہے۔ دراصل اس کا فطری رجحان تمامتر مغربیت کی طرف ہے اور جو لوگ اس طریقہ پر چل رہے ہیں ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ انہوں نے فی الحال اس سفر کی ابتدا کی ہے جس کی آخری منزلوں تک اگر وہ نہیں تو ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پہنچ کر رہے گی۔

فیصلہ کن سوال

ایسی حالت میں قدم آگے بڑھانے سے پہلے ان لوگوں کو خوب غور و خوض کر کے ایک بنیادی سوال کا فیصلہ کر لینا چاہیے جو مختصراً حسب ذیل ہے:-

کیا آپ مغربی معاشرت کے ان نتائج کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں جو یورپ اور امریکہ میں رونما ہو چکے ہیں اور جو اس طرزِ معاشرت کے طبعی اور یقینی نتائج ہیں؟ کیا آپ اس کو پسند کرتے ہیں کہ آپ کی سوسائٹی میں بھی وہی ہیجان انگیز اور شہوانی جذبات پیدا ہوں؟ آپ کی قوم میں بھی اسی طرح بے حیائی، بے عصمتی اور فواحش کی کثرت ہو؟ امراضِ خبیثہ کی وبائیں پھیلیں؟ خاندان اور گھر کا نظام درہم برہم ہو جائے، طلاق اور تفریق کا زور ہو؟ نوجوان مرد اور عورتیں آزاد شہوت رانی کے خوگر ہو جائیں؟ منعِ حمل اور اسقاطِ حمل اور قتلِ اولاد سے نسلیں منقطع کی جائیں؟ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں حدِ اعتدال سے بڑھی ہوئی شہوانیت میں اپنی بہترین عملی قوتوں کو ضائع اور اپنی صحتوں کو برباد کریں؟ حتیٰ کہ کمسن بچوں تک میں قبل از وقت صنفی میلانات پیدا ہونے لگیں اور اس سے ان کے دماغی و جسمانی نشو و نما میں ابتدا ہی سے فتور برپا ہو جایا کرے!

اگر مادی منفعتوں اور حسی لذتوں کی خاطر آپ ان سب چیزوں کو گوارا کرنے کے لئے تیار ہیں تو بلا تامل مغربی راستے پر تشریف لے جائیے اور اسلام کا نام اپنی زبان پر نہ لائیے۔ اس راستے پر جانے سے پہلے آپ کو اسلام سے قطعِ تعلق کا اعلان کرنا پڑے گا تاکہ آپ بعد میں اس نام کو استعمال کر کے کسی کو دھوکہ نہ دے سکیں اور آپ کی رسوائیاں اسلام اور مسلمانوں کے لئے موجبِ ننگ و عار نہ بن سکیں۔

لیکن اگر آپ ان نتائج کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اگر آپ کو ایسے صالح اور پاکیزہ تمدن کی ضرورت ہے جس میں اخلاقِ فاضلہ اور ملکاتِ شریفہ پرورش پا سکیں جس میں انسان کو اپنی عقلی اور روحانی اور مادی ترقی کے لئے ایک پرسکون ماحول مل سکے جس میں عورت و مرد صنفی جذبات کی خلل اندازی سے

تذکرۃ الصحابہ

حضرت ابوطلحہؓ انصاری

غزوات میں سرفروشی کا اظہار رئیس یثرب تھے آپ ایک معزز حیثیت کے حامل تھے اور اپنے قبیلہ کے رئیس سمجھے جاتے تھے پیشتر از اسلام آپ شراب پیتے تھے اور بڑے دہریت کے ساتھ پیتے تھے لیکن طلوع اسلام کے بعد کا ایمان آپ کی عمر بیس اکیس سال ہی کی تھی کہ آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ گرامی حضرت ام سلیمؓ کو آپ نے نکاح کا پیغام دیا جس کے جواب میں اس معزز خاتون نے کہلا بھیجا کہ جب تک اسلام قبول نہ کر لو گے میں نکاح پر رضامند نہ ہوں گی چنانچہ آپ نے اسلام قبول کر لیا اور دونوں کا نکاح ہو گیا حضور نبی کریم [illegible] لے گئے جب وہ گئے تھے حضور سرور کائنات [illegible] سے تو آپ کو حضرت [illegible] بالآخر تمام غزوات میں شریک حالت کے ساتھ رہے غزوہ احد میں جب بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے تھے لیکن آپ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ قائم تھے اور پوری سرفروشی کے ساتھ آپ کی حفاظت کے فرائض مستعدی سے انجام دے رہے تھے آپ کی سرفروشی اور جان نثاری سے خوش ہو کر حضور نے فرمایا تھا کہ فوج میں ایک ابوطلحہ کی آواز سو آدمی سے بہتر ہے حضور کی حفاظت کرتے کرتے آپ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا اور آپ کے منہ سے اشک نہ نکلی تھی تمام غزوات کا حق ادا کر رہے تھے غزوۂ خیبر میں بھی آپ کا اونٹ حضور نبی کریم کے اونٹ کے بالکل برابر تھا۔

غزوۂ حنین میں آپ نے تنہا بیس اکیس کافروں کو موت کا شکار کیا اور سب کا تمام سامان آپ ہی کو غنیمت کے طور پر ملا۔

مجلس انتخاب خلیفہ کی نگرانی حضور نبی کریم کی قبر مبارک کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا آپ کو اتنا صدمہ ہوا کہ وصال نبوی کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کی سکونت بھی ترک کر دی مگر پھر بھی یہ عالم تھا کہ جب آنحضرت یاد آتی تو مدینہ منورہ کا عزم لیکر چل کھڑے ہوتے اور مہینوں کا سفر پاپیادہ طے کرکے مزار پرانوار پر حاضر ہوتے اور اپنے قلب بیتاب کے لئے سامان تسلی فراہم کرتے۔ شام میں آپ نے توطن اختیار کر لیا تھا اور وہیں رہنے لگے تھے عہد صدیقی کا تمام زمانہ اور عہد فاروقی کا بیشتر حصہ شام ہی میں بسر ہوا جب حضرت فاروق اعظم مجروح ہوئے ہیں تو آپ کی ذات پر انہیں اتنا اعتماد تھا کہ بلا کر یہ حکم دیا کہ تم پچاس انصاریوں کو لیکر مسلح ہو کر موجود رہو اگر چار آدمی ایک طرف ہوں اور دو مخالفت کریں تو ان دونوں کے سر قلم کرا دو اگر پلہ برابر ہو تو اس فریق کو بھی سر اور سمجھا جائے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں اور تین دن گذر نے پر بھی مجلس کسی نتیجہ پر نہ پہنچے تو سب کے سر اڑا کر رکھ دو چنانچہ جب حضرت مسور بن مخرمہ کے گھر میں مجلس انتخاب کے اجلاس شروع ہوئے تو آپ حفاظت کے لئے دروازہ بند کئے کھڑے ہوئے تھے تو باشمی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا اور کسی کے انتخاب پر راضی ہی نہ ہو سکتے تھے چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بابستگی کہا کہ آپ تو اپنا فیصلہ خود کریں اور اسے مجلس کے سپرد نہ کریں حضرت علی کرم اللہ

وجہہ کچھ کہہ رہے تھے کہ آپ پر نظر پڑی خاموش ہو گئے بولے "کچھ خوف نہ کیجئے"
اسی طرح ایک دن جب حضرات عمرو بن العاصؓ و مغیرہ بن شعبہؓ آکر دروازہ پر بیٹھ گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان کے کنکریاں ماریں جس پر یہ برہم ہوئے تو حضرت ابوطلحہؓ نے بڑھکر روکا اور فرمایا کہ آپ لوگ معمولی جھگڑوں میں الجھ رہے ہیں لیکن اب میں تین روز سے زیادہ ہرگز مہلت نہ دوں گی۔

شوق جہاد اور لاش کی سلامتی اس کے بعد آپ عزلت گزیں ہو گئے اور عبادت الٰہی میں زندگی کے باقی ایام گذار دیئے۔ ستر برس کی عمر ہو گئی تھی کہ ایک روز تلاوت کلام اللہ کے دوران میں سورہ برات کی آیت انفروا خفافا و ثقالا پر پہنچے تو یکایک جوش آگیا اور گھر والوں سے کہا میں جہاد پر جاتا ہوں چونکہ اس پیری میں روزے بھی رکھتے تھے بہت لاغر ہو گئے تھے گھر والوں نے بہت سمجھایا کہ عہد رسالت و زمانہ شیخین کرام میں آپ غزوات و جہاد میں پوری جانبازی کا مظاہرہ کرکے اپنا فرض ادا کر چکے ہیں اب آرام سے گھر میں یاد خدا کیجئے آپ کی طرف سے اس فریضہ مذہبی کی ادائیگی کے لئے ہم تیار ہیں لیکن آپ شوق جہاد میں سرشار تھے نہ مانے اور ستر برس کا یہ جلیل القدر بزرگ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

اسی زمانہ میں ایک بحری مہم روانہ ہو رہی تھی اس میں شامل ہو کر جہاز پر سوار ہو گئے ضعف پیری اور کثرت صیام میں طاقت باقی نہ رہی تھی طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اتفاق سے اس وقت جہاز طوفان میں پھنسا ہوا تھا سات روز میں کہیں ایک جزیرہ کے کنارہ جا کر لگا اور لاش ویسے ہی رکھی رہی اس میں ایک ہفتہ کے اندر ذرہ برابر بھی تغیر واقع نہ ہوا تھا لوگوں نے خشکی پر اتر کر اسی جزیرہ میں آپ کو سپرد خاک کیا۔ خاصان خدا کی لاش کو مٹی نہیں کھا سکتی اور نہ اس میں کبھی نقص واقع ہوتا ہے ہم نے اپنے سلسلہ سہروردیہ میں یہ بھی مشاہدہ کیا ہے کہ جس کا قلب جاری ہو گیا اور ایک دو لطائف بھی آخر وقت تک قائم رہ گئے تو لاش کے ٹھنڈا ہونے پر بھی نہ ان کی حرکت میں فرق آیا اور نہ لاش گلی سڑی ایک مدت کے بعد بھی لاش بجنسہ سالم پائی گئی صحابہ تو بڑی چیز ہیں اور بہترین مخلوق تھے ان کی لاشوں میں کب کوئی فرق محسوس ہو سکتا تھا۔ حضرت طلحہ اور شہدائے احد کی لاشیں ایک مدت کے بعد نکالی گئیں اور اسی حالت میں پائی گئیں سنہ انتقال ۳۴ھ ہے۔

علم و فضل حضرت ابوطلحہ فضلائے روزگار میں تھے بکثرت احادیث یاد تھیں مگر بنظر احتیاط روایت بہت کم کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ سے صرف بانوے احادیث مروی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے نہیں آتے۔ آپ بھی تصویر سے منع فرماتے تھے لیکن جب لوگ عیادت کو گئے تو دروازہ والے پردہ پر تصویر بنی ہوئی تھی حضرت زید بن خالد بول اٹھے کہ آپ کے پردہ پر تصویر بنی ہوئی ہے حالانکہ کل ہی آپ نے تصویر

بیشمار خوبیوں والا قرآن

خوشنما قرآن ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب
مولوی کے برابر تقطیع ۔۔۔ صفحات قرآن مجید
ہر صفحہ کا معلومات قرآنی ابتدا میں۔ کاغذ
مولوی جیسا چکنا مقبول قرآن ہے مولوی
اشرف علی صاحب کے ترجمہ میں سب سے سستا
قرآن شریف یہی ہے اور چند سال کے عرصہ
میں ۲۵ ہزار قرآن ناظرین مولوی بھی
لے چکے ہیں۔ اب کے کاغذ کا حساب ہو
تو تین روپے ہدیہ ہو جائے۔ لاگت سے
بہت کم ہدیہ مجلد سنہری ایک روپیہ ڈیڑھ
ہدیہ۔ مجلد چرمی ... محصول ۱۳

لاجواب قرآن مجید

آج کمپنی لمیٹڈ کا چھاپا ہوا عکسی قرآن شریف
مولوی کے برابر تقطیع ۲۰×۳۰ صفحات ہر صفحہ
پر اعلیٰ نقش ونگار ہر سورت کی ابتدا میں کاپی
ہر آیت پر نمبر ہر سورت کے آخر میں تعداد کلمات
کا مجموعہ ہر صفحہ میں تیرہ سطریں ہر سطر میں
اوسطاً ۱۰ الفاظ بہت کشادہ تحریر بہترین
کتابت، اعراب ٹھیک ہر حرف پڑھنے میں
شبہ کی گنجائش نہیں۔ کاغذ نہایت سفید چکنا
دبیز جز بندی اعلیٰ جلد چرمی پشت والی
نہایت عمدہ رنگ جیسے اعلیٰ ... ہدیہ
تین روپے۔ محصول ... الگ

سب سے بڑی تفسیر والا

اتنی بڑی تفسیر حاشیہ پر کسی قرآن میں نہیں
ہے اس کا ترجمہ عام فہم ہے اور تفسیر مولانا
دام جلالی کی ہے جن کی تفسیر براہ آپ شوق
سے پڑھتے ہیں۔ ابتدا میں مضامین قرآنی
کی ایک بہت بڑی فہرست ہے فیروزی کاغذ
ہے نہایت صاف چھپا ہوا ہے تقطیع ۱۲ انچ
طول۔ ۹ انچ عرض، ترجمہ ایسا صاف اور
مربوط ہے کہ صرف ترجمہ پڑھیں تو گویا ایک
مسلسل کتاب پڑھ رہے ہیں۔ یہ بات تو
آج تک کسی ترجمہ میں پیدا ہی نہیں ہوئی
ہدیہ مجلد چرمی پشت تین روپے محصول ...

اورنگ زیبی قرآن

غازی اعظم اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند
کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی قرآن مجید جس کو حضرت
خواجہ حسن نظامی نے اپنے خاص اثر سے حاصل
کرکے فوٹو بلاک طیار کرائے اور سات ہزار
روپیہ اس سلسلہ میں بے دریغ خرچ کر دیا
اب یہ بلاک سید یہ پریس نے چھاپ لئے
ہیں ۸۷۲ صفحات اردے کا کاغذ تقطیع
۸ انچی × ۴ انچی جزبندی کی مجلد
ہدیہ صرف ۱۲ ایک تاریخی یادگار ہے
بہت صاف چھپی ہوئی ہے
ہدیہ رعایتی ۱۲ محصول ڈاک ۱۰

کارڈ سائز مترجم حمائل

مولوی کے نو ہزاروں کے لئے مجلد یہ پریس نے
چھاپی کیونکہ سدا انتہائی کہہ رہے تھے کہ
سستی مترجم حمائل چاہئے۔ کاغذ بہت گراں
ہے پھر بھی مجلد کا ہدیہ صرف دس آنے ہے
قرآن کا نی ... ترجمہ صاف، مولانا شاہ
عبدالقادر صاحب ۔۔۔ صفحات خاندانی
... سب کو حیرت ہے کہ مترجم حمائل جس کا
کاغذ چھپائی حد اعلیٰ ہو دس آنے میں جب
تولی نہیں کہ کاغذ کی قیمت کا ہوا۔ یہ
آپ کی امداد کا اعجاز ہے ہدیہ مجلد پانچ
سنہری منقش ۱۰ مجلد چرمی ۱۴

بچوں کا آسان قرآن

ابھی ابھی طیار ہوا ہے بہت ڈبل کاغذ جو
مشکل سے پھٹ سکے، موٹی تقطیع حروف
الگ الگ اعراب ٹھیک حروف پر اگر
الفاظ کے ٹکڑے کر لیں تو بالکل حروف
ہجی بن جائیں اور بچہ اس قدر آسانی
سے صحیح پڑھ لیتا ہے کہ استاد کو بتلانے کی ضرورت
نہیں رہتی صرف قاعدہ یسرنا القرآن پڑھا
دیجئے اور قرآن شریف لگا دیجئے اور چند
روز میں دیکھ لیجئے کہ آپ کا بچہ کمال سبق
نکال لے گا۔ یوں سمجھئے کہ یہ قرآن صرف بچوں
کو پڑھانے کے لئے چھاپا ہے۔ مجلد ۱۴

بیان القرآن

معارف قرآنی کی بہترین کتاب از جناب مولانا
مولوی محمد عبدالباری صاحب فرنگی محلی جس میں
قرآن مجید کی تلاوت کے آداب، نزول آیات
قرأت، کتابت وجمع قرآن کے مستند حالات
آیات سے نکلنے والے احکام اور ضروری معلومات
اردو خوانوں کے لئے مہیا کی گئی ہے آخر میں
قرآن مجید کے اعجاز نما اثرات ہیں اور اعمال
قرآنی سو فیصدی مجرب ہیں۔ جو مولانا کے خاندان
اور سینہ بسینہ ہیں۔ علامہ عبدالباری بڑے
پایہ کے عالم درویش تھے۔ جن کے علمی ... اور ان
مرید معتقد ہے۔ قیمت چھ آنے

قرآن وحدیث کی دعا

دعا کو حدیث شریف میں عبادت کا مغز بتایا
ہے یعنی عبادت کا مقصد ملتا ہے جب
دعا کرے اور خدا کے حضور میں طلب کرنے کا
طریقہ بھی معلوم ہو تو عبادت کا مقصد پورا
ہو جاتا ہے دوسری بات الفاظ ہیں الفاظ
کا اثر مخصوص ہوتا ہے اس کتاب میں قرآن
پاک کی وہ سب دعائیں مترجم ہیں جو خدا
نے سکھلائے کرائیں۔ اور مقبولیت دعا کے
سارے طریقے بتائے گئے ہیں۔ جو انبیاء اور
اولیاء سے روایتاً پہنچے ہیں۔ ۱۲۸ صفحات
قیمت صرف آٹھ آنے ۸

تراجم احادیث شریف

صحاح ستہ کی چھ کتابیں جن کو یاد کر کے
مولوی کی سند ملتی ہے اب اردو میں ترجمہ
ہو گئی ہیں بخاری تین جلدوں میں ...
صفحات نہایت اعلیٰ کاغذ آٹھ روپے مسلم
شریف دو جلدوں میں ایک ہزار صفحات
مجلد چرمی چار روپے ترمذی ۲ ... صفحات
دو جلدوں میں مجلد چرمی للعہ ابو داؤد
... صفحات ۲ جلدوں میں مجلد چرمی
چار روپے ابن ماجہ ۶۰۰ صفحات ایک
جلد مجلد چرمی ... کل تیئس روپے سب
ساتھ لیں تو بیس روپے میں

بڑی مشکوٰۃ شریف

یعنی حدیث شریف کی دس صحیح کتابوں کا اردو
میں انتخاب صرف اردو ترجمہ عربی ساتھ نہیں
ہے بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد۔ ابن ماجہ
نسائی سنن امام مالک امام احمد امام شافعی
امام بیہقی دس کتابوں کا عطر ہے دو جلدوں
میں پہلی جلد پانسو صفحات اس میں ۲۶۰۰
حدیثیں ہیں۔ دوسری جلد پانسو صفحات اس میں
۲۳۸۰ حدیثیں ہیں آخر میں ایک ہزار راویوں کے
کمالات ہیں جن سے احادیث مروی ہیں
دونوں جلدیں مجلد ہیں۔ قسم اول مجلد چرمی
چار روپے قسم دوم مجلد پانچ روپیہ تین روپے

انتخاب بخاری شریف

جامعہ ازہر قاہرہ مصر کے ایک مستند عالم نے
حدیث کی سب سے بڑی کتاب بخاری کا خلاصہ عربی
زبان میں کیا جس کا نام تجرید بخاری ہے۔ یہ اسی
کا صرف اردو ترجمہ ہے۔ عربی ساتھ نہیں ہے
دو جلدوں میں ہے اور ایک ہی جگہ مجلد ہے
کاغذ چکنا ولایتی سفید ہے اس کے ۸۰۴ صفحات
ہیں۔ دو ہزار ایک سو بارہ احادیث ہیں اس
میں امام بخاری کے حالات ہیں۔ اور آخر میں
فہرست مضامین احادیث لاہور میں یہ کتاب
جس میں عربی شامل ہے ہدیہ پانچ روپیہ
ہمارا اردو ترجمہ مجلد کامل ... محصول ۱۰

اسلامی مسائل

یہ تین سو صفحہ کی مجلد کتاب ہے اور فقہ اسلامی
کی سب سے بڑی مستند کتاب ہے امام محمد یوسف
خلیفہ امام ابو حنیفہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق
کا آسان ترجمہ سلیس اردو میں ہے یہ کتاب
ام الفقہ کہلاتی ہے، اور جس قدر فقہ کی
کتابیں ہیں وہ سب اسی سے ماخوذ ہیں اس میں
طہارت نماز زکوٰۃ۔ حج، نکاح۔ طلاق
متعلق آداب معاشرت بیع و شری بیان
دیوانی فوجداری قوانین، زراعت، تجارت
حکومت غرضکہ کوئی شعبہ حیات انسانی ایسا
نہیں جس کے متعلق شرعی حکم نہ ہو قیمت ۱۲

محصول بذمہ خریدار: ملنے کا پتہ دفتر رسالہ مولوی دہلی

نبیوں کے قصے

۹۰ صفحات از حضرت مولانا شریف احمد صاحب مراد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیا کے حالات ہیں جنکا ذکر قرآن پاک میں ہے اور تفصیل احادیث میں ہے مولانا نے صرف اسی کو سامنے رکھ کر قصص الانبیا لکھے ہیں جو تاریخی معلومات کے ساتھ یہ بھی بتلاتے ہیں کہ پچھلی امتوں پر احکام الٰہی کتنے سخت تھے اور ہمارے لئے کیسی آسانیاں ہیں۔ پھر بھی ہم ان پر عمل نہیں کرتے پچھلی امتوں پر جو عذاب آئے ہم ان سے زیادہ کے مستحق ہیں۔ قیمت دس آنے

آفتاب رسالت

از علامہ رفیق بلند شہری پیارے نبی کے پیارے حالات یوں تو بہت لوگوں نے لکھے ہیں لیکن اس کتاب کی بات ہی کچھ اور ہے یہ ۶۳۲ صفحے کی کتاب ہے جو دو حصوں میں ہے اس میں رسول کریم سے سو برس پہلے کے حالات ہیں تاکہ آپ کے فضائل کا صحیح تر اندازہ ہو جائے اور اس کے بعد رسول خدا کے مکمل حالات تا زید اقتدار تا وفات۔ رسول کریم کا اتباع ہمارے لئے فرض ہے۔ تو ہم کو رسول کریم کی لائف اپنی شمع راہ بنانی چاہیئے اس لئے اس کو پڑھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے ہر دو حصہ قیمت بارہ آنے

صد صحابہ

اردو زبان میں رسول کریم کے سو صحابہ کے حالات از مورخ اسلام مولوی شریف احمد صاحب مراد آبادی صحابہ کرام کے حالات مختلف کتابوں میں تو ہیں لیکن ایک جگہ سو صحابہ کے حالات کسی کتاب میں نہیں۔ جب اولیا کرام کے حالات زینت قلوب اور روح کی بالیدگی کے لئے پڑھتے ہیں تو صحابہ کا درجہ تو رسول کے بعد ہے یہ تو ہیں قدرتی قلب کو مجلیٰ کرنے کو۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سو صحابہ کے حالات کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے یعنی ایک پیسہ میں ایک سوانح عمری

تاریخ اسلام کامل

بعثت رسول کریم سے لے کر ترکوں کی حکومت تک۔ حصہ اول اسمیں سنہ ہجری کے ایک صدی پیشتر سے لے کر وفات رسول تک پورے حالات حصہ دوم اسمیں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمان۔ حضرت علی کی خلافتیں اور لائف حصہ سوم اسمیں خلفائے بنی امیہ کی عہد حکومت اور شہادت تابعین کا مفصل تذکرہ حصہ چہارم اس میں خلفائے بنی عباس کے تمام و کمال حالات مع زوال خلافت حصہ پنجم خلفائے ترکی کے حالات پانچوں حصے یکجا مجلد قیمت مجلد [illegible]

خلافت راشدہ

از مورخ کامل آغا رفیق بلند شہری اس کتاب میں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر۔ عثمان۔ حضرت عمر و حضرت علی رضہ کی مکمل سوانح عمری اور خلافت کے پورے پورے حالات ہیں یہ چار کتابیں ہیں جو یکجا مجلد ہیں۔ جن کے مجموعی صفحات ۵۰۰ ہیں یہ تاریخ اسلام کا بہترین حصہ ہیں اور جسکا عہد خلافت آج کل کے مسلمانوں کے لئے سرمایہ حیات بن سکتا ہے واقعہ یہ ہے کہ انہی حضرات ملائکہ صفات نے اسلام کو انہی مضبوط بنیادوں پر قایم کیا جو آج تک اسی جگہ قایم ہے۔ قیمت مجلد عہ

حضرت بلال رضہ

از علامہ آغا رفیق بلند شہری۔ اسلام کی ابتدائی شان حضرت بلال حبشی کے حالات سے نمایاں ہے۔ آپ حبشی غلام تھے لیکن رسول کریم کی شفقت نے آپ کو دنیائے اسلام کا بزرگتر انسان بنا دیا۔ جن کے انتقال پر حضرت عمر خلیفہ وقت نے میرا آقا کہہ کر یاد کیا اور جب آپ نے نکاح کی خواہش کی تو عرب کا ہر بڑا آدمی ان کو اپنے خاندان میں لینا اپنا فخر سمجھتا تھا۔ حضرت بلال کے حالات رسول کریم کی قربت کی بنا پر بڑے مبارک ہیں۔ ۴۴ صفحات۔ قیمت ۴ر

سیرۃ معاویہ رضہ

از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد آبادی ۴۰۰ صفحات کی مجلد کتاب بنی امیہ کے چشم و چراغ رسول اللہ کے نسبتی بھائی اولو العزم صحابی اور فاتح اسلام کی مکمل سوانح حیات جس کے پڑھنے سے علم شجاعت استقلال اور تدبر اسلامی پیدا ہوتا ہے یہی تاریخ اسلام کا بڑا دلچسپ باب ہے جس سے مسلمانوں کے شاندار ماضی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ کے حالات کسی ایک کتاب میں نہیں ہیں سوائے اس کتاب کے اس لئے یہ بہت اہم کتاب ہے۔ مجلد قیمت ایک روپیہ

خالد بن ولید

از حضرت مولانا شریف احمد صاحب مراد آبادی حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کی سب سے بڑی اور سب سے مستند سوانح عمری ہے آپ کے حالات کسی اور کتاب میں نہیں ہیں یہ تاریخ اسلام کا بڑا پر جوش باب ہے جس کے پڑھنے سے ہمارے مردہ خون میں جان پڑ جاتی ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا کے مسلمان صرف رضائے الٰہی کے لئے سب کچھ کرتے تھے ان کا دین اور سپاہی دو نو جہاں خدا کی خوشنودی کے طلبگار تھے اور دنیا ان کے پیچھے تھی .. ۴۰۰ صفحات مجلد ایک روپیہ

حضرت خدیجہ رضہ

سابق الاسلام اور اسلام کی پہلی سعادت خاتون رسول کریم کی محترم بیوی حضرت خدیجہ کے حالات جو تین حصوں میں منقسم ہیں۔ پہلے اور دوسرے حصہ میں وہ حالات ہیں جو ایک بہترین شریف بیوی کی طرح آپ نے رسول اللہ کے ساتھ زندگی بسر کی یہ ایسی خوشگوار زندگی تھی کہ باوجود عمر کے معکوس پندرہ سال تفاوت کے حضور نے دوسری شادی نہیں کی اور حضرت خدیجہ نے طاہرہ کا لقب پایا تیسرے حصہ میں آپ کی اسلامی خدمات ہیں ۹۰ صفحات۔ قیمت آٹھ آنے

حضرت عائشہ رضہ

رسول کریم کی سب سے فرزانہ اور عالم بیوی اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات جن کی صفت میں قرآن شریف کی متعدد آیات نازل ہوئیں۔ یہی تنہا عورت خاتون تھیں جو رسول کریم کے عقد میں آئیں جن کے ماں باپ دونو مہاجر تھے جن کے نکاح کی ترغیب کے لئے جبرئیل امین آئے جن کے حجرہ میں قرآن کا بڑا حصہ نازل ہوا۔ اور جن کے مکان میں رسول کریم آج تک آسودہ خاک ہیں۔ اور جو خواتین اسلام میں بہت بڑا درجہ رکھتی ہیں۔ قیمت صرف آٹھ آنے

حضرت فاطمہ رضہ

سب سے اچھی بیٹی، سب سے بہتر بیوی اور سب سے شفیق ماں جو ہو سکتی ہے، اس کا مظہر اتم حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ تھیں اسلام میں بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے رسول نے اپنی پوری زندگی نمونہ کے طور پر پیش کی اور بتلایا کہ اگر والدین کی تربیت اچھی ہو تو اولاد اچھی ہی ہوتی ہے اور اس کا اثر نسلوں تک چلتا ہی ہے۔ ہم اپنی سردار سیدہ فاطمہ کے حالات پر کچھ تو ایسی خوبی انمیں تھی کہ عرب جہاں چار بیویاں کرنی عام تھیں حضرت علی نے انکی حیات میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔ قیمت مجلد عہ

اسلامی میاں بیوی

یہ تین سو سولہ صفحہ کی عجیب و غریب کتاب ہے اور حسب ذیل چودہ باب ہیں جن کے ماتحت ۲۲۵ مضامین ہیں جو میاں بیوی کے متعلق ہیں عورت کی حیثیت، عورت کی ملکیت مذاہب عالم اور عورت، حیات ازدواجی کی تعریف مختلف ممالک کی رسوم مناکحت شادی بیاہ کی مختلف انواع، تعدد ازدواج، حد کثرۃ الازدواج طلاق اور پردہ، طریقہ انتخاب عورت کی اہمیت اور زوجین کی نااتفاقی سب میں یہ بتلایا ہے کہ اسلامی احکام تمام ادیان سے بہتر اور ہمہ گیر ہیں، قیمت صرف بارہ آنے

محصول بذمہ خریدار　ملنے کا پتہ　دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان دہلی

سلسلہ تعلیم الاسلام

بزرگانِ تعلیم از علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہ

حصہ اول بچوں کی ذہنیت کے مطابق ابتدائی عقاید اور پھر طہارت کا بیان

حصہ دوم بچوں کی ذہنیت کے مطابق ذرا اونچے عقاید اور نماز کا پورا بیان

حصہ سوم اول عقاید کا ذرا اور لمبا بیان پھر روزہ اور حج کا بیان

حصہ چہارم عقائد کی تکمیل اور حقوق اللہ وحقوق العباد کا بیان یہ سب بیان سوال وجواب کے طریقے پر ہیں چاروں حصے یکجا مجلد قیمت دس آنے محصول ۔

قاعدہ یسرنا القرآن

اس نو ایجاد قاعدہ کے ذریعہ چھ برس کا بچہ چھ مہینے میں نہایت آسانی سے قرآن شریف پڑھ لیتا ہے اور بغیر ہجے کے قرآن پڑھنے لگتا ہے اس قاعدے کو پڑھانے سے بجائے طوطے کی طرح رٹ لینے کے بچہ میں آنکھوں سے دیکھ کر پڑھ لینے کی لیاقت آجاتی ہے اس لئے وہ قرآن شریف کے علاوہ ہر ایک عربی تحریر کو پڑھ سکتا ہے اور اس کو اردو کا پڑھنا بالکل آسان ہو جاتا ہے اس قاعدہ کو پڑھ لینا گویا تمام قرآن شریف پڑھ لینا ہے ۴۸ صفحات بڑی تقطیع قیمت صرف تین آنے زیادہ میں کوئی رعایت نہیں

اُستاد عربی

اب تو اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے اور مستند اساتذہ نے نہ صرف اسکی تعریف کی بلکہ اس کو بہترین کتاب بتایا ہے اگر آپ کو شوق ہو کہ آپ اپنے رسول کی زبان سے واقف ہو جائیں اور خدا کے سب سے مقدس فرمان کو اپنی مادری زبان کی طرح پڑھیں تو اس کتاب کو منگا کر پڑھیے اور تھوڑا تھوڑا یاد کرتے جایئے انشاء اللہ چند ماہ میں آپ کو عربی پڑھنی آجائے گی۔ اور محنت کریں تو صرف تین ماہ میں خاصی اچھی عربی سے واقف ہو جائیں گے۔ قیمت بارہ آنے ۱۲؍

اُستاد فارسی

بلا استاد کی مدد کے چند روز میں فارسی سکھانے والی خدا نے چاہا اور ہم پاکستان کے قیام میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہماری سرکاری زبان اردو ہوگی فارسی کے بغیر اردو میں کافی مہارت ممکن نہیں اسی نیک شگون کے لئے اپنے بچوں کو فارسی پڑھائیے اس سلسلہ میں سب سے بہتر کتاب فارسی بول چال ہے جو فارسی زبان کے دو ماہروں نے مرتب کی ہے اس میں ضرورت کے مطابق پوری فارسی تعلیم ہے گرامر، فقرے، ضروریات نامہ کے ہزاروں الفاظ خطوط نویسی وغیرہ سب کچھ ہے قیمت مجلد بارہ آنے

نیو انگلش ٹیچر

انگریزی سیکھنے کی طلسمی کتاب پہلا سبق روزمرہ کی گفتگو دوسرا سبق انگریزی گفتگو (۳) الفاظ و معانی (۴) صرف ونحو (۵) گرامر (۶) ضرورت کے الفاظ (۷) حروف جار (۸) حروف عطف (۹) واحد جمع (۱۰) فقروں کے اجزا (۱۱) روزمرہ کے الفاظ (۱۲) زمانے (۱۳) فعل کے قاعدے (۱۴) فقرے بنانا (۱۵) زمانوں کا استعمال (۱۶) فعل مجہول (۱۷) ضروری روزمرہ کے الفاظ کے فقرے (۱۸) ضمیروں کا استعمال (۱۹) صفت کا بیان (۲۰) گردان (۲۱) محاورات (۲۲) صرف ونحو (۲۳) اشتہار الفاظ اور بہت سبق قیمت ۔

اُستاد بہی کھاتہ

تجارتی حساب کتاب نیز ریاست کی نئی کتاب جس میں حسب ذیل مضامین ہیں بک کیپنگ، حساب کے اصول کھاتہ، اقسام حساب، سرمایہ، فرد بقایا، نامہ اندراجات، اختیاری بقایا، حساب کے درج کرنے کا طریقہ، روکڑ بقایا، بہی کھاتہ، فرد تبلیغ، روکڑ باقی، رجسٹر خریداری، رجسٹر فروخت، رجسٹر واپسی مال، رجسٹر واپسی مال فروخت، حساب تجارت۔ لاگت نفع۔ نقصان واجب الادا، شرکت کا حساب بنک اور مہاجنی آڑھت کا حساب، مشقی سوالات اور حسابوں کے نقشے ۱۷۶ صفحات مجلد بارہ آنے

اُستاد درزیان

ایک ماہر فن کاریگر درزی کی تصنیف ہے جس میں ہر فیشن اور ہر قسم کے انگریزی کپڑے کے ناپ لینے کے آسان طریقے اور کٹائی کرنے کے لئے سمجھ نقشے انچوں کے نشان دیگر ایسے آسان طریقوں سے لکھے گئے ہیں کہ جن کو ان پڑھ اور معمولی پڑھا لکھا شخص بھی دیکھ کر ہر قسم کے انگریزی اور ہندوستانی کپڑے ایسے بہترین طریقے سے تیار کر سکتا ہے جو سالہا سال کی شاگردی کے بعد بھی تیار نہ کر سکے ہر کپڑے کی کاٹ نقشہ اور تیاری کے بعد پہنا کر دکھایا گیا ہے تاکہ خوب سمجھ میں آجائے قیمت ایک روپیہ

اُستاد شعبدہ بازی

دیہاتوں میں روزی کمانے کی موثر کتاب ہے بے روزگاروں کا مددگار ہے اس کتاب میں دو ہزار شعبدے اور کار آمد باتیں ہیں جن سے انسان روزی کما سکتا ہے اور ہر آدمی بڑی آسانی سے سیکھ سکتا ہے پھر لطف یہ کہ پیسہ بھی کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ بڑی حیرت خیز کتاب ہے اب تو آپ ایک روپیہ منگانے میں خرچ ہوگا۔ پھر ہزاروں کما لیں گے شعبدہ بازی کے علاوہ ہزاروں صنعتیں اور روزی کمانے کے طریقے اس کتاب میں ہیں جنہیں چند پیسے لگا کر کیا جا سکتا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ عہ

دل کی رانی عورت

گلشن عالم کا سب سے خوبصورت پھول عورت ہے اور واقعہ یہ ہے کہ عورت کے بغیر زندگی بے کار ہے لیکن عورت کا سمجھنا بھی بہت ہی مشکل ہے دل کی رانی وہ کتاب ہے حسین عورت کے متعلق سب سے بڑی معلومات ہے اسمیں دنیا بھر کے ہر خطہ کی عورت کے حالات وخصوصیات ہیں اور ان سے اکتساب لذت کے تمام وہ طریقے بتائے گئے ہیں جو دنیا کے مختلف طبقات میں رائج ہیں اور انکی ہیئت کذائی سے جو قیاسات ماہرین دنیا نے مرتب کئے ہیں وہ بڑے بیش بہا ہیں ۲۲۴ صفحات قیمت بارہ آنے

شبستان طرب

نسیمہ بیگم کا نیا مجموعہ سی یہ سہاگ کی پندرہ راتوں کا دلچسپ تذکرہ ہے جہاں تک قصہ کی دلچسپی کا تعلق ہے وہ تو ظاہر ہے کہ شادی کی ابتدائی راتوں کا دلولہ خیز بیان ہے لیکن یہ صرف اکتساب لذت ہی نہیں ہے بلکہ یہ زنانہ مچہ صد ہا قیمتی ہدایتوں کا مجموعہ ہے اسمیں بے شمار حفظان صحت مرد اور عورت کی قوت برقرار رکھنے اور بچوں کی پیدائش پرورش کے طریقے اس انداز سے بیان ہوئے ہیں کہ ہر بات خوب دلنشین ہو جاتی ہے ۱۲۸ صفحات، قیمت آٹھ آنے

شب عروسی باتصویر

قابل فہم ہو رہی ہے جو عورت کی فطرت کو اچھی طرح سمجھ لے اور بیوی سے صحیح لطف زندگی حاصل کرنے اور ازدواجی زندگی کی نازک ذمہ داری کو سمجھنا ہو شب عروسی پڑھ لینے کے بعد یہ سب باتیں معلوم ہو جائیں گی اور آپ کو خانگی زندگی میں مزا آجائیگا نوبیاہتوں کے لئے علم الازدواج میں یہ سب سے بہتر کتاب ہے اور بہت سی انگریزی کتابوں سے ماخوذ ہے اور مغرب کی تمام تازہ تصانیف صنفی کا عطر ہے اس میں جسم نسوانی کی مکمل تشریح ہے اور بڑی مکمل کتاب ہے، قیمت ایک روپیہ

برتھ کنٹرول

بچوں کی افراط سے اور دشواریوں کے ساتھ عورت کی صحت اور جوانی پر بھی بہت بڑا اثر پڑتا ہے یہ کتاب بہت سی مجرب ہدایتیں ساتھ لائے گی اور کوئی فی صدی آپ اولاد روکنے میں کامیاب ہو جائیں گے نیز اسی فیصدی آپ اپنی بیوی کی جوانی کی حفاظت کر سکیں گے بڑی بے خطا کتاب ہے یہ کسی امریکن کتاب سے ماخوذ ہے اور ان عورتوں کی مجربہ ہے جنہوں نے دو سے زیادہ اولاد پیدا ہی نہیں کی اور جنہوں نے اپنے حسن کی بڑی حفاظت بھی کرلی۔ قیمت ایک روپیہ عہ

محصول ڈاک ذمہ خریدار ملنے کا پتہ دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلان دہلی

کی ممانعت میں حدیث بیان کی تھی۔ حضرت عبید اللہ خولانی نے جواب دیا ساتھ ہی یہ بھی تو کہا تھا کہ کپڑے پر جو تصویر ہو جائز ہے۔ شعر و شاعری میں آپ کو بڑا ملکہ حاصل تھا مختصر یہ کہ آپ اس عہد کے علوم میں کافی مہارت رکھتے تھے

فضائل اخلاق

آپ کے اندر تمام اخلاقی جوہر موجود تھے حضور نبی کریم سے والہانہ محبت تھی غزوۂ احد میں جس جاں نثاری کا ثبوت آپ نے پیش کیا وہ اوراق تاریخ پر حروف زریں بنکر یادگار رہے گا آخر وقت تک تیر پر تیر کھاتے رہے اور ایسی غیبر پر جس وقت آپ کا ناقہ ٹھوکر کھاکر گرا ہے تو آپ فوراً اپنے اونٹ سے کود کر پاس گئے اور سوار کرایا۔ مدینہ منورہ میں جب کوئی خارشہ ہوتا باہر نکل کر ساتھ ہو لیتے جو اچھی چیز گھر میں پکتی وہ ضرور آپ کو بھیجتے بچہ پیدا ہوتا تو اسے بھی لیکر حاضر خدمت ہوتے۔ جوش ایمان کا یہ کتنا نادر نمونہ تھا کہ آپ بیٹھے شراب پی رہے تھے جس وقت آپ کو علم ہوا کہ حکم ربانی سے یہ حرام ہوگئی اسی وقت اٹھکر ساغر و مینا توڑ دیئے اور سخت نفرت ہوگئی ایک مرتبہ حضور نے فرمایا یہ مہمان گرسنہ ہے جو اسے کھلائیگا اللہ تعالےٰ اس پر رحم کریگا آپ اٹھکر اسے ساتھ لے آئے اتفاق سے اس وقت گھر میں بچوں ہی کے لئے کھانا موجود تھا بیوی سے کہا انہیں سلا دو اور چراغ گل کردو اس طرح ہم مہمان کو وہ کھانا کھلائیں گے اور خود بیٹھے ہوئے فرضی طور پر منہ چلاتے رہیں گے تمہاں کو کھانا کھلا دیا اور خود گھر کے گھر والے فاقے سے سو رہے اس پر اللہ تعالیٰ کی یہ آیت نازل ہوئی ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بھم خصاصہ صبح حضور نبی کریم نے فرمایا کہ رات اللہ تعالیٰ کو بھی تمہاری اس خدمت پر تعجب ہوا۔

ایک وہ مبارک زمانہ تھا کہ مسلمان خود تکلیف اٹھاکر بھی دوسروں کو فائدہ پہنچاتے تھے ایک یہ زمانہ ہے کہ مسلمان مسلمان ہوتے ہوئے بھی دوسرے مسلمان کی جان مال اور آبرو کا دشمن بنا ہوا ہے اور خدا کا خوف نہیں کرتا حالانکہ حضور نبی کریم مسلمان کی یہ خصوصیت واضح فرما چکے ہیں کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو نقصان نہ پہنچے کاش مسلمان ان واقعات سے عبرت و موعظت حاصل کریں اور اپنی حالت میں تغیر پیدا کرنے پر تیار ہو جائیں۔

حیات منزلی کی دلفریبی

آپ کے منزلی حالات بھی نصیحت آموز کیف سے خالی نہیں حضرت ام سلیم کو پیغام نکاح دیا جواب ملا کافر سے ہرگز شادی نہیں کرسکتی اسلام لے آؤ تو تیار ہوں اور تمہارا اسلام ہی میرا مہر ہوگا آپ راضی ہوگئے اور شادی ہوگئی کتنے سعید و مسرت تھے یہ دونوں میاں بیوی اور دونوں کے مابین جو معاملہ ہوا اس سے بہتر اور مبارک معاملہ کون متصور ہو سکتا تھا ایک نے اپنا مہر قربان کر دیا اور دوسرے نے اپنا دین چھوڑ دیا اور دونوں خدائے وحدہ لاشریک لہ کے ہوکر ایک اور پاکبازانہ زندگی بسر کرکے ایک دنیا میں شہرت نیک سے سرفراز ہوئے اور پر سرور زندگی گزاری۔

آپ کے اولاد زندہ نہ رہتی تھی تمام اولاد میں صرف ایک عبد اللہ زندہ رہے ایک دفعہ آپ تو دربار رسالت میں حاضر تھے ادھر بچہ گھر میں مرگیا جس کیساتھ آپ کو بیحد محبت تھی آپ نے واپس ہوکر بچے کا حال پوچھا بولیں گھبرائے نہیں اناقہ ہے سوگیا ہے اور دوسرے کمرے میں لیٹا ہے لیٹا رہنے دیجئے اس سے نہ بولئے دونوں اپنے اپنے بستروں پر رات کو کھانا کھاکر آرام سے لیٹ رہے آخری شب کو سکون ہو جانے پر حضرت ام سلیم نے کچھ باتیں شروع کیں کہ کہا کہ

اگر کوئی شخص آپ کے پاس کوئی امانت رکھکر واپس لے تو آپ کو کچھ رنج تو نہ ہوگا فرمایا نہیں بولیں تو اللہ تعالےٰ نے جو کچھ آپ کو امانتاً دیا تھا وہ لے لیا آپ کو اس کا کوئی صدمہ نہ ہونا چاہیئے۔ حضرت ابوطلحہؓ یہ سنکر اس انداز بیان پر بہت متاثر ہوئے اور صبر کیا۔

یہ واقعہ اپنے اندر کتنی کشش کتنا اثر اور کتنی مقناطیسیت رکھتی ہے۔ کیسا جگر تھا اس بزرگ خاتون کا جس نے پورے صبر و سکون کے ساتھ نہ صرف یہ کہ اپنے اکلوتے فرزند کی اندوہناک موت پر صبر اور انتہائی ضبط سے کام لیا ساتھ ہی اپنے شوہر خلیل کے صدمہ عظیم کا بار بھی ہلکا کرنے کی سعی کی۔ بلکہ یہ بیان کا طریقہ ایسا اختیار کیا جس سے بہتر طریقہ اور تصور میں نہیں آسکتا آج کی مائیں ہوتیں تو جزع و فزع سے سارا گھر سر پر اٹھا لیتیں اور اپنے ساتھ ہی اپنے شوہر کے قلب کو بھی پاش پاش بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتیں۔ لیکن انہوں نے وہی کیا جو ایک شریف ترین مسلم خاتون کو کرنا چاہیئے۔

قابل تقلید خصوصیت

حضرت ابوطلحہؓ کی قابل تقلید خصوصیت یہ ہے کہ وہ انتہائی فیاض اور اللہ کے حکم پر اپنا سب کچھ نثار کر دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے بتایا جاچکا ہے کہ امتناع شراب کا حکم سنتے ہی اسی وقت شراب کے تمام ظروف توڑ ڈالے اور اس کے بعد سے پھر کبھی اس ام الخبائث کو منہ نہ لگایا اس کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی۔

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون (یعنی جب تک اللہ کی راہ میں اپنی پسندیدہ اور محبوب چیز خرچ نہ کردو اس وقت تک نیکی نہیں پا سکتے)

مسلمانوں میں ایک جوش عظیم پیدا ہوگیا اور قیمتی سے قیمتی اشیا آستانۂ رسالت میں حاضر ہوکر پیش کرنے لگے حضرت ابوطلحہ بھلا کب صبر و تامل کرنے والے تھے آپ کے پاس ایک بہت وسیع و وسیع نہایت سیرحاصل و پر فضا باغ تھا وہ بیرحاء جس کے کنوئیں کا پانی بھی شیریں اور خوشگوار تھا جو ارض مدینہ میں ایک بہت بڑی نعمت سمجھی جاتی تھی یہ آپ کی سب سے قیمتی اور محبوب جائداد تھی اور مسجد نبوی کے عین سامنے واقع تھا آپ نے اسے اللہ کی راہ میں وقف کیا اور پوچھا کہ اس کی جو صورت مناسب سمجھیں بتلائیں۔

حضور تشریف لے گئے باغ دیکھا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا تم اسے اپنے رشتہ داروں کو تقسیم کردو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسلام ایک فطری اور معقول مذہب ہے اور فاصلہ ہے صرف سر جھکانے کا سر جھک گیا تو بیڑا پار ہوگیا سب کچھ مل گیا پیدا کرنے والا تو صرف دل اور نیت دیکھتا ہے اسے نہ کسی چیز کی ضرورت ہے اور نہ کسی سے کوئی چیز لینا چاہتا ہے ثواب کا ثواب مل گیا اور گھر سے بھی کوئی چیز نہ گئی اپنے رشتہ داروں ہی میں تقسیم ہوگئی اسلام کی فیاضیوں کا سب سے بڑا مستحق رشتہ دار ہی ہیں تاکہ خاندانی شیرازہ مجتمع اور رشتہ قائم رہے۔ آج لوگ خیرات میں اعزا کا خیال بہت کم کرتے ہیں اور اپنا روپیہ ادھر ادھر دیتے ہیں اس وقت مسلمانوں میں بہت عسرت تھی خود حضور ضرور تمند تھے اصحاب صفہ کی پرورش پیش نظر تھی آپ نے ہر ضرورت کو نظر انداز کرکے اس بہترین جائداد کو رشتہ داروں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا اور مسلمانوں پر واضح کر دیا کہ خیرات میں اعزا سب سے مقدم ہیں۔

اولیائے ہند

سلطان شمس الدین التمش بن ایلم خان ترک قدس سرہ

یہ بادشاہ رحیم اور کریم اور عادل اور کامل اور خلفائے نامدار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے تھے اور منظور نظر خواجہ معین الدین کے اس بادشاہ کو خاندان چشتیہ سے کمال اعتقاد تھا۔ ظاہر میں بادشاہ تھا مگر دل فقیر تھا ان کا یہ قاعدہ تھا کہ کھانے کو سوتے تمام شب بیدار رہتے اپنے کسی کام کے لئے غلام اور نوکروں کو تکلیف نہ دیتے۔ رات کو تھوڑی دیر پلنگ پر بیٹھتے جاتے اور نماز تہجد کے جب بیدار ہوتے تو وضو کرتے خود پانی بھر لیا کرتے تھے کہ دوسرا اپنے آرام میں ہو اور آخر شب گدڑی اوڑھ کر شہر میں گشت کرتے جس کو تکلیف ہوتی اس کو رفع کرتے علماء اور صلحاء کو بہت کچھ دیتے تھے یعنی تھیلیوں میں بھر کر پوشیدہ ان کے گھروں میں پھینک دیتے۔ اصل ان کی اس طرح پر ہے کہ ترکستان کے بزرگ زادہ تھے گردش روزگار سے بحالت گرفتاری وارد ہندوستان فیض نشان ہوئے۔ صاحب خزینۃ الاصفیا نے لکھا ہے کہ پہلے ان کو صدر جہاں نے خریدا پھر سلطان شہاب الدین نے اور عہد سلطنت قطب الدین ایبک حاکم بدایوں ہوئے، پھر بعد سلطان قطب الدین کے سلطان آرام شاہ تخت دہلی پر بیٹھے، ان سے امرائے دہلی بددل ہوئے اور امیر علی اسمعیل سپہ سالار وغیرہ امراء نے سلطان آرام شاہ کو معزول کیا اور ان کو بدایوں سے بلا کر ۶۰۷ھ میں تخت پر بٹھایا کہ سلطان قطب الدین کے داماد بھی تھے۔ ان کے عہد میں بہت کچھ فتوحات ہوئیں چنانچہ دسویں سال جلوس میں خوارزم شاہ داماد چنگیز خان کو شکست دی ملک گوالیار قبضہ میں آیا اور اجین فتح کیا۔ وہاں کا مندر مہندم کیا جو بارہ سو برس کا بنا ہوا تھا غنیمت بہت آئی۔ مہاراجہ بکرماجیت کی تصویر کو حراب کر کے دروازہ مسجد قوۃ الاسلام میں لگائی۔ فخر الملک بغدادی اور نظام الملک یہ دونوں وزیر کاروبار سلطنت کرتے تھے۔

یہ بادشاہ نہایت پابند سنت محمدی تھا۔ امورات خلاف شرع کو پسند نہ کرتا تھا رسول مقبول کی زیارت سے مشرف ہوا۔ خضر علیہ السلام سے ملا۔ ۲۰ شعبان ۶۳۳ھ میں وفات پائی۔ مزار عقب مسجد قوۃ الاسلام کے بطور زیارتگاہ موجود ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ سلطان رضیہ بیگم دختر اس کی نے جب اس بادشاہ کا مقبرہ تیار کرایا اور وہ بن کر تیار ہو چکا اسی شب کو آپ نے بشارت دی کہ گنبد میرے مقبرہ کا گرا دو اس لئے کہ میرے حضرت خواجہ کے مزار پر بھی گنبد نہیں ہے، ترک ادب ہے مجکو گنبد نیلا ہی کافی ہے صبح وہ گنبد توڑ دیا گیا چنانچہ مزار مبارک نیلا ہی لب سڑک موجود ہے۔

حضرت مولانا بدر الدین غزنوی قدس سرہ العزیز

آپ مرید اور خلیفہ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین کے تھے حضرت خواجہ آپکو دوست رکھتے تھے اور بزرگی ان کی ملفوظات خواجگان چشت سے ظاہر ہے آپ دراصل غزنی کے باشندے تھے وہاں سے آپ پہلے لاہور میں تشریف لائے اور حضرت خواجہ کی کرامات کا شہرہ سنا مشتاق زیارت ہو کر دہلی میں آئے اور حاضر خدمت ہو کر مرید ہوئے آخر مرتبہ خلافت پہنچے بعض نے لکھا ہے کہ آپ نے بمقام غزنی خواب میں دیکھا کہ رشتہ ارادت بہاسات خواجہ کے درست ہوا صبح سراسر شتاب خواجہ میں دہلی آئے اور بطریق ظاہری بھی مرید ہوئے آپ تذکیر بہت فرماتے تھے اکثر کلمات محبت فرمایا کرتے تھے آپ کی مجلس تذکیر میں بابا صاحب قاضی حمید الدین سید مبارک غزنوی مولانا مجد الدین حاجی عاجز نی وغیرہ مشائخ عظام ہی جمع ہوتے تھے اور سماع میں بہت غلو کرتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ کسی نے پوچھا کہ مولانا آپ میں قوت اٹھنے بیٹھنے کی نہیں بوجہ ضعیفی کے مگر سماع میں یہ شورش کرنیکی قوت کہاں سے آ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ قوت عشق کی ہے۔

سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ مولانا بدر الدین کی خضر علیہ السلام سے ملاقات تھی ایک بار آپ کے پدر بزرگوار نے کہا کہ فرزند مجکو بھی خضر علیہ السلام سے ملا دے آپ نے عرض کیا بہتر ہے ایک روز آپ تذکیر کر رہے تھے کہ ایک شخص اور یوں سے دور بیٹھا ہوا تھا آپ نے اپنے والد سے کہا کہ حضرت خضر وہ بیٹھے ہیں انہوں نے کہا کہ بعد تذکیر ملیں گے۔ آپ نے کہا ہاں۔ مگر جب تذکیر ہو چکی خضر ناپید اور غائب ہو گئے اور عمر شریف آپ کی ایک سو برس کی ہوئی۔ رحلت آپ کی ۶۵۷ھ میں ہوئی۔ مزار پائیں مزار خواجہ کے ہے۔

ذکر قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ

آپ مشائخ کبار ہند اور خلیفہ شیخ شہاب الدین کے تھے اور شمس الدین سمرقندی کی بھی صحبت سے فیضان حاصل کیا تھا ان کے والد کا نام عطاء اللہ تھا۔
شیخ عبد الحق محدث دہلوی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ہمراہ پدر اپنے کے دہلی میں آئے یہاں ان کے والد فوت ہوئے۔ عالم بیمثل تھے بادشاہ وقت نے ان کو ناگور کا قاضی مقرر کیا آپ نے تین برس تک نہایت امانت اور دیانت سے ناگور کی قضا کو انجام دیا۔ ایک شب حضرت رسول مقبول کو خواب میں دیکھا کہ گویا ان کو اپنی طرف بلاتے ہیں صبح ترک علائق کر کے حرمین شریفین کی طرف راہی ہوئے جب بغداد پہنچے شیخ شیوخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو کر ایک سال کار خیر کو انجام دیا بعدہ خرقہ خلافت حاصل کیا اسی جگہ حضرت خواجہ قطب الدین سے ملاقات ہوئی پھر شیخ نے ان کو حرمین کی طرف رخصت کیا ایک سال سات ماہ چند یوم مدینہ منورہ میں رہکر بزرگان مدینہ طیبہ سے ملاقات کر کے تین سال مکہ معظمہ میں رہے ایک روز طواف کعبہ میں یہ ایک بزرگ کے قدم بقدم طواف کر رہے تھے کہ انہوں نے منہ پھیر کر کہا کہ اے حمید الدین متابعت ظاہری ہے کیا سو متابعت باطن کر آپ نے جواب دیا وہ کیا ہے انہوں نے فرمایا میں ہر قدم پر ختم قرآن کرتا ہوں ان کے دل میں خیال ہوا کہ معنے کلام شریف دل پر گذر جاتے ہوں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ لفظاً لفظاً ادا کرتا ہوں یہ سنکر آپ کو زیادہ حیرت ہوئی وہاں سے دہلی میں آگئے اور فریفتہ حضرت خواجہ

قطب الدین ہوکر حضرت ہی کی خدمت میں سکونت اختیار کی اور انواع کمالات حاصل کئے اور سماع سے بہت خوش تھے صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ باوجود جامعیت علوم ظاہری و باطنی کے مزاج میں آپ کے ظرافت بھی تھی ایک روز شیخ برہان الدین بلخی و قاضی کبیر خواسندی گھوڑوں پر سوار جاتے تھے راہ میں ملاقی ہوئے قاضی کبیر نے کہا کہ اے حمید الدین گھوڑا بہت مجبور ہے ولیکن بڑوں سے بہتر ہے۔ فوائد شریف میں تحریر ہے کہ قاضی حمید الدین کو بابا صاحب سے بہت دوستی تھی۔ ایک روز بابا صاحب نے چاہا سماع سنیں مگر قوال حاضر نہ تھے شیخ بدر الدین اسحاق سے فرمایا کہ وہ خط جو قاضی حمید الدین نے بھیجا تھا۔ شیخ بدر الدین نے وہ لفافہ لاکر حضرت کے روبرو رکھا آپ نے خط نکال کر شیخ بدر الدین کی طرف اشارہ کیا کہ پڑھ قاضی حمید الدین نے وہ خط ولنا بہت نہایت عاجزی کے ساتھ لکھا تھا سنتے ہی ذوق پیدا ہوا ہر وہ رباعی کہ جو آخر خط میں لکھی تھی بابو کی رباعی یہ ہے ؎

آں عقل کجا در کمال تو رسد ۔۔۔ واں روح کجا کہ در جمال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی زجمال ۔۔۔ آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

لکھا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے آپ کی نسبت یہ فرمایا تھا کہ خلفائے فی الہند کبیرہ نجم الدین ناگوری یعنی ہیر خلفائے ہند میں سب سے بزرگ حمید الدین ناگوری ہے آپ کے تین خلیفہ ہوئے ہیں۔ شیخ احمد نہروالی۔ وعین القضاۃ شیخ حسن رسن تاب اور حضرت کثیر التصانیف تھے رسالہ عشقیہ مقامات اصفیہ وغیرہ کتب آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ صاحب سیر الاولیاء سے روایت ہے کہ قاضی حمید الدین بعد نقل حضرت قطب الاقطاب دس سال زندہ رہے جب وقت آپ کا قریب آیا آپ نے اولاد کو وصیت کی کہ بندہ کو پایان مزار خواجہ کے دفن کرنا۔ بعد دس ربیع الثانی بقولے نویں رمضان ۶۷۳ھ میں رحلت فرمائی دفن کرلے وقت آپ کی اولاد نے چاہا تھا کہ ہم ان کو پایان خواجہ صاحب کے دفن کریں مگر آپ کی وصیت سے ناچار رہے اور چبوترہ بلند ہوا آپ نے اسی شب کو بحالت خواب اپنے فرزند سے فرمایا کہ تم نے بلند چبوترہ بنوا کر مجھ کو روئے مبارک خواجہ سے شرمندہ کیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ میں نے بارہا پایان تربت خواجہ درمیان قبر قاضی کے نماز گذاری ہے وہ ذوق جو اس وقت پایا ہے کہ بیان سے باہر ہے بعد اس کے فرمایا کہ مکان کا کیا اثر ہے یہ اثر ان دو بزرگوں کا ہے یہ دونو حضرت آسودہ ہیں مجاوران آستانہ قطب الاقطاب سے جو قاضی صاحب کہلاتے ہیں آپ کی اولاد سے ہیں۔

(بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۱۷) محفوظ رہ کر اپنی بہترین استعداد کے مطابق اپنے اپنے تمدنی فرائض انجام دیں جس تمدن کا سنگ بنیاد یعنی خاندان پورے استحکام کے ساتھ قائم ہو جس میں نسلیں محفوظ رہیں اور اختلاط انساب کا فتنہ برپا نہ ہو جس میں انسان کی خانزادی اور خانگی زندگی اس کے لئے سکون اور راحت کی جنت اور اس کی اولاد کے لئے مشفقانہ تربیت کا گہوارہ اور خاندان کے تمام افراد کے لئے اشتراک عمل اور امداد باہمی کی انجمن ہو تو ان مقاصد کے لئے آپ کو مغربی راستہ کا رخ بھی نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بالکل مخالف سمت کو جا رہا ہے اور مغرب کی طرف چل کر مشرق کو پہنچ جانا عقلاً محال ہے اگر فی الحقیقت آپ کے مقاصد یہی ہیں تو آپ کو اسلام کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

مگر اس راستہ پر قدم رکھنے سے پہلے آپ کو ان غیر معتدل مادی منفعتوں اور حسی لذتوں کی طلب اپنے دل سے نکالنی ہوگی جو مغربی تمدن کے دلفریب مظاہر کو دیکھ کر پیدا ہوگئی ہے۔ ان نظریات اور تخیلات سے بھی اپنے دماغ کو خالی کرنا ہوگا جو یورپ سے آپ نے مستعار لے رکھے ہیں ان تمام اصولوں اور مقصد کو بھی طلاق دینا پڑے گا جو مغربی تمدن و معاشرت سے اخذ کئے گئے ہیں اسلام اپنے الگ اصول اور مقاصد رکھتا ہے اس کے اپنے مستقل عمرانی نظریات ہیں اس نے ویسا ہی نظام معاشرت وضع کیا ہے جیسا کہ اس کے مقاصد اور اس کے عمرانی نظریات کا طبعی اقتضا ہے پھر اس نظام معاشرت کا تحفظ وہ ایک خاص ڈسپلن اور ایک خاص ضابطہ کے ذریعہ سے کرتا ہے جس کے مقرر کرنے میں نہایت درجہ کی حکمت اور نفسیات انسانی کی پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے جس کے بغیر نظام معاشرت اختلال و برہمی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ یہ افلاطون کی جمہوریت کی طرح کوئی خیالی اور وہمی نظام نہیں ہے بلکہ ساڑھے تیرہ صدیوں کے زبردست امتحان میں پورا اتر چکا ہے اور اس طویل مدت میں کسی ملک اور کسی قوم کے اندر بھی اس کے اثر سے ان خرابیوں کا عشر عشیر بھی رونما نہیں ہوا ہے جو مغربی تمدن کے اثر سے صرف ایک صدی کے اندر پیدا ہو چکی ہے۔ پس اگر اس محکم اور آزمودہ نظام معاشرت سے آپ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کے ضابطے اور اس کے ڈسپلن کی پوری پوری پابندی کرنی ہوگی اور یہ حق آپ کو ہرگز حاصل نہ ہوگا کہ اپنی عقل سے نکالے ہوئے یا دوسروں سے سیکھے ہوئے نیم پختہ خیالات اور غیر آزمودہ طریقوں جو اس نظام معاشرت کی طبیعت اور اس کے مزاج کے بالکل خلاف ہوں خواہ مخواہ اس میں ٹھونسنے کی کوشش کریں۔

تیسرا گروہ چونکہ سفہا اور مغفلین پر مشتمل ہے جن میں خود سوچنے سمجھنے اور رائے قائم کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے لہذا وہ کسی توجہ کا مستحق نہیں بہتر یہی ہے کہ ہم اسے نظر انداز کرکے آگے بڑھیں۔

(سلسلہ مضمون صفحہ ۲۶) اور اس میں دعائے مغفرت اور طلب رحمت کرتے ہیں پھر دو بار دو سجدہ کرکے اللہ اکبر کہکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بدستور قرأت اور رکوع و سجود کیا جاتا ہے

قعدہ ہر دو رکعت کے بعد دو زانو ہوکر مؤدب بیٹھا جاتا ہے گویا اس قدر عاجزی کے بعد بندہ اس قابل ہو گیا کہ گویا دربار خداوندی میں بیٹھنے کی اجازت ملی اس وقت بندہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ قلبی تعظیمات اور بدنی و مالی عبادات کا مستحق صرف حق سبحانہ ہے اس کے بعد بطور مکافات ہدایت و رہبری حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام و پیغام پہنچایا جاتا ہے گویا اپنے شریف کے سامنے کھڑے ہوکر سلام عرض کر رہا ہے پھر اپنے اور خدا کے سب نیک بندوں اور اپنے ماں باپ اور تمام اہل اسلام کیلئے دعائے مغفرت وغیرہ کرکے نماز ختم کرنے کے لئے داہنے بائیں منہ پھیر کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ یعنی دونوں طرف کے فرشتوں اور مومنین کو سلام کرکے فارغ ہوتا ہے گویا یہ کمال استغراق اور علوی تھا اور مومن کا معراج جس سے فارغ ہو کر عالم سفلی میں آگیا اور آکر اس جہان کے لوگوں کو سلام کہتا ہے جس طرح مسافر سفر سے واپسی پر کہتا ہے۔

یہ ہے خلاصہ اسرار نماز کا اور جو اسرار اس کے علاوہ ہیں وہ خاصان خدا پر روشن ہیں اور اسے وہی جانتے ہیں۔

وعظ البشیر

(از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی مصنف کتاب الاسلام)

امانت و وفا

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد قال اللہ تبارک وتعالیٰ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔

برادران اسلام! انسانیت اس رحمت عام، فیض محیط اور اثر مقدس پر جس قدر فخر و ناز کرے بجا ہے کہ سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعد سب کے آخر میں نہایت پاکیزہ اور مضبوط و مستحکم اصولوں کے ساتھ بنی آدم کے دُرِ اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مقدس و طاہر سے دیا بان فاران میں ہدایت و سعادت کا وہ سرچشمہ پھوٹا جس سے آج ساری دنیا سیراب ہو کر ابدی راحت و سکون حاصل کر رہی ہے۔

حضور روحانی دنیا کے پیشوائے اعظم ہیں اور آپ تکمیل اخلاق کے لئے دنیا میں رونق افروز ہوئے تھے چنانچہ آج دنیا میں اخلاق و روحانیت کا جتنا اثر باقی ہے وہ فیض ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ حضرات ہمیں خدا کی طرف سے ایک نور ملا ہے جس سے مراد محمد اور قرآن ہے اس نور کی رہبری اور جلوہ گری سے دنیا میں کیا تغیر و انقلاب رونما ہوا؟ سچی مدنیت، پاکیزہ تمدن اور مسرت افزا حضارت پیدا ہوئی اور انسان پر لاحد و سعادت و برکات لامتناہی روحانی و مادی ترقیات کے دروازے کھل گئے مگر اس نور سے وہی لوگ مستنیر اور فیضیاب ہو سکتے ہیں جو طلب ہدایت اور اصلاح نفوس کا ذوق و عمل بھی رکھتے ہوں۔

یاد رکھئے قوم افراد کا مجموعہ ہوا کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک افراد کیلئے تزکیہ نفس اور صفائی قلب کی صورت پیدا نہ ہو عمدہ سے عمدہ اخلاقی اصلاحی اور اجتماعی اصول بھی دنیا میں مدنیت و اخلاق اور امن و اتحاد پیدا نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے افراد کے تزکیہ باطن پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور فرائض و اخلاق کا ایک ایسا باب باندھا ہے جس کی مثال نہیں ملتی اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں عبادات سے پہلے اخلاق اور تزکیہ باطن کو لیا ہے کیونکہ آج کل کسی نہ کسی حد تک الٹی سیدھی عبادت تو ضرور کر لیتے ہیں مگر ان کے اخلاق تباہ اور انتہا سے زیادہ پست و ذلیل ہیں ضرورت ہے کہ آج مسلمانوں کو اخلاق کی طرف توجہ دلائی جائے تاکہ ان میں سچی مدنیت پیدا ہو۔

اسی سلسلہ کی کڑی آج کا وعظ ہے جس کا موضوع ہے "امانت و وفا" یعنی مجھے امانت اور وفا کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے اس میں سے امانت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ امانت رکھنے والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو۔ ایک دوسری جگہ امانت و دیانت کے متعلق حکم ہوتا ہے

فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ ولیتق اللہ ربہ	اگر کوئی کسی کو امانت سپرد کرے تو جس کو امانت سونپی گئی ہے اس کو امانت واپس

دینی چاہیئے اور اللہ سے ڈرنا چاہیئے۔ یعنی اللہ سے ڈر کر امانتوں میں خیانت نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرات! امانت و دیانت ایک ایسی عمدہ صفت ہے کہ اس پر بہت حد تک اخلاق انسانی کی عظمت کا دارومدار ہے اور سچی مدنیت کا انحصار۔ جس قوم کے افراد اس صفت سے متصف ہوں اس میں کبھی مالی فتنے پیدا نہیں ہو سکتے اور یہی صفت ہے جو ہمارے آقا محمد رسول اللہ میں بدرجہ اتم موجود تھی اور جس کی وجہ سے سارا عرب آپ کا گرویدہ تھا اور آپ کی اخلاقی عظمت کا لوہا مانتا تھا۔

حضورؐ کی امانت و دیانت

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں تو تمام اوصاف و کمالات انسانی بدرجہ اتم و اکمل موجود تھے مگر جس صفت نے آپ کے دشمنوں تک کو آپ کا گرویدہ بنا دیا وہ صفت امانت تھی چنانچہ بعثت سے پہلے تمام عرب آپ کو امین کہہ کر پکارتے تھے آپ لوگوں کی امانتیں اپنے پاس رکھتے تھے اور بحفاظت واپس پہنچاتے تھے اور لوگوں کو آپ پر ہر طرح اعتماد و بھروسہ تھا جس رات حضورؐ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اس سے پہلے آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ لوگوں کی امانتیں ان کو واپس پہنچا دیں۔ حد ہے کہ آپ کے دشمن تک آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ آپ امین اور خلق مجسم ہیں۔ آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا ممکن ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ آپ کسی کی امانت میں خیانت کریں آپ کا اسوۂ حسنہ تو یہ تھا اب آپ کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے ارشاد ہوتا ہے

ادّ الامانۃ الی من ائتمنک ولا تخن من خانک	جو تمہارے پاس امانت رکھے اس کی امانت ادا کرو اور جو تم سے خیانت

کرے اس سے بھی خیانت نہ کرو۔

یعنی حضورؐ نے امانت کی یہاں تک تاکید کر دی ہے کہ جو تمہارے ساتھ خیانت کرے اس سے بھی خیانت نہ کرو۔ بہر حال امین رہو۔

جو امین نہیں وہ ایماندار نہیں

برادران اسلام! سچا اور پکا مسلمان صرف وہ نہیں جو نماز روزہ کا پابند ہو بلکہ وہ ہے جو حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی بھی حفاظت و نگہداشت کرے اور خدا کے بندوں کی کسی چیز میں خیانت نہ کرے۔ درحقیقت ایمان باللہ کے جوہر حقوق العباد کی ادائیگی ہی سے کھلتے ہیں جبھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا ایمان لمن لا امانۃ لہ	جو امین نہیں وہ ایماندار بھی نہیں

پس اگر ایماندار بننا چاہتے ہو تو امین بنو۔ امین کے لئے چار خصلتوں کا ہونا ضروری ہے جن پر دینداری کا کمال ہے ایک تو حسن خلق دوسرے اکل حلال تیسرے صدق مقال اور چوتھے حفاظت امانت۔ جو مسلمان ان چار عمدہ خصلتوں کا مالک ہے وہی صحیح معنوں میں متقی و پرہیزگار اور حقوق العباد کی حفاظت و نگہداشت کرنے والا ہے اور جس میں یہ چار باتیں نہ ہوں اس کی دینداری اور

پرہیزگاری مندوش یہ نہ سمجھئے کہ امانت صرف روپیہ پیسہ پر موقوف ہے بلکہ اس میں تمام حقوق العباد داخل ہیں جو بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے وہ امین ہے اور جو ان میں کوتاہی کرتا ہے وہ خائن ہے اور ان کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ خائنین سے محبت نہیں کرتا۔

اس سلسلہ میں حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بے مثال نمونہ قائم کرکے امت محمدی کو بتلا دیا ہے کہ دیکھو امانتداری اس کو کہتے ہیں۔

فاروق اعظمؓ کی امانتداری

خلافت فاروقیؓ جس طرح عالم بھر پر رحمت بنکر برسی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں ہر طرف امن و امان اور سکوت و اطمینان چھایا ہوا تھا اور آپ نے اپنی رعایا کی خبر گیری اور حقوق العباد کی حفاظت کیسے کی۔ اس کا اندازہ ان دو تاریخی واقعات سے لگائیے جو پیش نظر آپ ہیں۔

آپ راتوں کو شہر میں گشت کرکے اپنی رعایا کی خبر گیری کیا کرتے تھے اور دیکھا کرتے تھے کہ کوئی دکھی تو نہیں ہے ایک مرتبہ ایک قافلہ مدینہ منورہ میں آیا حسب معمول آپ اس کی خبر گیری اور حفاظت کے لئے تشریف لے گئے اور پہرہ دینے لگے اچانک ایک طرف بچہ رونے کی آواز آئی آپ اس طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں رو رہا ہے آپ نے اس کی ماں کو تاکید کی کہ اپنے بچہ کو چپ کرو تھوڑی دیر کے بعد پھر رونے کی آواز آئی دوبارہ آکر غصہ کی حالت میں فرمایا تو بڑی بے رحم ماں ہے اپنے بچہ کو بہلا نہیں سکتی۔ اس نے کہا آپ کو اصل حقیقت معلوم نہیں آپ خواہ مخواہ مجھے بے رحم ٹھیرا رہے ہیں سنئے فاروق اعظم نے حکم دے رکھا ہے کہ جبتک بچہ دودھ نہ چھوڑے بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے میں اس غرض سے اس کا دودھ چھڑاتی ہوں اور اسی وجہ سے یہ روتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم کو افلاس کی یہ دردناک کیفیت معلوم کرکے رقت طاری ہوگئی اور کہا اے عمرؓ نہ معلوم تو نے اسی طرح کتنے بچوں کو رلایا ہوگا اور کتنی ماؤں کو اسی ظلم پر مجبور کیا ہوگا۔ اسی دن سے منادی کرادی کہ جس روز سے بچے پیدا ہوں اسی روز سے ان کے وظیفے مقرر کردیئے جائیں۔

ایک عجیب واقعہ

برادران عزیز! اسی طرح ایک اور عجیب تاریخی واقعہ ہے لکھا ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا جس کے ساتھ اس کا ایک لڑکا بھی تھا جو اپنے باپ کے ساتھ بہت ہی مشابہ تھا عمر فاروقؓ نے پوچھا یہ کون ہے اور تیرے ساتھ کیا قرابت رکھتا ہے میں نے کسی کو کسی کے ساتھ ایسا مشابہ نہیں دیکھا اس شخص نے جواب دیا امیر المومنین! یہ میرا بیٹا ہے مجھے ایک سفر پیش آیا تھا اس وقت اس کی ماں حمل سے تھی اس نے کہا تو اس حال میں مجھے چھوڑ کر سفر میں جاتا ہے میں نے کہا جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے میں اُسے خدا کے سپرد کرتا ہوں یہ کہکر میں چلا گیا جب واپس لوٹ کر آیا تو اس کی ماں کا انتقال ہوچکا تھا۔ اس کے بعد کا ایک دفعہ کا عجیب واقعہ ہے کہ میں ایک روز بیٹھا ہوا لوگوں سے باتیں کر رہا تھا ناگاہ اس کی قبر پر ایک روشنی دیکھی میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کیا ماجرا ہے لوگوں نے کہا یہ تیری بیوی کی قبر کی روشنی ہے جسکو ہم ہر شب اسی طرح دیکھتے ہیں میں نے کہا وہ واللہ صائم الدہر اور قائم اللیل تھی اور یہ روشنی اسی کے سبب سے ہے پھر ہم اس کی قبر پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ روشنی ایک چراغ کی ہے اور یہ میرا بیٹا بیٹھا ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا ہے

وہاں پہنچتے ہی ہاتف غیبی نے آواز دی کہ یہ تیری وہ امانت ہے جو تو نے خدا کے سپرد کی تھی اگر تو اس کی ماں کو بھی خدا کے سپرد کرتا تو اس کی ماں کو بھی پاتا

نقل ہے

کہ ایک عورت حضرت امام اعظم کی خدمت میں ریشمی کپڑے کا ایک تھان فروخت کرنے آئی اور سو روپے قیمت مانگی امام صاحب نے فرمایا یہ قیمت تو تو نے بہت کم مانگی ہے اس نے کہا اچھا آپ دو سو دیدیں آپ نے فرمایا نیک بخت یہ تھان کم از کم پانسو روپے کا ہے عورت نے سمجھا کہ شاید آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں لیکن امام صاحب نے اسی وقت پانچسو روپے اس کے حوالہ کر دیئے۔

حضرات! اسی کا نام ہے امانتداری۔ اس کے مفہوم میں حسب ذیل تمام باتیں داخل ہیں اگر کسی سے کوئی چیز مانگ کر لے تو اسے بحفاظت واپس کر دے اگر کسی سے قرض لیا جائے تو حسب وعدہ استطاعت اسے واپس کر دے جس کسی کا ضامن ہو تو اپنے پاس سے مال ضمانت ادا کرے۔ اگر کہیں کوئی چیز پاوے تو اس کو اٹھا کر چپکے سے گھر میں نہ لے آئے بلکہ اعلان کرکے لوگوں سے اسے شناخت کرائے جس کی ہو اس کو دیدے اگر باوجود اعلان کے مالک نہ ملے تو اپنے پاس رہنے دے اور اگر کوئی راز کی بات کہے تو اس کو کسی پر ظاہر نہ کرے یہ سب باتیں امانت کے مفہوم میں داخل ہیں۔

وفاداری

امانتداری سے ملتی جلتی ایک عمدہ خصلت وفاداری ہے۔ وفا کے معنے ہیں اپنے عہد اور فرائض کو پورا کرنا احکام الٰہیہ پر ثابت قدم رہنا مصائب آلام کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرنا اور اپنے عہد کو نباہنا، مختصر طور پر یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو واجبات و فرائض ہم پر عائد کیے ہیں ان کے پورے کرنے کا نام وفا ہے یا وفاداری اور ان میں کوتاہی کرنیکا نام بیوفائی ہے۔ اب بندہ کے ذمہ جو واجبات و فرائض رکھے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کی نسبت فرماتے ہیں اوفوا بعھدی اوف بعھدکم تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا یعنی تم میرے احکام پر عمل کرو اور میں اپنے وعدہ کے مطابق تم پر دنیا و آخرت کی نعمتوں کے تمام دروازے کھول دوں گا۔

اب میں پاس عہد اور وفاداری کے صرف دو نمونے آپ کے سامنے پیش کرکے دعوت عبرت و استفادہ دیتا ہوں۔ غور سے سنئے۔

واقعہ حدیبیہ اور رسول اللہؐ کا پاس عہد

برادران ملت! رسول اللہؐ نے پاس عہد کا ایک ایسا عمدہ عملی نمونہ پیش کر دیا ہے جس پر اخلاق روحانیت قیامت تک فخر و ناز کرتی رہیگی ۶ھ میں آنحضرتؐ نے صحابہ کیساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا اور آپ اپنے جاں نثار صحابہ کو لیکر روانہ ہوگئے جب مکہ معظمہ دو منزل رہ گیا تو مکہ سے بشیر بن سفیان نے آکر یہ خبر دی کہ تمام قریش اس بات پر عہد کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کو مکہ میں قدم نہ رکھنے دیا جائے چنانچہ مقام حدیبیہ پر آکر یہ عہد سامنے آگیا قریش کو سخت اصرار تھا کہ رسول اللہؐ مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتے۔ بڑے ردوبدل کے بعد ایک معاہدہ ہوا جس کی مفصل تشریح کرنیکا یہ موقع نہیں مختصراً اتنا جان لیجئے کہ یہ معاہدہ مسلمانوں نے دب کر کیا تھا اور اس کی بعض شرائط انتہائی کمزوری کا مظہر تھیں مثلاً ایک شرط یہ تھی

کہ اگر قریش کا کوئی آدمی رسول اللہ کے پاس مدینہ میں چلا جائے تو اسے مکہ واپس کرنا ہوگا لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے ہاتھ آجائے تو اسے قریش واپس نہ کریں گے۔ یہ معاہدہ اگرچہ بظاہر مسلمانوں کی انتہائی کمزوری کا مظہر تھا لیکن درحقیقت یہی چیز فتح عظیم کا پیش خیمہ ثابت ہوئی لیکن چونکہ اس کی مصلحت تک بعض صحابہ کی نگاہیں نہ پہنچ سکیں اور وہ اس معاہدہ کے سخت خلاف تھے لیکن رسول اللہ کا ادب و احترام مخالفت سے مانع تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ خدا کے رسول نہیں اگر ہیں اور ضرور ہیں تو آپ اپنے مذہب کو کیوں ذلیل کر رہے ہیں؟ حضور نے فرمایا میں بیشک خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔ الغرض بڑی رد و کد کے بعد معاہدہ تحریر ہو رہا ابھی یہ تحریر لکھی جا رہی تھی کہ ایک صحابی ابوجندل بن سہیلؓ اپنی قید سے کسی طرح رہائی پا کر مسلمانوں کے پاس آ گئے کفار نے انھیں بڑی بڑی اذیتیں دی تھیں زنجیروں میں باندھ رکھا تھا کس طرح موقعہ پا کر یہاں پہنچ گئے۔ ابوجندل کو دیکھتے ہی سہیل نے کہا کہ اے محمد! سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ابوجندل کو میرے حوالہ کرو کیونکہ یہ شرط قرار پا چکی ہے اور پاس عہد کا یہ پہلا موقعہ ہے۔ چنانچہ ابوجندل اپنی مصیبت سنا کر کہتے رہے کہ یا معشر المسلمین! کیا تم مجھے دشمنوں کے سپرد کر رہے ہو لیکن حضور نے اس معاہدہ کے مطابق ان کو واپس کر دیا اور ان کو جانا پڑا۔

حضرات! اسی طرح رسول اللہ کی حیات طیبہ میں پاس عہد کی ہزاروں مثالیں ملتی ہیں جو اخلاق اسلامی کے تاج کا ہیرہ ہیں۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم اس صفت میں رسول اللہ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے اس عمدہ خصلت کو حاصل کریں اور اپنی اخلاقی زندگی میں چار چاند لگائیں۔

بی بی رحمت کی وفاداری

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی رحمت کی وفاداری دنیا میں اظہر من الشمس ہے کیونکہ نہ ہو آپ ایک صابر اعظم کی زوجہ تھیں آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں اور حسن و جمال اپنے دادا سے ورثہ میں پایا تھا۔ آپ نے سخت سے سخت آزمائش میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ساتھ دیا اور انتہائی وفاداری کے ساتھ اپنے شوہر کی اطاعت میں سرگرم اور ثابت قدم رہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی اتنی سخت آزمائش ہوئی تھی کہ اس کو سن کر دل کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں آپ کے اولاد اور تمام مال و مویشی مر گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بھرا گھر اجڑ گیا۔ ہر قسم کے آرام و راحت نے کنارہ کر لیا آپ کے بدن مبارک میں کیڑے پڑ گئے اور اتنی سخت کھجلی ہوئی کہ لکڑی اور پتھر سے کھجلاتے تھے بدن سے بدبو آنے لگی تھی بالآخر شہر والوں نے نکال دیا مگر بی بی رحمت نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا اور آپ کی اطاعت میں سرگرم رہیں۔

ایک دن آپ کہیں جا رہی تھیں شیطان نے سامنے آ کر کہا تو مجھے جانتی ہے میں کون ہوں؟ سن میں زمین کا معبود ہوں اور تیرا شوہر ایوب آسمانی معبود کی پرستش کرتا ہے میری عبادت سے گریز کرتا ہے میرے غضب ہی نے اس کو اس حالت تک پہنچایا ہے۔ اگر وہ مجھے ایک بار سجدہ کرے تو فوراً تندرست ہو جائے۔

بی بی رحمت نے اس واقعہ کو حضرت ایوب علیہ السلام سے آ کر بیان کیا۔ آپ نے فرمایا یہ دشمن ایمان شیطان تھا جو تجھے راہ صدق و صفا سے منحرف کرنا چاہتا تھا۔ اچھا اب یہ بتا کہ یہ مال و متاع کس کا دیا ہوا تھا؟ کہا اللہ کا۔ عیش و نعمت میں ہمیں کتنے دن گذرے ہیں؟ بولیں اسی برس اور مصیبت و ابتلا میں کتنے دن گذرے ہیں بولیں سات برس۔ آپ نے فرمایا کہ جب یہ بات ہے تو تو نے حضرت حق جل شانہ کے حق میں انصاف نہیں کیا۔ انصاف کا تقاضا تو کم از کم یہ تھا کہ اسی برس ہی صبر کیا ہوتا۔ یہ حضرت ایوب نے اپنے پیمانہ صبر و رضا اور ظرف صدق و وفا کے مطابق ارشاد فرمایا تھا لیکن حق تو یہ ہے کہ حضرت بی بی رحمت نے اپنی طاقت و استطاعت سے زیادہ صدق و وفا کا ثبوت دیکر دنیا والوں کو بتلایا کہ اللہ والے یوں وفاداری کا ثبوت دیا کرتے ہیں۔ آپ نے عالم انسانیت کے لئے وفاداری کی ایک اعلیٰ مثال قائم کر دی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اسی طرح وفاداری کا ثبوت دیں اور خدا کے نیک و بااخلاق بندوں میں اپنے آپ کو شامل کریں۔

خدا کے ساتھ اس کے بندوں نے کیا عہد کیا ہے؟

برادران محترم! نیک اور بااخلاق انسان وہ ہے جو اپنے عہد کو پورا کرے۔ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے۔ اپنے فرائض حیات کو بطریق احسن پورا کر اپنے مقصد حیات کی تکمیل کرے اور ہر طرح پاکیزہ اخلاق حاصل کرے جو مسلمان اس معیار اخلاق و حیات پر پورا نہیں اترتا اس کا اسلام محض دل بہلاوا ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم نے اپنے خدا کے ساتھ عالم ازل میں کیا عہد و اقرار کیا تھا؟ یہ کہ تو ہمارا پروردگار ہے اور ہم تیرے احکام کی تعمیل کریں گے اب ہماری وفاداری اور دینداری یہ ہے کہ ہم اپنے اس وعدہ کو پورا کریں اور اپنی زندگی کو شریعت محمدی کے مطابق بنائیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا	اپنے وعدہ کو پورا کرو۔ وعدہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

یعنی قیامت کے روز پوچھا جائیگا کہ تم نے اپنے مذکورہ بالا وعدہ کو پورا کیوں نہیں کیا اس مطالبہ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں قسم کے حقوق داخل ہیں یعنی وہ تمام باتیں اس عہد میں داخل ہیں جو ایک مسلمان کا بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے دینی پروگرام ہے اور جس پر عمل پیرا ہونا اس کا دینی فرض ہے۔

حضرات! اسلامی زندگی کے متعلق قرآن حکیم نے مسلمانوں کے سامنے جو فلسفہ حیات دستور العمل اور پروگرام رکھا ہے وہ دینی و دنیوی ترقی و کامرانی کا ضامن و کفیل ہے جبتک مسلمانوں کا اس پر عمل رہا وہ برابر عروج و ارتقا کی منزلیں طے کرتے رہے اور جب سے انہوں نے اس پروگرام اور نظام عمل کو چھوڑا ہے اسی وقت سے وہ تنزل و انحطاط کی گہرائیوں میں گرتے جا رہے ہیں۔ اگر مسلمانوں کی بے عملی اور خدا سے بیوفائی کا یہی عالم رہا تو وہ دن دور نہیں کہ وہ بالآخر صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں پس کیا ہمارا فرض اولین یہ نہیں کہ ہم اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی قسمت کو بنائیں خدا اور اس کے رسول کے ساتھ وفاداری کا عملی ثبوت دیں اور خاک سے اٹھکر افلاک پر پہنچیں چنانچہ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے ؎

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حکمت احکام عبادات

(از محترم بیگم صاحبہ نواب سربلند جنگ بہادر دہلی)

شریعت فی عبادات وفی معاملات

ہر چیز کے متعلق نہیں واضح احکام بتلائے گئے ہیں۔ عبادات کا منشا صرف تصفیہ و تزکیہ باطن ہے اور جو شخص نماز سے بالکل بے بہرہ ہے وہ اصطلاح شریعت میں شیطان کا ساتھی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور اصطلاح اہل حقیقت میں ایسے شخص کو مردہ کہتے ہیں کیونکہ نماز ہی حیات قلبی کا ذریعہ ہے اور نماز ہی سے انسان کو اطمینان قلب کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

حکمت وضو

شریعت اسلامی میں لفظ طہارت کا مفہوم بہت وسیع ہے جو کہ ہر ایک قسم کی ظاہری و باطنی طہارت پر حاوی ہے۔ طہارت وضو کی فضیلت میں بہت سی احادیث صحیحہ موجود ہیں جو شخص وضو کر کے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو ایسے طور پر ادا کرے کہ اس کے دل میں کسی قسم کے خیالات دنیوی کا گذر نہ ہو تو وہ اپنے تمام گناہوں سے اسی طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح کوئی ابھی پیدا ہوا ہو۔ اسی طرح دیگر بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں طہارت وضو کو بجائے خود ایک عبادت قرار دیا گیا ہے چنانچہ ہمیشہ باوضو رہنا موجب ثواب عظیم ہے۔ ہدایت کو باوضو سونا ایک حد تک خطرہ وحشت سے محفوظ رہنے کا آلہ ہے چنانچہ وضو شیطان کی روک کے لئے ایک حربہ قرار دیا گیا ہے پس جو شخص ہمیشہ باوضو رہے گا گویا وہ شیطان کے مقابلہ پر ہمیشہ مسلح رہے گا یہ امر تجربہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ظاہر بدن اور لباس کی صفائی سے انسان کو کہاں تک باطن کی صفائی کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بعض آثار میں یوں ارشاد ہوا ہے۔

یعنی اسلام پاک کی بنیاد ہر ایک قسم کی ظاہری اور باطنی پاکیزگی پر قائم کی گئی ہے پھر دوسری جگہ فرمایا ہے:۔

الطہور شطر الایمان یعنی باطہارت ہونا نصف ایمان کے برابر ہے چونکہ طہارت وضو میں تمام اعضاء و جوارح داخل ہیں اس لئے حضور علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ وضو سے ہر ایک عضو کے متعلقہ گناہ دور ہو جاتے ہیں کیونکہ کوئی عملی گناہ حواس خمسہ کے تعلق سے باہر نہیں جا سکتا پس عبادت طہارت سے حضور انور آقائے دو جہان کو نہایت لطیف طور پر اس امر کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جس طرح ظاہری اعضاء کو تر پاک کرنے ہو اسی طرح باطن کی پاکیزگی کو لازم سمجھو۔ ظاہری پاکیزگی جبکہ دل مختلف قسم کی نجاستوں سے آلودہ ہو کچھ مفید نہیں اگر کوئی شخص کسی مہمان کے لئے مکان کی بیرونی آرائش پر بڑا زور دے اس کے اندر ہر قسم کی غلاظت اور نجاست بھر رکھی ہو تو اس کا نتیجہ خود ظاہر ہے یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم کی طرف سے جو انوار و برکات قلب مومن پر نازل ہوتی ہیں ان کی مناسبت باطنی طہارت کی اصلیت پر مبنی ہے آیہ "واللہ یحب المطہرین" میں غور کرنے سے اس امر کا یقینی ثبوت مل سکتا ہے کیونکہ اگر صرف طہارت ظاہری کو موجب محبت الٰہی قرار دیا جاتا اور اس کے ساتھ طہارت باطنی کی ضرورت کو اصل نہ تصور کیا جاتا تو پھر محبت الٰہی کا درجہ حاصل کرنا مشکل نہ ہوتا جس طرح بدن اور لباس میں کسی قسم کی نجاست کے ہونے سے طبیعت میں ایک قسم کی کراہت اور تشویش پیدا ہوتی ہے اسی طرح اندرونی نجاست پاک روح کو اذیت پہنچاتی ہے اور نور ایمان کو کم کر دیتی ہے برخلاف اس کے جس طرح ظاہری طہارت سے طبیعت میں ایک قسم کا سرور پیدا ہوتا ہے اسی طرح باطنی طہارت سے روحانی لذت اور ذوق ایمان حاصل ہوتا ہے جس کی مقدار ہر ایک شخص کے اخلاص پر مبنی ہے آیہ "وذروا ظاہر الاثم وباطنہ" میں غور کیجئے کس قدر مختصر الفاظ میں اندرونی اور بیرونی گناہوں سے پاک رہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی بڑے معزز آدمی یا بادشاہ کی ملاقات کو جاتا ہے تو وہ حتی الوسع اپنی طرف سے بدن اور لباس کے تمام لوازم نظافت کو پورا کرتا ہے اور ایسا کرنا منجملہ آداب قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ نماز رب العالمین شہنشاہ خالق السمٰوات والارض کے دربار عالی میں حاضر ہو کر اس سے ہمکلام ہونے یا مناجات کرنے کا نام ہے اس لئے ہر ایک قسم کی طہارت کا کامل طور پر بجا لانا نہایت ضروری ہے چنانچہ اس امر کی طرف حضور انور آقائے دو جہان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے الوضوء مفتاح الصلوٰۃ کیونکہ جس طرح بلا رعایت آداب مجلس شاہی میں کسی کو دخل نہیں ہو سکتا اسی طرح بدون وضو نماز یعنی دربار الٰہی میں کوئی شخص حاضر نہیں ہو سکتا سبحان اللہ! کیا پاک مذہب ہے جس کے ہر ایک حکم میں تمام ظاہری اور باطنی رعایتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں جو ایماندار کے لئے موجب تقویت ایمان ہیں۔

نماز پڑھنے سے پہلے طہارت مکان اور طہارت جامہ ضروری ہے چاہئے تو یہ تھا کہ ہر نماز سے پہلے غسل کیا جاتا جب بادشاہوں کے دربار میں غسل اور خوشبو اور عمدہ کپڑے پہنکر جاتے ہیں تو کیا دربار خداوندی اس سے بڑھ کر مستحق نہیں ہے اور ضرور ہے مگر خدائے رحیم اپنے بندوں پر کمال درجہ مہربان ہے اگر رات دن میں پانچ دفعہ غسل ہوتا تو ہر موسم میں یہ انتظام ایک قسم کا بار خاطر ہو جاتا اور ہر شخص اس کا تحمل نہ ہو سکتا اس لئے بجائے اس کے وضو قائم مقام غسل قرار دیا گیا جس کو ہر شخص بآسانی کر سکتا ہے بلکہ درصورت عذر یا تکلیف یا پانی نہ ملنے پر تیمم کو وضو کا قائم مقام بنا دیا گیا ہے باقی لباس کا پاک صاف ہونا، مکان کا پاک ہونا اس لئے ہے کہ جس کے سامنے کھڑا ہونا ہو، ادب اس میں داخل ہے جس قدر زیادہ نفاست، لطافت کی پابندی کیجائے اسی قدر اس سے زیادہ قرب حاصل ہوگا اور جس قدر اس میں کمی ہوگی اسی قدر اس سے بعد ہوگا۔

نماز

اصل میں بندہ کا فرض یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت کرے کیونکہ خداوند کریم جل و علا علاوہ اور صفات کے معبود کی صفت سے بھی موصوف ہے پس جس طرح اس کے خالق ہونے کی وجہ سے ہم مخلوق ہیں

اس کے رازق ہونے کی وجہ سے ہم مرزوق، اس کے رحیم ہونے کی وجہ سے ہم مرحوم، اس کے رب ہونے کی وجہ سے ہم مربوب اور اس کے محمود ہونے کی وجہ سے ہم حامد، اسی طرح اس کے معبود ہونے سے ہم عابد کہلانے کے مستحق ہیں اور یہ ایک ایسا اہم اور درست تعلق ہے جو اپنے مولیٰ سے ہے کہ خداوند کریم کو جن اور انسان کی پیدائش سے یہی منظور تھا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

یاد رکھنا چاہئے کہ تمام عبادات سے افضل اور اعلیٰ نماز ہے بلکہ یہ تمام عبادات کی اصل ہے اور سب عبادات سے پہلے ہے جس کی نسبت بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ اظہار عبودیت کے لئے نماز سے بڑھکر کوئی عمدہ صورت عبادت کی کسی مذہب میں موجود نہیں اور نہ ثابت ہوتی ہے یہ وہ چیز ہے جس کی خوبی کا مخالفین نے بھی اقرار کیا ہے نماز ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے کامل طور پر ادا کرنے سے انسان ظاہری اور باطنی پاکیزگی کا مالک ہو جاتا ہے اس میں تمام عبادات سے مشابہت پائی جاتی ہے کیونکہ نماز ان تمام امور پر مشتمل ہے۔ طہارت، قبلہ کی طرف متوجہ ہونا۔ ذکر، تسبیح، استغفار، شہادت، توحید و رسالت، درود شریف، دعا یہ زبان کی عبادت ہے مگر اس میں روزہ کا وصف بھی پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں تمام نفسانی خواہشات کو روکنا ہوتا ہے بلکہ بہ نسبت روزہ کے اس میں یہ بات زائد ہوتی ہے کہ آنکھ کو غیر کے التفات سے، ہاتھ پاؤں کو حرکت سے زبان کو غیر کے ذکر سے یا غیر تلاوت قرآن مجید سے علیٰ ہذا قوت خیالیہ اور فکریہ کو اپنے کام سے روکنا ہوتا ہے اور یہ امر روزہ میں ضروری نہیں اور اس میں حج کی خوبی بھی موجود ہے۔ اس کی تکبیر تحریمہ بمنزلہ احرام کے ہے قبلہ کی طرف متوجہ ہونا بجائے طواف کے ہے اور قیام بجائے قیام عرفات کے ہے۔ رکوع و سجود اور رکعات میں سعی بہ حرکت صفا و مروہ کی دوڑ کی ہے۔ اس میں زکوٰۃ کا وصف بھی پایا جاتا ہے کیونکہ بدن کا ڈھکنا اور طہارت کا سامان مہیا کرنا واجب ہے اور وقت کو اس کے دنیوی کاروبار اور خوائج سے باز رکھکر خدا کی عبادت میں لگانا گویا وہ مال کا ایک حصہ ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ نیز جمادات کی عبادت بیٹھنا ہے۔ جانوروں کی عبادت رکوع ہے۔ پرندوں کی عبادت ذکر و تہلیل و تسبیح ہے جو خوش الحانی سے کرتے ہیں۔

مرغان چمن بہر صبحے — خوانند ترا باصطلاحے

حشرات الارض کی عبادت سجدہ ہے درختوں اور نباتات کی عبادت قیام ہے اور فرشتوں کی عبادت بھی اسی قسم کی ہے اور کروبیان ملائکہ مقربین جن کو مجیبین بھی کہتے ہیں ان کی عبادت استغراق اور مشاہدہ تجلی ذات حق سبحانہ ہے مگر نماز ان تمام امور پر مشتمل ہے اور چونکہ نماز تمام عبادات بدنیہ و نفسیہ کی جامع ہے اس لئے اس کا مرتبہ تمام عبادات سے بڑھکر ہے یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اعمال میں کونسا عمل افضل ہے تو آپ نے فرمایا الصلوٰۃ لوقتہا یعنی نماز اپنے وقت پر ادا کرنا تمام اعمال سے افضل ہے۔ اب ہم نماز کا مختصر خاکہ کھینچتے ہیں اور اس کے اجزا کے متعلق بحث کرتے ہیں جس سے نماز کے اسرار و نکات و برکات و فوائد سے اطلاع ہو جائے۔

قیام نماز کے فرائض میں سے ایک قیام ہے یعنی جب نماز کے لئے کھڑا ہو تو مؤدب کھڑا ہو اور ظاہری توجہ قبلہ کی طرف ہو جس کی خاک پاک سے انسان کی آفرینش ہوئی کیونکہ بہر حال زمین دین سے پہلی ہے چنانچہ یہ قاعدہ کلیہ "کل شئی یرجع الی اصلہ" اسی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہے۔ ورنہ کعبہ مقصود بالذات نہیں مقصود بالذات صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے تمام مسلمان ایک وقت میں ایک جگہ تو جمع ہو نہیں سکتے مگر ایک ہی سمت کعبہ کی طرف کھڑے ہونے سے گویا سب ان کی اسی طرف نماز پڑھتے ہیں اور یہی ایک اجتماعی صورت ہے۔

تکبیر تحریمہ تکبیر تحریمہ سے یہ مقصود ہے کہ میں نے ہر دو عالم سے ہاتھ اٹھالئے ہیں اور خدا کی جناب کو تمام موجودات سے بزرگ کہتا ہوں اس لئے اللہ اکبر کہتا ہے پھر زبان سے "سبحانک اللھم" پڑھتا ہے جو خدائے تعالیٰ کی پاکی اور حمد بزرگی اور علو شان اور برکت اور توحید پر مشتمل ہے پھر اعوذ باللہ میں خدائے تعالیٰ سے اس بات کی طلب کی جاتی ہے کہ وہ شیطان کے شر سے بچائے پھر بسم اللہ سے اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے مدد مانگی جاتی ہے

قراءۃ اس کے بعد الحمد شریف پڑھی جاتی ہے اور اس میں اول خدا تعالیٰ کی تعریف اور تربیت عام اور اس کی رحمت عامہ اور خاصہ اور اس کی مالکیت اور اختیار جزا اور سزا کا ذکر کرکے خدا سے ہدایت کے راستے کی طلب کی جاتی ہے جس پر انعام یافتہ لوگ چلے ہیں اور گمراہوں کے راستے سے جن پر خدا کا غضب ہوا ہے بیزاری مطلوب ہے اس کے بعد آمین کہی جاتی ہے کہ خدایا مجھ عاجز کی دعا قبول کر۔ اس کے بعد کچھ اور حصہ قرآن کا پڑھا جاتا ہے تاکہ اس خداوند حکیم کے کلام کی قرأت اور سماعت سے امام و مقتدی بیان ادا کرتے ہیں معلوم ہو کہ ہم ہر طرح خدا کے مطیع فرمان ہیں۔

رکوع پھر رکوع کیا جاتا ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھکر جھک کر کبڑے ہو جاتے ہیں اس میں خدائے تعالیٰ کی بڑائی اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ اے پروردگار تیرے انعام و اکرام اور تیرے جاہ و جلال نے جو مجھ پر ہے میری پشت کو دوتا کر دیا ہے اور اس کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔

قومہ پھر سر کو اٹھایا جاتا ہے جس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کی حمد و ثنا پر قائم ہیں اور یہ کہا جاتا ہے "سمع اللہ لمن حمدہ" یعنی جو کوئی خدا کی حمد کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کی حمد سنتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے بندے تم جو ہماری تعریف و ثنا کرتے ہو ہم نے اسکو سن لیا۔

سجدہ اس کے بعد سجدہ میں گر جاتا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدایا ہم اپنے اشرف اعضا کو جو پیشانی ہے تیری جناب کے سامنے خاک پر رگڑاتے ہیں جو پست ترین چیز ہے اس لئے ہم تیرے سامنے زمین کی طرح ذلیل ہیں اس کے علاوہ یہ بھی مقصود ہے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور آخر مٹی ہی میں مل جاتا ہے چنانچہ یہ خیال اس کو ہمیشہ تواضع اور فروتنی کی یاد دلاتا ہے اور تکبر اور غرور کو مٹاتا ہے۔ اور پھر خدا کی پاکیزگی اور علو شان کی تسبیح پڑھی جاتی ہے اٹھتے بیٹھتے اللہ اکبر کہنے سے خدا تعالیٰ کی برتری کا اظہار مقصود ہے۔

جلسہ اس کے بعد جلسہ کرتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ ہم اپنی فروتنی اور خدا کی عظمت بیان کرنے پر ثابت ہیں۔ سلسلہ کے لئے دیکھئے

اسلامی اصولی حکومت

ازحضرت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی

حکومت جس کو ہم اسلامی حکومت کہتے ہیں اس کی نوعیت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں سب سے بڑی خصوصیت جو اسلامی حکومت کو تمام دوسری حکومتوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ قومیت کا عنصر اس میں قطعی ناپید ہے وہ محض ایک اصولی حکومت ہے۔ اصولی حکومت وہ چیز ہے جس سے دنیا ہمیشہ ناآشنا رہی ہے اور آج تک ناآشنا ہے۔ زمانۂ قدیم میں لوگ صرف خاندانوں یا طبقوں کی حکومت سے واقف تھے۔ بعد میں نسلی اور قومی حکومتوں سے واقف ہوئے۔ محض ایک اصول کی حکومت اس بنیاد پر کہ جو اس اصول کو قبول کرے وہ بلا امتیاز قومیت اسٹیٹ کو چلانے میں حصہ دار ہو سکتا ہے دنیا کے تنگ ذہن میں کبھی نہ سما سکی۔ عیسائیت نے اس تخیل کا ایک بہت دھندلا سا نقش پایا مگر اس کو وہ مکمل نظام فکر نہ مل سکا جس کی بنیاد پر کوئی اسٹیٹ تیار ہوتا۔ انقلاب فرانس میں اصولی حکومت کے تخیل کی ایک ذرا سی جھلک انسان کی نظر کے سامنے آئی مگر نیشنلزم کی تاریکی میں گم ہوگئی۔ اشتراکیت نے اس تخیل کا خاصا چرچا کیا تھا کہ ایک اسٹیٹ بھی اس کی بنیاد پر تعمیر کرنے کی کوشش کی اور اس کی وجہ سے دنیا کی سمجھ میں یہ تخیل کچھ کچھ آنے لگا تھا مگر اس کی رگ رگ میں بھی آخرکار نیشنلزم گھس گیا۔ ابتدا سے آج تک تمام دنیا میں صرف اسلام ہی وہ مسلک ہے جو قومیت کے ہر شائبہ سے پاک کر کے حکومت کا ایک نظام خالص آئیڈیالوجی کی بنیاد پر تعمیر کرتا ہے اور تمام انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ اس آئیڈیالوجی کو قبول کر کے غیر قومی حکومت بنائیں۔

یہ چیز چونکہ نرالی ہے اور گرد و پیش کی تمام دنیا اس کے خلاف چل رہی ہے اسلئے نہ صرف غیر مسلم بلکہ خود مسلمان بھی اس کو اور اس کے جملہ تضمنات کو سمجھنے سے قاصر ہو رہے ہیں جو لوگ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں مگر جن کے اجتماعی تصورات تمام تر یورپ کی تاریخ اور یورپ ہی کے سیاسیات اور علوم عمران سے بنے ہیں ان کے ذہن کی گرفت میں یہ تصور کسی طرح نہیں آتا۔ بیرون ہند کے وہ ممالک جن کی بیشتر آبادی مسلمان اور سیاسی حیثیت سے آزاد ہے وہاں اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں جب زمام کار آئی تو ان کو حکومت کا کوئی نقشہ قومی حکومت کے سوا نہ سوجھا کیونکہ وہ اسلام کے علم و شعور اور اصولی حکومت کے تصور سے بالکل خالی الذہن تھے۔ ہندوستان میں بھی جن لوگوں نے اس طرز کی دماغی تربیت پائی ہے وہ اسی مشکل میں مبتلا ہیں۔ اسلامی حکومت کا نام لیتے ہیں مگر بیچارے اپنے ذہن کی ساخت سے مجبور ہیں کہ پھر پھر کر جو نقشہ بھی نظر کے سامنے آتا ہے قومی حکومت ہی کا آتا ہے قوم پرستانہ طرز فکر ہی میں دانستہ و نادانستہ پھنس جاتے ہیں اور جب پروگرام سوچتے ہیں وہ بنیادی طور پر قوم پرستانہ ہی ہوتا ہے ان کے نزدیک پیش نظر مسئلہ کی نوعیت بس یہ ہے کہ مسلمان کے نام سے جو ایک قوم بن گئی ہے اس کے ہاتھ میں حکومت آ جائے یا اس کو سیاسی اقتدار نصیب ہو جائے اس نصب العین تک پہنچنے کے لئے یہ جتنا بھی دماغ پر زور ڈالتے ہیں اس کے سوا کوئی طریق کار انہیں نظر نہیں آتا کہ دنیا کی قومیں عموماً جو تدابیر اختیار کرتی ہیں وہی اس قوم کے لئے بھی اختیار کی جائیں جن اجزا سے یہ قوم مرکب ہے ان کو جوڑ کر ایک مخصوص مجموعہ بنایا جائے ان میں نیشنلزم کا جوش پھونکا جائے ان کے اندر مرکزی اقتدار ہو، ان کے نیشنل گارڈس منظم ہوں، ان کی ایک قومی ملیشیا تیار ہو، وہ جہاں اکثریت میں ہوں وہاں اقتدار اکثریت کے مسلمہ جمہوری اصول پر ان کے قومی اسٹیٹ بن جائیں اور جہاں ان کی تعداد کم ہو وہاں ان کے حقوق کا تحفظ ہو جائے ان کی انفرادیت اسی طرح محفوظ ہو جس طرح دنیا کے ہر ملک میں ہر قومی اقلیت اپنی انفرادیت محفوظ کرنا چاہتی ہے، ملازمتوں اور تعلیمی اور انتخابی ادارات میں ان کا حصہ مقرر ہو، اپنے نمایندے یہ خود چنیں، وزارتوں میں ایک قوم کی حیثیت سے شریک کئے جائیں، وغیرہ ذالک من الخرافات۔ یہ سب باتیں کرتے ہوئے یہ لوگ امت، جماعت، ملت، ملیت، امیر، طاعت امیر اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ اسلامی اصطلاحات سے لیکر بولتے ہیں مگر اساسی فکر کے اعتبار سے یہ سب ان کے لئے مذہب قوم پرستی کی اصطلاحوں کے مترادفات ہیں جو خوش قسمتی سے پرانے ذخیرے میں سے گھڑے گھڑائے مل گئے اور غیر اسلامی فکر کو چھپانے کے لئے اسلامی رنگ کے غلاف کا کام دینے لگے۔

اصولی حکومت کی نوعیت آپ سمجھ لیں تو آپ کو یہ بات سمجھنے میں ذرہ برابر بھی دقت پیش نہ آئیگی کہ اس کی بنا رکھنے کے لئے یہ طرز فکر، یہ انداز تحریک، یہ عملی پروگرام نقطۂ آغاز کا بھی کام نہیں دے سکتا کجا کہ تعمیر کے انجام تک پہنچا سکے بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کی ہر چیز ایک تیشہ ہے جس سے اصولی حکومت کے تخیل کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اصولی حکومت کے تخیل کی تو بنیاد ہی یہ ہے کہ ہمارے سامنے قومیں اور قومیتیں نہیں صرف انسان ہیں ہم ان کے سامنے ایک اصول اس حیثیت سے پیش کرتے ہیں کہ اس پر تمدن کا نظام اور حکومت کا ڈھانچہ تعمیر کرنے میں ان کی اپنی فلاح ہے اور جو اس کو قبول کرے وہ اس نظام کو چلانے میں برابر کا حصہ دار ہے۔ غور کیجئے اس تخیل کو لیکر وہ شخص کس طرح آگے بڑھ سکتا ہے جس کے دماغ، زبان، افعال و حرکات ہر چیز پر قومیت اور قوم پرستی کا ٹھپا لگا ہوا ہو۔ اس نے تو وسیع تر انسانیت کو اپیل کرنے کا دروازہ پہلے ہی بند کر دیا پہلے ہی قدم پر اپنی پوزیشن کو آپ غلط کر کے رکھ دیا۔ قوم پرستی کے تعصب میں جو قومیں اندھی ہو رہی ہیں جن کے لڑائی جھگڑوں کی ساری بنیاد ہی نیشنلزم اور نیشن اسٹیٹس ہیں ان کو انسانیت کے نام پر بلانے اور انسانی فلاح کے اصول کی طرف بلانے کا آخر یہ کونسا ڈھنگ ہے کہ ہم خود اپنے قومی حقوق کے جھگڑے اور اپنے نیشن اسٹیٹ کے مطالبہ سے اس دعوت کی ابتدا کریں؟ کس طرح آپ کی عقل یہ بات قبول کرتی ہے کہ مقدمہ بازی کر لوگوں کو روکنے کی تحریک خود ایک مقدمہ عدالت میں دائر کرنے سے شروع کی جاسکتی ہے؟

خلافتِ الٰہیہ اسلامی حکومت کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کی پوری عمارت خدا کی حاکمیت کے تصور پر قائم کی گئی ہے۔ اس کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ ملک خدا کا ہے، وہی اس کا حاکم ہے، کسی شخص یا خاندان یا طبقہ یا قوم کو بلکہ پوری انسانیت کو بھی حاکمیت کے حقوق حاصل نہیں ہیں۔ حکم دینے اور قانون بنانے کا حق صرف خدا کے لئے خاص ہے۔ حکومت کی صحیح شکل اس کے سوا کوئی نہیں کہ انسان خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے کام کرے، اور یہ حیثیت صحیح طور پر صرف دو صورتوں سے قائم ہو سکتی ہے، یا تو کسی انسان کے پاس براہِ راست خدا کی طرف سے قانون اور دستورِ حکومت آیا ہو، یا وہ اس شخص کی پیروی اختیار کرے جس کے پاس خدا کی طرف سے قانون اور دستور آیا ہے۔ اس خلافت کے کام میں تمام وہ لوگ شریک ہوں گے جو اس قانون پر ایمان لائیں اور اس کی پیروی کرنے پر تیار ہوں۔ یہ کام اس احساس کے ساتھ چلایا جائے گا کہ ہم سب بحیثیت مجموعی اور ہم میں سے ہر ایک فرداً فرداً خدا کے سامنے جواب دہ ہے، اس خدا کے سامنے جو ظاہر اور پوشیدہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، جس کے علم سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی اور جس کی گرفت سے مر کر بھی ہم نہیں چھوٹ سکتے۔ خدا نے خلافت کی جو ذمہ داری ہمارے سپرد کی ہے، وہ اس لئے نہیں ہے کہ ہم لوگوں پر اپنا حکم چلائیں، ان کو اپنا غلام بنائیں، ان سے سر اپنے آگے جھکوائیں، ان سے ٹیکس وصول کر کے اپنے محل تعمیر کریں، حاکمانہ اختیارات سے کام لے کر اپنے عیش، اپنی نفس پرستی اور اپنی کبریائی کا سامان کریں، بلکہ یہ بار ہم پر اس لئے ڈالا گیا ہے کہ ہم خدا کے قانونِ عدل کو اس کے بندوں پر جاری کریں۔ اس قانون کی پابندی اور اس کے نفاذ میں ہم نے اگر ذرا سی کوتاہی بھی کی، اگر ہم نے اس کام میں ذرہ برابر بھی خود غرضی، نفس پرستی، تعصب اور جانبداری یا بددیانتی کو دخل دیا تو ہم خدا کی عدالت سے سزا پائیں گے، خواہ دنیا میں ہر سزا سے محفوظ رہ جائیں۔

اس نظریہ کی بنیاد پر جو عمارت اٹھتی ہے وہ اپنی جڑ سے لے کر چھوٹی سی چھوٹی شاخوں تک ہر چیز میں دنیوی حکومتوں سے بالکل مختلف ہے۔ اس کی ترکیب، اس کا مزاج، اس کی فطرت کوئی چیز بھی ان سے نہیں ملتی۔ اس کو بنانے اور چلانے کے لئے ایک خاص قسم کی ذہنیت، خاص طرز کی سیرت اور خاص نوعیت کے کردار کی ضرورت ہے۔ اس کی فوج، اس کی پولیس، اس کی عدالت، اس کے مالیات، اس کے قوانین، اس کے محاصل، اس کی انتظامی پالیسی، اس کی خارجی سیاست، اس کی صلح و جنگ کے معاملات سب کے سب دنیوی ریاستوں سے مختلف ہیں۔ ان کی عدالتوں کے جج اور چیف جسٹس اس کی عدالت کے کلرک بلکہ چپراسی تک بننے کے اہل نہیں ہو سکتے۔ ان کی پولیس کا انسپکٹر جنرل وہاں کانسٹیبل کی جگہ کے لئے بھی موزوں نہیں ٹھیرتے۔ ان کے جنرل اور فیلڈ مارشل وہاں سپاہیوں میں بھرتی کرنے کے قابل بھی نہیں۔ ان کے وزرائے خارجہ وہاں کسی منصب پر تو کیا مقرر ہوں گے شاید اپنے جھوٹ، دغا اور بددیانتیوں کی بدولت جیل جانے سے بھی محفوظ نہ رہ سکیں۔ غرض وہ تمام لوگ جو ان حکومتوں کے کاروبار چلانے کے لئے تیار کئے گئے ہیں، جن کی اخلاقی و ذہنی تربیت ان کے مزاج کے مناسبِ حال کی گئی ہے، اسلامی حکومت کے لئے قطعی ناکارہ ہیں۔ اس کو اپنے شہری، اپنے ووٹر، اپنے کونسلر، اپنے اہل کار، اپنے سپاہی، اپنے جج اور مجسٹریٹ، اپنے محکموں کے ڈائرکٹر، اپنی فوجوں کے کمانڈر، اپنے خارجی سفراء اور اپنے وزیر، غرض اپنی اجتماعی زندگی کے تمام اجزاء اور اپنی انتظامی مشین کے تمام پرزے بالکل ایک نئی ساخت کے درکار ہیں۔ اس کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہو، جو خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کا احساس رکھتے ہوں، جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے ہوں، جن کی نگاہ میں اخلاقی نفع و نقصان کا وزن دنیوی نفع و نقصان سے زیادہ ہو، جو ہر حال میں اس ضابطہ اور اس طرزِ عمل کے پابند ہوں جو ان کے لئے مستقل طور پر بنا دیا گیا ہے، جن کی تمام سعی و جہد کا ہدف و مقصود خدا کی رضا ہو، جن پر شخصی یا قومی اغراض کی بندگی اور ہوا و ہوس کی غلامی مسلط نہ ہو، جو تنگ نظری و تعصب سے پاک ہوں، جو مال اور حکومت کے نشہ میں بدمست ہو جانے والے نہ ہوں، جو دولت کے حریص اور اقتدار کے بھوکے نہ ہوں، جن کی سیرتوں میں یہ طاقت ہو کہ جب زمین کے خزانے ان کے دستِ قدرت میں آئیں تو وہ پکے امانت دار ثابت ہوں، جب بستیوں کی حکومت ان کے ہاتھ میں آئے تو وہ راتوں کی نیند سے محروم ہو جائیں اور لوگ ان کی حفاظت میں اپنی جان و مال آبرو ہر چیز کی طرف سے بے خوف رہیں، جب وہ فاتح کی حیثیت سے کسی ملک میں داخل ہوں تو لوگوں کو ان سے قتل و غارتگری، ظلم و ستم اور بدکاری و شہوت رانی کا کوئی اندیشہ نہ ہو، بلکہ ان کے ہر سپاہی کو مفتوح ملک کے باشندے اپنی جان و مال اور اپنی عورتوں کی عصمت کا محافظ پائیں، جن کی دھاک بین الاقوامی سیاست میں اس درجہ کی ہو کہ ان کی راستی، انصاف پسندی، اصولِ اخلاق کی پابندی اور عہد و پیمان پر تمام دنیا میں اعتماد کیا جائے۔ اس قسم کے اور صرف اسی قسم کے لوگوں سے اسلامی حکومت بن سکتی ہے اور یہی لوگ اس کو چلا سکتے ہیں۔ رہے مادہ پرست، افادی ذہنیت رکھنے والے لوگ، جو دنیوی فائدوں اور شخصی یا قومی مصلحتوں کی خاطر ہمیشہ ایک نیا اصول بناتے ہوں، جن کے پیشِ نظر نہ خدا ہو نہ آخرت، بلکہ جن کی ساری کوششوں کا مرکز و محور اور ساری پالیسیوں کا مدار صرف دنیوی فائدہ و نقصان ہی کا خیال ہو، تو ایسی حکومت بنانے یا چلانے کے قابل ہونا تو کیا ہوں، ان کا اس حکومت کے دائرے میں موجود ہونا ہی ایک عمارت میں دیمک کی موجودگی کا حکم رکھتا ہے۔

اسلامی انقلاب کی سبیل اسلامی حکومت کی اس نوعیت کو ذہن میں رکھ کر غور کیجئے کہ اس منزل تک پہنچنے کی سبیل کیا ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ میں ابتدا میں عرض کر چکا ہوں، کسی سوسائٹی میں جس قسم کے فکری، اخلاقی، تمدنی اسباب و محرکات فراہم ہوتے ہیں ان کے تعامل سے اسی قسم کی حکومت وجود میں آتی ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک درخت اپنی ابتدائی کونپل سے لیکر پورا درخت بننے تک تو نیموں کی حیثیت سے نشوونما پائے مگر بار آوری کے مرحلے پر پہنچ کر یکایک آم کے پھل دینے لگے۔ اسلامی حکومت کسی معجزے کی شکل میں صادر نہیں ہوتی۔ اس کے پیدا ہونے کے لئے ناگزیر ہے کہ ابتدا میں ایک ایسی تحریک اٹھے جس کی بنیاد میں وہ نظریۂ حیات، وہ مقصدِ زندگی، وہ معیارِ اخلاق، وہ سیرت و کردار ہو جو اسلام کے مزاج سے مناسبت رکھتا ہے۔ اس کے لیڈر اور کارکن صرف وہی لوگ ہوں جو اس خاص

طرز کی انسانیت کے سانچے میں ڈھلنے کے لئے مستعد ہوں پھر وہ اپنی جدوجہد سے سوسائٹی میں اسی ذہنیت اور اسی اخلاقی روح کو پھیلانے کی کوشش کریں پھر اسی بنیاد پر تعلیم و تربیت کا ایک نیا نظام اٹھے جو اس مخصوص طرز کے آدمی تیار کرے اس سے مسلم سائنٹسٹ، مسلم فلسفی، مسلم مورخ، مسلم ماہرین مالیات و معاشیات، مسلم ماہرین قانون، مسلم ماہرین سیاست غرض ہر شعبہ علم و فن میں ایسے آدمی پیدا ہوں جو اپنی نظر و فکر کے اعتبار سے مسلم ہوں جن میں یہ قابلیت موجود ہو کہ افکار و نظریات کا ایک پورا نظام اور طرز زندگی کا ایک مکمل خاکہ اسلامی اصول پر مرتب کر سکیں اور جن میں اتنی طاقت ہو کہ دنیا کے ناخدا شناس ائمہ فکر کے مقابلہ میں اپنی عقلی و ذہنی ریاست کا سکہ جما دیں اس دماغی پس منظر کے ساتھ یہ تحریک عملاً اس غلط نظام زندگی کے خلاف جدوجہد کرے جو گرد و پیش پھیلا ہوا ہے اس جدوجہد میں اس کے علمبردار مصیبتیں اٹھا کر سختیاں جھیل کر قربانیاں کر کے مار کھا کر اور جانیں دے کر اپنے خلوص اور اپنے ارادے کی مضبوطی کا ثبوت دیں آزمائشوں کی بھٹی میں تپائے جائیں اور ایسا سونا بن کر نکلیں جس کو ہر پرکھنے والا ہر طرح جانچ کر بے کھوٹ کامل العیار سونا ہی پائے اپنی لڑائی کے دوران میں اپنے ہر قول اور ہر فعل سے اپنی اس مخصوص آئیڈیالوجی کا مظاہرہ کریں جس کے علمبردار بن کر وہ اٹھے ہیں اور ان کی ہر بات سے عیاں ہو کہ واقعی ایسے بے لوث، بے غرض، راستباز، پاک سیرت، انتہا درجہ باصول، خدا ترس لوگ انسانیت کی فلاح کے لئے جس با اصول حکومت کی طرف دعوت دے رہے ہیں اس میں ضرور انسان کے لئے عدل اور امن ہوگا اس طرح کی جدوجہد سے سوسائٹی کے وہ تمام عناصر جن کی فطرت میں کچھ بھی نیکی اور راستی موجود ہے اس تحریک میں کھنچ آئیں گے، پست سیرت لوگوں اور ادنیٰ درجہ کے طریقوں پر چلنے والوں کے اثرات تحریک کے مقابلے میں دبتے چلے جائیں گے، عوام کی ذہنیت میں ایک انقلاب رونما ہوگا اجتماعی زندگی میں اس مخصوص نظام حکومت کی پیاس پیدا ہو جائے گی اور اس نئی ڈھلی ہوئی سوسائٹی میں کسی دوسرے طرز کے نظام کا چلنا مشکل ہو جائے گا۔ آخر کار ایک لازمی اور طبعی نتیجہ کے طور پر وہی نظام حکومت قائم ہو جائے گا جس کے لئے اس طور پر زمین تیار کی گئی ہو گی، اور جونہی کہ وہ نظام قائم ہوگا اس کو چلانے کے لئے ابتدائی اہلکاروں سے لے کر وزراء اور نظماء تک ہر درجہ کے مناسب کل پرزے اس نظام تعلیم و تربیت کی بدولت موجود ہوں گے جس کا ذکر میں ابھی کر چکا ہوں۔

یہ ہے اس انقلاب کے ظہور اور اس حکومت کی پیدائش کا فطری طریقہ جس کو اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کہا جاتا ہے، دنیا کے انقلابات کی تاریخ آپ کے سامنے ہے آپ سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ ایک خاص نوعیت کا انقلاب اسی نوعیت کی تحریک، اسی نوعیت کے لیڈر اور کارکن اور اسی نوعیت کا اجتماعی شعور اور تمدنی و اخلاقی ماحول چاہتا ہے انقلاب فرانس کو ایک خاص اخلاقی و ذہنی اساس درکار تھی جو روسو، والٹیر اور مانٹیسکو جیسے لیڈروں نے تیار کی۔ انقلاب روس صرف مارکس کے افکار اور لینن اور ٹراٹسکی کی لیڈرشپ اور ان ہزارہا اشتراکی کارکنوں ہی کی بدولت رونما ہو سکتا تھا جن کی زندگیاں اشتراکیت کے سانچے میں ڈھل چکی تھیں جرمنی کا نیشنل سوشلزم اسی مخصوص اخلاقی نفسیاتی اور تمدنی زمین ہی میں جڑ پکڑ سکتا تھا جس کو ہیگل، فشٹے، گوئٹے، نیٹشے اور بہت سے مفکرین کے نظریات اور ہٹلر کی لیڈرشپ نے تیار کیا۔ اسی طرح سے اسلامی انقلاب بھی صرف اسی صورت میں برپا ہو سکتا ہے جبکہ ایک عمومی تحریک قرآنی نظریات و تصورات اور محمدی سیرت و کردار کی بنیاد پر اٹھے اور اجتماعی زندگی کی ساری ذہنی، اخلاقی، نفسیاتی اور تہذیبی بنیادوں کو طاقتور جدوجہد سے بدل ڈالے یہ بات کم از کم میری سمجھ میں نہیں آتی کہ قوم پرستانہ نوعیت کی کوئی تحریک جس کا پس منظر یہ ناقص نظام تعلیم ہو جو اس وقت ہمارے ہاں پایا جاتا ہے اور جس کی بنیاد افادی اخلاقیات اور مصلحت پرستی پر ہو، اسلامی انقلاب آخر کس طرح برپا کر سکتی ہے؟ میں اس قسم کے معجزات پر یقین نہیں رکھتا جن پر فرانس کے سابق وزیر اعظم موسیو ریناڈ یقین رکھتے تھے میں تو اس کا قائل ہوں کہ جیسی تدبیر کی جائے گی ویسے ہی نتائج برآمد ہوں گے۔

خام خیالیاں

ہمارے ہاں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ بس مسلمانوں کی تنظیم تمام دردوں کی دوا ہے اسلامی حکومت یا آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام کے مقصد تک پہنچنے کی سبیل یہ سمجھی جاتی ہے کہ مسلمان قوم جن افراد سے مرکب ہے وہ سب ایک مرکز پر جمع ہوں متحد ہوں اور ایک لیڈر کی قیادت کی اطاعت میں کام کریں لیکن درحقیقت یہ قوم پرستانہ پروگرام ہے جو قوم بھی اپنا بول بالا کرنے کے لئے جدوجہد کرنا چاہے گی وہ یہی طریق اختیار کرے گی خواہ وہ ہندو قوم ہو یا سکھ، یا جرمن، یا اطالوی۔ قوم کے عشق میں ڈوبا ہوا ایک لیڈر جو موقع و محل کے اعتبار سے مناسب چالیں چلنے میں ماہر ہو اور جس میں حکم چلانے کی خاص قابلیت موجود ہو ہر قوم کی سربلندی کے لئے مفید ہوتا ہے خواہ وہ مونجے یا ساورکر ہو یا ہٹلر یا مسولینی۔ ایسے ہزاروں لاکھوں نوجوان جو قومی عزائم کے لئے اپنے لیڈر کی اطاعت میں منظم حرکت کر سکتے ہوں، ہر قوم کا جھنڈا اونچا کر سکتے ہیں قطع نظر اس کے کہ وہ جاہلیت پر ایمان رکھتے ہوں یا اسلامیت پر۔ بس اگر مسلمان ایک نسلی و تاریخی قومیت کا نام ہے اور پیش نظر مقصد صرف اس کا بول بالا کرنا ہے تو اس کے لئے یقیناً یہی سبیل ہے جو تجویز کی جا رہی ہے اس کے نتیجہ میں ایک قومی حکومت بھی میسر آ سکتی ہے اور بدرجۂ اقل وطنی حکومت میں اچھا خاصا حصہ بھی مل سکتا ہے لیکن اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے مقصد تک پہنچنے کے لئے یہ پہلا قدم بھی نہیں بلکہ الٹا قدم ہے۔

یہاں جس قوم کا نام مسلمان ہے وہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ کیرکٹر کے اعتبار سے جتنے ٹائپ کافر قوموں میں پائے جاتے ہیں اتنے ہی اس قوم میں بھی موجود ہیں عدالتوں میں جھوٹی گواہیاں دینے والے جس قدر کافر قومیں فراہم کرتی ہیں غالباً اسی تناسب سے یہ بھی فراہم کرتی ہے رشوت، چوری، زنا، جھوٹ اور دوسرے ذمائم اخلاق میں یہ کفار سے کچھ کم نہیں ہے۔ پیٹ بھرنے اور دولت کمانے کے لئے جو تدبیریں کفار کرتے ہیں وہی اس قوم کے لوگ بھی کرتے ہیں۔ ایک مسلمان وکیل جان بوجھ کر حق کے خلاف اپنے موکل کی پیروی کرتے وقت خدا کے خوف سے اتنا ہی خالی ہوتا ہے جتنا ایک غیر مسلم وکیل ہوتا ہے ایک مسلمان رئیس دولت پا کر یا ایک مسلمان عہدہ دار حکومت

بلکہ وہی سب کچھ کرتا ہے جو غیر مسلم کرتا ہے۔ یہ اخلاقی حالت جس قوم کی ہو اس کی تمام کالی اور سفید بھیڑوں کو جمع کر کے ایک منظم گلہ بنا دیا اور سیاسی تربیت سے ان کو لومڑی کی ہوشیاری سکھا دی اور فوجی تربیت سے ان میں بھیڑیئے کی درندگی پیدا کر کے جنگل کی فرمانروائی حاصل کرنے کے لئے تو ضرور مفید ہو سکتا ہے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ اس سے اعلائے کلمۃ اللہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کون ان کی اخلاقی برتری تسلیم کرے گا؟ کس کی نگاہیں ان کے سامنے عزت سے جھکیں گی؟ کس کے دل میں انہیں دیکھ کر اسلام کے لئے احترام کا جذبہ پیدا ہو گا؟ کہاں ان کے اخلاق سے یدخلون فی دین اللہ افواجا کا منظر دکھائی دے سکے گا؟ کس جگہ ان کی روحانی امامت کا سکہ جمے گا؟ اور زمین پر بسنے والے کہاں ان کا خیر مقدم اپنے نجات دہندوں کی حیثیت سے کریں گے؟ اعلائے کلمۃ اللہ جس چیز کا نام ہے اس کے لئے تو صرف ان کارکنوں کی ضرورت ہے جو خدا سے ڈرنے والے اور خدا کے قانون پر فائدہ و نقصان کی پروا کئے بغیر جمنے والے ہوں خواہ وہ اس نسلی مسلمان قوم میں سے ملیں یا کسی دوسری قوم سے بھرتی ہو کر آئیں۔ ایسے دس آدمی اس مقصد کے لئے زیادہ قیمتی ہیں بہ نسبت اس کے کہ وہ انبوہ جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں ۲۵ لاکھ یا ۵۰ لاکھ کی تعداد میں بھرتی ہو جائے۔ اسلام کو تانبے کے ان سکوں کا خزانہ مطلوب نہیں ہے جن پر اشرفی کا ٹھپہ لگا دیا گیا ہو۔ وہ سکے کے نقوش دیکھنے سے پہلے یہ دریافت کرتا ہے کہ ان نقوش کے پیچھے خالص سونے کا جوہر بھی ہے یا نہیں۔ ایسا ایک سکہ ان جعلی اشرفیوں کے ڈھیر سے اس کے نزدیک زیادہ قیمتی ہے۔ پھر جس لیڈر شپ کی اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ضرورت ہے وہ ایسی لیڈر شپ ہے کہ ان اصولوں سے ایک انچ بھی ہٹنے کے لئے تیار نہ ہو جن کا بول بالا کرنے کے لئے اسلام اٹھا ہے خواہ اس ہٹ کی بدولت تمام مسلمان بھوکے ہی کیوں نہ مر جائیں بلکہ تہ تیغ ہی کیوں نہ کر دیئے جائیں۔ ہر معاملہ میں اپنی قوم کا فائدہ تلاش کرنے والی اور اصول سے بے نیاز ہو کر ہر اس تدبیر کو جس میں قوم کی دنیوی فلاح نظر آئے اختیار کر لینے والی لیڈر شپ اور نہ لیڈر شپ جس میں تقویٰ اور خدا ترسی کا رنگ مفقود ہو، اس مقصد کے لئے قطعی ناکارہ ہے جس پر اسلام نے اپنی نظر جما رکھی ہے۔

پھر وہ نظام تعلیم و تربیت جس کی بنیاد اس مشہور مقولہ پر رکھی گئی ہے کہ "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" اس اسلام کی خدمت کے لئے کس طرح موزوں ہو سکتا ہے جس کا قطعی اور آخری فیصلہ یہ ہے کہ ہوا خواہ کسی طرف کی ہو تم بہرحال اس راستے پر چلو جو خدا نے تمہارے لئے معین کر دیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آج آپ کو ایک خطۂ زمین آپ کو حکومت کرنے کے لئے دے دیا جائے تو آپ اسلامی اصول پر اس کا انتظام ایک دن بھی نہ چلا سکیں گے۔ اسلامی حکومت کی پولیس، عدالت، فوج، مالگذاری، فینانس، تعلیمات اور خارجی پالیسی کو چلانے کے لئے جس ذہنیت اور جس اخلاقی روح رکھنے والے آدمیوں کی ضرورت ہے ان کو فراہم کرنے کا کوئی بندوبست آپ نے نہیں کیا ہے۔ یہ تعلیم جو آپ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دی جا رہی ہے غیر اسلامی حکومت کے لئے سکرٹری اور وزراء تک فراہم کر سکتی ہے مگر بر بنائے اسلامی عدالت کے جج اسی اور اسلامی پولیس کے لئے کانسٹیبل تک فراہم نہیں کر سکتی اور یہ بات ہے۔ یہ تعلیم ہی کچھ محدود نہیں ہے، ہمارا وہ پرانا نظام تعلیم جو حرکت زمین کا منکر ہے قائل ہے نہیں، وہ بھی اس معاملہ میں اتنا ناکارہ ہے کہ اس دور جدید میں اسلامی حکومت کے لئے ایک قاضی، ایک وزیر مال، ایک وزیر جنگ، ایک ناظم تعلیمات اور ایک سفیر بھی مہیا نہیں کر سکتا۔ اس تیاری پر اسلامی حکومت کا حوصلہ! سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ جو لوگ یہ نام زبان پر لاتے ہیں ان کے ذہن اسلامی حکومت کے صحیح تصور سے خالی ہیں۔

بعض لوگ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غیر اسلامی طرز ہی پر سہی مسلمانوں کا قومی اسٹیٹ قائم تو ہو جائے، پھر رفتہ رفتہ تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصلاح کے ذریعہ سے اس کو اسلامی اسٹیٹ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مگر میں نے تاریخ، سیاسیات اور اجتماعیات کا جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے اس کی بنا پر میں اسکو ناممکن سمجھتا ہوں اور اگر یہ منصوبہ کامیاب ہو جائے تو میں اس کو ایک معجزہ سمجھتا ہوں جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں حکومت کا نظام اجتماعی زندگی میں بہت گہری جڑیں رکھتا ہے جب تک اجتماعی زندگی میں تغیر واقع نہ ہو کسی مصنوعی تدبیر سے نظام حکومت میں کوئی مستقل تغیر پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ عمر ابن عبدالعزیز جیسا زبردست فرمانروا جس کی پشت پر تابعین و تبع تابعین کی ایک بڑی جماعت بھی تھی اس معاملہ میں قطعی ناکام ہو چکا ہے کیونکہ سوسائٹی بحیثیت مجموعی اس اصلاح کے لئے تیار نہ تھی۔ محمد تغلق اور عالمگیر جیسے طاقتور بادشاہ اپنی شخصی دینداری کے باوجود نظام حکومت میں کوئی تغیر نہ کر سکے۔ مامون الرشید جیسا باجبروت حکمران نظام حکومت میں نہیں صرف اس کی اوپری شکل میں ذرا سی تبدیلی پیدا کرنا چاہتا تھا اور اس میں بھی ناکام ہوا۔ یہ اس وقت کا حال ہے جبکہ ایک شخص کی طاقت بہت کچھ کر سکتی تھی اب میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جو قومی اسٹیٹ جمہوری طرز پر تعمیر ہو گا وہ اس بنیادی اصلاح میں آخر کس طرح مددگار ہو سکتا ہے۔ جمہوری حکومت میں اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں آتا ہے جن کو ووٹروں کی پسندیدگی حاصل ہو۔ ووٹروں میں اگر اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر نہیں ہے، اگر وہ صحیح اسلامی کیرکٹر کے عاشق نہیں ہیں، اگر وہ اس بے لاگ عدل اور بے لچک اصولوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جن پر اسلامی حکومت چلائی جاتی ہے تو ان کے ووٹوں سے کبھی مسلمان قسم کے آدمی منتخب ہو کر پارلیمنٹ یا اسمبلی میں نہیں آ سکتے۔ اس ذریعہ سے تو اقتدار انہی لوگوں کو ملے گا جو مردم شماری کے رجسٹر میں چاہے مسلمان ہوں مگر اپنے نظریات اور طریق کار کے اعتبار سے جن کو اسلام کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسی مقام پر کھڑے ہیں جس مقام پر غیر مسلم حکومت میں تھے بلکہ اس سے بھی بدتر مقام پر، کیونکہ وہ قومی حکومت جس پر اسلام کا لیبل لگا ہو گا اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے میں اس سے بھی زیادہ جری اور بے باک ہو گی جتنی غیر مسلم حکومت ہوتی ہے۔ غیر مسلم حکومت جن کاموں پر قید کی سزا دیتی ہے یہ مسلم قومی حکومت ان کی سزا پھانسی اور جلاوطنی کی صورت میں دے گی اور پھر بھی اس حکومت کے لیڈر جیتے جی غازی اور مرنے پر رحمۃ اللہ علیہ ہی رہیں گے۔ پس یہ سمجھنا قطعی غلط ہے کہ اس قسم کی قومی حکومت کسی معنی میں بھی اسلامی انقلاب لانے میں مددگار ہو سکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ہم کو اس حکومت میں بھی اجتماعی زندگی کی بنیادیں بدلنے ہی کی کوشش کرنی پڑے گی اور اگر ہمیں یہ کام حکومت کی مدد کے بغیر بلکہ اس کی مزاحمت کے باوجود اپنی قربانیوں ہی سے کرنا ہو گا تو ہم آج ہی سے یہ راہ عمل کیوں نہ اختیار کریں۔ اس نام نہاد مسلم حکومت کے انتظار میں اپنا وقت یا اس کے قیام کی کوشش میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت

اسلامی تحریک کا مخصوص طریق کار

(از حضرت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

اب میں ایک مختصر تاریخی بیان کے ذریعہ سے اس امر کی تشریح کرنا چاہتا ہوں کہ اسلامی انقلاب کے لئے اجتماعی زندگی کی بنیادیں بدلنے اور از سر نو تیار کرنے کی صورت کیا ہوتی ہے اور اس جد و جہد کا وہ مخصوص طریق کار کیا ہے جس سے یہ کامیابی کی منزل تک پہنچتی ہے۔

اسلام دراصل اس تحریک کا نام ہے جو خدائے واحد کی حاکمیت کے نظریہ پر انسانی زندگی کی پوری عمارت تعمیر کرنا چاہتی ہے۔ یہ تحریک قدیم ترین زمانہ سے ایک ہی بنیاد اور ایک ہی ڈھنگ پر چلی آ رہی ہے۔ اس کے لیڈر وہ لوگ تھے جن کو رسل اللہ (خدا کے فرستادے) کہا جاتا ہے۔ پس اگر اس تحریک کو چلانا ہے تو لامحالہ انہی لیڈروں کے طرز عمل کی پیروی کرنی ہوگی کیونکہ اس کے سوا کوئی اور طرز عمل اس خاص نوعیت کی تحریک کے لئے نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں جب ہم انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم کا سراغ لگانے کے لئے نکلتے ہیں تو ہمیں ایک بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ قدیم زمانہ میں جو انبیاء گذرے ہیں ان کے کام کے متعلق ہمیں کچھ زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ قرآن میں کچھ مختصر اشارات ملتے ہیں مگر ان سے مکمل سکیم نہیں بن سکتی۔ بائبل کے عہد جدید میں حضرت مسیح علیہ السلام کے کچھ غیر مستند اقوال بھی ملتے ہیں جن سے کسی حد تک اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے کہ اسلامی تحریک اپنے بالکل ابتدائی مرحلہ میں کس طرح چلائی جاتی ہے اور کن مسائل سے اس کو سابقہ پیش آتا ہے۔ لیکن بعد کے مراحل حضرت مسیح کو پیش ہی نہیں آئے کہ ان کے متعلق کوئی اشارہ وہاں سے مل سکے۔ اس معاملہ میں ہم کو صرف ایک ہی جگہ سے صاف اور مکمل رہنمائی ملتی ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ اس طرف ہمارے رجوع کرنے کی وجہ نری عقیدتمندی ہی نہیں ہے بلکہ دراصل اس راہ کے نشیب و فراز معلوم کرنے کے لئے ہم اسی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہیں۔ اسلامی تحریک کے تمام لیڈروں میں سے صرف ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ تنہا لیڈر ہیں جن کی زندگی میں ہم کو اس تحریک کی ابتدائی دعوت سے لے کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام تک اور پھر قیام کے بعد اس اسٹیٹ کی شکل، دستور، داخلی و خارجی پالیسی اور نظم مملکت کے نہج تک ایک ایک مرحلے اور ایک ایک پہلو کی پوری تفصیلات اور نہایت مستند تفصیلات ملتی ہیں۔ لہذا اسی ماخذ سے اس تحریک کے طریق کار کا ایک مختصر نقشہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسلام کی دعوت پر مامور ہوئے ہیں تو آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں بہت سے اخلاقی، تمدنی، معاشی اور سیاسی مسائل حل طلب تھے۔ رومی اور ایرانی امپیریلزم بھی موجود تھا۔ طبقاتی امتیازات بھی تھے۔ ناجائز معاشی استحصال بھی ہو رہا تھا۔ اخلاقی جرائم بھی پھیلے ہوئے تھے۔ خود آپ کے اپنے ملک میں بہت سے ایسے پیچیدہ مسائل موجود تھے جو ایک لیڈر کے ناخن تدبیر کا انتظار کر رہے تھے۔ ساری قوم جہالت، اخلاقی پستی، افلاس، طوائف الملوکی اور خانہ جنگی میں مبتلا تھی۔ یمن تک عرب کے تمام ساحلی علاقے عراق کے زرخیز صوبے سمیت ایرانی تسلط میں شامل تھے۔ شمال میں عین حجاز کی سرحد تک رومی تسلط پہنچ چکا تھا۔ خود حجاز میں یہودی سرمایہ داروں کے بڑے بڑے گڑھ بنے ہوئے تھے اور انہوں نے عربوں کو اپنی سود خواری کے جال میں پھانس رکھا تھا۔ مشرقی ساحل کے عین مقابل حبش کی عیسائی حکومت موجود تھی جو چند ہی سال پہلے مکہ پر چڑھائی کر چکی تھی۔ اس کے ہم مذہب اور اس سے ایک گونہ معاشی و سیاسی تعلق رکھنے والوں کا ایک جتھا خود حجاز اور یمن کے درمیان نجران کے مقام پر موجود تھا۔ یہ سب کچھ تھا مگر جس لیڈر کو اللہ نے رہنمائی کے لئے مقرر کیا تھا اس نے دنیا کے اور خود اپنے ملک کے ان بہت سے مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کی طرف بھی توجہ نہ کی بلکہ دعوت اس چیز کی طرف دی کہ خدا کے سوا تمام الٰہوں کو چھوڑ دو اور صرف اسی ایک الٰہ کی بندگی قبول کرو۔

اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اس رہنما کی نگاہ میں دوسرے مسائل کوئی اہمیت نہ رکھتے تھے یا وہ کسی توجہ کے لائق ہی نہ تھے۔ آپ کو معلوم ہے کہ آگے چل کر اس نے ان سب مسئلوں کی طرف توجہ کی اور سب کو ایک ایک کر کے حل کیا۔ لیکن ابتداء میں سب طرف سے نظر پھیر کر اس ایک چیز پر تمام زور صرف کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اسلامی تحریک کے نقطۂ نظر سے انسان کی اخلاقی و تمدنی زندگی میں جتنی خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں ان سب کی بنیادی علت انسان کا اپنے آپ کو خود مختار و غیر ذمہ دار سمجھنا یا بالفاظ دیگر آپ اپنا الٰہ بننا ہے یا پھر یہ ہے کہ وہ اللہ العالمین کے سوا کسی دوسرے کو صاحب امر تسلیم کرے خواہ وہ دوسرا کوئی انسان ہو یا غیر انسان۔ یہ چیز جب تک جڑ میں موجود ہے اسلامی نظریہ کی رو سے کوئی اوپری اصلاح، انفرادی بگاڑ یا اجتماعی خرابیوں کو دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ایک طرف سے خرابی کو دور کیا جائیگا اور کسی دوسری طرف سے وہ سر نکال لیگی۔ لہذا اصلاح کا آغاز اگر ہو سکتا ہے تو صرف اسی چیز سے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو انسان کے دماغ سے خود مختاری کی ہوا کو نکالا جائے اور اسے بتایا جائے کہ تو جس دنیا میں رہتا ہے وہ درحقیقت بے بادشاہ کی سلطنت نہیں ہے بلکہ فی الواقع اس کا ایک بادشاہ موجود ہے اور اس کی بادشاہی نہ تیرے تسلیم کرنے کی محتاج ہے نہ تیرے مٹانے سے مٹ سکتی ہے۔ نہ تو اس کے حدود سلطنت سے نکل کر کہیں جا سکتا ہے۔ اس امر واقعہ کی موجودگی میں تیرا خود مختاری کا زعم ایک احمقانہ غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں ہے جس کا نقصان لامحالہ تیرے ہی اوپر عائد ہوگا۔ عقل اور حقیقت پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ سیدھی طرح اس کے حکم کے آگے سر جھکا دے اور مطیع بندہ بن کر رہ۔ دوسری طرف اس کو واقعہ کا یہ پہلو بھی دکھایا جائے کہ اس پوری کائنات میں صرف ایک ہی بادشاہ، ایک ہی مالک اور ایک ہی مختار کار ہے۔ کسی دوسرے کو یہاں حکم چلانے کا حق ہے اور نہ واقع میں کسی کا حکم چلتا ہے۔ اس لئے تو اس کے سوا کسی کا بندہ نہ بن، کسی کا حکم نہ مان، کسی کے آگے سر نہ جھکا۔ یہاں کوئی ہز میجسٹی نہیں ہے۔ میجسٹی اسی ایک کے لئے مختص ہے۔ یہاں کوئی ہز ہائنس نہیں ہے۔ ہائنس صرف ایک ہی کو زیبا ہے۔ یہاں کوئی ہز ہولی نس نہیں ہے۔ ہولی نس ساری کی ساری اسی ایک کے لئے خاص ہے۔ یہاں کوئی ہز لارڈشپ نہیں ہے۔ لارڈشپ بالکلیہ اسی ایک کا حصہ ہے۔ یہاں کوئی قانون ساز نہیں ہے۔ قانون اسی کا ہے اور

فری قانون بنانے کا حق وار و سزاوار ہے یہاں کوئی سرکار کوئی ان داتا، کوئی راجہ یا مہاراجہ کوئی ولی و کارساز کوئی دعائیں سننے والا اور فریاد رس نہیں ہے کسی کے پاس اقتدار کی کنجیاں نہیں ہیں کسی کو برتری و فوقیت حاصل نہیں ہے زمین سے آسمان تک سب بندے ہی بندے ہیں رب اور مولیٰ صرف ایک ہے لہذا تو ہر غلامی ہر اطاعت ہر پابندی سے انکار کرکے اور اسی ایک کا غلام مطیع اور پابند ہوکر جن بجا رہے تمام اصلاحات کی جڑ اور بنیاد ہے اسی بنیاد پر انفرادی سیرت اور اجتماعی نظام کی پوری عمارت اور ہر کارساز ایک نقشہ پر بنتی ہے اور سارے مسائل جو انسانی زندگی میں آدم سے لیکر آج تک پیدا ہوئے اور اب سے قیامت تک پیدا ہوں گے اسی بنیاد پر ایک خاص طریقہ سے حل ہوتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنیادی اصلاح کی دعوت کو بغیر کسی سابق تیاری اور بغیر کسی تمہیدی کارروائی کے براہ راست پیش کردیا انہوں نے اس دعوت کی منزل تک پہنچنے کے لئے کوئی ہیر پھیر کا راستہ اختیار نہیں کیا کہ پہلے کچھ سیاسی یا سوشل طرز کا کام کرکے لوگوں میں اثر پیدا کیا جائے پھر اس اثر سے کام لیکر کچھ حاکمانہ اختیارات حاصل کئے جائیں پھر ان اختیارات سے کام لیکر رفتہ رفتہ لوگوں کو چلاتے ہوئے اس مقام تک لے آئیں یہ سب کچھ کچھ نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک شخص اٹھا اور کھڑے ہوتے ہی اس نے لا الہ الا اللہ کا اعلان کر دیا اس سے کم کسی چیز پر اس کی نظر ایک لمحہ کے لئے بھی نہ ٹھیری۔ اس کی وجہ محض پیغمبرانہ جرأت اور تبلیغی جوش نہیں ہے دراصل اسلامی تحریک کا طریق کار ہی یہی ہے نہ اثر یا وہ نفوذ و اقتدار جو دوسرے ذرائع سے پیدا کیا جائے اس اصلاح کے کام میں کچھ بھی مددگار نہیں ہوتا۔ جو لوگ لا الہ الا اللہ کے سوا کسی اور بنیاد پر آپ کا ساتھ دیتے رہے ہیں وہ اس بنیاد پر تعمیر جدید کرنے میں آپ کے کسی کام نہیں آسکتے اس کام میں تو وہی لوگ مفید ہو سکتے ہیں جو آپ کی طرف لا الہ الا اللہ کی آواز سن کر ہی آئیں اسی چیز میں ان کے لئے کشش ہو اسی حقیقت کو وہ زندگی کی بنیاد بنائیں اور اسی اساس پر وہ کام کرنے کے لئے اٹھیں لہذا اسلامی تحریک کو چلانے کے لئے جس خاص قسم کے مدبر اور جماعت عمل کی ضرورت ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ کسی قسم کی تمہید کے بغیر کام کا آغاز اسی دعوت توحید سے کیا جائے۔

توحید کا یہ تصور محض ایک مذہبی عقیدہ ہی نہیں ہے جیسا کہ میں ابھی عرض کرچکا ہوں اس سے اجتماعی زندگی کا وہ پورا نظام جو انسان کی خود مختاری یا غیر اللہ کی حاکمیت و الوہیت کی بنیاد پر بنا ہو جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے اور ایک دوسری اساس پر نئی عمارت تیار ہوتی ہے۔ آج دنیا آپ کے موذنوں کو اشہد ان لا الہ الا اللہ کی صدا بلند کرتے ہوئے اسلئے ٹھنڈے پیٹوں سن لیتی ہے کہ نہ پکارنے والا جانتا ہے کہ کیا پکار رہا ہوں نہ سننے والے کو اس میں کوئی معنی اور کوئی مقصد نظر آتا ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس اعلان کا مقصد ہے اور اعلان کرنے والا جانتا ہو چکا اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ میرا کوئی بادشاہ یا فرماں روا نہیں ہے کوئی حکومت میں تسلیم نہیں کرتا کسی قانون کو میں نہیں مانتا کسی عدالت کے حدود اختیارات مجھ تک نہیں پہنچتے کسی کا حکم ...... میرے لئے حکم نہیں ہے رواج اور کوئی رسم مجھے تسلیم نہیں کسی کے امتیازی حقوق کسی کی ریاست کسی کا تقدس کسی کے اختیارات میں نہیں مانتا ایک اللہ کے سوا سب سے باغی اور منحرف ہوں تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس صدا کو کبھی بھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کیا جاسکتا تاآنکہ خواہ کسی سے لڑنے جائیں یا نہ جائیں دنیا خود آپ سے لڑنے آجائے گی یہ آواز بلند کرتے ہی آپ کو یوں محسوس ہوگا کہ یکایک زمین و آسمان آپکے دشمن ہوگئے اور ہر طرف آپ کے لئے سانپ بچھو اور درندے ہی درندے ہیں۔

یہی صورت اس وقت پیش آئی جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آواز بلند کی پکار والے نے جان کر پکارا تھا اور سننے والے سمجھتے تھے کہ کیا پکار رہا ہے اس لئے جس جس پر جس پہلو سے بھی اس پکار کی ضرب پڑتی تھی وہ اس آواز کو دبانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا پجاریوں کو اپنی برہمنیت و پاپائیت کا خطرہ اس میں نظر آیا رئیسوں کو اپنی ریاست کا، ساہوکاروں کو اپنی ساہوکاری کا، نسل پرستوں کو اپنی نسلی تفوق کا، قوم پرستوں کو اپنی قومیت کا، اجداد پرستوں کو اپنے باپ دادا کے موروثی طریقہ کا غرض ہر بت کے پرستار کو اپنے بت کے لٹنے کا خطرہ اسی ایک آواز میں محسوس ہوا اس لئے الکفر ملۃ واحدۃ وہ سب جو آپس میں لڑا کرتے تھے اس نئی تحریک سے لڑنے کے لئے ایک ہوگئے اس حالت میں صرف وہی لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے جن کا ذہن صداقت و حقیقت کو سمجھنے اور تسلیم کرنے کی استعداد رکھتے تھے جن کے اندر اتنی صداقت پسندی موجود تھی کہ جب ایک چیز کے متعلق جان لیں کہ حق یہ ہے تو اس کی خاطر آگ میں کودنے اور موت سے کھیلنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ ایسے ہی لوگوں کی اس تحریک کے لئے ضرورت تھی وہ ایک ایک دو دو چار چار کرکے آتے رہے اور کشمکش بڑھتی رہی کسی کا روزگار چھوٹا کسی کو گھر والوں نے نکال دیا کسی کے عزیز، دوست آشنا سب چھوٹ گئے کسی پر مار پڑی کسی کو قید میں ڈالا گیا کسی کو تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا گیا کسی کی سر بازار پتھروں اور گالیوں سے تواضع کی گئی کسی کی آنکھ پھوڑی گئی کسی کا سر پھاڑ دیا گیا کسی کو عورت، مال حکومت و ریاست اور ہر ممکن چیز کا لالچ دیکر خریدنے کی کوشش کی گئی یہ سب چیزیں آئیں ان کا آنا ضروری تھا ان کے بغیر اسلامی تحریک نہ مستحکم ہو سکتی تھی اور نہ بڑھ سکتی تھی ان کا پہلا فائدہ یہ تھا کہ گھٹیا قسم کے کچے پکے اور ضعیف ارادہ رکھنے والے لوگ اس طرف آہی نہ سکتے تھے۔ جو بھی آیا وہ نسل آدم کا بہترین جوہر تھا جس کی دراصل ضرورت تھی۔ کوئی دوسری صورت کام کے آدمیوں کو ناکارہ آدمیوں سے چھانٹ کر الگ نکال دینے کی اس کے سوا نہ تھی کہ جو بھی آئے وہ اس بھٹی میں سے گذر کر آئے۔

پھر جو لوگ آئے ان کو اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے یا کسی خاندانی یا قومی مقصد کے لئے مصائب کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا بلکہ حق و صداقت کے لئے خدا اور اس کی رضا کے لئے اسی کے لئے وہ پٹے انہی کے لئے وہ بھوکے مرے اسی کیلئے دنیا بھر کی جفاکاریوں کا تختہ مشق بنے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں وہ صحیح اسلامی ذہنیت پیدا ہوتی تھی جس کی ضرورت تھی ان کے اندر خالص اسلامی کیرکٹر پیدا ہوا ان کی خدا پرستی میں خلوص آتا اور بڑھتا چلا گیا۔ مصائب کی اس زبردست تربیت گاہ میں گویا نسب اسلامی کا طاری ہونا ایک طبعی امر تھا۔ جب کوئی شخص کسی مقصد کے لئے اٹھتا ہے اور اس کی راہ میں کشمکش جد و جہد مصیبت تکلیف پریشانی مار پیٹ فاقہ جلاوطنی وغیرہ کے مرحلوں سے گذرتا ہے تو اس ذاتی تجربہ کی بدولت اس مقصد کی تمام کیفیات اس کے قلب و روح میں رچ جاتی ہیں اور اس کی پوری شخصیت اس مقصد میں تبدیل ہو جاتی ہے اس چیز کی تکمیل

میں مدد دینے کے لئے نواز ان پر فرض کی گئی تاکہ نظر کی پراگندگی کا ہر امکان دور ہو جائے اور نصب العین پر ان کی نگاہ جمی رہے جس کو وہ حاکم مان رہے ہیں اس کی حاکمیت کا بار بار اقرار کر کے اپنے عقیدہ میں مضبوط ہو جائیں جس کے حکم کے مطابق انہیں اب دنیا میں کام کرنا ہے اس کا عالم الغیب والشہادہ ہونا اس کا مالک یوم الدین ہونا اس کا قاہر فوق عبادہ ہونا پوری طرح ان کے ذہن نشین ہو جائے اور کسی حال میں اس کی اطاعت کے سوا دوسرے کی اطاعت کا خیال تک ان کے دل میں نہ آنے پائے۔

ایک طرف آنے والوں کی تربیت اس طرح ہو رہی تھی اور دوسری طرف اس کشمکش کی وجہ سے اسلامی تحریک پھیل بھی رہی تھی جب لوگ دیکھتے تھے کہ چند انسان ہمارے بیچ میں قید کئے جا رہے ہیں گھروں سے نکالے جا رہے ہیں تو خواہ مخواہ ان کے اندر یہ معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوتا تھا کہ آخر یہ سارا ہنگامہ ہے کس لئے اور جب انہیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگوں کی کسی چیز کے لئے بھی نہیں ہے کوئی ان کی ذاتی غرض نہیں ہے یہ اللہ کے بندے صرف اس لئے پٹ رہے ہیں کہ ایک چیز کی صداقت ان پر منکشف ہوئی ہے تو ان کے دلوں میں آپ سے آپ یہ جذبہ پیدا ہوتا تھا کہ اس چیز کو معلوم کریں آخر وہ کیا چیز ہے جس کے لئے یہ لوگ ایسے ایسے مصائب برداشت کر رہے ہیں : پھر جب انہیں معلوم ہوتا کہ وہ چیز لا الٰہ الا اللہ ہے اور اس سے انسانی زندگی میں اس نوعیت کا انقلاب رونما ہوتا ہے اور اس دعوت کو لیکر ایسے لوگ اٹھے ہیں جو محض صداقت و حقیقت کی خاطر دنیا کے سارے فائدوں کو ٹھکرا رہے ہیں اور جان و مال، اولاد ہر چیز کو قربان کر رہے ہیں تو ان کی آنکھیں کھل جاتی تھیں ان کے دلوں پر جتنے پردے پڑے ہوئے تھے وہ چاک ہونے لگتے تھے اس پس منظر کے ساتھ یہ سچائی تیر کی طرح دلوں میں جا کر بیٹھتی تھی یہی وجہ تھی کہ بجز ان لوگوں کے جن کو ذاتی وجاہت کے تکبر یا اندھی قوم پرستی کی جہالت یا اغراض دنیوی کی محبت نے اندھا بنا رکھا تھا اور سب لوگ اس تحریک کی طرف کھنچتے چلے گئے کوئی جلدی کھنچا اور کوئی زیادہ دیر تک اس کشش کی مزاحمت کرتا رہا مگر دیر یا سویر ہر صداقت پسند اور بے لوث آدمی کو اس کی طرف کھنچنا ہی پڑا۔

اس دوران میں تحریک کے لیڈر نے اپنی شخصی زندگی سے اپنی تحریک کے اصولوں کا اور ہر اس چیز کا جس کے لئے یہ تحریک اٹھی تھی پورا پورا مظاہرہ کیا ان کی ہر بات ہر فعل اور ہر حرکت سے اسلام کی روح ٹپکتی تھی اور آدمی کی سمجھ میں آتا تھا کہ اسلام کسے کہتے ہیں یہ ایک بڑی تفصیل طلب بحث ہے جس کی تشریح کا یہاں موقع نہیں مگر مختصراً چند نمایاں باتوں کا میں یہاں ذکر کر دوں گا۔

آپ کی بیوی حضرت خدیجہ حجاز کی سب سے زیادہ مالدار عورت تھیں اور وہ ان کے مال سے تجارت کرتے تھے جب اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو آنحضرت کا سارا تجارتی کاروبار بیٹھ گیا کیونکہ ہمہ تن اپنی دعوت میں مصروف ہو جانے اور تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لینے کے بعد یہ کام نہ چل سکتا تھا جو پہلا اندوختہ تھا اس کو میاں اور بیوی دونوں نے اس تحریک کے پھیلانے پر چند سال میں لٹا دیا آخر کار نوبت یہاں تک آئی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تبلیغ کے سلسلہ میں طائف تشریف لے گئے تو وہ شخص جو کبھی حجاز کا مالک التجار تھا اس کو سواری کے لئے ایک گدھا تک میسر نہ ہوا۔

قریش کے رئیسوں نے آنحضرت کے سامنے حجاز کی حکومت کا تخت پیش کیا کہا ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنالیں گے عرب کی حسین ترین عورت آپ کے نکاح میں دے دیں گے دولت کے ڈھیر آپ کے قدموں میں لگا دیں گے بشرطیکہ اس تحریک سے آپ باز آ جائیں مگر وہ شخص جو انسان کی فلاح کے لئے اٹھا تھا اس نے ان سب پیشکشوں کو ٹھکرا دیا اور گالیاں اور پتھر کھانے پر راضی ہو گیا۔

قریش کے اور عرب کے سرداروں نے کہا کہ محمد! ہم تمہارے پاس کیسے آ کر بیٹھیں اور تمہاری باتیں کیسے سنیں جبکہ تمہاری مجلس میں ہر وقت غلام، مفلس اور ادنیٰ درجہ کے لوگ بیٹھے رہتے ہیں بلال رضی اللہ عنہ ہیں صہیب ہیں جو سب سے زیادہ ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہیں ان کو تم نے اپنے گرد جمع کر رکھا ہے انہیں ہٹا دو تو ہم تم سے ملیں مگر وہ شخص جو انسانوں کی اونچ نیچ برابر کرنے آیا تھا اس نے رئیسوں کی خاطر غریبوں کو دھتکارنے سے انکار کر دیا

اپنی تحریک کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملک اپنی قوم اپنے قبیلے اپنے خاندان کسی کے مفاد کی بھی پروا نہیں کی اسی چیز نے دنیا کو یقین دلایا کہ آپ انسان بحیثیت انسان کی فلاح کے لئے اٹھے ہیں اور اسی چیز نے آپ کی دعوت کی طرف ہر قوم کے انسانوں کو کھینچا اگر آپ اپنے خاندان کی فکر کرتے تو غیر ہاشمیوں کو اس فکر سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی؟ اگر آپ اس بات کے لئے بے چین ہوتے کہ قریش کے اقتدار کو کسی طرح بچاؤں تو غیر قریشی عرب کو کیا پڑی تھی کہ اس کام میں شریک ہوتے؟ اگر آپ عرب کی برتری کے لئے اٹھتے تو حبش کے بلال روم کے صہیب اور فارس کے سلمان کو کیا غرض تھی کہ اس کام میں آپ کا ساتھ دیتے؟ دراصل جس چیز نے سب کو کھینچا وہ خالص خدا پرستی تھی جو ذاتی خاندانی قومی وطنی غرض سے بالکل بے لوث تھی۔

مکہ سے جب آپ کو ہجرت کرنی پڑی تو وہ تمام امانتیں جو دشمنوں نے آپ کے پاس رکھوائی تھیں حضرت علی کے سپرد کر کے نکلے کہ میرے بعد ہر ایک کی امانت اس کو پہنچا دینا وہ دنیا پرست ایسے موقع پر جو کچھ ہاتھ لگتا ہے لیکر چلتے ہیں مگر خدا پرست نے اپنی جان کے دشمنوں اپنے خون کے پیاسوں کا مال بھی انہیں واپس پہنچانے کی فکر کی اور اس وقت جبکہ وہ اس کے قتل کا فیصلہ کر چکے تھے یہ وہ اخلاق تھا جس کو دیکھ کر عرب کے لوگ دنگ رہ گئے ہوں گے اور مجھے یقین ہے کہ جب وہ دو سال بعد بدر کے میدان میں آنحضرت کے خلاف لڑنے کھڑے ہوئے ہوں گے تو ان کے دل اندر سے کہہ رہے ہوں گے کہ یہ تم کس سے لڑ رہے ہو؟ اس فرشتہ صفت انسان سے جو قتل گاہ سے رخصت ہوتے وقت بھی انسانوں کے حقوق اور امانت کی ذمہ داری کو نہیں بھولتا؟ اس وقت ان کے ہاتھ ضد کی بنا پر لڑتے ہوں گے مگر ان کے دل اندر سے بھنچ رہے ہوں گے عجب نہیں کہ بدر میں کفار کی شکست کے اخلاقی اسباب میں سے یہ بھی ایک سبب ہو۔

۱۳ برس کی شدید جدوجہد کے بعد وہ وقت آیا جب مدینہ میں اسلام کی ایک چھوٹا سا اسٹیٹ قائم کرنے کی نوبت آئی اس وقت ڈھائی تین سو کی تعداد میں ایسے آدمی فراہم ہو چکے تھے جن میں سے ایک ایک اسلام کی پوری تربیت پا کر اس قابل ہو چکا تھا کہ جس حیثیت میں بھی اس کو کام کرنے کا موقع ملے مسلمان کی حیثیت سے اس کو انجام دے سکے۔ اب یہ لوگ ایک اسلامی اسٹیٹ کو چلانے کے لئے تیار تھے چنانچہ وہ قائم کر دیا گیا دس برس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس اسلوب کی رہنمائی کی اور اس مختصر سی مدت میں ہر شعبۂ حکومت کو اسلامی طرز پر چلانے کی پوری مشق ان لوگوں کو کرا دی۔ یہ دور اسلامی آئیڈیالوجی کے ایک مجرد تخیل سے ترقی کر کے ایک مکمل نظام تمدن بننے کا دور ہے جس میں اسلام کی اخلاقی، تعلیمی، عدالتی، معاشی، معاشرتی، مالی، جنگی، بین الاقوامی پالیسی کا ایک ایک پہلو واضح ہوا۔ ہر شعبۂ زندگی کے لئے اصول بنے، ان اصولوں کو عملی حالات پر منطبق کیا گیا، اس خاص طرز پر کام کرنے والے کارکن تعلیم و تربیت اور عملی تجربے سے تیار کئے گئے اور ان لوگوں نے اسلام کی حکمرانی کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ آٹھ سال کی مختصر مدت میں مدینہ جیسے ایک چھوٹے سے قصبہ کی اسٹیٹ پورے عرب کی سلطنت میں تبدیل ہو گئی۔ جوں جوں لوگ اسلام کو اس کی عملی صورت میں اور اس کے نتائج کو محسوس شکل میں دیکھتے تھے خود بخود اس بات کے قائل ہو جاتے تھے کہ فی الواقع انسانیت اس کا نام ہے اور اعلیٰ فلاح اسی چیز میں ہے۔ بدترین دشمنوں کو بھی آخر قائل ہو کر اسی مسلک کو قبول کرنا پڑا جس کے خلاف وہ برسوں جنگ کرتے رہے تھے۔ خالد بن ولید قائل ہوئے، ابوجہل کے بیٹے عکرمہ قائل ہوئے، ابوسفیان قائل ہوئے، قاتل حمزہ وحشی قائل ہوئے، ہندہ جگر خوار تک کو آخرکار اس شخص کی صداقت کے آگے سر تسلیم خم کر دینا پڑا تھا جس سے بڑھ کر اس کی نگاہ میں کبھی کوئی مبغوض نہ تھا۔

غلطی سے تاریخ نگاروں نے غزوات کو اتنا نمایاں کر دیا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ عرب کا یہ انقلاب لڑائیوں سے ہوا، حالانکہ آٹھ سال کی تمام لڑائیوں میں جن سے عرب جیسی جنگجو قوم مسخر ہوئی طرفین کے جانی نقصانات کی تعداد ہزار بارہ سو سے زیادہ نہیں ہے۔ انقلاب کی تاریخ اگر آپ کے پیش نظر ہو تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ انقلاب بغیر خونی انقلاب کہے جانے کا مستحق ہے۔ پھر اس انقلاب میں فقط ملک کا نظام انتظام ہی تبدیل نہیں ہوا بلکہ ذہنیتیں بدل گئیں، نگاہ کا زاویہ بدل گیا، سوچنے کا طریقہ بدل گیا، زندگی کا طرز بدل گیا، اخلاق کی دنیا بدل گئی، عادات و خصائل بدل گئے۔ غرض ایک پوری قوم کی کایا پلٹ کر رہ گئی۔ جو زانی تھے وہ عورتوں کی عصمت کے محافظ بن گئے، جو شرابی تھے وہ منع شراب کی تحریک کے علمبردار بن گئے، جو چور اور راہزن تھے ان کا احساس دیانت اتنا نازک ہو گیا کہ دوستوں کے گھر کھانا کھانے میں بھی ان کو اس بنا پر تامل تھا کہ مبادا ناجائز طریقہ پر مال کھانے کا اطلاق اس فعل پر بھی نہ ہو جائے، حتیٰ کہ قرآن میں خود اللہ تعالیٰ نے ان کو اطمینان دلانا پڑا کہ اس طرح کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جو قزاق اور لٹیرے تھے وہ اتنے متدین بن گئے کہ ان کے ایک معمولی سپاہی کو پایۂ تخت ایران کی فتح کے موقع پر کروڑوں کی قیمت کا شاہی تاج ہاتھ لگا اور وہ رات کی تاریکی میں اپنے پیوند لگے ہوئے کمبل میں اسے چھپا کر سپہ سالار کے حوالہ کرنے کے لئے پہنچا تاکہ اس غیر معمولی واقعہ سے اس کی دیانت کی شہرت ہو جائے اور اس کے اخلاص پر ریاکاری کا میل آ جائے۔ جن کی نگاہ میں انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی جو اپنی بیٹیوں کو اپنے ہاتھ سے زندہ دفن کرتے تھے ان کے اندر جان کا اتنا احترام پیدا ہو گیا کہ کسی مرغ کو بھی بے رحمی سے قتل ہوتے نہ دیکھ سکتے تھے۔ جن کو راستبازی اور انصاف کی ہوا نہ لگی تھی ان کے عدل و راستی کا یہ حال ہو گیا کہ خیبر کی صلح کے بعد جب ان کا تحصیلدار یہودیوں سے سرکاری مطالبہ وصول کرنے گیا تو یہودیوں نے اس کو بیش قرار رقم اس غرض کے لئے پیش کی کہ وہ سرکاری مطالبہ میں کچھ کمی کر دے۔ مگر اس نے رشوت لینے سے انکار کر دیا اور حکومت اور یہودیوں کے درمیان پیداوار کا آدھا حصہ اس طرح تقسیم کیا کہ دو برابر کے ڈھیر آمنے سامنے لگا دئیے اور یہودیوں کو اختیار دیا کہ دونوں میں سے جس ڈھیر کو چاہیں اٹھا لیں۔ اس نرالی قسم کے تحصیلدار کا یہ طرز عمل دیکھ کر یہودی انگشت بدندان رہ گئے اور بے اختیار ان کی زبانوں سے نکلا کہ اسی عدل پر زمین و آسمان قائم ہیں۔ ان کے اندر وہ گورنر پیدا ہوئے جو گورنمنٹ ہاؤسوں میں نہیں بلکہ رعایا کے درمیان انہی جیسے گھروں میں رہتے تھے، بازاروں میں پیدل پھرتے تھے، دروازوں پر دربان نہ رکھتے تھے، رات دن میں ہر وقت جو چاہتا تھا ان سے انٹرویو کر سکتا تھا۔ ان کے اندر وہ قاضی پیدا ہوئے جن میں سے ایک نے ایک یہودی کے خلاف خود خلیفۂ وقت کا دعویٰ اس بنا پر خارج کر دیا کہ خلیفہ اپنے غلام اور اپنے بیٹے کے سوا کوئی گواہ نہ پیش کر سکا۔ ان کے اندر وہ سپہ سالار پیدا ہوئے جن میں سے ایک نے دوران جنگ میں ایک شہر خالی کرتے وقت پورا جزیہ جو کہ اہل شہر کو واپس دے دیا کہ ہم اب تمہاری حفاظت سے قاصر ہیں لہٰذا جو ٹیکس ہم نے حفاظت کے معاوضہ میں وصول کیا تھا اسے رکھنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔

ان میں وہ سفیر پیدا ہوئے جن میں سے ایک نے سپہ سالار ایران کے دربار میں اسلام کے اصول مساوات انسانی کا ایسا مظاہرہ کیا اور ایران کے طبقاتی نظام پر ایسا برملا تبصرہ کیا کہ خدا جانے کتنے ایرانی سپاہیوں کے دلوں میں اس خواب انسانیت کی عزت و وقعت کا بیج اسی وقت پڑ گیا ہو گا۔ ان میں وہ شہری پیدا ہوئے جن کے اندر اخلاقی ذمہ داری کا احساس اتنا زبردست تھا کہ جن جرائم کی سزا ہاتھ کاٹنے اور پتھر مار کر ہلاک کر دینے کی صورت میں دی جاتی تھی ان کا اقبال خود آ کر کرتے تھے اور تقاضا کرتے تھے کہ سزا دے کر انہیں گناہ سے پاک کر دیا جائے تاکہ وہ چور یا زانی کی حیثیت سے خدا کی عدالت میں نہ پیش ہوں۔ ان میں وہ سپاہی پیدا ہوئے جو تنخواہ لے کر نہیں لڑتے تھے بلکہ اس مسلک کی خاطر جس پر وہ ایمان لائے تھے اپنے خرچ سے میدان جنگ میں جاتے اور پھر جو مال غنیمت ہاتھ لگتا وہ سارا کا سارا لا کر سپہ سالار کے سامنے رکھ دیتے۔ کیا اجتماعی اخلاق اور اجتماعی ذہنیت کا اتنا زبردست تغیر محض لڑائیوں کے زور سے ہو سکتا تھا؟ تاریخ آپ کے سامنے موجود ہے کہیں آپ کو ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ تلوار نے انسانوں کو اس طرح مکمل طور پر بدل ڈالا ہو۔

درحقیقت یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ ۱۳ برس کی مدت میں تو کل ڈھائی تین سو مسلمان پیدا ہوئے مگر بعد کے دس سال میں سارا کا سارا ملک مسلمان ہو گیا۔ اس معمے کو لوگ حل نہیں کر سکتے اس لئے عجیب عجیب توجیہیں کرتے ہیں حالانکہ بات بالکل صاف ہے۔ جب تک اس نئی آئیڈیالوجی پر زندگی کا نقشہ نہیں بنا تھا لوگوں کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ نرالی قسم کا لیڈر آخر کیا بنانا چاہتا ہے۔ طرح طرح کے شبہات دلوں میں پیدا ہوتے تھے۔ کوئی کہتا تھا یہ شاعرانہ باتیں ہیں، کوئی اسے محض زبان کی ساحری قرار دیتا، کوئی کہتا یہ شخص مجنون ہو گیا ہے، اور کوئی اسے محض خیالی آدمی قرار دے کر گویا اپنے نزدیک رائے زنی کا حق ادا کر دیتا۔ اس وقت صرف غیر معمولی سمجھ اور ذہانت رکھنے والے لوگ ہی ایمان لائے جن کی نگاہ حقیقت بین اس نئے مسلک میں انسانی فلاح

(سلسلہ کے لئے دیکھئے صفحہ ۳۴۳ پر ملاحظہ)

سائپرس اور اُس کی تاریخی اہمیت

جزیرہ سائپرس جب قدیم دنیا کے علم میں آیا تو وہ کوئی ویران یا غیر آباد ملک نہ تھا بلکہ اپنی ایک تہذیب رکھتا تھا وہاں فنیقی اور بابلی دیوتاؤں کے مندر موجود تھے اور بابل و اسکندریہ کی طرح ... اپولو، ایفروڈائیٹ اور موسم بہار کے دیوتا ایڈونس کی پوجا ہوتی تھی اور بہت سی مقامی شاعری انھیں مذہبی رسموں سے وابستہ ہوگئی تھی۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا جزیرہ سائپرس میں دوسری قوموں کے افراد بھی آتے گئے اور رفتہ رفتہ یہ جزیرہ صرف مختلف قوموں ہی کے ورود کی جگہ نہیں بلکہ مختلف مذاہب مختلف روایات مختلف تہذیبوں اور مختلف زبانوں کے اختلاط کا مرکزی مقام بن گیا جزیرہ سائپرس کا رقبہ ۳۵۰۰ مربع میل ہے اور اس رقبہ کے اندر تین براعظم کے باشندے آکر مقیم ہوئے یورپ سے یونانی افریقہ سے مصری اور ایشیا سے فنیقی!

سائپرس میں مختلف اقوام کے آ کر بسنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ دنوں تک کے لئے اس جزیرے کے حصے بخرے ہوگئے اور چھوٹی چھوٹی آزاد حکومتیں قائم ہوگئیں جن میں سے بعض کا تمدن یونانی تھا بعض کا فنیقی اور بعض کا مصری ان کی زبانیں بھی الگ تھیں اور ان کے سکے بھی جداگانہ تھے اس وقت بھی سائپرس کے قدیم بادشاہوں کے سکے پائے جاتے ہیں جو صناعی کے اعتبار سے بہت خوبصورت ہیں حضرت مسیح سے تقریباً ایک ہزار سال قبل سائپرس میں ایک قسم کا خطی تحریر بھی جاری تھی جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جزیرہ اس زمانہ میں بھی تمدن کی بہت سی منزلیں طے کر چکا تھا اس زمانہ میں سب سے زیادہ اہمیت ایفروڈائیٹ کے عظیم الشان مندر کو حاصل ہوئی تھی اور قدیم دنیا میں اس کی شہرت بڑھ گئی تھی اس مندر میں پجاریوں اور پجارنیوں کی بڑی کثرت رہا کرتی تھی اور دیوی ایفروڈائیٹ کی ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ بعد کو جب رومن شہنشاہوں نے جزیرہ سائپرس فتح کیا تو انھوں نے اپنے سکوں پر اسی مندر کی تصویر بنائی اور بحر روم کے تمام ساحلی اور جزائری اور جزائری ممالک میں سائپرس کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

مسیحیت کی آمد

صدیاں گذر گئیں اور یورپ میں مسیحی مذہب نے قدیم دیوتاؤں کی پوجا کی جگہ لی سنہ عیسوی میں مسیحی پادری پال اور برناباس جزیرہ سائپرس میں گئے اور اس کے رومن قونصل دگورنر سرجیس پالس کو مسیحی مذہب میں داخل کیا اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جزیرہ سائپرس ہی دنیا کا وہ پہلا ملک تھا جس پر ایک مسیحی فرمانروا نے حکمرانی کی۔

اسی طرح پھر چند صدیاں گذر گئیں اور اس کے بعد عرب مسلمانوں نے اس جزیرہ پر قبضہ کیا اور سائپرس اسلامی ایمپائر کا ایک جزیرہ بن گیا اگرچہ اس پر اکثر عرب حملے ہوتے رہے لیکن جزیرے کے باشندے پھر بھی پرامن اور خوشحال رہے بعد کو اس منظر پر ایک دوسرا شخص نمودار ہوا جس کا نام آئزک جو کمنس تھا اس نے سلطنت قسطنطنیہ کے خلاف بغاوت کی اور خود کو سائپرس کا آزاد بادشاہ بنا لیا لیکن یہ بادشاہ بڑا ظالم اور تند مزاج تھا اور اس نے اہل سائپرس پر ظلم و تشدد کا بازار گرم کر رکھا تھا اس لئے انگلستان کا بادشاہ رچرڈ جب تیسرے جہاد میں حصہ لینے کے لئے مشرق کی طرف آرہا تھا سائپرس میں بھی ٹھہرا اور اس نے اس جزیرے پر قبضہ کر لیا یہ جزیرہ سائپرس پر پہلا برطانوی قبضہ تھا جو ۱۱۹۱ء میں ہوا لیکن چونکہ رچرڈ کو اپنی جہادی سرگرمیوں کے لئے مزید رقموں کی ضرورت تھی اس لئے اس نے جزیرہ سائپرس کو ٹمپلر نائٹوں کے ہاتھ فروخت کر دیا اور ایک سال تک یہی اس پر حکمرانی کرتے رہے۔

فرانسیسی حکمرانی

اس کے بعد جزیرہ سائپرس لوسگنن خاندان کے فرانسیسی فرمانرواؤں کے ہاتھ میں چلا گیا اگرچہ یہ دور مجموعی حیثیت سے سائپرس کی شہرت کا دور تھا لیکن اس کی اقتصادی حالت اس لئے اچھی نہ تھی کہ سائپرس کے کاشتکاروں کو غیر ملکی رئیسوں کے فائدے کے لئے غلاموں کی طرح رکھا جاتا تھا۔ لوسگنن خاندان کی حکمرانی سائپرس پر تین سو برس تک جاری رہی اس خاندان میں بادشاہوں کے علاوہ چند ملکہ بھی اس جزیرہ کی فرمانروا رہیں اس جزیرہ نے ازمنہ وسطیٰ کی یورپین سیاست میں بڑا حصہ لیا اس کا آئین فیوڈل طریقہ پر مرتب کیا گیا تھا اس زمانہ میں بہت سی شاندار اور خوبصورت تعمیرات بھی ہوئیں بیلا پیز اور فماگسٹا کے کلیسا اور بیلا پیز اور قنطرہ کے قلعے بہترین یادگاریں ہیں جو فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہیں ایک مصنف نے لکھا ہے کہ اس جزیرہ پر تین چیزیں یکجا ہوگئی تھیں۔ فرانس کی عشرت پسندی شام کی نرمی اور یونان کی چالاکی۔

وینس کی حکومت

فرانسیسی حکومت ۱۴۸۹ء میں ختم ہوگئی اور وینس کی مشہور جمہوریت نے جزیرہ سائپرس پر قبضہ کر لیا اس کی آخری ملکہ کیتھرائن کو زبردستی تخت سے اتار دیا اور حکومت کی لگام اپنے ہاتھوں میں لے لی اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مشرقی بحر روم میں ترکوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکا جاسکے۔

جزیرہ سائپرس پر جمہوریہ وینس کی حکمرانی ۸۲ سال تک جاری رہی لیکن اس حکمرانی کی حیثیت ایک فوجی قبضہ سے زیادہ نہ تھی کیونکہ وینس اس کے اندرونی نظم میں حصہ نہ لیتا تھا بلکہ ایک ایسے جزیرے کی طرح استعمال کرتا تھا جو جنگ میں فوجوں کے ایک اڈے کا کام دے سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سائپرس کی تجارتی کاروبار اور زرعی صنعت و حرفت کا تقریباً خاتمہ ہوگیا سیلابوں نے زمین کے اکثر حصہ کو دلدل بنا دیا زراعت کو سخت نقصان پہنچا اور قومی دولت گھٹ گئی اس زمانہ میں سب سے زیادہ مشہور واقعہ فماگسٹا کے کپتان کرسٹو فورو کا ہوا جسے شیکسپیئر نے اوتھیلو کا نام دیکر ایک غیر فانی ڈرامہ کا ہیرو بنا دیا۔

فماگسٹا کا محاصرہ

ترکوں کی نگاہیں اب بھی جزیرہ سائپرس پر لگی ہوئی تھیں انہوں نے پھر اس پر حملے شروع کر دیئے اور فماگسٹا کا ایسا زبردست محاصرہ کیا جو دنیا کی جنگی تاریخ میں ایک یادگار بن کر رہ گیا ۱۵۷۰ء میں سائپرس کی وینسی حکومت کو سلطان سلیم کے متعدد حملوں کا مقابلہ کرنا پڑا یہ مہمات سلطان کی طرف سے مصطفیٰ کی زیر کمان بھیجی جاتی تھیں جن کے مقابلہ کے لئے حکومت وینس نے جنرل براگیڈینو کو مقرر کیا تھا فماگسٹا کا محاصرہ چار ماہ تک جاری رہا جس میں اسی ہزار ترک کام آئے لیکن آخر کار ترکوں کو فتح حاصل ہوئی اور جزیرہ سائپرس ترکوں کی مملکت بن گیا اور یورپین حکومتوں کے تسلط

قائم رہی وہاں دو چند برس کے لئے سائپرس پر ترکوں کی حکومت بھی تین سو برس تک قائم رہی اور اس مدت کے بعد ۱۸۷۸ء میں جزیرہ سائپرس نے ایک دوسری قسم کی اہمیت اختیار کر لی۔

لارڈ بیکنس فیلڈ کی دانشمندی

یہ وہ وقت تھا جب برلن (جرمنی) میں کانگریس کا اجلاس ہو رہا تھا تاکہ روس اور ترکی جنگ کے بعد سان اسٹفانو میں جس معاہدہ پر دستخط ہوئے تھے اس میں ترمیم کی جائے اس معاہدہ کی رو سے جو استنبول کے دروازہ پر تحریر کرایا گیا تھا مقدونیہ، سربیا اور البانیہ کے تمام مفادات ختم کر دیئے گئے تھے اور ذرائع ابیانہ کو بہت سے انحصار مہیا کی ایک تہائی بلغاریہ کو دے دی گئی تھی دیاکی ایکسیں ترکی کی بوڑھی سرحدوں کی طرف تک سرحدی بحیرہ اور قسطنطنیہ پر روس کا بہت زیادہ اثر ہو جاتا تھا۔

اس وقت جزیرہ سائپرس کی طرف کسی کی توجہ نہ تھی لیکن کانگریس میں جو برطانوی سفیر تھا وہ اس کی اہمیت سے غافل نہ تھا ابھی برلن کانگریس کی اجلاس ختم نہ ہوا تھا کہ برطانوی سفیر نے یہ اعلان کر دیا کہ ۴ جون کو یعنی اجلاس کانگریس سے صرف نو دن پہلے برطانیہ اور ترکی کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہو گئے ہیں جس کی رو سے سلطان نے روسی حملوں سے تحفظ کے لئے برطانیہ سے دوستی کر لی ہے اور اس بات کی اجازت دی ہے کہ سلطان کی سور ریجی (بالادستی) کے تحت برطانیہ جزیرہ سائپرس پر قبضہ کرلے اور اس کا نظم ونسق اپنے ہاتھوں میں لیلے۔ اس واقعہ کو ساٹھ پینسٹھ برس گذر چکے ہیں اور اب جزیرہ سائپرس برطانی امپائر اور برطانوی نوآبادیات کا ایک جزو بن گیا ہے یہی وہ صورت حال ہے جس کا راز اس وقت لارڈ بیکنس فیلڈ کی دانشمندی میں مضمر تھا۔

زراعتی و دیگر حالات

جزیرہ سائپرس میں زراعت کا کام عہد ماقبل تاریخ سے جاری ہے اور کم از کم یہ ایک یقینی امر ہے کہ تیس چالیس صدیوں سے وہاں زراعت ہوتی ہے۔ سائپرس کے رقبہ کی بہ نسبت وہاں کی پیداوار میں شرح زیادہ ہے اور مختلف قسم کے اناج پیدا ہوتے ہیں نیچی سطح والے کھیتوں میں زیادہ تر گیہوں جو آلو لیموں تمباکو روئی زیرہ اور بہت قسم کی سبزیاں پیدا ہوتی ہیں اور بلند پہاڑی مقامات پر زیتون انگور سیب وغیرہ ہوتے ہیں بھیڑ بکریاں تمام وہ پہاڑوں میں پالی جاتی ہیں۔

بارش کی مقدار اونچے اور نیچے مقامات پر ۴۰ انچ سے لیکر چودہ انچ سالانہ تک ہے عام طور پر اکتوبر اور مارچ کے درمیان بارش ہوا کرتی ہے اور جہاں آبپاشی کا انتظام نہیں وہاں اس موسم میں فصلیں بوئی جاتی ہیں ماہ جنوری میں گیہوں اور جو کے سبز پودے ہر طرف لہلہانے لگتے ہیں اور اس کے بعد گرم و خشک ہوائیں چلنے لگتی ہیں یہاں تک کہ مارچ میں فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے اور کھیت کٹنے لگتے ہیں سائپرس میں گایوں کی تعداد نسبتاً کم ہے وہ صرف شہروں میں دودھ سپلائی کرنے کے کام میں لائی جاتی ہیں عام طور پر وہاں بکریوں اور بھیڑوں کا دودھ کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے اور دودھ، مکھن اور پنیر کے لئے سائپرس میں تقریباً سوا دو لاکھ بکریاں اور تین لاکھ بھیڑیں ہیں۔ اس جزیرے میں پنیر کثرت سے کھائی جاتی ہے۔

سائپرس سے برآمد کی جانے والی چیزوں میں ایک قسم کی پھلی بھی ہوتی ہے جس کے بیج انگلستان میں کچھ تو مویشیوں کے چارہ کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں اور کچھ فینس کریم اور صابون وغیرہ بنانے میں کام آتے ہیں۔ برآمدی چیزوں میں دوسرا نمبر آلو کا ہے جزیرہ سائپرس میں آلو کثرت سے پیدا ہوتا ہے سال میں دو فصلیں ہوتی ہیں اس کی درآمد سال بھر جاری رہتی ہے۔

اگرچہ سائپرس میں سنترے صرف پچاس ساٹھ سال سے پیدا کئے جانے لگے ہیں تاہم برطانیہ کے بازاروں میں اب یہ مقبول ہونے لگے ہیں انگور کی کاشت تیزی سے ترقی کر رہی ہے ان دنوں لیماسول کے اضلاع میں تقریباً سوا لاکھ ایکڑ زمین پر انگور بوئے جاتے ہیں از منہ وسطیٰ میں بھی سائپرس کے انگور سارے یورپ میں مشہور تھے۔ سائپرس کے شمالی ساحلوں پر ترکی تمباکو کی کاشت ہوتی ہے اور یہ تمباکو سگرٹ بنانے کیلئے انگلستان بھیجا جاتا ہے اس جزیرے کا زیرہ اپنی خوشبو کے باعث بہت فروخت ہوتا ہے بادام اور پیاز کی کاشت بھی اب ہونے لگی ہے

باربرداری کے لئے اس جزیرے میں سب سے زیادہ خچروں سے کام لیا جاتا ہے سائپرس کے خچر جفاکشی محنت اور مضبوطی کے لئے اس جزیرے سے باہر بھی بہت مشہور ہیں اور وہاں کے اچھے خچر عرب و حجاز کے دوسرے ممالک میں بھی اچھے داموں فروخت ہوتے ہیں سواری کے لئے گھوڑے بھی کہیں کہیں استعمال کئے جاتے ہیں مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔ سائپرس کا کسان بھی بہت تندرست محنتی اور جفاکش ہوتا ہے لیکن وہ اب قدامت پرست ہے اس لئے جدید ذرائع کو کام میں نہیں لاتا پھر بھی وہ اپنی محنت سے ایسی زمین کو بھی کاشتکاری کے کام میں لاتا ہے جو دوسرے ممالک میں بنجر سمجھی جائیگی۔

بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۴۳ کی صورت صاف دیکھ سکتی تھی مگر جب اس نظام فکر پر ایک مکمل نظام حیات بن گیا اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اس کام کو کرتے ہوئے دیکھ لیا اور اس کے نتائج ان کے سامنے عیاناً آ گئے تب ان کی سمجھ میں آیا کہ یہ وہ چیز تھی جس کو بتلانے کے لئے وہ اللہ کا نیک بندہ دنیا بھر کے ظلم سہہ رہا تھا، اس کے بعد ضد اور ہٹ دھرمی کے لئے پاؤں جمانے کا کوئی موقع باقی نہ رہا تھا جس کی مثال یوں ہی ہے کہ آنکھیں تھیں اور ان آنکھوں میں نور تھا اس کے لئے آنکھوں دیکھی حقیقت سے انکار کرنا غیر ممکن ہو گیا۔

یہ ہے اس اجتماعی انقلاب کے لانے کا طریقہ جس کو اسلام برپا کرنا چاہتا ہے یہی اس کا راستہ ہے اسی ڈھنگ پر وہ شروع ہوتا ہے اور اسی تدریج سے وہ آگے بڑھتا ہے۔ لوگ اس کو معجزہ کی قسم کا سمجھ کر کہہ دیتے ہیں کہ اب یہ کہاں ہو سکتا ہے نبی ہی آئے تو یہ کام ہو مگر تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ یہ بالکل ایک طبیعی قسم کا واقعہ ہے اس میں علت اور معلول کا پورا منطقی اور سائنٹفک ربط ہمیں نظر آتا ہے آج بھی ہم اس ڈھنگ پر کام کریں تو وہی نتائج برآمد ہو سکتے ہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ اس کام کے لئے ایمان، شعور اسلامی، ذہن کی یکسوئی، مضبوط قوت فیصلہ اور شخصی جذبات اور ذاتی امنگوں کی سخت قربانی درکار ہے اس کے لئے ان جوان ہمت لوگوں کی ضرورت ہے جو حق پر ایمان لانے کے بعد اس پر پوری طرح نظر جما دیں کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ کریں دنیا میں خواہ کچھ ہو کر رہے وہ اپنے نصب العین کے راستے سے ایک انچ نہ ہٹیں دنیوی زندگی میں اپنی ذاتی ترقی کے سارے امکانات کو قربان کر دیں اپنے بیوی بچوں کا اور اپنے والدین کی تمناؤں کا خون کرتے ہوئے نہ جھجکیں عزیزوں اور دوستوں کے چھٹ جانے کا غم نہ کریں سوسائٹی، حکومت، قانون، قوم، وطن جو چیز بھی ان کے نصب العین کی راہ میں حائل ہو اس سے لڑ جائیں ایسے ہی لوگوں نے پہلے بھی اللہ کا کلمہ بلند کیا تھا ایسے ہی لوگ آج بھی کریں گے لو

جبرالٹر کی فوجی اہمیت

لارڈ گورٹ فرانس کو امداد بھیجنے والی برطانوی فوج کے کمانڈر تھے پھر وہاں سے انگلستان کے ملکی تحفظ کے انتظامات کے سرکردہ بنائے گئے اب انہیں جبرالٹر کا گورنر مقرر کیا گیا ہے اور جب سے یہ تقرر عمل میں آیا ہے کہ وہ جبرالٹر ہر دنیا کی نظروں میں پہلا اہمیت کے ساتھ آگیا ہے۔

اس قسم کی خبریں بھی پچھلے دنوں میں آئی تھیں کہ اسپین میں سیاحوں کے لباس میں اور عام سادہ لباس میں کچھ جرمن لوگ داخل ہو رہے ہیں۔

تیز فوجی سرگرمیاں

جبل الطارق یا جبرالٹر کا پہاڑ بحر روم کا دروازہ ہے جو مغرب میں واقع ہے اور برطانیہ کے لئے شاہ رگ ہے اسے قلعہ بند کیا گیا ہے اور نہایت مضبوط بنایا گیا ہے اس جنگ کے شروع ہونے سے پہلے اس پہاڑ کی مزید قلعہ بندی کی گئی تھی آجکل یہاں فوجی سرگرمیاں بہت تیزی کے ساتھ دیکھی جا سکتی ہیں نہ صرف اس کی فوجی اہمیت کی وجہ سے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ شاید ہی کوئی دن ایسا گذرتا ہو گا کہ بحر روم کی بحری فوج کے کچھ حصے یہاں سے آتے یا جاتے نہ ہوں۔ فوج ہر وقت اس پہاڑ کی دفاعی طاقتوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتی ہے۔

جبرالٹر کا قلعہ دنیا بھر میں مشہور ہے ابتدا سے ایڈمیرل سر جارج رُوک نے جنگ تخت نشینی اسپین کے زمانہ میں اسپین والوں سے لیکر ۲۴ جولائی ۱۷۰۴ء کو ملکہ این انگلستان کا جھنڈا لہرا دیا تھا ۱۷۷۹-۱۷۸۳ء تک اس قلعہ کا پھر ایک مرتبہ محاصرہ ہوا اگرچہ مہم بھی ناکام رہی۔ اس موقعہ پر اسپینوں نے ہارمانی اور منارکا کے ٹاپو کے بدلے اس پہاڑ پر اسپینوں نے انگلستان کی حکومت تسلیم کر لی چنانچہ ۱۴۰ سال سے جبرالٹر برطانیہ کے قبضہ میں ہے۔

ایک مصروف بحری اڈا

چونکہ یہ علاقہ ایک مصروف بحری اڈا ہے اس لئے اسپین کی ہمسایہ آبادی کی خوشحالی اور لا لائنا کے رہنے والوں کو جہاں زیادہ تر اسپین کے جہاز ساز لوگ آباد ہیں اس سے بہت فائدہ پہنچا ہے۔ اصل خطہ زمین سے یہ پہاڑ ایک غیر جانبدار علاقہ سے منفصل ہوتا ہے جو نصف میل چوڑا ہے نیز ایک نیم قوس کنارے بھی ہے جس کا نام الجزائرس ہے جو چھ میل لمبی ہے یہ بھی بیچ میں حائل ہے اسپین کا جو حصہ اس مغرب میں واقع ہے وہ تیس میل کا ہے اور مجلاتی ہے اسے جبرالٹر کا کیمپو کہتے ہیں۔ نپولین کے انگلستان پر حملہ کرنے کے ارادہ سے بیس سال پہلے یعنی ۱۷۸۳ء میں جبرالٹر نرغے میں پھنسا تھا اور اب بھی برطانیہ کی ایک زبردست پہاڑی کو چیلنج کیا جا رہا ہے لیکن اب بھی ہم یقین رکھتے ہیں کہ ۱۷۸۳-۱۷۷۹ء میں اس پہاڑ کے بچانے والوں نے جو کارنامے کئے تھے وہی اب پھر دہرائے جائیں گے اور اگر موقعہ آیا تو نازیوں کا منہ پھیر دیں گے۔

کیا جبرالٹر فتح نہیں ہو سکتا؟

کسی قدرتی قلعہ بند جگہ کا جس میں موجودہ ہندیاں بہت کی گئی ہوں ناقابل شکست کہنا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کیونکہ کیوبیک (کینیڈا) کے قدرتی قلعہ کو ابراہیم پر جب جنرل ولف چڑھ گیا تھا تو جبرالٹر ہی مستثنیٰ سمجھا گیا لیکن پھر بھی یہ طے ہے کہ جبرالٹر ایک ایسا قدرتی قلعہ اور حصار ہے کہ شاید ہی کوئی ایسا حصار دنیا میں ہو جسے سوائے محاصرہ کے کسی اور ذریعہ سے توڑا جا سکے اٹلانٹک کے سمندر اور بحر روم میں انگریزی بحری طاقت کے غلبہ کی وجہ سے یہ ناممکن سمجھا جاتا ہے کہ جبرالٹر کا کوئی بھی معقول محاصرہ کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔

اس وقت یہاں ایک طاقتور مضبوط اور دشمن کش بری فوج موجود ہے اگر اس تنگ جگہ سے جسے غیر جانبدار علاقہ کہا جاتا ہے سپاہی اس قلعہ پر حملہ آور ہوں یا اسپینی کیمپو کی طرف سے کھاڑی کے ذریعہ فوجیں لے جائیں تو وہ ناممکن ہے کہ انگریزی فوجوں کو کوئی گزند پہنچا سکیں۔

لیکن جبرالٹر کی اہمیت تو اس چیز سے ہے کہ جنگ کے زمانہ میں بالخصوص انگریزی فوجوں کے لئے ایک مضبوط آتش گاہ کا کام دینے اور جہازوں کی آمد و رفت کے مستقر کے طور پر کام دینے کے لئے اس سے بہتر کوئی مقام نہیں ہوسکتا اسے افریقہ سے جدا کرنے والا راستہ میں ایک چھوٹا سا پانی کا ٹکڑا ہے اٹلانٹک سمندر سے جو بھی تجارتی جہاز بحر روم میں داخل ہونے والا ہوگا اسے یہاں سے گذرنا پڑے گا یہاں جنگی جہاز برطانیہ کے ہر وقت موجود رہتے ہیں وہ تجارتی جہازوں کی بھی نگرانی اور نگہداشت کرتے ہیں اسی وجہ سے اٹلی اور جرمنی اس نازک مرحلہ سے نہیں گذر سکتے۔ اور انہیں سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔

بڑی توپیں

یہ یقین کیا جاتا ہے کہ یہ جبرالٹر پر جو بڑی بڑی مہیب توپیں چڑھی ہوئی ہیں وہ خاکنائے جبرالٹر پر غالب ہیں جو کم سے کم جگہ پر دس میل چوڑی ہے۔ جبرالٹر اور کیوٹا کے درمیان جو اسپینی مراکش میں واقع ہے یہ جگہ پندرہ میل چوڑی ہو جاتی ہے مگر رات کو جہاز سرچ لائٹ سے چھپ کر نہیں نکل سکتے روزانہ دن کو افریقہ کے ساحل سے لگے لگے ایسے چل سکتے ہیں کہ پتہ ہی نہ چلے کہ ان کی نقل و حرکت کیا ہے انہیں فوراً ان توپوں کی زد میں لایا جا سکتا ہے لیکن دوسری طرف معاملہ یہ ہے کہ اسپین کے ساحل پر اگر توپیں چڑھی ہوئی ہوں اور افریقہ کے ساحل پر جو قریب ترین جگہ ہے وہ دس میل دور ہے اور اگر اس پر بھی توپیں دشمن چڑھا دے تو برطانوی اور جنگی جہازوں کی نقل و حرکتیں کم ہو سکتی ہیں۔ مگر اس کا بالکل بند ہو جانا ممکن نہیں ہے۔

جنگی جہازوں کا محافظ دستہ

یہاں جو محافظ دستہ ہے نیز جبرالٹر کی بحری بیڑہ جس کی امداد اسے ہر وقت حاصل رہتی ہے بحر روم کی ناکہ بندی بالکل محفوظ اور یقینی چیز سمجھی جاتی ہے اگر یہاں ساحل پر دشمن کی توپیں اگر سوار ہوں تو جہازوں کی خلاف آمیز نقل و حرکت کی روک تھام کے لئے خاکنائے کے باہر انتظام کرنا ہوگا جہاں کہ ناکہ بندی میں سے گذرنے والے تجارتی جہازوں کی حفاظت کے لئے ساحلی توپوں کا سہارا میسر نہ ہو لیکن یہ ناکہ بندی صرف اسی وقت تک کارآمد ہو سکتی ہے جب تک کہ جبرالٹر کی بندرگاہ جنگی جہازوں کے لئے بطور مستقر موجود ہو نیز بحری اڈا بنانے میں بڑے بڑے تجارتی جہازوں کے ٹھہرانے کے لئے

جزائر برطانیہ پر ہٹلر کے حملہ کی اسکیم

باخبر حلقوں میں اس بارے میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ ہٹلر اس موسم بہار میں انگلینڈ پر فیصلہ کن فتح حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اس کو اب فتح حاصل کر لینا چاہیئے ورنہ کبھی حاصل نہیں کر سکے گا۔ وہ اس وقت سے پہلے ہی انگلینڈ پر فتح حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جب کہ امریکہ کی زیادہ سے زیادہ مدد ملنی شروع ہو اور اس کو اس بات کا موقع حاصل ہو سکے وہ فتح حاصل کر سکے اس میں یہ بہتر ہے کہ وہ ددو کی بہاریوں پر پہل کھیلیں اس وقت تک اتنا اچھا موقع نہیں ہو جتنا کہ پچھلی گرمیوں میں حاصل تھا انگلینڈ جون سنہ ۴۰ء کے اس حملہ کی دھمکی سے باخبر تھا اور اس نے اس کا مقابلہ کرنے کی زیادہ سے زیادہ تیاری کر لی ہے جب حملہ کے لئے موسم صاف ہو جائے گا تو انگلینڈ پر زبردست حملے شروع ہو جائیں گے میرا خیال یہ ہے کہ جرمنی پورے زور شور کے ساتھ حملہ کرے گا اور اس حملہ میں ہر ممکن ہتھیار استعمال کرے گا۔

مسٹر چرچل نے حال میں کہا تھا کہ اگر جرمنی انگلینڈ میں اپنی فوج اتارنے میں کامیاب بھی ہو جائے تو اس سے لڑائی ختم نہیں ہو جائے گی۔ انگریز ایک ایک انچ زمین کے لئے لڑے گا میرا بھی ایسا ہی خیال ہے لیکن فوج اتارنے کا کام ہی سب سے مشکل ہے۔

انگلینڈ پر حملہ کی ۹ ماہ سے تیاریاں ہو رہی ہیں پچھلے اگست اور ستمبر میں فرانس کے ساحل پر کشتیاں اتنی بڑی تعداد میں جمع ہو گئی تھیں کہ حکومت برطانیہ حملہ کی ہر وقت توقع کر رہی تھی۔ انگریزی ہوائی جہازوں نے زور شور کی بمباری کر کے ان کشتیوں کو ختم کر دیا تھا مگر ان کو پھر جمع کر دیا گیا ہے۔

جرمن فوجیں موسم گرما کے وسط سے حملہ کی مشق کر رہی ہیں۔ جرمن کی پیدل پلٹن ایسے نوجوان پر مشتمل ہے ان کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ کشتیوں میں تیزی کے ساتھ کس طرح چڑھتے اور اترتے ہیں میں نے لسبن میں ایک آدمی سے سنا ہے جس نے ان نوجوانوں کو مشق کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ ان لوگوں کو منجملہ دیگر باتوں کے یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچانے کے بغیر خود کیسے ڈوبتے ہیں۔

انگلینڈ پر حملہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا ضرور دھیان رکھنا پڑے گا:۔

(۱) نازیوں کو ہر قسم کا ہتھیار استعمال کرنا چاہیئے۔ ہوائی فوج میدانی فوج، کمپنی کشتیاں، سمندری فوج، لمبی مار توپیں، ہوائی جہازوں سے فوج اتارنا، چھاتہ باز فوج، ہوائی جہازوں سے فوج اتارنا۔ تیز چلنے والی کشتیاں۔

(۲) جرمنوں کو ہوائی جہازوں، فوج اور فوج کے ہر قسم کے نقصان کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

(۳) گو اب یہ بات ناممکن معلوم ہوتی ہے لیکن وہ آئرلینڈ یا بلقان کی طرف اچانک کوئی قدم بڑھا کر حیرت کے کمالات سے فائدہ اٹھائیں گے۔

(۴) جو کوئی نئی چیز انھوں نے ایجاد کی ہے وہ ایک ایک کر کے سامنے آجائیگی۔

زہریلی گیس

اب سوال یہ ہے کہ جرمن وہاں فوج کس طرح اتاریں گے اوپر ہوائی جہازوں کی چھت ہو اور ادھر رادہر چینل میں تارپیڈو کشتیوں اور ڈوبنی کشتیوں کی حفاظت ہو یا صرف ہوائی جہازوں کی چھت ہی ہو تو اس سے جرمنوں کو انگلش چینل پار کرنے میں آسانی ہو گی لیکن اس طریقہ پر جرمن فوج برطانی توپوں کی مار سے نہیں بچ سکے گی۔ اس لئے خیال ہے کہ توپوں کا منہ بند کرنے کے لئے جرمنی زہریلی گیس استعمال کرے گا۔

ہوائی جہازوں کی چھت بنانے کے مسئلہ پر ذرا غور کیجئے اس میں شبہ نہیں اگر جرمن جو کچھ ان کے پاس ہے سب کچھ لگا دیں تو وہ ڈوور سے لیکر ڈوور تک آسمان کے ایک بہت بڑے حصے کو ڈھک سکتے ہیں اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ اپنے تمام بمبار اور شکاری ہوائی جہاز استعمال کریں اور درفت کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہو گا۔

ان لوگوں کو بہت بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا اس کے بعد دوسرے حملہ ہو گا نیچے کشتیوں پر بمبار حملہ کریں گے ساحل پر برطانی توپوں کو کوئی چیز بھی حتیٰ کہ زہریلی گیس بھی بند نہیں کر سکے گی۔

اس خوفناک لڑائی میں کشتیوں میں جو پیدل پلٹن ہو گی وہ بالکل بے عمل ہو گی وہ اپنی جگہ بیٹھی ہوئی ہوائی لڑائی دیکھ رہی ہو گی اگر جرمن ہوائی جہازوں کی چھتری سایہ میں ساحل تک پہنچ بھی جائیں تو وہاں پہنچ کر ان کو برطانی توپوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا برطانیہ کے پاس تمام دنیا کے مقابلہ میں سب سے زیادہ سمندری توپیں ہیں۔

جرمن ہوائی جہازوں کی طاقت

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس موسم بہار میں جرمنی کے پاس کتنے ہوائی جہاز ہونگے لیکن پچھلے موسم بہار میں اس کے پاس صف اول کے ۲۰۰۰ ہوائی جہاز تھے وہ اگر دو ہزار ماہانہ کی رفتار سے ہوائی جہاز تیار کر رہا ہے تو اب اس کے پاس ۱۰۰۰۰ ہوائی جہازوں کا اور اضافہ ہو گیا ہو گا اور اس دوران میں اس کے ہوائی جہازوں کو جو نقصان پہنچا ہے اس کو نکال کر مارشل گورنگ کے پاس ۲۵۰۰۰ اور ۳۰۰۰۰ کے درمیان ہوائی جہاز ہونگے۔

برطانی ہوائی طاقت

برطانیہ میں ہوائی جہاز بڑی تیزی کے ساتھ تیار ہو رہے ہیں ستمبر میں برطانیہ کے پاس صف اول کے ۵۰۰۰ ہوائی جہاز تھے موسم بہار میں وہ حملہ آوروں کے خلاف دس ہزار ہوائی جہاز بھیج سکے گا۔

جرمن جانتے ہیں کہ وہ انگلینڈ پر زبردست نقصان اٹھائے بغیر حملہ نہیں کر سکتے لیکن بات یہ ہے کہ وہ اس قسم کی جوکھوں پہلے اٹھا چکے ہیں اور اب پھر اٹھا سکتے ہیں۔ یہ بات صاف ہے کہ حملہ کی اسکیم ہوائی طاقت پر مبنی ہے۔

حملہ کہاں ہو گا

جرمنی کو سمندر کے راستہ حملہ کرنا ہو گا آبنائے ڈوور میں برطانیہ کا سمندری بیڑہ آسانی سے کام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہاں سمندر بہت تنگ ہے اور بڑے بڑے جہاز آسانی سے کام نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ ڈوور فاکسٹن ساحل حملہ کے لئے بہترین جگہ خیال کی جاتی ہے اگر سکاٹ لینڈ آئرلینڈ اسیکس اور نارفاک پر حملہ کیا گیا تو برطانیہ کے سمندری جہازوں سے سخت مقابلہ ہو گا اور میرا خیال ہے کہ جرمنی کی کوئی طاقت اتنی ہمت نہیں کر سکتی۔

اس لئے ہمارا خیال ہے کہ ڈوور کی آبنائے میں جرمنی کی ڈوبنی اور تارپیڈو کشتیاں بڑے پیمانہ پر سرگرمی دکھلائیں گی۔

لاجواب نازی ہتھیار

سمندر میں انگریز کسی چیز سے نہیں ڈرتا اس کے سمندری جہازوں کو سب سے زیادہ خطرہ جن کر ۸۸ بی ۲ بمبار سے ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کی اہمیت کو کم کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ ہمیں

روس کا معمّہ

کچھ دنوں سے یہ آثار پائے جاتے ہیں کہ روس جرمن رشتہ میں کوئی خرابی پیدا ہو رہی ہے یہ معلوم ہے کہ ۱۹۴۱ء کے لئے روس نے جرمنی کو تیل کی جو مقدار دینے کو کہی تھی وہ نہیں دے سکا۔ کبھی کہی یہ رپورٹیں بھی آئی ہیں کہ روسی اور جرمن سرحدوں پر فوجوں کا اجتماع ہو رہا ہے کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ جرمنی نے روس سے نئے مطالبات کئے ہیں؟ اور کبھی یہ کہ روس نے مشرق کی طرف نظر کی ہے اور اس کی وجہیں نقل و حرکت کر رہی ہیں پچھلے دنوں ایران سے روس کے مطالبات کے متعلق بھی خبر آئی تھی لیکن بعد میں اس کی تصدیق نہیں ہوئی اسٹالن ایک چالاک آدمی ہے وہ غالباً وقت سے کھیل کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے اس مضمون میں جسے معاصر اسٹیٹس مین دہلی کے ملٹری نامہ نگار نے لکھا ہے ان نئے امکانات پر بحث کی گئی ہے جو اسٹالن اور ہٹلر کے آئندہ طرز عمل یا کسی مے شدہ طرز عمل سے مغرب اور مشرق میں پیدا ہو سکتے ہیں ہم اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں:

اسٹالن نے اب مملکت روس کے وزیر اعظم کا عہدہ بھی خود لے لیا ہے ہٹلر نے اپنی تقریر "نوروز" میں نازیوں سے یہ وعدہ کیا تھا اور ڈاکٹر گوئبلز نے اسی بات کو مارچ میں دہرایا بھی تھا کہ اس سال یعنی ۱۹۴۱ء کے اندر اندر اسے فتح حاصل ہو جائے گی لیکن اس کا پروگرام غلط ثابت ہوا اور اب غالباً جرمنی ایک لمبی جنگ کو اپنے روبرو دیکھ رہا ہے یہی سبب ہے کہ اس کے لئے اب سپلائی کا مسئلہ بہت اہم ہو گیا ہے اور اسے معلوم ہے کہ روس ہی اس کی سپلائی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

اکرین اور کاکیشس!

روس کے صرف دو خطے ایسے ہیں جو جرمنی کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں کام آ سکتے ہیں ایک تو اکرین جہاں گیہوں کثرت سے پیدا ہوتا ہے اور دوسرے کاکیشس جہاں تیل کے چشمے ہیں خیال کیا جاتا ہے کہ جرمنی روس سے ان دونوں چیزوں کی سپلائی کے لئے زیادہ پُر زور مطالبات پیش کریگا اور غالباً ان دونوں خطوں پر اپنا کنٹرول بھی چاہے گا۔ روس یقیناً اس کی مخالفت کریگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جرمنی اور روس میں جنگ چھڑ جائے گی۔

مذکورہ بالا خیال ایک خاص حلقہ میں پایا جاتا ہے اور اس کی بنیاد غالباً وہ رپورٹیں ہیں کہ مغرب میں اور خصوصاً اکرین میں بہت سی روسی فوجیں جمع ہو رہی ہیں روس نے اس عجب میں یوگوسلاویہ اور بلغاریہ دونوں کے بھی حوصلے بڑھائے تھے اور ترکی میں بھی اس کا کچھ نہ کچھ اثر موجود ہے مزید برآں اس نے جاپان کے لئے جرمن سامانوں کا روس سے گذرنا ممنوع قرار دے دیا ہے۔ انھیں اسباب کی بنا پر جرمنی اور روس میں کھنچاوٹ کے امکانات پر غور کیا گیا ہے۔

دوسرا پہلو!

لیکن اس مسئلہ کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور پچھلے دنوں کی بعض ڈپلومٹک چالوں نے کچھ نئے امکانات بھی پیدا کر دئے ہیں مثلاً برطانی مفادات کا خیال نہ کرتے ہوئے روس نے عراق کی نئی حیثیت تسلیم کر لی تھی حالانکہ اس کے ساتھ ساتھ اس نے رشید علی کے طرز عمل کو ناپسندیدہ اور قابل اعتراض قرار دیا تھا۔ اس کے علاوہ روس نے یوگوسلاویہ، ہالینڈ، بلجیم اور ناروے کے سفیروں کو جو ماسکو میں مقیم ہیں یہ اطلاع دے دی ہے کہ چونکہ اب ان کے ممالک "آزاد" نہیں ہیں ان کے سفارت خانوں کی حیثیت تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ ان حالات کے پیش نظر ضروری ہے کہ روسی مسئلہ کو خود اس کے ڈکٹیٹر اسٹالن کے نقطۂ نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کی جائے!

اسٹالن جرمنی کی میکانی طاقت سے ڈرتا ہے اور اسے یہ خیال ہے کہ عوام الناس کی اس مجہولیت کے باعث جس نے روسی شہنشاہیت کو ختم ہونے اور لینن کا اقتدار قائم ہو جانے دیا تھا کہیں بالشیوک دور بھی ختم نہ ہو جائے اور کوئی فاتح طاقت روس میں کوئی نئی حکومت قائم نہ کرے اس لئے اسٹالن چاہتا ہے کہ وہ کم از کم موجودہ موسم گرما کے اختتام تک وقت سے کھیلتا رہے۔

دو ہی صورتیں

ظاہر ہے کہ اگر جرمنی روس کے سامنے کچھ مطالبات پیش کریگا تو صرف دو ہی صورتیں باقی رہ جائیں گی ایک تو یہ کہ اسٹالن ان مطالبات کی مخالفت کرے اور لڑ بھڑ کر روس کو خطرے میں ڈالنے کے لئے تیار ہو جائے اور دوسرے یہ کہ جرمنی سے کچھ لین دین کی کوششیں کرے اگر وہ اس طرح کے لین دین میں کامیاب ہو جائے گا جس سے اس کی آئندہ طاقت مدافعت قائم رہے تو غالباً وہ اسے پسند کریگا اور پھر صورت حال مندرجہ ذیل ہو گی: ۔

(۱) اگر جرمنی کامیاب ہو گیا تو بھی اس لین دین کے پھل روس کے ہاتھوں میں ہونگے اور اگرچہ روس کی پوزیشن خطرے میں ہو گی تاہم اس کے نئے مقبوضات اس کی طاقت میں اسی تناسب سے اضافہ بھی کر دیں گے۔

(۲) اگر جرمنی کو شکست ہو گئی تو لین دین کے پھل بھی اسٹالن کے ہاتھ میں رہیں گے اور جرمنی میں بھی اس کا دخل رہیگا۔

(۳) اگر یہ جنگ شطرنج کی کسی بازی کی طرح بے نتیجہ ہو کر رہ گئی جب بھی یہ پھل روس ہی کے پاس ہوں گے اور وہ دونوں فریقوں پر اپنا اثر ڈال سکے گا۔

وقت اور سپلائی

اس طرح اسٹالن اور ہٹلر کے درمیان لین دین کا ایک بڑا امکان پایا جاتا ہے اسٹالن کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ وقت حاصل کرے۔ اور ہٹلر کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ ایک طویل جنگ کے لئے سپلائی حاصل کرے ایسا کوئی لین دین حقیقت میں ہوگا بھی یا نہیں؟ اس سوال کا جواب نازی مطالبات پر منحصر ہے اسٹالن چالاک ہے اور ضدی طبیعت کا آدمی ہے اس لئے وہ غالباً کوئی ایسا مطالبہ نہیں مانے گا جس سے روس کی طاقتِ مدافعت کم ہو جائے۔ اور آئندہ کسی عمل کا راستہ باقی نہ رہے۔

جرمنی کی بڑی فوجوں کے لئے جارحانہ حملوں کے جو مواقع اب موجود ہیں ان میں صرف ایک ہی موقعہ کام میں لایا گیا ہے یعنی مشرقی بحر روم اور مشرق وسطیٰ پر یورش لیکن کریٹ کے بعد جرمنی آگے قدم نہیں بڑھا سکا ہے اور شام کے راستہ سے عراق تک تسلط حاصل کرنے کا جو منصوبہ تھا وہ بھی پورا نہیں ہوا اگر ان علاقوں کے میدان کارزار کے لئے روسی "سپلائی" کے مسئلہ کو نظر انداز بھی کر دیا جائے جب بھی جرمنی کے لئے روسی روّیہ کے مسئلہ کی اہمیت باقی رہے گی اور اس کا اثر جرمنی اور روس کے رشتہ پر پڑے گا۔

جرمنی میں نئے آثار

جرمنی میں اب نئے آثار اس امر کے پائے جاتے لگے ہیں کہ نازیوں میں روسی خفگی کا احساس پیدا ہو گیا ہے یعنی جرمنی سمجھتا ہے کہ اس نے مشرق کی طرف حد سے زیادہ قدم بڑھا کر گویا روس کے خلاف ایک عصبی جنگ جاری کر دی ہے یا یوں سمجھئے کہ اس نے روس کو

عورت کو حمل سے بچاؤ

بار بار بچہ کی پیدائش سے عورت کی تندرستی تباہ ہوجاتی ہے۔ بیس برس کی لڑکی چالیس برس کی عورت معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور بعض وقت زیادہ بچے ہونے سے عورت کی زندگی کو بھی خطرہ ہوجاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں عورت کو چاہیئے کہ کچھ عرصہ کیلئے اولاد کا پیدا کرنا بند کردے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک شیشی دوا "روہیل" منگا کر اپنے پاس رکھے اور خاص وقت سے پہلے ایک خوراک اس دوا کی کھالیا کرے۔ حمل نہ ٹھہر سکیگا۔ چنانچہ جبتک عورت .... پہلے۔ دوا کھالیا کرے گی حمل سے بچی رہے گی اور جب اس دوا کو ترک کردیگی۔ حمل کا ٹھہر جانا ممکن ہے۔ اس دوا سے عورت کی تندرستی پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کے لئے بہترین دوا ہے۔ اور بالکل بےضرر۔ ایک شیشی میں اسی مرتبہ استعمال کے لائق دوا ہوتی ہے۔ ایک شیشی "روہیل" کی قیمت چار روپے آٹھ آنے۔ محصول پارسل گیارہ آنے ہے۔

پتہ۔ لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔بی ۳۴ دہلی

سوزاک کی دوا مل گئی

پرانا سوزاک ہو یا نیا۔ اور خواہ کتنی ہی تکلیف بڑھ گئی ہو۔ اگر ایک شیشی کلوزول اس بیماری کو دور نہ کرے تو ہر حال میں قیمت واپس۔ یہ وہ دعویٰ ہے جو علی الاعلان سالہا سال سے منظر عام پر ہے۔ "کلوزول" دوا نے سینکڑوں مریضان سوزاک کو تندرست کردیا ہے۔ ہر ولایتی دوا کے مقابلہ پر "کلوزول" اول نمبر رہی۔ اور نوے فیصدی سوزاک کے مریضوں کو مکمل تندرست کرکے دکھایا۔ خود سینکڑوں ڈاکٹر معترف ہیں کہ کلوزول سے بہتر سوزاک کا دوسرا کوئی علاج نہیں۔ ایک ہفتہ کے بعد مریض خود بخود اس دوا کا معتقد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ "کلوزول" کی ایک ایک خوراک اپنا اثر ثابت کرتی چلی جاتی ہے۔ اور پوری شیشی استعمال کرنیکے بعد مریض مکمل تندرست ہوجاتا ہے اگر اس دوا کی کسی بھائی کو ضرورت ہو تو

مینجر زنانہ دواخانہ پی۔بی ۳۴ دہلی

کو خط لکھ کر بذریعہ وی۔پی پارسل منگائی جائے۔ ایک شیشی کلوزول کی قیمت دو روپے نو آنے ہے۔ محصول ڈاک سات آنے لگیگا۔

عورت کو ہر مہینہ ماہواری کا درد

ایک مشہور لیڈی ڈاکٹر کا مخلصانہ مشورہ

اگر عورت کو ہر مہینہ ماہواری کے دنوں میں تکلیف ہوتی ہے اور ماہواری ایام تکلیف کے ساتھ اور درد کے ساتھ ہوتے ہیں یا رک رک کر ہوتے ہیں۔ یا زیادہ مقدار میں ہوتے ہیں یا کم ہوتے ہیں یا ان دنوں میں طبیعت پریشان اور ناف تلوں میں کھینچ کا درد ہوتا ہے یا کئی کئی مہینہ تک نہیں ہوتے۔ کسی کو دورے پڑتے ہیں اور لوگ آسیب اور اوپری خلل کا شبہ کرتے ہیں تو صرف چند پیسوں میں اس کا علاج ہوسکتا ہے۔ اب سے کئی سال پہلے تک تو البتہ اس علاج میں بڑی مشکلات پیش آتی تھیں۔ مگر اب دہلی کے زنانہ دواخانہ کی ان تھک کوششوں نے یہ مشکل حل کردی۔ اس مقصد کے لئے اس دواخانہ کی مشہور ترین دوا "کورس" بے حد موثر اور کارگر دوا ہے۔ اگر کوئی عورت ماہواری ایام کی تکلیفوں میں مبتلا ہو اور ہر مہینہ اوپر لکھی ہوئی تکلیفوں میں پھنس جاتی ہو اور درد وغیرہ کی ناقابل برداشت تکلیف اٹھاتی ہو تو اس عورت سے کہدو کہ اس علاج پر زیادہ رقم خرچ کرنے اور بھاگ دوڑ کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ بہت آسان علاج یہ ہے کہ خط لکھ کر

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔بی ۳۴ دہلی کے پتہ سے ایک شیشی دوا "کورس" بذریعہ وی۔پی پارسل منگالیں۔ ایک شیشی کورس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ اور اس پر سات آنے محصول ڈاک صرف ہوں گے۔ اس دوا کے استعمال کے بعد عورت کو ہر مہینہ بغیر تکلیف کے ماہواری ایام ہوجایا کریں گے۔ اور کسی قسم کا درد وغیرہ کچھ نہ ہوا کریگا۔

ٹیلی فون نمبر ۲۹۰۷

بالکل مفت

AS AMERICAN MADE

چھ فیر والا

مانند اصلی

امریکن پستول نیا ماڈل سنہ ۱۹۴۱ء

اس پستول کی خوبیاں بیان کرنا سورج کو چراغ دکھلانے کے برابر ہے۔ مگر پھر بھی آپکو بتائے دیتے ہیں کہ یہ پستول امریکہ کے مقابلہ پر حال ہی میں تیار کرائے گئے ہیں جس میں یہ خوبی رکھی گئی ہے کہ اصلی پستول کی مانند اس میں کارتوس رکھنے کی چرخی بنی ہوئی ہے۔ اور اس کے اندر خانہ بنا ہوا ہے۔ اس خانہ میں چھ شاٹ کارتوس آجاتے ہیں۔ کھٹکا دبانے سے چرخی خود بخود گھومتی ہے اور شاٹ کارتوس کی اس زور سے آواز آتی ہے کہ خود چھوڑنے والا بھی حیران ہوجاتا ہے۔ اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے اس پستول سے بہتر اس وقت کوئی ریوالور نہیں ہے۔ اس میں ۵ انچ شاٹ کارتوس چلتے ہیں۔ اس پستول کا وزن تقریباً ۱۵ اونس ہے لمبائی قریباً ۶ انچ۔ چور ڈاکو اور جنگلی جانور۔ مثلاً شیر چیتا ہرن وغیرہ اس کی آواز سنکر اور شکل ہی دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔ بوقت ضرورت حفاظت جان و مال کے لئے بہت ہی عمدہ چیز ہے۔ مانند اصلی پستول ہندوستان میں صرف ہم سے ملے گا۔ قیمت ۷۷۷ معہ ۵۰ شاٹ کارتوس صرف چار روپے آٹھ آنہ نمبر ۸۸۸ عمدہ کوالٹی اصلی فولاد کا بنا ہوا معہ ۵۰ شاٹ کارتوس رعایتی قیمت صرف پانچ روپیہ تیرہ آنہ (۱۳/۵)، نمبر ۹۹۹ سپیشل درجہ خاص نیو ماڈل معہ ۵۵ شاٹ کارتوس قیمت چھ روپے بارہ آنے (۱۲/۶) فالتو شاٹ کارتوس ایک ہزار کی رعایتی قیمت تین روپے (۳/)، پستول کے لئے خوبصورت پیٹی دخول ایک روپیہ بارہ آنہ (۱۲/۱) پستول کے لئے تیل ۲ آنے محصولڈاک پیکنگ پندرہ آنے (۱۵/) الگ۔

اس پستول کے مشہور کرنے کے لئے ہر پستول کے ساتھ دو عدد فینسی میوٹ رسٹ واچ ایک عدد اصلی فونٹین پن معہ ۱۴ کیرٹ رولڈ گولڈ نب کے بالکل مفت بھیجا جاتا ہے۔

ضروری نوٹ مال ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کردی جاتی ہے۔ دو پستول اکٹھے منگوانے والے خریدار کو محصولڈاک بالکل معاف اور چار عدد فینسی میوٹ رسٹ واچز اور دو عدد اصلی فونٹین پن مفت انعام۔

ملنے کا اصلی پتہ:- **امریکن۔ پی۔ کمپنی پوسٹ بکس ۶/۱۱ ایم۔ ڈی۔ لاہور (پنجاب)**

امرتسر میں سونا دو (۲) روپے تولہ ہو گیا

ناظرین دیکھئے اس سونے کے متعلق دنیا کیا کہتی ہے۔ جس گھر میں یہ اصلی **امریکن نیو گولڈ** گیا وہاں سے دوبارہ سہ بارہ فرمائش آئی۔ یہ سونا ایک لاجواب چیز ہے۔ اصلی سونے اور اس سونے میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔

جناب لالہ رام پرکاش صاحب ساکن دہلی سے ۲۵ نومبر کو تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کا **امریکن نیو گولڈ** کا پارسل ملا۔ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی چیز واقعی کمال کی ہے آپ کے امریکن نیو گولڈ اور اصلی سونے میں کوئی فرق نہیں آپ نے اس قدر چیز کو تیار کر کے دنیا کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کر دکھایا ہے۔ پندرہ (۱۵) تولہ سونا فوراً میرے دوست کیلئے ارسال کر دیویں اس کے بعد آپ کو اور بھی آرڈر دیا جاویگا۔ یہ سونا کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے اصلی سونے کی طرح کوٹا اور پگھلایا جاتا ہے بالکل اصلی سونے کے برابر ہے۔ ہوشیار سے ہوشیار صراف بھی مشکل سے پہچان کر سکتا ہے اس کے بنے ہوئے زیورات ہر جگہ پسند کئے جاتے ہیں۔ اس سے ہر قسم کے زیورات آجکل کے فیشن کے مطابق تیار ہو سکتے ہیں مندرجہ بالا فرمائش کو غلط ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائیگا **قیمت** صرف مشہوری کی خاطر ایک تولہ دو روپیہ (۲) تین تولہ پانچ (۵) روپے آٹھ آنہ۔ چھ تولہ دس (۱۰) روپے۔ پندرہ (۱۵) تولہ بائیس (۲۲) روپیہ چالیس تولہ پچاس (۵۰) روپیہ (ضروری نوٹ) ہر تین تولہ کے خریدار کو پیکنگ خرچ مفت چھ تولہ یا اس سے زیادہ منگوانے والے خریدار کو محصولڈاک و پیکنگ دونوں بالکل معاف۔
پندرہ (۱۵) تولہ کے خریدار کو ایک عدد اصلی گھڑی بالکل ٹھیک وقت دینے والی چابی ۲۴ گھنٹہ گارنٹی دس (۱۰) سال مفت بطور انعام دی جاوے گی۔

گارنٹی ۔ اگر پسند نہ ہو تو قیمت فوراً واپس ہو گی جلدی منگوالیں ورنہ ختم ہونے پر مایوس ہونا پڑے گا۔

ملنے کا پتہ ۔ **میسرز امریکن ہیبی کمپنی ہیبی - او - بکس 27/2 ایم - ڈی - امرت سر** (پنجاب)

دل میں نیکی کا ارادہ قائم رہے یا نہ رہے۔ وغیرہ۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ

اور تم اُس بلا سے ڈرو جو تم میں سے صرف ظالموں ہی

ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا

پر چن کر پڑے گی اور جانے رہو

اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝

کہ اللہ کی مار بڑی سخت ہے

تفسیر فتنہ سے مراد ہر وہ امر ہے جس سے دل قائم نہیں رہتا۔ مثلاً قحط سالی، گرانی، افلاس، ظالموں کا غلبہ، بدکاروں کا تسلط، فاجروں کی گناہگاری اور نیکوں کا اسکو نہ روکنا، وغیرہ ان تمام امور سے دل متزلزل ہو جاتا ہے یا باوجود ثبات قلب کے انسان مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حسن بصری کے قول کے مطابق یہ آیت چار صحابیوں کے حق میں نازل ہوئی علی، عمار، طلحہ، زبیر۔ مطلب یہ ہے کہ خصوصیت کے ساتھ اس آیت کا مصداق آئندہ زمانہ میں یہ چار صحابہ ہوئے۔ ورنہ دوسرے صحابی بھی اس آیت کے مفہوم کے مصداق بنے۔ پھر آیت میں صحابی اور غیر صحابی کی کوئی تخصیص بھی نہیں ہے بلکہ عمومی حکم ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی چنانچہ جنگ جمل میں اہل مصر کے فتنہ کی وجہ سے وہ کونا معیبت میں مبتلا ہوئے اور باہم لڑ مرے اور بروایت علی بن طلحہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ آیت سب کے حق میں ہے۔ مجاہد، ضحاک، یزید بن ابی حبیب کا بھی یہی قول ہے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو مبتلائے فتنہ نہ ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ پس جو کوئی فتنہ سے پناہ مانگے اُس کو چاہیئے کہ گمراہی میں ڈالنے والے فتنوں سے پناہ مانگے (رواہ ابن جریر) ہم پہلے آیت کا توضیحی مطلب لکھتے ہیں پھر چند احادیث لکھینگے جن میں فتنہ کی حالت کا بیان ہے یہ اصل ارشاد یہ ہے کہ اُس فتنہ سے اہل ایمان کو پرہیز چاہیئے جس کا وبال فقط ظالموں اور اصل مجرموں پر ہی نہیں پڑے گا بلکہ اُن کی شامت اعمال سے سب پر پڑیگا نیک لوگ بھی آئی کے منہ میں آجائینگے کیونکہ جب دلیر لوگ لڑائی میں سستی کرنے لگیں اور اس وجہ سے بزدل بھاگ جائیں تو شکست کا خمیازہ سب ہی کو بھگتنا پڑتا ہے اسی طرح دین میں مداہنت کرنے اور گناہگاروں کو گناہ سے نہ روکنے کے باعث عذاب الٰہی جب نازل ہوتا ہے تو سب پر عام ہو جاتا ہے یہانتک کہ جانوروں تک کو اس کا بھگتان بھگتنا پڑتا ہے۔

عدی بن عمیرہؓ کی روایت ہے حضورؐ نے فرمایا خاص بندوں کی بدفعلی کی وجہ سے عام بندوں کو خدا تعالیٰ اُس وقت تک مبتلائے عذاب نہیں کرتا جب تک کہ وہ لوگ اپنے سامنے بدکاری ہوتے دیکھ کر منع کرنے سے باز نہ رہیں درانحالیکہ منع کرنے پر قادر بھی ہوں پس اگر اُنہوں نے منع نہ کیا تو اللہ تعالیٰ بدکام کرنے والوں اور نہ کرنے والوں سب کو مبتلائے عذاب فرما دیتا ہے (رواہ احمد)

حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ہے حضورؐ نے فرمایا قسم ہے اُس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور تم ایسی باتوں کا حکم دوگے جو شرع میں اچھی ہیں اور ایسی باتوں سے منع کروگے جو شرع میں بری ہیں ورنہ اللہ تم پر ایک قوم کو مسلط کر دیگا جس سے بچنے کی تم دعائیں کروگے مگر قبول نہ ہونگی (رواہ احمد) نعمان بن بشیر کی روایت بخاری نے لکھی ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے جہاز میں نیچے کے درجے والے اگر پانی لینے اور اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے جہاز میں چھید کریں اور اوپر والے منع نہ کریں تو سب کے سب غرق ہو جائینگے۔

حضرت جریر کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جو قوم بدکاری کرے اور اُن میں کوئی باعزت شخص ہو جو روک سکتا ہو مگر نہ روکے تو اللہ سب کو عذاب میں مبتلا کر دیگا (رواہ احمد وابوداؤد)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضورؐ نے فرمایا جب زمین میں بدکاریاں پھیلیں گی تو اللہ اُن پر عذاب نازل فرمائیگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اُن میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بھی ہوں گے؟ فرمایا ہاں ہونگے لیکن (مرنے کے بعد) وہ اللہ کی رحمت و رضوان میں چلے جائینگے (رواہ احمد) یعنی وہ عذاب اُن کے لئے عذاب نہ ہوگا بلکہ مرنے کے بعد رحمت الٰہی اُن کو حاصل ہوگی اگرچہ بظاہر عذاب کی شکل میں ہوگا۔

رہی یہ بات کہ عمومی بدکاری کے وبال سے بچنے کے لئے اہل حق کو کیا کرنا چاہیئے؟ تو اس کا بیان خود حدیث میں آگیا ہے کہ اگر ہاتھ سے روک سکتا ہو تو روکے ورنہ زبان سے ہی منع کرے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو کم از کم دل سے ہی اُس کو بُرا جانے اس کے نیچے رائی کی برابر ایمان نہیں ہے۔

مقصود بیان: ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پرزور تاکید۔ اس بات کی صراحت کہ عمومی گناہوں کے وبال سے نیک لوگ بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس امر کی طرف تنبیہ کہ آئندہ جب بدکاری

عام ہو جائیگی تو اس کا وبال مزدور بھگتنا ہوگا اور پھر اس وبال سے نیک لوگوں کی بچا جان چھوٹے گی۔ آیت سے ضمنی طور پر یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اکثریت کا فعل قابل اعتبار ہوتا ہے۔ نیکی تو اکثریت کی قابل اعتبار ہے ہی۔ بدی کی اکثریت ہی کا معتبر ہے۔

وَاذْكُرُوٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ

اور یاد کرو کہ جب تم تھوڑے سے تھے اور ملک میں کمزور

فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ

سمجھے جاتے تھے تم ڈرتے تھے کہ لوگ تم کو اچک

النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ

لے جائیں پس اللہ نے تم کو جگہ دی اور تم کو اپنی مدد سے قوت دی

وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عنایت کیں تاکہ تم شکر کرو

تفسیر ان آیات میں روئے خطاب صحابہ مہاجرین کی طرف ہے۔ واقعہ بدر کے بعد ان آیات کا نزول ہوا۔ الارض سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک سرزمین مکہ ہے مگر حکم بصورت عام ہے اسی لئے قتادہ بن دعامہ سدوسی نے فرمایا کہ یہ گروہ عرب سب لوگوں سے زیادہ ذلیل اور سب سے بڑھ کر ننگا بھوکا تھا۔ جیتا تھا تو بدبختی کی حالت میں اور مرا تو جہنمی واللہ میں نہیں جانتا کہ اس وقت روئے زمین پر کوئی ان سے زیادہ بدحال ہو۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اسلام کو بھیجا اور عرب کو مشرف فرماکر دنیا کے ممالک میں ان کو شوکت و قوت دی۔ ان کے قدم بادشاہوں کی گردنوں پر رکھے۔ تم جو کچھ یہ دیکھ رہے ہو اسی اسلام کی بدولت ہے۔ الخ۔ آیات کا مطلب ظاہر ہے۔

مقصود بیان :- اسلام شروع میں کمزور حالت میں تھا لیکن مسلمانوں نے چونکہ احکام اسلامی کی تعمیل کی اس لئے خدا تعالیٰ نے ان کی مدد کی۔ اور شوکت و طاقت حاصل ہوئی۔ اس نعمت کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔ آیت میں ضمنی طور پر تعمیل احکام اسلام کی ترغیب ہے۔ وغیرہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ

مسلمانو! اللہ اور رسول کی خیانت

وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ

نہ کرو اور جان بوجھ کر اپنی باہمی امانتوں میں خیانت

تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ

نہ کرو اور جان لو کہ تمہارے مال اور

اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ

تمہاری اولاد تمہاری آزمائش ہے اور اللہ کے ہاں

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ ع

بڑا ثواب ہے

تفسیر اس آیت کے سبب نزول میں اہل تفسیر کے چند اقوال ہیں:- (۱) یہ آیت ابولبابہ بن عبدالمنذر کے قصہ کے متعلق نازل ہوئی۔ بنی قریظہ یہودیوں کا ایک خاندان تھا جو مدینہ کے قریب رہتا تھا انہوں نے باوجود معاہدہ جنگ احزاب میں جبکہ مشرکوں نے آکر مدینہ کا محاصرہ کیا تھا مشرکوں کی مدد کی اور معاہدہ کی سخت خلاف ورزی کی جس سے مسلمانوں کو ضرر پہنچا۔ جنگ احزاب ختم ہوگئی اور مشرکین واپس بھاگ گئے تو حضور اقدسؐ نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا اور تین روز یا ایک ہفتہ یا اکیس روز محاصرہ قائم رہا۔ یہودی تنگ ہوئے تو صلح و امان کے خواستگار ہوئے۔ ابولبابہ ایک انصاری تھے ان کے بال بچے اور کل مال بنی قریظہ کی گڑھی کے اندر تھا اور یہودیوں سے ان کا میل جول بھی تھا حضورؐ نے ابولبابہ کو بھیجا کہ یہودیوں سے جاکر کہدو ہم کوئی شرط مقرر نہیں کرتے البتہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کردیں اُس پر ہم راضی ہیں بشرطیکہ تم بھی راضی ہو۔ ابولبابہ نے جاکر پیام پہنچا دیا۔ یہودیوں نے ابولبابہ سے مشورہ کیا کہ تمہاری رائے میں ہم کو سعد کے فیصلہ پر راضی ہوجانا چاہئے یا نہیں۔ ابولبابہ نے انگلی سے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ سعد تو تمہارے قتل کا فیصلہ دینگے۔ اس کے بعد ابولبابہ بہت پچھتائے اور حضورؐ کے پاس واپس نہ آئے بلکہ باہر ہی باہر آکر مسجد کے ستون سے اپنے آپ کو مضبوط بندھوا دیا اور قسم کھالی کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی اُس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا اسی طرح مرجاؤنگا۔ تین دن اسی طرح گذرے تو بیہوش ہوگئے۔ حضورؐ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا اگر میرے پاس آتا تو میں اُس کے لئے استغفار کرتا۔ اب چونکہ حق تعالیٰ سے بلاواسطہ رجوع کیا ہے۔ اس لئے اب اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی حکم فرمائے اسی حال میں قریب ایک ہفتہ کے گذر گیا اور یہ آیت مع آئندہ آیت کے نازل

ہوئی۔ لوگ خوش ہو کر بشارت دینے کے لئے ان کے پاس گئے اور کھولنا چاہا۔ ابو لبابہ نے قسم دی کہ مجھے نہ کھولو جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود دستِ مبارک سے نہ کھولیں۔ بالآخر حضورؐ نے تشریف لیجاکر کھولا (کذا قال ابن ابی قتادہ والزہری)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک سے رہ جانے کی وجہ سے ابولبابہ ایسا کر چکا تھا ابن عبدالبر نے استیعاب میں اسی کو ترجیح دی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی جب فتح مکہ کے لئے لشکر کشی کا ارادہ مسلمانوں نے کیا تو حاطب نے ایک خط اہل مکہ کو لکھا اور اس میں مسلمانوں کے ارادہ کی اطلاع دی کیونکہ حاطب کے بچے اور مال قریش کی حفاظت میں تھا ان کو اپنے اہل و عیال اور مال کے تلف کا اندیشہ ہوا۔ حضور کو یہ واقعہ وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا آپ نے علی رضؓ اور زبیر بن عوام کو بھیجا وہ خط راستہ میں پکڑ لیا اور بالآخر حاطب کی توبہ قبول ہوئی۔

سدی کہتے ہیں اس میں منافقوں اور بعض سادہ لوح مسلمانوں کی طرف اشارہ ہے جو حضورؐ کی راز کی باتیں اور مسلمانوں کی باہمی تجویزیں پھیلا دیتے تھے اور اس طرح دشمنوں کو مسلمانوں کے راز کی اطلاع ہو جاتی تھی۔ اولیٰ یہ ہے کہ سبب نزول اگرچہ خاص ہو مگر حکم عمومی ہے۔ اس میں ہر قسم کی خیانت داخل ہے خواہ مال کی ہو خواہ غنیمت کی خواہ آبرو کی خواہ کسی راز اور تجویز کی۔ بلکہ ہر فرض و سنت کا ترک اور ممنوع و حرام کا ارتکاب بھی چونکہ اللہ اور رسول کی خیانت ہے اس لئے یہ بھی اس حکم میں داخل ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ مسلمانو! فرائض الٰہی اور سنت رسولؐ کو ترک مت کرو نہ رسول اللہؐ کے اندرونی راز کا افشاء کرو نہ آپس میں ایک دوسرے کے مال عزت راز اور امانت کی خیانت کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ اس طرح سے تمہارے بال بچے اور مال کی حفاظت ہو جائیگی۔ یہ چیزیں تو خدا کی طرف سے تمہاری آزمائش ہیں احکام اسلامی کے مقابل میں ان کا لحاظ نہ کرو۔ اگر احکام اسلامیہ کی خلاف ورزی نہ کروگے تو خدا تعالیٰ تم کو اجر عظیم عطا کریگا پس مال و اولاد کی بس تم اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کرکے اجر عظیم کو ضائع نہ کرو

مقصود بیان:۔ ہر قسم کے فرض اور سنت کی بجا آوری کی تاکید آپس میں ایک دوسرے کی خیانت کرنے کی ممانعت خیانت کی کوئی شکل ہو اس امر کی صراحت کہ مال و اولاد ہی درحقیقت انسان کو گمراہ بناتی ہے انہی کی محبت سے آدمی اسلام کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے مگر یہ ایک آزمائش ہے ایسا نہ کرنا چاہئے وغیرہ۔ بعض حضرات جو قرآن کے علاوہ سنت رسول اللہؐ پر عمل کرنے کو ہیچ سمجھتے ہیں ان کے لئے آیت میں ذخیرۂ عبرت پوشیدہ ہے۔ سنت رسول کو ماننا اور اس پر چلنا بھی بحکم آیت ضروری ہے لیکن جس حد تک وہ مسنون ہو اسی حد تک اس پر چلنا چاہئے۔ اگر سنت سے اس کا وجوب ثابت ہو تو بطور وجوب اس کو ادا کرنا چاہئے۔ اگر بطور سنت مؤکدہ ثابت ہو تو سنت مؤکدہ کے طور پر کرنا چاہئے اور اگر حضورؐ نے کبھی اس کو ترک بھی کیا ہے تو کبھی اس کو ترک بھی کرنا چاہئے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ

مسلمانوں اگر تم اللہ سے ڈرتے رہوگے

يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ

تو وہ تمہارے لئے امتیاز کر دیگا اور تمہارے گناہ تم سے

سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

بڑی مہربانی والا ہے

تفسیر فرقان سے مراد ابن عباس، مجاہد، سدی، عکرمہ، ضحاک وغیرہ کے نزدیک نجات ہے۔ ابن عباس کی دوسری روایت میں ہے کہ فتحیابی مراد ہے۔ محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ فرقان سے مراد ہے حق و باطل میں امتیاز میری رائے میں عموم مفہوم اولیٰ ہے تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ آیت میں تقویٰ کے تین نتائج بیان کئے ہیں۔ مغفرت۔ برائیوں کی معافی۔ اور فرقان و امتیاز خواہ دین میں ہو یا دنیا میں۔ دینی فرقان تو ظاہر ہے کہ اہل تقویٰ کے خاص علامات و امتیازات ہونگے۔ اور دنیوی فرقان کی مختلف صورتیں ہیں حکومت شوکت فتح و نصرت غلبہ مکارم اخلاق وغیرہ۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ مسلمانو اگر تم شرک اور معاصی سے اجتناب رکھوگے تو ہم آخرت میں تمہاری مغفرت کرینگے۔ تمہارے گناہ معاف فرمائینگے تم کو نجات ابدی دینگے تم کو خاص امتیازات عطا کریں گے اور دنیا میں بھی تمہاری امتیازی شان رکھیں گے۔ ہماری مخصوص عنایات تمہارے شاملِ حال ہونگی۔

مقصود بیان:۔ تقویٰ کی ترغیب۔ اس امر کی ضمنی تصریح کہ بغیر خاص تقویٰ کے بھی مومن ہو سکتا ہے اگرچہ کمال ایمان کا درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی اگر فقط شرک سے اجتناب کیا تو مومن کا اطلاق

اُس پر منتج ہے اگرچہ معاصی سے پرہیز نہ کیا ہو۔ لیکن اگر معاصی کو بھی ترک کر دیا تو اس سے کامل مؤمن ہو جائیگا۔ اس امر کی صراحت کہ تقوے سے علاوہ مغفرت اور عفو تقصیر کے دین و دنیا میں خصوصی امتیاز بھی حاصل ہوتا ہے گویا ہر دینی و دنیوی امتیاز کا مدار تقوی پر ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ

(اے محمد!) یاد کرو جب کافر تم پر داؤ چلانا چاہتے تھے تاکہ تم کو قید

اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ

کر دیں یا قتل کر دیں یا جلا وطن کر دیں وہ بھی تدبیر کر رہے تھے

وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۝

اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے

تفسیر محمد بن اسحاق، قتادہ، مقسم وغیرہ نے متعدد طرق سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب کفار مکہ نے دیکھا کہ اسلام کے خلاف کوئی تدبیر نہیں چلتی تو دار الندوہ میں جمع ہو کر مشورے میں قریش کے بڑے بڑے سردار عتبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ بن علی، نضر بن حارث، ابی بن خلف، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام اور ابوالبختری وغیرہ موجود تھے۔ ہر ایک نے اپنی تجویز پیش کرنی شروع کی۔ ایک خبیث شیطان بھی نجدی شیخ کی صورت میں شریک تھا اور اپنی رائے دینے آیا تھا۔ ابوالبختری بولا میری رائے تو یہ ہے کہ ایک بند مکان میں قید کر دو۔ اس صورت میں نہ کوئی ان کے پاس آنے پائے گا۔ نہ یہ اسکو بے راہ کر سکینگے صرف دانہ پانی پہنچانے کو اس جگہ میں ایک روشن دان یا کھڑکی رکھو۔ بالآخر جس طرح دوسرے شاعر زہیر نابغہ وغیرہ مر گئے اسی طرح محمد بھی مر جائینگے۔ نجدی بولا یہ ٹھیک نہیں۔ اُس کے ہمراہی تم سے لڑ کر اُس کو چھڑا لیجائینگے کوئی اور تجویز سوچو۔ ہشام بن عمرو نے کہا میری رائے میں محمدؐ کو شہر بدر کر دو۔ اس صورت میں نہ یہ ہمارے سامنے ہونگے نہ اپنی تدبیروں سے ہم کو یا ہمارے اہل وطن کو اپنا بنا سکینگے۔ نجدی بولا یہ بھی ٹھیک نہیں ان کی میٹھی میٹھی باتیں دوسروں کے دل لبھاتی ہیں وہ اپنا ایک بڑا جتھا کر کے تم سے لڑینگے اور انجام کار تم کو نیچا دیکھنا پڑے گا اور کچھ سوچو۔ ابوجہل بولا ہر قبیلہ سے ایک ایک جوان لے لو اور وہ سب مل کر بلوے کے طور پر محمدؐ کو قتل کر ڈالیں جب محمد مارے گئے تو ہر طرح اطمینان ہو جائیگا اس کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ محمدؐ کے اقارب قتل کرنے والوں پر قصاص کا دعوی کرینگے اس لئے ہم تمام سردار (یعنی مرا...ملہ) عمان

قصاص کو خونبہا دیدینگے کیونکہ یہ امر ظاہر ہے کہ بنی ہاشم جب تمام قریش سے لڑنے کی طاقت اپنے اندر نہ دیکھنگے تو مجبور ہو کر دیت ہی قبول کرینگے۔ آخر اس رائے پر سب کی مہر ہو گئی اور یہ لوگ یہاں سے اٹھکر اپنی تدبیر میں مشغول ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل آئے اور پنچایت کی کل خبر دیکر کہا آپ یہاں رات نہ گذاریں۔ حسب وحی حضور والا شب کو اپنی جگہ حضرت علیؓ کو لٹا کر اپنی چادر اُڑھا کر حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لیکر کوہ ثور کے غار میں جا چھپے۔ کفار تمام رات گھر کو گھیرے پڑے رہے۔ صبح جب حضورؐ کو نہ پایا تو جستجو میں چاروں طرف پھیل گئے۔ جس غار میں حضورؐ تشریف رکھتے تھے وہاں تک بعض تلاش کرنے والوں کو نشان قدم دیکھ کر قیافہ شناسوں نے لا کھڑا کیا۔ مگر اللہ نے اُن کو لاعلم رکھا اور حضور اقدس حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تین شب اسی غار میں رہ کر معمولی راستہ کترا تے بخیر و عافیت مدینہ منورہ جا پہونچے۔ اسی قصہ کی طرف آیت میں اشارہ ہے۔

يُثْبِتُوْكَ یعنی تجھے بیڑیوں میں جکڑ دیں (ابن عباس قتادہ مجاہد) یا تجھے قیدخانے میں بند کر دیں (عطا بن زید) سدی نے دونوں معنوں کا مجموعہ بیان کیا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! اللہ کے اُس احسان عظیم کو یاد کرو کہ کفار نے باہم خفیہ تدبیریں کی تھیں کہ تم کو گرفتار کر کے جکڑ بند کر کے قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا شہر بدر کر دیں مگر اللہ بھی اپنی تدبیر میں لگا ہوا تھا اور بالآخر اللہ ہی کی تدبیر غالب آئی۔ کفار کی تدبیریں بے سود گئیں۔

مقصود بیان:۔ انعام خصوصی کی رسول اللہؐ کو یاد دہانی اس بات کی وضاحت کہ تدبیر الٰہی ہمیشہ غالب آتی ہے اور اللہ کی تدبیر کا نتیجہ اچھا ہی نکلتا ہے بُرا کبھی نہیں نکلتا۔ یعنی کفار کی مکاری کا انجام اچھا نہیں نکلتا۔ اس بات کی طرف ضمنی ایما کہ اللہ کی امداد ظاہری اسباب کی محتاج نہیں وہ بغیر مادی اسباب کے اپنے خاص بندوں کی امداد فرماتا ہے

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا

اور جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں ہم نے سن لیا

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ

اگر ہم چاہتے تو ہم بھی ایسا کہہ سکتے تھے یہ تو صرف

اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝

اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں

تفسیر نضر بن حارث بن کلاہ ایک بڑا تاجر تھا تجارت کی غرض سے ایران ۔ حیرہ ۔ عراق شام وغیرہ کا سفر کرتا تھا اور ایران میں رستم اسفندیار کے قصے سن کر اس نے یاد کر لئے تھے اور وہاں سے آکر رات کو قریش کو وہی جھوٹے قصے سناتا اور کہتا تھا دیکھو میرے بیان کئے ہوئے قصے بہتر ہیں یا محمد کے اسی شخص نے کہا تھا کہ ہم بس سن چکے ہم خود اگر چاہیں تو ایسے قصے کہہ سکتے ہیں یہ پارینہ قصے ہیں ان میں رکھا ہی کیا ہے کمبخت قرآن کی مثل فصیح بلیغ عبارت اور ہدایت آمیز صداقت انگیز معانی پیش کرنے سے تو قاصر تھا اس لئے اس بات کا تو دعویٰ نہیں کیا کہ میں بھی ایسا مثل کلام کہہ سکتا ہوں ۔ بلکہ دعویٰ کیا تو یہ کیا کہ میں بھی ایسے قصے کہہ سکتا ہوں ۔

مقصود بیان :۔ قریش کے بیہودہ اقوال کا اظہار، آیات الٰہی اور پیام ہدایت کو پارینہ قصص کہنے کی صراحت ۔ اس بات کی ضمنی اشارہ کہ ازلی گمراہوں کو واضح پیام حق بھی سود مند نہیں ہوتا وہ اس کو قصۂ پارینہ ہی سمجھتے ہیں ۔

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ

(وہ وقت بھی یاد کرو) جبکہ انہوں نے کہا کہ یا اللہ! اگر یہی تیری طرف

الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً

سے حق دین ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر

مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر بھیجدے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

حالانکہ جب تم ان میں موجود ہو تو اللہ ان کو عذاب نہیں دیگا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

اور جب تک وہ استغفار کرتے رہیں اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ

انہیں اس بات کا کیا اطمینان ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہیں دیگا حالانکہ

يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْا

یہ کعبہ سے لوگوں کو روکتے ہیں باوجودیکہ انہیں کے

اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

مختار نہیں ہیں درحقیقت اس کے متولی تو پرہیزگار لوگ ہی ہیں

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

لیکن ان میں سے بہتیروں کو اس حقیقت کی خبر نہیں ہے

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ

خانہ کعبہ کے پاس سوا سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے

اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا

ان کی نماز ہی کیا تھی لہذا اب

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

کفر کے عوض عذاب کا مزہ چکھو

تفسیر حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اس قول کا قائل ابوجہل تھا (بخاری) ابن عباسؓ کہتے ہیں یہ بھی نضر بن حارث نے کہا تھا ۔ عطار کہتے ہیں اس سے زائد قرآنی آیات میں نضر بن حارث کی شقاوت ظاہر کی گئی ہے مجاہد وغیرہ تابعین نے بھی اس کو نضر کا قول قرار دیا ہے ۔ ابن مردویہ نے بروایت بریدہ بیان کیا ہے کہ میں نے خود دیکھا عمرو بن عاص (کفر کی حالت میں) گھوڑے پر سوار احد کے روز کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! اگر یہی حق ہے جو محمد کہتے ہیں تو مجھے گھوڑے سمیت زمین میں دھنسا دے ۔ اولیٰ یہ ہے کہ کفار قریش میں سے کسی کی تخصیص نہ کی جائے بلکہ یہ قول عام طور پر کفار قریش کا قرار دیا جائے کیونکہ بعض لوگ قائل تھے اور باقی اس قول پر راضی تھے ۔ لہذا کل قائل قرار پائے ۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کفار کہتے ہیں الٰہی! اگر یہ تعلیم محمد اور قرآن تیرے پاس سے واقعی ہو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا کر ہم کو ہلاک کر دے ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ (باوجود اس ہٹ اور اصرار کے) ہم نے ان پر عذاب نازل نہیں کیا اس کی دو وجوہ ہیں ۔ (۱) اے نبی! تم ان میں موجود تھے یعنی جس قوم میں نبی موجود ہو تو جب تک وہ ان میں موجود رہیگا ان سے الگ نہ ہوگا عذاب الٰہی نازل نہ ہوگا ۔ (۲) وہ استغفار کرتے ہیں یعنی اپنے قول کی معافی مانگتے ہیں اس لئے ان پر عذاب نازل نہیں ہوگا ۔

ابن جریر نے بروایت یزید بن رومان و محمد بن قیس بیان کیا ہے کہ اہل مکہ نے کہنے کو تو یہ بات کہدی مگر جب شام ہوئی تو نادم ہو کر اللہ سے معافی مانگی۔ ابن ابی حاتم نے بروایت ابن عباس بیان کیا ہے کہ استغفار سے حالت طواف میں استغفار کرنا مراد ہے۔ کیونکہ قریش دوران طواف میں استغفار کرتے تھے۔ ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ معافی مانگنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے لئے ازل میں ایمان مقرر ہو چکا تھا اور وہ آئندہ ایمان لانے والے تھے۔ مجاہد، عطیہ، عکرمہ سدی اور سعید بن جبیر سے بھی یہی مروی ہے۔ ضحاک اور ابو مالک کے نزدیک وہ مومن مراد ہیں جو مکہ میں موجود تھے اور کفار مکہ نے اُن کو قید رکھا تھا۔ اس سے آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(انہی دونوں وجوہ سے ان پر عذاب نازل نہ ہوا۔ ورنہ) انکو کوئی ذاتی استحقاق نہ تھا کہ عذاب ان پر نازل نہ ہوتا۔ اس کے بعد فرماتا ہے ان پر عذاب نازل نہ کرنے کی (اور کوئی) وجہ نہیں بلکہ عذاب کی مقتضی دو وجوہ موجود ہیں (۱) ایک تو یہ کہ غار کعبہ کا طواف کرنے سے یہ لوگ مومنوں کو روکتے ہیں حالانکہ کعبہ کے متولی ہونے کا ان کو استحقاق نہیں۔ کعبہ کی تولیت کے حقدار تو بس وہی لوگ ہیں جو اہل تقویٰ (رسول اللہ صلعم و مومنین) ہیں۔ ۲۔ دوسرے یہ کہ بجائے نماز پڑھنے کے یہ لوگ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے ہیں نہ خود نماز پڑھتے ہیں نہ مسلمانوں کو اطمینان کے ساتھ پڑھنے دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ان پر عذاب ضرور آئیگا۔ عذاب کے دواعی موجود ہیں مگر بالفعل چونکہ دواعی کے ساتھ موانع بھی موجود ہیں اس لئے رکا ہوا ہے جب یہ موانع نہ رہینگے تو عذاب ضرور آئیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب حضورؐ مکہ سے ہجرت کر آئے اور مکہ والوں نے استغفار بھی چھوڑ دیا اور جو کمزور بے طاقت اہل ایمان اُن کے پنجہ میں گرفتار تھے وہ بھی کسی تدبیر سے نکل آئے تو جنگ بدر کی شکل میں اُن پر عذاب نازل ہوا شکستوں پر شکستیں نصیب ہوئیں۔ ہزاروں مارے گئے بالآخر مکہ بھی فتح ہو گیا اور دوامی عذاب میں ماخوذ ہوئے۔

مقصود بیان:۔ عذاب نہ نازل کرنے کی وجوہ کا بیان

اس بات کی صراحت کہ وجود نبیؐ ان پر عذاب نازل ہونے سے مانع تھا۔ اس امر کی طرف لطیف اشارہ کہ خاص حضورؐ کی برکتیں اور ان کی موجودگی اور ان کی توبہ استغفار اور دعا عذاب نازل نہ ہونے کا سبب ہوتی ہے اگرچہ دواعی و اسباب موجود ہوں۔ نزول عذاب کے تمام مقتضیات فراہم ہوں۔ اہل حق پر ظلم ہو لوگ عام طور پر شرک و معاصی میں مبتلا ہوں مگر خاص بندوں کے وجود کی برکت اور اُن کی دعا سے نزول عذاب موقوف ہو جاتا ہے۔ اس بات کی صراحت کہ کعبہ کی تولیت انہی لوگوں کا حق ہے جو عبادت گذار پرہیزگار اطاعت شعار ہوں۔ کفار چونکہ کعبہ کا احترام نہیں کرتے اُس کے پاس کھڑے ہو کر تالیاں اور سیٹیاں بجاتے ہیں اور نماز بھی نہیں پڑھتے اس لئے اُن کو متولی ہونے کا کوئی حق نہیں۔ اس امر کی نص کہ جنگ بدر میں کفار کا قتل اُن کے کفر و شرک کا نتیجہ تھا۔ وغیرہ۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ

جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ کی راہ روکنے کے لئے

لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا

اپنے مال خرچ کرتے ہیں تو وہ اب تو خرچ کرتے رہینگے

ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ

لیکن انجام کار ان کو پشیمانی ہوگی اور بالآخر وہ مغلوب ہونگے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ جہنم کی طرف بھیجے جائینگے

لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ

تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کردے اور

يَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ

ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھے

فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ

اور سب کا ڈھیر بنا کر ڈھیر کو جہنم میں ڈالدے

أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں

تفسیر يُنفِقُونَ اور يُنفِقُونَهَا سے کونسا خرچ مراد ہے؟ اس میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے۔

محمد بن اسحاق نے بروایت زہری و محمد بن یحییٰ بن حبان و عاصم بن عمر بن قتادہ و حصین بن عبدالرحمن بیان کیا ہے کہ بدر کے روز جب قتل و قید ہونے سے بچ کر قریش چھوٹ کر مکہ پہونچے اور ابوسفیان بھی بھاگ کر قافلہ لے کر مکہ پہونچا تو عبداللہ بن ابی ربیعہ عکرمہ بن

ابی جہل اور صفوان بن امیہ نے تمام قبائل قریش میں گشت لگائی اور ابوسفیان کو سرغنہ کرکے یہ تجویز قرار دی کہ تجارتی قافلہ کے کل مال کو فراہمی لشکر میں صرف کیا جائے اور پھر اُس لشکر سے محمد پر چڑھائی کرکے اپنے مقتولوں کا انتقام لیا جائے۔ چنانچہ سبھوں نے ایسا ہی کیا۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ ان ہی کے حق میں نازل ہوئی۔ اس تقدیر اموال سے وہ اموال مراد ہونگے جو کفار نے جنگ احد میں خرچ کئے تھے سعید بن جبیر، مجاہد، قتادہ سدی، ابن ابزی اور حکم بن عتیبہ سے بھی یہی مروی ہے۔ بیضاوی اور معالم میں ہے کہ ابوسفیان نے چالیس اوقیہ (ہر اوقیہ چالیس مثقال) سونا خرچ کرکے علاوہ و جماعتہائے قریش کے دو ہزار عرب کی فوج جنگ احد کی تیاری کے لئے فراہم کی تھی۔ بظاہر اس قول سے بھی جنگ احد کے لئے خرچ کرنے کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ضحاک کہتے ہیں کہ یہ آیت اُن کافروں کے حق میں نازل ہوئی جو بدر کے روز لڑنے آئے تھے۔ ان میں سے بارہ آدمی سب کو کھانا دیتے تھے۔ ابوجہل، عتبہ شیبہ، نبیہ، منبہ، ابوالبختری، نضر بن حارث، حکیم بن حزام، ابی بن خلف، ربیعہ بن اسود، حارث بن عامر اور عباس بن عبدالمطلب

ابن کثیر نے ان تمام روایات کا لحاظ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ینفقون سے جنگ بدر کی تیاری پر خرچ کرنا مراد ہو اور سینفقون میں آیندہ جنگ (احد وغیرہ) میں صرف کرنے کی اطلاع ہو۔ میرے نزدیک یہی بہتر ہے۔

کفار کے استحقاق عذاب کی یہ تیسری وجہ بیان فرمائی ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستہ سے روکنے کے لئے یہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ بدر کی جنگ میں خرچ کیا۔ پھر بطور پیشین گوئی کے فرماتا ہے کہ ابھی اور بھی خرچ کرینگے چنانچہ جنگ احد کی تیاری میں ابوسفیان وغیرہ نے کثیر مال خرچ کیا۔ اس کے بعد مآل کار بتاتا ہے کہ نتیجہ میں انہیں حسرت مغلوبیت اور عذاب جہنم حاصل ہوگا یعنی کفر کی حالت میں مرینگے تو جہنم میں جائینگے اور مسلمان ہو جائینگے تو پچھلے خرچ کرنے پر افسوس کرینگے کفار کے مال کو صرف کرنے کی ایک پوشیدہ اور اصلی وجہ بیان فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا میں خبیث و طیب یعنی کافر و مسلم میں امتیاز کرنا چاہتا ہے۔ جو لوگ خرچ کر رہے ہیں وہ خبیث ہیں۔ جو ان کے خلاف ہیں وہ طیب ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ پاک و ناپاک مال میں امتیاز کرنا چاہتا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں صرف ہو وہ پاک ہے جو اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے صرف ہو وہ ناپاک ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ اس سب ناپاک مال کو اٹھا کر کے اللہ دوزخ میں ڈال دیگا اور اس تجارت میں اُن کو سخت خسارہ ہوگا نفع کی بجائے نقصان اٹھانا پڑیگا نہ تو دنیا ہی میں

غلبہ حاصل ہوگا نہ آخرت میں نجات۔

مقصود بیان: مسلمانوں کے خلاف مالی امداد دینے کی مذمت۔ پیشین گوئیاں یعنی جنگ احد وغیرہ میں مال صرف کرنے کی اور مآل کار میں شکست و مغلوبیت کی۔ جو مال حق کی امداد میں صرف ہو وہ پاک ہے۔ جو باطل کی طرفداری میں صرف ہو وہ ناپاک ہے۔ وغیرہ۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ

کافروں سے کہدو کہ اگر باز آجاویں گے تو کچھ ہو چکا وہ

لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ

معاف کر دیا جائے گا اور اگر پھر وہی کروگے تو

مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَ قٰتِلُوْهُمْ

گذشتہ لوگوں کی روش تو پڑ ہی چکی ہے۔ (مسلمانو!) ان سے لڑتے رہو

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ

تاوقتیکہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور نرا اللہ ہی کا دین

كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا

رہ جائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ ان کے

یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا

اعمال کو دیکھ رہا ہے اور اگر سرتابی کریں تو جان لو

اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى

کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے کیا ہی اچھا حمایتی

وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ۝

اور اچھا مددگار ہے

تفسیر خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اگر عام کافر اپنے کفر و شرک اور محاربہ مسلمین سے باز آجائینگے اور مسلمان ہو جائینگے تو اُن کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جائینگے اور اگر مسلمان ہونے اور محاربہ مسلمین سے باز رہنے کے بعد پھر اصلی حالت کی طرف رجوع کرینگے پھر کافر حربی ہو جائینگے تو خدا نے جس طرح گذشتہ اقوام کو تباہ کر دیا ان کو بھی تباہ کر دیگا کیونکہ قانون قدرت یہی ہے کہ جو کوئی عدل،

و اسلام کی راہ میں روڑے اٹکاتا ہے وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ تو اب اگر کفار اپنے معاہدہ پر قائم نہیں یا مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو جائیں تو مسلمانو! تم اُن سے اُس وقت لڑو جب تک کہ شرک و کفر کی جڑ نہ کٹ جائے اور خالص دین اسلام باقی نہ رہ جائے۔ اس کے بعد اگر وہ پھر توبہ کر لیں اور کفر و محاربہ سے باز آ جائیں اور کلمۂ توحید کے قائل ہو جائیں تو ان کو چھوڑ دو۔ اندرونی عقائد کی تفتیش نہ کرو کیونکہ اُن کے اعمال کو اللہ دیکھ رہا ہے یہ کام اللہ کا ہے اور اگر وہ اپنے معاہدہ سے پھر جائیں اور اسلام سے روگردانی کر کے کفر کی طرف مائل ہو جائیں یا ظاہر کے خلاف دل میں نفاق رکھیں تو تم اُن سے اندلیشہ نہ کرو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکینگے اللہ تمہارا حامی ہے اور وہ بہترین حامی و مددگار ہے۔

تحقیق اجزا اور چند مسائل

اِنْ يَّنْتَهُوْا سے بیضاوی وغیرہ کے نزدیک یہ مراد ہے کہ اگر کفار اپنے کفر اور محاربہ مسلمین سے اس طور پر باز آ جائیں کہ مسلمان ہو جائیں یہی مطلب محققین اہل تفسیر نے پسند کیا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد گذشتہ معاصی و شرک معاف ہو جاتا ہے۔ عمرو بن عاص کہتے ہیں جب میرے دل میں خدا نے مسلمان ہونے کا خیال پیدا کیا تو میں مکہ سے چل کر مدینہ میں آیا اور خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہاتھ پھیلائیے میں بیعت کرونگا۔ حضورؐ نے دایاں ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میں کچھ شرطیں کرنی چاہتا ہوں۔ فرمایا شرطیں کیا کروگے؟ میں نے عرض کیا آپ مجھے معاف کر دیں یا میرے لئے استغفار کریں۔ فرمایا کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ اسلام گذشتہ گناہوں کو ڈھا دیتا ہے اور ہجرت بھی پہلے گناہوں کو ڈھا دیتی ہے اور حج بھی اگلے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے (رواہ احمد و مسلم) صحاح سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ مسلمان ہونے سے پہلے جو نیکیاں کی ہیں مسلمان ہونے کے بعد اُن کا بھی ثواب ملے گا۔ قال الزمخشری اس سے امام ابو حنیفہ نے یہ استدلال کیا کہ اسلام کے بعد اگر کوئی مرتد ہو جائے اور قتل سے پہلے پھر مسلمان ہو جائے تو حالت ارتداد میں جو عبادتیں اُس سے چھوٹ گئی ہوں اُنکی قضا واجب نہیں۔ خفاجی نے احکام القرآن میں امام مالک کا بھی یہی قول نقل کیا ہے۔ لیکن شافعی کا قول ان دونوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ قہستانی نے ذکر کیا ہے کہ اسلام لانے کے بعد نماز، زکوٰۃ، نذر، کفارہ وغیرہ کی قضا کرے۔ شمس الائمہ نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔

وَاِنْ يَّعُوْدُوْا کے دو مطلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر کافر مسلمان ہو جائیں اور پھر مرتد ہو کر کفر و محاربہ مسلمین کی طرف رجوع کریں تو ہلاک ہونگے۔ ہم نے خلاصۂ مطلب میں ثانی شق کو اختیار کیا ہے۔

اَلْاَوَّلِيْنَ سے مراد پہلی امتیں ہیں مثلاً قوم فرعون ثمود عاد وغیرہ اس تقدیر پر آیت تین مضامین کو بالاجمال حاوی ہوگی۔ وعید، تہدید اور تمثیل۔ سدی اور محمد بن اسحاق وغیرہ کا قول ہے کہ مقتولین بدر مراد ہیں۔ یعنی اگر کفار نہ مانینگے تو ان کا حشر بھی ویسا ہی ہوگا جیسے مقتولین بدر کا یعنی جس طرح وہ ہلاک و برباد ہوئے ویسے ہی یہ ہونگے۔ والیہ اشار البیضاوی۔

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ میں ابن عباسؓ و دیگر علماء تابعین کے نزدیک فتنہ سے مراد شرک ہے لیکن عروہ کے نزدیک ہر وہ فتنہ مراد ہے جس سے مسلمان راہ دین سے خطرہ میں پڑ جائیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حکم خاص طور پر کفار عرب کا تھا یعنی اُن سے لڑنا ضروری تھا جزیہ وغیرہ اُن سے لینا جائز تھا۔ آیت میں بھی کفار عرب کا ہی حکم بیان کرنا مقصود ہے۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ کا یہ مطلب ہے کہ تم اُن کے دلوں کی حالت نہ تلاش کرو۔ زبان سے اگر اقرار توحید و رسالت کر لیں تو مان لو۔ دلوں کی حالت جاننے والا خدا ہے صحیحین میں ایک حدیث آئی ہے جس کے آخر میں حضورؐ نے فرمایا ہے وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ یعنی اُن کی دلی حالت اللہ جانتا ہے وہی اُس کا محاسبہ کرے گا اور بدلا دیگا۔

مقصود بیان: مسلمان ہونے سے گذشتہ گناہ خواہ کتنے ہی بڑے ہوں معاف ہو جاتے ہیں۔ آیت میں کفار کو وعید و تہدید ہے اور گذشتہ اقوام یا مقتولین بدر کی طرح اُن کا انجام ہونے کی دھمکی دی ہے۔ آیت سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ قانون فطرت اور ضابطۂ قدرت بدل نہیں سکتا۔ جو قوم قانون فطرت کی خلاف ورزی کریگی وہ تباہ ہو جائےگی۔

شرک اور کفر عظیم الشان فتنہ ہے۔ اس سے امن عالم برباد ہو جاتا ہے۔ شرک کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کا جہاد یہاں تک (بشرطیکہ اُس کے شرائط موجود ہوں اور موانع معدوم ہوں) واجب ہے۔ مرتد کی توبہ مقبول ہے۔ کفر و اسلام کا حکم ظاہری حالت کو دیکھ کر لگایا جاتا ہے باطنی حالت کو تلاش کرنا نہ چاہئے اس کا علم خدا کو ہے۔ گویا منافق بھی مسلمانوں کے حکم میں داخل ہیں۔ جب تک کہ واضح علامات سے اُن کا نفاق کھُل نہ جائے۔ آیت بتارہی ہے کہ اگر مسلمان صداقت و حق پر قائم رہے تو منافقوں کے نفاق سے اُن کو کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اُن کا اللہ حامی ہے وہی اُن کی مدد کرے گا۔ وغیرہ۔

اس کے پڑھنے سے ہر شخص کو فائدہ ہوگا

ایک ضروری اور مفید اعلان

یہ دنیا سمجھ چکی ہے کہ اس وقت سچ اور جھوٹ میں امتیاز مشکل ہوگیا ہے۔ کیونکہ عام پبلک میں اشتہاری ادویات کی طرف سے بدظنی پھیل گئی ہے مگر آپ کو یقین دلانے اور سچ ثابت کرنے کا ذریعہ سوائے اشتہار کے اور کوئی نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس زبردست اعلان کے ذریعہ مطلع کرنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ بدظن ہو چکے ہیں اور اشتہاری ادویات استعمال نہ کرنے کا عہد کر چکے ہیں تو آخری مرتبہ ہماری صداقت کو ضرور آزمالیں اور مندرجہ ذیل ادویات کو استعمال کرکے ہماری نیک نامی کا باعث بنیں۔ خدا شاہد ہے آپ کے سامنے جواہرات کوڑیوں کے مول پیش کئے جا رہے ہیں ان ادویات میں آپ کی جوانی کو قائم رکھنے کا راز پوشیدہ ہے۔ اور ان کو رعایتی قیمت میں صرف شہرت اور نیک نامی کی غرض سے پیش کیا جا رہا ہے۔ استعمال فرمائیے اور دعائے خیر سے ہمیشہ یاد کیجئے۔ اگر آرام نہ ہوگا تو قیمت واپس ہوگی۔

مقوی طلاء ﴿ بے حد مفید اور مقوی طلاء ہے اس کے چند قطرے سستی۔ ناطاقتی، کمزوری اور شرمندگی کو دور کرنے میں اکسیری اثر دکھائیں گے یہ لاجواب طلاء ان بیش بہا ادویات کا مرکب ہے۔ یہ انسانی زندگی کو کامیابی کے ساتھ بسر کرنے کی دعوت دیتا ہے اس طلاء کے استعمال سے فوراً اثر ہوتا ہے۔ خواہ کیسی ہی خرابی پیدا ہوگئی ہو چند دن کی مالش سے حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوگی، اور طاقت اُبل پڑے گی مُردہ اور سوئی ہوئی رگوں میں برقی لہر سی دوڑتی نظر آئیں گی رگوں کا پھول جانا۔ خواہش کا کم ہوجانا دور ہوکر ناکارہ آدمی کو قابل فخر مرد بنا دے گا۔ شباب کی مردہ کلی میں جان پڑ جائے گی۔ آپ ہر روز مالش کے بعد عجیب طاقت محسوس کریں گے۔ اس سے بہتر طلاء آپ کو دنیا میں کہیں نہیں مل سکتا۔ ہمیشہ کے لئے مردانہ کمزوری دور ہوکر نئی طاقت اور نئی جوانی کا جوش پیدا کردیگا۔ یہ طلاء ہزارہا مایوس لوگوں میں دوا اثری کا سکہ بٹھا چکا ہے۔ ایک شیشی ایک مریض کے لئے کافی ہوتی ہے۔ قیمت فی شیشی تین روپے۔ رعایتی دو روپے۔ محصول ڈاک آٹھ آنے الگ۔

جریانین ﴿ آہ! آج لاکھوں انسان ہیں جو جریان جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہیں مگر وہ اپنا صحیح علاج نہیں کرسکتے۔ وہ غیر مفید ادویات استعمال کرکے اپنی صحت کو اور بھی برباد کرلیتے ہیں۔ ہم جریان کے مرض کو دور کرنے کی بڑی عجیب و غریب حیرت انگیز دوا پیش کر رہے ہیں اسکے استعمال سے سر چکرانا۔ دل دھڑکنا۔ دماغ کی کمزوری۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنا۔ مادہ کا پتلا پڑ جانا۔ پیشاب کے پہلے یا بعد قطرہ کا گرنا۔ وقت پر شرمندگی اٹھا بیٹھنا۔ خواہش کا ختم ہوجانا وغیرہ یہ سب سخت جریان کی علامات ہیں۔ مگر ان سب شکایتوں کو جریانین دوا تمام عمر کے لئے دور کردیتی ہے۔ جریان کے مرض کو دور کرنے میں ہمارا چیلنج ہے کہ جو کوئی اس سے بہتر دوا ثابت کردے تو اسکو ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اس ڈنکہ کی چوٹ کے اعلان پر غور کیجئے اور اس دوا سے فائدہ اٹھائیے آپ کی کایا پلٹ جائے گی زندگی بدل جائیگی۔ چہرہ گلنار ہوکر جوانی کی امنگیں پیدا ہوں گی۔ مادہ میں اولاد کی قابلیت پیدا ہوجائے گی۔ اس دوا نے غضب کردیا ہے کہ مردہ دل انسانوں کو چند روز میں ہوشیار کردیتی ہے۔ قیمت فی شیشی تین روپے رعایتی دو روپے۔ ڈاک خرچ علاوہ

خوشوقتی ﴿ ہمارا دعویٰ ہے کہ امساک کی اس سے بہتر دوا کہیں نہیں ہے تمام مضر صحت اجزاء سے پاک ہے مگر امساک پیدا کرنے میں تو کمال ہی کرتی ہے۔ تیر کا نشانہ خطا کر جائے مگر اس دوا کا اثر خالی نہ جائے۔ لاکھوں انسانوں نے اس دوا کی تائید کی ہے اور روزانہ قائل ہوتے چلے جا رہے ہیں کہ واقعی امساک کیلئے خوشوقتی سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے شرمندگی ندامت اور خجالت سے بچانے میں یہ دوا بڑا کام دیتی ہے۔ قیمت فی شیشی رعایتی دو روپے۔ (نوٹ) اوپر کی تینوں ادویات منگانے پر محصول ڈاک معاف ہوگا۔ علیحدہ علیحدہ یا ایک ہی دوا کی بارہ شیشیاں طلب کرنے پر ایک عدد مانع حمل آلہ مفت

منگانے کا پتہ:۔ سعید برادرس اینڈ کو کلاں محل نمبر ۸ دہلی

عورت - ہر وقت - سفید پانی

جب عورت سیلان الرحم کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس کے خفیہ جسم سے ہر وقت یا کبھی کبھی سفید پانی (لیسدار سفید رطوبت) خارج ہونے لگتی ہے۔ یہ مرض عورت کی جوانی کیلئے زہر ہے اور اس کا فوراً علاج کرانا ضروری ہے ورنہ رفتہ رفتہ اس کی جوانی ختم ہو جاتی ہے وہ سفید پانی دراصل جوانی کا جوہر ہوتا ہے۔ پس اگر کسی عورت کے خفیہ جسم سے سفید رطوبت وقت بےوقت خارج ہوتی ہو اور وہ ہر وقت بےحد تکلیف اور بےچینی محسوس کرتی ہو تو اسے چاہیئے کہ سب کام چھوڑ کر اس کا فوراً علاج کرے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دوا خانہ پی۔بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "روک" منگا لے۔ اس دوا کے استعمال شروع کرنے کے تیسرے ہی روز اگر سفید رطوبت نکلنی بند نہ ہو جائے تو ہمارا ذمہ۔ پوری شیشی استعمال کرنے کے بعد عورت کا اندرونی جسم (رحم) بالکل تندرست ہو جاتا ہے۔ سفید رطوبت کا اخراج بھی بند ہو جاتا ہے۔ اور عورت اپنے اندر پھر جوانی اور جوانی کی امنگ محسوس کرتی ہے۔ آزمودہ مجرب دوا ہے اور ہزارہا عورتوں کو تندرست کر چکی ہے۔ ایک شیشی دوا "روک" کی قیمت تین روپے ہے۔ سات آنے محصول لگتا ہے۔

جوانی سات دِن میں

جنسی وا مہندوستان میں نامردی کی پھیلی ہوئی اتنی دنیا کے شاید کسی ملک میں ہو اور جنسی لوٹ یہاں کے اشتہار بازوں نے مچا رکھی ہے اور پبلک کی صحت کو برباد کر رکھا ہے ایسی دنیا کے کسی خطہ میں نہیں ہے کیا آپ کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلیں جبکہ آپ بھی جھوٹ اور فریب میں پھنس کر اپنا روپیہ اور صحت کھو بیٹھے ہیں اس اندھیر گردی اور عام صحتوں کے برباد ہونے سے متاثر ہو کر آیور ویدک اور یونانی طب کے فلاسفروں نے ایک وقت میں بیٹھ کر بڑے غور و فکر کے بعد نامردی جریان سرعت انزال۔ احتلام کجی۔ کمی لاغری سستی اور تمام جسمانی کمزوری کا صرف سات دن کا علاج معلوم کر لیا۔ اور اس علاج سے ہندوستان کے لاکھوں انسانوں کو دوبارہ جوانی مل گئی جن کی وجہ سے ان کے گھر کی خوشی قائم ہے اور ہزاروں برباد گھر آباد ہو گئے جو لوگ جوانی کیلئے ٹکریں مارتے پھرتے تھے راتوں کو تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتا کر آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتے تھے آج ان کے گھروں میں جا کر دیکھو تو اولاد سے کھیلتے نظر آتے ہیں۔

سات دن میں "جوانی" کسطرح مل سکتی ہے

بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ جوانی کو لوٹانے کا علاج صرف سات دن میں ہو جاتا ہے۔ گمان سات دنوں کے اندر.... پاس جانیکا پرہیز ضروری ہے۔ کیونکہ اس علاج کی پوشیدہ ترکیب کے اصول میں خرابی آجاتی ہے۔ اس لئے صرف ان ہی لوگوں کو یہ کورس استعمال کرنا چاہیئے جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں گے زبردست طاقت جو تیسرے ہی دن پیدا ہونے لگتی ہے بس اس طاقت کو سات دن تک روک لینے سے انسان برسوں طاقت سے کھیل سکتا ہے۔ اس کی قوت کم نہیں ہوتی اس علاج میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی دونوں دواؤں کے کورس کا نام "ری جووین" ہے کھانے کی دوا کی پہلی خوراک حلق سے اتری اور اس نے تمام اعصاب کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا اور کمزوری کو بدن سے باہر نکالنا شروع کر دیا۔ جیسے کا یا پلٹ دی۔ لگانے کی دوا بھی اپنے ایک قطرے کا کمال دکھاتی ہے عضو پر پھیلتے ہی مریض حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ بجلی کی طرح لہر جیسے لگتی ہیں اور طاقت کا سمندر ابل پڑتا ہے اس کورس میں عجیب وغریب صفات بند ہیں اگر کوئی تندرست انسان بھی ایک دفعہ استعمال کرے تو جوانی کا پورا سماں دیکھ لے۔

گارنٹی اس بات کی گارنٹی تحریری دی جاتی ہے کہ ہماری "ری جووین" کورس سے اگر سات دن میں انسان تندرست نہ ہو تو قیمت واپس کی جاتی ہے اور ایک پیسہ رکھنا برا سمجھا جاتا ہے پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ہے ڈاک خرچ آٹھ آنہ علاوہ یہ کورس ان ہی لوگوں کو بھیجا جائیگا جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں

پتہ:- **منیجر اکسیری دواخانہ کلاں محل نمبر ۷ دہلی**

جھوٹ بولنا حرام ہے دولت اور محبت مفت

ناظرین دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں مگر آپکو خدا کی قسم کھا کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا جب کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ اب میں اپنی محنت سے حاصل کئے ہوئے ان عملیات کو عام فائدہ کی غرض سے پیش کر رہا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ مسلمان ہیں تو مسلمان کی قسم کا اعتبار کرنے میں تامل نہ کیجئے چند روزہ زندگی کے لئے اور چند پیسوں یا روپیوں کی خاطر کون ایسا مسلمان ہوگا جو اپنے ایمان کو برباد کریگا اور مسلمان بھائیوں کو دھوکہ دیگا اگر آپکا ضمیر مطمئن ہو تو حسب ذیل تعویذات منگا لیجئے اور کرشمہ خداوندی دیکھ لیجئے کامیابی آپ کی پیشانی پر ظاہر ہونے لگے گی تمام نقش و تعویذ بذریعہ وی پی لفافہ میں بھیجے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے کیونکر کامیابی ہوگی بالکل سچا جواب مل جاتا ہے اس کے عامل نے برسوں میں اس عمل کو یاد کیا ہے ہدیہ ایک روپیہ دس آنہ محصول الگ۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ لینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے غیب سے مفلسی دور ہو جاتی ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر اتنی جلدی دولت مل گئی نوکری کی صورت میں اس کو افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر جائے تو وہ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے اور اس کے دل میں خود بخود اپنے ماتحت کی ترقی کا خیال دامنگیر ہو جاتا ہے ہدیہ ایک روپیہ چار آنے محصولڈاک الگ۔

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی محنتیں کرکے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل کامل صاحب کا عطیہ ہے جس کسی سے محبت ہو یا کسی کا کسی کے دام میں پھنسانا مقصود ہو [illegible] اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے اور [illegible] [illegible] مطلوب ہو وہاں [illegible] [illegible] [illegible] بس گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشا دیکھئے [illegible] [illegible] واپس دینگے۔ محصولڈاک ہر ایک کا بذمہ خریدار

پتہ:- **سید نواب میاں [illegible] صاحب [illegible] کالا [illegible] بازار**

صحاح ستہ اردو ترجمہ احادیث

چھ حدیثوں کی چھ کتابیں جن کو یاد کرکے ہی مولوی کی سند ملتی ہے اب اردو میں ترجمہ ہوگئی ہیں **بخاری** تین جلدوں میں ۲ ہزار کے صفحات نہایت اعلیٰ کاغذ مجلد چرمی آٹھ روپے **مسلم** شریف دو جلدوں میں ایک ہزار صفحات مجلد چرمی چار روپے **ترمذی** ۲ سو صفحات دو جلدوں میں مجلد چرمی تین روپیہ **ابو داؤد** گیارہ سو صفحات دو جلدوں میں مجلد چرمی چار روپے **ابن ماجہ** ۶۰۰ صفحات ایک جلد مجلد چرمی یہ کل تیئس روپے سب ساتھ منگائیں تو صرف بیس روپے

بڑی مشکوٰۃ شریف

یعنی حدیث شریف کی دس صحیح کتابوں کا اردو میں انتخاب، صرف اردو ترجمہ عربی ساتھ نہیں ہے۔ بخاری مسلم۔ ترمذی ابو داؤد۔ ابن ماجہ، نسائی۔ سنن امام مالک امام احمد۔ امام شافعی اور بیہقی وغیرہ کا ترجمہ ہے دو جلدوں میں پہلی جلد پانسو صفحات کی ۲۶۰۰ حدیثیں ہیں۔ دوسری جلد پانسو صفحات کی اسمیں ۲۳۰۸ حدیثیں ہیں آخر میں ایک ہزار راویوں کے حالات ہیں۔ جن سے احادیث مروی ہیں۔ دونوں جلدیں مجلد ہیں۔ قسم اول مجلد چرمی چار روپے قسم دوم مجلد پارچہ تین روپے

انتخاب بخاری

جامعہ ازہر قاہرہ مصر کے ایک مستند عالم نے حدیث کی سب سے بڑی کتاب بخاری کا خلاصہ عربی زبان میں کیا جس کا نام تجرید بخاری ہے یہ اسی کا صاف اردو ترجمہ ہے۔ عربی ساتھ نہیں ہے مد جلد میں ہے اور ایک ہی جگہ مجلد ہیں کاغذ چکنا ولایتی سفید ہے اس کے ۸۰۴ صفحات ہیں دو ہزار ایک سو بارہ احادیث ہیں ابتدا میں امام بخاری کے حالات ہیں۔ اور آخر میں فہرست مضامین و احادیث، لاہور میں یہ کتاب جس میں عربی شامل ہے پانچ روپے میں ہدیہ ہوتی ہے، ہمارا اردو ترجمہ کامل ڈیڑھ روپے میں

نبیوں کے قصے

۵۶ صفحات از حضرت مولانا شریف احمد صاحب مراد حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پچیس ان انبیاء کے حالات ہیں جنکا ذکر قرآن پاک میں ہے اور تفصیل احادیث میں ہے مولانا نے صرف انہی دونوں جگہ سے یہ قصص الانبیاء لکھے ہیں جو تاریخی معلومات کے ساتھ یہ بھی بتلاتے ہیں کہ پچھلی امتوں پر احکام الٰہی کتنے سخت تھے اور ہمارے لیے کیسے آسان ہیں پھر بھی ہم ان پر عمل نہیں کرتے۔ قیمت دس آنے محصول ۵

تاریخ اسلام کامل

بعثت رسول کریم سے ترکوں کی حکومت تک حصہ اول۔ اس میں سنہ ہجری کے ایک صدی پیشتر سے کر وفات رسول تک پورے حالات حصہ دوم اسمیں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمان۔ حضرت علی کی خلافتیں اور لڑائیاں حصہ سوم اسمیں خلفائے بنی امیہ کے عہد حکومت اور شہادت امامین کا مفصل تذکرہ حصہ چہارم۔ اس میں خلفائے بنی عباس کے تمام وکمال حالات مع زوال خلافت حصہ پنجم میں خلفائے ترکی کے حالات پانچوں حصے یکجا مجلد قیمت تین روپے آٹھ آنے

آفتاب رسالت

از علامہ رفیق بلند شہری پیارے نبی کے پیارے حالات یوں تو بہت لوگوں نے لکھے ہیں لیکن اس کتاب کی بات ہی کچھ اور ہے یہ ۴۳۶ صفحہ کی کتاب ہے جو دو حصوں میں ہے اس میں رسول کریم سے سو برس پہلے کے حالات ہیں تاکہ عرب کے خصائل کا صحیح تر اندازہ ہو جائے اس کے بعد رسول خدا کے کل حالات از پیدائش تا وفات رسول کریم کا اتباع ہمارے لئے فرض ہے تو ہم کو رسول کریم کی لائف اپنی شمع راہ بنانی چاہئے اس لئے اس کو پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ہر دو حصہ بارہ آنے

صد صحابہؓ

اردو زبان میں رسول کریم کے سو صحابہ کے حالات از مورخ اسلام مولوی شریف احمد صاحب مراد صحابہ کرام کے حالات مختلف کتابوں میں تو ہیں لیکن ایک جگہ سو صحابہ کے حالات کسی کتاب میں نہیں جب اولیائے کرام کے حالات زینت قلوب اور روح کی بالیدگی کے لئے پڑھتے ہیں۔ تو صحابہ کا درجہ تو رسول کے بعد ہے یہ تو کس قدر بھی قلب کو مجلیٰ کرتی کم ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سو صحابہ کے حالات کی قیمت ڈیڑھ روپیہ یعنی ایک پیسہ میں ایک سوانح عمری ۵۶ ۳ صفحات مجلد ایک روپیہ

ہفتاد اولیا

دنیائے اسلام کے ستر اکابر اولیا کے حالات ہیں۔ یہ کوئی پرانی وضع کی کتاب نہیں ہے بلکہ حضرت شاہ مراد مدظلہ نے جدید انداز میں مرتب کی ہے اسمیں غیر مستند حکایات و روایات نہیں ہیں بلکہ دنیائے اسلام کی ان ستر عظیم الشان ہستیوں کے حالات ہیں جنہوں نے روحانیت کے منازل طے کرکے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی اور لوائے اسلام کو بلند کیا دنیائے اسلام اور مسلمانوں کی روز افزوں تعداد انہی مقدس افراد کا صدقہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

قرآن و حدیث کی دعائیں

دعا کو حدیث شریف میں عبادت کا مغز بتایا ہے یعنی عبادت کا مقصد دعا ہے پھر جب دعا کرے اور خدا کے حضور میں طلب کرنیکا طریقہ بھی نہ معلوم ہو تو عبادت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے دوسری بات الفاظ میں الفاظ کا اثر ہر شخص جانتا ہے اس کتاب میں قرآن پاک کی وہ سب دعائیں مترجم ہیں جو خدا نے نبیوں سے کرائیں اور قبولیت دعا کے سب طریقے بتائے گئے ہیں جو انبیا اور اولیا سے روایتاً چلے آتے ہیں ۲۰۰ صفحات قیمت آٹھ آنے محصول ۳

بڑی دلائل الخیرات

محشی مجلد ۲۰۰ صفحات کی سب سے بڑی دلائل الخیرات مرتبہ حضرت مولانا محمود حسن قبلہ مرحوم نہایت صاف چھپی ہوئی بہترین کاغذ خاص عربی متن صاف ترجمہ ہفت احزاب یعنی ساتوں روز کے مفصل و موثر درود پاک کے علاوہ بہت سی ادعیات بھی ہیں۔ یہی وہ کتاب ہے جسکا پڑھنے والا خدا کے فضل سے زیارت رسول سے مشرف ہوتا ہے اس کے عامل کی زبان تیغ کا حکم رکھتی ہے یہ مدحت رسول کی بہترین کتاب ہے اس کا پڑھنے والا رسول کی شفاعت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ مجلد دس آنے محصول ۵

اوراد و وظائف

حضرت تاج العارفین مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے اوراد و وظائف کا گنجینہ ہے جو آپنے پوری دنیا کے سفر میں واقفان اسرار روحانی سے حاصل کئے یہ سب بے خطا ہیں حمید یہ پریس کو اس کتاب پر ناز ہے اس کے اوراد و وظائف سو فیصدی کامیاب ہیں چھ اڈیشن چھپ چکے ہیں آپکی ہر ضرورت اس کتاب سے پوری ہو سکتی ہے جب ہر طرف سے مایوسی ہو جائے پھر اس کتاب کے اوراد و وظائف سے فائدہ اٹھائیے۔ انشاء اللہ فائز المرام ہونگے۔ قیمت دس آنے

تسخیر القلوب

کیسا کوئی دل ہے جسپر آپ قابو چاہتے ہیں وہ کوئی دل ہو کسی کا ہو۔ اور یہ کوئی بڑا کمال نہیں ہے آخر خدا نے تو دنیا کی ہر چیز انسان کے لئے مسخر کر دی ہے۔ صرف طریقہ معلوم کرنا ہے اس کتاب میں اول تو مسخر کرنے کے اسباب بیان ہوئے ہیں اور پھر قیمتی کے مجرب اعمال بھی۔ یہی وہ کتاب ہے جس سے کہ دیدہ محب نے محبوب پایا۔ بیوی نے شوہر کو غلام بنایا۔ خادم نے آقا پر عبور پایا محکوم نے حاکم کو اپنایا۔ کتاب کیا ہے جادو قیمت صرف چھ آنے۔ محصول ۴

محصول بذمہ خریدار ملنے کا پتہ دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی

اورنگ زیبی عکسی قرآن

ایک یادگار تحفہ غازی عالمگیر اورنگ زیب کے دست مبارک کا لکھا ہوا قلمی قرآن مجید جسکو حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنے خاص اثر سے حاصل کرکے فوٹو تیار کرائے اور ۰ ہزار روپیہ اس سلسلہ میں بے دریغ خرچ کردیا اسکا پہلا اڈیشن پانچ روپیہ اور دوسرا چار کے حساب سے فروخت ہوا۔ اب اس لذت کو عام کرنے اور اورنگ زیب اعظم کی یادتازہ رکھنے کے لئے حیدریہ پریس دہلی نے چھپوا لیا تقطیع ۲ انچ لمبی ۴ - انچہ چوڑی ۲۷۸ صفحات مجلد سنہری قیمت بارہ آنے محصول ۱۰ ار

لاجواب عکسی قرآن

تاج کمپنی لمیٹڈ کا چھاپا ہوا عکسی قرآن شریف مولوی کے برابر تقطیع ۸۴۸ صفحات ہر صفحہ پر اعلیٰ نقش ونگار ہر سورت کی ابتدا میں کارنامہ اور نمبر ہر صورت کے آخر میں آیات کا مجموعہ ہر صفحہ میں تیرہ سطریں ہر سطر میں اوسطاً ۱۰ یا لفظ بہت کشادہ تحریر بہترین کتابت اعراب ہر حرف پر جسمیں شبہ کی گنجائش نہیں کاغذ نہایت سفید چکنا دبیز بٹر بندی کی جلد مجلد چرمی پشتہ نا مکمل سنہری رنگ مختصر یہ قرآن شریف واقعی لاجواب ہے ہدیہ مجلد چرمی پشتہ ڈھائی روپے محصول ۸ر

بچوں کا آسان قرآن

چھوٹی تقطیع حروف الگ الگ اعراب ٹھیک حروف پر اگر لفظ کے ٹکڑے کرلیں تو بالکل حروف تہجی بن جائیں اور بچہ اس قدر آسانی سے صحیح پڑھ لیتا ہے کہ کسی جگہ بھی استاد کو بتانے کی ضرورت نہیں رہتی صرف قاعدہ یسرنا القرآن پڑھا دیجئے اور قرآن شریف لگا دیجئے اور چند روز میں دیکھ لیجئے کہ آپکا بچہ بلا امتحان میں کامل ہے گا بس یہی صفت اس قرآن شریف میں ہے آپ بحیثیت مسلمان اپنے بچہ کو صحیح قرآن شریف پڑھانا چاہتے ہیں تو یہی منگا لیجئے ہدیہ صرف ۱۳ر تیرہ آنے

قاعدہ یسرنا القرآن

قرآن شریف پڑھانیکا وہ مقبول اور بہتر قاعدہ جو ہر سال تین چار لاکھ چھپ جاتا ہے اور جو مدرس اس کی خوبیوں سے واقف ہیں وہ اسی کو منگاتے ہیں بہت ہی آسان قاعدہ ہے اس میں سب سے بڑی کتابت کی خوبی ہے یعنی نقطہ زیر زبر اور پیش اور حروف مرکبات کی پہچان کے بعد پھر استاد سے پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی مصنف کا دعویٰ ہے کہ قاعدہ پڑھ لینے کے بعد صرف چھ ماہ میں بغیر استاد کی مدد کے بچہ قرآن شریف پڑھ سکتا ہے ۴۸ صفحات قیمت ۳ر

سلسلہ تعلیم الاسلام

ابتدائی تعلیم از علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب حصہ اول بچوں کی ذہنیت کے مطابق ابتدا میں عقاید اور پھر طہارت کا بیان حصہ دوم بچوں کی ذہنیت کے مطابق ذرا اونچے عقائد اور نماز کا پورا بیان حصہ سوم اول عقائد کا ذرا اور بلند بیان پھر روزہ اور حج کا بیان حصہ چہارم عقائد کی تکمیل اور حقوق اللہ وحقوق العباد کا بیان یہ سب بیان سوال وجواب کے طریقوں پر ہے چاروں حصے یکجا مجلد قیمت دس آنے

استاد عربی

ابتدا اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے اور متعدد اساتذہ نے نہ صرف اسکی تعریف کی ہے بلکہ اس کو بہترین کتاب بتلایا ہے اگر آپ کو شوق ہو کہ آپ اپنے رسول کی زبان سے واقف ہو جائیں اور ان کے سب سے مقدس فرمان قرآن کو اپنی مادری زبان کیطرح پڑھنے لگیں تو اس کتاب کو منگا کر پڑھئے اور تھوڑا تھوڑا یاد کرلیجئے۔ انشاءاللہ چند ماہ میں آپ کو عربی پڑھنی آجائے گی اور آپ محنت کریں تو صرف تین ماہ میں خاصی عربی سے واقف ہوجائیں قیمت بارہ آنے محصول ۶ر

استاد فارسی

خدانے چاہا اور ہم مسلم انڈیا کے قیام میں کامیاب ہوگئے تو پھر ہماری سرکاری زبان اردو ہوگی اور فارسی کے بغیر اردو میں کافی مہارت ممکن نہیں اس نیک شگون کیلئے اپنے بچوں کو فارسی پڑھایئے اس سلسلہ میں سب سے بہتر کتاب فارسی بول چال ہے جو فارسی زبان کے دو ماہرین کی مرتبہ ہے اس میں ضرورت کے مطابق پوری فارسی تعلیم کو گرامر نقشے، ضروریات عامہ کے ہزاروں الفاظ خطوط نویسی عام گفتگو کا انداز عدالتی کاغذات غرضیکہ ہر شعبہ کی تعلیم ہے۔ مجلد بارہ آنے

استاد انگریزی

مرتبہ لیٹریٹ ماسٹر از جناب پروفیسر سید ترمذی ایم اے۔ بی ٹی۔ ایم۔ ایس سی اس کتاب میں دس باب ہیں۔ باب ۱ علم الصوت یعنی انگریزی حروف کیونکر بولے جاتے ہیں باب ۲ صرف ونحو یعنی فقرے کیونکر بنتے ہیں۔ باب ۳ زبان اور فعل کی مشق باب ۴ لغت پڑھانا باب ۵ فقرے بنانا باب ۶ روزمرہ کی بول چال باب ۷ مثلیں اور مقولے باب ۸ ترجمہ کرنے کی صورتیں باب ۹ انگریزی سے اردو بنانا باب ۱۰ خط وکتابت صرف اسی ایک کتاب سے ایک ماہ میں خاصی اچھی انگریزی آجاتی ہے۔ مجلد ۱۲ر

دل کی رانی

گلشن عالم کا سب سے خوبصورت پھول عورت ہے اور واقعہ یہ ہے کہ عورت کے بغیر زندگی بےکار ہے لیکن عورت کا سمجھنا بھی بہت ہی مشکل ہے دل کی رانی وہ کتاب ہے جسمیں عورت کے متعلق سب سے بڑی معلومات ہیں اس میں دنیا بھر کے ہر خطہ کی عورت کے حالات وخصوصیات ہیں اور ان سے اکتساب لذت کے تمام وہ طریقے بتلائے گئے ہیں جو دنیا کے مختلف خطوں میں رائج ہیں اور انکی ہیئت کذائی سے جو قیاسات ماہرین نے مرتب کئے ہیں وہ بڑے بیش بہا ہیں ۲۰۰ صفحات قیمت بارہ آنے

شبستان طرب

نسیمہ بیگم کا شب عروسی اور سہاگ کی چند راتوں کا دلچسپ تذکرہ جہانتک قصہ کی دلچسپی کا تعلق ہے وہ تو ظاہر ہے کہ شادی کی ابتدائی راتوں کا ولولہ خیز بیان ہے لیکن یہ صرف لذت ہی نہیں بلکہ ہر ترتیب نامچہ اپنی صدہا معلومات اور ہدایتوں کا مجموعہ ہے اس میں لذت یابی کے طریقوں کیساتھ حفظان صحت مرد اور عورت کی قوت برقرار رکھنے بچوں کی پیدایش وپرورش کے طریقے اس انداز سے بیان ہوئے ہیں۔ کہ صرف پڑھنے ہی سے اندازہ ہوگا۔ قیمت ۸ر

شب عروسی بالتصویر

قابل شوہر وہی ہے جو عورت کی فطرت کو اچھی طرح سمجھ سکا اور بیوی سے صحیح لطف زندگی حاصل کرنے اور ازدواجی زندگی کے نازک معاملات کو سمجھتا ہو۔ شب عروسی پڑھ لینے کے بعد یہ سب باتیں معلوم ہوجائیں گی اور آپ کو خانگی زندگی میں جنت کا لطف آجائیگا۔ نوجوانوں کے لئے علم الازدواج میں یہ سب سے بہتر کتاب ہے اور بہت سی انگریزی کتابوں سے ماخوذ ہے اور مغرب کی تازہ ترین صنفی تحقیقات کا عطر ہے اس میں جسم نسوانی کی مکمل تشریح ہے اور بڑی مکمل کتاب ہے قیمت عہ ر

شاہی کوک شاستر

جو ادشاہوں کے لئے بنا وہ اب عام ہے اس کتاب میں رجوع الشیخ نے لذت کے سرچشمہ عورت کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ لذتیں جو ایک جوان آدمی کے ذہن میں عورت رکھتی ہے شاید وہ اس کے پاس بھی نہ ہوں اور آج جستجو نے عورت کے رونگ رونگ سے لذت ہی لذت ثابت کی ہے اور مرد کی قوت بنانے کو مزید طاقتور کرنے کے نسخے لکھے اور ہزاروں گر بتلائے ہیں اور اسی علاج کے سلسلہ میں کلام وصل جو بیان ہوئی ہیں وہ ہزاروں مجونوں سے زیادہ مقوی ہیں۔ قیمت ۸ر

محصول بذمہ خریدار ملنے کا پتہ دفتر رسالہ مولوی حیدریہ پریس دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چاند کی ۲۰ تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ خط بھیجکر مفت طلب فرمائیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ درج ہے جہاں آپکا پتہ ہے۔ اگر پتہ سے قریب نہیں ہے تو اب نوٹ کر لیجئے۔ اس کے حوالہ کے بغیر آپ کی کوئی شکایت خصوصاً تبدیلی پتہ کی ممکن نہیں۔

مولوی دہلی

جو اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس کوچہ چیلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

جلد ۴۴ | بابت رجب المرجب سنہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۱

شذرات

مسلم انڈیا اور غیر مسلم مخالفت «مسلم انڈیا» کے متعلق «مولوی» میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس کثرت و فراوانی، تشریح و بسط اور دلیل و برہان کے ساتھ لکھا جا چکا ہے کہ اس کے بعد کسی مزید خامہ فرسائی کی کوئی ضرورت باقی نہ رہنی چاہیئے تھی۔ مگر اس مصیبت کا کیا علاج ہے کہ جوں جوں مسلمان منزل سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں «مسلم انڈیا» کے قوت سے فعل میں آجانے کے امکانات قوی ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کا اضطراب بڑھتا اور جوش مخالفت جنون کی صورت اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ پوری مسلم قوم ایک عزم صمیم کے ساتھ اس کے حصول پر تل گئی ہے اور اس قوت کے پیش نظر حکومت کے زاویہ نظر میں بھی کسی حد تک تغیر نظر آنے لگا ہے۔

دنیا میں غافلوں، کمزوروں اور بےحسوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ طاقتور ہمیشہ اور ہر زمانہ میں کمزوروں کو دبانے اور ان کے فطری و پیدائشی حقوق و مفاد پر قبضہ و تسلط جمانے میں پرجوش اور دلیر رہتے ہیں۔ زبردستوں کی «ذہنیت» جب بگڑی ہے کسی دلیل و حجت کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ پھر معاملہ اور وہ بھی حکومت اور سیاسی نفوذ کا معاملہ جس کے لئے خون کے رشتے بھی نہایت بےتکلفی کے ساتھ تلوار کی دھار سے کٹتے رہے ہیں۔ اور پدری و پسری تعلق کی بھی کوئی رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی جس کا قابو چلا دبا بیٹھا جس نے اپنے اندر قوت دیکھی کمزور کی رگ گلو پر خنجر رکھدیا۔

ہم ہزار بار کہہ چکے ہیں اور اس بار اور کہتے ہیں کہ حق و حکومت کا فیصلہ اعتبار دلیل سے کبھی نہیں۔ اس کا فیصلہ ہمیشہ طاقت ہی کے بل پر ہوا ہے۔ یہ طاقت ہی ہے جو سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید، ناحق اور حق کو ناحق اور ناحق کو حق بناتی ہے۔

مسلمان بےحس ہیں، پسماندہ ہیں وہ ابھی تک اس راز کو نہیں سمجھے۔ اس لئے انہیں سیاسیات میں بھی اعتبار کرنے اور دلائل و براہین کی قوت پر اعتبار کرنے والے بھی ابھی تک موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برادران وطن کے ساتھ بھی چند مسلمان معرفت کار فرمائی نظر آتے ہیں لیکن ہندو بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ وہ اپنی بالغ نظری اور حقیقت نگری راز سیاست خوب سمجھتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے حق کو ناحق بنانے کے لئے اپنی قوتوں کو ایک مرکز پر مجتمع کر لیا ہے۔

سکھوں کو بھی آگے بڑھا دیا ہے۔ کانگریسی، مہاسبھائی، لبرل سب «مسلم انڈیا» کی مخالفت پر متفق ہو چکے ہیں۔ کچھ غلط اندیش مسلمانوں کو بھی ساتھ لے لیا ہے۔ یہ سب اسی لئے کیا جا رہا ہے کہ وہ حکومت اور مسلمانوں کو مرعوب کر لیں۔ اور «مسلم انڈیا» ہندوستان میں قائم نہ ہو سکے۔ اور انھیں ان کے مسیطرانہ مقاصد میں کامیابی ہو کر ہندو راج کے لئے راستہ صاف ہو جائے۔

ہندو یہ بھی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا مطالبہ بالکل بےضرر اور نہایت معقول و مبنی بر انصاف ہے لیکن جہاں اقتدار و حکومت کے امکانات نظر آ رہے ہوں

وہاں کون معقولیت و انصاف کی پرواہ کرتا ہے «مسلم انڈیا» پر کوئی حقیقی اعتراض و منطقی طور پر ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے انھوں نے دنیا فریبی کے لئے غلط بیانیوں اور ناپاک کذب آرائیوں اور دروغ بافیوں کا ایک سیلاب بہا رکھا ہے۔ اور انھیں پیش کر کے وہ فتنہ انگیز دھمکیاں بھی دے رہے ہیں۔

ایک طرف سے صدا اٹھتی ہے کہ مسلمان خون کے سیلاب کو عبور کر کے ہی پاکستان قائم کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف سے آواز آتی ہے کہ ہندو اپنا خون بہا دیں گے لیکن پاکستان قائم نہ ہونے دیں گے۔ کانگریس سول نافرمانی کر رہی ہے اور جنگ سبھا اس کے کرنے کی دھمکی دے رہی ہے۔ مختلف جلسوں کی کرسی صدارت سے اعلان ہو رہے ہیں کہ ہندوستان کو کسی صورت میں ٹکڑے ٹکڑے نہ ہونے دیا جائیگا۔ ایک بڑے ڈاکٹر کھڑے ہو گئے ہیں۔ جو فرما رہے ہیں کہ تقسیم ہند ہندو دھرم کے خلاف ہے اور ہندو پاکستان کے قیام کو اپنے دھرم میں مداخلت تصور کرتے ہیں۔

کوئی کہتا ہے کہ اب پنجاب و بنگال کے ہندوؤں کو اپنے سارے کارخانے اور کوٹھیاں چھوڑ کر نکلنا اور یوپی اور بہار میں آباد ہونا پڑے گا۔ حالانکہ یہ سب کذب، دروغ اور خالص پروپیگنڈا ہے جو عامۂ اہل ہند کو بھڑکانے اور دنیا کو غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کے لئے نہایت خیرہ چشمی کے ساتھ کیا جا رہا ہے اور دیدہ و دانستہ کیا جا رہا ہے۔

پاکستان کا نام بھی خود انہی کا دیا ہوا ہے۔ ورنہ حقیقت میں یہ کوئی بات نہیں۔ لیگ کی لاہور والی قرارداد دنیا کے سامنے ہے۔ باور نہیں کیا جا سکتا کہ نیشنل ہیرلڈ، ٹریبیون، امرت بازار پتریکا، ہندوستان ٹائمز، تیج، پرتاپ، ملاپ، مونجے، پرمانند، ساورکر اور گاندھی وغیرہ اس سے بےخبر ہوں۔

اس میں نہ کہیں تقسیم کا ذکر ہے اور نہ آبادیوں کے باہمی مبادلہ کی طرف کوئی اشارہ ہے۔ سادگی کے ساتھ مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کے لئے کامل اقتدار کا مطالبہ کیا گیا ہے اور مرکزی حکومت کو اڑا دینے کی تجویز کی گئی ہے تاکہ وہاں کی جعلی ہندو اکثریت، ہندو اکثریت کے صوبوں کی پشت و پناہ بن کر مسلم اکثریت کے صوبوں کی کارفرمائی کو شل نہ کر دے۔ خود نواب اسمٰعیل خاں نے یو۔ پی مسلم لیگ کانفرنس کے اجلاس منعقدہ الہ آباد میں لیگ کی اسکیم کے متعلق صاف اور غیر مبہم الفاظ میں فرما دیا تھا کہ اس اسکیم کا مفاد محض یہ ہے کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے انھیں یکجا کر دیا جائے۔

اس طرح جو حلقے بنیں گے وہ اپنی اپنی جگہ آزاد اور خود مختار ہوں گے اور ان کے مختلف اجزاء کو داخلی انتظامات میں آزادی رہے گی۔ نہ آبادیوں کا مبادلہ عمل میں آئے گا اور نہ دوسرے حصص ہند سے مسلمانوں کو نکال کر اسلامی حلقوں میں لایا جائے گا۔

اسلامی حلقوں کے ساتھ ساتھ متعدد ہندو حلقے بھی ہوں گے جن میں مسلمان کافی تعداد میں رہیں گے۔ مسلمان اس نصب العین پر مطمئن ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ غیر مسلموں کو اس پر کیوں اضطراب ہے؟ اس اضطراب کی وجہ یہ اور محض یہ ہے کہ ہندو راج کا تصور جو ختم ہوا جاتا ہے مسلمانوں کو دائمی غلامی و تعبد کی زنجیریں

جھگڑے رہنے کا جو موقعہ نہیں ملتا۔

سر سکندر حیات خاں نے بھی صاف صاف کہا تھا کہ لیگ کی اسکیم کے تحت پنجاب میں تنہا ہندوستھان یا سکھستان یا پاکستان ہرگز نہیں بن سکتا۔ یہ ایک حقیقت بیانی تھی۔ اس لئے کہ یہ اسکیم اقلیتوں کے اخراج یا آبادیوں کے مبادلہ یا کسی کے جائز حقوق کی پامالی پر مبنی نہیں ہے۔ سکھ اور ہندو پنجاب میں جب تک موجود رہیں گے انھیں نمائندگی بھی ملے گی۔ اور حکومت میں تمام قومیں علیٰ قدر حیثیت شریک بھی ہوں گی۔ البتہ آبادی میں چونکہ اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ لہٰذا وہ حکومت میں ہر لحاظ سے فائق ضرور رہیں گے۔ بتائیے اس میں اختلاف کی کونسی جگہ ہے۔

بالکل یہی صورت دوسرے صوبوں میں ہوگی۔ لیکن ہندو ہیں کہ وہ ایک نہیں سنتے۔ برابر شورش انگیزی میں مصروف ہیں۔ اور انھوں نے زمین کی دھول آسمان کو پہنچا رکھی ہے۔ کانگرس کی سول نافرمانی، مہاسبھا کی ستیہ گرہ کی دھمکی، ہندو جرائد و عناصر کی طوفان خیزی سب کا مقصد یہی ہے کہ وہ اپنی اجتماعی قوت سے مسلمانوں اور حکومت کو مرعوب کرکے ہندو راج کے قیام کا راستہ صاف کریں۔ لیکن ہم انھیں واضح و متنبہ کردینا چاہتے ہیں کہ اب مسلمان بھی وہ مسلمان نہیں رہے جو بیس پچیس سال پیشتر تھے۔ جنھیں فریب میں لاکر میثاق لکھنؤ کے ذریعہ ان کی اکثریتوں کو ہر جگہ بے اثر بنا دیا گیا تھا۔

وہ جداگانہ انتخاب کی مخالفت کرکے دیکھ چکے۔ کمیونل ایوارڈ کے خلاف شور محشر برپا کرکے دیکھ لیا۔ مسلم اکثریتوں کے قیام کے خلاف کارفرما ہوکے دیکھ چکے۔ یہی شوق ہے تو اب مسلم انڈیا کے خلاف بھی غلط بیانیوں اور مخالفتوں کے سیلاب بہا کر دیکھ لیں۔ نتیجہ وہی ہوگا جو اب تک ہوتا رہا۔ مسلم انڈیا قایم ہو کر رہیگا۔ مسلمان ہندوستان میں ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہاں مسلم انڈیا قایم نہ ہوگا۔ ہوگا اور ڈنکہ کی چوٹ ہوگا۔

جمہوریت کے معانی و مفاہیم

جس جمہوریت و آزادی پر زور دیا جارہا ہے آخر وہ ہے کیا۔ اور اس سے کس قسم کی حکومت عبارت ہے۔ جمہوریت کے معنی یہی ہیں کہ عوام کے لئے عوام کی حکومت ہو۔ عوام کے نمائندے عوام کے مفاد کے لئے عوام پر حکومت کریں۔ اس طریق حکومت میں قدرتاً اسی قوم کی نمائندگی زیادہ ہوتی ہے جس کی اکثریت آبادی میں ہوتی ہے بہ الفاظ دیگر جمہوریت اکثریت ہی کے راج کو کہتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے اور کسی اکثریت پر اقلیت حکمراں ہے تو اسے اور جو چاہے کہہ لیجئے مگر جمہوریت تو اسے ہرگز نہ کہا جائے گا۔

جمہوری ممالک برطانیہ اور امریکہ میں یہی ہو رہا ہے جس کی پارٹی کے نمائندوں کی کثرت ہوتی ہے۔ وہی اپنی حکومت قایم کرتی ہے۔ برطانیہ۔ فرانس اور امریکہ میں ایک نسل، ایک قوم اور ایک مذہب کے افراد آباد ہیں اس لئے یہاں پارٹیاں مختلف سیاسی عقائد و اصول کی بنا پر قایم ہوکر انتخاب لڑتی ہیں اور چونکہ یہ حالت ہوتی ہے کہ بیٹا ایک پارٹی میں ہے اور باپ دوسری پارٹی میں۔ سب ہر لحاظ سے ایک ہیں۔ زبان و مذہب و تمدن ایک ہے۔ اس لئے کوئی نہ کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ وہاں زبان و مذہب و تمدن کے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں مختلف المذاہب مختلف التمدن اور مختلف اللسان قومیں آباد ہیں۔ اس لئے ہر برسر اقتدار قوم اپنے زیر اقتدار میں اپنا تمدن اور اپنی زبان کو فروغ دینے کی سعی کرے گی۔ جیسا کہ کانگرس کر چکی ہے۔

لیکن قدرت نے یہاں اس کا بھی انتظام کردیا ہے کہ پورے ملک میں اکثریتیں اور اقلیتیں دوش بدوش پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لئے ہر ایک کا تحفظ بہ آسانی ہوسکتا ہے۔ اور اختلال سے بچنے کے لئے ہر قوم اس پر مجبور بھی ہوگی۔ بہرکیف ہندوؤں کی محمود جمہوریت کے معنی بھی اکثریت راج ہی کے ہیں۔ ہندوستان میں جمہوریت قایم ہوگی تو اس کا نتیجہ لازماً اکثریت راج کی صورت میں مرتب ہوگا۔ صوبے آزاد ہوں گے۔ اور ہوں گے کیا ہو چکے ہیں۔

جمہوریت کی رو سے یو۔ پی۔ بہار اور بمبئی وغیرہ میں ہندو وزارتیں اور پنجاب و بنگال وغیرہ میں مسلم وزارتیں قایم ہوگئیں۔ مسلم انڈیا کے قیام کے بعد بھی بعینہٖ یہی صورت قایم رہے گی اور جہاں تک صوبوں کا تعلق ہے اس میں کوئی فرق رونما نہ ہوگا۔

لیکن ہندوؤں نے خواہ مخواہ چلانا اور واویلا مچانا شروع کردیا کہ بھارت ورش کے ٹکڑے ہوئے جارہے ہیں۔ ہندوؤں کو اپنا سب کچھ چھوڑ کر پنجاب و بنگال سے۔ سی۔ پی اور یو۔ پی میں بھاگنا پڑیگا۔ انھوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی تو یہ نہ سوچا کہ آخر ایسی ہی حکومتیں جیسی کہ پنجاب و بنگال وغیرہ میں مسلمانوں کی قایم ہونگی سی۔ پی، یو پی اور بہار وغیرہ میں ہندوؤں کی بھی تو قایم ہوں گی، اور ان میں لاکھوں مسلمان بھی رہیں گے۔

ہندو اکثریت والے صوبوں کے مسلمان جب خاموش ہیں تو مسلم اکثریت والے صوبوں کے ہندو کیوں مضطرب ہیں۔ درحالیکہ جہاں ان کی اقلیتیں بھی ہیں نسبتاً کافی طاقتور ہیں۔ معاملہ بالکل صاف ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کو حکومت میں اکثریت کے حقوق حاصل ہوں گے، اور جن صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں ہندوؤں کو بھی اسی قسم کے حقوق حاصل ہونگے۔ مسلمان نہ دوسروں کے دوائر اکثریت میں کارفرمائی کے طالب ہیں اور نہ اپنے دوائر اکثریت میں کسی دوسری قوم کی کارفرمائی قبول کرسکتے ہیں۔ یہی مسلم انڈیا ہے، یہی پاکستان ہے۔ یہی لیگ کی اسکیم ہے۔ یہی آل پارٹیز مسلم کانفرنس دہلی میں طے کرچکی ہے۔ اور اسی پر تمام مسلمان متفق ہوچکے ہیں۔

یہ مقصد اسی صورت میں پورا ہوسکتا ہے کہ یا تو لیگ کی اسکیم کے مطابق مرکز کا وجود ہی باقی نہ رکھا جائے۔ یا آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی تجویز کے مطابق اسے براہ راست کوئی اقتدار ہی حاصل نہ ہو۔ صرف محاصل بحری، رسل و رسائل۔ تعلقات خارجہ اور فوج تک اس کے اختیارات محدود ہوں اور یہ مختلف آزاد حکومتوں کے درمیان ایک حلقہ اتصال ہو جس کا سارا کاروبار مذکورہ آزاد حکومتوں کے نمائندوں کی اکثریت پر نہیں بلکہ ان کی رضامندی اور اتفاق پر موقوف ہو۔

ہندو مرکز کے قیام پر اسی لئے زور دے رہے ہیں کہ انھیں سارے ہندوستان پر حکومت کا اقتدار حاصل ہو جائے۔ بتائیے از روئے انصاف اس اسکیم پر کونسا اعتراض وارد ہوسکتا ہے۔ ہندوؤں کے کس حق پر زد پڑتی ہے۔ مسلمان جو حقوق اپنی اقلیتوں کو دیں گے وہی ہندو اپنی اقلیتوں کو دیں۔ مسلمانوں کے چار صوبے آزاد ہوں گے تو ہندوؤں کے سات صوبے آزادی کا لطف اٹھائیں گے۔

ہندو اسے ہندوستان کی تقسیم کے نام سے موسوم کررہے ہیں۔ لیکن اگر تقسیم یہی ہے تو وہ آج بھی موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گی۔ لطف یہ ہے کہ کانگرس لسانی بنا پر خود صوبوں کی تقسیم کی حامی ہے۔ پھر اگر سہولت کار، رفع نزاعات اور اکثریت کی آبادیوں کی افزائش کے لئے اگر مذہبی بنا پر کچھ جزوی تغیر و تبدل بھی ہو جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ہندوؤں نے اس اسکیم کو ملیا میٹ کرنے کے لئے ایک قوم کا اصول تراشا ہے۔ تاکہ وہ پورے ہندوستان پر حکومت کرسکیں۔

ایک قوم کا اصول مان لیا جائے تو انگلستان کی طرح اکثریت و اقلیت کا بکھیڑا ہی باقی نہیں رہتا۔ انتخاب و حکومت مخلوط ہوئی جاتی ہے۔ مرکز بھی باقی رہتا ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوگا غریب مسلمان مخلوط کے چکر میں پہلے کی طرح صوبوں میں بھی غلام ہو جائیں گے۔ اور مرکز میں بھی ابدی غلامی رہے گی ہندو اکثریت نیشنلزم کے نام پر جو دل چاہے گی کرے گی۔

مسلمان کچھ ہندوستان ہی میں نہیں دنیا بھر میں پھیلے پڑے ہیں لیکن جو کہیں نہیں ہوا۔ یورپ میں نہیں ہوا۔ وہ ہندوستان میں ہونے کی سعی کی جارہی ہے۔ کیا کوئی اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ہندو، مسلمان، سکھ۔ پارسی۔ عیسائی۔ انگریز۔ بدھ، سب ایک قوم ہیں۔ یہ ایک قوم کا پھندا محض مسلمانوں کو غلام بنانے کے لئے ایجاد کیا گیا ہے۔ اتنی ہی آبادی کے یورپ میں تو پچاس قومیں ہوں پچاس ٹکڑے ہوں اور پچاس حکومتیں ہوں اور ہندوستان میں ایک قوم ایک ٹکڑا اور ایک حکومت ہو۔ کیا کوئی ذی عقل اسے تسلیم کرسکتا ہے۔ مگر اس کا کیا علاج ہے۔

کہ خود ساختہ تخیلات کے اس حمام میں تمام ہندو عمائد و جماعت برہنہ ناچ رہے ہیں۔

عدم تشدد سے بیزاری کے اعلانات

اس ملک کے زمین و آسمان گواہ ہیں کہ اس ملک میں ہندو مسلمان بھائیوں کی طرح رہتے اور ہر تحریک میں دوش بدوش کام کرتے تھے۔ جس کی انتہا یہ تھی کہ تحریک خلافت میں یہ محسوس ہی نہ ہوتا تھا کہ ان دونوں قوموں کے دلوں میں کوئی بیگانگی بھی ہے۔ لیکن آج کہ اس بہار کو گذرے ہوئے بیس برس بھی نہیں ہوئے باہمی عناد و تفرقہ کا یہ عالم ہو گیا کہ بھائیوں کی پامالی اور گلو تراشی میں کسی کو ذرہ برابر بھی باک نہیں ہوتا اور فساد و عناد کی فتنہ خیزیوں نے ملک کو ایک محشر کدۂ خوف و ہراس بنا رکھا ہے۔ مسلمان چونکہ اقلیت میں ہیں، غیر منظم ہیں، غریب ہیں اس لئے اس طوفان میں برابر برباد و تباہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

ڈھاکہ اور بہار شریف میں کم و بیش چھ ماہ کی مدت منقضی ہو چکی۔ مگر فسادات ختم نہیں۔ احمد آباد و بمبئی میں کئی ماہ تک خون سے ہولیاں کھیلی جاتی ہیں۔ کھلی حقیقت کہ ان فسادوں میں لاکھوں روپیہ کی مسلم جائدادیں نذر آتش ہوئیں۔ مینا بک کو آگ لگائی گئی اور بہت سے مسلمان قتل و مجروح ہوئے۔ مگر حیرت و افسوس اس پر ہے کہ اس کے باوجود زبردست ہندو اکابر کی تسکین نہ ہوئی۔ وہ آگ پر پانی ڈالنے کے بجائے تیل چھڑک رہے ہیں۔ اور عدم تشدد کا ایک ہلکا سا نقاب جو اب تک چہرے پر پڑا ہوا تھا اسے بھی اتار کر ہندوؤں کو علانیہ تشدد کا درس دینا چاہتے ہیں تاکہ وہ اس طرح منظم و تیار کر دیں۔ کہ وقوع فساد پر مسلمان ذبح کئے جائیں اور قاتلوں کے دامن پر ان کے خون کی ایک چھینٹ بھی نہ گرنے پائے۔

جو بیانات ہمارے سامنے ہیں ان سے تو یہی محسوس ہو رہا ہے۔ انھیں مسلمانوں کی ہزاروں جانوں کی بھی پرواہ نہیں اور کسی ہندو کی نکسیر بھی پھوٹ جاتی ہے تو دل پر بجلیاں تڑپنے لگتی ہیں۔ اگر یہ نہیں تو کیوں مسٹر کے ایم منشی اور سٹر اندر وغیرہ جیسے ذمہ دار ہندو عقیدۂ عدم تشدد کی مخالفت میں کانگریس سے الگ ہو رہے ہیں اور گاندھی جی انھیں کیوں اس کی اجازت دے رہے ہیں۔

ظاہر یہ کیا جا رہا ہے کہ ہندو مسلم فسادات میں عدم تشدد پر عمل نہیں کیا جا سکتا اور غنڈوں کا مقابلہ صرف تشدد ہی سے ہو سکتا ہے۔ اگر یہ حقیقت ہوتی تو بات بھی تھی، لیکن ہمیں معلوم ہو رہا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی اس خونریزی سے مطمئن نہیں جس کے مناظر اب تک مختلف مواقع فساد پر مشاہدہ میں آ چکے ہیں بلکہ وہ انھیں اور خونریز دیکھنا چاہتے ہیں۔ مسلمان مدہوش ہیں اور انھیں ابھی تک کوئی احساس نہیں کہ ان کے لئے کیا جال بچھائے جا رہے ہیں۔

اس طرح ایک طرف تو وہ حکومت پر یہ اثر ڈال رہے ہیں کہ کانگریس عدم تشدد کی پابند ہے۔ اور دوسری طرف ہندوؤں کو شہ دے رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے پوری قوت کے ساتھ لڑیں۔ گاندھی جی کی اجازت مزید حوصلہ افزائی کا باعث بنے گی اگرچہ گاندھی جی برائے وزن بیت لکھ ہی دیتے ہیں کہ عدم تشدد کی بنا پر کوئی مدد نہیں دی جا سکتی۔ لیکن یہ خیال بھی ظاہر فرما جاتے ہیں کہ خواہ تشدد ہو یا عدم تشدد "غنڈوں" کا مقابلہ ضرور ہونا چاہئے۔

احمد آباد اور بمبئی کے فسادات پر بھی انھوں نے یہی خیال ظاہر کیا اور چند ماہ پیشتر سندھ کے ہندو ڈوال کو بھی "مفسدوں" سے لڑنے کی تلقین کر چکے ہیں۔ حالانکہ یہی گاندھی جی جرمنوں کے مقابلہ میں بھی انگریزوں کو عدم تشدد کا وعظ سنا چکے ہیں اور پنجاب کے سکھوں کے رجحانات شرکت فوج پر مخالفانہ تنقید کرتے ہوئے ایک سکھ لیڈر کے خلاف شدت سے ملے دے کر چکے ہیں۔

پہلے کوئی کانگریس سے الگ ہوتا تھا تو اس کی ساری عزت خاک میں مل جاتی تھی۔ اس پر تو ڈی۔ رجعت پسند اور حکومت کے پٹھو ہونے کے آوازے کسے جاتے تھے اور فرقہ پرستی میں پڑنے والوں کو نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ لیکن آج ہم یہ انقلاب دیکھ رہے ہیں کہ بڑے بڑے لیڈر کھلے کی چوٹ الگ ہو جاتے ہیں اور ان کا وہی وقار قائم رہتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ مسلمانوں کے خلاف جذبۂ عناد کی محشر خیزی کا مظاہرہ ہے۔ مسلمانوں کے خلاف ہمہ گیر سازش کے آثار ہیں۔

محاذ بدل گیا ہے۔ حملے کا رخ حکومت کی طرف سے مسلمانوں کی طرف ہو گیا ہے۔ کانگریس پر مہاسبھائیت چھا رہی ہے۔ جو کمان تو حکومت کی طرف کھنچے ہوئے ہے۔ مگر جو تیر پھینکتی ہے وہ مسلمانوں کی طرف پھینکتی ہے۔ حکومت سے جنگ کا مقصد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے مطالبات قبول نہ کرے۔ کانگریس اس طرف لگی ہوئی ہے اور مہاسبھا یا دیگر جماعتیں انھیں پامال، مرعوب اور خاموش کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ خربوزے کی طرح ہندو بظاہر مختلف جماعتوں میں منقسم نظر آ رہے ہیں مگر بباطن سب ایک ہیں۔

گاندھی جی اور ان کے رفقا کا فرض تھا کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو متفق کرنے کے لئے اپنی تمام مساعی وقف کر دیتے۔ بالخصوص اس سرکاری اعلان کے بعد کہ یہ دونوں قومیں جن امور پر متفق ہو جائیں گی انھیں قبول کر لیا جائیگا لیکن انھوں نے اس طرف کوئی مخلصانہ قدم نہ اٹھایا۔ اور پیہم یہ سعی کرتے رہے کہ "سول نافرمانی" اور "عدم تعاون" اور عدم شرکت جنگ کے اعلانات سے حکومت کو ڈرا کر مسلمانوں کی رائے نظر انداز کرنے اور ان کے معیطرانہ مطالبات قبول کر لینے پر مجبور کر دیا جائے۔

ہندو مسلم اتفاق کے چمن کو آگ لگانیوالے مسلمان نہیں۔ یہی عدم تشدد اور امن ملک کے داعی ہیں۔ تحریک خلافت میں جبکہ منزل مقصود آنکھوں کے سامنے آ گئی اور سوراج کے دروازے کے قریب پہنچ گئے تو یک بیک چونک پڑے۔ سمجھ گئے کہ اس کامیابی کا سہرا محترم علی برادران کے سر ہے۔ (۸۰) فیصدی مسلمانوں کی شرکت و قربانی سے یہ میدان جیتا جا رہا ہے۔ حکومت میں لازماً ان کا برابر کا حصہ ہوگا۔ یہیں سے بازگشت شروع ہوئی۔

علی برادران کی غیبت میں سیلاب کی طرح بڑھتی ہوئی تحریک یک بیک رد کر شدھی اور سنگھٹن کی مکروہ تحریکیں شروع کر دی گئیں۔ سوراج کا نیا نقشہ نہرو رپورٹ کی صورت میں پیش کر کے مسلمانوں کو تشہیر کیا گیا۔ جمعیت مسلمین میں تفرقے کی کوششیں کی گئیں۔ بمبئی والی اسکیم سامنے لائی گئی۔ گول میز کانفرنس میں اڑنگیں لگائے گئے۔ دستوری اسکیم کا شاخسانہ کھڑا کر دیا گیا۔ صوبجاتی آزادی کے عہد میں بالکل عریاں ہو گئے۔

آج خود کہا جا رہا ہے کہ ابھی ہندو مسلم مفاہمت کا وقت نہیں آیا۔ خود جا بجا فسادات کی آگ بھڑکائی جا رہی ہے۔ اور خود ہی مسلمانوں کو "غنڈوں" وغیرہ کے خطابات سے موسوم کیا جا رہا ہے۔ ہوا کا رخ ایک بہت بڑے طوفان کی خبر دے رہا ہے۔ کاش مسلمان بیدار ہوں، سنبھلیں، آنکھیں کھولیں کہ یہ معاملہ ان کی مرگ و زیست کا معاملہ ہے۔

خانہ جنگی کے لئے ہمہ گیر تیاریاں

مہاسبھائی جوش میں مسٹر کے ایم منشی گاندھی جی کو لکھتے ہیں کہ میں چند سال سے جسمانی ورزش کے اکھاڑوں کی تحریک کا کرتا دھرتا ہوں جن میں تشدد کا مقابلہ تشدد سے کرنا سکھایا جاتا ہے۔ اس لئے میں اب آپ کے عقیدۂ عدم تشدد کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ڈھاکہ، احمد آباد، بمبئی اور دوسرے مقامات پر پاکستان معروف عمل ہو گیا ہے۔ اور خطرہ ہے کہ کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ جنگ زیادہ قریب آئی یا برطانوی مشینری میں ضعف پیدا ہو گیا تو یہ فسادات اور بھی زیادہ تیز ہو جائیں گے۔ اس لئے جان و مال اور عورتوں کی آبرو کے تحفظ کے لئے تشدد کی تلقین و تعلیم ضروری ہے۔ گاندھی جی زجر و توبیخ کے بجائے ازراہ مرحمت انھیں مستعفی ہونے کی اجازت بھی دیدیتے اور نرمی کے ساتھ لکھتے ہیں کہ اگر آپ اس عقیدہ کے ساتھ کانگریس میں نہیں رہ سکتے تو استعفیٰ دیدیجئے۔ میں آشیرباد دیتا ہوں کہ آپ جن مقاصد کے لئے کانگریس سے الگ ہو رہے ہیں ان میں آپ کو کامیابی ہو۔ چنانچہ مسٹر منشی مستعفی ہو گئے۔ اور اب ایک جدید پارٹی "اکھنڈ ہندوستان" کے نام سے بنا رہے ہیں۔ یعنی ایسا ہندوستان جس کی تقسیم نہ ہو سکے۔ یہ جواب ہے پاکستان کا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ پورے ہندوستان میں ہندو راج قائم کیا جائے۔ بالفاظ دیگر تمام

دیگر اقوام ان کی مرضی کے خلاف غلام بنالی جائیں۔ پاکستان میں تو مسلمانوں کو صرف اپنی اکثریت کے صوبے ملتے ہیں۔ لیکن اکھنڈ ہندوستان میں سب کچھ ایک قوم کو مل جاتا ہے۔ کیا یہ انصاف ہے اور کیا نو کروڑ افراد کی قوم اس کی مرضی کے خلاف غلام بنائی جاسکتی ہے۔ اور بنائی بھی جاسکے تو کیا یہ امن کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے۔

لیکن زہریلے مہا سبھائی اس صورت حالات کے لئے بھی پہلے سے تیاریاں کر رہے ہیں اور اپنی قوم کو اُنھوں نے تشدد کے لئے تیار کرنا شروع کردیا ہے اور بقول مسٹر منشی بت ۲۰ سال سے مسلسل یہ تعلیم دی جارہی ہے۔ ڈاکٹر کچلو نے کانگریس سے الگ ہوکر تنظیم سنگٹھن کا کام شروع کیا تھا تو ہندو جرائد و علماء نے ایک طوفان محشر برپا کردیا تھا۔ یہ جب تک مسلمان لیگ میں شریک ہوتے گئے انھیں بھی فرقہ پرست رجعت پسند اور غدار ملت نہ کیا کیا کہا جاتا رہا۔ اور انھیں غیروں کے نہیں، اپنوں کے مطاعن کا بھی ہدف بننا پڑا۔

لیکن آج مسٹر منشی اور شردھانند وغیرہ کانگریس سے الگ ہورہے ہیں تو اور کوئی نہیں گاندھی جی جیسے چوٹی کے لیڈر انھیں آشیرباد دیتے اور ان کی کامیابی کے لئے صاف الفاظ میں دعا کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ چاہتے ہیں کہ ہندو اور زیادہ خونریز ہوجائیں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے پوری سرگرمی کے ساتھ مستعد ہوں۔ پورے تشدد سے کام لیں۔

کیا اس آشیرباد سے یہ نتیجہ نہیں ہوتا کہ خود گاندھی جی بھی مسٹر منشی کے مقاصد کو نظر استحسان دیکھتے ہیں۔ اور ان سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ علی برادران۔ ڈاکٹر انصاری، ڈاکٹر کچلو۔ مسٹر جناح وغیرہ کو ہدف مطاعن بنانے اور فرقہ پرست بتانے والے خود مسلمانوں ہی میں ہزاروں تھے۔ لیکن ہندو زعماء و سیاست دانوں میں مسٹر ساورکر۔ ڈاکٹر مونجے۔ مسٹر گاندھی اور مسٹر منشی کے خلاف زبان ہلانے والا کوئی ایک ہندو بھی نظر نہیں آتا۔ صرف ایک امر سے ہندو اور مسلم ذہنیت کے تفاوت و فرق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ہندو بہت ہوشمند قوم ہے۔ اپنے نزدیک اس نے سمجھ لیا ہے کہ انگریز رہا تو کانگریس موجود ہے اور اگر کوئی اختلال پیدا ہوا اور خانہ جنگی کی نوبت آئی تو مہاسبھا اپنی قیادت میں ہندوؤں کو لڑا کر مسلمانوں کو ذبح کرائے گی۔ غرض مسلمانوں کے خلاف پوری قوم کو مصروف عمل تیار کیا جارہا ہے۔ اور یہ جو فسادات کی وبا طول و عرض ہند میں پھیلی ہوئی ہے اسی مہاسبھائی سازش کے کرشمے ہیں۔ یہ صورت حالات کتنی اندوہناک ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ اندوہناک گاندھی جی اور کانگریس کی ذہنیت کا انقلاب ہے۔ جو تعمیر و اخلاق کے بجائے تخریب و نفاق میں مشغول ہوگئی ہے۔ مسلمانو! خدا کے لئے بیدار ہو، خواب غفلت سے آنکھیں کھولو۔ اور سنبھلو ورنہ ارض ہند تمہارے لئے ارض ہسپانیہ بن جائیگی۔

افغانستان کی بہترین پالیسی

افغانستان راہ ترقی پر گامزن ہونے کے ساتھ تدبر و سیاست میں بھی بہت آگے نکل چکا ہے۔ اور اس نے موجودہ نازک دور میں نہایت ہوشمندانہ طریق عمل اختیار کر رکھا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ غازی نے افغان پارلیمنٹ کے افتتاح پر جو خطبہ ارشاد فرمایا کہ "افغانستان کی پالیسی یہ ہے کہ مقاصد امن عالم کی حمایت و حفاظت کے لئے حتی الامکان کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے۔ اور جب تک ملکی صدود اور ملی حقوق پر زد نہ پڑے مخلصانہ غیر جانبداری اور ناطرفداری کے مسلک کی پابندی کی جائے"۔

اس سے صاف واضح ہے کہ افغانستان اس وقت تک جنگ کی آگ میں کودنے کے لئے تیار نہیں جب تک کہ کوئی طاقت خود اس کی آزادی کو خطرے میں ڈالنے کے لئے اقدام نہ کرے۔ یا کوئی ایسی پالیسی اختیار کرے جس سے اُس کے ملی حقوق پر زد پڑے اُس وقت تک وہ اپنی جگہ خاموش بیٹھا ہوا واقعات کی رفتار کا معائنہ بغور کر رہا ہے۔ اور اپنی طاقت ملی تنظیم و استحکام میں مصروف ہے۔ تاکہ اگر کوئی اس کی طرف نظر اٹھانے کی بھی جرأت نہ کرسکے۔ اور کرے تو وہ اس کا جواب دینے کیلئے تیار رہے۔

اعلیٰ حضرت نے ممالک اسلامی کے ساتھ افغانستان کے تعلق کی نسبت فرمایا ہے کہ

"قرنوں سے ممالک اسلامی کبھی نہ ٹوٹنے والے رشتہ ہائے دینی و ملی میں افغانستان سے وابستہ ہیں۔ ان کی خوشی ہماری خوشی اور ان کا غم ہمارا غم ہے۔ خدا کرے وہ آفات و مصائب کے آسیب سے محفوظ رہیں اور صلح و امن کے سائے میں رفاہیت کی زندگی بسر کریں"

یہ جذبہ کتنا پاکیزہ جذبہ ہے۔ اور یہ جوش کتنا مبارک جوش ہے۔ اسلامی ممالک میں مخلصانہ وابستگی کی جو بنائیں غازی کمال اتاترک نے قائم کی تھیں۔ خدا کا احسان ہے کہ وہ ابھی تک پوری استواری کے ساتھ کھڑی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اقوام و ملل کی ترقی کا ضامن یہی اتفاق اور ملی وابستگی ہے۔

مسلمان اپنے تشتت و افتراق سے انتہائی نقصان اٹھا چکے ہیں اور دنیا اُن کے جاہ و جلال کے بعد اُن کی رسوائی و اختلال کا بھی مشاہدہ کر چکی ہے لیکن اب ان کی آنکھیں کھل چکی ہیں اور تمام اسلامی فرمانروائیاں ایک سلک اتحاد میں منسلک ہوکر اپنے ملک و قوم کی ترقی میں منہمک ہوچکی ہیں۔ یورپ نے مسلمانوں کے اتفاق کو ہمیشہ خطرے اور اندیشے کی نظر سے دیکھا اور "پان اسلامزم" کا بھوت ان کی نیندیں اُچاٹ کئے رہا۔ اس نے کبھی مسلمانوں کو متحد نہیں ہونے دیا۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ یہ بیشۂ شجاعت کے شیر ہیں۔ اگر یہ منظم ہوگئے تو پھر کسی کے استعماری مقاصد کا شکار نہ بن سکیں گے۔ لیکن اس کی آرزوؤں کے علی الرغم غازی اتاترک کی سعی سے یہ اتحاد قائم ہوا۔

وقت آگیا تھا کہ مسلمان اپنی فطری استعداد کا مظاہرہ کریں کہ جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے اور تمام افق عالم پر چھا گئے۔ اگرچہ ابھی تک ان کا دامن ان سے بچا ہوا ہے۔ مگر یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ کب اور کس وقت یہ آگ لگ اُٹھے۔ ایسے وقت میں باہمی یگانگی و وابستگی کی یہ پالیسی جتنی بہتر ہوسکتی ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔

لیکن اندوہناک امر یہ ہے کہ اس خصوص میں بیرونی مسلمان جس حد تک بیدار ہوچکے ہیں مسلمانان ہند اتنے ہی غافل ہیں۔ خطرہ دونوں کے لئے ہے۔ اگر انھیں جنگ کی چنگاریوں سے اندیشہ ہے تو انھیں مہاسبھائی سازشیں پیغام ہلاکت دے رہی ہیں۔ انھیں تو ان کی بیداری بچا سکتی ہے لیکن ان کا خدا حافظ ہے کاش ان کی بھی آنکھیں کھلیں۔

تیمور کے مقبرے کا انہدام

روسی سائنسدانوں کی یہ حرکت دنیائے اسلام میں انتہائی نفرت و غیظ کی نظر سے دیکھی گئی ہے کہ اُنھوں نے امیر تیمور صاحبقران کے مقبرہ سے اس کی نعش نکال لی ہے۔ مسلمانوں کے احساسات مذہبی نہایت نازک ہیں۔ اور ان کے یہاں کسی مسلم کی لاش کی توہین ایک ناقابل برداشت چیز ہے۔ روسیوں کے نزدیک خدا اور مذہب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ وہ ایک مدت سے اسی قسم کی حرکات کرتے چلے آرہے ہیں جنھیں خود عیسائیوں میں بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔

سمرقند میں امیر تیمور کا مقبرہ تاریخ اسلام کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔ اور خود امیر مرحوم کا شمار تاریخ کی مشہور ترین شخصیتوں میں ہے۔ گو روسیوں نے اس قسم کے احتجاجات کو نہ کبھی سنا ہے اور نہ آج اُن سے اس قسم کی کوئی توقع رکھی جاسکتی ہے۔ لیکن اس قسم کی حرکات سے قلوب پر جو اثر قائم ہوجاتے ہیں وہ آگے چل کر شدید نتائج و حوادث کا باعث بن جاتے ہیں۔ مزید فراعنہ مصر کی لاشیں بھی نکالے جانے کی مثالیں موجود ہیں۔ لیکن ان کی صورت بالکل جداگانہ ہے۔ اول تو ان کے متعلق احتجاج کرنیوالے اب دنیا میں موجود نہیں۔ دوسرے ان کے متعلق ان کی متعلقہ یادگاروں کے سوا اور کوئی مواد تاریخی موجود نہ تھا۔ بخلاف ازیں تیمور اور عہد تیمور کا ہر جزوی سے جزوی واقعہ تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے۔ اور اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی۔

جمعیۃ علماء کا ہوشمندانہ اقدام

جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ نے اپنے

اجلاس میں موجودہ بین الاقوامی صورت حالات پر غور کرنے کے بعد ایک اہم قرارداد منظور کی جس کی رو سے حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا گیا کہ جتنی جلد بھی برطانیہ اُن ممالک اسلامیہ کی آزادی کی ضمانت کا اعلان کردے جن کو اس وقت دشمن کے حملہ کا خطرہ ہو اتنا ہی اس کے لئے بہتر ہے۔ یہ قرارداد اپنی نوعیت میں انتہائی اہم ہے اور اس قابل ہے کہ اس کے مطابق فوراً اقدام کیا جائے۔

اس سے ایک طرف تو رعایائے برطانیہ کے دس کروڑ مسلمان مطمئن ہو جائیں گے اور دوسری طرف اسلامی فرمانرواؤں کی بھی تمام ہمدردیاں برطانیہ کے ساتھ ہو جائیں گی۔ ظاہر ہے کہ بحیثیت مجموعی مسلمانوں کی حیثیت خواہ وہ کتنی ہی کمزور ہو بہت بڑی چیز ہے۔ اتنی بڑی جسے دنیا کی کوئی قوت نظر انداز نہیں کرسکتی۔

حضور نظام کی مذہبی رواداری کا اعتراف

کل ہی کی بات ہے کہ آریہ ساجیوں نے مملکت حیدرآباد کے خلاف ایک طوفان مخالفت برپا کرکے خلاف ورزی آئین کی خوفناک مہم شروع کردی تھی۔ اور ہندو جرائد ورسائل کی طرف سے اعلیٰحضرت نظام خلد اللہ ملکہ کی حکومت کے خلاف شدومد کے ساتھ لے دے کی جاری ہے۔ ایک عامی سے لیکر پنڈت نہرو اور گاندھی جی تک اُسے متعصب اور غیر رواداری بتارہے تھے۔

لیکن آج ایک ہوشمند اور لائق ہندو بزرگ مسٹر سی۔ وی۔ راؤ مدیر انڈین نیشن پٹنہ نے حیدرآباد کی مذہبی پالیسی کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ

"سفر حیدرآباد پر روانہ ہوتے وقت مجھے حکومت نظام کی مذہبی پالیسی کے متعلق بعض شبہات تھے لیکن جب یہاں پہنچکر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہندوؤں کو ہر طرح مذہبی آزادی حاصل ہے تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان الزامات میں جو حیدرآباد کے خلاف عاید کئے جارہے ہیں قطعاً کوئی صداقت نہیں۔"

آپ نے اسی سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے معتقد پنڈتوں اور رہنماؤں سے بھی حکومت کے انتہائی رواداری رویہ کی تعریف سنی۔ حقیقت میں نظام حکومت بہت ہمدردانہ اور فیاضانہ حکومت ہے۔ ہم نے تو پہلے ہی لکھا تھا کہ یہ تمام شرانگیزی بیرونی ہندوؤں کی ہے۔ ریاست کے ہندو ہر طرح خرم و مطمئن ہیں۔ سب سے افسوسناک امر یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ہندو دنیا سے جب کوئی آواز اٹھتی ہے تو تقریباً تمام ہندو بلا تحقیق ہمنوائی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

اشک آور گیس کا استعمال

پنجاب و بنگال میں مسلم وزارتیں قایم ہیں۔ اور فسادات ہونے کو ہر جگہ ہوتے ہیں۔ ڈھاکہ کے فسادات سے زیادہ شدید ترین فساد کونسا ہوسکتا ہے۔ اسی طرح حکومت کے نزدیک خاکساروں کا معاملہ بھی بہت نازک تھا۔

لیکن دونوں جگہ مفسدین کو بھگانے، منتشر کرنے اور مغلوب کرنے کے لئے کم از کم طاقت صرف کی گئی اور زیادہ تر اشک آور گیس کا استعمال کیا گیا۔ چنانچہ حال میں ڈھاکہ کے اندر جو فسادات ہوئے انہیں اشک آور گیس بھی استعمال کی گئی۔ لیکن یو۔ پی۔ سی۔ پی۔ اور بہار وبمبئی کے متعلق کبھی نہیں سنا گیا کہ وہاں اشک آور گیس کا استعمال کیا گیا ہو۔ ادھر جھانسی میں صرف ڈھائی سو مسلمانوں کے ایک اجتماع پر بے تکلف گولیاں چلادی گئیں۔ ضرورت ہے کہ فسادات کے مواقع پر انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔

یوم سراج الدولہ

نواب سراج الدولہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی غاصبانہ دستبرد سے اپنے ملک کو محفوظ رکھنے کے لئے انتہائی جدوجہد سے کام لیا۔ اگر اپنے ہی آدمی غداری سے کام نہ لیتے تو پلاسی کے میدان کارزار میں ہندوستان کی تاریخ مختلف طور پر لکھی۔ بعض غلط نویس انگریز مورخوں نے نواب ممدوح پر بلیک ہول کے حادثہ کا الزام بھی لگایا اور اس کی ایک یادگار بھی کلکتہ میں قایم کردی گئی۔

یہ یادگار اب نابود ہوچکی ہے۔ اور یہ واقعہ بھی غلط ثابت ہوچکا ہے۔ کلکتہ کی مسلم اسٹوڈینٹس فیڈریشن نے ۳ر جولائی کا دن "یوم سراج الدولہ" منانے کیلئے مقرر کیا تھا۔ ہمیں مسرت کے ساتھ معلوم ہوا کہ بنگال اسٹوڈنٹس یونین نے بھی اس میں نہایت جوش کے ساتھ شرکت کی اور دونوں اقوام نے نہایت جوش کے ساتھ یہ دن منایا اور طول و عرض بنگال میں شاندار جلسے منعقد کئے گئے۔ اور بصیرت افروز تقریریں ہوئیں۔ کاش ہندو و مسلمان پورے ہندوستان میں اسی مظاہرۂ محبت و اتفاق کا اظہار کرتے۔

مسلمانوں کا سادہ مطالبہ

آل پوپی مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس میں سر سکندر حیات خاں نے جو معرکۃ الآرا تقریر کی اُس میں آپ نے مسلمانوں کے نصب العین کو مبنی برانصاف بتاتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا مطالبہ نہایت سادہ ہے۔ ہندوستان بہت وسیع ملک ہے جس میں مختلف اقوام آباد ہیں اور متعدد زبانیں بولی جاتی ہیں۔ سہولت کے لئے بارہا اس کی تقسیم ہوئی۔ مسلمانوں اور انگریزوں دونوں کے عہد میں اس تقسیم کی مثالیں موجود ہیں۔ ابھی ہمارے دیکھتے دیکھتے سندھ، اڑیسہ اور برما علیحدہ ہوچکے ہیں۔ ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں انھیں ان کے جائز حقوق حاصل ہوں۔ اور جن صوبوں میں ہندو اکثریت ہے یہی حقوق انھیں وہاں حاصل ہوں۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں چاہتے۔ اور یہی ہمارا نصب العین ہے۔"

اس پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ ایسے سادہ اور صاف مطالبہ کی مخالفت کرنا فی الواقعی حق و انصاف کے خلاف کھڑا ہونا اور ملک میں خانہ جنگی کی آگ بھڑکانا ہے۔

رفتارِ عالم

جنگ جرمنی و روس

اس ماہ کا اہم ترین واقعہ روس کے خلاف جرمنی کا اعلانِ جنگ ہے۔ حالانکہ اگست و ستمبر ۳۹ء میں جرمنی و روس کے مابین ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہونے کے متعلق معاہدات ہوچکے تھے۔ اس کے باوجود جرمنی نے روس کے خلاف چند الزامات تراش کر ۲۲ر جون ۴۱ء کو یورش کردی۔ اور ہندرہ سو میل کے محاذ پر شدت کے ساتھ جنگ شروع ہوگئی۔

اس محاذ کی وسعت کے پیش نظر بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہاں ہٹلر کو کامیابی نصیب نہیں ہوسکتی جو اب تک اسے دیگر محاذوں پر ہوتی رہی ہے۔ فرانس ضرور بہت بڑی قوت تھی۔ مگر وہ میجنولائن کی ناقابل تسخیر نوعیت پر انحصار کئے بیٹھی ہی اور جب جرمنی نے اسے اُس کے نازک حصہ کی جانب سے عبور کرکے فرانس کی وادیوں میں قدم رکھا تو اُس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ روس کی یہ حالت نہیں۔ اس کی اسٹالن لائن کوئی لائن نہیں۔ مجموعہ مورچہ بندیوں کا نام اسٹالن لائن رکھدیا گیا ہے۔ جس کی شکست و عدم شکست روسی حوصلہ مندیوں پر اثرانداز نہیں ہوسکتی۔

پھر روسی قوت بھی بے پناہ ہے۔ اس کی فضائی قوت کی فوقیت عظمت مسلم ہے۔ آبادی کروروں۔ وسعتیں بے اندازہ اور محاذ انتہائی طویل۔ مانا کہ جرمنی کی بری قوت بہت بڑی ہے۔ اور اس کے ٹینک بہت برق رفتار ہیں۔ مگر اتنے وسیع ملک میں انھیں دوڑانے کے لئے جس پٹرول کی ضرورت ہوگی اُس کے ذخائر جرمنی کہاں سے لائے گا۔ موسیو اسٹالن نے اعتراف کرلیا ہے کہ ہٹلر کی فوجیں لتھونیا پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئیں۔ لیٹویا کا بیشتر حصہ اِن کے قبضہ میں آگیا۔ یوکرین کے علاقے میں اِن کی فوجیں گھس آئی ہیں۔

اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ جرمنی کا حملہ اچانک ہوا اور روس کے کئی روز تو نظام بندی میں صرف ہوگئے اور وہ جرمنی کی برق رفتاری کا مقابلہ نہ کرسکے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ وہ منسک سے بھی آگے نکل کر اسٹالن لائن پر پہنچ گئے۔ لیکن اس کے بعد انکے قدم یک بیک رک گئے۔ روسیوں نے پوری شدت کے ساتھ ہر محاذ پر ان کا مقابلہ شروع کردیا۔ جنوب مشرقی یورپ میں جرمنی فوجوں کے عقب کے جنگل میں

آگ لگا دی، رسامانِ جنگ کی ذخیرہ اسٹیشن تباہ کر دی۔ پل اڑا دئے۔

جرمنی کا مقصد اس حملہ سے یوکرائن کے غلے اور باکو کے تیل پر قبضہ کرنا ہے جس کے لئے وہ تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے ہے۔ اب تک بالیقین وہ کامیاب ہوتا چلا گیا۔ مگر اب صورت حالات منقلب ہو رہی ہے۔ چونکہ روس کا یہ اقدام ہندوستان کے لئے بھی خطرہ کا باعث ہو سکتا ہے اور وہ قفقاز سے ایران میں اتر کر براہ بلوچستان ہندوستان پر حملہ کر سکتا ہے۔ اس لئے انگریزوں نے پہلے تو اس کی بر امداد کا یقین دلایا۔ اور پھر اس سے معاہدہ کر لیا۔ امریکہ نے بھی انگریزی تبلیغ میں امداد کا اعلان کر دیا۔

روسیوں کا منشاء و مقصد یہ ہے کہ وہ جرمنی قوت کو اپنی وسعتوں میں منتشر کر کے تباہ کر دیں۔ چنانچہ جو جرمنی ٹینک آگے بڑھ گئے ہیں اور دم وسته ہائے فوج آگے نکل آئے ہیں، وہ شدید مشکلات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ اگر انھیں رسد اور پٹرول نہ پہنچا تو چند روز ہی میں تباہ ہو جائیں گے۔ پچھلی فوج سے ان کے تعلقات منقطع ہو چکے ہیں۔ اسٹالن نے ہدایات جاری کر دی ہیں کہ باشندے فوراً علاقے خالی کر دیں۔ اور جو چیزیں ساتھ نہ لے جا سکیں انھیں تباہ کر دیں۔ چنانچہ لمبی سڑکیں، پل اور ذخائر تباہ کئے جا چکے ہیں۔

اسٹالن نے ماسکو خالی کر دینا شروع کر دیا ہے اور اس عزم کا اعلان کیا ہے کہ وہ کوہ یورال کے کسی دور دراز مقام میں بیٹھ کر اپنی افواج کو لڑائے گا۔ غرض جرمنوں کے لئے اب مشکلات کا دور شروع ہوا ہے۔ اور اگر سرما تک یہی حالت رہی جس کا اندازہ کیا جا رہا ہے تو پھر نپولین کی طرح ہٹلر کو بھی اس میدان میں ماسکو کے قریب شکست کھانی پڑے گی۔ دوسری طرف انگریز اور امریکہ بھی پوری طرح مسلح ہو کر مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

برطانی حملے برطانیہ نے بھی جرمنی پر مسلسل اور بے پناہ حملوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ شمالی فرانس کی بندرگاہوں اور مغربی جرمنی میں برلین، ہمبرگ، کولون اور ڈوزبرگ کے اسلحہ ساز اور صنعتی کارخانوں اور تیل کے ذخیروں پر دن رات حملے کئے جا رہے ہیں۔ اس مہینہ میں برطانیہ کے ۱۶۲ کے مقابلے میں جرمنی کے ۳۰۰ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ بعد کے حملوں میں تو برطانی نقصان کی تعداد جرمنی نقصان کے مقابلہ میں پانچ فیصدی بھی نہ رہی۔ روس میں بھی اس کے چار ہزار جہاز تباہ اور ڈھائی ہزار ٹینک برباد ہو چکے ہیں۔ اس مدت میں جرمنی کے تقریباً سوا سو جہاز غرق کئے گئے۔

ترکی و جرمنی معاہدہ حقیقت میں ترکی تدبر کی ایک عدیم المثال کامیابی ہے۔ اس میں ترکی نے جو اقرار کیا ہے وہ اس کی عام پالیسی کے عین مطابق ہے۔ البتہ جرمنی کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کم از کم ترکی کے معاملہ میں ہجوم و اقدام کی پالیسی ترک کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ یونان کی فتح کے بعد دنیا کو ترکی کی طرف سے بھی گونہ مایوسی ہو گئی تھی اور یہ خیال تھا کہ اب جرمنی ترکی کو بھی یا تو اپنے نظام میں داخل کرے گا یا پامال کر ڈالے گا۔

ترکی کے پاس ضرور قوت ہے۔ لیکن اتنی قوت نہیں کہ وہ بڑھ کر کسی بیرونی ملک سے ٹکرائے یا ایسی حالت میں جرمنی سے مقابلہ کر سکے کہ چاروں طرف سے گھر گیا ہو کہ یہ جنگ پھر وسائل کی جنگ ہے۔ دوست رہا زندگی نہیں۔ عام خیال تھا کہ جرمنی اب ترکی سے راستہ مانگے گا۔ اور اس کی حدود میں داخل ہو کر عراق و ایران کے پٹرول پر قبضہ کرنے کی سعی کریگا۔

لیکن ساتھ ہی جرمنی بھی سمجھتا تھا کہ ترکی، یوگوسلاویہ، یونان، فرانس اور ہالینڈ نہیں جسے یورش تر لقمۂ تر بنا سکے اور جلد فتح کر سکے۔ ترکوں کے بازوؤں میں پوری قوت اور دلوں میں پوری جرأت ہے۔ وہ اپنی بساط کے مطابق پوری طرح تیار بھی ہیں۔ انھیں اپنی دو تہائی قوت ضائع کئے بغیر فتح کر لینا آسان امر نہیں ہے۔ اسی لئے جرمنی ہیٹھ سمجھا گیا۔ اور اس نے اس کے ساتھ عدم تعرض باہمی کا معاہدہ کر لیا۔ ساتھ ہی ترکی نے جرمنی سے یہ بھی تسلیم کرا لیا کہ اس معاہدہ کا اثر اس کے سابقہ معاہدات پر نہیں پڑے گا۔

اس طرح گویا ہر طرح ترکی کی جیت رہی۔ وہ ایک طرف تو جرمنی حملہ سے محفوظ ہو گیا اور دوسری طرف برطانیہ کے ساتھ بھی اس کے تعلقات پر کوئی اثر نہ پڑا۔ جرمنی جانتا تھا کہ روس پر حملہ کی صورت میں معاہدہ کے مطابق اسے ترکی سے بھی لڑنا پڑے گا۔ اور اس سے لڑنا آسان امر نہیں کہ خود بھی طاقتور ہے علاوہ اس صورت میں وہ درۂ دانیال کھول کر برطانیہ اور امریکہ کو بھی بلا سکتا ہے۔ جرمنی نے اس معاہدہ سے اس خطرہ سے نجات حاصل کی اور روس پر فوراً حملہ کر دیا۔

ترکی کے لئے اس وقت بہترین پالیسی یہی ہے کہ وہ جنگ کے شعلوں سے اپنا دامن بچائے رہے اور سب کے ساتھ اس کے تعلقات قائم رہیں۔ لفظ اس پالیسی کے قیام میں اس کا تدبر کامیاب رہا ہے۔ اور دنیا اس کی اس ہوشمندانہ سیاست کا اعتراف کر رہی ہے۔

محاذِ شام کی حالت بہت بہتر ہے۔ برطانی افواج نے اس کے بہت بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور جو رہ گیا ہے وہ بھی عنقریب فتح ہو جانے والا ہے۔ بیروت پر بھی قبضہ ہو چکا ہے۔ یہاں برطانیہ نے شام کو آزاد کر کے ایک جدید عرب حکومت قائم کر دی ہے۔ کچھ بھی ہو، اس طرح شامیوں کو بھی آزادی کا موقعہ مل گیا، اور وہ بھی اب ممالک اسلامیہ کے اتحاد میں شامل ہونے کی سعی کر رہے ہیں۔ فرانسیسی فوجیں تیزی کے ساتھ فرار ہو رہی ہیں۔

حبشہ سے اطالوی طاقت کا تقریباً خاتمہ ہو چکا ہے۔ اٹلی کی جو مزاحم افواج کہیں کہیں باقی رہ گئی تھیں وہ بھی ہتھیار ڈال رہی ہیں۔

مشرق بعید و جاپان مشرق بعید و جاپان کی حالت میں بھی انقلاب رونما ہے۔ روس پر جرمنی کے حملہ سے جاپان بہت سراسیمہ ہو گیا ہے۔ صورت حالات پر غور کرنے کے لئے وزارت کے اجلاس برابر منعقد ہو رہے ہیں۔ دوسری مصیبت یہ ہے کہ امریکہ نے روس کی امداد کے لئے بحر الکاہل کی راہ سے سائبیریا کی بندرگاہ ولاڈی واسٹک میں سامانِ جنگ پہنچانے کا اعلان کیا ہے۔

جاپان جرمنی کے زور پر کود رہا تھا۔ تنہا وہ امریکہ اور برطانیہ کی قوت سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اس نے امریکہ کو سردست ایک انتباہ بھی کیا ہے۔

ہندوستان میں بھی زور شور سے جنگی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں۔ جا بجا فوجی کارخانے کھل چکے ہیں۔ جہاں ہر قسم کا سامانِ جنگ بڑی سرعت کے ساتھ تیار ہو رہا ہے۔ ٹینک، زرہ پوش گاڑیں، ہوائی جہاز اور توپیں سب کچھ یہیں تیار کئے جا رہے ہیں۔ جہاز سازی کا عظیم الشان کارخانہ بھی کھل گیا ہے۔ اور پہلا ہندوستانی جہاز سمندر میں ڈالا جا چکا ہے۔ جنرل ویول جیسے ماہر عسکریات اور زبردست سپہ سالار ہندوستان میں مامور ہو چکے ہیں۔ بالخصوص سرحدی مقامات کو نہایت مستحکم کر لیا گیا ہے۔

بلوچستان کی سرحد پر بھی بڑے انتظامات ہیں کہ اس طرف سے جرمنی کے حملے کا اندیشہ ہے۔ صنعتی اور عسکری اعتبارات سے جو ترقی ہندوستان نے گزشتہ دو سال میں کی ہے کہ وہ بحالات امن صدیوں میں بھی غیر ممکن تھی۔ غرض دنیا میں ہر طرف انقلاب کے جھکڑ چل رہے ہیں۔ ممالک کے نقشے اور حدود تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں۔ ہر طرف اضطراب و ہراس برپا ہے۔ اور کچھ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہونے والا ہے۔

سب سے بڑی جانکاہ تباہی کاغذ کی گرانی ہے۔ گورنمنٹ نے اخباری کاغذ بند کر دی۔ تو اور بھی گران ہو گیا۔ ایک ملاح حکومت سے احتجاج میں تو ہے نہیں۔ کیونکہ اس کے لئے سب سے اہم جنگی ضرورت ہیں۔ مولوی کے لئے تو آپ سب مل کر ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ پانسو ریم کا ہوا زائد کاغذ کا خرچ ہے۔ اگر آپ میں سے بہت والے اور احسان کرنے والے بھائی دو دو روپیہ اہوا پاس ایسی کتابیں یا قرآن شریف منگا لیا کریں۔ تو کم سے کم فی الحال تھوڑا سہارا مل جائے۔ آخر لڑنے والے کبھی تو تھک کر چور ہوں گے۔ برطانیہ امریکہ کے سہارے لڑ رہا ہے تو مولوی ہی آپ کی فیاضی پر آنکھیں لگائے بیٹھا ہے۔

صحیح بخاری شریف اُردو

(سلسلہ گذشتہ)

(۱۷۳۷) حضرت انس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اے اللہ جس قدر برکت تو نے مکہ میں رکھی ہے اس سے دوگنی مدینہ میں کردے۔

(۱۷۳۸) حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھ لیتے تو اپنی سواری کو تیز کر دیتے اور اگر گھوڑے پر ہوتے تو اُسے دوڑا دیتے۔ وجہ مدینہ کی محبت کے (اُن کی دیواروں کو دیکھکر شوق غالب ہوجاتا تھا)

باب - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات کو بُرا سمجھنا کہ مدینہ خالی کر دیا جائے (ثابت ہے)

(۱۷۳۹) حضرت انس کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو سلمہ (کے لوگوں) نے یہ ارادہ کیا کہ مسجد نبوی کے قریب گھر منتقل کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بُرا سمجھا کہ مدینہ خالی کر دیا جائے اور فرمایا کہ اے بنی سلمہ کیا تم اپنے قدموں کے نشانوں پر (جو مسجد میں آتے وقت زمین پر پڑتے ہیں) ثواب نہیں سمجھتے۔ بس وہ لوگ وہیں ٹھیر گئے۔

باب (اس باب میں کوئی خاص عنوان نہیں ہے)

(۱۷۴۰) حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان میں ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے اور میرا منبر (قیامت کے دن) میرے حوض پر ہوگا۔

(۱۷۴۱) حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کرکے) مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال کو بخار آگیا تو حضرت ابوبکر کی یہ عالت تھی کہ جب ان کو بخار چڑھتا تھا یہ کہتے تھے کل امرئ مصبح فی اھلہ + والموت ادنیٰ من شراک نعلہ اور حضرت بلال کی یہ حالت تھی کہ جب اُن کو بخار چڑھتا تھا تو وہ اپنی آواز بلند کرتے تھے الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ + بواد وحولی اذخر وجلیل۔ وھل اردن یوما میاہ مجنۃ + وھل یبدون لی شامۃ وطفیل اے اللہ لعنت کر شیبہ بن ربیعہ پر اور عتبہ بن ربیعہ پر اور اُمیہ بن خلف پر جیسا کہ انھوں نے ہمارے وطن سے ایک وبائی زمین کی طرف نکال دیا۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں ڈالدے جس طرح کہ ہم مکہ سے محبت رکھتے ہیں بلکہ اس سے زیادہ اے اللہ ہمارے صاع میں اور ہمارے مد میں برکت دے۔ اور مدینہ کی آب ہوا کو ہمارے لئے درست کر دے۔ اور اس کا اُس کا بخار جحفہ کی طرف بھیجدے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں جب ہم مدینہ میں آئے ہیں تو وہ اللہ کی زمینوں میں سب سے زیادہ وبائی زمین تھی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اُس وقت وادی بطحان میں بخل یعنی بدبودار پانی بہا کرتا تھا۔

(۱۷۴۲) حضرت عمر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الصوم

باب - رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (رمضان کے روزوں کی فرضیت

(۱۷۴۳) حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس کے سر کے بال پریشان تھے اُس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ نے مجھ پر کسقدر نماز فرض کی ہے آپ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں فرض کی ہیں ہاں اگر تو کچھ نفل پڑھے (تو وہ اور بات ہے) پھر اُس نے عرض کیا کہ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ نے کس قدر زکوٰۃ مجھ پر فرض کی ہے حضرت طلحہ کہتے ہیں پھر اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے تمام احکام سے آگاہ کیا تو اس نے کہا کہ اُسی کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بزرگی دی ہے کہ میں نہ کچھ زیادہ عبادت اپنی طرف سے کرونگا اور نہ جس قدر اللہ نے مجھ پر فرض کر دیا ہے اس سے کمی کروں گا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو کامیاب ہوگا۔ یا یہ فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو جنت میں داخل ہوگا۔

(۱۷۴۴) حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کے دن خود بھی روزہ رکھا اور اس کے روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا مگر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورے کا روزہ چھوڑدیا گیا اور حضرت عبد اللہ عاشورے کا روزہ نہ رکھتے تھے مگر یہ کہ اتفاق سے اُن کے روزہ رکھنے کے دن میں عاشورہ پڑجائے۔

(۱۷۴۵) حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ قریش (کے لوگ زمانہ) جاہلیت میں عاشورے کا روزہ رکھا کرتے تھے بعد اس کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے روزے کا حکم دیا یہاں تک کہ جب رمضان فرض ہوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاہے وہ اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے وہ نہ رکھے

باب روزے کی بزرگی کا بیان۔

(۱۷۴۶) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ (عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے) سپر ہے پس روزہ دار کو چاہیئے کہ فحش بات نہ کہے اور جہالت نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اُسے گالی دے تو اُسے چاہیئے کہ دو مرتبہ کہدے کہ میں روزہ دار ہوں قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے (اللہ فرماتا ہے کہ) روزہ دار اپنا کھانا پینا اور اپنی خواہش میرے لئے چھوڑ دیتا ہے روزہ میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دونگا

کتاب الفقہ

پردہ۔ اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے۔

(از حضرت ابو الاعلیٰ صاحب مودودی)

قوانینِ فطرت

فطرت نے تمام انواع کی طرح انسان کو بھی۔ زوجین، یعنی دو ایسی صنفوں کی صورت میں پیدا کیا ہے جو ایک دوسرے کی جانب طبعی میلان رکھتی ہیں مگر دوسری انواع حیوانی کا جس حد تک مطالعہ کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اس صنفی تقسیم اور اس طبعی میلان کا مقصد محض بقائے نوع ہے، اسی لئے ان میں یہ میلان صرف اُس حد تک رکھا گیا ہے جو بہر نوع کے بقا کے لئے ضروری ہے، اور ان کی جبلت میں ایسی قوت ضابطہ رکھدی گئی ہے جو انھیں صنفی تعلق میں اُس حدِ مقرر سے آگے نہیں بڑھنے دیتی۔ اس کے برعکس انسان میں یہ میلان غیر محدود، غیر منضبط اور تمام دوسری انواع سے بڑھا ہوا ہے۔ اُس کے لئے وقت اور موسم کی کوئی قید نہیں۔ اس کی جبلت میں کوئی ایسی قوت ضابطہ بھی نہیں جو اسے کسی حد پر روک دے۔ مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف جذب وانجذاب اور صنفی کشش کے غیر محدود اسباب فراہم کئے گئے ہیں۔ ان کے قلب میں صنفی محبت اور عشق کا ایک زبردست داعیہ رکھا گیا ہے۔ اُن کے جسم کی ساخت اور اس کے تناسب، اور اس کے رنگ روپ اور اس کے لمس، اور اس کے ایک ایک جز میں صنفِ مقابل کے لئے کشش پیدا کر دی گئی ہے۔ ان کی آواز، رفتار، انداز و ادا ہر ایک چیز میں کھینچ لینے کی قوت بھر دی گئی ہے اور گرد وپیش کی دنیا میں بھی بیشمار ایسے اسباب پھیلا دئے گئے ہیں جو دونوں کے داعیاتِ صنفی کو حرکت میں لاتے اور انھیں ایک دوسرے کی طرف مائل کرتے ہیں ہوا کی سرسراہٹ۔ پانی کی روانی، سبزہ کا رنگ۔ پھولوں کی خوشبو۔ پرندوں کے چہچہے۔ فضا کی گھٹائیں، شب ماہ کی لطافتیں، غرض جمالِ فطرت کا کوئی منظر اور حسنِ کائنات کا کوئی جلوہ ایسا نہیں جو بالواسطہ یا بلا واسطہ اس تحریک کا سبب نہ بنتا ہو۔

پھر انسان کے نظامِ جسمانی کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ اُس میں طاقت کا جو زبردست خزانہ رکھا گیا ہے وہ بیک وقت قوتِ حیات اور قوتِ عمل بھی ہے۔ اور صنفی تعلق کی قوت بھی۔ وہی غدود Glands جو اُس کے اعضاء کو جیون رس (Harmon) بہم پہنچاتے ہیں، اور اُس میں صنفی تعلق کی قوت پیدا کریں۔ اس قوت کو حرکت میں لانے والے جذبات کو نشو ونما دیں۔ ان جذبات کو اُبھارنے کے لئے حسن اور روپ اور نکھار اور بھبن کے گوناگوں آلات بہم پہنچائیں اور ان آلات سے متاثر ہونے کی قابلیت اُس کی آنکھوں اور کانوں کے اور اسکی شامہ اور لامسہ حتیٰ کہ اس کی قوتِ متخیلہ تک میں فراہم کردیں۔

قدرت کی یہی کارفرمائی انسان کے قوائے نفسانی میں بھی نظر آتی ہے۔ اس کے نفس میں جتنی محرک قوتیں پائی جاتی ہیں ان سب کا رشتہ دو زبردست داعیوں سے ملتا ہے۔ ایک وہ داعیہ جو اسے خود اپنے وجود کی حفاظت اور اپنی ذات کی خدمت پر اُبھارتا ہے۔ دوسرا وہ داعیہ جو اس کو اپنے مقابل کی صنف سے تعلق پر مجبور کرتا ہے۔ شباب کے زمانہ میں جبکہ انسان کی عملی قوتیں اپنے پورے عروج پر ہوتی ہیں یہ دوسرا داعیہ اتنا قوی ہوتا ہے کہ بسا اوقات پہلے داعیہ کو دبا لیتا ہے اور اس کے اثر سے انسان اس قدر مغلوب ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی جان تک دیدینے اور اپنے آپ کو جانتے بوجھتے ہلاکت میں ڈال دینے میں بھی تامل نہیں ہوتا۔

تمدن کی تخلیق میں صنفی کشش کا اثر

یہ سب کچھ کس لئے ہے؟ کیا محض بقائے نوع کے لئے؟ نہیں۔ کیونکہ نوعِ انسانی کو باقی رکھنے کے لئے اُس قدر تناسل کی بھی ضرورت نہیں ہے جس قدر مچھلی اور بکری اور ایسی ہی دوسری انواع کے لئے ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ فطرت نے ان سب انواع سے زیادہ صنفی میلان انسان میں رکھا ہے اور اس کے لئے سب سے زیادہ اسباب تحریک فراہم کئے ہیں؟ کیا یہ محض انسان کے لطف اور لذت کے لئے ہے؟ یہ بھی نہیں۔ فطرت نے کہیں بھی لطف اور لذت کو مقصود بالذات نہیں بنایا ہے۔ وہ تو کسی بڑے مقصد کی خدمت پر انسان اور حیوان کو مجبور کرنے کے لئے لطف اور لذت کو محض چاشنی کے طور پر لگا دیتی ہے تاکہ وہ اس خدمت کو غیر کا نہیں بلکہ اپنا کام سمجھ کر انجام دیں۔ اب غور کیجئے کہ اس معاملہ میں کونسا بڑا مقصد فطرت کے پیش نظر ہے؟ آپ جتنا غور کریں گے کوئی اور وجہ اس کے سوا سمجھ میں نہ آئے گی کہ فطرت، دوسری تمام انواع کے بخلاف، نوعِ انسانی کو متمدن بنانا چاہتی ہے۔

اسی لئے انسان کے قلب میں صنفی محبت اور عشق کا جو داعیہ رکھا گیا ہے وہ محض جسمانی اتصال اور فعل تناسل ہی کا تقاضہ نہیں کرتا بلکہ ایک دائمی معیت اور قلبی وابستگی اور روحانی لگاؤ کا مطالبہ کرتا ہے۔

اسی لئے انسان میں صنفی میلان، اس کی واقعی قوتِ مباشرت سے بہت زیادہ لگاؤ رکھا گیا ہے۔ اس میں جتنی خواہش اور جتنی صنفی کشش رکھی گئی ہے اگر اسی نسبت سے بلکہ ایک اور دس کی نسبت سے بھی وہ فعل تناسل کا ارتکاب کرے تو اس کی صحت جواب دے دے اور عمر طبعی کو پہنچنے سے پہلے ہی اس کی جسمانی قوتیں ختم ہو جائیں۔ یہ بات اس

امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ انسان میں صنفی کشش کی زیادتی کا مقصود یہ نہیں ہے کہ وہ تمام حیوانات سے بڑھ کر صنفی عمل کرے، بلکہ اس سے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرنا اور ان کے باہمی تعلق میں استمرار و استقلال پیدا کرنا ہے۔

اسی لئے عورت کی فطرت میں صنفی خواہش کے ساتھ ساتھ شرم و حیا اور تمانع و فرار اور رکاوٹ کا مادّہ رکھا گیا ہے جو کم و بیش ہر عورت میں پایا جاتا ہے۔ یہ فرار اور منع کی کیفیت اگرچہ دوسرے حیوانات کے اناث میں بھی نظر آتی ہے۔ مگر انسان کی صنف اناث میں اس کی قوت و کمیت بہت زیادہ ہے اور اس کو جذبۂ شرم و حیا کے ذریعہ سے اور زیادہ شدید کر دیا گیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں صنفی مقناطیسیت کا مقصد ایک مستقل وابستگی ہے۔ نہ یہ کہ ہر صنفی کشش ایک صنفی عمل پر منتج ہو۔

اسی لئے انسان کے بچے کو تمام حیوانات کے بچوں سے زیادہ کمزور اور بے بس پیدا کیا گیا ہے۔ بخلاف دوسرے حیوانات کے انسان کا بچہ کئی سال تک ماں باپ کی حفاظت اور تربیت کا محتاج ہوتا ہے اور اس میں اپنے کو سنبھالنے اور اپنی مدد آپ کرنے کی قابلیت بہت دیر میں پیدا ہوتی ہے۔ اس سے بھی یہ مقصود ہے کہ عورت اور مرد کا تعلق محض تعلق صنفی کی حد تک نہ رہے بلکہ اس تعلق کا نتیجہ ان کو باہمی تعاون اور تعامل پر مجبور کر دے۔

اسی لئے انسان کے دل میں اولاد کی محبت تمام حیوانات سے زیادہ رکھی گئی ہے۔ حیوانات ایک قلیل مدت تک اپنے بچوں کی پرورش کرنے کے بعد ان سے الگ ہو جاتے ہیں۔ پھر ان میں کوئی تعلق باقی نہیں رہتا بلکہ وہ ایک دوسرے کو پہچانتے بھی نہیں۔ بخلاف اس کے انسان ابتدائی پرورش کا زمانہ گذر جانے کے بعد بھی اولاد کی محبت میں گرفتار رہتا ہے تمام عمر گرفتار رہتا ہے، حتیٰ کہ یہ محبت اولاد کی اولاد تک منتقل ہوتی ہے اور انسان کی خود غرض حیوانیت اس محبت کے اثر سے اس درجہ مغلوب ہو جاتی ہے کہ وہ جو کچھ اپنی ذات کے لئے چاہتا ہے اس سے زیادہ اپنی اولاد کے لئے چاہتا ہے۔ اور اس کے دل میں اندر سے یہ اُمنگ پیدا ہوتی ہے کہ اپنی حدِ امکان تک اولاد کے لئے بہتر سے بہتر اسباب زندگی بہم پہنچائے اور اپنی محنتوں کے نتائج ان کے لئے چھوڑ جائے۔ اس شدید جذبۂ محبت کی تخلیق سے فطرت کا مقصد صرف یہی ہو سکتا ہے کہ عورت اور مرد کے صنفی تعلق کو ایک دائمی رابطہ میں تبدیل کر دے۔ پھر اس دائمی رابطہ کو ایک خاندان کی ترکیب کا ذریعہ بنائے۔ پھر خونی رشتوں کی محبت کا سلسلہ بہت سے خاندانوں کو مصاہرت کے تعلق سے مربوط کرتا چلا جائے۔ پھر محبتوں اور محبوبوں کا اشتراک ان کے درمیان تعاون اور معاملت کا تعلق پیدا کر دے اور اس طرح ایک نظامِ تمدن وجود میں آجائے۔

تمدن کا بنیادی مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ صنفی میلان جو انسانی جسم کے ریشے ریشے اور اس کے قلب و روح کے گوشے گوشے میں رکھا گیا ہے۔ اور جس کی مدد کے لئے بڑے وسیع پیمانے پر کائنات کے چپے چپے میں اسباب و محرکات فراہم کئے گئے ہیں۔ اس کا مقصد انسان کی انفرادیت کو اجتماعیت کی طرف مائل کرنا ہے فطرت نے اس میلان کو تمدن انسانی کی اصلی قوت محرکہ بنایا ہے۔ اسی میلان و کشش کے ذریعہ سے نوعِ انسانی کی دونوں صنفوں میں وابستگی پیدا ہوتی ہے اور پھر اس وابستگی سے اجتماعی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔

جب یہ امر متحقق ہو گیا تو یہ بات بھی آپ سے آپ ظاہر ہو گئی کہ عورت اور مرد کے تعلق کا مسئلہ دراصل تمدن کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اور اسی کے صحیح حل پر تمدن کی اصلاح و فساد اور اس کی بہتری و بتری اور اس کے استحکام و ضعف کا انحصار ہے۔ نوعِ انسانی کے ان دونوں حصوں میں ایک تعلق حیوانی (یا بالفاظ دیگر خالص صنفی اور سراسر شہوانی) ہے جس کا مقصود بقائے نوع کے سوا کچھ نہیں۔ اور دوسرا تعلق انسانی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دونوں مل کر مشترک اغراض کے لئے اپنی اپنی استعداد اور اپنی اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق تعاون کریں۔ اس تعاون کے لئے ان کی صنفی محبت ایک واسطۂ اتصال کے طور پر کام دیتی ہے۔ اور یہ حیوانی و انسانی عناصر، دونوں مل کر بیک وقت ان تمدن کا کاروبار چلانے کی خدمت بھی کرتے ہیں۔ اور اس کاروبار کو جاری رکھنے کے لئے مزید افراد فراہم کرنے کی خدمت بھی۔ تمدن کی صلاح و فساد کا مدار اس پر ہے کہ ان دونوں عناصر کا امتزاج نہایت متناسب و معتدل ہو۔

مدنیتِ صالحہ کے لوازم

آیئے اب ہم اس مسئلہ کا تجزیہ کر کے یہ معلوم کریں کہ ایک صالح تمدن کے لئے عورت اور مرد کے حیوانی اور انسانی تعلق میں معتدل اور متناسب امتزاج کی صورت کیا ہے اور اس امتزاج پر بے اعتدالی کی کن کن صورتوں کے عارض ہونے سے تمدن فاسد ہو جاتا ہے۔

(۱)

میلان صنفی کی تعدیل سب سے اہم اور مقدم سوال خود اس صنفی کشش اور میلان کا ہے کہ اس کو کس طرح قابو میں رکھا جائے۔ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ انسان کے اندر یہ میلان تمام حیوانات سے زیادہ طاقتور ہے۔ نہ صرف یہ کہ انسانی جسم کے اندر صنفی تحریک پیدا کرنے والی قوتیں زیادہ شدید ہیں۔ بلکہ باہر بھی اس وسیع کائنات میں ہر طرف بے شمار صنفی محرکات پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ چیز جس کے لئے فطرت نے خود ہی اتنے انتظامات کر رکھے ہیں، اگر انسان بھی اپنی توجہ اور قوت ایجاد سے کام لے کر اس کو بڑھانے اور ترقی دینے کے اسباب مہیا کرنے لگے، اور ایسا طرزِ تمدن اختیار کرے جس میں اس کی صنفی پیاس بڑھتی چلی جائے اور پھر اس پیاس کو بجھانے کی آسانیاں بھی پیدا کی جاتی رہیں، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ حدِ مطلوب سے بہت زیادہ

متجاوز ہو جائے گی۔ انسان کا حیوانی عنصر اس کے انسانی عنصر پر پوری طرح غالب ہو جائے گا۔ اور یہ حیوانیت اس کی انسانیت اور اس کے تمدن دونوں کو لے جائے گی۔

صنفی تعلق اور اس کے مبادی اور محرکات میں سے ایک ایک چیز کو فطرت نے لذیذ بنایا ہے۔ مگر جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں فطرت نے یہ لذت کی چاٹ محض اپنے مقصد یعنی تعمیر تمدن کے لئے لگائی ہے۔ اس چاٹ کا حد سے بڑھ جانا اور اسی میں انسان کا منہمک ہو جانا نہ صرف تمدن بلکہ خود انسان کی بھی تخریب و ہلاکت کا موجب ہو سکتا ہے، ہو رہا ہے۔ اور بار بار ہو چکا ہے۔ جو قومیں تباہ ہو چکی ہیں ان کے آثار اور ان کی تاریخ کو دیکھئے۔ شہوانیت ان میں حد سے متجاوز ہو چکی تھی۔ اُن کے لٹریچر اسی قسم کے ہیجان انگیز مضامین سے لبریز پائے جاتے ہیں۔ انکے تخیلات۔ ان کے افسانے، ان کے اشعار ان کی تصویریں۔ ان کے مجسمے۔ ان کے عبادت خانے ان کے محلات سب کے سب اس پر شاہد ہیں۔ جو قومیں اب تباہی کی طرف جا رہی ہیں ان کے حالات بھی دیکھ لیجئے۔ وہ اپنی شہوانیت کو آرٹ اور ادبِ لطیف، اور ذوقِ جمال اور ایسے کتنے ہی خوشنما اور معصوم ناموں سے موسوم کر لیں مگر تعبیر کے بدل جانے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ یہ کیا چیز ہے کہ سوسائٹی میں عورت کو عورتوں سے زیادہ مرد کی صحبت اور مرد کو مردوں سے زیادہ عورت کی معیت مرغوب ہے؟ یہ کیوں ہے کہ عورتوں اور مردوں میں تزئین و آرائش کا ذوق بڑھتا چلا جا رہا ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے کہ مخلوط سوسائٹی میں عورت کا جسم لباس سے باہر ہوا جاتا ہے؟ وہ کونسی شے ہے جس کے سبب سے عورت اپنے جسم کے ایک ایک حصے کو کھول کھول کر پیش کر رہی ہے اور مردوں کی طرف سے ہل من مزید کا تقاضا ہے؟ اس کی کیا علت ہے کہ برہنہ تصویریں، ننگے مجسمے اور عریاں ناچ سب سے زیادہ پسند کئے جاتے ہیں؟ اس کا کیا سبب ہے کہ سینما میں اُس وقت تک لطف ہی نہیں آتا جب تک کہ عشق و محبت کی چاشنی نہ ہو، اور اس پر صنفی تعلقات کے بہت سے قولی اور فعلی مبادی کا اضافہ نہ کیا جائے؟ یہ اور ایسے ہی بہت سے مظاہر اگر شہوانیت کے مظاہر نہیں تو کس چیز کے ہیں؟ جس تمدن میں ایسا غیر معتدل شہوانی ماحول پیدا ہو جائے اس کا انجام تباہی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

ایسے ماحول میں صنفی میلان کی کثرت، اور پیہم ہیجان اور مسلسل تحریک کی وجہ سے ناگزیر ہے کہ نسلیں کمزور ہو جائیں۔ جسمانی اور عقلی قوتوں کا نشو و نما بگڑ جائے، قوائے ذہنی پراگندہ ہو جائیں[1]۔ فواحش کی کثرت ہو۔ امراض خبیثہ کی وبائیں پھیلیں۔ منع حمل اور اسقاطِ حمل اور قتلِ اطفال جیسی تحریکیں وجود میں آئیں، مرد اور عورت بہائم کی طرح ملنے لگیں بلکہ فطرت نے ان کے اندر جو صنفی میلان تمام حیوانات سے بڑھ کر رکھا ہے اس کو وہ مقاصدِ فطرت کے خلاف استعمال کریں اور اپنی بہیمیت میں تمام حیوانات سے بازی لے جائیں حتیٰ کہ بندروں اور بکروں کو بھی مات کر دیں۔ لامحالہ ایسی شدید حیوانیت انسانی تمدن و تہذیب بلکہ خود انسانیت کو بھی غارت کر دیگی،

اور جو لوگ اس میں مبتلا ہوں گے اُن کا اخلاقی انحطاط ان کو ایسی پستی میں گرائے گا جہاں سے وہ پھر کبھی نہ اُٹھ سکیں گے۔

ایسا ہی انجام اُس تمدن کا بھی ہوگا جو تفریط کا پہلو اختیار کرے گا۔ جس طرح صنفی میلان کو حدِ اعتدال سے بڑھانا مضر ہے۔ اسی طرح اس کو حد سے زیادہ دبانا اور کچل دینا بھی مضر ہے۔ جو نظامِ تمدن انسان کو سنیاس اور برہمچریہ اور رہبانیت کی طرف لیجانا چاہتا ہے۔ وہ فطرت سے لڑتا ہے اور فطرت اپنے مدمقابل سے کبھی شکست نہیں کھاتی۔ بلکہ خود اسی کو توڑ کر رکھدیتی ہے۔ خالص رہبانیت کا تصور تو ظاہر ہے کہ کسی تمدن کی بنیاد بن ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ دراصل تمدن و تہذیب کی نفی ہے۔ البتہ ایسے تصورات کو دلوں میں راسخ کر کے نظامِ تمدن میں ایک ایسا غیر صنفی ماحول ضرور پیدا کیا جا سکتا ہے جس میں صنفی تعلق کو بذاتِ خود ایک ذلیل، قابلِ نفرت اور گھناؤنی چیز سمجھا جائے۔ اس سے پرہیز کرنے کو معیارِ اخلاق قرار دیا جائے۔ اور ہر ممکن طریقے سے اس میلان کو دبانے کی کوشش کی جائے۔ مگر صنفی میلان کا دبنا دراصل انسانیت کا دبنا ہے۔ وہ اکیلا نہیں دبے گا۔ بلکہ اپنے ساتھ انسان کی ذہانت اور قوتِ عمل اور عقلی استعداد اور حوصلہ و عزم، اور ہمت و شجاعت سب کو لیکر دب جائیگا۔ اس کے دبنے سے انسان کی ساری قوتیں ٹھٹھر کر رہ جائیں گی۔ اس کا خون سرد اور منجمد ہو جائیگا۔ اُس میں اُبھرنے کی کوئی صلاحیت باقی نہیں رہے گی۔ کیونکہ انسان کی سب سے بڑی محرک طاقت یہی صنفی طاقت ہے۔

پس صنفی میلان کو افراط و تفریط سے روک کر توسط و اعتدال کی حالت پر لانا اور اسے ایک مناسب ضابطے سے منضبط کرنا ایک صالح تمدن کا اولین فریضہ ہے۔ اجتماعی زندگی کا نظام ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ ایک طرف غیر معتدل ہیجان و تحریک کے اُن تمام اسباب کو روک دے جن کو انسان خود اپنے ارادے اور اپنی لذت پرستی سے پیدا کرتا ہے، اور دوسری طرف فطری ہیجانات کی تسکین و تشفی کے لئے ایسا راستہ کھول دے جو خود منشاءِ فطرت کے مطابق ہو۔

---

[1] ایک ڈاکٹر لکھتا ہے "بلوغ کے آغاز کا زمانہ بڑے اہم تغیرات کے ساتھ آتا ہے۔ نفس اور جسم کے مختلف افعال میں اس وقت ایک انقلابی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور تمام حیثیتوں سے عام نشو و نما ہوتا ہے۔ آدمی کو اس وقت ان تغیرات کو برداشت کرنے اور اس نشو و نما کو حاصل کرنے کیلئے اپنی تمام قوت درکار ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے بیماریوں کے مقابلہ کی طاقت اس زمانہ میں آدمی کے اندر بہت کم ہوتی ہے۔ عام نشو و نما۔ اعضا کی ترقی اور نفسی و جسمانی تغیرات کا یہ طویل عمل جس کے بعد آدمی بچہ سے جوان بنتا ہے ایک ایسا تھکا دینے والا عمل ہے جس کے دوران میں طبیعت انتہائی جد و جہد میں مصروف ہوتی ہے۔ اس حالت میں اس پر کوئی غیر معمولی بار ڈالنا جائز نہیں۔ خصوصاً صنفی عمل اور شہوانی ہیجان تو اس کے لئے تباہ کن ہے"۔ ایک مشہور جرمن عالمِ نفسیات و عمرانیات لکھتا ہے "صنفی اعضا کا تعلق چونکہ لذت اور جوش کے غیر معمولی ہیجانات کے ساتھ ہے۔ اس وجہ سے یہ اعضا ہماری ذہنی قوتوں میں سے ایک بڑا حصہ اپنی طرف جذب کر لینے یا بالفاظ دیگر ان پر ڈاکہ مار دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ اگر انھیں غلبہ حاصل ہو جائے تو یہ آدمی کو

تذکرۃ الصحابہ

حضرت ابو سعید خدریؓ

اجتنابِ شکوۂ افلاس نے امیر بنا دیا

اسلام۔ اور عقرب گزیدہ سردار کی جھاڑ پھونک مدینہ منورہ میں بیعت عقبہ سے تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اس کے فوراً بعد آپ کے والدین اسلام لے آئے اور آپ نے انہی کے آغوش میں پرورش پائی۔ حضور نبی کریمؐ نے مدینہ منورہ آکر مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی تو آپ نے اس میں والہانہ حصہ لیا۔ حالانکہ ابھی کمسنی ہی کا زمانہ تھا۔ دوسری سنہ ہجری میں غزوہ بدر پیش آیا جس میں کم عمری کی وجہ سے شرکت کا موقعہ نہ مل سکا۔ دل میں جوش تھا۔ تیرہ سال کی عمر تھی۔ غزوۂ احد کی تیاریاں شروع ہوئیں تو باپ کے ساتھ خود بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ باپ کی بھی منشا تھی۔ حضورؐ نے سر سے پاؤں تک نظر ڈالی اور فرمایا نہیں یہ بچہ ہے۔ میں اسے شرکتِ جنگ کی اجازت نہیں دے سکتا۔ باپ لڑے اور اسی غزوہ میں شہادت پائی۔ غزوہ مصطلق اور غزوۂ خندق میں عمر پندرہ سال کی ہو چکی تھی۔ دونوں میں لڑے آپ ایک سریہ کے امیر ہو کر تیس آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے ایک جگہ خیمہ زن ہو کر قریب کے گاؤں والوں کو کہلا بھیجا کہ ہم لوگ آپ کے مہمان ہیں۔ ہمارے کھانے کا انتظام ہونا چاہیئے۔ انہوں نے ضیافت سے صاف انکار کر دیا۔ خدا کی قدرت تھی کہ سردار قبیلہ کے ایک زہریلے بچھو نے ڈنک مارا۔ جس کے علاج کے جملہ امکانی تدابیر عمل میں لائی گئیں۔ مگر ذرہ برابر بھی فائدہ نہ ہوا۔ مجبور ہو کر چند لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ جو قریب ہی ٹھہرے ہوئے ہیں رسول اللہؐ کے صحابی ہیں، ان سے جا کر امداد لینی اور کوئی تدبیر کرانی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا بیشک میں اس بچھو کو اتار سکتا ہوں۔ لیکن معاوضہ لوں گا۔ جو تیس بکریوں سے کم کسی صورت میں نہ ہوگا۔ وہ راضی ہو گئے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر جائے ماؤف پر صرف الحمد شریف دم کر کے تھوک لگا دیا۔ پوری صحت ہو گئی۔ آپ تیس بکریاں لے کر واپس ہوئے تو سب کو یہ خیال ہوا کہ خدا معلوم یہ بکریاں جائز بھی ہیں یا نہیں۔ چنانچہ بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہو کر آپ نے اس کے جواز کے متعلق پوچھا۔

حضورؐ یہ سنکر مسکرائے اور فرمایا تمہیں سورۂ فاتحہ کی یہ تاثیر کیونکر معلوم ہوئی۔ بہر کیف تم نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ ان بکریوں کو باہم تقسیم کر لو اور میرا بھی حصہ لگاؤ۔ (صحیح بخاری)

حرمِ رسولؐ میں قتل و غارتگری غرض جتنے بھی غزوات ہوئے آپ نے سب میں شرکت کی۔ عہد صدیقی میں آپ کی کسی سرگرمی کے متعلق تاریخ خاموش ہے۔ البتہ اتنا مسلم ہے کہ عہدِ فاروقی و عثمانی میں آپ مسندِ افتا پر متمکن رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد میں آپ نے مجاہدانہ جوش سے کام لیا۔ علوی لشکر میں شامل ہو کر بمقام نہروان خارجیوں سے شدت کے ساتھ لڑے اور داد شجاعت دی فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں سے جنگ کرنا ترکوں کے خلاف جنگ کرنے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

جب جگر گوشہ نبی حضرت امام حسینؓ مدینہ منورہ سے روانہ ہونے لگے ہیں اور بیعت کے لئے سنہ ۶۰ھ میں یزید کی طرف سے آپ پر زور دیا گیا ہے تو آپ نے نیاز مندانہ حاضر ہو کر عرض کی تھی کہ آپ حرم رسول کو نہ چھوڑیں اور یہیں قیام فرما کر واقعات کی رفتار کا مقابلہ کریں۔ بہت سعی کی سمجھایا۔ منت بھی کی۔ مگر حضرت امامؓ نے اس وقت آپ کی بات نہ سنی۔ شہادت کے واقعہ ہائلہ کے بعد جب حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے علم خلافت بلند کیا تو آپ نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔

سنہ ۶۳ھ میں یزید کی بد اعمالیوں اور سختیوں سے تنگ آکر اس کے خلاف علم مخالفت بلند کیا۔ اس تحریک کے قائد حضرت عبد اللہ بن حنظلہؓ تھے۔ جن کے ہاتھ پر سب نے بیعت کر لی۔ یزید کے لشکر سے بڑا سخت اور خونریز مقابلہ ہوا۔ حضرت عبد اللہؓ شامیوں سے پوری شجاعت و جانبازی کے ساتھ لڑے اور شہید ہو گئے۔ اس جنگ میں حرم رسولؐ کی جو بیحرمتی اور تباہی رونما ہوئی وہ صد درجہ المناک تھی۔ کوچہ و برزن انسانی خون سے لالہ زار بن گئے۔ کوئی مکان ایسا نہ تھا جو لٹا نہ ہو۔ انتہا یہ ہے کہ اس مقدس مقام کی پردگیانِ عفاف کی ناموس پر بھی وحشیانہ حملے کئے گئے۔ اور یہ حملہ آور غیر مسلم نہیں مسلم ہی تھے۔ اور انہی کی اُمت تھے جنھوں نے اسے حرم قرار دیا تھا۔

خدائے قدوس سے پناہ مانگنی چاہیئے جب دلوں پر مہریں لگ جاتی ہیں اور انسان اپنی وحشت کے مظاہرہ پر اتر آتا ہے تو اس سے وہ مکروہ ترین افعال صدور میں آتے ہیں، جن سے شیاطین بھی شرما جاتے ہیں۔ جگر گوشۂ نبیؐ اور اہلبیت اطہار کے حلق پر چھری چلانے اور انھیں انتہائی اذیت و اضطرار میں شہید کرنے والے مسلمان ہی تھے۔ خانہ کعبہ میں جنگی منجنیقوں نے آگ لگائی وہ بھی فرزندانِ توحید تھے۔ اور اس موقعہ پر حرم رسولؐ کو جن ہاتھوں نے سلب و نہب اور قتل و غارتگری کا مرکز بنایا وہ ہاتھ بھی مسلمانوں کے ہی ہاتھ تھے۔

یزیدیوں کے ہاتھوں گرفتاری اور وفات صحابہ کرامؓ کی تعداد زیادہ نہ تھی اور جو تھے وہ اس قتل و غارت پر خون کے آنسو بہا رہے تھے ان کی آنکھوں سے یہ دلدوز نظارہ دیکھا نہ جاتا تھا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ شہر سے نکل کر پہاڑ کی ایک کھوہ میں روپوش ہو گئے۔ شامی چپہ چپہ پر پھیلے ہوئے تھے۔

ایک شامی برہنہ شمشیر لئے ہوئے وہاں بھی پہونچ گیا۔ آپ بھی مقابلہ پر تیار ہوگئے مگر پھر ایک آیت پڑھی اور یہ کہہ کر میں خدا کے خوف کے باعث تم سے کچھ نہیں کہتا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ آپ صحابی رسولؐ ہیں تو اُسے بھی کچھ خیال آگیا، اور آپ کو وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ مکان پر آئے تو دوسرے دن پھر ایک محشر برپا تھا۔ لوگ آپ کو بھی گرفتار کرکے یہ سال رشام کے پاس لیگئے جس پر آپ نے یزید کی خلافت پر بیعت کرلی۔ اور اس طرح شامی سونٹوں کی گرفت سے چھٹکارا پاکر واپس مکان تشریف لائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ سنکر اعتراض کیا۔ بولے کیا کروں، شامی پکڑ کر لے گئے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ مسلمان کے شب و روز کسی امیر کی بیعت کے بغیر نہ گذرنے چاہئیں۔ فرمایا یہ تو صحیح ہے مگر دو امیروں کی بیعت بھی پسندیدہ نہیں۔ آخر ۸۸ سال کی عمر میں اتنے ضعیف ہوگئے کہ ہاتھوں میں رعشہ آگیا تھا آپ نے عزیز دوں بریں کی طرف رحلت کی۔ دو بیویاں سے بطن سے جن کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی تین صاحبزادے عبدالرحمن محمد، اور سعید چھوڑے۔

فقہ میں کمال و شہرت و حق گوئی

یوں تو آپ کو علم تمام علوم مروجہ میں کچھ نہ کچھ دخل رکھتے تھے۔ مگر فقہ میں آپ کو خصوصیت کے ساتھ دستگاہ کامل حاصل تھی۔ اور اپنے عہد کے زبردست اور یگانہ فقیہہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ احادیث میں بڑا مرتبہ تھا۔ روایات کی تعداد (۱۱۷۰) تک پہنچی ہوئی تھی۔

آپ کی درسگاہ بھی کافی شہرت کی سرمایہ دار تھی طلبا کا ہجوم رہتا تھا اور بہت سے اکابر نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق گوئی کی تاکید کرتے ہوئے سنا ہے کاش میں نہ سنتا۔ ایک دفعہ ایک حدیث کا ذکر دوران گفتگو میں آگیا تو آنکھوں سے بیساختہ آنسو نکل پڑے اور بولے واقعی یہ حدیث تو میں نے سنی ہے۔ لیکن اس کا دلی افسوس ہے کہ مجھ سے اس پر عمل بالکل نہ ہوسکا۔"

صحابہ کرامؓ کی تو یہ حالت تھی کہ ایک ایک حدیث کے متعلق اپنی جزوی بےعملی پر آبدیدہ ہوجاتے تھے۔ اور بہت رنج محسوس کرتے تھے۔ اور ایک اس عہد کے مسلمان ہیں کہ قرآن کریم کے اصولی احکام پر عمل نہیں کرتے اور پھر پوری ڈھٹائی کے ساتھ زبان کشا ہوتے ہیں۔ ہم نے تو خود زمانہ کی یہ حالت دیکھی ہے کہ مسلمانوں کے سامنے آجکل محض مطلب ہوتا ہے۔ اور مذہب، قانون اور رواج تینوں میں سے جس سے بھی اپنا مطلب پورا ہوتے دیکھتے ہیں اُسی کی پناہ میں آجاتے ہیں۔ مذہب سے کام نکل رہا ہے تو پورے مذہبی ہیں، اور اگر مروجہ قانون کی دفعات اپنے مقصد کی تائید میں ہیں تو ان کے سامنے کتنی ہی آیات پڑھئے۔ خدا کا خوف دلائیے مگر ہرگز پرواہ نہ کریں گے اور صاف کہدیں گے کہ اس زمانہ میں مذہب پر کون چلتا ہے۔ ہم کہتے مولوی اور پاکباز ہیں۔ جب قانون ہماری حمایت میں ہے تو ہم کیوں نہ اس سے فائدہ اُٹھائیں کسی نے بہت کیا تو زبان سے ہاں کردی۔ مگر عمل کا قدم خلاف ہی اُٹھتا ہے۔

اس کی وجہ یہ اور صرف یہ ہے کہ قرن اول کے مسلمانوں کے ایمان مضبوط تھے۔ آیت و حدیث سنتے ہی بیقرار ہوجاتے تھے۔ اب ایمان کمزور اور بیحد کمزور ہیں۔ اس لئے کسی کو پرواہ بھی نہیں ہوتی۔

دربار معاویہ میں اعلان حق

حضرت امیر معاویہؓ کا عہد بھی بہت مبارک عہد تھا اور ہر طرف پورا امن قایم ہوچکا تھا۔ پھر بھی مسلمانوں کے اندر بہت سی نئی باتیں پیدا ہوگئی تھیں۔ آپ صحابی تھے۔ آپ انھیں دیکھ دیکھ کر مشتعل و رنجیدہ ہوتے تھے۔ صبر نہ ہوا تو ایک دن رخت سفر باندھکر مدینہ منورہ سے چل کھڑے ہوئے دمشق پہنچکر امیر معاویہؓ سے ملے اور کہا کہ آپ صحابی رسولؐ ہیں اور مخلوق خدا کی فلاح دینی و دنیوی کی اصلاح کا بار آپ کے دوش پر ہے۔ آپ سے ہر امر کے متعلق بازپرس ہوگی۔ آپ ان بدعتوں کی اصلاح کریں۔ غرض اُنکے سامنے جھککر روئے اور تمام خرابیاں گوش گذار کیں۔ اور ان کی فرمانروایانہ حیثیت سے قطعاً متاثر نہ ہوئے۔

دربار مروان میں اعلان حق

ایک مرتبہ آپ گورنر مدینہ مروان بن حکم کے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ صحابہ کرامؓ کے متعلق مذاکرہ شروع ہوگیا۔ آپ نے ان کی فضیلت کے ثبوت میں ایک حدیث پیش کی۔ مروان تو ایک سیاہ قلب انسان تھا۔ اُسے ناگوار گذرا اور برہم ہوکر کہا کہ تم جھوٹ بکتے ہو۔ صحابہؓ کو عام مسلمانوں پر کوئی فضیلت و فوقیت نہیں۔ آپ کو کہاں برداشت تھی۔ اس وقت زید بن ثابت اور رافع بن خدیج برابر ہی تخت پر بیٹھے تھے آزادانہ فرمایا۔

> "امیر! یقین نہیں تو دونوں صاحب جو آپ کے برابر بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لیجئے۔ مگر ہاں یہ کیوں بتائیں گے اور حق ان کی زبان پر کس طرح جاری ہوسکے گا کہ ایک کو افسری صدقات سے معزول ہوجانے کا خوف ہوگا اور دوسرا اس اندیشہ سے کچھ نہ کہے گا کہ یکایک منشی سیارت چھن جائے گی۔ مروان جیسے مغلوب الغضب گورنر کو کہاں تاب تھی، برہم ہوگیا، اور تازیانہ لے کر مارنے کو اُٹھا لیکن جب دونوں بزرگوں نے بھی حدیث کی تصدیق کردی تو خاموش ہوگیا۔ (مسند احمد صفحہ ۲۲)

مروان کے رعب و ہیبت سے بڑے بڑے دلیروں کا زہرہ آب ہوتا تھا۔ مگر آپ جب اس کی کوئی بات خلاف شریعت دیکھتے فوراً ٹوکتے۔

ایک جنازہ قریب سے گذرا مروان نہ اُٹھا۔ وہیں ٹوکا اور فرمایا۔ اے امیر! جنازہ کے لئے اُٹھو کہ رسول اللہؐ بھی ایسا کیا کرتے تھے اُسے اُٹھنا پڑا۔ (مسند احمد)

جوش امر بالمعروف اور شوق تفریح

حق گوئی کا جذبہ جوش پر تھا۔ دیکھ چکے ہو کہ امیر معاویہؓ جیسے پرشکوہ فرمانروائے اسلام اور مروان جیسے قہار گورنر کو آپ کس طرح موقعہ بموقعہ ٹوکتے رہتے تھے۔ اور بالکل مرعوب نہ ہوتے تھے۔ تو دوسروں کی بھلا آپ کیا پرواہ کرنے والے تھے۔ اسی مروان نے عید کے دن منبر نکلوایا اور نماز سے پیشتر خطبہ پڑھا۔ آپ نے اسے بھی وہیں ٹوک دیا۔ حضرت مصعب بن زبیر

حاکم مدینہ کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی اور انھوں نے آپ کے فرمانے کے مطابق ہی کام کیا۔ جہاں آپ نے کسی کو کوئی امر خلاف شریعت کرتے دیکھا فوراً ٹوکا اور منع کیا۔ جب تک مسلمانوں میں یہ جذبہ قایم و موجود رہا۔ اُس وقت تک اُن کی دینی و قومی حالت بہت مضبوط رہی مسلمان تو داعی الی الخیر ہوکر آیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اُس کا فرض ہے۔ جب تک وہ اس پر قایم رہے گا فائز المرام ہوگا۔ اور جب اس طرف سے بے توجہی برتے گا اُنکا قومی و ملی نظام ڈھیلا ہونے لگے گا۔ اور وہ زوال و انحطاط کی پستیوں میں دبتا اور غرق ہوتا چلا جائیگا۔

تفریحات کا بھی آپ کو بہت شوق تھا۔ مگر آپ کی تفریح جایز اور شرعی تفریح ہوتی تھی۔ دو دو میل تک سیر کو جاتے۔ دوشنبہ کے روز حضور نبی کریم کے ساتھ معمولاً قبا جایا کرتے تھے۔ وہاں بیٹھکر ورزش بھی کرتے تھے۔ ہاتھ میں چھڑی لیتے تھے۔ جو کھجور کی پتلی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ خوش مزاج و خوش خلق بھی تھے۔

قابلِ تقلید خصوصیت

قابلِ تقلید خصوصیت یہ ہے کہ جہاں آپ حقگو اور دلیر واقع ہوئے تھے وہاں اعتماد علی النفس کے جوہر سے بھی آراستہ تھے۔ غزوہ احد میں باپ شہید ہوئے ہیں تو آپ کے غم و اندوہ کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ اس وجہ سے بھی کہ ان کے مرنے پر معاش کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا۔ کوئی جائداد تو تھی ہی نہیں۔ متروکہ بھی کچھ نہ ملا۔ اور بہت جلد فاقوں پر نوبت آگئی۔ پیٹ پر پتھر بندھنے لگے۔ مصیبت زدہ ماں نے کہا۔ جاؤ۔ رسول اللہ ہی کے پاس جاؤ۔ وہی تمہاری کچھ مدد کریں گے۔ آج فلاں شخص بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر بہت کچھ لے آیا۔ کوئی وجہ نہیں کہ تمھیں نہ دیں۔ اور تم اس دربار سے محروم واپس آؤ۔ کیا کچھ گھر میں بھی ہے۔ ماں بولی اللہ کے نام کے سوا یہاں کیا دھرا ہے۔

ایسے ہی بھوکے پیاسے مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ اتفاق سے آپ اُس وقت خطبہ دے رہے تھے کہ:۔

"جو شخص اچانک کسی مصیبت میں پھنس جائے افلاس و عسرت کے چنگل میں گرفتار ہوجائے فقر و فاقہ سے دوچار ہو اور پھر شکوہ نہ کرے گھبرائے نہیں صبر و استقلال سے کام لے تو خدائے قدوس اُسے غنی اور مالدار کردیگا" یہ الفاظ سنتے ہی آپ کے دل کی دنیا بدل گئی۔ تمام مخفی قوتیں بیدار ہوگئیں۔ روح ہمت جاگ اٹھی۔ دل میں کہا، مجھے بھی صبر و استقلال ہی سے کام لینا چاہئے۔ اور دل شکستہ ہونے کے بجائے سعی و ہمت سے آگے بڑھنا چاہئے۔ خدا میری مدد کریگا اور کچھ نہیں میری ادنیٰ یا قوت تو موجود ہے۔ پھر مجھے مانگنے اور دستِ سوال دراز کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سوچ کر وہیں سے پلٹ پڑے۔ محنت و ہمت سے کام کرنا شروع کیا۔ رزاقِ عالم نے باب رزق کھولدیا۔ رسول اللہ کی زبان سے جو نکلا صحیح ثابت ہوا اتنی ترقی ہوئی کہ آپ انصار میں سب سے زیادہ دولت مند ہوگئے۔"

اس سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ انھیں ہر حالت میں سعی و ہمت اور صبر و استقلال سے کام لینا چاہئے۔ جو لوگ ہمت و حوصلہ سے کام لیتے ہیں وہ ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ اور جو مصائب کے ہجوم سے گھبرا اٹھتے ہیں۔ ناامیدی اور شکوہ گذاری پر اتر آتے ہیں، تقدیر کو کوستے ہیں۔ پریشان و شکستہ خاطر ہوتے ہیں۔ ہمت مردانہ سے کام لینے کے بجائے دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ اور عزت و عیش کی زندگی سے محروم ہوجاتے ہیں خدا بھی انہی کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ یہی گر حضور نبی کریمؐ نے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ اسی کو حضرت ابوسعیدؓ نے سنا اور سمجھا۔ اور اسی کے سننے اور سمجھنے سے دولت و ثروت میں تمام انصار سے آگے بڑھ گئے۔ آج جو مسلمان دوسروں کا سہارا ڈھونڈھتے ہیں وہ دل

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۳) یعنی اے محمدؐ کے پروردگار میرا گناہ بخشدے۔ میرے دل کا غیظ و غضب دور کردے اور مجھکو فتنوں کی گمراہیوں سے بچا۔ ہمیں چاہئے کہ غصہ کی حالت میں اس دعا کو پڑھا کریں۔

نوشیرواں عادل نے علوم درسی سے فارغ ہوکر حقوق و معاملات میں ایک رسالہ تصنیف کیا تھا اس میں وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ میری زندگی کے تجربہ نے مجھے بتلایا ہے کہ دنیا کی تمام چیزوں میں بزرگ عقل ہے اور سب سے زیادہ عمدہ خصلت تحمل و بردباری ہے۔

حضرات! اس صفت کو حاصل کرو۔ اپنے نفس پر غصہ کی حالت میں قابو رکھا کرو کہ فتنوں کی گمراہیوں سے بچنے کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تحمل و بردباری کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین۔

اولیائے ہند

ذکر شیخ علی سنجری قدس سرہ

آپ محبوب خواجہ بزرگ کے اور خلیفہ خواجہ قطب الدین کے تھے۔ کتب ہائے خاندان چشتیہ میں ہر جگہ اُن کا ذکر ہے۔ دلیل العارفین سے نقل ہے کہ خواجہ بزرگ خلافت نامہ آپ سے لکھوا دیا کرتے تھے، بغیر ان کی تحریر کئے آپ دستخط نہ فرماتے۔ بعض نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب سے بہت محبت تھی خلیفہ خواجہ بزرگ کے تھے، اور بعہد سلطان شمس الدین تھے، جائے مزار آپ کا زیر منارہ مسجد قوۃ الاسلام کے واقع ہے۔

ذکر صاحبزادہ عالی قدر یعنی حضرت خواجہ احمد قدس سرہٗ

پسر بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کو خواجہ احمد تیما بھی مشہور کرتے ہیں۔ آپ مطیع کو پہنچے تھے اور اولاد بھی ہوئی، اور اکثر آپ کے فرزندوں سے تا عہد حضرت سلطان المشائخ زندہ تھے۔ انھوں نے حضرت سے تکمیل طریقت کی اور بعد انتقال کے پہلوئے والد اپنے میں مدفون ہوئے۔ جاروب مزار قطب الاقطاب آپ کے مزار پر بھی رہتی ہے اور دو پسر چھوڑے تھے ایک خواجہ دوسرے سید کبیر۔ جب ان دونوں صاحبوں نے انتقال کیا تو یہ بھی روضہ جد اپنے میں مدفون ہوئے سن وفات حضرت کا کسی کتاب میں دیکھنے میں نہیں آیا۔

ذکر باباحاجی روزبہ قدس سرہٗ

حضرت اُن سے مشرف تھے، اور بہت باکمال کہ آپ کی وجہ سے بہت لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ آپ خندق قلعہ پتھورا میں مسکن گزیں تھے۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔ لکھا ہے کہ سب سے پہلے دہلی میں آپ ہی وارد ہوئے ہیں آپ کے خاندان کا کچھ پتہ نہ ملا کہ کس خاندان کے فقیر تھے۔

ذکر مولانا سعد و قاضی عماد رحمہٗ

یہ دونوں صاحب اکابر علمائے دہلی سے تھے، اول اول بوجہ سماع کے حضرت خواجہ قطب الدین سے ان کو رد و کد تھی۔ آخر حلقہ ارادت میں آئے۔ مزارات آپ کے پہلو خواجہ میں ہیں۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین ابو المؤید قدس اللہ سرہٗ

آپ نبیرہ شمس العارفین اور خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین کے تھے، اپنے والد سے جدا ہو کر فضائل صوری اور معنوی حاصل کئے اور شیخ احمد غزنوی اور شیخ عبد الواحد کی ملازمت سے مشرف ہوئے اور فیضان حاصل کیا فوائد شریف سے نقل ہے کہ ایک بار بوجہ امساک باراں کے غلہ گراں ہوا، خلقت پر سختی گذرنے لگی، تمام خلائق دہلی ہجوم کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور درخواست دعا کی آپ ممبر پر کھڑے ہوئے اور آستین اپنی سے ایک دامن نکالا۔ ایک تار اُس میں سے جدا ہو گیا تھا۔ اُس تار کو آسمان کی طرف کرکے کہا کہ الٰہی بحرمت اس ایک تار اُس بڑھیا کے دامن کے کہ جس نے تمام عمر نامحرم مرد کو نہیں دیکھا اور بحق راز و نیاز کے کہ وہ جو تیرے ساتھ رکھتی تھی بارش کر ورنہ جنگلوں میں بسر کروں گا، آبادی میں پھر کبھی قدم نہ رکھوں گا۔ اُسی وقت ایسی بارش ہوئی کہ جنگل پانی سے بھر گئے۔ ہر جگہ سیلاب ہو گیا۔ بعد اُس کے لوگوں نے اُن سے دریافت کیا کہ یہ دامن کس کا اور کیسا تھا، آپ نے فرمایا کہ یہ وہ دامن ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین نے میری والدہ کو عنایت کیا تھا، وہ اس کو سر پر رکھکر عبادت کیا کرتی تھیں۔ نام آپ کی والدہ کا بی بی سارا تھا۔ مزار دونوں صاحبوں کے پشت عیدگاہ کہنہ پر ہیں۔ شیخ جمال الدین کولوی آپ ہی کی اولاد سے تھے۔ اور سنہ ۹۴۲ھ میں شیخ نظام الدین نے وفات پائی۔

ذکر شیخ معز الدین دہلوی

کہ پہلے نائب سلطنت تھے، بعدہٗ مرید حضرت قطب الاقطاب کے ہو کر فقراء رفاقہ اختیار کیا، اور باکمال مشقت مقصود حقیقی پر پہنچکر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ مزار ان کا جوار روضۂ خواجہ میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز قدس اللہ سرہٗ

آپ مرید قاضی حمید الدین کے تھے۔ مگر حضرت خواجہ میں نہایت اعتقاد تھا حضرت سلطان المشائخ سے نقل ہے کہ جس کا بردہ فرار ہوتا وہ آکر حضرت سے دعا چاہتا جس روز کے واسطے آپ فرماتے اُسی روز وہ آجاتا، ایک روز حضرت کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کی میرا غلام بھاگ گیا ہے، دعا کیجئے کہ وہ آجاوے۔ فرمایا کہ جا فلاں وقت آجائے گا۔ مگر مجھکو خبر کر دینا۔ اتفاقاً وہ بردہ اُس کے مکان پر آگیا۔ اُس نے حضرت کو خبر نہ کی وہ پھر بھاگ گیا۔ صاحب غلام نے پھر آکر عرض کیا، آپ نے فرمایا تو نے پہلے خبر نہیں دی، اب وہ نہ آویگا۔ ملفوظات چشتیہ میں ہر جگہ آپ کا ذکر ہے۔ وفات آپ کی سنہ ۶۵۵ھ میں ہوئی۔ مزار متصل روضہ کے باہر دروازہ درگاہ بجانب حوض شمسی ہے اور مشہور ہے کہ تیزی ذہن کے واسطے آپکی قبر سے پتھر اٹھا کر لا رکھتے ہیں۔ جب کام ہو جاتا ہے اس کے برابر شرینی تول کر تقسیم کرتے ہیں۔

ذکر شیخ فرید الدین ناگوری نبیرہ سلطان التارکین

صوفی حمید الدین ناگوریؒ

کہ صاحب سجادہ اپنے جد کے تھے۔ عہد سلطان محمد تغلق دہلی میں آئے اور بجمنڈل کے پاس مقیم ہوئے۔ اسی جگہ راہ خواجہ میں آپ کا مزار ہے۔ آپ کی

عمر سو برس کی ہوئی سلسلۂ نسب آپ کا سعد بن زید سے عشرہ مبشرہ میں تھا ہے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپ کے مزار پر ایک پتھر بھاری پڑا ہے کہتے ہیں کہ شیخ اس کو حالت سکر میں اپنی گردن پر ڈال کر تشریف لائے تھے۔ اس وجہ سے چاک پران کہتے ہیں۔ اصل چاک پیراں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کا مزار لاڈو سرائے میں متصل مسجد ایک کے ہے۔

ذکر حضرت دائی من میلؒ

اولاد شرفاء اوش سے ہیں اور شیر دہ حضرت خواجہ قطب الدین ہیں ہمیشہ ریاضت اور عبادت میں مشغول رہتی تھیں، جب خواجہ تولد ہوئے انھوں نے شیر پلایا اور بہت محبت رکھتی تھیں۔ جب خواجہ بزرگ ہوئے اور دہلی میں قیام پذیر ہوئے اُن کو اوش سے طلب کرکے خرقہ خلافت عطا فرما کر ولایت دہلی آپ کے متعلق فرمائی۔ آپ سے ہزاروں صاحب کمال ہوئیں اور حضرت خواجہ نے ان کو پہلے حقوق ادا کئے، اپنے گھر کا ان کو مختار کیا۔ یہ کبھی باہر مردانہ میں نہیں آئیں۔ مزار ان کا متابل مسجد کہنہ دروازہ مشرقی روضۂ حضرت خواجہ کے واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ احمد رئیس قدس سرہٗ

حضرت کے ہمشیر و مرید حضرت خواجہ کے تھے۔ اور ہر محل پر حاضر رہا کرتے تھے۔ شب مجلس رسول مقبول میں حاضر ہوتے، ایک شب رسول مقبول علیہ السلام کی مجلس میں تھے کہ حضورؐ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ صبح میرا سلام قطب الدین کو پہنچانا اور ظاہر کرنا کہ تین روز سے تحفہ نہیں آیا غفلت نہ چاہئے۔ جب یہ بیدار ہوئے کل ماجرائے شب حضرت سے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا اب میں حضور سے منفعل ہوا۔ اب کبھی ناغہ نہ ہوگا۔ مزار ان کا روضۂ خواجہ میں پائیں مزار شیخ جلال الدین ابدال کے واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ امام الدین ابدال قدس سرہٗ

کہ ہمشیر یعنی کوکہ خواجہ کے تھے اور خالہ زاد بھائی شیخ ضیاء الدین مرغیب کے تھے مقام اوش و دیگر جگہ اکثر اولیاء کی خدمت سے مشرف ہوئے علم ظاہری و باطنی بہم پہنچایا۔ خواجہ فرید الدین گنج شکر سے ہم صحبت رہے، آپ کا یہ حال تھا کہ جس کی طرف تیز نظر سے دیکھتے وہ اولیاء ہو جاتا۔ ہمیشہ ہمراہ ابدالان سیر و طیبہ میں عجائب و غرائب زمانہ کا تماشہ کیا۔ آخر عمر میں بسبب محبت والدہ یعنی دائی من میل اور زیارت حضرت خواجہ اوش سے دہلی آئے۔ جب حضور خواجہ میں پہنچے مرید ہونا چاہا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تمہارا نصیبہ ساتھ بدر الدین کے ہے۔ ان کا مرید ہو۔ پس بحکم خواجہ مولانا بدر الدین کے مرید ہو کر ریاضت و عبادت میں مشغول ہوئے۔ خلیفہ و صاحب سجادہ اپنے پیر کے ہوئے سماع بہت سنتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ جب حضرت سلطان المشائخ سماع سنتے تھے آپ کو ضرور طلب کیا کرتے تھے۔ زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ وفات آپ کی سنہ ــــ میں ہوئی۔ پایان مزار خواجہ میں متصل مزار مولانا بدر الدین کے آپ کا بھی مزار ہے۔

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین عاشق خدا پسر شیخ

امام الدین ابدال

کہ مرید اور خلیفہ پدر اپنے کے تھے اور اپنے وقت میں شیخ عصر تھے۔ صاحب کلمات الصادقین نے لکھا ہے کہ مولانا بدر الدین غزنوی سے بھی فیض حاصل کیا ہے اور محبت اور عشق حقیقی میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے تھے۔ ایک روز آپکے یہاں مجلس عرس شیخ امام الدین ابدال میں نان و گوشت تیار تھا۔ مگر خلق بہت جمع ہوئی، خادم نے عرض کیا کہ کھانا بہت ہی کم ہے خلق کثیر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نان و گوشت کو ڈھانک کر بسم اللہ کہکر بانٹنا شروع کر۔ اللہ تعالیٰ برکت دیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حاضرین کو تقسیم بھی ہوا اور بھر جوں کا توں باقی تھا۔ مزار آپ کا عقب عیدگاہ کہنہ کے زیارت گاہ خلائق ہے۔ اور شیخ شمس الدین جنانہ پران کا بھی مزار اسی جگہ ہے۔

ذکر شیخ حسن دانا قدس اللہ سرہٗ

قاضی زادہ تھے۔ جب اُن کے والد نے انتقال کیا بادشاہ وقت نے محکمہ قضا اُن کے سپرد کرنا چاہا، انھوں نے انکار کیا۔ اور اپنے کو دیوانہ بنایا، جب یہ خبر حضرت خواجہ کو ہوئی آپ نے فرمایا وہ دانا ہے کہ قضا کو قبول نہ کیا، اُس روز سے دانا مشہور ہوئے۔ جب خدمت حضرت میں پہونچے مرید ہوکر مقربان درگاہ سے ہوئے۔ مزار ان کا عقب مسجد روضہ خواجہ واقع ہے۔

ذکر خواجہ حسن خیاط قدس سرہٗ

کہ اولیائے اکرام و علمائے عظام دہلی سے تھے۔ ترک لباس کرکے حضرت خواجہ کے مرید ہوکر فقر و فاقہ اختیار کیا۔ ریاضت اور مجاہدات شاقہ میں مشغول ہوئے اور کار اپنا کمال پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ہمیشہ خانقاہ پیر و مرشد میں رہتے اور جاہائے حضور میں بخیہ کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے خیاط مشہور ہوئے مزار ان کا متصل دروازہ مسجد روضہ خواجہ واقع ہے۔

ذکر حضرت سید امجد و سید زین الدین قدس سرہٗ

ان دونوں بزرگوں کو کشف الارواح و کشف القبور تھا۔ بلا واسطے روح پاک حضرت خواجہ قطب الدین سے تربیت پائی۔ ایک روز سید امجد کا گذر دریا پر ہوا۔ جب پانی میں اُترے ڈوبنے لگے ایک مرد نے پاس سے سر نکالا اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر ڈوبنے سے بچایا۔ اُنھوں نے معلوم کیا کہ وہ خواجہ تھے جنھوں نے بچایا۔ اُس روز سے آستانہ کے باہر قدم نہ رکھا اور تصور مزار مبارک میں مشغول رہتے تھے۔ جب ان دونوں صاحبوں نے وفات کی حوض شمسی پر مدفون ہوئے۔ مزار ان کے قریب مقبرہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ہیں۔

وعظ بشیر

(از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی مصنف کتاب الاسلام)

تحمل و بردباری

الحمد للہ حمد الشیر الطیب کما امرہ واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن المبارک والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔ اما بعد

یا معشر المسلمین وہ عمدہ خصلتیں اور اعلیٰ اخلاق جو ہر جن کو اختیار کرنے سے ایک مسلمان سچا اور باخلاق مسلمان بن سکتا ہے ان میں سے ایک خصلت تحمل و بردباری بھی ہے۔ مذکورہ بالا آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے اسی صفت کی تعریف فرمائی ہے۔ اس صفت کو حاصل کرکے انسان بہت سی لغو باتوں فتنوں بیہودہ حرکتوں اور بری عادتوں سے بچ جاتا ہے اس کا حاصل کرنا اس لئے بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے اندر اخلاق الٰہیہ کو پیدا کریں اور قرآن پاک میں خدا تعالیٰ کی ایک صفت یہ آئی ہے ان اللہ غفور الرحیم یقیناً اللہ تعالیٰ عفو اور تحمل کرنے والا ہے۔ اس کا احسان جتلاتے ہوئے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

ولو یعجل اللہ للناس الشر استعجالھم بالخیر لقضی الیھم اجلھم } اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے جلدی عذاب مانگنے کے موافق جلدی نقصان واقع کر دیتا تاکہ وہ جس طرح فائدہ کے لئے جلدی چاہتے ہیں تو ان کا وعدہ عذاب کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا۔

یعنی اللہ تعالیٰ تو تحمل والے ہیں۔ وہ عذاب بھیجکر بندوں کو سزا دینے میں ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ سیدھے رستہ پر آجائیں۔

حلم کی تعریف

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلوان وہ شخص نہیں جو کسی پہلوان کو پچھاڑ دے بلکہ وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔ یہ ہے حلم و بردباری کی تعریف۔ یعنی حلیم اور بردبار وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔ نیز علمائے اخلاق فرماتے ہیں کہ حلیم وہ ہے جو اپنے مخالف سے بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہو اور بدلہ نہ لے۔ بلکہ عفو و درگذر کرے۔ احیاء العلوم میں حضرت امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ حلم غصہ کھانے سے افضل ہے۔ کیونکہ غصہ کھانے میں تحلم یعنی تکلف حلم اختیار کرنا پڑتا ہے اور حلم کے معنی ہیں کلفت کا اٹھا دینا۔ جیسے عادتاً غصہ کھانا۔ اسی وجہ سے اس کو حلم کہتے ہیں۔ بعض مفسرین آیۃ فمنھم ظالم لنفسہ الخ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ظالم وہ ہے جو لوگوں پر ظلم کرے اور وہ اس پر ظلم نہ کرتے ہوں۔ مقتصد وہ ہے کہ جب لوگ اس پر ظلم کریں تو اس کا بدلہ لے اور سابق وہ ہے کہ لوگ اس پر ظلم کریں تو معاف کر دے۔

یاد رکھئے کہ عفو و درگذر کی صفت اسی وقت محمود و مطلوب ہے۔ جبکہ اس کا موقعہ و محل ہے۔ ورنہ بے موقعہ و بے محل عفو و درگذر سے یہ عمدہ صفت بھی بری بن جاتی ہے۔ یہی حال باقی تمام اوصاف و اخلاق کا ہے۔ نیکیاں حاصل کرنے اور برائیوں سے بچنے کی ہر مذہب نے تعلیم دی ہے۔ مگر نیکی اور بدی کا اصول اور جامع و مانع پروگرام کسی مذہب نے کبھی نہیں بتلایا۔ دیگر مذاہب پر اسلام کو فوقیت و برتری اسی وجہ سے ہے کہ اس نے نیکی و بدی کا اصول اور اوصاف خلقی کا موقعہ و محل بھی بتلا دیا۔ اور اخلاقی تعلیم کو ہر طرح فطرت انسانی کے مطابق کامل و مکمل کر دیا۔

اسلام نے بتلا دیا ہے کہ اگر نیکیاں موقعہ و محل پر مستعمل نہ ہوں گی تو پھر یہی نیکیاں بدیاں بن جائیں گی۔ یعنی حد اعتدال سے تجاوز کرنا ہر حالت میں نامرغوب ہے۔

بردباری کی فضیلت

برادران ملت! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عفو کرنا بندہ کی عزت بڑھاتا ہے۔ تم معاف کیا کرو۔ اللہ تمھیں عزت دے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن منادی ندا کرے گا کہ جن کا اجر خدا کے ذمہ ہے۔ وہ کھڑے ہو جائیں تاکہ جنت میں داخل ہوں۔ پوچھا جائے گا وہ کون ہیں؟ کہا جائے گا عفو و درگذر کرنیوالے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام خلقت کو جمع کریں گے تو منادی ندا کرے گا کہ کہاں ہیں اہل فضل وہ آئیں اور جنت میں داخل ہوں جب وہ جنت کی طرف روانہ ہوں گے تو فرشتے پوچھیں گے کہ کہاں جاتے ہو؟ کہیں گے جنت میں۔ پوچھیں گے کہ کیا تم بلاحساب ہی جنت میں جارہے ہو؟ جواب دیں گے کہ ہاں۔ فرشتے پوچھیں گے کہ آخر تم نے کونسا ایسا نیک عمل کیا تھا جس کے بدلے آج تم بےحساب جنت میں جارہے ہو؟ وہ کہیں گے ہم دنیا میں عفو و درگذر سے کام لیتے تھے۔ اگر کوئی جاہل ہم سے الجھتا اور دق کرتا تھا تو ہم حلم کرتے تھے۔ اگر ہم پر کوئی ظلم کرتا تھا تو ہم صبر کرتے تھے اور اگر ہم سے کوئی برائی کرتا تھا تو ہم معاف کر دیتے تھے۔

اسلام ایک فطری مذہب ہے وہ غیظ و غضب اور انتقام کو بالکل سرے سے ناجائز نہیں ٹھہراتا بلکہ ان فطری جذبات کو ایک ضبط و نظام کے تحت لانا چاہتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے والکاظمین الغیظ فرمایا ہے یعنی غصہ پی جانے والے جس شخص کو کسی ناجائز اور ناواجب بات پر بھی غصہ نہ آئے وہ تعریف کے قابل نہیں بلکہ وہ بزدل ہے۔ بلکہ تعریف کے قابل وہ ہے جو موقعہ و محل دیکھکر غصہ پی جائے۔ یہ عالی حوصلہ لوگوں کا کام ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو نشہ میں بالکل چور تھا۔

آپ نے اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ اس نے آپ کو گالی دی۔ اس پر آپ اسکو چھوڑ کر آگے روانہ ہو گئے۔ لوگوں نے آپ سے اس عفو و درگذر کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا اس کے گالی دینے سے مجھے غصہ آگیا تھا۔ اس حالت میں اگر میں اُسے سزا دیتا تو اپنے غصہ کے سبب سے اور اپنے غصہ کی وجہ سے ایک مسلمان کو سزا دینا میں نے مناسب نہ سمجھا۔ یہ وسیع القلبی، خلوص، تحمل و بردباری اور عالی حوصلگی تو صرف انھیں پاکیزہ نفوس کا جوہر تھی۔ ہم جیسے اس مرتبہ کو کہاں پہونچ سکتے ہیں۔

رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ کی بردباری

برادرانِ اسلام! سچ تو یہ ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم کا عملی نمونہ تو صرف رسول اللہؐ اور ان کے بعد صحابہ کرامؓ ہی تھے جنھوں نے اسلام کے ایک ایک نقطہ پر عمل کر کے دنیا کو دکھایا۔ اور ہمارا مذہب تو صرف نماز روزہ تک محدود ہے۔ گویا ہمارے نزدیک نماز و روزہ کے سوا اسلام میں اور کوئی حکم ہی نہیں جس پر عمل کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ جبھی تو ہمیں اخلاق اسلامی کی ہوا بھی نہیں لگی۔ ہم ظاہر انسان ہیں مگر باطن میں بھیڑیئے۔ ذرا ذرا سی بات پر اپنے مسلمان بھائیوں کو کھا جانا اور چبا جانا چاہتے ہیں۔ ذرا آنکھیں کھول کر عبرت کی نگاہوں سے حسب ذیل واقعات کو دیکھیئے اور اصلاح باطن کی کوشش کیجیے۔

کافروں کا دستور تھا کہ وہ اپنے غصہ و انتقام کی آگ بجھانے کے لیے جب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کہتے السام علیکم یعنی موت ہو تم پر۔ حضورؐ اسکا جواب وعلیکم دیتے۔ ایک دن حضرت عائشہؓ نے سنا تو انھوں نے جواب دیا السام والعنة علیکم یعنی تم پر موت اور لعنت ہو۔ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ کو اس حرکت سے منع کیا کہ اتنی زیادتی نہ کرو۔

ایک دن کچھ لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ صدیق اکبرؓ خاموشی سے سن رہے تھے اور تحمل و بردباری سے کام لے رہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف رکھتے تھے۔ جب تک حضرت ابوبکرؓ تحمل سے کام لیتے رہے، حضورؐ سنتے رہے۔ مگر جب انھوں نے جواب دینا شروع کر دیا تو آپؐ تشریف لے جانے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کا سبب پوچھا تو رحمۃ اللعالمین نے فرمایا۔ ابوبکرؓ! جب تک تم تحمل سے کام لیتے رہے تمہاری طرف سے فرشتے جواب دیتے رہے، میں بھی کھڑا سنتا رہا۔ مگر جب تم نے جواب دینا شروع کیا تو فرشتے جانے لگے اور میں بھی جانے لگا۔

تحمل و درگذر کا موقعہ و محل

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غصہ اور حق کے سبب کبھی کسی سے بدلہ نہ لیتے تھے۔ مگر ہاں جن امور میں دین کی بے حرمتی ہوتی تھی ان میں ہرگز تسامح نہ فرماتے تھے۔ یہاں سے عفو و تحمل کا موقعہ و محل معلوم ہو گیا۔ اور وہ یہ کہ اگر ہمیں اپنے حق کے سبب کسی پر غصہ آئے تو اس کا بدلہ لینے کا ہمیں اختیار ہے۔ اگر معاف کر دیں تو بہت ہی اچھا ہے۔ لیکن اگر دین کی بے حرمتی دیکھیں تو اس پر ہرگز ہرگز تحمل و بردباری نہ کرنی چاہیے۔

ابو درداءؓ صحابی کی لونڈی ان کو ایک برس سے برابر زہر دیتی تھی مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنے دل میں سخت حیران تھی کہ زہر اثر کیوں نہیں کرتا۔ آخر ایک دن ہمت کر کے خود ابو درداءؓ ہی سے پوچھا کہ میں آپکو ایک برس سے زہر دے رہی ہوں مگر اس نے آپ پر کوئی تاثیر نہیں کی اسکی کیا وجہ ہے؟ آپ نے دریافت کیا کہ تو مجھے زہر کیوں دیتی تھی؟ اور کیا چاہتی تھی؟ کہا کہ میں آپ سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب یہ بات تھی تو زہر دینے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھ سے صاف صاف کہہ دیا ہوتا کہ مجھے آزاد کر دو۔ لیکن میں اس پر بھی تجھے آزاد کرتا ہوں۔ آج سے تو آزاد ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے غلام کو آواز دی۔ مگر وہ نہ بولا۔ دوسری آواز پر بھی خاموشی اختیار کی اور تیسری مرتبہ بھی یہی ناشائستہ حرکت کی۔ آپ غصہ کی حالت میں اس کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ بیٹھا ہوا ہنس رہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تو نے میری پکار کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اس نے کہا سچ۔ اس خاموشی کی جرأت آپ کے عفو و درگذر کی صفت نے دلائی۔ کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر تو تھا ہی نہیں کہ آپ مجھے اسپر سزا دیں گے بجائے اس کے کہ آپ اسکو سزا دیتے اور آئندہ کے لئے ایسی حرکت نہ کرنے کی تاکید کرتے۔ آپ نے اُسے اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ آپ کا غلام کھانا لیکر آیا۔ اتفاقاً اس کے ہاتھ سے کھانا گر گیا۔ یہ دیکھکر حضرت امام حسینؓ کو غصہ آیا۔ غلام نے کہا اللہ تعالیٰ کے قول والکاظمین الغیظ کو یاد کیجیے۔ یہ سنتے ہی ایسا ہوا گویا کسی نے غصہ کی آگ پر پانی ڈالدیا اور فرمایا کظمت یعنی میں نے غصہ پی لیا۔ غلام نے کہا والعافین عن الناس امام صاحبؓ نے فرمایا۔ جا میں نے تجھے معاف کیا۔ تیسری مرتبہ غلام نے کہا واللہ یحب المحسنین یعنی اللہ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ اسپر آپ نے فرمایا میں نے تجھے اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

برادران ملت! رسول خدا صلعم اور صحابہ کرامؓ کے تحمل و بردباری کو آپ نے دیکھ لیا اور معلوم کر لیا کہ کس طرح ان نفوس قدسیہ نے اپنے نفس پر ضبط و قابو رکھا۔ اب ایک اور بزرگ کا ولولہ انگیز واقعہ بھی سن لیجیے۔ قیس بن عاصمؓ ایک بزرگ اور بردبار شخص تھے۔ ان کی بردباری کا ایک ادنیٰ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن آپ حدیث کا درس دے رہے تھے کہ لوگ ان کے بھتیجے کو مشکیں باندھ کر لائے اور کہا یہ آپکا بھتیجا ہے اس نے آپ کے لڑکے کو مار ڈالا ہے۔ آپ یہ جگر شگاف خبر سنکر بھی ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور بدستور درس دیتے رہے۔ جب فارغ ہو چکے تو اپنے بھتیجے کی طرف مخاطب ہو کر کہا تو نے بڑا ظلم کیا کہ اپنے چچازاد بھائی کو مار ڈالا اور قطع رحم کیا۔ اس کے بعد لوگوں سے کہا کہ اس کی مشکیں کھولدو۔ اور بھتیجے سے کہا کہ اپنے بھائی کو دفنا دے اور اس کا خونبہا ادا کر دے۔ اللہ اکبر یہ کیسے بے نفس لوگ تھے جن پر فرشتوں کا گمان ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب مجھے غصہ آتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرا کان مروڑ دیتے اور فرماتے اے عائشہؓ! یوں کہہ اللّٰھم رب محمد اغفر لی ذنبی واذھب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

معراج المؤمنین

(از جناب مولانا مولوی عبدالرؤف صاحب ناظم کتب خانہ نذیریہ دہلی)

قیام صلوٰۃ اور اجتماعی زندگی

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون ہ

"وہ مسلمان کامیاب ہیں جو اپنی صلوٰۃ میں پوری عاجزی کا اظہار کرتے ہیں"

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سنت ایک خاص نظام پر کارفرما ہے جسکو قانونِ مرکزیت کہا جا سکتا ہے۔ اس قانون کی رو سے ایک وجود بمنزلہ مرکزی نقطہ کے ہوتا ہے اور بقیہ اجسام ایک دائرے کی شکل میں اس کے چاروں طرف وجود پاتے ہیں۔ اب پورے دائرے کی زندگی اور بقا اس وجود کے قیام سے وابستہ ہوتی ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی اجسام اپنے مرکز سے الگ ہو جائیں تو نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

یہ مرکزی وجود حقیقتاً سرورِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک ہے جو بصورت قرآن عزیز قیام قیامت تک زندہ موجود ہیں۔ (کان خلقہ القرآن عن عائشہ صدیقہ)

اس نظام کے ہائی کمانڈ کا دفتر اعلیٰ مسجد نبوی تھی۔ اور نظام کے ساری دنیا میں وسیع تر ہو جانے پر ہر مسجد کو "اللہ کے گھر" کے نام سے ہر جگہ مقامی مرکز خدا نے خود تجویز کیا۔ اور اس گھر کے انچارج مرکزِ محبت کے نائب قرار دیے گئے۔

دنیا کی کوئی طاقت اُس وقت تک اُمتِ مرحومہ کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکی جب تک وہ اس مرکزِ حیات سے والہانہ وابستہ رہی، جب سے اس مرکزِ محبت کے "دامنِ وحدت" میں مذہبی فرقہ بندیوں نے جنم لیا مسلمان صراطِ مستقیم سے بھٹک گئے۔ یہی مرحوم اُمت مغضوب بن گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعامات ایک ایک کرکے اُس سے چھین گئے۔

اسلام کی روح صرف "مرکزِ محبت" کا قیام ہے، توحید کا اقرار اور رسالت کی تصدیق اسی مرکزِ محبت کے لئے ہے۔

کعبہ کو اگر اللہ کا گھر کہا گیا ہے تو اسی مرکز کی تاسیس کی غرض سے:
صلوٰۃ کو رکنِ دین اور حج کو عماد الدین کا نام دیا گیا ہے تو اسی مرکز کے قیام کے لئے۔

صبغۃ اللہ اسی رنگ کا نام ہے جہاں انسانوں کے اپنے پیدا کردہ امتیازِ رنگ فنا ہو کر امارتِ واحدہ کی صورت میں ایک مرکزِ محبت میں ضم ہو جاتے ہیں۔

آج مسلمان صرف اسی مرکزِ حیات سے وابستہ ہو کر دوبارہ دین و دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یہی ہماری سیاست ہے! یہی اقتصاد اور یہی ہماری زندگی کا واحد مدعا۔

القرآن:— واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ہ

"اللہ کی رسی" مرکزِ محبت ہے، اور جمع ہونا۔ یہ ہے، کہ ہم اپنی ذات کو فنا کرکے اجتماعی نظامِ قرآنی کے ماتحت حکم کے بندے بن جائیں۔ تفریق یہ ہے کہ ہر شخص جو چند آدمی اپنے گرد جمع کر سکے۔ اپنی الگ جماعت بنا کر قومی، اجتماعِ نظم کو برباد کر دے یا "کانچور" اور "گونگا شیطان" بن کر اپنے آپ کو اس فریب میں مبتلا رکھے کہ وہ کچھ نہ کرتے ہوئے بھی خدا کا نیک بندہ ہے۔

مرکزِ حیات کیسے قائم ہو؟

اب سوال یہ ہے کہ مرکزِ حیات کیسے قائم ہو؟ قرآن ہمارے سامنے ہے۔ احادیث کا بیشمار ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اسلام کی تیرہ سو سالہ تاریخ کے نسخے موجود ہیں۔ اقوامِ عالم کے مصنفوں کی کتابیں اور علم و عقل کے قیمتی خزانے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ آئیے! غور کریں کہ مرکزِ حیات کی تاسیس کیسے ہو سکتی ہے؟

جماعتی زندگی کے خصائص، جماعتی زندگی کے فضائل، جماعتی زندگی کے فرائض قرآن کے ہر صفحہ میں موجود ہیں۔ اس اسلامی زندگی کے اہم ترین علامات دو ہیں۔

اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ۔ قیام صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ، یعنی صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ۔

قرآن عزیز میں یہ دونوں حکم ملے جُلے نظر آتے ہیں۔ اَن پڑھ سے اَن پڑھ مسلمان جس کو دو چار سورتیں بھی صلوٰۃ کے لئے یاد ہیں، اس سے بے خبر نہیں کہ یہ اصول اولین شرط اور بنیادِ اسلام ہیں۔ حتیٰ کہ کسی فاسق اور مرتد گروہ کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ چنانچہ سورۂ توبہ میں فرمایا۔

(القرآن) وان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم۔

"اگر وہ سرکش اور باغی قبائل اپنی گذشتہ شرارتوں پر اظہار ندامت کریں۔ نماز کی پابندی کا اقرار اور ادائے زکوٰۃ کا عہدِ مستحکم کریں۔ تو ان سے پابندی اُٹھالی جائے"۔

قرآن نے جو اہمیت ان بنیادی اصولوں کو دی ہے کسی دوسرے عمل کو نہیں دی۔ ہر جگہ اور ہر صفحۂ قرآن پر قیام صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا تذکرہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کی جماعتی زندگی کی شناخت کا یہ ایک اہم معیار ہے، اور اس کا ترک و فقدان غیر اسلامی زندگی کا ثبوت۔

قیامِ صلوٰۃ

صلوٰۃ کے لئے اقامت کا لفظ آیا ہے۔ نماز قائم کرو۔ ہر جنس کی طرح نماز کی بھی ظاہر شکل ہے۔ باطنی روح ہے۔ اعمالِ نماز کو بجا طور پر ادا کرنا اس کا قائم کرنا ہے۔ اور قیام صلوٰۃ کے بعد اس کے لازمی نتائج کا پیدا ہونا قطعی اور لازمی ہے۔ کان کھول کر سن لو! عبادت تو اُس وقت سے تھی، جب سے دنیا کے پہاڑ اور دریا ہیں۔ عبادت تھی مگر قیام نہ تھا۔ ہمیں قیام صلوٰۃ اور اس کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور قیام صلوٰۃ بہ اعتبار اپنے معانی کے ادا نہیں ہوتا۔ جب تک کہ قیام جماعت والتزام جماعت نہ ہو۔ جہاں تک ترکِ جماعت کے مضر اثرات کا

کا تعلق ہے۔ ترمذی کی ایک حدیث کے مطابق لایرون کفر وا الا ترک الصلوٰۃ۔ یعنی بنیادی عقائد کے باوجود ترک قیام صلوٰۃ مخرج عن الجماعت ہے۔ اگر کوئی جماعت بحیثیت جماعت، نماز کو ترک کردے تو ایک لمحہ کے لئے بھی وہ جماعت مسلمان نہیں رہتی۔

فلسفہ صلوٰۃ

نماز مسلمانوں میں روح عمل بیدار کرنے کا ہتھیار ہے۔ وقت کی قیمت سے آگاہ کرنے کا الارم ہے۔ اس کے اخوت ومحبت کے یگانہ مناظر سے دلوں میں تعاون اور برادری کے جذبات پیدا ہونے ضروری ہیں۔ خدا پرستی اور محبت انسانیت کا جلوہ گر ہونا، حتیٰ اور انتشار و پراگندگی دور ہو جانا یقینی امر ہے۔ نمازی اللہ کے وہ مومن ہیں جو قانون حق کے مطابق صاحب لولاک بننے کے صحیح حقدار ہیں۔ عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث مومن نہیں، جو صاحب لولاک نہیں ہے

جمعہ کا ہفتہ وار اجتماع

قیام جماعت کے لئے ہفتہ وار یاددہانی اور التزام جماعت کی روح زندہ رکھنے کے لئے مہینہ میں چار مرتبہ اس کانفرنس کا انعقاد خدائے قطعی حکم سے ہوتا ہے۔ القرآن۔ جب نماز جمعہ کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور کاروبار تجارت (خرید و فروخت) چھوڑ دو۔" (سورۂ جمعہ)

قیام صلوٰۃ کا حقیقی مفہوم نظروں سے اوجھل ہو جانے کے بعد اس ہفتہ واری اجتماع کا افادی پہلو ہم بھول چکے ہیں۔ اب ایک گھنٹا محض رسمی طور پر مساجد میں اس لئے ہوگا کہ فرض ادا کیا جائے۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ اس اجتماع کو کیوں فرض کیا گیا؟

ایک مرتبہ سرورکونینؐ نے فرمایا تھا کہ جو لوگ جماعت میں شامل ہونے کی بجائے (اس وقت جبکہ میں یہاں موجود ہوں) گھروں میں بیٹھے ہیں، اس قابل ہیں کہ ان کے گھروں کو جلا یا جائے!

حضرت فاروق اعظمؓ کا درّہ ایسے کاہل الوجود انسانوں کے بل نکالنے میں سب سے زیادہ کارگر ثابت ہوا۔ لیکن اب نہ تو رحمۃ للعالمین کے لئے وہ فدائیت موجود ہے اور نہ طاقت کا وہ درّہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اکثر لوگ بالخصوص وہ جو اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھتے ہیں، عین اس وقت نماز جمعہ کے لئے آتے ہیں جب خطبہ ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے۔

خطبہ جمعہ

خطبہ دراصل ایک وعظ تھا جیسا کہ وعظ ہوتا ہے آنحضرت صلعم کے بعد خلفائے راشدین اور صحابہؓ کا بھی یہی حال رہا۔ اور تمام عربی حکومتیں جو اس کے بعد قائم ہوئیں ان میں بھی خلفاء اور سلاطین کو مساجد کے منبروں پر وعظ کرتے ہوئے تاریخ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ حقیقت خطبہ کے لئے کتب صحاح کے ابواب متعلقہ جمعہ و خطبہ مشاہد، عادل موجود ہیں۔ لیکن آج جو حالت پیدا ہو گئی ہے اس کے حقیقی اسباب تو شخصی حکومتوں کا قیام، عجمی سلاطین کی کثرت، سنت خلفائے راشدین کی مخالفت اور جہالت و غفلت تھی۔ لیکن اس حقیقت کو واضح کرنیوالا خود لباس ظاہر کے پجاریوں کے طعن و تشنیع کا اس طرح مورد بن جاتا ہے کہ آج حقیقت ایک بدعت معلوم ہوتی ہے۔

شرعی طور پر جمعہ کا خطبہ۔ نماز فرض کے قائم مقام ہے۔ اور اس کا سننا فرض ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونوں خطبوں کا سننا واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف پہلے کا۔ اس سے مقصود یہی تھا کہ لوگ عمل عبادت کی طرح نصائح اور ہفتہ واری قومی پروگرام سنیں۔ اور یہ خطبہ اتنا اہم ہو کہ وہ مقصد نماز کی حقیقت کا حامل ہونے کے علاوہ انفع ترین امور پر مشتمل ہو۔

آج خطبات دیئے نہیں بلکہ اٹک اٹک کر پڑھے جاتے ہیں اور لوگ بیٹھے اونگھتے ہیں۔ اور ان کے مضامین سے سامعین واقف تک نہیں ہوتے، اور شاید خطیب بھی نہ ہوں۔

ایک محقق کے ارشادات

آج خطبہ کے معانی یہ ہیں کہ عربی زبان میں ایک چھپی ہوئی کتاب بازار سے خرید لی جائے۔ اور الف لیلہ کی طرح اس میں سے ایک خطبہ غلط سلط پڑھ دیا جائے۔ آواز نشیت کریہہ ہو۔ اور لب و لہجہ میں عربیت پیدا کرنے کے لئے بے جگہ ثقالت سے کام لیا جائے۔ بعض لوگ قرآن کی حاصل کردہ قرأت کو یہاں بھی صرف کرتے ہیں۔ اور پھر جو شخص آخری حرف کو ذرا لمبی سانس کھینچ کر پڑھ دے وہ سب سے بڑا قاری ہے۔ بسا اوقات غریب پڑھنے والا بھی نہیں جانتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ الف لیلہ کا ایک افسانہ ہے، قلیوحی کی کوئی حکایت ہے یا ارشاد و ہدایت امت کا وہ عظیم و جلیل عمل اقدس جو رسول اللہؐ کے منبر پر کھڑے ہو کر جمعہ کو انجام دینا پڑتا ہے۔ پھر سننے والوں کی مصیبت کا کیا پوچھنا! کوئی اونگھتا ہے۔ کوئی اپنے ساتھیوں سے صبح کے بازار کے بھاؤ پوچھتا ہے۔ یہ تمسخر انگیز تذلیل وتحقیر ہے۔ اس مذہب کے اعمال دینیہ کی جس کے داعیٔ اول نے اپنے خطبات ومواعظ سے ایک بادیہ نشین قوم کو روم و ایران کے تمدن کا آقا بنا دیا۔ وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔

یقین کرو کہ جب حضرت مسیحؑ نے بنی اسرائیل کی ذلت وہلاکت پر ماتم کیا تو شریعت موسوی کے احکام واعمال کا بجنسہ یہی حال تھا جو آج ہم نے شریعت خدا کا بنا رکھا ہے۔ مسیحؑ اگر ان فریسیوں اور صدوقیوں پر روتا تھا جو گو بڑی بڑی آستینوں کے جبے پہنتے، ہر وقت دعائیں مانگتے اور بڑی بڑی ہیبت تسبیحیں اپنے ہاتھوں میں رکھتے۔ پر شریعت کے حکموں کو انھوں نے مسخ اور اعمال صالحہ کو بے اثر کر دیا تھا۔ تو ہمیں اپنے ان عالموں اور صوفیوں پر ماتم کرنا چاہیئے۔ جو ان کی طرح سب کچھ کرتے ہیں۔ پر انہی کی طرح حقیقت سے بھی خالی ہیں۔

میں سرے سے اس امر کا ہی اعدعدو دشمن ہوں کہ خطبے لکھے ہوئے پڑھے جائیں۔ یہ ایک بدعت ہے جس کا خیر القرون میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اور نہ علت حکم اس کا موید۔ خطبہ ایک وعظ ہے۔ پس مسجدوں میں ایسے خطیب ہونے چاہئیں جن کو یہ قابلیت حاصل ہو کر جمعہ کے خطبہ کیلئے تیار ہو کر آئیں۔ اور زبانی وعظ مثل عام وعظ کے کہیں۔ ضروری ہے کہ قوم کی موجودہ حالت ان کے پیش نظر ہو۔ جو بیماریاں ہیں آج لاحق ہیں انکا

علاج بتائیں نہ کہ ان کا جو آج سے ۹ برس پہلے تھیں۔ وہ خطبات عربیہ جو آج کل رائج ہیں میں نے سب کو پڑھا ہے وہ تو اُس وقت کے لئے موزوں نہ تھے، جب لکھے گئے۔ پھر آج کل کی حالت کا کیا ذکر؟
خطبہ کا یہ مطلب کس نے بتلایا ہے؟ کہ صرف چند مسائل بیان کر دئے جائیں اور کہہ دیا جائے کہ ایک دن مرنا ہے، بس ڈرو اور موت یاد کرو! بیشک موت کو یاد کرنے سے بڑھکر انسان کے لئے دنیا میں کوئی نصیحت نہیں ہو سکتی۔ کفات بالموت واعظاً یا عملاً۔ لیکن صرف یہ کہدینا لوگوں کو ڈرانے کے لئے کافی نہیں۔ موت کی یاد کے ساتھ ان کو زندگی کا طریقہ بھی تبلانا چاہیے۔ جو تذکرۂ آخرت کے ساتھ مل کر انسانوں کو دونوں جہانوں میں نجات دلا سکتی ہے؟" (الہلال)

صحیح راہِ عمل ان تصریحات کے بعد مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ قیام صلوٰۃ اور صلوٰۃ جمعہ درحقیقت ملت اسلامیہ کی اجتماعی حیات کے وہ بنیادی ستون ہیں جن کی پختگی ہیں حیاتِ نو کی نئی اُمنگوں سے مالا مال کر سکتی ہے۔
کیا مسجد جسے اللہ کا گھر کہتے ہیں واقعی اس خدائی قانون کا وہ مرکزی دفتر ہے جہاں نائب رسول نیابت الہیٰ کے لئے ملت مرحومہ کو تیار کر سکتے ہیں؟
کیا یہی وہ مقام ہے جو قرن اول کا جنگی دفتر ہونے کے علاوہ شاہی بیت المال کا بنک سمجھا جاتا تھا؟
تاریخ کے اوراق اور فاروق اعظمؓ کی تاسیس اولیہ، اس حقیقت کے شاہد عادل ہیں۔ لیکن صدیوں کی تاریکیوں کے بعد آج اسے دوبارہ سمجھانے کے لئے دوبارہ اس نصب العین پر یقین، اور ایسا یقین جو ایمان کا درجہ لئے ہوئے ہو، پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔
یورپ کے نقال خدائی انجمن اور الہیٰ نظام سے باغی ہو کر نقلی انجمن سازی اور پارٹی گری میں اس طرح مبتلا ہیں کہ وہ ہر کام کے لئے ایک انجمن ضروری سمجھتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ انسانی کمزور کوششیں خدائی نظام کا منہ چڑانے کے مرادف ہیں۔
مسلمانو! خدا کے لئے اس انجمن سازی کو ختم کرو۔ خدا کے مقرر کردہ نظام صلوٰۃ کی طاقت کو سمجھو۔ اور اس کی اس تصویر کو سامنے رکھتے ہوئے، جو رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش کی۔ ایسا غیر متزلزل ایمان پیدا کر لو،

(مضمون بقیہ صفحہ ۲۹) کی دنیا بنا دینا اس کا مقصد ہے، اور اس کا موجودہ مقصد یہ ہے کہ کسی طرح دنیا میں مزدوروں کی آمریت کا قیام عمل میں آجائے لیکن اسلام ایک ارفع اور بلند تر مقصد کی تکمیل کے لئے نازل کیا گیا۔ اس کے ذہن میں عالمگیر برادری کا تخیل ہے۔ یہ سماج کی طبقہ وارانہ تقسیم کے داغوں کو صفحۂ عالم سے محو کر دینا چاہتا ہے۔ یہ ایک نیا معیار قائم کرتا ہے، خوبی۔ بزرگی اور اخلاق کا۔ اسلام انسانی آمریت کا بنیادی طور پر مخالف ہے۔ چاہے وہ انفرادی ہو یا جماعتی۔ یہ بید کو اس حد تک موڑنے کی اجازت دیتا ہے جس حد تک پہنچ کر وہ ٹوٹ نہ جائے۔ یہ انسان کے فطرتی قیود اور اس کے جوہر و صلاحیت کو تسلیم کرتے ہوئے اُنھیں صرف نیک عمل کی اجازت دیتا ہے اور بُرے عمل سے روکتا ہے۔

جس کی کیفیت عشق تک جا پہنچے۔ جب یہ یقین پیدا ہو گیا تو پھر ساری دنیا کی کوئی طاقت آپ کو خلافتِ الہیہ کے نصب العین کے حصول سے نہیں روک سکتی ہے

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا ... تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا (اقبال)

ایمان محکم قوموں کی موت و حیات کا فیصلہ اُن کے یقین کے استحکام اور عمل کی مضبوطی کے مطابق ہوا کرتا ہے۔
القرآن: "جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور پھر (اپنے نصب العین کے حصول کے لئے) ڈٹ گئے تو ان کی مدد کے لئے (انسان تو انسان) فرشتے بھی آموجود ہوتے ہیں"
ثُمَّ اسْتَقَامُوْا وہی ایمان محکم ہے، جو نصب العین کے حصول کا ناقابل شکست ارادہ ہے، ہاں! یہ راہ پھولوں کی سیج نہیں۔ ایک بے حس اور مایوس قوم یقیناً اس زندہ آواز کے خلاف یورش کرے گی۔ گندا رشتوں سے ناآشنا اور وقت کے بندے ہمیں بیوقوف کہیں گے۔ لیکن وہ کونسا زمانہ تھا؟ جب باطل یا ناقص صداقت اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کر کے حق کے مقابل میں نہ آئے۔
یہ جنگ شروع سے چلی آرہی ہے۔ ناکامی صرف اس وقت ہوتی ہے جب ہمیں اپنے نصب العین کی صداقت کا یقین نہیں ہوتا۔ ہمارا عہد عہدِ استوار نہیں ہوتا۔ ہمارا عشق، عشقِ صادق کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ ورنہ مخالف قوتیں تو ایمان کے لئے سامان جنگ مہیا کرتی ہیں۔
القرآن: "جب اُن سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے مخالفین تو ایک ہجوم پیدا کر رہے ہیں، اس لئے اُن سے ڈرو" تو اس اطلاع سے ان کے ایمان میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ اور انھوں نے کہا: "(اُن کو اکٹھا ہونے دو) ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ اور وہ بہترین کارساز ہے"
اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔
(القرآن)۔ "پس وہ اللہ کے فضائل و نعمارسے (جھولیاں بھر بھر کے) واپس لوٹے اور انھیں کسی قسم کی کوئی گزند نہ پہنچ سکی"

اسلامی اشتمالیت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حکومت افراد کے ذاتی معاملات میں دخل انداز نہیں ہوتی اور نہ انفرادی آزادی کو غصب کرتی ہے۔ لیکن پھر بھی ناممکن ہے کہ کوئی فرد دوسرے کو لوٹ کر یا ناجائز فائدہ اٹھا کر مالدار بن سکے یا دولت و سرمایہ کا غلط استعمال کر سکے۔ پس یہ کہنا بجا ہے کہ نبی آخرالزماںؐ اور اُن کے خلفاء نے ایک اشتمالی حکومت قائم کی۔ لیکن بغیر طبقہ وارانہ جنگ کے اور بغیر جائداد کی جبریہ ضبطی اور بغیر کام کرنے کی آزادی کے لوگوں کو محروم کئے ہوئے۔

مولوی کی ترقی اشاعت کا ایک آسان ذریعہ یہ بھی ہے کہ آپ اپنے واقف دوستوں کے نام اور پتے لکھ کر بھیجدیں۔ ان کو یہاں سے مفت نمونہ بھیجا جائے گا۔ اس کام کے لئے اگر آپ ٹکٹ پیسے خرچ نہ کرنا چاہیں۔ تو جب کبھی مولوی کو کوئی خط لکھیں ہر خط میں دو چار نام اور پتے بھی لکھدیا کریں۔ غالباً یہ سب سے سہل خدمت دین ہے اگر آپ اس کو بھولیں نہیں۔ نام و پتہ ایسے لوگوں کے ہوں جن کو اسلامی معلومات کا ذوق ہو۔

اسلام اور اشتراکیت

(محترم ملک حامد حسین صاحب)

بُنیادی اختلافات

کنتم خیر اُمۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ (ترجمہ) تم (مسلمانو) ایک بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کی خدمت و ہدایت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور بدی کو روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

میری نگاہ میں ان اختلافات کا وجود بالشویت کے لئے باعثِ افسوس ہے۔ میرے خیال میں بالشویک نے جو سب سے بڑی غلطی کی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے ایک ایسی خطرناک پالیسی کو اختیار کیا جس کا مقصد انکار وجود باری تعالیٰ اور نفی مذہب ہے۔ انکار ذات باری تعالیٰ اور تشکیک وین کسی اشتراکی یا اشتمالی لائحہ عمل کے لئے چنداں ضروری نہیں۔ اشتراکیت کی اس صورت حال نے حریفان بالشویت کو ایک زبردست حربہ دے دیا ہے جو عوام میں خوف و ہراس پھیلاتے ہیں۔ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر وہ دنیا کی عظیم آبادی خصوصاً مشرق کے ذہن کو بدظن کر دیتے ہیں۔ اگر اشتراکی سیاست کے لئے منکرِ خدا ہونا کسی صورت سے بھی ضروری ہوتا تو ہم انھیں اس رویہ کے اختیار کرنے پر قصور وار نہ ٹھہراتے۔ لیکن ناظرین اس سے یہ تصور نہ کریں کہ ہمیں ان اسباب وعلل کا احساس نہیں جنھوں نے روسی بالشویک حضرات کو اس رویہ کے لائحہ عمل بنانے پر آمادہ کیا۔ کارل مارکس نے پہلے سے اشتمالیت پسندوں کے دماغ میں مذہب کے خلاف فتور پیدا کر دیا تھا۔ اور روس کا مروجہ مذہب اس قدر مردہ ہو چکا تھا کہ معاشرتی مصلحین اس کی عزت کرنا بھول گئے تھے۔ علاوہ بریں اس میں اس قدر رسمی خرافات داخل ہو گئی تھیں کہ اصلاحات کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہی اندمنہ وسطیٰ کی سی مذہبی تنگ نظری اوج کو پہونچ گئی تھی۔ مذہب کو اس وقت عوام پر عجیب و غریب اقتدار حاصل تھا۔ مگر یہ اثر فی نفسہٖ مضر اور تباہ کن تھا روسی دربار میں نصرانی مذہب کا ہر دلعزیز نمائندہ ریسپوٹن خیال کیا جاتا ہے جو کہ مشہور فاسد اور بدچلن تھا۔ زار سے اُس کی پہلی ملاقات ۱۹۰۵ء میں ہوئی جس کا زار نے اپنی ڈائری میں یوں تذکرہ کیا ہے "آج مجھ سے ایک (مردِ خدا) الوہیٔ انسان گری گوری سے ملاقات ہوئی جو کہ صوبہ ٹوبالسک کا باشندہ ہے۔" کہا جاتا ہے کہ مذکور کے سر پر ایک زخم کا نشان تھا۔ یہ نشان اُس واقعہ کو بتلاتا ہے جب کہ وہ گھوڑا چراتے وقت بُری طرح مارا گیا تھا۔ وہ انسانِ سالک اصلاً ایک بے وقعت کسان تھا۔ لیکن بتدریج اپنے حامیوں کا ایک نیا جتھا تیار کر کے Czarina پر پورا اثر جا لیا، اور اسی طرح زار بھی اُس سے نہ بچ سکا۔ ریسپوٹن کے متعلق ایک دفعہ خفیہ پولیس نے یہ رپورٹ کی تھی "ریسپوٹن آج صبح ۵ بجے شراب کے نشہ میں بدمست واپس آیا۔ ۲۵ اور ۲۶ تاریخ کی ساری رات اس نے ایک ایکٹرس کے ساتھ بسر کیں۔" مختصر یہ کہ

اس کے خلاف متعدد الزامات ثابت ہو چکے ہیں۔ زارینہ اس کی حامی تھی اور ہمیشہ زار کو مجبور کرتی کہ وہ اس کی قدر کرے۔ سرکاری خفیہ رپورٹوں کے جواب میں وہ عذر و بہانہ پیش کرتی۔ ایک مرتبہ اُس نے زار کو لکھا کہ وہ ریسپوٹن کے خلاف لغو الزامات لگاتے ہیں کہ وہ عورتوں کا بوسہ لیتا ہے۔ پیغمبروں کے سوانح حیات کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ لوگ بھی ہر شخص کو سلام کے طور پر پیار کر لیا کرتے تھے: حقیقت یہ ہے کہ تمام درباری بدچلن اور اوباش طبع واقع ہوئے تھے۔ بس اگر اشتراکیت پسند اپنی اوباش درباریوں سے گھبرا کر انکار مذہب کی طرف رجوع ہوئے تو ان کا یہ عمل کسی طور پر بھی جائز نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن بدقسمتی سے اور بھی بہت سے اسباب جمع ہو گئے تھے جس نے دہریت کی تحریک کو زور دار بنا دیا۔ اگرچہ صرف اُن اوباش مذہبی پیشواؤں کے وجود ہی سے گھبرا کر بہت سے لوگ رشتۂ نصرانیت سے علیحدہ ہو جاتے۔ وہ وجوہات جو انحرافِ دین کی اشاعت میں ممد ہوئے صرف خطۂ روس تک محدود نہ تھے۔ لامذہبیت یورپ میں عموماً اور مشرق کے ان ممالک میں خصوصاً جو یورپ کی کورانہ تقلید کرتے ہیں عام وبا کی طرح پھیل رہی تھی۔ نوجوان طبقہ لامذہبیت کی طرف مائل تھا۔ گرچہ سائنس کی نئی معلومات ایک ایسی ذات کے تصور کو تصدیق کرتی تھیں جو علیم، خبیر، معتور کے اوصاف سے متصف ہو۔ انتہائی مادہ پرست بھی وحدت وجود کو مانتے تھے جن کے نزدیک فکر اور خیال بھی ایک مادی چیز تھی۔ پروفیسر جے۔ ایس۔ بالڈین اور سر اولیور لاج کے لئے اپنے تمام تجربوں کے بعد ذات باری تعالیٰ اور روحانیت کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن اس زمانہ کے نوجوان سائنس اور فلسفہ کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ وہ وہم اور مروجہ رسم و رواج کی کورانہ تقلید کرتے تھے۔ مذہب کو متروک و فرسودہ کہنا فیشن خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن مشاہیر کی پرستش بھی آج کل کے فیشن میں داخل ہو گئی۔ وہ جو لینن کی پرستش کرتے ہیں، اس کی رہنمائی کو اندھوں کی طرح تسلیم کر لیتے ہیں۔ ان میں ایک غلامانہ ذہنیت کام کر رہی ہے۔ وہ اس کی کمزوریوں پر آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ انھوں نے اپنے لئے ایک نیا بُت تراش لیا ہے۔ وہ عقل و خرد کے گنجینہ سے اتنے ہی عاری ہیں جتنے از منہ قدیم کے بُت پرست۔ یہی حال مسولینی اور ہٹلر کے پجاریوں کا ہے۔ یہ بے عقل معتقدین اپنے مشاہیر کی وقعت ان کے اوصاف کو مبالغہ آمیزی کا رنگ دے کر گھٹا دیتے ہیں۔ اسلام کے علاوہ اور دیگر ادیان کے پیرو کاروں کی مشاہیر پرستی کی غلامانہ ذہنیت دنیا میں لامذہبیت اور دہریت کے خیالات کی اشاعت کی ذمہ دار رہی ہے۔ یہی حال بالشویک کا بھی ہوا۔ وہ ادنیٰ دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ کبھی ایسے دیوتاؤں کی جن میں نیکی کے بجائے بُرائی اور کمزوری پائی جاتی ہے۔ بس ایک تعلیم یافتہ اور تجربہ کار مگر بے عقل متعصب وہ نوجوان بالشویک کو مذہبیت اور دہریت کی تحریکات میں حصہ لینے پر مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔ جب کہ وہ اسلام کے تصور اجتماعی

سے ناآشنائے محض ہے۔ اور جبکہ صرف یہی ایک تصور ہے جو مادہ پرست، زندیق اور دہریہ سبھی کو مطمئن بنا سکتا ہے۔ اگر ایک دہریہ اپنے خاندان یا قبیلوں کے خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا یا تثلیث سے انکار کرتا ہے تو وہ قصوروار نہیں ہے۔ ایک دہریہ جس کو آخرت سے کوئی واسطہ نہیں ایسے خدا کو جس کی ساری طاقت صرف آخرت میں نجات دلانے تک محدود ہے فراموش کر سکتا ہے کیونکہ وہ خدا اس دنیوی ترقی میں مدد کر سکتا ہے، جو ایک طرف فرشتوں کی سی خصلت پیدا کر رہا ہے۔ دوسری طرف اشتراکی ریاست کا ایک اچھا شہری بنا دیتا ہے۔

اساس تہذیب میں جو مذہب کی حیثیت میں اشتمالی نقطۂ نظر سے مذہب کی تردید میں یہ تین اہم اعتراضات پیش کئے گئے ہیں۔

(۱) مذہب موجودہ معاشری نظام کو تقویت بخشتا ہے جس سے سرمایہ داری کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح لازمی طور پر غریبوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔

(۲) مذہب کی وجہ سے لوگ اوہام پرستی سے مغلوب ہو جاتے ہیں، مذہب لوگوں کو اوہام پرست بنا دیتا ہے۔ اور اس طرح ترقی سائنس میں دخل دیتا ہے۔

(۳) مذہب ضروریات کے پیش آنے پر بجائے کام کرنے کی طرف مائل کرنے کے انھیں دعا و مناجات کے لئے ہاتھ بڑھانا سکھاتا ہے۔ پس وہ کاہل الوجود بن جاتے ہیں۔

کون اس سے انکار کرے گا کہ دین اسلام کے علاوہ تمام مذاہب میں یہ تمام کمزوریاں خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہیں۔

ان اعتراضات کا مجملاً جواب اسلام کے نقطۂ نظر سے یہ ہوگا۔

(۱) اسلام نے معاشرتی خدمت کو ایمان و تقویٰ کا ضروری عنصر قرار دیا ہے۔ اسلام سرمایہ داری کا مخالف ہے۔ اُس نے بالشویت کی مانند تمام انسانیت کی سدھار اور آزادی کو پیش نظر رکھا ہے۔ اس مقصد کی تحصیل کے لئے قوانین بھی وضع کئے گئے ہیں۔ اسلام نے غریبوں کے درجہ کو بڑھایا، خود پیغمبر صاحبؐ نے ایک غریب کی زندگی بسر کی۔ انھوں نے اعلان فرمایا کہ غربت ہی ہماری شان ہے اور میں چاہتا ہوں کہ غریبوں میں زندہ رہوں۔ انہی میں مروں اور انہی کے ساتھ قیامت میں اُٹھایا جاؤں۔

(۲) اسلام نے خدا کا ایک انوکھا تصورِ الوہیت پیش کر کے عقل و فہم کے لئے دروازہ کھول دیا ہے۔ اُس نے انسان کی قوت تخلیل اور استخراج کو زیادہ جلا دے دیا۔

(۳) اسلامی دعا صرف رہنمائی، طاقت و مدد کی تحصیل کے لئے اُس ذات قدیر سے اُس وقت کی جاتی ہے جبکہ انسان حتی الوسع اپنے طریقۂ عمل کو پورا کر چکتا ہے۔ اس کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان ان تحریکات، ناامیدیوں، حیوانی خواہشات اور شہوانی جذبات کو اپنے قابو میں رکھے جو بلند اور سچے مقاصد کی تحصیل میں روڑے اٹکاتے ہیں۔

بالشویت کسی روحانی اور اخلاقی بنیاد کا دعویٰ نہیں کرتی، چونکہ عہد حاضر میں لینن بالشویت کا سب سے زیادہ تجربہ کار استاد، رہنما اور فلسفی تصور کیا جاتا ہے۔ پس لینن کی زندگی کے چند اقتباسات سامنے رکھکر دیکھنا چاہیئے کہ کیا اس کی تحریک کی بنیاد اخلاقی اصولوں پر ہوئی تھی۔ لینن نے گورکی کے سوال کے جواب میں فرمایا "کس نے تم کو پڑھا دیا ہے کہ ہم لوگ اصولِ اخلاقیات پر ایمان رکھتے ہیں؟" جب اسی کے ساتھیوں اور رفقائے کار نے ناجائز روپیہ کے وصول کرنے کو جرم قرار دیکر اس امر کی مخالفت کی تو اُس نے جواب دیا۔ "میں تو روپیہ وصول کرتے رہوں گا کیا تم لوگوں کے دماغ اس کی معقولیت اور موزونیت کے متعلق متوسط طبقہ کے وہمی نظریات سے بھرے نہیں ہیں؟ لیکن تم لوگوں نے میری اُس وقت کیوں تعریف کی تھی جبکہ میں تیلا کے پوسٹ آفس پر چھاپا مارا تھا اور چند سکّے (روسی) حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا، حالانکہ تم لوگ اس امر سے خوب واقف تھے کہ اس میں صرف متوسط طبقہ کا سرمایہ نہیں ہے بلکہ غریب کسانوں کا بھی حصّہ ہے۔ لیکن شاباش شاباش کے فتحمندانہ نعروں سے تم لوگوں نے میرے دل کو تقویت بخشی۔ دوستو! ان توہمات سے آزاد ہو جاؤ اور حق و ناحق کی فکر میں مت پڑو۔" لینن ایک دوسرے دوست کو یہ لکھتے ہوئے ذرا بھی نہ ہچکچایا "ہمیں نہ تو اخلاقیات سے کوئی واسطہ ہے اور نہ کسی قوم کے مروجہ اخلاق سے کوئی تعلق ہے۔" ٹراٹسکی نے ایک دفعہ رنجیدگی سے کہا کہ "ہماری جماعت محض باغی بھیک مانگنے والوں کا ایک گروہ ہے۔" اس پر لینن نے اسے مطمئن کرنے کے لئے لکھا "ہم رومینوز کے جواہرات کے مالک ہیں۔ ہمارے پاس خانقاہوں اور دوسری میوزیم کے خزانے دفن ہیں۔ ان سب کو فروخت کر کے ہم روپیہ پا سکتے ہیں۔ ریاست کے مطبع خارجی ممالک کے بنک نوٹ بے انتہا مقدار میں چھاپ سکتے ہیں۔" اُس نے ایک دفعہ گورکی کو لکھا "ہم کلجگ میں پیدا ہوئے ہیں۔ لوگوں کے سروں پر تھپکی دینا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمارے آہنی ہاتھ اس بیدردی سے گرنے چاہئیں کہ لوگوں کے دماغ کی ہڈیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ان کے جسم کی ہڈیوں سے گودا باہر نکل آئے۔" حقیقت یہ ہے کہ صرف بالشویت ہی اکیلی اس گناہ کی مرتکب کیوں ٹھہرائی جائے۔ اسلام کے علاوہ بہت سے مذاہب اور مختلف اصلاحی تحریکات نے اسے جائز قرار دیا ہے لیکن پیغمبر محمدؐ نے اسلامی مشن کی تبلیغ میں کسی طرح اکراہ اور تشدد کی اجازت نہیں دی ہے۔ دین میں اکراہ نہیں ہے۔ (لا اکراہ فی الدین) قرآن کی تعلیم ہے۔ اسلام نے ہر جان کو قیمتی بتایا ہے۔ اسلام میں انسان کیا تسکار کے جانور تک کو جسمانی اذیت دینے اور مثلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کچھ روایتیں اس کے متعلق نقل کی جاتی ہیں۔

"وحشی جانوروں کو مُثلہ مت کرو (عبد اللہ جعفر) جابر سے روایت ہے پیغمبر صاحبؐ نے جانداروں کو مارنے اور سختی سے باندھنے کو منع کیا ہے۔" پیغمبر صاحب کا ارشاد ہے کہ کسی جاندار کے چہرے کو داغ دینا منع ہے۔"

اسلام کے رویہ صلح پسندی اور بالشویت کی سنگیت میں کتنا فرق ہے، پیغمبر سے التجا کی جاتی ہے کہ وہ اپنے خونخوار دشمنوں پر لعنت بھیجیں۔ لیکن وہ ایک حیرت انگیز جواب دیتے ہیں کہ میں دنیا کے لئے قہر و غضب نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لیکن ٹراٹسکی ایک ایسے فلسفہ کا حامی ہے جس کی پشت پر تشدد اور ظلم کام کر رہا ہے۔ اُس نے بحیثیت سردار ریاست کے ایک مرتبہ اعلان کیا کہ "ہمیں اعلیٰ و متوسط طبقے کو یکسر فنا کر دینا چاہیئے۔ یہاں تک کہ ان کے اصل و نسب کا پتہ نہ لگ سکے۔ جب پیشوایانِ بالشویت نے بھی

مروجہ اخلاق سے انکار کردیا تو پھر یہ ایک قدرتی امر تھا کہ عوام کے ذہن سے
بھی اخلاق کے بنیادی اصول محو ہوگئے۔ حالات ان کے موافق تھے اور
کسانوں اور سپاہیوں کی جماعتیں ان کے ساتھ تھیں۔ اسی لئے وہ اپنے
مقصد کی تکمیل میں کامیاب رہے۔ ہنوز سُرخ فوج اُن کی پشت پناہی
کرتی ہے۔ جائداد کی جبری ضبطی مجلس عاملہ کے حکم پر جبری کام۔ آزادی
تقریر و انتخاب پیشہ پر پابندی۔ روسی حکومت کی موجودہ پالیسی ہے جسکی
مخالفت ناجائز قرار دی گئی ہے۔ اخلاق کی ضابطگی میں ذہن اور کمزوری
کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالشویک جانباز فتح و ظفرمندی کے بعد جنسی نظربازیوں
میں بُری طرح مشغول ہو گئے۔ اس کے برعکس جب جناب محمدؐ اور اُن کی
فتحمند جماعت شہر مکہ میں داخل ہوتی ہے تو یہ اپنی شہریوں کے ہاتھ کی
ستائی ہوئی جماعت اس ظالم قوم کی خطاؤں کو فراخدلی سے معاف کرتی
ہے اور ہر شخص آزاد کر دیا جاتا ہے۔ اگر بالشویت کے اخلاق کو لینن کے
وضع کئے معیار پر رکھا جائے تب بھی پتہ لگتا ہے کہ ان کا اخلاق اس
معیار پر بھی نہ اُتر سکا۔ اخلاق سے لاپرواہی روسی مصنفین کا عام شیوہ
بن گیا ہے۔ جدید حاضر کی مادی تہذیب نے تمام مغربی ممالک میں بداخلاقی
کی داغ بیل ڈالدی ہے۔ کیا روس، کیا جرمنی و فرانس اور کیا انگلستان
غرضکہ ہر ملک میں جنسی بداخلاقی روزانہ کا معمول بن گئی ہے۔ یہ اس لئے
ہے کہ اُن پرسے اخلاقی پابندیاں اُٹھالی گئی ہیں۔

بالشویت کے برعکس اسلام نے اخلاق کا ایک مکمل مجموعۂ قوانین
پیش کیا ہے۔ اس کی تطبیق انسانی زندگی کے ہر شعبۂ حیات میں عالمگیر طور
پر کی جاسکتی ہے۔ مثلاً مذہبی، اقتصادی، معاشرتی۔ تجارتی، قانونی، صنعتی
نیز سیاسی۔ چیمبر انسائیکلوپیڈیا (قاموس) کا مصنف اسلام کا بڑا مداح ہے۔
اس کے نزدیک اسلام کا عظیم کارنامہ قرآن کا علم الاخلاق ہے۔ جو مکمل ترین
صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ لینن کی زندگی کا ایک سرسری
مطالعہ بتلاتا ہے کہ وہ کوئی معلم اخلاق اور بذاتِ خود پابند اخلاق نہ تھا۔
اس عہد کی نصرانیت خود اخلاقیات کے فیض سے عاری تھی تو کس طرح
ممکن تھا کہ بالشویت کو وہ اخلاق کے زرو جواہر سے مستفیذ کردیتی۔ اسکے
برعکس روسو، انقلابِ فرانس کا بانی۔ ہیگل مادہ پرست۔ گبن عقلیت پسند۔
گوئٹے فلسفی شاعر۔ کارلائل نقاد اور اس قسم کے بہت سے لوگ اسلام کے
متعلق اچھی رائے رکھتے ہیں۔ لیکن لینن کا علم مذہب محض نصرانیت ہی تک
محدود تھا۔ اسلام چند مذہبی رسومات کے مجموعہ کا نام نہیں ہے۔ کوئی بھی
زید و بکر اگر اخلاقیات کا حامل ہے تو لازماً مسلمان کہلائے جانے کا مستحق
ہے یا بالفاظِ دیگر ہر نیک آدمی مسلم ہے۔ اسلام کی جبلت و فطرت و نیز
اس کی سادگی کو بیان کرنے کے بعد گوئٹے سوال کرتا ہے کہ اگر یہی اسلام
ہے تو کیا ہم سب اسلامی زندگی نہیں بسر کرتے۔ کارلائل کا یہ فرمانا بدرجہ
اتم صحیح ہے کہ ہر مذہب اخلاقیات اور اخلاقی فرائض کا معلم ہوتا ہے۔ اسی
سبب سے لامذہبیت سے کسی مذہب کا وجود بہتر ہے۔ لیکن اسلام اپنے
اخلاقی نصب العین کے اعتبار سے تمام مذاہب سے سربلند ہے۔ اس کی
وجہ یہ ہے کہ اسلامی نظریہ کے ماتحت ہر فرد اپنے افعال کا انفرادی طور پر
ذمہ دار ہوتا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ذاتِ باری جو رحیم و کریم ہے انسان
کو صراطِ مستقیم کی رہنمائی کرتی ہے۔ لیکن انسان مکمل قوت ارادی سے مشرف
کردیا گیا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ انسانوں کو راستہ دکھاتا ہے
پھر بھی لوگ منہ توڑ لیتے ہیں۔ اگر اُس نے اپنی رضا کو انسان کے افعال
پر غالب کردیا ہوتا تو یقیناً تمام عالم میں کوئی ایسا انسان باقی نہ رہتا جو
جادۂ مستقیم کا رہ نورد نہ ہوتا۔

اسلام کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ہر انسان پیدائشی گناہگار ہے۔ بلکہ ہر
شخص اپنی صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اُس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہر شخص کو
جادۂ مستقیم پر چلنے کے مواقع فراہم کئے جائیں، اگر اُسے مخالف صورت حالات
سے دوچار نہ ہونا پڑے تو وہ کبھی بھی غلط راستہ پر نہیں چلے گا۔ اگر ایک
شخص جھوٹ بولتا ہے یا چوری کرتا ہے تو اُس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پیدائشی
دروغ گو یا چور ہے۔ بلکہ صورتِ حالات اور لوازماتِ زندگی کی اشد ضرورتیں
اسے بدافعالی پر مجبور کردیتی ہیں۔ ماہرین اخلاق و صاحبانِ روحانیت و
واضعینِ قوانین نے جو کچھ انسان کی اخلاقی رہنمائی کے لئے وضع کردیا ہے
وہی اسلام نے بھی اخلاق کی پاکیزگی اور برتری کے لئے وضع کیا ہے لیکن
اسلام کی ندرت اس حقیقت میں ہے کہ اسلامی قوانین اخلاق محض کاغذ
اور زبان ہی پر نہ رہے بلکہ ان کو نبی آخرالزماں اور اُن کے خلفاء نے عملی جامہ
پہنایا۔ ایک فاضل ہندو لکھتے ہیں کہ "حقیقتہً اسلام ہی ایک ایسا مذہب
ہے جس میں ہنوز اس کے بانی کی صحیح روح اپنی پوری شکل میں کارفرما ہے،
محمدؐ کا جذبہ اور وہ جذبہ جسے آج ہر مسلم فرد اپنے دل میں پرورش کرتا ہے
بعینہ ایک ہے۔ بہت سے ایشیائی ممالک مثلاً تبت۔ سیام۔ جاپان۔ لنکا
برما۔ چین۔ بدھی ممالک کہلاتے ہیں۔ لیکن مجھے پورا الیقین ہے کہ اگر گوتم بدھ
دوبارہ ان ممالک میں قدم رکھیں تو وہ ان علاقوں میں اپنے کو اجنبی خیال
فرمائیں گے۔"

اسلام کا نادر ترین کارنامہ یہ ہے کہ اس نے نا اُمیدی کا مکمل طور سے
انسداد کر دیا ہے جس کی وجہ سے خودکشی بھی پورے طور پر بند ہوگئی۔ حالانکہ
برطانیہ میں تقریباً پانچ ہزار افراد ہر سال خودکشی کے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔
اسلام کے مقابلہ میں بالشویت کی وسعت ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ اس نے
انسانی نظریۂ سیاسیات، معاشریات و اقتصادیات کے بارے میں ایک
دوسرا ہی زاویۂ نگاہ پیدا کرلیا ہے۔ بالشویت حد سے زیادہ مادیت کی تعلیم
دیتی ہے۔ اس کی مملکت میں انسانی جذبات و خواہشات کا کوئی گذر نہیں۔
اور کبھی کبھی یہ انسانی فطرت کو بھی ٹھکرا دیتی ہے۔ اصولی اعتبار سے ذاتیات
کی قدر و منزلت گھٹیا سمجھی جاتی ہے۔ مگر عمل میں چند افراد کی بزرگی کو تسلیم
کیا جاتا ہے۔ لینن بالشویت کی نظر میں مافوق الانسان ہے۔ بالشویت
انسان کی صلاحیت و افراد کے فطری قیود سے منحرف ہے۔ اور اس کی
غرض و غایت صرف یہ ہے کہ انسان کے گرد و پیش ایسا ماحول پیدا کرلے،
کہ افراد اپنی حیوانی خواہشات کی تکمیل کر سکیں۔ بالشویت کا مطمح نظر صرف
یہ ہے کہ روٹی اور جائداد ہر فرد میں برابر برابر تقسیم ہوتی رہے۔ اسے اسلام
کی طرح دماغی سرور و روحانی طمانیت سے کوئی سروکار نہیں۔ تمام دنیا کو مزدوروں

ہندوستانی مسلمان کے سو سال

(از حضرت مولانا سید عبد القدوس صاحب ہاشمی)

ز محکومی مسلمان خود فروش است گرفتار طلسم چشم و گوش است
ز محکومی رگان در تن چنان است "اقبال" کہ ما را شرع و آئین بار دوش است

مسلمان کی یہ خصوصیت تھی کہ اسلام کی عالمگیر تحریک کا وہ علمبردار تھا لیکن ملوکیت کی لعنت نے اس سے ساری خصوصیتیں چھین لیں۔ اسلام کو بحیثیت تحریک زندہ رکھنے اور دنیا کو اس رحمت کا پیغام سنانے کا حوصلہ رخصت ہو گیا۔ لے دے کر مسلمان کا مقصد ایک مسلمان شہنشاہی سے زیادہ کچھ نہ رہ گیا تھا۔ ہندوستان میں اس کا سابقہ ایک ایسی قوم کا تھا جو فرمانروا کو پروردگار کا اوتار سمجھتی ہے۔ اس لئے ہندوستانی مسلمان پر دنیا کے تمام مسلمانوں سے زیادہ شاہی تقرب اور عزت درباری حاصل کرنے کا جنون طاری تھا۔

ان حالات میں مغل بادشاہت ہندوستان میں قائم ہوئی۔ اجتماعی زندگی میں مسلمان ہندوؤں سے بہت سی خرابیاں لے کر ایک ایسی زندگی بسر کر رہے تھے جس کا ایک خفیف سا روحانی واسطہ تو صحابہ کرام کی زندگی سے تھا، لیکن کوئی صریح تعلق ان کی حیات طیبہ سے مسلمانوں کا باقی نہ تھا۔ اگر چند اشخاص سے قطع نظر کر لیجئے تو ہندوستانی مسلمان بالکل اس شعر کا مصداق تھا۔ ؎

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

مغل فرمانرواؤں میں سے اکبر نے اس خفیف سے واسطہ کو بھی ختم کر دینے کی کوشش کی "دین الٰہی" کے نام سے ایک جدید مذہب کی بنیاد رکھی گئی۔ اگرچہ اللہ والے اپنی جانوں پر کھیل کر بادشاہ کا یہ کھیل بگاڑ نہ دیتے تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہندوستانی اسلام کیا ہو جاتا۔ شاید برہمو سماج کی قسم کی کوئی چیز بن جاتی۔ بہرحال مغل دور حکومت میں شاہ پرستی کے جذبات میں بڑی ترقی ہوئی۔ اور مسلمان کی زندگی کا کوئی نصب العین باقی نہ رہا۔ البتہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ چھوٹی سی ایک جماعت ایسی ضرور موجود رہی جو ان ناسازگار حالات میں سختی سے دین کے احکام کی پابند تھی۔ اور شاید اگر اسے موقع مل جاتا تو انقلاب بپا کر دیتی۔ اور اقتدار بادشاہ کے ہاتھ سے نکل کر مسلمان قوم کے ہاتھ میں چلا آتا۔ لیکن مصیبت یہ آن پڑی تھی کہ بندہ بادشاہ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش میں ایسی ہر تجویز کو ختم کر دینے کی سبیلیں پیدا کر دیتے۔ اس طرح بادشاہ کا شخصی اقتدار بڑھتے بڑھتے اس درجہ پر پہنچ گیا۔ جہاں اسے واقعۃً ایک اوتار کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ یہ صورت آپ کو اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد میں نمایاں نظر آئے گی۔

مغل شہنشاہی میں عالمگیر کے بعد زوال آنے لگا، اور انگریزی کمپنی کی قوت بڑھنے لگی، اب "خلق خدا کی ملک بادشاہ کا" تو تھا، اب سے اس میں "حکم کمپنی بہادر" کا اور اضافہ ہو گیا۔ اس طرح شاہ عالم کے زمانہ میں تو ساری شہنشاہی "از دہلی تا پالم" ہو کر رہ گئی۔ مسلمان نے اپنا مقصد ہی مغل شاہی کو قرار دے رکھا تھا جب یہ گئی تو ہندوستانی مسلمان بالکل بے مقصد حیات اور سراپا بے اساس زندگی بسر کرنے لگا۔

تحریک فرائضی

انگریزوں کے ابتدائی اور مغلوں کے آخری دور میں دو خالص اسلامی تحریکیں پیدا ہوئیں۔ ایک مولانا شریعت اللہ صاحب (بہار) کی تحریک "فرائضی"، اور دوسری تحریک مولانا سید احمد صاحب بریلوی کی تحریک جہاد جسے انگریزوں نے "وہابی تحریک" کا نام دے رکھا ہے۔

فرائضی تحریک بہار سے شروع ہوئی اور بہار و بنگال ہی میں پھیلی، اس کا مقصد مزدوروں اور کسانوں کی اسلامی تربیت تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریز ہندو سرمایہ داروں کو واسطہ بنا کر ہندوستان کی لوٹ میں مشغول تھے۔ اور چرخی۔ نارجی۔ بنرجی گھرانوں میں سونے چاندی کا مینہ برس رہا تھا مسلمان خصوصاً بنگال کے مسلمان ان کی معاشی دست برد کے شکار ہو رہے تھے۔ مسلمان نے ہندوستان میں اپنا سب کچھ کھو کر جو حاصل کیا تھا وہ یہی زمینداری نظام تھا، مگر اب اس وقت وہ بھی اس کے ہاتھ سے جا رہا، بلکہ بڑی حد تک جا چکا تھا۔ مولانا شریعت اللہ نے کسانوں اور مزدوروں کی اسلامی تربیت شروع کی۔ وہ چاہتے تھے کہ اس وقت یہ چوٹ کھائے ہوئے ہیں۔ اپنی صحیح فطرت کی طرف لوٹ جانا ان کے لئے آسان ہو گا۔ دولت ہاتھ سے جا چکی ہے۔ اب شاہ پرستی کا کھوکھلا پن ان کی سمجھ میں آ جائے گا۔ مگر افسوس کہ اس تحریک کی عمر بہت تھوڑی ہوئی۔ سرمایہ دار اور ان کے ایجنٹوں نے بغاوت کا الزام لگا کر اسے ختم کر دیا۔

مولانا سید احمد کی تحریک

مولانا سید احمد کی تحریک بھی اسلامی بنیادوں پر مذہب و معاشرت کی اصلاح کے لئے شروع کی تھی۔ اس تحریک کی عمر فرائضی تحریک سے بہت زیادہ ہوئی۔ اور جب مولانا سکھوں کی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لئے سرحدی صوبہ میں گئے تو اس وقت انگریزوں نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ مگر جب سکھوں سے پنجاب کی حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں آ گئی تو اس تحریک کو بزور کچل دیا گیا۔ ان دونوں تحریکوں کے خلاف انگریزوں کو ہندوؤں نے کس طرح تیار کیا اور کس طرح ان کی امداد سے یہ تحریکیں کچلی گئیں۔ اس کی ایک طویل اور دردناک داستان ہے۔

زبوں حالی

ہم تفصیلات کو چھوڑتے ہوئے صرف نتیجہ کی وضاحت کے لئے دو بیانات نقل کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو گا کہ انگریزوں نے مسلمانوں کا کیا حال کر دیا تھا۔ ڈاکٹر ہنٹر اپنی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" کے صفحہ ۱۵۸ پر لکھتے ہیں۔

"مسلمان اب اس قدر گر گئے ہیں کہ اگر وہ سرکاری ملازمت

پاسنگ، قابلیت بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ تب بھی انھیں سرکاری اعلانات کے ذریعہ سے خاص احتیاط کے ساتھ ممنوع الملازمت کر دیا جاتا ہے۔ ان کی بے کسی کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ اور اعلیٰ حکام تو اُن کے وجود کو تسلیم کرنا ہی اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں۔"

۱۸۶۹ء میں کلکتہ میں مشکل ہی سے کوئی دفتر ملتا تھا جس میں چپراسی، چٹھی رساں، یا دفتری کے سوا کوئی مسلمان ملازم ہو۔

مسٹر بیلی جو پہلے لکھنؤ کے رزیڈنٹ اور بعد کو حکومتِ ہند کے سکرٹری ہو گئے تھے۔ اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

"تعلیم یافتہ مسلمان اپنی پرانی قسم کی تربیت پر بھروسہ رکھنے کے باوجود اپنے کو حکومت کے عہدوں اور منافع سے جن پر اب تک وہ قابض تھا، محروم پاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ تمام نفع کے کام ہندوؤں کے ہاتھوں میں چلے گئے۔ اچھے تعلیم یافتہ لوگوں کے دل تلخی سے لبریز ہو گئے ہیں۔ یہ احساس اس خیال پر مبنی نہ بھی ہو کہ ان لوگوں کو ان کے مذہب کی وجہ سے ستایا جا رہا ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ان کے مذہب کی وجہ سے ان کے ساتھ بے اعتنائی برتی جا رہی ہے۔"

ان دو بیانوں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس وقت حکومت مسلمانوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتی تھی، اور ہندوؤں کے ساتھ کیا رعایات تھیں حتیٰ کہ مسلمانوں کے اوقاف ہندوؤں کی تعلیم کے کام آتے تھے۔ ایک بار بعض منصف مزاج انگریزوں کے توجہ دلانے پر حکومت نے مسلمانوں کے اوقاف کی آمدنی کا کچھ حصہ مسلمانوں پر صرف کرنا چاہا تو ہندوؤں نے حکومت کو اس طرح متنبہ کیا۔

"اس دورِ حکومت میں جس کو رعایا پرور اور درخشاں تو کہہ لیجئے، لیکن زیادہ ہوشمند اور فرزانہ نہیں کہہ سکتے "فرائضی" اور "وہابیوں" کے باغیانہ عنصر کا ہونا یقینی ہے۔ ان فرقوں کا تمام دیسی ریاستوں میں اثر ہے۔ ان کی تنظیم "جیسوٹ" یعنی عیسائیوں کے یعقوبی فرقہ سے ملتی جلتی ہے۔ وہابی لوگ تو کچہریوں میں کلرکیوں اور محرریوں پر کام کرتے ہیں۔ تجارتی خرید و فروخت میں مشغول ہیں اور ملک کی آبادی میں خاموشی کے ساتھ ملتے جلتے رہتے ہیں۔ لیکن اپنے اصلی مذہبی رنگ کو یا اپنے مقاصد کو کبھی نہیں بھولتے۔ بغیر نمائش کے اپنے مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔ ان میں اتحادِ عمل ہے۔ مذہب کو ابتدائی سادگی پر لاکر اسلام کا سیاسی تفوق قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ یہ کسی وقت موجودہ تہذیب کو فنا کر دیں۔ حکومت کو چاہیئے کہ ان کی تحقیقات کرے۔ اس کا اثر تمام غیر وہابی مسلمانوں پر بھی ہے۔"

(مضمون مندرجہ جریدۂ "ہندو پیٹریٹ" مورخہ ۲ اگست ۱۸۷۱ء)

اسلامی سادگی سے خطرہ

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سب سے بڑا جرم کیا گیا ہے۔ مذہب اسلام اپنی ابتدائی سادگی پر نہ آئے۔ اس طرح اسلام کے سیاسی تفوق قائم ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ہندوستانی مسلمان اوہام میں مبتلا رہیں۔ اسلام کے سیاسی تفوق کا خیال ان کے دل سے محو کر دیا جائے۔ اور انھیں مجبور کیا جائے کہ وہ ہندو اوہام کو قبول کر کے اچھوتوں کی طرح ہندومت میں جذب ہو جائیں۔ اور ہمیشہ کے لئے محکوم و مقہور کی زندگی بسر کریں۔ گاندھی جی نے کیا لاجواب بات کہی ہے گو

ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے

فرماتے ہیں۔

"عام اصطلاح کی رو سے تبلیغی مذہب سے جو معنی مراد ہوتے ہیں ان معنوں میں ہندو مذہب کوئی تبلیغی مذہب نہیں ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے بہت سے قبائل کو جذب کر کے اپنے دائرہ میں داخل کر لیا ہے۔ لیکن یہ عمل انجذاب تدریجی اور غیر محسوس نوعیت کا رہا ہے۔"

(گاندھی جی کے خیالات جلد اول صفحہ ۴۰)

اگر آپ مذہب اسلام کی ابتدائی سادگی سے دست بردار ہو جائیں تو آپکے اولیا اور پیغمبروں کے دو چار بتوں کا ہندو علم الاصنام میں آج بھی اضافہ ہو سکتا ہے۔ ان کا تغیر شکل ہونا ذرا کھٹکے گا۔ مگر ایک انیسواں پران اس عقیدہ کو بھی حل کر سکتا ہے۔

ہندوؤں کی تحریکیں

غرض یہ کہ انگریزوں نے ہندوؤں کی تعلیم کا بندوبست کیا، اپنے ساتھ رکھکر حکومت کے نظم و نسق میں شریک کر کے یورپ کے اجتماعی تصورات سے آگاہ کیا۔ اس طرح انھوں نے ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف تیار کر دیا۔ یورپ میں انقلاب فرانس کے بعد سے وطنیت کی جو رو جاری تھی، اس سے ہندو بھی متاثر ہوئے اور ان کی سیاسی و اصلاحی انجمنیں بننے لگیں۔ سب سے پہلی انجمن ۱۸۵۱ء میں "برٹش انڈیا ایسوسی ایشن" کے نام سے بنگال میں قائم ہوئی۔ اس کے بعد بمبئی میں پارسیوں کے اشتراک سے "بمبئی ایسوسی ایشن" بنی۔ مہاراشٹر میں "سروجانک سبھا" بن کر تیار ہوئی۔ مدراس میں "مہاجن سبھا" بنائی گئی۔

اس درمیان میں ۱۸۵۷ء کا مشہور ہنگامہ ہوا۔ مسلمان اس میں پیش پیش تھے۔ بعینت ان ہی پر پڑی، فرائضی اور وہابی تحریکوں کے خلاف انگریزوں کا جو غصہ تھا وہ اب تمام مسلمانوں کے خلاف ہو کر ابھر آیا۔ اور ایسا ہونا فطرتِ انسانی کے بالکل مطابق تھا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں مسلمان پیش پیش تھے۔ انگریزوں کی مخالفانہ توجہ بُری طرح ان کی طرف مبذول ہو گئی، اور نتیجۃً ہندوؤں کو ذرا زیادہ موقع اپنی اجتماعی طاقت کو ترقی دینے کا مل گیا۔ ۱۸۶۱ء میں ہندوستان کو دستوری اصلاحات کی پہلی قسط ملی۔ اس سے بھی تمام تر فائدہ ہندوؤں نے اٹھایا۔

اس کے بعد ۱۸۷۶ء میں بنگال میں "انڈین ایسوسی ایشن" قائم ہوئی۔ سر سریندر ناتھ بنرجی اس کی روحِ رواں تھے۔ ۱۸۸۴ء میں مسٹر ہیوم انڈین سول سروس، اور لارڈ ڈفرن وائسرائے ہند کی مشترکہ کوششوں سے ۲۷ دسمبر کو "آل انڈیا یونین" بنی۔ جو بعد کو آل انڈیا کانگریس بن گئی۔ اس کا مقصد ابتداءً یہ تھا کہ گورنمنٹ کو نظامِ حکومت کی اصلاح میں مشورہ دیا کرے۔ جیسا کہ لارڈ ڈفرن کے بیان اور مسٹر ہیوم کے گشتی خط سے ظاہر ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوؤں نے کانگریس میں اس نیت سے شرکت نہیں کی تھی کہ گورنمنٹ کو صرف مشورہ دیں بلکہ پراچین ہندو تہذیب و معاشرت کے احیا اور ترویج ان کے پیش نظر تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے تمام تمدنی اثرات کو ہندوستان سے مٹا کر خالص ہندو معاشرت و تہذیب کو ہندوستان میں رائج کر دیں۔ اس کے لئے مسٹر پٹا بھی ستیا رامیا کی کتاب تاریخ کانگریس کا ایک پیراگراف ملاحظہ فرمائیے۔ مسٹر پٹا بھی ۱۹۳۹ء میں کانگریس کی صدارت کے امیدوار تھے۔ اور ان کی شکست کو گاندھی جی نے اپنی شکست سے تعبیر کیا ہے۔ یہ مجلس عاملہ کانگریس کے رکن بھی رہے ہیں۔ اور یہ کتاب بابو راجندر پرشاد (اس وقت صدر کانگریس) کے پیش لفظ کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اس لئے اس بیان کو کانگریس کے آفیشل بیان کی حیثیت حاصل فرماتے ہیں۔

"ان اصلاحی تحریکوں سے ملک میں قومیت کی مخالفت کرنے کے جو رجحانات پیدا ہو گئے تھے ان کے خلاف قدرتاً ایک ردعمل ہونا لازم تھا جس سے ان رجحانات کی اصلاح ہو سکتی۔ چنانچہ شمال میں تقریباً سوامی دیانند سرسوتی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی اور جنوب میں تھیوسوفیکل تحریک کی بنیاد پڑی۔ ان تحریکوں نے ادھرمی (ملحدانہ) خیالات اور دھرم سے انکار کی اس ذہنیت کی اصلاح کی جو مغربی تعلیم سے ملک میں پیدا ہو رہی تھی۔ دونوں تحریکیں بالکل قوم پرستانہ تحریکیں تھیں۔ البتہ آریہ سماج تحریک جو اپنے وجود کے لئے سوامی دیانند اعظم کی منت پذیر ہے۔ اپنے حب الوطنی کے جوش میں جارحانہ نوعیت کی تھی۔ ویدوں کی تعلیم کے منزہ عن الخطا ہونے اور ویدک کلچر کی برتری کے عقیدہ کے ساتھ سختی لیسا تھ وابستگی کے باوجود یہ تحریک وسیع پیمانہ پر معاشرتی اصلاح کے خلاف نہ تھی۔ اس طرح اس تحریک نے قوم میں ایک ایسی مردانہ زندگی پیدا کی جو ان کمالات کے ساتھ جو قوم کا ورثہ تھے ماحول کی تمام خوبیوں کی بھی جامع تھی۔ ہندو قوم میں جو معاشرتی خرابیاں اور مذہبی توہمات موجود تھے انہیں کے بعض کے خلاف اس تحریک نے اس طرح جنگ کی جس طرح برہمو سماج نے شرک، بت پرستی اور تعدد ازدواج کے خلاف جنگ کی تھی۔ بلا شبہ جیسا کہ توقع ہو سکتی تھی خود آریہ سماج میں نقطہ ہائے خیال پیدا ہو گئے۔ ایک میں گروکل خیال کے لوگ شریک تھے جو ویدک تصور کے بر ہمچاریہ اور مذہبی خدمات کے حامی تھے اور دوسرے وہ جو جدید قسم کے تعلیمی اداروں کے ذریعہ ضروری حد تک جدید مغربی تہذیب شامل کر کے سوسائٹی کا احیاء چاہتے تھے۔ سوامی شردھانند شہید اور ہیرو لالہ لاجپت رائے دونوں اپنے اپنے نقطہ ہائے خیال کے علم برداروں کی حیثیت سے ممتاز ہیں۔ یہ تمام تحریکیں حقیقتہً ہندوستانی قومیت کی زنجیر کی مختلف کڑیاں تھیں۔ اور اب قوم کا فریضہ تھا کہ ایک جامع چیز پیدا کی جائے جس کے ذریعہ تعصبات اور اوہام کو رفع کیا جائے اور قدیم دین یعنی ویدانتی تصوریت (آئیڈیل ازم) کا احیا کر کے اور نکھار کر اسے عہد جدید کی قومیت سے مطابقت دے کر چلایا جا سکے۔ انڈین نیشنل کانگریس کے ذریعہ اس مشن کا پورا ہونا مقدر تھا۔"

(تاریخ کانگریس صفحہ ۲۲)

کون کہہ سکتا ہے کہ اس مشن کے پورا کرنے میں کانگریس نے کسی وقت بھی کوتاہی کی۔ کانگریس جب بنی تو ہندوؤں نے مندرجہ بالا نصب العین کو سامنے رکھکر شرکت کی۔ چونکہ جزیرہ نمائے ہند کے باشندوں میں ہندو ہی جدید طرز کی قومیت اور جمہوریت سے واقف تھے۔ یہی انگریزی تعلیم سے بہرہ اندوز تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہی آبادی میں اکثریت رکھتے تھے۔ ان کا اور ان کے "ویدانتی تصوریت" کا اثر کانگریس پر چھا گیا۔ اجلاس پرارتھنا سے شروع ہونے لگے۔ "گئو رکھشا" کی فکر ہونے لگی، ہندی میں لٹریچر چھپنے لگے۔ اور وہ سب کچھ ہونے لگا جس کی داستان بہت طویل ہے اور میں اسے دوہرانا نہیں چاہتا۔

ہندوؤں کے اس طرز عمل سے مسلمانوں کا ناخوش ہونا ایک طبعی امر تھا۔ اس لئے وہ من حیث القوم ان تمام جھگڑوں سے الگ رہے۔ البتہ ہندوستان کی آزادی کے مسئلہ پر کانگریس اور مسلمانوں کے مابین بارہا صلح ہوئی۔ لیکن یہ صلح کس طرح ٹوٹی اور کس کس طرح اتحاد کو ختم کیا گیا اس کا مختصر تذکرہ آئندہ اسی مضمون میں آپ کو ملے گا۔

۱۹۰۶ء جب مسلم لیگ قائم ہوئی تو ان ہی تاریخوں میں ہندوؤں نے مہا سبھا بھی قایم کی۔ اس میں اور کانگریس میں صرف فرق یہ ہے کہ جو کام کانگریس کرتی ہے وہ مہا سبھا کہتی بھی ہے اور کرتی بھی۔

وطنیت کی ابتدا

میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ یورپ کے حالات سے واقف ہونے اور مغربی تعلیم سے بہرہ اندوز ہونے کے بعد ہندوؤں میں ایک وطنی و ثقافتی قومیت کا احساس پیدا ہو گیا تھا، اور ایسا ہونا بالکل فطری امر تھا۔ محکوم پر حاکم کے خیالات کا اثر پڑنا ضروری ہے، ایک قوم اپنے ان آقاؤں سے جو ہمیشہ ان کو مسلمانوں کے خلاف سکھاتے رہتے رہتے ہیں۔ ان کی تعلیم حاصل کرتی ہے۔ دانایان فرنگ کی دانائی دل و دماغ میں گھر کر چکی ہے ان کی ہر چیز پسندیدہ سمجھی جاتی ہے۔ ان حالات میں ایک قوم دوسرا جنم لیتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ مغل دور حکومت میں ہندوؤں کو ہر طرح کا آرام حاصل تھا۔ اقتدار حاصل تھا۔ عزت و وقار حاصل تھا۔ ان میں سے گورنر بھی ہوتے تھے اور وزیر بھی۔ لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مسلمان ہندوستان میں حکمراں اور فاتح کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے ان میں اپنی ثقافت اور تہذیب کو زندہ کرنے کا خیال اگر پیدا ہوا تو تعجب خیز بات نہ ہوئی۔ موجودہ نیشنلزم کا سب سے پہلا سبق یہ ہے کہ اپنی تہذیب سب تہذیبوں سے اچھی اور اپنا دیس سب دیسوں سے اچھا، اس لئے ہندوؤں میں بھی یہ جذبہ پیدا ہو گیا۔

ہندو نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اسے جزیرہ نمائے ہند کے باہر کہیں اپنا وجود نہ ملا۔ اور خود گھر میں ہندوؤں کی حالت یہ تھی کہ آپس میں نسلی، وطنی معتقدات

اور مذہب کے اعتبار سے زبان اور طرز بود و باش کے اس قدر بنیادی اختلافات موجود تھے کہ کوئی وحدت مشترک جدید خطوط پر قومیت کی تعمیر کے لئے نہ مل سکی۔ اس لئے برطانیہ کے قائم کردہ حدود کو اس نے اپنے وطن کے حدود قرار دے لئے اور اسی کو قومیت کی بنیاد قرار دیا۔ اس طرح اس نے مالابار کے برہمن اور آسام کے شہر کو ایک قوم بنانے کی سبیل نکالی۔ لنڈی کوتل سے لے کر راس کماری تک اور برما سے لے کر کاٹھیاواڑ تک اس نے وطن قرار دیا۔ اس کے لئے خاص عبادت گاہ بنارس میں بنائی گئی۔ جہاں ہندوستان کے نقشہ کی پرستش ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برما کی علیحدگی، اور لنکا کا ہندوستان میں شامل نہ ہونا ہمیشہ ہندو کو بہت شاق گذرا۔

بدقسمتی سے اسی حصۂ زمین میں جسے برطانوی ہند کہا جاتا ہے مسلمان بھی رہتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو مزعومہ ہندوستانی قوم کا جزو اور بقول ڈاکٹر مونجے صاحب ہندو مذہب کا ایک فرقہ بنا دیا گیا۔

وطنیت اور ہندو دھرم ہندو کے لئے وطنیت کو بنیاد قرار دے کر قومیت کی تعمیر نہ صرف آسان بلکہ اس کی فطرت کے عین مطابق تھی۔ برہمن اور اس کا مذہب دونوں ہندوستان سے وابستہ ہیں۔ نہ تو دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں برہمن پایا جاتا ہے، اور نہ اس کے مذہب کے لوازم۔ گنگا جل۔ ہردوار کی مقدس وادی اور گوکل کے پوتر سمرا کہاں مل سکتے ہیں۔ خاکِ وطن کی پرستش، اپنی نسل کو دنیا کی تمام نسلوں سے اعلیٰ سمجھنا جدید قومیت کے بنیادی اجزا ہیں، اور یہ اجزا ہندو کی سرشت میں موجود تھے۔ اس کے لئے کسی عالمگیر اخوت اور بین الاقوامی برادری کا تصور بھی محال تھا۔ اس لئے انگریزوں کی لائی ہوئی قومیت میں اُسے وہ چیز نظر آئی جسے دیکھ کر اس کی روح پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔

مسلمانوں کی بے چینی لیکن اسلام دنیا کو ایک عالمگیر اخوت اور بین الاقوامیت کا پیغام دیتا ہے۔ اس لئے ہندوستان کا مسلمان اس نظریہ کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا جی چاہتا ہے کہ ہندوستان کے برہمن اور انگلستان کا عیسائی دونوں مسلمان ہو کر اس کے بھائی ہو جائیں۔ سائبیریا کا ایک مسلمان اس کو اپنے پڑوسی برہمن سے زیادہ قریب دکھائی دیتا ہے۔ صدیوں کی ملوکیت نے اسے بے مقصد مزدور بنا دیا تھا۔ مگر مسلمان کی فطرت نہیں بدل سکتی۔ اور نہ کچلی جا سکتی ہے۔ اس لئے ہندوستان میں جب اس نے ایسی قومیت کی داغ بیل پڑتے دیکھی تو اس پر بے چینی طاری ہو گئی اور گھبرا کر بول اُٹھا کہ "ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ انھیں باہم انضمام کے ذریعہ ایک نہیں بنایا جا سکتا"۔ یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو جو یادداشت مسلمانوں نے لارڈ منٹو وائسرائے ہند کے سامنے پیش کی اور جسے ہم بجا طور پر جدید ہندوستان میں مسلمانوں کی پہلی کوشش کہہ سکتے ہیں۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ

> قومی حیثیت سے ہم مسلمانوں کی ایک جداگانہ جماعت ہے جو ہندوؤں سے بالکل الگ ہے اور ہمارے اغراض و مصالح ایسے ہیں جن کا تعلق بلا شرکت غیرے ہم سے ہے۔ ان میں کسی دوسری قوم کو دخل نہیں ہے۔ چونکہ ہمارے اغراض و مصالح

کی حفاظت اس وقت تک پوری نہیں کی گئی۔ اس لئے ہم مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ حتیٰ کہ ان صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی تعداد بلحاظ آبادی بہت زیادہ ہے وہاں بھی اس کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کیا گیا گویا سیاسی حیثیت سے وہ بالکل بے وقعت ہیں۔ اور گویا انصاف ان کے ساتھ بے اعتنائی کئے جانے کا مانع نہیں ہے۔ پنجاب میں ایک حد تک یہی حال ہے۔ مگر سندھ اور مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی حالت اس سے بھی بدتر ہے۔

مسلمانوں کی تحریکات

۱۸۵۷ء سے پہلے مسلمانوں پر فرائضی اور وہابی تحریکوں کی خاطر ظلم کیا گیا اور ۱۸۵۷ء کے بعد سے مسلمانوں کو ہنگامہ ۱۸۵۷ء کی پاداش میں مظالم بھگتنے پڑے۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں ان پر سراسیمگی طاری ہوئی وہ کچھ تعجب خیز نہیں۔ مدتوں تو انھیں اپنی تنظیم کا کوئی موقع ہی نہیں ملا۔ اور نہ کوئی قابلِ ذکر اجتماعی کام ہوا۔

تحریک علی گڈھ سب سے پہلی جو قابلِ ذکر تحریک پیدا ہوئی وہ مرحوم سر سید احمد خاں کی تعلیمی تحریک تھی۔ سر سید نے یہ محسوس کیا کہ اس وقت مسلمانوں کو جدید تربیت کی ضرورت ہے۔ اس لئے انھوں نے سب سے پہلے جدید تعلیم کی طرف توجہ کی اور علی گڈھ کا مشہور کالج قایم کیا۔ جو بعد میں مسلم یونیورسٹی ہو گیا۔ ممکن ہے کہ علاج کے دریافت میں سر سید سے غلطی ہو گئی ہو۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مرض کو پہچاننے میں اس طبیب نے غلطی نہیں کی۔ کچھ دنوں کے بعد یہی علی گڈھ مسلمانوں کی تمام اجتماعی تحریکوں کا مرکز بن گیا۔ اور ایسا ہونا بالکل یقینی تھا۔ مسلمانوں میں اس وقت کوئی تحریک بڑے پیمانہ پر موجود نہیں تھی۔ اس لئے لازماً علی گڈھ کو مرکزیت حاصل ہو جانا چاہئے تھی۔

ندوۃ العلماء کچھ دنوں کے بعد مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کی حالت پر غور کر کے یہ درد محسوس کیا کہ دینی تعلیم میں ایک نظم جدید کی ضرورت ہے۔ نصاب اصلاح کا محتاج ہے۔ خود علماء کی تربیت خام ہے۔ ان کو جدید حالات سے باخبر ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس کے لئے انھوں نے مجلس ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی۔ علماء ایسی آسانی سے کسی اصلاحی تحریک کو قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ اس لئے مجبوراً ندوۃ العلماء کو ایک اپنا دار العلوم قائم کرنا پڑا تاکہ وہاں سے جدید حالات سے واقف علماء پیدا کئے جائیں اور اس کے بعد ان سے کام لیا جائے۔ ندوۃ العلماء کے پروگرام میں سے صرف دار العلوم ہی ایک جز باقی رہ گیا۔ اور بھی اپنی خصوصیتوں کو کھو دینے کے بعد صرف ایک مدرسہ رہ گیا ہے جو لکھنؤ میں کچھ نہ کچھ خدمت انجام دے رہا ہے۔

تحریک علی گڈھ اور تحریک ندوہ اصل میں صرف تعلیمی تحریکیں تھیں اور تقریباً ایک ہی مقصد کے لئے ایک ہی نصب العین کے ماتحت شروع ہوئی تھیں۔ لیکن چونکہ دوسری کوئی سیاسی تحریک موجود نہ تھی اس لئے تمامتر توجہ

درۂ دانیال کی جنگی اہمیت

چند روز ہوئے یورپ کی جنگ نے ایک نئی شکل اختیار کر لی ہے۔ جرمنی اور ترکی میں ایک غیر جارحانہ معاہدہ ہوا ہے۔ لیکن یہ معاہدہ برطانیہ اور ترکی کی دوستی پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ دوسری طرف جرمنی اور روس میں بھی جنگ چھڑ گئی ہے اور جرمنی نے بحرۂ اسود کی روسی بندرگاہ اوڈیسہ پر بھی حملہ کیا ہے۔ درۂ دانیال بحر اسود کی کنجی ہے اور بحر اسود و بحر روم کے درمیان ناکہ بندی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تیسری طرف شام میں بھی جس کا ساحل درۂ دانیال سے بہت دور نہیں ہے جنگ ہو رہی ہے۔ ایسے موقعہ پر یہ مضمون ناظرین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

پچھلے دنوں مسٹر لائڈ جارج نے گذشتہ جنگ عظیم کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی ایک تحریر میں لکھا تھا: "جرمنی اور آسٹریا کی فوجوں نے رومانیہ اور روس کو شکست نہیں دی تھی بلکہ درۂ دانیال نے اُن کو شکست دی تھی"۔ ان چند الفاظ سے درۂ دانیال کی پوزیشن ظاہر ہے۔ اور یورپ کی ہر بڑی لڑائی میں درۂ دانیال کی اہمیت ظاہر ہو چکی ہے۔

درۂ دانیال کے موضوع پر تاریخوں میں بےشمار اور بے انتہا مباحثے موجود ہیں۔ جب جب یورپین قوموں کے درمیان جنگ ہوئی درۂ دانیال کا مسئلہ ضرور سامنے آیا۔ اس کی اہمیت پہلے پہل نپولین کی لڑائیوں کے زمانے میں ظاہر ہوئی اور پھر جنگ کریمیا اور ۱۸۷۷ء کی "روسی، ترکی" جنگ نے اس کی اہمیت کو اچھی طرح ثابت کر دیا۔ ۱۹۱۲ء میں آبنائے باسفورس اور درۂ دانیال پر اطالوی جنگی جہازوں نے شدید بمباری کی تھی۔ اور پہلی جنگ عظیم کی ابتدا ہی میں جنگ آزما فریقوں نے ان مقامات پر قبضہ کرنے کیلئے دل کھول کر لڑائی کی تھی۔ آج پھر بین الاقوامی سیاسیات کا مرکز درۂ دانیال کی طرف کھسکتا جا رہا ہے۔

جنگی اہمیت

قدیم زمانہ میں درۂ دانیال کا نام "ہیلس پونٹ" تھا۔ یہ ایک تنگ آبی راستہ ہے جو بحرۂ روم کو بحر مارمورا سے ملاتا ہے۔ اور اس کے بعد باسفورس کے ذریعہ اسے بحرۂ اسود سے ملا دیتا ہے۔ اس کی اوسطاً چوڑائی تین اور چار میل کے درمیان ہے۔ اس کے یورپین ساحل پر جزیرہ نمائے گیلی پولی ہے اور ایشیائی ساحل پرانا طولیہ کا ترکی صوبہ ہے۔ ان ساحلوں پر چند پرانے قلعہ بھی ہیں جو قدیم سلطنتوں کی یادگار ہیں۔

چونکہ درۂ دانیال کی چوڑائی بہت کم ہے۔ اس لئے اس کی مورچہ بندی کرنا اور سخت ترین بحری حملوں سے اسے بچا لینا آسان ہے۔ ترکی میں جب سلطنت عثمانیہ برسر اقتدار تھی تو اس کے ساحلوں پر توپ خانوں کا ایک سلسلہ تعمیر کیا گیا تھا۔ بحر ایجین سے دس میل کے فاصلہ پر ایک زبردست قلعہ بندی کی گئی تھی اور آبنائے کے اندر سطح آب سے نیچے سرنگیں بچھی ہوئی تھیں۔

جنوبی روس اور بلقان کی وہ حکومتیں جن کے ساحل بحر اسود سے ملتے ہیں۔ کھلے سمندر تک آنے کا کوئی راستہ باسفورس اور درۂ دانیال کے علاوہ نہیں رکھتیں، اس لئے ان کے جہازوں کی نقل و حرکت گویا اسی درے کے رحم و کرم پر ہے اور جنگ کے زمانے میں درۂ دانیال ہی ان کی قسمتوں کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ یہی وہ واقعہ ہے جو گذشتہ جنگ عظیم میں پیش آیا تھا۔

درۂ دانیال کی جنگ

گذشتہ جنگ عظیم کے واقعات سب کو معلوم ہیں۔ ۱۹۱۴ء کے آخر میں ترکی جب اتحادیوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو گیا تو روس کے لئے ناگہانی مشکلات وجود میں آ گئیں۔ روس اُس وقت برطانیہ کا حلیف تھا اور جرمن آبدوز کشتیاں بحرۂ بالٹک میں روس کے تجارتی جہازوں کو بہت نقصان پہونچا رہی تھیں اور جب ترکی نے روس کے جہازوں پر جنوبی دروازہ یعنی درہ دانیال بھی بند کر دیا تو مشکلات میں اور اضافہ ہو گیا۔ رومانیہ بھی پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ اسی لئے اتحادیوں کا فرض ہو گیا کہ ان کو امداد دے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ درہ دانیال پر جلد از جلد قبضہ کر لیا جائے۔

درۂ دانیال کی جنگ کے واقعات اب صفحۂ تاریخ کے سپرد ہو چکے ہیں۔ ان کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ برطانی ایڈمیرل سر کوائل نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ چند جنگی جہازوں اور سرنگ ہٹانے والے جہازوں کے ذریعہ درۂ دانیال میں داخل ہو کر بحری راستہ سے آگے قدم بڑھایا جائے۔ یہ اسکیم فروری ۱۹۱۵ء میں بروئے کار لائی گئی۔ لیکن ناقابل عمل سمجھ کر ترک کر دی گئی۔

اس کے بعد ایک باضابطہ جنگ کا فیصلہ کیا گیا اور جنرل سر آئین ہملٹن کی سرکردگی میں جزیرہ نمائے گیلی پولی کے شمالی مغربی حصہ میں فوجیں اُتاری گئیں۔ یہ جنگ آٹھ ماہ تک جاری رہی۔ لیکن اس کوہستانی سرزمین پر اتحادیوں کو چند در چند مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسری طرف ترک اپنے پہاڑی علاقہ کے ایک ایک انچ سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کی رہنمائی مصطفے کمال کے ہاتھوں میں تھی جو اپنے غیر معمولی عزم سے فوجوں کا دل بڑھا رہے تھے۔ اس تاریخی واقعہ کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں صرف یہ دیکھنا تھا کہ درۂ دانیال کی اہمیت کتنی ہے۔ آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ دسمبر ۱۹۱۵ء میں اتحادیوں نے گیلی پولی کو چھوڑ دیا۔ اور مشرق وسطیٰ کی جنگ کا ایک باب بند ہو گیا۔ ایک برطانی وزیر اعظم نے اس سلسلہ میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ درۂ دانیال ہی کے واقعہ کے باعث جنگ عظیم کی مدت دو سال کے لئے بڑھ گئی تھی۔

بین الاقوامی کنٹرول

اس جنگ عظیم میں آخر کار اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی اور جرمنی اور ترکی کو شکست ہوئی۔ جنگ کے ختم ہونے پر فاتح قوموں نے اس امر کی پوری کوشش کی کہ درۂ دانیال کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے طے کر لیا جائے اور چونکہ ترکوں کے قبضہ میں رہنے کے باعث یہ درہ ہمیشہ یورپین قوموں کی پریشانیوں کا سبب بنا رہا ہے۔ اس لئے اس کا مستقبل معین کر دیا جائے۔ "آرمسٹس" یعنی التوائے جنگ سے پہلے اتحادیوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اس میں

یہ بات قرار پائی تھی کہ درۂ دانیال اور باسفورس کے تمام ساحلی مقامات روس کو دیدیئے جائیں گے۔ تاکہ اس آبنائے پر مکمل روسی قبضہ ہو جائے۔ لیکن اتفاق سے ۱۹۱۷ء میں روس میں انقلاب آگیا اور صورت حال بالکل بدل گئی۔ بعد کو یہ تجویز پیش ہوئی کہ درۂ دانیال کا علاقہ یونانیوں کو دے دیا جائے۔ لیکن اٹلی نے اس کے خلاف زبردست پروٹسٹ کیا۔ اور یہ تجویز ترک کر دی گئی۔

اب یہ معلوم ہونے لگا کہ اس اہم مسئلہ کے متعلق کوئی سمجھوتہ ہو گا ہی نہیں لیکن ۱۹۱۹ء کی ابتدا میں برطانی دفتر خارجہ نے بہت غور و خوض کے بعد یہ تجویز پیش کی کہ باسفورس اور درۂ دانیال کے علاقوں کو "غیر جانبدار" بنا کر کسی ذمہ دار طاقت کے "مینڈیٹ" میں دیدیا جائے۔ صلح کی کانفرنس میں اتحادیوں نے اتفاق رائے سے یہ پیشکش امریکہ کے سامنے رکھی۔ خیال یہ تھا کہ چونکہ امریکہ کو یورپین ممالک کے جھگڑوں اور تعصبات سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اس لئے وہ اس چھوٹی سی نئی حکومت کا اچھا انتظام کرے گا۔

ولایات متحدہ امریکہ کے صدر یورپ کے ان بکھیڑوں میں پڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ امریکہ کو ان معاملات سے الگ تھلگ رکھا جائے۔ لیکن جب ان پر بہت زور ڈالا گیا تو انھوں نے امن عالم کے پیش نظر اس تجویز کو اس شرط پر منظور کر لیا کہ پہلے ان کو امریکن سینٹ سے اس کی منظوری لینی پڑے گی۔

اس امریکن سینٹ میں آرمینیا کا "مینڈیٹ" بھی شامل تھا۔ لیکن امریکہ واپس جا کر پریسیڈنٹ ولسن سخت بیمار پڑ گئے۔ مزید برآں "ریپلکس" پارٹی نے ان تجویزوں کی سخت ترین مخالفت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ درۂ دانیال کو امریکہ کے "مینڈیٹ" میں دینے کی تمام امیدوں کا خاتمہ ہو گیا۔

اس کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ اتحادیوں کی ایک کمیشن کے ذریعہ جس میں فرانس۔ اٹلی اور برطانیہ کے نمائندے شامل ہوں، درۂ دانیال کے علاقہ کا انتظام کیا جائے۔ اس طریقہ پر کنٹرول کی تمام تفصیلات مرتب کر لی گئیں اور ۱۹۲۰ء میں سیورز کا معاہدہ وجود میں آگیا۔

وقت کی ایک دوسری کروٹ

لیکن اس اثنا میں زمانہ ایک دوسری کروٹ لے رہا تھا، اور اس وقت جبکہ لوئڈ جارج نے عثمانی امپائر کے حصے بخرے ہو رہے تھے۔ ڈوڈرلاز اناطولیہ میں گیلی پولی کا ہیرو اور جمہوریہ ارض روم کا گورنر مصطفےٰ کمال پاشا ترکی کی حکومت کا خاتمہ کرنے کے لئے ترکوں کو منظم کر رہا تھا۔ صلح کانفرنس کی میز کے مدبرین پوچھنے لگے تھے کہ یہ مصطفےٰ کون شخص ہے؟ لیکن مصطفےٰ کی سرگرمیاں جاری تھیں۔ اس نے ۱۹۲۱ء میں یونانیوں پر سکاریہ میں فتح بھی حاصل کی تھی۔ یکایک اناطولیہ پر یونانیوں نے حملہ کر دیا۔ یہ خطہ توپوں اور رائفلوں کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ مصطفےٰ کمال نے اس حملہ کا پرزور مقابلہ کیا اور یونانیوں کو پسپا کر کے بحر ایجین سے پرے واپس کر دیا۔ اس طرح معاہدہ سیورز کا بھی خاتمہ ہو گیا اور لوزان کانفرنس میں جنرل عصمت انونو (موجودہ صدر ترکی) نے ترکی کے لئے آزادی اور درۂ دانیال کا کنٹرول حاصل کر لیا۔

نئی مورچہ بندیاں

جنگ عظیم میں درۂ دانیال کی تمام مورچہ بندیاں تباہ ہو گئی تھیں اور صلح کی گفت و شنید میں ترکی نے یہ منظور کر لیا تھا کہ لیگ آف نیشنز کی اجازت کے بغیر درۂ دانیال کی مورچہ بندیاں نہیں کی جائیں گی۔ لیکن ۱۹۳۶ء میں کمال اتاترک کی دوربین نگاہوں نے ایک نئے آنیوالے بین الاقوامی خطرے کو محسوس کر لیا تھا۔ اس لئے انھوں نے خود اپنی اتھارٹی سے درۂ دانیال کی نئی مورچہ بندیوں کا حکم دیدیا بعد کو بڑی طاقتوں نے اس عمل کو منظور بھی کر لیا۔

اب ظاہر ہو گیا ہے کہ مصطفےٰ کمال نے کتنی دانائی سے کام لیا تھا۔ اگر وہ یہ پیش بندی نہ کرتے تو درۂ دانیال بھی آج ہٹلر کی حرص کا شکار ہو چکا ہوتا۔ غالبًا اسی مورچہ بندی نے اب تک ترکی کو نازی حملہ سے بچایا ہے۔ رہا معاہدہ جدید "جرمنی، ترکی" معاہدہ کا تو تجربہ یہ بتلا رہا ہے کہ ہٹلر اپنے کسی معاہدے کی پابندی ضروری نہیں سمجھتا، اور جب غرض اور موقعہ اس کے سامنے آجاتا ہے تو معاہدوں کے پرزے انتہائی بے غیرتی کے ساتھ اڑا دئے جاتے ہیں۔ ترکی اور جرمنی کے درمیان بھی دس سال کے لئے "غیر جارحانہ" معاہدہ ہوا تھا۔ آپ نے دیکھ لیا کہ آج ہٹلر کے ہاتھوں اس معاہدے کا کیا حشر ہوا۔ اس سے ہٹلر پے درپے معاہدوں کو توڑ چکا ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ ترکی بھی ہوشیار ہے۔ اور اس نے برطانیہ سے اپنی دوستی قائم رکھی ہے۔ کیا عجب ہے کہ

(بقیہ صفحہ ۳۰) میں خدیو اسمٰعیل نے بربرا اور اس کے گرد کا علاقہ اور زیلا پر قبضہ کرنے اور اس طرح فرانس کی ترکیبوں کا رد کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی۔ اس نے آبنائے (باب المندب) کے شمال میں مساوا پہلے ہی فتح کر لیا تھا۔ لیکن اس کی فتحمندی کے منصوبے مصر کی شکست سے باہر تھے۔ اور جب ۱۸۸۴ء میں سوڈان میں مہدی کی بغاوت سے اس کی تباہی کے آثار شروع ہوئے تو خدیو کی فوجیں واپس بلالی گئیں اور مصر اپنے مطالبات سے دستبردار ہو گیا۔

اسی زمانہ میں یورپ کی طاقتوں میں افریقہ کے علاقوں پر قبضہ جمانے پر جھگڑا ہو گیا۔ اور بحر احمر کے دہانہ کے گرد کے علاقہ پر اٹلی اور فرانس میں ٹکر ہونے لگی بمشکل ۱۸۸۲ء میں تیونس پر قبضہ جمانے کے معاملہ میں اٹلی پیچھے رہ گیا۔ اور فرانس نے جرمنی کے کہنے پر خلیج عدن کے علاقوں پر فرانسیسی قبضہ کا اعلان کر دیا۔ ادھر سے مایوس ہو کر اٹلی نے حبشہ پر نگاہ ڈالی، اپنے منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لئے اس نے بحر قلزم کے ساحل کا زیادہ سے زیادہ رقبہ حاصل کرنے کی کوشش کی وہ مساوا کے علاقہ کو جس سے مصر دستبردار ہو گیا تھا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور وہاں اس نے ارٹیریا کی اطالوی نوآبادی قائم کر دی۔ لیکن وہ خلیج تجورا سے جہاں سے حبشہ تک پہنچنے کا بہترین موقعہ تھا فرانس کا قبضہ ہٹانے میں ناکامیاب رہا۔ برطانیہ بربرا اور زیلا میں اپنے حقوق پر پورا زور دیتی رہی اور برطانوی شمالی لینڈ کی نوآبادی کے باقاعدہ انتظام کے مرکز کے طور پر وہاں اپنی فوجیں ٹھہرا دیں۔ جنگ عظیم سے آبنائے (باب المندب) کے ایک طرف یعنی عرب والے حصہ میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہو گئیں اس لئے کہ دکھنی عرب میں ترکی کی طاقت ختم کر دی گئی اور یمن کے بادشاہ کی حکومت قائم ہو گئی۔ جسمیں برطانوی اثرات اور برطانیہ کی دوستی پر خاص طور سے زور دیا گیا —— ایک زمانہ میں اٹلی نے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا تھا کہ وہ جبوتی کی بندرگاہ پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس قبضہ سے اس آبنائے باب المندب کے پھاٹک کی جنگی اہمیت یقینی طور پر بدل جاتی۔ لیکن اٹلی کا وہ خواب ممنون تعبیر نہیں ہوا۔ برطانیہ اور تمام وہ طاقتیں جن کے جہاز نہر سویز کو استعمال

جبرالٹر کی تاریخی اہمیت

(مارسیلا ہارڈی کے قلم سے)

جرمنی اور روس کی جنگ کے باعث اس وقت دنیا کی توجہ "جرمن، روسی" محاذ کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ اور یہی حقیقت بھی یہی ہے کہ اس لڑائی سے جو صورت حال پیدا ہو گئی ہے اُس نے نقطۂ ہر دوسرے مورچوں کی اہمیت کو کم کر دیا ہے لیکن یہ وہ عالمگیر جنگ ہے کہ اس میں ہمیں تمام مورچوں پر نگاہ رکھنی پڑے گی۔ اس لئے جبرالٹر کی تاریخ اور اس کی جنگی اہمیت پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

جدید ترین طریقۂ جنگ کے پیش نظر آج کل دنیا کے کسی قلعہ کو "ناقابل فتح" نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن صرف جبرالٹر ہی ایک ایسا قلعہ ہے جو بڑی حد تک اس تعریف کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ اگر کبھی اس پر حملہ ہوا اور ہٹلری فوجوں نے اس کی مورچہ بندیوں کو توڑ کر اندر داخل ہونے کی کوشش کی جب بھی صرف زمین اور ہوائی طاقتوں سے جبرالٹر پر قبضہ نہیں کیا جا سکے گا۔ جبرالٹر پر حملہ کو یا اس کے محاصرہ کو کامیاب بنانے کے لئے ایک بہت بڑی بحری طاقت کی ضرورت ہوگی۔ جو نازی کبھی بہم نہیں پہنچا سکیں گے۔ مزید برآں بری حملہ کو بھی ناکامیاب اور خود حملہ آور کے لئے تباہ کن بنانے کی غرض سے ایک سو فٹ چوڑی اور ایک سو فٹ گہری نہر جبرالٹر کے زمینی حصہ میں چاروں طرف کھودی گئی ہے اور اس نہر کو اس طرح چھپا کر رکھا گیا ہے کہ حملہ آور کو اوپر سے دکھلائی نہیں دے گی۔ لیکن جو ٹینک اور بھاری سامانِ جنگ اس پر سے گذرنا چاہیں گے سب کے سب فوراً اس میں غرق ہو جائیں گے۔

جبرالٹر پر برطانی قبضہ تقریباً ڈیڑھ سو برس سے قائم ہے۔ پھر بھی قبضہ جبرالٹر میں فاتحین اسپین کے زمانے کے بہت سے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور اس کی دلکشی اور خوبصورتی قدیم وجدید طرز تعمیر کا ایک مجموعہ ہے۔ جبرالٹر میں صرف ایک ہی سڑک ہے جو گھومتی ہوئی اور پھیر کھاتی ہوئی سارے قصبہ میں پہنچتی ہے۔ اور اس سڑک سے تنگ گلیاں کچھ تو خوبصورت پہاڑی مکانات کی طرف جاتی ہیں۔ اور کچھ ایسے پوشیدہ گوشوں میں پہنچتی ہیں جہاں کسی غیر شخص کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ یہ گلیاں سیڑھیوں کی صورت میں ہیں جو اونچے نیچے مقامات کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اس قصبہ کے ایک طرف قدیم دیوار ہے اور دوسری طرف قدیم قلعہ ہے جو مسلم فاتحوں نے تعمیر کیا تھا اور سمندر کی طرف وہ اونچی چٹان ہے جس کی صورت ایک شیر کی سی ہے اور جس کی مورچہ بندیاں اِدھر سے گزرنے والے جہازوں پر حکمرانی کرتی ہیں۔

اس پہاڑ کے مغربی حصہ میں وہ بندرگاہ واقع ہے جہاں جہاز ٹھہرتے ہیں۔ یہ بندرگاہ اب سے چالیس سال پہلے تعمیر کی گئی تھی۔ اور جیسا ماہرین جنگ کے خیال میں جبرالٹر کا یہی ایک کمزور مقام ہے۔ اس کی تعمیر کے وقت اس کی مخالفت اس بنا پر کی گئی تھی کہ مشرقی حصہ تحفظ و دفاع کے لئے زیادہ مفید تھا۔ لیکن تعمیری آسانیوں کے پیش نظر یہ بندرگاہ مغرب کی طرف بنائی گئی تھی۔ اب یہ غلطی محسوس کی جا رہی ہے۔ قصبہ جبرالٹر کے جنوبی حصہ میں ٹرافلگر کی قبرستان ہے جس میں جنگ ٹرافلگر کے فاتح نلسن کے سپاہیوں کی قبریں ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس وقت جبرالٹر کے مسئلہ نے زیادہ اہمیت کیوں اختیار کر لی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جبرالٹر کا بحری اڈا یورپ اور شمالی افریقہ کے ہر اُس ملک پر اثرانداز ہوتا ہے جس کی بندرگاہیں بحر روم کے ساحلوں پر واقع ہیں۔ اور جس کے جہاز بحر روم میں چلتے یا بحر روم سے گزرتے ہیں جبرالٹر حقیقت میں بلاکیڈ کا ایک زبردست ہتھیار ہے اور جب تک بحر روم کی دونوں کنجیاں یعنی مغرب میں جبرالٹر اور مشرق میں نہر سویز برطانیہ کے ہاتھوں میں ہیں۔ بحر روم کی تمام بین الاقوامی جہازرانی پر پورا کنٹرول کیا جا سکتا ہے اس لئے ظاہر ہے کہ دشمن اگر جبرالٹر کو برطانیہ سے چھین لینے میں کامیاب ہو جائیں تو ان کی طاقت میں ایک بڑا اضافہ ہو جائے گا۔

لیکن جبرالٹر کی مورچہ بندیاں بہت مضبوط ہیں۔ اور ایک طرف اگر تنگنائے جبرالٹر تمام گذرنے والے جہازوں کو جبرالٹر کی توپوں کی زد میں رکھتا ہے تو دوسری طرف اس خطہ پر اکثر بڑی بڑی مدتوں تک ایک ایسا سیاہ ابر چھایا رہتا ہے کہ دشمن کا ہوائی حملہ بھی موثر ثابت نہیں ہو سکتا۔

جبرالٹر کی تاریخ یونانی میتھیالوجی (مذہبی افسانوں) میں یہ واقعہ درج ہے کہ بحر اوقیانوس اور بحر روم کے درمیان پانی کا یہ تنگ راستہ کیونکر نکالا گیا تھا؟ یہ افسانہ کہتا ہے کہ یونان کے مشہور ہیرو اور پہلوان ہرقل (ہرکولس) نے دنیا کے سامنے اپنی بے مثل اور لامحدود طاقت کے جو بارہ کارنامے پیش کئے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ کالپس اور ابیلا کے پہاڑوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایک ہاتھ میں کالپس کو اور دوسرے ہاتھ میں ابیلا کو اُٹھا لیا تھا، اور دونوں کو ایک دوسرے سے دس میل کے فاصلہ پر پھینک دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آبنائے جبرالٹر بن گیا۔ اور دو سمندر آپس میں مل گئے۔

صدیاں گذر گئیں۔ لیکن کسی جہازراں کو یہ ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اس دروازے میں داخل ہو۔ جبرالٹر کی کوئی تاریخ آٹھویں صدی عیسوی سے پہلے نہیں ملتی۔ اس صدی کی ابتدا میں بربروں کی ایک قوم اس تنگ سمندر کو عبور کر کے جزیرۂ آبیریا (قدیم اسپین) میں آئی تھی۔

اس کے بعد مسلم فاتحوں نے ۷۱۱ء میں یورپ کی طرف توجہ کی اور شمالی افریقہ کو فتح کرتے ہوئے انھوں نے سمندر کو عبور کیا۔ اور جبل الطارق پر اُترے۔ چونکہ ان کے کمانڈر کا نام طارق بن زیاد تھا۔ اس لئے انھوں نے اس پہاڑ کا نام ہی جبل طارق رکھ دیا۔ جو بعد کو جبرالٹر بن گیا۔ ان فاتحوں نے ۷۱۱ برس میں اس مقام پر ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا جو آج تک موجود ہے اور اس کے بعد مزید تحفظ کے لئے ایک سنگین و مستحکم دیوار بنائی اور وہ گیلریاں بھی بنائیں جو آج برطانی قوم کی جائے قیام ہیں۔ یہاں کا ایک عجیب قدرتی منظر یہ ہے کہ ان گیلریوں کی کھڑکیوں سے جب پانی یا کوئی سیال چیز باہر کی طرف پھینکی جاتی ہے تو وہ نیچے نہیں گرتی بلکہ بیرونی ہوا کی اوپر جاتی

ہوئی ہیروں کے باعث ادپر کی طرف اُڑ جاتی ہے۔

لڑائیاں اور جدوجہد کیسائل کے بادشاہ فرڈیننڈ نے ۱۳۰۹ء میں جبرالٹر کا محاصرہ کرکے اس پر قبضہ کر لیا تھا لیکن ۱۳۳۳ء میں اسے پھر یہ قلعہ چھوڑ دینا پڑا، اور مسلمانوں نے پھر اسے حاصل کر لیا۔ اب دونوں فریقوں پر جبرالٹر کی اہمیت زیادہ واضح ہو چکی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بڑی مدت تک محاصروں اور حملوں کا سلسلہ جاری رہا اور اس میں کبھی عیسائیوں کو فتح ہوئی اور کبھی مسلمانوں کو۔ آخر کار جبرالٹر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔

سولہویں صدی کی پوری مدت میں اور سترھویں صدی کے ابتدائی پچاس سال میں اسپین اپنی طاقت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ گیا تھا۔ یہی وہ موقعہ تھا جب کہ اہلِ اسپین نے اس پہاڑ کی ایک ایک انچ جگہ کو مورچہ بند کر دیا۔ اور جبرالٹر بحر اٹلانٹک اور بحر روم کے درمیانی آبی راستہ کا نگران بن گیا۔ لیکن سترھویں صدی کے اختتام پر اسپین کے اقبال کو زوال آ گیا۔ اور ہیپس برگ فرمانرواؤں کا خاندان ختم ہو گیا۔ جب اسپین میں حصولِ وراثت کے لئے جنگ شروع ہوئی تو ملک خانہ جنگیوں کا شکار ہو گیا۔ یہاں تک کہ فوجوں کی تنخواہیں بھی وقت پر ادا نہیں کی جا سکیں۔ اس سے اور بھی ابتری پھیل گئی۔

ایڈمیرل روک کا قبضہ یہی صورت حال تھی جبکہ ایڈمیرل سر جارج روک ہالینڈ اور برطانیہ کے جہازوں کے ایک امنگہ الڈرن (بڑے دستے) کے ساتھ آ پہونچا۔ اس نے پہلے بارسلونا پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، وہاں اسے ناکامیابی ہوئی۔ مگر واپسی میں جب اُس نے جبرالٹر پر حملہ کیا تو جبرالٹر آسانی سے اس کے قبضہ میں آ گیا۔ اس نے اس مقام پر برطانی جھنڈا نصب کر لیا۔ اور خود جبرالٹر پر ملکہ این کی ملکیت کا اعلان کیا۔

چند ماہ کے بعد اہلِ اسپین نے پھر کوہِ جبرالٹر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ اپنے ساتھ سترہ ہزار فرانسیسی اور اسپینی فوجیں لائے۔ اور چھ ماہ تک قلعہ جبرالٹر جس کے اندر صرف تین ہزار برطانی سپاہی موجود تھے ان کے محاصرہ میں رہا۔ لیکن حملہ آوروں کی نصف سپاہ اس مدت میں تباہ ہو گئی۔ اور وہ محاصرہ اٹھا کر اور جبرالٹر کو برطانیہ کے قبضہ میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

۱۷۱۳ء میں معاہدہ اُٹریکٹ کی رُو سے جبرالٹر پر برطانی قبضہ تسلیم کر لیا گیا اور فرانس کے شاہی خاندان کے ایک رکن کو فلپ پنجم کے نام سے اسپین کے تخت پر بٹھایا گیا۔ اور جبرالٹر کے عوض میں ایک معمولی اور غیر اہم جزیرہ منورکا اسپین کو دے دیا گیا۔

بڑا محاصرہ ۱۷۷۹ء میں امریکہ کی جنگ آزادی نے جبرالٹر پر حملہ کا ایک اور موقعہ پیدا کر دیا۔ اور فرانس اور اسپین نے پھر جبرالٹر کا محاصرہ اپنی مشترک طاقتوں کے ذریعہ شروع کر دیا۔ یہ سب سے بڑا محاصرہ تھا جو ساڑھے تین سال تک جاری رہا۔ اور جوں جوں وقت گذرتا گیا محصور لوگوں کی مصیبتوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ ان کا کھانا حاصل کرنا دشوار ہو گیا اور پانی کی مقدار بھی ناکافی ہو گئی۔ اور انہیں بیماریاں بھی پھیلنے لگیں۔ مگر دفعتاً ایک ڈچ جہاز ان کے ہاتھ آ گیا جس میں سنگترے اور لیموں بھرے ہوئے تھے ان سے محصور لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچا۔ اس بڑے محاصرے کے تین سال میں جبرالٹر کی مزید مورچہ بندی کی گئیں اور ایسی ایسی نئی سرنگیں کھودی گئیں جو دنیا میں انجینیرنگ کا بہترین کارنامہ سمجھی جاتی ہیں۔ بلند چٹانوں کو کاٹ کاٹ کر ان پر توپیں چڑھائی گئیں اور ایسا انتظام کر لیا گیا کہ اسپین کی زمین یا سیوٹا کی افریقی بندرگاہ کی طرف سے جبرالٹر پر اچانک حملہ نہ کیا جا سکے۔

۱۷۷۹ء سے ۱۷۸۳ء تک کا یادگار محاصرہ آخر کار اس وقت ناکامیاب ہوا جب محاصرہ کرنے والوں کی چالاکیوں کا ترکی بہ ترکی جواب دیا گیا۔ ایک فرانسیسی انجینیر

(مضمون بقیہ صفحہ ۳۴۸) بادشاہ اس راستہ سے گزرنے والے قیمتی تجارتی مال کو اپنے حکم کے مطابق چلانے کے لئے نہایت ہی اہم جنگی مقامات کے مالک تھے۔

۱۵۰۰ء کے قریب دو تاریخی واقعات نے، جن کا اثر مستقل طور پر قایم رہا اس خطے میں بڑی بڑی تبدیلیاں کر دیں۔ پرتگالیوں نے راس کماری کے گرد ہو کر ہندوستان آنے کا ایک نیا راستہ دریافت کر لیا اور خلیج عدن کے پھاٹک پر قبضہ قایم رکھنے کے لئے انہوں نے بحر عرب میں اپنا بحری بیڑا متعین کر دیا۔ دوسری طرف ترکوں نے مصر اور پھر عرب فتح کر لیا۔ اور اس طرح بحر احمر کے دونوں ساحلوں پر ان کا قبضہ مضبوط ہو گیا۔ اس سے عدن کی اہمیت بہت گھٹ گئی۔ پہلے جیسی آمدورفت کی زیادتی نہیں رہی۔ اور بحر احمر اور خلیج عدن گمنامی میں پڑ گئے۔

اب سے ایک سو چالیس سال پہلے جب کہ نیپولین نے ہندوستان آنے کے لئے مصر پر قبضہ کرنے کی مہم اٹھائی اس وقت بین الاقوامی معاملات میں اس خطہ کی قدر پھر بڑھ گئی۔ اور برطانیہ اور فرانس ترکوں کی گھٹتی ہوئی طاقت پر قبضہ جمانے کے لئے آپس میں جھگڑنے لگے۔ پچھلی ایک صدی سے براہِ راست آمدورفت میں بحر احمر پھر استعمال ہونے لگا۔ اور انگریزی ڈاک اور مسافر مصر ہو کر ہندوستان آنے کے لئے سویز میں جہاز لینے لگے۔ عرب اور شمالی لینڈ کے ساحل کے ڈاکوؤں کو اس خلیج سے گذرنے والے جہازوں میں جن کی تعداد برابر بڑھتی جا رہی تھی نیا شکار ہاتھ آیا اور اپنے جہازوں کی حفاظت کے لئے انگریزوں نے ۱۸۳۹ء میں بمبئی سے جا کر عدن پر قبضہ کر لیا اور اسے اپنے ہندوستانی بیڑے کے جہازوں کا اڈا بنا لیا تھا۔

پھر تھوڑے عرصہ کے بعد انگریزی افسر شمالی لینڈ کے ساحل کے ڈاکوؤں کو ٹھیک کرنے کے لئے ڈاکوؤں کے جزیروں میں مہم لے جاتے اور اسی طرح سارے خطہ پر برطانیہ کے اثرات بڑھتے رہے۔

۱۸۵۴ء کے بعد فرڈیننڈ ڈی لیسپس (ایک فرانسیسی انجینیر) نے سویز کی خاکنائے کو کاٹ کر ایک نہر بنانے کی تجویز دوبارہ پیش کی جس سے کہ بحر روم کے جہاز براہِ راست بحر احمر جا سکتے تھے۔ اس تجویز سے فرانس نے سنجورا کی خلیج پر اوبک کے شیخ کے ساتھ مقبوضات کا جو صلحنامہ کیا تھا اس سے انگلستان بھی چونک گیا، اور اس نے اپنے مفاد کی حفاظت کے لئے راستوں پر قبضہ جمانے کی ضرورت کو محسوس کیا۔ ۱۸۵۷ء میں پھر جزیرہ پیرم حکومت عدن میں شامل کر دیا گیا تاکہ اس راستہ کے سب سے زیادہ تنگ حصہ پر قبضہ کیا جا سکے۔

دس سال بعد ڈی لیسپس نے اپنا منصوبہ پورا کر دکھایا۔ نہر سویز کھل گئی اور ایک مرتبہ پھر بحر احمر کا شمار دنیا کے سب سے زیادہ مشغول راستوں میں ہونے لگا۔ جنوب میں ایک مرتبہ پھر مصر کے مفاد بڑھنے لگے اور ۱۸۷۵ء

جبوٹی کی بندرگاہ

پچھلے دنوں برطانی مشرقی کمانڈ کے افسر اعلیٰ جنرل وادل نے بندرگاہ جبوٹی کے گورنر کو نوٹس دیا ہے کہ وہ آزاد فرانسیسیوں میں شامل ہو جائے اس مضمون میں اس بندرگاہ کی تاریخی حالت اور جنگی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

چند ہفتوں سے بین الاقوامی خبروں میں ایک فرانسیسی نوآبادی اور اسکی بندرگاہ جبوٹی نے بڑی اہمیت حاصل کرلی ہے۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے تک تو لوگ عام طور پر اس کا نام تک نہیں جانتے تھے۔ اگر فرانسیسی شمالی لینڈ کی پیداوار یا اس کی آبادی کو دیکھا جائے تو اس کی اہمیت بہت معمولی سی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کی جغرافیائی حیثیت ایسی ہے کہ اسے جنگی اعتبار سے بہت اہم خیال کیا جاتا ہے۔ فرانسیسی شمالی لینڈ کے برابر ہی برطانوی شمالی لینڈ کی بھی اسی قسم کی ایک نوآبادی ہے۔ جس کی یوں تو کوئی قدر و قیمت نہیں ہے لیکن جنگی اعتبار سے یہ بھی بہت اہم ہے۔ ان نوآبادیوں کے خشکی کی طرف اٹلی کی نوآبادیاتی سلطنت ہے۔ اور اسی کے پڑوس میں ابی سینیا کی آزاد حکومت پھر قائم ہو گئی ہے۔

پچھلے دو تین برسوں میں ابی سینیا پر حکومت اٹلی کی فوج کشی سے جو تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ برطانی شمالی لینڈ دونوں پر ان کا بہت گہرا اثر پڑا تھا۔ اگر صرف انھیں دونوں نوآبادیوں پر غور کیا جائے گا تو ان اثرات کے صحیح اسباب سمجھنا مشکل ہو جائے گا۔ اور ہم کو اس سے آگے بڑھ کر بحر احمر اور خلیج عدن کے جو شمالی لینڈ سے ملے ہوئے بہتے ہیں دونوں طرف کے ملکوں پر بھی نظر ڈالنا چاہئے۔

ہم کو پچھلی تاریخ بھی دہرانا ہوگی، کیونکہ گذشتہ تین ہزار سال سے بین الاقوامی معاملات میں اس خطہ کا خاص حصہ رہا ہے۔ اتنے عرصہ تک برابر بحر احمر اور خلیج عدن یورپ اور ایشیا کے درمیان آمد و رفت کے راستے رہے ہیں۔ اور ان راستوں سے بہت اہم اور قیمتی تجارت کا سلسلہ برابر رہا ہے۔

بحر احمر ایک لمبے اور تنگ نالے کی طرح ہے جو افریقہ اور عرب کے درمیان اُتر سے دکھن تک بہتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ مثال اصلیت سے دور معلوم ہو۔ مگر میں ہمیشہ سے یہ سمجھتا ہوں کہ احمر کے حدود اربعہ اور خلیج عدن پرانے زمانہ کی ایک دُکھنی دار بانسری سے بالکل ملتے ہیں۔ اس بانسری کی ناک مثال آبنائے سویز ہے۔ اس کی نفیری کی گھنڈی اس کے ختم پر آبنائے عدن کی شکل میں موجود ہے۔ اور باجہ کی کنجیاں بحر احمر کے کنارے والے بندرگاہ ہیں اُتری سرے پر بحر احمر اور بحر روم کے درمیان سویز کے ریتیلے میدان ہیں جن کے پچھم میں مصر واقع ہے جس کا کہ اس خطے کی تاریخ میں کافی بڑا حصہ رہا ہے۔ بحر احمر کے پچھم میں مصر کے دکھن جانب اینگلو مصری سوڈان کا ساحل اور اریٹیریا کی نوآبادی ہے اور اس کے سامنے ملک عرب واقع ہے۔

بحر احمر کے دکھنی سرے پر عرب اور افریقہ کے ساحل واقع ہیں۔ جن کے بیچ میں باب المندب کی تنگ آبنائے ہے جس میں پیریم کا چھوٹا سا او سرا اور پتھریلا جزیرہ واقع ہے۔ آگے چل کر بحر احمر خلیج عدن سے ملتا ہے۔ اور خلیج عدن بحر ہند کے اس حصہ میں جو بحر عرب کہلاتا ہے، جا ملتی ہے۔ اسی سمندر سے ہندوستانی بندرگاہوں تک جانے کا سیدھا راستہ ہے۔ خلیج عدن کے دکھن کی جانب پیریم سے افریقہ کے سینگ کے پوربی سرے پر ہی گارڈافوئی کی راس تک شمالی لینڈ کا خطہ پھیلا ہوا ہے۔

پورب میں اور آگے بڑھکر سکوترا کا برطانوی جزیرہ ملتا ہے۔ یہ جزیرہ پچھلے دنوں میں ایک بہت بڑا تجارتی مرکز تھا۔ لیکن اس زمانہ میں عدن کے بندرگاہ نے جو اس کی اونچی اونچی پہاڑیوں کے نیچے خلیج کے اس پار بحر عرب کے ساحل پر واقع ہے سکوترا کی اہمیت ختم کر دی ہے۔ اس سارے خطہ میں عدن سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ یہ ایک بہت ہی عمدہ بندرگاہ ہے، اور اس کی حفاظت کرنا بھی آسان ہے۔ سویز سے عدن تک تمام راستہ میں اچھے بندرگاہوں کی کمی ہے۔ کیونکہ ساحل یا تو ڈھلواں ہے اور سمندر ساحل سے بالکل ملا ہوا ہے یا ریتیلا میدان ہے۔ جہاں اکا دکا کھاڑیوں اور خلیجوں نے ساحلی پہاڑیوں کو توڑ دیا ہے۔ اسی وجہ سے جہازوں کے قیام کے لئے عدن کی قدر بہت بڑھ گئی ہے اور یہی ایک بندرگاہ ہے، جہاں اس دشوار گذار ساحل سے ہو کر گزرنے والے جہاز پابندی سے آتے ہیں۔

یاد ہوگا کہ پندرھویں صدی کے ختم تک یورپ اور انڈیز (ہندوستان کے پوربی سمندر کے جزیرے) کے درمیان صرف ایک سمندری راستہ تھا اور وہ بحر احمر سے ہو کر تھا۔ عدن کے حکمراں اپنی خلیج میں داخل ہونے والے تجارتی سامان پر محصول لیا کرتے تھے۔ اور شمالی لینڈ کے ساحل پر چھوٹے چھوٹے مقامی سردار موقع پاکر جہازوں پر حملہ کرکے لوٹ کے مال سے زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ ان ڈاکوؤں کے خطرناک جتھے تین چھوٹی چھوٹی بندرگاہوں میں رہتے تھے۔

شمالی لینڈ کے ساحل پر بربرا کی بندرگاہ میں اور تجورا کی اتھلی خلیج پر زیلا اور جبوٹی کی بندرگاہوں میں جو اس خلیج کے باب المندب والے تنگ سرے پر واقع ہے۔ ہمیں ان مقاموں پر دھیان دینا ہے۔ کیونکہ اگرچہ انیسویں صدی تک یہ مقام قریب قریب گمنام تھے لیکن آج وہ اس خطہ کے بین الاقوامی جھگڑوں کا مرکز بن گئے ہیں۔ اس لئے کہ عدن کو چھوڑ کر خلیج عدن میں صرف یہی بندرگاہ ہیں جن میں جہاز ٹھہر سکتے ہیں۔ آبنائے سے گزر کر جب جہاز بحر احمر میں داخل ہوتے تو وہ مصری عملداری میں آجاتے تھے اور یہ لوگ اس راستہ سے گزرنے والے تجارتی مال سے محصول لینے کے لئے سمندر میں اپنے مسلح جہاز رکھتے تھے۔ یہ تجارتی مال نہر سویز کے کنارے اُتارا جاتا اور وہاں سے ریگستان طے کرکے قاہرہ لے جایا جاتا۔ اور پھر دریائے نیل سے ہو کر اسکندریہ جاتا۔ جہاں سے وینس کے سوداگر اسے بحر روم کے اُس پار لے جاکر یورپ کے بازاروں میں بیچتے تھے۔ اسطرح اس سمندری راستہ کے سرے پر عدن کے حکمراں اور اُتر میں مصر کے

روس کی پسپائی؟

ہندستان کا مستقبل

موجودہ جنگ کی ایک خصوصیت ایسی ہے جو آغازِ جنگ ہی سے نمایاں رہی ہے اور جو بار بار سامنے آ رہی ہے اور شاید آئندہ بھی سامنے آتی رہے گی۔ وہ یہ کہ ہٹلر جس طاقت پر حملہ آور ہوتا ہے۔ وہ ابتدا میں اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ بالآخر فتح اسی کو حاصل ہوگی۔ حق کا بول بالا ہوگا۔ اور نازیت ذلت کیسا تھ شکست کھائے گی۔ اب تک کسی حکومت نے نازی افواج کو دیکھتے ہی یہ نہیں کہا کہ اب ہماری خیر نہیں۔ اور ہم ہٹلر کی فضائی طاقت کا ہرگز مقابلہ نہیں کرسکتے جس نے کہا یہی کہا کہ ہم مظلوم ہیں اور ہٹلر ظالم، اور ناممکن ہے کہ ظالم کا بول بالا ہو۔ اور مظلوم سسک کر جان دیدے۔ نازیت کو شکست ہوگی اور وہ انجام کار کامیاب اور ظفرمند ہوگا۔

پولینڈ پر حملہ ہوا تو اس نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ فتح پولینڈ ہی کو حاصل ہوگی۔ فرانس بھی یہی کہتا رہا کہ نازیت بھلا حق وانصاف کے سامنے کب کھڑی رہ سکتی ہے؟ جب ہالینڈ کی فضا پر نازی طیاروں نے پرواز شروع کیا تو اس کے حلقوم سے بھی یہی آواز نکلی کہ خدا حق کا ساتھی ہے، وہ ضرور ہالینڈ کی مدد کریگا۔ اور ہٹلر منھ کی کھائے گا۔ اور آو اور یوگوسلاویہ کے تاجدار نے ہٹلر کا اعلانِ جنگ سنتے ہی فرمایا ہمیں اپنی کامیابی اور ظفرمندی کا پورا یقین ہے۔ خدا حق کی مدد کرے گا اور ہٹلر مقابلہ کرکے رسوا ہوگا۔ یونان پر نازی افواج نے شبخون مارا اور شاہ یونان کی زبان سے بھی یہی نکلا کہ بالآخر اور انجام کار فتح ہم کو ہی حاصل ہوگی۔ غرض یہ تمام حکومتیں مٹ گئیں۔ مگر آخر تک وہ اپنی ہی فتح کا یقین دلاتی رہیں۔ نہ انھیں کامیابی حاصل ہوئی نہ ظفرمندی۔ کامیاب وہ رہا اور فاتح وہ قرار پایا جس کی شکست کے لئے ہر زبان نے پیش گوئی کی تھی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کس روح نے ان سے کہلوایا تھا کہ ہٹلر شکست کھائے گا اور کامیابی انھیں حاصل ہوگی؟ یہ بھی تو نہ ہوا کہ دس حکومتوں پر حملہ ہوا اور صرف تین کے مقابلے پر ہٹلر شکست کھا جاتا۔ تین تو تین کسی ایک حکومت نے بھی ہٹلر کے خرطوم پر داغ نہ لگایا اور وہ دندناتا ہوا ہر جگہ پہنچا اور بامراد ہو کر واپس لوٹا۔

ہجوم آسان دفاع مشکل

اب ہٹلر دنیا کی سب سے بڑی طاقت روس پر حملہ آور ہوا ہے! دیکھو تو حملہ ہوتے ہی روس کے مدبرین نے کیا کہا تھا؟ یہی کہا کہ بالآخر فتح ہماری ہی ہوگی اور ہٹلر کو اس طرح پٹیا جائے گا جس طرح نپولین کو پیٹا گیا تھا۔ مگر نتیجہ یہ ہے کہ صرف چند ہی روز میں بہت سے روسی شہروں کا سقوط عمل میں آگیا۔ اور ہٹلر اپنی افواج کو لیکر اسٹالن کی اشتراکی مملکت میں داخل ہو گیا، اور لینن گراڈ اور ماسکو خطرے میں آئے ہوئے ہیں۔

اس وقت ہر حکومت کی خواہش ہے کہ ہٹلر کو شکست ہو شکست ہونی چاہیئے! نہ یہ کہ شکست ہو بھی رہی ہے؛ سوال یہ ہے کہ اُسے اب تک کسی محاذ پر شکست کیوں نہیں ہوئی۔ ایک حکومت بھی ایسی کیوں نہ نکلی جو آگے بڑھکر اس کی پیش قدمیوں کو روک دیتی۔

دفاع وہجوم کا سوال خواہ کتنا ہی اہم ہو مگر بہرحال ہجوم واقدام سے دفاع زیادہ سہل ہے۔ ہٹلر اقدام کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔ دوسرے دفاع کرتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں! فرانس کی ناکامی اور اب سوویٹ روس کی ناکامی دنیا کے وہ حیرت انگیز واقعات ہیں جن کے ادراک کے لئے نظر و فکر کی ضرورت ہے۔

یہ واقعات حیرت سے زیادہ غور و فکر کے محتاج ہیں۔ کوئی گہری بات ہے کوئی نازک سبب ہے کوئی مخفی سر ہے جو سیاسیات کی سطح پر نہیں آتا، اور اُسے سمجھنے والے سطح پر لانا نہیں چاہتے۔ ہم اپنے اندازوں کو لے لیا کریں کہ وہ ہر دفعہ غلط ثابت ہوتے ہیں۔ روس پر حملے کے متعلق رائے عامہ کا فیصلہ تھا کہ ہٹلر یہاں تو ضرور شکست کھائے گا! سرخ فوج سارے یورپ کا بدلہ لے کر بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑے گی۔ مگر نظر یہ آیا ہٹلر کی قسمت آگے آگے ہے اور سوویٹ روس کی تمام جنگی تدبیریں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی ہیں۔

اسٹالن کا اعتراف

اگرچہ کامریڈ اسٹالن نے اپنی براڈکاسٹ تقریر میں کہا ہے کہ روس کی سرزمین پر ہٹلر نپولین کی طرح شکست کھائے گا۔ مگر اسی کے ساتھ اس نے جس صفائی سے دشمن کی قابلیت، جنگی مہارت اور پیش قدمیوں کا اعتراف کیا ہے ویسا اعتراف آج تک کسی کی زبان سے نہ ہو سکا۔ اس نے اعلان کیا ہے کہ لتھوینیا، لٹویا سفید روس کے مغربی علاقے اور یوکرین دشمن کے قبضے میں آچکے ہیں۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ روس اور جرمنی کے درمیان جو علاقے بفر اسٹیٹ کی حیثیت رکھتے تھے اور جو روس کے لئے ناقابلِ تسخیر قلعے اور حصن حصین تھے۔ وہ سب کے سب روس کے نقشے سے محو کر دئے گئے ہیں۔ اور روس اس حالت میں آگیا ہے کہ پورے طریقے سے اپنا ڈیفنس بھی نہ کر سکے۔

اگرچہ روس کی سرخ فوج ہٹلر کا مگر توڑ مقابلہ کر رہی ہے۔ مگر اُمید نہیں ہے کہ وہ زیادہ عرصے تک مقابلے پر جم سکیں۔ اس وقت ہٹلر کی جو فوج مقابلے پر جنگ کر رہی ہے اس کے عقب میں ہٹلر کی تازہ دم فوج موجود ہے۔ اگر سرخ افواج نے مقابلے کی فوج کو پسپا ہونے پر مجبور بھی کر دیا تو اس سیلاب کو کون روک سکے گا جو اس کے عقب میں طوفانِ نوح بننے کے لئے تیار کھڑا ہے۔

سُرخ فوج بہادر سہی۔ مگر یہاں سوال بہادری کا نہیں بلکہ سائنٹیفک طریقے پر جنگ کرنے کا ہے۔ نازی فوج کو غضب کی تربیت دی گئی ہے۔ ہر سپاہی کو ہٹلر بنا دیا گیا ہے۔ فضائی طاقت کو اس قدر مستحکم کیا گیا ہے کہ اگر جنگ سے پہلے اس کا اندازہ لگا لیا جاتا تو شاید جنگ کی نوبت ہی نہ آتی۔ اور ہر ملک کے لئے ضروری ہو جاتا کہ وہ کم از کم دس سال کے لئے جنگ کا نام نہ لے۔

لیکن سرخ فوج کا حال یہ نہیں ہے، وہ سب کچھ ہے۔ مگر نازی فوج کے مماثل اس کی تربیت نہیں ہے اور اسٹالن کی غلطی یہ ہے کہ اُس نے ہٹلر کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج مرتب نہیں کی۔ فن لینڈ کا مقابلہ کرنے

کے لئے مرتب کی تھی۔

روس کی امداد یہ تو صحیح ہے کہ نپولین روس میں اور سکندر ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ مگر ان کا داخلہ اپنی مرضی پر تھا۔ لیکن ہٹلر بین الاقوامی ضرورتوں سے مجبور ہو کر شب خون مارنے کے لئے نکلا ہے۔ اسے تیل کی ضرورت ہے۔ لوہا اور تانبے کی ضرورت ہے۔ اپنے مال کی کھپت کے لئے منڈیاں اور مال تیار کرنے کے لئے خام پیداوار چاہئے اور چونکہ چاہیے اس لئے وہ فتح کرنے کے لئے نکلا۔ نپولین کی طرح شکست کھانے کے لئے نہیں نکلا۔ اور اسٹالن کا یہ کہنا صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ ہٹلر کو نپولین کی طرح پیٹا جائے گا۔ اور اس کا حشر وہی ہوگا جو فرانس کے اس فاتح اعظم کا ہو چکا ہے۔

اگر حالات کا یہ اختلاف صحیح ہے تو روس کی کامیابی بھی مشتبہ ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ چند دنوں کے بعد لینن گراڈ اور ماسکو کی اس سرخ فوج کا کیا حشر ہوگا جس پر اسٹالن کو اعتماد ہے اور جسے روس کا آخری سہارا سمجھنا چاہیئے۔

اس وقت برطانیہ اور امریکہ کی حفاظت کا سوال درپیش ہے۔ اور اس کی واحد صورت یہ ہے کہ سوویٹ روس کی زیادہ سے زیادہ امداد کی جائے لیکن امریکہ اور برطانیہ دونوں روس کی امداد کرنے سے بہت بڑی حد تک معذور ہیں۔ مسٹر ایڈن نے اپنی تقریر میں کہہ دیا ہے کہ مشترک دشمن کو شکست دینے کے لئے روس کی امداد ضرور کی جائے گی۔ مگر یہ یاد رہے کہ روس اور برطانیہ کا اختلاف باقی رہے گا! ظاہر ہے کہ نیم دلی کے ساتھ ایک طاقت دوسری طاقت کی کھلے دل سے امداد نہیں کر سکتی۔ جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے اس نے بھی روس کی امداد کا وعدہ کیا ہے۔ مگر امریکن مدبرین کا خیال ہے کہ روس کو امریکہ سے کوئی امداد نہیں پہنچائی جا سکتی۔ اور کوئی راہ ایسی نہیں ہے جسے اس مقصد کے لئے استعمال کیا جا سکے۔

کرنل لنڈبرگ اعلان کر چکے ہیں کہ خدا کے دشمن روس کی کوئی امداد نہیں کی جا سکتی۔ جرمنی سے اتحاد ہو سکتا ہے مگر روس سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد اسٹالن کے لئے صرف یہی چارہ کار باقی رہ جاتا ہے کہ وہ اپنی سرخ فوج پر اعتماد کرے اور جب حالات دگرگوں دیکھے تو فرانس کی طرح ہٹلر کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔

ہندستان کے سر پر اگر اس جنگ میں روس نے ہزیمت اٹھائی اور ہٹلر کامیاب رہا تو وہاں فرانس کے طرز کی نازی گورنمنٹ ضرور قائم کی جائے گی۔ اور اس گورنمنٹ کو مجبور کیا جائے گا کہ ہندستان پر حملہ کرے اور اس مقصد کے لئے افغانستان تک کو صاف کر ڈالے۔

ہندوستان پر حملے کا خطرہ اب بالکل نمایاں ہو گیا ہے اور برطانیہ کو احساس ہے کہ روس کا سقوط آئندہ کن نتائج کا حامل ہوگا۔ اور ہٹلر قفقاز پہنچتے ہی کیا گل کھلائے گا۔

مشرق وسطیٰ کی برطانوی افواج کے کمانڈر انچیف جنرل ویول کا تقرر ہندستانی افواج کے لئے ہو چکا ہے۔ وہ ہندوستانی فوج کے کمانڈر انچیف مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جنرل موصوف کا تبادلہ بے معنی نہیں ہو سکتا۔ ان کے تبادلے کا تعلق روس کی موجودہ صورت حال سے ہے اور وہ ہندوستان میں اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ مشرق کی ڈیفنس لائن کی تعمیر کریں۔ ہٹلر اتنے قفقاز پہنچے وہ مشرق کے دفاعی خطوط کی تکمیل فرمائیں۔

جنرل ویول، روس کی جنگی اور جغرافیائی پوزیشن سے بہت اچھی طرح باخبر ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ قفقاز کے محاذ سے نازی سیلاب کس رفتار سے اٹھتا ہے۔ اور اس کی روک تھام کا طریقہ کیا ہے؟ ان حالات میں جنرل ویول کو ہندوستانی افواج کا کمانڈر انچیف مقرر کرنا حکومت برطانیہ کی دانشمندانہ حکمت عملی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ہندوستان کے دفاع میں اپنی پوری قابلیت کا ثبوت دیں گے۔ اور ان کا آنا ہندوستان کے لئے سازگار ہوگا۔

آپ اولاد سے محروم ہیں

اگر آپ کی بیوی کی گود خالی ہے

ایک سال کے بعد آپ کے ہاں بچہ ہوسکتا ہے

اگر آپ میں سے کوئی بھائی اولاد سے محروم ہیں۔ شادی کو کافی عرصہ ہوگیا اور اولاد نہیں ہوتی۔ تو اس کی نہایت آسان ترکیب ہے، بالکل وہی دوا جس نے ہزاروں عورتوں کی تمنا پوری کی آپ بھی اپنی بیوی کو استعمال کرائیے۔ اور دوا کا زندہ ثبوت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے۔ سات رات تک مسلسل دوا "محافظ اولاد" کی ایک ایک خوراک عورت کو کھلائیے اور ان سات رات تک ان سے علیحدہ رہیئے۔ ٹھیک آٹھویں رات یہ پرہیز توڑ دیجئے یعنی .... تو اسی رات عورت کو حمل قائم ہو جائیگا۔ اور نو مہینے بعد آپ اپنی آنکھوں سے اپنی بیوی کی گود میں بچہ دیکھ لیں گے یہ وہ شاندار تجربہ ہے۔ جس نے سینکڑوں بے اولاد عورتوں کو صاحب اولاد بنا دیا ہے۔ ایک شیشی میں پوری سات خوراک دوا "محافظ اولاد" ہوتی ہے۔ اور اس شیشی کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ۔ پی۔ بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھکر بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالیں۔ پارسل پر سات آنے محصول ڈاک لگتا ہے۔

عورت کی ظاہری جوانی

اگر کوئی جوان عورت اپنے بچوں کو مسلسل دودھ پلانے یا کسی بے احتیاطی کے سبب اپنے سینہ کے ابھار کو کھو بیٹھی ہو اور پستان نرم ہوکر نیچے کو ڈھلک گئے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت جوانی میں ہی اپنی خوبصورتی کھو بیٹھی ایسی عورت کو چاہیئے کہ اپنے سینہ کی خوبصورتی اور ابھار کو دوا "برسٹین" کے ذریعہ پھر ٹھیک کرے۔ دوا "برسٹین" نے ہزاروں عورتوں کو دوبارہ جوان کردیا ہے۔ اور ان کے سینہ میں پھر وہی سابقہ ابھار اور گولائی پیدا ہوگئی ہے اس دوا سے نیچے کو گرے ہوئے ثمر شباب دوبارہ سخت اور گول ہوجاتے ہیں۔ لگانے کی دوا ہے۔ اگر کوئی گود کا بچہ دودھ پیتا ہے۔ تب بھی کوئی حرج نہیں۔ ایک شیشی "برسٹین" کی قیمت چار روپے پندرہ آنے ہے۔ سات آنے محصول ڈاک لگتا ہے۔ جن عورتوں کو ضرورت ہو وہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ۔ پی۔ بی ۳۴ دہلی

کے پتہ پر خط لکھکر بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالیں۔

بال کالا کرنیکی — کھانیکی دوا

ہندوستان کے متعدد ڈاکٹر حیران ہیں کہ ایک ہندوستانی نے عجیب و غریب خضاب ایجاد کردیا ہے۔ جس سے سفید بال ایک ہفتہ میں سیاہ ہوجاتے ہیں یہ خضاب لگایا نہیں جاتا کھایا جاتا ہے۔ یعنی کھانیکی دوا ہے۔ اس دوا کے استعمال سے سر اور ڈاڑھی کے سفید بال بھی رفتہ رفتہ کالے ہوجاتے ہیں، جن لوگوں نے ابھی اس حیرت انگیز دوا سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ فوراً منگا کر دیکھیں۔ صرف ایک ہفتہ کے استعمال کے بعد اس دوا کا زندہ ثبوت وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ یعنی جو بال اب تک سفید ہوگئے ہیں ان کی جڑیں بھی سیاہ ہوجائیں گی اور آئندہ سے سیاہ بال پیدا ہونگے ہندوستان کے ہزاروں مرد اور عورتیں اس عجیب ایجاد سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ اور ہر جگہ اس دوا نے زندہ ثبوت پیش کیا ہے۔ اس دوا کا نام "کیشول" ہے۔ ایک شیشی میں پورا کورس دوا ہوتی ہے۔ قیمت فی شیشی چار روپے دو آنے محصول ڈاک گیارہ آنے لگتا ہے جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ ایک خط

مینیجر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴ دہلی کو لکھکر بذریعہ وی پی پارسل منگالیں۔

تار کا پتہ:- "زنانہ دواخانہ" دہلی — ٹیلی فون نمبر ۳۶۲

صرف ایک روپیہ خرچ ہوگا } جب کسی مرد کی مردانہ طاقت کمزور ہو جائے جب ...... شرمندگی ہونے لگے۔ اور مرد اپنی شرمندگی کی وجہ سے خودکشی کا خیال کرنے لگے۔ جب کوئی مرد اپنی خاص کمزوری کی کمی کو پھر پورا کرنا چاہے۔ جب کوئی مرد ...... کے سامنے ذلیل ہوجاتا ہو تو اس کا ایک ہی علاج ہے۔ جس کے بعد پھر کایا پلٹ ہوجائیگی۔ پھر نوجوانی اپنا کام کرنے لگے گی۔ پھر وہی مایوس مرد اپنے بدن میں ایک خاص تڑپ اور اُمنگ محسوس کرنے لگے گا۔ پھر اس کا جی چاہے گا کہ کوئی اس سے محبت کرے۔ اس کی طرف دیکھے۔ اور ......

یہ علاج ہے ہندوستان کی سب سے بڑی دوا **"معجون کاشمیری"** کا استعمال۔ جس نے ہر مقوی دوا کے مقابلہ پر اپنا سکہ جمالیا ہے۔ اور جس کی ایک ایک خوراک مریض کے جسم میں جوانی اور شباب کا صحیح اور اصل جوش پیدا کرتی ہے۔ ہر خوراک سے مریض خود محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ کیا تھا اور اب جوانی کتنی تیزی سے اس کے جسم میں واپس آرہی ہے۔ دوا "معجون کاشمیری" کی تیاری میں ایک پہاڑی بوٹی شامل ہے اور یہ تمام کرشمہ اُسی کی بدولت ہے۔ ناکارہ مرد اور وقت پر شرمندہ ہوجانے والے انسان کے لئے یہ دوا سب سے بڑی دولت ہے اور کئی سال سے ہندوستانی مارکیٹ میں اپنا سکہ جما رہی ہے۔ اگرچہ ایک شیشی کی قیمت چار روپے سات آنے ہے لیکن اس کو ملک کے گوشہ گوشہ تک پہنچا دینے کے لئے ایک مختصر عرصہ تک صرف ایک روپیہ قیمت لی جارہی ہے۔ اور یہ قیمت قطعی مفت برابر ہے۔

لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی مرد مایوس ہوچکا ہو۔ کثرت کار یا بچپن کی بے احتیاطی یا کسی مرض کے باعث جوانی کی خاص طاقت کمزور پڑگئی ہو یا وقت پر شرمندگی ہوتی ہو۔ یا عمر کی زیادتی کے سبب کمزوری محسوس ہوتی ہو تو ایسے ہی لوگوں کے لئے دوا "معجون کاشمیری" بہترین علاج ہے۔ اُسے چاہیئے کہ وہ

مینیجر زمانہ دواخانہ پی بی ۲۴۲ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "معجون کاشمیری" بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالے محصول پارسل پر سات آنے لگتا ہے۔ اس طرح ایک روپیہ سات آنے میں "معجون کاشمیری" کی پوری شیشی اُسے دیدی جائے گی۔ ایک مریض کو اس رعائتی قیمت میں صرف ایک ہی شیشی دی جائے گی۔ زیادہ نہیں۔ ہاں! اس کی اجازت ہے کہ کئی مریض مل کر ایک ہی پارسل میں کئی شیشیاں منگالیں۔ کیونکہ اس طرح محصول بھی کم خرچ ہوگا۔

تار کا پتہ:۔ "زمانہ دواخانہ" دہلی

ٹیلی فون نمبر ۶۳۶۸

بالکل مفت
AS AMERICAN MADE
چھ فیرولا
مانند اصلی
امریکن پستول ۱۹۴۱ء
نیا ماڈل

ہماری کمپنی نے اپنی تین مشہور فائدہ مند دوائیوں کی مشہوری کے لئے ہر شیشی کے خریدار کو ایک فینسی میوٹ رسٹ واچ اور ایک تولہ سونا پیرس نیوگولڈ مفت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جلدی کریں اور فائدہ حاصل کریں

بال عمر بھر نہیں اُگتے

ہماری مشہور دوائی اصلی جوہر حسن کے لگانے سے ہر جگہ کے بال بغیر کسی تکلیف کے ہمیشہ کیلئے دُور ہو جاتے ہیں اور پھر زندگی بھر دوبارہ اس جگہ بال کبھی پیدا نہیں ہوتے جگہ ریشم کی طرح ملائم نرم اور خوبصورت نکل آتی ہے قیمت ایک روپیہ پندرہ آنے۔ ۱۵/۱ تین شیشی کی رعایتی قیمت صرف پانچ روپیہ ۔/۵ اس دوائی کو مشہور کرنے کیلئے ہر شیشی کے ہمراہ ایک فینسی میوٹ رسٹ واچ اور ایک تولہ سونا پیرس نیوگولڈ بالکل مفت بھیجا جاتا ہے یہ سونا دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کی مانند ہے اور کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے۔ اس سے ہر قسم کے زیورات تیار ہو سکتے ہیں (ضروری نوٹ) مال ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کر دی جاتی ہے۔ تین شیشی دوائی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور تین تولہ سونا اور تین گھڑیاں مفت انعام بھیجی جاتی ہیں۔

بال کالا تیل

اس بال کالا تیل کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لئے سیاہ ہو جاتے ہیں اور تمام عمر کالے ہی پیدا ہوتے ہیں بے نظیر سنیاسی تحفہ ہے۔ فائدہ نہ ہونے پر قیمت فوراً واپس ہوگی۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ پندرہ آنے۔ ۱۵/۱ تین شیشی کی رعایتی قیمت صرف پانچ روپے ۔/۵ اس دوائی کو مشہور کرنے کے لئے ہر شیشی کے ہمراہ ایک فینسی میوٹ رسٹ واچ اور ایک تولہ سونا پیرس نیوگولڈ بالکل مفت بھیجا جاتا ہے۔ یہ سونا دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کی مانند ہے۔ اور کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے۔ اس سے ہر قسم کے زیورات تیار ہو سکتے ہیں۔ (ضروری نوٹ) مال ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کر دی جاتی ہے تین شیشی دوائی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور تین تولہ سونا اور تین گھڑیاں مفت انعام۔

کالے گورے ہو گئے

اگر آپ اپنے چہرہ کا رنگ کالے سے گورا تبدیل کرنا چاہتے ہیں یا اپنے مرجھائے ہوئے چہرہ پر بدنما کالے داغ۔ کیل۔ پھنسیاں چیچک کے داغ اور جھائیاں دور کرنے کی خواہش رکھتے ہیں تو ہمارا سائنس کے اصولوں سے تیار کردہ لنڈن بیوٹی لوشن استعمال کریں جس سے آپکے جسم یا چہرہ کا رنگ شرطیہ طور پر کالے سے گورا ہو جائے گا۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ پندرہ آنے۔ ۱۵/۱ علاوہ محصول ڈاک تین شیشی کی رعایتی قیمت صرف پانچ روپیہ ۔/۵ اس دوائی کو مشہور کرنے کے لئے ہر شیشی کے ہمراہ ایک فینسی میوٹ رسٹ واچ اور ایک تولہ سونا پیرس نیوگولڈ بالکل مفت بھیجا جاتا ہے۔ یہ سونا دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کے مانند معلوم ہوتا ہے۔ اور کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے۔ اس سے ہر قسم کے زیورات تیار ہو سکتے ہیں (ضروری نوٹ) مال ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کر دی جاتی ہے تین شیشی دوائی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور تین تولہ سونا اور تین گھڑیاں مفت انعام بھیجی جاتی ہیں۔

ملنے کا پتہ:۔ لنڈن کمرشل کمپنی۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۶۷ ایم۔ ڈی۔ لاہور شہر

(دسواں پارہ)

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
اور جانے رہو کہ جو کچھ تم لوٹ کر لاؤ

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي
اُس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اُس کے رسول کا قرابت

الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ
داروں کا یتیموں کا محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا
اگر تم کو اللہ پر اور اُس (غیبی مدد) پر یقین ہو جو

عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى
فیصلہ کے دن ہم نے اپنے بندہ پر نازل کی تھی جبکہ دونوں جماعتیں

الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
گتھ گئی تھیں اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے

تفسیر اوپر کی آیت میں حربی کافروں سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا اور جنگ کے بعد بصورت فتح مال غنیمت ہاتھ آنا بھی لازم تھا۔ لہذا ان آیات میں مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ بیان فرما دیا کہ کفار سے چھین کر جو مال ہاتھ آئے اُس کے پانچ حصے کرو ایک حصہ اللہ اُس کے رسول، رسول کے قرابتدار، یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے درمیان مشترک ہے یعنی ایک حصہ کے پانچ حصے کئے جائیں اور اس کا ۱/۵ یعنی کل مال کا پچیسواں حصہ رسول کا ہے اور اسی طرح ۱/۲۵ رسول کے قرابت داروں کا اور ۱/۲۵ یتیموں کا اور ۱/۲۵ مسکینوں کا اور ۱/۲۵ مسافروں کا۔ رہ گئے کل مال کے چار حصے یعنی ۴/۵ تو اُن کا کوئی حکم نہیں بیان کیا۔

تحلیل اجزا اور چند اختلافی مسائل

بحث مذکورہ بہت اختلافی ہے۔ ہم تفسیر ابن کثیر، ابن جریر اور حقانی کا اقتباس ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اکثر علماء کے نزدیک غنیمت اور فئی ایک ہی چیز ہے یعنی وہ مال جو غلبہ سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے لیکن بعض اہل علم کے نزدیک دونوں میں اصطلاحی فرق ہے اگرچہ لغوی اتحاد ہے یعنی غنیمت وہ مال ہے جو بصورت جنگ کفار سے ہاتھ آئے اور فئی وہ مال ہے جو بغیر جنگ و جدل کے کفار سے مل جائے مثلاً مال جزیہ ہو یا کفار سے محصول وصول کیا جائے یا اُن کا لاوارث مال رہ جائے وغیرہ۔

مال غنیمت کی تقسیم بشرطیکہ وہ اسباب یا منقولہ ہو اس طرح کیا جائے کہ کل مال کے پانچ حصے کرکے ایک حصہ اللہ اُس کے رسول اور رسول کے قرابتداروں اور فقیروں اور یتیموں اور مسافروں کو دیدیا جائے۔ یعنی اُس پانچویں حصہ کے پانچ حصے کئے جائیں۔ یہ قول جمہور کا ہے اور آیت کے مطابق ہے مگر ابو العالیہ کے نزدیک کل مال کے پانچویں حصہ کے چھ حصے کئے جائیں گے پانچ حصے تو مذکورۂ بالا پانچ قسم کے شرکاء کو دیے جائیں گے اور چھٹا حصہ اللہ کے نام کا ہوگا جو خانۂ کعبہ کی تعمیر و ترمیم میں صرف ہوگا۔ ابو العالیہ اپنے قول کے ثبوت میں ایک تو لِلّٰهِ کے لفظ کو پیش کرتے ہیں جو آیت میں مذکور ہے۔ دوسرے ایک مرسل حدیث کو بھی پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت میں سے لپ بھر کر خانۂ کعبہ کے صرف کے لئے رکھ دیتے۔ اس صورت میں اللہ کا حصہ اور حصوں کے برابر ہونا ضروری نہ ہوگا لیکن صحیح وہی ہے جو جمہور کا قول ہے اور آیت میں اللہ کا نام صرف تبرک کے طور پر ہے۔

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ جو مال غنیمت آتا رسول پاکؐ اُس کے پانچ حصے کرتے اور پھر پانچویں حصہ کے پانچ حصے کرتے۔ اس کے بعد ابن عباسؓ نے آیت وَاعْلَمُوْٓا الخ پڑھی اور فرمایا کہ اللہ کا تو سب آسمان و زمین ہی ہے پس اللہ اور اُس کے رسول کا حصہ ایک ہی ہے۔ حسن بصری ابراہیم نخعی اور شعبی وغیرہ علماء کا بھی یہی قول ہے۔ نیز خیبر کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت حضورؐ نے فرمایا لوگو! میرے لئے تو اس میں سے خمس ہے سو وہ بھی تمہیں لوگوں کو واپس کر دیا جاتا ہے۔ رواہ احمد عن عبادۃ بن الصامت و ابی الدرداء و حارث بن ابی معادیۃ الکندی و قد رواہ ابو داؤد و النسائی۔ رہا تعمیر کعبہ کا صرف تو وہ امام اور عام مسلمانوں کے ذمے ہے خواہ مال غنیمت حاصل ہو یا نہ ہو۔

حضورؐ کا حصہ آپ کے خانہ داری کے مصارف میں صرف ہوتا تھا اور باقی کے حصہ کو آپ اپنے اقربا میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ حضورؐ کے اقارب میں کون لوگ داخل تھے؟ اس میں علماء تفسیر کا اختلاف ہے۔ بعض نے سب قریش کو لیا ہے۔ مجاہد، علی بن حسینؓ نے بنی ہاشم کو خاص کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بنی ہاشم اور اولاد عبد المطلب مراد ہیں نہ کہ بنی نوفل اور بنی عبد شمس کیونکہ جبیر بن مطعمؓ اور عثمان بن عفانؓ نے حضورؐ سے سوال کیا تھا کہ آپ نے بنی المطلب کو دیا حالانکہ ہم اور وہ آپ سے قرابت میں مساوی ہیں حضورؐ نے فرمایا وہ اور بنی ہاشم ایک ہی ہیں یعنی زمانۂ جاہلیت میں بنی ہاشم کی طرح انہوں نے اسلام کی مدد کی تھی۔

فقراء، مسافرین اور یتامیٰ میں جمہور کے نزدیک حضورؐ کے قرابتداروں اور غیر قرابتداروں کی کوئی قید نہیں کوئی بھی ہو۔ لیکن علی بن حسینؓ فرماتے ہیں کہ اُن میں بھی قرابتدار ہونا ضروری ہے۔

حضورؐ کی وفات کے بعد اس خمس کی تقسیم کے متعلق علماء کے دو قول ہیں۔
امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ بلکہ عام جمہور کے نزدیک حضورؐ کا حصہ اسلام کے مصارف اور اُس کی ضرورتوں میں صرف ہوگا۔ کیونکہ وفات کے بعد حضورؐ کو کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ اعمش نے ابراہیم کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ حضورؐ کا حصہ ہتھیاروں اور اسبابِ جہاد کی خریداری میں صرف کیا کرتے تھے۔ (معالم) بلکہ حضورؐ اپنی زندگی ہی میں اپنے مصارف ضروریہ سے بچا ہوا مال ہتھیاروں اور سواریوں کی خرید میں خرچ کرتے تھے۔ بعض کا قول ہے کہ حضورؐ کا حصہ آپ کے اقارب اور یتامی اور مساکین اور مسافروں کو تقسیم ہوگا۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد حضورؐ کے اقارب کا حصہ باقی رہا یا ساقط ہوگیا۔ شافعیؒ اور مالکؒ کہتے ہیں کہ بعد میں اقارب کو ضرور ملے گا مرد کو دگنا عورت کو اکہرا۔ امام ابو حنیفہؒ اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ اقارب کی خبرگیری بھی انسان کے ذاتی حوائج میں داخل ہے جب وفات کے بعد حضور اقدسؐ ذاتی حوائج بشریہ سے مبرا ہوگئے تو یہ حقوق بھی ساقط ہوگئے پس اُن میں سے غرباء اور یتامی کی پرورش بیت المال کے ذمہ ہے اس تقدیر پر وہ خمس اس زمانہ میں صرف تین گروہوں کو تقسیم ہوگا مساکین یتامی اور مسافر رہے کل مال غنیمت کے بقیہ چار حصے وہ مجاہدین کو تقسیم کئے جائیں گے عبداللہ بن شقیق کی روایت ہے کہ حضورؐ نے بقیہ چار حصے اہل لشکر کے لئے قرار دیئے (بیہقی) ابن المنذر ابن عبدالبر داودی مازری قاضی عیاض اور ابن عربی نے اس پر اجماع ہونے کا قول نقل کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غازیوں کو اس کی تقسیم اس طور پر ہوگی کہ سوار کا دگنا اور پیدل کا اکہرا دیگر علماء نے سوار کے تین حصے قائم کئے ہیں دو سوار کے ایک اُس کے گھوڑے کا اور پیدل کا تو ایک حصہ مقرر رہا ہے۔

امام مالکؒ اور اُن کے متبعین کے نزدیک بقیہ چار حصے غازیوں کو تقسیم نہ کئے جائیں گے بلکہ امام کو اختیار ہے کہ جس حاجت اور ضرورت میں مناسب سمجھے صرف کرے کیونکہ ابو عبیدہ کی روایت سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے مکہ بزور شمشیر فتح کیا تھا اور کفار کا مال مجاہدین کو نہیں دیا بلکہ مکہ والوں کو ہی واپس کر دیا اس کے علاوہ جنگ حنین میں جو مال ہاتھ آیا اُس میں سے انصار کو (...) نہ دیا اور انصار نے شکایت کرنے کا مشورہ کیا تو فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ اور لوگ دنیا لے جائیں اور تم اپنے ساتھ رسول خدا کو اپنے گھر لے جاؤ نیز خلفاء اربعہؓ نے حضورؐ کے بعد ایسا ہی کیا کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو امام کے پاس کوئی ذخیرہ کافی جمع نہ ہو جس کو بوقت ضرورت امور اسلامیہ میں صرف کر سکے نیز ایسی صورت میں حکومت اسلامیہ کا ضعف ہو جائے گا رہا آنحضرتؐ کا عمل تو وہ مخصوصات میں سے ہے بعض واقع پر ضرورت سمجھ کر حضورؐ نے مجاہدین کو تقسیم کر دیا تھا کیونکہ ہم کہہ چکے ہیں کہ امام کو مال غنیمت کا اختیار کامل حاصل ہے وہ جس کو مناسب سمجھے دے حضورؐ کو اُس وقت مجاہدین کو تقسیم کرنا ہی مناسب معلوم ہوا اس لئے تقسیم کر دیا لیکن اس سے لزوم تقسیم لازم نہیں آتا۔ یہ تو مال غنیمت کا حکم تھا۔ رہا مال فی کا حکم تو اس کا اختیار جمہور کے نزدیک امام کو بہرحال ہے جو چاہے کرے۔

یَوْمَ الْفُرْقَانِ اور یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ سے مراد یوم بدر ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ مسلمانو تم مال غنیمت کی تقسیم میں کچھ پس و پیش نہ کرو اللہ نے جو اُس کی تقسیم کا قاعدہ مقرر کر دیا ہے اُسی کے مطابق تقسیم کرو اگر اُن چیزوں پر تمہارا ایمان و یقین ہے جو ہم نے بدر کے دن نازل کی تھیں تو کچھ تردد نہ کرو اللہ سب کچھ کر سکتا ہے ہر طرح تمہاری مدد کرے گا اور کر سکتا ہے مال غنیمت کی تقسیم سے کیوں اندیشہ کرتے ہو اللہ نے بدر کے دن مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کو نازل کیا تو وہ بہرحال اہل حق کی ہر طرح سے امداد کر سکتا ہے۔

مقصود بیان:- مال غنیمت کی تقسیم کے طریقہ کا اظہار اس بات کی طرف واضح اشارات کہ فتح و نصرت سے مسلمانوں کا مقصد ملک گیری تسلط اور دولتمندی نہ ہونا چاہیئے بلکہ اصل مطمح نظر مسافروں غریبوں مسکینوں اور یتیموں کی امداد کرنی ہونا چاہیئے مال غنیمت سے بحصہ مقررہ ان ہر سہ طبقات کی خبرگیری اور پرورش لازم ہے۔ آیت سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ سپہ سالار یا بادشاہ وقت کا حصہ کچھ زائد ہے کیونکہ کل مال کا پچیسواں حصہ ملنے کی حضورؐ کے متعلق صراحت آیات میں موجود ہے اور بقیہ مال میں تمام غرباء فقراء مساکین مسافر اور اہل جہاد خواہ ہزاروں لاکھوں ہوں سب شریک ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سپہ سالار کا حصہ یقیناً زائد ہوگا۔ مگر یہ خیال غلط ہے کیونکہ حضورؐ کے متعلق اسی حصہ میں سے بیسوں قسم کے مصارف تھے فقط اپنی یا اپنے متعلقین کی شکم پری میں ہی حضورؐ اس کو صرف نہ کرتے تھے بلکہ اُس سے سامان جنگ گھوڑے زرہ وغیرہ خریدتے تھے اور اپنے متعلقین کے علاوہ دیگر ضرورتمندوں اور ناداروں کی پرورش بھی کرتے تھے اگر حساب لگایا جائے تو حضورؐ کے حصہ میں مال غنیمت میں سے ایک سپاہی کی برابر بھی مال نہ آتا تھا مگر ہاں تصرف کامل کا اختیار سرور تھا۔ باقی فوج والے اپنا اپنا مال بحصہ رسدی لیکر اپنے گھروں کو چلدیتے تھے اور اُس سے اپنی ضروریات کی کفالت کرتے تھے اُنکو اسباب جنگ وغیرہ کی خریداری سے کوئی تعلق نہ تھا اپنے اور متعلقین کی ضروریات میں خرچ کرتے تھے۔ وغیرہ۔

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ

اس وقت تم | ورلے کنارہ پر تھے | اور وہ

بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ

پرلے کنارہ پر تھے | اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف

مِنكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ

تھا اور اگر تم باہم وعدے کرتے تو ضرور وعدے میں

فِي الْمِيعَادِ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا

دیر سویر کرتے لیکن اللہ نے تم سب کو یکجا کردیا تاکہ جس کام کو

كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ

کرنا تھا اُسکو پورا کردے اور جو انکشاف دلیل کے بعد مرتا ہے

عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ

مرجائے اور جو انکشاف دلیل کے بعد زندہ رہتا ہے رہے

وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ

اور اللہ ضرور سُنتا جانتا ہے

تفسیر اوپر کی آیت میں جنگ بدر پر ایمان لانے کا تذکرہ تھا اسی سلسلہ کا ایک واقعہ اور جنگ بدر کے اتفاقیہ پیش آنے کی مصلحت ظاہر فرماتا ہے یعنی جنگ بدر صرف اتفاقیہ بات تھی ادہر سے مسلمان قافلہ لوٹنے کے لئے چلے اُدہر سے ابوجہل اور سرداران قریش اپنی جمعیت کو لیکر قافلہ کی حمایت کو نکلے۔ قافلہ تین میل کترا کر ساحلی نشیبی حصہ میں ہوکر نکل گیا اور مسلمانوں کا فروں کا مقابلہ ہوگیا نہ مسلمانوں کا ارادہ گھر سے نکلنے کے وقت جنگ کا تھا نہ کفار لڑائی ٹھان کر نکلے تھے اس اتفاقیہ مقابلے میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی یہ تدبیر اللہ کی تھی اگر قصداً باہم ٹھیراؤ کرکے نکلتے اور دن مقرر کرکے چلتے تو ایسے بروقت نہ پہونچتے اور اگر یہ لڑائی نہ ہوتی تو ہر فریق اپنے زعم میں اپنے کو غالب سمجھتا۔ لیکن جنگ کے بعد سب نے دیکھ لیا کہ غالب کون رہا اور مغلوب کون اور اللہ نے کس کی مدد کی۔ اس سے پیغمبر کی صداقت بھی کھُل گئی اور اللہ کا الزام بھی پورا ہوگیا۔ جو مرا وہ بھی حق کو پہچان کر مرا اور جو بچا وہ بھی حق کو پہچان کر جیا یعنی تجربہ کے بعد حقانیت اُس پر واضح ہوگئی اپنی مغلوبیت کا احساس واقرار ہر کافر کو ہوگیا۔

مقصود بیان:۔ اللہ کی حکمت بالغہ کا اظہار۔ جنگ بدر کا اتفاقیہ پیش آجانے کی مصلحت کا بیان۔ اس بات کی طرف اشارہ کہ آدمی حق پر ہو یا باطل پر بہرحال بقدر امکان لڑائی سے جی چُراتا ہے۔ مسلمان اگرچہ حق پر تھے لیکن اگر جنگ کا پہلے سے ٹھیراؤ کرلیتے تو وعدے پر نہ پہنچتے۔ جنگ بدر کے نتیجہ سے حقانیت اسلام واضح اور صداقت رسولؐ ثابت ہوگئی وغیرہ

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا

(اے محمدؐ) جبکہ اللہ نے کافروں کی تعداد تم کو خواب میں تھوڑی دکھائی تھی

وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ

اور اگر اُن کی تعداد تم کو زیادہ دکھاتا تو تم جی چھوڑ بیٹھتے اور بات میں

فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ

جھگڑا ڈالتے مگر اللہ نے بچالیا بیشک وہ دلوں

بِذَاتِ الصُّدُورِ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ

کی بات جاننے والا ہے اور جب منھ بھیڑ کے وقت

إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ

کافروں کی تعداد تمہاری آنکھوں میں کم دکھائی اور تمہاری تعداد اُن کی

فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ

آنکھوں میں کم دکھائی تاکہ جس کام کو وہ کرنا چاہتا ہے اُس کو

مَفْعُولًا وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ

پورا کردے اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں

تفسیر یہ بھی جنگ بدر ہی کا ایک قصہ ہے جس کی تین شاخیں ہیں (۱) لڑائی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں نظر آیا کہ کافر تھوڑے ہیں۔ آپ نے اس کی اطلاع صحابہ کو دی صحابہ کے دلوں میں حضورؐ کے خواب سے مقابلہ کی مزید جرأت پیدا ہوگئی (۲) پھر جب کافروں اور مسلمانوں کی صفیں ایک دوسرے کے سامنے آکر پڑیں اُس وقت بھی اللہ نے مسلمانوں کی نظروں میں کافروں کی تعداد قلیل کرکے دکھائی یعنی رسول پاکؐ کی خواب کے مطابق مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرلیا کہ کافروں کی تعداد ہم سے بہت کم ہے چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا تھا میرے خیال میں کافر ستر ہونگے۔ اُس نے جواب دیا (نہیں) کوئی سَو ہیں۔ اس کے بعد جب ایک قیدی گرفتار ہوکر آیا اور اُس سے کافروں کی تعداد پوچھی تو اُس نے ہزار بتائی (ابن جریر) اس سے مسلمانوں کی جرأت اور بھی بڑھ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب اُن کو سچ ثابت ہوگیا اور واقع میں بھی سچ تھا کیونکہ جتنے لوگ قریش کی طرف سے میدان جنگ

میں آئے تھے اُن میں سے اکثر کچھ زمانہ کے بعد مسلمان ہو گئے۔ گویا مآل کار اُن کا کافر رہنے والے لوگ کم ہی تھے (۳) مقابلہ کے وقت کافروں کی نظر میں مسلمانوں کی تعداد کم نظر آئی۔ چنانچہ بروایت سدی بعض مشرکین نے کہا تھا کہ قافلہ تو سلامت بچ آیا اب تم لوگ واپس چلو۔ اُدھر ابو سفیان نے کہلا بھیجا تھا کہ تم لوگ واپس جاؤ۔ اس بنا پر اخنس بن شریق بنی زہرہ کو واپس لے گیا اور بنی عدی بھی لڑائی میں شریک نہ ہوئے۔ لیکن ابو جہل نے ہٹ کی اور کھینچ کر سب کو لے آیا اور میدان جنگ میں پہونچ کر بولا محمد اور اس کے ساتھی آج تمہارے مقابلہ میں آئے ہیں ہم جب تک ان کا فیصلہ کر دینگے نہ ایں۔ جانتے ہو وہ چند آدمی ہیں اُن کو قتل تو کیا کروگے پکڑ کر باندھ لو اگر کافروں کی نظر میں مسلمانوں کی تعداد بہت دکھائی دیتی تو وہ بھاگ جاتے مقابلہ ہوتا نہ کفر کی جڑ نہ کٹتی اسلام کا غلبہ نہ ہو۔ کھائی دیتا یا اگر مسلمانوں کی نظر میں کافروں کی تعداد زیادہ دکھائی دیتی تو مسلمانوں کو بظاہر مقابلہ کے وقت اتنی جرأت نہ ہو سکنے کا امکان تھا اور شاید رسول اللہ کے خواب کی صداقت کا مسلمانوں کو محسوس طور پر یقین نہ ہوتا اور اُن کی ہمتیں کمزور پڑ جاتیں لیکن خدا کو تو ایک کام کا فیصلہ کرنا تھا۔ اسلام کا غلبہ اور کفر کا کمزور کرنا مقصود تھا اور ہمیشہ کے لئے اسلام کی جڑ بنیاد قائم کرنی تھی اس لئے یہ تدبیر فرمائی۔ ممکن ہے کوئی بے وقوف کہدے کہ کثیر تعداد کی نظری تقلیل کیونکر ممکن ہے؟ تو اس کا جواب دیدیا کہ ہر چیز کا رجوع خدا کی طرف ہے آنکھ بھی اُس وقت اپنا کام کرتی ہے جب خدا کا حکم ہوتا ہے یہ ظاہری سبب ہے اور خدا مسبب ہے۔ سبب میں تاثیر بغیر قدرت مسبب کے ہو نہیں سکتی پھر اگر آنکھوں کو کثرت بصورت قلت نظر آئی تو کیا بعید ہے۔ یہ چشم ظاہر بین کی غلطی ہے مگر حقیقت بین آنکھ اس کو ہرگز غلط نہیں کہہ سکتی۔ اعتبار دلوں کا اور انکی جرأت کا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو کافروں کے دلوں میں جرأت نظر نہیں آتی ہے اس لئے وہ ان کو کم ہی سمجھتے تھے اگرچہ واقع میں کفار زیادہ تھے۔

ایک شبہہ اور اُس کا جواب

سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ الآیۃ۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر لوگ مسلمانوں کو اپنے سے دوچند یا کم از کم مومنوں کی واقعی تعداد سے دوچند دیکھ رہے تھے اور یہاں آیت میں بتایا ہے کہ کفار کی نظر میں مسلمانوں کی تعداد کم نظر آرہی تھی۔

جواب یہ ہے کہ تقلیل نظری اُس وقت تھی جب دونوں فریق میدان جنگ میں آکر ایک دوسرے کے مقابل صف بستہ ہو گئے تھے اور لڑائی شروع نہ ہوئی تھی۔ لیکن جب لڑائی شروع ہو گئی اور اللہ نے

مسلمانوں کی مدد کے لئے ملائکہ کو بھیجدیا تو کافروں کو مسلمانوں کی تعداد دوچند نظر آنے لگی یعنی اپنی فوج سے وہ مسلمانوں کو دوگنا سمجھنے لگے اور اس وجہ سے اُن کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب چھا گیا۔ باقی مسلمانوں کو کافروں کی تعداد بدستور کم ہی نظر آتی رہی اور اُن کے دل میں وہی ابتدائی جرأت قائم رہی کسی وقت رعب نہ پیدا ہوا۔

مقصود بیان :- اس امر کی طرف واضح اشارت کہ اللہ کی تدبیر بہت مخفی ہوتی ہے۔ شروع میں فریقین کی تقلیل نظری سے اس نے مُٹھ بھیڑ کرائی پھر کافروں پر مسلمانوں کا رعب ڈالا مسلمانوں کو مزید جرأت دلائی اور بالآخر کافروں کو تباہ اور مسلمانوں کو کامیاب کیا۔ آیات میں اس امر پر بھی تنبیہ ہے کہ خدا تعالیٰ جب چاہے حواس کو معطل کر دے کوئی شخص اپنے حواس پر حقیقی اختیار نہیں رکھتا بلکہ حواس کے فعل کی تکمیل قبضۂ الٰہی میں ہے دیکھنے کی سب شرطیں موجود رہنے کے باوجود دکھلائی نہ دینا قدرت الٰہی کا واضح ثبوت ہے۔ وغیرہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً

مسلمانو! جب تم کسی فوج کے مقابل ہو

فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ

تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو خوب یاد کرو تاکہ تم کو

تُفْلِحُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

کامیابی حاصل ہو اور اللہ رسول کا حکم مانو

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ

اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ ہمت ہار جاؤگے اور تمہاری ہوا

رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ

جاتی رہیگی اور جمے رہو خدا صبر کرنے والوں

الصَّابِرِينَ ۝

کے ساتھ ہے

تفسیر

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی اور فتح کے چند اسباب بتائے ہیں ان میں سے کچھ باطنی ہیں کچھ ظاہری کچھ روحانی کچھ مادی (۱) جب کفار کے لشکر سے مٹ بھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم یا ثابت القلب رہو۔ صحیحین میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی روایت

ہے کہ بعض لڑائیوں میں جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو حضورؐ منتظر رہے جب آفتاب ڈھل گیا تو فرمایا لوگو دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ سے عافیت کی دعا مانگو لیکن جب تم اُن سے بھڑ جاؤ تو صبر (ثبات قلب) کے ساتھ ثابت قدم رہو اور جان رکھو کہ جنت انہی تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے الی آخر الحدیث (مسلم بخاری) اللہ کی بکثرت یاد کرو یعنی اُس سے فتح کی دعا مانگو زید بن ارقم کی مرفوع روایت ہے کہ اللہ کو تین جگہ پر خاموشی پسند ہے ایک تلاوت قرآن کے وقت دوسرے جہاد میں صفیں سنبھالنے کے وقت تیسرے جنازہ کے ساتھ (رواہ الطبرانی) ایک اور مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے میرا کامل بندہ وہ ہے جو جہاد میں بھڑ جانے کے وقت مجھے یاد کرے یعنی مجھ سے دعا و استغاثہ کرے۔ قتادہ وعطاءؒ کہتے ہیں کہ لڑائی کے وقت خاموشی واجب ہے لیکن ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کیا بلند آواز سے اللہ کو یاد کریں فرمایا ہاں۔ اسی بنا پر بعض مفسرین نے یاد کرنے سے مراد نعرۂ تکبیر لیا ہے۔ کامیابی کا یہ روحانی سبب ہے اس سے دل میں قوت و حوصلہ و جرأت اور طبیعت میں جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے (نمبر ۳) اللہ اور اُس کے رسول کے احکام کی تعمیل کرو۔ یہ فتح یابی کا ظاہری سبب بھی ہے اور باطنی بھی رسول پاکؐ کی تعلیم اور اصول مادی اعتبار سے بھی مفید ہیں اور روحانی لحاظ سے بھی (نمبر ۴) آپس میں جھگڑا فساد اور پھوٹ نہ کرو ورنہ بزدل بن جاؤ گے اور تمہاری ہوا جاتی رہے گی قوت و شوکت زائل ہو جائے گی یہ جنگ میں فتحیابی بلکہ ہر کام کی تکمیل کا بہترین ذریعہ ہے جس لشکر میں اختلاف آیا اور باہم عناد اور پھوٹ ہوا اُس کو کسی طرح فتحیابی حاصل نہیں ہو سکتی جس قوم میں باہم مخالفت ہو اُس کو کبھی عزت شوکت نہیں مل سکتی نہ اُس کا کبھی مقصد پورا ہو سکتا ہے (نمبر ۵) لڑائی میں صبر رکھو مصائب برداشت کرو بھوک پیاس جفاکشی اور محنت غرض ہر قسم کی تکلیف میں صابر رہو نہ دشمن کی قوت کو دیکھ کر بھاگو نہ مالی لالچ میں آکر لوٹنے جاؤ نہ بھوک پیاس اور جفاکشی سے ہی گھبراؤ کیونکہ اللہ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے اہل صبر کی وہی حمایت کرتا ہے ابن کثیر کہتے ہیں صحابہ کو خدا اور رسول کی تعلیم پر چلنے کی وجہ سے جو شرف حاصل ہوا وہ نہ کسی کو حاصل ہوا نہ حاصل ہونا ممکن ہے اسی وجہ سے انہوں نے روم فارس ترک صقالبی بربر حبش سوڈان اور مصر کو تھوڑی مدت میں باوجود اپنی قلت کے مسخر و مقہور کر لیا یہاں تک کہ اللہ کا بول بالا ہو گیا اُس کا دین مشرق و مغرب میں پھیل گیا اور ظلم مٹ کر عدل و انصاف دنیا میں قائم ہو گیا۔

مقصود بیان: کامیابی اور نصرت کے اصول کی تعلیم۔ اس امر کی طرف اشارہ کہ کامیابی کے لئے جہاں تعاون اتحاد صبر استقلال استقامت کی ضرورت ہے وہاں تعمیل احکام خدا فرمانبرداری رسول اور اللہ سے دعا کرنا بھی لازم ہے ذاتی صبر قومی تعاون قلبی استقلال بغیر امداد الٰہی اور بلا تعمیل حکم رسول کے باعث فتح نہیں ہو سکتا گویا مسلمان کے لئے دونوں باتوں کی ضرورت ہے ظاہری اسباب کی فراہمی بھی ہونی چاہیئے اور باطنی کو بھی

خدا سے لگائے رکھنی لازم ہے وغیرہ۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم
اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے

بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ
اتراتے اور لوگوں کے دکھانے کے لئے نکلے اور راہ خدا سے

عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ
روکنے لگے اور اُن کے تمام اعمال اللہ کے احاطۂ قدرت میں ہیں

تفسیر ابن عباسؓ مجاہد قتادہ سدی اور ضحاک وغیرہ کے نزدیک الذین خرجوا سے قریش مراد ہیں جو رسول اللہؐ سے لڑنے کے لئے بدر میں آئے تھے۔ یہ لوگ اگرچہ شروع میں قافلہ کو بچانے کے لئے نکلے تھے لیکن قافلہ کے صحیح سلامت نکل جانے کے بعد بھی غرور اور تکبر سے چونکہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بدر پر آئے تو گویا شیخی اور ریاکاری کے لئے ہی وطن سے نکلے کیونکہ قافلہ کے سالم نکل جانے کے بعد مسلمانوں کے مقابلہ پر جانے کے واسطے اُن کو سوائے شیخی غرور جرأت وغیرہ کے کوئی سبب باقی ہی نہیں رہا تھا۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے رُخ پر سیدھے چلے گئے یہاں تک کہ جب مقام صفراء پر پہنچے تو بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو ابو سفیان کی خبر لینے کے لئے بھیجا۔ ہر دو صاحبان بدر پہنچے وہاں اُتر کر تالاب سے مشک بھری وہاں دو باندیاں باہم جھگڑا کر رہی تھیں اور مجدی بن عمرو دونوں کا فیصلہ کر رہا تھا۔ واپس آکر حضورؐ کو اسکی اطلاع دی اُدھر ابو سفیان نے مجدی بن عمرو سے پوچھا کہ تالاب پر کسی اجنبی آدمی کو تو تو نے نہیں دیکھا؟ مجدی نے کہا واللہ کوئی بھی نہ تھا۔ ہاں دو مسافر پانی بھرنے اُترے تھے ابو سفیان نے بدر پر آکر اونٹوں کی مینگنیاں توڑ کر شناخت کی اور بولا واللہ ان میں تو مدینہ کی گٹھلیاں اور وہاں کی گھاس معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد جلد جا کر قافلہ کو ساحلی سمت کی طرف تین میل نشیب میں لے گیا اور قریش کو کہلا بھیجا کہ تمہارا قافلہ صحیح سلامت نکل آیا اب تم واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ اخنس بن شریق بنی زہرہ کو لیکر واپس چلا گیا بنی عدی بھی لوٹ گئے۔ لیکن ابو جہل نے ہٹ کی اور بولا واللہ ہم تو بدر پر جا کر اتریں گے وہاں تین روز ٹھیریں گے اونٹوں کو ذبح کریں گے کباب شراب اُڑائیں گے ناچ دیکھیں گے گانا سنیں گے تاکہ تمام عرب میں ہماری خبر مشہور ہو اور تمام لوگوں پر ہماری ہیبت چھا جائے۔ دوسری جانب رسول اللہؐ نے بدر کے قریب پہنچ کر علیؓ سعد بن ابی وقاصؓ اور زبیر بن عوامؓ کو چند آدمیوں کی معیت میں

خبر لینے کے لئے بھیجا۔ یہ صاحبان سعید بن عاص اور حجاج کے چند غلاموں کو پکڑ کر لے گئے۔ حضور والا نماز میں مشغول تھے۔ صحابہ نے اُن سے دریافت کیا تو اُنہوں نے بتایا کہ ہم قریش کے غلام ہیں پانی لینے آئے تھے صحابہ نے اُن کے قول کو غلط جان کر مارنا شروع کیا۔ مجبوراً اُنہوں نے کہا ہم ابوسفیانؓ کے قافلہ کے ہیں۔ صحابہ نے اُن کو مارنا چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے نماز سے سلام پھیر کر فرمایا جب انہوں نے سچ کہا تو تم نے مارا۔ جب جھوٹ بولے تو تم نے مارنا چھوڑ دیا۔ واللہ وہ قریش کے ساتھ ہیں۔ تم قریش کی خبر بتاؤ۔ حضرت علیؓ وغیرہ نے عرض کیا وہ سامنے والے ٹیلہ کی پرلی طرف ہیں حضورؐ نے قریش کی تعداد اور ان کے سرداروں کی تفصیل دریافت فرمائی جب سب کچھ معلوم ہو گیا تو فرمایا لوگو! مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف پھینک دیے ہیں۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ صبح کو قریش آگے بڑھے حضورؐ نے ٹیلہ کے پیچھے سے اُن کو آتے دیکھا تو دعا مانگی اے میرے پروردگار تو دیکھتا ہے کہ قریش والے اتراتے اکڑتے اور فخر و تکبر کرتے چلے آتے ہیں تیرے رسولؐ کی تکذیب کرتے اور اُس سے لڑتے ہیں۔ پروردگار تو کل کو ان کو ہلاک کر دے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ مسلمانوں تم ان مغرور قریش کی طرح نہ بن جانا جو اترانے فخر و غرور کرنے اور لوگوں کو دکھانے اُن پر اپنی بہادری جتانے کیلئے نکلے۔ تم نہ اترانا اپنے جتھے پر بھروسہ نہ کرنا بلکہ اللہ کی یاد اور اُس کے رسولؐ کے احکام کی تعمیل کرتے رہنا بوقت جنگ اعلان حق کی نیت رکھنا اور اللہ پر بھروسہ کرنا۔

مقصود بیان:۔ اترانے شیخی مارنے اور غرور کرنے کی ممانعت۔ اعلان حق اور اظہار صداقت کی نیت رکھنے کی طرف اشارہ، اس بات کا ضمنی بیان کہ قریش کی نیت اچھی نہ تھی۔ وہ اظہار حق و صداقت کے لئے جنگ نہ کرتے تھے بلکہ لوگوں کو راہ حق سے روکنے اور اپنی بہادری کی شہرت کرنے کے لئے جنگ کرتے تھے۔ آیت سے یہ امر بھی مستنبط ہوتا ہے کہ کار خیر میں ریاکاری کی نیت نہ ہونی چاہئے اور نہ اترانا چاہئے۔ وغیرہ

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

اور جب شیطان نے اُن کے اعمال اُن کو بھلے کر دکھائے

وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

اور بولا آج تم پر کوئی آدمی غالب نہیں آ سکتا

وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ

اور میں تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں

نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ

تو وہ اُلٹے پاؤں چلتا بنا اور بولا میرا تم سے کوئی سروکار

مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ

نہیں میں وہ بات دیکھ رہا ہوں جو تم کو نہیں دکھائی دیتی میں اللہ سے

اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ ع ۲

ڈرتا ہوں اور اللہ کی مار بڑی سخت ہے

تفسیر علماء تفسیر کے اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں (۱) آیت سے مراد مجازی معنی ہیں یعنی شیطان نے قریش کے دلوں میں یہ وسوسہ اور خیال پیدا کیا تھا کہ آج تم مغلوب نہیں ہو سکتے تمہاری تعداد بہت ساز و سامان بکثرت ہے۔ تمہارے عقائد اور بت پرستی وغیرہ اعمال (شنیعہ) تم کو پناہ دینے والے ہیں (بیضاوی) (۲) آیت سے مراد حقیقی معنی ہیں۔ شیطان نے اُن سے ناقعی یہ قول کہا تھا۔ بنی مدلج کے سردار کا نام سراقہ بن مالک بن جعشم تھا۔ شیطان سراقہ کی شکل بن کر قریش کے پاس آیا تھا اُس زمانہ میں قریش کی بنی بکر سے جنگ تھی قریش کو ہر وقت بنی بکر کے حملہ کر دینے کا اندیشہ تھا اسی لئے بدر کو جانے اور مسلمانوں پر چڑھائی کرنے میں تردد کر رہے تھے۔ شیطان سراقہ کی شکل بن کر آیا اور کہنے لگا آج تم پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی جماعت سمیت تمہارے ساتھ ہوں بنی بکر سے تم اندیشہ نہ کرو میں ضامن ہوں وہ حملہ نہ کرینگے جعلی سراقہ کی باتیں سن کر قریش چل دیے سراقہ بھی ساتھ رہا جب کافروں اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوا اور ابلیس نے ملائکہ کو دیکھا تو اُس کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا۔ اُس وقت یہ ملعون حارث بن ہشام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ ملائکہ کو دیکھتے ہی حارث کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ حارث نے ہر چند کہا کہ سراقہ ایسی حالت میں تو ہم کو چھوڑ کر کہاں جا رہا ہے مگر اس نے ایک نہ مانی اور کہنے لگا مجھے جو بات (ہزیمت) دکھ رہی ہے وہ تم کو نہیں دکھتی ہے میں اللہ سے (یعنی اپنی جان سے) ڈرتا ہوں کہیں مارا نہ جاؤں یہ کہہ کر حارث سے دنگا مشتی کر کے اُسکی چھاتی پر دھکا مار کے اپنے ساتھیوں سمیت نکل بھاگا۔ ابوجہل نے آگے بڑھ کر لوگوں کو آمادہ کیا اور بولا تم سراقہ کے بھاگ جانے سے بددل نہ ہو وہ در پردہ محمدؐ سے ملا ہوا تھا قسم ہے لات و عزّیٰ کی ہم لوگ واپس نہ ہونگے جب تک ان کو باندھ کر نہ لے جائیں اور ان کو ان کی شرارت کا مزہ نہ چکھا ئیں ان کو بہت قتل نہ کرنا بلکہ باندھ لینا۔ اُدھر حضور اقدسؐ نے ریت اور کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر کافروں کی طرف پھینکی اور کوئی کافر ایسا نہ بچا جس کی آنکھ میں اُس کا کچھ

حصہ نہ پڑا ہو۔ مجبور ہو کر آنکھیں ملنے لگے۔ مسلمانوں نے حملہ کیا بہتوں کو قتل کیا اور بہتوں کو گرفتار۔ کفار بھاگ نکلے اور سراقہ کو لعنت کرنے لگے کہ اس نے ہم کو یہ شکست دلوائی۔ یہ خبر اصلی سراقہ بن مالک کو پہنچی تو اُس نے کہا واللہ مجھے تمہارے جانے کی خبر بھی نہ ہوئی۔ جب تم شکست کھا کر آگئے ہو تو مجھے تمہاری جنگ کی خبر ہوئی۔ بشر کا بدر میں سے جب کچھ لوگ مسلمان ہوئے تو ان کو یقین ہوا کہ وہ سراقہ نہ تھا۔ یہ قصہ بہت تفصیل کے ساتھ کتب سیر میں مذکور ہے۔ ہم نے مختصر تحریر کیا ہے۔ اصل قصہ ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ و تابعین سے صحیح اسانید کے ساتھ مروی ہے۔ ان آیات میں واضح طور پر آیا ہے مشہور احادیث میں بھی مذکور ہے۔ لہٰذا آیت کے حقیقی معنی لینے ہی صحیح ہیں۔ حقیقت متعذر نہ ہو تو مجاز کی طرف جانا کسی طرح جائز نہیں۔

مقصود بیان: شیطان کے اغوا کا بیان اور اس بات کی صراحت کہ شیطان شروع میں آدمی کو کجروی پر ابھارتا ہے طرح طرح کے لالچ اور کامیابی کی امیدیں دلاتا ہے ہر قسم کے وسوسے پیدا کرتا ہے در پردہ بھی خیالات بدلتا ہے اور آدمی کی شکل میں آکر بھی شیطنت کرتا ہے لیکن جب اپنا کام کر چکتا ہے تو نتیجۂ بد کا ذمہ دار اپنے کو نہیں قرار دیتا اور ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور تمام الزام آدمی کے سر تھوپ دیتا ہے۔ آیت میں در پردہ مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ تم کسی بہکانے والے کی باتوں میں آکر احکام اسلامی کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ ممکن ہے کہ وہ بہکانے والا شیطان ہو اور پھر وقت پر ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جائے وغیرہ۔

إِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي

جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض تھا

قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِينُهُمْ ؕ

کہنے لگے کہ ان کو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ

اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے تو بیشک اللہ

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

زبردست اور باحکمت ہے

تفسیر مرض سے مراد ابن عباسؓ کے قول کے موافق مرض شرک ہے۔ اس تقدیر پر اس قول کے قائل منافق اور مشرک دونوں ہونگے۔ عام مفسرین کے نزدیک مرض نفاق مراد ہے اس تقدیر پر عطف تفسیری ہوگا اور قائل صرف منافق ہونگے۔ ابن عباسؓ کے قول سے ثابت ہے کہ بدر کے روز جب فریقین کی نظر میں اپنے حریف کی تعداد کم محسوس ہوئی تو مسلمانوں کی تعداد کم دیکھ کر بعض مشرکین کہنے لگے کہ مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ بات یہ تھی کہ ان کہنے والوں کو مسلمانوں کی شکست کا یقین تھا۔ ابن جریج کا قول ہے کہ ایسا کہنے والے مکہ کے بعض منافق تھے جنہوں نے مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے بظاہر تو کلمہ پڑھ لیا تھا مگر مشرکوں کی معیت میں مسلمانوں سے لڑنے بھی آئے تھے۔ عامر شعبی، مجاہد، معمر، محمد بن اسحاق وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ لیکن سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کے منافقوں نے یہ بات کہی تھی کہ مسلمانوں کو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے محمدؐ کے وعدوں پر تین سو تیرہ ٹوٹے پھوٹے مسلمان ایک ہزار جنگجو بہادر قریشیوں سے لڑنے چلے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے یہ فریب اور غرور نہیں بلکہ خدا پر توکل ہے اور جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اُس کی مدد کرتا ہے اور اُس کے لیے کافی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ غالب بھی ہے اور (دعاؤں کو) سننے والا بھی۔

مقصود بیان: منافقوں کے کلمۂ نفاق کا بیان اس امر کا مجمل تذکرہ کہ جس طرح جسمانی مرض سے نظام جسمانی بگڑ جاتا ہے اور آدمی کسی مصیبت یا بار کو اٹھانے کے قابل نہیں رہتا اسی طرح جن کے دلوں میں اسلام کی حقانیت کے متعلق شک اور نفاق ہے وہ روحانی مریض ہیں اُن کی روح اس قابل نہیں کہ وہ اسلام کی حقانیت کے بار کو اٹھا سکے اس لئے بجائے حمایت اسلام کے اُلٹے مسلمانوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ آیت میں اللہ پر بھروسہ کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اس بات کی صراحت کر دی گئی ہے کہ توکل کرنے والوں کے لئے اللہ کافی ہے۔ توکل سے کس قسم کا توکل مراد ہے اندھا توکل یا فراہمی اسباب کے بعد اللہ پر بھروسہ کرنا اس کا بیان چار پانچ آیات کے بعد آتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا

اور کاش تم وہ حالت دیکھتے جبکہ فرشتے کافروں کی جان قبض

الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ

کرتے ہیں اور اُن کے مُنہ اور پشت پر مارتے ہیں

وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا

اور کہتے جاتے ہیں کہ جلنے کا عذاب چکھو یہ اُسی کا بدلہ ہے جو

قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ

خود تم نے پہلے کر کے بھیجا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ اللہ بندوں پر

بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ○ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ

تسلیم نہیں کرتا ہے ان لوگوں کا حال ایسا ہی ہے جیسا فرعون والوں کا

وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

اور اُن سے پہلے لوگوں کا تھا اُنہوں نے اللہ کے احکام کا انکار کیا

فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ إِنَّ اللَّهَ

تو اُن کے گناہوں کے سبب اللہ نے اُن کو پکڑا بلاشبہ اللہ

قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ○

قوی اور سخت عذاب دینے والا ہے

تفسیر گذشتہ آیات میں کفار بدر کے تکبر غرور قتل و ہزیمت کا بیان تھا۔ ان آیات میں ان کی اُس حالت کا بیان ہے جو مرنے کے وقت اُن کی ہوئی۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ سیاق آیات اگرچہ کفار بدر کی روح نکلنے جانے کے متعلق ہے مگر مرنے کے وقت ہر کافر کا یہی حال ہوتا ہے اسی لئے خدا تعالیٰ نے کفار بدر کی تخصیص نہیں کی بلکہ سورۂ انعام میں فرمایا وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ (الیٰ آخر الآیۃ)

خلاصۂ آیات یہ ہے کہ کفار بدر یا عموماً کفار کی وہ حالت بھی عجب ہیبتناک تھی یا ہوتی ہے جبکہ فرشتے اُن کی جان نکالتے اور پشت و چہرے پر مارتے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے کئے کی اب سزا بھگتو دوزخ کا مزہ چکھو۔ تمہارے افعال کی سزا ہے ورنہ خدا کسی بندہ پر ظلم نہیں کرتا۔ کافر کو مرنے کے وقت ما بعد الموت کی تاریکی اور عذاب دکھائی دیتا ہے اور ہر لذات دنیا کو چھوڑنے کا بھی قلق ہوتا ہے اس لئے کم بخت کو آگے پیچھے سے عذاب ہوتا ہے ممکن ہے کہ چہرے اور پشت پر مارنے سے یہ بھی مراد ہو۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سنت الٰہیہ یونہی جاری ہے جو جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے ان سے پہلے دوسری قوموں نے مثلاً فرعون وغیرہ نے اللہ کے احکام سے سرتابی کی اور آیات الٰہی کی تکذیب کی اللہ نے اُن کے قصور کی پاداش میں اُن کی گرفت کی ان کافروں کی حالت بھی اُن ہی جیسی ہے لہذا خدا نے اُن کی بھی ویسی گرفت کی کیونکہ اللہ کا عذاب سخت ہے اور اُسکو ہر طرح کی طاقت بھی ہے لہذا کسی کی طاقت اُس کے سامنے نہیں چلتی اور کوئی سرکش اُسکی گرفت سے نہیں چھوٹ سکتا۔

مقصود بیان: ۔ حق کی پیروی کا در پردہ ہدایت۔ اس بات کا بیان کہ اللہ کو کسی سے ذاتی پرخاش نہیں بلکہ جو جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے اپنے کئے کی سزا پاتا ہے کفرانِ نعمت کرتا ہے نعمت سے محروم ہوجاتا ہے

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً

اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ہرگز اُس نعمت کو نہیں بدلتا

أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا

جو کسی قوم کو عنایت کردیتا ہے تاوقتیکہ وہ اپنی حالت خود

بِأَنفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○

نہ بدل ڈالیں اور یہ سبب بھی ہے کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے

كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن

ان لوگوں کی عادت وہی ہے جیسی قوم فرعون اور ان سے پہلے والوں

قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم

کی تھی اُنہوں نے اپنے پروردگار کی آیات کی تکذیب کی اسلئے انکو ہلاک

بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَ

کی پاداش میں ہم نے اُن کو برباد کردیا اور فرعون کے لوگوں کو غرق کردیا اور

كُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ○

اُن میں سے ہر شخص ظالم تھا

تفسیر خدا تعالیٰ اس آیت میں ایک مطالبۂ قدرت اور قانونِ فطرت بیان کرتا ہے کہ عادتِ الٰہی یونہی جاری ہے اور قانون عدل اسی طور پر نافذ ہے کہ جو قوم اپنی حالت خود بدلتی ہے خدا داد نعمت کا شکر ادا کرنے کے بجائے کفر کرتی ہے راہ ہدایت کو چھوڑ کج روی اختیار کرتی ہے انصاف و عدل کی بجائے حق تلفی کرنے لگتی ہے تو خدا بھی اپنی دی ہوئی نعمت اُس سے چھین لیتا ہے۔ عزت کی جگہ ذلت حکومت و حریت کی جگہ غلامی دولت کی جگہ افلاس اور راحت کی بجائے اُن پر مصائب نازل کرتا ہے اور انجام کار یونہی برباد کردیتا ہے ورنہ خدا خود کسی سے اپنی دی ہوئی نعمت نہیں چھینتا اور خواہ مخواہ کسی کی حق تلفی نہیں کرتا دیکھو فرعون کی قوم اور اُن سے پہلے عاد و ثمود قوم صالح وغیرہ اقوام نے نعمتِ الٰہی کی ناشکری کی ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کیا انبیاء کی تکذیب کی اُن کے احکام کو ٹھکرایا خدا نے اُن کو تباہ کردیا کیونکہ ان سب نے خود ظلم کیا تھا یہی حالت ان کافروں کی ہے خدا نے ان کو دولت مال صحت آزادی اور راحت

دنیا کی بھلائی کے لئے زبردست اعلان

ضرور پڑھیئے اور فائدہ اٹھائیے

یہ تو آپ کو یقین ہو گیا ہو گا کہ آجکل اشتہاری دنیا نے پبلک کو بے حد بدظن کر دیا ہے اور کسی قسم کا بھروسہ اشتہاری دواؤں پر نہیں رہا اسی سبب سے سچ اور جھوٹ کی تمیز مشکل ہو گئی ہے لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ اگر اشتہار نہ دیا جائے تو پبلک تک اپنی آواز کو کس طرح پہونچا یا جائے آپ ضرورتمند ہونیکے باوجود بھی ہمارے اس سچے اعلان سے فائدہ نہ اٹھائیں تو آپ کی بڑی بدقسمتی ہو گی۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ اگر آپ کو ان دواؤں سے فائدہ نہ ہو گا اور حسب تحریر ثابت نہ ہوں گی تو قیمت واپس کی جائیگی بلکہ پندرہ روپے انعام بھی۔ ہمیں امید ہے کہ آپ ہماری صداقت اور راستگوئی کے معترف ہو جائینگے ہم اگر کسی طرح کا آپ سے دہوکا کریں گے تو خدا ہم کو برباد کر دے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں لکھ سکتے۔

مقوی طلاء

اس صدی کا انمول اور بے بہا جوہر ہے۔ اس حیرت انگیز تیل کی تاثیر سے ایک منٹ میں فائدہ اٹھایئے نہ پان باندھنے کی ضرورت اور نہ کپڑا لپیٹنے کی حاجت نہ آبلہ چھالہ کا ڈر لگتے ہی جذبات میں فوراً ہی بیداری آجاتی ہے ایک شیشی کے استعمال سے خواہ کسی قسم کے نقائص پیدا ہو گئے ہوں، مثلاً کجی لاغری۔ کم خواہشی۔ رگوں کا پھول جانا۔ وقت پر شرمندہ ہو جانا وغیرہ کو دور کر کے غضب کا طاقتور بنا دیتا ہے یقین کیجیے اس سے بہتر طلا آپ کو دنیا کے پردہ پر نہیں ملیگا اس کے استعمال سے رگوں پٹھوں میں نئی زندگی اور جوش جوانی پیدا ہو جاتا ہے ناکارہ آدمی کو بھی قابل فخر مرد بنا دیتا اس طلاء کا ادنیٰ کرشمہ ہے ہمیشہ کیلئے مردانہ کمزوری کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ نہایت زود اثر اور قطعی بے ضرر طلاء ہے نئی روح اور نئی زندگی اس طلاء کے استعمال سے مل جاتی ہے یہ دوا تمام ملک میں اپنی زود اثری کا سکہ بٹھا چکی ہے قیمت فی شیشی تین روپے رعایتی دو روپے محصول ڈاک علاوہ۔

جریانین

شدید قسم کے جریان اور احتلام کو دعوے کے ساتھ بیس روز میں دور کرتی ہے پیشاب سے پہلے یا بعد قطرہ کا گرنا، مادہ کا پتلا پڑ جانا، سر چکرانا۔ دل دھڑکنا دماغ کا کمزور رہنا خواہش کا زائل ہو جانا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجانا یہ سب سخت جریان کی علامتیں ہیں اس دوا کے استعمال سے مادہ گاڑھا ہو کر کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے فربہی اور تروتازگی پیدا ہو جاتی ہے اور ایک شیشی کے استعمال سے تمام عمر کیلئے جریان کی شکایت دور ہو جاتی ہے یہ دوا جواہرات سے تولنے کے قابل ہے ہزارہا نامرادوں کو بامراد بنا دیتا ہے۔ ہندوستان کے علاوہ دیگر ملکوں میں بھی اس دوا کی دہوم مچی ہوئی ہے، جریان کے مرض کو دور کرنے کیلئے ہم ہر دواخانہ کو چیلنج کرتے ہیں کہ جس کا جی چاہے آزمالے اس کے استعمال کے بعد طبیعت میں چستی دل میں جوانی کی امنگ اور مادہ میں اولاد کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے فوراً آزما کر دیکھئے قیمت فی شیشی تین روپے رعایتی دو روپے محصول ڈاک آٹھ آنے الگ۔

خوشبو فنی

امساک کیلئے اس سے بہتر دوا اور بے ضرر اور تمام مضر صحت نشہ آور اجزا سے پاک مل جائے تو ہم ایک سو روپیہ دینے کو تیار ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ ہماری اس ایجاد سے امساک کی پوری قوت پیدا ہو گی، سرعت کی شکایت دور ہو کر وقت پر شرمندگی اور خجالت سے بچا لیتی ہے اس کے استعمال سے امساک کی قوت مستقل طور پر قایم ہو جاتی ہے آپ ان گولیوں کو ضرور منگائیے زندگی کی تمام راحت مل جائیگی قیمت ایک شیشی ایک درجن رعایتی دو روپے محصول ڈاک آٹھ آنے

ایکدم تینوں ادویات منگانے والوں کو محصول ڈاک معاف۔ ملنے کا پتہ

سعید برادرس ایڈ کو کلاں محل

مولوی
رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۶۶
عورت ۔ ہر وقت ۔ سفید پانی
جب عورت لیکوریا کے مرض میں مبتلا ہوجاتی ہے تو اس کے خفیہ جسم
سے ہر وقت یا کبھی کبھی سفید پانی (لیسدار رطوبت) خارج ہونے لگتی ہے۔ یہ مرض
عورت کی جوانی کیلئے زہر ہے اور اس کا فوراً علاج کرانا ضروری ہے۔ ورنہ
رفتہ رفتہ عورت کی جوانی ختم ہوجاتی ہے۔ وہ سفید پانی دراصل جوانی کا جوہر ہوتا
ہے۔ پس اگر کسی عورت کے خفیہ جسم سے سفید رطوبت وقت بےوقت
خارج ہوتی ہو اور وہ ہر وقت جسم میں ایک تکلیف اور بےچینی محسوس
کرتی ہو۔ تو اُسے چاہیئے کہ سب کام چھوڑ کر اس کا فوراً علاج کرے۔ اسکی ترکیب یہ ہے کہ
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی
کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "روک" منگالے۔ اس دوا کے استعمال شروع
کرنے کے تیسرے ہی دن اگر سفید رطوبت نکلنی بند نہ ہوجائے تو ہمارا ذمہ
پوری شیشی استعمال کرنے کے بعد عورت کا اندرونی جسم (رحم) بالکل تندرست
ہوجاتا ہے۔ سفید رطوبت کا اخراج بھی بند ہوجاتا ہے۔ اور عورت اپنے اندر
پھر جوانی اور جوانی کی اُمنگ محسوس کرتی ہے۔ آزمودہ مجرب ہے۔ اور
ہزارہا عورتوں کو تندرست کرچکی ہے۔ ایک شیشی کی قیمت
تین روپے ہے۔ سات آنے محصول لگتا ہے۔

جوانی سات دن میں دوبارہ آسکتی ہے

جتنی ہوا ہندوستان میں نامردی کی پھیلی ہے اتنی دنیا کے شاید کسی ملک میں ہو اور یقینی لوٹ میاں کے اشتہار بازوں نے مچا رکھی ہے اور پبلک کی صحت کو برباد کر دکھایا ہے دنیا کے کسی خطہ میں نہیں ہے کیا آپ کی آنکھیں ابھی نہیں کھلیں جبکہ آپ بھی جھوٹ اور فریب میں سینکڑوں روپیہ اور صحت کھو بیٹھے ہیں اس اندھیر گردی اور عام نقصانوں کے برپا ہونے سے متاثر ہو کر آیورویدک اور یونانی طب کے فلاسفروں نے ایک وقت میں بیٹھ کر بڑے غور و فکر کے بعد نامردی، جریان، سرعت انزال، احتلام کبھی کبھی لاغری سستی اور عام جسمانی کمزوری کا صرف سات دن کا علاج معلوم کر لیا۔ اور اس علاج سے ہندوستان کے لاکھوں انسانوں کو دوبارہ جوانی مل گئی جن کی وجہ سے ان کے گھر کی خوشی قایم رہ گئی اور ہزاروں برباد گھر آباد ہو گئے جو لوگ جوانی کھو کے ٹکریں مارتے پھرتے تھے راتوں کو تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتا کر آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتے تھے آج ان کے گھروں میں جا کر دیکھو اولاد سے کھیلتے نظر آتے ہیں۔

سات دن میں جوانی "کسطرح مل سکتی ہے" بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ جوانی کو لوٹانے کا علاج صرف سات دن میں ہوتا ہے، مگر ان سات دنوں کے اندر...... یاس جانیکا پرہیز ضروری ہے کیونکہ اس علاج کی پوشیدہ ترکیب کے اصول میں خرابی آجاتی ہے، اس لئے صرف ان ہی لوگوں کو یہ کورس استعمال کرنا چاہئے جو سات دن تک روک لینے سے انسان برسوں طاقت سے کھیل سکتا ہے اور اس کی قوت کم نہیں ہوتی اس علاج میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی اور ایک لگانے کی دونوں دواؤں کے کورس کا نام "رمی جو دین" ہے کھانے کی دوا کی پہلی خوراک حلق سے اتری اور اس نے تمام اعصاب کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا اور کمزوری کو بدن سے اس طرح نکالنا شروع کر دیا۔ جیسے کایا پلٹ دی۔ لگانے کی دوا بھی اپنے ایک قطرے کا کمال دکھاتی ہے عضو پر چھپتے ہی انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ بجلی کی طرح لہریں دوڑنے لگتی ہیں اور طاقت کا سمندر ابل پڑتا ہے اس کورس میں عجیب و غریب صفات بند ہیں اگر کوئی تندرست انسان بھی ایک دفعہ استعمال کرے نوجوانی کا پورا سماں دیکھ لے۔

گارنٹی اس بات کی گارنٹی تحریری دی جاتی ہے کہ ہماری "رمی جو دین" کورس سے اگر سات دن میں انسان تندرست نہ ہو تو قیمت واپس کی جاتی ہے اور اہم ایک پیسہ رکھنا برا سمجھا جاتا ہے پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ہے ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ یہ کورس ان ہی لوگوں کو بھیجا جائیگا جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کرینگے۔ پتہ: **منیجر اکسیری دواخانہ کلاں محل نمبر ۷ دہلی**

دیندار مسلمان پہلے اسے پڑھ لیں

ناظرین دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں مگر آپ کو خدا کی قسم کھا کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے تب کامیابی نصیب ہوئی ہے اب میں اپنی محنت سے حاصل کئے ہوئے ان عملیات کو عام فائدہ کی غرض سے پیش کر رہا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ مسلمان ہیں تو ایک مسلمان کی قسم کا اعتبار کرنے میں تامل نہ کیجئے چند روزہ زندگی کیلئے اور چند پیسوں یا روپوں کی خاطر کون ایسا مسلمان ہوگا جو اپنے ایمان کو برباد کریگا اور مسلمان بھائیوں کو دھوکہ دیگا اگر آپ کا ضمیر مطمئن ہو تو حسب ذیل تعویذات منگا کر کرشمہ خداوندی دیکھئے کامیابی آپ کی پیشانی پر ظاہر ہونے لگے گی تمام نقش و تعویذ بذریعہ وی پی لفافے میں بھیجے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی بالکل سچا جواب مل جاتا ہے اس کے عامل نے برسوں میں اس عمل کو یاد کیا ہے ہدیہ ایک روپیہ دس آنے محصول الگ۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ لینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے غیب سے مفلسی دور ہونے کے سامان ہو جاتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر اتنی جلدی دولت مل گئی نوکری کی صورت میں اس کو افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر جائے تو وہ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے اور اس کے دل میں خود بخود اپنے ماتحت کی ترقی کا خیال دامنگیر ہو جاتا ہے ہدیہ ایک روپیہ چار آنے محصول ڈاک الگ۔

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی تحقیق کر کے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل کامل صاحب کا عطیہ ہے جس کسی سے محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھانسنا ہو اور بے دام بنا ہو اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے اور جس جگہ آپکا مطلوب ہو وہاں سے گذر جائے اور وہاں تک رسائی نہ ہو سکے تو ڈوری کو اپنے محبوب کے در پر یا اس کے ہاتھوں تک پہنچا دیجئے بس گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشا دیکھئے وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ کر آپ تک پہنچیگا ہدیہ ڈیڑھ روپیہ منہ رجوع لاکھ تعویذ ہیں ان کی ناکامی کی صورت میں ہم قیمت واپس دینگے۔ محصول ڈاک ہر ایک کا بذمہ خریدار ہوگا۔

پتہ سید نواب میاں شاہ صاحب عامل کالا محل بازار (م) دہلی

ضعیف العمر اور کمزور نگاہ والوں کے لیے بہت بڑی خوبی
آسان ڈیڈیہ بلا تفسیر والا مترجم قرآن
ترجمہ حضرت شاہ دائم جلالی
بہت سستا
مجلد جلی تفسیر بیان السبحان ہر ماہ مولوی میں آپ پڑھتے ہیں
۴۸ صفحات سیر بھر وزن اتنا گراں کاغذ بہت صاف چھپائی مضبوط جلد
تین روپیہ 3/-
ہیں پچھلی جنگ میں جب کاغذ کا نرخ بہت تھا یہ قرآن شریف مجلد دس روپے
میں ہدیہ ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں اب سے زیادہ مذہب کے پابند اور قرآن
خواں مسلمان تھے اب کہ تعلیم اس وقت بہت زیادہ ہے لیکن قرآن خوانی
کم ہے۔ اسی حس کو بیدار کرنے کے لیے جرأت مولوی کے خریداروں کے
مذہبی لٹریچر پڑھنے کے اندازے ارزاں اور لاگت سے بھی کم پر قرآن شریف ہدیہ کرانے کا انتظام کیا ہے
خدا کے ہر گزیدہ بندے بہت سے دوسرے طریقہ سے اس نقصان کو پورا کر دیتے ہیں، یہ خدا کا احسان ہے کہ
ہر ایسے وقت میں ایک دینی کام کرنے والا گروہ پیدا کر دیتا ہے
آسان ڈیڈیہ
قرآن شریف انہی لوگوں کی علوئے ہمتی کا نمونہ ہے اس زمانہ میں جب کاغذ، ہر نوع
سیاہی، جلد بندی اور چھپائی جنگ سے پہلے کی نسبت دوگنی ہے تین سیر وزنی قرآن
شریف تین روپے میں ہدیہ کرا رہے ہیں قرآن شریف بھی ایسا کہ خود اپنی نظیر
قلم کا نمونہ ایک سطر کا موجود ہے کتابت دہلی کے سب سے ممتاز نسخ نویس حاجی عبد الغنی صاحب نے کتابت کی
خوش رنگی اور خوشنمائی کے ماسوا اعراب بر جا حروف کشادہ نہایت دیدہ زیب۔
ترجمہ
مولوی نے جہاں سستے اور اچھے قرآن چھپوا کر اپنے ناظرین کی خوشنودی حاصل کی وہاں ایک بڑی
خدمت یہ کی ہے کہ قرآن پاک کا آسان اور سلیس عام فہم اور با محاورہ ترجمہ بھی کرا لیا ہے
ایسا مربوط ترجمہ کہ اگر صرف ترجمہ ہی پڑھ لیا جائے تو گویا ایک مسلسل قرآن اردو میں پڑھا جا رہا ہے، پھر
زبان ایسی سادہ کہ شمال سے جنوب تک ہر خطہ کا مسلمان جو ذرا سی اردو جانتا ہو، وہ عورتیں جو بہت معمولی
اردو جانتی ہوں بلا دقت قرآن کا مطلب سمجھ جاتی ہیں، یہ ترجمہ حضرت مولانا شاہ عبد الدائم جلالی کا ہے
جو پکے حنفی ہیں اور جن کی تفسیر بیان السبحان آپ ہر ماہ مولوی میں دیکھتے اور بڑے ذوق سے پڑھتے ہیں
تفسیر
جو حاشیہ پر ہے کچھ بہت زیادہ تو نہیں ہے لیکن پھر بھی ضروری باتیں سب آ گئی ہیں اور یہ تفسیر
بھی تفسیر بیان السبحان سے ماخوذ ہے جو ہر ماہ آپ رسالہ مولوی میں آپ پڑھتے ہیں
ضعیف
اور کمزور نگاہ والے بھائیوں کے لیے یہ قرآن شریف آیہ رحمت ہے اور قرآن شریف کی
تلاوت کی ضرورت زیادہ تر بزرگ لوگ ہی کرتے ہیں اس لیے اس قرآن شریف کی
زیادہ سے زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے تاکہ بوڑھے جوان دونوں پڑھ لیں اشاعت قرآن میں سب سے بڑی
چیز ارزاں ہدیہ ہوتا ہے جمالیہ پریس نے سب سے زیادہ اسی بات کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور آج کے کاغذ کے
نرخ کے لحاظ سے اس قرآن شریف کی لاگت چار روپے سے بھی زیادہ ہے
بلا جلد تین روپے تقطیع ۱۵ انچ طول۔ ۱۰ انچ عرض۔ کاغذ سفید ولایتی خاشتہ مستحق
جلد
صفحات ۳ سیر وزن حساب کر لیجے لاگت تین روپے سے کتنی زیادہ ہوتی ہے
مجلد لینا چاہیں تو چمڑے کی پشتے اور کپڑے کی جلد ۱۲ امیں پتی نے پورے چمڑے کی انگریزی کار جلد ڈیڑھ روپیہ
میں گویا مجلد چرمی پشتہ پونے چار روپے مجلد چرمی کامل ساڑھے چار روپے محصول ڈاک دو روپے
دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی سے منگائیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى

یہ کتاب نہیں شک بیچ اس کے راہ دکھاتی ہے

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ

واسطے پرہیزگاروں کے وہ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے اور

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ

قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اس چیز سے کہ دی ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ

اور وہ لوگ کہ ایمان لاتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ اتاری گئی ہے طرف تیرے اور

مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

جو کچھ اتاری گئی ہے پہلے تجھ سے

الجزء الاول

مکی مدنی

مع ایمان الرسل

عدد المسافر ۲

رمایتہا

جاہتیں مسلمانوں کی

مدح اور دو

آیتیں کافروں

کی مذمت اور

تیرہ آیتیں

منافقوں

کے بارے میں

نازل فرمائیں،

ف یعنی جو چیزیں

ان کے حواس

و عقل سے پوشیدہ

ہیں صرف اللہ

و رسول کے فرمانے

سے ان کو سچ

مان لیتے ہیں

کتاب الاسلام

غذاء اسلامی معلومات کی سب سے بڑی کتاب ایک کتب خانہ اسلامی کتب خانہ اعلیٰ معلومات کا اتنا بڑا ذخیرہ اور کہیں نہیں ملیگا پارہ صفحوں کی مجلد کتاب کاغذ بہت اعلیٰ اس کے چار حصے ہیں حصہ اول میں اسلام کی کوئی پرہ دوسرے حصہ میں عقائد اسلامی عقلی و نقلی تیسرے حصہ میں عبادات و معاملات اسلامی ایک ایک باب چوتھے حصہ میں اخلاق و ریاضات و مجاہدات و عملیات بہت ہی مقبول کتاب ابھی پانچواں اڈیشن چھپا ہے قیمت مجلد چار روپے محصول

نماز کی سب سے بڑی کتاب

یعنی نماز حنفی مکمل و مفصل از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب مصنف کتاب الاسلام یہ ادارہ مولوی کی ایسی تالیف ہے جو مولوی کے لئے باعث فخر و مباہات ہے نماز کے متعلق اتنی بڑی اتنی مدلل اور اتنی مکمل کتاب کسی زبان حتی کہ عربی میں بھی نہیں ہے اس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد نماز کے ضروری سے ضروری مسائل سے آپ واقف ہو جائیں گے ابتدا میں بھی کتاب الاسلام جیسا ہے پہلے عقلی طور پر نماز کی ضرورت کو ثابت کیا ہے پھر کل مسائل ضخامت ۶۰۰ صفحات قیمت

خطبات حیات

حالات حاضرہ کے مطابق ادارہ مولوی نے بارہ مہینے کے خطبات شایع کئے ہیں اور علمائے کرام اس پر متفق ہیں کہ خطبات اب اردو زبان میں ہی ہونے چاہئیں، البتہ اس میں تحیۃ اور قرآن پاک کی چند آیات عربی میں کافی ہیں سائنس اسی کے موافق یہ خطبات ہیں۔ ہر ماہ کے چاروں جمعے کے اوصاف کے لحاظ سے اور ایک خطبہ عام ضروریات کا پانچویں جمعہ کے لئے دو خطبات عیدین عربی و اردو کے بڑی مقبول کتاب ۲ ہزار سے زیادہ مساجد میں رائج ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ محصول

وعظ سعید

وعظ کی بڑی کتاب از حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی موجودہ وعظ کی کتابوں میں سب سے بہتر ہے ایک تو خوبی یہ ہے کہ زبان سادہ اور عام فہم ہے دوسرے مضمون یا وعظ کے ساتھ حکایات الصالحین وا دلیا بڑے موثر اور وعظ کو دلنشین بنانے میں کامیاب ہیں اس کتاب میں ایک سو تین وعظ ہیں جن کو پڑھنے اور سننے سے خوف و خشیت الٰہی بیدار ہوتی ہے اور نیکیوں کا اجر و ثواب معلوم کرکے تشویق حسنات ہے۔ بہت مقبول کتاب ۵۰۰ صفحات قیمت مجلد ڈیڑھ روپیہ

قرآن مجید کی دعائیں

دعا کو حدیث شریف میں عبادت کا مغز بتایا ہے یعنی عبادت کا مقصد دعا ہے پھر جب کہ خدا سے حضور طلب کرنیکا طریقہ ہی نہ معلوم ہو تو عبادت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے دوسری بات الفاظ میں الفاظ کا اثر بخش جاتا ہے اس کتاب میں قرآن پاک کی وہ سب دعائیں مترجم ہیں جو خدا نے نبیوں سے کرائیں اور قبولیت دعا کے سب طریقے بتائے گئے ہیں جو انبیا اور اولیا سے روایتاً چلے آئے ہیں ۱۲۰ صفحات قیمت ۸ آنے محصول

مناجات مقبول

ترجمہ حضرت علامہ اشرف علی صاحب دعاؤں کی مقبول کتاب ہے اول سات دن کی اردو نظم میں بہت ہی موثر مناجاتیں دعا مانگنے کا طریقہ اور اولیا عظام کی قبولیت دعا کی حکایتیں پھر قرآن شریف سے سات دن کی اولیا کرام کی مجربہ دعائیں جن کو حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے جمع کیا ہے پھر استعاذہ منزل پھر دعا بعد استخارہ شجرہ امدادیہ درود شریف اور مولوی اشرف علی کا وعظ بڑا مناجات انداز بیان بہت موثر دو سو صفحات مجلد قیمت صرف ۸ محصول

بڑی دلائل الخیرات

محشیٰ مجلد تین سو صفحات کی سب سے بڑی دلائل الخیرات مرتبہ حضرت مولانا محمود الحسن قبلہ مرحوم نہایت صاف چھپی ہوئی بہترین کاغذ خط شدہ عربی متن صاف ترجمہ ہفت اعراب ساتوں روز کے مفصل موثر درود پاک کے علاوہ بہت سی ادعیات بھی ہیں یہ وہ کتاب ہے جس کا پڑھنے والا خدا کے فضل سے زیارت رسول سے مشرف ہوتا ہے اس کے عامل کی زبان تیغ کا حکم رکھتی ہے مدحت رسول کی بہترین کتاب ہے اس کا پڑھنے والا رسول کریم کی شفاعت کا مستحق ہو جاتا ہے مجلد ۱۰

نیا پارہ سورہ مجلد

سب سے سستا کہ حمیدیہ پریس نے چھپوایا ہے اسمیں بارہ سورتیں ہیں۔ سورہ یاسین۔ الفتح الواقعہ۔ الملک، مزمل، نوح۔ جن۔ کہف اخلاص، فلق، ناس ہیں۔ سب مترجم ہیں اور مفسر بھی، پھر ہفت روزہ دعائیں شش قفل دعائے امن اور مکمل دعائے گنج العرش اسمائے حسنیٰ اسمائے رسول درود تاج اور مکمل دعائے قنوت کے علاوہ تمام نفلی نمازیں اور ترکیب ہیں، علاوہ ازیں تمام ضروری کی اردو دعائیں بھی تمام تحریروں میں یہ اچھا ہے۔ قیمت مجلد چھ آنے محصول

نبیوں کے قصے

۶۰ صفحات از حضرت مولانا شریف احمد صاحب مراد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پچیس ان انبیا کے حالات ہیں جنکا ذکر قرآن پاک میں ہے اور تفصیل احادیث میں ہے مولانا نے صرف اپنی دوجگہ سے یہ قصص الانبیا لکھے ہیں جو تاریخی معلومات کے ساتھ یہ بھی بتلاتے ہیں کہ پچھلی امتوں پر احکام الٰہی کتنے سخت تھے اور ہمارے لئے کیسے آسان ہیں پھر بھی ہم ان پر عمل نہیں کرتے قیمت دس آنے ۱۰ محصول

آفتاب رسالت

از علامہ رفیق بلند شہری پیارے نبی کے پیارے حالات یوں تو بہت لوگوں نے لکھے ہیں لیکن اس کتاب کی بات ہی کچھ اور ہے یہ ۳۶۰ صفحہ کی کتاب ہے جو دو حصوں میں ہے اس میں رسول کریم سے سو برس پہلے کے حالات ہیں تاکہ عرب کے فضائل کا صحیح تر اندازہ ہو جائے اور اس کے بعد رسول خدا کے مکمل حالات الرسید ابتک تا وفات رسول کریم کا اتباع ہمارے لئے فرض ہے تو ہم کو رسول کی لائف اپنی شمع راہ بنانی چاہئے اس لئے اس کا پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ قیمت ہر دو حصہ ۱۲

صد صحابہ رض

اردو زبان میں رسول کریم کے سو صحابہ کے حالات از مورخ اسلام مولوی شریف احمد صاحب مرادآبادی صحابہ کرام کے حالات مختلف کتابوں میں تو ہیں لیکن ایک جگہ اتنے صحابہ کے حالات کسی کتاب میں نہیں جب اولیا کرام کے حالات زینت قلوب اور روح میں بالیدگی کرتے ہیں پڑھتے ہیں تو صحابہ کا درجہ تو رسول کے بعد ہی ہے یہ توجس قدر قلب کو مجلیٰ کریں کم ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سو صحابہ کے حالات کی قیمت ۱۲ یعنی ایک پیسہ میں ایک سوانح عمری، ۳ محصول ۱۱ کل ۱۴

ہفتاد اولیا

دنیائے اسلام کے ستر اکابر اولیا کے حالات ہیں یہ کوئی پرانی وضع کی کتاب نہیں ہے بلکہ حضرت شاہ مراد مد فیضہ نے جدید انشا میں مرتب کی ہے اسمیں غیر مستند حکایات و روایات نہیں ہیں بلکہ دنیائے اسلام کی ان ستر عظیم الشان ہستیوں کے حالات ہیں جنہوں نے روحانیت کے منازل طے کر کے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی اور تمام اسلام کو ظاہر کیا دنیائے اسلام اور مسلمانوں کی روز افزوں تعداد انہی مقدس افراد کا صدقہ ہے۔ قیمت سوا روپیہ محصول ۴

تفسیر اعوذ باللہ

یعنی شرح اعوذ باللہ نہایت فصاحت کیساتھ اسمیں درج ہے شیطان کے بارہ میں قرآن میں جس قدر آیات ہیں انکی تفسیر اور مسائل کا بیان شیطان کی سوانح عمری آدم علیہ السلام کی تخلیق شیطان کی دشمنانہ قوت شیطان کی مکاری اور خونخواریاں تخلیق آدم سے تا انجام اس میں جابجا تفصیلی حکایات ہیں جن سے مطلب عام فہم ہوگئے ہیں اور صحابہ کے اقوال سے بیان کو ایسی دلچسپی دی گئی ہے جس سے خاص کیفیت پیدا ہوگئی ہے قیمت دس آنے محصول ۔/۲

تفسیر سورہ فاتحہ

الحمد شریف کی تفسیر مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم اسی سے شروع ہوتی ہے کوئی مسلمان ایسا بد نصیب ہوگا جسے یہ سورۃ یاد نہ ہو لیکن آپنے یہ سوچا ہی کہ اس کتاب میں کیا کیا معارف ہیں اسمیں الحمد شریف کے متعلق جس قدر آیات ہیں کہ وہ پورے دو سو صفحات میں آگئے ہیں اولیاء کی وہ حکایتیں اور نکات لطیفہ ہیں کہ آپ وجد میں آجائیں گے حضرت مولانا احمد سعید کی لکھی ہوئی خفیہ عقائد کی آئینہ دار ہے اور اس میں سورۃ کے اعمال بھی ہیں ۲۰۰ صفحات مجلد ۱۲/ محصول ۔/۲

تفسیر سورۂ اخلاص

از جناب مولوی احمد سعید صاحب سورہ قل ہو اللہ کی تفسیر ہے اور اس کے خواص و اعمال لیکن انداز بیان واعظانہ ہے گویا یہ ایک وعظ کی کتاب ہے اس میں دلنشین انداز میں تفسیر کو بیان کیا ہے جو بہت دلچسپ ہے جابجا اہل اللہ کی حکایات ہیں جن سے مطلب میں بڑی جان پڑجاتی ہے، مولانا ممدوح کی تازہ تالیف ہے اور اس لحاظ سے بڑی کامیاب ہے کہ بغیر کتاب پورا کئے نہیں رہا جاتا اس میں قل ہو اللہ کے اوراد و وظائف بھی ہیں جو بڑے مجرب ہیں۔ قیمت ایک آنہ

تفسیر لبیت سورہ

نماز میں کیسی توجہ اور خشیت نہ ہونیکی بڑی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ نماز میں پڑھا جاتا ہے اسکو ہم ہی نہیں سمجھ کر نہیں پڑھا جاتا زیادہ سے زیادہ سورہ فاتحہ کے معنی سب کو معلوم ہوں لیکن جو سورتیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں انکے ترجمہ اور تفسیر ہے جو عموماً نماز میں پڑھی جاتی ہیں یعنی پارہ عم کی آخری بیس سورتوں کی تفسیر ہے اگر یہ کتاب بغور پڑھ لی جائے تو نماز میں لطف دوبالا ہوجاتا ہے ۱۰۸ صفحات کی کتاب ہے اس کا پڑھ لینا بھی آسان ہے۔ قیمت چھ آنے محصول ۔/۲

اسلامی مسائل

یہ تین سو سولہ صفحہ کی مجلد کتاب ہے اور فقہ اسلامی کی سب سے مستند کتاب ہے امام محمد یوسف خلیفہ امام ابوحنیفہ کی کتاب کنز الدقائق کا آسان ترجمہ سلیس اردو زبان میں ہے۔ کتاب ام الفقہ کہلاتی ہے اور جس قدر فقہ کی کتابیں ہیں وہ سب اسی سے ماخوذ ہیں اسمیں طہارت، نماز، زکوٰۃ، حج، طلاق، حقوق آداب معاشرت، بیع و شریٰ، لباس، دیوانی و فوجداری قوانین زراعت، تجارت حکومت غرضیکہ کوئی شعبہ حیات انسانی ایسا نہیں جسکے متعلق شرعی حکم نہ ہو۔ مجلد ۱۲/

اللہ والوں کے وعظ

یا اخلاق سلف قدوۃ الاصفیا حضرت امام شعرانی کے دو سو وعظوں کا اردو ترجمہ جو دل کے زنگ کو دور کرنے کا روحانی تیزاب ہے اور اس کتاب میں بتلایا ہے کہ سلف صالحین کے اخلاق کیا تھے اور عوام سے انکا تعلق تھا انکی زبان میں تاثیر کیوں تھی اور ہم ان جیسے کیونکر بن سکتے ہیں۔ تصوف اخلاق اور مواعظ دلنشین کے سلسلہ میں یہ کتاب بڑے پایہ کی ہے یوں سمجھئے کہ اخلاق سلف کے دو سو وعظ ہیں ۲۷۲ صفحات بڑی تقطیع مجلد سوا روپیہ محصول ۱۰/

اسلامی میاں بیوی

یہ تین سو سولہ صفحہ کی عجیب و غریب کتاب ہے اور حسب ذیل ۴ ابواب ہیں جن کے ماتحت ۲۲۵ مضامین ہیں جو میاں بیوی کے متعلق ہیں عورت کی حیثیت، عورت کی ملکیت مذاہب عالم اور عورت حیات ازدواجی کی تعریف مختلف انواع بعقد واحد۔ کثیر الازدواجی طلاق اور پردہ، طریقہ انتخاب، عورت کی اہمیت اور زوجین کی نااتفاقی سب میں یہ بتلایا ہے۔ کہ اسلامی احکام تمام ادیان سے بہتر اور ہمہ گیر ہیں۔ بہت مقبول کتاب ہے قیمت بارہ آنے محصول ۔/۲

مکمل باورچی خانہ

کھانا پکانے کی آسان کتاب جو ہندو مسلمان دونوں کے پسند کی بڑی بحث ہے اور سستی بھی اس میں پندرہ وضع کی روٹیاں ۲۱ وضع کے سالن بیس وضع کے چاول سولہ وضع کی دالیں پندرہ وضع کی بھاجی آچار مربے چٹنیاں، بیماروں کے کھانے اور بچوں کے لئے چھوٹی موٹی دوائیاں اس کتاب میں ہیں۔ مصنف وعفت کے بعد عمدہ کھانا پکانا عورت کی وہ خوبی ہے جس کا مرد ہمیشہ گرویدہ رہتا ہے خاوند خوش اولاد تندرست قیمت بارہ آنے

اورنگ زیبی عکسی قرآن

ایک یادگار تحفہ غازی عالمگیر اورنگ زیب کے دست مبارک کا لکھا ہوا قلمی قرآن مجید جس کو حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنے خاص اثر سے حاصل کرکے فوٹو طیار کرائے اور بہت روپیہ اس سلسلہ میں بے دریغ خرچ کردیا اس پہلا اڈیشن پانچ روپے اور دوسرا چھ کے حساب سے فروخت ہوا اب اس نعمت کو عام کرنے اور اورنگ زیب اعظم کی یاد تازہ رکھنے کیلئے حیدریہ پریس دہلی نے چھپوایا تقطیع ۷ انچ لمبی ۴ انچ چوڑی ۷۰۸ صفحات مجلد قیمت بارہ آنے محصول ۱۰/ کل ۔/۱۴

سلسلہ تعلیم الاسلام

بڑی تقطیع از علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہ حصہ اول بچوں کی ذہنیت کے مطابق ابتدائی عقائد اور پھر طہارت کا بیان حصہ دوم بچوں کی ذہنیت کے مطابق ذرا اونچے عقائد اور نماز کا پورا بیان حصہ سوم اول عقائد کا ذرا بلند بیان اور روزہ و حج کا بیان حصہ چہارم عقائد کی تکمیل اور حقوق اللہ حقوق العباد کا بیان یہ سب بیان سوال و جواب کے طریقے پر ہیں چاروں حصے یکجا مجلد قیمت دس آنے محصول ۔/۲

قاعدۂ یسرنا القرآن

قرآن شریف پڑھانے کا وہ مقبول اور بہترین قاعدہ جو ہر سال تین چار لاکھ ہدیہ ہوتا ہے اور جو مدرس اس کی خوبیوں سے واقف ہیں وہ اسی کو منگاتے ہیں بہت ہی آسان طریقہ ہے اس میں سب سے بڑی کتابت کی خوبی ہے یعنی نقطہ زیر زبر اور پیش اور حروف کی پہچان کے بعد پھر استاد سے پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی مصنف کا دعویٰ ہے کہ قاعدہ پڑھ لینے کے بعد صرف چھ ماہ میں بغیر استاد کی مدد کے بچہ قرآن شریف پڑھ سکتا ہے ۴۴ صفحات قیمت تین آنے ۔/۳

استاد عربی

اب تو اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے اور مستند اساتذہ نے نہ صرف اسکی تعریف کی ہے بلکہ اس کو بہترین کتاب بتایا ہے اگر آپ کو شوق ہو کہ آپ اپنے رسول کی زبان سے واقف ہوجائیں اور خدا کے حبیب مقدس قرآن کو اپنی مادری زبان کی طرح پڑھنے لگیں تو اس کتاب کو منگا کر پڑھیے اور تھوڑا تھوڑا یاد کرلیجے انشاء اللہ چند ماہ میں آپ کو عربی پڑھنی آجائیگی اور آپ محنت کریں تو صرف تین ماہ میں خاصی عربی سے واقف ہوجائیں۔ قیمت بارہ آنے محصول ۔/۲

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاہئے کہ ۲۰ تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ خط بھیج کر مفت طلب فرمائیں

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ ۔ جو پتہ چیلان آپ کا پتہ ہے ۔ اگر پہلے سے نوٹ نہیں ہے تو اب نوٹ کر لیجئے ۔ اس کے حوالے کے بغیر آپ کی کوئی شکایت خصوصاً تبدیل پتہ کی تکمیل نہیں

مولوی دہلی

جو اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس کوچہ چیلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

جلد ۴۳ | بابت ماہ شعبان سنہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۲

شذرات

اگزیکٹو کونسل کی توسیع وائسرائے کی اگزیکٹو کونسل کی توسیع کا مسئلہ ایک مدت سے ملک میں ہنگامہ افروزی اور بحث و نزاع کا باعث بنا ہوا تھا۔ جنگی ضروریات اس کی متقاضی تھیں کہ جلد از جلد کونسل میں توسیع ہو جائے اور ایک ساتھ ہی خالص حربی امور میں مشورت کے لئے ایک ڈیفنس کونسل کا قیام بھی عمل میں آ جائے۔ اسی لئے حکومت کی طرف سے اس کی برابر سعی کی جا رہی تھی۔ اور وائسرائے بڑی سرگرمی کا اظہار فرما رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے کانگریس اور لیگ کے رہنماؤں سے بھی ملاقاتیں کیں اور اس وجہ سے کیں کہ کونسل کی۔ سیاسی پارٹیوں اور قوموں کی کاندھوں پر کھڑی مقصود تھی۔ اور وہ اسے ملک کی حقیقی نمائندہ مجلس بنا کر پورے ملک کا تعاون حاصل کرنا چاہتے تھے۔

لیکن ملک کی دو سب سے بڑی قوموں یا جماعتوں کے نزدیک یہ معاملہ محض جنگی اور دفاعی صورت ہی کا حامل نہ تھا۔ بلکہ اس پر ان کے اقتدار سیاسی و قومی کے بقا و زوال کا انحصار تھا۔ کانگریس اپنے ہمہ گیر اقتدار کے لئے ساعی تھی اور وہ اسی صورت میں تعاون کر سکتی تھی جبکہ عنان اقتدار اس کے ہاتھ میں ہو اسی کی اکثریت رہے۔ چونکہ اس کی یہ پوزیشن انتہائی غیر معقول تھی اور اس سے پوری مسلم قوم کے بھڑک اٹھنے اور مشتعل ہو جانے کے امکانات تھے۔ اس لئے اس کا مطالبہ قبول نہ کیا گیا۔ اور وہ الگ ہو گئی۔

لیگ اس امر پر مصر تھی کہ وہ چونکہ کسی فرقہ نہیں ایک بڑی قوم کی نمائندہ ہے۔ افواج ہند میں جس کے افراد کا تناسب ۶۸ فی صدی سے بھی زیادہ ہے اس لئے وہ نصف سے کم نشستوں پر راضی نہیں ہو سکتی۔ یہ پوزیشن بہت معقول تھی کیونکہ اس وقت جنگ برپا تھی جنگی امداد اور دفاعی معاملات کا انصرام و اہتمام پیش نظر تھا۔ جو قوم جنگی اسپرٹ رکھتی ہو شاندار عسکری روایات و عملیات کی حامل ہو، ملک و سلطنت کے لئے بیش از بیش قربانیاں کرتی چلی آ رہی ہو۔ مقاصد دفاع وطن کے لئے اپنا خون بہاتی رہی ہو اور افواج میں دو تہائی سے بھی زیادہ تناسب رکھتی ہو، وہ ہر طرح نصف نمائندگی کی مستحق تھی اور اس کا یہ مطالبہ کسی آئین اور کسی اصول کے مطابق بھی غیر معقول نہ کہا جا سکتا تھا لیکن وائسرائے نے محض کانگریس کی خوشنودی کے لئے اور بدیں خیال اسے مسترد کر دیا کہ ہندو قوم کہیں ناراض نہ ہو جائے۔ انھوں نے معقولیت کو چھوڑ کر مصلحت کی راہ اختیار کی جس کی وجہ سے لیگ نے اپنے ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء کے اجلاس میں وائسرائے کی پیشکش کو مسترد کر دیا۔

اس کے بعد یہ معاملہ بظاہر ختم ہو گیا کہ کانگریس اور لیگ کی عدم رضامندی یا عدم شرکت ملک کی دو سب سے بڑی قوموں کی سب سے بڑی اکثریتوں کے تعاون سے محرومی کے مترادف تھی۔ اور اس کے معنی اس کے سوا کچھ نہ سمجھے جا سکتے تھے کہ ان دونوں قوموں کا تعاون حکومت کو بحیثیت قوم حاصل نہیں۔ سب کچھ تھا۔ لیکن جنگی و دفاعی مقتضیات کا داعیہ یہی تھا کہ دونوں مجالس جلد سے جلد مرتب ہو جائیں۔ وائسرائے کی بدنامی بھی تھی کہ وہ اس زمانہ میں ملک کا تعاون حاصل نہ کر سکے۔ ساکھ بھی بگڑتی تھی۔ وزارت ہند کی طرف سے بھی زور پڑ رہے تھے۔ وائسرائے کے لئے بھی مشکلات تھیں۔ ان کے تدبر کا سخت امتحان تھا۔ کانگریس اور لیگ کی شرکت کے بغیر بات نہ بنتی تھی۔ اور دونوں کے مطالبات میں بعد المشرقین تھا۔ وہ پریشان تھے۔

افسوس یہ ہے کہ وہ اضطراب و عجلت پسندی میں کانگریس اور لیگ کی حقیقی حیثیتوں پر غور نہ کر سکے۔ اگر ایسا کرتے تو انھیں ہرگز مشکلات کا سامنا نہ ہوتا۔ ادعا اور چیز ہے اور حقیقت دوسری چیز ہے۔ کانگریس کا ادعا کچھ ہو مگر وہ حقیقتاً پوری ہندو قوم کی نمائندہ نہیں۔ ہندوؤں میں اور بھی بڑی بڑی جماعتیں موجود ہیں۔ جو ہر اعتبار سے نمائندہ ہیں۔ مثلاً ہندو مہاسبھا ہندو لیگ۔ لبرل فیڈریشن اور آریہ سماج وغیرہ۔ ان میں بعض تو بلحاظ نمائندگی کانگریس سے بھی بڑھی ہوئی ہیں۔ ہندو مہاسبھا کے اقتدار سے کسے جرأت انکار ہو سکتی ہے۔ لیکن مسلم لیگ کی حالت اس سے بالکل جداگانہ ہے۔

وہ اگر پوری مسلم قوم کی نہیں تو اس کی بڑی سے بڑی اکثریت کی نمائندہ ضرور ہے۔ کہنے کو مسلمانوں میں اور بھی جماعتیں ہیں۔ مثلاً جمعیت علمائے ہند، جمعیت احرار اور مومن کانفرنس وغیرہ۔ لیکن اول تو ان کے مطالبات لیگ سے بالکل قریب تر ہو چکے ہیں۔ اور کانگریس کے معیطرانہ مقاصد نے ان کی بھی آنکھیں کھول دی ہیں۔ کہ وہ اپنے زعم میں اب کسی مسلم جماعت کی آواز کو کوئی وقعت نہیں دیتی۔ دوسرے ان میں کوئی جماعت بھی باعتبار شرکت عوام لیگ کی عشر عشیر بھی نمائندگی کی مدعی نہیں اور مقاصد ملی میں یکسانیت پیدا ہو چکی ہے۔

ان حقائق کے پیش نظر لیگ کے تعاون حاصل ہونے کے معنی تو ضرور پوری قوم کے بحیثیت ملت الگ ہو جانے کے تھا، اور اس کا تعاون تمام فرزندان توحید کا تھا۔ کہ پوری ہندو قوم الگ ہو گئی کہ اچھوت اور سچھوت پہلے ہی الگ ہیں۔ جن کی تعداد کروڑوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور جماعتیں بھی موجود ہیں جن کا تعاون بہ ادنیٰ سعی حاصل ہو سکتا تھا۔ سکھ اور پارسی بھی مل سکتے تھے۔

پھر یہ سب جماعتیں کسی نہ کسی حیثیت سے تعاون بھی کر رہی تھیں۔ لیکن کانگریس ابتدا سے الگ ہی نہ تھی۔ بلکہ سول نافرمانی کر کے حکومت کی مشکلات میں اور اضافہ کر رہی تھی۔ بہرکیف وائسرائے نے اس پوزیشن پر غور نہ کیا۔ اور دونوں مجالس اپنے نزدیک مرتب کر لیں۔

اگزیکٹو کونسل تو پہلے سے موجود تھی۔ ڈیفنس کونسل جدید مرتب ہوئی۔ فرق اتنا ہے جہاں پہلے اگزیکٹو کونسل کے ممبروں میں صرف تین ہندوستانی تھے وہاں اب بڑھ کر آٹھ ہو گئے۔ اور اکثریت کا منصب حاصل ہو گیا کہ اس کے گیارہ اور وائسرائے اور کمانڈر انچیف سمیت تیرہ ممبروں میں آٹھ ہندوستانی

ممبر ہوں گے۔ ان میں تین مسلمان ہوں گے۔

لیکن اس سے جو مقصد تھا وہ ہرگز پورا نہ ہوا، کہ جو ممبر بھی ہیں۔ وہ کسی جماعت کے نہیں، وائسرائے کے نامزد ہیں۔ اسے ہرگز ملک و قوم کے تعاون کے نام سے معنون نہیں کیا جا سکتا۔ بننے کو مجالس بن گئیں۔ اگر ہمارے نزدیک ان سے نہ مطلوبہ مقصد حاصل ہوا اور نہ کسی مفید کام کی توقع ہو سکتی ہے۔

اعلان حکومت اور مسلم ہیجان و اضطراب

ہندو بھا برحیثیت ہیں مگر اس وسیع و ترتیب و انتظام پر کوئی بڑا اضطراب نہیں۔ مہاسبھا نے گونہ اطمینان کا سانس لیا کہ اُس کے نزدیک ہندوؤں کو اس طرح مرکز میں اقتدار پانے کا موقع تو ملا۔ اُن کی اکثریت تو وہاں قائم ہو گئی۔

مسٹر جیکر اور مسٹر سپرو اسی قسم کے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ ضرور اُن کا کوئی "ہندو" "راجندر" اور "ڈیسائی" نہیں پہنچا۔ لیکن وہ پھر زندہ قوم ہیں اُن کا ہر فرد خواہ وہ کتنا ہی کمزور ہو اپنی قوم کی فلاح و بہبود کی سعی میں مصروف رہتا ہے۔

البتہ مسلمانوں میں اس اعلان و ترتیب پر ایک ہیجان عظیم پیدا ہو گیا ہے کہ اول تو وہ سرے سے کسی مرکزی اقتدار ہی کے مخالف تھے۔ اس کے وجود ہی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ دوسرے وہاں ہندو اکثریت کے قیام کی صورت پیدا ہو گئی۔ عارضی ہی سہی مگر ہو گئی تو۔ برابری کا مطالبہ اور آگئے اقلیت میں قدرتاً ناگوار ہونا ہی چاہیئے تھا۔ اس پر مستزاد یہ ہوا کہ کسی حیثیت سے بھی سہی مگر لیگ کے تین زبردست ارکان ہی نہیں قاید سر سکندر حیات۔ مولوی فضل حق اور سر سعد اللہ اس میں پہنچ گئے۔

یہ اتنا بڑا اور غیر متوقع انقلاب تھا کہ بڑے بڑے مسلم قائد اپنی جگہ دہل گئے۔ اور اُن پر ایک ہیجانی اور اشتعالی کیفیت طاری ہو گئی۔ موجودہ مجالس ہی کا موجودہ نسبت و تناسب کے ساتھ قائم ہونا کچھ کم اضطراب افزا نہ تھا کہ لیگ کے مسلم مطالبات کو۔ تلی توقعات کو مجروح کرنا اور پھر وہاں اتنے بلند مرتبہ قائدین کا نظر آنا بڑا تکلیف دہ امر تھا جس پر مسٹر جناح بھی افسوس و رنج کا اظہار کئے بغیر نہ رہے اور اس بیان پر مجبور ہوئے کہ وائسرائے لیگ میں پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔

ہر طرف سے تینوں وزرائے اعظم پر لے دے اور اعتراضات کی بھرمار شروع ہو گئی اور مسٹر جناح کے پاس برابر پیامات برقی پہنچ رہے ہیں کہ ان کے خلاف تادیبی و انضباطی مشینری کو حرکت میں لایا جائے۔ اور انہیں لیگ سے الگ کر دیا جائے۔ لاہور اور کئی دیگر مقامات پر متعدد مخالفانہ جلسے بھی ہو چکے ہیں۔ یہی صورت حالات قائم رہی تو واقعی نہ صرف لیگ بلکہ ملت پر بلائے افتراق نازل ہو جائے گی۔ اور جو قصر اتفاق و یک جہتی بڑی کوششوں اور سرگرمیوں کے بعد تیار ہو سکا تھا۔ اُس میں شگاف پیدا ہو جائیں گے۔ اور ضعف و اضمحلال طاری ہو جائے گا۔

مناسب و بہتر تو یہی تھا کہ یہ تینوں بزرگ اس موقعہ پر کونسل میں شرکت کرنے سے انکار کر دیتے۔ اور ملت کی خدمت کا لحاظ کرتے لیکن اب دانائی اور تقاضائے ملت یہ ہے کہ انھیں باضابطہ شرکت کی اجازت دیدی جائے۔ اور یہ چیز خلاف آئین بھی نہ ہو گی۔ کہ لیگ مکمل عدم تعاون کے حق میں نہیں ہے۔ اس نے اپنے ممبروں کو انفرادی تعاون کی اجازت پہلے سے دے رکھی ہے۔ وزیروں اور پارلیمنٹری سکرٹریوں کو بھی یہ بات حاصل ہے۔ مختلف ارکان کو بھی کہدیا گیا ہے کہ اگر وہ کسی موقع پر کسی جنگی کمیٹی سے تعاون کو مفید پائیں تو اس میں شامل ہو جائیں۔ اب بھی وہ یہ کر سکتی ہے۔

لیگ بحیثیت ملت ضرور تعاون کی مخالف ہے۔ لیکن انفرادی صورتوں میں اس کی طرف سے عام اجازت ہے۔ اسی کے پیش نظر اب بھی اگر وہ اجازت دیدے تو اس سے اس کے وقار کو تو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ البتہ لیگ کا اتفاق

اور مسلمانوں کی آبرو قائم رہ جائے گی۔ اب انہیں مستعفی ہونے کا حکم دینا یا ان کے خلاف کوئی تادیبی قدم اُٹھانا دونوں امر نقصان سے خالی نہیں۔ کونسل سے مستعفی ہونے کے مطالبہ کے معنی یہ ہیں کہ وزارتوں سے بھی الگ ہو جائیں۔ اور ان کا وزارتوں سے الگ ہونا جن خسائر کا باعث ہو سکتا ہے وہ محتاج تبصرہ نہیں۔ مخالف طاقتیں تاک میں لگی ہوئی ہیں۔

زمانہ نازک ہے۔ اس وقت اتحاد جس قیمت پر بھی خریدا جا سکتا ہے خرید لیا جائے۔ ایک غلطی کی تلافی کی سعی میں دوسری غلطی کا ارتکاب یقیناً افسوسناک امر ہو گا۔ یہ معلوم عوام حقیقت ہے کہ موجودہ چیز پہلی پیشکش سے بالکل مختلف بھی ہے۔ پہلے تو جماعتوں کی حقیقی نمائندگی حاصل کرنے کی سعی تھی۔ عارضی طور پر ایک نیا انتظام پیش نظر تھا۔

اب محض عام کاروبار کے اگزکٹو کونسل میں چند ممبر بڑھا دئے گئے ہیں۔ اور ایک جنگی کمیٹی بھی مرتب کر لی گئی ہے۔ اس سے چنداں فرق پیدا نہیں ہوا۔ پہلے بھی اگزکٹو کونسل کے ساتھ تمام لیگی تعاون کر رہے تھے۔ اب بھی کر سکتے ہیں۔ انہیں بحالات موجودہ نمائندہ مجالس نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ اور نہ ان کا کوئی ممبر ملت کا نمائندہ کہلا سکتا ہے۔ بحیثیت قوم جو عدم تعاون جاری ہے وہ جاری رہیگا۔

البتہ اگر پہلی تجویز کے مطابق واقعی قومی اور نمائندہ لائنوں پر توسیع عمل میں آتی اور اس میں لیگ کا کوئی ممبر لیگ کے حکم کے بغیر شامل ہو جاتا تو ضرور وہ قابل سرزنش ہوتا۔ خود مولوی فضل حق اپنے بیان میں فرما چکے ہیں کہ یہ محض ایک مشورتی مجلس ہے جسے کوئی تنفیذی اختیارات حاصل نہیں۔ اُس کے ممبروں سے وقتاً فوقتاً وائسرائے مشورہ کرتے رہیں گے ہمارے لئے وزارت کی صورت میں بیک وقت تعاون اور عدم تعاون دونوں سے کام لینا بہت مشکل تھا۔ ہم نے کونسل کی ممبری قبول کر کے متعلق حالات سے آگاہی اور وسائل دفاع میں مشوروں کے موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔

آپ نے فرمایا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم نے کونسی اصولی غلطی کی میں لیگ کا وفادار ہوں اور اس کے خلاف کبھی غداری کا تصور نہ کروں گا۔ ہمیں توقع ہے کہ مسٹر جناح اور ارباب لیگ اس وقت پوری ہوشمندی اور مآل اندیشی سے کام لیں گے۔ یہ موقع جذبات سے کھیلنے کا نہیں عقل و مصلحت شناسی کا ہے۔

سپرو کانفرنس

اگزکٹو کونسل کی توسیع اور دفاعی کمیٹی کی ترتیب کے اعلان پر بمبئی میں بصدارت سر سپرو لبرلوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اس اعلان پر بڑی مسرت و انبساط کا اظہار کیا گیا، اور علانیہ کہا گیا کہ آخر حکومت نے اپنی پرانی پوزیشن ترک کر دی، اور بس قوموں اور جماعتوں کا تصفیہ ہونے سے پہلے ہی آئینی ترقی کی طرف قدم اٹھا

چونکہ یہ غلط بیانی کے ساتھ واقعات کی غلط تطبیق بھی تھی اور اس کی تہ میں پاکستان کی مخالفت کا جذبہ بھی مصروف کار فرمائی نظر آ رہا تھا۔ اس لئے مسٹر جناح کو اس کانفرنس اور اس کے منتسبین کے خلاف ایک بیان شائع کرنا پڑا جس کا مفاد یہ ہے کہ حکومت یہ اعلان کر چکی ہے کہ اس وقت تک کوئی عارضی یا مستقل تبدل و تغیر ہرگز نہ کرے گی۔ جب تک کہ ملک کی بڑی بڑی سیاسی جماعتوں میں آئین اور اس کی وضع و ترکیب کے متعلق باہم کوئی مفاہمت نہ ہو جائے۔

آپ فرماتے ہیں اس کے بعد ہی حکومت نے اگزکٹو کونسل اور ڈیفنس مشاورتی کونسل کے قیام کے متعلق پیشکش کی اور یہ بات مان لی کہ دونوں کونسلوں میں اکثریت ہندوستانیوں ہی کی ہو گی۔ لیگ نے اسے مسترد کر دیا کہ یہ صرف توسیع ہی تھی اور ممبروں کو کوئی طاقت حاصل نہ ہوتی تھی اور نہ اختیار ملتا تھا۔

دوسرے لیگ کا مطالبہ تھا کہ کانگریس کی شرکت کی صورت میں ہندو اور مسلمان ارکان کی تعداد برابر ہونی چاہیئے۔ اب حکومت نے اگزکٹو کونسل میں بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندے لئے جانے کی پہلی چیز سے روگردانی کر کے صرف چند افراد نامزد کر دئے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ تشریح بھی کر دی ہے

کہ یہ انتشار محض سامان جنگ کے لئے کام کی زیادتی کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ مسٹر ایمری نے بھی پارلیمنٹ میں وضاحت کردی ہے کہ اس سے کوئی آئینی تبدیلی مقصود نہیں اور یہ تبدیلی بڑی بڑی ملکی سیاسی جماعتوں میں مفاہمت کے بغیر ہرگز نہ کی جا سکے گی۔

مسٹر جناح نے یہ بتا کر کہ سپرو کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ وہ سرکاری اعلان مورخہ ۸ اگست سے حکومت کو منحرف ہونے پر مجبور کرے اور لیگ کی تجویز پاکستان کو مسترد کرائے۔ حکومت کو متنبہ کیا ہے کہ اگر مسلمانوں کے اعتماد کے خلاف کوئی ایسا اقدام کیا گیا تو مسلمان اپنی قوت سے اس کی مخالفت کریں گے۔

آپ نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ جہاں مسلمان کسی کی خواہشات جائز کو پامال کئے بغیر صرف اپنی اکثریت کے علاقوں کو خود انتظام کرنے کے آرزومند ہیں وہاں ہندو لیڈروں کا بہت بڑا حصہ "ہندو راج" اور مسلمانوں کی مغلوبیت کے لئے ساعی ہے۔ مسٹر ساورکر اور ڈاکٹر مونجے اس پارٹیز کانفرنس کے درخشاں ستارے ہیں۔ جو پچھلے دنوں اعلان کرچکے ہیں کہ اگر کسی مسلم کو وزیر دفاع مقرر کردیا گیا تو ہندو اسے "ہندو انڈیا" سے کبھی منظور کریں گے۔

یہ بیان اپنی وضاحت آپ کر رہا ہے۔ اور اس میں مسلم خیالات کی بہترین ترجمانی کی گئی ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہندو مہاسبھا اور کانگریس ہی نہیں بلکہ ہر ہندو جماعت اور تقریباً ہر ہندو لیڈر کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنے کی راہیں صاف ہوجائیں۔

اب انہیں اس سے بھی سروکار نہیں کہ کیا مل رہا ہے اور جو مل رہا ہے وہ لینے اور اس پر اظہار مسرت کرنے کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ دیکھتے یہ ہیں کہ اس میں کہاں تک مسلمانوں کی پوزیشن اور پاکستان کی تجویز پر زد پڑتی ہے۔ اس وقت ساری قوم کی توجہات ایک طرف حکومت کا اعلان منسوخ اور پاکستان اسکیم کو مسترد کرانے اور دوسری طرف مسلمانوں کو مرعوب و مغلوب بنانے پر مرکوز ہوکر رہ گئی ہیں۔ زمانہ بہت نازک ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو پوری ہوشمندی سے کام لینا چاہیئے۔

لیگ کا مفروضہ انتشار اور غیر مسلم جرائد

مسلم لیگ کے مفروضہ انشقاق پر ہندو جرائد علی الاعلان اپنی دلی مسرت کو چھپانے کے ناقابل ہیں کہ اس طرح انہیں مسلمانوں کی تنظیم ٹوٹنے اور پاکستان کی تجویز رد کرانے اور اس سے ہندو راج کا راستہ صاف ہونے کی توقع کی ایک جھلک نظر آئی ہے۔

لیکن وہ یہ نہیں دیکھ سکے کہ ان کے گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ مانا کہ مسلم مفلوک بہت سے نکتہ پر سب متحد ہیں۔ لیکن کانگریس کے اندر ایک وبائے افتراق پھیل رہی ہے۔ کسی کو آشیرباد دیکر الگ کیا جا رہا ہے۔ کوئی خود لوٹ رہا ہے اور کچھ اپنی علیحدہ پالیسی قائم کرکے علیحدہ ہو رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی گاندھی جی کو بھی جلی کٹی سنا جاتے ہیں۔

پنجاب کے مشہور کانگریسی لیڈر ڈاکٹر ستیہ پال نے بھی کانگریس سے استعفے دیکر اپنے بیان میں کیا خوب لکھا ہے کہ گاندھی جی کہتے ہیں کہ ہمیں جنگ میں انگریزوں کو تنگ کرنا نہیں چاہیئے۔ کیا یہ بھی حکومت کی ایک قسم کی اعانت و امداد نہیں۔ علاوہ ازیں گاندھی آشرموں اور کھدر بھنڈاروں میں فوجی ضروریات کے لئے کمبل اور کپڑا وغیرہ تیار کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ حکومت سے عدم تعاون ہے۔ اگر نہیں ہے تو پھر کیوں نہ صاف طور پر حکومت کی حمایت کی جائے۔ اسی سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ کانگریس تقریر و تحریر کی آزادی کے لئے لڑنے کی مدعی ہے۔ لیکن خود اپنی حالت یہ ہے کہ کانگریس کے اندر یہ آزادی مفقود ہے اور اس سلسلہ میں اس کا ریکارڈ بالکل سیاہ ہے۔ مسٹر سبھاش چندر بوس کو محض ہائی کمانڈ کے خلاف آواز اٹھانے پر ہر طرح ذلیل و رسوا کیا جا چکا ہے۔ لوگ یہ سنکر حیران ہوں گے کہ معاملہ کیا ہے کہ مسٹر منشی اور ڈاکٹر ستیہ پال دونوں نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کی لیکن جہاں اول الذکر کی اخلاقی جرأت کی داد دی گئی اور گاندھی جی سے انہیں آشیرباد بھی ملی وہاں مؤخر الذکر ہدف اعتراض بن گئے۔ حالانکہ دونوں عقائد ہی کی وجہ سے الگ ہوئے ہیں۔

سنئے مسٹر منشی نے الگ ہوکر ہندو سنگھٹن، ہندو اکھاڑوں کے قیام اور دیہاتی کی خدمت کا کام زور شور کے ساتھ شروع کردیا اور چلتے چلاتے یہ بھی ظاہر کر گئے کہ وہ تو کانگریس میں رہتے ہوئے بھی پندرہ برس سے ہندو اکھاڑوں کی تنظیم کا "قوم پرستانہ" کام کرتے رہے ہیں۔ اس لئے وہ ہندو آنکھ کا تارا بن گئے کہ اب کانگریس پر "مہاسبھائیت" غالب ہو چکی ہے۔

ڈاکٹر صاحب پرانے قوم پرست ہیں۔ فرقہ وار تحریکات سے قریب قریب ہمیشہ الگ رہے اور اب بھی کوئی "الگ متحدہ فرنٹ" قائم کرنے یا کوئی ایسی خدمت انجام دینے کے بجائے یہ اعلان کردیا کہ میں انگریزوں کی فتح کا آرزومند ہونے کی وجہ سے ان کے جھنڈے تلے زخمیوں اور بیماروں کی سیوا کروں گا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت کرنے کا کام کچھ تھا اور ارادہ ظاہر کیا کچھ اور کرنے کا۔ غور کیجئے کہ جس قوم کے مایہ ناز لیڈروں کی یہ ذہنیت ہو خود اس کے جذبات کا کیا عالم ہوگا۔ سی۔ پی کانگریس کے نوجوان گروپ میں بھی گاندھی جی کی رہنمائی کے خلاف جذبہ ترقی پذیر ہے اور سمجھ رہے ہیں کہ جنگ کے معاملہ میں ان کی رہنمائی غلط ہے۔

عنقریب بہت سے استعفے پیش ہونے والے ہیں۔ برطانیہ کی امداد کے لئے پروپیگنڈا ابھی شروع ہو چکا جس میں ڈاکٹر بوس کی جماعت پیش پیش ہے اور برطانیہ کے خلاف گاندھی جی اور ان کے رفقا جو مصروف عمل ہیں اس کی بنا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ حکومت مسلمانوں کے مطالبات و تجاویز کو پس پشت ڈال کر ملک پر ان کا اقتدار تسلیم کرلے اور عنان اختیار انہیں تفویض کردی جائے۔

جس ملک کے مایہ ناز اور ہوشمند لیڈروں کی تنگ خیالی اور عدم رواداری کا یہ عالم ہو اس کے اندر تعصب و فساد کی جتنی آندھیاں بھی برپا ہوں کم ہیں۔ دس کروڑ افراد کی قوم کو نظر انداز کرانے اور مغلوب بنا کر رکھنے کی پُرجوش سعی فساد پروری ہی نہیں خودکشی کے بھی مترادف ہے۔

مسلمانوں کے لئے ایک لمحۂ فکریہ

کانگریس کے "گاندھی"۔ "ڈیسائی" اور "راجندر" ہی نہیں، سپرو کانفرنس کے "جیکر"، "سپرو" اور "لال" ہی نہیں۔ مہاسبھا کے "مونجے" اور "منشی" ہی نہیں۔ برادران وطن کے تمام چھوٹے بڑے لیڈر پاکستان کی تجویز کے بروئے کار آنے اور لیگ کے منظم و قوی ہوجانے سے نعل در آتش بنے ہوئے ہیں۔ اور سب کا محور فکر یہی رہ گیا ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو بدنام، مرعوب اور مغلوب بنایا جائے اور حکومت کو زور سے، دباؤ سے، دھاوے سے جس طرح بھی ہوسکے مرکز سے ہٹا دیا جائے۔ وعدوں سے منحرف کردیا جائے اور ہندو راج کے لئے راستہ صاف کردیا جائے۔ تقریباً تمام ہندو جرائد و کلا اپنے اسی محبوب مشغلہ میں اس طرح منہمک ہو کر رہ گئے ہیں۔ کہ گویا اس کے سوا انہیں اور کوئی کام کرنے کو ہی نہیں۔ چندر بسوا اور سکھر کے معاملات پر گاندھی جی نے مسلمانوں کے خلاف جو زہر اگلا اور "اہنسا" کے دیوتا ہونے کے باوجود جس طرح ہندوؤں کو تشدد کی بھی تلقین کر گئے وہ تو خیر پھر کچھ پرانی بات تھی۔

احمدآباد اور ڈھاکہ کے فسادات پر بھی مسلمانوں ہی کو ڈانٹا اور بدنام کیا گیا اور احمدآباد کے اس مسلم خاندان کی حمایت میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلا جو پورے کا پورا ہندو اشرار کی شقاوت کی نذر ہوگیا۔ اس بہیمیت اور درندگی کے ساتھ کہ ایک شش سالہ بچہ بھی ان کی چھری سے ذبح ہونے سے نہ بچ سکا۔

مسٹر ڈیسائی۔ بابو راجندر پرشاد، مسٹر منشی جو اُٹھا وہ ہندوؤں کی حمایت ہی نہیں بلکہ انہیں تشدد کی تلقین کرتا اور مسلمانوں کے مفروضہ غنڈا پن کا ڈھنڈورا پیٹتا ہی اٹھا۔ مہاسبھائیوں کے متعلق تو کچھ کہنا ہی تحصیل حاصل ہے کہ وہ تو سر برا

کی بنیاد نہیں رکھتے گو اب کانگریسی بھی کم نہیں رہے۔

اب ڈاکٹر سا ورکر نے وائسرائے کے نام ایک چٹھی تحریر کی ہے کہ ڈھاکہ، بمبئی اور احمد آباد میں "مسلمان غنڈوں" نے ہندوؤں کی جان و مال کو بہت بُری طرح تلف و تباہ کیا اور ان صوبوں کی حکومتوں نے ہندوؤں کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے عملی قدم نہیں اٹھایا۔ آپ انہیں ہدایت کریں کہ "مسلم غنڈوں" کی بلوائی ذہنیت کو قابو میں رکھیں۔ ایک بڑے اور تعلیم یافتہ لیڈر کی طرف سے یہ بیہودہ سرائی اور تعصب کیسی کس درجہ فتنہ خیز اور دردناک امر ہے۔

کیا اس سے کہیں بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ کوئی مسلمان بھی کہیں مجروح یا مقتول ہوا ہے۔ یا ان کی بھی لاکھوں روپیہ کی جائدادیں تلف کر دی گئی ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ ہوا، اچھی تعداد میں ہوا اور پوری ہیبت کے ساتھ ہوا۔ پھر یہ کونسی انسانیت ہے کہ اپنی قوم کے لٹیروں اور قاتلوں کو تو بھاتا اور معصوم سمجھ لیا جائے اور "مسلم غنڈوں" کی ستم رانی اور دیا رقی کا رونا رو کر انگریزوں کے خیالات خراب کئے جائیں۔

کیا اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو تشدد کی تلقین اور قومی حمایت سے ہندو اشرار کی مزید حوصلہ افزائی کی جائے۔ فسادات برپا کرکے اکھاڑوں میں سیکھے ہوئے جوانوں کو شق ستم و ظلم کرائی جائے۔ مسلمانوں کو خوب لٹوایا جائے اور رہی سہی کسر مقدمات چلوا کر اور انگریز کے خیالات خراب کرکے پوری کر لی جائے۔ اور وہ مرعوب ہو کر سانس لینے کے قابل نہ رہیں۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں ڈاکٹر سا ورکر جہاں پہنچتے ہیں یہ تقریریں کرتے ہیں کہ ہندو مظلوم ہیں۔ بزدل ہیں۔ بے غیرت ہیں اُنھیں اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہیئے۔

یہ الفاظ دیگر اُنھیں مزید سفاکی، مزید بربریت اور مزید خونریزی سے کام لینا چاہیئے۔ فساد ڈھاکہ ہی میں نہیں ہوا۔ بمبئی، احمد آباد اور بہار شریف میں بھی ہوئے جہاں ہندوؤں کی آبادی (۹۰) سے لیکر (۹۵) فیصدی تک پہنچی ہوئی ہے کوئی ہوشمند بھی باور کر سکتا ہے کہ اتنے قلیل التعداد مسلمان اپنی اخلاقی زندگی۔ عدم تنظیم اور بیشمار دیگر مجبوریوں کے باوجود اس طرح ہندوؤں کو برباد کر سکتے ہیں کہ ان میں سے کسی کی نکسیر بھی نہ پھوٹے جس جماعت کے لیڈروں کی صداقت۔ دیانت، ذمہ داری اور رواداری کا یہ عالم ہو اس پر اہم سیاسی اُمور میں اعتماد کر لینا اور اُس کی طرف سے غافل رہنا اور اُنھی کے ہاتھ میں اپنی عنان دیدینا خودکشی نہیں تو اور کیا۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کے مستقبل کو تباہ کرنے کے متعلق ایک ہمہ گیر سازش برپا ہے۔ انھیں ہر طرف سے گھیر اور محصور کیا جا رہا ہے۔ اُن پر زندگی اور اسباب زندگی کی تمام راہیں بند اور مسدود کی جا رہی ہیں۔ اور مسلمانوں کو اب تک ہوش نہیں آیا۔ ضرورت ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تمام جماعتیں متحد ہو کر ملی تحفظ کے لئے ساعی ہوں۔ ورنہ اگر یہی لیل و نہار رہے تو اُن کا خدا حافظ ہے۔

بنگال کا بندوبست دوامی

ہندوستان میں صرف ایک صوبہ بنگال کے اندر دوامی بندوبست قائم ہے۔ جسے ۱۷۹۳ء سے لارڈ کارنواس نے جاری و منظور کیا تھا اس کی رو سے اراضی کے مالکوں اور زمینداروں کی مالگذاری ہمیشہ کے لئے متعین ہو گئی تھی اور اس میں کبھی کوئی اضافہ نہ ہو سکتا تھا۔

حالات کے تغیر کے ساتھ داخل کا پیمانہ بھی بدلتا گیا۔ آمدنی بڑھتی رہی اور پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی۔ اور مالگذاری وہی رہی جو ڈیڑھ سو برس پیشتر تھی اس انقلاب سلطنت نے اراضی بنگال کے کم و بیش ۸۵ فیصدی حصص کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نکال کر ہندوؤں کے ہاتھ میں پہنچا دیا۔ اور مسلمانوں کی حیثیت محض مزارعانہ رہ گئی۔ مزید ستم ظریفی یہ کہ مالکان اراضی کے لئے تو استمراری قانون منظور ہو چکا تھا۔ مگر مزارعین کے لئے کوئی ایسی صورت نہ تھی اُن پر برابر اضافہ لگان کی درخواستیں گزرتی رہیں اور ان کی حالت یہاں تک سقیم ہو گئی کہ فاقہ کشی تک پہ نوبت پہنچ گئی۔

اس طرح یہ قانون راعی اور رعایا دونوں کے لئے نقصان عظیم کا باعث بنا ہوا تھا کہ مزارعین میں ہندو بھی شامل تھے۔ اور صرف ایک طبقہ دولت کے انبار اکٹھا کرتا جا رہا تھا اور یہ وہ صورت حالات تھی جسے کوئی انسانیت دوست اور انصاف پسند حامی گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ ہندو ممبروں نے اسے فرقہ وارانہ قرار دے کر اس کمیشن کے تقرر کی شدت کے ساتھ مخالفت کی جو حکومت بنگال نے حال ہی میں مالگذاری کے مسئلہ کی تحقیقات کے لئے مامور کیا تھا۔ مگر یہ مقرر ہو گیا۔ اب اس کی رپورٹ مرتب ہو کر حکومت کو مل گئی۔

اکثریت نے بھی دوامی بندوبست کی شدید مخالفت کی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ قانون جس قدر جلد منسوخ ہو جائے اتنا ہی بہتر ہے۔ اور اگر حکومت اس میں کامیاب ہو گئی تو یہ اس کا بڑا کارنامہ سمجھا جائے گا۔

اتحاد عرب اقوام

شام کے عرب اپنی ترقی و احساس کے باوجود ایک مدت سے فرانسیسی انتداب کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ اور اس بُری طرح پھنسے تھے کہ اُن پر رہائی کے تمام دروازے بند نظر آتے تھے۔ لیکن جرمنوں کی دستبرد اور فرانسیسیوں کی بزدلی کی وجہ سے حکومت برطانیہ کو اقدام کرکے اُسے فتح کر لینا پڑا۔

اور فتح کرتے ہی سب سے بڑا کام یہ کیا کہ اس کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ ایک باہمی معاہدہ عنقریب تکمیل پذیر ہونے والا ہے جس میں شام و لبنان کی خود مختاری تسلیم کر لی جائے گی۔ اور انھیں اپنا آئین خود وضع کرنے کا حق عطا کر دیا جائے گا۔ مزید مسرت اس امر کی ہے کہ عرب اقوام کو ایک سلک اتحاد میں منسلک کرنے کی سعی و جدوجہد بھی شروع ہو چکی ہے۔ اور ان میں سیاسی و اقتصادی تعاون کی گفت و شنید ہو رہی ہے۔ اس طرح تمام عرب اقوام متحد ہو کر اجتماعی طور پر برطانیہ کی مؤید و حامی بن جائیں گی۔

مصر، فلسطین، شرق اردن اور عراق اس گفت و شنید میں شریک ہوں گے ان کو دعوت نامے جاری کئے جا چکے ہیں۔ توقع کی جاتی ہے کہ سعودی عرب اور یمن بھی جن کی پالیسی اب تک الگ تھلگ رہی ہے۔ وہ بھی اس میں شریک ہو جائیں گے۔ کسی قوم کی تنظیم اور وہ بھی حکمرانہ اختیارات کے ساتھ جتنی مفید ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ خدا مسلمانان ہند کو بھی توفیق دے کہ وہ بھی اسی طرح متحد ہو جائیں اور اُن میں بھی کوئی جماعتی تفریق باقی نہ رہے۔

حضور نظام کا مظاہرۂ رواداری

اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کی حکومت اپنی دریا دلی۔ رواداری اور رعایا پروری میں نظیر نہیں رکھتی۔ اور رعیت نوازی کے لئے وہ نئے نئے طریقے اختیار کرتی اور عجیب عجیب تدابیر سوچتی رہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی والدہ مغفورہ کے انتقال پر اُن کی یادگار رہنے کو ایک "مادر تعلیمی فنڈ" دس لاکھ کے سرمایہ سے جاری کر دیا جس کی سالانہ آمدنی کا اندازہ کم و بیش پانچسو روپیہ کیا گیا ہے۔ اور اعلان کر دیا ہے کہ اس سے غریب و مستحق طلباء کو بلا لحاظ مذہب و کیش وظائف عطا کئے جائیں گے۔ تین اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی ہے۔

اس کے صدر خود اعلیٰ حضرت کی کونسل کے ممبر تعلیم ہیں۔ یونیورسٹی کی تعلیم کے لئے سو روپیہ، اسکول کی تعلیم کے لئے ساڑھے تین سو روپیہ اور پیشہ ورانہ تعلیم کے لئے پچاس روپیہ ماہانہ کے وظائف دیئے جائیں گے۔

ہندوستان میں ہندو ریاستیں بھی ہیں اور والی بھی ہیں۔ لیکن اس فیاضی و رواداری کی نظیریں ناپید ہیں۔ اپنی قوم کا خیال تو سب ہی کر لیتے ہیں، کمال انسانیت یہ ہے کہ رعایا کے تمام طبقوں کو ایک نظر سے دیکھا جائے۔ یہ حالت ہے۔ پھر بھی بے بصیرتی اور بے شماری کا یہ عالم ہے کہ ہندو جرائد حضور نظام کے تعصب کے ڈھنڈورے پیٹتے رہتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف اردو

(سلسلہ گذشتہ)

باب صدقہ گناہوں کے لئے کفارہ ہے۔

۱۷۴۷۔ ابو وائل حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، حضرت عمر نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث فتنہ کے بارے میں کسے یاد ہے۔ حضرت حذیفہ (کہتے ہیں) نے کہا میں نے آنحضرت کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ آدمی کا فتنہ اس کے گھر والوں اور اس کے مال اور اس کے پڑوسی کی بابت اس کو نماز اور روزہ اور صدقہ معاف کر دیتا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا میں اس فتنہ کی بابت نہیں پوچھتا میں تو اس فتنہ کی بابت پوچھتا ہوں جو دریا کی موج کی طرح موجزن ہوگا۔ حضرت حذیفہ (کہتے ہیں میں) نے کہا کہ توڑ ڈالا جائیگا۔ حضرت عمر نے کہا کہ پھر وہ قیامت تک کبھی نہ بند ہوگا۔ ابو وائل کہتے ہیں ہم نے مسروق سے کہا کہ تم حضرت حذیفہ سے پوچھو کہ کیا حضرت عمر جانتے تھے کہ دروازہ کون ہے (چنانچہ مسروق نے اُن سے پوچھا تو) انھوں نے کہا ہاں وہ اس طرح (یقین کے ساتھ) جانتے تھے جس طرح تم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ کل دن کے بعد رات ہوگی۔

باب۔ روزہ داروں کے لئے ریّان (کا وعدہ کیا گیا ہے)

۱۷۴۸۔ حضرت سہل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے اُسے ریان کہتے ہیں اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار لوگ داخل ہوں گے اُن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا کہا جائیگا کہ روزہ دار کہاں ہیں۔ پس وہ اُٹھ کھڑے ہوں گے اُن کے سوا کوئی اس دروازہ سے داخل نہ ہوگا۔ پھر جس وقت وہ داخل ہو جائیں گے دروازہ بند کر لیا جائے گا۔ غرض اس دروازہ سے کوئی داخل نہ ہوگا۔

۱۷۴۹ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں دو جوڑے تقسیم کرے وہ جنت کے دروازوں سے بلایا جائیگا۔ فرشتے کہیں گے کہ اے اللہ کے بندے یہ دروازہ اچھا ہے۔ (اسی سے آ) پھر جو کوئی نماز والوں میں سے ہوگا وہ نماز کے دروازہ سے پکارا جائے گا۔ اور جو کوئی صدقہ والوں میں سے ہوگا وہ صدقہ کے دروازہ سے پکارا جائے گا تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جو شخص ان تمام دروازوں سے پکارا جائے اُسے تو پھر کوئی ضرورت ہی نہ رہے گی تو کیا کوئی شخص ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا آپ نے فرمایا ہاں اور میں امید رکھتا ہوں کہ تم اُنھیں میں سے ہو گے۔

باب کیا (درست ہے کہ) کہا جائے رمضان یا ماہِ رمضان اور بعض لوگوں نے یہ سب جائز سمجھا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور فرمایا ہے کہ رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھو۔

۱۷۵۰۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔

باب (رمضان کا) چاند دیکھنا (ضروری ہے)

۱۷۵۱۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم چاند (رمضان کا) دیکھو تو روزہ رکھنا شروع کر دو اور جب تم چاند (عیدالفطر کا) دیکھو تو روزہ چھوڑ دو پھر اگر تمہارے مطلع میں ابر ہو تو تم اس کے لئے اندازہ کر لو۔

باب جو شخص رمضان کے روزے ایماندار ہو کر ثواب سمجھ کر اور خالص نیت سے رکھے (اس کا ثواب بہت زیادہ ہے) اور حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا لوگوں کا ان کی نیتوں کے موافق حشر ہوگا۔

۱۷۵۲ حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر میں ایماندار ہو کر ثواب سمجھ کر شب بیداری کرے اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اور جو شخص رمضان کے روزے ایماندار ہو کر اور ثواب سمجھ کر رکھے اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوقات سے زیادہ رمضان میں سخی ہو جاتے تھے۔

۱۷۵۳۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ فائدہ رسانی میں سخی تھے اور تمام اوقات سے زیادہ رمضان میں سخی ہو جاتے تھے۔ جب جبریل آپ سے ملتے تھے اور جبریل رمضان کی ہر شب میں آپ سے ملتے تھے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُنھیں قرآن سنایا کرتے تھے۔ غرض جبریل جب آپ سے ملتے تھے اس وقت آپ تیز ہوا سے بھی زیادہ نیکی میں سخی ہو جاتے تھے۔

باب۔ جس نے روزہ میں جھوٹ بولنا اور لغو کام کرنا نہ چھوڑا (اس کا روزہ مقبول نہیں)

۱۷۵۴۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنا اور لغو کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس بات کی کچھ ضرورت نہیں کہ (روزہ کا نام کر کے) وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

باب کیا جب کسی روزہ دار کو گالی دی جائے تو (جائز ہے کہ وہ اس کے جواب میں) کہدے کہ میں روزہ دار ہوں۔

۱۷۵۵۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم کے تمام اعمال اُس کے لئے ہوتے ہیں سوا روزہ کے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں خود اُس کا بدلہ دونگا اور روزہ (عذاب الٰہی کی) سپر ہے اور جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو وہ فحش بات نہ کہے اور جھگڑا نہ کرے پھر اگر کوئی شخص اُسے گالی دے یا اُس سے لڑے تو وہ کہدے کہ میں روزہ دار آدمی ہوں قسم اُس کی جسکے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے روزہ دار کو دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں جس سے وہ خوش ہوتا ہے جس وقت افطار کرتا ہے خوش ہوتا ہے اور جب اپنے پروردگار سے ملیگا خوش ہوگا روزے (کے ثواب) سے۔

کتاب الفقہ

پردہ، اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے

(از حضرت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

(۲)

خاندان کی تاسیس اب یہ سوال خود بخود ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ فطرت کا منشا کیا ہے؟ کیا اس معاملہ میں ہم کو بالکل تاریکی میں چھوڑ دیا گیا ہے کہ آنکھیں بند کرکے ہم جس چیز پر چاہیں ہاتھ رکھدیں اور وہی فطرت کا منشا قرار پا جائے؟ یا نوامیس فطرت پر غور کرنے سے ہم منشا فطرت تک پہنچ سکتے ہیں؟ شاید بہت سے لوگ صورت اول ہی کے قائل ہیں، اور اسی لئے تو وہ نوامیس فطرت پر نظر کئے بغیر ہی کیف ما اتفق جس چیز کو چاہتے ہیں منشاء فطرت کہہ دیتے ہیں۔ لیکن ایک محقق جب حقیقت کی جستجو کے لئے نکلتا ہے تو چند ہی قدم چل کر اُسے یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا فطرت آپ ہی اپنے منشا کی طرف صاف انگلی اٹھا کر اشارہ کر رہی ہے۔

یہ تو معلوم ہے کہ تمام انواع حیوانی کی طرح انسان کو بھی زوجین یعنی دو صنفوں کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے اور ان کے درمیان صنفی کشش کی تخلیق کرنے سے فطرت کا اولین مقصد بقائے نوع ہے۔ لیکن انسان سے فطرت کا مطالبہ صرف اتنا ہی نہیں ہے بلکہ وہ اس سے بڑھکر کچھ دوسرے مطالبات بھی اس سے کرتی ہے اور بادنیٰ تامل یہیں معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ مطالبات کیا ہیں اور کس نوعیت کے ہیں۔

سب سے پہلے جس چیز پر ہماری نظر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام حیوانات کے برعکس انسان کا بچہ نگہداشت اور پرورش کے لئے بہت زیادہ وقت، محنت اور توجہ مانگتا ہے۔ اگر اس کو مجرد ایک حیوانی وجود ہی کی حیثیت سے لیا جائے، تب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی حیوانی ضروریات پوری کرنے — یعنی غذا حاصل کرنے اور اپنے نفس کی مدافعت کرنے — کے قابل ہوتے ہوتے وہ کئی سال لے لیتا ہے۔ اور ابتدائی دو تین سال تک تو وہ اتنا بے بس ہوتا ہے کہ ماں کی پیہم توجہ کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ انسان خواہ وحشت کے کتنے ہی ابتدائی درجہ میں ہو، بہرحال نرا حیوان نہیں ہے۔ کسی نہ کسی مرتبہ کی مدنیت بہرحال اس کی زندگی کے لئے ناگزیر ہے۔ اور اس مدنیت کی وجہ سے پرورش اولاد کے فطری تقاضے پر لامحالہ دو اور تقاضوں کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ ایک یہ کہ بچہ کی پرورش میں ان تمام تمدنی وسائل سے کام لیا جائے جو اس کے پرورش کرنے والے کو بہم پہنچ سکیں۔ دوسرے یہ کہ بچے کو ایسی تربیت دی جائے کہ جس تمدنی ماحول میں وہ پیدا ہوا ہے وہاں تمدن کے کارخانے کو چلانے اور سابق کارکنوں کی جگہ لینے کے لئے وہ تیار ہوسکے۔

پھر تمدن جتنا زیادہ ترقی یافتہ اور اعلیٰ درجہ کا ہوتا جاتا ہے، یہ دونوں تقاضے بھی اتنے ہی زیادہ بھاری اور بوجھل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایک طرف پرورش اولاد کے ضروری وسائل و لوازم بڑھتے جاتے ہیں، اور دوسری طرف تمدن نہ صرف اپنے قیام و بقا کے لئے اپنے مرتبے کے مطابق اچھے تعلیم و تربیت یافتہ کارکن مانگتا ہے۔ بلکہ اپنے نشوونما و ارتقا کے لئے یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ ہر نسل پہلی نسل سے بہتر اٹھے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں ہر بچے کا نگہبان اس کو خود اپنے آپ سے بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ انتہا درجہ کا ایثار جو انسان سے جذبۂ خود پرستی تک قربانی مانگتا ہے۔

یہ ہیں فطرت انسانی کے مطالبات، اور ان مطالبات کی اولین مخاطب عورت ہے۔ مرد ایک ساعت کے لئے عورت سے مل کر ہمیشہ کے لئے اُس سے اور اس ملاقات کی ذمہ داری سے الگ ہوسکتا ہے۔ لیکن عورت کو تو اس ملاقات کا قدرتی نتیجہ برسوں کے لئے بلکہ عمر بھر کے لئے پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ حمل قرار پانے کے بعد سے کم از کم پانچ برس تک تو یہ نتیجہ اس کا پیچھا کسی طرح چھوڑتا ہی نہیں۔ اور اگر تمدن کے پورے مطالبات ادا کرنے ہوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مزید ۱۵ سال تک وہ عورت جس نے ایک ساعت کے لئے مرد کی صحبت کا لطف اٹھایا تھا، اس کی ذمہ داریوں کا بار سنبھالتی رہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک مشترک فعل کی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تنہا ایک فریق کس طرح آمادہ ہوسکتا ہے؟ جب تک عورت کو اپنے شریک کار کی بے وفائی کے خوف سے نجات نہ ملے، جب تک اُسے اپنے بچے کی پرورش کا پورا اطمینان نصیب نہ ہوجائے۔ جب تک اُسے خود اپنی ضروریات زندگی فراہم کرنے کے کام سے بھی ایک بڑی حد تک سبکدوش نہ کردیا جائے، وہ اتنے بھاری کام کا بوجھ اٹھانے پر کیسے آمادہ ہوجائے گی۔ جس عورت کا کوئی قوام نہ ہو اس کے لئے تو حمل یقیناً ایک حادثہ، ایک مصیبت، بلکہ ایک خطرناک بلا ہے جس سے چھٹکارا پانے کی خواہش اس میں طبعی طور پر پیدا ہونی ہی چاہئے۔ آخر وہ اسے خوش آمدید کس طرح کہہ سکتی ہے؟

لامحالہ یہ ضروری ہے — اگر نوع کا بقا اور تمدن کا قیام و ارتقا منظور ہے — کہ جو مرد جس عورت کو بارآور کرے وہی اس بار کو سنبھالنے میں اس کا شریک بھی ہو۔ مگر اس شرکت پر اُسے راضی کیسے کیا جائے؟ وہ تو فطرۃً خود غرض واقع ہوا ہے۔ جہاں تک بقائے نوع کے طبعی فریضہ کا تعلق ہے، اس کے حصہ کا کام تو اسی ساعت پورا ہوجاتا ہے۔ جبکہ وہ عورت کو بارور کردیتا ہے۔ اس کے بعد وہ بار تنہا عورت کے ساتھ لگا رہتا ہے اور مرد سے وہ کسی طرح بھی چسپاں نہیں ہوتا۔ جہاں تک صنفی کشش کا تعلق ہے وہ بھی اسے مجبور نہیں کرتی کہ اُسی عورت کے ساتھ وابستہ رہے۔ وہ چاہے تو اُسے چھوڑ کر دوسری، اور دوسری کو چھوڑ کر تیسری سے تعلق پیدا کرسکتا ہے اور ہر زمین میں بیج پھینکتا پھر سکتا ہے۔ لہٰذا اگر یہ معاملہ محض اُس کی مرضی پر

چھوڑ دیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بخوشی اس بار کو سنبھالنے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ آخر کونسی چیز اُسے مجبور کرنیوالی ہے کہ وہ اپنی محنتوں کا پھل اُس عورت اور اس بچے پر صرف کرے؟ کیوں وہ ایک دوسری حسین دوشیزہ کو چھوڑ کر اس بیٹ پھولی عورت سے اپنا دل لگائے رکھے؟ کیوں وہ گوشت پوست کے ایک بیکار لوتھڑے کو خواہ مخواہ اپنے خرچ پر پالے؟ کیوں اس کی چیخوں سے اپنی نیند حرام کرے؟ کیوں اُس چھوٹے سے شیطان کے ہاتھوں اپنا نقصان کرائے جو ہر چیز کو توڑتا پھوڑتا اور گھر بھر میں گندگی پھیلاتا پھرتا ہے اور کسی کی سن کر نہیں دیتا؟

فطرت نے کسی حد تک اس مسئلے کے حل کا خود بھی اہتمام کیا ہے۔ اُس نے عورت میں حُسن، شیرینی، دل لبھانے کی طاقت، اور محبت کے لئے ایثار و قربانی کرنے کی صلاحیت پیدا کی ہے۔ تاکہ ان ہتھیاروں سے مرد کی خود غرض انفرادیت پر فتح پائے۔ اور اُسے اپنا اسیر بنائے۔ اس نے بچے کے اندر بھی ایک عجیب قوتِ تسخیر بھر دی ہے۔ تاکہ وہ اپنی تکلیف دہ، برباد کن، باجیانہ خصوصیات کے باوجود ماں باپ کو اپنے دامِ محبت میں گرفتار رکھے مگر صرف یہی چیزیں ایسی نہیں ہیں کہ بجائے خود اُن کا زور انسان کو اپنے اخلاقی، فطری، تمدنی فرائض ادا کرنے کے لئے برسوں نقصان، اذیت، قربانی برداشت کرنے پر مجبور کرسکے۔ آخر انسان کے ساتھ اس کا وہ ازلی دشمن شیطان بھی تو لگا ہوا ہے جو اُسے فطرت کے راستے سے منحرف کرنے کی ہر وقت کوشش کرتا رہتا ہے جس کی زنبیلِ عیاری میں ہر زمانے اور ہر نسل کے لوگوں کو بہکانے کے لئے طرح طرح کی دلیلوں اور ترغیبات کا نہ ختم ہونے والا ذخیرہ بھرا ہوا ہے۔

یہ مذہب کا معجزہ ہے کہ وہ انسان کو ——— مرد اور عورت دونوں کو ——— نوع اور تمدن کے لئے قربانی پر آمادہ کرتا ہے، اور اس خود غرض جانور کو آدمی بنا کر ایثار کے لئے تیار کر دیتا ہے۔ وہ خدا کے بھیجے ہوئے انبیاء ہی تھے جنھوں نے فطرت کے منشار کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر عورت اور مرد کے درمیان صنفی تعلق اور تمدنی تعاون کی صحیح صورت، نکاح تجویز کی۔ انہی کی تعلیم و ہدایت سے دنیا کی ہر قوم اور روئے زمین کے ہر گوشے میں نکاح کا طریقہ جاری ہوا۔ انہی کے پھیلائے ہوئے اخلاقی اصولوں نے انسان کے اندر اتنی روحانی صلاحیت پیدا ہوئی کہ وہ اس خدمت کی تکلیفوں اور نقصانات کو برداشت کرے، ورنہ حق یہ ہے کہ ماں اور باپ سے بڑھ کر بچوں کا دشمن کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا تھا۔ انہی کے قائم کئے ہوئے ضوابط معاشرت سے خاندانی نظام کی بنا پڑی جس کی مضبوط گرفت لڑکیوں اور لڑکوں کو اس ذمہ دارانہ تعلق اور اس اشتراکِ عمل پر مجبور کرتی ہے، ورنہ شباب کے حیوانی تقاضوں کا زور اتنا سخت ہوتا ہے کہ محض اخلاقی ذمہ داری کا احساس کسی خارجی ڈسپلن کے بغیر ان کو آزاد شہوت رانی سے نہ روک سکتا تھا۔ شہوت کا جذبہ بجائے خود اجتماعیت کا دشمن ہے۔ یہ خود غرضی انفرادیت اور انارکی کا میلان رکھنے والا جذبہ ہے۔ اس میں پائداری نہیں۔ اس میں احساس ذمہ داری نہیں۔ یہ محض وقتی لطف اندوزی کے لئے تحریک کرتا ہے۔ اس دیو کو مسخر کرکے اس سے اجتماعی زندگی کی ———

اُس زندگی کی جو صبر و ثبات، محبت اور قربانی، ذمہ داری اور پیہم جفاکشی چاہتا ہے۔ خدمت لینا کوئی آسان کام نہیں۔ وہ نکاح کا قانون اور خاندان کا نظام ہی ہے جو اس دیو کو شیشے میں اتار کر اس سے شرارت اور بدنظمی کی طاقتیں چھین لیتا ہے اور اسے مرد و عورت کے اُس لگاتار تعاون و اشتراکِ عمل کا باعث بنا دیتا ہے جو اجتماعی زندگی کی تعمیر کے لئے ناگزیر ہے۔ یہ نہ ہو تو انسان کی تمدنی زندگی ختم ہو جائے۔ انسان حیوانوں کی طرح رہنے لگیں اور بالآخر نوعِ انسانی صفحۂ ہستی سے ناپید ہو جائے۔

پس صنفی میلان کو آوارگی اور بے اعتدالی سے روک کر اس کے فطری مطالبات کی تسکین و تشفی کے لئے جو راستہ خود فطرت چاہتی ہے کہ کھولا جائے وہ صرف یہی ہے عورت اور مرد کے درمیان نکاح کی صورت میں مستقل وابستگی ہو۔ اور اس وابستگی سے خاندانی نظام کی بنا پڑے۔ تمدن کے وسیع کارخانے کو چلانے کے لئے جن پرزوں کی ضرورت ہے، وہ خاندان کی اسی چھوٹی کارگاہ میں تیار کئے جاتے ہیں۔ یہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے جوان ہوتے ہی کارگاہ کے منتظمین کو خود بخود یہ فکر لگ جاتی ہے کہ حتی الامکان اُن کے ایسے جوڑ لگائیں جو ایک دوسرے کے لئے زیادہ سے زیادہ مناسب ہوں۔ تاکہ اُن کے ملاپ سے زیادہ بہتر نسل پیدا ہوسکے۔ پھر اُن سے جو نسل نکلتی ہے اس کارگاہ کا ہر کارکن اپنے دل کے سچے جذبے سے کوشش کرتا ہے کہ اس کو جتنا بہتر بنا سکتا ہے بنائے۔ زمین پر اپنی زندگی کا پہلا لمحہ شروع کرتے ہی بچہ کو خاندان کے دائرہ میں محبت، خبرگیری، حفاظت اور تربیت کا وہ ماحول ملتا ہے جو اس کے نشو و نما کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتا ہے درحقیقت خاندان ہی میں بچے کے وہ لوگ مل سکتے ہیں۔ جو اس سے نہ صرف محبت کرنے والے ہوں۔ بلکہ جو اپنے دل کی اُمنگ سے یہ چاہتے ہوں کہ بچہ جس مرتبے پر پیدا ہوا ہے اُس سے اونچے مرتبے پر پہونچے۔ دنیا میں صرف ماں اور باپ کے اندر ہی یہ جذبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے بچے کو ہر لحاظ سے خود اپنے سے بہتر حالت میں اور اپنے سے بڑھا ہوا دیکھیں۔ اس طرح وہ بلا ارادہ، غیر شعوری طور پر آئندہ نسل کو موجودہ نسل سے بہتر بنانے اور انسانی ترقی کا راستہ ہموار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی اس کوشش میں خود غرضی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ وہ اپنے لئے کچھ نہیں چاہتے، وہ بس اپنے بچے کی فلاح چاہتے ہیں، اور اس کے ایک کامیاب اور عمدہ انسان بن کر اُٹھنے ہی کو اپنی محنت کا کافی صلہ سمجھتے ہیں۔ ایسے مخلص کارکن اور ایسے بے غرض خادم تم کو خاندان کی اس کارگاہ کے باہر کہاں ملیں گے جو نوعِ انسانی کی بہتری کے لئے نہ صرف بلا معاوضہ محنت کریں، بلکہ اپنا وقت، اپنی آسائش، اپنی قوت و قابلیت اور اپنی محنت کی کمائی سب کچھ اس خدمت میں صرف کر دیں؟ جو اُس چیز پر اپنی ہر قیمتی شے قربان کرنے کے لئے تیار ہوں جس کا پھل دوسرے کھانے والے ہیں؟ جو اپنی محنتوں کا صلہ بس اس کو سمجھیں کہ دوسروں کے لئے انھوں نے بہتر کارکن اور خادم فراہم کر دئے؟ کیا اس سے زیادہ پاکیزہ اور بلند ترین ادارہ انسانیت میں کوئی دوسرا بھی ہے؟

ہر سال نسلِ انسانی کو اپنے بقا کے لئے اور تمدنِ انسانی کو اپنے تسلسل

والتقار کے لئے ایسے لاکھوں کروڑوں جوڑوں کی ضرورت ہے۔ جو خوشی و رضا سے آپ کو اس خدمت اور اس کی ذمہ داریوں کے لئے پیش کریں، اور نکاح کرکے اس نوعیت کی مزید کارگاہوں کی بنا ڈالیں۔ یہ عظیم الشان کارخانہ جو دنیا میں چل رہا ہے۔ یہ اسی طرح چل اور بڑھ سکتا ہے کہ اس قسم کے رضاکار پیہم خدمت کے لئے اُٹھتے رہیں۔ اور اس کارخانہ کے لئے کام کے آدمی فراہم کئے جائیں۔ اگر نئی بھرتی نہ ہو اور قدرتی اسباب سے پرانے کارکن بیکار ہو کر ہٹتے جائیں تو کام کے آدمی کم اور کمتر ہوتے چلے جائیں گے اور ایک دن یہ سازِ ہستی بالکل ہی بے نوا ہو کر رہ جائے گا۔ ہر آدمی جو اس تمدن کی مشین کو چلا رہا ہے اس کا فرض صرف یہی نہیں ہے کہ اپنے جیتے جی اسکو چلائے جائے، بلکہ یہ بھی ہے کہ اپنی جگہ لینے کے لئے اپنے سے بہتر یا کم از کم اپنے ہی جیسے اشخاص مہیا کرنے کی کوشش کرے۔

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو نکاح کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ صنفی جذبات کی تسکین و تشفی کے لئے ایک ہی جائز صورت ہے۔ بلکہ دراصل یہ ایک اجتماعی فریضہ ہے۔ یہ فرد پر جماعت کا فطری حق ہے اور فرد کو اس بات کا اختیار ہرگز نہیں دیا جاسکتا کہ وہ نکاح کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ خود اپنے لئے محفوظ رکھے۔ جو لوگ بغیر کسی معقول وجہ کے نکاح سے انکار کرتے ہیں۔ وہ جماعت کے نکمّے افراد بلکہ غدار اور لٹیرے ہیں، ہر فرد جو زمین پر پیدا ہوا ہے، اس نے زندگی کا پہلا سانس لینے کے بعد سے جوانی کی عمر کو پہنچنے تک اُس بے حد و حساب سرمایہ سے استفادہ کیا ہے جو پچھلی نسلوں نے فراہم کیا تھا۔ اُن کے قائم کئے ہوئے ادارات ہی کی بدولت اُس کو زندہ رہنے، بڑھنے، پھلنے پھولنے اور آدمیت میں نشوونما پانے کا موقع ملا۔ اس دوران میں وہ لیتا ہی رہا۔ اس نے دیا کچھ نہیں جماعت نے اس اُمید پر اس کی ناقص قوتوں کو تکمیل کی طرف لے جانے میں اپنا سرمایہ اور اپنی قوت صرف کی کہ جب وہ خود کچھ دینے کے قابل ہوگا تو دیگا۔ اب اگر وہ بڑا ہو کر اپنے لئے شخصی آزادی اور خودمختاری کا مطالبہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں صرف اپنی خواہشات پوری کروں گا مگر اُن ذمہ داریوں اور اُن فرائض کا بوجھ نہ اُٹھاؤں گا۔ جو ان خواہشات کے ساتھ وابستہ ہیں، تو در اصل وہ جماعت کے ساتھ غداری اور دھوکہ بازی کرتا ہے۔ اس کی زندگی کا ہر لمحہ ایک ظلم اور بے انصافی ہے۔ جماعت میں شعور موجود ہو تو وہ اس مجرم جنٹلمین، یا معزز لیڈی، یا مقدس بزرگ سمجھنے کے بجائے اُس نظر سے دیکھے جس سے وہ چوروں، ڈاکوؤں اور جیب تراشوں کو دیکھتی ہے۔ ہم نے خواہ چاہا ہو یا نہ چاہا ہو۔ بہرطور ہم اُس تمام سرمایہ اور ذخیرہ کے وارث ہوئے ہیں۔ جو ہم سے پہلے کی نسلوں نے چھوڑا ہے۔ اب ہم اس فیصلہ میں آزاد کیسے ہو سکتے ہیں کہ جس فطری قانون کے مطابق یہ ورثہ ہم تک پہنچا ہے اس کے منشا کو پورا کریں یا نہ کریں؟ ایسی نسل تیار کریں یا نہ کریں جو نوعِ انسانی کے اس سرمایہ اور ذخیرہ کی وارث ہو؟ اس کو سنبھالنے کے لئے دوسرے آدمی اسی طرح تیار کریں یا نہ کریں جس طرح ہم خود تیار کئے گئے ہیں۔

صنفی آوارگی کا سدِ باب

نکاح اور تاسیسِ خاندان کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ حصنِ نکاح سے باہر خواہشاتِ صنفی کی تسکین کا دروازہ سختی کے ساتھ بند کیا جائے کیونکہ اس کے بغیر فطرت کا وہ منشا پورا نہیں ہو سکتا جس کے لئے وہ نکاح اور تاسیسِ خاندان کا تقاضا کرتی ہے۔

پرانی جاہلیت کی طرح اس نئی جاہلیت کے دور میں بھی اکثر لوگ زنا کو ایک فطری فعل سمجھتے ہیں اور نکاح اُن کے نزدیک محض تمدن ایجاد کردہ مصنوعات یا زوائد میں سے ایک چیز ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ فطرت نے جس طرح ہر بکری کو ہر بکرے کے لئے اور ہر کتیا کو ہر کتے کے لئے پیدا کیا ہے، اسی طرح ہر عورت کو بھی ہر مرد کے لئے پیدا کیا ہے، اور فطری طریقہ یہی ہے کہ جب خواہش ہو، جب موقع بہم پہونچ جائے، اور جب مختلف صنفوں کے کوئی سے دو فرد باہم راضی ہوں، تو ان کے درمیان اُسی طرح صنفی عمل واقع ہو جائے جس طرح جانوروں میں ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فطرت انسانی کی بالکل غلط تعبیر ہے۔ ان لوگوں نے انسان کو محض ایک حیوان سمجھ لیا ہے۔ لہٰذا جب کبھی یہ فطرت کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد حیوانی فطرت ہوتی ہے نہ کہ انسانی فطرت جس منتشر صنفی تعلق کو یہ فطری کہتے ہیں وہ حیوانات کے لئے تو ضرور فطری ہے مگر انسان کے لئے ہرگز فطری نہیں۔ وہ نہ صرف انسانی فطرت کے خلاف ہے، بلکہ اپنے آخری نتائج کے اعتبار سے اُس حیوانی فطرت کے بھی خلاف واقع ہو جاتا ہے جو انسان کے اندر موجود ہے۔ اس لئے کہ انسان کے اندر انسانیت اور حیوانیت دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ در اصل ایک وجود کے اندر دونوں مل کر ایک ہی شخصیت بناتی ہیں، اور دونوں کے مقتضیات باہم ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح وابستہ ہو جاتے ہیں کہ جہاں ایک کے منشا سے منہ موڑا گیا، دوسری کا منشا بھی خود بخود فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔

زنا میں بظاہر آدمی کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کم از کم فطرتِ حیوانی کے اقتضا کو تو پورا کر دیتی ہے۔ کیونکہ تناسل اور ابقائے نوع کا مقصد مجرد صنفی عمل سے پورا ہو جاتا ہے۔ عام اس سے کہ وہ نکاح کے اندر ہو یا باہر لیکن اس پہلے جو کچھ ہم بیان کر چکے ہیں اُس پر پھر ایک نگاہ ڈال کر دیکھ لیجئے۔ آپکو معلوم ہو جائے گا کہ یہ فعل جس طرح فطرت انسانی کے مقصد کو نقصان پہنچاتا ہے اسی طرح فطرت حیوانی کے مقصد کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔

فطرت انسانی چاہتی ہے کہ صنفی تعلق میں استحکام اور استقلال ہو تاکہ بچہ کو ماں اور باپ مل کر پرورش کریں اور ایک کافی مدت تک مرد نہ صرف بچہ کا بلکہ بچہ کی ماں کا بھی کفیل رہے۔ اگر مرد کو یقین نہ ہو کہ بچہ اسی کا ہے تو وہ اس کی پرورش کے لئے قربانی اور تکلیفیں برداشت ہی نہ کرے گا، اور نہ یہ گوارا کرے گا کہ وہ اس کے بعد اس کے ترکہ کا وارث ہو۔ اسی طرح اگر عورت کو یقین نہ ہو کہ جو مرد اُسے بارور کر رہا ہے وہ اس کی اور اس کے بچے کی کفالت کے لئے تیار ہے تو وہ حمل کی مصیبت اُٹھانے کے لئے تیار ہی نہ ہوگی۔ اگر بچہ کی پرورش میں ماں اور باپ تعاون نہ کریں تو اس کی تعلیم و تربیت اور اس کی

تذکرۃ الصّحابہ

حضرت زید بن ثابتؓ

"باہمہ" اور "بے ہمہ" زندگی

غزوات وجہاد
حضرت زیدؓ کے والد گرامی ثابت قبل اسلام کی مشہور جنگ بعاث میں جو ہجرت سے پانچ سال پیشتر وقوع پذیر ہوئی تھی آپ کو چھ سال کا چھوڑ کر قتل ہو گئے۔ ابھی گیارہ برس ہی کی عمر تھی کہ آپ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ اور حضور نبی کریمؐ کی تشریف آوری کے وقت تک سترہ سورتوں کے حافظ ہو چکے تھے۔ تیرہ برس کی عمر تھی کہ آپ غزوۂ بدر میں جانے اور لڑنے کے لئے سراپا جوش بن کر تیار ہو گئے۔ غزوۂ خندق میں سولہ سال کا سن ہو چکا تھا اس لئے پہلی دفعہ اس جنگ میں دلیرانہ ومجاہدانہ شریک ہوئے۔ آپ خندق کھود کھود کر مٹی نکال رہے تھے حضورؐ دیکھکر بیحد خوش ہوئے۔ غزوۂ تبوک میں اپنے قبیلہ نجار کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں تھا۔ عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب کے لشکر سے جانبازانہ لڑے۔

قرآن کریم کی ترتیب
جنگ یمامہ میں کم وبیش (۷۰) حفاظ کے شہید ہو جانے سے جمع قرآن کی طرف توجہ مرکوز ہوئی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے بلاکر فرمایا کہ تم عہد رسالت میں کاتب وحی رہ چکے ہو حافظ قرآن ہو عقل وفہم کے حامل ہو، اس خدمت کو تم ہی انجام دو۔ عرض کی "جو کام خود حضور نبی کریمؐ نے نہیں کیا اسے آپ کرنا چاہتے ہیں" تو فرمایا "کار خیر میں مضائقہ کیا ہے؟" جب اس پر بھی تیار نہ ہوئے تو مختلف پہلو سمجھا کر آپکو آمادہ کیا۔ ایک بڑی جماعت آپ کی قیادت میں اس کام پر مامور ہو گئی۔ قرآن کے منتشر اوراق جو شانے کی ہڈیوں، کھال کے ٹکڑوں، پتلے پتلے پتھروں اور کھجور کی شاخوں پر مشتمل تھے۔ بڑی کدوکاوش سے جمع کئے گئے۔ مختلف آیات پر بحث ومباحثہ اور مذاکرہ ہوتا رہا۔ آیت رجم کے متعلق حضرت زیدؓ نے کہا کہ میں نے حضورؐ سے یہ آیت سنی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے جواب دیا، یہ درست ہے، لیکن حضورؐ نے اس کے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ تمام قرآن اسی شوق و کاوش وجستجو وتلاش کے ساتھ مرتب ومنضبط ہو گیا لیکن ایک آیت کے متعلق ثبوت نہ ملتا تھا جس کا طریقہ یہ رکھا گیا تھا کہ دو آدمیوں کی گواہی کے بعد آیت مصدقہ سمجھی جاتی تھی، وہ آیت تھی ابوخزیمہؓ کے پاس، جب انھوں نے آیت پڑھی تو چونکہ خود بھی یاد آگئی تھی تو فرمایا اسے لکھ لو کہ حضور نبی کریمؐ نے تنہا ایک ان کی شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا۔ یہ نسخہ عہد عثمانی میں ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ تھا۔

عہد صحابہؓ کا اہم اولین انتخابی جلسہ
اسلام کی وسعت اور روم و عجم کے لوگوں کے بکثرت داخل اسلام ہونے کی وجہ سے لب ولہجہ کے اختلاف نے اختلاف قرأت کی صورت اختیار کرکے ہوشمند وحساس صحابہؓ کو پھر مبتلائے تشویش کیا چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان کے توجہ دلانے پر حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت زیدؓ کا مرتب کردہ قرآن حضرت ام المومنینؓ کے پاس سے منگوا کر اس کی پانچ نقول کرائیں۔ اور انہیں مختلف مرکزی مقامات پر بھجوا دیا۔ ان میں سے ایک آپ کے دست وقلم کا بھی لکھا ہوا تھا، کہ آپ کا تبانِ وحی میں نہایت ممتاز درجہ کے حامل تھے۔ حضور نبی کریمؐ کی رحلت کے فوراً بعد سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ انصار کے سردار بھی تھے اور اس جلسہ کے صدر بھی۔ جتنی تقریریں ہو رہی تھیں انہی کے انتخاب کی تائید وحمایت میں ہو رہی تھیں۔ آپ خاموش تھے۔ رجحان عام کے مقابلے میں آواز بلند نہ کر سکتے تھے۔ اتنے ہی میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ پہونچ گئے۔ حضرت عمرؓ نے بھی بحث شروع کر دی۔ انصاری قائدین کے خطبات کے بعد سب سے آخر میں آپ کھڑے ہوئے اور وہ نکتہ پیش کیا کہ سب آپ کا منہ تکنے لگے۔ فرمایا

"حضور نبی کریمؐ خود مہاجرین میں شامل تھے۔ اس لئے ان کا خلیفہ بھی مہاجرین ہی میں سے منتخب ہونا چاہیئے۔ ہم جس طرح حضور نبی کریمؐ کے انصار تھے اسی طرح ان کے انصار رہیں گے" حضرت صدیق اکبرؓ نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ "خدائے قدوس تمھیں جزائے خیر دے کہ تم نے پوری حق گوئی سے کام لیا۔ اگر اس کے سوا اور کوئی تجویز پیش کی جاتی تو ہم اغلباً اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے" اس کے بعد حضرت زید نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انصار سے کہا کہ "اٹھو انہی کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے بڑھکر بیعت کرلی۔ اور اس کے بعد ہجوم بیعت کے لئے ٹوٹ پڑا۔ تمام انصار کرامؓ نے بھی بڑی کشادہ دلی کے ساتھ حضرت صدیق اکبرؓ کو خلیفہ بنا لیا۔

جلسے آج بھی ہوتے ہیں۔ مگر امارت وشاہی تو بہت ہی بڑی چیز ہے۔ معمولی اور عارضی اعزاز وصدارت کے لئے بھی بڑے بڑے جھگڑے ہوتے ہیں۔ چالیں چلی جاتی ہیں۔ اور اب تو مہذب اور شائستہ جلسوں میں مار پیٹ کی نوبتیں بھی پہونچ جاتی ہیں۔ انڈے بھی پھینکے جاتے ہیں اور بعد کو بھی جماعتیں قایم ہو کر ایک دوسرے کے خلاف شدت کے ساتھ پروپیگنڈا جاری رہتا ہے۔ اور غلاظتیں اچھلتی رہتی ہیں۔ خود امریکہ، جرمنی اور انگلینڈ میں یہی ہوتا ہے۔ لیکن مدینہ منورہ میں جو جلسہ ہوا وہ انتہائی اہم، انقلاب انگیز اور نتیجہ خیز جلسہ تھا۔ اس عہد کے لوگ ہوتے تو تلواریں چل جاتیں اور محض تقاریر سے معاملہ کبھی طے نہ ہوتا۔ مگر چونکہ یہ جماعت قدوسیوں کی جماعت تھی۔ اس لئے یہاں جب صداقت کا چہرہ نمایاں ہوا تو تمام جوش وخروش ختم ہو گیا۔ اور اتنا بے پناہ معاملہ نہایت آسانی کے ساتھ طے ہوا۔

سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر تقرر

حضور نبی کریم کی مکاتبت فرمانروایانِ عالم اور رؤسائے اقوام سے جاری تھی۔ جس کے لئے اُس وقت کی "لنگوا فرانکا" عبرانی تھی جس کے جاننے والے صرف یہودی تھے۔ جن کی شیطنت وعناد بدیہی تھا۔ اُن سے پڑھوانے اور لکھوانے میں رموز و اسرار کے ارشگاف ہونے کا خطرہ تھا۔ یہ اندیشہ تھا اس لئے آپؐ نے حضرت زیدؓ کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ ذہن و ذکاوت کی یہ کتنی شاندار مثال ہے کہ آپ صرف دو ہفتہ کے اندر عبرانی و سریانی دونوں زبانوں میں اتنی مہارت پیدا کرلی کہ بآسانی خطوط پڑھنے اور جواب لکھنے لگے۔ جس پر آپ دربارِ رسالت کے معزز عہدۂ کتابت پر فائز ہوگئے۔

عہدِ صدیقی وفاروقی میں اس نے بہت زیادہ اہمیت حاصل کرلی۔ مگر عہدۂ مذکور پر فائز آپ ہی رہے۔ البتہ حضرت معقیبؓ آپ کے اسسٹنٹ عزو مقرر ہوئے۔ عہدِ فاروقی میں عہدۂ قضا قایم ہوا تو آپ مدینہ منورہ کے قاضی مقرر ہوگئے۔ یہ منصب بھی بہت جلیل القدر منصب تھا۔ عمارت تو اس وقت تک تیار نہ ہوئی تھی۔ اپنے گھر ہی میں عدالت کیا کرتے تھے۔ تمام گھر فرش وفروش سے آراستہ رہتا۔ اور صدر میں آپ متمکن تھے۔ عدالت کی اہمیت یہ تھی کہ نہ صرف شہر وقرب وجوار کے مقدمات آپ کی عدالت میں آتے تھے بلکہ شاہی دعاوی بھی آپکے ہی سامنے پیش ہوتے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت اُبی بن کعب میں کچھ تنازعہ ہوا تو اس کا مقدمہ بھی آپ ہی کی عدالت میں پیش ہوکر فیصل ہوا۔ ۱۳۱ھ میں عہدِ عثمانی میں آپ کو خلافتِ اسلامیہ کے سب سے بڑے بیت المال (خزانہ) کی افسری بھی عطا ہوئی۔ چونکہ اس میں کام بہت تھا اس لئے ایک پورے کا پورا عملہ آپ کی ماتحتی میں کام کرتا تھا۔ یہ تینوں عہدے آج بھی بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ اور اُس عہد میں بھی بہت اہمیت رکھتے تھے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ نے ان کے فرائض بڑے جوش ودانائی وعقل کے ساتھ انجام دیئے۔ اور ارباب حل وعقد میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ دور دور تک آپ کی شہرت ہوگئی۔

عہدوں کے علاوہ نمائندگی عوام کا بھی شرف حاصل تھا۔ عہدِ صدیقی میں مہاجرین وانصار کی جو مجلسِ شوریٰ قایم تھی اور جو صرف تین اصحاب پر مشتمل تھی۔ ان میں ایک آپ بھی تھے۔ عہدِ فاروقی میں اس نے اور وسعت واہمیت حاصل کرکے اسمبلی کی صورت اختیار کرلی۔ آپ اس کے بھی ممبر رہے۔

قائم مقامی خلافت

آپ کی انتظامی قابلیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمان غنیؓ جب کہیں باہر تشریف لے جاتے تو آپ ہی کو نائب خلافت بناکر تمام کاروبار سپرد کرجاتے۔ پھر اول الذکر جب واپس آتے تھے تو آپ کے انتظام وستعدی سے خوش ہوکر کوئی نہ کوئی جاگیر بھی عطا فرماتے۔ امانت بہت اہم شعبۂ ایمان ہے۔ عہد فاروقی میں یرموک کا مالِ غنیمت آپ ہی نے تقسیم کیا۔ انصار کے وظائف کی تقسیم بھی آپ ہی کے سپرد تھی۔ حضرت عثمانِ غنیؓ کے آخری عہد میں مدینہ منورہ کے اندر جو شورش برپا ہوئی اُس میں بھی آپ نے پوری امداد کی۔ آپ کامیاب بھی ہوجاتے مگر مصیبت یہ تھی کہ کچھ صحابہ بھی حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف تھے۔ جن میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی شامل تھے۔ اُنھوں نے کہدیا کہ تم اس وجہ سے لوگوں کو دوپر آمادہ کرتے ہو کہ اُنھوں نے تمھیں بہت سے غلام دے رکھے ہیں۔ اس لئے آپ خاموش رہے۔

احادیث اور صحابہؓ کی احتیاط

حضرت زیدؓ علم وفضل میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ قرأت میں آپ حضرت اُبی بن کعبؓ کے برابر تھے۔ اُن کی زندگی میں تو آپ کو پوری شہرت حاصل نہ ہوسکی۔ لیکن اُن کے مرنے کے بعد آپ کو مرجعیت عامہ حاصل ہوگئی۔

آج دنیائے اسلام میں جو قرأت جاری ونافذ ہے وہ قرأت حضرت زیدؓ کی قرأت ہے اور چالیس کروڑ مسلمانانِ عالم معنوی طور پر آپ ہی کے سامنے زانوئے تلمذ کررہے ہیں۔ علوم قرآنیہ میں کمال پیدا کرنے کے ساتھ حدیث میں بھی کافی دخل رکھتے تھے۔ احادیث میں آپ درایت سے زیادہ کام لیتے۔ چند مثالیں بصیرت افزائی کے لئے ملاحظہ ہوں۔

> خود حضرت عائشہؓ اور زبیرؓ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریمؐ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ انھوں نے سنت سمجھکر پڑھنی شروع کردیں۔ آپ کو جو علم ہوا تو فرمایا خدا مغفرت کرے۔ پڑھیں ضرور مگر صورت ہی دوسری تھی۔ ظہر سے پیشتر کچھ بدوی ملنے آگئے معروفیت کی بنا پر صرف فرض پڑھکر مسائل بتانے بیٹھ گئے۔ عصر کے وقت فرصت ہوئی تو نماز پڑھکر مکان تشریف لے گئے۔ وہاں ظہر کی سنتیں یاد آئیں جو عصر کے بعد پڑھ لیں۔ ورنہ حضورؐ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ مسند جلد پنجم صفحہ ۱۸۵

> اسی طرح لوگوں سے حضرت رافع بن خدیجؓ نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہؐ نے کرایہ پر کھیت اُٹھانے کی ممانعت کی ہے۔" اس سے بھی بڑی غلط فہمی پیدا ہورہی تھی آپ نے سنا تو فرمایا کہ خدائے قدوس ان کی مغفرت کرے۔ مجھے ان سے زیادہ اس حدیث کی حقیقت معلوم ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ دو شخص باہم جھگڑ رہے تھے آنحضرتؐ نے فرمایا اگر یہی حالت ہے تو کھیت کرایہ پر نہ اٹھانے چاہئیں۔ رافع نے صرف آخری ٹکڑا سن لیا۔ اور اسی کو لوگوں سے بیان کرنا شروع کردیا۔"

اس سے جہاں حضرت زیدؓ کی ذہانت وعظمت پر روشنی پڑتی ہے وہاں یہ بھی صاف طور پر واضح ہوجاتا ہے کہ حدیث میں کیسے کیسے جلیل القدر اور سرآمد روزگار بزرگوں سے لغزشیں ہوئیں۔ اور ذرا سی غلط فہمی سے اثبات نفی اور نفی اثبات بن گیا۔ راویانِ حدیث میں حضرت عائشہؓ کا درجہ بیحد بلند ہے۔ لیکن غلط فہمی سے وہ بھی نہ بچ سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ذمہ دار اور ہوشمند صحابہؓ روایت احادیث میں بیحد احتیاط برتتے رہے اور انھوں نے ہزاروں احادیث میں چند احادیث بیان کرنے پر اکتفا کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کی یہ حالت تھی کہ کسی کو بہت کم حدیث روایت کرنے دیتے تھے اور جب تک دو معتبر شہادتیں نہ لے لیتے تھے اُس وقت تک کوئی حدیث قبول نہ کرتے تھے۔ آج جتنے جھگڑے ہیں وہ قرآن کریم کو چھوڑ احادیث کو محور بنالینے کا نتیجہ ہیں۔ احادیث صحیحہ پر ہر مسلمان کو عمل کرنا ضروری اور نہایت ضروری ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ جہاں قرآن کریم عہدِ صدیقی ہی میں منضبط ہوچکا تھا اور جس میں ایک شوشہ کا حذف واضافہ بھی نہ بعد کو ہوا اور نہ ہوسکتا ہے کہ خود خدائے قدوس اس کی حفاظت کا ضامن ہے، وہاں احادیث

کا انضباط ڈیڑھ سو برس بعد عمل میں آیا۔ جبکہ اسلام بیشمار فتنوں کے دور سے گذر چکا تھا اور عبداللہ ابن سبا اور اسی قبیل کے بہت سے فتنہ پرداز ایسے گذرے ہیں جو اعلان کہہ گئے ہیں کہ ہمیں جو کرنا تھا کر چکے۔ اور ایک لاکھ جعلی احادیث دنیائے اسلام میں پھیلا چکے۔ بہت سے نافہموں اور کم علموں اور شہرت پسندوں نے بھی نقصان پہنچایا۔

ایسے لوگوں نے دیکھا کہ محدثین عوام میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے بھی گرمیٔ بازار کے لئے مفروضہ احادیث سنانی شروع کردیں۔ بنو امیہ اور بنو ہاشم، بنو عباس اور بنو علی کے حامیوں نے بھی اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے بہت سی موضوع احادیث پھیلا دیں تعجب نہ کیجئے۔ جو لوگ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے عمائد اسلام اور بزرگان ملت کے حلق پر چھریاں پھیر سکتے تھے۔ مدینہ منورہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کرکے کوچہ و بازار میں خون کی ندیاں بہا سکتے تھے۔ پردگیان عفاف کی آرو پر حملے کر سکتے تھے۔ خانۂ کعبہ پر منجنیقوں سے پتھر اور آگ برسا سکتے تھے۔ رسول اللہؐ کی اولاد اور صحابہؓ کو شہید کر سکتے تھے کیا اُن سے احادیث گھڑ لینا کوئی مستبعد امر تھا۔

دوسری اقوام کی تو الہامی کتب بھی تحریف سے بری نہ رہ سکیں مسلمانوں کی احادیث پر دستبرد ہوئی اور وہ بھی غرضمند مسلمانوں ہی کے ہاتھوں یہی وجہ ہے کہ اسلام میں صدہا فرقے پیدا ہوگئے۔ اور ہر شخص اپنے جداگانہ عقائد کی تائید میں احادیث پیش کرنے لگا۔ تدوین احادیث سے پیشتر مسلمانوں میں کوئی مذہبی فرقہ موجود نہ تھا۔ سب اول و آخر مسلمان ہی تھے۔ افسوس ہے کہ لوگوں نے قرآن کو سمجھکر پڑھنا چھوڑ دیا۔ ورنہ اس ایک کتاب کے بعد مسلمانوں کو پھر کسی اور کتاب کے دیکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ خود قرآن ہی بتا رہا ہے۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کہ اس میں ہر چیز موجود ہے۔

ایسا نہ ہوتا تو ڈیڑھ سو برس تک مسلمان دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے مالک ہوتے ہوئے کیونکر اپنا کام چلا سکتے تھے چلایا اور اتنا بہتر چلایا جس سے بہتر بعد والے ہرگز نہ چلا سکے۔ افسوسناک امر تو یہ ہے کہ فقہ جو محض قانون ہے اس کی بنا پر بھی چار فرقے ہوگئے۔ آج مسلمان جب کوئی مسئلہ دیکھتے ہیں تو آسانی کے پیش نظر پہلے فقہ کی کتابیں دیکھتے ہیں۔ نہیں ملتا تو پھر حدیث پر نظر ڈالتے ہیں اور آخر میں کہیں قرآن کا نمبر آتا ہے۔ ابواب و فصول کی سہولتیں فقہ ہی کی طرف سب سے پہلے مائل کرتی ہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اس سے احادیث کی تنقیص مقصود نہیں۔ صحیح حدیث ہر اعتبار سے قابل عمل ہے۔ لیکن ان میں موضوعات کی بھرمار اور تضاد اس درجہ پایا جاتا ہے کہ مشکل پڑ جاتی ہے۔ ذرا سے گناہ پر دوزخ لازمی۔ ذرا سی نیکی پر جنت کا اجارہ۔ پھر تبین تباین۔ بڑے بڑے سمجھ لیں تو سمجھ لیں۔ عوام تو ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ یہ کوئی جداگانہ شے بھی نہیں۔ ان کی حقیقت صرف تفسیر و وضاحت قرآن کی ہے اور بس۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین کے عہد میں احادیث کی روایات کے متعلق انتہائی احتیاط سے کام لیا جاتا رہا۔ ہر کہ و مہ کو اس کی اجازت نہ تھی۔ آپ اس کتاب میں جا بجا صحابہ کرامؓ کی احتیاط کا حال پڑھیں گے۔ اور یہ سب کچھ اسی لئے تھا کہ مسلمان قرآن کریم ہی کو سرچشمۂ

مذہب اور احادیث کی طرف بہت زیادہ متوجہ نہ ہو جائیں کہ اس میں لغزشوں کا اندیشہ ہے۔

کمالات علمی کا اعتراف عام

اپنی فقہ دانی ہی کی بنا پر آپ عہد رسالت اور شیخین کرامؓ کے دور میں آپ منصب افتا پر سرفراز رہے۔ فرائض دانی کا تو یہ عالم تھا کہ اس باب میں آپ شرف یکتائی رکھتے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے آپ کی علمی قابلیت ہی کی بنا پر مدینہ منورہ سے کہیں باہر نہیں جانے دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے تمام لوگوں کو مختلف ممالک و شہور میں پھیلا دیا تھا اور فتویٰ یا رائے دینے کی بھی ممانعت کردی تھی۔ مگر زیدؓ اس سے مستثنیٰ تھے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ مجتہد ہونے کے باوجود تمام فتووں اور فیصلوں میں بالکل آپ ہی کے پیرو تھے۔ یہ تو دنیائے اسلام میں حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا جو درجہ ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اول الذکر فرائض کے تمام مسئلوں میں آپ ہی کے مقلد رہے۔ اور موخر الذکر یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے بعد حقیقت میں حضرت زیدؓ ہی مدینہ منورہ کے امام تھے۔ غرض تمام اکابر و عائد صحابہؓ کو آپ کے کمالات علمی کا اعتراف تھا۔

فرائض، حساب اور مختلف زبانوں پر عبور

قرآن کریم میں فرائض کے تمام بہت مسائل مجملاً بیان کردئے گئے ہیں۔ اُن کی تفاصیل رسول اللہؐ کے اقوال و افعال اور صحابہ کرامؓ کے قضایا میں پائی جاتی ہے بہت دشوار فن۔ حضرت زیدؓ نے اسے بے انتہا ترقی دے کر ایک مستقل و وسیع فن بنادیا۔ اور نئے نئے مسائل پیدا کئے۔ آپ کے فتاویٰ کی تعداد اتنی کثیر ہے کہ ان سے کئی ضخیم مجلدات تیار ہو سکتی ہیں۔ فقہ میں قبول عام کی سند حاصل ہو چکی تھی۔ اور آپ کی زندگی ہی میں آپکے فتوؤں پر مشرق و مغرب میں عمل ہونے لگا تھا۔ مدینہ منورہ میں فقہائے صحابہؓ کی دو مجالس قائم تھیں جن میں سے ایک کے رئیس حضرت فاروق اعظمؓ اور دوسری کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ حضرت زیدؓ اول الذکر مجلس میں شریک تھے۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ آپ عبرانی و سریانی کے علاوہ فارسی، رومی، قبطی زبانوں کے بھی ماہر تھے جو دار الخلافہ ہی میں سیکھی تھیں۔ عرب حساب و ریاضی سے کوئی مس نہ رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ تک خراج کا حساب رومی یا ایرانی کرتے تھے۔ کیونکہ انھیں ہزار سے اوپر گنتی بھی معلوم نہ تھی۔ آپ نے بھی بہت ترقی دی۔ اور اسمیں پوری مہارت حاصل کرلی تھی۔

اخلاق و عادات

بارگاہِ نبویؐ کے مقرب و حاضرباش تھے۔ حضور نبی کریمؐ کو بھی بہت محبت تھی۔ اتباعِ سنت میں زندگی بھر سرگرم رہے۔ امر بالمعروف میں بہت مستعد تھے۔ اور اس جوش میں جابرو قہار حکام کی ہیبت سے بھی مرعوب نہ ہوتے تھے۔ مروان گورنر مدینہ کو کئی مرتبہ ٹوکا۔ حضرت شرجیل بن سعدؓ نے کہیں بازار میں ایک چڑیا پکڑلی۔ آپ دیکھکر بہت برافروختہ ہوئے۔ ایک تھپڑ مارا۔ چڑیا چھین کر اُڑا دی اور کہا اے دشمنِ نفس کیا تو بھول گیا کہ حضور نبی کریمؐ نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا ہے اسی طرح جب انھیں ایک مرتبہ باغ میں جال لگائے ہوئے دیکھا تو بھی برافروختہ

ہو کر بولے کہ یہاں شکار کی مخالفت ہے۔

بہت ملنسار تھے۔ حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ خلفاء سے بالعموم دوستانہ تعلقات قایم رہے۔ مروان جیسا جابر گورنر بھی آپ کی عزت کرتا تھا۔ نہایت خوددار۔ بلند فطرت اور منکسر المزاج تھے۔ حمیتِ اسلام بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اسی بنا پر ذمی کے قتل پر مسلمان کا قتل گوارا نہ کرتے تھے۔ بلکہ دیت دلواتے تھے۔ حُر و غلام میں بھی امتیاز روا رکھتے تھے۔

قابلِ تقلید خصوصیت

بہت بڑے عالم اور بہت بڑے انسان تھے۔ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کے قلب کو تین باتوں سے خالی نہ ہونا چاہیئے: خدا کے لئے عمل کرنا، امراء کو نصیحت کرنا اور جماعت کے ساتھ رہنا۔

کتنی اہم خصوصیت ہے کہ تمام خلفاء و امراء سے تعلقات رہے۔ حضرت عمرؓ عثمانؓ۔ علیؓ۔ امیر معاویہؓ۔ مروان گورنر مدینہ سب سے تعلقات تھے۔ سب سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ سب کی عظمت وفضیلت کے معترف تھے۔ سب کے محاسن اور کمزوریوں سے بھی واقف تھے۔ آخر میں بڑے بڑے فتنے بھی پیدا ہوئے۔ سیاسی پیچیدگیاں بھی رونما ہوئیں۔ باہمی نزاع بھی بڑھے۔ جنگ و جدال کی نوبتیں بھی آئیں۔ جن میں فریق بھی بنے۔ گروہ بھی قایم ہوئے۔ لیکن آپ نے کبھی فتنہ و نزاع سے کوئی واسطہ نہ رکھا۔ سب سے ملتے بھی رہے۔ اور فتنہ سے اپنا دامن بھی بچائے رہے۔ آپ کی تدبیر و سیاست خدا کے لئے تھی۔ اس لئے نہ تھی کہ اس سے کوئی ذاتی فائدہ اُٹھایا جائے یا کسی مخصوص فریق کو اس سے فائدہ پہنچایا جائے۔ نہایت منکسر المزاج ہونے کے ساتھ صاحبِ ادعا اور ذی اثر بزرگ بھی تھے۔ مگر فتنہ و فساد سے ہمیشہ متنفر رہے۔

آج بھی مسلمان موجود ہیں۔ لیکن بمشکل ایک مسلمان بھی ایسا نظر نہ آئے گا جو اس قدر "باہمہ" ہونے کے ساتھ اس درجہ "بے ہمہ" زندگی بسر کرے۔ آپکی زندگی سے "باہمہ" ہو کر "بے ہمہ" رہنے کا کتنا گرانقدر سبق ملتا ہے۔ اور ضرورت ہے کہ مسلمان فتنوں سے بچنے اور بنی نوعِ انسان کو بچانے کیلئے آپ کی مقدس زندگی سے یہ سبق سیکھیں۔ ۵۹ھ میں وفات ہوئی۔

(مضمون بقیہ صفحہ ۱۲) اُنھوں نے کہا کہ میں بالکل محو ہو گیا تھا۔ مجھکو کچھ خبر نہ رہی تھی۔ شیخ بہاء الدین کو یہ بات بُری معلوم ہوئی۔ اُن کی صحبت ترک کی۔ الغرض آپ نے ایک عرصہ تک بدایوں میں قیام فرمایا۔ آخر بامر اللہ تعالیٰ سفر بنگالہ کا اختیار کیا۔ جب چلے تو علی نو مسلم کہ جو حلقۂ ارادت اور گروہ درنشیوں میں آچکا تھا پیچھے شیخ کے دوڑا۔ شیخ نے فرمایا کہ جا اُس نے عرض کیا کہ بغیر حضرت کے میں یہاں رہنا نہیں چاہتا۔ پھر آپ نے ارشاد کیا کہ جا اُسی جگہ رہ ہم نے بحکم خدا تجھ کو اس شہر کا قطب کیا۔ اور میں ہمیشہ تیرے روبرو رہونگا۔ مجھ میں اور تجھ میں کچھ حجاب نہ رہے گا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ علی قطب بدایوں کا ہوا۔ اور اُس سے بھی کرامات کا بہت کچھ اظہار ہوا۔ اور جب وہ چاہتا تھا شیخ کو حاضر پاتا تھا۔ پس جب حضرت بنگالہ میں پہنچے تمام خلق نے رجوع کی اور خانقاہ تیار ہوئی۔ زمین مول لیکر باغ لگوائے۔ اور پھر ان کو وقف فرمایا۔ تاحال ہزاروں مسافر و مقیم خانقاہ میں پلتے رہے۔ اُس جگہ قدیم بت خانہ تھا۔ آپ نے اپنی کرامت سے اُس کو مسمار کیا۔ اور اسی جگہ مسجد تعمیر کی۔ پجاری وہاں کے مسلمان ہوئے۔ مزار آپ کا اسی بتخانہ کی جگہ پر ہے۔ وفات حضرت کی ۶۲۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ محمد ترک نارنولی قدس سرہٗ

آپ کو پیر ترک اور سلطان ترک بھی کہتے ہیں، مرید خواجہ عثمان ہارونی کے پیر بھائی خواجہ بزرگ کے۔ مگر حضرت خواجہ بزرگ سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ لکھا ہے کہ پہلے نارنول میں ہندو بہت رہتے تھے اور حضرت کے ہمراہی مسلمان کم تھے۔ ہندوؤں نے ارادہ کیا کہ مسلمانوں کو قتل کریں۔ چنانچہ بروز عید مسلمان نماز میں تھے ہندوؤں نے یہ وقت غنیمت جانا مسلمانوں پر آپڑے۔ اور بہت اہلِ اسلام عین مسجد میں شہید ہوئے۔ اسی روز حضرت نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ اور خاص اپنے مکان میں مدفون ہوئے۔ اس شہر میں بہت سے شہداء کے مزار ہیں۔ لیکن دو بہت بزرگ اور مشہور ہیں۔ ایک تو حضرت دوسرے وہ کہ جن کا مزار نشیب میں ہے۔ ان دونوں مزاروں سے اب تک کرامات و فیضان جاری ہے۔ صاحب اخبار الاخیار ناقل ہیں کہ ایک بار بادشاہ نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کو بوجہ کسی رنجش کے ٹھٹھ جانے کا حکم دیا۔ اور آپ نارنول ہو کر راہی ہوئے۔ جب کوس بھر کا فاصلہ رہا۔ آپ چنڈول سے اُتر کر پیادہ ہوئے۔ جب مقبرہ حضرت شیخ محمد کے قریب پہنچے تو اس مقبرہ کے آگے ایک بھاری پتھر پڑا تھا۔ دست بستہ اُس پتھر کے روبرو کھڑے رہے۔ بعد اُس کے روضہ میں جاکر فاتحہ ادا کی۔ ایک شخص نے یہ حال دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا زہے خدمتگاران کہ مالک خود اُن کے در پر آوے۔ میں نے دیکھا کہ روح پر فتوح رسول مقبول علیہ السلام اس پتھر پر مثل خورشید جلوہ گر ہے۔ جب تک وہ صورت میرے روبرو رہی میں اس پتھر کی طرف متوجہ رہا۔ بعد اُس کے روضہ میں گیا۔ جس کو کوئی مشکل پیش آوے وہ اس روضہ کی طرف رجوع کرے، اُمید ہے کہ مشکل آسان ہو۔ اور ایک شخص نے بیباکی سے عرض کیا کہ آپ کو بھی تو اس وقت مشکل کا سامنا ہے۔ آپ بھی اس کی آسانی کے واسطے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ انشاءاللہ آسان ہو گی۔ حضرت نارنول سے چل کر تھوڑی دور گئے تھے کہ سنا بادشاہ دہلی نے انتقال کیا۔ شیخ واپس ہو کر پھر دہلی میں تشریف لائے۔ وفات شیخ محمد ترک قدس سرہٗ کی ۶۴۲ھ میں ہوئی۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶) اخلاقی، ذہنی اور معاشی حیثیت کبھی اُس معیار پر نہ پہنچ سکے گی جس سے وہ انسانی تمدن کے لئے کوئی مفید کارکن بن سکے۔ یہ سب فطرت انسانی کے مقتضیات ہیں۔ اور جب ان مقتضیات سے منہ موڑ کر بعض حیوانوں کی طرح مرد اور عورت عارضی تعلق قائم کرتے ہیں تو وہ خود فطرت حیوانی کے اقتضا (یعنی توالد و تناسل) سے بھی منہ موڑ جاتے ہیں، کیونکہ اس وقت توالد و تناسل ان کے پیش نظر نہیں ہوتا اور نہیں ہو سکتا۔ اس وقت ان کے درمیان صنفی تعلق صرف خواہشات نفس کی تسکین اور صرف لذت طلبی و لطف اندوزی

اولیائے ہند

ذکر حضرت شیخ احمد نہروانی قدس سرہٗ

خلفائے قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی چشتی مرد بزرگ واقف اسرار حقیقت تھے شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ شغل شیخ احمد نہروانی اکیلے کی دس صوفیوں کے برابر ہے، یہ حضرت وقت انتقال حضرت خواجہ دہلی میں موجود تھے بعض وقت کار بافندگی میں حالت پیدا ہوتی کہ از خود رفتہ ہوجاتے اور کار خود بخود ہوا کرتا۔ ایک بار قاضی حمید الدین واسطے دیکھنے اُن کے مکان پر آئے۔ آپ کام کررہے تھے۔ وہیں ملاقات ہوئی۔ قاضی صاحب نے چلتے وقت فرمایا کہ احمد کب تک کار اصلی کو چھوڑ کر اس کار میں مشغول رہیگا یہ کار کار آگاہوں کا نہیں ہے۔ اس کار سے دست بردار ہو، وہ کار کہ جو کار آمدہے اس میں کار بند ہو کہ اس کار سے بیکاری بہتر ہے۔ بعد رخصت قاضی حمید الدین کے آپ اپنے آلہ کار میں میخ آہنی ٹھونکنے لگے۔ اتفاقاً وہ ہاتھ میں لگی ہاتھ زخمی ہوگیا۔ پس اُس کار سے بیکار ہوکر عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے سنہ ۶۶۱ھ میں وفات پائی مزار دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہٗ

عظام مشائخ خاندان چشت سے ہیں۔ کہ فیض عام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے حاصل کیا۔ بہت بڑے کامل تھے۔ کہ جن کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ پہلے سات برس شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہے اور پھر شیخ ابو سعید تبریزی کے مرید ہوئے۔ جب شیخ کا انتقال ہوا خدمات حضرت خواجہ بزرگ اور قطب الاقطاب میں رہ کر حاصل کیا۔ اور بدست قطب الاقطاب خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ایک بار آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہمراہ سفر حجاز میں تھے اور دیگدان ایسا تیار کیا کہ جس میں ہمیشہ آگ رہے اور سر کو آسیب نہ پہنچا دے۔ اُس دیگدان پر دیگ طعام واسطے کھانے شیخ کے گرم رکھتے۔ اور اس کو اپنے سر پر لئے رہتے۔ جب شیخ کھانا طلب کرتے گرما گرم حاضر کرتے۔ شیخ واحد الدین کرمانی سے نقل ہے کہ ایک بار سفر میں بندہ شیخ جلال الدین تبریزی کے ہمراہ تھا، جب ہم صحرائے بنی لام میں پہنچے ایسا سخت راستہ تھا کہ پیدل چلنا بہت مشکل تھا، اُسی وقت اونٹوں کے سوداگر آگئے اور ہر اونٹ کی بیس اشرفی قیمت کہنے لگے۔ ہمارے قافلہ والے جو متمول تھے سب نے شتر خرید لئے۔ باقی جو مفلس تھے ناچار ہوئے۔ مجبور ہمراہ قافلے کے چلے۔ جب شیخ جلال الدین تبریزی کو یہ کیفیت معلوم ہوئی اونٹوں کا حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ پانچسو شتر اور باقی ہیں جو فروختنی ہیں۔ آپ نے ایک ہانڈی لیکر اُس میں ایک اشرفی ڈال کر چادر اپنی سے ڈھانکا۔ اور یا لطیف کہہ کر ہاتھ ہانڈی میں ڈالا۔ بیس اشرفی نکلیں۔ اسی طرح کل شتر خرید کر کل اہل قافلہ کو تقسیم کردئے۔ القصہ حضرت کا دہلی میں آنا، بادشاہ کا معتقد ہونا۔ شیخ نجم الدین صغریٰ کا معاملہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ بعد اُن جھگڑوں کے آپ نے دہلی میں قیام کرنا مناسب نہ جان کر بدایوں میں تشریف لاکر اقامت اختیار کی۔ ایک روز آپ قریب شہر کنارہ تالاب پر معہ چند اصحاب فروکش تھے۔ یکایک اس جگہ سے اُٹھکر تجدید وضو کیا۔ اور فرمایا کہ اے درویشو آؤ نماز جنازہ شیخ نجم الدین صغریٰ ادا کرو۔ اُس کا ابھی دہلی میں انتقال ہوا ہے جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا کہ میں بواسطہ تہمت اس کے کے دہلی سے بدر ہوکر یہاں آیا۔ لیکن وہ میرے پیروں کی غیرت سے جہان سے بدر ہوا چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ شیخ نجم الدین صغریٰ نے اسی ساعت میں انتقال کیا تھا ایک روز آپ شہر بدایوں میں اپنے دروازہ پر جلوہ فرما تھے ایک ہندو دہی بیچتا ہوا آگیا، آپ کی نظر اُس پر پڑی، اُسی وقت بصدق دل سے مسلمان ہوا۔ آپ نے اس کا نام علی رکھا۔ اُس نے اپنے گھر جاکر کل مال ومتاع اپنا لیکر حضرت کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ میں ملکیت اس کی سے درگذرا جس طرح آپ چاہیں صرف کریں۔ حضرت نے کہا اس مال کو اپنے پاس رکھ جس جگہ کہوں گا خرچ کرنا۔ پس جس کو انعام دینا ہوتا علی سے فرماتے دس درہم دیدے۔ یہاں تک کہ دام دام خرچ ہوا۔ کچھ باقی نہ رہا۔ صرف ایک درہم باقی تھا علی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر اب شیخ کا حکم ہوا تو میں کہاں سے دوں گا۔ ناگاہ اُسی وقت ایک سائل آیا، آپ نے فرمایا کہ ایک درہم تیرے پاس باقی ہے اُس کو دیدے۔

ایک روز حضرت قاضی کمال الدین جعفری کے مکان پر تشریف لائے۔ قاضی نماز میں تھے۔ آپ نے خادموں سے دریافت کیا قاضی کیا کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ نماز ادا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارا قاضی نماز پڑھنا جانتا ہے یہ فرماکر اپنے مکان کو مراجعت کی۔ دوسرے روز قاضی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور شکایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ قاضی نماز پڑھنی جانتا ہے نہایت افسوس ہے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ فقیروں کی نماز یہ ہے کہ جب تک کہ بچشم ظاہری سے نہیں دیکھتے تکبیر اولیٰ نہیں کرتے۔ یہ نماز اُن کی درجۂ اولیٰ کی ہے۔ اور بلند مرتبہ پر پہنچتے ہی نماز اُن کی عرش بریں پر ہوتی ہے۔ اگر تم کو یہ حال میسر ہے بیشک نماز ادا کرنی جانتے ہو ورنہ خیر۔ قاضی کو یہ کلام صداقت نظام سنکر رنج تو ہوا مگر کچھ نہ کہا، اُٹھکر اپنے گھر آیا۔ اُسی شب کو خواب ہوا دیکھا کہ شیخ جلال الدین عرش پر نماز ادا کرتے ہیں۔ پس صبح ہوتے ہی قاضی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بہت کچھ عرض کیا، اور اپنے پسر سیف الدین کو حضرت کا مرید کرایا۔ ایک بار شیخ میں اور شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی میں کچھ رنجش ہوگئی تھی۔ اس کی کیفیت اہل کتاب نے یوں لکھی ہے کہ دونوں بزرگوار نے باہم کچھ سیاحت کی۔ ایک بار شیخ فرید الدین عطار کے شہر میں وارد ہوئے شیخ بہاؤالدین تو یاد حق میں مشغول ہوئے اور شیخ جلال الدین برائے سیر شہر میں آئے۔ ناگاہ شیخ فرید الدین عطار کی خانقاہ میں پہونچے۔ جب فرید الدین عطار کو دیکھا اُن کے انوار کمالات میں محو ہوگئے۔ جب اپنی قیام گاہ پر آئے شیخ بہاؤ الدین سے کل حال بیان کیا، اُس پر شیخ بہاؤالدین نے کہا کہ اُس وقت تم اپنے مرشد کے کمال اور انوار کو بھی یاد لائے تھے۔

وعظِ بشیر

(از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی مصنف کتاب الاسلام)

سخاوت وکرم

نحمد ہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ، اللھم صل علیٰ محمد انزلہ المعقد المقرب عندک یوم القیمۃ۔ اما بعد قال اللہ عزوجل ویؤثرون علیٰ انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ ؕ

برادرانِ اسلام! اسلام کا اعلیٰ تخیل حکومت وآزادی کے سایہ میں پرورش پاتا ہے۔ اسلام دنیا میں اس لئے آیا ہے کہ اپنے ماننے والوں کو حکومت و جہانبانی عطا کرے۔ وہ اُن کو بھوکا ننگا اور مفلس وقلاش رکھنا نہیں چاہتا۔ چنانچہ قرآن پاک نے حکومت و جہانبانی کے بہترین اصول و قوانین بتلائے ہیں۔ اور مومنین سے زمینی بادشاہت کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ دینی ودنیوی وجاہت وثروت اور قوت استیلار کا قبضۂ اختیار میں رکھنا ملت اسلامیہ کے لئے لازمی ٹھہراتا ہے۔ اور اس چیز کو وہ قوم کی حیات وممات کا باعث گردانتا ہے۔

اسلام زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور جو چیز عروج وارتقا کا ذریعہ بن سکتی ہو اس کے حصول کے لئے مسلمانوں کو تاکید وہدایت کرتا ہے۔ چنانچہ یہ زمانہ سرمایہ داری کا ہے۔ اور آج مخصوص معیار قابلیت و ترقی، مال و دولت قرار پاگیا ہے۔ اب دیکھئے اسلام نے مال وزر کو کتنی اہمیت دی ہے۔ قرآن حکیم کی بیشمار آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کا مطالبہ کیا ہے۔ اور اس کو حصولِ سعادت اور دینی ودنیوی ترقی کا باعث بتلایا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ جہاد دررجِ اسلام ہے۔ اور اس کا تعلق دو چیزوں سے ہے مال سے اور جان سے۔ ہمارے اندر یہ جہادی اسپرٹ اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے کہ ہم اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ خدا کی راہ میں جہاد کریں۔ اگر کسی کے پاس دولت نہ ہو تو یہ روح نامکمل رہتی ہے اور وہ جہاد بالمال کے مطالبہ کو پورا نہیں کرسکتا۔

علاوہ ازیں اسلامی عبادات وطاعات کا بیشتر حصہ مثلاً صدقات وخیرات ہدی وقربانی مال سے متعلق ہے۔ یتیموں، بیواؤں، مسکینوں، عام انسانوں اور حاجتمندوں کی امداد ودستگیری، اخلاق اسلامی اور اخوت انسانی کا منتہائے کمال ہے۔ یہ اعمال صالحہ اور مکارم اخلاق صرف مالدار ہی حاصل کرسکتے ہیں۔ جن کی صفت وثنا میں اللہ پاک فرماتے ہیں۔ اولٰئک لھم رزق معلوم اور انھیں کی شان میں حضور علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے ہیں۔ الید العلیا خیر من ید السفلیٰ یعنی صاحب سخاوت وعطا کا ہاتھ دست فقیر سوال کنندہ سے بہتر اور افضل ہے۔ اس سے زیادہ مال وزر کی اہمیت اور کیا ہوگی کہ اسلام نے اس کو قوام زندگی بتلایا ہے یعنی قومی سرمایہ کے بغیر قوموں کی ترقی محال ہے۔ الغرض اسلامی زندگی کے لئے مال وزر ایک لازمی چیز ہے۔

دنیا کا مفہوم

عزیزانِ ملت! اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن پاک میں مال ومتاع سے دنیا کی مذمت بھی کی گئی ہے، اس کو فتنہ بتلایا ہے۔ نیز بزرگانِ دین کی تحریروں میں بھی نہایت سختی وتکرار کے ساتھ دنیا کی مذمت پائی جاتی ہے۔ لیکن قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال وافعال پر غور کرنے سے بادنیٰ تامل یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے دنیا کا مفہوم سمجھنے میں دھوکہ کھایا ہے۔ سو یاد رکھئے قرآن و حدیث اور اسلامی تصوف سے جہاں بھی دنیا اور اس کے اسباب کی بُرائی کی ہے۔ وہاں صرف اس صورت میں کی ہے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والی ہوں۔ غفلت وتساہل اور فسق وعصیان کا باعث ہوں، اور دنیا کے لئے دین کو بھلا دیا جائے۔ پھر یہ بھی سمجھ لیجئے کہ دنیا صرف چاندی سونے اور مال ومتاع کا نام نہیں۔ اور دین صرف نماز وروزہ میں محدود نہیں۔ بلکہ جس چیز کو قرآن نے جائز قرار دیا ہے وہ دین ہے اور جس چیز کو ناجائز بتلایا ہے وہ دنیا ہے۔ اور اس کی قرآن وحدیث میں مذمت کی گئی ہے۔ مختصر یہ کہ جو چیز بھی خدا کی نافرمانی کا باعث بن جائے وہی دنیا ہے۔ اور اس کی برائی سے قرآن وحدیث لبریز ہیں۔

میں نے یہاں تک مال و دولت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یوں سمجھئے کہ اسلام دولت پیدا کرنے کی تو ترغیب وتحریص دلاتا ہے مگر اس کو جمع رکھنے اور اس کی اندھی محبت، سرمایہ پرستی اور نجمی پوجا جس نے آج دنیا کو جہنم کدہ بنا رکھا ہے، پوری سختی کے ساتھ مخالفت اور مذمت کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دولت حاصل کرو مگر دین کے لئے نہ کہ ناجائز عیش وعشرت اور سرمایہ داری کے لئے۔ اسلام کا مقصود حصول دولت سے یہ ہے کہ وہ حق وحریت کی راہ اور ملک وقوم کی فلاح وبہبود میں خرچ ہو۔ بینکوں میں محفوظ نہ رہے اور نہ شراب وکباب میں اڑے۔ جو دولت دین اور ملک وملت کے کام نہ آئے وہ گندا مردار ہے۔ اور دنیا کی سب سے بڑی لعنت ونحوست ہے۔

مال وجاہ کا فتنہ

عزیزو! مال وجاہ کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے۔ مال و دولت تریاق بھی ہے اور زہر بھی لعنت بھی ہے اور رحمت بھی۔ اس سے انسان جنت بھی خرید سکتا ہے اور دوزخ بھی۔ خدا کی رضامندی بھی حاصل کرسکتا ہے اور ناراضی بھی۔ چنانچہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسے عقبہ کہا ہے۔

فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک ما العقبۃ ہ فک رقبۃ او اطعامٌ فی یوم ذی مسغبۃ (ترجمہ) پس اس کافر سے نہ ہوسکا کہ سخت گھاٹی پر بڑھتا اور تو کیا جانے کہ وہ سخت گھاٹی کیا ہے، وہ سخت گھاٹی گردن کا خلاص کرنا اور کھانا کھلانا بھوک اور احتیاج کے دن میں ہے!

اس سخت گھاٹی سے گذرنا بڑا دشوار ہے۔ یہیں آکر دینداری اور پرہیز گاری کے جوہر کھلتے ہیں۔ اس واسطے کہ دولت موجب عیش و عشرت بھی ہے اور زادِ آخرت بھی۔ مال و دولت کے بغیر چارہ بھی نہیں اور پائے نہیں سلامتی بھی نہیں۔ اگر ہو تو بخل و حرص، عیش و عشرت اور خدا کی نافرمانی کا کھٹکا اور اگر نہ ہو تو محتاجی اور افلاس کا سامنا اور کفر تک کا خوف۔ دولت کا ہونا غرور و تکبر بھی پیدا کرتا ہے اور نہ ہونا لامذہبی اور بداخلاقی کی طرف لے جاتا ہے۔ بہرحال دولت انسان کے حق میں ایک سخت گھاٹی ہے۔

امیر و غریب کی دو حالتیں

دولت سے متعلق غریب کی دو حالتیں ہیں۔ حرص اور قناعت۔ قناعت اچھی صفت ہے اور حرص بُری۔ ایک کو حاصل کرنا اور دوسری کو ترک کرنا چاہیئے۔ حرص کی دو حالتیں ہیں۔ ایک تو لوگوں سے طمع کرنا۔ دوسرے اپنے ہاتھ سے کسب کرنا۔ لوگوں سے طمع کرنا بُرا ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے کسب کرنا اچھا۔ اس کے مقابلہ میں امیر کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک بخل و امساک اور دوسری سخاوت و کرم۔ بخل و امساک بُری صفت ہے اور سخاوت و کرم عمدہ صفت۔ میں اسی حالت کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

سخاوت کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک اسراف اور دوسری میانہ روی۔ اسراف مذموم و نامحمود ہے اور میانہ روی محمود و مطلوب۔ غرض یہ ہے کہ مال و دولت آفت اور فائدہ سے خالی نہیں۔ ان دونوں کو پہچاننا ایک دیندار مسلمان کا پہلا فرض ہے۔ تاکہ آفت سے بچے اور فائدہ حاصل کرے۔

مال کی محبت اور اس کے جائز و ناجائز صورتیں

مال کئی وجہ سے بُرا ہے اور کئی وجہ سے اچھا۔ کیونکہ اس میں شر بھی ہے اور خیر بھی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اچھے آدمی کے واسطے اچھا مال اچھی چیز ہوتا ہے۔ مال کی محبت اچھی چیز ہے۔ اگر وہ اس لئے ہو کہ اس سے جہاد کیا جائے اُس سے جائز مصارف میں صرف کیا جائے اور اس سے خدا کی رضامندی و جنت خریدی جائے۔ اور اس کی محبت اس حالت میں بُری ہے کہ اس سے بخل و امساک کی حالت پیدا ہو جائے۔ اور اس کو حق و حریت اور ملک و ملت کے کاموں میں صرف نہ کیا جائے۔ مال کی محبت اس کو خرچ کرنے اور جمع رکھنے کی حدود یہ ہیں کہ اس کی محبت محض دین کے لئے ہو۔ اس کو ان کاموں میں صرف کیا جائے جو اسلام نے بتلا دئے ہیں۔ جو مال و دولت اپنے اخراجات کے بعد بچے اس میں سے کچھ حصہ آئندہ کے لئے پس انداز کیا جائے تاکہ مصیبت و بیکاری کے وقت کام آئے۔ اس کے بعد بقدرِ استطاعت قومی و مذہبی کاموں میں خرچ کرے۔ اگر دولت کو ان حدود میں نہ رکھا جائے اور یہ مقصود حاصل نہ ہو تو دولت بہت بڑی لعنت اور فتنہ ہے اور بالآخر انسان کو فرعون اور قارون بناتی ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

لاتلهكم اموالكم ولا اولادكم عن ذكر الله ومن يفعل ذالك فاولئك هم الخسرون (ترجمہ) تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے کہیں غافل نہ کر دے اور جس کو یہ دونوں چیزیں خدا سے غافل کر دیں وہ اہلِ خسران اور زیاں کاروں میں سے ہیں"

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مال و جاہ کی محبت دل میں نفاق کو اس طرح اگاتی ہے جس طرح پانی سبزہ کو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ ایک درہم اپنی ہتھیلی پر رکھکر فرمایا تو وہ چیز ہے جب تک میرے ہاتھ سے نہ نکل جائے مجھے کچھ فائدہ نہ ہو۔ یعنی میرا فائدہ اور درہم کا مقصود یہی ہے کہ وہ خدا کے دین کی حمایت و حفاظت اور قومی کاموں میں خرچ ہو۔ حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ قسم خدا کی جس نے چاندی سونا عزیز رکھا۔ حق تعالیٰ نے اُسے خوار و ذلیل کیا۔ حضرت محمد ابن کعب القرظیؒ نے کہیں سے بہت سا مال پایا۔ لوگوں نے کہا آپ اس مال کو بحفاظت تمام اپنے بیٹوں کے لئے رکھ چھوڑیں۔ تاکہ آپ کے بعد اُن کے کام آئے۔ آپ نے فرمایا نہیں خدا رازق ہے وہ اپنی روزی پائیں گے۔ مجھے اُن کے لئے یہ مال جمع رکھنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ میں تو اس مال کو خدا کی راہ میں خرچ کروں گا۔ تاکہ یہ مال میرے حق میں زادِ آخرت، باعث نجات اور موجبِ سعادت اندوزی ثابت ہو۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

سخاوت کی فضیلت

برادرانِ محترم! اسلامی نقطۂ نظر سے سب سے بڑی نیکی اور دینداری سخاوت اور مالی قربانی ہے۔ اور یہی چیز دینی و دنیوی ترقی و سعادت کی بنیادی اینٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ہرگز ہرگز نیکی کو نہ پہونچ سکو گے جبتک تم اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کروگے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہرچہ داری صرف کن در راہِ او　　لن تنالوا البر حتی تنفقوا

حضرت امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ جو شخص مال نہ رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ قناعت اختیار کرے۔ یعنی کسب و جہد کے بعد جو کچھ میسر آئے اسی کو غنیمت سمجھے زیادہ کی حرص و طمع نہ کرے اور جو مال رکھتا ہو اور جس کو خدا نے مالدار بنایا ہو تو اس کو چاہیئے کہ سخاوت اختیار کرے۔ اور بخل نہ کرے۔

حضور اکرم صلعم کا ارشاد گرامی ہے کہ سخاوت بہشت میں ایک درخت کا نام ہے جس کی شاخیں دنیا میں لٹکتی ہیں۔ مرد سخی اس کی ایک شاخ پکڑ لیتا ہے اور وہ شاخ اُسے بہشت میں لے جاتی ہے۔ نیز فرمایا دو خلق ہیں جن کو حق تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔ ایک سخاوت اور دوسرے نیک عادت۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ نے جس کو بھی ولی بنایا سخاوت اور خلق نیک کی وجہ سے۔ یعنی سخاوت و نیک خوئی ہی انسان کو ولایت کے درجہ تک پہونچاتی ہے۔

کسی جنگ میں کچھ لوگوں کو مسلمانوں نے قید کیا۔ رسول اللہ نے حکم دیا کہ ایک شخص کے علاوہ اور سب کو قتل کر ڈالو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تعجب ہوا کہ اس ایک میں کیا خوبی ہے جو یہ قتل سے محفوظ رہا۔ حضور سے پوچھا کہ یا رسول اللہ جب ان میں سے سب کا دین ایک، خدا ایک اور گناہ ایک ہے تو آپ نے اس ایک آدمی کو قتل کیوں نہ کرایا؟ ارشاد ہوا کہ میرے پاس ابھی جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اور وہ یہ کہہ گئے ہیں کہ اس شخص کو قتل نہ کرنا کیونکہ یہ

سخی ہے۔ حضرات! دیکھا آپ نے سخاوت کا مرتبہ کہ ایک شخص قتل سے محض اپنی سخاوت کی وجہ سے محفوظ رہا۔ پھر سخاوت کرنے والے مسلمان کیوں نہ آتش دوزخ سے محفوظ رہیں گے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سخی خدا سے، بہشت سے اور لوگوں سے نزدیک ہے۔ اور دوزخ سے دور۔ نیز فرماتے ہیں کہ میری اُمت کے ابدال نماز، روزہ وغیرہ کثرت عبادت کی وجہ سے بہشت میں نہیں گئے۔ بلکہ محض سخاوت کی وجہ سے گئے ہیں۔

صدیق اکبرؓ کی سخاوت

برادران محترم! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدی میں امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سخاوت اور مالی قربانیوں کا مرتبہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں متقین کی تیسری خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے ومما رزقنٰھم ینفقون ۝ اور ہمارے دئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی متقین وہ ہیں جو حق و حریت کی حمایت و حفاظت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ یہ خصوصیت حضرت ابوبکر صدیقؓ میں بدرجہ اتم و اکمل پائی جاتی ہے۔ آپ کی مالی قربانی اور سخاوت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک جنگ کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی۔ سرور کائنات صلعم نے اپنے جاں نثار صحابہ سے مالی قربانی کا مطالبہ کیا۔ ابوبکرؓ جاتے ہیں اور سب کچھ لاکر نذر رسالت کر دیتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیقؓ مشرف باسلام ہوئے آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے، وہ تمام کے تمام اپنے رسول اللہؐ پر خرچ کر دئے (ابن عساکر) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جتنا نفع مجھے ابوبکرؓ کے مال نے پہونچایا ہے اتنا کسی کے مال نے نہیں پہونچا۔ آپ نے اپنی تمام دولت اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔ آپ نے حضرت بلالؓ اور دیگر سات لونڈی غلاموں کو نہایت گراں قیمتوں پر کفار سے خرید کر آزاد کیا۔ عہد نبویؐ کا کونسا ایسا اسلامی اور قومی کام ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مال نے آب حیات کا کام نہیں کیا۔ چنانچہ اس صفت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کو "اتقیٰ" کہا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی سخاوت

ایک دفعہ حضرت ابن زبیرؓ نے چاندی کی دو ہنسلیاں اور ایک لاکھ اسی ہزار درہم حضرت عائشہ صدیقہؓ کو نذر بھیجے یہ اتنا بڑا سرمایہ تھا کہ آج کسی بڑے سے بڑے امیر کو بھی میسر نہیں۔ آپ نے اس دولت کو جمع نہیں کیا بلکہ شام تک سب اللہ کی راہ میں مسکینوں کو تقسیم کر دی۔ شام کو اپنی لونڈی سے فرمایا کہ اگر کچھ کھانا ہو تو لا کہ میں روزہ افطار کر لوں۔ لونڈی نے آپ کی خدمت میں روٹی اور روغن زیتون پیش کیا۔ گوشت اس روز موجود نہ تھا۔ لونڈی نے کہا کہ بی بی صاحبہ آپ نے تمام مال خرچ کر ڈالا اس میں سے اگر ایک درہم کا گوشت منگالیتیں تو کیا حرج تھا؛ آپ نے فرمایا اگر تو اس وقت یاد دلا دیتی تو منگالیتی۔ اللہ اکبر کیا سخاوت تھی کہ اپنی حاجت و ضرورت کا خیال تک نہ تھا۔ اگر خیال تھا تو صرف خدا کے بندوں کا۔

خاندانِ رسالتؐ کی سخاوت

حضرات! خاندان رسالتؐ کے بچہ بچہ نے جس ایثار و قربانی، سخاوت و کرم اور داد و دہش کا ثبوت دیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ خاندان رسالتؐ نے بتلا دیا کہ اللہ کی راہ میں اپنا جان و مال یوں قربان کیا کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنی خلافت و بادشاہت حضرت امیر معاویہ کو بخشدی تھی اس بخشش و سخاوت کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب دنیا تیری طرف متوجہ ہو تو تب بھی اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کہ وہ تیری طرف ہمیشہ متوجہ رہے اور جب وہ تیری طرف سے منہ پھیر لے تب بھی خرچ کر کہ باقی نہ رہے اور بالکل ہی منہ موڑ لے۔

حضرت ابوالحسن مدائنیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ حج کو جاتے تھے جس اونٹ پر زادراہ لدا ہوا تھا وہ پیچھے رہ گیا۔ ادھر ان شہزادوں کو بھوک پیاس نے سخت تنگ کیا اور تلاش میں تھے کہ کچھ کھانے پینے کو میسر آئے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کی جھونپڑی نظر آئی۔ صاحبزادے اُس بڑھیا کے پاس گئے اور پوچھا کہ کچھ پینے کو ہے۔ اُس نے کہا ہاں ہے۔ آپ تشریف رکھیں، میں ابھی حاضر کرتی ہوں۔ یہ کہکر وہ چلی گئی اور بکری کا دودھ دوہ کرلے آئی۔ شہزادوں نے وہ دودھ نوش فرمایا اور پوچھا کچھ کھانے کو بھی ہے؟ اس نے کہا یہ بکری ہے اس کو ذبح کر کے کھا لیجئے۔ چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔ جب واپس جانے لگے تو بڑھیا سے کہا کہ تونے ہمارے ساتھ بہت بڑا سلوک کیا ہے اور ہم پر احسان کیا ہے، ہم قریش میں سے ہیں، جب ہم اس سفر سے پھر یں گے تو تو ہمارے پاس آنا۔ ہم اس احسان کا بدلہ دیں گے یہ کہکر روانہ ہوگئے۔ اُن کے جانے کے بعد اس بڑھیا کا شوہر آیا اور بہت خفا ہوا کہ نیک بخت تونے ایسے لوگوں کو بکری کھلا دی جن کو جانتی بھی نہیں کہ کون ہیں؟ وہ بیچاری خاموش ہوگئی۔

اب خدا کا کرنا کیا ہوا کہ گردش روزگار سے یہ دونوں میاں بیوی مفلس و محتاج ہو گئے اور مدینہ میں آپڑے کہ یہیں گذر اوقات کریں گے۔ انھوں نے گزارہ کی یہ صورت اختیار کی کہ دونوں اونٹ کی مینگنیاں چن چن کر بیچتے تھے اور اپنا پیٹ بھرتے تھے۔ ایک دن بڑھیا کہیں جا رہی تھی اور حضرت امام حسن علیہ السلام در دولت پر کھڑے تھے دیکھتے ہی اس بڑھیا کو پہچان لیا۔ اُدھر بڑھیا نے بھی جان لیا کہ یہ وہی شہزادہ ہے جس کو میں نے بکری کھلائی تھی۔ آپ اس کو عزت و احترام کے ساتھ گھر میں لے گئے اور حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار بکریاں مول لے کر اور ایک ہزار دینار دیدو۔ پھر اسے اپنے غلام کے ہمراہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجدیا۔ آپ نے پوچھا کہ بھائی صاحب نے تجھے کیا عنایت کیا ہے۔ اس نے بتلا دیا اور آپ نے بھی ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار مرحمت کئے۔ بعدہٗ اس کو اپنے غلام کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس بھیجدیا آپ نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عنایت کئے۔ وہ بڑھیا خوش خوش

اپنے گھر آئی اور بقیہ زندگی عیش و آرام سے بسر کی۔

بزرگان ملت! حضرات اہلبیت کی سخاوت و کرم کی یہ ادنیٰ مثال ہے۔ اس قسم کی ہزاروں مثالیں ملتی ہیں۔ حدیث ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے بچوں کے سامنے سے کھانا اٹھا کر سائلوں کو دے دیتے تھے اور بچے بلکتے رہ جاتے تھے۔ یہ حضرات اہل بیت ہی کی سخاوت تھی کہ قوت لا یموت کو راہِ خدا میں دیکر خود بھوکے رہتے اور فقر و فاقہ میں روزے رکھتے تھے۔ انھیں کی شان میں تو آیا ہے کہ وہ تنگی میں رہ کر بھی اپنے نفس پر ایثار کرتے اور خلق کی حاجت روائی کرتے ہیں۔

اجود الناس برادرانِ اسلام! صحیح بخاری میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس یعنی تمام انسانوں میں سب سے زیادہ سخی اور چلنے والی ہوا سے زیادہ بخشش کرنے والے تھے۔ آپ نے کبھی کسی سائل کا سوال رد نہیں کیا اور کسی سوال کے جواب میں "لا" نہیں فرمایا۔ جب کوئی سائل آپ سے سوال کرتا اور آپ کے پاس شئے مسئولہ نہ ہوتی تو آپ وعدہ فرمالیا کرتے۔ الغرض آپ اجود الناس اور اکرم الناس تھے۔ خاندانِ رسالت کے افراد میں آپ ہی کی صفتِ سخاوت و کرم جلوہ گر تھی۔ نبی کریم صلعم۔ صحابہ کرام۔ اہلبیت اطہار۔ آئمہ دین، بزرگانِ اسلام اور اسلاف کرام کی تاریخ مالی قربانیوں اور سخاوت و کرم کے واقعات سے لبریز ہے۔ ان واقعات کو دیکھکر یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے درحقیقت اپنے جان و مال کو جنت کے عوض خدا کے ہاتھ فروخت کردیا تھا اور یہ اُن کی جانی قربانیوں سے زیادہ مالی قربانیوں ہی کا نتیجہ تھا کہ اسلام آناً فاناً تمام عالم میں پھیل گیا۔ اور مسلمانوں کی قوت ایسی زبردست قوت بن گئی کہ جو بھی اس سے ٹکرایا پاش پاش ہوگیا۔ اگر ہم بھی ان کی طرح مالی ایثار و قربانی کرنا سیکھ جائیں تو ہم میں برق و رعد کی خاصیت پیدا ہوسکتی ہے۔ اور ہم دنیا کی زبردست ترین طاقت بن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندو! تم خرچ کرو میں تم پر خرچ کرونگا۔ تم فراخی کرو میں تم پر فراخی کروں گا۔ رزق کا دروازہ ساتوں آسمانوں کی طرف سے کھلا ہوا اور عرش سے ملا ہوا ہے۔ وہ رات دن میں کسی وقت بند نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہر آدمی کا رزق اور اس کی نیت حوصلہ۔ صدقات اور نفقات کے موافق عطا کرتا ہے۔ اس کے لئے زیادتی کرتا ہے اور جو کوتاہی کرتا ہے اس کے لئے کوتاہی کرتا ہے۔ یعنی سخاوت سے رزق زیادہ ہوتا ہے اور بخل و امساک سے کم ہوتا ہے۔ پس عزیزو! اگر خدا کی رضامندی۔ دین و دنیا میں ترقی و سعادت حاصل کرنا اور واقعی دیندار بننا چاہتے ہو تو مالی قربانی کرنا سیکھو اور دارین کی فائز المرامی و کامرانی حاصل کر لو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سخاوت و کرم کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین الٰہی رب العالمین

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۵) سنہ ۱۹۲۰ء میں کانگریس سے الگ ہوئے ہیں اس میثاق کی توثیق کانگریس اور لیگ دونوں نے کردی۔

اب جبکہ لیگ اور کانگریس دونوں نے میثاق کرلیا تو کانگریس سے عاقبت نا اندیش عناصر الگ ہوگئے۔ اور انھوں نے "ذبیحہ گاؤ" اور دیگر مسائل پر فسادات کرانے کا مشغلہ شروع کیا۔ اس میثاق کو بنگالی ہندوؤں نے مختلف ہنگاموں اور بہاری ہندوؤں نے گاندھی جی کی ہدایات کے ماتحت آرے کے مشہور خونین فسادات سے بے اثر کردیا۔ اور گاندھی جی نے تو سنہ ۱۹۱۹ء میں صاف اعلان کردیا کہ ہندو بزور شمشیر ذبیحہ گاؤ بند کرادیں گے۔ (ملاحظہ ہو گاندھی جی کا مضمون ترجمہ الفضل ۹ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء)

سنہ ۱۹۲۴ء علی برادران کی ساری کوشش اتحاد کس طرح ختم ہوگئی۔ اس کا قصہ خود حضرت مولانا محمد علی مرحوم سے سنئے۔

"جب پنڈت موتی لال نہرو نے مہاسبھائیوں کو ایک حرف بھی کہنے سے انکار کیا تو حکیم اجمل خاں مرحوم نے مجبور ہو کر اُن سے صاف کہدیا کہ اب وہ مسلمانوں سے کچھ توقع نہ رکھیں"۔ (سیرۃ محمد علی صفحہ ۱۴۹)

تمام کانگریسی شدھی سنگھٹن میں علانیہ یا درپردہ شریک تھے۔ اتحاد کرتا تو کون کرتا اور دوستی کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو قبول کرتا تو کون؟

سنہ ۱۹۲۸ء کی کوششیں نہرو رپورٹ سے ٹکرا کر ٹوٹ گئیں۔

سنہ ۱۹۳۱ء میں اتحاد کی کوشش لندن میں ہوئی۔ زعمار قوم گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے وہیں تشریف رکھتے تھے۔ کیا نتیجہ نکلا اور کیوں نکلا ایک سخت کانگریسی بلکہ نیشنلسٹ پارٹی کے سکرٹری تصدق احمد شیروانی مرحوم سے سنئے۔

"سر محمد شفیع نے مسلمانوں کی طرف سے ایک تجویز پیش کی تھی کہ معین نشستوں کے ساتھ مخلوط انتخاب جاری کردیا جائے، مگر پنڈت مدن موہن مالویہ نے اسے صرف ایک نشست کی کمی بیشی کی بنا پر نامنظور کردیا، اور چونکہ ہندو "بیداریٔ ہند" کے مصنف مسٹر میکڈانلڈ وزیر اعظم انگلستان سے توقعات تھیں۔ اس لئے اُن کے نام مراسلہ لکھا گیا کہ وہ ثالث وار فیصلہ دیں"۔ ۱۲۴

اس مراسلہ پر کسی مسلمان نے دستخط نہیں کئے۔ (اسیاست دہلی صفحہ

سنہ ۱۹۳۷ء اس سال میں تو کانگریس نے مسلمانوں کے وجود ہی سے انکار کردیا، کہاں کا اتحاد اور کہاں کا ملاپ۔

سنہ ۱۹۴۰ء میں ہندوستان میں مرکزی حکومت ختم کرنے کی تجویز آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے اجلاس لاہور میں منظور کی تاکہ اس طرح ایک دوامی اتحاد ہوجائے اور دونوں قوموں کو ترقی کرنے کا موقع حاصل رہے۔ اس طرح ہندوستان آزادی کی منزل سے بہت قریب ہوجائے گا۔ اس تجویز کو عرف عام میں "تجویز پاکستان" کہتے ہیں۔

مسلم لیگ نے جو یہ حالیہ کوشش اتحاد کی شروع کی ہے تو اس کا جواب "ہندو لیگ" کا قیام "اینٹی پاکستان کانفرنس" "آزاد مسلم کانفرنس دہلی" اور ہندو اخبارات کے اینٹی پاکستان نمبر سے دیا جا رہا ہے۔ اگر یہی کھیل و بہار ہیں تو جزیرہ نمائے ہند کو ایک زبردست خونریز خانہ جنگی سے گزر کر پاکستان کی منزل تک پہنچنا پڑے گا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین اختلافات تو ازل سے ہیں لیکن سیاسی چپقلش تقریباً ۲۰ سال سے پیدا ہوگئی ہے۔ اب اسے ہمیشہ کے لئے ختم ہوجانا چاہیئے۔ چاہے اس کے لئے مسلمانوں کو بڑی سے بڑی قربانی

شب برات

از جناب مولوی شریف احمد راو

شہنشاہِ عالم کا دربارِ عام رمضان کے بعد سال کے تمام ماہ و شہور میں سب سے افضل و اشرف مہینہ اگر کوئی ہے تو وہ شعبان ہی کا مہینہ ہے جسے حضور سرورِ کائنات اپنا مہینہ فرمایا کرتے تھے اور جس میں تواتر اور تسلسل کے ساتھ روزے رکھا کرتے تھے اور اکثر عبادات و طاعات میں مصروف رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اس مہینہ کی برکتوں، بڑائیوں اور سعادتوں سے ناواقف ہیں، اور نہیں سمجھتے کہ مرنے کے بعد تو جو کچھ ہوگا وہ ہوگا ہی۔ زندگی میں ہر سال اُن کے اعمال خدائے جل جلالہٗ کے حضور میں اس مہینہ میں پیش ہوتے ہیں۔

اسی مہینہ کی پندرھویں رات شب برات کے نام سے موسوم ہے اور اس لئے موسوم ہے کہ لوٹنے والے اس شب کو اتنا لُوٹ لیتے ہیں جس کے بعد پھر کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور ملنے کو اتنا ملتا ہے جو انسانی حوصلو کی وسعت سے بھی کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

اور کیوں نہ لوٹیں اور کیوں نہ ملے اور بھر پور نہ ملے کہ شہنشاہِ حقیقی کا دربارِ عام اسی شب میں منعقد ہوتا ہے اور وہ بھی ہوتا تو دنیا کے قریبی آسمان پر ہوتا ہے شفقت و کرم کی نظر ہوتی ہے۔ دریائے رحمت و عطا جوش مارتا ہوتا ہے۔ لا انتہا فلکی بلندیوں سے نزول فرما کر آقائے عالم بندوں سے قریب تر ہو جاتا ہے۔ اور انتہائی دلربایانہ محبت سے ندا فرماتا ہے **الا من مسترزق فارزق۔ الا من مبتلی فاعافیہ۔ الا مستغفر فاغفر لہ،** ہے کوئی طالبِ مغفرت کہ میں آج اسے بخشدوں! ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اسے راحت و عافیت کی دولت سے مالا مال کردوں۔ ہے کوئی غریب و مفلس اور روزی و رزق کا طلبگار کہ میں اس کا دامنِ آرزو لبریز کر دوں۔ اس قسم کے محبت آمیز اور شفقت پاش خطابات اور آقا یانہ تمنا طلب اور پکار کا سلسلہ سپیدۂ سحر کے نمودار ہونے تک برابر قایم رہتا اور بحرِ فیض و عطا جوش مارتا رہتا ہے۔

کینہ و شرک کی ہولناکی لکھا تو یہی گیا ہے اور بتایا تو یہی گیا ہے کہ باری تعالیٰ کی رحمت کاملہ اس جوش سے محبت میں سرگشتگان بادیہ معاصی کے تمام ہی گناہ معاف کردیتی ہے اور کوئی محروم نہیں رہنے پاتا۔ ماسوا اُن کے جن کے قلوب میں شرک یا کینہ کی آلائشیں موجود ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ باغیوں کی کہیں شنوائی نہیں ہوتی۔ اور دنیا میں بھی غدرؔ بغاوت کی سزا موت کے سوا اور کچھ نہیں، جو آقا کو آقا ہی نہ مانتا ہو اس کے اختیاراتِ کاملہ کا معترف ہی نہ ہو اُسے استحقاق ہی کیا باقی رہتا ہے۔

رہے کینہ ور بندے تو ظاہر ہے کہ جس شخص کے متعلق ہمیں یہ علم ہو جائے کہ ہمارے جگر پاروں سے کینہ رکھتا ہے ہم کبھی اُس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے۔ اس لئے کہ کینہ ور ایک کمین اور خوفناک دشمن ہوتا ہے جو موقعہ ملنے پر جس سے کینہ ہو اُسے تباہ کرنے یا کرانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتا اور رحم و شفقت کے بجائے اس کے قلب میں ظلم و شقاوت کے ستم کارانہ جذبات جاگزیں ہو جاتے ہیں۔ تمام مخلوق عیال اللہ ہے۔ پھر خدا کیونکر ایسے لوگوں پر شفقت کی نظر ڈال سکتا ہے جو عیال اللہ کے درپے آزار ہوں۔

آجکل تو حالت کا یہ عالم ہے کہ عام مسلمانوں پر کینہ و حسد کی بلا مسلط ہے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دیکھکر جلا جاتا ہے۔ ہر طرف افتراق پھیلا ہوا ہے۔ اور کسی کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ یہ چیز کتنے خسائرِ عظیمہ کا باعث بن رہی ہے۔

مغفرتوں اور برکتوں والی رات شعبان آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ شب برات اپنی پوری سعادتوں اور برکتوں کے ساتھ آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں، اور مسلمانوں کو اپنی بے حسی اور مذہبی مداہنت کے صدقہ میں احساس بھی نہیں ہوتا۔ جب مسلمانوں میں زندگی کی روح بیدار تھی، مذہبی احساسات کے حامل تھے۔ خدا ترسی تھی تو یہ رات عبادات و طاعات کے لئے مخصوص کر دی جاتی تھی۔

مگر اب تو مادیت اور بے احساسی کا غلبہ ہے۔ پروا بھی نہیں ہوتی خیال بھی نہیں گزرتا۔ اور صدہا راتوں کی طرح یہ رات بھی لغویتوں اور غفلتوں میں گزر جاتی ہے۔ بہت کیا تو اتنا کہ چند رکعت نماز پڑھ لی۔ وہ بھی کسی کسی نے اور خال خال۔ ورنہ آتشبازیوں اور حلوہ خوریوں اور حلوہ سازیوں میں رات اور رات کے ساتھ دن بھی گذر جاتا ہے۔ نوافل کا اہتمام تو ایک طرف حلوے اور آتشبازی کے انہماک میں فرض نمازیں بھی قضا ہو جاتی ہیں۔

اور ہماری خواتین کی نمازیں تو قضا ہوئے بغیر رہتی ہی نہیں۔ ثواب کے بجائے اُلٹا عذاب سمیٹا جاتا ہے۔ جتنی مصروفیت، جتنی محنت اور جتنی زرباری کا اظہار اس حلوہ سازی اور آتشبازی میں کیا جاتا ہے اُتنا اگر خدا کے لئے کیا جاتا تو مسلمانوں کی راتیں دن اور دن عید بن چکے ہوتے۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ شب برات میں انسانی اعمال دربارِ خداوندی میں پیش ہوتے ہیں۔ اُن کے مستقبل اور خوشحالی و بدحالی کے متعلق اہم فیصلے صادر ہوتے ہیں۔ سال بھر کے تمام امور طے کئے جاتے ہیں۔ رزق و روزی کی تقسیم۔ فقر و غنا کے معاملہ۔ موت و حیات کے امور اور صحت و عافیت کے فیصلے اسی شب میں انجام پاتے ہیں۔ محرومی و عدم محرومی کے مقدمات کی تجاویز بھی اسی رات کے لمحوں میں دی جاتی ہیں۔

پھر بھی پرواہ کا نہ ہونا اور مغفرتوں۔ دولتوں اور عافیتوں سے محروم رہنا انتہائی بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے۔ خود خدائے قدوس فرماتا ہے فیہا یفرق کل امر حکیم۔ اس رات میں ہر اہم معاملہ کا فیصلہ ہمارے ہی حکم سے ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق سال بھر میں جس قدر انسان پیدا ہونگے یا مریں گے ان کی فہرست اسی شب میں مرتب ہو جاتی ہے اور اسی رات میں انسانوں کے اعمال دربارِ خداوندی میں پیش ہوتے ہیں۔ اور اسی شب میں تمام سال کے لئے بندوں کو روزی تقسیم ہوتی ہے۔

اسی شب میں جتنی عبادت کی جاتی ہے، جتنی دعائیں مانگی جاتی ہیں، جتنی نوافل پڑھی جاتی ہیں وہ سب قبول ہوتی ہیں۔ اور سب سے بڑی فائز المرامی

یہ بھی ہے کہ سابقہ گناہوں کی مغفرت کے علاوہ بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے حضور نبی کریم نے فرمایا ہے کہ اس شب میں خدائے قدوس بنی کلب کی بکریوں کے ریوڑوں کے بالوں کی تعداد کے مطابق گناہگاروں کو آتش دوزخ سے نجات دیتا ہے۔

کاش مسلمان ہوش و خرد سے کام لیں اور سوچیں کہ اُن کی نامرادیوں کی تہ میں ان کی کونسی خامی کام کر رہی ہے۔ یہ نہ خیال کریں کہ بہت سے اور بکثرت ایسے بھی ہیں جو کبھی سر نہیں جھکاتے سجدہ نہیں کرتے خدا کا نام نہیں لیتے اس کے باوجود بھی عیش و راحت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ زندگی عیش و راحت کی زندگی نہیں۔ بلکہ بہت بڑے خسارے کا پیش خیمہ ہے۔ مصائب تو خواص کے لئے ہیں۔ یہ گناہوں کا کفارہ بنتے رہتے ہیں اور بندوں کے لئے انتباہ کے لئے ہوتے ہیں۔ تاکہ وہ متنبہ ہو جائیں۔

اور یہ جو نافرمانوں پر عیش کی بہار گزر رہی ہے۔ یہ شرعی اصطلاح میں ڈھیل ہے۔ غافلوں کو مزید غفلت میں پڑا رکھنا ہے تاکہ وہ توبہ کی طرف رجوع ہو کر مغفرت کے مستحق نہ بن سکیں۔ اور انھیں اپنی بداعمالیوں کا احساس نہ ہو۔ عیش وہی عیش ہے جو خدا کی یاد کے ساتھ ہو جو عیش اس سے خالی ہے وہ خوفناک ہے۔

لیلۃ القدر کے فضائل

لیلۃ القدر کے متعلق عام علم تو یہی ہے کہ وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے لیکن بعض احادیث سے اس کا شعبان میں ہونا بھی ثابت ہے۔ اگر شب برات لیلۃ القدر نہیں بھی ہے تو اس کے برابر ضرور ہے۔ خدائے قدوس نے فرمایا۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر	ہم نے شب قدر ہی میں یہ قرآن نازل کیا،
وما ادراک ما لیلۃ القدر	شب قدر کیا ہے وہ برکت والی رات ہے
لیلۃ القدر خیر من الف	جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں اللہ
شہر ۵ تنزل الملئکۃ والروح	کے حکم سے ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں
فیہا باذن ربہم من کل امر	اور صبح صادق کے نمودار ہونے تک سلامتی
سلام ۵ ہی حتی مطلع الفجر	وسلام کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

جو رات ہزار مہینوں سے بہتر ہو اور ہر سال آتی ہو اس کی عظمت و سعادت کا اندازہ بھی تو نہیں کیا جا سکتا۔ اس ایک رات میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادت کی برابر حاصل ہوتا ہے۔ ایسی مقدس اور باعظمت رات کو رائیگاں کھو دینا انتہائی بدبختی نہیں تو اور کیا ہے۔ مجالس رقص و سرود میں رات رات بھر جاگ لیں گے سینما میں سردراتیں بآسانی ختم کر دیں گے۔ سیاسی جلسوں اور شادیوں میں راتیں آنکھوں میں کاٹ لیں گے اور احساس بھی نہ ہوگا۔ لیکن شب قدر جیسی متبرک رات کو چند گھنٹے بھی بیدار رہنا پہاڑ معلوم ہوگا۔ یہ دلوں کی زنگ خوردگی اور ایمانوں کے ضعف کا عالم ہے مخلوق کی محبت نے خالق کی محبت کو بھلا دیا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ معمول تھا کہ یہ پوری رات بیداری میں گذارتے اور امت کی مغفرت کے لئے بالحاح دعائیں کرتے رہتے۔ اس شب کے بےشمار فضائل کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ مثلاً غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق کے نمودار ہونے تک بندگان خدا پر آسمان سے انوار و تجلیات کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

رحمت کاملہ خداوندی اُن بندوں کو جو مصروف عبادت ہوتے ہیں نظر کرم سے دیکھتی ہے اور برابر ندا کرتی رہتی ہے کہ اے میرے گنہگار بندو! معاصی اور گناہوں سے تمہاری روحوں اور دلوں میں جو غلاظتیں پیدا ہو گئی ہیں میری طلب مغفرت کے پانی سے آج انھیں دھو کر صاف اور مجلّیٰ کر لو۔ اور اپنی غلطیاں معاف کرا لو۔

عالم ارواح اور عالم ملکوت سے برابر روحیں اور فرشتے اس شب کو دنیا میں نازل ہوتے رہتے ہیں۔ اور عبادت گذاروں کو تلاش کرتے اور اُن سے ملاقات فرماتے ہیں۔ جن کے دیدہ باطن وا ہیں وہ تو برائے العین ان کا مشاہدہ اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور جنھیں یہ استعداد حاصل نہیں اُن پر بھی از خود ایک کیف کا عالم طاری ہو جاتا ہے اور وہ لذتیں حاصل ہوتی ہیں جن کے مقابلہ میں دنیوی لطف و مسرت کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

اس شب میں پوری کائنات سجدہ ریز عبودیت ہوتی ہے اور شجر و حجر سب سر جھکاتے ہیں۔ سب پر ایک کیف اور انبساط کا عالم طاری ہوتا ہے۔ اس رات میں جو دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ سب قبول ہوتی ہیں۔ خود حضور نبی کریم کا ارشاد ہے کہ جس مومن نے شب قدر میں افزائش ایمان اور طلب ثواب کے مقصد سے قیام کی اور نماز پڑھی اس کے تمام گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور بڑی نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔

اس رات میں بےشمار اور بے اندازہ معصیت کاروں کی مغفرت ہوتی ہے لیکن کچھ گنہگار ایسے بھی ہیں جن کی مغفرت نہیں ہوتی۔ اور وہ اس سے محروم رہتے ہیں۔ مثلاً مشرک، زناکار، میخوار، قمار باز، سود خوار، ظالم، قاتل، والدین کو ستانے اور تکالیف پہنچانے والے، گانے بجانے کا پیشہ کرنیوالے اور مسلمانوں کی طرف سے اپنے دل میں کینہ اور بغض رکھنے والے۔ ان گنہگاروں کو مغفرت نہیں ملتی۔

اُن میں سے دو گنہگار تو ایسے ہیں کہ گڑگڑانے پر بھی انھیں معافی نہیں ملتی اور وہ مشرک اور کینہ ور ہیں۔ باقیوں پر تو نظر رحم مبذول ہونے کا امکان باقی بھی رہتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے لئے خدا کی رحمت کے دروازے قطعیت کے ساتھ بند ہو گئے۔ نہیں اسلام میں توبۃ النصوح ایسی چیز ہے کہ جو تمام گناہوں سے انسان کو پاک کر دیتی ہے۔ اگر زانی زنا سے۔ ظالم ظلم سے۔ شرابی شراب خواری سے۔ جواری جوئے سے توبہ کر لے اور والدین کو ستانے والا ان کا فرمانبردار بن جائے اور اس کے بعد خلوص دل سے اس شب میں مصروف عبادت ہو اور مغفرت طلب کرے تو خدا ضرور اس کے گناہ بھی بخش دے گا۔

مناسب تو یہ ہے کہ اس متبرک رات میں عشا کی نماز اور جملہ ضروریات سے فارغ ہو کر اور خالی الذہن ہو کر مصلے پر بیٹھ جائے اور کچھ دیر درود شریف کے ورد کے بعد سو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورۂ انا انزلنا اور ایک مرتبہ استغفار پڑھے اور پھر درود شریف کا ورد کرے۔ اگر اتنا نہ ہو سکے تو پھر جتنا بھی ممکن ہو اتنا کرے۔ مگر کرے ضرور۔ یہ عبادت و استغفار جس کا سلسلہ تمام رات یا نصف شب کے بعد تک جاری رہے بہت موثر اور یقیناً مقبول ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ اس شب میں مصروف تلاوت قرآن رہنا بھی بہترین عبادت ہے۔ اور دنیا سے قرب آسمان پر دربار

انفاق و زکوٰۃ

(حضرت [illegible])

اسلام کے امتیازی خصائص

بدیہی امر ہے کہ ہر سلطنت اور ہر ملک کی بقا اور استحکام کے لئے مسلمہ طور پر دو چیزیں نہایت اہم اور اساسی ہیں۔ ان میں ایک چیز کا فقدان یا بدرجہ اول انتشار ہی کسی پورے نظام ملکی کو درہم برہم کرکے رکھ دیتی ہے۔ افق عالم پر بہت سے مذاہب طلوع و نمودار ہوئے اور متعدد اب تک موجود ہیں۔ مگر ایک اسلام کے سوا کوئی مذہب بھی نہ الیسا سا اور دیکھا گیا جس نے ان دونوں چیزوں کو بنیادی اور اساسی طریق پر کوئی اہمیت دی ہو۔

پھر اور تمام مذاہب کی یہ حالت رہی کہ وہ پہلے مذہب بنے اور مدت گذرنے کے بعد ان میں حکمرانی کے مناصب ہوئے۔ پہلے اُن کے کلیسا و دیر تعمیر ہوئے پھر قیصر و ایران کی نوبت آئی۔ لیکن دنیا میں وہ واحد اور امتیازی مذہب صرف اسلام ہے جو مذہب و حکومت ساتھ بنا اور جس کے عبادتخانے ہی قصر و ایوان کی سادہ صورت میں نمودار ہوئے جس کا ایک قدم تخت پر رہا اور دوسرا منبر پر۔ اس کے گوشہ نشین اور عابد ہی اس کے کشور کشا ملوک و سلاطین تھے۔ اس میں دین و دنیا کا پورا اختلاط موجود ہے۔

ہندو دھرم کو۔ بدھ دھرم کو صدیوں کے بعد تخت نصیب ہوا۔ عیسائیت چار سو برس کے بعد برسر اقتدار ہوئی۔ یہود عہد موسوی میں نمودار ہوکر عہد داؤدی میں آشنائے حکومت ہوئے۔ یہی حالت زردشتیوں اور سکھوں کی رہی۔ لیکن اسلام اپنے روز اول سے حکومت و سطوت لیکر آیا۔ اپنی تکمیل کے اعلان سے پیشتر وہ حاکمانہ مذہب بن گیا۔

یہی وجہ ہے کہ اور مذاہب کسی طرح واعظانہ نہیں بلکہ نافذانہ اختیارات رکھتے ہیں۔ حضرات موسیٰ، عیسیٰ، زردشت، بدھ، گرونانک وغیرہ کوئی حاکمانہ اختیار نہ رکھتے تھے۔ مگر ہمارے حضور نبی کریم ؐ نے رسالت کے ساتھ فرمانروائی بھی کی۔ اگرچہ نظری اعتبار سے سامان شکوہ حکومت موجود نہ تھے۔ مگر عملی اعتبار سے تمام شاہانہ اقتدارات حاصل تھے۔ جن لوازم و متعلقات کو دیگر مذاہب نے غیر ضروری سمجھا وہ اسلام میں فرض و واجب کا درجہ رکھتے ہیں۔ نکاح، طلاق، وراثت، خیرات، صدقات، شفعہ، خلع، قربانی، اوقاف، مساجد، مکاتب، رمضان، عیدین وغیرہ یا تو دیگر مذاہب میں متروک ہیں یا بے حقیقت ہیں۔

لیکن اسلام میں یہ بنیادی چیزیں ہیں جن کے نفاذ کے لئے ہر زمانہ میں ایک مسلم حاکم کی ضرورت داعی رہی ہے۔ اور تو اور دیگر مذاہب میں ابتدائی عبادت، روزہ وغیرہ کی عدم پابندی پر کوئی سزا نہیں۔ اسلام میں قتل و حبس دوام تک کی سزا موجود ہے۔ تمام ممالک اسلامیہ میں خواہ وہ آزاد ہوں یا محکوم نظام قضا آج تک موجود ہے۔ مگر ہندوستان اس سے محروم ہے جس کی وجہ سے ایک عام انتشار برپا ہے۔

زکوٰۃ اور تنظیم ملت } دیگر مذاہب احتجاج و مجالس کے لئے آج کن کن اہتمامات پر مجبور ہیں۔ لیکن اسلام کی رعنائی ملاحظہ فرمائیے کہ یہاں مسلمان اس پر کتنا مجبور ہیں۔ سالانہ دنیا بھر کے۔ سال بھر میں دو مرتبہ شہر و مضافات کے ہفتہ میں شہر بھر کے اور روزانہ شب میں پانچ مرتبہ محلہ بھر کے مسلمان ایک جگہ اجتماع پر مجبور و مامور ہیں۔ اور بڑی شدت و تاکید کے ساتھ مامور ہیں۔

اور انھیں ساتھ ہی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ہر حالت میں امیر و امام کی اطاعت کریں۔ اسلام کا پہلا اور اساسی حکم اللہ اور رسولؐ پر ایمان ہے۔ اور اس کے بعد حکم ہے کہ اُن کی طرف سے جو حکم ملے اس کے سامنے بلا چون و چرا گردن جھکا دی جائے اور صرف سمعنا و اطعنا پر عمل کیا جائے۔ یہی نہیں، کسی حکم کے خلاف دل میں بھی کسی شکایت اور اضطراب کا اظہار نہ کیا جائے۔

اور پھر یہی چیز اُن کی ترقی کی معاون بن گئی۔ جس چیز سے اُنھیں روکا گیا رُک گئے اور جس امر کا حکم دیا گیا اُس کی تعمیل کی گئی۔ ایمان کے بعد اسلام عبادات و احکام کا مطالبہ کرتا ہے کہ قرآن میں جابجا آمنوا و عملوا الصلحت کا حکم جس کا مطلب یہی ہے کہ ایک طرف تو انسان صحیح عقائد کے ساتھ خدا و رسولؐ کا ہر حکم ماننے کے لئے تیار اور ہمہ تن مستعد رہے اور دوسری طرف عبادات، معاملات اور اخلاقیات پر جو احکام صادر کئے گئے ہیں اُن پر والہانہ عمل کرے۔

زکوٰۃ کی فرضیت و اہمیت } عبادات کی قسمیں اسلام کے نزدیک دو ہیں۔ عبادت بدنی یعنی روزہ و نماز وغیرہ، اور عبادت مالی یعنی زکوٰۃ و صدقات وغیرہ۔ دونوں کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ زکوٰۃ کے بغیر نمازیں قبول نہیں ہوسکتیں۔ اور اس کی ادائگی کے منکروں کے خلاف حضرت صدیق اکبرؓ نے اسی طرح جہاد کرنے کا حکم صادر کیا تھا جس طرح کہ کفار و مرتدین کے خلاف کیا تھا۔ بتایا جاچکا ہے کہ اسلام واعظانہ نہیں حاکمانہ مذہب ہے۔

ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کی طرح یہاں یہ اختیاری چیزیں نہیں کہ عبادت کی نہ کی۔ مندر یا گرجے میں گئے یا نہ گئے۔ اللہ کی راہ میں دیا یا نہ دیا کوئی جبر و سزا نہیں۔ اسلام میں تو نماز و زکوٰۃ ترک کرنے والوں کے لئے حبس دوام و قتل تک کی سزائیں موجود ہیں۔ قرآن میں جہاں نماز کا حکم ہے وہیں زکوٰۃ کا حکم ہے ... ... مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے سب سے ضروری و مقدم چیز ایمان، نماز اور زکوٰۃ ہے۔

ایمان ہر حکم پر بے چون و چرا عمل پیرائی۔ نماز، اتفاق و اجتماع اور زکوٰۃ قربانی و ایثار کی رُوح پھونکتا ہے۔ انہی کے ذریعہ تیرہ سو سال پیشتر حضور نبی کریم ؐ نے بادیہ عرب کے وحوش میں وحدت خیال۔ وحدت عمل اور قوت کار پیدا کرکے انھیں منظم کردیا تھا اور یہ عالم پیدا کردیا تھا کہ وہ بنیان مرصوص بن کر رہ گئے تھے۔

ایمان نے سمع و طاعت کا مادہ پیدا کیا۔ نماز نے افراد کو ملا کر ایک

جماعت پیدا کی اور زکوٰۃ نے اپنے غربا کی پرورش اور قومی امور کے لئے سرمایہ مہیا کیا۔ چونکہ زکوٰۃ داخلِ عبادت قرار دی گئی اور صدقات کو اجرِ عظیم کا موجب بنایا گیا۔ اس لئے ہر مسلمان اس کی طرف راغب ہوا اور مالی قربانی کا جذبہ اُن کے اندر پیدا ہوتا چلا گیا۔

اسلام کے نزدیک مال تقویم و تنظیم حیات کا باعث ہے۔ دنیا میں اقوام اسی کی طاقت کے بل پر کھڑی ہوتی ہیں۔ اور اسی سے ان کی ساکھ قایم ہوتی ہے اور جمعیت استوار ہوتی ہے۔ آج جس حکومت کے پاس خزانہ نہیں وہ زندہ نہیں رہ سکتی جس قوم کے پاس فنڈ نہیں وہ مردہ ہے۔ اسلام نے سرمایہ کی فراہمی کو داخلِ عبادت کرکے اسے دوامی صورت عطا کر دی۔ آج مسلمان غریب ہیں لیکن پھر بھی اتنے غریب نہیں جتنے ابتدائے اسلام میں تھے۔

جب اُس وقت مسلمان زکوٰۃ کے نظام سے اپنی حالت سنبھال کر بڑی بڑی اقوام کے مقابلے کے قابل ہو گئے تو آج کیوں نہیں ہو سکتے۔ سب سے پہلا حکم یہ تھا کہ سادہ ضروریات کے بعد جو کچھ پس انداز ہو سب خدا کی راہ میں دے دیا جائے۔ اس کے بعد چالیسویں حصہ سالانہ کا حکم ہوا۔

دس کروڑ مسلمان اگر ایک آنہ فی کس ماہوار کے حساب سے بھی قومی فنڈ کے لئے نکالنا شروع کر دیں تو یہ کسی پر ناگوار بھی نہ ہو۔ اور باآسانی ساڑھے سات کروڑ روپیہ سالانہ فراہم ہو جائے۔ غور کیجئے کہ اس رقم سے کتنے مسلمانوں کا سالانہ کام پر لگا کر صاحبِ نصاب بنایا جا سکتا ہے۔ کتنے کارخانے قایم کرکے مسلمانوں کی مالی حالت بڑھائی جا سکتی ہے۔ اور کتنی تحریکیں کامیاب ہو سکتی ہیں۔

ہونے کو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بڑی آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ کمی جو کچھ ہے وہ ضعفِ ایمانی اور شعائرِ اسلامی سے اعراض کی ہے۔ ہر حکم ربانی پر بشاشت سے عمل کا جذبہ ایمان ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر مسلمان ترقی کرنے اور زندہ رہنے کا جذبہ رکھتے ہیں تو وہ سب سے پہلے ایمانوں کی مضبوطی، نمازِ باجماعت کے اہتمام، زکوٰۃ کے انتظام اور قرآنی اوامر و نواہی پر بیچون و چرا عمل کرنا سیکھیں۔

زکوٰۃ کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے مال کا کم از کم چالیسواں حصہ ضرور اللہ کی راہ پر بیت المال کے حوالے کرے۔ اس کے بعد اختیاری امر ہے کہ وہ بطور صدقہ و خیرات دے۔ وہ جتنا چاہے حصولِ ثواب کے لئے خرچ کرتا رہے اس زکوٰۃ کے روپیہ سے قوم کے غربا کی پرورش کرکے انھیں سنبھلنے کے قابل بنایا جائے گا۔ یتامیٰ کی امداد کرکے انھیں پُرجوش خادمِ اسلام کی صورت میں منتقل کیا جائے گا۔ قرضداروں کے قرض ادا کئے جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ ناداری اور بے دری بہت سے مصائب کی جڑ ہے۔ جس سے ضعفِ ایمانی ضعفِ عقلی اور بے مروتی پیدا ہوتی ہے۔ اور لوگوں کی حقارت آمیز نگاہیں پڑتی ہیں۔

مومن کو ذی عزت ہونا چاہیئے اور عزت و آبرو کا تحفظ روپیہ ہی سے ہوتا ہے۔ قوم جتنی خوشحال ہوتی ہے اتنی ہی منظم، استوار، ذی عقل اور قوی ہوتی ہے اور ساتھ ہی اس کے حوصلے بھی بلند ہوتے ہیں۔ بخلاف ازیں غربا کے حوصلے پست، ہمتیں سرنگوں، قویٰ ضعیف اور عقول کمزور ہوتی ہیں۔

جس قوم کے امرا اپنے غربا کی طرف سے بے پرواہ ہوتے ہیں۔ یہی نہیں کہ اس کا ایک بازو کمزور ہو جاتا ہے بلکہ ان میں تفرق و انشقاق بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جو زوالِ قومی کا باعث بن جاتا ہے۔ مغرب میں یہی حالت ہے سرمایہ اور محنت میں سخت کشمکش رونما ہے اور مزدور دولت مندوں کی تباہی کے درپے ہیں اور دولت مند اپنے سرمائے سے ان کا خون چوس لینے کی فکر میں منہمک رہتے ہیں۔ آئے دن وسیع الذیل ہڑتالیں ہوتی رہتی ہیں۔ حالانکہ اسلامی عہدِ اقبال میں ان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

خدائے قدوس نے انتہائی نیکی محبوب اشیا کے راہِ خدا میں خرچ ہی کو قرار دیا ہے۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون تم ہرگز نیکی اور بھلائی کے مستحق قرار نہیں پا سکتے۔ جب تک کہ اپنی محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کروگے۔ کہنے کو معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن خالص جذبۂ مذہبیت سے سرشار ہو کر اللہ کی راہ میں بے تکلف اپنی محبوب چیزوں کو محض خدا کی خوشنودی کے لئے دوسروں کے حوالے کر دینا انسان میں وہ جوہر ملکوتی پیدا کر دیتا ہے جس کی لمعانیاں شبِ دیجور کو روزِ روشن بنا دیتی ہیں۔

زکوٰۃ اور اقربا جہاں انفاق فی سبیل اللہ اور زکوٰۃ کے فوائد بتائے اور فرمایا کہ اس سے تطہیر بھی حاصل ہوتا ہے۔ خدا کے یہاں ایک کے عوض سات سو ملیں گے۔ رضامندیِ الٰہی حاصل ہوگی۔ وہاں عدمِ ادائگی اور عدمِ انفاق کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ سیم و زر اور روپیہ پیسہ کو زمین میں دفن کرکے رکھیں گے۔ اللہ کی راہ میں اسے خرچ نہ کریں گے۔ قیامت کے روز اسے دوزخ کی آگ میں گرم کرکے ان کی پیشانیوں اور پسلیوں پر داغ دئے جائیں گے۔ اور دنیا میں بھی انھیں انفرادی تحقیر و تذلیل کے علاوہ قومی ذلت سے بھی دوچار ہونا پڑے گا۔ اور کمزور ہو کر تباہ ہو جائیں گے۔

پھر یہ توجیہ تعلیم ملاحظہ فرمایئے کہ اگرچہ خدا نے یہ فرما دیا اور بتا دیا کہ تمام مسلمان بھائی ہیں اور ایک کا درد دوسرے کا درد ہے۔ پھر بھی فطرتِ انسانی کو ملحوظ رکھ کر خدا نے انسان کی کمائی میں سے ترتیب وار انہی کا حصہ مقرر کیا جو خون کے رشتہ سے قریب تر تھے۔ اور جو جتنا قریب تر تھا اس کا حصہ اتنا ہی مقدم قرار دیا۔ اپنی کمائی میں سب سے پہلا حق اپنا، پھر اپنی اولاد کا پھر بیوی کا۔ پھر دیگر اعزا کا۔ پھر یتامیٰ کا۔ پھر محتاجوں اور پڑوسیوں وغیرہ کا حق مقرر کیا۔ تاکہ دینے والے کو اطمینانِ قلبی بھی حاصل ہو۔ اور اس کے خاندان کی خوشحالی سے اُس کی عزت و وقار ہی میں اضافہ نہ ہو۔ بلکہ اُسے اس سے تقویت بھی پہونچے۔

حضور نبی کریمؐ نے صاف فرمایا ہے کہ غیروں کو دینے سے تو صرف دینے ہی کا ثواب ملتا ہے لیکن اپنے رشتہ دار کو دینے کا دوگنا ثواب ہے۔ ایک دینے کا دوسرے صلہ رحمی کا۔ اس کے بعد یتامیٰ ہیں کہ قوم کو اُن کی ذات سے بڑی بڑی توقعات وابستہ ہوتی ہیں۔ پھر یہ بھی ہدایت ہے کہ دو تو احسان نہ جتاؤ اس کا طعنہ کبھی نہ دو۔ لینے والے سے کسی عوض کی توقع نہ رکھو کہ ایسا دینا بالکل عبث ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان قرآنی و مذہبی تعلیمات کو بالکل بھلا بیٹھے۔ زکوٰۃ و صدقات کی اہمیت نظروں سے بالکل اوجھل ہو چکی اور ایمان کمزور ہو گئے۔

رمضان المبارک

(از جناب مولوی سید عبد الرؤف صاحب ناظم کتب خانہ نذیریہ دہلی)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (القرآن)

روزہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے روزہ ایک مسلم خدائی حکم کے ماتحت پابند ہے۔ کہ اس کا ہر فرد ماہ رمضان میں پو پھٹنے سے پہلے یہ نیت کرے کہ روزہ داری کا عہد کرے۔ اور پھر غروب آفتاب تک خواہ کیسی ہی شدید بھوک اور پیاس ہو، کھانے، پانی، حقہ اور سگریٹ وغیرہ سے بالکل باز رہے۔" یہ روزہ کی ظاہری صورت ہے۔ (عالمگیری و فتاویٰ قاضی خاں)

القرآن (۱) اے ایمان والو! تم پر چند دن کے لئے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ (سورۂ البقر)

(۲) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن عزیز نازل ہوا۔ جو لوگوں کے لئے قانونِ ہدایت ہے۔ اس میں سامان ہدایت اور حق و باطل کے معیارِ عمل کے نشانات موجود ہیں۔ (سورۂ البقر)

(۳) بیشک ہم نے اس (قرآن عزیز) کو قدر کی رات (رمضان کے آخری عشرہ کی ایک رات) میں اتارا۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ (سنو) قدر کی رات کا مرتبہ ہزار راتوں سے بھی زیادہ ہے۔ اس میں ملائکہ اور روح کا نزول ہوتا ہے۔ (سورۂ قدر)

الحدیث (۱) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے۔ تو آسمان کے دروازے (جنت کے دروازے) کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری، مسلم، بیہقی اور خلافی وغیرہ)

(۲) ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ کوئی ایسا کام بتا دیجئے جس کے کرنے سے میں جنت کا حقدار بن جاؤں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی عبادت کیا کر۔ اس کا کسی کو شریک نہ بنا۔ فرض نماز پڑھ۔ زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس سے زیادہ کروں گا اور نہ کم۔ جب جانے لگا تو حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ (صحیح بخاری جلد اول ابواب الصیام)

(۳) عن ابی ھریرۃؓ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔ پس (روزہ دار) کوئی فحش بات نہ کرے اور نہ کسی سے جھگڑا کرے۔ اگر کوئی اس سے لڑے یا گالی دے تو دو مرتبہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب تر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ دار محض میرے لئے اپنا کھانا پینا ترک کرتا ہے پس روزہ میرے لئے ہے۔ اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور دوسری نیکیوں کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔ (صحیح البخاری جلد اول۔ ابواب الصیام، مسند امام احمد و ابن ماجہ)

رمضان کی وجہ تسمیہ رمضان رمض سے ماخوذ ہے۔ اور رمض کے معنی جلنے کے ہیں۔ چونکہ رمضان کا مہینہ گناہوں کو جلاتا ہے، اس لئے اس کا نام رمضان رکھا گیا۔ اور رمضان "گرم پتھر" کو بھی کہتے ہیں۔ اور گرم پتھر پر چلنے سے آدمی کے پیر جلتے ہیں۔ اور شاید اس مہینہ کا نام رکھتے وقت دن کا روزہ بہت گرمی کی شدت میں ہوگا۔ اس لئے رمضان نام رکھا گیا۔

تاریخی واقعات (۱) اس مہینے میں قرآن عزیز نازل ہوا۔ اور تمام سابق قوانین الہیہ منسوخ کر دیئے۔ گویا کہ یہ مہینہ "آخری قانونِ حق" (قرآن مجید) کے دائمی نفاذ کا پیامبر ہے۔

(۲) ۱۷ رمضان المبارک کو بدر میں ۳۱۳ قدسیوں کے مبارک ہاتھوں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے "قوت" کا مظاہرہ ہوا۔ اور پہلی مرتبہ شمشیر اسلام باطل کی قطع و برید کے لئے بے نیام ہو کر چمکی۔

(۳) ۲۰ رمضان المبارک کو دنیا نے خدا کے آخری نشانِ مرکزیت (الکعبہ) کو ۳۶۰ بتوں سے پاک ہوتے دیکھا جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کا نعرۂ حق زبانِ وحی ترجمان سے سنا۔ اور اسلامی بادشاہت کے قیام کے لئے خدائی احکام عملاً نافذ کر دیئے گئے۔ گویا کہ قانونِ حق کا نفاذ، جہاد کی روشن تقدیر اور خلافتِ ربانی کی بشارت، تینوں امور ہیں جو اس ماہ مبارک کا تاریخی پس منظر ہیں۔

(۴) ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ بروز دوشنبہ حضرت خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراؓ کا وصال ہوا۔ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ بروز یکشنبہ حضرت علیؓ شہید ہوئے۔ حضرت سری سقطیؒ ۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ کو بغداد میں اور حضرت بو علی قلندرؒ ۹ رمضان المبارک کو پانی پت میں واصل حق ہوئے۔

روزہ کی نیت نَوَیْتُ بِصَوْمِ غَدٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ (ترجمہ) میں نے ماہ رمضان کے کل کے روزے کی نیت کی۔ نیت ضروری ہے اس لئے بغیر روزہ نہیں ہوتا۔ دل میں نیت کرنا کافی ہے۔ مگر زبان سے کہنا افضل ہے۔ روزے کی نیت رات سے کرنی چاہیئے۔ اگر اس وقت نہ کی جائے تو دوپہر کے ڈھلنے سے پیشتر ضرور کر لے۔ ورنہ روزہ نہیں ہوگا۔ (مرقاۃ، فلاح)

روزہ کے مسائل (۱) بھول کر کھا لینے اور مباشرت سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بشرطیکہ یاد آ جانے پر فوراً انسان رک جائے۔

(۲) تیل لگانے، سرمہ لگانے سے، مسواک کرنے سے، دفعۃً حلق میں اپنے آپ ...

دھوئیں کے خوشبو سونگھنے۔ کلی کرنے۔ ناک میں پانی ڈالنے (بشرطیکہ حلق میں نہ جائے) اور غسل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۳) بلا قصد گرد و غبار دھواں یا کلی کی تری چلی جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(۴) کسی چیز کا بلا عذر چکھنا مکروہ ہے۔ اگر کمزوری کا ڈر ہو تو فصد کھلوانے یا پچھنے لگوانے سے بھی کراہت آجاتی ہے۔ جھوٹ بولنے۔ چغلی کرنے۔ غیبت کرنے۔ فضول اور بیکار باتیں کرنے۔ بیجا غصہ ہونے سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ اور ثواب کم ہو جاتا ہے۔

(۵) ہر غیر فطری چیز (مثلاً کنکریاں۔ روئی کا پھایا۔ کاغذ وغیرہ) نگل جانے سے قضا لازم آتی ہے۔ غروب کے وقت دھوکہ میں پہلے روزہ کھول دینے یا صبح صادق کے بعد کھاتے رہنے سے بھی قضا لازم آتی ہے۔ قصداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر اضطراری حالت میں نہیں۔ (ہدایہ۔ عالمگیری)

(۶) مریض۔ حاملہ۔ دودھ پلانے والی عورت۔ مسافر۔ اگر روزہ نہ رکھ سکیں تو قضا کر سکتے ہیں۔ (عالمگیری)

(۷) ایسا بوڑھا شخص جو روزہ رکھ ہی نہ سکتا ہو۔ روزہ چھوڑ دے۔ لیکن اس کے عوض کم از کم ایک مسکین کو روزانہ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ (منہاج الطرائق)

(۸) روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللّٰھم لک صمت وبک آمنت وعلیک توکلت وعلیٰ رزقک افطرت (ترجمہ) اے اللہ! میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا۔ اور تجھی پر ایمان لایا۔ اور تیرے ہی اوپر بھروسہ کیا۔ اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔

(۹) **قضا** یہ ہے کہ روزہ کے بدلے روزہ رکھے اور **کفارہ** یہ کہ غلام آزاد کرے۔ اگر یہ نہ ہوسکے۔ تو پے در پے ساٹھ روزے رکھے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلائے (اس میں حیثیت کے مطابق کھانا کھلانا ضروری ہے) یا ایک مسکین کو ساٹھ دن دو وقت کھانا کھلائے۔ بقدر صدقۂ فطر ساٹھ مسکینوں کو غلہ بھی دیا جاسکتا ہے۔ یعنی ہر ایک مسکین کو تقریباً سوا دو سیر گیہوں یا اس کی قیمت۔ (فتاویٰ بزازیہ)

(۱۰) تمام رمضان میں ایک بار قرآن عزیز ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے اور **نماز تراویح** بھی سنت مؤکدہ ہے۔ اگر کسی محلہ میں نماز تراویح باجماعت ادا نہیں ہوتی، تو سارے محلے والے مجرم ہوں گے۔ (کنز الدقائق) تراویح کی دعا یہ ہے۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ ؕ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ؕ

روزہ کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کے فلسفہ اور مقاصد پر صرف دو ہی جملے فرمائے ہیں۔

(۱) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (ترجمہ) تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ (سورۂ بقرہ)

(۲) لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (ترجمہ) تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ (سورۂ بقرہ)

تقویٰ کیا ہے؟ اللہ کی نعمتوں کے ناجائز استعمال سے بچ جانا!

جس طرح خدائے قدوس کی ذات پاک کھانے پینے اور خواہشات سے پاک ہے۔ اسی طرح روزہ دار پر ماہِ رمضان میں خدا پرستی کا رنگ غالب آجاتا ہے اور وہ برائی، فسق و فجور اور عیش و عشرت سے پاک ہو جاتا ہے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے۔ جب یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ تو خدا کے قطعی حکم کے ماتحت ان اللّٰہ مع الذین اتقوا (خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں) یقیناً ایسے انسان کو خدا کی محبت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور یہ رفاقتِ الٰہی کی برکت ہوتی ہے کہ اس کی رحمانہ کارسازی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کی برکات یوں ظاہر ہوتی ہے کہ یہ مؤمن حق خدا کی ذات پر قانع ہو جاتا ہے اور اپنی ہر بات، ہر ارادہ اور ہر عمل خدا کی رضا کے تابع کر دیتا ہے۔

روزہ کا عہد

(ا) **تقویٰ**۔ ہمارے دل و دماغ۔ دست و زبان۔ مال و دولت، اقتدار و اختیار، عقل و علم۔ آج کے بعد غلط راہوں پر استعمال نہ ہوں گے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ دل و دماغ کو بری رغبیات و تدابیر سے، زبان کو بدزبانی۔ غیبت اور دل آزاری، تمسخر اور کذب و خوشامد سے، مال و اقتدار کو بدکاری۔ ناانصافی۔ غریب آزاری۔ رشوت۔ ظلم و غرور اور مقدمہ بازی سے بچائیں گے۔

(ب) **شکر**۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ ہمارے دل و دماغ، حصولِ علم دین اور بہبودیٔ خلق کے لئے وقف ہو جائیں گے۔ ہماری زبان ذکر و فکر، راست گوئی، تبلیغ حق اور اشاعتِ صلح و اتحاد کے مقاصد جلیلہ کا فریضہ ادا کرے گی۔ ہمارا مال و اقتدار، فیاضی۔ خیرات۔ انصاف اور خدمتِ خلق کا ذریعہ بن جائے گا۔

رمضان المبارک کا پروگرام

(۱) آپ اپنے روزہ کو تقییٰ روزہ بنائیں۔ یعنی دل۔ زبان۔ آنکھ۔ ہاتھ اور تمام اعضاء نہایت عاجزی سے نیکی اور سچائی میں مشغول رکھیں۔

(۲) اپنے وقت کا بہترین حصہ قرآن عزیز کے پڑھنے پڑھانے، سمجھنے اور عمل کرنے میں گزاریں۔ اس لئے کہ یہ مہینہ درحقیقت قرآن عزیز کی سالگرہ کا وقت ہے۔

(۳) ہر مسجد میں قرآن عزیز سنایا جائے اور درسِ قرآن عزیز کا انتظام کیا جائے۔

(۴) تقریروں۔ وفدوں، جلسوں۔ وعظوں اور ترغیب و تربیت کے ہر ممکن طریق سے ایسا زور دار کام کیا جائے کہ تمام امتِ مسلمہ حقیقتِ روزہ سے واقف ہو جائے۔

(۵) ۱۷ رمضان المبارک کو یوم بدر اور جمعۃ الوداع کو یوم القرآن کی تقریب پر زبردست جلسے کئے جائیں اور اس حقیقت کو واضح کیا جائے کہ رمضان المبارک میں خلافتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے پیامبر حق نے خدائی قانون (قرآن عزیز) ہمیشہ کے لئے بطور خدائی امانت ہمارے سپرد کیا تھا۔ اب مسلمانوں کو صحنِ کائنات میں سجدہ ریز ہو کر قیام قرآن۔ قیام جہاد اور

ہندوستانی مسلمان کے سوال

(از حضرت مولانا سید عبدالقدوس صاحب ہاشمی)

ڈیفنس ایسوسی ایشن علی گڑھ اب مسلمانوں کی تمام اجتماعی تحریک کا مرکز ہو گیا تھا۔ اُدھر ہندوستان کو کسی قسطیں اصلاحات کی بھی مل چکی تھیں، اور مسلمانوں کے تمام حقوق کی پامالی انھیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ان کو چونکا رہی تھی۔ اس طرح سنہ ۱۸۹۳ء میں سب سے پہلی سیاسی جماعت "ڈیفنس ایسوسی ایشن" کے نام سے علی گڑھ میں قایم ہوئی۔ آج جن معنوں میں کسی جماعت کو سیاسی کہا جاتا ہے، ان معنوں میں یہ مسلمانوں کی پہلی سیاسی جماعت تھی۔ اور مسلمانوں کی الگ تنظیم بھی سب سے پہلے اسی وقت شروع ہوئی۔

جداگانہ انتخاب "ڈیفنس ایسوسی ایشن" کی طرف سے سید محمود مرحوم نے اصول انتخاب پر ایک یادداشت مرتب کی جس میں مخلوط انتخاب کی سختی سے مخالفت کی گئی تھی۔ اور مطالبہ کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کے لئے جداگانہ طریقۂ انتخاب رایج کیا جائے۔ یہ "ایسوسی ایشن" بہت دنوں تک قایم نہ رہ سکی۔ جو لوگ اس میں کام کرنے والے تھے وہی علی گڈھ کی تعلیمی تحریک چلا رہے تھے۔ یہ لوگ نہیں چاہتے تھے کہ تعلیمی تحریک کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف متوجہ ہوں، اس لئے ایسوسی ایشن بے توجہی کا شکار ہو کر ختم ہو گئی۔

تقسیم بنگالہ کچھ دنوں کے بعد لارڈ کرزن وائسرائے ہندوستان نے بنگال کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دینے کی تجویز پیش کر دی، اس سے مشرقی بنگال میں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہو جاتی تھی اس لئے قوم پرست ہندوؤں کا ایک طوفان اٹھا۔ اور اتنا سخت اٹھا کہ بنگال، بہار۔ اودھ اور یوپی کے دیگر اضلاع میں سینکڑوں جگہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین خونریز فسادات ہوئے۔ بعض جگہ تو درجنوں مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ حالانکہ مسلمان بے قصور تھے، اُن کی طرف سے تقسیم بنگالہ کا مطالبہ کبھی نہ کیا گیا تھا۔

خدا خدا کر کے لارڈ کرزن کا طوفانی دور ختم ہوا۔ اُدھر انگلستان کی پارلیمنٹ میں قدامت پسند جماعت کو شکست ہو گئی، اور اس کی جگہ اعتدال پسند جماعت برسر اقتدار آگئی۔ لارڈ مارلے وزیر ہند اور لارڈ منٹو ہندوستان کے وائسرائے مقرر ہوئے۔ حکومت کی طرف سے ہندوستان کے سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی بنا لی گئی۔ جدید اصلاحات کا مسئلہ برطانوی پارلیمان کے سامنے تھا۔ اس کی خبر لگتے ہی ہندوؤں نے ان اصلاحات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش شروع کی اور تقسیم بنگالہ کے خلاف جو ہنگامہ جاری تھا، اسے ختم کر دیا گیا۔

وائسرائے کو ایڈریس مسلمانوں کی کوئی سیاسی انجمن موجود ہی نہ تھی۔ ان کے حقوق کی نگرانی کا سوال کہاں سے پیدا ہوتا۔ نواب وقار الملک اور سر آغا خاں کے ساتھ چند اصحاب علی گڈھ میں بیٹھے اور غور و خوض کے بعد یہ طے کیا گیا کہ وائسرائے کے سامنے ایک یادداشت پیش کی جائے اور بتایا جائے کہ مسلمانوں کے بنیادی حقوق کیا کیا ہیں۔ جن سے بے توجہی برتی جا رہی ہے۔ اور آئندہ اصلاحات میں اپنے کن حقوق کی نگرانی مسلمان ضروری خیال کرتے ہیں۔ یہ یادداشت ایڈریس کی شکل میں یکم اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء کو وائسرائے کے سامنے پیش کی گئی۔ چونکہ یہ یادداشت ہندوستان میں اپنی انفرادیت قائم رکھنے کے لئے مسلمانوں کی پہلی کوشش ہے۔ اس لئے اس کے چند ٹکڑے ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ گاندھی جی کا یہ دعوی کہ لاہور کے اجلاس مسلم لیگ سنہ ۱۹۴۰ء میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کے علیحدہ قوم ہونے کا تصور پیدا کیا گیا ہے کس قدر مبنی بر حقیقت ہے۔

جدید جمہوریت سے خطرہ ایڈریس کے ابتدائی حصہ میں جزیرہ نمائے ہند میں بسنے والی مختلف قوموں کا سیاسی پوزیشن واضح کرتے ہوئے جمہوری طرز حکومت کے متعلق لکھا گیا ہے کہ

> "جو طریقۂ نیابت (قائم مقامی رعایا) کا یورپ میں رائج ہے وہ ہندوستان کے لئے بالکل جدید ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری قوم کے دُور اندیش افراد کا خیال ہے کہ اس طریقہ کو ہندوستان کی موجودہ تمدنی اور سیاسی حالات پر کامیابی کے ساتھ منطبق کرنے کے لئے نہایت حزم و احتیاط اور مآل اندیشی سے کام لینا پڑے گا۔ جو اگر نہ لیا جا سکا تو منجملہ اور خرابیوں کے ایک بہت بڑی خرابی یہ پیش آئے گی کہ ہمارے قومی اغراض کا سیاہ و سفید ایک ایسی جماعت کے حوالے ہو جائے گا جسے ہمارے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہے۔"

مخلوط انتخاب سے نقصان مخلوط انتخاب کی بنیادی خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ

> "موجودہ قاعدوں کی رو سے یہ امر بعید از قیاس ہے کہ ان جماعتوں کی طرف سے جن کو انتخاب کا اختیار دیا گیا ہے، کسی مسلمان کا نام انتخاب کے لئے پیش کیا جائے۔ تا وقتیکہ وہ اہم معاملات میں اکثریت والی قوم کے ساتھ ہم نوا بننے کیلئے

(مضمون بقیہ صفحہ ۳۱) قیام خلافت کی تیاری میں مشغول ہو جانا چاہیے۔ اسلام کی روشن تقدیر پھر زندہ ہو جائے گی اور کرہ ارض کے بیکسوں کے آنسو پونچھے جائیں گے اور اسلام کا بول بالا ہو گا۔

آؤ آسمان کی طرف نظر اٹھائیں، عشق انگیز صدائیں بلند کریں اور عمارت الٰہی کا محل از سر نو تعمیر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودين الحق ليظهره على الدين كله۔ (داعی الی الخیر)

تیار نہ ہو۔ اگر انصاف کے ساتھ دیکھا جائے تو ہمارے ہندو ہموطنوں کی یہ خواہش قابل اعتراض نہیں ہے کہ وہ اپنی قوت سے فائدہ اٹھا کر صرف اپنی قوم کے افراد کو ووٹ دیں۔ یا غیر قوم کے کسی ایسے شخص کو منتخب کریں جس کے متعلق انھیں یہ پوری طرح یقین ہو کہ وہ ہندوؤں کی کثیر جماعت کی خواہش کے مطابق رائے دیا کرے گا۔ اور اس شخص کے لئے حقیقتہً اس کے سوا چارہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا دوبارہ انتخاب ہندوؤں کی خوشنودی پر منحصر ہوگا۔"

علیحدہ قومیت اسی یادداشت میں ہندوستان میں مسلمانوں کی علیحدہ قومیت پر اس طرح زور دیا گیا ہے کہ:۔

"قومی حیثیت سے ہم مسلمانوں کی ایک جداگانہ جماعت ہے جو ہندوؤں سے بالکل الگ ہے۔ ہمارے اغراض و مصالح ایسے ہیں جن کا تعلق بلا شرکت غیرے ہماری ذات سے ہے اور جن میں کسی دوسری قوم کا بالکل دخل نہیں ہے۔"

مسلم لیگ اس یادداشت کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ حکومت اگر اس سلسلہ میں خط و کتابت کرے، اور سوال و جواب کی نوبت آئے تو کون اس کام کی ذمہ داری لے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کا ایک سیاسی ادارہ قایم کر دیا جائے۔ چنانچہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۶ء کو سارے ہندوستان کے نمائندے ڈھاکہ میں جمع ہوئے اور نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب مرحوم کی صدارت میں "مسلم لیگ" کے نام سے ایک مرکزی سیاسی جماعت کی تاسیس عمل میں آئی۔

منٹو مارلے اصلاحات منٹو مارلے "اصلاحات میں مسلمانوں کے مطالبات میں سے جداگانہ طریقہ انتخاب منظور کر لیا گیا۔ اس لئے انھوں نے اس کے کامیاب بنانے میں اعتدال پسند ہندوؤں کا ساتھ دیا۔ ۱۹۱۲ء تک مسلم لیگ کے کئی اجلاس کراچی، امرتسر، دہلی، ناگپور اور ڈھاکہ میں ہوئے۔ جن میں حکومت کے خلاف سخت نکتہ چینیاں کی گئیں۔ بلقان اور طرابلس کی جنگوں نے مسلمانوں میں بڑی برہمی پیدا کر دی تھی اور مسلمان ہندوستانی سیاسیات میں پیش پیش نظر آنے لگے تھے۔

۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ کا چھٹا اجلاس جو لکھنؤ میں ہوا اس میں مسلم لیگ نے اپنا نصب العین

"برادرانِ وطن سے اتحاد اور ہندوستان کے لئے مناسب حال حکومت خود اختیاری حاصل کرنا"

قرار دیا۔ اسی سال قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح جو اس وقت کانگریس کے بڑے سرگرم لیڈر تھے مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ مئی ۱۹۱۴ء میں کانگریس نے مسٹر محمد علی جناح کی صدارت میں ایک وفد لندن بھیجا تاکہ وہ جدید اصلاحات پر ہندوستان کے خیالات کی ترجمانی کریں۔ انھوں نے نہایت خوبی کے ساتھ ترجمانی کا فرض انجام دیا۔ اس کے بعد جنگ چھوٹ پڑی۔ اور اصلاحات کا سارا قصہ التوا میں پڑ گیا۔

جنگ عظیم جنگ ابھی شروع ہی ہوئی تھی کہ گاندھی جی جنوبی افریقہ سے ہندوستان آئے اور آتے ہی اعلان کیا کہ

ہندوستان کے ہر تندرست باشندے کو اس نازک وقت میں سلطنت برطانیہ کی امداد کرنی چاہئے۔ کیونکہ صرف اسی خدمت کے بعد ہندوستان برطانوی سلطنت میں اعزاز کے ساتھ برابر کا شریک ہو سکتا ہے:

(ریر زمنٹو انڈنس صفحہ ۱۶۲)

اس طرح کانگریس نے ابتدا ہی میں اپنی رائے ظاہر کر دی۔ لیکن مسلمانوں کے لئے ایسا کرنا آسان نہ تھا۔ ترکی کے متعلق یہ باور کیا جاتا تھا کہ وہ برطانیہ کے خلاف جنگ میں شریک ہو رہا ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کو چند ملت فروشوں کے سوا کون کہہ سکتا تھا کہ جنگ میں برطانیہ کی مدد کریں۔ آزاد مسلم زعماء ایک ایک کر کے جیل، جلاوطنی اور نظر بندی کے شکار ہو گئے جو دو چار رہ گئے وہ دم بخود تھے۔ ان ہی بچاروں میں مسٹر جناح بھی تھے جنھوں نے ۱۹۱۶ء میں "مشہور میثاق لکھنؤ" کر کے متحدہ پلیٹ فارم پیدا کیا۔

خدام کعبہ و خلافت جنگ کا زمانہ گذر گیا برطانیہ کی وعدہ خلافیوں سے اسلامی ممالک کا حال جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے۔ مسلمانوں میں خدام کعبہ اور خلافت کی تحریک نے زور پکڑا۔ رولٹ ایکٹ، جلیانوالہ کا اجتماع اور اس پر فائرنگ نے ملک میں ادھر سے ادھر تک آگ لگا دی۔ موقع شناس ہندو زعماء نے ہاں میں ہاں ملائی اور ستارۂ سحری کی چمک کی طرح ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد رونما ہو گیا۔

تحریک خلافت کا خاتمہ مصطفیٰ کمال مرحوم کی ناعاقبت اندیشانہ حرکت "ختم خلافت" کی بنا پر ہونا ہی چاہئے تھا۔ لیکن ہندوستان میں مسلمانوں کی پراگندگی کی اصلی وجہ کانگریس کے ذمہ دار اشخاص کی طرف سے شدھی سنگھٹن کی تحریک تھی۔ اس تحریک کا مقصد مسلمانوں کو مرتد کرنا تھا۔ اس سلسلہ میں سارے ہندوستان میں خونریز فسادات ہوئے اور مسلمان بری طرح اس ہنگامہ میں الجھ گئے۔

جنگ کے بعد ہندوستان میں جو جمعیتیں بنیں اور بگڑیں، ان میں ایک جمعیتہ العلماء بھی تھی، لیکن چونکہ یہ کوئی تحریک نہ تھی بلکہ اس کی حیثیت "جمعیتہ وکلاء" "جمعیتہ طلباء" اور "جمعیتہ آل تیمور" وغیرہ کی سی تھی۔ اور ایک خاص قسم کے سند یافتہ علماء ہی اس میں شریک ہو سکتے تھے۔ اس لئے اس کا عوام سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا۔ البتہ علماء کرام اپنی انفرادی حیثیت سے مختلف تحریکوں میں کام کیا کرتے تھے، اس لئے ہم اسے نظر انداز کرتے ہیں۔

نہرو رپورٹ ۱۹۲۸ء میں "نہرو رپورٹ" کا ہنگامہ شروع ہوا۔ یہ ہندوستان کا مجوزہ دستور اساسی تھا، جو لکھنؤ کی ایک آل پارٹیز کانفرنس کے حکم سے تیار ہوا تھا۔ چونکہ پنڈت موتی لال نہرو اس دستور ساز جماعت کے عہدہ تھے۔ اس لئے اسے نہرو رپورٹ کہتے ہیں۔ اس میں خالص ہندو راج کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ اس لئے اس کی مخالفت مسلمانوں کی طرف سے ہوئی۔ اس کے لئے ایک مسلم کانفرنس بنائی گئی۔ جو نہرو رپورٹ کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ لیکن جب تک رہی اس نے نہرو رپورٹ

کی مخالفت کی یہاں تک کہ نہرو رپورٹ کو لاہور کے اجلاس کانگریس میں مجبوراً دریا برد کر دیا گیا۔ کیونکہ حکومت برطانیہ کانگریس کی خواہش کے مطابق مسلمانوں کو نظرانداز کرکے اُسے منظور کر لینے کی جرأت نہیں کر سکتی تھی۔

نمک سازی اس وقت گاندھی جی نے دیکھا کہ انگریز اب بھی ہندوستان سے معاملہ کرنے میں مسلمانوں کو کسی قدر سیاسی اہمیت دیدیتے ہیں۔ اس لئے اُنھوں نے "قانون نمک سازی" کی خلاف ورزی شروع کی۔ تاکہ اس طرح برطانوی حکومت پر دباؤ ڈال کے اپنے لئے سارے ہندوستان کی طرف سے بولنے کا حق حاصل کرلیں۔ بعض مسلمانوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ یہ جنگ آزادی ہے۔ مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی وغیرہ کی انتہائی کوشش کے باوجود ہزاروں مسلمان اس غلط فہمی کا شکار ہوکر جیل چلے گئے۔ اس وقت مسلم لیگ ہندوؤں اور مسلمانوں میں جناح کے مشہور چودہ نکات پر مصالحت کرانے میں مشغول تھی۔

گول میز کانفرنس گاندھی جی کی تحریک سول نافرمانی کا اختتام اس طرح ہوا کہ وائسرائے اور گاندھی جی نے آخر میں مصالحت کرلی۔ اور ہندوستان کے لئے دستور اساسی تیار کرنے کے لئے جو گول میز کانفرنس لندن میں ہو رہی تھی گاندھی جی اس میں شرکت کے لئے روانہ ہوگئے۔ وہاں پست اقوام کے نمائندوں، والیان ریاست اور مسلمانوں نے گاندھی جی کا حق نمائندگی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہندوؤں نے فرقہ وار حقوق کی تعیین کا کام مسلمانوں کی مرضی کے خلاف مسٹر رامزے میکڈانلڈ وزیر اعظم برطانیہ کے سپرد کر دیا۔ وزیر اعظم نے جیسا ان کی سمجھ میں آیا ایک متعین شکل اس کی بنا دی۔ اس میں شرط یہ رکھی تھی کہ جب کوئی دو قوم سمجھوتہ کرکے دوسری شکل پیش کرے گی قبول کر لیا جائے گا۔ گاندھی جی نے پست اقوام سے ایک "مرن برت" رکھکر خاطر خواہ ترمیم کرالی۔ اس طرح ان کی انفرادیت تو رخصت ہوگئی مگر مسلمان، وزیر اعظم کے متعین کردہ حقوق سے ناخوش ہونے کے باوجود اپنی قومی حیثیت کھو کر ہندوؤں میں جذب ہونے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اس لئے جب ۱۹۳۵ء کا جدید دستور بن کر آیا تو اس میں فرقہ وار عطیہ کا وہ حصہ باقی رہ گیا جو مسلمانوں سے متعلق تھا۔ کانگریس نے تو اس وقت اس معاملہ میں خاموشی اختیار کرلی مگر کانگریس کے ذمہ دار ارکان اس کے خلاف شورش میں شریک رہے۔ ہندوستان بھر کے ہندوؤں نے مخالفت کا طوفان اٹھایا۔ اعتراض یہ تھا کہ اس طرح مسلمانوں کو اُن علاقوں میں جہاں اُن کی اکثریت ہے مجالس قانون ساز میں ہندوؤں سے زیادہ نشستیں دی گئی ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس فرقہ وار فیصلہ میں پنجاب اور بنگال کی مسلم اکثریتوں کو اقلیت بنا دیا گیا تھا۔

دستور ۱۹۳۵ء ۱۹۳۵ء کا دستور دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک صوبہ وار انتظام اور دوسرا مرکزی نظم۔ صوبہ وار انتظام اس طرح کیا گیا ہے کہ ہر صوبہ ایک گورنر کے ماتحت نیم خود مختار ریاست ہے۔ جس کی اپنی مقننہ ہے۔ اگرچہ اہم مدات مرکز کے ماتحت ہیں لیکن بہت سے مدات میں صوبہ جات اپنی مرضی سے عمل کر سکتے ہیں۔ مرکزی نظم یہ ہے کہ ان ہی نیم مختار صوبوں اور ہندوستانی ریاستوں کے نمایندوں پر مشتمل ایک وفاقی ایوان ہوگا جو وائسرائے کے ماتحت سارے ہند کے لئے قانون بنائے گا۔ اور مرکزی وزراء اسی ایوان کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

نئے دستور کا نفاذ ۱۹۳۶ء میں دستور ۱۹۳۵ء کے صوبہ واری حصہ کا نفاذ ہوا۔ انتخابات میں مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے حصہ لیا۔ کانگریس نے ملک کے سامنے یہ اعلان کیا کہ دستور ۱۹۳۵ء کو توڑ دینے کے لئے شریک ہو رہی ہے اور مسلم لیگ نے اپنی شرکت کے مقاصد ایک طویل بیان میں واضح کئے جس میں مختلف تعمیری ادارے شامل تھے۔ اور یہ بھی واضح کر دیا کہ دستور ۱۹۳۵ء کے دونوں اجزا مضر ہیں۔ ان کی جگہ دوسرا دستور جاری کرنا مسلم لیگ کا نصب العین ہوگا۔ مگر جب تک یہ نصب العین حاصل نہ ہو جدید دستور کے ماتحت وہ تمام فائدے حاصل کئے جائیں گے جو ملک کی قومی زندگی اور اہل ملک کی فلاح کے لئے ضروری ہوں۔

کانگریس کا غرور انتخابات کے نتائج جب برآمد ہوئے تو کانگریس کو ۱۱ صوبوں میں سے سات میں اکثریت حاصل ہوگئی۔ چار ماہ تک کانگریس نے وزارت قبول کرنے سے انکار کیا اور مسلم لیگ نے بھی کہیں یہ ذمہ داری اپنے سر نہ لی۔ مگر اس چار ماہ کے اندر ایک سازش گورنر مدراس کے واسطے سے کانگریس اور حکومت ہند کے درمیان ہوگئی۔ کانگریس نے وزارتیں قبول کیں۔ اس وقت مسلمانوں کے لئے بڑی نازک صورت پیدا ہوگئی۔ کانگریس نے مسلمانوں کے قومی وجود سے انکار کر دیا۔ اور اعلان کیا کہ وہ ہندوستان میں صرف ایک قوم کے وجود کی قایل ہے۔ کانگریس پورے ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اس طرح نہ کوئی مسلمان قوم ہندوستان میں موجود ہے نہ اس کی کوئی خاص تہذیب ہے۔ اور نہ اس کا کوئی نمائندہ ادارہ ہے اس نظریہ کو سامنے رکھکر ویدک تہذیب اور ویدک تصورات زندگی کو زندہ کرنے اور مسلمان کو اس جزیرہ نما سے نابود کرنے کے لئے وزارتوں نے کیا کیا کام کئے وہ بہت مشہور اور زبان زد ہیں، اس لئے ہم انھیں نظرانداز کر دیتے ہیں۔

مسلم لیگ کی سرگرمی کانگریس کا یہ رویہ مسلم لیگ کے لئے چیلنج تھا۔ مسلم لیگ نے اس چیلنج کو قبول کیا، اور بڑی تیزی کے ساتھ مسلمانوں کی تنظیم شروع کر دی۔ دو سال کے اندر اس نے ثابت کر دیا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ اُن سے قطع نظر نہیں کیا جا سکتا۔ اب کانگریس نے بار بار کوشش کی کہ مسلم لیگ اور کانگریس میں سمجھوتہ ہو جائے۔ لیکن یہ تسلیم کرنے کو اب تک تیار نہیں ہے۔ کہ ہندوستان میں مسلمان نام کی ایک قوم بستی ہے اور اس سے سمجھوتہ صرف اس طرح ہو سکتا ہے جیسے دو قوموں میں ہوتا ہے۔

موجودہ جنگ ۱۹۳۹ء میں برطانیہ اور جرمنی کے مابین جنگ چھڑ گئی اس وقت کانگریس نے حکومت ہند پر دباؤ ڈالنے کے لئے وزارتیں چھوڑ دیں۔ اُمید یہ تھی کہ دو تین ماہ کے اندر

جنگ کی نازک صورت حال سے مجبور ہو کر حکومت برطانیہ کانگریس کے آگے جھک جائے گی۔ جب ایک سال بسر ہو گیا اور برطانیہ سے معاملہ نہ ہو سکا تو مجبوراً کانگریس نے انفرادی سول نافرمانی شروع کر دی۔ اس وقت مسلمانوں اور تمام دنیا کو فریب دینے کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد کو کانگریس کا صدر بنا دیا گیا ہے۔ لیکن اختیارات سارے گاندھی جی کے ہاتھ میں ہیں اور مولانا ابوالکلام آزاد ایک نمائشی صدر سے زیادہ کوئی حیثیت کانگریس میں نہیں رکھتے۔

مسلم لیگ نے جنگ کے بعد اعلان کیا کہ مسلمان برطانیہ کا ساتھ صرف اسی صورت میں دے سکتے ہیں جب کہ ان کے چند مطالبات منظور کر لئے جائیں ان میں سے کچھ منظور ہوئے ہیں، اور کچھ بنیادی مطالبے منظور نہیں ہوئے ہیں۔ اس لئے مسلم لیگ اس وقت خاموش ہے اور جنگ کے اختتام تک تحریک پاکستان کے سلسلہ میں بجز نشر و اشاعت اور اس کی تشریح و توضیح کے کوئی اور قدم اٹھانا نہیں چاہتی۔ پاکستان کی تفصیلی اسکیم زیر غور ہے۔ مختلف صوبوں میں مسلم لیگ کی طرف سے تعمیری کام ہو رہا ہے۔

یہ ہے ہندوستانی مسلمانوں کے پچھلے سو سال کا نہایت مختصر تذکرہ جو یقیناً تشنہ ہے اور بہت تشنہ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اصل موضوع پر غور کرنے کے لئے اسی قدر کافی ہے، آپ کے حافظہ میں جو بہت سی باتیں موجود ہیں انھیں آپ اس مختصر مضمون کی مدد سے یاد فرما سکتے ہیں۔

ہندوستان کے دستوری اصلاحات

اب اس کے بعد ہم ایک فہرست اصلاحات کی دیتے ہیں۔ تاکہ آپ کو یاد آ جائے کہ اب تک ہندوستان کو اصلاحات کی کتنی قسطیں مل ہیں۔

سنہ ۱۸۶۱ء برطانوی تسلط کے بعد اصلاحات کی سب سے پہلی قسط ہندوستان کو اس سال ملی۔ صوبوں اور مرکز میں قانون ساز مجالس قایم کی گئیں جن میں ہندوستانی ممبر لئے گئے، مگر انھیں حکومت نامزد کرتی تھی، انتخاب نہیں کیا جاتا تھا۔

سنہ ۱۸۸۲ء میں لارڈ رپن نے بلدیات قائم کیں اور ہندوستانیوں کو کسی قدر خدمت کا موقع دیا گیا۔

سنہ ۱۸۹۲ء میں مرکزی اور صوبہ وار مجالس قانون ساز میں ممبروں کی تعداد بڑھا دی گئی۔ میونسپل بورڈ۔ ڈسٹرکٹ بورڈ۔ ایوان تجارت۔ زمینداروں اور یونیورسٹیوں کے نمائندے شریک کئے گئے مجالس قانون ساز کے اختیارات میں توسیع کی گئی۔

سنہ ۱۹۰۷ء میں منٹو مارلے ریفارم ہوا جس کے ماتحت منتخب نمایندگان کی مجالس قانون ساز قایم ہوئیں اور لوکل بورڈ کے انتخابات جاری ہوئے۔

سنہ ۱۹۲۱ء میں منٹیگو چیمسفورڈ اسکیم کا نفاذ ہوا جس کے ماتحت وزارتوں میں ہندوستانیوں کو شریک کیا گیا۔

سنہ ۱۹۳۷ء میں سنہ ۱۹۳۵ء کا جدید دستور ہند جاری ہوا جو ۱۹۳۹ء میں معطل ہو گیا۔

اتحاد کی کوششیں

آپ کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ہم ان مساعی کا ذکر بھی کئے دیتے ہیں جو اب تک ہندو مسلم اتحاد کے لئے مسلمانوں نے کی ہیں اور سب کی سب ایک ایک کر کے ناکام رہیں۔

سنہ ۱۸۵۷ء ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوؤں میں مسلمانوں کے مقابلہ میں برتری کا احساس اتنا سخت پیدا کر دیا تھا کہ وہ اپنی اونچی اٹاری سے نیچے اترنے کے لئے تیار ہی نہ ہوتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود سرسید احمد خاں نے سنہ ۱۸۵۸ء سے لے کر کئی سال تک اس کی کوشش کی کہ مسلمان اور ہندو بھائی بھائی ہو کر رہیں۔ حتیٰ کہ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہندوستان کی نسبت سے مسلمان اگر اپنے کو "ہندو" کہیں تو بیجا نہ ہوگا لیکن ہندوؤں نے شور مچانا شروع کیا کہ مسلمان باغی ہیں۔ انھیں ہم وفاداروں سے نہیں ملایا جا سکتا۔ (ملاحظہ ہو "پیٹریٹ" مورخہ ۲ اگست سنہ ۱۸۶۰ء) اور اسی کے ساتھ بہار و بنگال میں ذبیحہ گاؤ کو بہانہ بنا کر فسادات شروع کر دئے گئے۔

سنہ ۱۸۹۳ء نواب سلیم اللہ خاں، جسٹس امیر علی کی کوشش اتحاد، اس کا جواب اس طرح دیا گیا کہ لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک نے ایک "مخالفین ذبیحہ گاؤ" جماعت بنا کر پروپیگنڈا اور دورہ شروع کیا جس کا لازمی نتیجہ فسادات اور خون ریزی ہوا۔ اور ضلع اعظم گڈھ میں تو اتنا بڑا فساد ہو گیا کہ سارا ملک اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

سنہ ۱۹۱۰ء الہ آباد میں سر آغا خاں اور سید امیر علی کوششوں سے اتحاد کانفرنس ہوئی اور تقسیم بنگالہ کا ہوا بنگالی ہندوؤں کے دماغ پر اس طرح طاری تھا کہ کوئی نتیجہ نکل نہ سکا۔

سنہ ۱۹۱۳ء اس سال مسلم لیگ کا جو اجلاس لکھنؤ میں ہوا، اس میں "برادران وطن سے اتحاد" نصب العین قرار دیا گیا اور کوششیں شروع ہوئیں اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اجودھیا میں قربانی گاؤ پر فساد ہوا اور مسلمانوں نے اتحاد کے لئے "قربانی گاؤ" کا حق چھوڑ دیا۔ لیکن پھر بھی اتحاد نہ ہوا۔

سنہ ۱۹۱۴ء اپریل میں سر جیمس مسٹن کی کوشش سے الہ آباد میں اتحاد کانفرنس ہوئی۔ راجہ صاحب محمود آباد کی صدارت میں ایک کمیٹی اتحاد کے لئے بنی۔ اس کا نتیجہ شاید کچھ نکل آتا مگر بنگالی ہندوؤں نے شرکت ہی سے انکار کر دیا۔

سنہ ۱۹۱۶ء نومبر میں کلکتہ میں لیگ اور کانگریس کا متحدہ اجلاس سر سریندر ناتھ بنرجی کی صدارت میں ہوا مسٹر جناح کی کوششوں سے وہ میثاق تیار ہوا جو میثاق لکھنؤ کہلاتا ہے۔ ۱۲ دسمبر کو مسٹر جناح نے جو خطبۂ صدارت دیا ہے اس کا ایک پیراگراف ملاحظہ فرمائیے۔

"لیگ کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں
کی علیحدہ قومیت اس قدر مضبوط بنیادوں پر قائم ہو جائے
کہ کسی قسم کے اصلاحات اسے نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

اُس وقت مسٹر جناح پکے کانگریسی بلکہ کانگریس کے ترجمان تھے قائد اعظم

(بقیہ صفحہ ۲۰ پر ملاحظہ فرمائیے)

اب دنیا کو نئے نظام کی ضرورت ہے

(از جناب حضرت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

دنیا میں اس وقت بڑے زور کے ساتھ توڑ پھوڑ کا عمل جاری ہے۔ یہ ہم نہیں جانتے کہ اشیاء کریں ہمن فی الارض اور اس ادبھم ربھم رشدا اہل زمین کے محض ان کے کرتوتوں کی سزا ہی دینے کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یا اس توڑ پھوڑ کے بعد کوئی صالح چیز بھی بننے والی ہے۔ مگر ظاہر آثار سے اتنا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ نوعِ انسانی کی امامت اب تک جس تہذیب کے علمبردار لیا کو حاصل رہی ہے۔ اس کی عمر پوری ہو چکی ہے۔ اُن کے امتحان کا زمانہ خاتمہ پر آ گیا ہے اور سنت اللہ کے مطابق اب وقت آ گیا ہے کہ ان کو اور ان کی اس جاہلی تہذیب کو دنیا کے انتظام سے بے دخل کر دیا جائے۔ ان کو زمین پر کام کرنے کا جتنا موقع ملنا تھا، مل چکا۔ وہ اپنے تمام اوصاف، اور اپنی تمام چھپی ہوئی قابلیتوں کا پورا پورا مظاہرہ کر چکے ہیں۔ اُن کے اندر شاید اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی ہے جو باہر نہ آ چکی ہو۔ لہٰذا غالب گمان یہی ہے کہ عنقریب وہ میدان سے ہٹائے جانے والے ہیں، اور یہ زبردست شکست و ریخت اسی لئے ہو رہی ہے کہ وہ خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے مراسم تجہیز و تدفین ادا کر دیں۔ اس کے بعد یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا میں پھر ایک ظلمت کا دور شروع ہو جس طرح آخری اسلامی تحریک کے زوال اور موجودہ جاہلی تہذیب کی پیدائش کے درمیان گذر چکا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسی ٹوٹ پھوٹ کے دوران میں کسی نئی تعمیر کی صورت نکل آئے۔

سرمایہ دارانہ جمہوریت، قومی اجتماعیت (نیشنل سوشلزم) اور اشتراکیت (کمیونزم) کی جو طاقتیں اس وقت آپس میں متصادم ہیں، یہ دراصل الگ الگ تہذیبیں نہیں ہیں کہ ان کے درمیان انتخاب، اور ان میں سے بہتر کے باقی رہنے کا کوئی سوال ہو۔ حقیقت میں یہ ایک ہی تہذیب کی تین شاخیں ہیں۔ ایک ہی تصورِ انسان، ایک ہی تصورِ کائنات، ایک ہی نظریۂ حیات اور ایک ہی اساسِ اخلاق ہے جس پر ان تینوں کی تعمیر ہوئی ہے۔ انسان کو حیوان سمجھنا، دنیا کو بے خدا فرض کرنا، علومِ طبیعی سے انسانی زندگی کا قانون اخذ کرنا، اور اخلاق کی بنا تجربہ و مصلحت پر رکھنا، یہ اِن سب کی مشترک بنیاد ہے۔ ان کے درمیان فرق صرف اس حیثیت سے ہے کہ اس جاہلی تہذیب نے سب سے پہلے فرد کی آزادی اور قوموں کی انفرادیت کا بیج لویا تھا جس سے قومی ریاستوں کے ساتھ سرمایہ دارانہ جمہوریت پیدا ہوئی۔ اور مدت ہائے دراز تک انسانیت کو تباہ و برباد کرتی رہی۔ پھر جب اس کے ظلم و ستم سے انسانی مصائب حد کو پہنچ گئے تو اسی تہذیب نے اشتراکی انقلاب کو بطور علاج پیش کیا۔ مگر بہت جلدی ظاہر ہو گیا کہ علاج اصل مرض سے بھی زیادہ تباہ کن ہے۔ آخر کار وہی تہذیب پھر ایک دوسری تجویز سامنے لائی جس کا نام فاشزم یا نیشنلزم سوشلزم ہے اور چند سال کے تجربہ نے ثابت کر دیا کہ اس ام الخبائث کا یہ آخری بچہ فتنہ انگیزی و شر باری میں پہلے دونوں برخورداروں سے بھی بازی لے گیا ہے۔

اب دنیا کے لیے اس تہذیب کو اور زیادہ آزمانے کا کوئی موقع باقی نہیں رہا ہے جو آدمی کو جانور سمجھ کر اور اس جانور کو بے لگام فرض کر کے اپنا کام شروع کرتی ہے اور اس کے اندر جوع البقر سے لے کر بدترین قسم کی درندگی تک ہر وہ بیماری پیدا کر دیتی ہے جو آدمیت کے حق میں نہایت مہلک ہے۔ درحقیقت یہ پوری تہذیب اپنی تمام شاخوں سمیت عمرِ طبعی کو پہنچ چکی ہے، امتحان کی مدت ختم ہو چکی ہے۔ اس کے پاس اب کوئی اور ایسا نسخہ باقی نہیں رہا ہے جس کو یہ انسانی مسائل کے حل کی حیثیت سے پیش کر سکے اور بالفرض اگر یہ اپنی زندگی کی مہلت بڑھانے کے لئے کسی اور "ازم" کی تخلیق کا بہانہ کرے بھی تو خدا کی مشیت یہ نہیں معلوم ہوتی کہ وہ اِسے اپنی زمین کو فساد سے بھرنے کا کوئی اور موقع دے گا۔ بہت ممکن ہے کہ موجودہ تصادم کے بعد اس کی شاخوں میں سے کوئی ایک شاخ باقی رہ جائے۔ مگر یقیناً اُس کا بقا عارضی ہوگا۔ جلدی ہی وہ شاخ خود چٹخ کر اپنے اندر سے آگ جھاڑے گی اور آپ اپنی آگ ہی سے جل کر خاک ہو جائے گی۔

اب رہا یہ سوال کہ آیا اس تہذیب کی تباہی کے بعد دنیا میں پھر کوئی ظلمت کا دور آنا ہے یا کوئی نئی تعمیر شروع ہونی ہے۔ تو اس کا فیصلہ دو چیزوں پر منحصر ہے۔

ایک یہ کہ جاہلیتِ خالصہ کی ناکامی کے بعد کوئی اور ایسا نظریہ انسان کو ملتا ہے یا نہیں جو پچھلے فاسد نظریوں سے بہتر ہو۔ جس سے انسانی عقل اصلاح کی توقعات وابستہ کر سکے اور جس پر ایک جاندار اور طاقتور تہذیب قائم ہو سکتی ہو۔

دوسرے یہ کہ نوعِ انسانی میں سے کوئی ایسا گروہ اُٹھتا ہے یا نہیں جس کے اندر جہاد اور اجتہاد کی وہ صلاحیتیں اور خوبیاں ہوں جو ایک نئے نظریہ پر ایک نئی تہذیب کا قصر تعمیر کرنے کے لئے ضروری ہیں اور جس کے اخلاق و اوصاف اُن لوگوں سے مختلف ہوں جن کی خباثت و شرارت کا ابھی قریب ہی میں انسان کو تجربہ ہو چکا ہے۔

اگر ایسا کوئی نظریہ بروقت سامنے آ جائے اور اس کو لے کر ایک صالح جماعت اُٹھ کھڑی ہو تو یقیناً نوعِ انسانی ایک دوسرے دورِ ظلمت سے بچ سکتی ہے، ورنہ کوئی قوت اس کو اس تاریک گڑھے میں گرنے سے نہیں بچا سکتی۔ یہ صدمۂ عظیم جس سے انسانیت اس وقت دوچار ہے یہ بدترین سے بدتر سلوک جو اس وقت آدمی آدمی کے ساتھ کر رہا ہے، یہ بیدردی و سنگدلی جو کبھی دورِ وحشت میں بھی آدمی سے ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ یہ بے رحمی و قساوت جس کی نظیر درندہ جانور بھی پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ یہ علم و حکمت کے نتائج جو آج جہاں سوز طیاروں اور انسان پاش ٹینکوں کی شکل میں دیکھے جا رہے ہیں، یہ تنظیمی قابلیتوں کے ثمرات جنہوں نے آج غارت گر فوجوں کی شکل اختیار کی ہے۔ یہ صنعتی ترقی کے پھل جو آج آلاتِ جنگ کی بھیانک

مشکل میں مددگار ہو رہے ہیں۔ یہ وسائلِ نشر و اشاعت کا کمال ہے کہ آج دنیا میں جھوٹ پھیلانے اور قوموں میں منافرت کے بیج بونے کا کام لیا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ انسان کا دل توڑنے اور اس کو اپنے آپ سے اور اپنی ساری بنائی ہوئی اور صلاحیتوں سے مایوس کر دینے کے لئے بالکل کافی ہے۔ اور اس کا فطری نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ نوعِ انسانی دل شکستہ و مایوس ہو کر صدیوں کے لئے غنود اور بے ہوشی کی حالت میں مبتلا ہو جائے۔

جیسا کہ اوپر بیان کر چکا ہوں، انسانیت کو اس دردناک انجام سے اگر کوئی چیز بچا سکتی ہے تو وہ صرف ایک صالح نظریہ اور ایک صالح جماعت کا برسرِکار آنا ہے۔

مگر وہ کونسا نظریہ ہو سکتا ہے جس کے لئے آج کامیابی کا کوئی موقع ہو؟

مشرکانہ جاہلیت جس پر دنیا کی بہت سی قدیم تہذیبیں قائم ہوئی تھیں، اب اس کے احیاء کا کوئی امکان نہیں۔ شرک کی جڑ کٹ چکی ہے۔ جاہل عوام پر چاہے اس کا تسلط ابھی باقی ہو۔ مگر علم و عقل رکھنے والے لوگ اب اس وہم میں مبتلا نہیں ہو سکتے کہ کائنات کے نظام کو بہت سے خدا چلا رہے ہیں، اور انسان کی فلاح و سعادت کا رشتہ دیوتاؤں یا روحوں سے وابستہ ہے۔ علاوہ بریں یہ حقیقت ہے کہ مشرکانہ نظریہ سے انسانی زندگی کے پیچیدہ مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ پیچیدگیاں کچھ اور بڑھ جاتی ہیں۔ سب سے بڑی مشکل جس نے اس وقت دنیا کو پریشان کر رکھا ہے، نوعِ انسانی میں وحدت کا فقدان ہے۔ مگر شرک اس مشکل کو حل نہیں کرتا، بلکہ وحدت پیدا کرنے کے بجائے مزید تفریق و تقسیم کے اسباب فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا کسی مشرکانہ نظریہ کے لئے آج دنیا میں برسرِ اقتدار آنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

راہبانہ جاہلیت دنیا میں کوئی طاقت نہیں بن سکتی ہے۔ کرما اور تناسخ اور نروان اور ہمہ اوست کے نظریات، جو روح کو مردہ اور ہمتوں کو پست اور قوائے فکریہ کو افیونِ تخیل کی پینک میں مست کر دینے والے ہیں اپنے اندر اتنی جان ہی نہیں رکھتے کہ ان کے بل پر کوئی ایسی تہذیب پیدا ہو سکے جو زمین کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہو اور دنیا کی امامت و پیشوائی کے منصبِ جلیل پر فائز ہو سکتی ہو۔ کوئی ساحر اگر اس تنِ مردہ میں روح پھونکنے کی جتنی چاہے کوشش کر دیکھے، یہ نظریات کبھی گیان اور تیاگ اور تپسیا کے مقامات سے آگے بڑھ کر ایک صالح تمدن کی تخلیق اور ایک عادل مملکت کی تاسیس اور ایک درخشاں تہذیب کی تعمیر تک نہیں پہنچ سکتے۔ لہٰذا مردہ اور روبزوال قومیں تو ان نظریات کے چکر میں پڑی رہ سکتی ہیں۔ مگر کسی زندہ اور ابھرنے والی قوم کے تخیل کو یہ کبھی اپنی طرف نہیں کھینچ سکیں گے۔

رہی جاہلیتِ خالصہ تو اس کا اور اس کی پیداوار کا اب دنیا کو اتنا کافی تجربہ ہو چکا ہے کہ عنقریب وہ اس سے مایوس ہونے والی ہے۔ انسان کا اپنے آپ کو جانور فرض کرنا۔ جانوروں کی زندگی سے تنازع للبقاء اور انتخابِ طبعی اور بقائے اصلح کا قانون اپنے لئے اخذ کرنا۔ مادی فوائد اور لذتوں کو مقصودِ حیات ٹھیرانا۔ تجربات اور مصالح کو اخلاق کا ماخذ قرار دینا اور کسی فوق الانسانی اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم نہ کرنا جو کچھ نتائج پیدا کر سکتا تھا وہ سب اپنی تمام تلخیوں کے ساتھ سامنے آ چکے ہیں۔ ان نظریات کی بدولت انسان کو جو کچھ ملا ہے وہ قومی اور نسلی تعصبات ہیں۔ رنگ و نسل کی برتری کے دعوے ہیں۔ قومی ریاستوں کی معاشی و سیاسی رقابتیں ہیں، قیصریت اور استعمار اور معاشی لوٹ کے فتنے ہیں۔ افراد سے لیکر بڑی بڑی قوموں اور سلطنتوں تک کا اپنے معاملات میں ہر اخلاقی قید سے آزاد ہو جانا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کا واقعی جانور بن کر کام کرنا اور دوسرے انسانوں کے ساتھ جانوروں کا سا بلکہ بے روح مشینوں کا سا سلوک کرنا ہے۔ یہ نظریات اگر جمہوریت پیدا کرتے ہیں تو ایسی جس میں افراد کو ظلم اور کسبِ حرام اور فحش اور بے حیائی کی آزادی ملتی ہے۔ اور اگر اشتراکیت یا اجتماعیت پیدا کرتے ہیں تو ایسی جس میں افراد کو بھیڑ بکریوں کے گلے کی طرح ایک ڈکٹیٹر یا ایک چھوٹی سی پارٹی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ انہیں جس طرح چاہے ہانکے۔ اور ان کا جو کچھ چاہے بنائے۔ یہ پھل جو ان نظریات سے پیدا ہوئے ہیں کسی اتفاقی غلطی کا نتیجہ نہیں ہیں۔ بلکہ اس شجرِ خبیث کی عین فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے یہ پھل پیدا ہوں۔ لہٰذا جس طرح اب تک انسان اس سے کسی قسم کی فلاح نہیں پا سکا ہے اسی طرح آئندہ بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ انسانیت کے اس حیوانی تصور اور کائنات کے اس مادہ پرستانہ نظریے اور اخلاق کی اس تجربی اور مصلحت پرستانہ بنیاد پر کوئی ایسا اجتماعی مسلک پیدا ہو سکے گا جو انسان کے لئے موجبِ فلاح ہو۔

ان سب نظریات کی ناکامی کے بعد اب دنیا اگر کسی نظریہ سے فلاح کی امیدیں وابستہ کر سکتی ہے۔ تو وہ صرف ایک ایسا نظریہ ہی ہو سکتا ہے۔

جو انسان کو انسان قرار دے نہ کہ جانور، جو اپنی ذات کے متعلق انسان کی رائے کو بہتر بنائے جس کا تصورِ انسانیت مغربی سائنس کے "تصورِ حیوانی" اور مسیحیت کے "پیدائشی گنہگار" اور ہندویت کے "مجبورِ تناسخ" سے بلندتر ہو۔

جو انسان کو مختارِ مطلق اور شترِ بے مہار نہ بنائے بلکہ اسے سلطانِ کائنات کے اقتدارِ اعلیٰ کا تابع قرار دے اور اس کے آگے ذمہ دار و جوابدہ ٹھیرائے۔

جو اخلاق کے ایک ایسے قابلِ عمل ضابطہ کا انسان کو پابند بنائے۔ جس میں اپنی خواہشات کے مطابق رد و بدل کرنے کا حق اس کو نہ ہو۔

جو مادی بنیادوں پر انسانیت کو تقسیم کرنے کے بجائے ایک ایسی اخلاقی و روحانی بنیاد فراہم کرے جس پر انسانیت متحد ہو سکتی ہو۔

جو اجتماعی زندگی کے لئے ایسے اصول انسان کو دے جن پر افراد اور جماعتوں اور قوموں کے درمیان صحیح اور متوازن عدل قائم ہو سکے۔

جو زندگی کے نفس پرستانہ مقاصد سے بلندتر مقاصد اور قدر و قیمت کے مادہ پرستانہ معیاروں سے بہتر معیار انسان کو دے۔

اور ان سب خصوصیات کے ساتھ جو علمی و عقلی اور تمدنی ارتقاء میں انسان کی صرف مدد ہی نہ کرے بلکہ صحیح رہنمائی بھی کرے اور مادی و اخلاقی ہر دو حیثیتوں سے اس کو ترقی کی طرف لے جائے۔

ایسا ایک نظریہ دنیا میں اسلام کے سوا اور کونسا ہے؟ لہٰذا یہ کہنا بالکل حق بجانب ہے کہ اب انسانیت کا مستقبل اسلام پر منحصر ہے۔ انسان کے اپنے خودساختہ تمام نظریات ناکام ہو چکے ہیں۔ ان میں سے کسی کے لئے

اب کامیابی کا کوئی موقع نہیں۔ اور انسان میں اب اتنی ہمت بھی نہیں ہے کہ پھر کسی نئے نظریہ کی تصنیف اور اس کی آزمائش پر اپنی قسمت کی بازی لگا سکے۔ اس حالت میں صرف اسلام ہی ایک ایسا نظریہ و مسلک ہے جس سے انسان فلاح کی توقعات وابستہ کر سکتا ہے۔ جس کے لئے نوعِ انسانی کا دین بن جانے کا امکان ہے اور جس کی پیروی اختیار کرکے انسان کی تباہی ٹل سکتی ہے۔

لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا کہ دنیا بس مفتوح ہونے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔ اسلام کی خوبیوں پر ایک وعظ اور اس پر ایمان لانے کے لئے ایک دعوت نامہ شائع ہونے کی دیر ہے۔ پھر ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ امریکہ سب مسخر ہوتے چلے جائیں گے۔ ایک تہذیب کا سقوط اس طرح اچانک نہیں ہوا کرتا کہ کل بھی اور آج ناپید ہو گئی۔ اور دوسری تہذیب کا قیام بھی اس طرح واقع نہیں ہوتا کہ آج چٹیل میدان ہے اور کل کسی منتر کے زور سے ایک عالی شان قصر بن کھڑا ہو۔ گرنے والی تہذیب کے افکار۔ اصول مدتہائے دراز تک دلوں اور دماغوں پر، علوم و آداب پر اور تمدن و معاشرت پر اپنا اثر جمائے رہتے ہیں۔ اس اثر کا استیصال خود بخود نہیں ہو جاتا۔ کرنے سے ہوتا ہے۔ اسی طرح گرنے والی تہذیب کے علمبردار بھی زوال پذیر ہونے کے باوجود سالہا سال تک زمین پر قبضہ جمائے رہتے ہیں۔ وہ خود جگہ چھوڑ کر نہیں ہٹ جاتے۔ ہٹانے سے ہٹتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس نئی تہذیب پر نئی عمارت بنانا بھی کوئی کھیل نہیں ہے کہ آپ سہولت سے بیٹھے رہیں اور وہ خود بن جائے۔ اس کام کے لئے ایک زبردست تنقیدی۔ تخریبی اور تعمیری تحریک کی ضرورت ہے، جو ایک طرف علم و فکر کی طاقت سے پرانی تہذیب کی جڑیں اکھاڑ دے اور دوسری طرف علوم و فنون و آداب کو اپنی مخصوص فکری بنیادوں پر از سر نو مدون کرے۔ حتیٰ کہ ذہنی دنیا پر اس طرح چھا جائے کہ لوگ اسی کے طرز پر سوچنا اور محسوس کرنا شروع کر دیں۔ ایک طرف ان پرانے سانچوں کو ڈھائے جن پر انسانیت ڈھلا کرتی تھی اور دوسری طرف نئے سانچے تیار کرے جن سے نئے اخلاق اور نئی سیرتوں کے آدمی ڈھلنے لگیں۔ ایک طرف پرانے نظام تمدن و سیاست کو بزور مٹائے اور دوسری طرف ایک پورا نظام تمدن و سیاست اپنے اصولوں پر عملاً قائم کرے۔

پس دنیا کو آئندہ دورِ ظلمت کے خطرے سے بچانے اور اسلام کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ یہاں ایک صحیح نظریہ موجود ہے۔ صحیح نظریہ کے ساتھ ایک صالح جماعت کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے ایسے لوگ درکار ہیں جو اس نظریہ پر سچا ایمان رکھتے ہوں۔ ان کو سب سے پہلے اپنے ایمان کا ثبوت دینا ہوگا اور وہ صرف اسی صورت سے دیا جا سکتا ہے کہ وہ جس اقتدار کو تسلیم کرتے ہیں اس کے خود مطیع بنیں، جس ضابطہ پر ایمان لاتے ہیں اس کے خود پابند ہوں جس اخلاق کو صحیح کہتے ہیں اس کا خود نمونہ بنیں۔ جس چیز کو فرض کہتے ہیں اس کا خود التزام کریں، اور جس چیز کو حرام کہتے ہیں اسے خود چھوڑیں۔ اس کے بغیر تو ان کی صداقت آپ ہی مشتبہ ہوگی کجا کہ کوئی اس کے آگے سر تسلیم خم کرے۔ پھر انکو اس فاسد نظام تہذیب و تمدن و سیاست کے خلاف عملاً بغاوت کرنی ہوگی اس سے اور اس کے پیرؤں سے تعلق توڑنا ہوگا۔ اُن تمام فائدوں، لذتوں، آسائشوں اور امیدوں کو چھوڑنا ہوگا جو اس نظام سے وابستہ ہوں۔ اور رفتہ رفتہ ان تمام نقصانات، تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا ہوگا جو نظام غالب کے خلاف بغاوت کرنے کا لازمی نتیجہ ہیں۔ پھر انہیں وہ سب کچھ کرنا ہوگا جو ایک فاسد نظام کے تسلط کو مٹانے اور ایک صحیح نظام قائم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اس انقلاب کی جدوجہد میں اپنا مال بھی قربان کرنا ہوگا۔ اپنے اوقاتِ عزیز بھی صرف کرنے پڑیں گے۔ اپنے دل و دماغ اور جسم کی ساری قوتوں سے بھی کام لینا پڑے گا۔ قید اور جلاوطنی اور ضبطی اموال اور تباہی اہل و عیال کے خطرات بھی سہنے ہونگے۔ اور وقت پڑے تو جانیں بھی دینی پڑیں گی۔ ان راہوں سے گذرے بغیر دنیا میں نہ کبھی کوئی انقلاب ہوا ہے نہ اب ہو سکتا ہے۔ ایک صحیح نظریہ کی پشت پر ایسے صادق الایمان لوگوں کی جماعت جب تک نہ ہو، محض نظریہ، خواہ وہ کتنا ہی بلند پایہ ہو، کتابوں کے صفحات سے منتقل ہو کر ٹھوس زمین میں کبھی جڑیں نہیں پھیلا سکتا۔ نظریہ کی کامیابی کے لئے خود اس کے اصولوں کی طاقت جس قدر ضروری ہے، اسی قدر ان انسانوں کی سیرت ان کے عمل، اور ان کی قربانی و سرفروشی کی طاقت بھی ضروری ہے، جو اس پر ایمان رکھتے ہوں۔ زراعت کے طریقہ کی درستی، بیج کی صلاحیت، موسم کی موافقت سب اپنی جگہ اہمیت رکھتے ہیں۔ مگر زمین اتنی حقیقت پسند ہے کہ جب تک کسان اپنے صبر سے، اپنی محنت سے، اپنے بہتے ہوئے پسینہ سے اور اپنی جفاکشی سے اس پر اپنا حق ثابت نہیں کر دیتا، وہ لہلہاتی ہوئی کھیتی اُگلنے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔

اگرچہ خلوص ایمان اور قربانی و جانفشانی ہر دین کے قیام کیلئے ناگزیر ہے، خواہ وہ دینِ حق ہو یا دینِ باطل۔ مگر دینِ حق اُس سے بہت زیادہ اخلاص اور قربانی مانگتا ہے جو دینِ باطل کے قیام کے لئے درکار ہے۔ حق ایک ایسا باریک بین صراف ہے جو ذرا سی کھوٹ کو بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ وہ خالص سونا چاہتا ہے۔ آزمائشوں کی بھٹی میں سے گزر کر جب تک ساری کھوٹ جل نہ جائے اور پورے عیار کا کندن نکل نہ آئے وہ اپنے نام سے اس کو بازار میں لانے کی ذمہ داری لینا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ حق ہے۔ باطل نہیں ہے کہ کھوٹے سکے اور ملمع کئے ہوئے زیور بیچتا پھرے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن بار بار کہتا ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (آل عمران ۱۸)	اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ ایمان لانیوالوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم لوگ اب ہو (کہ مومن اور منافق سب خلط ملط ہیں) وہ نہ مانیگا جبتک کھوٹے کو کھرے سے الگ نہ کر دے
اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ٥ وَلَقَدْ فَتَنَّا	کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر کہ ہم ایمان لائے، چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں آزمائش کی بھٹی میں تپایا نہ جائے گا حالانکہ

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ (عنکبوت ۱)

ان سے پہلے جو گذرے ہیں (انھیں) جنھوں نے بھی ایمان لانے کا دعویٰ کیا ہی، وہ مزہ چکھائے گئے ہیں۔ ضرور ہے کہ اللہ دیکھے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً (التوبہ ۳)

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم سستے چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون ایسے ہیں جنھوں نے سعی و جہد کا حق ادا کیا اور اللہ اور رسول اور اہل ایمان کے سوا کسی سے قلبی تعلق نہ رکھا۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (بقرہ ۲۶)

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جنت کا داخلہ تمہیں مل جائیگا حالانکہ ابھی تم پر وہ کیفیت تو گذری ہی نہیں جو تم سے پہلے (ایمان لانے) والوں پر گذر چکی ہے ان پر سختیاں اور مصیبتیں آئیں اور وہ ہلا مارے گئے حتیٰ کہ رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئیگی

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ (العنکبوت ۱)

اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ مگر جب اللہ کی راہ میں انھیں ستایا گیا تو انسانوں کی ایذا سے ایسے ڈرے جیسا اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ حالانکہ اگر تیرے رب کی طرف سے فتح نصیب ہو جائے تو یہی لوگ آکر کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے۔ کیا اللہ اہل دنیا کے دلوں کی حالت سے خوب واقف نہیں ہے مگر ضرور ہے کہ اللہ یہ دیکھے کہ تم میں سے ایماندار کون ہیں اور منافق کون۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (بقرہ ۱۹)

ہم ضرور تم کو خطرات اور فاقوں سے اور جان و مال اور کمائیوں کے نقصانات سے آزمائیں گے اور کامیابی کی بشارت دیدو ان مستقل مزاج لوگوں کو جنھوں نے مصیبت کی آمد پر کہا کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور آخر اسی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔ ایسے لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ راہ راست پانے والے ہیں۔

قرآن یہ سب کچھ کہنے کے ساتھ اس حقیقت پر بھی متنبہ کر دیتا ہے۔ کہ

وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ (محمد ۱)

یعنی یہ نہ سمجھنا کہ اللہ اپنے باغیوں کی سرکوبی خود نہیں کر سکتا اس لئے تم سے مدد مانگتا ہے۔ نہیں، وہ اتنی زبردست طاقت رکھتا ہے کہ چاہے تو ایک اشارے میں ان کو تباہ کر کے رکھدے اور اپنے دین کو خود قائم کر دے۔ مگر اس نے یہ جہاد اور محنت اور قربانی کا بار تم پر اس لئے ڈالا ہے کہ وہ تم انسانوں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں آزمانا چاہتا ہے)

جب تک باطل پرستوں سے تمہارا تصادم میں مصائب و شدائد اور خطرات و مہالک پیش نہ آئیں، سچے اہل ایمان جھوٹے مدعیوں سے ممیز نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک ناکارہ لوگوں میں سے کارآمد آدمی چھنٹ کر الگ نہ ہو جائیں وہ جتھا نہیں بن سکتا جو خلافت الٰہیہ کی ذمہ داری سنبھالنے کا اہل ہو۔

لہٰذا آج دنیا کا مستقبل درحقیقت اس امر پر منحصر نہیں ہے کہ کوئی نظریۂ حق انسان کو ملتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ نظریۂ حق تو موجود ہے البتہ وہ اگر منحصر ہے تو اس امر پر ہے کہ انسانوں میں سے کوئی ایسا گروہ اُٹھتا ہے یا نہیں جو سچے ایماندار ذہن کے پکے اور اپنی ہر عزیز و محبوب چیز کو خدا راہ میں قربان کرنے والے لوگوں پر مشتمل ہو۔

ہم سے کہا جاتا ہے کہ ایسے لوگ اب کہاں مل سکتے ہیں، وہ تو بس ایک مبارک دور میں پیدا ہوئے تھے اور پھر خالق نے اس ماڈل کو ہمیشہ کے لئے منسوخ کر دیا۔ لیکن یہ محض ایک وہم ہے اور ایسا وہم انہی لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے جنھیں خود اپنے آپ سے مایوسی ہے۔ دنیا میں ہر قابلیت اور ہر صلاحیت کے آدمی ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں۔ جہاں منافقانہ خصوصیات رکھنے والے اور ضعیف الارادہ لوگ اور سہولت پسند اشخاص ہمیشہ پائے گئے ہیں۔ اور آج بھی پائے جاتے ہیں۔ وہاں ایسے لوگ بھی ہر زمانے میں موجود رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں جو کسی چیز پر ایمان لانے کے بعد اس کو سربلند کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا سکتے ہیں۔ آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ایک دو نہیں ہزاروں انسان ایسے ہیں جو ہٹلر اور جرمنی پر ایمان لائے ہیں۔ اور وہ اپنے اس ایمان کی خاطر ہوائی جہاز سے عین دشمن کے ملک میں جست لگاتے ہیں، ان کو معلوم ہے کہ بے شمار شکاری ان کی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ روس کا انقلاب جو ابھی چوبیس پچیس سال پہلے ہی کی بات ہے۔ اس کی تاریخ آپ دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ہزارہا آدمی جو انقلابی نظریات پر ایمان رکھتے تھے مسلسل نصف صدی تک ہر قسم کی قربانیاں کرتے رہے۔ سائبیریا کے جہنم میں بھیجے گئے۔ پھانسی پر چڑھائے گئے۔ جلاوطنی کی حالت میں برسوں ملک ملک کی خاک چھانتے پھرے اپنی ذاتی خوشحالی کی تمام خواہشوں اور تمناؤں کا خون کیا۔ خاندان بربادی کو خود اپنے ہاتھوں مول لیا اور یہ سب کچھ اس وقت کیا جبکہ زار کی سلطنت کے مٹنے کا تصور بھی مشکل ہی کیا جا سکتا تھا۔ دور نہ جائیے خود ہندوستان ہی کو دیکھ لیجئے۔ یہاں جو نوجوان اس غلط فہمی میں مبتلا ہوئے کہ کشت و خون کے ذریعے سے وہ اپنے ملک کو آزاد کرا سکیں گے انھوں نے اپنے مقصد کے پیچھے اپنی زندگیوں کو برباد کرنے اور خطرات کا مقابلہ کرنے میں کیا کسر اٹھا رکھی؟ کونسی ممکن التصور مصیبت ایسی تھی جسے انھوں نے برداشت نہ کیا ہو؟ قید خانوں میں شدید ترین اذیتیں اٹھائیں حبس دوام میں عمریں گذار دیں۔ پھانسی کے تختہ پر جانے تک

دیدیں۔ اس سے بحث نہیں کہ ان کے نظریات غلط تھے۔ مگر اس سے یہ تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ کسی مقصد پر ایمان لانے کے بعد اس کے لئے جان و مال اور شخصی امنگوں کی قربانی گوارا کرنے اور مصیبتیں سہنے کی صفت آج بھی انسانوں میں ناپید نہیں ہے۔ گاندھی جی کی سول نافرمانی ابھی حال ہی کی بات ہے۔ کیا اسی ہندوستان کے باشندوں میں ایسے لوگ موجود نہ تھے جنھوں نے لاٹھیاں کھائیں۔ جیل گئے اور مالی نقصانات برداشت کئے؟ کیا باردولی کے کسانوں نے اپنی زمینوں، اپنے جانوروں اور اپنے گھر کے برتنوں تک کی قرقی اور نیلام کو صبر کے ساتھ برداشت نہیں کیا؟ پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آج ایثار و قربانی کی وہ صفات انسانوں میں مفقود ہیں جو پہلے لوگوں میں پائی جاتی تھیں؟ اگر ہٹلر اور مارکس اور گاندھی پر ایمان لاکر انسان یہ سب کچھ کرسکتا ہے تو کیا خدا پر ایمان لاکر کچھ نہیں کرسکتا؟ اگر خاک وطن میں اتنی کشش ہے کہ اس کے لئے آدمی جان و مال کی قربانی گوارا کرسکتا ہے تو کیا خدا کی رضا اور اس کے تقرب میں اتنی بھی کشش نہیں ہے؟ پس جو لوگ خود پست ہمت اور ضعیف الارادہ ہیں انہیں یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ اس کار عظیم کیلئے جن اولوالعزم انسانوں کی ضرورت ہے وہ کہیں مل ہی نہیں سکتے۔ البتہ اپنی ذات کی حد تک وہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ

(اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ)

مشترک انگلو امریکن اعلان

اس جنگ کی ابتدا سے ایک متعدد اعلان حیرت انگیز ڈراما کی صورت میں رونما ہوتے رہے ہیں مثلاً کے وسط راست ہیس کا انگلستان پہنچ جانا جرمنی کا روس پر حملہ آور ہونا۔ اور برطانیہ اور روس کا حلیف بن جانا کچھ کم حیرت انگیز واقعات نہ تھے لیکن برطانوی وزیر اعظم مسٹر چرچل اور ولایات متحدہ امریکہ کے صدر مسٹر روزویلٹ کی ملاقات نے تمام حیرت انگیز ڈراموں کا ریکارڈ مات کردیا ہے کچھ دنوں سے یہ خبر آرہی تھی کہ مسٹر روزویلٹ بحر اوقیانوس کے کسی حصہ میں جہاز پر سیر و تفریح کے لئے گئے ہیں اور چونکہ مسٹر چرچل برطانوی پارلیمنٹ کے گذشتہ اجلاس میں شریک نہیں ہوئے تھے اس لئے خیال کیا جاتا تھا کہ آپ جزیرہ برطانیہ میں بعض اہم جنگی مورچہ بندیوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہیں۔ لیکن امریکہ اور انگلستان کے ایک طبقہ اور بعض اخبارات پریذیڈنٹ روزویلٹ اور مسٹر چرچل کی ملاقات کے امکان سے غافل نہ تھے۔

اب معلوم ہوگیا کہ ان دونوں حضرات میں کسی جہاز پر یا کسی پوشیدہ مقام پر ملاقات ہوئی ہے جس میں دونوں ممالک کے بڑے بڑے فوجی افسر بھی شریک تھے جس طرح یہ تمام واقعات آخری اعلان کے وقت تک صیغہ راز میں رکھے گئے وہ واقعی قابل داد ہیں۔ اب اس کا نتیجہ ایک اہم امریکن انگلو اعلان میں معلوم ہوا ہے۔ اب دیکھئے کہ اس ہنگامہ کیا کیا دنیا کے فوائد مضمر ہیں۔ یہ بیان آٹھ اہم اصول واضح کرتا ہے۔

(۱) برطانیہ اور امریکہ اپنی مملکت میں کوئی توسیع اور کسی مملکت پر قبضہ کرنا نہیں چاہتے (۲) وہ کوئی ایسی ٹیرٹیوریل تبدیلی دیکھنا نہیں چاہتے جو متعلقہ قوموں کی آزاد رائے کے موافق نہ ہو (۳) وہ تمام قوموں کے اس حق کا احترام کرتے ہوئے کہ وہ اپنے لئے اپنی پسند کے موافق حکومت بنالیں اور وہ چاہتے ہیں کہ جو قومیں اپنی اصلی حقوق اور حکومت خود اختیاری سے زبردستی محروم کردی گئی ہیں ان کو یہ چیزیں واپس دیدی جائیں (۴) وہ کوشش کریں گے کہ تمام ممالک خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں فاتح ہوں یا شکست خوردہ ہوں مساویانہ طریقہ پر اپنی اقتصادی خوشحالی کے لئے دنیا کی تجارت میں حصہ لے سکیں اور خام اشیا حاصل کرسکیں۔ (۵) وہ چاہتے ہیں کہ اقتصادی ترقی، سماجی تحفظ اور لیبر کے بہتر معیار حاصل کرنے کیلئے تمام قوموں میں مکمل اتحاد عمل پیدا ہو جائے (۶) نازی مظالم کی آخری تباہی کے بعد وہ دنیا میں ایک ایسا امن دیکھنا چاہتے ہیں جس سے تمام قومیں اپنی سرحدوں کے اندر حفاظت سے رہ سکیں اور سب ممالک کے تمام آدمی اپنی زندگی خوف اور احتیاج سے آزاد ہوکر بسر کرسکیں۔ (۷) اس امن میں تمام آدمیوں کو سمندروں سے بلا روک ٹوک گذرنے کا حق ہوگا (۸) ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا کی تمام قوموں کو حقیقی اور روحانی اسباب کی بنا پر طاقت اور تشدد کا استعمال ترک کردینا چاہئے چونکہ مستقبل میں کوئی امن اسوقت تک قایم نہیں ہوسکتا جب تک کہ قومیں بری بحری اور ہوائی فوج و اسلحہ کا استعمال دوسروں کو دہمکی دینے کے لئے جاری رکھیں گی اسلئے ان کا عقیدہ ہے کہ عام تحفظ کے لئے ایک وسیع تر اور مستقل سسٹم کے قیام تک کم از کم ان قوموں کو غیر مسلح کردیا جائے جو جارحانہ ارادے رکھتی ہیں۔

یہ ان دونوں ممالک کی تجویز کا خلاصہ ہے اصل الفاظ نہیں ہیں اسی سلسلہ میں رائٹر نے ایک دوسری خبر کے ذریعہ تبلادیا ہے کہ یہ کوئی صلح کی جارحانہ تجویز نہیں ہے بلکہ امریکہ اور برطانیہ نے دنیا کیلئے آزادی کی ایک بہترین دستاویز مرتب کی ہے اور دونوں بڑی جمہوریتوں نے اپنی مشترک کوششوں سے ایک ایسا عہدنامہ پیش کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا جو اس وقت جنگ کی ہولناکیوں کا شکار ہورہی ہے امن آزادی اور تحفظ قایم ہوجائے۔ یہ اعلان غالبا اس لئے کہ ابھی تک لوگوں کو پورے طور سے معلوم نہیں کہ آخر اس جنگ کا مقصد کیا ہے۔ کیونکہ مسٹر اٹیلی نے بھی اس بیان کی یوں تشریح کی کہ

" مسٹر چرچل اور پریسیڈنٹ روزویلٹ نے اس مشترک بیان میں ان مقاصد کا اعلان کیا ہے جن کے لئے اتحادی ممالک مصروف جنگ ہیں اور اس میں وہ بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں جن پر مستقبل میں دنیا کے مستقل امن کی اسکیم طیار ہونی چاہئے "

حقیقت میں ان چند تفصیلی باتوں کے سوا جو عوام کی اقتصادی خوشحالی تجارت خام اشیا اور سمندروں کے استعمال میں مساویانہ شرکت لیبر کے معیار میں بہتری اور سوشل تحفظ وغیرہ کے متعلق کہی گئی ہیں مقاصد جنگ کی کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے جو پہلے بار بار نہ کہی گئی ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس سے پہلے مسٹر چرچل اور مسٹر روزویلٹ نے جو کچھ بھی فرمایا وہ الگ الگ انفرادی حیثیت میں کہا گیا تھا اور اب جو کچھ کہا گیا ہے اسمیں ایک دوسرے کی موثر تائید حاصل ہے۔ بیان ہمیشہ کی طرح اب بھی گول مول ہے نمبر ۳ دیکھئے۔ جب اس جنگ کا حقیقی مقصد حقیقی حق آزادی کو برقرار رکھنا ہے تو صاف الفاظ میں یہ کہا جاسکتا تھا کہ اسوقت تک جو مغربی یا مشرقی ملک پر جو غیر ملکی حکمرانی موجود ہے وہ یکسر اٹھالی جائے گی بلکہ خلوص اور نیک نیتی کا اثر پیدا کرنے کے لئے یہ اور بھی بہتر ہوتا کہ ان ممالک کے ناموں کا بھی اعلان کردیا جاتا یہ فہرست اتنی طویل تو نہ تھی زیادہ سے زیادہ دو سطریں اور بڑھ جاتیں اور ہم دیکھ لیتے کہ اس فہرست میں چالیس کروڑ بسنے والوں کے وطن کا بھی ذکر ہے یا نہیں۔

پھر دو م نمبر۸ کے اعلان کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہدیا جاتا کہ اس جنگ کو ختم سب پہلے ہم اپنے ہتیاروں کو ہمیشہ کے لئے دفن کردیں گے شکست خوردہ قومیں تو ان کی شرطوں کے ساتھ ہی غیر مسلح ہوجاتی ہیں۔

عورت ہروقت سفید پانی

جب عورت سیلان الرحم (لیکوریا) کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس کے خفیہ جسم سے ہروقت یا کبھی کبھی سفید پانی (لیسدار سفید رطوبت) خارج ہونے لگتی ہے۔ یہ مرض عورت کی جوانی کے لئے زہر ہے۔ اور اس کا فوراً علاج کرانا ضروری ہے۔ ورنہ رفتہ رفتہ عورت کی جوانی ختم ہو جاتی ہے۔ وہ سفید پانی در اصل جوانی کا جوہر ہوتا ہے۔ پس اگر کسی عورت کے خفیہ جسم سے سفید رطوبت وقت بیوقت خارج ہوتی ہو اور وہ ہروقت جسم میں ایک تکلیف اور بے چینی محسوس کرتی ہو تو اسے چاہیئے کہ سب کام چھوڑ کر اس کا فوراً علاج کرے اسکی ترکیب یہ ہے کہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔بی ۲۴۷ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "روک" منگالے۔ اس دوا کے استعمال شروع کرنے کے تیسرے ہی دن اگر سفید رطوبت نکلنی بند نہ ہو جائے تو ہمارا ذمہ۔ پوری شیشی استعمال کرنے کے بعد عورت کا اندرونی جسم (رحم) بالکل تندرست ہو جاتا ہے۔ سفید رطوبت کا اخراج بھی بند نہ ہو جاتا ہے۔ اور عورت اپنے اندر پھر جوانی اور جوانی کی اُمنگ محسوس کرتی ہے۔ آزمودہ مجرب دوا ہے۔ اور ہزارہا عورتوں کو تندرست کر چکی ہے۔ ایک شیشی دوا "روک" کی قیمت تین روپے ہے۔ بذریعہ وی پی پارسل منگا لیجئے۔ ساٹ آنے محصول ڈاک خرچ ہوگا۔

فوٹو کیمرہ!
صرف دو روپے میں

ہزاروں آدمی یہ فوٹو کیمرہ خرید چکے ہیں۔ اتنا سستا اور ایسا کارآمد فوٹو کیمرہ صرف دو روپے میں فروخت ہو رہا ہے۔ یہ انتہائی حیرت کی بات ہے۔

ہر قسم کی تصویر جب چاہو لو۔ گھر میں۔ بچوں کے بڑوں کے جیسے چاہو فوٹو خود اتار لو۔ ترکیب استعمال بیحد آسان ہے۔ سیکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کیمرہ کے ہندوستان میں آنیکے بعد بڑی قیمتوں کے فوٹو کیمرے بکنے یقیناً کم ہو جائیں گے۔ اگر آپ کو فوٹو لینے کا شوق ہو تو

منیجر کامیاب بکڈپو پی۔بی ۲۴۲ دہلی کو ایک خط لکھ کر فوٹو کیمرہ بذریعہ وی۔پی پارسل منگا لیجئے۔ ہر کیمرہ کے ساتھ فلم کارڈ۔ فوٹو دھونیکا مسالہ اور ترکیب استعمال وغیرہ سب کچھ مفت ملتا ہے۔ یعنی یہ کہ کیمرہ مکمل روانہ کیا جاتا ہے قیمت مکمل کیمرہ دو روپے۔ محصول ڈاک سات آنے لگتا ہے۔

(دو فوٹو کیمرے ایک ساتھ خریدنے پر محصول ڈاک معاف کر دیا جاتا ہے)

چار روپے میں
بواسیر کا علاج

اور شرطیہ آرام۔ آرام نہ ہونے پر قیمت واپس لے لیجئے۔ ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں بواسیر کے مریضوں کو تندرست کر دیا گیا ہے۔ اگر کسی کو بواسیر کی بیماری ہے خواہ کسی قسم کی ہو صرف ایک شیشی "انکول" دوا منگا کر استعمال کرے۔ اگر پہلے ہی دن دوا اپنا اثر ثابت نہ کرے تو قیمت واپس۔ ایک شیشی سے مکمل آرام ہو جاتا ہے۔ ایک شیشی "انکول" کے ساتھ لگانے کی دوا "پائیلین" کی ایک شیشی مفت ملتی ہے۔ قیمت ایک شیشی انکول صرف چار روپے ہے۔ محصول ڈاک اس پر معاف ہے۔ "پائیلین" ہمراہ مفت ارسال ہوگی۔ آج ہی ایک خط

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔بی ۲۴۷ دہلی

کے پتہ پر لکھ کر بذریعہ وی۔پی پارسل منگا لیجئے۔ آپ کو دوا گھر بیٹھے مل جائے گی۔

دمہ کا علاج

جس سے اب تک چالیس ہزار سے زیادہ مریض تندرست ہو چکے ہیں۔ ملک میں بارہ سال سے اس دوا کی شہرت ہو رہی ہے۔ ہزاروں مریض صحت پا کر دعائیں دے رہے ہیں۔ اگر ناظرین مولوی میں سے کوئی صاحب دمہ کے مریض ہوں۔ دورے پڑتے ہوں یا سانس کی کوئی تکلیف ہو مشہور دوا "سانسول" استعمال کریں۔ خود دیکھ لیں گے کہ ایک چھوٹی سی شیشی میں کس غضب کی دوا ہے جو دمہ کے مرض کو دیکھتے دیکھتے ختم کر دیتی ہے۔ دوا کی ایک ایک خوراک سے مریض فائدہ محسوس کرتا ہے۔ ایک شیشی "سانسول" کی قیمت ایک روپیہ چھ آنے ہے۔ محصول ڈاک سات آنے لگتا ہے۔ تین شیشی ایک ساتھ منگانے پر محصول ڈاک معاف ہے۔

منگانے کا پتہ:- مینجر زنانہ دواخانہ ۳۴ پی۔ بی دہلی

عورت کو حمل سے بچاؤ

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بچوں کی کثرت سے مرد پریشان ہوتا ہے یا عورت کی تندرستی زیادہ بچے پیدا کرنے سے خراب ہو جاتی ہے تو ایسی حالت میں عورت کو چاہئے کہ کچھ عرصے کے لئے اولاد کا پیدا کرنا بند کر دے تاکہ اس کی تندرستی پھر ٹھیک ہو جائے اس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک شیشی دوا "روہیل" منگا کر عورت اپنے پاس رکھ لے اور خاص وقت سے پہلے اس دوا کی ایک خوراک عورت کھالے۔ حمل نہ ٹھہر سکے گا چنانچہ جب تک یہ عمل رہیگا۔ عورت کو حمل نہیں ٹھہر سکتا اور جب اس دوا کا استعمال ترک کر دیگی حمل ٹھہر جانا ممکن ہے اس دوا سے عورت کی تندرستی پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ ایک شیشی میں اسی مرتبہ استعمال کے لائق دوا ہوتی ہے۔ اور اسکی قیمت چار روپے ۱۲ آنے ہے۔ محصول ڈاک گیارہ آنے لگتا ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴ دہلی کو خط لکھ کر بذریعہ وی پی پارسل منگا لیجئے۔ اور خاص وقت سے پہلے ایک خوراک عورت کو کھلا دیجئے حمل نہ ٹھہر سکے گا۔ اور عورت کی تندرستی بگڑنے سے بچ جائے گی۔

عورت کو ہر مہینہ ماہواری کا درد

تیرہ چودہ سال کی نوجوان لڑکی سے لیکر چالیس سال عمر تک کی عورت کے لئے ہر مہینہ ماہواری ایام کا بغیر کسی درد اور تکلیف کے باقاعدہ آنا بہت ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی عورت کو ماہواری آنے میں تکلیف اور درد ہوتا ہے یا ماہواری خون باقاعدہ نہیں آتا۔ یا مہینہ میں دو بار یا دو تین مہینے میں ایک بار آتا ہے یا زیادہ دن تک آتا رہتا ہے یا ماہواری کے دنوں میں اس کی کمر اور ناف نلوں میں یا بدن میں سخت درد ہو جاتا ہے۔ یا کسی عورت کو ماہواری رک رک کر آتی ہے۔ یا عرصے سے بند ہے یا ماہواری کی اور کوئی خرابی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی عورت بہت جلد کسی خطرناک مرض کا شکار ہو جائے گی۔ پھر اس کا علاج بعید دشوار ہو جائیگا۔ لہذا ماہواری کی خرابی اور اس زمانہ کے درد وغیرہ کو ہرگز معمولی بات نہ سمجھئے۔ بلکہ جلد سے جلد ماہواری کی ان خرابیوں کا علاج کر لینا چاہئے۔

ماہواری کو باقاعدہ کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت جو مندرجہ بالا خرابیوں میں یا ماہواری کی کسی تکلیف میں مبتلا ہو اس کو ایک شیشی دوا "کورس" استعمال کرائیے۔ اس دوا کی صرف ایک شیشی استعمال کرنے کے بعد عورت کو ہر مہینہ بغیر درد اور بغیر کسی تکلیف کے ماہواری باقاعدہ ٹھیک وقت پر اور صحیح مقدار میں آنے لگتی ہے۔ اور اس سے ہر قسم کی ماہواری کی خرابی اور بے قاعدگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ نہایت کارگر دوا ہے۔ اور تقریباً بارہ تیرہ سال سے ہندوستانی عورتوں میں مشہور ہے ایک شیشی دوا "کورس" کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لینی چاہیئے پارسل پر سات آنے محصول خرچ ہوگا۔

ٹیلی فون نمبر ۳۲۶

تار کا پتہ:- "زنانہ دواخانہ" دہلی

۳۹۵ روپیہ ماہوار مفت کمالو

دولت آپ کو تلاش کر رہی ہے
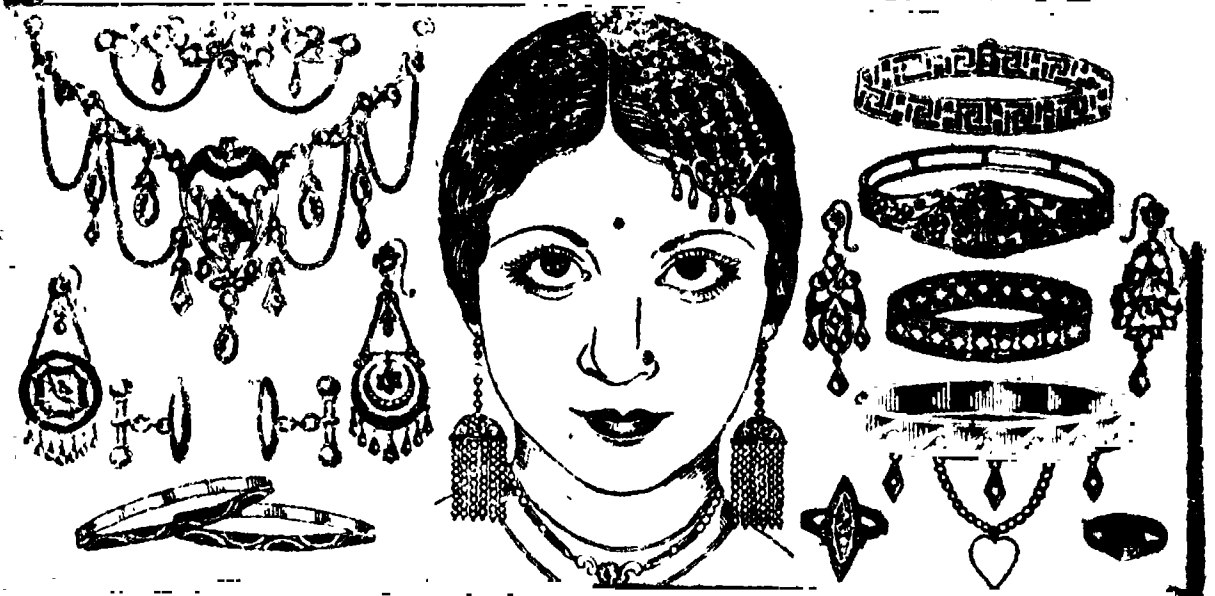
آپ اصلی امریکن نیو گولڈ (سونا) کی ایجنسی لیکر ۳۹۵ روپیہ ماہوار گھر بیٹھے کما سکتے ہیں۔ یہ سونا کسوٹی پر بالکل اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے۔ اور اصلی سونے کی طرح کوٹا اور پگھلایا جاسکتا ہے۔ اس کا رنگ کبھی خراب نہیں ہوتا۔ آج کل کے فیشن کے مطابق ہر قسم کے زیورات ہمارے سٹاک میں موجود ہیں۔ آپ اپنے شہر کی ایجنسی کے لئے فوراً لکھیں۔ تیار شدہ زیورات کی مکمل فہرست اور چار تولہ امریکن نیو گولڈ (سونا) ایک جوڑی فینسی چوڑی، ایک انگوٹھی بمبئی فیشن، ایک جوڑی کانٹے (بندے) نیو ڈیزائن بطور نمونہ بھیجے جاتے ہیں، ہوشیار، تجربہ کار اور محنتی ایجنٹوں کو ہر قسم کی سہولت دی جاتی ہے۔ آج ہی فوراً قواعد ایجنسی طلب کریں۔

ملنے کا پتہ:- **امریکن نیو گولڈ کمپنی۔ ایم۔ ڈی۔ پوسٹ بکس ۶۱ لاہور شہر**

AMERICAN NEW GOLD Co., M.D. P. B. 61, LAHORE

دس ہزار روپیہ کی گھڑیاں مفت

ہماری کمپنی نے اپنی تین مشہور فائدہ مند دوائیوں کی مشہوری کے لئے ہر شیشی کے خریدار کو ایک فینسی میوٹ رسٹ واچ اور ایک تولہ سونا پیرس نیو گولڈ مفت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جلدی کریں اور فائدہ حاصل کریں۔

بال عمر بھر نہیں اُگتے

ہماری مشہور دوائی اصلی جوہر حسن کے لگانے سے ہر جگہ کے بال بغیر کسی تکلیف کے ہمیشہ کیلئے دور ہو جاتے ہیں اور پھر زندگی بھر دوبارہ اس جگہ بال کبھی پیدا نہیں ہوتے۔ جگہ ریشم کی طرح ملائم نرم اور خوبصورت نکل آتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ پندرہ آنے۔ اکٹھا تین شیشی کی رعایتی قیمت صرف پانچ روپیہ ۱۰۔ اس دوائی کو مشہور کرنے کے لئے ہر شیشی کے ہمراہ ایک فینسی میوٹ رسٹ واچ اور ایک تولہ سونا پیرس نیو گولڈ بالکل مفت بھیجا جاتا ہے۔ یہ سونا دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کے مانند ہے۔ اور کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے۔ اس سے ہر قسم کے زیورات تیار ہو سکتے ہیں (ضروری نوٹ) مال ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کر دی جاتی ہے۔ تین شیشی دوائی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور تین تولہ سونا اور تین گھڑیاں مفت انعام بھیجی جاتی ہیں۔

بال کالا تیل

اس بال کالا تیل کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لئے سیاہ ہو جاتے ہیں اور تمام عمر کالے ہی پیدا ہوتے ہیں بے نظیر سنیاسی تحفہ ہے۔ فائدہ نہ ہونے پر قیمت فوراً واپس ہوگی قیمت فی شیشی ایک روپیہ پندرہ آنے۔ اکٹھا تین شیشی کی رعایتی قیمت صرف ۱۰۔ اس دوائی کو مشہور کرنے کے لئے ہر شیشی کے ہمراہ ایک فینسی میوٹ رسٹ واچ اور ایک تولہ سونا پیرس نیو گولڈ بالکل مفت بھیجا جاتا ہے یہ سونا دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کی مانند ہے اور کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے اس سے ہر قسم کے زیورات تیار ہو سکتے ہیں (ضروری نوٹ) مال ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کر دی جاتی ہے تین شیشی دوائی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور تین تولہ سونا اور تین گھڑیاں مفت انعام۔

کالے گورے ہو گئے

اگر آپ اپنے چہرہ کا رنگ کالے سے گورا تبدیل کرنا چاہتے ہیں یا اپنے مرجھائے ہوئے چہرہ پر بدنما کالے داغ کیل پھنسیاں چیچک کے داغ اور چھائیاں دور کرنے کی خواہش رکھتے ہیں تو ہمارا سائنس کے اصولوں سے تیار کردہ لنڈن بیوٹی لوشن استعمال کریں جس سے آپ کے جسم یا چہرہ کا رنگ شرطیہ طور پر کالے سے گورا ہو جائیگا۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ پندرہ آنے۔ اکٹھا علاوہ محصول ڈاک تین شیشی کی رعایتی قیمت صرف پانچ روپیہ ۱۰۔ اس دوائی کو مشہور کرنے کے لئے ہر شیشی کے ہمراہ ایک فینسی میوٹ رسٹ واچ اور ایک تولہ سونا پیرس نیو گولڈ بالکل مفت بھیجا جاتا ہے۔ یہ سونا دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کی مانند معلوم ہوتا ہے۔ اور کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے اس سے ہر قسم کے زیورات تیار ہو سکتے ہیں۔ (ضروری نوٹ) مال ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کر دی جاتی ہے۔ تین شیشی دوائی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور تین تولہ سونا اور تین گھڑیاں مفت انعام بھیجی جاتی ہیں۔

ملنے کا پتہ:- لنڈن کمرشل کمپنی پوسٹ بکس 165 ایم۔ ڈی، لاہور شہر

خدا کی نبی کو ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا رسول نے ان کو احکام الٰہی پہنچائے مگر انہوں نے ناقدری کی نعمت کی ایک نہ سنی اُلٹے اُس کے دشمن بن گئے اہل حق کو ستانے لگے۔ بالآخر خدا نے ان سے اپنی نعمت چھین لی ان کو ذلیل خوار برباد خستہ حال کیا اور ان کی گردنوں میں مدینہ کے رہنے والوں کی غلامی کا طوق ڈالا یہ سب ان کی کرتوت کی سزا ہے۔

مقصود بیان:- جو قوم نعمت الٰہی کا شکر ادا کرتی رہتی ہے اُس سے انعام خداوندی کبھی زائل نہیں ہوتا۔ ضمنی طور پر مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ تم بھی حق کی پیروی نہ چھوڑنا کفران نعمت نہ کرنا ورنہ تمہارا انجام بھی گذشتہ اقوام کی طرح ہوگا۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ

خدا کے نزدیک بدترین جانور وہ لوگ ہیں جو

كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ

منکر ہوگئے اور ایمان نہیں لاتے جن سے

عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ

تم نے عہد لے لیا مگر ہر بار وہ

فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ۝ فَإِمَّا

بلا خوف عہد توڑ ڈالتے ہیں لہذا اگر

تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ

تم اُن کو لڑائی میں پاؤ تو ایسی سزا دو کہ اُن سے پیچھے والے دیکھ کر

خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَإِمَّا تَخَافَنَّ

بھاگ جائیں تاکہ اُن کو عبرت حاصل ہو اور اگر کسی قوم کی طرف

مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ

سے تم کو دغا کا اندیشہ ہو تو تم اُن کو برابر کا جواب دو

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۝ ع

اللہ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا

تفسیر آثار سے ثابت ہے کہ یہ آیت خاندان قریظہ کے یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے معاہدہ کیا تھا کہ ہم مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی مدد نہ کرینگے مگر انہوں نے بدر کے روز اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور سامان جنگ سے مشرکوں کی مدد کی۔ پھر جواب طلب کیا گیا تو کہنے لگے ہم بھول گئے تھے اب ایسا نہ کرینگے لیکن غزوۂ خندق میں دوبارہ عہد شکنی کی اور مشرکوں کو مدد پہنچائی بلکہ کعب بن اشرف نے مکہ جاکر قریش سے معاہدہ کیا اور اُن کی خاطر سے اُن کے بتوں کو سجدہ کیا اور اقرار کیا کہ مسلمانوں کی بہ نسبت تو تم راہ راست پر ہو ہم تمہاری مدد کرینگے اور بالآخر مشرکوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقابلہ میں میدان میں آ گئے۔

اگر یہ سبب نزول صحیح ہے تب بھی آیت کا حکم عمومی ہے۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ دیسے تو تمام کفار خبیث ہیں مگر سب میں بدتر بلکہ جانوروں سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو کفر پر مستحکم ہیں کبھی ایمان نہ لائینگے یعنی وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا مگر وہ ہر مرتبہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں ایسے لوگ اگر لڑائی میں ہاتھ آجائیں تو اُن کو سخت ترین سزا دینا چاہئے تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو اور وہ آئندہ عہد شکنی کی جرأت نہ کریں اور اگر عہد شکنی کا تحقق و وقوع نہ ہو بلکہ علامات و آثار دیکھ کر معاہدہ کی خلاف ورزی کا اندیشہ ہو اور ایسے قرائن ہوں جن سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ لوگ اب عہد شکنی کرنے چاہتے ہیں تو اُن کو آگاہ کردو کہ اب ہمارا تمہارا کوئی معاہدہ نہیں جو تمہارا جی چاہے تم کرو جو ہم چاہینگے ہم کرینگے مگر تم اپنی طرف سے (خواہ مخواہ) معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کرنا کیونکہ اللہ کو خیانت کار پسند نہیں ہیں۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں بیان کیا ہے کہ آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو قوم عہد شکنی کرے اُسکو بُری طرح قتل کر دو اور جس کی طرف سے عہد شکنی کا گمان ہو اُس کو اچھی طرح آگاہ کردو کہ آج سے ہمارا تمہارا معاہدہ منسوخ ہے یعنی امام المسلمین نے جس قوم سے معاہدہ کیا ہے اگر اُن کی طرف سے عہد شکنی کے آثار ظاہر ہوں اور نقض معاہدہ کا احتمال ہو تو شکست معاہدہ کی اطلاع کر دینا ان کو واجب ہے جیسے قریظہ نے حضورؐ سے عدم اعانت مشرکین کا عہد کیا پھر مشرکوں کی درخواست مدد کو منظور کیا اور اس وجہ سے حضورؐ کو اُن کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی کا اندیشہ ہوا تو حضورؐ نے اُن کو اطلاع دیدی لیکن اگر نقض عہد بظہور قطعی ہو تو نسخ معاہدہ کی اطلاع دینی ضروری نہیں۔ جب بنی بکر اور بنی خزاعہ کی جنگ ہوئی اور قریش نے بنی بکر کی مدد کی باوجودیکہ بنی خزاعہ مسلمانوں کے حلیف اور معاہد تھے تو اُس وقت حضورؐ نے اہل مکہ کو نسخ معاہدہ کی اطلاع دیئے بغیر مکہ پر چڑھائی کر دی۔

امام احمد نے بروایت سلیم بن عامر بیان کیا ہے کہ جب امیر معاویہ نے روم پر چڑھائی کی تو افواج اسلام اور روم میں ایک خاص مدت کے لئے صلح ہوگئی۔ جب مدت معاہدہ قریب الختم ہوگئی تو مسلمانوں نے سرحد پر صف بندی کر دی تاکہ مدت ختم ہونے پر بغیر اطلاع کئے کفار پر حملہ کر دیں اتفاقاً حضرت عمرو بن عنبسہ گھوڑے پر سوار نعرۂ تکبیر لگاتے ہوئے آئے

اور پکار کر کہنے لگے وفا بعہد کرو شکست نہ کرو۔ کیونکہ حضور اقدس کا فرمان ہے جس قوم کے ساتھ معاہدہ ہو جائے تو مدت کے اختتام سے پہلے نہ اُس کی گرہ کھولی جائے نہ باندھی جائے مدت یونہی گزر نے دی جائے یا فسخ معاہدہ (کا اعلان) کر دیا جائے۔ معاویہ یہ خبر سنکر واپس آگئے۔ رواہ ابوداؤد والنسائی وابن حبان والترمذی وقال حسن صحیح۔

مقصود بیان:۔ کافر مشرک جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ اگر کفار کھلم کھلا عہد شکنی کریں تو اُن کو جنگ کر کے سخت ترین سزا دینی چاہیئے تاکہ اور لوگوں کو شکست معاہدہ کی ہمت نہ ہو اور اگر کھلم کھلا عہد شکنی نہ کی ہو بلکہ معاہدہ کی خلاف ورزی کے آثار نمودار ہوں تو فسخ معاہدہ کی اطلاع ان کو دیدی جائے۔ خیانت یعنی عہد شکنی سخت جرم ہے مسلمانوں کو اس سے پرہیز رکھنا لازم ہے۔ وغیرہ۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ

اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ وہ بچ نکلے

إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ○ وَأَعِدُّوا لَهُم

وہ ہم کو عاجز نہیں کر سکتے اور جس قدر سامان تم اُن کے

مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ

مقابلے کے لئے فراہم کر سکتے ہو کرو قوت جسمانی اور پرورش

الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَ

اسپ تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے دشمنوں پر اور

عَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ

اپنے دشمنوں پر اور ان کے سوا اور دوسروں پر

لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا

جن سے تم واقف نہیں اللہ ان سے واقف ہے دھاک بٹھاؤ اور راہ خدا

مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ

میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اُس کا ثواب تم کو پورا پورا

إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ○

دیا جائے گا تمہاری حق تلفی نہ ہوگی

تفسیر

علامہ سیوطی کے نزدیک اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے وہ کفار مراد ہیں جو میدان بدر سے جان بچا کر بھاگ گئے تھے اور سمجھتے تھے کہ اب ہم مسلمانوں کی زد سے نکل گئے لیکن سیاق عبارت بتا رہا ہے کہ ان آیات کا ربط گذشتہ آیات سے ہے اس لئے مخصوص کفار مراد نہیں ہیں۔ بیضاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

اوپر کی آیات میں بیان کیا گیا تھا کہ معاہد کفار کی طرف سے اگر معاہدہ کی خلاف ورزی کے آثار نمودار ہو جائیں تو تم بھی فسخ معاہدہ کر دو اور اس فسخ معاہدہ کی اطلاع دشمن کو دیدو۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ جب فسخ معاہدہ کی اطلاع دشمنوں کو دیدی جائیگی تو وہ ہوشیار اور بیدار ہو جائینگے اور بیدار ہو کر پوری تیاری اور مقدرت حاصل کر لینگے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر وہ مسلمانوں کے قبضہ کے نہ رہینگے۔ اس شبہہ کو دفع فرماتا ہے کہ تم اُن کو ہوشیار و بیدار کرنے سے قطعًا اندیشہ نہ کرو وہ کسی طرح اللہ کے قبضہ سے نکل نہیں سکتے اور کبھی اللہ کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکتے بلکہ تم پر لازم ہے کہ اپنی استطاعت کے موافق جتنا بھی ممکن ہو جنگ کا ساز و سامان اور سواری کے گھوڑے فراہم کرو تاکہ دشمن کے مقابلہ کے کام آئیں اور اس سے ان کافروں پر بھی تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور دوسرے منافقوں پر بھی یعنی کافروں اور منافقوں کے مقابلہ میں اسلام کی شوکت و قوت کا مظاہرہ جنگ کے ساز و سامان کی کثرت سے ہوگا۔ نہ تمہاری حقانیت و صداقت اسلام و زہد و ورع وغیرہ سے تو ڈرتے نہیں البتہ جنگ کا ساز و سامان اُن کو لرزہ براندام کر دیتا ہے۔ لہذا اس کی تیاری میں جہاں تک ممکن ہو اپنا مال صرف کر دو۔ جو کچھ راہ خدا میں صرف کرو گے اُس کا اجر تم کو پورا پورا ملے گا ذرہ برابر حق تلفی نہ کی جائیگی۔

تحلیل اجزاء

مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ میں قوت سے کیا مراد ہے؟ عقبہ بن عامر کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور اقدس نے ممبر پر تین مرتبہ فرمایا۔ قوت تیر اندازی ہے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد قلعہ گڑھی۔ ابن عباس کے نزدیک تیر چلانے اور جملہ ہتھیار مراد ہیں۔ مجاہد و عکرمہ کہتے ہیں کہ نر گھوڑے قوت ہیں اور گھوڑیاں رباط الخیل۔ ارجح یہ ہے کہ قوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے جہاد میں مسلمانوں کو تقویت حاصل ہو خواہ کسی قسم کے ہتیار ہوں یا سامان رسد یا اور کچھ۔ ساری حدیث تو وہ بطور تمثیل ہے کیونکہ حضور کے زمانہ میں تیر اندازی دشمن کی مدافعت کا سب سے بڑا ذریعہ تھی لیکن اس زمانہ میں تیر اندازی بیکار چیز ہے بلکہ بندوق، گن مشینیں، بحری، بری اور ہوائی توپیں، ٹینک، بم وغیرہ آلات حرب ہیں لہذا اُن کی فراہمی لازم ہے۔

ابن عباس نے اس آیت سے استنباط کیا ہے کہ بیت المال کو خزانہ سے بھرا ہوا رکھنا ضروری ہے تاکہ دشمن سے مقابلہ کے وقت کام آئے لیکن افسوس کہ اس زمانہ میں محاصل ملکی اور مالی آمدنی کا مصرف اور مقصود ہی دوسرا

فرما یا ہے۔ چند نفس پرور استبداد پسند امراء کی خواہشات نفس پر قربان کر دینا ہی حصول ملکی کا اصل مقصد ہے نہ اس سے مسلمانوں کو فائدہ رسانی مقصود ہے نہ دشمنوں سے اسلام کی حفاظت پیش نظر ہے بلکہ جاہ و حشم بڑھانا عیاشی میں برباد کرنا اور غریب مزدوروں کا خون چوس کر اپنی آسائش کے لئے فلک بوس کوٹھیاں تعمیر کرنا ہی مآل سلطنت ہے۔ یہی نتیجۂ دولت ہے۔

مقصود بیان :- کفار کوئی تدبیر کریں اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہو سکتے۔ آیت میں پیشین گوئی ہے کہ بدر سے بھاگے ہوئے لوگ آئندہ مغلوب و ذلیل ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اگر آیت کو اہل بدر کے متعلق نہ کہا جائے تو مقصود یہ ہوگا کہ کافروں کو اگر تم فسخ معاہدہ کی اطلاع دیدو تب بھی کوئی ہرج نہ ہوگا۔ وہ کسی طرح ہزیمت ذلت وغیرہ سے بچ نہیں سکتے۔ عساکر اسلامیہ پر واجب ہے کہ بقدر امکان جتنا بھی ہو سکے سامان جنگ مہیا رکھیں تاکہ اس کے ذریعہ سے دشمنوں پر انکی دھاک بیٹھ جائے اور بوقت ضرورت آسانی سے مقابلہ کر کے اُن پر فتح حاصل کر سکیں۔ وغیرہ

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ

اور اگر وہ صلح کی طرف جھک جائیں تو تم بھی اُسکی طرف جھک جاؤ اور خدا پر

عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

بھروسہ رکھو بے شک وہ سُنتا جانتا ہے

وَاِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ

اور اگر وہ تم کو دھوکا دینا چاہیں تو تمہارے لئے

حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ

خدا کافی ہے اُسی نے اپنی امداد اور

بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ

مسلمانوں کے ذریعے سے تم کو قوت پہنچائی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں

قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ

ایسی اُلفت پیدا کردی ہے کہ اگر تم روئے زمین کا کل سامان خرچ کر ڈالتے

جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ

تب بھی اُن کے دلوں کو باہم نہیں ملا سکتے تھے صرف

اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اللہ ہی نے اُن میں الفت پیدا کردی بلاشبہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ

اے نبی! تمہارے لئے اللہ اور وہ

اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ع

مسلمان کافی ہیں جنہوں نے تمہاری پیروی کی

تفسیر یہ گذشتہ احکام کا تملہ ہے یعنی اگر کفار تمہارے جنگی ساز وسامان کو دیکھ کر مرعوب ہو کر صلح یا اطاعت کی طرف مائل ہو جائیں تو تم بھی بلا پس و پیش اُن سے صلح کر لو اور کچھ اندیشہ نہ کرو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ وہ خوب جانتا اور سنتا ہے کہ کس مقصد سے اور کیا مشورہ کر کے کافروں نے صلح کی طرف میلان کیا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ دھوکہ بازی کریں اور پیام صلح صرف اس لئے بھیجیں کہ اپنا ساز وسامان درست کر لیں جنگی قوت بڑھا لیں تو تم کچھ پرواہ نہ کرو تمہارا مددگار اللہ کافی ہے اُسی نے تمہاری نصرت کے ظاہری و باطنی اسباب پیدا کئے۔ باطنی اسباب تو مخفی ہیں اور ظاہری اسباب یہ پیدا کئے کہ مومنوں کو تمہاری نصرت و امداد کے لئے مقرر فرمایا باوجودیکہ ان کے دلوں میں اسلام سے پہلے دیرینہ عداوت تھی اور اس حد تک کہ اگر تم روئے زمین کے کل خزانے ان میں میل و محبت پیدا کرانے کے لئے صرف کر ڈالتے تب بھی ان کا میل ناممکن تھا مگر اللہ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تمہاری مدد کے لئے سب کو ایک سطح پر جمع کر دیا۔ اس ائتلاف کے اندر خدا کی حکمت مخفی ہے۔ وہ با حکمت اور غالب ہے یعنی مسلمانوں کے اس ائتلاف سے مقصود یہ ہے کہ آئندہ اشاعت اسلام مسلمانوں کی حکومت اور ممالک کی فتوحات حاصل ہوں۔ یہ مقصد بغیر اتحاد مسلمین کے ناممکن تھا۔ اسلام سے قبل تقریباً ایک سو بیس سال سے برابر عرب میں کشت خون کے ہنگامے بپا رہتے تھے۔ اونٹ کے خون کے ایک قطرے کے عوض ہزاروں لاکھوں انسانوں کا خون بے دریغ بہا دیا جاتا تھا، گھوڑوں کی دوڑ اور مسابقت پر بیسیوں برس بازار قتال گرم رہتا تھا۔ بکر و تغلب کی لڑائی چالیس سال جاری رہی۔ اوس و خزرج کی عداوت پرانے زمانے سے پشت در پشت منتقل ہو کر آتی رہی۔ لیکن آفتاب اسلام کے طلوع ہوتے ہی تمام تاریکیاں دور ہو گئیں۔ دیرینہ عداوتیں زائل ہو گئیں۔ دشمنوں کے دل بھائیوں کی طرح مل گئے۔ قبائل اوس و خزرج بھائی بھائی بن گئے اور سبھوں نے یک روح ہو کر پرچم اسلام کو اطراف عالم کی سب اونچی چوٹیوں پر لہرا دیا یہ بھی اتحاد مسلمین کی غرض

اور یہ بھی اللہ کی مخفی حکمت۔

مقصود بیان:۔ کفار کی مکاری اور دھوکہ بازی سے اندیشہ نہ کرنے کی ہدایت، اس امر کا ضمنی ترشح کہ صلح بہرحال اچھی چیز ہے۔ جہاں تک ممکن ہو صلح کی طرف ہاتھ بڑھاؤ اگرچہ یہ معلوم ہو کہ کفار صلح کے پردہ میں مسلمانوں کو فریب دینا اور اپنی قوت کو فراہم کرنا چاہتے ہیں مگر پھر بھی اللہ کے بھروسہ پر صلح کر لینا چاہئے۔ لیکن آپس کے تعاون و اتحاد کو قائم رکھنا چاہئے۔ مسلمانوں میں کسی طرح تفرقہ اور پھوٹ نہ پڑنا چاہئے۔ اس بات کی صراحت کہ مسلمانوں کا باہمی اتحاد نعمت الٰہی ہے۔ اتحاد کی بدولت یہ قوی دشمن پر غالب آ سکتے ہیں۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ

اے نبی مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو

إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ

اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ

تو دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں سے

مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

سو آدمی ہونگے تو ہزار کافروں پر غالب آجائینگے

بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝ الْآنَ

کیونکہ وہ بے دانش لوگ ہیں اب

خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ

اللہ نے تم پر سہولت کردی اور اسے معلوم ہوگیا ہے کہ تم میں

ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ

کچھ کمزوری ہے تو اب اگر تم میں سے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ

تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ہزار ہوں گے

يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ

تو دو ہزار پر بحکم خدا غالب ہوں گے اور اللہ

مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

ثابت قدم رہنے والوں کا حامی ہے

تفسیر آثار صحابہؓ کے مطالعہ سے ثابت ہے کہ ابتدائے اسلام میں لوگ بہت جری تھے۔ ایک سو مسلمان ہزار کافروں کا مقابلہ کر لیتے تھے بلکہ کبھی دس آدمی دس ہزار کے لشکر پر حملہ کر دیتے تھے اور ہلاکت کا کوئی اندیشہ نہ کرتے تھے اُس وقت اُن کے دلوں میں ایمان اور امداد الٰہی کی کہربائی طاقت موجزن تھی اللہ نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ سہولت کے لئے ایک خاص حکم نازل فرما دیا اور تعداد کی خاص تعیین کر دی کہ اپنے سے دس گونہ دشمنوں کے سامنے سے فرار کرنا روا نہیں۔ ہاں اگر کفار اس سے زائد ہوں تو جائز ہے کہ جان بچانے کے لئے مسلمان معرکہ سے پہلو تہی کریں۔ لیکن اگر دس گونہ کافروں سے زائد کا مقابلہ بھی کرینگے تو ناجائز نہیں۔ لیکن کچھ زمانہ کے بعد مسلمانوں کے صبر و استقامت میں ضعف پیدا ہوگیا تو لوگوں کو دس گونہ کافروں سے مقابلہ کا حکم بھی شاق گذرنے لگا۔ ابن عباسؓ سے بطرق متعددہ یہی مروی ہے۔ بالآخر خدا تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور صرف دو گونہ کافروں سے مقابلہ کا وجوبی حکم باقی رہ گیا یعنی اگر مسلمان دس اور کافر بیس ہوں یا مسلمان سو اور کافر دو سو یا مسلمان ایک ہزار اور کافر دو ہزار تو ایسی صورت میں استقامت اور مقابلہ واجب ہے۔ میدان جنگ سے منہ موڑنا کسی طرح جائز نہیں اور اگر کفار دو چند سے زائد ہوں تو مقابلہ سے ہٹ جانا جائز ہے۔ ابن عباسؓ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ تضعیف سے مراد صرف عرفی تضعیف و تضعیف ہے ٹھیک نصف مراد نہیں یعنی اگر مسلمان سو کے لگ بھگ مثلاً ۹۷ یا ۹۸ یا ۹۹ ہوں اور کفار دو سو ہوں یا کفار دو سو پانچ ہوں اور مسلمان سو ہوں تب بھی فرار جائز نہیں واللہ اعلم۔ اخیر میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی جنگ میں صبر و استقامت لازم ہے کثرت و قلت کو اس میں زیادہ دخل نہیں۔ جو لوگ جم کر یکدل ہو کر لڑینگے نصرت الٰہی اُن کے ساتھ ہوگی۔

مقصود بیان:۔ جہاد کی ترغیب کا حکم۔ اس امر کی صراحت کہ کافروں کی کثرت سے مسلمانوں کو مرعوب نہ ہونا چاہئے۔ یہ اپنے سے دوگنی تعداد پر غالب آسکتے ہیں مگر صبر و استقلال لازم ہے بغیر جماؤ کے کامیابی ناممکن ہے۔ اس بات کی بھی آیت میں صراحت کر دی گئی ہے کہ غلبہ و نصرت محض اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔ طاقت و تعداد موجب فتح نہیں لیکن اللہ اُسی قوم کو فتح و کامرانی کا حکم دیتا ہے جو ثابت القلب صابر ہو اور دشمن کے مقابلہ میں جم کر لڑے۔ اس میں مسلمانوں کو ایک ضابطۂ فطرت کی تعلیم دینی مقصود ہے کہ اللہ کا حکم خواہ مخواہ نہیں ہو جاتا بلکہ جو لوگ اپنی مدد خود کرتے ہیں یعنی دشمن کے مقابلہ میں متحد و صابر رہتے ہیں اُنہی کی فتح و نصرت کا اللہ

بھی علم دیتا ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى

نبی کے لئے مناسب نہ تھا کہ اُن کے پاس قیدی ہوتے

حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ

تاوقتیکہ وہ ملک میں (کافروں کی) خوب قتل نہ کر لیتے تم دنیا کا

عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ

سامان چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لئے آخرت کو چاہتا ہے

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَوْلَا كِتَابٌ

اور اللہ زبردست وحکمت ہے اگر ایک بات اللہ کی

مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ

طرف سے پہلے نہ لکھی جا چکی ہوتی تو اس مال لینے میں تم پر

عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ

بڑا عذاب آ پڑتا مگر اب جو تم نے لیے ہو اسکو حلال

حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

پاکیزہ سمجھتے ہوئے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ ع ٥

غفور رحیم ہے

تفسیر ان آیات کا سبب نزول عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر جماعت صحابہؓ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب بدر کی جنگ میں ستر قیدی گرفتار ہو کر آئے تو حضور اقدسؐ نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ ان قیدیوں کو کیا کرنا چاہئے؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ آپکی قوم کے لوگ ہیں ان سے توبہ کرائیے اور چھوڑ دیجئے شاید اللہ تعالیٰ انکی توبہ قبول فرمائے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی آپ کو مکہ سے نکالا مجھے اجازت دیجئے میں ان کی گردنیں اڑا دوں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ لوگ اس قابل ہیں کہ لکڑیوں کا ڈھیر کر کے اس میں رکھ کر ان کو پھونکدیا جائے۔ حضور بالکل خاموش رہے اور اندر تشریف لے گئے۔ لوگوں نے اختلاف کرنا شروع کیا کسی نے ابو بکرؓ کی رائے کو پسند کیا۔ کسی نے عمرؓ کے قول کو اور کسی نے ابن رواحہؓ کے خیال کو۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ برآمد ہوئے اور فرمایا اللہ بعض دلوں کو نرم کرتا ہے یہانتک کہ وہ دودھ سے زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض دلوں کو سخت کرتا ہے یہانتک کہ وہ پتھر سے زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اے ابوبکر تمہاری مثال ابراہیمؑ کی ہے جبکہ انہوں نے کہا تھا فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ اے ابوبکر! تمہاری مثال عیسیٰؑ کی ہے جبکہ انہوں نے کہا إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ اے عمر تمہاری مثال موسیٰ کی ہے جبکہ انہوں نے کہا تھا رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ اے عمر! تمہاری مثال نوحؑ کی ہے جبکہ انہوں نے کہا تھا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ تم لوگ اس وقت مفلس ہو لہذا ان قیدیوں میں سے کوئی رہا نہ ہوگا جب تک اپنا زرِ فدیہ (مالی معاوضہ) ادا نہ کرے ورنہ اسکی گردن ماردی جائیگی۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں میں نے زبان لڑا کر عرض کیا یارسول اللہ! سوائے سہیل بن بیضاء کے کیونکہ وہ اسلام کا ذکر پہلے ہی کرتا تھا۔ حضورؐ نے کچھ خاموشی کے بعد فرمایا ہاں سوائے سہیل بن بیضاء کے۔ غرض اُن قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا اور بہ شرط کی کہ آیندہ مسلمانوں سے نہ لڑیں۔ ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ انصار عباسؓ کو قتل کرنا چاہتے تھے اور اُن کو قتل کی دھمکی بھی دی تھی۔ حضورؐ کو یہ اطلاع پہنچی تو فرمایا انصار کا ارادہ ہے کہ عباس کو قتل کر دیں مجھے چچا عباس کے خیال سے رات کو نیند نہیں آئی۔ عمرؓ نے عرض کیا میں عباسؓ کو لے آؤں؟ فرمایا ہاں عمر انصار کے پاس گئے اور کہا عباس کو چھوڑ دو انصار نے کہا نہیں چھوڑینگے۔ عمر نے کہا اگر رسول اللہؐ فرمائیں تب بھی؟ انصار نے کہا اگر حضورؐ کی منشا ہے تو لے جاؤ۔ حضرت عمرؓ عباسؓ کو لیکر خدمت گرامی میں حاضر ہوئے اور راستہ میں اُن سے کہا عباس مسلمان ہو جاؤ۔ مجھے تمہارا مسلمان ہونا اپنے باپ خطاب کے مسلمان ہونے سے بھی زیادہ مرغوب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے مسلمان ہونے کی رغبت ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ فی کس چالیس اوقیہ (سونا) لیکر تمام قیدیوں کو رہا کر دیا (البتہ تین آدمیوں کو قتل کیا) حضرت عباسؓ سے خود اُن کی ذات کا اور اُن کے بھتیجے عقیل برادر علی بن ابی طالب کا اور نوفل بن حارث کا تاوان لیا گیا۔ عباسؓ نے عرض کیا میں فقیر ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ سونا جو گھر رکھ کر آئے ہو کہاں ہے؟ چونکہ اس سونے کی عباسؓ کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی اس لئے فرمان نبوی سنتے ہی آپ مسلمان ہو گئے مگر اس قول کی محققین نے تضعیف کی ہے۔

غرض اس فدیہ لیکر چھوڑنے پر اللہ کی طرف سے رسول پاکؐ اور مسلمانوں کو عتاب آمیز لطیف خطاب ہوا۔ معتبر روایات میں آتا ہے کہ دوسرے روز حضرت عمرؓ خدمت گرامی میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضورؐ گرامی اور ابوبکرؓ رو رہے ہیں رونے کا سبب دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا تیرے ساتھیوں کے لئے روتا ہوں کہ انہوں نے فدیہ لینا پسند کیا اور اب اُن کے حق میں مواخذہ اس سامنے والے درخت سے بھی زیادہ نزدیک پیش کیا گیا ہے یعنی آئندہ سال اس فدیہ لینے کی یہ سزا ہوگی کہ اتنے ہی آدمی جنگ میں شہید ہوں گے۔

تحقیق اجزاء

حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ کا یہ مطلب ہے کہ بدر کے قیدیوں کو قتل کر ڈالنا بہتر تھا اور فدیہ لیکر چھوڑنا کسی طرح مناسب نہ تھا۔ یہ حکم بدر کے قیدیوں کے متعلق تھا۔ اور یہ حکم اگرچہ سخت تھا مگر مصلحت وقت کے مناسب تھا ایسے مصالح کو وہی خوب جانتے ہیں جو جنگ میں شریک ہوتے ہیں اور باوجود رحمدل اور مہذب ہونے کے ذرا سے قصور پر سپاہیوں کا کورٹ مارشل کر دیتے ہیں۔ لیکن جب مسلمانوں کی کثرت ہوگئی اور مسلمان چھا گئے تو آیت فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً سے بالعوض اور بلاعوض قیدیوں کو چھوڑ دینے کی بھی اجازت دیدی گویا حکم قتل کی تعیین کو منسوخ کر دیا۔ مفسر سیوطی کا یہی قول ہے اسی بنا پر امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے اختیار کیا ہے کہ جب کوئی حربی کافر قید ہوکر آئے تو امام المسلمین کو اختیار ہے کہ اُس کو قتل کردے یا فدیہ لیکر چھوڑ دے یا بلاعوض رہا کردے یا غلام بنالے۔ ابن عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ امام کے لئے دو باتوں میں سے ایک بات لازم ہے یا قتل کرنا یا غلام بناکر رکھنا۔ رہ گئی آیت فدیہ تو وہ آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ سے منسوخ ہے کیونکہ سورۂ براءت بعد کو نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین کی اُس روایت سے ظاہر ہے جس کے راوی عثمان ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام رازیؒ کہتے ہیں کہ آیت فدیہ یہاں کی آیت کی ناسخ نہیں نہ دونوں کے مفہوم میں تضاد ہے بلکہ دونوں آیات موافق ہیں کیونکہ دونوں آیات کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے اثخان (یعنی قتل عام) ہوجانا ضروری ہے۔ اس کے بعد بالعوض یا بلاعوض چھوڑنے کا اختیار ہے مطلب یہ ہے کہ کافروں کو عمومی قتل کرو کسی کو مت چھوڑو۔ اس کے بعد جو لوگ رہ جائیں اُن کو چھوڑنے کا بھی اختیار ہے۔ لیکن امام رازیؒ کی اس تاویل کو اہل تحقیق نے ضعیف قرار دیا ہے بلکہ صحیح اور بہترین تاویل یہ بیان کی ہے کہ حَتّٰى يُثْخِنَ میں حَتّٰى غایت کے لئے ہے اور اثخان کا حقیقی مقصود یہ ہے کہ اسلام کی شوکت وقوت کا مظاہرہ ہوجائے گویا فدیہ لینے کی ممانعت اثخان تک ہے یعنی جب تک شوکت اسلام کا علی الاعلان مظاہرہ نہ ہوجائے فدیہ لینا ناجائز ہے۔

حاصل حکم یہ ہوا کہ فدیہ لیکر چھوڑ دینا نبی کے لئے جائز نہ تھا جب تک شوکت اسلام کا مظاہرہ نہ ہوجاتا۔ رہا شوکت اسلام کے مظاہرہ کے بعد کا حکم تو اس کو آیت فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً میں بیان کر دیا۔ یعنی شوکت اسلامی کے ظہور کے بعد بالعوض وبلاعوض قیدیوں کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ میرے نزدیک بھی یہی تاویل بہتر و انسب ہے۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے تمہارے لئے آخرت کو چاہا تھا مگر ایسا نہ ہوا کیونکہ ارادۂ الٰہی کے خلاف ہونا ناممکن ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں کے لئے آخرت کو پسند فرمایا ہے اور چونکہ مسلمانوں نے ثواب آخرت کے حصول میں غلطی کی اور فدیہ لے لیا اس لئے عتاب ہوا۔ اس آیت سے بیضاوی نے استدلال کیا ہے کہ انبیاء بھی اجتہاد کرتے ہیں اور کبھی اجتہاد میں چوک جاتے ہیں لیکن بذریعۂ وحی اُن کو مطلع کر دیا جاتا ہے۔

لَوْلَا كِتٰبٌ الخ یعنی اگر اللہ کی سابقہ تحریر نہ ہوچکی ہوتی تو فدیہ لینے کی وجہ سے تم پر عذاب عظیم آجاتا۔ اللہ نے سابقہ تحریر یعنی لوح محفوظ میں کیا لکھا تھا؟ خدا ہی جانے کیا لکھا تھا لیکن علماء نے قرائن سے مختلف وجوہات کی ہیں (۱) لوح محفوظ میں اللہ نے یہ بات لکھدی تھی کہ جو مؤمن بندہ اجتہاد میں غلطی کرے اُس پر عذاب نہ ہوگا (۲) جس قوم کو کسی کام کے کرنے کی صریح ممانعت نہ ہوا اور وہ اُس کو کرلے تو ماخوذ نہ ہوگی (۳) اہل بدر جو فعل کریں بخشے جائیں گے اُن پر عذاب نہ ہوگا (۴) اس اُمت پر مال فدیہ حلال ہوگا۔ بہرحال آیت میں عذاب کی تنبیہ ہے اگرچہ وعید نہیں ہے۔

فَكُلُوْا الخ۔ جب آیت عتاب نازل ہوئی تو صحابہ نے بدر کے حاصل شدہ مال غنیمت اور فدیہ میں تصرف کرنے سے ہاتھ کھینچنا چاہا تو یہ اجازت نازل ہوئی اور مال غنیمت وزر فدیہ حاصل کرنے اور اس میں ہر قسم کا جائز تصرف کرنے کو مباح قرار دے دیا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ نبی کو زیبا نہیں کہ قیدیوں کو گرفتار کرے اور خوب قتل نہ کرے مسلمانو! تم فدیہ کی طرف مائل ہوگئے جو دنیا کا فانی اسباب ہے اللہ تو تمہارے لئے آخرت کی بھلائی چاہتا ہے (دنیا میں مفلس رہے تو کیا اور مالدار ہوئے تب کیا) وہ حکیم اور زبردست ہے۔ حکم قتل کی حکمت کو خوب جانتا ہے۔ اگر تقدیر الٰہی میں بروز ازل ایک خاص حکم نہ لکھا گیا ہوتا تو اس فدیہ لینے پر تم کو عذاب عظیم ہوتا۔ خیر اب جو کچھ تم نے اُن سے لیا ہے یا مال غنیمت حاصل کیا ہے وہ تمہارے لئے حلال طیب ہے کھاؤ پیو اللہ معاف کرنے والا ہے مگر آئندہ پرہیز رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو

مقصود بیان: تاوقتیکہ شوکت اسلام اور قوت اہل اسلام کا علی الاعلان مظاہرہ نہ ہوجائے اور کفار پر طاقت اسلامی کا رعب چھا جائے اُس وقت تک فدیہ لیکر قیدیوں کو چھوڑنے کی رسول پاکؐ کو ممانعت

صحابہ اور رسول کو عتاب آمیز خطاب۔ اس بات کی صراحت کہ اہل ایمان کیلئے اللہ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے (خواہ دنیا میں وہ دولتمند رہیں یا نادار) تقدیر الٰہی کے خلاف کچھ نہیں ہوتا۔ فعل اگرچہ سزا کا مقتضی ہو مگر اگر تقدیر الٰہی میں اُس کی سزا مقدر نہیں ہے تو آدمی ماخوذ نہیں ہوتا۔ لہٰذا معتزلہ کا یہ خیال غلط ہے کہ گناہ کا اثر بالکل ایسا ہی ہے جیسے زہر کا جس طرح زہر کھانے سے آدمی پر فوراً اثر ہوتا ہے ایسا ہی گناہ کا اثر بھی ہوتا ہے اور آدمی ہلاک ہو جاتا ہے بلکہ زہر ہو یا گناہ دونوں کا نتیجہ یعنی ہلاکت و تباہی بتقدیر الٰہی ہوتی ہے اگر اللہ نے اُس فعل یا زہر کا نتیجہ بصورت عذاب و ہلاکت مقرر کیا ہے تو ضرور ہوگا ورنہ اسباب کی تاثیر بالکل نہ ہوگی۔ انبیاء بھی اجتہاد کرتے ہیں۔ انبیاء کے اجتہاد میں کبھی چوک بھی ہو جاتی ہے جس کی اطلاع وحی کے ذریعے سے کر دی جاتی ہے۔ لیکن اس سے ان کی عصمت میں کوئی خرابی نہیں آتی کیونکہ دینی مسائل میں کبھی وہ اجتہاد نہیں کرتے بلکہ محض وحی کے منتظر رہتے ہیں۔ بڑے بڑے صحابہ بھی معصوم نہ تھے بلکہ باقتضاء بشریت کبھی دنیوی مال کی طرف اُن کا میلان خاطر ہو جاتا تھا بشرطیکہ مال کی حرمت کا اُن کو علم نہ ہو۔ امتحان میں پڑنے کے لئے دلیری نہ کرنی چاہئے۔ بالآخر اسیران بدر کا زر معاوضہ مسلمانوں کے لئے حلال کر دیا گیا تھا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم

اے نبی! جو قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں اُن سے کہو

مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ

کہ اگر اللہ کو تمہارے دلوں میں کچھ نیکی معلوم ہوگی

خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ

تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عنایت کر دیگا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

اور تم کو بخش دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے

وَإِن يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ

اور اگر وہ تم سے دغا کرنی چاہیں تو

خَانُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ

تو اس سے پہلے بھی اللہ سے دغا کر چکے ہیں مگر اللہ نے اُن پر تم کو قابو دیدیا

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○

اور اللہ جاننے والا با حکمت ہے

تفسیر سبب نزول اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ منجملہ اسیرانِ بدر کے حضرت عباسؓ بھی گرفتار ہو کر آئے۔ قریش نے اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا اور چھڑا لیا۔ عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو مسلمان تھا۔ فرمایا تمہارے اسلام کا حال خدا جانے بظاہر تم ہم پر چڑھ کر آئے تھے۔ لہٰذا اپنا اور اپنے دونو بھتیجوں نوفل بن حارث بن عبد المطلب اور عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ ادا کرو۔ عباسؓ نے عرض کیا اتنا میرے پاس کہاں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عباسؓ نے رقم مقررہ ادا کر دی اور کہا اے میرے بھتیجے تم نے مجھے ایسا مفلس کر کے چھوڑا کہ جیتی زندگی قریش کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ٹکڑے مانگوں۔ حضورؐ نے فرمایا وہ مال کہاں گیا جو ام الفضل اور تم نے چپکے سے زمین میں گاڑا ہے اور تم نے ام الفضل سے کہا تھا کہ دیکھئے اس سفر میں کیا پیش آئے اگر میں نہ لوٹا تو یہ رقم مال میرے بچوں فضل اور عبداللہ اور قثم کے واسطے ہے۔ عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب میں یقینی طور پر سمجھ گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ میں نے آدھی رات کے وقت وہ مال گاڑھا تھا اور ام الفضل کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی۔ اب میں فدیہ دیتا ہوں لیکن بیس اوقیہ سونا جو میرے پاس تھا اور غنیمت کے وقت لوٹ لیا گیا وہ میرے حساب میں محسوب کر لیا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا ہرگز نہیں وہ تو اللہ نے ہم کو عطا کیا ہے۔ اسی قصہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔

حضرت عباسؓ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت میرے ہی حق میں نازل ہوئی ہے اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ بیس اوقیہ سونے کی بجائے حالت اسلام میں اُس نے مجھے بیس غلام عطا کئے جو خود بھی بہت قیمتی ہیں گھٹیا غلام کی قیمت تقریباً بیس ہزار درہم ہے اور پھر ہر غلام میرے لئے کثیر مال تجارت لگا کر بیوپار کرتا ہے۔ پھر اس سب کے علاوہ آخرت میں میں اللہ سے مغفرت اور اجر جزیل کی امید رکھتا ہوں۔ متعدد طرق سے ثابت ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد حضرت عباسؓ بہت مالدار ہو گئے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ کے پاس صوبۂ بحرین سے کثیر مال آیا۔ نماز کے بعد حضورؐ نے اُس کو تقسیم کرنا شروع کیا جو سامنے آیا اُس کو دیتے۔ یہاں تک کہ حضرت عباسؓ بھی آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی دیجئے۔ میں نے اپنا مال کا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا تھا۔ فرمایا لیلو۔ حضرت عباسؓ نے دونوں ہاتھوں سے رول کر اپنے کپڑے میں خوب بھرا اور اٹھا کر لے جانا چاہا مگر اٹھا نہ سکا۔ عرض کیا آپ کسی کو حکم دیدیں کہ وہ اٹھوا دے۔ حضورؐ نے مسکرا کر

فرمایا نہیں۔ عرض کیا آپ ہی اٹھا دیں فرمایا نہیں اٹھاؤ اٹھاؤ۔ تو عباسؓ نے اس میں سے کچھ کم کر دیا اور بمشکل اٹھا کر لے چلے۔ حضورؐ ان کی حرص کو تعجب کی نظر سے دیکھتے رہے اس کے بعد سب مال بانٹ دیا۔ اٹھے تو ایک درم بھی وہاں باقی نہ تھا اور اپنے گھر ایک درم بھی نہ بھیجا رواہ البخاری وجماعۃ من ائمۃ الحدیث۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے نبی تم بدر کے ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں کہہ دو کہ جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس پر تم افسوس نہ کرو اگر تمہارے دل میں نیکی ہو گی اور ایمان لے آؤ گے اور سچے دل سے اسلام کے مقابلہ میں تلوار نہ اٹھانے کا عہد کرو گے تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اللہ اس سے بہتر تم کو عنایت کرے گا اور تمہارے قصور معاف کر دیگا اور اگر اسے نبی وہ تم کو دھوکہ دینا چاہینگے اور پھر شرارت کرنے کا اُن کا ارادہ ہوگا اور عہد و پیمان کے خلاف اُن کے دلوں میں مکاری چھپی ہوئی تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے خود ذلیل ہوں گے پہلے بھی شرارت کر چکے ہیں اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہارے ہاتھوں گرفتار ہوئے دوبارہ ایسی حرکت کرینگے تو پھر ایسی سزا پائینگے خدا کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں اُس کو ان کی نیتوں اور آئندہ ارادوں کا اب بھی علم ہے لیکن اُس کی حکمت و مصلحت ہے کہ ظاہر نہیں فرماتا اور کسی کا پردہ فاش نہیں کرتا۔

مقصود بیان: رسول پاکؐ کو قیدیوں کی طرف سے نڈر رہنے کا حکم۔ گرفتاران بدر کو نصیحت و تسلی آمیز ہدایت کہ گئے ہوئے مال کا افسوس نہ کرو۔ جو کچھ زبان سے کہو اُس پر عمل بھی کرو۔ آئندہ زندگی کو درست رکھو۔ مسلمانوں کے خلاف تلوار نہ اٹھاؤ بلکہ سچے دل سے مسلمان ہو جاؤ تم کو اس سے بہتر مال مل جائیگا اور آخرت میں مغفرت بھی ہوگی ورنہ مکاری کروگے تو خود تباہ ہوگے۔ وغیرہ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا

جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور اپنے جان مال

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

سے راہ خدا میں جہاد کیا

وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ

اور وہ مسلمان جنہوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی یہ سب

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا

ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو لوگ ایمان تو لائے

وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم

مگر انہوں نے ہجرت نہ کی تاوقتیکہ وہ ہجرت نہ کریں تمہیں

مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ

ان کی دوستی سے کوئی سروکار نہیں لیکن اگر دینی معاملہ میں

فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ

تم سے مدد مانگیں تو تم پر مدد دینی لازم ہے ہاں اس قوم کے مقابلہ میں

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا

مدد دینی لازم نہیں جس سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہو اور اللہ

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

تمہارے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے اور جو لوگ کافر ہیں

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ

وہ باہم ایک دوسرے کے رفیق ہیں اگر تم ایسا نہ کروگے

تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ۝

تو ملک میں بڑا فتنہ اور زبردست فساد ہوگا

تفسیر

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے چار طرح کے مسلمانوں کا ذکر کیا ہے اور ہر ایک کے واقعی مدحیہ صفات بھی الگ الگ بیان کر دیے ہیں۔ پھر پانچویں درجہ میں تمام دنیا کے مختلف مذاہب کے کفار کا ایک ہی فرقہ قرار دیا ہے (۱) وہ لوگ جو شروع میں حضورؐ پر ایمان لائے اور ہجرت کر کے آپ کے ساتھ یا آپ سے پہلے مدینہ میں آکر رہنے لگے ان کے چار اوصاف بیان فرمائے۔ اول یہ کہ وہ اللہ اور ملائکہ اور قیامت اور انبیاء پر سچے دل سے ایمان لائے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے اللہ کی خوشنودی اور اُس کے رسول کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ترک وطن کیا وطن کو انہوں نے چھوڑا وطن نے ان کو چھوڑا تمام اعزا اقارب اہل و عیال بچوں سے منہ موڑا۔ اللہ اور اُس کے رسول سے رشتہ جوڑا۔ جلاوطنی کتنی سخت چیز ہے اسکو وہی لوگ جانتے ہیں جن پر گذری ہے۔ قتل موت ہے اور جلاوطنی موت اسود۔ قتل کے بعد جلاوطنی سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں۔ تیسرا اور چوتھا وصف یہ ہے کہ راہ خدا میں انہوں نے جان مال قربان کر دیا سخت ترین معرکوں میں جانیں لڑا دیں مگر حضور اقدسؐ کی رفاقت نہ چھوڑی

اسلامی [illegible] خدمت کا وقت آگیا

ہر مسلمان ضرور پڑھے اور فائدہ اٹھائے

[illegible] تلاش کرتے تھے بھی نہیں مل رہا مختلف طریقوں سے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے مگر ہمارے بھائی [illegible] نے عہد کر لیا کہ اب کسی اشتہاری دوا پر بھروسہ نہ کیا جائے لیکن ابھی بددل ہونے کا وقت نہیں ہے ہم نے بیڑا اٹھایا ہے کہ اپنے بھائیوں [illegible] کر کے بتا دیں کہ سچ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس پر کبھی آنچ نہیں آسکتی پس اس یقین کے ساتھ کہ ایک خادم اسلام خدمت انجام [illegible] کر رہا ہے ہر ضرورتمند بھائی کو چاہیئے کہ وہ ضرور تجربہ کرے اگر ناکامی ہوگی تو ایک ایک پیسہ واپس کرنا ہمارا اخلاقی اور اسلامی فرض ہے۔ اگر [illegible] یقین نہ کریں تو آپ جانیں ہمارا کام ایک سچی آواز کو آپ کے کانوں تک پہونچا دینا تھا۔ جو دنیا میں بھلائی کرتا ہے اس کی دونوں جہان میں بھلائی ہوتی ہے۔

مقوی طلاء

اس صدی کا انمول اور بے بہا جوہر ہے، اس حیرت انگیز تیل کی تاثیر سے ایک منٹ میں فائدہ اٹھایئے نہ پان باندھنے کی ضرورت اور نہ کپڑا لپیٹنے کی حاجت نہ آبلہ چھالہ کا ڈر لگاتے ہی جذبات میں فوراً ہی پیدا [illegible] ہے ایک شیشی کے استعمال سے خواہ کسی قسم کے نقائص پیدا ہوگئے ہوں، مثلاً کجی لاغری کم خواہشی۔ رگوں کا پھول جانا۔ وقت پر شرمندہ [illegible] کو دور کر کے عضو کا طاقتور بنا دیتا ہے یقین کیجئے اس سے بہتر طلا آپ کو دنیا کے پردہ پر نہیں ملیگا اس کے استعمال سے رگوں پٹھوں میں نئی زندگی اور جوش جوانی پیدا ہو جاتا ہے ناکارہ آدمی کو بھی قابل فخر مرد بنا دینا اس طلا کا ادنیٰ کرشمہ ہے ہمیشہ کیلئے مردانہ کمزوری کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ نہایت زود اثر اور قطعی بے ضرر طلا ہے نئی روح اور نئی زندگی اس طلا کے استعمال سے مل جاتی ہے یہ دوا تمام ملک میں اپنی زود اثری کا سکہ بٹھا چکی ہے قیمت فی شیشی تین روپے رعایتی دو روپے محصول ڈاک علاوہ۔

جریان منی

شدید قسم کے جریان اور احتلام کو دعوے کے ساتھ میں روز میں دور کرتی ہے پیشاب سے پہلے یا بعد قطرہ کا گرنا، مادہ کا پتلا ہو جانا، سر چکرانا۔ دل دھڑکنا دماغ کا کمزور رہنا خواہش کا زائل ہو جانا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجانا یہ سب [illegible] جریان کی علامتیں ہیں اس دوا کے استعمال سے مادہ گاڑھا ہو کر کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے فربہی اور تروتازگی پیدا ہو جاتی ہے اور ایک شیشی کے استعمال سے تمام عمر کے لئے جریان کی شکایت دور ہو جاتی ہے یہ دوا جواہرات سے تولنے کے قابل ہے ہزارہا نامردوں کو بامراد بنا دیا [illegible] کے علاوہ دیگر ملکوں میں بھی اس دوا کی دھوم مچی ہوئی ہے جریان کے مرض کو دور کرنے کے لئے ہم ہر دواخانہ کو چیلنج کرتے ہیں کہ جب کا [illegible] اس کے استعمال کے بعد طبیعت میں چستی دل میں جوانی کی امنگ اور مادہ میں اولاد کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے فوراً آزما کر [illegible] قیمت فی شیشی تین روپے رعایتی دو روپے محصول ڈاک آٹھ آنے الگ۔

خوش وقتی

امساک کے لئے دنیا سے بہتر دوا اور بے ضرر اور تمام مضر صحت نشہ آور اجزا سے پاک مل جائے تو ہم ایک سو روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ ہماری اس ایجاد سے امساک کی پوری قوت پیدا ہوگی، سرعت کی شکایت دور ہو جاتی [illegible] اور خجالت سے بچا لیتی ہے اس کے استعمال سے امساک کی قوت مستقل طور پر قائم ہو جاتی ہے آپ ان گولیوں کو ضرور [illegible] استعمال کیجئے قیمت ایک شیشی ایک درجن رعایتی دو روپے محصول ڈاک آٹھ آنے [illegible] دوا منگانے والوں کو محصول ڈاک معاف۔ ملنے کا پتہ

سعید برادرس بنڈ کوکلا محل دہلی

[illegible]

مرد جب یہ سمجھ لے کہ وہ کچھ نہیں رہا
اور
مردانہ طاقت ختم ہو گئی
تو
اس کا علاج مفت
جب کبھی مرد کی مردانہ طاقت کمزور ہو جائے۔ جب عین وقت پر شرمندگی ہونے لگے اور مرد اپنی شرمندگی کی وجہ سے خودکشی کا خیال کرنے لگے۔ جب کوئی مرد اپنی خاص کمزوری کو پھر پورا کرنا چاہے۔ جب کوئی مرد..... کے سامنے
ذلیل ہو جاتا ہو تو اس کا ایک ہی علاج ہے جس کے بعد پھر کایا پلٹ ہو جائیگی، پھر نوجوانی کام کرنے لگے گی۔ پھر وہی مایوس مرد اپنے بدن میں بجلی کی سی تڑپ اور ایک نئی امنگ محسوس کرنے لگے گا۔ پھر اس کا جی چاہے گا کہ کوئی اس سے محبت کرے۔ اس کی طرف دیکھے۔ اور یہ علاج ہے ہندوستان کی سب سے بڑی دوا "معجون کاشمیری" کا استعمال۔ جس نے ہر مقوی دوا کے مقابلہ پر اپنا سکہ جما لیا ہے۔ اور جس کی ایک ایک خوراک مریض کے جسم میں جوانی اور شباب کا صحیح اور اصل جوش پیدا کرتی ہے۔ ہر خوراک سے مریض خود محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ کیا تھا اور اب جوانی کتنی تیزی سے اس کے جسم میں واپس آ رہی ہے۔ دوا "معجون کاشمیری" کی تیاری میں ایک پہاڑی بوٹی شامل ہے اور یہ تمام کرشمہ اسی کی بدولت ہے۔ ناکارہ مرد اور وقت پر شرمندہ ہو جانیوالے انسان کے لئے یہ دوا سب سے بڑی دولت ہے اور کئی سال سے ہندوستانی مارکیٹ میں اپنا سکہ جما رہی ہے۔ اگرچہ ایک شیشی کی قیمت چار روپے سات آنے ہے۔ لیکن اس کو ملک کے گوشہ گوشہ تک پہونچا دینے کے لئے ایک مختصر عرصہ تک صرف ایک روپیہ قیمت لی جا رہی ہے۔ اور یہ قیمت قطعی مفت برابر ہے۔
لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی مرد مایوس ہو چکا ہو۔ کثرت کار یا بچپن کی بے احتیاطی یا کسی مرض کے باعث جوانی کی خاص طاقت کمزور پڑ گئی ہو یا وقت پر شرمندگی ہوتی ہو۔ یا عمر کی زیادتی کے سبب کمزوری محسوس ہوتی ہو تو ایسے ہی لوگوں کیلئے دوا "معجون کاشمیری" بہترین علاج ہے۔ اُسے چاہیئے کہ وہ
مینجر زنانہ دواخانہ پی بی ۲۴ دہلی
کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "معجون کاشمیری" بذریعہ وی پی پارسل منگالے۔ محصول پارسل سات آنے لگے گا۔ اس طرح ایک روپیہ سات آنے میں معجون کاشمیری کی پوری شیشی اُسے دیدی جائیگی۔ ایک مریض کو اس عاقبتی قیمت میں صرف ایک ہی شیشی دی جائے گی۔ زیادہ نہیں۔ ہاں! اس کی اجازت ہے کہ کئی مریض مل کر ایک ہی پارسل میں کئی شیشیاں منگالیں۔ کیونکہ اس طرح محصول بھی کم خرچ ہوگا۔
تار کا پتہ:- "زنانہ دواخانہ" دہلی

اسلامی بھائیوں کی خدمت کا وقت آگیا

ہر مسلمان ضرور پڑھے اور فائدہ اٹھائے

آج دنیا میں سچ تلاش کرنے سے بھی نہیں مل رہا۔ مختلف طریقوں سے جھوٹ کو سچ ثابت کرنیکی کوشش کیجا رہی ہے مگر ہمارے بھائی تھک گئے انہوں نے عہد کر لیا کہ اب کسی اشتہاری دوا پر بھروسہ نہ کیا جائے لیکن ابھی بددل ہونے کا وقت نہیں ہے ہم نے بیڑا اٹھایا ہے کہ اپنے بھائیوں کی خدمت کرکے یہ بتادیں کہ سچ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہیگا۔ اس پر کبھی آنچ نہیں آسکتی پس ہم یقین کیساتھ کہ ایک خادم اسلام خدمت الناس کا دعویٰ کر رہا ہے ہر ضرورتمند بھائی کو چاہئے کہ وہ ضرور تجربہ کرے، اگر ناکامی ہوگی تو ایک ایک پیسہ واپس کرنا ہمارا اخلاقی اور اسلامی فرض ہے۔ اگر آپ اس پر بھی یقین نہ کریں تو آپ جانیں ہمارا کام ایک سچی آواز کو آپ کے کانوں تک پہونچا دینا تھا۔ جو دنیا میں بھلائی کرتا ہے اس کی دونوں جہان میں بھلائی ہوتی ہے۔

مقوی طلاء اس صدی کا نادل اور بے بہا جوہر ہے، اس حیرت انگیز تیل کی تاثیر سے ایک منٹ میں فائدہ اٹھایئے نہ پان باندھنے کی ضرورت اور نہ کپڑا لپیٹنے کی حاجت نہ آبلہ چھالہ کا ڈر لگاتے ہی جذبات میں فوراً ہی بیداری آجاتی ہے۔ ایک شیشی کے استعمال سے خواہ کسی قسم کے نقائص پیدا ہوگئے ہوں، مثلاً کجی لاغری۔ کم خواہشی۔ رگوں کا پھول جانا۔ وقت پر شرمندہ ہو جانا وغیرہ کو دور کرکے عضو کا طاقتور بنا دیتا ہے۔ یقین کیجئے اس سے بہتر طلاء آپ کو دنیا کے پردہ پر نہیں ملے گا۔ اس کے استعمال سے رگوں پٹھوں میں نئی زندگی اور جوش جوانی پیدا ہو جاتا ہے۔ ناکارہ آدمی کو بھی قابل فخر مرد بنا دینا اس طلاء کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ہمیشہ کے لئے مردانہ کمزوری کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ نہایت زود اثر اور قطعی بے ضرر طلاء ہے۔ نئی روح اور نئی زندگی اس طلاء کے استعمال سے مل جاتی ہے۔ یہ دوا تمام ملک میں اپنی زود اثری کا سکہ بٹھا چکی ہے۔ قیمت فی شیشی تین روپے رعایتی دو روپے محصول ڈاک علاوہ۔

جریانین شدید قسم کے جریان اور احتلام کو دعوے کے ساتھ بیس روز میں دور کرتی ہے پیشاب سے پہلے یا بعد قطرہ کا گرنا، مادہ کا پتلا پڑ جانا، سر چکرانا۔ دل دھڑکنا دماغ کا کمزور رہنا خواہش کا زائل ہو جانا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجانا یہ سب سخت جریان کی علامتیں ہیں اس دوا کے استعمال سے مادہ گاڑھا ہوکر کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ فربہی اور تروتازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک شیشی کے استعمال سے تمام عمر کے لئے جریان کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ یہ دوا جواہرات سے تولنے کے قابل ہے۔ ہزارہا نامرادوں کو بامراد بنا دیا ہے۔ ہندوستان کے علاوہ دیگر ملکوں میں بھی اس دوا کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ جریان کے مرض کو دور کرنے کے لئے ہم ہر دواخانہ کو چیلنج کرتے ہیں کہ جس کا جی چاہے آزمائے اس کے استعمال کے بعد طبیعت میں خستگی دل میں جوانی کی امنگ اور مادہ میں اولاد کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے فوراً آزما کر دیکھئے۔ قیمت فی شیشی تین روپے رعایتی دو روپے محصول ڈاک آٹھ آنے الگ۔

خوشوقتی امساک کے لئے اس سے بہتر دوا اور بے ضرر اور تمام مضر صحت نشہ آور اجزاء سے پاک مل جائے تو ہم ایک سو روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ ہماری اس ایجاد سے امساک کی پوری قوت پیدا ہوگی، سرعت کی شکایت دور ہو جاتی ہے وقت پر شرمندگی اور خجالت سے بچا لیتی ہے۔ اس کے استعمال سے امساک کی قوت مستقل طور پر قائم ہو جاتی ہے۔ آپ ان گولیوں کو ضرور آزمائیں گھر کی تمام راحت مل جائے گی۔ قیمت ایک شیشی ایک درجن رعایتی دو روپے محصول ڈاک آٹھ آنے اوپر کی تینوں ادویات منگانیوالوں کو محصول ڈاک معاف

ملنے کا پتہ: **سعید برادرس اینڈ کو کلاں محل دہلی**

رمضان شریف قرآن پاک کی سالگرہ کا مہینہ ہے!

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلٰوۃ

رمضان کا مہینہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا یہ ہدایت کا گنجینہ ان خدا سے ڈرنے والوں کے لیے جو دیکھے خدا پر یقین رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور

جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے ہمارے لیے خرچ بھی کرتے ہیں

خدا کا شکر ہے کہ باوجود پست حالی کے اب بھی مسلمان رمضان شریف میں قرآن پاک کی سالگرہ بڑے ذوق و شوق سے مناتے ہیں صدہا قرآن شریف نادار لوگوں کو دیتے ہیں۔ اور ہزاروں بھائی اپنی تلاوت کے لئے قرآن شریف منگا کر پرانے مساجد میں دیدیتے ہیں۔ مولوی کے خریدار تو لفضلہ رمضان بڑے زور شور سے مناتے ہیں۔ اب دو تین برس چھوڑ گئے میں بھولا نہیں ہوں۔ کہ مولوی کا پورا سال بھر کا قرضہ رمضان شریف میں اتر جاتا تھا۔

اس سال تو مولوی جاں بلب حیثیت میں ہے پورا سال رمضان شریف میں خیرات کرنے والوں کی آس میں گذرا ہے لیکن شومی قسمت نے اب بھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ یعنی اب میرے پاس اپنے مطبوعہ قرآن پاک یا تو رہے ہی نہیں یا بہت کم ہیں۔ یعنی سب ہدیہ کر کے آپ کے مولوی کو کھلا دیئے نایاب رہے تھے تاجروں سے چیدہ چیدہ قرآن لینے کا انتظام کیا۔ اس میں چند پیسے ہی فی قرآن مجھے تاجرانہ حیثیت میں بچ جائیں گے۔ قطرہ قطرہ ہی دریا بن جاتا ہے۔ اگر مولوی کے خریدار یا مولوی کے پڑھنے والے یہ تہیہ کرلیں۔ کہ امسال وہ مجھ سے ہی قرآن شریف خریدیں گے تو یہ چند پیسے فی قرآن سینکڑوں روپے بن سکتے ہیں۔ بہرحال آپ کا کوئی نقصان نہیں مجھے کچھ یہ کمیشن مل جائیگی اور بازاری مشہور نرخ سے ایک پیسہ بھی زیادہ نہ لونگا۔

مثلاً مولوی کے علاوہ دوسرے تاجروں کے اشتہارات اس سال کے آپ کے سامنے ہوں گے آپ مجھے لکھدیجے کہ فلاں تاجر کے ہاں فلاں قرآن اس ہدیہ کا ہے وہ مجھے لے کر بھیجدے۔ میں آپ کو اسی قیمت پر بھیجدونگا۔ اور مجھے دو پیسے یا آنے فی روپیہ اس تاجر سے مل جائیگا۔ آپ کا نقصان نہیں ہوا اور میرا فائدہ ہوگیا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ قیمت اس سال کی ہو۔ کیونکہ کاغذ چڑھ گیا۔ اور مجلدات دوگنی لاگت کی ہوا دوسرے تاجروں نے بہت کافی ہدیہ بڑھا دیا ہے۔ امید ہے کہ میری درخواست رد نہ فرمائیں گے۔

ذیل میں چند قرآن پاک کی تفصیل دے رہا ہوں۔ اللہ کا احسان ہے کہ قرآن پاک کے اشتہار میں میں نے کبھی مبالغہ نہیں کیا یہ وہی وجہ تھی کہ خدا نے میرے ذریعہ قرآن پاک کی بہت بہت اشاعت کرائی۔ اتنی عرض اور ہے کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے اور نقد خریدنے پر ہی چند پیسے مجھے مل سکتے ہیں۔ اس لئے اگر سب یا تھوڑے روپے پیشگی بھیجدیں تو مجھے بہت آسانی ہو جائے۔ اگر روپیہ روانہ کریں تو پھر فرمائش بھی اسی میں لکھدیں علیحدہ خط ہرگز نہ لکھیں ورنہ اکثر غلطی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خط پہلے جاتا ہے اور منی آرڈر دو تین بعد آتے ہیں خط کی تعمیل میں وی پی چلا جاتا ہے۔ منی آرڈر میں کافی لکھنے کی گنجائش ہوتی ہے بڑی سے بڑی تفصیل باریک خط میں آ سکتی ہے

میرے نزدیک یہ چند قرآن شریف ہیں جو بڑے اطمینان سے پیش کرکے آپ کی خوشنودی حاصل کرسکتا ہوں

پانچ ترجمہ والا قرآن

تقطیع ۱۱×۱۵ انچہ کاغذ مصری گلابی اعلیٰ چھپا پہلا ترجمہ اردو شاہ رفیع الدین صاحب دوسرا فارسی شاہ ولی اللہ صاحب تیسرا اردو شاہ عبدالقادر صاحب چوتھا فارسی حضرت شیخ سعدی پانچواں اردو مولانا اشرف علی صاحب۔ حاشیہ پر پوری احسن التفاسیر حضرت شاہ احمد حسن صاحب یہ تفسیر بالحدیث ہے اور علیحدہ کتابی صورت میں سنہ ۱۳۴۲ میں میں نے پندرہ روپے میں فروخت کی اب نایاب ہے۔ اس قرآن شریف پر پوری حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے جہاں حاشیہ پر نہیں آئی وہاں ضمیمہ کی صورت میں علیحدہ ہے اس کا ہدیہ بھی نہیں بڑھا ہے۔ ہدیہ مجلد چرمی کامل دس روپے محصول دو روپے اس کا روپیہ پیشگی بھیجئے جن کے پاس ہے وہ پہلے روپے لے لیتے ہیں جب دینے کو کہتے ہیں

ترتیلی قرآن

تقطیع ۹×۱۱ انچہ حضرت خواجہ حسن نظامی کا ترجمہ اس کا انداز بڑا عجیب ہے ہر آیت کو الگ الگ حد بندی کرکے لکھا ہے اور اس کے نیچے ٹھیک اسی آیت کا ترجمہ۔ یعنی پڑھنے والا یہ بخوبی سمجھ لے کہ ان کا الفاظ کا یہ ترجمہ ہے۔ پھر ترجمہ بھی بہت صاف، خواجہ صاحب زبان ظاہر ہے کہ بھی آسانی ہوگی۔ کاغذ بہت اچھا ہے ابھی دوسرا اڈیشن چھپا ہے ہر پونڈ کا کاغذ لگایا۔ مجلد پارچہ اعلیٰ ولایتی طرز کی جلد ہے ہدیہ سات روپے چونکہ وہ ہزار چھپا ہے اور بہت ہدیہ ہو رہا ہے اس لئے میرے حصہ میں بہت تھوڑی جلدیں آئیں گی۔ یہ ضرور لکھدیجئے گا کہ اگر یہ قرآن نہ مل سکے تو پھر کونسا بھیجوں

معجز نما قرآن کلاں

یہ بہت مشہور قرآن شریف ہے جو مولوی نور محمد صاحب نے بڑے اہتمام سے چھپوایا پاکیزہ کتابت عمدہ طباعت اور نفیس کاغذ کے لئے مولوی نور محمد صاحب مشہور ہیں ہندوستان میں تاج کمپنی کے بعد مولوی نور محمد صاحب کا نام ہی اچھے صاف اعلیٰ قرآن شریف کی اشاعت میں لیا جا سکتا ہے

تقطیع ۱۱×۱۵ انچہ کاغذ بہت اعلیٰ سفید چکنا ولایتی اور دبیز ۸۴۸ صفحات دو ترجمے، پہلا ترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب تحت اللفظ دوسرا ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب کا بامحاورہ ابتدا میں معلومات قرآنی کا بڑا ذخیرہ بڑی تقطیع کے اسی صفحات میں ہدیہ مجلد چرمی کامل چھ روپے محصول ۱۲؁

ہدایت نما قرآن

۸ × ۱۱ انچ تقطیع، کاغذ رسمی سفید۔ ۹۰۰ صفحات ابتدا میں ایک بڑا مقدمہ دو ترجمہ۔ پہلا ترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دوسرا ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب بہت صاف چھپائی۔ یہ بھی مولوی نور محمد صاحب کا چھپوایا ہوا قرآن شریف بہت مقبول ہے ہزاروں ہدیہ ہوا اسی بنا پر مولانا نے اس کا ہدیہ بڑھا دیا۔ موجودہ کاغذ کے نرخ کے لحاظ سے اب بھی کم ہے۔

ہدیہ مجلد چرمی کامل دو روپے بارہ آنے مجلد چرمی پشتہ سوا دو روپے

معجز نما حمائل

تقطیع مولوی کے صفحہ کی نصف کاغذ بہت اعلیٰ سفید مجلد چرمی کامل ۹۴۰ صفحات۔ ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب ابتدا میں ۸۰ صفحات کا مقدمہ خانشدہ متن۔ قلم باوجود چھوٹی تقطیع کے کافی جلی بہت ہی صاف چھپائی۔ یہ بھی مولوی نور محمد صاحب کی مطبوعہ ہے اور ہر اعتبار سے اعلیٰ ہے۔ قیمت مجلد ساڑھے تین روپے

معجز نما متوسط قرآن

مولوی کے صفحہ کی برابر تقطیع ۸۴۸ صفحات دو ترجمہ۔ پہلا ترجمہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا تحت اللفظ دوسرا ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب کا۔ کاغذ بہت اعلیٰ قسم۔ مولوی نور محمد صاحب کا قرآن شریف ہے جو اپنے کاغذ اور چھپائی کے لحاظ سے بے نظیر ہے اور لاکھوں ہدیہ ہو چکا ہے ابتدا میں ۸۰ صفحہ کا ایک مقدمہ ہے جو اپنی طرز کا بہت بہتر ذخیرہ ہے۔ اس کا کاغذ چونکہ بہت اعلیٰ ہے اس لئے اس کا ہدیہ بھی زیادہ ہے کاغذ سفید اعلیٰ مجلد چرمی پانچ روپے سونے کے کام کی جلد ہے اور فیروزی کاغذ والے مجلد چرمی کا ہدیہ چھ روپے محصول ایک روپیہ۔

خوشنما دو ترجمہ والا

یہ وہی قرآن شریف ہے جس کا پہلے مولوی میں اکیاون خوشنما والے قرآن کے عنوان سے اشتہار ہوتا تھا منشی صلاح الدین صاحب جیسے خوشنویس نے کتابت کی ہے تقطیع ۸ × ۱۱ انچ ہے بہت کافی جلی قلم ہے دو ترجمہ ہے پہلا ترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا تحت اللفظ دوسرا ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب کا با محاورہ اس کے ترجمہ میں بڑی خوبی یہ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے اس کے صحیح ہونے کی خود تصدیق کی ہے۔ بہت صاف چھپا ہوا ہے اور حسب ذیل قسمیں ہیں۔

مجلد پارچہ کاغذ رسمی یعنی مولوی چھپا خانشدہ دو روپے چار آنے

مجلد چرمی " " " " دو روپے بارہ آنے

مجلد چرمی اعلیٰ منقش کاغذ گلیزڈ قسم اول ہدیہ چار روپے محصول ۸؍

بڑی تفسیر والا

حیرت نما قرآن شریف یہ مولوی کا ہی چھپوایا ہوا ہے۔ لیکن اب یہ پاس نہیں ہے گزشتہ رسول نمبر کے کاغذ کے سلسلہ میں ایک صاحب کے ہاتھ تین سو جلدیں دے دی تھیں ان سے اب خرید کر ہدیہ کر رہا ہوں۔ کاغذ کی گرانی کو دیکھ کر انہوں نے اس کا ہدیہ بڑھا دیا۔ یہ انہی صاحب کے ترجمہ اور تفسیر کا قرآن ہے جن کی تفسیر مولوی میں چھپ رہی ہے۔ مروجہ تمام قرآنوں میں سب سے زیادہ تفسیر اس کے حاشیہ پر ہے۔

ولایتی کاغذ ہدیہ مجلد چرمی پشتہ تین روپے آٹھ آنے

خوشنما بلا ترجمہ قرآن

دہلی کے بڑے نامور خوشنویس منشی صلاح الدین کا لکھا ہوا بہت صاف چھپا ہوا کتابت بہت الگ الگ نہایت ہی صحیح سفید کاغذ ۴۴۵ صفحات۔ اس میں ایک امتیاز یہ ہے کہ اختلاف قرات کو حاشیہ پر لکھ دیا ہے بچوں کے پڑھنے کے لیے بہت خوب اور مقبول ہے ابتدا میں ہزاروں حکمی خود آپ کے ہاتھ ہدیہ کیا ہے۔ تقطیع ۷ × ۱۰ انچ

مجلد پارچہ ہدیہ ڈیڑھ روپیہ۔ مجلد چرمی ایک روپیہ چودہ آنے

کشادہ قرآن

بڑی تقطیع ۸ × ۱۱ انچ الگ الگ الفاظ پڑھنے میں بہت آسان۔ نہایت صاف چھپا ہوا کاغذ گلیزڈ پیپر بلا ترجمہ قرآنوں میں میرے نزدیک بہت بہتر ہے، یہ مولوی محمد عثمان صاحب نے جو مولوی اشرف علی صاحب کے بڑے خاص معتقد ہیں چھپوایا ہے یہ قرآن شریف مولانا کے تقدس کی وجہ سے بہت ہدیہ ہوتا ہے۔ اور پڑھنے والوں کے لئے بڑا آسان ہے ہدیہ مجلد پارچہ دو روپے محصول ۱۲؍

حدیثوں کے ترجمے

رمضان شریف میں ہی اتنا وقت روزہ پورا کرنے کے لئے مل جاتا ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ مطالعہ کر سکیں۔ قرآن شریف کے بعد سب جانتے ہیں کہ کتب احادیث ہی مقدس کتابیں ہیں۔ اور اس میں معلومات اسلامی کا پورا پورا ذخیرہ ہے۔ مولوی نے قریب قریب تمام حدیثوں کی مستند کتابوں کا ترجمہ چھاپ لیا ہے ان کتابوں میں عربی نہیں ہے صرف اردو ترجمہ ہے اور ہر حدیث کا ترجمہ ہے اور حسب ذیل تراجم ہیں

بخاری شریف تین جلدیں ہیں۔ مجلد چرمی ہیں۔ پہلی جلد ۴۲۴ صفحات جس میں ۳۰۵۲ حدیثیں ہیں دوسری جلد ۸۰۸ صفحات ۳۲۱۴ حدیثیں تیسری جلد ۵۶۴ صفحات ۲۵۱۰ حدیثیں تینوں جلدوں کا رعایتی ہدیہ چھ روپے اور محصول ایک

مسلم شریف دو جلدوں میں مجلد چرمی پہلی جلد ۴۹۶ صفحات ۳۰۵۱ حدیثیں دوسری جلد ۵۰۰ صفحات ۳۴۹۰ حدیثیں رعایتی قیمت چار روپے محصول ایک روپیہ

ترمذی دو جلدوں میں مجلد چرمی پہلی جلد ۶۴۰ صفحات ۱۷۰۰ حدیثیں دوسری جلد کے ۶۹۲ صفحات ۲۱۹۰ حدیثیں قیمت ساڑھے چار روپے، محصول ۱۲؍

ابوداؤد دو جلدوں میں مجلد چرمی پہلی جلد ۵۹۲ صفحات اور ۲۴۱۹ حدیثیں دوسری جلد ۵۵۲ صفحات اور ۲۴۹۶ حدیثیں قیمت چار روپے۔ محصول ۱۰؍

ابن ماجہ ایک جلد مجلد چرمی ۷۰۰ صفحات ۴۳۴۲ حدیثیں قیمت ۳؍

مشکوٰۃ شریف یہ دس کتب احادیث کا عطر دو جلدوں میں جن میں ۵۹۹۵ حدیثیں اور ایک ہزار راویوں کے حالات ایک ہزار صفحات قیمت چار روپے محصول ۱۰؍

تجرید بخاری ایک جلد میں مجلد پارچہ ۸۰۴ صفحات اور ۲۱۱۲ حدیثیں قیمت ۲؍

ساتوں کتابیں ساتھ لیں تو صرف تیئس ۲۳ روپے ریل کے ذریعہ منگائیے

نماز کی سب سے بڑی کتاب

رمضان شریف میں پڑھنے اور عمل کرنے کی سب سے بہتر کتاب۔ نماز کے متعلق اس سے بڑی معلومات اور کسی کتاب میں نہیں ہے حتیٰ کہ عربی میں بھی اس سے بڑی کوئی کتاب نہیں۔ ۷۰۰ صفحات قیمت مجلد ڈیڑھ روپیہ محصول ۸؍

مولوی کی سب سے بڑی مدد یہ ہے کہ آپ یہ سب کتابیں اور قرآن شریف خریدیں یا خرید وا دیں۔ خادم عبدالحمید

ضعیف العمر اور کمزور نگاہ والوں کے لیئے بہت جلی خوشخط قلم
آسان مفید ترجمہ قرآن والا تفسیر
ترجمہ حضرت شاہ عبدالدائم جلالی مدظلہ
بہت سستا مجلد جس کی تفسیر ہر ماہ آپ رسالہ مولوی میں پڑھتے ہیں
تین سو جلدیں باقی ہیں جلد جانتا ہے پھر چھپتا یا نہیں آج تو غنیمت ہے کا ملتا ہی ہے
کاغذ کا نرخ آٹھ گنے تک ہے اور پھر اس پر بس نہیں خدا جانے نرخ کہاں پہنچے۔ اس قرآن شریف کا وزن ساڑھے تین سیر ہے گویا کاغذ ہی چار روپے کا ہو گیا۔ اگر اب چھپوایا جائے تو لاگت سات روپے ہوگی۔ ۳۰۰ جلد ہیں۔ اب تین سو رہ گئی ہیں۔ لے لیجئے۔ پھر تو اگر کاغذ مل گیا۔ تو سات روپے میں تیار ہوگا
تین روپیہ میں ۸۴۴ صفحات بلا جلد ۳ سیر وزن۔ حاشیہ کے مطابق جلی قلم ضخامت سفید کاغذ بہت صاف چھپائی۔ مفت ہے مفت جلدی لے لیجئے۔ یہ دوسرا اڈیشن تھا جو ختم ہو گیا۔ اب تیسرا اڈیشن خدا ہی چھپوائے گا تو چھپے گا۔ یہ ہی تو کیا یا طالب ہے بڑی تفسیر کا قرآن صفا ہو گیا۔ یہ بھی ہو جائیگا۔ یہ تو میں نے کسی تاجر کو دیا ہی نہیں صرف مولوی کے خریدار دیکھ لیا
آسان مفید قرآن شریف کتابت، ترجمہ، تفسیر، طباعت اور سب سے زیادہ ارزان ہونے کے لحاظ سے بے نظیر تھا۔ اتنا بڑا قرآن پہلے تین ہزار چھپا آپ نے ہاتھوں ہاتھ لیا دوسرا اڈیشن دو ہزار چھپا۔ اور ۸ ماہ میں ۱۷۰۰ قرآن شریف آپ کی نذر ہو گئے اب جو کچھ باقی ہیں حاضر ہیں روپیہ کمانے کا وقت یہی تھا۔ چھ روپے میں روک کر بیچتا۔ تو دوگنے ہو جاتے میرا کام بنانے والا جب کارساز حقیقی ہے تو کیوں لالچ کروں
قلم کا نمونہ ایک سطر کا موجود ہے کتابت دہلی کے سب سے ممتاز نسخ نویس حاجی عبدالغنی صاحب نے کی ہے
ترجمہ مولوی نے جان سستے اور اچھے قرآن چھپوا کر اپنے ناظرین کی خوشنودی حاصل کی وہاں ایک بڑی بات یہ کی ہے کہ قرآن پاک کا آسان اور سلیس عام فہم اور بامحاورہ ترجمہ بھی کرا لیا ہے ایسا مربوط ترجمہ کہ اگر صرف ترجمہ ہی پڑھ لیا جائے تو گویا ایک مسلسل قرآن اردو میں پڑھا جا رہا ہے پھر زبان ایسی سادہ کہ شمال سے جنوب تک ہر خطہ کا مسلمان جو ذرا سی اردو جانتا ہو وہ عورتیں جو بہت معمولی اردو جانتی ہوں بلا دقت قرآن کا مطلب سمجھ جاتی ہیں۔ یہ ترجمہ حضرت مولانا شاہ عبدالدائم جلالی کا ہے جو پکے حنفی ہیں اور جن کی تفسیر بیان السبحان آپ ہر ماہ مولوی میں دیکھتے اور بڑے ذوق سے پڑھتے ہیں۔
حاشیہ پر جو تفسیر ہے وہ کچھ زیادہ تو نہیں ہے لیکن پھر بھی ضروری باتیں سب آگئی ہیں اور یہ تفسیر بھی تفسیر بیان السبحان سے ماخوذ ہے جو ہر ماہ آپ رسالہ مولوی میں پڑھتے ہیں
ضعیف اور کمزور نگاہ والے بھائیوں کے لیئے یہ قرآن شریف آیہ رحمت ہے اور قرآن شریف کی تلاوت زیادہ تر بزرگ لوگ ہی کرتے ہیں۔ اس لیئے اس قرآن شریف کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے تاکہ بوڑھے اور جوان دونوں پڑھ لیں۔ اشاعت قرآن میں سب سے بڑی چیز ارزانی ہے یہ ہوتا ہے
ہدیہ بلا جلد تین روپے تقطیع ۱۵ انچ طول۔ ۱۱ انچ عرض کاغذ سفید ولایتی خاص دبستی ۸۴۴ صفحات جس کا وزن بھی تین سیر کے قریب ہے بلا جلد تین روپے محصول ڈاک عہ کل للعہ
مجلد لینا چاہیں تو چرمی پشتہ اور گتہ کی جلد ۱۲ میں بنتی ہے اور پورے چمڑے کی نفرئی کا مجلد ڈیڑھ روپے میں گویا مجلد جزوی پشتہ پونے چار روپے مجلد چرمی کامل ساڑھے چار روپے۔ محصول دو روپے
ملنے کا پتہ۔ دفتر رسالہ مولوی [illegible]

بارہ نئے
میں بارہ برس کا مترجم قرآن الف سیزدہ مجلد بلا حاشیہ
آئندہ سال یہ بات افسانہ ہوجائے گی ۱۲ سے زیادہ کا تو کاغذ اور جلد ہی ہے
آج کاغذ کا نرخ ۸ روپیہ ہے اور روز بروز بڑھ رہا ہے یہ قرآن شریف ۱۳ چھٹانک کا ہے گویا کاغذ کی قیمت ۱۳ ہوگی۔
پہلے کا چھپا ہوا کچھ باقی ہے۔ رمضان شریف کے بعد کہاں۔ ظاہر ہے جب ۱۳ کا کاغذ لگا تو ہدیہ ۱۶ ہونا چاہئے۔
آسان ترجمہ والا قرآن
مجید اس کا نام ہے پہلے آدھے صفحہ کا نمونہ دیکھئے اس سے اس کی کتابت کا اندازہ ہوجائے گا۔ ترجمہ اس کا حضرت شاہ عبد القادر صاحب کا ہے۔ حاشیہ پر شان نزول ہے ابتدا میں ۲۴ صفحہ کا مقدمہ ہے جس میں معلومات قرآنی کا کافی ذخیرہ ہے مثلاً فضائل قرآن۔ آداب تلاوت۔ رموز اوقاف۔ نزول وحی۔ منسوخات قرآن۔ جمع و ترتیب۔ رسم خط۔ اختلاف قرات۔ فضائل تلاوت۔ احادیث فضائل قرآن اور کوتاہیاں درباره قرات اور صدہا مسائل ضروریہ اس میں شامل ہیں
رمضان میں قرآن کی تقسیم
کرنے والے صدہا بھائی مولوی کے خریدار ہیں ان کو یہ قرآن تقسیم کرنے میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ چند روپوں میں بہت سے بھائی قرآن سے مستفید ہوجائیں۔ پھر بڑی تقطیع کے قرآنوں میں مترجم قرآن اس ہدیہ کا ہندوستان بھر میں دوسرا نہیں۔
غریب بچوں کو مترجم پڑھانے کے لئے۔ اب تمام مکتبوں میں یہی قرآن شریف رائج ہے لڑائی کے دو برسوں میں سب سے زیادہ یہی ہدیہ ہوا ہے
اگر آپ خاشدہ منگائیں تو چودہ آنے مجلد سنہری پارچہ ہے محصول ڈاک ایک جلد پر بارہ آنے دو جلد پر
بلا حاشیہ مجلد کا ہدیہ بارہ آنے ہے اور پانچ جلد پر ۱۲ پانچ سے زیادہ ریل کے ذریعہ منگائیے۔ ریل سے منگانے والے پوری قیمت اور خرچہ پارسل بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں ورنہ تعمیل نہ ہوگی
ملنے کا پتہ: دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی
الجزء الاول
بسم اللہ الرحمن الرحیم
الم ذلك الكتب لا ريب فيه هدى
للمتقين الذين يؤمنون بالغيب و
يقيمون الصلوة ومما رزقنهم ينفقون
والذين يؤمنون بما انزل اليك و
ما انزل من قبلك

رمضان میں سب سے بہتر کتاب الاسلام پڑھنے کا کون سا وقت ہو سکتا ہے

مقدس مہینہ برگزیدہ کتاب ہے دونوں عقلی و نقلی اسلامی معلومات کی سب سے بڑی اور مستند کتاب ہے

بارہ سو ۱۲۰۰ صفحات کی مجلد جرمی کتاب کا کاغذ بہت اعلیٰ۔ بارہ سو روپے تو صرف اس کو لکھوانے میں خرچ ہوئے ہیں۔ پر ایسی کتاب اردو تو کیا دنیا کی کسی زبان میں اسلامی معلومات کا اتنا بڑا ذخیرہ نہیں جب تو اتنی بڑی کتاب پانچویں دفعہ چھپی ہے گویا دس ہزار کتابیں تو مولوی کے خریدار لے چکے ہیں۔ یہ کوئی مناظرہ کی کتاب نہیں ہے فرقہ وارانہ لغوں کی کتاب نہیں ہے یہ **حنفیہ** اعمال و عقائد کی کتاب ہے۔ لیکن کسی فرقہ کی تغلیط نہیں کرتی۔ کیونکہ اختلافات صرف فروعات میں ہے اور جہاں ایسی صورت پیدا ہوئی ہے وہاں بتلا دیا ہے کہ فلاں فرقہ اس کو اچھا مانتا ہے۔ اس لئے ہر فرقہ کا مسلمان اس کتاب کو شوق سے خریدتا ہے۔ رمضان شریف میں اس کو پڑھ ڈالئے۔ پڑھنے کے بعد آپ متحیر ہو کر رہ جائیں گے۔ کہ **الحمد اسلام یہ ہے** اور افسوس کریں گے کہ اس سے پہلے ہم کو یہ خوبیاں معلوم ہو جاتیں تو ہم بہت بڑھ جاتے اور اس سے اسلام کی برتری منوا دیتے۔ کیونکہ دلیلوں کا تو خزانہ اس کتاب میں ہے۔ ہر کونسا مسلمان ہے جس نے یہ کتاب نہ پڑھی ہو اور اسلام کا اس درجہ فدائی نہ ہو۔ **اوامر و نواہی اسلام** کی پوری پوری تفصیلات سے پہلے اس کتاب میں بتلایا گیا ہے۔ کہ **مذہب** کسے کہتے ہیں۔ مذہب دنیا میں کب سے ہے۔ مذہب کی صداقت کا معیار کیا ہے۔ دنیا کو مذہب کی کیوں ضرورت ہے۔ مذہب اور لامذہبی میں کیا فرق ہے۔ دنیا کے مشہور مذاہب کون کون سے ہیں اور ان کی ما بہ الامتیاز خصوصیات کیا ہیں۔ اسلام سچے مذہب کے معیار پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ **اسلام** کسے کہتے ہیں اور مسلمان کون ہوتا ہے اسلام دنیا میں کب سے ہے اور اس میں کب تک باقی رہنے کی صلاحیت ہے دوسرے مروجہ مذاہب پر اسلام کو کیوں فوقیت ہے اسلام اور اس کی صداقت پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان کے کیا جواب ہیں اسلام اور اس کی تعلیمات کے متعلق غیر مسلموں کی کیا رائے ہے۔ اسلام کی اہم تعلیمات کیا ہیں اور مسلمان کس حد تک عمل پیرا ہیں۔ اسلام کی اہم تعلیمات کن کتابوں میں ہیں اور وہ کب اور کیسے بنیں اس قدر اہم مباحث اس کتاب کی ابتدائی حصہ ہیں جو چار سو صفحات میں لئے ہیں پھر عقائد۔ پھر عبادات اس کے بعد معاملات۔ متفرق ہدایات اسلامی اخلاق و آداب اسلامی ریاضات و مجاہدات یہ سب بارہ سو صفحات میں ہیں۔ کاغذ کتابت اور چھپائی سب بہت اعلیٰ مضبوط جلد کی علاوہ ہے۔ اور قیمت **چار روپے** دس برس سے اس کی یہی قیمت ہے اب تو لاگت چار روپے سے زیادہ

کتاب الاسلام کی بہت مختصر فہرست مضامین یہ ہے

باب اول اس میں چار سو صفحات تک سب اسلام کے سچے ہونے کے عقلی و نقلی دلائل ہیں یہ سب صفحات پڑھ لینے کے بعد ایک مسلمان کبھی مرتد نہیں ہو سکتا اور دوسرے مذاہب کا پیرو بھی اسلام کی صداقت کا قائل ہو جاتا ہے

باب دوم عقائد اس میں حسب ذیل مباحث ہیں اہل سنت و الجماعت کے عقائد ایمان کامل ذات و صفات باری تعالیٰ توحید و شرک، عرش و دیدار الٰہی۔ کرسی افعال الٰہی نبوت، معجزات، فرشتے مسئلہ تقدیر، حشر و نشر عذاب و ثواب، قیامت، ظہور مہدی، دجال کے اثرات ہر صحابی کے اولیا۔ سب کے عقائد کا بیان بہت واضح ہے اور وہ سب بیانات ۵۶۹ صفحات تک ہیں۔

باب سوم عبادات۔ اس میں عبادات کا بیان بہت تفصیل کے ساتھ ہے بعض مضامین یہ ہیں۔ تقلید کی ضرورت امام اعظم کی فضیلت ائمہ کی تعریف اولیا ائمہ کے حالات، ائمہ اربعہ کے حالات، طہارت کا بیان ہر مذہب کی طہارت سے مقابلہ طہارت جسمانی مسنون کا وضو وضو کے فرائض و واجبات، سنن مستحبات وضو مشکل صورتیں غسل جنابت حیض، نفاس پانی کی مقدار اور طہارت کے پورے پورے مسائل تیمم کے مسائل موزوں پر مسح، نجاست کی پوری تفصیل استنجا اور طہارت و ناپاکی کے پورے پورے مسائل اس کے بعد

نماز کا مفصل بیان جس کے چند عنوان یہ ہیں نماز کے اسرار نماز کی ترغیب نماز کی فرضیت ہے نماز دن کا حصہ، نماز باجماعت کا شرف خلیفہ خطبہ کی ضرورت حالات حاضرہ کے مطابق نماز کے احکام اذان کے مسائل، نماز کی بیرونی شرطیں قبلہ کے احکام نیت کے مسائل، نماز کے فرائض و واجبات و سنن قیام و قرات کے مسائل نماز پڑھنے کا حنفی طریقہ فسادات نماز اغلاط قراٰن کے مسائل نماز کی اوقات کے مسائل اور وہ امور جن کا ارتکاب مسجد میں منع ہے جماعت کے احکام و مسائل سنت مؤکدہ و غیر مؤکدہ وتروں کا بیان نفل نماز نماز تہجد مہینوں کی خاص نمازیں، تراویح کا بیان قرآن خوانی کی اجرت کسوف و خسوف سجدہ سہو کے مسائل سجدہ تلاوت، سجدہ شکر، نماز جمعہ خطبہ کا مفصل بیان، نماز مسافر، نماز عیدین صدقہ فطر ادا مریض کی نماز کا بیان نماز جنازہ، عیادت کا پورا بیان قبر کے حالات تک مزارات اولیا کی زیارت سوگ و فاتحہ کا بیان، شہیدوں کا بیان

حج کا بیان حج کے تمدنی و اجتماعی فائدے حج کے تجارتی فائدے۔ کن لوگوں پر حج فرض ہے حج کے جانے کے شرائط و احکام مفصل حج کے ارکان اور مسائل متفرقہ حج

روزہ کا بیان دنیا کے مذاہب اور روزہ روزے کے طبی منافع، روزہ کے روحانی فائدے روزہ کا انتہائی نقد نظر، روزہ کی شرائط و ارکان، رمضان کے روزے، رویت ہلال نیت روزہ مفسدات و مکروہات روزہ کا کفارہ قضا۔ بھول سے روزہ توڑ یا مذا۔ اور بعض روزہ افطاری کے مسائل غرض روزہ کا پورا بیان

زکوٰۃ کا بیان۔ اسلام میں سوشلزم کا اصل زکوٰۃ کیوں فرض ہے دنیا کی ساری املاک قوم کی ہے۔ غریبوں کو سرمایہ داروں سے مجبور کیونکر ہو مصارف زکوٰۃ بے محل صرف سے خرابیاں زکوٰۃ کس کو جائز ہے، بھیک مانگنا کفر کی برابر ہے، انسداد گداگری۔ قرابتداری مقدم ہے اسباب زکوٰۃ، سونے چاندی کی زکوٰۃ اسباب تجارت کا حساب قرض پر زکوٰۃ کا حساب یہ سب مضامین اس کتاب کے ۹۳۲ صفحات تک گئے ہیں۔

باب چہارم معاملات، نکاح کا بیان نکاح کی تعریف، طریقہ، خطبہ نکاح بیوی کو گھر میں لانا۔ ولیمہ۔ نکاح موقت، ولی کی اجازت کفو، نفقہ لڑکی۔ مہر کا تعین۔ اشعار، مہر، خلوت صحیحہ، مہر کی ریختی۔ فاسد نکاح حقوق زوجیت کافر کا نکاح، مرتد کا نکاح ذمی و حربی کا نکاح بیویوں میں عدل نسبی اور رضاعی رشتے اور متفرق مسائل۔

طلاق طلاق احسن، طلاق بدعیہ تفہیم شرعی کے رجعی طلاق بائن۔ ایلا، تفویض طلاق وکالت شرط ۔ مرض۔ رجعت کا بیان۔ حلالہ۔ خلع وحدت مجلس۔ ظہار، کفارہ۔ لعان کا بیان سوگ، بیوگی، ثبوت نسب بچہ کی پرورش اور نفقہ و متفرق مسائل

حقوق حقوق اللہ، حقوق نبی، حقوق خلفائے راشدین صحابہ کرام اور اولیائے عظام مجدد۔ والدین۔ کافر والدین اور اپنے دوست احباب عورت کے حقوق۔ ازواج رسول سے رسول کا سلوک اہل قرابت کے حقوق صلہ رحمی ہمسایہ کے حقوق۔ یتیم، مساکین اور مہمان کے حقوق باہم حقوق اسلام و ایفائے عہد۔ ادائے قرض۔ حق تلفی، زیادتی مزدور کا حق۔ مالک و آقا حکام و رعایا کے حقوق

ذبیح قربانی، شکار، صدقہ، عقیقہ کے متفرق مسائل۔

لباس معاشرت کی سادگی اور ستعمال کے فوائد و شرعی حیثیت

کھانا پینا اور اس کے متعلق سارے مسائل

متفرق ہدایات اس میں صرف باتیں اوامر و نواہی ہیں

باب پنجم اخلاق و آداب، نفس امارہ و راسخ عقیدہ، اخلاق لذات ایصال ثواب امانت و دیانت، کنارہ روئی شجاعت، صبر و تحمل وخلق اور تربیت اخلاق اسلام، عالم، مومن و واعظ و صوفی کے آداب سونے کا لینے نماز پڑھنے، استنجا، حمام، مسجد کے آداب، نماز جمعہ، مریض وغیرہ کے آداب نماز جمعہ، مریض وغیرہ کے آداب یہاں تک مضامین ۱۰۴۲ صفحات میں آئے ہیں

باب ششم تصوف، ریاضات مجاہدات اسلام اور روحانیت اولیائے کرام، حقیقت فقر، زہد و روحانیت روحانیت اور قرآن، علم غیب عاملوں کی صحبت ذکر و اشغال و اعمال کی تکمیل مختلف اقسام ختم خواجگان چشت و قادریہ، چلہ کا طریقہ اور متفرق ہزار ہا مسائل کل ۱۲۰۰ صفحات تک

ملنے کا پتہ:- دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مہینے کی بیس تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ خط بھیجکر منصف طلب فرمائیں

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

مولوی دہلی

نمبر خریداری آپ کا اسی جگہ درج ہے جہاں آپ کا پتہ ہے۔ اگر پہلے سے نوٹ نہیں ہے تو اب نوٹ کر لیجئے۔ اسکے حوالے کے بغیر آپکی کوئی شکایت خصوصاً تبدیل پتہ کی ممکن نہیں۔

جو اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس کوچہ چیلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

جلد ۴۴ ‖ بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۰ ہجری ‖ نمبر ۳

شذرات

مسلمانانِ ہند کے اتحاد کا نازک امتحان

مسٹر محمد علی جناح کے اعلان کہ ڈیفنس آف انڈیا کونسل کی شرکت کے مسئلہ پر مسلم لیگ ممبران اور بعض دیگر عمائد کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی مسلمانانِ ہند کی قوتِ اتحاد کا شدید امتحان تھا۔ اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سلطنت مغلیہ کے دور انحطاط سے اس وقت تک بدنصیب مسلمانانِ ہند کی امتیازی خصوصیت اختلاف پسندی رہی ہے اس طویل عرصہ میں ہمیں سوائے تحریکِ خلافت کے کوئی زمانہ بھی ایسا یاد نہیں جب جماعتی حیثیت سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کسی ایک مرکز خیال پر متفق ہوسکی ہو۔ تحریکِ خلافت کے بعد مسلمانوں کا مسلم لیگ کے زیر علم مجتمع ہوجانا ان کے اتحاد ملی کا دوسرا اور درخشاں مظاہرہ ہے۔ جسے برقرار رکھنے کے ہم تہ دل سے متمنی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ بمبئی میں مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس منعقد ہونے سے پیشتر ہم نے اپنی گزشتہ اشاعت میں مسلم لیگ کے ارباب اختیار کو مخلصانہ مشورہ دیا تھا کہ وہ جذبات کا شکار ہونے کے بجائے حسنِ تدبر سے مسلمانوں کے اتحاد کو قائم رکھنے کی کوشش کریں۔

اس سلسلہ میں ہندو اخبارات کی روش بھی بے انتہا قابل اعتراض تھی۔ اور انھوں نے مسلمانوں کو خنجر افتراق بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا تھا۔ پرانے شگون کے لئے ناک کٹانے کی اس سے زیادہ شرمناک مثال نیز شائد کیا ہوسکتی ہے کہ جو ہندو اخبارات قوم پرستی کے نام پر ڈیفنس آف انڈیا کونسل کا بائیکاٹ ضروری سمجھتے ہیں اور جن کی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین مسلمانوں کی "ٹوڈیت" کا مذاق اڑانا ہے۔ وہی اخبارات اب سر سکندر حیات خاں اور مولوی ابوالقاسم فضل الحق کے چرنوں میں بھگتی اور شردھا کے پھول چڑھا رہے تھے اور انھیں مشورہ دے رہے تھے کہ وہ ڈیفنس آف انڈیا کونسل سے ہرگز مستعفی نہ ہوں۔

خدا کا شکر ہے کہ مسلمانانِ ہند اپنے اتحاد ملی کے اس شدید امتحان میں کامیاب ہوئے۔ خدا کے فضل سے ہندوستان میں مسلمانوں کے سینکڑوں اخبارات نکلتے ہیں۔ لیکن ان میں ایک اخبار بھی ایسا نکلا جس نے اتحاد بین المسلمین کو قائم رکھنے کی ضرورت کا اعتراف نہ کیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے اجلاس ہونے سے پیشتر بعض مسلم اخبارات نے ضرورت سے زیادہ سخت الفاظ میں سر سکندر حیات اور مولوی فضل الحق وغیرہ پر نکتہ چینی کی اور پنجاب کے دو ایک اخبارات نے ان بزرگوں کی ضرورت سے زیادہ طرفداری بھی کی۔ لیکن الحمدللہ کوئی اخبار ایسا نہ تھا جو مسلمانوں میں افتراق کے شعلے بھڑکانے سے متنفر نہ ہوتا۔ اور علامات قرائن سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے فیصلہ کی پابندی مسلمانوں کی عظیم الشان اکثریت کرے گی۔

ہمیں دلی مسرت کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ سر سکندر حیات خاں پنجاب، سر سعد اللہ خاں وزیر اعظم آسام اور نواب صاحب چھتاری وزیر اعظم دولت آصفیہ کے حیرت انگیز تدبر، ایثار اور اسلام دوستی سے مسلمانوں کا اتحاد برقرار رکھنے میں بہت مدد ملی۔ اور ان بزرگوں نے جو ہے وہ مسٹر جناح کے بعض خیالات سے متفق ہوں یا نہ ہوں مسلم رائے عامہ کا احترام مد نظر رکھتے ہوئے ڈیفنس آف انڈیا کونسل کی رکنیت سے استعفے داخل کر دئے۔ اتحاد بین المسلمین کے ارفع و اعلیٰ نصب العین کے پیش نظر ان تینوں بزرگوں نے جس ایثار سے کام لیا ہے اس پر ہم ان کی خدمات میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے عامۃ المسلمین کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ اپنے اتحاد کی شدید آزمائش میں کامیاب رہے۔

حیدرآباد کے نئے وزیر اعظم اور رائے عامہ کا احترام

دولت اسلامیہ آصفیہ کے جدید وزیر اعظم ہز ایکسلنسی نواب حافظ سر احمد سعید خاں بہادر والی ریاست چھتاری نے ڈیفنس آف انڈیا کونسل کے سلسلہ میں جس حیرت انگیز تدبر اور رواداری کا ثبوت دیا ہے اس کی مثال سیاسیات ہند کی موجودہ تاریخ میں دستیاب ہونا دشوار ہے۔

نواب صاحب ممدوح نے اتحاد بین المسلمین کے مقدس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے یو۔پی اسمبلی میں اپنی پراگریسو پارٹی کو پہلے ہی توڑ کر مسلم لیگ میں جذب کر دیا تھا اور آپ دولت آصفیہ کی صدارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہونے کے پیشتر آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ممبر تھے۔ اس دوران میں نواب صاحب چھتاری ڈیفنس آف انڈیا کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور اس کے چند روز کے بعد ہی اعلیٰ حضرت شہریار دکن کا فرمان صادر ہوا جس کی رو سے آپ کو حیدرآباد کا وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔

نواب صاحب نے یہ سمجھتے ہوئے کہ آپنے حیدرآباد کی ملازمت قبول کر لینے

کے بعد برطانوی ہند کی سیاسیات میں حصہ نہیں لے سکتے۔ مسلم لیگ کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔

بمبئی میں جب مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا جلسہ ہوا تو اس میں نواب صاحب سے یہ عجیب وغریب مطالبہ کیا گیا کہ وہ حیدرآباد کی وزارت عظمیٰ کا چارج لینے سے پیشتر ڈیفنس آف انڈیا کونسل کی ممبری سے مستعفی ہو جائیں۔

ہم اتحاد بین المسلمین کے نام پر مسٹر جناح کی آمرانہ ذہنیت کے خلاف کچھ کہنا تو نہیں چاہتے۔ لیکن ایسی حالت میں جبکہ نواب صاحب چھتاری برطانوی ہند کی سیاسیات سے کنارہ کش اور مسلم لیگ سے مستعفی ہو کر حیدرآباد کی وزارت قبول فرما چکے تھے اُن سے یہ مطالبہ کچھ زیادہ پسندیدہ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر ہمیں نواب صاحب موصوف کے اس جذبۂ اخلاص کی تہ دل سے قدر کرنا چاہیئے کہ مسلم لیگ سے مستعفی ہو جانے کے باوجود انہیں مسلم رائے عامہ کا احترام مدنظر رکھتے ہوئے مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے حکم کی تعمیل میں حیدرآباد کی وزارت عظمیٰ کا چارج لینے سے پیشتر ڈیفنس آف انڈیا کونسل کی ممبری سے استعفیٰ دیدیا۔

نواب صاحب چھتاری نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ کس قدر جمہور نواز واقع ہوئے ہیں اور اُن کے دل میں رائے عامہ کا احترام ہے۔ ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست کے وزیر اعظم کو درحقیقت ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔

مسٹر فضل الحق کا "جذباتی" شاہکار

آنریبل مولوی ابوالقاسم فضل الحق وزیر اعظم بنگال کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ جذبات کے سیلاب میں خس وخاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ اور جب ہیجان جذبات کی حالت میں کچھ کرنا یا کہنا چاہتے ہیں تو اس کے نتائج وعواقب پر ذرا بھی غور نہیں کرتے یہی مسٹر فضل الحق کی وہ خاص کمزوری ہے جس نے ان کی بہت سی خوبیوں پر بھی خاک ڈالدی ہے۔

یوں تو مسٹر فضل الحق کے کئی "جذباتی" کارنامے اب تک پبلک کے سامنے آ چکے ہیں۔ لیکن شاید ان کا شاہکار وہ افسوسناک طرز عمل ہے جو انھوں نے ڈیفنس آف انڈیا کونسل کی ممبری کے سلسلہ میں مسلم لیگ کے ساتھ روا رکھا۔ سب سے پہلے تو "ہمارے پیکر جذبات" مولوی فضل الحق صاحب کی یہ مدبرانہ جدت ملاحظہ ہو کہ آپ سے جب مطالبہ کیا گیا کہ ڈیفنس آف انڈیا کونسل کی ممبری سے مستعفی ہو جائیں تو غیظ وغضب کے عالم میں آپ نے ڈیفنس آف انڈیا کونسل کے ساتھ ہی مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی اور آل انڈیا کونسل سے بھی استعفیٰ دیدیا۔ حالانکہ ڈیفنس آف انڈیا کونسل کی رکنیت ترک کر دینے کے بعد مسلم لیگ سے یا مسلم لیگ سے مستعفی ہو جانے کے بعد ڈیفنس کونسل سے استعفیٰ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور پھر ہیجان جذبات کا یہ مظاہرہ صرف اس حد تک ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ آپ نے اپنے استعفے کے ساتھ ہی نوابزادہ لیاقت علی خاں جنرل سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کو ایک افسوسناک طویل خط بھی لکھا ہے جس میں مسلم لیگ اور مسٹر جناح پر سخت حملے کئے گئے ہیں۔

ممکن ہے کہ ہمیں بھی بعض مسائل میں مسٹر محمد علی جناح سے پورا اتفاق نہ ہو۔ لیکن مسٹر جناح اور مسلم لیگ کے خلاف انہیں الزامات کا اعادہ کرنا جو آئے دن متعصب ہندو اخبارات کی جانب سے عاید کئے جاتے ہیں، یقیناً افسوسناک ہے۔ اور اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کو اغیار کی نگاہوں میں مرکز تضحیک بنایا جائے۔ ہمیں مولوی ابوالقاسم فضل الحق جیسے بزرگ سے جن کا رجحان بہت سے دوسرے لیڈروں سے زیادہ مذہب کی جانب رہا ہے اس افسوسناک طرز عمل کی امید نہ تھی۔ کاش جذبات کا ہیجان فرو ہونے پر ہمارے محترم مولوی صاحب ٹھنڈے دل سے اپنے اس "جذباتی" شاہکار پر غور کریں اور منفعل ہوں۔

مسلم خواتین کے شرعی حقوق

بیگم شاہنواز نے مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے فیصلہ کی تعمیل میں ڈیفنس کونسل کی ممبری سے استعفیٰ نہیں دیا۔ اور انھوں نے اپنے انکار کے جو دلائل پیش کئے ہیں ان میں شاید سب سے زیادہ پُرلطف یہ دلیل ہے کہ مسٹر محمد علی جناح نے چونکہ اب تک مسلمان عورتوں کو اُن کے شرعی حقوق نہیں دلائے اس لئے میں ان کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتی۔ شریعت اسلامی نے عورتوں کو جو حقوق عطا فرمائے ہیں ان کا تحفظ یقیناً ضروری ہے۔ لیکن ہمیں اس صاف بیانی کے لئے معذور سمجھا جائے کہ یہ دلیل ایسی نہیں ہے جسے ڈیفنس آف انڈیا کونسل کی ممبری سے مستعفی نہ ہونے کے جواز میں پیش کیا جا سکے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان میں برطانوی اقتدار کے بعد مسلمانوں کے بہت سے شرعی قوانین مثلاً محکمۂ قضاۃ وغیرہ منسوخ کئے گئے۔ لیکن جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے ایک شرعی حق خلع ہی ایسا تھا جس کا براہ راست تعلق عورتوں سے تھا اور وہ اس سے برطانوی ہند میں محروم کر دی گئی تھیں۔ ہمیں مسٹر کاظمی ممبر اسمبلی کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انھیں کی کوششوں سے حکومت ہند نے مسلم خواتین کا حق خلع تسلیم کر لیا۔ عورتوں کے اس حق شرعی کے علاوہ جواب انھیں حاصل ہو چکا ہے ہندوستان کے صوبجات میں تین چار مقامات ایسے بھی ہیں جہاں عورتوں کو "رواج" کے نام پر شرعی تقسیم میراث سے محروم رکھا جاتا ہے اور اس بدعت کا سب سے بڑا مرکز پنجاب ہے۔ خاصکر پنجاب کے زمیندار گھرانوں میں ہمیشہ "رواج" کی پابندی کی جاتی ہے۔ مسلم خواتین کے شرعی حقوق کی حفاظت کا دم بھرنے والی بیگم شاہنواز اس وقت حکومت پنجاب کی پارلیمنٹری سکرٹری ہیں۔ ہم اُن سے پوچھتے ہیں کہ انھوں نے اپنے صوبہ کی اس غیر اسلامی لعنت کو دور کرنے کے لئے جس کی بنا پر عورتوں کو ترکہ سے محروم رکھا جاتا ہے۔ کیا اب تک پنجاب اسمبلی میں کوئی مسودۂ قانون پیش فرمایا؟ اگر نہیں تو مسٹر جناح کے خلاف اعتراض کیسا؟ کیونکہ اگر مسٹر جناح بھی مسلم خواتین کو ان کے شرعی حقوق دلا سکتے ہیں تو صرف اپنے ایسی ممبروں کی مدد سے جو مجالس آئین کے ارکان اور حکومت کی بلند کرسیوں پر ہیں۔

غلامانِ بارگاہ رسالت کی توہین کا افسوسناک سلسلہ

مسلمانوں کو اپنے آقا محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس قدر والہانہ شیفتگی ہے اُس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں نے اسی میں اپنی عظیم الشان سلطنت کی بربادی منظور کر لی۔ لیکن عیسائیوں کے لئے غلامانِ بارگاہ رسالت کے خلاف لب کشائی کا حق تسلیم نہیں کیا۔ اس ہندوستان

ہیں ــ گئی گزری حالت میں بھی۔ کتنے مسلمان ایسے ہیں جنھوں نے حضور سرورِ کائنات کے پرچمِ عظمت کو سربلند رکھنے کے لئے جان دینا باعثِ فخر و سعادت سمجھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس حقیقت کے باوجود جو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے ہمارے متعصب برادرانِ وطن غلامانِ بارگاہِ رسالتؐ کی توہین کے شرمناک فعل سے باز نہیں آتے۔ اور آئے دن اپنی غیر ضروری بدزبانیوں سے مسلمانوں کے کلیجے فگار کرتے رہتے ہیں۔

گزشتہ ماہ ایم۔ بی۔ مڈل اسکول عقب جامع مسجد کے ہیڈ جیالال نے ساتویں جماعت کے طلبا کو سبق پڑھاتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کے جلیل القدر مذہبی پیشوا، چوتھے خلیفۂ برحق مولائے کائنات امیرالمومنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ، نعوذ باللہ من ذالک ڈاکو تھے اور اپنے محترم خسر حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ ڈاکے ڈالنے میں شریک ہوتے تھے۔

ان گستاخانہ کلمات سے مسلمانانِ دہلی میں قدرتی طور پر بے چینی پھیل گئی۔ شہر میں جابجا احتجاجی جلسوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اخبارات میں مضامین لکھے گئے اور مسلمانوں کا ایک وفد حکام سے بھی ملا۔ خدا کا شکر ہے کہ مقامی حکومت نے اس معاملہ میں پوری دانش مندی کا ثبوت دیا اور مسٹر ایونز ڈپٹی کمشنر نے چیرمین میونسپل بورڈ کی حیثیت سے فوراً جیالال ہیڈ ماسٹر کو معطل کرکے ان کے خلاف مکمل تحقیقات کا حکم دیا۔ تحقیقات کے دوران ہی میں ہیڈ ماسٹر مذکور نے اپنی برطرفی کے بیلئے خود ہی استعفیٰ دیدیا۔ اور محکمۂ تعلیمات جیسا ذمہ دار محکمہ اس متعصب ہیڈ ماسٹر کے وجود سے پاک ہوگیا۔

ایسی حالت میں جبکہ بیچارے ہیڈ ماسٹر کو اپنے کئے کی سزا مل چکی ہے اور وہ اپنی پرانی ملازمت کو ترک کرنے، اپنا مستقبل تاریک بنا لینے پر مجبور ہوگئے ہیں ہم مسلمانوں کو مشورہ دیں گے کہ وہ اپنی روایتی فراخ حوصلگی سے کام لیتے ہوئے اس واقعہ کو بھول جانے کی کوشش کریں۔ لیکن ساتھ ہی ہم اپنے ہندو دوستوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آخر انھیں مسلمانوں کے مقدس ترین پیشوایانِ مذہب پر مکروہ حملے کرکے مسلمانوں کے ضبط و صبر کو آزمانے کی ضرورت بار بار کیوں محسوس ہوتی ہے؟ اور مسلمانوں کو آخر کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے؟ کیا ہمارے ہندو دوستوں کو کبھی اس شکایت کا موقع ملتا ہے کسی مسلمان نے سری مہاراجہ رام چندرجی یا سری کرشن جی وغیرہ ہندو پیشوایانِ مذہب کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ زبان سے نکالا؟ اگر نہیں، تو کیا ہم اپنے ہندو احباب سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ بدنام مسلمانوں ہی سے احترامِ بزرگانِ دین کا سبق حاصل کرکے اپنی اس غلط روش سے باز رہیں؟

ہندوستان آزادی کی نعمت سے محروم

سلطنت برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر چرچل اور متحدہ ریاست ہائے امریکہ صدر مسٹر روزولٹ نے حال میں مشہور مشترکہ اعلان شائع کیا ہے اس کی ایک اہم دفعہ یہ ہے کہ جنگ ختم ہوجانے کے بعد محکوم ممالک کو بھی آزادی کی فضا میں سانس لینے کا مستحق سمجھا جائے گا اور انھیں حق حاصل ہوگا کہ اپنے لئے دستورِ اساسی خود مرتب کرسکیں۔

اس معرکہ آرا اعلان کے بعد قدرتی طور پر ان ممالک کو امید کی نئی جھلک نظر آئی جو صدیوں سے برطانیہ کی زنجیرِ غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور غلام ہندوستانی بھی وہائٹ ہال سے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر تکنے لگے کہ بحرِ اطلس سے اٹھ کر جو ڈیموکریسی کی نئی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہیں وہ ہماری مرجھائی ہوئی کشتِ تمنا پر بھی ضرور برسیں گی۔ لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب مسٹر چرچل نے پارلیمنٹ میں اعلان فرمایا ہے کہ ان کے اور مسٹر روزولٹ کے مشترکہ اعلانِ آزادی کا اطلاق صرف ان یورپین ممالک پر ہوگا جنھیں جرمنی نے غلام بنا لیا ہے۔ اور اس کا ہندوستان اور برما وغیرہ کے برطانوی مقبوضات سے کوئی تعلق نہیں۔

ہمیں افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ مسٹر چرچل کے اس غیر مدبرانہ اعلان سے صرف یہی نہیں کہ ہندوستان کو سخت مایوسی ہوئی بلکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ اسے دنیا کے کسی سمجھدار طبقہ میں بھی پسند نہیں کیا جائے گا۔ اجتماعِ ضدین کا اس سے زیادہ حیرت انگیز نمونہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو ڈیموکریسی کے نام پر یورپ کے چھوٹے چھوٹے ممالک کو جرمن محکومی سے نجات دلانے کے لئے برطانیہ اپنے فرزندوں کا قیمتی خون بہا رہی ہے اور دوسری جانب وہ اسی ڈیموکریسی کے نام پر ہندوستان جیسے عظیم الشان ملک کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنا ضروری سمجھتی ہے۔

لیکن ہم غلام ہندوستانی شکوہ کس سے کریں اور کس منہ سے کریں۔ یہ سب کچھ نتیجہ ہے ہمارے ہی اختلاف تنگ نظری اور غیر رواداری کا۔ اگر ہندوستان آج چند نشستوں اور ملازمتوں کے لئے جیل جاتے۔ اور باجہ کے لئے ایک دوسرے کے تشنۂ خون نہ ہوتے اور کانگریس زیادہ فراخ حوصلگی سے کام لے کر مسلم لیگ کے مطالبات تسلیم کرلیتی تو مسٹر چرچل کو اس انکارِ صاف کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی۔

اعلیٰ حضرت شہریار دکن کی صحافت نوازی

سلطان العلوم اعلیٰ حضرت میر عثمان علیخان آصف جاہ سابع شہریار حیدرآباد دکن خلد اللہ ملکہٗ نے علم و ادب کی جو شاندار خدمات انجام دی ہیں انھیں دیکھ کر دلوں میں بغداد و قرطبہ کے معارف نواز حکمرانوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے اگر انفرادی حیثیت سے دیکھا جائے تو مسلم سلاطین میں ایک بھی فرمانروا ایسا نہ نکلے گا جس نے اپنی ذات سے اعلیٰ حضرت شہریار دکن کے برابر علم و ادب کی سرپرستی کی ہے زبانِ اردو کے دامنِ تہی کو دنیا کے بیش قیمت ترین جواہر ریزوں سے دامنِ دولت بنا دینا اور اردو کی عظیم الشان یونیورسٹی قائم کر دینا، ہمارے دعوے کے ناقابلِ تردید ثبوت ہیں۔ اب اعلیٰ حضرت شہریار دکن کی معارف نوازیوں کا تازہ ترین کارنامہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں جبکہ کاغذ کی قیمت عام طور پر سہ گنی اور بعض حالات میں چوگنی تک ہوچکی ہے۔ کاغذ کی گرانی سے ہندوستان کے اخبارات و رسائل مرگ و زیست کی کشمکش میں گرفتار ہیں۔ اور بڑے سے بڑا اخبار و رسالہ بھی اپنا وجود قائم رکھنے کے لئے ضخامت کم کرنے پر مجبور ہورہا ہے۔ اعلیٰ حضرت شہریار دکن نے اپنی سلطنت کے اخبارات و رسائل کی امداد کے لئے حکم صادر فرمایا ہے کہ جنگ شروع ہونے سے پیشتر کاغذ کی جو قیمت تھی اس سے صرف دوگنی قیمت پر کاغذ

اخبارات کو حکومت کی جانب سے جیسا کیا جائے اور قیمت کی بقیہ کمی حکومت برداشت کرے۔

اعلیٰ حضرت نے اپنے اخبارات و رسائل کی اعانت کے لئے جو یہ نیا قدم اٹھایا ہے وہ ہر طرح قابل ستائش ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ اخبارات و رسائل جو ایسے علم دوست تاجدار کی سلطنت سے شائع ہوتے ہیں۔ کاش حکومت ہند اعلیٰ حضرت شہریار دکن کی یہ روشن مثال پیش نظر رکھتے ہوئے اور کچھ نہیں تو کاغذ کی قیمت پر کنٹرول ہی شروع کر دے۔ کیونکہ موجودہ راشن کا قاعدہ نہ تو اخبار والوں کے درد کا علاج ثابت ہو سکتا ہے اور نہ اس سے کاغذ کی خوفناک گرانی رک سکتی ہے۔

ایران پر روس و برطانیہ کی فوج کشی

ایران ہند کے معاملات میں مسلمانوں کے لئے اس مہینہ کا اہم ترین واقعہ یہ ہے کہ روس و برطانیہ کو ایران پر فوج کشی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ایران عرصہ سے نازی ایجنٹوں کی آماجگاہ بن رہا تھا اور ہندوستان کے دروازہ پر یہ خطرہ ایسا نہ تھا جسے آسانی سے نظر انداز کیا جا سکے۔ علاوہ بریں روس کو بھی خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ جرمن کہیں اس کے عقب میں ایک نیا جنگی مورچہ قائم کرے۔ چنانچہ ان دو ممالک نے ایران سے گفت و شنید شروع کی۔ ہمیں افسوس ہے کہ ابتدا میں ایران ہی نے کوئی خاص مصالحانہ رویہ اختیار نہ کیا (حالانکہ اس نے بعد میں تمام روس و برطانوی مطالبات حرف بحرف تسلیم کر لئے) اور نہ برطانیہ ہی نے مسلمانوں کے جذبات کا احترام مدنظر رکھتے ہوئے ایران کے مسئلہ کو زور شمشیر کے بجائے حسن و خوبی سے سلجھانا ضروری سمجھا نتیجہ یہ ہوا کہ روس و برطانیہ کی فوجیں بالکل غیر متوقع طور پر ایران میں داخل ہو گئیں۔

اسلامی ممالک کی عام محبت کے علاوہ مسلمانان ہند کو تمدن، معاشرت، تاریخ اور زبان کے لحاظ سے ایران کے ساتھ جو گہری وابستگی ہے اس کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمانوں میں قدرتی طور پر بے چینی پیدا ہوئی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ معاملہ نے زیادہ طول نہ کھینچا۔ ادھر فوج کشی کے چند گھنٹوں کے بعد ایران نے بھی صلح و محبت کی ضرورت کو محسوس کر لیا اور روس و برطانیہ نے بھی۔ دو چار مقامات پر معمولی جھڑپ کے بعد ایرانی حکومت نے اپنی فوجوں کو جنگ بند کرنے کا حکم دیدیا۔ اور اتحادی ممالک کی جانب سے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا گیا کہ وہ نہ تو ایران کی آزادی میں مداخلت کرنا چاہتے ہیں اور نہ انھیں اس اسلامی سلطنت کی ایک بالشت سرزمین پر بھی قبضہ کرنا ہے۔ بلکہ وہ صرف ایران کو جرمن ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔

ایران اور روس و برطانیہ کے مابین جو تازہ معاہدہ ہوا ہے اس کی رو سے ایران میں جرمنی، اٹلی، ہنگری اور رومانیہ کے سفارت خانے بند کر دئے گئے۔ ایران نے تمام جرمن باشندوں کو روس و برطانیہ کے سپرد کر دیا ہے۔ روس کے لئے سامان جنگ براہ ایران جائے گا۔ اور سردست اس کے بعض اہم فوجی مقامات پر روس و برطانیہ کی فوجیں متعین رہیں گی۔ لیکن اتحادیوں نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ جنگی ضروریات ختم ہوتے ہی اپنی فوجوں کو ایران سے ہٹا لیں گے اسی اثنا میں اندرونی شورش کی بنا پر شاہ ایران نے اپنی حکومت سے استعفےٰ دیدیا۔ ان کی جگہ پارلیمنٹ نے ولی عہد ایران کو جن کی عمر اس وقت ۲۱ سال ہے ایران کا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ نئے بادشاہ نے حلف وفاداری اٹھاتے وقت پارلیمنٹ کے ہر فیصلے کو تسلیم کرنے کا اقرار کیا۔ پارلیمنٹ نے بادشاہ کے اختیارات بھی بہت محدود کر دئے ہیں۔ اور آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

ترکی میں فتح سمرنا کا جشن

گزشتہ جنگ یورپ میں ترکوں کی شکست و تباہی کے بعد مسٹر لائڈ جارج نے اپنے پٹھو یونانیوں کو اناطولیہ پر قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی تھی۔ چنانچہ اس وقت ترکی جس عالم نزع میں مبتلا تھی اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر یونانیوں نے اناطولیہ پر حملہ کر دیا اور مظلوم و بیکس ترکوں پر جو مظالم ڈھائے گئے ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس نازک ترین وقت میں اسلام کے سرفروش سپاہی ترکوں کی مدد کے لئے رحمت خداوندی غازی مصطفےٰ کمال اتاترک علیہ الرحمۃ کی شکل میں نمودار ہوئی۔ اس مرد مجاہد نے ترکی قوت کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو از سر نو مجتمع کر کے حفاظت وطن کا مقدس فرض انجام دینا شروع کیا۔ یونانی حملہ آوروں کو متعدد مقامات پر شکستیں ہوئیں۔ آخر میں غازی عصمت انونو (موجودہ صدر جمہوریہ ترکیہ) نے یونانیوں کو سمرنا میں ایسی زبردست اور فیصلہ کن شکست دی کہ یونانی فوجیں اناطولیہ سے سر پر پیر رکھکر بھاگیں۔ ترکوں کی موجودہ تاریخ میں فتح سمرنا کو عظیم الشان اہمیت حاصل ہے اور ہر سال اس کا جشن مسرت منایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سال بھی ماہ ستمبر کی ابتدائی تاریخوں میں فتح سمرنا کا انیسواں سالانہ جشن قلمرو ترکیہ میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔ مختلف مقامات پر فوجوں کی پریڈ ہوئی ہر شہر و قصبہ کو چھوٹی کی دولہن کی طرح آراستہ کیا گیا۔

یادگار فتح کے اس پرمسرت موقع پر غازی عصمت انونو صدر جمہوریہ نے اپنی افواج قاہرہ کے نام جو پیغام تہنیت ارسال فرمایا وہ موجودہ بین الاقوامی حالات دیکھتے ہوئے بہت اہم ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ترکی حکومت تمام ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کے لئے برابر کوشاں ہے۔ لیکن اگر اس کی یہ صلح جویانہ کوششیں ناکام رہیں اور ترکی افواج کو اپنی شمشیر خار اشگاف کی برش دکھانے کا دوبارہ موقع ملا تو مجھے یقین ہے کہ وہ ترک قوم کی مسلمہ دیرینہ روایات شجاعت کو برقرار رکھیں گی۔ اور اس بہادری سے حفاظت وطن کا مقدس فرض انجام دیں گی کہ ترکی قوم کی طویل تاریخ شجاعت میں ایک نئے پرفخر باب کا اضافہ ہو جائے گا۔

ترکی افواج کے سپہ سالار اعظم مارشل فوزی چقماق نے اپنے صدر محترم (جو فاتح سمرنا بھی ہیں) کے اس پیغام کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے انھیں یقین دلایا ہے کہ ترکی فوج حفاظت وطن کے لئے بالکل تیار ہے اور وہ اس مقدس فرض کو انجام دینے کے لئے اپنے جسم کا آخری قطرۂ خون بھی بہا دے گی۔

ہم اپنے بہادر پیشہ ترک بھائیوں کو فتح سمرنا کی اس پرمسرت تقریب پر تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم اسلام کے ان بہادر سپاہیوں کو موجودہ جنگ کے آفات و مصائب سے اپنی پناہ میں رکھے۔

رمضان

شریف میں مولوی کو نہ بھول جائیے اس مہینے آپ کے کرم سے بڑی بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ کم سے کم دو خریدار ہی بڑھا دیجئے دو تین روپے کی کتابیں ہی خرید لیجئے۔ بڑا مشکل کا وقت ہے، سب کی مشترکہ مدد ہو تو بہت کچھ ممکن ہے

صحیح بخاری شریف اردو

(سلسلہ گذشتہ)

باب۔ جو شخص زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف رکھتا اُس کے لئے روزہ رکھنا (مسنون ہے)

(۱۷۵۶) علقمہ کہتے ہیں کہ اس درمیان میں کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ جا رہا تھا کہ انھوں نے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص نکاح کی مقدرت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے۔ اس لئے کہ یہ اسکی نظر کو (غیر محرم پر پڑنے سے) خوب روکے گا اور اس کے شرمگاہ کی (زنا) حفاظت کرے گا اور جو شخص مقدرت نہ رکھتا ہو اس پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ کیونکہ روزہ اس کے لئے خصی کرنے کا حکم رکھتا ہے۔

باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اذا رایتم الھلال فصوموا واذا رایتموہ فافطروا (اس بات کو بتا رہا ہے کہ بغیر چاند دیکھے محض شک پر روزہ رکھنا درست نہیں) اور صلہ نے حضرت عمار سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا جس نے شک والے دن روزہ رکھا اُس نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

۱۷۵۷۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو اور جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ چھوڑو پھر اگر تمہارے مطلع پر ابر آ جائے تو اس کا اندازہ کرلو۔

۱۷۵۸۔ حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ (کم از کم) انتیس دن کا ہوتا ہے پس تم جب تک چاند دیکھ لو روزہ نہ رکھو پھر اگر تمہارے مطلع پر ابر آ جائے تو تیس دن کا شمار پورا کرو۔

۱۷۵۹۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ اس طرح ہوتا ہے اس طرح ہوتا ہے اور تیسری بار آپ نے انگوٹھا دبا لیا۔[1]

۱۷۶۰۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا یہ کہا کہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاند دیکھ کے روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو۔ پھر اگر تمہارے مطلع پر ابر آ جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

۱۷۶۱۔ حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایک مہینہ کا ایلا[2] کیا۔ پھر جب انتیس دن گزر گئے تو صبح کے وقت یا دوپہر کے بعد آپ (اپنی ازواج کے پاس) تشریف لے گئے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک نہ جاؤں گا آپ نے فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔

۱۷۶۲۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) اپنی بیبیوں سے ایلا کیا اور آپ کا پیر اُکھڑ گیا تھا لہٰذا آپ ایک حجرہ کے میں انتیس دن تک مقیم رہے۔ پھر اُترے تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے تو ایک مہینے کے لئے ایلا کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔

باب دو عیدوں کے مہینے کم نہیں ہوتے۔

۱۷۶۳۔ عبد الرحمن بن ابی بکرہ نے اپنے والد سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا دو مہینے ایسے ہیں کہ کم نہیں ہوتے دونوں عید کے ہیں۔ رمضان اور ذی الحجہ۔ ابو عبد اللہ کہتے ہیں احمد بن حنبل کہتے تھے کہ (اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ) اگر رمضان کم ہو گیا تو ذی الحجہ پورا ہوتا ہے۔ اور اگر ذی الحجہ کم ہوا تو رمضان پورا ہوتا ہے (ایسا نہیں ہوتا کہ دونوں مہینے کم ہو جائیں) اور ابو الحسن کہتے ہیں کہ اسحٰق بن راہویہ کہتے تھے کہ (اس حدیث میں ان دونوں مہینوں کے کم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ) فضیلت میں کم نہیں ہوتے (اور گنتی کے اعتبار سے) چاہے انتیس دن کے ہوں چاہے تیس دن کے۔

باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ ہم لوگ نہ لکھنا جانتے ہیں، نہ حساب جانتے ہیں۔

۱۷۶۴۔ حضرت ابن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہم امی لوگ ہیں حساب کتاب نہیں جانتے۔ مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔ یعنی کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا۔

باب رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔

۱۷۶۵۔ حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھے۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنا معمولی روزہ رکھتا ہو تو وہ رکھ لے۔

باب اللہ تعالیٰ کا فرمانا احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسآئکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم۔[3] (رمضان کی رات میں ہر بات کی اجازت دیتا ہے)

۱۷۶۶۔ حضرت براء کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی روزہ دار ہوتا اور افطار کے وقت افطار کرنے سے پہلے سو جاتا تو پھر باقی رات میں کچھ نہ کھاتا اور نہ دن میں یہاں تک کہ شام ہو جاتی اور قیس بن صرمہ انصاری روزہ دار تھے۔ پھر جب افطار کا وقت آیا تو وہ

---

[1] یعنی دونوں ہاتھوں کی سب انگلیوں سے دو مرتبہ اشارہ کیا تو بیس عدد ہوئے اور تیسری بار آپ نے ایک انگلی کم کر دی تو نو دن ہوئے۔ سب ملا کر انتیس دن ہوئے مطلب یہ تھا کہ مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔

[2] ایلا اس کو کہتے ہیں کہ شوہر اپنی بی بی کے پاس جانے کی قسم کھالے۔

[3] ترجمہ تمہارے لئے روزوں کی رات میں اپنی بیبیوں کے پاس رہنا جائز کر دیا گیا وہ تمہارے لئے مثل لباس کے ہیں اور تم ان کے لئے مثل لباس کے ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں کی خیانت کرتے تھے لہٰذا اُس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہاری خطا معاف کر دی پس اب تم عورتوں سے مباشرت کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے مقدر کر دیا ہے اُس کو حاصل کرو۔

کتاب الفقہ

پردہ - اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے

(از حضرت ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

حامیانِ جدید کے علمبردار اس پہلو کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ اس لئے وہ اس پیرایہ استدلال کا اضافہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر جماعت کے دو فرد آپس میں مل کر چند ساعتیں لطف اور تفریح میں گزار دیں تو اس میں آخر سوسائٹی کا کیا بگڑتا ہے کہ وہ اس میں مداخلت کرے؟ سوسائٹی اس صورت میں تو ضرور مداخلت کا حق رکھتی ہے جبکہ ایک فریق دوسرے پر جبر کرے۔ یا دھوکے اور فریب سے کام لے، یا کسی اجتماعی قضیہ کا سبب بنے۔ لیکن جہاں ان میں سے کوئی بات بھی نہ ہو۔ اور صرف دو اشخاص کے درمیان لذت اندوزی ہی کا معاملہ ہو تو سوسائٹی کو ان کے بیچ میں حائل ہونے کا کیا حق ہے؟ لوگوں کے ایسے پرائیویٹ معاملات میں بھی اگر دخل دیا جائے تو شخصی آزادی محض ایک لفظِ بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔

شخصی آزادی کا یہ تصور اٹھارہویں اور انیسویں صدی کی ان بدلتوں میں سے ایک ہے۔ جن کی تاریکی، علم اور تحقیق کی پہلی کرن نمودار ہوتے ہی کافور ہو جاتی ہے۔ تھوڑے سے غور و خوض کے بعد ہی آدمی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جس آزادی کا مطالبہ افراد کے لئے کیا جا رہا ہے اُس کے لئے کوئی گنجائش جماعتی زندگی میں نہیں ہے جس کو ایسی آزادی مطلوب ہو اُسے جنگل میں جا کر حیوانوں کی طرح رہنا چاہیئے۔ انسانی اجتماع تو دراصل علائق اور روابط کے ایک ایسے جال کا نام ہے جس میں ہر فرد کی زندگی دوسرے بے شمار افراد کے ساتھ وابستہ ہے۔ ان پر اثر ڈالتی ہے اور ان سے اثر قبول کرتی ہے۔ اس تعلق باہمی میں انسان کے کسی فعل کو بھی خالص شخصی اور بالکل انفرادی نہیں کہا جا سکتا کسی ایسے شخصی فعل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس کا اثر بحیثیت مجموعی پوری جماعت پر نہ پڑتا ہو۔ افعالِ جوارح تو در کنار، دل میں چھپا ہوا کوئی خیال بھی ایسا نہیں جو ہمارے وجود پر اور اس سے منعکس ہو کر دوسروں پر اثر انداز نہ ہو۔ ہمارے قلب و جسم کی ایک ایک حرکت کے نتائج ہم سے منتقل ہو کر اتنی دور تک پہنچتے ہیں کہ ہمارا علم کسی طرح ان کا احاطہ کر ہی نہیں سکتا۔ ایسی حالت میں یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ایک شخص اپنی کسی قوت کو استعمال کرنا اس کی اپنی ذات کے سوا کسی پر اثر نہیں ڈالتا لہٰذا کسی کو اس سے سروکار نہیں، اور اُسے اپنے معاملہ میں پوری آزادی حاصل ہونی چاہیئے۔ اگر مجھے یہ آزادی نہیں دی جا سکتی کہ ہاتھ میں لکڑی لے کر جہاں چاہوں گھماؤں۔ اپنے پاؤں کو حرکت دے کر جہاں چاہوں گھس جاؤں۔ اپنی گاڑی کو جس طرح چاہوں چلاؤں۔ اپنے گھر میں جتنی غلاظت چاہوں جمع کروں۔ اگر یہ اور ایسے ہی بے شمار شخصی معاملات اجتماعی ضوابط کے پابند ہونے ضروری ہیں تو آخر میری قوت شہوانی ہی تنہا اس شرف کی حقدار کیوں ہو کہ اسے کسی اجتماعی ضابطہ کا پابند نہ بنا لیا جائے اور مجھے بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے کہ اسے جس طرح چاہوں صرف کروں؟

یہ کہنا کہ ایک مرد اور ایک عورت باہم مل کر ایک پوشیدہ مقام پر سب سے الگ جو لطف اٹھاتے ہیں اس کا کوئی اثر اجتماعی زندگی پر نہیں پڑتا محض بچوں کی سی بات ہے۔ دراصل اس کا اثر صرف اس سوسائٹی پر ہی نہیں پڑتا جس سے وہ براہِ راست متعلق ہیں۔ بلکہ پوری انسانیت پر پڑتا ہے۔ اور اس کے اثرات صرف حال کے لوگوں ہی تک محدود نہیں رہتے بلکہ آئندہ نسلوں تک منتقل ہوتے ہیں۔ جس اجتماعی و عمرانی رابطہ میں پوری انسانیت بندھی ہوئی ہے اس سے کوئی فرد کسی حال میں کسی محفوظ سے محفوظ مقام پر بھی الگ نہیں ہے۔ بند کمروں میں، دیواروں کی حفاظت میں بھی وہ اسی طرح جماعت کی زندگی سے مربوط ہے جس طرح بازار یا محفل میں ہے۔ جس وقت وہ خلوت میں اپنی تولیدی طاقت کو ایک عارضی اور غیر نتیجہ خیز لطف اندوزی پر ضائع کر رہا ہوتا ہے۔ اس وقت دراصل وہ اجتماعی زندگی میں بدنظمی پھیلانے اور نوع کی حق تلفی کرنے اور جماعت کو بے شمار اخلاقی، مادی، تمدنی نقصانات پہنچانے میں مشغول ہوتا ہے۔ وہ اپنی خود غرضی سے تمام اُن اجتماعی اداروں پر ضرب لگاتا ہے۔ جن سے اُس نے جماعت کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے فائدہ تو اٹھایا۔ مگر اُن کے قیام و بقا میں اپنا حصہ ادا کرنے سے انکار کر دیا جماعت نے میونسپلٹی سے لے کر اسٹیٹ تک، مدرسے سے لیکر فوج تک، کارخانوں سے لیکر علمی تحقیقات کی مجلسوں تک جتنے بھی ادارے قائم کر رکھے ہیں، سب اسی اعتماد پر قائم کئے ہیں کہ ہر وہ فرد جو ان سے فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ ان کے قیام اور ان کی ترقی میں اپنا واجبی حصہ ادا کرے گا لیکن جب اس بے ایمان نے اپنی قوت شہوانی کو اس طرح استعمال کیا کہ اس میں توالد و تناسل اور تربیتِ اطفال کے فرائض انجام دینے کی سرے سے نیت ہی نہ تھی تو اُس نے ایک ہی ضرب میں اپنی حد تک اس پورے نظام کی جڑ کاٹ دی۔ اس نے اس اجتماعی معاہدہ کو توڑ ڈالا جس میں وہ عین اپنے انسان ہونے ہی کی حیثیت سے شریک تھا۔ اُس نے اپنے ذمہ کا بار خود اٹھانے کے بجائے دوسروں پر سارا بار ڈالنے کی کوشش کی۔ وہ کوئی شریف آدمی نہیں ہے۔ بلکہ ایک چور، خائن اور لٹیرا ہے۔ اس کے ساتھ رعایت کرنا پوری انسانیت پر ظلم کرنا ہے۔

اجتماعی زندگی میں فرد کا مقام کیا ہے، اس چیز کو اگر اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو اس امر میں کوئی شک باقی نہیں رہ سکتا کہ ایک ایک قوت جو ہمارے نفس اور جسم میں ودیعت کی گئی ہے، وہ ہماری ذات کے لئے نہیں ہے۔

بلکہ پوری انسانیت کے لئے ہمارے پاس امانت ہے۔ اور ہم ان میں سے ہر ایک کے لئے پوری انسانیت کے حق میں جواب دہ ہیں۔ اگر ہم خود اپنی جان کو، یا اپنی ان قوتوں میں سے کسی قوت کو ضائع کرتے ہیں۔ یا اپنی غلط کاری سے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں تو ہمارے اس فعل کی اصلی حیثیت یہ نہیں ہے کہ جو کچھ ہمارا تھا اس کو ہم نے ضائع کیا یا نقصان پہنچا دیا، بلکہ دراصل اس کی حیثیت یہ ہے کہ تمام عالم انسانی کے لئے جو امانت ہمارے پاس تھی اس میں ہم نے خیانت کی اور اپنی اس حرکت سے پوری نوع کو نقصان پہنچایا۔ ہمارا دنیا میں موجود ہونا خود اس بات پر شاہد ہے کہ دوسروں نے ذمہ داریوں اور تکلیفوں کا بوجھ اٹھا کر زندگی کو ہماری طرف منتقل کیا، تب ہی ہم اس عالم میں آئے۔ پھر سوسائٹی کی تنظیم نے ہماری جان کی حفاظت کی۔ حفظان صحت کے محکمے ہماری زندگی کے تحفظ میں لگے رہے۔ لاکھوں کروڑوں انسانوں نے مل کر ہماری ضروریات فراہم کیں تمام اجتماعی اداروں نے مل کر ہماری قوتوں کو سنوارنے اور تربیت دینے کی کوشش کی، اور تب ہم وہ کچھ بنا پائے جو ہم ہیں۔ کیا ان سب کا یہ جائز بدلہ ہوگا۔ کیا یہ انصاف ہوگا کہ جس جان اور جن قوتوں کے وجود، بقا، نشوونما میں دوسروں کا اتنا حصہ ہے اس کو ہم ضائع کر دیں یا مفید بنانے کے بجائے مضر بنائیں؟ خودکشی اسی بنا پر حرام ہے۔ ہاتھ سے شہوت رانی کرنے والے کو اسی وجہ سے دنیا کے سب سے بڑے حکیم نے ملعون کہا ہے۔ ناکح الید ملعون۔ فعل قوم لوط کو اسی بنا پر بدترین جرم قرار دیا گیا ہے۔ اور زنا بھی اسی وجہ سے انفرادی تفریح اور خوش وقتی نہیں ہے۔ بلکہ پوری انسانی جماعت پر ظلم ہے۔

غور کیجئے، فعل زنا کے ساتھ کتنے اجتماعی مظالم کا قریبی اور گہرا رشتہ ہے۔

(۱) سب سے پہلے ایک زانی اپنے آپ کو امراض خبیثہ کے خطرے میں ڈالتا ہے، اور اس طرح نہ صرف اپنی جسمانی قوتوں کی اجتماعی افادیت میں نقص پیدا کرتا ہے بلکہ جماعت اور نسل کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ سوزاک کے متعلق ہر طبیب آپ کو بتا دے گا کہ مجریٰ بول کا یہ قرحہ شاذ و نادر ہی کامل طور پر مندمل ہوتا ہے۔ ایک بڑے ڈاکٹر کا قول ہے کہ "ایک دفعہ سوزاک ہمیشہ کے لئے سوزاک" اس سے جگر، مثانہ، انثیین وغیرہ اعضا رئیسہ بسا اوقات آفت رسیدہ ہو جاتے ہیں گٹھیا اور بعض دوسرے امراض کا بھی یہ سبب بن جاتا ہے۔ اس سے مستقل بانجھ پن پیدا ہو جانے کا بھی امکان ہے۔ اور یہ دوسروں کی طرف متعدی بھی ہوتا ہے۔ رہا آتشک تو یہ کس کو معلوم نہیں کہ اس سے پورا نظام جسمانی مسموم ہو جاتا ہے۔ سر سے پاؤں تک کوئی عضو، بلکہ جسم کا کوئی جز ایسا نہیں جس میں اس کا زہر نفوذ نہ کر جاتا ہو۔ یہ نہ صرف خود مریض کی جسمانی قوتوں کو ضائع کرتا ہے بلکہ ایک شخص سے نہ معلوم کتنے اشخاص تک مختلف ذرائع سے پہنچ جاتا ہے۔ پھر اس کی بدولت مریض کی اولاد اور اولاد کی اولاد تک بے قصور سزا بھگتتی ہے۔ بچوں کا اندھا، گونگا، بہرا، فاتر العقل پیدا ہونا سلطنت کی ان چند تفریحوں کا ایک معمولی ثمرہ ہے۔ جنہیں ظالم باپ نے اپنی زندگی کی متاع عزیز سمجھا تھا۔

(۲) امراض خبیثہ میں تو ہر زانی کا مبتلا ہو جانا یقینی نہیں ہے۔ مگر ان اخلاقی کمزوریوں سے کسی کا بچنا ممکن نہیں جو اس فعل کے ساتھ لازماً تعلق رکھتی ہیں۔ بے حیائی۔ فریب کاری۔ جھوٹ۔ بدنیتی، خود غرضی۔ خواہشات کی غلامی۔ ضبط نفس کی کمی۔ خیالات میں آوارگی۔ طبیعت میں ذواقی اور ہرجائی پن اور بے وفائی، یہ سب زنا کے وہ اخلاقی اثرات ہیں جو خود زانی کے نفس پر مترتب ہوتے ہیں۔ جو شخص یہ خصوصیات اپنے اندر پرورش کرتا ہے اس کی کمزوریوں کا اثر محض صنفی معاملات ہی تک محدود نہیں رہتا۔ بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی طرف سے یہی ہدیہ جماعت کو پہنچتا ہے۔ اگر جماعت میں کثرت سے لوگوں کے اندر یہ اوصاف نشوونما پا گئے ہوں تو ان کی بدولت آرٹ اور ادب، تفریحات اور کھیل، علوم اور فنون، صنعت اور حرفت، معاشرت اور معیشت، سیاست اور عدالت، فوجی خدمات اور انتظام ملکی، غرض ہر چیز کم و بیش ماؤف ہو کر رہے گی۔ خصوصاً جمہوری نظام میں تو افراد کی ایک ایک اخلاقی خصوصیت کا پوری قوم کی زندگی پر منعکس ہونا یقینی ہے جس قوم کے بیشتر افراد کے مزاج میں کوئی قرار و ثبات نہ ہو، اور جس قوم کے اکثر اجزا ترکیبی وفا، ایثار اور خواہشات پر قابو رکھنے کی صفات سے عاری ہوں اس کی سیاست میں استحکام آخر آئے گا کہاں سے؟

(۳) زنا کو جائز رکھنے کے ساتھ یہ بھی لازم ہو جاتا ہے کہ سوسائٹی میں فاحشہ گری کا کاروبار جاری رہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ایک جوان مرد کو "تفریح" کا حق حاصل ہے، وہ گویا ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ اجتماعی زندگی میں ایک معتد بہ طبقہ ایسی عورتوں کا موجود رہنا چاہئے جو ہر حیثیت سے انتہائی پستی و ذلت کی حالت میں ہوں۔ آخر یہ عورتیں آئیں گی کہاں؟ اسی سوسائٹی ہی میں سے پیدا ہوں گی۔ بہرحال کسی کی بیٹی اور بہن ہی تو ہوگی۔ وہ لاکھوں عورتیں جو ایک ایک گھر کی ملکہ، ایک ایک خاندان کی بانی، کئی کئی بچوں کی مربی بن سکتی تھیں، انہی کو لا کر تو بازار میں بٹھانا پڑے گا تا کہ سوسائٹی کے منچلے نوجوانوں کی طرح وہ آوارہ مزاج مردوں کے لئے رفع حاجت کا محل بنیں۔ ان سے عورت کی تمام شریفانہ خصوصیات چھینی جائیں گی۔ انہیں نازفروشی کی تربیت دی جائے گی۔ انہیں اس غرض کے لئے تیار کیا جائیگا کہ اپنی محبت، اپنے دل، اپنے جسم، اپنے حسن اور اپنی اداؤں کو ہر ساعت ایک نئے خریدار کے ہاتھ بیچیں، اور کوئی نتیجہ خیز بار آور خدمت کرنے کے بجائے تمام عمر دوسروں کی نفس پرستی کے لئے کھلونا بنی رہیں۔

(۴) زنا کے جواز سے نکاح کے تمدنی ضابطہ کو لامحالہ نقصان پہنچتا ہے۔ بلکہ انجام کار نکاح ختم ہو کر صرف زنا ہی زنا رہ جاتی ہے۔ اول تو زنا کا میلان رکھنے والے مردوں اور عورتوں میں یہ صلاحیت ہی بہت کم باقی رہ جاتی ہے کہ صحیح ازدواجی زندگی بسر کر سکیں، کیونکہ جو بدنیتی، بدنظری، ذواقی اور آوارہ مزاجی اس طریق کار سے پیدا ہوتی ہے، اور ایسے لوگوں میں جذبات کی جو بے ثباتی اور خواہشات نفس پر قابو نہ رکھنے کی جو کمزوری پرورش پاتی ہے وہ ان صفات کے لئے سم قاتل ہے جو ایک کامیاب ازدواجی تعلق کے لئے ضروری ہیں۔ وہ اگر ازدواج کے رشتہ میں بندھیں گے بھی تو ان کے درمیان وہ حسن سلوک، وہ ہم آہنگی، وہ باہمی اعتماد اور وہ مہر و وفا کا رابطہ کبھی استوار نہ ہوگا جس سے اچھی نسل پیدا ہوتی ہے اور ایک

مسرت بھرا گھر وجود میں آتا ہے۔ پھر جہاں زنا کی آسانیاں ہوں وہاں عملاً یہ ناممکن ہے کہ نکاح کا تمدن پرور طریقہ قائم رہ سکے۔ کیونکہ جن لوگوں کو ذمہ داریاں قبول کئے بغیر خواہشاتِ نفس کی تسکین کے مواقع حاصل ہوں اُنھیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ نکاح کر کے اپنے سر پر بھاری ذمہ داریوں کا بوجھ لادلیں؟

(۵) زنا کے جواز اور رواج سے نہ صرف تمدن کی جڑ کٹتی ہے، بلکہ خود نسلِ انسانی کی جڑ بھی کٹتی ہے۔ جیسا کہ پہلے ثابت کیا جاچکا ہے، آزادانہ صنفی تعلق میں مرد اور عورت دونوں میں سے کسی کی بھی یہ خواہش نہیں ہوتی۔ اور نہیں ہوسکتی کہ بقائے نوع کی خدمت انجام دیں۔

(۶) زنا سے نوع اور سوسائٹی کو اگر بچے ملتے بھی ہیں تو وہ حرامی بچے ہوتے ہیں۔ نسب میں حلال اور حرام کی تمیز محض ایک جذباتی چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض نادان لوگ گمان کرتے ہیں۔ بلکہ دراصل متعدد حیثیات سے حرام کا بچہ پیدا کرنا خود بچے پر اور پورے انسانی تمدن پر ایک ظلم عظیم ہے۔ اول تو ایسے بچے کا نطفہ ہی اس حالت میں قرار پاتا ہے جبکہ ماں اور باپ دونوں پر خالص حیوانی جذبات کا تسلط ہوتا ہے، ایک شادی شدہ جوڑے میں صنفی عمل کے وقت جو پاک انسانی جذبات ہوتے ہیں وہ ناجائز تعلق رکھنے والے جوڑے کو کبھی میسر ہی نہیں آسکتے۔ ان کو تو مجرد بہیمیت کا جوش ایک دوسرے سے ملاتا ہے، اور اس وقت تمام انسانی خصوصیات برطرف ہوتی ہیں۔ لہٰذا ایک حرامی بچہ طبعاً اپنے والدین کی حیوانیت ہی کا وارث ہوتا ہے۔ پھر وہ بچہ جس کا خیر مقدم کرنے کے لئے نہ ماں تیار ہو نہ باپ، جو ایک مطلوب و محبوب چیز کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک ناگہانی مصیبت کی حیثیت سے والدین کے درمیان آیا ہو جس کو باپ کی محبت اور اس کے وسائل بالعموم میسر نہ آئیں جو صرف ماں کی یک طرفہ تربیت پائے اور وہ بھی ایسی جس میں بے دلی اور بیزاری شامل ہو جس کو دادا دادی، نانا نانی، چچا ماموں اور دوسرے اہلِ خاندان کی سرپرستی حاصل نہ ہو۔ وہ بہرحال ایک ناقص و نامکمل انسان ہی بن کر اُٹھے گا۔ نہ اس کا سیرت و کیرکٹر بن سکے گا نہ اُس کی صلاحیتیں چمک سکیں گی۔ نہ اس کو ترقی اور کارپردازی کے پورے وسائل بہم پہنچ سکیں گے۔ وہ خود بھی ناقص، بے وسیلہ، بے یار و مددگار اور مظلوم ہوگا۔ اور تمدن کے لئے بھی کسی طرح اتنا مفید نہ بن سکے گا جتنا وہ حلالی ہونے کی صورت میں ہوسکتا تھا۔

آزاد شہوت رانی کے حامی کہتے ہیں کہ بچوں کی پرورش اور تعلیم کے لئے ایک قومی نظام ہونا چاہیئے۔ تاکہ بچوں کو اُن کے والدین اپنے آزادانہ تعلق سے جنم دیں۔ اور قوم ان کو پال پوس کر تمدن کی خدمت کے لئے تیار کرے۔ اس تجویز سے ان لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کی آزادی اور ان کی انفرادیت محفوظ رہے اور اُن کی نفسانی خواہشات کو نکاح کی پابندیوں میں جکڑے بغیر توالد و تناسل و تربیت اطفال کا مدعا حاصل ہوجائے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جن لوگوں کو موجودہ نسل کی انفرادیت اتنی عزیز ہے وہ آئندہ نسل کے لئے قومی تعلیم یا سرکاری تربیت کا ایسا سسٹم تجویز کرتے ہیں جس میں انفرادیت کے نشوونما اور شخصیت کے ارتقاء کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اس قسم کے ایک سسٹم میں جہاں ہزاروں، لاکھوں بچے بیک وقت ایک نقشہ، ایک ضابطہ اور ایک ہی ڈھنگ پر تیار کئے جائیں۔ بچوں کا انفرادی تشخص کبھی اُبھر اور نکھر سکتا ہی نہیں۔ وہاں تو ان میں زیادہ سے زیادہ یکسانی اور مصنوعی ہمواری پیدا ہوگی۔ اِس کارخانے سے بچے اُسی طرح ایک سی شخصیت لے کر نکلیں گے جس طرح کسی بڑی فیکٹری سے لوہے کے پُرزے یکساں ڈھلے ہوئے نکلتے ہیں۔ غور تو کرو انسان کے متعلق اِن کج عقل لوگوں کا تصور کتنا پست اور کتنا گھٹیا ہے۔ یہ باٹا کے جوتوں کی طرح انسانوں کو تیار کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کو معلوم نہیں کہ بچہ کی شخصیت کو تیار کرنا ایک لطیف ترین آرٹ ہے۔ یہ آرٹ ایک چھوٹے نگارخانے ہی میں انجام پاسکتا ہے جہاں ہر مصور کی توجہ ایک ایک تصویر پر مرکوز ہو۔ ایک بڑی فیکٹری میں جہاں کلہ کے مزدور ایک ہی طرز کی تصویریں لاکھوں کی تعداد میں تیار کرتے ہوں۔ یہ آرٹ غارت ہوگا نہ کہ ترقی کرے گا۔

پھر قومی تعلیم و تربیت کے سسٹم میں آپ کو بہرحال ایسے کارکنوں کی ضرورت ہوگی جو سوسائٹی کی طرف سے بچوں کو پرورش کرنے کا کام سنبھالیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس خدمت کو انجام دینے کے لئے ایسے ہی کارکن موزوں ہوسکتے ہیں جو اپنے جذبات اور خواہشات پر قابو رکھتے ہوں اور جن میں خود اخلاقی انضباط پایا جاتا ہو۔ ورنہ وہ بچوں میں اخلاقی انضباط کیسے پیدا کرسکیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے آدمی آپ لائیں گے کہاں سے؟ آپ تو قومی تعلیم و تربیت کا سسٹم قائم اس لئے کر رہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کو اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ اِس طرح جب آپ نے سوسائٹی میں سے اخلاقی انضباط اور خواہشات کو قابو میں رکھنے کی صلاحیت کا بیج ہی مار دیا تو اندھوں کی بستی میں آنکھوں والے دستیاب کہاں ہوں گے کہ وہ نئی نسلوں کو دیکھ کر چلنا سکھائیں؟

(۷) زنا کے ذریعہ سے ایک خودغرض انسان جس عورت کو بچہ کی ماں بنا دیتا ہے۔ اس کی زندگی ہمیشہ کے لئے تباہ ہوجاتی ہے۔ اور اس پر ذلت اور نفرتِ عامہ اور مصائب کا ایسا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے کہ جیتے جی وہ اس کے بوجھ تلے سے نہیں نکل سکتی۔ نئے اخلاقی اصولوں نے اس مشکل کا حل یہ تجویز کیا ہے کہ ہر قسم کی مادری کو مساوی عزت دیدی جائے۔ خواہ وہ قیدِ نکاح کے اندر ہو یا باہر۔ کہا جاتا ہے کہ مادریت بہرحال قابلِ احترام ہے، اور یہ کہ جس لڑکی نے اپنی سادگی سے یا بے احتیاطی سے ماں بننے کی ذمہ داری قبول کرلی، اس پر یہ ظلم ہے کہ سوسائٹی میں اسے مطعون کیا جائے۔ لیکن اول تو یہ حل ایسا ہے کہ اس میں فاحشہ عورتوں کے لئے چاہے کتنی ہی سہولت ہو مگر نسلِ انسانی کے لئے بحیثیت مجموعی سراسر شیطنت ہی مصیبت ہے۔ سوسائٹی فطرتاً حرامی بچے کی ماں کو جس نفرت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھتی ہے وہ ایک طرف افراد کو گناہ اور بدکاری سے روکنے کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اور دوسری طرف وہ خود سوسائٹی میں بھی اخلاقی حس کے زندہ ہونے کی علامت ہے۔ اگر حرامی بچے کی ماں اور حلالی بچے کی ماں کو مساوی سمجھا جانے لگے۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جماعت سے خیر اور شر، بھلائی اور بُرائی، گناہ اور صواب کی تمیز ہی رخصت ہوجائے۔ پھر بالفرض اگر یہ ہو بھی جائے تو کیا اس سے فی الواقع وہ مشکلات حل ہوجائیں گی جو حرامی بچے کی ماں کو پیش آتی

تذکرۃ الصحابہ

حضرت ابو قتادہؓ

عسرت زدہ مقروض کو کثیر رقم معاف کردی

غزوات میں شرکت قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ کے چشم و چراغ تھے۔ نام حارث تھا۔ اور ابو قتادہ کنیت تھی۔ عقبۂ ثانیہ کے بعد شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں شرکت کی۔ شعبان ۸ھ میں نجد کے ایک مقام خضرہ کی جانب پندرہ آدمیوں کو اپنی قیادت میں لے کر غطفان کے خلاف روانہ ہوئے جو ایک طاقتور قبیلہ تھا۔ سخت جنگ ہوئی۔ مگر آپ کامیاب ہوئے اور سالماً و غانماً واپس ہوئے۔ بہت سے قیدیوں کے علاوہ دو ہزار بکریاں اور دو سو اونٹ بھی تھے۔ ایک حسین لڑکی بھی آپ کے حصہ میں آئی تھی جو حضور نبی کریمؐ نے آپ سے اپنے لئے مانگ کر محمیہ بن جزء کو عطا کر دی۔

غزوۂ حنین کی شدید جنگ میں جب مسلم نبرد آزماؤں کے قدم میدان سے اکھڑ گئے تھے اس وقت بھی آپ داد شجاعت دیتے رہے۔ ایک مسلم اور ایک مشرک میں جنگ ہو رہی تھی۔ دوسرا مشرک پیچھے سے حملہ آوری کی تاک میں تھا۔ آپ نے بڑھ کر اس پر ایک ایسا بھرپور وار کیا جو زرہ کو کاٹتا ہوا چلا گیا۔ اور اس کا ایک بازو اڑ گیا۔ آدمی تھا بہت طاقتور۔ ایک ہی ہاتھ سے پکڑ کر اس شدت سے دبایا کہ آپ سراسیمہ ہو گئے۔ اور جان کے لالے پڑ گئے۔ تاہم آپ نے سنبھل کر جو وار کیا تو اس کا قصہ ختم ہو گیا۔ اس کا تمام مال حضور نبی کریمؐ نے آپ ہی کو دلوا دیا جس کی قیمت اتنی زیادہ تھی کہ اس سے آپ نے بنو سلمہ میں ایک باغ خرید کر جائداد پیدا کر لی۔ لکھا ہے کہ اسلام لا کر جائداد خریدنے کی یہ پہلی مثال تھی۔

روایت حدیث میں احتیاط عہد صحابہ کرامؓ میں آپ برابر مصروف جہاد رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو مکہ معظمہ کا گورنر مقرر کیا۔ جنگ جمل و صفین دونوں میں شریک تھے۔ جنگ نہروان میں پیدل فوج کے افسر تھے۔ ۵۴ھ کے قریب ہی کسی زمانہ میں انتقال ہوا، اور چار بچے اپنی یادگار چھوڑے۔

فضل و کمال میں پایہ بہت بلند ہے۔ بکثرت احادیث یاد تھیں مگر روایت میں سخت احتیاط برتتے تھے۔ تابعین کی ایک مجلس میں حدیث پر مذاکرہ ہو رہا تھا۔ جو اٹھتا تھا اس کی زبان پر قال رسول اللہ کذا۔ قال رسول اللہ کذا ہوتا تھا۔ آپ جو اس طرف سے گذرے اور آپ نے یہ الفاظ سنے تو فرمایا بدبختو! یہ کیا منہ سے نکال رہے ہو۔ جانتے ہو کہ حضور نبی کریمؐ نے جعلی حدیث بیان کرنے والوں کو جہنمی بتایا ہے۔" (مسند احمد جلد پنجم صفحہ ۳۱۰) دیکھئے کہ جب حضرت ابو قتادہؓ جیسے بزرگ اور جلیل القدر صحابی روایت حدیث میں اتنی احتیاط اور سختی سے کام لیتے ہیں اور تابعین کرامؒ کی زبان سے محض مذکورہ بالا الفاظ سنکر رسول اللہؐ کی وعید سناتے ہیں۔ حالانکہ وہ زمانہ نہایت مبارک زمانہ تھا۔ اور اس کے بعد اپنے کانوں سے ارشادات نبویؐ سننے والے کم و بیش نصف صدی تک زندہ رہے تو خود ہی خیال فرمایئے کہ ڈیڑھ سو سال کے بعد کیا حالت ہوئی ہوگی۔ جبکہ تابعین کرام بھی ایک ایک کر کے اٹھتے چلے جا رہے تھے۔ اور سیاست کا غلبہ شروع ہو گیا تھا۔ اسی بنا پر تو ہم نے حضرت زید بن ثابتؓ کے حالات میں حدیث کے متعلق کسی قدر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ صحیح احادیث جس قدر قابل عمل ہیں اسی حد تک ان کی تعداد کم ہے۔ جب صحابہ کرامؓ ہی ان کے متعلق انتہائی حزم و احتیاط سے کام لیتے رہے تو ہماری تو ہستی ہی کیا ہے ہمیں انتہائی احتیاط برتنی چاہئے۔ روایات کی تعداد صرف ۱۷۰ ہے۔

زندہ دلی اور احباب نوازی جب حضرت صدیق اکبرؓ نے مرتدین کے خلاف عام فوج کشی کی ہے اور انہی کی ہدایت کے مطابق حضرت خالدؓ نے بڑھ کر مالک بن نویرہ کو مغلوب کر کے بوجوہ چند قتل کر دیا ہے تو چونکہ آپ اس قتل کو حق بجانب نہ سمجھتے تھے اس لئے آپ نے پہلے تو جوش حق پرستی میں حضرت خالدؓ کو اس سے روکا۔ اور قتل کے بعد برہم ہو کر بلا اجازت دار الخلافہ چلے آئے۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ سے عرض کی کہ میں ان کی ماتحتی میں ہرگز نہ رہوں گا کہ ان کے ہاتھ سے ایک مسلمان کا خون ہوا ہے۔

شکار کا بہت شوق تھا اور اس تفریح میں برابر لگے رہتے تھے اور بڑے شغف و انہماک کا اظہار کرتے تھے۔ نشانہ بھی کبھی خالی نہ جاتا تھا۔

ملنسار اور احباب نواز بھی زیادہ تھے۔ احباب کی ایک مخصوص جماعت مرتب کر رکھی تھی۔ جن میں بیٹھ کر بے تکلفانہ باتیں کرتے اور ہنستے بولتے تھے۔ سفر و حضر میں بھی احباب ساتھ ہوتے۔ اور ان کے ساتھ ہنستے اور مذاق کرتے ہوئے جاتے۔ ان کے ہر رنج و راحت میں شریک رہتے۔ حضرت ابو محمدؓ آپ کی مجلس کے ایک زندہ دل اور اہم رکن تھے۔

رقیق القلب اور رحمدل اس قدر تھے کہ انسانوں پر تو نوازشوں کی جو بارشیں رہا کرتی تھیں وہ تو رہتی ہی تھیں۔ ہر جاندار پر رحم کرتے تھے، اور خاص اثر لیتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے لخت جگر کے گھر گئے۔ نماز کا وقت آیا تو بہو نے اٹھ کر وضو کے لئے پانی رکھا۔ ایک بلی جو آئی تو پیاس سے بے قرار ہو کر ظرف سے پانی پینے لگی۔ اور کوئی ہوتا تو مار بھگاتا۔ آپ نے یہ بھی نہ کیا۔ بلکہ اٹھ کر ظرف کو اور جھکا دیا تاکہ وہ بآسانی اپنی تشنگی فرو کر سکے۔ نظر جو اٹھائی دیکھا بہو کھڑی تماشہ دیکھ رہی ہے۔ فرمایا اس میں تعجب اور تماشہ کی کونسی بات ہے۔

ارشاد نبوی ہے کہ یہ جانور نہیں گھروں میں آنے جانے والی ہے۔

قابلِ تقلید خصوصیت قابل تقلید خصوصیت یہ ہے کہ اخوت اسلامی کے ایک زندہ پیکر تھے اور اپنے مسلم بھائیوں کی تکلیف و مصیبت سے نہ صرف یہ کہ حد درجہ متاثر ہوتے تھے بلکہ اسے رفع کرنے کی امکانی کوشش عمل میں لاتے تھے۔ ایک دفعہ حضور نبی کریمؐ مسجد نبوی میں جلوہ افروز تھے کہ ایک انصاری کا جنازہ لایا گیا۔ سب سے پہلے آپ نے جو سوال کیا وہ یہ تھا کہ اس پر کوئی قرض تو نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ جی ہاں! اس پر صرف دس روپیہ قرض ہیں۔ حضورؐ نے پھر پوچھا کہ اچھا اس نے اپنے مال سے کچھ ترکہ بھی چھوڑا ہے۔ جواب نفی میں پاکر فرمایا تو تم ہی لوگ نماز پڑھ لو۔ قرضدار کی نماز میں نہیں پڑھا سکتا۔ معمولی بات نہ تھی۔ یہ الفاظ سنکر اعزا و احباب پریشان ہو گئے۔ حضرت ابو قتادہؓ آگے بڑھے اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ اگر مرنے والے کا قرض میں اپنی جیب سے ادا کر دوں۔ پھر تو آپ کو نماز پڑھانے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ اثبات میں جواب پاکر آپ نے قرض ادا کر دیا۔ اس کے بعد جب حضور نبی کریمؐ کو اطمینان ہو گیا تو جنازہ سامنے طلب کیا اور نماز پڑھائی۔ (مسند احمد جلد پنجم صفحہ ۲۹۷)

ایک دفعہ قرض ہی کے سلسلہ میں ایک نئی صورت پیدا ہوئی۔ ابو قتادہؓ ایثار پیشہ اور مخیر بزرگ تو تھے ہی۔ ضرورت پر لوگوں کو قرض دیتے رہتے تھے۔ ایک شخص کو قرض دیا۔ مقررہ وقت گزرنے پر آپ نے تقاضا کیا۔ جب تقاضا کرتے اور اُس سے مانگنے کو جاتے وہ چھپ رہتا۔ ایک روز آواز جو دی وہ گھر ہی میں چھپ رہا اور کہلا بھیجا کہ گھر میں نہیں ہیں۔ اتنے میں اُس کا ایک کمسن بچہ باہر آگیا۔ اُس نے پوچھنے پر بتا دیا کہ گھر ہی میں ہیں اور بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ بلند آواز سے کہا مجھے معلوم ہو گیا۔ کھانا کھا رہے ہو۔ اب نکل آؤ۔ چھپنا بیکار ہے۔ مجبور ہو کر وہ صاحب باہر آئے۔ پوچھا میں بار بار آتا ہوں، چھپ جاتے ہو۔ آخر اس ٹالنے اور خود کو پوشیدہ کر لینے کی وجہ کیا ہے۔ جواب دیا۔

"کیا عرض کروں۔ مصیبت کا ذکر دوسروں سے کرنا مناسب اور قرین عقل نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی حالت دنیا سے چھپائے ہوئے تھا۔ ورنہ میں بہت عسرت زدہ اور تنگدست ہوں۔ جوں توں اپنی گزر کرتا ہوں۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اُس پر مستزاد یہ ہے کہ عیالدار بھی ہوں، اور ان کی پرورش کا بار بھی میرے دوش پر ہے۔"

آپ نے اس سے قسم لی اور اس طرح جب اس کی صداقت کا یقین ہو گیا تو پھر درد کا ایک دریا تھا جو اُمنڈ آیا۔ بیساختہ آنسو نکل آئے اور تمام قرض معاف کر دیا۔ (مسند جلد پنجم صفحہ ۳۰۸)

آج نہ ایسے مقروض ہیں اور نہ قارض۔ نہ دائن ہیں اور نہ مدیون۔ نہ کوئی کسی پر رحم کرتا ہے نہ ترس کھاتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کو کئی بصیرت افروز اور گرانقدر سبق ملتے ہیں۔ اولاً یہ کہ مسلمان کو مذہباً نہایت دیانتدار ہونا چاہیے جو قرض لے اُسے وقت پر ادا کر دینا چاہیے۔ اور ایک پیسہ بھی رکھنا، دبانا یا مارنا نہیں چاہیے۔ اور نہ اس کے لئے کسی امر کو عذر و حیلہ پیدا کرنا چاہیے کہ یہ اتنی بڑی معصیت ہے کہ حضورؐ نے قرضدار مرنے والے کی نماز جنازہ تک پڑھنے سے انکار کر دیا۔

ثانیاً کسی قرضدار کا قرض اپنی طرف سے ادا کر دینا بہت بڑا ثواب ہے۔

ثالثاً اپنی مصیبت و تنگدستی کو جہاں تک چھپایا جا سکے چھپانا چاہیے کہ اسکے خود ظاہر کرنے سے ایک قسم کی گداگرانہ صورت پیدا ہوتی ہے۔ دوسروں کی نظروں میں سبکی پیدا ہوتی ہے۔ آبگینۂ خودداری کو ٹھیس پہنچتی ہے اور اللہ کی ناسپاسی کا پہلو بھی پیدا ہوتا ہے۔ رابعاً تنگدست اور مفلس قرضداروں اور عیالداروں کی امداد اور اُن کا قرض معاف کر دینا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل ہے۔ اور خدمتِ خلق سے خدائے قدوس سب سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ جو جتنی زیادہ خدمتِ خلق کرتا ہے۔ غریبوں اور عیالداروں کو فائدہ پہنچاتا ہے اُتنے ہی اُس کے مراتب بلند ہوتے ہیں اور اُتنا ہی زیادہ اُسے ملتا ہے۔ جتنے متقی اور صالح بزرگ آج تک پیدا ہوئے ہیں سب نے مصیبت زدوں اور دردرسیدوں کی امداد کو اپنا شعارِ عمل بنائے رکھا ہے اور

(مضمون بقیہ صفحہ ۱۳) اپنی بی بی کے پاس گئے اور اُن سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے۔ اُنھوں نے کہا نہیں مگر میں جاتی ہوں اور تمہارے واسطے لے آتی ہوں۔ اور قیس بن صرمہ تمام دن محنت کیا کرتے تھے۔ اُن پر نیند غالب ہو گئی (اور سو گئے) پھر جب اُن کی بی بی (کھانا لے کے) آئیں اور ان کو (سوتا ہوا) دیکھا تو کہنے لگیں کہ تمہاری خرابی آ گئی۔ (غرض پھر بیدار ہو کر انھوں نے کچھ نہ کھایا) مگر جب دوپہر ہوئی تو وہ بیہوش ہو گئے۔ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی احل لکم لیلۃ الصیام الرفث پس صحابہ بے انتہا خوش ہوئے اور یہ آیت بھی نازل ہوئی وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۷) تم اپنے نظریہ میں حرام اور حلال دونوں قسم کی مادری کو مساوی قرار دے سکتے ہو۔ مگر فطرت ان دونوں کو مساوی نہیں کرتی، اور حقیقت میں وہ کبھی مساوی ہو ہی نہیں سکتیں۔ ان کی مساوات عقل، منطق، انصاف، ہر چیز کے خلاف ہے۔ آخر وہ بیوقوف عورت جس نے شہوانی جذبات کے وقتی ہیجان سے مغلوب ہو کر اپنے آپ کو ایک ایسے خود غرض آدمی کے حوالہ کر دیا جو اسکی اور اس کے بچہ کی کفالت کا ذمہ لینے کے لئے تیار نہ تھا، اُس عقلمند عورت کے برابر کس طرح ہو سکتی ہے جس نے اپنے جذبات کو اُس وقت تک قابو میں رکھا جب تک اُسے ایک شریف ذمہ دار آدمی نہ مل گیا؟ کونسی عقل ان دونوں کو یکساں کہہ سکتی ہے؟ تم چاہو تو نمائشی طور پر اُنھیں برابر کر دو، مگر تم اس بیوقوف عورت کو وہ کفالت و حفاظت، وہ ہمدردانہ رفاقت، وہ محبت آمیز نگہداشت وہ خیرخواہانہ دیکھ بھال اور وہ سکینت و طمانیت کہاں سے دلوا دوگے جو صرف ایک شوہر والی عورت ہی کو مل سکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ تم قانون کے زور سے اس کو نفقہ دلوا سکتے ہو۔ مگر کیا ایک ماں اور ایک بچہ کو دنیا میں صرف نفقہ ہی کی ضرورت ہوا کرتی ہے؟ پس یہ حقیقت ہے کہ حرام اور حلال کی مادریت کو یکساں کر دینے سے گناہ کرنے والیوں کو خارجی تسلی چاہے کتنی ہی مل جائے۔ بہرحال یہ چیز ان کو ان کی حماقت کے طبعی نتائج سے اور ان کے بچوں کو اس طرح کی پیدائش کے حقیقی نقصانات سے نہیں بچا سکتی۔

جب آپ کوئی خط لکھیں تو اس کے ساتھ جس قدر گنجائش ہو چند اہل خیر بہائیوں کے نام بھی لکھدیں جن کو مولوی کا نمونہ بھیکر خریداری کی توقعہ کی جا سکے۔ مدیر

اولیائے ہند

ذکر حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہٗ

برادر حقیقی و خلیفہ شیخ فرید الدین گنجشکر کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ پیراستہ مرتبہ عالی رکھتے تھے۔ نہایت متوکل تھے کہ ستر برس دہلی میں رہے۔ کبھی کسی دنیادار کے مکان پر نہیں گئے۔ اور یہ کیفیت تھی کہ بوجہ مشغولی کے دن اور ماہ کی خبر نہ تھی۔ روپیہ پیسہ اشرفی سب یکساں تھا کسی میں تمیز نہ تھی۔ ایک روز ایک درویش آیا اور اس نے پوچھا کہ نجیب الدین متوکل تو ہے فرمایا کہ نجیب الدین نام رکھتا تو میں ہوں اور متوکل نہ معلوم کون ہے۔ پھر اُس درویش نے پوچھا کہ گنجشکر کا بھائی تو ہی ہے، فرمایا کہ ظاہری برادر تو میں ہوں اور باطنی کوئی اور ہوگا۔ میں تو کچھ نہیں رکھتا۔ صاحب اخبار الاخیار چند نقول آپ کے اس طرح فرماتے ہیں نقل ہے کہ بروز عید چند درویش آپ کے مکان پر آئے۔ اُس روز آپ کے یہاں کچھ نہ تھا۔ بالاخانہ پر جاکر عبادت حق میں مشغول ہوئے۔ اور دل سے کہا کہ آج عید ہے، اور میرے فرزند بھوکے ہیں۔ اور مسافر آنے والے بھی خالی جاویں گے۔ اُسی وقت دیکھا کہ پیر مرد اوپر سے آتا ہے اور بیت پڑھتا ہے ؎

باد ل گفتم دلا خضر را بینی ۔۔۔ دل گفت اگر مرا نماید بینم

اور وہ مرد طعام آپ کے روبرو لایا، اور کہا کہ تیرے توکل نے نقارہ عرش پر بجایا لہٰذا کس طرف ملتفت ہو۔ آپ نے کہا اللہ جانتا ہے کہ واسطے اپنے ملتفت نہیں ہوا، واسطے یاروں کے التفات کیا۔ غالبًا وہ مرد خواجہ خضر تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین فرماتے ہیں کہ قبل مرید ہونے بابا صاحب کے ایک روز میں مجلس شیخ نجیب الدین میں بیٹھا تھا۔ میں اُٹھا اور میں نے کہا کہ ایک بار سورۂ فاتحہ اور اخلاص پڑھو۔ اور میری نیت یہ تھی کہ میں قاضی ہو جاؤں۔ شیخ نے اغماض کیا، میں سمجھا کہ انھوں نے سُنا نہیں۔ پھر میں نے اُسی طرح کہا اور وہ ابھی نیت تھی، آپ نے تبسم کرکے فرمایا کہ قاضی مشو چیزے دیگر شو۔ لکھا ہے کہ آپ نے ایک روز گنج شکر کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ آپ مناجات یارب کہتے ہیں۔ اور جواب میں لبیک عبدی سنتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ خیر بعدہ فرمایا الارجاف مقدمۃ الکون۔ پھر عرض کی کہ ایسا بھی کہتے ہیں کہ خضر تمہارے پاس آتے ہیں شیخ نے فرمایا خیر۔ پھر پوچھا کہ ایسا بھی کہتے ہیں کہ نجیب الدین کے پاس ابدال آتے ہیں شیخ نے فرمایا تو بھی ابدالوں میں سے ہے۔ صاحب خزینۃ الاصفیا ناقل ہیں کہ بمقام دہلی آپ کے ہمسایہ میں تیمور نام ایک ترک رہتا تھا۔ اُس نے ایک مسجد بنائی تھی، اُس کے پہلو میں اپنے رہنے کو گھر بنایا تھا۔ امامت اُس مسجد کی حضرت کرتے تھے۔ اتفاقًا اُس کی لڑکی کی شادی آگئی۔ اُس نے ایک لاکھ چند ہزار اشرفی شادی میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا، حضرت نے اس کو نصیحت کی کہ تھا ذرکثیر یا خدا میں محتاجوں کو دے تو بہتر ہو، اس سے کہ شادی دختر میں خرچ کرے، یہ اسراف ہے۔ اس ترک کو یہ بات بُری معلوم ہوئی۔ اور آپ کو ناخ

موقوف کیا، آپ دہلی سے اجودھن تشریف لے گئے۔ حضرت گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا حال بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وظیفہ تمہارا موقوف کیا، دوسرا اس سے بہتر عطا کرے گا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ جب آپ اجودھن سے واپس آئے دوسرے ترک نے آپ کے پڑوس میں مکان بنایا اور آپ کا مرید ہوا، اور خدمات بجالانے لگا۔ لکھا ہے کہ بدایوں میں ایک درویش صاحب دل تھا، اُس کو وجیہ الدین کہتے تھے شیخ نجیب الدین اُس کے دیکھنے کو دہلی سے بدایوں میں گئے۔ اُس فقیر کے پاس گئے۔ دیکھا کہ بوریہ پر بیٹھا ہے۔ آپ جوتہ اُتار کر اُس کے برابر بیٹھ گئے۔ اُس کو ناگوار گذرا۔ نہ اُن کی تعظیم کی نہ کچھ بولا۔ ایک کتاب دیکھ رہا تھا۔ آپ نے وہ اُس کے آگے سے اُٹھالی۔ سطر اول کے اول یہ نمودار ہوا۔ کہ آخر زمانہ میں فقیر متکبر ہوں گے۔ اگر صالح اُن کے پاس آوے اور پاس بوریہ کے جوتہ اُتار کر بیٹھے تو فقیر آتش تکبر سے جل کر تکلیف دینی چاہے گا۔ آپ نے وہ کتاب اُس کے ہاتھ میں دی، اور کہا کہ سطر اول کو دیکھو۔ تمہارے حسب حال ہے۔ وہ فقیر شرمندہ ہوا۔ آپ وہاں سے راہی طرف دہلی کے ہوئے۔ لکھا ہے کہ غیاث پور میں ایک عورت صاحب ولایت مسمی بہ فاطمہ سام رہتی تھیں کہ جن کی نسبت بابا صاحب نے اکثر فرمایا ہے کہ یہ عورت برابر دو مرد اولیاء کے ہے۔ وہ حضرت شیخ نجیب الدین کو بھائی کہا کرتی تھیں۔ جب آپ کے گھر میں دو تین فاقے گزرتے وہ بزرگ اپنے کشف سے معلوم فرماکر ایک من کلچہ پکواکر آپ کے گھر بھیجتیں۔ اور آپ قبول فرما لیتے۔ وفات حضرت کی ۱۶۷۱ھ میں ہوئی۔ بوجہ اتحاد باہمی کے بی بی فاطمہ سام قدس سرہا کے نزدیک مدفون ہوئے۔ راستہ قطب میں اور غیاث پور میں وہ مقام ہے جہاں سلطان المشائخ کا روضۂ عالی ہے۔

ذکر حضرت شیخ داؤد پالہی قدس سرہٗ

کہ اعظم خلفائے حضرت گنج شکر سے تھے۔ بڑے صاحب راز و نیاز اور یگانہ روزگار خلیفہ بابا صاحب کے تھے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ ہر صبح گھر سے نکل کر جنگل میں جاکر مشغول ہوتے اور ہرن جنگل کے گرد جمع ہو کر آپ کو دیکھا کرتے تھے۔ جب آپ واپس مکان پر آتے ہرن جنگل میں منتشر ہو جاتے۔ حضرت سلطان المشائخ آپ کا ذکر کیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں اور شیخ داؤد پالہی بابا صاحب سے ایک بار رخصت ہو کر چلے، بہت تیز چلتے تھے۔ کوس دو کوس چل کر نماز میں مشغول ہوتے۔ میں کوس دو کوس آگے نکل جاتا، وہ نماز میں مشغول رہتے۔ مگر مجھکو آپکڑتے اور کوس دو کوس آگے جاکر نماز میں مشغول ہوتے۔ آپ متوطن علاقہ ردولی کے تھے ۱۶۶۶ھ میں وفات ہوئی مزار حوض شمسی پر تھا۔ اب بیچ میں معلوم ہوتا ہے۔

ذکر سید امام علی لاحق سیالکوٹی قدس سرہٗ

کہ خلفائے حضرت گنج شکر سے تھے۔ بہت بڑے صاحب تصرف اور صاحب باطن

اودشتی تھے۔ بعد حصول خرقہ خلافت طرف سیالکوٹ کے رخصت ہوئے۔ وہاں پہنچکر ہزاروں کو خدا رسیدہ کیا۔ صاحب معارج الولایت لکھتے ہیں کہ جب آپ بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اُس وقت دو علی اور موجود تھے۔ ایک شیخ علی بہاری، دوسرے شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر۔ جب آپ پہنچے بابا صاحب نے فرمایا کہ یہ علی بن الخیل دو نوں علی میں لاحق ہوا۔ اس وجہسے علی لاحق خطاب ہوا۔ وفات آپ کی ۶۹۶ھ میں ہوئی۔ مزار سیالکوٹ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ برہان الدین محمود ابی الخیر اسعد البلخی قدس سرہٗ

کہ علمائے وقت سلطان غیاث الدین بلبن اور معتقدین بابا صاحب کے تھے علوم ظاہری اور باطنی میں باکمال تھے۔ اور اشعار آپ کے مضامین معرفت میں موجود ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں چھ برس کا تھا۔ اور ہمراہ پدر جارہا تھا، ناگاہ سواری مولانا برہان الدین مصنف ہدایہ کی آگئی۔ بسبب ہجوم خلائق کے باپ سے جدا ہوگیا اور کھڑا رہا۔ جب سواری میرے قریب آئی میں نے سلام کیا۔ فرمایا کہ یہ بچہ اپنے وقت میں علامۂ روزگار ہوگیا۔ میں نے یہ کلمہ سنکر اُن کی رکاب کو بوسہ دیا۔ اور ہمراہ چند قدم چلا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ خدا مجھ سے ایسا کہوا تا ہے کہ بادشاہان وقت دروازہ اس کو دق برآویں گے۔ یہ عالم اور مشائخ ہوگا۔ مولانا نے فرمایا کہ خدا مجھ سے کسی گناہ کو نہ پوچھے گا۔ مگر چنگ اور سماع کو میں نے بہت سنا ہے۔ وفات آپ کی ۶۹۷ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ بدر الدین بن علی اسحٰق قدس سرہٗ

سید بخاری اور خلیفہ بابا صاحب کے کامل مشائخ تھے اور عالم متبحر۔ واسطے مباحثہ علما اور حل چند مشکلات مسائل علمی کے بخارا سے دہلی میں آئے۔ یہاں علماء سے تسلی نہ ہوئی۔ ناچار واپس براہ ملتان بخارا کو واپس جاتے ہوئے وارد اجودھن ہوئے۔ آپ کے ہمراہیوں نے ارادہ کیا کہ حضرت گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہوں۔ مگر مولانا نے اجازت نہ دی کہ اُس وقت فقرا کے منکر تھے۔ آخر ہمراہی اُن کے اُن کو لیکر خدمت شیخ میں آئے۔ حضرت بابا صاحب نے کشف باطن سے اُن کے دل کے حالات معلوم کرکے فرمایا کہ بدر الدین نے محض برائے حل چند مسائل علمی کے اتنی مسافت اُٹھائی اور وہ اس طرح پر ہیں، اُن کی تسلی ہوئی پس بابا صاحب نے اُن کے قلب کو اپنی طرف جذب فرمایا، اور فرمایا کہ تم مجھ سے ملنے نہ آئے تھے۔ اگرچہ صحبت علمائے اکسیر اعظم ہے۔ مگر فقیروں اور مسکینوں سے بھی محبت کرنا شرط مردمی ہے۔ اُنھوں نے جب یہ بات سُنی سر اپنا حضرت کے قدموں پر رکھا اور مرید ہوئے اور خدمت خانقاہ اختیار کی۔ ہر روز جنگل سے لکڑیوں کا بوجھ لایا کرتے۔ آخر بعد تکمیل الہٰی کے خرقہ خلافت پایا، اور بلفظ فرزندی کے مشرف ہوئے۔ سنہ ۶۹۰ھ میں وفات پائی۔ مزار اجودھن میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ منتخب الدین چشتی قدس سرہٗ کہ خلیفہ بابا صاحب کے تھے، اُن کو آقائے منتخب بھی کہتے ہیں۔ آپ نے ریاضت اور عبادت یہاں تک کی کہ مرتبہ محبوبی حاصل کیا۔ دو خلعت زرین دو نوں وقت غیب سے آپ کے واسطے آتے تھے، آپ اُن کو فروخت کرکے مساکین کو تقسیم کرتے۔ اپنے صرف میں نہ لاتے۔ اس سبب سے آپ زر زرین ملقب ہوئے۔ پس بابا صاحب نے اُن کو بمقام دیوگری برائے دفع کرنے کفر و بدعت کے روانہ کیا تھا۔ آپ نے وہاں پہنچ کر چراغ اسلام روشن کیا۔ خلق اللہ کو راہِ راست پر لائے۔ جو منکر رہا اُس کے واسطے بد دعا کی۔ اُن کی شکلیں بگڑکر پتھر کی ہوگئیں۔ اب بھی اُن کے نشان ملتے ہیں۔ وفات حضرت کی ۷ ربیع الاول ۶۹۵ھ میں ہوئی۔ مزار دیوگری میں ہے۔ بعدہٗ حضرت سلطان المشائخ نے اُن کے برادرِ خورد شیخ برہان الدین غریب کو کہ جو اُن کے خلیفہ تھے اُن کی جگہ معمور فرمایا، اُن کے وقت میں وہاں سے کفر و بدعت اُٹھا۔

ذکر حضرت سید محمد بن سید محمود کرمانی رح

عالم اجل و خلیفہ بابا صاحب کے تھے۔ پہلے یہ واسطے تجارت کے کرمان سے وارد لاہور ہوئے اور اجودھن پہنچ کر قدمبوسی بابا صاحب سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے پھر ملتان گئے۔ اور اپنے چچا سید احمد سے ملے۔ جب لاہور میں آئے اجودھن میں حاضر ہوکر پھر ملتان میں جاتے آخر شیخ سے کمال محبت ہوگئی اور تجارت چھوڑکر مرید ہوکر عبادت میں مشغول ہوئے۔ اور بعد انتقال بابا صاحب کے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں رہ کر مکمل ہوکر یارانِ اعلیٰ میں شامل ہوئے۔ وفات حضرت کی شب جمعہ ۷۱۱ھ میں ہوئی۔ مزار اُن کا متصل باؤلی حضرت نظام الدین یارانِ چبوترہ پر ہے۔

ذکر حضرت خواجہ علاؤ الدین بن شیخ بدر الدین سلمان قدس سرہٗ

نبیرہ صاحب سجادہ حضرت بابا صاحب کے تھے۔ سولہ برس کی عمر میں صاحب سجادہ ہوئے۔ اور پچاس برس صاحب سجادہ رہے۔ تمام ہند آپ کا معتقد تھا، اور قدم مبارک آپ نے سوائے جامع مسجد کے دوسری جگہ نہیں رکھا۔ اور امرا اور بادشاہوں سے مستغنی اور صائم الدہر قائم اللیل تھے، اور بہت سخی تھے۔ جو فتوحات ہوتا اُسی وقت تقسیم فرما دیتے تھے۔ سلطان غیاث الدین تغلق کہ جو دیالپور کا صوبہ دار تھا اُس وقت آپکا مرید ہوا تھا۔ جب ۷۳۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا تو یہ صوبہ دار دیالپور ملک غازی بادشاہ ہوکر سلطان غیاث الدین تغلق مشہور ہوا۔ اور حضرت کا مقبرہ تیار کرایا۔ یہ برج بابا صاحب کے برج سے بلند ہے۔ مگر دُور سے خورد معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی شان میں امیر صاحب نے جو قصیدہ لکھا تھا ایک شعر اُس کا یہ ہے ؎

علمائے دین و دنیا شیخ و شیخ زادۂ عصر ۔۔۔ کہ شد برتبہ قائم مقام شیخ فرید

وعظ بشیر

(از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی مصنف کتاب الاسلام)

احتساب اعمال

الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا کما امر واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ارغاما لمن جحد بہ وکفر و صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا قال اللہ تعالیٰ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ اما بعد

برادرانِ اسلام! وہ مسلمان جن کو خدا تعالیٰ نے خیر الامم بنا کر بھیجا تھا اور جو خلق خدا کی رہبری و رہنمائی کے لئے آئے تھے۔ آج ان کی کیا حالت ہے؟ اس کو بیان کرتے ہوئے قلم شرماتا اور دل خون ہوتا ہے۔ مگر بیان کئے بغیر بھی چارہ نہیں۔ اس لئے با دلِ ناخواستہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم خیر الامم تھے لیکن اب اپنی غفلت شعاریوں اور سیاہ کاریوں کے سبب ارذل الامم بنے ہوئے ہیں۔ ہم دوسروں کی رہبری تو کیا کرتے۔ خود ہی محتاج اصلاح ہیں۔ ہمارے اندر وہ خوبیاں اور اوصاف ہی باقی نہیں رہے جن کے سبب ہم خیر الامم تھے۔ آج شریعت اسلام کے فدائیوں کا یہ حال ہے کہ انھوں نے خدا اور اس کے رسول کے احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ خواہش عشرت تمنائے دولت، دنیا کی محبت اور آرزوئے عزت و عظمت میں اس قدر محو ہو رہے ہیں کہ انھیں کبھی بھولے سے بھی عقبیٰ کا خیال اور فکر مآل نہیں آتا۔ نہ دین کی پروا، نہ آخرت کا خوف، نہ خدا کا ڈر، نہ جہنم کا خیال، اور نہ فشار قبر کا ملال، وہ ہیں اور غفلت کی میٹھی نیند ہے۔ فسق و فجور کی کثرت نے انھیں اندھا اور دیوانہ بنا دیا ہے۔ کچھ سوچتے سمجھتے ہی نہیں کہ ہم کیا تھے اور کیا ہوگئے؟ کیا کر رہے ہیں، اور ہماری غفلت و معصیت کا انجام و مآل کیا ہوگا۔ الغرض گناہوں کی کثرت سے دل و دماغ، تاریک اور بالکل بیکار ہو چکے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں۔

ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئا } قیامت کے روز ہم میزانیں کھڑی کریں گے انصاف کی، اور کسی پر ظلم نہ کریں گے۔

جس نے ذرہ برابر بھی نیکی بدی کی ہوگی اُسے ترازو میں تولیں گے اور خلائق کا حساب کرنے کو ہم کافی ہیں۔ حضرات! غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمائیں کہ ہم قیامت کے روز ذرہ ذرہ کا حساب لیں گے اور ہمیں کبھی بھولے سے بھی عقبیٰ کا خیال اور فکر مآل ہو۔ یہی کہا جا سکتا ہے کہ درحقیقت ہمیں خدا پر یقین و ایمان ہی نہیں، محض رسمی طور پر زبان سے خدا کو مانتے ہیں۔ ورنہ یہ ناممکن ہے کہ ہم خدا کو مانیں اور پھر اس کے احکام کی خلاف ورزی انتہائی بیباکی اور بیخوفی کے ساتھ کریں اور ذرا بھی اپنے اعمال کا احتساب نہ کریں۔

چونکہ قیامت کے روز نیکی بدی کا حساب ہوگا۔ اور نامۂ اعمال تولے جائیں گے۔ اسی لئے اللہ پاک فرماتے ہیں ولتنظر نفس ما قدمت لغد اور انسان کو چاہیئے، وہ اس جہان میں اپنے اعمال پر نظر رکھے اور اس بات کو دیکھے کہ اُس نے آخرت کے لئے کیا سامان کیا ہے؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نیک اور عاقل شخص وہ ہے جو اپنے اعمال اور زندگی کو چار ساعتوں پر تقسیم کرے۔ ایک ساعت میں اپنے اعمال کا حساب کرے، ایک میں خدا کے ساتھ مناجات کرے۔ ایک میں تدبیر معاش کرے، اور ایک میں اُن چیزوں سے استفادہ کرے جو مباح ہیں۔ یہ ہے دیندار اور عاقل کی اسلامی زندگی کا پروگرام جس پر چل کر وہ اپنے فرائض حیات کو بحسن و خوبی سرانجام دے سکتا ہے۔

اپنے اعمال کا حساب کرو

برادرانِ ملت! اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل اس لئے دی ہے کہ ہم اپنے نفع و نقصان کو سمجھیں۔ نقصان سے بچیں اور نفع کو حاصل کریں۔ اگر ہم دنیا کے کاموں میں تو دفع مضرت اور جلب منفعت کا اپنی عقل سے کام لیں اور دین کے کاموں میں اس اصول حیات کو بالکل ہی فراموش کر دیں تو یہی کہا جائیگا کہ ہماری عقل کی ایک آنکھ پھوٹی ہوئی ہے۔ اگر نہیں تو ہمیں دنیا کے کاموں سے زیادہ دین کے کاموں میں دفع مضرت اور جلب منفعت کا کام لینا چاہیئے کیونکہ دنیا کا نفع و نقصان عارضی ہے اور دین کا مستقل۔ اسی واسطے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا } اپنا حساب کیا کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا } اے ایمان والو! صبر کرو اور اپنے نفس کو باندھ رکھو۔

"اصبروا" کے معنی یہ ہیں کہ تم صبر کرو اور اپنے نفس و خواہش کے ساتھ خوب خوب جہاد کرو۔ تاکہ تم اچھے اور نیک ہو جاؤ۔ اور "رابطوا" کے معنی یہ ہیں کہ اس جہاد میں ثابت قدم رہو۔ اسی بنا پر اہل بصیرت اور بزرگانِ دین کہتے ہیں کہ ہم اس جہان میں سوداگری کے لئے آئے ہیں۔ نفس کے ساتھ اس کا معاملہ ہے اور بہشت و دوزخ یا سعادت و شقاوت اس معاملہ کا نفع و نقصان ہے۔ انفاسِ عمر میں سے ہر ایک نفس ایک گوہر نفیس ہے کہ اس گوہر کے سبب عقبیٰ میں کام آنے والا خزانہ بیش اندازہ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اس گوہر نفیس کی حفاظت کرنا اور اپنے اعمال پر نظر رکھنا عقلمند اور نیک انسان کا پہلا فرض ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ عقلمند وہی ہے جو فجر کی نماز کے بعد ایک ساعت احتساب اعمال کے کام میں لگائے۔ اور اپنے نفس سے کہے کہ عمر کے سوا تیرے پاس اور کوئی پونجی نہیں اور جو دم گزر گیا اس کا بدلہ نہیں۔ پس جو نیک کام کرنا ہے ابھی کرلے کہ عمر

زندگی تنگ ہے۔ اور آخرت میں سوائے نیکی کے اور کچھ کام نہ آئے گا۔ حق تعالیٰ نے آج نئے سرے سے زندگی عنایت فرمائی ہے۔ اگر رات کو سوتے وقت میں مر جاتا تو یہی آرزو رہتی کہ کاش ایک ہی دن کی مہلت ملتی کہ آخرت کے لئے کچھ تو کر لیتا۔

نعمتِ زندگی کی قدر کرو

برادرانِ محترم! خدا تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے زندگی دی ہے۔ اس نعمت کی قدر کرنے والے وہی لوگ ہیں کہ احتساب اعمال میں بصیرت و عقلمندی کا ثبوت دیتے ہیں۔ سرمایۂ زندگی کو غنیمت جانتے ہیں، جو اپنے انفاس کو ضائع نہیں کرتے اور جن کو ہمیشہ اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کل کی مہلت نہ ملے۔ موت آ جائے اور حسرت ہی حسرت باقی رہ جائے۔ الغرض حصولِ سعادت اور احتسابِ اعمال سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہنا چاہئے جس نے عقبیٰ کے خیال اور فکرِ مآل کو بھلا دیا وہ تباہ ہوا۔

عزیزو! بزرگوں نے کہا ہے کہ اپنے تمام اعضاء کو گناہوں سے بچا کر اُن کو نیکی میں مشغول رکھنا چاہئے۔ اسی کا نام اتقاء اور پرہیزگاری اور دینداری ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں، وہ دروازے انسان کے اعضاء ہیں کہ ہر عضو کے گناہ کی پاداش میں دوزخ میں جانا پڑے گا۔ پس ان اعضاء کے معاصی یاد کر کے اپنے آپ کو گناہوں سے باز رکھو۔ نفس کو نیکی کی رغبت دلاؤ۔ اور اس کو اپنے قابو میں لاؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاکیزہ کر لیا اُس نے دارین کی فلاح پائی۔ اور جس نے اس کا کہا مانا اور اپنے آپ کو گناہوں کی کیچڑ میں دھنسا دیا، وہ تباہ ہوا۔ اگر اپنی زندگی کو پاکیزہ بنانا چاہتے ہو تو حق تعالیٰ کے اس فرمان کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔

واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ } اور جان لو کہ بیشک اللہ جانتا ہے اس چیز کو جو تمہارے نفسوں میں ہے۔ بس تم اس سے ڈرو۔

نیکی اور بدی کے خزانے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے روز روز و شب کی چوبیس ساعتوں کے مطابق بندہ کے سامنے چوبیس خزانے رکھکر کھولے جائیں گے۔ اگر بندہ نے اُن ساعتوں میں نیکیاں کی ہیں تو اُن کے سبب اس خزانہ کو پُرنور دیکھے گا۔ یہ دیکھکر اس کو اس قدر راحت و مسرت حاصل ہوگی۔ اگر اس کا ذرا سا پرتو بھی دوزخیوں پر پڑے تو وہ آتش دوزخ سے بیخبر ہو جائیں۔ پھر دوسرے خزانہ کا دروازہ کھولا جائے گا۔ وہ سیاہ اور تاریک ہوگا۔ اور اس میں سے ایسی بدبو آئے گی کہ لوگ اپنی ناک بند کر لیں گے وہ خزانہ ساعت معصیت کا ہوگا۔ اُس کو دیکھکر گنہگار کے دل پر ایسی ہیبت اور حسرت و مایوسی طاری ہوگی کہ اگر اُسے جنتیوں پر تقسیم کیا جائے تو سب کو بہشت کی نعمتیں تلخ معلوم ہوں۔ پھر ایک اور خزانہ کھولا جائے گا نہ اس میں نور ہوگا اور نہ ظلمت۔ یہ خزانہ وہ ساعت ہے جس میں بندہ نے نہ کچھ گناہ کیا ہے اور نہ عبادت و نیکی اس وقت بندہ کے دل میں ایسی حسرت و پشیمانی پیدا ہوگی جیسے کوئی شخص اپنی مِلکیت کو ضائع کر دے۔ پس آدمی کو چاہئے کہ ان چوبیس خزانوں کو خالی نہ چھوڑے بلکہ ہر ساعت میں حتی الامکان حصولِ سعادت کی کوشش کرے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زیرک وہی ہے جو اپنا حساب کرتا ہے کہ آج کتنے نیکی کے کام کئے ہیں اور کتنے بدی کے اور وہ کام کرے جو موت کے بعد کام آئے۔

مشاہدۂ حق

برادرانِ اسلام! اللہ پاک ہم سے دو چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں، ایمان کا اور عمل صالح کا۔ اور ایمان عمل صالح سے مقدم ہے۔ اگر ایک مسلمان کا خدا تعالیٰ پر یقین و ایمان ہو وہ کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس ایمان میں یہ یقین داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کے نگراں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتے ہیں ان اللہ کان علیکم رقیبا یعنی اللہ تعالیٰ تم پر نگراں ہیں۔ پس ایمان کا کمال یہ ہے کہ مومن ہمیشہ مشاہدۂ حق میں رہے۔

کسی کامل پیر کا ایک قابل اور ذی بصیرت مرید تھا اور اس کی قابلیت کی وجہ سے پیر صاحب اس کے حال پر خاص طور پر متوجہ تھے۔ دوسرے مرید اس بنا پر رشک و حسد کرتے تھے اور رقیبانہ چشمک رکھتے تھے پیر صاحب کو بھی یہ حال معلوم ہو گیا۔ اُنھوں نے دوسرے مریدوں پر اس کی قابلیت ظاہر کرنے کے لئے ایک دن ہر مرید کو ایک ایک چڑیا دے کر فرمایا کہ اس کو کسی ایسی جگہ ذبح کر لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو۔ ہر مرید اُسے کسی خالی جگہ جا کر ذبح کر لایا۔ مگر وہ مرید سب جگہ پھر پھرا کر زندہ واپس لے آیا۔ اور کہا حضرت مجھے تو ایسی کوئی جگہ نہیں ملی۔ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو۔ ہر جگہ اللہ کو موجود پایا۔ یہ سنکر پیر صاحب مریدوں کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا دیکھو یہ وجہ ہے کہ اس پر میری خاص توجہ مبذول ہے۔ یہ ہمیشہ مشاہدہ میں رہتا ہے۔ اور خدا کے سوا کسی کی طرف التفات ہی نہیں کرتا۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت بی بی زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خلوت میں بلایا تو وہ جس بُت کی پرستش کرتی تھی پہلے اس کے منہ پر پردہ ڈالدیا۔ یہ دیکھکر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زلیخا! شرم و عبرت کی جگہ ہے کہ تو ایک پتھر سے تو شرماتی ہے اور اُس سے ذرا نہیں شرماتی جو ساتوں زمینوں اور آسمانوں کا خالق و مالک ہے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور جو دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہشت عدن اُن لوگوں کے لئے ہے جو کسی گناہ کا قصد کریں اور خدا کی عظمت و گرفت یاد کر کے شرما جائیں۔ اور اُس گناہ سے باز رہیں۔

ایک ایماندار چرواہا

حضرت عبداللہ ابن دینارؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ کی راہ میں، میں حضرت عمر فاروقؓ کے ہمراہ تھا۔ ایک جگہ کسی چرواہے کا غلام چرواہا پہاڑ پر بکریاں چرا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس چرواہے سے کہا کہ انہیں سے ایک بکری ہمیں بیچ دے

(باقی)

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

قرآن مجید اور مسلمان

نوشتۂ حضرت مراد مارہروی

عظمتِ توحید اور قرآن

ایک مسلمان کے لئے سب سے پہلی اور سب سے اہم و اقدم چیز ایمان ہے۔ جو عبارت ہے حشر و نشر، انبیاء، ملائکہ اور کتب آسمانی وغیرہ پر یقین کرنے اور یہ اعتقاد رکھنے پر کہ ہر انسان کو مدت کے بعد پھر زندہ ہو کر خدائے قدوس کو اپنے اعمال کا حساب دینا اور ان کی نوعیت کے متعلق جزا و سزا کا مستحق بننا ہے۔ اسی یقین و اعتقاد کا نام ایمان ہے۔ ایمان جس قدر قوی و محکم ہوگا اعمال اسی قدر بہتر ہوں گے۔

اگر ایک مسلمان کو یہ یقین ہے کہ حیاتِ دنیوی عارضی و فانی ہے۔ دائمی زندگی وہ ہے جو مرنے کے بعد حاصل ہوگی۔ دربارِ خداوندی میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اور جو گناہ اور برائیاں کی ہوں گی اُن کی سزا بھی لازماً بھگتنی ہوگی۔ جو دُنیوی سزاؤں کی بہ نسبت بہت ہولناک اور بہت خوفناک ہوگی۔ اُس کا قدم کبھی متزلزل نہ ہوگا۔ اور وہ "فاستقم کما امرت" کے مطابق جو راہیں خدا نے اُس کے سامنے کھول دی ہیں۔ انہی پر گامزن رہے گا۔

اور جو حکم اُسے خدا اور رسولؐ کی طرف سے ملے ہیں، اُن پر بے چون و چرا کاربند رہے گا۔ صحابہ کرامؓ کے ایمان بہت قوی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دیوانہ وار اوامر و نواہی اسلام پر عامل رہتے تھے۔ اور اُن کے اخلاق و اعمال قرآن کے سانچے میں ڈھل کر رہ گئے تھے۔ جوں جوں ایمانوں میں ضعف پیدا ہوتا گیا، مسلمان اس جادۂ مستقیم سے ہٹتے چلے گئے۔ مغرب والوں کے حالات سامنے آتے ہیں تو ایک دنیائے حیرت سامنے آجاتی ہے کیونکہ اُن کے دل کے کسی گوشے میں ایمان کی کوئی روشنی باقی نہیں، خدا اور حشر و نشر پر یقین نہیں رہا۔ اس لئے وہ ابتذال کی گہرائیوں میں برابر ڈوبتے چلے جاتے ہیں۔ نیک و بد کا احساس ہی جاتا رہا ہے حرام و حلال کی تمیز ہی اُٹھ گئی ہے۔

اور اُٹھ جانی چاہیئے۔ جب معاد کا یقین ہی نہ ہو۔ خدا کی ہستی پر ایمان ہی نہ ہو۔ پھر جو بھی کریں تھوڑا ہے۔ مدارِ عمل اور اساسِ کار تو صرف قیامت پر یقین ہے۔ خوف تو اسی کے قلب میں پیدا ہو سکتا ہے جسے یوم نشور پر اعتقاد ہو۔ اور یہ سمجھے کہ اُسے بھی ایک روز دربارِ خداوندی میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ یہ نہیں تو پھر معاملہ صاف ہے۔ کوئی خرخشہ ہی نہیں جو دل میں آیا وہ کیا۔

قرآن کریم میں جابجا مخلوق سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ شرک سے بچے خدا کو مانے اور ایمان لائے۔

انّنی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری	میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس مجھے ہی پوجو، میری ہی عبادت کرو، میری ہی نماز پڑھو۔
واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً	اللہ کی عبادت کرو اور شرک سے بچتے رہو۔
اللہ خالق کل شیٔ وھو الواحد القہار وما من الٰہ الا اللہ الواحد القہار	ہر چیز کا پیدا کرنے والا خدا ہی ہے وہی واحد القہار یا علت العلل ہے اُس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔
منادی ینادی للایمان	منادی ندا کرتا ہے کہ انسان ہر حالت میں ایمان پر قائم رہے:

قرآن میں کوئی بات چھوڑی نہیں گئی۔ سب کچھ بتا دیا گیا ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ انسان کو کن کن امور پر ایمان لانا چاہیئے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتٰب والنبین وآتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ

حقیقی نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ پر، قیامت پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر اور تمام پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور سائلوں کو اپنا مال دیتا رہے۔

یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی ۔ یا ایہا الذین آمنوا الا تطیعوا الذین کفروا ۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ ۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا آباؤکم ۔ یا ایہا الذین آمنوا لا یسخر قوم وغیرہ اس قسم کی سینکڑوں آیات ہیں جن میں ایمانداروں کو مخاطب کیا گیا ہے کہ پہلی چیز ایمان ہی ہے اور ایمان لانے کے بعد ہی قلوب میں صلاحیت عمل خیر پیدا ہوتی ہے، جسے ایمان ہی حاصل نہ ہوگا اور خدا اور معاد پر ایمان ہی نہ رکھتا ہوگا ۔ وہ عمل پر تیار ہی نہ ہوگا۔

قرآنی عظمت و اہمیت

جب ایک بندہ ایمان لے آیا یعنی اس نے توحید و رسالت کا اقرار کرلیا تو ضرورت ہوئی کہ اس کے لئے ایک ہدایت نامہ کا اہتمام کیا جائے۔ اور اُسے صاف صاف بتا دیا جائے کہ خیر و شر کی راہیں کونسی ہیں ۔ اس ہدایت نامہ کا نام قرآن کریم ہے جس پر ہر مسلمان کو عمل پیرا ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

ھذا کتاب انزلناہ مبارک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون

اس برکت والی کتاب قرآن کو ہم نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو ۔ اس کے اوامر و نواہی کے پابند رہو اللہ سے ڈرتے رہو کہ ایسا کروگے تو خدا تم پر رحم فرمائے گا۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء قلیلا ما تذکرون

یہ قرآن تمہاری رہنمائی کے لئے تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ تم اس کی پیروی کرو اور اسکے سوا کسی کا اتباع نہ کرو

فاستمسک بالذی اوحی الیک انک علیٰ صراط مستقیم وانہ لذکر لک ولقومک وسوف تسئلون (الزخرف)

یہ قرآن جو بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے۔ تم اسے استواری اور مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو، تم سیدھے راستے پر ہو۔ یہ تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے ۔ اور عنقریب تم سب سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی کہ تم نے اس کے اوامر و نواہی پر کس حد تک عمل کیا ہے۔

قل ھو للذین آمنوا ھدی وشفاء والذین لا یومنون فی آذانہم وقر وھو علیہم عمی

اُن لوگوں سے کہدیجئے کہ یہ قرآن اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لے آئے ہیں، ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لائے اُن کے کانوں کے لئے بہرا پن اور آنکھوں کے لئے تاریکی ہے۔

ھٰذا بلاغ للناس ولینذروا بہ ولیعلموا انما ھو الٰہ واحد ولیذکر اولوا الالباب

یہ قرآن لوگوں کے لئے ایک حجت ہے اور اسی لئے نازل ہوا ہے کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جائے اور لوگ واقف ہوجائیں کہ اللہ ہی وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور پھر جنھیں عقل ہے وہ اس سے نصیحت حاصل کرسکیں۔"

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر

ہم نے قرآن کو اسی لئے آسان بنایا ہے کہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

قرآناً عربیاً غیر ذی عوج لعلھم یتقون

قرآن عربی زبان میں ہے، اسمیں کسی قسم کی کوئی کجی اور پیچیدگی نہیں، اس لئے کہ لوگ اس سے پرہیزگاری کا سبق حاصل کریں۔

کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر

اس میں جو مضامین و دلائل دیئے گئے ہیں" وہ اپنی جگہ نہایت محکم و ثابت شدہ ہیں۔ حکمت والے اور باخبر خدا نے انھیں پوری حکمت و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

انا انزلناہ قرآناً عربیاً لعلکم تعقلون

ہم نے قرآن کو تمہاری اپنی مادری زبان عربی میں اسی لئے نازل کیا ہے کہ تم اُسے اچھی طرح سمجھ سکو"

ولقد جئناھم بکتاب فصلناہ علیٰ علم ھدی ورحمۃ لقوم یومنون

اس میں تفصیل کے ساتھ ہر چیز موجود ہے اسی لئے ایمانداروں کے لئے سرچشمۂ رحمت و ہدایت ہے۔

قرآن کی عظمت و اہمیت کے مطابق رب کچھ بتا کے ارشاد ہوتا ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا وانہ تنزیل رب العٰلمین ذالک کتاب لا ریب فیہ

ان کفار سے کہدیجئے کہ اگر تمام جن و انس کوئی قرآن جیسی کتاب مرتب کرنے پر کمربستہ ہوجائیں اور وہ متفقہ سعی و جہد سے کام لیں جب بھی وہ کامیاب نہ ہوں گے کہ یہ پروردگار عالم کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے اور اسمیں اشتباہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

قرآنی تاثرات اور مسلمان

کلام، پھر نہایت فصیح و بلیغ اور مرتب اور لبریز معانی کلام قدرتاً دل پر اثر ہونا ہی چاہیئے۔ کسی محبوب کا کوئی غیر مرتب اور ٹوٹا پھوٹا کلام بھی ہو تو بہت اثر پڑتا ہے اور اگر اس میں ادب و انشاء کی شان ہو تو دو آتشہ بن جاتا ہے۔

قرآن اس قسم کی صدہزار دلربائیوں اور رعنائیوں کا حامل ہونے کے ساتھ پروردگار عالم، شہنشاہِ کونین اور معشوق حقیقی کا کلام ہے۔ اس صورت میں اس کی اثر اندازیوں اور سحر طرازیوں کا کیا ٹھکانا ہوسکتا ہے۔

اس کی فصاحتوں، بلاغتوں اور رعنائیوں کے تذکار اور ادبی خوبیوں کے بیان کا یہاں نہ موقع ہے اور نہ گنجائش ہے۔

صرف دکھانا یہ مقصود ہے کہ کفار پر جو دشمن اسلام تھے اُن پر قرآن نے کیا اثر کیا۔ معلوم عوام حقیقت ہے کہ قرآن کی اثر اندازیوں اور دلربائیوں نے اُنھیں اس درجہ دہشت زدہ کر رکھا تھا کہ وہ اس کی آواز کے کانوں میں پڑنے سے ڈرتے تھے۔ لوگوں کو اُس کے سننے سے روکتے تھے، حضرت صدیق اکبرؓ کے خلاف اُن کے اخراج کے بارے میں اُنھوں نے یہی عذر پیش کیا تھا کہ یہ قرآن باآواز بلند پڑھتے ہیں اور ہماری عورتوں اور بچوں کا دل اس سے بگڑتا ہے۔

عتبہ رئیس قریش جس وقت قوم کی طرف سے انتہائی ترغیبات اور پیشکش کا ایک مجموعہ لئے ہوئے حضور نبی کریمؐ کے سامنے آیا تو آپ نے سب کے

جواب میں قرآن کریم کی چند آیات پڑھ دیں جنھیں سنتے ہی عتبہ کے حواس جاتے رہے۔ مسحور ہو گیا۔ بڑھ کر دہن مبارک پر ہاتھ رکھدیا اور بولا محمدؐ! قرابت کا واسطہ۔ بس کر۔ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ گھر گیا اور دروازہ بند کرکے بیٹھ گیا۔ پھر ابوجہل سے کہا کہ محمدؐ کا کلام دنیا کے ہر کلام سے بالاتر ہے اس کے پیچھے نہ پڑو۔

ولید بن مغیرہ کو بھی ساری قوم قریش کی سیادت کا اعزاز حاصل تھا، وہ بھی ایک دفعہ قرآنی آیات سنکر بے اختیار ہو گیا تھا۔ حضرت جبیر بن مطعم نے جب قرآن کی یہ آیت سنی ہے۔

ام خلقوا من غیر شیء ام ہم الخالقون۔ ام خلقوا السموٰت والارض۔ بل لا یوقنون۔ ام عندہم خزائن ربک ام ہم المصیطرون۔

کیا وہ آپ سے آپ خود ہی پیدا ہو گئے یا وہی اپنے پیدا کرنے والے ہیں۔ یا یہ زمین و آسمان انہی نے پیدا کئے ہیں نہیں یہ کچھ نہیں، بات صرف یہ ہے کہ وہ یقین نہیں کرتے، کیا خدا کے خزانے انہی کے پاس ہیں۔ یا وہی کہیں کے حاکم ہیں۔

سنتے ہی دل کی حالت دگرگوں ہو گئی اور دل سینے میں اُڑنے اور پھڑکنے لگا۔ حضرت فاروق اعظمؓ زمانہ کفر میں کتنے سخت تھے۔ مگر سورۂ طٰہٰ کی چند آیات سنکر دگرگوں ہو گئے۔

افسوس تو یہ ہے کہ قرآن پڑھا ہی غور سے نہیں جاتا، جو تلاوت کرتے ہیں وہ محض برکت کے لئے کرتے ہیں۔ ہدایت کے لئے اُسے کوئی نہیں پڑھتا۔

سچے مسلمان اور قرآن

قرآن ایک مختصر کتاب ہے لیکن اگر گہری نظر سے اس کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں ہر چیز نظر آئے گی۔ سچے مسلمانوں کی بھی پہچان لکھی ہے۔

واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایماناً۔ وعلیٰ ربہم یتوکلون

جب اُن کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان قوی تر ہو جاتے ہیں اور یقین بڑھ جاتے ہیں، اور خدا پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں۔

اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم و تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم و قلوبہم الیٰ ذکر اللہ

جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے قلوب دہل اُٹھتے ہیں جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ کا محبت آمیز خوف اُن پر طاری ہو جاتا ہے۔ پھر انکی کھالیں نرم پڑ جاتی ہیں، اور وہ اللہ کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔

حکم ہے کہ قرآن پڑھا جائے تو اُسے غور سے سنو اور خاموش رہو اگر ایسا کروگے تو خدا تم پر رحم کرے گا۔ اور جس نے ایسا نہ کیا بلکہ غفلت برتی اُس کے متعلق ارشاد ربّی ہے۔

ومن اظلم ممن ذکر بآیات ربہ فاعرض عنہا

سب سے بڑا ظالم و بدنصیب وہ جسے ہماری آیات پیش کرکے نصیحت و ہدایت کی جائے اور پھر اس سے اعراض کرے۔

مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے کہ اگر ہدایت نامۂ ربّی سنکر اُن کے قلوب پر کچھ اثر ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتا تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اُن کا ایمان مردہ ہو چکا، نہیں تو بیمار ضرور ہے۔ انھیں توبہ کرنی چاہئے اور استغفار پڑھنی چاہیئے۔ سچے مسلمانوں کی حالت اس کی آیات سنکر کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔

قرآن کی یہ خوبی ہے کہ اس پر جتنا غور کیا جائے اتنی ہی آنکھیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ اور اُس کے مطالب خود بخود واضح ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مصیبت یہ ہے کہ مسلمان قرآن کو صرف برکت کے لئے پڑھتے ہیں۔ ہدایت کے لئے شاذ ہی کوئی اسے پڑھتا اور دیکھتا ہے۔ اسی لئے وہ نتائج مترتب نہیں ہوتے۔

جس قرآن نے کافروں اور مشرک جاہلوں کو متاثر کئے بغیر نہ چھوڑا، غیر ممکن ہے کہ وہ ہم پڑھے لکھے مسلمانوں پر اثر نہ کرے۔ ہم کتنے ہی ضعیف الایمان اور گنہگار سہی مگر ہیں پھر بھی مسلمان اور خدا کو ماننے والے۔

اثر پذیری کی صورت یہی ہے کہ قرآن روزانہ پڑھا جائے۔ اور خواہ تھوڑا پڑھا جائے مگر ترجمہ کے ساتھ پڑھا جائے۔ اور جتنا بھی پڑھا جائے اس کے معانی و مطالب کو ذہن نشین کر لیا جائے۔ اس طرح تلاوت کا اہتمام کر لیا تو روز بروز چشم بصیرت وا ہوتی چلی جائے گی۔ اور قلب میں عجیب سرور و نورانیت کی روشنی پیدا ہوگی۔ یہ خدا کا کلام ہے جو اثر ڈالے اور دل کو متاثر کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ صرف اُس کے سمجھکر پڑھنے کی ضرورت ہے۔

نماز کی عظمت

بتایا جا چکا ہے کہ ایک مسلمان کے لئے مقدم چیز ایمان ہے کہ جب تک توحید و رسالت کا اعتقاد اور اعمال کے محاسبے کا یقین نہ ہوگا اُس وقت تک قلب میں خوف و خشیت کا کوئی جذبہ رونما ہی نہ ہوگا کہ یہ تمام اعمال و افعال انسان کی اساس ہے۔

ایمان کی استواری تلاوت قرآن سے ہوتی ہے۔ جو مسلمان قرآن کو سمجھکر پڑھتا رہے گا اور اس کے معانی و مطالب کو ذہن نشین کرتا چلا جائے گا۔ اُس کے ایمان میں کبھی ضعف پیدا نہ ہوگا۔ ایک مسلمان کے لئے دوسری اہم چیز نماز ہے۔

جب اسلام کے آگے گردن جھکا دی، کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ توحید و رسالت اور حشر و نشر کا اقرار کر لیا۔ نماز فرض ہو گئی جو وہ فریضۂ اسلام ہے جو آنکھیں بند ہونے کے وقت تک کسی حالت کسی صورت اور کسی مجبوری نے عذر میں بھی معاف نہیں۔ اُس وقت بھی جبکہ گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہو اور تلواریں چل رہی ہوں نماز معاف نہیں ہے۔ اس لئے نہیں ہے کہ محض ایک اس کے قیام و پابندی پر دین و دنیا کی فلاح ہی مبنی نہیں۔ بلکہ خود یہ پوری پاکیزگیوں اور طہارتوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ اور بہت سی بے حیائیوں، برائیوں اور گناہوں سے روکنے کے علاوہ انفرادی فوائد کے ساتھ اجتماعی اور ملی و قومی فوائد کی بھی ضامن ہے۔ اور اس کے فوائد کثیرہ ہی ہیں جن کی بنا پر قرآن کریم میں کم و بیش سات سو جگہ اس کے پڑھنے اور پابندی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور نہ خود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بلکہ فرمان ربّانی ہے کہ اپنے خاندان اور گھر والوں کو بھی

اس کے قایم رکھنے اور بڑھانے کی تاکید کرتے رہو۔ جہاں جابجا اقامت صلوٰۃ کا حکم ہے وہاں وآمر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیہا کا بھی امر موجود ہے۔

قرآن کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ صرف حکم دے کر خاموش نہیں ہوجاتا بلکہ حکم کے ساتھ اس کے مفاد پر بھی روشنی ڈالتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ نماز کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر } نماز انسان کو بے حیائیوں، برائیوں، گناہوں سے یقیناً روکتی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ بے حیائیاں، برائیاں اور گناہ انسان کی زندگی بُری طرح تباہ کردیتے ہیں۔ زانی و شرابی کی صحت برباد ہوجاتی ہے

قمار بازی، اسراف، تبذیر اور عیاشی مالی بربادی کا باعث بن جاتے ہیں۔ غرض جتنے فواحش و منکرات ہیں وہ انسانی صحت، انسانی دولت، انسانی ننگ و ناموس کو تباہ کرنے والے ہیں۔ اور ان سے رُکنا گویا ان سب نعمتوں کا تحفظ کرلینا ہے۔ مبلغ شریعت حضور نبی کریمؐ نے وضاحت کے طور پر نماز کے متعلق فرمایا ہے کہ توحید کے بعد خدا کو کوئی فرض نماز سے زیادہ محبوب پسندیدہ نہیں۔

کبائر سے اجتناب پر نماز باقی تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ یہ معراج المومنین "عماد الدین" ہے۔ اور ہر اعتبار سے مکمل عبادت ہے۔

بے اثری نماز کے وجوہ

جہاں خدائے برتر و توانا نے ایمان والوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ نماز فرض کی ہے "ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً" اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہ فواحش و منکرات سے روکتی ہے۔ وہاں زمانۂ حال کی نمازوں اور نمازیوں کے متعلق یہ مشاہدہ بھی ہے کہ مطلوبہ فوائد حاصل نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نمازیں تو پڑھی جاتی ہیں مگر اُن شرائط کے ساتھ نہیں پڑھی جاتیں جن کے ساتھ نماز مشروط ہے۔

نماز کی اقامت کے لئے اہم ترین و اساسی شئے جسم و قلب کی صفائی و طہارت ہے۔ اور جس طرح تمام اعتقادات کا مرکزی نقطہ توحید ہے اسی طرح نماز کی صحت کے لئے اصل الاصول طہارت باطنی و ظاہری ہے۔

خود حضور نبی کریمؐ نے طہارت و پاکیزگی کو "نصف ایمان" قرار دیا ہے الطھور نصف الایمان اور طہارت کے مفہوم میں ظاہری و باطنی دونوں قسم کی پاکیزگیاں شامل ہیں۔ اور لازم و ملزوم ہیں۔ ظاہری طہارت تو وضو و غسل اور لباس و جسم کو غلاظتوں سے پاک رکھنا ہے اور باطنی طہارت یہ ہے کہ دل کو کینہ، حسد، بغض اور بُرے خیالات سے صاف رکھا جائے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ جسمانی صفائی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ لیکن باطنی صفائی کا کسی کو خیال نہیں ہوتا۔ پھر نماز کے ارکان بھی پورے طور پر ادا نہیں کئے جاتے۔ عجلت کے ساتھ اُلٹی سیدھی نمازیں پڑھ لی جاتی ہیں۔

پھر اثر ہو تو کیوں کر ہو۔ دوسرے نماز حقیقت میں ایک اجتماعی فرض ہے جو نظم ملت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس کے متعلق منشائے ایزدی ہے کہ اسے اجتماعی طور پر ہی ادا کیا جائے۔ عہد رسالتؐ۔ عہد خلفائے راشدینؓ اور بعد کے زمانوں اور قرنوں میں جماعت کے ساتھ ہی نماز پڑھنے کا التزام رہا۔ یہ حالت تھی کہ حضرت عبد اللہ بن مکتومؓ نابینا تھے۔ مگر اندھیری راتوں اور بارشوں میں بھی حضورؐ نے انھیں گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ اور ایک دفعہ یہاں تک فرما دیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ ان لوگوں کے مکانوں میں آگ لگا دوں، جو مسجد میں نہیں آتے اور اپنے گھروں میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں۔ کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ گھروں میں نمازیں کیوں کر پڑھی جاتی ہیں۔

جب سے مسلمانوں نے گھروں میں نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ ایک طرف تو نمازیں نمازیں نہ رہیں اور دوسری طرف ملت کا شیرازہ پراگندہ ہونے لگا۔ اور مسلمانوں میں باہم تفرق و انتشار پیدا ہوگیا۔

مساجد میں نمازیں پڑھی جاتی تھیں، تو مسلمانوں کو روز و شب میں پانچ وقت اکٹھے ہونے کا موقعہ ملتا تھا۔ امام کی قیادت میں سکون اور باقاعدگی کے ساتھ پابندیٔ وقت کے ساتھ عبادت ہوتی تھی۔ امراء و غرباء کے ایک صف و ایک جماعت میں کھڑے ہوکر رکوع و سجود کرنے سے باہم اتفاق، یکسانیت اور مساوات پیدا ہوتی تھی۔ یک جہتی و یک رنگی بڑھتی تھی۔ ملت کا نظم قایم رہتا تھا۔

جماعت کیا چھوٹی سب کچھ چھوٹ گیا۔ امراء نے غرباء کے ساتھ ملنے جلنے کو کسر شان سمجھا۔ باہم بعد و ہجر پیدا ہونا شروع ہوگیا۔ وہ برکتیں جاتی رہیں وہ سعادتیں ناپید ہوگئیں۔ صرف نماز باجماعت ہی وہ چیز ہے جس میں سکون کے ساتھ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ وقت کی پابندی کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے۔ جب سے مسلمانوں میں گھروں کے اندر اور تنہا نماز پڑھنے کا رواج ہوا۔ اُن کے اندر وہ ذوق و شوق نہ رہا۔

وہ اتفاق نہ رہا۔ وہ سکون نہ رہا۔ وہ پابندی اوقات نہ رہی۔ وہ اخوت و ذوق نہ رہا، اور رفتہ رفتہ اس کی عادت ہی جاتی رہی۔ نماز باجماعت کے ترک ہونے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہی ہوا کہ مسلمانوں کی اکثریت بے نمازی

(مضمون بقیہ صفحہ ۲۲ بسلسلہ وعظ بشیر) ہاتھ ملنے ڈال؟ اُس نے کہا یہ بکریاں میری ہیں نہیں، میں تو انھیں اجرت پر چراتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے امتحاناً فرمایا کہ اپنے مالک سے کہدینا کہ ایک بکری کو بھیڑیا لے گیا۔ اُسے کیا معلوم ہوگا۔ اُس نے جواب دیا کہ اگر میرے مالک کو اصل معاملہ کی خبر نہ ہوگی تو خدا تو جانتا ہے اُس سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ زار و قطار رونے لگے اور اُس کی یہ بات اس قدر پسند آئی کہ اسی وقت اُس کے مالک کو بُلایا اور چرواہے کو اس سے خرید کر آزاد کردیا اور کہا جا تو اس جہان میں بھی آزاد ہے اور انشاء اللہ اُس جہان میں بھی آزاد ہوگیا۔ ——

پس برادران اسلام! اگر آپ کو ایمان باللہ کا دعویٰ ہے تو خدا کو حاضر و ناظر سمجھو اپنے اعمال پر نظر رکھو۔ حتی الامکان بدیوں پر نیکیوں کو غالب رکھو۔ اور عذاب الٰہی سے لرزاں و ترساں رہو۔ اپنے نفس کے محاسبہ سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہو۔ اگر تم نے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا اور اس کی شرارتوں کی طرف سے غفلت برتی تو وہ گناہوں پر دلیر اور ڈھیٹ ہوجائے گا۔ اور پھر رفتہ رفتہ نتیجہ یہ ہوگا کہ اس میں نصیحت پذیر ہونے کی صلاحیت ہی جاتی رہیگی اور قساوت قلبی تک نوبت پہونچے گی جس کا انجام ہلاکت و بربادی ہے۔ اگر سعادت

ہوکر رہ گئی۔ اگر نماز باجماعت ہی کا التزام ہوتا اور اذان ہوتے ہی مسلمان مسجدوں کی طرف دوڑنے شروع ہوجاتے تو اول تو کسی حالت میں کوئی بے نمازی ہی نہ رہتا اور جو ہوتا بھی اُسے خود شرم آتی۔ بچاؤ سے بھائیوں کو نماز کو جاتے ہوئے دیکھکر باپ کبھی نہ بیٹھے رہتے۔

دوسری طرف عورتیں اور بچے بھی یہ دیکھکر مستعد ہوجاتے۔ غرض مسلمانوں کی زندگی میں ایک حرکت و ہنگامہ استمرار کے ساتھ قایم رہتا۔ اُن میں ہر کام مل جُل کر کرنے کی استعداد بڑھتی چلی جاتی۔ اور وہ زندہ قوم بنے رہتے۔

قد افلح المومنون الذین هم فی صلوٰتهم خٰشعون } وہ مسلمان فائز المرام اور زندگی کے ہر شعبہ میں کامیاب رہیں گے جو اپنی نمازیں خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

خشیت اور نماز

یہ مژدہ کامرانی و فائز المرامی خود فاطر السمٰوٰت والارض سنا رہا ہے۔ فلاح کیا ہے، زندگی میں کامیاب رہنا اور عیش و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔

ایک بڑے سے بڑے مادہ پرست کی زندگی کا مقصد بھی یہی ہوسکتا ہے کہ وہ عیش و کامرانی کی زندگی بسر کرجائے۔ یہ چیز نماز سے حاصل ہوجاتی ہے خشوع کے معنی کیا ہیں؟ انتہائی عاجزی۔ خدا کے سامنے گڑگڑانا، اُس کا خوف دل میں رکھنا۔ لوگوں نے خشوع کو ایک غیر اختیاری اور مشکل چیز سمجھ لیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

کوئی عمارت ایک روز میں تیار نہیں ہوجاتی۔ کوئی کام ایک دن میں تکمیل کو نہیں پہنچ جاتا۔ ابتدا میں صرف اس کی ضرورت ہے کہ نماز یہ سمجھکر پورے سکون کے ساتھ پڑھی جائے کہ ہم احکم الحاکمین کے دربار میں سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ عاجزانہ اور خاشعانہ صورت بنالی جائے۔ رفتہ رفتہ دل میں رقت پیدا ہوجائے گی۔ اور حقیقی خشوع پیدا ہوجائے گا۔

"خشیت" اور "فلاح" کی نسبت شاید سمجھ میں نہ آئے اور کوئی کہدے کہ نمازیں محض خشیت اور گڑگڑا کر پڑھنے سے دنیوی زندگی میں کیوں کر کامیابی و کامرانی کی دولت ہوسکتی ہے۔ سنئے اس طرح اول تو نمازیں قبول ہونگی خدا خوش ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ آقائے حقیقی کی محض ایک خوشنودی ہی صد ہزار نعائم و برکات کا باعث ہوسکتی ہے۔

پھر یہ کہ دل میں رقت پیدا ہوگی۔ خدا کی عظمت و جبروت کا تصور قایم ہوگا۔ اُس کا خوف دل میں جاگزیں ہوگا۔ اُس کی محبت بھی بڑھتی چلی جائیگی اس کے بعد خوف و محبت سے اُس کے احکام و اوامر کی پابندی اور اُس کے نواہی سے اجتناب کا جذبہ ترقی کرے گا۔ اور اس پابندی کے معنی یہ ہوئے کہ قرآن کی پابندی کی جائے اور جس نے قرآن کی پابندی کرلی۔ اُس کے ہاتھ گویا خزائن عالم کی کلید آگئی اور وہ ہر اعتبار سے کامیاب ہوگیا۔

گناہ اور بدکاریاں بےخوفیوں کا نتیجہ ہیں۔ روزانہ پانچوں وقت اُس کے سامنے گڑگڑایا جائے گا تو قدرتاً دل میں خوف پیدا ہوگا۔ اور انسان لغزشوں سے بچنے لگے گا۔ اور یہی معنی ہیں تنهیٰ عن الفحشآء والمنکر کے۔ یہ چیز نہیں ہے۔ نمازیں بار سمجھکر پڑھی جاتی ہیں، بے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ بے کیفی کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ اس لئے بے اثر رہتی ہیں مسلمانوں کو نماز کا پابند بنانے کی واحد صورت یہ ہے کہ نماز باجماعت کا التزام کیا جائے۔ یہ امر کوئی بھی مشکل نہیں۔ اگر چند ماہ بھی جوش کے ساتھ یہ پروگرام چلالیا گیا تو پھر خود بخود چلتا رہے گا۔

اصلاح ملت کے لئے صد ہزار تدابیر عمل میں لائی جاتی ہیں۔ تحریکوں پر تحریکیں چلائی جاتی ہیں۔ مگر اس ربانی تحریک نماز باجماعت کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ حالانکہ واركعوا مع الراكعين حکم ہے اور خدا اس پابندیٔ عمل پر خود فلاح و کامرانی کی بشارت سنا رہا ہے۔

روزہ اور اُس کے ثمراتِ شیریں

نماز کے بعد روزہ کا درجہ ہے اور جہاں خدا نے كتب عليكم الصيام کا حکم دیا ہے وہاں لعلكم تتقون بھی فرمایا ہے۔ یعنی اگر روزہ رکھوگے تو تمہارے اندر اتقا پیدا ہوگا، اور تم متقی، پرہیزگار اور نیکوکار بن جاؤگے۔

افسوس یہ ہے کہ آج ہمارے روزے بھی فاقے کے مترادف بن گئے ہیں۔ روزہ کا حکم حکیم حقیقی نے اس لئے نہیں دیا تھا کہ وہ اپنے بندوں سے مفت میں فاقے کرائے۔ بلکہ اس لئے دیا تھا کہ سال میں ایک ماہ تک وہ تمام صغائر و کبائر سے بچنے اور زیادہ سے زیادہ دیندار اور متقی بننے کی مشق کرلیا کریں۔ بندہ نوازی تھی کہ ساتھ ہی ہر عمل پر اس سے دہ گنے اور سو گنے ثواب کا بھی اعلان کردیا، تاکہ انہیں مزید جوش عمل پیدا ہو۔ اور وہ پورے شوق اور والہانہ جوش کے ساتھ اتقا کی طرف بڑھیں۔

مسلمان جس طرح نمازیں پڑھتے ہیں مگر ان کی شرائط کی تکمیل ہونے کے باعث یہ بے اثر رہتی ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے روزے بھی روزوں کی شرائط کی عدم تکمیل کی وجہ سے محض ضائع جاتے ہیں اور ان کے اندر رمضان کوئی انقلاب پیدا نہیں کرتا۔

روزوں کے لئے ضروری بنایا گیا تھا کہ مسلمان یہی نہیں کہ دن بھر اپنے کام و دہن کو آب و رزق سے آشنا نہ ہونے دیں۔ بلکہ تمام منہیات شرعیہ سے بھی اجتناب کلی برتیں۔ اور یہ سمجھیں کہ اُن کی آنکھ، زبان اور ہر عضو کا روزہ ہے۔ نہ زبان سے کسی کو کوئی بُری بات کہیں۔ نہ کانوں سے کوئی بُری بات سنیں، نہ دل میں کسی کی طرف سے کوئی کینہ رکھیں۔ اور نہ ہاتھوں سے کسی کو آزار پہنچائیں۔

ایک طرف تو ہر عضو کو گناہ سے محفوظ رکھیں اور دوسرے زیادہ سے زیادہ حصول ثواب کے لئے خود کو نیکیوں کے لئے وقف کردیں۔ گویا برائیوں کو چھوڑ کر بھلائیوں کے پیکر بن جائیں۔ اور تمام مسلمان مساجد میں جمع ہوکر قرآن سن لیں۔

لیکن مسلمان کرتے کیا ہیں روزے تو رکھتے ہیں مگر روزہ کی شرائط کی تکمیل نہیں کرتے روزہ میں نیکی کے حصول کی بجائے سعی تو درکنار وہ کسی گناہ سے بچنے کی بھی سعی نہیں کرتے۔ غیبت، بدگوئیاں، جھوٹ، فریب، بدمعاملگی، رشوتوں، لڑائیوں اور باہمی رقابتوں کا سلسلہ بدستور جاری رہتا ہے۔

یہ تو سب سمجھتے ہیں کہ کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قرآن

خیرات کا ثواب ہوتا ہے مگر اس کا کسی کو احساس نہیں ہوتا کہ سب وشتم اور غیبت سے باز رہیں، غصہ نہ کریں۔ بُری بات زبان سے نہ نکالیں۔ بُرا بیہ خرچ نہ کریں۔ بُری بات نہ سنیں۔ بُری نظر کسی پر نہ ڈالیں۔ اور بُرے افعال سے احتراز کریں۔

جب قرآن بتا چکا کہ غیبت کرنا اپنے مُردہ بھائی کی لاش کے ٹکڑے کھانا ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے روزہ باقی نہ رہے گا۔ لیکن کسی کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ اور سب کچھ بیکار جاتا ہے۔

زکوٰۃ کے اسرار اور قرآن

نماز، روزہ تو جسمانی عبادتیں ہیں مگر زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور اس قدر اہم عبادت ہے اور اس قدر اہم عبادت ہے کہ قرآن میں ہر جگہ نماز کے ساتھ ساتھ اس کا حکم دیا گیا ہے، اور ان دونوں فریضوں کی ادا کاری سے اعراض کرنے والوں کے لئے شریعت نے حبس دوام و قتل تک کی دُنیوی سزائیں رکھی ہیں۔ اور عقبیٰ میں شدید عذاب کی بشارت دی ہے۔ خدا بندوں سے۔ اپنے نادار بندوں ہی کے لئے ایک خفیف ٹیکس کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو آمدنی پر نہیں اُس رقم پر ہے جو سال بھر میں کھائی کر پس انداز ہو جائے۔ محدود آمدنی والوں اور ان لوگوں سے کوئی مطالبہ نہیں ہے جن کے پاس کوئی رقم پس انداز نہ ہو۔

دیگر حکومتوں کو مختلف جزوں اور قومی فوائد کے لئے سالانہ ہزاروں روپیہ ٹیکس دیتے ہیں مگر اخلاقی اصلاحین کو ذہنی ضیعت یہ ٹیکس دیتے ہوئے جان نکلتی ہیں۔ حالانکہ یہ روپیہ اُن سے لیکر انہی کے غریب اعزا، اور انہی کے ہم وطن یتامیٰ فقرا اور مساکین اور اہم ملی ضرورتوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اپنی ملت کے ضعفا و غربا کی امداد اپنی ہی امداد ہے۔ قوم کی ترقی اپنی ترقی ہے۔ مال بھی پاک اور محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے باہمی، قومی اور خدائی محبت بھی بڑھتی ہے۔ اور وہ کشمکش پیدا نہیں ہونے پاتی۔ جو سرمایہ اور محنت کے نام سے آج کی مہذب دنیا کو جہنم کدۂ اضطراب بنائے ہوئے ہے۔ اور مزدور سرمایہ داروں کے اور غربا مالداروں کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ جو قومیں آج منتہائے عروج پر پہنچی ہوئی ہیں وہ اجتماع اور فراہمی زر کے لئے نئی صورتیں نکالتی اور عجیب عجیب تدبیر اختیار کرتی ہیں۔ اور پھر بھی بمشکل کامیاب ہوتی ہیں۔

لیکن خدا نے مسلمانوں کے لئے اس کا انتظام پہلے ہی دن کر دیا تھا اور وہ نماز اور زکوٰۃ کی صورت میں ان چیزوں سے بے نیاز کر دئے گئے تھے عبادت کی عبادت، ثواب کا ثواب۔ اور تمام ملی ضرورتوں کی کفالت کا استمراری انتظام کسی منادی و اعلان کی ضرورت نہیں۔ ہر محلہ میں پنجوقتہ انتظام ہے۔ اجتماع ہے۔ ہر ہفتہ شہر بھر کے اجتماع ہیں۔

جو کہنا ہو کہہ دیجئے۔ جو بتانا ہو بتا دیجئے۔ جو سمجھانا ہو سمجھا دیجئے۔ جو تحریک کامیاب بنانا ہو بنا لیجئے۔ یہی نمازی حاضرین جلسہ ہیں۔ جو ہر حالت اور ہر صورت میں پنجوقتہ حاضری پر مجبور ہیں۔ یہی مسلمان اسلام کی فوج ہیں کہ ان کا امام ان کا سپہ سالار اور جنرل بھی ہے۔ اور اس کے حکم پر ہر مسلمان کا تلوار لیکر جہاد کے لئے تیار ہو جانا فرض ہے۔ اسلام کے جتنے لشکر جہاد کے لئے جاتے تھے وہ مساجد ہی سے مرتب ہو کر جاتے تھے، اور یہی نمازی اُن کے سپاہی ہوتے تھے۔

رہ گیا روپیہ تو بیت المال زکوٰۃ کے سکوں سے لبریز رہتا تھا مسلمانوں کے غریب رہنے کی کوئی صورت ہی نہ تھی۔ قوم کی بیواؤں، قوم کے یتیموں، قوم کے فقیروں۔ قوم کے قرضداروں اور قوم کے محتاجوں کی پرورش، امداد، سہارے اور ترقی کا حیرت انگیز اور معقول و منظم اہتمام موجود تھا۔

فقرا وہی کہلاتے تھے جو شکم سیر ہو کر کھاتے پیتے تو تھے۔ لباس و طعام کی کوئی تکلیف نہ تھی۔ مگر ان کے پاس کھا پی کر اتنا پس انداز نہ ہو سکتا تھا کہ وہ بھی زکوٰۃ دے سکیں۔ مساکین وہ کہلاتے تھے جو معذوری و مجبوری کے باعث کمانے کے قابل ہی نہ رہے ہوں۔ یا بحد غریب ہوں، فقر و فاقہ میں زندگی بسر ہوتی ہو۔ اسلام نے ان سب کو زکوٰۃ کا مستحق قرار دیا۔ مقدم خاندانی افراد کو رکھا تاکہ دینے والے کو بھی تسکین رہے اور اس کا وقار بڑھے۔ پھر یتامیٰ کو رکھا کہ تھوڑی سی امداد انھیں قوم کا دست و بازو بنا دیتی ہے۔ اور بڑھکر یہ دوسروں کی امداد کے قابل ہو جاتے ہیں۔ پھر فقرا ہیں جنھیں صرف معمولی امداد کی ضرورت ہے جو خود اُن کے لئے نہیں قوم کے لئے ضروری ہے۔ کھانے پینے کے لئے تو موجود ہے ہی۔ صرف اتنی بات ہے کہ ترقی کرنے اور دوسروں کو امداد پہنچانے کے قابل نہیں۔ یہ امداد انھیں مل جائے تو یہ بھی قوم کا بار منقسم کرنے کے قابل ہو جائیں۔ پھر قرضدار ہیں کہ جو کماتے ہیں دوسروں کی نذر کر دیتے ہیں۔ یہ بار ان سے ہٹ جائے تو یہ بھی ہاتھ پاؤں نکال سکیں۔ غرض قومی ترقی و خوشحالی کی تمامتر صورتیں ایک "زکوٰۃ" کے اندر مرکوز کر دی گئی ہیں۔ اگر زکوٰۃ و صدقات کی تنظیم کا سلسلہ جاری رہتا تو مسلمان کبھی افسردہ و عسرت زدہ زندگی بسر نہ کرتے۔ اس عسرت و افلاس کے عالم میں بھی ہزارہا صاحب نصاب مسلمان موجود ہیں جنھیں اس عبادت کا خیال کبھی نہیں آتا۔

اور جو زکوٰۃ نکالتے بھی ہیں وہ غیر مستحقین کے پلے پڑتی ہے اور اُس سے مطلوبہ فوائد حاصل نہیں ہوتے۔ آج زکوٰۃ و اوقاف کی تنظیم مسلمانوں کی تمام ضروریات کی تکمیل کی ضامن بن سکتی ہے۔ نماز و زکوٰۃ کو چھوڑ کر مسلمانوں نے اپنے قومی شیرازہ کو درہم برہم کر لیا۔

مسلم نصب العین اور قرآن

قرآن کہتا ہے: ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ ترجمہ۔ خدا نے مسلمانوں سے جنت کے عوض میں اُن کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں "

یہ کون فرما رہا ہے، خدا، اور کس کے جان و مال خریدے گئے، مسلمانوں کے۔ اس ایک آیت کے دقائق و اسرار پر صفحات کے صفحات رنگین کئے جا سکتے ہیں۔ یوں تو ہم اور ہماری ہر چیز اُسی کی ہے اور وہ جب چاہے اُسے ہم سے لے سکتا ہے۔ لیکن جان اور مال سب سے زیادہ محبوب اور عزیز بھی ہیں۔ اور انھیں بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے انسان سب کچھ کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ جان کے لئے مال، اور مال کے لئے جانیں ہمیشہ قربان کی جاتی رہی ہیں۔ دنیا میں بڑی سے بڑی قربانیاں جانی اور مالی

قربانیاں ہی ہیں۔

اور انہی کی قربانیوں پر قوموں کا دار و مدار رہا ہے، جو انھیں قربان کرنے پر تیار رہتی ہیں اُنھیں سب کچھ مل جاتا ہے، معزز رہتی ہیں اور جو ان کی قربانی میں ہچکچاتی ہیں اُن سے سب کچھ چھن جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسے غیر مسلم بھی نہ صرف جانتے ہیں بلکہ اس اصول پر کاربند ہوکر مراحل ترقی طے کر رہے ہیں۔

لیکن قربانی بھی دو قسم کی ہے۔ ایک قربانی تو یہ ہے کہ دوسروں کے لئے قربان ہوجائے اور خود کچھ ہاتھ نہ آئے۔ اور دوسری قربانی یہ ہے کہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے اور خود بھی زیادہ سے زیادہ منفعت حاصل ہوسکے۔ ظاہر ہے کہ انسان کو اپنا فائدہ قدرتاً بہت عزیز ہے۔ اور ایسی صورت میں انسان کا جو قدم بھی اُٹھے گا وہ ہزار گنے جوش و والہیت کے ساتھ اُٹھے گا۔

غیر مسلموں کے سامنے پہلی قسم کی قربانی رہی ہے کہ وہ قوم کے مفاد کے لئے خود کو بے غرضانہ قربان کرتے ہیں۔ بادی النظر میں یہی قربانی بڑی نظر آتی ہے۔ مگر قربانی تو دونوں ہی کی ہوتی ہے اور دوسروں ہی کے لئے ہوتی ہے تاہم یہ بھی تو مناسب نہ تھا کہ انھیں اس قربانی کا کوئی بدلہ نہ دیا جاتا۔ اسلام نے اس کا بدلہ جنت تجویز کیا اور مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے فرما دیا کہ تمھیں انعام بھی دیا جائے گا۔ اور وہ انعام کیا ہوگا "جنت"۔ جیت گئے تو دنیوی کامرانی موجود ہے ہی۔

اور اگر ہار گئے یا شہید ہوگئے تو بھی محروم نہ رہو گے۔ وہاں ہر قسم کے عیش ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان جب جہاد کے لئے اُٹھتا ہے تو وہ موت کو ایک کھیل سمجھتا ہے۔

زندگی، مال، اولاد، گھر، عزیز، دوست بہت دلفریب اور پرکشش چیزیں ہیں۔ انسان فطرتاً ضعیف پیدا ہوا ہے۔ ہزار آمادگی پر بھی اُسے اُن کا خیال آہی جاتا ہے۔ ان چیزوں کی محبت پھر اُس کے زنجیر پا بنجاتی ہے۔

چنانچہ بڑی بڑی دلیر قومیں بھی ناسازگاری حالات میں میدان سے راہ فرار اختیار کرتی رہی ہیں۔ لیکن سچے مسلمان گھر جائے۔ اس کا بند بند کٹ جائے۔ موت یقینی ہو، حالات کتنے ہی ناساز ہوں مگر وہ میدان سے ہرگز قدم نہ اٹھائے گا۔ بلند مراتب مسلمانوں کو تو لقائے الٰہی کا شوق غالب ہوگا۔ اور عام مسلمان سمجھیں گے کہ بات ہی کیا ہے۔ نقد سودا ہے اِدھر شہید ہوئے اُدھر جنت مل گئی۔

بتا دیا ہے کہ مسلمانوں یہ جانیں اور یہ مال تمہاری نہیں ہیں۔ گو ہم نے ہی عطا کی تھیں اور ہم ہر وقت پھر انھیں لے سکتے تھے۔ مگر نہیں ہم نے انھیں تمھیں عطا کرکے پھر جنت کے عوض خرید لیا اور تمہارے اسلام لانے کے ساتھ ہی یہ سودا پختہ ہوگیا۔ اب جب تم سے ان کا مطالبہ کیا جائے ہماری راہ میں جب ان کی ضرورت ہو کوئی چون و چرا نہ کرو۔ ذرہ برابر بھی تغافل کیا تو پھر عہد شکنی کی پاداش میں جہنم کا ایندھن بنا دیئے جاؤ گے۔

ہماری راہ میں جان دینا پڑے دیدو۔ تکالیف برداشت کرنی پڑیں برداشت کرو۔ مصائب آئیں صبر کے ساتھ برداشت کرو۔ فقر و فاقہ کی نوبت آئے تو شکوہ کیسا اُف بھی نہ کرو۔ جہاد کے لئے بلایا جائے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اٹھ کھڑے ہو۔ زکوٰۃ مانگی جائے دو۔ جب دین کا مطالبہ ہو ادا کرو۔ مال لٹ جائے عذر نہ کرو۔

جسے دینے کا حکم دیا ہے دو۔ جس طرح دینے پر مامور ہوئے دو۔ جو طریقہ ہم بتائیں وہ اختیار کرو۔ جہاں خرچ کرنے سے روک دیا ہے وہاں خرچ نہ کرو۔ ریا و نمود میں نہ اُڑاؤ۔ جنت تمہاری ہے اور تم اور تمہارا مال ہمارا ہے۔ ہماری ہی مرضی کے مطابق خرچ کرو۔

ہماری مرضی جان و مال کے معاملہ میں کیا ہے یہ تمھیں قرآن سے معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں تمہارے ہی پاس چھوڑ دی گئی ہیں۔ اور تمھیں ان کا امین بنا دیا گیا ہے۔ اب مالک نہ بن بیٹھو۔ ہمارا مال ہماری منشا کے خلاف نہ خرچ کرو۔ اور نہ کسی امر میں زبان شکوہ کھولو۔

گویا اس آیت میں جانی و مالی قربانی کا سبق ہی نہیں دیا گیا۔ بلکہ مسلمانوں کی زندگی اور تمام منظاہر و مقاصد زندگی کو اپنی مرضی کے تابع بنا لیا گیا اور ایک سچے مسلمان کو کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ وہ مرضیات الٰہیہ کے مغائر کوئی قدم اُٹھائے۔ بلکہ اُسے اپنی مرضیات، مرضیات خداوندی کے تابع کر دینی ضروری ہیں۔ اور اُسی کے مرضی کے مطابق چلنی چاہیئے۔

جب تک مسلمان سچے مسلمان رہے اُن کے اندر جہادی جوش اپنی پوری قوتوں کے ساتھ رہا، اور اُنھوں نے اسلام کی پکار پر کسی قربانی سے دریغ نہ کیا، اُس وقت تک وہی آقائے عالم رہے اور اللہ نے اُنھیں سب کچھ دے رکھا۔

لیکن جب مسلمانوں سے جہادی جوش جاتا رہا، اُن کے اندر زندگی و مال کی محبت پیدا ہوگئی۔ اور خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے اور اس کی رضا کے متعلق روپیہ اُٹھانے میں تامل کرنے لگے تو دنیا بھر میں ذلیل ہوکر رہ گئے۔ انتہا یہ ہے کہ جان دینا تو ایک طرف اب مسلمانوں سے ذرا سی تکلیف بھی نہیں اُٹھائی جاتی۔ روزے بھی نہیں رکھے جاتے۔

نمازیں بھی وقت پر ادا نہیں ہوتیں۔ اس مذہبی اور دینی مداہنت و سستی کا یہ نتیجہ ہے کہ دنیوی کاموں میں بھی اُن سے محنت نہیں ہوتی اور دوسری قوموں کے مقابلے میں وہ ہر کام میں سست نظر آتے ہیں اور عقبیٰ کے ساتھ دنیا بھی اُن سے رخصت ہو رہی ہے۔ بہرکیف ایک سچے مسلمان کا نصب العین یہی ہونا چاہیئے کہ وہ جانی و مالی قربانی کے لئے تیار رہے۔

اعمال نیک اور قرآن

آج کل تو لوگوں نے صرف روزہ نماز کو مذہب سمجھ لیا ہے۔ جس نے اُلٹی سیدھی نمازیں پڑھ لیں۔ رمضان کے روزے رکھ لئے۔ خیال کر لیا کہ جنت مل گئی اور تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگئے۔ اسی غلط فہمی نے مسلمانوں کو تباہ کیا۔ اور بالشرکت مسلمان اس میں مبتلا ہیں۔

اور یہ سب نتیجہ ہے قرآن پر نظر نہ ہونے کا۔ حالانکہ اسلام ہماری تمام حرکات و سکنات اور ہر شعبۂ حیات پر حاوی ہے، اور قرآن نے مسلمانوں کے لئے ہر چیز کو مذہب بنا دیا ہے۔ سچے مسلمان کا جو قدم اُٹھتا ہے وہ مذہبی روشنی میں اُٹھتا ہے۔ خوب یاد رکھئے کہ محنت و عمل کے بغیر دنیا و آخرت میں کچھ نہیں ملتا۔ کوئی کتنی ہی نمازیں پڑھے روزے رکھے، جب تک زندگی

قرآن کے سانچے میں نہ ڈھلے گی اُس وقت تک کچھ نہ ہوگا۔ حضرت سہیل بن عبداللہ تستری کا یہ قول بالکل درست ہے کہ دن بھر برائیوں اور گناہوں سے بچنا رات بھر نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

ایمان، نماز، روزے اور زکوٰۃ کے بعد نیک اعمال کا درجہ ہے، قرآن کریم میں جگہ جگہ ایمان کے ساتھ اعمال نیک کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔ جا بجا آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت کے حکم دئے گئے ہیں۔

جب تک کوئی شخص عمل نیک پر کاربند نہ ہوگا اور گناہوں یا بد اخلاقی و دیگر جرائم سے خود کو محفوظ نہ رکھے گا، سچا مسلمان سمجھا نہ جائے گا اور نہ اُسکی نمازیں اور عبادتیں قبول ہوں گی۔ اعمال نیک کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ روزہ نماز، اور حج و زکوٰۃ بھی انہی کے ذیل میں آجاتے ہیں۔

تہذیب نفس، تہذیب زبان، شرافت کلام، نیکی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک، عدل و انصاف، مخلوق پروری و غربا پروری، دیانت، امانت، خوش اخلاقی، سچائی، صداقت، اور جھوٹ فریب، کینہ، حسد اور بغض سے احتراز۔

جد وجہد معاش میں ایمانداری، مصروفیت اور اخوت و ہمدردی سب اعمال صالحہ ہیں۔ لائق اور فرمانبردار افراد ہی کی ہر جگہ پوچھ ہے۔ لائق وہی نہیں جو تعلیم یافتہ ہو۔ وہ ہے دماغ کے ساتھ جس کا دل بھی روشن ہو، اور اُس کے اوضاع و اطوار بھی پسندیدہ اور مستحسن ہوں۔

خدا کے یہاں بھی جفاکش، فرمانبردار اور نیکوں کی پوچھ ہے۔ وہی لائق سمجھے جاتے ہیں۔ کاہلوں، دغابازوں، خائنوں، بد دیانتوں، قماربازوں، جھوٹوں، فریب کاروں اور بد اخلاق اور بد اعمال انسانوں کو اُن کی علمی سربلندی کے باوجود بھی کہیں نہیں پوچھا جاتا۔

لائقوں یا بہ اصطلاح قرآنی صالحوں اور متقیوں ہی کو ہر جگہ ترقی ملتی ہے، اور قدر ہوتی ہے۔ خدا بھی انہی کے ساتھ ہوتا ہے اور انہی کو مناصب و رحمت کا مستحق سمجھتا ہے۔ نالائقوں اور نافرمانوں سے سب کو تنفر ہوتا ہے۔

الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت طوبیٰ لھم وحسن مآب — جو باایمان ہیں اور جن کا شعار نیک اور شریفانہ اعمال ہیں خوشحالی و مسرت کی زندگی انہی کے لئے ہے اور آخرت میں بھی انھیں کے بلند مقامات ہوں گے۔

قرآن کریم کی اصطلاح "صالحین" سے مراد لائق افراد ہیں، قرآنی مفہوم میں لائق وہ ہیں جو قرآنی احکام و اوامر کے پابند ہوں۔ جہاں "صالحین" کا لفظ آیا ہے وہاں اس سے یہی مراد لی گئی ہے۔

ومن یومن باللّٰہ ویعمل صالحًا یکفر عنہ سیاٰتہ ویدخلہ جنٰت — جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نیک شریفانہ کرتا ہے۔ خدا اُس سے اس کی بُرائیاں دُور کر دیتا ہے، گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ جنت میں داخل ہوگا۔

من عمل صالحًا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیٰوۃ طیبۃ — عورت ہو یا مرد جو بھی نیک عمل کرے گا بشرطیکہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا تو خدا اُسے فضل سے اس قابل کر دے گا کہ وہ اچھی اور مسرور زندگی بسر کرے۔

وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بھا وکفیٰ بنا حاسبین — اگر رائی کے دانہ برابر بھی عمل ہوگا تو ہم اُسے بھی ضائع نہ کریں گے کہ ہم پورا حساب لینے والے ہیں۔

من آمن باللّٰہ والیوم الاٰخر وعمل صالحًا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون — جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لے آئے اور نیک اور شریفانہ عمل کئے انھیں قیامت کے روز کوئی خوف و رنج نہ ہوگا۔

ان الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت یھدیھم ربھم بایمانھم تجری من تحتھا الانھار فی جنٰت النعیم — جو افراد ایمان لائے اور نیک عمل کئے انھیں خدا اُن کے مقصود تک پہنچا دیگا جنت عطا ہوگی جس میں دلکشا باغ ہوں گے اور نہریں بہتی ہوں گی۔

گو یہ بہت بڑی فائز المرامیاں ہیں تاہم خدا انھیں بادشاہت کا بھی وعدہ دیتا ہے اور فرماتا ہے۔

ان الارض یرثھا عبادی الصّٰلحون — خدا اپنے لائق اور صالح بندوں کو زمین کی وراثت بھی عطا کرے گا اور حکومت دے گا۔

ان الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم — جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور نیک اور شریفانہ عمل کئے انھیں خدا خلافت و سلطنت عطا فرمائیگا جس طرح اگلوں کو عطا کر چکا ہے۔

ان آیات میں جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان کے ساتھ نیک اور شریفانہ اعمال نہایت ضروری ہیں۔ اور عمل کے بغیر ایمان محض یا صرف روزہ و نماز کافی نہیں۔ وہاں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ خواہ کوئی کتنا ہی نیک ہو مگر جب تک وہ اللہ پر ایمان نہ لائے تو اُس کی نیکیاں اور شریفانہ اعمال مقبول نہ ہوں گے۔

نیز یہ کہ ایمانداروں اور نیکوکاروں کو یہی نہیں کہ بڑے بڑے اُخروی مناصب عطا ہوں گے۔ جنت النعیم عطا ہوگی۔ پچھلے کئے ہوئے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ بلکہ دنیوی نعمتیں بھی عطا ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس قابل کر دے گا کہ وہ دنیا میں عیش و آرام کی زندگی بسر کریں۔

علاوہ ازیں انھیں آقائی عالم اور شہنشاہی بھی عطا کی جائے گی ساتھ ساتھ ہی اپنا یہ شعار بھی بتا دیا ہے کہ صالحین کے ساتھ ہم ہمیشہ اور پہلے بھی یہی سلوک کرتے چلے آئے ہیں۔

بات وہی ہے کہ صرف روزہ نماز و ایمان بخشش کے لئے کافی نہیں اور نہ محض نیک اعمال اُخروی نجات کے قابل بنا سکتے ہیں۔ سچا مسلمان وہی ہے جس کا ایمان قوی، صوم و صلوٰۃ کا پابند اور اعمال شریفانہ ہوں۔ جب یہ چیزیں جمع ہو جائیں گی تو خدائے قدوس سب کچھ عطا کر دے گا۔ سلطنت بھی مل جائے گی۔

ایمان وعمل کے رَبّانی امتحان

خدائے قدوس ارشاد فرماتا ہے۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم البأساء — مسلمانو! کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ ابھی سے تم جنت کے مستحق بن گئے حالانکہ ہنوز تمھیں اُن کے حالات سے واسطہ نہیں پڑا

والضراء وزلزلوا حتیٰ یقول الرسول والذین آمنوا معہ متیٰ نصر اللّٰہ الا ان نصر اللّٰہ قریب

جو تم سے اگلی قوموں کو پیش آچکے ہیں، انھیں بڑے بڑے شدائد و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ بڑے بڑے ہولناک طوفانوں کا مقابلہ ہوا۔ خوفناک کشمکش حیات میں مبتلا ہوئے انتہا یہ تھی کہ پیغمبر اس وقت اور اُن کے رفقاء بھی گھبرا گئے اور پکار اُٹھے کہ خدا کی امداد کب شامل ہوگی۔ متنبہ رہو اللہ کی امداد عنقریب تمھیں پہنچے گی اور تم کامیاب ہوگے۔

مخاطب وہ جماعت صحابہ کرامؓ ہے، جن کے ایمانوں سے قوی تر ایمان انبیاء کے بعد کسی کو نصیب نہ ہوئے۔ اور نہ قیامت تک ہوں گے۔ جن کی نمازیں حقیقت میں معراج المومنین تھیں۔ جن کے روزے روزے تھے۔ نہ سحری میسر تھی اور نہ دودھ۔ جن کے اعمال قرآن کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ جن سے زیادہ شریف اور نیکوتر قوم آج تک نہیں ہوئی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ ایمان و عمل میں پختہ ہو چکے تھے۔ شریف و نیکوکار بھی تھے تو اُنھیں دنیا کی فائز المرامیاں حاصل ہو جانی چاہیئے تھیں۔ یہ ٹھیک ہے مگر ربانی نظام مکمل نظام ہے۔ سند قابلیت و فضیلت محض کسی درجہ تک تعلیم ختم کر لینے ہی سے نہیں ملا کرتی۔ اُس کے لئے امتحان بھی ضروری تھا۔

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ

تمہارا امتحان بھی ضرور لیا جائے گا تمہاری بھی آزمائش لازماً ہوگی۔ تمھیں خوف و دہشت۔ فقر و فاقہ، جان و مال کی قربانی و خسائر میں سے کسی نہ کسی چیز آزمایا جائیگا اس میں اگر پورے اُتر آئے۔ شکوہ و شکایت گھبرانے اور متزلزل ہونے کے بجائے تم اپنی جگہ قائم رہے۔ مایوس نہ ہوئے۔ ہمت نہ ہاری۔ صبر و استقلال اور حوصلہ و توکل سے کام لیا۔ اور کہا کچھ پرواہ نہیں۔

جان و مال اُسی کے ہیں جاتے ہیں تو جائیں۔ ہم تو اُسی سے رجوع کرتے ہیں۔ خود اُسی کے پاس جانے والے ہیں۔ تو پھر سب کچھ ہے۔ اللہ کی طرف سے برکات اور انعامات کی بارشیں شروع ہو جائیں گی۔"

صحابہ کرامؓ کو اپنی قوت ایمان و عمل کے باوجود مصائب و نوائب کے بڑے بڑے ہفتخواں طے کرنے پڑے۔ جان و مال کی بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑیں۔ جو کچھ پاس تھا سب لٹ گیا۔ بڑی بڑی تکالیف اُٹھائیں۔ زندگیوں کے لالے پڑے رہے۔

غزوۂ احزاب اُن کے صبر و ثبات اور پامردی و استقلال کے امتحان کا آخری اور کٹھن اور انتہائی ہمت فرسا اور حوصلہ سوز پرچہ تھا۔ مٹھی بھر مسلمانوں پر عرب کی تمام قوتیں اپنی پوری ہولناکیوں اور تہر باریوں کے ساتھ ٹوٹ پڑی تھیں۔ یہودیوں، مشرکوں، صابئیوں اور عیسائیوں کا چوبیس ہزار کا لشکر صرف نو سو فرزندانِ توحید کو اس شان و طنطنہ کے ساتھ پیس ڈالنے کے لئے بڑھا تھا کہ عرب کی زمین دہل اُٹھی تھی۔ شب و روز تیروں کی بارشیں رہتی تھیں ہر طرف اندھیرا تھا۔ ہر سمت تاریک گھٹائیں اُٹھ کر چھا گئی تھیں۔ اُمید کی کوئی ایک جھلک اور روشنی کی کوئی ایک کرن بھی تو نظر نہ آتی تھی۔ جان و مال۔ گھر بار۔ اہل و عیال تمام محبوبات دنیوی خطرات میں پڑ گئے تھے۔ وحشت سی وحشت تھی۔ خوف سا خوف تھا۔

لیکن جب خدا نے دیکھ لیا۔ جانچ لیا کہ میرے یہ منتخب و مختار بندے اس ولولہ زا اور زہرہ گداز ساعت میں بھی ایمان پر قائم ہیں۔ شوق شہادت اور اشتیاق لقائے الٰہی سے سرشار ہیں۔ شکووں اور گھبراہٹوں کے بجائے زبان پر اسی کا ذکر ہے۔ اور اسی پر بھروسہ اور توکل ہے۔ ایسا توکل نہیں کہ ہاتھ پاؤں چھوڑ کر اور خود کو تقدیر الٰہی کے حوالے کر کے بیٹھ رہے ہوں۔

بلکہ ایسا کہ اپنی طرف سے پوری جاں نثاری کے ساتھ لڑ بھی رہے ہیں پورے جوش کے ساتھ مقابلہ بھی کر رہے ہیں۔ تدابیر میں بھی مصروف ہیں اور کامیابی کی توقع خدا سے رکھتے ہیں تو رحمت الٰہی جوش میں آگئی۔ فرشتے امداد کو بھیجدئے۔ مشرکین پر آندھیاں مسلط کر دیں۔ وہ خود تنگ آ گئے تھے جوش مدافعت دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد یہ ان صحابہ تھا اور عرب کی آقائی ان ہی کا حصہ تھا۔

عہد صحابہ میں بھی ایسے امتحان لئے گئے۔ عہد صدیقی میں ایک طرف تمام عرب صرف قریش و ثقیف کے سوا باغی و مرتد ہو گیا۔ دوسری طرف روم و عجم کے شہنشاہ پامالی کو تیار ہو گئے۔ پھر عہد فاروقی میں پوری عجمی سطوت اور ساری رومی شوکتیں اُن پر ٹوٹ پڑیں۔ مگر عہد رسالت کے امتحان پاس کئے ہوئے صحابہ ڈٹ گئے اور پھر لیستخلفنھم فی الارض کے وعدۂ ربانی کے مطابق دنیا کی شہنشاہی اُنہی کا حصہ ہو کر رہ گئی۔

خدا ہر زمانے میں مسلمانوں کے ایسے امتحان لیتا اور آزمائشیں کرتا رہتا، چھٹی صدی ہجری میں بھی ایسا تاریخی امتحان لیا گیا۔ تنہا ایک سلطان صلاح الدین ایوبیؒ پر پورا یورپ چھ لاکھ لشکر لے کر ٹوٹ پڑا۔ پھر ساتویں آٹھویں صدی میں فتنۂ تاتار نے سر اُٹھایا، جو بظاہر آثار اسلام اور حلقہ بگوشانِ اسلام کے لئے پیغام ہلاکت لے کر اُٹھا تھا۔

پھر چودھویں صدی میں ترکی کو مٹانے کا عزم لے کر پورا مہذب یورپ کھڑا ہو گیا۔ مگر مسلمان ان امتحانوں میں بھی کامیاب ہوئے "کسب کن و تکیہ بر جبار کن" پر عامل رہے۔ اپنی بساط بھر جد و جہد کی اور خدا پر بھروسہ کیا فائز المرام ہوئے۔

آزمائش ہائے ربانی کی نوعیت

یہ ضرور نہیں کہ ہر زمانہ میں ہر جماعت کے امتحان اتنے ہی سخت لئے جائیں۔ امتحان بھی استعداد اور لیاقت کے مطابق لئے جاتے ہیں۔

لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا

خدا کسی کو اس کی استعداد و وسعت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔ لیاقت کے مطابق امتحان لیتا ہے۔

اور ان امتحانوں کی نوعیت اجتماعی و قومی بھی ہوتی ہے اور انفرادی بھی۔ کوئی بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا مسلمان بھی ایسا نہیں، جو اس قرآنی اصول کے مطابق جانچ سے محروم رہے۔ ہم پر جو یہ مصائب پڑتے ہیں، دُکھ درد کا سامنا ہوتا ہے، کسی کی چوری ہو گئی، کسی کا مال لٹ گیا، کسی کا بچہ مر گیا۔ کوئی بیمار ہو گیا۔ کوئی مصیبت میں پھنس گیا۔ کسی پر غریبی مسلط ہو گئی یہ بھی ہمارے

آزمائشیں ہیں۔ اگرچہ بہت سے مصائب ہماری اپنی غلطیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر } تم پر جو مصائب پڑتے ہیں وہ خود تمہاری اپنی غلطیوں اور اپنے کرتوت کا نتیجہ ہوتے ہیں پھر بھی بہت سی خطائیں ہم معاف کر دیتے ہیں۔

لیکن ان مصائب میں بھی جو نتیجۂ اعمال کے طور پر نازل ہوتے ہیں۔ اگر ہم استقلال یا توکل سے کام لیں تو یہی ہمارے انتباہ اور فائز المرامی کا باعث بھی بن جاتے ہیں، خوب سمجھ لیجئے کہ مصائب کی بھی اقسام ہیں۔

یہ امتحاناً بھی آتے ہیں اعتاباً بھی نازل ہوتے ہیں۔ اور سزا بھی۔ لیکن مقصد سب کا اصلاح ہوا کرتا ہے۔ سزا بھی دی جاتی ہے تو وہ بھی اصلاح کیلئے اور وہ اکثر فوز مرام کا باعث بن جاتی ہے

ایک سچے مسلمان کا طریقہ یہی ہونا چاہیے کہ جب اُسے مصیبت سے دو چار ہونا پڑے تو وہ گھبرائے نہیں۔ خدا کی طرف رجوع ہو۔ توبہ و استغفار کرے اور دوسری جانب تمام جد و جہد سے [illegible] تدابیر و اصلاح سے بھی [illegible] نہ کرے۔ جو ہاتھ پاؤں چھوڑ دیتے ہیں خاسر رہ جاتے ہیں۔

کل نفس ذائقۃ الموت انما توفون اجورکم یوم القیٰمۃ. لتبلون فی اموالکم وانفسکم و لتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم والذین اشرکوا اذی کثیرا۔ وان تصبروا و تتقوا فان ذالک من عزم الامور۔ } ہر انسان کو موت سے دوچار ہونا پڑے گا قیامت کے روز ہم ہر عمل کا حساب کرکے پورا پورا بدلہ عطا کریں گے۔ تمھیں چاروناچار جانی و مالی امتحان دینے پڑیں گے۔ تمہاری آزمائش ضرور کی جائیگی ساتھ ہی تمھیں عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں کی بدگوئیاں اور مطاعن بھی زیادہ سے زیادہ سننے ہوں گے۔ لیکن اگر تم صبر و اتقا سے کام لوگے ایک طرف صبر و ثبات سے کام لوگے اور دوسری طرف اپنی طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ کروگے جو تمہاری شان، تمہارے آئین اور تمہارے مذہب کے خلاف ہو، تو فی الواقع یہ حوصلہ مندانہ اور شریفانہ طریقہ ہے اور تمھیں ضرور اس کا صلہ دیا جائے گا"

نصرت خداوندی کے لئے قرآنی شرط

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم. } ہماری اعانت و نصرت تمہارے ساتھ ہوگی، دیکھو اگر تم ہماری ہدایات پر عمل کروگے۔ قرآن کے مطابق چلوگے تو نہ صرف یہ کہ ہم تمہاری امداد کریں گے بلکہ تمھیں صبر و ثبات بھی عطا کریں گے۔

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم } اور جب ہم تمہاری مدد کریں گے خدا کی نصرت و امداد تمہارے ساتھ ہوگی تو پھر کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے گا۔

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین } بد دل، تم افسردہ و آزردہ خاطر ہو، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر مذہب اور قرآن پر کاربند رہے تو تمہارا ہی بول بالا رہے گا"

وکان حقاً علینا نصر المومنین } سچے مسلمانوں کی امداد کرنا ہمارا ذمہ ہے ہم اُن کی ضرور امداد کرتے ہیں"

اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ ھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکف ایدیھم عنکم } مسلمانو! اللہ کا یہ احسان یاد کرو کہ جب لوگوں نے تم پر دست درازی کا قصد کیا تھا اور تمھیں خوف تھا کہ وہ تمھیں اٹھا نہ لیجائیں۔ پامال نہ کردیں تو خدا نے اُنھیں روک دیا

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ } دیکھو اللہ نے میدانِ بدر میں تمہاری کیسی مدد کی، مشرکین کے مقابلہ میں حالانکہ اس وقت تمہاری کوئی حقیقت ہی نہ تھی۔ تم بہت کمزور تھے"

اسلام آج بھی موجود ہے، قرآن بھی موجود ہے۔ یہ مواعید بھی موجود ہیں پھر بھی مسلمان ہر جگہ ذلیل ہیں۔ خوار ہیں۔ مغلوب ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ ان میں نام کے سوا اور کوئی قرآنی صفت باقی نہیں رہی۔ چونکہ وہ ان تنصروا اللہ اور ان کنتم مومنین کی شرط پوری کرتے سچے مسلمان بنے رہتے اپنی زندگیاں قرآنی سانچے میں ڈھال لیں تو آج بھی وہی زمین و آسمان پیدا ہو سکتے ہیں۔ خدا سچا ہے۔ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ بگڑے ہیں تو ہم ہیں۔

عروجِ اقوام اور قرآن

کہا جا سکتا ہے کہ آخر ہندو و یہود اور نصرانیوں میں کونسی خوبیاں ہیں جو عیش و حیات اُٹھا رہے ہیں اور معراج ترقی پر فائز ہیں کیا وہ مومن اور مسلمان ضرور ہیں۔

مگر خوب سمجھ لینا چاہئے کہ بندے وہ بھی اُسی کے ہیں۔ اُس کا قانون اٹل ہے۔ وہ فرما چکا ہے

لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اُس کا قانون کسی کے لئے بدلنے والا نہیں"

آگ کا کام جلانا ہے۔ قیامت تک برابر جلاتی رہے گی۔ پانی کا کام بجھانا ہے اُس سے بھی بجھانے اور تشنگی رفع کرنے کی طاقت و صفت معدوم نہ ہوگی۔

جانی و مالی قربانیاں انسان کو ضرور سربلند کرکے رہتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ایک مسلمان کی قربانیاں خدا کے لئے ہوتی ہیں اور ان کی ملک و قوم کے لئے ہیں وہ انھیں مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ تجارت ترقی کا زینہ ہے۔ وسائل معاش میں اسلام نے اُسے سب سے زیادہ محمود و پسندیدہ قرار دیا۔ اُسے اُنھوں نے اپنا رکھا ہے اور مسلمانوں نے اُسے ترک کر دیا۔ اتفاق و اتحاد کے متعلق خدا نے متنبہ کر دیا تھا۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا } اللہ کی رسی مضبوطی کے ساتھ سب مل کر تھامے رہو اور باہم افتراق و انشقاق پیدا نہ کرو۔

ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم } باہم جھگڑے پیدا نہ کرو، لڑائی جھگڑائی سے بچتے رہو کہ اگر ایسا کروگے تو کمزور ہو جاؤ گے تمہاری ہمتیں پست ہو جائیں گی۔ اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی"

مسلمانوں نے اس حکم کو چھوڑ دیا اور یہ حالت ہو گئی کہ قوم تو قوم اُن کا کوئی خاندان بھی ایسا نہ ہے گا جس میں تنازعات اور مخالفتیں برپا نہ ہوں۔ دوسری قومیں متفق ہیں۔ مسلمانوں کی شان رحماء بینھم و اشداء علی الکفار تھی۔ اب مسلمان تو اس کے بالکل برعکس ہو چکے ہیں۔ لیکن اغیار میں یہ صفت اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے۔

خدا کا حکم تھا کہ "اسراف و تبذیر" سے احتراز کرو۔ اور دوسروں کے طریقے اختیار نہ کرو۔ دوسری قومیں اس پر کاربند ہیں۔ اور مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ دنیا کی سب سے زیادہ مسرف اور فضول خرچ قوم وہی بنے ہوئے ہیں۔ اُن کی وضع اور اُن کا تمدن بالکل بدل گیا۔ جہیز سے لے کر عدتک جتنی رسوم بھی وہ ادا کرتے ہیں سب اُن کی نہیں ہندوؤں کی رسمیں ہیں۔ اسلام تو دین فطرت ہے۔ دنیا کی تمام اچھی باتیں اس میں لے لی گئی ہیں۔ اب اس حالت میں اگر وہ معراج ترقی پر فائز ہیں اور مسلمان تیزی سے زوال و انحطاط کی طرف جا رہے ہیں تو قصور کس کا ہے۔

ترقی دنیوی کی حقیقت

واضح کیا جا چکا ہے کہ نجات و مغفرت کے لیے نہ صرف ایمان کافی ہے اور نہ صرف اعمال صالحہ۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ایماندار عاصی تو ہے مگر باغی نہیں۔ اور مشرکین اللہ کے باغی ہیں اور دنیا کا کوئی قانون بھی باغیوں کے ساتھ کوئی رعایت روا نہیں رکھتا۔

اب مدار تو پھر تقدیر پر یا بہت سزا پا کر جنت میں جائیں گے اور اُنھیں نعائم اُخروی میں کچھ نہ کچھ حصہ تو ملے گا۔ لیکن مشرکین اور غیر ایمانداروں کے لیے جو کچھ ہے وہ دُنیا ہی دنیا ہے۔ دُنیا فانی ہے، دنیا کا عیش فانی ہے حقیقی عیش اُخروی عیش ہی ہے۔

غیر مسلم بھی بندے خدا کے ہیں۔ ربوبیت خداوندی اُنھیں بھی اپنے سایہ میں لئے ہوئے ہے۔ وہ جد و جہد کرتے ہیں۔ خدا کے قانون اور سنت اللہ پر چلتے ہیں اس سے وہ اُنھیں بھی کامیابی عطا کر دیتا ہے۔ مگر خوب یاد رکھئے کہ حقیقی عیش اُخروی عیش ہی ہے۔ یہ قومیں بھی جب تک صحیح ناموس پر چلتی ہیں مقدور بھر جانی و مالی قربانیاں پیش از پیش کرتی رہتی ہیں۔ دنیوی کامرانیوں سے فائز المرام ہوتی ہیں اور جب مرکز سے ہٹتی ہیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

لیکن مسلمانوں کو اپنی اصلاح کی سعی کے بجائے دوسروں کی ترقی پر رشک و حیرت کی نظر نہیں ڈالنی چاہیئے کہ اُن کی حالت دوسری ہے۔ ارشاد باری ہے۔

ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم۔ انما نملی لھم لیزدادوا اثما۔ ولھم عذاب الیم	غیر مسلموں کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اُنھیں جو یہ عروج و ترقی حاصل ہو رہی ہے، اور خدا کی طرف سے مہلت مل رہی ہے وہ حقیقتاً اُن کے لئے کچھ بہتر و مفید ہے۔ انھیں تو یہ مہلت

اس لئے دی گئی ہے کہ اُن کے گناہ بڑھتے چلے جائیں۔ حجت پوری ہو جائے غفلت میں بڑھتے رہیں۔ اُنھیں پورا عذاب دیا جائے گا۔

بہت سے غافل و ناسمجھ مسلمانوں پر یہی بات مشتبہ ہو جاتی ہے۔ لوگ جب ایک طرف انھیں عیاشیوں، نخوتوں، بد اخلاقیوں اور بد اعمالیوں میں مصروف دیکھتے ہیں اور دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ کبھی سجدہ نہ کرنے اور ہر قسم کے گناہوں میں مصروف رہنے کے باوجود عیش حیات گذار رہے ہیں اور کسی نوع کی فکر اور غم کا اُنھیں واسطہ نہیں پڑتا تو اُن کے قلب میں معاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایک یہ ہیں کہ تن و خرم ہیں۔

اور ایک ہم ہیں کہ پابندی صوم و صلوٰۃ کے باوجود مصائب و آلام میں مبتلا رہتے ہیں۔ لیکن یہ سوء ظن اور یہ رشک کا خیال غلط ہے۔ گمراہ کن ہے۔

ہر مصیبت، ہر غم اور ہر تکلیف کہ وہ معاصی سے پیدا ہوتی ہے متنبہ کرتی ہے اور ثواب اُخروی کا باعث بنتی ہے۔ اُنھیں نہیں معلوم کہ وہ کتنے ثواب کے مستحق اپنی بے عملی کے باوجود بنتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ بھی اگر سنت الہٰی اور آئین قرآنی پر کاربند ہوتے تو دنیا میں بھی وہ ناکام نہ رہتے۔ پھر انتظام الہٰی ہے۔ دنیا میں عزبار کا وجود بھی ضروری ہے۔ اُس نے جیسا مناسب سمجھا کر دیا۔

قارون جس وقت شکوہ و طمطراق کے ساتھ نکلا کرتا تھا تو لوگ اُس پر رشک کرتے تھے۔ لیکن جب اُس کا انجام و عذاب بھی اپنی آنکھوں دیکھ لیا تو اُنھیں اپنے خیال و رشک پر ندامت و پشیمانی ہوئی، اور اُنھوں نے خدا سے توبہ کی۔

نافرمان اقوام کا حشر

جب ان اقوام و افراد کی مہلت کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے پیمانہ بھر جاتا ہے، مظالم و شدائد حد سے سوا ہو جاتے ہیں۔ گمراہیاں بکثرت پھیل جاتی ہیں۔ خدا کو بالکل بھول جاتے ہیں تو ایک یک تختہ الٹ جاتا ہے

فاذا قتھم العذاب من حیث لا یشعرون۔ فاذاقھم اللہ الخزی فی الحیوۃ الدنیا	ان پر اس طرح اور اس سمت سے عذاب الہٰی نازل ہوتا ہے جس کے متعلق انھیں پہلے سے گمان و احساس بھی نہیں ہوتا وہ دنیا ہی میں عرش سے اوندھے منہ فرش پر آ رہتے ہیں، اور ذلیل ہو جاتے ہیں۔"

قوموں کی تخصیص نہیں۔ سوال غفلت و مدہوشی کا ہے۔ عہد غفلت میں کسے یقین ہو سکتا تھا کہ انگریز تا جرون جیسی اُس وقت بے حقیقت قوم کے ہاتھوں اُن کا تاج و تخت چھن جائے گا۔ اور وہ آٹھ سو برس کی جہانبانی، سروری اور شہنشاہی کے بعد ہندوستان ہی میں ذلیل و خوار اور بیکارانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں۔ کسے تصور تھا کہ میجنو لائن اور انگریزی حمایت ہوتے ہوئے فرانسیسی جیسی عظیم الشان قوم دو ہفتہ کے اندر اندر تباہی کے جنگل میں پھنس جائے گی اور وہ بھی جرمنوں جیسی بے حقیقت قوم کے ہاتھوں جسے سنہ ۱۹۱۸ء میں وہ پوری طرح خود پامال کر چکا تھا۔ دنیا میں ابتدا اور سنت اللہ سے غفلت کی پاداش میں بہت سی قومیں اور بہت سے شاندار تمدن اس طرح تباہ ہو چکے ہیں۔ کہ نشان لحد بھی باقی نہیں رہا۔

الم یروکم اھلکنا من قبلھم من قرن مکناھم فی الارض ما لم نمکن لکم وارسلنا السماء علیھم مدرارا و جعلنا الانھار تجری من تحتھم فاھلکناھم بذنوبھم و انشانا من بعدھم قرنا آخرین	کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ تم سے بیشتر بہت سی ایسی قومیں ہم برباد و ہلاک کر چکے ہیں جن کی قومیں تم سے بہتم بہ شان اور استقرار و تمکن رکھتی تھیں اور جو باتیں ابھی تم نصیب میں نہیں ہیں وہ بخشی گئی تھیں اُن کو دے رکھی تھیں۔ تمول و تنعم کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ملک شاداب و زرخیز تھے

ایک طرف ان کی سرسبزی کے لئے ہم آسمان سے پانی برساتے تھے اور دوسری طرف ملک میں دریا جاری کر رکھے تھے۔ لیکن جب وہ ان نعمتوں کی شکر گزاری کے بجائے بد اعمالیوں اور نافرمانیوں میں مشغول ہو گئے تو اُن کی سزا میں ہم نے اُنھیں ہلاک و تباہ کر دیا اور اُن کی جگہ دوسری قوموں کو ممتاز کر دیا۔"

کلدانیوں، آشوریوں، یونانیوں، رومیوں، فرعونیوں اور سبائیوں کا

آفتابِ اقبال جب خطِ استوا پر چمک رہا تھا تو دنیا کی گردنیں انھیں کے سامنے خم رہتی تھیں۔ پھر نارمنوں۔ سویڈنوں۔ پولوں۔ وینیشوں اور آسٹریوں کا عروج ہوا۔ اور ان کی سلطنتیں ذرا ذرا گردِ روزگار بن گئیں۔

کل ہی کی بات ہے کہ آسٹریا، جرمنی اور فرانس کی سلطنتیں دنیا میں اول درجہ کی عظیم الشان فرمانیاں سمجھی جاتی تھیں۔ یارا نہ تھا جو ان کی طرف کوئی نظر اٹھاکر دیکھے مگر ہمارے دیکھتے دیکھتے جنگ گذشتہ میں آسٹریا ہنگری نیست و نابود ہوگیا اور جرمنی اپنی ساری شوکتیں اور عظمتیں کھوکر سسکنے لگی اور اُس پر عالمِ نزع طاری ہوگیا۔ اور موجودہ جنگ میں فرانس کی شکوہ و صولت پر بھی عالمِ مرگ مسلط ہوگیا۔

وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت اٰمنۃ مطمئنۃ یاتیہا رزقہا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون — اللہ تعالیٰ تمہاری عبرت و بصیرت کے لیے مثال کے طور پر تمہارے سامنے ایک ملک کی روداد پیش کرتا ہے جس کی عظمت و تمول کا یہ عالم تھا کہ وہاں کے لوگ نہایت امن و اطمینان اور فراغت و عیش کی زندگی بسر کر رہے تھے ہر حصۂ عالم سے اُن کے لئے رزق و نعائم کے جہاز اور دولت و زر کے انبار کھنچے چلے آتے تھے۔ لیکن اُنھوں نے ہماری اس نعمت و رحمت کی قدر نہ کی۔ نافرمانیوں اور ناشکرگزاریوں پر اُتر آئے۔ مدہوشانہ زندگی بسر کرنی شروع کردی جس کی پاداش میں ہم نے اُنھیں دھرلیا۔ یا تو وہ عالم تھا یا یہ حالت ہوگئی کہ وہ غلامی اور فقر و فاقہ کے عذاب میں مبتلا کردیئے گئے۔

کیا یہی مثال آج یورپ پر بھی صادق نہیں آتی۔ کیا فرانس، بلجیم، ہالینڈ، ڈنمارک، چیکوسلواکیا، یونان، رومانیہ اور یوگوسلاویہ کی بالکل یہی حالت نہ تھی۔ وہ کونسا عیش تھا جو ان ممالک کے باشندوں کو حاصل نہ تھا۔ کیا دنیا کے ہر گوشے سے کھنچکر رزق، میوے اور دولت و زر اُنھیں نہ پہنچتا تھا۔ عیش و راحت میں دن نہ گزر رہے تھے۔

لیکن ان کی عملی ناشکرگزاریوں، ستمگاریوں، ہواپرستیوں اور مدہوشیوں نے غضبِ الٰہی کو حرکت دیدی۔ آسمان سے اُن پر گولے برسنے شروع ہوگئے ان کے خرمن ہائے عیش اور راحت کدہ ہائے سرور میں آگ لگ گئی۔ تمام عظمتیں رسوائیوں سے اور سارے عیش تکلیفوں سے مبدل ہوکر رہ گئے۔ اور ابھی پورے چند ماہ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اُن پر فاقے مسلط ہوگئے۔ اور یہ دہشت و خوف کی زندگی بسر کرنے لگے۔ مسلمانوں کو یہ حالات قرآن کی روشنی میں بنظرِ عبرت دیکھنے لازمی ہیں۔ ان فی ذٰلک عبرۃ لاولی الابصار۔

شاکر اقوام اور قرآن

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما یفعل اللہ بعذابکم ان شاکراً علیماً۔ "اگر تم شکرگزار رہو اور ایمان لاؤ تو اللہ تمہیں کیوں عذاب دے۔ وہ تو بڑا قدردان اور سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا ہے۔"

اس آیت میں محبت کا کتنا بے پناہ جذبہ موجود ہے۔ وہ بامرِ مجبوری سزا دیتا ہے۔

ولو ان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء — اگر ان ممالک کے باشندے ایمان و تیقن سے کام لیتے اور ڈرتے تو ہم آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے اُن پر کھول دیتے۔ لیکن انھوں نے

والارض ولکن کذبوا فاخذناھم بما کانوا یکسبون — تو ہمارے احکام کی پرواہ ہی نہیں کی، ہمیں جھٹلاتے رہے۔ اس لئے ہم نے اُن کی بداعمالیوں کی پاداش میں اُنھیں دھر پکڑا۔

ولو انھم اقاموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم — اگر یہ لوگ تورات و انجیل پر قایم رہتے جسے خدا نے اُن کی ہدایت کے لئے نازل کیا تھا، تو عیش و سرور کی زندگی بسر کرتے رہتے، اور زمین و آسمان سے اُن پر رزق نازل ہوتا۔ لیکن انھوں نے اس کی پرواہ نہ کی، اس لئے ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب — جو خدا سے ڈرتا رہے گا، نیک اور شریفانہ راہ اختیار کرے گا، قرآنی ہدایات پر کاربند رہے گا ہم اُس کے لئے اپنی طرف سے رزق و معاش کی ایک راہ اور ایک ذریعہ پیدا کردیں گے اور اُسے ایسی جگہ رزق عطا کریں گے جہاں سے گمان بھی نہ ہوگا۔"

خدا اپنے بندوں پر ماں باپ سے بھی ستر درجہ زیادہ مہربان ہے، وہ اُن کی تکلیف نہیں دیکھ سکتا کہ رؤف بالعباد ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے کہ ہمیں کسی کو عذاب میں مبتلا کرنے کی کیا پڑی ہے۔ کھائے پیئے اور عیش کئے جائیں اگر یہ نیکیاں کرتے رہتے اور ہم نے ان کی بہتری و فلاح کے لئے ہی جو ہدایات انھیں دی ہیں اُن پر کاربند رہتے، ظلم و عدوان کی زندگی نہ بسر کرتے تو یہی نہیں کہ تباہ اور برباد نہ ہوتے بلکہ ہم اُن پر زمین و آسمان سے برکات نازل کرتے۔ پورا پورا عیش عطا کرتے کہ جو ایسا کرتا ہے ہم اس کے لئے غیر مترقبہ وسائلِ عیش مہیا کردیتے ہیں۔

ان آیات میں بنی اسرائیل، دیگر اقوام اور مسلمانوں سے بھی تخاطب ہے مگر باعتبارِ ہدایت عام ہیں۔ اور تمام بندوں کو شعارِ خداوندی سے آگاہ کیا جارہا ہے۔ اصول بھی عام ہے۔ جس کی زد میں جہاں بہت سی اقوام آچکی ہیں۔ یہود آچکے ہیں، رومی آچکے ہیں، مسلمان آچکے ہیں، اور اب نصرانی آرہے ہیں۔

الا قوم یونس لما اٰمنوا کشفنا عنھم العذاب الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ومتعناھم الیٰ حین — اگلی قوموں میں جو اپنی نافرمانیوں اور اپنے مظالم کے باعث عذابِ الٰہی کی زد میں آئیں صرف ایک یونس علیہ السلام کی قوم ایسی تھی جس پر سے آیا ہوا عذاب ٹل گیا۔ اور خدا نے اُس کی عظمت برقرار رکھی۔ جب اس قوم پر عذاب نازل ہوا ہے۔ گھروں سے بیتابانہ باہر نکل پڑے اور تین روز متواتر معافیاں مانگتے اور توبہ کرتے رہے۔ آخر بندے تھے رحمتِ الٰہی جوش میں آگئی، عذاب ٹل گیا۔ ذلت و مصیبت سے ٹل گئی اور خدا نے پھر اُنھیں وہی عیش عطا کیا۔

اس میں خدا نے ظاہر کردیا کہ وہ جہاں سزا دیتا ہے وہاں معاف بھی کردیتا ہے۔ مسلمان بھی الخزی فی حیٰوۃ الدنیا کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ اگر وہ بھی خدا کے سامنے گڑگڑائیں اور معافی مانگیں تو اُن پر سے بھی عذاب ٹل جائے۔ مگر عذاب کے لئے محض دعاؤں کی ضرورت نہیں اس کی بھی ضرورت ہے کہ اُس کی ہدایات اور قرآنی اوامر کی پابندی کا عہد کرلیا جائے۔

نااتفاقی اور قرآن اُصولِ مسلمہ ہے کہ باہمی نااتفاقی اور خلافِ اخوت حرکات بربادی کا باعث ہونے کے علاوہ وجہ عذاب بھی بن جاتی ہے۔

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا فی (من بعد ما جاءهم البینٰت)... بما کنتم تکفرون	دیکھو مسلمانو! کہیں تم بھی اُن قوموں کی طرح نہ ہوجانا جنھوں نے ہماری ہدایات کے باوجود باہم تفرقے اور جھگڑے پیدا کئے اور

جنھیں اس پر سخت عذاب دیا جائے گا۔

جو چیز دُنیوی اور اُخروی دونوں طریق پر ذلت وخواری کا باعث ہیں مسلمان قرآنی ہدایات کے باوجود اس سے نہیں بچتے۔ اور خدا کا غضب خریدتے اور مول لیتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ حامل قرآن حضور نبی کریمؐ اُن پر اُس کے خسارے پورے طور پر واضح کرگئے تھے اور فرما گئے تھے کہ یہ تمام اعمال کو ضائع کردیتی ہے۔

اخوت ومساوات اور قرآن اخوت واتفاق پر جتنا زور قرآن میں دیا گیا ہے اور جس انداز و اسلوب میں دیا گیا ہے، دنیا کا کوئی مذہب اور قوم اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی اس کے باوجود بھی جب اہلِ قرآن ہی سب سے زیادہ اس سے منحرف اور ہدایاتِ خداوندی کے باغی ہوں تو غضب الٰہی سے کیونکر بچ سکتے ہیں۔ اُخوت اور اتفاق کو قائم رکھنے اور بڑھانے والی جتنی چیزیں ہیں سب کا انھیں حکم دیا گیا ہے اور اس کو تباہ کرنے والے تمام امور ومحرکات سے حکماً روک دیا گیا۔

انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم، واتقوا اللہ لعلکم تفلحون	مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں، اگر ان میں کبھی کوئی صورت مناقشت ومنازعت بھی پیدا ہوجائے تو سب مل کر صلح

کرا دیا کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ۔

اپنی جامعیت وبلاغت کے اعتبار سے یہ ایک چھوٹی سی آیت ایک کوزہ ہے جس میں مفاہیم وبصائر کا ایک دریائے ذخار بند ہوکر رہ گیا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ محض اسماً اور رسماً نہیں، حقیقتاً تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ بھائی قوت بازو ہوتا ہے۔ جب رشتۂ اسلام درمیان میں آگیا تو تمام مسلمان ایک کنبہ اور ایک خاندان میں منتقل ہوکر حقیقی بھائی اور باہمدگر قوت بازو بن گئے۔ ایک کا درد تمام کا درد اور ایک کی راحت تمام کی راحت بن گئی۔ کہ "المومنون" نہیں بلکہ "انما المومنون" فرمایا گیا ہے۔ صلح کرانے کی ذمہ داری تمام مسلمانوں پر ڈالی گئی ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ ان "جھگڑنے والوں" میں یا ان "لڑنے والے مسلمانوں" میں صلح کرادو، بلکہ فرمایا یہ گیا کہ "اپنے ان بھائیوں" میں صلح کرادو۔

ظاہر ہے کہ بھائی بھائی لڑیں گے تو سب پر اثر پڑے گا۔ اس لئے سب کا یہی فرض ہے۔ اس کے بعد ہی "واتقوا اللہ" کا جملہ بتا رہا ہے کہ اگر ان جھگڑنے والوں نے صلح کرنے میں، اور تمام مسلمانوں نے صلح کرانے میں پورے جوش وسعی مخلصانہ سے کام نہ لیا تو یہی نہیں سب گنہگار ہوں گے کہ تخاطب خاص نہیں عام ہے۔

آخر میں "لعلکم تفلحون" کا جملہ اس امر کا مظہر ہے کہ اگر اس طرح صلح کرادی گئی تو ان دونوں ہی کو نہیں سب کو مل کر فائدہ پہنچے گا۔ سب پر اس کا اثر پڑے گا۔ افسوس ہے کہ اس آیت کی موجودگی اور اس حکم کی برقراری کی صورت میں بھی اگر مناقشات بڑھتے چلے جائیں اور کسی کی طرف سے صلح کی سلسلہ جنبانی نہ ہو، اور کسی پر خدا کا خوف طاری نہ ہو۔ بھائیوں کو بھائی دشمن اور مخالف سمجھیں تو وہ عذاب کے نہیں تو کیا ثواب ورحمت کے مستحق ہوں گے۔ اور خدا اُن سے خوش رہے گا۔

غضب ہے کہ خدا تو مسلمانوں کو ایک کنبہ اور ایک خاندان میں منتقل کررہا ہو۔ ان کے مابین رشتۂ اخوت پیدا کرکے اس کے قیام پر زور دے رہا ہو۔ اور صاف کہہ رہا ہو کہ یہ جو قبائل اور خاندانوں کی تقسیم تمہارے اندر موجود پائی جارہی ہے۔ یہ محض عرفی تقسیم ہے۔ شناخت اور پہچان کے لئے ہے۔ ورنہ حقیقت میں سب ایک ہیں۔ رنگ ونسل۔ قبیلہ وخاندان۔ دولت وافلاس۔ امیری وغریبی اور شرافت ورذالت کا کوئی فرق نہیں۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم	البتہ ان بھائیوں میں باہم کوئی برتری اور کوئی امتیاز ہے تو وہ صرف اتقا کا ہے۔

خاندانی، نسلی اور مالی اعتبار سے کسی کو کوئی فوقیت نہیں۔ صرف فوقیت اُسے حاصل ہے جو خدا سے زیادہ سے زیادہ ڈرتا ہے، اور جس کے اعمال زیادہ اچھے ہیں۔ اور عمل ایسی یسیر الحصول چیز ہے جو ہر شخص کی دسترس میں داخل ہے، خاندان بدل لینا، رنگ تبدیل کرلینا، دولت مند ہوجانا تو مشکل اور غیر اختیاری امور ہیں۔ لیکن نیک بننا اور نیک اعمال کرنا ہر شخص کے لئے آسان ہے۔

لیکن یہ عزت وکرامت بھی برادرانہ اخوت وسلوک میں مانع نہیں۔ نہ اس کے حامل کے قلب میں کوئی غرور اور تجبر پیدا کرکے دوسرے بھائیوں کی حقارت پر اس عزت والے کو آمادہ کرسکتی ہے کہ جہاں اُس کے قلب میں خود اپنے لئے کسی امتیاز کا تصور بھی پیدا ہوا۔ کسی کے متعلق حقارت کا خیال بھی آیا عزت وشرف ختم ہوا۔ مسلمانوں میں جب تک یہ روح اخوت ومساوات برقرار رہی شریف ورذیل۔ اعلیٰ وادنیٰ اور امیر وغریب کا امتیاز پیدا نہ ہوا۔ سب باہم بھائی بھائی رہے۔ اُن پر برکتوں اور رحمتوں کی بارشیں ہوتی رہیں۔ اُن کے مزدور۔ اُن کے کاریگر۔ اُن کے قصائی، اُن کے کنجڑے۔ ان کے غلام سب اس برادری میں شامل ہوکر بھائی بنے رہے۔

شادی بیاہ نشست وبرخاست میل جول اور باہم ساتھ کھانے پینے میں کوئی امتیاز نہیں رہا۔ لیکن آج اتنی ہمہ گیر اُخوت ومساوات برادریوں اور ذاتوں میں تقسیم ہوکر ملت کے شکست وزوال کا باعث بن چکی ہے۔ خدا کے حلال وحرام اور حرام حلال کرلئے گئے ہیں۔

پہلے سب مسلمان تھے۔ اب کوئی سید ہے۔ کوئی مرزا ہے۔ کوئی شیخ ہے۔ کوئی پٹھان ہے۔ کسی کو اپنے صدیقی وفاروقی ہونے پر فخر ہے۔ کوئی اپنی مرزائیت اور پٹھانی پر ناز کر رہا ہے۔ اور ایک دوسرے کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہے۔ ان کے علاوہ رہ گئے جلاہے، دُھنے، تیلی۔ تنبولی ونائی، کونجڑے۔ قصائی، یہ تو گویا اسلام کے اچھوت ہیں۔ منہ پر خواہ کوئی کچھ کہہ دے۔ مگر

وں میں مذکورہ بالا اور غیر ساختہ ترتیب قومیں انھیں ضرور بُرا اور حقیر سمجھتی ہیں۔ ان سے شادی و غمی بلکہ ہر طرح کے ملنے جلنے کے تمام تعلقات منقطع ہیں بعض اُمراہیں کہ وہ اپنی ذات کے نزدیک سلطان کسرشان سمجھتے ہیں۔

غرض ایک عام اختلال برپا ہے۔ ایک اسلام ہزار ٹکڑوں میں منقسم ہو کر رہ گیا ہے۔ اور ایک دوسرے کو حقیر کبھی خیال کرتا ہے۔

باہمی تعاون اور قرآن

حکیم نے تو باہمی مسلمانوں کو تعاون کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ یہ نہیں یہ اصول بتا دیا ہے۔

وتعاونوا على البر والتقوىٰ | مسلمانو! نیکی اور اچھائی کے کام ہیں۔ باہم مدد کرتے رہو۔
ولا تعاونوا على الاثم | اور معصیت و شرارت کے کاموں
والعدوان | میں ہرگز تعاون نہ کرو۔

مسلمان اس حکم پر کاربند رہتے اور تمام امور میں تعاون باہمی سے کام لیتے تو ہرگز یہ حالت نہ ہوتی۔

آج تعاون کی خو اگر پائی جاتی ہے تو اغیار میں ہی پائی جاتی ہے جس کی بدولت مشکل سے مشکل کام کو آسانی سے سرانجام دے لیتے ہیں۔ اور اُن کی تمام تحریکیں کامیاب ہوتی ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ مل کر کام کرنے کی اہلیت ہی کھو بیٹھے ہیں۔ مشترک کمپنیاں قائم کرنا، دو مسلمانوں کا مل کر تجارت کر لینا تو ایک طرف دو بھائی ایک گھر میں مل کر بھی نہیں رہ سکتے۔

دوسرے اس تعاون سے ایک اور بڑا فائدہ تھا جس سے مسلمان محروم ہو کر رہ گئے۔ اگر نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں پُرجوش تعاون کا سلسلہ جاری رہتا اور ظلم و شرارت کے کاموں میں کوئی کسی کا شریک نہ ہوتا تو شرارتیں اور معاصی کم از کم اس قوم سے معدوم ہو جاتے۔

اب تو یہ حالت ہے کہ نیک کام میں شرکت کرنے والے کم ہیں اور بُرے کاموں میں بہت سے شریک ہو جاتے ہیں۔ ہر عمل قرآن کے خلاف ہے اور پھر تقدیر کا شکوہ ہے۔

مسلم تحقیر اور قرآن

اس اخوت، اتفاق اور تعاون کے بقا و استحکام ہی کے لئے مسلمانوں کو تمام ایسی باتوں سے روک دیا گیا تھا اور سختی کے ساتھ مخالفت کر دی گئی تھی۔ جو دلوں میں کدورتیں پیدا کرنے اور تنظیم ملی میں خلل ڈالنے والی ہو سکتی تھیں۔ مقصد قرآنی یہی تھا کہ خدا نے مسلمانوں کا جو بے نظیر نظام قائم کیا اُس میں انتشار کی کوئی صورت پیدا نہ ہو۔

يا ايها الذين آمنوا لا يسخر قوم | مسلمانو! تم میں سے کوئی کسی کا مذاق نہ اڑائے
عسىٰ ان يكونوا خيراً منهم | کسی پر پھبتیاں نہ کسے۔ ممکن ہے کہ وہ تم سے
ولا نساء من نساء عسىٰ ان | بہتر ہو۔ اور نہ کوئی عورت کسی عورت سے
يكن خيراً منهن، ولا تنابزوا | استہزاء و تمسخر کرے ممکن ہے کہ جس کا تمسخر
بالالقاب بئس الاسم | کیا جا رہا ہے وہ اس سے بہتر ہو۔ تم میں سے
الفسوق بعد الايمان ومن لم يتب | کوئی کسی کو طعنہ بھی نہ دے۔ اور نہ چڑانے
فاولئك هم الظالمون | کے لئے نام دھرے کہ ایمان لے آنے کے

بعد یہ باتیں بہت معیوب و بدزیب ہیں۔ اور جو اُن سے توبہ نہ کرے گا اس کا شمار ظالموں اور گنہگاروں میں ہوگا اور سزا پائے گا

اجتنبوا كثيراً من الظن، ان | بہت سی بدگمانیوں اور گناہوں سے بھی بچتے
بعض الظن اثم، ولا تجسسوا | رہو، کیونکہ بعض بدگمانیاں بھی معصیت ہیں

ولا يغتب بعضكم بعضاً | کسی کے عیب کی تلاش بھی نہ کرو۔ کسی کی غیبت و
ايحب احدكم ان | برائی کرو کہ غیبت کرنا ایسا ہے گویا اپنے
ياكل لحم اخيه ميتاً | بھائی کی لاش کا گوشت کھا لیا۔
فكرهتموه، واتقوا الله | یہ سب بد فرمایا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے
ان الله تواب رحيم | رہو، اور کبھی اس کا ارتکاب نہ کرو۔

ان چیزوں سے اسی لئے روکا جا رہا ہے کہ اتحاد باہمی اور اخوت اسلامی کے شیرازہ کے انتشار کی صورتیں پیدا نہ ہوں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں میں آج یہ تمام رذائل پیدا ہو گئے ہیں اور ان کی خواری و ذلت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

اسراف، تبذیر اور قرآن

ایک جا مسلمان کبھی فضول خرچ بھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے جا بجا مسلمانوں کو اس سے روکا ہے۔ اور واضح کر دیا ہے کہ مال اس کا فضل ہے۔ رحمت ہے۔ خیر ہے۔ زینت حیوٰۃ ہے۔

لا تؤتوا السفهاء اموالكم التي | اپنی دولت کو بیوقوفوں کے ہاتھ میں نہ دو
جعل الله لكم قياماً | کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے تمہاری معاشرت و

تمدن کی تقویم و تحکیم کا باعث بنایا ہے۔ اور اسی کے بل پر تم کھڑے ہو سکتے ہو۔ اور اسی سے تمہاری آبرو قائم رہ سکتی ہے۔ اسی سے کار ہائے خیر انجام دے سکتے ہو۔

كلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ کھاؤ پیو آرام اُٹھاؤ کہ اس سے تمہیں کوئی منع نہیں کرتا۔ مگر حیثیت و ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ امر نہیں

ولا تبذر تبذيراً، ان المبذرين | بیجا اور فضول خرچ نہ کرو کہ جو ایسا کرتے ہیں وہ
كانوا اخوان الشياطين | شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے خدا
وكان الشيطان لربه كفوراً | کا ناشکرا تھا۔

"رب" کا لفظ یہاں بہت بلیغ و جامع ہے۔ تمہارے پالنے والے نے تمھیں روپیہ، تمہارے اور تمہارے لواحقین کے آرام کے لئے عطا فرمایا ہے۔ اس سے زندگی میں شادابی و رونق و زینت بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس سے عبادت بھی ہوتی ہے، اور ضرورت مند ابنائے جنس کی حاجتیں پوری کر کے بے پناہ ثواب بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ایسی نعمت اور اہم چیز کو فضول اُڑانا شیطنت اور اپنے پالنے والے کی ناشکری کے مترادف بھی اور تباہی کا باعث بھی ہے کہ ناشکرا خوار ہمیشہ تباہ اور برباد ہوتی اور ذلتیں اُٹھاتی چلی آئی ہیں۔

مگر اس تعلیم کے باوجود دنیا کی سب سے زیادہ مسرف قوم مسلمان ہی ہیں جس کی وجہ سے اُن کے پاس پیسہ جمع نہیں ہونے پاتا۔ اور وہ زکوٰۃ و حج جیسی اہم ترمالی عبادتوں، صدقات و خیرات کے ثوابوں اور خود اپنی عزتوں اور راحتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اپنے اوپر جبر کرتے ہیں، ظلم کرتے ہیں اور غضب الٰہی کے مورد بنتے ہیں۔ اسی طرح تقلید اغیار اور رسوم اغیار اور خطوات الشیطان سے بھی روکا گیا ہے۔ لیکن مسلمان اس طرف بھی ایسے جھکے کہ اپنے تمام شعار چھوڑ بیٹھے نہ اب اُن کی اپنی کوئی وضع ہے۔ نہ اپنا تمدن ہے۔ نہ اپنی معاشرت ہے اور نہ اپنی رسوم ہیں۔ اسلام سے بیگانگی برابر بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ مسلمانوں کے وجود سے اسلام بالکل خارج ہو کر رہ گیا ہے۔ لباس، وضع قطع، ہر چیز غیروں سے لی ہوئی ہیں۔ شادی و غمی کی تمام رسوم بھی غیر اسلامی ہیں۔ غرض مسلمان قرآن کو چھوڑ کر وہ

وہ بالکل کچھ اور ہو گئے۔ قرآن نے کئی جگہ بتایا ہے کہ یہ لوگ ہماری اطاعت کرتے۔ ہمارے آئین پر چلتے تو زیر و بالا سے۔ زمین و آسمان سے اور ایسی جگہوں سے انھیں رزق

جنگ کی کہانی

نا جاتے۔ پتہ نہیں لگتا۔ لڑائی چھڑے دو سال ہو چکے لیکن اب معلوم ہوتا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہے۔ آیئے ان دو برسوں میں جو کچھ ہوا ہے اُس پر ایک اُچٹتی ہوئی نظر ڈالیں۔ اگست ۱۹۳۹ء میں روس اور جرمنی میں معاہدہ کیا ہوا کہ اس بڑی لڑائی کی بنیاد پڑ گئی۔ یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو پولینڈ پر حملہ ہو گیا۔ پہلے تو پولینڈ کی تیاریوں کے بڑے بڑے چرچے ہو رہے تھے مگر جرمنی کے مقابلہ میں وہ پورے ایک مہینہ بھی نہ ٹھہر سکا۔ ۲۷ دن میں جرمن فوجیں پولینڈ کی راجدھانی وارسا میں پہنچ گئیں۔ پولینڈ کی حکومت پہلے ہی بھاگ گئی تھی۔ روس کی فوجیں بھی پولینڈ میں گھس آئیں اور دونوں نے مل کر پولینڈ کے حصے بخرے کر لئے۔

انگریزوں اور فرانس والوں نے ہٹلر سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہم نے اب تک بہت کم عمل کیا ہے۔ اب اگر تم نے پولینڈ چھیڑ لیا تو اچھا نہ ہوگا۔ لیکن ہٹلر نے سمجھا کہ انگریزوں نے جیسے حبش پر اٹلی کا قبضہ برداشت کر لیا، منچوکو پر جاپان کا قبضہ برداشت کر لیا اور اب تک آسٹریا، چیکوسلوویکیا اور رائن لینڈ میں میری دست درازیاں برداشت کی ہیں، ویسے ہی اب بھی باتیں بنا کر غصہ ٹھنڈا کر کے بیٹھ رہیں گے۔ لیکن اس بار ہٹلر کا اندازہ غلط نکلا۔ پولینڈ پر حملہ کرنے کے تیسرے ہی دن فرانس اور برطانیہ نے جرمنی سے اعلان جنگ کر دیا۔

اعلان جنگ تو کر دیا۔ مگر فرانس اور برطانیہ پولینڈ کو مدد کیسے پہنچاتے کوئی راستہ نہ تھا۔ ادھر سار اور رائن لینڈ کے علاقہ میں اتحادیوں اور جرمنی میں برائے نام لڑائی ہوتی رہی لیکن وہاں پولینڈ کا قلع قمع ہو گیا۔ اب تک تو ہٹلر کا یہ دعویٰ تھا کہ میں نے بغیر خون بہائے سب علاقے جیتے ہیں۔ یہ علاقہ خون بہا کر ہاتھ آیا۔

نومبر میں فن لینڈ اور روس میں لڑائی چھڑ گئی۔ روس نے جو بحری اڈے فن لینڈ سے مانگے تھے وہ فن لینڈ نے دینے سے انکار کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ روس نے فن لینڈ پر حملہ کر دیا۔ فن لینڈ بہت لڑا۔ ایک تو جاڑے کے دن، دوسرے دلدل کا علاقہ، تیسرے رعایا حکومت سے خوش۔ اس لئے فن لینڈ روس کے لئے تر نوالہ نہیں ثابت ہوا۔ ساڑھے تین مہینہ تک لڑائی رہی۔ بہت سے روسی سپاہی تو بغیر لڑائی کے خندقوں میں سردی سے ہی اکڑ اکڑ کر مر گئے۔ پھر بھی کہاں روس، کہاں فن لینڈ۔ آخر کار فن لینڈ کو ہار ماننی پڑی۔ اور روس نے پہلے جو کچھ مانگا تھا اس سے زیادہ لے لیا۔ یہ مارچ ۱۹۴۰ء تک کی بات ہوئی۔

ابھی ایک مہینہ بھی نہ بیتا تھا کہ ایک نیا گل کھلا یعنی ناروے کے ساحل سے جرمنی کو لڑائی کا سامان پہنچا کرتا تھا۔ برطانیہ بھلا یہ کیسے گوارا کرتا کہ اس کی آنکھوں دیکھتے ناروے سے جرمنی کو یہ مال پہنچتا رہے۔ چنانچہ اس نے ۸ اپریل کو ناروے کے سمندروں میں سرنگیں بچھانی شروع کر دیں۔ جرمنوں نے یہ جواب دیا کہ ناروے پر دوسرے دن حملہ کر دیا۔ ناروے تو مقابلہ کی تاب لا ہی کیا سکتا تھا۔ انگریزی فوجیں جو ناروے کی مدد کو بھیجی گئی تھیں اُن کو بھی واپس جانا پڑا۔ ناروے کے ساتھ ہی جرمنوں نے ڈنمارک پر بھی حملہ کیا تھا۔ وہاں کوئی مقابلہ نہیں ہوا اور بغیر لڑائی لڑے جرمنی کا غلبہ ڈنمارک پر ہو گیا۔ برطانیہ کے لوگوں میں اس سے بڑی بے چینی پیدا ہوئی اور آخر کار ناروے کی مہم مسٹر چیمبرلین کی قیادت کو لے بیٹھی۔ پارلیمنٹ میں یوں تو مسٹر چیمبرلین پر اکثریت نے اعتماد ظاہر کر دیا۔ لیکن ان کو یہ پتہ لگ گیا کہ اچھی خاصی تعداد میرے خلاف ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دیدیا۔ مسٹر چرچل وزیر اعظم بن گئے۔ اور انھوں نے اپنی نئی کیبنٹ بنائی۔ مسٹر چیمبرلین کچھ عرصہ تک اس میں شامل رہے۔ بعد کو اس سے بھی استعفیٰ دیدیا۔

مئی کا مہینہ اس سے بھی زیادہ سخت گزرا۔ یعنی اُدھر کی طرف فرصت پا کر جرمنی نے مغرب کی طرف رخ کیا۔ ہالینڈ اور فرانس پر حملہ کر دیا۔ ہالینڈ تو چار ہی دن میں ہار گیا۔ وہاں کی ملکہ ولہلمنا نے بھاگ کر انگلستان میں پناہ لی۔ بلجیم کچھ زیادہ دیر ڈٹا رہا۔ مگر اسی مہینہ اس کا بھی کام تمام ہو گیا۔

اب جرمنی نے فرانس پر دھاوا بولا۔ فرانس یوں تو دنیا بھر کی طاقت گنا جاتا تھا مگر اصل میں پول تھا۔ اندر اندر آپا دھاپی تھی۔ برسوں سے یہ حال تھا کہ سال میں کئی کئی بار وزارتیں بدلی جاتی تھیں۔ آپس کی پھوٹ، تیاری کی کمی۔ میجینو لائن پر حد سے زیادہ بھروسہ۔ لڑائی میں پڑنے کے متعلق دو رائیں۔ وزیروں میں آپس میں جھگڑے۔ سوشلسٹوں کو کمیونسٹوں سے بیر، کمیونسٹوں کو ٹھیکہ داروں سے دشمنی۔ ادھر تو یہ حال، اُدھر جرمنی ہر طرح چاق چوبند۔ جرمنوں نے اصل میجینو لائن کی طرف تو حملہ نہیں کیا بلکہ بلجیم کی طرف سے سیڈان کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔ ادھر بھی فرانس والوں نے میجینو لائن کا سلسلہ تو بنایا تھا مگر وہ اصل لائن کی طرح مضبوط نہ تھا۔ اور جرمنوں نے اُسے آسانی سے توڑ لیا۔ فرانس میں فوجی جنرل کی بھی تبدیلی ہوئی یعنی جنرل گیملان کی جگہ جنرل ویگاں مقرر کئے گئے۔ وزارت بھی بدلی یعنی موسیو ڈلاڈیے کی جگہ مسٹر رینو کی وزارت قائم ہوئی۔ مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ جرمنی کی فوجیں برابر آگے بڑھتی ہی چلی گئیں۔ جون کے شروع میں برطانوی فوجوں نے ڈنکرک کا علاقہ خالی کر دیا۔ ادھر جب جرمن فوجیں پیرس کے قریب پہنچ گئیں تو اٹلی بھی لڑائی میں شریک ہو گیا۔ انگریز خود ہی اچھی طرح تیار نہ تھے، فرانس والوں کی مدد کیا کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۴ جون کو جرمن فوجیں پیرس میں پہنچ گئیں۔ اس کے چار دن بعد رینو کی حکومت بھی ختم ہو گئی۔ مارشل پیتاں وزیر اعظم بن گئے۔ انھوں نے دوسرے ہی دن فرانس کی طرف سے جرمنی کی خدمت میں صلح کی شرطیں پیش کر دیں اور ۲۲ جون کو عارضی صلح نامہ پر دستخط بھی ہو گئے۔

مسٹر چرچل یہ چاہتے تھے کہ فرانس ابھی لڑائی لڑتا رہے۔ مگر فرانس نے چرچل کی بات نہیں مانی۔ نہ ان کی شرطوں پر کوئی توجہ دی۔ اس طرح سے دو تہائی فرانس جرمنی کے قبضہ میں آ گیا۔ فرانس اور اٹلی میں بھی صلح ہو گئی۔

دوسرا دور

فرانس کی فتح کے بعد ہٹلر نے برطانیہ پر حملے کے بڑے ڈبے تو بہت دکھائے لیکن حملہ کی ہمت نہ ہوئی۔ کیونکہ جرمن بحری بیڑہ اس قابل نہ تھا کہ برطانی سمندری بیڑے کا مقابلہ کر سکے۔ اب دس مہینے

زور باندھا۔ فرانس اور جرمنی کے صلح نامے کو ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ روس نے رومانیہ کے علاقہ بسرابیہ اور شمالی بکوونا پر قبضہ کر لیا۔ اور مہینہ بھر کے اندر ہی لتھوینیہ، لٹویا اور استھونیہ پر بھی روس کا سکہ جم گیا۔ رومانیہ نے روس کے اثر میں آنے کے بعد انگریزوں اور فرانس کی گارنٹی کو بھی مسترد کر دیا۔ ڈبروجہ کا علاقہ رومانیہ نے مجبوراً ہنگری کو دیدیا۔ ادھر بحیرہ روم میں فرانس اور برطانیہ کے بحری بیڑوں میں کئی بار جھڑپ ہوئی جس میں فرانس کے بیڑے کو نقصان پہنچا اور فرانس اور برطانیہ کے تعلقات اور زیادہ خراب ہو گئے۔ جرمنی بحری حملہ تو کر ہی نہ سکتا تھا۔ لیکن اس نے برطانیہ پر زوردار ہوائی حملے شروع کر دیئے۔ جن کا سلسلہ یوں تو اب تک جاری ہے۔ لیکن زیادہ زور اس وقت تک (۱۰ اپریل) رہا۔ جب تک ہر جینس برطانیہ میں نازل نہیں ہوئے۔ ان حملوں سے برطانیہ والوں کو جان و مال کا نقصان کتنا ہی کیوں نہ پہنچا ہو۔ لیکن وہ ہمت نہیں ہارے۔ ان کے حوصلے بندھے رہے اور اب تو پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۰ء کو برطانیہ پر حملہ میں ۱۸۰ جرمن ہوائی جہاز دن کے وقت گرائے گئے۔ اس کے بعد جرمنوں نے دن کے حملے قریب قریب بند کر دیئے۔ برطانیہ اور جرمنی کی لڑائی میں اتنے ہوائی جہاز کسی روز تباہ نہیں ہوئے۔ جرمنی پر یوں تو برطانیہ کے ہوائی حملے ہوتے ہی رہتے تھے اب ان کا بھی زور بندھ گیا۔ برلن پر بھی حملے ہونے لگے۔ امریکہ سے برطانیہ کو امداد بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان حملوں کی بھی شدت بڑھتی گئی۔ فرانس کی ہار کے بعد جرمنی نے انگلش چینل کے کچھ خالی شدہ جزیروں پر قبضہ کر لیا۔ مگر ان کی چنداں اہمیت نہ تھی۔

روس اور ہنگری کو علاقے دے دینے سے رومانیہ کی مصیبت ختم نہیں ہوئی۔ رومانیہ میں جرمنی کا اثر بڑھتا جاتا تھا۔ پہلے پارلیمنٹ ٹوٹی۔ پھر جنرل اینٹنسکو کو ڈکٹیٹری اختیارات ملے۔ پھر شاہ کیرول تخت سے دستبردار ہو کر بھاگے۔ رومانیہ کا سابق وزیر اعظم گرفتار کر لیا گیا۔ رومانیہ نے برطانی جہازوں پر قبضہ کر لیا۔ آخر کار رومانیہ محوری طاقتوں میں شامل ہو گیا۔

اٹلی لڑائی میں شامل ہونے کے بعد یورپ میں تو کچھ نہ کر سکا۔ اس نے افریقہ میں ہاتھ پاؤں پھیلانے شروع کر دیئے۔ شروع میں تو اس نے کچھ کامیابی حاصل کی۔ سومالی لینڈ انگریزوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ لیکن انگریزوں نے سنبھل کر جو جوابی وار شروع کئے تو نہ صرف وہ سب علاقے واپس لے لئے بلکہ لبیا اور اطالوی سومالی لینڈ بھی چھین لیا۔ اور حبش کا تمام علاقہ جو اٹلی والے چار برس پہلے فتح کر چکے تھے پھر شہنشاہ حبش کو دلا دیا۔

یورپ میں اٹلی نے یونان کو کمزور پا کر ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو اس پر حملہ کیا لیکن یونانیوں نے ایک ہفتہ کی جزوی شکستوں کے بعد اٹلی کی فوجوں کو پیچھے ہٹانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ خود البانیہ کے علاقہ میں داخل ہو گئے۔ اور وہاں کے مشہور قلعوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا۔ یونانی برابر بڑھتے ہی جا رہے تھے اور انھوں نے اٹلی والوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ لیکن جرمنوں کی مدد پہنچ جانے سے یونانیوں کی شکست شروع ہو گئی اور آخر کار ۲۳ اپریل ۱۹۴۱ء کو یونانی فوجوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مئی کے ختم ہوتے ہوتے جرمنوں نے ہوائی چھتری بازوں کے ذریعہ کریٹ کا جزیرہ بھی فتح کر لیا۔ اس لڑائی میں جتنی قوموں کی شکست ہوئی ہے ان میں سب سے زیادہ بہادری کے کارنامے یونان کے ہیں۔ یوگوسلاویہ نے پہلے جرمنی سے معاہدہ کیا۔ پھر اندرونی بغاوت ہوئی۔ پھر جرمنی سے جنگ چھڑ گئی۔ آخر کار جرمنوں نے یوگوسلاویہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ بادشاہ نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

جرمنی نے بلغاریہ کی طرف بھی توجہ دی۔ کبھی یہ خبر آئی کہ جرمن کثیر تعداد میں بلغاریہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ کبھی اس کی تردید آئی۔ کبھی معلوم ہوا کہ بلغاریہ میں جرمن فوجیں داخل ہو گئی ہیں۔ کبھی یہ بتایا گیا کہ پہلی خبر غلط تھی۔ آخر جرمن فوجوں کے داخلہ کی خبر اس وقت صحیح ثابت ہوئی۔ جب بلغاریہ نے جرمن بالادستی مان لی اور محوری طاقتوں میں شامل ہو گیا، روس کو یہ بات بہت ناگوار معلوم ہوئی۔ اور روس کی طرف سے اس کی مذمت بہت کھلے لفظوں میں کی گئی۔ بلغاریہ نے ترکی اور ہنگری سے معاہدہ کر رکھا تھا، مگر اس سے کیا سہارا لگتا۔ اس کے بعد جرمن فوجیں افریقہ میں پہنچیں۔ وہاں وہ حبش اور سومالی لینڈ کا علاقہ اٹلی والوں کو واپس نہ دلا سکیں لیکن لیبیا کا علاقہ اٹلی کو واپس دلا دیا۔ تبروک پر ابھی تک برطانی فوجیں قابض ہیں۔ جو مہینوں سے گھری ہوئی ہیں مگر ابھی تک ہتھیار نہیں ڈالے۔ بلکہ کبھی کبھی خود بھی حملہ کر دیتی ہیں۔ افریقہ میں اٹلی کی شکست ایسی فاش ہوئی کہ لاکھوں سپاہیوں نے دباؤ پڑنے پر ہتھیار ڈال دیئے۔ اور ان میں سے بہت سے قید کر کے ہندوستان لائے گئے ہیں۔

شروع لڑائی سے اب تک ترکی نے اپنی غیر جانبداری قایم رکھی ہے۔ لڑائی شروع ہوئے ابھی ایک ہی مہینہ گذرا تھا کہ ترکی، فرانس اور برطانیہ میں ایک معاہدہ ہو گیا۔ اسکندرونہ تو فرانس سے ترکی کو پہلے ہی مل گیا تھا۔ اس معاہدہ کے بعد برطانیہ نے ترکی کو قرض بھی دیا۔ اور ترکی میں جو بھونچال آیا اس کے بعد بھی برطانی سلطنت کے مختلف حصوں سے مدد پہونچی۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب ترکی کو روس سے خطرہ محسوس ہوا تھا۔ مگر وہ اندیشہ غلط نکلا۔ ۱۹۳۹ء میں تو ترکی میں بھونچال آیا تھا ۱۹۴۰ء میں زبردست سیلاب آیا۔ ترکی کے کنارے سے جب جرمنی کی فوجیں گذریں تو برطانی پارلیمنٹ میں بڑی واویلا ہوئی۔ مسٹر چرچل نے صحیح واقعات بتا کر لوگوں کو مطمئن کر دیا۔ ترکی اور جرمنی کا تجارتی معاہدہ تو اپریل ۱۹۴۱ء میں ہوا۔ سیاسی معاہدہ جون ۱۹۴۱ء میں روس اور جرمنی کی جنگ شروع ہونے سے پہلے ہوا۔ اس معاہدے سے ایک بار پھر ہلچل مچ گئی۔ لیکن ترکی کی حکومت نے یہ واضح کر دیا کہ اس معاہدہ کے یہ معنی نہیں کہ برطانیہ سے یا اور ملکوں سے ہمارا معاہدہ فسخ ہو گیا ہے یا اس میں کوئی فرق پڑ گیا ہے۔ بہرحال ترکی کی غیر جانبداری اب تک قایم ہے۔ اگرچہ جرمنی کی جانب سے ہر فان پاپن ابھی تک ڈورے ڈال رہے ہیں۔ درہ دانیال اور باسفورس میں ترکی نے پہلے ہی سے سرنگیں بچھا رکھی ہیں۔

یہ تو پہلے ہی کہا جا چکا ہے کہ بلغاریہ پر جرمنی کا قبضہ روس کو بہت کھٹکا۔ اس نے اس کے خلاف صاف صاف پروٹسٹ کیا۔ یوگوسلاویہ پر بھی جرمنی کا قبضہ اسے بہت کھلا۔ جب سے جرمنی اور روس کے تعلقات برابر خراب ہوتے چلے گئے۔ یونان سالم کا سالم فتح تو جرمنی نے کیا اور حوالہ کر دیا اٹلی کے۔ یہ بھی روس کو کھلنے والی بات تھی۔ مگر چونکہ اسی اثنا میں مسٹر متسوکا وزیر خارجہ جاپان نے روس۔ جرمنی اور اٹلی کا دورہ کیا۔ اور ایک طرف جرمنی اور

اٹلی سے اور دوسری طرف روس سے جاپان کا معاہدہ ہوگیا۔ اس لئے یہ خیال پیدا ہوگیا کہ شاید جاپان کی بدولت روس اور جرمنی میں دوستی قایم رہے گی۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں ثابت ہوا۔ اپریل کے آخر میں فن لینڈ میں جرمنی کی فوجیں جمع ہونے لگیں۔ مئی میں پے در پے روس اور جرمنی کی کشیدگی کی خبریں آتی رہیں۔ اگرچہ وسط جون تک جرمنی اور روس کی جانب سے اسکی تردید ہوتی رہی۔ ۱۲ر جون کو سر سٹیفورڈ کرپس کے ماسکو سے لندن آنے پر یہ قریب قریب یقینی ہوگیا کہ روس اور جرمنی میں جنگ ہونے والی ہے۔ ۱۳ر جون کو خبر آئی کہ جرمنی کے ایک سو بیس ڈویژن روس کی سرحد پر جمع ہیں۔ دوسرے ہی دن یہ خبر آئی کہ روس کے بھی ۱۵۰ ڈویژن تیار کھڑے ہیں۔ ہفتہ بھر بعد جرمنی نے روس سے اعلان جنگ کر دیا۔ اعلان جنگ ہوتے ہی روس میں جرمن فوجیں داخل ہونے لگیں۔ پہلے تو یہ رفتار بہت تیز رہی لیکن سمولنسک کا مورچہ زیادہ سخت ثابت ہوا۔ یوں تو روس اور جرمنی کی لڑائی دو ہزار میل کے محاذ پر لڑی جا رہی ہے۔ لیکن دو مورچے زیادہ زبردست ہیں۔ اتر میں لینن گراڈ اور دکھن میں اڈیسہ۔ ان سطروں کو لکھتے وقت یوکرین کا بیشتر علاقہ جرمن فتح کر چکے ہیں۔ اور اڈیسہ اور لینن گراڈ خطرہ میں ہیں۔

وسط ایشیا میں اپریل ۱۹۴۱ء شروع میں اِدھر تو یونانی فوجوں کی ہار شروع ہوئی، اُدھر عراق میں رشید عالی نے انقلاب برپا کرکے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ انگریزوں کو یہ معلوم تھا کہ یہ شخص جرمنوں سے ساز باز رکھتا ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے اپنی فوجیں عراق میں بھیجیں۔ عراق اور برطانیہ کے معاہدے کی رُو سے یہ بالکل جائز تھا پہلے دستہ کی آمد کو تو رشید عالی نے برداشت کرلیا۔ دوسرے دستہ کے پہونچنے پر جنگ چھڑ گئی۔ یعنی عراقی فوج نے برطانی ہوائی اڈوں پر حملہ کر دیا کہاں عراق کہاں برطانی فوجیں۔ ۲ر مئی کو لڑائی شروع ہوئی اور مئی کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے ہی رشید عالی عراق چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ترکی نے تو اُنھیں اپنے یہاں پناہ نہیں دی۔ ایران میں پناہ گزین ہوئے۔ عراق اور برطانیہ میں صلح ہوگئی۔

اسی اثنا میں انگریزوں کو یہ معلوم ہوا کہ شام میں جرمن فوجیں جمع ہو رہی ہیں۔ دمشق کی حکومت نے اس سے انکار کیا۔ مگر انگریزوں نے اپنی اطلاع زیادہ معتبر مانی۔ شروع جون ۱۹۴۱ء میں شام پر حملہ کر دیا گیا۔ ۱۲ر جولائی کو یہ لڑائی ختم ہوگئی۔ فرانس کی فوجیں بھاگ گئیں۔ بہت سا سامان جنگ انگریزوں کے ہاتھ آیا۔

اب ایران کا معاملہ درپیش ہے۔ انگریزوں کی اطلاع یہ ہے کہ جرمن کثیر تعداد میں ایران میں جمع ہوگئے ہیں۔ چنانچہ برطانیہ اور روس نے ایران کو تنبیہہ کی ہے۔ اِدھر جرمنی یہ کہتا ہے کہ اگر ایران نے ہمارے ایک بھی جرمن کو اپنے ملک سے نکالا تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

مشرقی ایشیا میں جاپان اور برطانیہ کے تعلقات تو جنگ عظیم چھڑنے سے پہلے ہی کشیدہ تھے لڑائی چھڑنے پر اور زیادہ کشیدہ ہوگئے۔ انگریزوں نے جاپان کو خوش کرنے کی بہت کوشش کی حتیٰ کہ تین مہینہ کے لئے برما روڈ بھی بند کر دی۔ جدھر سے چین کو سامانِ جنگ پہنچا کرتا تھا۔ لیکن جاپان اس سے بھی خوش نہ ہوا۔ آخرکار اکتوبر میں انگریزوں نے برما روڈ کھول دی۔ جب سے اب تک جاپان اور برطانیہ کے تعلقات اور زیادہ خراب ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ اب امریکہ اور برطانیہ نے اپنے ملکوں میں جاپان کا سرمایہ روک لیا ہے۔ اور جاپان نے بھی جوابی کارروائی کی ہے۔ بات یہ ہے کہ جس طرح جرمنی یورپ میں نیا نظام قایم کرنا چاہتا ہے اسی طرح جاپان ایشیا میں نیا نظام قایم کرنے کے پھیر میں ہے۔ پہلے خود ہی تھائی لینڈ (سیام) اور انڈوچائنا میں لڑائی کرائی۔ پھر فوراً ہی مصالحت کرائی۔ کچھ تو مصالحت کے صلہ میں انڈوچائنا سے لیا۔ کچھ الٹی میٹم دے کر حاصل کرلیا۔ حتیٰ کہ اب جاپان کی ۵۰ ہزار فوج انڈوچائنا میں ہے۔ اور آٹھ اڈے قایم ہوگئے ہیں۔ تھائی لینڈ کے متعلق انگریز تو یہ کہتے ہیں کہ جاپان اس سے مطالبہ کر رہا ہے اور جاپانی یہ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے مطالبے کئے ہیں۔ تھائی لینڈ کی حکومت کا یہ کہنا ہے کہ ہم سے کسی نے مطالبہ نہیں کیا ہے۔ بہرحال تھائی لینڈ کے دونوں طرف جاپان اور برطانیہ کی فوجیں لیس کانٹے سے لیس کھڑی ہیں۔

امریکہ امریکہ ابھی تک جنگ میں شریک نہیں ہوا ہے۔ نہ زمانہ قریب میں اس کے شریک ہونے کی امید ہے۔ لیکن برطانیہ کو برابر امریکہ کی امداد پہنچ رہی ہے اور امریکہ میں زبردست پیمانہ پر جنگی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ بھرتی میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ آئس لینڈ پر بھی امریکہ نے قبضہ کرلیا ہے۔ کچھ اڈے برطانیہ نے امریکہ کے سپرد کر دئے ہیں۔ حال ہی میں سمندر میں مسٹر چرچل اور روزویلٹ کی پُراسرار ملاقات ہوئی، جو ہمیں کے برطانیہ پہنچنے کے بعد اس جنگ کا سب سے بڑا شخصی ڈرامہ تھی۔

اس کے بعد ان ملاقاتوں کا حال چھپا۔ کہ دنیا کا نیا نظام اصولاً طے ہوگیا۔ اور پریسیڈنٹ ولسن کے چودہ نکات کی طرح اب صرف آٹھ لائنوں پر نیا نظام قایم ہوگا۔ یہ لائنیں بڑی خوش آیند تھیں ہندوستان کی بھی باچھیں کھل گئیں۔ کہ اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ لڑائی کے بعد ہر قوم کو اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

ہندوستان کو اس خبر سے شادی مرگ ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اسی لئے یہاں کی حکومت نے فوراً اپنا فرض محسوس کیا۔ اور مسٹر چرچل نے اعلان کر دیا۔ کہ ہندوستان سے جو ہم نے وعدے وعید کر رکھے ہیں۔ وہ اپنی انداز میں رفتہ رفتہ پورے ہونگے۔ مریض ابھی اتنا کمزور ہے کہ اس کو اتنی جلد ایسی ٹانک دوا نہیں دی جا سکتی۔

اس کے بعد ہی ہندوستان کی حفاظت کے لئے ایران سے جرمنی اثر کو کافور کرنے کے لئے جلد سے جلد فوجی مہم شروع کر دی اور جنوب سے برطانیہ اور شمال سے روسی فوجیں ایران میں داخل ہوگئیں یہاں تک وہ طہران کے پاس آپس میں مل گئیں۔ اور شاہ ایران کو یقین دلا دیا۔ کہ تم بہت کمزور ہو۔ جرمن اثر کو زائل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اس لئے محض تمہاری بھلائی کے لئے ایسا کیا گیا ہے ورنہ ہمارا مقصد تو ایک انچہ بھی ایران پر قبضہ کرنے کا نہیں تھا۔ شاہ نے یہ سب باتیں مان لیں۔

ایران

ہندوستان کے مسلمانوں کا لگاؤ یوں تو اسلامی ملکوں میں سب سے زیادہ ایران سے ہے۔ ایک عرصہ تک فارسی ہندوستان کی درباری اور ادبی زبان رہ چکی ہے اور آج بھی ہماری زبان میں فارسی الفاظ کی افراط ہے۔ ہمارے کلچر میں ایرانی رنگ صاف جھلک رہا ہے۔ اور ہمارا رہن سہن بھی ایرانی طریقوں سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ سعدی کی گلستاں بوستاں، مولانا روم کی مثنوی شریف اور حافظ کی غزلیں آج بھی ہندوستان کے ہر طبقہ اور ہر گوشہ کے لوگوں کی زبانی سننے میں آتی ہیں۔

جس زمانہ کی یہ یادگاریں ہیں وہ اب ختم ہو چکا ہے اور جو ایران علم و ادب ہی کا نہیں بلکہ طاقت کا بھی ایک زبردست مرکز تھا۔ انیسویں صدی کے آخری برسوں میں بیرونی حملوں اور اندرونی جھگڑوں کی بدولت پستی میں گرنا شروع ہو گیا۔

ایران نقشہ میں دیکھنے سے بہت بڑا ملک معلوم ہوتا ہے۔ اس کا رقبہ (۶۲۸۰۰۰ مربع میل) فرانس کا تین گنا ہے۔ مگر آبادی میں یہ فرانس کے پچیسویں حصہ کے برابر ہے (۳۲۶۰۰۰۰) شمال میں نمکین ریتیلے علاقے دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان کے کنارے پہاڑیاں اور اونچے پتھریلے میدانوں کی گوٹ لگی ہے۔ یہاں بارش بس اتنی ہوتی ہے کہ جانوروں کے لئے گھاس اگ سکتی ہے۔ اسی لئے آبادی بہت کم اور خانہ بدوش ہے۔ مگر مشرق کے علاقے زیادہ زرخیز ہیں۔ پٹرول کے چشموں کی دریافت سے پہلے یہاں روپیہ لگانے کا کوئی خاص سامان نہیں تھا۔ پھر بھی روس اور انگلستان کے سرمایہ داروں نے اور کہیں جگہ نہ پا کر اسی بنجر زمین کو سینچنا شروع کر دیا۔

۱۸۸۹ء میں انگلستان کے ایک مہاجن نے ایران آ کر ایک بینک قائم کیا اور شاہ کو قرض دے کر لبھانا شروع کیا۔ اس امید میں کہ اگر معدنیات کی دریافت ہو گئی تو اچھا منافع کمایا جا سکے گا۔ دوسری طرف روس نے بھی شاہ کو بھی لالچ دینے کے لئے فرانس سے قرض لیکر ایک بینک کھولا۔

اس فوری اقتصادی منافع کے علاوہ انگلستان اور روس کی سیاسی غرضیں بھی تھیں۔ انگریز اپنی سونے کی چڑیا ہندوستان کو اپنے پنجہ میں محفوظ رکھنے کے لئے جنوبی ایران پر قبضہ کر لینے کی فکر میں تھے۔ اور روس اپنی حکومت کی توسیع کے لئے شمالی علاقہ کے خواہاں تھے۔

ایک عرصہ تک تو روس اور برطانیہ آپس میں لڑتے رہے۔ مگر ۱۹۰۷ء میں باہمی سمجھوتہ کر کے ایک نے اپنی ریشہ دوانیاں شمالی اور دوسرے نے جنوبی ایران تک محدود کر دیں۔

اس عرصہ میں ایران کی اندرونی حالت بالکل چوپٹ تھی۔ شاہ نصیر الدین کے استبدادی دور کے بعد شاہ مظفر الدین کے مختصر سے عہد حکومت میں عوام کو ۱۹۰۶ء میں ایک قانون کی رو سے حکومت میں نمائندگی اور تحریر و تقریر کی آزادی مل گئی تھی۔ مگر ان کے بعد محمد علی نے روس کے اثر میں آ کر اصلاحات ختم کر دیئے اور مطلق العنانی کا راج ہو گیا۔ آخر عوام نے بغاوت کر کے محمد علی کو تخت سے اتار دیا اور ان کے گیارہ سالہ لڑکے احمد شاہ کو بادشاہ بنا دیا۔ اس اثنا میں روس اور برطانیہ کی ریشہ دوانیاں برابر جاری رہیں۔ اور جب ۱۹۱۴ء میں لڑائی چھڑ گئی تو ان دونوں نے ایران کی غیر جانبداری کے باوجود اپنی فوجوں کو ایران میں پہنچا دیا۔ لڑائی کے دوران میں روس کے انقلاب نے روس کو ایران سے ہٹا دیا۔ نئی سوویٹ حکومت نے ہر قسم کے سامراجی منصوبوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اور اب برطانیہ میدان میں اکیلا رہ گیا تھا۔ ۱۹۱۹ء میں برطانوی کارندوں نے ایران کے ساتھ ایک معاہدہ کا مسودہ تیار کیا جس کی رو سے ایران دوسرا ہندوستان بن جاتا۔ وزارت نے اسے منظور بھی کر لیا مگر مجلس نے نہ صرف اسے رد کر دیا بلکہ وزارت کو بدل کر تمام انتظامات رضا خاں کے ہاتھوں سونپ دیئے۔ رضا خاں بعد کو رضا شاہ پہلوی کے لقب سے سریر آرائے تخت ہو گئے۔ عوام میں وہ بے حد مقبول ہیں۔ اور ملکی اصلاحات میں وہ مصطفیٰ کمال کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ بیرونی سیاست میں ان کی پالیسی صلح جویانہ ہے۔ انہوں نے روس، برطانیہ اور جرمنی کسی سے بگاڑ نہیں کیا۔

ایران میں باہر کی طاقتوں کی دلچسپی کی سب سے بڑی وجہ اس کے پٹرول کے چشمے ہیں۔ جن میں ہر سال ایک کروڑ دس لاکھ ٹن پٹرول پیدا ہوتا ہے۔ اس کی جغرافیائی جائے وقوع بھی بہت اہم ہے۔ خاص کر ہندوستان پر برطانوی حکومت کی حفاظت کے لئے۔ ابھی اگست کے ختم پر برطانیہ اور روس نے ایک ساتھ ایران پر جو حملہ کیا ہے اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ایران کو جرمن اثرات سے پاک کر کے اور پوری طرح اپنے اثر اور نگرانی بلکہ ماتحتی میں لیکر اس طرف سے روس کو امدادی سامان بھیجا جائے۔ اور یہ کام شروع بھی ہو گیا ہے۔

اندرونی اصلاحات کا کام جس تیزی سے رضا شاہ نے کیا وہ بھی کافی اہم ہے لیکن مالی ابتری کی وجہ سے ایران میں کوئی خاص صنعتی ترقی نہیں ہوئی۔ پھر بھی اس نے پٹرول کی قیمت اور اس کی برآمد میں خاصا اضافہ کر لیا۔

موجودہ روسی و برطانوی قبضہ اس کے لئے پریشان کن ضرور ہے لیکن دو دو ایسی متضاد قوموں نے اس کی حفاظت کا اہتمام کیا ہے کہ جنگ کے بعد اس کے آزاد ہونے میں زیادہ شک نہیں ہے۔ کیونکہ جنگ کے بعد ڈیموکریسی اور اشتراکیت یکجا نہ رہ سکیں گی۔

مسلمانان ہندوستان نے اپنی قدیم دلچسپی کی وجہ سے ایران کی موجودہ صورت کو بڑی پریشانی سے دیکھا۔ اور اس کے لئے کچھ جلسے بھی ہوئے لیکن حکومت برطانیہ کے وعدوں کے پیش نظر یہ تشویش دور ہو گئی۔ خصوصاً شیعہ حضرات کہ ان کا رشتہ ایران سے بہت قریب ہے وہ بالکل مطمئن ہیں۔ کیونکہ ان کو ابتدا میں بھی کوئی پریشانی نہ تھی۔ اور انہوں نے سرے سے کوئی اظہار تشویش کیا ہی نہیں تھا۔

عورت کو حمل سے بچاؤ

بار بار بچہ کی پیدائش سے عورت کی تندرستی تباہ ہوجاتی ہے۔ بیس برس کی لڑکی چالیس برس کی عورت معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور بعض وقت زیادہ بچے پیدا ہونے سے عورت کی زندگی کو بھی خطرہ ہوجاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں عورت کو چاہیئے کہ کچھ عرصہ کے لئے اولاد کا پیدا کرنا بند کردے اس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک شیشی دوا "روہیل" منگا کر اپنے پاس رکھ لے اور "خاص وقت" سے پہلے ایک خوراک اس دوا کی کھا لیا کرے۔ حمل نہ ٹھہر سکے گا۔ چنانچہ جبتک عورت ..... پہلے یہ دوا کھا لیا کریگی حمل سے بچی رہیگی۔ اور جب اس دوا کو ترک کردیگی حمل کا ٹھہر جانا ممکن ہے۔ اس دوا سے عورت کی تندرستی پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کے لئے بہترین دوا ہے۔ اور بالکل بے ضرر۔ ایک شیشی "روہیل" کی قیمت چار روپے آٹھ آنے ہے محصول ڈاک گیارہ آنے لگتا ہے۔

پتہ۔ لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴۷ دہلی

عورت کی ظاہری جوانی

اگر کوئی جوان عورت اپنے بچوں کو مسلسل دودھ پلانے یا کسی بے احتیاطی کے سبب اپنے سینہ کے ابھار کو کھو بیٹھی ہو اور پستان نرم ہو کر نیچے کو ڈھلک گئے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت جوانی میں ہی اپنی خوبصورتی کھو بیٹھی۔ ایسی عورت کو چاہیئے کہ اپنے سینہ کی خوبصورتی اور ابھار کو دوا "بریسٹین" کے ذریعہ پھر ٹھیک کرلے۔ دوا "بریسٹین" نے ہزاروں عورتوں کو دوبارہ جوان کردیا ہے۔ اور ان کے سینہ میں پھر وہی سابقہ ابھار اور گولائی پیدا ہوگئی ہے اس دوا سے نیچے کو گرے ہوئے ثمر شباب دوبارہ سخت اور گول ہوجاتے ہیں۔ لگانے کی دوا ہے۔ اگر کوئی گود کا بچہ دودھ پیتا ہے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ ایک شیشی "بریسٹین" کی قیمت چار روپے پندرہ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴۷ دہلی

کو خط لکھکر بذریعہ وی پی پارسل منگائی جاسکتی ہے محصول پارسل پر سات آنے لگتا ہے۔

عورت کو ہر مہینہ ماہواری کا درد

چودہ سال کی نوجوان لڑکی سے لیکر چالیس سال عمر تک کی عورت کیلئے ہر مہینہ ماہواری ایام کا بغیر کسی درد اور تکلیف کے باقاعدہ آنا بہت ضروری ہے لیکن اگر کسی عورت کو ماہواری آنے میں تکلیف اور درد ہوتا ہے۔ یا ماہواری خون باقاعدہ نہیں آتا۔ یا مہینہ میں دو بار یا دو تین مہینے میں ایک بار آتا ہے یا زیادہ دن تک آتا رہتا ہے۔ یا ماہواری کے دنوں میں اسکی کمر اور ناف تلوں میں یا بدن میں سخت درد ہوجاتا ہے یا کسی عورت کو ماہواری رک رک کر آتی ہے۔ یا عرصہ سے بند ہے یا ماہواری کی اور کوئی خرابی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی عورت بہت جلد کسی خطرناک مرض کا شکار ہوجائیگی اور پھر اس کا علاج بیحد دشوار ہوجائیگا۔ لہذا ماہواری کی خرابی اور اس زمانہ کے درد وغیرہ کو ہرگز معمولی بات نہ سمجھیے بلکہ جلد جلد ماہواری کی ان خرابیوں کا علاج کرلینا چاہیئے۔

ماہواری کو باقاعدہ کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت جو مندرجہ بالا خرابیوں میں یا ماہواری کی کسی تکلیف میں مبتلا ہو اس کو ایک شیشی دوا "کورس" استعمال کرا دیجئے۔ اس دوا کی صرف ایک شیشی استعمال کرنیکے بعد عورت کو ہر مہینہ بغیر درد اور بغیر کسی تکلیف کے ماہواری باقاعدہ ٹھیک وقت پر اور صحیح مقدار میں آنے لگتی ہے۔ اور اس سے ہر قسم کی ماہواری کی خرابی اور بے قاعدگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ نہایت کارگر دوا ہے اور تقریباً بارہ تیرہ سال سے ہندوستانی عورتوں میں مشہور ہے اور ایک شیشی دوا "کورس" کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔بی ۳۴۷ دہلی کے پتہ پر خط لکھکر بذریعہ وی۔پی پارسل منگالیں۔ پارسل پر سات آنے محصول خرچ ہوگا۔

مرد کی کمزوری کا خاص علاج

مکہ کے اندر گھاٹی میں محصور ہوتے۔ تین سال ترک موالات کی تکلیف اُٹھائی قوم نے حقہ پانی کلام سلام بند کردیا مگر ان کی ہمتیں کمزور نہ پڑیں۔ غار ثور میں ساتھ رہے۔ جس مکان سے حضور نے ہجرت کی اُس مکان کے اندر حضور کی بجائے خود اپنی جان کو کافروں کے نرغہ میں پھنسایا۔ بدر، احد احزاب وغیرہ میں ساتھ رہے۔ مالی قربانیاں اس حد تک کیں کہ متعدد مرتبہ گھر میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ ہر چیز حضور کے قدموں میں لاکر ڈالدی۔ غرض تن من دھن کسی سے کبھی دریغ نہ کیا۔

(۲) وہ لوگ جنھوں نے مہاجرین اولین کو اپنے مکانوں میں جگہ دی باوجودیکہ خود تنگ حال تھے مگر اپنے معزز مہمانوں کی ہر طرح خاطر تواضع کی خود بھوکے مرے اہل وعیال کو بھوکا رکھا مگر مہمانوں کو تکلیف نہ ہونے دی۔ تمام دنیائے کفر کے خلاف مہاجرین کی مدد کی۔ دنیا اُن کے گھروں پر چڑھ کر گئی مگر انھوں نے کسی کی پرواہ نہ کی۔ اپنے اہل وعیال کی طرح مہاجرین کی حفاظت کی گویا انھوں نے بھی راہِ خدا میں جانیں لڑادیں اور اسلام کی اعانت میں مالی قربانیاں کامل طور پر کیں۔

(۳) وہ گروہ جو فتح مکہ سے قبل مسلمان تو ہوگیا اللہ اور اُس کے رسول کی تصدیق تو کی، احکام شریعت کی تعمیل بھی کی مگر خاص وجوہ کے تحت ترک وطن نہ کرسکے۔ کچھ کافروں کے پنجہ میں گرفتار ہونے کے باعث مجبور رہے کوئی بیماری کے سبب حرکت نہ کرسکا۔ کسی کو اور قسم کے موانع روکے رہے۔

(۴) وہ مسلمان ہیں جو بعد میں مسلمان ہوئے اپنا وطن چھوڑ کر حضورؐ کی رفاقت اختیار کی۔ آخری جہادوں میں بھی شریک ہوئے۔

یہ چار قسم کے مسلمان ہوئے۔ ہر گروہ کے جدا جدا احکام بیان فرمائے اوّل الذکر دونوں قسموں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق دوست جان و مال بلکہ دین و ایمان کے ساتھی ہیں ان کے اندر اتحاد، تعاون، تناصر، اور ولایت ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک ولایت سے مراد تعاون و توارث ہے یعنی انصار و مہاجرین ایک دوسرے کے رفیق جان و مال اور دینی بھائی ہیں اور میراث میں ایک دوسرے کے حقدار ہیں۔ اس آیت کی بناء پر حضور اقدسؐ نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخاۃ و برادری کرادی تھی۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری کو بھائی بھائی بنادیا تھا اور سلسلۂ توارث مہاجر و انصاری میں جاری کردیا تھا بلکہ قریبی وارثوں سے بھی ان دینی بھائیوں کو میراث کا زیادہ مستحق قرار دیا تھا۔ جن انصاری کی مواخاۃ کسی مہاجر سے ہوگئی تو اُس نے اپنا نصف مال نصف جائداد دیدی یہانتک کہ اگر دو بیویاں تھیں تو ایک بیوی کو طلاق دیکر اُس کا نکاح مہاجر سے کردیا لیکن آیت میراث کے نازل ہونے کے بعد انصار و مہاجرین کے توارث کا حکم منسوخ ہوگیا۔

تیسرے گروہ کا حکم بیان فرمایا کہ ان لوگوں کو حق موالات حاصل نہیں۔ دین میں اشتراک ضرور ہے۔ مذہبی تعاون بھی لازم ہے مگر مواخاۃ و موالات کا درجہ ان کو حاصل نہیں سلسلۂ توارث اُن سے جاری نہیں تا وقتیکہ وطن کو چھوڑ کر مہاجرین اولین کو ایمان اور ہجرت دو فضیلتیں حاصل تھیں اور ان کو صرف فضیلت ایمان حاصل ہے۔ ہجرت سے محروم ہیں لہذا دونوں گروہ مساوی مرتبہ کے نہیں ہوسکتے۔ ہاں انکی دینی اعانت ضرور ہے اگر وہ کفار کے مقابلہ میں مہاجرین و انصار سے مدد کے خواستگار ہوں تو اُن کی مدد کرنی لازم ہے بشرطیکہ اُن کی چڑھائی ایسے کافروں پر نہ ہو جن سے مہاجرین و انصار کا معاہدہ ہے کیونکہ اس صورت میں اگر اُن کی امداد کی جائے گی تو نقض عہد اور معاہدہ کی خلاف ورزی لازم آئیگی۔ چوتھی قسم کے مسلمانوں کا حکم آئندہ آیات میں آتا ہے۔ اب رہ گئے کفار تو ان کے متعلق فرمایا کہ ان میں باہم تعاون ہے یعنی اگرچہ یہ مختلف مذاہب کے پیرو ہیں اور مختلف عقائد رکھتے ہیں مگر مخالفت اسلام میں سب ایک دوسرے کے حلیف اور معاون ہیں۔ اسلام کے مقابلہ میں سب متحد ہیں۔ چنانچہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف مشرکوں سے اتحاد کرلیا اور اُن کی مدد کی باوجودیکہ یہودیت اور بت پرستی میں عقائد کے اعتبار سے اتنی ہی دوری تھی جتنی اسلام اور شرک میں لہذا مسلمانوں کو بھی باہم اتحاد تعاون اور تناصر کرنا چاہئے تاکہ مجموعی طاقت اور یگانگت سے کفر کا مقابلہ ہوسکے۔ ورنہ زمین فتنہ فساد بپا ہوجائے گا جس سے اسلام کو ضعف اور کفر کو قوت حاصل ہوگی۔

مقصود بیان:۔ مہاجرین سابقین اور انصار کے اوصاف کا خصوصی بیان اور اس بات کی صراحت کہ یہ لوگ قطعی مومن ہیں ان کے ایمان میں کوئی شک نہیں۔ اس سے شیعہ اور خارجیوں کے عقیدہ کی تردید ہوتی ہے جنہوں نے خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام کو خارج از ایمان قرار دے رکھا ہے اور برائے نام لفظ مسلم کا اُن پر اطلاق کرتے ہیں۔ تمام کفار کو موقعہ پڑنے پر ایک دوسرے کا معاون قرار دیا گیا ہے اور واقعہ بھی یہی ہے اس زمانہ میں بھی تمام کفار خواہ یہودی ہوں یا عیسائی یا ہندو مسلمانوں کے مقابلہ میں یک زبان ہیں۔ آیت میں ضمنی ہدایت کی گئی ہے کہ جب دنیائے کفر و تمہارے مقابلہ کے لئے یکجہت ہے تو تم کو بھی آپس میں اتحاد و اتفاق رکھنا اور باہم تعاون کرنا لازم ہے ورنہ کفر کو غلبہ اور اسلام کو ضعف پیدا ہوجائے گا۔ اور پھر دنیا میں تباہی و بربادی پھیلے گی۔ اس سے مترشح ہوتا ہے

کہ اسلام پیام امن ہے اور کفر مرکز فساد اور محور ظلم۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا
اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ آئے اور اللہ کی

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا
راہ میں لڑے اور جنہوں نے اُن کو جگہ دی اور

نَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا
اُن کی مدد کی یہ سب سچے مسلمان ہیں

لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَ
انہی کے لیے بخشش گناہ اور عزت کی روزی ہے اور

الَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا
جو لوگ بعد کو ایمان لائے اور وطن چھوڑا

وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ
اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا وہ بھی تم ہی میں داخل ہیں

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ
اور اللہ کے حکم کے مطابق رشتہ دار

بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ
ایک دوسرے کے حق دار ہیں بلاشبہ اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ع ۶
سب کچھ جانتا ہے

تفسیر ان آیات میں خدا تعالیٰ مہاجرین و انصار کے واقعی اوصاف مدحیہ پیرایہ میں بیان فرماتا ہے کہ وہ مومن جنہوں نے ہجرت کی اور راہِ خدا میں جہاد کیا اور وہ مومن جنہوں نے مہاجرین کو رہنے کو جگہ دی اُن کی مہمانی کی اور ہر طرح سے اُن کی امداد کی یعنی مہاجرین سابقین اور انصار واقعی پختہ مومن ہیں اُن کے ایمان میں قطعاً شبہ نہیں ہے اللہ کی طرف سے اُن کے لئے دو انعام مقرر ہیں، اول تو یہ کہ اللہ نے اُن کے کل گناہ معاف فرما دیے۔ دوسرے یہ کہ اُن کے واسطے اجر جزیل

اور باعزت و باکرامت ثواب موجود ہے۔ رہے چوتھی قسم کے مسلمان یعنی وہ لوگ جو بعد کو ایمان لائے اور ہجرت کر کے مہاجرین و انصار کے ساتھ مل کر جہاد کیا اُن کا شمار بھی مہاجرین و انصار میں ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا باہم کوئی رشتہ نہیں کچھ ایسے ہیں جو باہم رشتہ دار ہیں تو جو لوگ باہم رشتہ دار ہیں وہ ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں۔

بعد کو ایمان لانے سے کیا مراد ہے اس کے متعلق علماء کے خیالات مختلف ہیں۔ مفسر جلال نے کہا مہاجرین سابقین کے بعد بعض نے کہا غزوہ بدر کے بعد بعض نے کہا اس آیت کے نزول کے بعد بعض نے کہا صلح حدیبیہ کے بعد۔ خازن میں ہے کہ اس سے دوسری ہجرت والے مراد ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی جیسے خالد بن ولید وغیرہ۔ بہرحال بعد سے کچھ بھی مراد لی جائے مگر فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی شرط ضرور لگانی پڑے گی کیونکہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا۔

ہجرت تین قسم کی ہوتی ہے۔ اول وہ ہجرت جو ابتدائے اسلام میں ہوئی جبکہ اسلام کی حالت کمزور تھی۔ دوسری وہ ہجرت جو صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے ہوئی۔ اول قسم کے مہاجرین مہاجرین سابقین کہلاتے ہیں۔ اور آیت وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الخ میں اسی ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ اسلام میں سب سے زیادہ اعزاز انہی کا ہے۔ دوسری ہجرت بھی ہجرت ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جو قیامت تک باقی ہے یعنی اپنے وطن کو جو کفرستان میں واقع ہو چھوڑ کر کسی اسلامی ملک کی طرف ہمیشہ کے لئے چلا جانا۔ اس ہجرت کے دو حکم ہیں واجب اور مستحب۔ جس ملک میں غلبۂ کفر کی وجہ سے اسلامی فرائض و واجبات ادا کرنے کی روک ٹوک ہو وہاں سے ہجرت واجب ہے اور جہاں حدود اسلامی جاری ہوں فرائض و واجبات ادا کرنے کی روک ٹوک نہ ہو وہاں سے ہجرت کر جانا مستحب ہے۔

وَأُولُو الْأَرْحَامِ الخ۔ اس آیت میں کتاب اللہ سے لوح محفوظ مراد ہے اور بقول ابن کثیر اولوا الارحام سے تمام قرابتدار خواہ وہ ذوی الفروض ہوں یا اصطلاحی ذوی الارحام۔ اس آیت سے میراث کا وہ سلسلہ منسوخ کر دیا گیا جو گذشتہ آیات میں موالاۃ و مواخات کی وجہ سے قائم کیا گیا تھا گویا یہ آیت میراث موالاۃ کی ناسخ ہے۔

مقصود بیان:۔ آیات میں عقد موالاۃ و مواخاۃ کا بھی حکم ہے اور اس کی بھی صراحت ہے کہ وہ آپس میں حقیقی قرابتداروں کی طرح ہیں، رہے دوسرے مسلمان وہ بھی اگرچہ دینی بھائی ہیں مگر اُن کا یہ رتبہ نہیں البتہ دینی معاملات میں اُن کی امداد کرنی واجب ہے بشرطیکہ ذمی

کفار پر چڑھائی نہ کریں۔ آیت سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ اہل اسلام کی امداد کے لئے بھی ذمی کفار سے عہد شکنی کرلی ناجائز ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں معاہدہ کی کتنی وقعت و اہمیت تھی۔ آیات کے اخیر میں قرابتداروں کا حق میراث مقدم رکھا گیا ہے اور میراث موالات کے حکم کو منسوخ کردیا ہے۔ شروع آیات سے لیکر آخر آیات تک پیام اتحاد۔ فرمان اتفاق اور ہدایت تعاون لفظ لفظ سے مترشح ہے کاش علماء اس پر غور کریں۔

سورۃ التوبۃ مدنیۃ وھی مائۃ وتسع عشرۃ آیۃ وست عشرۃ رکوعًا

سورۂ توبہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۲۹ آیتیں ہیں اور ۱۶ رکوع ہیں

سورۂ توبہ

قرطبی کا قول ہے کہ یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے چنانچہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ سورت فتح مکہ کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی۔ ابن زبیرؓ اور قتادہ سے بھی یونہی مروی ہے براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ سب سے آخر میں جو سورت نازل ہوئی وہ سورۂ برارت ہے (رواہ البخاری) لیکن ابن کثیر نے اس سورت کی آخری دو آیات کو مکی نہیں قرار دیا ہے۔

اس سورت میں ۱۳۰ یا ۱۲۹ آیات ہیں یعنی اور مفہوم کے اعتبار سے اس سورت کے مختلف نام ہیں۔ توبہ۔ برارت۔ فاضحہ۔ بحوث۔ مبعثرہ۔ مشیرہ۔ مشققشہ۔ مخزیہ۔ حافرہ۔ منکلہ۔ مدمدمہ۔ مشردہ منقرہ۔ چونکہ انفال کی آخری آیات میں معاہدین پر چڑھائی کرنے کی ممانعت تھی اور اس سورت میں تمام معاہدات کو ختم کردیا ہے اس لئے دونوں میں ایک حد تک مناسبت تھی لہذا لوح محفوظ میں دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ نہیں۔ جبرئیل بغیر بسم اللہ کے اس سورت کو لیکر نازل ہوئے (علامہ قشیری کا یہی قول ہے) اس کے علاوہ دونوں سورتوں کے مطالب میں بھی مناسبت تھی آیات باہم متشابہ تھیں اگرچہ ہر سورت بجائے خود مستقل تھی اور نزول میں بھی تاخر تقدم تھا ہجرت کے دوسرے سال انفال نازل ہوئی اور بقول ابن عباسؓ آٹھویں سال برارت اتری مگر چونکہ دونوں مفہوم کے لحاظ سے شدید الاتصال تھیں اس لئے لوح محفوظ میں ان دونوں کے درمیان بسم اللہ نہیں۔ قرآن پاک میں بھی اسکو بسم اللہ سے شروع نہ کرنے کی یہی وجہ ہے۔ اس کے علاوہ علماء وصحابہ نے ترک تسمیہ کے دیگر اسباب بھی بیان کئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپ کاتبوں سے اس کے موقع پر لکھوا دیتے تھے چونکہ ان دونوں کا مضمون یکساں تھا اس لئے ہم نے دونوں کو ایک سورت سمجھ لیا مگر حضورؐ نے فرمایا تھا کہ یہ دونوں ایک سورت نہیں ہیں (رواہ الترمذی)

(۲) صحابہ کا اختلاف تھا بعض صحابی ان دونوں کو ایک ہی سورت کہتے تھے بعض دو ہونے کے قائل تھے اس لئے بسم اللہ نہ لکھی گئی۔ مگر فصل کی علامت ظاہر کرنے کے لئے جگہ خالی چھوڑ دی گئی (ابن عباسؓ) لیکن ابوالسعود نے اس قول کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ ذکر تسمیہ اور ترک تسمیہ میں کسی کی رائے کو دخل نہیں یہ امر توقیفی ہے جہاں شارع نے ناقف کردیا وہاں ویسا ہی کیا جائے گا بلکہ ترک تسمیہ کی صحیح ترین وجہ یہ ہے

(۳) جو حضرت علیؓ نے فرمائی تھی کہ بسم اللہ امان ہے اور سورۂ برارت نازل ہوئی تلوار کے ساتھ یعنی سورۂ برارت تو کفار سے امن دور کرنے کے لئے نازل ہوئی اور بسم اللہ موجب امن ہے لہذا شروع میں ذکر تسمیہ کسی طرح مناسب نہ تھا۔ عرب کا بھی یہی دستور تھا کہ جب کسی عہد کو توڑنے کا خط لکھتے تو امان آمیز الفاظ سے شروع نہیں کرتے تھے۔ خفاجی نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے۔ سفیان بن عیینہ سے بھی یہی مروی ہے۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اُن مشرکوں کا قطع تعلق ہے

عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا

جن سے تم نے عہد کیا تھا بس (اے مشرکو)

فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا

ملک میں چار مہینے چل پھر لو اور جانے رہو

اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ

کہ تم خدا کو عاجز نہیں کرسکتے اور اللہ لامحالہ

مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ

کافروں کو رسوا کرنے والا ہے اللہ اور اس کے رسول کی

وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ

طرف سے حج اکبر کے دن کافروں کو اطلاع دی جاتی ہے

اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬

کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے

وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ

بیزار ہے پس اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور

اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ

اگر تم پھیرلو گے تو سمجھ رکھو کہ تم اللہ کو

مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

عاجز نہیں کر سکتے اور کافروں کو تکلیف دہ عذاب کی

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ

خوشخبری سنادو ہاں جن مشرکوں سے تم نے

مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ

معاہدہ کیا ہو پھر انہوں نے (تکمیل معاہدہ میں) کوئی

شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا

کمی نہ کی ہو اور تمہارے خلاف کسی کو مدد نہ دی ہو

فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ

تو تم بھی مدت مقررہ تک ان کے معاہدہ کو پورا کرو

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَاِذَا

اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے پھر جب

انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا

پناہ کے مہینے گذر جائیں تو مشرکوں کو

الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ

جہاں پاؤ قتل کردو

وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا

پکڑو گھیرو اور ہر گھات کی جگہ

لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا

میں ان کے لئے بیٹھو اس کے بعد اگر وہ توبہ کرلیں اور باقاعدہ

الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ

نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ اَحَدٌ

بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے اور اگر کوئی

مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ

مشرک تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دو

حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ

یہاں تک کہ وہ اللہ کے کلام کو سن لے اس کے بعد اسکو اسکی امن کی جگہ

مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ

تک پہنچادو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ

لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع

جانتے نہیں ہیں

تفسیر

پہلے ہم اجمال کے ساتھ تفسیری مطلب بیان کرتے ہیں پھر تحقیق اجزاء اور اختلافی مسائل کی تفصیل کرینگے لیکن سب سے اول مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سبب نزول بیان کردیا جائے۔ جب آٹھویں سال مکہ فتح ہوگیا اور اسلام کی شوکت نمایاں ہوگئی تو بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے اور بہت سی قوموں نے دب کر مسلمانوں سے صلح کرلی اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں نہ کرنے کا عہد و پیمان کرلیا اور اقرار کرلیا کہ ہم آپ سے اور آپ کے اُن حلیفوں سے جن سے آپ کا معاہدہ ہوچکا ہے جنگ نہ کرینگے اور ضرورت ہوئی تو مدد بھی کریں گے۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُن سے معاہدہ کرلیا تھا ۹ھ میں حضور اقدسؐ کو اطلاع ملی کہ شاہ غسان اپنی جرار فوج لے کر حدود شام سے آگے بڑھ کر سرزمین حجاز میں داخل ہونا چاہتا ہے اور کفار عرب کے بھڑکانے سے اُس نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کی ہے اس لئے حضور والاؐ نے مسلمانوں کی زبردست جمعیت جسکی تعداد تیس ہزار کہی جاتی ہے فراہم کی اور شام کی طرف مدافعت کے ارادہ سے تشریف لے گئے اور سرحد شام پر بمقام تبوک اقامت کی لیکن وہاں غسانی فوجیں نہ تھیں اس لئے چند روز کے قیام کے بعد وہاں سے واپس آگئے۔ ادھر منافقوں نے افواہیں اڑائیں

کہ اب مسلمان تباہ ہو جائینگے ملک غسان کی فوجوں کے مقابلہ میں ان کا ستیاناس ہو جائیگا۔ یہ افواہیں عرب میں چاروں طرف پھیل گئیں اور اُن کفار نے جن سے مسلمانوں کے معاہدے ہو گئے تھے بدعہدی کرنی شروع کردی۔ صرف بنو ضمرہ اور بنو کنانہ اپنے معاہدہ پر قائم رہے۔ یہ سورت نازل ہوئی جس میں معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والے کافروں اور منافقوں سے فسخ معاہدہ کا اعلان کیا ہے اور اُن چند مسلمانوں کو سرزنش کی گئی جو غزوہ تبوک میں حضورؐ کے ساتھ نہ جا سکے تھے۔

حاصل آیات یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں کو صاف جواب ہے کہ اب ہمارا تمہارا کوئی عہد باقی نہیں رہا صرف چار مہینے کی تم کو مہلت ہے۔ اس زمانہ میں جہاں چاہو چل پھر سکتے ہو۔ چار مہینے کے بعد کوئی عہد باقی نہ رہیگا۔ لہذا حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان عام کردیا جائے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہے اب کسی قسم کی اُن کی رعایت نہیں کی جائے گی حرمت جنگ کے یہ چار ماہ گذرنے کے بعد مسلمانوں پر لازم ہے کہ مشرکوں کو جہاں پائیں قتل کریں گرفتار کریں محاصرہ کریں اُن کی تاک گھات میں کمین گاہوں میں بیٹھیں لیکن اگر مشرکین اپنے عقائد وافعال سے توبہ کرلیں توحید و رسالت وغیرہ کا اقرار کرلیں نماز پڑھنے لگیں زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر اُن کو مارنے یا گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں اُن کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ ہاں اس فسخ معاہدہ سے وہ کفار مستثنیٰ ہیں جن سے مسلمانوں نے معاہدہ کیا تھا اور (مسلمانوں کی غیبت میں) اُنہوں نے کسی طرح کی عہد شکنی نہیں کی اور مقررہ معاہدہ کی تکمیل میں کسی قسم کی کمی بھی نہیں کی اُن کی مدت معاہدہ پوری کرنی لازم ہے اُن کے لئے چار ماہ کا نوٹس نہیں ہے۔ اس کے بعد شبہ ہوتا تھا کہ جب کفار پر ایسی ہی مار دھاڑ رہیگی تو پھر اُن کو تبلیغ اسلام کس طرح کیجائیگی پیام ہدایت کیونکر پہنچایا جائیگا نہ وہ یہاں آئینگے نہ مسلمان وہاں جائینگے اس لئے آخر میں فرمادیا کہ اگر کوئی حربی تم سے امن کا خواہاں ہو اور پیام ہدایت سننا چاہے تو اس کو اتنی مدت کے لئے امن دیدو کہ وہ آکر کلام الٰہی سن لے اور اس کے بعد اس کو اس کی امن گاہ تک پہنچا دو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناواقف اور بے وقوف لوگ ہیں۔ اتنی اُن میں سمجھ نہیں کہ غائبانہ اپنی جگہ پر بیٹھ کر سوچ کر حق و باطل میں امتیاز کر سکیں لہذا کلام الٰہی سننا اور رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر حقانیت اسلام کے دلائل و براہین کو جاننا ضروری ہے اور یہ بغیر وقتی امن ہی کے ناممکن ہے۔

تحلیل اجزاء اور تحقیق مباحث

اَلَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ میں کون سے معاہدین مراد ہیں اور کس کو صاف جواب دیا گیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ اہل معاہدہ تین طرح کے تھے۔ ایک تو وہ جن سے معاہدہ کیا گیا اور کسی مدت کی تعیین نہیں کی گئی۔ دوسرے وہ جن کے معاہدہ کی مدت چار ماہ سے کم تھی تیسرے وہ جن کے معاہدہ کی میعاد چار ماہ یا اس سے زائد تھی پھر ان ہر سہ اقسام میں کچھ وہ معاہد تھے جو اپنے معاہدہ پر قائم تھے اور کچھ وہ لوگ تھے جنہوں نے عہد شکنی کی تھی۔ ابن کثیر نے اختلافی اقوال نقل کرنے کے بعد کہا کہ حکم براءت اُن لوگوں سے ہوا جن کے معاہدہ کی کوئی مدت مقرر نہ تھی یا جن سے معاہدہ چار مہینے سے کم مدت کے لئے تھا۔ رہے وہ لوگ جن کی مدتِ معاہدہ چار ماہ سے زائد تھی اُن کے ساتھ معاہدہ اختتام مدت تک باقی رکھنے کا حکم ہوا فَاَتِمُّوْا سے اسی کا حکم دیا گیا حدیث میں بھی آیا ہے کہ من کان بینہ وبین رسول اللہ عھد فعھدہ الی مدتہ۔ یعنی جن لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ ہو گیا ہے اُن کے معاہدہ کی پابندی اختتام مدت تک کیجائیگی ابن جریر نے بھی اس قول کو پسند کیا ہے۔

اب چار ماہ سے کون سے چار ماہ مراد ہیں؟ تو اگرچہ علی بن ابی طلحہ اور ضحاک وغیرہ کی روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہی چار ماہ مراد ہیں جن میں اہل عرب قتال و جدال کو ہمیشہ سے حرام سمجھتے چلے آئے تھے یعنی رجب۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ اور محرم اور ابن جریر نے اسی کو پسند کیا ہے مگر بیضاوی نے اس کو خلاف اجماع اور غلط قرار دیا ہے۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ وہ چار ماہ مراد ہیں جن میں کفار کو چلنے پھرنے کی آزادی دی گئی تھی اور کسی قسم کا تعرض نہ کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا سیاق آیات اور نظم قرآنی کے یہی مناسب ہے۔ ابن عباس مجاہد، عمرو بن شعیب، ابن اسحاق، قتادہ، سدی اور ابن زید وغیرہ سے یہی مروی ہے۔ ائمۂ اہل علم نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔

اِن چار ماہ کی ابتداء حج اکبر کے دن سے ہوئی اور اختتام دس ربیع الثانی پر ہوا۔

یوم حج اکبر سے کونسا دن مراد ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ یوم النحر ہے۔ بخاری نے ابوہریرہؓ کا قول بھی یونہی روایت کیا ہے۔ ابن جریر نے خطبۂ حجۃ الوداع کو روایت کرتے وقت باسناد صحیح مرفوعاً اسی کو روایت کیا ہے۔ ابن مسعود، ابن ابی اوفیٰ، مغیرہ بن شعبہ اور مجاہد و جماعت تابعین کا بھی یہی قول ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور طاؤس وغیرہ نے کہا کہ یوم عرفہ مراد ہے۔ حسن بصری اور ابن سیرین کا قول ہے کہ حج اکبر کا دن فقط حج ابوبکرؓ و حج رسول اللہؐ کا دن تھا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ الخ بعض اہل تحقیق کہتے ہیں کہ سورۂ براءت کی بعض آیات فتح سے پہلے نازل ہوئیں اور بعض آیات بعد کو۔ یہ آیت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ اس قول

پھر ان معاہدین سے مراد قریش ہونگے جنہوں نے بمقام حدیبیہ دس سال کے لئے رسول پاکؐ سے معاہدہ کیا تھا کہ ہم اس مدت میں با امن رہینگے مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد نہ کرینگے۔ لہذا خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ اپنے معاہدہ پر قائم رہیں کسی کی خلاف ورزی نہ کریں اور تمہارے خلاف کسی کی مدد بھی نہ کریں تو تم بھی معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کرو مدتِ مقررہ امن کے سارے پوری کر دو۔ لیکن اکثر محققین کا قول ہے کہ سورۂ براءت پوری فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی لہذا اس سے مراد قبائل بنو ضمرہ و بنو کنانہ ہونگے جو مسلمانوں کے تبوک کو جانے کے بعد بھی اپنے معاہدہ کے پابند رہے۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ میں مشرکین کا لفظ اگرچہ عام ہے لیکن مخصوص بسنت ہے۔ مختلف صحیح احادیث میں حربی کافروں کی عورتوں بچوں اور اُن ضعیف بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے جو لڑائی کے کام کے نہوں اسی طرح تارک الدنیا فقیر اور راہب بھی مستثنیٰ ہیں۔ ابن کثیر نے حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول پاکؐ چار تلواریں لیکر مبعوث ہوئے ایک تلوار تو مشرکین عرب کے لئے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرما دیا فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ الآیۃ اور غالباً دوسری تلوار اہل کتاب کے لئے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ تیسری تلوار منافقوں کے لئے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ الآیۃ۔ چوتھی تلوار باغیوں کے لئے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ الآیۃ

وَاحْصُرُوْهُمْ کے معنی بعض لوگوں نے یہ بیان کئے ہیں کہ اُن کو حرم میں داخل ہونے سے روکو مگر صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اُن کا محاصرہ کرو اُن کو محبوس کر دو اُن کے قلعوں اور امن گاہوں کو گھیر لو۔

فَاِنْ تَابُوْا الخ۔ اس میں تنبیہ ہے کہ جو شخص نماز کو چھوڑتا ہے یا زکوٰۃ نہیں دیتا اُس کی راہ نہیں چھوڑی جائے گی۔ (بیضاوی)

ابن کثیر نے کہا ابن عمرؓ کی مرفوع روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہانتک کہ وہ اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں (صحیحین) انس کی روایت اسی مفہوم کی ہے مگر اس سے بہت طویل ہے (بخاری) ابن مسعود کہتے ہیں کہ تم مامور ہو کہ نماز ٹھیک پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو پس جس نے زکوٰۃ نہ دی اُس نے نماز بھی نہیں پڑھی۔ صدیق اکبرؓ نے اس آیت پر اعتماد کرتے ہوئے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کیا تھا اور حضرت عمرؓ کے مشورہ کو بھی قبول کیا تھا۔

آیات کے نزول کے بعد رسول اللہؐ کا امتثالِ حکم

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو اقامتِ حج اور اعلانِ براءت کے لئے امیر الحاج بنا کر مکہ کو روانہ کیا۔ لیکن صدیق اکبرؓ کی روانگی کے بعد فرمایا اس بات کو میرے یا میرے کسی اہل بیت کے سوا کوئی نہیں پہنچائیگا (رواہ الترمذی) یعنی کسی اور کا پہنچانا مناسب نہیں۔ بات یہ تھی کہ اہل عرب اس قسم کے معاہدہ کے انعقاد یا فسخ معاہدہ کے معاملات میں یا تو صاحبِ معاملہ کے قول کا اعتبار کرتے تھے یا اُس کے کسی گھر والے کا اور حضرت ابو بکر اہل بیت میں داخل نہ تھے اور کافروں کو اُن کی عظمت و عزت کا مخصوص اندازہ نہ تھا اسلئے حضورؐ نے مذکورۂ بالا قول فرمایا اور پیچھے سے حضرت علیؓ کو اعلانِ براءت کے لئے روانہ فرمایا راستہ میں حضرت علیؓ صدیق اکبرؓ سے جا ملے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا امیر ہو کر آئے یا مامور بنکر؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا مامور بنکر۔ غرض مکہ پہنچے۔ حضرت علیؓ نے بروز نحر منیٰ میں جمرۃ العقبہ کے پاس کھڑے ہو کر چار باتوں کا اعلان کر دیا جنت میں کوئی کافر نہیں جائیگا اس سال کے بعد خانۂ کعبہ میں کوئی مشرک نہ داخل ہو۔ کوئی شخص برہنہ طواف نہ کرے (جاہلیت میں برہنہ ہو کر طواف کرنے کا دستور تھا) جس کسی کا رسول اللہؐ سے معاہدہ تھا اُس کا معاہدہ تمام ہو گیا حضرت علیؓ نے اس اعلان سے قبل سورۂ براءت کی تیس یا چالیس اور بقول مجاہد تیرہ آیات پہلے تلاوت کی تھیں اور بعد کو بلند آواز سے پکار کر اعلان کیا تھا۔ بعض کافروں نے اس اعلان کا جواب دیا کہ اے علی اپنے بھائی سے کہدیجو کہ ہم نے خود معاہدہ کو پس پشت ڈالا اب تلوار ہے یا تیر۔

مقصود بیان:۔ کفار کی عہد شکنی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فسخ معاہدہ کرنے کے اعلان کا حکم اور اس بات کی صراحت کہ کفار کتنا بھی نقض معاہدہ کریں اور کتنی بھی مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کریں مگر خدا کے پنجہ سے چھوٹ نہیں سکتے۔ بالآخر مسلمان ان پر غالب آئینگے اور ان کو ذلیل و رسوا ہونا پڑے گا۔ اس امر کی طرف اشارہ کہ شرک ہی بڑا گناہ ہے۔ اللہ اور اُس کا رسول اہل شرک سے بیزار ہیں خواہ مشرک کوئی ہوں۔ آیات میں مشرکوں کو توبہ کی تلقین بھی کی گئی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ مسلمان ہو جانا تمہارے

حق میں بہتر ہے۔ اس بات کی بھی صراحت ہے کہ اللہ نے جو فسخ معاہدہ کا حکم دیا ہے وہ ظلم پر مبنی نہیں ہے نہ یہ شکست معاہدہ ہے نہ تمام مشرکوں سے کئے ہوئے معاہدات کو ٹھکرایا ہے نہ اسلام جنگجو مذہب ہے بلکہ فسخ معاہدہ کا حکم صرف اُن لوگوں سے ہے جنہوں نے خود عہد شکنی کی معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف دوسری قوموں کو مدد دی اور خود تکمیل وعدہ میں قصور کیا۔ اس سے ضمنی طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ مشرکوں نے تو بغیر اعلان فسخ کے معاہدہ کی شکست کی مگر اسلام اتنا تنگ نظرت اور پست حوصلہ مذہب نہیں کہ اعلان فسخ سے اندیشہ کرے اور چپکے چپکے بغیر اعلان کے معاہدہ کی خلاف ورزی شروع کر دے۔ آیات کی صراحت سے نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے اور بطریق مفہوم مخالف یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو لوگ نماز نہ پڑھیں یا زکوۃ نہ دیں اُن سے لڑنا اور جہاد کرنا لازم ہے خواہ وہ فرضیت سے انکار کریں یا نہ کریں۔ سہولت تبلیغ احکام کے لئے اللہ نے مشرکوں کو قرآن سننے اور ہدایت یاب ہونے کے لئے مسلمانوں سے ملنے کی اجازت دیدی ہے اور مسلمانوں کو حکم دیدیا ہے کہ ان کو پناہ دو اور قرآن سناؤ جب وہ کلام اللہ سن چکیں تو اُن کو اپنے ٹھکانے پہنچادو وغیرہ

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ

اللہ اور اُس کے رسول کے نزدیک مشرکوں کا عہد

عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُولِهٖٓ اِلَّا الَّذِينَ

کس طرح رہ سکتا ہے مگر ہاں جن سے

عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا ہے

فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا

تو جب تک وہ تم سے سیدھے رہیں تم بھی اُن سے سیدھے

لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝

رہو بلاشبہ اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا

صلح کیونکر رہ سکتی ہے حالانکہ اُن کا یہ حال ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پاجائیں تو نہ کسی

فِيكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُونَكُمْ

قرابت کا خیال رکھیں گے نہ کسی عہد کا وہ اپنی

بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ

زبانی گفتگو سے تم کو راضی کر رہے ہیں مگر اُن کے دل نہیں مانتے اُن میں سے اکثر

فٰسِقُونَ ۝ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

بدکار ہیں انہوں نے آیات خدا کے عوض

ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهٖ ۭ

تھوڑے سے دام لے لئے اور راہ خدا سے لوگوں کو روکا

اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ لَا يَرْقُبُونَ

بلاشبہ بری حرکتیں ہیں جو وہ کر رہے ہیں کسی مسلمان

فِي مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ

کے بارہ میں وہ نہ قرابت کا لحاظ کرتے ہیں نہ عہد کا یہی

هُمُ الْمُعْتَدُونَ ۝ فَاِنْ تَابُوا وَاَقَامُوا

زیادتی کرنے والے ہیں پس اگر وہ توبہ کرلیں اور باقاعدہ

الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ

نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں تو تمہارے

فِي الدِّينِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

دینی بھائی ہیں اور ہم ناواقف لوگوں کے لئے احکام کھول کر

يَّعْلَمُونَ ۝ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ

بیان کرتے ہیں اور اگر عہد کے بعد وہ اپنی قسمیں

بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ

توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں

فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ

تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو بلاشبہ ان کی قسمیں کچھ بھی قابل اعتبار

لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ○

نہیں ہیں شاید وہ باز آجائیں

تفسیر گذشتہ آیات میں مشرکوں کے معاہدہ کو فسخ کر دینے کا حکم تھا مگر وجہ فسخ کوئی نہیں بتائی گئی۔ ان آیات میں وجوہ فسخ بیان فرماتا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے قریب معاہدہ کیا تھا (یعنی قریش یا بنی کنانہ اور بنو ضمرہ) اُن کو چھوڑ کر دیگر مشرکوں سے جو معاہدہ کیا گیا تھا وہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے نزدیک کیونکر باقی رہ سکتا ہے کیونکہ رسول اللہؐ اُسکو باقی نہیں چھوڑ سکتے کیونکہ اُن میں بدترین صفات قبیحہ اور عہد شکن عادات ہیں (۱) اُن کی یہ حالت ہے کہ اگر اُن کا دست رس ہوا اور تم پر قابو چل جائے تو پھر نہ کسی رشتہ داری کا لحاظ کرینگے نہ عہد و میثاق کا۔ (۲) وہ تم کو خوش کرنے کے لئے زبانی چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں مگر اُن کے دل پھرے ہوئے ہیں اور اُن کے ارادوں میں کھوٹ ہے۔ (۳) اگرچہ کافر سب ہیں کہ اُن میں سے اکثر حالت کفر میں بھی اچھے عادات اور عمدہ اطوار نہیں رکھتے بلکہ بیشتر حصہ فاسق ہے (۴) انہوں نے دنیا کے حقیر فوائد کے عوض احکام الٰہی کو فروخت کر دیا یعنی اپنی ریاست و سرداری قائم رکھنے کے لئے احکام الٰہی کو نہ مانا اور دوسروں کو بھی راہ حق سے روکا۔ ممکن ہے اس سے یہودیوں کی طرف اشارہ ہو جنہوں نے رشوتیں لیکر تحریف کر دی تھی۔ (۵) نہ فقط تم سے ان کو بیر ہے بلکہ ہر مؤمن سے ان کو دشمنی ہے کسی ایماندار کے حق میں ان کو قرابت اور عہد و پیمان کا کوئی لحاظ نہیں رہتا (۶) زیادتی انہی کی طرف سے ہوئی ہے حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ لہذا اللہ اور اللہ کا رسول بھی ان کے معاہدہ کو برقرار نہیں رکھتا اور فسخ معاہدہ کرتا ہے۔ لیکن یہ عہد شکن لوگ اگر مسلمان ہو جائیں اور مسلمانوں کی طرح اسلام کے فرائض ادا کرنے لگیں تو وہ دینی بھائی ہو گئے۔ اُن کے احکام مسلمانوں کی طرح ہیں۔ اب رہے وہ لوگ جن سے کعبہ کے قریب یعنی بمقام حدیبیہ تم نے صلح کی تھی اور دس سال کیلئے معاہدہ کیا تھا تو ان کا معاہدہ بدستور باقی ہے بشرطیکہ وہ اپنے عہد پر قائم رہیں جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو اور اگر وہ شکست معاہدہ کریں اور دین اسلام پر طعنہ زنی کریں تو لیس تلوار پکڑو۔ یہ سب کفر کے سرغنہ ہیں ان کو مارو۔ آئندہ کیسا ہی قول قسم کے ساتھ عہد کریں ایک نہ سنو۔ ان کے عہد و میثاق کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ سزا اُن کو صرف اس لئے دو کہ دوسرے لوگ اس سے عبرت پکڑیں اور معاہدہ کی خلاف ورزی سے باز آجائیں۔

ابن کثیر نے اسی جگہ سے استنباط کیا ہے کہ جو شخص حضور اقدسؐ کی شان میں بدگوئی کرے یا کوئی عیب لگائے یا حضور کی کسی حالت پر طعنہ زنی کرے وہ واجب القتل ہے

أَئِمَّةَ الْكُفْرِ سے کون لوگ مراد ہیں؟ قتادہ نے ائمۃ الکفر کی مثال میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف وغیرہ مشرکین کے اسماء بیان کئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ائمہ کفر تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ایک خارجی کی طرف سے گذرے اُس نے بطور طعن کے کہا یہ شخص بھی ائمہ کفر میں سے ہے۔ سعد نے فرمایا بدبخت جھوٹے ہیں ایسا نہیں ہوں بلکہ میں نے تو ائمہ کفر سے قتال کیا ہے (رواہ ابن مردویہ) حذیفہؓ سے مروی ہے کہ جو لوگ اس آیت سے مراد ہیں ابھی تک اُن سے قتال نہیں ہوا۔ حضرت علیؓ سے ایسا ہی مروی ہے۔ یعنی آیندہ آنے والے ہیں۔ مجاہد کی روایت ہے کہ ائمہ کفر اہل فارس و روم تھے۔ حسن بصری نے اہل دیلم کو مراد لیا ہے۔ صدیق اکبرؓ نے جب مسلمانوں کا لشکر ملک شام کی طرف بھیجا تو فرمایا عنقریب تم کو ایسے کافر لوگ ملینگے جن کے سروں کی چندیا منڈی ہوئی ہوگی اور اس پاس بال ہونگے پس شیطان کے قدمچہ پر تلواریں مارنا۔ قسم ہے اللہ کی اگر میں اُن میں سے ایک کو قتل کر ڈالوں تو دوسرے ستر کافروں کو قتل کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ الآیہ (رواہ ابن ابی حاتم) یعنی وہ کفار جن کی صدیق اکبرؓ نے شناخت بتادی تھی بڑے مفسد تھے۔ اللہ اور اُس کے رسول کی شان میں گستاخ باتیں کہتے اور بہتان تراشیاں کیا کرتے تھے اور چونکہ وہ دولتمند تھے اس لئے کفر کو اُن سے بہت ترقی ہوتی تھی اور عام فساد پھیلتا تھا لیکن محققین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ائمہ کفر سے خاص افراد مراد نہیں ہیں۔ قریش کے سرداران ہوں یا دیگر قبائل عرب کے یا اسرائیلیوں کے پیشوا یا بعد کو آنے والے سرداران کفر یہاں تک کہ اس زمانہ میں جو لوگ کفر کے سرغنہ مسلمانوں کے قطعی دشمن اسلام اور رسول اسلام پر طعن کرنے والے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی ہر وقت کوشش کرنے والے ہیں وہ سب ائمہ کفر ہیں وہ سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مقصود بیان:- اس بات کی صراحت کہ فسخ معاہدہ میں مسلمانوں کا کوئی قصور نہیں بلکہ کفار نے نقض عہد میں پیشدستی کی مگر مجبور تھے بس نہ چل سکا ورنہ ان کو عہد پیمان یا دوستی و قرابت کا لحاظ پاس نہ تھا اُن کو ہر مؤمن سے دشمنی ہے لہذا ایسی عہد شکن غدار قوم سے کسی طرح کا معاہدہ قائم رکھنا خلاف مصلحت اور پست حوصلگی ہے۔ آیات سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام عدل و مساوات

نماز کی بڑی کتاب

یعنی نماز حنفی مکمل ومفصل از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب مصنف کتاب الاسلام یہ ادارہ مولوی کی ایسی تالیف ہے جو کہ اپنے باعث فخر و مباہات ہے نماز کے متعلق ابتک ایسی مدلل اور ایسی مکمل کتاب کسی زبان حتی کہ عربی میں بھی نہیں اس کتاب کے پڑھنے کے بعد نماز کے جزوی سے جزوی مسائل سے آپ واقف ہو جائیں گے اس کا انداز بھی کتاب الاسلام جیسا ہے پہلے تو عقلی طور پر نماز کی ضرورت کو ثابت کیا ہے، پھر کل مسائل ضخامت ۵۶۰ صفحات قیمت ۱۲/

خطبات حیات

حالات حاضرہ کے مطابق ادارہ مولوی نے تیار کرکے خطبات تیار کئے ہیں اور علمائے کرام آپس متفق ہیں کہ خطبات اب اردو زبان میں ہی ہونے چاہئیں ابتدا میں تحمید اور قرآن پاک کی چند آیات عربی میں کافی ہیں۔ اس لئے اس کے موافق تو یہ خطبات ہیں ہمراہ کے چار خطبے کے اوصاف کے لحاظ سے اور ایک خطبہ عام فرد کا پانچواں جمعہ کے لئے دو خطبات عیدین عربی و اردو کے بڑی مقبول کتاب ہے ۲ ہزار سے زیادہ مساجد میں اب تک رائج ہے

قیمت مجلد صرف ایک روپیہ محصول ۶/

نماز کی پانچ کتابیں

۱ نماز کی حقیقت، اس میں نماز کا عجیب و غریب فلسفہ بتایا گیا ہے ۲/

۲۔ ترغیب نماز اس میں نماز پڑھنے کا اجر اور نہ پڑھنے کی سزاوں کا ذکر ہے ۲/

۳ نمازوں کا بیان۔ اس میں نمازوں کے پڑھنے کی ترکیب اور اس کا پورا بیان ۳/

۴۔ نماز کے علمی فائدے اس میں نماز کے فوائد اور ان کے اثرات کا تذکرہ ہے ۶/

۵۔ آداب عبادت، اس میں نماز وضو طہارت غسل اور ہر عبادت کا آداب ۴/

سب ساتھ ایک روپیہ

تاریخ القرآن

مولوی سید نذیر الحق صاحب مولف کتاب الاسلام کی لکھی ہوئی معلومات قرآنی کی بہت بہتر کتاب جس میں نزول قرآن، ترتیب، تلاوت کے آداب، ترجمہ پڑھنے کا ثواب، تفاسیر کیوں لکھی گئیں۔ قرآن کے نزول کا مقصد کیا تھا۔ اور مسلمانوں نے قرآن سے کیا کام لیا۔ خواص القرآن۔ اعمال قرآنی بسلسلہ قادریہ سہروردیہ چشتیہ نقشبندیہ اس کے علاوہ قرآن پاک کے متعلق بہت سے بیانات ہیں۔

قیمت دس آنے محصول ۶/

تفسیر سبت سورہ

نماز میں جی نہیں لگتا۔ توجہ اور خشیت نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ نماز میں پڑھا جاتا ہے اسی فیصدی سمجھ کر نہیں پڑھا جاتا زیادہ سے زیادہ سورہ فاتحہ کے معنی سب کو معلوم ہوں لیکن جو صورتیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں ان کے ترجمہ اور تفسیر سے کون واقف ہے یہ کتاب ایسی ہی سورتوں کی تفسیر ہے جو عموماً نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں یعنی سورہ عم کی آخری بیس سورتوں کی تفسیر ہے اگر یہ کتاب بغور پڑھ کر یاد کر لی جائے تو نماز میں لطف دوبالا ہو جائے۔ قیمت چھ آنے

تفسیر سورہ اخلاص

از جناب مولوی احمد سعید صاحب یہ سورہ قل ہو اللہ کی تفسیر ہے اور اس کے خواص و اعمال لیکن انداز واعظانہ ہے گویا یہ ایک وعظ کی کتاب ہے اس میں دلنشین انداز میں تفسیر کو بیان کیا ہے جو بہت دلچسپ ہے جا بجا اہل اللہ کی حکایات ہیں جن سے پڑھنے میں کیف پیدا ہو جاتا ہے، مولانا ممدوح کی تازہ تالیف ہے اور اس لحاظ سے بڑی کامیاب ہے کہ بغیر کتاب پورا کئے نہیں رہا جاتا۔ اس میں قل ہو اللہ کے اوراد و وظائف بھی ہیں جو بڑے مجرب ہیں۔ قیمت آٹھ آنے

تفسیر ام الکتاب

الحمد شریف کی تفسیر مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم اس سے شروع ہوتی ہے کوئی ایسا ہی بد نصیب مسلمان ہوگا جسے یہ سورۃ یاد نہ ہو لیکن آپ نے یہ سوچا کہ اس کتاب میں کیا کیا مضامین ہیں۔ اس میں الحمد شریف کے متعلق اس قدر بیانات ہیں کہ وہ پورے دو سو صفحات میں آئے ہیں۔ اولیاء اللہ کی وہ حکایتیں اور نکات لطیفہ ہیں کہ آپ وجد میں آجائیں گے حضرت مولانا احمد سعید کی لکھی ہوئی تفسیر عشاق کی آئینہ دار ہے اس میں صدہا اعمال بھی ہیں۔ مجلد قیمت بارہ آنے محصول ۶/

تفسیر آیۃ الکرسی

مولانا سید محمد ناصر کی لکھی ہوئی بڑی دلکش اور موثر کتاب ہے۔ آیۃ الکرسی ہی میں اسم اعظم ہے اور اسم اعظم کی وہ تاثیر ہے اس کا عامل اس کے ذریعہ سے پہاڑ سرکا سکتا ہے اور کاموں کا تو کچھ کہنا ہی نہیں الغرض یہ چند آیتوں کی سورت اپنے اندر بڑے بڑے اثرات رکھتی ہے۔ جو وہ جتنا ہی اس کو دیکھتے اور دل والے ہی اس کے کیف سے واقف ہیں۔ عام لوگ اس کے ورد و اعمال سے دامن مراد بھر لیتے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے محصول ۶/

قرآن وحدیث کی دعائیں

دعا کو حدیث شریف میں عبادت کا مغز بتایا گیا ہے یعنی عبادت کا مقصد دعا ہی ہے پھر جب دعا کرے، اور خدا کے حضور میں طلب کرنے کا طریقہ بھی نہ معلوم ہو تو عبادت کا لطف فوت ہو جاتا ہے دوسری بات الفاظ ہیں الفاظ کا اثر ہر شخص جانتا ہے اس کتاب میں قرآن پاک کی وہ سب دعائیں مترجم ہیں جو خدا نے انبیائے کرام اور مقبولان بارگاہ کو سکھائیں اور دعا کے مسنون طریقے بتائے گئے ہیں۔ جو انبیا اور اولیاء سے روایتاً چلے آتے ہیں

۱۲۰ صفحات قیمت صرف آٹھ آنے

نیا پارہ سورہ مجلد

سب سے سستا کہ حمیدیہ پریس نے چھاپا ہے اس میں ۲۱ سورتیں ہیں، سورہ یاسین، تحم، الواقعہ، الملک، مزمل، نوح، جن، کہف، اخلاص، فلق، ناس ہیں، سب مترجم ہیں اور مفسر بھی، پھر ہفت روزہ دعائیں فضل دعائیں اور مکمل گنج العرش اسمائے حسنیٰ، اسمائے رسول، درود تاج، نماز مع دعائے قنوت کے علاوہ تمام نفلی نمازیں اور ترکیبیں علاوہ ازیں تمام ضروریات کی اردو دعائیں بھی، تمام مجموعوں سے بڑا چھا ہے۔ مجلد قیمت چھ آنے

اوراد و وظائف

حضرت تاج العارفین مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے اوراد و وظائف کا گنجینہ ہے جو آپ نے پوری دنیا کے سفر میں واتفاق اسرار روحانی سے حاصل کئے، یہ سب سے خاص حمیدیہ پریس کو اس کتاب پر ناز ہے اس کے اوراد و وظائف سو فیصدی کامیاب ہیں چھ اڈیشن چھپ چکے ہیں۔ آپ کی ہر غرض اس کتاب سے پوری ہو سکتی ہے، جب ہر طرف سے مایوسی ہو جائے پھر اس کتاب کے اوراد و وظائف سے فائدہ اٹھائیے قیمت دس آنے محصول ۶/

تسخیر القلوب

جس طرح فطرت انسانی مسخر ہونے سے گریزاں ہے اسی طرح دوسرے کو قابو میں کرنے کی اسے بڑی آرزو ہے یہ کتاب اس خواہش کی تسکین کا ذریعہ ہے۔ یہ کتاب ہر دل کو قبضہ میں کر لیتی ہے اس کی دو ترکیبیں ہیں ایک تدبیر دوسری تقدیر۔ تدبیر کے تمام پہلو واضح طریقہ پر بیان ہوئے ہیں۔ اور تقدیر کو قبضہ میں کرنے کے لئے اعمال و اوراد ہیں۔ اب جس کو چاہیے مسخر کر لیجے پھر ایسی بہترین کتاب کو جو ساتویں بار چھپ چکی ہے اس میں سب کے عمل اور تعویذ لاجواب ہیں۔ قیمت ۱۲/

خواب نامہ صدیقی

نیند کے خوابوں کی تعبیر کیلئے یہ معلوم کرکے کہ آپ کس قدر مشوش رہتے ہیں جب آپ گرد و پیش کو صحیح تعبیر بتا نہیں سکتا اول تو اکثروں میں سے کوئی ایک آدھ ایسا کامل ہوگا جو صحیح تعبیر کر سکے یا خواب کے نتیجہ و ثمرات اثرات معلوم کر لیتا ہو تو خواب نامہ صدیقی کو ساتھ رکھئے جو عجیب و غریب اور فن تعبیر خواب میں نایاب ہے اس میں خوابوں کی تفصیل قابل اور ناقابل تعبیر خواب اور ان کے اثرات معلوم کرنا چاہیں تو یہ کتاب مددگار ہو۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ۔

فال نامۂ ناصری

ہر کام شروع کرنے سے پہلے اچھا طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کر لیا کریں تاکہ اس کا انجام اگر ٹھیک نہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے۔ اس میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب استخارہ قرآنیہ کا ترجمہ ہے اور اس کے علاوہ قرعۃ الانبیاء، فالنامہ پیغمبران اور کلام فالنامہ غوث الاعظم، فالنامہ مثنوی شریف شامل کر دیا ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں علم قیافہ کا اضافہ ہوا ہے اور اس میں ہر بات کے صحیح ہی ٹھیک جواب ملتے ہیں۔ بڑی مقبول کتاب ہے۔ قیمت ۸ر محصول ہر

تقدیر بکف

ہاتھ یا پنجے کی لکیروں سے انسان کے ماضی و مستقبل کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور یہ ایسا فن ہے کہ جس کو جاننے والے چند ہی آدمی ہوتے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر آپ ہاتھ یا پنجے کے فن سے واقف ہو جائیں گے اور اپنی ہاتھ کی لکیروں سے اپنی قسمت کا لکھا معلوم کر لیں گے اور نہ صرف اپنا بلکہ ہر شخص کے ہاتھ سے اس کا حال معلوم ہو جائیگا۔ جو لوگ جھوٹے رمالوں کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔ چھ آنے میں ساری عمر کا حال دیکھ سکتے ہیں۔ قیمت چھ آنے

کتاب التعویذات

یا علاج روحانی از عمدۃ المفسرین زبدۃ المحدثین نواب محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر مغفور کے۔ یہ تعویذوں کی کتاب ہے اس میں ہر مرض کا روحانی علاج ہے اس کے علاوہ قرآن شریف کی تمام سورتوں کے اعمال درج اور تعویذ ہیں اور ایک بھی دینی یا دنیوی ضرورت ایسی نہیں جس کا عمل یا وظیفہ اور تعویذ اس کتاب میں نہ ہو۔ مصنف کی قابلیت اور تبحر علمی اس کتاب کے صحیح اور مجرب ہونے کی ضمانت ہے۔ ہر عمل تیر بہدف ہے اور ہر جائز ضرورت اس کے ذریعہ پوری ہو سکتی ہے۔ قیمت دس آنے ۱۰ر

وعظ کی بڑی کتاب

وعظ سعید از حضرت مولانا احمد سعید صاحب موجودہ وعظوں کی کتابوں میں سب سے بہتر ہے۔ ایک تو یہ خوبی ہے کہ زبان سادہ اور عام فہم ہے دوسرے ہر مضمون یا وعظ کیساتھ حکایات الصالحین و اولیاء بڑے موثر اور وعظ کو دلنشین بنانے میں کامیاب ہیں۔ اس کتاب میں ۱۰۳ وعظ ہیں جنکو پڑھنے اور سننے سے خوف و خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور نیکیوں کا اجر و ثواب معلوم کرکے تشویق عنایت بھی۔ انکی ساتھ وعظوں کو دلچسپ بنانے کیلئے موثر حکایات بھی ہیں۔ مجلد قیمت عہ

بارہ مجالس

یہ وعظ کی بے نظیر آسان اردو میں سب سے پہلی کتاب ہے اس میں حسب ذیل بارہ مضامین ہیں (۱) ہستی باری تعالیٰ (۲) توحید کے پہلو (۳) توحید الٰہی (۴) نبوت و رسالت (۵) ختم نبوت (۶) فضائل رسول (۷) اسوۂ رسول (۸) محبت رسول (۹) فضائل اخلاق و حسن معاشرت (۱۰) اسلامی وحدت (۱۱) اسلام میں عورت کے حقوق (۱۲) واقعات کربلا۔ یہ بہت ہی مقبول کتاب ہے اور آسان وعظوں میں سب سے بہتر ہے اسکی خوبی یہ ہے کہ زبان بہت آسان ہے۔ قیمت ۱۲ر

مقالات غوث پاک

سیدنا غوث اعظم کے ارشادات و مقالات کی اہمیت حضور کے معتقدین کیلئے جس قدر اہم ہے اور جس قدر قابل تقلید ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان تعلیمات و ارشادات کو ہر مسلمان کے گھر تک پہنچایا جائے تاکہ حضور کی شخصی علو کا اندازہ ہو جائے اس لئے مواعظ غوث پاک شائع کر رہے ہیں۔ یہ فتوح الغیب کا اردو ترجمہ ہے۔ غوث الاعظم کے معتقدین ہی کے لئے نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے سرمایہ دینداری ہے اور ہر شخص جو اپنے قلب کو منور کرنا چاہے وہ ضرور پڑھے۔ قیمت ۸ر

مقالات غریب نواز

خواجہ غریب نواز خواجہ اجمیری کی مستند سوانح حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی لکھی ہوئی۔ اس میں امتیازی چیز مقالات غریب ہیں۔ خواجہ کاکی نے حضور کی صحبت اور مجالس حسنہ کی شرکت سے جو استفادہ کیا ہے وہ سب اس کتاب میں ہے۔ بڑے بیش قیمت سو وعظ و معارف ہیں جن سے روح میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ بڑی مقبول کتاب ہے۔ کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں یہ اپنی نوع کی اردو زبان میں بالکل نئی کتاب ہے۔ قیمت صرف چھ آنے

خاموش تبلیغ

یہ حضرت مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کی تالیف ہے اور ایک وعظ ہے جو حقہ کے پیرایہ میں انہوں نے قلمبند کیا ہے۔ یہ ایک تبلیغی وعظ ہے اور اس میں مسلمانوں کی انتشار اور فرقہ واری و نفاق کی مذمت اور اس کے حل بتلائے ہیں۔ حقہ کی وجہ سے اس کا پیرایہ بہت دلچسپ ہو گیا ہے۔ پھر مولانا کی دلآویز تحریر نے اس میں اور جان ڈالدی ہے۔ بڑی مقبول کتاب ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ بہت سے اہم مقالات بہت آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ قیمت دس آنے

نجات کا اسلامی تصور

توبہ ہے اور یہ اسلام کا سب سے بہتر تصور ہے۔ توبہ اسلام کا وہ امتیاز ہے جو کسی دین میں نہیں ہے۔ انسان کی نجات گناہ ترک کئے بغیر نہیں ہوتی۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جو انسان کو توبہ کرنے کے بعد بالکل پاک صاف کر دیتا ہے۔ توبہ کسے کہتے ہیں توبہ کا مقصد کیا ہے۔ توبہ کب قبول ہوتی ہے توبہ کے اثرات کیا ہونے چاہئیں سچی توبہ کتنی ضروری اور اس سلسلہ کی صدہا ضروری باتیں اس کتاب میں ہیں۔ قیمت صرف دس آنے محصول ۶ر

مساوات المسلمین

اسلام میں ذاتوں کی اونچ نیچ نہیں اس کتاب میں بتلایا گیا ہے کہ نسلی امتیاز کا صرف اسلام نے ہی قلع قمع کیا ہے جو لوگ پیشہ ور لوگوں کو ذلیل سمجھتے ہیں وہ نعوذ باللہ انبیاء سابقین کی توہین کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا نے تمام کام انبیاء کے ہی ذریعہ انسانوں کو بتائے ہیں۔ نیز اس کتاب سے یہ معلوم ہوگا کہ جو زیادہ محنت سے کماتے ہیں وہی سب سے افضل ہیں۔ اور جن لوگوں نے مزدوروں کی کمائی پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے وہی سب سے بدتر ہیں۔ قیمت ۶ر چھ آنے

درس معاشرت

ایک ایسے نازک انشاء پرداز کے زور قلم کا پرکیف و دلچسپ سبق آموز افسانوں کا دلکش مجموعہ۔ ہر افسانہ اسلامی طرز معاشرت کی بولتی تصویر ہے افسانہ کے پیرایہ میں مسلمانوں کو موثر الفاظ میں اصلاح رسوم کی علمی تعلیم دی گئی ہے کسی مسلمان کا گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ مذموم رسومات کی اصلاح کے لئے افسانہ سے بہتر کوئی طریقہ نہیں جب تک عبرت انگیز واقعہ وہ کانوں سے سن لیتا یا آنکھ سے دیکھ لیتا ہے تب ہی اثر قبول کرتا ہے۔ قیمت چھ آنے ۶ر

محصول ڈاک بذمہ خریدار — ملنے کا پتہ دفتر رسالہ مولوی جمعیۃ پریس دہلی

نبیوں کے قصے

۲۰۸ صفحات از حضرت مولانا شریف احمد صاحب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ۲۵ ان انبیا کے حالات ہیں جنکا ذکر قرآن پاک میں ہے اور تفصیل احادیث میں ہے۔ مولانا نے صرف اسی کو سامنے رکھ کر قصص الانبیا لکھے ہیں جو تاریخی صداقت کے ساتھ یہ بھی بتلاتے ہیں کہ پہلی امتوں پر احکام الٰہی کتنے سخت تھے اور ہمارے لیے کتنے آسان ہیں۔ پھر بھی ہم ان پر عمل نہیں کرتے پہلی امتوں پر جو عذاب آئے ہم ان سے بہت زیادہ کے مستحق ہیں قیمت دس آنے

تاریخ اسلام کامل

[illegible]

حصہ ا۔ جس میں سنہ ہجری کے ایک صدی پیشتر سے وفات رسول تک پورے حالات۔ حصہ ۲ جس میں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمانؓ حضرت علی کی خلافتیں اور لائف حصہ سوم جس میں خلفائے بنی امیہ کے عہد حکومت اور شہادت امامین کا مفصل تذکرہ حصہ چہارم جس میں خلفائے بنی عباس کے تمام و کمال حالات سے زوال خلافت حصہ پنجم خلافت ترکی کے کل حالات تا غازی کمال پاشا پانچوں حصے یکجا مجلد پانچ تین روپے ۸؍

آفتاب رسالت

از علامہ رفیق بلند شہری [illegible] حالات یوں تو بہت لوگوں نے لکھے ہیں لیکن اس کتاب کی بات ہی کچھ اور ہے یہ ۲۳۰ صفحہ کی کتاب ہے جو دو حصوں میں ہے اس میں رسول کریم سے سو برس پہلے کے حالات ہیں تاکہ عرب کے خصائل کا صحیح اندازہ ہو جائے اور اس کے بعد رسول خدا کے کل حالات از پیدائش تا وفات رسول کریم کا اتباع ہمارے لیے فرض ہے تو ہم کو رسول اللہ کی لائف بھی اپنی شمع راہ بنانی چاہیے اس لیے اس کا پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے قیمت ۱۲؍

خلافت راشدہ

از مورخ کامل آغا رفیق بلند شہری اس کتاب میں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر عثمان حضرت عمر حضرت علی کی مکمل سوانح عمری اور خلافت کے پورے حالات ہیں یہ چار کتابیں ہیں جو یکجا مجلد ہیں۔ جن کے مجموعی صفحات ۵۶۰ ہیں یہ تاریخ اسلام کا بہترین حصہ ہیں اور جبکا عہد خلافت آج کل کے مسلمانوں کے لیے سرمایہ حیات بن سکتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ انہی حضرات ملائکہ صفات نے اسلام کو اپنی مضبوط بنیادوں پر قایم کیا۔ جو آج تک اسی جگہ قائم ہے۔ قیمت مجلد ۲؍

صد صحابہؓ

رسول اللہ کے سو محترم دوستوں کے متعدد حالات اردو زبان میں سب سے بہتر کتاب ہے مولوی شریف احمد صاحب مراد اصحاب رسول کے مستند حالات ہیں۔ کوئی ایک کتاب اردو میں سوائے سیر الصحابہ کے نہیں لیکن یہ سیر [illegible] کے خریدنے کی کتاب ہے جس کی قیمت سات روپے ہے۔ مولوی کے غریب خریدار کہاں اس کے متحمل ہو سکتے ہیں یہ تو سستی ہی کتاب خرید سکتے ہیں اس لیے یہ کتاب خود جیسا کہ [illegible] یہ سب سو اصحاب کی سوانح حیات ہے جو ممتاز درجہ و شان کے مالک ہیں۔ ۵۶۴ صفحات ۸؍

سیرت امام حسینؓ

سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت کی سب سے بڑی سب سے موثر اور سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے ایک واقعہ بھی غلط نہیں ہے [illegible] اس میں طلوع محبت امام حسین علیہ السلام نظر انداز [illegible] ہیں یہ شہادت نامہ غلط روایات سے پاک ہے اور اس قدر ہے کہ ایک صفحہ بھی واقعہ شہادت کا بلا آنسو بہائے پڑھ لیں تو دام واپس لیجیے ہر ہر قدم پر مراثی کے مرثیے ساتھ لگا دیے ہیں اور تقریباً ہزار اشعار تو مراثی کے ہیں۔ ضخامت تقریباً تین سو صفحات۔

قیمت مجلد ایک روپیہ دو آنے محصول ۸؍

سیرۃ معاویہؓ

از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد ۴۰۰ صفحات کی مجلد کتاب بنی امیہ کے چشم و چراغ رسول اللہ کے نسبتی بھائی اولوالعزم صحابی اور فاتح اسلام کی مکمل سوانح حیات جس کے پڑھنے سے علم، شجاعت، استقلال اور تدبر اسلامی پیدا ہوتا ہے، یہ بھی تاریخ اسلام کا بڑا دلچسپ باب ہے جس سے مسلمانوں کے شاندار ماضی کا حال معلوم ہوتا ہے حضرت امیر معاویہ کے حالات سوائے اس کتاب کے کسی اور کتاب میں نہیں ہیں اس لیے یہ بہت اہم کتاب ہے مجلد قیمت ایک روپیہ

عمرو بن العاص

سفیر دربار صحابی رسول بنی امیہ کی زینت بنا فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص کی لائف اور فتح مصر کی پوری تاریخ اس وقت جبکہ اسلام کا دور اول تھا حضرت عمرو بن العاص کا نام اسلام کا ایک جگمگاتا ورق ہے جس سے اپنے اسلاف کی طاقت ہستی اور شاندار ریکارڈ کا علم ہوتا ہے۔ خصوصاً مصر کا دوبارہ فتح کرنا آپ کی اولوالعزمی کا بڑا کارنامہ ہے بنی امیہ میں آپ سے زیادہ سیاست داں اور کوئی نہیں گذرا ہے بڑے مستعد اور جانباز سپہ سالار تھے۔ قیمت مجلد ۱۲؍

حضرت بلالؓ

از علامہ آغا رفیق بلند شہری۔ اسلام کی ابتدائی شان حضرت بلال حبشی کے حالات ہیں تاریخ ہے آپ حبشی غلام تھے۔ لیکن رسول کریم کی شفقت نے آپ کو دنیائے اسلام کا بزرگ ترین انسان بنا دیا۔ جن کے انتقال پر ملال پر حضرت عمر خلیفہ وقت نے سیدنا کہہ کر یاد کیا اور جب انہوں نے نکاح کی خواہش کی تو عرب کا ہر بڑا آدمی ان کو اپنے خاندان میں لینا اپنا فخر سمجھتا تھا۔ حضرت بلال کے حالات رسول کریم کی قربت کی بنا پر بڑے مبارک ہیں قیمت چھ آنے ۶؍

حضرت ابوذر غفاری

عاشق رسول کی کہانی عاشق رسول کی زبانی حضرت ابوذر غفاری کے حالات سے کون عاشق رسول ہے جو مطلع ہونا نہیں چاہتا اس جلیل صحابی کی سوانح عمری ہے جس کے ناز رسول کریم نے اٹھائے ہیں ۹۶ صفحہ کی کتاب ہے اور حضور کی زندگی کے تمام جزئیات کو قلمبند کیا ہے اردو زبان میں سب سے موثر اور [illegible] سوانح عمری ہے جو حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھی ہے تاریخ اسلام کا ایک موثر ٹکڑا ہے اور سادات اسلامی کا بہترین مرقع قیمت چھ آنے محصول ۴؍

بڑی سوانح غوث پاک

آسمان تصوف کے آفتاب حضرت پیر دستگیر سیدنا غوث الاعظم کی بڑی سوانح عمری دنیا کا کونسا گوشہ ہے جہاں محبوب سبحانی عبد القادر جیلانی کے عقیدتمند موجود نہ ہوں آج تک اس انداز سے اس قدر مفصل حالات پیر کے اردو زبان میں نہیں چھپے جیسے اس کتاب میں ہیں، حضرت شاہ مراد قادری بہرہ ور کی سب سے بہتر تالیف ہے اس کتاب میں آپکی ولادت سے لے کر وصال تک کے حالات خصوصاً حضور کی کرامات بہت مفصل ہیں چار سو صفحات قیمت مجلد سوا روپیہ محصول ۸؍

حضرت خالد بن ولید

از حضرت مولوی شریف احمد صاحب مراد حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کی سب سے بڑی سب سے مستند سوانح عمری ہے ایسے حالات کسی اور کتاب میں نہیں ہیں یہ تاریخ اسلام کا بڑا پر جوش باب ہے جس کے پڑھنے سے ہمارے مردہ خون میں جان پڑ جاتی ہے اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بندگان مخلص صرف رضائے الٰہی کے لیے سب کچھ کرتے تھے ان کا مرنا اور جینا دونوں خدا کی خوشنودی کے لیے تھا [illegible] اور دنیا ان کے پیچھے پیچھے چار سو صفحات مجلد ایک روپیہ

محصول ڈاک بذمہ خریدار — ملنے کا پتہ دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی

ہشت اولیا

ہندوستان میں اسلام کے ستر اکابر اولیاء کے حالات جو بہ کمال ہر آنی وضع کی کتاب نہیں ہے بلکہ حضرت شاہ مراد مرحوم نے جدید انشا میں مرتب کیا ہے اسمیں غیر مستند حکایات نہیں لیا گیا ہیں بلکہ دنیائے اسلام کی ان شہرۂ آفاق عظیم الشان ہستیوں کے حالات ہیں جنہوں نے روحانیت کے مشاغل کے ساتھ اسلام کو اور مسلمانوں کی روز افزوں تعداد اپنی سعی میں افراد کا صدقہ ہے۔ ورنہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد آج اتنی نہ ہوتی

مجلد قیمت سوا روپیہ۔

قبرستان کے تین ولی

۲۰ صفحات کی کتاب ہے جو مولوی شریف احمد صاحب مراد کی تالیف ہے۔ اس کے ابتدا میں تصوف پر ایک بحث پر مغز مقالہ ہے اس کے بعد ہندوستان کے تین جید ولی حضرت خواجہ معین الدین (۲) حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر اور (۳) خواجہ علاء الدین صابر کلیری کے حالات ان کی تبلیغ اور سید خلوت فی دین کے افواج کے ساتھ ان کی عبادات ریاضات انکی زبان کے اثرات اور کرامات کا ذکر ہے

قیمت صرف آٹھ آنے

حضرت امام غزالی

۲۰۰ صفحات از علامہ شبلی نعمانی مع محب الاصفیا اور محبوب العارفین حضرت امام غزالی کی مفصل حیات اس کتاب میں ہے مولانا کی تصانیف کا بھی مشرح بیان اس کتاب میں ہے۔ نیز آپ کے پر مغز مقالات تصوف اور انکی تشریحات اس کتاب میں خاص طور سے لکھی گئی ہیں۔ یہ وہی کتاب ہے جس کی ابتدا میں ڈیڑھ روپیہ قیمت تھی۔ جب سے حمیدیہ پریس نے چھاپی ہے اس کی قیمت چوتھائی ہو گئی ہے۔ تصوف کی بڑی بہتر کتاب ہے قیمت چھ آنے ۶ ؍

تصوف کے تین شاعر

از حضرت علامہ شبلی نعمانی مورخ اعظم ہند

(۱) حیات سعدی۔ یعنی حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی مصنف گلستان وغیرہ کے حالات و تذکرہ شاعری ۳ ؍

(۲) حیات حافظ۔ حافظ شیرازی کا مفصل حال۔ انکی مقبول فلسفیانہ شاعری اور انکے اشعار سے فال نکالنا قیمت ۳ ؍

(۳) بیان خسرو۔ یعنی خواجہ ترک حضرت امیر خسرو کے حالات انکی شاعری اور اردو کی بنیاد وغیرہ قیمت ۳ ؍

تینوں ساتھ لیں تو صرف ۸ ؍

سیرت نظامی

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کے بصیرت افروز حالات مقالات، کرامات۔ مجاہدات اور ریاضات کی سب سے بڑی کتاب انہی کے صاحبزادے حضرت شاہ مولوی یٰسین علی شاہ صاحب نے مرتب فرمایا ہے کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے یگانہ ہے، حضرت محبوب الٰہی کی مجالس اور ان میں معارف مقالات جو مولانا کے پاس محفوظ تھے اس کتاب میں لگے ہیں ضخامت ۔۔ ۴۰۰ صفحات کے قریب ہے۔

مجلد قیمت بارہ آنے

شاہ جیلان

پیران پیر شاہ جیلاں حضرت غوث الاعظم کی مختصر سوانح حیات انہی کے ایک فرزند شاہ نذیر الحق قادری نے لکھی ہے ۸۰ صفحات کی کتاب ہے۔ اور پیر دستگیر کے بیشتر خاص حال اس کتاب میں جو مصنف کے خاندان میں محفوظ چلے آتے تھے آخر میں حضرت کا معروف قصیدہ غوثیہ مع ترجمہ بھی موجود ہے ہر کہ بقامت کہتر بقیمت بہتر یہی کتاب ہے اپنی معلومات کے لحاظ سے بڑی بہتر کتاب ہے

قیمت چھ آنے محصول ۲ ؍

عالمگیر غازی

شہنشاہ ہند حضرت اورنگ زیب عالمگیر غازی کے حالات، ہندوستان میں صحیح تر اسلامی حکومت کے نقوش اسی کتاب میں ملتے اور شاہ موصوف پر جو تعصب کے الزام لگائے جاتے ہیں۔ انکی اعداد و شمار سے تردید کی ہے اور بتلایا ہے کہ عہد عالمگیر میں تیس فیصدی سے زیادہ ہندو مقتدر اور ذمہ دار عہدوں پر بنا وہی قابض تھے۔ شاہ دہلی کا الزام بھی بالکل غلط لگایا گیا ہے صرف وہی سیاسی آثار منہدم ہوئے جو سازش کا گہوارہ تھے

قیمت چھ آنے

عصمت پاشا

موجودہ شاہ روم کا قصہ یعنی مشہور جمہوریہ ترکی جناب عصمت انونو کے دلپذیر حالات ترکان احرار کے انقلاب سے لے کر آنیک کی سیاسی زندگی کا پورا نقشہ اس کتاب میں ہے۔ غازی عصمت کے تدبر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ جنگ کے شعلے ترکی کے چاروں طرف آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن وہ ابتک غیر جانبدار اور دونوں دشمنوں کا دوست ہے۔ بڑا ولولہ خیز سوانح حیات ہے مجلد ہے

قیمت آٹھ آنے محصول ۲ ؍

استاد روزگار

یہ وہ خاص کتاب ہے جسمیں مصنف نے خلق خدا کی بھلائی کے لیے ہر قسم کی صنعت و حرفت کے کام مع تجربہ کرکے درج کئے ہیں اسمیں صابون سازی کے ہر قسم کے طریقے ہر قسم کے اچار مربے وغیرہ کے نسخے۔ دھاتوں کا صاف کرنا اور مصنوعی سونا چاندی عطر عرق شیشہ کا کام پلیٹ پالش رنگسازی فوٹوگرافی، گھڑی صاف کرنا اور بیاہ شادی کا سامان بنانا شعبدات جادو کے کام آتشبازی بنانا اور صدہا طریقے کی صنعتیں اسمیں درج ہیں جس کے پاس یہ کتاب ہو اور محنت کرے تو ہندوستان میں بیروزگار نہیں رہ سکتا ۱۲ ؍

استاد مرغی خانہ

یہ جدید الطبع مرغیوں کی تجارت اور انکی پرورش کرنیوالی تین سو صفحہ کی کتاب ہے اسمیں ۱۴۲ مضامین ہیں۔ علاوہ مرغیوں کی پرورش کے کبوتروں اور بطخوں کی پرورش و تجارت کی باتیں بھی اس کتاب کے ذریعہ ملتی ہیں یہ تمام پچھلی کتابوں سے بہتر کتاب ہے کیونکہ یہ بیانات تجربہ کے بعد لکھا گیا ہے اس میں ان مرغیوں کے حالات بھی ہیں جو ۱۹۳۰ء سے اس وقت تک نئی قسم کی ولایت سے آئی ہیں اور جدید مخلوط النسل کی تمام بیماریوں کے حالات ہیں قیمت سوا روپیہ محصول ۴ ؍

مکمل باورچی خانہ

کھانا پکانے کی سب سے بڑی کتاب ہے دو سو صفحہ کی ضخامت جس میں پندرہ وضع کی روٹیاں ۵۰ وضع کے سالن ۱۲ وضع کے پلاؤ، ہر قسم کی مٹھائی ۵۰ وضع کی ترکاریاں بیسوں وضع کے اچار مربے چٹنیاں اور تقریباً بیس وضع کے انگریزی کھانے اس کے علاوہ تیل اطریفل اور چٹنیاں امرت دھارا وغیرہ کی ترکیبیں بھی ہیں جنکی عام طور پر ضرورت رہتی ہے، اس کے علاوہ کھانے پکانے والوں کے کھانے مختلف مذاہب کا خیال رکھتے ہوئے غرضکہ سستی اور اچھی کتاب ہے قیمت ۱۲ ؍

دہلی کا دسترخوان

دہلی کی ایک ممتاز خاتون کی تحریر کردہ کھانا پکانے کی بہترین استانی کس قدر مقبول ہوئی کہ حیرت ہو گئی۔ دہلی کا دسترخوان وہ سہل اور کھانا پکانے کی آسان کتاب ہے جس سے چھوٹی چھوٹی بچیاں نا فہم عورتیں اور مرد بآسانی کم داموں میں اچھے کھانے کھا سکتے ہیں اور پکا لیتے ہیں، یہی وہ کتاب ہے جو ہندو اور مسلمان دونوں میں مقبول ہے اس میں باورچی خانہ کا انتظام اور برتنوں کا سلیقہ خاص طور پر قابل توجہ ہے

قیمت آٹھ آنے محصول ۲ ؍

محصول ڈاک بذمہ خریدار ملنے کا پتہ دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی

اسلامی میاں بیوی

یہ تین سو سولہ صفحہ کی عجیب و غریب کتاب ہے اور حسب ذیل ۱۳ ابواب ہیں جن کے ماتحت ۲۲ مضامین ہیں جو میاں بیوی کی زندگی کے متعلق ہیں عورت کی حیثیت عورت کی ملکیت مذاہب عالم اور عورت بیاہ ازدواجی کی تعریف مختلف ممالک کی رسوم مناکحت شادی بیاہ کی مختلف انواع، عقد واحد کی تاریخ کثیر الازدواجی۔ ایک مرد کے لئے ایک عورت اسلام میں طلاق، پردہ اور عورت طریقہ نکاح و شادی عورت کی آپس کی زوجین کی نا اتفاقی۔ قیمت بارہ آنے

خوبان جہان

تاریخ عالم کی صدہا خواتین کے دلچسپ حالات اس میں ہر نوع کی عورتیں ہیں ان میں ایک صفت تو سب میں مشترک ہے اور وہ ان کا حسن ہے اس کے علاوہ دوسری صفات مختلف ہیں کوئی رقاصہ ہے تو کوئی شاعرہ کوئی ملکہ ہے تو کوئی فوجی کمانڈر غرض جو جہاں ہیں شہرہ آفاق ہے۔ دوشیزہ تو ایسی تھی کہ ایک ایک ادا پر سلطنتیں قربان ہوگئیں یہ کتاب بہت دلچسپ ہے اور اس کے ساتھ ہی تاریخی معلومات کا بھی بڑا ذخیرہ ہے ۲۲۴ صفحات۔ قیمت مجلد سوا روپیہ۔

دل کی رانی (دیوی)

گلشن عالم کا سب سے خوبصورت پھول عورت ہے اور واقعہ یہ ہے کہ عورت کے بغیر زندگی بیکار ہے لیکن عورت کا سمجھنا بھی بہت مشکل ہے دل کی رانی وہ کتاب ہے جس میں عورت کے متعلق سب سے بڑھ معلومات ہیں اس میں دنیا بھر کے خطہ کی عورت کے حالات و خصوصیات ہیں اور ان سے اکتساب لذت کے تمام طریقے بتائے گئے ہیں جو دنیا کے مختلف طبقات میں رائج ہیں اور انکی صنعت کذائی سے جو قیاسات ہائے حسن دینے مرتب کئے ہیں وہ بڑے بیش بہا ہیں ۲۲۴ صفحات قیمت ۱۲ بارہ آنے

شبستان طرب

حکیم کا شب ہائے عروسی یعنی سہاگ کی پہلی راتوں کا دلچسپ تذکرہ ہے جہاں تک اس کی دلچسپی کا تعلق ہے وہ تو ظاہر ہے کہ شادی کی ابتدائی راتوں کا ولولہ خیز بیان ہے لیکن یہ صرف ایک کتاب لذت ہی نہیں ہے بلکہ صدہا قیمتی ہدایتوں کا مجموعہ اس میں لذت کے طریقوں کے ساتھ ساتھ حفظان صحت مرد و عورت کی قوت برقرار رکھنے اور بچوں کی ابتدائی پرورش کے طریقے بھی اس انداز سے ہوئی ہے کہ پڑھنے کی لذت اس سے کم نہ ہوئی۔ قیمت صرف عہ

شب عروسی بالتصویر

قابل شوہر وہی ہے جو عورت کی فطرت کو اچھی طرح سمجھے اور بیوی سے لطف زندگی حاصل کرنے ازدواجی زندگی کی نازک ذمہ داری کو سمجھتا ہو شب عروسی پڑھ لینے کے بعد یہ باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ اور آپ کی خانگی زندگی میں جنت کا مزا آجائیگا۔ نوجوانوں کے لئے علم الازدواج میں یہ سب سے بہتر کتاب ہے اور بہت سی انگریزی کتابوں سے ماخوذ ہے اور مغرب کی تمام تازہ ترین صنفی تحقیقات کا عطر ہے اس میں جسم نسوانی کی مکمل تشریح ہے اور بڑی مکمل کتاب ہے قیمت ایک روپیہ

عورت بالتصویر

پھولوں کی سیج پر حسن کی رعنائی دیکھنے سے پہلے مجسمہ ناز کے تمام پوشیدہ رازوں سے واقف ہو جائیے، اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب آپ کتاب عورت کا مطالعہ کریں جو نسوانی زندگی کا مکمل فوٹو ہے عورت کے پوشیدہ اعضائے جسم، عورت کی فطرت عورت کی تربیت عورت کے باغ حسن کی خوشہ چینی غرضیکہ عورت کی زندگی کے متعلق کوئی پوشیدہ بات ایسی نہیں جو اس کتاب میں نہ ہو اس کتاب میں ۲۰۰ کے قریب فوٹو بلاک ہیں اور علمی لذیذ ترین ہیں۔ قیمت دو روپے عہ

دوشیزہ کی ڈائری

عورت سے مکمل لطف حاصل کرنے کے لئے یہ کتاب ہے اس میں صدہا مغربی کتابوں کا افسانہ ہے جس میں مغرب کی متعدد دوشیزہ خواتین کے جذبات جو انکی ڈائریوں سے حاصل کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ فطرت نے کیا کیا جذبات صنف نازک میں بھر دئے ہیں۔ اور مرد ان سے کیونکر لطف اندوز ہو سکتا ہے نیز اگر عورت کے جذبات کی مطابقت صحیح طور سے ہو جائے تو عورت واقعتاً مرد کی بھی پرستار بن جاتی ہے۔ ۵۰۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت بالتصویر مجلد ڈیڑھ روپیہ

بہار شباب

جنسی کتابوں میں جس اسلوب بیان کو اختیار کیا رہا ہے وہ جذبات کا ہیجانی ہے یہ چیز مطالعہ کے لئے خواہ کتنی لذیذ کیوں نہ ہو لیکن اصل غایت اس پروگرام کے ماتحت ہے جس کے تحت ایک انسان جوانی و جوانی کو قابو میں رکھ کر چاہتا ہے کہ یہ الذات قایم ہو جائے بہار شباب میں ایسا ہی انتظام ہے جوانی کی کیف انگیزی اور اسکو دوام بخشنے کے لئے بڑے بڑے مجرب عمدہ طریقے لئے ہدایات حفظ ما تقدم کی ہزاروں باتیں ہیں اور عورتوں کی اندرونی کیفیت کو مردوں پر آئینہ کر دیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ

لذت شباب

شباب جاودانی کی جستجو ہو تو لذت شباب یا ایرانی کوک شاستر کا مطالعہ کیجئے جس سے آپکو معلوم ہوگا کہ شباب کو عرصہ دراز تک کس طرح قایم رکھ سکتے ہیں، عورت کے تاثرات کیا ہیں حسن کی ملکہ سے کیونکر لطف اندوز ہونا چاہئے گلزار شباب کس طرح وقف خزاں ہوتا ہے شباب کی رو بہتی ہوئی دریا کس طرح تھمتی ہے عورت سے عورت اور مرد سے مرد اگر اپنی خواہش پوری کرے تو کیسے خطرناک نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ لذت شباب میں سرمایہ شباب کو تازہ بخشنے کے صدہا مجربات بھی ہیں قیمت عہ

شب عروسی کے افسانے

یہ سات پر بہار مست ناز عروسوں کے افسانے جن کے لب حسن کی گلچینی سات الہڑ دلہنوں نے مختلف طریقہ پر کی یہ کسی کوکا پنڈت کی مفصل کہانی نہیں ہے بلکہ یہ کتاب ایک رفیقہ حیات کی سرمستی اور اس کے جذبات کی ہیجانی میں آ کے صحیح بتا دیتا ہے کہ کیا نرالی ہے اور عورت مرد سے کیا چاہتی ہے یہ عورت کی زبان سے سن لیجئے سمجھ لیجئے کہ ان بیانات میں کتنی لذت پنہاں ہے یہ ۲۹۰ صفحہ کی بالتصویر کتاب ہے اور اپنی ہم جنس کتابوں میں بہت دلچسپ ہے بالتصویر ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

شاہی کوک شاستر

جو بادشاہوں کے لئے تھا اب وہ عام ہے اس کتاب میں حضرت الشیخ نے لذت کے بہترین طریقے عورت کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ لذتیں جو ایک جوان آدمی کے ذہن میں عورت سے متعلق ہوتی ہیں وہ اس کا شک بھی نہ ہوں اور آپ مصنف نے عورت کے روئیں روئیں سے لذت ہی لذت کو ثابت کیا ہے اور اسی طرح مرد کی قوت انسانی کو مزید طاقتور بنانے کے نسخے بھی ہزاروں درج کر دیئے اور اس کے علاج کے سلسلہ میں حکایات وصل جو بیان ہوئے ہیں وہ ہزاروں مفرحات سے زیادہ مقوی و ملذذ ہیں۔ قیمت عہ

برتھ کنٹرول

عورت کی شباب آفرین لذت اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اس کے خزینہ جمال کو محفوظ رکھا جائے ظاہر ہے کہ کثرت اولاد دینے کے بعد عورت میں جاذبیت بھی ختم ہونے لگتی ہے اور مرد و عورت کی زندگی میں وہ کیف باقی نہیں رہتا جو ابتدا میں ہوتا ہے اس کتاب میں ان باتوں کو کھلے طور پر بتایا گیا ہے اور اگر انکی ہدایتوں پر عمل کر لیا جائے تو اولاد پر قابو بھی ہو سکتا ہے اور عورت کی زیبایش نہ صرف قایم رہتی ہے بلکہ بعض طریقوں پر اس کو ابتدائی صورت میں بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ قیمت عہ

ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطأنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاند کی بیس تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے
کسی صاحب کو نہ ملے تو دوسرا پرچہ طلب
کر لیں ایسا نہ ہو کہ کئی کئی ماہ تک
خاموش رہنے کے بعد طلب کریں ورنہ
مولوی کا ایک پرچہ بھی نہیں دیتا

مولوی دہلی

نمبر خریداری ہر خط میں ضرور لکھئے۔ تاکہ بار
بار پتہ کی جانچ ہوتی رہے اور
تبدیل پتہ کے وقت نمبر خریداری لکھنا
بہت ہی ضروری ہے ورنہ سمجھ لیجئے گا کہ
آپ کے ارشاد کی تعمیل نہیں ہوئی اور
پرچہ سابقہ پتہ پر ہی جا رہا ہے

جو ہر اسلامی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شائع ہوتا ہے

تفسیر بیان السبحان جو مولوی کے ساتھ شائع ہوتی ہے یہ مولوی کے لئے چھوائی جاتی ہے کوئی چھپی ہوئی کتاب نہیں ہے اس لئے یہ آپ مولوی کے ذریعہ ہی پڑھ سکتے ہیں۔

جلد ۳۴ | بابت ماہ شوال سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۴

شذرات

ایران جدید

ایران پر حملہ ہوتے ہی سلطنت ایران میں جو زبردست تبدیلی ہوئی وہ جنگ کے میدان میں نہیں بلکہ مجلس یعنی ایرانی پارلیمنٹ میں ہوئی۔ وہ یہ کہ علی فروغی وزیر اعظم ہو گئے اور انہوں نے وزیر اعظم بنتے ہی فوراً خوشخبری کہہ سنائی۔ کہ حکومت ایران میں اصلاحات ہوں گی اور اپنے خاص پڑوسیوں یعنی روس اور برطانیہ سے اچھے تعلقات رکھے جائیں گے۔ دونوں باتیں اس طرح کہی گئیں گویا وہ ایک ہی میوے کے دو ٹکڑے ہیں۔ لڑائی کا مسئلہ فروغی کو ایسا اہم نہیں معلوم ہوا۔ گویا یہ ایک قسم کی پریڈ تھی جو ہو رہی تھی اور بلا کسی قسم کے نقصان پہنچائے ختم بھی ہو گئی۔ رہی ملک کی اندرونی حالت اس کے بارے میں فروغی کو صرف اتنی پریشانی ہوئی کہ انہوں نے طہران میں مارشل لا لگا دیا اور اخباروں پر پابندیاں۔

اس کے بعد رضا شاہ کے دست بردار ہونے کے موقع پر فروغی وزیر اعظم نے اعلان سے خبر دی کہ رضا شاہ پہلوی کی حکومت سخت جابرانہ۔ ظالمانہ اور خلاف قانون حکومت تھی شکر ہے کہ وہ ختم ہو گئی۔ ان کے ظلم و ستم کے جو قصے پارلیمنٹ میں کئے وہ یہ تھے کہ

(۱) انہوں نے حکومت کے جواہرات پر قبضہ کر لیا (۲) بیرونی ملکوں میں لاکھوں روپیہ جمع کر لیا ہے (۳) ملک کے اندر اپنی کافی جائداد بنا لی ہے ان قصوں نے ایران کے اندر کیا کام کیا یہ تو نہیں معلوم۔ مگر ہندوستان میں یہ ضرور کام ہوا انکی معزولی کو نامناسب سمجھنے میں کچھ شک پیدا ہو گیا۔ اب یہ بات دوسری ہے کہ پہلی دونوں باتوں کی تردید فوری ہو گئی۔ اور تیسری بات کے لئے نہیں معلوم کہ وہ جائداد ایک آدھ باغوں تک محدود ہے یا کچھ زیادہ ہے۔ بہرحال اس اوٹ کی آڑ میں بادشاہ کی رخصتی آسانی سے ہو گئی۔

فروغی نے اپنے پڑوسیوں سے اچھے تعلقات رکھنے کا وعدہ تو کر لیا تھا مگر اس وعدہ کو نبھانا آسان کام نہیں تھا۔ کیونکہ ایران کے اہم حصوں پر یہ پڑوسی حصہ جما چکے تھے اس کی شمالی سرحد جنگی محاذ بننے والی تھی۔ جہاں ایران کی اور تین سمتوں سے فوجیں اور جنگی سامان جانے والا تھا اس لئے پڑوسیوں کی خوشی اسی وقت ہو سکتی تھی جبکہ فوجوں کے گذرنے اور ان کے کھانے پینے آرام اور دیگر ضروریات کا معقول انتظام کیا جائے۔ اور یہ کام اسی وقت ممکن تھا جبکہ حکومت از سر نو مرتب کی جائے۔

کوہ قاف کو لڑائی کا محاذ بنانے میں کچھ آسانیاں بھی ہیں اور کچھ مصلحت بھی مصلحت آسانیوں سے زیادہ اہم ہے مصلحت یہ ہے کہ اگر ادھر کی لڑائی جم جائے تو پھر جرمنی کو اس میں ایسا الجھ جانا پڑے گا۔ کہ اسے لندن یا بحر روم کی طرف رخ کرنے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ اس طرح وہاں والوں کو پنپنے اور سنبھلنے کا موقعہ مل جائے گا۔ آسانیاں یہ ہیں کہ کوہ قاف کی سرحد پر ایران کا تیل اور ہندوستان کی فوجیں دونوں آسانی سے پہنچ سکتی ہیں لیکن جرمنی کو سامان اور فوج وغیرہ کو لانے میں سخت دشواریاں ہوں گی۔

کوہ قاف کو عرصہ کے لئے مستقل محاذ بنانے کی اسکیم میں جو سب سے بڑی رکاوٹ ہے وہ یہ کہ وہ ایران کے اس پار واقع ہے، ایران ایک بالکل بے صنعتی ملک ہے۔ جہاں صرف ایک ریل ہے جو بحر کیسپین اور بحر فارس کو ملاتی ہے اور اچھی بڑی ملا کر صرف چند سڑکیں ہیں۔ زرعی حالت بھی بہت خراب ہے دوسری طرف موجودہ طرز کی جنگ کی ضروریات ایسی ہیں۔ کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ محاذ کی پشت پر عمدہ رسل و رسائل۔ رسد کے ذخیرے وغیرہ ہوں، خاصکر اس وقت جبکہ محاذ مستقل ہو، جہاں سے سال دو سال تک لڑنے کا خیال ہو کوہ قاف اسی وقت محاذ بن سکتا ہے جب ایران بات کی بات میں ایک اچھا صنعتی اور زرعی ملک بن جائے اور کم سے کم فوری ضروریات کو پیدا کر سکے علی فروغی نے اصلاحوں اور پڑوسیوں سے دوستی رکھنے کا تذکرہ اس طرح کیا تھا۔ گویا دونوں لازم ملزوم ہیں۔ یعنی کہ حالات ایسے ہیں کہ اگر وہ اپنے پڑوسیوں سے اچھے کرنا چاہتے ہیں تو ان کو اپنے ملک کے ہر ادارے کی ایک خاص نوعیت سے اصلاح کرنی چاہئے۔ اور اگر وہ ایسی اصلاحیں کرنا چاہتے ہیں تو موجودہ حالات میں اپنے پڑوسیوں سے خواہ مخواہ اچھے تعلقات ہو جائیں گے۔

علی فروغی نے مجلس کو خوشخبری سنائی۔ کہ حکومت نے طے کیا ہے کہ عدالت پولیس۔ فوج۔ اقتصادیات مالیات، زراعت، رسل و رسائل تعلیم صحت

ہر محکمہ میں بڑی اصلاحیں کی جائیں گی۔ اس سے زیادہ اہم خوشخبری یہ سنائی گئی کہ تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ اسے سنکر موجودہ ایرانی افسروں کو کتنی خوشی ہوئی ہوگی بقول اکبر تنخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

(۲) قومی حفاظت کے لئے فوجیں بڑھانا۔ یہ اندازہ ہے کہ کوہ قاف کے میدان جنگ بن جانے کے بعد اور ایران کے ہر نازک مورچے کے پڑوسیوں کی حفاظت میں آجانے کے بعد، یہ کام محض بے ضرورت نظر آتا ہے۔ لیکن بات ایسی نہیں ہے آخر ایران کو اپنے پڑوسیوں کا کچھ تو بوجھ ہلکا کرنا چاہیئے۔

(۳) تجارتی قوانین میں تبدیلی۔ یہ ابھی ٹھیک پتہ نہیں چل سکا۔ کہ تبدیلی کسی قسم کی ہوگی۔ لیکن ایک بات اور کہی گئی ہے وہ یہ کہ اجارہ داری منسوخ کردی جائے گی۔ حالانکہ یہ مبہم سی بات ہے لیکن پھر بھی ان دونوں کو ملاکر قیاس آرائی کی جاسکتی ہے۔ وہ یہ کہ ایران اب تک اپنی ہر تجارت کا ٹھیکہ ایک صرف ایرانیوں کو دیا کرتا تھا۔ باہر والی کمپنی خواہ زیادہ رقم بھی دے مگر اسے ملتا نہیں تھا۔ بہت ممکن ہے کہ اب اس اجارہ داری کو توڑنے کا ارادہ ہو۔ اس قانون میں ایسی ترمیم کرنے کا ارادہ ہو کہ جو زیادہ رقم دے اسے ٹھیکے دیئے جائیں

اس وقت ایران کے دو پڑوسی ہیں۔ لیکن تازہ خبروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک تو صرف پڑوسی ہی پڑوسی ہے، دوسرا اس سے بہت زیادہ ہے۔ وہ خیرخواہ اور نگراں کا درجہ رکھتا ہے، ایک خبر یہ ہے کہ ایران اب سے اسٹرلنگ گروہ میں رہے گا۔ یعنی اقتصادی معاملات میں انگلستان کے بنک کی سرپرستی میں رہے گا۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد برایران کی نگرانی کے حقوق کتنے بڑھ جاتے ہیں بنابراں اجارہ داری اسی کے حق میں توڑی جارہی ہے، چرچل نے کہا بھی تھا۔ کہ اب ایران کو کارآمد بنانے کے لئے صرف روپیہ اور مشینوں کی ضرورت ہے روپیہ اور مشین دونو کی نکاسی برطانی تجارت کی ترقی ہے۔ لڑائی اور تجارت کا بھی کیا چولی دامن کا ساتھ ہے جیسی جیسی لڑائی چل رہی ہے ویسی ہی جنگی اور صنعتی تجارت بھی پھیل رہی ہے اگر ایک طرف سے نقصان ہوتا ہے تو دوسری طرف سے تھوڑی بہت آمدنی بھی ہوجاتی ہے

اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ادھر چرچل نے ارادہ کیا کہ ایران کو مطلب کا بنایا جائے اور ادھر ایران میں فوراً مطلب کے راستے کھلنے لگے۔ اس تحت میں ایک بات اور قابل غور ہے کہ 'ٹائمز لندن' نے مشورہ دیا تھا۔ کہ ایران میں کوئی کام ادھورا نہ ہونا چاہئے، چنانچہ کوئی بھی کارروائی ادھوری نہیں ہو رہی۔ اور جو کچھ ہوا رتی رتی پھر پورا ہو۔ مسٹر چرچل اور مسٹر فروغی کے دلوں میں کیا گہرا رشتہ ہے اور نہ جانے کب سے

مسٹر فروغی نے صرف یہی نئی بات دریافت نہیں کی کہ رضا شاہ جابر اور ظالم اور ایران کے "میر جعفر" تھے بلکہ یہ بھی دریافت کیا۔ کہ شاہ نے جن آدمیوں کو غداری اور وطن فروشی کے الزام میں گرفتار کیا تھا وہ سب سچے قوم پرست تھے، چنانچہ یہ سب کے سب جیل سے نکال کر وزیر بنائے گئے اور دوسرے اہم عہدوں پر سرفراز کئے گئے۔ اور پھر فوراً ہی تنخواہوں کے اضافہ کی ان کو خوش خبری سنائی گئی، جہاں تک خیال ہے یہ اضافہ بھی انگلستان کے بنک کی امداد سے ہوا ہوگا۔ کیونکہ ایران کی مالی حالت کا تقاضا اگر کچھ تھا تو تخفیف کا تھا نہ کہ اضافہ کا۔

عام رعایا نے فروغی کو پسند کیا یا ناپسند اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے ہاں جانتے صرف اتنا ہیں کہ ان کو برطانیہ نے گیہوں اور چاول اور دوسری ضروریات زندگی باہر سے لے جاکر ازراہ غربا پروری اتنی کافی مقدار میں دیئے اور دینے کا وعدہ کیا۔ جتنے کہ وہ شاہ کے دنوں میں خواب میں بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ ان بیچاروں کے لئے یہ ہی بہت ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان رقموں کی ایران ادائیگی کیسے کرے گا۔ اس سوال پر ابھی سے غور کرنا بیکار ہے کیونکہ یہ اٹھے گا اسوقت جب لڑائی کے بعد برطانیہ ایران کو آزاد کرنے کا ارادہ کرے گا۔ اس وقت بیچارا برطانیہ قوموں کی آزادی کا حامی عجب چکر میں پڑجائے گا۔ کہ اگر ایران کو آزاد کرتا ہوں۔ تو غریب انگریز سرمایہ داروں کا روپیہ جاتا ہے۔ اور اگر آزاد نہیں کرتا ہوں تو اٹلانٹک کا وعدہ جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ کارخانے، کانیں، زمین اور کشت زار تو بدستور انگریزوں کی جائداد رہیں باقی رعایا یکقلم آزاد مگر یہ فیصلہ آیندہ کے حالات پر زیادہ منحصر ہے اور اس کے ارادے پر کم

افغانستان کے افق پر

ایران کی طرح افق افغانستان پر بھی کچھ غبار سا چھایا نظر آرہا ہے، برطانیہ اور روس کی طرف سے وہاں بھی جرمن ففتھ کالم کی بو سونگھی جانے لگی ہے انقرہ ریڈیو کا کہنا ہے کہ اتحادیوں نے حکومت افغانستان سے جرمنوں کو نکال دینے کا مطالبہ کیا ہے اسٹیٹسمین کے نامہ نگار لندن نے بھی جرمن جاسوسوں کی [illegible] کی اطلاع دی ہے اور بتایا ہے کہ برطانی اور روسی حکومتوں نے افغانستان سے درخواست کی ہے یا نوٹس دیا ہے کہ اس اثر کو ختم کردیا جائے

انقرہ ریڈیو نے یہاں تک کہا ہے کہ حکومت افغانستان اس کا مطالبہ منظور کرنے لگی ہے، رویٹر نے ابھی کچھ نہیں کہا اس لئے افغانستان کی صورت حالات کے متعلق کوئی قطعی رائے قائم کرنا مشکل ہے تاہم قرائن بتلاتے ہیں کہ افغانستان میں کوئی ڈرامہ کھیلا جانے والا ہے اندیشہ ہے کہ کہیں وہاں بھی ایران کی سی صورت حالات پیدا نہ ہوجائے۔ اس سے پہلے ایک اطلاع سے پایا جاتا ہے، کہ حکومت برطانیہ درہ خیبر کے راستے سامان جنگ گذارنے کے لئے استعمال کرنے لگی ہے کسی معاہدے کے بغیر یہ بات غیر جانبداری کے خلاف ہوتی ہے۔ بہتر تو یہ ہے اس کے پہلے کوئی سمجھوتہ ہوجائے۔ اور خدا کرے ایسی کوئی بات پیدا نہ ہو کہ جو پھر یا لڑائی کا باعث ہوجائے۔

ملت افغان کو اپنی آزادی اور عزت ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے اور وہ اسے کسی اجنبی طاقت کے ہاتھ فروخت کرنے کو طیار نہ ہونگے۔ اگر کوئی ناخوشگوار صورت حال پیدا ہوئی۔ تو علاقہ آزاد سرحد پر بھی اس کا اثر پڑنا ناگزیر ہے اور مسلمانان ہندوستان کا رنج و بے چینی بھی ایک قدرتی بات ہوگی۔

ہندو اخبارات تو مسلمان کی تکلیف میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ان کا مشورہ ہے کہ ایران کی طرح افغانستان کو بھی پابند کرلیا جائے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح انکی غلامی کا طوق اور کچھ وزنی ہی ہوجائیگا لیکن دشمنی نے انکی آنکھیں ہر طرف سے بند کرلی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ افغانستان میں ایران جیسی صورت حال پیدا نہ ہوگی کیونکہ اس کی جغرافیائی حیثیت بھی ایران سے مختلف ہے۔

روس پر جرمنی کی وحشیانہ یلغار

رفتار جنگ کے اعتبار سے یہ مہینہ روس کے لئے سخت اور صبر آزما ثابت ہوا۔ یوکرین جو روس کا سب سے زیادہ زرخیز اور سب سے بڑا صنعتی علاقہ تھا جرمن ترکتازیوں کا شکار ہو گیا۔ اب اس کے پایہ تخت کیف پر نازی پرچم لہرا رہا ہے۔ اس کی وہ عظیم الشان فیکٹریاں جن پر روس کی قوت و سطوت کا انحصار تھا کچھ تو جرمن طیاروں کی وحشیانہ بمباری سے تباہ ہوئیں اور کچھ نیپروپیٹروسک کے اس مشہور بند کی تباہی سے جو دنیا میں برقی قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔

یوکرین کو پامال کرنے کے بعد جرمن فوجیں اب جزیرہ نمائے کریمیہ پر پوری قوت سے حملہ کر رہی ہیں۔ اور ان حملوں کا مقصد یہ ہے کہ ایک طرف تو قاف میں پٹرول کے عظیم الشان چشموں پر قبضہ کیا جائے اور دوسری جانب ایرانی سرحد تک پہنچ کر برطانیہ کے لئے مشکلات میں اضافہ کیا جائے۔

گذشتہ ماہ کے پہلے ہفتہ میں جرمن حملہ کی شدت لینن گراڈ کے شمالی محاذ پر بڑھی ہوئی تھی۔ بعد کے دو ہفتہ یوکرین اور کریمیا پر یلغار کے لئے کچھ اس طرح وقف رہے کہ انجام یہ معلوم ہوتا تھا کہ جرمنی سب سے پہلے اسی مورچہ کو سر کرنا چاہتا ہے اور جب تک کوہ قاف نہ پہنچ جائے شاید کسی دوسرے مقام کی جانب زیادہ توجہ نہ کر سکے گا۔ لیکن مہینہ کے آخری ہفتہ میں اس نے ایسی حالت میں جبکہ دنیا کی نگاہیں کریمیہ کے مورچہ پر تھیں بالکل غیر متوقعہ طور پر اپنی توجہات کا نقطہ ماسکو اور کریمیا کی بجائے ماسکو کو بنالیا اور اس وسطی محاذ پر جنگ کی شدت پھر بڑھ گئی۔ جہاں ایک ماہ سے مقابلتاً سکون تھا۔

ماسکو پر یہ تازہ جرمن حملہ بہت سخت ہے، صورت حال اس قدر نازک ہو گئی ہے کہ اس کا اعتراف خود برطانوی اخبارات بھی کر رہے ہیں اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ان سطور کے شائع ہونے وقت جماہیر شورائیہ کے پایہ تخت ماسکو پر کس کا پرچم اقتدار لہرا رہا ہوگا۔

شمالی محاذ پر لینن گراڈ جو دنیا کا مضبوط ترین شہر ہے ابھی فتح تو نہیں ہوا لیکن جرمنوں نے اس کا شدید محاصرہ کر رکھا ہے اس کے فتح ہو جانے سے بحیرہ بالٹک میں روس کا عظیم الشان بیڑا خطرے میں پڑ جائے گا۔ اور اگر سردست جرمن اسے فتح نہ کر پائے تب بھی روس کے لئے یہ نقصان کیا کم ہے کہ لینن گراڈ میں مارشل وروشیلوف کی زیر قیادت پندرہ بیس لاکھ فوج جرمن حلقہ میں محصور رہ گیا ہے جسے کسی دوسرے محاذ پر مشغول نہیں کیا جا سکتا۔

حفاظت ہند کا روسی مورچہ

روسی فوجوں کی شجاعت اور دلیری میں کلام نہیں اور یہ واقعہ ہے کہ روسی سپاہیوں ہی کی ہمت تھی کہ جو تین ماہ تک جرمن کی تنہا قوتوں کا مقابلہ کرتے رہے فرانس جسے براعظم یورپ کی سب سے بڑی فوجی طاقت کہا جاتا تھا صرف دو ہفتوں کے اندر تھرا کر جرمنی کے قدموں میں گر پڑا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ جرمنی نے مسلسل بائیس سال تک چپکے ہی چپکے ایک عالمگیر جنگ کی تیاری میں مصروف رہ کر جو دنیا کی مہیب ترین فوجی مشنری تیار کر لی ہے کیا اسے محض شجاعت و دلیری سے ریزہ ریزہ کیا جا سکتا ہے اس سوال کا جواب یقیناً نہیں میں ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ اب بھولی ہوئی کہانی بن گیا جب لڑائیاں شجاعت اور دلیری سے سر کی جاتی تھیں۔ اب عروس فتح سے ہم کنار ہونے کے لئے محض شجاعت کی نہیں بلکہ جدید ترین ہلاکت آفرین اسلحہ کی ضرورت ہے۔ اب جرمن کا مقابلہ اس وقت وہی ملک کر سکتا ہے جو جرمنی کی ہلاکت آفرین ہتھیاروں کے مقابلہ میں ویسے ہی جان سوز ہتھیار پیش کر سکے۔ اگر حکومت برطانیہ چاہتی ہے کہ روس جو اس وقت برطانوی سلطنت کے لئے سپر بنا ہوا ہے جرمنی کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے تو اسے اسلحات جنگ سے روس کو بیش از بیش مدد کرنا چاہئے۔

موجودہ روسی حکومت کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے نقصانات یا کمزوریوں کو چھپاتی نہیں ہے، چنانچہ روسی ارباب اقتدار نے کئی ہفتوں پیشتر نہایت صفائی کے ساتھ اعلان کر دیا تھا۔ کہ انہیں ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کی بڑی ضرورت ہے۔ اب وہ جرمن کے مقابلہ میں ان دو چیزوں کی قلت کو محسوس کر رہے ہیں۔ ہم خوش ہیں کہ برطانیہ نے روس کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر جتنے بھی ٹینک انگلستان میں تیار ہوں وہ روس بھیج دئے جائیں۔ اور جنگی ہوائی جہاز کے چند دستے بھی روس بھیج دئے گئے ہیں۔ لیکن روس کے دو ہزار میل لمبے محاذ اور جرمن حملے کی خوفناک شدت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس وقت تک برطانیہ یا امریکہ سے روس کو جو امداد مل چکی ہے وہ بالکل ناکافی ہے۔ ہمیں حکومت کو یہ بتلانے کی ضرورت نہیں۔ کہ روس اس وقت ہندوستان کی حفاظت کا مستحکم ترین مورچہ ہے اپنے مفاد پیش نظر رکھتے ہوئے تقاضائے دانش یہی ہے کہ اس مورچہ کی جس میں شکست و ریخت کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں تیزی سے مرمت کی جائے۔

ہندو مسلم سمجھوتہ

سر فیروز خاں نون جو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے نئے ممبر ہیں۔ ابھی انگلستان سے ہندوستان میں وارد ہوئے ہیں۔ اور ایک ملاقات کے دوران میں ہندوستان کے سیاسی تعطل پر آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے سر موصوف کی رائے ہے کہ موجودہ تعطل کا حل ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے اور جب تک ہم ہندو و مسلمان آپس میں تصفیہ نہ کریں کچھ نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے بیان میں فرماتے ہیں۔

" انگلستان کے لوگوں کی ایک بڑی اکثریت ہندوستان کے معاملہ میں گہری دلچسپی لیتی ہے اور چاہتی ہے کہ ہندوستان کو برطانی کامن ویلتھ کے اندر مساوی درجہ حاصل ہو۔ لیکن اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ جب تک ہم ہندو اور مسلمان آپس میں کوئی تصفیہ نہ کرلیں، ہم یہ مساوی درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ کینیڈا جنوبی افریقہ وغیرہ کو درجہ نو آبادیات اس وقت حاصل ہوا۔ جب کہ ان کے اندر رہنے والے مختلف طبقوں کے باہمی اختلافات دور ہو گئے اور انہوں نے سمجھوتہ کر لیا۔

آگے چل کر آپ فرماتے ہیں۔

ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے۔ کہ صرف مسٹر جناح گاندھی جی کو درجہ نو آبادیات و سوراج دے سکتے ہیں اور صرف گاندھی جی مسٹر جناح کو پاکستان دے سکتے ہیں۔

سر فیروز خان نون نے باہمی مفاہمت کے مسئلہ کو جو اہمیت دی ہے اس سے انحراف مشکل ہے یہ ہندوستان کی انتہائی بدقسمتی ہے کہ اس کے اہم سیاسی عناصر اب تک کسی ایک نقطہ اتحاد پر ہم آہنگ نہیں ہو سکے اور جیسے سر موصوف یہ کہتے ہیں کہ باہر کی دنیا ہمارا مذاق اڑاتی ہے کہ ہم اب تک اپنے باہمی جھگڑے طے نہیں کر سکتے تو ہم موصوف کے سر کی طرح ہر ہندوستانی کا سر شرم سے جھک جانا چاہئے ہم انہیں اس صاف بیانی پر داد دیتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعی انگلستان ہندوستان کو اپنے مساوی درجہ دینے کے لئے تیار ہے اور ہم ہی ہیں جو اس مادہ آزادی کو لینے کے لئے تیار نہیں۔

انگریزی بھینس کا شکم :۔

گذشتہ سال سر فیروز خان نون نے ہندوستان کے مسئلہ پر لندن سے اپنا ایک نشریہ نشر کیا تھا۔ اس میں آپ نے دنیا کی اقوام غالب کو بھینسوں سے تشبیہ دیتے ہوئے انگریزی بھینس کا پیٹ بھری ہوئی آسودہ بھینس بتایا تھا۔ یعنی یہ ایک ایسی بھینس ہے جس کے پیٹ میں گنجائش باقی نہیں ہے اس لئے اس کو اب چراگاہوں کی ضرورت نہیں اور اس گاؤ میشی فلسفہ پر سر موصوف نے یہ خاص مصرعہ کہا تھا۔ کہ آج جب کہ کچھ طاقتور گر بھوکی بھینسیں اٹلی و جرمنی وغیرہ دنیا کی چراگاہوں پر چھا جانے کی کوشش میں ہیں۔ کیوں نہ ہم شکم سیر انگریزی بھینس کے ساتھ مل کر ان بھینسوں کو اپنے اپنے کھونٹے سے باندھ دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم مزید پامالی سے بچ جائیں گے اور چونکہ انگریزی بھینس سے ہمارے تعلقات دیرینہ ہیں۔ اس لئے اس کے ساتھ ہماری نباہ بٹ جائے گی نئی بھینسیں اس سے زیادہ خطرناک ہونگی وہ نہ معلوم ہمارا کیا حشر کریں۔

ٹھیک! مگر اب فیروز خان نون کی یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہئے کہ انگریزی بھینس شکم سیر ہے اور نہ وہ ہندوستان کا سبزہ زار چرچکی اور نہ اسے نئی چراگاہوں کی ضرورت ہے۔ مسٹر چرچل کے ملفوظات نے یہ بات بالکل صاف کر دی ہے کہ منشور اوقیانوس کے باوجود برطانیہ ہندوستان میں اپنے شہنشاہانہ تسلط پر کوئی نظر ثانی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور شام و عراق و ایران کی تازہ صورت حالات کی پیش نظر کون کہہ سکتا ہے کہ انگریزی بھینس کو مزید چراگاہوں کی ضرورت نہیں رہی امپیریلسٹ بھینس جگالی کرنے کے لیے پھر چرنے کے لئے تازہ دم ہو جاتی ہے

ہے وہ سلطان تجر کی گھتی پہ ہو جس کی نظر

انگلستان کے ارادے :۔

ہندوستان کے سیاسی عناصر کی عدم مفاہمت سے مسٹر ایمرے کو ہندوستان کی دکھتی رگ ہاتھ آگئی اس میں شک نہیں کہ بیشک نئے والے آئین یا آئینوں کے متعلق ہندوستان میں ایک ابتدائی سمجھوتہ نہیں ہو جاتا کوئی آئینی ترقی ممکن نہیں۔ بنیادی اصولوں پر ہم آہنگی ضروری ہے سر فیروز خان اس عدم مفاہمت پر افسوس کرنے اور مفاہمت پر زور دینے میں نیک نیت ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بہرحال ہندوستانی ہیں۔ لیکن مسٹر ایمرے یا مسٹر چرچل کے متعلق ایسا نہیں خیال کر سکتے۔ یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ انگلستان کی روشنگ کلاس ہمارے لئے خوان آزادی لئے جا بیٹھی ہے۔ اور اب صرف ہماری باہمی مفاہمت کا سوال باقی رہ گیا ہے ان کے جو کچھ ارادے ہیں وہ ان کے بیانات اور تقریروں سے جھلک رہے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ بقول سر فیروز خان نون انگلستان کے لوگوں کی ایک بڑی اکثریت ہندوستان کے کامن ویلتھ میں مساوی درجہ دینے کی خواہشمند ہو لیکن اس اکثریت پر اور آدھی دنیا پر قابض حکمران طبقہ اس مساوات کو وہی معنی پہنانے کا خیال رکھتا ہے جو اس کی مرضی اور امپیریلسٹ مقاصد سے مطابقت رکھتا ہے جو اس کی مرضی اور امپیریلسٹ مقاصد سے مطابقت رکھتے ہوں۔ انگلستان کے بڑے بڑے انشا پرداز آغاز جنگ سے اب تک ہندوستان کو آزادی دینے کے حق میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ لیکن حکومت کی نیت میں فرق نہیں آیا۔ انگلستان کے کئی آزاد خیال اخبار ہندوستان میں موجودہ برطانوی پالیسی پر سخت نکتہ چینی کر چکے ہیں۔ اور کرتے رہتے ہیں۔ لیکن چرچل اور ایمرے کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ دارالعوام میں آوازیں اٹھیں مگر حکومت کے بہرے کانوں نے نہ سنا۔ غرضیکہ انگلستان کے لوگوں کی نیک نیتی بھی ہمیں فائدہ نہ پہنچا سکی اس لئے سر فیروز خان نون کا یہ تحفہ بھی ہندوستان کے لئے بیکار ہے۔

گاندھی و جناح :۔

سر موصوف کی یہ بات کہ صرف مسٹر جناح گاندھی جی کو درجہ نوآبادیات دے سکتے ہیں اور صرف گاندھی جی مسٹر جناح کو پاکستان دے سکتے ہیں ہندو پریس کے دل سے سوال کریں گے کہ ہیں! یہ درجہ نوآبادیات اور پاکستان کا گٹھ بندھن کیسا۔ کیا یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں اور یقین جانئے کہ یہ معمہ بڑی مشکل سے ان کی سمجھ میں آئے گا۔ یہ غریب دو دو سال سے پانی پی پی کر پاکستان کو کوس رہے ہیں اور جب کبھی سر سکندر نے درجہ نوآبادیات کا ذکر کیا۔ تو جھٹ انہوں نے پاکستان کے خلاف کہہ کر تسکین پا جائیں۔ اب جبکہ گورنمنٹ کے ایک سرگروہ دست بازو کے بیان میں وہ درجہ نوآبادیات اور پاکستان کے توام ہونے کا امکان محسوس کریں گے تو انہیں کسی قدر مایوسی ہوگی کیونکہ وہ پاکستان سے سخت بیزار ہیں۔ اور ہندو مہاسبھا جو پاکستان کی ہڈیاں چبا جانے کے لئے دانت تیز کر رہی ہے پاکستان کو ملکی سیاست میں آتا دیکھ کر سب سے زیادہ مایوس ہوگی۔ گاندھی جی بھی پاکستان سے نفرت کے باعث بعض اقتصادی حقائق کو نظر انداز کر بیٹھے ہیں۔ لیکن اب ہیں ان کے حلقہ سیاست کو یہ اعلان کرنا پڑا۔ کہ اگر کانسٹی ٹیوشن اسمبلی میں مسلمانوں کی اکثریت پاکستان مانگے تو اسے پاکستان مل جائے گا۔ یہ خیال کرنا کسی سیاست دان کی بڑی غلطی ہوگی۔ کہ مسٹر جناح پاکستان کا خیال ترک کر دیں۔ اس لئے لفظ پاکستان پر لٹھ آزمائی سے بہتر یہ ہے کہ اس لفظ کو اچھے معنی پہنائے جائیں۔ اور اچھے معنی قبول کر کے باہمی مفاہمت کی کوئی راہ نکالی جائے۔ انگریز پر اتمام حجت کے لئے ہندوستان کے سیاسی عنصر کے مابین ایک تصفیہ ضروری ہے اگر پھر برطانیہ اپنے پنجے ڈھیلے نہ کرے ہم اپنی طاقت کے مواقف اس سے جنگ کر سکتے ہیں۔

قائدین کا بائیکاٹ

سر اکبر حیدری، سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر راجن۔ آر۔ مسٹر کاسکے درمیان خط و کتابت ہو رہی ہے۔ ان دونوں حضرات نے سر سپرو کو دہلی آنے کے پہلے لکھا ہے کہ موجودہ جمود ختم کرنے اور فرقہ وارانہ اتحاد کے قیام کے لئے بات چیت کی جائے کہا جاتا ہے کہ اب یہ سوال گاندھی جی یا مسٹر جناح پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ بلکہ ایک ایسا فارمولا تیار کیا جائے گا جس کی بنا پر ہندو مسلمانوں کو متحد کر کے ایک مشترکہ محاذ قائم کیا جاسکے۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر سکندر اور سر فضل حق کو بھی اس جدید اسکیم میں شامل کیا جائے گا۔ گویا اس طرح گاندھی جی اور مسٹر جناح کی پروا کئے بغیر ہندوستان کے مستقبل کے لئے ایک نئی عملی اسکیم تیار کی جائے گی۔

جہاں تک جمود کو دور کرنے اور فرقہ وارانہ اتحاد قائم کرنے کا تعلق ہے اسے ہندوستان کے ہر طبقہ میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہندوستان میں کوئی ایسی جدید اسکیم کامیاب ہو سکتی ہے یا نہیں جس کو گاندھی جی اور مسٹر جناح کی حمایت حاصل نہ ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ موجودہ حالت میں ایسی کسی اسکیم کا کامیاب ہونا تقریباً ناممکن ہے اور اس قسم کی نئی اسکیم فرقہ وارانہ اتحاد اور جمود کو دور کرنے کی بجائے اور بھی زیادہ پیچیدگی پیدا کر دے گی۔

ہمارے خیال میں یہ حضرات بجائے الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کے پہلے گاندھی جی اور مسٹر جناح کو اپنی اسکیم میں شامل کرنے پر زور دیں۔ اور اگر یہ دونوں حضرات معقول اسکیم ہونے کے باوجود شامل نہ ہوں تو پھر عوام کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کرتے ہوئے عوام میں اس قدر بیداری پیدا کر دی جائے کہ عوام اپنی متفقہ آواز سے گاندھی جی اور مسٹر جناح دونوں کو اس مفید تحریک میں حصہ لینے پر مجبور کر دیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر عوام کو کسی طرح کسی مفید اسکیم کے ذریعہ ہموار کیا جاسکے، تو پھر گاندھی جی اور مسٹر جناح کا ہموار ہو جانا بھی دشوار نہ ہوگا۔

مالوی جی کا اپدیش

پنڈت مدن موہن مالویہ نے اسی ہفتہ الہ آباد یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"طالب علموں کو چاہئے کہ وہ متحد ہو جائیں، کہ ہم ایک قوم ہیں اور ہمارا ایک ہی مقصد ہے ہندوستان ہندوؤں مسلمانوں پارسیوں عیسائیوں اور سکھوں سب کا مادر وطن ہے۔ ہندو راج اور مسلم راج کے دن گئے اب تو ہندوستان میں ہندوستانی راج ہوگا۔"

مالوی جی کی حالت کس قدر عجیب ہے۔ جب آپ الہ آباد یونیورسٹی کے طلبا کے سامنے وعظ فرماتے ہیں تو پتہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت بڑے قوم پرست ہیں۔ لیکن جب مسٹر منشی جیسے فرقہ پرست آپ کو مل جاتے ہیں تو آپ اکھنڈ بھارت کی اس فرقہ وارانہ تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ جس تحریک کو ہندوستان کے سو فیصدی قوم پرستوں نے ٹھکرا دیا ہے اور جس کا مقصد یہ ہے کہ تشدد کے ذریعہ مسلم لیگ اور مسلمانوں کو کچلا جائے۔

کون نہیں جانتا۔ کہ ہندوستان کی فرقہ وارانہ فضا کو مکدر کرنے میں مالوی جی کا کتنا بڑا ہاتھ ہے، چنانچہ آج ساورکر، شیام پرشاد مکرجی اور منشی جیسے فرقہ پرست اسی راستہ پر چلے جا رہے ہیں جو مالوی جی نے کسی زمانہ میں طیار کیا تھا۔

ہمارا خیال ہی نہیں یقین ہے کہ جب تک ہندوستان میں مذکورہ فرقہ پرست موجود ہیں ہندوستان میں قیامت تک ہندوستانیوں کا راج نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ جب تک رہینگے فرقہ پرستی کی لعنت موجود رہے گی اور اس فرقہ پرستی کی لعنت کو برطانوی مدبرین ہمیشہ اپنا آلہ کار بنائے رہینگے مالوی جی اگر فی الحقیقت ہندوستان پر ہندوستانیوں کی حکومت کو چاہتے ہیں۔ تو اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ مالوی جی خود بھی گوشہ نشین بن جائیں اور اپنے ساتھ ان تمام فرقہ پرستوں کو بھی کونے میں بٹھا لیں۔ جو فرقہ پرستی کی آگ کو بھڑکا کر ہندوستان کی غلامی کی زنجیروں کو مضبوط کر رہے ہیں۔

کانگریسی طریقہ پر ہندو راج

مسٹر ستیہ مورتی ابھی جیل سے تشریف لائے ہیں یکم اکتوبر کو انہوں نے بمقام مدراس میں تقریر فرمائی۔ ابتدا اس سے فرمائی کہ "کم سے کم مدت کے اندر ہندوستان کے چالیس کروڑ آدمیوں کو ایک آواز میں بولنا چاہئے۔ اور ان میں ایک غدار بھی نہ رہے"

اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ ہندوستان کے سب باشندوں کو ایک خیال اور ایک مقصد پر متفق ہو جانا چاہیے، وہ خیال اور مقصد کیا ہے۔ ہندوستان کا مرتبہ آزادی اور ہندوستان کا دستور

اس کے بعد اسی تقریر کے تیسرے حصہ میں وہ فرماتے ہیں۔ "مسٹر ایمرے کا یہ اصرار کہ ہندوستانیوں کو باہم متفق ہو جانا چاہئے زخم پر نمک کا اضافہ ہے۔ ہندوستانیوں کے باہمی اتفاق پر اصرار کے یہ معنی کہ مسٹر جناح کو ہندوستان کی تمام ترقی روکنے کا اختیار دیدیا جائے" اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسٹر ستیہ مورتی کے اس اصرار کے کیا معنی ہیں کہ ہندوستان کے چالیس کروڑ باشندوں کو کم از کم مدت کے اندر ایک آواز میں بولنا چاہئے خود انہی کی تقریر میں اس کا جواب موجود ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جبتک ہندوستان میں جداگانہ انتخاب موجود ہے اس وقت تک حکومت برطانیہ کا یہ مطالبہ کہ ہندوستانیوں کے درمیان عام اتفاق ہو جائے زخم پر نمک کا اضافہ ہے اور انگریزی محاورے میں توہین کا اضافہ ہے۔ گویا اس کی تشریح یہ ہوئی کہ مسلمانوں سے جداگانہ انتخاب کا حق چھین کر انہیں انکی قومی مرضی اور قومی رائے عامہ اظہار کے ذریعہ سے جبراً بالکل محروم کر دینا ہے اور مسلمانوں کے اس سکوت کو جو اس مجبوری سے ہو۔ کانگریس کے مطالبہ پر رضامند قرار دیا جائے۔ یہ ہے کانگریس کی جمہوریت جو ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان باشندوں کی زبان بندی اور ہندوؤں کی مرضی پر جبری رضامندی سے شروع ہوتی ہے، حیرت ہے کہ ان نشانوں کے ساتھ ہندو کانگریسی لیڈروں کو جمہوریت اور ہندوستان کی آزادی کا دعوے کرتے ہوئے شرم نہیں آتی اس تقریر میں مسٹر ستیہ مورتی نے ریفارمس کمشنر مسٹر ہاڈسن کی اس تجویز

اس تجویز پر کہ ہندوستان میں فنکشنل یعنی مفاد کی نیابت ہو یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے جمہوریت بجائے اجمالی صورت اختیار کرنے کے پھیل جائیگی ہم اس تجویز سے ہرگز متفق نہیں ہیں ہم مسلمان ہندوستان کے آئینی مسئلہ کا حل یہ بتلا چکے ہیں۔ کہ ہندوستان کو اس طرح تقسیم کر دیا جائے کہ ہندو اکثریت کے علاقے علیحدہ خود مختار رہیں اور مسلم اکثریت کے علیحدہ بالفاظ دیگر پاکستان اسکیم اگر یہ مسز ستیہ مورتی کو ان کے جلسے اکام کرنے کے لئے یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ نیابتی طرز حکومت جتنا اجمال کی طرف گھٹتا جائے گا۔ استبداد بنتا جائے گا اور جتنا پھیلے گا جمہوریت کی منشا کے قریب ہوتا جائے گا۔

آخر میں مسز ستیہ مورتی نے اس تجویز پر تنقید فرمائی ہے، کہ مرکزی مجالس واضعان قوانین میں مسلمان اور ہندوؤں میں پچاس پچاس ہوں اسپر انہیں اس کے سوا اور کوئی اعتراض نہیں کہ یہ

"یہ مسٹر جناح کے دو قوموں کے نظریئے کے سوا اور کچھ نہیں"

مگر سوال یہ ہے کہ مسٹر جناح کے اس نظریہ سے انہیں چوٹ کیوں لگتی ہے مسٹر جناح کا وہ نظریہ ٹھوس حقیقت ہے اور اب مسلمہ ہے۔ ہندوستان کے مسئلہ کا صرف وہی حل صحیح ہے جو اس نظریہ کے مطابق ہو۔ اب ہندوستان کا مسئلہ لازماً اسی نظریہ کے مطابق حل کیا جائے گا۔ کانگریس اور اس کے لیڈر اس نظریے کے مطابق اگر کوئی حل پیش کر سکتے ہیں۔ کہ ہندو اور مسلمان دو جداگانہ قومیں ہیں۔ یا جنوبی ہند کی آبادی میں دراوڑ یا تیسری قوم ہیں تو ان کی بات سنی جائے گی۔ ورنہ اگر ہندوستان کی آزادی عزیز ہے اور واقعی ہندوستان آزاد ہونا ہے۔ تو انہیں پاکستانی اسکیم قبول کرنی پڑے گی

مسز ستیہ مورتی نے کہا۔ "کہ اگر انتخاب مخلوط ہو جائے تو پھر انہیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کہ مرکز میں ہندوں کا تناسب کیا ہوا اور مسلمانوں کا کیا طاقت اور اختیار ہندوں کے ہاتھوں میں ہو یا مسلمانوں کے ہاتھ میں" تعجب ہے کہ ان کانگریسی لیڈروں کی سمجھ میں اب تک یہ بات نہیں آئی۔ کہ انکی ان طفلانہ چال بازیوں پر مسلمان اب صرف ہنستے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ مخلوط انتخاب اگر جگہ کے تعین کے بغیر ہو۔ تو مرکزی حکومت میں ایک بھی مسلمان نہیں جا سکتا۔ ہندوستان کی آبادی میں مجموعی تعداد ہندوؤں کی زیادہ ہے اور وہ نہایت درجہ فرقہ پرست ہیں۔ ہندو ہندو کو ووٹ دیگا۔ اور ہندوں میں بھی تفریق ہوگی بنیا بنئے کو ووٹ دیگا۔ اور برہمن برہمن کو۔ یہ وطن کو سمجھتے ہیں نہ قوم کو نہ آزادی کو۔ ان میں سے ہر ایک وہ برل ہو یا کانگریسی یا مہاسبائی ہو مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں کے اقتدار کے لئے کوشاں ہیں اس کوشش میں ہندوستان ہزار سال اور غلام رہے تو انہیں پروا نہیں۔

یہ مسلمان ہی ہیں۔ کہ جب زاغلول پاشا کے پاس قبطیوں کا وفد حقوق طلبی کو گیا۔ تو انہوں نے ۵ فیصدی آبادی کو ۵۰ فیصدی دینے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ ہمیں مصری حکومت چاہئے۔ مسلمان عیسائی یا یہودی کا امتیاز نہیں۔ یا یہ ہندو قوم ہے کہ ہر بات میں تجارت اور نفع کی تلاش ہے۔ یہ قوم اور آزاد ہو جائے تو ایک معجزہ ہو۔

صحیح بخاری شریف اردو

(سلسلۂ گذشتہ)

باب۔ اللہ تعالیٰ کا قول وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل (کس بات پر نازل ہوا اور اس کا کیا مطلب ہے) اس (باب کی احادیث کے ناقلین) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت براء (بن عازب بھی) ہیں۔

(۱۷۶۷) حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ جب حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود نازل ہوئی تو میں نے ایک سیاہ تاگہ اور ایک سپید تاگہ لے لیا اور ان دونوں کو اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا اور رات کو (اٹھ اٹھ کے اُن تاگوں کو) دیکھتا رہا۔ مگر مجھے کچھ نہ معلوم ہوا تو میں صبح کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ (سیاہ تاگہ) تو رات کی سیاہی اور سپید تاگہ صبح کی سپیدی ہے۔

(۱۷۶۸) حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود اور من الفجر کا لفظ (اس وقت تک) نازل نہ ہوا تھا۔ تو کچھ لوگ ایسے تھے کہ وہ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو کوئی شخص ان میں سے اپنے پیروں میں سپید تاگہ اور سیاہ تاگہ باندھ لیتا۔ پھر برابر کھایا کرتا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں تاگے اُسے دکھائی دینے لگتے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے من الفجر کا لفظ نازل فرمایا تو سب کو معلوم ہو گیا کہ (سیاہ تاگہ سے) مراد رات اور (سپید تاگہ سے مراد) دن ہے۔

باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ (اے لوگو) تمھیں بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے (اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر اذانِ فجر قبل طلوعِ فجر پڑھ دی جائے تو اس سے کھانے کی ممانعت نہیں ثابت ہوتی)

(۱۷۶۹) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ بلال رات کو اذان کہتے تھے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے لوگو) کھاؤ اور پیو۔ یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔ اس لئے کہ جب تک فجر طلوع نہ ہو جائے وہ اذان نہیں دیتے۔ قاسم کہتے ہیں کہ بلال اور ابن مکتوم کی اذان میں صرف اس قدر فصل ہوتا تھا۔ کہ ابن ام مکتوم (اذان دینے کے لئے منارہ کے اوپر) چڑھتے تھے اور بلال (اس وقت اذان دیکے) اُترتے ہوتے تھے۔

باب۔ سحری کا جلد کھانا (مسنون ہے)۔

(۱۷۷۰) حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں سحری کھایا کرتا تھا پھر مجھے اس بات کی جلدی پڑ جایا کرتی کہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز میں شامل ہو جاؤں۔

باب سحری کھانے میں اور نمازِ فجر میں کس قدر فصل ہونا چاہیے۔

(۱۷۷۱) حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سحری کھائی پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے (حضرت انس کہتے ہیں) میں نے کہا کہ اذان اور سحری کے درمیان میں کس قدر فصل تھا۔ انھوں نے کہا بقدر پچاس آیتوں (کی تلاوت) کے۔

باب سحری میں برکت (ہونا ثابت ہے) مگر وہ واجب نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے روزوں میں وصل کیا اور سحری کھانا منقول نہیں۔

(۱۷۷۲) حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں میں وصل کیا تو اور لوگوں نے بھی وصل کیا۔ یہ آپ کو ناگوار گزرا، لہٰذا آپ نے انھیں منع فرمایا ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تو وصل کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ مجھے تو برابر (خدا کی طرف سے) کھلایا پلایا جاتا ہے۔

(۱۷۷۳) حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے لوگو) سحری کھاؤ اس لئے کہ سحری میں برکت ہے۔

باب۔ جب دن میں روزے کا اعلان کیا جائے (تو کیا اُس وقت بھی روزے کی نیت کر لینے سے روزہ صحیح ہو جائے گا) اور ام درداء کہتی ہیں کہ حضرت ابو الدرداء فرمایا کرتے تھے کہ کیا تمہارے پاس کھانا ہے۔ اگر ہم لوگ کہہ دیتے تھا کہ نہیں تو وہ کہتے تھے کہ میں آج کے دن روزہ دار ہوں اور حضرت ابو طلحہ اور ابوہریرہ اور ابن عباس اور حذیفہ نے بھی ایسا کیا ہے۔

(۱۷۷۴) حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) عاشورہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس امر کا اعلان دینے کے لئے مقرر فرمایا کہ (آج) جس شخص نے کچھ کھا لیا وہ اب نہ کھائے اور جس نے نہ کھایا ہو وہ (روزہ کی نیت کر کے) روزہ رکھ لے۔

باب۔ روزہ دار اگر صبح کو بحالت جنابت اُٹھے (تو کیا حکم ہے)

(۱۷۷۵) ابوبکر بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ اُن کے والد عبد الرحمٰن نے مروان سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ اور ام سلمہ کہتی تھیں کہ (کبھی کبھی) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں صبح ہوتی تھی کہ آپ اپنی بیبیوں سے جنب ہوتے تھے پھر غسل کر لیتے تھے اور روزہ رکھتے تھے (یہ حدیث سن کر) مروان نے عبد الرحمٰن سے کہا کہ میں تمھیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ تم اس حدیث سے ابوہریرہؓ کو خوف دلانا اور مروان اس زمانہ میں حاکم مدینہ تھا، ابوبکر کہتے ہیں کہ (میرے والد) عبد الرحمٰن کو یہ بات (مروان کی) اچھی نہ معلوم ہوئی پھر (چند روز کے بعد) تقدیر الٰہی سے ہم سب لوگ ذو الحلیفہ میں جمع ہوئے اور حضرت ابو ہریرہ کی وہاں کچھ زمین تھی (اس وجہ سے وہ بھی وہاں موجود تھے) تو عبد الرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات کہنے والا ہوں اور اگر مروان نے مجھے اس بات کی قسم نہ دلائی ہوتی تو میں ہرگز اس کا ذکر آپ سے نہ کرتا پھر عبد الرحمٰن نے حضرت عائشہ اور ام سلمہ کی حدیث بیان کی حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ مجھ سے فضل بن عباس نے اسی طرح بیان کیا تھا اور وہ خوب واقف ہیں۔ اور ہمام نے اور حضرت

لہ ترجمہ۔ کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمھیں سپید تاگہ سیاہ تاگہ سے یعنی فجر (کی سپیدی رات کی سیاہی میں) معلوم ہونے لگے۔ پھر تم اپنے روزوں کو رات تک پورا کرو۔

کتاب الفقہ

پردہ، اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے

(از حضرت ابو الاعلیٰ صاحب مودودی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

ان وجوہ سے یہ بات اجتماعی زندگی کے نیم ... صحیح ... دنیا کے ... اہم ترین ضروریات ... سے ہے کہ ... صنفی عمل کے انتشار کو قطعی روک دیا جائے اور جذبات شہوانی کی تسکین کے لئے نہ صرف ایک ہی دروازہ ... ازدواج کا دروازہ ... کھلا رکھا جائے۔ افراد کو زنا کی آزادی دینا اس کے ساتھ بے جا رعایت ... سوسائٹی پر ظلم، بلکہ سوسائٹی کا قتل ہے۔ جو سوسائٹی اس معاملہ کو حقیر سمجھتی ہے ... زنا کو محض افراد کی خوش وقتی سمجھ کر نظر انداز کر دینا چاہتی ہے اور ... آزادانہ شہوت رانی کے ساتھ رواداری برتنے کے لئے تیار رہتی ہے، وہ درحقیقت ایک جاہل سوسائٹی ہے۔ اس کو اپنے حقوق کا شعور نہیں ہے۔ وہ آپ اپنے ساتھ دشمنی کرتی ہے۔ اگر اسے اپنے حقوق کا شعور ہو اور وہ جانے اور سمجھے کہ صنفی تعلقات کے معاملہ میں افراد کی آزادی کے اثرات اجتماعی مفاد پر کیا مترتب ہوتے ہیں تو وہ اس فعل کو اسی نظر سے دیکھے جس سے چوری، ڈاکہ، اور قتل کو دیکھتی ہے۔ بلکہ یہ چوری سے اشد ہے۔ چور، قاتل اور ڈاکو زیادہ سے زیادہ ایک فرد یا چند افراد کا نقصان کرتے ہیں۔ مگر زانی پوری سوسائٹی پر اور اس کی آئندہ نسلوں پر ڈاکہ مارتا ہے۔ وہ بیک وقت لاکھوں کروڑوں انسانوں کی چوری کرتا ہے۔ اس کے جرم کے نتائج ان سب مجرموں سے زیادہ دور رس اور زیادہ وسیع ہیں۔ جب یہ تسلیم ہے کہ افراد کی خود غرضانہ دست درازیوں کے مقابلہ میں سوسائٹی کی مدد پر قانون کی طاقت ہونی چاہئے، اور جب اسی بنیاد پر چوری، قتل، لوٹ مار، جعلسازی اور غصب حقوق کی دوسری صورتوں کو جرم قرار دے کر تعزیر کے زور سے ان کا سدباب کیا جاتا ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ زنا کے معاملہ میں کسی قانون سوسائٹی کا محافظ نہ ہو اور اُسے تعزیری جرم قرار نہ دیا جائے۔

اصولی حیثیت سے بھی یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ نکاح اور سفاح دونوں بیک وقت ایک ہی نظام معاشرت کے جزء نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک شخص کے لئے ذمہ داریاں قبول کئے بغیر خواہشات نفس کی تسکین جائز رکھی جائے تو کسی کام کے لئے نکاح کا ضابطہ مقرر کرنا محض بے معنی ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ریل میں بلا ٹکٹ سفر کرنے کو جائز بھی رکھا جائے۔ اور پھر سفر کے لئے ٹکٹ کا قاعدہ بھی مقرر کیا جائے۔ کوئی صاحب عقل آدمی ان دونوں طریقوں کو بیک وقت اختیار نہیں کر سکتا۔ معقول صورت یہی ہے کہ یا تو ٹکٹ کا قاعدہ سرے سے اُڑا دیا جائے، یا اگر یہ قاعدہ مقرر کرنا ہے تو بلا ٹکٹ سفر کرنے کو جرم قرار دیا جائے۔ اسی طرح نکاح اور سفاح کے معاملہ میں بھی دو عملی ایک قطعی غیر معقول چیز ہے۔ اگر تمدن کے لئے نکاح کا ضابطہ ضروری ہے، جیسا کہ پہلے بدلائل ثابت کیا جا چکا ہے، تو اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ سفاح کو جرم قرار دیا جائے۔

جاہلیت کی خصوصیات میں سے یہ بھی ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ جن چیزوں کے نتائج محدود ہوتے ہیں اور جلدی اور محسوس شکل میں سامنے آجاتے ہیں ان کو تو ادراک کر لیا جاتا ہے۔ مگر جن کے نتائج وسیع اور دور رس ہونے کی وجہ سے غیر محسوس رہتے ہیں۔ اور دیر میں مترتب ہوا کرتے ہیں انہیں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ بلکہ ناقابل اعتنا سمجھا جاتا ہے۔ چوری، قتل اور ڈکیتی جیسے معاملات کو اہم اور زنا کو غیر اہم سمجھنے کی وجہ یہی ہے۔ جو شخص اپنے گھر میں طاعون کے چوہے جمع کرتا ہے، یا متعدد امراض پھیلاتا ہے، جاہلیت کا تمدن اس کو تو معافی کے قابل نہیں سمجھتا، کیونکہ اس کا فعل صریح طور پر نقصان رساں نظر آتا ہے۔ مگر جو زناکار اپنی خود غرضی سے تمدن کی جڑ کاٹتا ہے اس کے نقصانات چونکہ محسوس ہونے کے بجائے معقول ہیں اس لئے وہ جاہلوں کو ہر رعایت کا مستحق نظر آتا ہے بلکہ ان کی سمجھ میں یہ آتا ہی نہیں کہ اس کے فعل میں جرم کی آخر کونسی بات ہے۔ اگر تمدن کی بنیاد جاہلیت کے بجائے عقل اور علم فطرت پر ہو تو یہ طرز عمل کبھی اختیار نہ کیا جائے۔

(۴)

انسدادِ فواحش کی تدابیر

تمدن کے لئے جو فعل نقصان دہ ہو اس کو روکنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ اسے بس قانوناً جرم قرار دے دیا جائے اور اس کے لئے ایک سزا مقرر کر دی جائے، بلکہ اس کے ساتھ چار قسم

لہ ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ایک جوان آدمی کو خواہشات نفس کی تسکین کا تھوڑا بہت موقع ضرور حاصل ہونا چاہئے، کیونکہ جوانی میں جذبات کے جوش کو روکنا مشکل ہے اور اگر روکا جائے تو صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ لیکن اس نتیجہ کی بنا جن مقدمات پر قائم ہے وہ سب غلط ہیں۔ جذبات کا ایسا جوش جو روکا نہ جا سکے ایک غیر معمولی حالت ہے، اور معمولی انسانوں میں یہ حالت صرف اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ ایک غلط نظام تمدن ان کو زبردستی مشتعل کرتا ہے۔ ہمارے سینما، ہمارا لٹریچر، ہماری تصویریں، ہماری موسیقی اور اس مخلوط سوسائٹی میں بنی ٹھنی عورتوں کا ہر جگہ مردوں سے متصادم ہونا، یہی وہ اسباب ہیں جو خواہ مخواہ معمولی انسانوں کو شہوانی اعتبار سے غیر معمولی بنا دیتے ہیں۔ ورنہ ایک پرسکون فضا میں عام مردوں اور عورتوں کو ایسا ہیجان کبھی لاحق نہیں ہو سکتا کہ ذہن اور اخلاق کی تربیت سے اس کو ضبط نہ کیا جا سکے۔ اور یہ خیال کہ جوانی کے زمانہ میں صنفی عمل نہ کرنے سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ لہٰذا صحت برقرار رکھنے کے لئے زنا کرنی چاہئے۔ ایک مغالطہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ درحقیقت صحت اور اخلاق دونوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ معاشرت کے اس غلط نظام اور خوشحال زندگی کے ان غلط معیاروں کو بدلا جائے جن کی وجہ سے نکاح مشکل اور سفاح آسان ہو کر رہ گیا ہے۔

کی تدبیریں اور بھی اختیار کرنی ضروری ہیں۔

ایک یہ کہ تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے افراد کی ذہنیت درست کی جائے اور ان کے نفس کی اس حد تک اصلاح کر دی جائے کہ وہ خود اس فعل سے نفرت کرنے لگیں، اسے گناہ سمجھیں، اور اُن کا اپنا اخلاقی وجدان انھیں اس کے ارتکاب سے باز رکھے۔

دوسرے یہ کہ جماعتی اخلاق اور رائے عام کو اس گناہ یا جرم کے خلاف اس حد تک تیار کر دیا جائے کہ عام لوگ اسے عیب اور لائق شرم فعل سمجھنے لگیں اور اس کے مرتکب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں تاکہ جن افراد کی تربیت ناقص رہ گئی ہو، یا جن کا اخلاقی وجدان کمزور ہو انھیں رائے عام کی طاقت ارتکاب جرم سے باز رکھے۔

تیسرے یہ کہ نظام تمدن میں ایسے تمام اسباب کا سد باب کر دیا جائے جو اُس جرم کی تحریک کرنے والے اور اس کی طرف ترغیب و تحریص دلانے والے ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی اُن اسباب کو بھی حتی الامکان دور کیا جائے جو افراد کو اس فعل پر مجبور کرنے والے ہوں۔

چوتھے یہ کہ تمدنی زندگی میں ایسی رکاوٹیں اور مشکلات پیدا کر دی جائیں کہ اگر کوئی شخص اس جرم کا ارتکاب کرنا بھی چاہے تو آسانی سے نہ کر سکے۔

یہ چاروں تدبیریں ایسی ہیں جن کی صحت اور ضرورت پر عقل شہادت دیتی ہے۔ فطرت ان کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور بالفعل ساری دنیا کا عمل بھی یہی ہے کہ سوسائٹی کا قانون جن جن چیزوں کو جرم قرار دیتا ہے ان سب کو روکنے کے لئے تعزیر کے علاوہ یہ چاروں تدبیریں بھی کم و بیش ضرور استعمال کی جاتی ہیں۔ اب اگر یہ مسلم ہے کہ صنفی تعلقات کا انتشار تمدن کے لئے مہلک ہے اور سوسائٹی کے خلاف ایک شدید جرم کی حیثیت رکھتا ہے تو لا محالہ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسے روکنے کے لئے تعزیر کے ساتھ ساتھ وہ سب اصلاحی اور انسدادی تدابیر استعمال کرنی ضروری ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اس کے لئے افراد کی تربیت بھی ہونی چاہیئے۔ رائے عام کو بھی اس کی مخالفت کے لئے تیار کرنا چاہیئے تمدن کے دائرے سے ان تمام چیزوں کو بھی خارج کرنا چاہیئے۔ جو افراد کے شہوانی جذبات کو مشتعل کرتی ہیں۔ نظام معاشرت سے ان رکاوٹوں کو دور بھی کرنا چاہیئے جو نکاح کے راستہ میں مشکلات پیدا کرتی ہیں۔ اور مردوں اور عورتوں کے تعلقات پر ایسی پابندیاں بھی عاید کرنی چاہئیں کہ اگر وہ دائرۂ ازدواج کے باہر صنفی تعلق قائم کرنے کی طرف مائل ہوں تو ان کی راہ میں بہت سے مضبوط حجابات حائل ہو جائیں۔ زنا کو جرم اور گناہ تسلیم کر لینے کے بعد کوئی صاحب عقل آدمی ان تدابیر کے خلاف ایک لفظ نہیں کہہ سکتا۔

بعض لوگ اُن تمام اخلاقی و اجتماعی اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں جن کی بنیاد پر زنا کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ مگر ان کا اصرار یہ ہے کہ اس کے خلاف تعزیری اور انسدادی تدابیر اختیار کرنے کے بجائے صرف اصلاحی تدبیروں پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ وہ کہتے ہیں کہ تعلیم اور تربیت کے ذریعہ سے لوگوں میں اتنا باطنی احساس، ان کے ضمیر کی آواز میں اتنی طاقت، اور ان کے اخلاقی وجدان میں اتنا زور پیدا کر دو کہ وہ خود اس گناہ سے رک جائیں۔ اصلاح نفس کے بجائے تعزیر اور انسدادی تدابیر اختیار کرنے کے معنی تو یہ ہیں کہ تم آدمیوں کے ساتھ بچوں کا سا سلوک کرتے ہو، بلکہ آدمیت کی توہین کرتے ہو۔ ہم بھی ان کے ارشاد کو اس حد تک تسلیم کرتے ہیں کہ اصلاح آدمیت کا اعلیٰ اور اشرف طریقہ وہی ہے جو وہ بیان فرماتے ہیں۔ تہذیب کی غایت فی الحقیقت یہی ہے کہ افراد کے باطن میں ایسی قوت پیدا ہو جائے جس سے وہ خود بخود سوسائٹی کے قوانین کا احترام کرنے لگیں اور خود اُن کا اپنا ضمیر ان کو اخلاقی ضوابط کی خلاف ورزی سے روک دے۔ اسی غرض کے لئے افراد کی تعلیم و تربیت پر سارا زور صرف کیا جاتا ہے مگر کیا فی الواقع تہذیب اپنی اس غایت کو پہنچ چکی ہے؟ کیا حقیقت میں تعلیم اور اخلاقی تربیت کے ذریعے افراد انسانی کو اتنا مہذب بنایا جا چکا ہے کہ اُن کے باطن پر کامل اعتماد کیا جا سکتا ہو اور جماعتی نظام کی حفاظت کے لئے خارج میں کسی انسدادی اور تعزیری تدبیر کی ضرورت باقی نہ رہی ہو؟ زمانۂ قدیم کا ذکر چھوڑیئے کہ آپ کی زبان میں وہ تاریک دور تھا۔ یہ بیسویں صدی، یہ قرن منور آپ کے سامنے موجود ہے۔ اس زمانہ میں یورپ اور امریکہ کے مہذب ترین ممالک کو دیکھ لیجئے جن کا ہر باشندہ تعلیم یافتہ ہے جن کو اپنے شہریوں کی اعلیٰ تربیت پر ناز ہے کیا وہاں تعلیم اور اصلاح نفس نے جرائم اور قانون شکنی کو روک دیا ہے؟ کیا وہاں چوریاں نہیں ہوتیں؟ ڈاکے نہیں پڑتے قتل نہیں ہوتے؟ جعل اور فریب اور ظلم اور فساد کے واقعات پیش نہیں آتے؟ کیا وہاں پولیس، عدالت، جیل، تعزیری احتساب کسی چیز کی بھی ضرورت باقی نہیں رہی؟ کیا وہاں افراد کے اندر اخلاقی ذمہ داری کا اتنا احساس پیدا ہو چکا ہے کہ اب ان کے ساتھ بچوں کا سا سلوک نہیں کیا جاتا؟ اگر واقعہ یہ نہیں ہے، اگر اس روشن زمانہ میں بھی سوسائٹی کے نظم و آئین کو محض افراد کے اخلاقی وجدان پر نہیں چھوڑا جا سکا ہے، اگر اب بھی ہر جگہ "آدمیت کی یہ توہین" ہو رہی ہے کہ جرائم کے سد باب کے لئے تعزیری اور انسدادی دونوں قسم کی تدبیریں استعمال کی جاتی ہیں، تو آخر کیا وجہ ہے کہ صرف صنفی تعلقات ہی کے معاملہ میں آپ کو یہ توہین ناگوار ہے؟ صرف اسی ایک معاملہ میں کیوں ان بچوں سے بڑھ کر کا سا سلوک کئے جانے پر آپ کو اعتراض اور اتنا اصرار ہے؟ ذرا ٹٹول کر دیکھئے، کہیں دل میں کوئی چور تو چھپا ہوا نہیں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جن چیزوں کو تم شہوانی محرکات قرار دے کر تمدن کے دائرے سے خارج کرنا چاہتے ہو وہ تو سب آرٹ اور ذوق جمال کی جان ہیں۔ انھیں نکال دینے سے تو انسانی زندگی میں لطافت کا چشمہ ہی سوکھ کر رہ جائے گا۔ لہٰذا تمھیں تمدن کی حفاظت اور معاشرت کی اصلاح جو کچھ بھی کرنی ہے اس طرح کرو کہ فنون لطیفہ اور جمالیت کو ٹھیس نہ لگنے پائے۔

ہم بھی ان حضرات کے ساتھ اس حد تک متفق ہیں کہ آرٹ اور ذوق جمال فی الواقع قیمتی چیزیں ہیں جن کی حفاظت بلکہ ترقی ضرور ہونی چاہیئے۔ مگر سوسائٹی کی زندگی اور اجتماعی فلاح ان سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے۔ اس کو کسی آرٹ اور کسی ذوق پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ آرٹ اور جمالیت کو اگر پھلنا پھولنا ہے تو اپنے لئے نشو و نما کا وہ راستہ ڈھونڈیں جس میں وہ اجتماعی زندگی اور فلاح کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکیں۔ جو آرٹ اور ذوق جمال زندگی کے بجائے ہلاکت اور فلاح کے بجائے فساد کی طرف لے جانے والا ہو اسے جماعت کے

دارے میں ہرگز پھولنے پھلنے کا موقع نہیں دیا جا سکتا۔ یہ کوئی ہمارا انفرادی و خاندانی نظریہ نہیں ہے بلکہ یہی عقل و فطرت کا مقتضا ہے، تمام دنیا اس اصول کو تسلیم کرتی ہے اور اسی پر ہر جگہ عمل بھی ہو رہا ہے۔ جن چیزوں کو بھی دنیا میں اجتماعی زندگی کے لئے مہلک اور موجب فساد سمجھا جاتا ہے انہیں کبھی آرٹ اور ذوقِ جمال کی خاطر گوارا نہیں کیا جاتا۔ مثلاً جو لٹریچر فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری پر ابھارتا ہو اسے کبھی محض اس کی ادبی خوبیوں کی خاطر جائز نہیں رکھا جاتا۔ جس ادب میں عام لوگوں کو سرقہ یا مبیضہ پہلانے کی ترغیب دی جائے اسے کبھی برداشت نہیں کیا جاتا۔ جو سنیما یا تھیٹر امن شکنی اور بغاوت پر اکساتا ہو اس کو دنیا کی کوئی حکومت منظرِ عام پر لانے کی اجازت نہیں دیتی۔ جو تصویریں ظلم اور قساوت اور شرارت کے جذبات کی مظہر ہوں یا جن میں اخلاق کے تسلیم شدہ اصول توڑے گئے ہوں وہ خواہ کتنے ہی کمالِ فن کی حامل ہوں، کوئی قانون اور کوئی سوسائٹی کا ضمیر ان کو عوام کی نگاہ سے دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ جیب کترنے کا فن اگرچہ ایک لطیف ترین فن ہے، اور ہاتھ کی صفائی کا اس سے بہتر کمال شاید ہی کہیں پایا جاتا ہو، مگر کوئی اس کے پھلنے پھولنے کا روادار نہیں ہوتا۔ جعلی نوٹ اور چیک اور دستاویزیں تیار کرنے میں حیرت انگیز ذہانت اور مہارت صرف کی جاتی ہے، مگر کوئی اس آرٹ کی ترقی کو جائز نہیں رکھتا۔ ٹھگی میں انسانی دماغ نے اپنی قوتِ ایجاد کے کیسے کیسے کمالات کا اظہار کیا ہے۔ مگر کوئی مہذب سوسائٹی ان کمالات کی قدر کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ پس یہ اصول بجائے خود مسلم ہے کہ جماعت کی زندگی، اس کا امن، اس کی فلاح و بہبود، ہر فنِ لطیف اور ہر ذوقِ جمال و کمال سے زیادہ قیمتی ہے اور کسی آرٹ پر اسے قربان نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اختلاف جس امر میں ہے وہ صرف یہ ہے کہ ایک چیز کو ہم اجتماعی زندگی اور فلاح کے لئے نقصان دہ سمجھتے ہیں اور دوسرے ایسا نہیں سمجھتے۔ اگر اس امر میں ان کا نقطۂ نظر بھی وہی ہو جائے جو ہمارا ہے تو انہیں بھی آرٹ اور ذوقِ جمال پر وہی پابندیاں عائد کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگے گی جن کی ضرورت ہم محسوس کرتے ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ناجائز صنفی تعلقات کو روکنے کے لئے عورتوں اور مردوں کے درمیان حجابات حائل کرنا اور معاشرت میں ان کے آزادانہ اختلاط پر پابندیاں لگانا دراصل ان کے اخلاق اور ان کی سیرت پر حملہ ہے۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ گویا تمام افراد کو بدچلن فرض کر لیا گیا ہے اور یہ کہ ایسی پابندیاں عاید کرنے والوں کو نہ اپنی عورتوں پر اعتماد ہے نہ مردوں پر۔ بات بڑی معقول ہے۔ مگر اسی طرزِ استدلال کو ذرا آگے بڑھائیے۔ ہر قفل جو کسی دروازے پر لگایا جاتا ہے گویا اس امر کا اعلان ہے کہ اس کے مالک نے تمام دنیا کو چور فرض کیا ہے۔ ہر پولیس مین کا وجود اس بات پر شاہد ہے کہ حکومت اپنی تمام رعایا کو بدمعاش سمجھتی ہے۔ ہر لین دین میں جو دستاویز لکھوائی جاتی ہے وہ اس امر کی دلیل ہے کہ ایک فریق نے دوسرے فریق کو خائن قرار دیا ہے۔ وہ ہر انسدادی تدبیر جو ارتکابِ جرائم کی روک تھام کے لئے اختیار کی جاتی ہے اس کے عین وجود میں یہ مفہوم شامل ہے کہ اُن سب لوگوں کو امکانی مجرم فرض کیا گیا ہے۔ جن پر اس تدبیر کا اثر پڑتا ہو۔ اس طرزِ استدلال کے لحاظ سے تو آپ ہر آن چور، بدمعاش، خائن اور شکستہ چال چلن کے آدمی قرار دے جاتے ہیں مگر آپ کی عزتِ نفس کو ذرا سی ٹھیس بھی نہیں لگتی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ صرف اسی ایک معاملہ میں آپ کے احساسات اتنے نازک ہو گئے ہیں؟

اصل بات وہی ہے جس کی طرف ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ جن لوگوں کے ذہن میں پرانے اخلاقی تصورات کا بچا کھچا اثر ابھی باقی ہے وہ زنا اور صنفی انارکی کو بُرا تو سمجھتے ہیں، مگر ایسا زیادہ بُرا نہیں سمجھتے کہ اس کے قطعی انسداد کی ضرورت محسوس کریں۔ اسی وجہ سے اصلاح و انسداد کی تدابیر میں ہمارا اور ان کا نقطۂ نظر مختلف ہے۔ اگر فطرت کے حقائق ان پر پوری طرح منکشف ہو جائیں اور وہ اس معاملہ کی صحیح نوعیت سمجھ لیں تو انہیں ہمارے ساتھ اس امر میں اتفاق کرنا پڑے گا کہ انسان جب تک انسان ہے اور اس کے اندر جب تک حیوانیت کا عنصر موجود ہے اُس وقت تک کوئی ایسا تمدن جو اشخاص کی خواہشات اور ان کے لطف و لذت سے بڑھ کر اجتماعی زندگی کی فلاح کو عزیز رکھتا ہو، ان تدابیر سے غافل نہیں ہو سکتا۔

(۵)

تعلق زوجین کی صحیح صورت

خاندان کی تاسیس اور صنفی انتشار کا سدباب کرنے کے بعد ایک صالح تمدن کے لئے جو چیز ضروری ہے وہ یہ ہے کہ نظامِ معاشرت میں مرد اور عورت کے تعلق کی صحیح نوعیت متعین کی جائے۔ ان کے حقوق ٹھیک ٹھیک عدل کے ساتھ مقرر کئے جائیں۔ ان کے درمیان ذمہ داریاں پوری مناسبت کے ساتھ تقسیم کی جائیں اور خاندان میں ان کے مراتب اور وظائف کا تقرر اس طور پر ہو کہ اعتدال اور توازن میں فرق نہ آنے پائے۔ تمدن کے تمام مسائل میں یہ مسئلہ سب سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ مگر انسان کو اس گتھی کے سلجھانے میں اکثر ناکامی ہوئی ہے۔

بعض قومیں ایسی ہیں جن میں عورت کو مرد پر قوام بنایا گیا ہے۔ مگر ہمیں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ اس قسم کی قوموں میں سے کوئی تہذیب و تمدن کے کسی اعلیٰ مرتبہ پر پہنچی ہو۔ کم از کم تاریخی معلومات کے ریکارڈ میں تو کسی ایسی قوم کا نشان پایا نہیں جاتا جس نے عورت کو حاکم بنایا ہو اور پھر دنیا میں عزت اور طاقت حاصل کی ہو یا کوئی کارِ نمایاں انجام دیا ہو۔

بیشتر اقوامِ عالم نے مرد کو عورت پر قوام بنایا ہے۔ مگر اس ترجیح نے اکثر ظلم کی شکل اختیار کر لی ہے۔ عورت کو لونڈی بنا کر رکھا گیا۔ اس کی تذلیل و تحقیر کی گئی۔ اس کو کسی قسم کے معاشی اور تمدنی حقوق نہ دئے گئے۔ اس کو خاندان میں ایک ادنیٰ خدمتگار اور مرد کے لئے آلۂ شہوت رانی بنا کر رکھا گیا، اور خاندان سے باہر عورتوں کے ایک گروہ کو کسی حد تک علم اور تہذیب کے زیوروں سے آراستہ کیا بھی گیا تو صرف اس لئے کہ وہ مردوں کے صنفی مطالبات زیادہ دلآویز طریقہ سے پورے کریں۔ ان کے لئے اپنی موسیقی سے لذتِ گوش، اور اپنے رقص اور ناز و ادا سے لذتِ نظر، اور اپنے صنفی کمالات سے لذتِ جسم بن جائیں۔ یہ عورت کی توہین و تذلیل کا سب سے زیادہ شرمناک طریقہ تھا جو مردوں کی

تذکرۃ الصحابہؓ

حضرت عمرو بن العاصؓ

گورنرِ اسلام کے آخری عبرتناک الفاظ

عنادِ اسلام کے جاہلانہ مظاہرے

آپ کا خاندان بنو سہم زمانہ جاہلیت سے بہت معزز و ذی اثر چلا آتا تھا۔ آپ کے والد عاص قریش کے رئیس اعظم اور بہت بڑے دولت مند شخص تھے۔ زمانہ شرک میں آپ نے ایذا رسانیٔ مسلمین میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مسلمانوں کو دارالہجرت میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیے اور حبش سے ذات کے ساتھ نکلوا سکے لئے کوئی بہتر سے بہتر تدبیر و سعی ایسی نہ تھی جس سے آپ نے رئیس وفد قریش کی حیثیت سے وہاں پہنچ کر کام نہ لیا ہو۔ بطریقوں اور درباریوں کو بے دست گرانا سود بنایا۔ خود شہنشاہ حبش کی خدمت میں تحفے و ہدایا بھی پیش کئے اور اس امر کی سفارشیں بھی کرائیں کہ وہ اپنی حدود سلطنت میں غلامان اسلام کو پناہ نہ دے۔ مگر اللہ نے آپ کے بے مثل سحر کا نہ تدبر کی ایک نہ چلنے دی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ غزوۂ خندق میں استیصال اسلام کا متصدی ہوئے آپ خاندانہ حیثیت سے مشرکین کے ساتھ تھے اور چاہتے تھے کہ اس زلزلہ عظیم کے جھٹکے اسلام اور حامیان اسلام دونوں کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا کر قریش کی مسرتوں کا عنوان جلی بن جائیں۔

تعلیمات اسلام پر غور کا آغاز

حضرت ابن عاصؓ ہی نہیں آسمان عرب کے نیچے بسنے والا ہر ذی ہمت بزعم خود یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ جو آندھیاں کفار کے متحدہ حملے کی صورت میں اپنی پوری خوفناکیوں کے ساتھ اٹھی ہیں وہ اسلام و مسلمین کا خاتمہ یقیناً کرکے رکھدیں گی۔ اور بظاہر آثار یہی نظر بھی آرہا تھا اور اسلام کے بچنے کا اس مرتبہ کوئی بعید ترین امکان بھی تو باقی نہ رہا تھا۔ لیکن جب آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ دوسرے حیرتناک زلزلوں کے بعد اس آخری تگ ودو سے زیادہ تباہ کن اور خوفناک زلزلہ میں بھی اسلام کا بال بیکا نہ ہوا۔ اور مٹنے کے بجائے اسلام اور زیادہ قوی ہوگیا تو آپ کی آنکھیں کھلیں۔ تھے عقلمند اور مآل اندیش۔ دماغ بھی متفکر ملا تھا سوچا کہ اسلام میں ضرور کوئی آسمانی صداقت موجود ہے جو ہر گرداب سے اسے بچا رہی ہے۔ اور اس کی قوت میں صد ہزار مواقع کے باوجود روز افزوں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس سے آپ متاثر بھی ہوئے اور اسلامی تعلیمات پر آپ نے غور شروع کردیا۔ اسلام فطری مذہب ہے اور اپنے اندر انتہائی کشش رکھتا ہے۔ کوئی بھی ہوشمند مخلصانہ غور کے بعد اسے بہترین مذہب سمجھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے اور رفتہ رفتہ مخالفت اسلام سے گریزاں ہوتے گئے۔ رئیس زادہ تھے۔ بڑا اثر و اقتدار رکھتے تھے۔

قریش کو جو شبہات پیدا ہوئے تو گھبرا کر ایک شخص کو اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے آپ کے پاس بھیجا۔ معمولی انسان تو تھے نہیں۔ غور بھی کر چکے تھے۔ اس سے پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ حق پر ہم ہیں یا فارس و روم والے؟ جواب "ہم" یا کر پھر دریافت کیا اچھا وہ عیش و سرور کی زندگی میں ہم سے بہتر ہیں یا نہیں؟ جب اس کا جواب "انہیں" ملا تو بولے "دیکھو اگر اس عالم کے بعد کوئی دوسرا عالم نہیں تو پھر ہماری حق پرستی کس کام آئے گی۔ جب کہ ہم دنیا میں بھی باطل پرستوں کے مقابلہ میں پسماندہ اور تنگ حال ہیں اور دوسرے عالم میں بھی صلہ ملنے کی کوئی توقع نہ ہوئی۔ حق پر قائم ہوں ہم اور عیش اڑائیں دشمنان حق۔ یا تو اقرار کرو کہ ہم حق پر نہیں اور اسی وجہ سے اس عالم میں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ یا پھر اس کو تسلیم کرلو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم بہت صحیح ہے کہ مرنے کے بعد ایک دوسرا عالم ہوگا جہاں ہر شخص کو اس کے اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔ مجھے تو یہ تعلیم بہت درست اور دل نشین معلوم ہوتی ہے۔" (اصابہ جلد پنجم صفحہ)

اسلام کی تائید نجاشیؓ و خالدؓ کی طرف سے

یہ سب کچھ تھا مگر خاندانی وقار اور معاندت کی خو علانیہ قبول اسلام میں مانع تھی۔ اور رگ عناد بھی کبھی کبھی پھڑک اٹھتی تھی۔ آخر غزوۂ خندق سے واپس ہونے کے کچھ ہی روز بعد آپ نے اپنے زیر اثر افراد کو جمع کیا جس میں متعدد قریش کے ہوشمند نوجوان بھی تھے اور فرمایا کہ:

"خدا کی قسم یہ یقینی امر ہے کہ محمد صلعم کی بات تمام باتوں پر بالا ہو کر رہے گی۔ اس لئے اگر تم مانو تو میری رائے یہ ہے کہ ہم سب شاہ حبش کے پاس جاکر قیام کریں اگر محمدؐ قوم پر غالب آگئے تو اس کی ماتحتی زیادہ پسندیدہ ہوگی اور اگر غلبہ قوم کو نصیب ہوا تو ہم اس کے ممتاز ارکان ہی ہیں!"

جب اس امر پر متفق ہوکر او نجاشی کے لئے عرب کا بہترین تحفہ چمڑا لیکر وہاں پہنچ گئے۔ باریابی سے پیشتر سفیر دربار نبوت حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو وہاں موجود پاکر رفقا سے کہا کہ چلو نجاشی سے پہلے عمروؓ کو مانگ کر قتل کردیں۔ تاکہ قریش کو معلوم ہوجائے کہ سفیر نبوت کو قتل کرکے ہم نے ان کا بدلہ لے لیا۔ ان شیطانی خیالات کو لئے ہوئے یہ دربار میں پہنچے۔ تحفہ پیش کیا اور سفیر قتل کرنے کے لئے سفیر کے حوالے کئے جانے کی استدعا کی۔ نجاشی آن کی آن میں برہم ہوگیا اور بولا۔

"کیا تمہارے حوالے ایک ایسے شخص کے سفیر کو کردوں جس کے پاس وہ ناموس اکبر آتا ہے جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا" عمروؓ کے یہ دریافت کرنے پر کہ کیا واقعی وہ ایسا ہے، نجاشی نے کہا "خدا کی قسم وہ حق پر ہے۔ اپنے تمام مخالفوں پر غالب آئے گا۔ اسی طرح جس طرح موسیٰ فرعون اور اس کے لشکر پر غالب آئے تھے۔ میرا کہنا مانو اور اس کی پیروی اختیار کرلو" آپ کے دماغ میں بھی یہی خیالات رقص کر رہے تھے۔ نجاشی کے الفاظ نے معاندت کی رہ رہ کر چمک اٹھنے والی تمام کلبیوں کو سرد و فنا کردیا۔ بولے تو آپ اس کی طرف سے مجھ سے اسلام کی بیعت لے لیں۔ چنانچہ بیعت ہوگئی۔

دربار سے نکل کر کسی سے کوئی ذکر کئے بغیر بعزم مدینہ چل کھڑے ہوئے

مکہ کے قریب حضرت خالد بن ولیدؓ مل گئے۔ انھوں نے پوچھا کہاں کا قصد ہے حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم خوب پانسہ پڑا۔ یہ شخص یقیناً اللہ کا رسول ہے۔ چلو جلد اسلام قبول کرلیں۔ اب آخر کب تک انتظار کریں۔ میں بھی اسلام ہی لانے جا رہا ہوں۔"

سرایا و غزوات اور عمان کی گورنری

دونوں بارگاہ رسالت میں پہنچے حضرت خالدؓ بیعت کر چکے تو آپ نے آگے بڑھکر عرض کی کہ میں پچھلے گناہوں کی معافی کی شرط پر بیعت کے لئے تیار ہوں۔ فرمایا۔ عمروؓ! بیعت کرلو اسلام لانے پر تمام پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور ہجرت سے بھی معاف ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اسلام قبول کرلیا۔ مکہ معظمہ واپس آگئے۔ اور پھر یہاں سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اب یہ دشمن اسلام، اسلام سے کرتے کفر شرک و کفر بن گیا۔ اور سب سے حضور نبی کریمؐ سے آنکھیں کبھی چار نہ کیں۔ اس کے بعد مختلف سرایا کی امارت آپ کو عطا ہوئی۔ جن میں آپ کامیاب ہوئے۔ متعدد غزوات میں بھی شرکت کی۔ فتح مکہ کے بعد آپ کو عمان کے پاس دعوت نامہ اسلام لے جانے کی خدمت سپرد ہوئی جنھیں آپ نے اپنی مبلغانہ سعی سے مشرف بہ اسلام کرلیا۔ حضورؐ نے اس کے بعد آپ کو صوبہ عمان کی گورنری عطا کردی۔ جہاں آپ وفات نبویؐ تک برابر فرمانروائی کرتے رہے۔ بعد کو آپ فتنہ ارتداد کے دبانے کے سلسلہ میں بلائے گئے۔ اور اس کے فرو کرنے کے بعد پھر عمان بھیجے گئے۔

مصر کی فتوحات

شامی مہمات کے آغاز پر حضرت صدیق اکبرؓ نے آپ کو عمان لکھا کہ چونکہ تمھیں رسول اللہؐ نے عمان کا گورنر مقرر کیا تھا اس لئے میں نے تمھیں دوبارہ واپس کردیا تھا لیکن اب تمھیں اس کام پر لگانا چاہتا ہوں جو تمہاری دنیا و آخرت دونوں کے لئے مفید ہے۔" آپ نے جواب میں لکھا کہ "میں خدا کا ایک تیر ہوں اور اس کے بعد آپ اس کے تیرانداز ہیں۔ اس لئے آپ کو اختیار ہے، جدھر چاہے پھینکئے۔" چنانچہ آپ مہم فلسطین پر مامور ہوگئے۔ اجنادین، دمشق، فحل اور یرموک وغیرہ کے معرکوں میں قائدانہ شریک ہوئے۔ مجاہدانہ لڑے فتح فلسطین کی مہم کے تو سرعسکر آپ ہی تھے۔

تھے حوصلہ مند انسان۔ فتح شام سے آپ کے بلند حوصلے پورے نہ ہوئے۔ کیونکہ فتوحات شام میں حضرات ابوعبیدہؓ اور خالدؓ کی قوتوں اور عظمتوں کو زیادہ دخل تھا۔ آپ اپنی تلوار کے جوہر دکھانے کے لئے کسی تنہا میدان کی تلاش میں تھے۔ آپ نے کسی نہ کسی طرح حضرت فاروق اعظمؓ سے اجازت حاصل کی اور صرف چار ہزار فوج سے کر مصر جیسے عظیم الشان اور تاریخی ملک کی فتح کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ جب فسطاط پر پہنچے تو رومیوں کی بےشمار فوجیں مقابلے پر آگئیں۔ دس ہزار کمک مدینہ منورہ سے پہنچ گئی۔ اسی چودہ ہزار سے آپ نے بےشمار جنگیں لڑیں۔ اور دو دو لاکھ رومیوں اور مصریوں کو شکست دیکر ملک فتح کرلیا اور فاتح مصر کے معزز تاریخی لقب سے ملقب ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے طرابلس الغرب اور برقہ تک کا علاقہ فتح کرکے اسلامی حدود بہت وسیع کردیں۔ آپ نے ٹیونس اور الجزائر وغیرہ کو بھی فتح کرکے پرچم اسلام کے ماتحت لانا چاہتے تھے اور

یقیناً فتح کرلیتے۔ لیکن حضرت فاروق اعظمؓ نے اجازت نہ دی۔ اور حکم بھیجا کہ اب آگے قدم نہ بڑھائیں۔

حضرت عثمانؓ اور عمرو بن العاصؓ کی گفتگو

حضرت فاروق اعظمؓ نے آپ ہی کو مصر کی گورنری عطا کردی۔ جسے آپ نے بڑے شکوہ و شان سے نبھایا اور خوب انتظام کیا۔ عہد عثمانی کے اوائل ہی میں اسکندریہ میں رومیوں نے خوفناک بغاوت برپا کردی۔ جسے آپ نے حیرت انگیز مستعدی کے ساتھ فوری طور پر فرو کردیا۔ اس کے تفصیلی حالات ہماری مولفہ کتاب "سیرت عمرو بن العاصؓ" میں پڑھئے۔ جو حمید یہ پریس دہلی سے شائع ہوچکی ہے۔ اور جس میں آپ کی زندگی اور آپ کے کارناموں پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔

ایک عرصہ تک کامیاب گورنر رہنے کے بعد آپ حضرت عثمان غنیؓ کے حکم سے اس بنا پر معزول ہوگئے کہ آپ خراج میں توفیر کرنا نہ چاہتے تھے اور دارالخلافہ سے اس پر اصرار ہو رہا تھا۔ اس معزولی پر آپ کو بہت غصہ تھا۔ اتنا کہ امیرالمومنینؓ سے ملاقات ہوئی ہے تو آپ ان کی باتوں کا ٹھیک جواب بھی نہ دیتے تھے۔ گفتگو بہت دلچسپ ہے۔ لبادہ پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا۔ اس لبادہ میں کیا بھرا ہے؟ جواب دیا۔ عمرو بن العاصؓ۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں، میرا مطلب تو یہ تھا کہ روئی ہے یا اور کوئی چیز؟ اچھا تم نے عبداللہ بن سعد کو مصر میں کس حالت میں چھوڑا؟ بولے "جس حالت میں تم چاہتے تھے"، پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟ کہا "اپنے نفس کے لئے قوی اور خدا کے لئے ضعیف۔" فرمایا "میں نے تو انھیں تمہارے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی تھی۔" جواب دیا۔ "تم نے ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بار ڈالا۔"

ابن سعد کا بھیجا ہوا خراج عمرو بن العاصؓ کے زمانے کے خراج سے بہت زیادہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا کہ "دیکھو! اونٹنی نے دودھ دیا۔" بولے "دیا مگر بچے بھوکے رہ گئے۔"

لب و لہجہ واقعی غصہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔ مگر آپ صحابی تھے اور ایک صحابی کی شان اس سے کہیں ارفع تھی کہ اس کے دل میں کسی کی طرف سے عناد رہے۔ حضرت عثمان غنیؓ آپ سے برابر مشورے کرتے رہے اور آپ نے ہمیشہ خیرخواہانہ مشورے دئے۔ اور ان کی ہمدردی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

امیرالمومنین کی خیرخواہی

حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اپنی معزولی کا بہت افسوس تھا۔ آپ نے سیاسی زندگی ہی سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اور فلسطین میں اقامت اختیار کرکے توطن وہیں اختیار کرلیا۔ وہیں سے گاہے گاہے مدینہ منورہ آتے رہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے محصور رہنے کے وقت بھی مدینہ منورہ ہی میں موجود تھے۔ جب آپ نے صورت حالات کی خطرناکی و نزاکت کا پورا اندازہ کرلیا اور دیکھ لیا کہ فسادات کے شعلے قابو سے باہر ہوچکے ہیں تو آپ یہ کہکر عازم شام ہوئے کہ "عثمانؓ کے قتل میں جس کا بھی ہاتھ ہوگا، اللہ اسے ذلیل کرے گا، جو شخص ان کی مدد نہ کرسکتا ہو وہ مدینہ چھوڑ دے۔"

تاہم دل بیٹھ رہا۔ اور حالات کا پتہ برابر لگاتا رہا۔ اس کے بعد شہادت عثمانؓ کا صدمہ آپ کو اتنا ہوا کہ عزلت نشین ہوگئے کسی ہنگامہ میں حصہ نہ لیا۔ جنگ جمل کے بھی ہوش ربا معرکہ سے بالکل بے تعلق رہے۔

جلتی ہوئی جنگ ہرا دی

آپ دہاۃ العرب میں تھے جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں جھگڑا ہوا بعض الذکر سخت پریشان تھے۔ آپ کو مشورہ کے لئے باصرار بلایا۔ پہلے تو آپ نے صاف کہدیا کہ مسلمان تمہیں کبھی حضرت علیؓ کے برابر نہ سمجھیں گے۔ تم کہتے ہو کہ وہ عثمانؓ کے قتل میں معاون تھے۔ لیکن کچھ ہو تمہیں سبقت اسلام اور قرابت نبویؐ کا شرف حاصل نہیں ہے۔ اور میں اس معاملہ میں خواہ مخواہ تمہاری مدد کیوں کروں "۔ مگر آپ کو مصر کے ساتھ کچھ ایسا عشق تھا کہ اس کے وعدہ پر آخر امداد کو تیار ہوگئے۔ اور معاملہ طے ہو جانے پر یہ انقلاب انگیز مشورہ دیا کہ "سب سے پہلے عائدِ شام کے دلوں پر یہ نقش کر دو کہ عثمانؓ کے قتل میں علیؓ کا ہاتھ تھا۔ اور پھر انھیں مخالفت پر تیار و آمادہ کرو ورنہ کامیابی غیر ممکن ہے"

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اسی سلسلہ میں خلیفۂ مظلوم کے خون آلود پیراہن اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں دکھا کر شامیوں میں ایک بے پناہ جوش پیدا کر دیا۔ ان تیاریوں کے بعد جنگ صفین شروع ہوئی۔ آپ امیر العسکر مقرر ہوئے۔ ایک مدت کے سلسلہ کے بعد آخری فیصلہ کن جنگ میں امیر معاویہؓ نے مایوس ہو جانے پر آپ کو بلا کر کہا کہ کیا آج اسی میدان میں ہماری قبور بنیں گی۔ ہمیں تو ہزیمت ہوئی جا رہی ہے" بولے "گھبرایئے نہیں ابھی علوی فتح کو ہزیمت میں مبدل کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت نیزوں پر بندھوا کر قرآن کریم بلند کرا دئے۔ جس پر کوفیوں نے جن کی ذہنیت سے آپ پوری واقف تھے، ہاتھ روک لئے۔ اور حضرت علیؓ کی ایک نہ سنی۔ اس کے بعد مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ابو موسیٰؓ اور امیر معاویہؓ کی طرف سے آپ ثالث قرار پائے۔ چھ ماہ کے بعد مجلس مصالحت منعقد ہوئی۔ اس میں آپ نے عقلمندی سے کام لے کر پہلے ابو موسیٰؓ سے دونوں کی معزولی کا اعلان کرا دیا۔ اور پھر خود کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ حضرت علیؓ کی معزولی سے میں متفق ہوں۔ مگر ان کی جگہ امیر معاویہؓ کو خلیفہ منتخب کرتا ہوں۔ نتیجہ کچھ بھی نہ ہوا جنگ ثالثی بھی سوٹالدی اور جلتی ہوئی لڑائی ہار دی۔

مصر کی دوبارہ گورنری

دمشق جا کر امیر معاویہؓ کو مبارکباد دی۔ اور مصر لینے کی فکر میں منہمک ہوگئے اور آپ نے وہ تدابیر کیں کہ مصر بآسانی فتح ہوگیا۔ جس کے بعد دونوں میں اسی کے معاملہ پر کچھ شکر رنجی ہوگئی۔ مگر ابن خدیج نے صلح کرا دی اور چند شرائط کے ماتحت جس میں ایک شرط دائمی اطاعت بھی تھی آپ مصر کے گورنر ہوگئے۔

آخری وقت اور وفات

آخر سنہ ۴۳ھ میں آپ یکایک بیمار ہوگئے زندگی سے مایوس ہوئے تو وہ لغزشیں ایک ایک کر کے سامنے آنے لگیں۔ جو علیؓ و معاویہؓ کے مناقشہ کے درمیان آپ سے جوش میں سرزد ہوگئی تھیں۔ بہت نادم تھے، بہت نادم تھے۔ بہت روتے تھے۔ مغفرت کی دعائیں مانگتے تھے۔ ابن عباسؓ نے حال پوچھا تو بولے۔

"کیا پوچھتے ہو دنیا کم بنائی دین زیادہ بگاڑا۔ اگر اس کو بگاڑے ہوتا جس کو بنایا ہے اور اسے بنایا ہوتا جسے بگاڑا ہے تو یقیناً کامیاب ہوتا۔ اگر اس وقت کی آرزو فائدہ مند ہو سکتی تو ضرور آرزو کرتا۔ اگر بھاگنے سے بچ سکتا تو ضرور بھاگتا۔ مگر اب منجنیق کی طرح زمین و آسمان کے درمیان معلق ہوں۔ نہ ہاتھوں کے سہارے اوپر چڑھ سکتا ہوں نہ پاؤں کے سہارے نیچے اتر سکتا ہوں۔ مجھے ایسی نصیحت کرو کہ جس سے فائدہ پہونچے۔ ان کے جواب پر کہا۔ اس وقت اسّی برس سے زیادہ عمر ہو چکی اور تو مجھے رحمتِ خداوندی سے مایوس کرتا ہے۔ خدایا ابن عباسؓ مجھے تیری رحمت سے نا امید کر رہا ہے تو ابھی مجھے یہاں تک تکلیف دے کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے"

ابن شماسہ عیادت کو گئے تو دیوار کی طرف منھ پھیر کر رونے لگے۔ بیٹے نے دلاسا دیا۔ رسول اللہؐ کی بشارتیں سنائیں تو بولے "میرے پاس افضل ترین دولت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ہے۔ مجھ پر زندگی کے تین دور گزرے ہیں۔ پہلے دور میں رسول اللہؐ کا سخت ترین دشمن تھا۔ اس زمانہ میں مرجاتا تو یقینی دوزخی ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی توفیق دی۔ پھر مجھے اس دور میں رسول اللہؐ سے زیادہ کوئی محبوب و بزرگ نظر نہ آتا تھا اور انتہائی ہیبت و عظمت کی وجہ سے میں حضورؐ کو نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا اس دور میں مرجاتا تو یقینی جنتی ہوتا۔ تیسرے دور میں میں نے مختلف قسم کے اعمال کئے اب میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہوگا"

موت کے وقت باڈی گارڈ کو بلایا۔ جس نے اقرار کیا کہ آپ کا سلوک بہت اچھا رہا۔ فرمایا "اچھا تو اس کے بدلے میں یہ موت جو میرے سامنے کھڑی ہے اسے دور کر دو" سب حیرت سے منھ تکنے لگے۔ پھر با چشمِ اشکبار بچشم نم دعا کی "خدایا میں بری نہیں ہوں کہ معذرت کروں۔ طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت نے دستگیری نہ کی تو میں تباہ ہو جاؤں گا"

بیٹے کے استفسار کے جواب میں کہا کہ "بیٹا موت کی صفت نا قابل بیان ہے تاہم اس کی تھوڑی سی حقیقت بیان کرتا ہوں۔ مجھے یہ محسوس و معلوم ہو رہا ہے کہ جبلِ رضوی میری گردن پر ٹوٹا پڑتا ہے۔ کھجور کے کانٹے میرے پیٹ میں بھرے ہوئے ہیں۔ گویا میری جان سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے (ابن سعد)

آخری وقت میں وصیت کر کے دعا کی "الٰہا تو نے ممانعت کی اور میں نے نافرمانی کی۔ میں بری نہیں ہوں کہ معذرت کروں۔ طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں لا الٰہ الا اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ ہی کہتے کہتے روحِ پاک جسم مقدس سے پرواز کر گئی۔ اور مقطم (مصر) میں سپرد خاک کئے گئے۔

دیکھا آپ نے یہ موت تھی دنیا کے ایک کامل مدبر۔ یگانہ روزگار داعی اور نہایت مقتدر و پرشکوہ صحابی کی۔ سمجھنے والوں کو سب کچھ سمجھا گئے۔ بتا گئے۔ ہزار لغزشیں ہوں۔ پھر آپ صحابی اور بڑے جلیل القدر صحابی تھے ان کے مقابلے میں صد ہزار اعمال نیک بھی تھے۔ ثواب کی بھی دنیائیں ساتھ لئے جا رہے تھے۔ پھر بھی آخری وقت میں چند فروگذاشتوں کے خیال سے

انتہائی نادم و بے حواس بنا رکھا تھا۔ آج بڑے بڑے گنہگار مرتے ہیں۔ اسے جانے دیجئے آج تو سو نا نوے فی ہزار سے بھی زیادہ عاصی ہی عاصی بستے ہیں لیکن ہم نے شاذ ہی کسی کے اندر آخری وقت میں یہ تڑپ، یہ بیتابی اور یہ بیقراری دیکھی یا سنی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے ایمان بہت قوی تھے اور ہمارے ایمان بہت ضعیف ہیں۔ کثرتِ معاصی نے ہمارے قلوب کو اس درجہ سیاہ کر دیا ہے کہ احساس کا مادہ ہی نہیں رہا۔ کاش مسلمان سمجھیں اور غور کریں۔

علمی حالت قرآن اور قرأتِ قرآن سے خاص ذوق تھا۔ احادیث کا بھی بڑا ذخیرہ آپ کے پاس تھا۔ روایات کی تعداد (۳۹) ہے۔ تفقہ و اجتہاد کا بھی بہت بڑا ملکہ حاصل تھا۔ عمان کی گورنری کے زمانہ میں مسلمانوں کو برابر تعلیم و تلقین کرتے رہے۔ ویسے بھی زندگی بھر خطبات و تقاریر میں مسلمانوں کو سکھاتے و بتاتے رہے۔ ادب و انشا میں تو نظیر ہی نہ رکھتے تھے۔ آج بھی آپ کی جو تحریریں موجود ہیں ان کے متعلق دنیا نے بے مثل ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ جامعیت، اختصار، زور، بدیع تشبیہات آپ کی انشا پردازی کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ معمولی سے معمولی تحریر بھی فصاحت و بلاغت سے لبریز ہوتی تھی۔

اخلاقی فضائل حقیقت یہ ہے کہ تمام فضائل و حسنات کا سرچشمہ ایمان اور صرف ایمان ہے اسی لئے قرآن کریم میں عمل صالح سے پیشتر ایمان کا تقاضا عمد اسے ذکر کیا ہے۔ آپ بھی بہت قوی الایمان تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم پر امیر بنا کر بھیجا ہوں یا اللہ تعالیٰ ... ال غنیمت ... کی دار ... ہو میں مال و دولت کی حرص دل کے لئے اسلام نہیں لایا۔ دلی رغبت و رغبت سے اسلام قبول کیا ہے فرمایا

"عمرو بن العاص صالح مال صالح مرد کے لئے بہتر ہے"

(مسند احمد بن حنبل، جلد چہارم صفحہ ۱۹۷)

ایک دفعہ آپ کو "قریش کے صالحین میں سے" بتایا۔ حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ سیاسی معاملات کے سوا آپ نے کبھی ناحق کی حمایت نہ کی۔ حضور نبی کریم آخری وقت تک آپ سے محبت کرتے اور آپ کو محبوب رکھتے۔ عمر، زندگی کا بڑا حصہ محاذ و جہاد میں گذرا۔ مدینہ منورہ میں ذرا برابر بھی کوئی خطرہ ہوتا تو فوراً تلوار برہنہ کرکے باہر نکل آتے حقیقت میں آپ کی اور حضرت کی زندگی میں جہاد فی سبیل اللہ کا رنگ۔ کثرت سے بھرا ہوا ہے۔ بہت بڑے مخیر تھے۔ صدقات و خیرات میں بکثرت خرچ کرتے اور لٹاتے رہتے تھے۔ اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ حضور نبی کریم کا ارشاد ہے کہ "میں جب لوگوں سے صدقے کے لئے کہتا تھا تو ابن عاص بڑی رقم لیکر آتے تھے اور پوچھتا تھا کہاں سے لائے تو فرماتے تھے خدا نے دیا اسلئے میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں"

کئی بار تین تین مرتبہ آپ کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ چند زندگی میں کروڑوں روپیہ خیرات کیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ عطا کر رکھا تھا۔ حب دار دعا عات سے بھی بہت ذوق تھا۔ قرآن کریم کی تلاوت روزانہ کرتے رہتے۔ ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھی اور اس میں بہت ستعد رہے۔

تدبر و سیاست تدبر و سیاست، عقل و ہوش، دانائی و ہالی امرتی میں نہ صرف اُس عہد میں آپ یکتا سمجھے جاتے تھے اور آپ کا شمار عرب کے چند مخصوص ارباب سیاست میں تھا بلکہ آج بھی آپ کے تدبر و سیاست کے حالات پڑھکر مدبرین عالم انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ اور اعتراف کمال میں اُن کا سر عجز خود بخود جھک جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں آپ جیسے مدبرین کہیں صدیوں میں جاکر پیدا ہوا کرتے ہیں۔ آپ کی سیاست دانی اور اصابت رائے کا اعتراف حضور نبی کریم نے بھی کیا۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی۔ حضور فرمایا کرتے تھے کہ "تم اسلام میں صائب الرائے آدمی ہو" اور موخر الذکر کی تو یہ حالت تھی کہ جب کسی ضعیف الرائے شخص کو دیکھتے تو گو نا استعجاب کے ساتھ فرماتے کہ "ابن العاص اور اس شخص کا خالق ایک ہے؟" عمرو بن العاصؓ حکومت کے لئے بہت موزوں اور بہت اہل ہیں۔ جنگ صفین میں محض آپ ہی کی تدبیر سے ہوا کا رُخ دفعتہً پلٹ گیا۔ یہ آپ ہی کی بے نظیر سیاست و تدبر کا کرشمہ تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں آکر امیر معاویہؓ کامیاب ہو سکے۔

انتظام و حکمرانی میں بھی بہت قابل اور حیرت انگیز لیاقت کے حامل تھے۔ ترجمہ آپ نے جس رواداری اور نکو و طریق سے حکمرانی کی خویش و بیگانہ کو اس کا اعتراف رہا۔ مداخل بھی بڑھ گئے۔ رعایا بھی خوشحال ہو گئی۔ ملک کی سرسبزی بھی بڑھ گئی۔ اور ہر کہ و مہ خوش رہا۔ اور فرمانروا حیثیت سے آپ بہت نیک نام رہے۔ قریب انداز پستہ قد۔ اور گورے چٹے بزرگ تھے۔ بالوں میں سیاہ خضاب لگاتے تھے۔ جس کے متعلق ایک لطیفہ ہے کہ ایک دفعہ بالوں میں اتنا گہرا خضاب لگا لیا کہ وہ کوے کے پر کی طرح کالے ہو گئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے دیکھا فرمایا کہ "ابن العاص یہ کیا؟" جواب دیتے ہیں "میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کسی قابل شمار کریں" اس کے بعد پھر انھوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ متعدد شادیاں کیں۔ دو بیٹے تھے۔ دو بیٹے تھے۔ عبداللہ و محمد۔ بڑی پراطمنت اور پرشکوہ زندگی بسر کی۔ بہت بڑی جائداد اور دولت چھوڑی۔

قابل تقلید خصوصیت آپ کی زندگی کا جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرنے والی ہے اور جسے مسلمانوں کے لئے قابل تقلید کہا جا سکتا ہے وہ آپ کا خشوع ہے جو آخری وقت میں آپ پر طاری تھا۔ آپ کے یہ آخری الفاظ ہر مسلمان کو حرزِ جان بنا لینے چاہئیں اور ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ

"دنیا کو بنایا۔ مگر دین زیادہ بگاڑا۔ اگر اس کو بگاڑتے ہوتا جسے بنایا اور اسے بنایا ہوتا جس کو بگاڑا ہے تو یقیناً کامیاب ہوتا۔ اگر اس وقت کی آرزو فائدہ مند ہوتی تو ضرور آرزو کرتا۔ اگر بھاگنے سے بچ سکتا تو ضرور بھاگتا۔ مگر اب منجنیق کی طرح زمین و آسمان کے درمیان معلق ہوں۔ نہ ہاتھوں کے سہارے اوپر چڑھ سکتا ہوں اور نہ پاؤں کے سہارے نیچے اتر سکتا ہوں۔ مجھے کوئی ایسی نصیحت کرو جس سے فائدہ پہنچے۔ الٰہی میں بڑی بُرائیاں کر چکا ہوں کہ معذرت کروں، نہ طاقت ور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت نے دستگیری نہ کی تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔" اتنا کہتے ہی جسم پر خوف سے لرزہ طاری تھا اور آنکھوں میں آنسو بھر

اولیائے ہند

ذکر شیخ ضیاء الدین نخشبی

خلیفہ بابا صاحب اور نبیرہ شیخ حمید الدین صوفی کے صحبت خلق سے متنفر تھے۔ بدایوں میں گوشۂ عافیت میں بسر فرماتے۔ آپ کی تصنیفات سے سلک السلوک وعشرہ مبشرہ وکلیات وجزئیات وشرح دعائے سریانی وطوطی نامہ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی سنہ ۶۵۱ھ میں ہوئی۔

ذکر شیخ جمال الدین قطب ہانسوی قدس سرہ

خلیفہ حضرت بابا صاحب کے اور اولاد سے امام اعظم کی تھے۔ بابا صاحب آپ پر نہایت نوازش فرماتے تھے۔ کہ بارہ برس آپ کی محبت کی وجہ سے ہانسی میں رہے اور آپ کے حق میں فرمایا کہ شیخ جمال جمال ماست۔ اکثر فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرے سر کے گرد پھروں اور ان کی عدم موجودگی میں خلافت نامہ بخط خاص تحریر فرما کر بھیجا اور جس کسی کو خلافت نامہ عطا کرتے اس میں آپ کی مقبولیت بھی شرط تھی۔ اگر آپ قبول نہ فرماتے تو بابا صاحب ارشاد کرتے کہ پارہ کردہ جمال ہرگز نتواں دوخت۔ نقل ہے کہ شیخ جمال رح نے جس روز سے یہ حدیث دیکھی عذاب قبر سے بہت خائف رہتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا۔ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران۔ یعنی قبر ایک باغ ہے۔ باغہائے جنت یا ایک گڑھا ہے گڑھوں دوزخ سے۔ جب آپ کا انتقال ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد چاہا کہ گنبد تعمیر کریں، وقت کھودنے بنیاد چبوترہ کے ایک کھڑکی قبر شیخ سے معلوم ہوئی کہ اس میں سے بوئے بہشت آتی ہے۔ بس اسی وقت بند کی گئی۔ وفات حضرت کی سنہ ۶۵۹ھ میں ہوئی۔ مزار ہانسی میں ہے۔ ایک گنبد میں تین بزرگ آسودہ ہیں۔ بعد انتقال حضرت کے کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا۔ فرمایا کہ جب گور میں مجھ کو رکھا دو فرشتے عذاب کرنے کو آئے۔ چاہتے تھے کہ عذاب کریں ان کے عقب میں دو فرشتے اور آئے اور ان سے کہا اللہ کا حکم ہے کہ یہ شخص دو سنتوں میں بعد فاتحہ کے سورہ بروج اور والطارق پڑھا کرتا تھا۔ اور بعد ادائے نماز فرض کے آیۃ الکرسی کا وظیفہ رکھتا تھا۔ ہم نے ان آیات کی برکت سے اس کو بخشا۔

ذکر حضرت شاہ عبد اللہ رح کرمانی بنگالی

خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ رح۔ آپ کے سلسلہ کے ہزاروں فقیر ہیں۔ بلکہ جو آپ کے فقیر ہیں وہ کرمانیہ مشہور رہیں۔

ذکر پیر کریم رح سیلونی

خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ کے اور کامل وقت گزرے ہیں اور صاحب گروہ ہیں یعنی آپ کے جو فقیر گزرے ہیں وہ کریمیہ کہلاتے ہیں۔ وفات آپ کی سنہ ۶۶۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ برہان الدین صوفی رح بن شیخ جمال ہانسوی رح

لکھا ہے کہ وقت انتقال پدر بزرگوار آپ خورد سال تھے۔ حضرت بابا صاحب کی خدمت میں لائے گئے۔ بابا صاحب نے نہایت عنایت کی اور خلافت نامہ اور مصلی اور عصا ساتھ اس نعمت کے جو ادپر شیخ جمال الدین کے دراں کی تھی شیخ برہان الدین کو عطا کی اور خدمت گزاری شیخ نظام الدین اولیاء کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ شیخ برہان الدین ہر سال شیخ نظام الدین اولیا میں جاکر تربیت پاتے اور تا حیات سلطان المشائخ کے کسی کو مرید نہیں کیا۔ ازاخبار الاخیار نہ معلوم بعض صاحبزادگان جمالی موجودہ کو کہاں سے سند ملی ہے کہ وہ مرید کو تحریر کرکے دیتے ہیں۔ شیخ جمال کے نام کے بعد حضرت سلطان المشائخ کا نام ان کے بعد قطب الدین منور کا نام لکھتے ہیں۔ درویشوں کے کسی خاندان میں یہ نہیں دیکھا کہ ہادی سے پہلے طالب کا نام لکھا جاوے۔ اس نقل سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ برہان الدین نے نہ کچھ حاصل کیا۔ نہ حضرت سلطان المشائخ سے بیعت کرنا یا فیضیاب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حیف ہے۔

ذکر حضرت میر حسن علائی سنجری رح

کہ سادات عظام وخلفائے حضرت سلطان المشائخ سے تھے، فاضل اجل، شاعر بے مثل اور معزز تھے اور بہت سے قصیدے اپنے پیر کی شان میں کہے۔ اور دربار شاہی میں بھی تعارف تھا۔ سلطان غیاث الدین بوجہ ان کے کلام کے ان کو بہت دوست رکھتا تھا۔ انیس برس کی عمر میں توبہ کرکے مرید ہوکر کامل ومصاحب سلطان المشائخ ہوئے اور فوائد الفوائد ملفوظات شیخ جمع کی اور جائے پیدائش آپ کی دہلی ہے۔ آخر عمر میں بحکم سلطان محمد تغلق دیوگری تشریف لے گئے اور سنہ ۷۳۷ہجری میں وفات پائی۔ مزار دیوگری میں ہے۔

ذکر حضرت موید الدین رحمۃ اللہ علیہ

لکھا ہے کہ یہ امیر زادہ تھے اور وقت امیری سلطان علاؤ الدین کے دربار میں ان کی خدمات بجا لاتے تھے۔ ایک بار حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوکر یکایک دنیا کو ترک کرکے عبادت حق میں مشغول ہوئے۔ جب علاؤالدین بادشاہ ہوا اس نے آپ کو یاد کیا۔ اور سلطان جی کو لکھا کہ مولانا کو ہمارے پاس بھیج دیجیے۔ کہ ان سے کار متعلق ہے حضرت نے جواب دیا کہ اس کو اور کار در پیش ہے۔ اس کے سرانجام میں مصروف ہے، ظاہری کار سے اس کو کچھ سروکار نہیں رہا۔ وہ اس جواب سے رنجیدہ ہوا۔ پھر کہلا بھیجا کہ مخدوم سب کو اپنا سا بنانا چاہتے

ہیں۔ اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا کہ اپنی برابر کیا بلکہ اپنے سے بہتر چاہتا ہوں، یہ سن کر سلطان مجبور ہوا۔ وفات ان کی [illegible] ہجری میں ہوئی مزار یاران چبوترہ پر ہے۔

ذکر حضرت شیخ وجیہہ الدین یوسف رح

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے۔ لکھا ہے کہ جب سے مرید ہوئے مو ر بال سے چلا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ شیخ کی دعا سے ہوا پر پرواز کرنے لگے تھے۔ بعد تکمیل عطائے خرقہ خلافت بمقام چندیری مامور ہوئے۔ [illegible] میں بمقام چندیری وفات پائی۔

ذکر خواجہ محمد امام قدس سرہٗ

کہ نبیرہ بابا صاحب اور فرزند شیخ بدر الدین اسحٰق کے تھے۔ اور اپنے والد ماجد سے بھی علم الٰہی کی تکمیل کی تھی۔ آخر خدمت حضرت سلطان المشائخ میں مشرف ہوئے۔ اور انوار المجالس ملفوظات حضرت سلطان جی جمع کئے۔ اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ علم موسیقی بھی خوب جانتے تھے۔ [illegible] ہجری میں بمقام غیاث پور وفات پائی۔ مزار ان کا یاران چبوترہ پر ہے۔ جو متصل باؤلی کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسام الدین ملتانی رح

کہ خلیفہ سلطان المشائخ کے تھے۔ زہد اور تقویٰ ازحد تھا۔ اکثر اوقات شیخ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ دہلی ظل حمایت حسام الدین میں ہے نقل ہے کہ راہ میں مستغرق ہوئے چلے جاتے تھے۔ جانماز کندھے سے گر پڑی۔ ایک شخص نے پکار کر آوازیں دیں یا شیخ یا شیخ آخر اس نے پاس جاکر ہاتھ سے ہلا کر کہا کہ دو آوازیں یا شیخ کہہ کر دیں تم نے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز میں شیخ نہیں ہوں، دریوزہ گر ہوں۔ اگر اس طرح پکارتا تو میں جواب دیتا۔ لکھا ہے کہ ایک بار حسب اجازت پیر حرمین شریفین گئے۔ بعد از حج کے واپس آئے۔ سلطان جی نے فرمایا کہ جو شخص زیارت روضۂ رسول مقبول چاہے وہ علیحدہ نیت کرے۔ اور زیارت رسول سے مشرف ہو۔ اگر بذریعہ حج کے زیارت روضہ کی کرے مشرف نہیں ہوتا۔ یہ سنتے ہی بہ نیت مدینہ طیبہ اور واسطے زیارت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام روانہ ہوئے وفات حضرت کی [illegible] ہجری میں ہوئی۔ مزار ان پیر کا پاک پٹن میں ہے

ذکر حضرت خواجہ فخر الدین مروزی رح

کہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے اور بہت متقی تھے۔ قرآن شریف کی کتابت کرتے تھے۔ تمام عمر مجرد رہے۔ اکثر رجال الغیب ان کے روبرو آیا کرتی تھی۔ ایک روز انہوں نے خواجہ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک دن مجھے پیاس لگی ہوئی تھی، ایک کوزہ پانی غیب سے پیدا ہوا، میں نے کوزہ چھوڑا اور پانی پھینک دیا اور کہا کہ کرامت کا پانی پینا نہیں چاہتا۔ خواجہ نے فرمایا کہ پینا چاہیئے تھا کہ اشیاء غیب سے بے عیب ہے۔ پھر عرض کیا کہ میں نے کنگھا کرنا چاہا، کنگھا موجود نہ تھا، ایک دست آیا اس کے ہاتھ میں کنگھا تھا۔ میں نے اس سے لے کر کنگھا کیا۔ ایک بار وضو کرکے ارادہ کیا کہ کنگھا کروں۔ کنگھا طاق خانقاہ میں تھا۔ میرا ارادہ کرتے ہی کنگھا خود بخود میرے پاس آگیا۔ لکھا ہے کہ شیخ فخر الدین ایک جزو کلام اللہ کا روز تحریر کرتے تھے۔ اور اجرت میں لوگ زیادہ دیتے۔ مگر آپ چار آنہ جزو لیتے تھے کچھ نذر دیتے کچھ اپنے صرف میں لاتے۔ آخر عمر میں بصارت کم ہوئی۔ کتابت چھوٹ گئی۔ حمید الدین ملک التجار نے سلطان علاؤ الدین خلجی سے سفارش کرکے سو روپے روز مقرر کرائے۔ آپ نے منظور نہ کئے۔ فرمایا چار آنہ روز سے زیادہ نہ لوں گا۔ ہزار حیلہ و بمشکل دس آنہ روز مقرر ہوئے۔ [illegible] ہجری میں وفات ہوئی مزار یاران چبوترہ پر ہے۔

ذکر حضرت شیخ حسام الدین سوختہ رح

شیخ فرید بن شیخ امیر المومنین حضرت معین الدین ہند الولی سوختہ آتش محبت الٰہی تھے۔ اور حضرت سلطان المشائخ کے پاس بہت رہے ہیں [illegible] میں وفات ہوئی۔ مزار سابھر میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عزیز الدین صوفی رح

کہ نواسے بابا صاحب کے اور شاگرد قاضی محی الدین کاشانی اور خلیفہ حضرت سلطان جی کے تھے۔ آپ نے الملفوظات سلطان الاولیا کے جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کا نام تحفۃ الابرار ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت میں بخدمت شیخ نظام الدین حاضر ہوا تھا۔ شیخ تنہا بیٹھے تھے۔ قبلہ کی طرف منہ کئے اور آنکھیں آسمان کی طرف تھیں اور جمال حق میں مستغرق تھے۔ چونکہ میں وقت نازک پر آیا تھا۔ تھوڑی دیر متحیر کھڑا رہا دیکھا کہ جسم مبارک شیخ کا لرزا اور مثل گنجشک اپنے کو جھاڑا اور عالم صحو میں پھر اکر ہاتھ ملے۔ اور کہا کہ تو کون ہے۔ میں نے کہا عزیز۔ فرمایا کہ عزیز ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ وفات ان کی [illegible] ہجری میں ہوئی۔ مزار ان کا یاران چبوترہ متصل مولانا ضیاء الدین برنی کے ہے۔

ذکر حضرت شیخ شمس الدین یحییٰ رح

کہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے اور اعظم علمائے ہند سے تھے کہ علمائے وقت ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ جائے مولد ان کا صدر اودھ ہے۔ برائے تحصیل علوم وارد دہلی ہوئے اور ایسے کامل ہوئے کہ کوئی عالم کسی علم میں آپ سے گفتگو نہ کر سکتا۔ آخر بوسیلہ شیخ [illegible] خدمت حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ میں حاضر ہوکر بیعت کی اور کمالات باطنی سے مشرف ہوئے۔ اور تمام عمر تجرید سے گزاری۔ بعد حصول خرقۂ خلافت بہت کم مرید کئے۔ وفات حضرت کی [illegible] میں ہوئی۔ مزار یاران چبوترہ پر متصل باؤلی ہے۔

ذکر حضرت شیخ اخی سراج الدین ایوبی رح

کہ مشاہیر خلفائے سلطان الاولیا تھے۔ لکھا ہے کہ عین شباب میں

وعظ بشیر

(از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی مصنف کتاب الاسلام)

تفکّر و تدبّر

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد قال اللہ تبارک وتعالیٰ ۔ وَیتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلاً ج ۔

برادران اسلام ! اللہ تعالیٰ اپنے مومن اور سعادتمند بندوں کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ وہ زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں ۔ اور جب دیکھتے ہیں کہ سطح عالم کی ہر شے اپنے خالق کا پتہ دے رہی ہے ، اپنے مستقر پر قائم ہے اور اس کی قدرت و صنعت کی مظہر ہے تو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے عالم کی کوئی چیز بیکار نہیں بنائی ، اسی طرح وہ اپنے خالق و مالک کی معرفت حاصل کر کے اپنے ایمان کو مضبوط کرتے ہیں ۔ علاوہ ازیں قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے جگہ بجگہ ہمیں تدبر ، تفکر ، نظر اور اعتبار کا حکم فرمایا ہے ۔

جب دنیا میں روحانیت کا زور تھا تو سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا تھا اور کیا خوب کہا تھا ۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ۔۔۔ ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

یہ شعر صوفی مزاجوں کو وجد میں لاتا تھا ، زبان زد خلائق تھا ۔ اور ہر اللہ والا فرط محبت سے پکار اٹھتا تھا ۔

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

حضرات ! تدبر و تفکر ایمان کی جان اور عبادت کی روح ہے اور اس کا اسلام میں بہت بڑا درجہ ہے ۔ چنانچہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے ہیں ۔ تفکرُ ساعۃٍ خیرٌ من عبادۃِ سنۃٍ ۔ یعنی ایک ساعت کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے ۔

نظر و فکر کی ضرورت و اہمیت

تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ دنیا نے جس قدر ترقی حاصل کی ہے ، علم و ہنر میں جس قدر اضافہ ہوا ہے ، جس قدر معاشرتی و سیاسی سہولتیں آج تک میسر آئی ہیں اور جس قدر فائدے آج تک بنی نوع انسان کو پہنچے ہیں وہ سب چند حقیقت بیں اور اہل نظر حضرات کا طفیل ہیں ۔ ورنہ عام لوگ تو صمٌّ بکمٌ عمیٌ فھم لا یرجعون کا مصداق ہوتے ہیں ۔ ان کی عقلیں بیکار اور ناکارہ ہوتی ہیں ۔ خود دیکھنا ، سننا اور عقل سے کام لینا تو درکنار وہ تو دوسروں کے علم و عقل سے فائدہ اٹھانا بھی عار سمجھتے ہیں ۔

دیکھئے اہل نظر حضرات نے کیونکر علمی و تمدنی ترقی کی بنیاد رکھی ۔ درخت کی ایک شاخ ثمر ور سے ایک پکا ہوا پھل زمین پر گرتا ہے ، یہ ایک معمولی واقعہ ہے ، ہر شخص روزانہ اس کا مشاہدہ کرتا ہے ۔ لیکن ایک اہل نظر اور دیکھ کر سوچتا ہے کہ آخر پھل زمین پر سیدھا کیوں گرتا ہے ۔ اوپر کیوں نہیں اٹھتا یا دائیں بائیں کیوں نہیں جاتا ۔ اس کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے کہ یہ سیدھا کیوں گرتا ہے ، بالآخر یہی عاقل و فہیم جس کا نام نیوٹن ہے اس نتیجہ پر پہنچا کہ زمین ہر ایک چیز کو ایک خاص طاقت سے اپنی طرف کھینچ رہی ہے ، یہ مسئلہ کشش ثقل صرف ایک نظر ہوشیار اور سوچنے سمجھنے والی عقل کے ذریعہ تمام روئے زمین پر قبول کر لیا جاتا ہے ۔ اور نیوٹن کا نام علمی دنیا میں آفتاب کی طرح درخشندہ ہو جاتا ہے ، اسی طرح نظر و فکر کی سینکڑوں مثالیں ہمیں تاریخ میں ملتی ہیں ، جن کے طفیل یہ آج کی دنیا مہذب دنیا بنی ہوئی ہے ۔ اور علم و عقل کی روشنی ہر طرف نظر آ رہی ہے ۔ اس سلسلہ میں صرف ایک نظیر پیش اور پیش کرتا ہوں ۔

برادران محترم ہمارے اسلاف کا نام جو علمی دنیا میں آفتاب کی طرح روشن ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ عاقل و فہیم اور اہل نظر تھے ۔ انہوں نے تحقیق و تدقیق میں عمریں بسر کیں اور اپنے علم و عقل سے بنی نوع انسان کو حتی الامکان فائدے پہنچائے ۔ ضیاء ابن بیطار جو راس الاطبا کے نام سے علمی دنیا میں مشہور ہے اور جسے مصر والوں نے اپنا پیشوا مانا ۔ اس کے علم و عقل اور غور و نظر نے علم نباتات میں وہ کام کیا ہے کہ آج ساری دنیا اس کی احسانمند ہے ۔ یورپ علم نباتات میں اس حکیم کا خوشہ چین ہے ۔ یہ علمائے افاضل میں سے تھا ۔ لیکن آج کل کی طرح مسجد کا ملا ، کتاب کا کیڑا اور صرف نمازی دیندار نہیں تھا بلکہ قرآنی تعلیمات پر عبور رکھتا تھا ۔ اس لیے اس نے اشیائے عالم پر دیکھنے والی اور حقیقت رس نظر ڈالی ۔ اور بنی نوع انسان کو قدرت کے مخفی رازوں سے واقف کر گیا ۔ اسی طرح امام غزالی ابوبکر رازی ، سر ڈاکٹر بوس ، ایڈیسن اور مارکونی وغیرہ ہستیاں علمی دنیا میں ممیز و ممتاز نظر آتی ہیں ۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان لانے اس کے کرشموں کا لطف اٹھانے ، دنیا کو مسخر کرنے اور اشیائے عالم سے کما حقہ استفادہ کرنے کے لیے سوچنے سمجھنے والا دماغ اور نظر ہوشیار ایک عجیب اور ضروری چیز ہے ۔

اللہ تعالیٰ کی صنعت و قدرت

سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ درخت کا ہر پتہ اللہ جل شانہ کی معرفت کا ایک دفتر ہے ۔ مگر کن لوگوں کے لیے ؟ نظر ہوشیار رکھنے والوں کے لیے ۔ سطحی نظر رکھنے والوں کے لیے نہیں ، اس سے معلوم ہوا کہ صنعت و قدرت خداوندی ، حقیقت اشیا اور رموز دہر صرف اہل نظر پر کھلتے ہیں ، انہیں کے ایمان میں وجدانی اور یقینی کیفیت پیدا ہوتی ہے ، وہی خدا تعالیٰ پر صحیح معنوں میں ایمان لاتے ہیں ۔ ہر ایک آنکھ میں یہ قدرت کہاں کہ ان رازوں کو سمجھ سکے عوام الناس کا ایمان تو صرف ایک رسمی ، زبانی اور تقلیدی ایمان ہوتا ہے ۔ جو

جو ذوق و وجدان سے ناآشنا ہے محض ہوتا ہے۔ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

جہاں کی صورت کا ذرہ ذرہ جمالِ معنی کا آئینہ ہے
گزر گئے ہیں کو جو دیکھتے ہیں جو جانتے ہیں نگاہ کرنا

حقیقت یہ ہے کہ موجودات کی ہر ایک شے کے راز صرف اس شخص پر عیاں ہوتے ہیں جو نظر حقیقت رس رکھتے ہیں، وہ اللہ جل شانہ کی صنعت و قدرت پتہ پتہ میں تو کیا دنیا کے ذرہ ذرہ میں موجود اور کارفرما دیکھتے ہیں، حقیقت کو ڈھونڈنے والی آنکھ اس دنیا ہی میں بہشت کے مزے لوٹتی ہے۔ اور جمال خداوندی کی بہار سے اپنے دل و دماغ کو تازہ کرتی ہے۔

حضرات! پتہ اور ذرے کو جانے دو۔ اس میں صنعت خداوندی کا مشاہدہ کرنا دقیقہ رس لوگوں کا کام ہے۔ ذرا خود اپنے آپ پر نظر ڈالو۔ پانی کی ایک غلیظ و ناپاک بوند سے انسان کا ہیولا قائم ہوتا ہے۔ پھر آغوش مادر میں پرورش ہوتی ہے۔ بچہ سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہوتا ہے۔ ایک خاص وقت تک زندگی، آخر موت۔ رنج و فکر، راحت و زحمت، بغض و حسد اور محبت و وفا وغیرہ انسان کے خمیر کا جزو بنائی گئی ہیں۔ پھر اسے علم و فہم کی دولت دی گئی ہے۔ اسے علم کی طاقت سے کام لینے کی ہدایت کی گئی ہے جس سے یہی مشت خاک شیروں کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے۔ اور آگ، بھاپ اور بجلی سے وہ کام لیتا ہے جو اس کے سوا کسی سے ممکن نہیں، غرضیکہ حضرت انسان اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعتوں اور قدرتوں کا مظہر ہیں۔ تبھی تو کہا گیا ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون ؕ یعنی ہم تمہارے نفسوں میں ہی ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

سر جھکا کر جو لوئی آئینہ دل کا دیکھے	کیوں نہ وہ صورت محبوب کا جلوہ دیکھے

سورۂ یوسف میں ارشاد ہے:-

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ	اور آسمانوں اور زمین میں خدا
وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ	کی قدرت کی کتنی نشانیاں ہیں جن
هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ؕ	سے لوگ ہو کر گزر جاتے ہیں اور

وہ ان کی کچھ پروا نہیں کرتے۔

معلوم ہوا کہ اس کی صنعت تو ہر چیز میں موجود ہے مگر ہم ہی ان پر غور نہیں کرتے، یا قدرت کے ظاہر و مخفی خزانوں سے مستفید اور بہرہ اندوز نہیں ہوتے، یہ سراسر ہمارا ہی نقصان ہے اور اسی وجہ سے دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔

صاحبو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ ہم ان سے خدا کی صنعتوں کو دیکھیں، کان اس لئے دیئے ہیں کہ ان سے عقل و حکمت اور دانائی و سعادتمندی کی باتیں سنیں اور عقل اس لئے دی ہے کہ اس سے دین و دنیا، جلب منفعت اور دفع مضرت کا کام لیں اور جو لوگ ان تینوں چیزوں سے یہ کام نہیں لیتے۔ ان کو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حیوانوں سے بدتر بتلایا ہے، اور انہیں کی نسبت کہا گیا ہے:-

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ؕ وہ گونگے ہیں، بہرے ہیں اور اندھے ہیں پس وہ نہیں لوٹیں گے۔ انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنکھیں تو سب انسانوں کی ہیں لیکن بعض انسان دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں جیسے وہ بالکل اندھے ہوں گویا ان کے آنکھیں ہی نہیں۔ آنکھیں ہیں۔ مگر پھر اندھوں کی طرح نابینا ہیں۔ حالانکہ دنیا میں رہنے کا مزہ اس وقت ہے کہ انسان اپنی آنکھیں کھلی رکھے، انسان کو چاہیئے کہ وہ سوچنے، سمجھنے کی عادت ڈالے۔ مخلوقات اور موجودات پر غور کرے، واقعات اور حوادث سے سبق لے۔ انسان دنیا کی ہر ایک چیز سے کچھ نہ کچھ سیکھ سکتا ہے۔ دیکھیئے چاند کس شخص نے نہیں دیکھا لیکن ایک نظر ہوشیار اور دقیقہ رس دماغ اس سے جو سبق لیتا ہے اس کو ملاحظہ کیجئے۔

اکبر الہ آبادی کی ایک رباعی ہے۔

ہر چند محل انقلابات رہا	گھٹنے بڑھنے کا پیچ دن رات رہا
چھوڑی نہیں منزلیں قمر نے اپنی	ذی رتبہ و صاحب مقامات رہا

دیکھئے شاعر نے وفا میں ثابت قدم رہنے کی کیا اچھی مثال اور ترغیب دی ہے اور کیا نکتہ کی بات سمجھائی ہے جس کی طرف آج تک کسی کا خیال کبھی نہیں گیا۔ اس رباعی کے بیان کرنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان چاہے تو عام روزمرہ کی دیکھنے والی چیزوں سے بھی کوئی نہ کوئی سبق حاصل کر سکتا ہے، اللہ میاں تو مچھر کی مثال دے کر نصیحت کا ایک طریق نکال رہے ہیں۔

فضیلت تفکر برادران ملت! آپ نے تفکر و تدبر کی ضرورت و اہمیت کو دیکھ لیا۔ اب اس کی فضیلت کو بھی ذہن نشین کر لیجئے۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حق تعالیٰ کی ذات میں تفکر کرتے تھے، رسول صلی اللہ و سلم نے ان کو فرمایا کہ تم خدا کی ذات میں نہیں بلکہ اس کی خلق میں تفکر کیا کرو۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ اور روتے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حق تعالیٰ نے آپ کے تمام گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ کیوں روتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا میں کیوں نہ روؤں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل کی ہے۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	تحقیق زمین و آسمان کی پیدائش
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ	اور رات و دن کے تغیر و تبدل
لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ	میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں

اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ افسوس ہے اس شخص پر جو اس آیت کو پڑھے اور ان چیزوں میں تفکر و تدبر نہ کرے۔

آپ جانتے ہیں کہ اللہ پاک نے ہمیں موجودات عالم پر غور و فکر کرنے کا کیوں حکم دیا ہے؟ اس لئے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین کی تمام چیزوں کو

سرورِ عالم

(از حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

ہم مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو "سرورِ عالم" کہتے ہیں۔ سیدھی سادی زبان میں اس کا مطلب ہے "دنیا کا سردار"۔ ہندی میں اس کا ترجمہ "جگت گرو" ہوگا اور انگریزی میں (Leader of the World) بظاہر یہ بہت بڑا خطاب ہے۔ مگر جس بلند پایہ ہستی کو یہ خطاب دیا گیا ہے اس کا کارنامہ اتنی ایسا ہے کہ اس کو سرورِ عالم کہنا مبالغہ نہیں عین حقیقت ہے۔

دیکھئے کسی شخص کو دنیا کا لیڈر کہنے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہونی چاہیئے کہ اس نے کسی خاص قوم، یا نسل یا طبقہ کی بھلائی کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کی بھلائی کے لئے کام کیا ہو۔ ایک محب وطن یا ایک قوم پرست لیڈر کی آپ اس حیثیت سے جتنی چاہیں قدر کریں کہ اس نے اپنے لوگوں کی بڑی خدمت کی۔ لیکن اگر آپ اس کے ہم وطن یا ہم قوم نہیں ہیں تو وہ آپ کا لیڈر بہرحال نہیں ہو سکتا۔ جس شخص کی محبت، خیر خواہی اور کارگزاری سب کچھ چین یا اسپانیہ تک محدود ہو۔ مجھ ہندوستانی کو اس سے کیا تعلق کہ میں اسے اپنا لیڈر مانوں؟ بلکہ اگر وہ اپنی قوم کو دوسروں سے افضل ٹھیراتا ہو اور دوسروں کو گرا کر اپنی قوم کو چڑھانا چاہتا ہو تو اس سے نفرت کرنے پر مجبور ہوں۔ ساری قوموں کے انسان کسی ایک شخص کو اپنا لیڈر صرف اسی صورت میں مان سکتے ہیں جبکہ اس کی نگاہ میں سب قومیں اور سب آدمی یکساں ہوں۔ وہ سب کا یکساں خیر خواہ ہو۔ اور اپنی خیر خواہی میں کسی طرح ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے۔

دوسری اہم شرط جو دنیا کا لیڈر ہونے کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس نے ایسے اصول پیش کئے ہوں جو تمام دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کرتے ہوں۔ اور جن میں انسانی زندگی کے تمام اہم مسائل کا حل موجود ہو لیڈر کے معنی ہی رہنما کے ہیں۔ لیڈر کی ضرورت ہوتی ہی اس لئے ہے کہ وہ فلاح اور بہتری کا راستہ بتائے۔ لہٰذا دنیا کا لیڈر وہی ہو سکتا ہے جو ساری دنیا کے انسانوں کو ایسا طریقہ بتائے جس میں سب کی فلاح ہو۔

تیسری لازمی شرط دنیا کا لیڈر ہونے کے لئے یہ ہے کہ اس کی رہنمائی کسی خاص زمانے کے لئے نہ ہو بلکہ ہر زمانے اور ہر حال میں یکساں مفید یکساں صحیح اور یکساں قابل پیروی ہو۔ جس لیڈر کی رہنمائی ایک زمانے میں کارآمد اور دوسرے زمانہ میں بیکار ہو اس کو دنیا کا لیڈر نہیں کہا جا سکتا۔ دنیا کا لیڈر تو وہی ہے کہ دنیا جب تک قائم رہے اس کی رہنمائی بھی کارآمد رہے۔

چوتھی اہم ترین شرط یہ ہے کہ اس نے صرف اصول پیش کرنے ہی پر اکتفا نہ کی ہو بلکہ اپنے پیش کردہ اصولوں کو زندگی میں عملاً جاری کرکے دکھایا ہو اور ان کی بنیاد پر ایک جیتی جاگتی سوسائٹی پیدا کر دی ہو۔ محض اصول پیش کرنے والا زیادہ سے زیادہ ایک مفکر (Thinker) ہو سکتا ہے۔ لیڈر نہیں ہو سکتا۔ لیڈر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اپنے اصول کو عمل میں لاکر دکھائے۔

آیئے اب ہم دیکھیں کہ یہ چاروں شرطیں اس ہستی میں کہاں تک پائی جاتی ہیں جس کو ہم "سرورِ عالم" کہتے ہیں۔

پہلی شرط کو پہلے لے لیجئے۔ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ایک ہی نظر میں محسوس کرلیں گے کہ یہ کسی قوم پرست کی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ ایک محب انسانیت اور ایک عالمگیر نظریہ رکھنے والے انسان کی زندگی ہے۔ ان کی نگاہ میں تمام انسان یکساں تھے کسی خاندان، کسی طبقے، کسی قوم، کسی نسل یا کسی ملک کے خاص مفاد سے انھیں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ امیر اور غریب۔ اونچ اور نیچ۔ کالے اور گورے۔ عرب اور غیر عرب۔ شرقی اور مغربی۔ سامی اور آرین سب کو وہ اس حیثیت سے دیکھتے تھے کہ یہ سب ایک ہی انسانی نسل کے افراد ہیں۔ ان کی زبان سے تمام عمر کوئی ایک لفظ یا ایک فقرہ بھی ایسا نہ نکلا اور نہ زندگی بھر میں کوئی کام انہوں نے ایسا کیا جس سے یہ شبہ کیا جا سکتا ہو کہ انھیں ایک طبقۂ انسانی کے مقابلہ میں دوسرے طبقۂ انسانی کے مفاد سے زیادہ تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی ہی میں حبشی۔ ایرانی۔ رومی۔ مصری اور اسرائیلی اسی طرح ان کے رفیق کار بنے جس طرح عرب۔ اور ان کے بعد زمین کے ہر گوشے میں ہر نسل اور ہر قوم کے انسانوں نے ان کو اسی طرح اپنا رہنما تسلیم کیا جس طرح خود ان کی اپنی قوم نے۔ یہ اسی خالص انسانیت ہی کا کرشمہ تو ہے کہ آج آپ ایک ہندوستانی کی زبان سے اس شخص کی تعریف سن رہے ہیں جو صدیوں پہلے عرب میں پیدا ہوا تھا۔

اب دوسری اور تیسری شرط کو ایک ساتھ لیجئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص قوموں اور مخصوص ملکوں کے وقتی اور مقامی مسائل سے بحث کرنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کیا بلکہ اپنی پوری قوت دنیا میں انسانیت کے اس بڑے مسئلے کو حل کرنے پر صرف کر دی جس سے تمام انسانوں کے سارے چھوٹے چھوٹے مسائل خود حل ہو جاتے ہیں۔ وہ بڑا مسئلہ کیا ہے؟ وہ صرف یہ ہے کہ کائنات کا نظام فی الواقع جس اصول پر قائم ہے۔ انسان کی زندگی کا نظام بھی اس کے مطابق ہو۔ کیونکہ انسان اس کائنات کا ایک جزو ہے اور جزو کی حرکت کا کل کے خلاف ہونا ہی خرابی کا موجب ہے۔ اگر آپ اس بات کو سمجھنا چاہتے ہیں تو اس کی آسان صورت یہ ہے کہ اپنی نگاہ کو ذرا کوشش کرکے زمان و مکان کی قیود سے آزاد کر لیجئے اور پورے کرۂ زمین پر اس طرح نظر ڈالئے کہ ابتدا سے آج تک اور آیندہ

غیر محدود زمانے تک بسنے والے تمام انسان بیک وقت آپ کے سامنے ہوں پھر دیکھیے کہ انسان کی زندگی میں خرابی کی جتنی صورتیں پیدا ہوئی ہیں یا ہونی ممکن ہیں ان سب کی جڑ کیا ہے۔ یا کیا ہو سکتی ہے۔ اس سوال پر آپ جتنا غور کریں گے۔ جتنی چھان بین اور تحقیق کریں گے حاصل یہی نکلے گا کہ انسان کی خدا سے بغاوت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے کہ خدا سے باغی ہو کر انسان لازمی طور پر دو صورتوں میں سے کوئی ایک ہی صورت اختیار کرتا ہے۔ یا تو وہ اپنے آپ کو خودمختار اور غیر ذمہ دار سمجھ کر من مانی کارروائیاں کرنے لگتا ہے اور یہ چیز اسے ظالم بنا دیتی ہے۔ یا پھر وہ خدا کے سوا دوسروں کے آگے سر جھکانے لگتا ہے۔ اور اس سے دنیا میں فساد کی بے شمار صورتیں پیدا ہوتی ہیں اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ خدا سے بے پرواہ ہو کر یہ خرابیاں کیوں پیدا ہوتی ہیں؟ اس کا سیدھا اور صاف جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا چونکہ حقیقت کے خلاف ہے اس لئے اس کا نتیجہ برا نکلتا ہے یہ ساری کائنات فی الواقع خدا کی سلطنت ہے۔ زمین سورج۔ چاند۔ ہوا۔ پانی۔ روشنی سب خدا کی ملک ہیں۔ اور انسان اس سلطنت میں پیدائشی بندے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ پوری سلطنت جس نظام پر قائم ہے اور جس نظام پر چل رہی ہے۔ اگر انسان اس کا ایک جزء ہونے کے باوجود اس سے مختلف رویہ اختیار کرے تو لامحالہ اس کا ایسا رویہ تباہ کن نتائج ہی پیدا کرے گا۔ اس کا یہ سمجھنا کہ مجھ سے اوپر کوئی مقتدر اعلیٰ نہیں ہے جس کے سامنے جواب دہ ہوں واقعہ کے خلاف ہے۔ اس لئے جب وہ خودمختار بن کر غیر ذمہ دارانہ طریقہ پر کام کرتا ہے اور اپنا قانون زندگی آپ تجویز کرتا ہے تو نتیجہ برا نکلتا ہے۔ اسی طرح اس کا خدا کے سوا کسی اور کو صاحب اختیار و اقتدار ماننا اور اس سے خوف یا لالچ رکھنا اور اس کی آقائی کے آگے جھک جانا بھی حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ فی الحقیقت اس پوری کائنات میں خدا کے سوا کوئی بھی یہ حیثیت نہیں رکھتا لہذا اس کا نتیجہ بھی برا نکلتا ہے۔ صحیح نتیجہ برآمد ہونے کی صورت اس کے سوا کوئی نہیں ہے کہ زمین اور آسمان میں جو حقیقی حکومت ہے انسان اس کے سامنے سر جھکا دے، اپنی خودی و خودسری کو اس کے آگے تسلیم کر دے، اپنی اطاعت اور بندگی کو اس کے لئے خالص کر دے اور اپنی زندگی کا ضابطہ و قانون خود بنانے یا دوسروں سے لینے کے بجائے اس سے لے۔

یہ بنیادی اصلاح کی تجویز ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی زندگی کے لئے پیش کی ہے۔ یہ مشرق اور مغرب کی قید سے آزاد ہے۔ روئے زمین میں جہاں جہاں انسان آباد ہیں یہی ایک اصلاحی تجویز ان کی زندگی کی بگڑی ہوئی کل کو درست کر سکتی ہے۔ اور یہ ماضی و مستقبل کی قید سے بھی آزاد ہے۔ ڈیڑھ ہزار برس پہلے یہ جتنی صحیح اور کارگر تھی اتنی ہی آج بھی ہے۔ اور اتنی ہی دس ہزار برس بعد بھی ہوگی۔

اب آخری شرط باقی رہ جاتی ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خیالی نقشہ ہی پیش نہیں کیا۔ بلکہ اس نقشہ پر ایک زندہ سوسائٹی پیدا کر کے دکھا دی انہوں نے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں لاکھوں انسانوں کو خدا کی حکومت کے آگے سر اطاعت جھکانے پر آمادہ کر لیا۔ ان سے خود پرستی بھی چھڑوائی۔ اور خدا کے سوا دوسروں کی بندگی بھی۔ پھر ان کو جمع کر کے خالص خدا کی بندگی پر ایک نیا نظام اخلاق۔ نیا نظام تمدن۔ نیا نظام معیشت اور نیا نظام حکومت بنایا اور تمام دنیا کے سامنے اس بات کا عملی مظاہرہ کر دیا کہ جو اصول وہ پیش کر رہے ہیں اس پر کیسی زندگی مبنی ہے اور دوسرے اصولوں کی زندگی کے مقابلہ میں وہ کتنی اچھی ہے۔

یہ وہ کارنامہ ہے جس کی بناء پر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سرور عالم یا دنیا کا لیڈر کہتے ہیں۔ ان کا یہ کام کسی خاص قوم کے لئے نہ تھا۔ تمام انسانوں کے لئے تھا۔ یہ انسانیت کی مشترک میراث ہے جس پر کسی کا حق کسی دوسرے سے کم یا زیادہ نہیں ہے۔ جو چاہے اس میراث سے فائدہ اٹھائے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کے خلاف تعصب رکھنے کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲) یہ کس کے جذبات و احساسات ہیں؟ کس کی زبان نکلے ہوئے الفاظ ہیں؟ اس کی زبان کے جو فرمانروایانہ حیثیت کا سرمایہ دار تھا جس نے زندگی کے اسی برس کا ایک ایک لمحہ انتہائی عیش و اقتدار میں گزارا۔ جو سونے کے گہواروں میں جھولتا ہوا پیدا ہوا اور سونے کی میزان ہی میں تلتا ہوا راہگرائے عالم بقا ہوا۔ جس کی شجاعت و سیاست کا سکہ اقصائے عالم میں پھیلا ہوا تھا۔ جس نے پوری زندگی عیش و حکومت میں گزاری۔ لیکن موت کے سامنے اس کی بیچارگی عالم آشکارا ہوئی نہیں بلکہ اس نے خود بتا دیا کہ موت کے سامنے بڑے سے بڑا شخص بھی عاجز ہے اور اس وقت اگر کوئی چیز کام آسکتی ہے تو وہ صرف توبہ و استغفار ہے۔

آپ نے واضح کر دیا اور صاف صاف بتا دیا کہ انسان کو کسی حالت میں بھی اپنا دین نہیں بگاڑنا چاہیے، جو دنیا میں پھنس کر دین کی طرف سے غافل ہو جاتے ہیں انہیں آخر اور آخرت میں سخت ندامت کا سامنا ہوتا ہے۔ آپ نے بتا دیا کہ جس مقصد کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف کھڑے ہوئے تھے وہ مقصد بھی گیا دنیا بھی گئی اور جان بھی چلی، ہر چیز اور ہر عیش فانی ہے۔ عیش آخرت ہی کا عیش ہے۔ کاش مسلمان سوچیں اور غور کریں۔

(بقیہ صفحہ ۲۲) قبل از نکلنے ریش و بروت کے حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں آئے مگر علم ظاہری سے بے بہرہ تھے، زاہد بے علم مسخرہ شیطان ہوتا ہے۔ مولانا فخر الدین نے حضرت کو مہربان دیکھ کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو چندے اس جوان کو میں اپنی صحبت میں رکھوں۔ تعلیم کروں آپ نے فرمایا کہ بہت نیک ہے ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست مولانا فخر الدین زرادی ان کو اپنے مکان پر لائے اور تعلیم شروع کی چھ ماہ میں اتنا حاصل کیا کہ دوسرے کو چھ برس میں بھی اتنا حاصل نہ ہوتا۔ بعدہ مرید ہو کر عالم ظاہری اور باطنی ہوئے۔ خرقہ خلافت حاصل ہوا اور طرف بنگالہ کے معمور ہوئے بارہا حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سراج آئینہ ہندوستان ہے وفات حضرت کی [illegible] ہجری میں ہوئی۔

زندگی بعد موت

(از حضرت علامہ مولوی سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

موت کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کیسی ہے؟ یہ سوال حقیقت میں ہمارے علم کی رسائی سے دور ہے۔ ہمارے پاس وہ آنکھیں نہیں جن سے ہم موت کی سرحد کے اس پار جھانک کر دیکھ سکیں۔ کہ وہاں کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔ ہمارے پاس وہ کان نہیں جن سے ہم اُدھر کی کوئی آواز سن سکیں۔ ہم کوئی ایسا آلہ بھی نہیں رکھتے جس کے ذریعہ سے تحقیق کے ساتھ معلوم کیا جاسکے کہ اُدھر کچھ ہے یا کچھ نہیں ہے لہٰذا جہاں تک سائنس کا تعلق ہے یہ سوال اس کے دائرے سے قطعی خارج ہے۔ جو شخص سائنس کا نام لے کر کہتا ہے کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے، وہ بالکل ایک غیر سائنٹفک بات کہتا ہے۔ سائنس کی رو سے نہ تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ کوئی زندگی ہے اور نہ یہ کہ کوئی زندگی نہیں ہے۔ جب تک ہم کوئی یقینی ذریعۂ علم نہیں پاتے کم از کم اس وقت تک تو صحیح سائنٹفک رویہ یہی ہوسکتا ہے کہ ہم زندگی بعد موت کا نہ انکار کریں نہ اقرار۔

مگر کیا عملی زندگی میں ہم اس سائنٹفک رویہ کو نباہ سکتے ہیں؟ شاید نہیں۔ بلکہ یقیناً نہیں عقلی حیثیت سے تو یہ ممکن ہے کہ جب ایک چیز کو جاننے کے ذرائع ہمارے پاس نہ ہوں تو اس کے متعلق ہم نفی اور اثبات دونوں سے پرہیز کریں۔ لیکن جب اسی چیز کا تعلق ہماری عملی زندگی سے ہو تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ یا تو انکار پر اپنا طرز عمل قائم کریں یا اقرار پر۔ مثلاً ایک شخص ہے جس سے آپ واقف نہیں ہیں۔ اگر اس کے ساتھ آپ کا کوئی معاملہ درپیش نہ ہو تب تو آپ کے لئے یہ ممکن ہے کہ اس کے ایماندار ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی حکم نہ لگائیں۔ لیکن جب آپ کو اس سے معاملہ کرنا ہو تو آپ مجبور ہیں کہ یا تو اسے ایماندار سمجھ کر معاملہ کریں یا بے ایمان سمجھ کر۔ اپنے ذہن میں آپ ضرور یہ خیال کرسکتے ہیں کہ جب تک اس کا ایماندار ہونا یا نہ ہونا ثابت نہ ہوجائے اس وقت تک ہم شک کے ساتھ معاملہ کریں گے۔ مگر اس کی ایمانداری کو مشکوک سمجھتے ہوئے جو معاملہ آپ کریں گے عملاً اس کی صورت وہی تو ہوگی جو اس کی ایمانداری کا انکار کرنے کی صورت میں ہوسکتی تھی۔ لہٰذا فی الواقع انکار اور اقرار کے درمیان شک کی حالت صرف ذہن ہی میں ہوسکتی ہے۔ عملی رویہ کبھی شک پر قائم نہیں ہوسکتا۔ اس کے لئے تو انکار یا اقرار بہرحال ناگزیر ہے۔

یہ بات تھوڑے غور اور فکر ہی سے آپ کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ زندگی بعد موت کا سوال محض ایک فلسفیانہ سوال نہیں ہے بلکہ ہماری عملی زندگی سے اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔ دراصل ہمارے اخلاقی رویہ کا سارا انحصار ہی اسی سوال پر ہے۔ اگر میرا یہ خیال ہو کہ زندگی جو کچھ ہے بس یہی دنیوی زندگی ہے اور اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے تو میرا اخلاقی رویہ ایک طرح کا ہوگا۔ اور اگر میں یہ خیال رکھتا ہوں کہ اس کے بعد ایک دوسری زندگی بھی ہے جس میں مجھے اپنی موجودہ زندگی کے کارنامے کا حساب دینا ہوگا اور وہاں میرا اچھا یا برا انجام میرے یہاں کے اعمال پر منحصر ہوگا تو یقیناً میرا اخلاقی طرز عمل بالکل ایک دوسری ہی طرح کا ہوگا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے ایک شخص یہ سمجھتے ہوئے سفر کر رہا ہے کہ اسے بس یہاں سے بمبئی تک جانا ہے اور بمبئی پہنچ کر نہ صرف یہ کہ اس کا سفر ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گا بلکہ وہاں وہ پولیس اور عدالت اور ہر اس طاقت کی دسترس سے باہر ہوگا جو اس سے کسی قسم کی بازپرس کرسکتی ہو۔ برعکس اس کے ایک دوسرا شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہاں سے بمبئی تک تو اس کے سفر کی ایک ہی منزل ہے۔ اس کے بعد اسے سمندر پار ایک ایسے ملک میں جانا ہوگا جہاں کا بادشاہ وہی ہے جو ہندوستان کا بادشاہ ہے اور اس بادشاہ کے دفتر میں میرے اس پورے کارنامے کا خفیہ ریکارڈ موجود ہے جو میں نے ہندوستان میں انجام دیا ہے، اور وہاں میرے ریکارڈ کو جانچ کر فیصلہ کیا جائے گا کہ میں اپنے کام کے لحاظ سے کس درجہ کا مستحق ہوں۔ آپ بآسانی اندازہ کرسکتے ہیں کہ ان دونوں شخصوں کا طرز عمل کس قدر ایک دوسرے سے مختلف ہوگا۔ پہلا شخص صرف یہاں سے بمبئی تک کے سفر کی تیاری کرے گا۔ اور دوسرے کی تیاری بعد کی طویل منزلوں کے لئے بھی ہوگی۔ پہلا شخص یہ سمجھے گا کہ نفع یا نقصان جو کچھ بھی ہے بمبئی پہنچنے تک ہے۔ آگے کچھ نہیں۔ اور دوسرا یہ خیال کرے گا کہ اصل نفع و نقصان سفر کے پہلے مرحلہ میں نہیں ہے بلکہ آخری مرحلہ میں ہے۔ پہلا شخص اپنے افعال کے صرف ان ہی نتائج پر نظر رکھے گا جو بمبئی تک کے سفر میں نکل سکتے ہیں۔ لیکن دوسرے شخص کی نگاہ ان نتائج پر ہوگی جو سمندر پار دوسرے ملک میں پہنچ کر نکلیں گے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں شخصوں کے طرز عمل کا یہ فرق براہ راست نتیجہ ہے ان کی اس رائے کا جو وہ اپنے سفر کی نوعیت کے متعلق رکھتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ہماری اخلاقی زندگی میں بھی وہ عقیدہ فیصلہ کن اثر رکھتا ہے جو ہم زندگی بعد موت کے بارے میں رکھتے ہیں۔ عمل کے میدان میں جو قدم بھی ہم اٹھائیں گے اس کی سمت کا تعین اس بات پر منحصر ہوگا کہ آیا ہم اسی زندگی کو پہلی اور آخری زندگی سمجھ کر کام کر رہے ہیں۔ یا کسی بعد کی زندگی اور اس کے نتائج کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں۔ پہلی صورت میں ہمارا قدم ایک سمت میں اٹھے گا۔ اور دوسری صورت میں اس کی سمت بالکل مختلف ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ زندگی بعد موت کا سوال محض ایک عقلی اور فلسفیانہ سوال نہیں ہے بلکہ عملی زندگی کا سوال ہے۔ اور جب بات یہ ہے تو ہمارے لئے اس معاملہ میں شک اور تردد کے مقام پہ

ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں۔ شک کے ساتھ جو رویہ ہم زندگی میں اختیار کریں گے وہ بھی لامحالہ انکار ہی کے رویہ جیسا ہوگا۔ لہٰذا ہم بہرحال اس امر کا تعین کرنے پر مجبور ہیں کہ آیا موت کے بعد کوئی اور زندگی ہے یا نہیں۔ اگر سائنس اس کے تعین میں ہماری مدد نہیں کرتا تو ہمیں عقلی استدلال سے مدد لینی چاہیے۔

اچھا تو عقلی استدلال کے لئے ہمارے پاس کیا مواد ہے؟ ہمارے سامنے ایک تو خود انسان ہے، اور دوسرے یہ نظام کائنات۔ ہم انسان کو اس نظام کائنات کے اندر رکھ کر دیکھیں گے کہ جو کچھ انسان میں ہے آیا اس کے سارے مقتضیات اس نظام میں پورے ہو جاتے ہیں یا کوئی چیز ایسی بچی رہ جاتی ہے جس کے لئے کسی دوسری نوعیت کے نظام کی ضرورت ہو۔

دیکھیے انسان ایک تو جسم رکھتا ہے جو بہت سے معدنیات، نمکیات پانی اور گیسوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے جواب میں کائنات کے اندر بھی مٹی پتھر، دھاتیں، نمک، گیس، دریا اور اسی جنس کی دوسری چیزیں موجود ہیں ان چیزوں کو کام کرنے کے لئے جتنے قوانین کی ضرورت ہے وہ سب اس کائنات کے اندر کارفرما ہیں اور جس طرح وہ باہر کی فضا میں پہاڑوں دریاؤں اور ہواؤں کو اپنے حصہ کا کام پورا کرنے کا موقع دے رہے ہیں اسی طرح انسانی جسم کو بھی ان قوانین کے تحت کام کرنے کا موقع حاصل ہے۔

پھر انسان ایک ایسا وجود ہے جو گرد و پیش کی چیزوں سے غذا لے کر بڑھتا اور نشو و نما حاصل کرتا ہے۔ اسی جنس کے درخت، پودے اور گھاس پھونس کائنات میں بھی موجود ہیں، اور وہ قوانین بھی یہاں پائے جاتے ہیں جو نشو و نما پانے والے اجسام کے لئے درکار ہیں۔

پھر انسان ایک زندہ وجود ہے جو اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہے۔ اپنی غذا خود اپنی کوشش سے فراہم کرتا ہے۔ اپنے نفس کی آپ حفاظت کرتا ہے اور اپنی نوع کو باقی رکھنے کا انتظام کرتا ہے۔ کائنات میں اس جنس کی بھی دوسری بہت سی قسمیں موجود ہیں۔ خشکی، تری اور ہوا میں بے شمار حیوانات پائے جاتے ہیں اور وہ قوانین بھی بتمام و کمال یہاں کارفرما ہیں جو ان زندہ ہستیوں کے پورے دائرہ عمل پر حاوی ہونے کے لئے کافی ہیں۔

ان سب سے اوپر انسان ایک اور نوعیت کا وجود بھی رکھتا ہے جس کو ہم اخلاقی وجود کہتے ہیں۔ اس کے اندر نیکی اور بدی کا شعور ہے نیک اور بد کی تمیز ہے۔ نیکی اور بدی کرنے کی قوت ہے اور اس کی فطرت یہ مطالبہ کرتی ہے کہ نیکی کا اچھا اور بدی کا برا نتیجہ ظاہر ہو۔ وہ ظلم اور انصاف، سچائی اور جھوٹ، حق اور ناحق، رحم اور بے رحمی، احسان فراموشی فیاضی اور بخل، امانت اور خیانت، اور ایسی ہی مختلف اخلاقی صفات کے درمیان فرق کرتا ہے یہ صفات عملاً اس کی زندگی میں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ محض خیالی چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ بالفعل ان کے اثرات انسانی تمدن پر مترتب ہوتے ہیں۔ لہٰذا انسان جس فطرت پر پیدا ہوا ہے اس کا شدت کے ساتھ یہ تقاضا ہے کہ جس طرح اس کے افعال کے طبعی نتائج رونما ہوتے ہیں اسی طرح اخلاقی نتائج بھی رونما ہوں۔

مگر نظام کائنات پر گہری نظر ڈال کر دیکھیے۔ کیا اس نظام میں انسانی افعال کے اخلاقی نتائج پوری طرح رونما ہو سکتے ہیں؟ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہاں اس کا امکان نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہاں اس کا انتظام ہی نہیں کیا گیا ہے۔ انسان کے سوا یہاں، کم از کم ہمارے علم کی حد تک کوئی دوسری ایسی مخلوق نہیں پائی جاتی جو اخلاقی وجود رکھتی ہو۔ سارا نظام کائنات طبعی قوانین کے تحت چل رہا ہے۔ اخلاقی قوانین کسی طرف کارفرما نظر نہیں آتے، یہاں روپے میں وزن اور قیمت ہے مگر سچائی میں نہ وزن ہے نہ قیمت۔ یہاں آم کی گٹھلی سے ہمیشہ آم پیدا ہوتا ہے۔ مگر حق پرستی کا بیج بونے والے پر کبھی پھولوں کی بارش ہوتی ہے، اور کبھی بلکہ اکثر جوتیوں کی۔ یہاں مادی عناصر کے لئے مقرر قوانین ہیں جن کے مطابق ہمیشہ مقرر نتائج نکلتے ہیں مگر اخلاقی عناصر کے لئے کوئی مقرر قانون نہیں ہے کہ ان کی فعلیت سے ہمیشہ مقرر نتیجہ نکل سکے۔ طبعی قوانین کی فرمانروائی کے سبب اخلاقی نتائج تو کبھی نکل ہی نہیں سکتے، کبھی نکلتے ہیں تو صرف اس حد تک جس کی اجازت طبعی قوانین دے دیں۔ اور بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ اخلاق ایک فعل سے ایک خاص نتیجہ نکلنے کا تقاضا کرتا ہے مگر طبعی قوانین کی مداخلت سے نتیجہ بالکل برعکس نکل آتا ہے۔ انسان نے خود اپنے تمدنی و سیاسی نظام کے ذریعہ تھوڑی سی کوشش اس امر کی کی ہے کہ انسانی اعمال کے اخلاقی نتائج ایک مقررہ ضابطہ کے بموجب برآمد ہو سکیں مگر یہ کوشش بہت محدود پیمانہ پر ہے۔ اور بے حد ناقص ہے۔ ایک طرف طبعی قوانین اس کو محدود اور ناقص بناتے ہیں اور دوسری طرف انسان کی اپنی بہت سی کمزوریاں اس انتظام کے نقائص میں اور زیادہ اضافہ کرتی ہیں۔

میں اپنے مدعا کی توضیح چند مثالوں سے کروں گا۔ دیکھیے ایک شخص اگر کسی دوسرے شخص کا دشمن ہو اور اس کے گھر میں آگ لگا دے تو اس کا گھر جل جائے گا۔ یہ اس کے فعل کا طبعی نتیجہ ہے۔ اس کا اخلاقی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ اس شخص کو اتنی ہی سزا ملے جتنا اس نے ایک خاندان کو نقصان پہنچایا ہے۔ مگر اس نتیجہ کا ظاہر ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ آگ لگانے والے کا سراغ ملے۔ وہ پولیس کے ہاتھ آ سکے اس پر جرم ثابت ہو، عدالت پوری طرح اندازہ کر سکے کہ آگ لگنے سے اس خاندان کو اور اس کی آئندہ نسلوں کو ٹھیک ٹھیک کتنا نقصان پہنچا ہے اور پھر انصاف کے ساتھ اس مجرم کو اتنی ہی سزا دے۔ اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط بھی پوری نہ ہو تو اخلاقی نتیجہ یا تو بالکل ہی ظاہر نہ ہوگا یا اس کا صرف ایک تھوڑا سا حصہ ظاہر ہو کر رہ جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے حریف کو برباد کر کے وہ شخص دنیا میں مزے سے پھولتا پھلتا رہے۔

اس سے بڑے پیمانہ پر ایک اور مثال لیجیے۔ چند اشخاص اپنی قوم میں اثر پیدا کر لیتے ہیں اور ساری قوم ان کے کہے پر چلنے لگتی ہے، اس پوزیشن سے فائدہ اٹھا کر وہ لوگوں میں قوم پرستی کا اشتعال اور ملک گیری کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ گرد و پیش کی قوموں سے جنگ چھیڑ دیتے ہیں۔ لاکھوں آدمیوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ ملک کے ملک تباہ کر ڈالتے ہیں۔ کروڑوں انسانوں کو ذلیل اور پست زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتے

ہیں، اور ما انسانی تاریخ پر ان کی کارروائیوں کا ایسا زبردست اثر پڑتا ہو جس کا سلسلہ آئندہ سیکڑوں برس تک پشت در پشت اور نسل در نسل پھیلتا چلا جائے گا، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ چند اشخاص جس جرم عظیم کے مرتکب ہوئے ہیں، اس کی مناسب اور منصفانہ سزا ان کو کبھی اس دنیوی زندگی میں مل سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر ان کی بوٹیاں بھی نوچ ڈالی جائیں، اگر ان کو زندہ جلا ڈالا جائے یا کوئی اور ایسی سزا دی جائے جو انسان کے بس میں ہے، تب بھی کسی طرح وہ اس نقصان کے برابر سزا نہیں پا سکتے جو انہوں نے کروڑہا انسانوں کو اور ان کی آئندہ بے شمار نسلوں کو پہنچایا ہے موجودہ نظام کائنات جن طبعی قوانین پر چل رہا ہے ان کے تحت یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے جرم کے برابر سزا پا سکیں۔

اسی طرح ان نیک انسانوں کو لیجئے جنہوں نے نوع انسانی کو حق اور راستی کی تعلیم دی اور ہدایت کی روشنی دکھائی۔ جن کے فیض سے بے شمار انسانی نسلیں صدیوں سے فائدہ اٹھا رہی ہیں اور نہ معلوم آئندہ کتنی صدیوں تک اٹھاتی چلی جائیں گی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کی خدمات کا پورا صلہ ان کو اس دنیا میں مل سکے؟ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ موجودہ طبعی قوانین کی حدود کے اندر ایک شخص اپنے اس عمل کا پورا صلہ حاصل کر سکتا ہے جس کا ردعمل اس کے مرنے کے بعد ہزاروں برس تک اور بے شمار انسانوں تک پھیل گیا ہو؟

جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں، اول تو موجودہ نظام کائنات جن قوانین قدرت پر چل رہا ہے ان کے اندر اتنی گنجائش ہی نہیں ہے کہ انسانی افعال کے اخلاقی نتائج پوری طرح مترتب ہو سکیں، دوسرے یہاں چند سال کی زندگی میں انسان جو عمل کرتا ہے اس کے ردعمل کا سلسلہ اتنا وسیع ہوتا ہے اور اتنی مدت تک جاری رہتا ہے کہ صرف اسی کے نتائج پورے وصول کرنے کے لئے ہزاروں بلکہ لاکھوں برس کی زندگی درکار ہے اور موجودہ قوانین قدرت کے ماتحت انسان کو اتنی زندگی ملنی ناممکن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانی ہستی کے خاکی، عضوی اور حیوانی عناصر کے لئے تو موجودہ طبعی دنیا (Physical world) اور اس کے طبعی قوانین کافی ہیں۔ مگر اس کے اخلاقی عنصر کے لئے یہ دنیا بالکل ناکافی ہے۔ اس کے لئے ایک دوسرا نظام عالم درکار ہے۔ جس میں حکمراں قانون (Governing Law) اخلاق کا قانون ہو، اور طبعی قوانین اس کے ماتحت محض مددگار کی حیثیت سے کام کریں۔ جس میں زندگی محدود نہ ہو بلکہ غیر محدود ہو جس میں وہ تمام اخلاقی نتائج جو یہاں مترتب ہونے سے رہ گئے ہیں یا الٹے مترتب ہوئے ہیں اپنی صحیح صورت میں پوری طرح مترتب ہو سکیں۔ جہاں سونے اور چاندی کے بجائے نیکی اور صداقت میں وزن اور قیمت ہو۔ جہاں آگ صرف اس چیز کو جلائے جو اخلاقاً جلنے کی مستحق ہو۔ جہاں عیش اس کو ملے جو نیک ہو اور مصیبت اس کے حصہ میں آئے جو بد ہو۔ عقل چاہتی ہے۔ فطرت مطالبہ کرتی ہے کہ ایسا ایک نظام عالم ضرور ہونا چاہیئے۔

جہاں تک عقلی استدلال کا تعلق ہے، وہ ہم کو صرف "ہونا چاہیئے" کی حد تک لیجا کر چھوڑ دیتا ہے، اب رہا یہ سوال کہ آیا واقع میں ایسا کوئی عالم ہے بھی۔ تو ہماری عقل اور ہمارا علم دونوں اس کا حکم لگانے سے عاجز ہیں۔ یہاں قرآن ہماری مدد کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ تمہاری عقل اور تمہاری فطرت جس چیز کا مطالبہ کرتی ہے فی الواقع وہ ہونے والی ہے اور اسی طرح ہونے والی ہے۔ موجودہ نظام عالم جو طبعی قوانین پر بنا ہے، ایک وقت میں توڑ ڈالا جائے گا۔ اس کے بعد ایک دوسرا نظام بنے گا۔ جس میں زمین و آسمان اور ساری چیزیں ایک دوسرے ڈھنگ پر ہوں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو جو ابتدائے آفرینش سے قیامت تک پیدا ہوئے تھے، دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور بیک وقت ان کو اپنے سامنے جمع کریگا وہاں ایک ایک شخص کا۔ ایک ایک قوم کا، اور پوری انسانیت کا ریکارڈ ہر غلطی اور ہر فرو گزاشت کے بغیر محفوظ ہوگا۔ ہر شخص کے ایک ایک عمل کا جتنا ردعمل دنیا میں ہوا ہے اس کی پوری روداد موجود ہوگی۔ وہ تمام نسلیں گواہوں کے کٹہرے میں حاضر ہوں گی جو اس ردعمل سے متاثر ہوئیں، ایک ایک ذرہ جس پر انسان کے اقوال اور افعال کے نقوش ثبت ہوئے، اپنی داستان سنائے گا، خود انسان کے ہاتھ اور پاؤں اور آنکھ اور زبان اور تمام اعضاء شہادت دیں گے کہ ان سے اس نے کس طرح کام لیا، پھر اس روداد پر وہ سب سے بڑا حاکم پورے انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ کہ کون کتنے انعام کا مستحق ہے، اور کون کتنی سزا کا۔ یہ انعام اور یہ سزا دونوں چیزیں اتنے بڑے پیمانہ پر ہوں گی جس کا کوئی اندازہ موجودہ نظام عالم کی محدود مقداروں کے لحاظ سے نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں وقت اور جگہ کے معیار کچھ اور ہوں گے۔ وہاں کی مقداریں کچھ اور ہوں گی۔ وہاں کے قوانین قدرت کسی اور قسم کے ہوں گے۔ انسان کی جن نیکیوں کے اثرات دنیا میں ہزاروں برس تک چلتے رہے ہیں وہاں وہ ان کا بھرپور صلہ وصول کر سکے گا۔ بغیر اس کے کہ موت اور بیماری اور بڑھاپا اس کے عیش کا سلسلہ توڑ سکیں۔ اور اسی طرح انسان کی جن برائیوں کے اثرات دنیا میں ہزاروں برس تک اور بے شمار انسانوں تک پھیلتے رہے ہیں وہاں وہ ان کی پوری سزا بھگتے گا۔ بغیر اس کے کہ موت اور بے ہوشی آکر اسے تکلیف سے بچا سکے۔

ایسی ایک زندگی اور ایسے ایک عالم کو لوگ جو ناممکن سمجھتے ہیں، مجھے ان کے ذہن کی تنگی پر ترس آتا ہے، اگر ہمارے موجودہ نظام عالم کا موجودہ قوانین قدرت کے ساتھ موجود ہونا ممکن ہے تو آخر ایک دوسرے نظام عالم کا دوسرے قوانین کے ساتھ وجود میں آنا کیوں ناممکن ہو؟

البتہ یہ بات کہ واقع میں ایسا ضرور ہوگا، تو اس کا تعین نہ دلیل سے ہو سکتا ہے اور نہ علمی ثبوت سے، اس کے لئے ایمان بالغیب کی ضرورت ہے

قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں

(از حضرت مولانا سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی)

الٰہ۔ رب۔ دین اور عبادت، یہ چار لفظ قرآن کی بنیادی اصطلاحی زبان میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ قرآن کی ساری دعوت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا رب اور الٰہ ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی الٰہ ہے، نہ رب، اور نہ الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک ہے۔ لہٰذا اسی کو اپنا الٰہ اور رب تسلیم کرو۔ اور اس کے سوا ہر ایک کی الوہیت و ربوبیت سے انکار کر دو۔ اس کی عبادت اختیار کرو اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اس کے لئے اپنے دین کو خالص کر لو اور ہر دوسرے دین کو رد کر دو۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (انبیاء - ۲)

ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کی طرف وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے لہٰذا میری عبادت کرو۔

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (التوبہ - ۵)

اور ان کو کوئی حکم نہیں دیا گیا بجز اس کے کہ ایک ہی اللہ کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور وہ پاک ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔

اِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ (انبیاء - ۶)

یقیناً تمہارا (یعنی تمام انبیاء کا) یہ گروہ ایک ہی گروہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں لہٰذا میری عبادت کرو۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (انعام - ۲۰)

کہو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (کہف - ۱۲)

تو جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کی عبادت شریک نہ کرے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (نحل - ۵)

ہم نے ہر قوم میں ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی عبادت سے پرہیز کرو۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (آل عمران - ۹)

تو کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں۔ حالانکہ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب چار و ناچار اسی کی مطیع ہیں اور اسی کی طرف انہیں پلٹ کر جانا ہے۔

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (الزمر - ۲)

اے نبی کہو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اپنے دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (آل عمران - ۵)

اللہ ہی میرا رب بھی ہے اور تم سب کا رب بھی لہٰذا اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

یہ چند آیات محض نمونہ کے طور پر ہیں، ورنہ جو شخص قرآن کو پڑھے گا وہ اول نظر میں محسوس کر لے گا۔ کہ قرآن کا سارا بیان ان ہی چار اصطلاحوں کے گرد گھوم رہا ہے، اس کتاب کا مرکزی خیال (Central idea) یہی ہے کہ اللہ رب اور الٰہ ہے اور ربوبیت اور الٰہیت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہے، لہٰذا عبادت اسی کی ہونی چاہیے، اور دین خالصتہً اسی کے لئے ہونا چاہیے۔

اصطلاحات اربعہ کی اہمیت

اب یہ ظاہر بات ہے کہ قرآن کی تعلیم کو سمجھنے کے لئے ان چاروں اصطلاحوں کا صحیح اور مکمل مفہوم سمجھنا بالکل ناگزیر ہے، اگر کوئی شخص نہ جانتا ہو کہ الٰہ اور رب کا مطلب کیا ہے، عبادت کی کیا تعریف ہے اور دین کسے کہتے ہیں۔ تو در اصل اس کے لئے پورا قرآن بے معنی ہو جائے گا، وہ نہ توحید کو جان سکے گا، نہ شرک کو سمجھ سکے گا، نہ عبادت کو اللہ کے لئے مخصوص کر سکے گا۔ اور نہ دین ہی اللہ کے لئے خالص کر سکے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذہن میں ان اصطلاحوں کا مفہوم غیر واضح اور نامکمل ہو تو اس کے لئے قرآن کی پوری تعلیم غیر واضح ہو گی اور قرآن پر ایمان رکھنے کے باوجود اس کا عقیدہ اور عمل دونوں نامکمل رہ جائیں گے۔ وہ لا الٰہ الا اللہ کہتا رہے گا۔ اور اس کے باوجود بہتوں کو الٰہ بناتا رہے گا۔ وہ اللہ کے سوا کسی کے رب نہ ہونے کا اعلان کرتا رہے گا اور اس کے باوجود بہت سے ارباب من دون اللہ اس کے رب بنے رہیں گے، وہ پوری نیک نیتی کے ساتھ کہے گا کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ اور پھر بھی بہت سے معبودوں کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ وہ پورے زور کے ساتھ کہے گا کہ میں اللہ کے دین میں ہوں، اور اگر کسی دوسرے دین کی طرف اسے منسوب کیا جائے تو لڑنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ مگر اس کے باوجود بہت سے دینوں کا قلادہ اس کی گردن پر پڑا رہے گا۔ اس کی زبان سے کسی غیر اللہ کے لئے "الٰہ" اور "رب" کے الفاظ تو کبھی نہ نکلیں گے۔ مگر یہ الفاظ جن معانی کے لئے وضع کئے گئے ہیں ان کے لحاظ سے اس کے بہت سے الٰہ اور ارباب ہوں گے اور اس بیچارے کو خبر تک نہ ہو گی کہ میں نے واقعی اللہ کے سوا دوسرے ارباب و الٰہ بنا رکھے ہیں۔ اس کے سامنے اگر آپ کہہ دیں کہ دوسروں کی "عبادت" کر رہا ہے۔ اور "دین" میں شرک کا مرتکب ہو رہا ہے تو وہ پتھر مارنے اور منہ نوچنے کے لئے دوڑے گا۔ مگر عبادت اور دین

کی جو حقیقت ہے اس کے لحاظ سے واقعی وہ دوسروں کا عابد اور دوسرے کے دین میں داخل ہوگا اور نہ جانے گا کہ یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ حقیقت میں دوسروں کی عبادت ہے۔ اور یہ حالت جس میں مبتلا ہوں یہ حقیقت میں غیر اللہ کا دین ہے۔

غلط فہمی کا اصل سبب عرب میں جب قرآن پیش کیا گیا تھا اس وقت ہر شخص جانتا تھا کہ الٰہ کے کیا معنی ہیں اور رب کسے کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں لفظ ان کی بول چال میں پہلے سے مستعمل تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ان الفاظ کا اطلاق کس مفہوم پر ہوتا ہے، اس لئے جب ان سے کہا گیا کہ اللہ ہی اکیلا الٰہ اور رب ہے اور الوہیت و ربوبیت میں کسی کا قطعاً کوئی حصہ نہیں۔ تو وہ پوری بات کو پا گئے۔ انہیں بلا کسی التباس و اشتباہ کے معلوم ہو گیا کہ دوسروں کے لئے کس چیز کی نفی کی جا رہی ہے۔ اور اللہ کے لئے کس چیز کو خاص کیا جا رہا ہے۔ جنہوں نے مخالفت کی یہ جان کر کی کہ غیر اللہ کی الوہیت و ربوبیت کے انکار سے کہاں کہاں ضرب پڑتی ہے، اور جو ایمان لائے وہ یہ سمجھ کر ایمان لائے کہ اس عقیدہ کو قبول کر کے ہمیں کیا چھوڑنا اور کیا اختیار کرنا ہوگا۔ اسی طرح عبادت اور دین کے الفاظ بھی ان کی بولی میں پہلے سے رائج تھے ان کو معلوم تھا کہ عبد کسے کہتے ہیں، عبودیت کس حالت کا نام ہے، عبادت سے کونسا رویہ مراد ہے اور دین کا کیا مفہوم ہے۔ اس لئے جب ان سے کہا گیا کہ سب کی عبادت کو چھوڑ کر صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اور ہر دین سے الگ ہو کر اللہ کے دین میں داخل ہو۔ تو انہیں قرآن کی دعوت کو سمجھنے میں کوئی غلط فہمی پیش نہ آئی، وہ سنتے ہی سمجھ گئے کہ یہ تعلیم ہماری زندگی کے نظام میں کس نوعیت کے تغیر کی طالب ہے۔

لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصلی معنے جو نزول قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے، بدلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہو گیا۔ اس کی ایک وجہ تو خالص عربیت کے ذوق کی کمی تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسلام کی سوسائٹی میں جو لوگ پیدا ہوئے تھے اُن کے لئے الٰہ اور رب اور دین اور عبادت کے وہ معانی باقی نہ رہے تھے جو نزول قرآن کے وقت غیر مسلم سوسائٹی میں رائج تھے، انہی دونوں وجود سے دور آخر کی کتب لغت و تفسیر میں اکثر قرآنی الفاظ کی تشریح اصل معانی لغوی کے بجائے ان معانی سے کی جانے لگی جو بعد کے مسلمان سمجھتے تھے۔ مثلاً لفظ الٰہ کو قریب قریب بتوں اور دیوتاؤں کا ہم معنی بنا دیا گیا۔ رب کو پالنے پوسنے والا یا پروردگار کا مترادف ٹھیرایا گیا عبادت کے معنی پوجا اور پرستش کے کئے گئے۔ دین کو دھرم اور مذہب اور (Religion)، کے مقابلہ کا لفظ قرار دیا گیا، طاغوت کا ترجمہ بت یا شیطان کیا جانے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کا اصل مدعا ہی سمجھنا مشکل ہو گیا، قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو الٰہ نہ بناؤ، لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بتوں اور دیوتاؤں کو چھوڑ دیا ہے، لہذا قرآن کا منشا پورا کر دیا۔ حالانکہ الٰہ کا مفہوم اور جن چیزوں پر عائد ہوتا ہے ان سب کو وہ اچھی طرح پکڑے ہوئے ہیں اور انہیں خبر نہیں کہ یہ ہم غیر اللہ کو الٰہ بنا رہے ہیں، قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو رب تسلیم نہ کرو۔ لوگ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ کے سوا کسی کو پروردگار نہیں مانتے۔ لہذا ہماری توحید مکمل ہو گئی۔ حالانکہ رب کا اطلاق اور جن مفہومات پر ہوتا ہے ان کے لحاظ سے اکثر لوگوں نے خدا کے بجائے دوسروں کی ربوبیت تسلیم کر رکھی ہے، قرآن کہتا ہے کہ طاغوت کی عبادت چھوڑ دو اور صرف اللہ کی عبادت کرو۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بتوں کو نہیں پوجتے شیطان پر لعنت بھیجتے ہیں اور صرف اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ لہذا ہم نے قرآن کی یہ بات بھی پوری کر دی۔ حالانکہ پتھر کے بتوں کے سوا دوسرے طاغوتوں سے وہ چمٹے ہوئے ہیں اور پرستش کے سوا دوسری قسم کی تمام عبادتیں انہوں نے اللہ کے بجائے غیر اللہ کے لئے خاص کر رکھی ہیں۔ یہی حال دین کا ہے کہ اللہ کے لئے دین کو خالص کرنے کا مطلب صرف یہ سمجھا جاتا ہے کہ آدمی "مذہب اسلام" قبول کر لے اور ہندو یا عیسائی یا یہودی نہ رہے اس بنا پر ہر وہ شخص جو مذہب اسلام میں ہے یہ سمجھ رہا ہے کہ میں نے اللہ کے لئے دین کو خالص کر رکھا ہے، حالانکہ دین کے وسیع تر مفہوم کے لحاظ سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کا دین اللہ کے لئے خالص نہیں ہے۔

غلط فہمی کے نتائج پس یہ حقیقت ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ اس کی حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہو گئی ہے اور اسلام قبول کرنے کے باوجود لوگوں کے عقائد و اعمال میں جو نقائص نظر آ رہے ہیں ان کا ایک بڑا سبب یہی ہے۔ لہذا قرآن مجید کی مرکزی تعلیم اور اس کے حقیقی مدعا کو واضح کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ان اصطلاحوں کی پوری پوری تشریح کی جائے۔

اگرچہ میں اس سے پہلے اپنے متعدد مضامین میں ان کے مفہوم پر روشنی ڈالنے کی کوشش کر چکا ہوں۔ لیکن جو کچھ میں نے اب تک بیان کیا ہے وہ نہ تو بجائے خود تمام غلط فہمیوں کو صاف کرنے کے لئے کافی ہے، اور نہ اس سے لوگوں کو پوری طرح اطمینان ہو سکتا ہے، کیونکہ لغت اور آیات قرآنی سے استشہاد کے بغیر لوگ میری ہر تشریح کو میری ذاتی رائے سمجھتے ہیں اور میری رائے کم از کم ان لوگوں کے لئے تو اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتی جو مجھ سے اختلاف رائے رکھتے ہوں، اس مضمون میں کوشش کروں گا کہ ان چاروں اصطلاحوں کا مکمل مفہوم واضح کر دوں۔ اور کوئی ایسی بات بیان نہ کروں جس کا ثبوت لغت اور قرآن سے نہ ملتا ہو۔

ترتیب کے لحاظ سے ہم سب سے پہلے لفظ الٰہ کو لیں گے۔ پھر رب۔ پھر عبادت۔ پھر دین۔

الٰہ

لغوی تحقیق — اس لفظ کا مادہ ا ل ہ ہے، اس مادہ سے جو الفاظ لغت میں آئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے

اِلٰہَ اذا تحیّر، یعنی حیران و سرگشتہ ہوا۔

الہت الی فلان ای سکنت الیہ، یعنی اس کی پناہ میں جاکر یا اس سے تعلق پیدا کر کے میں نے سکون و اطمینان حاصل کیا۔

الہ الرجل یاءلہ اذا فزع من امر نزل بہ فالہہ ای اجارہ یعنی آدمی کسی مصیبت یا تکلیف کے نزول سے خوف زدہ ہوا۔ اور دوسرے نے اس کو پناہ دی۔

الہ الرجل الی الرجل اتجہ الیہ لشدۃ شوقہ الیہ۔ آدمی نے دوسرے کی طرف شدت شوق کی وجہ سے توجہ کی۔

الہ الفصیل اذا ولع بامہ۔ اونٹنی کا بچہ جو اس سے بچھڑ گیا تھا ماں کو پاتے ہی اس سے چمٹ گیا۔

لاہ یلیہ لیہا ولاہا اذا احتجب۔ یعنی پوشیدہ و مستور ہوا نیز ارتفع یعنی بلند ہوا۔

اَلَہَ اِلٰہۃً و الوہۃً و الوہیۃً عَبَدَ۔ یعنی عبادت کی۔

ان تمام معانی مصدریہ پر غور کرنے سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اَلَہَ یا لٰہٗ اِلٰہۃً کے معنی عبادت (پرستش)، اور الٰہ کے معنی معبود کس مناسبت سے پیدا ہوئے۔

انسان کے ذہن میں عبادت کے لئے اولین تحریک اپنی حاجتمندی سے پیدا ہوتی ہے، وہ کسی کی عبادت کا خیال تک نہیں کر سکتا جب تک اسے یہ گمان نہ ہو کہ وہ میری حاجتیں پوری کر سکتا ہے خطرات اور مصائب میں مجھے پناہ دے سکتا ہے، اضطراب کی حالت میں مجھے سکون بخش سکتا ہے۔

پھر یہ بات کہ آدمی کسی کو حاجت روا سمجھے اس تصور کے ساتھ لازم و ملزوم کا تعلق رکھتی ہے کہ وہ اسے اپنے سے بالاتر سمجھے اور نہ صرف مرتبہ کے اعتبار سے اس کی برتری تسلیم کرے۔ بلکہ طاقت اور زور کے اعتبار سے بھی اس کی بالادستی کا قائل ہو۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سلسلہ اسباب و علل کے تحت جن چیزوں سے بالعموم انسان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور جن کی حاجت روائی کا سارا عمل انسان کی آنکھوں کے سامنے یا اس کے حدود علم کے اندر واقع ہوتا ہے ان کے متعلق پرستش کا کوئی جذبہ اس میں پیدا نہیں ہوتا مثلاً مجھے خرچ کے لئے روپے کی ضرورت ہوتی ہے، میں جاکر ایک شخص سے نوکری یا مزدوری کی درخواست کرتا ہوں، وہ میری درخواست کو قبول کر کے مجھے کوئی کام دیتا ہے اور اس کام کا معاوضہ مجھے دے دیتا ہے، یہ سارا عمل چونکہ میرے حواس اور علم کے دائرے کے اندر پیش آیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس نے میری یہ حاجت کس طرح پوری کی ہے۔ اس لئے میرے ذہن میں اس کے لائق پرستش ہونے کا وہم تک نہیں گزرتا پرستش کا تصور میرے ذہن میں صرف اسی حالت میں پیدا ہو سکتا ہے جبکہ کسی کی شخصیت یا اس کی طاقت یا اس کی حاجت روائی و اثر اندازی کی کیفیت پر راز کا پردہ پڑا ہوا ہو۔ اسی لئے معبود کے معنی وہ لفظ اختیار کیا گیا جس کے اندر رفعت کے ساتھ پوشیدگی اور حیرانی و سرگشتگی کا مفہوم بھی شامل ہے۔

پھر جس کے متعلق بھی انسان یہ گمان رکھتا ہو کہ وہ احتیاج کی حالت میں حاجت روائی کر سکتا ہے، خطرات میں پناہ دے سکتا ہے، اضطراب میں سکون بخش سکتا ہے۔ اس کی طرف انسان کا اشتیاق کے ساتھ توجہ کرنا ایک امر ناگزیر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ معبود کے لئے الٰہ کا لفظ جن تصورات کی بنا پر بولا گیا وہ یہ ہیں۔ حاجت روائی۔ پناہ دہندگی۔ سکون بخشی۔ بالاتری و بالادستی، ان اختیارات اور ان طاقتوں کا مالک ہو جن کی وجہ سے یہ توقع کی جائے کہ معبود قاضی الحاجات اور پناہ دہندہ ہو سکتا ہے اس کی شخصیت کا پراسرار ہونا یا منظر عام پر نہ ہونا۔ انسان کا اس کی طرف مشتاق ہونا۔

اہل جاہلیت کا تصور الٰہ — اس لغوی تحقیق کے بعد ہمیں دیکھنا چاہئے کہ الوہیت کے متعلق اہل عرب اور امم قدیمہ کے وہ کیا تصورات تھے جن کی تردید قرآن کرنا چاہتا ہے۔

(۱) وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اٰلِھَۃً لِّیَکُوْنُوْا لَھُمْ عِزًّا (مریم - ۵)

اور انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے الٰہ بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کیلئے ذریعہ قوت ہوں (یا انکی حمایت میں آکر وہ محفوظ رہیں)

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اٰلِھَۃً لَّعَلَّھُمْ یُنْصَرُوْنَ (یٰس - ۵)

اور انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے الٰہ بنا لئے ہیں اس امید پر کہ انکی مدد کی جائیگی (یعنی وہ الٰہ ان کی مدد کریں گے)

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جاہلیت جن کو الٰہ کہتے تھے ان کے متعلق وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان کے پشتیبان ہیں مشکلات اور مصائب میں ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور ان کی حمایت میں وہ خوف اور نقصان سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

(۲) فَمَآ اَغْنَتْ عَنْھُمْ اٰلِھَتُھُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّکَ وَمَا زَادُوْھُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ط (ہود - ۹)

پھر جب تیرے رب کے فیصلہ کا وقت آگیا تو ان کے وہ الٰہ جنہیں وہ اللہ کے بجائے پکارا کرتے تھے ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے اور وہ ان کے لئے تباہی و ہلاکت کے سوا کسی اور چیز اضافہ کا سبب نہ بنے۔

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَّمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (النحل - ۳)

اور اللہ کے بجائے جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور انھیں یہ بھی خبر نہیں ہے کہ انھیں کب دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائیگا۔ تمہارا الٰہ تو ایک ہی الٰہ ہے۔

(باقی آئندہ)

اسلام کا سیاسی نظریہ اور فلاحِ عالم

(از جناب حکیم محمد اسحٰق صاحب سندیلوی)

ریاست ایک مخصوص قسم کی ہیئتِ اجتماعیہ کا نام ہے۔ ہیئتِ اجتماعیہ کے وجود میں آنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ پہلی صورت حیوانیت کے طبعی ارتقا کی ایک منزل ہے۔ جس طرح متعفن اشیا میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں، جس طرح آب و گِل اور تخم کے اجتماع سے خود رو پودے پیدا ہو جاتے ہیں اور جس طرح تیز و تند ہواؤں کے عمل سے ریگستانوں میں ریگ کے ٹیلے بن جاتے ہیں، اسی طرح زمانہ کے آغوش میں محض جذباتِ حیوانی اور ماحول کے مقتضیات سے مختلف و متفرق افرادِ انسانی میں ایک ہیئتِ اجتماعیہ پیدا ہو جاتی ہے جس کو وہ اپنی قومیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی ہیئتِ اجتماعیہ میں خصوصیات کا اضافہ کر کے اس کو ریاست کا نام دیدیا جاتا ہے لیکن پیدا ہوتی ہے یہ اسی حیوانیت سے جس سے ایسی قوموں کے کل حرکات و سکنات ناشی ہوتے ہیں۔ ایسی قومیں اگر بھیڑوں سے جمہوریت کی تعلیم حاصل کرتی ہیں تو بھیڑیوں سے آمریت کا سبق سیکھتی ہیں۔ ان کے علم و عمل دونوں کا ذریعہ ماحول، زمانہ، جذبات اور خواہشوں کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔

راحت و فلاح، بقاء و ارتقا ایسی جماعتوں اور قوموں کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتی۔ ان کی زندگی ان کے لئے موت سے تلخ تر ہوتی ہے اور ان کی موت پر نہ آسمان روتا ہے نہ زمین کے آنسو نکلتے ہیں۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں وہ اپنے ہی اعمال کے ثمرہ کے طور پر موت و فنا کے قعرِ عمیق میں دھکیل دی جاتی ہیں۔ وہ زمانہ کے بحرِ ذخار میں بلبلوں کی طرح پیدا ہوتی ہیں اور اپنی مختصر عمر پریشانی، حیرانی اور مصائب میں گزار کر ساحل سے ٹکرا کر فنا ہو جاتی ہیں۔ نہ اُن کا کوئی مقصدِ حیات ہوتا ہے نہ مرامِ زندگی۔ نہ ان کو اپنے نقطۂ آغاز کا علم ہوتا ہے نہ نقطۂ انجام کا۔ نہ وہ دیکھتے ہیں۔ نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

لهم قلوبٌ لا يفقهون بها ولهم اعينٌ لا يبصرون بها ولهم آذانٌ لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل ۝	اُن کے پاس دل ہیں مگر وہ اُن سے سمجھتے نہیں ہیں، اُن کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں ہیں۔ اُنکے پاس کان ہیں مگر وہ اُن سے سنتے نہیں ہیں۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن

سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

یورپ کے "ترقی یافتہ حیوانات" اُن کے سیاسی و اجتماعی تصورات اور اُن کے نتائج مثال کے لئے بہت کافی ہیں۔ ورنہ در اصل تو امت مسلمہ کے سوا ہر قوم، اور ریاست کے اسلامی تصور کے سوا ہر تصور اسی حیوانیت کی پیداوار ہوتا ہے۔ حال اور ماضی دونوں میں یہ چیز صاف صاف نظر آتی ہے۔ عقل و تجربہ دونوں اس کی کھلی ہوئی شہادت دیتے ہیں کہ اجتماع و سیاست کے متعلق جتنے نظریات آج تک دنیا کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ اور جن پر دنیا نے عمل کیا ہے۔ ان میں سے ایک بھی بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور راحت و طمانیت کا سبب نہیں بن سکا اور نہ بن سکتا ہے۔ جمہوریت ہو یا آمریت، سرمایہ داری ہو یا اشتراکیت سب اسی حیوانیت اور بہیمیت کے مظاہر ہیں۔ ان کی شکلیں مختلف ہیں مگر حقیقت سب کی ایک ہے۔ یعنی خدائے بے نیاز سے بے نیازی و بغاوت اختیار کر کے اُس انسان کی حکومت قائم کرنا جس کی حقیقت ان اربابِ تحقیق کے نزدیک یہ ہے کہ وہ بس ایک ترقی یافتہ حیوان ہے۔

انسان کی فرمانروائی بنیاد ہے کل غیر اسلامی سیاسی تصورات و نظریات کی۔ یہ بنیاد اس قدر کمزور، مہمل، خلافِ عقل اور احمقانہ ہے کہ اس کے اوپر جو عمارت بھی تعمیر کی جائے گی وہ صرف خود بہت جلد منہدم ہو جائیگی بلکہ تعمیر کرنے والوں کو بھی اپنے ملبہ میں ابد الآباد کے لئے دفن کر دے گی چنانچہ آج یورپ کے ترقی یافتہ حیوانات میں حیوانیت و بہیمیت کا جو مقابلہ ہو رہا ہے اور جس طرح بنی آدم کے خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے وہ طبعی نتیجہ ہے اسی انسانی حکومت، حیوانی نظریۂ حیات اور غیر اسلامی طرزِ تخیل کا۔

ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس	خشکی اور تری میں فساد پھوٹ پڑا ہے لوگوں کے اپنے کرتوتوں سے

تہذیبِ مغرب کے شجرۂ خبیثہ میں پھل آنے شروع ہو گئے ہیں۔ ان مہذب حیوانات کو یہ کڑوے پھل کھانے پڑیں گے اور پیٹ بھر کر کھانے پڑیں گے۔

ثم انكم ايها الضالون المكذبون لآكلون من شجرٍ من زقومٍ فمالئون منها البطون	پھر اے تکذیب کرنے والے گمراہ لوگو! تم کو زقوم کھانا پڑے گا اور پیٹ بھر کر کھانا ہوگا۔

اس زقوم تلخ کا بیج تو تم نے ہی بویا تھا، اب اس کے پھل کھانے سے کیوں گھبراتے ہو؟ یہ سب اسی تہذیب کا نتیجہ ہے جس کو پھیلانے کے لئے تم نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ وقف کر دیا تھا۔ یہ سب اسی انسانی فرمانروائی ہی کا تو اثر ہے جس کا قائم کرنا تمہاری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے پھر اس کی تعمیر ہی اس کی تخریب کی ضامن ہے اور تم کو بھی آج تباہی میں اس کا ساتھ دینا چاہیئے جس طرح زندگی میں اس کا ساتھ دیتے رہے ہو

فكيف آسىٰ على قومٍ كافرين۔

خدا جانے یہ کہاں کا انصاف اور کس عقل کا اقتضا ہے کہ انسانوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو انہی کے مثل ایک انسان یا ایک چھوٹی سی انسانی جماعت کا محکوم بنا دیا جائے اور انسان کو انسان کا فرمانروا قرار دیدیا جائے؟ پھر عقل تو یہ بتاتی ہے کہ انسانی فہم قوانین کو سمجھ تو سکتی ہے

نگراں کو بنا نہیں سکتی۔ فہم قانون اور شے ہے اور وضع قانون بالکل ایک دوسری شے۔ خلاقِ عقول نے انسانی عقل کو یہ طاقت ہی نہیں عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے لئے یا دوسروں کے لئے قوانین وضع کرسکے۔ ہم نے تکرارِ مشاہدہ سے معلوم کیا کہ پانی گیہوں کے لئے مفید ہے۔ اس لئے ہم نے یہ قانون بنالیا کہ گیہوں میں پانی دینا چاہئیے۔ لیکن درحقیقت ہم نے کوئی قانون وضع نہیں کیا ہے۔ بلکہ جو قانونِ قدرت تھا اُسے صرف دریافت کیا ہے۔ ان قوانین کی وضع پر انسان کا قادر نہ ہونا بالکل بدیہی چیز اور مسلمہ مسئلہ ہے۔

قانون کی دوسری قسم وہ ضوابط ہیں جو کسی فرد یا جماعت کے حق کو وجود میں لاتے ہیں یا اس کی حفاظت کرتے ہیں یا اس کو سلب کرتے ہیں۔ سیاسی مباحث میں لفظ قانون زیادہ تر اسی مفہوم میں مستعمل ہے۔ اس قسم کے قوانین کے متعلق ہمارا دعویٰ ہے کہ ان کا وضع کرنا انسانی عقل کی قدرت سے باہر ہے۔ اس عدم قدرت سے ہماری یہ مراد ہے کہ چونکہ انسانی عقل کی طاقت ان کو صحیح وضع کرنے سے قاصر ہے اس لئے اس قسم کے قوانین اگر بنائے جائیں گے تو وہ یقیناً غلط ہوں گے۔ یعنی ان کی وضع کی حقیقی غرض و غایت ان سے ہرگز نہ پوری ہوسکے گی۔ بلکہ وہ انسانوں کے لئے بجائے مفید ہونے کے مضرت رساں ثابت ہوں گے۔ اس مقصد کے اثبات کے لئے مندرجہ ذیل دلائل کافی ہیں۔

(۱) سطورِ بالا میں ہم ذکر کرچکے ہیں کہ قانون اس ضابطہ کا نام ہے جو کسی فرد یا جماعت کے حق کو وجود میں لائے۔ یا اس کی حفاظت کرے یا اس کو سلب کرے۔ قانون کی یہ تعریف بہت جامع و مانع ہے۔ اس تعریف پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وضع قانون کے لئے واضع کو مندرجہ ذیل امور کا علم ضروری ولابدی ہے۔

(۱) حق کا مفہوم (۲) مختلف اشخاص کی صحیح فطرت اور قوتِ تاثر کا علم تاکہ قانون کی تاثیرات کا صحیح اندازہ کیا جاسکے۔ (۳) ان سب جزئیات کا علم جو قانون کے دائرۂ عمل میں آنے والے ہیں۔ تاکہ ان کے قدرِ مشترک کو صحیح طور پر قانون میں داخل کیا جاسکے۔

حق کا مفہوم کیا ہے؟ اس کی صحیح تعیین سے انسانی عقل اپنے عجز کا ثبوت دے چکی ہے۔ ازمنۂ قدیمہ میں طاقت اور حق مترادف سمجھے جاتے تھے جس کی لاٹھی اس کی بھینس پرانی مثل ہے۔ اور آج بھی اسی اصول پر عمل ہورہا ہے۔ فرق یہ ہے کہ اب اس کی تعبیر کے لئے مہذب اور شستہ الفاظ اختیار کرلئے گئے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے صرف دو ہی راستے ملتے ہیں۔ ایک طبعی طریقہ دوسرا رسمی طریقہ۔ اگر ہم طبعی قوانین کو پیشِ نظر رکھکر خالص سائنٹیفک نقطۂ نظر سے حق کے مفہوم کو تلاش کرتے ہیں تو بقائے اصلح کا اصول ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اور حق اور طاقت دونوں مترادف ٹھہرتے ہیں۔ اور اگر رسم و رواج، یا بقول آسٹن جماعت کے اخلاقی تصور کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھیں تو بھی جس کی لاٹھی اس کی بھینس ہی کی مثل حق کا عنوان نظر آتی ہے۔ (دیکھو جان آسٹن کی کتاب) بلکہ اس صورت میں چونکہ جماعت کا اخلاقی تصور ایک تغیر پذیر شے ہے اس لئے حق کا مفہوم اور بھی زیادہ غیر متعین ہوجاتا ہے۔ الغرض یہ سوال کہ وہ کونسی شے ہے جس کی بنا پر کسی انسان کے دوسرے انسان کے افعال پر اثر انداز ہونے کو عقلاً جائز کہا جاسکتا ہے، اب تک ناقابلِ حل ہے۔ اس لئے کہ اس کا صرف ایک جواب پیش کیا گیا ہے اور مادی طرزِ استنتاج سے صرف وہی جواب ہوسکتا ہے، یعنی "طاقت و قدرت"۔ مگر انسان کی عقل اور فطرت دونوں اس جواب کو صحیح ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور دونوں اس کو غلط و گمراہ کن قرار دیتی ہیں۔ لہٰذا بالآخر یہ ماننا پڑیگا کہ یہ سوال ابھی تک لاینحل ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ایک ڈاکوؤں کا گروہ جو سلب و نہب کی طاقت رکھتا ہے محض طاقت کی بنا پر اس کے ان افعال کو کوئی عاقل جائز نہیں قرار دے سکتا۔

رہا ان سب اشخاص کی صحیح فطرت اور حیثیت تأثر کا علم اور ان کل جزئیات کا علم جو قانون کے تحت میں داخل ہونے والی ہیں تو یہ اور بھی ناممکن ہے۔ اولاً اس لئے کہ اس کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ لے دے کے اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ استقرار ہے جو علم و یقین نہیں پیدا کرسکتا۔ ثانیاً اس لئے کہ انسان احوال کا غلام ہوتا ہے اور اپنے جذبات و احساسات سے اس قدر مغلوب ہوجاتا ہے کہ وہ دوسروں کی فطرت کو اپنی ہی فطرت پر قیاس کرلیتا ہے اور علیٰ ہٰذا اس کے سامنے جو افراد و جزئیات موجود ہوتے ہیں انھیں پر آئندہ جزئیات کو قیاس کرلیتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی ساخت کے تمام قوانین اسی قسم کی کمزوریوں سے لبریز ہیں، اور نہ صرف ان کی جامعیت معرضِ زوال میں ہے بلکہ ان کی افادیت بھی غیر متعین ہے۔

بغرض وضع قانون کے لئے جن چیزوں کا علم ضروری و لابدی ہے انمیں سے ایک کا علم بھی انسان نہیں حاصل کرسکتا جس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ قانون وضع کرنے سے قاصر ہے۔

(۲) قانون کی جو تعریف بھی کیجئے ہر صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ قانون ایک ایسے اصول کا نام ہے جو انسان کے خیالات، اخلاق یا اعمال پر اثرانداز ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کے صرف یہی تین اجزا ہیں۔ اس لئے جو قانون بھی وضع کیا جائے گا اس کا تعلق یا تو انسانی خیالات سے ہوگا یا اس کے اخلاق سے یا اس کے اعمال و افعال سے۔ یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان خود متأثر ہوتا ہے۔ اور اس حد تک متأثر ہوتا ہے کہ بالکل انہی کے تابع رہتا ہے۔ ایسی صورت میں ان اجزاءِ زندگی کے لئے وہ خود کوئی قانون کس طرح وضع کرسکتا ہے؟ قانون وضع کرنے کے معنی تو یہی ہوں گے کہ زندگی کے یہ اجزاءِ ثلثہ واضع قانون کے تابع ہوں۔ مگر جب کہ واضع قانون خود ان کا تابع ہے تو یہ اس کے تابع کیسے ہوسکتے ہیں؟ بنابریں یہ ناممکن ہے کہ انسان اپنے خیالات، اعمال یا اخلاق کے لئے کوئی قانون وضع کرسکے۔ دراصل جو چیز قانون کی شکل میں اس کے ذہن میں آتی ہے وہ ایک فطری اثر اور نتیجہ ہوتا ہے، انھیں اجزاءِ ثلثہ میں سے کسی گذشتہ یا موجودہ جزو کا یا کل اجزا کا۔

(۳) ایک انسان کو بہ وطفولیت سے کسی ایسے مقام پر قید کردیا جائے جہاں کسی دوسرے انسان کی صحبت اس کو میسر نہ ہوسکے اور تعلیم و تعلم

سکے کل ذرائع اس کے لئے مسدود کر دیئے جائیں۔ ایسا آدمی جوان بلکہ بوڑھا ہو کر بھی قطعاً لاعقل اور جاہل محض رہے گا۔ اور دوسروں کے لئے تو بڑی بات ہے اپنی انفرادی زندگی کے لئے بھی کوئی قانون وضع نہیں کر سکے گا۔ البتہ چند قوانین پر عمل پیرا ضرور ہوگا۔ ان قوانین میں سے بعض تو وہ ہونگے جن پر وہ جبلی طور پر محض مجبورانہ عامل ہوگا۔ مثلاً اشتہا کے وقت غذا کھانا، پیاس کے وقت پانی پینا۔ سردی و گرمی سے بچنے کا انتظام کرنا اور بعض قوانین وہ ہوں گے جو طبعی قوانین سے اس نے مستنبط کئے ہوں گے۔ بہرحال وہ کوئی قانون وضع نہیں کر سکتا۔ صرف استنباط کر سکتا ہے۔ اس سے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی عقل کو فطرتاً یہ قوت نہیں دی گئی ہے کہ وہ کوئی قانون وضع کر سکے۔ البتہ استنباط قوانین کی قدرت اس کو عطا کی گئی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ انسان کی تعلیم و تربیت جب کی جاتی ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ جب اس کو معلوم شدہ قوانین بتائے جاتے ہیں اور طبعی قوانین کی جانب اس کی توجہ منعطف کرائی جاتی ہے تو وہ ان قوانین کو سیکھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان قوانین سے دوسرے قوانین مستنبط بھی کر لیتا ہے۔ اسی استنباط کو مدعیان عقل۔۔ اکثر اپنی کم فہمی سے وضع قانون سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس کی حقیقت محض استنباط ہے۔

واضح رہے کہ تعلیم و تربیت انسان کی فطری قوتوں کو نشو و نما تو دے سکتی ہے لیکن اس میں کوئی جدید قوت پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لئے جب وضع قانون کی قوت انسان میں فطری طور پر موجود ہی نہیں ہے تو تعلیم و تربیت کی بہتر سے بہتر صورت بھی اس میں اس قدرت کی تخلیق نہیں کر سکتی۔ اب یہ امر بالکل صاف ہوگیا کہ وضع قانون کا حق مخصوص ہے اس خلاقِ عظیم کے ساتھ جس نے انسان، اس کی فطرت، اس کے اعمال اور افعال سب کو پیدا کیا ہے۔ وہی ان سب چیزوں کا کماحقہٗ علم رکھ سکتا ہے، اور وہی ان کے لئے قانون وضع کر سکتا ہے۔

پھر جب انسان میں وضع قانون کی قوت ہی نہیں ہے تو وہ اگر اس کی کوشش کرے گا تو یقیناً غلطی کرے گا۔ اور یقیناً اس کی عقل اس غیر معمولی اور اپنی قوتِ برداشت سے زائد بوجھ کو اٹھانے کی وجہ سے ضعیف ہو کر سخافت و سفاہت کے درجہ تک گر جائے گی۔ اس کا واضح مشاہدہ ہم یورپ کے ترقی یافتہ حیوانات کی حکمت آرائیوں میں کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اپنی استعداد سے بڑھ کر کام کرنے کا نتیجہ پریشانی تباہی اور بربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

اس وضاحت کے بعد کہ انسان کو وضع قانون کی قوت حاصل نہیں ہے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ انسان فرمانروا بھی نہیں بن سکتا۔ یہی وہ خطِ فاصل ہے جو ابتداء اور بنیاد ہی سے اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست میں فرق و امتیاز پیدا کر دیتا ہے اور اتنا فرق پیدا کر دیتا ہے کہ ان دونوں میں کسی مقام پر انفصال و اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اسلامی ریاست کا بنیادی اصول غیر اللہ کی فرمانروائی کی نفی کامل اور محض اللہ تعالیٰ کی فرمانروائی کا کامل اثبات ہے۔ اور غیر اسلامی ریاست کا سنگِ بنیاد انسانی فرمانروائی ہے۔ اسلام لا الٰہ کی تعلیم دے کر ہر غیر اللہ کی فرمانروائی کی نفی کر دیتا ہے اور الا اللہ کی تعلیم دے کر فرمانروائی کو ذات حق سبحانہٗ کے مخصوص کر دیتا ہے۔ اس کا بنیادی اصول ہے ان الحکم الا للّٰہ حکومت و فرمانروائی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو پہنچتا ہے۔

(۱) ذالکم اللّٰہ ربکم لہ الملک :- وہ اللہ تمہارا پروردگار ہے بادشاہی فقط اسی کی ہے۔

(۲) لم یکن لہ شریک فی الملک :- اس کی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

(۳) الا لہ الخلق والامر :- خبردار ہو جاؤ اسی کے لئے خلق اور امر دونوں مخصوص ہیں۔

(۴) ولا یشرک فی حکمہٖ احداً :- وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا

مندرجہ بالا آیات اور ان کے علاوہ اور متعدد دیگر آیات اس چیز کو واضح کرتی ہیں کہ اسلام غیر اللہ کی حکمرانی قطعاً ناجائز قرار دیتا ہے اور اس کو کسی حالت میں بھی روا نہیں رکھتا۔ صرف اسلامی ریاست ہی کا نہیں خود اسلام کا سنگِ بنیاد بھی یہی اصول ہے۔ اسلام نام ہی ہے حکومتِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانروائی میں داخل ہو جانے کا۔ اس لئے اس اصول کو چھوڑ کر اور خدا کے سوا کی فرمانروائی کو جائز قرار دینے کے بعد سرے سے اسلام کا وجود ہی باقی نہیں رہتا۔ افسوس اور حیرت ہے ان زعمائے ملت پر جو چیخ چیخ کر مسلمانوں کو جمہوریت اور مشترک وطنی حکومت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اسلام کا رشتہ انسانی فرمانروائی سے جوڑتے ہیں۔

اسلامی نظامِ حکومت کے برعکس سیاست و ریاست کے متعلق جس قدر غیر اسلامی نظریات اب تک پیش کئے گئے ہیں اور جس قدر قیامت تک پیش کئے جائیں گے، ان سب میں انسانی فرمانروائی کا نظریہ مشترک اور اہم ترین جزو ہے۔ مندرجہ بالا سطور میں ہم نے اصولی حیثیت سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ چیز سرے سے غلط ہے اور یہ کہ فرمانروائی کا حق مخصوص بذات حق سبحانہٗ ہے۔ انسانی فرمانروائی کے ابطال کے بعد ہر غیر اسلامی سیاسی نظریہ کا باطل ہونا قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے خواہ وہ جمہوریت ہو یا فسطائیت یا دنیا کا اور کوئی سیاسی نظریہ۔ اس لئے اب اس کی حاجت تو نہیں ہے کہ ہر ایک غیر اسلامی سیاسی نظریہ کو علیحدہ علیحدہ باطل کیا جائے۔ تاہم مزید توضیح اور اتمام حجت کے لئے ہم ان سب پر علیحدہ علیحدہ بھی تنقید کر کے ان کی غلطی قطعی طور پر واضح کئے دیتے ہیں تاکہ اس دورِ کشمکش میں جب کہ نظریات کا تصادم نہایت شدت کے ساتھ صرف ذہنوں، زبانوں اور کاغذوں ہی پر نہیں بلکہ جنگ کے میدانوں میں بھی ہو رہا ہے۔ لوگ صحیح مقصد کا تعین کر سکیں اور یہ سمجھ سکیں کہ خدا سے بے نیاز ہو کر جو نظریہ بھی قائم کیا گیا ہے ایک لعنت ہے جس سے جس قدر جلد چھٹکارا حاصل کر لیا جائے اسی قدر بہتر ہے اور عالم کی صلاح و فلاح کا ایک اور صرف ایک ذریعہ یہی ہے کہ وہ اسلام کے سیاسی نظریئے کو قبول کرے۔ یعنی غیر اللہ کی فرمانروائی کو مٹا کر محض اللہ کی حکومت و فرمانروائی قبول کرے۔

تاریخی پہلو ریاست جو سب سے اہم اجتماعی ادارہ ہے اس کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اس سوال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

اور یورپ کے فلاسفہ کے اس مسئلہ پر مختلف اقوال وخیالات ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ خاندان اولین معاشرہ ہے جو دنیا میں پیدا ہوا اور اس قسم کے مختلف معاشروں کے باہمی اجتماع سے طبعی طور پر ریاست وجود میں آگئی۔ کوئی کہتا ہے کہ خوف ودہشت کے جذبہ سے متاثر ہو کر مختلف او متفرق انسانی افراد ریاست کو وجود میں لانے پر مجبور ہو گئے۔ کسی کا قول ہے کہ ریاست افراد انسانی میں ایک اجتماعی معاہدہ کا نتیجہ ہے۔ غرض اس سلسلہ میں بکثرت اور مختلف باتیں کہی جاتی ہیں۔ اور ان سب کا محور ایک خیال ہے۔ یعنی حقیقت انسانی کے متعلق یہ مفروضہ کہ وہ ایک ترقی یافتہ حیوان ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک جس طرح بھیڑ، بکری، گائے بھینس وغیرہ کے افعال وحرکات ان کے ضروریات و ماحول کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسانی افعال بھی انہی چیزوں کے تابع ہوتے ہیں۔ مقصد سب کا یہی ہے محض بیانات کا فرق ہے۔ اور یہ فرق بھی اس لئے ہے کہ کسی نے انسان کی بالکل ابتدائی (مفروضہ) حالت سے ریاست کی تاریخ کی ابتداء کی ہے اور کسی نے بعض درمیانی مدارج سے اس کو شروع کیا ہے۔

قرآن مجید اگرچہ فن تاریخ کی کتاب نہیں ہے اور نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کوئی مورخ تھے۔ لیکن چونکہ شرافت و فلاح انسانی سے اس مسئلہ کا تعلق ہے اس لئے اسلام نے اس مسئلہ کے تاریخی پہلو پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ قرآن مجید کا بیان یہ ہے کہ انسان دنیا میں خلافت الٰہی کی نعمت اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ بلکہ تخلیق آدم علیہ السلام کا مقصد ہی خلافت الٰہیہ کا قیام تھا۔ اس مرتبۂ عظمیٰ کے ساتھ انسان کو اس کی ابتدائے آفرینش ہی میں نوازا گیا اور سب سے پہلے خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو دنیا کے سب سے پہلے انسان بھی تھے۔ یہ ہے ہیئت اجتماعیہ کے وجود میں آنے کی دوسری صورت جو اول الذکر صورت سے بالکل متضاد ہے اور جس کی بنیاد عقلی وفطری اصول اور تشریعی: الٰہی احکام وعلوم پر قائم ہے۔

لیکن اسلام اس کا منکر نہیں ہے کہ ریاست نے اپنے ارتقائی مدارج طبعی وحیوانی منہاج پر طے کئے ہیں۔ بلاشبہ ایسا ہوا ہے۔ مگر ریاست کی حقیقی ابتداء اس صورت سے نہیں ہوئی ہے بلکہ اولاد آدم علیہ السلام کے پھیلنے کے بعد جذبات اور ماحول، نفس اور شیطان کے وساوس کا شکار ہو کر ایک کثیر انسانی جماعت نے ریاست کے اسلامی تصور کو بھلا دیا اور غیر اسلامی یعنی غیر انسانی طریق پر ریاست وحکومت کی بنیادیں قائم کرنا شروع کیں۔ اس قسم کی حیوانی ریاستوں کی تاریخ اور ان کے وجود میں آنے کے اسباب بلاشبہ وہی ہیں جو یورپ کے فلاسفہ ذکر کرتے ہیں۔

خیر وشر اس عالم میں پہلو بہ پہلو چلتے ہیں۔ اس لئے ریاست کے تصور کے دو سلسلے ابتدائے آفرینش انسان سے لے کر آج تک جاری رہے ہیں ایک تو ریاست کا اسلامی تصور اور دوسرا غیر اسلامی تصور۔ ایک خدائی حکومت کا تصور، دوسرا حیوانی حکومت کا تصور۔ ایک خالص اصولی ریاست کا تخیل دوسرا جذبات اور ہوا وہوس کی ریاست کا تخیل۔ کل انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اسی حکومت الٰہی کی تعلیم وتبلیغ کے لئے تشریف لائے۔ لیکن اس کا واضح تفصیلی اور مکمل ترین خاکہ محض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے سامنے علمی وعملی صورت میں پیش کیا گیا اور کسی نبی نے اس کی اتنی واضح اور مکمل شکل کبھی نہیں پیش کی تھی۔

الحاصل اسلامی اور غیر اسلامی ریاستوں کا اختلاف محض اصول اور خاکہ ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ان کی روحیں ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور متباین ہیں۔ اسلامی ریاست کی روح عبدیت اور اتباع امر الٰہی ہے اور غیر اسلامی ریاست کی روح طغیان اور اتباع ہوا۔ پھر ظاہر ہے کہ جس ریاست کی بنیاد کسی عقلی اصول اور اخلاقی ضابطہ پر قائم نہ ہو۔ بلکہ محض خواہشات نفس پر، خواہ ان خواہشات کا محرک جذبۂ حب جاہ واقتدار ہو یا خوف وہراس، بہرحال اس میں شرکت کرنے والوں کو کبھی راحت وفلاح میسر نہیں ہو سکتی اور نہ وہ کبھی مطمئن رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ اور موجودہ دور کے واقعات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر سیاسی نظریے آج تک دنیا کے سامنے آئے وہ سب تجربے سے غلط اور نقصان رساں ہی ثابت ہوئے اور ان نظریوں کو قبول کرنے والے بہت جلد خود ان سے متنفر ہو گئے۔ حتیٰ کہ جس طرح پہلے وہ ان کے محاسن کی تبلیغ کرتے تھے اس سے زیادہ ان کے معائب کی تبلیغ میں کوشاں ہوئے۔

اس بیان سے یہ ثابت ہو گیا ہو گا کہ اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست کا تصادم کوئی نیا تصادم نہیں ہے۔ بلکہ ابتدائے آفرینش انسان سے کچھ ہی عرصے کے بعد سے یہ تصادم شروع ہو گیا تھا اور آج تک جاری ہے اس لئے اس وقت سے لیکر اب تک غیر اسلامی ریاست کے جتنے تخیلات پیش کئے گئے ہیں، سب ہماری تنقید کے ذیل میں داخل ہیں۔ خواہ وہ ہندوؤں کے ویدوں والی ریاستیں ہوں یا افلاطون کی مثالی ریاست یا موجودہ دور کی نازی وجمہوری ریاستیں۔ لیکن دور گذشتہ کے تصورات پر تنقید کرنا اس وقت بیسود ہے۔ اس لئے ہم صرف موجودہ دور کے سیاسی افکار کے معائب کو واضح کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

موجودہ دور کے سیاسی نظریات کی تقسیم دو اعتبارات سے کی جاتی ہے:

(۱) فرمانروا (یا مقتدر اعلیٰ) کی تعیین کے اعتبار سے۔

(۲) معاشی اعتبار سے۔

اعتبار اول کی بنا پر دو نظریے ہمارے سامنے موجود ہیں۔ آمریت اور جمہوریت۔ دونوں میں فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آمریت میں فرمانروا ارادۂ انفرادی ہوتا ہے اور جمہوریت میں ارادۂ اجتماعی۔ لیکن حق یہ ہے کہ دونوں میں جہاں تک اصول کا تعلق ہے کوئی فرق نہیں ہے۔ عملی صورت میں ضرور کچھ فرق پیدا ہوتا ہے۔ مگر وہ بھی بعض اوقات آمریت میں بھی اجتماعی ارادہ ہی درحقیقت فرمانروا ہوتا ہے جو ایک ڈکٹیٹر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور جمہوریت میں بھی اجتماعی ارادہ اکثریت رکھنے والی پارٹی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جمہوریت بھی درحقیقت جماعتی آمریت کا نام ہے (باقی)

(ترجمان القرآن)

اقتدارِ اعلیٰ کی تقسیم

(از عابد اعظمی)

کتنی عجیب بات ہے کہ پاکستانی اسکیم جس کو عام مسلمانانِ ہند کی حمایت حاصل ہے اس کے مخالف ہمارے علمائے کرام بھی ہیں، جن کی زندگی کا نصب العین ہی صرف اس محدود قطعہ ارض میں نہیں جو ہندوستان سے عبارت ہے اور ہمالہ کے زنجیروں سے مقید ہے بلکہ ساری دنیا میں قرآن و اسلام کی حکومت کا قیام ہونا چاہیئے تھا۔ اگر پاکستانی اسکیم اپنی تمام تفصیلات و جزئیات کے ساتھ اسلامی حکومت کا ایک ہلکا سا پرتو ہے تو آپ کو اپنے منصب کے لحاظ سے اس کا حامی ہی نہیں مبلغ بھی ہونا چاہیئے۔ موجودہ حالات میں جن کے بہرحال ہمہ وقت بدل جانے کا امکان ہے یہ ناممکن العمل ہے تو وہ ماحول پیدا کریں جس میں آسانی سے یہ عملی جامہ پہن سکے اور مسلمانوں کے تہذیبی و ثقافتی نشو و ارتقا کا سروسامان ہو سکے۔ انگریزوں کے استیلا اور ہندو اکثریت کے غیر ہمدردانہ برتاؤ نے حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہر حیثیت سے بہت سخت نقصان پہنچایا ہے، جس کی تلافی ہندوستان کی فرقہ وارانہ تقسیم و تجزیہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

سوراج ممکن العمل تھا؟ انصاف سے کہیئے کہ برطانوی اقتدار کے ہوتے ہوئے سوراج کب ممکن العمل تھا۔ لیکن آپ نے بغیر اس کے معنی اور تفصیلات کے معلوم کیئے اس کے حصول کے لئے جد و جہد شروع کر دی اور کبھی آپ کو اس کا خیال نہیں آیا کہ سوراج قائم ہونے سے پہلے اس کے اولین مفکر و مجوز سے یہ تو پوچھ لیں کہ سوراج میں اقلیتوں اور خصوصاً مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہوگی؟ آیا وہ سوراجی حکومت کے برابر کے حصہ دار ہوں گے یا جو صورت اس وقت قائم ہے، طرز حکومت کے کلی طور پر بدل جانے کے بعد بھی وہی قائم رہے گی؟ عہدہ و مناصب کی تقسیم کی کیا شکل ہوگی؟ ملازمتوں کا تناسب کیا ہوگا؟ حقوق کس طرح تقسیم ہوں گے؟ مسلمانوں کی مذہبی و دینی تعلیم کا کیا انتظام ہوگا؟ ان کے تمام دینی و مذہبی مدرسے اور تعلیم گاہیں اسی طرح جاری رہیں گی یا ختم ہو جائیں گی؟ تعلیم کا کوئی مشترکہ نصاب اگر بنے گا تو اس میں مسلمانوں کی دینی تعلیم شامل ہوگی یا نہیں، ہمارے ندوہ، ہمارے دیوبند، ہمارے سہارنپور، ہمارے فرنگی محل اور ہمارے مسلم یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ کا کیا حشر ہوگا؟ اس حکومت کی سرکاری زبان کیا ہوگی، اردو جو صدیوں سے ہندو مسلمانوں کی مشترکہ ملکی زبان ہے اور ایک ایک گوشے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اس وقت اس کی کیا حیثیت ہوگی؟ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن افسوس نہ آپ کو صحیح طور پر اپنے حقوق کی طرف سے اطمینان ہوا، نہ اپنی صحیح پوزیشن معلوم ہوئی، مگر آپ اس کے حصول میں بے سوچے سمجھے ہندوؤں کے دمساز ہو گئے۔ اور اس کے لئے انفرادی و جماعتی ہر حیثیت سے قربانیاں آپ نے کر ڈالیں اور اب تک آپ کو ان پر فخر ہے اور اس کو اپنی سیاسی زندگی کا ایک شاندار کارنامہ سمجھتے ہیں، بخلاف اس کے جوں ہی ایک بندہ خدا کی زبان پر "پاکستان" کا لفظ آیا اس کی طرف سے سینکڑوں وسوسے آپ کے دل میں پیدا ہو گئے اور اقتصادی سیاسی، معاشی مذہبی ہر حیثیت سے اس کے وجوہ جواز کی تحقیقات آپ نے شروع کر دی گویا ہندوستان کی موجودہ تشکیل تمام تر قرآن و حدیث کی رہین منت ہے جس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہو سکتا۔

تاریخ پر نظر ڈالیئے اور گویا جب سے ہندوستان وجود پذیر ہوا ہے، اس میں اب تک کوئی جغرافیائی و سیاسی ترمیم سرے سے ہوئی ہی نہیں ہے، بنگال، پنجاب، دکن، آسام باوا آدم کے زمانے سے اب تک اسی طرح قائم ہیں اور ہمیشہ سے ایک ہی نظام کے ماتحت رہے ہیں، یہ مغلوں کے زمانے میں جنوبی ہندوستان کے مختلف گوشوں میں باوجود مغلوں کی شہنشاہیت اور ان کے ہندوستان کے بڑے حصے پر قابض و متصرف ہونے کے، مختلف ناموں کی مسلمانوں اور نامسلمانوں کی جو حکومتیں قائم تھیں اور جن کو زیر کرنے کے لئے عالمگیر ساری عمر دکن میں تگ و تاز کرتا رہا۔ کیا وہ محض افسانۂ پارینہ ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے؟ یہ جون پور میں سلاطین شرقیہ کی حکومت تھی کیا اس کا تعلق بھی اس وقت کسی مرکزی حکومت سے تھا۔ سب تو سب سیواجی کے زیر سایہ ہندوؤں کی جو نئی طاقت مہاراشٹر میں نشو و نما پا رہی تھی، اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ کیا اس کا منشا مہاراشٹر کے حدود میں ایک نئی حکومت کی طرح ڈالنا نہیں تھا، اکبر کے زمانے میں تو ہندوستان سیاسی حیثیت سے بہت پارہ پارہ تھا جس نے متحدہ ہندوستان کے نئے کھنور کے ماتحت نہیں بلکہ اپنی ترکانی حکومت کی توسیع کے لئے وقت کی مختلف طاقتوں اور حکومتوں کو بالآخر اپنے زیر نگین کر لیا تھا جس میں اس کی ایرانی و ترکی فوجوں کو زیادہ وفادار راجپوتوں نے اس کا ہاتھ بٹایا تھا، اب تو ہر ہندو مورخ اپنی تاریخ کا آغاز اشوک سے کرتا ہے۔ اور اس کے حدودِ سلطنت کی وسعت اگر شمال میں پنجاب و سرحد سے گزر کر افغانستان تک بتاتا ہے تو مغرب میں اس کی فتوحات کا دائرہ کھینچ کر دریائے نیل تک پہنچا دیتا ہے، لیکن کیا ایمانداری کے ساتھ ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب کچھ متحدہ ہندوستان کے نظریے کی رٹ اتنی شدت کے ساتھ کیوں لگائی جا رہی ہے، اور پھر اس پر مذہب کی چھاپ کیوں دی جا رہی ہے۔

درجۂ نوآبادیات اور پاکستان نوآبادیات کے طرز کی حکومت پر اگر کانگریس راضی ہو جو یقیناً برٹش اقتدار اور برطانوی

سنگینوں کے زیر سایہ ہی قائم ہوگی، تو آپ کو منظور اور اسلامی نقطۂ نظر سے شاید بالکل صحیح۔ لیکن برطانوی اقتدار کے زیر سایہ پاکستان بنایا جاسکتا اور ہندو ہمسایوں کے بے پناہ مظالم اور دست درازیوں کو نجات حاصل کرنے کے لئے اپنے وطن ہی میں کوئی شکل پیدا کی جائے تو وہ یکسر غلط اور قرآن وحدیث کی رو سے بالکل ناجائز۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جواز وعدم جواز حلت وحرمت کا معیار آپ نے نزدیک کیا ہے کانگریس کی راہ سے جو کچھ آئے اس کا لبادہ رکھ کر اندرونی آواز یا گیتا کی روشنی میں اس کی پالیسی کی تشکیل کرتا ہے اور اس پر ملک وقوم کو چلاتا ہے تو وہ جائز اور مذہبی تعلیمات کے عین مطابق۔ لیکن مسلم لیگ کی راہ سے آپ کو کچھ سنایا جائے تو وہ باطل، ناجائز اور حرام مطلق۔

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا کہیے

سوراج کا لفظ اب تک معمہ بنا ہوا ہے لیکن اس کے حل اور اس اجمال کی تفصیل کی ضرورت اب تک نہیں سمجھی گئی۔ اور آج کل آزادی تقریر وتحریر تک سوراج کا اطلاق ہو رہا ہے۔ اور اس حق کے حصول کے لئے بے حد جدوجہد کی جا رہی ہے، لطف یہ ہے کہ آزادی کامل کے طلبگار نے بھی اس پر قناعت کرلی ہے۔ جس کے حاصل ہو جانے کے بعد شاید سوراج کی راہ کھل جائے گی۔

لیکن مسلم لیگ کے اجلاس لاہور کے پلیٹ فارم سے پاکستان کا مطالبہ کیا گیا کہ ہر شخص اس کی تفاصیل کے درپے ہو گیا۔ ہندو پروپیگنڈے میں بھی کتنی تاثیر ہے اور افسوس ہے کہ اس سحر سامری سے مسلمان تک مسحور ہو گئے۔ گویا ۹ کروڑ انسانوں کی عظیم الشان جماعت اب دنیا میں کچھ کر ہی نہیں سکتی۔ اور بہشت کامرانی تک رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔ جب تک پائے مردی ہمسایہ کا سہارا ان کو حاصل نہ ہو۔ فیاللعجب واحسرتا

صوبہ جات کی تقسیم ہندوستان کی موجودہ سیاسی وجغرافیائی تقسیم جس سے ہندوستان مختلف صوبوں ریاستوں اور کمشنریوں میں بٹا ہوا ہے۔ گوارا ہے۔ اور اس کے خلاف آپ کوئی احتجاج کرنا ضروری نہیں سمجھتے تو پاکستانی نظریہ کے تحت جو ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسائل کا ایک حل ہے۔ ہندوستان کی دوبارہ تقسیم کیوں نہیں ہو سکتی۔ اور کیوں گوارا نہیں کی جا سکتی، جب تک کہ اسلامی منطقوں کا کوئی ذرہ بھی بقول چوہدری خلیق الزماں صاحب کے مسلمان ایران وعرب اٹھا کر نہیں لے جائیں گے۔

موجودہ جغرافیائی تقسیم سے اگر ہندوستان کی وحدت پر اثر نہیں پڑتا تو سمجھ میں نہیں آتا۔ دو جداگانہ منطقوں میں تقسیم ہو جانے سے ہندوستان کی وحدت پارہ پارہ کس طرح ہو جائے گی۔ آخر کانگرس نے بھی تو لسانی اعتبار سے اس ملک کو بجائے گیارہ صوبوں کے ۱۹ صوبوں میں تقسیم کر ڈالا ہے۔ اور اسی کی رو سے اس کے سالانہ اجلاس منعقد ہوتے ہیں۔ جب صوبہ سندھ بمبئی سے علیحدہ نہیں ہوا تھا تو کانگرس کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا۔ حالانکہ اس سے ایک سال پہلے بمبئی میں منعقد ہو چکا تھا۔ پھر اس کے کئی سال کے بعد پے در پے احاطہ بمبئی ہی میں فیض پورہ، ہری پورہ میں کانگریس کے اجلاس منعقد ہوئے۔ چونکہ کانگریس کے نزدیک ایک زمانے سے تہذیب وتمدن اور زبان کے لحاظ سے صوبہ بمبئی، گجرات وبہار اشٹر، گجرات اور بمبئی چار حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ اس لئے کانگریس کے پے در پے ایک ہی سرکاری صوبے میں دو اجلاسوں کا انعقاد نامناسب نہیں سمجھا گیا۔

مسلم ہندوستان ہندو ہندوستان اسی اعتبار سے اس سے آگے بڑھ کر ہم دو مختلف منطقوں یعنی ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں اس ملک کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں، درانحالیکہ اس میں ملک کا مفاد بھی مضمر ہے۔ تو ہم گردن زدنی کیوں ہیں؟ اب تک فرقہ وارانہ مسائل کے معلوم نہیں، مختلف سیاسی اداروں اور خود کانگریس کی طرف سے کتنے حل پیش کیے گئے لیکن کسی پر بدقسمتی سے متعلقہ فرقوں کا اتفاق عام نہ ہو سکا۔ کتنی اتحاد کانفرنسیں ہو ہو کر ناکام ہو گئیں لیکن ان مسائل کا حل نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ اگر مسلم لیگ کی طرف ان کے حل کی ایک شکل پیش کی گئی ہے تو اس کے قبول کرنے سے کیوں گریز کیا جا رہا ہے۔ اگر یہ ناقص ہے تو اس کا نقص خود ظاہر ہو جائے گا لیکن عمل کرنے سے پہلے اس کو ناقص ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی جا رہی ہے کیا مسلمانان ہند نے متحدہ فیصلہ کی، جو حد درجہ نازک حالات میں لاہور میں کیا گیا۔ اور خوب سوچ کر کیا گیا ہے، اتنی وقعت بھی آپ کی نگاہ میں نہیں ہے کہ ذرا اس کو عمل کی کسوٹی پر رکھ لیا جائے۔ کیا آپ اس کو اسی وقت منظور فرمائیں گے جب برما کی طرح خود برطانیہ عظمیٰ مسلمانوں کے متحدہ مطالبے سے متاثر ہو کر اسلامی اکثریت کے حصوں کو الگ کر دے کیا باہمی مفاہمت سے یہ تجویز عملی جامہ نہیں پہن سکتی مسلمانوں کے متحدہ قومیت کے تصور سے حد درجہ بیزار ہو جانے کے باوجود بھی افسوس ہے کہ اب تک اسی کا نعرہ لگایا جا رہا ہے کیا اب بھی یہ امید ہے کہ مسلمان کبھی نہ کبھی بالآخر اس کو قبول ہی کریں گے

(بقیہ صفحہ ۴۰) کا راستہ نکال دیا۔ نپولین کا دستہ تو اس خطرے سے نکل گیا۔ لیکن روسی کوسکوں نے باقی سپاہیوں میں سے ایک ہی لڑائی میں دس ہزار آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ ایک مزید فرانسیسی دستہ جو پیچھے رہ گیا تھا۔ ہمیشہ کے لئے لاپتہ ہو گیا۔

اس کے بعد بہت سی مصیبتیں جھیلتے ہوئے نپولین اور اس کی فوج اورچا پہنچی۔ اور یہاں اس کو پہلی مرتبہ کھانا اور کپڑا اور آرام نصیب ہوا۔ لیکن حالت یہ تھی کہ نپولین کے ۳۵۰۰۰ گارڈز میں سے صرف ۶۰۰۰ ہزار آدمی اور ۴۲۰۰۰ سپاہیوں میں سے صرف ۲۳۰۰ بچے تھے اور باقی لقمۂ اجل ہو چکے تھے۔ اورچا سے نپولین دریائے بیرسینا کی طرف آیا۔ وہاں روسیوں نے پل توڑ دیا تھا۔ فرانسیسی سپاہیوں نے ایک عارضی پل بنایا۔ اور اس پر سے گزرنے لگے اسی حالت میں یہ پل ٹوٹ گیا۔ اور سینکڑوں مزید سپاہی اور گھوڑے غرق ہو گئے۔ اور آخرکار نپولین بدترین حالت میں پولینڈ پہنچا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہر ہٹلر نپولین کے نقش قدم پر چلتا ہے یا اس سے کوئی مختلف صورت اختیار کرتا ہے

روس پر نپولین کا حملہ

ان دنوں روس پر ہٹلر کے حملہ کو ایک سو انتیس سال پہلے روس پر نپولین کے حملہ سے اکثر تشبیہ دی جارہی ہے، روس پر یہی دونوں حملے سب سے بڑے حملے ہوئے ہیں اور دونوں میں بہت سی باتیں مشترک ہیں، نپولین اور ہٹلر دونوں نے "فاتح عالم" بننے کا خواب دیکھا تھا۔ دونوں کے پاس بڑی بڑی منظم و مسلح فوجیں تھیں، دونوں نے روس پر ماہ جون ہی میں صرف ایک روز آگے پیچھے حملہ کیا تھا، نپولین کا حملہ ۲۳ جون کو ہوا تھا اور ہٹلر کا حملہ ۲۲ جون کو۔ ان حالات کے پیش نظر یہ مضمون ناظرین کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

اب سے ایک سو انتیس سال پہلے روس پر نپولین کے حملہ اور آج کے ہٹلری حملہ میں صرف یہی بات مشترک نہیں کہ نپولین اور ہٹلر دونوں کو فاتح عالم بننے کے شوق نے از خود رفتہ کر دیا تھا۔ بڑی بڑی مسلح و منظم فوجیں تیار کر رکھی تھیں دونوں کا حملہ ماہ جون ہی میں شروع ہوا تھا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم ایک حقیقت یہ تھی کہ آج جس طرح ہٹلر نے روس سے اپنے دوستانہ معاہدے کو توڑ دیا ہے بالکل اسی طرح نپولین نے بھی "فرانسیسی، روسی" دوستانہ معاہدے کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے روس پر دھاوا کر دیا تھا۔

لیکن روسی اپنے ملک کے حالات اور آب و ہوا سے اچھی طرح واقف تھے۔ اسی لئے انہوں نے ابتدا میں نپولین کے حملہ کی کوئی روک تھام نہیں کی تھی۔ اور نپولین سے جنگ نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ حملہ آوروں کے سامنے تین لاکھ روسی سپاہیوں کی فوج اطمینان سے پیچھے کی طرف ہٹتی چلی جارہی تھی، اور دشمن کو روس کے اندرونی حصوں میں داخل ہونے کا موقع دی جاتی تھی۔ وہ پلوں کو توڑتی جاتی تھی خود اپنے قصبوں اور دیہاتوں کو ویران کرتی جاتی تھی۔ غلے کے کھیتوں کو جلا جاتی تھی اور سڑکوں کو توڑ پھوڑ کر حملہ آوروں کے لئے ناقابل استعمال بناتی جاتی تھی۔

بیماری اور فاقہ کشی زار روس بھی حملہ آور فرانسیسیوں کے سامنے اپنی فوجوں کے ساتھ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ ہم اس وقت ایشیا میں چلے جائیں گے اور فرانسیسیوں کو بہت اندر کی طرف کھینچ لیں گے تاکہ وہ تباہ ہو جائیں" زار کا کہنا صحیح نکلا، ابھی موسم سرما آیا بھی نہ تھا اور نپولین کی فوجوں کو حملہ آور ہونے کی حیثیت سے تمام فائدے بھی حاصل تھے کہ ڈیڑھ دو مہینے کے اندر ان میں نقصانات شروع ہو گئے۔ فرانسیسی فوجیں سخت ترین خطروں میں پڑ گئیں۔ بہت سے سپاہی بیمار پڑ گئے۔ اور رفتہ رفتہ بیماروں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ راستہ میں جتنے فرانسیسی فوجی ہسپتال قائم کئے گئے تھے سب کے سب مریضوں سے بھر گئے۔ کمسریٹ اور رسد کا سامان غیر منظم ہو گیا۔ سپاہیوں کو فاقہ کشی کا سامنا کرنا پڑا۔ روسی خطہ میں ان کے لئے کوئی سپلائی تھی نہیں اور فرانسیسی ذخیرے تیزی سے ختم ہونے لگے۔

بورڈینو کی لڑائی ۔ زار الگزینڈر کی رہنمائی میں روسی فوجوں کا اصلی حصہ ماسکو پہنچ گیا۔ لیکن ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ موضع بورڈینو میں رہ گیا۔ تاکہ اب نپولین سے جنگ کرے۔ یہی لڑائی روسیوں اور فرانسیسیوں کی بڑی لڑائی تھی اس سے پہلے روسیوں نے کوئی کھلا مقابلہ نہیں کیا تھا۔ جنگ بورڈینو ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے اس میں روسیوں نے فرانسیسیوں کا حیرت انگیز مقابلہ کیا لیکن فرانس کی فوجوں کو فتح حاصل ہوئی۔ لڑائی میں بہت سے آدمی مارے گئے۔ فرانس کو اس میدان جنگ میں تیس ہزار سپاہی قربان کرنے پڑے۔ اور روسیوں کے پچاس ہزار سپاہی قتل ہوئے لیکن باقی فوج نہایت منظم حالت میں پیچھے ہٹ گئی۔

اس فرانسیسی فتح نے نپولین کی فوجوں کے لئے ماسکو کی سڑک کھول دی اور یہ بھوکی فوجیں انتہائی سراسیمگی کی حالت میں زار کے دار الحکومت تک ۱۵ ستمبر تک پہنچ گئیں لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ شہر بالکل خالی ہے اور کھانے پینے کی کوئی چیز ان کے لئے نہیں چھوڑی گئی ہے، ماسکو کے ڈھائی لاکھ باشندوں نے زار کے ساتھ شہر خالی کر دیا تھا اور روسی جیل خانوں سے دو ہزار قیدی آزاد کر دیئے گئے تھے اور انھیں حکم دے دیا گیا تھا کہ شہر کو جلا ڈالیں۔

نپولین نے زار کے شاہی محل کریملن میں قیام کیا۔ اس کے سپاہیوں نے ماسکو کے خالی اور کھلے ہوئے مکانات پر قبضہ کیا اور جو کچھ بچا کھچا کھانا ان کے پاس تھا اسے کھانے میں مصروف ہوئے۔

ماسکو کی آتشزدگی اس کے بعد ماسکو کی آتشزدگی کا ہیبتناک واقعہ پیش آیا۔ مصنف ایبٹ لائف آف نپولین میں لکھتا ہے۔

۱۶ ستمبر سنہ ۱۸۱۲ء کی رات آئی۔ آدھی رات کو نپولین بے حد تھکا ماندہ اور جسمانی و دماغی اذیتوں میں مبتلا۔ آرام کرنے کے لئے لیٹا۔ آنے والے موسم سرما کی آندھیاں کریملن کے چاروں طرف زور زور سے چیخ رہی تھیں، یکایک گلیوں میں "آگ لگی" "آگ لگی" کا شور بلند ہوا۔ اور فوراً ہی مشرق کی طرف سے دھوئیں اور شعلے طوفان زدہ آسمانی فضا میں بلند ہوتے ہوئے دکھلائی دیئے۔ گولوں اور بارود کی سرنگوں کے پھٹنے کی مہیب آوازوں نے ہر طرف دہشت پھیلا دی دوسری طرف سے دفعتاً ایک زلزلے کی گرج سنائی دی اور سینکڑوں مکانات پھٹ کر اور چور چور ہو کر ہوا میں اڑ گئے۔ آتش فشاں گولے جن کی آگ کسی طرح بجھنے والی نہ تھی ہر طرف اڑ رہے تھے۔ اور دھوئیں اور شعلوں کا جوالا مکھی سارے شہر کو تباہ کر رہا تھا۔ مکانوں کے پھٹنے اور گرنے اور ٹوٹنے اور اڑنے کے باعث زلزلے پر زلزلے آرہے تھے۔ اور ایک جوالا مکھی کے بعد دوسرا جوالا مکھی دکھلائی

دے رہا تھا۔ آندھی، اور طوفان کا دیو اس تباہی پر ہنس رہا تھا۔

آگ کا سمندر

شہر میں ہر طرف شعلے ہی شعلے دکھائی دیتے تھے۔ یکایک تمام مکانوں، گلی کوچوں اور تمام مکانات پر آسمان سے آگ کی بارش ہونے لگی۔ سڑکیں، اور گولے پھٹنے لگے۔ توپیں خود بخود چھوٹنے لگیں۔ بارود اور دیگر آتش گیر سامان بھڑک اٹھے اور انتہائی دہشت اور سراسیمگی پیدا کرنے۔ اسے ان چند گھنٹوں کے اندر پورا شہر آگ کے ایک دہکتے سمندر میں غرق نظر آنے لگا۔ فرانسیسی سپاہیوں نے آگ لگانے والے روسی قیدیوں پر گولیاں چلائیں، سنگینوں سے حملے کئے۔ ان کو اٹھا اٹھا کر آگ میں پھینکا۔ مگر بھوتوں کی طرح وہ اپنا کام کرتے ہی رہے۔ اور آگ لگاتے ہی رہے۔ شہر ماسکو کی آتش زدگی کے یہ ہیں وہ ہولناک واقعات جو ورنے بیٹ نے قلمبند کئے ہیں مزید تین روز تک شہر میں صرف آگ کی فرمانروائی رہی اور مکانات جلتے رہے۔ فرانسیسی سپاہی شہر سے باہر کی طرف بھاگنے لگے۔ نپولین بھی مجبور ہوا کہ اس جلتے ہوئے شہر کو چھوڑ کر کریملن سے باہر نکل آئے۔ اور مضافات شہر کی طرف بھاگ جائے بہت سے فرانسیسی مرگئے اور نپولین نے ویران شہر ماسکو سے باہر اپنا خیمہ نصب کیا۔ بیماری اور موت اور جل جانے کے باعث اس کے سپاہیوں کی تعداد کم ہوتی جاتی تھی، کھانے کی چیزوں کا نام و نشان بھی باقی نہ تھا۔ مردہ گھوڑے سپاہیوں کی غذا کے کام آرہے تھے۔

نپولین کی واپسی

۱۸ اکتوبر ۱۸۱۲ء کو یعنی ماسکو میں داخلہ کے صرف ایک ماہ بعد نپولین نے اپنی بچی کھچی فوج کو واپسی کا حکم دیا۔ یہ واپسی بھی اپنی ہولناکیوں کے باعث دنیا کی تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتی۔ روانگی سے پانچ روز پہلے یعنی ۱۳ اکتوبر کی منحوس تاریخ کو روسی موسم سرما کی پہلی برف باری ہوئی تھی اب اب فرانسیسی فوجیوں اور ان کے دوست پولینڈ کے درمیان ایک ہزار میل کا فاصلہ برف سے ڈھکا ہوا تھا اور اس کی "سفیدی" ان سپاہیوں کو فرشتۂ موت بن کر ڈرا رہی تھی۔

نپولین کی سرکردگی میں اس کی فوج روانہ ہوئی، آگے آگے نپولین تھا۔ اور اس کے پیچھے ایک لاکھ پیدل سپاہ، پچاس ہزار سوار، پانچ سو توپیں، دو سو توپ خانے کی گاڑیاں اور آخر میں بار برداری کے دستے تھے۔ جو "آزادی" کی اس فوج کے ساتھ ہو گئے تھے اور ان کے پیچھے فرانسیسی سپاہیوں کی بیویاں اور لڑکے اور "آزاد رو" عورتیں تھیں جو اس زمانے کی ہر فوج کے ساتھ ساتھ چلتی تھیں۔ اور سب کے پیچھے لوٹ کے مال یعنی برتن۔ اثاثہ اور کپڑوں سے بھری ہوئی گاڑیاں تھیں۔

۲۸ اکتوبر کو یہ مغموم اور مصیبت زدہ فوجیں بوروڈینو پہنچیں جنگ بوروڈینو کے صرف چار ماہ بعد وہاں کا منظر بے حد ہولناک ہو گیا تھا۔ ہزاروں سپاہیوں کی لاشیں میدانوں میں سڑ رہی تھیں۔ اور ہوا کو بدبودار بنا رہی تھیں۔ ان کا تعفن ناقابل برداشت تھا۔ شکاری پرندے لاشوں کو پھاڑ پھاڑ کر کھا رہے تھے اور نپولین کے بیمار اور کمزور زندہ سپاہیوں پر بھی چونچ مارنے سے باز نہیں آتے تھے۔

مزید مصیبتیں

بوروڈینو سے گزرنے کے بعد، کمزور، بھوکے اور بیمار گھوڑوں نے گاڑیاں کھینچنے سے "انکار" کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوٹ کے تمام سامان اور توپ خانے اور محاصرہ کرنے کے آلات جنگ اور ڈیرے خیمے اور بچے ہوئے بارود وغیرہ ایک جگہ ڈھیر کر دیئے گئے۔ اور ان میں آگ لگا دی گئی اور گھوڑوں کو گاڑیوں سے اس لئے الگ کر دیا گیا کہ وہ ہلکے ہو کر کم از کم زخمی سپاہیوں ہی کو لے چل سکیں۔

اس وقت تک نپولین کی فوج کی تنظیم بالکل ختم ہو چکی تھی، ہر طرف انتشار ہی انتشار تھا۔ اس کے ذاتی "امپیریل گارڈ" کے علاوہ تمام لوگ تتر بتر ہو گئے تھے۔ بار برداری اور عورتوں کا یہ مجموعہ انتہائی سراسیمگی اور بدنظمی کی حالت کو پہنچ گیا تھا۔ سب کے سب مصیبت زدہ تھے۔ اور سب کے سب مایوس تھے۔

واپسی کی ہولناکیاں

نپولین کی فوج کی واپسی کی مزید ہولناک تباہیوں کا بیان مورخ ایبٹ کی زبانی سنیئے "برف باری اور ژالہ باری کے جھونکوں کے باعث سپاہیوں کی آنکھیں اندھی ہو گئی تھیں۔ اور وہ اس قدر وحشت زدہ ہو گئے تھے کہ اپنا راستہ نہیں معلوم کر سکتے تھے، وہ ادھر ادھر مارے مارے پھرتے تھے۔ اور یہ نہیں سمجھتے تھے کہ کدھر جائیں۔ جو گر جاتے تھے وہ اٹھ نہیں سکتے تھے۔ اور برف میں دفن ہو جاتے تھے۔ اس طرح سے بے شمار سپاہی اور گھوڑے گر کر مر گئے ہزاروں بندوقیں بھی ٹھٹھرے ہوئے ہاتھوں سے گر کر دفن ہو گئیں۔"

ان مصیبتوں میں اضافہ یہ ہوا کہ روسی کوسک سپاہی بھی ان کے پیچھے پڑ گئے۔ اور ان پر حملے کرنے لگے، وہ تو برف باری کے عادی تھے اس لئے ان پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ لیکن فرانسیسی فوجوں کا خاتمہ ہو رہا تھا۔ ان کا یہ حال تھا کہ مردہ گھوڑوں کی کھال کھینچ کھینچ کر اس لئے اوڑھ لیتے تھے کہ برفانی طوفان سے بچیں۔ لیکن ہر صبح کو برف کے سینکڑوں اونچے اونچے تودے یہ پتہ دیتے تھے کہ انہیں کے اندر رات کو فرانسیسی سپاہی دفن ہو چکے ہیں۔

یہ بدنصیب سپاہی ہر روز سینکڑوں کی تعداد میں مرتے رہے اور آخر کار باقی فوج گرتی پڑتی ہوئی ۹ نومبر کو اسمالنسک پہنچی لیکن وہاں بجائے اس کے کہ اس کو کچھ متوقع رسد اور کھانے پینے کی چیزیں ملتیں تو دس ہزار تازہ دم روسی سپاہی اس پر حملہ کرنے کے لئے کمین گاہوں میں موجود تھے۔ لیکن نپولین کے "امپیریل گارڈ" اس وقت بڑی ہمت سے کام کیا اور روسی حملوں کا مقابلہ کر کے بھوکے اور ٹھٹھرے ہوئے فرانسیسی سپاہیوں کے آگے بڑھ جانے

جب جوانی کو زیادہ دن استعمال کیا جائے تو جوانی پر زوال آنا لازمی ہے۔ آجاتا ہے۔ پھر مرد...... تقریباً بیکار ہو جاتا ہے۔ ایسا مایوس اور گیا گذرا آدمی اگر دوبارہ جوان بننا چاہے تو اس کا

عِلاج مُفت

جب کسی مرد کی مردانہ طاقت کمزور ہو جائے۔ جب عین وقت پر شرمندگی ہونے لگے۔ اور مرد اپنی شرمندگی کی وجہ سے خودکشی کا خیال کرنے لگے۔ جب کوئی مرد اپنی خاص کمزوری اور قوت باہ کی کمی کو پھر پورا کرنا چاہیئے۔ جب کوئی مرد اپنی عورت کے سامنے ذلیل ہو جاتا ہو۔ اُس وقت صرف ایک ہی علاج کام کر سکتا ہے جس کے بعد پھر کایا پلٹ ہو جائے گی۔ پھر نوجوانی کام کرنے لگے گی۔ پھر وہی مایوس مرد اپنے بدن میں بجلی کی سی تڑپ اور امنگ محسوس کرنے لگے گا۔ پھر اس کا جی چاہے گا کہ کوئی اس سے محبت کرے۔ اس کی طرف دیکھے۔ اور اس کی نوجوان تمناؤں کی آغوش میں آجائے۔

اس کا علاج یہ ہے۔ ہندوستان کی سب سے بڑی دوا "معجون کاشمیری" کا استعمال جس نے ہر مقوی دوا کے مقابلہ پر اپنا سکہ جما لیا ہے۔ اور جس کی ایک ایک خوراک مریض کے جسم میں جوانی اور شباب کا صحیح اور اصل جوش پیدا کرتی ہے۔ ہر خوراک سے مریض خود محسوس کرنے لگتا ہے۔ کہ وہ کیا تھا۔ اور اب جوانی کتنی تیزی سے اس کے جسم میں واپس آرہی ہے۔ دوا "معجون کاشمیری" کی تیاری میں کشمیر کی ایک پہاڑی بوٹی شامل ہے۔ اور یہ تمام کرشمہ اُسی کی بدولت ہے۔ ناکارہ مرد اور وقت پر شرمندہ ہو جانے والے انسان کے لئے یہ دوا سب سے بڑی دولت ہے۔ اور کئی سال سے ہندوستانی مارکیٹ میں اپنا سکہ جما رہی ہے۔ اگرچہ ایک شیشی کی قیمت چار روپے سات آنے ہے۔ لیکن اس کو ملک کے گوشہ گوشہ تک پہنچا دینے کے لئے ایک مختصر عرصہ تک صرف ایک روپیہ قیمت لی جا رہی ہے۔ اور یہ قیمت قطعی مفت برابر ہے۔

لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اگر کوئی مرد مایوس ہو چکا ہو۔ کثرت جماع یا بچپن کی بے احتیاطی یا کسی مرض کے باعث جوانی کی خاص طاقت کمزور ہو گئی ہو۔ یا وقت پر شرمندگی ہوتی ہو۔ یا عمر کی زیادتی کے سبب کمزوری محسوس ہوتی ہو تو ایسے ہی لوگوں کیلئے دوا "معجون کاشمیری" بہترین علاج ہے اُسے چاہیئے کہ وہ

منیجر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "معجون کاشمیری" بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لے۔ محصول پارسل سات آنے لگے گا۔ اس طرح ایک روپیہ سات آنے میں "معجون کاشمیری" کی پوری شیشی اُسے دیدی جائے گی۔ ایک مریض کو اس رعایتی قیمت میں صرف ایک ہی شیشی دی جائے گی۔ زیادہ نہیں۔ ہاں! اس کی اجازت ہے کہ کئی مریض مل کر ایک ہی پارسل میں کئی شیشیاں منگا لیں۔ کیونکہ اسطرح محصول بھی کم خرچ ہوگا۔

تار کا پتہ "زنانہ دواخانہ" دہلی

ٹیلی فون نمبر ۶۲۶۸

جس مرد کو پیشاب سے پہلے یا پیشاب کے بعد سفید رطوبت خارج ہوتی ہو یا رات کو سوتے میں احتلام (یعنی خواب) ہو جاتا ہو وہ شادی کے مطلب کا نہیں رہتا۔ اس کی قوتِ مردمی بہت کمزور ہو جاتی ہے اور وہ خود اپنے آپ کو ناکارہ سمجھنے لگتا ہے۔ وہ عورت کے سامنے ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور عورت سے ہمیشہ دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان حالات میں یہ خبر ایسے مایوس لوگوں میں خوشی کے ساتھ سُنی جائیگی کہ طبی تحقیقات کی بدولت اب اس مرض کا بہت آسان علاج دریافت ہو گیا ہے۔

جریان کا مرض دُور کرنے کی ترکیب سالہا سال کے بعد متعدد تجربوں کی بنا پر اب یہ بات آئینہ کی طرح روشن ہو گئی ہے کہ مندرجہ بالا خرابیاں (یعنی جریان کا مرض) دور کرنے کیلئے یونان کی ایجاد کردہ دوا "جوہرِ اعظم" کے صرف سات روز کے استعمال سے جریان کا مرض ہوا کی طرح غائب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ "جوہرِ اعظم" کی ایک ایک خوراک مریض کو اپنا حیرت انگیز اثر دکھاتی چلی جاتی ہے۔ مرض میں ہر روز کمی نظر آنے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ جب "جوہرِ اعظم" کی پوری شیشی استعمال کر لی جائے تو جریان کا مرض مکمل طور پر غائب ہو جاتا ہے۔ اور پیشاب کے وقت سفید پانی کا نکلنا بند ہو جاتا ہے اس کے بعد پھر وہی زندہ جوانی اور جوانی کی تڑپ انسان کے بدن میں محسوس ہونے لگتی ہے۔ پھر اُس کا دل خود بخود اپنی بیوی کی طرف کھچنے لگتا ہے لہذا بذریعہ اعلان ہذا تمام ناظرین کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی صاحب جریان کے مرض میں مبتلا ہوں تو انہیں چاہیئے کہ

مینیجر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھکر ایک شیشی "جوہرِ اعظم" منگا کر استعمال کریں صرف ایک ہی شیشی مرد بنا دیگی۔ ایک شیشی "جوہرِ اعظم" کی قیمت تین روپیہ آٹھ آنے ہے۔ بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لیجئے۔ پارسل کا محصول معاف ہے۔

تار کا پتہ :- "زنانہ دواخانہ" دہلی — ٹیلی فون نمبر ۶۲۶۸

عورت کو ہر مہینہ ماہواری کا درد

یہ بھی بڑی مصیبت ہے

تیرہ چودہ سال کی نوجوان لڑکی سے لیکر چالیس سال عمر تک کی عورت کیلئے ہر مہینہ ماہواری ایام کا بغیر کسی درد اور تکلیف کے باقاعدہ آنا بہت ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی عورت کو ماہواری آنے میں تکلیف اور درد ہوتا ہے۔ یا ماہواری خون باقاعدہ نہیں آتا۔ یا مہینہ میں دوبار یا دو تین مہینے میں ایک بار آتا ہے۔ یا زیادہ دن تک آتا رہتا ہے۔ یا ماہواری کے دنوں میں ہلکی کمر اور ناف نلوں میں یا بدن میں سخت درد ہو جاتا ہے یا کسی عورت کو ماہواری رک رک کر آتی ہے یا عرصہ سے بند ہے۔ یا ماہواری کی اور کوئی خرابی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی عورت بہت جلد کسی خطرناک مرض کا شکار ہو جائیگی اور پھر اس کا علاج بے حد دشوار ہو جائیگا۔ لہٰذا ماہواری کی خرابی اور اس زمانہ کے درد وغیرہ کو ہرگز معمولی بات نہ سمجھئے۔ بلکہ جلد سے جلد ماہواری کی اِن خرابیوں کا علاج کر لینا چاہیئے۔

ماہواری کو باقاعدہ کرنے کی ترکیب

یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت جو مندرجہ بالا خرابیوں میں یا ماہواری کی کسی تکلیف میں مبتلا ہو اُس کو ایک شیشی دوا "کورس" استعمال کرا دیجئے۔ اس دوا کی صرف ایک شیشی استعمال کرنے کے بعد عورت کو ہر مہینہ بغیر درد اور بغیر کسی تکلیف کے ماہواری باقاعدہ ٹھیک وقت پر اور صحیح مقدار میں آنے لگتی ہے اور ہر قسم کی ماہواری کی خرابی اور بے قاعدگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ نہایت کارگر دوا ہے۔ اور تقریباً بارہ تیرہ سال سے ہندوستانی عورتوں میں مشہور ہے۔ ایک شیشی دوا "کورس" کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴ دہلی

کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "کورس" بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لے۔ اور پارسل پر سات آنے محصول ڈاک خرچ ہوگا۔

نوٹ :۔ اس دوا کے متعلق دواخانہ ہذا میں لاتعداد سرٹیفکٹ موجود ہیں۔ جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کورس ماہواری کو باقاعدہ کر دینے میں کتنی مشہور ہو چکی ہے۔

ٹیلی فون نمبر ۱۲۶۸

ہمارا کا پتہ :۔ "زنانہ دواخانہ" دہلی

سونے کی چوڑیاں

مفت

اس زمانہ میں جب کہ موجودہ جنگ نے سونے کو اتنا گراں قیمت بنا رکھا ہے کسی کی یہ ہمت نہیں ہوتی کہ سونے کے زیورات بنوا کر استعمال کرے۔ امریکن "سائنٹفک گولڈ" ہی ایسا سونا ہے جس کی شہرت نے تمام ہندوستان میں آواز بلند کر رکھی ہے اور آج آپ کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ اس گولڈ کی بنی ہوئی چوڑیاں گھر گھر پہنی جا رہی ہیں۔ عورتیں ان چوڑیوں کی بہت شوقین ہیں۔ نہایت خوبصورت مختلف پھول وار ٹھپہ کا کام کیا گیا ہے۔ ہر کلائی پر ان کی چمک دمک غضب ڈہاتی ہے۔ پھر لطف یہ کہ برسوں استعمال کرنے پر بھی رنگ روپ میں فرق نہیں آتا۔ امریکن "سائنٹفک گولڈ" دنیا میں ڈنکہ کی چوٹ کے ساتھ صرف چوڑیوں کی شکل میں تبدیل کر کے دیا جا رہا ہے۔ سنار صراف اور بڑے بڑے پرکھنے والے پہنچان ہی نہیں سکے کہ یہ اصلی ہے یا نقلی۔

رسالہ مولوی کے ناظرین اور ناظرات سے ہمیں امید ہے کہ وہ "امریکن سائنٹفک گولڈ" کی بنی ہوئی چوڑیاں ضرور منگالیں گی۔ بیاہ شادی۔ تحفوں میں دینے۔ عام استعمال کرنے کے لئے عجیب وغریب تحفہ ہیں۔

آٹھ چوڑیوں کا ایک سیٹ کی قیمت تین روپے ہے جس کا وزن دو تولہ ہے۔ اگر تین سیٹ یکجا منگائیں گے تو ایک سیٹ بالکل مفت دیا جائے گا۔ اور محصول ڈاک بھی معاف ہوگا۔ ایک انگوٹھی بھی مفت دی جائے گی۔

آرڈر کے ساتھ کلائی کا ناپ ضرور بھیجیں

یہ اعلان آئندہ نہ شائع ہوگا۔ اس لئے جلد منگالیں۔ اگر چوڑیاں ناپسند ہوں گی تو قیمت واپس کی جائے گی۔ ایک سیٹ منگانے پر آٹھ آنہ محصول ڈاک لگے گا۔

منگانے کا پتہ:۔ گولڈ لک ٹریڈ ایجنسی۔ ایم۔ ڈی۔ دہلی

محبوب آپ کے قدموں پر

ایک عجیب ایجاد جو آج تک نہ دیکھی نہ سنی گئی۔ یہ ایک قسم کا روغن ہے جس کو اگر کوئی عورت سونگھ لے تو مست ہو جائے۔ کسی کو اپنا بنانا ہو تو اس خوشبو کو لگا کر اس کے پاس سے گذر جاؤ۔ وہ تمہارا ہو جائے گا تمہاری تلاش میں رات دن ایک کر دے گا۔ خوشبو میں یہی تاثیر رکھی گئی ہے کہ سنگدل سے سنگدل عورت جو اس خوشبو کو سونگھ لے بیچین ہو جائے اور بغیر پیاس بجھائے چین نہ پڑے۔ اس کو محبت کا جادو۔ تسخیر کا طلسم اور دام کرنے کا عطر کہا جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے۔

آلہ مانع احتلام

یہ آلہ ولایت کا بنا ہوا ہے۔ احتلام کا جن لوگوں کو مرض ہو ان کو چاہئے کہ وہ اس عجیب آلہ سے علاج کر لیں۔ چند دن میں ہمیشہ کے لئے احتلام کی شکایت دور ہو جائے گی۔ دوائیں اس آلہ کے سامنے بیکار ہو جاتی ہیں ہمارے پاس تھوڑی تعداد میں رہ گئے ہیں۔ جنگ کی وجہ سے آنے کی امید نہیں ہے۔ قیمت بھی زیادہ نہیں ہے اسی پہلی قیمت پر فروخت کیا جا رہا ہے۔ یعنی فی آلہ قیمت دو روپے (۲) محصول ڈاک آٹھ آنے (۸) علاوہ۔

ولایتی آلہ مانع حمل

یہ آلہ بوقت خاص کام دیتا ہے جو عورتیں کمزور ہوں اور حمل کو برداشت نہ کر سکتی ہوں یا جن کے بچے ہوتے ہوتے تندرستی خراب اور حسن جوانی برباد ہو چکی ہو یہ آلہ تندرستی کا پیغام دیتا ہے حمل سے روکتا ہے انکی خانگی زندگی سدھر جاتی ہے وہ اپنی موجودہ اولاد کی پرورش اچھی طرح سے کر سکتی ہیں۔ ترکیب استعمال بہت آسان کہ جب ضرورت ہو لگا کر کام لیں اور فارغ ہونے کے بعد یہ حفاظت رکھ لیں مدتوں کام دیتا ہے مضبوطی کی گارنٹی ساتھ دی جاتی ہے قیمت فی عدد دو روپے چار آنے۔ محصول ڈاک آٹھ آنے

منتھلی کورس بیلٹ

یہ پٹی عورتوں کے لئے ایجاد ہوئی ہے۔ کیونکہ ان کو ہر ماہ چار پانچ روز ضرور گندہ رہنا پڑتا ہے۔ اس پٹی کے ذریعہ تمام خون آلودہ روئی وغیرہ قابو میں رہتی ہے چلنے پھرنے اور کام کاج کرنے میں کسی قسم کا حرج واقع نہیں ہوتا۔ قیمت فی عدد ڈیڑھ روپیہ (عہ/۱) ڈاک خرچ علاوہ۔

سائنس کے آلہ کا کمال

اس آلہ کو ایجاد کرنے والا ایک یورپین سائنسدان ہے چند سکنڈ میں وہ طاقت حاصل ہوتی ہے جن کے لئے ہزاروں بدنصیب لوگوں کی راتیں حرام ہوئی پڑی ہیں کسی دوائی کی ضرورت نہیں نامرد سے نامرد بھی کیوں نہ ہو اس کے استعمال سے جوانمرد بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بن جائیں گے اور زندگی بھر کبھی شرمسار نہ ہوں گے۔ طاقت کا ایک عظیم اور کبھی ختم نہ ہونے والا خزانہ ہاتھ آ جائے گا۔ یورپ میں اس کی مہربانی سے ہزاروں در ماندہ انسان جن کی منگول بربادی پھر چکا تھا اپنی کھوئی ہوئی طاقت اور جوانی کو پھر حاصل کر کے زندگی کا لطف اٹھا رہے ہیں، اگر آپ بچپن کی غلط کاریوں، جوانی کی زیادتیوں یا عضو خاص کے کمزور ڈھیلا۔ پتلا اور ٹیڑھا ہو جانے کی وجہ سے خالی ہاتھ ہو گئے ہوں تو آپ کو چاہئے کہ اس آلہ سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہونچائیں قیمت پندرہ روپے محصول ڈاک ایک روپیہ تین آنے۔ یہ آلہ بالکل اصلی ہے اس کی قیمت پہلے پچاس روپے تھی۔
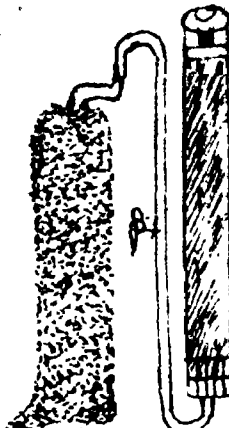
آلہ تسخیر محبوب

یہ ربڑ کا آلہ عجیب و غریب خواص رکھتا ہے بیحد ملذذ اور ممسک ہے۔ محبوب کو تسخیر کرنے اور بیوی کو غلام بنانے کیلئے اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہو سکتا۔ فرط لذت سے عورت مدہوش ہونے لگتی ہے، امساک کی فراوانی سے طرفین آفرین کے نعرے بلند کرنے لگتے ہیں ولایت میں اس آلہ کو عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ قیمت فی عدد تین روپے (ایک آلہ مدت تک کام دیتا ہے) ڈاک خرچ علاوہ

زنانہ ورزشی جانگیا

بہت خوبصورت بنے ہوئے عورتوں کے جسم پر بالکل فٹ آتے ہیں ورزش کرنے اور غسل کرنے کے وقت استعمال کئے جاتے ہیں۔ جاپان نے خاص طور پر اس نرم و نازک جانگیا کو بنا کر بھیجا ہے بڑی ضروری چیز ہے اور یہ ماہواری کے دنوں میں بھی بڑا کام دیتا ہے۔ قیمت فی عدد ڈیڑھ روپیہ۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ۔

ملنے کا پتہ:- **گڈلک ٹریڈ ایجنسی بازار کالا محل ۲ دھلی**

گولڈن گولڈ کے بہترین زیورات تیار ہوگئے

عید کی خوشی میں ہزاروں روپے کا سونا مفت

ہمارے کارخانہ میں گولڈن گولڈ کے زیورات تیار ہوگئے یہ وہ سونا ہے جس کی شہرت تمام ہندوستان میں پھیری ہے اور لاکھوں روپے کے زیورات اسی سونے کے تیار ہوکر عورتوں کے استعمال میں آنے لگے ہیں۔ اس سونے کی خوبی یہ ہے کہ رنگ میں روپ میں کسی پرکنے میں کوٹنے میں پگھلانے میں بالکل اصلی سونے کی خاصیت رکھتا ہے۔ سناروں کو آج تک تمیز نہیں ہوئی کہ یہ اصلی سونا ہے یا نقلی ہم نے اپنی شہرت کیلئے اس سونے کے زیورات بہت کم قیمت پر فروخت کرنے کا اعلان کر دیا ہے تاکہ ہر گھر میں گولڈن گولڈ کے زیورات استعمال ہونے لگیں اور جو لوگ اصلی سونے کے زیورات نہ خرید سکیں وہ اپنی ضرورت پوری کر لیں۔ اس سونے کے زیورات بیاہ شادی اور تحفوں میں دیے جاتے ہیں۔ اور اس وقت مندرجہ ذیل زیورات تیار ہوگئے ہیں۔ منگائیے اور برسوں استعمال کیجیے اور جب دل چاہے اصل داموں میں فروخت کر دیجیے۔

گولڈن گولڈ جھومر۔ نہایت خوبصورت حسن میں چار چاند لگانے والا قیمت پانچ روپے اس کے ساتھ ایک جوڑا گولڈن گولڈ چوڑیاں مفت)

گولڈن گولڈ دست بند۔ نہایت خوشنما ڈائمنڈ کٹ کام کے بنے ہوئے وزنی ۵ تولہ قیمت دس روپے اس کے ساتھ ایک جوڑا کانوں کے بندے مفت۔

گولڈن گولڈ ہاتھوں کی پہونچیاں۔ بہترین کاریگری سے بنائی ہوئی چمک دمک میں یکتا ٹھپے کی بنی ہوئی قیمت فی جوڑہ پانچ روپے اور ایک جوڑہ گولڈن گولڈ چوڑیاں مفت۔

گولڈن گولڈ گلے کا نکلس۔ اتنا خوبصورت کہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو جائے اور گلے میں جس وقت پڑا ہو طبیعت مچل جائے۔ کاریگر نے اس کے بنانے میں کمال دکھایا ہے قیمت ایک عدد دس روپے اس کے ساتھ ایک عدد انگوٹھی ڈائمنڈ کٹ یا بمبئی فیشن مفت۔

گولڈن گولڈ کانوں کے بندے۔ ڈائمنڈ کٹ فی جوڑ تین روپے جڑاؤ فی جوڑ چار روپے۔ بمبئی فیشن فی جوڑ ساڑھے تین روپے (۳/۸)

گولڈن گولڈ ہاتھوں کے کڑے۔ پھول دار قیمت فی جوڑ چار روپے آٹھ آنے سادے فی جوڑ چار روپے ایک انگوٹھی مفت۔

گولڈن گولڈ کرنپھول جھمکے۔ کانوں کی بہار اور حسن کا نکھار زینت کی جوڑی تین روپے آٹھ آنے ایک انگوٹھی مفت۔

گولڈن گولڈ کلائی کی گھڑی چوڑی ٹھپے کے کام کی فی جوڑ چار روپے ڈائمنڈ کٹ کام کی فی جوڑ چار روپے آٹھ آنے۔

گولڈن گولڈ کی چوڑیاں۔ اس پر بہترین پھول ڈالے گئے ہیں جو دیدہ زیب بے حد خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ قیمت فی جوڑ دو روپے (۲/۸)

گولڈن گولڈ۔ اگر کوئی صاحب زیورات نہ منگانا چاہیں اور صرف سونا ہی خریدنا چاہیں تو ان کو گولڈن گولڈ دو روپے تولہ کے حساب سے ملے گا۔ چاہیں سونا منگالیں یا اس کے بنے ہوئے زیورات محصول ڈاک ہر چیز پر آٹھ آنے لگتا ہے۔ پچاس روپے کے زیورات یا سونا منگانے پر ایک عدد بالکل اصلی سوئس میڈ سچا وقت دینے والی سنہری گھڑی بطور انعام دی جائے گی ان زیورات کے علاوہ ہر قسم کے زیور تیار ملتے ہیں۔ زیورات کی باتصویر فہرست تیار ہو رہی ہے

ملنے کا پتہ:- **بی۔ کے۔ برادرس اینڈ کمپنی (زیورات والے) فولاد خاں اسٹریٹ (ایم۔ ڈی) دہلی**

رنگین فوٹو مفت

اگر آپ تنہائی میں رہ کر دلچسپی کا سامان پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے ایک درجن نہایت خوبصورت چکنے آرٹ کارڈ پر چھپی ہوئی حسن و جمال کی تتلی چلی "تصویروں کا ایک سیٹ بارہ تصویروں کا جن کی اصل قیمت پانچ روپے ہوتی ہے ایک روپیہ میں منگالیں دیکھ کر طبیعت مچل جائے گی مردہ جذبات میں لہریں دوڑ جائیں گی ایک روپیہ میں مفت کے برابر ہے۔ محصول ڈاک کا خرچ آٹھ آنے علاوہ ہے۔ چند سیٹ باقی ہیں۔ پتہ:- **پکچر ہاؤس معرفت گڈ لک ایجنسی۔ دہلی**

طلسمی کاجل ہر مہ کے ذریعہ سے جس کو چاہو اپنا تابعدار بنالو

کچہری کے حاکم یا افسران کو۔ محبوب کو۔ مرد عورت اور بچہ کو غرض جس کو چاہو طلسمی کاجل کے ذریعہ اپنا تابعدار بنا سکتے ہو کیسا ہی مغرور اور سخت انسان کیوں نہ ہو اس کاجل کو لگا کر اس کے سامنے جانے سے وہ آپ کا تابعدار ہوگا اور آپ کی مرضی کے مطابق کام کرنا اپنا فرض سمجھے گا

مقدمہ والے اور محبوب کو اپنا بنانے والے ہزارہا اشخاص اس سے کامیابی حاصل کر رہے ہیں ہدیہ ایک روپیہ چار آنے (۱/۴) محصول ڈاک آٹھ آنے (۸/)

نقش ملہ۔ یہ نقش ترقی روزگار کاروبار و معاش اور ہر قسم کی ترقی کے لئے عجیب و غریب ہے۔ اس کی برکت سے رزق روزگار میں اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی قدرت کا کرشمہ نظر آتا ہے۔ ہدیہ معہ محصول ڈاک گیارہ آنے کے ٹکٹ بھیج کر طلب کیجیے۔

سید اکبر شاہ عامل پوسٹ حلقہ نمبر ۳ دہلی

نوٹ:- جواب طلب خطوط کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے پتہ۔

کا عہد واپس ہے۔ مسلمانوں کو اپنی طرف سے اقدام کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ مدافعانہ کارروائی کرنے کا حکم دیتا ہے یعنی جیسا معاملہ کفار تم سے کریں ویسا ہی تم اُن سے کرو۔ وہ پابندیٔ عہد کریں تو تم بھی پابندی کرو۔ وہ خلاف ورزی کریں تم بھی ایسا ہی کرو۔ مگر پہلے اطلاعاً فسخ کردو تاکہ کفار دھوکہ میں نہ رہیں۔ وغیرہ۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوٓا أَيْمَانَهُمْ

تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں

وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم

اور رسول کو نکال دینے کا ارادہ کیا اور انہوں نے ہی

بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ

پہلی مرتبہ تم سے چھیڑ شروع کی کیا تم اُن سے ڈرتے ہو

فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم

اگر تم ایماندار ہو تو (سمجھ لو کہ) اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم

مُّؤْمِنِينَ ○ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ

اُس سے ڈرو تم اُن سے لڑو تمہارے ہاتھوں سے

اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ

اللہ اُن کو سزا دے گا رسوا کرے گا اور تم کو اُن پر فتحیاب

عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ

کرے گا اور مسلمانوں کے دل ٹھنڈے کرے گا

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ

اور اُن کے دلوں کی جلن دور کرے گا اور جس شخص پر چاہتا ہے

اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

اللہ مہربانی فرماتا ہے اور اللہ دانا

حَكِيمٌ ○

و باحکمت ہے

تفسیر

جو لوگ کہتے ہیں کہ کل سورۂ براءت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی اُن کے نزدیک ان آیات میں جن لوگوں سے لڑنے کی ترغیب دی گئی ہے اُن سے مراد خاندان قریظہ کے یہودی ہیں جنہوں نے آپس میں اسکیمیں بنائی تھیں کہ رسول اللہؐ کو مدینہ سے نکال دینا چاہیے بلکہ بعض نے تو فریب سے قتل کر دینے کا ارادہ بھی کیا تھا مگر خدا نے اُن کا فریب کھول دیا۔ ارادۂ قتل کی تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے اس کے علاوہ متعدد مرتبہ عہد شکنی بھی کر چکے تھے۔ ایک مرتبہ معاہدہ کیا اور معاہدہ کے خلاف مشرکین کو امداد دینے کا وعدہ کیا پھر عذر معذرت کر کے وعدہ کیا اور وعدہ شکنی کر کے جنگ احزاب میں مشرکوں کو مدد دی۔ بالآخر خدا تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں

لیکن اکثر محققین کے نزدیک آیات میں قریش کی بد عہدی کی طرف اشارہ ہے جب ہجرت کے چھٹے سال رسول اللہؐ نے عمرہ کرنے کے لئے مکہ کا قصد کیا اور تقریباً سو آدمیوں کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئے اور مکہ سے تو میل ورے بمقام حدیبیہ پہنچے تو کفار مکہ نے روک دیا اور مارنے مرنے کو تیار ہو گئے۔ حضور جنگ کے خواستگار نہ تھے بالآخر صلح ہو گئی معاہدہ قرار پایا عہدنامہ لکھا گیا جس کے چند دفعات یہ تھے مسلمان اس سال بغیر عمرہ کئے چلے جائیں۔ آئندہ سال آکر عمرہ کریں لیکن تین روز سے زائد مکہ میں نہ ٹھہریں۔ برہنہ ہتھیار لیکر مکہ میں داخل ہوں۔ ہمارے اور ہمارے حلیفوں کے خلاف کوئی کارروائی دس سال تک نہ کریں۔ ہم بھی مسلمانوں پر چڑھائی نہ کرینگے اور نہ اُن قوموں کو ستائینگے جن کا معاہدہ مسلمانوں سے ہوگا۔ غرض حضور واپس تشریف لے آئے۔ کچھ ہی مدت کے بعد قریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی جسکی صورت یہ ہوئی کہ اطراف مکہ میں بکر بن وائل کا خاندان آباد تھا اس خاندان کا قریش سے عہد و پیمان تھا گویا قبائل بکر قریش کے حلیف تھے انہی کے قریب قبیلۂ خزاعہ بھی رہتا تھا۔ قبیلۂ خزاعہ کا عہد و پیمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا گویا یہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔ ایک تو خزاعہ نے عبدالمطلب جد رسول اللہؐ سے معاہدہ کیا تھا جسکو رسول پاکؐ نے قائم و برقرار رکھا تھا۔ دوسرے خود حضورؐ سے بھی اُن کا قول قرار ہو گیا تھا اور ہر دو فریق نے مصیبت کے وقت ایک دوسرے کی شرکت کا وعدہ کر لیا تھا۔ قبیلۂ بکر اور قبیلۂ خزاعہ میں دیرینہ عداوت بھی ایک بار قبیلۂ بکر کا ایک آدمی دف بجا بجا کر رسول پاکؐ کو کچھ بُرا کہہ رہا تھا۔ خزاعہ کے ایک شخص نے اُسکو منع کیا اُس نے نہ مانا۔ خزاعی نے اُس کا دف توڑ ڈالا۔ اُس نے اپنی قوم سے فریاد کی دونوں قبیلوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ قبیلۂ بکر نے قریش سے مدد طلب کی۔ قریش کا اگرچہ مسلمانوں سے معاہدہ ہو چکا تھا لیکن اس معاہدہ

کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ سرداران قریش نے بھیس بدل کر قبیلۂ بکر کے شریک ہوکر قبیلۂ خزاعہ پر شبخون مارا اس پر خزاعہ کا سردار عمرو بن سالم مدینہ پہنچا اور دربار رسالت میں حاضر ہوکر منظوم فریاد پیش کی حضور کو شدید تکلیف ہوئی اور آپ نے قریش پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن قریش کی طرف سے مسلمانوں کو اندیشہ تھا اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں جن میں چند باتیں ظاہر فرمائیں کہ کافروں نے سب سے پہلے عہد شکنی کی - دار الندوہ میں مشورہ کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر بدر ہونے پر مجبور کیا سب سے اول جھگڑا انہی کی طرف سے ہوا تمہارے ہاتھوں اللہ ان کو ذلیل کرے گا اور تم کو غالب کریگا کوئی صورت خلاف ارادہ ایسی پیش آئے گی جس سے تمہارے دل ٹھنڈے ہوں - اُن میں سے وہ لوگ مسلمان ہو جائینگے جن کا مسلمان ہونا خدا کو منظور ہوگا گویا مسلمانوں کو جنگ کی ترغیب دینے کے لئے تین گذشتہ اسباب جنگ ظاہر کئے اور تین باتوں کا آئندہ کے لئے وعدہ کیا سو چنانچہ ایسا ہی ہوا - ہجرت کے آٹھویں سال حضور نے مکہ پر لشکر کشی کی کفار پر رعب چھا گیا - ابو سفیان نے حاضر ہوکر اہل مکہ کے لئے تجدید معاہدہ کرنا چاہا مگر حضور نے انکار کر دیا اور بالآخر نہایت شان شوکت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے سب لوگ عاجزانہ طور پر حاضر ہوئے - حضور نے سرداران مشرکین کی درخواست پر اُن کو امان دی لیکن ایک گروہ لڑائی پر اڑ گیا اور مارا گیا پھر حضور نے خالد بن ولید کے پاس قاصد بھیجا کہ اب کسی کو قتل نہ کرو حکم سننے میں قاصد کو کچھ غلطی ہوئی - اُس نے جا کر ایسے مشتبہ الفاظ کہے جن سے صراحۃً قتل سے دست کشی کا مفہوم نہ نکلتا تھا کچھ دیر بعد کو بھی قتال جاری رہا اور اس طرح بلا ارادہ اہل اسلام اور قبیلۂ خزاعہ والوں کے دل ٹھنڈے ہوئے - اس کے بعد اہل مکہ میں سے بعض حضرات مسلمان بھی ہوگئے - مثلاً ابو سفیان، معاویہ، عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اور خدا تعالیٰ کی تینوں پیشین گوئیاں پوری ہوئیں - اس توضیح پر ان آیات کا نزول فتح مکہ سے پہلے مانا جائیگا اکثر مفسرین کے نزدیک صحیح بھی یہی ہے -

حاصل ارشاد یہ ہے کہ مسلمانو! تم ایسی قوم سے جہاد کیوں نہیں کرتے جس نے اپنے پختہ معاہدوں کو توڑا یعنی قبیلۂ خزاعہ پر شبخون مارا اور رسول اللہ کو شہر سے نکال دینے کا ارادہ کیا یعنی قتل کا ارادہ کیا جس سے بچنے کے لئے رسول اللہ نے وطن کو چھوڑا - اور انہوں نے ہی سب سے پہلے چھیڑ کی یعنی بلا قصور تم کو ایذا پہنچانے مار پیٹ کہنے اور طرح طرح سے تکلیفیں دینے کی ابتدا انہی کی طرف سے ہوئی لہذا تم کو اس ظلم و فساد کی بیخ کنی کرنے اور ان سے لڑ کر عدل و انصاف پھیلانے میں کونسی بات مانع ہے - کیا تم کو ان سے ڈر لگتا ہے یعنی کیا تم کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اُن کی طاقت زبردست ہے ہم کو اُن کے مقابلہ میں کامیابی نہ ہوگی حالانکہ تم کو خوف تو بس خدا سے چاہئے یعنی اُسی کی طاقت سب سے بڑی ہے ان کی طاقت خدا کی طاقت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں - لہذا اگر تمہارا ایمان پختہ ہے تو تم اُن سے ہرگز نہ ڈرو بلکہ اُن سے لڑو اللہ وعدہ کرتا ہے کہ تمہارے ہاتھوں سے اُن کو برباد کرائیگا اُن کو رسوا کریگا تم کو اُن پر فتحیاب کرے گا اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کریگا پھر اُس کی ازلی مشیت میں جسکی قسمت میں ایمان و اسلام لکھا ہوگا اُس کو مسلمان ہونے کی توفیق دیگا اور اُس کی توبہ قبول کرے گا وہی اپنے اسرار و مصالح کو خوب جانتا ہے -

مقصود بیان: - مسلمانوں کو فتح کی ترغیب - اس امر کی صراحت کہ اگر تم قریش پر چڑھائی کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے اقدام نہ ہوگا بلکہ اپنے تحفظ و بقا کے لئے مدافعانہ کارروائی ہوگی کیونکہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی ابتدا قریش ہی کی طرف سے ہوئی شروع سے یہ تکلیفیں دیتے چلے آئے ہیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے شہر بدر کیا مسلمانوں کو انہوں نے ایذا دی پھر اسی پر بس نہ کیا بلکہ اب معاہدہ کے بعد خود ہی چھیڑ کی - آیات میں تین پیشین گوئیاں ہیں مسلمانوں کو فتحیاب کرنے کی اُن کے دل ٹھنڈا کرنے کی اہل مکہ میں سے بعض لوگوں کے مسلمان ہونے کی وغیرہ - آیات سے ضمنی طور پر مستنبط ہوتا ہے کہ اگر کفار کی طرف سے شکست معاہدہ ہو تو مسلمانوں کو بھی معاہدہ کی پابندی نہ کرنی چاہئے اور کفار کی طرف بڑھنا چاہئے -

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم یونہی چھوٹ جاؤگے حالانکہ اللہ نے تم میں

اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا

سے ابھی تک اُن لوگوں کو ممتاز نہیں کیا جو جہاد کرتے ہیں اور اللہ

مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ

اللہ کے رسول اور مسلمانوں کو چھوڑ کر اوروں کو دوست نہیں

وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾

بناتے ہیں اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ کو اُس کی سب خبر ہے

تفسیر اوپر آیات میں قتال وجہاد کا حکم دیا گیا تھا اور کافروں کی طرف سے اسباب قتال کی ابتدا ظاہر کرنے کے بعد حکمت قتال یہ بیان کی گئی کہ اللہ کافروں کو ذلیل رسوا اور مغلوب کرنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرنا مقصود ہے اسلئے تمہارے ہاتھ سے اُن کو تباہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اس سے شبہ ہو سکتا تھا کہ کافروں کی ذلت رسوائی اور تباہی تو بغیر جہاد کے بھی ممکن تھی خدا تعالیٰ کچھ غیبی اسباب پیدا کر دیتا یا کافروں میں باہم جنگ وجدال کا سلسلہ قائم کر دیتا اور وہ خود ایک دوسرے کو تباہ کر دیتے۔ مسلمانوں کو کشمکش میں ڈالنے اور مصائب جہاد میں مبتلا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس شبہ کو دفع کرنے کے لئے فرماتا ہے کہ قتال سے مقصود فقط ذلت کفار ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی آزمائش بھی مقصود ہے اور اہل ایمان کا اہل نفاق سے امتیاز غرض ہے خواہ مخواہ یونہی بغیر امتحان و امتیاز کے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ابھی تک مخفی طور پر یہ ظاہر نہیں ہوا کہ مدعیان اسلام میں سے کون ہیں وہ لوگ جنہوں نے راہ خدا میں جہاد کیا اور خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کی ہو اور گروہ اسلام کو قوت پیدا کی ہو لہذا یہ ایک کسوٹی ہے تم ضرور اس پر کسے جاؤ گے جو اس پر کھرا نکلا وہی حقیقی ایماندار ہے ورنہ منافق ہے۔

مقصود بیان: جہاد کا حکم محض اس لیے نہیں ہوا کہ کافر ذلیل و رسوا ہو جائیں بلکہ اس سے مقصود اہل اسلام کی آزمائش اور مؤمن و منافق کا امتیاز بھی ہے۔ جہاد سے پہلے اگرچہ خدا کو ہر ایک کی حالت معلوم تھی مگر عام طور پر نفاق و ایمان کا اظہار نہ ہوا تھا اسلئے جہاد کا وجوب ہوا۔ جو جہاد میں ثابت قدم رہے اور دل سے شریک قتال ہوئے وہ پکے مؤمن ہیں اور جنہوں نے مصائب جہاد برداشت کرنے سے گریز کیا وہ منافق ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف کافروں سے دوستی کرنا۔ اہم

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ
مشرکوں کا کام نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں

شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ
اور اپنے اوپر کفر کی گواہی بھی دیتے جائیں انہی لوگوں کے اعمال اکارت

أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۝ إِنَّمَا يَعْمُرُ
ہو گئے اور یہی دوزخ میں ہمیشہ رہینگے اللہ کی مسجدیں تو صرف وہی

مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ
آباد کرتا ہے جو اللہ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو نماز باقاعدہ

الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ
پڑھتا ہو زکوٰۃ دیتا ہو اور سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرتا ہو توقع ہے کہ

أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ
یہی لوگ کامیاب ہوں گے کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
اور مسجد حرام کے آباد کرنے (والے) کو اس شخص کی طرح قرار دیا ہے جو اللہ اور روز آخرت

وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ
پر ایمان رکھتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہے خدا کے نزدیک

عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
یہ برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت

الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا
نہیں کرتا جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑا۔

وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ
اور جان و مال سے راہ خدا میں جہاد کیا

وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ
خدا کے نزدیک اُن کا مرتبہ بہت بڑا ہے

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ
اور وہی مراد پانے والے ہیں اُن کا رب اُن کو

رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ
اپنی رحمت و خوشنودی کی اور اُن گھنے باغوں

لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا
میں داخل ہونے کی خوشخبری دیتا ہے جن میں دائمی آرام ہوگا وہ ہمیشہ ان کے اندر

أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝
رہیں گے بلاشبہ اللہ کے ہاں بڑا ثواب ہے

تفسیر

ان آیات کے سبب نزول میں مختلف قصے وارد ہیں مثلاً حضرت عباسؓ جنگ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تو انہوں نے مشرکین کے فضائل شمار کرنا شروع کئے اور کہنے لگے ہم لوگ حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہیں ہم بھی نیکی کرنے میں مومنوں سے کم نہیں۔

ابن جریر نے بروایت محمد بن کعب قرظی بیان کیا ہے کہ ایک بار تین آدمی ایک جگہ جمع ہوئے۔ عثمان بن طلحہؓ، عباسؓ اور حضرت علیؓ۔ عثمانؓ نے کہا مجھے یہ فضیلت حاصل ہے کہ کعبہ کی کنجی میرے پاس ہے۔ میں چاہوں تو کعبہ کے اندر سو بھی سکتا ہوں۔ عباسؓ نے کہا میں زمزم کا پانی حاجیوں کو پلاتا ہوں مجھے بھی کعبہ کے اندر سونے کا استحقاق ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نہیں سمجھا کہ تم لوگ کیا کہتے ہو؟ میں نے لوگوں سے چند مہینے پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور میں صاحب جہاد بھی ہوں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ سدی کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ رواہ عبد الرزاق باسنادہ عن الحسن۔

نعمان بن بشیر انصاریؓ فرماتے ہیں میں چند صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں ممبر اقدس کے پاس بیٹھا ہوا تھا (صحابہ میں باہم گفتگو ہونے لگی کہ ایمان کے بعد سب سے افضل عمل کونسا ہے؟) ایک نے کہا مسلمان ہونے کے بعد اگر میں حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ کوئی عمل نہ کروں تو مجھے پرواہ نہیں یعنی ایمان کے بعد سب سے بہتر عمل حاجیوں کو پانی پلانا ہے۔ دوسرے نے کہا نہیں بلکہ مسجد حرام کی تعمیر سب سے افضل عمل ہے۔ تیسرے نے کہا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اس سے بھی بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان سب کو جھڑک دیا اور فرمایا رسول اللہؐ کے ممبر کے پاس شور مت مچاؤ۔ میں جمعہ پڑھ کر حضور گرامیؐ کی خدمت میں حاضر ہونگا اور حضورؐ سے اس کے متعلق دریافت کرونگا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ تا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ آیات نازل فرمائیں۔

قال ابن کثیر و قد رواہ مسلم و ابو داؤد و ابن جریر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابن حبان وغیرہم۔

خلاصہ یہ نکلا کہ ایام حج میں مکہ کے مشرک حاجیوں کو پانی پلایا کرتے تھے اور خانہ کعبہ کے متولی بھی تھے اور اُن کو اپنی ان نیکیوں پر اسلامی فضائل کے مقابلہ میں فخر تھا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں میں بعض اوقات اختلاف ہوا تھا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے مندرجۂ بالا آیات نازل فرمائیں۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ مساجد الٰہی کی تعمیر کرنا مشرکوں کا کام نہیں۔ کیونکہ اُن کی جڑ ہی صحیح نہیں پھر عمدہ شاخیں اور اچھے پھل کیسے پیدا ہو سکتے ہیں وہ کفر کے مقر اور شرک کے مرتکب ہیں اور مساجد کی تعمیر (خواہ اس صورت سے ہو کہ اُن کی عمارت بنائی جائے خواہ اُن کی آرائش کی جائے اُن کو روشن صاف اور خوبصورت رکھا جائے) خلوص اور ایمان پر مبنی ہے اور کافروں میں ایمان کی بو بھی نہیں اس لئے ان کی سابقہ نیکیوں کو ان کے کفر نے برباد کر دیا اور ان کے اچھے کام کالعدم ہو گئے اور یہی وجہ ہے کہ یہ ہمیشہ جہنم میں رہینگے۔ مساجد کی تعمیر اور اُن کو پُر رونق رکھنا تو صرف اُنہی لوگوں کا کام ہے جن کے عقائد اور اعمال درست ہوں اور دینی امور میں اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں۔ یہ نیکیاں اُن کو سعادت کا راستہ بتانے والی ہیں اور یقینی امید ہے کہ ایسے ہی لوگ سیدھے راستہ پر ہیں۔ کیا کافروں کا حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو بنانا اُن لوگوں کے فعل کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کو اور روزِ آخرت کو مانتے اور راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ کیا یہ دونوں گروہ برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں جو لوگ اللہ کو مانتے ہیں راہ حق میں انہوں نے ترک وطن کیا ہے اور مولا کے راستہ میں جان مال سے لگے ہوئے ہیں اُن کا درجہ کہیں بڑا ہے بس یہی کامیاب و بامراد ہیں انہی کو اللہ اپنی رحمت و خوشنودی کی بشارت دیتا ہے اور انہی کو دوامی جنت ملے گی۔

تحلیل اجزاء

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ میں تعمیر سے مراد بطور عموم مجاز کے حقیقی عمارت بنانا اور مسجد کو پُر رونق رکھنا بہر طور اُس کو آباد کرنا ہے۔ بیضاوی نے بیان کیا ہے کہ فرش سے مسجد کو آراستہ رکھنا، چراغ روشن کرنا ہمیشہ اُس میں یاد الٰہی کرنا علم شریعت پڑھنا پڑھانا اور ہر قسم کی دنیوی باتوں سے اُس کو خالی رکھنا سب کچھ تعمیر مسجد کی شاخیں ہیں اور آیت سب کو حاوی ہے۔

لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ میں اختیاری خوف کی نفی ہے اور دینی امور میں نہ ڈرنے کی تبلیغ ہے۔ رہا اضطراری خوف مثلاً شیر سے ڈرنا وغیرہ اس حکم کی ممانعت نہیں ہے۔

عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا میں ابن عباسؓ کے نزدیک لفظ عسٰی بمعنے تحقیق ہے یعنی اُن لوگوں کا ہدایت یافتہ ہونا یقینی اور قطعی ہے۔ میرے نزدیک عسٰی کے لفظ کو استعمال کرنے میں ایک خاص نکتہ ہے۔ اس میں درحقیقت مشرکوں کی طمع کو روکنا اور اُن کو ملامت کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ صحیح عقائد رکھتے ہیں شرک اور کفر سے اُن کے خیالات پاک ہیں اور اعمال بھی اُن کے درست ہیں نماز پڑھتے زکوٰۃ دیتے اور راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اُن کا حال تو نجاتِ آخرت کے متعلق امید کی حد سے آگے نہیں بڑھا پھر تم باوجود مشرک بد اعمال ہونے کے کس برتے پر اپنے کو نجات یافتہ اور ہدایت یاب سمجھتے ہو۔ عسٰی کا لفظ استعمال کرنے سے مسلمانوں کو بھی تنبیہ کر دی کہ کبھی اپنے اعمال پر غرہ نہ کرنا۔ اللہ کی عظمت و جلال

کے مقابلہ میں مخلوق کو اپنے پندار و کردار پر غرور کرنا زیبا نہیں بلکہ ہمیشہ اپنی عاجزی اور فروتنی کو پیش نظر رکھ کر سربسجود رہنا ہی مناسب ہے۔ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً الخ۔ چار امور اصلاح انسانی کے بنیادی پتھر ہیں۔ عقائد کی درستگی۔ بدنی فرائض کی ادائیگی۔ مالی حقوق کی ادائیگی اور چوتھے درجہ پر بدنی اور مالی ہر دو قسم کی قربانی۔ اول کی طرف خدا تعالیٰ نے مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ سے اشارہ فرمایا۔ دوسرے نمبر کی طرف نماز پڑھنے سے اشارہ کیا تیسرے نمبر کی طرف زکوٰۃ دینے سے۔ چوتھے نمبر کی طرف ہجرت و جہاد کرنے سے۔ حاصل یہ نکلا کہ مسلمان کا عقیدہ بھی درست ہوتا ہے صرف بدنی فرائض بھی ادا کرتا صرف مالی حقوق بھی دیتا ہے اور اُن فرائض کی تکمیل سے بھی پیچھے نہیں ہٹتا جن کو ادا کرنے میں مالی اور بدنی قربانی کرنی پڑتی ہے پھر اس کا کافر سے مقابلہ ہی کیا اسکو اللہ کے ہاں جو اجر و مرتبہ حاصل ہوگا وہ کافر کو کسی طرح نہیں ہو سکتا واللہ کی رحمت اسی کے شامل حال ہو سکتی ہے اللہ کی خوشنودی اسی کو حاصل ہو سکتی ہے۔ یہی فوزِ عظیم کا مالک ہے اور یہی اجر جلیل کا مستحق ہے۔

مقصود بیان:۔ خواہ مخواہ فخر کرنے کی در پردہ ممانعت۔ مساجد کو تعمیر کرنے اُن کو آراستہ رکھنے اور ہر وقت اُن کو بھرپور رکھنے کی طرف ایماء۔ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانے کی ترغیب بدنی اور مالی فرائض کو ادا کرنے کی ترغیب آمیز ہدایت۔ ہجرت اور جہاد پر برانگیختگی۔ اس امر کی صراحت کہ حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اگرچہ اچھا کام ہے مگر کافر کی کوئی نیکی مقبول نہیں اس کا کفر سب نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے۔ اُس کی نیکیاں اُسکو سعادت ابدی کا راستہ نہیں بتا سکتیں۔ کافروں کو کبھی فوز اور نجات حاصل نہ ہوگی۔ مسلمانوں سے قیامت کے دن خدا ناخوش نہ ہوگا۔ جنت ابدی چیز ہے۔ کبھی اہل جنت کو جنت سے نہیں نکالا جائیگا وغیرہ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ

مسلمانو! اپنے باپ بھائیوں کو

وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو

عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ

عزیز سمجھیں تم میں سے جو لوگ اُن کی رفاقت کریں گے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ

وہی ظالم ہوں گے (اے محمدؐ) کہہ دو اگر

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ

تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی تمہاری بیبیاں

وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا

تمہاری برادری تمہارا کمایا ہوا مال

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ

اور وہ تجارت جس کے کساد کا تم اندیشہ کرتے ہو اور وہ مکانات

تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

جن کو تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا

اُس کے رسول اور راہِ خدا میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوں تو حکم خدا

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

آنے تک منتظر رہو اور اللہ نافرمان لوگوں کو

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ع

ہدایت نہیں کرتا

تفسیر ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب مؤمنوں کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو بعض لوگوں کے بال بچے رونے چلانے اور اپنے سرپرستوں سے پٹنے اور کہنے لگے کہ ہم کو کیوں برباد کرتے ہو ہماری زندگی کا کیا سہارا ہے۔ اس پر وہ لوگ سست پڑ گئے اور کہنے لگے ہم مجبور ہیں ہجرت کرتے ہیں تو اپنے والدین بیوی بچے اور تمام اعزا اقارب سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے تجارت تباہ ہوتی ہے اور ہم برباد ہوتے ہیں اس لئے وطن چھوڑنا ہمارے لئے ناممکن ہے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ مقاتل کہتے ہیں کہ نو آدمی مرتد ہو کر کفار مکہ سے جا ملے تھے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اُن کے عزیز و اقارب کو اُن سے موالات کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اسباب نزول جزئی اور اعتبار عموم لفظ کا ہے۔ بات صرف یہ تھی کہ جب جہاد کا حکم ہوا تو

مسلمانوں کو بعض اوقات اپنے ماں باپ اولاد اور عزیزوں سے لڑنا پڑتا تھا جس سے باقتضائے بشری دل ہچکچاتا تھا۔ نیز ہجرت کا عمومی حکم تھا تو اس سے بھی عزیزوں اور بھائی بندوں کو چھوڑنا پڑتا تھا اور تجارت تباہ ہوتی تھی۔ ان حالات کے پیش نظر آیات مذکورہ میں تنبیہ کی گئی۔

ماحصل ارشاد یہ ہے کہ مسلمانو! اگر تمہارے باپ بھائی کفر کو پسند کریں تو تم اُن سے دوستی قائم نہ رکھو ورنہ حقانیت سے ہٹ جاؤ گے۔ اسلام کے مقابلہ میں کفر کو پسند کرنا بڑی بے جا بات ہوگی **اگر تم کو تمہارے اقارب، مال اور تجارت (جس کی تباہی کا تم کو اندیشہ ہے)** اور مکانات اللہ سے اُس کے رسول سے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو ہجرت مت کرو اور دیکھو پھر خدا کیا کرتا ہے یعنی کچھ تمہاری ہجرت اور جہاد پر ہی موقوف نہیں ہے وہ ویسے بھی اپنے دین کو غالب کر دیگا اور تم دیکھ لو گے کہ مکہ فتح ہو جائیگا اور تمام کفار مغلوب ہو جائینگے اور مسلمان فتح یاب اور مالدار ہونگے اور پھر تم حسرت کرو گے اور اپنی نافرمانی پر پچھتاؤ گے مگر بے سود ہوگا۔ جنہوں نے نافرمانی کی دل میں ٹھان لی ہو اللہ اُن کو ہدایت نہیں کرتا۔

تحلیل اجزاء وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ قرآن پاک میں مختلف مقامات میں کافروں کی موالات سے منع فرمایا ہے خواہ باپ بھائی ہوں لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ معاملات میں بھی موالات منع ہے اور ماں باپ کو نان نفقہ بھی نہ دیا جائے۔ یہ بات آیت سے مستفاد نہیں ہوتی۔ مقصود صرف یہ ہے کہ مسلمان کا دل کافر سے ملا ہوا نہ ہو اور وہ کافروں کی طرفداری میں کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے اسلام اور مسلمانوں کا نقصان ہو۔ حضرت ابو عبیدہؓ کے والد جراح نے جب ابو عبیدہ کے سامنے بتوں کی بہت زیادہ تعریف کی اور بیٹے کو بت پرستی کی طرف مائل کرنا چاہا تو ابو عبیدہ نے اُن کی تردید کی اور کوشش کی کہ کسی طرح وہ اُن کو اسلام سے نہ روکے مگر اُس نے نہ مانا تو ابو عبیدہؓ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور اس طور عدم موالات کا اظہار کیا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ الخ۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول اور اعانتِ اسلام کی محبت مسلمان کے دل میں انتہائی درجہ پر ہونی چاہئے۔ دنیا کا کوئی تعلق خواہ وہ فطری ہو یا غیر فطری مسلمان کو اللہ رسول اور اسلام کی محبت سے نہ روک سکے۔ لیکن اس محبت سے مراد اختیاری محبت ہے اضطراری محبت پر انسان مکلف نہیں ہے امام احمد نے بروایت عبداللہ بن ہشام بیان کیا ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے ہم لوگ بھی حاضر تھے۔ عمرؓ نے عرض کیا خدا کی قسم یا رسول اللہ سوائے اپنی جان کے آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہ ہوگا جب تک اُس کو میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہو۔ عمرؓ نے عرض کیا خدا کی قسم یا رسول اللہ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں عمر اب تم پورے مؤمن ہوئے (رواہ البخاری) صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا قسم ہے اُس خدا کی جس کے دست تصرف میں میری جان ہے تم میں سے کوئی مؤمن نہ ہوگا جب تک کہ میں اُس کو اُس کے والدین اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ میں بعض مفسرین کے نزدیک امر سے عذاب مراد اور جو لوگ مال و اقارب کی محبت میں پھنسکر ہجرت کرنے سے باز رہے تھے اُن کو (دنیوی یا اخروی) عذاب کی وعید ہے۔ لیکن بعض اہل تفسیر قائل ہیں کہ ان آیات کا نزول فتح مکہ سے قبل ہوا اور امر سے مراد فتح مکہ ہے اور اللہ ظاہر فرماتا ہے کہ تم یونہی منتظر ہو اللہ خود تمہاری امداد و ہجرت کے بعد مسلمانوں کو مکہ پر غالب کر دے گا۔

مقصود بیان: ۔ کفار سے موالات کرنے کی ممانعت اور کافروں سے اندرونی تعلقات رکھنے کی بازداشت۔ اللہ اور اُس کے رسول اور فریضۂ اسلامی کی ادائیگی کی محبت کو تمام دنیا اور دنیوی تعلقات پر ترجیح دینے کی ہدایت۔ اس امر کی صراحت کہ جن لوگوں کو اللہ اور رسول کی محبت سے زیادہ اپنے والدین اولاد خاندان اور رشتہ داروں کی محبت ہو وہ نافرمان اور ظالم ہیں۔ ضمنی طور پر جہاد و ہجرت کی تبلیغ اور اس بات کی طرف اشارہ کہ عنقریب مسلمان غالب آئینگے۔ وغیرہ۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ
بلاشبہ بہت سے موقعوں پر اللہ تمہاری مدد کر چکا ہے

وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
خصوصاً حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تھا

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْــًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
لیکن وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور باوجود فراخ ہونے کے

الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ
زمین تم پر تنگ ہو گئی اور پیٹھ پھیر کر تم بھاگ اٹھے

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ
بالآخر اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں پر

وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ

اپنی طرف سے سکون خاطر نازل کیا اور فوجیں نازل کیں جو تم کو

تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ

دکھائی نہ دیتی تھیں اور کافروں کو خوب سزا دی اور

ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ

کافروں کی یہی سزا ہے اس کے بعد جس کو

اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

چاہے خدا توبہ نصیب کرے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور اللہ غفور رحیم ہے

تفسیر اوپر کی آیات میں جہاد و ہجرت کی ترغیب دی تھی اور آخر میں فرمایا تھا کہ اگر تم جہاد میں شرکت نہ کروگے اور اقربا کی محبت میں پھنسے رہو تو منتظر رہو دیکھو خدا خود اپنا کام کرے گا یعنی مسلمانوں کو فتحیاب کرے گا۔ یہ آیات پہلی آیات سے مربوط ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم شرکت نہ کروگے تو نہ کرو تمہاری اعانت اور تعداد کی کثرت پر موقوف نہیں ہے فتح مکہ کا مدار تو غیبی امداد پر ہے اگرچہ ظاہری قوت نہو۔ اور ظاہری شان شوکت اور اعداد کی کثرت کتنی بھی ہو مگر اللہ کی امداد نہو تو کچھ نہیں ہوسکتا۔ دیکھ لو اللہ نے بہت سے معرکوں میں باوجود اسباب کی کمی اور قلت تعداد کے تم کو فتحیاب کیا۔ خصوصاً حنین کے دن کا واقعہ یاد کرو جہاں تمہارے پاس بہت کچھ سامان اور بڑا لشکر تھا جس پر تم کو ناز ہوا تھا باوجودیکہ تمہارے مخالف کم تھے لیکن وہاں تمہاری کثرت تمہارے کام نہ آئی آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا اور زمین باوجود فراخ ہونے کے تمہارے اوپر تنگ ہوگئی اور تم پشت پھیر کر بھاگ پڑے مگر پھر اللہ نے تمہاری مدد کی غیبی مدد بھیجی۔ تمہارے دلوں میں جرأت پیدا کی۔ تم کو ثبات قلب عطا کیا تمہاری اعانت کے لئے فرشتوں کی ایسی فوج نازل کی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی جس کے ذریعے سے کافروں کو سزا دلوائی اور بالآخر تمہاری فتح ہوئی اور پھر اللہ نے توبہ نصیب کی اُن مسلمانوں کو بھی جو جنگ سے مُنہ پھیر کر بھاگے تھے اور بعض اُن کافروں کو بھی جو اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے تھے۔

حنین طائف اور مکہ کے درمیان ایک مقام۔ جب مکہ فتح ہوگیا تو حضور والا نے قبائل ہوازن و ثقیف کی شرارت مٹانے کو شنبہ کے دن ماہ شوال ۸ھ میں دس بارہ ہزار کی فوج لیکر اُن کی طرف کوچ کیا۔ مسلمانوں کی فوج میں تقریباً دو ہزار نومسلم بھی تھے جو تجربہ کار اور کارآزمودہ نہ تھے اور کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو مسلمان نہ ہوئے تھے صرف اس خیال سے مسلمانوں کے ساتھ ہو لئے تھے کہ کہیں ہوازن کو قریش پر فتح نہ ہوجائے اور اس سے قومی اور خاندانی ذلت ہو۔ ہوازن و ثقیف کو جب حضور کے کوچ کرنے کی اطلاع ملی تو وہ کہنے لگے محمدؐ نے مکہ کو فتح کرلیا وہاں کے لوگ جنگ سے ناآشنا تھے ہم سے لڑیں تو معلوم ہو جائے اُن کے حملہ سے پہلے ہی ہم اُن پر ٹوٹ پڑینگے۔ چنانچہ مالک بن عوف امیر ہوازن اور کنانہ بن عبدیالیل نے چار ہزار فوج جمع کی اور مسلمانوں کے راستہ میں تیر اندازوں کی جماعت کو پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپا کر بٹھا دیا۔ مسلمانوں کی فوج میں نومسلموں کے دستے آگے تھے جن کے ساتھ رسول اللہ صلعم تھے اور انصار و مہاجرین کی جمعیت پیچھے تھی۔ پہلے مقابلہ پر ہی کافروں کو شکست ہوئی اور وہ دانستہ پسپا ہوگئے اور مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا اور مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ جب تیر اندازوں کی زد پر مسلمانوں کی فوج آگئی تو انہوں نے یکدم باڑ ماری اور بھاگتے ہوئے کفار بھی فوراً لوٹ پڑے۔ مسلمان اس غیبی اُفتاد سے حواس باختہ ہوگئے اور جدھر کو جس کا منہ اُٹھا سر اُٹھا کر نکلا حضور کے ساتھ سو یا اس سے بھی کم قدیم جاں نثار رہ گئے باقی انصار و مہاجرین تو بہت پیچھے تھے۔ حضور نے حضرت عباسؓ کے ذریعے انصار و مہاجرین کو آواز دلوائی فوراً سب آکر جمع ہوگئے اور تھوڑی دیر میں بھاگے ہوئے نومسلم بھی اکٹھے ہوگئے ادھر مسلمانوں کی تعداد کو کافروں کی نظر میں زیادہ دکھانے کے لئے بحکم الٰہی فرشتے بھی آگئے۔ حضورؐ نے ایک مٹھی بھر کر خاک اور کنکریاں کافروں کی طرف پھینکیں جس سے وہ آنکھیں ملنے لگے اور کچھ نہ کچھ سب کی آنکھوں میں جا پڑا اور اس طرح کافروں کو ہزیمت ہوئی۔

تحلیل اجزاء فِیْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے بہت سے معرکوں یا ایام حرب میں تمہاری مدد کی۔

صحیح بخاری وغیرہ میں رسول پاکؐ کے تمام غزوات کی شمار بروایت زید بن ارقم ۱۹ انیس مذکور ہے۔ بریدہؓ کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ ان میں سے صرف آٹھ غزوات میں جنگ ہوئی۔ بعض کے نزدیک غزوات، سرایا اور بعوث سب ملاکر ستر تھے۔ بعض نے اسّی ۸۰ بیان کئے ہیں۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ الخ مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے جس کا نام حُنَیْن ہے۔ فتح مکہ کے بعد حضور گرامیؐ کو اطلاع ملی کہ قبائل ہوازن نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے لشکر جمع

کیا ہے تمام بنو ثقیف اور بنو جشم اور بنو سعد اور بنو ہلال اور بنو عمرو اور بنو عون اُن کے ساتھ ہیں اور سب لوگوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر عورتوں بچوں اور تمام ساز و سامان کو ساتھ لے کر معاہدہ کیا تھا کہ کسی طرح میدان سے مُنہ نہ موڑیں گے۔ حضورؐ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو بارہ ہزار کی جماعت لیکر آپ بھی روانہ ہوگئے۔ انصار، مہاجرین اور دیگر قبائل دس ہزار تھے اور دو ہزار طلقاء تھے۔ طلقاء (یعنی فتح مکہ کے دن جن کو حضورؐ نے آزاد کیا تھا) کچھ نومسلم تھے کچھ دل سے مسلمان بھی نہ ہوئے تھے اور کچھ ویسے ہی شریک ہوگئے تھے تاکہ قبیلۂ قریش کی ہوازن کے مقابلہ میں ذلت ہو۔ مسلمانوں کے لشکر کے بعض آدمی کہنے لگے کہ اب مدینہ اور مکہ والے ایک ہوگئے ہیں خوب فتح ہوگی۔ بعض آدمیوں نے کہا قلتِ تعداد کی وجہ سے جو ہم کو شکست ہوتی تھی اب وہ نہ ہوگی۔ حضورؐ کو یہ دونوں باتیں ناگوار ہوئیں کیونکہ ان سے فخر و تکبر کی بو ٹپکتی تھی۔ غرض وادیٔ حنین میں پہنچے۔ قوم ہوازن نے اپنے تیرانداز گھاٹیوں میں چھپا دیے تھے کچھ لوگ سامنے آئے مسلمان سواروں نے اُن پر حملہ کیا وہ فوراً اپنا مال اسباب چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے حملہ کرنے والے نومسلم تھے صحابہ اور انصار بہت پیچھے تھے اُس وقت تک نہیں پہنچے تھے۔ کافروں کو بھاگتا دیکھ کر فوراً مال پر ٹوٹ پڑے چند تجربہ کار آدمیوں نے منع بھی کیا مگر وہ نہ مانے۔ قوم ہوازن کے تیراندازوں نے موقع کو غنیمت سمجھکر گھاٹیوں میں تیر برسانے شروع کئے۔ مسلمانوں میں بھگدڑ پڑ گئی اور ایسے بھاگے کہ بعض نے تو مکہ پہنچکر دم لیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر قائم رہے اُس روز حضورؐ سفید خچر پر سوار تھے صحیحین میں براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ اُس روز حضور کی سفید خچر کی لگام ابو سفیان پکڑے ہوئے تھے اور عباسؓ لگام تھامے تھے۔ حضورؐ کے ساتھ تقریباً سو صحابی ثابت قدم رہے جن میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عباسؓ، فضل بن عباسؓ، علیؓ، اسامہ بن زیدؓ، براء بن عازبؓ اور ابن مسعودؓ بھی تھے۔ حضورؐ اُس وقت فرما رہے تھے:- انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ اور لوگوں کو پکار پکار کر کہہ رہے تھے:- اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ! اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ! خدا کے بندو میری طرف آؤ! خدا کے بندو! میری طرف آؤ!۔ اس کے بعد آپ نے عباسؓ کو حکم دیا کہ اصحاب الشجرۃ یعنی بیعت رضوان والوں کو پکارو۔ حضرت عباسؓ نے آواز دینی شروع کی۔ لوگوں نے فوراً لبیک کہی اور حضورؐ کی طرف بڑھے۔ ابن جریر نے بروایت عبد الرحمٰن بیان کیا ہے کہ ایک شخص جو اُس روز مشرکوں کا ساتھی تھا ہم سے بیان کرتا تھا کہ جب ہمارا مقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے ہوا تو وہ اتنی دیر بھی نہ ٹھہرے جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے ہم نے اُن کو بھگا دیا یہانتک کہ ہم رسول اللہؐ کے قریب تک پہنچ گئے۔ آپ سفید خچر پر سوار تھے اور آپ کے پاس گورے گورے خوبصورت لوگ موجود تھے۔ رسول اللہؐ نے ہم لوگوں کی طرف جھڑک کر فرمایا شَاھَتِ الْوُجُوْہُ اِرْجِعُوْا تمہارے چہرے ذلیل ہوں لوٹ جاؤ۔ یہ الفاظ سُن کر ہم نے فوراً بھاگنا شروع کیا اور وہ لوگ ہمارے کندھوں پر سوار ہوگئے۔ جب عباسؓ کی آواز سے لوگ لوٹے تو تیزی کے ساتھ حضورؐ میں حاضر ہوئے یہانتک کہ اگر کسی کا اونٹ تیزی سے نہ بڑھا تو وہ زرہ پھینک کر اونٹ پر سے کود پڑا اور دوڑتا ہوا خدمت میں حاضر ہوگیا۔ امام احمد نے روایت کی ہے کہ پھر شَاھَتِ الْوُجُوْہُ کہکر حضورؐ نے ایک مشت خاک کافروں پر پھینک ماری اور مشرکین بھاگے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں حضورؐ نے ایک مٹھی خاک لے کر مشرکوں پر ماری اور فرمایا شَاھَتِ الْوُجُوْہُ اِنْھَزِمُوْا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ چہرے خوار ہوں قسم ہے رب کعبہ کی اب بھاگے۔ مٹھی بھر خاک پھینکنا تھی کہ کافروں کی آنکھیں اور مُنہ ریت اور کنکریوں سے بھر گئے اور وہ بھاگ نکلے۔

ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ۔ جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو اہل نفاق اور بعض مذبذب لوگوں نے کہا چلو اب زور ختم ہوگیا یہ شکست مکہ تک نہیں رُکتی۔

وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مؤمنین سے مراد ابن مسعودؓ کے نزدیک وہ اسّی مسلمان ہیں جو حضور کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے میدان سے مُنہ نہ موڑا تھا۔

وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا الخ۔ حنین کے معرکہ کے دن خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لئے فرشتوں کو بھیجا تھا۔ مگر فرشتے لڑے نہ تھے اور نہ مسلمانوں کو نظر آتے تھے صرف کافروں کو دکھائی دیتے تھے۔ شیبہ بن عثمان جو فتح مکہ کے نومسلموں میں سے تھے کہتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ جنگ حنین کے لئے نکلا تھا مگر اسلام کی وجہ سے نہیں نکلا تھا بلکہ صرف اس حمیت کی وجہ سے گیا تھا کہ کہیں ہوازن قریش پر غالب نہ ہوجائیں میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ابلق گھوڑوں پر کچھ سوار نظر آ رہے ہیں۔ فرمایا شیبہ ان کو سوائے کافر کے کوئی نہیں دیکھتا ہے پھر میرے سینہ پر دست مبارک مار کر تین مرتبہ فرمایا الٰہی شیبہ کو ہدایت فرما۔ تیسری مرتبہ حضورؐ نے مذکورہ قول ختم نہ کیا تھا کہ میری عجیب کیفیت ہوگئی حضورؐ سے زیادہ محبوب کل مخلوق میں مجھے کوئی نظر ہی نہ آتا تھا۔ جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں میں جنگ حنین میں حضورؐ کے ساتھ تھا۔ لوگ لڑ رہے تھے اچانک میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ کملی آسمان سے زمین پر مؤمنوں اور مشرکوں کے درمیان گری اور اُس میں سے اتنی چیونٹیاں

مرد

جنسی دبا ہندوستان میں نامردی کی پھیلی ہے اتنی دنیا کے شاید ہی ملک میں ہو اور جتنی لوٹ یہاں کے اشتہار بازوں نے مچا رکھی ہے اور پبلک کی صحت کو برباد کر رکھا ہے ایسی دنیا کے کسی خطہ میں نہیں ہے کیا آپ کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلیں جب کہ آپ ان کے جھوٹ اور فریب میں پھنسا اپنا روپیہ اور صحت کھو بیٹھے ہیں اس اندھیر گردی اور تمام مضمونوں کے برباد ہونے سے متاثر ہوکر آیورویدک اور یونانی طب کے بڑے ماہروں نے ایک وقت میں بیٹھ کر بڑے غور و فکر کے بعد نامردی، جریان، سرعت، انزال، احتلام، کمی، منی، قوت، سستی اور ہر جسمانی کمزوری کا صرف سات دن کا علاج معلوم کر لیا۔ اور اس علاج سے ہندوستان کے لاکھوں انسانوں کو دوبارہ جوانی مل گئی جن کی وجہ سے ان کے گھر کی خوشی قائم رہ گئی اور ہزاروں برباد گھر آباد ہو گئے۔ جو لوگ جوانی کیلئے ٹکریں مارتے پھرتے تھے راتوں کو تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتا کر آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتے تھے آج ان کے گھروں میں جا کر دیکھو وہ اولاد سے کھیلتے نظر آتے ہیں۔

سات دن میں ”جوانی“ کس طرح مل سکتی ہے

بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ جوانی کو لوٹانے کا علاج صرف سات دن میں ہو جاتا ہے۔ مگر ان سات دنوں کے اندر..... پاس جانے کا پرہیز ضروری ہے۔ کیونکہ اس علاج کی پوشیدہ ترکیب کے اصول میں خرابی آ جاتی ہے اس لئے صرف ان ہی لوگوں کو یہ کورس استعمال کرنا چاہیے جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں۔ زبردست طاقت چوتھے ہی دن پیدا ہونے لگتی ہے بس اس طاقت کو سات دن تک روک لینے سے انسان برسوں طاقت سے کھیل سکتا ہے اور اس کی قوت کم نہیں ہوتی اس علاج میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی دونوں دواؤں کے کورس کا نام ”ری جودین“ ہے کھانے کی دوا کی پہلی خوراک حلق سے اتری اور اس نے تمام اعصاب کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا اور کمزوری کو بدن سے اس طرح نکالنا شروع کر دیا جیسے پلٹ دی۔ لگانے کی دوا بھی اپنے ایک قطرے کا کمال دکھاتی ہے عضو پر پہنچتے ہی مریض حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ بجلی کی طرح ہر نس دوڑنے لگتی ہیں اور طاقت کا سمندر ابل پڑتا ہے۔ اس کورس میں عجیب و غریب منفعت بند ہیں۔ اگر کوئی تندرست انسان بھی ایک دفعہ استعمال کرے تو جوانی کا پورا سماں دیکھ لے۔

گارنٹی اس بات کی گارنٹی تحریری دی جاتی ہے کہ ہماری ”ری جودین“ کورس سے اگر سات دن میں انسان تندرست نہ ہو تو قیمت واپس کی جاتی ہے۔ اور ایک پیسہ رکھنا برا سمجھا جاتا ہے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ہے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے۔ علاوہ۔ یہ کورس ان ہی لوگوں کو بھیجا جائے گا جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں گے۔

منیجر:- اکسیری دواخانہ۔ کلاں محل ۲۸ دہلی

سلسلہ تعلیم الاسلام

بڑی تقطیع از علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہ حصہ اول بچوں کی ذہنیت کے مطابق ابتدائی عقائد اور پھر طہارت کا بیان حصہ دوم بچوں کی ذہنیت کے مطابق قدرے اونچے عقائد پھر طہارت کا بیان حصہ سوم اول عقائد کا ذرا اونچا بیان پھر روزہ اور حج کا پورا بیان حصہ چہارم عقائد کی تکمیل اور حقوق اللہ وحقوق العباد کا بیان یہ سب بیان سوال وجواب کے طریقے پر ہیں۔ چاروں حصے یکجا مجلد قیمت دس آنے محصول ۸ / ر

قاعدہ یسرنا القرآن

اس قاعدہ کی ایجاد کے ذریعہ چھ برس کا بچہ چھ مہینے میں نہایت آسانی سے قرآن شریف پڑھ لیتا ہے اور بغیر ہجا کے رواں پڑھنے لگتا ہے اس قاعدے کو پڑھ لینے سے ہجے کے واسطے کی ضرورت لینے سے بچہ کو آنکھوں کو دیکھ کر پڑھ لینے کی لیاقت ملتی ہے اس لئے وہ قرآن شریف کے علاوہ ہر عربی تحریر کو پڑھ سکتا ہے اور اس کو اردو کا پڑھنا بھی بہت آسان ہو جاتا ہے اس قاعدہ کو پڑھ لینا گویا تمام قرآن شریف پڑھ لینا ہے ۴۸ صفحے شہری تقطیع قیمت صرف تین آنے

استاد عربی

اب تو اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے اور متعدد اساتذہ نے نہ صرف اسکی تعریف کی بلکہ اس کو بہترین کتاب بتلایا ہے اگر آپ کو شوق ہو کہ آپ اپنے رسول کی زبان سے واقف ہو جائیں اور خدا کے سچے مقدس قرآن کو اپنی مادری زبان کی طرح پڑھیں تو اس کتاب کو منگا کر پڑھ لیجے اور تھوڑا تھوڑا یاد کرتے جائیے انشاء اللہ چند ماہ میں آپ کو عربی پڑھنی آ جائے گی اور محنت کریں تو صرف تین ماہ میں خاصی اچھی عربی سے واقف ہو جائیں گے قیمت بارہ آنے ۱۲ / ر

استاد فارسی

بلا استاد کی مدد کے چند روز میں فارسی سکھانے والی خدا نے چاہا اور ہم پاکستان کے قیام میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہماری سرکاری زبان اردو ہو گی فارسی کے بغیر اردو میں کافی مہارت ممکن نہیں۔ اسی نیک شگون کے لئے اپنے بچوں کو فارسی پڑھایئے اس سلسلہ میں سب سے بہتر کتاب فارسی بول چال ہے جو فارسی زبان کے ماہر نے مرتب کی ہے اس میں ضرورت کے مطابق پوری فارسی تعلیم ہے۔ گرامر، فقرے، ضروریات عامہ کے ہزاروں الفاظ خط نویسی وغیرہ سب کچھ ہے قیمت مجلد بارہ آنے

نیو انگلش ٹیچر

انگریزی سکھانے کی طلسمی کتاب اس میں ۲۴ سبق ہیں (۱) رومن کیرکٹر (۲) انگریزی گنتی (۳) الفاظ ومعانی (۴) صرف ونحو (۵) گرامر (۶) ضرورت کے صیغے (۷) حروف جار (۸) حروف عطف (۹) واحد جمع (۱۰) فقروں کے اجزا (۱۱) ذومعنی کے الفاظ (۱۲) زمانے (۱۳) فعل کے قاعدے (۱۴) فقرے بنانا (۱۵) زمانوں کا استعمال (۱۶) فعل مجہول (۱۷) ضروری روزمرہ کے الفاظ (۱۸) ضمیروں کا استعمال (۱۹) صفت کا بیان (۲۰) گردان (۲۱) محاورات (۲۲) صرف ونحو (۲۳) متبادل الفاظ وغیرہ قیمت ۸ / ر

استاد بہی کھاتہ

تجارتی حساب کتاب منیمی وکھاتہ کی نئی کتاب حسب ذیل مضامین ہیں بک کیپنگ حساب کے اصول، کھاتہ، اقسام حساب سرمایہ فرد تقابل تانوی اندراجات اعتباری بنایا حساب کے دو طریقے روزنامچہ بنایا ہتی کھاتا، فرد تعلیق چھوٹی روکڑ باقی۔ رجسٹر خریداری، رجسٹر فروخت، رجسٹر واپسی مال رجسٹر فرد خت واپسی مال۔ حساب تجارت، لاگت، نفع، نقصان واحد اندراج۔ شرکت کا حساب بنک اور صرافی آڑھت کا حساب منتخب سوالات اور حسابوں کے نقشے ۱۶۰ صفحات مجلد بارہ آنے

استاد درزیان

ایک ماہر فن کاریگر درزی کی تصنیف ہے جس میں ہر فیشن اور ہر قسم کے انگریزی کپڑوں کے سینے لینے کے آسان طریقے اور انگلی کٹائی کرنے کے لئے صحیح نقشے انچوں کے نشان دیگر ایسے آسان طریقوں سے لکھے گئے ہیں، کہ جن کو ان پڑھ اور معمولی پڑھا لکھا شخص بھی دیکھ کر ہر قسم کے نئے اور پرانے طرز کے بہترین طریقے سے تیار کر سکتا ہے جو سالہا سال کی شاگردی کے بعد بھی طلبا نہ کر سکے، ہر کپڑے کی کاٹ نقشہ اور طیاری کے بعد بنا کر دکھایا گیا ہے تاکہ خوب سمجھ میں آ جائے۔ قیمت ایک روپیہ

استاد شعبدہ بازی

دیہاتوں میں روزی کمانے کی موثر کتاب ہے بے روزگاروں کا مددگار ہے اس کتاب میں ۲ ہزار شعبدے اور کارآمد باتیں ہیں جن سے انسان روزی کما سکتا ہے اور ہر آدمی بڑی آسانی سے سیکھ سکتا ہے، مگر لطف یہ کہ خرچ کچھ نہیں کرنا پڑتا، بڑی بہتر جنتر کتاب ہے آپ تو آپکا ایک روپیہ منگانے میں خرچ ہوگا۔ پھر ہزاروں کمائیں گے ہزاروں صنعتیں اور روزی کمانے کے طریقے اس کتاب میں ہیں جنہیں چند پیسے لگا کر کمایا جا سکتا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ

دل کی رانی بیوی

گلشن عالم کا سب سے خوبصورت پھول عورت ہے اور واقعہ یہ ہے کہ عورت کے بغیر زندگی بیکار ہے لیکن عورت کا سمجھنا بھی بہت مشکل ہے دل کی رانی وہ کتاب ہے جس میں عورت کے متعلق سب سے بڑی معلومات ہیں اس میں بتایا ہے کہ ہر خطہ کی عورت کے حالات وخصوصیات کیا ہیں اور ان سے اکتساب لذت کے وہ تمام طریقے بتائے گئے ہیں جو دنیا کے مختلف ملکوں میں رائج ہیں اور انہی ہیئت کذائی سے جو نیا سات ماہرین دنیا نے مرتب کئے ہیں وہ بے مثل ہدایتیں ہیں قیمت بارہ آنے

شب عروسی باتصویر

قابل غور امر یہی ہے جو عورت کی فطرت کو اچھی طرح سمجھ لے اور بیوی سے صحیح لطف زندگی حاصل کرے اور ازدواجی زندگی کی نازک ذمہ داری کو سمجھتا ہو۔ شب عروسی پڑھ لینے کے بعد یہ باتیں معلوم ہو جائیں گی اور آپ کو خانگی زندگی میں مزا آ جائے گا۔ نوجوانوں کے لئے علم الازدواج میں یہ سب سے بہتر کتاب ہے اور بہت سی انگریزی کتابوں سے ماخوذ ہے اور مغرب کی تازہ تازہ تصانیف جنسی کا عطر ہے اس میں جسم نسوانی کی مکمل تشریح ہے اور بڑی مکمل کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ

شبستان طرب

نسیمہ بیگم کا شبنامچہ عروسی یہ سہاگ کی راتوں کا دلچسپ تذکرہ ہے جہاں تک قصہ کی دلچسپی کا تعلق ہے وہ تو ظاہر ہے کہ شادی کی ابتدائی راتوں کا ولولہ خیز بیان ہے لیکن یہ صرف کتاب لذت ہی نہیں ہے بلکہ ہر شبنامچہ صدہا قیمتی ہدایتوں کا مجموعہ ہے اس میں بے شمار حفظان صحت مرد اور عورت کی قوت برقرار رکھنے اور بچوں کی پیدائش و پرورش کے طریقے اس انداز سے بیان ہوئے ہیں۔ کہ ہر بات طرب ولنشین ہو جاتی ہے ۱۲۸ صفحات۔ قیمت آٹھ آنے

برتھ کنٹرول

بچوں کی افراط سے اور دشواریوں کے ساتھ عورت کی صحت اور جوانی پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے یہ کتاب بہت سی مجرب ہدایتیں سکھلائے گی اور سو فیصدی آپ اولاد سے مدت میں کامیاب ہو جائیں گے نیز اسی فیصدی آپ اپنی بیوی کی جوانی کی حفاظت کر سکیں گے بڑی بے نظیر کتاب ہے یہ کسی امریکن کتاب سے ماخوذ ہے اور ان عورتوں کی مجربہ ہے جنہوں نے دو سے زیادہ اولاد پیدا ہی نہیں کی اور جنہوں نے اپنے حسن کی بڑی حد تک حفاظت بھی کر لی۔ قیمت عہ / ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چاند کی بیشتر تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ آپ کو نہ ملے تو دوسرا پرچہ خط بھیجکر منگالیں یہ نہ ہوکہ کئی کئی ماہ تک خاموش بیٹھے رہنے کے بعد طلب کریں دو ماہ کے بعد مولوی کا ایک بھی پرچہ نہیں رہتا

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا

مولوی دہلی

نمبر خریداری ہر خط میں ضرور لکھئے تاکہ بار بار آپ کے پتہ کی جانچ ہوتی رہے اور تبدیل پتہ کے وقت تو نمبر خریداری لکھنا بہت ہی ضروری ہے ورنہ نتیجہ یہ نکلیگا کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل نہیں ہوئی اور پرچہ سابقہ پتہ پر ہی جارہا ہے

جو ہر اسلامی مہینے کی ۲۱ تاریخ کو جمعیۃ پریس دہلی سے شایع ہوتا ہے

تفسیر بیان السبحان جو مولوی کے ساتھ شایع ہوتی ہے یہ مولوی کے لئے لکھوائی جاتی ہے کوئی چھپی ہوئی کتاب نہیں ہے اسلئے یہ آپ مولوی ہی کے ذریعہ سے پڑھ سکتے ہیں

جلد ۳۴ | بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۵

شذرات

پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی

پاکستان کی حقیقت اور مالہ اور ما علیہ کے متعلق اتنا کچھ کہا جاچکا ہے اور اس وسعت اور کثرت کے ساتھ اس کے متعلق پروپگنڈا کیا جاچکا ہے کہ اس کی تمام جزئیات واضح ہوچکی ہیں اور ہر گوشہ بے نقاب ہوکر سب کے سامنے آگیا ہے مسلمان تو مسلمان ہمارے نزدیک کوئی ہندو اور سکھ بھی ملک میں ایسا نہ رہا ہوگا جو اس کی سود مندی کا دل سے معترف نہ ہوچکا ہو۔ یہ صرف ہندوستان پر تسلط عام اور ملک میں ہندو راج کے قیام کا جنون ہے جو غیر مسلم اکابر کو پاکستان کے خلاف شدت کیساتھ مصروف کار بنائے ہوئے ہے اور وہ اس کے خلاف زہر چکانی ہرزہ سرائی اور غلط بیانیوں سے باز نہیں آتے۔

ابھی برادران وطن کا رشتۂ امید منقطع نہیں ہوا اسلئے کہ اول تو ملک میں جو دستور حکومت کی طرف سے نافذ کیا گیا ہے وہ اس کے ملکی و قومی دستور کے عین مطابق ہے اکثریت کی حکومت کے اصول پر مبنی ہے اور خود مقاصد حکومت کے لئے بھی بہتر ہے دوسرے ہندوؤں کے پاس پروپگنڈے کے وسائل بیشمار ہیں دولت و اثر کی بھی فراوانی ہے جسکے ذریعہ وہ جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں سیاہ کو سفید اور حق کو ناحق ثابت کردینا چنداں مشکل نہیں۔

جہاں صداقت پسند ہندو زعماء پاکستان کی علانیہ اور غیر مشتبہ الفاظ میں تائید کرچکے ہیں وہاں غرضمند اور تسلط دوست ہندو اور سکھوں کی ایک دنیا ہے جو سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی شدت کیساتھ سرگرم کار ہے۔ مسٹر ایم۔ این رائے اور ڈاکٹر امبیدکر جیسے مخلصین کے تائیدی بیانات بڑے کر و فر کے ساتھ ملکی جرائد و رسائل کے زینت اوراق بن چکے ہیں اور وہ واضح الفاظ میں فرماچکے ہیں کہ ملکی سود و فلاح کے لئے یہ بہترین اسکیم ہے جو تمام مفاسد کے سرچشموں کو مسدود کرسکتی ہے۔

ان کے خلاف اور تو اور خود پوری کانگریس مشنری حرکت میں آئی ہوئی ہے اور مہاتما گاندھی، نہرو، راجندر، ڈیسائی، سوامی پاکستان کے خلاف آتش زیر پا بنے ہوئے ہیں اور زہر چکانی و مخاصمت کے نئے نئے ڈھنگ اختیار کرتے رہتے ہیں۔

ہمارے سامنے مخالفین کے دلائل کا ایک طومار موجود ہے مگر ہمیں ان میں سے کوئی ایک دلیل بھی معقول اور قوی نظر نہیں آتی اور اکثر زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ پلیٹ فارم پر کھڑے ہوکر ادھر ادھر کی بے سروپا باتیں کہکر جمہور عوام کو بھڑکایا اور گمراہ کیا جاتا ہے اور پاکستان کو مسلم راج کے مترادف قرار دیکر ہندوؤں کے قلوب میں خوف کے جذبات پیدا کئے جاتے ہیں۔

مثلاً حال ہی میں سر سی۔ پی آئر نے مدراس میں تقریر کرتے ہوئے اور پھر اس مٹے ہوئے زمانہ میں جداگانہ انتخاب کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

”پاکستان کا جنون ایک خطرناک مظاہرہ ہے جو ”سارے ملک“ کے لئے تباہی خیز خطرات و مہالک کا سرچشمہ نظر آتا ہے“

اگر ”سارے ملک“ کے بجائے ”مصیطرانہ ہندو مقاصد“ کے الفاظ رکھدیئے جائیں یا ”ہندو راج“ لکھدیا جائے تو ضرور یہ خیالات درست کہے جاسکتے ہیں اور فی الحقیقت مطلب بھی یہی ہے اور اسی کا سارا رونا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ پاکستان کی اسکیم میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو ”سارے ملک“ یا ”ہندوؤں“ کے لئے کسی بعید ترین خطرے کا بھی موجب بن سکے۔ آخر پاکستان کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ یہ کہ ہر اکثریت اپنے دائرے میں کار فرمائی کے جائز حقوق سے متمتع ہوسکے اور ہر اقلیت کی حفاظت و صیانت کا پورا پورا اہتمام ہوجائے۔

اب غور کیجئے کہ ”مظاہرہ جنون“ ملک کی تمام اکثریتوں اور اقلیتوں پر ”ایک اکثریت“ کے مسلط کردینے کی سعی ہے یا ہر ”اکثریت“ کی اپنے دائرے میں آزادی اور ہر اقلیت کے پورے پورے تحفظ کا اہتمام ہے مگر جب مقصود ہی مکروہ ہو تو حق و باطل میں تمیز کا ذکر ہی کیا۔

اسی طرح مسٹر منشی ہیں جو ڈنکے کی چوٹ کانگریس سے علیحدہ ہوئے اور اس اعزاز کے ساتھ علیحدہ ہوئے کہ بھارت ورش کے زعیم ”مہاتما“ نے اشیرباد دی اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کے پھول برسے اسلئے کہ آپ ”قوم پرستی“ کے دائرے سے نکل کر فرقہ پرستی کے میدان میں آرہے تھے اور ہندو اکھاڑوں کی تنظیم اور پاکستان کی مخالفت کا پروگرام انجام دینے کے لئے بڑے جوش کے ساتھ تیار ہورہے تھے۔

اللہ اللہ یہ کانگریسی تسفل و ابتذال بھی دیکھنا تھا کہ کانگریس سے الگ ہونے والوں پر ہر طرف سے لعن طعن ہوتی تھی پھر یہ نرمی برتی جانے لگی کہ ایسے ہندوؤں کے

خلاف خاموشی برتی جانے لگی اور مسلمانوں میں محترم علی برادران اور ڈاکٹر کچلو الگ ہوئے تو ایک طوفان محشر برپا ہو گیا اور اب تو ہندو لیڈروں کو شیر بادیں دی جاری ہیں اور قوم پرستی کی رٹ لگانے اور "فرقہ پرستی" پر طعنہ زن رہنے والے خود کانگریس کو لات مار کر علی الاعلان اور شر انگیز فرقہ پرستی کے میدان میں کودنے والوں کی عزت کرتے ہیں بہرکیف مسٹر منشی آج پورے جوش کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔

بتایئے جبکہ آپ نے پاکستان کے خلاف جو دلائل و براہین پیش کئے ان پر خود ان کی شرانگیزیاں اور سرگرمیاں شاہد [illegible] بات سے نہیں ارشاد فرماتے ہیں "پنجاب کے ایک کروڑ تیس لاکھ ہندو اور سکھ پاکستان کے قیام کے بعد بے اختیار رہ جائیں گے اور یہاں مذہبی حکومت قائم ہو جائے گی [illegible] شملہ کے [illegible] اور جنگ کے ۴۳ فیصدی ہندو اور سکھ مسلمانوں کے زیر سیادت آ جائیں گے۔"

بتایئے یہ خالص شرانگیزی ہے یا نہیں پوری تقریر ہی اسی قسم کی ہے باقی باتیں بیان کرنے سے [illegible] اتنے بڑے ہندو لیڈر نے جو وزارت کی کرسی پر فائز رہ چکا ہے کوئی معقول بات کہی اور نہ دلیل پیش کی باتیں بھی ایسی جو ایک نچلے درجہ کے طالب علم کے لئے بھی باعث عار ہو سکتی ہیں مسٹر موصوف کو اس تصور سے شرم آنی چاہئے تھی کہ پنجاب کے اکثر اضلاع میں مسلم اکثریت ہے اور ان میں اسی تناسب سے مسلمان آباد ہیں سارے پنجاب میں مسلم اکثریت ہے۔

اگر پاکستان کے قیام کی صورت میں ایک کروڑ تیرہ لاکھ غیر مسلم بفرض محال بے اختیار ہوتے ہیں تو مرکزی اقتدار دو کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کو بے اختیار بنانے والا ہے پھر کیا یہ انصاف ہے کہ چند اضلاع کی اکثریت کی خاطر پورے صوبے کی اکثریت کو ذبح کر دیا جائے مسٹر منشی کو تین اضلاع کے ہندوؤں کا درد ہے پھر کیا مسلمان انسان نہیں کہ انہیں اپنے دس کروڑ افراد کا خیال ہو۔

اگر پنجاب کی ۵۷ فیصدی اکثریت ۴۳ فیصدی اقلیت کے لئے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے تو مسلمانوں کی اقلیتوں کو کس اصول کی بنا پر [illegible] سے لیکر ۹۷ فیصدی اکثریتوں کی غلامی پر مجبور کیا جا سکتا ہے جس اصول کی بنا پر مسٹر منشی پاکستان کی مخالفت کر رہے ہیں اسی اصول کی بنا پر مسلمان کہیں زیادہ شدت کے ساتھ آل انڈیا مرکز کے قیام کی مخالفت کر سکتے ہیں کہ جہاں اکثریت اپنی جگہ بے پناہ ہو گی اور ان کی دستبرد کا [illegible] مسلمان [illegible] بہار و اڑیسہ کے اندر دیکھ چکے ہیں [illegible] اور اسی [illegible] مثال کے [illegible] واضح رہنا چاہئے کہ اب اس قسم کے ہتھکنڈوں سے کام نہیں چل سکتا اس طرح وہ ہندوؤں کو مشتعل کر کے اختلاف کی خلیج کو وسیع تو ضرور کر سکتے ہیں لیکن پاکستان کے قیام اور دس کروڑ مسلمانوں کے عزم کو ہرگز نہیں روک سکتے۔

قائد اعظم کی معرکہ آرا تقریر

قائد اعظم مسٹر جناح نے علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کے طلباء کے سامنے ایک پرجوش تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"جس حد تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ اپنا چارٹر اور منشور یعنی پاکستان مرتب کر چکے ہیں مسلمانان ہندوستان اپنے مقصد اور نصب العین کے حصول کے لئے ہر قربانی پر تیار ہو چکے ہیں"

یہ بالکل صحیح ہے اور قائد اعظم کے الفاظ کے عین مطابق اب مسلمان اپنے اس مطالبہ سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

آپ نے پرزور طریقہ پر فرمایا کہ پاکستان کوئی وقتی و ہنگامی نعرہ نہیں اور نہ یہ کسی سودے کا ہتھکنڈا ہے بلکہ یہ ایک سیاسی حقیقت ہے جو قوم اپنے مقصد کے لئے اس عزم کے ساتھ کھڑی ہو جائے اس کے قدم آگے بڑھنے سے کون روک سکتا ہے۔

یہ آواز قائد اعظم کی آواز نہیں مسلمانوں کے دل کی آواز ہے جسے اب دنیا کی کوئی طاقت دبا نہیں سکتی۔ ہندو ایک مدت تک مسلمانوں کے جائز حقوق کی طرف سے بے پروائی برتتے اور ان کی مخالفت کرتے رہے لیکن اب مسلمان لیگ کے جھنڈے تلے بیدار ہو چکا ہے اور اب جیسا کہ قائد اعظم نے دوران تقریر میں فرمایا۔

"مسلمان اپنے مفاد کی حفاظت و نگہبانی کا پختہ ارادہ کئے بیٹھے ہیں"

آپ نے پاکستان کو آیندہ دستور ہند کے حد درجہ الجھے ہوئے مسئلہ کا حل بتایا جو ہر اعتبار سے صحیح ہے دستور ہند کے متعلق اب تک بہت سی اسکیمیں پیش کی گئیں نہرو رپورٹ اور بمبئی والی اسکیم سامنے آئی مگر کوئی بھی ایسی نہیں جو سب قوموں کو ان کے جائز حقوق کی طرف سے مطمئن کر دیں ان سب میں ہندوؤں کے استیلا کا رنگ نمایاں ہے۔

صرف پاکستان ہی ایک اسکیم ایسی ہے جس میں ہر اکثریت کو اپنے اپنے دائرہ میں اپنی مرضی کے مطابق آزادانہ حکمرانی کرنے کے حقوق دینے کے ساتھ اقلیتوں کے تحفظ کا بھی پورا بندوبست کر دیا گیا ہے "مونجے" "ساورکر" اور کانگریسی "منشی" اور "ملیالی" جو یہ کہتے اور پاکستان کے خلاف ہندوؤں اور سکھوں کو مشتعل کرتے پھرتے ہیں کہ مسلمان پاکستان میں مذہبی حکومت قائم کر کے انہیں محکوم و غلام بنالیں گے اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ:-

"مسٹر منشی لوگوں پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ماتحت غیر مسلموں کے ساتھ اچھوتوں جیسا سلوک ہو گا میں ان پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں چھوت چھات محض انہی کی قوم کا فلسفہ ہے۔ پاکستانی اسکیم اسلام کے اصول پر مبنی ہے جو انسانی مساوات عامہ اور غیر مسلموں کے ساتھ مراعات کا حامی ہے جو ہمارے لئے غیر مسلم بھائیوں کے مانند ہیں"

قائد اعظم کے ان الفاظ میں کوئی پیچیدگی، کوئی اشتباہ اور کوئی ابہام موجود نہیں۔ اول تو مذہبی اور خالص مذہبی حکومت کے قیام کا سوال ہی نہیں کہ اس میں غیر مسلم عناصر کی محکومیت لازمی ہے اور اگر ہو بھی تو اسلام غیر مسلموں کے لئے ہمیشہ سعادتوں کا پیامبر رہا ہے اور انہیں حیرت انگیز اور عدیم المثال طریق پر نوازتا ہے پھر لیگ کی قرارداد لاہور میں بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اقلیتوں کے تمام مذہبی سیاسی اور تمدنی حقوق محفوظ کئے جائیں گے۔

تعجب سکھوں کی مخالفت پر ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ آل انڈیا مرکز کی صورت میں جہاں ان کی نمایندگی ایک فیصدی ہو گی وہاں پاکستان کے ماتحت ان کی نمایندگی بیس فیصدی ہو جائیگی اس کے باوجود وہ ہندو اشتعال انگیزیوں کی مدد میں کر توازن دماغی کھو بیٹھے ہیں اور اپنے نفع و نقصان کو بھی نہیں دیکھتے بہرکیف اب مسلمان بیدار ہو رہے ہیں اور دنیا کی کوئی قوت انہیں اپنے عزم کی تکمیل سے نہیں روک سکتی پاکستان یقیناً قائم ہو کر رہے گا۔

لیگ کانفرنس اجلاس

مسلم لیگ کانفرنس کا جو اجلاس حال ہی میں علیگڈھ میں منعقد ہوا

وہ اپنی اہمیت نمایندگی کے اعتبار سے وقت کا نہایت شاندار اجلاس تھا جو سٹر سہروردی کی زیر قیادت منعقد ہوا اور جس میں کہ قائد اعظم نے بھی بڑی معرکہ آرا اور بصیرت افروز تقریر کی پنڈال بہت خوبصورت اور دلکش تھا اور انسانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

کئی دن تک اجلاس ہوتے رہے اور اہم اور دوررس نتائج پر مبنی قرار دادیں منظور کی گئیں مجلس عاملہ اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل پر مکمل اعتماد کا اعادہ کیا گیا اور ان کے اجلاسوں میں وائسرائے کی توسیع شدہ کونسل کے متعلق جو فیصلے کئے گئے تھے ان پر انہیں مبارکباد دی گئی۔

حکومت کی پالیسی کے خلاف مسلم لیگ کے احتجاج کو بھی سراہا گیا آل انڈیا مسلم لیگ سے استدعا کی گئی کہ وہ مسلم اکثریت کے علاقوں میں آزاد ریاستوں کے قیام کے لئے مسلم مطالبہ کی تکمیل کی پوری سعی کرے، اسلامی تعلیم کے فروغ پر زور دیا گیا اشیائے خوردنی کی قیمتوں میں جو بے پناہ اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اس کے متعلق بھی ایک قرار داد منظور کی گئی۔

قائد اعظم نے اپنی پر جوش تقریر کے دوران میں فرمایا کہ اب مسلمان ہر چیز کو ایک صحیح اور سچے تخیل کے ماتحت دیکھ رہا ہے اور اس نے اپنی ترقی کا پہلا زینہ طے کر لیا ہے اور اسلامی ہندوستان نے اپنی عمارت مستحکم بنیادوں پر تعمیر کر لی ہے اور تو اور لیگ کو غیر ممالک میں بھی ایک زبردست اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔

سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے پاکستان کے متعلق فرمایا کہ یہ ایک مقصد ہے جسے ہر مسلمان نے اپنے دل میں جگہ دے رکھی ہے اور دل سے اس کا حامی بنا ہوا ہے آپ نے تعمیری کاموں کی تکمیل پر بھی زور دیا۔ دیگر اکابر قوم نے بھی زبردست تقریریں کیں۔ اور اجلاس بڑی کامیابی کیساتھ ختم ہوا۔

شاہ ایران کی دستبرداری

یہ اندوہناک خبر ہر فرزند توحید کے لئے باعث صد اضطراب و حزن بن چکی ہے کہ اعلیحضرت رضا شاہ پہلوی شاہ ایران انقلاب انگیز حالات میں تخت سے دست بردار ہو گئے اور ملک سے دور دراز علاقہ ارجنٹائن (جنوبی امریکہ) رہنے پر مجبور کئے گئے اعلیحضرت رضا شاہ نے گزشتہ بیس سال کی مدت میں پانچ برس تک بطور وزیر جنگ و وزیر اعظم اور پندرہ سال تک بطور بادشاہ ایران کی فلاح و بہبود کے لئے جو عظیم الشان اور بیش قرار خدمات انجام دیں وہ تا ابد تاریخ ایران میں زینت اوراق رہیں گی۔

اس عرصہ میں جو کچھ ہوا وہ سب اعلیٰ حضرت ہی کی مساعی مشکورہ کا ثمرہ تھا انہی کی سرگرم کوششوں کی بدولت ایران کو قاچار خاندان کی بد عملیوں کے افسوسناک نتائج سے نجات حاصل ہوئی اور ترقیات و اصلاحات کا ایک وسیع پروگرام جاری ہوا حقیقت یہ ہے کہ وہ بے مثل تجربہ کار دور اندیش اور عالی حوصلہ فرمانروا تھے۔ ان کے بر سر کار آنے سے پیشتر ایران کی حالت ہر نقطۂ نگاہ سے بڑی خراب تھی مرکزی طاقت میں اتنا اضمحلال پیدا ہو چکا تھا کہ ملک کا ہر صوبہ اپنی جگہ خود مختار بنا ہوا تھا۔ داخلی امور میں غیر ملکیوں اور اجنبیوں کی مداخلت روز افزوں تھی۔

بد امنی کی وجہ سے محاصل کی وصولی میں بھی طرح طرح کی دقتیں پیش آ رہی تھیں زمانہ حاضرہ میں جن ادارات کو ترقی اور قومی نشو و نما کا نشان سمجھا جاتا ہے ایران ان سے بالکل تہی اور خالی تھا یہ اعلیٰ حضرت ہی کی ذات تھی جس نے تمام نقائص دور کر کے ملک کی کایا پلٹ دی اور قلت وسائل اور صدہا پیش نظر مشکلات کے باوجود ایران کو چند ہی سال میں آزادی، ترقی پذیر و معزز قوموں کے حلقے میں ایک ممتاز مقام پر پہنچا دیا یہاں شیعی و سنی اختلافات کے بھی شعلے بھڑکتے رہتے تھے۔

اعلیٰ حضرت نے دونوں کو ملا کر بھائی بھائی بنا دیا فقہ حنفی جاری کی اس نہایت نازک دور میں ایسی جامع اور صاف ہستی کا علیحدہ ہو جانا نہ صرف ایران کی بدنصیبی ہے بلکہ پوری دنیائے اسلام کے لئے ایک نقصان عظیم ہے اگرچہ نیویارک ٹائمز کی اطلاع کے مطابق شاہپور محمد رضا ولیعہد بادشاہ بن چکے ہیں مگر اعلیٰ حضرت کی اچانک علیحدگی کے فوری اثرات شدت کیساتھ محسوس ہونے لگے ہیں غیر ذمہ دار طاقتوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔

کردوں، امردں اور بختیاریوں کی شورش کی خبریں بھی مشہور ہو رہی ہیں جس سے تشویش پیدا ہو رہی ہے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ ایرانی پارلیمنٹ نے اعلیحضرت کے خلاف مقدمہ چلانے کی تجویز پیش کر کے اپنی محسن کشی کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اعلیحضرت نے مختلف ذرائع سے دولت کے انبار جمع کر لئے تھے حالانکہ وہ اپنی تمام جائداد پہلے ہی ملک کے نام وقف کر چکے ہیں بہرحال ان کے خلاف پروپیگنڈے کا ایک طوفان برپا ہے۔

اس انقلاب نے حالات کو نازک تر بنا دیا ہے کسی لائق ہستی کے یکایک ہٹ جانے سے جو صورتیں پیش آتی ہیں وہ ایران میں بھی آ رہی ہیں ادھر جرمن اپنے داؤں میں لگے ہوئے ہیں ایرانی انتشار ہندوستان پر بھی اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اسلئے برطانیہ کا فرض ہے کہ وہ اس موقع پر ایران کی دستگیری کرے۔

غازی عصمت کے رشحات

غازی عصمت انونو صدر جمہوریہ ملیہ ترکیہ نے انقرہ پارلیمنٹ کے سالانہ اجلاس کے افتتاح کے موقعہ پر جو پر جوش اور زبردست تقریر ارشاد فرمائی اگرچہ وہ پوری کی پوری ہم تک نہیں پہنچ سکی اور رائٹر کے نامہ نگار نے اس کا جو نہایت اجمالی خاکہ ارسال کیا ہے اس سے اس کی خوبیوں اور رعنائیوں کا پورا پورا اندازہ نہیں کیا جاسکتا تاہم اس اختصار اور اجمال میں بھی بہت سی قابل غور باتیں ہیں۔

غازی ممدوح نے ایک دفعہ پھر اپنے اس عزم کا اعلان کیا کہ ترکی ہر حالت میں اپنے معاہدات پر قائم رہے گا اور وہ ایک انچ بھی ان سے ادھر ادھر نہ ہوگا ترک سچے مسلمان ہیں اور وہ کبھی اپنے کئے ہوئے معاہدات سے منحرف نہ ہوئے اور نہ ہوسکتے ہیں فرزندان توحید کی یہ ایک امتیازی خصوصیت رہی ہے کہ انہوں نے جب اور جس قوم سے معاہدہ کیا اسے ہر حالت میں پورا کیا اور اس کی تکمیل کے مقابلہ میں کسی نقصان کی پرواہ نہ کی۔

زمانہ حاضرہ میں ترک اسلامی روایات کے حامل ہیں اور گزشتہ بیس پچیس مہینے وہ معاہدات کے احترام کا استعجاب انگیز ثبوت فراہم کر چکے ہیں اس سے برطانیہ کو بڑا اطمینان حاصل ہوا۔

اس تقریر میں ایک نمایاں امر یہ ہے کہ غازی ممدوح نے بلقان کی آزادی کے متعلق بھی اعلان فرما دیا کہ یہ اس کی معاہد ریاستیں تھیں ہٹلر کو یقیناً یہ اعلان ناگوار گذرا ہوگا۔

اور یہ پڑھ کر خدا جانے اس پر کیا عالم گزرا ہوگا کہ ترک ریاستہائے بلقان کی

آزادی و سلامتی پر اپنے استقلال کا انحصار سمجھتے ہیں کیونکہ وہ انھیں مغلوب کرکے اپنے نظام جدید میں شامل کر چکا ہے۔ اور آج رومانیہ بلغاریہ یوگوسلافیا یونان اور البانیا سب محوریوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اس اعلان سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ ترکوں کی طاقت بے پناہ ہے ورنہ ہٹلر جیسے اور قمار فرانروا کے خلاف جبکی فتوحات اور دستبرد کا سیلاب ترکی سرحدوں تک پہنچ چکا ہے اس امر کا اعلان کوئی آسان امر نہ تھا۔

اسے للکارنا موت کو دعوت دینا تھا لیکن ہٹلر بھی خوب جانتا ہے کہ ترک بڑی قوت کے حامل ہیں ایسا نہ ہوتا تو وہ بلغاریہ اور یونان کے بعد ترکی کا بھی خاتمہ کر چکا ہوتا ہٹلر روس سے ٹکرا سکتا ہے لیکن ترکی شیروں کے مقابلہ میں کھڑا ہونا اس کے بس کا روگ نہیں۔

غازی موصوف نے یہ بھی اعلان کیا اور بڑے جوش کے ساتھ فرمایا :-

”ترکی قوم اپنے استقلال اور قومی حقوق کی حفاظت کے لئے ہر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے اور شدت کیساتھ کریں گے“

اس اعلان پر ہوا یہ کہ شدت جوش و تاثر سے پارلیمنٹ کے تمام ممبر کھڑے ہو گئے اور دیر تک غازی موصوف کی تعریف میں پر جوش نعرے لگاتے رہے۔ غرض یہ تقریر اپنی نوعیت اپنے جوش اور اپنی جاہی کے اعتبار سے وقت کی نہایت معرکہ آرا تقریر تھی جس کا ذکر یورپ اور امریکہ کے اخباروں میں بڑا ہی

ڈاکٹر مونجے کی زہر چکانی

راجپوتانہ پراونشل ہندو کانفرنس کے اجلاس کے موقع پر ڈاکٹر مونجے نے اپنی صدارتی تقریر میں پر جوش طریق پر فرمایا کہ کانگریس حقیقت میں نہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے اور نہ ہندوؤں کی نمائندہ رہی اس میں اب گاندھی جی کی شخصیت کے سوا اور کچھ بھی نہیں رہا ہے۔

یہ ایک حقیقت کا اعلان ہے واقعی کانگریس اپنی نمائندہ حیثیت کھو چکی ہے مسلمان اس سے الگ ہو ہی چکے اب ہندو بھی اس سے بیزار ہو کر مہاسبھا کے آغوش میں جا رہے ہیں یہ سب کچھ نتیجہ ہے کانگریس کی اپنی غلطی کا کانگریسی زعماء نے خود ہندو مہاسبھا کا حوصلہ بڑھایا ان کی حمایت میں پیش پیش رہے اس کی شرانگیز سرگرمیوں پر کبھی کوئی ایکشن نہ لیا۔ بکثرت اور بلا امتیاز مہاسبھائیوں کو کانگریس میں بھر کر کانگریس کی عظمت و شہرت کو خاک میں ملا دیا۔

کانگریس کو جتنی رسوائی ہوئی اسی غلطی کے باعث ہوئی اور مسلمان تو اس سے بیزار ہو ہی رہے تھے ہندو بھی اس سے الگ ہونے لگے حیدر آباد کے معاملے میں بھی تمام کانگریسی لیڈر مہاسبھا کے حامی تھے رفتہ رفتہ یہ عالم ہو گیا کہ مہاسبھا کی قوت بے پناہ ہو کر رہ گئی اور تقریباً ہر کانگریسی مہاسبھائی صورت اختیار کر گیا۔

پاکستان کی اسکیم نے اسے اور تقویت دی ہمارے نزدیک اگرچہ اب کانگریس اور مہاسبھا میں کوئی فرق نہیں رہا اور خود گاندھی جی اگر چاہیں بھی تو اس کے خلاف ایک لفظ کہنے کی جرات نہیں کر سکتے اب مہاسبھا کا منشا یہ ہے کہ ملک میں اسی کا بول بالا ہو اور تنہا وہی ہندوؤں کی نمائندہ رہے عملاً تو یہ ہو چکا ہے اسمائی کچھ خرخشہ باقی ہے سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مہاسبھا کو نہ لیگ سے مخاصمت ہے اور نہ مسلمانوں سے دشمنی ہے اس کی جنگ صرف برطانیہ سے ہے“ اس جنگ کی وجہ سعی آزادی نہیں ڈاکٹر صاحب ہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ ”وہ تنہا پاکستان کے مسئلہ کو ختم کر سکتی ہے“

گویا اب مہاسبھا کی تمام تر مساعی کا محور صرف پاکستان کی مخالفت رہ گیا ہے وہ حکومت پر دباؤ ڈال کر اس اسکیم کو ختم کرنا چاہتی ہے۔

مگر ڈاکٹر صاحب یہ بھول گئے کہ پاکستان کی مخالفت اب پہاڑ سے سر ٹکرانے کے مترادف ہے دس کروڑ فرزندان توحید کے عزم صمیم کو اب برطانیہ کیا دنیا کی کوئی قوت بھی شکست نہیں کر سکتی پاکستان کی مخالفت پوری مسلم قوم کو غلام بنا لینے کی سعی کے مترادف ہے اور اتنی بڑی قوم بیدار ہونے کے بعد کبھی نعبد محکومی پر تیار نہیں ہو سکتی۔

اس کا نتیجہ خانہ جنگی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا پاکستان تو اب قائم ہو کر رہے گا خواہ وہ برضامندی ہو یا خانہ جنگی کے بعد مسلمانوں کو غلام بنا لینے کی والہانہ سعی کرنا اور پھر ان سے عدم دشمنی و مخاصمت کا اعلان کرنا ایک فریب اور کھلا ہوا دھوکہ ہے۔

مہاسبھا بھی جانتی ہے کہ مسلمان بہ آسانی پاکستان کو چھوڑنے والے نہیں اسی لئے وہ جمہور ہنود کو جنگ و مقابلہ کے لئے برابر تیار کر رہی ہے۔ تشدد پر آمادہ کیا جا رہا ہے اور گاندھی جی کے اہنسا کی مخالفت کی جا رہی ہے

چنانچہ آپ نے صاف کہا کہ عدم تشدد ڈھاکہ بمبئی اور احمد آباد میں امن قائم نہیں رکھ سکا اس لئے گاندھی جی کا عقیدہ قابل عمل نہیں۔ گویا آپ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ان مقامات پر ہندوؤں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے اور اس طرح آپ ہندوؤں کو مقابلہ کی دعوت دے رہے ہیں ایک ڈاکٹر مونجے کیا آجکل تقریباً تمام ہندو انہی مشاغل میں منہمک ہیں لیکن مسلمان ہیں کہ اس طرف سے غافل پڑے ہیں۔

تجارتی اہمیت اور مسلمان

دنیا کی جس قوم نے بھی ترقی کی ہے اسوقت کی ہے جب وہ متحد ہو کر تعلیم و تجارت کی طرف ملتفت ہوئی۔ تجارت ہی سے دولت پیدا ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے ہر قسم کی ترقیاں کی جا سکتی ہیں دوسری اقوام اس باب میں برابر قدم بڑھا رہی ہیں لیکن مسلمان ہیں کہ دنیا کی سب سے زیادہ مفلس قوم کی حیثیت سے زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں اسی لئے مسٹر جناح نے بمبئی میں عید کے موقع پر جو پر جوش تقریر کی اس کے دوران میں فرمایا کہ :-

”آپ کو ان تعمیری پہلوؤں کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے جو ہماری ملی سربلندی اور امتیازی خصوصیات کی بنیادیں ہیں اور یہ تعلیم و تجارت اور دولت و ثروت ہیں“

آپ نے بجا طور پر انھیں اسلامیوں کی ملی خصوصیات بتایا اور ساتھ ہی مجلسی اصلاحات پر بھی زور دیا اب تو کسی کو یاد بھی نہیں کہ کبھی مسلمان تمول و تجارت اور تعلیم میں ہر قوم سے ممتاز تھے اور تنعم زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر میں آپ نے بتایا کہ آج سے ہمارا نعرہ ایمان، اتحاد اور ڈسپلن و تنظیم ہونا چاہیئے اور فی الواقع یہی ترقی کی راہ ہے۔

بزرگ کانگریس کی بزرگانہ نصیحت

زمانہ کا انقلاب ملاحظہ ہو کہ اور

کوئی نہیں اسمبلی کی کانگریس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر مسٹر ستیا مورتی نے جو ہندو قوم اور کانگریس کے نامور اور لائق رہنما ہیں دہلی میں لڑکیوں کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے یہ مشورہ دیا کہ انہیں علمی کمالات کی بہ نسبت اپنے ظاہری جمال کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔

دنیا کے تمام مصلحین تو عورتوں کو حیا و شرم کی نصیحت کرتے چلے آئے ہیں لیکن یہ ہندو لیڈر انہیں بے حیائی اور ظاہری جمال و آرائش کا مشورہ دے رہا ہے اور نہیں چاہتا کہ عورت اپنے اصلی فرائض کی طرف متوجہ ہو ایسے ہی بزرگوں نے ہماری معاشری دنیا کو تباہ کیا ہے۔

رفتارِ جنگ

محاذِ روس

یوں تو جنگ کے شعلے تقریباً تمام ممالک عالم کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں مگر محاذ روس اس وقت نہایت اہمیت اختیار کئے ہوئے ہے۔ یقیناً روس دنیا کی ایک عظیم الشان سلطنت ہے اور اس کی افواج کم و بیش سوا لاکھ جرمن افسروں کو اور ان کے سپاہیوں کو خاک و خون میں تڑپا چکی ہیں۔

(۱۵۰۰) ٹینک اور زرہ پوش موٹر اور بیس ہزار اسلحہ سے لدی ہوئی گاڑیاں تباہ کر چکی ہیں تاہم اس میں شبہ نہیں کہ روس ملک کا بہت سا حصہ کھو چکا ہے اور اس پر جرمن دباؤ برابر بڑھ رہا ہے۔ ماسکو کی طرف اقدامات جاری ہیں لینن گراڈ کی حالت بدستور ہے جرمن افواج کا دباؤ جنوب کی طرف شدت کے ساتھ بڑھ رہا ہے اس دباؤ کے تین راستے ہیں پہلا روستاف کی طرف ازوف کے کنارے کے ساتھ دوسرا کریمیا کے خلاف تیسرا شمال میں اسٹالینو اور ڈونٹز کی طرف۔

روس پر بہت سخت ضرب یہ پڑی ہے کہ یوکرین کا نہایت اہم صنعتی مرکز خرکاف جہاں بکثرت جنگی کارخانے ہیں جرمنوں کے ہاتھ پڑ گیا۔ اگر کہیں ازوف پر بھی وہ قابض ہو گئے تو دریائے ڈان کے قریب قفقاز کے پہلے خط مدافعت تک وہ پہنچ جائیں گے جس کے بعد وہ یقیناً جنوب مشرق میں کوہستانی قفقاز کی طرف یا شمال مغرب میں سٹالین گراڈ کی طرف بڑھیں گے تاکہ قفقاز اور روس کے سلسلہ رسل و رسائل کو منقطع کر دیں۔

دوسری طرف وہ کریمیا میں داخل ہو چکے ہیں جس پر قابض ہو جانے کے جرمنوں کے خطوط رسل و رسائل ہی محفوظ نہ ہو جائیں گے بلکہ بحر اسود کا روسی بیڑا سباسٹپول جیسے بحری مستقر سے محروم ہو جائیگا اس کے بعد قفقاز میں ان کے پاس صرف ایک بندرگاہ باطوم رہ جائے گا اور ان کی مشکلات میں بیحد اضافہ ہو جائیگا کیونکہ سباسٹپول سے وہ بآسانی قفقاز پر بمباری کر سکیں گے ایک غیر مصدقہ اطلاع کے مطابق اس پر قبضہ ہو چکا ہے۔

ڈونٹز کی طرف جرمن پیشقدمی کا مقصد خرکاف اور روستاف کے تعلقات کو منقطع کرنا ہے لیکن خرکاف پر قبضہ کر لینے کے بعد اب وہ مطمئن ہو کر سٹالین گراڈ پھر قفقاز کی طرف اقدام کر سکتے ہیں چونکہ سب سے بڑا خطرہ جنوبی روس ہی کو لاحق ہے اور یہی روس کے قلب و دماغ کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے مارشل ٹموشنکو جیسے تجربہ کار جرنیل کو اس محاذ پر متعین کیا گیا ہے جرمنوں کے قفقاز کی طرف بڑھنے سے روکنے کے لئے یہ آخری زبردست مورچہ ہے اور اس کے بعد قفقاز کی پہاڑیوں تک پہنچنے کے لئے جرمنوں کی راہ میں اور کوئی جغرافیائی یا قدرتی رکاوٹ نہیں۔

اگر راستاف بھی مسخر ہو گیا تو جرمن قفقاز کے دروازے پر پہنچ جائینگے راستاف کو بچانے کے لئے مارشل نے پوری سعی و جہد شروع کر دی ہے۔ روس اپنی پیہم شکستوں اور پسپائیوں اور کیف و خرکاف اور اوڈیسہ کے نکل جانے کے باوجود مایوس نہیں ہوا اس کا مقابلہ و دفاع آج بھی ویسا ہی اٹل ہے وہ قدم قدم پر شدید مقابلہ کر رہا ہے۔ روسیوں نے ایک مربع زمین بھی شدید خونریز مقابلہ کے بغیر نہیں چھوڑی اور حق یہ ہے کہ انہوں نے جرمن کی بے پناہ قوت کا خوب مقابلہ کیا۔

مشرق بعید

جاپان نے امریکہ کو مفاہمت کے لئے سات شرائط بھیجدی ہیں:—

(۱) چین کو کوئی غیر ملکی حکومت امداد نہ پہنچائے (۲) جاپان کو چین کیساتھ نپٹنے کی پوری آزادی ہو (۳) جاپان کی ناکہ بندی کا سلسلہ ترک کیا جائے (۴) مشرق بعید میں جاپان کے نئے نظام کو تسلیم کر لیا جائے (۵) امریکہ اور برطانیہ میں جاپان اور چین کا جو سرمایہ روک لیا گیا ہے وہ واپس کیا جائے (۶) جاپانی تجارت پر سے پابندیاں ہٹالی جائیں (۷) مانچوکو حکومت کو تسلیم کر لیا جائے۔ یہ شرائط ایسی ہیں کہ امریکہ انہیں ہرگز منظور نہیں کر سکتا بلکہ امریکہ کی پبلک حکومت پر جاپان سے جنگ چھیڑنے پر اصرار کر رہی ہے اور ان شرائط کا پیش کرنا بھی خالی از علت نظر نہیں آتا۔

برطانی حملے

برطانیہ بھی غافل نہیں ہے برابر جرمنی کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ ناروے سے لیکر لیبیا تک برطانیہ کے ہوائی جہازوں نے دشمن کے علاقوں پر خوفناک حملے جاری رکھے ناروے کا ایک نہایت اہم جرمنی اڈہ تباہ کر دیا اور دو روز تک گولہ باری کر کے اس میں آگ لگا دی۔ اور شمالی مغربی فرانس اور مغربی جرمنی پر بھی خوفناک بم برسائے گئے ٹریپولی اور بن غازی کی بندرگاہوں پر بھی حملے کئے گئے۔ اٹلی کے کسلی اور نیپلز کی بندرگاہوں پر بھی شور انگیز حملے ہوئے۔

شورشیں اور بغاوتیں

جرمنی مقبوضہ ممالک میں جرمن تشدد سے تنگ آکر وہاں کے افراد نے شورشیں برپا کیں جن کی پاداش میں جرمنوں نے انتہائی بربریت کا مظاہرہ کیا۔ یوگوسلاویا میں چند جرمن سپاہیوں کے قتل پر دو سو سرویوں کو گولی سے اڑا دیا گیا۔ سالونیکا یونان میں صرف دو جرمن سپاہی قتل ہوئے جس پر تیرہ یونانیوں کو پھانسی دیدی گئی فرانس میں دو جرمن افسروں کے قتل کے الزام میں سو فرانسیسی یرغمالی میں لے لئے گئے ہیں۔ اگر اصلی قاتلوں کا پتہ نہ لگا تو انہیں ہلاک کر دیا جائیگا۔ پچاس فرانسیسی اس سے پہلے پھانسی دیئے جا چکے ہیں برطانیہ میں ان بیگناہوں کی موت پر یوم ماتم شاندار طور پر منایا گیا۔

جمہوریت ترکی

کی اٹھارویں سالگرہ شاندار طریق پر منائی گئی۔ ملک معظم نے بھی پیغام تہنیت ارسال کر کے ترکی کی ترقی و تعالی کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر سیدام وزیر اعظم نے جنگ کے ممالک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ خطرے کے بادل ہمارے سر پر منڈلا رہے ہیں مگر ہماری بہادر

فوج دنیا کی تمام افواج سے زیادہ مستحکم و طاقتور ہے اور برابر قوت اختیار کر رہی ہے۔ جرمنی کی طرف سے ترکوں کو از سر نو خلافت قائم کرنے کی پیشکش کی گئی ہے تاکہ مشرق قریب کے تمام ممالک ایک نظام میں منسلک ہو جائیں اور عرب زیر اثر کر لئے جائیں۔ ترکی کے طول و عرض میں نئی ریلیں تیار کی جارہی ہیں جو اسے ہمسایہ ممالک سے ملحق کر دیں گی اس وقت تک وہ سو ڈیلے برطانیہ سے ترکی کو پہنچے ہیں

افغانستان و ایران حکومت روس نے افغانستان کو یقین دلایا ہے کہ اس کی نیت قطعاً یہ نہیں کہ افغانستان کے سیاسی استقلال یا اس کی قومی حدود کو نقصان پہنچایا جائے اس ملک میں بھی فوجی تیاریاں سرگرمی کے ساتھ جاری ہیں اعلیحضرت محمد شاہ ظاہر غازی کی سالگرہ اور جشن نجات وطن شاندار طریق پر منائے گئے ملک معظم شہنشاہ جاپان شاہ ایران اور ہٹلر کی طرف سے پیغامات تہنیت موصول ہوئے بڑی دھوم دھام رہی۔

ایران کے جدید فرمانروا شاہ شاہپور محمد رضا نے اصلاحی کام شروع کر دیا ہے ایک تقریر میں آپ نے فرمایا کہ ملک میں [illegible] اور سیاسی اصلاحات کے نفاذ میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے تاکہ ملک میں سیاسی توازن بگڑ نہ جائے۔

ہندوستان

کانگریس مدراس اور اڑیسہ میں عہدے قبول کرنے کی تحریک فروغ پا رہی ہے اڑیسہ میں تو وزارت کی تشکیل عنقریب عمل میں آئیگی کانگریس کی از سر نو تنظیم پر زور دیا جارہا ہے اور گاندھی جی کی ستیہ گرہ کی تحریک کو اب لایعنی سمجھا جارہا ہے۔

مہاسبھا بڑے زعم میں ہے اب اس سعی میں ہے کہ وہ کانگریس کو بھی پچھاڑ کر تنہا ہندو قوم کی نمایندہ بنجائے۔ مسٹر منشی ڈاکٹر مونجے اور مسٹر ساورکر وغیرہ پاکستان کے خلاف پروپگنڈا کرتے پھر رہے ہیں اول الذکر پنجاب کا دورہ کر رہے ہیں۔

لیگ لیگ کا اقتدار روز افزوں ہے علیگڈھ میں اس کا شاندار اجلاس منعقد ہوا ملک میں مختلف مقامات پر جلسے ہوتے رہے مسٹر جناح نے علیگڈھ اور بمبئی وغیرہ میں بڑی معرکہ آرا تقاریر کیں پنجسالہ پروگرام کی تکمیل پر بھی غور ہو رہا ہے مگر مولوی فضل الحق وزیر اعظم بنگال کا جھگڑا اسوجہ تشویش بنا ہوا ہے نیز علانیہ لیگ کا جوش بڑھ رہا ہوا ہے۔

تازہ ترین خبریں

مفتی اعظم فلسطین برلن تشریف لے گئے ہیں۔ کلکتہ کے ریلوے حکام ایسے انتظامات میں مصروف ہیں کہ اگر دشمن کے اقدام کے باعث کلکتہ خالی کرنا پڑے تو کسی کو تکلیف نہ ہو۔ مسٹر بوس کی جائداد نیلام کر دیگئی۔ خاکساروں کی شورش کے سلسلہ میں لاہور کے مسلمانوں پر جو تعزیری ٹیکس عائد کیا گیا تھا ایک وفد کی ملاقات پر وہ ملتوی ہوگیا۔ چین کے مارشل چیانگ کائی شیک اسٹالن سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ پنجاب میں ایک سکھ یونیورسٹی کے قیام کی کوششیں جاری ہیں۔ دسمبر میں لاہور میں جمعیتہ العلماء کے اجلاس کا اعلان ہوا ہے۔ مسٹر منشی نے اکالی لیڈروں سے ملاقات کی جنھوں نے پاکستان کی مخالفت کا یقین دلایا۔

صحیح بخاری شریف اردو

بسلسلہ گذشتہ

باب۔ صائم کو (عورت سے) مباشرت کرنا درست ہے) اور حضرت عائشہ نے کہا ہے کہ روزہ دار پر صرف جماع حرام ہے۔

۱۷۷۶۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحالت صوم (اپنی ازواج کے) بوسے لیا کرتے تھے اور مباشرت کیا کرتے تھے مگر آپ اپنی خواہش پر تم سب سے زیادہ قابو رکھتے تھے۔

ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ ارب کے معنے حاجت اور طاوس نے کہا ہے کہ غیر اولی الاربۃ کے معنے احمق جسے عورتوں کی حاجت نہ ہو۔

باب۔ روزہ دار کو (اپنی بی بی کا) بوسہ لینا جائز ہے اور حضرت جابر بن زیدؓ نے کہا ہے کہ اگر روزہ دار (کسی عورت کی طرف) نظر کرے اور انزال ہوجائے تب بھی اس کا روزہ نہ جائیگا) وہ اپنے روزے کو پورا کرے۔

۱۷۷۷۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کے بحالت صوم بوسے لیتے تھے یہ کہکر پھر آپ مسکرائیں۔

۱۷۷۸۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں اس حال میں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ یکایک مجھے ایام آگئے تو میں آہستہ اٹھ گئی اور میں نے اپنے ایاموں کا لباس پہن لیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں ایام آگئے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہاں پھر میں (آپ کے ہمراہ) چادر میں لیٹ رہی، اور حضرت ام سلمہ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم (اکثر) ایک ظرف سے غسل کیا کرتے تھے، اور آنحضرت بحالت صوم ان کا بوسہ لیا کرتے

باب۔ روزہ دار کے لئے نہانا درست ہے اور حضرت ابن عمر نے بحالت صوم (ایک مرتبہ) کپڑا تر کیا اور وہ کپڑا ان پر ڈالا گیا اور شعبی بحالت صوم حمام میں گئے اور حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ روزہ دار کے لئے (کچھ حرج نہیں کہ دیگ یا اور کسی چیز (کے نمک) کو چکھ لے اور حسن (البصری) نے کہا ہے کہ روزہ دار کے لئے کلی کرنے میں اور ٹھنڈک حاصل کرنے (کیلئے نہانے میں کچھ حرج نہیں اور حضرت ابن مسعود کا قول ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ صبح کو تیل ڈالکر کنگھی کرکے اٹھے اور حضرت انسؓ کہتے تھے کہ میرے پاس ایک آبزن ہے میں بحالت صوم اس میں داخل ہوتا ہوں اور حضرت ابن عمر دن کے اول وقت اور آخر وقت میں مسواک کیا کرتے تھے اور ابن سیرین نے کہا ہے کہ تازی مسواک کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ ان سے کہا گیا کہ تازی مسواک میں تو مزہ ہوتا ہے (اور روزہ دار کو مزہ چکھنا ناجائز ہے) انہوں نے جواب دیا کہ پانی میں بھی تو مزہ ہوتا ہے حالانکہ تم اس سے کلی کرتے ہو۔ اور حضرت انس نے اور حسن (بصری) نے اور ابراہیم (نخعی) نے روزہ دار کے لئے سرمہ لگانے میں کچھ حرج نہیں سمجھا۔

۱۷۷۹۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں (کبھی کبھی جنابت کی حالت میں) صبح ہو جاتی تھی بغیر احتلام کے پس آپ غسل کر لیتے تھے اور روزہ رکھتے تھے۔

۱۷۸۰۔ ابوبکر بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ حضرت عائشہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ میں بہ یقین بیان کرتی ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (بغیر احتلام کے جماع کے سبب سے بحالت جنابت صبح ہوتی تھی پھر آپ اس دن روزہ رکھتے تھے بعد اس کے حضرت ام سلمہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا ابوجعفر کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ اگر روزہ توڑ ڈالے تو کیا جماع کرنیوالے کی طرح وہ کفارہ دیگا انہوں نے کہا نہیں کیا تم احادیث کو نہیں دیکھتے کہ ان میں صاف یہ لفظ موجود ہے لعلہ یقضیہ وان صام الدھر۔

باب۔ روزہ دار اگر بھولکر کھالے یا پی لے (تو روزہ نہیں جاتا) اور عطا کہتے ہیں کہ اگر ناک میں پانی لے اور وہ پانی اس کے حلق میں اتر جائے اور وہ اس پانی کے تھوک دینے کا اختیار نہ رکھتا ہو تو کچھ حرج نہیں اور حسن بصری نے کہا ہے کہ اگر اس کی حلق میں مکھی چلی جائے تو کچھ حرج نہیں اور حسن بصری اور مجاہد نے کہا ہے کہ اگر بھول کر جماع کر لے تو اس پر کچھ نہیں۔

۱۷۸۱۔ حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص بھول کر کھالے یا پی لے تو وہ اپنے روزہ کو پورا کرلے کیونکہ یہ تو اللہ تعالے نے اسے کھلایا پلایا ہے۔

باب۔ تازی اور خشک (غرض ہر قسم کی) مسواک روزہ دار کے لئے درست ہے (اور حضرت عامر بن ربیعہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرتبہ بحالت صوم مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر شاق نہ سمجھتا تو انہیں ہر وضو کے وقت مسواک کرنیکا حکم دیتا۔ اور اسی کے مثل حضرت جابر سے اور حضرت زید بن خالد کے ذریعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوا ہے صائم اور غیر صائم کی کچھ تخصیص آپ نے نہیں کی۔ اور حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا مسواک منہ کی صفائی کرنیوالی اور پروردگار کی رضا حاصل کرنے والی ہے اور عطا اور قتادہ کہتے ہیں کہ (مسواک کرنے سے جو) رطوبت اپنے (منہ سے خارج ہوتی ہے اگر نگل جائے (تب بھی روزہ نہیں جاتا۔

۱۷۸۲۔ حمران کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ پر تین مرتبہ پانی بہایا بعد اس کے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنا منہ تین بار دھویا پھر اپنا داہنا ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھویا پھر اپنا بایاں ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنا داہنا پیر تین مرتبہ دھویا پھر اپنا بایاں پیر تین مرتبہ دھویا بعد اس کے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے میرے اسی وضو کے مثل وضو کیا بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ جو کوئی میرے وضو کے مثل وضو کرے بعد اس کے دو رکعت نماز پڑھے جن میں اپنے دل سے کوئی بات نہ کرے اس کے اگلے گناہ بخشدیئے جائینگے۔

کتاب الفقہ

پردہ ۔ اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے

(از حضرت ابو الاعلیٰ صاحب مودودی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

جدید مغربی تمدن نے تیسرا طریقہ اختیار کیا ہے یعنی یہ کہ مردوں اور عورتوں میں مساوات ہو دونوں کی ذمہ داریاں یکساں اور قریب قریب ایک ہی طرح کی ہوں، دونوں ایک ہی حلقۂ عمل میں سابقت کریں دونوں اپنی روزی آپ کمائیں اور اپنی ضروریات کی آپ کفیل ہوں۔ معاشرت کی تنظیم کا یہ قاعدہ ابھی تک تکمیل کو نہیں پہنچا ہے کیونکہ مرد کی فضیلت و برتری اب بھی نمایاں ہے زندگی کے کسی شعبہ میں بھی عورت مرد کی ہم پلہ نہیں ہے اور اس کو وہ تمام حقوق حاصل نہیں ہوئے ہیں جو کامل مساوات کی صورت میں اس کو ملنے چاہئیں۔ لیکن جس حد تک بھی مساوات قائم کی گئی ہے اس نے ابھی سے نظام تمدن میں فساد برپا کر دیا ہے اس سے پہلے ہم تفصیل کے ساتھ اس کے نتائج بیان کر چکے ہیں لہٰذا یہاں پر کسی مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ تینوں قسم کے تمدن عدل اور توازن اور تناسب سے خالی ہیں کیونکہ انہوں نے فطرت کی رہنمائی کو سمجھنے اور ٹھیک اس کے مطابق طریقہ اختیار کرنے میں کوتاہی کی ہے۔ اگر عقل سلیم سے کام لیکر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ فطرت خود ان مسائل کا صحیح حل بتا رہی ہے بلکہ یہی دراصل فطرت ہی کی زبردست طاقت ہے جس کے اثر سے عورت نہ تو اس حد تک گر سکی جس حد تک اسے گرانے کی کوشش کی گئی اور نہ اس حد تک بڑھ سکی جس حد تک اس نے بڑھنا چاہا یا مرد نے اسے بڑھانے کی کوشش کی۔ افراط و تفریط کے دونوں پہلو انسان نے غلط اندیش عقل اور اپنے بہکے ہوئے تخیلات کے اثر سے اختیار کئے ہیں مگر فطرت عدل اور تناسب چاہتی ہے اور خود اس کی صورت بتاتی ہے۔

اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ انسان ہونے میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں دونوں نوع انسان کے مساوی حصے ہیں تمدن کی تعمیر اور تہذیب کی تاسیس و تشکیل اور انسانیت کی خدمت میں دونوں برابر کے شریک ہیں دل دماغ عقل جذبات خواہشات بشری ضروریات دونوں رکھتے ہیں۔ تمدن کی صلاح و فلاح کے لئے دونوں کی تہذیب نفس دماغی تربیت اور عقلی و فکری نشو و نما یکساں ضروری ہے تاکہ تمدن کی خدمت میں ہر ایک اپنا اپنا پورا حصہ ادا کر سکے اس اعتبار سے مساوات کا دعویٰ بالکل صحیح ہے اور ہر صالح تمدن کا فرض یہی ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اپنی فطری استعداد اور صلاحیت کے مطابق زیادہ سے زیادہ ترقی کرنے کا موقع دے ان کو علم اور اعلیٰ تربیت سے مزین کرے انہیں بھی مردوں کی طرح تمدنی و معاشی حقوق عطا کرے اور انہیں معاشرت میں عزت کا مقام بخشے تاکہ ان میں عزت نفس کا احساس پیدا ہو اور ان کے اندر وہ بہترین بشری صفات پیدا ہو سکیں جو صرف عزت نفس ہی کے احساس سے پیدا ہو سکتی ہیں جن قوموں نے اس قسم کی مساوات سے انکار کیا ہے جنہوں نے اپنی عورتوں کو جاہل ناتربیت یافتہ ذلیل اور حقوق مدنیت سے محروم رکھا ہے وہ خود پستی کے گڑھے میں گر گئی ہیں کیونکہ انسانیت کے پورے نصف حصہ کو گرا دینے کے معنی خود انسانیت کو گرا دینے کے ہیں ذلیل ماؤں کی گودیوں سے عزت والے اور ناتربیت یافتہ ماؤں کی آغوش سے اعلیٰ تربیت والے اور پست خیال ماؤں کے گہوارے سے اونچے خیال والے انسان نہیں نکل سکتے۔

لیکن مساوات کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کا حلقۂ عمل ایک ہی ہو دونوں ایک ہی سے کام کریں دونوں پر زندگی کے تمام شعبوں کی تمام ذمہ داریاں یکساں عائد کر دی جائیں اور نظام تمدن میں دونوں کی حیثیتیں بالکل ایک ہی ہوں اس کی تائید میں سائنس کے مشاہدات اور تجربات سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ عورت و مرد اپنی جسمانی استعداد و قوت کے لحاظ سے مساوی ہیں مگر صرف یہ امکان دونوں میں اس قسم کی مساوات پائی جاتی ہے اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کہ فطرت کا مقصود بھی دونوں سے ایک ہی طرح کے کام لینا ہے ایسی رائے قائم کرنا اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ دونوں کے نظام جسمانی بھی یکساں ہیں دونوں پر فطرت نے ایک ہی جیسی خدمات کا بار بھی ڈالا ہے اور دونوں کی نفسی کیفیات بھی ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔ انسان نے اب تک جتنی سائنٹفک تحقیقات کی ہے اس سے ان تینوں تنقیحات کا جواب نفی میں ملتا ہے۔

علم الحیات کی تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ عورت اپنی شکل و صورت اور ظاہری اعضا سے لیکر اپنے جسم کے ذرات اور نسیجی خلایا تک ہر چیز میں مرد سے مختلف ہے جس وقت رحم میں بچے کے اندر صنفی تشکیل واقع ہوتی ہے اسی وقت سے دونوں صنفوں کی جسمانی ساخت بالکل ایک دوسرے سے مختلف صورت میں ترقی کرتی ہے عورت کا پورا نظام جسمانی اس طور پر بنایا جاتا ہے کہ وہ بچہ جننے اور اس کی پرورش کرنے کے لئے مستعد ہو۔ ابتدائی جنینی تشکیل سے لیکر سن بلوغ کو پہنچنے تک اس کے جسم کا پورا نشو و نما اسی استعداد کی تکمیل کے لئے ہوتا ہے اور یہی چیز اس کی آئندہ زندگی کا راستہ معین کرتی ہے۔

بالغ ہونے پر ایام ماہواری کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس کے اثر سے اس کے جسم کے تمام اعضا کی فعلیت متاثر ہو جاتی ہے اکابر فن حیاتیات و عضویات کے مشاہدات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام ماہواری میں عورت کے اندر حسب ذیل تغیرات ہوتے ہیں:۔

(۱) جسم میں حرارت کو روکنے کی قوت کم ہو جاتی ہے اس لئے حرارت زیادہ مقدار میں خارج ہوتی ہے اور درجۂ حرارت گر جاتا ہے۔

(۲) نبض سست ہو جاتی ہے خون کا دباؤ کم ہو جاتا ہے خلایائے دم کی تعداد میں فرق واقع ہو جاتا ہے۔
(۳) درون افرازی غدود گلے کی گلٹیوں اور غدد لمفاوی میں تغیر واقع ہوتا ہے۔
(۴) پروٹینی تحول میں کمی آجاتی ہے۔
(۵) فاسفیٹس اور کلورائیڈ کے اخراج میں کمی اور ہوائی تحول میں انحطاط رونما ہوتا ہے۔
(۶) ہضم میں اختلال واقع ہوتا ہے اور غذا کے پروٹینی اجزا اور چربی کے جزو بدن بننے میں کمی ہو جاتی ہے۔
(۷) تنفس کی قابلیت میں کمی اور گویائی کے اعضاء میں خاص تغیرات واقع ہوتے ہیں۔
(۸) عضلات میں سستی اور احساسات میں بلادت آجاتی ہے۔
(۹) ذہانت اور خیالات کو مرکوز کرنے کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔

یہ تغیرات ایک تندرست عورت کو بیماری کی حالت سے اس قدر قریب کر دیتے ہیں کہ درحقیقت اس وقت صحت اور مرض کے درمیان کوئی واضح خط کھینچنا مشکل ہوتا ہے۔ سو میں سے بمشکل ۲۳ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو ایام ماہواری بغیر کسی درد اور تکلیف کے آتے ہوں۔ ایک مرتبہ ۱۰۲۰ عورتوں کو بلا انتخاب لیکر ان کے حالات کی تحقیق کی گئی تو ان میں سے ۸۴ فیصدی ایسی نکلیں جن کو ایام ماہواری میں درد اور دوسری قسم کی تکلیفوں سے سابقہ پیش آتا تھا۔ ڈاکٹر امیل نووک جو اس شعبہ علم کا بڑا محقق ہے لکھتا ہے کہ:۔

"حائضہ عورت میں عموماً جو کیفیات پائی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔ درد سر، تکان، اعضا شکنی، اعصابی کمزوری، طبیعت کی پستی، مثانہ کی جھینپی، ہضم کی خرابی، بعض حالات میں قبض کبھی کبھی متلی اور قے۔ اچھی خاصی تعداد ایسی عورتوں کی ہے جن کی چھاتیوں میں ہلکا سا درد ہوتا ہے اور کبھی کبھی وہ اتنا شدید ہو جاتا ہے کہ چھیس سی اٹھتی معلوم ہوتی ہیں۔ بعض عورتوں کو غدہ درقیہ (تھائی رائڈ) اس زمانہ میں سوج جاتا ہے جس سے گلا بھاری ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات تخمہ ہضم کی شکایت ہوتی ہے اور اکثر سانس لینے میں دقت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ٹی کرجگ نے جن عورتوں کا معائنہ کیا ان میں سے آدھی ایسی تھیں جن کو ایام ماہواری میں بدہضمی کی شکایت ہوتی تھی اور آخری دنوں میں قبض ہو جاتا تھا۔ ڈاکٹر گوبلر کا بیان ہے کہ ایسی عورتیں بہت کم مشاہدہ میں آئی ہیں جن کو زمانہ حیض میں کوئی تکلیف نہ ہوتی ہو۔ بیشتر ایسی ہی دیکھی گئی ہیں جن میں درد سر، تکان، زیرناف درد اور بھوک کی کمی لاحق ہوتی ہے۔ طبیعت میں چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے اور رونے کو جی چاہتا ہے۔"

ان حالات کے اعتبار سے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ایام ماہواری میں ایک عورت دراصل بیمار ہوتی ہے۔ یہ ایک بیماری بھی ہے جو اسے ہر مہینہ لاحق ہوتی رہتی ہے۔

ان جسمانی تغیرات کا اثر لامحالہ عورت کے ذہنی قویٰ اور اس کے افعال اعضا پر بھی پڑتا ہے۔ ۱۸۹۰ء میں کرافٹ ایبنگ کے گہرے مشاہدہ کے بعد یہ نتیجہ ظاہر کیا تھا کہ اس زمانہ میں عورت کے اندر مرکزیت خیال اور دماغی محنت کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ ایک پروفیسر نفسیاتی مشاہدات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس زمانہ میں عورت کا نظام عصبی نہایت اشتعال پذیر ہو جاتا ہے۔ احساسات میں بلادت اور ناہمواری پیدا ہو جاتی ہے۔ مرتب انعکاسات کو قبول کرنے کی صلاحیت کم اور بسا اوقات باطل ہو جاتی ہے یہاں تک کہ پہلے سے حاصل شدہ مرتب انعکاسات میں بھی بدنظمی پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے وہ افعال بھی درست نہیں رہتے جن کی وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں خوگر ہوتی ہے۔ ایک عورت جو ٹرام کی کنڈکٹر ہے اس زمانہ میں غلط ٹکٹ کاٹ دیگی اور ریزگاری گننے میں الجھے گی۔ ایک موٹر ڈرائیور عورت گاڑی آہستہ اور ڈرتے ڈرتے چلائیگی اور ہر موڑ پر گھبرا جائیگی۔ ایک لیڈی ٹائپسٹ غلط ٹائپ کریگی، دیر میں کرے گی کوشش کے باوجود الفاظ چھوڑ جائیگی، غلط جملے بنائیگی، کسی حرف پر انگلی مارنی چاہے گی اور ہاتھ کسی پر پڑ جائیگا۔ ایک بیرسٹر عورت کی قوت استدلال درست نہ رہے گی اور اپنے مقدمہ کو پیش کرنے میں اس کا دماغ اور اس کی قوت بیان دونوں غلطی کریں گے۔ ایک مجسٹریٹ عورت کی قوت فہم اور قوت فیصلہ دونوں متاثر ہو جائیں گی۔ ایک دندان ساز عورت کو اپنا کام کرتے وقت مطلوبہ اوزار مشکل سے ملیں گے۔ ایک گانیوالی عورت اپنے لہجہ اور آواز کی خوبی کو کھو دیگی حتیٰ کہ ایک ماہر نطقیات محض آواز سنکر بتا دیگا کہ گانیوالی اس وقت حالت حیض میں ہے۔ غرض یہ کہ اس زمانہ میں عورت کے دماغ اور اعصاب کی مشین بڑی حد تک سست اور غیر مرتب ہو جاتی ہے۔ اس کے اعضا پوری طرح اسکے ارادے کے تحت عمل نہیں کر سکتے بلکہ اندر سے ایک اضطراری حرکت اسکے ارادے پر غالب آکر اس کی قوت ارادی اور قوت فیصلہ کو ماؤف کر دیتی ہے اور اس سے مجبورانہ افعال سرزد ہونے لگتے ہیں۔ اس حالت میں اس کی آزادی عمل باقی نہیں رہتی اور وہ کوئی ذمہ دارانہ کام کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔

پروفیسر لاپنسکی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ زمانہ حیض عورت کو اس کی آزادی عمل سے محروم کر دیتا ہے۔ وہ اس وقت اضطراری حرکات کی غلام ہوتی ہے اور اس میں بالارادہ کسی کام کو کرنے یا نہ کرنیکی قوت بہت کم ہو جاتی ہے۔

یہ سب تغیرات ایک تندرست عورت میں ہوتے ہیں اور بآسانی ترقی کر کے مرض کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ریکارڈ پر ایسے واقعات بکثرت موجود ہیں کہ اس حالت میں عورتیں دیوانی سی ہو جاتی ہیں۔ ذرا سے اشتعال پر غصہ ہو جانا، وحشیانہ اور احمقانہ حرکات کر بیٹھنا حتیٰ کہ خودکشی تک کر گزرنا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔

ڈاکٹر کرافٹ ایبنگ لکھتا ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو عورتیں نرم مزاج، سلیقہ مند اور خوش خلق ہوتی ہیں ان کی حالت ایام ماہواری کے آتے ہی یکایک بدل جاتی ہے۔ یہ زمانہ ان کے اوپر گویا ایک طوفان کی طرح آتا ہے۔ وہ چڑچڑی، جھگڑالو اور کٹ کھنی ہو جاتی ہیں۔ نوکر، بچے اور شوہر سب ان سے نالاں ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ اجنبی لوگوں سے بھی بری طرح پیش آتی ہیں۔ بعض دوسرے اہل فن گہرے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ عورتوں سے اکثر جرائم حالت حیض میں سرزد ہوتے ہیں کیونکہ وہ اس وقت اپنے قابو میں نہیں ہوتیں۔ ایک اچھی خاصی نیک عورت اس زمانہ میں چوری کر گذرے گی اور بعد میں خود اس کو اپنے فعل پر شرم آئیگی۔ وائن برگ اپنے مشاہدات

کی بنا پر لکھتا ہے کہ خودکشی کرنے والی عورتوں میں ۵۰ فیصدی ایسی پائی گئی ہیں جنھوں نے حالت حیض میں یہ فعل کیا ہو اسی بنا پر ڈاکٹر کرافٹ ایبنگ کی رائے ہے کہ بالغ عورتوں پر جب کسی جرم کی پاداش میں مقدمہ چلایا جائے تو عدالت کو اس امر کی تحقیق کر لینی چاہیئے کہ یہ جرم کہیں حالت حیض میں تو نہیں کیا گیا ہو۔

ایام ماہواری سے بھی بڑھ کر حمل کا زمانہ عورت پر سخت ہوتا ہے ڈاکٹر ریبریٹ لکھتا ہے کہ حمل کے زمانہ میں عورت کے جسم سے فضلات کا اخراج بسا اوقات فاقہ زدگی کی حالت سے بھی زیادہ کم مقدار میں ہوتا ہو اس زمانہ میں عورت کے قویٰ کسی طرح بھی جسمانی اور دماغی محنت کا وہ بار نہیں سنبھال سکتے جو حمل کے سوا دوسرے ایام میں سنبھال سکتے ہیں جو حالات اس زمانہ میں عورت پر گذرتے ہیں وہ اگر مرد پر گذریں یا غیر زمانۂ حمل میں خود عورت پر گذریں تو قطعی بیماری کا حکم لگا دیا جائے۔ اس زمانہ میں کئی مہینے تک اس کا نظام عصبی مختل رہتا ہو اس کا دماغی توازن بگڑ جاتا ہے اسکے تمام عناصر روحی ایک مسلسل بدنظمی کی حالت میں ہوتے ہیں وہ مرض اور صحت کے درمیان معلق رہتی ہے اور ایک ادنیٰ سی وجہ اس کو بیماری کی سرحد میں پہنچا سکتی ہے ڈاکٹر فشر کا بیان ہے کہ ایک تندرست عورت بھی حمل کے زمانہ میں سخت نفسی اضطراب میں مبتلا رہتی ہو اس میں تلون پیدا ہو جاتا ہے خیالات پریشان رہتے ہیں ذہن پراگندہ ہوتا ہے شعور اور غور و فکر اور سمجھ بوجھ کی صلاحیت بہت کم ہو جاتی ہے۔ ہیولاک ایلس اور البرٹ مول اور بعض دوسرے ماہرین کی متفقہ رائے یہ ہے کہ زمانہ حمل کا آخری ایک مہینہ تو ہرگز اس قابل نہیں ہوتا کہ اس میں عورت سے کوئی جسمانی یا دماغی محنت لیجائے۔

وضع حمل کے بعد متعدد بیماریوں کے رونما ہونے اور ترقی کرنیکا اندیشہ رہتا ہے۔ زچگی کے زخم زہریلے اثرات قبول کرنے کے لئے مستعد رہتے ہیں قبل حمل کی حالت کی طرف واپس جانیکے لئے اعضا میں ایک حرکت شروع ہوتی ہے جو سارے نظام جسمانی کو درہم برہم کر دیتی ہے اگر کوئی خطرہ نہ بھی پیش آئے تب بھی کئی ہفتے اس کو اپنی اصلی حالت پر آنے میں لگ جاتے ہیں اس طرح استقرار حمل کے بعد سے پورے ایک سال تک عورت درحقیقت بیمار یا کم از کم نیم بیمار ہوتی ہے اور اس کی قوت کارکردگی عام حالات کی بہ نسبت آدھی بلکہ اس سے بھی کم ہو جاتی ہو۔

پھر رضاعت کا زمانہ ایسا ہوتا ہے جس میں درحقیقت وہ اپنے لئے نہیں جیتی بلکہ اس امانت کے لئے جیتی ہے جو فطرت نے اس کے سپرد کی ہے اس کے جسم کا جوہر اس کے بچے کے لئے دودھ بنتا ہے جو کچھ غذا وہ کھاتی ہے اس میں سے صرف اس قدر حصہ اس کے جسم کو ملتا ہے جس قدر اسے زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہو باقی سب کا سب دودھ کی پیدائش میں صرف ہوتا ہے اس کے بعد بھی ایک مدت دراز تک بچہ کی پرورش نگہداشت اور تربیت پر اس کو تمام تر اپنی توجہ صرف کرنی پڑتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں مسئلہ رضاعت کا یہ حل نکالا گیا ہے کہ بچوں کو خارجی غذاؤں پر رکھا جائے لیکن یہ کوئی صحیح حل نہیں ہے اس لئے کہ فطرت نے بچہ کی پرورش کا جو سامان ماں کے سینے میں رکھ دیا ہے اس کا صحیح بدل اور کوئی نہیں ہو سکتا بچے کو اس سے محروم کرنا ظلم

اور خود غرضی کے سوا کچھ نہیں، تمام ماہرین فن اس بات پر متفق ہیں کہ بچے کے صحیح نشوونما کے لئے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی غذا نہیں اسی طرح تربیت اطفال کے لئے بھی نرسنگ ہوم اور تربیت گاہ اطفال کی تجویزیں نکالی گئی ہیں تاکہ مائیں اپنے بچوں سے بےفکر ہو کر بیرون خانہ کے مشاغل میں منہمک ہو سکیں لیکن کسی نرسنگ ہوم اور کسی تربیت گاہ میں شفقت مادری فراہم نہیں کی جا سکتی۔ طفولیت کا ابتدائی زمانہ جس محبت جس دردمندی اور جس خیرسگالی کا محتاج ہے وہ کرایہ کی پالنے پوسنے والیوں کے سینے میں کہاں سے آسکتی ہے۔ تربیت اطفال کے یہ جدید طریقے ابھی تک آزمودہ نہیں ہیں ابھی وہ نسلیں پھل پھول ہی نہیں لائی ہیں جو بچے پالنے کے ان نئے کارخانوں میں تیار کی گئی ہیں۔ ابھی تک ان کی سیرت ان کے اخلاق، ان کے کارنامے دنیا کے سامنے نہیں آئے ہیں کہ اس تجربہ کی کامیابی و ناکامی کے متعلق کوئی رائے قائم کی جاسکے لہذا اس طریقہ کے متعلق یہ دعویٰ کرنا قبل از وقت ہے کہ دنیا نے ماں کی آغوش کا صحیح بدل پالیا ہے کم از کم اس وقت تک تو یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ بچے کی فطری تربیت گاہ اس کی ماں کی آغوش ہی ہو۔

اب یہ بات ایک معمولی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر عورت اور مرد دونوں کی جسمانی اور دماغی قوت استعداد بالکل مساوی بھی ہے تب بھی فطرت نے دونوں پر مساوی بار نہیں ڈالا ہے۔ بقائے نوع کی خدمت میں تخم ریزی کے سوا اور کوئی کام مرد کے سپرد نہیں کیا گیا اس کے بعد وہ بالکل آزاد ہے کہ زندگی کے جس شعبے میں چاہے کام کرے بخلاف اسکے اس خدمت کا بار عورت پر ڈالدیا گیا ہے اسی بار کے سنبھالنے کے لئے اس کو اس وقت سے مستعد کیا جاتا ہے جبکہ وہ ماں کے پیٹ میں محض ایک مضغۂ گوشت ہوتی ہو اسی کے لئے اس کے جسم کی ساری مشین موزوں کی جاتی ہو اسی کے لئے اس پر جوانی کے پورے زمانہ میں پیہم ایام ماہواری کے دور آتے ہیں جو ہر مہینے میں تین سے لیکر دس دن تک اس کو کسی بڑی ذمہ داری کا بار سنبھالنے اور کوئی اہم جسمانی یا دماغی محنت کرنے کے قابل نہیں رکھتے اسی کے لئے اس پر حمل اور ما بعد حمل کا پورا ایک سال سختیاں جھیلتے گذرتا ہے جس میں وہ درحقیقت نیم جان ہوتی ہو اسی کے لئے اس پر رضاعت کے پورے دو سال اس طرح گذرتے ہیں کہ وہ اپنے خون سے انسانیت کی کھیتی کو سینچتی اور اپنے سینوں کی نہروں سے اس کو سیراب کرتی ہے اسی کے لئے اس پر بچے کی ابتدائی پرورش کے کئی سال اس محنت و مشقت میں گذرتے ہیں کہ اس پر رات کی نیند اور دن کی آسائش حرام ہوتی ہے اور وہ اپنی راحت اپنے لطف اپنی خوشی اپنی خواہشات غرض ہر چیز کو آنیوالی نسل پر قربان کر دیتی ہے جب یہ حال ہے تو غور کیجئے کہ عدل کا تقاضا کیا ہے؟ کیا عدل یہی ہے کہ عورت سے ان فطری ذمہ داریوں کی بجا آوری کا مطالبہ بھی کیا جائے جن میں مرد اس کا شریک نہیں ہو اور پھر ان تمدنی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی اس پر مرد کے برابر ڈالدیا جائے جن کو سنبھالنے کے لئے مرد فطرت کی تمام ذمہ داریوں سے آزاد رکھا گیا ہے؟ اس سے کہا جائے کہ تو وہ ساری مصیبتیں بھی برداشت کر جو فطرت نے تیرے اوپر ڈالی ہیں اور ہمارے ساتھ آکر روزی کمانے کی مشقتیں بھی اٹھا۔ سیاست اور عدالت اور صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت اور قیام امن اور مدافعت وطن کی خدمتوں میں بھی

تذکرۃ الصحابہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ

اسلام و غزوات حضرت فاروق اعظم کے یگانۂ روزگار صاحبزادے اور اپنے عہد کے زبردست وحید عالم تھے باپ کے اسلام لانے کے وقت آپ کی عمر صرف پانچ سال کی تھی زمانہ بعثت کے دوسرے سال کتم عدم سے پردۂ وجود پر جلوہ افروز ہوئے ہوش سنبھالا تو گھر کے در و بام اسلام کی شعاعوں سے منور تھے باپ کے ساتھ غیر شعوری طور پر اسلام قبول کیا چونکہ مکہ میں ظلم و طغیان کی گرم جابر بڑھتی جاری تھی اس لئے اپنے خاندان والوں کے ساتھ آپ بھی ہجرت کر گئے تیرہ برس ہی کی عمر تھی کہ غزوۂ بدر میں شرکت کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کمسنی کی وجہ سے واپس کر دیئے گئے۔ اگلے سال غزوۂ احد میں بھی اسی بنا پر شریک نہ کئے گئے البتہ ۱۵ سال کی عمر ہو جانے پر غزوۂ احزاب میں ضرور شریک ہوئے جو ۵ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا ۶ھ میں بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا غزوۂ خیبر میں بھی بڑی جانبازی جانبازی کے ساتھ لڑے اسی سفر میں حلال و حرام کے متعلق جو احکام دربار رسالت سے صادر ہوئے تھے آپ ان کے راوی ہیں اس کے بعد فتح مکہ غزوۂ حنین اور محاصرۂ طائف میں بھی شریک رہے غزوۂ تبوک کو جا رہے تھے کہ حضور نبی کریم نے حجر کی طرف سے گزرتے ہوئے جہاں قوم عاد و ثمود کی آبادیوں کے کھنڈر تھے فرمایا کہ

"ان لوگوں کے مساکن میں داخل نہ ہو جنہوں نے خدا کی نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا مبادا تم بھی اس عذاب میں مبتلا ہو جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے اور اگر گذرنا ہی ہے تو یہ کر و کہ خوف خدا اور خشیت الٰہی سے روتے ہوئے گذر جاؤ"

جوش جہاد عہد فاروقی میں آپ سپاہیانہ حیثیت سے برابر لڑتے رہے جنگ نہاوند میں بیمار ہوئے تو آپ نے از خود یہ کیا کہ پیاز کو دواؤں میں پکاتے تھے اور جب اس میں پیاز کا مزہ آ جاتا تھا تو اسے نکال کر دوا پی لیتے تھے غالباً پیش کا مرض لاحق ہو گیا ہو گا۔ شام و مصر کی فتوحات میں بھی مجاہدانہ حصہ لیتے رہے لیکن انتظامی امور میں حصہ لینے کا کوئی موقع نہ ملا کہ حضرت فاروق اعظم اپنے خاندان و قبیلہ کے افراد کو الگ رکھتے رہے عہد فاروقی میں آپ کو عہدۂ قضا پیش کیا گیا لیکن آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں جاہل، عالم مائل الی الدنیا کہ یہ دونوں جہنمی ہیں تیسرے وہ ہیں جو صحیح اجتہاد کرتے ہیں انہیں نہ عذاب ہے اور نہ صواب اور صاف کہا یا کہ مجھے کہیں کا عامل نہ بنایئے اس کے بعد امیر المومنین نے بھی اصرار نہ کیا البتہ اس عہد کے معرکہ ہائے جہاد میں ضرور شریک ہوتے رہے۔ تونس الجزائر مراکش خراسان اور طبرستان کے معرکوں میں لڑے جس قدر مناصب اور عہدوں کی قبولیت سے گھبراتے تھے جہادوں میں اسی قدر جوش و خروش اور ذوق و دلبستگی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔

فتنۂ اختلاف امت سے نفور آخری عہد عثمانی میں جو فتنے رونما ہوئے ان سے بالکل کنارہ کش رہے ان کی شہادت کے بعد آپ کی خدمت میں خلافت کا اعزاز پیش کیا اور عدم قبولیت کے سلسلہ میں قتل کی دھمکی دی گئی لیکن آپ نے فتنوں کے نشو و ارتقا کے پیش نظر اس عظیم الشان اعزاز سے بھی انکار کر دیا اور کوئی اعتنا نہ کی اس کے بعد آپ نے اس شرط پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ خانہ جنگیوں میں کوئی حصہ نہ لیں گے چنانچہ جنگ جمل و صفین میں شرکت نہ کی تاہم متاسف تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس

دا گو میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا لیکن حق پر مقاتلہ ہی افضل ہے۔ (مستدرک)

فیصلہ ثالثی سننے کے لئے دومۃ الجندل میں تشریف لے گئے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور شوق جہاد میں اس عہد کے تمام معرکوں میں نیز مہم قسطنطنیہ میں شامل ہوئے یزید کے ہاتھ پر فتنہ اختلاف امت سے دامن بچانے رکھنے کے لئے بلا تامل بیعت کر لی اور فرمایا یہ خیر ہے تو ہم اس پر راضی ہیں اور اگر یہ شر ہے تو ہم نے صبر کیا۔ آج لوگ فتنوں سے بچنا تو درکنار اپنے مقاصد ذاتی کے لئے خود فتنے پیدا کرتے ہیں اور خدا کے خوف سے ان کے جسم پر لرزہ طاری نہیں ہوتا پھر یہ بیعت حقیقتاً نہ کسی خوف کی بنا پر تھی اور نہ آپ کسی لالچ میں آئے تھے طنطنۂ حق پرستی کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت عمرو بن العاص امیر معاویہ کی طرف سے یزید کی ولیعہدی کے متعلق آپ کا عندیہ لینے گئے تو آپ نے اللہ کی زبان سے اظہار ما فی الضمیر کے ساتھ رقم خطیر کے توڑے بھی پیش کئے تو یہ عالم تھا کہ وفور غیظ میں کانپنے لگے اور عمرو ابن العاص کے رعب و عظمت کو بھی بالائے طاق رکھ کر اسی وقت اپنے مکان سے نکلوا دیا۔

یزید کے خلاف حجاز میں ایک عام ہیجان پھیلا ہوا تھا لیکن آپ کے پیش نظر یزید کے ذاتی اخلاق سے زیادہ فتنہ اختلاف امت کی عالمگیر خوبیاں تھیں اس لئے آپ تخت حکومت کے خلاف کسی تحریک کو بنظر پسندیدگی نہ دیکھتے تھے چنانچہ جب مدینہ والوں نے عبداللہ کی زیر قیادت کھڑے ہو کر بیعت فسخ کی تو آپ نے خاندان والوں کو بلا کر فرمایا:

"دیکھو! میں نے یزید کے ہاتھ پر خدا و رسول کی بیعت کی ہے اور حضور نبی کریم کو خود یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بروز حشر ہر فریب کار و عیار کا ایک علم بلند کیا جائے گا اور اس پر مرقوم ہو گا کہ یہ فلاں کی فریب کاری ہے اور سب سے بڑا فریب یہ ہے کہ خدا کا شریک کیا جائے کہ ایک شخص خدا و رسول کے لئے کسی سے بیعت کرے اور پھر اسے شکست کرے اس لئے تم کوئی بیعت کو نہ توڑنا اور اگر کسی نے اس میں حصہ لیا تو میرے اور اس کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی"

شاہی احترام و اعزاز یزید کا بیٹا معاویہ تین مہینے خلافت کر کے

دستبردار خلافت ہو گیا اور اس کے بعد فوراً شام میں مروان نے اور حجاز و عراق وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر نے علم ہائے خلافت بلند کئے اسی دوران میں ایک شخص نے آپ سے کہا کہ آپ لوگوں کے نزاع کے مطابق فتنہ کو روکنے کے لئے نکلو۔ فرمایا یہ خانہ جنگی ہے بادشاہی کے لئے لڑائی ہو رہی ہے جہاد نہیں ہو رہا اس لئے میں اس میں حصہ لینے سے قطعاً مجبور ہوں۔

عبدالملک خلیفہ ہوا تو آپ نے خود ہی تحریری بیعت نامہ لکھ کر بھیجا۔ یہ بڑا زبردست اور پرشکوہ خلیفہ ہوا ہے مگر زندگی بھر تمام مذہبی معاملات میں آپ کی پیروی کرتا رہا۔ امیر حج بھی آپ ہی کو مقرر کرتا تھا اور آپ کا بیحد احترام کرتا تھا اس کی وجہ سے اس کے تمام امراء اور درباری رؤسا بھی بیحد عزت و احترام کرتے تھے۔

حجاج کا انتقام اور وفات

آپ کی وفات کا واقعہ بہت دردناک اور عبرت انگیز ہے جسے عبرت ہی کے ساتھ پڑھنا اور دیکھنا چاہیئے۔ چونکہ آپ بہت حق گو تھے اور جب کسی کو غلطی کرتے دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے تھے۔ حجاج سپہ سالار شام اور گورنر مدینہ تھا بہت اقتدار پرست کینہ توز مغرور اور ظالم اسے آپ کا ٹوکنا بہت ناگوار گذرتا تھا خانہ کعبہ پر منجنیق نصب کرانے اور ابن زبیر کو شہید کر ڈالنے پر آپ نے اسے زجر کیا تھا۔ پھر ایک دفعہ جب یہ خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا اور دوران تقریر میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر نعوذ باللہ کلام اللہ میں تحریف کا الزام لگایا تو بھی آپ نے ٹوکا اور صاف کہا تو جھوٹ بولتا ہے نہ ابن زبیرؓ کی یہ مجال تھی اور تیری مجمع عام کی یہ ڈانٹ بھی حجاج پر بہت ناگوار ہوئی۔

خلیفہ عبدالملک نے اسکے نام حکم بھیج رکھا تھا کہ وہ حضرت کی کسی امر میں مخالفت نہ کرے بظاہر تو وہ آپ کے سرکاری اور عام اثر کی وجہ سے چوں بھی نہ کر سکتا تھا مگر باطناً وہ شدید مخالف ہو گیا تھا۔ جب اس نے خود کو آپ کے مقابلہ میں بالکل بےبس پایا اور اپنی کوئی پیش جاتی نہ دیکھی تو اس نے اپنے مخصوص آدمیوں میں سے کسی کو حکم دیا کہ وہ حج کے ہجوم میں آپ کے پاؤں میں مسموم اور زہر میں بجھے ہوئے نیزہ سے زخم لگا دیں چنانچہ آپ کے پاؤں میں خراش دیدی گئی نیزہ تھا نہایت زہریلا زہر جسم میں سرایت کر گیا بیمار ہو گئے تو خود عیادت کو جا کر کہا کہ کاش مجھے ملزم کا پتہ چلتا اور میں اس کی گردن اڑا دیتا آپ نے فرمایا جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ تمہاری ہی حرکت ہے نہ تم حرم میں لوگوں کو اسلحہ لیکر آنے کی اجازت دیتے نہ یہ صورت پیش آتی۔ حجاج خوفزدہ ہو کر خاموش ہو گیا اور تراسی سال کی عمر میں سنہ ۷۴ھ میں علم و عمل کا یہ مہر عالم افروز ارض مکہ میں غروب ہو گیا اور حجاج ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

فضل و کمال

علمی و فنی اعتبار سے آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے قرآنی علوم پر بہت بڑا عبور تھا معانی قرآن پر گہری نظر تھی چنانچہ جب ایک صاحب نے آیہ پاک والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقون فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم کے متعلق یہ کہا ہے کہ زکوٰۃ کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ کیوں ہے؟ اور عدم انفاق کی صورت میں عذاب الیم کی دھمکی کیوں دی گئی ہے؟ تو آپ نے بتلایا کہ یہ وعید صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو سیم و زر جمع کر کے زکوٰۃ نہیں دیتے ورنہ زکوٰۃ تو خود ہی مال کو پاک و صاف کر دیتی ہے یہ آیت نزول زکوٰۃ سے پیشتر کی ہے۔"

پھر جب ایک شخص نے اسی آیت میں کنز کے معنے پوچھے تو ایسی لطافت پیدا کر دی کہ اگر یہ آیہ نزول زکوٰۃ کے بعد کی بھی ہوتی تو بھی کوئی اشکال باقی نہیں رہتا فرمایا اس کے لغوی معنے مال مدفونہ کے ہیں۔ وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے' اس طرح لا ینفقون کا مفہوم صرف یکنزون سے ادا ہو جاتا ہے اور اس سے صرف تاکید مزید عبارت ہو جاتی ہے۔ احادیث میں بھی بشمار الحاظ از بر تھیں سولہ سو تیس احادیث آپ سے مروی ہیں جن میں ۱۷۰ متفق علیہ ہیں حضور نبی کریم کے بعد کی اپنی شصت سالہ زندگی میں مدینہ کے اندر مستقل طور پر درس و تدریس اور اشاعت حدیث میں مصروف رہے بقول حضرت حذیفہ زمانہ مابعد نبوی میں ہر شخص کی حالت میں کچھ نہ کچھ تغیر ہو گیا تھا مگر عمرؓ اور ان کے بیٹے عبداللہ کی حالت میں سرمو فرق نہ ہوا یہی حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں۔ آپ کے خادم حضرت نافع تابعین کرام اور اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ:۔

"حضرت ابن عمرؓ آثار نبوی کی پابندی اس شدت کے ساتھ کیا کرتے تھے کہ تم انھیں اتباع کرتے ہوئے دیکھکر یہی کہتے کہ دیوانہ ہیں (مستدرک جلد۳)

یہی وجہ ہے کہ آپ کا ہر قول و فعل دوسروں کے لئے نمونہ بنجاتا تھا۔ اس تبحر و تقرب کے باوجود بیان حدیث میں انتہائی احتیاط برتتے تھے۔

محمد بن علی کی روایت کے مطابق ابن عمر سے زیادہ جماعت صحابہ میں بیان حدیث میں کوئی محتاط نہ تھا کمی بیشی سے بہت ڈرتے تھے۔ عام طور سے احادیث بیان کرنے سے بھی احتراز برتتے رہتے تھے یہ حالت تھی جیسا کہ امام شعبی نے بیان کیا ہے کہ میں ایک سال تک پاس بیٹھا لیکن انہوں نے کوئی حدیث بیان نہیں کی امام مالک کی مستند کتاب موطا زیادہ تر آپ ہی کی احادیث پر مشتمل ہے جو آپ کے غلام حضرت نافع کے درس میں دس بارہ برس بیٹھے۔

فقہ پر تشریع اسلامی کا دارومدار ہے اس میں بھی آپ کو درجہ تبحر حاصل تھا حضر امام مالک کی فقہ کا تمام تر دارومدار حضرت ابن عمرؓ ہی کے فتاوی پر ہے" نہایت سوچ سمجھ کر فتوی دیا کرتے تھے کسی امر میں ذرا بھی شک ہوتا تو ہرگز فتوی نہ دیتے اور مستفتی کو یہ کہکر لوٹا دیتے کہ یہ مسئلہ مجھے معلوم نہیں چونکہ کتاب و سنت میں تمام مسائل کا استقصار نہیں ہے اس لئے بعض مسائل میں قیاس و اجتہاد بھی ناگزیر ہے اگر کتاب و سنت سے مقصد برآری نہ ہوتی تو آپ اجتہاد سے بھی کام لیتے مگر ساتھ ہی مستفتی سے کہدیتے کہ یہ میرا صرف قیاس ہے حالانکہ آپ کو قیاس و اجتہاد میں بھی خداداد ملکہ حاصل تھا۔

زیور کی زکوٰۃ میں صحابہ اور مجتہدین میں اختلاف ہے ایک گروہ زکوٰۃ واجب ٹھیراتا ہے اور مسلک حنفیہ یہی ہے۔ دوسرا زیور میں اس کے وجوب کا قائل نہیں حضرت ابن عمرؓ مؤخر الذکر گروہ میں ہیں آپ اپنی لڑکیوں کو زیور پہناتے اور ان کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے آپ کا منشا و فیصلہ یہ تھا کہ زیور بھی ایک طرح عملاً عورت کی ضروریات میں سے ہے اگر وہ استعمال ہوتا رہے تو اس میں زکوٰۃ نہیں لیکن اگر اسے سرمایہ یا تجارت کی غرض سے رکھے تو اس پر زکوٰۃ ضرور واجب ہو جائے گی مجتہدین میں امام شافعی وغیرہ اور صحابہ کرام میں

صحابہ کرام میں حضرت عائشہ صدیقہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

فن فی تحقیق کے بھی بڑے محافظ تھے ایک شخص نے عرض کی کہ میں نے طلاق عورت کی مرضی پر محمول کر دی تھی اب اس نے طلاق لے لی آپ کا کیا فتویٰ ہے فرمایا اس کا عمل صحیح ہے بولا حضرت ایسا تو نہ کیجئے فرمایا یہ میں نے نہیں تمہیں نے کیا اور تمہیں شکایت کرتے ہو۔ ربوا کے مخالف شدت کے ساتھ تھے مذہبی علوم کے علاوہ عرب کے دیگر مروجہ علوم شاعری خطابت اور نسب سے تعلق تو تھا لیکن نہ ہونے کے برابر اس لئے کہ آپ بڑے متقی و پرہیزگار تھے اور ان علوم میں اوقات ضایع کرنا پسند نہ کرتے تھے۔

خشیت الٰہی اور خوف خدا

حضرت ابن عمر کا آئینہ اخلاق مختلف روشن صفات سے منور تھا اور کیوں نہ ہو حضور نبی کریم اور حضرت فاروق اعظم کی تعلیم تھی جس نے مطلع انوار بنا دیا تھا ظاہر ہے کہ تمام اعمال صالحہ کی بنیاد خوف خدا اور خشیت الٰہی ہے جس سے قلب میں سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔ وہ صحابہ کرام ہی کی ذات گرامی تھی جن کی تعریف میں اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ہل جاتے ہیں آپ کی یہی حالت تھی جب کبھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ پڑھتے تو آپ پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی تھی یہی وہ آیت تھی جسے سنکر حضرت فضیل بن عیاض ڈکیتی چھوڑ کر ولایت و عرفان کے رتبہ پر فائز ہو گئے تھے جیسا کہ ہم اپنی تالیف مقتدا اولیا میں لکھ چکے ہیں۔

اور سنئے کہیں حضرت عمیر نے آپ کے سامنے آیۂ پاک فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید پڑھی رقت طاری ہو گئی اور اس قدر روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں اور جو لوگ پاس بیٹھے تھے وہ بھی ضبط نہ کر سکے۔ صرف خدا ہی کے لئے آپ دنیائے اسلام میں پیدا ہونے والے فتنوں سے اپنا دامن بچائے رہے اور کبھی حصول خلافت کی سعی نہ کی خوف خدا سے کانپتے رہتے تھے اور یہ حالت ہو گئی تھی کہ معصیت و لغزش کا تصور بھی تو کبھی پیدا نہ ہوتا تھا۔

جوش عبادت

جسے خوف و خشوع اس درجہ ہو اسے نہ صرف یہ کہ عبادت سے ذوق و شوق ہوتا ہے بلکہ اس میں لذت بھی ملنے لگتی ہے اور انہماک بھی ہوتا ہے آپ کی بھی یہ حالت تھی کہ راتیں عبادت میں گذار دیتے تھے روزانہ دن چڑھے مسجد نبوی سے باہر تشریف لاتے اور بازار سے جو کچھ لانا ہوتا لاکر پھر نماز میں مشغول ہو جاتے اس سے فارغ ہو کر گھر جاتے رات کو جتنی مرتبہ آنکھ کھلتی وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے حج کسی سال بھی ترک نہ کیا ایک رات میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے اس زمانہ میں بھی حج کو نہ چھوڑا جبکہ حضرت ابن زبیر اور حجاج کے مابین جنگ چھڑی ہوئی تھی کوئی چھوٹی سی چھوٹی اور معمولی سے معمولی عبادت بھی ترک نہ کرتے تھے حصول ثواب اور اقدام نیکی کے بہت حریص واقع ہوئے تھے۔

آج یہ حالت ہے کہ لوگ ایک وضو سے کئی کئی نمازیں پڑھتے اور ادا کرتے چلے جاتے ہیں آپ یہی نہیں کہ ہر نماز کے بعد تازہ وضو کرتے تھے بلکہ ہمہ وقت باوضو رہتے تھے اور جب وضو ٹوٹ جاتا تازہ وضو کر لیتے تھے بے وضو رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ آج لوگ میلوں پھر آتے ہیں دن بھر گھومتے رہتے ہیں مگر مسجد جانے میں دم فنا ہوتا ہے آپ کی یہ حالت تھی کہ پانچوں وقت مسجد جاتے تھے اور اس طرح جاتے تھے کہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے تھے کہ ثواب زیادہ ملے۔

زہد و اتقا

اتباع سنت کا والہانہ عشق تھا جزئیات تک میں اس کا خیال رکھتے تھے اسی شوق میں روزہ کی حالت میں بھی دعوت قبول کر لیتے تھے اور داعی کے یہاں جانا ضروری سمجھتے تھے اگرچہ روزہ کی وجہ سے کھانا نہ کھاتے تھے حضور نبی کریم کی تمام حرکات و سکنات کا اتباع ضروری سمجھتے تھے اپنے عہد میں زہد و اتقا میں نظیر نہ رکھتے تھے اور نفسانی خواہشات پر پورا قابو حاصل تھا دنیوی دلفریبیوں سے کبھی اپنے دامن کو ملوث نہ ہونے دیا۔ وفات نبوی کے بعد صحابہ کرام کی زندگی میں کسی نہ کسی حد تک تغیر واقع ہو گیا تھا لیکن آخر وقت تک آپ کا وہی رنگ رہا خلافت کے لئے لوگوں نے استدعا کی صاف فرمایا کہ اگر تین اشخاص بھی اس کے مخالف ہوں گے تو میں اسے قبول نہ کروں گا۔ کم خوراک تھے اور کبھی شکم سیر ہو کر نہ کھاتے تھے۔

عشق رسول اکرم و روضۂ نبوی پر سلام

رسول کریم کی ذات گرامی سے عاشقانہ محبت تھی جس شئے کو بھی حضور پسند فرماتے تھے یا کوئی نسبت رکھتے تھے اس سے بھی والہانہ محبت رکھتے تھے اہل بیت اطہار سے بیحد محبت تھی مدینۃ الرسول سے اتنی محبت تھی کہ نازک سے نازک حالات میں بھی اس شہر قدس سے نکلنا گوارا نہ کیا۔ جس درخت کے نیچے حضور اترے تھے زندگی بھر اسے پانی دیتے رہے کہ وہ کہیں خشک نہ ہو جائے۔ جب حضور یاد آجاتے آنکھوں سے بیتابانہ آنسو نکل پڑتے وفات کے بعد مدت تک افسردہ و دل شکستہ رہے۔ جب کسی سفر سے واپس آتے تو روضۂ نبوی پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے۔

حق گوئی مساوات و انکسار

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جوش بہت زیادہ تھا حق گوئی میں بہت بیباک تھے خدا کے سوا کسی سے ڈرتے ہی نہ تھے مساوات کے بہت بڑے حامی تھے اپنے غلاموں کو مساوات کے پورے حقوق دیدیئے تھے ہدایت تھی کہ جب مجھے خط لکھو پہلے اپنا نام لکھو انھیں ساتھ دسترخوان پر بٹھلا کر کھلاتے کبھی انھیں برا بھلا بھی نہ کہتے تھے کبھی غصہ میں کسی کو کچھ کہہ دیتے یا مار بیٹھتے تو اس کے کفارہ کے طور پر اسے فوراً آزاد کر دیتے۔

انکسار و تواضع بھی مساوات کا دوسرا پہلو ہے آپ بیحد منکسر المزاج تھے اپنی تعریف سننا بیحد ناپسند کرتے تھے ایک شخص نے تعریف کی تو آپ نے اس کے منہ میں مٹی جھونک دی۔ ہر شخص کو بلا امتیاز سلام کرتے ابن کعب نے پوچھا کہ آپ بلا وجہ بازار کیوں جایا کرتے ہیں فرمایا لوگوں کو سلام کرنے کے لئے تلخ سے تلخ باتیں سنکر پی جاتے ایک شخص نے آپ کو پیہم گالیاں دینی شروع کیں جن کا جواب آپ نے صرف یہ دیا کہ میں اور میرے بھائی سب عالی نسب ہیں۔

سادگی و سادہ مزاجی

لوگ آپ سے والہانہ محبت کرتے تھے خورد و نوش اور وضع و لباس ہر شعبۂ زندگی میں سادگی کا رنگ غالب تھا لباس و طعام میں کوئی اہتمام نہ ہوتا تھا دسترخوان وسیع مگر معمولی ہوتا تھا تو ایک بڑے برتن میں کھانا رکھ دیا جاتا اور آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اسی میں کھا لیتے بہت فارغ البال تھے اتنے کہ ایک ایک نشست میں بیس بیس درہم لوگوں کو دے ڈالتے تھے لیکن گھر میں

خاکساری کے سوا خاک بھی نہ تھی ایک دفعہ کل اثاث البیت کی قیمت کا اندازہ کیا گیا تو فاروق اعظم کے فرزند کے گھر میں بیس روپے سے زیادہ کا سامان نہ نکلا جس چیز سے بھی بوئے منعم آتی اسے پسند نہ فرماتے تھے لیکن چونکہ یہ خواص کا منصب ہے اولیائے کبار کا وطیرہ ہے۔

اندیشہ تھا کہ عوام کے لئے یہ عمل نمونہ نہ بن جائے اور وہ مستحبات کو اپنے اوپر حرام نہ کرلیں اسلئے پہننے کو قیمتی سے قیمتی لباس بھی پہن لیا کرتے تھے۔ حضرت نافع کا بیان ہے کہ میں نے ابن عمر کو پانچ سو تک کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا ہے زرد رنگ بہت پسند تھا بخورات میں بسے ہوئے کپڑے بھی پہنے ہیں گھر کا تمام کام بھی اپنے ہاتھ سے کرلیتے تھے اپنے کام کے لئے عمومیت کے ساتھ کسی کو کم تکلیف دیتے تھے اپنا گھر خود ہی اپنے ہاتھ سے تعمیر کیا تھا ضیافتوں میں بھی نمونۂ سادگی کا اہتمام رکھتے تھے۔ غرض حضرت فاروق اعظمؓ کے فرزند جلیل کی تصویر حیات تکلفات کے آب و رنگ سے یکسر پاک تھی۔

مالی حالت اور جود و سخا مالی حالت سے بہت فارغ البال تھے آخری وقت تک خلافت کی طرف سے گرانقدر وظائف ملتے رہے خلفائے بنو امیہ بھی بڑی بڑی رقوم نذر کرتے رہتے تھے کچھ جاگیریں بھی تھیں لیکن آپ نے اپنی تمام آمدنی صرف مستطیعوں اور مستحقوں کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ درجۂ مسکین نواز فیاض تھے عمر بھر اپنی دولت راہ خدا میں لٹاتے رہتے تھے دو تین ہزار کی رقوم کو خیرات کرتے ہی رہا کرتے تھے ایک ایک نشست میں بیس بیس ہزار بھی اکثر تقسیم کئے ہیں جو چیز پسند ہوتی تھی اسے راہ خدا میں دے ڈالتے تھے۔ شعار عمل تھا کہ مسکین کے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے گھر میں آتے تو مساکین کو راستے سے ساتھ لئے ہوئے آتے آپکی اہلیہ آپ کی اس غیر معمولی فیاضی و سیر چشمی سے پریشان رہتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ جو کچھ میں ان کے لئے پکاتی ہوں مسکین کو کھلا دیتے ہیں۔

فقیر کی صدا سنکر جو چیز سامنے ہوتی بھجوا دیتے مسکینوں کے علاوہ احباب اور ہمرتبہ اشخاص کے ساتھ بھی سلوک کرتے رہتے تھے۔ ایکدفعہ ایک صاحب کو دو ہزار قرض کے ادا کرنے لگے وہ سو زیادہ چلے گئے ہر چند کہا مگر آپ نے واپس نہ لئے۔ ایک مرتبہ بیک وقت بیس ہزار درہم تقسیم کردیئے بعد کو کچھ اور لوگ آئے تو آپ نے پہلے لوگوں سے قرض لیکر انھیں بھی دیا کوئی مہمان آجاتا تو روزہ یہ کہکر افطار کرلیتے کہ مہمان کی موجودگی میں روزہ رکھنا فیاضی سے بعید ہے۔

آپ کا یہ طریق عمل تھا کہ تین دن کی مسنون مہمانی کے بعد جہاں بھی جاتے اپنا انتظام خود کرتے مکہ معظمہ میں عموماً عبداللہ بن خالد کے یہاں قیام فرماتے لیکن جب تین روز گذر جاتے تو اپنی جملہ ضروریات کا انتظام بازار سے کراتے۔ کسی سفر میں ایک عرب کو دیکھکر سلام کیا اور ساتھ ہی اپنے سر کا عمامہ اور سواری کا گدھا بھی اسے عطا کردیا۔ ابن دینار نے عرض کی یہ تو دیہاتی لوگ ہیں معمولی کرم سے بھی خوش ہوجاتے ہیں فرمایا کوئی بات نہیں ان کے والد میرے والد کے دوست تھے میں نے حضور نبی کریم سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی اپنے احباب کے ساتھ صلہ رحمی ہے۔

قابل تقلید خصوصیت ویسے تو ذات گرامی مطلع انوار تھی لیکن قابل قدر خصوصیت یہ تھی کہ ہر اس امر سے احتراز

برتتے تھے جس سے فرزندان توحید میں افتراق کا ادنیٰ اندیشہ بھی ہو ایسی بات سنتے بھی تھے تو خاموش ہوجاتے تھے جب امیر معاویہؓ نے پورے زور کے ساتھ کہا ہے کہ ہم سے زیادہ حقدار خلافت کون ہے تو خود فرماتے ہیں کہ میرے دل میں بار بار آیا کہ یہ کہدوں کہ تم سے زیادہ حقدار وہ ہے جس نے تمہیں اور تمہارے باپ کو اسی پر مارا مگر بخیال فساد خاموش رہا۔

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر پوری امت بھی میری خلافت پر متفق ہوجائے اور صرف دو شخص اس کے مخالف ہوں تو بھی میں ان سے نہ لڑوں گا۔

اختلاف امت ہی کے خیال سے ہر خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرلیا کرتے تھے کہ مبادا کسی نئے فتنہ کی بنیاد نہ بنجائے۔ فتنہ کے زمانہ میں ہر امیر کی امامت میں نماز پڑھ لیتے تھے اور زکوٰۃ کی رقم بھی ادا کردیتے تھے۔

خود ہی فرمایا کرتے تھے کہ میں جنگ و پیکار سے بہت بچتا ہوں اور اسی لئے ہر غالب کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں تاہم مذہبی پابندی میں کوئی خلل پڑتا نظر آتا تو ہرگز اطاعت پر آمادہ نہ ہوتے تھے حجاج جیسے ظالم کے پیچھے ابتدا میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے لیکن جب اس نے نماز میں تاخیر کرنی شروع کی تو آپ نے اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ مسلمانوں کو اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ مروان و حجاج سے زیادہ بد باطن اور بدکردار کون ہوسکتا ہے لیکن آپ محض اختلاف سے بچنے کے لئے اس کے پیچھے نماز پڑھتے رہے آج کوئی بھی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتا۔ لوگ ہیں کہ ڈھونڈ ڈھونڈھ کر عیوب نکالتے ہیں اور نہیں بھی ہوتا تو بہتان تراشی پر اتر آتے ہیں اتنے بڑے ظالموں اور بدعملوں کو زکوٰۃ دیدینا اور ان کے پیچھے اتنے بڑے عالم بے بدل اور مقدس بزرگ کا نماز پڑھ لینا معمولی بات نہیں آج لوگ بات کو بڑھاتے ہیں اور آپ گھٹاتے تھے بولنا چاہتے تھے اور نہ بولتے تھے۔ آج بھی اگر مسلمان حضرت ابن عمرؓ کے اسوہ پر عمل کریں تو افتراق ملت کے فتنہ سے وہ بڑی حد تک محفوظ ہوسکتے ہیں حالانکہ یہ سب سے بڑی بلا ہے جس سے خود قرآن کریم نے مسلمانوں کو ولا تنازعوا۔ ولا تفرقوا کہکر روکا ہے۔

(بقیہ سلسلۂ مضمون صفحہ ۲۳) آپ کسی نہ کسی قدر واقف ہیں اور وہ عام مسائل کی کتابوں میں لکھے ہیں اس لئے ان کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں۔

حضرات! گندگی غلاظت سے نہ صرف طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں بلکہ اس سے خیالات پر بھی برا اثر پڑتا ہے اور اس سے افعال بد پیدا ہوتے ہیں۔ اگر آپ صحیح معنوں میں مسلمان بننا چاہتے ہیں تو طہارت ظاہری کے ساتھ طہارت باطنی کا بھی خاص طور پر خیال رکھیں کہ یہی اصل چیز ہے اگر وضو اور غسل میں تمہارا ظاہری جسم دھل گیا تو کیا بلکہ طہارت کا مقصود تو یہ ہے کہ دل گناہوں کی غلاظت سے پاک ہو اگر دل گناہوں کی کیچڑ میں دھنسا رہے تو تمہاری نمازیں کسی کام کی نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں دونوں قسم کی طہارتیں حاصل کرنے کی توفیق دیں آمین

جب آپ خط لکھیں تو آدھے خط میں اپنا کام اور آدھے خط میں میرا کام تو میرا کام یہ ہے کہ آپ کے دوست رشتہ دار، محلہ والے ہم پیشہ اصحاب میں سے جو بھائی مذہبی ذوق رکھتے ہیں۔ ان کے نام و پتہ مجھے لکھ بھیجے یہاں سے مولوی کا نمونہ بھیجدونگا شاید وہ خریدار ہوجائیں

اولیائے ہند

ذکر حضرت شیخ حمید قلندر

لکھا ہے کہ یہ بیٹے مولانا تاج الدین کے تھے خورد سالی میں حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے ایک بار آپ بحضور سلطان جی حاضر تھے ان کے والد بھی موجود تھے وقت افطار کھانے کے خوان آئے حضورؐ نے ایک روٹی کے دو ٹکڑے کرتے نصف اپنے روبرو رکھی اور نصف شیخ حمید کو دی انھوں نے اس کو جیب میں رکھ لی جب خانقاہ سے باہر آئے دیکھا چند قلندر موجود ہیں ان کو دیکھکر انھوں نے کہا کہ شیخ کی راہ کا کچھ حاضر ہو تو لا افطار کریں انھوں نے کہا کہ نصف روٹی موجود ہے اور کچھ نہیں قلندروں نے کہا کہ نصف روٹی ہو وہی دیدے یہ حیران ہوئے اور وہ نصف روٹی ان کے حوالہ کی اسی وقت ان کے والد آگئے انھوں نے کہا حمید وہ تبرک کہاں ہے انہوں نے کہا کہ قلندروں کو دیدیا ان کے والد نے افسوس کیا اور کہا ایسی نعمت تو نے کیوں دیدی ہماری سات پشت کو کافی ہوتی یہ کہکر پھر خدمت حضور میں حاضر ہو کر حال عرض کیا حضرت نے تبسم فرما کر کہا کہ حق بحقدار رسید و درویشاں رسید اے مولانا تاج الدین دیکھی رکھو یہ تمہارا بچہ قلندر عالی قدر ہوگا پس اس روز سے یہ قلندر مشہور ہوئے اور بعد وفات شیخ کے مولانا کمال الدین اور مولانا برہان الدین سے ہم صحبت رہے بعدہ بخدمت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی حاضر رہ کر ان کے ملفوظات جمع کئے ان کا نام خیر المجالس رکھا ۷۶۹ھ میں وفات پائی مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ علاو الدین نیلی قدس سرہ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے مگر کبھی کسی کو مرید نہیں کیا فوائد الفواد کو اپنے قلم سے تحریر کیا اور ہمیشہ اس کا مطالعہ کیا کرتے تھے ۷۶۱ھ میں وفات ہوئی مزار یاران چبوترہ متصل باؤلی کے ہے۔

ذکر حضرت مولانا فخر الدین زرادی قدس سرہ

جامع اصول السماع و مریدان جاں نثار و خلفائے نامدار حضرت سلطان الاولیا کے تھے علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ صاحب ذوق و شوق محب وجد و سماع اور اپنے وقت میں مفتی تھے اور شاعر بھی تھے خود حاضر حضور حضرت سلطان المشائخ ہو کر مرید ہوئے اور غیاث پور میں سکونت اختیار کی چند بار برائے زیارت روضہ حضرت خواجہ بزرگ میں حاضر ہوئے کئی بار اجودھن گئے شب و روز جنگلوں میں رہتے حضرت مخدوم نصیر الدین فرماتے ہیں کہ مجھکو ایک ماہ میں نیاز حاصل ہوا فخر الدین کو ایک روز میں بلکہ ایک ساعت میں حاصل ہوا۔ اکثر سکنا ئے دہلی کے ہمراہ جلا وطن کر کے دیوگری گئے وہاں سے حرمین شریفین گئے ۷۴۸ھ میں واپس ہندوستان آتے ہوئے جہاز کے پھٹ جانے سے غرق دریا ہو کر منزل مقصود کو پہونچے۔

ذکر حضرت قاضی محی الدین کاشانی قدس سرہ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے تھے فضیلت اور کمال تقویٰ ان کا شہرہ آفاق تھا لکھا ہے کہ جب آپ حضور محبوب الٰہی میں حاضر ہوئے دنیا کو ترک کیا یاد الٰہی میں مشغول ہوئے بعدہ پیر روشن ضمیر نے بذریعہ خط خاص سند خلافت تحریر فرما کر عطا کی اور یہ نصیحت فرمائی کہ تارک دنیا رہنا چاہیئے اور اہل دنیا کی طرف مائل نہ ہو صلہ بادشاہوں کا ہرگز نہ لیجو جو مسافر تیرے دروازہ پر آئیں اور اس وقت تیرے پاس کچھ نہ ہو اس نعمت کو غنیمت جانیئے۔

ایک بار قاضی محی الدین کاشانی حضرت سلطان المشائخ سے سوال کیا کہ مراقبہ مرید اللہ تعالیٰ کو اور پیغمبر کو اور شیخ کو اور ہر ایک کو جدا چاہیئے یا شریک فرمایا کہ مشترک بھی ممکن ہے اور جدا بھی مفید ہے اگر جمع کرنا چاہیئے تو حق تعالیٰ ہی حاضر ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف شیخ بائیں طرف ہے۔

لکھا ہے جب ان پر فقر و فاقہ نے غلبہ کیا چونکہ یہ در وہ ناز و نعمت تھے چہرہ سے فقر کے آثار کچھ معلوم کر کے آپ کے دوست نے سلطان علاؤ الدین کو خبر کی اس نے عہدہ قضا کہ ان کا موروثی عہدہ تھا ان کو تفویض کرنا چاہا جب یہ خبر آپ کو ہوئی خدمت شیخ میں یہ حال عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ جو بات مجھ پر گذرنی تھی وہی پیش آئی یہ سن کر ان کو رنج ہوا شیخ نے خلافت نامہ ان سے واپس لے لیا ایک سال تمام حضرت ان سے مکدر رہے بعدہ تجدید بیعت کر کے پھر بار دیگر خرقہ خلافت عطا کیا وفات ان کی ۷۱۹ھ میں ہوئی مزار ان کا مقبرہ عالی متصل سڑک مہرولی قریب بی بی نور کے زیارت گاہ ہے۔

ذکر حضرت خواجہ شمس الدین ماہرو قدس سرہ

خواہرزادہ امیر صاحب کہ خلیفہ و محب حضرت سلطان المشائخ کے تھے ان کا یہ دستور تھا کہ صف جماعت میں سر نیچا کئے رہتے جب صورت شیخ دکھائی دیتی اس وقت نیت باندھتے تھے ان کے مرض الموت میں شیخ ان کی عیادت کو جاتے تھے کہ راستہ میں سنا کہ ان کا انتقال ہوا شیخ نے فرمایا الحمد للہ دوست بدوست رسید مزار ان کا پائنتی امیر صاحب کے دالان مقبرہ امیر صاحب میں ہے وفات ان کی ۷۲۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت مولانا جلال الدین اودھی قدس سرہ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ سے تھے ترک اور تجرید اور عزلت میں موصوف تھے تمام عمر ان کی مباحثہ علمی میں گذری، انہوں نے ایک روز مباحثہ کی شیخ سے اجازت چاہی شیخ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں ان کو تعلیم کر دوں مگر مولانا جلال الدین مانند پوست پیاز کے ہیں۔ سن وفات نہیں ملا۔

ذکر حضرت خواجہ احمد بدایونی قدس سرہ

یہ طریقہ ابدالی رکھتے تھے۔ صاحب سیر الاولیا لکھتے ہیں کہ ایک روز یاران نے ان سے سوال کیا کہ خوش رہتے ہو جواب دیا خوشی اسی وقت ہوتی ہے جب جماعت سے نماز ملتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

وعظ بشیر

از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی مصنف کتاب الاسلام

طہارت و پاکیزگی

الحمد للہ علی جمیع نعمہ حق علی توفیقہ لحمدہ والصلوٰۃ علی سید المرسلین محمد نبیہ و رسولہ و عبدہ و علی الہ و اصحابہ و بارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔ اما بعد قال اللہ تبارک و تعالیٰ ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین۔

برادران اسلام! اسلام چار چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے عقائد عبادات، معاملات اور اخلاق عقائد میں توحید تمام عقیدوں کی اصل ہے اور اعمال و عبادات میں طہارت اصل ہے جو اہمیت عقائد میں توحید کو حاصل ہے وہی وقعت و اہمیت اعمال میں طہارت کو ہے جیسے حق پرستی کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا اسی طرح طہارت کے بغیر کوئی عبادت قابل قبول نہیں عبادت کا دار و مدار طہارت و پاکیزگی پر ہے اس کے متعلق اللہ پاک فرماتے ہیں کہ "اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکی چاہنے والوں سے محبت کرتا ہے"

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الطہور نصف الایمان پاکیزگی آدھا ایمان ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ بنی الدین علی النظافۃ دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے آپ نے طہارت کی فضیلت و اہمیت تو معلوم کر لی اب یہ معلوم کرو کہ طہارت ہے کیا طہارت کے معنے ہیں پاکی یا پاکیزگی اور صفائی اس میں ظاہری و باطنی دونوں قسم کی پاکی و صفائی شامل ہے اور جسم و روح دونوں کی پاکی مطلوب و مقصود ہے اسی واسطے علماء نے پاکی کے چار درجے بیان کئے ہیں۔

پاکی کے درجے پہلا درجہ تو یہ ہے کہ اپنے دل کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا یعنی اپنے دل کو خدا تعالےٰ کے ساتھ مشغول و مستغرق رکھنا چنانچہ حق تعالےٰ فرماتے ہیں قل اللہ ثم ذرھم اس سے مقصود یہ ہے کہ جب ماسوی اللہ سے دل خالی ہوگا تو اللہ تعالےٰ کے ساتھ مشغول و مستغرق ہوگا اور یہی مقصود کلمہ لا الہ الا اللہ کا ہے جب تک دل ماسوی سے خالی نہو اس وقت تک وہ یاد حق سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے قابل نہیں ہوتا یہی پاکی نصف ایمان ہے یعنی ایمان قالب ہے اور یہ جان۔

حضرات اس کے معنے یہ نہیں کہ ہم خدا کے سوا کسی سے کوئی تعلق ہی نہ رکھیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی کاروبار میں سرگرمی سے حصہ لیں کسب معاش سے ایک لحظہ غافل نہ رہیں بال بچوں کی پرورش کا خیال رکھیں اور تمام دنیاوی تعلقات کو قائم رکھیں مگر اس طرح کہ جو کچھ کریں شریعت کے مطابق دین کو ہمیشہ دنیا پر مقدم رکھیں اور دل میں سوائے خدا کے کسی کی محبت اس طرح نہ گھسنے دیں کہ مال وجاہ یا اولاد کی محبت خدا کی یاد سے غافل کر دے یہ مطلب ہے دل کو ماسوی اللہ سے پاک کرنیکا۔

دوسرا درجہ پاکی کا دوسرا درجہ اپنے دل و دماغ کو حسد تکبر ریا حرص عداوت وغیرہ ناپسندیدہ اخلاق سے پاک کرنا ہے جن کا مفصل بیان پچھلے وعظوں میں ہو چکا اس پاکی سے مقصود یہ ہے کہ دل مذکورہ رذائل سے پاک ہو کر تواضع قناعت صبر و رضا توکل اور محبت وغیرہ اخلاق حمیدہ سے متصف ہو جائے پہلا درجہ صدیقوں کا درجہ ہے اور دوسرا متقیوں کا جو مسلمان پاکی کے ان دونوں درجوں پر فائز ہو اس کے تو کہنے ہی کیا ہیں وہ تو اس جامہ انسانی میں فرشتہ ہو جاتا ہے اور دارین کی تمام خوبیاں اور کمالات حاصل کر لیتا ہے۔

برادران محترم! پاکی کا تیسرا درجہ غیبت و بہتان خیانت و بد دیانتی اور جھوٹ و حرام کو چھوڑ دینا ہے یعنی اپنے اعضاء و جوارح کو گناہوں سے محفوظ رکھنا اور ان کا اطاعت و فرمانبرداری کرنا یہ زاہدوں کے ایمان کا درجہ ہے اور چوتھا درجہ کپڑوں اور بدن کو نجاست سے پاک رکھنا ہے تاکہ رکوع و سجود ارکان نماز قابل قبول ہوں یہ عام مسلمانوں کی پاکی کا درجہ ہے الغرض ایمان کے چار درجے ہیں اور چاروں درجوں میں پاکی نصف ایمان ہے اور چونکہ پاکی نصف اول ہے اسلئے رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ پاکی بنا دین ہے اس سے اندازہ لگائیے کہ اسلام میں طہارت و پاکیزگی کو کس قدر اہمیت و وقعت حاصل ہے سچ تو یہ ہے کہ اسلام کے سوا دنیا کے کسی مذہب نے بھی اس جامعیت کے ساتھ صفائی پر زور نہیں دیا یہ فوقیت و برتری صرف اسلام ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

اسلام میں جسم و روح کی صفائی برادران ملت! دنیا کے علاوہ مذہبوں کو دل کی صفائی کے سوا اور کسی چیز سے سروکار نہیں وہ جسم و لباس کی صفائی کو نہیں دیکھتے خواہ وہ کیسے غلیظ کیوں نہوں کیونکہ ان کے نزدیک اخلاق و مذہب کا زیادہ تر تعلق صرف دل سے ہے بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ خدا ہمارے ظاہری حالات کو نہیں دیکھتا اور دلوں کو دیکھتا ہے جیسا کہ اسلام کا عقیدہ ہے۔

ان اللہ ینظر الی قلوبکم ولا الی صورکم	بیشک اللہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے صورتوں کو نہیں دیکھتا۔

لیکن باوجود اس کے بھی اسلام نے دل کی طہارت کے علاوہ جسم اور لباس کی پاکیزگی پر بھی بہت زور دیا ہے اور زور کیا بلکہ اس کو عبادت کی شرط ٹھیرایا ہے یعنی ظاہری پاکی کے بغیر عبادت ہو ہی نہیں سکتی کیوں؟ اسلئے کہ اسلام ایک فطری مذہب ہے وہ جانتا ہے کہ دل کی پاکیزگی جسم کی صفائی کے بغیر ممکن نہیں اس اصول فطرت کے مطابق وہ جسم و روح دونوں کی صفائی کا فکر و اہتمام کرتا ہے۔

اسلام کی فطرت شناسی اور عقل جہاں بین کی داد دیجئے کہ اسی کے مطابق آج سائنس کی جدید تحقیقات نے بھی فیصلہ کر دیا ہے کہ تمام امراض کی اصل وجہ وہ جراثیم ہیں جو میلی جگہوں میں مختلف طرح پیدا ہوتے ہیں اور غلاظت

میں فضلہ و منا پاکر طرح طرح کی بیماریوں کا باعث ہوتے ہیں لہٰذا جسم کے مسامات ہمیشہ صاف رہنے چاہئیں۔ سائنس کا دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ دل و دماغ کی صحت جسمانی صحت پر موقوف ہے حالت صحت و تندرستی میں دماغ کے خیالات پاکیزہ ہوتے ہیں اور خیالات کی پاکیزگی کی وجہ سے دل نیکیوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور جسم کی کثافت و غلاظت سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں خیالات بھی گندے ہو جاتے ہیں اور دل نیکیوں کی طرف رغبت نہیں کرتا یہ حکمت ہے جس کی وجہ سے اسلام دل کی طہارت کے علاوہ جسم و لباس کی پاکی پر بھی زور دیتا ہے پھر کمال ملاحظہ فرمائیے کہ دل کی طہارت کے لئے جو باتیں ضروری ہیں ان کو تو اسلام نے اپنی عبادتوں میں بدرجہ اتم و اکمل ملحوظ رکھا ہے اور چونکہ دل کی صفائی جسم کی صفائی کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے اس نے عبادت کے ساتھ طہارت کو بھی لازم کر دیا ہے تاکہ جسم و دل کی پاکی سے انسان فرشتہ خصلت بن جائے اور مقصود عبادت پورا ہو۔

ہمارے خیالات کیوں گندے ہیں

عزیزان ملت! آج جو مسلمانوں میں دنیا بھر کے عیب اور خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں بداخلاقیوں نے ان کے دل و دماغ میں گھر کر لیا ہے ان کے خیالات گندے ہیں اور ان کے دل نیکیوں کی طرف راغب نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ صرف یہ کہ ہم فرائض پنجگانہ پر عامل نہیں اس وجہ سے ہمارے جسم و لباس صاف نہیں ہوتے اور جب جسم و لباس پاک و صاف نہیں تو خیالات بھی پاک نہیں پھر اسلام کی روشنی ہمارے اعمال میں پیدا ہو تو کیونکر ہو جبتک ہم اسلام کے پہلے حکم طہارت پر عمل نہیں کریں گے ہماری گندگی پستی اور سیاہ کاری کی یہی حالت رہے گی۔ پس اگر تم طہارت باطنی حاصل نہیں کر سکتے تو طہارت ظاہری ہی حاصل کرو۔

صاحبو! اگرچہ طہارت ظاہری اخیر درجہ کی طہارت ہے مگر اسلام نے پھر بھی اسکی بہت بڑی فضیلت و تاثیر رکھی ہے اگر ہم ظاہری شست و شو ہی کے عادی ہو جائیں تو رفتہ رفتہ ایک دن طہارت باطنی بھی حاصل ہو ہی جائیگی بشرطیکہ ہم عبادات اسلامی کی حقیقی غرض و غایت کو سمجھیں اور پھر طہارت ظاہری کی حقیقت سے بھی آگاہ ہو جائیں حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ طہارت ظاہری کی بڑی فضیلت ہے بشرطیکہ آداب طہارت کو ملحوظ رکھا جائے اس میں وسوسہ اور اسراف کو دخل نہ دے اگر ان دونوں میں سے کسی کو دخل ہو تو طہارت مکروہ ہو جائیگی اور طہارت کرنیوالا گنہگار ہوگا۔

آداب طہارت

برادران اسلام! طہارت ظاہری کے آداب یہ ہیں کہ سستی اور کاہلی کو اپنے نزدیک نہ آنے دے۔ دوسرے اپنے تئیں ریا اور عونت سے بچائے رکھے۔ طہارت میں ریا یہ ہے کہ اپنے تئیں پاک رکھنا اور لوگوں میں زاہد مشہور کرنا زمین پر پاؤں نہ رکھنا اور کسی کے لوٹے سے طہارت نہ کرنا یہ دکھانے کے لئے کہ میں بڑا پاک و صاف رہتا ہوں یہ ریا و رعونت ہے لہٰذا اپنی طہارت کو اس سے بچانا چاہیئے اس سے بچنے کے لئے مباح کی راہ اختیار کرے۔ ظاہر کی صفائی سے زیادہ باطن کی طہارت کا فکر و اہتمام کرے تیسری شرط یہ ہے کہ اس احتیاط کو اپنے اوپر فرض ہی نہ کر لے کبھی کبھی ترک احتیاط بھی کرے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک کے برتن سے طہارت کی ہے اور اکثر اوقات خاک پر نماز پڑھی ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ جس پاکی کی احتیاط و شدت سے کسی مسلمان کے دل کو رنج پہنچے اسے چھوڑ دے مثلاً اگر کوئی غیر نمازی مسلمان نمازی کے لوٹے کو ہاتھ لگا دے تو پاکی کی رعونت میں اسے کہانے پھاڑنے کو نہ دوڑے کہ تو نے میرے لوٹے کو ناپاک کر دیا اور تو کتے سے بھی بدتر ہے اس قسم کی رعونت اور احتیاط کو ترک کرنا اس لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کو رنج اور تکلیف دینا بلا حجت شرعی حرام ہے اور ترک احتیاط حرام نہیں اگر مباح کے لئے مسلمانوں کو دلی رنج پہنچانا اور حرام کا ارتکاب کرنا دینداری اور پرہیزگاری کی شان سے بعید ہے جو زاہدان خشک نمائشی پاکی کی احتیاط کے لئے لوگوں کے دل دکھاتے ہیں ان کے دماغ میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے وہ لوگوں پر اپنی پرہیزگاری جتاتے ہیں کہ دیکھو ہم ایسی احتیاط عمل میں لاتے ہیں کہ کسی بے نمازی کے ہاتھ کا چھوا تک نہیں کھاتے اپنی پاکیزگی کا حال لوگوں سے بیان کرتے ہیں اور اس پر فخر کا اظہار کرتے ہیں یہ تمام باتیں ریا و رعونت میں داخل ہیں اور طہارت حاصل ہونے کے لئے ان کا ترک کرنا لازمی ہے۔ یاد رکھو پاک و صاف وہ ہے جو اپنے جسم و لباس کے ساتھ ساتھ خبیث عادتوں سے اپنے آپ کو پاک رکھے۔ وہ شخص جو بظاہر ہر وقت باوضو رہتا ہے اور اپنے اوپر کسی بے نمازی کا سایہ تک نہیں پڑنے دیتا مگر باطن میں بھیڑیا ہے مسلمانوں کو دلی رنج پہنچاتا ہے اور تکبر و رعونت کا پتلا ہے تو وہ سراسر غلیظ و ناپاک ہے جب اس کا دل ہی پاک نہیں تو نری جسم و لباس کی صفائی سے کیا بنتا ہے اگر جسم و لباس کی صفائی کوئی بڑی دینداری ہے تو انگریزوں کو سب سے بڑا دیندار سمجھنا چاہیئے پس دل و جسم دونوں کی صفائی کو ملحوظ رکھو اور ریا و رعونت کو اپنے نزدیک نہ آنے دو۔

طہارت کی پانچویں شرط

یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں اور بات کرنے میں بھی مذکورہ احتیاط کو ملحوظ رکھے یعنی حرام اور مشتبہ کمائی سے اپنے آپ کو بچائے اور جھوٹ نہ بولے کھانے پینے اور بات کرنے میں بھی ریا و رعونت نہ آنے دے ان میں ظاہر و باطن کو یکساں رکھے مثلاً کوئی شخص کھانا تو تھوڑی بھوک میں کھا لیتا ہے اس میں کچھ احتیاط نہیں کرتا مگر حرام و حلال میں تمیز نہیں کرتا جس کپڑے پر لوگ بیٹھتے ہیں اس پر نماز نہیں پڑھتا اس قسم کی تمام صورتیں ریا اور رعونت میں داخل ہیں اور ان سے پرہیز لازم۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ اپنی احتیاط منہیات اور منکرات کے ساتھ نہ ادا کرے مثلاً تین بار سے زیادہ طہارت کرے یا طہارت میں دیر لگائے یا پانی بہت بہائے یا اول وقت سے تاخیر کر کے نماز پڑھے یا اگر امام ہے تو لوگوں کو بلا وجہ شرعی انتظار میں رکھے یہ طہارت ظاہری کے چند آداب و شرائط ہیں ان کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

طہارت ظاہری و باطنی کی قسمیں

برادران ملت! تم نے طہارت باطنی و ظاہری کی ضرورت و اہمیت اور ان کے آداب معلوم کر لئے ہیں اب ان کی قسمیں بھی ذہن نشین کر لیجئے۔ طہارت باطنی کی تین قسمیں ہیں۔ ایک گناہوں سے اعضا ظاہری کی طہارت، دوسری اخلاق بد سے دل کی طہارت۔ تیسری ماسوی اللہ سے دل کی طہارت۔ طہارت ظاہری کی بھی یہی تین قسمیں ہیں۔

ایک نجاست سے جسم و لباس کی طہارت، دوسری حدث و جنابت سے طہارت تیسری میل کچیل سے طہارت مثلاً ناخن اور بال وغیرہ کی طہارت۔

علاوہ ازیں طہارت ظاہری کے جو احکام و آداب ہیں ان کی تفصیلات سے

قربانی اور اسکے مسائل

از جناب مولوی سید عبدالرؤف صاحب کتب خانہ نذیریہ دہلی

قربانی قدرت رکھنے والے پر واجب ہے۔ ہر مسلمان مرد ہو یا عورت مالدار صاحب نصاب جو زکوٰۃ اور صدقہ فطر ادا کرنے کی مقدرت رکھتا ہو مگر قربانی کے واسطے مثل زکوٰۃ کے مسئلہ کے مال نصاب کا سال بھر تک قائم رہنا شرط نہیں ہر ایک پر واجب ہے خواہ قربانی کرنے والا شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا یا جنگل **مسئلہ** قربانی کے واسطے چھ قسم کے جانور مقرر ہیں جن کے سوا کوئی جانور خواہ وہ گھر ہی میں پرورش کیا جائے قربانی نہیں ہوسکتا وہ چھ قسم کے جانور یہ ہیں یعنی گائے بھینس ۔ اونٹ بکری ۔ مینڈھا ۔ دنبہ ان میں کوئی نر ہو یا مادہ سب کی قربانی جائز ہے **مسئلہ** مادہ جانور اگر گابھن ہو تو وہ بھی قربان کیا جاسکتا ہے اور اس کے پیٹ سے اگر بچہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کرکے دفن کردینا چاہیئے بشرطیکہ پیٹ سے زندہ نکلے **مسئلہ** ایک راس بکرا یا مینڈھا یا دنبہ ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوگا۔ مگر ایک راس اونٹ یا گائے یا بھینس میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں بشرطیکہ ہر شریک دار کی نیت قربانی کی ہو اگر کسی شرکت کرنے والے کی نیت قربانی کے علاوہ کچھ اور ہوگی مثلاً گوشت فروخت کرنا وغیرہ تو ایسے شخص کی شرکت سے سب کی قربانی ناجائز ہوجائیگی پس ایسے شخص کو شریک نہیں کرنا چاہیئے **مسئلہ** قربانی کے واسطے اونٹ پانچ سال کا ہو۔ گائے بھینس دو سال کی ہو۔ بکرا، بکری ایک سال کی ہو۔ مینڈھا اور دنبہ بھی ایک سال کا ہو یا اگر سال سے کم ہے مگر اپنے قد وقامت اور موٹائی کی وجہ سے پانچ سال کا معلوم ہوتا ہے ۔۔۔ سالم

مادہ ہو یا وہ سال سے کم ہے مگر اپنے قد وقامت اور موٹائی کی وجہ سے پانچ سال کے جانور کی برابر معلوم ہوتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ان دو کے علاوہ اور کوئی جانور اگر مذکورہ بالا عمر سے کم ہوگا تو اس کی قربانی جائز نہ ہوگی **مسئلہ** قربانی کا جانور خوب موٹا تازہ اور تندرست ہونا چاہیئے بیمار اندھا کانا۔ لولا لنگڑا کان کٹا یا کان چرا ناک دم سینگ یا کوئی اور عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہوا یا وہ بھیڑ بکری دنبی جس کا ایک تھن اور گائے بھینس اونٹنی کے دو دو تھن نہ ہوں یا علاج سے ایسے سوکھ گئے کہ دودھ نہ اتر سکے یا وہ دیوانہ جانور جسکو چارہ پانی کی پرواہ نہ ہو اور دبلا اور کمزور اس قدر کہ خود ذبح کرنے کی جگہ پر نہ جاسکے ایسے تمام جانوروں کی قربانی نہیں ہوسکتی **مسئلہ** اگر کوئی جانور پیدائشی منڈا ہو یا جس کے نصف سے کم دانت گر گئے یا جس کے پیدائشی کان چھوٹے چھوٹے ہوں یا خصی ہو یا جس دنبہ دنبی کی ایک تہائی سے کم چکتی یعنی دم کٹی ہو یا وہ لنگڑا جانور جو چاروں پاؤں سے لنگڑا کر چلتا ہو یعنی چاروں پاؤں زمین پر ٹیکنے پر بھی لنگ کرتا ہو یا جانور دیوانہ تو ہے مگر چرتا چگتا بھی ہے یا جس جانور کے مرض خارش تو ہو مگر دبلا نہ ہوا ہو یا جس جانور کی بیماری ظاہر نہ ہو ایسے جانور کی قربانی کی جاسکتی ہے **مسئلہ** اگر کسی جانور کا اس طرح سینگ ٹوٹا کہ اندر کا گودا ثابت ہے تو اس کی بھی قربانی کی جاسکتی ہے **مسئلہ** ان جانوروں کی قربانی بھی جائز نہیں جن کے پیدائشی کان دانت نہ ہوں یا سب دانت یا آدھے سے زیادہ دانت گر گئے ہوں یا خارش کی وجہ سے بہت دبلا ہوگیا ہو **مسئلہ** اگر کسی صاحب مقدرت شخص نے قربانی کے واسطے تندرست اور بے عیب جانور خریدا مگر قربانی کرنے سے پہلے اس میں ایسا عیب پیدا ہوگیا جو قربانی والے جانور کے نہ ہونا چاہیئے تو وہ جانور قربان نہیں ہوسکتا دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے

البتہ اگر کوئی غریب آدمی جس پر قربانی واجب نہیں تو وہ اسی جانور کی قربانی کرسکتا ہے دوسرا جانور خریدنے کی ضرورت نہیں **مسئلہ** اس مقام یا شہر یا قصبہ کے لوگ جہاں بقرعید کی نماز ہوتی ہو نماز عید اضحیٰ پڑھنے کے بعد قربانی کریں البتہ وہ دیہاتی لوگ جن کے گاؤں میں نماز نہیں ہوتی اور وہ دوسرے مقامات پر نماز پڑھنے جاتے ہیں ۱۰ ذی الحجہ کو نماز پڑھنے سے پہلے سورج نکلنے کے بعد قربانی کرسکتے ہیں **مسئلہ** قربانی نماز کے بعد اور خطبہ سے پہلے ہوسکتی ہے مگر بہتر یہی ہے کہ خطبہ ہوجانے کے بعد کرے **مسئلہ** اگر دسویں ذی الحجہ کو کسی معقول عذر کی وجہ سے نماز نہ ہوسکی تو عید کی نماز کا وقت گذر جانے کے بعد قربانی کرے اور نماز دوسرے دن پڑھی جائے **مسئلہ** اگر کسی وجہ سے قربانی دسویں ذی الحجہ کو نہ ہوسکی تو گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے کردینا چاہیئے ان تینوں تاریخوں میں بھی اگر کسی وجہ سے قربانی نہ ہوسکی تو پھر قربانی نہیں ہوسکتی البتہ قربانی والا جانور یا اس کی نقد قیمت خیرات کردے۔ **مسئلہ** اگر کوئی شخص ایام قربانی بجائے قربانی کرنے کے جانور کی قیمت کے برابر یا کم و بیش روپیہ نقد خیرات کردے تو قربانی ادا نہ ہوگی اور اس پر قربانی کا بار رہے گا لہذا ان ایام میں قربانی ہی کرنا چاہیئے نقد قیمت خیرات نہ کرنا چاہیئے **مسئلہ** قربانی رات میں یعنی غروب آفتاب کے بعد نہیں ہوسکتی لہذا ہر تاریخ میں کہ جس میں قربانی ہوتی ہو آفتاب غروب ہونے سے پہلے کردینا چاہیئے بعض کے نزدیک رات میں بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں ہے **مسئلہ** قربانی صرف مالدار شخص پر واجب ہے اپنے گھر کے سب لوگوں کی طرف سے کرنا ضروری نہیں لیکن اگر اس قدر وسعت رکھتا ہو تو سب کی طرف سے بھی کرسکتا ہے **مسئلہ** اگر کسی شخص نے اپنے کسی مرے ہوئے عزیز کی طرف سے بغرض ثواب پہنچانے بغیر مرنے والے کے وصیت کے قربانی کی تو اس میں سے خود بھی کھا سکتا ہے اور اگر مرنے والے نے وصیت کی ہے تو اس میں سے کھانا جائز نہیں ہے بلکہ تمام گوشت فقراء و مساکین کو تقسیم کردے **مسئلہ** نابالغ یتیم صاحب نصاب کی طرف سے اس کا ولی یا وارث قربانی کرسکتا ہے مگر نہ کرنا بہتر ہے **مسئلہ** اگر کوئی غریب آدمی کہ جس پر قربانی واجب نہیں ہے اگر قربانی کرے تو کرسکتا ہے اور وہ ثواب عظیم کا مستحق ہوگا مگر قرض لیکر نہ کرے **مسئلہ** اگر کسی ایسے شخص نے کہ اس پر قربانی واجب نہیں ہے قربانی کی منت مانی ہے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہوگیا **مسئلہ** قربانی کرنے والے کے لئے یہ امر مستحب ہے کہ یکم ذی الحجہ سے قربانی کرنے تک حجامت نہ بنوائے ناخن نہ ترشوائے بعد قربانی کے یہ سب کام کرے مگر یہ بات ضروری نہیں ہے اگر کریگا تو مستحق ثواب ہوگا **مسئلہ** جو شخص قربانی کرنے کا مقدور نہیں رکھتا اگر وہ بھی یکم ذی الحجہ سے خط نہ بنوائے اور بعد نماز عید اضحیٰ کے سر منڈائے ناخن کٹوائے وغیرہ تو اس کو بھی قربانی کا ثواب ملیگا **مسئلہ** اگر کوئی شخص دسویں اور گیارہویں تاریخ تک مالدار نہ تھا مگر اتفاق سے بارہویں تاریخ کو مالدار ہوگیا تو اس پر قربانی واجب ہوگئی لہذا بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے قربانی کردے اور اگر کسی وجہ معقول سے نہیں کرسکا

تو ایک جانور کی قیمت خیرات کرے **مسئلہ** اگر کوئی شخص دسویں یا گیارھویں تاریخ سفر میں تھا مگر بارھویں تاریخ کو مکان واپس آگیا تو اس کو قربانی کرنا واجب ہو گیا قبل غروب آفتاب کے ذبح کرے ورنہ وہ بھی بصورت مجبوری خیرات کرے **مسئلہ** ایک شخص نے قربانی کے واسطے جانور خرید کیا مگر وہ جانور گم ہو گیا تو دوسرا جانور خریدا اس کے بعد وہ گم شدہ جانور بھی مل گیا تو اگر قربانی کرنے والا امیر ہے تو دونوں جانور قربان کرے اور اگر غریب ہے تو ایک جانور قربانی کرے **مسئلہ** اگر کسی شخص نے قربانی کے واسطے جانور خریدا اگر وہ اتفاق سے مر گیا تو اگر مالدار ہے تو دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اگر غریب ہے تو دوسرا جانور خریدنا ضروری نہیں ہے **مسئلہ** اگر گائے بھینس اور اونٹ میں (نر ہوں یا مادہ) سات آدمیوں سے کم یعنی پانچ چھ آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے تب بھی سب کی قربانی درست ہے اور اگر آٹھ آدمی شریک ہوئے تو کسی کی قربانی درست نہیں ہوئی **مسئلہ** گائے بھینس اونٹ میں شریک ہونے والے کا حصہ برابر ہونا چاہیئے اگر کوئی شخص ساتویں حصہ سے کم حصہ لینے کی نیت سے شریک ہوگا تو سب کی قربانی نادرست ہو جائیگی **مسئلہ** قربانی کے جانور میں اگر کوئی عقیقہ کی نیت سے شریک ہونا چاہے تو اس کو شریک کر لینا جائز ہے **مسئلہ** قربانی کے واسطے اونٹ گائے بھینس خریدتے وقت یہ نیت ضرور کر لے اگر اس جانور میں کوئی شریک ہونا چاہے گا تو شریک کر لوں گا اور اگر یہ نیت نہ کریگا تو بعد کو شریک کرنا بہتر نہیں ہے پورا جانور اسی ایک خریدنے والے کی طرف سے ہوگا لہذا شریک کرنے کی نیت ضرور کر لینا چاہیئے **مسئلہ** قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہیئے خواہ قربانی کرنے والا مرد ہو یا عورت اگر اپنے ہاتھ سے ذبح نہیں کر سکتا تو دوسرے سے ذبح کرا دے لیکن موجود رہے اور دیکھتا رہے مرد ہو یا باہر نکلنے والی عورت دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے مگر پردہ نشین عورت کو موجود رہنا ضروری نہیں اس کی صرف اجازت ہی کافی ہے **مسئلہ** اگر کسی غائب کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر قربانی کی تو جائز نہیں ہوتی ہاں اجازت ہونے پر جائز ہوگی **مسئلہ** اگر کسی جانور میں کہ جس میں شرکت ہو سکتی ہے کسی غائب کا حصہ بغیر اس کے حکم کے کر لیگا تو سب کی قربانی ناجائز ہو جائیگی **مسئلہ** اگر ایک شخص اپنا جانور کسی کو حصہ پر پرورش کو دے تو وہ جانور پرورش کنندہ کی ملک نہیں ہے بلکہ اصل مالک کا مال ہے پس اگر وہ جانور پرورش کنندہ سے خرید کر قربانی کیا تو قربانی درست نہیں ہوئی بلکہ اصل مالک سے خرید کر قربانی کرنا چاہیئے **مسئلہ** وقت قربانی کے جانور کو بائیں پہلو قبلہ رخ لٹانا چاہیئے **مسئلہ** جب جانور لٹایا جا چکے تو ذبح کرنے والے کو پہلے یہ دعا پڑھنا چاہیئے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ اس کے بعد جانور کے شانے پر اپنا داہنا پاؤں رکھے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کے ذبح کرے اس موقع پر جانور کے پکڑنے والے بھی اللہ اکبر کہتے رہیں جب ذبح کر چکے تو ذبح کرنے والا الگ ہو کر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ **مسئلہ** یہ دعا اپنی طرف سے کرنے والے کی ہے مگر جب دوسرے کی طرف سے کرے تو بجائے لفظ منی کے فلاں کی اور فلاں کی جگہ اس کا نام معہ ولدیت کے لے اگر زیادہ شخصوں کی طرف سے کرے تو من فلاں و فلاں و فلاں کہے **مسئلہ** قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہیئے اندازاً تقسیم کرنا جائز نہیں ہے **مسئلہ** قربانی کا گوشت تین حصوں پر تقسیم کرکے ایک حصہ فقراء اور مساکین کو تقسیم کرے باقی دو حصے خود کھائے اور اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقارب دوست و احباب کو کھلائے خواہ کچا تقسیم کرے یا پکا کر دعوت کرے ہر صورت میں جائز ہے **مسئلہ** کافر کو بھی بلا قیمت گوشت دینا جائز ہے **مسئلہ** اگر کسی جانور میں چند آدمی شریک ہیں اور وہ سب لوگ گوشت کو برضا و خوشی تین حصوں میں تقسیم کرکے اپنا اپنا حصہ لے لیں تو یہ صورت جائز ہے **مسئلہ** جیسا کہ اس سے قبل بیان کر چکا ہوں ایک قربانی میں چند شریک دار گوشت کو تول کر بالکل برابر تقسیم کریں اندازہ سے تقسیم کرنے میں کمی بیشی کا اندیشہ ہے پس جس حصہ میں گوشت زیادہ ہو جائیگا وہ سود ہو جائیگا اور ایسے گوشت کا مسلمان کو کھانا حرام ہے اور سود لینے سے گناہ ہوگا البتہ اگر گوشت میں کلہ پائے اور کھال بھی شامل کر لی جائے تو جس حصہ میں کلہ پائے اور کھال شامل ہو اس کا کم ہونا درست ہے چاہے جتنا کم ہو اور اگر کسی برابر حصہ میں کلہ پائے اور کھال شامل کر دیئے گئے تو یہ بھی سود ہے اور ایسا حصہ لینا گناہ ہے اور اس حصہ کا گوشت کھانا حرام ہے **مسئلہ** قربانی کا گوشت یا کھال یا چربی یا کلیجی اور چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو مزدوری میں دینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تو ایک قسم کی تجارت ہو گئی ایسی صورت میں قربانی ناجائز ہو جائیگی قصاب کو مزدوری اپنے پاس سے الگ کر دینا چاہیئے **مسئلہ** قربانی کی کھال اپنے صرف میں آ سکتی ہے جیسے اس کی چھلنی یا ڈول یا مشک یا جائے نماز بنا لے اور اپنے صرف میں لاوے ہاں اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت اپنے صرف میں لانا جائز نہیں ہے اگر کوئی ایسا کریگا تو اس کی قربانی ناجائز ہو جائے گی البتہ کھال فروخت کرکے اس کی قیمت فقراء اور مساکین اور یتیموں اور بیواؤں اور محتاجوں کو بانٹ دینا چاہیئے اور بعینہ وہی دام دینا چاہیئے جو خریدار سے ملے ہیں **مسئلہ** قربانی کے جانور کو خوب کھلا پلا کر ذبح کرنا چاہیئے بھوکا نہیں ذبح کرنا چاہیئے اور اس کا بچا ہوا دانہ چارہ رسی جھول وغیرہ سب خیرات کر دینا چاہیئے **مسئلہ** قربانی کی کھال یا کھال کی قیمت مسجد کے صرف میں لانا ناجائز ہے **مسئلہ** ذبح کرنے والا اور جانور کو پکڑنے والا دونوں کو باوضو ہونا چاہیئے **مسئلہ** قربانی شارع عام یا کھلے میدان میں نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح کرنا چاہیئے۔

نوٹ

جانور کو سجا بنا کر بھی مذبح تک نہ لیجانا چاہیئے ایسے شنیع افعال سے ہندو اقوام کو اشتعال ہو اور ناحق دنا بدا فساد اور جھگڑا ہوگا اور جان و مال دونوں کا نقصان ہوگا اور مقدمات میں جو پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں یا خدا نخواستہ اگر عدالت سے فیصلہ مسلمانوں کے خلاف ہوا تو جیلیں نہیں جو تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں وہ الگ ہیں ایسے کام کبھی نہیں کرنا چاہیے جن میں ہلاکت کا اندیشہ ہو، اللہ پاک کا ارشاد عالی ہے ولا تلقوا بایدیکم

الی التھلکۃ یعنی خود اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

یہ تمام مسائل فقہ کی معتبر کتب مثلاً درمختار طحطاوی۔ ہدایہ عالمگیری وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔ یہ مسائل مختصر طور سے بیان ہوئے ہیں زیادہ معلومات کے واسطے کتب فقہ مذکورہ اور ان کے علاوہ اور کتب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

سب سے آخر میں یہ بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ ایام جاہلیت میں اہل مکہ کا دستور تھا کہ جب وہ جانوروں کی قربانی کرتے تھے تو ان کا خون اور گوشت خانہ کعبہ کی دیواروں اور وہاں کے بتوں میں لتھیڑ آتے تھے اور عقیدہ رکھتے تھے کہ اس طرح پر ہماری قربانی خدا تک پہنچ جاتی ہے مسلمانو! تم ایسا اعتقاد مت رکھنا تمہاری ان قربانیوں کا نہ اللہ تک خون پہنچتا ہے اور نہ گوشت البتہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے یعنی جس نے اپنے تقویٰ اور خوف خدا کی بنا پر تم قربانیاں کرتے ہو وہ تقویٰ تمہارا قبول ہوتا ہے دیکھو خود اللہ تعالے قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:-

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم	یعنی اللہ تک نہ تمہاری ان قربانیوں کے گوشت ہی پہنچتے ہیں نہ ان کا خون لیکن اللہ تعالیٰ تک تمہاری پرہیزگاری اور تقویٰ پہنچتا ہے۔

دوسری بات یہ عرض کرنا ہے کہ قربانی اور دیگر کار خیر میں حلال اور طیب مال لگانا چاہیئے حرام اور ناجائز مال خدا کی کاموں میں صرف کرنے کے قابل نہیں اللہ توفیق عمل عطا فرمائے آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بقیہ سلسلہ مضمون وعظ ماہ شوال

ہمیں موجودات عالم پر غور و فکر کرنیکا کیوں حکم دیا ہے اس لئے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے قل انظروا ماذا فی السموات والارض لے محمد ان سے کہہ دیجئے کہ یہ دیکھیں کہ زمین و آسمان میں کیا ہے؟ مخلوقات پر نظر کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے خدا کی ہستی کا یقین و اعتراف دل میں مستحکم ہوتا ہے ایمان باللہ کا جذبہ راسخ ہوتا ہے اور دوسرے ہم اشیاء عالم سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں سو اللہ تعالے نے ہمیں یہ حکم اس لئے دیا ہے کہ اللہ کی معرفت حاصل ہو اور ہم اشیاء عالم سے کام لے سکیں۔ اگر ہم میں ایسے چند اہل نظر مسلمان بھی پیدا ہو جائیں تو ہماری قوم کچھ سے کچھ بنجائے۔ حضرات! فضیلت تفکر اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ ایک گھڑی کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے اگر مسلمان اب بھی اس حکم پر عمل نہ کریں تو بھاڑ میں جائیں اسلام نے تو ان کے سامنے ترقی و سعادت کی راہ کھول دی ہے۔

حقیقت تفکر ابتک میں نے آپ کو تفکر کی ضرورت و اہمیت اور اس کی فضیلت بتلائی ہے اب اس کی حقیقت سنئے یہاں میں حضرت امام غزالی کی کتاب اکسیر ہدایت کا خلاصہ بیان کر دینا انسب و اولیٰ سمجھتا ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ تفکر کے معنے ہیں جو علم فی البدیہہ معلوم نہ ہو اسے طلب کرنا یعنی خدا کی مخفی قدرتوں اور موندہر کو معلوم کرنا اور اس کا مطلوب ہونا جس لئے ضروری ہے میں اس کا بیان اوپر کر چکا۔ اب خدا کی قدرت اور رموز دہر کا معلوم کرنا آسان نہیں یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ دو معرفتوں کو جمع کیا جائے اور ان دو معرفتوں سے ایک تیسری معرفت پیدا کی جائے جس طرح مرد و عورت سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر تیسری معرفت سے چوتھی معرفت پیدا ہو اور چوتھی سے پانچویں اس طرح ایک معرفت کو دوسری معرفت سے ملاتے چلے جانا نسل علوم کو بڑھاتا ہے اور وہ علم جو فی البدیہہ معلوم نہیں حاصل ہو جاتا ہے یا یوں سمجھو کہ اشیاء عالم کی حقیقتوں پر غور کرنا تفکر کی حقیقت ہے جو شخص ایک علم کو دوسرے علم کے ساتھ جمع کرنا نہیں جانتا اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ سرمایہ کو رکھتا ہے مگر سوداگری کرنا نہیں جانتا۔

تفکر کی حقیقت کو اس مثال سے سمجھئے۔ ایک شخص جاننا چاہتا ہے کہ دنیا سے آخرت کیونکر بہتر ہے وہ یہ بات اس وقت تک نہیں جان سکتا جب تک وہ یہ دو باتیں نہ جانے ایک تو یہ ہے کہ باقی فانی سے بہتر ہے اور دوسرے یہ کہ آخرت باقی ہے اور دنیا فانی۔ جب وہ یہ دو معرفتیں یا اصلیں معلوم کر لیگا تو ان سے یہ تیسری معرفت خواہ نخواہ ہی حاصل ہو جائے گی کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے۔

اسی طرح انسان کے دماغ میں عقل رسا اور دیکھنے والی آنکھ ہو تو ذرہ ذرہ سے دین و دنیا کا علم اور فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ غالب نے کہا ہے ؎

بخشے ہے جلوۂ گل ذوق تماشا غالب چشم کو چاہیئے ہر رنگ میں وا ہو جانا۔

برادران اسلام! اللہ تعالےٰ نے کوئی چیز بغیر کسی خاص غرض اور فائدے کے پیدا نہیں کی ہر چیز کے صرف ظاہری پر نظر نہ ڈالو بلکہ اس کی حقیقت تک پہنچنے کی سعی کرو اور یہ دیکھو کہ اس کے اندر کیا کیا حکمتیں اور فائدے مضمر ہیں۔ پھر اگر کچھ سمجھ میں آجائے تو اللہ کا شکر کرو اس کی حمد و نعت کے گیت گاؤ اور واقعات و حوادث عالم سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ آج روئے زمین پر مادیت کا سکہ بیٹھتا چلا جا رہا ہے اگر اس سیلاب تباہی اور الحاد و دہریت کے جراثیم سے بچنا چاہتے ہو تو حقائق قرآنیہ کو سمجھو آیات آفاقی و نفسی پر غور کرو اور خوب تدبر کرکے خدا کی معرفت حاصل کرو اور اپنی عقل و سمجھ سے کام لو کہ یہی دینی و دنیوی ترقی و سعادت کی راہ ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں

(از حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

(بسلسلہ گذشتہ)

لا تدع مع اللہ الٰھا اٰخر لا الٰہ الا ھو (قصص۔ ۹۰)	اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو نہ پکارو اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔
وما یتبع الذین یدعون من دون اللہ شرکاء ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون	جو لوگ اللہ کے بجائے دوسرے شریکوں کو پکارتے ہیں وہ محض وہم پر چلتے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں

ان آیات سے چند امور پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک یہ کہ اہل جاہلیت جن کو الٰہ کہتے تھے ان کو مشکل کشائی وحاجت روائی کے لئے پکارتے تھے یا بالفاظ دیگر ان سے دعا مانگتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان کے یہ الٰہ صرف جن یا فرشتے ہی نہ تھے بلکہ وفات یافتہ انسان بھی تھے جیسا کہ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ ان الٰہوں کے متعلق وہ یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ ان کی دعاؤں کو سنتے ہیں اور ان کی مدد کو پہنچنے پر قادر ہیں۔

یہاں دعا کے مفہوم اور اس امداد کی نوعیت کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے جس کی الٰہ سے توقع کی جاتی ہے۔ اگر مجھے پیاس لگتی ہے اور میں اپنے خادم کو پانی لانے کے لئے پکارتا ہوں یا اگر میں بیمار ہوتا ہوں اور علاج کے لئے ڈاکٹر کو بلاتا ہوں تو اس پر نہ دعا کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ اس کے معنی خادم یا ڈاکٹر کو الٰہ بنانے کے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ سلسلہ اسباب کے تحت ہے نہ کہ اس سے مافوق لیکن اگر میں پیاس کی حالت میں یا بیماری میں خادم یا ڈاکٹر کو پکارنے کے بجائے کسی ولی یا کسی دیوتا کو پکارتا ہوں تو یہ ضرور اس کو الٰہ بنانا اور اس سے دعا مانگنا ہے کیونکہ جو ولی صاحب مجھ سے سینکڑوں میل دور کسی قبر میں آرام فرما رہے ہیں ان کو پکارنے کے معنے یہ ہیں کہ میں ان کو سمیع وبصیر سمجھتا ہوں اور یہ خیال رکھتا ہوں کہ عالم اسباب پر ان کی فرمانروائی قائم ہے جس کی وجہ سے وہ مجھ تک پانی پہنچانے یا میری بیماری کو دور کرنے کا انتظام کر سکتے ہیں علیٰ ہذا القیاس ایسی حالت میں کسی دیوتا کو پکارنے کے معنے یہ ہیں کہ پانی یا صحت ومرض پر اس کی حکومت ہے اور وہ فوق الطبیعی طور پر میری حاجت پوری کرنے کے لئے اسباب کو حرکت دے سکتا ہے پس الٰہ کا وہ تصور جس کی بنا پر اس سے دعا مانگی جاتی ہے لامحالہ ایک فوق الطبیعی اقتدار اور اس کے ساتھ ہی فوق الطبیعی قوتوں کے مالک ہونے کا تصور ہے۔

(۳) ولقد اھلکنا ما حولکم من القریٰ وصرفنا الاٰیات لعلھم یرجعون فلولا نصرھم الذین اتخذوا من دون اللہ قرباناً اٰلھۃ بل ضلوا عنھم وذالک افکھم وما کانوا یفترون۔ (احقاف۔ ۴)	تمہارے ارد گرد جن بستیوں کے آثار ہیں ان کو ہم نے بار بار بدل بدل کر اپنی نشانیاں دکھائی تھیں تاکہ وہ رجوع کریں تو جن کو انہوں نے تقرب کا ذریعہ سمجھ کر اللہ کے سوا اپنا الٰہ بنایا تھا انہوں نے نزول عذاب کے وقت کیوں نہ ان کی مدد کی؟ مدد تو درکنار وہ تو انھیں چھوڑ کر غائب ہو گئے یہ تھی حقیقت ان کے جھوٹ اور ان کی من گھڑت باتوں کی۔

ومالی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون ء اتخذ من دونہ اٰلھۃ ان یردن الرحمٰن بضر لا تغن عنی شفاعتھم شیئاً ولا ینقذون	کیوں نہ میں اس کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تم سب کو پلٹنا ہے؟ کیا اس کے سوا میں ان کو الٰہ بناؤں جن کا حال یہ ہے کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہیں آسکتی اور وہ مجھے چھڑا نہیں سکتے؟
والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ ان اللہ یحکم بینھم فی ما ھم فیہ یختلفون (الزمر۔ ۱)	اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے حامی یا کارساز ٹھیرا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت اسلئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں اللہ ان کے درمیان اس معاملہ کا فیصلہ قیامت کے روز کریگا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔
ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ	وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچانے پر قادر ہیں نہ نفع اور کہتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

ان آیات سے چند مزید باتوں پر روشنی پڑتی ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جاہلیت اپنے الٰہوں کے متعلق یہ نہیں سمجھتے تھے کہ ساری خدائی انہی کے درمیان تقسیم ہو گئی ہے اور ان کے اوپر کوئی خداوند اعلیٰ نہیں ہے وہ واضح طور پر ایک خداوند اعلیٰ کا تصور رکھتے تھے جس کے لئے ان کی زبان میں اللہ کا لفظ تھا اور دوسرے الٰہوں کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اس خداوند اعلیٰ کی خدائی میں ان الٰہوں کا کچھ دخل واثر ہے ان کی بات مانی جاتی ہے ان کے ذریعہ سے ہمارے کام بن سکتے ہیں ان کی سفارش سے ہم نفع حاصل کر سکتے ہیں اور نقصانات سے بچ سکتے ہیں انہی خیالات کی بنا پر وہ اللہ کے ساتھ ان کو بھی الٰہ قرار دیتے تھے لہٰذا ان کی اصطلاح کے لحاظ سے جس کے متعلق بھی یہ خیالات رکھے جائیں وہ الٰہ ہے، یا بالفاظ دیگر کسی کے متعلق یہ خیالات رکھنا اسے الٰہ بنانا ہے۔

وقال اللہ لا تتخذوا الٰھین اثنین انما ھو الٰہ واحد فایای فارھبون	اللہ فرماتا ہے کہ دو الٰہ نہ بناؤ الٰہ تو ایک ہی ہے۔ لہٰذا تم مجھ ہی سے ڈرو۔

اس کے معنے یہ ہیں کہ جس کی ناراضی سے خوف کیا جائے اور جس کے متعلق یہ گمان کیا جائے کہ اگر ہم اس کی توجہ اور عنایت سے محروم ہو گئے تو نقصان اٹھائینگے وہ الٰہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں الٰہ کے تصور میں اس کے لائق حذر ہونے کا تصور بھی شامل ہے۔

میکانی اسلام

سامنے میز پر گھڑی رکھی تھی شیشہ ٹوٹا ہوا اور منٹ کی سوئی غائب گھنٹے کی سوئی پر میری نگاہ تھی اور میں ٹکٹکی باندھے اسی طرف دیکھ رہا تھا مجھے اس میں کوئی حرکت محسوس نہ ہوئی لیکن میرے سامنے ہی سامنے وہ ایک دو اور دو سے تین تک پہنچ گئی۔ میں نے سوچا کہ بعض تغیرات ذہن انسانی میں کچھ ایسے تدریجًا اور غیر شعوری طور پر رونما ہوتے ہیں کہ جب تک ان کا مجموعی اثر نمایاں انقلاب کی شکل میں ظاہر نہیں ہو جاتا یہ محسوس ہی نہیں ہونے پاتا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ عمل میں آ رہا ہے۔ ذہنی انقلاب کے یہ تخریبی اور تعمیری مراحل دریا کی پرسکون روانیوں کی طرح کچھ ایسے غیر مرئی طور پر طے پا جاتے ہیں کہ جو خطوط ابتدا سے زیادہ سے زیادہ نقوش بر آب کی حیثیت رکھتے تھے وہی ایک عرصہ کے بعد ایک محکم حصار سنگین کی بنیاد بن جاتے ہیں ریگستانوں میں آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ صبح ایک صاف و ہموار میدان سامنے تھا شام کو وہاں ریت کا ایک بہت بڑا ٹیلہ کھڑا ہو گیا اور خواہ آپ دن بھر وہاں بیٹھے دیکھتے رہیں کبھی معلوم نہ کر سکیں گے کہ یہ رد و بدل کس انداز سے عمل میں آ رہا ہے۔

مغرب کی مادیت کا ایک اثر تو وہ تھا جو آتش فشاں دہانے کی ساتھ مشرق میں رونما ہوا جسے اندھوں نے دیکھا اور بہروں نے سنا یعنی مذہب سے تنفر اور بیزاری کا اعلان بہانگ دہل کیا گیا لیکن اس سے کہیں گہرا کہیں مہیب اور کہیں زہریلا وہ اثر تھا جو گھڑی کی سوئی کی طرح ظاہر ہوا اور جسے تیز سے تیز نگاہ بمشکل بھانپ سکی یہ اثر ان قلوب پر مسلط ہوا جو اگرچہ سعادت و نجات کی راہ مذہب ہی میں سمجھتے تھے لیکن مغربی معقولیت کی حد بندی نہ کر سکے اور وہ آہستہ آہستہ ان کی سرحد ایمانیات میں بھی گھس گئی اور اس کا زہر ان کے معتقدات کے رگ و پے میں اس خاموشی سے سرایت کرتا چلا گیا کہ آج اگر ان کے مذہبی اصولوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے کہ جس چیز کو وہ آج مذہب کہہ رہے ہیں اسے مذہب سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا زمین کو آسمان سے یہ معقولیت پسندوں کی جماعت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور ان کا مشن یہ ہے کہ مذہب کے اصول ان کی اپنی عقل کے مطابق یا زیادہ سے زیادہ حکمائے یورپ کی عقل کے مطابق ہونے چاہئیں یہاں کے معتقدات کا استقصا مقصود نہیں لیکن مجملاً یوں سمجھئے کہ۔

(۱) خدا ان کے نزدیک ایک ایسی قوت کا نام ہے جو کائنات کے اولین لمحات کی تخلیق کی موجب ہوئی اس کے بعد مخلوقات عالم نے اپنے ارتقائی نشوونما کی منازل طے کرکے اتفاقیہ ایک مستقل نظام کی صورت اختیار کر لی جو ایک غیر متبدل اور اٹل قانون کی شکل میں خود بخود چل رہا ہے اور خدا ایک عضو معطل کی طرح الگ بیٹھا اس کا تماشا دیکھ رہا ہے اس کارگہ حیات میں نہ اس کا کچھ فعل ہے نہ ارادہ۔ دنیا چونکہ عالم اسباب ہے اس لئے اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس کامیابی کو اپنی قوت بازو اور حسن تدبیر کی رہین منت سمجھتے ہیں قال انما اوتیتہ علی علم اور اگر کہیں ناکامی ہوتی ہے تو علت و معلول کی کڑیوں کا معائنہ شروع ہو جاتا ہے اور اگر کبھی وہ ڈھونڈ کچھ ایسی الجھی ہو کہ سمجھانے سے بجائے علت العلل کی طرف نگاہ جانے کے اس نا شدنی واقعہ کو اتفاق کے مجہول الکیف نام سے معنون کر دیتے ہیں غرضکہ زندگی کے کسی شعبہ میں کاروبار حیات کے کسی گوشہ میں انہیں خدائی ہاتھ کارفرما نظر نہیں آتا۔ اگرچہ ہر روز ایاک نستعین سے اس کا زبانی اقرار کرتے ہیں لیکن عملًا نہ وہ خدا کی مدد پر بھروسہ رکھتے ہیں نہ کسی کام میں اس کی طرف سے خیر و برکت پر ان کا ایمان ہوتا ہے۔

(۲) رسول کا تصور ان کے نزدیک ایک سیاسی لیڈر یا ایک مصلح قوم کا سا ہوتا ہے جو اپنی قوم کی نکبت زبوں حالی سے متاثر ہو کر انہیں فلاح و بہبود کی طرف بلاتا ہے اپنی تدبیر و مصلحت اندیشی سے وہ قوم کی بکھری ہوئی قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کرکے ان کی تلواروں کے رخ جو اس سے قبل ان کے اپنے قبائل کی سمت ہوتے تھے دشمنوں کی طرف پھیر دیتا ہے اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کے اندر انضباط و ایثار کی روح پھونک کر زمین کے بہترین خطوں کا انہیں مالک بنا دیتا ہے اس کی حیثیت قوم کے ایک امیر کی سی ہوتی ہے جس کے ہر حکم کا اتباع اس لئے لازمی ہوتا ہے کہ انحراف سے قوم کی اجتماعی قوتیں انتشار پذیر ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اور وہ دنیاوی نعمتیں جو اس کے حسن تدبیر سے حاصل ہوئی تھیں ان کے چھن جانے کا احتمال ہوتا ہے اس کا حسن و تدبر عقل و حکمت ذہن انسانی کے ارتقاء کی بہترین کڑی ہوتا ہے اس لئے وہ اپنے ماحول کا بہترین مفکر شمار کیا جاتا ہے کثرت ریاضت سے برائی کی قوتیں اس سے سلب ہو جاتی ہیں اور نیکی کی قوتیں نمایاں طور پر ابھر آتی ہیں انہی قوتوں کا نام ان کے نزدیک ابلیس اور ملائکہ ہے۔

(۳) قرآن کو وہ ایک بہترین کتاب سمجھتے ہیں صرف اس حیثیت سے کہ اس میں دنیاوی معاشرت کے بہترین اصول مندرج ہیں جس پر کاربند ہو کر مسلمان غلبہ و استیلا کی زندگی بسر کر سکتے ہیں لیکن ایمان کے اس حصہ کا وصف یہ دنیا کی ہر نئی تحریک کی بڑی بیتابی سے لپکتے ہیں اور ہر نئی آیت اور ہر نئے ازم میں اپنی مصیبتوں کا علاج تلاش کرتے پھرتے ہیں اور چونکہ ان کے نزدیک قرآن کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہو سکتی ہے کہ وہ مغربی حکماء کے نظریہ کی تائید کرتا چلا جائے اس لئے ان کی تمام تر کوشش اسی پہلو میں صرف ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح قرآن کو ہر نئی تحریک کے مطابق ثابت کر دیا جائے اگر طبیعت میں کہیں ادبی ذوق ہوا تو وہ قرآنی فصاحت و بلاغت کا موازنہ دنیائے شاعری کی کتابوں سے کرنے لگتے ہیں غرضکہ قرآن کو وہ اسی ماحول کی پیداوار اور اسی زمین کی شاعری سمجھتے ہیں۔

(۴) مکافات عمل پر ان کا ایمان ہے لیکن اس شکل میں کہ وہ اسی دنیا کو دار العمل اور اسی کو دار الجزا سمجھتے ہیں جنت و دوزخ کا وجود ان کے نزدیک خود قلب انسانی کے اندر ہی ہے دل کے سکون و طمانیت کا نام جنت اور اس کے اضطراب کی سوزش نہاں کا مفہوم جہنم، معاد بھی ان کے نزدیک اپنی قلبی کیفیات کا نام ہے اور حشر سے مقصد ان کا حیات کا تیز تر ہو جانا ہے

(۵) ایمانیات کے بعد اعمال و عبادات میں بھی ان کے نظریئے کچھ ایسے ہی مصالح پر مبنی ہیں۔ نماز ایک اچھی عبادت ہے لیکن محض اس لئے کہ اس سے پابندی اوقات اور صفائی جسم کی عادت پڑ جاتی ہے باقی رہا خدا کے ساتھ تعلق سو اس کے لئے ان کے نزدیک کسی مخصوص شکل کی ضرورت نہیں دنیاوی مشاغل و فتری کاموں سے تھک کر کرسی سے جھک کر میز پر سر رکھ دیا آنکھیں بند کر لیں اور بس دل خدا تک پہنچ گیا۔ نماز باجماعت جمعہ عیدین میں صرف ایک اجتماعی منظر دکھانا مقصود ہے اور حج ان کے نزدیک ایک دوآل ورلڈ مسلم کانفرنس (موتمر عالم اسلام) سے زیادہ نہیں۔ زکوٰۃ کی جگہ قومی چندے سے بہترین نتائج پیدا کر سکتے ہیں۔ روزے سے مقصود طبیعت کو سپاہیانہ عادت کا خوگر بنانا (ربا الحمر بعد ڈن کے اشہب عنان گسیختہ کی ریاضت) ہنا قربانی کی بے فائدہ خونریزی ان کے نزدیک کسی اور شکل میں تبدیل ہو کر بہترین افادی نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ اور تو اور جہاد جو درحقیقت اسلام کا دوسرا نام ہے ان کے نزدیک محض تگ و دو حیات میں سعی و کوشش کا دوسرا نام ہے اور آجکل کونسلوں میں چند نشستیں مخصوص کرا لینا اس فریضہ عظیم کی سرانجام دہی کی بہترین صورت ہے۔

ایک جملہ میں یوں سمجھئے کہ مذہب ان کے نزدیک اسی زمین سے متعلق ہے اور آسمان سے کچھ علاقہ نہیں۔ یہ میکانکی اسلام روح اور روحانیت سے اتنا ہی ناآشنا ہے جتنی یورپ کی مشینیں جذبات سے عاری۔

آئیے اب ان معتقدات کو قرآن کی روشنی میں دیکھیں۔

(۱) اس میں کچھ شبہ نہیں کہ کارگہ عالم ایک خاص نظام کے ماتحت چل رہا ہے جسے قانون فطرت کہتے ہیں اور جو بالعموم غیر متبدل اور اٹل ہوتا ہے۔

ولن تجد لسنة الله تبديلا ولن تجد لسنة الله تحويلا
(اور تو اللہ کے دستور کو بدلتا ہوا اور ٹلتا ہوا نہیں پائے گا۔)

لیکن یہ قوانین و نظام خود بخود اتفاقیہ طور پر وجود میں نہیں آگئے بلکہ ایک حکیم ازلی کے ارادہ و مشیت کے ماتحت وضع ہوئے ہیں جو ان قوانین کے نافذ کرنے کے بعد خود بے بس و مجبور ہو کر نہیں رہ گیا بلکہ

يمحو الله ما يشاء ويثبت وعنده ام الكتب
(اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے ثبت کرتا ہے اسکے پاس ام الکتاب ہے)

کون و مکان کے ایک ایک ذرہ میں اس کی مشیت و قدرت کارفرما ہے

ان ربك فعال لما يريد۔ ان الله يحكم ما يريد
(بیشک تیرا پروردگار جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔)

ہر چند کہ یہ مشیت بھی اس کی حکمت و قانون پر مبنی ہے جس کو قوانین قدرت کہتے ہیں لیکن ان قوانین کی کنہ و حقیقت ذہن انسانی کی دسترس سے باہر ہے دنیا کا کوئی دماغ یہ نہیں بتا سکتا کہ شہد میٹھا اور حنظل تلخ کیوں ہے؟ دنیا کو یہ نظام اسی نے عطا فرمایا ہے اور اس نظام میں تمام امور اسی کے حکم و ارادہ سے سرانجام پاتے ہیں۔

الله الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن يتنزل الامر بينهن لتعلموا ان الله على كل شئ قدير
(وہ اللہ ہی ہے جس نے سات بلندیاں اور ان کی مثل پستیاں پیدا کیں ان سب میں اس کا حکم اترتا رہتا ہے تاکہ تم یقین کر لو کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

اس میں بھی کلام نہیں کہ حصول مقاصد کے لئے جد و جہد انسان کے لئے لازم ہے لیس للانسان الا ما سعی اور اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا بشرطیکہ نیت بخیر ہو ان الله لا يضيع اجر المحسنين لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ انسانی مساعی و محنت کا نتیجہ بھی اسی شکل، اسی نوعیت اسی عرصہ اور مقدار میں مرتب ہو جو خود انسان نے اپنے ذہن میں مقرر کر رکھا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ دنیا میں ہر شخص بالعموم یہ سمجھتا ہے کہ وہ خود اپنی ذات میں ایک فرد مکمل اور اکائی ہے لہٰذا امور عالم کا تعین اس کی آرزوؤں کے مطابق ہونا چاہئیے اور اس کے اعمال و افعال کا اثر بھی اس کی ذات تک محدود رہنا چاہئیے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر فرد واحد اس کارخانۂ عالم میں عظیم الشان مشنری کا ایک ادنیٰ سا پرزہ ہے جس کی ایک ایک جنبش کا اثر تمام مشنری اور تمام مشنری اور تمام مشنری کی حرکات کا اثر اس پرزہ پر پڑتا ہے اور یہ تمام سلسلہ ایک مشیت کے ماتحت کسی خاص مقصد کے لئے سرگرم عمل ہے اس لئے اگر ہر انسان کی دنیا اس کی آرزوؤں کے مطابق ڈھل جائے تو نظم و نسق عالم چند دنوں میں تہ و بالا ہو جائے۔ کبھی غور فرمایا کہ آج دنیا میں اس قدر اضطراب و بیتابی یہ عدم طمانیت و فقدان سکون کیوں ہے؟ کیا محض اسلئے نہیں کہ ہر شخص اپنا مقصد حیات خود مقرر کئے بیٹھا ہے اور چاہتا ہے کہ کھینچ تان کر دنیا اس کی اپنی تمناؤں کا گہوارہ بنجائے۔

ومن اضل ممن اتبع هوٰه بغير هدى من الله
(اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کے بغیر محض اپنی خواہشات کی پیروی کرے)

ثانیاً انسان کو چونکہ مستقبل کا علم نہیں دیا گیا اس لئے یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کو وہ اپنے لئے بہتر تصور کرتا ہے وہ فی الواقع اس کے لئے بہتر ہی ثابت ہو اس کا صحیح صحیح علم علام الغیوب کے پاس ہے کیونکہ

عسى ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم وعسى ان تحبوا شيئا وهو شر لكم والله يعلم وانتم لا تعلمون
(یہ ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو لیکن وہی تمہارے لئے بہتر ہو اور تم ایک چیز پسند کرتے ہو لیکن وہ تمہارے لئے بری ثابت ہو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)

لہٰذا قوانین فطرت کے دائرے کے اندر کوشش اور جد و جہد یقیناً فرض ہے لیکن اس کوشش کے بعد ترتیب نتائج کے لئے مشیت ایزدی پر ایمان رکھنا بھی لازمی ہے کامیابی و ناکامی میں سلسلہ علت و معلول کا تجزیہ بھی ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ آخری نگاہ اس علت العلل اس مسبب الاسباب ذات پر رکھنی بھی ضروری ہے جس نے علت کو علت اور معلول کو معلول بنایا اس لئے کہ علت و معلول کی حقیقت بھی انسان کو اس سے زیادہ کیا معلوم ہے کہ بقول امام غزالی ایک دوسرے کے بعد آتا ہے بہترین اسباب و وسائل بہترین تو تمیں اور اپنی سمجھ کے مطابق بہترین ذرائع بہم پہنچانے ضروری ہیں لیکن ان سب کے بعد یہ ایمان بھی ضروری ہے کہ

افوض امری الى الله ان الله بصير بالعباد
(میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں یقیناً اللہ اپنے بندوں کا نگران ہے)

(۲) رسول بلاشبہ مصلح اور مدبر ملت ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت دنیاوی

متصلین ومدبرین سے بالکل جدا گانہ ہوتی ہے۔ دنیاوی مفکرین ومدبرین اپنے اپنے ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں اور ان کا فلسفہ اصلاح و بہبود ان کی اپنی پرواز فکر کا نتیجہ ہوتا ہے جو کبھی صحیح اور کبھی غلط ہوتا ہے برعکس اس کے انبیاء کرام مامور من اللہ ہوتے ہیں اور ان کا سلسلہ اس دنیا میں خاص مشیت باریتعالی کے ماتحت چلتا ہے وہ اپنے ماحول سے متاثر اور نہ احوال و ظروف کے پیداوار ہوتے ہیں بلکہ ان کا انتخاب ملکوت ایزدی سے ہوتا ہے۔

اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ | اللہ خوب جانتا ہے کہ کسے اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا جائے"

اور ان کا سرچشمہ علوم وہدایت علم باری تعالی ہوتا ہے جس میں کسی سہو و خطا کی گنجائش نہیں ان کا سینہ علوم لدنی سے معمور اور ان کا قلب تجلیات نورانی سے منور ہوتا ہے دنیاوی سیاست و تفکر ایک صفت ہے جو اکتسابا حاصل ہوتی ہے اور مشق و مہارت سے یہ ملکہ بڑھتا ہے لیکن نبوت ایک موہبت ربانی اور عطائے یزدانی ہے جس میں کسب و مشق کو کچھ دخل نہیں۔ قوم و امت کی ترقی ان کے پیش نظر ہوتی ہے لیکن سب سے مقدم اخلاق انسانی کی اصلاح مقصود ہوتی ہے حقیقت یہ ہے کہ ان کی تعلیم و تعمیل کا انداز ہی کچھ ایسا نرالا ہوتا ہے کہ تزکیہ نفوس و قلوب کے ساتھ ساتھ ذہن میں جلا اور بازوؤں میں قوت بھی پیدا ہوتی ہے اور اس سے ایک ایسی قوم کی تشکیل عمل میں آتی ہے جس کے دائیں ہاتھ میں آسمان کی بادشاہت اور بائیں میں زمین کی ملکوت ہوتی ہے اس کا پیغام زمان و مکان کی قیود سے بالا ہوتا ہے وہ تمام انسانوں کو راستہ دکھانے والا اور قیامت تک کے لئے مطاع ہوتا ہے

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم | وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو آیتیں سناتا ہے ان کا تزکیہ

نفوس کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے ورنہ اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے اور ان لوگوں کی طرف جو ابھی تک ان میں نہیں ملے۔

اس کی اطاعت عین خدا کی اطاعت اور اس کی معصیت خدا کی معصیت ہوتی ہے

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ | جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی"

اور جو لائحہ حیات اس کی وساطت سے دنیا کو ملتا ہے اس میں کوئی دنیاوی طاقت رد و بدل نہیں کر سکتی بلکہ دنیا بھر کی عقول میں جہاں کہیں اختلاف ہو اس کا فیصلہ بھی اسی کی مشعل ہدایت سے ہو سکتا ہے۔

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول | اگر کسی بات میں تم میں اختلاف ہو جائے تو اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو"

ان کو خدائی پیغام ملائکہ کی وساطت سے ملتے ہیں جو اگرچہ عالم امر سے متعلق ہونے کی وجہ سے سرحد ادراک انسانی سے بالاتر ہیں لیکن ان کا وجود محض انسان کی ملکوتی قوتیں نہیں ہیں۔

ینزل الملٰئکۃ بالروح من | وہ فرشتوں کو اپنے حکم سے وحی دیکر

امرہ علی من یشاء من عبادہ | اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے"

اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلا ومن الناس | اللہ فرشتوں اور انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے بطور قاصد چن لیتا ہے

اسی طرح ابلیس بھی محض طاغوتی قوتوں کا نام نہیں بلکہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے

قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین | ابلیس نے کہا کہ میں اس (آدم) سے بہتر ہوں مجھے تم نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے"

(۳) بلاشائبہ تشکیک قرآن ایک کتاب آئین ہے جس کے اصولوں پر کاربند ہو کر ایک قوم اعلیٰ کی زندگی بسر کر سکتی ہے لیکن اس کی تعلیم کا مقصد وحید محض دنیوی غلبہ و استیلا ہی نہیں بلکہ یہ تو محض فرعی اثمار ہیں۔ اس کی اصل تو انسان کو ان مقاصد عالیہ کے حصول کا راستہ دکھانا ہے جو تخلیق آدم کی اصلی غایت ہیں۔

ان ھذا القراٰن یھدی للتی ھی اقوم | بیشک یہ قرآن وہی راہ دکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی ہو۔

قرآنی تعلیم کی رو سے انسان محض اسی دنیا کا جانور نہیں ہے کہ یہاں کی آسائش و زیبائش ہی اس کی اصل زندگی اور مقصد حیات قرار پا جائے بلکہ دنیا تو اس کی منازل حیات کا ایک دھندلا سا تصور اور اس کے شجر زندگی کی ایک تخمی سی شکل ہے۔ تخم میں شجر کا محض ایک تخیل سا نظر آتا ہے۔ بار آوری کی صلاحیت اس میں نہیں ہوتی یہی تخم عمل و ایمان کی آبیاری سے آئندہ زندگی میں شجر کی صورت اختیار کریگا۔ اسلام نے ایمان و عمل صالح کے نتائج میں سے دو چیزیں قرار دی ہیں ایک تو یہ کہ:۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض | اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے انہیں وہ زمین میں خلافت عطا فرمائے گا" دوسرے یہ کہ:۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت لھم مغفرۃ واجر عظیم | ایمان لانیوالوں اور نیک عمل کرنیوالوں سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

باوصف اس امر کے کہ اس دنیا میں عزت و وقار غلبہ و استیلا کی زندگی کا وعدہ ایمان و عمل صالح سے مشروط کر رکھا ہے قرآن بارہا اس امر پر زور دیتا ہے کہ کہیں مقصود بالذات اس دنیا کی زندگی کو قرار نہ دیدینا۔ اس نے کھلے کھلے الفاظ میں کہہ دیا:۔

وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان | دنیا کی زندگی تو ایک کھیل تماشے سے زیادہ نہیں فی الحقیقت زندگی کی جگہ تو آخرت ہی ہے"

ہاں تو قرآن انسان کو اس زندگی کے لئے تیار کرتا ہے جو زندگی کہلانے کی مستحق ہو اس کے اصول ایسے اٹل اور اس کی بنیادیں ایسی محکم ہیں کہ دنیا کے نظریئے نہیں کر بگڑیں اور بنیں، انکشافات پیدا ہوں اور مٹ جائیں لیکن اس کے مقتضی

کے بیانات طرح مستحکم طور سے ہیں کہ انقلاب ذہنی کی موجیں اٹھیں اور سر ٹکرا کر منتشر ہو جاتی ہیں۔

کتب احکمت آیاتہ | ایک کتاب جسکی آیتیں پختہ بنائی گئی ہیں

قرآن کے لئے یہ بات نہایت ہی قابل فخر ہے کہ دنیا کی کوئی "ازم" اور کوئی "تحقیق" اس کی تعلیم کے مطابق ثابت ہو رہی ہے کیونکہ

وانہ لحق الیقین | وہ تو حق الیقین ہے

بلکہ یہ بات خواص "ازم" اور "تحقیق" کے لئے طرۂ امتیاز ہوئی کہ بارگاہ قرآنی سے اس کے حق میں تائید ہو رہی ہے اس لئے کہ یہ

ھدی للناس و بینات من الھدی والفرقان | جملہ انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل میں فرق کرنے کی دلیلیں ہیں۔

دنیاوی اصول خاص خاص قوموں کے لئے اور ان کے بھی خاص خاص حالات کو پیش نظر رکھ کر وضع کئے جاتے ہیں لیکن قرآنی اصول قیامت تک کے لئے نافذ العمل اور دنیا بھر کے انسانوں کے لئے شمع ہدایت ہیں۔

ان ھو الا ذکر للعالمین | یقیناً یہ تمام اہل عالم کیلئے ہدایت ہے

(۴) ہاں یہ بھی درست ہے کہ بعض اعمال کی سزا یا جزا اس دنیا میں بھی مل جاتی ہے

لما امنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا ومتعنھم الی حین | جب یہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیوی زندگی میں رسوائی کا عذاب ان سے دور کر دیا اور انہیں کچھ مدت کے لئے سامان حیات دے دیا۔

لیکن ہمارا مکافات اخروی زندگی ہی ہے۔

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم باحسن ما کانوا یعملون | صاحب ایمان مرد و عورت میں سے جو کوئی بھی عمل صالح کرے گا اسے ہم اس دنیا میں حیات خوشگوار عطا فرمائیں گے اور ان کے ان بہترین اعمال کا اجر خروی دنیا میں ہی دیں گے۔

اس سے بھی واضح تر یہ ارشاد ہے :-

لھم عذاب فی الحیوۃ الدنیا ولعذاب الاخرۃ اشق | کفار کے لئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا تمام تر عمل اور ابتلا کا مقام ہے تخم ریزی اور بار آوری ہمہ وقت ہوا ازی و تنفر جاسکتے ہیں یوں آرنے کے لئے ایک وقت معین تک مہلت دی جاتی ہے اور حقیقی بار آوری کا وقت حیات اخروی ہی ہے۔

ولو یؤاخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ ولکن یؤخرھم الی اجل مسمی | اگر اللہ انسانوں کو ان کے ظلم کے بدلے میں فوراً گرفتار کر لیتا تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہ سکتا، وہ ان کو مہلت دیتا ہے ایک وقت معین تک۔

یہ بھی صحیح ہے کہ اطمینان قلب بڑی چیز ہے اور نعماء جنت میں سب سے بڑی نعمت تھی، یہ وقت معین ہے روز محشر کا

نفس مطمئنہ ہے نیز اضطراب قلبی بھی ایک سخت عذاب ہے لیکن جنت و دوزخ اور معاد کی تمام تفصیلات کو جو قرآن میں مذکور ہیں محض مذہب انسانی کے اندر محیط کر دینا بھی درست نہیں۔ دوسری زندگی کے متعلق قرآن میں بڑی تکرار و اعادہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ احیاء بعد الموت کے متعلق ارشاد ہے

کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم | تم مردہ تھے پھر تمہیں اللہ نے زندہ کیا پھر وہ تمہیں مارے گا پھر زندہ کرے گا۔

یہ پیدائش کیسی ہوگی؟ ارشاد ہے:-

کما بدأنا اول خلق نعیدہ | جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ بھی پیدا کریں گے۔

اس میں شبہ نہیں کہ نعمائے جنت اور عقوبات جہنم کی تفاصیل تمثیلی رنگ میں بیان ہوئی ہیں کیونکہ یہ مابعد الطبیعات سے متعلق ہیں لیکن اس تمام تفصیل کے ایک ایک جزو پر ہمارا ایمان اسی طرح ہونا چاہیئے جس طرح قرآن میں ان کا ذکر موجود ہے اور جس حقیقت کا راز خود اللہ تعالیٰ نے نہیں کھولا اس پر تاویلات سے قطعیت کا حکم نہیں لگانا چاہیئے قرآن کہتا ہے اور کس قدر زور دار الفاظ میں کہتا ہے کہ :-

فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون | آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ ایسا ہی حقیقی واقعہ ہے جیسا تمہارا باتیں کرنا واقعہ ہے۔

(۵) یہ بھی درست ہے کہ عبادات میں بدنی اور معاشرتی مفاد بھی ساتھ ہی چلے جاتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں کہ ان عبادات سے مقصود بالذات یہی بدنی و معاشرتی مفاد ہیں انسان کے ساتھ مختلف تعلقات وابستہ ہیں۔ ایک خالق کا، ایک اپنے نفس کا اور ایک مخلوق کا۔ اسلامی احکام میں یہ خصوصیت رکھی گئی ہے کہ ان کی بجا آوری میں بیک وقت ہر سہ فرائض کی ادائیگی ہو جاتی ہے یعنی رضائے مولیٰ حفظ النفس اور ہمدردی خلائق کا حصول ایک ہی عبادت کی سر انجام دہی میں ہو جاتا ہے اور یہی ہم آہنگی ہے جو اسلامی احکام کے سوا اور کہیں نظر نہ آئیگی ان میں مقدم خوشنودی باری تعالیٰ ہے اور یہی چیز ہے جسے تقویٰ کے جامع لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی بغیر کسی قسم کی ذاتی غرض و منفعت کو پیش نظر رکھنے کے محض اس خلوص نیت سے جو کچھ کر رہا ہوں محض خدا کے لئے کر رہا ہوں عمل کرنا روح اسلام اور تقویٰ کا معیار ہے۔

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین | کہدے کہ میری نماز میری قربانیاں میری زندگی میری موت سب اللہ کیلئے ہے۔

یہ ہے نقطۂ اساسی تمام عبادات و اعمال اسلامی کا اگر کوئی عمل اس معیار پر پورا اترتا ہے تو اس کے لازمی نتائج و اثمار خواہ اپنی ذات کے لئے ہوں خواہ مخلوق کے لئے سب حلال و طیب ہیں لیکن اگر اس کے خلاف ہو تو وہ عمل لاکھ منافع دنیوی کیوں نہ ہو سب حرام و خبیث ہے۔ نماز کے متعلق یہ کہدیا کہ :-

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر | نماز فواحش اور برائیوں سے روکتی ہے

لیکن اس مرکز کو سامنے سے نہیں ہٹنے دیا کہ :-

انھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین | بیشک نماز گراں گذرتی ہے لیکن ان لوگوں پر نہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

مقصد فرض کرتے وقت اول و آخر یہ ارشاد فرمایا کہ:۔

لعلکم تتقون | تاکہ تم میں تقوی پیدا ہو۔

زکوٰۃ کی دنیاوی منفعتوں سے کسے انکار ہے لیکن علت غائی وہی ہے کہ:۔

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا | ان کے مالوں سے زکوٰۃ لو اور اس طرح ان کے اموال و قلوب کو مطہر و پاکیزہ بنا دو۔

اور ساتھ ہی یہ تہدید بھی ہے

والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس ولا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر | اور ایسا انسان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے مال کو محض دکھاوے کی خاطر خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

گویا ریاء و کفر مترادف ہیں۔

حج اور قربانی میں بھی یہی علت کارفرما ہے کہ یہ دونوں شعائر اللہ کو قائم رکھنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں لہذا یہ خیال کہ چونکہ مقصود ان عبادات سے دنیوی منافع ہیں اس لئے یہ مقاصد کسی اور شکل میں حاصل کر لئے جائیں بالکل غلط اور گمراہ کن ہے مقصد اولی ان سے تقوی اور رضائے الہی ہے اور یہ محض اسی صورت سے حاصل ہو سکتا ہے جو خدا اور اس کے رسول نے متعین فرما دی ہے اور اس میں کسی قسم کا رد و بدل قطعاً ناقص ہے

قوم کی اقتصادی و معاشرتی اصلاح اور سیاسی و تمدنی زندگی کے بقا کے لئے جو تدبیریں بتائی جاسکتی ہیں لاتعداد ہیں لیکن جس کے لئے ذلت اور رسوائی کی زندگی قرآن کی رو سے غضب الہی کی نشانی ہے۔

ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباءو بغضب من اللہ | ان پر ذلت و مسکینی کی مار ماری گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آگئے

اور عزت و وقار کی زندگی بسر کرنا عین اقتضائے ایمان ہے

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین | عزت تو بس اللہ اور اسکے رسول اور مومنین کیلئے ہے

یہی نہیں بلکہ ایمان و عمل صالح کا لازمی نتیجہ خلافت فی الارض ہے لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ محض دنیا کے کسی مقصد کا حصول خواہ وہ کتنا ہی جلیل المنزلت کیوں نہ ہو مسلمان کی مساعی و توجہ کا آخری نقطہ نہیں ہو سکتا اس کا مقصد تو دنیاوی عروج کے ساتھ ساتھ تقوی کا حصول ہی ہے لہذا جس پروگرام میں محض دنیا ہی دنیا ہو اور تقوی اور تزکیہ قلوب کا خیال نہ رکھا گیا ہو وہ خدا کے یہاں مقبول نہیں ہو سکتا اسی تقوی بے غرض قربانی ایثار لرضات اللہ کا نام جہاد ہے خواہ اس کیلئے ایک قدم اٹھانا پڑے یا جان تک بھی دینی پڑے۔ حکایت دراز تر ہوگئی اس لئے ان اسباب و ذرائع کی تفصیل کو نظر انداز کرتا ہوں جو اس تجدد و فرنگیت کے موجب ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ایک اہم ترین سبب کا ذکر نہایت ضروری ہے اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دور جدید کی اسلامی معلومات کا ماخذ قرآن و سنت نہیں بلکہ مستشرقین مغرب کی تصانیف ہیں اور یہی سب سے بڑی وجہ اس ذہنی انقلاب کی ہے ان مستشرقین کے علمی احسانات اسلام پر خواہ کسی قدر کیوں نہ ہوں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یا تو شاید اسلئے کہ وہ خود اس تہہ تک نہیں پہنچ سکے یا دانستہ بہرحال وہ اسلام کے متعلق جو کچھ بھی لکھتے ہیں اس زاویہ نگاہ سے لکھتے ہیں کہ اسلام کو ایک کامیاب ارضی تحریک ثابت کر دیا جائے وہ یورپین مصنف جنہوں نے حضور نبی اکرم صلعم کی ذات گرامی کے متعلق حسن عقیدت کا اظہار کیا ہے ان کے خیالات کو بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل جائیگی کہ انہوں نے بھی حضور صلعم کو زیادہ سے زیادہ ایک دنیاوی مصلح کامیاب لیڈر اور اولوالعزم فاتح کی حیثیت سے سمجھا ہے یہی حال قرآن کے متعلق ان کے خیالات کا ہے ایک تو ہم ویسے ہی ان مستشرقین کی تحقیقات علمی سے مرعوب ہو چکے ہیں پھر انکا انداز بیان کچھ ایسا ساحرانہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ انکی تعلیم ہم پر پورا پورا اثر کر دیتی ہے اور ہم اسلام کو انہیں کی عینک سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ ایمانیات کا صحیح ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر ایک مسلم کی دینی و دنیوی عمارتیں استوار ہونگی لہذا ضرورت ہے کہ ہم خالی الذہن ہو کر مذہب کا مطالعہ کتاب اللہ اور اسوۂ رسول اللہ کی روشنی میں کریں اس کے بعد یہ حقیقت منکشف ہوجائیگی کہ اسلام کے پیش نظر جہاں کلیسا کے راہب پیدا کرنا نہیں وہاں محض سکندر اعظم بھی اس کا مطمح نگاہ نہیں۔

(بقیہ مضمون سلسلہ صفحہ ۴۹) موجودہ جلاس میں وہ افتتاحی تقریر کرتے ہوئے انتقال کر گئے موجودہ وزیر اعظم حسین سری پاشا بھی اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں مصر کی موجودہ سیاست میں محال مسلم یہ ہے کہ سعدی یا قومی جماعت جرمنوں اور اطالویوں کے خلاف اعلان جنگ کے لئے چلا رہی ہے اور یہی جمیعت برطانیہ کے سخت خلاف رہی ہے سعدی کہتے ہیں کہ مصر کا آزاد قوم کی حیثیت سے وقار اور اس کا قومی مفاد اس بات کی ضرورت پیش کرتے ہیں کہ جلد از جلد مداخلت کی جائے مصر میں گو عام رائے وہندگی ہے مگر وہاں کے لوگ درحقیقت بالکل گونگے ہیں اور حکومت کے لائحہ عمل بنانے میں کوئی دخل نہیں رکھتے ہر اہم مصری بنانیوالے غلام مزنگی اولاد سے فلاحین ہیں اور یہ آبادی کا بیشتر حصہ یعنی ۰۰۰،۰۰۰،۱۶ ہیں ان میں سے نوے فیصدی جاہل ہیں اور صرف دو فی صدی سیاسی احساس رکھتے ہیں۔ فلاحین کی حالت بھی بہت فرسودہ ہے وہ مٹی کے مکانوں میں بستے ہیں پانچ روپیہ ماہوار تنخواہ پر گزارہ کرتے ہیں ان کی غذا نظیری دنیا ہے کبھو را اور تنہ گوشت کھانا زندگی کے دن کاٹتے ہیں ان میں سے آدھے سے زیادہ آنکھ کی بیماری میں مبتلا رہتے ہیں۔ چونکہ وہ جاہل ہیں اس لئے ان کی خبروں کا ذریعہ صرف ریڈیو ہے شام کو وہ گاؤں کے قہوہ خانے میں بیٹھے نارجیل پیتے ہوئے چھینٹے چلاتے جو سرکی بازی جوا بازی کھیلتے رہتے ہیں۔ خبروں کے وقت عقیدتمندانہ خاموشی طاری ہو جاتی ہے اور تمام حرکات بند ہو جاتی ہیں بدقسمتی سے جو خبریں اس وقت سنی جاتی ہیں وہ اطالوی نشرگاہ باری سے نشر ہوتی ہیں ایک عرب نہایت مقرر وہاں سے برطانیہ کے خلاف پرجوش پروپیگنڈا کرتا رہتا ہے اور برطانیہ کی زبردست شکستیں سنا کر جذبات کو اندر بھڑکاتا ہے۔ ۳۰ جنوری ۱۹۳۸ء سے B. B. C نے عربی میں خبریں اور تقریریں نشر کرنیکا سلسلہ شروع کیا ہے اور نشرگاہ باری سے برسر پیکار ہے۔ مصر کی نشریات کو مقبول بنانے کے لئے اس نے ایک مشہور مصری گویے کو نوکر رکھ لیا ہے جو خبروں کے درمیان رسیلے عشقیہ گانے سناتا ہے یہ تدبیر بہت مجرب ثابت ہوئی ہے مگر برطانیہ اور اٹلی کے متضاد دعوے فلاحین کو سرگرداں کر دیتے ہیں وہ انکا یک دو جو کچھ ریڈیو پر سنتے ہیں اسی کو یقین کرنا بہتر سمجھتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ عرب اپنے بھائی کو ایسے نازک مسئلہ پر کیسے دھوکا دے سکتا ہے اور باری اور لندن کے متضاد اعلانات کیسے ہو سکتے ہیں نتیجے سیاسیات ترقی و تمدن بحیثیت مجموعی مصر کے خیالات جرمنی اور اٹلی کے شدت سے خلاف ہیں اور یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ وہ برطانیہ کے بھی حامی نہیں ہیں مگر مصری اور خاص طور سے وہاں کے سمجھدار لوگ ممبران پارلیمنٹ اور تعلیم یافتہ طبقہ جو آبادی کا دس فیصدی ہے سمجھتے ہیں کہ صرف برطانیہ کی فتح سے مستقبل امید افزا ہو سکتا ہے اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جرمنوں نے جو ممالک فتح کئے ہیں ان پر کیا گذر رہی ہے وہ حکومت کی اس پالیسی کو کہ عربوں میں قومیت کا جذبہ قائم رکھا جائے کہ وہ برطانیہ کیساتھ عزت دار بندار رہیں تعریف کرتے ہیں وہ برطانیہ کی عزت کرتے ہیں لیکن اتنی ہمت نہیں کرتے ان کے ساتھ رہ کر جان دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ بہرحال مصری مداخلت افریقہ میں حکومتوں کے توازن قوت میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں پیدا کرے گی۔

اسلام کا سیاسی نظریہ اور فلاحِ عالم

(از جناب حکیم محمد اسحاق صاحب سندیلوی)

معاشی اعتبار سے دو قسم کی ریاستیں ہمارے سامنے ہیں سرمایہ دار ریاست اور اشتراکی ریاست دونوں میں فرق ظاہر ہے اول الذکر میں سرمایہ رکھنے والا طبقہ حکمران ہوتا ہے اور ثانی الذکر میں مزدور طبقہ فرمانروا ہوتا ہے

آمریت زمانۂ قدیم کی مطلق العنان بادشاہت اور جمہوریت کے مجموعہ کا نام آمریت ہے اسلئے یہ دونوں کے معائب کی حامل ہے۔ بادشاہی کے معائب کا اقرار تو اب ہر شخص کو ہے اس لئے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے اور جمہوریت کے عیوب انشاء اللہ آئندہ سطور میں تحریر کئے جائینگے حیرت آن دعویٰ داران عقل و دانش پر ہے جو ایک طرف آمریت کے ایسے مہمل نظریہ کو تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کے بھی مدعی ہیں کہ ہم انسانیت کی قدر و قیمت پہچانتے ہیں اس سے بڑھکر انسانیت کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسانوں کی ایک بہت بڑی جماعت خود اپنے ہی جیسے ایک انسان کے ہاتھ میں بالکلیہ اپنی باگیں دیدے

چونکہ آمریت عقل اور فطرت کے خلاف چیز ہے اس لئے یہ کبھی معمولی حالات میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ ان غیر معمولی حالات میں پیدا ہوا کرتی ہے جبکہ مصائب کے کسی شدید حملے نے ایک قوم کے دماغی توازن کو بگاڑ دیا ہو ایسے موقع پر اگر کوئی ہوشیار آدمی موجود ہوتا ہے تو وہ قوم کی بدحواسی سے فائدہ اٹھا کر عام جذبات میں اشتعال پیدا کر دیتا ہے امیدوں کے سبز باغ دکھاتا ہے اور اس طرح توجہات کو اپنے اوپر مرکوز کر کے آمرانہ اقتدار حاصل کر لیتا ہے اس کے ساتھ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اگر قوم کے حواس بجا ہو گئے اور اسے سوچنے کی مہلت مل گئی تو اسکی آمریت ختم ہو جائیگی یہی وجہ ہے کہ ہر آمر اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے پیہم ہیجان انگیز کارروائیاں کرتا رہتا ہے تاکہ اس کی قوم کو کبھی سکون قلب کے ساتھ غور و فکر کا موقع ہی نہ ملے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کل ڈکٹیٹروں کی تاریخ خونریزیوں اور لڑائیوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کا نتیجہ علاوہ خونریزی، بدامنی اور بے اطمینانی کے یہ بھی ہوتا ہے کہ سوسائٹی میں عقل سلیم کا نشو و نما رک جاتا ہے اور لوگوں میں اس کی صلاحیت ہی نہیں رہتی کہ معاملات پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کر سکیں ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں جماعت کی فکر ہی نہیں بلکہ اخلاقی زندگی بھی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

علاوہ بریں آمریت کے نظام میں جماعت کا اخلاق شخصی اخلاق کے تابع ہو کر شخصی ہو جاتا ہے اور اس میں آمر کی زندگی کا نمایاں خلق غالب ہو جاتا ہے حالانکہ قوام تمدن اور مزاج تہذیب کے قیام و بقا کے لئے یہ ضروری ہے کہ مختلف اشخاص کے مختلف اخلاق و اوصاف جماعت میں نشو و نما پاتے رہیں تاکہ جماعت کا اجتماعی مزاج اعتدال سے تجاوز نہ کر جائے۔ جماعت زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کر سکے اس کا کیرکٹر یک طرفہ ہو کر نہ رہ جائے تاریخ شاہد ہے کہ آمریت جماعت کو جس سرعت کے ساتھ ایک ناپائیدار ظاہری ترقی کی طرف لیجاتی ہے اس سے چند زیادہ سرعت کے ساتھ وہ اس کو تنزل اور ادبار کی طرف لیجاتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ جماعت کے اجتماعی مزاج کو غیر معتدل بناکر اسکی اخلاقی و فکری بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے اسلئے اسکی ترقی ہی اس کے تنزل و ادبار کا سبب بنجاتی ہے بلکہ درحقیقت اس کی تنزل بصورت ترقی ہوتی ہے بالکل اس کی مثال اس سرخی کی طرح ہوتا ہے جو مریض دق کے چہرہ پر نمایاں ہو جاتی ہے اور تیمارداروں اور خود مریض کو افزائش تندرستی و قوت کا فریب دیتی ہے۔

مزید یہ کہ آمر ہمیشہ ایسے افراد کو ابھرنے سے روکتا رہتا ہے جو اپنی قابلیت کی وجہ سے اس کے مدمقابل ہو سکتے ہیں اس طرح ایک طرف تو افراد میں اپنی فطری قوتوں کو نشو و نما و ترقی دینے کا جذبہ دب جاتا ہے اور دوسری طرف جماعت ایسے افراد کی اعلیٰ صلاحیتوں کے فوائد سے محروم ہو جاتی ہے۔

جمہوریت دنیا کے سیاسی نظریوں میں جس قدر پر فریب اور پرتلبیس نظریہ جمہوریت ہے اس قدر کوئی بھی نہیں ہے بظاہر یہ ایک جنت ہے جس میں خوف و حزن کا نام و نشان نہیں ہے جس میں شخصی آزادی کی حفاظت ہوتی ہے جس میں انسانیت کی قدر و قیمت پہچانی جاتی ہے اور جس میں غربت و امارت کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا لیکن جب باطن پر نظر کی جائے تو یہ ایک جہنم نظر آتی ہے جس میں تکالیف اور پریشانیاں بھری پڑی ہیں جس میں انسانیت کو بیدردی سے ذبح کیا جاتا ہے جس میں شخصی آزادی کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے اور جس میں غریب اور کمزور کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جمہوریت کے تمام معائب کو یہاں مفصل طور پر بیان کرنا مشکل ہے مگر اس کی چند نمایاں خرابیاں ذیل میں درج کی جاتی ہیں جن سے اس فردوس نما دوزخ کی حقیقت معلوم کی جا سکتی ہے۔

(۱) جمہوریت کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اس میں اجتماعی ارادہ کی فرمانروائی کو تسلیم کیا جاتا ہے لیکن یہی چیز جمہوریت کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اجتماعی ارادہ کسی مستقل اور پائیدار چیز کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک بڑی لوچدار چیز ہے دباؤ کھا کر اپنی شکل بدل دیتی ہے اس کو دبایا جا سکتا ہے، اس کو لالچ دلایا جا سکتا ہے اس کو مشتعل کیا جا سکتا ہے، اس کو بسا اوقات نہایت معمولی اسباب بھی متغیر کر دیتے ہیں ایسی غیر مستقل چیز پر جس ریاست کی بنیاد قائم کی جائیگی اس میں استقلال اور پائیداری کبھی نہیں پائی جا سکتی۔

(۲) اجتماعی ارادہ کا ادبی، اخلاقی اور نفسیاتی تاثیر سے متاثر ہونا یقینی ہے ایسی حالت میں ریاست کے لئے کوئی مستقل اخلاقی معیار اور قانون کے لئے کوئی پائیدار اخلاقی بنیاد نہیں رہتی، اگر جمہور کے اندر برے میلانات نشو و نما پانے لگیں تو ریاست اور قانون نہ صرف یہ کہ ان کو روک نہیں سکتے بلکہ وہ ان کے بقا و ارتقاء کا ذریعہ بنجاتے ہیں کیونکہ یہاں ریاست اور قانون دونوں خود جمہور اور ان کے میلانات ہی کے تابع ہیں اس کا نتیجہ ظاہر ہے جب باشندے اخلاقی تباہی کی جانب ایک قدم چلتے ہیں تو ریاست ان کو سو قدم دھکیلتی ہے۔ اسی طرح انسانیت کی تباہی و بربادی کا راستہ مختصر ہو جاتا ہے کل کی تاریخ اور آج کا مشاہدہ اس چیز کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ بداخلاقی اور بدکرداری نے جمہوریتوں کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ کس طرح ترقی کی ہے جمہوریتوں نے کس طرح ان کو ترقی دینے میں

امداد و اعانت ملی ہے پھر کس طرح یہ بداخلاقیاں قوموں کی تباہی و بربادی پر منتج ہوئی ہیں واقعہ صرف یہی نہیں ہے کہ جمہوریت اخلاق عامہ کے بگڑ جانے کے بعد ان اخلاق سیئہ کی اشاعت و اعانت کرتی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خود جمہوریت اخلاق عامہ کی تباہی و بربادی اور ان کی خرابیوں کو وجود میں لانے کا بہت بڑا اور یقینی سبب ہے اس لئے کہ جمہوریت میں درحقیقت اخلاق کا کوئی مستقل معیار ہی نہیں باقی رہتا جسکو سامنے رکھکر جماعت یا افراد میں اخلاق حسنہ باقی رہیں گے سخت حماقت ہے سوسائٹی کی شرم انسان کو باہر اور کھلم کھلا بداخلاقیوں سے کسی نہ کسی حد تک روک سکتی ہو لیکن خلوت میں روکنے سے وہ قطعاً قاصر ہے پھر ہوتا یہ ہے کہ تخلیہ میں بداخلاقیوں کا ارتکاب جب ایک معتد بہ جماعت کرتی رہتی ہے تو بقیہ جماعت رفتہ رفتہ اس سے متاثر ہوتی ہے اور مخالفین کی قوت خود بخود کمزور ہو جاتی ہے آخر کار جمہور کے نزدیک بھی اس فعل میں کوئی شناعت باقی نہیں رہتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بداخلاقی خوش اخلاقی بنکر ریاست کی اعانت و امداد حاصل کر لیتی ہے اور اس کے زیر سایہ پھل پھول کر دوسرے معائب و خبائث کو پیدا کرنیکا سبب بنتی ہے۔

(۳) اجتماعی تعصب اور گروہ بندی جمہوریت کے لئے ایک لازمی و ضروری چیز ہے اس مہلک مرض کا اثر یہ ہوتا ہے کہ حق گوئی اور حق پسندی کا وصف دلوں میں بالکل مفقود ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں قوم کی اخلاقی تباہی یقینی ہے پھر یہی چیز جماعتی استبداد اور اکثریت کے ظلم تک منتج ہوتی ہے جو نظام جمہوری کی بدترین خصوصیت ہے اور جس کی وجہ سے یورپ میں متعدد جمہوریتیں پاش پاش ہو گئی ہیں۔

(۴) قانون سازی کے اختیارات جمہوریتوں میں درحقیقت صرف برسر اقتدار جماعت کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اگرچہ بظاہر ریاست کی کل جماعتیں قانون بنانے میں حصہ لیتی ہیں پھر اس برسر اقتدار جماعت میں بھی پارٹی ڈسپلن کا دہانہ ہر ایک کے منہ پر چڑھا ہوتا ہے جس کی وجہ سے حق کا دم ان کے حلق میں گھٹ کر نکل جاتا ہے اس لئے اول تو اس میں اور آمریت میں کچھ زیادہ فرق باقی نہیں رہتا اور جمہور کا نام محض فریب دینے کے لئے لیا جاتا ہے دوسرے یہ برسر اقتدار جماعت آخر انسانوں کی جماعت ہوتی ہے فرشتوں کی جماعت نہیں ہوتی اس لئے اس کے وضع کئے ہوئے قوانین پر اس کے ذاتی رجحانات و تعصبات کا اثر پڑنا لازمی ہے ایسی صورت میں عدل و انصاف کا معیار اس جماعت کے مفاد کے علاوہ کچھ نہیں رہتا۔ پھر یہ معیار بھی قطعاً غیر مستقل ہوتا ہے اس لئے کہ جب دوسری پارٹی برسر اقتدار آتی ہے تو معیار اور نقطۂ نظر تبدیل ہو جاتا ہے ان حالات میں شہریوں اور ریاست دونوں کو "امن و عیش" کہاں نصیب ہو سکتا ہے جبکہ ہر وقت "جرس" "بربندید محملہا" کی آواز بلند کر رہا ہو۔

(۵) طاقتور اور برسر اقتدار جماعت حزب مخالف کو ہر ممکن طریقہ دبانیکی کوشش کرتی رہتی ہے اور اس کا رد عمل یہ ہوتا ہے کہ مخالف پارٹی ہی الحق الملک کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہے اس وجہ سے جمہوریتوں میں باہمی تفرقہ کی آگ ہمیشہ سلگتی رہتی ہے اور اس کا خانہ جنگی تک منجر ہو جانا کچھ بعید نہیں ہوتا۔

(۶) اجتماعی ارادہ چونکہ ایک تغیر پذیر شئے ہے اسلئے جمہوریتیں کبھی متعین اور پائیدار اصولوں پر نہیں چلتیں بلکہ ان میں تلون اور ابن الوقتی کی شان پائی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ دوست ان پر اعتماد کر سکتے ہیں اور نہ دشمن۔ ان کے ساتھ معاملہ کرتے وقت کوئی بھی یہ بھروسہ نہیں کر سکتا کہ آج ان کی جو پالیسی ہے کل بھی وہی قائم رہیگی۔

(۷) اگر جمہوریت نظام سرمایہ داری کے ساتھ مخلوط ہو تو یہ ناگزیر ہے کہ حکومت و فرمانروائی صرف سرمایہ دار طبقہ کے قبضہ میں آ جائے اور غربا کی قسمت میں ابدی محکومی و غلامی لکھدی جائے اس لئے جمہوریت میں اقتدار اس جماعت کو حاصل ہوتا ہے جسکے پاس پروپگنڈے کے ذرائع زیادہ ہوں اور ظاہر ہے کہ یہ چیز دولتمندوں کو غریبوں کی بہ نسبت زیادہ میسر ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے چنانچہ مشاہدہ ہمارے اس بیان کی تائید کر رہا ہے انگلستان میں جو جمہوریت کی محبت میں درجہ جنون سے بھی آگے بڑھ گیا ہے محض سرمایہ دار طبقہ کی فرمانروائی ہے اور یہی حال امریکہ اور تمام دوسرے ممالک کا ہے

(۸) جمہوریت کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس کے اوپر جس ریاست کی بنیاد رکھی جاتی ہے اس کی پالیسی کا محور صرف معاشیات کو بنانا پڑتا ہے یہ ایک لازمی اور ضروری چیز ہے جس سے کسی جمہوریت کو مفر نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اجتماعی ارادہ جو جمہوری ریاستوں کا طاغوت معبود ہے انفرادی ارادوں کے اجتماع سے وجود میں آتا ہے اور انفرادی ارادے جب خدا کی بندگی سے آزاد ہوں تو ان کا منتہائے مقصود صرف مطالبات نفس و بدن کا پورا کرنا ہوتا ہے جو معاشیات کا سرچشمہ ہے اس لئے ہر جمہوریت اس امر پہ مجبور ہے کہ وہ معاشی مسائل کو اولیت و اولویت کا درجہ دے اور دوسرے مسائل کو محض ان کے تابع سمجھے زندگی کے ہر شعبہ معاشیات کے تابع کر دینے کا لازمی و لابدی نتیجہ وہ حیوانیت و بہیمیت ہے جس کا مشاہدہ آج دنیا کے اکثر حصہ میں ہو رہا ہے اخلاق حسن کی موت مذہب سے بے نیازی بلکہ بیزاری مادہ پرستی کا غلبہ یہ سب چیزیں اسی شکم پرستی اور عبدیت حرص و ہوس کے ضروری اور لازمی نتائج ہیں جن سے نجات اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ جمہوریت کا وجود دنیا میں باقی ہے اور جب تک معاشیات کے بت کی پرستش اس عالم میں جاری ہے۔ جوزف اسٹالین نے سچ کہا ہے کہ لوگوں کو مذہب و روحانیت سے بیگانہ اور متنفر بنانے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ان کو معاشیات کی جانب زیادہ سے زیادہ متوجہ کر دیا جائے۔

معاشیات کے اس غلبہ کا دوسرا ضروری اور لابدی اثر یہ ہوتا ہے کہ جمہوریت کے ساتھ سرمایہ داری کا ناقابل انقطاع رشتہ قائم ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں ہر جگہ نظام سرمایہ داری اور نظام جمہوری ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں یہ قطعاً ناممکن ہے کہ کسی ملک میں نظام سیاسی جمہوری ہو اور معاشی نظام سرمایہ داری کے علاوہ کچھ اور ہو اس لئے کہ جمہوریت کے معاملہ میں ذیل کی دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بہرحال ہوگی۔

اول یہ کہ جمہوریت کے قیام سے پیشتر نظام سرمایہ داری موجود ہو اس صورت میں یقینی ہے کہ برسر اقتدار جماعت یا تو خود ہی سرمایہ دار ہوگی یا کم از کم سرمایہ

داروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی طرح ہو گی، اس کی وجہ ہم سابق میں ذکر کر چکے ہیں اور مشاہدہ بھی اس کی تائید کرتا ہے چنانچہ انگلستان کے جمہوری نظام میں بینک آف انگلینڈ کے ڈائرکٹر اور وزیر اعظم کی پوزیشن بالکل یکساں ہے بلکہ دستوری قانون کے ماہرین کی ایک بہت بڑی جماعت ڈائرکٹر کے عہدہ کو وزیر اعظم کے عہدہ سے اہم تر خیال کرتی ہے، اسی طرح فرانس کے بینک کا ڈائرکٹر فرانسیسی حکومت پر اس طرح حاوی رہتا ہے کہ حکومت اس کے اشارہ چشم و ابرو کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتی حکومت اگر اس سے نہیں نباہ سکتی تو اسے مستعفی ہونا پڑتا ہے، چنانچہ جو لوگ قریبی دور کی فرانسیسی تاریخ پر گہری نظر رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ فرانسیسی کابینہ حکومت میں روز روز کے تغیرات و انقلابات کس حد تک اسی بینک کے رہین منت رہے ہیں بلکہ جرمنی کے مقابلہ میں فرانس کی موجودہ بے دست و پائی بھی اسی سرمایہ پرستی کی برکت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جمہوریت کے قیام کے وقت نظام معاشی سرمایہ دارانہ نہ ہو بلکہ کوئی اور مثلاً اشتراکی ہو، ایسی صورت میں بھی یہ لازمی ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد نظام معاشی رفتہ رفتہ متغیر ہو کر سرمایہ دارانہ ہو جائے اس لئے کہ اس صورت میں جو جماعت بھی جمہوریت میں برسراقتدار ہو گی وہ سرمایہ پر پورا قبضہ رکھے گی اور اس میں ایسے تصرفات کرے گی جو اس کے مفاد کے مناسب ہوں اگر شخصی سرمایہ داری نہ بھی ہو تو جماعتی سرمایہ داری تو یقینی ہے جو شخصی سرمایہ داری سے بھی زیادہ مضر ہے پھر معاشیات سے واقفیت رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ جماعتی سرمایہ داری ایک عرصہ کے بعد شخصی سرمایہ داری میں ضرور تبدیل ہو جاتی ہے۔ اشتراکیت کا گہوارہ روس کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں سرمایہ داری کئی صورتیں بدل کر شخصی صورت میں واپس آ گئی ہے۔

اس خالص معاشی ریاست و سیاست کے تباہ کن اثرات کا احاطہ مشکل ہے اس سے جو اخلاقی بربادی ہوتی ہے وہ بیان سے باہر ہے لیکن اس کا نتیجہ عجیب و غریب ہوتا ہے جس کا نتیجہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ یہ خود اس جمہوریت و ریاست کی بنیاد بھی کھوکھلی کر دیتی ہے جو اس کو وجود عطا کرتی ہے قارونیت کا غلبہ انسان سے انسانیت کا جوہر سلب کر لیتا ہے، ایک سرمایہ دار کو صرف سرمایہ عزیز ہوتا ہے نہ اس کو قوم کی پرواہ ہوتی ہے نہ ملک کی نہ سیاست کی اسلئے وطنیت و قومیت کے وہ تصورات جن پر عموماً جمہوریت کی بنیاد قائم ہوتی ہے سرمایہ دار کے ذہن سے قطعاً محو ہو جاتے ہیں اور وہ ہر اس چیز کی اعانت و امداد کرتا ہے جس سے اسکے سرمایہ کی ترقی و حفاظت ہوتی ہو خواہ اس کے نتیجہ میں سیاست، ملک، قوم سب تباہ و برباد ہو جائیں انگلستان کا مشہور اہل قلم جان گنتھر اپنی کتاب "باطن یورپ" میں لکھتا ہے۔ "فرانسیسی سپاہی کے سینہ میں جرمنی کی جانب سے جو گولی آ کر لگی ہے بہت ممکن ہے کہ وہ فرانس ہی کے کسی کارخانہ کی بنی ہوئی ہو" موجودہ جنگ کے متعلق قریبی زمانہ میں ایک خبر یہ بھی آئی تھی کہ جرمنی نے فرانس کے مقابلہ میں جو بھاری ٹینک استعمال کئے تھے ان میں سے ایک بہت بڑی تعداد خود فرانس کے بنے ہوئے ٹینکوں کی تھی۔

مسٹر چیمبرلین کی غبانی کی پالیسی جس نے جنگ کو برطانیہ کے لئے اس قدر تباہ کن بنا دیا اور جرمنی کی ہمتوں کو اس قدر بلند کر دیا اسی سرمایہ پرستی کا نتیجہ تھی پولینڈ کے مقابلہ میں جرمنی کی اس قدر عاجل کامیابی اور پولینڈ کی تباہی کی ذمہ دار بھی وہاں کی سرمایہ پرست جماعت ہے جس کو جرمنی کی غلامی میں سرمایہ بڑھانا بہ نسبت آزادی کے زیادہ پسند آیا۔

(۹) اجتماع کے وجود میں آنیکے دو سبب ہوتے ہیں کوئی عقلی اصول جو کل جماعت کا مقصد و مطمح نظر ہو جائے اور یہ مقصد و عقیدہ کی ہم آہنگی پوری جماعت کو متحد و مجتمع کر دے یا کوئی خاص جذبہ جو افراد میں ہم آہنگی پیدا کر کے ان میں ایک ہیئت اجتماعیہ کو وجود میں لانیکا سبب بنے جمہوری ریاست میں چونکہ اصول کا معیار محض اجتماع ہے اس لئے اس کے سامنے کوئی ایسا مستقل عقلی اصول و قانون نہیں ہوتا جو افراد میں ہیئت اجتماعیہ پیدا کرنے کا سبب بنے لہذا یہ لازم آیا کہ اس میں اجتماع کی بنیاد عقلی کے بجائے محض جذباتی ہو جس کے مندرجہ ذیل نتائج یقینی ہیں۔

(الف) جماعت میں عقلیت کے بجائے جذباتیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے اس کے قوائے عقلیہ روز بروز کمزور ہوتے جاتے ہیں نہ اس کا فکری نظام صحیح رہتا ہے نہ اخلاقی اور رفتہ رفتہ وہ حیوانیت و بہیمیت کے درجہ پر پہنچ کر فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔

(ب) جذبات میں استقلال نہیں ہوتا اس لئے یہ اجتماع بھی سخت متلون اور سیماب وش ہوتا ہے یورپ کی جمہوریتوں میں روز روز کے تغیرات و انقلابات اس کی نظیر میں پیش کئے جا سکتے ہیں یہاں تک کہ انگلستان کا ایسا قدامت پسند اور جامد ملک بھی چھوٹے موٹے انقلابات کی آماجگاہ تو بن چکا ہے اور ایک بڑے انقلاب کی جانب بھی قدم بڑھا رہا ہے جیسا کہ وہاں کے ارباب سیاست کے اقوال سے باوجود سعی اخفا معلوم ہوتا ہے۔

(۱۰) جمہوریت میں ایک جماعت محض اس بنا پر دوسری جماعت پر صاحب اقتدار بنا دی جاتی ہے کہ وہ ثانی الذکر سے تعداد میں زیادہ ہے یہ چیز جس قدر انصاف و عدل کے خلاف ہے وہ ظاہر ہے عقل سلیم کسی صورت سے بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو سکتی کہ محض تعداد کی اکثریت حکمرانی و فرمانروائی کا حق پیدا کر دیتی ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ، یہ تو نمونہ از خروارے صرف ان دس معائب کے اظہار پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ جمہوریت کی خرابیاں اس سے کہیں زیادہ ہیں اب میں ان لوگوں سے جو اسلامی جمہوریت کی لایعنی اصطلاح بڑے زور سے استعمال کیا کرتے ہیں پوچھتا ہوں کہ اسی پر از معائب جمہوریت کو آپ اسلام کے سر تھوپنا چاہتے ہیں! اور اگر یہ نہیں ہے بلکہ جمہوریت سے آپ کوئی دوسرا مفہوم مراد لیتے ہیں تو کیا ضرورت ہے کہ آپ اسی لفظ کو اسلام کے ساتھ ملا کر گمراہ کرنیکا سبب بنیں کیا لا تقولوا راعنا الخ کا حکم محض لفظ راعنا ہی کے استعمال تک محدود ہے؟ اور کیا یہ تلبیس الحق بالباطل نہیں ہے؟

جمہوریت، آمریت، اشتراکیت وغیرہ یہ سب خالص دنیاوی ریاست کی قسمیں اور انسانی فرمانروائی کی مختلف صورتیں ہیں، ان کو اسلامی ریاست اور خلافت الٰہیہ سے کیا نسبت جس کی بنیاد ہی انسانی حکومت کی نفی اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اثبات ہے اس لئے اسلامی ریاست کی نظیر تلاش کرنا نہ صرف عبث بلکہ عین گمراہی و ضلال بھی ہے مگر ان مرعوب و ماؤف ذہنوں اور دماغوں کو کیا کیا جائے جنھوں نے اسلامی مسائل کی حقانیت کا معیار مغربی خیالات سے ان کے انطباق کو قرار دے رکھا ہے پھر اس کوشش میں واقعیت و غیر واقعیت سے ان کو کیا بحث۔

اندرونِ مصر

یورپ میں صرف ایک جگہ سے انگلستان پر حملہ کر کے اسے بری طرح نقصان پہنچایا جاسکتا ہے اور وہ مصر ہے۔ (ڈاکٹر پال رور بیک جرمن ماہر جنگ)

جرمنوں کا نہر سویز پر نرغہ ہوا اور مصر بھی پہن اور امریکہ کے اخبارات کی سرخیوں میں نمایاں نظر آنے لگا اس سے پیشتر امریکی اسے ایک رنگین سرزمین خیال کرتے تھے جہاں سیاحت کرنا راحت فزا ہے۔ ابوالہول اور اہرام مصری ریتیلی زمین اور شاہ سیاح بحر روم کے مسافر جہاز اور فرعونوں کے مقبرے اس سے متعلق ہیں اور پھر ایسی سرزمین میں جہاں مطلع ہمیشہ صاف اور دھوپ تیز رہتی ہو ریگستان کا رومان اور مشرقی اجنبیت مل جل کر عجیب فضا پیدا کر دیتے ہیں لیکن آجکل کا مصر عجیب متضاد چیزوں کا مجموعہ ہے۔ سیاح اب بھی گھومتے پھرتے ہیں اور آثار قدیمہ کے ماہر جستجو کرتے ہیں مگر اس کی ایک اور حیثیت بلند تر ہے یہ بہت اہم فوجی مرکز ہے اور یہیں سے روئی پھل اور غلہ دستیاب ہوتے ہیں یہ بحر روم کا دروازہ ہے اور یہاں سے مشرق وسطیٰ اور ہندوستان کے راستے کی نگہداشت کی جاتی ہے اگر انگریز مصر سے باہر نکال دیئے جائیں تو جرمنوں کی طاقت بحر شمالی سے لیکر ہمالیہ تک ناقابل شکست ہوجائیگی نیز دونوں دوکلیدوں کو تیل کا اس قدر ذخیرہ مل جائیگا کہ وہ دس کیا بیس سال تک جنگ جاری رکھ سکیں گے۔

تمام عملی مقاصد کے لئے مصر سے مراد نیل کی وادی لیجاتی ہے اس کا رقبہ ۳۸۳،۰۰۰ مربع میل ہے جس میں ۳۷۰،۰۰۰ مربع میل ریگستان ہے دریائے نیل باقی بارہ سو میل کے باشندوں کے لئے خون زندگی کا کام کرتا ہے۔

نیل میں پشتوں کا بہت وسیع سلسلہ ہے اور انھیں سے اس پر قابو رکھا جاتا ہے ۸۵۰،۰۰۰ ایکڑ مزروعہ زمین مستطیل کھیتوں میں منقسم ہے جن کے ارد گرد نہریں ہیں یہ دریا سے سیراب ہوتے ہیں ان جزیروں میں اگست میں رجوع دریا کی طغیانی کا زمانہ ہے چالیس دن کے لئے تین فیٹ اونچا پانی چھوڑا جاتا ہے اس کے بعد پانی نکال دیتے ہیں اور زمین پر جو بہت زرخیز ہے بیج بو دیئے جاتے ہیں اسی طرح گنے، روئی، غلہ، پھل اور ترکاریوں کی کاشت کی جاتی ہے بیشتر دو فصلیں اور اکثر تین فصلیں حاصل کی جاتی ہیں۔

نیل مصری تجارت کی بھی جان ہے اس کے ذریعہ سے ملک کی بیشتر پیداوار ساحل سمندر پر برآمد یا ملکی ضروریات کے لئے پہنچائی جاتی ہے وسیع سپاٹ پیندے والی کشتیوں میں سامان لیجایا جاتا ہے یہ کشتیاں پانی کے ساتھ بہ کر نیچے پہنچتی ہیں اور پھر کسان انھیں رسیوں سے باندھکر اوپر کھینچ لاتے ہیں بہت سی دخانی کشتیاں بھی نیل پر چلتی ہیں مگر آدمیوں اور بادبانوں سے کشتی رانی ارزاں ہے۔

جہاں مشرق و مغرب ملتے ہیں

نیل کا ڈیلٹا مشرق کا آستانہ اور مغرب کی منزل راہ ہے

یہاں مشرق اور مغرب قدیم اور جدید مل جاتے ہیں اور نسل زبان آداب اور روایات کے اس معجون مرکب میں جو دنیا کے کسی اور حصے میں نہیں ملتا ان کا امتیاز رفتہ رفتہ فراموش ہوجاتا ہے۔

مصر میں دو تمدن نشوونما پاتے ہیں گھوڑا اور خچر گاڑی بھاپ سے چلنے والے اور برقی انجنوں کے باوجود باقی ہیں لوہے اور کنکریٹ نے کچے گھروں اور لکڑی کے ایک منزلہ مکانوں کی جگہ لیلی ہے مگر وہ بالکل معدوم نہیں ہوئے مصریوں کا اعلیٰ طبقہ بانڈ اسٹریٹ لندن کے کپڑوں میں ملبوس گھومتا ہے ادنیٰ لوگ اب بھی سوتی گلابیہ جو بورے کی طرح سلی ہوتی ہے پہنے ہوئے ننگے پیر شہر یا کھیتوں میں پھرتے رہتے ہیں۔

دارالسلطنت قاہرہ میں ہزار سالہ قدیم جامعہ ازہر ہے جو ساری اسلامی دنیا کا علمی مرکز ہے اسکندریہ میں مختلف اقوام کے لوگ بستے ہیں اس کی بنیاد دو ہزار سال ہوئے سکندر اعظم نے ڈالی تھی اور اس وقت سے یہ دنیا کا سرسبز شہر ہے قاہرہ اور اسکندریہ میں وسیع اور عالیشان نیم اختیاری دفاتر بنے ہوئے ہیں جن کے درمیان جدید طرز کی سڑکوں پر لنکن رولس رائس اور کیڈیلاک موٹریں فٹن اور خچر گاڑیوں کے پہلو بہ پہلو چلتی ہیں کناروں کی سڑکوں پر خاکی وردی پوش انگریزی فوجی افسر آسٹریلیا کے سپاہی اور یونانی تاجر اور منکسر شامی سوداگر بیمار اور کوڑھی فقیروں سے کندھے رگڑتے ہیں جو گندے چیتھڑوں میں نیم برہنہ گھوما کرتے ہیں۔

سینما یا اتوار کی شام کو فیشن پرست ہیلی پولیس گھوڑ دوڑ کا میدان ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جنگ سے پہلے ہیمپسٹڈ اور لنس یا لانگ چیمپس تھے۔ بابلیکا کا بازار الف لیلہ کا زندہ مرقع ہے موٹے تازے پسینے میں شرابور مصری تاجر سفید مگر گندے گالابیہ اور لال شکستہ ترابوش پہنے مصر کے قومی لباس میں اپنی چھوٹی چھوٹی دکانوں کے آگے تختوں پر بیٹھے چلاتے رہتے ہیں یا آس پاس کی گلیوں میں زور شور سے کوئی سودا چکاتے ہیں۔ قاہرہ کے اس حصہ میں جہاں مشہور شیفرڈ ہوٹل ہے جس میں امن کے زمانہ میں یورپ کے مہذب اور شائستہ لوگ ٹھہرتے تھے نصف درجن کے قریب دیسی قہوہ خانے ہیں وہاں غریب مصری سنگ مرمر کی میزوں کے کنارے گھنٹوں قہوہ یا زبیب پیتے اور خلا میں دیکھتے رہتے ہیں۔

مصرِ حاضر کی پیدائش

مصر سے یورپ کو روشناس کرانے کا ذمہ دار نپولین بوناپارٹ تھا ۱۷۹۸ء میں اس نے چھ ہزار سپاہی مصر میں اتار کر میلوک سورماؤں کو شکست دی اس نے اپنی بھاری توپ سے اتفاقیہ ابوالہول کی ناک کا ایک حصہ اڑا دیا اور بعد میں سائنس دانوں کی ایک جماعت کو ملک کی پیداوار اور وسیلوں کا اندازہ لگانے کے لئے چھوڑ گیا جب اس کے بیڑے کو ٹرافل سگار میں شکست ہوئی تو اسے مصر فتح کرنے کے خیال کو چھوڑ دینا پڑا اور پھر مصر عثمانیوں کے زیر نگین ہوگیا موقع شناس البانوی سوار محمد علی نے جس کی اولاد سے موجودہ شاہ فاروق ہیں مصر کو دوبارہ فتح کرلیا اور ترکی خلیفہ کے نام سے حکومت کرتا رہا۔ لیکن نپولین ساحل سمندر پر اپنے نقوش پا چھوڑ گیا تھا مصری امراء کی زبان

کوہ قاف اور اسکی اہمیت

ہٹلر نے اپنی مشہور کتاب "میری جدوجہد" میں پیش گوئی کی تھی۔ اگر یورال اور کاکیشس (قاف) کے تمام پہاڑ اپنے بے انتہا دولت بیش بہا خزانوں سمیت جرمنی کے قبضہ میں آجائیں تو جرمنی سونے میں تیرنے لگے۔ کاکیشس پر سے نکلے پہلا سوار فاتح جو اس سرزمین پر اٹھایا ہی جائے پیدائش ہی ہیں ہے اور تاریخ کہتی ہے کہ آرین قوم کی ابتدائی زندگی بھی اسی خطہ سے شروع ہوئی تھی یہ سیاحوں اور خانہ بدوشوں کا پلنا ملک ہے لیکن اب اسکی اہمیت کا سب سے بڑا سبب بنگیا ہے کہ یہاں تیل کی بڑی مقدار پائی جاتی ہے۔

چند صدی پیشتر جو سائنٹ بارہ کو یہ کیا معلوم تھا کہ جدید زمانہ کی آئندہ جنگوں کی کامیابی اور ناکامی کا سارا دارومدار تیل ہی پر ہے لیکن ان سے بھی قبل جبکہ تیل لالچ اور حملہ کا سبب نہ تھا کاکیشس کو بہت سے مختلف ملکوں اور فرمانرواؤں کی صورت دیکھنی پڑی تھی کے بلند ہونا کہ پہاڑ علاقے جو روسی اور ایشیائی میدانوں کے درمیان قریب کی زرخیز سلطنتوں سے جدا کرتے تھے بہت سی قومیں گذریں اور جب تاریخی سیلاب ختم ہوا تو قاف کے پہاڑوں میں بہت سی مختلف زبانوں مختلف مذہبوں اور مختلف رسوم و عقائد کی گونج باقی رہ گئی۔ چند صدیوں پہلے جورجیا صوبہ کاکیشس کی ایک قوم جیورجی نے عیسائی مذہب قبول کرکے اپنے قدیم دیوتا رفری کو "سینٹ جارج" کا خطاب دیدیا تھا۔

جیاح جیسن نے کہا ہے کہ بحر اسود میں قاف کا جو ساحلی خطہ ہے اسکی ہیروئن اگا اور طلائی تار دکا ہوتا ہے تاریخ کی ایک عجیب گپ کا سبب تھا کہ جیسن نے ان پہاڑوں سے نکلتے ہوئے پانی کو سونا سمجھ لیا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہی کہ اس خطہ کے پہاڑی چشموں اور آبشاروں میں سے نکلنے کے ذرات موجود تھے اور انھیں کے پانی میں ملنے کے باعث بھیڑوں کے اون پر سہرا رنگ چڑھ جاتا تھا۔ مذہبی جہاد کے زمانہ میں بہت سے سپاہی جو فلسطین کی طرف سے انگلستان آئے تھے واپسی پر کاکیشس ہی کو اپنا وطن بنا لیا یہ لوگ انگوش قوم کے نام سے مشہور ہیں اسی طرح کاکیشس میں مختلف زبانوں کے بولنے والے آباد ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہاں ایک جرمن دیہات بھی موجود ہے جس کی خالص جرمن آبادی کی تعداد ایک ہزار ہے یہ وہ لوگ ہیں جو یورپ کی مشہور تیس سالہ جنگ کے زمانہ میں یہاں بھاگ کر آگئے تھے اسی طرح بابلیوں اور آرمنوں اور یہودیوں کی تعداد بھی کافی ہے اور کاکیشس کی آبادی میں عربی بھی ہیں اور ایرانی بھی چنگیز خان کی اولاد بھی ہیں اور روسی کوسک بھی۔ کوہ قاف کی سلطنتوں میں جارجیا اور آرمینا نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی تھی لیکن دوسرے اسپاہ رزنگی لڑائی کے باعث کاکیشیا میں انتشار پھیل گیا اور بہت سے چھوٹے چھوٹے خود مختار صوبے پیدا ہوگئے جو آپس میں لڑتے رہتے تھے۔

روسیوں کی آمد ترکوں اور ایرانیوں نے کاکیشس کے باشندوں کی زیادہ تعداد کو سپاہی بنا دیا تھا ترکی فوجوں کے لئے رنگروٹ انہی پہاڑی لوگوں میں سے بھرتی کئے جاتے تھے ایران کے بادشاہ کاکیشس سے صرف سونے اور بیش قیمت جواہرات کی صورت میں خراج ہی نہیں وصول کرتے تھے بلکہ کوہ قاف کی پریوں کو بھی اپنے حرم میں داخل کرتے تھے اور کاکیشس کے سربرآوردہ اشخاص ترکی اور مصر وغیرہ میں اپنے فرمانرواؤں کے وائسرائے بھی بن جاتے تھے۔ لیکن روس ہی وہ ملک تھا جس نے پہلے پہل کاکیشس کو استقلال و اتحاد عطا کیا ۱۸۰۱ء میں پال زار پاولوف نے کاکیشس کو ایک روسی صوبہ بنا لیا اسکا اثر یہ ہوا کہ روس کا تمدن کاکیشس میں اور کاکیشس کا تمدن روس میں داخل ہوگیا اور اختلاط نے ایک نئے سرے سے شاعروں آرٹسٹوں اور مصنفوں کو ملایا۔

تیل کی دریافت چونکہ تیل زمانہ قدیم سے روشنی کیلئے استعمال کیا جاتا تھا اور ابتدائی ایشیا میں اونٹوں کو جلدی بیماریوں سے بچانے کے لئے ان کے جسم پر بھی مالش کیا جاتا تھا اسلئے کاکیشس میں جوں ہی تیل کے چشمے دریافت ہوئے اور انکی تجارتی اہمیت سمجھی گئی غیرملکی اجارہ داروں کی اس خطہ میں آمد شروع ہوگئی باکو کا علاقہ ترقی کر گیا اور یہاں کی خوشگوار آب و ہوا بھی بہت سے غیرملکی سیاحوں کو کھینچ لائی روسیوں کیلئے کاکیشس ایک قسم کا آرینڈ بن گیا

وہ لوگ وہاں کے باشندوں کے خوبصورت لباس دلکش ناچ اور پر ذائقہ کھانوں کے بھی گرویدہ ہوگئے

انقلاب روس ۱۹۱۷ء میں جب زار کی حکومت ختم ہوئی اور روس میں کمیونسٹ انقلاب ہوگیا تو کاکیشس کے قوم پرستوں کو بھی امید کا چراغ دکھلائی دینے لگا یہاں بھی سوویٹیں تیزی سے قائم ہوگئیں اور جارجیا آرمینیا اور آذربائیجان کی جمہوریتیں وجود میں آگئیں لیکن چونکہ یہ تینوں مختلف اقوام پر مشتمل تھیں اسلئے ان کا آپس کا ابتدائی جھگڑا جاری رہا جرمنوں نے ۱۹۱۸ء میں تفلس اور باکو سے برطانیہ کا ہم واپس چلی گئی ترکوں نے بھی کنارہ کشی اختیار کی اور آخر میں جب جنرل ڈینکن کی فوج نے روس کا ساحل ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا تو کاکیشس پر سوویٹ روس کا اقتدار مکمل ہوگیا۔

معاہدہ ورسائی معاہدہ ورسائی میں قومیتوں کی آزادی اور خود اختیاری فیصلہ کا حق تسلیم کرلیا گیا تھا اس کا اثر کاکیشس پر بھی پڑا سوویٹ روس کو اس امر میں کوئی پرکھ و تامل نہیں ہوئی کہ وہ کاکیشس کی تینوں جمہوریتوں کو آزادی دیدے چنانچہ خط کاکیشس چند اضلاع میں تقسیم کردیا گیا اور سب کو اس امر کی آزادی دیدی گئی کہ وہ اپنی زبانوں اور اپنی رسموں کو جاری رکھیں لیکن اقتصادی نظام میں کمیونسٹ اصول پر عمل کریں۔ روس کی تیل کی انڈسٹری اس زمانہ میں ترقی کرتی رہی لینن چاہتا تھا کہ یہ ترقی بہت بلند منزلوں تک پہنچائی جائے لیکن ۱۹۲۴ء میں لینن کی موت نے اس ترقی کو بڑی حد تک آگے بڑھنے نہ دیا بہرحال کاکیشس وادی ترقی پر گامزن رہا اور سوویٹ یونین سے اس نے الگ ہونے کی کبھی خواہش ظاہر نہ کی سوویٹ کی صنعتوں میں تیل کی انڈسٹری سب سے زیادہ آمدنی کا ذریعہ بنی رہی اور اس سے منافع کی جو رقمیں حاصل ہوئیں ان کو دوسری بھاری صنعتوں کے لئے مشین خریدنے میں استعمال کیا گیا۔

قومیت باشندگان کاکیشس اپنے دلوں میں قومیت کا زبردست جذبہ رکھتے ہیں اور خود کو کسی حالت میں بھی روسی نہیں کہتے بلکہ جارجی آرمنی آذربائجانی داغستانی وغیرہ کہتے ہیں لیکن جہاں تک سوویٹ یونین کی اسپرٹ کا تعلق ہے اسے کافی حد تک انھوں نے جذب کرلیا ہے سوویٹ روس نے اپنے طور پر اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ اہل کاکیشس اور روس کے دوسرے باشندوں میں میل جول پیدا ہوجائے۔

پانچواں کالم لیکن ایک دوسری حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۳۳ء سے ہٹلر پانچواں کالم کاکیشس میں کام کر رہا ہے اور بہت سے ترنگ قسم کے لوگ جو نازیوں کے ایجنٹ ہیں لوگوں کو روسی سوویٹ یونین کے خلاف ابھارنے اور ورغلانے میں مصروف ہیں ہٹلر اس پروپیگنڈے پر بڑی بڑی رقمیں صرف کرتا ہے جرمنی میں بیشمار پمفلٹ اور رسالے نہ صرف یورپ بلکہ مشرق قریب میں بھی تمام مختلف زبانوں میں چھپتے اور تقسیم کئے جاتے ہیں اور روس پر جرمن حملہ کا ایک اہم مقصد یہی ہے کہ کاکیشس کے تیل کے چشمے حاصل کئے جائیں جرمنی نے کچھ دنوں تک کاکیشی "قوم پرستوں" کے ذریعہ ترکی میں یہ پروپیگنڈا کرایا تھا کہ چونکہ روسی ترکستان میں ترک قوم کی آبادی خود ترکی سے بھی بہت زیادہ ہے اس لئے اسے ایک کاکیشی کانفیڈریسی قائم کرکے اور اسے سوویٹ سے الگ کرکے ترکی میں شامل کرلینا چاہیئے اس سلسلہ میں ترکی کو ایک نجات دہندہ کی پوزیشن دیگئی تھی اور امید کی جاتی تھی کہ یوکرین پر جرمن حملہ کیساتھ یہ ترکیب عمل میں لائی جائیگی لیکن مصطفے کمال اتاترک نے اس نازی چال کو بھانپ لیا اور چونکہ وہ روس کے دوست تھے اس لئے ایک فرمان کے ذریعہ اس طرح کے تمام پانچویں کالم والوں کو ترکی سے باہر نکالدیا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ کاکیشس کے باشندے صرف سوویٹ یونین ہی میں محدود نہیں ہیں بلکہ وہ عرب مصر اور عراق میں بھی موجود ہیں اور ہٹلر انھیں نازی پروپیگنڈا اور سازش کیلئے کارآمد سمجھتا ہے۔ اب کاکیشی تیل کے سلسلہ میں جرمن روسی جنگ ایک نازک مرحلہ میں پہنچ رہی ہے اس کا نتیجہ یا آئندہ کی سیاسی صورت حال خواہ کچھ بھی ہو لیکن ہٹلر کی للچائی ہوئی نگاہیں بہرحال کاکیشس پر لگی ہوئی ہیں اس کو اس خطہ میں تیل کی ضرورت [illegible]

سائنس کا عجیب و غریب کمال
جس عورت کو اولاد نہ ہوتی ہو
اسکے ہاں بھی اولاد ہوسکتی ہے
اگر آپ میں سے کوئی بھائی اولاد سے محروم ہیں۔ شادی کو کافی عرصہ ہوگیا اور اولاد نہیں ہوتی۔ تو
اس کی نہایت آسان ترکیب ہے بالکل وہی دوا جس نے ہزاروں عورتوں کی تسلی کی آپ بھی اپنی بیوی کو استعمال کرا دیجئے۔ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھ لیجئے
سات رات تک مسلسل دوا " محافظ اولاد " کی ایک ایک خوراک عورت کو کھلائیے۔ اور ان سات رات تک ان سے علیحدہ رہئے۔ ٹھیک آٹھویں
رات یہ پرہیز توڑنا چاہیئے۔ یعنی (میاں بیوی ایک جگہ ہوں) تو اسی رات حمل قائم ہوجائیگا۔ اور نو مہینے بعد آپ اپنی آنکھوں سے اپنی بیوی کی گود
میں بچہ دیکھ لیں گے۔ یہ وہ شاندار تجربہ ہے۔ جس نے سینکڑوں بے اولاد عورتوں کو صاحبِ اولاد بنادیا۔ ایک شیشی " محافظ اولاد " دوا میں
پوری سات خوراک دوا ہوتی ہے۔ اور اس شیشی کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۱۳۴ دہلی کے پتہ پر ایک خط لکھ کر دوا " محافظ اولاد " کی ایک شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل منگائی جاسکتی ہے۔ پارسل پر سات آنے محصول لگتا ہے۔

عورت روتی تھی ـــــ مرد ہنستا ہے

(کیونکہ)

عورت کو ہر مہینہ ماہواری کا درد ہوتا ہے

تیرہ چودہ سال کی نوجوان لڑکی سے لیکر چالیس سال عمر تک کی عورت کیلئے ہر مہینہ ماہواری ایام کا بغیر کسی درد اور تکلیف کے باقاعدہ آنا بہت ضروری ہے لیکن اگر کسی عورت کو ماہواری آنے میں تکلیف اور درد ہوتا ہے یا ماہواری خون باقاعدہ نہیں آتا یا مہینہ میں دو بار یا دو تین مہینے میں ایک بار آتا ہے یا زیادہ دن تک آتا رہتا ہے۔ یا ماہواری کے دنوں میں کمر اور ناف نلوں میں یا بدن میں سخت درد ہوجاتا ہے یا کسی عورت کو ماہواری رک رک کر آتی ہے یا عرصے سے بند ہے یا ماہواری کی اور کوئی خرابی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی عورت بہت جلد کسی خطرناک مرض کا شکار ہو جائیگی۔ اور پھر اس کا علاج بیحد دشوار ہو جائیگا۔ لہذا ماہواری کی خرابی اور اس زمانہ کے درد وغیرہ کو ہرگز معمولی بات نہ سمجھئے۔ بلکہ جلد سے جلد ماہواری کی ان خرابیوں کا علاج کر لینا چاہیئے۔

ماہواری کو باقاعدہ کرنے کی ترکیب

یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت جو مندرجہ بالا خرابیوں میں یا ماہواری کی کسی تکلیف میں مبتلا ہو اُس کو ایک شیشی دوا "کورس" استعمال کرا دیجئے۔ اس دوا کی صرف ایک شیشی استعمال کرنیکے بعد عورت کو ہر مہینہ بغیر درد اور بغیر کسی تکلیف کے ماہواری باقاعدہ ٹھیک وقت پر اور صحیح مقدار میں آنے لگتی ہے۔ اور اس سے ہر قسم کی ماہواری کی خرابی اور بیقاعدگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ نہایت کارگر دوا ہے۔ اور تقریباً بارہ تیرہ سال سے ہندوستانی عورتوں میں مشہور ہے۔ ایک شیشی دوا "کورس" کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالینی چاہیئے پارسل پر سات آنے محصول خرچ ہوگا۔

دو روپے میں فوٹو کیمرہ

ہزاروں آدمی یہ فوٹو کیمرہ خرید چکے ہیں۔ اتنا سستا اور ایسا کارآمد فوٹو کیمرہ صرف دو روپے میں فروخت ہو رہا ہے یہ انتہائی حیرت کی بات ہے۔

ہر قسم کی تصویر جب چاہو لے لو۔ گھر میں بچوں کے بڑوں کے جیسے چاہو فوٹو خود اتار لو۔ ترکیب استعمال بیحد آسان ہے۔ سیکھنے کی ضرورت ہی نہیں اس کیمرے کے ہندوستان میں آنے کے بعد بڑی قیمتوں کے فوٹو کیمرے بکنے یقیناً کم ہو جائیں گے۔ اگر آپ کو فوٹو لینے کا شوق ہو تو

مینجر کامیاب بکڈپو پی۔ بی ۳۴ دہلی کو ایک خط لکھ کر فوٹو کیمرہ بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لیجئے۔ ہر کیمرے کے ساتھ فلم کارڈ فوٹو دھونے کا مسالہ اور ترکیب استعمال وغیرہ سب کچھ مفت ملتا ہے یعنی یہ کہ کیمرہ مکمل روانہ کیا جاتا ہے۔ قیمت مکمل کیمرہ دو روپے محصولڈاک سات آنے لگتا ہے۔

(دو فوٹو کیمرہ ایک ساتھ خریدنے پر محصولڈاک معاف کر دیا جاتا ہے)

چار روپے میں

بواسیر کا علاج

اور شرطیہ آرام۔ آرام نہ ہو تو قیمت واپس لے لیجئے۔ ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں بواسیر کے مریضوں کو تندرست کر دیا گیا۔ اگر کسی کو بواسیر کی بیماری ہے خواہ کسی قسم کی ہو صرف ایک شیشی "انکول" دوا منگا کر استعمال کرے۔ اگر پہلے ہی دن دوا اپنا اثر ثابت نہ کرے تو قیمت واپس۔ ایک شیشی سے مکمل آرام ہو جاتا ہے ایک شیشی "انکول" کے ساتھ لگانے کی دوا "پائیلین" کی ایک شیشی مفت ملتی ہے۔ قیمت ایک شیشی "انکول" صرف چار روپے۔ محصول ڈاک اس پر معاف ہے۔ "پائیلین" ہمراہ مفت ارسال ہوگی۔ آج ہی ایک خط

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی

کے پتہ پر لکھکر بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لیجئے۔ آپ کو دوا گھر بیٹھے مل جائے گی۔

کیمیکل گولڈ کے زیورات خریدیئے

روپیہ بچانے کا بہترین موقعہ

ہمارے کارخانہ میں گولڈن گولڈ کے زیورات تیار ہوگئے یہ وہ سونا ہے جس کی شہرت تمام ہندوستان میں ہو رہی ہے اور لاکھوں روپے کے زیورات اسی سونے کے تیار ہوکر عورتوں کے استعمال میں آنے لگے ہیں۔ اس سونے کی خوبی یہ ہے کہ رنگ میں روپ میں کسوٹی پر کسنے میں کوٹنے میں پگھلانے میں بالکل اصلی سونے کی خاصیت رکھتا ہے۔ سناروں کو آج تک تمیز نہیں ہوئی کہ یہ اصلی سونا ہے یا نقلی ہم نے اپنی شہرت کے لئے اس سونے کے زیورات بہت کم قیمت پر فروخت کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ تاکہ ہر گھر میں گولڈن گولڈ کے زیورات استعمال ہونے لگیں اور جو لوگ اصلی سونے کے زیورات نہ خرید سکیں وہ اپنی ضرورت پوری کر لیں اس سونے کے زیورات بیاہ، شادی اور تحفوں میں دئے جاتے ہیں۔ اور اس وقت مندرجہ ذیل زیورات تیار ہوگئے ہیں منگائیے اور برسوں استعمال کیجئے اور جب دل چاہے اصل داموں میں فروخت کر دیجئے۔ ہر زیورات کے ساتھ انعام بھی دیا جا رہا ہے۔

رولڈن گولڈ جھومر۔ نہایت خوبصورت حسن میں چار چاند لگانے والا قیمت پانچ روپے اس کے ساتھ ایک جوڑا گولڈن گولڈ چوڑیاں انعام)

رولڈن گولڈ گلے کا نکلس۔ اتنا خوبصورت کہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو جائے اور گلے میں جس وقت پڑا ہو طبیعت مچل جائے۔ کاریگر نے اس کے بنانے میں کمال دکھایا ہے قیمت ایک عدد دس روپے اس کے ساتھ ایک عدد انگوٹھی ڈائمنڈ کٹ یا بمبئی فیشن انعام۔

رولڈن گولڈ دست بند نہایت خوشنما ڈائمنڈ کٹ کام کے بنے ہوئے وزنی ۵ تولہ قیمت دس روپے اس کے ساتھ ایک جوڑا کانوں کے بندے انعام۔

رولڈن گولڈ ہاتھوں کی پہونچیاں۔ بہترین کاریگری سے بنائی ہوئی چمک دمک میں نگینا میٹے کی بنی ہوئی قیمت فی جوڑہ پانچ روپے اور ایک جوڑ گولڈن گولڈ چوڑیاں انعام۔

رولڈن گولڈ ہاتھوں کے کڑے۔ بیدلدار قیمت فی جوڑہ چار روپے آٹھ آنے سادے فی جوڑ چار روپے ایک انگوٹھی انعام۔

رولڈن گولڈ جالدار چوڑیاں۔ یہ چوڑیاں بہت خوبصورت بنائی گئی ہیں۔ ہر سائز میں موجود ہیں۔ بہت ہی پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ قیمت تین روپے۔

رولڈن گولڈ کانوں کے بندے۔ ڈائمنڈ کٹ فی جوڑ تین روپے۔ جڑاؤ فی جوڑ چار روپے بمبئی فیشن فی جوڑ ساڑھے تین روپے (سے) اسکے ساتھ ایک جوڑ اسٹڈ انعام۔

رولڈن گولڈ کرنپھول جھمکے۔ کانوں کی بہار اور حسن کا سنگھار قیمت فی جوڑی تین روپے آٹھ آنے ایک انگوٹھی انعام

رولڈن گولڈ کلائی کی گھڑی چوڑی۔ میٹے کے کام کی فی جوڑ چار روپے۔ ڈائمنڈ کٹ کام کی فی جوڑ چار روپے آٹھ آنے۔ ایک عدد ناک کی کیل انعام۔

رولڈن گولڈ کی چوڑیاں۔ اس پر بہترین پھول ڈالے گئے ہیں جو دور اور قریب سے بیحد خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ قیمت فی جوڑ دو روپے (عار)

رولڈن گولڈ۔ اگر کوئی صاحب زیورات نہ منگانا چاہیں اور صرف سونا ہی خریدنا چاہیں تو ان کو گولڈن گولڈ دو روپے تولہ کے حساب سے ملیگا۔ چاہیں سونا منگالیں یا ہمارے بنے ہوئے زیورات محصول ڈاک ہر چیز پر آٹھ آنے لگتا ہے۔ پچاس روپے کے زیورات یا سونا منگانے پر ایک عدد بالکل اصلی سوئس میڈ سچا وقت دینے والی ہری گھڑی بطور انعام دی جائے گی۔ ان زیورات کے علاوہ ہر قسم کے زیور تیار ملتے ہیں۔

ضرور پڑھ لیں } اگر آپ دو زیور یکجا منگائیں گے تو محصول ڈاک کی رعایت دی جائے گی۔ اگر چار زیور یکجا طلب کریں گے تو چار آنے فی روپیہ کمیشن بھی دیا جائے گا۔ یہ رعایت بار بار نہیں ہوگی۔ اس لئے جلد طلب فرمائیں۔

کا پتہ: بی کے برادرس اینڈ کمپنی (زیورات والے) فولاد خاں اسٹریٹ (ایم۔ ڈی) دہلی
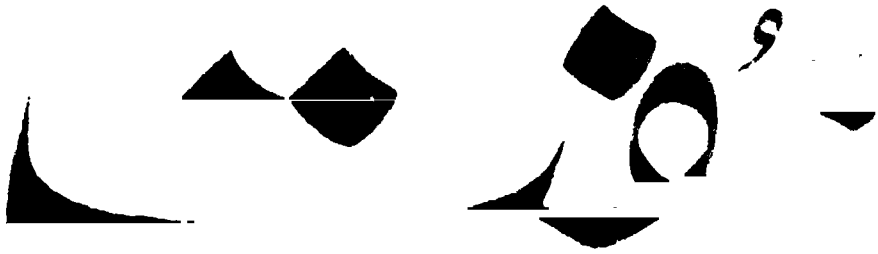
۶۷۵ روپے ماہوار کمائیں

آپ اصلی امریکن نیو گولڈ (سونا) کی ایجنسی لے کر ۶۷۵ روپے ماہوار ہر مہینے کما سکتے ہیں یہ سونا کسوٹی پر بالکل اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے اور اصلی سونے کی طرح کوٹا اور پگھلایا جا سکتا ہے اس کا رنگ کبھی خراب نہیں ہوتا۔ آجکل کے فیشن کے مطابق ہر قسم کے زیورات ہمارے سٹاک میں موجود ہیں آپ اپنے شہر کی ایجنسی کے لئے فوراً لکھیں۔ تیار شدہ زیورات کی مکمل فہرست اور امریکن نیو گولڈ سونا ۱۲ آنہ تولہ ایک جوڑی فینسی چوڑی ایک انگوٹھی بمبئی فیشن ایک جوڑی کانٹے (بندے) نیو ڈیزائن بطور نمونہ بھیجے جاتے ہیں ہوشیار تجربہ کار اور محنتی ایجنٹوں کو ہر قسم کی سہولت دی جاتی ہے۔ آج ہی فوراً قواعد ایجنسی مفت طلب کریں

ملنے کا پتہ: امریکن نیو گولڈ کمپنی۔ ایم۔ ڈی پوسٹ بکس 61/6 لاہور شہر

AMERICAN NEW GOLD Co., M.D. Post Box 61, LAHORE

پچاس ہزار روپیہ کے زیورات تقسیم ہو رہے ہیں
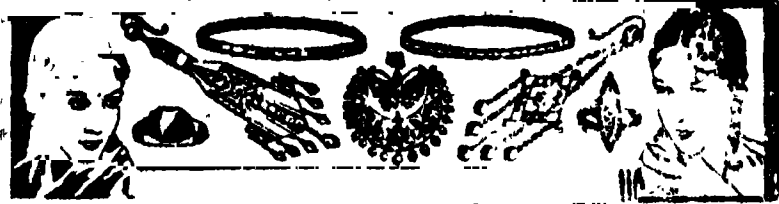
ہماری حیرت انگیز ایجاد منروا گولڈ نے ہندوستان بھر میں وہ شہرت حاصل کر لی ہے کہ اب نہ ہی کسی تعارف کی ضرورت ہے نہ تعریف کی۔ معزز اصحاب اور ہندوستان کے اخبارات نے دل کھول کر اس کی تعریف کی ہے۔

مائک ایچ۔ آر۔ آنند صاحب نینی تال سے تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کا بکس ملا خوبصورت زیورات دیکھ کر سب لوگ خوش ہوئے۔ واقعی آپ کی اس ایجاد نے دنیا کی ایک بھاری ضرورت کو پورا کیا ہے۔ مبلغ چھیاسٹھ روپیہ ارسال خدمت ہیں اس کے زیورات ارسال فرما دیں۔ بعدازاں اور بھی کافی آرڈر دئے جاوینگے۔

دنیا مانتی ہے کہ منروا گولڈ ہی ایک ایسا کیمیائی سونا ہے جس کا رنگ عرصہ تک خراب نہیں ہوتا اس دعوے کی تصدیق میں ہزاروں تعریفی خطوط ہمارے دفتر میں موجود ہیں۔ ہر قسم اور ہر ڈیزائن کے فینسی زیورات ہمارے سٹاک میں موجود ہیں۔

منروا گولڈ کو مزید شہرت دینے کے لئے ہماری فرم نے مین دیدہ زیب مختلف قسم کے سپیشل سنگار بکس تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

سپیشل سنگار بکس ۱ کے اندر ایک بڑھیا گلے کا ہیر اچین دو جوڑی کان کے بندے ایک جوڑی براس لیٹ دو جوڑی چوڑی ڈائمنڈ کٹ ایک سیٹ بٹن اشٹنڈ بمبئی فیشن۔ دو عدد انگوٹھی زنانہ بمبئی فیشن۔

سنگار بکس ۲ اس میں دو جوڑی فینسی ڈائمنڈ کٹ چوڑیاں ایک سیٹ بٹن اشٹنڈ ایک جوڑی کان کے بندے دو انگوٹھی بمبئی فیشن زنانہ۔

سنگار بکس ۳ اس میں دو جوڑی چوڑی ڈائمنڈ کٹ۔ ایک جوڑی کان کے بندے ایک انگوٹھی بمبئی فیشن مندرجہ بالا ہر سہ سنگار بکسوں کی قیمت بموجب پرائس لسٹ ۱ چالیس روپے ۲ بیس روپے ۳ دس روپے۔ بالترتیب ہے۔ لیکن اسے ہر گھر میں بطور تحفہ پہنچانے کے لئے مزدوری زیورات و خرچ وغیرہ پورا کرنے کے لئے ایک محدود عرصہ تک سپیشل سنگار بکس ۱ بارہ روپے ۲ پانچ روپے آٹھ آنے ۳ تین روپے آٹھ آنے رکھی گئی ہے اس بے نظیر موقع سے فائدہ اٹھایئے اور آج ہی ایک بکس کا آرڈر دیجئے۔ محصول ڈاک آٹھ آنے تین بکس منگوانے پر محصول ڈاک معاف۔

منروا نیو گولڈ سوائے ہمارے کسی جگہ سے نہ ملے گا۔ (مضمون رجسٹرڈ شدہ ہے)

سول ایجنٹس منروا گولڈ۔ برما سیلون اور انڈیا

مینیجر دی بانسل برادرز سیکشن (ایم۔ ڈی) بٹالہ (گورداسپور) (پنجاب)

دمہ کے مریضوں کو خوشخبری

دمہ کے مریض ویسے تو ہمیشہ ہی مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں مگر خصوصیت سے سردیوں کا موسم ان غریبوں کے لئے بہت زیادہ تکلیف دہ اور پریشان کن ہوتا ہے دورہ کی شدت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کئی کئی دن رات کرب و بے چینی میں گذر جاتی ہے۔ اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی مگر **اکسیری دواخانہ کلاں محل ۸ دہلی** نے دمہ کا جو تیر بہدف علاج تجویز کیا ہے۔ کوئی بھی دوا اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی اس دوا کا نام کف سول ہے۔ اس دوا کی پہلی خوراک حلق کے نیچے اترتے ہی دورہ کو بالکل موقوف کر دیتی ہے اور مریض آرام و سکون سے لیٹ کر سو جاتا ہے۔ کف سول اگر دو ہفتہ (دس پندرہ دن) متواتر استعمال کیا جائے تو کتنا ہی پرانا دمہ کیوں نہ ہو ہمیشہ کے لئے جاتا رہتا ہے۔ آج ہی **اکسیری دواخانہ کلاں محل ۸ دہلی** کے پتہ پر خط لکھ کر بذریعہ پارسل منگا لیجئے اور استعمال کر کے خدا کی قدرت اور ہماری محنت کی داد دیجئے۔ رعایتی قیمت تین روپے (۳) محصول ڈاک علاوہ۔

سے بہت سنامہ وادی بھر گیا اور فوراً مشرکوں نے بھاگنا شروع کیا۔ ہم کو یقین ہو گیا کہ یہ ملائکہ تھے (رواہ ابن اسحاق)

وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ عذاب سے مراد قتل اور قید ہونا اور مال کا لوٹا جانا ہے۔ بعض روایت میں آتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو ملا کر کل چھ ہزار قیدی تھے اور مالِ غنیمت اتنا ملا کہ کبھی اتنا نہ ملا تھا۔ صرف اونٹ بارہ ہزار تھے اور بکریوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ ۔ اس سے مراد قبیلۂ ہوازن کا مسلمان ہونا ہے۔ جب ہوازن والوں کو شکست ہوئی تو جو لوگ مارے گئے۔ مارے گئے۔ اور جو گرفتار ہو گئے وہ گرفتار ہو گئے۔ باقی سب کے سب مسلمان ہو گئے اور جنگ سے بیس روز کے بعد خدمت گرامی میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ اس وقت مکہ کے قریب بمقام جعرانہ مقیم تھے۔ ہوازن والوں نے اپنے قیدیوں کی رہائی اور مالِ غنیمت کی واپسی کی درخواست کی۔ حضورؐ نے فرمایا دونوں میں سے ایک چیز پسند کر لو۔ انہوں نے قیدیوں کو رہا کرانا منظور کیا۔ حضورؐ نے سب قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ مجاہدین کو مال غنیمت تقسیم کر دیا۔ مکہ کے نو مسلموں سے بعض کو تالیف قلب کے لئے سو سو اونٹ دیے۔ قبیلۂ ہوازن کے سردار مالک بن عوف نضری کو بھی سو اونٹ دیے اور اس نے حضورؐ کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ کہا۔

مقصود بیان :- اسباب ظاہری پر نظر رکھنا اور اپنی طاقت پر ناز کرنا ناجائز ہے۔ ظاہری اسباب مؤثر نہیں۔ مؤثر درحقیقت غیبی طاقت ہے۔ اللہ اپنے خاص بندوں کی اعانت فرماتا ہے اور سخت مواقع میں ان کے دلوں میں جرأت، ایمان میں استقلال اور ارادوں میں استقلال عطا فرما دیتا ہے۔

جنگ حنین میں ابتداءً مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی اور صرف اس وجہ سے ہوئی تھی کہ ان میں سے بعض لوگوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا۔ آخر میں غیبی لشکر خدا تعالیٰ نے نازل کیا جو مسلمانوں کو نہیں دکھائی دیا۔ جنگ حنین سے بھاگے ہوئے مسلمانوں اور ہزیمت خوردہ کافروں کی توبہ خدا تعالیٰ نے قبول فرمائی وغیرہ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ

مسلمانو! مشرک تو سے

نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

ناپاک ہیں لہٰذا اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً

نہ جائیں اور اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو

فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ

تو عنقریب اگر خدا چاہیگا تو اپنے فضل سے تم کو دولت مند

اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

کر دے گا بلاشبہ اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

تفسیر ان آیات میں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے پاس بھی نہ آنے پائیں اندر داخل ہونا تو بجائے خود رہا کیونکہ یہ ناپاک اور گندے ہیں اور اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ ان کے آنے اور سالانہ میلہ لگانے سے تجارت کو فروغ ہوتا ہے اگر یہ نہ آئینگے تو تجارت تباہ ہو جائیگی ہماری ضرورتیں پوری نہ ہونگی اور ہم تباہ ہو جائینگے تو اس بات کا اندیشہ نہ کرو اللہ اگر چاہیگا تو اپنے فضل سے تم کو غنی بنا دیگا تمہارا فقر دور کر دیگا۔ اس کے علم و حکمت کا دائرہ بہت وسیع ہے وہ اپنے اس حکم کی مصلحت اور فوائد کو خوب جانتا ہے اور تمہارے افلاس کو دور کرنے کے جو طریقے اس نے مقرر کر رکھے ہیں ان سے بھی بخوبی واقف ہے۔ لہٰذا تم بے چون و چرا اس حکم کی تعمیل کرو اور کچھ اندیشہ نہ کرو۔

یہاں تین امور قابل تحقیق ہیں۔ مشرکوں کی نجاست کے کیا معنی ہیں؟ مسجد حرام سے کیا مراد ہے؟ اور مسلمانوں کو غنی بنا دینے کا کیا مطلب ہے؟

(۱) ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ مشرکین کے نجس العین ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ سرداران مشرکین کتے اور سور کی طرح ہیں۔ ظاہریہ اور خصوصاً امامیہ فرقہ کا بھی یہی مسلک ہے لیکن جمہور اسلام اور مذاہب اربعہ کے نزدیک مشرکین کی نجاست ظاہری نہیں کیونکہ رسول پاکؐ نے ان کا کھانا پینا مسلمانوں کے لئے پاک قرار دیا۔ ان کے برتنوں میں کھایا بلکہ ایک یہودیہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جس میں اس نے زہر ملا دیا تھا نوش فرمایا۔ ثمامہ بن اثال کو مسجد کے اندر ستون سے باندھا۔ وفد ثقیف کو مسجد میں ٹھہرایا۔ مشرکوں کی نجاست درحقیقت اعتقادی ہے۔ کفر و شرک نے ان کے عقائد کو ناپاک کر دیا ہے۔ اور اگر نجاست ظاہری ہے بھی تو بقول قتادہ و معمر یہ مطلب ہوگا کہ مشرکوں کی باطنی خباثت و نجاست اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ گویا ان کا ظاہر بھی نجس ہو گیا۔

(۲) مسجد حرام کا اطلاق خانۂ کعبہ پر بھی آتا ہے اور پورے حرم پر بھی۔ ابن عباسؓ، عطاء، سعید بن جبیر، مجاہد اور امام شافعی کے نزدیک پورا حرم مراد ہے یعنی بغیر امام کی اجازت کے مشرکوں کا حرم میں داخلہ ممنوع ہے۔ عام اہل علم کے نزدیک خاص کعبہ مراد ہے۔ بیضاوی نے امام ابو حنیفہؒ کا قول اس سے بھی اخص ذکر کیا ہے۔ امام صاحب کے نزدیک مسجد حرام میں داخلۂ مشرکین کا مطلب یہ ہے کہ حج و عمرہ کے لئے نہ جائیں۔ صاحب کمالین

نے کسی قدر تعمیم کی ہے اند کہاہے کہ امام کا مسلک یہ ہے کہ مشرکین کعبے اندر زورہ غلبہ کے ساتھ نہ جائیں نہ بغرض حج نہ عمرہ جائیں نہ ننگے طواف کرنے کے لئے جائیں۔ جابر بن عبداللہ رضی صحابی نے حکم ممانعت سے مشرک خدام اور ذمی کافروں کو مستثنیٰ کرلیاہے۔ یعنی اگر مسلمان کا خادم کوئی مشرک ہو یا کوئی کافر ذمی ہو تو اس کا داخلہ جائز ہے۔ یہ قول امام صاحب کی مسلک کی تائید کرتاہے۔

مشرکین سے مراد بعض مفسرین کے نزدیک فقط بُت پرست ہیں کیونکہ اس زمانہ میں یہی لوگ حرم میں جایا کرتے تھے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک عام کفار مراد ہیں خواہ یہودی ہوں یا عیسائی یا مجوسی یا بت پرست وغیرہ۔ شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اوزاعی نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے تمام عمال کو لکھ بھیجا تھا کہ مسلمانوں کی مسجدوں میں یہود و نصاریٰ نہ داخل ہوں۔ اس حکم کے بعد آیت مذکورہ لکھی تھی۔ رہی یہ بات کہ کعبہ کے علاوہ دیگر مساجد کا کیا حکم ہے؟ تو علماء مدینہ عام مساجد میں داخلہ کفار کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز کے قول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ امام مالک بھی اسی کے قائل ہیں لیکن شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک دیگر مساجد میں بضرورت کافروں کا داخل ہونا جائز ہے۔

(۳) آیت میں حکم ہوا کہ اگر اللہ چاہیگا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دیگا "اگر" کہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ تم کو اللہ ہی کی طرف نظر رکھنی چاہیئے اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو نہ کسی سے آس لگاؤ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آیندہ سال یعنی سنہ ۱۰ھ میں مشرک حج کو نہ آئے۔ مسلمانوں کو تجارتی نقصان ہوا۔ ادھر اللہ نے بارش برسادی جس سے غلہ کی پیداوار بہت زیادہ ہوئی یمن اور دیگر بلاد اسلامیہ سے رسد کا سامان بکثرت آیا پھر رفتہ رفتہ تھوڑی ہی مدت میں شام روم ایران اور دیگر ممالک مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔

مقصود بیان: ۔ کفار کے نجس ہونے کی صراحت۔ داخلۂ حرم کی ممانعت۔ اس امر کی طرف اشارہ کہ ان کا زور ٹوٹ گیا۔ آئندہ ان کو اتنی طاقت ہی نہ ہوگی کہ کعبہ میں بارادۂ حج و طواف یا بغلبہ و قوت داخل ہو سکیں۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے اور کفیل کار بنانے کی تلقین اور اُسی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھنے کی ہدایت وغیرہ۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا

جو اہل کتاب اللہ اور روز قیامت پر

بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ

ایمان نہیں رکھتے اور اُن چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ

جن کو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا

اُن سے لڑو تاوقتیکہ ذلیل ہو کر

الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ ع

اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں

تفسیر اوپر کی آیت میں مشرکوں کی حالت کا بیان اور اُن کا حکم مذکور تھا اب اہل کتاب کی طرف رجوع فرماتاہے

مجاہد کا قول ہے کہ ان آیات میں اہل روم پر جہاد کرنے کا حکم ہے۔ اسی کے بعد حضورؐ نے غزوۂ تبوک کے لئے سفر کیا۔ کلبی کے قول کے مطابق بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہودیوں سے جہاد کرنے کا حکم ہوا لیکن آیت میں عموم ہے کوئی تخصیص نہیں۔ اہل کتاب سے مراد آیت میں فقط یہودی اور عیسائی ہیں۔ اگرچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مجوسیوں کے متعلق حضرت عمرؓ سے کہا کہ حضور اقدسؐ کا فرمان ہے سنوا بهم سنة اهل الكتاب۔ اُن کے ساتھ اہل کتاب کا برتاؤ کرو۔

آیت میں اہل کتاب کے عموماً چار قبیح اوصاف بیان کئے گئے۔ ان کا اللہ پر ایمان نہیں۔ روز قیامت کو نہیں مانتے۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے جن چیزوں کو حرام کر دیا اُن کو حرام نہیں سمجھتے۔ دین حق کی پیروی نہیں کرتے ان قبیح اوصاف کی وجہ سے اللہ نے ان سے جہاد کرنے کا حکم دیا تاکہ ذلت کے ساتھ ٹیکس ادا کریں اور مسلمانوں کی پُرامن رعایا بن کر رہیں یا مسلمان ہو جائیں۔ ہم تحلیل اجزاء اور تحقیق مبحث جُدا جدا کرتے ہیں۔

(۱) اہل کتاب کا اللہ پر ایمان نہیں۔ بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ اہل کتاب تو خدا کو مانتے تھے۔ ابن کثیر نے یہ مطلب بیان کیا کہ ایمان لانا اس بات پر موقوف ہے کہ کسی نبی کو سچا جانیں اور کسی نبی کو سچا جاننے کے یہ معنی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سچا جانیں کیونکہ ہر نبی نے حضورؐ کے متعلق بشارت صراحتًہ دی ہے۔ پس اگر کسی نبی پر ایمان ہوتا تو ضرور محمد رسول اللہؐ کی تصدیق کرتے۔ معلوم ہوا کہ کسی نبی کو نہیں مانتے اپنی اپنی رائے پر چلتے ہیں اور خود اختراع کئے ہوئے صفات خدا تعالیٰ میں مانتے ہیں۔ باری تعالیٰ میں مختلف عیوب و نقائص ثابت کرتے ہیں گویا اُس خدا کو نہیں مانتے جو تمام عیوب سے پاک ہے بلکہ عیب دار فرضی خدا کو مانتے ہیں مفسر جلال نے بھی ایسا ہی مطلب بیان کیا ہے۔

(۲) روز آخرت پر ان کا ایمان نہیں۔ اگرچہ روز قیامت کو ماننے کے

قائل ہیں مگر جنت کے قائل نہیں۔ ان کی قیامت بھی نرالی ہے نہ اس میں حساب کتاب ہوگا نہ اُن پر عذاب بس کھڑے سے جنت میں جائیں گے بعض لوگوں نے اس سے بہتر توجیہ کی ہے کہ قیامت اُس دن کا نام ہے جس میں انسان کا جسمانی حشر ہوگا۔ لیکن اہل کتاب کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن بلکہ ہر شخص کے مرنے کے بعد اس کا روحانی حشر ہوتا ہے یعنی اس کی روح کو غیر مادی راحت و رنج اور تکلیف و مسرت کا احساس ہوتا ہے اس کو تجرد کی لذت اور افتراقِ مادہ کا عذاب ہوتا ہے جنت میں کوئی مادی حالت نہیں سب تخیلی اور احساسی چیزیں ہیں نہ جہنم کوئی مادی چیز ہے وغیرہ۔ ایسی قیامت کو ماننا شل نہ ماننے کے ہے۔

(۳) اللہ اور اس کے پیغمبر نے جن چیزوں کو حرام کردیا اُن کو حرام نہیں سمجھتے۔ مثلاً اللہ نے یہودیوں پر چربی کھانا حرام کردیا تھا مگر وہ پگھلا کر فروخت کرکے اس کی قیمت کھایا کرتے تھے۔ احکامِ الٰہی کا اخفاء ممنوع تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بشارتیں مذکور تھیں ان کو چھپاتے تھے۔ رشوت خواری اور تحریفِ کتاب کی ممانعت تھی مگر علماء نذر و نیاز اور تحفے تحائف کی صورت میں برابر رشوت لیتے اور اُس کو حلال سمجھتے تھے اور کتاب میں برابر تحریف کرتے تھے چنانچہ انجیل کے مختلف نسخوں کا جب مقابلہ کیا گیا تو کئی لاکھ جگہ باہم فرق نکلا۔ پادری فنڈر نے اس کا خود اقرار کیا ہے اور اعجازِ عیسوی میں اس کی بحث مفصل موجود ہے۔

(۴) دینِ حق کی پیروی نہیں کرتے یعنی اسلام کو حق نہیں جانتے اور اپنے اپنے مذہب کو ناقابلِ منسوخی خیال کرتے ہیں۔ عیسائی اور یہودی ہر دو فرقے اسی کے قائل ہیں باوجودیکہ بہت سے احکام میں ان کو نسخ ماننا پڑتا ہے۔ مثلاً عیسائی توریت کو عہدِ عتیق اور انجیل کو عہدِ جدید کہتے ہیں اور احکامِ توریت کے وجوب کے قائل ہیں اور توریت میں حکمِ جہاد بڑی قوت کے ساتھ موجود ہے حالانکہ انجیل تلوار نکالنے کو بھی منع کرتی ہے اس کے باوجود ہٹ دھرمی سے مسلمانوں کے حکمِ جہاد پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ تمام اہل کتاب کے مشترک قبائح تھے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اہل کتاب سے لڑو کیونکہ یہ نہ خدا کو مانتے ہیں نہ روزِ قیامت کو نہ اللہ اور اُس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیز کو حرام جانتے ہیں نہ دینِ حق کے پیرو ہیں۔ اُس وقت تک ان سے جہاد جاری رکھو کہ ذلت کے ساتھ ماتحت ہوکر یہ جزیہ ادا کرنے لگیں۔

جزیہ کی مقدار میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ عطاء، یحییٰ بن آدم، ابوعبید اور ابن جریر کہتے ہیں کہ شریعت نے جزیہ کی کوئی حد مقرر نہیں کی جیسا مناسب ہو ویسا کیا جائے۔ لیکن ابن جریر کے نزدیک کم از کم ایک دینار فی کس ہونا ضروری ہے۔ حضور والا نے اہلِ یمن و اہلِ بحرین سے جو جزیہ لیا تھا اُسکی کوئی خاص مقدار معین نہیں فرمائی تھی۔ لیکن شافعیؒ کے نزدیک اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعلیٰ حیثیت والے سے ۴۸ درم متوسط سے ۲۴ درم اور ادنیٰ حیثیت والے سے ۱۲ درم لئے جائیں۔

جزیہ کن لوگوں سے لیا جائے؟ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں مشرکین عرب سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا یا اُن کو مسلمان ہونا چاہئے ورنہ جلا وطن۔ البتہ عرب کے اہل کتاب سے جزیہ لیا جاسکتا ہے۔ باقی بیرونِ عرب ہر کافر ذمی سے جزیہ قابلِ قبول ہے۔ شافعیؒ کے نزدیک عرب اور بیرونِ عرب سوائے اہل کتاب کے کسی سے جزیہ قبول نہیں کیا جاسکتا۔ امام مالکؒ کے نزدیک تمام اصنافِ کفار سے جزیہ لیا جائے خواہ وہ مشرک ہوں یا کتابی اور عرب کے رہنے والے ہوں یا بیرونِ عرب۔

مقصودِ بیان:- اہل کتاب سے جہاد کرنا فرض ہے۔ اہل کتاب نہ قیامت کو مانتے ہیں نہ خدا کو نہ محرّماتِ الٰہیہ کے تابع ہیں نہ دینِ حق کے پیرو۔ اللہ کو اس کی صفاتِ کمالیہ کے ساتھ نہ ماننا گویا عدمِ ایمان کی برابر ہے۔ تمام اہل کتاب سے سالانہ ٹیکس اور خراج لینے کی شرط پر معاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ جزیہ کا تقرر اُس وقت ہوگا جب کافروں کو شرائط معاہدہ کی رو سے دبا کر صلح کی جائے۔ کوئی عالم یا پیر محرّم و محلل نہیں ہوسکتا۔ تحریم و تحلیل صرف اللہ کا کام ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ

یہودی کہتے ہیں کہ عزیر خدا کا بیٹا تھا اور عیسائی

النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ۖ ذٰلِكَ

کہتے ہیں کہ مسیح ابن اللہ تھا یہ

قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ

اُن کی اپنی زبانی باتیں ہیں یہ بھی پہلے

قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ

کافروں کے قول کی ریس کرنے لگے

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝ اتَّخَذُوا

ان کو خدا غارت کرے کہاں پھرے جارہے ہیں انہوں نے

أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ

خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ اور مسیح

دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ

بن مریم کو خدا بنالیا حالانکہ

مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰـھًا وَّاحِدًا

اُن کو صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ ایک اللہ کی پرستش کریں

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ ط سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○

اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ان کی شرک انگیزیوں سے خدا پاک ہے

تفسیر آیت بالا میں تو یہودیوں کے مشترک صفات تھے۔ اس آیت میں ہر ایک کی حالت الگ الگ بیان کی ہے دیگر مشرکین کی ریس میں یہودی عزیر کو اور عیسائی مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہودیوں نے اپنے علماء کو اور عیسائیوں نے اپنے پادریوں کو اور مشائخ کو خدا بنا رکھا ہے۔ اب انفرادی عیوب سنئے:-

(۱) دوسرے مشرکوں کی ریس میں یہودی عزیر کو اور عیسائی مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں یعنی جس طرح بعض مشرکین نے ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا بعض نے دیوتاؤں کو محل الوہیت سمجھا کسی نے کسی طرح شرک کیا اور کسی نے کسی طرح۔ اہل کتاب نے اللہ کے بیٹے قرار دے لئے۔ بظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عام یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا مگر راجح یہ ہے کہ بعض یہودی اس کے قائل تھے بعض کے قول کو کل پر محمول کر دیا کیونکہ باقی نے اس کی تردید نہیں کی۔ مدینہ کے بعض یہودیوں نے حضورؐ سے یہ بات کہی تھی اور ممکن ہے کہ نجران کے عیسائیوں سے مناظرہ کرتے وقت ایسا کہا ہو رہے عیسائی تو اُن کے تو اکثر فرقے ابوت و بنوت کے قائل ہیں۔ سدی وغیرہ علماء نے عزیر کو خدا کا بیٹا کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب عمالقہ نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا اور علماء و رؤسا کو قید کیا اور توریت کے نسخے چن چن کر تلف کر دیئے تو حضرت عزیر کو اس کا بڑا رنج ہوا آپ جنگل کو نکل گئے اور مدتوں روتے پھرے یہانتک کہ پلکیں جھڑ گئیں۔ اتفاقاً کسی قبر پر کوئی بڑھیا واویلا کرتی دکھائی دی جو کہہ رہی تھی ہائے میرا کھانا کپڑا دینے والا۔ عزیر نے پوچھا تجھے کھانا کپڑا کون دیتا تھا؟ بڑھیا نے کہا اللہ۔ عزیر نے کہا پھر وہ تو حی وقیوم ہے تو روتی کیوں ہے؟ بڑھیا بولی پھر وہی علم و کتاب دینے والا ہے تم کیوں روتے ہو؟ اس پر عزیر متنبہ ہوئے حکم الٰہی ہوا فلاں چشمہ پر جاؤ وہاں ایک بوڑھا آدمی ملے گا۔ عزیر نے حکم کی تعمیل کی اُس بوڑھے نے عزیر کے منہ میں کوئی سرخ چیز ڈال دی جس سے آپ کو پوری توریت حفظ ہو گئی واپس آئے اور توریت حفظ سنائی تو علماء نے وہ پارینہ نسخے توریت کے نکالے جو پہاڑوں میں دفن کر کے عمالقہ کے ہاتھوں سے بچائے تھے۔ عزیر کی یاد کا اُن نسخوں سے مقابلہ کیا تو صحیح پایا۔ اس سے بعض جاہل عزیر کو خدا کا بیٹا کہنے لگے بعض کہتے ہیں کہ آیت اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ الخ سے حضرت عزیر ہی مراد ہیں۔ جب آپ سو برس کے بعد مکرر زندہ ہو کر اپنی قوم میں پہنچے تو لوگوں کو اچنبا ہوا کوئی پہچان بھی نہ سکا اور بالآخر جب قرائن شواہد اور دلائل سے یقین ہوا تو بعض بے وقوف ابن اللہ کہنے لگے۔

رہی نصاریٰ کے عقیدہ کی بناء تو وہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ شیر خوارگی کی حالت میں کلام کیا اور ماں کی عصمت کی گواہی دی اور تبلیغ رسالت کی پھر بڑے ہو کر مُردوں کو زندہ کیا۔ پرندوں میں روح پھونکی۔ بیماروں کو یکدم تندرست کیا اور خود شادی بھی نہ کی۔

اس کے علاوہ حضرت عیسیٰؑ نے بار بار اللہ کو آب یعنی باپ کا لفظ کہکر خطاب کیا اور مختلف دعاؤں میں یہ لفظ بولا اگرچہ آپ کا مقصود صرف محاورہ تھا تعظیم الٰہی تھی مگر عیسائی عام طور پر آپ کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔

(۲) اُنہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو رَبّ بنا رکھا ہے اور اللہ کو چھوڑ دیا ہے یعنی اپنے علماء کو محرم اور محلل اور خدائی اوصاف کا مالک سمجھ لیا اگر ان کے مشائخ واحبار اللہ کی کتاب کے حکم کے خلاف بھی حکم دیتے ہیں تو وہ اُس کو حق سمجھ کر فوراً تعمیل کرتے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم طائیؓ کہتے ہیں کہ مجھے حضورؐ کی دعوت کی خبر پہنچی تو میں ملک شام کو بھاگ گیا۔ مدت کے بعد میری بہن قبیلۂ بنی عنترہ کے ساتھ گرفتار ہو کر خدمت عالی میں پہنچی۔ آپ نے حاتم طائی کی جود وسخا کو پسند کرتے ہوئے اُس کو آزاد کر دیا اور اُس کی سفارش سے تمام قوم کو بھی رہا کر دیا وہ چھوٹ کر میرے پاس آئی اور اسلام کی خوبیاں حضورؐ کے اخلاق اور معدلت گستری ظاہر کر کے مجھے مسلمان ہونے کی ترغیب دی۔ میں چل کر مدینہ آیا۔ لوگوں میں میری آمد کا چرچا ہو گیا اُس وقت میری گردن میں چاندی کی صلیب پڑی تھی۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے یہ آیت پڑھی اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ میں نے عرض کیا اُنہوں نے رب تو نہیں بنایا اور علماء و مشائخ کی وہ پرستش تو نہیں کرتے۔ فرمایا ارے ضرور رب بنایا اُن کے علماء و مشائخ نے جو کچھ حرام کیا اُس کو حرام مان لیا اور جس چیز کو حلال کہا اُس کو حلال سمجھ لیا۔ یہی تو انکی پرستش ہوئی۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا عدی! اللہ اکبر کہنے میں تیرا کیا ہرج ہے؟ کیا تجھے اللہ سے بڑی کوئی اور چیز معلوم ہوتی ہے؟ تجھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے میں کیا خرابی نظر آتی ہے؟ کیا اللہ کے سوا کسی اور کو بھی معبود جانتا ہے؟ پھر مجھے اسلام کی دعوت دی اور میں سچے دل سے مسلمان ہو گیا الخ۔ ایک روایت میں حدیث کے آخر میں اتنا اور ہے کہ حضورؐ نے فرمایا واضح رہے کہ وہ لوگ مشائخ و علماء کی عبادت بطور سجدہ وغیرہ کے نہیں کرتے تھے بلکہ بات یہ تھی کہ جب احبار و رہبان

کسی چیز کو حلال کردیتے تو اُسکو حلال جانتے اور جس کو حرام کردیتے تو اس کو حرام سمجھتے (رواہ احمد وابن جریر وابن مردویہ وابن ابی حاتم وابوالشیخ وابن المنذر وابن حمید والترمذی والبیہقی) امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ فرماتے ہیں میں نے فقہاء کے مقلد بکثرت ایسے دیکھے ہیں کہ بعض مسائل میں میں نے اُن کو بہت آیات سنائیں حالانکہ اُن کا مذہب ان آیات کے خلاف تھا اس لئے اُنہوں نے ان آیات کو قبول نہ کیا بلکہ اپنے فقہاء و مجتہدین ہی کا قول مانا اور میری طرف تعجب کی نظر سے دیکھتے رہے۔ اگر تم غور کروگے تو تم کو نظر آئیگا کہ بہت سے دنیاداروں میں یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اسلام میں بھی جو لوگ اپنے مشائخ وائمہ کو محلل محرم یا قاضی الحاجات جانتے ہیں اور اُن کی خلاف شریعت باتوں کو بھی مانتے ہیں وہ بھی اِتَّخَذُوْٓا الخ کی وعید میں داخل ہیں۔ ہاں مجتہدین کے اُن فتووں کو ماننے والے جو کتاب و سنّت سے استنباط کئے گئے ہوں اسمیں داخل نہیں ہوسکتے بلکہ ایسے مسائل میں اتباع مجتہد بعینہ اتباعِ قرآن ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ یہودی عزیر کو اور عیسائی مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور اپنی زبانی باتیں بناتے ہیں یہ درحقیقت گذشتہ کافروں کی ریس کرتے ہیں ان کو خدا غارت کرے کہاں بہکے جارہے ہیں۔ حالانکہ عقل و نقل بات بہا اڑ گئے۔ پھر ان لوگوں نے اور بھی ستم ڈھایا۔ یہودیوں نے اپنے علماء کو اور عیسائیوں نے اپنے مشائخ کو خدا بنا رکھا ہے حالانکہ ان کو صرف ایک معبود کی پرستش کا حکم دیا گیا تھا مگر انہوں نے بکثرت معبود بنالئے۔ اللہ ان کی شرک انگیزیوں سے پاک ہے۔

مقصود بیان: ۔ آیت میں مسلمانوں کو ضمنی تنبیہ ہے کہ کسی پیشوا کی تعظیم اللہ کی طرح کرنا، اُن کے افعال و اقوال کو اگرچہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف ہوں تسلیم کرنا اور واجب العمل قرار دینا سخت ترین گمراہی اور شرک ہے گویا کورانہ تقلید حرام ہے۔ کتنا ہی بڑا امام اور صاحب معرفت شیخ ہو مگر اگر اس کا فعل یا قول خلافِ کتاب و سُنّت ہو تو واجب الترک ہے۔ آیات سے مستنبط ہوتا ہے کہ کتاب و سنت کا نسخ نہ اجماع سے ہوسکتا ہے نہ قیاس مجتہد سے نہ مجتہد کا اختراع کیا ہوا مسئلہ اگر اُس کی اصل نہ ہو قابل قبول ہے۔ وغیرہ۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ

یہ اپنی پھونک سے ۔ اللہ کے نور کو ۔ بجھانا

بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ

چاہتے ہیں ۔ اور اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کرکے

نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ

رہیگا ۔ اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو ۔ اُسی نے

اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ

اپنے رسول کو ۔ ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ

تاکہ ہر دین پر اُس کو غالب کردے ۔ خواہ

الْمُشْرِكُوْنَ ۝

مشرکوں کو بُرا لگے

تفسیر اوپر کی آیات میں یہود و نصاریٰ کی گمراہی کا بیان تین طرح کیا گیا تھا۔ دین حق پر نہیں چلتے۔ انہوں نے مخلوق و خالق میں ابوّت و بنوّت کا رشتہ قائم رکھا ہے۔ اپنے علماء و مشائخ کو خدائی کا مجاز بنا رکھا ہے۔ گویا اہلِ کتاب متواتر تہ بتہ تین تاریکیوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور کسی طرح اندھیرے سے رہائی نہیں پاتے۔ اب فرماتا ہے کہ ان میں فقط یہی خرابی نہیں کہ خود تاریکی میں ہیں بلکہ اللہ کے آفتاب ہدایت کے چراغ کو اپنی پھونکوں سے بجھانا اور دوسرے لوگوں کو بھی تاریکی میں رکھنا چاہتے ہیں خود گمراہ ہیں دوسروں کو بھی گمراہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ نے ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لئے جو قرآن نازل کیا اور رسول کو بھیجا اور رسول نے ان کو دعوت دی تو اُس سے یہ سرتابی کرتے ہیں بلکہ جھوٹ بہتان اور افتراء باندھتے ہیں اور طرح طرح کی لغو باتیں کرتے ہیں تاکہ دین حق نہ پھیلے۔ مسلمانوں کو غلبہ و شوکت نہ نصیب ہو مگر اس سے کیا ہوتا ہے پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا۔ اللہ تو اپنے دین کی روشنی اطراف عالم میں پوری طور پر پھیلا کر رہیگا۔ شان اسلامی مشرق و مغرب میں جلوہ گر ہوگی خواہ ان کافروں کو ناگوار ہی ہو۔ دین اسلام تمام مذاہب پر غالب آکر رہیگا۔ اللہ نے اپنے رسول کو عقائد و اعمال کی اصلاح کے اصول و قواعد لیکر بھیجا ہی اس لئے ہے کہ اسلام کو تمام مذاہب پر غالب فرمادے خواہ یہ مشرک بُرا مانیں۔

یہ اشاعت و غلبۂ اسلام کی ایک زبردست پیشین گوئی ہے جسکے متعلق حضور اقدس ﷺ نے کئی بار بآواز بلند آہنگی سے ارشاد فرمادیا تھا۔ صحیحین میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ نے میرے لئے زمین کے مشرق و مغرب کو تہ کیا اور عنقریب میری امت کا ملک وہاں تک پہنچیگا جہاں تک زمین کو میرے لئے تہ کیا گیا ہے۔ امام احمد قبیصہ بن مسعود کی مرفوع روایت بیان کرتے ہیں کہ

حضور ؐ نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے زمین کے مشرقی و مغربی حصے کھولدیئے جائینگے لیکن ان ملکوں پر جو حاکم ہونگے وہ دوزخ میں جائینگے سوا اُن حاکموں کے جو اللہ سے ڈرتے رہے اور تقوی پر ثابت قدم رہے۔ عدی بن حاتم والی حدیث میں ہے کہ پھر حضور ؐ نے مجھ سے فرمایا خبردار رہو مجھے معلوم ہے کہ جو خیال تم کو مسلمان ہونے سے روکتا ہے۔ تم اس خیال میں پڑے ہو کہ اس شخص پر ایمان لانے والے اور اسکی پیروی کرنے والے صرف کمزور اور غریب لوگ ہیں عرب کے طاقتور لوگوں نے تو اس کو نہیں مانا بلکہ ٹھکرا دیا تو کیا تم نے حیرہ کبھی دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا دیکھا نہیں مگر سُنا ہے فرمایا قسم ہے اُس خدا کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ اللہ اس امر یعنی اسلام کو پورا کریگا یہانتک کہ تنہا عورت بغیر کسی کو ساتھ لئے ہوئے حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کر جائیگی اور واللہ تم کسری بن ہرمز کے خزانے فتح کرکے تصرف میں لاؤ گے۔ میں نے عرض کیا کسری بن ہرمز شاہ فارس کے خزانے؟ فرمایا ہاں کسری بن ہرمز کے خزانے فتح کروگے اور واللہ ایسا ہوگا کہ مال خیرات کیا جائیگا مگر اُس کو کوئی قبول نہ کرے گا یعنی ہر شخص دولتمند ہوگا الخ (احمد)

مقصود بیان: ۔ اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کے عمومی تسلط کی زبردست پیشین گوئی۔ اس امر کی ضمنی صراحت کہ اگر دنیا سے کفر کمل اسلام کو مٹانے کی کوشش کرے تو مٹا نہ سکیگی۔ حق کی فتح ہمیشہ ہوتی ہے اسلام ہمیشہ اپنے براہین و دلائل کے ساتھ دیگر مذاہب پر غالب رہیگا عیسائی اور یہودی اسکو زیر کرنے کی کتنی بھی کوشش کریں مگر ہر کوشش بے سود ہوگی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ

مسلمانو! اکثر

الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ

علماء و مشائخ لوگوں کا مال

أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ

ناجائز طور پر کھاتے ہیں اور راہ خدا سے

عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ

لوگوں کو روکتے ہیں جو لوگ

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا

سونا چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور اُس کو راہ خدا میں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ

خرچ نہیں کرتے اُن کو دردناک عذاب کی خوشخبری

أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ

سنا دو جس روز کہ دوزخ کی آگ میں اُس کو تپا کر

جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ

اُس سے اُن کی پیشانیوں اور پہلوؤں

وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ

اور پیٹھوں پر داغ لگائے جائینگے اور کہا جائیگا کہ یہی وہ (مال) ہے جسکو تم نے

لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ۝

اپنے لئے جمع کیا تھا اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو

تفسیر اوپر کی آیت میں بیان تھا کہ عیسائی اور یہودی اپنے علماء و مشائخ کی کورانہ تقلید کرتے ہیں انہوں نے ان کو خدا بنا رکھا ہے۔ اب فرمانا چاہتا ہے کہ ان احبار و رہبان کی عجیب حالت ہے بظاہر تو عالم درویش تارک الدنیا سادھو بنے بیٹھے ہیں اور باطن میں عجب خباثت بھری ہے۔ ان میں سے اکثر کی حالت یہ ہے کہ طرح طرح سے لوگوں کا مال مارتے اور اُس کو جمع کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں خود صرف کرنا نہیں جانتے یعنی عرس میلے اور تحفہ نذر کے بہانہ سے لوگوں سے رشوتیں لیتے ہیں اور کتاب الٰہی کے احکام و الفاظ میں تحریف کرتے اپنے مطلب کے موافق توڑ مروڑ کر کے اُن کو بنالیتے ہیں مگر قیامت کے دن ایسے جمع کئے ہوئے مال کو تپا کر مُنہ اور پیٹھ پر داغ لگائے جائینگے۔

آیت وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الخ کی تفسیر میں علماء اسلام کا اختلاف ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان کا قول ہے کہ اس سے عیسائی اور یہودی علماء و مشائخ ہی مراد ہیں جن کا تذکرہ متصل آیات میں ہوتا چلا آیا ہے اُن کی قبیح حالت کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ لوگ خود مال کے اتنے حریص ہیں مگر راہ خدا میں صرف نہیں کرتے خود کنجوسی کرتے ہیں۔ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ نہ دینے والے مسلمان مراد ہیں۔ سدی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ بیضاوی نے کہا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مسلمانوں کو اہل کتاب کے رشوت خواروں کے ساتھ ملا کر بیان کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ بغیر زکوٰۃ کا روپیہ جمع کرنا بھی سخت ترین فعل ہے۔ ابن عباس ؓ کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر اسکی تعمیل بہت دشوار گذری حضرت عمر ؓ نے

خدمت گرامی میں حاضر ہوکر مسلمانوں کی حالت کا تذکرہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ نے تم پر زکوٰۃ اسی لئے تو فرض کی ہے کہ اُسکو نکال کر بقیہ مال کو پاک رکھو (رواہ ابوداؤد وابن ابی شیبہ والبیہقی والحاکم وغیرہم مطولاً) تیسرا قول ابوذرؓ کا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب اور اہل اسلام دونوں کے حق میں نازل ہوئی۔ عموم لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے صحیح بھی یہی ہے کہ جو شخص مال جمع کرے اور اُس میں سے شرعی حق نکالے اُس پر مخصوص تہدید کا عذاب ہوگا خواہ وہ کتابی ہو یا مسلمان یا کوئی اور۔ رہی یہ بات کہ کنز سے کیا مراد ہے تو اس کے متعلق حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں حاجت و ضرورت سے زائد جو مال جمع کیا جائے وہ کنز ہے یعنی بس اپنی ضرورت کے لائق رکھنا تو جائز ہے ضرورت سے زائد جمع کرنا حرام ہے لیکن جمہور علماء (جس میں حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ، جابر بن عبداللہؓ وغیرہ بھی داخل ہیں) کا مسلک ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دیدی جائے وہ کنز نہیں خواہ حاجت سے زیادہ کتنا ہی بڑا خزانہ ہو یہی صحیح بھی ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ نازل ہونے سے پہلے یہ حکم (یعنی حاجت سے زائد مال کو جمع نہ کرنے کا حکم) تھا۔ لیکن جب حکم زکوٰۃ نازل ہوا تو اللہ نے زکوٰۃ کو تطہیر مال کا سبب مقرر کردیا اب اگر میرے پاس کوہ احد کی برابر بھی سونا ہو تو مجھے کچھ ڈر نہیں میں اُسکی زکوٰۃ دیدونگا اور اُس کو طاعت الٰہی میں خرچ کرونگا (رواہ البخاری واحمد والبیہقی وغیرہم)

مقصود بیان ہ۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے حالات شنیعہ ظاہر فرماکر دیدرہ مسلمانوں کے اُن عالموں اور درویشوں کو تنبیہ جو اپنے مطلب کے لئے دین کے پیرایہ میں مال جمع کرنے کے لئے خلاف شرع باتیں نکالتے ہیں۔ یہ شیطانی گروہ اولیاء کرام کا روپ بدل کر درویشوں اور پیرزادوں کی صورت میں آکر وہ ڈھنگ رچاتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ کہیں عرس و میلہ ہے، کہیں نذر نیاز کے حرام طریقے۔ پھر علماءِ سوء ان شیاطین الانس کے ان حرام افعال کی تاویلات کرتے اور ان پر علمی قلعی چڑھا کر راگ رنگ مجالس لہو و لعب کو جائز ثابت کرتے غیر محرم کا ناچ دیکھنے کو مباح کہتے ہیں اور عوام جاہل ذرا سی انوکھی بات دیکھ کر کرامت و ولایت کے قائل ہوجاتے ہیں اور اپنے پیروں کی خلاف شرع باتوں کو وجوب و جواز پر محمول کرکے کہتے ہیں کہ یہ بزرگ ولی ہم سے زیادہ واقف ہیں جو وہ فرماتے ہیں وہ سب ٹھیک ہے ہماری اتنی سمجھ ہی نہیں کہ اُن کے احوال و اقوال کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔ ان سب کو آیات مذکورہ سے عبرت پکڑنی چاہئے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ

اللہ کے نزدیک بلاشبہ مہینوں کی تعداد بارہ

شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ

ہے (یہ تعداد) اُس نے زمین و آسمان کے پیدا کرنے کے

وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ

دن کتاب اللہ میں لکھدی ہے) ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ یہی

الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ

سیدھا دین ہے تم ان میں کمی بیشی کرکے اپنے اوپر

أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً

ظلم نہ کرو اور تمام مشرکوں سے لڑو

كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا

جس طرح وہ سب تم سے لڑتے ہیں اور جانے رہو

أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ○ إِنَّمَا النَّسِيءُ

کہ اللہ پرہیزگاروں کا حامی ہے مہینوں کا سرکا دینا تو

زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ ۖ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ

کفر میں زیادتی ہے جسکی وجہ سے کافر گمراہ ہوتے

كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا

ہیں ایک سال تو ایک مہینہ کو حلال سمجھتے ہیں اور دوسرے سال اسی مہینہ کو حرام سمجھنے

لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا

لگتے ہیں تاکہ اُن مہینوں کی گنتی پوری کرلیں جن کو اللہ نے باحرمت قرار دیا ہے اور

مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ

حرام کردہ مہینوں کو حلال بھی کرلیں انکی بداعمالیاں انکی نظروں میں زیب دہ بنادی گئی ہیں

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ○ ع

اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں کرتا

تفسیر اوپر کی آیات میں یہود و نصاریٰ کے علماء و مشائخ کی بیہودگیوں کا تذکرہ تھا اور اس بات کی صراحت کی گئی کہ اہل کتاب نے اپنے پیشواؤں کو خدائی اختیارات کا مجاز سمجھ رکھا ہے۔ اب ان آیات میں روئے سخن مشرکین کی طرف کیا جاتا ہے جس سے غرض یہ ہے کہ مشرکین بھی اہل کتاب سے اس معاملہ میں پیچھے نہیں۔ ان کے مقتدی اور سردار بھی بزعم خود

خدائی تصرفات سے بے بہرہ نہیں ہیں۔ انھوں نے نسئی کا رواج جاری کر رکھا ہے (و) اللہ کے بارہ مہینوں میں کمی بیشی کرنے کا اپنے کو مختار سمجھ لیا ہے۔

عرب کی سرزمین عموماً ذرائع معاش سے خالی تھی اور اب بھی معاش کی وہاں کمی ہے نہ تو زراعت کے قابل زمین ہے سوا بعض حصوں کے کل جزیرہ تھا ریگستانی ہے کوہستانی ہے۔ بنجر ہے بیابان اور میدان ہے نہ کوسوں پانی کا پتہ نہ سبزہ کی نمود۔ نہ تجارت کا دائرہ کچھ وسیع ہے ملکی پیداوار ہی ایسا نہیں جسکا مبادلہ غیر ممالک سے بکثرت کیا جا سکے پھر تہذیب و تمدن نوشت و خواند اور دیگر اسباب ترقی سے دور جاہلیت میں عرب عموماً بے بہرہ تھے پڑھنا لکھنا عاً جانتے تھے تہذیب اخلاق کو جرم سمجھتے تھے تو ظاہر ہے کہ جس ملک میں اسباب معاش کا فقدان اور موروثی فطری جہالت بر سر عمل ہو گی اُس کے کیرکٹر کی کیا حالت ہو گی۔ یہی وجہ تھی کہ عرب کی سرزمین انسانی خون سے ہمیشہ اور ہر زمانہ میں لالہ زار بنی رہتی تھی اُن کی روزی کا مدار لوٹ کھسوٹ اور قتل و خون ریزی پر تھا فطری جہالت اور سونے پر سہاگہ کا کام دیتی تھی عرب کا کوئی حصہ پُرامن تھا کوئی شخص آزادی کے ساتھ سال کے بارہ مہینے پھر چل نہ سکتا تھا بلکہ اپنی جگہ پر بھی ہر وقت ڈاکہ پڑ جانے کا اندیشہ رہتا تھا چونکہ قومی اور شخصی زندگی اس طرح نا ممکن تھی اسلئے بعض سمجھدار آدمیوں نے دور اسماعیلی کے بعد سے یہ دستور قائم کر رکھا تھا کہ ہر سال چار ماہ کے لئے کل عرب قتل و خونریزی سے دستکش رہتے رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ چنانچہ اس حکم کی نہایت سختی سے پابندی کیجاتی ان مہینوں کو ماہہائے حرام کہا جاتا اور اس زمانہ میں جو شخص جہاں چاہتا آزادی سے پھرتا چلتا تجارت کرتا۔ کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہ کرتا مگر عربوں کے لئے باعتبار فطری جہالت کے بھی اور باعتبار اسباب معاش کے فقدان کے بھی اس حکم کی پابندی بھی بہت شاق۔ رجب کا مہینہ تو بخیر گذر جاتا لیکن ذیقعد، ذی الحجہ و محرم کے تین ماہ مسلسل جنگ و غارتگری سے کنارہ کش رہنا اور امن سے گذار دینا اُن کے لئے ناقابل برداشت مصیبت تھی۔ اس مصیبت و تکلیف کا احساس کر کے بعض جاہل لیڈروں نے یہ دستور نکالا کہ محرم کے مہینہ کی حرمت ماہ صفر پر لے جا کر کبھی ڈالدیتے یعنی ماہ محرم میں قتل و غارتگری کو مکمل عرب کے لئے کسی سال حلال کر دیتے اور بجائے محرم کے ماہ صفر میں جنگ و جدال کو حرام قرار دیتے اس صورت سے تین ماہ کے تسلسل کی بجائے صرف دو ماہ کی مسلسل حرمت رہجاتی اس طریقہ کو نَسِیٓءُ کہتے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نسیٔ بمعنی لوند ہے یعنی جسطرح ہندوستان والے تیسرے سال یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اس سال دو ساون یا دو جیٹھ یا کوئی دوسرے دو مہینے ہیں کیونکہ فصلی حساب قمری ہوتا ہے اور حساب قمری میں ہر تیسرے سال ایک ماہ کی بیشی ہونی لازم ہے اسی طرح عرب کا حساب بھی چونکہ قمری تھا اور اُس میں بھی تیسرے سال ایک ماہ کی زیادتی ضروری تھی اور ہر سالانہ کام کا اُسی ماہ اور اُسی فصل میں آنا لازم سمجھا جاتا تھا اس لئے وہ تیسرے سال نسیٔ یعنی لوند کا حکم لگا دیتے تھے اور دو محرم یا دو صفر یا دو ذی الحجہ قرار دے لیتے تھے۔ اسی کو نَسِیٓءُ کہا جاتا تھا مگر یہ تفسیر غلط ہے صحابہ اور بڑے بڑے مفسرین سے نسیٔ کی تفسیر وہی منقول ہے جو ہم پہلے درج کر آئے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کتاب الٰہی یعنی لوح محفوظ میں جس دن سے زمین و آسمان پیدا کئے گئے یعنی ابتدائے خلقت سے سال کے بارہ مہینے اللہ نے بنائے ہیں جن میں سے چار مہینے واجب الاحترام ہیں سو مسلمانو! ان میں زیادہ تر احتیاط کیا کرو ظلم نہ کرو! یعنی خواہ مخواہ ان مہینوں میں لڑ کر خود اپنے کو تباہ نہ کرو یہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر کفار تم سے لڑیں تو تم بھی اُن سے لڑو اور مہینہ کو ہٹا دینا کفر کی رسم ہے کسی سال لوند کے مہینے کو حرام اور کسی سال حلال قرار دیکر سال کے بارہ مہینے پورے کرنا اور ماہہائے حرام کی گنتی پوری کر لینا گمراہی کا کام ہے۔

بعض مفسرین نے نَسِیٓءُ کی تفسیر دوم کو ترجیح دی ہے اُن کا قول ہے کہ سردی گرمی کے موسم کا لحاظ کر کے قمری مہینوں کو شمسی مہینوں کے مطابق کرتے تھے تاکہ حج موسم خاص میں آیا کرے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے جس سال حج کرایا یعنی ۹ھ میں اُس سال حج بجائے ذی الحجہ کے ذیقعدہ میں ہوا یعنی واقع میں وہ ذیقعدہ کا مہینہ تھا جسکو عام طور پر ذی الحجہ کہا جاتا تھا گویا ذی الحجہ کے اُس سال دو مہینے تھے اور پھر جس سال رسول پاکؐ نے حج کیا یعنی حجۃ الوداع کے سال ہر قمری مہینہ اپنے اصلی موقع پر تھا۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا اِنَّ الزَّمَانَ اِسْتَدَارَ کَهَیْئَتِهٖ (بخاری) یعنی زمانہ گھوم کر اپنی اصلی جگہ پر آ گیا۔

اکثر علماء کے نزدیک اسلام میں ان مہینوں کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہی ہر مہینے اور ہر زمانہ میں گناہ اور ظلم اور قتل و جنگ ممنوع ہے۔ بعض کہتے ہیں ان کی زیادہ رعایت ہے اگر کافر اس زمانہ میں چڑھائی کریں تو بمجبوری مدافعت کرنی چاہئے ورنہ اپنی طرف سے اقدام نہ کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

مقصود بیان:- اس امر کی صراحت کہ اسلامی حساب چاند سے ہوتا ہے۔ سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ لوند بے حقیقت چیز ہے۔ ماہہائے حرام کی حرمت مسلمانوں پر لازم ہے بشرطیکہ کفار ان پر حملہ نہ کریں۔ اگر کفار حملہ کریں تو پھر قتال لازم ہے۔ نسیٔ کی رسم جہالت انگیز ہے بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہے مگر واقع میں خراب ہے اور شیطانی حرکت ہے۔ وغیرہ۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ

مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے

لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ

راہِ خدا میں چل نکلنے کو کہا جاتا ہے تو تم زمین پر

اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ڈھیئے جاتے ہو کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیوی زندگی کو پسند

چند روپوں میں ہزاروں کا کام

روپے کی بچت اور ساکھ قائم رکھنے کی ترکیب

ہمارے کارخانہ میں گولڈن گولڈ کے زیورات تیار ہو گئے ہیں۔ وہ سونا ہے جس کی شہرت تمام ہندوستان میں ہو رہی ہے اور لاکھوں روپے کے زیورات اسی سونے کے تیار ہو کر عورتوں کے استعمال میں آنے لگے ہیں۔ اس سونے کی خوبی یہ ہے کہ رنگ میں روپ میں کسوٹی پر کسنے میں کوٹنے میں پگھلانے میں بالکل اصلی سونے کی خاصیت رکھتا ہے۔ سناروں کو آج تک تمیز نہیں ہوئی کہ یہ اصلی سونا ہے یا نقلی ہم نے اپنی شہرت کے لئے اس سونے کے زیورات بہت کم قیمت پر فروخت کرنے کا اعلان کر دیا ہے تاکہ ہر گھر میں گولڈن گولڈ کے زیورات استعمال ہونے لگیں اور جو لوگ اصلی سونے کے زیورات نہ خرید سکیں وہ اپنی ضرورت پوری کر لیں اس سونے کے زیورات بیاہ، شادی اور تحفوں میں دیئے جاتے ہیں۔ اور اس وقت مندرجہ ذیل زیورات تیار ہو گئے ہیں۔ منگائیے اور برسوں استعمال کیجئے۔ اور جب دل چاہے اصل داموں میں فروخت کر دیجئے۔ ہر زیورات کے ساتھ انعام بھی دیا جا رہا ہے

گولڈن گولڈ جھومر ۔ نہایت خوبصورت حسن میں چار چاند لگانے والا قیمت پانچ روپے اس کے ساتھ ایک جوڑا گولڈن گولڈ (چوڑیاں انعام)

گولڈن گولڈ گلے کا نیکلس ۔ اتنا خوبصورت کہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو جائے اور گلے میں جس وقت پڑا ہو طبیعت مچل جائے۔ کاریگر نے اس کے بنانے میں کمال دکھایا قیمت ایک عدد دس روپے اس کے ساتھ ایک عدد انگوٹھی ڈائمنڈ کٹ یا بمبئی فیشن انعام۔

گولڈن گولڈ دست بند ۔ نہایت خوشنما ڈائمنڈ کٹ کام کے بنے ہوئے وزنی ۵ تولہ قیمت دس روپے اسکے ساتھ ایک جوڑا کانوں کے بندے انعام۔

گولڈن گولڈ ہاتھوں کی پہونچیاں ۔ بہترین کاریگری سے بنائی ہوئی چمک دمک میں یکتا شیشے کی بنی ہوئی قیمت فی جوڑا پانچ روپے اور ایک جوڑ گولڈن گولڈ چوڑیاں انعام

گولڈن گولڈ ہاتھوں کے کڑے ۔ پھلدار قیمت فی جوڑہ چار روپے آٹھ آنے سادے فی جوڑ چار روپے ایک انگوٹھی انعام۔

گولڈن گولڈ جالدار چوڑیاں ۔ چوڑیاں بہت خوبصورت بنائی گئی ہیں ہر سائز میں موجود ہیں بہت ہی پیاری معلوم ہوتی ہیں قیمت تین روپے۔

گولڈن گولڈ کانوں کے بندے ۔ ڈائمنڈ کٹ فی جوڑ تین روپے۔ جڑاؤ فی جوڑ چار روپے بمبئی فیشن فیروز سا ساڑھے تین روپے اسکے ساتھ ایک جوڑا اسٹڈ انعام۔

گولڈن گولڈ کرنپھول جھمکے ۔ کانوں کی بہار اور حسن کا سنگھار قیمت فی جوڑی تین روپے آٹھ آنے ایک انگوٹھی انعام۔

گولڈن گولڈ کلائی کی گھڑی چوڑی ۔ پٹھے کے کام کی فی جوڑ چار روپے۔ ڈائمنڈ کٹ کام کی فی جوڑ چار روپے آٹھ آنے۔ ایک عدد ناک کی کیل انعام۔

گولڈن گولڈ کی چوڑیاں ۔ اس پر بہت پھول ڈالے گئے ہیں جو دور اور قریب سے بیحد خوبصورت معلوم ہوتے ہیں قیمت فی جوڑ دو روپے (رکھار)۔

گولڈن گولڈ اگر کوئی صاحب زیورات نہ منگانا چاہیں اور صرف سونا ہی خریدنا چاہیں تو ان کو گولڈن گولڈ دو روپے تولہ کے حساب سے ملیگا۔ چاہیں سونا لیں یا اسکے بنے ہوئے زیورات محصول ڈاک ہر چیز پر آٹھ آنے لگتا ہے۔ پچاس روپے کے زیورات یا سونا منگانے پر ایک عدد اصلی سوئس میڈ سجاوٹ دینے والی سنہری گھڑی بطور انعام دی جائے گی۔ ان زیورات کے علاوہ ہر قسم کے زیور تیار ملتے ہیں۔

اسے ضرور پڑھ لیں اگر آپ دو زیور یکجا منگائیں گے تو محصول ڈاک کی رعایت دی جائے گی۔ اگر چار زیور یکجا طلب کریں تو چار آنے فی روپیہ کمیشن دیا جائے گا۔ یہ رعایت بار بار نہیں ہوگی۔ اس لئے جلد طلب فرمائیں

ملنے کا پتہ:

بی۔ کے۔ برادرس اینڈ کمپنی (زیورات والے) فولاد خاں اسٹریٹ (ایم) ۔ ڈی دہلی

آفتاب رسالت سیرت رسول کریم

از علامہ رفیق بلند شہری پیارے نبی کے پیارے حالات یوں تو بہت لوگوں نے لکھے ہیں۔ لیکن اس کتاب کی بات ہی کچھ اور ہے۔ یہ ۲۴ صفحوں کی کتاب ہے جو دو حصوں میں ہے اس میں رسول کریم سے سو برس پہلے کے حالات بھی ہیں تاکہ آپکی عظیم فضائل کا اندازہ ہو سکے اس کے بعد رسول خدا کے کل حالات از پیدایش تا وفات رسول کریم کا اتباع ہمارے لئے فرض ہے تو ہم کو رسول کریم کی لائف اپنی مشعل راہ بنانی چاہئے اس لئے اس کو پڑھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے قیمت ہر دو حصہ قیمت بارہ آنے ۱۲

خلافت راشدہ

از مورخ کامل آغا رفیق بلند شہری اس کتاب میں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر عثمان حضرت علی حضرت عمر کی مکمل سوانح عمری اور خلافت کے پورے حالات ہیں۔ یہ چار کتابیں ہیں جو یکجا مجلد ہیں جن کے مجموعی صفحات ۶۰۰ ہیں یہ تاریخ اسلام کا بہترین حصہ ہیں۔ اور جنکا عہد خلافت آج کل کے مسلمانوں کے لئے سرمایہ حیات بن سکتا ہے وقصہ یہ ہے کہ انہی پاک صفات نے اسلام کو اتنی مضبوط بنیادوں پر قایم کیا ہے جو آج تک اسی جگہ قایم ہیں۔ چاروں کتابیں یکجا مجلد ہیں۔ قیمت مجلد ایک روپیہ محصول ۱۲

تاریخ اسلام کامل مجلد

بعثت رسول کریم سے ایک صدی قبل اور ترکوں کے عہد حکومت تک بڑی تفصیل سے حالات ہیں حصہ اول۔ اس میں رسول کریم کے پورے حالات حصہ دوم اس میں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی کی خلافتیں اور حصہ سوم اس میں خلفائے بنی امیہ کے پورے حالات مع شہادت امام پوری تفصیل کے ساتھ حصہ چہارم اس میں خلفائے بنی عباس کے تمام دلکش حالات مع زوال خلافت حصہ پنجم خلفائے ترکی کے حالات تا کمال پاشا۔ پانچوں حصے یکجا مجلد قیمت ساڑھے تین روپے

سیرۃ امام حسین

سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت کے سب سے بڑی سب سے موثر اور سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے ایک واقعہ بھی غلط نہیں جو ہر شہادت نامہ میں خلوص و محبت امام میں غلط بیان نظر آتا رہتی ہیں یہ شہادت نامہ غلط روایات سے پاک ہے اثر اس قدر ہے کہ ایک صفحہ بھی واقعہ شہادت کا پڑھ لیں تو دامن اپنے آنسوؤں سے تر ہو۔ قدم قدم پر بیرایش کے مرثیے ساتھ لگا دیتے ہیں اور تقریبا ہزار اشعار تو بیرایش کے ہیں۔ مروجہ شہادت کے حالات میں سب سے بہتر کتاب ہے ۔۰۰ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ دو آنے

سیرت معاویہؓ

از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد ۔۰۰ صفحات کی مجلد کتاب بنی امیہ کے چشم و چراغ رسول اللہ کے نسبتی بھائی اولو العزم صحابی اور فاتح اسلام کی مکمل سوانح حیات جس کے پڑھنے سے علم شجاعت استقلال تدبر اور جوش اسلامی پیدا ہوتا ہے یہ بھی تاریخ اسلام کا بڑا دلچسپ باب ہے جس سے مسلمانوں کے شاندار ماضی کا حال معلوم ہوتا ہے حضرت امیر معاویہؓ کے حالات کسی ایک کتاب میں اتنے نہیں ملتے سوائے اس کتاب کے۔ اس لئے یہ بہت اہم کتاب ہے ۶۰۰ صفحات قیمت مجلد ایک روپیہ

سیرت خالد بن ولید

از حضرت مولوی شریف احمد صاحب مراد۔ حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کی سب سے بڑی سب سے مستند سوانح عمری ہے۔ اتنے حالات کسی اور کتاب میں نہیں ہیں یہ تاریخ اسلام کا بڑا پر جوش باب ہے جس کے پڑھنے سے ہمارے مردہ قوی میں جان پڑ جاتی ہے اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا کے مسلمان صرف رضائے الہی کے لئے سب کچھ کرتے تھے ان کا جرنیل اور سپاہی دونوں یکساں خدا کی خوشنودی کے طلبگار تھے اور دنیا ان کے پیچھے تھی چار سو صفحات مجلد قیمت ایک روپیہ

عمر بن العاص [illegible]

از مولوی شریف احمد صاحب مراد ۔۰۰ صفحات معزز و مدبر صحابی، بنی امیہ کی پشت و پناہ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص کی لائف اور فتح مصر کی پوری تاریخ اس وقت جبکہ اسلام کا دور اول تھا۔ حضرت عمرو بن العاص کی حیات اسلام کا ایک جگمگاتا ورق ہے جس سے ہمیں اپنے اسلاف کی حکمت عملی اور شاندار روایات کا علم ہوتا ہے خصوصا مصر کا دوبارہ فتح کرنا آپ کی اولو العزمی کا بڑا کارنامہ ہے بنی امیہ میں آپ سے زیادہ سیاست دان اور کوئی نہیں گزرا ہے بڑے جانباز سپہ سالار تھے مجلد ایک روپیہ

[illegible] حسین

از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد شہادت امام حسین کے دلدوز واقعات اور اہل بیت اطہار کے مصائب پڑھ کر جو درد اور دکھ دلوں میں ہوتی ہے اس کے ازالہ کے لئے یہ کتاب تالیف کی ہے تاکہ قاتلان حسین کا حشر جزا انجام بھی سب کو معلوم ہو جائے۔ ان لوگوں نے جیسے ظلم کے پہاڑ آل رسول پر توڑے اس کا بدلہ بالکل اسی طرح اس دنیا میں ملا اور آخرت میں تو خدا جانے ان پر کیا گزرے یہ اس موضوع کی اردو میں سب سے بڑی کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ محصول ۵

ہفتاد اولیاء

دنیائے اسلام کے ستر اکابر اولیاء کے حالات ہیں۔ یہ کوئی پرانی وضع کی کتاب نہیں بلکہ حضرت علامہ مراد مرحوم نے جدید انداز میں مرتب کی ہے اس میں غیر مستند حکایات و روایات نہیں ہیں بلکہ دنیائے اسلام کی ان ستر عظیم الشان ہستیوں کے حالات ہیں جنہوں نے روحانیت کے منازل طے کرکے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی اور اسلام کو بلند کیا۔ کفرستان ہند میں پاکستان بننے کا امکان آج انہی خدا کے بہترین مخلوق کا صدقہ ہے جنہوں نے تبلیغ اسلام کی ۔۔ ۵۰ صفحات قیمت ایک روپیہ

حضرت بلالؓ

از علامہ آغا رفیق بلند شہری اسلام کی [illegible] [illegible] حضرت بلالؓ کے حالات سے نمایاں [illegible] ہے آپ حبشی غلام تھے [illegible] رسول کریم کی [illegible] [illegible] دنیائے اسلام کا [illegible] [illegible] جن کے [illegible] [illegible] حضرت [illegible] [illegible] [illegible] کی تو دنیا کا ہر بڑا آدمی ان کو اپنے [illegible] لینا فخر سمجھتا [illegible] حضرت بلالؓ کے حالات رسول کریم [illegible] [illegible] [illegible] سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام نسلی [illegible] [illegible]۔ قیمت چھ آنے

ابو ذر غفاری

عاشق رسول کی کہانی عاشق رسول کی زبانی حضرت ابو ذر غفاری کے حالات [illegible] [illegible] [illegible] یہ [illegible] صحابی کی سوانح [illegible] [illegible] رسول کریم نے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سچے موثر اور ولولہ خیز سوانح عمری ہے جو حضرت مولانا اسناظر [illegible] [illegible] اسلام کا ایک موثر کارنامہ اور مساوات [illegible] [illegible] تھے۔ گو یہ چھوٹی سی کتاب ہے مگر انداز بیان بڑا دلکش ہے۔ قیمت چھ آنے

سیدہ کا لال

حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کی وہ مقبول شہادت حسین پر تالیف جو پانچ برس سات دفعہ چھپی۔ اس سے زیادہ دردناک کتاب اردو زبان میں آجتک چھپی اور نہ آیندہ چھپے گی اس کی امتیازی خصوصیت اردو کے نثر میں مرثیے ہیں۔ اس انداز میں آجتک اردو مرثیے نثر میں نہیں لکھے گئے تھے یہ اس قدر دردناک ہیں۔ کہ کوئی دل بغیر آنسو بہائے بغیر دو صفحے نہیں پڑھ سکتا اسی وجہ سے یہ چودہ ہزار فروخت ہو چکی ہے قیمت پونے دو روپیہ محصول ۵

حدیثوں کے ترجمے

بہت لوگوں کی جو کتابیں جن کو یاد کر کے مولوی کی سند ملتی ہے اب اردو میں ترجمہ ہو گئی ہیں بخاری تین جلدوں میں دو ہزار صفحات نہایت اچھا کاغذ قیمت آٹھ روپے مسلم شریف ۲ جلدوں میں ایک ہزار صفحات مجلد چار روپے ترمذی ۱۲۰۰ صفحات ۲ جلدوں میں مجلد چرمی ساڑھے چار روپے ابوداؤد گیارہ سو صفحات دو جلد میں مجلد چار روپے ابن ماجہ ۵۶۰ صفحات مجلد چرمی سب ساتھ منگانے پر بجائے [illegible] دو پیسے کے بیس روپے

بڑی مشکوٰۃ شریف

یعنی حدیث شریف کی دس کتابوں کا انتخاب صرف اردو ترجمہ عربی ساتھ نہیں ہے بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ نسائی سنن امام مالک امام احمد امام شافعی بیہقی دس کتابوں کا عطر ہے دو جلدوں میں پہلی جلد ۷۰۰ صفحات ۲۲۰۰ حدیثیں ہیں دوسری جلد ۸۰۰ صفحات اس میں ۲۳۰۰ حدیثیں ہیں آخر میں ایک ہزار راویوں کے حالات ہیں جن کی احادیث مروی ہیں۔ دو تو جلدیں مجلد ہیں ہدیہ کاغذ قسم اول مجلد چرمی چار روپے کاغذ قسم دوم مجلد بارچہ تین روپے

تجرید بخاری کامل

جامعہ ازہر قاہرہ مصر کے ایک سنی عالم نے بخاری کی سب سے بڑی کتاب بخاری کا خلاصہ عربی زبان میں کیا جس کا نام تجرید بخاری ہے اسی کا صرف اردو ترجمہ ہے عربی ساتھ نہیں ہے دو جلدوں میں ہے اور ایک ہی جگہ مجلد ہیں کاغذ چکنا ولایتی سفید ہے اس کے ۸۰۰ صفحات ہیں دو ہزار ایک سو احادیث ہیں۔ ابتدا میں امام بخاری کے حالات ہیں اور آخر میں فہرست مضامین و احادیث لاہور میں یہ کتاب جس میں عربی شامل ہے پانچ روپے میں ملتی ہے، ہمارا صرف اردو ترجمہ ہے اور مجلد کامل کا ہدیہ صرف ڈیڑھ روپیہ

کتاب الاسلام

فقہ اور معلومات اسلامی کی سب سے بڑی کتاب ہے ایک کتاب اور پورا اسلامی کتب خانہ اسلامی معلومات کا اس سے بڑا ذخیرہ اور کہیں نہیں ملے گا بارہ سو صفحات کی مجلد چرمی کتاب کا خلاصہ اس کے چار حصے ہیں حصہ اول میں اسلام عقل کی کسوٹی پر، دوسرے حصہ میں عقائد اسلامی عقلی اور نقلی تیسرے حصہ میں عبادات اسلامی اور اسلامی معاملات، چوتھے حصہ میں اسلامی اخلاق و آداب دعا، مجاہدات اور عملیات بڑی مقبول کتاب ہے پانچواں ایڈیشن حال میں طیار ہوا ہے قیمت مجلد چرمی چار روپے محصول ۱۰ر کل پانچ روپے

آسان وید قرآن

مولوی صاحب کی لکھی ہوئی بہت ہی عالمانہ کتاب ہے کہ بلا مطلب کے پڑھا جائے، ترجمہ بھی خوب ہے، اور حاشیہ پر تفسیر۔ اس کا ترجمہ اور تفسیر بھی مولانا ... جلالی نے لکھی ہے ... کی تفسیر بیان السبحان آپ ہمراہ مولوی جی پڑھتے ہیں یہ سب چھاپ ختم ہو گیا اب دوسرے لوگوں سے لے کر فروخت کر رہا ہوں اس لئے اب ہدیہ بڑھ گیا ہے۔ مولوی کے کاغذ کے نقصان میں پہلے بچا اب زائد دام دے کر خرید رہا ہوں ہدیہ مجلد چرمی پشتہ چار روپے محصول دو روپے

سب سے بڑی تفسیر والا

اتنی بڑی تفسیر حاشیہ پر کسی قرآن میں نہیں ہے اس کا ترجمہ عام فہم ہے اور تفسیر مولانا امام جلالی کی ہے جن کی تفسیر ہمراہ مولوی جی پڑھتے ہیں۔ ابتدا میں مضامین قرآنی کی ایک بہت بڑی فہرست ہے فیروزی کاغذ پر نہایت صاف چھپا ہوا ہے تقطیع ۱۱×۹ انچ ہے، ترجمہ ایسا صاف اور مربوط ہے کہ صرف ترجمہ پڑھیں تو گویا ایک مسلسل کتاب پڑھ رہے ہیں یہ بات آج تک کسی ترجمہ میں نہیں ہوئی یہ ترجمہ کا بہت بڑا کمال ہے، فیروزی کاغذ ہدیہ مجلد چرمی ساڑھے تین روپے محصول ڈاک ۱۲ر

دو ترجمہ والا بڑا قرآن

اس کو ایک ادنیٰ خوبیوں والا قرآن شریف کہا جاتا ہے اب سو پانچ سال پہلے ہزاروں آئے فروخت ہو چکے دو ترجمے ہیں، پہلا ترجمہ مولانا شاہ رفیع صاحب کا اور دوسرا ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب کا بامحاورہ۔ ابتدا میں معلومات قرآنی کا بڑا ذخیرہ مولوی اشرف علی صاحب نے اپنے ترجمہ کی تصدیق اسی قرآن شریف میں کی ہے، کتابت ہندوستان کے بہت سے قرآنوں سے بہتر خاشدہ تین بہت کافی جلی قلم تقطیع ۱۱×۸ انچ، ہدیہ مجلد چرمی کامل تین روپے، مجلد بارچہ ڈھائی روپے محصول ڈاک ۸ر کل ۱۱ر یا ۱۲ر

آسان ترجمہ والا قرآن

بڑی تقطیع ۲۹×۲۲ مترجم قرآن شریف ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر صاحب جلت بہ تبیان فرد وغیرہ ۸۰۰ صفحات کے قریب ضخامت مجلد بارچہ سنہری اور سب سے زیادہ خوبی یہ ہے کہ بہت سستا ہدیہ اس زمانہ میں جب کاغذ ۱۲ر فی پونڈ ہو گیا اس کے کاغذ کی قیمت ۴ر ہے۔ پہلا چھپا ہوا ہے لیکن جلد اب کے حساب سے بندھتی ہے لہٰذا البتہ جلد اضافہ ہو جاتا ہے۔ ترجمہ والا اس سے سستا دوسرا قرآن شریف نہیں ہدیہ مجلد بارچہ خاشدہ ایک روپیہ محصول ۱۰ر کل ۱ر ۱۰

بچوں کا قرآن

چونکہ تقطیع حروف الگ الگ ہو جاتے ہیں ہر ایک حرف پر اگر لفظ کے ٹکڑے کر لیں تو بالکل حروف تہجی بن جائیں اور بچہ اس قدر آسانی سے صحیح پڑھ لیتا ہے کہ کسی جگہ بھی استاد کو بتلانے کی ضرورت نہیں رہتی صرف قاعدہ یسرنا القرآن پڑھا دیجئے اور قرآن شریف لا دیجئے۔ اور چند روز میں دیکھ لیجئے گا کہ بچہ کلام پاک کا تمام بے تکلف نکال لے گا۔ بس یہی وہ قرآن شریف ہیں جو بحیثیت مسلمان اپنے بچہ کو قرآن شریف پڑھانا چاہتے ہیں تو یہی منگائیے ہدیہ مجلد بارچہ ۱۲ر محصول ۸ر

کارڈ سائز مترجم حمائل

ترجمہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی ایسا مستند ترجمہ جو سو برس سے مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مقبول ہے جو لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی۔ مولوی کے صدہا فرمایا ہے امراء پر یہ حائل الصدوقتیں چھپائی جب کاغذ مہنگا ہو چکا تھا۔ لیکن ہدیہ لاگت سے کم رکھا۔ اب تو کچھ ٹھکانا نہیں۔ ۷۰۰ صفحہ کی حمائل ہے کاغذ نہایت سفید چکنا ہے اس میں سوائے ترجمہ کے کوئی حاشیہ وغیرہ نہیں ہے بہت ہی اچھی ہے اور چھپائی بھی صاف ہے ہدیہ مجلد بارچہ دس آنے مجلد چرمی ۱۲ر

مبارک قرآن

دوستو غازی اورنگ زیب شہنشاہ ہند وہ لوگ جو مفلوک الحال ہوں وہ بھائی جو قرض میں گرفتار ہو گئے ہیں ایک ایک جلد اپنے پاس ضرور رکھیں انشاء اللہ اس قرآن کی برکت سے آپ پر کبھی نہ آئے گی اور وہ سلامت رہیں گے کیونکہ یہ بڑے مبارک خاتم شہنشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن ہے، یہ پورا صحیح قرآن شریف اور تاریخی یادگار ہے۔ اگر یہ چیز کسی زندہ قوم کے پاس ہوتی تو کوئی گھر اس سے خالی نہ رہتا تقطیع ۴×۶ انچ ۷۰۰ صفحات مجلد بارچہ سنہری ہدیہ بارہ آنے محصول ۱۰ر کل ۱ر

اسلامی مسائل

یہ تین سو سولہ صفحہ کی مجلد کتاب ہے اور فقہ اسلامی کی سب سے بڑی مستند کتاب ہے امام محمد یوسف خلیفہ امام ابو حنیفہ کی کتاب کنز الدقائق کا آسان ترجمہ سلیس اردو زبان میں ہے یہ تعلیم الفقہ کہلاتی ہے اور جس قدر فقہ کی کتابیں ہیں وہ سب اسی سے ماخوذ ہیں اس میں طہارت نماز زکوٰۃ، حج، طلاق، حقوق، آداب معاشرت و شہری، لباس، دیوانی و فوجداری قوانین زراعت، تجارت، حکومت، غرضکہ کوئی شعبہ جات انسانی ایسا نہیں جس کے متعلق شرعی حکم اس کتاب میں نہ ہو۔ مجلد ۱۲ر

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

مولوی دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاند کی بیس تاریخ تک بھی اگر مولوی نہ ملے تو
کوئی پرچہ گم ہو جائے تو دوسرا پرچہ خرید کر
منگائیں یہ نہ ہو کہ کوئی کئی ماہ تک خاموش
رہنے کے بعد طلب کریں دو ماہ کے بعد
مولوی کا ایک پرچہ بھی نہیں رہتا۔

نمبر خریداری ہر خط میں ضرور لکھئے تاکہ بار
بار آپ کے پتہ کی جانچ ہوتی رہے اور تبدیل
پتہ کے وقت تو ضرور نمبر خریداری لکھئے ورنہ سمجھ
لیجئے گا کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل نہیں ہوئی
اور آپ کا پرچہ آپ کے سابقہ پتہ
پر ہی جا رہا ہے۔

جو ہر اسلامی مہینے کی ۲۲ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شائع ہوتا ہے

تفسیر القرآن جو مولوی کے ساتھ شائع ہوتی ہے یہ مولوی کے لئے لکھوائی جاتی ہے کوئی چھپی ہوئی کتاب نہیں ہے۔ اس لئے یہ آپ مولوی کے ذریعہ ہی پڑھ سکتے ہیں۔

جلد ۴۴ | بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۶

شذرات

جاپان کا حملہ

جاپان کے تازہ ترین کھیل کو سمجھنے کے لئے ہمیں تاریخ پر ایک نظر ایسی ڈالنی چاہیئے اور ان حالات کا جائزہ لینا چاہیئے جو پچھلی صدی کے آخری نصف حصہ کے پچھلے زمانے سے اب تک رونما ہوئے ہیں کوئی ۵۰ برس گذرے کہ جاپان نے اپنی توسیعی پالیسی شروع کی اور توسیع بھی ایسی مکمل کہ سرحدی توسیع صنعتی توسیع آبادی کا اضافہ اور اس کے پھیلاؤ کے لئے مزید زمین اس توسیع کا نتیجہ تھے اور جاپان نے ایشیائی لیڈری کا دعویٰ کر دیا۔ امریکہ اور برطانیہ کے خلاف جاپان کا اعلان جنگ بھی اسی چین و جاپان کی توسیع سمجھنا چاہیئے چین کی لڑائی ہی بجائے خود کوئی الگ واقعہ نہ تھی اور منچوریا کے ۱۹۳۱ء کے معاملہ کی شاخ تھی اور پیچھے جا کر ہم دیکھتے ہیں کہ بولشویک انقلاب کے وقت جاپان نے روس میں مداخلت کی اس سے پہلے ۱۹۱۴ء کی جنگ میں جاپان کا داخلہ اس سے پہلے ۱۹۰۴ء میں روس جاپان کی جنگ اور اس سے بھی پہلے ۱۸۹۴ء میں چین سے جاپان کی جنگ ہوئی۔

سیاسی مبصر اور سیاسی مصر عام طور پر جاپان کی توسیعی پالیسی اور غیر ملکوں پر اس کے چڑھ دوڑنے کے تین الگ الگ وجہیں بتاتے ہیں یہ وجہیں اقتصادی جنگی اور وقار کا احساس ہیں ان پر چاہے الگ الگ غور کیا جائے یا مجموعی طور پر دنیا کے مختلف لوگوں نے اپنے اپنے سیاسی رجحان کے مطابق جاپان کے حوصلوں کی تشریح کی ہے ان میں ایک یا دوسری یا سب وجہوں پر زور دیا ہے۔

پہلی دو وجہوں یعنی اقتصادی اور جنگی وجہوں نے بیشتر قوموں کی کارروائیوں کی رہنمائی میں اہم پارٹ ادا کیا ہے انھیں آسانی سے عام لوگ سمجھ لیتے ہیں اور سیاسیات کا ہر معمولی طالب علم سمجھتا ہے لیکن وقار کا احساس اور لیڈری کی دلیل جس نے جاپان کی تاریخ میں اہم پارٹ ادا کیا ہے نہایت عقل آزما معاملہ ہے اور اسے تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

شاہ جاپان جو اس وقت تخت نشین ہیں ان کی جاپان کے لوگ پوجا کرتے ہیں اور شاید اتنی پوجا دنیا کے کسی اور حکمران کی نہیں ہوئی ہوگی اس کے ساتھ ہی یہ خیال بستہ ہے کہ جاپانی برتر لوگ ہیں اور اگر ساری دنیا پر نہیں تو کم از کم دوسرے ایشیائی لوگوں پر حکومت کرنا اور ان کی رہنمائی کرنا ان کا مشن ہے یہ نازیوں کے آریہ نسل ہونے اور پھر ان کے دوسرے ادنیٰ لوگوں پر حکومت کرنے کے خیال جیسا ہی مشن ہے مشرقی ایشیا کم

غالب اثر قائم کرنے کے لئے جاپان کی اس خواہش کی تاریخ بہت پرانی ہے ۱۹۲۳ء کے مشہور اعلان میں اس کی وضاحت نئے ڈھنگ سے کی گئی جو مغربی قوموں کے لوگوں کی سمجھ میں زیادہ آسانی سے آسکے یہ ایشیا کا اعلان منرو ہے جو کہ امریکہ کے صدر منرو کی مشہور پالیسی کے اصول پر مبنی تھا کہ امریکہ کے علاقوں معاملوں کا تعلق کسی دوسری یورپین طاقت سے نہیں ہے۔

اقتصادی پہلو مختصر طور پر اس حقیقت پر مبنی ہے کہ جاپان کے وسیلے اپنے لوگوں کے لئے کافی نہیں ہیں اسکئے اسے دوسرے علاقوں پر دسترس ہونی چاہیئے تاکہ وہ اس کمی کو پورا کر سکے گذشتہ صدی کے آخر حصہ میں جاپان نے اپنی سرعت سے بڑھتی ہوئی آبادی کو امداد دینے کے لئے صنعتی ترقی شروع کی ان صنعتوں کو جاری رکھنے کے لئے اسے کچے مال کی ضرورت تھی اس چھوٹے سے ٹاپو میں زمین کا استعمال اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے اور زمین سے اور زیادہ لوگوں کا پیٹ نہیں پل سکتا اس کا ایک ہی علاج سراسر صنعتی تنظیم کرنا تھا اور بہت سے کچے مال کی فراہمی میں جاپان کو را ہے اور اسے بیشتر باہر سے درآمد شدہ مال پر انحصار کرنا پڑتا ہے کچا لوہا ایندھن روئی اور نمک اس کی چند نہایت اہم چیزیں تھیں منچوریا شمالی چین اور اندرونی منگولیا اس کے نزدیک علاقے تھے جہاں سے یہ چیزیں پہنچ سکتی تھیں اس کے علاوہ وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ اور دوسری طاقتوں کی جو اسے تیل اور ایسی ہی دوسری چیزیں دیتے تھے امداد سے بھی آزاد ہونا چاہتا تھا چنانچہ ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے جہاں سے وہ اپنی ضرورت کا سامان لے سکے اس کے لئے یہ خاصی کشش تھی۔

فوجی اہمیت

جاپان نے اب تک جتنی لڑائیاں لڑی ہیں ان سب کے لڑنے کا دوسرا سبب فوجی ضرورت ہے فوجی نقطۂ نگاہ سے جاپان کی جغرافیائی پوزیشن برطانیہ جیسی ہے جاپان صنعتی ٹاپوؤں کا ایک مجموعہ ہے جس کے بالمقابل ایک وسیع براعظم ہے برطانیہ کی طرح جاپان بھی اپنے مفاد کے لئے ضروری سمجھتا ہے کہ پڑوس کے براعظم کے سمندر پر کوئی مخالف طاقت اپنا قبضہ نہ جما سکے ایک مضبوط اور طاقتور چین جاپان کے لئے اتنا ہی خطرہ ہے جتنا کہ ایک طاقتور اور مضبوط روس مثلاً ولاڈی واسٹک کی اہمیت بلحاظ ایک سمندری اڈہ کے کبھی کم نہیں سمجھی گئی لڑائی کے جدید ہتھیاروں میں اضافہ ہونے ڈبکنی کشتیوں اور ہوائی جہازوں کی ترقی ہونے سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے جاپان یہ نہیں چاہتا ہے کہ گر ولاڈی واسٹک پر اس کا قبضہ نہ ہو تو اس کے پاس ایسے ذرائع ہو لے جائیں جن سے وہ ان حیات بخش

سلسلوں پر حملہ کر سکے جو دلادی واسٹک کو روس سے ملاتے ہیں اس لئے اُس نے سنچوریہ کے علاوہ اور منگولیا کے علاقہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جاپان کی جارحانہ کاروائیوں کی اور بھی کئی مثالیں ہیں جن کا کسی صورت میں کوئی جواز نہیں ہو لیکن جاپان نے کوئی نہ کوئی جواز ضرور تلاش کر لیا اور جاپان کے بعد دیگرے معاہدوں کو توڑتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا لیکن جب اس نے دیکھا کہ ان ہتھیاروں سے کام نہیں چل سکتا جس کا سبب یہ تھا کہ جاپان کی اقتصادی اور فوجی ضرورتیں اس کے لئے اجازت نہیں دیتی تھیں تو اس نے اسلحہ خانہ سے ایک نیا ہتھیار نکالا اور وہ ہے ایشیائی منرو ڈاکٹرن یعنی ایشیا میں ایشیائیوں کا ہی قبضہ ہونا چاہیے ۱۹۳۳ء میں اس نظریہ کو دنیا کے روبرو مستند شکل میں پیش کیا گیا جبکہ جاپان کے وزیر خارجہ نے یورپ امریکہ سے یہ کہا کہ ان کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے اور چین کے معاملہ میں دخل نہ دینا چاہیے۔ جاپان کے وزیر اعظم نے جاپان کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ جاپان یورپی ایشیا میں ایک نیا نظام قائم کرنا چاہتا ہے جس سے یورپی ایشیا مستقل مستحکم ہو جائے مختصر طور پر یہ وہ جاپان کی پالیسیاں ہیں جن کی بنا پر وہ جارحانہ سرگرمیاں روا رکھ رہا ہے لیکن یہ محض باتیں ہی باتیں ہیں حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے یورپی طاقتوں کی طرف سے کوئی مزاحمت یا چیلنج پیش نہ کئے جانے کی صورت میں جاپان فتح پر فتح کرتا ہوا بڑھتا چلا جا رہا تھا ایسی بہت سی مثالیں ہیں جبکہ یورپین طاقتوں نے نہ صرف بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی پر چشم پوشی کی بلکہ جاپان کی حوصلہ افزائی کی اور جاپان کی موجودہ لڑائی بھی امریکہ اور برطانیہ کی ان ہی چشم پوشیوں کا نتیجہ ہے۔

تہذیب جدید اور سیاسی داؤ پیچ

تہذیب جدید کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے منافقت و ریاکاری کو پالیسی، ڈپلومیسی اور پروپیگنڈے کے مختلف نام دیکر اسے نہایت اہمیت دی ہے۔ آج کسی کو بیوقوف بنا لینا کسی کی سچائی و راستبازی سے فریب کارانہ فائدہ اٹھانا کسی کو دھوکہ دیکر اپنا مطلب نکال لینا اعلیٰ درجہ کا تدبر سمجھا جاتا ہے دجل و فریب دانشمندی کے مترادف بن چکے ہیں۔

زبان و دل اور قول و فعل میں مطابقت کوئی چیز نہیں ہے حالانکہ کبھی ہندوستان اپنی صدق بیانی اور خلوص زبان کے لئے مشہور تھا اور یہ حالت تھی جیسا کہ ایک انگریز کمانڈر نے لکھا ہے کہ میں نے یہ دیکھا کہ ان کا ادنیٰ ڈاکو بھی اگر جرم سے انکار کر جاتے تو ان کی جانیں بآسانی بچ سکتی تھیں لیکن انھوں نے جان دینی گوارا کر لی مگر جھوٹ بولنا پسند نہیں کیا۔

لیکن تہذیب جدید نے آج پوری فضا میں ایک خوفناک انقلاب برپا کر دیا ہے اور جہاں تہذیب کے قدم پہنچے ہیں وہاں کی اخلاقیات کے آب و رنگ بدل گئے ہیں جس کی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ کچھ عرصہ سے ہمارے ہندو لیڈروں کی سیاست کے داؤ پیچ ایسی صورت اختیار کر رہے ہیں جنھیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور جب سے پاکستان تحریک نے فروغ پایا ہے ان کی شوخی حد سے متجاوز ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کو ڈرانے حکومت کو مرعوب کرکے اپنے ڈھنگ پر لانے اور جمہور عوام کو گمراہ کرنے کے لئے نئی نئی فریب ناک صورتیں اختیار کی جاتی ہیں اور اس مصوّرانہ انداز میں تجاویز اور تحاریک پیش کی جاتی ہیں کہ تھوڑی دیر تو اچھے اچھے مبتلائے فریب ہو کر رہ جاتے ہیں گاندھی جی ابتداء سے سب کچھ کرتے رہے مگر یہ احتیاط رکھی کہ جس طرح بھی ہو جائے جہاں تک بھی ان کی قوم کو فائدہ ضرور پہنچے اور خواہ دوسروں کے ہزاروں کا نشانہ مذاق ہو جائیں مگر ان کے گھر میں بسنت کا رنگ ضرور پیدا ہو جائے

ہندو ہمارا دستور جدید قبول کرنے کے لئے بالکل تیار بیٹھے تھے لیکن کیونل اوارڈ کے شائع ہوتے ہی یہ دستور مایوس کن ذلت خیز اور ناقابل قبول بن گیا مگر جب دیکھا کہ تمام صوبوں میں مسلم منسٹریں قائم ہو گئیں تو متفکر ہو گئے جھنڈا دیوبند کا اشارہ کرکے کھڑا کر دیا گیا جنہوں نے

حمایت میں پروپیگنڈا شروع کر دیا اور بالآخر وہی ناقابل قبول دستور قابل قبول بن گیا اور عدم تعاون کے داعیوں نے تعاون کرنا شروع کر دیا پھر مسلم مطالبات کو جو بڑھتے دیکھا تو حکومت پر رعب جمانے کے لئے مستعفی ہو گئے اور گاندھی جی نے ستیہ گرہ کا اعلان کر دیا لیکن ستیہ گرہ کا حکم دیا گیا اور نیچے وکلا کو تاکہ مسلمانوں سے تصادم کا بھی امکان نہ رہے ملک میں کوئی ہنگامہ بھی پیدا نہ ہو حکومت مرعوب بھی ہو جائے اور کارکنوں کو جیل میں آرام ملے جنگ شروع ہو چکی تھی اس لئے ساتھ ہی یہ بھی اعلان کرتے رہے کہ ہمارا مطلب گورنمنٹ کی تکلیف وہی یا پریشان کرنا نہیں صرف آزادی تقریر کا حق حاصل کرنا مقصود تھا تقریریں کی جاتی تھیں جنگ میں شرکت کے خلاف اور مطلب یہ تھا کہ حکومت مرعوب ہو کر مسلمانوں کے مطالبات کو پس پشت ڈال کر ان کی آواز سن لے اور مرکز میں بھی انہیں پورا اقتدار حاصل ہو جائے اور یہ جس طرح چاہیں دیگر اقوام ہند کے حقوق پامال کرتے رہیں۔

قابلیت اور نیشنلزم کے پردے میں سب کچھ چھپانے چلے آ رہے تھے اب جمہوریت کا نقاب پہن لیا اور اس کی آڑ میں وہی کھیل کھیلنا شروع کئے اس لیاقت و معصومیت کے ساتھ کہ بڑے بڑے مسلمان دھوکہ میں پڑ گئے جب دیکھا کہ اس کا کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہوا مسلمانوں کا جوش روز افزوں ہے اور پاکستان کی تحریک بھی بہت تیز ہو رہی ہے اور مرکزی کونسل میں اضافہ بھی کیا جا رہا ہے تو پھر اضطراب پیدا ہوا اور نیا داؤ کھیلنا شروع کیا

سوچا کہ یہ بالکل علیحدگی اور بے اقتداری بھی مناسب نہیں چنانچہ ایک طرف تو پرانے کانگریسی مسٹر منشی کو پاکستان کی مخالفت پر مقرر کر دیا گیا جنہوں نے اکھنڈ بھارت کی تحریک شروع کرکے مہاسبھائیوں سے بھی تعلق استوار کر لیا اور پاکستان کے خلاف بڑی شد و مد کے ساتھ کام شروع کر دیا اور دوسری طرف مسٹر اینے اور مسٹر نلنی رنجن سرکار کو وائسرائے کی کونسل میں جا کر شامل کر دیا گیا تھے دونوں مہاسبھائی ذہنیت کے ساتھ بچے اور پرانے کانگریسی اس لئے ڈاکٹر سپرو کو تیار کیا گیا کہ وہ وائسرائے کو سمجھا دیں کہ انہیں ضرور لیا جائے تاکہ کانگریس کے ساتھ حکومت کا کچھ نہ کچھ تعلق قائم رہے۔ ایک قدم اور آگے بڑھا کر کھویا ہوا اقتدار پھر حاصل کرنے کے لئے مسٹر ستیہ مورتی کو بھی اجازت دیدی گئی کہ وہ صوبائی مجالس قانون میں تعاون کا پروپیگنڈا شروع کریں چنانچہ انہوں نے ہندو اکثریت کے صوبوں میں کانگریسی وزارتیں از سر نو قائم کرنے کا پروپیگنڈا شروع کر دیا مسٹر راجگوپال اچاریہ تو گاندھی جی کے سمدھی ہی تھے وہ بھی ساتھ ہو گئے بھولا بھائی ڈیسائی سکریٹری کو تو عذر ہی کیا ہو سکتا تھا طبیعت کے ناشناس تھے وہ بھی ساتھ ہو گئے۔

حکومت تو اپنا مطلب دیکھتی ہے اپنے دستور کی کامیابی کی آرزومند رہتی ہے اور آخر انگریز کی حکومت ہے وہ بھی ڈپلومیسی میں کسی سے کم نہیں کانگریسیوں کی طرف سے یہ تعاون کی جنبش دیکھ کر اس نے ستیہ گرہ قیدیوں کو بھی نمائشی انجنیں ڈال کر اور مخالفت کرکے رہا کر دیا۔ گاندھی جی کے اشارہ ہی پر یہ ساری پتلیاں رقص کر رہی تھیں تاہم انھیں جو حکومت کے اس فیصلہ کی اطلاع ملی عوام فریبی کے لئے جھٹ یہ اعلان کر دیا کہ حکومت یہ خیال کرے کہ یہ رہائی کانگریس کا اس کی طرف کوئی دوستانہ قدم اٹھانے پر آمادہ کر دے گی نہیں وہ آپ انھیں ستیہ گرہ کا حکم دیں گے ساتھ ہی اسی اعلان میں یہ بھی فرما دیا گیا کہ اگر نظر بندوں کو بھی ساتھ ہی رہا نہ کیا گیا تو حکومت کے اس عمل کی کوئی قدر و قیمت نہ رہے گی حکومت یہ تکلف نہ کرے صرف ان کے آرام و آسائش ہی کا خیال رکھے اس ایک اعلان ہی میں کتنا روح اور کتنی منافقت ہے سب کچھ اپنے ہی عمل و اقدام کا ثمرہ ہے پھر مخالفت ہی ہے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ نظر بند بھی ساتھ ہی میں رہا کیجئے۔

حکومت بھی اس کا مطلب خوب سمجھتی تھی اور جانتی تھی کہ گاندھی جی کی مہاتمائی کے قیام کے لئے یہ اعلان ضروری تھا لیکن کو وہ کچھ نہیں کا مشورہ کر رہے ہیں اسی کانگریس سے

کردیا گیا اور وہ پروپیگنڈے کے سیلاب میں انھیں بہادیں گے۔

لیکن ان پر واضح رہنا چاہیئے کہ اب وہ زمانہ گذر گیا جبکہ مسلمانوں نے مغالطہ میں پڑکر میثاق لکھنؤ منظور کر لیا تھا یا گول میز کانفرنس میں پنجاب و بنگال کے لئے وہ صرف ایک نشست کی زیادتی کے طلبگار تھے اور انگریز بھی مسلم اکثریت کے حق کو نہ سمجھتا تھا اور مسلمانوں کے مطالبات سیاقت اور کیونزم کے عذرات پر بے تکلفانہ رد کر دیے جاتے تھے اب تو ہندوستان کے اندر پاکستان ہی کی اسکیم کارفرما ہو کر رہے گی کہ یہ ہر قوم کے حقوق کے تحفظ کا بہترین ضامن ہے۔

وزیر ہند کا عبرتناک پیغام

وزیر ہند مسٹر امیری نے مانچسٹر میں جو اہم تقریر کی اس کے دوران میں مسئلہ ہند پر اظہار خیال کرتے ہوئے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں فرمایا اور بجا طور پر فرمایا کہ ہندوستان کا مسئلہ وہ مسئلہ نہیں جو باتوں سے حل ہو سکے اس کے حل کے لئے ابتدائی اور اولین شرط یہ ہے کہ ہندوستانیوں کے اندر پہلے اتفاق و اتحاد پیدا ہو جائے۔ آپ نے آگے چل کر یہ بھی فرمایا کہ اٹلانٹک چارٹر کو ہندوستان پر عائد کرانے کی جو آوازیں اٹھائی جا رہی ہیں وہ معقول نہیں اس کا اطلاق تو ایسے ممالک پر ہوتا ہے جن کے باشندے باہم متفق اور یکجہت ہو کر اپنے لئے کسی ایک طرز حکومت کو منتخب کر لیں ہندوستان کی یہ حالت ہے کہ یہ چیز یہاں سرے سے ناپید ہے نہ یہاں ایک قوم ہے نہ یہاں کی مختلف اقوام کے باشندے اب تک کسی ایک نوعیت کی حکومت کے انتخاب پر متفق ہو سکے ہیں پھر ہندوستان کے مستقبل کے فیصلہ پر کسی غور و تامل کا یہ موقع بھی نہیں یہ تو جنگ کے اختتام کے بعد ہی ہو سکتا ہے کہ اس وقت برطانیہ خود موت و زیست کی جنگ میں الجھا ہوا ہے آخر میں آپ نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ فیصلہ جب بھی ہو اس کا انحصار خود ہندوستانیوں ہی پر ہے اور اس کی کلید انہی کے ہاتھ میں ہے زعمائے ہند کا فرض ہے کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق برطانیہ سے کوئی گفت و شنید کرنے سے پیشتر ایک دوسرے پر اعتماد کریں۔

برادران وطن کو صاحب وزیر ہند کی یہ تقریر اور اس کا متن کھلی آنکھوں مطالعہ کرنا چاہیئے نہ وہ اشتعال انگیز حرکات عمل میں لاتے اور نہ وزیر ہند کو ایسی نصیحت کرنے کی ضرورت پیدا ہوتی کیا ان کے لئے یہ کوئی خوش آیند امر ہے کہ ان کی باہمی کشمکش اور بے اعتمادی یا بالفاظ دیگر نااہلی کا ڈھنڈورہ ساری دنیا میں پٹے اور سرکاری طور پر پٹے ارض ہند کی سب سے بڑی ممتاز منظم دولتمند اور پرجوش ہندو قوم ہونے کی حیثیت سے برادران ہند کا فرض تھا کہ وہ ملک کی نسبتاً دیگر چھوٹی اقوام کو مطمئن کر کے ایک متحدہ محاذ پیش کرتے اور اس کی ایک طرز حکومت پر متفق ہو جاتے۔

حالانکہ ان میں بمبئی، مدراس، یو پی، سی پی، بہار، اڑیسہ اور آسام جیسے صوبوں بہت بڑی اکثریت حاصل ہے اور سات صوبوں میں وہ پوری کامیابی کے ساتھ حکومت کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو تو صرف دو چھوٹے چھوٹے اور غیر اہم و پسماندہ صوبوں میں اکثریت ہی اور پنجاب و بنگال میں برائے نام اکثریت حاصل ہے اور چاروں صوبوں میں ہندو اقلیتیں مختلف اعتبارات سے بہت بڑی ہوئی ہیں اور انھیں کسی طاقت سے بھی نقصان پہنچنے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

پھر بھی ہندو اس سعی میں رہے کہ یہ چار صوبے بھی انھیں مل کر پورے ہندوستان میں انھیں اقتدار نصیب ہو جائے اس حرص تسلط نے مشکلات اور رسوائیاں پیدا کی ہیں اگر ایک بھائی دوسرے کی جاگیر پر قبضہ جمانے کی سعی کریگا تو لامحالہ تنازعات پیدا ہوں گے اور دوسروں کو قدرتاً ناگوار گذریگا۔ ہندو تو اپنی طرف سے کوئی ایسی اسکیم پیش نہ کر سکے حالانکہ یہ کام انھیں کا تھا جب مسلمانوں نے پیش کی تو اس کی تائید و حمایت کے بجائے اس کی شدومد کے ساتھ مخالفتیں ہو رہی ہیں تعجب انگیز ہے۔

وزیر ہند کی تقریر میں پاکستان کے قیام کے لئے اساس موجود ہے کہ جب ایک قوم کا طلسم ٹوٹ چکا ہے تو ایک قوم کی حکومت کا نظریہ ہی باطل ہو جاتا ہے اب انگریز بھی سمجھ چکے ہیں کہ ہندوستان کا مسئلہ دوسرے یا خود ان کے ملک سے مختلف ہے یہاں مختلف اقوام آباد ہیں اور ان کا کسی ایک نکتہ پر متفق ہونا ضروری ہے اور ایسا نکتہ صرف پاکستان ہی ہو سکتا ہے اور یہ حکومت کی کمزوری ہے کہ وہ اشاروں کنایوں میں تو سب کچھ کہہ جاتی ہے مگر ہندوؤں کی مخالفت کی وجہ سے وہ علانیہ پاکستان کی حمایت نہیں کرتی اور حق یہ ہے کہ زمانہ کی حالت کے مطابق اگر وہ ایسا نہیں بھی کرتی تو قابل شکوہ نہیں کہ اپنا اقتدار کوئی بہ آسانی چھوڑنے پر تیار نہیں ہوا کرتا۔

نہ ہندوستانی کسی ایک طرز حکومت پر متفق ہوں گے نہ اسے آزادی عطا کی جائیگی کہ باہمی اختلاف ہندوستان میں حصول آزادی کے لئے اب کسی تحریک کو کامیاب نہ ہونے دیگا۔ ہندو زعماء اس قسم کی باتوں اور تقریروں پر چڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حکومت نے اتفاق آرا کی قید لگا کر آزادی کو معرض التوا میں ڈالدیا ہے لیکن یہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے کہ اگر حکومت مسلمانوں کی مرضی کے خلاف کوئی دستور منظور بھی کرے تو نہ وہ کامیاب ہوگا اور نہ مسلمان اسے کامیاب ہونے دینگے۔

انہیں یہ زعم پیدا ہو گیا ہے کہ وہ بہت منظم و طاقتور ہیں تنہا سوراج حاصل کر سکتے ہیں لیکن دس کروڑ فرزندان توحید کی علیحدگی انھیں قیامت تک اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہونے دیگی۔ ہم کہتے ہیں اور بہ بانگ دہل کہتے ہیں کہ جو ہوا کیا کرتے ہیں بعد از خرابی بسیار وہی نادان ہندو بھی کریں گے اور انھیں کوئی اسکیم بھی پاکستان اسکیم سے بہتر ڈھونڈے سے بھی نہ ملیگی اور وہ اسی کو اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے مسلمانوں کی قوت بہت ہی بڑھ چکی ہے اور اب انھیں ہندو یا انگریز زیادہ دیر تک بیوقوف بنائے نہیں رکھ سکتا۔

مسٹر رائے اور پاکستان

مسٹر ایم این رائے ملک کے ایک نہایت قابل اور صاحب اندیش ہندو لیڈر ہیں اور اپنی حق گوئی کے اظہار میں کبھی متامل نہیں ہوتے حال ہی میں آپ نے اورینٹ پریس کے نمائندہ خصوصی سے دوران ملاقات میں فرمایا کہ فرقہ وارانہ حل ملک کی ترقی کی ابتدائی شرط ہے اور اکثریت کے فرقہ کو واضح طور پر پیشقدمی کرنی چاہیئے اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے زیادہ سے زیادہ ضمانت دینے میں تامل نہ کرنا چاہیئے۔ اگر ایک طرف ہندو پاکستان کے خلاف مظاہرے کرتے رہیں گے تو مسلمانوں کو ان پر ہرگز اعتبار [illegible] یہ حقیقت ہے کہ اس سے مسلمانوں کے شبہات بہت بڑھ گئے ہیں اور انہوں نے سمجھا ہے کہ ہندو انہیں ابدی غلامی کے جال میں پھنسا لینا چاہتے ہیں آپ نے پاکستان اسکیم کے خلاف ہندو مہم کو بھی ملک کے لئے نقصان دہ اور باہمی نفرت و حقارت بڑھنے کا موجب بتایا اور فرمایا کہ پاکستان ہی ملک کے آئینی مسئلہ کا حل ہے اور زعمائے ہند کو اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیئے۔" ہم تو بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ کوئی شخص بھی اس اسکیم کی معقولیت کا معترف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور ہندو بھی دل میں تو معترف ہیں مگر حرص تسلط انہیں اس کی مخالفت سے الگ نہیں ہونے دیتی۔

صحیح بخاری مترجم اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

باب - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ جب کوئی شخص وضو کرے تو اسے چاہیئے کہ اپنی ناک میں پانی ڈالے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ناک میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں جاتا (اور یہ ہم نے اس وجہ سے سمجھا کہ) آپ نے صائم اور غیر صائم میں کوئی فرق نہیں بیان کیا اور حسن (بصری) کہتے ہیں کہ روزہ دار کے لئے بلا اس سونگھنے میں کچھ حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس کے حلق تک نہ پہنچے اور روزہ دار کو جائز ہے کہ سرمہ لگائے اور عطار نے کہا ہے کہ اگر کلی کرکے جس قدر پانی منہ میں ہوگا وہ سے تو پھر کچھ حرج نہیں اگر اپنا لعاب اور جو رطوبت اس کے منہ میں باقی ہے نگل جائے اور روزہ دار کو چاہیئے کہ علک[1] نہ چبائے پھر اگر علک کی رطوبت نگل جائیگا تو میں یہ نہیں کہتا کہ روزہ جاتا رہیگا بلکہ میں صرف اسی قدر کہتا ہوں کہ یہ منع ہے۔

باب - جب کوئی شخص (عمداً) رمضان میں جماع کرے تو اس کا کیا حکم ہے اور حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جو شخص بغیر عذر یا مرض کے رمضان کا ایک روزہ بھی نہ رکھے تو اس کے بدلے تمام عمر کے روزے بھی کافی نہیں اگرچہ وہ تمام عمر رکھے اور حضرت ابن مسعود اسی کے قائل ہیں اور سعید بن مسیب اور شعبی اور ابن جبیر اور ابراہیم اور قتادہ اور حماد کہتے ہیں کہ اس کے بدلے میں ایک روزہ رکھے۔

۱۷۸۳ - حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا اُحترِق یعنی میں برباد ہوگیا۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا اس نے عرض کیا کہ میں نے رمضان میں اپنی بی بی سے جماع کرلیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مکتل جس کو عرق کہتے ہیں (چھوہاروں سے بھرا ہوا) کوئی لایا آپ نے فرمایا وہ محترق کہاں ہے اس نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں پس آپ نے فرمایا اسے خیرات کردے

باب - جب کوئی شخص رمضان میں جماع کرلے اور اس کے پاس کچھ نہ ہو پھر اس کو صدقہ ملے تو اسے چاہیئے کہ (اسی صدقہ سے) کفارہ دیدے۔

۱۷۸۴ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک دن اس حال میں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو برباد ہوگیا آپ نے فرمایا کیا ہوا اس نے عرض کیا کہ میں بحالت صوم اپنی بی بی سے ہمبستر ہوگیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ایک غلام کہیں سے لاسکتا ہے جسے تو آزاد کردے اس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ کیا تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے اس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا تو کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے اس نے عرض کیا کہ نہیں حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف کیا ہم اسی حال

ہیں تھے کہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھواروں سے بھرا ہوا ایک عرق لایا اور عرق مکتل کو کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ سائل کہاں ہے اس نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا اسے لیلے اور اس کو خیرات کردے اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا اپنے سے زیادہ محتاج کو خیرات دوں تو اللہ کی قسم مدینہ کے دونوں سنگستان کے درمیان میں کوئی گھر میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے یہانتک کہ آپ کے دانت کھل گئے پھر آپ نے فرمایا کہ اسے اپنے ہی گھر والوں کو کھلادے۔

باب - رمضان میں جماع کرنے والا اپنا کفارہ میں سے اپنے گھر والوں کو کھلادے اگر وہ حاجتمند ہوں۔

۱۷۸۵ - حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ (یہ) نالائق رمضان میں اپنی بی بی سے ہمبستر ہوگیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے اتنا مقدور ہے کہ تو ایک غلام آزاد کردے اس نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا تو کیا تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا تو کیا تجھے اتنا مقدور ہے کہ تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عرق کوئی شخص لے آیا جس میں چھوہارے تھے اور عرق زبیل (یعنی زنبیل) کو کہتے ہیں آپ نے فرمایا تو یہ چھوارے اپنی طرف سے (محتاجوں) کو کھلادے اس نے عرض کیا کہ کیا ہم سے زیادہ محتاج جو لوگ ہوں ان کو کھلاؤں حالانکہ مدینہ میں کوئی گھر ہمارے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے آپ نے فرمایا اچھا اپنے ہی گھر والوں کو کھلادے۔

باب - روزہ دار کے لئے پچھنے لگوانا اور قے ہونا (کچھ حرج نہیں) اور مجھ سے یحیی بن صالح نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے یحیی بن ابی کثیر نے عمر بن حکم بن ثوبان سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے سنا کہ اگر قے ہوجائے تو روزہ نہ جائیگا کیونکہ قے میں تو ایک چیز خارج ہوتی ہے داخل نہیں ہوتی اور حضرت ابوہریرہ سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے کہا روزہ جاتا رہتا ہے مگر پہلی روایت زیادہ صحیح ہے اور حضرت ابن عباس اور عکرمہ نے کہا ہے کہ روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو اندر جائے اس چیز سے نہیں ٹوٹتا جو باہر نکلے اور حضرت ابن عمر بحالت صوم پچھنے لگواتے تھے پھر بعد میں انہوں نے ایسا کرنا چھوڑ دیا اور رات کے وقت پچھنے لگواتے تھے اور حضرت ابوموسی شب ہی کے وقت پچھنے لگواتے تھے اور حضرت سعد اور زید بن ارقم اور حضرت ام سلمہ نے بھی بحالت صوم پچھنے لگوائے ہیں اور بکیر نے عکرمہ کی ماں سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں ہم حضرت عائشہ کے پاس بیٹھ کے پچھنے لگوایا کرتے تھے اور ہمیں ممانعت نہیں کی جاتی تھی اور حسن (بصری) سے مروی ہے وہ بہت سے لوگوں سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ پچھنے لگانیوالے اور لگوانیوالے دونوں کا روزہ جاتا رہتا ہے۔ اور مجھ سے عیاش نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے عبدالاعلی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے یونس نے حسن (بصری) سے اسی کے مثل نقل کیا ان سے پوچھا گیا کہ کیا یہ روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] علک اس چیز کو کہتے ہیں جو چبائی جائے جیسے مصطگی وغیرہ کہ اکثر لوگ بغرض دوا اس کو منہ میں رکھ لیا کرتے ہیں اور چبایا کرتے ہیں جس طرح ہندوستان میں دانت صاف کرنے کی غرض سے کوئلہ چباتے ہیں ۱۲

کتاب الفقہ

پردہ- اجتماعی اور شرعی نقطہ نظر سے

(از حضرت مولانا ابوالاعلےٰ صاحب مودودی)

اسلامی نظام معاشرت ۔۳

تحفظات یہ اسلامی معاشرت کا یہ خاکہ تھا۔ اب آگے پڑھنے سے پہلے اس خاکہ کی اہم خصوصیات کو پھر ایک نظر دیکھ لیجئے۔

(۱) اس نظام کا منشا یہ ہے کہ اجتماعی ماحول کو حتی الامکان شہوانی ہیجانات اور تحریکات سے پاک رکھا جائے تاکہ انسان کی ذہنی و جسمانی توانائیاں ایک پاکیزہ اور پر سکون فضا میں نشو و ارتقاء کا موقع ملے اور وہ اپنی محفوظ اور مجتمع قوت کے ساتھ تعمیر تمدن میں اپنے حصہ کا کام انجام دے سکے۔

(۲) صنفی تعلقات تمام دائرہ ازدواج میں محدود ہوں اور اس دائرہ کے باہر نہ صرف انتشار عمل کو روکا جائے بلکہ انتشار خیال کا بھی امکانی حد تک سد باب کر دیا جائے۔

(۳) عورت کا دائرہ عمل مرد کے دائرہ سے الگ ہو دونوں کی فطرت اور ذہنی و جسمانی استعداد کے لحاظ سے تمدن کی الگ الگ خدمات ان کے سپرد کی جائیں اور ان کے تعلقات کی تنظیم اس طور پر کی جائے کہ وہ جائز حدود کے اندر ایک دوسرے کے مددگار رہیں مگر حدود سے تجاوز کر کے کوئی کسی کے کام میں خلل انداز نہ ہو سکے۔

(۴) خاندان کے نظم میں مرد کی حیثیت قوام کی ہو اور گھر کے تمام افراد صاحب خانہ کے تابع رہیں۔

(۵) عورت اور مرد دونوں کو پورے انسانی حقوق حاصل ہیں اور دونوں کو ترقی کے بہتر سے بہتر مواقع بہم پہنچائے جائیں مگر دونوں میں سے کوئی بھی ان حدود سے تجاوز نہ کر سکے جو معاشرت میں اس کے لئے مقرر کر دی گئی ہیں۔

اس نقشے پر جس نظام معاشرت کی تاسیس کی گئی ہے اس کو چند ایسے تحفظات کی ضرورت ہے جن سے اس کا نظم اپنی جملہ خصوصیات کے ساتھ برقرار رہے اسلام میں یہ تحفظات تین قسم کے ہیں۔

(۱) اصلاح باطن (۲) تعزیری قوانین۔ (۳) انسدادی تدابیر

یہ تینوں تحفظات نظام معاشرت کے مزاج اور اس کے مقاصد کی ٹھیک ٹھیک مناسبت ملحوظ رکھ کر تجویز کئے گئے ہیں اور مل جل کر اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اصلاح باطن کے ذریعہ سے انسان کی تربیت اس طرح پر کی جاتی ہے کہ وہ خود بخود اس نظام معاشرت کی اطاعت پر آمادہ ہو، عام اس سے کہ خارج میں کوئی طاقت اس کو اطاعت پر مجبور کرنے والی ہو یا نہ ہو۔

تعزیری قوانین کے ذریعہ سے ایسے جرائم کا سد باب کیا جاتا ہے جو اس نظام کو توڑنے اور اس کے ارکان کو منہدم کرنے والے ہیں۔

انسدادی تدابیر کے ذریعہ سے اجتماعی زندگی میں ایسے طریقے رائج کئے گئے ہیں جو سوسائٹی کے ماحول کو غیر طبعی ہیجانات اور مصنوعی تحریکات سے پاک کر دیتے ہیں اور صنفی انتشار کے امکانات کو کم سے کم حد تک گھٹا دیتے ہیں۔ اخلاقی تعلیم سے جن کی اصلاح باطن مکمل نہ ہوئی ہو اور جن کو تعزیری قوانین کا خوف بھی نہ ہو ان کی راہ میں یہ طریقے ایسی رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں کہ صنفی انتشار کی جانب میلان رکھنے کے باوجود ان کے لئے عملی اقدام بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں یہی وہ طریقے ہیں جو عورت اور مرد کے دائروں کو عملاً الگ کرتے ہیں، خاندان کے نظم کو اس کی صحیح اسلامی صورت پر قائم کرتے ہیں اور ان حدود کی حفاظت کرتے ہیں جو عورتوں اور مردوں کی زندگی میں امتیاز قائم رکھنے کے لئے اسلام نے مقرر کی ہیں۔

اصلاح باطن اسلام میں اطاعت امر کی بنیاد کلیتہً ایمان پر رکھی گئی ہے جو شخص خدا اور اس کی کتاب اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو وہی شریعت کے اوامر و نواہی کا اصلی مخاطب ہے اور اس کو احکام کا مطیع اور نواہی سے مجتنب بنا لینے کے لئے صرف یہ علم ہو جانا کافی ہے کہ فلاں امر خدا کا امر ہے اور فلاں نہی خدا کی نہی ہے۔ پس جب ایک مومن کو خدا کی کتاب سے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ فحش اور بدکاری سے منع کرتا ہے تو اس کے ایمان کا اقتضا یہی ہے کہ وہ اس سے پرہیز کرے اور اپنے دل کو بھی اس کی طرف مائل ہونے سے روکے اور پاک رکھے۔ اسی طرح جب ایک مومن عورت کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ اور اس کے رسول نے معاشرت میں اس کے لئے کیا حیثیت مقرر کی ہے تو اس کے ایمان کا اقتضا یہی ہے کہ وہ برضا و رغبت اس حیثیت کو قبول کرے اور اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔ اس لحاظ سے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح اخلاق اور معاشرت کے دائرے میں بھی اسلام کے منتہائے نظر کا مدار ایمان پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اخلاق و معاشرت کے متعلق ہدایات دینے سے پہلے ایمان کی طرف دعوت دی گئی ہے اور دلوں میں اس کو راسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ تو اصلاح باطن کا وہ اساسی ذریعہ ہے جس کا تعلق صرف اخلاقیات ہی سے نہیں بلکہ پورے نظام اسلامی سے ہے اس کے بعد خاص کر اخلاق کے دائرے میں اسلام نے تعلیم و تربیت کا ایک نہایت حکیمانہ طریقہ اختیار کیا ہے جس کو مختصراً ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

حیا پہلے اشارۃً یہ کہا جا چکا ہے کہ زنا اور چوری اور جھوٹ اور تمام دوسرے معاصی جن کا ارتکاب فطرت انسانی کے غلبہ سے انسان کرتا ہے سب کے سب فطرت انسانی کے خلاف ہیں قرآن ایسے تمام افعال کو "منکر" کے جامع لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ منکر کا لفظی ترجمہ "مجہول" یا "غیر معروف" ہے ان افعال کو منکر کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایسے افعال ہیں جن سے فطرت انسانی آشنا نہیں ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جب انسان کی فطرت ان سے ناآشنا ہے اور حیوانی طبیعت اس پر زبردستی ہجوم کر کے اس کو ان افعال کے ارتکاب پر مجبور کرتی ہے تو خود انسان ہی کی طبیعت میں کوئی ایسی چیز بھی ہونی چاہیئے جو تمام منکرات سے نفرت کرنے والی ہو

شارع حکیم نے اس چیز کا پتہ چلالیاہے وہ اس کو حیا سے تعبیر کرتا ہے۔

حیا کے معنے شرم کے ہیں اسلام کی مخصوص اصطلاح میں حیا سے مراد وہ شرم ہے جو کسی امر منکر کی جانب مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور اپنے خدا کے سامنے محسوس کرتا ہے پس حیا وہ قوت ہے جو انسان کو فحشاء اور منکر کا اقدام کرنے سے روکتی ہے اگر وہ جبلت حیوانی کے غلبہ سے کوئی برا فعل کر گذرتا ہے تو یہی چیز اس کے دل میں چٹکیاں لیتی ہے اسلام کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حیا کے اسی چھپے ہوئے مادے کو فطرت انسانی کی گہرائیوں سے نکال کر علم و فہم اور شعور کی غذا سے اس کی پرورش کرتی ہے اور ایک مضبوط حاسہ اخلاقی بنا کر اس کو نفس انسانی میں ایک کوتوال کی حیثیت سے متعین کر دیتی ہے یہ ٹھیک ٹھیک اس حدیث نبوی کی تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ

لکل دین خلق وخلق الاسلام الحیاء	ہر دین کا ایک خلق ہوتا ہے اور اسلام کا خلق حیا ہے۔

اور دوسری حدیث بھی اسی مضمون پر روشنی ڈالتی ہے جس میں سرکار رسالتمآب نے فرمایا ہے کہ اذا لم تستح فاصنع ما شئت جب تجھ میں حیا نہیں تو جو تیرا جی چاہے کر۔ کیونکہ جب حیا نہ ہوگی تو خواہش جس کا مبدا جبلت حیوانی ہے تجھ پر غالب آجائیگی اور کوئی منکر تیرے لئے منکر ہی نہ رہے گا۔

انسان کی فطری حیا ایک ایسے ان گھڑ مادے کی حیثیت رکھتی ہے جس نے ابھی کوئی صورت اختیار نہ کی ہو وہ تمام منکرات سے بالطبع نفرت تو کرتی ہے مگر اس میں سمجھ بوجھ نہیں ہے اس وجہ سے وہ نہیں جانتی کہ کسی خاص فعل منکر سے اس کو کس لئے نفرت ہے یہی ناوانستگی رفتہ رفتہ اس کے احساس نفرت کو کمزور کر دیتی ہے حتیٰ کہ حیوانیت کے غلبہ سے انسان منکرات کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اور اس ارتکاب کی پیہم تکرار آخر کار حیا کے احساس کو بالکل باطل کر دیتی ہے اسلام کی اخلاقی تعلیم کا مقصد اسی نادانی کو دور کرنا ہے وہ اس کو نہ صرف کھلے ہوئے منکرات سے روشناس کراتی ہو بلکہ نفس کے چھپے خانوں تک میں نیتوں اور ارادوں اور خواہشوں کی جو برائیاں چھپی ہوتی ہیں ان کو بھی اس کے سامنے نمایاں کر دیتی ہے اور ایک ایک چیز کے مفسدوں سے اس کو خبردار کرتی ہے تاکہ وہ علی وجہ البصیرت اس سے نفرت کرے پھر اخلاقی تربیت اس تعلیم یافتہ شرم و حیا کو اس قدر حساس کر دیتی ہے کہ منکر کی جانب ادنیٰ سے ادنیٰ میلان بھی اس سے مخفی نہیں رہتا اور نیت و خیال کی ذرا سی لغزش کو بھی وہ تنبیہ کے بغیر نہیں چھوڑتی۔

اسلامی اخلاقیات میں حیا کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اس سے چھوٹا ہوا نہیں ہے۔ چنانچہ تمدن و معاشرت کا جو شعبہ انسان کی صنفی زندگی سے تعلق رکھتا ہے اس میں بھی اسلام نے اصلاح اخلاق کے لئے اسی چیز سے کام لیا ہے وہ صنفی معاملات میں نفس انسانی کی نازک سے نازک چوریوں کو پکڑ کر حیا کو ان سے خبردار کرتا ہے اور ان کی نگرانی پر مامور کر دیتا ہے یہاں تفصیل کا موقع نہیں لہٰذا ہم چند مثالوں پر اکتفا کریں گے۔

دل کے چور

قانون کی نظر میں زنا کا اطلاق صرف جسمانی اتصال پر ہوتا ہے مگر اخلاق کی نظر میں دائرہ ازدواج کے باہر صنف مقابل کی جانب ہر میلان، ارادے اور نیت کے اعتبار سے زنا ہے۔ اجنبی کے حسن سے آنکھ کا لطف لینا اس کی آواز سے کانوں کا لذت یاب ہونا، اس سے گفتگو کرنے میں زبان کا لوچ کھانا اور اس کے کوچے کی خاک چھاننے کے لئے قدموں کا بار بار اٹھنا یہ سب زنا کے مقدمات اور خود معنوی حیثیت سے زنا ہیں قانون اس زنا کو نہیں پکڑ سکتا یہ دل کا چور ہے اور صرف دل ہی کا کوتوال اس کو گرفتار کر سکتا ہے۔ حدیث نبوی اس کی مخبری اس طرح کرتی ہے۔

العینان تزنیان وزناهما النظر والیدان تزنیان و زناهما البطش والرجلان تزنیان وزناهما المشي و زنا اللسان المنطق والنفس تمنی وتشتهی والفرج یصدق ذالك كله ویكذبه	آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کی زنا نظر ہے اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا دست درازی ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا اس راہ میں چلنا ہے اور زبان کا زنا گفتگو ہے نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے آخر میں صنفی اعضا یا تو ان سب کی تصدیق کر دیتے ہیں یا تکذیب

فتنہ نظر

نفس کا سب سے بڑا چور نگاہ ہے اس لئے قرآن اور حدیث دونوں سب سے پہلے اسی کی گرفت کرتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:-

قل للمومنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذالك ازكى لهم ان الله خبیر بما یصنعون۔ وقل للمومنت یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن	اے نبی مومن مردوں سے کہدو کہ اپنی نگاہوں کو (غیر عورتوں کی دید سے) باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے اور اے نبی مومن عورتوں سے بھی کہدو کہ اپنی نگاہوں کو (غیر مردوں کی دید سے) باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

حدیث شریف میں ہے:-

ابن ادم لك اول نظرة وایاك والثانیة	آدمی، اول اے تیرے لئے پہلی نظر کی اجازت ہے مگر خبردار دوسری نظر نہ ڈالنا

حضرت علیؓ نے فرمایا:-

یا علی لا تتبع النظرة النظرة فان لك الاولى ولیس لك الاخرة۔	اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو پہلی نظر تو معاف ہے مگر دوسری نظر نہیں۔

حضرت جابرؓ نے پوچھا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں فرمایا فوراً نظر پھیر لو۔ (ابوداؤد باب مذکور)

جذبہ نمائش حسن

اسی فتنہ نظر کا ایک شاخسانہ وہ بھی ہے جو عورت کے دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ اس کا حسن دیکھا جائے۔ یہ خواہش ہمیشہ جلی اور نمایاں ہی نہیں ہوتی دل کے پردوں میں کہیں نہ کہیں نمائش حسن کا جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہی لباس کی زینت میں بالوں کی آرائش میں، باریک اور شوخ کپڑوں کے انتخاب میں اور ایسے ایسے خفیف جزئیات تک میں اپنا اثر ظاہر کرتا ہے جن کا احاطہ ممکن نہیں قرآن نے ان سب کے لئے ایک جامع اصطلاح تبرج جاهلیه استعمال کی ہے ہر وہ زینت اور ہر وہ آرائش جس کا مقصد شوہر کے سوا دوسروں کے لئے لذت نظر بنا ہو، تبرج جاہلیت کی تعریف میں آجاتی ہے اگر برقع بھی اس غرض کیلئے خوبصورت اور خوشرنگ بنایا

کیا جائے کہ نگاہیں اس سے لذت یاب ہوں تو یہ بھی تبرج جاہلیت ہے۔ اس کے لئے کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کا تعلق عورت کے اپنے ضمیر سے ہے۔ اس کو خود ہی اپنے دل کا حساب لینا چاہئے کہ اس میں کہیں یہ ناپاک جذبہ تو چھپا ہوا نہیں ہے اگر ہے تو وہ اس حکم خداوندی کی مخاطب ہے ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ یعنی اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں جس بناؤ سنگار کی نمائش تم کرتی پھرتی تھیں وہ اب نہ کرو۔

جو آرائش بری نیت سے پاک ہو وہ اسلام کی آرائش ہے اور جس میں ذرہ برابر بھی بری نیت شامل ہو وہ جاہلیت کی آرائش ہے۔

فتنۂ زبان

شیطان نفس کا ایک دوسرا خطرناک ایجنٹ زبان ہے کتنے فتنے ہیں جو زبان کے ذریعے سے پیدا ہوتے اور پھیلتے ہیں۔ مرد اور عورت بات کر رہے ہیں کوئی برا جذبہ نمایاں نہیں ہے مگر دل کا چھپا ہوا چور آواز میں حلاوت لہجے میں رکاوٹ، باتوں میں گھلاوٹ پیدا کئے جا رہا ہے قرآن اس چور کو پکڑ لیتا ہے

ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا	اگر تمہارے دل میں خدا کا خوف ہے تو دبی زبان سے بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں بدنیتی کی بیماری ہو گی وہ تم سے کچھ امیدیں وابستہ کر لیگا بات کرو تو سیدھے سادے طریقے سے کرو جس طرح انسان انسان سے بات کیا کرتا ہے۔

یہی دل کا چور ہے جو دوسروں کے جائز یا ناجائز صنفی تعلقات کا حال بیان کرنے میں بھی مزے لیتا ہے اور سننے میں بھی۔ اسی لطف کی خاطر عشق و محبت کے افسانے جھوٹ سچ ملا کر جگہ جگہ بیان کئے جاتے ہیں اور سوسائٹی میں ان کی اشاعت اس طرح ہوتی ہے جیسے پورے پورے آنچ لگتی جائے۔ قرآن اس پر بھی تنبیہ کرتا ہے:۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ	جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔

فتنۂ زبان کے اور بھی بہت سے شعبے ہیں اور ہر شعبہ میں دل کا ایک نہ ایک چور اپنا کام کرتا ہے اسلام نے ان سب کا سراغ لگایا ہے اور ان سے خبردار کیا ہے۔ عورت کو اجازت نہیں کہ اپنے شوہر سے دوسری عورتوں کی کیفیت بیان کرے

لا تباشر المرأۃ حتی تصفھا لزوجھا کانہ ینظر الیھا	عورت عورت سے خلا ملا کرے ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی کیفیت اپنے شوہر سے اس طرح بیان کرے گویا وہ خود اس کو دیکھ رہا ہے۔

عورت اور مرد دونوں کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ اپنے پوشیدہ ازدواجی معاملات کا حال دوسرے لوگوں کے سامنے بیان کریں کیونکہ اس سے بے حیائی کی اشاعت ہوتی ہے اور دلوں میں شوق پیدا ہوتا ہے۔ (ابوداؤد)

نماز باجماعت میں اگر امام غلطی کرے یا اس کو کسی حادثہ پر متنبہ کرنا ہو تو مردوں کو سبحان اللہ کہنے کا حکم ہے مگر عورتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ صرف دستک دیں زبان سے کچھ نہ بولیں (ابوداؤد)

فتنۂ آواز

بسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے مگر دوسری حرکات سے سامعہ کو متاثر کیا جاتا ہے اس کا تعلق بھی نیت کی خرابی سے ہے اور اسلام اس کی بھی ممانعت کرتا ہے

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن	اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے (یعنی جو زیور وہ اندر پہنے ہوئے ہیں) اس کا حال معلوم ہو (یعنی جھنکار سنائی دے)۔

فتنۂ خوشبو

خوشبو بھی ان قاصدوں میں سے ایک ہے جو ایک نفس کا پیغام دوسرے نفس شریر تک پہنچاتے ہیں یہ خبر رسانی کا سب سے زیادہ لطیف ذریعہ ہے جس کو دوسرے تو ضعیف ہی سمجھتے ہیں مگر اسلامی حیا اتنی حساس ہے کہ اس کی طبع نازک پر یہ لطیف تحریک بھی گراں ہے وہ ایک مسلمان عورت کو اس کی اجازت نہیں دیتی کہ خوشبوئیں بسے ہوئے کپڑے پہن کر راستوں سے گذرے یا محفلوں میں شریک ہو کیونکہ اس کا حسن اور اس کی زینت پوشیدہ بھی رہی تو کیا فائدہ ہوا اس کی عطریت تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کر رہی ہے۔

قال النبی صلعم المرأۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا و کذا یعنی زانیۃ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گذرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے۔
اذا شھدت احداکن المسجد فلا تمس طیبا	جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔
طیب الرجال ما ظھر ریحہ وخفی لونہ و طیب النساء ما ظھر لونہ وخفی ریحہ	مردوں کے لئے وہ عطر مناسب ہے جس کی خوشبو نمایاں اور رنگ مخفی ہو اور عورتوں کے لئے وہ عطر مناسب ہے جس کا رنگ نمایاں اور خوشبو مخفی ہو۔

فتنۂ عریانی

ستر کے باب میں اسلام نے انسانی شرم و حیا کی جس قدر صحیح اور مکمل نفسیاتی تعبیر کی ہے اس کا جواب دنیا کی کسی تہذیب میں نہیں پایا جاتا۔ آج دنیا کی مہذب ترین قوموں کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے مردوں اور ان کی عورتوں کو اپنے جسم کا کوئی حصہ کھول دینے میں باک نہیں ان کے ہاں لباس محض زینت کے لئے ہے، ستر کے لئے نہیں ہے۔ مگر اسلام کی نگاہ میں زینت سے زیادہ ستر کی اہمیت ہے وہ عورت اور مرد دونوں کو جسم کے ان تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لئے کشش پائی جاتی ہے عریانی ایک ایسی بے شرمی ہے جس کو اسلامی حیا کسی حال میں بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ غیر تو غیر اسلام اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ میاں اور بیوی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہوں۔

اذا اتی احدکم اھلہ فلیستتر ولا یتجرد تجرد العیرین	جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس کو چاہئے کہ ستر کا لحاظ رکھے بالکل گدھوں کی طرح دونوں ننگے نہ ہو جائیں۔
قالت عائشۃ ما نظرت الی فرج رسول اللہ صلعم	حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا۔

———

تذکرۃ الصحابہ

حضرت سلمان فارسی رضؓ

امیرِ فارس کی سادہ زندگی

تلاشِ حق میں بادیہ نوردی

علاقہ اصفہان کے ایک دیہاتی کسان کے اکلوتے اور لاڈلے فرزند تھے باپ وفورِ محبت میں لڑکیوں کی طرح گھر ہی میں بند رکھتا تھا آتشکدہ کی دیکھ بھال سپرد تھی۔ مجوسیت کے بڑے پختہ کار رکھدی سے یکایک پختہ کار عیسائی بن گئے اس طرح کہ ایک روز اتفاقاً ایک کھیت کو گئے اثنائے راہ کے گرجے میں عیسائیوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر اس طرزِ عبادت پر والہانہ فریفتہ ہوگئے۔ باپ نے مقید کردیا مگر آپ کسی طرح بھاگ کر عیسائیوں کے ساتھ شام کے ایک بشپ کی خدمت میں پہنچ گئے جو بہت بداخلاق تھا اور صدقہ کا تمام روپیہ خود لیکر رکھ لیتا تھا زندگی میں تو کچھ کہہ نہ سکے مرا اور عیسائی اسے شان و شوکت کے ساتھ دفن کرنے پر تیار ہوگئے تو آپ نے اس کا سارا پول کھولکر رکھدیا اور تصدیق کے طور پر سات مٹکے سونے چاندی سے لبریز دکھا دیئے اور سزا اس کی لاش صلیب پر چڑھا دی گئی۔

دوسرا بشپ بہت متقی و عابد تھا اور آپ سے محبت بھی کرتا تھا مگر اسے جلد پیامِ موت آگیا آپ کے استفسار پر فرمایا کہ اب تو میرے علم میں کوئی سچا عیسائی نہیں جو تھے مرچکے دین میں بہت کچھ تحریف ہو چکی البتہ موصل میں ایک شخص ہے اس کے پاس چلے جاؤ اس کے پاس پہنچکر کچھ ہی مدت رہنے پائے تھے کہ اس کا بھی وقت آگیا اور وہ نصیبیا میں ایک پادری کا پتہ بتا گیا یہ سب سے زیادہ عابد و زاہد تھا عموریہ میں ایک شخص کا پتہ دیکر یہ بھی راہی ملکِ بقا ہوا لیکن جب اسقفِ عموریہ بھی جلد ہی بسترِ مرگ پر دراز ہوا تو آپ بہت افسردہ ہوئے اسقف نے کہا بیٹا اب تو دنیا میں کوئی ایک شخص ہی ایسا نظر نہیں آتا میں تجھے جس کے پاس جانے کا مشورہ دوں۔ عنقریب ریگستانِ عرب سے پیغمبرِ آخر الزماں پیدا ہونے والے ہیں جن کے دونوں شانوں کے مابین مہرِ نبوت اور صدقہ اپنے اوپر حرام سمجھیں گے آخری وصیت یہی ہے کہ ممکن ہو تو ان سے ضرور ملنا۔ ایک عرصہ تک آپ عموریہ ہی میں رہے بکریاں چراتے پالتے اور اسی پر اپنا گذارہ کرتے رہے۔

اسلام و غزوات

ایک روز عرب تاجروں کے ایک قافلہ کو ادھر سے گذرتا دیکھ کر ان سے کہا کہ اگر تم مجھے عرب پہنچا دو تو میں اس کے صلہ میں اپنی گائیں اور بکریاں سب آپ کی نذر کردوں گا انہوں نے وادی القریٰ پہنچتے ہی آپ کو غلام بنا کر فروخت کردیا۔ لیکن اس غلامی پر جو کسی کے آستانِ ناز تک رسائی کا ذریعہ بنے ہزار آزادیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔ یہودی نے اپنے چچیرے بھائی کے ہاتھ جو مدینہ سے آیا تھا فروخت کردیا آثار و علائم سے سمجھ گئے کہ شاہدِ مقصود کا جلوہ گاہ یہی ہے۔ اب کیا تھا دیدارِ جمال کی آرزو میں شب و روز گذارنے لگے۔ آفتابِ رسالت طلوع تو ہوچکا تھا مگر ظلمتِ حیرہ دستی کی گھٹا ذل میں روپوش تھا اتنی فرصت کہاں تھی کہ ارضِ مکہ پہنچتے آخر صبحِ امید کا اجالا ہوا۔ مدینہ منورہ میں آمد آمد کا شور ہوا۔

سنتے ہی مدہوش ہوگئے آتا نے گونہ رسید کیا خاموش ہوگئے۔ کچھ روز کے بعد تمام نشانات پاکر فریفتہ ہوگئے۔ روئے اور اپنی سرگذشت سنائی اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ حضورؐ کو آپ کی داستانِ حیات اس درجہ پسند آئی کہ تمام صحابہ کرام کو سنائی اور حضورؐ کے حکم پر تمام مسلمانوں نے معاوضہ دیکر آپ کو آزاد کرالیا اور حضرت ابو درداءؓ سے مواخات کرادی۔ غزوات بدر و احد میں تو غلامی کی حالت تھی غزوۂ خندق میں بڑی سرفروشی کے ساتھ لڑے کھلے میدان میں نہ لڑنا اور مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا مشورہ آپ ہی نے دیا تھا۔

انتقال و نصیحت

بدر و احد کے سوا تمام غزوات میں شریک رہے عہدِ صدیقی میں عراق چلے گئے آپ کے مواخاتی بھائی ابو درداءؓ نے اپنی خوشحالی کا حال لکھکر شام میں سکونت کی دعوت دی تو لکھا۔ "مال و اولاد کی کثرت میں کوئی خیر نہیں خیر اس میں ہے کہ تمہارے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچے تمہارا تحمل زیادہ ہو۔ ارضِ فارس کا قیام بھی اس وقت تک فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک تمہارے اعمال اس قابل نہ ہوں عمل بھی ایسا کہ گویا خدا دیکھ رہا ہے اور خود کو مردہ سمجھو"

عہدِ فاروقی میں محاذِ ایران پر سرفروشانہ لڑے اور تبلیغی فرائض بھی انجام دیتے رہے پھر مدائن کی گورنری کے عہدہ پر فائز ہوگئے۔ مقربِ بارگاہِ رسالت ہونے کی بنا پر حضرت فاروقِ اعظمؓ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ عہدِ عثمانی میں مرغِ روح قفسِ خاکی سے چھوٹ کر شاخِ طوبیٰ پر پہنچا دورانِ علالت میں حضرت سعد بن وقاص کو دیکھکر رونے لگے حضرت سعدؓ نے کہا کہ یہ رونے کا وقت نہیں خوشی اور مسرت کا وقت ہے رسول اللہ تم سے خوش گئے حوضِ کوثر پر ان سے ملوگے بچھڑے ہوئے رفقا سے ملاقاتیں ہونگی۔" فرمایا نہ موت کا غم نہ دنیا کی حرص باقی رسولؐ اللہ سے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیوی سازوسامان ایک مسافر کے زادِ راہ سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے دیکھتے ہو کہ میرے اردگرد کتنے سانپ ہیں۔ یہ سانپ کیا تھے ایک تسلہ ایک بڑا پیالہ اور ایک لگن عرض کی کوئی نصیحت کیجئے فرمایا کسی کام کے کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو۔

تبحرِ علمی

عرصہ تک صحبتِ نبوی میں رہنے سے علوم کے بحرِ بیکراں بن گئے کتبِ سابقہ کا بھی پورا علم تھا علمی حیثیت سے صحابہ میں درجۂ اختصاص رکھتے تھے اور فضلائے کبار میں آپ کا شمار تھا احادیث کے بیان کرنے میں آپ بہت محتاط تھے۔ جب حضرت ابو حذیفہؓ نے آپ سے جاکر کہا ہے کہ آپ میری بیان کردہ احادیث کی تصدیق کیوں نہیں کرتے فرمایا ابو حذیفہ رسول اللہ لوگوں کو کبھی خوش ہوکر کچھ کہہ دیتے تھے اور کبھی غصہ میں زبانِ مبارک سے کچھ نکل جاتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ تم ان باتوں کو مسلمات کے طور پر لوگوں سے بیان کرکے کسی کو کسی کا دشمن

اور کسی کو کسی کا دشمن بنا دو گے۔ کیا انھیں اس کا علم نہیں کہ حضور نبی کریم فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا اگر میری زبان سے غصہ کی حالت میں کسی کے لئے کوئی برا کلمہ بھی نکل جائے تو اسے بھی لوگوں کے حق میں خیر بنا دینا۔ باز آؤ ورنہ میں عمر سے کہدونگا ہم تو ابتدا سے یہی بتاتے چلے آئے ہیں کہ سب سے پہلے قرآن پر نظر ڈالنی چاہئے احادیث ضرور مقدس ہیں لیکن ان کی صحت کا اندازہ کرلینا چاہئے۔

تقرب بارگاہ اور شاندار مساوات

مذہبی جذبہ ہر زمانہ میں شدت کے ساتھ کارفرما رہا۔ آتش پرستی علیائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں جب تک رہے پختہ رہے۔ زہد و ورع اس حد تک پہنچ گیا تھا جس کے بعد سے رہبانیت و ترک علائق کی حد شروع ہو جاتی ہے اسلام کے نزدیک اگر رہبانیت حرام نہ ہوتی تو آپ خانہ داری کی جھنجھٹوں میں ہی نہ پڑتے نہ میدان جہاد میں شمشیر بکف نظر آتے اور نہ ان کی زندگیاں تک کا انتظام کرتے اور علوم و حکم میں قدم بڑھاتے نظر آتے تاہم آپ روحانیت کے بلند منصب پر فائز ہوئے ولایت کے اعلیٰ رتبہ پر پہنچے یہ اسی کا اثر تھا کہ زندگی بھر گھر نہیں بنایا یہ حالت رہی کہ جہاں کہیں درخت یا دیوار کا سایہ مل جاتا پڑ رہتے آخر بڑے اصرار پر صرف اتنی سی جھونپڑی بنانے پر راضی ہوئے کہ کھڑے ہوں تو سر چھت سے لگ جائے لیٹیں تو پاؤں دیواروں سے لگ جائیں۔

یہ گھر کا پورا اثاثہ چار پانچ روپے سے زیادہ نہ تھا معمولی سا بستر تھا اور اینٹوں کا تکیہ بنا رکھا تھا لطف یہ ہے کہ اس پر بھی روتے تھے اور فرماتے تھے کہ:-

"حضور نبی کریم نے فرمایا ہے کہ انسان کا تمام ساز و سامان ایک سوار سے زیادہ نہ ہونا چاہئے اور میرا یہ حال ہے۔" (مسند احمد بن حنبل جلد ۵)

اس وقت جبکہ کم درجہ کے مزدوران تھے پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے اور کم و بیش تیس ہزار نفوس پر فرمانروائی کر رہے تھے آپ کے پاس صرف ایک عبا تھی جس میں لکڑیاں جمع کرتے تھے اسی کا نصف حصہ اوڑھ لیتے تھے اور نصف بچھا لیتے۔ ہر شعبہ حیات میں تکلف کہ آپ سور رنگ کے سوا سادگی بہت غالب تھی گورنری کے زمانہ میں چاہتے تو شکوہ و شان اور خدم و حشم کے تمام لوازم مہیا ہو سکتے تھے لیکن نہیں ہر زمانہ میں آپ کی حالت یکساں رہی گورنری کے زمانہ میں اس نہج سے نکلتے کہ سواری میں گدھا ہوتا جس پر کاٹھی بھی نہ ہوتی۔ ایک تنگ اور چھوٹی قمیص ہوتی اور ایک جانگیا جس سے ٹانگیں کھلی رہتیں تھیں۔

لوگ اس ہیئت میں دیکھکر گرگ آمد گرگ آمد کہتے بعض اوقات لڑکے پیچھے لگ جاتے اور لوگ انہیں ڈانٹ کر ہٹاتے۔ ایک دفعہ فوج کی قیادت سپرد ہوئی تو سپاہی دیکھ کر ہنستے تھے کہ یہ امیر ہیں۔ ایک دفعہ ابو قلابہ نے دیکھا بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہیں خادم کام کو گیا ہے۔ استفسار پر فرمایا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اس سے دو دو کام لوں ایک مرتبہ مزدور سمجھکر ایک شخص آپ سے چارہ اٹھوا کر لے آیا راستے میں لوگ دیکھکر متحیر ہوئے اور اس شخص کی ندامت و خوف کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا آپ نے فرمایا میں اس چارہ کو اٹھوا اس کے گھر ہی پہنچاؤں گا مجھے اس میں نیک نیتی کا ثواب ملیگا۔

قابل تقلید خصوصیت

قابل اتباع خصوصیت یہ تھی کہ خود تو اس سادگی کے عالم میں رہتے تھے اور اپنی پانچ ہزار کی تنخواہ ایک ایک پائی اسی روز مستحقین کو تقسیم کر دیتے۔ فرصت کے اوقات چٹائیاں بنکر فروخت کیا کرتے تھے اس آمدنی کو اپنی آمدنی سمجھتے تھے اور اسے اسی طرح خرچ کرتے تھے جس طرح ایک عاقل اور مآل اندیش انسان کو خرچ کرنا چاہئے۔ اس آمدنی کے کل تین حصے کر لیتے تھے ایک تہائی اصل سرمایہ کے طور پر جمع رکھتے تھے ایک تہائی اہل و عیال پر خرچ کرتے اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے ہر انسان کو یہی شعار عمل اختیار کرنا چاہئے۔

آج مسلمانوں کی یہ حالت ہو کہ جو کماتے ہیں اڑا دیتے ہیں حالانکہ رسول اکرم کی تعلیم ہے کہ آمدنی میں سے پس انداز بھی ضرور کرنا چاہئے اگر وہ پس انداز کرنا شروع کر دیں تو ان کی مالی و قومی حالت بہت مستحکم ہو جائے اور وہ اقتصادی طور پر کسی کے غلام نہ رہیں۔

زبان سے کلمہ حق نکالتے ہوئے اور نظریہ خلافت الٰہیہ کی تبلیغ کرتے ہوئے ڈرتا ہے حالانکہ دونوں نظریوں میں بہت بڑا فرق ہے نازیت، اشتراکیت وغیرہ کل غیر اسلامی نظریات کی حالت یہ ہے کہ ان کی بنیادیں کھوکھلی اور کمزور ہیں ان کے فوائد سطحی بھی اور قلیل، ان کے مضار و معائب بحد و بے حساب اور ان کا نتیجہ آلام و مصائب تباہیاں اور پریشانیاں اس کے بالکل برعکس اسلامی نظریہ کی بنیاد مضبوط و مستحکم اور ٹھوس منطقی دلائل پر قائم ہے اس کے فوائد بیحد و حساب اور مضرت سے اس کا دامن بالکل پاک ہے اور اس کا نتیجہ دائمی امن و سلام و ترقی و خوشحالی ہے اسی وجہ سے ہمارے لئے اس کی ترویج ضروری ہو جاتی ہے نہ کہ قومی عصبیت کی بنا پر۔ لاریب انتہائی ننگ انسانیت اور صد درجہ بد دیانتی کا فعل ہوگا اگر ہم بنی نوع انسان کو گوناگوں مصائب دنیوی میں مبتلا اور ہلاکت و عذاب آخرت کی طرف جاتے ہوئے دیکھکر خاموش بیٹھے رہیں اور وہ نسخہ کیمیا ان کو بتائیں جو فلاح و سعادت کا یقینی اور واحد ضامن ہے۔

ذیل کی سطور میں ہم خلافت اسلامیہ کا ایک مجمل خاکہ پیش کرتے ہیں اور دنیا کے ہر اس شخص کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں جس میں انسانیت کا ایک ذرہ بھی باقی رہ گیا ہے خواہ وہ جرمن ہو یا جاپانی ترکی ہو یا ایرانی اطالوی ہو یا برطانوی ہندو ہو یا بودھ عیسائی ہو یا یہودی یا موجودہ کا نسلی مسلمان خواہ کانگریسی ہو یا مسلم لیگی ہم سب نہایت برملا الفاظ میں پرسطور دلیلوں کے ساتھ کہتے ہیں کہ جمہوریت نازیت، فاشیت، اشتراکیت وغیرہ کے طلسمات کو توڑ دو اور انسانی حاکمیت کو لات مار کر خدائے واحد قدوس کی حکومت اس عالم آب و گل میں قائم کر کے خلیفۃ اللہ فی الارض کا مرتبہ عظمیٰ حاصل کرو اور یہ ہم اپنے ذاتی نفع کے لئے نہیں کہتے کسی قومی عصبیت کسی ملکی تعصب کسی نسلی تفوق کی بنا پر نہیں کہتے بلکہ محض تمہاری ہی ہمدردی کی بنا پر اور تم کو دنیا کی تباہی اور آخرت کے عذاب الیم سے بچانے کے لئے کہتے ہیں آئندہ تم کو اختیار ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔

ریاست و حکومت کا اسلامی تصور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے دنیا کے کل سیاسی تصورات سے بالکل انوکھا ہے اسلام انسانی حکومت و فرمانروائی کا قائل نہیں ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے اور محض قائم ہی نہیں کرنا چاہتا بلکہ تخلیق انسانی کی غرض و غایت اسی استخلاف فی الارض کو قرار دیتا ہے:

قولہ تعالیٰ واذ قال ربك للملائكة انی جاعل فی الارض خليفة

اس طرح وہ انسانیت کی قدر و عزت کو بلند ترین مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔

اسلام کی روح ارتقا و عروج ہے مگر وہ وہمی اور عارضی ارتقا نہیں جو غیر مسلمین کا نصب العین اور منتہائے نظر ہے بلکہ وہ ارتقا جو گہوارہ سے شروع ہو کر عالم آخرت تک جاری رہتا ہے اور جس کی حد و نہایت متعین نہیں ہے غیر اسلام میں ارتقاء و عروج کا تکمیل بالکل محدود ہے اور زیادہ سے زیادہ انسان کی موت تک جاری رہتا ہے

وعظ بشیر

عبادت

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ہ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ہ امابعد۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو محض عبادت کے لئے پیدا کیا ہے یعنی انسان کا مقصد حیات اپنے خدا کی عبادت ہے۔ یہ عبادت وبندگی لازم ہے خدا کی ہستی کے اس اقرار واعتراف کے ساتھ جو انسان کی فطرت میں مرکوز ہے یعنی ایک مافوق الادراک ہستی کو اپنا خالق و مالک، قادر مطلق، پروردگار رازق، حاجت روا، مشکل کشا ماننا انسانی فطرت میں داخل ہے وہ ایسی ہستی کے اقرار پر مجبور ہے اگر وہ انکار کرنا بھی چاہے تو نہیں کرسکتا۔ اگر ایسا ہو بھی تو صرف زبانی انکاری ہوگی مگر دل لامحالہ معترف ومقر رہیگا اس فطری اقرار کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان اپنے مالک وخالق کے ساتھ تعلق قائم کرے اور اس کے سامنے اظہار بندگی وعبودیت کرے اس مختصر تفصیل سے بآسانی یہ نتیجہ نکل آتا ہے کہ کسی نہ کسی ہستی کو اپنا خالق و مالک ماننا اس کی ہستی پر ایمان لانا اور اس کی درگاہ میں سر نیاز جھکانا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔

نیز ظاہر ہے کہ جو چیز فطری ہو اس کو سمجھنے اور پورا کرنے میں ہی انسان کی فلاح ونجات ہے اور اسی پر تمام دینی ودنیوی سعادتیں موقوف ہیں لہذا اس چیز کی تفصیل کو ذرا توجہ اور غور کے ساتھ سنیئے۔

عبادت کی تعریف

برادران محترم! عبادت کے معنی اظہار بندگی کے ہیں جہاں انسان نے خدا کی ہستی کا اقرار کیا وہیں یہ عبادت از خود فرض ہوگئی اور کوئی شخص کسی حال میں بھی اس سے سبکدوش نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ سرے سے خدا کے خالق اور اپنے بندے ہونے سے ہی انکار نہ کردے مگر جس شخص کے دماغ میں ذرا بھی عقل ہے وہ خدا کے خالق ہونے اور اپنے بندے ہونے کا انکار نہیں کرسکتا۔

عبادت کی اصل یہ ہے کہ خدا کی ہستی خواہ ہماری عقل میں آئے یا نہ آئے ہم اسے ثابت کرسکیں یا نہ کرسکیں لیکن ہمارا دل ہمیں اس بات پر ضرور مجبور کرتا ہے کہ خدا کو مانیں مصیبت وتکلیف کے وقت اس سے مدد کے طالب ہوں اس کی محبت وتعظیم کریں اس سے خوف وامید رکھیں اس کے سامنے عجز وانکسار ظاہر کریں اور اس کی تعریف وتوصیف اپنی زبان دل اور اعضا سے بیان کریں یہی عبادت کی اصل ہے اور اسی کو جذبۂ عبودیت کہتے ہیں۔

خدائے نادیدہ کی درگاہ میں ناصیہ فرسائی اور جذبۂ عبودیت کی تسکین کا تقاضا اتنا قوی ہے کہ انسان نے کبھی سورج کے سامنے اپنا ماتھا رگڑا کبھی درختوں اور دریاؤں کے سامنے نذر عقیدت پیش کیا کبھی ستاروں کو اپنا معبود سمجھا اور کبھی پتھر کی مورتوں کے سامنے سجدے کئے اسی طرح اپنے جذبۂ عبودیت کی تسکین کے لئے انسان نے سیکڑوں معبود اپنے دماغ سے تراشے اور خود ساختہ خداؤں کے سامنے سجدے کئے اور اپنی جہالت وحماقت کے سبب اصل معبود کی پرستش سے باز رہے۔

بالآخر انسان کے پیدا کرنیوالے کو اپنے بندوں کی گمراہی اور جہالت وشقاوت پر رحم آیا اور افق فاران سے خورشید رسالت نے طلوع کیا اس کی تیز شعاعوں نے ان جھوٹے معبودوں کو جو جہالت کے پردوں میں خدائی کر رہے تھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیغام فنا سنایا انسان کے دل ودماغ کو منور کیا اور عبد ومعبود کے تعلق کو از سر نو مضبوط واستوار کردیا۔

عبد ومعبود کا تعلق

عزیزو! خالق ومخلوق اور عبد ومعبود کا تعلق دل سے ہے یہ تعلق الفاظ واشارات اور ظاہری حرکات وسکنات کا محتاج نہیں جہاں ہمارے دل میں خدا کی تعریف وتوصیف حمد وثنا اور درگاہ الٰہی میں سر جھکانے کا خیال ہوا اور ہماری عبادت مقبول ہوئی اور ہمارے جذبۂ عبودیت کی تسکین کا سامان ہوا یہی وجہ ہے کہ اسلامی عبادت میں نیت شرط ہے اور یہ نیت کیا ہے؟ دل کا خدا کی طرف رجوع اور اس کی تسبیح وتقدیس کا ارادہ پس علیم وخبیر خدا کی عبادت وبندگی اور شکریہ ادا کرنے کے لئے زبان سے کچھ کہنے اور اعضاء جسمانی کو خاص اور مقررہ انداز سے حرکت دینے کی ضرورت نہیں عبد ومعبود کا تعلق صرف دل سے ہے وہ ہمارے دلوں کے حالات سے خبردار ہے خدا کے سامنے عجز ونیاز ظاہر کرنے اور اس کی عبادت کرنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارے دل میں اس کا خیال پیدا ہوجائے۔ اب ہم اپنا منہ پورب کی طرف کریں یا پچھم کی طرف خدا ہر جگہ اور ہر سمت ہے سمت کی تعیین وتخصیص کی بھی کوئی ضرورت نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر	حقیقی نیکی صرف یہ نہیں کہ تم اپنے منہ کو مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ حقیقی نیکی اللہ پر اور آخرت پر ایمان لانا ہے۔

اب آپ کہیں گے کہ جب عبادت کا تعلق دل سے ہے اور باقی الفاظ واشارات اور حرکات وسکنات غیر ضروری ہیں تو اسلام نے اپنی ہر عبادت میں کیوں رکھا ہے؟ اسلام نے عبادت الٰہی کے لئے کچھ الفاظ مخصوص اور کچھ حرکتیں مقرر کردی ہیں جن کے بغیر عبادت مکمل ودرست نہیں ہوتی سو جان لیجئے کہ ظاہر وباطن کا جو تعلق ہے وہ آپ طہارت کے بیان میں معلوم کرچکے ہیں لیکن یہاں ذرا تفصیل کے ساتھ معلوم کرلیجئے۔

ظاہر وباطن کا تعلق

بزرگان ملت! مذکورہ بالا تفاصیل کا مطلب یہ نہ سمجھئے کہ عبادت میں کسی ظاہری پابندی کی ضرورت نہیں اور دل ہی دل میں صرف اللہ کو یاد کرلینا کافی ہو یاد رکھئے دل سے خدا کی یاد اسی وقت ہوسکتی ہو جبکہ اس کے ساتھ اعضاء ظاہری بھی شامل

ہوں حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ دل و دماغ جسم انسان میں بادشاہ کے مانند ہیں اور حواس ظاہری و اعضا جسمانی مصاحبوں یا رعیت کے مانند ہیں گویا جسم ایک سلطنت ہے عبادت کا مقصود اس سلطنت کے نظام کو قائم کرنا اور راعی و رعایا کو مہذب بنانا ہے اب اگر سلطنت جسم میں صرف دل ہی والی ہوتا تو بیشک صرف دل ہی دل میں خدا کی یاد کر لینا کافی ہوتا مگر اعضا ارکان و مصاحب بھی تو ہیں ان کو بھی حکومت الٰہی میں لانا اور مہذب بنانا اسلامی عبادات کا منشا ہے اس لئے اسلام نے اپنی عبادتوں میں مخصوص الفاظ اور مقررہ حرکتوں کو بھی رکھا ہے تاکہ جسم کے ساتھ دل بھی عبادت میں شامل رہے جس طرح بادشاہ رفتہ رفتہ نامعلوم طریقہ سے اپنے مصاحبوں اور درباریوں کی خو بو اختیار کر لیتا ہے اسی طرح دل و دماغ بھی آہستہ آہستہ حواس ظاہری اور حرکات جسمانی سے متاثر ہو کر الٰہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں پس جس عبادت میں اعضا جسمانی شامل نہ ہوں وہ عبادت نامکمل اور غیر فطری ہے۔

حضرات! چونکہ ظاہر و باطن اور جسم و دل ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں دل کا اثر جسم پر پڑتا ہے اور جسم کا اثر دل پر اس لئے اسلام نے دونوں کو عبادت میں شامل رکھا ہے علاوہ ازیں اسلام نے جو عبادت کے گوناگوں طریقے مقرر کئے ہیں ان کا بڑا مقصد خود ہماری اصلاح و درستی ہے اس طرح ہمارا ظاہر و باطن الٰہی رنگ اختیار کر لیتا ہے اور ہمارے ظاہری و باطنی قویٰ پر حکومت الٰہی قائم ہو جاتی ہے پس ہمارے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے، دو زانو بیٹھنے، جھکنے، سجدہ کرنے اور زبان سے کچھ الفاظ دہرانے سے ہمارے معبود کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ یہ چیزیں خود عابد کو گوناگوں نفع اور فائدہ پہنچاتی ہیں ان کے ہونے نہ ہونے سے عبادت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا یعنی ان کا ہونا عبادت کے لئے بہر حال اور بہر صورت لازمی نہیں اگر کسی وجہ سے کوئی شخص ارکان ظاہری کی بجا آوری سے معذور ہے تو اس کی عبادت ان چیزوں کے بغیر بھی ہو جاتی ہے۔

سب سے اچھی اور فطری عبادت کونسی ہے؟

برادران اسلام! ان تفصیلات سے ظاہر ہو گیا کہ سب سے اچھی اور فطرت عبادت وہ ہے جس میں عبودیت کی سب سے زیادہ شان پائی جاتی ہو یعنی جس میں ہمارا دل ہماری زبان اور تمام اعضا اپنے اپنے طبعی فرائض اعتدال و میانہ روی کے ساتھ پورے کریں اور شریک عبادت رہیں وہی عبادت بہتر و افضل ہے جس میں دل حاضر ہو دل نور ایمان سے منور روح بارگاہ کبریائی میں جھکی رہے اور تمام اعضا جسمانی بھی خدا کی تسبیح و تقدیس کے فرض کی بجا آوری میں مصروف رہیں عبادت وہی ہے جو زبان، دل اور اعضا کے اتفاق سے ادا کی جائے بدن کا بڑا حصہ دل اور دماغ ہیں ان کا توجہ الی اللہ عبادت کی روح ہے یعنی اخلاص اور حضور قلب عبادت کی جان ہے۔ پس جو الفاظ زبان سے کہتے ہو یا جو کام اعضا سے کرتے ہو ان کا اثر دل میں ہونا چاہیئے۔ ظاہر کے افعال باطن کے افعال کا باعث ہیں اور مقصود بالذات افعال باطنی ہی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو اگر اتنی صلاحیت نہیں تو یہی سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے یعنی جس طرح نماز میں تم سب طرف سے منہ پھیر کر قبلہ کی طرف کرتے ہو اسی طرح دل کو بھی خدا کی طرف متوجہ کرو اور ماسوی اللہ سے اس کو خالی کر دو۔ دل کے خدا کی طرف متوجہ ہونے کے معنے یہ ہیں کہ عابد یقین کرے کہ اللہ تعالےٰ میرے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے اس یقین سے عابد کی عبادت میں جان پیدا ہو جائے گی جب تک ایسا نہ ہو عبادت کا منشا عالیہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

اب یہ سمجھ لیجئے کہ عبادت کا فائدہ کیا ہے؟

عبادت کا فائدہ

بزرگو! لوگوں نے فائدہ کو صرف دنیا میں محدود سمجھ لیا ہے اور ان کے نزدیک سب سے بڑے فائدہ کی چیزیں مال و دولت جاہ و حشمت صحت و تندرستی عیش و آرام اور بیوی بچے ہیں جن اعمال سے یہ باتیں حاصل نہ ہوتی ہوں ان کو وہ بیکار سمجھتے ہیں یہ ہے مادہ پرستی اور گمراہی کی بنیادی اینٹ جس پر غفلت و معصیت کی عمارت کھڑی ہوتی ہے اور بالآخر انسان فرعون اور قارون بنتا ہے۔ سو یاد رکھئے کہ انسان کا حقیقی فائدہ رضائے الٰہی اور حصول نجات ہے سو عبادت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے رضائے الٰہی اور نجات حاصل ہوتی ہے اب یہ اسلامی عبادات کا کمال ہے اور احسان پر احسان کہ ان کی بجا آوری سے نہ صرف رضائے الٰہی اور نجات حاصل ہوتی ہے بلکہ دنیا میں بھی بہت سے فائدے ہوتے ہیں جن کی تفصیل اپنی اپنی جگہ بیان کی جائیگی۔

صاحبو! عبادت کرنے سے خدا کا کوئی فائدہ نہیں وہ تو بے نیاز ہے اگر دنیا میں ایک فرد بھی اس کا نام لینے والا اور اس کی عبادت کرنے والا نہ ہو تو اسکی خدائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر کوئی عبادت نہیں کرتا تو نہ کرے سعید یا جہنم کو جائے اس سے خدا کا کیا بگڑتا ہے اگر تم عبادت کرتے ہو تو خدا پر اس کا کیا احسان ہے جو وہ اس کے عوض تمہاری روزیوں میں برکت دے اور عبادت کے لالچ میں تمہاری حاجتیں پوری کرے۔ عبادت کے کرنے نہ کرنے سے خود تمہارا ہی فائدہ و نقصان ہے پس عبادت الٰہی میں تھوڑا سا وقت اور مال صرف کرنا تضیع اوقات نہیں ہے بلکہ اس کا معاوضہ اس کی قیمت سے کہیں زیادہ بہشت میں حور وں تسنیم و سلسبیل اور شہد و دودھ کے گھونٹوں سے کو مل گیا لیکن یہ مابعد الموت کی باتیں ہیں۔ مگر اسلامی عبادت کا یہ کتنا بڑا فائدہ اور کمال ہے کہ مقررہ طریقوں پر عبادت کرنے سے یہ دنیا ہی بہشت بنجاتی ہے اور عبادت سے بہشتی زندگی کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ لیکن حقیقی عبادت تو یہ ہے کہ تم عبادت کے ان دینی و دنیوی فائدوں سے قطع نظر کر کے محض خدا کے لئے عبادت کرو اور اپنا فرض عبدیت سمجھتے ہوئے عبادت کرو۔ جو لوگ بہشت کے لالچ اور دوزخ کے خوف سے عبادت کرتے ہیں وہ نفس پرست بہار طے کے ٹٹو اور تاجر ہیں پس اپنا فرض عبدیت سمجھتے ہوئے محض خدا کے لئے خدا کی عبادت کرو۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں

(از حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

الذی لہ ملک السموات والارض ولم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک وخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا واتخذوا من دونہ الھۃ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ولا یملکون لانفسھم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیوۃ ولا نشورا

وہ جو آسمانوں اور زمین کی حکومت کا مالک ہے اور جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے اور اقتدار حکومت میں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز کے لئے پورا پورا اندازہ مقرر کیا ہے لوگوں نے اسے چھوڑ کر ایسے الٰہ بنا لئے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں جو خود اپنی ذات کے لئے بھی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے اور جن کو موت اور زندگی اور دوبارہ پیدائش پر کسی قسم کا اقتدار حاصل نہیں ہے۔

بدیع السموات والارض انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ وخلق کل شیء وھو بکل شیء علیم ذلکم اللہ ربکم لا الہ الا ھو خالق کل شیء فاعبدوہ وھو علی کل شیء وکیل

آسمان و زمین کو عدم سے وجود میں لانے والا اس کا کوئی بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں ہے اس نے تو ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے یہ ہے اللہ تمہارا رب کوئی اس کے سوا الٰہ نہیں ہے ہر چیز کا خالق ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو اور وہی ہر چیز کی حفاظت و خبرگیری کا کفیل ہے۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حبا للہ ولو یری الذین ظلموا اذ یرون العذاب ان القوۃ للہ جمیعا (بقرہ)

بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو خدائی میں اس کا شریک و مماثل قرار دیتے ہیں اور اللہ کی طرح ان کو بھی محبوب رکھتے ہیں حالانکہ جو ایمان لانے والے ہیں وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہیں کاش یہ ظالم اس حقیقت کو جسے نزول عذاب کے وقت محسوس کریں گے آج ہی محسوس کر لیتے کہ قوت ساری کی ساری اللہ ہی کے پاس ہے۔"

قل ارایتم ما تدعون من دون اللہ ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لھم شرک فی السموات ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ

کہو تم نے اپنے ان معبودوں پر کبھی غور بھی کیا جنھیں تم خدا کے بجائے حاجت روائی کے لئے پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ تو سہی کہ زمین کا کتنا حصہ ان کا بنایا ہوا ہے اور آسمانوں کی پیدائش میں ان کی کس قدر شرکت ہے؟ اس سے بڑھکر اور کون گمراہ ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتا۔

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا فسبحن اللہ رب العرش عما یصفون لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی الٰہ ہوتے تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا پس اللہ جو عرش (یعنی کائنات کے تخت سلطنت) کا مالک ہے ان تمام باتوں سے پاک ہے جو یہ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ اپنے کسی فعل کے لئے جوابدہ نہیں ہے اور سب جوابدہ ہیں:

ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الہ اذا لذھب کل الہ بما خلق ولعلا بعضھم علی بعض۔

اللہ نے نہ کوئی بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر الٰہ اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کو لیکر الگ ہو جاتا اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا۔

قل لو کان معہ الھۃ کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلا سبحنہ وتعالی عما یقولون علوا کبیرا

اے نبی کہو کہ اگر اللہ کے ساتھ دوسرے الٰہ ہوتے جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے، تو وہ مالک عرش کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے ضرور تدبیریں تلاش کرتے پاک ہے وہ اور بہت بالاتر ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

ان تمام آیات میں اول سے آخر تک ایک ہی مرکزی خیال پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ الٰہیت اور اقتدار لازم و ملزوم ہیں اور اپنی روح و معنی کے اعتبار سے دونوں ایک ہی چیز ہیں جو اقتدار نہیں رکھتا وہ الٰہ نہیں ہو سکتا اور اسے الٰہ نہ ہونا چاہیے اور جو اقتدار رکھتا ہے وہی الٰہ ہو سکتا ہے اور اسی کو الٰہ ہونا چاہیے، کیونکہ الٰہ سے تمہاری جس قدر ضروریات متعلق ہیں یا جن ضروریات کی خاطر تمہیں کسی الٰہ کو ماننے کی حاجت پیش آتی ہے ان میں سے کوئی ضرورت بھی اقتدار کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی لہٰذا غیر مقتدر کا الٰہ ہونا بے معنی ہے حقیقت کے خلاف ہے، اور اس کی طرف رجوع کرنا لاحاصل ہے۔

اس مرکزی خیال کو لیکر قرآن جس طریقہ سے استدلال کرتا ہے اس کے مقدمات اور نتائج حسب ذیل ترتیب کے ساتھ اچھی طرح سمجھ میں آ سکتے ہیں:-

(۱) حاجت روائی، مشکل کشائی، پناہ دہندگی، امداد و اعانت، خبرگیری و حفاظت اور استجابت دعوات جن کو تم نے معمولی کام سمجھ رکھا ہے دراصل یہ معمولی کام نہیں ہیں بلکہ ان کا سر رشتہ پورے نظام کائنات کی تخلیقی اور انتظامی قوتوں سے جا ملتا ہے تمہاری ذرا ذرا سی ضرورتیں جس طرح پوری ہوتی ہیں اس پر غور کرو تو تم کو معلوم ہو کہ زمین و آسمان کے عظیم الشان کارخانے میں بیشمار اسباب کی مجموعی حرکت کے بغیر ان کا پورا ہونا محال ہے۔ پانی کا ایک گلاس جو تم پیتے ہو اور گیہوں کا ایک دانہ جو تم کھاتے ہو اس کو مہیا کرنے کے لئے سورج اور زمین اور ہواؤں اور سمندروں کو خدا جانے کتنا کام کرنا پڑتا ہے تب کہیں یہ چیزیں تم تک پہنچتی ہیں پس تمہاری دعائیں سننے اور تمہاری حاجتیں رفع کرنے کے لئے کوئی معمولی اقتدار نہیں بلکہ وہ اقتدار درکار ہے جو زمین و آسمان کو پیدا کرنے کے لئے، سیاروں کو حرکت دینے کے لئے، ہواؤں کو گردش دینے اور بارش برسانے

کے لئے غرض پوری کائنات کا انتظام کرنے کے لئے درکار ہے۔

(۲) یہ اقتدار ناقابل تقسیم ہے یہ ممکن نہیں ہے کہ خلق کا اقتدار کسی کے پاس ہو اور رزق کا کسی اور کے پاس سورج کسی کے قبضہ میں ہو اور زمین کسی اور کے قبضہ میں پیدا کرنا کسی کے اختیار میں ہو بیماری اور صحت کسی اور کے اختیار میں اور موت اور زندگی کسی تیسرے کے اختیار میں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ نظام کائنات چل ہی نہ سکتا لہذا تمام اقتدارات و اختیارات کا ایک ہی مرکزی فرمانروا کے قبضہ میں ہونا ضروری ہے کائنات کا انتظام چاہتا ہے کہ ایسا ہو اور فی الواقع ایسا ہی ہے۔

(۳) جب تمام اقتدار ایک ہی فرمانروا کے ہاتھ میں ہے اور اقتدار میں کسی کا ذرہ برابر کوئی حصہ نہیں ہے کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تمہاری فریاد رسی کر سکے دعائیں قبول کر سکے، پناہ دے سکے، حامی و ناصر اور ولی و کارساز بن سکے، نفع یا نقصان پہنچا سکے لہذا الٰہ کا جو مفہوم بھی تمہارے ذہن میں ہے اس کے لحاظ سے کوئی دوسرا الٰہ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کوئی اس معنے میں بھی الٰہ نہیں کہ فرمانروائے کائنات کے ہاں مقرب بارگاہ ہونے کی حیثیت ہی سے اس کی کچھ زور چلتا ہو اور اس کی سفارش مانی جاتی ہو اس کے انتظام میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں کوئی اس کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتا اور سفارش قبول کرنا یا نہ کرنا بالکل اسی کے اختیار میں ہے کوئی زور کسی کے پاس نہیں ہے کہ اس کے بل پر وہ اپنی سفارش قبول کرا سکے۔

(۴) اقتدار اعلیٰ کی وحدانیت کا اقتضاء ہے کہ حاکمیت و فرمانروائی کی جتنی قسمیں ہیں سب ایک ہی مقتدر اعلیٰ کی ذات میں مرکوز ہوں اور حاکمیت کا کوئی جز بھی کسی دوسرے کی طرف منتقل نہ ہو۔ جب خالق وہ ہے اور خلق میں کوئی اس کے شریک نہیں جب پورے نظام کائنات کا مدبر و منتظم ہے اور تدبیر و انتظام میں کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں تو یقیناً حاکم اور آمر اور شارع بھی اسی کو ہونا چاہیئے اور اقتدار کی اس شق میں بھی کسی کے شریک ہونے کی کوئی وجہ نہیں جس طرح اس کی سلطنت کے دائرے میں اس کے سوا کسی دوسرے کا فریاد رس اور حاجت روا اور کارساز ہونا غلط ہے اسی طرح خود مختار حاکم اور آزاد و قانون ساز ہونا بھی غلط ہے۔ تخلیق اور رزق رسانی، احیاء اور اماتت، تسخیر شمس و قمر اور تکویر لیل و نہار، قضا و قدر، حکم اور بادشاہی امر اور تشریع سب ایک ہی کلی اقتدار و حاکمیت کے مختلف پہلو ہیں اور یہ اقتدار اور حاکمیت ناقابل تقسیم ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کے حکم کی سند کے بغیر کسی کے حکم کو واجب الاطاعت سمجھتا ہے تو وہ ویسا ہی شرک کرتا ہے جیسا ایک غیر اللہ سے دعا مانگنے والا شرک کرتا ہے۔ تو اس کا یہ دعویٰ بالکل اسی طرح خدائی کا دعویٰ ہے جس طرح فوق الطبیعی معنی میں کسی کا یہ کہنا کہ میں تمہارا ولی، کارساز اور مددگار و محافظ ہوں اسی لئے جہاں خلق اور تقدیر اشیاء اور تدبیر کائنات میں اللہ کے لاشریک ہونے کا ذکر کیا گیا ہے وہیں له الحكم اور له الملك اور لم يكن له شريك في الملك بھی کہا گیا ہے جو اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ الوہیت کے مفہوم میں بادشاہی و حکمرانی کا مفہوم بھی شامل ہے اور توحید الٰہ کے لئے لازم ہے کہ اس مفہوم کے اعتبار سے بھی اللہ کے ساتھ کسی کی شرکت نہ تسلیم کی جائے اس کو اور زیادہ کھول کر حسب ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء

کہو یا اللہ تو جو مالک ملک کا ہے تجھے اختیار ہے جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے۔

فتعلى الله الملك الحق لا اله الا هو رب العرش الكريم

پس بالا و برتر ہے اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ عرش بزرگ کا مالک ہے۔

قل اعوذ برب الناس ملك الناس اله الناس

کہو میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب سے انسانوں کے بادشاہ سے انسانوں کے الٰہ سے۔

اور اس سے زیادہ تصریح سورۂ مومن میں ہے جہاں فرمایا:-

يوم هم بارزون لا يخفى على الله منهم شيء لمن الملك اليوم لله الواحد القهار

جس روز سب لوگ بے نقاب ہونگے کسی کا کوئی راز اللہ سے چھپا نہ ہوگا اس وقت پکارا جائیگا کہ آج بادشاہی کس کی ہے؟ اور جواب اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ اس اکیلے اللہ کی جس کا اقتدار سب پر غالب ہے۔"

اس آیت کی بہترین تفسیر وہ حدیث ہے جو امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:-

انه تعالى يطوى السموات والارض بيده ثم يقول انا الملك انا الجبار انا المتكبر اين ملوك الارض؟ اين الجبارون اين المتكبرون

اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کو مٹھی میں لیکر پکاریگا میں ہوں بادشاہ، میں ہوں جبار، میں ہوں متکبر کہاں ہیں وہ جو زمین میں بادشاہ بنتے تھے کہاں ہیں جبار کہاں ہیں متکبر!-

عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور خطبہ میں یہ الفاظ فرما رہے تھے اس وقت آپ پر ایسا لرزہ طاری تھا کہ ہم ڈر رہے تھے کہیں آپ منبر سے گر نہ پڑیں۔

اسلام کا سیاسی نظریہ اور فلاحِ عالم

(از جناب حکیم محمد اسحاق صاحب سندیلوی)

اسلامی مسئلہ خواہ وہ مغربی اصول سے قطعاً متضاد ہی کیوں نہ ہو اور مغربی مسئلہ خواہ کتنا ہی غلط و مہمل کیوں نہ ہو مگر ان کا کام تو بس اتنا ہی ہے کہ اسلام کو کھینچ تان کر اس پر منطبق کر دیں خواہ اس کوشش میں اسلام کے ٹکڑے ہی کیوں نہ اڑ جائیں اس چیز کا نام ان کے نزدیک مغربی سیاست سے واقفیت اور جدید علم کلام میں مہارت ہے۔

میں ان لوگوں سے کہتا ہوں کہ بیشک آپ کو اس کا حق حاصل ہو کہ اپنا جو مسلک چاہیں اختیار کریں لیکن آپ کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے کہ اپنے ذاتی رجحانات و خیالات کو اسلام کی جانب منسوب کر دیں؟ پھر اگر صحیح اسلامی خیالات آپ کے نزدیک موجودہ دور میں ظاہر کرنے کے قابل نہیں ہیں اور آپ کو ان کے اظہار سے شرم آتی ہے تو آپ صاف صاف اسلام سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کیوں نہیں کرتے اخلاقی جرأت اور دیانت کا اقتضا تو یہی ہے اگر آپ اسلام سے شرماتے ہیں تو اسلام آپ سے سو بار شرماتا ہے اس کو کوئی پرواہ نہیں خواہ اس کا کوئی پیرو رہے یا نہ رہے وہ خود ایک زندہ حقیقت ہے اس کی زندگی ہمارے وجود کی محتاج نہیں ہے بلکہ ہماری زندگی اس کے وجود کی محتاج ہے۔ العیاذ باللہ مسلمانوں کے ایک طبقہ کی اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ وہ اسلامی خیالات کو صحیح صورت میں ظاہر کرتے ہوئے شرماتے ہیں اور ان کو کفر و ضلال کے ساتھ آمیز کرنا چاہتے ہیں میں ان سے پھر کہتا ہوں ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون۔

غیر جمہوری سرمایہ دارانہ ریاست پر گفتگو اس موقع پر لاحاصل ہے اسلئے کہ اسکی قباحت اظہر من الشمس ہو چکی ہے نیز جمہوری سرمایہ دارانہ نظام کے قبائح پر جو روشنی ڈالی جا چکی ہے اس کے بعد اس موضوع پر الگ مستقل بحث کی حاجت نہیں۔

اشتراکی ریاست

اس وقت جو غیر اسلامی نظریہ سب سے زیادہ گمراہی کا سبب بن رہا ہے وہ اشتراکیت ہے اس کا ضلال اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب دین ابراہیمی و ملت حنیفی کے محافظین تک اس کے شکار ہو رہے ہیں اور بے سوچے سمجھے اس کے خلاف عقل و نقل نظام کی تائید میں کوشاں ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قیامت کے دن جس پر ان کا بھی ایمان ہے جب ان سے یہ پوچھا جائیگا تو اس کا کیا جواب ان کے پاس ہوگا کہ کیا تم اسلام کو دین کامل نہ سمجھتے تھے؟ پھر کیا اسلام اور کفر کے علاوہ دنیا میں کوئی تیسری چیز بھی تھی؟ پھر جب تم نے اسلام کے سیاسی و معاشی نظام سے روگردانی کرکے ایک دوسرے نظام کو پسند کر لیا تو یہ ترجیح کفر علی الاسلام اور رضا بالکفر تھی یا نہیں؟ پھر رضا بالکفر اور ترجیح کفر علی الاسلام کا حکم تم کیا نہیں جانتے تھے؟ تم خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بنے کیا اس کا انجام تم کو معلوم نہ تھا؟ قسم ہے مالک عرش بریں کی کہ ان سوالات کا کوئی جواب ان کے پاس نہ ہوگا۔

اس سے پیشتر میں ترجمان القرآن کے صفحات میں ایک مبسوط مقالہ اشتراکیت پر لکھ چکا ہوں جس میں واضح دلائل سے اس نظریہ کا ابطال کیا گیا تھا اس لئے یہاں اس پر زیادہ تفصیلی گفتگو کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ البتہ کچھ مزید دلائل یہاں پیش کئے جاتے ہیں ہمارے ان دلائل کو سمجھنے کے لئے یہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ اشتراکیت درحقیقت ایک معاشی نظریہ ہے اور مارکس نے اس کو اسی صورت میں پیش کیا تھا۔ لینن نے اس کی پیشینگوئی کو ایک سیاسی انقلاب کیساتھ آمیز کرکے اس میں سیاست کی بو پیدا کر دی مگر یہ ناممکن ہے کہ اس کی سیاسی حیثیت کو ہم کسی حالت میں بھی اس کی معاشی حیثیت سے جدا کر سکیں اس کی سیاسی حیثیت اس کی معاشی حیثیت پر موقوف ہے اسلئے معاشی حیثیت کے انہدام کے بعد سیاسی حیثیت خود بخود فنا ہو جاتی ہے۔

اشتراکیت محنت و سرمایہ کو ایک ہی طبقہ کی ملکیت میں دیدیتی ہے اور وہ طبقہ محض جماعتی حیثیت سے سرمایہ و دولت کا مالک ہوتا ہے ورنہ جماعت کا کوئی فرد حقوق ملکیت نہیں رکھتا بلکہ حکومت اس سے محنت لیکر اس کی ضروریات زندگی مہیا کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے اور وہی کل دولت کی مالک ہوتی ہے اس صورت حال کا یہ نتیجہ لازمی ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد قانون تقلیل افادہ کا عمل شروع ہو جاتا ہے اس قانون کے اثرات میں آئندہ سطور میں تحریر کروں گا پہلے اس امر کی وضاحت کرتا ہوں کہ اس قانون کا عمل ہونا کیوں ضروری ہے۔

مثال کے طور پر ایک اشتراکی ریاست کے ایک مزدور کے متعلق فرض کیجئے کہ وہ اوسطاً آٹھ گھنٹہ روزانہ کام کرتا ہے۔ محنت کی یہ مقدار اس کے لئے حکماً لازمی ہے اور یہ محنت ایسی ہے کہ جس سے اس کی صحت و تندرستی پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور حکومت کے لئے اس کا کام کافی مفید ہو جاتا ہے آٹھ گھنٹہ کی محنت کا معاوضہ حکومت کی طرف سے اس کو یہ ملتا ہے کہ اس کو اس کی ضروریات زندگی مہیا کر دی جاتی ہیں مثلاً دو وقت کا کھانا صبح کو ناشتہ سردی و گرمی سے بچنے کے لئے کپڑے ان ضروریات زندگی کو ہر سہولت کے لئے بصورت زر فرض کئے لیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اس کو گویا ایک روپیہ روزانہ اجرت ملتی ہے اب اگر وہ بالفرض نو گھنٹے روزانہ کام کرنے لگے تو بھی اس کو وہی ایک روپیہ روزانہ اجرت ملیگی اس لئے ایک روپے کے اندر اس کی ضروریات زندگی آ سکتے ہیں اور ضروریات زندگی محدود ہوتی ہیں ان میں بڑھنے اور گھٹنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو برائے نام جو ناقابل اعتنا ہے۔ اس صورت میں کوئی شخص اس پر رضامند نہ ہوگا کہ آٹھ گھنٹے کے بجائے نو گھنٹے محنت کرکے خواہ مخواہ تکلیف اٹھائے لہذا سرمایہ کا وہ حصہ جو محنت کرنیوالوں کی ضروریات زندگی سے زائد ہے بالکل فضول ہو جائیگا اور اس کا افادہ ختم ہو جائے گا اس لئے کہ اس کے معاوضہ میں محنت نہیں حاصل کی جا سکتی نہ اس سے کوئی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اب فرض کیجئے کہ کسی اشتراکی ریاست کی آبادی ۳۰ ہزار افراد پر مشتمل ہو جن کی محنت کا معاوضہ ایک روپیہ فی کس فی یوم کے حساب سے ایک روپیہ ایک شخص کی ضروریات زندگی تیس ہزار روپیہ روزانہ ہے اور ریاست کی آمدنی مثلاً ۴۰ ہزار روپیہ یومیہ ہے

تو یہ دس ہزار روپیہ یومیہ کی بچت بالکل بیکار اور غیر مفید ہے اس دولت کو جمع کرنے والوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی اور اس کا افادہ بالکل غائب ہو جائیگا اس قانون کے عمل میں آنے کے بعد اشتراکی حکومت ذیل کی دو صورتوں میں سے ایک اختیار کر سکتی ہے۔

پہلی صورت تو یہ ہے کہ وہ اس کل غیر مفید اور زائد از ضرورت دولت کو کل پبلک پر بحصہ مساوی تقسیم کر دے اس صورت میں مختلف اشخاص کی ضروریات زندگی نیز اخراجات مختلف ہوں گے کسی کے کام کم ہوں گے کسی کے زیادہ اس لئے معاشی اعتبار سے مختلف طبقات کا پیدا ہو جانا یقینی و لابدی ہے خصوصاً اس لئے کہ محض ضروریات زندگی سے زائد دولت کا تقسیم کر دینا اس میں افادہ پیدا کرنے کیلئے کافی نہ ہوگا بلکہ اس کے لئے پبلک کو تجارت کی اجازت دینا بھی ناگزیر ہوگا۔ نیز یہ کہ تقسیم دولت میں مساوات پیدا کرنے کے لئے اس کو زر کی صورت میں تقسیم کرنا پڑیگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس زائد از ضرورت دولت کو تقسیم کرنے کے بجائے خزانہ ہی کی زینت بنا یا جائے یہ صورت اول تو سخت احمقانہ اور ظالمانہ ہے دوسرے یہ کہ اس صورت حال کو محنتی طبقہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا اس لئے کہ جب وہ دیکھے گا کہ اسی کی محنت سے مہیا کی ہوئی دولت تجوریوں میں مقفل ہے اور وہ برابر محنت و مشقت میں مصروف ہے تو وہ یقیناً اس کے خلاف بغاوت کریگا۔ طرح طرح کی کارخانوں کو تباہ کرنے کی کوششیں اور تعطل کی سازشیں شروع ہو کر ریاست کے امن و امان کو خاک میں ملا دیں گی۔ اور اس وقت کسی منطق سے ان کو اشتراکیت اور سرمایہ داری کا فرق نہ سمجھایا جا سکیگا۔ نیز اس صورت میں ایک اور بھی خرابی لازم آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس فضول دولت کو محفوظ رکھنے کے لئے ناگزیر ہوگا کہ اسکو زر کی صورت میں تبدیل کیا جائے مگر ظاہر ہے کہ یہ مبادلہ اشتراکی حکومتوں سے تو ہو نہیں سکتا اس لئے کہ وہ خود اسی قارونیت کی مصیبت میں گرفتار ہوں گی لہذا سرمایہ دار ممالک اور حکومتوں سے معاملہ کرنا پڑیگا۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اشتراکی حکومت کو تو کسی چیز کی خریداری کی احتیاج ہوگی نہیں اس لئے وہ اس زائد از ضرورت دولت کے معاوضہ میں صرف زر وصول کریگی یا کم از کم زیادہ سے زیادہ مقدار زر طلب کریگی نتیجہ یہ ہوگا کہ زر کے یکطرف اجتماع سے لازماً دونوں ممالک میں معاشی توازن بگڑ جائیگا۔

اب ایک دوسری حیثیت سے دیکھئے کہ انسان کی ضروریات زندگی محدود ہیں اور ان کو پورا کرنے کے لئے کل آدمیوں کو مصروف ہونے کی ضرورت نہیں ہے مثلاً سو آدمیوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ پچیس آدمیوں کی ضرورت ہے اس طرح کہ مثلاً دس آدمی غلہ مہیا کر سکتے ہیں ایک آدمی گوشت دے سکتا ہے ایک آدمی ان کے کپڑے سی سکتا ہے دو آدمی ان کے لئے کپڑا بن سکتے ہیں ایک آدمی روشنی کا انتظام کر سکتا ہے۔ ایک چوکیدار ان کی حفاظت کا کام انجام دے سکتا ہے دو آدمی ان کے لئے پانی مہیا کر سکتے ہیں، سات آدمی اور دیگر متفرقات کے لئے رکھ لیجئے اس طرح صرف پچیس آدمی سو آدمیوں کی ضروریات زندگی مہیا کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں ایسی حالت میں اشتراکی ریاست ان پچہتر فیصدی بیکار اشخاص کے لئے کیا کریگی؟ مجبوراً ان کو کام مہیا کرنے کے لئے اسباب تعیش تیار کرانا ضروری ہوں گے اور نہ صرف تیار کرانا ہوں گے بلکہ پبلک کو ان

کے استعمال کی عادت بھی ڈالنی ہوگی اس کے جو اخلاقی اور نفسیاتی اثرات ہوں گے اور یہ جس طرح تباہی و بربادی کی طرف منتج ہوگا وہ بالکل ظاہر ہے

مندرجہ بالا بیان سے معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اشتراکیت کے لئے دو چیزیں لازمی ہیں جو اس کے وجود سے کبھی منفک نہیں ہو سکتیں اول تو قلیل ہی عرصہ میں اس کا سرمایہ داری میں تبدیل ہو جانا۔ دوسرے اس کا اخلاقی و روحانی بربادی پیدا کرنا بس حیرت و افسوس ہے ان اسیران دام اشتراکیت پر جو اشتراکیت کو دنیا کے لئے آیۂ رحمت سمجھتے ہیں اور اس کو رواج دینے کے لئے کوشاں ہیں اور انما نحن مصلحون کے نعرے لگا رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون۔

نظریۂ خلافت الٰہیہ

ریاست کے غیر اسلامی نظریات مع ان کے معائب اور نقائص کے گذشتہ صفحات میں پیش کئے جا چکے ہیں ان کے نقائص اور معائب کو دیکھکر ہر شخص ان کے وجود کو دنیا اور اہل دنیا کے لئے ایک مصیبت عظمیٰ اور لعنت کبریٰ سمجھیگا۔ بلاشبہ دنیا کے اوپر جو مصیبتیں آرہی ہیں وہ زیادہ تر انھیں غلط اور غیر اسلامی افکار سیاسی و اصول معاشی کی رہین منت ہیں۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا کو ان مصائب سے نجات دلانیکا عزم کریں اور اس کے لئے اپنی عمر کا ہر لمحہ اور اپنے خون کا ہر قطرہ وقف کر دیں مسلم ہونے کے معنے یہ ہیں کہ ہم نے صرف حق تعالے جل شانہ کے احکام کے آگے اپنا سر تسلیم خم کر دیا اور صرف اسی کی بادشاہت و سلطنت کو تسلیم کر کے دنیا کے ہر بادشاہ ہر حاکم ہر سلطان کی حکومت و سلطنت کی نفی کر دی اس لئے یہ ناممکن ہے کہ ہم مسلم ہوتے ہوئے غیر اللہ کی حکمرانی اور غیر اللہ کی حکومت تسلیم کریں یا غیر اللہ کے بنائے ہوئے کسی نظام حیات اور کسی اصول زندگی کو قبول کر لیں یا ان کے وجود کو جیتے جی گوارا کر لیں نفی کا اقتضا یہ ہے کہ ہم ہر غیر اسلامی اور غیر الٰہی حاکمیت و فرمانروائی کو صفحہ عالم سے حرف غلط کی طرح مٹا دیں اور اثبات کا مقتضی یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حکومت اس کی زمین میں قائم کریں ان دونوں فرضوں میں سے اگر ایک میں بھی کوتاہی ہو تو یقیناً ہم گنہگار اور سخت گنہگار ہیں بلکہ ہمارے اسلام میں کمی اور کمزوری ہے یقیناً جس طرح غیر اسلامی نظام حیات اور غیر الٰہی حاکمیت و فرمانروائی کا قبول کرنا اور اس کو رائج کرنے کی کوشش کرنا جرم عظیم اور علامت ضعف ایمان ہے اسی طرح اس کے خلاف جدوجہد کرنا اور خاموشی و سکوت کے ساتھ اس کو گوارا کر لینا بھی سخت جرم اور بہت بڑا گناہ ہے پھر خلافت الٰہیہ کے قیام اور اس نظریہ کی قبولیت کیلئے وقت بھی موزون ترین ہے، شاید دنیا کی تاریخ میں کوئی دور ایسا نہیں آیا ہو جو خلافت اسلامیہ کی مقبولیت کے لئے موجودہ دور سے زیادہ موزوں و مناسب ہو اس لئے دنیا اس وقت خود غیر اسلامی نظریات و اصول سے عاجز و پریشان ہو اور بدل متمنی ہے کہ کوئی نیا نظام رواج پذیر ہو کر اس کے مصائب کا خاتمہ کر دے اور اس کو راحت و سکون سے ہم آغوش کرے۔ تحریک اسلام کے لئے وقت کی یہ موزونیت و مناسبت ہماری خوشی و بے عملی کے جرم کو بہی سنگین بنا دیتی ہے۔

مقام حیرت و غیرت ہے کہ ایک نازی بالکل ناسازگار و نامساعد حالات میں اپنے وطن سے باہر جاکر نازی ازم کا پروپیگنڈا کرتا ہے اور کسی نہ کسی حد تک اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتا ہے۔ ایک اشتراکی سرمایہ پرست ممالک میں جاکر اشتراکیت کی تبلیغ کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔ مگر ایک مسلمان اتنے سازگار و مساعد حالات میں بھی

ہٹلر کی فوج کا راز

جرمنی نے جو طریقے جنگ کے اختراع کئے ہیں ان کو ہم خواہ کتنا ہی برا بھلا کہیں یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ جرمنوں نے جو جدید ڈھب لڑائی کا پیدا کیا ہے وہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے بلکہ اس کو اہمیت کی نظر سے نہ دیکھنا نادانی ہوگی۔ نازیوں کی جو طلسماتی فتوحات ہوئی ہیں فن حرب کے ماہروں نے اس کی ایک ہی اہم خصوصیت محسوس کی ہے وہ یہ ہے تمام لڑنیوالی فوج کے مختلف شعبوں کی باہمی پیوستگی ہے ربط و پیوستگی حد درجہ مکمل ہوتا ہے غالباً سوائے روس کے یورپ میں ہر جگہ جرمنی کی ہوائی فوج پیدل فوج توپخانہ انجنیر اور مشینی دستے آپس میں مل کر اس طرح کام کرتے رہے ہیں جیسے گھنٹہ کی مشین کام کرتی ہے مربوط اور بالکل صحیح لیکن روس میں ہٹلر کو جس دشمن کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے وہ خود ایسی مربوط مانند مربوط فوج کا نام ہے سویٹ نے اس کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں اور جہ بجائے آگے بڑھنے کا موقعہ ملا ہے اس کے لئے اس نے اندھا دھند انسانی جانیں ضایع کرائی ہیں۔

نئی قسم کا سپاہی

نازیوں نے ہلاکت و تباہی کے نہ صرف نئے ہتھیار ہی جمع کئے ہیں بلکہ ایسے نئے سپاہی بھی پیدا کئے ہیں جو ان مشینوں کو کام میں لا سکیں جب سے ہٹلر جرمنی میں برسر اقتدار آیا اس نے یہی کوشش کی کہ اس ملک میں ایک ایسی جنگی مشین پیدا ہو جائے جو اس کے غلبہ عالم کے خواب کو پورا کر سکے اس مقصد کے پیش نظر جرمنی کی تمام صلاحیتیں اس نئی فوجی طاقت کے تیار کرنے میں لگا دی گئیں جرمنی نے کام یہاں سے شروع کیا کہ جرمنی کے ایک ایک لڑکے کو سپاہی بنا دے جدید جرمن فوج کی طاقت کو سمجھنے سے پہلے ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ نازیوں نے جو نقشہ عمل تجویز کیا اس میں صد جہ خاص اس چیز کو دیا گیا کہ جرمنی کی فوج فتح حاصل کرنیوالی فوج ہو اس کے خلاف جمہوریتوں نے کبھی فتوحات و ملک گیری کو اپنا نصب العین نہیں بنایا تھا اسلئے وہ صرف ایسی افواج پر مطمئن تھیں جو اپنے ملک کی حفاظت کے لئے موزوں ہوں اگر برطانیہ اور فرانس کو بھی فتوحات عالم کی طرف توجہ ہوتی تو وہ بھی ایسی ہی طاقتور اور اتنی ہی منضبط افواج و آلات مرتب کر سکتے تھے لیکن ایسی جنگی مشین تیار کر کے غلبہ و فتح عالم جمہوریتوں کا کبھی منشا اور سپرٹ رہی ہی نہیں۔

نقشہ حرب جرمنی نے جو نقشہ حرب تیار کیا اس میں یہ بات طے کی کہ ملک کی ساری ضروریات اور صلاحیتیں اور مصلحتیں جنگی مشین کے تابع کر دی جائیں ہر چیز اس طرح تیار کی گئی کہ اس میں شیطانی اکملیت پائی جائے اور لڑنیوالی فوجوں کے ہر شعبہ کو بالکل جدید ڈھب پر قائم و برسر عمل بنایا گیا صرف یہی نہیں کچھ اور بھی کیا گیا سب سے زیادہ اہم نقشہ عمل جو تجویز ہوا وہ جنرل ہالڈر کا بنایا ہوا تھا یہ جرمن فوجی اسرادیوں کے محکمہ حرب کے شعبہ عمومی کا افسر اعلیٰ ہے وہ یہ چاہتا تھا کہ فوجی ہائی کمانڈ میں مکمل ربط و پیوستگی کارفرما ہو بلکہ فوج کے مختلف حصوں کے افسران اور ماتحتوں میں بھی یہی خصوصیت برسر عمل ہو اس نے ایک ایسی اسکیم جاری کی کہ ہر افسر کو جنگی مشین کے چلانے کی جملہ راز دارانہ خوبیاں اور کام کرنے کے بیشتر طریقے عملاً آ جائیں اور وہ کسی کام میں کم نہ ہوں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ پیدل فوج کے افسران کو نہایت اعلیٰ درجہ کا ہوا باز ہونا بھی ضروری قرار دیا گیا اور انھیں "سٹوکا" قسم کے ہوائی جہازوں سے لیکر جنکر قسم کے بڑے جہازوں کے چلانے کا کام سکھایا گیا حالانکہ ان کا اصل کام پیدل فوج کو لڑانا اور ان سے کام لینا تھا اور ہوا بازی کے کام سے ان کو کوئی نسبت نہ تھی علاوہ ازیں انھیں بمباری کرنے ہوائی پیدل فوج کو اتارنے اور ہوا سے زمین پر فوجی دستے عین موقع پر اتارنے کی ٹریننگ دی گئی ہوائی دستوں میں کام سیکھنے کے بعد انہیں بحری محکموں کے کاموں پر لگایا جاتا ہے انھیں سمندری فوج کے گر سکھائے جاتے ہیں آبدوز کشتیوں میں ان کو کام سکھنا ہوتا ہے تباہ کن سمندری بیڑوں کے بہتر و سیع واقفیت حاصل کرنی ہوتی ہے جنگی جہاز کے کام علیحدہ سیکھنا پڑتے ہیں جو افسران کو اس قسم کی تربیت حاصل کرواتے تھے انہیں سہ طرفی کہا جاتا ہے اور انہیں اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ کمان سپرد کر دی جائے ہوائی اور خشکی کی فوج کا جو خاکہ ہالڈر نے بنایا تھا اس کی کامیابی تجربہ میں اس وقت آئی جب پولینڈ پر حملہ ہوا جونہی کہ پیدل فوج کا کوئی دستہ یا مشینی دستہ پولینڈ والوں کے معرکہ نے کہیں روکا گولہ انداز رخ ادھر سے ہوائی مدد کرنے نے شروع کر دیئے اور یہ مدد ریڈیو کے ذریعہ چند منٹ میں عین موقع پر پہنچ جاتی تھی دشمن کی صفوں میں ذرا سی دیر میں بھگدڑ مچ جاتی تھی۔

جنگ فرانس میں فوجوں کے اس اتحاد و پیوستگی کے جو کامیاب نظارے دیکھنے میں آئے اس کی تفصیل واضح کرتے ہوئے امریکن اخبار نویس فریڈرک سونڈرن ایک جگہ رقمطراز ہے ٹینک بمبار انجنیر پہلے سے تیار کئے ہوئے پل پیدل فوج نہایت تیز رفتار بھاری توپخانے اور ان سب کے سامان اور رسد کا بندوبست کرنے والی ریلیں اس طرح حرکت میں آئیں اور بار بار حرکت میں آئیں کہ ان کی صحت عمل در رفتار کا یقین نہ آتا تھا بلکہ سرایڈ منڈ آئرن سائیڈ نے تو یہ عالم دیکھ کر یہاں تک کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کام محض ایک دماغ کی کارفرمائی کا نتیجہ ہے لیکن ایسا واقعہ ہونا بالکل ناممکن ہے۔

اس گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے اخبار نویس آگے چل کر کہتا ہے۔

"تقریباً سو جرمن اسٹاف افسروں نے مل کر اس پیچیدہ نقشہ جنگ کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور معرکہ شروع ہو گیا لیکن اصل کارگذار ہستی نہ صرف ایک ہی تھی اس کا نام ہے جنرل فان ریشی ناؤ اس قسمت آزما معرکہ میں اتحادیوں کے افسران سلسلن باہمی ردو کد میں پھنسے رہے جنرل آئرن سائیڈ اور جنرل گیمان نے انتظار کر کے بیش قیمت وقت لگا دیا اور ان کے ماتحت افسران جو ہوائی جہازوں یا ٹینکوں پر متعین تھے یا پیدل جنگ کے ماہر تھے اسی مخمصہ میں پھنسے رہے کہ کونسا ہتھیار کس جگہ استعمال کیا جائے کہ بے خطا ثابت ہو"

فرانس کی جنگ نے یہ ثابت کر دیا کہ فرانسیسی فوج میں عجیب ابتری ہے جسے دیکھکر ملال ہوتا تھا انگریزی فوجوں کو ڈنکرک میں جا کر پناہ لینی پڑی کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ فرانسیسی فوج میں کوئی باہمی ربط عمل نہیں ہے

جرمن سپاہی کو کیا سکھایا جاتا ہے

جنگی مشین جرمن المانہ جبر و زبردستی کا نام ہے اس کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنے سپاہی کو پہلی بات جو سکھائیں وہ یہ ہے کہ تو یہ بھول جا کہ میں ایک انسان ہوں وہ جن مشینوں سے کام لیتا ہے اسے ان مشینوں کی طرح بیجان بننا سکھایا جاتا ہے نازی طریقہ تعلیم میں پہلا مقصد فوجی تربیت ہے لڑکا جب اسکول سے نکلتا ہے تو وہ ایک تعلیم یافتہ ہستی بنکر نکلتا ہے نہیں بلکہ ایک مکمل سپاہی بھی ہوتا ہے جب سے کہ یہ جوان العلم مخلص فوج میں باقاعدہ داخل ہوتا ہے اس کو نگرانی میں رکھنے اور اس کا مطالعہ و جائزہ لینے کے لئے خاص عہدہ دار علیحدہ ہوتے ہیں جنھیں اس بات کے دیکھنے کی خاص پرکھ ہوتی ہے کہ کس میں فوجی افسر بننے کا جوہر پایا جاتا ہے اور اس سے کیا او

کب کام لیا جاسکتا ہے یا آمد کے نصاب تعلیم کے مطابق ہر سپاہی امتحان حاصل کرنے کیلئے اس جرمن افسر کو جسے پہلے پیدل فوج کے مختلف کاموں میں کامیابی حاصل کرنی ہوتی ہے تب جاکر وہ لفٹ یا نے یعنی جرمنی ہوائی طاقت میں جانے کے قابل سمجھا جاتا ہے اور پھر آخر میں اسے بحری محکمہ میں داخل کیا جاتا ہے۔ نازیوں نے ایک طریقہ یہ بھی ایجاد کیا ہے کہ خاص خاص سپاہیوں کو مخصوص کاموں کیلئے تیار کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ بلجیم میں ایبن ایمل کے قلعہ پر جن جنگی انجنیروں نے حملہ بول کر اسے تہ و بالا کر دیا تھا وہ اس کی مشق کئی مہینے پہلے ایک ایسا ہی مصنوعی قلعہ مشرقی پرشیا میں کر چکے تھے بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ افریقہ میں بھیجے جانے سے پہلے جرمن سپاہیوں کو صحرائی گرمی اور صحرائی ریت سے عملاً خوب روشناس کرا دیا گیا تھا۔ روانگی سے قبل ہر سپاہی کو ایک ایک آفتابی لیمپ دیا گیا تھا یہ آلہ اس کام میں آتا ہے کہ اگر سورج سے جلد جھلس جائے تو اس سے علاج کر لیا جائے لوگوں کا یہ بھی بیان ہے کہ بلیک فورسٹ میں جرمنوں کو ۱۹۳۹ء میں مشق کرائی گئی تھی کہ کس طرح آرڈینیس کے جنگلوں اور پہاڑوں کو عبور کیا جائیگا جسے فرانس کا محکمۂ حرب ناقابل عبور تسلیم کرتا تھا

جنگی مشین جو جرمنوں نے تیار کی ہے وہ اپنی جگہ بے حد مکمل ہے اور اس کی کارکردگی بھی غیر معمولی ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہم کو اس کی اہمیت جوں جوں واضح ہوتی جاتی ہے ہمارا عزم ترقی کرتا جاتا ہے کہ اسے کس طرح شکست دی جاسکتی ہے اور ایسے قوی دشمن کا مقابلہ کس طرح کرنا ہوگا۔ ہٹلر کا مقصد چونکہ دنیا فتح کر لینا ہے اسلئے وہ اس مقصد کے حصول کیلئے ہر وہ ذریعہ جو اس کے لئے کارآمد ہو سکتا ہے کام میں لاتا ہے ایک طرف تو ہر سپاہی کو تباہی کے کام میں بہت مستعد اور چالاک بنا دیا جاتا ہے اور ادھر شہری آبادی کو بالکل بیکار نہیں رکھا جاتا شہری آبادی کو اس کام پر لگایا جاتا ہے کہ فوجوں کو جس جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب بناکر مہیا کریں جرمنی میں فوج کی ضرورت اولین ضرورت تسلیم کی جاتی ہے جرمن سپاہی کے ایک دن کا ایک لمحہ بھی بیکار نہیں ہونے دیا جاتا۔ کلرکی گیری باورچیخانہ پولیس دستکاری وغیرہ جو کسی فوجی دستہ کے گرد کرنی ہو یہ سب کام غیر جنگی لوگوں سے جو بوجہ صحت کام کرنے کے ناقابل ہوں لیا جاتا ہے۔ ہر روز جرمن سپاہی کو معیاری مشق ضرور کرنی پڑتی ہے جرمنی کو ایک جابر جنگی مشین تیار کرنے میں سہولت جو ملی ہے وہ اس سبب سے ملی ہے کہ وہ اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ کسی شخص واحد کو اپنی خود مختار زندگی آزادی کے ساتھ بسر کرنے کی اجازت و حق حاصل ہے سپاہیوں کو اس فلسفہ کا آگاہ و مطیع بنایا جاتا ہے کہ سلطنت جرمنی ان کیلئے ایک آسمانی عقیدت کی چیز ہے اور ہٹلر ان کا دیوتا ہے ان کو گرویدہ کی انہیم دیکر بیہوش و سرمست کر دیا جاتا ہے تاکہ تباہ کاری میں وہ انتہائی جانبازی کا ثبوت دیں اور خود بھی حیوانوں کی طرح تباہ ہوتے چلے جائیں اور کچھ احساس ہی نہ ہونے پائیں کہ یہ سب کچھ کیا اور کیوں ہو رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جرمن سپاہی ایک عمدہ جنگجو ضرور ہوتا ہے لیکن اسے یہ اجازت اور مہلت نہیں دی جاتی کہ وہ کسی لمحہ یہ بھی سوچ سکے کہ وہ سپاہی سے زیادہ ایک انسان بھی ہے۔

اہم شہر یوکرین میں کئی شہر اہمیت کے لحاظ سے خاص ہیں۔ کیف یوکرین کا دارالحکومت ہے یہ قدیم روس میں شہر مقدس مانا جاتا تھا یہ وہ مقام ہے کہ جہاں روس کی سرزمین پر پہلی بار عیسائیت کے قدم آکر جمے تھے انقلاب روس سے پہلے تک یہ شہر ایک مقدس مقام تھا اور لوگ مذہبی عقیدت میں یہاں دور دور سے آتے تھے۔ خارخوف دوسرا بڑا شہر ہے اور علمی و تہذیبی نقطۂ نگاہ سے اہم ترین ہے یہ روس کے بڑے بڑے صنعتی مقاموں میں سے ایک ہے اس کی کچھ بندرگاہیں کالے سمندر کی طرف واقع ہیں جیسے اڈیسہ جو کبھی برف بستہ نہیں ہوتی۔

ہر چند کہ یوکرین کے کئی شہروں پر ہٹلر کا قبضہ ہو گیا ہے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے یوکرین کو جیت لیا ہے یوکرین کی اپنی جداگانہ ہستی نہیں ہے وہ سویٹ روس کا ایک جزو اعظم ہے اور اس کی قسمت روس کے انجام پر منحصر ہے لیکن سویٹ روس پر پورا قبضہ کر لینا ہٹلر کے لئے ناممکن ترین چیز ہے۔ سرخ روسی فرانس اور ناروے والوں کی طرح کبھی سر نیچا نہیں کریں گے ہٹلر کی سب سے بڑی مشکل یہ رہے گی کہ روس کے جن حصوں کو اس نے چھین لیا ہے اس کو اپنے قبضہ و قدرت میں ان کو کس طرح قائم رکھے یوکرین نازی تسلط کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں کریگا لیکن یوکرین میں جو کامیابیاں جرمنی کو حاصل ہو رہی ہیں اس سے جرمنی کو فائدہ بھی کچھ نہ کچھ پہنچ رہا ہے اور اسے کم درجہ کی چیز سمجھنا بھی اپنی جگہ بیہودگی ہوگی۔ ہٹلر یوکرین پر قبضہ جماکر جو فائدے اٹھانا چاہتا تھا وہ سٹالین کی جھلسی ہوئی زمین کی پالیسی نے ختم کر دیئے ہیں لیکن اس سے خود روس کو بھی دھکا لگا ہے اور اس کی جنگی صنعتیں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہی ہیں یوکرین کے بغیر اسے نازی ازم کا مقابلہ کرنے کیلئے امریکہ اور برطانیہ کی امداد پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ قیصر جرمنی نے یوکرین کی سلطنت کا تاج پہننے کا جو خواب دیکھا تھا وہ ختم ہو گیا وہ ہزار میل لمبی سرحدیں اور طویل بے حصار زمین کو بچانا معمولی کام نہیں ہے اس کے لئے کئی لاکھ سپاہی کی ضرورت ہے جو جاگتے رکھے اور یہ مشکلات اس وقت اور بھی بڑھ جائینگی جب مقابلہ آ کر پڑیگا ایک ایسے ملک کے لوگوں سے جو سوا سویٹ روس کے کسی کی ماتحتی میں رہنے کو تیار نہیں ہیں اور حملہ آور کے پیر اکھاڑنے میں ان تھک [illegible]

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۳) بہت زیادہ ہے ان میں بعض چینی افیون کی دوکانوں اور قمارخانوں کے مالک ہیں لیکن بہت سے ایسے بھی ہیں جو اچھا کاروبار کرتے ہیں اور صنعت و حرفت کے ذریعہ ملک میں دولت پیدا کرتے ہیں۔ بینک کاک ایک بہت خوبصورت شہر ہے لیکن مغربی زاویہ نگاہ سے دیکھنے کے لائق تو ہے مگر رہنے کے لائق نہیں۔

پانی کی فراہمی بینک کاک میں پانی کی فراہمی کا مسئلہ مشکل سمجھا جاتا تھا اب وہاں بہت سے کنوئیں کھودے گئے ہیں جن سے میٹھا اور صاف پانی نکلتا ہے لیکن ایک زمانہ وہ بھی تھا جب یورپین باشندے برسات کا پانی اپنے مکانات کی چھتوں پر جمع کرتے تھے اور ان کو بڑے بڑے برتنوں میں رکھ چھوڑتے تھے مغربی دریاؤں میں سا دریائے مینا کا پانی زیادہ گدلا ہے لیکن تھائی لینڈ کے باشندے اسے استعمال کرتے ہیں بعض غیر ملکی باشندے بھی اس پانی کو جوش دینے کے بعد کام میں لاتے ہیں۔ شہر بینک کاک کی آبادی تھائی لینڈ کی مجموعی آبادی کا نواں حصہ ہے اگر ہم کم از کم پچاس ہزار آدمیوں کی آبادی کو کسی شہر یا قصبہ کی آبادی سمجھ لیں تو اس اعتبار سے تھائی لینڈ میں بینک کاک کے سوا کوئی دوسرا شہر نہیں ہے اس لئے کہ کسی دوسرے مقام کی آبادی پچاس ہزار بھی نہیں ہے یہ ہے وہ تھائی لینڈ جس کے متعلق اخبارات میں ان دنوں اہم خبریں ہوتی ہیں اور جس کو جاپان اپنے سامراجی شطرنج کی بساط پر مجبور مہرہ بنانا چاہتا ہے۔

بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۲۴

رہی ہوں وہ ہٹلر کے نازیوں سے کبھی نہیں دبے گی۔ علاوہ ازیں یوکرین کے کسان بڑے سخت اور جاندار لوگ ہوتے ہیں گذشتہ ایام میں اسے دبانے کی جس قدر کوششیں کی گئی ہیں وہ اور بھی اکڑ گیا ہے اور اس نے عدم تعاون کی پالیسی اختیار کر کے صورت حال کا حل پیدا کرنے میں بڑی پریشان کن کیفیت پیدا کر دی ہے گذشتہ جنگ عظیم میں یوکرین کو اپنے پنجہ میں دبائے رکھنے کے لئے جرمنی کو پانچ لاکھ فوج رکھنی پڑی تھی مگر اب تو اس کے لئے چار گنی فوج رکھنی ضروری ہوگی۔

تھائی لینڈ یا سیام

تھائی لینڈ کچھ دنوں پہلے تک سیام کے نام سے مشہور تھا اور جس پر اب جاپان نے قبضہ کیا ہے ۲۰۰۰۰۰ مربع میل ہے یہ شمال میں برما تک اور جنوب میں ایک تنگ اور لمبی پٹی کی صورت میں ملایا تک پھیلا ہوا ہے اور اس حصہ میں نیچا اس کا ساحل بحر ہند سے مل جاتا ہے۔

مرکزی تھائی لینڈ ایک سطح مقام ہے شمال میں کچھ پہاڑی خطے ہیں اور جنوبی حصہ بہت زرخیز ہے شمالی حصہ میں بڑے بڑے جنگل بھی ہیں جن کی لکڑیاں بہت بیش قیمت ہوتی ہیں چند چھوٹے بڑے دریا بھی موجود ہیں جن کی وادیاں بڑی زرخیز ہیں ان کا سب سے بڑا دریا مینام ہے اگرچہ دریائے میکانگ جسامت میں اس سے بڑا ہے لیکن حقیقت میں یہ سیام کا دریا نہیں ہے بلکہ صرف ایک سرحدی نشان ہے اس کا سبب یہ ہے کہ فرانس نے انڈوچین نے اپنی پالیسی کی بنا پر حکومت سیام کو اس دریا سے پندرہ میل تک اپنی فوج یا پولیس رکھنے یا اس پر کسی طرح کا سیاسی کنٹرول رکھنے سے منع کر دیا تھا ۱۹۲۵ء میں یہ معاہدہ منسوخ کر دیا گیا۔

مرکزی خطہ مرکزی تھائی لینڈ زیادہ تر ایک پتھریلا علاقہ ہے جہاں موسم پتھر اور اچھا گرم مرطوب پایا جاتا ہے جنوبی تھائی لینڈ کے جنوبی حصہ میں صرف دو موسم ہوتے ہیں موسم گرما اور برسات موسم گرما فروری اور اگست تک رہتا ہے، اور سال کے باقی حصے میں برسات ہی برسات رہتی ہے دسمبر میں سب سے زیادہ بارش ہوتی ہے لیکن مرکزی شمالی اور مشرقی تھائی لینڈ میں ہندوستان کی طرح تین موسم ہوتے ہیں گرما برسات اور سرما۔ پہلا موسم مارچ سے مئی تک دوسرا جون سے اکتوبر تک اور تیسرا نومبر سے آخر فروری تک رہتا ہے جغرافیائی حالات ایسے ہیں کہ ہر قسم کے درخت اور پودے وہاں پیدا ہوتے ہیں شمالی اور جنوبی تھائی لینڈ میں بعض جنگل اتنے گھنے ہیں کہ ہاتھی کے سوا کوئی بھی اس کے اندر نہیں جا سکتا مرکزی تھائی لینڈ زمانہ قدیم سے چاول کی پیداوار کے لئے مشہور ہے اس کے دیہاتوں میں سینکڑوں میل تک دھان کے کھیت ہی نظر آتے ہیں اور کہیں کہیں گھاس کے جنگل بھی ہیں یہ گھاس اتنی لمبی ہوتی ہے کہ دو آدمی اگر ایک دوسرے کے کندھے پر کھڑے ہو جائیں جب بھی اس میں چھپ جائیں گے۔

تھائی لینڈ کے پھل بھی بہت ذائقہ دار ہوتے ہیں جن میں مینگوسٹین بہت مشہور ہے جنگل کی پیداوار میں آبنوس گلاب کی لکڑی پیداوار دھر وغیرہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تھائی لینڈ کی زرعی پیداوار میں چاول سے زیادہ کوئی چیز بھی اہم نہیں ہے اور اس کے بعد جنگلی پیداوار میں ساگوان کی لکڑی آمدنی کے اعتبار سے دوسرے درجہ پر ہے اور ان دونوں چیزوں کو ملا کر تھائی لینڈ کی آمدنی ۱۳۰۰۰۰۰۰ پونڈ ہے جس میں صرف ساگوان کی فروخت سے ۵۰۰۰۰۰ پونڈ کی آمدنی ہوتی ہے۔

ٹین کی صنعت جزیرہ ملایا کا ٹین اس دنیا میں صدیوں سے مشہور ہے حضرت مسیح کے زمانہ سے پہلے ہی پرتگالی اور دیگر یورپین سیاح و تاجر ٹین حاصل کرنے کیلئے ملایا آتے تھے ڈچ اور انگریزوں نے اب سے چار سو برس پہلے سیلونگ کے مقام پر بود و باش اختیار کی تھی اور خام پیداوار کو دے کر ٹین حاصل کیا تھا اس کے بعد چین کے باشندے اس خطہ میں آئے اور اس پر قبضہ کر کے انہوں نے اتنی دولت حاصل کی کہ ان کے سرداروں نے خود کو راجہ بنا لیا اور فرمانرواؤں کا ایک خاندان قائم کر دیا۔ بعد کو جب دکن کے فیڈریٹیڈ ملایا اسٹیٹس نے یہ محسوس کیا کہ ٹین ملکی دولت پیدا کرنیکا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے تو اس نے تمام نظم و نسق اپنے ہاتھوں میں لیا اور ریونیو کی تحصیل شروع کر دی تھائی لینڈ کی کانوں کے سابق ڈائرکٹر مسٹر ڈبلیو ٹکن اسمتھ کا بیان ہے کہ یہ پورا جزیرہ نما ٹین کی ایک وسیع ترین کان ہے پہاڑوں کے پتھر بھی ٹین سے بھرے ہوئے ہیں اور وادیوں کی مٹی میں بھی ٹین ہی ٹین ہے یہانتک کہ جنگلوں میں بھی ٹین ہے اور سمندر کی تہ میں بھی ٹین ہے۔ تھائی لینڈ میں قیمتی جواہرات کی صنعت بھی موجود ہے لیکن بڑے پیمانہ پر نہیں ہے وہاں عقیق فیروزے اور زمرد کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔

ساگوان کی صنعت جب سے یورپین سرمایہ اس خطہ میں لگا ہے ساگوان کی صنعت بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہے پہلے یہ صنعت چینیوں کے ہاتھ میں تھی لیکن وہ بلا امتیاز کے تمام درختوں کو کاٹ ڈالتے تھے اور جنگلوں کو تباہ کر رہے تھے اب تھائی لینڈ کی حکومت نے ایک محکمہ جنگلات قائم کر دیا ہے جو اس صنعت پر کنٹرول کرتا ہے اب باقاعدہ طور پر پرانے درخت کاٹے ہی جاتے ہیں نوجوان درختوں کی حفاظت بھی کی جاتی ہے اور نئے درخت لگائے بھی جاتے ہیں اس صنعت میں باربرداریوں کا کام ہاتھی سے لیا جاتا ہے۔

دوسری صنعتیں زمانہ قدیم سے چینی اور مٹی کے برتن بنائے جاتے ہیں سوانکالوک کے چینی کے برتن بہت مشہور ہیں اور بیش قیمت ہوتے ہیں پرانے زمانہ کے ایک فرمانروا نے اس صنعت کو ترقی دینے کے لئے چین سے ماہر کاریگر بلوائے تھے وہ لوگ اب باقی نہیں ہیں اور چین ہی کے بنے ہوئے برتنوں کا سیلاب تھائی لینڈ کے بازاروں میں دیکھا جاتا ہے ریشم کی صنعت بھی تھائی لینڈ میں موجود ہے ریشم پیدا بھی کیا جاتا ہے اور اس کے کپڑے بھی بنے جاتے ہیں لیکن یہ صنعت کسی بڑے پیمانہ پر جاری نہیں ہے۔

ریلوے اور سلسلہ رسل و رسائل تھائی لینڈ میں دریاؤں اور ندیوں نے ایک اچھا سلسلہ رسل و رسائل قائم کر دیا ہے بنکاک دارالحکومت سے باہر اچھی سڑکیں موجود نہیں ہیں اس لئے تاجر اور سیاح یا تو دریاؤں سے سفر کرتے ہیں یا پگ ڈنڈیوں کا راستہ اختیار کرتے ہیں یہ راستے برسات میں بہت خراب اور بیکار ہو جاتے ہیں۔ بیسوی صدی کی ابتدا سے تھائی لینڈ میں ریلوے کی تعمیر وسیع پیمانہ پر جاری ہے پہلے ریلوے لائن بنکاک سے کورات تک تھی اب یہ بڑھا کر میکانگ تک پہنچائی گئی ہے۔ دوسری لائنیں یہ ہیں۔ (۱) بنکاک سے شروع ہو کر پنام پوہ اور موانگ پری گذرتی ہوئی چنگ مائی تک۔ الغرض اب بنکاک سے سنگاپور تک بذریعہ ریل سفر کرنا ممکن ہو گیا ہے اگر حکومت برما زیادہ فراخدلی سے کام لیتی تو یہ لائن رنگون سے ملا دی جا سکتی تھی۔

ہوابازی برما کے باشندوں کی طرح تھائی لینڈ کے باشندوں میں بھی ہوابازی کا شوق پایا جاتا ہے تھائی لینڈ میں ایک بہترین ایروڈروم اور ہوائی اسٹیشن موجود ہے اور ہوائی جہازوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے یورپین ہوابازوں نے دونکلی العریفیل کی بڑی

صرف ایک شہر تھائی لینڈ میں صحیح معنوں میں صرف ایک ہی شہر ہے اور وہ اس ملک کا دارالحکومت بنکاک ہے اس کی آبادی ۶۳۰۰۰۰ ہے یہ ایک لمبا شہر ہے جو دریائے مینام کے ساحلوں پر آباد ہے اور اس کی چوڑائی کہیں پر ایک میل سے زیادہ نہیں ہے اس کی لمبائی تقریباً ۱۴ میل ہے اس شہر کے اندر بہت سی نہریں اور تالاب گونتے ہیں جن کی موجودگی کے باعث بنکاک کو مشرق کا وینس کہا جاتا ہے یہاں دریاؤں اور نہروں میں ہاؤس بوٹ یعنی کشتی پر بنے ہوئے مکانات بھی پائے جاتے ہیں کچھ دن ہوئے ایک غیر ملکی سفارتخانہ بھی اسی طرح کے ہاؤس بوٹ پر تھا اب بنکاک کی سڑکوں کی مجموعی لمبائی اسی میل ہے جن پر موٹریں دوڑتی ہوئی نظر آتی ہیں شہر کے اندر چینیوں کی تعداد

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۲)

یوکرین کی کہانی

روس پر حملہ کرنے کی ایک بڑی وجہ بلاشبہ یہ بھی ہے کہ ہٹلر اس چیز پر قبضہ جمانا چاہتا ہے جسے یورپ کا غلہ خانہ کہا جاتا ہے یورپ کے سب سے زیادہ مالا مال خطے کے لئے جو لڑائی ہو رہی ہے وہ دنیا کی عظیم ترین خونیں جنگ ہے۔ روس کو چک (چھوٹا روس) جسے عام طور پر یوکرین کہا جاتا ہے جنگ عظیم کے ختم ہونے تک دنیا میں بہت کم بہت ناس تھا دنیا میں سے کم جس خطے کی بابت لوگ کچھ جانتے ہیں اور اس پر گفتگو کرتے ہیں وہ یوکرین اور اس کے باشندے ہیں ایک عرصہ دراز تک یہاں کے لوگ اپنے آپ کو ایک علیحدہ قومی حیثیت میں رکھ کر زندگی بسر کرتے رہے نہ سفید روس اور شمال مشرق کے روسیوں سے اپنے آپ کو الگ الگ ہستی سمجھتے تھے حتیٰ کہ روسیوں اور اہل پولینڈ سے علیحدہ ان کی ایک اپنی تہذیب اور زبان بھی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یوکرین کی پہلی اپنی سلطنت چودھویں صدی عیسوی میں کیف کے مقام پر قائم ہوئی تھی چودھویں صدی ہی میں اس سلطنت کا مشرقی حصہ لتھوینیا کی سمت میں چلا گیا اور پولینڈ والوں نے اس کے مغربی حصہ کو چڑھائی کر کے جیت لیا اور آخر کار سارا ہی یوکرین ایک زمانہ میں پولینڈ کی عملداری میں آگیا۔

سنہ ۱۶۵۴ء میں اس ملک نے پولینڈ کا جوا کندھوں پر سے اتار پھینکا اور اس کے چند سال کے بعد روس کے مابین ایک معاہدہ ہوا جس کے نتیجہ کے طور پر اس ملک کا کچھ حصہ ماسکو کی ماتحتی میں دے دیا گیا۔ حال تک یوکرین کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے رکھا گیا تھا ایک کو مغربی یوکرین کہتے ہیں ایک کو بوکووینا کا رومانی صوبہ کہا جاتا ہے ایک کارپاتھین یوکرین کہلاتا ہے اور ایک یوکرین عظمیٰ کہلاتا ہے۔ یوکرین کی ایک بستی جسے روس کے نئے اہم جگہ حاصل ہے سرحدی چوکی کے طور پر ولاڈی واسٹک کے مقام پر ہے جو جاپان کے خلاف ایک عمدہ بندش ہے لیکن گنجان آبادی بڑے یوکرین ہی میں پائی جاتی ہے جس کا رقبہ فرانس کے برابر سمجھا جاتا ہے اور اس میں روس کا جنوبی حصہ ہے اور ادھر کاکیشیا تک اس کے ڈانڈے آملتے ہیں نیز ایک تیسرا خطہ وہ بھی ہے جو جنوب مشرقی علاقہ میں ہے اور جسے کبھی پولینڈ شمار کیا جاتا تھا اگرچہ جنگ عظیم کے بعد لڑائی کی لوٹ تقسیم کرنے کے لئے اس ملک کے حصے بخرے کر دیئے گئے تھے یوکرین کی کچھ زمین پولینڈ کے حوالے کی گئی تھی بوکووینا کا یوکرینی صوبہ رومانیا کو سونپا گیا تھا اس کی وجہ سے یوکرین کی اقلیتیں جو رومانیا اور پولینڈ میں چلی گئیں سخت بددل اور ناآسودہ رہیں جب ۱۹۱۷ء میں سلطنت روس کا خاتمہ ہوا اور سوویٹ کا قیام عمل میں آیا تو روسی یوکرین نے بھی اپنی آزادی کا اعلان کر دیا یہ آزادی بہت کم عمر ثابت ہوئی ۱۹۱۸ء میں یہاں ایک سوویٹ ریاست بنا دی گئی سنہ ۱۹۲۳ء میں یوکرین کی سوویٹ سوشلسٹ جمہوریت سوشلسٹ سوویٹ یونین کی ایک ریاست میں بدل گئی۔

اس پر جرمنی کے دانت کیوں ہیں؟

جب سے کہ جرمنی میں نازیوں کا اقتدار بڑھا وہ یوکرین کی دولتوں اور قدرتی زرعی پیداوار پر دانت تیز کرنے لگے یوکرین کے مالا مال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کی زمین بڑی زرخیز ہے ذرا سے کام سے آپ بڑے بڑے فائدے اٹھا سکتے ہیں بڑے روس میں جو طویل سرما ہوتا ہے اور زمین پر اس کا ناگوار اثر ہوتا ہے یوکرین کی زمین جاڑے پالے کے اثر سے بالکل محفوظ ہے جب سے کہ یہاں سوویٹ نظام چلا یوکرین یورپ کے اہم صنعتی مقامات میں ایک ہو گیا۔ یوکرین اعظم میں سالانہ ۶۰ ملین ٹن کوئلہ نکلتا تھا ۳۲ ملین ٹن کچا لوہا ۱۵ ملین ٹن پیٹرولیم ۷ ملین ٹن سخت لوہا ۳۰۵ ملین ٹن فولاد اور ۱۲ ملین ٹن شورہ نکلتا ہے پانی سے بننے والی بجلی کا دنیا میں سب سے بڑا خانہ ہے یہاں ادن اور سوت کی پارچہ بافی کا یہ مرکز بنتا جا رہا تھا گیہوں مکئی آلو رائی جوار جو شکر اور چقندر کی زیادہ از ضرورت مقدار بکثرت یہاں دستیاب ہوتی تھی۔ نوبوری نوو سک کے مقام پر جو عظیم الجثہ پانی کا بند بنایا گیا ہے وہ دنیا کا سب سے بڑا بند ہے علاوہ ازیں یہاں بڑے بڑے فولاد کے کارخانے لگانسک کے مقام پر ریلوے انجن بنانے کے کارخانے خارکوف پر دیگر گاڑیوں کے کارخانے سیمنٹ کے ذخیرے کرام ٹورسک کے مشین ورکس وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان تمام چیزوں نے یوکرین کو روس کے لئے ایک اہم ترین جزو حیات بنا دیا تھا لیکن اس جنگ کے شروع ہوتے ہی روسیوں نے ان صنعتی دولتوں کو اٹھا کر یا تو دوسری جگہ منتقل کر دیا یا پھر انہیں جرمنی کی آتی ہوئی رو کو روکنے کیلئے خود ہی تباہ و برباد کر دیا تاکہ وہ دشمن کے ہاتھ نہ چڑھیں لیکن یوکرین کی سرزمین بجائے خود اس قدر زرخیز ہے کہ جنگ کی تباہ کاریوں کے باوجود جو چیز پیدا قلیل عرصہ میں پیدا ہو جاتی ہے ملک کے اس سرے سے لیکر اس سرے تک کالی زمین کا ایک طویل قطعہ چلا گیا ہے جسے کالی زمین کا خطہ کہا جاتا ہے یہ یورپ کا غلہ گھر ہے یہاں غلہ اس قدر کثرت سے پیدا ہوتا ہے کہ کہیں اس کی مثال نہیں ملتی یہی وجہ ہے کہ روس اس قدر کثیر مقدار میں گیہوں باہر کی دنیا کو برابر بھیجتا رہتا ہے بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یوکرین میں جادو کے ذریعہ سب چیز ذرا سی دیر میں پیدا ہو جاتی ہے۔

قومی اضطراب

اس مالا مال سرزمین یوکرین پر جرمنی کی حریص نظریں ہمیشہ سے پڑتی رہی ہیں روس کے اس حصہ میں جرمنی نے گڑبڑ پھیلانے کی ہمیشہ کوششیں کیں یہاں ایک یوکرین نیشنلسٹ آرگنائزیشن (یوکرین کا قومی اتحاد) نامی جماعت بنائی گئی جسے برلن سے روپیہ پہنچتا رہا حد یہ ہے کہ سنہ ۱۹۳۲ء ہی میں نازی ایجنٹ یہاں وارد ہو چکے تھے اور ایک آزاد یوکرینی سلطنت کی بنیاد ڈالنے کے لئے ان کی اسکیمیں پکی ہو چکی تھیں۔ زاری زمانہ کا ایک جرنیل تھا جس کا نام سکوری پاڈسکی تھا اس کے لڑکے کے ذریعہ یہاں بہت اضطراب پھیلایا گیا بلکہ جنرل سکوری پاڈسکی کو یوکرین کا شہزادہ اور وارث تخت تک کہنا شروع کر دیا تھا کارپاتھو یوکرین کا علاقہ جب ہنگری نے دبایا تو یوکرین میں ایک قومی ایجیٹیشن شروع ہو گیا تھا جرمنی سے روزانہ یوکرینی براڈکاسٹ کئے جاتے تھے جس میں آزاد یوکرین ریاست پر لوگوں کو اکسایا جاتا تھا۔ ۲۰ جون سے ۳۰ جون ۱۹۴۲ء کی ایک سرکاری روسی خبر کی بنا پر یہ معلوم ہوا ہے کہ یوکرین میں نوجوانوں کی ایک جماعت نازیوں نے ایسی تیار کر لی تھی جو مشرقی محاذ روس پر پوشیدہ دہشت انگیزی کرتی۔

لیکن اب تک نازی کوششیں جو یوکرین میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کی گئیں فیل ہو گئی ہیں بلکہ اس کی جگہ یوکرین کے لوگوں نے اپنی ساری کوششیں روس کے لئے ختم کر دی ہیں اور ہٹلر کو روکنے کیلئے سر توڑ کوششیں ہو رہی ہیں۔

یوکرین میں نازیوں کو جو ہوشربا فتوحات حاصل ہوئی ہیں ان سے جرمنی کا مقصد کچھ بھی پورا نہ ہوگا یوکرین کے لوگ کبھی بھی جرمنی کے آگے سر نہیں جھکائیں گے جو قوم کہ صدیوں تک پولوں روسیوں سویڈوں ترکوں اور تاتاریوں سے ٹکر لیتی

(باقی مضمون صفحہ [illegible] پر)

مرد دھات کی بیماری

اگر کسی مرد کو پیشاب کرنے کے بعد یا پیشاب سے پہلے سُفید رنگ کا پانی خارج ہو تو یہ بہت خطرناک بات ہے۔ اسے جریان کی بیماری کہتے ہیں رفتہ رفتہ یہ مرض بڑھ جاتا ہے تو پھر آدمی شادی کے مطلب کا نہیں رہتا۔ اس کی قوتِ مردمی ختم ہو جاتی ہے۔ اس واسطے جن مردوں کو یہ شکایت ہو (یعنی پیشاب کرنے سے پہلے یا پیشاب کے بعد یا کسی خیال کے آتے ہی سُفید رنگ کی رطوبت خارج ہو جائے۔ یا رات کو سوتے میں احتلام ہو جائے دیعنی خواب ہو جائے) تو اس خطرناک مرض سے غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ ایک دن زندگی کا خاتمہ کر دیگا۔
اگرچہ بعض ڈاکٹر اور حکیم اس مرض کو بہت مشکل بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے علاج میں کافی روپیہ خرچ ہوگا۔ لیکن یہ ان کی بھول ہے۔

جریان کا مرض صرف ایک ہفتہ میں ختم کیا جا سکتا ہے

اور صرف ساڑھے تین روپے خرچ ہوں گے۔ دہلی کے مشہور "زنانہ دواخانہ" کی تیار کردہ دوا "جوہر اعظم" اس مرض کے لئے اکسیر کا کام کرتی ہے۔ صرف ایک شیشی "جوہر اعظم" سے بڑے بڑے پرانے مریضوں کو تندرستی ہوگئی۔ اور پھر پیشاب کے وقت سفید رطوبت نکلنی بند ہوگئی جن لوگوں کو ضرورت ہو

مینجر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر "جوہر اعظم" کی شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لیں۔ ایک شیشی کی قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے۔ پارسل کا محصول کسی ہندوستانی خریدار سے نہیں لیا جاتا۔

سوزاک کے مریض ختم ہوگئے

اندازہ کیا جا رہا ہے کہ اگر دوا "کلوزول" اسی طرح سوزاک کے مریضوں کو تندرست کرتی رہی تو بہت جلد وہ وقت آ رہا ہے کہ جب ہندوستان بھر میں سوزاک کا مریض نہ مل سکے گا۔ سوزاک نیا ہو یا پرانا ہر حالت میں صرف ایک شیشی دوا "کلوزول" سوزاک کے مرض کا پوری طرح خاتمہ کرکے مریض کو بالکل تندرست اور جوان کر دیتی ہے۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی سوزاک کے مریض نے دوا "کلوزول" استعمال کی ہو۔ اور اسے فائدہ نہ پہونچا ہو۔ کیونکہ یہ دوا ہندوستانی آب ہوا کے لحاظ سے بیحد عجیب ہے، لوگ اسے جادو کی دوا کہنے لگے ہیں۔ سوزاک کے مریضوں کو چاہیئے۔ کہ وہ جلد سے جلد

مینجر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر دوا "کلوزول" کی ایک شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل طلب کریں۔ استعمال کرنیکی تمام ہدایات دوا کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ایک شیشی "کلوزول" کی قیمت صرف دو روپے نو آنے ہے اخراجات آنے محصول ڈاک لگتا ہے۔

دو روپے میں فوٹو کیمرہ

ہزاروں آدمی یہ فوٹو کیمرہ خرید چکے ہیں۔ اتنا سستا اور ایسا کارآمد فوٹو کیمرہ صرف دو روپے میں فروخت ہو رہا ہے۔ یہ انتہائی حیرت کی بات ہے۔
ہر قسم کی تصویر جب چاہو لے لو۔ گھر میں بچوں کے بڑوں کے جیسے چاہو فوٹو خود اتار لو۔ ترکیب استعمال بیحد آسان ہے۔ سیکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کیمرہ کے ہندوستان میں آنے کے بعد بڑی قیمتوں کے فوٹو کیمرے بکنے یقیناً کم ہوگئے۔ اگر آپ کو فوٹو لینے کا شوق ہو تو

مینجر کامیاب بک ڈپو۔ پی۔ بی ۳۴ دہلی

کو ایک خط لکھکر فوٹو کیمرہ بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لیجئے۔ ہر کیمرہ کے ساتھ فلم کارڈ۔ فوٹو دھونے کا مسالہ۔ اور ترکیب استعمال وغیرہ سب کچھ مفت ملتا ہے یعنی یہ کہ کیمرہ مکمل روانہ کیا جاتا ہے۔ قیمت مکمل کیمرہ دو روپے محصول ڈاک سات آنے لگتا ہے۔
(دو فوٹو کیمرے ایک ساتھ خریدنے پر محصول ڈاک معاف کر دیا جاتا ہے)

آپ اولاد سے محروم ہیں تو

ایک سال کے بعد آپکے ہاں بچّہ ہو سکتا ہے

اگر آپ بہنیں کوئی بھائی اولاد سے محروم ہیں۔ شادی کو کافی عرصہ ہو گیا اور اولاد نہیں ہوتی۔ تو اس کی نہایت آسان ترکیب ہے۔ بالکل وہی دوا جس نے ہزاروں کی تمنا پوری کی آپ بھی اپنی بیوی کو استعمال کرا دیجئے۔ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھ لیجئے۔

سات رات تک مسلسل دوا "محافظ اولاد" کی ایک ایک خوراک عورت کو کھلائیے۔ اور ان سات رات تک ان سے علیحدہ رہیئے۔ آٹھویں رات یہ پرہیز توڑنا چاہیئے۔ یعنی ...... تو اسی رات حمل قائم ہو جائیگا۔ اور نو مہینے بعد آپ خود اپنی آنکھوں سے اپنی بیوی کی گود میں بچہ دیکھ لیں گے۔ یہ وہ شاندار تجربہ ہے جس نے سینکڑوں بے اولاد عورتوں کو صاحب اولاد بنا دیا۔ ایک شیشی "محافظ اولاد" دوا میں پوری سات خوراک دوا ہوتی ہے۔ اور اس شیشی کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ اور پارسل محصول سات آنے لگے گا۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر بذریعہ وی۔پی پارسل منگائی جا سکتی ہے۔

عورت کا سینہ

اگر کوئی جوان عورت اپنے بچوں کو مسلسل دودھ پلانے یا کسی بے احتیاطی کے سبب اپنے سینہ کے ابھار کو کھو بیٹھی ہو اور پستان نرم ہو کر نیچے کو ڈھلک گئے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت جوانی میں ہی اپنی خوبصورتی کھو بیٹھی ایسی عورت کو چاہیئے کہ اپنے سینہ کی خوبصورتی اور ابھار کو دوا "برسٹین" کے ذریعہ پھر ٹھیک کرے۔ دوا "برسٹین" نے ہزاروں عورتوں کو دوبارہ جوان کر دیا ہے۔ اور ان کے سینہ میں پھر وہی سابقہ ابھار اور گولائی پیدا ہو گئی ہے۔ اس دوا سے نیچے کو گرے ہوئے ثمر شباب دوبارہ سخت اور گول ہو جاتے ہیں۔ لگانے کی دوا ہے۔ اگر کوئی گود کا بچہ دودھ پیتا ہے۔ تب بھی کوئی حرج نہیں۔ ایک شیشی "برسٹین" کی قیمت چار روپے پندرہ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔بی ۳۴ دہلی

کو خط لکھ کر بذریعہ وی۔پی پارسل منگائی جا سکتی ہے۔ محصول ڈاک سات آنے لگتا ہے۔

دمہ کا بیمار۔ زندگی سے بیزار

یہ بالکل سچ ہے کہ دمہ کا بیمار زندگی سے بیزار ہو جاتا ہے لیکن اب اس بیزاری کی ضرورت ہی نہیں۔ ہندوستان کے ایک مشہور و معروف یونانی طبیب نے اس مشکل کو حل کر دیا۔ اور اب چالیس ہزار مریض دمہ کے مرض سے بچا لئے گئے اگر دمہ کا مریض دوا "سانسول" استعمال کرے تو چند روز میں اس تکلیف دہ مرض سے نجات مل جاتی ہے اور اب تک تقریباً چالیس ہزار دمہ کے مریضوں کو آرام ہو چکا ہے۔ اگر سردی کے موسم میں یا کسی اور موسم میں آپ کو دمہ کی تکلیف ہو جاتی ہو تو آپ کے لئے ضروری ہے۔ کہ دوا "سانسول" استعمال کریں۔ پھر آپ خود ہی دیکھ لیں گے۔ کہ آئندہ کسی موسم میں آپ کو یہ تکلیف ہرگز نہیں ہو سکتی۔

مینیجر زنانہ دواخانہ پی۔بی ۳۴ دہلی کو خط لکھ کر دوا "سانسول" منگا لیجئے۔ ایک شیشی کی قیمت ایک روپیہ چھ آنے ہے۔ محصول ڈاک سات آنے ہے۔ تین شیشی ایک ساتھ منگانے پر محصول پارسل معاف ہے۔

عورت کی عمر ۲۲ سال - جوانی ختم

سُفید پانی کی بیماری کا ہولناک نتیجہ

اگر کسی جوان عورت کو پانی گرنے کی بیماری ہو جائے یعنی وقت بیوقت...... سُفید پانی جانے لگے تو یہ عورت کی جوانی کے لئے زہر ہے۔ اس بیماری کو سیلان الرحم اور لیکوریا بھی کہتے ہیں۔ یہ خطرناک بیماری عورت کی جوانی کو چند ہی روز میں تباہ کر ڈالتی ہے۔ اس کی کمر اور ناف نلوں اور پیٹ میں بلکہ تمام جسم میں بے کلی اور بے چینی کا درد ہونے لگتا ہے۔ ماہواری بھی بے قاعدہ کر دیتی ہے۔

پانی بند کرنے کا طریقہ

اس مرض کا سب سے آسان علاج یہ ہے۔ کہ ایسی بیمار عورت کو ایک شیشی دوا "روک" استعمال کرا دینی چاہیئے اس دوا کے مسلسل استعمال سے تیسرے دن سُفید پانی آنا بند ہو جائیگا اور پوری شیشی استعمال کرنے سے سیلان الرحم یعنی لیکوریا بالکل ختم ہو کر مریضہ پوری تندرست ہو جائے گی۔ اور پھر سفید رطوبت خارج نہ ہوگی۔ دوا "روک" سالہا سال سے اس مرض کا بہترین علاج تسلیم ہو چکی ہے۔ صرف ایک ہی شیشی عورت کو تندرست کر دیتی ہے۔ ملک کے کونے کونے میں یہ دوا اپنا شاندار ریکارڈ قائم کر چکی ہے۔ ایک شیشی دوا "روک" کی قیمت تین روپے ہے۔ جس کو ضرورت ہو

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ ۳۴ پی۔بی دہلی

کے پتہ پر خط لکھ کر دوا "روک" کی شیشی بذریعہ وی۔پی پارسل منگالیں اور استعمال کرلیں۔ تیسرے دن ہی پانی آنا بند ہو جائیگا۔ پارسل پر سات آنے محصول خرچ ہوگا۔

تار کا پتہ :- "زنانہ دواخانہ" دہلی — ٹیلی فون نمبر ۳۲۶۸

پچیس ہزار روپیہ معمہ نمبر ۵۹ نقد انعام

ترکیب حل

سامنے نو خانے مربع ہیں۔ انہیں ہندسوں سے اس طرح پُر کریں کہ ہر طرف قطار کا مجموعہ ۹۶ آئے۔ یعنی بشمول ضرب۔ یا کسی قسم کی کسر وغیرہ استعمال نہ ہوگی۔

		۳۳
	۳۲	
۳۱		

انعام

ہر درست حل والے کو کم از کم ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ ۱۳ جنوری تک جس کے سب سے زیادہ حل دفتر میں موصول ہوں گے ایک ہزار روپیہ کا خاص انعام دیا جائیگا۔ جس کے کم سے کم پانچ حل دفتر میں موصول ہوں گے ایک عمدہ فاؤنٹین پن انعام دیا جائے گا۔ تمام انعام گارنٹی شدہ ہیں۔

شرائط و قواعد

کسی سادہ کاغذ پر کسی تعداد میں حل معہ فیس داخلہ بحساب ایک روپیہ فی حل دفتر میں روانہ فرمائیں جتنی تعداد میں حل روانہ کریں اتنی ہی تعداد میں روپیہ روانہ کریں۔ اور پانچ پیسہ کا ٹکٹ ہمراہ روانہ کریں تاکہ نتیجہ آپ کو براہ راست روانہ کیا جاسکے منی آرڈر کی رسید حلوں کے ہمراہ روانہ کریں جن حلوں کے ہمراہ رسید نہ ہوگی وہ حل مقابلہ میں شامل نہ ہوں گے۔ تاریخ مقررہ کے گزرنے کے بعد جو حل دفتر میں موصول ہوں گے مقابلہ میں شامل نہ کئے جائیں گے۔ تمام حل اور منی آرڈر ۵ ار فروری تک دفتر میں وصول ہونے چاہئیں۔ درست حل اور قابل انعام حل وہی تصور ہوگا جو ہمارے سربمہر حل سے ہندسہ بہ ہندسہ اور خانہ بخانہ ملتا ہوگا۔ اس معمہ کی واضح شرط ہے کہ مجیب معمہ کا فیصلہ قطعی اور قانونی طور پر قابل قبول ہوگا ۱۶ ار فروری کو سربمہر حل شرفا کی موجودگی میں کھولا جائے گا ۱۷ ار فروری کو انعامات روانہ ہوں گے حل اور منی آرڈر پتہ ذیل پر روانہ کریں۔

پتہ:۔ **منیجر انڈو امریکن ہائیڈ کمپنی ۱۵ اکرم روڈ بیٹ ۵۵ لاہور**

مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

کرنے لگے — حالانکہ آخرت کے مقابلہ دنیوی زندگی کا

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ

عیش تو بہت تھوڑا ہے — اگر تم جہاد کو نہ نکلوگے تو اللہ تم کو

عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

دردناک سزا دیگا — اور تمہاری بجائے ایک اور قوم کو لے آئیگا

وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

اور تم خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکوگے — اور خدا سب کچھ کر سکتا

قَدِيْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ

ہے — اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے تو نہ کرو اللہ نے اسکی مدد اسوقت بھی کی تھی

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ

جبکہ کافروں نے اُس کو نکالا تھا — اور وہ دو میں کا دوسرا تھا

اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ

دونوں غار کے اندر تھے — اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

کچھ فکر نہ کرو — اللہ ہمارے ساتھ ہے نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے اپنی طرف سے

سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا

اُس پر سکون خاطر نازل فرمایا اور ایسی فوجوں سے اسکی مدد کی جن کو تم نے نہیں دیکھا

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ

اور کافروں کی بات — نیچی کردی

وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب و صاحب تدبیر ہے

تفسیر — سنہ ۹ ہجری میں غزوۂ طائف [illegible] تبوک کا ارادہ کیا۔ حضور کا قاعدہ تھا کہ اگر کہیں چڑھائی کا

کا ارادہ ہوتا تو اصل مقصد کا اظہار نہ فرماتے بلکہ دوسرے الفاظ میں ارادہ کو ظاہر فرماتے تاکہ دشمن آپ کے ارادہ سے آگاہ ہو کر فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ لیکن تبوک دور سرحد شام پر پڑتا تھا۔ دس منزل کا فاصلہ پر تھا اور آپ کو مکمل تیاری کرنی تھی اسلئے حضور نے اپنے ارادہ کا اعلان کردیا اور عام مسلمانوں کو ساتھ چلنے کا حکم ہوا۔ تبوک کو جانے کی وجہ یہ تھی کہ ملک شام سے ایک قافلہ نے آکر اطلاع دی تھی کہ ہرقل شاہ روم کو کفار اور دشمنان اسلام نے یہ خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اور وہاں کے ملک میں قحط ہے لوگ پریشان اور بے سروسامان ہو رہے ہیں۔ ایسے وقت میں [illegible] فتح ہوسکتی ہے۔ ہرقل نے یہ اطلاع پاکر اپنے [illegible] جنگ [illegible] چالیس ہزار فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا ہے اور عرب و عراق کے تمام نصرانی قبائل کو فوج کی مدد کے لئے مقرر کردیا ہے۔ [illegible] عاملہ وغیرہ شاہی فوج کے مددگار ہیں نیز شاہ غسان بھی فوجی اور مالی امداد کے لئے تیار ہوچکا ہے۔ حضور نے یہ خبر پاکر مسلمانوں کو جہاد کیلئے آمادہ کیا اور تمام قبائل عرب میں نقیب و داعی بھیج دیئے اور سب کو جلد از جلد جمع ہوجانے کا حکم دیدیا۔ چونکہ اُس سال سخت کال تھا پھلوں کے پکنے کا زمانہ تھا سخت گرمی پڑ رہی تھی سفر بھی دور کا تھا [illegible] سامان کچھ نہ تھا اتنی تنگدستی تھی کہ مسلمانوں کے حصہ میں ایک ایک سواری آتی تھی۔ خوراک کیلئے جو اور چربی کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔ کوسوں پانی نہ تھا۔ ریگستان طے کرنا تھا اُس پر ہرقل جیسے قہار بادشاہ کا مقابلہ تھا اسلئے بعض لوگ خصوصًا منافق چلنے میں حیلے بہانے کرنے لگے اور پست ہمت ہوکر سست پڑگئے اُس پر یہ آیات نازل ہوئیں مگر پستیٔ ہمت یا حیلہ تراشی عام مسلمانوں نے نہیں کی تھی۔ مسلمان تو شاید تیس ہزار زائد رسول اللہ کی ہمرکابی سے نہیں ہٹے البتہ منافقوں کو چونکہ شکست کا یقین تھا اور راستہ کی دشوار گذاری شاق تھی اسلئے وہ بالکل پست ہمت تھے اور حیلے بہانے کرتے تھے۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ:-

مسلمانو! جہاد کا حکم ملنے پر تم سست اور پست ہمت کیوں پڑگئے کیا تم نے آخرت پر دنیوی زندگانی اور آرام طلبی کو ترجیح دے لی۔ دنیوی زندگانی اور اُس کا عیش و طرب تو بہت تھوڑا اور چند روزہ ہے۔ یاد رکھو اگر جہاد پر نہ جاؤگے تو اللہ کے سخت عذاب میں ماخوذ ہوگے اور تمہاری بجائے اللہ دوسری قوم کو اسلام کی حمایت کے لئے مقرر کردیگا۔ جہاد پر نہ جانے سے تم رسول اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکوگے اپنا ہی نقصان کروگے۔ تم کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اگر ہم مدد نہ کرینگے تو رسول اللہ کی کوئی مدد نہ کریگا اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اُس نے اپنے رسول کی مدد اُسوقت بھی کی جبکہ کافروں نے اُس کو جلاوطن کردیا تھا اور وہ مع اپنے دوسرے ہمراہی کے چلکر غار میں چھپ گیا تھا اور اُس کے ساتھ [illegible] تھی۔ جب اُس کے ہمراہی نے اپنے اضطراب کا اظہار کیا تو اُس نے [illegible] سے کہا فکر نہ کرو کہ اللہ ہمارے [illegible] کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ چنانچہ اپنی طرف سے اطمینان و تسلی اُس کو عطا کیا اور مختلف مقامات پر غیبی لشکر سے اسکی امداد کی اور بالآخر

کافروں کی بات کو نیچا کر دکھایا تو کیا اب وہ خدا اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا۔ اللہ کا تو بول بالا ہے بہرحال بالا رہیگا۔ اُس کو ہر طرح کی طاقت ہے اور اُس کے علم و حکمت کا دائرہ بھی وسیع ہے پھر وہ امداد کرنے سے کس طرح عاجز نہیں ہو سکتا۔
اِذْ اَخْرَجَهُ الخ میں خدا تعالیٰ نے ہجرت کا واقعہ مختصر طور پر بیان فرما کر مسلمانوں کو یقین دلایا ہے کہ اللہ بہرحال اپنے رسول کی مدد فرماتا ہے۔ چونکہ آیات میں مجمل طور پر ہجرت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس لئے ہم بھی صحیح بخاری سے مختصر طور پر یہ واقعہ نقل کرتے ہیں۔ جب کافروں نے دار الندوہ میں رسول پاک کو شہید کرنے کا مشورہ طے کر لیا تو بحکم الٰہی آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا ارادہ کیا اور اس راز سے صرف صدیق اکبرؓ کو مطلع کیا۔ صدیق اکبرؓ بھی ہمراہ چلنے کے خواستگار ہوئے۔ حضور نے اُن کو اجازت دیدی۔ چنانچہ رات کو جب کافروں نے مکان کا محاصرہ کر لیا تو بحکم خدا آپ حضرت علیؓ کو اپنی جگہ لٹا کر دروازہ کھول کر جو کیدارہ کرنے والوں کے سروں پر خاک ڈالتے نکل گئے اور کسی کو پتہ بھی نہ ہوا۔ یہاں سے نکل کر ابو بکرؓ کے مکان پر پہنچے وہاں سے ابو بکرؓ کو ساتھ لیکر چل دیے۔ کافروں کو جب صبح کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے چاروں طرف سوار دوڑا دیے۔ اور ہزار اونٹ انعام مقرر کر دیا۔ یہ دونوں بزرگ چلتے چلتے غار ثور پر پہنچے اور وہاں جا کر غار کے اندر آرام سے بیٹھ گئے۔ کفار نے پیچھا کیا۔ نشان قدم دیکھتے دیکھتے غار ثور کے دہانے پر پہنچے اندر سے کافروں کے پاؤں نظر آتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کو حضور اقدسؐ کا اندیشہ ہوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کافر آ گئے۔ اگر نیچے جھک کر دیکھینگے تو ہم دیکھ جائیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا ابو بکر! اُن دو شخصوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے تم کچھ فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو اطمینان قلب حاصل ہوا اور تین شبانہ روز رہنے کے بعد وہاں سے مدینہ کو چل دیے۔

مقصود بیان:- جہاد کا حکم ترغیب آمیز۔ دنیوی ساز و سامان کتنا ہی عظیم الشان ہو مگر آخرت کے مقابلہ میں حقیر بے مقدار ہے۔ مسلمان کو اس سے دل نہ لگانا چاہئے۔ اس امر کی صراحت کہ دین الٰہی کی کامیابی اور تبلیغ رسول اللہ کی ظفر و اشاعت کچھ موجودہ مسلمانوں ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ اللہ جس سے چاہتا ہے اپنا کام لیتا ہے وہ بجائے موجودہ مسلمانوں کے دوسری قوموں سے بھی یہ کام لے سکتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت کی تصریح کہ جب حضورؐ کو دنیا نے چھوڑ دیا تب بھی حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی معیت اختیار کی اور اپنی جان کی کوئی پروا نہ کی۔ اگر کچھ فکر ہوئی تو حضورؐ کی نسبت۔ اُس پر حضورؐ نے تسلی دیدی۔ حضور اقدسؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو جو فہمائش کی تھی اس سے توکل اور ہر مصیبت کے وقت ذات الٰہی پر بھروسہ کرنے کی تعلیم حاصل ہوتی ہے۔ اس بات کا بھی استخراج ہوتا ہے کہ خدا ہر وقت اور ہر جگہ حاضر ناظر ہے اور ہر شخص کے ساتھ موجود ہے۔ نیز یہ امر بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ اپنے نیک بندوں کی مدد ہر کٹھن وقت کرتا ہے [illegible]

کہ کافروں کو ہر موقعہ پر مسلمانوں کے مقابلہ میں بشرطیکہ مقابلہ کفر اور اسلام کا ہو نیچا دیکھنا پڑتا ہے اور ہمیشہ اللہ کا بول بالا رہتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کہنا اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ممکن و واجب اور مخلوق و خالق کا اتحاد وجود نہیں ہے اور یہ خیال غلط ہے کہ تمام عالم کا وجود بعینہ اللہ کا وجود ہے ورنہ معیت کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ معیت تعدد کو چاہتی ہے۔ واللہ اعلم۔

انْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا

ہلکے اور بھاری (نکل کھڑے ہو) اور راہ خدا میں

بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اپنے جان و مال سے جہاد کرو

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

اگر دانشمند ہو تو سمجھ لو کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا

اگر کچھ قریب الحصول فائدہ ہوتا اور متوسط درجہ کا سفر ہوتا

لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ

تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے مگر مسافت انہیں لمبی معلوم

الشُّقَّةُ ط وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ

ہوئی عنقریب یہ قسمیں کھائیں گے کہ اگر

اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ج يُهْلِكُوْنَ

ہم سے بن پڑتا تو ضرور تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوتے یہ لوگ اپنی جانوں کو

اَنْفُسَهُمْ ج وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ ع

وبال میں ڈالتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ بلاشبہ جھوٹے ہیں

تفسیر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبوک کو جانے کا ارادہ کر لیا اور بیس یا تیس یا ستر ہزار مسلمانوں کی عظیم الشان فوج جمع ہو گئی تو بہت سے منافقوں نے [illegible] پیش کرنے شروع کیے۔ کسی نے اپنی کمزوری ظاہر کی۔ کسی نے ناداری کسی نے عیال کی کثرت۔ کسی نے اپنی صحت [illegible] کسی نے اپنے کاروبار کی مشغولیت غرض یہ کہ ہر شخص نے حسب ضرورت اور حیلہ سازی شروع

کردی - اس پر حکم عام ہوگیا اور یہ آیات نازل ہوئیں اور عمومی اعلان ہوگیا کہ کوئی حالت ہو کمزور ہو یا طاقتور مشغول ہو یا خالی - بوڑھے ہو یا جوان - تنگدستی ہو یا فراخی - چست ہو یا سُست بہرحال جہاد کو چلو اور راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرو اور جانیں لڑا دو - یہ دنیا و دین میں تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کو اسکی بہتری کا علم ہو اور جہاد کا ثواب معلوم ہو تو ضرور اس حکم کی تعمیل کرو۔

جب یہ حکم نازل ہوا تو حضور ؐ سب کو ساتھ لیکر چل دیئے لیکن منافق پھر بھی ہر منزل پر بکھرتے جاتے تھے اور حیلے بہانے کرکے اجازت لیکر واپس جارہے تھے کچھ لوگ پہلے ہی سے مدینہ میں رہ گئے تھے جن میں سے تین مخلص مسلمان بھی تھے - غرض حضور رسالتمآب تبوک پر پہنچے وہاں کچھ قیام کیا اور کچھ مدت کے بعد واپس ہوئے تو راستہ میں منافقوں کے حق میں مذکورۂ ذیل آیات نازل ہوئیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اگر ان منافقوں کو مال غنیمت ہاتھ لگنے کا یقین ہوتا اور سفر بھی قریب کا ہوتا تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے مگر سفر تھا دور کا اور مال غنیمت کے حصول کی قطعی امید نہ تھی اسلئے ساتھ نہ گئے بلکہ اُن کو تمہاری شکست کا یقین تھا اب مدینہ پہنچو گے تو اللہ کی قسمیں کھاکر عذر پیش کرینگے کہ حضور ہم میں طاقت نہ تھی ہم مجبور تھے - اگر مجبوری نہ ہوتی تو ضرور آپ کے ساتھ چلتے مگر اس دروغ بافی اور جھوٹی قسمیں کھانے کا وبال اُنہی کو بھگتنا ہوگا - وہی اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہ کرینگے خدا کو خوب معلوم ہے کہ وہ جھوٹے ہیں -

تحلیل اجزاء اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا - خفت و ثقل کی تفسیر مختلف طور پر کی گئی ہے - ابن کثیر کا قول ہے خوشی ہو یا ناخوشی تنگدستی ہو یا فراخی ہو بہرحال جہاد کو نکلو - ابن عباس - عکرمہ - ابوصالح حسن بصری - مقاتل شعبی - زید بن اسلم وغیرہ کا قول ہے - جوان ہو یا بوڑھے جہاد کو نکلو مجاہد کا قول ہے جوان ہو یا بوڑھے - تونگر ہو یا مفلس - حکم ابن عتیبہ کا قول ہے خالی ہو یا مشغول - ابن جریر کہتے ہیں کہ عموم حالت مراد ہے یعنی ایسی حالت ہو جس میں جہاد آسان ہے یا ایسی حالت ہو جسمیں جہاد دشوار ہے - کمزور ہو یا طاقتور - بوڑھے ہو یا جوان - فقیر ہو یا تونگر بہرحال جہاد کو نکلو یہی تفسیر سب سے بہتر ہے کیونکہ لفظ میں عموم ہے اسلئے بغیر کسی وجہ سے خصوص پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

اس آیت میں جہاد کا عمومی حکم دیا لیکن جن لوگوں میں جہاد کی اہلیت اور صلاحیت ہی نہیں وہ عقلاً یا نقلاً مستثنیٰ ہیں - مثلاً بچے اور غلام اور عورتیں شرعاً مکلف ہی نہیں ہیں یا بیمار لُنجے اور اپاہج اور وہ بوڑھے جن میں چلنے کی طاقت ہی نہیں عقلاً بھی جہاد کی صلاحیت نہیں رکھتے - اور بعض لوگوں کے نزدیک آیت لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی الخ کی رُو سے منسوخ بھی ہیں - لیکن بعض صحابہ نے آیت کو عموم پر ہی محمول کیا ہے - چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضؓ

آخری عمر میں سفر جہاد پر جانے کا ارادہ کیا - بیٹوں نے کہا آپ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ صدیق اکبر رضؓ کے ہمراہ فاروق اعظم رضؓ کے ہمراہ بہت جہاد کرچکے اب آپ کا زمانہ نہیں ہم آپ کی طرف سے جہاد کرینگے - تو فرمایا نہیں مجھے بھی حکم ہے چنانچہ گئے جہاز میں انتقال ہوگیا - جنازہ نو روز تک جہاز میں رہا پھر ایک جزیرہ آیا تو وہاں دفن کیا گیا اور کسی قسم کی بو پیدا نہوئی تھی - مقداد بن اسود جب آخر عمر میں جہاد کو جاتے تھے تو بعض لوگوں نے کہا کہ اب آپ کو اللہ نے معذور کردیا اب کیوں ارادہ کرتے ہیں - فرمایا نہیں سورۂ بعوث میں ہم کو اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا کا حکم ہوا ہے۔

لیکن جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ غیر مکلف اور ناقابل جہاد لوگ حکم سے مستثنیٰ ہیں باقی لوگوں کے واسطے عمومی حکم ہے اور فقط غزوۂ تبوک کے ساتھ ہی اس حکم کی خصوصیت نہیں اگرچہ نزول آیت تبوک ہی کے متعلق ہوا مگر ہر جہاد کے لئے اس حکم کا عموم ہے -

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ الخ میں پیشین گوئی ہے کہ مدینہ پہنچوگے تو منافق آکر جھوٹی قسمیں کھائیں گے - چنانچہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی -

مقصودِ بیان :- جان و مال سے راہ خدا میں جہاد کرنے کا عمومی حکم اس امر کی طرف اشارہ کہ انسان بعض احکام کے مصالح سے ناواقف ہوتا ہے اور اُس کو حکم کی تعمیل میں دشواری محسوس ہوتی ہے مگر واقع میں وہ حکم پُر حکمت اور مفید ہوتا ہے - منافق صرف دکھانے اور فتنہ انگیزی کے لئے مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتے تھے - آیت میں منافقوں کے متعلق پیشینگوئی ہے جو حرف بحرف سچی ہوئی -

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى

(اے محمدؐ) اللہ نے تم کو معاف کیا تم نے اُن کو اجازت ہی کیوں دیدی

يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ

اس سے پہلے کہ سچوں کی سچائی تم پر ظاہر ہوجائے اور جھوٹوں کے

الْكٰذِبِيْنَ ۝ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ

جھوٹ سے تم واقف ہوجاؤ جو لوگ اللہ اور

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ

روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تم سے اپنے

يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

جان و مال سے جہاد (نہ) کرنے کی اجازت ہی نہ مانگیں گے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ○ اِنَّمَا

اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے ۔ رخصت

يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

کے خواہاں تو وہی لوگ ہوں گے جن کا اللہ

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ

اور روز قیامت پر ایمان نہیں اور اُن کے دل

قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ

شک میں پڑے ہیں اور وہ شک میں

يَتَرَدَّدُوْنَ ○ وَلَوْ اَرَادُوا

بھٹکے پھرتے ہیں اگر وہ نکلنا

الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ

چاہتے تو کچھ سامان اُس کے لئے تیار کرتے مگر

كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ

اُن کا اُٹھنا اللہ کو ناپسند ہوا اس لئے اس نے اُن کو ڈھیلا کر دیا اور کہہ دیا

اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ○ لَوْ خَرَجُوْا

کہ بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو اگر وہ تمہارے ساتھ

فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۠اَوْضَعُوْا

نکلتے بھی تو بس تم میں خرابیاں ہی بڑھاتے اور تمہارے درمیان گھوڑے

خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ

دوڑاتے اور تمہارا بگاڑ کرانے کی تلاش میں لگے رہتے تم میں

سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ

بعض لوگ سن بھی لیتے ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ

انہوں نے پہلے بھی فساد ڈلوانا چاہا تھا اور

قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ

تمہارے لئے تدبیروں کی اُلٹ پھیر کرتے رہے یہاں تک کہ حق آپہنچا

وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ○

اور اُن کی ناخوشی کے باوجود اللہ کا حکم غالب آیا

تفسیر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوکر مدینہ پہنچے تو منافقوں نے آکر عذر پیش کرنے شروع کئے۔ حضورؐ نے اُن کے عذر بظاہر قبول فرمائے اور کچھ مواخذہ نہ کیا۔ اس کے علاوہ روانگی کے وقت اور اثنائے راہ میں بھی ساتھ نہ چلنے کی اجازت دے چکے تھے اس پر لطیف عتاب ہوا اور خفیف فروگذاشت پر بلاغت آمیز خفیف ناراضگی کے ساتھ صراحتِ عفو بھی فرما دی اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

خیر اب تو خدا نے تم کو معاف کر دیا لیکن تم نے اُن کو واپسی کی اجازت آہ پہلے سے کیوں دیدی تھی سچے اور جھوٹوں کی حالت کا انکشاف تو ہو جانے دیا ہوتا جو سچے مومن تھے وہ تم سے واپسی کی اجازت کے خواستگار ہی نہ ہوتے بلکہ اجازتِ واپسی تو ان لوگوں نے چاہی تھی جن کا اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہ تھا اسلام کے متعلق اُن کے دلوں میں شک و تردد تھا پھر وہ تمہارے ساتھ ویسے ہی نہ جاتے خود ہی رہ جاتے انہوں نے نہ جانے کا پہلے سے پختہ ارادہ کر لیا تھا کیونکہ اگر اُن کو جانا ہوتا تو جانے کا کچھ تو سامان پہلے سے کرتے چونکہ اُن کے دلوں میں ایمان نہ تھا اور جانا نہ چاہتے تھے اسلئے اللہ کو بھی پسند نہ تھا کہ وہ اُٹھ کر تمہارے ساتھ جاتے۔ اللہ نے اسی بات کو مناسب سمجھا کہ وہ بیٹھے رہیں۔ اچھا اگر وہ چلے بھی جاتے تو وہاں جاکر کرتے کیا؟ جھوٹی خبریں اُڑاتے مسلمانوں میں فتنہ بپا کرنے کی کوشش کرتے۔ مسلمانوں میں اُن کے جاسوس موجود ہیں جو مسلمانوں کی خبریں اُن کو پہنچاتے ہیں ان جاسوسوں کا علم اللہ کو ہے۔ اس سے پہلے بھی انہوں نے فتنہ بپا کرنا چاہا تھا اور بہت جوڑ توڑ لگائے تھے مگر ان کی ایک نہ چلی اب بھی جاتے تو ایسا ہی کرتے۔

تحلیل اجزاء عَفَا اللّٰهُ الخ کو اکثر مفسرین نے معافی آمیز عتاب قرار دیا ہے۔ عون۔ عمرو بن میمون۔ عطاء خراسانی اور سفیان بن عیینہ وغیرہ کا یہی قول ہے لیکن قاضی عیاض نے شفاء میں اسکو عتاب نہیں کہا بلکہ زبان کا محاورہ قرار دیا ہے جس طرح اردو میں کہتے ہیں اچھا خیر اب جانے دو جو کچھ ہونا ہو گیا۔ قشیری نے اسی قول کو پسند کیا ہے میرے نزدیک بھی یہی بہتر ہے۔ امام رازی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الخ۔ مقصد یہ ہے کہ جھوٹے حیلے تراش کر اہل ایمان اجازت کے خواہاں نہیں۔ چنانچہ مہاجرین و انصار نے کہا تھا کہ ہم اجازت

نہیں ہوا ہے کیونکہ بار بار اللہ نے جہاد کی دعوت دی ہے۔ جب اس سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہ لیگئے اور اپنا قائم مقام مدینہ میں کرنے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ بات بہت تکلیف دہ اور شاق گذری۔ بالآخر حضور صلعم نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ جس طرح موسیٰ کے لئے بارون تھے اسی طرح تم میرے لئے ہو۔ اس فرمان پر بمشکل تمام حضرت علی رضی اللہ عنہ رہنے پر رضامند ہوئے۔

مَا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا میں شبہہ کیا گیا ہے کہ کیا مسلمانوں میں پہلے سے فتنہ فساد تھا جکی زیادتی منافقوں کے شمول سے ہوجاتی؟ ورنہ آیت کے کیا معنی؟ بیضاوی اور صاحب کشاف نے لفظ اِلَّا کو لٰكِنْ کے معنی میں لیا ہے یعنی اگر منافق شامل ہوجاتے تو مسلمانوں کے اندر کوئی قوت نہ زیادہ کرتے بلکہ فتنہ پیدا کرتے لیکن خفاجی وغیرہ نے استثنا کو منقطع قرار دیا ہے یعنی تمہارے اندر کچھ زیادہ نہ کرتے سوا فتنہ پیدا کرنے کے۔ مطلب یہ ہے کہ جتنی حالتیں تمہاری تھیں وہ بدستور رہتیں مگر ان حالتوں میں ایک جدید حالت یعنی فتنہ کا اضافہ ہوجاتا۔

وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ - اس کی تفسیر مختلف طور پر کی گئی ہے بعض نے اس سے کمزور مسلمان مراد لئے ہیں۔ ابن کثیر نے وہ لوگ مراد لئے ہیں جو منافقوں کے کلام کی تحسین اور اُن کی مدح سرائی کرتے تھے تاکہ منافقین اور مسلمانوں میں باہم فوراً مخالفت پیدا ہوجائے لیکن مجاہد اور زید بن اسلم نے اس سے جاسوس مراد لئے ہیں۔ ہم نے بھی تفسیری مطالب میں جاسوس کا لفظ ہی استعمال کیا ہے۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ - بعض کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ احد کے دن بھی منافق پھر گئے تھے۔ ابن جریج نے کہا کہ تبوک سے واپسی میں راستہ کے وقت ایک گھاٹی میں بارہ منافق چھپ گئے تھے تاکہ حضور کو اچانک ضرر پہنچائیں لیکن جبرئیل نے آپ کو اطلاع دیدی تھی وہی لوگ مراد ہیں۔

قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ - جب حضور مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کی اور منافق سب ہی دشمن تھے اور مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے تھے لیکن جب بدر کے روز مسلمانوں کو کھلی فتح حاصل ہوگئی تو عبداللہ بن اُبی بولا اب تو یہ کام چلا لہذا مصلحت یہی ہے کہ اس میں شریک ہوجاؤ چنانچہ بظاہر اسلام میں داخل ہوگئے۔

مقصود بیان :- عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ سے رسول پاک کو تلطف آمیز خطاب ہے۔ آیات میں اس امر پر دلالت ہے کہ رسول پاک کبھی اپنے اجتہاد سے بھی کام کرتے تھے جیسے کہ منافقوں کو واپس ہوجانے کی اجازت حضور نے بغیر وحی کے دیدی تھی۔ تعمیل حکم الٰہی میں پختہ ایمان والے کبھی پس و پیش اور حیلہ تراشی نہیں کرتے۔ ہر کام بمشیت الٰہی ہوتا ہے۔ کفار و منافقین کا جنگ تبوک سے رہ جانا بھی بمشیت الٰہی تھا۔ منافقوں اور کافروں نے اسلام کے خلاف ہزار تدبیریں کیں مگر ایک نہ چلی اور بالآخر حق غالب ہوکر رہا۔ اس میں مسلمانوں کو تسکین دی گئی ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا

ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے رخصت دیجئے بلا میں

تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ

نہ پھنسائیے بلا میں تو وہ خود ہی آ گرے

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝

دوزخ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے

تفسیر یہ آیت جد بن قیس کے متعلق نازل ہوئی۔ جد ایک منافق تھا اور خاندان بنو سلمہ کا سردار بھی تھا۔ ابن عباس مجاہد اور دیگر ائمہ تفسیر نے آیت کی شان نزول اس طرح بیان کی ہے کہ جب مسلمانوں نے غزوۂ تبوک کا ارادہ کیا اور ساز و سامان درست کرنے لگے تو حضور اقدس صلعم نے جد بن قیس سے بھی ہمراہ چلنے اور جہاد میں شریک ہونے کو کہا۔ جد نے بطور بہانہ کے عرض کیا یا رسول اللہ میری قوم کو معلوم ہے کہ مجھے عورتوں کی طرف زیادہ میلان ہے اگر میں اہل روم کے مقابلہ پر گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ رومی عورتوں کو دیکھ کر ضبط نہ کرسکوں گا لہذا آپ مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں یعنی جہاد پر نہ لیجائیں میں آپ کو مالی امداد دونگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جد نے یہ بہانہ کیا تھا درحقیقت وہ منافق تھا۔ نفاق کے سوا عدم شرکت کی کوئی وجہ نہ تھی۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ یہ منافق بظاہر تو آپ سے فتنہ سے بچنے کی درخواست کرتے ہیں، ور معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے خیر اندیش اور نیکوکار ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فتنہ میں خود پڑے ہوئے ہیں رسول کے حکم سے سرتابی اور فرمانِ الٰہی کو حیلہ بہانہ سے ٹال دینا زبردست فتنہ ہے جس میں یہ مبتلا ہیں۔ غرض یہ کہ دل میں کافر اور ظاہر میں مؤمن ہیں ان کو معلوم ہوجانا چاہئے کہ جہنم کے اندر کافر بند ہوں گے ان کی کفر طرازیاں ایسی بہانہ سازیوں کی موجب ہیں اور یہ نفاق انگیزیاں دخول جہنم کا سبب ہیں اور چونکہ یہ نفاق انگیزیاں ان کو ہر وقت گھیرے ہوئے ہیں تو گویا جہنم ان کو محیط ہے۔

مقصود بیان :- دخول جہنم کا سبب کفر ہے۔ کافروں کو ہمیشہ جہنم میں رہنا ہوگا۔ کافر قطعی جہنمی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں چون و چرا اور حیلہ سازیاں کرنا کفر ہے لشکر اسلام

کی امداد اپنی جان سے کرنا واجب ہے بشرطیکہ کوئی شرعی عذر نہو۔ وغیرہ۔

إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَ

اگر تم کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو برا لگتا ہے اور

إِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ

اگر تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم نے تو

أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا

اپنا کام پہلے ہی سے ٹھیک ٹھاک لیا تھا اور خوش خوش

وَّهُمْ فَرِحُونَ ۝ قُل لَّن يُصِيبَنَا

واپس چلے جاتے ہیں تم (ان سے) کہدو کہ ہم کو تو بس وہی پہنچیگا

إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا

جو اللہ نے ہمارے لئے لکھدیا ہے وہی ہمارا کارساز ہے

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اور اللہ ہی پر مسلمانوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے

تفسیر یہ آیت گذشتہ آیت کا معنوی ثبوت ہے۔ سابق آیت میں منافقوں کے نفاق کی طرف ضمنی اشارات کئے تھے اس آیت میں اُن کے علامات نفاق کی صراحت ہے اور پھر مسلمانوں کو اللہ پر بھروسہ رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

حاصل فرمان یہ ہے کہ یہ لوگ قطعی منافق ہیں مسلمانوں کو جہاد وغیرہ میں کوئی خوشگوار امر پیش آتا ہے تو یہ رنجیدہ ہوجاتے ہیں ان کو قلبی تکلیف پہنچتی ہے اور اگر کوئی بری بات پیش آجاتی ہے فتح نہیں ہوتی اور ظاہر کامیابی نہیں ہوتی تو بس یہ شادان وفرحان گھروں کو لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں اوہ ہم تو یہ پہلے ہی سمجھے ہوئے تھے اسلئے ہم نے تو اپنے بچاؤ کی تدبیر کرلی تھی اور اپنا کام کر چکے تھے۔ اے رسول! تم ان سے کہدو کہ دکھ سکھ تو مقدر ہے جو تقدیر میں اللہ نے لکھدیا ہے وہ ہوکر رہیگا۔ اللہ ہی ہمارا ناصر حافظ اور مددگار ہے یعنی کسی تدبیر سے نہ کوئی نفع مل سکتا ہے نہ نقصان دور ہوسکتا ہے اسلئے اہل ایمان کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

مقصود بیان:۔ اہل اسلام کی مصیبت پر خوش ہونا نفاق ہے امر مقدر کسی احتیاط سے نہیں رکتا۔ عقل وتدبیر پر بھروسہ رکھنا کفر ہے اگرچہ ہر کام کی تدبیر کرنی لازم ہے۔ اچھائی برائی اور دکھ سکھ سب کچھ اللہ نے پہلے سے ہی مقرر کردیا ہے جو لا محالہ پہنچکر رہیگا۔ اللہ مسلمانوں کا حامی اور مددگار ہے۔ اُسی پر بھروسہ رکھنا لازم ہے۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى

تم کہدو کہ ہمارے حق میں تو تم دو بھلائیوں میں سے ایک کا

الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ

انتظار کرتے ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں

أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ

کہ اللہ اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سے

عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا

تم پر کوئی عذاب ڈالے لہذا تم منتظر رہو

إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ ۝ قُلْ أَنفِقُوا

ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں کہدو کہ تم خوشی

طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّن يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ ۖ

سے خرچ کرو یا ناخوشی سے مقبول ہرگز نہ ہوگا

إِنَّكُمْ كُنتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ

بلاشبہہ تم نافرمان قوم ہو اور اُن کے

أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ

خرچ کی قبولیت سے مانع صرف یہ بات ہے کہ وہ

كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ

اللہ اور اُس کے رسول کو نہیں مانتے اور نماز کو

الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ

آتے ہیں تو الکسائے ہوئے اور اگر

إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ ۝

خرچ کرتے ہیں تو برے دل سے

تفسیر یہ بھی سابق آیات کا ضمیمہ ہے - اوپر کی آیت میں تین مضمون بیان فرمائے تھے (۱) مسلمانوں کی مصیبت منافقوں کا خوش ہونا اور خوش ہو کر بطور شیخی کے یہ بات کہنا کہ ہم نے تو پہلے سے ہی اپنے بچاؤ کی تدبیر کرلی تھی ہم اس بات سے پہلے ہی واقف تھے (۲) مسلمانوں کی کامیابی و فتح پر منافقوں کا رنجیدہ ہونا (۳) مسلمانوں کو ہدایت اور اللہ پر بھروسہ رکھنے کی تلقین اور اس بات کی صراحت کہ اچھا برا دکھ سکھ سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے مقدر کا لکھا پورا ہوتا ہے - اب ان آیات میں بیان فرماتا ہے کہ مسلمانوں کا ہر حالت میں فائدہ ہے اور منافقوں کا بہر صورت نقصان -

اہل نفاق مسلمانوں کی مصیبت اور شکست سے خوش ہوتے ہیں اور اس کو مسلمانوں کا ضرر خیال کرتے اور اپنے بچ جانے کو اپنے لئے فائدہ جانتے ہیں مگر ان کا یہ خیال واقعہ کے خلاف ہے مسلمان کا کسی وقت نقصان نہیں ہوتا - لڑائی کا انجام مسلمانوں کے لئے بہرحال اچھا ہوتا ہے فتح پائی تو غازی ہوا ثواب کمایا - مارا گیا تو شہید ہوا - رہے منافق تو وہ بہرحال نقصان میں ہیں یا تو مسلمانوں کے ہاتھوں برباد ہوتے یا کسی غیبی مصیبت میں مبتلا ہو کے مرتا اور بچنا دونوں ان کے لئے ضرر رساں ہیں اور اس کی وجہ محض ان کا نفاق اور قلبی کفر اور اعمال کی ریاکاری ہے - نماز پڑھتے ہیں دکھاوٹ کی ایمان اور اسلام کا اقرار کرتے ہیں تو دکھاوٹ کے لئے - باطن میں منکر اور ظاہر میں مقر لہذا ایسے لوگوں کی طرف سے کسی قسم کی مالی امداد بھی قبول نہیں کی جا سکتی - اگر یہ لوگ بطور خود بغیر مانگے کچھ دینگے تب بھی دکھاوٹ کے لئے اور مانگنے کے بعد دلی ناخواستہ کچھ دینگے تب بھی دکھاوٹ کے لئے - بہرحال ان کی ہر قسم کی مالی امداد مردود ہے -

مقصود بیان: مسلمانوں کو جہاد کی مزید ترغیب - اس بات کی صرف اشارہ کہ منافقین مسلمانوں کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے - بلکہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جائیں - اس امر کی صراحت کہ ریاکاری اور نفاق کی کوئی عبادت اور کوئی مالی اعانت قبول نہیں ہو سکتی وغیرہ -

ہدایت خاص: بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ اَنۡفِقُوۡا طَوۡعًا اور وَلَا یُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا وَهُمۡ کٰرِهُوۡنَ - یہ دونوں آیات باہم متضاد ہیں - پہلی آیت سے مترشح ہوتا ہے کہ اہل نفاق بخوشی خاطر بھی کبھی صدقات و زکوٰۃ دیتے تھے - اور دوسری آیت بصراحت دلالت کرتی ہے کہ بغیر ناگواری اور مجبوری کے ایک پائی بھی خدا کی راہ میں نہ دیتے تھے - لیکن یہ شبہ محض سطحی ہے گہری نظر کے بعد کوئی تضاد باقی نہیں رہتا کیونکہ پہلی آیت کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تم بخوشی مسلمانوں کی مالی امداد کرتے ہو تب بھی تمہاری امداد قابل قبول نہیں حالانکہ تمہارے اعمال ریاکاری پر مبنی ہیں - اقرار ایمان نماز جہاد وغیرہ سب دکھاوٹ کے لئے ہیں۔ تمہارے دلوں میں نفاق ہے پھر کس طرح یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ تمہاری مالی امداد خلوص پر مبنی ہے اور تم خوشی سے دے رہے ہو - دوسرا جواب یہ ہے کہ طَوۡعًا اَوۡ کَرۡهًا کا مطلب یہ ہے کہ تم بغیر مانگے دو یا طلب کے بعد بہرحال تمہاری امداد مردود ہے کیونکہ خلوص سے خالی ہے - مؤخر الذکر آیت اسی کی مؤید ہے -

فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ

(پیغمبر تم کو ان کے مال اور اولاد تعجب میں نہ ڈالے)

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمۡ بِهَا

(بات یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے دنیوی زندگی میں اللہ ان کو)

فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ

(عذاب دینا چاہتا ہے اور کفر کی حالت میں ان کی جانیں)

وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ ○

(نکلنے کا (وہ خواستگار ہے))

تفسیر عموماً دنیا پرست طبقہ مرفہ الحال اور فارغ البال ہوتا ہے - سیدھے سادے مسلمان ان کی دولتمندی اور آسودگی سے مرعوب ہو جاتے ہیں اور بعض آدمی تو شبہ کرنے لگتے ہیں کہ یہ خدا کے مقبول بندے ہیں اور ہم پر خدا کا عتاب ہے ورنہ یہ اس قدر بے غم اور ہم اتنے بدحال کیوں ہوتے - رسول پاک کو اگرچہ اس طرح کا شبہ ہونا ممکن نہ تھا مگر عام مسلمان یقیناً بشریت سے بچ نہ سکتے تھے ادھر منافق بھی اپنی مالداری پر مغرور ہو کر عام لوگوں پر رعب جمانا چاہتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں -

حاصل ارشاد یہ ہے کہ منافقوں کی دولتمندی اور کثرت اولاد درحقیقت رحمت نہیں بلکہ زحمت ہے - لوگ اس کو سکھ جانتے ہیں اور واقع میں یہ دکھ ہے کیونکہ اہل نفاق ثواب آخرت کے تو امیدوار ہی نہیں ان کے نزدیک جو کچھ ہے دنیا ہے - محنت مصیبت اور سخت تکالیف برداشت کرنے کے بعد مال جمع کرتے ہیں پھر اس میں سے بادل ناخواستہ زکوٰۃ ادا کرتے صدقات دیتے اور مسلمانوں کی امداد کرتے ہیں جس سے ان کو قلبی تکلیف پہنچتی ہے - اسی طرح اولاد کو پالتے کھلاتے پلاتے اور ہر طرح کی نگرانی کرتے ہیں لیکن اسی اولاد میں سے کچھ لوگ مر جاتے اور کچھ پختہ مسلمان ہو جاتے ہیں - اس بات سے بھی ان کے دل کو دکھ پہنچتا ہے - غرض یہ ہے کہ مال و اولاد ان کے جیتے جی کے لئے عذاب ہے اور مرنے

کی حالت ایسی نہیں وہ ہر کیفیت کو موجب رحمت اور باعث ثواب آخرت جانتے ہیں۔ پھر یہ دُکھ فقط زندگی ہی کا نہیں ہے۔ مرتے وقت ان کی روح ان مال و اولاد میں اٹکی رہتی ہے گویا موت کی ملاقات کی نصیب نہیں ہوتی۔ ایسی دولتمندی اور کثرت اولاد کو پسند کرنا اور مستحسن جاننا غلط ہے۔ علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ آیت اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ سے مراد استدراج ہے یعنی باوجود معصیت کے اللہ تعالیٰ منافقوں کو نعمت پر نعمت عطا فرماتا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ منافقوں کو دنیا و آخرت میں دُکھ پہنچے۔ خطیب کا قول ہے کہ باوجود کفرانِ نعمت کے اگر کوئی شخص دولتمند و کثیر الاولاد ہو تو اس کے حق میں اس مالداری اور کثرت اولاد کو وبال و عذاب سمجھنا چاہیئے۔

مقصود بیان:۔ اس بات کی صراحت کہ دنیوی عیش و تنعم اور کثرتِ اولاد موجب فضیلت نہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مالدار آدمی خدا کا منظور نظر اور نادار شخص موردِ عتاب ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں کبھی ہلاک کرنے اور عذاب ابدی پہنچانے کے لئے بھی عطا کرتا ہے۔ مال داری انسان کو کبھی تباہ کر دیتی ہے۔ مرتے وقت جان بھی مال میں اٹکی رہتی ہے الخ۔ لہٰذا رزق قابل رشک ... نہیں۔ وغیرہ۔

وَيَحۡلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمۡ لَمِنكُمۡ وَ

یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تم میں شامل ہیں حالانکہ

مَا هُم مِّنكُمۡ وَلَٰكِنَّهُمۡ قَوۡمٌ يَفۡرَقُونَ

وہ تم میں شامل نہیں بلکہ ڈرپوک قوم ہے

لَوۡ يَجِدُونَ مَلۡجَـًٔا أَوۡ مَغَٰرَٰتٍ أَوۡ مُدَّخَلًا

اگر اُن کو کوئی پناہ کی جگہ یا غار یا گھس بیٹھنے کی کوئی جگہ مل جائے

لَّوَلَّوۡاْ إِلَيۡهِ وَهُمۡ يَجۡمَحُونَ ۝

تو منہ پھیر کر باگیں اٹھائے ہوئے اُسکی طرف دوڑ پڑیں

تفسیر منافقوں کو اندیشہ تھا کہ اگر اظہار اسلام نہ کرینگے تو مسلمان انکی حفاظت اور سرپرستی نہ کرینگے بلکہ دوسرے کافروں کی طرح سمجھینگے اور ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرینگے جیسا دیگر مشرکوں کے ساتھ کرتے ہیں اس ڈر کی وجہ سے بظاہر مسلمان ہوگئے تھے نمازیں پڑھتے زکوٰۃ دیتے ارکانِ اسلامی کی پابندی کرتے تھے مگر دل میں مسلمانوں سے نفرت کرتے اور ... کی تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ اسی ... نے ... ان ... نفاق چونکہ تم سے ڈرتے ... تھے ... کرتے ہیں کہ ہم بھی تم میں سے

امر منقطع

ہیں جیسے تم مخلص مسلمان ہو ہم بھی سچے مسلم ہیں مگر واقع میں وہ مسلمان نہیں یہ ایسی باتیں تو صرف ڈر کی وجہ سے کہتے ہیں ورنہ اگر اُن کو کوئی پناہ کی جگہ یا بچاؤ کا کوئی اونچا نیچا مقام مل جائے تو فوراً بھاگ کر وہاں پناہ گیر ہو جائینگے اور تمہاری طرف رخ بھی نہ کرینگے۔

حدیث میں وارد ہے کہ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا بستیوں کو اجاڑ دیتا ہے۔ جھوٹی بات کہنے کو حدیث میں منافق کی علامت بتایا گیا ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ دورخا آدمی سب سے بُرا آدمی ہے۔

مقصود بیان:۔ منافقوں کی بدترین حالت کا بیان۔ مسلمانوں کو درپردہ ہدایت کہ تم ان کی پختہ قسموں پر بھروسہ کر کے ان کو مخلص مؤمن نہ سمجھ لینا یہ سخت ترین دشمن ہیں ضمنی طور پر اہل اسلام کو نفاق اور دورخے پن سے بچنے کی طرف اشارہ۔ وغیرہ۔

وَمِنۡهُم مَّن يَلۡمِزُكَ فِي ٱلصَّدَقَٰتِ

ان میں بعض لوگ ایسے ہیں جو تقسیم خیرات کے بارہ میں تم پر طعن کرتے ہیں

فَإِنۡ أُعۡطُواْ مِنۡهَا رَضُواْ وَإِن لَّمۡ يُعۡطَوۡاْ

اگر اُن کو خیرات میں سے دیدیا جائے تو راضی ہوتے ہیں اور نہ دیا جائے

مِنۡهَآ إِذَا هُمۡ يَسۡخَطُونَ ۝ وَلَوۡ أَنَّهُمۡ

تو ناخوش ہو جاتے ہیں اگر وہ اُسی پر

رَضُواْ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللّٰهُ وَرَسُولُهُۥ وَ

راضی رہتے جو اللہ اور اُس کے رسول نے اُن کو دیا ہے اور

قَالُواْ حَسۡبُنَا ٱللّٰهُ سَيُؤۡتِينَا ٱللّٰهُ

کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے آگے کو اللہ اپنے فضل سے

مِن فَضۡلِهِۦ وَرَسُولُهُۥٓ إِنَّآ إِلَى ٱللّٰهِ

اور اُس کا رسول ہم کو بہتیرا دے گا ہم تو اللہ ہی سے لو لگائے

رَٰغِبُونَ ۝ ع ۱۳

ہوئے ہیں تو کیا اچھا ہوتا

تفسیر ان آیات کا سبب نزول مختلف اہل تفسیر روایت سے مختلف واقعات کو قرار دیا ہے لیکن مآل سب کا ایک ہی ہے۔ ہم مختصر لکھتے ہیں:۔

مزوری اور جریان کی بیماری علاج مفت

آج دنیا میں سچ تلاش کرنے سے بھی نہیں مل رہا۔ مختلف طریقوں سے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مگر ساری دنیا ایک جیسی نہیں ہے۔ ہم آپ کے سامنے اپنی دوائیں پیش کرتے ہیں کہ جن سے ۹۰ فی صدی فائدہ ہوتا ہے۔ ہم نے بیڑا اٹھایا ہے کہ اپنے بھائیوں کی خدمت کر کے یہ بتا دیں کہ سچ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس پر کبھی آنچ نہیں آ سکتی۔ پس اس یقین کے ساتھ کہ ایک خادم اسلام خدمت الناس کا دعویٰ کر رہا ہے۔ ہر ضرورت مند بھائی کو چاہئے کہ وہ ضرور تجربہ کرے اگر ناکامی ہوگی تو ایک ایک پیسہ واپس کرنا ہمارا اخلاقی اور اسلامی فرض ہے اگر آپ پھر بھی یقین نہ کریں تو آپ جانیں ہمارا کام ایک سچی آواز کو آپ کے کانوں تک پہونچا دینا تھا، جو دنیا میں بھلائی کرتا ہے۔ اس کی دونوں جہان میں بھلائی ہوتی ہے۔

مقوی طلاء

اس صدی کا انمول اور بے بہا جوہر ہے، اس حیرت انگیز تیل کی تاثیر سے ایک منٹ میں فائدہ اٹھائیے۔ نہ پان باندھنے کی ضرورت اور نہ کپڑا لپیٹنے کی حاجت نہ آبلہ چھالہ کا ڈر لگتے ہی جذبات میں فوراً ہی بیداری آ جاتی ہے۔ ایک شیشی کے استعمال سے خواہ کسی قسم کے نقائص پیدا ہو گئے ہوں مثلاً کجی، لاغری، کم خواہشی، رگوں کا پھول جانا وقت پر شرمندہ ہو جانا وغیرہ کو دور کر کے عضب کا طاقتور بنا دیتا ہے۔ یقین کیجئے اس سے بہتر طلاء آپ کو دنیا کے پردہ پر نہیں ملے گا۔ اس کے استعمال سے رگوں پٹھوں میں نئی زندگی اور جوش جوانی پیدا ہو جاتا ہے ناکارہ آدمی کو بھی قابل فخر مرد بنا دیتا اس طلاء کا ادنیٰ کرشمہ ہے ہمیشہ کیلئے مردانہ کمزوری کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ نہایت زود اثر اور قطعی بے ضرر طلاء ہے۔ نئی روح اور نئی زندگی اس طلاء کے استعمال سے مل جاتی ہے۔ یہ دوا تمام ملک میں اپنی زود اثری کا سکہ بٹھا چکی ہے۔ قیمت فی شیشی تین روپے رعایتی دو روپے۔ محصولڈاک علاوہ۔

جریانین

شدید قسم کے جریان اور احتلام کو دعویٰ کے ساتھ بیس روز میں دور کرتی ہے۔ پیشاب سے پہلے یا بعد قطرہ کا گرنا، مادہ کا پتلا پڑ جانا، سر چکرانا۔ دل دھڑکنا، دماغ کا کمزور رہنا خواہش کا زائل ہو جانا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ جانا یہ سب سخت جریان کی علامتیں ہیں اس دوا کے استعمال سے مادہ گاڑھا ہو کر کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ فرحی اور تر و تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک شیشی کے استعمال سے تمام عمر کے لئے جریان کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ یہ دوا جواہرات سے تولنے کے قابل ہے۔ ہزاروں نامرادوں کو بامراد بنا دیا ہے ہندوستان کے علاوہ دیگر ملکوں میں بھی اس دوا کی دھوم مچی ہوئی ہے، جریان کے مرض کو دور کرنے کے لئے ہم ہر دواخانہ کو چیلنج کرتے ہیں کہ جس کا جی چاہے آزمائے۔ اس کے استعمال کے بعد طبیعت میں چستی۔ دل میں جوانی کی امنگ اور مادہ میں اولاد کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ فوراً آزما کر دیکھئے۔ قیمت فی شیشی تین روپے رعایتی دو روپے۔ محصولڈاک آٹھ آنے الگ۔

خوش وقتی

امساک کیلئے اس سے بہتر دوا اور بے ضرر اور تمام مضر صحت نشہ آور اجزاء سے پاک مل جائے تو ایک سو روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ اس ایجاد سے امساک کی پوری قوت پیدا ہوگی، سرعت کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ وقت پر شرمندگی اور خجالت سے بچا لیتی ہے۔ اس کے استعمال سے امساک کی قوت مستقل طور پر قائم ہو جاتی ہے۔ آپ ان گولیوں کو ضرور آزمائیں۔ تمام راحت مل جائیگی قیمت ایک شیشی ایک روپیہ رعایتی دو روپے۔ محصول ڈاک آٹھ آنے۔ اوپر کی تینوں ادویات منگانے والوں کو محصولڈاک معاف۔

پتہ:- **اکسیری دواخانہ کلاں محل (ایم۔ڈی) پی بکس ۱۲ دہلی**

نبیوں کے قصے ۱۵۲ صفحات از حضرت شاہ مراد مارہروی حضرت آدم سے لیکر رسول کریم تک جن انبیا کا ذکر قرآن شریف میں آیا ان کے مفصل حالات اور بالکل صحیح قصے یہ سب قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں۔ قیمت دس آنے۔

آفتاب رسالت ۳۴۴ صفحات دو حصوں میں از جناب ملا رفیق بلند شہری رسول کریم کی سب سے بہتر اور سب سے سستی سوانح عمری ہے جس میں حضور کی زندگی کا پورا پورا ذکر ہے بلکہ عرب کی پوری تاریخ ہے ہر دو حصہ کامل بارہ آنے۔

صد صحابہ ۲۷۶ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مراد مارہروی رسول کریم کے سو صحابہ کے حالات ہر صحابی کی زندگی مسلمانوں کے لئے شمع ہدایت ہے صحابہ کا درجہ سب جانتے ہیں کہ رسول کریم کے بعد سب انسانوں سے بالا ہے۔ مجلد ڈیڑھ روپیہ۔

ہفتاد اولیا ۴۴۴ صفحات از حضرت شاہ مراد مارہروی جس میں ہند و بیرون ہند کے ستر اکابر اولیا کرام کے حالات کرامات و ملفوظات اور علما کے ان سے تعلقات بڑی وضاحت و استناد کے ساتھ درج ہیں۔ قیمت مجلد عہ

اللہ والوں کے وعظ بلحاظ سلف قدوۃ الاصفیا حضرت امام شعرانی کے دو سو وعظوں کا اردو ترجمہ جو دل کے زنگ دور کرنیکا روحانی تیزاب ہے تصوف اخلاق ریاضت مجاہدات سب کچھ مجلد عہ ایک روپیہ چار آنے

شاہ جیلاں ۸۰ صفحات از مولانا نذیر الحق صاحب قادری شاہ جیلان پیران پیر دستگیر کی مختصر سوانح حیات لیکن بڑی بہتر دل آویز اور مستند اس میں یاد و تر حضور کی تعلیمات کا تذکرہ ہے۔ قیمت چھ آنے

تین ولی ۱۱۲ صفحات از حضرت شاہ مراد مارہروی ابتدا میں تصوف اور صوفیائے کرام کی زندگی پر ایک زبردست مقالہ بعد حضرت خواجہ معین الدین اجمیری حضرت خواجہ گنج شکر اور حضرت صابر کلیری کے حالات قیمت آٹھ آنے۔

سوانح مولانا روم ۹۶ صفحات از علامہ شبلی نعمانی مثنوی مولانا روم کے مصنف تصوف کے بادشاہ مولوی معنوی کے حالات اور ان کی مشہور و معروف مثنوی کے اقتباسات اور اشعار مولانا کے پر معارف حکایات وغیرہ قیمت چھ آنے

حضرت امام غزالی ۱۱۲ صفحات از علامہ شبلی نعمانی کتب العارفین امام اکرام الاصفیا حضرت امام محمد غزالی کے حالات تصوف کے کرشمے طریقت کی راہیں اور دلیلیں کے ازلکہ اس کتاب کا امتیاز ہے تصوف کے شیدائی اس کو پڑھیں قیمت ۶ر

سیرت نظامی ۲۱۲ صفحات از پیرزادہ محمد یاسین شاہ صاحب نظامی سلطان الاولیا محبوب الٰہی کی سب سے بہتر سوانح حیات کیونکر نہ ہو جبکہ ان کے خاندان کی نوشتہ ہو۔ قیمت مجلد ۱۲ر

تفسیر ست سورہ ۱۱۲ صفحات از حضرت مولوی عبد المجید صاحب محدث دہلوی نماز میں جو عام طور سے پارہ عم کی سورتیں پڑھی جاتی ہیں ان میں ۲۰ سورتوں کی تفسیر اور ترجمہ تاکہ نماز پر کیف ہو جائے۔ قیمت چھ آنے۔

تفسیر ام الکتاب مجلد ۲۲۴ صفحات از حضرت مولوی احمد سعید صاحب سورہ فاتحہ کی تفسیر یا وعظ کی کتاب صدہا بزرگوں کی ہدایات اور سورہ فاتحہ کے نکات و اسرار بڑی دلپسند کتاب ہے۔ مجلد بارہ آنے۔

تفسیر آیۃ الکرسی ۹۶ صفحات از مولانا خواجہ ناصر جلالی اس کا نام صحیفہ قدسی ہے آیۃ الکرسی کی تفسیر اس کی خاصیت اولیا کے تجربات اور ان کے عملیات اسم اعظم کا عمل بڑا کامیاب ہے بڑی مجرب کتاب قیمت آٹھ آنے۔

خواب نامہ صدیقی ۲۴۶ صفحوں کی کتاب از پیر محمد صدیق نقشبندی کشمیری تعبیر خواب کے لئے اس سے بہتر کتاب نہیں چھپی اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خواب قابل تعبیر ہے یا نہیں بڑی مقبول کتاب قیمت ڈیڑھ روپیہ

فالنامہ ناصری ۸۰ صفحات از خواجہ ناصر جلالی کام شروع کرنے سے پہلے اس میں فال کی اچھائی یا برائی دیکھ لیجئے یہ تو مستقبل کا آئینہ ہے آخر میں علم قیافہ کا ضمیمہ بھی شامل ہے۔ قیمت آٹھ آنے۔

تقدیر کیف ۴۸ صفحات [illegible] یا کچھ کی کتاب مستقبل معلوم کرنیکے لئے بیہودی مدعیوں کے پاس جانا [illegible] اس کتاب کے ذریعہ کل حال معلوم ہو جاتا ہے مجلد قیمت ۸ر

اسلامی میاں بیوی ۲۰۰ صفحات از مولانا مراد مارہروی میاں بیوی کے تعلقات کی سب سے بڑی تاریخ اور خوش اسلوب زندگی کا بہترین پروگرام اسلامی طریقہ پر میاں بیوی کے معاشرت کا بہترین خاکہ۔ قیمت بارہ آنے

میاں بیوی کے حقوق ۲۰۰ صفحات کی کتاب از مولانا ابو النعمان اسلام نے انسانی زندگی کے کسی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے پھر یہ تو سب سے بڑا شعبہ تھا میاں بیوی کے باہم پورے حقوق معین کر دیئے۔ قیمت عہر

بڑا باورچی خانہ ۴۴۴ صفحوں کی کتاب از دہلی خالص کھانا پکانے کی سب سے بڑی سب سے سستی اور سب سے زیادہ عملی کتاب جس کا ہر کھانا بہت آسانی سے اچھا اور لذیذ پکایا جاتا ہو تسخیر شوہر کا پہلا اور مجرب تعویذ یہی کتاب ہے قیمت مجلد ۲ا ر

ساجن موہنی ۱۲۰ صفحات از حضرت خاموش ایسا پانی جادو کو قبضہ کرنے کے لئے عصمت کے بعد سلیقہ شعاری ہے اور دوسرے حسن صورت اس کتاب کے ذریعہ یہ دونوں خوبیاں ایک عورت میں کامل ہو جاتی ہیں اور گھر جنت بنجاتا ہے قیمت آٹھ آنے۔

مبلغ اسلام عورتیں از خالدہ خانم ۲۴۳ سادہ گری دو نول تبلیغی کتابیں دونوں خواتین نے اسلام کے مبلغین کے زاظمل انجام دیئے اور ہر مناظرہ میں اسلام کا بول بالا کیا ہرودکی ساتھ قیمت بارہ آنے۔ محصول ۷ر

استاد ورزبان گھر کی بیٹھنے والیاں اس کتاب کے ذریعہ بڑی سلیقہ سے ہر قسم کے چھوٹے بڑے کپڑے کترنے اور سینے کی ماہر ہو گئیں۔ قیمت ایک روپیہ

خوبان جہاں ۲۶۴ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مراد مارہروی دنیا بھر کی چیدہ اور ممتاز خواتین کے حالات جن کی وجہ سے حکومتوں میں انقلاب آگئے ہر عورت ہر صنف کے حسن سے مالا مال ہو بڑی دلچسپ ہو۔ قیمت مجلد سوا روپیہ

یوسف زلیخا ۲۴۰ صفحات از جناب مولانا ندیم صہبائی حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے مکمل تاریخی حالات نظم و نثر دونوں میں بڑے دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں اسی لئے یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ قیمت صرف آٹھ آنے۔

شاہان مغلیہ کی بیویاں ۲۴۰ صفحات از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد بیگمات خاندان تیموریہ کے حالات جس میں ۴۶ بیگمات کے علاوہ مہارانیوں کے حالات بڑے دلچسپ ہیں قیمت دس آنے۔

بیگمات اودھ ۹۶ صفحات از آغا رفیق بلند شہری خاندان اودھ کی چند خاص محبوب بیگمات کے حالات جنھوں نے اپنے خاص خاص اوصاف کی بنا پر معمولی درجہ سے ترقی کر کے آغوش سلطانی میں جگہ پائی بڑی سرگزشت کتاب ہے قیمت چھ آنے

دل کی رانی ۲۲۴ صفحات بالغ عالم کے سب سے خوبصورت پہلی عورت کی داستان عجیب وہ بیوی کی صفت کیا ہونا چاہتی ہے اور اس کے تاثرات زمین کے مختلف حصوں پر جداگانہ ہوتے ہیں نیز ایک اچھی بیوی کیونکر تیار کی جاتی ہے۔ قیمت ۱۲ر

شبستان طرب ۱۷۶ صفحات نسیمہ بیگم کا شب ناچہ عروسی جس میں سہاگ کی چند راتوں کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ انھوں نے ان ابتدائی راتوں میں کس طرح خاوند کو شیشہ میں اتار کر اپنی زندگی مستقل خوشگوار بنالی قیمت آٹھ آنے۔

شب عروسی ۱۴۰ صفحات متعدد تصاویر ساز سردار علی صاحب صابری نئی شادی شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کی ہر اس کتاب کو پڑھنے سے شادی کے ابتدائی ایام زندگی کا مستقل پروگرام ہو جاتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

عورت بالتصویر ۱۷۶ صفحات کی عبارت ۲۰۰ فوٹو اور قطعی برہنہ اور نیم برہنہ تصاویر ہر طبقہ ہر شہر اور ہر رنگ کی عورت کا حال خصوصیات اور انکی تصاویر غرضکہ یہ کتاب عورت کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ قیمت دو روپیہ۔

دوشیزہ کی ڈائری ۲۴۴ صفحات ایک عورت کی ڈائری اس وقت سے جب وہ بالغ ہوئی اور جب تک اس کے چند بچے ہوئے اس نے اپنے زمانہ کی ہر کیفیت اور خاوند پر دسترس ہونے کی ہر منزل سب کا ذکر کیا ہے قیمت عہر

برتھ کنٹرول ۱۶۰ صفحات اپنی اختیاری حمل کے مقصد اطریقے ہیں جب چاہیں حمل ٹھیر جائے اور جب چاہیں نہ ٹھیرے بڑی مجرب کتاب ہے قیمت ایک روپیہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاند کی بیس تاریخ تک بھی اگر اتفاق
سے کوئی پرچہ آپ کو نہ ملے تو دوسرا پرچہ
طلب کیجئے ایسا نہ ہو کہ کئی کئی ماہ تک
غافل رہنے کے بعد طلب کریں دو ماہ کے
بعد ہو اوس کا کوئی پرچہ نہیں رہتا۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

مولوی دہلی

نمبر خریداری ہر خط میں ضرور لکھا
کیجئے جو کہ پتہ کی چٹ پر درج ہوتی ہے
لکھتے وقت تو صفر نمبر خریداری ہے یہ
سمجھئے گا کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل نہیں ہوئی
اور آپ کا پرچہ آپ کے سابقہ پتہ پر ہی
جارہا ہے۔

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شائع ہوتا ہے

جلد ۳۵ | بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱

شذرات

ہندو مسلم کشمکش کا ایک ورق

اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں جو مغربی استیلا شروع ہوا تو
اس میں بہت سے مشرقی ممالک اپنی آزادی کھو بیٹھے اور اسلامی سلطنت جہانگیری کی جگہ
میں جگہ ہر جگہ ان کا اقتدار ختم ہوگیا لیکن ان مشرقیوں کی اپنی غلطیوں کا بھی بڑا عنصر
شامل تھا ان کی باہمی نا اتفاقیاں انھیں لے ڈوبیں پھر بھی جنہوں نے اپنی غلطیوں کا احساس
کر کے اپنے اوراق پریشان کا شیرازہ یکجا کر لیا انھیں آزادی و طاقت حاصل ہوگئی
فرانس و امریکہ کے انقلاب تو دور کی باتیں ہیں آسٹریا کا بھی ایک طاقت بنجانا کسی
حد تک پرانی چیز ہے لیکن کینیڈا جنوبی افریقہ فلپائن وغیرہ کی آزادیاں کل کی
بات ہیں۔ ترکی۔ ایران افغانستان نے ہمارے دیکھتے دیکھتے نہ صرف مغربی استیلا
سے آزادی حاصل کی بلکہ انہوں نے طاقتور اور منظم فرمانروائیوں کی صورت اختیار کرلی
لیکن ایک بدنصیب ہندوستان ہے جو اپنے دامن میں انسانوں کا ایک وسیع جنگل
رکھتے ہوئے بھی دو سو برس سے تعبد و غلامی کی سلاسل و اغلال میں جکڑا پڑا ہے اور
اس کی رات کی سحر ہونے ہی میں نہیں آتی چھوٹے چھوٹے فلسطین مصر عراق اور افغانستان
کو آزاد ہونے میں پورے بیس برس بھی نہ لگے لیکن بے پناہ وسعتوں والا ہندوستان
ہے کہ جہاں ساٹھ ستر برس سے کسی نہ کسی صورت میں آزادی کی منظم تحریک جاری ہے مگر مرغ
روز اول ہے اس کی وجہ بس اور صرف یہ ہے کہ اس ملک کی اکثریت والی قوم
بدقسمتی سے کچھ روایتی طور پر سنگدل واقع ہوئی ہے اتنی تنگدل کہ نہ وہ کبھی اپنی خانہ جنگیوں
سے رعایت مرعی رکھ سکی اور نہ غیروں کے ساتھ اور نہ غیروں کے ساتھ فراخدلانہ سلوک
برتیا اس وہ ہوئی اس کی حالت اور کھڑے ہوتے ہی یہ چاہا کہ جو کچھ میسر ہے سمیٹ کے لئے جتنی طاقت
حاصل کرلی گئی تمام وسائل معاش پر قبضہ جمالی گئی اقلیتیں ہونے کو یورپ میں بھی تھیں
اور ترکی اور مصر بھی اس سے خالی نہ تھے مگر حق یہ ہے کہ یورپینوں ترکوں اور عربوں
نے مسلم ارمنی اور قبطی اقلیتوں کو کبھی حقیقی شکایت کا موقعہ نہ دیا اور جب اور جو
ہو مانگتی رہیں دیتے رہے اور ان کی مالی حالت بھی کبھی اکثریت سے گری ہوئی نہ رہی
اور کبھی اکثریت کے ساتھ ان کا تصادم نہ ہوا مصر میں عربوں اور قبطیوں میں
کبھی بھی نہ چلی ترکی میں بھی ترک اکثریت اور ارمنی عیسائیوں میں کبھی فرقہ وارانہ فساد
ہوئے ان کی مالی حالت بھی ترکی میں بہت اچھی رہی یورپینوں نے کبھی کبھی بغاوت
پر ضرور آمادہ کیا لیکن ان تنازعات کی نوعیت بھی دوسری تھی ان کے لئے ترقی
کے تمام راستے کھلے ہوئے تھے اور اب تک کھلے ہوئے ہیں۔ یہودی بھی ترکی میں امن
اور خوش حالی کے ساتھ رہے لیکن ہندوستان کا باوا آدم ہی نرالا ہے یہاں کی
اکثریت نے پہلا کام یہی کیا کہ اقلیتوں کے تمام وسائل و ذرائع پر تسلط ہونا
شروع کردیا اور انھیں منڈیوں صنعتوں زمینداریوں اور کونسلوں سے نکال ہی نہیں
بلکہ باہر رکھنے اور پھر قدم نہ دھرنے دینے کی ہر امکانی سعی کی اور جس قدر زمانہ گذرتا
گیا یہ پالیسی شدید ہوتی گئی انسان جس سرزمین پر پیدا ہوتا ہے اس کے وسائل
پر اس کا حق ہوتا ہے جس قطعہ ارضی میں جتنے باشندے رہتے ہیں اس پر سب کا
حق ہوتا ہے ہندوستان کسی زمانہ میں کسی کی ہو آج جو صدیوں سے یہیں آباد ہیں یہیں
پیدا ہوتے اور یہیں مرتے ہیں وہ بھی اس کے وسائل پر پورا حق رکھتے ہیں ہندوؤں
کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ ملک انہی کا ہے کوئی ملک کسی کا نہیں ہوتا اور نہ کسی کے پاس
ہمیشہ رہتا ہے جو اس میں اس وقت آباد ہوتے ہیں انہی کا ہوتا ہے آج ہندوستان
صرف ہندوؤں کا نہیں مسلمانوں اچھوتوں پارسیوں اور سکھوں سب کا ملک ہے
آبادی کے اعتبار سے سکھ اور پارسی تو کوئی اہمیت رکھتے ہی نہ تھے انہیں اپنایا بھی
جا سکتا تھا ان سے تعرض کی چنداں ضرورت نہ تھی مسلمان اور پسماندہ اقوام
کثیر تعداد میں تھیں انھیں ہی دبانا شروع کردیا۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہندو تمام شعبہ ہائے حیات پر قابض ہوتے چلے جاتے
ہیں کونسلوں بورڈوں کمیٹیوں دفتروں اور منڈیوں کہیں انھیں قدم نہیں رکھنے
دیتے ان کی جائدادوں پر بھی قبضہ کرتے چلے جاتے ہیں تو انھیں قدرتاً اضطراب
پیدا ہوا اور انہوں نے اپنا جداگانہ نظام قائم کرکے جداگانہ حقوق کا مطالبہ
کیا جب کوئی قوم کسی بات کا عزم کرلیتی ہے تو لیکر رہتی ہے حکومت نے مسلمانوں کی
ہمہ گیر خواہش دیکھ کر اسے منظور کرلیا ہندوؤں کو ناگوار گذرا پھر ملازمتوں کے متعلق
سعی ہوئی مدت تک تو قابلیت وغیرہ کے عذر پر شنوائی نہ ہوئی آخر مدت بعد
کسی حد تک یہ حق بھی منظور ہوا پھر علیحدگی سندھ اور اصلاحات سرحد اور مرکز
میں تہائی نیابت کا مطالبہ ہوکر بھی بدشواری تمام پورا ہوا مسلمانوں کی ان حق
رسیوں میں ہندوؤں کا کوئی نقصان نہ تھا مگر انھوں نے ہر قدم پر مسلمانوں کی مخالفت
شدت کے ساتھ کی اور مسلمانوں کو رجعت پسندی اور فرقہ پرستی کے طعنے دیئے
مسلمانوں کی ہر سعی کو انہوں نے فرقہ پرستی بتاکر بدنام کیا اور یہ سمجھ کر کہ اگر یہی
حالت رہی تو تمام مناصب حقوق ہاتھ سے نکل جائیں گے ہندو راج کا خواب

جو دیکھا جا رہا ہے وہ پریشان ہو کر رہجائیگا انہوں نے دنیا جہان سے نرالا ایک سنیا ڈھونگ قومیت متحدہ کا کھڑا کر کے اور تحریک رابطہ عوام جاری کر کے مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنیکی سعی شروع کی مسلمانوں کے ہاتھ میں متعدد صوبوں کی وزارتیں دیکھکر آئین جدید منظور کر لیا یہ آئین جدید کی قبولیت کانگریسی نہیں ہندو دماغ کا ایک خوفناک نمونہ تھا۔

اس سے مسلمانوں کی آنکھیں بالکل کھل گئیں اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اگر مرکز بھی ہاتھ آگیا تو کامل ہندو راج قائم ہو جائیگا اس لئے انہوں نے بہ امر مجبوری پاکستان کی تجویز کی تاکہ انھیں ہندو استیلا سے نجات ملے اس کے لئے مسلمانوں نے بے پناہ پروپیگنڈا اور منظم سعی کا سلسلہ لامتناہی شروع کر دیا مگر اب مسلمانوں کی قوت بے پناہ ہو چکی تھی چند دنوں لے موقعہ مغتنم سمجھکر حکومت پر آزادی کے لئے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا مگر اب مسلمانوں کی قوت بے پناہ ہو چکی تھی کوئی حکومت انھیں نظرانداز نہ کر سکتی تھی مسٹر کرپس حکومت کی تجویز لیکر آئے حالانکہ یہ تجویز کامل آزادی پر مشتمل تھی لیکن چونکہ اس میں تقسیم کی اصل تجویز کر لی گئی تھی جو اگرچہ مسلم نقطۂ نظر سے بیکار تھی مگر اسی وجہ سے اسے نامنظور کر دیا گیا اس کے بعد جب ہندوؤں نے مسٹر کرپس اور دیگر انگریز مدبرین کی تقاریر دیکھیں تو وہ حکومت کی طرف سے قطعاً مایوس ہو گئے اور سمجھ گئے کہ اب انگریزوں سے انتقالِ طاقت کی توقع نہیں ہے ہندو راج کا خواب پورا نہیں ہو سکتا اضطراب کا اظہار شروع کر دیا اور راجہ جی کی تجویز نے تو توازن دماغی بھی کھو دیا۔

سعیِ اتحاد سے بے تعلقی کا اظہار

اب گاندھی جی اور نہرو جی برافروختگی کے عالم میں یہ اعلانیہ کہتے ہیں کہ جب تک انگریز نکل جائیں اتحاد ممکن ہی نہیں کسی نے گاندھی جی سے سوال کیا کہ پہلے تو آپ فرماتے تھے کہ ہندو مسلم اتحاد کے بغیر آزادی نہیں ہو سکتی اس کے جواب میں گاندھی جی فرماتے ہیں کہ میں اور دوسرے لیڈر اتحاد میں کیوں ناکام رہے یہاں تک کہ بعض مسلم اخبار مجھے اسلام کا بدترین دشمن خیال کرتے ہیں لیکن اس کا جواب میرے پاس یہی ہے کہ تیسری پارٹی اتحاد نہیں ہونے دیتی جب ہندوستان آزاد ہو جائیگا تو اتحاد قائم ہو جائیگا۔ بالفاظ دیگر ہندوؤں کی طرف سے اتحاد کی کوئی سعی نہ ہوگی اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی انگریز اتحاد نہیں ہونے دیتے۔

مختصراً یوں سمجھئے کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا مطالبہ پاکستان ہے مسلمان یہ جانتے ہیں کہ ہر ملک پران کا بھی حق ہے وہ جرمنوں فرانسیسیوں اور روسیوں کی طرح ایک علیحدہ قوم ہیں ملکی حکومت میں انھیں بھی حصہ ملنا چاہیئے بمبئی مدراس سی پی اڑیسہ بہار یوپی اور آسام میں ہندوؤں کی حکومت رہے اور پنجاب بنگال سرحد سندھ اور بلوچستان میں مسلمان حکمران رہیں اور اپنے صوبوں میں جو حقوق وہ مسلم اقلیتوں کے لئے تجویز و طلب کریں وہی مسلم اکثریت کے علاقوں میں ہندو اقلیتوں کے لئے مسلمانوں سے لے لیں تمام صوبے اپنی اپنی جگہ کامل طور پر آزاد ہوں ہندو یہ چاہتے ہیں کہ مرکزی حکومت کو کامل اقتدار حاصل رہے تاکہ وہ مسلم صوبوں کو ابھرنے نہ دیں اور اس طرح تمام ملک میں ہندو راج قائم ہو جائے اور ہر جگہ ان کا طوطی بولے وہ صوبوں کی آزادی کو تقسیم ہند کے نام سے موسوم کرتے ہیں اگر ہندو آج یہ تسلیم کر لیں کہ سات بڑے صوبے اور ان کی وسیع آبادی ان کے زیر اقتدار رہے اور پانچ چھوٹے صوبوں پر مسلمان حکمران رہیں تو تین منٹ میں اتفاق ہو سکتا ہے اور آزادی بھی مل جاتی ہے

سوچئے اس میں مسلمانوں کی طرف سے کونسی زیادتی ہے ہر قوم کو اپنے متعلق فیصلہ کرنیکا حق حاصل ہے ہر قوم کو قطعی طور پر آزادی عزیز ہے ہندو اگر آزادی ملنے میں اپنے متعلق فیصلہ کا حق رکھتے ہیں تو مسلمان اس حق کے مطالبہ سے کیونکر قطع نظر کر سکتے ہیں۔ اس میں انگریز کی کیا دخل ہو۔ کیا کوئی سلیم الحواس ایک لمحہ کے لئے بھی اسے باور کر سکتا ہے کہ دس کروڑ افراد کی قوم جو دنیا کے ہر حصہ پر حکمرانی کر چکی ہو اپنے دل میں آزادی کی کوئی تڑپ نہیں رکھتی اس کے اندر کوئی عقیل انسان نہیں اس کی طرف سے جو مطالبے ہوئے وہ محض انگریز کے اشارہ پر ہوئے اور اس کے کہنے ہی سے مسلمان اپنے تمام مطالبات سے باز آجائیں گے اگر نہیں آئیں گے اور ہرگز نہیں آئینگے تو پھر تیسرے فریق کو ذمہ دار قرار دینا کہاں تک قرین صواب ہے حالانکہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ مسلم مطالبات تو مسلم بیداری کا جزو لاینفک تھے ہی اور یہ مطالبات ہو کر رہتے لیکن جو غلطی پیدا ہوئی اس کی تمام تر ذمہ داری برادران وطن کی حرص تسلط پر ہے۔ اگر انگریز درمیان میں نہیں ہے تو راجہ جی کی سعی کے مطابق برادران وطن مسلم مطالبات منظور کر کے ایک لمحہ میں اس کا تدارک کر سکتے ہیں اگر ہندو مسلم مطالبات قبول کرنے کے لئے تیار ہوتے اور مسلمان نہ مانتے تو یہ کہنا ایک حد تک مناسب ہی تھا لیکن حالت تو یہ ہے کہ ہندو ابتدا سے ہر مسلم مطالبہ کی بہ شدت مخالفت کرتے چلے آئے ہیں اور جو آواز بھی ان کی زبان سے نکلی ہے اسے فرقہ پرستی کے طعنوں سے خاموش کرنے کی سعی کی ہے ایک طرف تو ابھی یہ حالت ہے کہ گاندھی جی کے صحیح وارث پنڈت نہرو صاف صاف کہتے ہیں کہ وہ تقسیم کی ہر ممکن مخالفت کریں گے مرکزی حکومت طاقتور ہونی چاہیئے انتہا یہ ہے کہ وہ مالیاتی اختیارات بھی صوبوں کو دینے کے لئے تیار نہیں جن کا مطالبہ آل انڈیا مسلم کانفرنس میں کیا گیا تھا یہ ہندو راج کا نقشہ نہیں تو اور کیا ہے کیا یہ اتحاد کی باتیں ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہندو اپنی شرط پر اتحاد کرنا چاہتا ہے اور چونکہ اسے اب اس کی توقع مسلمان سے نہیں رہی ہے اور نہ انگریز سے اس لئے وہ قطعاً اس سے منکر ہو گیا ہے یہ تو ہے اپنی ذہنیت اور الزام ہے دوسروں پر۔

گاندھی جی کی بڑی تحریک

مسٹر کرپس کی واپسی اور تقاریر کے بعد گاندھی جی انگریزوں کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے تو انھوں نے اعلان کر دیا کہ اب میرا ضمیر انگریز کی اخلاقی امداد سے بھی انکار کرتا ہے اور اب انگریزوں کو ہندوستان بہر صورت خالی کر دینا چاہیئے مزید دباؤ ڈالنے کے لئے ایک جدید تحریک شروع کرنے کے بیج بھی شروع کر دیئے یہ تحریک بجز سول نافرمانی کے کیا ہو سکتی ہے اس پر بڑے بڑے مقالے لکھے گئے دنیا بھر میں اس کے چرچے ہوئے انتہا یہ ہے کہ ہریجن میں لکھدیا کہ:

"جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ سردست ایک خیالی تصویر ہے میں موجودہ صورت حالات کو بدلنا چاہتا ہوں خواہ ملک میں بدامنی اور طوائف الملوکی ہی کیوں نہ پھیل جائے"

دیکھا آپ نے ہندوستان کا چوٹی کا لیڈر اہنسا کا مزعومہ علمبردار کس طرح انسان کے ایک قطرہ خون بھی کبھی نہ گرنے دینے کا دائمی اتحاد قوم کا مبلغ مسلمانوں کو آزادی ملنے کا امکان اور ہندو راج کا خواب پریشان ہوتے دیکھکر کس طرح یک بیک بدل گیا انگریزوں سے اخلاقی امداد کا بھی ہاتھ کھینچ لیا اور ملک میں فسادات کو گوارا کرنے کے لئے بھی تیار ہو گیا وہ موجودہ حالات کو بدلنا چاہتا ہے خواہ خون کی ندیاں ہی کیوں نہ بہ جائیں اس سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ گاندھی جی اور ان کے ہمخیال ہندو راج کے قیام کا تہیہ کئے بیٹھے ہیں اور اس کے لئے وہ سب

ملک پر حکومت کرنے کو تیار ہیں وہ کچھ نہیں بتاتے کہ انگریزوں کے نکلنے کے بعد ملک کا کیا حشر ہوگا۔ جاپان کی یلغار کو کس طرح روکا جاسکیگا عنان حکومت کس کے ہاتھ میں رہیگی۔

بظاہر یہ تمام مطالبات اور یہ باتیں احمقانہ نظر آتی ہیں لیکن گاندھی جی ہرگز احمق نہیں وہ سب کچھ سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جاپان کے مقابلہ کے لئے ہندوستان کے پاس ٹینک ہوائی جہاز اور توپیں نہیں وہ کوئی رعایت بھی روا نہ رکھیگا بد امنی بھی یقینی ہے اور انگریز بھی اس طرح نکلنے اور ملک چھوڑنے والے بھی نہیں مطلب یہ ہے کہ ان کے اس مطالبہ اور جدید تحریک کے آغاز سے ڈر کر انگریز کانگریس سے مفاہمت کے لئے تیار ہوجائیں۔ ذرا لے دے جو ہوئی اور حکومت کی طرف سے بھی مداہنت کا اندیشہ پیدا ہوگیا تو کھل گئے اور فرمانے لگے کہ:۔

"میں محسوس کرتا ہوں کہ اگرچہ اخراج انگریز کی میری تجویز منظور کر لینے کے باوجود اتحادیوں کے نزدیک ہندوستان میں رہکر جاپانی قبضہ کو روکنا ضروری ہو تو انھیں ایسا کرنیکا حق صرف ان شرائط کے ماتحت ہوگا جو اخراج کے بعد قائم ہونے والی قومی حکومت قائم کریگی۔" پھر مزید تصریح کرتے ہیں کہ اگر ہندوستان میں رہ سکتے ہیں مگر حکمران کی حیثیت سے نہیں ہندوستان کے محافظ کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔ پنڈت نہرو نے بھی بمبئی میں یہی فرمایا اور کہا کہ گاندھی جی کا یہ مطلب نہیں کہ انگریز بوریا بستر باندھکر یہاں سے چل دیں بلکہ یہ ہے کہ کسی بحث میں پڑے بغیر سیاسی اختیارات ہندوستانیوں کے سپرد کر دیں ایسا ہونے پر ہر نوع کے متعلق کی مشکلات حل ہوسکتی ہیں۔" بحث میں پڑے بغیر اختیارات ہندوستانیوں کے سپرد کر دینے کا مطلب یہی ہے کہ مسلم مطالبات سے کوئی واسطہ نہ رکھا جائے اور ہندو اکثریت کا راج قائم کر دیا جائے جانتے ہیں کہ اس وقت حکومت مصیبت میں ہے بازار گرم ہے یہی وقت چوٹ لگانے کا ہے مسلمان ایسے سادہ لوح نہیں کہ وہ اس چیز کو نہ سمجھیں پہلے گاندھی جی کو یقین نہ تھا کہ جدوجہت ان کے پھیلائے ہوئے پروپگنڈے کی موجودگی مسلم مطالبات کی طرف متوجہ ہوگی اس کے بعد سمجھے کہ انگریز کی یہ چیدگی میں ہندوستان کا مسئلہ تنہا ان کی مرضی کے مطابق طے نہیں ہوسکتا تو اخراج کی تجویز پر آ گئے "ہیرالڈ ٹریبیون" نے بھی یہی لکھا ہے کہ گاندھی جی صاف الفاظ میں دھمکی دے رہے ہیں کہ اگر ہندوستان کی اپنی شرائط پر حق آزادی تسلیم نہ کیا گیا تو وہ ایسی تحریک شروع کریں گے جس کی شدت ساری دنیا میں محسوس کی جائیگی ہندوستان کے انگریزوں کے لئے مصیبت پیدا کر دیں گے اور انھیں چین نہ لینے دیں گے۔ افسوس ہے کہ کانگریسی مسلمان یہ سب کچھ کھیل اپنی آنکھوں کے سامنے کھیلے جاتے ہوئے دیکھکر بھی ہوشیار نہیں ہوتے ہندوؤں کی تمام جماعتیں ہندو راج پر متفق ہوچکی ہیں مگر ابھی تک تمام مسلمان پاکستان پر متفق نہیں ہوئے۔

سکندر بلدیو معاہدہ

اس وقت کہ ملک ایک نازک دور سے گذر رہا ہے مختلف اقوام ہند میں باہمی اتفاق کی جتنی ضرورت ہے آج کبھی نہ پڑی تھی کیونکہ خوفناک دشمن دروازے پر کھڑے ہوئے ہیں اور ہمارا معمولی انتشار بھی دشمن کی حوصلہ افزائی اور ہماری تباہی کا باعث بن سکتا ہے گاندھی اور نہرو تو نہ اسے سمجھے اور نہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان پر ہندو راج کے قیام کا جنون مسلط ہے اور وہ تو ملک میں بدامنی اور خونریزی گوارا کرنے کو بھی تیار ہیں لیکن ملک کا ہوشمند عنصر اس ضرورت کا احساس کر چکا ہے۔ مسٹر راجگوپال اچاریہ مسٹر جوشی مسٹر کے سنتانم مسٹر جوشی مسٹر جمنالال سیلوا مسٹر رائے اسٹر تارا سنگھ اور سردار بلدیو سنگھ وغیرہ اسی عنصر میں شامل ہیں ادھر مدراس میں مسٹر اچاریہ قومی حکومت کے قیام میں مصروف ہیں اور ادھر شمال میں پنجاب کے اندر سکھوں کی طاقتور یونائٹڈ پارٹی نے سر سکندر سے مفاہمت کر لی جس کے لئے ہمارے یہ سکھ بھائی قابل تبریک و تہنیت ہیں سکھ ایک مدت سے نوضعت ہندو جماعتوں کے ہمرنگ زمین جال میں پھنسے ہوئے تھے اور حکومت کی راہ میں دشواریاں پیدا ہو رہی تھیں آخر مفاہمت باہمی نے ان دشواریوں کا خاتمہ کر دیا۔ سر سکندر اور سردار بلدیو سنگھ کے مکتوبات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف باہمی غلط فہمیاں تھیں جو دونوں معزز قوموں کو جدا کئے ہوئے تھیں جھٹکہ اور حلال کا قضیہ مدت سے چلا آرہا تھا۔ اس کے متعلق طے پایا کہ جن سرکاری ادارات میں سکھوں ہندوؤں اور مسلمانوں کے علیحدہ علیحدہ باورچی خانے موجود ہوں یا ان کا انتظام ہوسکتا ہو اور ہاں بازارت مطلوبہ گوشت بھی بازار سے مل سکتا ہو ان میں ہر قوم کو اپنے حسب پسند گوشت کے منگانے پکانے اور کھانے کی اجازت ہوگی ان شرائط کے ماتحت مختلف المذاہب افراد کے جذبات اس سے مجروح نہ ہوتے ہوں باہم رضامندی ہے جس کی تصدیق وزارت پنجاب نے بھی کر دی ہے اس طرح کسی قوم کے حق پر کوئی زد بھی نہ پڑی اور سب کے لئے یکساں اصول بھی طے ہوگیا۔

زبان کا جھگڑا ابھی قائم تھا ہندو ہندی اور سکھ گورمکھی اور مسلمان اردو پر زور دے رہے تھے اب اردو کو ذریعہ تعلیم اور سرکاری زبان کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے اور ہر قوم کی مذہبی اور کلچرل زبانوں کی تعلیم کی اصل بھی مان لی گئی ہے اب عربی فارسی گورمکھی اور ہندی کو مختلف اقوام کی مذہبی اور کلچرل زبانوں کی حیثیت میں ثانوی زبانوں کے طور پر پڑھانے کا انتظام کیا جائے گا پنجاب پہلا صوبہ ہے جسکے معتدبہ طبقوں نے یہ معاملہ طے کر لیا ہے اور یہ دیگر صوبوں کے لئے چراغ ہدایت بن سکتا ہے خالص و مخصوص مذہبی امور کے متعلق قانون سازی کا فیصلہ متعلقہ اقوام پر چھوڑ دیا گیا ہے گورمکھی اور ہندی زبانوں کو سکھوں اور ہندوؤں کی مذہبی اور کلچرل زبانوں کی حیثیت سے جس طرح اسکولوں میں پڑھایا جائیگا اسی طرح مسلمانوں کے لئے بھی عربی اور فارسی کا انتظام ہوگا ملحوظ رہے کہ ابتک مسلمان ہی اس معاملہ میں محروم تھے اردو کے متعلق عام شور برپا تھی عربی فارسی کا قابل اطمینان انتظام نہ تھا نہ انھیں تناسب کے اعتبار سے گرانٹ ملتی تھی اب یہ صورت نہ رہی ہر قوم کے اطمینان کے مطابق انتظام ہوگیا ہندوؤں کی طرف سے دراندازی کی بجد ساعی عمل میں آئیں اور ہاتھ پیر مارتے رہے ہندو جرائد نے سختی کے ساتھ مخالفت کی جس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تیج نے اس معاہدہ کو ناپاک سازش کے نام سے موسوم کیا اور اسکی تکمیل سے انھیں بڑی مایوسی ہوئی سب سے زیادہ اطمینان بخش امر یہ ہے کہ سردار دسوندھا سنگھ نے نہایت خوشدلی اور روح ایثار سے کام لیکر اپنی قوم کے مفاد کی خاطر وزارت پر متمکن رہنے کے لئے کوئی چال نہ چلی اور سردار بلدیو سنگھ کے لئے جگہ خالی کر دی موخر الذکر نے بھی اتحاد کی مصلحتوں کی خاطر وزارت قبول کی ورنہ انھیں اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ بہت دولتمند اور صاحب ثروت نوجوان ہیں۔

مولوی فضل الحق کی نئی حرکت

مولوی فضل الحق کے متعلق گذشتہ

سال تک تصور میں بھی آسکتا تھا کہ وہ مقاصد ملی کے لئے کبھی ضرر رساں ثابت ہوسکیں گے انہوں نے لیگ میں نمایاں اور قائدانہ حصہ لیا کانگریسی وزارتوں کے مظالم جو مسلمانان ہند پر جوش اندر وا رکھے گئے ان کی ایک طویل فہرست مرتب کر کے آپ نے نہایت طمطراق کے ساتھ شائع کی تھی آپ کی تقاریر تہلکہ افگن ہوتی تھیں تمام حالات آپ کے سامنے تھے لیکن انضباطی کارروائی نے نہ صرف یہ کہ آپ کے توازن دماغی کو درہم برہم کر دیا بلکہ آپ جوش انتقام میں ملت کی نقصان رسانی کے لئے بھی تیار ہو گئے اور ایسے مشتغل ہوئے کہ مہاسبھائی آغوش میں جا بیٹھے وہ کانگریس میں شامل ہوسکتے تھے لیکن اس میں درکر چونکہ انہیں علانیہ کارفرمائی اور دل کی بھڑاس نکالنے کا موقعہ نہ مل سکتا تھا اس لئے انہوں نے مسٹر جناح کی دشمنی میں مہاسبھا سے یارانہ گانٹھا ہمیں اعتراف ہے کہ لیگ کی ہائی کمان نے انضباطی کارروائی میں کسی قدر سختی سے کام لیا لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ تہذیب کو بھی بالائے طاق رکھکر قائد اعظم کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر اتر آئیں بلکہ مسلمانان ہند کے مقاصد عالیہ کے لئے بھی نقصان رسانی کے درپے ہوجائیں سر سکندر حیات خاں اور سر سعد اللہ بھی تو آخر وزیر اعظم تھے ان کے خلاف بھی کارروائی کی گئی تھی لیکن انہوں نے مقاصد ملت کو ملحوظ رکھا ہائی کمان کے مطالبات کے سامنے سر جھکا کر ملت کی عزت بڑھائی اپنے لئے ایک معزز جگہ حاصل کر لی اور فاصلی کونسل سے فوراً مستعفی ہو گئے لیکن مولوی صاحب کا غرور انہیں لے ڈوبا ملت کے نزدیک ان کا کوئی وقار رہا اور نہ اغیار انہیں اپنا سکتے ہیں البتہ انہیں آلہ کار ہماری ضرور بنا سکتے ہیں

وزارت کوئی دیر پا چیز نہیں جب تک وزارت کا قلمدان ہاتھ میں ہے جس طرح چاہیں دھول کے تجارت نکال لیں جس ملت کے خلاف وہ برسر عمل ہیں دوٹ انہیں اسی سے لینے ہیں اور اسی میں انہیں مرنا جینا ہے مسلمان اس حرکت کو نہ بھول سکتے تھے کہ انھوں نے دشمن اسلام ہندو سبھائیوں اور فارورڈ بلاک والوں سے ملکر وزارت قائم کی اس پر مستزاد یہ کہ اب وہ ایک ترقی پسند آل انڈیا مسلم لیگ قائم کرنے کی فکر میں ہیں جس میں شمولیت کی دعوت انہوں نے مجلس احرار جمعیت علماء مومن کانفرنس اور دوسری نیشنلسٹ جماعتوں کو بھی دی ہے اور اس طرح نوے فیصدی مسلمانوں کی نمائندہ لیگ کے خلاف محاذ قائم کر کے وہ مسلمانوں کی آبرو مٹانے کی کوشش میں مصروف ہیں اور نہیں سمجھتے کہ کسی ایک مرکز پر زیادہ سے مسلمانوں کا اجتماع کتنی برکت ہے اور افتراق المسلمین کتنا خوفناک گناہ ہے مومنوں کی ظہیر پارٹی کے متعلق تو ہم کچھ کہہ نہیں سکتے لیکن نیشنلسٹوں احرار اور جمعیۃ والوں سے ہرگز یہ توقع نہیں کہ وہ مولوی صاحب کی طرف دست تعاون بڑھائیں گے کہ یہ ادارے لیگ کے خلاف کوئی منتقمانہ جوش نہیں رکھتے صرف اختلاف رائے کی بنا پر چند امور میں الگ ہیں اور مہاسبھائیوں سے سب بیزار ہیں وہ اپنی مخالفت کا اظہار لیگ میں رہکر بھی کر سکتے تھے اور اصلاح احوال کی کوشش کر سکتے تھے لیکن انہوں نے وہ طریقہ اختیار کیا جسے کوئی ہوشمند مسلمان کبھی گوارا نہیں کر سکتا ہم مولوی صاحب کو متنبہ کر دینا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی ان حرکتوں اور مسلم آزاریوں سے نہ اپنے کسی مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں اور نہ کوئی مسلمان آشنا ہی توقع ہے کہ انکی نیت کو نہ سمجھکر انہیں اپنا رہنما تسلیم کرے اگر انہوں نے جلد از جلد اپنی روش سے تغیر نہ پیدا کر لیا تو مسلمانوں کے نزدیک ہمیشہ کے لئے ان کی پوزیشن ختم ہوجائے گی

مسلمان کانگریس سے ضرور ملتے رہے ہیں لیکن مہاسبھائیوں کے ساتھ کسی مسلم کے یارانہ گانٹھنے کی اور ان کے مقاصد کا آلہ بننے کی اب تک کوئی مثال نہ تھی۔

راجہ جی کی حق پسندی

ہندوستان نے دو ایسی ممتاز اور بلند پایہ ہستیاں پیدا کیں جو اپنی خداداد قابلیتوں اور صلاحیتوں کے اعتبار سے تو نمایاں تھیں ہی مگر اپنے اوصاف و محاسن اور انصاف دوستی کے لحاظ سے اپنا جواب نہ رکھتی تھیں اور ملک کی ہر قوم اور ہر فرد انھیں عزت و احترام کی نظر سے دیکھتا رہا۔ ان میں سے ایک دیش بندھو داس تو اپنے کارناموں کی یادگار چھوڑ کر دوسری دنیا میں جا بسے دوسرے مسٹر راجگوپال اچاریہ ہیں جو موجود ہیں دیش بندھو بھی انصاف دوست تھے اور اتحاد اقوام کے علمبردار تھے اور ہمہ گیر ہندو مخالفت کے علی رغم الف وہ بنگال میں اپنا ہندو مسلم پیکٹ نافذ کر گئے تھے جو ان کے بعد کالعدم ہو گیا۔ مسٹر راجگوپال اچاریہ بھی بے مثل قابلیت کے انسان ہیں کل تک کانگریس میں گاندھی اور نہرو سے کم ان کا احترام نہ کیا جاتا تھا تمام کانگریسی وزراء میں ان سے زیادہ لائق اور مدبر کوئی نہ تھا بڑے اقتدار کے حامل تھے گاندھی جی کے سمدھی بھی ہیں زمانہ کے نشیب و فراز بہت کچھ دیکھ چکے ہیں ۶۳ سال کی عمر ہے دولتمند بھی ہیں اعلیٰ ذات کے برہمن ہیں ٹھنڈے دماغ کے مفکر و مدبر ہیں ان کے متعلق ہرگز یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ انگریز انھیں خرید سکتے ہیں یا بے سوچے سمجھے وہ کوئی قدم اٹھا سکتے ہیں لیکن جب سے انہوں نے کانگریس اور لیگ کو متحد کرنے کی تجویز پاس کرائی ہے ہندو دنیا میں ایک شور محشر بپا ہو گیا ہے ان کے متعلق نئے نئے افسانے تراشے جاتے ہیں کبھی گورنر سے ملجانے کا الزام لگایا جاتا ہے کبھی انھیں کانگریس سے غداری کا مرتکب قرار دیا جاتا ہے۔

جہاں جاتے ہیں سیاہ جھنڈیوں سے ان کا استقبال ہوتا ہے پہلے ان پر پتھر پھینکا گیا تھا اب بمبئی سے خبر آئی ہے کہ جب وہ ایک جلسہ میں تقریر کرنے کے لئے تشریف لائے تو ہندوؤں نے اس بزرگ و محترم لیڈر کا تمام احترام بالائے طاق رکھکر ان پر آوازے کسے ایک طوفان بے تمیزی برپا کیا کہتا ہے کہ کول تارسے بھرا ہوا ایک لفافہ پھینک مارا جس سے ان کا چہرہ اور کرتہ خراب ہو گیا اس سے قدرتی طور پر ان کے حامیوں اور کانگریسیوں کے مابین مار پیٹ شروع ہو گئی آزادی خیال اور آزادی تقریر کے داعیوں کی طرف سے یہ حرکات کس درجہ المناک ہیں راجہ جی ہرگز کانگریس کی مذمت نہیں کر رہے ہندوؤں کا کوئی حق چھینے جانے کے حامی نہیں وہ آزادی کے خلاف بھی کچھ نہیں کہتے ان کا قصور یہ اور صرف یہ ہے کہ وہ ہندو مسلم مفاہمت کے مبلغ ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر مسلمان خود کو ایک الگ قوم سمجھتے ہیں اپنے لئے الگ وطن کے آرزو مند ہیں پاکستان کو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہیں تو ہندوؤں کو ان کے اس فیصلہ سے تعرض کا کوئی حق حاصل نہیں وہ جو مانگتے ہیں انھیں دیدینا چاہئے اور ان سے اتحاد کر کے صحیح معنوں میں قومی حکومت مرتب کر کے جاپان کا مقابلہ کیا جائے۔

ہندوؤں پر ہندو راج کا بھوت سوار ہے انھیں ایک اپنے ممتاز لیڈر کا حق گوئی انگاروں پر لٹا رہی ہے اور وہ انھیں اپنے منصوبوں میں بہت بڑی رکاوٹ سمجھکر مشتعل ہو رہے ہیں لیکن راجہ جی بڑے اولوالعزم انسان ہیں انہوں نے اس جلسہ میں صاف کہدیا کہ میں اس سے بھی زیادہ بدسلوکی اور حشر انگیزی کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوں میں جانتا ہوں کہ مجھے اس سے بھی زیادہ رسوا اور ذلیل کرنیکی

سعی کی جائیگی لیکن میں جس چیز کو حق سمجھتا ہوں اس کے اعلان سے قیامت تک باز نہ آؤں گا اسی جلسہ میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اب مسلم لیگ اتنی طاقت حاصل کر چکی ہے کہ اسے نہ دبایا جا سکتا ہے اور نہ مغلوب کرنا ممکن ہے یہ خیال بھی غلط ہے کہ مسٹر جناح کی لیڈری ختم ہو جائیگی جبکہ اصول ہی یہ ہو کہ پاکستان کا اصول تسلیم کر لیا جائے اور مسلم مطالبات کا منفی جواب نہ دیا جائے۔ راجہ جی سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہیں وہ گاندھی جی اور مسٹر جناح سے بھی کئی ملاقاتیں کر چکے ہیں ان کا حلقہ اثر برابر بڑھ رہا ہے ان کے نزدیک مسلم مطالبات بالکل حق بجانب ہیں وہ بہت دور اندیش بزرگ ہیں خوب سمجھتے ہیں کہ دس کروڑ افراد کی قوم کو اس وقت جبکہ وہ بیدار ہو چکی ہے دبا لینا آسان کام نہیں۔

اول تو یہی حالت قائم رہی تو جاپان آ دھمکے گا اور پھر آزادی خواب و خیال ہو جائیگی دوسرے اگر ہندو "ہندو راج" قائم کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے تو مسلمانوں سے جنگ ہوئے بغیر نہ رہیگی اور اس جنگ میں ملک تباہ ہو کر رہ جائیگا اور اس کے بعد بھی صلح انہی شرائط پر ہوگی پھر کیوں نہ آج دانا بنکر آج کیوں نہ کر لیا جائے جو کل بعد "خرابی بسیار" ناداں کی طرح کرنا ہوگا۔

مسٹر جناح کا تازہ بیان

مسٹر محمد علی جناح نے گاندھی جی کی روش پر ایک تازہ بیان شائع کیا ہے جس میں ارشاد فرمایا ہے کہ "مجھے مسرت ہے کہ گاندھی جی بائیس سال سے جو نقاب اپنے چہرہ پر ڈالے ہوئے تھے اسے اتار پھینکا اور صاف صاف کہدیا کہ ہندو مسلم اتحاد آزادی ہند کے بعد ہی ہو سکتا ہے اس کے اعلان کے اس درس کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا کہ آزادی ہند ہندو مسلم اتحاد کے بغیر نہیں مل سکتی وہ اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہو گئے وہ مدت تک مسلمانوں کو احمق بنانے کی سعی کرتے رہے"

حقیقت میں اتحاد کا دشمن ملک کا دشمن ہے اور ان کے اس بیان کا اثر جو ہندوؤں کی ذہنیت پر پڑیگا ظاہر ہے اتحاد نہ ہونے کی یہ صورت ہے کہ اسے ایک لمحہ کے لئے بھی ناقابل نقصان رساں ہے مگر گاندھی جی کو نہ اس کی کبھی پرواہ تھی نہ اب ہے اگر ہوتی تو ہندو مسلمان ابتک کبھی کے شیر و شکر ہو چکے ہوتے جیسا کہ قائداعظم نے فرمایا ہے کہ "نہ تو ہندو اقتدار کے قیام کی شرط کے سوا ہندو مسلم قضیہ کو طے کرنا ہی نہیں چاہتے ہیں کیونکہ ان کے پیش نظر تو صرف ہندو راج ہے جس کے روادار مسلمان کبھی نہیں ہو سکتے اتحاد مساویانہ ہوتا ہے نہ کہ غلامانہ وہ مسلمانوں سے ان کی غلامی کے محضر پر دستخط لینا چاہتے ہیں سمجھتے ہیں کہ مسلمان اس کے لئے تیار نہ ہوں گے اور نہ حکومت اس کی روادار ہوگی۔

مسٹر جناح نے درست فرمایا ہے کہ انہوں نے "اخراج انگریز" کا نیا فارمولا ایجاد کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ منظم طور سے چلے جائیں اس طرح وہ حکومت سے یہ تسلیم کرانا چاہتے ہیں کہ کانگریس کے معنے ہیں ہندوستان اور گاندھی کے معنے ہیں کانگریس ان کی مرضی ہے کہ حکومت تمام ہندوستان کی نمائندہ کی حیثیت میں صرف ان سے مفاہمت کر کے کانگریس کو اختیارات حکمرانی منتقل کرنے اور برطانی سنگینوں کے زیر سایہ یہ اقتدار قائم رہے اور مسلمان غلام بنجائیں" اس حقیقت کا اظہار کرنیکے بعد مسٹر جناح نے فرمایا ہے کہ پنڈت نہرو "اپنے جان سے زیادہ عزیز" مقصد کے متعلق تو گفتگو کرنیکو تیار ہیں لیکن اس مسئلہ پر بحث کرنا نہیں چاہتے جو ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہے اس میں کونسی بات غیر معقول ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ اپنی آزادی تو عزیز ہو اور دوسروں کی آزادی کی پرواہ نہ کی جائے جس چیز کا نام نہرو جی آزادی رکھتے ہیں وہ مسلمانوں کیلئے انتہائی غلامی ہے آخر میں آپ نے صحیح فرمایا ہے کہ گاندھی جی کا بڑی تحریک جاری کرنیکا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ منتشر دل اور مبتلائے مصیبت برطانیہ ان کا مطالبہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے۔

جنگ کی صورت حالات

یوں تو ہر گوشہ دنیا جنگ کے شعلوں میں اٹی ہوئی ہے ہر طرف توپیں گرج رہی ہیں اور طیاروں کی جھنکار سنائی دیتی ہے مگر روس اور مصر میں قیامتیں برپا ہیں جہاں جرمنوں نے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے اور وہ خوفناک ضیاع جان و سامان کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھ رہے ہیں سباسٹوپول چھ ہفتہ کی لرزہ خیز جنگ کے بعد جرمنوں کے قبضہ میں چلا گیا اور اب خرکوف کے محاذ پر جرمن دباؤ زیادہ بڑھ جائیگا لیکن جنرل ٹموشنکو نے پہلے سے اس کے انتظامات کر رکھے ہیں کچھ بھی ہو سباسٹوپول نے جرمنوں کی عظیم الشان طاقت کا مقابلہ جس استقلال اور ثبات قدمی کے ساتھ کیا ہے وہ تاریخ میں یادگار رہیگی اگر ایک ایک شہر پر جرمنی کو اتنی ہی طاقت صرف کرنی پڑی اتنی ہی دیر لگی اسی جوش و خروش سے دوچار ہونا پڑا تو خود اس کا دیوالہ نکل جائیگا کہ روس بہت وسیع ملک ہے اور اس پر جرمنی کا بار پا جانا آسان امر نہیں۔

مصر کی لڑائی بھی انتہائی پریشان کن ہے اور حالات بہت نزاکت اختیار کر چکے ہیں لیبیا پورا کا پورا نکل گیا طبروق ڈیڑھ دن میں فتح ہو گیا جو پہلے سات ماہ تک مقابلہ پر ڈٹا رہا تھا بیر الحکیم العلامین اکرومہ اور عزالہ وغیرہ کا اتنی جلد مسخر ہو جانا اور جرمنوں کا مصر کے اندر دور دور تک بڑھ آنا جس امر کی غمازی کر رہا تھا وہ مسٹر چرچل کی تقریر سے ظاہر ہو گیا آپ نے پارلیمنٹ میں بتایا کہ ان شکستوں کا راز کیا ہے آپ نے فرمایا کہ یہاں سے تمام بڑی بڑی افواج ہٹالی گئی تھیں کہ دشمن نولا کر افواج آسٹریلیا واپس بھیجی گئیں اور ایک عظیم الشان لشکر یہاں سے ہٹا کر ہندوستان میں لا رکھ دیا گیا اور در دل لیبیا میں بہت کم فوج رہ گئی جس کے لئے شکست لازمی تھی حقیقت بھی یہ ہے کہ لیبیا کو فضول اہمیت دے رکھی تھی جس کے لئے برطانیہ پر ہر طرف سے اعتراض کئے جا رہے تھے وہاں ریت کے سوا اور رکھا ہی کیا تھا ہندوستان بہت زرخیز ملک ہے اور یہی حالت آسٹریلیا کی ہے یہ نکل جاتے ہیں تو پھر کچھ پاس نہیں رہتا اسی لئے ان کی مضبوطی و استحکام پر پوری توجہ مبذول کی گئی اور ہندوستان کو اتنا محکم بنا دیا گیا اور اتنی افواج یہاں مامور کر دی گئیں جتنی کہ کبھی تاریخ کے کسی عہد میں یہاں موجود نہ رہی تھیں مگر جرمنی اب نہر سویز کا رخ کریگا کہ وہ اسکندریہ سے ستر میل کے فاصلہ پر پہنچ چکا ہے لیکن یہ نہر برطانیہ کیلئے پہلے ہی بیکار ہو چکی تھی پھر بھی چپہ چپہ پر مقابلہ کیا جائیگا شام اور فلسطین تک میں مقابلہ کی بے پناہ تیاریاں شروع ہو چکی ہیں اور یہاں پہنچتے پہنچتے جرمنوں کی بہت سی فوج ضائع ہو چکی ہوگی برطانی فوجوں کو برابر کمک پہنچ رہی ہے۔

طوالت جنگ جرمنوں کے لئے پیام ہلاکت ہے وہ بڑھ بھی اندھا دھند رہے ہیں ان کی پیشقدمی کی عمر زیادہ سے زیادہ تین چار ماہ ہے اس کے بعد ایک طرف برف کے پہاڑ کھڑے ہو جائینگے اور دوسری طرف پشت کی جانب سے دوسرا محاذ قائم ہو جائیگا اور جرمنی کو لینے کے دینے پڑ جائینگے اتحادیوں کے وسائل آج بھی بے پناہ ہیں اور ان کے وسائل میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے وہ برابر اپنے انتظامات میں مصروف ہیں اور جرمنی پر کاری ضرب لگانے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں جنگ پھر جنگ ہے اس میں قدم قدم پر مشکلات کا سامنا ہوتا ہے پیشقدمی کا موقع بھی آتا ہے اور پسپائی بھی ہوتی ہے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہے چین کی حالت ضرور

زیادہ نازک ہو گیا نہیں ہے۔ ہزار مشکلات کے باوجود جاپانیوں کو پریشان کر رکھا ہے اور جاپانی ملک کا بہت بڑا حصہ فتح کر لینے کے باوجود اس دلیر و جانباز قوم کے عزائم کو پامال نہیں کر سکتے انھوں نے ہندوستان پر یورش کا ارادہ ترک کر دیا ہے ضرور برسات بھی بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہی ہے لیکن پھر یہ بات ہے کہ ایک طرف تو اس کے وسائل ریل و رسائل پر بہت بڑا بار پڑ چکا ہے اور دوسری طرف وہ سمجھتا ہے کہ برما ہندوستان نہیں ہے اس کی تیاریاں اور اس کی وسعتیں بے پناہ ہیں۔ بہرکیف مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہے اور مستقبل پر امید ہے۔

مسلم لیگ کی ہمہ گیر سرگرمیاں

لیگ کی سرگرمیاں اب ہمہ گیر صورت اختیار کر چکی ہیں اور اس کی تنظیم نمایاں صورت اختیار کر چکی ہے طول و عرض ہند کے ہر شہر اور ہر قصبہ میں لیگ کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں اور کثرت سے ممبر بن رہے ہیں اس کی دفاعی کمیٹی آسام بنگال بہار مدراس بمبئی سی پی اور یو پی ہوتی ہوئی پنجاب و سرحد تک پہنچ گئی ہے اور نہایت موثر اشاعت اور لائق افراد پر مشتمل یہ کمیٹی نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا ہر جگہ پہنچی ہر جگہ اس کا نہایت شاندار استقبال ہوا ہر جگہ اس کے معزز ارکان نے معرکۃ آرا اور بصیرت افروز تقاریر کیں اور لیگ کے مقاصد لوگوں کے ذہن نشین کیے پاکستان کی وضاحت کی دفاع کمیٹی کے اغراض و مقاصد سے لوگوں کو آگاہ کیا چودھری خلیق الزماں نے ایک جلسہ میں فرمایا کہ ہم چاہتے کیا ہیں صرف اتنا کہ چار صوبوں میں ہماری اکثریت و حکمرانی ہو اور بقیہ سات صوبوں میں ہندوؤں کی رہے ہندو راج کے ماتحت تو ہم کبھی زندگی برداشت کرنے کو تیار نہیں گے ہندو لاکھ کہیں مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ وہ پاکستان کی جتنی شدت سے ہی مخالفت کر سکتے ہیں کریں ہمیں اس سے فائدہ کے بجائے ہرگز نقصان نہ پہنچے گا مسلمان تو اس کا عزم کیے بیٹھے ہیں اور اگر قائد اعظم بھی اس کے خلاف آواز اٹھائیں تو اعلان کیے بیٹھے ہیں کہ گاندھی جی کی تقلید کی نہیں قرآن کے اتباع کی ضرورت ہے۔ قاضی محمد عیسیٰ نے فرمایا لیگ چاہتی ہے کہ آزاد ہندوستان میں مسلمان بھی آزاد رہیں وہ ایسی آزادی کے لیے ہرگز تیار نہیں جس میں وہ خود آزاد نہ ہوں آپ نے فرمایا مسلمان متحد رہ سکتے ہیں مگر کسی قوم میں جذب ہونے کے لیے تیار نہیں اپنی ہستی کو مٹانا محال ہے صوبوں کے دورہ کے بعد مسلم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کی نمائندگی صرف لیگ ہی کر سکتی ہے مسٹر ناظم الدین نے فرمایا کہ گزشتہ پانچ سال کے واقعات نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دی ہیں اور انھوں نے محسوس کر لیا ہے کہ ان کی نجات صرف پاکستان میں ہے اس کمیٹی نے بڑا شاندار کام کیا ہے دیہات تک کے مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور ہر طرف سے پاکستان کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

ایک قوم کا فلسفہ

کانگریس کہتی ہے کہ قوم وطن سے بنتی ہے اس اعتبار سے تمام ہندوستانی ایک قوم ہیں اور ہندو مسلمان سکھ پارسی اچھوت بدھ اور عیسائی کے مخصوص فرقے ہیں اگر یہ صورت تسلیم کر لی جائے تو نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ مرکزی حکومت میں چار ووٹ ہندوؤں کے اور ایک ووٹ مسلمانوں کا ہوگا یہ نظام ووٹ کی حکومت کا جس کے پاس زیادہ ووٹ ہوں گے اسی کی حکومت ہوگی اور زیادہ ووٹ والی قوم جو قانون چاہے گی بنا لیگی اس طرح وہ اپنے تمدن اپنی تہذیب اور اپنے مذہب کو زندہ کر سکیگی اور دوسری قوموں کی تمام خصوصیات زائل ہو کر رہ جائیں گی یہ ایک قوم کا پراسرار اسی مقصد کے لیے ہے کہ حکومت ہندوستان کو عزیز ہے اور اس کے لیے سینکڑوں جانیں قربان کر دی جاتی ہیں۔

عوام کے لئے آزادی

کانگریس کہتی ہے کہ ہندو اپنے لئے نہیں بلکہ عوام کے لئے آزادی چاہتے ہیں ملک آزاد ہو گا تو سب ہی کو اس سے فائدہ پہنچیگا یہ بھی ایک بہت بڑا فریب ہے کانگریس عوام کی نمایندگی کی دعویٰ ہے اس نے رفع اعتراض کے لئے اس کے اندر ہر قوم کے چند افراد لے رکھے ہیں ان کی حیثیت سے جو کچھ ملیگا وہ اسی کو ملیگا ہندو کانگریس پر ابھی چھائے ہوئے ہیں ان کی آبادی بھی اتنی ہے اگر تمام مسلمان بھی اس میں شامل ہو جائیں تو بھی ہندو چھوٹے رہیں گے ہر کونسل اور اسمبلی میں انہیں کا طوطی بولیگا انہی کے ووٹ زیادہ ہوں گے اور یہ اپنے ووٹوں کے بل پر حکومت کریں گے اور مسلمان غلام بنکر رہ جائیں گے اور یہ عوام کی حکومت ہندو حکومت بنکر رہ جائے گی۔

سیاسی پارٹیاں

کانگریس کہتی ہے کہ پارٹیاں سیاسی عقاید کی بنا پر قائم ہونی چاہئیں کہ یہ عقاید بدلتے رہتے ہیں اور مذہب اور مذہب نہیں بدلتا اس طرح ہندو مسلمان مخلوط ہو جائینگے اور مسلمان کسی پارٹی میں بھی شامل ہوں ان کی تعداد قلیل ہی رہے گی اور جو پارٹی بھی برسر اقتدار آئیگی اس میں لازماً ہندوؤں ہی کی تعداد زیادہ ہوگی اور ہر مذہبی معاملہ پر ہندو ووٹوں کی کثرت برسر اقتدار پارٹی کی حمایت کریگی ہندو جو تجویز اپنی قوم کی نفع رسانی کے لیے چاہیں گے منظور کر لیں گے اور مسلمان ہر طرح مجبور ہوں گے ہندوؤں کو مسلم ووٹ کی کوئی پرواہ نہ ہوگی مگر مسلمان اپنی تجویز کے منظور کرانے میں ہندوؤں کے محتاج ہوں گے اور یہ ہندو راج ہوگا۔

قوم اور فرقہ کا معاملہ

قوم اصل ہوتی ہے اور فرقے اس کی شاخیں کہلاتے ہیں ایسی شاخیں ہر قوم میں موجود ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندو وید عیسائی انجیل اور مسلمان قرآن کو مانتے ہیں یہی ان کی تہذیب اور مذہب کی اساس ہیں اور ان میں باہم بعد المشرقین ہے کانگریس نے اپنے اقتدار کے لئے ایک نئی قوم ہندوستانی گھڑ لی ہے جس کی کتاب ہے مطلب پرستی اسی پر وہ عامل ہے کیا مسلمان مطلب پرستی کا شکار ہونے کے لئے تیار ہیں اور وہ یہ پسند کریں گے کہ ہندویت میں جذب ہو کر رہ جائیں۔

اعتبار و تجربہ

ہر انسان جب کسی معاملہ میں کسی قوم اور کسی فرد کے متعلق کوئی رائے قائم کرتا ہے تو گزشتہ تجربات کی روشنی میں قائم کرتا ہے اور اسی کے مطابق معتبر یا غیر معتبر قرار دیتا ہے اور جو ایسا نہیں کرتا روزمرہ کے واقعات شاہد ہیں وہ دھوکہ کھاتا ہے۔ ہندوؤں کے متعلق مسلمانوں کا تجربہ یہ ہے کہ پنجاب اور بنگال میں اگرچہ مسلمان اکثریت میں تھے پسماندہ تھے مگر ان کے علمی اداروں کو ہمیشہ قلیل ترین گرانٹ ملی و فاتر و منڈیوں اور عہدوں پر وہ نہیں پانے دیا گیا مخلوط انتخاب کے زمانہ میں کسی مسلمان کا انتخاب ہی غیر ممکن رہا ذبح بقر اور تبلیغ ہندو ریاستوں میں آج بھی جرم ہے اور ہندو صوبوں میں آئے دن اس پر بلوے ہوتے رہے ان کی زبان کو مٹانے اور ہندی کو بڑھانے کی ابتدا سے مساعی جاری رہیں جب محکومی میں ہندوؤں نے یہ رویہ رکھا تو حکمرانی میں ان سے کیا توقع ہے کانگریس کا یہ کہنا کہ آزادی کے بعد وہ اتحاد کریگی سب کو فائدہ پہنچائیگی سب کے پرسنل لا کی حفاظت کی جائیگی سب کے ساتھ انصاف ہوگا محض ایک فریب ہے کانگریس نے گزشتہ سالوں میں کیا کیا وعدے تو محض فریب دہی کو ہوتے ہیں مسلمانوں کی نجات کا راز صرف پاکستان میں ہے

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

باب - (اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو نفل روزے کے توڑ ڈالنے کی قسم دلائے) تو درست ہے اور اس پر قضا واجب نہیں بشرطیکہ روزہ نہ رکھنا اس کے لئے زیادہ مناسب ہو۔

۱۸۱۴ - عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو الدرداء اور حضرت سلمان کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا تھا اس وجہ سے (ایک دن) حضرت سلمان حضرت ابو الدرداء کی ملاقات کو گئے تو انھوں نے حضرت ام الدرداء کو بہت کثیف حالت میں پایا تو ان سے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے وہ بولیں کہ تمہارے بھائی ابو الدرداء کو اب دنیا کی کچھ ضرورت رہی اتنے میں ابو الدرداء بھی آ گئے اور انھوں نے سلمان کے لئے کھانا تیار کیا اور (سلمان سے) کہا کہ تم کھاؤ میں تو روزہ دار ہوں سلمان نے کہا کہ میں نہ کھاؤں گا تاوقتیکہ تم نہ کھاؤ، بالآخر ابو الدرداء نے روزہ توڑ دیا اور سلمان کے ساتھ کھایا پھر جب رات ہوئی تو ابو الدرداء نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے سلمان نے کہا سو رہو چنانچہ وہ سو رہے پھر (تھوڑی دیر کے بعد) وہ اٹھنے لگے تو سلمان نے کہا کہ ابھی سو رہو پھر جب اخیر رات ہوئی تو سلمان نے کہا کہ اب اٹھو چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی پھر ابو الدرداء سے سلمان نے کہا کہ بیشک تمہارے پروردگار کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بی بی کا بھی تم پر حق ہے پس تم کو چاہیے کہ ہر صاحب حق کا حق ادا کرو پھر ابو الدرداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے یہ سب بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔

باب - شعبان میں روزہ رکھنے کا بیان۔

۱۸۱۵ - حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جب روزہ رکھنے پر آتے تھے تو اس قدر) روزہ رکھتے تھے کہ ہم کہتے تھے اب آپ روزہ ترک نہ کریں گے اور جب روزہ چھوڑ دیتے تھے تو اس قدر چھوڑ دیتے تھے کہ ہم کہتے تھے اب کبھی آپ روزہ نہ رکھیں گے اور میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ سوائے رمضان کے کسی اور مہینے کے پورے روزے آپ نے رکھے ہوں اور میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ اور کسی مہینے میں روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

۱۸۱۶ - حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہ رکھتے تھے، اور آپ شعبان میں پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو اسی قدر عبادتیں اپنے ذمہ لو جن کی تم برداشت کر سکو اس لئے کہ اللہ ثواب دینے سے نہیں تھکتا یہاں تک کہ تم عمل کرنے سے تھک جاؤ اور عمدہ نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ تھی جس پر مداومت کی جائے اگرچہ وہ قلیل ہو اور جب آپ کوئی نماز پڑھتے تھے تو اس پر ہمیشگی کرتے تھے۔

باب - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی بابت کیا منقول ہے۔

۱۸۱۷ - حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مہینہ کے پورے روزے کبھی نہیں رکھے سوا رمضان کے اور جب آپ روزے رکھنے پر آتے تھے تو اس قدر روزہ رکھتے تھے کہ کہنے والا کہتا خدا کی قسم اب کبھی آپ روزہ ترک نہ کریں گے اور جب آپ روزہ چھوڑ دیتے تو ایسا چھوڑ دیتے کہ کہنے والا کہتا خدا کی قسم اب کبھی آپ روزہ نہ رکھیں گے۔

۱۸۱۸ - حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں (روزہ ایسا) چھوڑ دیتے کہ ہم خیال کرتے تھے کہ اب آپ اس مہینہ میں روزہ نہ رکھیں گے اور روزہ رکھنا شروع کرتے تو (اس کثرت سے) رکھتے کہ ہم خیال کرتے تھے کہ اب آپ بالکل روزہ ترک نہ کریں گے اور آپ کے نماز پڑھنے اور سونے کی یہ حالت تھی کہ اگر تم رات کے وقت آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے اور اگر سوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے۔

۱۸۱۹ - حمید کہتے ہیں میں نے حضرت انس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کی بابت پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں جب چاہتا کہ کسی مہینہ میں آپ کو روزہ رکھتا ہوا دیکھوں تو آپ کو روزہ رکھتا ہوا دیکھ لیتا اور جب آپ کو بے روزہ دار دیکھنا تو بے روزہ دار دیکھ لیتا اور جب کبھی رات کو نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا تو نماز پڑھتا ہوا دیکھ لیتا اور جب سوتا ہوا دیکھنا چاہتا تو سوتا ہوا دیکھ لیتا اور میں نے کسی خز اور حریر کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے زیادہ نرم نہیں دیکھا اور نہ میں نے کسی مشک و عنبر کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (کے پسینہ) کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار پایا۔

باب روزہ رکھنے میں مہمان کے حق کی رعایت کرنا چاہیے۔

۱۸۲۰ - حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے پھر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے پوری حدیث بیان کی جس میں یہ بھی تھا کہ حضرت نے فرمایا اے ابو العاص تم پر تمہارے مہمانوں کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے پھر میں نے کہا کہ حضرت داؤد پیغمبر کا روزہ کس طرح تھا آپ نے فرمایا نصف سال (یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار)۔

باب - ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا (موافق سنت ہے)

۱۸۲۱ - حضرت عبداللہ بن عمرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تم ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو۔ حضرت عبداللہ نے کہا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں وہ برابر یہی کہتے رہے یہاں تک کہ حضرت نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو اور آپ نے فرمایا ہر مہینہ میں ایک قرآن پڑھا کرو انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں وہ برابر یہی کہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے تین قرآن کی اجازت دی۔

باب - داؤد علیہ السلام کے روزے کا بیان۔

کتاب الفقہ

پردہ- اجتماعی اور شرعی نقطہ نظر سے

(از حضرت مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی)

(بعد گذشتہ)

یہ کس لئے؟ کیا یہ بالکل ہی بے مقصود جذبہ ہے؟ کیا اس کی تہ میں وہ صنفی خواہشات چھپی ہوئی نہیں ہیں جو اپنے فطری دائرے سے نکل کر پھیلنا چاہتی ہیں اور جن کے مطالبات کا جواب دینے کے لئے دوسری جانب بھی ویسی ہی خواہشات موجود ہیں؟ اگر آپ اس سے انکار کریں گے تو شاید کل آپ یہ دعویٰ کرنے میں بھی تامل نہ کریں کہ جوالا مکھی پہاڑ پر جو دھواں نظر آتا ہے اس کی تہ میں کوئی لاوا باہر نکلنے کے لئے بیتاب نہیں ہے۔ آپ اپنے عمل کے مختار ہیں جو چاہے کیجئے مگر حقائق سے انکار نہ کیجئے۔ یہ حقیقتیں اب کچھ مستور بھی نہیں رہیں سامنے آ چکی ہیں اور اپنے نتائج اتنا بہت زیادہ روشن نتائج کے ساتھ آ چکی ہیں۔ آپ ان نتائج کو دانستہ یا نادانستہ قبول کرتے ہیں مگر اسلام ان کو پہلی ہی قدم پر روک دینا چاہتا ہے۔ جہاں سے ان کے ظہور کی ابتدا ہوتی ہے کیونکہ اس کی نظر اظہار زینت کے بظاہر معصوم آغاز پر نہیں بلکہ اس نہایت غیر معصوم انجام پر ہے جو تمام سوسائٹی پر قیامت کی سی تاریکی بن کر پھیل جاتا ہے۔ مثل الرافلۃ فی الزینۃ فی غیر اھلھا کمثل ظلمۃ یوم القیامۃ لا نور لھا[1]

قرآن میں جہاں اجنبیوں کے سامنے زینت کا اظہار کرنے کی ممانعت کی ہے وہاں ایک استثنا بھی ہے الا ما ظھر منھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی زینت کے ظاہر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جو خود ظاہر ہو جائے۔ لوگوں نے اس استثنا سے بہت کچھ ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ ان الفاظ میں کچھ زیادہ فائدہ اٹھانے کی گنجائش نہیں ہے۔ شارع صرف یہ کہتا ہے کہ تم اپنے ارادہ سے غیروں کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہ کرو لیکن جو زینت خود ظاہر ہو جائے یا اضطراراً ظاہر ہی رہنے والی ہو اس کی تم پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ مطلب صاف ہے۔ تمہاری نیت اظہار زینت کی نہ ہونی چاہئے۔ تم میں یہ جذبہ یہ ارادہ ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ اپنی آرائش غیروں کو دکھاؤ یا اور کچھ نہیں تو چھپے ہوئے زیوروں کی جھنکار ہی سنا کر ان کی توجہ اپنی طرف مائل کرو۔ تم کو اپنی طرف سے تو اخفائے زینت کی اختیاری کوشش کرنی چاہئے پھر اگر کوئی چیز اضطراراً کھل جائے تو اس پر خدا تم سے کوئی مواخذہ نہ کرے گا۔ تم جن کپڑوں میں زینت کو چھپاؤ گی وہ تو بہرحال ظاہر ہی ہوں گے۔ تمہارا قد و قامت، تناسب جسمانی، ڈیل ڈول تو ان میں سے محسوس ہی ہوگا۔ کسی ضرورت یا کام کاج کے لئے کبھی ہاتھ یا چہرے کا کوئی حصہ تو کھولنا ہی پڑے گا۔ کوئی حرج نہیں اگر ایسا ہو۔ تمہاری نیت اس کے اظہار کی نہیں۔ تم اس کے اظہار پر مجبور ہو۔ اگر ان چیزوں سے کوئی کمینہ لذت لیتا ہے تو لیا کرے۔ اپنی بدنیتی کی سزا وہ خود بھگتے گا۔ جتنی ذمہ داری تمدن اور اخلاق کی خاطر تم پر ڈالی گئی تھی اس کو تم نے اپنی حد تک پورا کر دیا۔ یہ ہے صحیح مفہوم اس آیت کا۔ مفسرین کے درمیان اس کے مفہوم میں جتنے اختلافات ہیں ان سب پر جب آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ تمام اختلافات کے باوجود ان کے اقوال کا مفاد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

ابن مسعود، ابراہیم نخعی اور حسن بصری کے نزدیک زینت ظاہرہ سے مراد وہ کپڑے ہیں جن میں زینت باطنہ کو چھپایا جاتا ہے۔

ابن عباس، مجاہد، عطاء، ابن عمر، انس، ضحاک، سعید بن جبیر، اوزاعی اور علمائے حنفیہ کے نزدیک اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں اور وہ اسباب زینت بھی اسی استثنا میں داخل ہیں جو چہرہ اور ہاتھوں میں عادتاً ہوتے ہیں مثلاً ہاتھ کی حنا اور انگوٹھی اور آنکھوں کا سرمہ وغیرہ۔

سعید بن المسیب کے نزدیک صرف چہرہ مستثنیٰ ہے اور ایک قول حسن بصری سے بھی ان کی تائید میں منقول ہے۔

حضرت عائشہ چہرہ چھپانے کی طرف مائل ہیں ان کے نزدیک زینت ظاہرہ سے مراد ہاتھ اور چوڑیاں، کنگن اور انگوٹھیاں ہیں۔

مسور بن مخرمہ اور قتادہ ہاتھوں کو ان کی زینت سمیت کھولنے کی اجازت دیتے ہیں مگر چہرے کے باب میں ان کے اقوال سے ایسا متبادر ہوتا ہے کہ پورے چہرے کے بجائے وہ صرف آنکھیں کھولنے کو جائز رکھتے ہیں[1]۔

ان اختلافات کے منشا پر غور کیجئے کہ ان سب مفسرین نے الا ما ظھر منھا سے یہی سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی زینت کو ظاہر کرنے کی اجازت دیتا ہے جو اضطراراً ظاہر ہو جائے یا جس کو ظاہر کرنے کی ضرورت پیش آ جائے۔ چہرے اور ہاتھوں کی نمائش اور ان کو مطمح الانظار بنانا ان میں سے کسی کا بھی مقصود نہیں۔ ہر ایک نے اپنے فہم اور عورتوں کی ضروریات کے لحاظ سے یہ سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ ضرورت کس حد تک کس چیز کو بے حجاب کرنے کے لئے داعی ہوتی ہے یا کیا چیز اضطراراً کھل سکتی ہے یا عادتاً کھلتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ الا ما ظھر منھا کو ان میں سے کسی چیز کے ساتھ مقید نہ کیجئے۔ ایک مومن عورت جو خدا اور رسول کے احکام کی سچے دل سے پابند رہنا چاہتی ہے اور جس کو فتنے میں مبتلا ہونا منظور نہیں ہے وہ خود اپنے حالات اور ضروریات کے لحاظ سے فیصلہ کر سکتی ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کھولے یا نہیں، کب کھولے اور کب نہ کھولے، کس حد تک کھولے اور کس حد تک چھپائے۔ اس باب میں قطعی احکام نہ شارع نے دیئے ہیں نہ اختلاف احوال و ضروریات کو دیکھتے ہوئے یہ مقتضائے حکمت ہے کہ قطعی احکام وضع کئے جائیں۔ جو عورت اپنی حاجات کے لئے باہر جانے اور کام کاج کرنے پر مجبور ہے اس کو کسی وقت ہاتھ بھی کھولنے کی ضرورت پیش آئے گی اور چہرہ بھی۔ ایسی عورت کے لئے بلحاظ ضرورت اجازت ہے۔ اور جس عورت کا حال

---

[1] اجنبیوں میں زینت کے ساتھ ناز و انداز سے چلنے والی عورت ایسی ہے جیسے روز قیامت کی تاریکی کہ اس میں کوئی نور نہیں۔

[1] یہ تمام اقوال تفسیر ابن جریر اور علامہ جصاص کی احکام القرآن سے ماخوذ ہیں ۱۲

یہ نہیں ہے اس کے لئے بلا ضرورت قصداً کھولنا درست نہیں۔

پس شارع کا مقصد یہ ہے کہ اپنا حسن دکھانے کے لئے اگر کوئی چیز بے حجاب کی جائے تو یہ گناہ ہے، خود بخود بلا ارادہ کچھ ظاہر ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں حقیقی ضرورت اگر کچھ کھولنے پر مجبور ہو تو اس کا کھولنا بالکل جائز ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اختلاف احوال سے قطع نظر کرکے نفس چہرہ کا کیا حکم ہے؟ شارع اس کے کھولنے کو پسند کرتا ہے یا ناپسند؟ اس کے اظہار کی اجازت محض ناگزیر ضرورت کے طور پر دی گئی ہے یا اس کے نزدیک چہرہ غیروں سے چھپانے کی چیز ہی نہیں؟ ان ان سوالات پر سورۂ احزاب والی آیت میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

چہرے کا حکم

سورۂ احزاب کی جس آیت کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیہن من جلابیبہن ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین	اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پہچان لی جائینگی اور انھیں ستایا نہ جائیگا۔

یہ آیت خاص چہرے کو چھپانے کے لئے ہے جلابیب جمع جلباب کی جسکے معنی چادر کے ہیں اور "ادناء" کے معنے ارخاء لٹکانے کے ہیں یدنین علیہن من جلابیبہن کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں میں سے ایک حصہ لٹکا لیا کریں۔ یہی مفہوم گھونگھٹ ڈالنے کا ہے مگر دراصل مقصود وہ خاص وضع نہیں ہے جس کو عرف عام گھونگھٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ چہرہ کو چھپانا مقصود ہے خواہ گھونگھٹ سے چھپایا جائے یا نقاب سے یا کسی اور طریقے سے اس کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب مسلمان عورتیں اس طرح مستور ہوکر باہر نکلیں گی تو لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ شریف عورتیں ہیں بےحیا نہیں ہیں اسلئے کوئی ان سے تعرض نہ کریگا۔

قرآن مجید کے تمام مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے حضرت ابن عباس اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالے نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت سے نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادروں کے دامن لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھانک لیا کریں۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۲۲ صفحہ ۲۲)

امام محمد بن سیرین نے حضرت عبیدہ بن سفیان بن الحارث الحضرمی سے دریافت کیا کہ اس حکم پر عمل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ انہوں نے خود چادر اوڑھ کر بتایا، اور اپنی پیشانی اور ناک اور ایک آنکھ چھپا کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔

(تفسیر ابن جریر بحوالہ مذکور۔ احکام القرآن جلد سوم صفحہ ۴۵۷)

علامہ ابن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"اے نبی! اپنی بیویوں بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدو کہ جب اپنے گھروں سے کسی حاجت کے لئے نکلیں تو لونڈیوں کے سے لباس نہ پہنیں کہ سر اور چہرے کھلے ہوئے ہوں بلکہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں تاکہ کوئی فاسق ان سے تعرض نہ کرسکے اور سب جان لیں کہ وہ شریف عورتیں ہیں۔" (تفسیر ابن جریر حوالۂ مذکور)

علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:۔

"یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے چہرہ چھپانے کا حکم ہے اور اسے گھر سے نکلتے وقت پردہ داری اور عفت مآبی کا اظہار کرنا چاہئیے تاکہ بدنیت لوگ اس کے حق میں طمع نہ کرسکیں۔" (احکام القرآن جلد سوم)

علامہ نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں:۔

"ابتدائے عہد اسلام میں عورتیں زمانہ جاہلیت کی طرح قمیص اور دوپٹہ کے ساتھ نکلتی تھیں اور شریف عورتوں کا لباس ادنیٰ طبقہ کی عورتوں سے مختلف نہ تھا پھر حکم دیا گیا کہ وہ چادریں اوڑھیں اور اپنے سر اور چہروں کو چھپائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شریف عورتیں ہیں فاحشہ نہیں ہیں۔" (تفسیر غرائب القرآن برحاشیہ ابن جریر جلد ۲۲ صفحہ ۳۲)

امام رازی لکھتے ہیں:۔

"جاہلیت میں اشراف کی عورتیں اور لونڈیاں سب کھلی پھرتی تھیں اور بدکار لوگ ان کا پیچھا کیا کرتے تھے اللہ تعالے نے شریف عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اوپر چادریں ڈالیں، اور یہ جو فرمایا کہ ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین تو اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس لباس سے پہچان لیا جائیگا کہ وہ شریف عورتیں ہیں اور ان کا پیچھا نہ کیا جائیگا دوسرے یہ کہ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ بدکار نہیں ہیں۔ کیونکہ جو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی درانحالیکہ چہرہ "عورت" نہیں ہے جس کا چھپانا فرض ہو تو کوئی شخص اس سے یہ توقع نہ کریگا کہ وہ "کشف عورت" پر آمادہ ہوگی پس اس لباس سے یہ ظاہر ہو جائیگا کہ وہ ایک پردہ دار عورت ہے اور اس سے بدکاری کی توقع نہ کی جا سکیگی۔"

(تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۵۹۱)

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:۔

یدنین علیہن من جلابیبہن یعنی جب وہ اپنی حاجت کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادروں سے اپنے چہروں اور اپنے جسموں کو چھپالیں یہاں لفظ من تبعیض کے لئے ہے یعنی چادروں کے ایک حصہ کو منہ پر ڈالا جائے اور ایک حصہ کو جسم پر لپیٹ لیا جائے ذالک ادنیٰ ان یعرفن یعنی اس سے ان کے اور لونڈیوں اور مغنیات کے درمیان تمیز ہو جائیگی فلا یوذین اور مشتبہ چال چلن کے لوگ ان سے تعرض کی جرأت نہ کرسکیں گے۔ (تفسیر بیضاوی جلد ۴ صفحہ ۱۶۸)

ان اقوال سے ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام کے مبارک دور سے لیکر آٹھویں صدی تک ہر زمانہ میں اس آیت کا ایک ہی مفہوم سمجھا گیا ہے اور وہ وہی مفہوم ہے جو اس کے الفاظ سے ہم نے سمجھا ہے اس کے بعد احادیث کی طرف رجوع کیجئے تو وہاں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد سے عہد نبوی میں عام طور پر مسلمان عورتیں اپنے چہروں پر نقاب ڈالنے لگیں تھیں اور کھلے چہروں کے ساتھ پھرنے کا رواج بند ہو گیا تھا ابو داؤد ترمذی مؤطا، اور دوسری کتب حدیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حالت احرام میں چہرے پر نقاب ڈالنے اور دستانے پہننے سے منع فرما دیا تھا المحرمۃ لا تنتقب ولا تلبس القفازین

سلہ "عورت" اصطلاح میں جسم کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کو بیوی یا شوہر کے سوا ہر ایک سے چھپانے کا حکم ہے۔ مرد کے جسم کا جو حصہ ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے اس معنی میں عورت ہی ہے۔

النساء فی احرامهن عن القفازین و النقاب اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس عہد مبارک میں چہروں کو چھپانے کے لئے نقاب اور ہاتھوں کے چھپانے کے لئے دستانوں کا عام رواج ہو چکا تھا صرف احرام کی حالت میں اس سے منع کیا گیا مگر اس سے بھی یہ مقصد نہ تھا کہ چہرے منظر عام پر پیش کئے جائیں بلکہ دراصل مقصد یہ تھا کہ احرام کی فقیرانہ وضع میں نقاب عورت کے لباس کا ایک جزو نہ ہو جس طرح عام طور پر ہوتا ہے چنانچہ دوسری احادیث میں تصریح کی گئی ہے کہ حالت احرام میں بھی ازواج مطہرات اور عام خواتین اسلام اپنے چہروں کو اجانب سے چھپاتی تھیں۔ ابو داؤد میں ہے:-

عن عائشة قالت كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله صلعم محرمات فاذا حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابها من راسها على وجهها فاذا جاوزونا كشفناه

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ سوار ہمارے قریب سے گزرتے تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں تھے پس جب وہ لوگ ہمارے مقابل آجاتے تو ہم اپنی چادریں اپنے سروں کی طرف سے اپنے چہروں پر ڈال لیتے اور جب وہ گذر جاتے تو منہ کھول دیتے تھے۔

موطا امام مالک میں ہے:-

عن فاطمة بنت المنذر قالت كنا نخمر وجوهنا ونحن محرمات ونحن مع اسماء بنت ابی بکر الصديق فلا تنكره علينا

فاطمہ بنت منذر کا بیان ہے کہ ہم حالت احرام میں اپنے چہروں پر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی حضرت اسماء تھیں انہوں نے ہم کو اس سے منع نہیں کیا۔

فتح الباری کتاب الحج میں حضرت عائشہ کی ایک اور روایت ہے:-

تسدل المرأة جلبابها من فوق راسها على وجهها

عورت حالت احرام میں اپنی چادر اپنے سر پر سے چہرے پر لٹکالے۔

نقاب جو شخص آیت قرآنی کے الفاظ اور ان کی مقبول عام اور مجمع علیہ تفسیر اور عہد نبوی صلعم کے تعامل کو دیکھے گا اس کے لئے اس حقیقت سے انکار کی مجال باقی نہ رہے گی کہ شریعت اسلامیہ میں عورت کے لئے چہرے کو اجانب سے مستور رکھنے کا حکم ہے اور اس پر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے عمل کیا جا رہا ہے۔ نقاب اگر لفظاً نہیں تو معناً و حقیقتاً خود قرآن عظیم کی تجویز کردہ چیز ہے جس ذات مقدس پر قرآن نازل ہوا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے خواتین اسلام نے اس چیز کو اپنے خارج البیت لباس کی جز بنایا تھا اور اس زمانہ میں بھی اس چیز کا نام "نقاب" ہی تھا۔

جی ہاں! یہ وہی "نقاب" (veil) ہے جس کو یورپ انتہا درجہ کی کریہ اور گھناؤنی چیز سمجھتا ہے جس کا محض تصور ہی فرنگی ضمیر پر ایک بار گراں ہے جس کو ظلم اور تنگ خیالی اور وحشت کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ ہاں! یہ وہی چیز ہے جس کا نام کسی مشرقی قوم کی جہالت اور تمدنی پسماندگی کے ذکر میں سب سے پہلے لیا جاتا ہے اور جب یہ بیان کرنا ہوتا ہے کہ کوئی مشرقی قوم تمدن و تہذیب میں ترقی کر رہی ہے تو سب سے پہلے جس بات کا ذکر بڑے انشراح و انبساط کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ اس قوم سے نقاب رخصت ہو گئی ہے۔ اب شرم سے سر جھکا لیجئے کہ یہ چیز ایجاد

دیجاد نہیں خود قرآن نے اس کو ایجاد کیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو رواج کر گئے ہیں۔ مگر محض سر جھکانے سے کام نہ چلیگا۔ شتر مرغ اگر شکاری کو دیکھ کر ریت میں سر چھپالے تو شکاری کا وجود باطل نہیں ہو جاتا۔ آپ بھی اپنا سر جھکائیں گے تو سر ضرور جھک جائیگا مگر قرآن کی آیت نہ مٹے گی نہ تاریخ کے ثابت شدہ واقعات محو ہو جائیں گے۔ تاویلات سے اس پر پردہ ڈالئے گا تو یہ "شرم کا داغ" اور زیادہ چمک اٹھیگا۔ جب وحی مغربی پر ایمان لاکر آپ اس کو شرم کا داغ مان ہی چکے ہیں تو اس کو دور کرنے کی اب ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس اسلام سے اپنی برأت کا اعلان فرما دیں جو نقاب جیسی "گھناؤنی چیز" کا حکم دیتا ہے۔ آپ جس ترقی کے خواہشمند آپ کو درکار ہے تہذیب آپکے لئے وہ وہ مذہب کیسے قابل اتباع ہو سکتا ہے جو خواتین کو شمع انجمن بننے سے روکتا ہو۔ حیا اور پردہ داری اور عفت مآبی کی تعلیم دیتا ہو گھر کی ملکہ کو اہل خانہ کے سوا ہر ایک کے لئے قرۃ العین بننے سے منع کرتا ہو بھلا ایسے مذہب میں ترقی کہاں! ایسے مذہب کو تہذیب سے کیا واسطہ "ترقی" اور "تہذیب" کے لئے تو ضروری ہے کہ عورت نہیں لیڈی صاحبہ۔ باہر نکلنے سے پہلے دو گھنٹے تک تمام مشاغل سے دست کش ہو کر اپنی تزئین و آرائش میں مشغول ہوں تمام جسم کو معطر کریں رنگ اور وضع کی مناسبت سے انتہا درجہ کا جاذب نظر لباس زیب تن فرمائیں مختلف قسم کے غازوں سے چہرے اور باہوں کی تنویر بڑھائیں ہونٹوں کو لپ اسٹک سے مزین کریں، کمان ابرو کو درست اور آنکھوں کو تیر اندازی کے لئے چست کریں اور ان سب کرشموں سے مسلح ہو کر باہر نکلیں تو شان یہ ہو کہ ہر کرشمہ دامن دل کو کھینچ کھینچ کر "جا اینجاست" کی صدا لگا رہا ہو۔ پھر اس سے بھی لذت خود آرائی کی تسکین نہ ہو، آئینہ اور سنگھار کا سامان ہر وقت ساتھ رہے تاکہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اسباب زینت کے خفیف ترین نقصانات کی بھی تلافی کی جاتی رہے۔

جیسا کہ ہم بارہا کہہ چکے ہیں اسلام اور مغربی تہذیب کے مقاصد میں بعد المشرقین ہے اور وہ شخص سخت غلطی کرتا ہے جو مغربی نقطہ نظر سے اسلامی احکام کی تعبیر کرتا ہے۔ مغرب میں اشیا کی قدر و قیمت کا جو معیار ہے اسلام کا معیار اس سے بالکل مختلف ہے۔ مغرب جن چیزوں کو نہایت اہم اور مقصود حیات سمجھتا ہے اسلام کی نگاہ میں ان کی کوئی اہمیت نہیں اور اسلام جن چیزوں کو اہمیت دیتا ہے مغرب کی نگاہ میں وہ بالکل بے قیمت ہیں۔ اب جو شخص مغربی معیار کا قائل ہے اس کو تو اسلام کی ہر چیز قابل ترمیم ہی نظر آئے گی وہ اسلامی احکام کی تعبیر کرنے بیٹھے گا تو ان کی تحریف کر ڈالیگا اور تحریف کے بعد بھی ان کو اپنی زندگی میں کسی طرح نصب نہ کر سکیگا کیونکہ قدم قدم پر قرآن و سنت کی تصریحات اس کی مزاحمت کریں گی۔ ایسے شخص کو عملی طریقوں کے جزئیات پر نظر ڈالنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ جن مقاصد کے لئے ان طریقوں کو اختیار کیا گیا ہے وہ خود کہاں تک قابل قبول ہیں۔ اگر وہ مقاصد ہی سے اتفاق نہیں رکھتا تو حصول مقاصد کے طریقوں پر بحث کرنے اور ان کو مسخ اور محرف کرنے کی فضول زحمت ہی کیوں اٹھائے کیوں نہ اس مذہب کو چھوڑ دے جس کے مقاصد کو وہ غلط سمجھتا ہے؟ اور اگر اسے مقاصد سے اتفاق ہے تو بحث صرف اس میں رہجاتی ہے کہ ان مقاصد کیلئے جو عملی طریقے تجویز کئے گئے ہیں وہ مناسب ہیں یا نا مناسب اور اس بحث کو بآسانی طے کیا جاسکتا ہے لیکن یہ طریقہ صرف شریف لوگ ہی اختیار کر سکتے ہیں۔

تذکرۃ الصحابہ

حضرت ابوذر غفاری رض

انقلاب حالت کا مظاہرہ "مسیح الاسلام" خطاب تھا اور "جندب" اصلی نام، قبیلہ کا قبیلہ رہزنی پیشہ تھا آپ بھی مشہور رہزن تھے اور تن تنہا پوری جرأت کے ساتھ ڈاکے مارتے اور قبائل کو لوٹتے تھے۔ خدا نے ہدایت دی اور یکایک تائب ہو کر خدا کی طرف ہو گئے اس وقت جبکہ ہنوز آفتاب رسالت طلوع نہ ہوا تھا جو ہی آپ کو حضور نبی کریم کی تبلیغ کی اطلاع ملی اپنے بھائی کو تصدیق کے لئے روانہ کیا۔ آخر خود جا کر اسلام قبول کر لیا اور صحن کعبہ میں کھڑے ہو کر اعلان کیا جس پر اتنے پٹے کہ بیدم ہو گئے آپ پانچویں مسلمان ہیں وطن واپس آ کر تبلیغ شروع کر دی چنانچہ فضل الٰہی سے نصف قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

غزوہ خندق کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور شبانہ روز خدمت نبوی میں رہنے لگے متعدد غزوات میں شرکت کی۔

بارگاہ رسالت سے مسیح الاسلام خطاب ملا رحلت نبوی سے اتنے دل شکستہ ہوئے کہ قریب قریب گوشہ نشین رہ گئے حضرت صدیق اکبر کی وفات پر اور صدمہ ہوا اور شام کو ہجرت کر گئے۔ فقیرانہ زندگی تھی۔ عہد عثمانی میں تکلفات کی آرائشیں آرائیاں ہوئیں۔ دولت و زر کی فراوانیوں نے عوام تک کو عیش و تنعم کے تکلفات کی نذر کر دیا سادگی کی جگہ زرق برق پوشاکوں اور قصر و ایوان نے لے لی شام میں یہ رنگ اور تیز ہو گیا۔ آپ کچھ تو ابتدا ہی سے دنیوی عیش و تنعم طرف سے نفور تھے کچھ حضور نبی کریم کی سادگی کا اثر تھا دل میں جوش باقی نہ رہا تھا خود نہایت زاہدانہ اور متوکلانہ زندگی کے خوگر تھے اس لئے کل کے لئے آج اٹھا رکھنا آپ کے مسلک میں گناہ بن گیا تھا عہد رسالت کی سادگی چاہتے تھے یہ گوارا نہ تھا کہ ایک مسلمان کے پاس زر و جواہر کے انبار ہوں اور دوسرا عریاں اور فاقہ کش رہے

تکلفات و جمع زر سے نفرت آپ شام کے مسلمانوں کو تکلفات میں غرق پاتے تو شدت کے ساتھ نکتہ چینی کرتے اور فرماتے کہ آیہ پاک والذین یکنزون الذھب مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ سب کے متعلق ہے اسی لئے طعن و تشنیع سے کام لینے اور تکلفات و جمع زر کے خلاف جہاد کرنے لگے۔ حضرت امیر معاویہ اور دیگر صحابہ و امرا، کہتے کہ زکوٰۃ ادا کر دینے کے بعد مسلمانوں کو ہر قسم کی دولت و ثروت جمع کرنے کا پورا اختیار ہے اور آیت مذکور صرف یہود و نصاریٰ کے متعلق ہے۔

دونوں نیک نیت تھے فتنہ و اختلاف بڑھنے کے خیال سے حضرت عثمان نے امیر معاویہ کے لکھنے پر آپ کو مدینہ منورہ بلا کر فرمایا کہ آپ میرے پاس رہیں میں دودھ والی اونٹنیاں صبح و شام تمہارے دروازے پر حاضر کر دیا کروں گا۔ آپ فراوانی دولت پر ان سے بھی خوش نہ تھے یہ کہکر بارگاہ خلافت سے نکل گئے کہ مجھے آپ کی دنیا کی ضرورت نہیں آپ اہل مدینہ کو بنظر استعجاب دیکھتے اور وہ انھیں یہانتک کہ جہاں تک جاتے گرد و پیش لوگوں کا ہجوم ہو جاتا۔ آخر ان کی خواہش پر یا ان کی تکلیف کے خیال سے انھیں ربذہ نامی ایک چھوٹے سے گاؤں میں بھیج دیا گیا وہاں بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ بنو ثعلبہ کے شیخ نے آپ سے یہ کہا کہ آپ جیسے مقدس صحابی کے ساتھ یہ سلوک ہوا ہے آپ امیر المومنین کے خلاف علم بلند کریں ہم سب لوگ آپ کی حمایت کریں گے لیکن آپ جو کچھ کر رہے تھے نیک نیتی سے کر رہے تھے

فرمایا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا جو اپنے حاکم کو ذلیل کرتا ہے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی وہ مجھے سولی پر بھی چڑھا دیتے تو عذر نہ کرتا ۳۱ھ میں وقت رحلت قریب آ گیا اہلیہ محترمہ نے رو کر کہا میں اس صحرا میں کیا کروں گی گھر میں لباس تک نہیں ہے کفن کے سوا اور کوئی کپڑا بھی نہیں۔ فرمایا گھبراؤ نہیں حضور نبی کریم سے سنا ہے کہ:-

"جس مسلمان کے دو یا تین لڑکے مر چکے ہوں وہ اسے آگ سے بچانے کے لئے کافی ہیں۔ یہ بھی فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک شخص صحرا میں مریگا اس کی موت کے وقت ایک جماعت وہاں پہنچ جائیگی۔ ان میں سے سب مر چکے تنہا ایک میں ہی رہ گیا ہوں لطیفہ غیبی کی منتظر رہو۔"

چنانچہ فی الحقیقت ایک جماعت آ گئی ان سے فرمایا جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو مجھے نہ دفنائے صرف ایک انصاری ایسا نکلا۔ ان میں حضرت عبداللہ ابن مسعود بھی تھے انصاری نے تجہیز و تکفین کی اور حضرت ابن مسعودؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی صحرا میں پیوند خاک کر دیا۔

علم و فضل ترکہ میں صرف چند بکریاں تین گدھے اور کچھ سواریاں چھوڑیں بہت بڑے عالم اور صاحب معرفت و باطن بزرگ تھے۔ خود حضرت فاروق اعظم فرمایا کرتے تھے کہ علم و فضل میں ابوذر عبداللہ بن مسعود کے برابر ہیں مرویات کی تعداد ۲۸۱ ہے۔ صاحب فتویٰ تھے بلا خوف لومۃ لائم سچی بات کہہ دیتے تھے برگزیدہ تھے مقرب بارگاہ رسالت تھے۔

ملحوظ رہے کہ صحابہ کرام بھی متعدد اقسام پر مشتمل تھے وہ بھی تھے جو علم و فضل میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے وہ بھی تھے جو تدبیر و سیاست میں نظیر نہ رکھتے تھے وہ بھی تھے جن کا سپاہیانہ جوش انھیں نمایاں بنائے ہوئے تھا وہ بھی تھے جن کی دنیا داری حد اعتدال سے متجاوز ہو چکی تھی وہ بھی تھے جنہوں نے دنیوی نعمتوں کو ٹھکرا دیا تھا اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے اور چشمہ عرفان سے سیراب ہوتے رہتے تھے وہ بھی تھے جو دین و دنیا دونوں کو بدرجہ کمال حاصل کر چکے تھے وہ بھی تھے جو محض دنیا دار تھے اور روحانیات میں کوئی ترقی حاصل نہ کر سکے تھے ہمارے نزدیک ان کے مراتب میں تو ضرور فرق تھا مگر تھے یہ سب قابل احترام حضرت ابوذر انھیں میں تھے جنھوں نے دنیا کو ٹھکرا دیا تھا۔

زر و جواہر کے ڈھیر ان کی نظر میں خزف ریزے تھے اس وقت جبکہ مدینہ منورہ ایوان و قصور کا شاندار شہر تھا آپ جھونپڑی میں زندگی بسر کرتے تھے

کبھی ایک پائی جمع نہ کی۔

دربار خلافت سے چار ہزار وظیفہ ملتا تھا۔ ملتے ہی ایک سال کے سادہ خرچ کا اندازہ کرکے اشیائے ضروریہ خرید لیتے اور باقی جتنی رقم ہوتی بچتی اسی وقت تقسیم کر دیتے اور فرماتے کہ جو شخص سیم و زر جمع کرکے رکھتا ہے وہ گویا انگارے رکھتا ہے۔"

حضرات سلمان فارسیؓ، ابودرداءؓ، بلالؓ، سعیدؓ اور ابوعبیدہؓ وغیرہ اور آپ کے مابین فرق اتنا تھا کہ آپ دنیا کو بھی اپنے ہی رنگ میں رنگنا چاہتے تھے اور اس عقیدہ پر اس سختی کے ساتھ کاربند تھے کہ حکومت کے عہدہ داروں اور امراء سے ملنا تک بھی گوارا نہ کرتے تھے، اور انھیں اسی بنا پر ہدف مطاعن بنائے رہتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کس پایہ کے مقدس صحابی تھے۔ جب وہ آپ سے مل کر جمٹ گئے ہیں تو آپ بار بار ہٹاتے اور فرمائے کہ گورنری عزت کے بعد تم میرے بھائی نہیں رہے جب سوالات سے اس کا اطمینان کر لیا کہ کوئی بڑی عمارت نہیں بنائی، ریاعت نہیں کرائی اونٹ اور بکریوں کے گلے وغیرہ تو پاس نہیں تو فرمایا کہ ہاں اب تم میرے بھائی ہو۔

اخلاق و عادات

ایک مرد ان نے ایک پشمینہ کی چادر باندھے نماز پڑھتے دیکھ کر سوال کیا جواب میں فرمایا اس سے پہلے دو دو چادریں تھیں ایک اپنے سے زیادہ حاجتمند کو دیدی اب اس کے سوا پہننے کو بھی کوئی کپڑا نہیں۔ کپڑے بھی محتاج لے گیا۔ پوچھا کیا آپ کو اس کی ضرورت نہ تھی فرمایا۔

"دنیا کو برتنا چاہئے یہ چادر ہے، دودھ پینے کے لئے چند بکریاں ہیں بار برداری کے لئے خچر ہیں خادم ہے جو کھانا پکا کر کھلا دیتا ہے غور کرو اور سوچو کہ اس سے زیادہ اور کن نعمتوں کی ضرورت رہ گئی ہے" (ابن سعد)

اسی بنا پر تو حضور فرماتے تھے کہ میری امت میں ابوذر میں عیسیٰ جیسا زہد ہے۔ دنیا تبدیل ہوگئی صحابہ بدل گئے لیکن آپ کی حالت آخر وقت تک یکساں رہی بیوی اصرار کرتی تھیں کہ کوئی عہدہ قبول کرو کچھ فراغت سے زندگی بسر کریں مگر آپ اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ بہت زیادہ تنہائی پسند تھے۔

کبھی امارت کی خواہش نہ کی اور حقیقت بھی یہ ہے کہ آپ اس کے لئے پیدا ہی نہ ہوئے تھے اور حضور نے خود ان سے فرمایا تھا کہ امارت ایک ایسا بار ہے جس کے حقوق کی پوری حفاظت نہ ہونے کی صورت میں قیامت میں ذلیل ہونا پڑے گا۔ حضور سے بے حد محبت تھی وفات کے بعد جب آپ کا نام لیتے آنسوؤں کا دریا رواں ہو جاتا مسلسل ذکر آتا تو مسلسل روتے حضور نبی کریم کے محرم اسرار تھے تنہائی میں دیر تک گفتگو رہتی تھی ناز برداریاں بھی کرتے تھے۔

فیاض و سیر چشم اور غرباء نواز بھی تھے۔ آپ سمجھتے کیا ہوں گے بالعموم دیکھا یہی جاتا ہے اور اس قسم کے لوگ بالعموم متعبس اور خشک مزاج ہوتے ہیں روکھی اور ترش باتیں کرتے ہیں لیکن آپ میں یہ بات نہ تھی اپنے عقیدہ اور توکل میں متشدد ہونے کے باوجود نہایت خوش اخلاق تھے اتنے کہ صحرا نشین تک اس سے متاثر و مسحور ہوئے بغیر نہ رہتے تھے فرماتے تھے کہ:۔

"میرے دوست حضور نبی کریم نے مجھے یہ سات وصیتیں خصوصیت سے کی ہیں۔ "مسکین سے محبت اور اس سے میل جول" "خود کو کمتر سمجھنا اور بلند تر کو نہ دیکھنا کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا۔ صلہ رحمی کرنا حق بولنا خواہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔ خدا کے معاملہ میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرنا لاحول ولا قوۃ کا ورد بکثرت رکھنا۔ (ابن سعد جلد چہارم صفحہ ۱۶۸)

قابل تقلید خصوصیت

قابل تقلید خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے کہ آپ نے خفگی میں کبھی کسی کی ملامت و مرتبت کا خیال نہ کیا۔ اطاعت کرنے کو آپ نے نہ امیر معاویہؓ کی اطاعت سے گریز فرمایا اور نہ حضرت عثمان غنیؓ کے حکم سے سرتابی کی۔ آج یہ حالت ہے کہ اختلاف آراء اختلاف ذاتی کی اساس بنجاتا ہے اور لوگ اپنے مخالف رائے رکھنے والوں کے درپے آزار ہوجاتے ہیں اور شبانہ روز ہر محفل میں ان کی برائی کرتے رہتے ہیں اور ان کی نیتوں پر بھی حملے شروع کر دیتے ہیں جس سے بغض و عناد بڑھتا چلا جاتا ہے۔ آپ اپنی رائے اور مسلک میں سخت اور اتنے سخت تھے کہ اور تو اور امیر معاویہؓ کے خلاف بھی طعن و تشنیع سے نہ چوکے اور خود امیر المومنین کی پیشکش کو رد کرکے چلے آئے اور اپنے خیال پر آخر وقت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے مگر کبھی اس اختلاف کو ذاتی عناد کی صورت نہ دیا۔

ربذہ کے شیخ نے کس قدر منزلت کے ساتھ لیا ہے کتنی خدمت و خاطر کی ہے لیکن جب اس نے امیر المومنین کے خلاف علم مخالفت بلند کرنے کے لئے کہا ہے تو گو آپ کو ان سے رنج پہنچ چکا تھا لیکن آپ نے نہ صرف یہ کہ صاف انکار کر دیا بلکہ اسے بھی اس سے روکا۔ آج مسلمان ذرا ذرا سی مخالفت اور اتنی سی بات پر کہ فلاں لیگ والا ہے اور فلاں کانگریس والا، فلاں آمین بالجہر کہتا ہے اور فلاں زیارت قبور کے جواز کا قائل نہیں باہم دست و گریباں ہو جاتے اور ایک دوسرے کی نیت اور ذات پر ناپاک سے ناپاک حملے شروع کر دیتے ہیں حالانکہ یہ انتہائی لغویت ہے آپ بڑے آدمیوں اور زر و سیم جمع کرکے رکھنے والوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے لیکن اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ آپ کسی کے معاند بن گئے ہوں یا اس وجہ سے کسی کے دوسرے عیوب پر نظر ڈالی ہو۔

بہر غیر مستطیع و تنگدست ہو کر مستطیع افراد پر نکتہ چینی اور بات ہے آپ کو کسی سے کم وظیفہ نہ ملتا تھا، اتنا ملتا تھا کہ اس میں بڑے عیش سے گذر کر سکتے تھے لیکن پہلے خود سادہ ضروریات کی تکمیل و خرید کے بعد کل کا کل لٹا کر مالداروں پر حرف گیری کرتے تھے۔ کاش مسلمان مقصد کے لئے اتنی قربانی اور ایسی بے لوث مخالفت سے کچھ سبق سیکھیں اور اختلاف کو عناد بنانے سے باز آئیں۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۶) سوال کو مکروہ جانا عویمر نے کہا تو میں خود جاکر پوچھوں گا چنانچہ اس نے رسول اللہ سے سوال کیا حضور نے فرمایا کہ اللہ نے تیرے اور تیری بیوی کے بارہ میں قرآن اتارا ہے اس پر عمل کر اس حکم کے مطابق عویمر نے لعان کیا جب دونوں میاں بیوی لعان سے فارغ ہو چلے تو عویمر نے رسول اللہ کے پاس آکر کہا کہ اگر اب میں نے اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھی تو یہ جھوٹ اس پر ثابت ہوگا یہ کہہ کر اس نے اسے تین طلاقیں دیدیں رسول اللہ نے اس عورت کے گھر والوں سے فرمایا کہ خیال رکھنا کہ اس عورت نے سیاہ رنگ ٹھگنا بڑی آنکھوں والا بڑے چوتڑوں اور موٹی موٹی پنڈلیوں والا بچہ جنا تو عویمر الزام میں سچا ہے اور اگر اس نے سرخ رنگ بچہ جنا تو وہ جھوٹا ہے جب اس عورت نے بچہ جنا تو وہ صفت اول پر تھا اور اس طرح عویمر اپنے دعوے میں سچا ثابت ہوا۔

وعظ نذیر

تہمت تراشی

الحمد للہ علی جمیع نعمہ حتی علی توفیقہ لحمدہ۔ والصلوٰۃ علی سید المرسلین محمد نبیہ ورسولہ وعبدہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد قال اللہ تبارک وتعالیٰ والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا واولئک ہم الفاسقون۔

برادران ذوالاحترام! یہ ایک آیت مبارکہ جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ سورۃ نور کی چوتھی آیت ہے۔ جس میں باری تعالیٰ عز اسمہ نے ایک نہایت ضروری اور توجہ طلب قانون معاشرت اور اس کی سزا بیان کی ہے۔ جو اس زمانہ میں بیحد اہم اور توجہ طلب ہے ارشاد ہوتا ہے جو لوگ پاکدامن عورتوں کو تہمت لگائیں اور پھر اس پر چار گواہ نہ لا سکیں تو تم ان کے اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی لوگ بدکار ہیں۔

یہ مضمون میں نے اس لئے قبول کیا ہے کہ اس کو زنا سے قریبی تعلق ہے اور زناکاری کے ساتھ یہ عیب بھی ہماری قوم میں ایک خطرناک و فتنہ انگیز شکل میں پیدا ہو گیا ہے جس سے کسی شریف و پاکدامن مرد و عورت کی عزت محفوظ نہیں رہی اور اخوت اسلامیہ کا رشتہ پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ پس یہ مضمون بھی زنا کے بعد نہایت اہم اور توجہ طلب ہے۔

پاکدامنی کی شرطیں

برادران ملت! اس آیت میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جو لوگ پاکدامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور پھر زنا کے ثبوت میں چار گواہ بھی نہ پیش کر سکیں تو ان کے اسّی کوڑے لگاؤ اس حکم میں صرف پاکدامن عورتوں ہی کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ پاکدامن مردوں کو تہمت لگانیکی بھی یہی سزا ہے لہذا اس بات کا جان لینا بھی ضروری ہوا کہ پاکدامن ہونے کے لیے کتنی شرطوں کی ضرورت ہے اور پاکدامن مرد و عورت کی کیا تعریف ہے؟ سو جان لیجئے کہ پاکدامن وہ ہے جو اپنے آپ کو مقدمات زنا، نفس زنا اور اس کے تمام متعلقات سے اپنے آپ کو بچائے رکھے اس کے لیے پانچ شرطیں ہیں۔ اسلام، عقل، بلوغ، حریت اور زنا سے محفوظ رہنا۔ اگر کسی شخص نے عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی زنا کیا ہو گا تو وہ پاکدامن نہ سمجھا جائیگا اور اس کو تہمت لگانے والے پر حد نہیں اگرچہ اس نے زنا سے توبہ کر لی ہو۔ یاد رکھیئے تہمت لگانے والے کے لئے جو اسی کوڑوں کی سزا شریعت نے رکھی ہے وہ اس کے جھوٹ کی سزا ہے۔ لہذا جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ زنا کا خود اقرار کرے اور یا تہمت لگانیوالا اپنے دعویٰ کے ثبوت میں چار گواہ پیش کر دے تو تہمت لگانے والے پر حد نہیں یہ بھی یاد رہے کہ کسی کو فاسق فاجر اور خبیث وغیرہ کہنے سے حد واجب نہیں ہوتی حد صرف زنا کے ساتھ متصف کرنے سے واجب ہوتی ہے مثلاً کسی کو زانی یا زانیہ کہہ دینے سے حد واجب ہو جائیگی آزاد کی حد اسی کوڑے ہیں اور غلام کی نصف یعنی چالیس کوڑے اگر ایسے شخص کو تہمت لگائی گئی ہے جو آزاد یا عاقل بالغ نہیں ہے تو تہمت لگانیوالے پر تعزیر ہے حد نہیں۔

حضرات! ایک سزا تو تہمت لگانیوالے کی یہ بیان فرمائی کہ اس کے اسّی کوڑے لگائے جائیں اور دوسری سزا یہ بیان کی کہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور تیسرا حکم ان کے لئے یہ دیا کہ وہی لوگ خدا کے نافرمان ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہمت لگانا بہت بڑا اور سخت گناہ ہے۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل بیان سے لگائیے۔

اسلام اور ہر قسم کے فتنوں کا سدباب

اسلام سے پہلے دنیا میں انسان کی عزت و حرمت ہر طرح پامال اور ذلیل ہو رہی تھی اسلام نے آتے ہی انسانی عزت و حرمت کا ہر طرح تحفظ کیا اور انسانیت کبریٰ کا بول بالا کر دیا اور یہ حقیقت ذہن نشین کرائی کہ انسانی حرمت و عزت نہایت قابل قدر اور قیمتی چیز ہے لیکن یہ جس قدر گرانبہا ہے اسی قدر نازک بھی ہے اس کو برباد کرنے کے لئے توپ تلوار بندوق اور لاٹھی وغیرہ اوزار و ہتھیار کی ضرورت نہیں بلکہ زبان کی چھری ہی بھلے انسان کے لئے عزت و عصمت تباہ کرنے کے لئے کافی ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت غرا نے جہاں مسلمانوں کے ہاتھ وغیرہ پر پابندیاں عائد کر دی ہیں وہاں زبان کے متعلق بھی ضروری احکام دیئے ہیں چنانچہ مومنوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ کسی کو برے نام سے مت یاد کرو۔ کسی کی غیبت نہ کرو عیبوں کو تلاش کرتے نہ پھرو جھوٹ مت بولو، اور بالآخر کسی پر افتراء مت باندھو بلکہ تمام انسانوں کے لئے امن و سکون کی فضا قائم کرنے والے عنوان عمل کی نگرانی پر مختلف تعزیرات مقرر فرما کر مسلمانوں کے لئے ایک تمدنی و معاشرتی دستور العمل بنا دیا ہے اور یہ سب انتظام اس لئے کیا گیا کہ مسلمانوں میں اخوت اسلامیہ کا رشتہ مضبوط و استوار رہے وہ ایک جسم ایک جان بنکر رہیں اور ان میں کسی قسم کا انتشار و اختلال پیدا نہ ہو۔

معززین! سنئے ان احکام و ہدایات میں سے بہتان طرازی اور افترا پردازی کی مذمت کو نمایاں کرنے کے لئے بیعت میں یہ اقرار لیا گیا۔

ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن	یعنی عورتیں خود ساختہ و خود تراشیدہ بہتان نہ بیان کیا کریں۔

قرآن حکیم کا کمال یہ ہے کہ وہ بدی کی بیخ ذہن سے اکھاڑ دینا چاہتا ہے وہ صرف یہی نہیں کہتا کہ زنا نہ کرو بلکہ یہ بھی کہتا ہے کہ زنا کے مقدمات بدنظری وغیرہ سے بھی بچو۔ وہ صرف یہی نہیں کہتا کہ کسی پر جھوٹے الزام نہ لگاؤ بلکہ یہ کہتا ہے کہ بدی اور بدکاری کی اشاعت بھی نہ کرو کیونکہ اس طرح تم خود بدی کے محرک اور معین بنو گے چنانچہ فرمایا!

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا	جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بےحیائی اور بدکاری کا چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردنا

عذاب ہے۔

وارحمنا

غور کرو اسلام نے انسانی عزت و حرمت کا کتنی مضبوطی کے ساتھ تحفظ کیا ہے کیوں نہ ہو شریعت اسلامیہ ایک جامع اور کامل شریعت ہے اس میں ہر ضرورت پیش آمدہ کا حل موجود ہے اسلام نے اس قسم کی فتنہ انگیزوں کا سد باب کرنے کے لئے زبردست طریقے بیان کئے ہیں اگر مسلمان ان طریقوں پر گامزن ہو جائیں تو یقیناً اسلامی دنیا میں امن ہو جائے تمام دنیا کے مسلمان جسم واحد کی مانند نظر آئیں اور تنظیم کا عقدہ لاینحل آج حل ہو جائے۔

بھائیو! چونکہ زنا کے لئے اسلام میں سخت ترین سزا مقرر ہے اس لئے آپ نے شریر اور فتنہ پردازوں کے منہ کو بھی لگام چڑھا دی ہے تاکہ وہ بے گناہوں کی عزت کو زبان کی قینچی سے نہ کاٹ سکیں۔

بہتان تراشوں کو چار گواہ لانے چاہئیں

فتنوں کی روک تھام کے سلسلہ میں قرآن حکیم نے یہ زبردست شرط لگائی ہے۔

لولا جاؤا علیہ باربعۃ شہداء فاذلم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ہم الکاذبون	یعنی بہتان تراشوں کو چار گواہ لانے چاہئیں ورنہ یہ خدا کے نزدیک کاذب ہیں۔

یہ ان لوگوں کی نسبت ارشاد ہے جنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ پر بہتان باندھا تھا۔ انہیں میں ضمناً وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو کسی پر بہتان باندھیں فرمایا کہ اگر وہ چار گواہ نہ لائیں تو وہ شرعاً کاذب ہیں ان کو اسی کوڑے لگاؤ جو آیت میں نے خطبہ میں تلاوت کی ہے اس کے مفہوم کی نسبت علامہ سرخسی فرماتے ہیں کسی کے خلاف زنا کی گواہی حقیقتاً ایک بہتان ہے ہاں مکمل گواہی ہونے کی صورت میں وہ قذف نہیں رہتی لیکن جب گواہی ناقص ہو تو اسی درے لگا دیئے جائیں۔

بزرگو! تہمت لگانے والوں کی سزا بیان کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے تہمت لگانے کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح پر آگئے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی وہ فاسق نہیں قذف کی جو گناہ ان کے ذمہ تھا وہ رفع ہو جاتا ہے باقی رہی حد سو وہ چونکہ قذف دنیوی سزا ہے اور اس سے مقصود دوسروں کو عبرت دلانا ہے اس لئے وہ کسی حال میں بھی ساقط نہ ہوگی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

برادران ملت! قرآنی قانون کا منشاء یہ ہے کہ اگر الزام لگانے والے چار گواہ کھلی ہدایت کے پیش کر سکیں ورنہ توقف ان کے اسی درے لگاؤ اور ان کو ناقابل اعتماد و کاذب قرار دو اس قانون کو سن کر شاید آپ یہ کہیں کہ چار گواہوں کا موجود ہونا محال ہے اور یہ قانون گویا ہونا قابل عمل ہو۔ لیکن یہ ہے کوتاہ نظری، نافہمی اور جرأت و بیباکی۔ شریعت اسلامیہ کا ہر قانون ہر حال میں ہر جگہ اور قیامت تک کے لئے قابل عمل ہے ہاں آپ یہ ضرور پوچھ سکتے ہیں کہ آخر شریعت نے یہ چار گواہوں کا قاعدہ کس حکمت و مصلحت کی بنا پر قائم کیا ہے؟ سو جان لیجئے کہ شریعت نے دوسرے ازالات اور معاملات میں دو گواہوں پر اکتفا کی ہے مگر یہاں چار گواہوں کی شرط اس لئے ہے کہ اس قسم کے واقعات میں اکثر جھوٹ بولا جاتا ہے اسی وجہ سے زیادہ گواہوں کی شرط لگائی گئی ہے تاکہ جھوٹ آسانی سے کھولا جاسکے اور دوسری کامل کر بہتان تراشی نا دشوار ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی کے زمانہ میں ایک شخص پر زنا کا الزام لگایا گیا الزام لگانیوالوں میں ایک جلیل القدر صحابی بھی تھے فاروق اعظم نے ان سب کی گواہی لی ایک گواہ نے گواہی میں خفیف سی کمزوری دکھائی اور کہا زنا میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا لیکن باقی گواہوں نے ٹھیک ٹھیک گواہی دی لیکن انہیں اس پر بھی حد لگائی گئی کیونکہ چار گواہوں کی مکمل گواہی نہیں ہوئی۔

اس سارے بیان کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب تک کسی شخص کے پاس پورے چار گواہوں کی قطعی شہادت موجود نہ ہو اسے ہرگز یہ حق نہیں کہ کسی کے متعلق زنا وغیرہ کا الزام لگائے اگر کوئی فاسق ایسی جرأت کرے تو باقی مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کی یاوہ گوئی کو سنتے ہی کہدیں سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ خدایا تو پاک ہے یہ سراسر بہتان ہے اگر ہم اس پر عمل کریں تو پہلی قدم کیا تا اتفاقیوں جھگڑوں، فسادوں اور بدکاریوں میں بہت حد تک کمی ہو جائے۔

حضرات! شریعت اسلامیہ نے الزام زنا کے مرتکب سے چار گواہوں کا مطالبہ کیا ہے اگر وہ اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکے تو اسے شرعی سزا برداشت کرنی پڑے گی اور مومنین کا فرض ہوگا کہ اس کو جھوٹا سمجھیں یہ قانون بہت حکمت ہے دنیا میں لوگ دوسروں کے متعلق جھوٹے الزام بھی لگاتے ہیں اور بعض مواقع پر سچے الزام بھی ہوتے ہیں اگر شریعت یہ اجازت دیدیتی کہ ہر شخص دوسروں کو بدنام کر سکے اور ان پر زنا کا الزام لگا سکے تو ہزاروں لاکھوں معصوم بیگناہ زیر عتاب آجاتے اور اگر بدکاری کا بالکل ہی سد باب نہ کیا جاتا تب بھی شریعت ناقص ٹھیرتی اس لئے اسلام نے ایک درمیانی راستہ اختیار کیا۔

اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگانا

برادران عزیز! اب تک میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ عام تہمت تراشی کے متعلق ہے باقی وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں ان کے متعلق فرمان ہے۔

والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھادات باللہ انہ لمن الصادقین	یعنی جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس ان کے قول کی صحت میں سوا ان کے اپنی ذات کے دوسرے گواہ نہوں تو ایسے آدمی کی شہادت یہ ہے کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار بار شہادت

دے کہ وہ بیشک سچوں میں سے ہے۔

اس آیت کی شان نزول کے متعلق صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن عویمر عجلانی عاصم بن عدی کے پاس آیا اور کہا مجھے یہ بتلاؤ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو مشغول پائے تو کیا کرے کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ اس بارے میں تم میری طرف سے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جاکر پوچھو چنانچہ عاصم نے یہ سوال رسول اللہ سے کیا حضور نے اس سوال کو نہایت ہی مکروہ اور برا سمجھا عاصم یہ دیکھکر چلے گئے عویمر ان کے پاس آیا اور پوچھا عاصم! رسول اللہ نے کیا جواب دیا؟ عاصم نے کہا تو نے میرے حق میں اچھا نہیں کیا رسول اللہ نے میرے

زکوٰۃ

(از جناب مولوی منظر الدین صاحب صدیقی)

زکوٰۃ کی آمدنی مسلمانوں سے وصول کی جاتی ہے۔ ہر مسلمان پر جو صاحب نصاب ہو زکوٰۃ فرض ہے۔ نصاب کی مقدار تقریباً باون روپیہ ہوتی ہے بشرطیکہ یہ رقم سال بھر تک جمع رہے نیز ایسا شخص جس پر زکوٰۃ واجب ہے قرضدار نہ ہو۔ اگر قرضدار ہوگا تو قرض کی مقدار منہا کرنے کے بعد جو رقم بچے گی اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اس طرح ہر مسلمان پر جو مذکورہ بالا شرائط کے مطابق نصاب کا مالک ہو مال کے چالیسویں حصہ کی ادائیگی فرض ہوگی۔ قابل زکوٰۃ اموال چار ہیں۔ زرعی پیداوار، مویشی، سونا چاندی، اور تمام اموال تجارت۔ زکوٰۃ سالانہ فرض کی گئی۔ سال میں دوبار فرض نہیں کی گئی۔ سال میں ایک بار سے زیادہ زکوٰۃ فرض کی جاتی تو زکوٰۃ دینے والے زیر بار ہوتے اور اگر سالانہ کے سوا کوئی اور میعاد مقرر کی جاتی تو زکوٰۃ لینے والوں کو جلد اس سے استفادہ کا موقعہ نہ ملتا اور طویل مدت تک انتظار کرنا پڑتا۔ مقدار زکوٰۃ مختلف اشیا میں مختلف ہے اور اس میں ان عوامل پر نظر کی گئی ہے جن سے اموال زکوٰۃ حاصل ہوتے ہیں جو اموال کم مشقت سے حاصل ہوتے ہیں ان میں مقدار زکوٰۃ زیادہ ہے اور جو اموال زیادہ مشقت سے حاصل ہوتے ہیں ان میں زکوٰۃ کی مقدار کم ہے

رکاز وہ مال ہے جو زمین کے اندر ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں اگر زمین کے اندر پیدا ہو تو وہ معدن ہے۔ اور اگر کسی شخص نے زمین کے اندر سیم و زر دفن کر دیا ہے تو وہ کنز ہے معدن پر خمس ہے یعنی اس کا پانچواں حصہ بطور زکوٰۃ کے لیا جائیگا اگر کسی شخص کو زمین میں کوئی خزانہ ملے یا وہ کسی چیز کا معدن برآمد کرے تو وہ خزانہ اور معدن اسی کا ہوگا لیکن اس سے خمس یعنی پانچواں حصہ لے لیا جائیگا۔ زکوٰۃ کی یہ سب سے بڑی مقدار ہے کیونکہ اس کے حاصل کرنے میں محنت اور مشقت برداشت کرنی نہیں پڑتی۔

زراعت میں زکوٰۃ کی دو مقداریں ہیں۔ ایسی زمین کی پیداوار جس کی آبپاشی مصنوعی ذرائع مثلاً نہر تالاب کنویں وغیرہ سے ہوتی ہو اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ بطور زکوٰۃ لیا جائیگا اور جو زمین بارش کے پانی سے تیار ہوا اس کی پیداوار کا دسواں حصہ لیا جائیگا۔ اموال تجارت کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے یہ زکوٰۃ کی سب سے کم مقدار ہے کیونکہ تجارت میں سب سے زیادہ محنت برداشت کرنی پڑتی ہے سونے چاندی پر معدن یا دفینہ سے حاصل ہونے کی صورت میں زکوٰۃ کی مقدار حاصل کردہ مال کا پانچواں حصہ ہے اور خرید و فروخت کی صورت میں تجارتی مال کی حیثیت سے ہو یا کنز کی صورت میں جمع ہو تو چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینی ہوگی۔

زکوٰۃ عاملین کو بھی ادا کی جاسکتی ہے جو حکومت کی جانب سے مقرر ہوتے ہیں اور خود براہ راست محتاجوں مسکینوں اور غریبوں کو بھی دی جاسکتی ہے لیکن اولیٰ یہی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم اسلامی حکومت کے حوالہ کر دی جائے۔

زکوٰۃ کے مصارف متعین کر دیئے گئے ہیں یعنی جن مصارف کی صراحت کر دی گئی ہے ان کے علاوہ زکوٰۃ کی رقم دوسرے کسی مصرف میں نہیں لائی جاسکتی یہ مصارف آٹھ ہیں (۱) فقراء (۲) مساکین (۳) عاملین یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے جن کی تنخواہیں اسی مد سے ادا کی جائینگی (۴) مولفۃ القلوب یعنی وہ لوگ کہ اسلام کے خلاف جن کے دلوں کی سختی دور کرنے کے لئے مال صرف کرنیکی ضرورت پیش آئے۔ (۵) غلاموں اور قیدیوں کی رہائی (۶) قرضدار لوگ جو قرض کے بار سے سبکدوش نہ ہو سکتے ہوں (۷) راہ خدا یعنی اسلامی نظام کو قائم کرنے اور قائم رکھنے کی جدوجہد (۸) نادار مسافروں کی اعانت۔

فقراء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے پاس ابتدائی ضروریات کی تکمیل کا سامان تو ہو لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہو مثلاً ایک طالب علم متعدد کتابوں کا مالک ہے جن کی مجموعی قیمت مقررہ نصاب سے زیادہ ہے اب اگر اس طالب العلم کے پاس صرف اتنا ہے کہ وہ اپنی معمولی ضروریات کی تکمیل کر سکتا ہے لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں رکھتا تو وہ ان کتابوں کی ملکیت کے باوجود زکوٰۃ کا مستحق ہے اگر اس کے برعکس یہی کتابیں کسی جاہل ان پڑھ کی ملکیت ہوتیں تو وہ زکوٰۃ کا مستحق نہ قرار پاتا البتہ اگر طالب العلم مذکور ہر کتاب یا بیشتر کتابوں کے دو دو نسخے رکھتا ہو اس طرح سے کہ ان زائد نسخوں کی مجموعی قیمت مقررہ نصاب یعنی باون روپے سے زیادہ ہو تو ایسے شخص کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی مساکین وہ لوگ ہیں جن کی معاشی حالت فقراء سے بھی زیادہ پست ہو۔ قرضداروں کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بشرطیکہ جو شخص قرضدار ہے اس کی کل ملک ابتدائی ضروریات کی تکمیل اور قرضہ کی رقم منہا کرنے کے بعد مقررہ نصاب سے زیادہ نہ ہو ضروریات میں صرف ابتدائی ضروریات شامل ہیں یعنی صرف ایسی ضروریات جن کے پورا نہ ہونے سے زندگی دوبھر ہو جائے۔ خدا کی راہ میں زکوٰۃ صرف کرنے سے مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ ان مجاہدین کی ضروریات اور ان مساعی کے مطالبات پر صرف کی جائے جو دنیا میں اسلامی نظام قائم کرنے میں مشغول ہوں مجاہد اگر خوش حال بھی ہو تو جہاد کی ضروریات میں صرف کرنے کے لئے وہ زکوٰۃ لینے کا حقدار ہے کیونکہ جہاد ایک اجتماعی کام ہے اور اجتماعی کاموں کا بار تنہا ایک شخص پر نہیں ڈالا جاسکتا۔ ایک اور طریقہ خدا کی راہ میں صرف کرنیکا یہ ہے کہ جو لوگ عدم استطاعت کے باعث حج کو نہ جاسکتے ہوں ان کی مدد کی جائے۔ ان آٹھ مصارف کے علاوہ زکوٰۃ کی آمدنی اور کسی مصرف میں نہیں لائی جاسکتی

یاد رکھنا چاہیئے کہ زکوٰۃ اس قسم کا کوئی محصول نہیں ہے جیسے آجکل حکومتیں اپنی رعایا پر عائد کرتی ہیں موجودہ زمانہ کا ہر محصول کسی نہ کسی شکل میں ان معاشرتی فوائد کے معاوضہ میں عاید کیا جاتا ہے کہ اس سے غیر مستطیع افراد کی مدد کی جائے موجودہ دور میں اگر کوئی اسلامی حکومت قائم ہو تو اس کی رعایا زکوٰۃ سے پیچھا چھڑانے کیلئے یہ نہیں کہہ سکتی کہ ہم سے اتنے محصولات وصول کئے جاتے ہیں لہٰذا حکومت انہی محصولات کی آمدنی میں سے غرباء اور مساکین کی مدد کرنی چاہیئے اس کا جواب حکومت یہ دیگی کہ جتنے محصولات تم سے وصول کئے جاتے ہیں ان سے تمہاری ذات کو کسی نہ کسی طرح فائدہ ضرور پہنچتا ہے قیام امن جان و مال کا تحفظ رسل و رسائل اور آمد و رفت کے وسائل

کی ترقیاں انہیں محصولات کی آمدنی سے تکمیل پذیر ہوتی ہیں تعلیم کی اعانت طبی امداد کی فراہمی اور دوسری آسائشیں جو تمھیں میسر ہیں اسی روپیہ سے مہیا کی جاتی ہیں لیکن زکوٰۃ تو وہ محصول ہے جو ان فائدوں سے قطع نظر خدا نے تم پر اس لئے عاید کیا ہے کہ اس سے غربا اور فقرا فائدہ حاصل کریں اسی لئے زکوٰۃ کے مصارف متعین ہیں یہانتک کہ حکومت بھی یہ حق نہیں رکھتی کہ وہ ان مصارف کے علاوہ زکوٰۃ کو کسی اور طرح سے صرف کرے۔

حضور رسالتمآب نے زکوٰۃ کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ وہ ایک ایسی رقم ہے جو دولتمند افراد سے لیکر غریبوں کو واپس کردی جاتی ہے یوخذ من الاغنیاء ویرد علی الفقراء اس حدیث شریف میں یرد (واپس کی جاتی ہے) کا استعمال قابل غور ہے اس سے یہ مفہوم صاف مترشح ہوتا ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہ غریبوں پر کوئی احسان نہیں کرتے کیونکہ یہ غریبوں کا حق تھا جو انھیں ملنا ہی چاہیئے تھا۔ نیز اس فقرہ سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ جو کچھ روپیہ پیسہ تم بطور زکوٰۃ دیتے ہو اس کے متعلق یہ مت خیال کرو کہ وہ ضائع ہو گیا ہے نہیں وہ تمہاری جماعت کے اندر ہی رہے گا تم سے لیکر تمہاری جماعت ہی کے افراد کو واپس کیا جاتا ہے۔

تقسیم غنیمت و فی

اجتماعی دولت کو جماعت کے زیادہ سے زیادہ افراد پر تقسیم کرنے اور غربت و افلاس کے مٹانے کی غرض سے اسلام نے صرف زکوٰۃ ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ غنیمت اور فے کی تقسیم میں بھی اس امر کو بدرجۂ اتم ملحوظ رکھا کہ دولت ایک محدود طبقہ میں نہ جمع ہونے پائے۔ غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے جنگ کے دوران میں حاصل کیا جائے اس کے متعلق قرآن مجید کا حکم ہے۔

واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل	تمہیں معلوم ہو کہ جو غنیمت بھی تم پاؤ خواہ کسی قسم کی ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے رسول کے لئے رسول کے قرابتداروں کے لئے یتیموں اور محتاجوں

اور مسافروں کے لئے ہے۔

یہ حکم ایسے اموال کے بارہ میں ہے جو مسلمانوں کو کفار اور اہل شرک کے لشکر سے ملیں جو سازو سامان اسلحہ جانور وہ ان لوگوں سے چھینیں اس میں پانچواں حصہ ان کا ہے جنھیں اللہ تعالےٰ نے مذکورۂ بالا آیت میں نامزد کر دیا ہے باقی چار حصے غنیمت حاصل کرنے والے لشکر کے درمیان انصاف کے ساتھ تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تقسیم اس طرح ہوتی تھی کہ گھوڑے سواروں کو تین حصے ایک حصہ سوار کا اور دو حصے گھوڑے کے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا جاتا تھا غنیمت سے جو خمس (پانچواں حصہ) نکالا جاتا اس کی تقسیم اس طرح ہوتی تھی کہ خمس کے پانچ مساوی حصے کئے جاتے اس میں سے ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہوتا، ایک ذوی القربیٰ کا اور باقی تین حصے یتیموں مسکینوں اور نادار مسافروں کے ہوتے یتیم وہ ہے جو بالغ نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یتم بعد حلم بالغ ہونے کے بعد یتیم نہیں ہے، ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوی القربیٰ کا حصہ حذف کر دیا تھا اور خمس کو پانچ کے بجائے تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے یعنی یتامیٰ مساکین اور نادار مسافروں کے حصے علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانہ میں خمس کو اسی طور پر تقسیم کیا موجودہ زمانہ میں اگر اسلامی حکومت کے تحت مسلمانوں کو کفار سے مال غنیمت حاصل ہو تو اس کا پانچواں حصہ اسی طرح تین حصوں میں تقسیم ہوگا ایک فقرا اور مساکین کے لئے ایک یتیموں کیلئے اور ایک نادار مسافروں کے لئے بقیہ ۴/۵ حصہ فوج میں تقسیم کیا جائیگا اور اس کی تقسیم کے طریقہ میں آجکل کے فوجی نظام کے لحاظ سے مناسب تغیر و تبدل کر لیا جائیگا۔

یہ تقسیم بھی اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ اسلام نے ہر معاملہ میں غریب اور غیر مستطیع افراد کا سب سے زیادہ خیال رکھا ہے اور دولت کو زیادہ سے زیادہ افراد پر تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ علاوہ خمس کے جو پہلا کا پورا فقرا اور مساکین یتامیٰ اور نادار مسافروں کو ملتا ہے اہل لشکر کے متعلق بھی غالب امکان یہی ہے کہ اس میں غریب اور غیر مستطیع لوگوں کی تعداد مالدار اور صاحب استطاعت افراد سے زیادہ ہوگی اس لئے مال غنیمت کا بقیہ حصہ بھی زیادہ تر ایسی لوگوں کے ہاتھ آتا ہے جن کی معاشی حالت اس کی ضرورت مند ہے سب سے زیادہ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ مال غنیمت ایک ایسا مال ہے جسے سپاہی اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر اور اپنا خون بہا کر حاصل کرتے ہیں اس کے باوجود اس مال کا پانچواں حصہ غریبوں کو دلوایا گیا ہے دنیا کے اور کس قانون میں غربا اور کم استطاعت افراد کا اتنا خیال رکھا گیا ہے؟

معادن اور کنوز کے متعلق فقہا کے درمیان اختلاف رائے ہے کہ ان پر جو محصول عاید کیا جائیگا اس کی نوعیت زکوٰۃ کی ہوگی یا غنیمت کی امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ معدن اور کنز کا محصول زکوٰۃ کی نوعیت رکھتا ہے یعنی اس کا چالیسواں حصہ وصول کیا جائیگا۔ لیکن امام ابو حنیفہ کا اجتہاد یہ ہے کہ اس کی نوعیت مال غنیمت کی ہے اس لئے اس کا پانچواں حصہ وصول کیا جائے گا اور اس کی تقسیم بھی مال غنیمت کے خمس کی طرح ہوگی یعنی محصول سے جو آمدنی ہوگی وہ تین مساوی حصوں میں تقسیم کر دی جائیگی ایک یتیموں کے لئے ایک فقراء اور مساکین کے لئے اور ایک نادار مسافروں کے لئے۔

فے کی تعریف میں بھی اختلاف ہے ایک رائے یہ ہے کہ فے سے وہ اموال مراد ہیں جو دشمن یا اس کے ملک سے لڑائی ختم ہونے کے بعد پر امن طریقہ سے حاصل ہوں۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ فے وہ آمدنی ہے جو مفتوحہ ممالک سے حاصل ہو خواہ کسی شکل میں ہو۔ لیکن عام رائے یہ ہے کہ ہر وہ آمدنی فے ہے جو زکوٰۃ اور غنیمت کے علاوہ اسلامی حکومت کو اور کسی ذریعہ سے حاصل ہو۔ اس طرح خراج جزیہ وغیرہ فے میں شامل ہیں فے کی تقسیم کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے امام ابو حنیفہ کی رائے یہ ہے کہ فے کی جملہ آمدنی عامۃ المسلمین کے فائدہ میں صرف کی جائے گی اور امام کو اختیار ہے کہ جس کام میں اسے مسلمانوں کی فلاح نظر آئے اس میں فے کی آمدنی کو صرف کرے۔ فوجیوں اور سپاہیوں کی تنخواہیں قلعوں کی تعمیر سڑکوں اور شاہراہوں کی مرمت و درستگی چوکیوں کے قیام تالابوں اور کنوؤں کی تیاری علماء اساتذہ طلباء اور حکام کے مشاہرے سبھی کے لئے فے کی آمدنی سے کام لیا جا سکتا ہے۔ امام اس آمدنی کی تقسیم میں کسی خاص طریقہ کا پابند نہیں ہے الا یہ کہ جو کچھ صرف کیا جائیگا اس سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو فائدہ پہنچے لیکن امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ مال غنیمت کی طرح فے کی آمدنی میں سے بھی

برکات شعبان المعظم

(از جناب مولوی سید عبد الرؤف صاحب ناظم کتب خانہ نذیریہ)

شعبان المعظم کا مہینہ وہ مقدس مہینہ ہے جس کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان شھری و رمضان شھر اللہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالے کا ہے اس کا مفہوم و مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ رمضان کے بعد سب سے افضل مہینہ شعبان کا مہینہ ہے اور اسے وہ فضیلت حاصل ہے جو رمضان کے سوا اور کسی مہینہ کو حاصل نہیں جن کے قلوب و ابصار بکثرت معاصی اور شدت تغافل سے بے رنگ و بے معنی ہیں اور جو ختم اللہ علی قلوبھم و علی ابصارھم کے مصداق ہیں وہ نہ ہمارے مخاطب ہیں اور نہ ہمیں ان سے کوئی غرض و سروکار ہے لیکن جنھیں خدائے قدوس نے حساس دل عطا کیا ہے اور اس دل میں تڑپ موجود ہے ان کے قلوب کو تو وجد میں لانے کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ مہینہ رسول کا مہینہ ہے اور اسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مہینہ بتایا ہے گمراہی و ضلالت کی گھاٹیوں سے نکالنے والے کفر و عدوان کی گہرائیوں سے باہر لانیوالے ہمارے رنج و تکلیف سے تڑپ جانیوالے جس مہینہ کو اپنا بتائیں اپنا کہیں اپنی ذات گرامی سے منسوب کریں اس کی عظمت و جلالت کی رعنائیوں کو کچھ وہی افراد سمجھ سکتے ہیں جن کے دل میں محبت کی چمک اور عشق کی آگ ہو جو رسول کی محبت عین اللہ کی محبت ہے اور آپ کا اتباع قادر ذو الجلال کا اتباع ہے خوب سمجھ لیجئے کہ مسلمانوں پر جس طرح اللہ کی اطاعت فرض ہے اسی طرح رسول کی اطاعت بھی فرض ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اس مہینے کی فضیلت و عظمت کا اعتراف ہر مسلمان کے لئے اسی طرح واجب ہے جس طرح کہ رمضان کا اور جس طرح کہ رمضان کی عبادات بندوں کو اللہ کا محبوب بنا دیتی ہیں اسی طرح انسان شعبان کی عبادات سے سرور دو عالم کا محبوب بنجاتا ہے جو اللہ کی محبوبیت ہی کے مترادف ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ اس سے محبت کرنے والے شہنشاہ حقیقی کی محبت کے جرعوں سے محروم رہجائیں۔

اللہ کی شان کریمی

جس مسلمان کے قلب میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے ممکن نہیں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مہینہ کا احترام نہ کرے اس کی فضیلت کی عظمتوں کو نہ سمجھے اور اس میں نوافل و عبادات کی سعادتوں سے محروم رہے بلکہ جب ہی اسے یہ خیال ہوگا کہ یہ مہینہ میرے سرکار کا مہینہ ہے تو اس پر فوراً ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جائے گی وہ جھومنے لگیگا اور اس کا ذوق اور شوق اور بڑھ جائیگا جن کے دل کی آنکھیں بند ہیں ان کے لئے ناقص یہ حدیث ایک معمولی چیز ہے لیکن سرشاران محبت اور اہل دل حضرات کے لئے تو اس کے مختصر اور بظاہر معمولی الفاظ سمند شوق کے لئے ایک مہمیز عمل سے کم نہیں آپ فرمایا کرتے تھے: خذوا من العمل ما تطیقونہ فان اللہ لا یمل حتی تملوا یعنی اس ماہ میں اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو اور اپنی طاقت سے زیادہ عمل کی طرف قدم نہ بڑھاؤ کہ نباہ نہ سکو اور تھک جاؤ مگر اللہ تعالے وہ ہے جو بندوں کو عطا کرنے سے کبھی نہیں تھکتا کیسی بصیرت افروز کتنی دلربا اور کس قدر پیاری حدیث ہے۔

اس کے اندر اتنی کشش اتنی جاذبیت اور ایسی رعنائی ہے کہ بیساختہ قربان ہو جانے کو دل مچلنے لگتا ہے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ سے محبت دبندہ پروری ٹپک رہی ہے اور آقا کی شان کرم نمایاں ہے کہ عمل بھی ہے اور ساتھ ہی خیال ہے کہ ضعیف بندے کہیں تھک نہ جائیں ان پر بار نہ پڑجائے انھیں عبادت و عمل گراں نہ گذرنے لگے کیونکہ اس سے ایک طرف تو انہیں تکلیف ہوگی اور دوسری طرف یہ خیال بھی ہے کہ ناگواری کا احساس کہیں ثواب سے محروم نہ کردے گویا نہ بندوں کی تکلیف گوارا ہے اور نہ اجر و ثواب سے محرومی بعض لوگوں کو قدرتاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جتنا عمل ہوگا اتنا ہی ثواب ملیگا اور اسی لئے وہ تکلیف اٹھا کر بھی عمل و عبادات میں مصروف رہتے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول کو یہ منظور نہیں اس لئے انھیں اطمینان دلایا جا رہا ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ زیادہ عبادت کرنے ہی پر زیادہ ثواب ملتا ہے اللہ تعالے کے یہاں سب کچھ ہے اس کے یہاں کچھ کمی نہیں وہ نیت دیکھتا ہے اگر تم اپنی نیت کے مطابق خلوص دل سے عبادت و عمل کروگے تو وہ مزید ثواب بھی عطا کریگا

عبادت حسب استطاعت

ظاہر ہے کہ اگر عبادت میں طبیعت پر گرانی پیدا ہونے لگے اور اکتاہٹ پیدا ہو جائے تو وہ کیف اور وہ جذابیت باقی نہیں رہتی تھوڑی ہی عبادت ہو مگر ہو ذوق و شوق کے ساتھ پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ بندہ جوش فدائیت اور محبت میں ہر طرف سے بے پرواہ ہوجاتا ہے اور عبادات ہی کا ہو رہتا ہے اس سے اس فدائیت پر بھی آنچ آتی ہے تکلیف ہوتی ہے دوسرے دنیا کے کاروبار کو نقصان پہنچتا ہے اس لئے بھی یہ ہدایت ہوئی ہم سے پوچھئے تو ہم تو یہی کہیں گے کہ ذوق و محبت کی دو رکعت ان ہزار رکعت سے کہیں بہتر ہیں جو بے کیفی کے ساتھ صرف خانہ پری اور تعداد و مقدار بڑھانے کے لئے پڑھی جائیں۔

الغرض رسول امین نے اس حدیث میں مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ عمل ضرور کرو عبادت بھی کرو اللہ کے سامنے جھکو بھی مگر اپنی استطاعت و قدرت سے زیادہ عمل نہ کرو بندے تھک جاتے ہیں مگر اللہ تعالے ثواب دینے سے نہیں تھکتا سب سے اہم امر یہ ہے کہ وہ کام کیا جائے جو نبھ سکے ایک کام نہ نبھانا اور چھوڑ دینا گناہ نہ سہی تو بھی عمل و عبادت کی گونہ توہین تو ہے ہی مسلمانوں کو یہ حدیث غور سے پڑھنی چاہئے بار بار پڑھنی چاہئے اور اس پر ہمہ وقت عمل کرنا چاہئے عمل کم ہو تھوڑا ہو مگر نیاز کے ساتھ دل کے ساتھ ہو کیف و ذوق کے ساتھ ہو تو وہ اس بہت سے عمل سے یقیناً بہتر ہے جو نباہا نہ جا سکے اور نباہا بھی جائے تو اس میں تاثر کا رنگ باقی نہ رہے بلکہ بے کیفی کیساتھ ہو۔

عبادات نبوی کی شان

فرض کیجئے شعبان کا مہینہ ہے گرمی شدت

کے ساتھ پڑ رہی ہے یا جسم میں طاقت نہیں یا مصروفیات معاش اتنی
زیادہ ہیں کہ جسم کو چکنا چور کر دیتی ہیں تو کوئی ضرورت نہیں کہ پندرہ دن
ہی روزے رکھے جائیں پوری پوری راتیں عبادات و نوافل کی نذر کی
جائیں پندرہ رکھو بارہ رکھو پانچ رکھو تین رکھو ممکن نہ ہو تو ایک ضرور رکھو۔
تا کہ اس بلند منزلت ماہ کی برکتوں اور سعادتوں میں تمہارا بھی حصہ ہو جائے
اگر اس ماہ میں زیادہ عبادت نہ کر سکو تو کم از کم پندرہویں شب تو ضرور ہی
نوافل کے لئے سعی و سفر کرو گراں گزرنے لگے تو نصف شب تک تو ضرور
ہی مصروف رہو کہ یہ بڑی سعادت ہے۔ بلاشبہ یہ روزے اور یہ عبادات
فرض نہیں لازمی نہیں مگر محبت نبوی اور دلفریفتگی شوق کا اقتضا یہ ہے کہ کم از کم
پندرہویں شب کی سعادتوں میں ضرور ہی شمولیت کی جائے کہ تقاضائے
غیرت و محبت یہی ہے ہمارے رسول کریم کی تو یہ حالت تھی کہ آپ شعبان
میں بکثرت روزے رکھتے تھے اکثر پوری پوری راتیں عبادت اور یاد الٰہی میں
گزار دیتے تھے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ آپ کی عادت
تھی کہ آپ نفلی روزے بکثرت رکھا کرتے تھے اور جب آپ روزے رکھنے
شروع کر دیتے تھے تو خیال ہوتا تھا کہ اب آپ زندگی بھر برابر روزے ہی رکھتے
چلے جائیں گے اور جب آپ چھوڑ دیتے تھے تو یہ محسوس ہونے لگتا تھا کہ اب
آپ نے روزے رکھنے ہی ترک کر دیئے ہیں رمضان میں تو سب روزے
رکھتے تھے اور شعبان میں بکثرت رکھتے تھے۔

شب برات کی عظمت و منزلت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رجب
اور رمضان کے مابین ایک مبارک مہینہ ہے جس کی فضیلت و بلندی اور عظمت
و تقدس سے بندے بے خبر ہیں یہ مہینہ شعبان کا مہینہ ہے اس میں بندوں
کے اعمال اللہ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں میں مناسب و بہتر سمجھتا ہوں
کہ جب میرے اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوں تو میں روزہ دار رہوں۔

شب برات کی یہ عظمت و فضیلت کتنی اہم اور کتنی بلند ہے کہ اس شب میں
خالق ارض و سماء سب سے پچھلے آسمان پر نزول اجلال فرماتا ہے اسی شب میں
اس کے سامنے دنیا والوں کے اعمال نامے پیش ہوتے ہیں اور ساتھ ہی اس
سال میں پیدا ہونے والے اور مرنے والوں کی فہرستیں بھی پیش ہو جاتی ہیں
رزق تقسیم ہوتا ہے۔ مغفرت کی بشارتیں ملتی ہیں امن و عافیت کی دولت
لٹائی جاتی ہے اور بندوں سے خطاب ہوتا ہے الا من مستغفر فاغفر له
الا من مسترزق فارزقه الا من مبتلی فاعافيه الا كذا
و كذا حتى يطلع الفجر میرے بندوں میں ہے کوئی بخشش و مغفرت کا طلبگار
کہ میں اسے بخش دوں ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اسے رزق عطا کروں
اور ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اسے عافیت و صحت مرحمت کروں اللہ تعالیٰ
صبح تک یونہی اپنے بندوں کو مخاطب کرتا رہتا ہے۔

کتنی غیرت اور بے حسی کا مقام ہے کہ آقائے حقیقی تو رات بھر بندوں کو بخشش
اور عطا کے لئے پکارتا رہے مانگنے والوں کو ڈھونڈتا رہے طلب کرنے والوں
کے انتظار میں رہے اور ہم ہیں کہ اپنے بستروں پر پڑے خواب خرگوش میں خراٹے
لیتے رہیں کیا بندگی کی شان یہی ہے کہ آقا پکار رہا ہو آواز دے رہا ہو دینے
کے بخشنے کے لئے نوازنے کے لئے اور ہمیں پرواہ ہی نہ ہو۔ آج اگر حضور
نظامہائے سینا میں آ جائیں اور وہ اسی طرح پکارنا اور بلانا شروع کر دیں
تو دلی والے ایک شب کیا سو راتوں کی نیند حرام کر دیں اور ہر طرف کے
مسلمان اس طرف دیوانہ وار دوڑتے اور جاتے نظر آئیں اس لئے کہ انہیں اس
کا حتمی یقین ہو گا اور وہ سو جتن کر کے اور ہزار تکلیف و مصائب اٹھا کر بھی
وہاں پہنچیں گے۔

شب برات یا شب مسرت

لیکن اللہ کی پکار سننے والے ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں چند ہی نکلتے
ہیں اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ کثرت گناہ اور شدت معاصی سے
قلب سیاہ ہو گئے ہیں اور طائر ایمان آشیانہ قلب کو چھوڑ کر اڑ گیا غیب کی
باتوں پر ایقان ایمان والوں کا کام ہے ایمان ہوتا اور اس میں قوت و قدرت
باقی ہوتی تو مسلمانوں کو اس کا یقین ہی فوراً آ جاتا اور یہ کم از کم اس رات
میں تو سونے کا نام بھی نہ لیتے اور اللہ کی پکار پر دوڑتے اور اس کی عطا و
بخشش سے بہرہ مند ہونے کی سعی کرتے لیکن حقیقت پوچھو تو اب ایمان
کا تو نام ہی نام رہ گیا ہے یہ چیزیں کسی کے نزدیک اب یقینی صورت نہیں رکھتیں
یا پھر یہ ہے کہ ایمانوں میں اتنی قوت ہی نہیں رہی کہ وہ ان سے کوئی کام لے
سکیں سب کچھ جانتے سمجھتے اور یقین کرتے ہوئے شب برات کی فائز المرامیوں
سے بہرہ اندوز ہونے کی سعی نہ کرنے کے معنی اس کے سوا اور ہو ہی کیا سکتے ہیں
جب ایمان قوی تھے تو دنیائے اسلام میں یہ رات ایک امتیازی شان کی حامل تھی
شب برات کا نام تو سنتے ہو اور بچہ بچہ اسے جانتا اور سمجھتا ہے شب برات
نام اس لئے نہیں پڑا کہ اس شب میں خوب حلوے پکتے اور آتشبازیاں چھوٹتی
ہیں یہ اس لئے ایک خوشی کی رات مشہور ہو گئی بلکہ اس لئے کہ اس شب میں
بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رزق اور عافیت و صحت بکثرت
تقسیم ہوتی تھی اور مسلمانوں کو اس کا حتمی یقین تھا وہ اس پر خوشیاں مناتے
تھے یہی وجہ ہے کہ تمام دنیائے اسلام میں شب برات مشہور ہو گیا اور ہے بھی
یہ رات واقعی شب برات جس شب میں بندے اللہ کی لقیہ نعائم سے بہرہ اندوز
ہوں اور دینے والا انہیں پکار پکار کر اور بلا بلا کر دے تو اس سے زیادہ اور
کونسی وہ خوشی ہے جس کا انسان نام بتا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ فی الواقع
کوئی خوشی اور نہ فی الحقیقت کوئی خوش قسمتی کاش مسلمان اسے سمجھیں بیدار
ہوں اور آنکھیں کھولیں کہ بہت سو چکے بہت رو چکے اور بہت کھو چکے اب بیدار
ہوں اور اپنے ہنسنے کا سامان مہیا کریں اور کھوئے ہوئے کو دوبارہ حاصل
کریں

شعبان کی پندرہویں شب

حضرت ابوبکر صدیق کا ارشاد ہے ینزل اللہ تعالے
الی سماء الدنیا لیلة النصف من شعبان فیغفر لکل الا رجل
مشرك او قلبه شحناء یعنی شعبان کی پندرہویں شب میں اللہ تعالیٰ
آسمان دنیا پر اپنی خاص توجہ مبذول کرتا ہے اور مشرک و کینہ ور کے سوا اللہ تعالیٰ
سب گناہوں کو بخش دیتا ہے حضرت ابو یعلی فرماتے ہیں کہ شعبان کی پندرہویں شب
کا مرتبہ شب قدر کے بعد تمام راتوں سے بلند و افضل ہے حقیقت یہ ہے کہ سب
عالم لاہوت کے انتظامات ہیں جو بندوں کی بہتری و مغفرت کے لئے قائم ہیں

اور ہم سے پوچھئے تو یہ سب کچھ خلاق کریم کی بندہ نوازیوں کے مظاہر جلیل ہیں وہ نہایت مہربان و کریم آقا ہے جانتا ہے کہ میرے بندے ظلوم وجہول ہونے کے ساتھ ضعیف الخلقت بھی ہیں غریبوں کے پیچھے نفس شیطان لگا ہوا ہے بہ آسانی گمراہ ہوجاتے ہیں ان سے اگر حساب لیا جائے باز پرس کی جائے اور اسی حالت میں اٹھا لیا جائے تو ظاہر ہے کہ بہت کم جنت کے اہل نکلیں اس لئے وہ مغفرت کے بہانے تلاش کرتا رہتا ہے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ وہ قاہر و جبار سب کچھ ہی مگر اس کی رحمت و رافت بہت وسیع ہے وہ اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے ان کی ذرہ برابر بھی تکلیف اسے گوارا نہیں واللہ رؤف بالعباد اس لئے اس نے ہمیں یہ دو راتیں (شب قدر و شب برات) ایسی عطا کر دی ہیں کہ اگر بندے ذرا بھی توجہ کریں تو وہ اپنے سال بھر کے تمام گناہ ان میں بخشوا سکتے ہیں ایک ایک رات کی عبادت ہزار ہزار راتوں کی عبادت کے برابر ہے یہ اس کی کریمی نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک طرف تو ان راتوں کی عبادت پر بشرطیکہ بندہ بندہ بنکر اپنے آقائے حقیقی کے سامنے گڑگڑائے اور معافی چاہے وہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور دوسری طرف ہزار ہزار راتوں کی عبادت کا ثواب عطا کر دیتا ہے۔ اسی کی شان کرم ہے اور اسی کی بندہ نوازی اور کون اس خصوص میں سامنے نکل سکتا ہے پھر بھی بندے نہ سمجھیں اور شب برات میں عبادات و نوافل کے بجائے لغویات و معاصی میں مبتلا رہیں تو اس کا تو کوئی مداوا ہی نہیں کاش مسلمان اس کی اہمیت سمجھیں اور اس متبرک مہینہ کی منزلت و اہمیت پر غور کریں۔

خوش نصیب ہیں وہ افراد جنھیں اس شب میں عبادات و استغفار کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کی پکار پر لبیک کہتے ہیں

قلب و روح کی پاکیزگی و صفائی

ہم نے اپنے مضامین میں اس امر پر مسلسل زور دیا ہے اور دیتے رہتے ہیں کہ انسان کو سب سے پہلے اپنی اندرونی صفائی اور باطنی تزکیہ پر توجہ مرکوز کرنی چاہیئے مسلمان ظاہری صفائی کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں نہاتے ہیں وضو کرتے ہیں پاک کپڑے پہنتے ہیں اور ان پر ایک چھینٹ بھی نہیں پڑنے دیتے لیکن باطنی صفائی اور پاکیزگی قلب و روح کی طرف ان کا خیال ہی منتقل نہیں ہوتا اور یہی کا نہیں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی نماز بے حیائیوں اور برائیوں اور بداعمالیوں سے روکتی ہے مگر مشاہدہ ہے کہ نہیں روکتی اللہ تعالیٰ کا کلام تو غلط ہو نہیں سکتا خرابی درحقیقت ہمارے ہی اندر کوئی ہے ہماری نماز نماز ہی نہیں رہی جو ہمیں برائیوں سے روکے ہم نے غلطی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ گندگیاں اور غلاظتیں بس یہی ہیں جو ہمیں آنکھوں سے نظر آتی ہیں اور "مطہرین" وہی ہیں جن کے جسم و لباس پاک و صاف ہیں ایک چھینٹ بھی جسم پر پڑ جاتی ہے تو کئی کئی بار دھوتے اور پاک کرتے ہیں۔

لیکن روح و قلب کی غلاظتوں سے بچنے کی فکر ہزار میں کیا لاکھ میں بھی کوئی نہیں کرتا کپڑوں میں غلاظت بھی ہو تو کون نماز پڑھنے کھڑا ہوگا سب جانتے ہیں کہ نماز نہیں ہوگی لیکن دل کی غلاظت کی ہی کسی کو پرواہ ہے ہم گندی روح اور غلیظ قلب کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے ہیں اس لئے نماز نہ کامل ہوتی ہے اور نہ اس میں کوئی لطف حاصل ہوتا ہے۔ نماز پڑھے تو پابندی طہر اور پاکی کے ساتھ پڑھے مسلمان بھی ایک حد تک مقصور ہیں سب جسمانی صفائی پر زور دیتے چلے آئے ہیں کوئی یہ نہیں بتاتا کہ جھوٹ شرک حسد کینہ بغض عداوت اور افترا روح و قلب کی غلاظتیں ہیں جو ظاہری غلاظتوں سے زیادہ ناپاک ہیں اب اگر کوئی ان متعفن غلاظتوں کو سینے میں لیکر اللہ کے سامنے کھڑا ہوجائے تو اس پر پھٹکار پڑے گی یا وہ عنایت قدسی اس کو گلے لگائے گی۔

کسی دنیوی دربار میں بھی کسی غلیظ انسان کو بار مل سکتا ہے؟ نہیں ملسکتا اور یقیناً نہیں مل سکتا تو اللہ کے دربار میں کیونکر مل سکتا ہے نماز کامل نہیں ہوتی اور نہ ہم برائیوں سے رکتے ہیں البتہ اگر ہم ظاہری و باطنی پاکیزگی کے ساتھ نماز ادا کریں تو نماز مکمل ہوتا تو ایک طرف اس میں وہ کیف و سرشاری حاصل ہوکر پھر دنیا کے تمام لذائذ و نعم ہیچ ہوجائیں آپ اتنا کیجئے کہ اس مرتبہ اپنے قلب و سینہ کو تمام گندگیوں حسد بغض عداوتوں اور اسی قسم کی تمام گندگیوں اور غلاظتوں سے صاف کر کے اور خلوص دل سے توبہ کر کے شب برات میں نماز کے لئے کھڑے ہو جائیے پھر دیکھئے کہ کیا لطف آتا ہے کیسی لذت ملتی ہے کیا مسرت ملتی ہے بس ہماری ناچیز استدعا ہے صرف ایک مرتبہ اس کا تجربہ کر لیجئے پھر آپ انشاء اللہ تعالیٰ خود ہی سمجھ لیں گے خود ہی دیکھ لیں گے وہ سرشاری طاری ہوگی کہ پکار اٹھیں گے ع دل من دانم و من دانم و داند دل من

(سلسلہ مضمون صفحہ ۱۸) پانچواں حصہ الگ کر لینا چاہیئے اور اس کو بھی اس طرح تقسیم کرنا چاہیئے جیسے مال غنیمت کے خمس کو یعنی فقراء مساکین یتامیٰ اور ابن السبیل کے تین الگ الگ حصے ہونے چاہئیں اس اجتہاد کی بنیاد کلام مجید کی وہ آیت ہے جس میں اموال فئے کا تذکرہ کیا گیا ہے

ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمسٰکین وابن السبیل کے لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم	جو کچھ ہاتھ لگا خدا کا اپنے رسول کے بستیوں والوں سے وہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے اور رسول کے ناتے والوں کے لئے اور یتیموں کے لئے اور محتاجوں

کے لئے تاکہ وہ صرف دولتمندوں کے درمیان گردش نہ کرے۔

اس آیت میں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ اجتماعی کوششوں سے جو کچھ حاصل ہوا ہے صرف دولتمندوں ہی کا حصہ نہیں بلکہ غریبوں یتیموں اور محتاجوں کا بھی حصہ نہیں دیا جانا چاہیے اسی لئے اس آمدنی کے مصارف متعین کر دیئے گئے ہیں کہ مبادا غریب اور کم حیثیت افراد ان اموال سے محروم رہ جائیں۔ آیت کا آخری ٹکڑا خصوصاً قابل غور ہے تاکہ وہ صرف دولتمندوں کے درمیان گردش نہ کرے" کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت اس بات کا ہو سکتا ہے کہ اسلام نے معاشی مساوات اور دولت کی منصفانہ تقسیم کے لئے ہر تدبیر اختیار کی جو کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ نظام اختیار کر سکتا ہے؟ تیرہ سو برس پہلے جب دنیا کے وہم و گمان میں یہ بات نہ تھی کہ معاشی عدم مساوات اور دولت کا ایک محدود طبقہ میں جمع ہو جانا اخلاق و معاشرت اور تمدن کے لئے پیام ہلاکت ہے اسلام نے اتنے صاف اور صریح لفظوں میں اپنے مقصد کی توضیح کر دی تھی اوپر جو کچھ زکوٰۃ غنیمت اور فئے کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے اسے سامنے رکھتے ہوئے اس بات کا باسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی مملکت کے تحت عام انسانوں کی معاشی حالت کیا ہوگی اور یہ کہ اس مملکت میں غربت و افلاس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کا امکان کتنا کم ہوگا۔

انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل

(از حضرت مولانا سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی)

اشتراکیت کا تجویز کردہ حل

اس مسئلہ کے حل کی ایک صورت اشتراکیت نے تجویز کی ہے اور وہ یہ ہے کہ پیدائش دولت کے وسائل افراد کی ملکیت سے نکال کر جماعتی ملکیت بنا دیئے جائیں اور ضروریات زندگی کو افراد پر تقسیم کرنے کا انتظام بھی جماعت ہی کے سپرد ہو۔ بظاہر یہ حل بہت معقول نظر آتا ہے لیکن اس کے عملی پہلوؤں پر آپ جس قدر غور کریں گے اسی قدر آپ پر اس کے نقائص کھلتے جائیں گے یہاں تک کہ آپ کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ آخر کار اس کے نتائج بھی اتنے ہی خراب ہیں جتنے اس بیماری کے نتائج ہیں جس کا علاج کرنے کے لئے اسے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ بالکل ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ وسائل پیدائش سے کام لینے اور پیداوار کو تقسیم کرنے کا انتظام خواہ نظری طور پر پوری جماعت کے حوالہ کر دیا جائے مگر عملاً یہ کام ایک مختصر سی ہیئت انتظامیہ ہی کے سپرد کرنا ہوگا۔

یہ مختصر گروہ ابتداءً جماعت ہی کا منتخب کردہ سہی لیکن جب تمام ذرائع معاش اس کے قبضہ میں ہوں گے اور اسی کے ہاتھوں سے لوگوں تک پہنچ سکیں گے تو تمام آبادی اس کی مٹھی میں بے بس ہو جائے گی۔ اس کی رضا کے خلاف ملک میں کوئی دم نہ مار سکیگا اور اس کے مقابلہ میں کوئی ایسی منظم طاقت ابھر ہی نہ سکیگی جو اس کو منصب اقتدار سے ہٹا سکے۔ اس کی نظر کرم سے باہر جانے کے معنے یہ ہوں گے کہ وہ قصور وار بندہ اس سرزمین میں زندگی بسر کرنے کے تمام وسائل سے محروم ہو جائے کیونکہ سارے وسائل پر اس مختصر گروہ کا تسلط ہوگا۔ مزدور میں اتنا یارا نہ ہوگا کہ اگر اس کے انتظام سے ناراض ہو تو اسٹرائک کر دے کیونکہ وہاں بہت سے کارخانہ دار نہ ہوں گے کہ ایک کے در سے اٹھے تو دوسرے کے در پر چلا جائے بلکہ سارے ملک میں ایک ہی کارخانہ دار ہوگا اور وہی حکمران بھی ہوگا اور اس کے خلاف کسی رائے عام کی ہمدردی بھی حاصل نہ کی جا سکیگی۔ اس طرح یہ صورت جس نتیجہ پر جا کر ختم ہوگی وہ یہ ہے کہ تمام سرمایہ داروں کو کھا کر ایک بڑا سرمایہ دار، تمام کارخانہ داروں اور زمینداروں کو کھا کر ایک بڑا کارخانہ دار اور زمیندار لوگوں پر مسلط ہو جائے اور وہی بیک وقت زار اور قیصر بھی ہو۔

اول تو یہ اقتدار اور ایسا مطلق اقتدار وہ چیز ہے جس کے نشہ میں بہک کر ظالم و جابر بننے سے رک جانا انسان کے لئے بہت مشکل ہے خصوصاً جبکہ وہ اپنے اوپر کسی خدا کا اور اس کے سامنے جوابدہی کا اعتقاد بھی نہ رکھتا ہو تاہم اگر یہ مان لیا جائے کہ ایسے اقتدار مطلق پر قابض ہونے کے بعد بھی یہ مختصر گروہ آپے سے باہر نہ ہوگا اور عدل و انصاف ہی کے ساتھ کام کریگا تب بھی ایسے ایک نظام میں افراد کے لئے اپنی شخصیت کو نشوونما دینے کا کوئی موقع نہیں ہو سکتا۔ انسانی شخصیت اپنے ارتقا کے لئے سب سے بڑھ کر جس چیز کی محتاج ہے وہ یہ ہے کہ اسے آزادی حاصل ہو کچھ وسائل کار اس کے اپنے ہاتھوں میں ہوں جنہیں وہ اپنے اختیار سے استعمال کر سکے اور ان وسائل پر اپنے رجحان کے مطابق کام کر کے اپنی مخفی قوتوں کو ابھارے اور چمکائے۔ مگر اشتراکی نظام میں اس کا کوئی امکان نہیں۔ اس میں وسائل افراد کے اختیار میں نہیں رہتے بلکہ جماعت کی ہیئت انتظامیہ کے ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں اور وہ ہیئت انتظامیہ جماعتی مفاد کا جو تصور رکھتی ہو اسی کے مطابق ان وسائل کو استعمال کرتی ہے۔ افراد کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اگر وہ ان وسائل سے استفادہ کرنا چاہیں تو اس نقشہ کے مطابق کام کریں بلکہ اسی نقشہ کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالے جانے کے لئے ان منتظمین کے سپرد کر دیں جو انہوں نے جماعتی مفاد کے لئے تجویز کیا ہو۔ یہ چیز عملاً سوسائٹی کے تمام افراد کو چند انسانوں کے قبضہ میں اس طرح دے دیتی ہے کہ گویا وہ سب بے روح مواد خام ہیں اور جیسے چمڑے کے جوتے اور لوہے کے پرزے بنائے جاتے ہیں اس طرح وہ چند انسان مختار ہیں کہ ان بہت سے انسانوں کو اپنے نقشہ کے مطابق ڈھالیں اور بنائیں۔

انسانی تمدن و تہذیب کے لئے اس کا نقصان اس قدر زیادہ ہے کہ اگر بالفرض اس نظام کے تحت ضروریات زندگی انصاف کے ساتھ تقسیم بھی ہوں تو اس کا فائدہ اس نقصان کے مقابلہ میں ہیچ ہو جاتا ہے۔ تمدن و تہذیب کی ساری ترقی منحصر ہے اس پر کہ مختلف انسان جو مختلف قسم کی قوتیں اور قابلیتیں لیکر پیدا ہوتے ہیں ان کو پوری طرح نشوونما پانے اور پھر اپنا اپنا حصہ اس مشترک زندگی میں ادا کرنے کا موقع ملے۔ یہ بات ایسے نظام میں حاصل نہیں ہو سکتی جس کے اندر انسانوں کا پلاننگ کیا جاتا ہو۔ چند انسان خواہ وہ کتنے ہی لائق اور کتنے ہی نیک اندیش ہوں بہرحال اتنے علیم و خبیر نہیں ہو سکتے کہ لاکھوں اور کروڑوں آدمیوں کی خلقی قابلیتوں اور ان کے فطری میلانات کا صحیح اندازہ کر سکیں اور پھر ان کے نشوونما کا ٹھیک ٹھیک راستہ معین کر سکیں۔ وہ اس میں علم کے اعتبار سے بھی غلطی کریں گے اور جماعتی مفاد یا جماعتی ضروریات کے متعلق جو نقشہ ان کے ذہن میں ہوگا اس کے لحاظ سے بھی یہ چاہیں گے کہ ان کے زیر اثر انسانوں کی جتنی آبادی ہو وہ ان کے نقشہ پر ڈھالی جائے۔ اس سے تمدن کی گوناگونی ختم ہو کر ایک بے روح یکسانی میں تبدیل ہو جائیگی۔ اس سے تمدن کا فطری ارتقا بند اور ایک طرح کا مصنوعی و جعلی ارتقا شروع ہو جائیگا۔ اس سے انسانی شخصیتیں ٹھٹھر کر رہ جائیں گی اور بالآخر ایک شدید اخلاقی و ذہنی انحطاط رونما ہوگا۔ انسان بہرحال جو کی گھاس اور بیل بوٹے نہیں ہیں کہ ایک مالی ان کو کانٹ چھانٹ کر مرتب کرے اور وہ اسی کے نقشے پر بڑھتے اور گھٹتے رہیں۔ ہر آدمی اپنا ایک تشخص رکھتا ہے جو اپنی فطری رفتار پر بڑھنا چاہتا ہے۔ تم اس کی آزادی سلب کرو گے تو وہ تمہارے نقشہ پر نہیں بڑھے گا بلکہ بغاوت کریگا یا مرجھا کر رہ جائیگا۔ اشتراکیت کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ معاش کے مسئلہ کو مرکزی مسئلہ قرار دے کر پوری انسانی زندگی کو اس کے گرد گھما دیتی ہے۔ زندگی کے کسی مسئلہ پر

بھی اس کی نظر مجرد تحقیقی نظر نہیں ہے بلکہ سارے مسائل کو وہ ایک گہرے معاشی تعصب کی نگاہ سے دیکھتی ہے مابعد الطبیعات اخلاق سائنس علوم عمرانی غرض ہر چیز اس کے دائرہ میں معاشی نقطۂ نظر سے مغلوب و متاثر ہے اور اس یکسو نے پن کی وجہ سے زندگی کا پورا توازن بگڑ جاتا ہے۔

فاشزم کا حل

پس درحقیقت اشتراکی نظریہ انسان کے معاشی مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے بلکہ ایک غیر فطری مصنوعی حل ہے۔ اس کے مقابلہ میں دوسرا حل فاشزم اور نیشنل سوشلزم نے پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وسائل معیشت پر شخصی تصرف تو باقی رہے مگر جماعتی مفاد کی خاطر اس تصرف کو ریاست کے مضبوط کنٹرول میں رکھا جائے لیکن عملاً اس کے نتائج بھی اشتراکی نظریہ کے نتائج سے کچھ زیادہ مختلف نظر نہیں آتے اشتراکیت کی طرح یہ نظریہ بھی فرد کو جماعت میں گم کر دیتا ہے اور اس کی شخصیت کے آزادانہ نشوونما کا کوئی موقع باقی نہیں چھوڑتا مزید براں جو ریاست اس شخصی تصرف کو قابو میں رکھتی ہے وہ لامحالہ ایسی ہی مستبد اور جابر و قاہر ہوتی ہے جیسی اشتراکی ریاست۔ ایک بڑے ملک کی تمام فرمتوں کو اپنے قبضہ اقتدار میں رکھنے اور اپنے دیئے ہوئے نقشہ پر کام کرنے کے لئے مجبور کرنا بڑی زبردست قوت کا کام ہے اور جس ریاست کے ہاتھ میں ایسی قاہرانہ قوت ہو اس کے ہاتھ میں ملک کی آبادی کا بے بس ہو جانا اور حکمرانوں کا غلام بنکر رہجانا بالکل یقینی ہے۔

اسلام کا حل

اب میں یہ بتاؤں گا کہ اسلام کس طرح اس مسئلہ کو حل کرتا ہے۔ اسلام نے تمام مسائل حیات میں اس قاعدے کو ملحوظ رکھا ہے کہ زندگی کے جو اصول فطری ہیں ان کو جوں کا توں برقرار رکھا جائے اور فطرت کے راستے سے جہاں انحراف ہوا ہے وہیں سے اس کو موڑ کر فطرت کے راستہ پر ڈال دیا جائے دوسرا اہم قاعدہ جس پر اسلام کی تمام اجتماعی اصلاحات مبنی ہیں وہ یہ ہے کہ صرف خارجی طور پر نظام تمدن میں چند ضابطے جاری کرنے ہی پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ سب سے زیادہ زور اخلاق اور ذہنیت کی اصلاح پر صرف کیا جائے تاکہ نفس انسانی میں خرابی کی جڑ ہی کٹ جائے۔ تیسرا اساسی قاعدہ جس کا نشان آپ کو تمام اسلامی شریعت میں ملیگا، یہ ہے کہ حکومت کے جبر اور قانون کے زور سے صرف وہیں کام لیا جائے جہاں ایسا کرنا ناگزیر ہو۔

ان تین قاعدوں کو ملحوظ رکھ کر اسلام زندگی کے معاشی شعبہ میں ان تمام فطری اصولوں کو تسلیم کرتا ہے جن پر ہمیشہ انسانی معیشت کی بنیاد قائم رہی ہے۔ اور صرف ان غلط اصولوں کو زیادہ سے زیادہ اخلاقی اصلاح اور کم سے کم حکومتی مداخلت کے ذریعہ مٹاتا ہے جو شیطانی اثر سے انسان نے اختیار کئے ہیں یہ امر کہ انسان اپنی معاش کے لئے جدوجہد کرنے میں آزاد ہو یہ بات کہ آدمی اپنی محنت سے جو کچھ حاصل کرے اس پر اسے حقوق مالکانہ حاصل ہوں اور یہ کہ انسانوں کے درمیان ان کی قابلیتوں اور ان کے حالات کے لحاظ سے فرق و تفاوت ہو ان سب چیزوں کو اسلام اس حد تک تسلیم کرتا ہے جس حد تک یہ منشاء فطرت کے مطابق ہیں پھر وہ ان پر ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے جو انہیں حد فطرت سے متجاوز بے نظمی و بے انصافی کا موجب بننے نہ دیں۔

سب سے پہلے دولت کمانے کے سوال کو لیجئے اسلام انسان کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ خدا کی زمین میں وہ خود اپنی طبیعت کے رجحان اور اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق خدا ہی زندگی کا سامان تلاش کرے لیکن وہ اسکو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنی معاش حاصل کرنے کے لئے اخلاق کو خراب کرنے والے یا تمدن کے نظام کو بگاڑنے والے ذرائع اختیار کرے۔ وہ کسب معاش کے ذرائع میں حلال اور حرام کی تمیز قائم کرتا ہے اور نہایت تفصیل کے ساتھ چن چن کر ایک ایک نقصان رساں طریقہ کو حرام کر دیتا ہے اس کے قانون میں شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں اور فحش اور بداخلاقی پھیلانے والی چیزیں نہ صرف بجائے خود حرام ہیں بلکہ ان کا بنانا، بیچنا، خریدنا، رکھنا سب حرام ہے وہ زنا اور رقص و سرود اور اسی قسم کے دوسرے ذرائع کو بھی جائز ذرائع کسب معاش تسلیم نہیں کرتا وہ ایسے تمام وسائل معیشت کو بھی ناجائز ٹھیراتا ہے جن میں ایک شخص کا فائدہ دوسرے لوگوں کے یا سوسائٹی کے نقصان پر مبنی ہو رشوت چوری جوا اور دھوکے اور فریب کے کاروبار سب اسی صورت میں ہیں اس غرض سے روک رکھنا کہ قیمتیں گراں ہوں معاشی وسائل پر کسی ایک شخص یا چند اشخاص کا اجارہ قائم کر دینا کہ دوسروں کے لئے جدوجہد کا دائرہ تنگ ہو جائے ان سب طریقوں کو اس نے حرام ٹھیرایا ہے نیز کاروبار کی ایسی تمام شکلوں کو اس نے چھانٹ چھانٹ کر ناجائز قرار دیا ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے نزاع پیدا کرنے والی ہوں یا جن میں نفع و نقصان بالکل بخت و اتفاق پر مبنی ہو یا جن میں فریقین کے درمیان حقوق کا تعین نہ ہو۔ اگر آپ اسلام کے اس قانون کا تفصیلی مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آج جن طریقوں سے لوگ کروڑ پتی اور ارب پتی بنتے ہیں ان میں سے بیشتر طریقے وہ ہیں جن پر اسلام نے سخت قانونی بندشیں عائد کر دی ہیں جن وسائل کسب معاش کو وہ جائز ٹھیراتا ہے ان کے دائرے میں محدود رہ کر کام کیا جائے تو اشخاص کے لئے بے اندازہ دولت سمیٹتے چلے جانے کا بہت کم امکان نظر آتا ہے۔

اب دیکھئے کہ جائز ذرائع سے جو کچھ انسان حاصل کرے اس پر اسلام اس شخص کے حقوق ملکیت تسلیم کرتا ہے مگر اس کے استعمال میں اسے بالکل آزاد نہیں چھوڑتا بلکہ اس پر بھی متعدد طریقوں سے پابندیاں عائد کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کمائی ہوئی دولت کے استعمال کی تین ہی صورتیں ممکن ہیں یا اس کو خرچ کیا جائے یا اسے مزید نفع آور کاموں پر لگایا جائے یا اسے جمع کیا جائے ان میں سے ایک ایک پر جو پابندیاں اسلام نے عائد کی ہیں ان کی مختصر کیفیت میں یہاں بیان کرتا ہوں۔

خرچ کرنے کے جتنے طریقے اخلاق کو نقصان پہنچانے والے ہیں یا جن سے سوسائٹی کو نقصان پہنچتا ہے وہ سب ممنوع ہیں۔ آپ جوئے میں اپنی دولت نہیں اڑا سکتے۔ آپ شراب نہیں پی سکتے۔ آپ زنا نہیں کر سکتے۔ آپ گانے بجانے اور ناچ رنگ اور عیاشی کی دوسری صورتوں میں اپنا روپیہ نہیں بہا سکتے آپ ریشمی لباس نہیں پہن سکتے آپ۔۔۔ سونے اور جواہرات کے زیورات استعمال نہیں کر سکتے آپ تصویروں سے اپنی دیواروں کو مزین نہیں کر سکتے غرض یہ کہ اسلام نے ان تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے جن سے انسان کی دولت کا بیشتر حصہ اس کی اپنی نفس پرستی پر صرف ہو جاتا ہے وہ خرچ کی جن صورتوں کو جائز رکھتا ہے وہ اس قسم کی ہیں کہ آدمی بس ایک اوسط درجہ کی شستہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرے اور اس سے زائد اگر کچھ بچتا ہو تو اسے خرچ

کرنیکا راستہ اس نے یہ تجویز کیا ہے کہ اسے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں رفاہِ عام میں اور ان لوگوں کی امداد میں صرف کیا جائے جو معاشی دوڑ میں اپنی ضرورت کے مطابق حصہ پانے سے محروم رہ گئے ہیں اسلام کے نزدیک بہترین طرزِ عمل یہ ہے کہ آدمی جو کچھ کمائے اسے اپنی جائز اور معقول ضرورتوں پر خرچ کرے اور پھر بھی جو بچ رہے اسے دوسروں کو دیدے تاکہ وہ اپنی ضرورتوں پر خرچ کریں اس صفت کو اسلام نے بلند ترین اخلاق کے معیاروں میں داخل کیا ہے اور ایک آئیڈیل کی حیثیت سے اس کو ایسے زور کے ساتھ پیش کیا ہے کہ جب کبھی سوسائٹی پر اسلامی اخلاقیات کا اثر غالب ہوگا اجتماعی زندگی میں وہ لوگ زیادہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جائینگے جو کمائیں اور خرچ کردیں اور ان لوگوں کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھا جائیگا جو دولت کو سمیٹ سمیٹ کر رکھنے کی کوشش کریں یا کمائی ہوئی دولت کے بچے ہوئے حصے کو پھر کمانے کے کام میں استعمال کرنا شروع کردیں۔

تاہم مجرد اخلاقی تعلیم کے ذریعہ سے اور سوسائٹی کے اخلاقی اثر اور دباؤ سے غیر معمولی حرص و طمع رکھنے والے لوگوں کی کمزوریوں کا بالکل استیصال نہیں کیا جاسکتا اس کے باوجود پھر بھی بہت سے ایسے لوگ باقی رہیں گے جو اپنی ضرورت سے زیادہ کمائی ہوئی دولت کو پھر مزید زائد از ضرورت دولت کمانے میں لگانا چاہیں گے۔ اسلام نے اس کے استعمال کے طریقوں پر چند قانونی پابندیاں عائد کردی ہیں ان بچی ہوئی دولت کے استعمال کا یہ طریقہ کہ اسے سود پر چلایا جائے اسلامی قانون میں قطعی حرام ہے آپ اگر کسی کو اپنا مال بقرض دیتے ہیں تو خواہ اس نے وہ قرض اپنی ضرورتوں پر خرچ کرنے کے لئے لیا ہو یا وسیلہ معاش پیدا کرنے کے لئے، بہرحال آپ اس سے صرف اپنا مال ہی واپس لینے کے حقدار ہیں اس سے زائد ایک حبہ لینے کا حق آپ کو نہیں پہنچتا۔ اس طرح اسلام ظالمانہ سرمایہ داری کی کمر توڑ دیتا ہے اور اس سب سے بڑے ہتھیار کو کند کردیتا ہے جس کے ذریعہ سے سرمایہ دار محض اپنے سرمایہ کے بل پر آس پاس کی معاشی دولت سمیٹتا چلا جاتا ہے رہا فاضل دولت کے استعمال کا طریقہ کہ اسے انسان خود اپنی تجارت یا صنعت و حرفت یا دوسرے کاروبار میں لگائے یا دوسروں کے ساتھ نفع و نقصان کا شریک ہو کر سرمایہ فراہم کرے تو اسلام اسے جائز رکھتا ہے اور اس سے جو زائد از ضرورت دولت اشخاص کے پاس سمٹ جاتی ہو اس کا علاج دوسرے طریقوں سے کرتا ہے۔

اسلام نے زائد از ضرورت دولت کے جمع کرنے کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ ابھی میں کہہ چکا ہوں اس کا مطالبہ یہ ہے کہ جو کچھ مال تمہارے پاس ہو اسے یا تو اپنی ضروریات خریدنے پر صرف کرو یا دوسروں کو دو کہ وہ اس سے اپنی ضروریات خریدیں اور اس طرح پوری دولت برابر گردش میں آتی رہے لیکن اگر تم ایسا نہیں کرتے اور جمع کرنے ہی پر اصرار کرتے ہو تو تمہاری اس جمع کردہ دولت میں سے از روئے قانون ۲½ فیصدی سالانہ رقم نکلوائی جائیگی اور اسے ان لوگوں کی اعانت پر صرف کیا جائیگا جو معاشی جدوجہد میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہیں یا سعی و جہد کرنے کے باوجود اپنا پورا حصہ پانے سے محروم رہ جاتے ہیں اسی چیز کا نام زکوٰۃ ہے اور اس کے انتظام کی صورت جو اسلام نے تجویز کی ہے وہ یہ ہے کہ اسے جماعت کے مشترک خزانہ میں جمع کیا جائے اور خزانہ ان تمام لوگوں کی ضروریات کا کفیل بنجائے جو مدد کے حاجتمند ہیں یہ عملاً سوسائٹی کے لئے انشورنس کی بہترین صورت ہے اور ان تمام خرابیوں کا استیصال کرتی ہے جو اجتماعی امداد و اعانت کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں سرمایہ داری نظام میں جو چیز انسان کو دولت جمع کرنے اور اسے نفع آور کاموں میں لگانے پر مجبور کرتی ہے اور جس کی وجہ سے لائف انشورنس وغیرہ کی ضرورت پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر شخص کی زندگی اس نظام میں اپنے ہی ذرائع پر منحصر ہے بوڑھا ہوجائے اور کچھ بچا کر نہ رکھا ہو تو بھوکا مرجائے بال بچوں کے لئے کچھ چھوڑے بغیر مرے تو وہ در بدر مارے مارے پھریں اور بھیک کا ٹکڑا مانگ کر پاسکیں۔ بیمار ہوجائے اور کچھ بچا بچایا نہ رکھا ہو تو علاج تک نہ کرا سکے گھر جل جائے یا کاروبار میں نقصان ہو یا کوئی اور آفت ناگہانی آجائے تو کسی طرف سے اس کو سہارا ملنے کی امید نہیں اسی طرح سرمایہ داری نظام میں جو چیز محنت پیشہ لوگوں کو سرمایہ داروں کا زر خرید غلام بنجانے اور ان کی شرائط پر کام کرنے کے لئے مجبور کرتی ہے وہ یہی ہے کہ جو کچھ اس کی محنت کا معاوضہ سرمایہ دار دیتا ہے اسے لینا اگر غریب آدمی قبول نہ کرے تو فاقہ کے اور کوئی چارہ نہیں سرمایہ دار کی بخشش سے منہ موڑ کر اسے دو وقت کی روٹی میسر آنی مشکل ہے۔ پھر یہ لعنت کبریٰ جس کا نتیجہ سرمایہ داری نظام کی بدولت دنیا پر مسلط ہے کہ ایک طرف لاکھوں کروڑوں انسان حاجتمند موجود ہیں اور دوسری طرف زمین کی پیداوار اور کارخانوں کی مصنوعات کے انبار لگے ہوئے ہیں مگر خریدے نہیں جاسکتے حتیٰ کہ لاکھوں من گیہوں سمندر میں پھینکا جاتا ہے اور بھوکے انسانوں کے پیٹ تک نہیں پہنچتا اس کا سبب بھی یہی ہے کہ حاجتمند انسانوں تک وسائل معیشت پہنچانے کا کوئی انتظام نہیں ہے ان سب کے اندر قوت خریداری پیدا کردی جائے اور وہ اپنے حسب حاجت اشیاء خریدنے کے قابل ہوجائیں تو صنعت، تجارت، زراعت غرض ہر انسانی حرفت پھلتی پھولتی جائے اسلام زکوٰۃ اور بیت المال کے ذریعہ سے ان ساری خرابیوں کا استیصال کرتا ہے بیت المال ہر وقت آپ کی پشت پر ایک مددگار کی حیثیت سے موجود ہے آپ کو فکر فردا کی ضرورت نہیں جب آپ حاجتمند ہوں بیت المال میں جائیے اور اپنا حق لے آئیے، پھر بینک ڈپازٹ اور انشورنس پالیسی کی کیا ضرورت؟ آپ اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر باطمینان دنیا سے رخصت ہوسکتے ہیں آپ کے پیچھے جماعت کا خزانہ ان کا کفیل ہے بیماری، بڑھاپے، آفات ارضی و سماوی ہر صورت حال میں بیت المال وہ دائمی مددگار ہے جس کی طرف آپ رجوع کرسکتے ہیں۔ سرمایہ دار آپ کو مجبور نہیں کرسکتا کہ آپ اسی کی شرائط پر کام کرنا قبول کریں بیت المال کی موجودگی میں آپ کے لئے فاقے اور برہنگی اور بے سامانی کا کوئی خطرہ نہیں۔ پھر یہ بیت المال سوسائٹی کے تمام ان لوگوں کو اشیاء ضرورت خریدنے کے قابل بنا دیتا ہے جو دولت پیدا کرنے کے بالکل ناقابل ہوں یا کم پیدا کر رہے ہوں اس طرح مال کی تیاری اور اس کی کھپت کا توازن پیہم قائم رہتا ہے اور اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ آپ اپنے دیوالیہ پن کو دنیا بھر کے سر پھینکنے کے لئے دوڑتے پھریں اور آخر کار دوسرے سیاروں تک پہنچنے کی حاجت پیش آئے۔

ہر عورت کے ہاں اولاد ہو سکتی ہے

اگر کسی عورت مرد کی شادی کو کئی برس گذر جائیں اور پھر بھی اُن کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو یا کسی اندرونی اور نامعلوم خرابی کے باعث عورت کو بچہ نہ ہوتا ہو یا وہ لوگ جو بچہ کے لئے ترستے ہوں اور ان کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو ایسی حالت میں صرف ایک ہی ترکیب ہے جس کے بعد عورت کو بچہ ہو جائے گا۔ بزرگوں کی تمنا پوری ہو جائیگی یعنی اس ترکیب پر عمل کرنے کے بعد اولاد پیدا ہونے لگے گی۔

عورت کو بچہ ہونے کی ترکیب } موجودہ زمانے کی تحقیقات اور کئی سال کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ایسی عجیب و غریب دوا تیار ہوئی ہے۔ جسے اگر روزانہ سات دن تک مسلسل ایک ایک خوراک عورت کو کھلائی جائے۔ اور ان سات دن میں وہ خاص پرہیز کرے اور علیحدہ رہے اور ٹھیک آٹھویں رات یہ پرہیز توڑ دیا جائے تو اسی آٹھویں رات عورت کو امید ہو جائیگی۔ اس دوا کا نام "**محافظ اولاد**" ہے اور تجربے سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مسلسل سات دن تک اس دوا کے استعمال سے عورت کا اندرونی جسم .... بالکل قدرتی اور نیچرل حالت میں آجاتا ہے اور جب آٹھویں رات ...... تو اس کو اسی رات امید ہو جاتی ہے۔ اور پھر نو مہینے بعد وہ اپنی گود میں بچہ دیکھ لیتی ہے۔ ایک شیشی دوا "محافظ اولاد" میں ایک عورت کے لئے پوری سات خوراک دوا ہوتی ہے۔ اور اس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ جس کو ضرورت ہو وہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھکر یہ دوا بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالیں۔ پارسل پر سات آنے محصولڈاک خرچ ہوگا۔ اور اس طرح اسے گھر بیٹھے دوا کی شیشی پہونچ جائے گی۔

نوٹ:۔ اس دوا کی بدولت آج سینکڑوں عورتوں کی گود میں بچے کھیل رہے ہیں۔

عورت کا سینہ

اگر کوئی جوان عورت اپنے بچوں کو مسلسل دودھ پلانے یا کسی بے احتیاطی کے سبب اپنے سینہ کے اُبھار کو کھو بیٹھی ہو اور پستان نرم ہو کر نیچے کو ڈھلک گئے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت جوانی میں ہی اپنی خوبصورتی کھو بیٹھی ایسی عورت کو چاہیئے کہ اپنے سینہ کی خوبصورتی اور اُبھار کو دوا "**برسٹین**" کے ذریعہ پھر ٹھیک کرے۔ دوا "برسٹین" نے ہزاروں عورتوں کو دوبارہ جوان کر دیا ہے اور ان کے سینہ میں پھر وہی سابقہ اُبھار اور گولائی پیدا ہو گئی ہے۔ اس دوا سے نیچے کو گرے ہوئے ثمر شباب دوبارہ سخت اور گول ہو جاتے ہیں۔ لگانے کی دوا ہے۔ اگر کوئی گود کا بچہ دودھ پیتا ہے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ ایک شیشی برسٹین کی قیمت چار روپے پندرہ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی

کو خط لکھکر بذریعہ وی۔ پی پارسل منگائی جا سکتی ہے محصول پارسل پر سات آنے لگتا ہے۔

کیا آپ کو کم نظر آتا ہے

اگر آپ کی نگاہ کمزور ہے۔ اور پڑھنے لکھنے میں دقت ہوتی ہے تو آپ کو ہندوستان کے بے شمار بڑے بڑے ڈاکٹروں اور حکیموں کے تجربہ کئے ہوئے سرمہ کا استعمال چند روز میں ٹھیک کر سکتا ہے اس سرمہ کا نام "**بصری سرمہ**" ہے۔ اور یہ تقریباً تین مہینے کی لگاتار محنت کے بعد تیار ہوتا ہے۔ آنکھ میں ایک سلائی لگانے کے تقریباً چھ گھنٹہ کے بعد ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ کہ بصری سرمہ چند روز میں قوت نگاہ بہت تیز کر دے گا۔ نظر خواہ کسی باعث کمزور ہوئی ہو۔ بصری سرمہ پھر اسے روشن کر دیتا ہے سینکڑوں مریضوں نے استعمال کر کے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے۔ اگدڑی میں لعل اسی چیز کو کہتے ہیں۔ ایک شیشی بصری سرمہ کی قیمت دو روپے بارہ آنے ہے اور سات آنے محصول ڈاک لگتا ہے۔ مندرجہ ذیل پتہ پر خط لکھ کر بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالیں۔

مینجر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی

میرا ضرور مشورہ
کہ ری جووین کورس استعمال کیجئے
آپ کی کمزوری سات دن میں دور ہو جائیگی اور آپ قابل فخر مرد بن جائیں گے۔ یہ میرا زبردست مشورہ ہے
جنسی وبا ہندوستان میں کمزوری کی پھیلی ہے۔ اتنی دنیا کے شاید کسی ملک میں ہو۔ بعد جتنی لوٹ یہاں کے اشتہار بازوں نے مچا رکھی ہے اور پبلک کی صحت کو برباد کر رکھا ہے ایسی دنیا کے کسی خطہ میں نہیں ہے۔ کیا آپ کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلیں جبکہ آپ بھی جھوٹ اور فریب میں پھنس کر اپنا روپیہ اور صحت کھو بیٹھے ہیں۔ اس اندھیر گردی اور عام صحتوں کے برباد ہونے سے متاثر ہو کر آیورویدک اور یونانی طب کے فلاسفروں نے ایک وقت میں بیٹھ کر بڑے غور و فکر کے بعد، جریان، سستی، سرعت، انزال، احتلام، کمی، کجی، ملائمی اور عام جسمانی کمزوری کا صرف سات دن کا علاج معلوم کر لیا۔ اور اس علاج سے ہندوستان کے لاکھوں انسانوں کو دوبارہ جوانی مل گئی جن کی وجہ سے ان کے گھر کی خوشی قائم رہ گئی اور ہزاروں برباد گھر آباد ہو گئے، جو لوگ جوانی کے لئے ٹکریں مارتے پھرتے تھے ساتھیوں کی تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتا کر آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتے تھے۔ آج ان کے گھروں میں جا کر دیکھو وہ اولاد سے کھیلتے نظر آتے ہیں۔ اور ان کی بیویاں ان پر سایہ کی طرح نچھاور ہوتی ہیں۔
سات دن میں جوانی کس طرح مل سکتی ہے
بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ جوانی کا علاج صرف سات دن میں ہو جاتا ہے۔ مگر ان سات دنوں کے اندر...... پاس جانے کا پرہیز بہت ضروری ہے کیونکہ اس علاج کی پوشیدہ ترکیب کے اصول میں خرابی آ جاتی ہے۔ اس لئے صرف انہی لوگوں کو یہ کورس استعمال کرنا چاہئے جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں۔ نئے عضب کی طاقت چوتھے دن ہی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس طاقت کو سات دن تک روک لینے سے انسان برسوں طاقت سے کھیل سکتا ہے اور اس کی قوت کم نہیں ہو سکتی۔ اس علاج میں دو دوائیاں ہوتی ہیں۔ ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی ہو دونوں دوائیوں کے کورس کا نام "ری جووین" ہے۔ کھانے کی دوا کی پہلی خوراک حلق میں اتری اور اس نے تمام اعصاب کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا۔ اور کمزوری کو اس طرح بدن سے نکالنا شروع کر دیا جیسے گند دور کر دی۔ لگانے کی دوا بھی اپنے ایک قطرہ کا کمال دکھاتی ہے۔ عضو پر پھیلتے ہی مریض خود حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بجلی کی طرح لہریں دوڑنے لگتی ہیں اور طاقت کا سمندر اُبل پڑتا ہے اس کورس میں عجیب و غریب صفات بند ہیں۔ اگر کوئی تندرست انسان بھی ایک دفعہ استعمال کرے تو جوانی کا پورا سماں دیکھ لے۔
گارنٹی
اس بات کی گارنٹی تحریری دی جاتی ہے کہ ہمارے "ری جووین" کورس سے اگر سات دن میں انسان تندرست نہ ہو تو قیمت واپس کی جاتی ہے۔ اور ایک پیسہ رکھنا بھی حرام سمجھا جاتا ہے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ۔ یہ کورس صرف انہی لوگوں کو بھیجا جائے گا۔ جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں گے۔
منگانے کا پتہ
منیجر اکسیری دواخانہ کلاں محل (ایم۔ڈی) پی بکس ۱۴۱ دہلی

ری جووین کورس کے متعلق ڈاکٹروں ویدوں اور اطبا کی رائیں

اکسیری دواخانہ کی بڑی زبردست تحقیقاتی ایجاد کی تمام ہندوستان میں دھوم مچ گئی

کمزور مردوں پر احسانِ عظیم

ڈاکٹر محمد عظیم صاحب۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔ لاہور
آپ نے ری جووین کورس ایجاد کر کے ملک و قوم کی دعائیں لی ہیں۔ اب تک اس قسم کی دوائیں ناکام رہی تھیں۔ مگر اس ایجاد کی کامیابی دیکھ کر مبارکباد دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے مریضوں کو ری جووین کورس کا بھی مشورہ دیا کروں گا۔

ڈاکٹر شنکرداس ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ ملتان
ری جووین کورس جس کے متعلق میں عرصہ سے سن رہا تھا کہ نامرد مریضوں کیلئے ویدک و یونانی کی اکسیری ایجاد ہے آخر تجربہ کرنے کا موقعہ ملا۔ اور میں نے اس کو چند مریضوں پر استعمال کر کے کامیابی دیکھی۔ واقعی اس ایجاد پر آپ کو فخر کرنا چاہئے۔

سوامی ہری داس وید اچاریہ (سورت)
دنیا میں ویسے تو بڑے بڑے کشتہ جات (بھسم) جیون کی دزیلتا (کمزوری) کو دور کرنے کی ایجاد کئے گئے ہیں مگر کسی کے متعلق یقین نہیں کیا جا سکا کہ فائدہ کرے۔ آج میں خوش ہوں کہ آپ نے ایسی (اوشدھی) دوا تیار کر کے جاتی کے موجود ہریلتا کے روگیوں کو دوبارہ جنم دلایا ہے۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اب مجھ اس اوشدھی کا پرچار کرنے میں بہت وشواس ہو گیا ہے۔ ایک درجن ری جووین کورس میرے پتہ پر بھیجنے کی کرپا کریں۔

گیانی پرتاب سنگھ وید بھوشن
کہتے ہیں کہ ہزاروں برس پہلے لوگ ایسی اوشدھیوں (دواؤں) کو جانتے تھے جن سے لوگ دوبارہ جوانی کو پا لیتے تھے۔ مگر اس کے بعد کوشش تو سبھی کی مگر کامیابی کسی ملشی (انسان) کو نہ ہو سکی۔ یقین آپ پر کریں کہ آپ نے بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ کمزوری سستی کے مریضوں کو میں آپ کی ایجاد کے سیوان (استعمال) کرنے کی طرف توجہ دوں گا۔

پروفیسر ہردے نرائن (سندھ) ری جووین
بہت بڑی ایجاد ہے جس کے متعلق میرے دوستوں نے بتایا کہ یہ اس زمانہ کی کایا کلپ ہے اور اس سے بڑے بڑے فائدے کمزور انسانوں کو ہوتے ہیں۔ میں اپنے دو دوستوں کو اس ایجاد کے استعمال کی سفارش کر رہا ہوں اور ایسی ایجاد کی نسبت جتنی شہرت ہو کم ہے۔

مولوی محمد نور الاسلام صاحب (ہزاری باغ)
حق بات کو چھپانا گناہ ہے اس لئے میں اس بات کو ظاہر کرنے میں بے باکی سے کام لے رہا ہوں کہ ری جووین کورس کی ایجاد صرف اس لئے ہی نہیں ہے کہ لوگ عیاشی یا بدمعاشی کے لئے استعمال کریں بلکہ اس دوا سے دماغی کمزوری۔ اعصابی کمزوری اور بہ تقاضائے عمر کمزوری کو دور کر کے انسان بہت خوش اور تندرست رہ کر زندگی بسر کرتا ہے۔ اچھی ایجاد کی تعریف نہ کرنا گناہ ہے۔

کیپٹن ایم۔ اے۔ اشرف علی صاحب (پٹنہ)
میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب میں نے آپ کی شہرت یافتہ دواء ری جووین کورس کو استعمال کیا اور اس کے عجیب و غریب اثرات دیکھے۔ میرے جوڑوں میں اکثر درد رہا کرتا تھا۔ جگر کی خرابی کی وجہ سے جسم میں خون نام کو نہ رہا تھا۔ دماغ کام کی وجہ سے تھک جاتا تھا۔ اسی وجہ سے قوت جسمانی بھی کمزور ہو گئی تھی۔ مگر اس دوا کے استعمال سے جب ان امراض کو فائدہ ہو گیا تو میں تعجب میں رہ گیا۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ کہ ری جووین کورس اپنے فوائد کے لحاظ سے نایاب اور بیش قیمت ایجاد ہے۔ منگانے سے پہلے مجھے ایک اسسٹنٹ سرجن نے بھی مشورہ دیا تھا۔
"کہ یہ اچھی دوا ہے"۔
مگر تجربہ پر اچھی ہی نہیں بلکہ بیش قیمت چیز ثابت ہوئی۔

ری جووین کورس۔ دنیا کی عجیب ایجاد ہے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپیہ۔ ڈاک خرچ آٹھ آنہ علاوہ

پتہ:- اکسیری دواخانہ کلاں محل (ایم۔ ڈی) پی بکس ۱۴۸ دہلی

اپنے شہر کے بڑے دوافروشوں سے بھی طلب کر سکتے ہیں

۔ ہو جائیگے۔ نورِ عرفان اُس کی روح کو روشن کردیگا حقائق عالم کا اُسپر انکشاف ہوگا۔ کارخانۂ عالم کے سربستہ رازوں سے اسکو واقفیت حاصل ہوگی۔ راہِ حقیقت اُسے مل جائیگی اور وہ منزلِ مقصود پر پہونچ جائیگا۔

معنیٰ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ کی تفسیر ہم نے جو کی ہے جو بیضاوی اور بعض دیگر محققین نے کی ہے۔ بعض شارحین نے دوسری تفسیریں کی ہیں۔ ابن جریر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز اللہ اُن کو ایک نور عطا کرے گا جس سے اُن کو راستہ مل جائے گا۔ ابن کثیر کا قول ہے کہ پل صراط پر نورِ ایمان کی وجہ سے وہ پار ہو جائینگے۔ قتادہ نے ایمان سے اعمال صالحہ مراد لئے ہیں۔

مقصودِ بیان:- یوم الآخرت پر ایمان رکھنا اسلام کا ضروری جزو ہے۔ مؤمن کو انجام بین ہونا چاہئے۔ اُس کی نظر صرف دنیاوی زندگی پر محصور نہ ہونی چاہئے۔ آیات قدرت سے غافل بنا رہنا اور تغیرات عالم سے فنائے عالم اور حیات بعد الممات پر استدلال نہ کرنا مذموم ہے۔ نیکو کار اہل ایمان پر حقائق عالم اور معرفت الٰہی کا انکشاف ہوجاتا ہے۔ آغاز و انجام دونوں پر اللہ کو استحقاقِ حمد ہے۔ جن لوگوں کی نظری اور عملی قوتیں درست ہیں اُن کو آخرت میں جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی نعمتیں ملیں گی۔ وغیرہ۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ

لوگ جس طرح بھلائی کی فوری طلب کرتے ہیں اگر ایسی ہی جلدی اُن پر سختی

بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ

نازل کردیتا تو کبھی کی اُن کی اجل آچکی ہوتی مگر ہم اُن لوگوں کو

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ

چھوڑے رکھتے ہیں جو ہم سے ملنے کے امید وار نہیں ہیں تاکہ وہ اپنی سرکشی

يَعْمَهُوْنَ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ

میں بھٹکتے رہیں جب انسان پر کوئی تکلیف آتی

الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ

ہے تو لیٹے بیٹھے کھڑے ہم کو پکارتا

قَاۗىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ

ہے لیکن جب ہم اُس کی تکلیف دور کردیتے ہیں

مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ

تو مُنہ پھیر کر چل دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت پڑنے پر اس نے

مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ

ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ بات یہ ہے کہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو اُن کے کرتوت

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

یونہی آراستہ کرکے دکھائے جاتے ہیں

تفسیر شیخ ابن کثیر وغیرہ نے اس آیت کا سببِ نزول اگرچہ نہیں لکھا ہے مگر ابن جریر نے بروایت یا بدرایت شانِ نزول اس طرح بیان کی ہے کہ مشرکین مکہ نے جب آیاتِ بینات کی تکذیب کی اور قرآن مجید کو سحر کہا اور قرآن کی مسلسل وعیدوں کی پرواہ نہ کی اور کہنے لگے جس وعید کا تم بار بار تذکرہ کررہے ہو اُس کو فوراً لاؤ تو اِن آیات کا نزول ہوا۔

تفصیل اجزاء تعجیل جلد دینا۔ استعجال جلد چاہنا شر سے مراد یا تو وہ عذاب ہے جس کی دھمکی کافروں کو دی جاتی تھی یا محض بدی کی سزا مراد ہے۔ خیر سے مراد ہر بھلائی ہے۔

اوپر کی آیات میں عذاب آخرت کی دھمکی دی گئی تھی اس پر شبہ ہو سکتا تھا کہ اب دنیا ہی میں خدا ہم کو کفر و انکار کی سزا کیوں نہیں دیتا قیامت تک کیوں ٹالتا ہے؟ اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ خدا رحیم ہے اُس کی رحمت نہیں چاہتی کہ یہ لوگ یکدم فنا ہو جائیں اگر خدا لوگوں کی بُرائی کی سزا ایسی جلد دیدیا کرے جیسا وہ بھلائی کے لئے جلدی کیا کرتے ہیں تو ان کا فیصلہ کبھی کا ہو جکتا۔ مگر اس کی رحمت کاملہ غضب میں تعجیل کرنی نہیں چاہتی بلکہ منکروں اور کافروں کو وقت مقررہ تک ڈھیل دیتا رہتا ہے۔ لیکن اس پر بھی وہ اپنی سرکشی و گردن تابی میں سرگرداں و حیراں پھرتے رہتے ہیں۔

بیضاوی وغیرہ مفسرین نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی درخواستِ خیر کو جس قدر جلد قبول فرماتا ہے اگر اتنی جلد درخواستِ سزا کو قبول فرماتا تو ان کا کام تمام ہو چکا ہوتا۔ مگر خدا ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ مدت مقررہ تک چھوڑے رکھتا ہے۔ جب مقررہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو اس وقت ان کو ہلاک کرتا ہے یا موتِ طبعی بھیجتا ہے۔ لیکن اس تاخیر گرفت سے عذابِ آخرت نہیں ٹل سکتا۔

اس سے آگے فرماتا ہے کہ بدکار اور سرکش انسان کی بھی عجیب حالت

ہے گناہ و سرکشی کے عوض جب اللہ اس کو دنیا میں کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے تو اُس وقت کھڑا بیٹھا اللہ کو پکارتا ہے اور جب مصیبت دور ہو جاتی ہے تو آنکھیں پھیر لیتا ہے گویا کبھی سابقہ ہی خدا سے نہ پڑا تھا وہی شرک و بدعات وہی سرکشی و گمراہی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ راحت و عافیت اور دُکھ سکھ ہر حالت میں خدا کی طرف رجوع کرتا اور سچے دل سے توبہ کرتا مگر وہ راحت و چین میں غافل ہو جاتا ہے اور مصیبت و تکلیف میں گڑ گڑاتا ہے۔ حد اعتدال پر قائم نہیں رہتا اور چونکہ بدکاری سے اپنا ہر اُسکو کوئی ضرر پہنچتا نظر نہیں آتا اسلئے بدکاری اور بھی اُس کی نگاہ میں کھب جاتی ہے۔ فسق و فجور اور شرک و کفر میں اور بھی تیز ہو جاتا ہے۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ حال تو کافر مشرک اور بدعتی بے توفیق کا ہے۔ رہے وہ لوگ جن کو اللہ نے توفیق ہدایت عطا فرمائی ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اللہ نے خود فرما دیا ہے اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ حدیث صحیح میں بھی آیا ہے کہ مومن کی حالت بھی کیسی اچھی ہے جو کچھ اللہ اُس کے تق میں حکم جاری فرماتا ہے وہ اُس کے لئے بہتری لئے ہوتے ہوتا ہے۔ اگر اس کو ضرر پہنچتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے لہذا اُس کے لئے بھلائی ہوتی ہے اور اگر اُسکو نفع پہونچتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے تب بھی اُسکے لئے بھلائی ہوتی ہے مگر یہ بات سوائے مومن کے اور کسی کو نصیب نہیں۔ (الحدیث فی الصحیحین)

تنبیہ مجاہد نے آیت وَلَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ الخ کو کفار مکہ کے متعلق نہیں کہا ہے بلکہ اُن تمام لوگوں کے متعلق کہا ہے جو انتہائی غصہ کی حالت میں مغلوب الحواس ہو کر اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہم کو ذلیل و خوار کر دے۔ ہمارے رزق و روزی میں برکت نہ دے ہم غارت ہو جائیں جوانی نصیب نہ ہو بچے مر جائیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر اللہ انکی یہ بد دعا قبول فرما لے۔ جیسے بھلائی کی دعا قبول کرنے میں تعجیل فرماتا ہے تو ضرور ان کو تباہ و برباد کر دے۔

مقصود بیان: شر اور برائی کی دعا کرنا ممنوع ہے۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے ورنہ یک دم عذاب بھیجکر سرکش انسانوں کو تباہ کر دیتا گو یا گنا ہگاروں کے گناہ اگرچہ فوری ہلاکت کے متقاضی ہیں مگر اللہ کی رحمت اُن کو بچاتی ہے۔ مقررہ اجل سے پہلے کوئی ہلاک نہیں ہو سکتا۔ میعاد زندگی بہر حال پوری ہوتی ہے۔ اللہ کی ڈھیل سے کافر و سرکش آدمی ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے سرکشی اور طغیان میں اور بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ گویا تاخیر عذاب اُس کے لئے مزید تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔ کافر و منکر سب بمجبوری اضطراراً مصیبت کے وقت اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں گویا وجود الٰہی کا اقرار اور اُسکی قدرت کاملہ کا اعتراف فطری اور خلقی ہے۔ ہستی باری تعالیٰ کے منکر بھی مصیبت کے وقت اقرار کرنے اور اُس سے مدد مانگنے پر مجبور ہوتے ہیں اگرچہ ان منکروں کی استعانت وقتی ہوتی ہے اور اہل ایمان ہر وقت اللہ سے لو لگائے رہتا ہے۔ آیت میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ انسان کو دُکھ سکھ ہر حالت میں خدا کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ وغیرہ

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

یقیناً ہم تم سے پہلی قوموں کو جبکہ انہوں نے ظلم کیا اور

لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اُن کے پاس اُن کے پیغمبر معجزات لے کر آئے

بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ

ہلاک کر چکے ہیں کیونکہ وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

ہم مجرم قوم کو یونہی سزا دیتے ہیں

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ

اُن کے بعد پھر ہم نے تم کو زمین میں

مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

جانشین کیا تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو

تفسیر بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں صرف کفار مکہ کو خطاب ہے مگر صحیح یہ ہے کہ تمام اہل مکہ کو خطاب ہے کفار ہوں یا مومن مگر مقصود خطاب صرف اہل مکہ ہی نہیں ہیں بلکہ روئے زمین کے کل انسانوں کی طرف روئے سخن ہے خواہ نزول کے وقت موجود ہوں یا آئندہ ہونے والے ہوں۔ ہلاک کرنے کی دو صورتیں ہیں باطنی اور ظاہری۔ باطنی ہلاکت تو یہ ہے کہ بظاہر اگرچہ آدمی صحیح تومند مرفہ الحال اور فارغ البال ہو مگر اُس کا دل مُردہ ہو قوت فکریہ گمراہ ہو۔ اُسکو وہی تدبیر سوجھتی ہو جو روحانی تباہی کا موجب ہے اُس کا باطن مسخ ہو چکا ہو نور ایمان کی ایک جھلک بھی کسی وقت اُس کے دل پر نہ پڑتی ہو اور ظاہری ہلاکت کے یہ معنی ہیں کہ تمام اسباب عیش اور سامان راحت فنا ہو جائے زندگی تباہ ہو جائے اہل و عیال اور مال و منال برباد ہو جائے نسل منقطع ہو جائے

انسبالآخر ذلت کی موت آجاتی ہے۔ آیت میں دونوں طرح کی ہلاکت مراد ہے۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ کچھ کفار مکہ ہی پر منحصر نہیں ہے ان سے پہلے بھی ایسے بہت سے آدمی اور قومیں گذری ہیں جنہوں نے حقائق عبودیت کو نہیں پہچانا وساوس و شہوات کی پیروی کی۔ بارگاہ عظمت پر خلوص کے ساتھ سر افگندہ ہو گئے۔ پیغمبروں نے ہرچند سمجھایا واضح آیات اور کھلے کھلے نشانات دکھا کر راہ راست پر آنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے ایک نہ سنی وہ ازلی گمراہ تھے۔ ایمان لانے والے ہی نہ تھے پھر کس طرح راہ راست پر آتے۔ بالآخر جب انہوں نے حق کو نہ پہچانا اور صداقت کی تکذیب کی تو اللہ نے اُن کو ہلاک کر دیا اُن کا نام نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ دیکھے محل سرسبز باغ اور تمام سامان عیش خاک میں مل گیا اور بادی بربادی نصیب ہوئی اور یہ بربادی صرف اُنہی کو نصیب نہ ہوئی بلکہ عام ضابطۂ قدرت اور سنت الٰہی ہے کہ مجرموں کو ایسی ہی سزا دی جاتی ہے مقصود فطرت کے خلاف کام انجام دینے والے تباہ ہوتے چلے آئے ہیں ان سب کے بعد تمہاری (یعنی امت محمدیہ کی) باری آئی اور تمہارے اعمال کے امتحان کا وقت آیا تم کو اللہ نے گذشتہ اقوام کا جانشین بنایا تاکہ تمہارے افعال و حرکات کی آزمائش ہو جائے۔ اگر تم نے ایمان و ایقان کے ساتھ اچھے کام کئے اور اپنے معبود کی عظمت و جلال کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ کے رسول کی دعوت پر لبیک کہی تو دائمی نجات نصیب ہو گی اور اگر توحید الٰہی کے منکر ہو کر دنیوی آسائش پر فریفتہ ہو کر اپنی رائے پر عمل کر کے مطمئن ہو کر بیٹھے رہے تو تم کو بھی ابدی ہلاکت سے ہمکنار ہونا پڑے گا۔

نکتہ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ کی تفسیر میں بیضاوی نے بیان کیا ہے کہ لفظ کَیْفَ بتا رہا ہے کہ خود کسی فعل کی ذات قابل اعتبار اور مقصود اصلی نہیں ہے مثلاً کوئی کافر نماز کے اقوال ادا کرے اور بظاہر نماز پڑھے تو ایسی نماز ناقابل اعتبار ہے۔ اعتبار در حقیقت کیفیت اور حسن باطن کا ہے ایمان کے ساتھ خالص عبادت کی نیت بغیر ریاکاری اور دکھاوے کے معتبر ہے ورنہ ظاہری صورت بیکار ہے۔

ایک سوال اللہ کا علم ازلی اور ابدی ہے اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں وہ بندوں کی کل حالت اور ہر حالت کے کل کوائف خوب جانتا ہے پھر بندوں کی آزمائش کرنی اور امتحان کے بعد حقیقت اعمال کو معلوم کرنا اور جانچ کرنا اور فرماں برداری و نافرمانی کو دیکھ کر کافر و مومن کا امتیاز کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ کا کیا مطلب ہے؟

جواب اس شبہ کا حل دو طرح سے کیا گیا ہے:- (۱) لِنَنْظُرَ کا لفظ ڈرانے اور دھمکی دینے کے لئے ہے اگرچہ کل جزئیات اور تمام ہونے والے واقعات سے واقف ہے مگر اس سے تہدید کرنی مقصود ہے کہ ہوشیار رہو اور نیک اعمال کئے جاؤ۔ جو لوگ فرماں برداری کی کوشش کرتے ہیں ہم اُن کے اعمال کو دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ گویا بُرے کاموں سے تہدید اور نیک اعمال کی ترغیب مقصود ہے (۲) لفظ لِنَنْظُرَ بطور استعارہ کے استعمال کیا گیا ہے یعنی جیسے کوئی امتحان کے لئے کسی کو مقرر کرتا ہے ایسا ہی تمہاری سمجھ کے لائق ہم نے معاملہ کیا ہے۔ حافظ ابن جریر نے ایک حسن حدیث اس جگہ نقل کی ہے چونکہ اس حدیث کا تعلق آیت کے مفہوم کے ساتھ خاص طور پر ہے اسلئے ہم بھی اس کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

حضرت عوف بن مالکؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک رسی نیچے کو لٹکی حضور رسول اکرمؐ اس رسی کو پکڑ کر خوشی خوشی اوپر تشریف لے گئے رسی پھر دوبارہ لٹکائی گئی تو آپؓ اس کو پکڑ کر چڑھ گئے اسی سلسلہ میں میں نے دیکھا کہ لوگ ممبر کے آس پاس بیٹھے ہیں لیکن عمرؓ تین ہاتھ سب سے آگے ہیں۔ اس خواب کے بیان کے وقت حضرت عمرؓ بھی موجود تھے کہنے لگے عوف! معاف کرو ہم کو اس خواب کے سننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے عوف کو بلا کر خواب بیان کرنے کی فرمائش کی۔ عوف نے کہا کیا آپ نے مجھے جھڑکا نہ تھا؟ فرمایا اس وقت مجھے گوارا نہ تھا کہ تم رسول اللہ کے خلیفہ کو اُن کی وفات کی خبر سناؤ اس وجہ سے میں نے تم کو بیان خواب سے روکا تھا۔ غرض عوف نے خواب بیان کیا جب حضرت عمرؓ کے تین ہاتھ آگے ہونے کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا ایک ہاتھ تو یہ ہے کہ وہ خلیفہ ہو گا۔ دوسرا یہ ہے کہ اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامتگر کی ملامت کرنے کی پرواہ نہ کریگا تیسرے ہاتھ سے مراد یہ ہے کہ وہ شہید ہو گا۔ اس کے بعد آیت ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ الخ تلاوت کر کے فرمایا اے عمر! تو خلیفہ تو ہو گیا اب دیکھنا ہے تو کیسے کام کرتا ہے۔ الحدیث۔

مقصود بیان:- گذشتہ اقوام کی تباہی صرف اُنکی ستم شعاری اور بدکاری کی وجہ سے ہوتی۔ اُن کو پیغمبروں نے سمجھایا معجزات اور دلائل و شواہد پیش کئے مگر انہوں نے نہ مانا۔ ایمان و کفر اور ہدایت و ضلالت ازلی چیز ہے جس کے متعلق ازل میں بے ایمان ہونا مقرر ہو چکا وہ ہرگز ایمان نہیں لائے گا۔ ضابطۂ قدرت ہے کہ بدکار و مفسد تباہ کر دیے جاتے ہیں۔ امت محمدیہ اس زمین کی وارث بطور خلافت کے ہوئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ان کی بھی آزمائش کرنی مقصود ہے۔ اگر فرماں بردار مومن اور اطاعت شعار رہیں گے تو کامیاب اور سرخرو ہوں گے ورنہ گذشتہ اقوام کی طرح برباد ہو جائینگے۔ وغیرہ۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ
جب ان کے سامنے ہماری صاف صاف آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ
الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ
ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اس کے سوا
بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ
کوئی دوسرا قرآن ہمارے پاس لاؤ یا اسی کو بدل ڈالو (اے نبی) کہدو کہ
مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ
مجھے اپنی طرف سے اس کو بدلنے کا اختیار نہیں
نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ
میں تو اسی کا تابع ہوں جو میرے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے
إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ
اگر میں اپنے رب کا حکم نہ مانوں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر
يَوْمٍ عَظِيمٍ ○ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا
رہتا ہے (اے نبی) کہدو کہ اگر خدا چاہتا تو میں اسکو
تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ
تمہارے سامنے نہ پڑھتا اور نہ تمہیں اللہ اس سے خبردار کرتا میں تو
لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا
اس سے پہلے بھی ایک زمانہ تک تم میں رہا کیا تم
تَعْقِلُونَ ○ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ
اتنا بھی نہیں سمجھتے اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ پر
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ
دروغ باندھے یا اسکی آیتوں کو جھٹلائے بلاشبہ مجرموں کا
الْمُجْرِمُونَ ○
بھلا نہیں ہوتا

تفسیر

قرآن پاک کی آیات متفرق اوقات میں نازل ہوتیں اور مختلف اصلاحی مضامین لیکر نازل ہوتیں۔ کچھ آیات سنکر تو کفار بکہ خاموش رہتے کیونکہ مضامین اُن کی طبائع کے موافق ہوتے لیکن اصولی آیات میں اُن کی خواہشات کے خلاف احکام نازل ہوتے تو اُن پر گراں گزرتا مثلاً غیر اللہ کی پرستش کی ممانعت، بتوں کی مذمت اور اُن کا مجبور محض ہونا، غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کی حرمت وتکفیر، دنیوی زندگانی پر عدم اطمینان کی تعلیم، حیات بعد الممات، حشر نشر، عذاب ثواب اور حساب کتاب کا عقیدہ، نیک اعمال کرنے کا حکم، اللہ کے صفات کمالیہ کا اظہار اور اسی قسم کے مضامین کی آیات اُن کو ناگوار ہوتیں۔ چونکہ اللہ کی عظمت وکبریائی سے جاہل تھے، مخلوق کو خود مختار جانتے تھے، راہ عقل چھوڑ کر کفر کی پابندی کرتے تھے، بجائے اسکے کہ خود کجروی ترک کردیں راہ مستقیم کو اپنے کجرو نفوس کی طرف موڑنا چاہتے تھے اور پیام الٰہی کو رسول اللہ کا ایجاد کردہ حکم یقین کرتے تھے، اسلئے اپنی خواہشات پر اڑکر آیات قرآنی میں تبدیل تغیر اور تحریف کے خواستگار رہتے۔ چنانچہ بعض سرداران قریش نے متعدد مرتبہ حضور کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ یا تو کوئی دوسرا قرآن لائیے یا اسی میں تبدیلی کردیجئے جسمیں ہمارے معبودوں کی مذمت نہو، تو ہم ایمان لائینگے۔ اُس پر ان آیات کا نزول ہوا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ:- یہ کفار بھی عجیب جاہل ہیں۔ آیات الٰہی اور احکام قرآنی کو سنکر تبدیل یا تغیر کے طالب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا تو اس قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن ہی لے آؤ جس میں ہمارے عقیدہ کے خلاف باتیں نہوں یا اسی کو رہنے دو مگر اسمیں سے وہ باتیں نکال ڈالو جو ہماری خواہش کے مطابق نہیں ہیں۔ اے نبی تم ان سے کہہ دو کہ دوسرا قرآن لانا تو کیا معنی رکھتا ہے میں تو اپنی طرف سے اس قرآن میں بھی ذرہ برابر تغیر وتبدل نہیں کرسکتا کیونکہ میں نے اپنے نفس کی طرف سے کچھ پیش ہی نہیں کیا ہے۔ میں تو صرف اُنہی احکام وپیامات کا پیرو ہوں جو اللہ نے بذریعۂ وحی میرے پاس بھیجے ہیں مجھے کسی قسم کے تصرف کا حق ہی نہیں ہے اگر ذرہ برابر تبدیل کروں تو عذاب آخرت کا اندیشہ لگا ہوا ہے جو کچھ میں تم کو سناتا ہوں وہ اللہ کی مشیت اور ارادہ سے ہے۔ اگر خدا کی مشیت ہوتی تو میں کوئی آیت تمہارے سامنے تلاوت نہ کرتا اور نہ کسی حکم کی اطلاع دیتا دیکھو اس سے پہلے مدت دراز تک (۴۰ سال) میں تم میں رہا۔ اتنا طویل عرصہ گذرا لیکن کوئی آیت کوئی شعر کوئی نظم کوئی نثر اور کوئی کلام نہیں سنایا اگر اپنی طرف سے میں بیان کرنے والا ہوتا تو اس سے پہلے کبھی کسی قسم کی کوئی آیت سنائی ہوتی۔ جب میری کل گذشتہ عمر ہر قسم کے دعوی سے خالی ہے تو پھر اب کس طرح اپنی طرف سے کلام بنا کر اللہ پر بہتان تراشی کرسکتا ہوں۔ تم دماغ سے ذرا سوچ سمجھ کر کام نہیں لیتے۔ اتنے بے عقل

ہوگئے۔ ذرا غور کرو کہ دو باتوں کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر باوجود مرسل من اللہ نہ ہونے کے کوئی شخص دعوی کرے کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوا ہے تو انجام کار وہ تباہ اور ناکام ہوگا اور اگر واقعی کوئی حکم یا پیام اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور کوئی شخص اس کی تکذیب کرے اور سچ نہ مانے تو وہ تباہ و برباد اور نامراد ہوگا۔ بہرحال مجرم کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اب میں مدعی رسالت ہوں اور تم بلاوجہ منکر ہو تو آئندہ دیکھ لینا کہ فلاح اور کامیابی کس کو حاصل ہوتی ہے۔ اگر میں سچا ہونگا تو مجھے فتح حاصل ہوگی اور اگر تم حق پر ہوگے تو تم کامیاب ہوگے۔ توریت و انجیل سے بھی قرآن کے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے اپنے مسلمان ہونے سے قبل کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا جب حضور اقدس صلعم مدینہ میں تشریف لائے تو میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرۂ نورانی جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضور اقدس صلعم کے پاکیزہ اقوال آپ کی صدق رسالت کی روشن دلیل ہیں اور مسیلمہ اور سجاح اور اسود وغیرہ جھوٹے مدعیان نبوت نے جو شیطانی وحی کا اظہار کیا اور اللہ پر افترا باندھا اس کے جھوٹ اور افترا ہونے کا خود انہی کے متبعین نے اقرار کیا۔ چنانچہ عمرو بن العاص اور مسیلمہ کی باہم دوستی تھی۔ ایک مرتبہ عمرو حالت کفر میں مسیلمہ کے پاس گئے۔ مسیلمہ نے پوچھا عمرو! آج کل تمہارے گروہ والے کی کیا خبر ہے؟ عمرو نے جواب دیا میں نے محمد صلعم کے ساتھیوں سے ایک چھوٹی سی سورت سنی ہے تو عجیب عظمت والی ہے۔ مسیلمہ نے کہا وہ کونسی سورت ہے؟ عمرو نے سورۂ کوثر پڑھ کر سنائی۔ مسیلمہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا عمرو! ایسی ہی ایک سورت مجھ پر نازل ہوئی ہے اور وہ یہ ہے:-

یا دبر یا دبر انما انت اذنان وصدر۔ وسائرك حفر ونقر۔ کیوں کیسی ہے؟ عمرو نے جواب دیا واللہ میں تجھے کذاب جانتا ہوں۔

مقصود بیان:- اس بات کا اظہار کہ جو لوگ خواہش نفس کے بندے وجود الٰہی کے منکر اور قیامت کی تکذیب کرنے والے ہیں وہ پیام الٰہی کو اپنے ہوا و ہوس کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی حکم یا آیۃ اُن کو اپنی خواہش کے خلاف نظر آتی ہے تو ناگوار گذرتی ہے اور اضطراراً تبدیل و تغیر کے خواستگار ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کی عظمت، رسول صلعم کی صداقت اور مرتبۂ نبوت سے ناواقف ہیں۔ رسول پاک صلعم اپنی طرف سے کوئی دینی حکم بیان نہیں فرماتے تھے صرف وحی کے تابع تھے اگر اجتہاد فرماتے تو اُسکو وحی کی طرف منسوب نہ کرتے تھے۔ رسول پاک صلعم کی زندگی پاکیزہ تھی۔ نبوت سے پہلے بھی آپ کی زندگی میں کوئی بات گرفت کے قابل نہ تھی اسی لئے حضور اپنی پوری زندگانی کو اپنی صداقت

کے ثبوت میں پیش فرماتے تھے۔ جھوٹے نبی کو اور سچے نبی کی تکذیب کرنے والوں کو کبھی کامیابی حاصل نہیں ہوتی اگر کچھ دنوں کے واسطے کامیابی نظر بھی آئے تب بھی انجام کار تباہی سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ وغیرہ۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا

یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اُس چیز کی پرستش کرتے ہیں جو نہ

يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ

ان کو نقصان پہنچا سکتی ہے نہ نفع اور کہتے ہیں

هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۚ قُلْ

کہ اللہ کے ہاں یہ ہمارے سفارشی ہوں گے اے نبی کہدو

أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي

کہ کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ نہیں جانتا

السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ

نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ پاک ہے

وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَمَا كَانَ

اور ان کی شرک انگیزیوں سے برتر ہے اور لوگ تو

النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ

ایک ہی امت تھے مگر پھر وہ جدا جدا ہو گئے

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ

اگر ایک بات تمہارے پروردگار کی طرف سے نہ ہو چکی ہوتی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

تو اُن کے باہمی اختلافی باتوں کا فیصلہ ہو چکا ہوتا

تفسیر

احکام الٰہی سے سرتابی کرنے اور اُن کو نہ ماننے کی دو وجہیں تھیں ایک تو خواہش نفس کی پیروی اور ہوا پرستی۔ دوسری یہ کہ کفار مکہ کا عقیدہ تھا کہ دنیا کی ہر مصیبت کو ہمارے معبود سفارش کرکے دور کرا دیتے ہیں، ہر کام کے دیوتا مختار ہیں۔ اگر بالفرض عذاب اور سزا کا جھگڑا ہوا بھی تو ہمارے یہ معبود شفاعت کرکے ہم کو چھڑا لینگے۔ اس کے رد

یہا اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ یہ اللہ کو چھوڑ کر کفار ایسے باطل اور بے حقیقت معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ اگر ان کی پرستش کی جائے تو فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور پرستش نہ کی جائے تو ضرر نہیں دے سکتے پھر ان کی عبادت کس خوف و رجا کی وجہ سے ہے۔ جب کا ذوں کو ان کا کوئی جواب نہیں ملتا تو کہتے ہیں ہمارے یہ معبود اللہ سے ہماری سفارش کرتے ہیں یعنی دنیا میں جو مہم ہم کو پیش آتی ہے اس کو سفارش کرکے اللہ سے پورا کرا دیتے ہیں اور آخرت میں بھی شفاعت کرا کے ہم کو چھڑا لینگے۔ عرب کے مشرکوں کا بھی یہ عقیدہ تھا اور عیسائی بھی اسی کے قائل ہیں کہ مسیح ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے وہ باپ سے سفارش کر کے ہمکو عذاب سے بچا لینگے۔ لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کے علم میں سفارشیوں کا وجود ہی نہیں اور اللہ کے احاطۂ علمی سے کوئی چیز خارج نہیں۔ پھر جب ایسے سفارشیوں کی ہستی کا علم آسمانوں و زمینوں میں کہیں خدا کو نہیں تو تم کہاں سے ایسے سفارشی لا سکتے ہو۔ یہ تمہارے خیالات فاسدہ ہیں۔ اللہ کی شانہ قدرت میں ایسے سفارشی شریک نہیں ہو سکتے وہ شریکوں سے پاک اور بری ہے۔ اس کی مرضی و مشیت میں کسی کو دخل نہیں کفار عرب لاجواب ہو کر یہ کہا کرتے کہ ہم اگر دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں اور مورتیوں کو پوجتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ سے یونہی ہوتا چلا آیا ہے قدیم سے یہی دستور تھا اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہارا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ آفرینش آدم سے لیکر مدت دراز تک سب لوگ فطرت کے موافق ایک ہی ملت اور ایک ہی گروہ یعنی موحد و مومن تھے لیکن کچھ مدت کے بعد فطرت الٰہیہ کے خلاف کجروؤں اور گمراہوں نے اہل توحید سے اختلاف کرکے بت پرستی اور گمراہی اختیار کرلی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت آدم سے لیکر حضرت نوح تک دس قرن گذرے۔ اس زمانہ میں سب ملت اسلام پر تھے اس کے بعد اختلاف واقع ہوا اور بعضوں نے غیر اللہ کی پرستش شروع کی بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم کے وقت سے عمرو بن لحی کے زمانے تک سب لوگ (یعنی تمام اہل عرب) ملت ابراہیمی پر تھے پھر عمرو نے بت پرستی ایجاد کی۔ بیضاوی نے کہا کہ زمانہ آدم سے لیکر قتل ہابیل یا زمانہ نوح تک سب لوگ دین حق پر تھے پھر کفر و شرک شروع ہوا۔ بہرحال ماحصل کلام یہ ہے کہ بت پرستی قدیم نہیں ہے بلکہ توحید قدیم ہے۔ بت پرستی انسانی دماغ کی ایجاد ہے مگر خدا نے دنیا میں حق و باطل اور صدق و کذب کا فیصلہ کرنا نہ چاہا اس وجہ سے اختلاف باقی رہا۔ نوشتۂ ازلی ہے کہ صدق و کذب کا امتیاز اور کامل انکشاف قیامت کے دن ہوگا۔ اگر یہ ازلی نوشتہ نہ ہوتا تو دنیا ہی میں فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اہل باطل کی بیخ کنی کر دی گئی ہوتی۔

مقصود بیان: ۔ توحید الوہیت و ربوبیت کا بمنزلہ دلیل کے ساتھ اثبات۔ اس بات کی طرف ایما کہ معبود میں اتنی قدرت ہونی چاہئے کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے تاکہ خوف و بیم کا مرکز بن سکے ورنہ خواہ مخواہ کی پرستش بے سود اور باطل ہے۔ اس امر کی صراحت کہ توحید قدیم ہے بت پرستی بعد کی ایجاد ہے۔ اس بات کی وضاحت کہ دنیا میں کفر و اسلام اور حق و باطل کا اختلاف نوشتۂ ازل کے موافق ہے۔ خدا تعالیٰ دنیا میں صدق و کذب کا کامل انکشاف اور آخری فیصلہ کرنا نہیں چاہتا تاکہ تخلیق عالم کا مقصود اصلی یعنی امتحان پورا ہو سکے۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ

یہ کہتے ہیں — کہ تمہارے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں تم پر

مِّن رَّبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ

نہ اُتارا گیا — کہدو کہ غیب کی بات اللہ ہی جانے

فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ

تم انتظار کرو — میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں شامل ہوں

تفسیر رسول پاکؐ کے معجزات بینات تمام انبیاء سے زائد تھے۔ محسوس بھی اور معقول بھی۔ جاہلوں کے سمجھنے کے قابل بھی تھے اور اہل عقل کے لئے غور طلب بھی۔ درختوں کا اپنی جگہ سے ہٹ کر زمین پھاڑتے ہوئے آنا، پہاڑوں کا کلمۂ توحید پڑھنا، چاند کا ٹکڑے ہو جانا، اونٹ کا صاف زبان میں اظہار کرنا، جاندار اور بے جان کا حضورؐ کو سلام کرنا، ستون کا گریہ کرنا، انگلیوں سے فوارہ کا جاری ہونا اور اس سے ایک لشکر کا سیراب ہو جانا، زہریلے گوشت کا بولنا کہ میں زہر آلود ہوں پھر سب سے بڑھ کر قرآن کی بلاغت اور اُن ضوابط کا بیان جن کی تدوین سے دنیا بھر کی جمہوریتیں عاجز ہیں، آئندہ واقعات کو صحیح طور پر ظاہر کرنا اور گذشتہ تاریخی واقعات پر تبصرہ کرنا جس سے اہل تنقید بھی ششدر رہ جاتے ہیں۔ پھر حضورؐ کی معجزانہ عملی زندگی یعنی طاقت لئے ہوئے، اخلاقی تسخیر، یہ سب چیزیں فرداً فرداً بجائے خود معجزہ تھیں جو حق طلب اور جویائے حقیقت کی تسلی کے لئے کافی سے زیادہ مواد اپنے اندر رکھتی ہیں مگر پھر بھی حجاز کی کافر اور معاند متعصب تھے وہ رسول پاکؐ کو مغلوب کرنے کی نیت سے اور اہل اقتدار کے طبقہ میں فساد پھیلانے کے لئے بیہودہ طور پر معجزات طلب کرتے تھے۔ کبھی کہتے یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے، کبھی کہتے فرشتہ اتر کر ہم سے تمہاری صداقت کا اظہار کرے۔ غرض اسی قسم کی بے سروپا باتیں کرتے ایک تو اس قسم کی فرمائشوں کی تکمیل ضابطۂ قدرت اور قانون نبوت کے خلاف تھی، کوئی نبی فرمائشی معجزات ہر وقت ظاہر نہیں کیا کرتا۔ دوسرے یہ کہ کل

معجزات معاندانہ کی [illegible] کے بعد ایمان نہ لانے کی [illegible]
ایمان نہ لانے پر عذاب کا آنا لازم تھا جس طرح معجزات مطلوبہ دیکھنے کے
بعد گذشتہ اقوام پر عذاب نازل ہوئے اور حضورؐ کو ساکنان حرم کی تباہی منظور
نہ تھی ایک تو حرم کے اندر عذاب کا نزول خلافِ آدابِ حرم تھا پھر کافروں
کی تباہی کے بعد ان کی نسلیں منقطع ہو جاتیں تو آئندہ ایمان لانے والا کون
ہوتا جس طرح گذشتہ اقوام کی نسلیں منقطع ہو گئیں اسی طرح دورِ نبوی
کے کفار کی ہلاکت کے بعد آئندہ مسلمانوں کے پیدا ہونے کی امید جاتی رہتی
غرض انہی مصالح کے تحت حضورؐ نے پُر حکمت انکار کر دیا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ:۔ کفار کہتے ہیں تم پر کوئی ایسی عظیم الشان علامت
نبوت اور نشانی کیوں نمودار نہیں ہوتی جس سے ہماری تسلی ہو جائے
اے نبی تم ان سے کہدو کہ مخلوق کی نظر سے جو چیزیں غائب ہیں اُن کا علم تو
اللہ ہی کو ہے کسی کو اُن کا اختیار نہیں اور معجزات بھی اسی سلسلہ کی ایک
کڑی ہیں لہذا وہ بھی خدا ہی کے اختیار میں ہیں چاہے ظاہر فرما دے
نہ چاہے نہ ظاہر فرمائے۔ میرا کام صرف احکام کا پہنچانا ہے۔ لہذا اگر
تم میری رسالت پر ایمان نہ لائے تو عذاب کے منتظر رہو۔ میں بھی تم پر عذاب
نازل ہونے کا منتظر ہوں۔

ابن جریر نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے
قبضۂ قدرت میں تمام غیبی امور ہیں وہی ہر امر کا انجام جانتا ہے۔ اگر مطلوبہ
معجزات دیکھنے کے بغیر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ تو میرے اور اپنے حق میں
حکم الٰہی کا انتظار کرو دیکھو وہ کیا حکم دیتا ہے۔ ابن جریر کی توضیح کی بنا پر
اس آیت میں کافروں کو تہدید ہو گی کہ دیکھو عنقریب تم کو ذلت اور اسلام
کو فتح حاصل ہو گی۔

مقصود بیان:۔ فرمائشی معجزات کا ظہور ہر وقت نہیں ہوا کرتا۔
غیبی امور کا علم اور اُن پر تصرف صرف خدا کے قبضہ میں ہے۔
کافروں کو عذاب کی تہدید اور اسلام کے غلبہ کی درپردہ بشارت
اور انتظار کا حکم وغیرہ۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ
جب ہم تکلیف پہنچ چکنے کے بعد لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ

ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ
چکھاتے ہیں تو اُسی وقت وہ ہماری قدرتوں میں حیلے بنانے لگتے

اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ
ہیں تم کہدو کہ اللہ بہت جلد تدبیر کرنے والا ہے جو کچھ

رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝ هُوَ
تم حیلہ بازی کر رہے ہو ہمارے فرشتے اُسکو لکھ رہے ہیں وہی اللہ

الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ
اُن کو خشکی اور تری میں پھراتا ہے

حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ
یہانتک کہ جب وہ کشتیوں میں ہوتے ہیں اور کشتیاں

بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا
اُن کو لیکر موافق ہوا کی مدد سے چلتی ہیں اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں تو یکدم

رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ
تند ہوا کا جھونکا آ کر لگتا ہے اور ہر طرف سے لہریں

كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ
آتی ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اُن کا گھراؤ ہو گیا

دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ
تو اُس وقت اللہ کو خلوص عبادت کے ساتھ پکارنے لگتے ہیں (اور کہتے ہیں)

اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝
کہ اگر تو نے ہم کو اس سے نجات دیدی تو ہم شکر ادا کرنیوالوں میں سے ہو جائینگے

فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ
لیکن جب اللہ اُن کو بچا دیتا ہے تو زمین پر ناحق شرارت کرنے

بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ
لگتے ہیں لوگو! تمہاری شرارت کا وبال

عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ
تمہاری ہی جانوں پر ہے دنیوی زندگی میں مزے اڑا لو بالآخر

اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
ہماری ہی طرف تم کو لوٹنا ہے ہم تمہارے اعمال تم کو بتا دیں گے

تفسیر جب حضورؐ کی بددعا سے اہل مکہ ہفت سالہ قحط میں مبتلا ہوئے اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بھوک کی وجہ سے لوگوں کو آسمان پر دُھواں نظر آنے لگا مُردار کی کھال اور درختوں کی چھال تک کھا گئے۔ تو ابوسفیان جیسے کچھ لوگ نادم ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر گڑگڑائے رحمۃ للعالمین کو اُن پر رحم آیا۔ آپ نے دفع قحط کی دعا کی۔ اللہ نے وہ بلا دفع کی اور فراخی حاصل ہوئی۔ اُس وقت لازم تھا کہ کفر کو چھوڑ کر ایمان کی طرف رُخ کرتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ جونہی قحط رفع ہوا اور روٹی ملنے لگی آیاتِ الٰہی پر نکتہ چینی کی اور بڑی زور سے کوشش کرنے لگے۔ رسول اللہ کی نبوت میں طعن اور جرح کرنے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کی، قرآن کی امثال پر ناجائز گرفت شروع کر دی۔ غرض ہر ممکن صورت سے حضورؐ کو ایذا دیتے اور کلمۂ توحید کے بلند نہ ہونے کی کوشش کرتے۔ اُس وقت آیاتِ مذکورہ کا نزول ہوا۔ آیات کا نزول اگرچہ صرف کفار مکہ کے حق میں ہوا ہے مگر حکم آیات میں وہ تمام احسان فراموش کافر داخل ہیں جو مصیبت کے وقت تو اللہ کی طرف عارضی رجوع کر لیتے ہیں اور مصیبت دور ہونے پر وہی کفرانِ نعمت کرتے ہیں چونکہ حکم عام ہے اسی لئے اہل تفسیر نے رحمت سے رفع قحط، اور ضرّآء سے قحط فقط مراد نہیں لیا ہے بلکہ دو طرح سے مطلب بیان کیا ہے۔ ضرّاء سے مراد ہر جسمانی مصیبت ہے مثلاً بیماری، وبار، قحط سالی، بے روزگاری، افلاس وغیرہ اور رحمت سے مراد جسمانی تکالیف کا ازالہ ہے۔ مطلب ظاہر ہے کہ مصیبت پڑتی ہے تو کفار مجبور ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تکالیف کا ازالہ کر دیا جاتا ہے تو آیاتِ الٰہیہ کی تکذیب اور صداقتِ دعائیہ میں جرح قدح کرنے کی سینکڑوں تدبیریں کرنے لگتے ہیں۔ پیٹ بھرتا ہے مصیبت جاتی ہے تو دور کی سوجھنے لگتی ہے۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ضرّآء سے مراد عقل کی کمزوری، بچپن کی عمر، سادہ مزاجی اور کم سمجھی ہے اور رحمت سے مراد تدبر، دانائی، عقلمندی اور سن بلوغ ہے۔ انسان کی عمر جس وقت کم ہوتی ہے وہ کوتاہ بین کوتاہ فہم اور کوتاہ اندیش ہوتا ہے تو طبیعت سادہ اور پاکیزہ ہوتی ہے لیکن جونہی جوان ہوا دست و بازو میں توانائی آئی دماغ میں روشنی اور عقل میں تیزی پیدا ہوئی تو اب کارخانۂ قدرت، ضوابطِ نیچر اور احکام الٰہیہ میں چون و چرا کرنے لگتا ہے۔

خدا تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم ان کفرانِ نعمت کرنے والوں سے کہہ دو کہ اللہ تمہارے اس مکر اور حیلہ تراشی کی سزا بہت جلد دیگا اُس کو تمہاری یہ فریب کاری معلوم ہے، اُس کے فرشتے تمہاری ان عیاریوں کو لکھ لیتے ہیں لامحالہ ان کی پاداش سے تم چھوٹ نہیں سکتے۔

اس سے آگے سرکش نافرمان کا فرانِ نعمت کے کفران کی ایک خاص صورت بیان فرماتا ہے جس کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد مذکورہ بالا عام قاعدہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اللہ نے خشکی اور دریا میں سفر کرنے کی توفیق دی اور اسی نے سفر کی طاقت اور اس کے ذرائع بتائے۔ چنانچہ جب کشتیوں میں سوار ہو کر لوگ سفر کو نکلتے ہیں اور ہوا موافق ہوتی ہے تو کشتیاں خوب بہتی ہیں لیکن جب ہوا مخالف ہوئی تند جھونکے آنے لگے موجوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور غرق ہو جانے کا یقین ہو گیا تو اُس وقت ہوش حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ کوئی تدبیر بن نہیں پڑتی مجبوراً قادرِ مطلق کی طرف دوڑتے ہیں اللہ سے نجات کی دعائیں کرتے ہیں، شکرگزاری اور اطاعت شعاری کے وعدے کرتے ہیں اللہ کو رحم آجاتا ہے بیڑا پار لگ جاتا ہے کشتی منزل مقصود پر پہنچ جاتی ہے تو پھر وہی گردن کشی اور سرتابی کرنے لگتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے میں نے کیسی اچھی تدبیر کی کوئی کہتا ہے یہ میری تجربہ کاری کا نتیجہ ہے۔ اللہ کی طرف کسی کا خیال بھی نہیں جاتا۔ وہی کفرانِ نعمت وہی فساد انگیزی اور وہی سابقہ فتنہ طرازی ہوتی ہے اللہ فرماتا ہے لوگو! اس شرارت، شر انگیزی اور نافرمانی کا نتیجہ خود تم کو اٹھانا پڑیگا۔ تم خیال کرتے ہو کہ ہم خدا کو دھوکا دیکر کامیاب ہو گئے مال دولت صحت طاقت سب کچھ ہم کو حاصل ہو گیا اب کوئی ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے یہ خیال تمہارا غلط ہے خوب یاد رکھو کہ دنیا کے جس عیش و طرب مال و منال اور اہل و عیال پر پھولے ہوئے ہو وہ چند روزہ ہے ناپائیدار ہے فانی ہے دنیوی زندگانی کے مزے عنقریب زائل ہو جانے والے ہیں کچھ دنوں عیش کر لو آخر میں تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے۔ مرکز کی طرف ضرور لوٹو گے اُس وقت کئے کی سزا ملیگی۔ اعمال کی پاداش بھگتنی ہوگی اور معلوم ہوگا کہ بدکاری کا یہ نتیجہ ہے۔

مقصود بیان:- فارغ البالی اور فراخ حالی کے وقت انسان دوبارہ سرکش ہو جاتا ہے اور خدا کو بالکل بھول جاتا ہے۔ اللہ کے پنجہ سے کوئی چھوٹ نہیں سکتا کسی کی تدبیر اور مکاری اُس سے پیش نہیں جا سکتی۔ اللہ کے فرشتے انسان کی باطنی تدبیروں اور اندرونی جعلسازیوں کو بھی لکھ لیتے ہیں۔ بندوں کا اور اُن کے افعال کا خالق اللہ ہی ہے۔ سیر و سفر کی توفیق بھی وہی دیتا ہے۔ بظاہر نتائج اسباب سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ کشتی کی سبکروی منزل مقصود پر پہنچاتی ہے اور اس کی غرقابی تباہی پیدا کرتی ہے مگر درحقیقت ان تمام امور کا فاعل خدا ہے۔ انسان کی نظر ظاہر اسباب پر پڑتی ہے اسی وجہ سے وہ ظاہری اسباب کی موافقت سے شاداں و فرحاں اور مخالفت سے کبیدہ اور غمگین ہو جاتا ہے۔ انسان کی سرشت یہ ہے کہ شدت و سختی کے وقت مضطر ہو کر فقط اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مضطر کی دعا قبول ہوتی ہے اگرچہ وہ کافر ہو۔ اللہ کی ناشکری اور نافرمانی کا نتیجہ خود انسان کے حق میں بُرا ہوتا ہے اگرچہ اپنے کو کامیاب جانتا ہے۔ دنیوی عیش چند روزہ ہے۔ آخرت میں ذرہ ذرہ کی سزا جزا ہوگی۔ وغیرہ

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ

بس دنیوی زندگی کی مثال تو اُس پانی کی سی ہے جس کو ہم نے

شاہ است حسینؑ
بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ
دین پناہ است حسینؑ

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

مولوی دہلی کا شہید نمبر ۱۳۶۱ھ

سر داد نہ داد
دست در دست یزید
حقا کہ بنائے
لا الہ است حسینؑ

جلد ۳۵ | بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱

مجلس اوّل

بنو ہاشم و بنو امیہ کا عناد قدیم

عبدمناف کا اقتدار و اعزاز

قریش چونکہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے اس لئے ان کے بنا کردہ خانہ مقدس کعبہ شریف کی عزت و تکریم کا درجہ ان کے نزدیک بہت بلند تھا عرصہ تک تو یہ کاشانہ محترم خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت ہی کا جلوہ گاہ بنا رہا مگر اس کے بعد تدریجی طور پر ان کے اندر اصنام پرستی نے نفوذ پیدا کر لیا اور حرم محترم بتوں اور خود تراشیدہ خداؤں کا گہوارہ بنکر رہ گیا۔

جہاں مدتوں تنہا خدائے لایزال کے سامنے سر جھکا کرتے تھے وہاں اب اصنام کے سامنے گردنیں خم ہونے لگیں اور ارض عرب کی عظیم ترین تجارت کی صورت اس نے اختیار کر لی عرب کے گوشہ گوشہ سے زائرین اس کی زیارت کو آنے لگے اور اس کی تولیت ایک منصب جلیل اور مقدس ترین عہدے کی حیثیت اختیار کر گئی عبدمناف اسی منصب کے حامل اور کعبہ کے متولی ہونے کی بنا پر پورے ملک میں عزت و احترام ہی کی نظر سے نہ دیکھے جاتے تھے بلکہ بہت بڑے اثر و اقتدار کے علمبردار تھے۔

ان کے یہاں بیک وقت دو توام بچے پیدا ہوئے جن کی پیشانیاں باہم جڑی ہوئی تھیں عبدمناف نے فوراً تلوار ہاتھ میں لیکر ان دونوں کو جدا کر دیا بات تو معمولی سی تھی لیکن بڑے گھرانے اور مشہور خاندان کا واقعہ تھا اس لئے اس نے جلد شہرت ہمہ گیر حاصل کر لی گھر گھر اسی کے چرچے ہونے لگے۔ اس عہد کے کاہن بھی اپنے علم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے انھوں نے جو سنا تو یہ پیشنگوئی کر دی کہ یہ دونوں بھائی پیدا ہوتے ہی تلوار سے جدا کئے گئے ہیں اس لئے ان کی اولاد میں ہمیشہ تلوار ہی چلتی رہے گی۔

ہاشم کی دانائی اور بھائی کا عناد

عبدمناف نے تو سنکر اسے ایک مسکراہٹ کے ساتھ ٹال دیا مگر اتفاق کی بات تھی کہ ان کی زبان سے اس وقت جو الفاظ دانستہ یا نادانستہ نکل گئے تھے وہ ایک تاریخی حقیقت بن گئے شہادت غلطی ہی اسی سلسلہ کی ایک نہایت دردناک کڑی تھی عبدمناف کی آنکھیں بند ہوتے ہی چشم فلک نے برائی العین دیکھا کہ دونوں بھائیوں کی راہ اختلاف دو خونیں سمندر لہریں لے رہے ہیں ان کے نام تھے ہاشم و عبدشمس۔

پہلا جھگڑا استحقاق تولیت پر ہوا دونوں ایک وقت پیدا ہوئے تھے اسلئے ان میں سے ہر ایک خود اس کا مستحق سمجھتا تھا دونوں میں اس منصب تولیت کیلئے زبردست کشمکش اور بے پناہ کش کا ہنگامہ برپا ہو گیا مؤخر الذکر نے اگرچہ جدوجہد میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا مگر تاج کامرانی ہاشم ہی کے سر پر جھلکتا نظر آیا کہ وہ بہت ہر دلعزیز لائق اور موقع شناس تھے اور انتخاب کے بعد ان کی عاقلانہ و مدبرانہ سرگرمیوں نے نہ صرف اس انتخاب کو حق بجانب ثابت کر دیا بلکہ انھیں عربوں کی آنکھ کا تارا بنا دیا وہ قیصر و کسریٰ کے درباروں میں پہنچے اور قریش کی تجارت کو ہر قسم کے محصولات اور ٹیکسوں سے بری کرا لیا۔

پھر سرداران قبائل کے پاس وفد لے گئے ان سے معاہدات کئے کہ وہ قریش کا روان ہائے تجارت سے کبھی تعرض نہ کریں گے جس کے عوض میں قریش اپنا کاروان خود ان کے پاس بھیجا کریں گے جو ان سے خرید و فروخت کریگا اور ان کی ضرورت کی اشیاء انھیں پہنچائے گا اور ان کی فروختنی اشیا خریدیگا۔

حجاج کی آسائش و راحت رسانی کے لئے بھی اہم انتظامات کئے اس سے قریش کی تجارت کو چار چاند لگ گئے ان کی دولت اور ان کے کاروبار کو بڑی ترقی حاصل ہوئی عربوں کو بھی بہت فائدہ پہنچا اس کی وجہ سے ہاشم کے اقتدار کا روبار کو بھی بہت فائدہ پہنچا شمس کے قلب میں اس کی ناکامی نے بھائی کے خلاف عناد و عداوت کے زبردست شعلے پیدا کر دیئے تھے اس کے سینے میں مخالفت کا ایک جہنم پوشیدہ تھا اور ہاشم کی ان ترقیوں اور ہر دلعزیزیوں کو دیکھ دیکھ کر انگاروں پر لوٹ رہا تھا مگر مجبور تھا بھائی کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا اور یہی آگ دل میں لئے ہوئے مر گیا۔

امیہ و حرب کی معاندانہ حرکات

اس کے بعد اس کے بیٹے امیہ نے جو کہ وہ بہت دلیر و فیاض تھا مقابلہ میں آگے بڑھنے اور آبائی عداوت نکالنے کی انتہائی سعی کی لیکن ہاشم کا اقتدار اس کی ناکامی کا بھی داغ بن گیا امیہ کا بیٹا اور شمس کا پوتا تھا حرب۔ بہت جوانمرد بہت تنومند شہسوار دلیر ہاشم کے انتقال پر یہ ان کے فرزند عبدالمطلب کے مقابلہ پر کھڑا ہو گیا۔ زمین کی دھول آسمان کو پہنچا دی جدوجہد میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی پھر بھی چاروں خانے چت جا رہا تولیت حرم عبدالمطلب کی دستار فضیلت کا طرہ بن گئی قریش نے انھیں کو منتخب کیا اور یہی متولی منتخب ہوئے یہ دوسرا زبردست صدمہ تھا جو بنو ہاشم

کے مقابلہ میں بنو امیہ کے قلوب آتشیں کو برداشت کرنا پڑا۔
حرب انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں پیچ و تاب کھا کر رہ گیا اور انتقام کے شعلے اس کے قلب میں برابر بھڑکتے رہے لیکن عبدالمطلب کی لیاقت و بلندی کے مقابلے میں اس کی کوئی پیش نہ گئی ہر منزل پر شکست کھانی پڑی حرب فجار میں قریش کی سپہ سالاری اگرچہ حرب کے حصہ میں آئی تھی مگر یہ بھی جو وہ بھی ناکام ہی دنیا سے گیا اور بنو ہاشم کو نیچا دکھانے کا ارمان دل کا دل ہی میں رہ گیا۔

اعلانِ نبوت اور بنو امیہ کا اشتعال

دونوں خاندان بڑی وسعت اختیار کر چکے تھے اور قریش میں بڑے مقتدر، دولتمند اور شریف خاندان سمجھے جاتے تھے انتخاب سے سرداری و تولیت ملی تھی عبدالمطلب کے بعد بنو ہاشم کا آفتاب اقتدار گہن میں آگیا ان کے فرزندوں میں ابوطالب تو دولتمند نہ ہونے کی وجہ سے رہ گئے حضرت عباس کے پاس دولت تو کافی تھی مگر وہ فیاض نہ تھے ابولہب کے پاس روپیہ بھی تھا اور وہ خرچ بھی کرتا تھا مگر اس کا چال چلن درست نہ تھا اس لئے تولیت اس خاندان سے نکل گئی تاہم جب تک ابوطالب کی آنکھیں کھلی رہیں بنو ہاشم کا طنطنہ بھی قائم رہا۔
اعلانِ نبوت کو بنو امیہ ہی نے سب سے زیادہ گراں اور اپنے اقتدار کے لئے نقصان رساں سمجھا اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ جب بنو ہاشم ہمارے مقابلہ میں کسی طرح کامیاب نہ ہو سکے تو انہوں نے یہ نبوت و رسالت کا ڈھونگ کھڑا کیا ہے جسے ہم ہرگز قبول نہ کریں گے۔ یہی قیادت کے لئے کھڑے ہو گئے اور سب سے زیادہ مخالفت کا اظہار انہیں کی طرف سے یا انہیں کی قیادت میں ہوا کہ انہیں اسلام کے فروغ میں اپنے خاندانی اقتدار کے زوال کی جھلک نظر آنے لگی تھی ابوطالب کے عہد تک تو پھر بھی کچھ سکون رہا مگر ان کے بعد تو بنو امیہ پھر شیر ہو گئے ابوسفیان نے حضرت خدیجہؓ کے خاندانی قبرستان میں دفن کی بھی مخالفت شدت کے ساتھ کی قتل کا تہیہ کر ہی لیا تھا کہ ہجرت کا حکم آگیا اور حضور ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔

فرزندانِ توحید کے خلاف اموی جوشِ غضب

اب بنو امیہ کا اقتدار حد انتہا کو پہنچ چکا تھا قریش کی سرداری اور کعبہ شریف کی تولیت بھی ابوسفیان کو مل چکی تھی اور رسول کریم اور فرزندانِ توحید کی مخالفت عظیمہ کی مخالفانہ تحریک کی قیادت کی وجہ سے ان کا اقتدار مکہ اور عرب میں فلک الافلاک تک پہنچ گیا تھا دولت کی بھی کوئی انتہا نہ رہی تھی ابوسفیان نے سرداری کا منصب حاصل کر کے ہر طرف ایک قیامت برپا کر دی۔
نہ صرف قریش بلکہ پورے عرب کو مسلمانوں کے خلاف منظم کر دیا اور مدینہ والوں کو بھی شدید دھمکیاں دیں قریش کو جنگ پر آمادہ کیا مگر غزوہ بدر میں کفار کو بے پناہ نقصان پہنچ گیا تمام بڑے بڑے سردار کھیت رہے۔ قریش کے گھر گھر ماتم بپا ہو گیا جس کے انتقام کے لئے ابوسفیان ہی لشکر لیکر گیا وہاں اسی کی بیوی ہندہ نے اپنے غلام وحشی سے حضرت امیر حمزہؓ کو قتل کرایا اور اموی عناد کی انتہا یہ تھی کہ ان کا جگر نکال کر کچا چبا گئی۔ حضور نبی کریم کا بھی دندان مبارک شہید ہوا۔

پھر غزوۂ احزاب کے موقعہ پر بھی ابوسفیان یہودیوں اور منافقوں کو ملا کر ۲۴ ہزار عربوں کا ایک بے پناہ لشکر لیکر مدینہ منورہ پر جا چڑھا امویوں کے نزدیک اسلام کی تباہی یقینی تھی اور ان میں کائنات کے ذرہ ذرہ سے اسلام کی تباہی کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں لیکن خدا نے اسے خائب و خاسر کیا اور چڑھا ہوا سیلاب بھی اتر گیا۔

عہدِ رسالت اور بنو امیہ

آخر اسلام کا آفتاب بلند ہوا مکہ فتح ہو گیا ابوسفیان کا سر جھک گیا نہ صرف امویوں بلکہ قریش کی گردنیں بھی اسلام کے سامنے خم ہو گئیں رسالت کا پیام کامیاب ہوا بنو ہاشم نے وہ عروج حاصل کیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں مگر جہاں امویوں نے اقتدار حاصل کر کے بنو ہاشم کے تنگ کرنے اور رسول کریم کے ستانے بلکہ انہیں دنیا سے ناپید کرنیکا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا وہاں جب بنو ہاشم کو اقتدار نصیب ہوا ہے تو خود بنو امیہ کے گلشن بھی اس بہار سے بیگانہ نہ رہے جو بنو ہاشم کے چمنوں کو شگفتہ بنائے ہوئے تھی۔
یہ تو پھر نازِ اقتدار کے تذکار ہیں اس عہد میں بھی جبکہ ظلم و عدوان کے بادل امنڈ امنڈ کر بنو ہاشم اور فرزندانِ توحید کے خلاف برس رہے تھے جبکہ اموی ترکش کے تمام تیر نکل کر بنو ہاشم کے سینہ و جگر کی تواضع کر رہے تھے مکہ دشمنانِ رسالت سے بھرا ہوا تھا ابوسفیان خدمت میں حاضر ہوا ہے اور کہتا ہے کہ۔
محمدؐ! دیکھتے نہیں کہ آسمان تانبے کا بن گیا زمین سوکھ کر پتھر کی بن گئی ہے تمہاری قوم فاقوں مری جا رہی ہے زبردست قحط پڑا ہوا ہے دعا کیجئے کہ بارش ہو اور سوکھی کھیتیاں لہلہاتی نظر آئیں۔" رسول کریم نے اس کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی کہ یہ ابوسفیان حرب کا بیٹا اور امیہ کا پوتا ہے تمام ظلم و عدوان کا بانی یہی ہے اور اسی نے ایک مدت سے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے، دعا اور پھر رسالت مآب کی دعا فوراً برابر نمودار ہوا اور جل تھل ایک ہو گئے رسول کریم کی وفات عالم مسلمین کے لئے ایک اندوہناک حادثہ تھی مگر بنو ہاشم کو اس میں اپنے اقتدار کا زوال بھی نظر آنے لگا اگرچہ بنو امیہ اسلام لے آئے تھے اور ان میں بڑے بڑے مخلصین بھی۔ جو تھے پھر بھی ایسے تھے جو نسلی عناد کو بھلا نہ سکتے تھے انہی نے بنو ہاشم کو خلافت کے لئے ابھارا مگر حضرت علیؓ نے ادھر توجہ نہ کی۔
عہد عثمانیہ کے آخر میں نسلی عناد کی یہ چنگاری پھر مشتعل ہوئی دلوں میں عداوت تو بھری ہوئی تھی شہادت عثمانؓ کا سامان الزام انہی کے سر تھوپ دیا اور ایک دفعہ پھر علانیہ مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے پہلے داعیانِ اصلاح کی شکل میں جنگ جمل کا باعث بنے پھر جنگ صفین کے محرک ہوئے سردار بنو ہاشم حضرت حسنؓ نے خلافت ہی سے دست برداری حاصل کر لی لیکن مروان برابر ستاتا رہا۔ عہد معاویہ چونکہ ہوشمند عہد تھا اس میں زیادہ گڑبڑ نہ کر سکے مگر عہد یزید میں پھر کھڑے ہو گئے اور فتنہ کا باعث ہوئے جو شہادت علیؓ پر ختم ہوا۔

مجلسِ دوم

اہلبیت کا پہلا حزن

وفات سے پہلے وفات کے اشارے جب پورا عرب اسلام

کہ آگے سر جھکا چکا ہا لمی اقتدار کا طوطی پورے جوش کے ساتھ بولنے لگا اور نبوت کا کام اختتام کو پہنچ چکا تو سورہ فتح نازل ہوئی محرمان اسرار نبوت کا ماتھا اسی وقت ٹھنک گیا تھا

حجۃ الوداع کے عدیم المثال موقعہ پر حضور نبی کریم نے تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے اجتماع کے سامنے معرکۃ الآرا تقریر کی ہے اور اس کے دوران میں فرمایا ہے کہ لوگو! میرا پیغام جو آج تمہارے کانوں نے سنا ہے اس کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں رکھ لو اور جو یہاں حاضر نہیں ہیں انھیں بھی سنا دو۔ آج میں تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام کرتا ہوں تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں مجھے تمہاری غریبی سے نہیں تمہاری دولتمندی سے اندیشہ ہے شیطان عرب میں شرک کی طرف سے تو قیامت تک کے لئے مایوس ہو چکا ممکن ہے آج کے بعد مجھے پھر تمہارے سامنے بولنے کا موقع نہ ملے اس تقریر میں بھی رحلت کے متعلق اشارات موجود تھے۔

اس کے بعد جو واپس تشریف لائے ہیں تو یہ حالت تھی کہ ہمہ وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے ایک روز آپ نے حضرت عائشہؓ کے گھر اپنے مخصوص صحابہ کو بلایا اور فرمایا کہ میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ تقوی اختیار کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں وہی تمہارا مالک و محافظ ہے۔ اسی گفتگو کے دوران میں فرمایا تھا کہ اللہ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا تھا کہ وہ عقبیٰ اور دنیا میں سے کسی ایک کو اختیار کرلے لیکن اس نے دنیا پر عقبیٰ کو ترجیح دی۔

حضرت صدیق اکبر راز دار نبوت تھے یہ الفاظ سنتے ہی ان پر رقت طاری ہوگئی دوسرے صحابہ کچھ نہ سمجھ سکے کہ رونے کا یہ کون موقع ہے لیکن یہ اشارہ تھا اپنی رحلت کی طرف مجلس برخاست ہوگئی۔

رسول کریمؐ کی علالت و وفات

اس کے بعد ہی آپ علیل ہوگئے اور یہ نوبت پہنچی کہ امامت سے معذور ہوگئے اور حضرت صدیق اکبر کو امامت کا حکم دیا حضرت عائشہ بھی بہت ذہین اور نکتہ رس تھیں اس اشارہ کو سمجھ گئیں عرض کی میرے باپ رقیق القلب ہیں یہ خدمت عمرؓ کو تفویض فرمائیے اس پر برہم ہو کر فرمایا نہیں امامت ابوبکرؓ ہی کریں گے چنانچہ یہی ہوا کئی روز تک امامت کرتے رہے۔

ایک روز کچھ افاقہ نظر آیا تو مسجد میں تشریف لائے حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے انھوں نے پیچھے ہٹنا چاہا آپ نے اشارہ سے منع فرمادیا اور ان کی اقتدار میں نماز پڑھی یہ ایک اشارہ تھا اس امر کا کہ حضور کا دور ختم ہو چکا اب اقتدائے عالم کی عزت حضرت ابوبکرؓ کے حصہ میں آنے والی ہے اس کے بعد پھر یکایک طبیعت بگڑی اور ایسی بگڑی کہ نہ سنبھلی اور آخر وہ وقت آگیا جو ہر ذی روح پر گذرنے والا ہے بارہ روز بیمار رہ کر آپ راہی خلد بریں ہوئے۔

مسلمانوں پر سیلاب غم کا گذر

ذات رسالت مآب رحمت عالم تھی ماں باپ سے شفیق تر تھی عامۂ مسلمین کی پشت و پناہ تھی تمام مسلمانوں کے قلوب پر غم کی تاریکی مسلط ہوگئی آنکھیں دجلہ و فرات بن گئیں بدحواسی کا عالم طاری ہوگیا بعض تو شدت اندوہ سے دیوانہ ہوگئے خود حضرت فاروق اعظم جیسے ضابط بزرگ ہوش و حواس کھو بیٹھے مسجد نبوی کے دروازہ پر شمشیر بکف کھڑے ہوگئے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ لوگو! رسول اللہ نے ہرگز رحلت نہیں کی جو یہ الفاظ زبان سے نکالیگا اس کا سر قلم کرلوں گا۔

تمام مسلمانوں میں ایک کہرام برپا تھا اہل مدینہ پر سیلاب غم گذر رہا تھا حضرت صدیق اکبر کہیں گئے ہوئے تھے واپس جو آئے تو مسجد نبوی مسلمانوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور سب سر جھکائے اندوہ غم کی تصویر بنے بیٹھے تھے حضرت صدیق اکبر کی دل کی دنیا بھی اگرچہ اجڑ چکی تھی دل خون ہو رہا تھا مگر ضبط و تحمل سے کام لیا حضرت عمرؓ کو اپنی پر رعب آواز میں للکارا اور فرمایا عمرؓ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ رحلت فرما گئے تلوار میان میں کرو اور یہاں سے ہٹو اور تو کسی کی مجال نہ تھی جو انھیں روکتا اور اپنا سر کٹاتا وہ تو حضور صدیق اکبر کی ذات گرامی تھی کہ جس کے رعب و جلال نے عمرؓ کو خاموش کر دیا پھر حضرت نے ممبر پر کھڑے ہو کر ایک نہایت بصیرت افروز تقریر کی اور مسلمانوں کے جوش غم کو سکون پذیر بنایا کہ ان پر سکتہ کا عالم طاری تھا۔

انصار کرام کا جلسہ انتخاب

مدینہ منافقین سے اب بھی خالی نہ تھا کہ شفقت پیغمبری ان کے استیصال کی روادار نہ ہوسکی بھی یہ تو موقع کی تاک ہی میں تھے کہ کسی طرح شیرازہ اسلام کو منتشر کرکے رکھدیں انھیں اور کوئی موقع مل نہ سکا تھا اس فرصت کو مغتنم سمجھکر انھوں نے انصار کرام کو ابھارا اور کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ذاتی بشر ہم ہمارا ہی گوشت و پوست ہو اس موقعہ کو غنیمت سمجھو کہ اب تمہاری خدمات کے صلے کا وقت آگیا ہے۔

اگر اس فرصت کو تم نے ہاتھ سے نکل جانے دیا تو پھر کبھی سرخرو نہ ہوگے تمہاری ہی امداد سے اسلام کو یہ ترقی نصیب ہوئی ہے تمہیں اکثریت میں ہو اور تمہارا ہی حق فائق ہے تمھیں میں سے خلیفہ کا انتخاب ہونا چاہئے عالم ہیجان میں انصار فوراً کھڑے ہوگئے اور انتخاب کے لئے ایک جلسہ بھی سقیفۂ بنو ساعدہ میں منعقد کرلیا۔ مغیرہ بن شعبہ نے جو یہ رنگ دیکھا تو دوڑے ہوئے آئے اور حضرت عمرؓ سے عرض کی کہ ایک اور فتنہ منافقین کا اٹھا ہے برپا ہو چکا ہے جلسہ ہو رہا ہے بحث چھڑی ہوئی ہے حضرت عمرؓ بھی گھبرا گئے حضرت صدیق اکبر کو اطلاع دی۔ وقت نہ تھا کہ صدیق اکبر نعش مبارک کو چھوڑیں حضرت علیؓ کو تجہیز و تکفین کے متعلق ضروری ہدایات دیکر حضرت عمرؓ و ابو عبیدہ بن الجراح کو ساتھ لیا اور اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے

اثنائے راہ میں حضرات عاصم وعویم ملے اور عرض کی کہ خدا کے لئے آپ وہاں نہ جائیں کہ بڑا جوش پھیلا ہوا ہے معاملہ دست اندازی کی حدود سے نکل گیا ہے کہیں تلوار پر نوبت نہ آجائے۔

انصار کے سامنے ابوبکرؓ کی مدبرانہ تقریر

لیکن حضرت صدیق اکبر نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور سربکف وہاں پہنچ گئے عین اس وقت کہ حضرت سعد بن عبادہؓ خلیفہ منتخب ہوا ہی چاہتے تھے حضرت صدیق اکبر نے جاتے ہی نہایت مدبرانہ تقریر شروع کردی جس میں پہلے آپ نے انصار کرام کے فضائل بیان کئے اور پھر کہا کہ نہیں اس کا علم ہے کہ ہم سابقین اولین میں ہیں ہم ہی وہ ہیں جنھوں نے تیرہ سال تک رسول اکرم کے ساتھ مکہ میں ہولناک مصائب برداشت کئے ضرور تم نے بڑی امداد کی تھی اس وقت جب اسلام ایک حد تک تقویت حاصل کرچکا تھا

مگر ہم نہایت مظلومیت کے دور میں ساتھ رہے انتہائی مظالم برداشت کئے جان و مال کی قربانی میں دریغ نہ کیا ہم نے اپنی جانیں اپنے مال اور اپنی عزتیں سب خطرہ میں ڈال دیں شبانہ روز ہدف مصائب بنے رہے بڑے بڑے خونیں معرکوں کے ہفت خوان طے کئے رسول اللہ کے گرد و پیش لگے رہے گھر چھوڑے وطن سے نکلے خانماں برباد ہوئے۔

مصائب وہ مصائب اور ایسے مصائب جن کے تصور سے جگر پاش پاش ہو جائے تمہاری اعانت ضرور قابل تعریف ہے ہم پر بھی تمہارے بڑے احسانات ہیں مگر مہاجرین پھر سابق الایمان ہیں اس لئے تمہیں وزارت اور ہمیں امارت موزوں ہے۔ اس پر حضرت حبابؓ انصاری نے کہا اچھا تو پھر ایک امیر تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے ہو اگر انھیں یہ منظور نہ ہو تو شہر سے نکال دو کہ اسلام کی جڑ تو ہم ہی ہیں دین ہم سے پھیلا ہے خلافت کے مستحق ہم ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر سوچ لیا حالت نزع میں رسول کریمؐ نے آپ کو کار سپرد نہیں کیا اور یہ وصیت نہیں کی کہ ہم تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں اگر یہ اشارہ ہماری امارت کی طرف نہ ہوتا تو یہ وصیت کیوں کی جاتی۔

اس پر حضرت حبابؓ بحالت برہمی کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ کی طرف بڑھے تلوار میان سے نکال لی حضرت ابو عبیدہؓ نے دونوں کو الگ کر کے فرمایا انصار بھائیو یہ کیا کر رہے ہو جس شجر کی آبیاری خون تم نے اپنے ہاتھوں کی اسی کو خود کاٹ رہے ہو جس دین کو تم نے شاداب کیا خود اس کی ویرانی کے سامان بنے بیٹھے ہو آخر تم بھی تو مسلمان ہو رسول کریمؐ کی آنکھیں بند ہوتے ہی تمہاری آنکھیں بدل گئیں۔ ادھر حضرت ابوبکرؓ نے نہایت تدبر سے کام لیکر پھر نہایت فصاحت و بلاغت سے انصار کے فضائل بیان کرنے شروع کر دیئے۔

اور فرمایا ہمیں تمہاری خدمات، فضائل کا اعتراف ہے سب کچھ مانتے ہیں مگر اس پر بھی تو غور کرو کہ یہ معاملہ مقامی نہیں ہم آج سب کچھ مان بھی لیں لیکن پورا عرب تو قریش کے سوا کسی کی بھی سیادت قبول نہ کریگا کہ قریش کا تقدس صدیوں سے مسلم ہے اور خاندان رسالت سے بھی ان کا قبائلی تعلق رہا ہے کرو وہی جو تمہارا دل چاہے مگر پہلے غور کر لو۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا انتخاب

اسی تقریر میں فرمایا کہ سارے عرب کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرو میرے نزدیک تو بہتر یہ ہے کہ یہ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ موجود ہیں قریشی ہیں مہاجرین ہیں ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لو عمرؓ نے نہایت تدبر کے ساتھ ہاتھ بڑھا کر فرمایا کہ ہم سب میں آپ کا درجہ بہت بلند ہے لایئے ہاتھ کہ بیعت کر لوں۔ بشیر بن نعمانؓ نے کہا ٹھیک ہے مہاجرین سے لڑنا جھگڑنا ٹھیک نہیں ہے خود رسول کریمؐ الائمہ من القریش فرما چکے ہیں چند اور انصاریوں نے بھی اس حدیث کی تصدیق کی۔ اب کیا تھا جب تک اپنا حق سمجھتے تھے مصر تھے مرنے اور مارنے بھی تامل نہ تھا جب حدیث سامنے آگئی تمام جوش سرد ہو گیا جو جہاں تھا سکتہ کے عالم میں بیٹھا رہا۔

خلقت بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی چشم زدن میں ہوا کا رخ ادھر سے ادھر ہو گیا اٹھتا ہوا طوفان دفعتہ تھم گیا اور حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب ہو گیا لوگ مطمئن ہو گئے بنو ہاشم تجہیز و تکفین میں مصروف رہے دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عام ہوئی اور بعد میں فرزندان توحید نے عہد اطاعت استوار کیا۔

حدیث قرطاس

بنو ہاشم کے لئے رسول کریمؐ کی رحلت ہی کا صدمہ کیا کم تھا کہ خلافت سے اس محرومی کے غم اور اس اچانک انقلاب اور انتخاب نے ان کے قلوب کو اور زیادہ مجروح کر دیا اس کا بھی انہیں بہت زیادہ صدمہ تھا کہ خلافت جیسی اہم چیز کے متعلق ان کی کوئی رائے نہیں لی گئی۔

حضرات علیؓ، عباسؓ اور زبیرؓ نے کچھ عرصہ تک بیعت نہ کی حضرت زبیرؓ تو بہت برہم تھے حضرت فاطمہؓ کے گھر میں بنو ہاشم کے مخالفانہ جلسے برابر ہوتے رہے جن میں حضرت علیؓ کی خلافت پر زور دیا جاتا رہا اور اس کی تدابیر پر غور ہوتا رہا حضرت عمرؓ نائب خلیفہ مقرر ہو چکے تھے انہوں نے اسے ایک نیا فتنہ سمجھ کر اسے روکنے کی سعی کی آخر انہوں نے بھی بیعت کر لی اور سکون ہو گیا۔

منجملہ ان علالت نبوی کا ایک اور اہم ترین واقعہ قرطاس کا واقعہ ہے وفات نبوی میں ابھی تین روز باقی تھے بخار تیز تھا کہ زبان مبارک سے نکلا کہ قلم دوات مہیا کر دو میں ایسی چیز تمہارے لئے لکھ جاؤں جو تمہیں آئندہ گمراہی سے مصئون رکھے حضرت عمرؓ نے یہ کہکر روک دیا کہ حضور پر مرض کا استیلا ہے اور ہماری رہنمائی کے لئے قرآن کافی ہے۔

اگر اس حدیث اور اس واقعہ کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ ایک معمولی چیز تھی جسے کوئی اہمیت نہ دینی چاہیے تھی لیکن اس پر اختلاف کی مستحکم دیواریں کھڑی ہو گئیں اور آگے چل کر اسلام دو فرقوں میں تقسیم ہو گیا تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو سرے سے یہ حدیث ہی کالعدم ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس کے راوی صرف ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عباس بتلائے جاتے ہیں جن کی عمر اس وقت صرف چودہ سال کی تھی۔

لطف یہ ہے کہ وہ اس روز وہاں موجود بھی نہ تھے اور نہ یہ پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے یہ حدیث سنی کس سے؛ جانے دیجئے اسے بھی تسلیم کر لیجئے کہ واقعہ صحیح ہے یہ بھی مان لیجئے کہ حضور خلافت نامہ ہی مرتب کرنا چاہتے تھے تو اس کے بعد بھی تو حضور تین روز تک زندہ رہے اور ان دنوں میں حالت بھی سنبھلی رہی بنو ہاشم کو کون امر مانع تھا جو وہ بعد کو ایسی تحریر نہ لکھا سکے درانحالیکہ وہ آٹھوں پہر حضور کے گرد و پیش ہی رہتے تھے۔

وہ خود نہ لکھا سکے تو خود رسالتمآب تو لکھ سکتے تھے بعد ہی کو نہیں اسی وقت لکھا سکتے تھے وہی ذات گرامی تو تھی جو قریش کی پوری طاقت سے اپنی مظلومی کے زمانہ میں نہ دبی تھی اور جس کے عزم کا یہ عالم تھا کہ ابو طالب سے صاف کہدیا تھا کہ اگر یہ کفار میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی آسمان سے لا کر رکھدیں تو بھی اپنے فرض کی ادا کاری سے باز نہ رہوں گا

یہ ممکن ہی نہ تھا کہ حضور نبی کریمؐ چاہتے اور پھر انہیں کوئی روک سکتا پھر حضرت عمرؓ کا قبیلہ بنو ہاشم کے قبیلہ کے مقابلہ میں بہت چھوٹا تھا وہ ان کے مقابلہ میں کوئی طاقت نہ رکھتے تھے رکھتے بھی تو اپنے لئے رکھتے اور اس سے خود استفادہ کرتے

حضرت صدیق اکبرؓ سے کوئی رشتہ داری نہ تھی پھر انسان دولت و حکومت اولاد ہی کے لئے حاصل کرتا ہے دونوں کے اولاد موجود تھی اور لائق بھی تھی دونوں نے اولاد تو اولاد اپنے کسی عزیز کو نامزد کرنا تو کجا کوئی عہدہ بھی نہ دیا بنو ہاشم سے

ان کے عناد کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ اگر حضرت علیؓ نے رکا بھی تو ان کی نیت بخیر تھی اور اس سے ان کے قلب میں خلافت کی کسی آرزو کے ہونے کے کسی امکان کا اظہار نہیں ہوتا البتہ بنو ہاشم کے قلب میں خلافت کی آرزو ضرور تھی اور وہ اس کے متمنی تھے۔

استحقاق خلافت اور اہلبیت اطہار

خود حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ مجھے حالت اچھی نظر نہیں آتی اور مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ چند روز کے بعد ہم دوسروں کی غلامی کرتے نظر آئیں گے مناسب یہ ہے کہ حضور سے خلافت کے متعلق زندگی ہی میں پوچھ لیا جائے۔ حضرت علیؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اس کی جرأت ہرگز نہ کروں گا کہ اگر انہوں نے انکار کر دیا تو پھر آیندہ کے لئے بھی تمام توقعات بحزن ختم کر رہ جائینگی

اس کے بعد بیعت نہ کرنا حضرت زبیرؓ کا شمشیر بکف ہو جانا حضرت فاطمہؓ کے گھر میں بنو ہاشم کے مخالفانہ جلسوں کا منعقد ہونا اور بیعت کے وقت حضرت صدیق اکبرؓ سے حضرت علیؓ کا یہ کہنا کہ خدا کی قسم ہم آپ کی خلافت پر حسد نہیں کرتے مگر خلافت کے معاملہ میں ہماری حق تلفی ضرور ہوئی پھر حضرت فاروق اعظم کے بعد جب انتخابی معرکہ شروع ہوا تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے گو اس سے دستبرداری اختیار کر لی لیکن خود علیؓ اس سے دستبردار ہونے پر پیشکش کے باوجود تیار نہ ہوئے۔ اہل بیت کا یہ مستحکم خیال تھا کہ خلافت انہی کا حق ہے اسی لئے وہ اس کے لئے حتی المقدور ساعی رہے مگر مشیت ایزدی اس کے خلاف تھی۔

مجلس سوم

خلافت راشدہ

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ اگرچہ بہت مختصر زمانہ ہے مگر یہ قلیل زمانہ بھی اہم ترین واقعات سے بریز ہے ادھر رسول کریم کی آنکھیں بند ہوئیں ادھر پورے عرب میں ایک بھونچال آگیا اس شدت کے ساتھ کہ زمین کا ریگ اڑ اڑ کر آسمان کو پہنچنے لگا ایک طرف تو نبوت کو کامیاب دیکھکر وہ بخیال خویش اسے دنیاوی کامرانی کا ایک یقینی ذریعہ سمجھکر طول و عرض عرب میں متعدد مدعیان نبوت اپنے اپنے قبائل کی پوری قوتوں اور جالتوں کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے دوسری طرف منکرین زکوٰۃ نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔

سرزمین عرب ایک دفعہ پھر کفر و ضلالت کا گہوارہ بن گئی تمام عرب باغی ہو گیا اور یہ نوبت پہنچگئی کہ قریش و ثقیف کے سوا تمام قبائل اسلام سے منحرف ہو گئے اور یہ معلوم ہونے لگا کہ اسلام کا خاتمہ ہے۔ ایک تیسری جماعت اور تھی جو مرتدین کی جماعت تھی جس نے بالکل اسلام سے انحراف اختیار کر لیا تھا اور ہر طرف تاریکی نظر آ رہی تھی۔

خلافت کی عنان ہاتھ میں لیتے ہی مشکلات و مصائب کے صد ہزار پہاڑ سامنے آ کھڑے ہو گئے اور افق پر تیرہ و تار گھٹائیں مستولی ہو گئیں۔

مہم شام کی روانگی

ان مشکلات و صعوبات کے ساتھ مہم شام کی روانگی کا معاملہ بھی درپیش تھا جسے حضور نبی کریم نے حضرت اسامہ کی زیر قیادت اپنی زندگی ہی میں بھیجنے کا عزم فرما چکے تھے۔ گھبراہٹ اور پریشانی کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے متقدر صحابہ اس کے التوار اور پہلے مرتدین سے عہدہ برآ ہونے پر زور دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ایسے نازک اوقات میں اتنے بڑے لشکر کا مدینہ سے باہر چلا جانا اقتضائے وقت کے خلاف ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ سنا تو برہم ہو کر فرمایا کہ خدا کی قسم اگر مدینہ کی پوری آبادی بھی کوچ کر جائے اور ویرانی کا یہ عالم ہو جائے کہ درندے شہر میں گھسکر میری ٹانگ کھینچنے لگیں تو بھی میں اس مہم کو روکنے کے لئے تیار نہ ہوں گا جسے رسول اللہ بھیجنے کا عزم کر گئے یہ پختگی عزم اور یہ عظمت استقلال دیکھ کر سب خاموش ہو گئے چنانچہ سات سو جلیل القدر صحابہ پر مشتمل یہ مہم گئی اور کامیاب واپس ہوئی۔

بغاوت عرب کا استیصال

اس کے بعد آپ باغیان عرب کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت خلافت اسلامیہ کے پاس طاقت ہی کیا تھی بغاوت کا سیلاب پوری تیزی کے ساتھ پورے عرب سے گذر رہا تھا صرف ایک مکہ مدینہ اور طائف اس کے اثر سے محفوظ تھے ان کی حیثیت ہی کیا تھی تنہا ایک مسیلمہ کذاب ہی چالیس ہزار سرفروشوں کا لشکر لئے ہوئے کھڑا تھا۔

مرتدین کی افواج مدینہ لوٹنے کے لئے بڑھ رہی تھیں اور بہت قریب پہنچ چکی تھیں لیکن آفریں ہے حضرت صدیق اکبرؓ کے تدبر کہ ذرہ برابر بھی نہ گھبرائے اور جبین مبارک پر ایک شکن بھی نہ پڑی مشکلات کے مقابلہ کے لئے ہمہ تن مستعد ہو گئے مہم شام کی واپسی تک خود شہر کے تحفظ کا اہتمام کرتے رہے اس کے بعد گیارہ علم تیار کر کے گیارہ منتخب صحابہ کو تفویض کئے چھوٹے چھوٹے لشکر جن میں سے کوئی بھی ایک ہزار، دو ہزار پر مشتمل نہ تھا ان کی قیادت میں دئیے اور انہیں ہدایات کیں کہ اپنے قریبی لشکروں سے مکاتبت قائم رکھنا۔

جدھر سے گذرو جو مسلمان ملیں انہیں ساتھ لینا اور مخالفین سے جہاد کرنا اور جب ایک فارغ ہو جائے تو دوسرے کی امداد کو فوراً پہنچ جائے انہیں مختلف اطراف میں مختلف طریق پر بھیجدیا اور برابر ہدایات دیتے رہے خود مدینہ کی حفاظت اپنے ذمہ رکھی۔ اس قابلیت اور عدیم المثال تدبر و دانائی کے ساتھ بساط عرب پر یہ مقدس مہرے رکھے کہ جو اٹھا وہ مات ہی دیتا ہوا اور شہ دیتا ہوا اٹھا۔

تحیر کی ایک دنیا سامنے آ جاتی ہے جب یہ تصور کیا اور دیکھا جاتا ہے کہ یہ لشکر یمن بحرین مسقط اور نجد و نجران جیسے دور دراز اقطاع میں پہنچے اپنی بے سروسامانیوں اور قلت کے باوجود شدید لڑائیاں لڑیں اور باغیوں کا قلع قمع ایک سال کے اندر کر کے رکھدیا۔

ان جنگوں میں سب سے زیادہ خوفناک جنگ مسیلمہ کذاب کی جنگ تھی جو اگرچہ خود اپنے ۲۱ ہزار رفقاء کے ساتھ مارا گیا مگر مسلمانوں کو بھی نقصان پہنچا بارہ سو گرامی قدر مسلمان شہید ہوئے جن میں بہت سے حفاظ تھے۔ مدعیان نبوت کے بعد ان سرداران عرب کی خبر لی جو مرتد ہو کر اپنے اپنے قبائل اور علاقوں کا

خود مختار ہو گئے تھے پھر مانعین زکوٰۃ کی طرف متوجہ ہو کر انہیں مطیع و منقاد بنایا۔ ان سے جہاد کے متعلق صحابہ میں اختلاف تھا وہ کہہ رہے تھے کہ ایسے لوگوں کے خلاف کیونکر جہاد کیا جا سکتا ہے جو توحید و رسالت کے قائل ہیں اور صرف ایک رکن کے منکر ہیں۔

مگر صدیقی عزم کا عنان گیر کون بن سکتا تھا پھر برافروختگی کے عالم میں فرمایا کہ تم لوگ کیا کہتے ہو خدا کی قسم اگر کہیں زکوٰۃ میں رسول اللہ کو جوتے کا ایک تسمہ بھی آتا ہو گا اور اس کے دینے سے انکار کیا جائیگا تو بھی اس کے خلاف جہاد کروں گا چنانچہ اس استقلال و تدبر کا یہ نتیجہ ہوا کہ سرزمین عرب تمام شورشوں اور بغاوتوں سے پاک ہو گئی۔

آپ کے تدبر کے جتنے نقوش سامنے آتے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے آب و رنگ میں ایک دوسرے سے بڑھکر دلکش و دلفریب ہے۔

قیصر و کسریٰ سے کامیاب لڑائیاں

جب تمام عرب کو حلقہ اطاعت میں لا چکے تو آپ نے ایک دور اندیش مدبر کی طرح سوچا کہ جنگجوئی عربوں کی فطرت کا ایک جزو بن چکی ہے وہ نچلے بیٹھنے والے ہی نہیں انھیں یونہی آزاد چھوڑ دیا گیا تو یہ پھر الجھ پڑے ہوں گے۔ دوسری طرف وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ رومی اور عجمی اسلامی طاقت کا اٹھان خوف اور حیرت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں موقعہ کی تاک میں ہیں۔ دنیا کی سب سے زبردست و متمدن طاقتیں ہیں اور وہ لیاقت عرب کو بھی سکون سے دیکھتی رہی ہیں یہ حملہ کئے بغیر نہ رہیں گی تھوڑی بہت ابتدا بھی ہو چکی ہے اس لئے آپ نے خالد بن ولید کو حکم بھیجدیا کہ وہ عجمیوں کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ عراق میں کسریٰ کی عظیم الشان طاقت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی جسے عربوں نے قلت تعداد کے باوجود سخت شکستیں دیں اتنے میں رومی بھی میدان میں آ گئے اور بیک وقت دونوں سے جنگ کا سلسلہ چھڑ گیا جس میں کامیابی ہوئی اس طرح آپ نے عربوں کی جنگجویانہ تشنگی کے فرو ہونے کا بھی بندوبست کر دیا انھیں غنیمت میں بکثرت مال ملنے لگا جس سے لوٹ مار کی ضرورت نہ رہی تیسرے مقدس صحابیوں کی زیر سیادت آ جانے سے ان کا اسلام بھی پختہ ہو گیا اگر بغاوت کی پاداش میں انہیں کچل دیا جاتا تو گویا اپنی قوت آپ پامال کر کے رکھدی جاتی۔

معاشرت و انتظام ملکی

آپ نے ملک کا بہترین انتظام کیا۔ جب اسلام لائے ہیں اس وقت ایک لاکھ درہم پاس تھے جو سب اسلام پر قربان کر دیئے پھر تجارت شروع کر دی خلیفہ ہونے پر وہ بھی چھوٹ گئی۔ عرب کے اس شہنشاہ کی معاشرت یہ تھی کہ آپ کو اپنے تمام خاندان کے خرچ کے لئے صرف نصف بکری کا گوشت اور معمولی کپڑا ملتا تھا سالانہ دو چادریں لیتے تھے جو پرانی ہونے پر تبدیل کر لی جاتی تھیں وفات کے بعد اس فرمانروا نے ترکہ میں صرف دو اونٹنیاں ایک غلام اور ایک لونڈی چھوڑی اور سوا دو برس نہایت شان و شکوہ کے ساتھ حکمرانی کر کے عازم خلد بریں ہوئے یہ حضرت صدیق اکبر ہی کی ذات گرامی تھی جس نے اسلام کو از سر نو زندہ کیا۔

جانشین کی نامزدگی

سوا دو برس کی خلافت کے بعد بیماری میں زندگی سے مایوس ہو گئے تو آپ نے عمر رضہ کی نامزدگی [illegible] اہل الرائے صحابہ میں سے حضرت عثمان رضہ نے تو کہدیا کہ [illegible] اچھا ہے حضرت ابن عوف نے کہا کہ قابلیت و اہلیت مسلم ہے مگر طبیعت میں سخت گیر ہیں فرمایا خلافت کا بار پڑنے پر سنبھل جائینگے۔

حضرت طلحہ رضہ نے تو عرض کی یہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں آپ کی موجودگی میں وہ ہم لوگوں سے کیا سلوک کرتے رہے ہیں جب آپ کے بعد کوئی امید ہو [illegible] اس کے متعلق کیا جواب دیں گے فرمایا یہی کہ تیرے رسول کی امت کے [illegible] شخص کو جانشین بنا آیا سب کی تشفی کر کے آپ نے مسجد نبوی میں لوگوں کو جمع کر کے اور کھڑکی سے سر نکال کر پوچھا کہ میں نے عمر رضہ کو تمہارا خلیفہ مقرر کیا ہے [illegible] کسی عزیز کو منتخب نہیں کیا۔ کیا تمہیں یہ انتخاب پسند ہے۔ سب نے باواز بلند عرض کی کہ ہمیں منظور ہے۔

اس کے بعد آپ نے حضرت عمر رضہ کو بلا کر گرانمایہ نصیحتیں کیں اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی ہدایات کر کے راہی ملک بقا ہوئے اور حضرت عائشہ کے حجرے میں رسول کریم کے مزار کے برابر مدفون کئے گئے۔

حضرت فاروق اعظم کی خلافت

حضرت عمر رضہ نے ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو مسند نشین خلافت ہو کر عہد صدیقی کے حاصل شدہ تجربہ حکومت سے کام لیکر فرمانروائی شروع کی اور اس طنطنہ و شان کے ساتھ حکومت کی کہ نہ صرف اس وقت کی دنیا میں اس وقت کے بہترین حکمران ثابت ہوئے بلکہ آج تک ان کے کارناموں کی صدائے بازگشت کانوں میں گونج رہی ہے آپ کی حکومت ہر لحاظ سے جمہوری تھی۔ آپ نے اہل الرائے صحابہ کی ایک باضابطہ مجلس شوریٰ قائم کر دی تھی جس میں جملہ مہمات امور غور و بحث کے لئے پیش ہو کر فیصل ہوتے تھے آپ نے پہلی دفعہ سلطنت عالیہ اسلامیہ کو منظم کیا ملک کو صوبوں اور اضلاع میں تقسیم کر کے ان پر تنخواہ دار حاکم و عامل مقرر کئے گورنروں کی تنخواہیں پانچ پانچ ہزار درہم تھیں ممالک محروسہ کی آمدنی کی پیمائش کرائی محکمہ آبپاشی قائم کر کے زراعت کو ترقی دی جا بجا نہریں کھدوائیں ملک کے ہر گوشہ میں بکثرت مدارس قائم کئے صیغہ پولیس کو باقاعدہ صورت عطا کی۔

سرحدوں پر چھاؤنیاں قائم کر کے اور ان میں بڑی بڑی فوجیں رکھکر نہ صرف خلافت کو محفوظ و مستحکم کر لیا بلکہ رومیوں اور شر انگیزوں کے قلوب پر دھاک بٹھا دی مختلف عظیم الشان شہر آباد کئے تمام صحابہ کے وظائف مقرر کر دیئے یہ حالت تھی کہ ہر شخص شریک سلطنت سمجھا جاتا تھا اور ہر بچہ پیدا ہوا اور ہر بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر ہو گیا ہر محکمہ میں حیرت انگیز اصلاحات کیں اور ہر شعبہ حکومت کو منظم کر دیا رومی اور ایرانیوں کی فرمانرواؤں سے جنگوں کا سلسلہ تو عہد صدیقی ہی میں شروع ہو چکا تھا اور عساکر اسلامیہ نے کامیابیاں بھی حاصل کی تھیں یہ سلطنتیں اس عہد کی انتہائی متمول متمدن و طاقتور سلطنتیں تھیں جن کے ذرائع و وسائل بے پناہ اور فوجیں بیشمار تھیں۔

حضرت عمر رضہ کو ان دونوں سے خوفناک اور زلزلہ خیز جنگیں لڑنا پڑیں یہ عالم تھا کہ دار الخلافہ سے دور ایران و شام میں لڑائیاں لڑی جا رہی تھیں لیکن ہر قدم فاروقی اشارہ پر اٹھتا تھا جرنیل اور سپہ سالار آپ کے [illegible] انگشت پر رقص کرتے تھے مدینہ سے برابر ہدایات [illegible]

جیس دنیا کی عظیم الشان اور فیصلہ کن جنگیں شمار کی گئیں جو روم و عجم کی اقتدار کے شیرازے منتشر کرنے والی ثابت ہوئیں فلسطین شام آرمینیہ عراق اہواز مصر اور طرابلس وغیرہ آپ ہی کے عہد میں فتح ہو کر خلافت اسلامیہ کے جزو بن گئے اور اسلام دفعتا دنیا کی زبردست طاقت بن گیا اور یہ عالم ہو گیا کہ فرمانروایان عالم فاروقی سطوت کے تصور سے لرزاں تھے گرفت ایسی مضبوط تھی کہ معاویہؓ اور ابن عاصؓ جیسے صاحب دماغ بھی دم نہ مار سکتے تھے اور تمام حکام لرزہ براندام رہتے تھے۔

دنیا کے زر و جواہر کا سیلاب مدینہ کی طرف ہو گیا مسلمان مالا مال ہو کر عیش حیات اٹھانے لگے ایران سے لیکر طرابلس تک پھیلی ہوئی اس عظیم و وسیع حکومت میں ہر طرف امن و امان تھا اور حق برس رہا تھا اس رعب و جلال اور سطوت و جبروت کے باوجود اس زمانہ میں کہ مدینہ کے اندر دولت و زر کے انبار لگے ہوئے تھے آپ کی زندگی فقیرانہ عنوان ہی سے بسر ہوئی موٹا کھایا موٹا پہنا صحرا میں اینٹ کا تکیہ بنا کے بے تکلف فرش خاک پر لیٹ رہتے تھے اپنے کسی عزیز و قریب کو سلطنت میں کوئی عہدہ نہ دیا انتہائی غربا پرور لائق ذی علم اور عبادت گذار تھے بنو ہاشم اور اہل بیت کا زندگی بھر احترام کرتے رہے حضرت علی کی دختر حضرت ام کلثوم سے عقد کر لیا ان سے بڑے بڑے دو لائف متروک ہوئے دس برس خلافت کر کے شہید ہو گئے۔

جانشینی کے انتخاب کا انتظام

حضرت عمرؓ کسی کو اپنا جانشین مقرر کرنے کے لئے تیار نہ تھے آخر صحابہ کے اصرار پر آپ نے حضرت علی۔ عثمان ابن عوف سعد بن وقاص اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی تجویز کر کے انھیں میں سے کسی ایک کے انتخاب کر لینے کا حکم صادر فرمایا اور تاکید کر دی کہ یہ لوگ اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں عدم اتفاق آرا کی صورت میں کثرت آرا پر فیصلہ کیا جائے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ بنو امیہ کے قلوب میں حصول اقتدار کی چنگاری روشن ہوئی عائشہؓ کے گھر میں جلسہ منعقد ہوا۔ ابن عاص اور مغیرہ بھی دروازہ پر آ کر بیٹھ گئے جنھیں حضرت سعدؓ نے اٹھا دیا تمام بزرگ تھے حرص سے دامن آلودہ نہ تھا پھر بھی خلافت اتنی بڑی نعمت تھی کہ اس سے دستبرداری کے لئے کوئی تیار نہ ہوتا تھا وقت گذر رہا تھا آخر ابن عوف نے فرمایا کہ اگر آپ میں سے کوئی امیدواری خلافت سے دستبردار ہو جائے تو اسے اپنے رفقاء میں سے کسی ایک کے انتخاب کا حق دیا جا سکتا ہے۔

سب کو خاموش پا کر بولے کہ میں دستبردار ہو کر آپ کی منظوری کی شرط پر اس خدمت کی انجام دہی پر تیار ہوں حضرت علی اموی پروپگنڈے سے واقف ہو چکے تھے اس لئے خاموش رہے اور سب نے منظوری دیدی مزید اصرار پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر رضامندی دینے کے لئے تیار ہوں کہ آپ اقربا نوازی سے کام نہ لیں اور بے لوث فیصلہ کریں۔

اختیارات ملنے پر حضرت ابن عوف نے سب سے علیحدگی میں گفتگو کی اور پوچھا کہ آپ اپنے بعد کسے خلافت کا مستحق سمجھتے ہیں سب نے عثمانؓ اور علیؓ کے نام لئے حتیٰ کہ عثمان نے علی کا اور علیؓ نے عثمان کا نام لیا جس سے سمجھ لیا گیا کہ مقابلہ صرف مؤخر الذکر دو بزرگوں میں رہ گیا ہے نامزد امیدواروں کی اکثریت کا رجحان بھی علی کی جانب نظر آیا کہ سعدؓ و زبیرؓ نے انہی کے حق میں رائے دی۔

سرداران قبائل اور رؤسائے عرب کا میلان بھی اسی طرف پا کر ابن عوف نے مسجد نبوی میں لوگوں کو جمع کر کے تمام واقعات واضح کئے اور بتایا کہ میں سہ روزہ مشورہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ عثمان و علی میں کسی کا انتخاب ہونا چاہئے اب آپ کی کیا رائے ہے حضرت عمارؓ نے حضرت علی اور عبد اللہ بن سعدؓ نے حضرت عثمان کے انتخاب کی تحریک کی دونوں کے حامیوں میں تلخ کلامی تک نوبت پہنچ گئی حریفوں کی یہ کشمکش دیکھ کر حضرت سعدؓ نے ابن عوف سے کہا کہ جب آپ کو انتخاب کا حق مل چکا ہے تو اب دیر کیوں کر رہے ہیں فتنہ بیدار ہو رہا ہے جلد فیصلہ کر کے معاملہ کو ختم کیجئے۔

اس پر ابن عوف نے حضرت علی کو آواز دیکر بلایا اور کہا آپ کو اس شرط پر خلافت دی جاتی ہے کہ آپ کتاب و سنت اور شیخین کرام کے طریق پر کام کریں گے وقت کی بات تھی کہ حضرت علی نے مذکورہ الفاظ کے اعادہ کے بجائے یہ کہا کہ میں اپنے علم و نظر اور طاقت کے مطابق کام کروں گا ابن عوفؓ نے ہاتھ چھوڑ کر حضرت عثمان کو آواز دی اور ان کے اقرار کرنے پر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی جس پر مخلوق ٹوٹ پڑی اور بیعت عام ہو گئی۔

انتخاب میں ناکامی کا افسوس

علی اور بنو ہاشم کو اپنی اس ناکامی کا سخت صدمہ ہوا اس وجہ سے بھی کہ یہ بزرگ ابتدا سے خود کو خلافت کا مستحق جانتے چلے آ رہے تھے اس مرتبہ اکثریت بھی ان کے حق میں تھی ان کے انتخاب کا امکان نہیں یقین ہو چکا تھا انہی کو آواز دی گئی خلافت کے دروازہ تک پہنچکر رہ گئے چشمہ کے منہ پر پہنچکر تشنہ کام لوٹے پھر ناکامی بھی ہوتی ہے تو حریف کے مقابلہ میں بنو امیہ کا اقتدار بڑھا اور بنو ہاشم کو ان کے مقابلہ پر ناکامی ہوئی۔ دوسری طرف بنو امیہ کو لبتًا بہت مسرت تھی۔

حضرت عثمانؓ کے فضائل و مناقب سے انکار نہیں وہ صرف اموی تھے لیکن تقدس و تقرب میں ان کا درجہ بہت بلند تھا اور اگر اس وقت ان کے بجائے علیؓ کا انتخاب ہو جاتا تو گلشن اسلام بے خزاں رہتا اور اس میں دائمی بہار کھیلتی رہتیں جو فتنے اس عہد میں برپا ہوئے ہرگز نہ ہوتے بنو امیہ کو کھل کھیلنے کا موقعہ ملا حضرت عمرؓ کے صحیح جانشین حضرت علی ہی ہو سکتے تھے لیکن مشیت ایزدی میں کسی کو چارہ نہیں خدا کو جو منظور تھا وہی ہوا۔

حضرت عثمان غنی کی خلافت

حضرت عثمان غنی اگرچہ بہت ضعیف اور بہت بوڑھے تھے مگر ان کی سبقت اسلام اور خدمات بہت بڑا درجہ رکھتی تھیں انھوں نے اسلام کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں لاکھوں روپیہ خرچ کیا تھا رسول کریم کے عاشق تھے دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے عقد میں آئی تھیں لیاقت بھی مسلم تھی عہد صدیقی و فاروقی میں مجلس مشاورت کے اہم رکن کی حیثیت کر بڑے بڑے تجربات حاصل کر چکے تھے بڑے متقی بڑے عابد بڑے سخی اور باحیا بزرگ تھے ضرور آپ کے عہد میں بڑے فتنے پیدا ہوئے بدامنی پھیلی مگر اس کے اسباب اور تھے آپ نے خلافت اسلامیہ کا بہترین انتظام کیا۔

عہد فاروقی میں حدود اسلام کو جو وسعت اور ہر شعبۂ حکومت میں جو ترقیاں ہوئی تھیں نہ صرف یہ کہ انھیں سنبھالے رکھنا بلکہ مزید ترقی دینا آپ کی حیرت انگیز لیاقت انتظامی ہی کا ایک مسرت افروز مظاہرہ تھا۔ ایران مکمل طور پر آپ ہی کے عہد میں فتح ہوا۔ افغانستان پر بھی اسی زمانہ میں قبضہ ہوا آذربائیجان اور

خراسان پر چڑھائیاں ہوئیں ترکستان اور طرابلس میں بھی بڑی بڑی فتوحات ہوئیں افغانستان کو جک کا بھی ایک اہم حصہ فتح ہوگیا اسلام کی بحری قوت نے آپ ہی کے عہد میں پیدا ہو کر انتہائی اہمیت اختیار کرلی مدینہ گرد بستیوں کا شہر بن گیا ہر طرف عالی شان محلات نظر آنے لگے یہ حالت ہوگئی کہ مدینہ میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا لوگ نہایت عیش و کامرانی کی زندگی بسر کرنے لگے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے عہد کے ابتدائی چھ سال ترقی و تمول اور امن و عیش کی فراوانی کا عہد زرین کہا جاسکتا ہے۔

فتوحات کے علاوہ اپنے تمام ممالک محروسہ میں بڑی بڑی عظیم الشان عمارات دواخانے مساجد، مدارس مسافرخانے بیت المال کچہریاں تعمیر کرائیں بند بنوائے نہریں کھدوائیں سب کچھ کیا اور کرایا۔

اقربا نوازی اور ہیجان عامہ

یہ کام معمولی کام نہ تھا اول تو آپ بہت ضعیف تھے پھر بار خلافت جو پڑا اور مسلسل چھ سال مشغولیت و انہماک میں گذر گئے تو اور کمزور اور نڈھال ہو کر کام کے قابل نہ رہے اور حکومت کی عنان رفتہ رفتہ اموی کارکنوں عاملوں کے ہاتھ میں آگئی مروان جیسی شر انگیز اور مشتعل طبع و مغرور ہستی دامادی کا فخر حاصل کرکے مرکزی نظام پر قابض ہوگئی چیف سکرٹری کا عہدہ تھا۔

اس نے اپنے اعزہ کو تمام بڑے بڑے عہدوں اور مناصب پر پہنچا دیئے حضرت عثمانؓ خود بہت بڑے دولتمند اور اقربا نواز تھے انہوں نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اس پر مجبور بھی ہوگئے تھے یہ اور بات ہے کہ جن اسباب نے آپ کو ان تقررات پر مجبور کیا تھا وہ خود اسی مروان اینڈ کو کے پیدا کردہ تھے حضرت عثمان کچھ تو فطرتاً نرم طبیعت اور رحمدل تھے اور کچھ بڑھاپے نے اور نرم دل بنا دیا تھا حکمرانی کے ہاتھوں کا مضبوط ہونا لازمات سے ہے گرفت ڈھیلی ہوتے ہی ہر طرف سرکشی کا ظہور ہونے لگا۔

کوئی مضبوط حکمران ہوتا تو وہ رعایا میں ان خیالات کو پیدا ہی نہ ہونے دیتا کہ ملک جس کی تلواروں سے فتح ہوا ہے کون آگے بڑھ گیا اور کس کے ساتھ بے انصافی ہورہی ہے اور ہوتی بھی تو وہ اپنے تدبر و سیاست سے انھیں دبا دیتا جیسا کہ آگے چل کر امیر معاویہ نے کیا سلطنت کی چولیں ڈھیلی ہوجاتی ہیں تو ہر فریق اپنے آپ کو خسارے میں محسوس کرنے لگتا ہے آقاؤں کے خلاف خادموں کو دلیسی ہی شکایات ہوا ہی کرتی ہیں قبائل عرب میں یہ خیال نشو و نما پانے لگا کہ فتح ہوئی ہماری تلواروں سے اور فائدہ اٹھائیں قریش ان میں بےچینی پیدا ہوئی۔ دوسری طرف خود قریش نے جو یہ عجیب بات دیکھی کہ عہد شیخین کرام کے خلاف تمام فوجی اور مالی صیغوں پر اموی قابض ہوگئے تو انھیں بھی گراں گذرنے لگا بنو ہاشم کو بھی رشک پیدا ہوا۔

صحابہ کرامؓ نے اس پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ اقربا نوازی کوئی معیوب امر نہیں ضرور شیخین کرام اس سے مبرا ہے مگر خود ذات رسالتماب کا عمل یہی تھا اور وہ بنو ہاشم کے ساتھ بڑے بڑے سلوک کرتے تھے ان شکایات سے مروان کا پارہ غضب اور چڑھ گیا وہ حکومت پر چھایا ہوا تھا اموی گورنروں کے ہاتھ میں مصر عراق بصرہ شام اور یمن جیسے اہم ترین صوبے آگئے تھے مرکز میں مروان دندنا رہا تھا گویا کہ حکومت پر عملاً بنو امیہ کا قبضہ ہوچکا تھا اور ان کا رویہ بھی بڑی حد تک نہیں تو ایک حد تک ضرور مغرورانہ تھا کہ یہ نوجوان تھے اور وہ تقدس ان میں موجود تھا

ابن سبا کی سازش اور اموی اشتعال

صورت حالات سے فائدہ اٹھا کر معشر اسلام میں تشتت و افتراق پیدا کرنے کا داعیہ لیکر ایک نومسلم یہودی ابن سبا کھڑا ہوگیا یہ روز ازل سے ایک ہنگامہ پسند سازشی دماغ لیکر پیدا ہوا تھا اس نے مکاری طریق پر تقدس کا جامہ پہنا بظاہر متقیانہ رویہ اختیار کیا ہاشمی و علوی حمایت کو اساس کار بنایا اور اس کے بعد اس نے اسی حمایت کی آڑ میں حضرت عثمانؓ اور ان کے اموی عمال کے خلاف بے پناہ پروپگنڈا شروع کردیا ہر طرف اپنے ایجنٹ پھیلا دیئے جو تقریریں بھی کرتے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ فرضی مظالم کی داستانیں لکھ لکھ کر اکابر کے نام جعلی ناموں سے بھیجتے رہتے جن سے ایک عام ہیجان اور عام مغالطہ پیدا ہوگیا اور ہر جگہ کے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ دوسری جگہوں پر شدید مظالم ہورہے ہیں۔ ہر جگہ شر انگیز جماعتیں پیدا ہوکر کھڑی ہوگئیں ایک غدر برپا ہوگیا سرکاری تحقیقات میں تمام الزامات بے بنیاد ثابت ہوئے اور حج کے موقعہ پر کوئی بھی کسی الزام کو ثابت نہ کرسکا گورنروں اور عاملوں کے تبادلے بھی ہوئے مگر ہیجان میں کمی پیدا نہ ہوئی۔

عمال شر انگیزی کو دبانا چاہتے تھے مگر حضرت عثمانؓ اپنی نرم دلی کے باعث ان کو اس کی اجازت نہ دیتے تھے وہ مجبور تھے چونکہ یہ پروپگنڈہ علانیہ حضرت علیؓ کی حمایت اور حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کی مخالفت میں شدومد کے ساتھ ہورہا تھا اس لئے بنو امیہ نے یہی سمجھا کہ اس میں بنو ہاشم کا ہاتھ ہے اور یہ سب کچھ حضرت علیؓ کے اشارہ پر ہورہا ہے اموی تو اموی بڑے بڑے صحابہ مغالطے میں پڑے ہوئے تھے کہ ہر جگہ سے ان کے نام جعلی خطوط کا تانتا بندھا ہوا تھا اور وہ یہ خیال کرنے پر مجبور تھے کہ اتنی بڑی تحریک کسی پشت پناہی کے بغیر سرسبز نہیں ہوسکتی اور لازماً اس کی خفیہ قیادت حضرت علیؓ کے ہاتھ میں ہے اور انہوں نے اپنی خلافت کے لئے یہ ڈھونگ کھڑا کیا ہے۔

بنو ہاشم کا دامن اس سے پاک تھا جب اموی طعنہ زن ہوتے تھے تو قدرتاً ان کو غصہ پیدا ہوتا تھا ثانوی درجہ کے ہاشمی اپنے حریفوں کے خلاف یہ ہیجان دیکھ کر مسرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہتے تھے اس صورت حالات نے پہلی مرتبہ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے مابین پھر شدید اختلافات پیدا کردیئے اور دلوں میں حریفانہ کشمکش اور بدگمانی کا سلسلہ شروع ہوگیا اور یہی ابن سبا کا منشا تھا ہر جگہ جوش و اضطراب شدت کے ساتھ رونما تھا۔

قصر خلافت کا محاصرہ اور امویوں کا جوش

جب ابن سبا نے دیکھا کہ اس کی لگائی اور بھڑکائی ہوئی آگ خوب مشتعل ہوچکی محبت اہل بیت کا رنگ دینے کی وجہ سے اس کے پروپگنڈے نے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے قلوب پھاڑ دیئے اور عثمان اور عمال عثمان کے خلاف شدت کے ساتھ پروپگنڈا کرکے ہر طرف ہیجان پیدا کرلیا زمین تیار کرچکا اور اس کا بھی بخوبی اندازہ کرلیا کہ مدینہ کے اندر کوئی قوت نہیں اور حضرت عثمانؓ اپنی نرمی کی وجہ سے کسی پر کوئی سختی کرنے کے لئے ہی تیار نہیں اور وہاں کوئی مقابلہ نہیں کیا جائیگا تو ایک معینہ تاریخ پر وہ مصری کوفی بصری جماعتیں لیکر مدینہ پر آچڑھا۔

یہ جماعتیں انتخاب خلیفہ میں مختلف الرائے تھیں کوفی حضرت زبیرؓ و بصری حضرت طلحہؓ اور مصری حضرت علیؓ کی طرف میلان رکھتے تھے ابن سبا کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا اسے کسی سے ہمدردی نہ تھی اس لئے اس نے انھیں اپنے حال پر چھوڑ دیا تھا اس کے لئے یہی کافی تھا کہ حضرت عثمانؓ کے عزل کی سعی میں سب متفق ہیں کیونکہ اس کے پیش نظر تو اسلام میں افتراق پیدا کرنا تھا جو قیامت تک کے لئے سنی اور شیعی اختلاف کی صورت میں پیدا کر گیا۔

انھوں نے مدینہ پہنچکر حضرت عثمان سے دستبرداری خلافت کا مطالبہ کیا حضرت عثمان بے وجہ اسے چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے ایک بار تو حضرت علیؓ نے انھیں واپس کر دیا لیکن دوبارہ پھر چڑھ آئے حضرت علیؓ کی حمایت اور حضرت عثمان کی مخالفت میں باغیوں کا یہ جوش دیکھ کر بنو امیہ کے غضب کی کوئی انتہا نہ رہی اور دیگر صحابہ بھی مغالطہ میں پڑنے لگے۔

عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت

باغیوں نے جن کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا آب و دانہ بند کر دیا اور برابر خلافت سے دستبرداری کا مطالبہ کرتے رہے حضرت علیؓ نے حفاظت و صیانت کے لئے قصر خلافت کے دروازہ پر حضرات حسنینؓ کو مامور کر دیا اور معاملات کو دربراہ لانے کی سعی کی مگر مروان پاس تھا وہ اس تمام فتنہ کا بانی حضرت علیؓ کو سمجھے ہوئے تھا اس لئے وہ تمام علوی مساعی کو نقش بر آب ثابت کرتا رہا ایک دفعہ اس نے علانیہ کہہ بھی دیا کہ یہ تمام آگ آپ ہی کی بھڑکائی ہوئی ہے ادھر باغیوں کے کانوں میں بھنک پڑ گئی کہ عنقریب ہر طرف سے فوجیں مدینہ پہنچنے والی ہیں اس لئے انھوں نے پشت کی طرف سے پھاند کر اور اندر گھسکر انتہائی بیدردی کے ساتھ ذی النورین کی شمع حیات کو گل کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی انگلیاں بھی کٹ گئیں۔ اہل مدینہ خود ان تین ہزار باغیوں کا قلع قمع کر دینے کی طاقت رکھتے تھے مگر حضرت عثمانؓ نے اپنے لئے کوئی خونریزی گوارا نہ کی اور قسمیں دلا دلا کر روک دیا۔ عمر ۸۲ سال کی ہو چکی تھی تین روز تک لاش بے گور و کفن پڑی رہی بمشکل جنازہ اٹھا تو اس پر اینٹیں برسائی گئیں فوجیں شہادت کی خبر سنکر واپس لوٹ گئیں مدینہ میں اودہم مچ گیا یہ سب نتیجہ تھا اموی بے تدبیری کا ورنہ باغیوں کی ہستی اور حیثیت ہی کیا تھی امن کے پرخچے اڑ سکتے تھے۔

مجلس چہارم

حضرت علی کی خلافت

مدینہ میں ایک شور و ہنگامہ برپا تھا تین روز مسند خلافت کو خالی پڑے گذر چکے تھے باغیوں نے اپنی سلامتی اسی میں سمجھی کہ وہ جلد حضرت علی کو خلیفہ منتخب کرالیں حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ سے بھی کہا گیا مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا ان کا خیال تھا کہ پروپگنڈا ان کے حق میں ہوا ہے وہ رعایت بھی نہ برتیں گے تو بلا ثبوت شرعی سزا بھی نہ دیں گے۔

حضرت علی نے بھی پہلے انکار کیا مگر پھر کچھ سوچ کر تیار ہو گئے وجہ یہ تھی کہ جب ہر طرف سے انکار ہوا تو باغیوں نے منادی کرا دی کہ اگر تین روز کے اندر کوئی خلیفہ مدینہ والوں نے منتخب نہ کیا تو ہم علی زبیر طلحہ تینوں کو قتل کر دیں گے اس پر مہاجرین والصار نے حضرت علی پر زور دینا شروع کیا اور آپ تیار ہو گئے حضرت حسینؓ نے عرض کی کہ اگر آپ نے ان حالات میں خلافت قبول کی تو حضرت عثمانؓ کے قتل کا الزام آپ ہی پر عاید کیا جائے گا کہ عام طور پر یہ بدگمانیاں ظاہر کی جاتی رہی ہیں کہ اس مخالفانہ تحریک میں آپ کا ہاتھ کارفرما ہے۔ اور آپ ہی نے اپنی حمایت میں یہ پروپگنڈا اپنی خلافت کے لئے کرایا ہے۔ حضرت ابن عباس نے بھی یہی کہا کہ دروازہ بند کر کے بیٹھ جایئے لوگ حیران رہیں گے اور انتہائی تلاش کے بعد بھی آپ سے بہتر کسی کو نہ پائیں گے۔ سردست وقت نہیں لیکن آپ کا دل صاف اور دامن پاک تھا خود کو اس کا مستحق سمجھتے تھے اس لئے تیار ہو گئے اس شرط پر کہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ دونوں بھی بیعت کے لئے تیار ہو جائیں۔ باغی دونوں کو بجبر اٹھا لائے اور انھیں بھی کسی نہ کسی طرح بیعت کرنی پڑی۔

مدینہ چھوڑنے سے باغیوں کا انکار

مسجد نبوی میں آپ کا انتخاب ہو گیا جس کے بعد آپ نے باغیوں کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا مگر انہوں نے اس حکم کی کوئی پرواہ نہ کی پھر حضرت عثمانؓ کا مقدمہ لیا جو عدم ثبوت کی بنا پر قیام امن کے زمانہ تک ملتوی ہوا باغی گرد و پیش ہی میں لگے رہے آپ کے پاس آتے جاتے رہے اس کے بعد آپ نے اموی عمال کی معزولی کے احکام صادر کئے اور ان کی جگہ ہاشمی عمال مامور کر کے بھیجے اس وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پھر مشورہ دیا کہ آپ سردست معاویہؓ کو معزول نہ کیجئے کچھ دنوں کے بعد قیام امن ہو جانے پر جو چاہے وہ کیجئے گا۔

یہ مشورہ نہایت مدبرانہ تھا اگر اس وقت مان لیا جاتا تو بہت سے فتنوں سے نجات مل جاتی اور بنو امیہ کو شر انگیزی کا موقعہ نہ ملتا مگر حضرت علی اس عہد کے بے مثل حربی اور دلیر تھے یہ فرما کر خاموش ہو گئے کہ اگر معاویہؓ نے سر اٹھایا تو میں تلوار سے اسے سیدھا کر لوں گا۔

داعیان اصلاح کی آمادگی انتقام

جیسی کہ توقع تھی معاویہؓ نے ہاشمی عامل کو اپنی حدود حکومت میں نہ گھسنے دیا۔ حضرت علیؓ نے فوراً شام پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں جو اگر اس وقت ہوتا تو معاویہؓ کے اقتدار کے پرخچے اڑجاتے لیکن قسمت اچھی نہ تھی کہ ایک دوسرا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا جو اس سے بھی زیادہ خوفناک اور زلزلہ انگیز تھا خبر ملی اور یکایک ملی کہ حضرت عائشہ قصاص کے لئے مکہ میں کھڑی ہو گئی ہیں اور حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ بھی ساتھ ہو گئے ہیں بہت اندیشہ ناک صورت تھی مگر آپ کے جبین استقلال پر شکن نہ آئی۔

مروان بھاگ کر مکہ پہنچ گیا تھا دوسری طرف سے یمن و بصرہ کے عمال بھی خزانہ سمیت پہنچ گئے انہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف بہت زہر اگلا حضرت عائشہؓ نے بھی دیکھا کہ باغی گرد و پیش لگے ہوئے ہیں دوسری طرف حضرات زبیرؓ اور طلحہؓ نے مدینہ سے پہنچکر ذکر کیا کہ مدینہ میں باغیوں نے اودہم مچایا ہوا ہے اور علیؓ کچھ نہیں کرتے بلکہ انھیں اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے چنانچہ داعیان اصلاح یہاں سے بصرہ کے فتح کا عزم لیکر ادھر روانہ ہوئے۔

بصرہ پر حضرت عائشہؓ کا قبضہ

مقصد یہ تھا کہ بصرہ کے قبضہ کے بعد اقتدار حاصل کر کے

حضرت علیؓ سے مقابلہ کیا جائے گا اور پھر باغیوں کے قلع قمع کی صورت نکالی جائے گی یہاں سے یہ بزرگ تین ہزار لشکر لیکر روانہ ہوئے جو بصرہ پہنچتے تک بہت بڑی صورت اختیار کر گیا بصرہ کے علوی گورنر نے قبضہ نہ دیا مگر پروپگنڈا کام کر گیا اور بعد کو قبضہ ہو گیا اموریوں نے ہاشمی گورنر کے سر ریش اور ابرو کے تمام بال نوچ ڈالے اور سخت اذیتوں کے بعد چھوڑا۔

حضرت علیؓ کی مشکلات اور پریشانی

ادھر یہ حالت تھی کہ آپ مقابلہ معاویؓ سے نہ تھا ان سے تھا جو سپہر اسلام کے مہرو ماہ تھے۔ حضرت زبیرؓ و طلحہؓ کا تقدس و عظمت اور سربلندی مسلمہ تھی حضرت عائشہ ام المومنین تھیں کس کا زہرہ تھا کہ ان کے خلاف لڑنے کے لئے کھڑا ہو عام مسلمین کی یہ حالت تھی کہ کوئی ٹس سے مس نہ ہوتا تھا تین روز دہواں دھار لیکچر کرتے رہے اور جنگ پر ابھارتے رہے مگر صدائے برنخاست کا منظر پیش نظر رہا بمشکل کچھ مسلمان آخر میں تیار ہوئے جنھیں ساتھ لیکر چلے باغی بھی ساتھ ہو لئے مجبور تھے کہ اس وقت کوئی لشکر پاس نہ تھا ادھر کوفہ کے گورنر نا کر دئے گئے کوئی آدمی نہ ملتا تھا۔ بڑی مشکل سے کامیابی ہوئی جو مالک اشتر باغی کی مدبرانہ کارفرمائی کی رہین منت تھی وہ حسنؓ کو ساتھ لیکر گئے قصر امارت پر قبضہ کر لیا نو ہزار لشکر یہاں سے مل گیا اور باقی بعد کو پہنچ گیا۔

مصالحت کی سعی

آخر حضرت علی بصرہ کے سامنے پہنچ گئے دونوں طرف بزرگ ہستیاں تھیں نیتیں صاف تھیں اس لئے دونوں صلح کے آرزومند تھے چنانچہ گفتگو کا سلسلہ شروع ہو گیا امید قوی ہو گئی اور حضرت علیؓ نے باغیوں کو لشکر سے علیحدہ ہو جانے کا حکم دیا جن کی تعداد اس وقت پانچ تھی۔ اس وقت حضرت عائشہ کے لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار تھی اور حضرت علیؓ کے پاس پچاس ہزار فوج تھی دونوں مل جاتے تو اتنی بڑی فوج پوری دنیائے اسلام کے لئے کافی تھی اور یہ پہاڑوں کے جگر چیر کر رکھ دینے کے لئے کافی تھی خدا خدا کر کے مصالحت کا امکان پیدا ہو گیا۔

بصریوں پر باغیوں کا شبخون

سبائیوں میں بھی بڑے بڑے دور اندیش اور مدبر تھے اگرچہ شر انگیز تھے انہوں نے سوچا ... ... کہ اس وقت فرار اور غضب دونوں بیکار ہیں ہوش و تدبیر سے کام لینے کی ضرورت ہے مصالحت یقیناً ہو جائیگی اور وہ ہمارے خون پر ہی ہوگی اس لئے بہتر یہ ہے کہ اگر جانیں بچانا ہے تو صلح نہ ہونے دی جائے علی کی فوج کے قریب ہی رہو بزرگ ہیں وہ یک لخت اور ثبوت لئے بغیر ہمیں قتل نہ کریں گے اور پھر رات کے سناٹے میں عائشہؓ کے لشکر پر شبخون مار کر دونوں کو غلط فہمی میں مبتلا کر دیا جائے چنانچہ یہی ہوا شبخون مارا گیا شور برپا ہو گیا بصریوں نے سمجھا کہ علویوں نے دھوکہ دیا علویوں نے سمجھا کہ بصریوں نے فریب کیا دونوں میں چل گئی۔

جنگ جمل

اب سبائیوں نے حضرت علیؓ سے آکر کہا کہ دیکھئے ان لوگوں نے آپ کے ساتھ کیا دھوکہ کیا۔ رات کے سناٹے میں حملہ کر کے آپ کی فوج کو تباہ کرنے کی سعی کی اب ہمیں جاں نثاری کی اجازت دیجئے۔ حضرت علی خود غلط فہمی میں مبتلا تھے اجازت دیدی زور شور سے جنگ جاری ہو گئی یہ عالم تھا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے جسم پر ۴۲ زخم لگے دس ہزار شہید اور بکثرت مجروح ہوئے حضرت عائشہؓ کے ناقہ کے گرد لوگ پروانہ وار نثار ہو رہے تھے اور لڑائی کے اختتام کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی آخر پاؤں کاٹ کر اسے گرا دیا گیا اور حضرت عائشہ کو نہایت احترام کے ساتھ لیجا کر بصرہ میں رکھا گیا اور پھر عزت و تکریم کے ساتھ مدینہ منورہ بھجوا دیا گیا باہمی غلط فہمیاں دور ہو گئیں۔

حضرت زبیرؓ و طلحہؓ کی شہادت

اس جنگ کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی کہ عین گرمی جنگ کے وقت حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو بلا کر کہا کہ کیا تمہیں یاد نہیں کہ ایک دفعہ ہم تم دونوں مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اور خوشدلی سے باتیں کر رہے تھے کہ رسول کریم تشریف لے آئے اور فرمایا کہ زبیرؓ آج تو یہ خلوص ہے مگر ایکدن تم انہی سے مقابلہ کرو گے حالانکہ تم غلطی پر ہو گے۔ یہ سنتے ہی گویا آنکھوں پر سے پردہ ہٹ گیا سارے ولولے سرد پڑ گئے۔

بولے ہاں مجھے یاد آ گیا حق کے سامنے آتے ہی پھر تاب نہ رہی حق جھکلا رہے تھے ناحق خیال کیا تو پھر کچھ نہ تھا عنان موڑ دی ایک جگہ نماز پڑھنے لگے ایک سبائی ابن جرموز نے سر کاٹ لیا اور لا کر حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا حضرت علیؓ نے فرمایا تجھے دوزخ کی بشارت ہو۔ حضرت طلحہؓ بھی یہ دیکھکر مڑے مروان نے کھیل بگڑتا دیکھکر زہر میں بجھا ہوا ایک تیر مارا جو زانو میں پیوست ہو گیا خون نہ تھما اور بصرہ میں پہنچکر جاں بحق ہو گئے اور دو بزرگ ہستیاں سبائی فتنہ کا شکار ہو گئیں یہی وہ جنگ ہے جس کے دو طرفہ مقتولین جنتی ہیں کہ دونوں اپنے نزدیک حق کے لئے لڑے۔

مجلس پنجم

شام کی معرکہ آرائیاں

بدگمانی کے اسباب

حضرت علیؓ نے جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد ہی شام پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے رشتہ کے بھائی ضرور تھے اور اسی اساس پر انہوں نے خود کو مستحکم کر کے قصاص کا عزم کیا تھا لیکن یہ بعد کی بات ہے ابتداً وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ وہ صرف اپنے عہدہ پر بحال رہیں بیس سال سے وہ شام کے گورنر چلے آ رہے تھے جب معزولی کا حکم پہنچا تو قدرتاً انھیں ناگوار گذرا۔

اور انہوں نے اپنی کامیابی کی یہ صورت کی کہ شام میں قصاص کے لئے بے پناہ پروپگنڈا شروع کر کے اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں اور حضرت عثمانؓ کی خون آلود قمیص دکھا دکھا کر لوگوں میں بے انتہا جوش پیدا کر دیا ان پر حملہ شروع ہوا ہوتا مگر حضرت عائشہ سے جنگ چھڑ گئی جسے اطمینان کی نظر سے دیکھتے رہے۔

اس اثنا میں ان کے پاس بہت سے اموی جمع ہو گئے اور انہوں نے انھیں خلافت کے لئے ابھارنا شروع کیا مگر وہ اب تک خلافت کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے لیکن جب ان کے پاس عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ پہنچ گئے پروپگنڈا کامیاب ہو گیا تو کچھ بہت بڑی دل کی بات تو خدا جانے مگر بظاہر بدگمانی کے قوی اسباب موجود تھے۔

نہ تو وہ جب عام مسلمان بھی یہ دیکھتے تھے کہ پروپگنڈا علی کی حمایت میں ہوا اور ان کے نزدیک اتنا بڑا پروپگنڈا حضرت علیؓ اور بنو ہاشم کی حمایت کے بغیر نہ ہو سکتا تھا پھر جن حالات میں انتخاب ہوا وہ بھی نازک تھے اس کے بعد باغیوں کا گروہ پیش

رہنا مگر علوی میں شامل رہنا اور منصب پانا اور انھیں قصاص کے لئے حوالہ کرنا ایسی باتیں تھیں جن سے بیگانے تو بیگانے یگانے بھی دیکھا جاتے اور بدگمان ہو جاتے تھے۔

معاویہؓ تو پھر عزیز تھے وہ برابر باغیوں کی حوالگی کا مطالبہ کرتے رہتے تھے اور حضرت علیؓ مجبور تھے اول تو باغی ان کے اقتدار سے باہر تھے دوسرے وہ حوالہ بھی کرتے تو وہ فوراً قتل کر دیئے جاتے اور آپ بے ثبوت اتنے مسلمانوں کا قتل گوارا کر سکتے تھے تیسرے معاویہؓ کو اس کا حق ہی نہ تھا اور یہ بڑی سبکی تھی کہ خلیفہ ہوتے ہوئے وہ ایک گورنر کو باغی حوالہ کر دیں اس سے غلط فہمیاں برابر بڑھتی چلی جا رہی تھیں علم لوگ بھی باغیوں کے ساتھ ہونے سے جلد پروپگنڈے کا شکار ہو جاتے تھے۔

گورنر مصر کا افسوسناک اخراج

حضرت قیس انصاری بڑے مدبر اور مصر کے گورنر تھے خرتیہ والے بیعت پر راضی نہ ہوئے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم برابر خراج ادا کرتے رہیں گے مگر بیعت قیام امن تک نہ کریں گے قیس کے سلوک نے انھیں معاویہ سے نہ ملنے دیا اور انہوں نے مصلحتاً بیعت پر بھی زور نہ دیا کہ پاس کوئی بڑی قوت نہ تھی اور یہ بہادر تھے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے بڑی ہر دلعزیزی اور اقتدار پیدا کر لیا۔

امیر معاویہؓ کو اندیشہ لگا رہتا تھا کہ اگر علیؓ نے شام پر حملہ کیا تو پشت کی طرف سے قیس بڑھیں گے اور وہ دو پاٹوں میں پس کر رہ جائیں گے پہلے تو معاویہؓ نے انھیں بڑے بڑے لالچ دیئے پھر دھمکیاں دیں مگر جب یہ کسی طرح قابو میں نہ آئے تو یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ قیس اپنے آدمی ہیں شامیوں سے کہہ دیا کہ انھیں برا نہ کہو جاسوسوں نے فوراً یہ اطلاع پہنچائی ادھر کچھ نوجوان تھے جو عہدوں کے آرزو مند تھے وہ پہلے ہی ان کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے کہ قیس خرتیہ والوں سے بیعت نہیں لیتے یہ اطلاع جو آئی تو اور بھڑکایا اور کہا کہ امتحان یہی ہے کہ بیعت پر زور دیا جائے نہ مانیں تو سمجھ لیجئے کہ وہ ضرور معاویہؓ سے ملے ہوئے ہیں ادھر تو سرکشی پھیلی ہی ہوئی تھی تدبر سے بہت کم کام لیا جاتا تھا حضرت قیس کو لکھا گیا تو انھوں نے بہتیرا سمجھایا مگر جب نہ مانا گیا تو استعفیٰ دیدیا اور مدینہ چلے گئے۔

مروان کو معاویہؓ کی ڈانٹ

یہاں مروان نے تنگ کیا تو پریشان ہو کر حضرت علیؓ کے پاس چلے گئے معاویہؓ نے جو سنا تو بہت برہم ہوئے اور لکھا کہ اگر تو ایک لاکھ جوانوں سے بھی اگر علی کی امداد کرتا تو مجھے اتنا ناگوار نہ ہوتا جتنا قیسؓ کو نکل جانے کا موقعہ دینا ناگوار گذرا ہے۔

مصر پر معاویہؓ کا قبضہ

ادھر سے محمد بن ابی بکر گورنر بنا کر بھیج دیئے گئے ان میں جوش تھا تدبر نہ تھا خرتبہ والوں کو دبایا معاملہ بگڑ گیا انھوں نے معاویہؓ سے مدد مانگی معاویہ کو منہ مانگی مراد ملی عمرو بن العاص کو فوج دیکر بھیجا مصر میں بغاوت ہوگئی محمد بن ابی بکر بڑی بیدردی کے ساتھ قتل کر دیئے گئے اور لاش ایک مردہ گدھے کی کھال میں رکھکر جلا دی گئی مصر ہاتھ سے نکل گیا اور اس کے گورنر عمرو بن العاص مقرر کر دیئے گئے مصر پر قبضہ ہو جانے سے پہلی مرتبہ معاویہؓ کو خلافت کا تصور پیدا ہوا ورنہ وہ اب تک علی کے مقابلہ میں اس کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے شام و مصر میں ان کا پورا قبضہ ہو گیا۔

انھیں یہ بھی تجربہ ہو گیا کہ علی اپنے لشکر پر قابو نہیں رکھ سکتے اور ادھر شامی اور مصری ان کے بندۂ فرمان ہیں اب انہوں نے پروپگنڈا تیز کر دیا اور مصالحت کی کسی گفتگو پر کان نہ دھرا تمام اموی انھیں کو اپنا ملجا اور ماویٰ سمجھکر ان کے گرد پیش اکٹھے ہو گئے تھے یہ انھیں خلافت کے لئے ابھار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر علیؓ کا اقتدار قائم ہو گیا تو پھر ہماری خیر نہیں ان کے قلوب میں آگ لگی ہوئی تھی معاویہؓ کو بھی ایک ایسی نعمت ملتی نظر آ رہی تھی جو ان کے تصور میں بھی نہ تھی۔

صفین کا قیامت خیز معرکہ

حضرت علیؓ کو اپنی شجاعت اور شمشیر زنی پر ناز تھا معاویہ تدبر پر اعتماد رکھتے تھے حضرت علیؓ نے کوئی پرواہ نہ کی لشکر کی روانگی سے پیشتر صلح کا پیغام دیا ادھر سے وہی جواب ملا کہ پہلے باغیوں کو ہمارے حوالہ کرو آپ نے کہلا بھیجا کہ تمہیں مجھ سے اس مطالبہ کا کوئی حق نہیں پہلے تم بیعت کرو پھر تمہارے مطالبہ کے مطابق ہی فیصلہ کیا جائے گا نہ مانے تو آپ اسی ہزار لشکر لیکر گئے ادھر سے نوے ہزار فوج معاویہ لائے چھ ماہ تک چھوٹی چھوٹی جنگیں لڑی جاتی رہیں جن میں آخری جنگ نہایت ہولناک جنگ تھی۔

حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ نے انتہائی جرأت و جلادت سے جنگ کی شامیوں کا صفایا کر کے رکھ دیا مالک اشتر نے بھی ستھراؤ شروع کر دیا حضرت عمارؓ ضرور شہید ہو گئے وقت آ گیا تھا کہ شامی ختم ہو جائیں علوی لشکر اموی اقتدار کا خاتمہ کر دے اور فتح کا سہرا حضرت علی کے سر رہے کہ یکایک ایک چال کام کر گئی جس نے فتح کو شکست میں بدل دیا۔

عمرو بن العاص کی چال

معاویہؓ نے جو دیکھا کہ علوی ان کے خیمہ تک پہنچ چکے ہیں اور شامیوں کا ستھراؤ ہوا جا رہا ہے تو انہوں نے عمرو بن العاص سے کہا کہ کیا اب ہماری قبور آج اسی میدان میں بنیں گی کیا اسی روز کے لئے ہم میدان میں آئے تھے علیؓ نے تو خاتمہ ہی کر ڈالا لیا اب کوئی صورت باقی نہیں۔ عمرو بن العاص نے کہا گھبرائیے نہیں ابھی میرے ترکش میں ایک اور تیر باقی ہے چنانچہ انہوں نے حکم دیا کہ قرآن کریم نیزوں سے باندھ کر بلند کر دیئے جائیں جوں ہی قرآن کو بلند دیکھا کوفیوں نے فوراً ہاتھ روک لیے۔ حضرت علیؓ نے بہتیرا روکا نہ مانے اور کہا کہ اب ہم ہرگز نہ لڑیں گے اس طرح اس لشکر کی نافرمانی نے جیتا ہوا میدان ہاتھ سے نکال دیا۔

مجلس ششم

خوارج کا ظہور

ثالثوں کا تقرر

پوچھا گیا تو بتایا کہ صلح چاہتے ہیں چنانچہ گفت و شنید کے بعد قرار پایا کہ ابو موسیٰ اشعری علی کی طرف سے اور عمرو بن العاص معاویہؓ کی طرف سے حکم مقرر کئے جائیں اور چھ ماہ کے بعد دومۃ الجندل میں چھ سو آدمیوں کے ساتھ اگر جو فیصلہ یہ کر دیں وہ منظور کر لیا جائے حضرت علیؓ نے ابن عباس کا نام پیش کیا تھا مگر اپنے ہی لشکر نے منظور نہ کیا اور خود ابو موسیٰ کا نام پیش کر دیا جس سے حضرت علی کو اختلاف تھا۔

عمرو بن العاص سمجھ چکے تھے کہ عراقی بے قابو ہیں بیوقوف ہیں قرآن بلند کرنے سے ان میں افتراق پیدا ہو جائے گا اور پھر یہ کسی کی نہ سنیں گے جنگ بند ہو جائیگی

شکست سے بچ جائیں گے معاملہ ٹل جائیگا اور یہی ہوا۔

علوی لشکر کا افتراق

اب جو یہ جیت کر ہارا ہوا لشکر صفین سے واپس ہوا ہے تو منارۂ بابل بنا ہوا تھا اور اس میں بلا کا افتراق پیدا تھا سب بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ اچھا ہوا کوئی کہتا تھا سخت ٹھوکر کھائی۔ ایک جماعت حکمین کے فیصلہ کو سراہتی تھی دوسری اس کی سخت مذمت کرتی تھی ہر منزل پر بحث و مباحثہ کا ایک طوفان برپا تھا کوڑے مارنے لگتے تھے سب پستم کی غلاظت اچھلتی تھی۔

تلواریں میان سے نکل آتی تھیں سمجھائے نہ سمجھتے تھے حضرت علی کی نافرمانی کے باعث ان پر ایک عذاب مسلط ہو کر رہ گیا تھا بہت سے مجروح ہو گئے تھے۔

خوارج کا ظہور

لطف یہ ہے کہ ایک جماعت نے راستہ ہی میں زور دینا شروع کر دیا کہ سخت غلطی ہو گئی حکم خدا کے سوا اور کوئی حکم نہیں ہو سکتا لوٹ کر معاویہ سے پھر مقابلہ کرنا چاہئے یہ وہی جماعت تھی جس نے مالک اشتر کو بلوا دلانے اور جنگ رد کرنے پر زور دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے کہا تم بھی عجیب لوگ ہو میں نے منع کیا تو نہ مانے بلکہ خود مجھ پر حملہ کرنے کو تیار ہو گئے اب کہ میں نے تمہاری ہی مرضی کے مطابق فیصلہ کر دیا اور معاہدہ مرتب ہو گیا تو تم ہی اسے غلط بتاتے ہو اب تو میں عہد شکنی نہیں کر سکتا اور حکمین کے فیصلہ کا انتظار کروں گا مگر یہ کہاں باز آنیوالے تھے کہاں مانتے تھے۔ نوبت بایں جا رسید کہ بارہ ہزار کی ایک جماعت کوفہ پہنچنے سے پیشتر ہی الگ ہو کر جا بیٹھی اور خارج نام پڑا اور اس نے کہنا شروع کر دیا کہ دونوں کافر ہیں۔

حکمین کا فیصلہ

چھ ماہ گذر گئے انہوں نے شورش برپا رکھی آخر حکمین کے فیصلہ کی تاریخ آگئی بڑا غور تھا مختلف حصوں سے لوگ برائے سماعت فیصلہ سننے کے لئے دومۃ الجندل میں آ گئے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو سمجھا دیا کہ عمرو بن العاص بہت چالاک ہے آپ اپنے اعلان میں سبقت نہ کریں مگر عمرو بن العاص نے خلوت میں گفتگو کر کے انہیں داؤ دیا دونوں کے عزل پر اتفاق کر لیا ابوموسیٰ سادہ لوح بزرگ تھے انہیں نے سبقت کر کے جھٹ اس کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد عمرو بن العاص نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ مجھے علیؓ کے عزل پر اتفاق ہے اور ان کے بجائے معاویہ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔

ابوموسیٰ کو بہت غصہ آیا سب بھڑک اٹھے ہنگامہ بپا ہو گیا مگر عمرو بن العاص اپنا کام کر چکے تھے فوراً روانہ ہو گئے اور دمشق پہنچکر امیر معاویہ کو خلافت کی مبارکباد دی۔ حضرت علی کو اس فیصلہ کا بہت رنج ہوا لعنت بھیجی اس پر شام میں اہلبیت پر تبرا شروع ہو گیا۔

شام پر دوبارہ حملہ کا عزم

اب حضرت علیؓ نے شام پر حملہ کے لئے پھر لشکر جمع کیا اتنے میں خبر ملی کہ خوارج نے بہت شورش برپا کر رکھی ہے اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے اور ان کے قتل کو ثواب سمجھتے ہیں مجبوراً آپ کو ادھر توجہ کرنی پڑی عمرو بن العاصؓ کی ایک چال نے میدان جیتنے کے علاوہ نئی مشکلات پیدا کر دیں اور ایک اور تیسری جماعت میدان میں آگرا اور مسلمانوں کے قتل کو ثواب خیال کر کے غارتگری کرنے لگی اسی وجہ سے آپ کو دارالخلافہ بھی تبدیل کرنا پڑا۔

حضرت علیؓ نے عراقیوں کو بہت سمجھایا کہ بہانے تلاش نہ کرو معاویہ کو سنبھلنے کا موقع نہ دو شام پر فوری حملہ کی ضرورت ہے مگر انہوں نے کہہ دیا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں ہماری غیبت میں خوارج کوفہ لوٹ لیں گے حملہ کے لئے تیار نہ ہوئے اور آپ کو دوسری طرف الجھنا پڑا۔

خوارج کا استیصال

خوارج نے نہروان کو اپنا مستقر بنا لیا تھا وہ مسلمانوں کو بیدریغ قتل کر رہے تھے اور علی و معاویہ کیا تمام مسلمانوں کو کافر کہہ رہے تھے آپ نے ان سے مباحثے کے لئے علماء بھیجے سمجھایا ان کے سرداروں کو راہ پر لانے کی سعی کی مگر نہ ملے جب ان سے کہا جاتا کہ سب کچھ کیا دھرا تمہارا ہی ہے تو بے تکلفی سے کہدیتے ہم سے خطا ہوئی توبہ کرتے ہیں آپ بھی توبہ کیجئے۔

آخر نوبت جنگ پر پہنچی حضرت علی کی شجاعت کا حریف کون بن سکتا تھا سب کو گھیر کر ختم کر دیا بمشکل چند لوگ کسی نہ کسی طرح نکل بھاگے ان لوگوں میں بھی بلا کی جرات پیدا ہو گئی تھی یہ عالم تھا کہ علوی لشکر دیکھتے ہی انہوں نے بآواز بلند کہا کہ لوگو! جنت کی طرف چلو قریب قریب سب میدان میں کٹ گئے مگر اپنی جگہ سے نہ ہلے ان کے اجسام کے پرخچے اڑ رہے تھے مگر نہ ہٹتے تھے۔

معاویہؓ سے جنگ کی تیاری

اس سے فارغ ہو کر حضرت علی نے شام پر پھر تیسری مرتبہ حملہ کی تیاریاں شروع کیں مگر عراقیوں نے پھر وہی بہانے تلاش کرنے کا آغاز کر دیا جو صبح لشکرگاہ میں آتے شام کو غائب ہو جاتے۔ بہت پریشانی تھی دھواں دھار تقریریں کرتے مگر اثر نہ ہوتا تھا لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ رحمدل ہیں یہ لوگ نرمی سے باز آنیوالے نہیں سختی اختیار کیجئے چنانچہ حکم دیدیا گیا منادی کرا دی گئی کہ کل شام کے بعد جو شخص بھی گھر میں دیکھا گیا بلا تامل فوراً قتل کر دیا جائے گا اب کیا تھا لرزا اٹھے لشکرگاہ میں چالیس ہزار کا اجتماع ہو گیا تیاریاں شروع ہو گئیں وقت آگیا تھا کہ تمام فتنوں کا خاتمہ ہو جائے کہ پیام اجل آپہنچا معاویہ کی قسمت اچھی تھی ورنہ اس مرتبہ پالیسی بدل چکی تھی علوی تلوار فیصلہ کر کے ضرور رکھدیتی۔

حضرت علیؓ کی شہادت

نہروان کے تین مفرور خارجیوں نے مکہ معظمہ میں فیصلہ کیا کہ معاویہ علی اور عمرو بن العاص تینوں کا خاتمہ کر کے رکھ دینا چاہئے کہ انہوں نے دنیائے اسلام میں فتنے برپا کر رکھے ہیں دس رمضان کی تاریخ مقرر ہو گئی تینوں بیک وقت کوفہ دمشق اور فسطاط میں تینوں پر حملے کئے عمرو بن العاص تو بچ گئے اور ان کی جگہ ایک دوسرا شخص جو امامت کو آیا تھا قتل ہو گیا امیر معاویہ کے سخت زخم آیا مگر وہ بھی اچھے ہو گئے البتہ حضرت علی شہید ہو گئے اموی بیداد ار جدید نے اس ہستی محترم کا خاتمہ ہی کر دیا۔

حضرت علیؓ کے کارنامے

حضرت علیؓ کی پانچ سال خلافت کی بظاہر ان کی خلافت ناکام نظر آتی ہے مگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو صاف نظر آرہا ہے کہ وہ کامیاب تھی آپ کے بجائے اگر کوئی اور ہوتا تو کبھی کی ہمت ہار بیٹھا ہوتا آپ کی راہ میں مشکلات کے پہاڑ اکھڑے ہوئے انتہائی مشکلات کا سامنا تھا مگر آپ ہر مشکل پر غالب آئے۔ ہر قوت کو توڑا۔ اور جدھر گئے کامیاب ہوئے آپ کا لشکر کتنا نافرمان تھا پھر بھی آپ نے کبھی ناکامی نہیں دیکھی اور کسی کو بڑھنے نہ دیا ملکی انتظامات کی طرف سے غافل نہ رہے فقیرانہ عنوان سے زندگی بسر کی اور صداقت و سچائی کے غیر فانی نقوش صفحہ روزگار

حکومت پر علانیہ امیہ کا قبضہ ہو چ...

پر چھوڑ کر جاری ملک بقا ہوئے اپنی جگہ کسی کو نامزد بھی نہ کیا اوصاف انسانی کے زندہ پیکر تھے۔

مجلس ہفتم

مصلح اعظم امام حسنؑ کی خلافت

حضرت حسنؓ کا انتخاب

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ایک انتخابی جلسہ میں حضرت امام حسنؑ خلیفہ منتخب ہوگئے اور چالیس ہزار افراد نے بیک وقت بیعت کرلی۔ اس کے بعد اس لشکر جرار نے بھی جداگانہ بیعت کی جو حضرت علیؓ نے شام پر حملہ کرنے کے لئے فراہم کیا تھا اور عہد کیا کہ ہم پوری جان فروشی کے ساتھ آپ کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوکر مقابلہ کریں گے۔ یہی نہیں انہوں نے خود جلد سے جلد شام پر حملہ کرنے اور شامی طاقت کے پرخچے اڑا کر رکھدینے پر زور دیا۔

علیؓ کی رحلت پر معاویہؓ کا اطمینان

حضرت علیؓ کی شجاعت کا ایسا سکہ دنیا پر بیٹھا ہوا تھا معاویہ بھی لرزہ براندام رہتے تھے کہ خدا جانے وہ کس وقت آپڑیں اور پوری ہستی و اقتدار کے ساتھ تمام ارمانوں کا ہی قلع قمع کر کے رکھدیں اسی لئے انہوں نے حضرت علیؓ کو الجھائے رکھنے کے لئے ادھر ادھر مختلف دستبرد کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا۔

حضرت علیؓ کے انتقال کی خبر نے ذاتی طور پر اگرچہ انہیں متاسف کیا مگر سیاسی طور پر بیحد مسرت ہوئی اور اطمینان کا سانس لیا اور بطور خود سمجھ لیا کہ اب ان کی خلافت مضبوط ہوگئی۔

مقابلہ کیلئے معاویہؓ کی پیشقدمی

اس کے بعد انھیں شام پر حملہ کی تیاری کا علم ہوا تو اب علی جیسی ہستی پیکر شجاعت تو بساط عالم سے ہٹ ہی چکی تھی عراقیوں کی ذہنیت اور ان کی نافرمانیوں کا اندازہ کرچکے تھے جانتے تھے کہ جنہوں نے علی کا کہنا نہ مانا ان کی قدر نہ کی وہ ان کے تابوتیں کیا رہ سکیں گے اور دنیا میں کون ان کا حریف بن سکیگا۔ خود ہی پیشقدمی فرمائی اور ایک لشکر جرار لیکر آگے بڑھے اور مسکن میں آکر خیمہ زن ہوگئے۔ ادھر سے حسن رضی اللہ ہی اپنی فوج لیکر چلے حضرت حسن بھی بہت جری اور شمشیر زن تھے اگر عراقی پورے عزم و ثبات اور وفاکیشی سے کام لیتے تو بہت کچھ کرسکتے تھے لیکن دیکھا یہ کہ چند دن ہی میں عہد بھول گئے اور اپنی اسی روایتی غداریوں اور شرانگیزیوں کا مظاہرہ قدم قدم پر شروع کردیا اثنائے راہ میں ہنگامے بھی برپا ہوئے اور ایک جگہ تو نیزے سے حضرت امام پر بھی حملہ کردیا۔

معاویہ سے مصالحت کا عزم

پھر بھی امام امام تھے دنیائے اسلام کے خلیفہ تھے لشکر میں مخلصین اور وفاکیش افراد کی بھی ایک بڑی جماعت موجود تھی چاہتے تو سختی سے کام لیکر ان شرانگیزوں کی گردنیں اڑا کر اپنی ہیبت قائم کردیتے اور لڑکر معاویہ کو ناکوں چنے چبوا دیتے اگر شام و مصر کو اس وقت قبضے سے نہیں نکال سکتے تو ممالک محروسہ علوی کو تو قائم رکھ سکتے تھے مگر آپ جگر گوشہ بتول اور نور چشم رسول تھے۔

آپ نے امت کی خونریزی گوارا نہ کی سمجھے یہ کہ فتح ہوئی بھی تو ہزاروں فرزندان توحید کے خون پر ہوگی اور پھر بھی اموی چالیں سکون سے نہ بیٹھنے دیں گی معاویہ کچھ جو حکومت کی پوری اہلیت بھی رکھتے ہیں اور ان کے قبضہ میں ایک اطاعت کیش لشکر بھی ہے اگر مصالحت کرلینگی تو ان عراقیوں کے بھی بل نکل جائینگے اور ہر طرف سکون بھی پیدا ہو جائیگا چنانچہ آپ نے خلافت انہیں کو سپرد کر کے مسلمانوں میں سکون و راحت پیدا کرنیکا تہیہ کرلیا۔

شرائط مصالحت کی پیشکش

آپ نے لوگوں سے استمزاج کیا تو کوئی اس کے لئے تیار نہ ہوا خود حضرت امام حسینؑ نے عرض کی کہ میں تو اسکی سختی کے ساتھ مخالفت کرتا ہوں بڑے بھائی تھے ڈانٹ بتائی تو خاموش ہوگئے اس کے بعد معاویہ کو لکھا کہ میں زیادہ عرصہ تک مسلمانوں کی خونریزی گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں اور ذیل کی شرائط پر دستبرداری خلافت کے لئے تیار ہوں اولاً یہ کہ بیت المال کوفہ میں اس وقت جو پچاس لاکھ درہم موجود ہیں میرے سپرد کئے جائیں۔ ثالثاً صوبۂ اہواز کا تمام خراج زندگی بھر مجھے ملتا رہے۔ ثانیاً یہ کہ میرے چھوٹے بھائی امام حسینؑ کو دو لاکھ سالانہ وظیفہ باقاعدہ دیا جاتا رہے رابعاً یہ کہ عراق و حجاز میں جن لوگوں نے آپ کی مخالفت کی ہو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

معاویہؓ کا تاثر اور منظوری شرائط

کچھ بھی ہو معاویہ کو اس کا تصور بھی نہ تھا کہ حیدر کرار کے شیران اتنی دور بڑھنے کے لئے تیار ہوجائیں گے اس پیشکش سے بیحد متاثر ہوئے کہ آخر خود بھی بزرگ اور صحابی تھے اور کم از کم ان کا قلب اس نوعیت کے عناد و نسل سے پاک تھا جو دوسرے امویوں کے دلوں میں شعلے بھڑکائے ہوئے تھا اسی وقت عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ہاتھ دستخط کرکے ایک سادہ کاغذ بھیجدیا اور لکھا کہ مجھے تمام شرائط منظور ہیں اس کے علاوہ یہ کاغذ حاضر ہے اور جو شرائط بھی چاہیں اس پر لکھدیں مجھے منظور ہوں گی۔

خلافت سے دستبرداری کا اعلان

اس کے بعد آپ معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوگئے اور عہد نامہ دستخط ہوکر مرتب ہوگیا جس کے بعد امام حسنؓ نے معاویہؓ کی استدعا پر کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر کھڑے ہوکر اعلان کیا کہ لوگو! میں دیکھ رہا تھا کہ ایک مدت سے مسلمانوں کا خون ناحق بہ رہا ہے اور جو طاقت دشمنوں کے خلاف صرف ہونی چاہیئے تھی وہ دوستوں کے خلاف ضایع ہو رہی ہے ہزار ہا مسلمان خاک و خون میں تڑپ چکے ہیں۔

سیلاب خون رکنے ہی میں نہیں آتا مجھ سے اپنے نانا کی امت کی یہ پامالی اور تباہی نہیں دیکھی جاسکتی اتنی خوننابہ نشانیوں کے بعد بھی ابھی تک زمین سے ہل من مزید کے نعرے سن رہا ہوں اس لئے میں نے مسلمانوں ہی کی فلاح و بہبود کے پیش نظر خلافت سے دستبردار ہو کر بیعت کرلی مجھے اس کا کوئی رنج نہیں بلکہ میں اپنے قلب میں انتہائی مسرت محسوس کر رہا ہوں میں نے جو کچھ کیا ہے خوب سوچ سمجھکر اور کسی دباؤ کے بغیر کیا ہے اور محض فرزندان توحید کے مفاد کے لئے کیا ہے۔

امام حسنؑ کو معاویہؓ کی نذر

اس کے بعد معاویہؓ کوفہ میں تشریف لائے حضرت امام حسنؓ سے ملاقات

ں سو بار سے اور اپنی طرف سے تین لاکھ درہم نقد ایک ہزار بیش قیمت حلے ریشمین سامان اور تیس غلام بطور نذر پیش کئے اس کے بعد حضرت امام مدینہ چلے گئے اور نہایت عیش و سکون کے ساتھ زندگی بسر کی معاویہ کی مخالفت کا کبھی تصور نہ کیا پوری تاریخ عالم میں اس ایثار و جوش کی کوئی ایک مثال بھی موجود نہیں کسی نے اتنی عظیم الشان سلطنت اپنے حریف اور دشمن کے حوالے کر دی ہو کبھی تصور بھی نہ کیا۔
آپ نے جو بات سے کچھ زیادہ خلافت کی رسول کریم فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے جو مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائیگا یہی ہوا اور دنیا نے اس کی صداقت دیکھ لی۔

محاسن اخلاق حضرت حسنؓ بہت رحمدل خلیق متحمل حسین اور اوصاف انسانی کے جامع تھے دو دفعہ میں اپنا تمام مال و اسباب راہ خدا میں تقسیم کر دیا کوئی سائل کبھی دروازہ سے خالی نہ لوٹا دیتے تھے اور نیاز دیتے تھے حاجت روائی مخلوق میں بڑا انہماک تھا۔ ہر ایک کے کام نکال دیتے تھے۔

امیرانہ معاشرت تھی خوشبویات سے بڑا شغف تھا جس طرف سے نکلتے تھے گلیاں معطر ہو جاتی تھیں صاف شفاف کپڑے پہنتے تھے، مدینہ میں بڑی عزت و توقیر کی زندگی بسر کی سب سے تواضع اور انکساری کے ساتھ پیش آتے تھے۔ تحمل کا یہ عالم تھا کہ مروان تنگ کرتا تھا اور روبرو برا کہتا تھا مگر قدرت و اختیار کے باوجود کبھی جواب نہ دیتے تھے حالانکہ مروان نے پہلوئے رسولؐ میں آپ کے دفن کئے جانے کی مخالفت کی تھی مگر خود جنازہ کے ساتھ روتا ہوا جا رہا تھا کسی نے اعتراض کیا تو بولا یہ صبر و تحمل کے پہاڑ کا جنازہ ہے۔ میں سب کچھ کہتا تھا مگر جواب نہ دیتے تھے نہ کبھی معاویہؓ کو شکایت لکھی بیوی کے زہر دینے سے انتقال ہوا۔

مجلس ہشتم

امیر معاویہؓ کی بزرگانہ صداقت

کارنامہ ہائے زندگی امیر معاویہؓ کے سریر آرائے خلافت ہوتے ہی یکا یک دنیائے اسلام میں امن قائم ہو گیا اور گلستان اسلام میں پھر وہی بہاریں کھیلنے لگیں اور دین کی ترقی و عظمت کا دور شروع ہو گیا عراقی دم بخود ہو کر رہ گئے اور اب انھیں مخالفانہ سانس لینے کا بھی یارا نہ رہا سارے بل نکل گئے علوی و حسنی عہد کا ذکر بڑی حسرت کے ساتھ کیا کرتے تھے پولیس کے صیغہ کو بڑی اہمیت عطا ہو گئی اور شہروں کا انتظام اسی کے سپرد ہوا۔
چونکہ کوفہ سرکشی و غداری کا مرکز بنا ہوا تھا اس لئے یہاں چار ہزار کامل الاقتدار پولیس مامور کی آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی نہیں کہ پوری دنیائے اسلام میں دفعتہً امن قائم کر دیا مسلمانوں میں پابندی مذہب کی روح پھونکی فتوحات کو ترقی دی بلکہ ایک قلیل و تنہ مدت ہی میں بحری قوت پیدا کر کے اسے منتہائے عروج پر پہنچا دیا رومیوں کے بحری لشکر کو تباہ کن شکست دی قسطنطنیہ پر مہم بھیجی اور رومیوں کو لرزہ براندام کر دیا آپ کا بیڑہ اس عہد کی دنیا میں سب سے بڑا بیڑہ تھا جس کی دھاک سے یورپ لرزہ براندام رہتا تھا۔ قیصر روم پر دہشت طاری کر دی تھی۔
دنیائے اسلام میں سب سے پہلے ڈاک کا باقاعدہ انتظام بھی آپ ہی نے کیا ہر منزل پر ڈاک لیجانے کے لئے صبا رفتار گھوڑے کسے کسائے کھڑے رہتے تھے

افریقہ سے سندھ تک کی خبریں نہایت سرعت کے ساتھ دمشق پہنچتی تھیں کسی کو سرکشی کی جرأت نہ رہی سلطنت کو مزید فتوحات سے بڑی وسعت حاصل ہو گئی تھی سرحدی چھاؤنیوں میں فوجیں تیار کھڑی رہتی تھیں کسی کی مجال نہ تھی جو ذرا بھی غفلت کرے لہر لہا کہ دوامی زراعت و تجارت کو جید ترقی دی یہ عہد ہر اعتبار سے خلافت راشدہ کے مماثل تھی اسی لئے علامہ ابن خلدون اسے خلافت راشدہ ہی میں شمار کرتا ہے۔ وہ امن و انتظام تھا کہ گری ہوئی چیز جہاں کی تہاں پڑی رہتی تھی۔

ملی مذہبی خدمات اور محاسن اخلاق معاویہؓ کی حکومت میں ضرور سلطنت کی شان تھی ہر طرف طنطنہ و طمطراق تخت و تاج اور نقیب و چاؤش نظر آتے تھے مگر پھر ایک صحابی کی حکومت تھی صحابی بھی وہ رسول کریم کے نسبتی بھائی تھے کاتب وحی تھے فیض صحبت اٹھا چکے تھے رسول کریم کی دعائیں لے چکے تھے ضرور اموی تھے اور بامر مجبوری اموی عمال ہی مقرر کئے مگر کسی کی مجال نہ تھی جو کسی پر ظلم کرتا تو کبھی کسی کے ساتھ ناانصافی ہی کر سکے آپ کا عہد ترقیوں کا عہد تھا اور فاروقی سطوت کی یاد دلا رہا تھا مظلوموں کی دادرسی خود فرماتے۔
روز صبح کو بیٹھ جاتے اور استغاثے سنتے دربار بہت عظیم الشان تھا مگر دربار میں حاجتمند لوگ بے روک ٹوک آ سکتے تھے غرباء اور بیکسوں کی اعانت کے انتظام کر رکھے تھے شفاخانے اور مدارس بھی بنوائے قرآن و حدیث کی اشاعت دور دور تک کی منہیات سے نفور رہے بہت عبادت گذار اور انتہائی متحمل مزاج تھے دنیا کے زبردست مدبروں میں آپ کا شمار ہے۔ مزاج میں اتنی ہی سختی تھی جتنی کہ حکومت کے لئے درکار ہے۔ ویسے نہایت متواضع و منکسر مزاج تھے۔

صحابہؓ اور قریش کے وظائف فیاضی اور سیر چشمی میں بے نظیر تھے آپ کا خزانہ خلق خدا کی خدمت کے لئے وقف تھا قریش و انصار کے مستقل وظائف تھے پھر بھی ان میں سے جب کسی کو جتنی ضرورت ہوتی تھی بے تکلف دیدیتے تھے جتنے صحابی تھے انہیں بیشتر وظائف دیتے تھے۔ حضرات عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن زبیرؓ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ زید بن ثابت عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ اور عقیل وغیرہم سے برابر سلوک ہوتے رہتے تھے۔
حضرات امہات المومنین کا انتہائی احترام کرتے اور لاکھوں درہم دیتے رہتے تھے مستقل وظائف کے علاوہ بھی بہت کچھ دیتے اور پیش کرتے رہتے تھے حضرت علیؓ کے بھائی حضرت عقیل کو بھی ہزارہا دیئے

بنو ہاشم سے سلوک بنو امیہ اور بنو ہاشم کی نسلی دشمنی پھر بیدار ہو گئی تھی باہم جنگیں قائم رہ چکی تھیں دل صاف نہ تھے آپ خود بھی اموی تھے اور حضرت علیؓ سے قیامت خیز جنگیں لڑ چکے تھے اس کے باوجود اپنے عہد اقتدار میں آپ نے بنو ہاشم کے ساتھ نہایت فیاضانہ سلوک روا رکھا انھیں کبھی کوئی شکایت نہ پیدا ہونے دی۔
حضرت حسنؓ کو اہواز کا خراج تو ملتا ہی رہا اس کے علاوہ بھی ہزارہا دیتے رہے ایک دفعہ حج کو آئے معلوم ہوا کہ کچھ فکرمند ہیں قرضدار ہو گئے ہیں تو اسی ہزار دیدیئے حضرت حسینؓ کو بھی دس لاکھ سالانہ دیتے اور ادب و احترام

گئے رہے۔

یزید کی ولیعہدی کی بیعت

آپ کے تصور میں نہ تھا کہ یزید کو ولیعہد مقرر کیا جائے یہ تجویز مغیرہ بن شعبہ نے دی اور یقین دلایا کہ عراق اور بصرہ کو میں ہموار کر دوں گا۔ مصر و شام اپنے تھے ہی۔ حجاز کو آپ سے لیجئے جب انھوں نے خود بڑھاوا دیا اور بیعت کرا دی تو حجاز کی طرف رخ کیا خود پہنچے حضرت حسینؑ ابن عباس عبداللہ ابن زبیرؓ اور ابن ابی بکرؓ اس بدعت کے کھلا کرنے پر تیار نہ ہوئے تو آپ نے صرف بیعت عام پر اکتفا کی اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس کے بعد چار برس تک زندہ رہے مگر اپنے کسی عمل سے بھی یہ نہ ظاہر ہونے دیا کہ آپ کو اس کا رنج ہو یا کبھی آنکھ رکھی۔ بہرحال یزید کی ولیعہدی پر بیعت ہو گئی آپ نے سمجھا یہ کہ اس وقت بنو امیہ کا بہت غلبہ ہے وہ حکومت پر بھی چھائے ہوئے ہیں دولتمند اور مقتدر بھی ہیں کثیر التعداد بھی ہیں اگر معاملہ یونہی چھوڑ دیا گیا تو بنو ہاشم اور عراقی ضرور کھڑے ہوں گے بنو امیہ لڑائیں گے پھر خونریزی ہو گی۔ امام حسینؑ کو نامزد کیا گیا تو بنو امیہ اسے تسلیم نہ کریں گے عبد کے بعد آپ نے یزید ہی کی نامزدگی مناسب سمجھی اور اپنے نزدیک قیام امن کے لئے اسے ضروری سمجھا بیعت عام کرا دی۔

حسینؑ سے سلوک کی وصیت

نزع کے وقت یزید کو بلا کر نصیحت کی کہ دیکھ جو میں کہتا ہوں اسے گوش ہوش سے سن اگر اس پر کاربند رہا تو کامیابی سے حکومت کرے گا میں نے تیری بیعت کرا دی ہے خزانہ زر و جواہر سے لبریز چھوڑ رہا ہوں تمام کانٹے راستے سے دور کر دیئے ہیں صرف چار اشخاص ہیں جنھوں نے بیعت نہ کی ان کے متعلق بتائے جاتا ہوں کہ عبداللہ بن عمرؓ کو تو محض عبادت سے کام ہے عبدالرحمن بن ابی بکرؓ گروہ کوئی نہیں رکھتے جو ان کے رفقا کریں گے وہی وہ کریں گے امام حسینؑ ضرور بڑے حقدار ہیں لیکن از خود اقتدار میں خود تو وہ کھڑے نہ ہوں گے مگر عراق والے انھیں ضرور مقابلہ پر لا کر رہیں گے اگر ان پر قابو ہو جائے تو ان کی عظمت کے پیش نظر ان کے ساتھ حسن سلوک روا رکھنا۔ البتہ ابن زبیرؓ کا معاملہ سب سے جداگانہ ہے ان میں شیر جیسی شجاعت اور لومڑی جیسی مکاری ہے وہ بھی یقیناً مقابلہ کے لئے کھڑے ہوں گے اگر وہ مصالحت پر آمادہ ہوں تو مصالحت کر لینا اور اگر لڑائے جائیں اور تو قابو پا لے تو پھر ان کے ٹکڑے اڑا دینا کہ سب سے بڑا خطرہ انہی کی طرف سے ہے۔

دانائی اور مآل اندیشی

امیر معاویہ کی دانائی و فرزانگی کا یہ کتنا بڑا شاندار مظاہرہ ہے کہ جو اندازہ جس کے متعلق پہلے سے کر لیا تھا وہ حرفاً حرفاً پورا ہوا اسے معاویہؓ کی بزرگی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ نے ان کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا ورنہ ایسی صورتوں میں سلاطین سلطنت کی راہ میں کسی کانٹے کو باقی نہیں رہنے دیا کرتے بڑا اقتدار تھا اگر آپ حسینؑ اور ابن زبیرؓ کو نہیں تو موخر الذکر کو تو ضرور پہلے ہی قتل کرا کے جھگڑا پاک اور راستہ صاف کر سکتے تھے مگر آپ نے ایسا نہ کیا اور پھر جو نصیحت کی اس سے آپ کی دانائی اور صاف دلی ظاہر ہو رہی ہے یزید اس پر کاربند ہوتا تو ضرور اچھا رہتا۔ آخر آپ چالیس سال کی حکومت کے بعد جنت کو سدھارے اور پھر دنیا میں تاریکی پھیل گئی۔

مجلس نہم

یزید کی فرمانروائی

یزید کی اخلاقی حالت

یزید کے متعلق آج کچھ کہہ لیا جائے مگر پھر بھی ایک گرامی قدر صحابی کا بیٹا تھا اور اس کی شمار تابعین میں ہے صوم و صلوٰۃ کا بھی پابند مزاج کا بھی برا نہ تھا شاہانہ اوصاف بھی اس کے اندر موجود تھے البتہ بات ضرور تھی کہ عیش و تنعم میں پرورش پائی تھی۔ مزاج لاابالیانہ ہو گیا تھا سیر و شکار کا بہت شوق تھا گردوپیش اموی ہجوم رہتا تھا عاقبت بینی کا مادہ نہ رہا تھا

قرابت کا بھی پاس کرتا تھا بنو ہاشم سے کوئی خاص عناد نہ تھا اس کی بہن حضرت امام حسینؑ کو بیاہی تھی جو ابوسفیان کی نواسی تھی اور اسی کے بطن سے حضرت علی اکبرؑ۔

یزید کے درباریوں کا گمراہ کن مشورہ

معاویہؓ درمیان سے ہٹ چکے تھے جن کے عہد میں بنو امیہ اپنے حوصلے نہ نکال سکتے تھے اور وہ بنو ہاشم کے ساتھ ان کے سلوک کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے مگر دم نہ مار سکتے تھے مروانؔ حضرت حسنؑ کی دل دکھا ہی رہتا تھا ان کے دل کینہ اور عناد کے مسکن بنے ہوئے تھے یزید کے تخت نشین ہوتے ہی انھیں کھل کھیلنے کا موقع ملا اور بنو ہاشم کو نیچا دکھانے اور اپنے دل کا بغض نکالنے کے لئے انہوں نے یزید سے کہا کہ معاویہ نے غلطی کی جو حسینؑ سے بیعت نہ لی اور خطرہ باقی رکھا اب آپ بھی اسی وقت کامیابی کے ساتھ حکومت کر سکتے ہیں جبکہ وہ بیعت کریں۔

اگر درباری اموی اسے انجام سے نہ ڈراتے اور خوف نہ دلاتے تو وہ ہرگز یہ اقدام نہ کرتا کہ باپ کی نصیحت اس کے کان میں پڑی ہوئی تھی۔ جوانی کے جوش اور اقتدار کے زعم میں عواقب امور پر نظر نہ کی معاویہ کی وصیت کو پس پشت ڈال کر بیعت لئے جانے کے تاکیدی احکام بھیج دیئے۔ پھر اسے بیعت لینے کا حق بھی تھا مگر باپ کی وصیت کی روشنی میں قدم اٹھانا چاہئے تھا جس طرح اسے بیعت لینے کا حق تھا اسی طرح حضرت حسینؑ کو بیعت نہ کرنے کا بھی حق تھا۔

یزید کا فرمان اور مروان کا گمراہ کن مشورہ

یزید نے عواقب امور سے آنکھیں بند کر کے ولید گورنر مدینہ کو حضرت حسینؑ اور ان کے رفقاء سے بیعت لینے کا تاکیدی فرمان بھیجا مروان اس کا نائب تھا فرمان دیکھ کر بولا ابھی حسینؑ و ابن زبیرؓ کو بلوا بھیجئے اور انہیں بیعت لے لیجئے اور اگر انکار کریں تو دونوں کے سر قلم کر کے اندیشہ مٹا دیجئے۔

اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ امویوں کی ذہنیت کیا تھی اور ان کے قلوب میں کتنا زہر بھرا ہوا تھا۔

گورنر مدینہ کی نیکدلی کا مظاہرہ

بے وقت قاصد کے پہنچنے سے حضرت امام سمجھ گئے کہ معاویہ بیمار تھے شاید رحلت کر گئے اور بیعت کے لئے بلوایا جا رہا ہے اس لئے آپ گئے تو مگر پورا انتظام کر گئے پہلے آپ نے تعزیت کی اور بیعت کے متعلق کہا کہ مجھ جیسا شخص

اس طرح جب تک بیعت نہیں کرسکتا بیعت عام ہوگی تو میں بھی چلا آؤں گا۔ گورنر نیک دل تھا راضی ہوگیا۔ سنگدل مروان نے کہا کہ تم نے یہ موقعہ کھو دیا اب تم قیامت تک ان پر قابو نہیں پا سکتے۔ ولید جھنجھلا کر بولا سبحان اللہ تو ابن فاطمہؓ کا خون میرے ہاتھوں کرانا چاہتا ہے۔

حضرت امامؓ کی پریشانی

حضرت امامؓ واپس آئے تو سخت پریشان تھے جس کی بیعت عہد معاویہؓ میں نہ کی تھی یزید میں کیونکر کرلیں یہ بڑی سبکی تھی خلافت میں بدعت کی بدعت نہ گوارا کرسکتے تھے اور پھر وہ بھی اس طرح۔ تیسرے روز بہ چوات لئے اور ایک روز کی مہلت لیکر چلے آئے۔

محمد بن حنیفہ کا مشورہ

پریشانی دمبدم بڑھتی جارہی تھی اسی اضطراب کے عالم میں اپنے بھائی محمد بن حنیفہ سے مشورہ لیا جنہوں نے عرض کی کہ میرے نزدیک تو آپ یہ کریں کہ ابھی کسی خاص شہر کا ارادہ نہ کیجئے بیعت سے احتراز کیجئے ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل ہوتے رہیئے اگر اس دوران میں کسی امر پر امت کا اجماع ہوگیا تو اس سے آپ کے فضائل میں کمی نہ آئیگی اپنی خلافت کی دعوت بھی دیتے رہیئے لوگ منظور کرلیں تو خدا کا شکر کیجئے لیکن اگر آپ نے کسی خاص شہر کا ارادہ کیا تو لازمًا اختلاف پیدا ہوکر دو الگ فرقے پیدا ہوجائیں گے اور ان کے نیزوں کا پہلا نشانہ آپ ہی بنیں گے پوچھا تو پھر جاؤں کہاں؟ عرض کی حرم میں جاکر ٹھہر جائیے اطمینان میسر آجائے تو خیر ورنہ پہاڑوں اور ریگستانوں کی طرف نکل جائیے اور برابر مقامات بدلتے رہیئے اس وقت تک جب تک کوئی فیصلہ ہوجائے اور آپ کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں۔

حضرت امامؓ کا سفر مکہ

یہی مشورہ تھا جو آپ کو مکہ معظمہ لے گیا اور آپ ایک شب کے سناٹے میں اپنے اہل و عیال سمیت نہایت پریشانی کے عالم میں نکل کر وہاں پہنچ گئے اپنے دادا کے مکان میں مقیم ہوئے لوگوں میں جوش مسرت پیدا ہوگیا ابن زبیرؓ خود دوسرے ہی روز چلدیئے تھے اور پہاں پہنچ چکے تھے انہیں سرکاری سپاہی ڈھونڈتے رہے۔ جو مخلصین راہ میں ملتے گئے سمجھاتے گئے کہ خدا کے لئے آپ کہیں عراق کا عزم نہ کریں۔

عراقیوں کا اصرار اور مسلم کی روانگی

یہاں جو پہنچے اور عراقیوں کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے خطوط و وفود کا ایک تانتا باندھ دیا پہلے تو آپ نے توجہ نہ کی مگر جب معاملہ انتہا کو پہنچ گیا بڑی بڑی معزز اور با اقتدار سفارتیں آئیں اور یقین دلانے لگیں کہ تمام عراقی خروج کے لئے ہمہ تن تیار اور آمادہ عمل بیٹھے ہیں اسلام میں اس جدید بدعت کو گوارا کرنے کے لئے کسی طرح بھی تیار نہیں صرف آپ کے آنے کی دیر ہے تو کچھ آپ آمادہ ہوگئے مگر پھر رک گئے آخر انہوں نے منتیں اور اصرار شروع کئے اور آنے کے لئے خدا کے واسطے دلائے تو آپ نے ان کی صداقت عمل کے تجربہ مشاہدہ اور اندازے کے لئے اپنے چچیرے بھائی حضرت مسلم کو پہلے وہاں بھیجا اور لکھدیا کہ ہم بھی عنقریب آنے والے ہیں سردست اپنے نمائندہ کی حیثیت سے انہیں بھیج رہا ہوں۔

مجلس دوم

عراقیوں کا خوفناک تلون

مسلم سے عراقیوں کا جوش عقیدت

حضرت مسلم بڑے فاضل وقت اور محبوب ہستی تھے کوفہ جو پہنچے تو بڑے وقار و عزت کے ہاتھوں لئے گئے ایک مخلوق بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی اٹھارہ ہزار نفوس نے تو اسی روز بیعت کرلی اور یہ سلسلہ زور و شور کے ساتھ قائم رہا یہ معلوم ہوتا تھا کہ شہر میں ایک بھونچال آگیا ہے ہر شخص بنو امیہ کا خونخوار دشمن بنکر رہ گیا ہے ہر انسان حضرت امامؓ کے عشق میں ڈوبا ہوا ہے اور یہ کہہ رہے ہو کر ان کی آن میں یزید کے تخت کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے اور معاویہؓ کی بنائی ہوئی عظیم الشان سلطنت چند دنوں کی مہمان ہے۔ مسلم تو مسلم اگر فرشتہ بھی ہوتا تو ان غدار دسلوں عراقیوں کے مظاہر جوش دیکھکر دھوکہ میں پڑجاتا کہ ایک صدا بھی تو مخالفت میں اٹھتی سنائی نہ دیتی تھی

انہوں نے نہایت سادگی سے یہاں کے جوش و عقیدت کا نقشہ الفاظ میں کھینچکر حضرت امامؓ کو بھیجدیا اور لکھدیا کہ کوفیوں کی صداقت اعمال برای العین دیکھ رہا ہوں میدان تیار ہے حالات سازگار ہیں مدد ہیں فورًا تشریف لے آیئے۔

یزید اور اسکے درباریوں کی سراسیمگی

یزید نے جاسوسوں کو فورًا لکھا کہ مسلم پہنچ چکے ہیں حضرت امامؓ پیچھے آرہے ہیں بیعت عام ہوچکی ہے سخت جوش پھیلا ہوا ہے فوری خبر لیجئے دربار میں ہیجان عظیم پیدا ہوگیا یزید کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اس کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا آگیا کہ حضرت امامؓ کی مقابلہ پر کھڑا ہوجانا معمولی بات تو نہ تھی تمام اموی اپنی اپنی جگہ انتہائی سراسیمگی کے عالم میں مبتلا ہوکر رہ گئے اسی حالت میں مشورہ کے لئے دربار منعقد ہوا اور صورت حالات پیش کی۔

یزید کا فرمان ابن زیاد کے نام

صورت لاعلاج نظر آرہی تھی کہ کوئی اس کا مقابلہ کرنے والا نظر نہ آتا تھا سوچتے سوچتے ابن زیاد پر نظر پڑی اس لئے کہ وہ انتہائی سخت گیر مدبر سردم ہونے کے علاوہ بنو ہاشم کی طرف سے سخت عناد رکھتا تھا اور اموی اس موقع پر ایسے ہی شخص کو مامور کرنا چاہتے تھے۔

مروان پر بھی نظر پڑی کہ وہ بھی شقی ازلی تھا مگر وہ مدینہ میں بیٹھا ہوا تھا اور ابن زیاد قریب اور بصرہ میں تھا مگر مشکل یہ تھی کہ ابن زیاد سے یزید بہت ناراض تھا وہ اس کے تقرر پر راضی نہ ہوسکتا تھا اور نہ ہوا مگر جب شیب دراز سمجھائے تو پریشانی کے عالم میں بامر مجبوری تیار ہوگیا اور یہ فرمان لکھا کہ:۔

"فورًا کوفہ پہنچکر وہاں کی زمام حکومت ہاتھ میں لیکر نعمان کو گورنری سے معزول کردو۔ مسلم کو خارج البلد کردو اور اگر مزاحمت کریں تو قتل کر ڈالو۔"

فرمان یزید کی نوعیت و حیثیت

یزید کے فرمان کی اس عبارت سے تو ایک حد تک اس کی عالی منزلت ہے کہ وہ وہاں کے باغیوں سے کسی تعرض کا حکم نہیں دے رہا نہ کسی سختی کی تاکید ہے حضرت امامؓ کے متعلق کوئی اشارہ نہیں مسلم کے متعلق بھی خارج البلد کرنے کا حکم ہے یہ بھی تو نہیں لکھتا کہ انہیں گرفتار کرلو۔ قتل کا حکم بصورت مزاحمت ہے۔ اس عہد کا آئین یہ تھا کہ گورنر بادشاہ کے حکم کے بغیر کوئی اقدام نہیں کرسکتا تھا اور آج بھی مقامی حکام تو ایک طرف گورنر تک بھی بڑے لیڈروں کو مرکزی حکومت کے حکم و منظوری کے بغیر گرفتار نہیں کرسکتے ابن زیاد کو بروئے قاعدہ

اس سے ریاست اور جنگ کے مقاصد حاصل کرنے میں کچھ نہ کچھ مدد ملیگی، پروگرام کے ان تمام حصوں
کو حسب ضرورت کم یا بلحاظ اہمیت دی گئی۔ پہلے ہٹلر کا دل ان جرمنوں کی ہمدردی میں تڑپ رہا تھا
جو دوسری ریاستوں کے ماتحت تھے اور وہ نفیس کہاتے تھے کہ جرمن قوم کی یہ آرزو کہ وہ ساری کی ساری
ایک جرمن ریاست کے ماتحت ہو پوری ہو جائے تو وہ اور کوئی مطالبہ نہ کریں گے اس کے بعد ان کی نیند
اس وجہ سے حرام ہو گئی کہ جرمنی پر ایک طرف سے روس اور دوسری طرف سے فرانس کا حملہ ایک ہی وقت
میں ہو سکتا تھا اب وہ اس یورپ کو جس نے اس کی غلامی مسلط کر لی ہے امن اور آزادی عطا کرنا چاہتے
ہیں اور ان قوموں پر اپنا غصہ اتار رہے ہیں جن کی ضد لڑائی کو بند نہیں ہونے دیتی۔

جنوب مشرقی یورپ اور مشرقی بحر روم

۱۹۴۰ء کے وسط تک ہر ہٹلر فرانس سے فارغ ہو گئے تھے ناروے سے لیکر پرتگال تک شمالی مغربی
اور وسطی یورپ کے ساحل کو محفوظ کر لیا اور پھر انہوں نے جنوب مشرقی یورپ میں اپنے پروگرام کے مطابق
عمل کرنا شروع کر دیا اس سلسلہ میں رومانیہ کا بہت بڑا حصہ روس ہنگری اور بلغاریہ کے درمیان تقسیم کر دیا
گیا اور باقی ملک پر جرمن ماہروں اور سپہ سالاروں کی حکومت ہو گئی فرانس سے جنگ بند کرنے کی شرطیں
طے کرتے وقت ہر ہٹلر نے اٹلی اور سپین کے مطالبوں کا کوئی لحاظ نہیں کیا تھا جب مغربی یورپ میں بھی انگریزوں
نے من مانی کارروائیاں کیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسولینی کو مفت مال ملنے کی امید نہیں رہی، در آخر اکتوبر میں
اٹلی نے یونان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ سال کے دوران میں اٹلی کی ایک بڑی فوج مصر اور حبشہ کی
سرحد پر اکٹھی کی گئی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ اٹلی کا بھی کوئی پروگرام ہے جس پر اب عمل ہونا چاہیئے گا اٹلی نے دونوں
طرف شکست کھائی یونانیوں نے البانیہ میں اس کی فوجوں کو شکست پر شکست دیں اور مصر کی برطانوی فوج
ایک مہینے میں بن غازی تک پہنچ گئی اور اٹلی کے بڑے فوجی حصہ کو گرفتار کر کے اس کے سارے نفیس سامان
پر قبضہ کر لیا جرمنی نے شاید اٹلی کو موقع دیا تھا کہ اپنے بل بوتے سے کچھ حاصل کر سکتا ہو تو کرے ممکن
ہے ترکی کا رویہ بدل جاتا اگر وہ دیکھتے کہ جرمنی اٹلی کی سیاست کا آلہ کار بن گیا تو اس نے اٹلی
کی جرمنی نے فوجی مدد کی اور اس کی ناکامیوں سے حکومت کی جو ہوا اکھڑی ہوئی تھی اس سے فائدہ اٹھا
کر اپنی خفیہ پولیس ایجنٹ [illegible] اور اپنی فوج اٹلی میں مسلط کر دی اور مشرقی افریقہ میں برطانیہ نے اٹلی کی تمام
نوآبادیاں خالی کرائیں۔ ۱۹۴۱ء شروع ہوا تو جرمنی کے پروگرام کے لئے میدان صاف تھا یوگوسلاویہ
سے کہا گیا کہ وہ محور کی جماعت میں شامل ہو جائے۔ جب وہاں کی حکومت میں انقلاب ہو گیا اور جرمنی کا تسلط
منظور ہونے کا امکان نہیں رہا تو جرمنی نے اعلان جنگ کی تکلیف کئے بغیر یوگوسلاویہ اور یونان دونوں
پر حملہ کر دیا ۶ اپریل ۱۹۴۱ء کے ایک دن بعد برطانیہ نے یونان میں اپنی فوج اتاری برطانیہ نے یونان کو
مدد پہنچانے کا وعدہ اس وقت کیا تھا جب اٹلی نے اس کے خلاف اعلان جنگ کیا شروع نومبر ۱۹۴۰ء
میں برطانیہ نے جزیرہ کریٹ پر احتیاطی قبضہ بھی کر لیا تھا لیکن جو فوج یونان کی مدد کے لئے بھیجی گئی تھی
وہ یوگوسلاویہ اور یونان کی کمزوری کے سبب سے جرمن فوجوں کا مقابلہ نہ کر سکی یوگوسلاویہ پر جرمنی نے
تین طرف سے اتنا سخت حملہ کیا کہ یوگوسلاویہ کی فوج اس کے سامنے ٹھہر ہی نہیں سکتی تھی اور اسے منتشر
کر کے جرمن فوجیں وارڈار اور ستروما کی وادیوں سے یونان میں داخل ہو گئیں یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ
یونانی فوجیں ایک محاذ قائم نہ کر سکیں یونان کی فوج کا ایک حصہ جو وادی ستروما کی طرف جرمنوں کا راستہ
روکنے کے لئے بھیجا گیا تھا گھیر لیا گیا اور دشمن نے سالونیکا پر قبضہ کر لیا برطانوی فوجوں کی دشمن سے پہلی
جھڑپ ۔۔ مونا ستر میں ہوئی اور اس کے بعد جرمن اپنی تعداد کے زور سے برطانوی فوجوں کو پیچھے ہٹاتے
رہے اگر اس وقت وہ یونانی فوج جو البانیہ میں تھی پیچھے ہٹ کر مقدونیہ کو چھوڑ کر برطانوی فوج سے مل
جاتی اور شمالی یونان میں ایک محاذ قائم کر لیا جاتا تو مقابلے میں کمی اور گھاٹی میں زیادہ ہوتا تو کوئی وجہ
نہ تھی کہ جرمن سیلاب روک نہ لیا جاتا لیکن یونان کی یہ فوج گھر گئی اور اس نے ہتھیار ڈال دیئے جس
کا نتیجہ یہ ہوا کہ برطانوی فوج کا بایاں بازو دبایا جا سکتا تھا اس کے علاوہ مستقل محاذ قائم کرنے کی کوئی صورت
نہیں رہی تھی اس لئے برطانوی فوجیں واپس بلا لی گئیں (۲۴ اپریل یکم مئی)

اس جنگ کی مختصر مدت کے اندر جرمنی نے بحر ایجین کے تمام جزیروں پر قبضہ کر لیا تھا اور برطانوی
فوج کو یونان چھوڑے بس دو ہفتے نہیں ہوئے تھے کہ کریٹ پر ہوائی حملہ ہوا اور پھر ہوائی جہازوں کے ذریعہ
بڑی تعداد میں فوج اتاری گئی بارہ دن تک اس جزیرہ میں بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور آخر میں یہ مناسب
سمجھا گیا کہ برطانوی فوج وہاں سے ہٹا لی جائے۔ ۳۰ مئی یکم جون۔ برطانیہ نے جو فوج یونان بھیجی تھی وہ
بڑی حد تک وہی تھی جس نے لیبیا فتح کیا تھا شروع فروری میں جب وہ ادھر سے فارغ ہوئی تھی اور اس کے
بعد اسے یونان پہنچانے کا انتظام کیا گیا اسی دوران میں جرمنی نے صقلیہ اور طرابلس کی طرف سے ایک
زبردست فوج لیبیا میں اتار دی برطانوی سپہ سالاروں کا یہ منشا نہ تھا کہ بن غازی یا ساحلی لیبیا
پر مستقل قبضہ رکھیں اور اس کے لئے ان کے پاس سامان اور آدمی بھی نہ تھے اس لئے جو تھوڑی سی
فوج لیبیا میں تھی وہ مصری مورچوں پر واپس آ گئی اور اٹلی سے جو مورچے چھینے گئے تھے ان میں سے
صرف طبروق میں ایک محافظ فوج چھوڑی گئی۔ لیبیا کا ریگستان اس قابل نہیں ہے کہ اس کے لئے سپاہی
اور سامان جنگ کی قربانی کی جائے برطانیہ نے اٹلی کی فوج کو اس سے بھگا دیا تھا تاکہ وہ مکھی کی طرح
منہ پر آ کر بیٹھ گئی نہ غالباً افریقہ میں جنگ کرنا جرمنی کے پروگرام یا یوں کہیئے کہ پروگرام کے دوسرے
حصہ میں جس پر عمل کیا جا رہا تھا شامل نہیں تھا لیکن اگر برطانوی فوجیں طرابلس کی سرحد تک پہنچ
جاتیں تو اس سے جرمنی کی امید سیاست [illegible] پروگرام کے تیسرے حصہ پر بہت برا اثر پڑ سکتا تھا
اس سال کے آخر میں جرمنی اور فرانس کے درمیان وہ سمجھوتا ہو گیا جس کی عرصہ سے کوشش کی جا رہی تھی
اور نومبر کے آخر میں ایک زبردست معرکہ کے بعد جرمن فوجیں تیزی سے مغرب کی طرف ہٹنے لگیں ممکن
ہے کہ وہ لیبیا کو خالی کر دیں اور طرابلس ہی میں اپنے قدم جمائیں جو اٹلی سے بہت قریب ہے اور جہاں
فوج اور سامان جنگ پہنچانا آسان ہوگی۔

جرمنی اور روس

جرمنی اور روس کی صلح بھی بڑی بات تھی اور جنگ بھی بڑی بات ہے
ان کے درمیان صلح ہو جانے کے معنے یہ تھے کہ جرمنی آزادی سے
مغربی قوموں سے جنگ کر سکتا ہے اور یہ ہٹلر یا کہتے تھے کہ ان کے درمیان جنگ ہونے کا یہ نتیجہ نکلیگا کہ
مغربی یورپ کی قومیں جرمنی سے صلح کر لیں گی۔ اسی خیال سے مسٹر ہس جرمنی سے برطانیہ پہنچے
لیکن جو کچھ وہ کہہ سکتے تھے اس کے [illegible] ۲۲ جون کو جرمنی نے روس
پر حملہ کر دیا لوگوں کی عادت ہے کہ [illegible] لڑائی ہو تو اس کے اسباب پوچھیں [illegible] جرمنی نے اعلان جنگ
کیا تو اس کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کیجئے [illegible] غلط فہمی پیدا کرنی چاہی کہ روس نے [illegible]
کا مطالبہ کیا تھا اور جرمنی کو دغا دینے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن اس کا منشا ترکی کو روس سے الگ رکھنا
تھا اور غالباً اس الزام کی کوئی دلیل نہیں جرمنی نے یورپ پر تسلط کرنے کا ارادہ کیا ہے اور یہ ارادہ صرف
ملک گیری سے پورا کیا جا سکتا ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ مشرق میں روس اور مغرب میں فرانس سے ایک ہی
وقت میں لڑنا پڑے ۱۹۳۹ء میں اسے روس سے دوستی کرنے کا موقع مل گیا اور ۱۹۴۰ء میں اس نے فرانس
کی طرف سے اطمینان حاصل کر لیا برطانیہ اور فرانس نے خواہ مخواہ ڈھیل دی ہوتی تو امکان تھا روس سے پہلے نمٹ
ہو جاتا [illegible] فرانس سے اطمینان ہو گیا بہر حال دونوں طرف جنگ کرنا جرمنی کے پروگرام میں تھا اور جب مغربی
اور جنوب مشرقی یورپ کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہا تو روس پر حملہ کر دیا گیا غالباً اس حملہ کا کوئی فوری
سبب نہیں تھا۔ اس جنگ کو جس زاویہ سے بھی دیکھئے دنیا کی تاریخ میں ایک یادگار رہے گی اس سے پہلے
اتنے بڑے پیمانہ پر اور اس شدت کے ساتھ کوئی جنگ نہیں اور نہ شاید رسد کے سامان بھی اتنے بڑے پیمانے
پر ہوئے ہوں گے جنگ شروع ہونے کے ہفتہ عشرہ بعد جرمن سپہ سالاروں کو معلوم ہو گیا کہ لڑائی
کا وہ طریقہ جو [illegible] میں کامیاب ہوا تھا روس میں کامیاب نہ ہو گا اس لئے کہ ملک بہت بڑا تھا شہر
بہت دور دور تھے اور عام آبادی بھی اس پر تلی ہوئی تھی کہ کبھی ہار نہ مانے فرانس میں جب جرمن ٹینک فرانسیسی
فوج کے پیچھے پہنچ گئے تو تمام آبادی [illegible] میں وحشت اور مایوسی کی ایک وبا پھیل گئی جس نے جرمنی کا
کام بہت آسان کر دیا اور روس میں یہ کیفیت کبھی پیدا نہیں ہوئی اگرچہ جرمن فوجیں برابر بڑھتی رہیں
روسی فوج کے جو حصے جرمن ٹینکوں اور پیادہ فوج کے درمیان گھر جاتے وہ ہتھیار ڈال دینے کے بجائے
جان کے بدلے جان لیتے اور اس طرح جرمن ٹینک جن کا کام یہ تھا کہ روسی فوج میں گھس کر اس کے پیچھے
پہنچ جائیں رسد کا انتظام درہم برہم کر دیں اور روسی فوج کو پسپا ہو کر نیا محاذ قائم کرنے کا موقع نہ دیں۔
پیادہ فوج سے بہت دور نکل جاتے [illegible] اتحاد عمل جو اس طریقہ کی کامیابی کے لئے لازمی ہے
قائم نہ رہتا ٹینکوں کا بہت کچھ نقصان اٹھانے کے بعد جرمن سپہ سالاروں نے پرانا طریقہ اختیار
کیا مگر اس کے ساتھ اس علاقہ میں جس پر ان کا قبضہ ہوتا رسد پہنچانے کے لئے ریلیں اور سڑکیں
بنائے جاتے جرمن لشکر کشی کا مقصد یہ تھا کہ روس کا محاصرہ کر لیا جائے اور جو روسی فوجیں جنگ کے
میدانوں سے سلامت بچ نکلیں انہیں لینن گراڈ ماسکو اور جنوبی روس کے کسی مرکزی مقام پر لے جایا
جائے اس وقت تک جبکہ سردی کی شدت نے لڑائی جاری رکھنا محال کر دیا تھا لینن گراڈ کا پورا
محاصرہ کر لیا گیا تھا ماسکو تین طرف سے گھیر لیا گیا تھا اور جنوبی روس میں جرمن فوجیں رستوف تک
پہنچ گئی تھیں سردی کی شدت کے باوجود روسی فوجیں مقامی طور پر لڑتی رہیں اور آخر سال تک ان کے
جگہ جگہ پیش قدمی کرنے اور جرمن فوجوں کو پیچھے ہٹانے کی خبریں آتی رہیں مجموعی طور پر دیکھا جائے تو
جرمنی نے لینن گراڈ ماسکو اور [illegible] سے مغرب کی طرف سارے علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے روس کی بھاری
صنعت کا مرکز [illegible] علاقہ میں ہیں اور جس کی زرعی پیداوار سے روس کا کام چلتا ہے دوسری
طرف جرمنوں کے لئے یہ بہت الجھن اور کسی قدر نقصان کی بات ہے کہ وہ انتہائی کوشش کے باوجود روس
کی فوجی طاقت کو زائل نہ کر سکے اور ان کا نہ لینن گراڈ پر قبضہ ہو سکا نہ ماسکو پر رستوف سے انہیں پسپا

اولاد مت ہونے دو

بار بار بچہ کی پیدائش سے عورت کی تندرستی تباہ ہوجاتی ہے۔ بیس برس کی لڑکی چالیس برس کی عورت معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور بعض وقت زیادہ بچے پیدا ہونے سے عورت کی زندگی کو بھی خطرہ ہوجاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں عورت کو چاہئیے کہ کچھ عرصہ کیلئے اولاد کا پیدا کرنا بند کردے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک شیشی دوا "روہیل" منگا کر اپنے پاس رکھ لے اور "خاص وقت" سے پہلے ایک خوراک اس دوا کی کھا لیا کرے۔ حمل نہ ٹھہر سکے گا۔ چنانچہ جب تک عورت ...... پہلے یہ دوا کھا لیا کریگی حمل سے بچی رہیگی۔ اور جب اس دوا کو ترک کردیگی حمل ٹھہر جانا ممکن ہے۔ اس دوا سے عورت کی تندرستی پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کیلئے بہترین دوا ہے۔ اور بالکل بیضرر۔ ایک شیشی میں اتنی مرتبہ استعمال کے لائق دوا ہوتی ہے۔ ایک شیشی "روہیل" کی قیمت چار روپے آٹھ آنے ہے۔ محصول ڈاک گیارہ آنے لگتا ہے۔

پتہ۔ لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۲۴ دہلی

سات دن میں سفید بال سیاہ

ہندوستان کے متعدد ڈاکٹر حیران ہیں کہ ایک ہندوستانی نے عجیب و غریب خضاب ایجاد کردیا جس سے سفید بال ایک ہفتہ میں سیاہ ہوجاتے ہیں یہ خضاب لگایا نہیں جاتا۔ کھایا جاتا ہے۔ یعنی کھانے کی دوا ہے۔ اس دوا کے استعمال سے سر اور داڑھی کے سفید بال بھی رفتہ رفتہ کالے ہوجاتے ہیں جن لوگوں نے ابھی تک اس حیرت انگیز دوا سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ وہ فوراً منگا کر دیکھیں صرف ایک ہفتہ کے استعمال کے بعد اس دوا کا زندہ ثبوت وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ یعنی جو بال اب تک سفید ہوگئے ہیں ان کی جڑیں بھی سیاہ ہوجائیں گی۔ اور آئندہ سے سیاہ بال پیدا ہوں گے۔ ہندوستان کے ہزاروں مرد اور عورتیں اس عجیب ایجاد سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ اور ہر جگہ اس دوا نے زندہ ثبوت پیش کیا ہے۔ اس دوا کا نام "کیشول" ہے۔ ایک شیشی میں پورا کورس دوا ہوتی ہے۔ قیمت فی شیشی چار روپے دو آنے ہے۔ محصول ڈاک گیارہ آنے لگتا ہے۔ جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ آج ہی

مینیجر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۲۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھکر کیشول کی ایک شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالیں۔

عورت ہر مہینہ روتی ہے

تیرہ چودہ سال کی نوجوان لڑکی سے لیکر چالیس سال عمر تک کی عورت کیلئے ہر مہینہ ماہواری ایام کا بغیر کسی درد اور تکلیف کے باقاعدہ آنا بہت ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی عورت کو ماہواری آنے میں تکلیف اور درد ہوتا ہے۔ یا ماہواری خون باقاعدہ نہیں آتا۔ یا مہینہ میں دو بار یا دو تین مہینے میں ایکبار آتا ہے یا زیادہ دن تک آتا رہتا ہے۔ یا ماہواری کے دنوں میں اس کی کمر اور ناف تلوں میں یا بدن میں سخت درد ہوجاتا ہے یا کسی عورت کو ماہواری رک رک کر آتی ہے۔ یا عرصے سے بند ہے یا ماہواری کی اور کوئی خرابی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی عورت بہت جلد کسی خطرناک مرض کا شکار ہوجائے گی اور پھر اس کا علاج بعید دشوار ہوجائیگا۔ لہذا ماہواری کی خرابی اور اس زمانہ کے درد وغیرہ کو ہرگز معمولی بات نہ سمجھئے۔ بلکہ جلد سے جلد ماہواری کی ان خرابیوں کا علاج کرلینا چاہیئے۔

ماہواری کو باقاعدہ کرنیکی ترکیب

یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت جو مندرجہ بالا خرابیوں میں یا ماہواری کی کسی تکلیف میں مبتلا ہو اُس کو ایک شیشی دوا "کورس" استعمال کرا دیجئے۔ اس دوا کی صرف ایک شیشی استعمال کرنیکے بعد عورت کو ہر مہینہ بغیر درد اور بغیر کسی تکلیف کے ماہواری باقاعدہ ٹھیک وقت پر اور صحیح مقدار میں آنے لگتی ہے اور اس سے ہر قسم کی ماہواری کی خرابی اور بیقاعدگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ نہایت کارگر دوا ہے۔ اور تقریباً بارہ تیرہ سال سے ہندوستانی عورتوں میں مشہور ہے اور ایک شیشی دوا "کورس" کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۲۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لیں پارسل پر سات آنے محصول خرچ ہوگا۔

چند روپوں میں ہزاروں کا کام

روپے کی بچت اور ساکھ قائم رکھنے کی ترکیب

ہمارے کارخانہ میں گولڈن گولڈ کے زیورات تیار ہو گئے۔ یہ وہ سونا ہے جس کی شہرت تمام ہندوستان میں ہو رہی ہے۔ اور لاکھوں روپے کے زیورات اسی سونے کے تیار ہو کر عورتوں کے استعمال میں آنے لگے ہیں۔ اس سونے کی خوبی یہ ہے کہ رنگ میں روپ میں کسوٹی پر کسنے میں کاٹنے میں پگھلانے میں بالکل اصلی سونے کی خاصیت رکھتا ہے۔ سناروں کو آج تک تمیز نہیں ہوئی کہ یہ اصلی سونا ہے یا نقلی ہم نے اپنی شہرت کے لئے اس سونے کے زیورات بہت کم قیمت پر فروخت کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ تاکہ ہر گھر میں گولڈن گولڈ کے زیورات استعمال ہونے لگیں اور جو لوگ اصلی سونے کے زیورات نہ خرید سکیں وہ اپنی ضرورت پوری کر لیں اس سونے کے زیورات بیاہ، شادی اور تحفوں میں دیئے جاتے ہیں۔ اور اس وقت مندرجہ ذیل زیورات تیار ہو گئے ہیں۔ منگائیے اور برسوں استعمال کیجئے۔ اور جب دل چاہے اصل داموں میں فروخت کر دیجئے۔ ہر زیور کے ساتھ انعام بھی دیا جا رہا ہے۔

گولڈن گولڈ جھومر۔ نہایت خوبصورت حسن میں چار چاند لگانے والا قیمت پانچ روپے اس کے ساتھ ایک جوڑا گولڈن گولڈ دو چوڑیاں انعام۔

گولڈن گولڈ گلے کا نکلس۔ اتنا خوبصورت کہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو جائے اور گلے میں جس وقت پڑا ہو طبیعت مچل جائے۔ کاریگر نے اس کے بنانے میں کمال دکھایا ہے۔ قیمت ایک عدد دس روپے اس کے ساتھ ایک عدد انگوٹھی ڈائمنڈ کٹ یا بمبئی فیشن انعام۔

گولڈن گولڈ دست بند۔ بہت خوشنما ڈائمنڈ کٹ کام کے بنے ہوئے وزنی ۵ تولہ قیمت دس روپے اس کے ساتھ ایک جوڑا کانوں کے بندے انعام۔

گولڈن گولڈ ہاتھوں کی پہونچیاں۔ بہترین کاریگری سے بنائی ہوئی چمک دمک میں یکتا ٹھپے کی بنی ہوئی قیمت فی جوڑہ پانچ روپے اور ایک جوڑ گولڈن گولڈ چوڑیاں انعام۔

گولڈن گولڈ ہاتھوں کے کڑے۔ پھولدار قیمت فی جوڑہ چار روپے آٹھ آنے سادے فی جوڑ چار روپے ایک انگوٹھی انعام۔

گولڈن گولڈ جالدار چوڑیاں۔ یہ چوڑیاں بہت خوبصورت بنائی گئی ہیں۔ ہر سائز میں موجود ہیں۔ بہت ہی پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ قیمت تین روپے۔

گولڈن گولڈ کانوں کے بندے۔ ڈائمنڈ کٹ فی جوڑ تین روپے۔ جڑاؤ فی جوڑ چار روپے۔ بمبئی فیشن فی جوڑ ساڑھے تین روپے اس کے ساتھ ایک جوڑ اسٹڈ انعام۔

گولڈن گولڈ کرنپھول جھمکے۔ کانوں کی بہار اور حسن کا سنگھار قیمت فی جوڑی تین روپے آٹھ آنے ایک انگوٹھی انعام۔

گولڈن گولڈ کلائی کی گھڑی چوڑی۔ ٹھپے کے کام کی فی جوڑ چار روپے۔ ڈائمنڈ کٹ کام کی فی جوڑ چار روپے آٹھ آنے۔ ایک عدد ناک کی کیل انعام۔

گولڈن گولڈ کی چوڑیاں۔ اس پر بہترین پھول ڈالے گئے ہیں جو دور اور قریب سے بیحد خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ قیمت فی جوڑ دو روپے۔

گولڈن گولڈ اگر کوئی صاحب زیورات نہ منگانا چاہیں اور صرف سونا ہی خریدنا چاہیں تو ان کو گولڈن گولڈ دو روپے تولہ کے حساب سے ملیگا۔ چاہیں سونا لیں یا اس کے بنے ہوئے زیورات۔ محصولڈاک ہر چیز پر آٹھ آنے لگتا ہے۔ پچاس روپے کے زیورات یا سونا منگانے پر ایک عدد بالکل اصلی سوئس میڈ سچا وقت دینے والی سنہری گھڑی بطور انعام دی جائے گی۔ ان زیورات کے علاوہ ہر قسم کے زیور تیار رہتے ہیں۔

اسے ضرور پڑھ لیں اگر آپ دو زیور یکجا منگائیں گے تو محصولڈاک کی رعایت دی جائے گی۔ اگر چار زیور یکجا طلب کریں گے تو چار آنے فی روپیہ کمیشن دیا جائے گا۔ یہ رعایت بار بار نہیں ہوگی۔ اس لئے جلد طلب فرمائیں۔

بی کے برادرس اینڈ کمپنی (زیورات والے) فولاد خاں اسٹریٹ (ایم۔ ڈی) دہلی

انسان کی اندرونی کمزوریاں دور ہوجائیں گی

پھر شباب آجائے گا۔ اور امنگیں مچلنے لگیں گی

اس بات سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ موسم سرما کی خوشگوار اور پُرسکون راتیں ہر زندہ دل انسان کے دل میں ولولے خواہشات میں تلاطم اور فطرتی جذبات میں بےتابی اور ہیجان برپا کردیتی ہیں مگر ایسے خوش قسمت انسان بہت کم ہوں گے جو اس قیمتی وقت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے اور اس نازک موقع پر اپنے جنسی فرائض کو بحسن و خوبی انجام دینے اور مردانہ مقاصد کو پورا کرنے کی مکمل اہلیت اور قدرت رکھتے ہوں ورنہ اکثر حضرات کو اپنی خاص کمزوری کے سبب سے شرمساری اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور زمانہ گزشتہ کی غلط کاریاں اور ناعاقبت اندیشیاں ان کی امیدوں اور آرزوؤں کو خاک میں ملادیتے ہیں اور ارمان ان کے دل میں اور حسرتیں ان کے پہلو میں مچل مچل کر دم توڑ دیتی ہیں۔ ایسے حضرات اپنی خاص کمزوری اور ناطاقتی کے باعث ہر وقت افسردہ اور بسا اوقات خودکشی پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر ہمارا مخلصانہ اور دردمندانہ مشورہ قبول کریں تو وہ اپنی صحت اور مردانہ زندگی کو قابل رشک بنانے میں بہت جلد کامیاب ہوسکتے ہیں جس کی آسان صورت یہ ہے کہ ہندوستان کے مشہور اکسیری دواخانہ دہلی کی شہرہ آفاق ایجاد "**معجون شاہی**" منگا کر استعمال کریں۔ اس معجون کے چند روزہ استعمال سے لاکھوں انسانی دلوں کی ویران دنیا از سر نو آباد ہوچکی ہے۔ اور آج وہاں پر عیش و نشاط کی محفلیں گرم اور کامیابی، خوشی اور مسرتوں کی شمعیں روشن ہیں۔ ہزاروں انسان انتہائی ناامیدی کی حالت میں صاحب اولاد ہوچکے ہیں۔ جوانوں کو نوجوان اور بوڑھوں کو جوان۔ اور مردانہ طاقت عطا کرکے ان کی زندگی میں ایک نئی روح پھونک دینا اس معجون کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ جریان اور جریان سے پیدا ہونے والے خطرناک امراض سرعت انزال کثرت احتلام اور مردانہ کمزوریوں کو حرف غلط کی طرح مٹا کر تغلیظ مادہ تولید اعادہ شباب اور قوت باہ کو بڑھانا اس کا خاص وصف ہے دل، دماغ، جگر، معدہ، گردوں اور پھیپھڑوں کو جو ہمارے جسمانی نظام کے اعلیٰ اور اہم پرزے ہیں۔ تقویت دیتی اور ان کے افعال و وظائف کی اصلاح کردیتی ہے اس معجون شاہی کے استعمال سے ہر عمر کا انسان موسم سرما کی خوشگوار اور نہایت مسرت اور کامیابی کے ساتھ بسر کرسکتے ہیں۔ اور ان کو کبھی شرمندگی اور ناکامی کا سامنا کرنا نہیں پڑتا۔ منگایئے اور استعمال کرکے قدرت کے کرشمے ملاحظہ فرمایئے کہ وہ کس طرح انسان کی ناکام زندگی میں ایک معمولی مگر نہایت قیمتی اور کمیاب اجزاء سے تیار کی ہوئی دوا معجون شاہی کے ذریعہ کامیاب انقلاب پیدا کردیتی ہے۔ ان تمام حقیقی اور یقینی خوبیوں کے باوجود قیمت بیس خوراک صرف تین روپے ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ

پتہ: **اکسیری دواخانہ۔ کلاں محل۔ ایم۔ ڈی۔ دہلی**

کیمیکل گولڈ مفت کیوں دیا جارہا ہے

ایک راز کا انکشاف

کتنی حیران کن بات ہے کہ آج ہم ایک راز کا انکشاف کررہے ہیں جس کے لئے ہم مدت سے آرزو کررہے تھے۔ یعنی اپنے کیمیکل گولڈ من گولڈ کو بطور نمونہ مفت تقسیم کرکے اس کو ہر گھر میں پھیلا دیں۔ اس لئے ہم نے بڑی مقدار میں اس گولڈ کو مفت تقسیم کرنیکا فیصلہ کرلیا ہے اور آج اس اعلان کو ذریعہ مولوی کے ہر خریدار کو دعوت دے رہے ہیں کہ وہ ہم سے بطور نمونہ دو تولہ کیمیکل گولڈ مفت منگالیں۔ اسکے ساتھ تجربہ کیلئے دو زیورات کی جو عادۃً کے جلتے ہیں ایک جوڑی چوڑیاں اور ایک نہایت خوبصورت انگوٹھی تاکہ آپ بنا ہوا زیور اور یہ سنار سے بنکر ہمکو بہت بڑا آرڈر دیں امید ہے کہ اس اعلان کو پڑھکر فوراً ہی چٹھی لکھکر اپنے ساتھ آرڈر دینگے پتہ: **منیجر گولڈ ٹریڈ ایجنسی۔ دریا گنج ایم۔ ڈی دہلی**

دمہ کے مریضوں کو خوشخبری

دمہ کے مریض ویسے تو ہمیشہ ہی مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں۔ مگر خصوصیت سے سردیوں کا موسم ان غریبوں کیلئے بہت زیادہ تکلیف دہ اور پریشان کن ہوتا ہے۔ دورہ کی شدت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کئی کئی دن رات کرب و بے چینی میں گزر جاتی ہے۔ اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی مگر اکسیری دواخانہ دہلی نے دمہ کا جو بے نظیر علاج تجویز کیا ہے۔ کوئی بھی دوا اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کیجاسکتی۔ اس دوا کا نام "**دمول**" ہے۔ اس دوا کی پہلی خوراک حلق کے نیچے اترتے ہی دورہ کو بالکل موقوف کردیتی ہے۔ اور اس کے بعد مریض بالکل آرام و سکون سے لیٹ کر سوجاتا ہے۔ دمول اگر دو ہفتہ (دس پندرہ دن) متواتر استعمال کیا جائے تو کتنا ہی پرانا دمہ کیوں نہ ہو ہمیشہ کے لئے جاتا رہتا ہے۔ آج ہی **اکسیری دواخانہ کلاں محل ایم۔ ٹی۔ دہلی** کے پتہ پر خط لکھ کر پارسل منگا کر استعمال کیجئے۔ اور خدا کی قدرت اور ہماری محنت کی داد دیجئے۔ قیمت فی شیشی ۲ روپے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

بخاری، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ اور ابوالشیخ وغیرہ محدثین نے بروایت ابوسعید خدری بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے - اتنے میں ذوالخویصرہ کا بیٹا جس کا نام حرقوص تھا ابن کثیر نے یہ بیان کیا ہے لیکن مفسر حقانی نے حرقوص بن زہیر کہا ہے اور ذوالخویصرہ حرقوص کا لقب قرار دیا ہے) آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم کیجئے - حضور نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں عدل نہیں کرتا تو اور کون عدل کرے گا - حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اجازت دیجئے کہ اس بے ادب کی گردن ماردوں - ارشاد فرمایا رہنے دو - اس سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جن کی نمازوں کے سامنے تم لوگ اپنی نمازیں اور ان کے روزوں کے سامنے تم لوگ اپنے روزے حقیر سمجھوگے - لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اسلام سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان سے تیر - لہٰذا اُن کو تم جہاں کہیں پانا قتل کر ڈالنا - زیر آسمان تمام مقتولوں سے وہ بدتر ہونگے - الحدیث - ابن مردویہ نے بروایت ابن مسعودؓ بیان کیا ہے کہ جب حضور اقدسؐ حنین کا مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے تو ایک شخص بولا یہ تقسیم اللہ کی رضا کے لئے نہیں ہوئی - حضورؐ نے فرمایا اللہ موسیٰ پر رحم فرمائے اُن کو اس سے زیادہ ایذا دی گئی مگر انہوں نے صبر کیا - اس پر یہ آیت نازل ہوئی -

ابن کثیر نے بروایت قتادہ بیان کیا کہ رسول پاکؐ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ ایک نومسلم بدوی آیا اور کہنے لگا محمدؐ! اگر تم کو عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو واللہ تم نے عدل نہیں کیا - حضورؐ نے فرمایا ارے تو پھر میرے سوا اور کون عدل کریگا - اس کے بعد حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا لوگو! اس سے اور اس جیسے دوسرے لوگوں سے پرہیز رکھنا - میری اُمت میں ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن کی تلاوت کرینگے مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہ اُترے گا - جب یہ لوگ خروج کریں تو اُن کو قتل کر ڈالنا یہ حکم حضورؐ نے تین مرتبہ فرمایا -

واقعہ یہ تھا کہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کرتے وقت حضور والاؐ نے اہل مکہ کو زیادہ زیادہ دیکر اُن کی تالیف قلوب فرمائی تھی اس پر کچھ دنیا پرست بیدین منافقوں نے اعتراض کیا - بروایت کلبی جواظ نامی منافق بولا کہ لوگو! دیکھو تمہارا سردار بکریاں چرانے والوں کو مال غنیمت بانٹ رہا ہے اور عدل کا دعویٰ کرتا ہے - حضورؐ نے فرمایا او بے پدر! کیا موسیٰؑ چرواہا نہ تھا اور کیا داؤدؑ چرواہا نہ تھا - ابوبکر اصم نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضور اقدسؐ نے ایک صحابی سے فرمایا تم فلاں شخص سے واقف ہو؟ صحابی نے عرض کیا حضور! مجھے اتنا معلوم ہے کہ آپ اپنی مجلس میں اُس کو اپنے قریب بٹھاتے اور بہت کچھ مال عطا فرماتے ہیں - ارشاد فرمایا ہاں وہ منافق ہے اُس کا نفاق دور کرنے کے لئے ملامات کرتا ہوں اور یہ بھی غرض ہے کہ وہ اوروں کے دلوں میں فساد نہ ڈالے - الحدیث

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں منافقوں کی قبیح حالت کا اظہار کیا ہے - حاصل ارشاد یہ ہے کہ بعض اہل نفاق تقسیم صدقات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نکتہ چینی کرتے ہیں - اگر خواہش کے موافق ان کو مال دیدیا جائے تو راضی رہتے ہیں ورنہ ناراض ہوجاتے ہیں حالانکہ مناسب تو یہ تھا کہ اللہ اور رسول کے حکم پر راضی رہتے اور خدا اور رسول کی مرضی پر خوش ہوتے اور اللہ کی خوشنودی کو اپنا مرکزِ توجہ اور مآلِ زندگی قرار دیتے - بجائے مال کے اللہ کو اپنا کفیل اور کارساز جانتے اور اس بات کا یقین رکھتے کہ یہ مال بمقدار چیز ہے اللہ اپنے فضل سے اور رسول اللہؐ اپنی عنایت سے آئندہ ہم کو بہت کچھ عطا کریں گے مگر اُنہوں نے ایسا نہ کیا اور مال حقیر کو غایت مقصود قرار دے لیا -

مقصود بیان:- منافقوں کی حالت سقیمہ کا اظہار - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واعمال ومعاملات پر نکتہ چینی کرنے سے در پردہ باز داشت - اس امر کی صراحت کہ اللہ اور رسول پر بھروسہ رکھنا اور اُن کی مرضی پر راضی رہنا مسلمانوں کا اولین فرض ہے - اس بات کی بشارت وپیشین گوئی کہ آئندہ مال غنیمت بہت کچھ حاصل ہوگا اور مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہونگی - وغیرہ -

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ

زکوٰۃ تو حق ہے صرف فقیروں کا محتاجوں کا

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ

اور اُن کارکنوں کا جو خیرات پر تعینات ہوں اور اُن لوگوں کا جن کے دلوں کو

فِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ

ملانا غرض ہو اور بردوں کو آزاد کرانے کا اور قرضداروں کے قرضہ کی ادائگی کا اور

اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ

راہِ خدا میں صرف کرنے کا اور مسافروں کو دینے کا یہ حکم اللہ کا فرض کیا ہوا ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

اور اللہ جاننے والا صاحب تدبیر ہے

تفسیر بعض کج اندیش گمان کر سکتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت اپنے اعزا اقارب اور خاص خاص دوستوں کو دینا چاہتے ہیں اسلئے منافقوں کو نہیں دیتے - اس آیت میں مصارف زکوٰۃ

وصدقات کی تفصیل بیان کرکے مذکورہ وہم باطل کا ازالہ فرمادیا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نائب خدا ہیں اپنے اور اپنے اقارب کے لئے نہیں بلکہ جن کو شرعاً مالِ زکوٰۃ دینا چاہئے اُن کو دیتے ہیں۔ مصارف زکوٰۃ آٹھ ہیں:۔ فقراء۔ مساکین۔ زکوٰۃ وصول کرنے کے ملازم۔ وہ لوگ جن کی تالیف قلوب اسلامی نقطۂ نظر کے ماتحت مقصود ہو۔ قرضدار۔ غلاموں کی آزادی۔ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے۔ مسافر۔

چونکہ مصارف زکوٰۃ کے متعلق علماء تفسیر و فقہ کا بسیط اختلاف ہے اور بغیر تفصیل کے اصل بحث سمجھ میں نہیں آسکتا اس لئے بطور اختصار ہم ہر مصرف کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں:۔

نمبر (۱) و (۲) یعنی فقراء و مساکین۔ فقیر و مسکین کے معنی کی توضیح میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن سکیت۔ قتیبی۔ یونس بن حبیب کا قول ہے کہ فقیر کی حالت مسکین سے اچھی ہوتی ہے۔ ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام لغت اصمعی۔ طحاوی۔ علماءِ کوفہ اور اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک مسکین کی حالت فقیر سے اچھی ہوتی ہے۔ ابویوسف اور اصحاب مالک کے نزدیک دونوں کا درجہ مساوی ہے۔ ابن عباس۔ حسن بصری۔ عکرمہ اور مجاہد سے مروی ہے کہ فقیر وہ محتاج ہے جو عفیف ہو یعنی کسی سے سوال نہ کرے اور محتاج سائل کو مسکین کہتے ہیں۔ ابن جریر نے اسی روایت کو پسند کیا ہے لیکن حدیث لا تحل الصدقۃ سے مستنبط ہوتا ہے کہ فقیر اُس محتاج کو کہتے ہیں جو کمانے پر قادر نہ ہو۔ غالباً اسی بناء پر قتادہ نے فرمایا ہے کہ فقیر وہ محتاج ہے جو اپاہج ہو۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مسکین وہ نہیں جو لقمہ دو لقمہ یا ایک دو چھواروں کے لئے در بدر مارا پھرتا ہے کوئی اُس کو دیتا ہے کوئی لقمہ دو لقمہ دیکر ٹال دیتا ہے۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو بقدر ضرورت نہیں پاتا اور نہ اُس کے حال سے لوگ واقف ہوتے ہیں کہ کوئی اُس کو صدقہ دیدے اور نہ وہ کسی سے مانگتا ہے (الحدیث فی الصحیحین)

نمبر (۳) زکوٰۃ کا کام کرنے والے خواہ مالدار ہوں یا نہوں بہرحال مستحق اجرت ہیں ان کی اجرت اموال صدقات میں سے دی جائیگی۔ عامل کا لفظ عام ہے خواہ زکوٰۃ وصول کرنے والا ہو یا کاتب یا عشر وصول کرنے والا یا محاسب یا خزانچی یا اربابِ استحقاق کو پہچاننے والا۔

نمبر (۴) مؤلفۃ القلوب۔ ان میں مندرجۂ ذیل اشخاص داخل ہیں:۔

(الف) وہ اشراف کفار جن کو مال دیکر اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو جس طرح صفوان بن امیہ کو غنیمت حنین میں سے حضور اقدس ﷺ نے کچھ مال عطا فرمایا تھا باوجودیکہ صفوان اُس وقت تک مسلمان نہ ہوا تھا۔ صفوان نے خود بیان کیا کہ حنین کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطیہ دیا باوجودیکہ اُس زمانہ میں میں حضور ﷺ سے بہت زیادہ نفرت کرتا تھا۔ اس کے بعد بھی برابر مجھ پر عطایا کی بارش رہی یہانتک کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی مجھے سب سے زیادہ محبوب ہوگئی (رواہ مسلم)

(ب) وہ ضعیف الاسلام اشخاص جن کو اسلام پر پختہ کرنے کے لئے کچھ دیا جائے جس طرح حضور والا نے طلقاءِ قریش کو بروز حنین سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ میں بعض آدمیوں کو دیتا ہوں باوجودیکہ دوسرے لوگ مجھے اُن سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں کیونکہ مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اللہ اُن کو جہنم میں اوندھے منہ نہ ڈالدے۔

(ج) وہ لوگ جن کو مال دینے سے غرض یہ ہو کہ اُن کے اور ہمسر مسلمان ہوجائیں جس طرح حضور اقدس ﷺ نے عیینہ بن حصن۔ عباس بن مرداس اور اقرع بن حابس سرداران بنو تمیم کو عطا فرمایا تھا۔ اسی کے متعلق عباس نے یہ شعر کہا:۔

اتجعل نھبی و نھب العبید بین عیینۃ والاقرع

(د) وہ کفار جن کو کچھ مال دیا جائے اور وہ ایسے مقام کے رہنے والے ہوں جس کی سرحد دار الاسلام سے ملی ہوئی ہو اور اُن کو دینے سے مقصود یہ ہو کہ اہلِ اسلام اُن کی شرارت سے محفوظ رہیں۔

(ھ) وہ لوگ جن کو صرف اس لئے دیا جائے کہ وہ اُن لوگوں کو جاکر زکوٰۃ ادا کرنے کی ترغیب دیں جو زکوٰۃ ادا نہ کرتے ہوں۔

مؤلفۃ القلوب کے اقسام بیان کرنے کے بعد ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اب بھی مالِ زکوٰۃ مؤلفۃ القلوب کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ مفسر سراج کا قول ہے کہ قسمِ اوّل کو اب کچھ نہ دیا جائیگا۔ اب اُن کی تالیف کی حاجت نہیں رہی۔ حضرت عمرؓ۔ عامر شعبی اور ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ زریانی بھی اسی کے قائل ہیں بعض حنفیہ نے اس پر اجماع ہونا بیان کیا ہے۔ لیکن اہلِ اسلام کی ایک بڑی جماعت جواز کی قائل ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک نمبر (الف) و (د) کو اب کچھ دینا جائز نہیں اور باقی اقسام کو دینا جائز ہے۔ زہری کہتے ہیں کہ اول الذکر قسم کا منسوخ ہونا مجھے معلوم نہیں ہوا۔ اسی پر ماوردی نے فتویٰ دیا۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مؤلفۃ القلوب کے تمام اقسام ساقط الحصہ ہیں۔

(۵) غلاموں کو آزاد کرانا یعنی جن غلاموں کو اُن کے مالکوں نے اس قسم کی کوئی تحریر دیدی ہو کہ اگر تم اس قدر روپیہ ہم کو دیدوگے تو آزاد ہوجاؤگے اور غلاموں کو اُتنا مال میسر نہ آتا ہو تو ایسے لوگوں کو بدل کتابت اموالِ صدقات و زکوٰۃ سے دیکر غلاموں کو آزاد کرایا جائے۔ یہ تفسیر حسن بصری۔ مقاتل۔ عمر بن عبدالعزیز۔ سعید بن جبیر۔ نخعی۔ زہری۔ ابن زید۔ ابوموسیٰ اشعری۔ ابوحنیفہ۔ شافعی۔ لیث بن سعد اور اکثر فقہاء سے مروی ہے۔ ابن عباس۔ ابن عمر۔ احمد اور اسحاق وغیرہ کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ غلام و باندی کو خرید کر آزاد کیا جائے۔ محققین کا قول ہے کہ آیت دونوں قسموں کو شامل ہے۔ لہذا عمومی

مطلب مراد لینا اولیٰ ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ غلام و باندی مسلمان ہوں۔
بیضاوی نے فکّ رقاب کی ایک صورت یہ بھی بیان کی ہے کہ جو مسلمان کافروں کی قید میں ہوں اُن کا عوض کافروں کو دیکر رہا کرایا جائے۔
نمبر(۶) قرضداروں کو دینا۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔ کسی مسلمان نے کسی جائز کام کے لئے قرض لیا اور ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا یا گناہ کے کام کے لئے لیا تھا اور پھر توبہ کر چکا۔ یا مسلمانوں میں باہم صلح کرانے کے لئے قرض لیا اگرچہ خود بھی مالدار ہے۔ ان تینوں صورتوں میں اموال زکوٰۃ و صدقات سے اُس کا قرض ادا کیا جائیگا۔ تفسیر سراج و معالم وغیرہ میں ہے کہ غارمین یعنی قرضداروں کی تین قسمیں ہیں:۔ ایک وہ جس نے اپنی ذاتی مصلحت سے قرض لیا۔ دوسرے وہ جس پر تاوان ضمانت وغیرہ پڑا۔ تیسرے وہ جس نے کسی فتنہ کو فرو کرنے کے لئے قرض لیا۔ اول الذکر صورت میں اگر جائز کام کے لئے لیا ہے اور ادا کرنے کی طاقت نہیں یا ناجائز کام کے لئے لیا تھا پھر توبہ کرلی اور ادا نہیں کر سکتا بہرحال اموال صدقات میں سے اُس کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے اگرچہ وہ کما کر ادا کرنے پر قادر ہو۔ مکاتب غلام کا بھی یہی حکم ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس ؐ نے قبیصہ بن مخارق سے فرمایا سوال کرنا صرف تین قسم کے لوگوں کے لئے جائز ہے (۱) کسی نے کسی کا بار اٹھایا ہو (۲) وہ شخص جس کے مال پر کوئی آفت آئی ہو اور مال برباد ہوگیا ہو اس کے لئے بھی سوال کرنا حلال ہے یہانتک کہ قوام زندگی اس کو حاصل ہو جائے (۳) وہ شخص جسپر فاقہ ہو اور اُس کی قوم کے تین آدمی کہدیں کہ فلاں شخص فاقے کرتا ہے۔ ان اقسام کے علاوہ جس نے سوال کرکے کھایا اُس نے حرام کھایا (رواہ مسلم)
نمبر(۷) راہ خدا میں کوشش کرنے والے۔ جمہور کے نزدیک اس سے مراد غازی اور اہل جہاد ہیں اگرچہ یہ تونگر ہوں مگر اموال صدقات میں سے ان کو دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے نزدیک غازی کو اموال صدقات میں سے اُس وقت دینا جائز ہے جب وہ فقیر یا منقطع عن الجہاد ہو۔ امام احمد و اسحاق نے حج کو بھی فی سبیل اللہ کی ایک شاخ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن عمرؓ کے نزدیک فی سبیل اللہ سے مراد حج و عمرہ کرنے والے ہیں۔
(۸) مسافر۔ مسافر خواہ تونگر ہو لیکن بالفعل اُس کے پاس اتنا نہو کہ وطن تک پہنچ سکے اگرچہ اُس کو قرض مل سکتا ہو۔ بہرحال اموال صدقات میں سے اُس کو اتنا دیا جائیگا جس سے وہ گھر پہنچ سکے۔ امام مالک کہتے ہیں اگر تونگر مسافر کو وطن پہنچنے تک کا کرایہ وغیرہ قرض مل سکتا ہو تو اُس کو کچھ نہیں دیا جائیگا۔ امام محمد اور فقہائے عراق کے نزدیک ابن السبیل سے وہ حاجی مراد ہیں جن کے پاس سفر میں کچھ نہ رہا ہو۔ واللہ اعلم۔

چند مسائل و شرائط

مصارف صدقہ کے اقسام ثمانیہ میں شرط یہ ہے کہ لینے والا مسلمان ہو اور ہاشمی و مطلبی نہ ہو۔ آیت میں اگرچہ یہ شرط مذکور نہیں مگر احادیث نے تخصیص کردی ہے۔ خود رسول پاک ؐ نے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے صدقہ کا مال کبھی نہیں لیا اور فرمایا یہ لوگوں کا میل کچیل ہے محمدؐ اور آل محمدؐ کے لئے حلال نہیں۔ حسنینؓ میں سے کسی نے بمقتضائے طفولیت صدقہ کا کوئی چھوارہ مُنہ میں رکھ لیا تھا تو حضور والا ؐ نے کخ کخ کہہ کر اگلوا دیا تھا۔
اُن صورتوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے جن کو ہم نے اوپر ذکر کر دیا مال صدقہ اُس شخص کو دیا جائیگا جو دولتمند نہ ہو اور کمائی کی قوت نہ رکھتا ہو۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ غنی اور کمائی کی طاقت رکھنے والے کے لئے صدقہ حلال نہیں (رواہ احمد و اہل السنن) ایک اور حدیث میں آتا ہے حضورؐ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے مالداروں سے صدقہ لیکر تمہارے محتاجوں کو تقسیم کروں۔ اہل صدقات کے مسلمان ہونے کی شرط بھی احادیث کی رو سے لگائی گئی ہے کیونکہ کفار سے جب زکوٰۃ و صدقات وصول نہیں کئے جاتے تو اُن کو دیئے بھی نہیں جاسکتے۔
اگر آٹھوں مصارف زکوٰۃ موجود ہوں تب بھی امام المسلمین کیلئے جائز ہے کہ چاہے آٹھوں اصناف کو تھوڑا تھوڑا دیدے یا بعض اصناف کو سب دیدے اور بعض کو کچھ نہ دے۔ حضرت عمرؓ۔ حذیفہؓ۔ ابن عباسؓ۔ ابوالعالیہ۔ سعید بن جبیرؒ۔ میمونؒ۔ ابوحنیفہؒ مالکؒ اور احمدؒ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے ابن جریر نے عام علماء کا یہی قول بیان کیا ہے۔ امام مالک نے اس پر اجماع ہونا نقل کیا ہے۔ بقول ابن عبد البر اجماع صحابہ ہے۔
شافعیؒ کے نزدیک کل اصناف کو تقسیم واجب ہے اور بصورت تعذر کم از کم تین اصناف کو دینا تو لازم ہی ہے۔

مقصود بیان:۔ منافقوں کے اُس شبہہ کا ازالہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اعزا و اقارب کو مال غنیمت دیتے ہیں۔ اس امر کی طرف اشارہ کہ منافق اہل استحقاق نہیں۔ گویا منافقوں کی طمع کی جڑ کاٹ دی۔ اس امر کی صراحت کہ مصارف صدقہ یہی اصناف ہیں ان کے علاوہ کسی اور کو دینا رسول کے اختیار میں بھی نہیں۔ اس سے در پردہ اس بات کیطرف بھی ایماء ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت کی تقسیم بہ تجویز خود نہیں کرتے بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے مصارف مقرر ہیں اُنہی کو حضورؐ دیتے ہیں۔ وغیرہ۔

وَمِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ وَ

انہی میں سے بعض لوگ نبی کو ایذا دیتے ہیں اور

يَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ

کہتے ہیں کہ یہ شخص کان ہے تم کہد و کہ تمہارے بھلے کیلئے کان

لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ

ہیں اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کا یقین کرتے ہیں

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ

اور تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کیلئے رحمت ہیں اور جو لوگ

يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○

رسولِ خدا کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے

تفسیر منافقوں کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی بدگوئی کرتی پس پشت ناشائستہ الفاظ زبان سے نکالتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے کچھ غیبت کی تو بعض لوگوں نے کہا ایسی باتیں نہ کرو ایسا نہو کہ اُن کو خبر پہنچ جائے۔ جلاس بن سوید یا نبتل بن حارث بولا کچھ ڈر نہیں اگر اُن سے کوئی جا کر کہد یگا تو ہم بھی جا کر قسم کھا کر انکار کر لینگے اُن کے تو فقط کان ہیں جیسا کسی نے کہد یا مان لیا کوئی ہماری شکایت کریگا وہ سُن کر یقین کر لینگے پھر ہم جا کر انکار کر دینگے اُس کا یقین کر لیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ:- اہل نفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں آپ کی غیبت کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اُن کے تو فقط کان ہیں جو کچھ کہد و سُن لیتے ہیں۔ تم کیوں ڈرتے ہو۔ خدا تعالیٰ اس کے رد میں فرماتا ہے کہ ہاں وہ کان ضرور ہیں مگر تمہاری بہتری اور بھلائی کے لئے ہیں شر اور فساد پیدا کرنے والی باتوں کو نہیں سنتے بلکہ بھلائی کی باتوں کو سنتے ہیں اللہ پر اُن کا ایمان ہے اور اہل ایمان کی باتوں کو سچ جانتے ہیں یعنی منافقوں کے قول کو جھوٹ سمجھتے ہیں لیکن دانستہ چشم پوشی کرتے ہیں تمہارے نفاق سے ناواقف نہیں ہیں۔ اور تم میں سے جو لوگ کامل الایمان اور صادق الاسلام ہو جاتے ہیں اُن کے لئے رحمتِ مجسم ہیں۔ غرض یہ کہ تمہاری ذات سے اُن کو دشمنی نہیں بلکہ تمہارے نفاق و کفر سے ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہارا نفاق جاتا رہے اور تم سچے مسلمان ہو جاؤ۔

مقصود بیان:- منافقوں کو تنبیہ کہ تمہاری باتوں کا علم رسول اللہ کو ہو جاتا ہے لہذا بدگوئی سے باز رہو۔ اس امر کی صراحت کہ بہتری اور صلاح پیدا کرنے والی باتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور فساد پھیلانے والی باتوں کو نہیں سُنتے۔ اس بات کی طرف اشارہ کہ مسلمانوں کی بات کا یقین کرنا چاہئے۔ رسول اللہ ؐ بھی مسلمان کی بات کو صحیح سمجھتے تھے۔ گویا اس امر پر تنبیہ ہے کہ مسلمان کو کبھی خلاف واقعہ کوئی جھوٹی بات نہ کہنی چاہئے۔ اس بات کی تصریح کہ مسلمانوں کے لئے رسول پاک رحمتِ مجسم تھے۔ حضورؐ کو کسی کی ذات سے عناد نہ تھا بلکہ ہر مسلمان کے لئے آپ رحمت اور [illegible] خواستگار تھے۔ وغیرہ۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ

تمہارے خوش کرنے کو تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں

وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ

حالانکہ اللہ اور اُس کا رسول رضامند رکھنے کا زیادہ حق دار ہے

إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ○ أَلَمْ يَعْلَمُوا

بشرطیکہ یہ مؤمن ہوں کیا ان کو معلوم نہیں

أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ

کہ جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اُس کے لئے

لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ

دوزخ کی آگ مخصوص ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیگا یہی

الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ○

بڑی رسوائی ہے

تفسیر ابن کثیر وغیرہ نے بروایت قتادہ و سدی بیان کیا ہے کہ منافقوں کی جماعت میں جلاس بن سوید و دیعہ بن ثابت وغیرہ اہل نفاق نے ایک روز کہا: اللہ ہمارے یہ لوگ تو بہت افضل و اشرف ہیں لیکن محمدؐ جو کچھ کہتے ہیں اگر وہ سچ ہو تو ہم اس صورت میں گدھوں سے بھی بدتر ہونگے۔ اس گفتگو کے وقت ایک انصاری نوجوان عامر بن قیس بھی وہاں موجود تھے۔ لیکن ان کی کم عمری کو دیکھتے ہوئے منافقوں نے ان کا کچھ خیال نہ کیا جب منافقوں کے ناشائستہ کلمات ان سے نہ سُنے گئے تو بولے واللہ جو کچھ محمدؐ کہتے ہیں وہ سچ ہے اور بلاشبہ تم لوگ گدھوں سے بھی بدتر ہو۔ پھر وہاں سے آ کر حضور اقدس ؐ سے کل ماجرا عرض کر دیا حضورؐ نے منافقوں کو بلایا اور واقعہ دریافت کیا۔ منافق قسمیں کھا گئے کہ ہم نے ہرگز ایسا نہیں کہا اور جس نے کہا اُس پر اللہ کی لعنت ہو۔ حضورؐ نے اُن کی اس قدر محکم قسموں کو تسلیم کر لیا اور عامر کی طرف کچھ التفات نہ کی۔ اس پر عامر شکستہ خاطر ہو گئے اور دعا مانگی پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے

جھوٹا ظاہر کردے۔ اُس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ممکن ہے کہ مذکورہ بالا آیات اور ان آیات کی شان نزول متصل ہوا اور ان دونوں آیات کا نزول بھی ساتھ ہی ہوا کیونکہ دونوں قصے اور مطلب بہر حال مربوط ہیں۔ آیات کا مطلب واضح ہے۔

مقصود بیان منافقوں کی مخفی حالت کا اظہار۔ اُن کو خلوص ایمان کی ترغیب۔ اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کی تعلیم خدا و رسول کی مخالفت کرنے پر عذاب کی وعید۔ معصیت خالق میں مخلوق کی رضا جوئی کی ممانعت۔ وغیرہ

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ

منافق ڈرتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نازل

سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ

ہو کر اُن کی دلی باتوں کی خبر نہ دیدے تم کہدو

اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ

کہ اچھا ٹھٹھے کرتے رہو جس بات کا تم کو ڈر ہے اللہ اُسکو ظاہر کریگا

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا

اگر تم اُن سے کچھ دریافت کرو تو کہیں گے ہم تو صرف ایک

نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ

مشغلہ اور کھیل کر رہے تھے تم کہدو کہ کیا تم اللہ اور اُس کے

وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا

احکام اور اُس کے رسول کے ساتھ ہنسی کر رہے تھے بہانے

تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ

نہ بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے

اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ

اگر تم میں سے بعض کو ہم معاف بھی کر دیں تو ایک گروہ

طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ ع

کو ضرور سزا دینگے کیونکہ وہ مجرم ہیں

تفسیر محمد بن اسحاق نے بیان کیا کہ جب حضور والا مسلمانوں کی جماعت لیکر تبوک کو تشریف لے جا رہے تھے تو منافقوں کی جماعت بھی ساتھ تھی۔ اثناء راہ میں ودیعہ بن ثابت اور مخشی بن حمیر وغیرہ منافقین نے آپس میں مسلمانوں کو ڈرانے اور سنانے کے لئے کہنا شروع کیا کہ کیا تم لوگ رومیوں کی بہادری اور دلیری ایسی ہی سمجھتے ہو جیسے عرب آپس میں لڑتے ہیں واللہ ہم کو تو دکھ رہا ہے کہ کل کو لڑائی میں تم لوگ اُن کی زنجیروں سے جکڑے پڑے ہوگے۔ مخشی بولا ارے مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری اس گفتگو کے متعلق کہیں قرآن نہ نازل ہو اور مجھے تو یہ پسند ہے کہ تم میں ہر ایک کے سو کوڑے مارے جائیں مگر یہ باتیں نہ کرو۔ یہ لوگ اسی خرافات میں مشغول تھے کہ اُدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر سے فرمایا جاکر قوم کی خبر لو وہ منافقوں کی آگ میں جلی جاتی ہے اور منافقوں سے پوچھنا تم نے کیا باتیں کہی تھیں؟ اگر وہ انکار کریں تو کہنا۔ نہیں۔ تم نے ضرور یہ باتیں کہی تھیں۔ چنانچہ عمار نے حکم کی تعمیل کی۔ اُس وقت یہ لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عذر کرنے لگے۔ بعض نے کہا حضور! ہم تو راستہ کاٹنے کے لئے دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔ مخشی بن حمیر جن کا نام بعض اہل تاریخ نے جحش بن حمیر بھی کہا ہے سچے دل سے مسلمان ہو گئے اور دعا مانگی الٰہی مجھے ایسی جگہ شہید کر کہ کسی کو میری قبر بھی نہ معلوم ہو۔ چنانچہ یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اُن کی توبہ قبول ہوئی اور عبدالرحمٰن نام مشہور ہوا۔

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ستر منافقوں کا ذکر اُن کے نام بنام کیا تھا پھر اُن کے نام و نسب کو منسوخ کر دیا اور یہ مومنوں پر رحمت تھی کیونکہ ان کی اولاد میں مخلص مومن پیدا ہونے والے تھے یعنی بنظر رحمت اُن کے نام منسوخ کر دیئے تاکہ اُنکی اولاد کو جو مخلص مومن تھی عار و شرم نہ ہو۔ باقی نزول کے وقت اُن کی جو رسوائی اور فضیحت مقصود تھی وہ پوری ہو گئی مسلمانوں کو بھی اُن کے حال سے آگاہی ہو گئی

حاصل ارشاد یہ ہے کہ منافقوں کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن میں کوئی سورت ایسی نہ نازل ہو جائے جس سے اُن کی پول کھل جائے اور دلوں کی نفاق آفرینی ظاہر ہو جائے۔ لہٰذا تم ان سے کہدو کہ تم یونہی اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے رہو جس بات کا تم کو اندیشہ ہے اُس کو اللہ ضرور ظاہر کرکے رہیگا۔ اس پیشین گوئی کا ظہور بار بار ہوتا رہا منافق جو فتنہ انگیزی کی تدبیریں کرتے اُن کو اللہ اپنے رسول پر ظاہر کر دیتا چنانچہ تبوک سے لوٹتے وقت رات میں بارہ منافقوں نے ایک گھاٹی پر توقف کیا اور خفیہ مشورہ کرکے طے کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرینگے تو ہم اچانک خفیہ طور پر اوپر سے پتھر گرا دینگے حضورؐ کو وحی کے ذریعہ سے اس کا علم ہو گیا اور حذیفہؓ نے بتعمیل حکم نبویؐ منافقوں کے اونٹوں کو مار کر راہ سے الگ ہٹا دیا مگر حضرت حذیفہؓ نے

کسی کو شناخت نہ کیا۔ پھر حضور نے ان کا نام بنام ایک ایک کو بتلا دیا اور فرمایا ان کو قتل مت کرو یہ خلاف اخلاق اور موجب بدنامی ہے اللہ تعالیٰ ان کو دنبل کی بیماری سے ہلاک کرے گا۔ حدیث مسلم میں ہے کہ میری امت میں بارہ منافق ہیں جو جنت کی خوشبو نہ پائینگے جن میں سے آٹھ آدمیوں کے دونو شانوں کے بیچ میں آگ کے شعلہ کی طرح دنبل نکلکر ان کے سینے پھوٹیگا۔

اس سے آگے آیت کا حاصل یہ ہے کہ اگر تم ان سے دریافت کروگے کہ تم میرا اور قرآن کا ذکر کرکے مذاق کیوں اُڑاتے تھے تو وہ کہینگے کہ ہم تو راستہ کاٹنے کے لئے دل لگی کی باتیں کرتے تھے مذاق اُڑانا ہمارا مقصد نہ تھا۔ تم اُن سے کہد و کہ کیا مذاق اڑانے کے لئے اللہ اور اُس کا رسول اور اللہ کی آیات ہی رہ گئی ہیں۔ اب تمہارا عذر پیش کرنا بیکار ہے۔ پہلے تم نے ایمان کا اظہار کیا تھا اگرچہ دل میں مذبذب تھے مگر اب تم نے کھلم کھلا اظہار کفر کیا۔ اسلئے اب کسی قسم کا عذر پیش کرنا کچھ سودمند نہیں۔ ابن کثیر نے بروایت عبداللہ بن عمر بیان کیا ہے کہ تبوک کو جاتے وقت ایک شخص نے کہا کہ میں نے تو ان قاریوں کی طرح کسی کو نہیں دیکھا جو کھانے میں سب سے بڑے پیٹ والے۔ بولنے میں کوتاہ زبان اور لڑائی میں بودے ہیں۔ اس پر ایک مؤمن بولا تو بڑا مفتری اور منافق معلوم ہوتا ہے۔ میں جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی اطلاع دونگا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں میں نے اُس منافق کو دیکھا تھا حضورؐ کی اونٹنی کے آگے آگے ٹھوکریں کھاتا اور دوڑتا جا رہا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ ہم تو راہ کاٹنے کو دل لگی کی باتیں کرتے تھے۔

اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ہم ان منافقوں کے ایک طائفہ کو معاف کردینگے اور دوسرا چونکہ مجرم ہے اسلئے اُس کو عذاب دینگے اول الذکر طائفہ سے مراد صرف مخشی بن حمیر ہے جس نے صدق دل سے توبہ کرلی تھی اور باقی بدستور نفاق پر قائم رہے۔

مقصود بیان: منافقوں کی پوشیدہ حالت اور مخفی گفتگو کا اظہار جس سے قرآن کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس امر کا بلند آہنگی سے اعلان کہ اللہ تمہاری کل مخفی تدبیروں کو ظاہر کردیگا۔ اس امر پر تنبیہ کہ اللہ اور اُس کے رسول اور آیات الٰہی کا مذاق اُڑانا کفر ہے اگرچہ دل لگی کے لئے ہو۔ اس بات کی پیشینگوئی کہ بعض منافق صدق دل سے توبہ کرلینگے اور کچھ بدستور منافق رہینگے

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ

منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال

بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

ہے برے کام کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور نیک کام سے

عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ

منع کرتے ہیں اور اپنی مٹھیاں بند کرلیتے ہیں

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

یہ لوگ اللہ کو بھول گئے اسلئے خدا نے بھی ان کو فراموش کردیا اسمیں کچھ شک

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ

نہیں کہ منافق ہی نافرمان ہیں اللہ نے منافق مردوں

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

منافق عورتوں اور کافروں کے متعلق دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ

فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ

ہمیشہ رہینگے وہی اُن کو کافی ہے خدا نے اپنی رحمت سے اُن کو دور کردیا ہے

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ○

اور اُن کے لئے دائمی عذاب ہے

تفسیر یہ آیات سابقہ کی تائید ہے۔ گذشتہ آیات میں منافقوں کے خصوصی حالات بیان فرمائے تھے اور یہ بھی بطور اجمال کے ذکر کیا تھا کہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔ اس کی تفصیل ان آیات میں ظاہر فرمائی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافق مردوں کی تعداد تین سو اور منافق عورتوں کی تعداد ایک سو چھہتر (۱۷۶) تھی۔

آیات کا مطلب دو طرح سے بیان کیا گیا ہے (۱) منافق مرد ہوں یا عورتیں نفاق میں سب ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ایمان کوئی نہیں لائیگا مذہبی حالت سب کی یکساں ہے۔ کفر شرک اور اُن امور کے سب قائل ہیں جو عقل و شرع کی رو سے بُرے ہیں اور اچھی باتوں کے خود منکر بلکہ دوسروں کو بھی روکنے والے ہیں کار خیر میں کچھ صرف نہیں کرتے امور خیر میں خرچ کرنے سے مٹھیاں بند کئے رہتے ہیں۔ غرض عقائد و اعمال اور اخلاق و عادات میں ان کی حالت مسلمانوں کے بالکل خلاف ہے۔ خدا اور اُس کے انتقام سے بالکل غافل ہوچکے گویا خدا کو بھول گئے اس لئے خدا نے بھی ان کو اپنے فضل و کرم سے محروم کردیا گویا خدا بھی ان کو بھول گیا۔ درحقیقت ان کا نفاق ہی ان کی سرتابی اور نافرمانی کی علت ہے خدا نے ان کے لئے دوامی دوزخ مقرر کردی اور ہمیشہ کے لئے اپنی رحمت سے محروم کردیا۔

(۲) منافق جو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں یہ قول ان کا بالکل غلط ہے منافق

مرد ہوں یا عورت سب اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں بلکہ یہ سب ایک تھیلی کے بٹے ہیں کسی کی حالت اچھی نہیں۔

مقصود بیان :- کافروں کا مسلمانوں سے کوئی رشتہ نہیں۔ جو دل میں کافر ہو اگر چہ ظاہراً اسلام کا اقرار کرے وہ مسلمان نہیں نہ وہ جمہور اسلام میں داخل سمجھا جا سکتا ہے۔ نفاق کی زبردست علامات تین ہیں (۱) بُری باتوں کا حکم دینا (۲) اچھی باتوں سے روکنا (۳) کار خیر میں خرچ کرنے سے کنجوسی کرنا۔ آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ ظاہری اعمال قلبی حالت پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر کسی کے ظاہری اخلاق عادات اقوال، و اعمال مسلمانوں کی طرح نہ ہوں تو اُس کو مسلم نہیں کہا جا سکتا بلکہ اُس کو منافق کہا جائیگا۔ کیونکہ نفاق کی علامات اُس کے اندر موجود ہیں۔ جو شخص بد اعمالی میں جری اور نیکی کی طرف سے بالکل غافل ہو وہ گویا خدا کو بھول گیا۔ منافقوں کی نافرمانی کی علت اُن کا نفاق ہے۔ گویا جس کے اندر شائبۂ نفاق نہ ہو وہ نافرمان نہ ہوگا۔ منافق اور کفار ہمیشہ دوزخ میں رہینگے۔ اور دائرۂ رحمت میں کبھی داخل نہوں گے۔ عورتیں بھی ایمان و اعمال صالحہ پر مشتمل ہیں۔ وغیرہ۔

كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوٓا۟ أَشَدَّ مِنكُمْ

تمہاری حالت بھی اُنہی لوگوں ایسی ہے جو تم سے پہلے تھے وہ تم سے زور میں

قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَٰلًا وَأَوْلَٰدًا ؕ

بھی زیادہ تھے اور مال واولاد بھی زیادہ رکھتے تھے

فَٱسْتَمْتَعُوا۟ بِخَلَٰقِهِمْ فَٱسْتَمْتَعْتُم

وہ بھی اپنے حصے کے مزے اڑا چکے سو تم بھی

بِخَلَٰقِكُمْ كَمَا ٱسْتَمْتَعَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُم

اپنے حصے کے مزے اُن ہی کی طرح

بِخَلَٰقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَٱلَّذِى خَاضُوٓا۟ ۚ

اڑا چکے اور جیسے (بُری باتوں میں) وہ گھسے تم بھی ویسے ہی گھسے

أُو۟لَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا

نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا دین میں اُن کے اعمال اکارت

وَٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ۝

گئے اور وہی نقصان میں رہے

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ

کیا ان لوگوں کو پہلی اقوام یعنی قوم

نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَٰهِيمَ

نوح عاد ثمود قوم ابراہیم

وَأَصْحَٰبِ مَدْيَنَ وَٱلْمُؤْتَفِكَٰتِ ۚ

اور اہل مدین اور اُلٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والوں کی خبر نہیں پہنچی

أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ ۖ فَمَا كَانَ

اُن کے پاس اُنہی کے پیغمبر نشانیاں لیکر پہنچے تھے تو اللہ ایسا

ٱللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوٓا۟

نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا مگر وہ آپ ہی

أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

اپنے اوپر ظلم کرتے تھے

تفسیر قرآن پاک بلکہ ہر بلاغت پناہ کلام کا طرز بیان اس طرح ہوتا ہے کہ اگر کسی کو نصیحت کرنی ہوتی ہے تو نرمی سے اُن کو باز داشت کی جاتی ہے۔ جن امور کی تلقین و ہدایت کرنی ہوتی ہے اُن کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔ اگر کچھ کج فہم اسپر نہیں مانتے اور اپنے اقوال و اعمال کو اچھا خیال کرتے ہیں تو اُن کے کرتوت کی خرابیاں بیان کی جاتی ہیں۔ ممکن ہے وہ اپنے افعال شنیعہ کی خرابیاں محسوس کرکے بد اعمالی سے رُک جائیں۔

اس کے بعد اگر پھر بھی وہ ضد پر قائم رہتے ہیں تو اُن کے اعمال کا نتیجۂ بد ظاہر کیا جاتا ہے اور اُن قوموں کی حالت بیان کی جاتی ہے جن کے اعمال و اقوال اور عقائد اِن کی طرح تھے اور چونکہ اُن کا نتیجہ خراب ہوا لامحالہ اِن کا نتیجہ بھی خراب ہوگا کیونکہ ان کے حرکات بھی اُنہی کی طرح ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر بھی خدا تعالیٰ نے اوّل کافروں اور مشرکوں کو نرمی سے نصیحت کی پھر اُن کے افعال شنیعہ بیان فرمائے پھر بد اعمالیوں کا نتیجۂ بد ظاہر کیا پھر اُن گذشتہ اقوام سے اِن کو تشبیہ دی جن کے حرکات و سکنات اِن کی طرح تھے پھر اُن اقوام کا نتیجہ اور مآل ظاہر کیا اور بالآخر ان کے تخم عمل کا بُرا پھل جو کچھ ہوگا وہ ظاہر فرمایا۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ :-

ان کافروں اور منافقوں کی حالت اُن قوموں کی طرح ہے جو ان سے پہلے گذر گئی ہیں۔ اُن کی قوت جسمانی۔ دولت کی فراوانی اور اولاد کی کثرت ان سے

کہیں بڑھ چڑھ کر تھی۔ جب تک دنیا میں رہے اپنی قدرت وحوصلہ کے موافق انہوں

[illegible] خوب مزے اڑالئے [illegible] تم بھی مزے اڑا رہے ہو ۔ انہوں نے آیات

الٰہی میں فکر ونظر چھوڑ کر باطل میں خوض وغور کیا۔ حق کو چھوڑ کر ناحق میں گھس پڑے یہ بھی اقرار توحید ورسالت اور اعمال صالحہ کو چھوڑ کر کفر، بیدینی اور افعالِ شنیعہ کے جوش زن سمندر میں گھس گئے۔ غرض یہ کہ جو اُن کا چلن تھا وہی ان کا چلن ہے جو اُن کی حالت تھی وہی ان کی حالت ہے اور نتیجہ اعمال میں دونوں ایک جیسے ہیں اُن کا بھی کیا کرایا نابود اور ملیامیٹ ہوگیا۔ ان کا حاصل زندگی بھی برباد ہے انجام کار وہ بھی تباہ رہے یہ بھی تباہ ہونگے۔ قوم نوح، قوم ہود قوم صالح، قوم ابراہیم، قوم شعیب اور قوم لوط نے انبیاء کی تکذیب کی احکام الٰہی کو نہ مانا بالآخر تباہ ہوئے اور اپنے کرتوت سے تباہ ہوئے۔ اللہ نے بالکل اُن کی حق تلفی نہ کی۔ مآل کار ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اُس خدا کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے پہلی قوموں کے چال چلن اور اُن کے راستہ پر چلوگے ایک گز یا ایک ہاتھ یا ایک بالشت کا فرق نہ ہوگا یہاں تک اُن کی پیروی کروگے کہ اگر کوئی اُن میں سے سیہی کے غار میں داخل ہوا تھا تو تم بھی سیہی کے غار میں گھسوگے۔ حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ پہلی قوموں سے کیا اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) مراد ہیں؟ فرمایا اور کون۔

تحقیق الفاظ | خلاق کے معنی اندازہ اور تقدیر ہے یہاں مراد وہ دنیوی حصہ ہے جو ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ مقدر ہے (ابن کثیر) لیکن حضرت ابوہریرہؓ اور حسن بصری نے فرمایا کہ خلاق دین ہے اور آیت میں مراد شاید برتاؤ ہے یعنی اپنے دنیوی حصے یا خواہش نفس کے برتاؤ پر عیش اڑاتے ہیں۔

قومِ نوح۔ حضرت نوح کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ آپ نے نوسو پچاس برس اپنی قوم کو احکامِ الٰہی پہنچائے توحید کی دعوت دی افعال ذمیمہ سے منع کیا مگر قوم نے نہ مانا اللہ نے اُن کو طوفان میں غرق کردیا تکذیب نبی کا یہ انجام ہوا۔

عاد۔ یہ حضرت ہود کی قوم تھی۔ بڑی طاقتور، قوی ہیکل، قدآور، اپنے زور اور تن آوری پر مغرور تھے۔ اللہ کے احکام کو نہیں مانتے تھے۔ حضرت ہود نے نصیحت کی۔ ڈرایا دھمکایا ثواب کی ترغیب دی مگر قوم نے ایک نہ سُنی۔ بالآخر ایک تیز آندھی نے سب کو پاش پاش کردیا۔ ہستی سے نام ونشان بھی مٹ گیا صفحاتِ تاریخ پر کہیں مفصل تذکرہ بھی نہیں ملتا۔

ثمود۔ یہ حضرت صالح کی قوم تھی اسی کو عاد ثانیہ کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ بھی بڑے سرکش تھے۔ ان پر بھی عذاب الٰہی آیا۔ غیب سے ایک کڑکتا کڑک چیخ پیدا ہوئی جس سے لوگوں کے دل پھٹ گئے اور سب تباہ ہوگئے۔

قوم ابراہیم اس قوم کا بادشاہ نمرود بن کنعان تھا۔ بابل کا بڑا جبار سرکش اور ظالم انسان تھا۔ مچھروں کی فوج نے اس کو مع قوم کے غارت کیا۔

اصحاب مدین۔ یہ حضرت شعیب کی قوم تھی جو مدین میں رہتی تھی [illegible]

[illegible] ماپنے تولنے کے وقت بے ایمانی کرتی تھی ان پر عذاب الٰہی آیا [illegible]

ابر سیاہ پیدا ہوا جس نے عالم کو گھٹا ٹوپ کردیا۔ زمین میں زلزلہ آیا۔ [illegible] سب مرگئے۔

مؤتفکات۔ اُلٹی ہوئی بستیاں۔ یہ حضرت لوط کی قوم تھی [illegible] اور مداخلت بیجا میں مبتلا۔ طرح طرح کے معاصی میں منہمک۔ اللہ نے ان کی تمام بستیوں کو اُلٹ دیا سب تہ وبالا ہوگئے۔

مقصود بیان:۔ دورِ محمدی کے کفار ومنافقین کی تشبیہ قوم گذشتہ سے۔ اس بات کا ضمنی بیان کہ جسمانی بیش از بیش طاقت۔ دولت کی کثرت اور اولاد کی فراوانی عذابِ الٰہی سے نہیں بچا سکتی بلکہ یہ خدا کی ڈھیل ہے۔ کچھ دنوں سرکش ظالم مزے اُڑا لیتے ہیں اور جتنا اُن کے مقدر میں ہے اُتنا عیش کرتے ہیں لیکن انجام کار اُن کی گرفت ہوتی ہے۔ در پردہ یہ بات بھی نکلتی ہے کہ لذات وخواہشات میں منہمک ہونا حق کو چھوڑ کر باطل پر اپنے تمام قویٰ فکریہ کو صرف کرنا موجب تباہی ہے۔ کافر کا کوئی نیک عمل مقبول نہیں سب بیکار اور نابود ہونگے۔ اللہ کے نزدیک سب مخلوق برابر ہے۔ وہ کسی کی حق تلفی نہیں کرتا بلکہ انسان خود اپنے کو تباہ کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ صرف بداعمالی کی پاداش دیتا ہے۔ وغیرہ۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

رفیق ہیں نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں نماز کو باقاعدہ پڑھتے ہیں

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ

زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کے حکم کو

وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ

مانتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم فرمائیگا

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ

اسمیں شک نہیں کہ اللہ غالب اور صاحب تدبیر ہے مسلمان مردوں

ایک روپیہ
دیکھئے اور بڑے سائز کا ترجمہ والا قرآن مجید
پھر اس زمانہ میں جبکہ کاغذ بارہ آنہ پونڈ ہو رہا ہے
صرف کاغذ کی قیمت بھی ایک روپیہ سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس کا وزن ۴ چھٹانک ہے۔ جنگ کے پہلے کا چھپا ہوا ہے، ایک صاحب خیر بھائی کے پاس ایک ہزار قرآن شریف ہمارے ہی دیئے ہوئے موجود ہیں۔ اور وہ مولوی کے خریداروں کو ایک روپے کے حساب سے دیدینگے
آسان ترجمہ والا
قرآن شریف اس کا نام ہے پہلے نیچے آدھے صفحہ کا نمونہ دیکھئے اس سے اس کی کتابت کا اندازہ ہو جائے گا ترجمہ اس کا حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کا ہے حاشیہ پر شان نزول ہے اور ابتدا میں ۴۲ صفحہ کا مقدمہ ہے جس میں معلومات قرآنی کا کافی ذخیرہ ہے مثلاً فضائل قرآن ثواب تلاوت، رموز اوقاف، نزول وحی۔ منسوخات قرآن، جمع و ترتیب، رسم خط۔ اختلاف قرات اعجاز قرآن فضائل تلاوت احادیث فضائل اور کوتاہیاں و بارد قرات اور صدہا مسائل ضروریہ اس میں شامل ہیں۔
زکوٰۃ
میں تقسیم کرنے والے صدہا بھائی مولوی کے خریدار ہیں۔ ان کو یہ قرآن تقسیم کرنے میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ چند روپوں میں بہت سے بھائی قرآن پاک اور اس کے معانی سے فیضیاب ہو جائیں گے۔ بڑی تقطیع کے قرآنوں میں مترجم قرآن اس ہدیہ کا ہندوستان بھر میں دوسرا نہیں صحت و طباعت میں بجا امکان سعی کی ہے
ہدیہ مجلد پارچہ سنہری جالدار حاشیہ شدہ صرف ایک روپیہ محصول ایک جلد بارہ آنے تین جلد پر دو روپے
ریل کے ذریعہ منگانے والے پوری قیمت پیشگی روانہ کریں اب ریل کا پارسل ہفتہ میں ایک دو بار بک ہوتا ہے اور مکتوب الیہ تک پہنچنے کا کوئی اندازہ ہی نہیں اس لئے ڈاک کے ذریعہ ہی منگائیے۔ ملنے کا پتہ دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی
الجزء الاول
بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان
الم ذلک الکتب لا ریب فیہ هدی
یہ کتاب نہیں شک بیچ اس کے راہ دکھاتی ہے
للمتقین الذین یؤمنون بالغیب و
واسطے پرہیزگاروں کے جو ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے اور
یقیمون الصلوة و مما رزقنهم ینفقون
قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اس چیز سے کہ دی ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں
والذین یؤمنون بما انزل الیک و
اور جو لوگ کہ ایمان لاتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ اتاری گئی ہے طرف تیرے اور
ما انزل من قبلک
جو کچھ اتارا گیا ہے پہلے تجھ سے

اس طرح ہندو راج کا راستہ صاف کرتے لیکن اب حکومت کی طرف سے بھی ناامیدی ہو رہی ہے اور مسٹر ایمری نے نہایت سخت اور تلخ جواب دیا ہے کھلی بات ہے کہ بنایا ہی سے کامیاب بغاوت کے سوا اور کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتی لیکن تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں سلطنت نناوے فی صدی بغاوتیں ہمیشہ ناکام رہی ہیں اور قومیں کی قومیں تباہ ہو گئی ہیں ہندوستان کے پاس ابھی ہرگز وہ قوت نہیں اس وقت بغاوت کرنا ملک کو بچانا نہیں تباہ کرنا اور کرانا ہے صحیح طریق یہی ہے کہ ہندو مسلمان متحد ہو کر آئینی سعی کریں اگر یہی ہو جب بھی پاکستان لیجئے کہ اب تک قومی حکومت قائم ہو چکی ہوتی ہندو مسلمان مل کر بہت بڑی قوت بن جاتے۔ بغاوت بہر حال اتفاق کی صورت میں خود بخود اگر اگست میں جو کچھ ہوا نہیں تو کیا ہے کانگریس والے اپنے وقار کے قیام کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ضرور ہے جس کے لئے حکومت پوری طرح تیار ہے مسلمان اور اچھوت اس سے علیحدگی کا اعلان کر ہی چکے ہیں نتیجہ ناکامی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں جو ہم رشتہ چھوڑ کر بغرض انہدام قدم اٹھانا بیجا و مجنونانہ ہے۔

لیگ کے لئے کانگریسی تحفہ

گاندھی جی اپنے ایک تازہ بیان میں اپنی قرارداد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ معترضین پوچھتے ہیں کہ اگر زمام حکومت کس کے سپرد کر دیں اس سلسلہ میں قرارداد میں یہ تصور کر لیا گیا ہے کہ برطانوی حکومت کے ہٹتے ہی ملک کے مختلف فرقوں کے افراد سر جوڑ کر بیٹھیں گے اور باہمی رضامندی سے کوئی حکومت تیار کریں گے شاید یہ صورت نکتہ چینوں کے ذہن نشین ہونا مشکل ہے اور وہ خود کانگریس کو طاقت سپرد کرنے کے لئے بھی تیار نہیں مگر رہنمایان کانگریس کے نزدیک اس تجویز پر عمل کرنے میں برطانیہ اور امریکہ بلکہ ہندوستان کی جس پارٹی کی مخالفت سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اسے بھی اختلاف نہیں ہو سکتا اس لئے کہ خود کانگریس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد نے کہا ہے اسے پیش کرتا ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کانگریس اپنے لئے نہیں سب کے لئے طاقت چاہتی ہے اگر اصل طاقت کانگریس کو سونپ دی جائے تو وہ یقیناً دوسری پارٹیوں کو رجوع کریگی اور انہیں شریک ہونے کی ترغیب دیگی مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کہ برطانیہ لیگ یا کسی اور مذہبی پارٹی کو حکومت سپرد کرنے کیونکہ کوئی پارٹی دوسری پارٹیوں کے تعاون کے بغیر تنہا کام نہیں کر سکیگی۔

مولانا نے خود کہا ہے یا ملوایا گیا ہے کوئی بات ہو تمام کانگریسیوں کے دعاوی بجا ہیں تمام کانگریسی لیڈر بھی کہتے چلے آرہے ہیں کہ ہم اپنے لئے نہیں سب کے لئے طاقت چاہتے ہیں ملک آزاد ہوگا تو سب ہی کو فائدہ پہنچے گا۔ سردار پٹیل نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ آزادی حاصل ہوتے ہی کانگریس میدان سے ہٹ جائیگی کانگریس کا کام پورا ہو جائیگا وہ تو محض ملک کو آزاد کرانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے اس کے بعد اس کا کام ختم ہو جاتا ہے جو پارٹی چاہے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ لیکن سیاست کا تعلق نہیں ہے یہاں ٹھوس حقائق سامنے رکھے جاتے ہیں۔ ہندو سیاست میں بعض ایسے مدبرین کے شاگرد ہیں پروپیگنڈے کے فن میں کامل مہارت پیدا کر چکے ہیں مدبرین یورپ کی اکثر تقریریں شاندار الفاظ سے مملو ہوتی ہیں جن کی حسب منشا تاویل بھی کی جاسکتی ہے اور معانی بھی بدلے جاسکتے ہیں گاندھی جی ہوں یا دوسرے کانگریسی بخوبی سمجھتے ہیں کہ اب مسلم زعماء بھی سیاست سے واقف ہو چکے ہیں انہیں اس سے غرض نہیں انہیں تو عوام ہند کو فریب دینا اور سیاسیات ہند سے ناواقف بیرونی مدبرین پر اپنی صداقت کا سکہ جمانا ہے بظاہر الفاظ کتنے شاندار اور عوام فریب ہیں۔

لیکن ان کے اندر اتنا قاتل زہر بھرا ہوا ہے جو کروڑوں انسانوں کی حیات سیاسی کا خاتمہ آن کی آن میں کر سکتا ہے۔ جب کانگریس محکومی کی حالت میں لیگ سے سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں اور ہندو مسلم اتحاد کے تصور ہی کو ملتوی کر چکی ہے تو بعد کو اس سے کیا توقع ہو سکتی ہے کیا پٹیل کی یہ سلبیات عمل سیاست سے کوئی تعلق رکھتی ہے کہ وہ آزادی کے بعد خود میدان سے ہٹ کر مسلمانوں اور اچھوتوں کو حکمرانی مسند پر بٹھا دیگی جو کانگریس آج چار صوبوں کی حکومت ہی مسلمانوں کے سپرد کرنے کو تیار نہیں جو کانگریسی عہد وزارت میں اڑیسہ میں ایک وزارت مسلمانوں کو نہ دے سکی بمبئی میں ایک مسلم وزیر کا وجود بھی گوارا نہ کر سکی اور دوسرے صوبوں کی وزارتوں میں اور کسی پارٹی کا ایک نمائندہ بھی نہ لیا

اس سے آزادی ملنے کے بعد ایسی توقع رکھنا اول درجہ کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے کہ فلسطین اور شام سے آزادی کے کیا کیا وعدے کئے گئے تھے مگر نتیجہ میں خون کے آنسوؤں کے سیلاب کے سوا کچھ نہ ملا۔

فرض کیجئے کہ لیگ کے سپرد حکومت کر دی جاتی ہے مرکزی حکومت بجائی ہو اور اختیارات لا محالہ ہاتھوں کی آبادی سے بوئی ہو اور ظاہر ہے کہ چھ سو ممبروں کی اسمبلی میں زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو مسلم ممبر ہوں گے اور ہندو ہر حالت میں ساڑھے تین سو نشستیں حاصل کریں گے ایسی صورت میں لیگ کی حکومت چند دن بھی تو قائم نہیں رہ سکیگی اور یہ ابدی غلامی کے جال میں پھنس کر رہ جائیں گے ہندو اکثریت کی بنا پر جو قانون چاہیں گے وضع کریں گے جو کھیل چاہیں گے کھیلیں گے سیاست اور سیاسیات میں محض اعتبار کوئی چیز نہیں ہے بڑی اور بے تکلفی کے ساتھ یہ کہہ دینا آسان ہے کہ کانگریس اپنے لئے نہیں ملک کے لئے طاقت چاہتی ہے ملک کو آزادی ملیگی تو سب ہی کو ملیگی عوام تو واقعی نہیں سمجھ سکتے جہاں ایک قوم ہوتی ہے وہاں سب کو فائدہ پہنچتا ہے اور جہاں مختلف اقوام ہوتی ہیں وہاں غالب قوم سب کچھ اپنے لئے وقف کر لیتی ہے [illegible] کہ عوام کے لئے چاہتی ہے لیکن ان عوام میں [illegible] ہندو میں یہ زمانہ دوٹوں کا زمانہ ہے یہ عوام کی حکومت بھی ہندو راج بن جائیگی افسوس تو یہی ہے کہ کانگریس عشاق حریت کے سامنے آزادی کا ترانہ گا کر انہیں مسحور کر لینا چاہتی ہے اور آزادی کے بہوا نے مسلمان آزادی کا نام سنکر فریب میں آجاتے ہیں وہ جو آزادی طلب کی جا رہی ہے وہ ہندوؤں کی آزادی ہے بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ ہندو آزادی کے لئے نہیں بلکہ اپنی آقائی اور اپنے راج کے لئے لڑ رہے ہیں سب سے بڑی حیرت یہ ہے کہ ہمارے کانگریسی مسلمان بھائی ہوا عید ہند پر ایسے فریفتہ ہوئے ہیں کہ وہ برابر کمال اندھیگی سے کام نہیں لیتے اور اپنی غلامی کا طوق آپ تیار کر رہے ہیں۔

کانگریسی تحریک کے عزائم

اتنی بات تو ہے کہ اب کانگریس کو بھی لیگ کی طاقت کا احساس ہو گیا ہے حکومت بھی اس کی مرضی کو اہمیت دینے لگی ہے ہندوؤں میں بھی راجہ جی کی زیر قیادت ایک با اثر طبقہ لیگ کی تائید میں کھڑا ہو گیا ہے جو ہندوؤں میں پاکستان کی معقولیت کے معترف ہوتے چلے جا رہے ہیں ہمارے نزدیک ابھی کانگریس کبھی انتہائی اقدام اٹھانے پر تیار نہ ہوتی اس نے جو یہ دیکھا کہ دیوں کا پروپیگنڈا رسولوں کی مساعی بطلانی پیرہ پارٹی کے ساتھ سازشیں سب بیکار گئیں یا تو یہ حالت تھی کہ انگریز کے پردے میں ہر جگہ ہندو دو سو برس سے ملک میں حکومت کرتے اقتدار پاتے بڑھتے اور ترقی کرتے چلے آرہے تھے یا یہ ہوا کہ ان کی مخالفت شدید کے باوجود سرحد کو بھی آئین مل گیا سندھ علیحدہ ہوا پنجاب و بنگال میں مسلم وزارتیں قائم ہو گئیں اس کی قومیت متحدہ ہند کا طلسم ٹوٹ کر رہ گیا مسلم عوام جوق جوق لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے ابرا انتخابات میں لیگ نے پیہم کانگریس کو شکستیں دیں یہاں تک بھی غنیمت تھا جب حکومت نے مسلمانوں کو جداگانہ قوم تسلیم کر کے اس کی مرضی کو اہمیت دی تو بیحد اضطراب پیدا ہوا جنگ شروع ہو چکی تھی انگریزوں کو جھنجھوڑ کے آزادی کے لئے ایک ہیجان پیدا کیا۔

سر کرپس کے ورود کے اعلان سے امیدوں کا آفتاب آخری مرتبہ روشن ہو گیا مگر ان کی اسکیم میں بھی مسلم مرضی اور تقسیم کا انگار دیکھا اور بعد کو ان کی تقاریر گرمیں تو دنیا نگاہوں میں تاریک ہو گئی ادھر نئی افتاد یہ پڑی کہ گاندھی جی کے صمدی اور ہندوستان کے نہایت مشہور اور زمانہ دیدہ لیڈر مسٹر راجگوپال اچاریہ اپنی پارٹی سمیت لیگ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ تمام کمیونسٹوں نے تو ان کی حمایت کی ہی تھی کانگریسی مسلمان بھی کھسکنے لگے یہ چیز کانگریسی ہندوؤں کے لئے ناقابل برداشت تھی انہوں نے طے کیا کہ اب پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اب اگر خاموشی اختیار کی گئی تو خود کانگریس میں پھوٹ پڑ جائیگی راجہ جی کے اثر سے ہندوؤں کا سلیم العقل طبقہ بھی ہاتھ سے نکل جائیگا پاکستان قائم ہو کر رہے گا اور ہندو راج کا کانگریسی خواب پریشان ہو کر رہ جائیگا اس لئے انہوں نے ہندوؤں کی توجہات راجہ جی کی طرف سے ہٹانے کے لئے اور حکومت کو مرعوب کرنے کے لئے ایک نہایت نازک موقعہ پر تحریک آزادی کے آغاز کا اعلان کیا۔

فی الواقع اس سے ہندوؤں کی توجہات زیادہ تر اس تحریک کی طرف متوجہ ہو گئیں لیکن نہ حکومت مرعوب ہوئی اور نہ مسلمانوں کے عزائم میں کوئی تزلزل واقع ہوا ہمیشہ کی طرح

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

باب ۔ روزہ رکھنے میں اپنے جسم کے حق کی رعایت کرنی چاہئیے۔

۱۸۲۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ کیا مجھے یہ اطلاع نہیں پہنچی کہ تم دن بھر روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ درست ہے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کبھی روزہ رکھو اور کبھی نہ رکھو اور تھوڑی دیر نماز پڑھو اور تھوڑی دیر سو رہا کرو اس لئے کہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری بی بی کا بھی حق ہے اور تم پر تمہارے مہمانوں کا بھی حق ہے اور تمہیں کافی ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو اس لئے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے پس یہ تین روزے پورے مہینے کے برابر ہو جائیں گے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ روزے کی خواہش کی آپ نے مجھے کچھ زیادہ اس سے اجازت دی۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اس سے بھی زیادہ طاقت ہے تو آپ نے فرمایا تو خدا کے نبی داؤد کے مثل روزے رکھا کرو اور اس سے زیادہ نہ رکھو۔ میں نے عرض کیا کہ خدا کے نبی داؤد کا روزہ کیسا تھا آپ نے فرمایا نصف سال۔ ابو سلمہ راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بڈھے ہوئے تو کہا کرتے تھے کہ کاش میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت قبول کر لی ہوتی (اب مجھ سے اس قدر روزے نہیں رکھے جاتے۔

باب ۔ ہر روز بلا ناغہ روزے رکھنا (کیسا ہے)

۱۸۲۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ میں یہ کہتا ہوں کہ خدا کی قسم جب تک زندہ رہوں گا بلا ناغہ دن بھر روزے رکھا کروں گا اور رات بھر نماز پڑھا کروں گا (چنانچہ حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے ایسا کہا ہے) میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں بیشک میں نے یہ کہا ہے آپ نے فرمایا تو تم اس کی طاقت نہیں رکھتے لہذا تم کچھ دنوں روزہ رکھو اور کچھ دنوں چھوڑ دو اور کچھ دیر نماز پڑھو اور کچھ دیر سو رہو اور ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو اس لئے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے اور یہ تمام ماہ کے روزے کے برابر ہو جائیگا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو ایک دن روزہ رکھو اور دو دن نہ رکھو میں نے عرض کیا کہ میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو اور یہی داؤد کا روزہ ہے اور یہ تمام روزوں سے زیادہ افضل ہے میں نے عرض کیا کہ میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے زیادہ اب کچھ نہیں ہے۔

باب ۔ روزے رکھنے میں بی بی کے حق کی بھی رعایت کرنی چاہیے کہ اس کو ابو جحیفہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

۱۸۲۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو (بن عاص) کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ میں پے در پے روزے رکھتا ہوں اور رات بھر نماز پڑھتا ہوں پس یا تو حضرت نے مجھے بلوایا یا میں خود آپ سے ملا تو آپ نے فرمایا کہ کیا مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم برابر روزہ رکھتے ہو کبھی روزہ ترک نہیں کرتے اور رات بھر نماز پڑھتے ہو اور مطلق نہیں سوتے پس تم روزہ بھی رکھو اور ترک بھی کرو اور کچھ دیر نماز پڑھو اور کچھ دیر سو رہو اس لئے کہ تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری جان کا بھی حق ہے۔ حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم داؤد علیہ السلام کے مثل روزہ رکھو۔ حضرت عبداللہ نے (پوچھا کہ وہ کس طرح آپ نے فرمایا کہ داؤد ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے اور جب دشمن سے (میدان جنگ میں) مقابلہ کرتے تھے تو بھاگتے نہ تھے حضرت عبداللہ نے کہا کہ کون ہے یا نبی اللہ جو میری طرف سے اس بات کی ذمہ داری کرے عطا (راوی) کہتے ہیں میں بھول گیا کہ انھوں نے صیام ابد کا کس طور پر ذکر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھے اس نے روزہ ہی نہیں رکھا دو مرتبہ (آپ نے یہی فرمایا۔

۱۸۲۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا بلا ناغہ ہر روز روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا جب تم ایسا کرو گے تو اس کی وجہ سے تمہاری آنکھ ضعیف البصر ہو جائیگی اور تمہاری جان کمزور ہو جائیگی جس نے بلا ناغہ ہر روز روزہ رکھا اس نے (گویا اصل) روزہ ہی نہیں رکھا (ہر مہینہ میں) تین دن روزہ رکھ لینا پورے مہینے کے روزوں کی برابر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو تم داؤد کے روزے کی طرح روزہ رکھو وہ تو ایک دن روزہ رکھتے تھے اور جب دشمن سے (میدان جنگ میں) مقابلہ کرتے تو بھاگتے نہ تھے۔

۱۸۲۶۔ ابو قلابہ کہتے ہیں مجھ سے ابو ملیح نے کہا کہ میں تمہارے والد کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس گیا تو انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے روزہ رکھنے کی کیفیت بیان کی گئی تو آپ میرے پاس تشریف لائے میں نے آپ کے لئے ایک مسند چمڑے کا جس میں چھوہارے کی چھال بھری ہوئی تھی بچھا دی مگر آپ زمین پر بیٹھ گئے اور وہ مسند میرے اور آپ کے درمیان پڑی رہی پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم کو ہر مہینے میں تین روزے کافی نہیں ہیں۔ حضرت عبداللہ کہتے تھے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (اور زیادہ) آپ نے فرمایا پانچ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اور زیادہ آپ نے فرمایا نو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (اور زیادہ) آپ نے فرمایا گیارہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد کے روزہ سے بڑھ کر کوئی روزہ نہیں آدھا مہینہ یعنی ایک دن روزہ رکھو ایک دن نہ رکھو۔

باب ۔ ایام بیض میں یعنی تیرہویں چودہویں پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا (مسنون ہے)

کتاب الفقہ

پردہ: اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے

(از حضرت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

(بسلسلۂ گذشتہ)

رہے منافقین تو وہ خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوقات میں سب سے ارذل مخلوق ہیں ان کو یہی زیب دیتا ہے کہ دعویٰ ایک چیز پر اعتقاد رکھنے کا کریں اور درحقیقت وہ اعتقاد دوسری چیز پر رکھیں۔

نقاب اور برقع کے مسئلہ میں جس قدر بحثیں کی جا رہی ہیں وہ دراصل اسی نفاق پر مبنی ہیں۔ ساری چوٹی تک کا زور یہ ثابت کرنے میں صرف کیا گیا ہے کہ پردے کی یہ صورت اسلام سے پہلے کی قوموں میں رائج تھی اور جاہلیت کی یہ میراث عہد نبوی کے بہت مدت بعد مسلمانوں میں تقسیم ہوئی۔ قرآن کی ایک صحیح آیت، اور عہد نبوی کے ثابت شدہ تعامل اور صحابہ و تابعین کی تشریحات کے مقابلہ میں تاریخی تحقیقات کی یہ زحمت آخر کیوں اٹھائی گئی! صرف اس لئے کہ زندگی کے وہ مقاصد ان کی نظر میں تھے اور ہیں جو مغرب میں مقبول عام ہیں۔ "ترقی" اور "تہذیب" کے وہ تصورات ذہن نشیں ہو گئے ہیں جو اہل مغرب سے نقل کئے گئے ہیں۔ چونکہ برقع اوڑھنا اور نقاب ڈالنا ان مقاصد کے خلاف ہے اور ان تصورات سے کسی طرح میل ہی نہیں کھاتا لہٰذا تاریخی تحقیق کے زور سے اس چیز کو مٹانے کی کوشش کی گئی جو اسلام کی کتاب آئین میں ثبت ہے۔ یہ کھلی ہوئی منافقت جو بہت سے مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی برتی گئی ہے اس کی اصل وجہ وہی بے اصولی اور عقل کی خفت اور اخلاقی جرأت کی کمی ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اتباع اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود قرآن کے مقابلہ میں تاریخ کو لا کھڑا کرنے کا خیال بھی ان کے ذہن میں نہ آتا۔ یا تو یہ اپنے مقاصد کو اسلام کے مقاصد سے بدل ڈالتے (اگر مسلمان رہنا چاہتے) یا علانیہ اس مذہب سے الگ ہو جاتے جو ان کے معیار ترقی کے لحاظ سے مانع ترقی ہے۔

جو شخص اسلامی قانون کے مقاصد کو سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ کچھ عقل عام بھی رکھتا ہے اس کے لئے یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ عورتوں کو کھلے چہروں کے ساتھ باہر پھرنے کی عام اجازت دینا ان مقاصد کے بالکل خلاف ہے جن کو اسلام اس قدر اہمیت دے رہا ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان کی جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے وہ اس کا چہرہ ہی تو ہے۔ انسان کی خلقی و پیدائشی زینت یا دوسرے الفاظ میں انسانی حسن کا سب سے بڑا مظہر چہرہ ہے۔ نگاہوں کو سب سے زیادہ وہی کھینچتا ہے۔ جذبات کو سب سے زیادہ وہی اپیل کرتا ہے۔ صنفی جذب و انجذاب کا سب سے زیادہ قوی ایجنٹ وہی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے نفسیات کے کسی گہرے علم کی بھی ضرورت نہیں۔ خود اپنے دل کو ٹٹولئے۔ اپنی آنکھوں سے فتوے طلب کیجئے۔ اپنے نفسی تجربات کا جائزہ لیکر دیکھ لیجئے۔ منافقت کی بات تو دوسری ہے۔ منافق اگر آفتاب کے وجود کو بھی اپنے مقصد کے خلاف دیکھے گا تو دن دہاڑے کہہ دیگا کہ آفتاب موجود نہیں۔ البتہ اگر صداقت سے کام لیجئے گا تو آپ کو اعتراف کرنا پڑیگا کہ صنفی تحریک میں جسم کی ساری زینتوں سے زیادہ حصہ اس فطری زینت کا ہے جو اللہ نے چہرے کی ساخت میں رکھی ہے۔ اگر آپ کو کسی لڑکی سے شادی کرنی ہو اور آپ اسے دیکھ کر آخری فیصلہ کرنا چاہتے ہیں، تو سچ بتائیے کہ کیا دیکھ کر آپ فیصلہ کریں گے؟ ایک شکل اس کے دیکھنے کی یہ ہو سکتی ہے کہ چہرے کے سوا وہ پوری کی پوری آپ کے سامنے ہو۔ دوسری شکل یہ ہو سکتی ہے کہ ایک جھروکے میں سے وہ صرف اپنا چہرہ دکھا دے۔ بتائیے کہ دونوں شکلوں میں سے کونسی شکل کو آپ پسند کریں گے؟ سچ بتائیے کیا سارے جسم کی بہ نسبت چہرے کا حسن آپ کی نگاہ میں اہم تر نہیں ہے؟

اس حقیقت کے مسلم ہو جانے کے بعد آگے بڑھئے۔ اگر سوسائٹی میں صنفی انتشار اور لامرکزی ہیجانات و تحریکات کو روکنا مقصود ہی نہ ہو تب تو چہرہ کیا معنی سینہ اور بازو اور پنڈلیاں اور رانیں سب ہی کچھ کھول دینے کی آزادی ہونی چاہئے جیسی کہ اس وقت مغربی تہذیب میں ہے۔ اس صورت میں ان حدود و قیود کی کوئی ضرورت ہی نہیں جو اسلامی قانون حجاب کے سلسلہ میں آپ اوپر سے دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن اگر اصل مقصد اسی طوفان کو روکنا ہو تو اس سے زیادہ خلاف حکمت اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ اس کو روکنے کے لئے چھوٹے دروازوں کی کنڈیاں چڑھائی جائیں اور سب سے بڑے دروازہ کو چوپٹ کھلا چھوڑ دیا جائے۔

اب آپ سوال کر سکتے ہیں کہ جب ایسا ہے تو اسلام نے حاجات و ضروریات کے لئے چہرہ کھولنے کی اجازت کیوں دی جیسا کہ تم خود پہلے بیان کر چکے ہو! اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کا قانون کوئی غیر معتدل اور یک رُخا قانون نہیں ہے۔ وہ ایک طرف مصالح اخلاقی کا لحاظ کرتا ہے تو دوسری طرف انسانی ضروریات کا بھی لحاظ کرتا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان اس نے غایت درجہ کا تناسب اور توازن قائم کیا ہے۔ وہ اخلاقی فتنوں کا سدباب بھی کرنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ کسی انسان پر ایسی پابندیاں بھی عائد کرنا نہیں چاہتا جن کے باعث وہ اپنی حقیقی ضروریات کو پورا نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے عورت کے لئے چہرہ اور ہاتھ کے باب میں ویسے قطعی احکام نہیں دیئے جیسے ستر پوشی اور اخفائے زینت کے باب میں دیئے ہیں کیونکہ ستر پوشی اور اخفائے زینت سے ضروریات زندگی کو پورا کرنے میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا، مگر چہرے اور ہاتھوں کو دائما چھپائے رہنے سے عورتوں کو اپنی حاجات میں سخت مشکل پیش آ سکتی ہے۔

پس عورتوں کے لئے عام قاعدہ یہ مقرر کیا گیا کہ چہرے پر نقاب یا گھونگٹ ڈالے رہیں اور اس قاعدہ میں الا ما ظہر منہا کے استثنا سے یہ آسانی پیدا کر دی گئی کہ حقیقت میں چہرہ کھولنے کی ضرورت پیش آ جائے تو وہ اس کو کھول سکتی ہیں بشرطیکہ نمائش حسن مقصود نہ ہو بلکہ رفع ضرورت مدنظر ہو پھر دوسری جانب سے فتنہ انگیزی

سکے جو خطرات تھے ان کا سد باب اس طرح کیا گیا کہ مردوں کو غض بصر کا حکم دیا گیا تاکہ اگر کوئی عفت مآب عورت اپنی حاجت کے لئے چہرہ کھولے تو وہ اپنی نظریں نیچی کریں اور بیہودگی کے ساتھ اس کو گھورنے سے باز رہیں۔

پردہ داری کے ان احکام پر اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلامی پردہ کوئی جاہلی رسم نہیں ہے بلکہ ایک عقلی قانون ہے۔ جاہلی رسم ایک جامد چیز ہوتی ہے جو طریقہ جس صورت میں رائج ہو گیا کسی حال میں اس کے اندر تغیر نہیں کیا جا سکتا۔ جو چیز چھپا دی گئی وہ بس ہمیشہ کے لئے چھپا دی گئی اب مر جائیں مگر اس کا کھلنا غیر ممکن۔ بخلاف اس کے عقلی قانون میں لچک ہوتی ہے اس میں احوال کے لحاظ سے شدت اور تخفیف کی گنجائش ہوتی ہے موقع و محل کے اعتبار سے اس کے عام قواعد میں استثنائی صورتیں رکھی جاتی ہیں ایسے قانون کی پیروی اندھوں کی طرح نہیں کی جا سکتی اس کے لئے عقل و تمیز کی ضرورت ہے سمجھ بوجھ رکھنے والا پیرو خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ کہاں اس کو عام قاعدے کی پیروی کرنی چاہیئے اور کہاں قانون کے نقطۂ نظر سے "حقیقی ضرورت" درپیش ہو جس میں استثنائی رخصتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیئے پھر وہ خود ہی یہ رائے بھی قائم کر سکتا ہے کہ کس محل پر رخصت سے کس حد تک استفادہ کیا جائے اور استفادہ کی حالت میں مقصد قانون کو کس طرح ملحوظ رکھا جائے۔ ان تمام امور میں درحقیقت ایک نیک نیت مومن کا قلب ہی سچا مفتی بن سکتا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ استفت قلبك ودع ما حاك فی صدرك (اپنے دل سے فتویٰ طلب کرو اور جو چیز دل میں کھٹکے اس کو چھوڑ دو) یہی وجہ ہے کہ اسلام کی صحیح پیروی جہالت اور ناسمجھی کے ساتھ نہیں ہو سکتی یہ عقلی قانون ہے اور اس کی پیروی کے لئے قدم قدم پر شعور اور فہم کی ضرورت ہے۔

باہر نکلنے کے قوانین

لباس اور ستر کے حدود مقرر کرنے کے بعد آخری حکم جو عورتوں کو دیا گیا ہے وہ یہ ہے

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى۔ (الاحزاب)

ولا یضربن بارجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن (النور)

فلا تخضعن بالقول فيطمع الذی فی قلبه مرض (الاحزاب)

وقرن کی قرأت میں اختلاف ہے عام قراء مدینہ اور بعض کوفیوں نے وَقَرْنَ بفتح قاف پڑھا ہے جس کا مصدر قرار ہے اس لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا کہ "اپنے گھروں میں ٹھیری رہو یا جمی بیٹھی رہو" عام قراء کوفہ و بصرہ نے وَقِرْنَ بکسر قاف پڑھا ہے جس کا مصدر وقار ہے اس لحاظ سے معنے یہ ہوں گے کہ "اپنے گھروں میں وقار اور سکینت کے ساتھ رہو"

تبرج کے دو معنے ہیں۔ ایک زینت اور محاسن کا اظہار دوسرے چلنے میں ناز و انداز دکھانا تبختر کرتے ہوئے چلنا، اٹھلانا، لچکے کھانا، جسم کو توڑنا، ایسی چال اختیار کرنا جس میں ایک ادا پائی جاتی ہو۔ آیت میں یہ دونوں معنی مراد ہیں جاہلیت اولیٰ میں عورتیں خوب بن سنور کر نکلتی تھیں جس طرح دور جدید کی جاہلیت میں نکل رہی ہیں پھر چال بھی قصداً ایسی اختیار کی جاتی تھی کہ ہر قدم زمین پر نہیں بلکہ دیکھنے والوں کے دلوں پر پڑے۔ مشہور تابعی مفسر قرآن قتادہ بن دعامہ کہتے ہیں کہ کانت لهن مشية وتكسر وتغنج فنهاهن الله عن ذلك اس کیفیت کو سمجھنے کے لئے کسی تاریخی بیان کی حاجت نہیں کسی ایسی سوسائٹی میں تشریف لے جائیے جہاں مغربی وضع کی خواتین تشریف لاتی ہوں۔

جاہلیت اولیٰ کی تبرج والی چال آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اسلام اسی سے منع کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اول تو تمہاری صحیح جائے قیام تمہارا گھر ہے۔ بیرونِ خانہ کی ذمہ داریوں سے تم کو اسی لئے سبکدوش کیا گیا ہے کہ تم سکون و وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں رہو۔ اور خانگی زندگی کے فرائض ادا کرو تاہم اگر ضرورت پیش آئے تو گھر سے باہر نکلنا بھی تمہارے لئے جائز ہے لیکن نکلتے وقت پوری عصمت مآبی ملحوظ رکھو۔ نہ تمہارے لباس میں کوئی شان اور بھڑک ہونی چاہیئے کہ نظروں کو تمہاری طرف مائل کرے۔ نہ اظہار حسن کے لئے تم میں کوئی بے تابی ہونی چاہیئے کہ چلتے چلتے کبھی چہرے کی جھلک دکھلاؤ اور کبھی ہاتھوں کی نمائش کرو۔ اور نہ چال میں کوئی خاص ادا پیدا کرنی چاہیئے کہ نگاہوں کو خود بخود تمہاری طرف متوجہ کر دے ایسے زیور بھی پہن کر نہ نکلو جن کی جھنکار غیروں کے لئے سامعہ نواز ہو۔ قصداً لوگوں کو سنانے کے لئے آواز نہ نکالو۔ ہاں اگر بولنے کی ضرورت پیش آئے تو بولو، مگر رس بھری آواز نکالنے کی کوشش نہ کرو۔ ان قواعد و حدود کو ملحوظ رکھ کر اپنی حاجات کے لئے تم گھر سے باہر نکل سکتی ہو۔

یہ ہے قرآن کی تعلیم۔ آئیے اب حدیث پر نظر ڈال کر دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیم کے مطابق سوسائٹی میں عورتوں کے لئے کیا طریقے مقرر فرمائے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی خواتین نے اس پر کس طرح عمل کیا۔

حاجات کیلئے گھر سے نکلنے کی اجازت

حدیث میں ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے حضرت عمرؓ کا تقاضا تھا کہ یا رسول اللہ اپنی خواتین کو پردہ کرائیے ایک مرتبہ ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رات کے وقت باہر نکلیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھ لیا اور پکار کر کہا کہ سودہ! ہم نے تم کو پہچان لیا۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح خواتین کا گھروں سے نکلنا ممنوع ہو جائے اس کے بعد جب احکام حجاب نازل ہوئے تو حضرت عمرؓ کی بن آئی انہوں نے عورتوں کے باہر نکلنے پر زیادہ روک ٹوک شروع کر دی۔ ایک مرتبہ پھر حضرت سودہؓ کے ساتھ یہی صورت پیش آئی وہ گھر سے نکلیں اور عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ٹوکا انہوں نے آنحضرتؐ سے شکایت کی حضورؐ نے فرمایا قد اذن الله لكن ان تخرجن لحوائجكن اللہ نے تم کو اپنی ضروریات کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے[1]

اس سے معلوم ہوا کہ وقرن فی بیوتکن کے حکم قرآنی کا منشا یہ نہیں ہے کہ عورتیں گھر کے حدود سے کبھی قدم باہر نکالیں ہی نہیں۔ حاجات و ضروریات کے لئے ان کو نکلنے کی پوری اجازت ہے مگر یہ اجازت نہ غیر مشروط ہے نہ غیر محدود عورتیں اس کی مجاز نہیں ہیں کہ آزادی کے ساتھ جہاں چاہیں پھریں اور مردانہ اجتماعات میں گھل مل جائیں۔ حاجات و ضروریات سے شریعت کی مراد ایسی واقعی حاجات و ضروریات ہیں جن میں درحقیقت نکلنا اور باہر کام کرنا عورتوں کے لئے ناگزیر ہو۔ اب یہ ظاہر ہے کہ تمام عورتوں کے لئے تمام زمانوں میں نکلنے اور نہ نکلنے کی ایک

[1] یہ متعدد احادیث کا لب لباب ہے۔ ملاحظہ ہو مسلم، باب اباحة الخروج للنساء لقضاء حاجة الانسان۔ بخاری باب خروج النساء لحوائجهن و باب آية الحجاب۔

تذکرۃ الصحابہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ سے والہانہ عقیدت

۵ھ میں مشرف باسلام ہوئے اور مدینہ منورہ چلے آئے۔ شعد ملازمت رسول میں تمام جانثار خدمت کی اور عقیدتمندانہ حاضر خدمت رہنے لگے۔ غزوۂ حدیبیہ میں قریش کا نمائندہ عروہ بن مسعود کو جو اس انداز سے بار بار گفتگو کرتے دیکھا کہ وہ قاعدہ عرب کے مطابق ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے اور صحابہ کو ناگوار گذر رہا ہے تو آپ سے ضبط نہ ہو سکا۔ پشت کی جانب کھڑے تھے اور جوش کا یہ عالم تھا کہ جوں ہی عروہ کا ہاتھ ریش مبارک کی طرف بڑھتا ادھر آپ تلوار کے قبضہ کی طرف ہاتھ لیجاتے تھے۔ نہ رہا گیا تو تم نے کہا، خبردار جو اب ہاتھ بڑھایا، جبھی سر قلم کر دوں گا۔ عروہ نے نظر اٹھا کر دیکھا۔

پہچانا اور کہا کیا میں نے تیری دغا بازی کے معاملہ میں تیری طرف سے کوشش نہ کی تھی۔ محبت کا یہ عالم تھا کہ جب لوگ حضورؐ کے جسد اطہر کو سپرد خاک کر کے باہر نکلے ہیں تو آپ نے عمداً انگوٹھی گرا دی۔ جس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ انگوٹھی گر گئی ہے تو نکال لو۔ چنانچہ آپ اترے اور قدم مبارک کو چھو کر نکل آئے مقصد یہ تھا کہ یہ شرف حاصل ہو جائے کہ ذات رسالتمآب سے سب سے آخر میں جدا ہونے والے مغیرہؓ ہی ہیں چنانچہ جب تک زندہ رہے اس پر فخر کرتے اور لوگوں سے یہ واقعہ بیان کرتے رہے۔

رستم کے دربار میں پرجوش تقریر

عہد صدیقی کے قریب قریب تمام معرکوں میں شریک شامل رہے۔ جنگ یمامہ میں بھی سرفروشانہ لڑے۔ عراقی فتوحات میں بھی حصہ لیا۔ رستم سپہ سالار ایران کے دربار میں جس شان ایمانی سے فرائض سفارت انجام دیئے وہ تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔

رستم نے عربوں کو بادیہ نشین سمجھا انہیں مرعوب کرنے کے لئے دربار کو خوب آراستہ کیا تھا شکوہ و شوکت کے جملہ سامان مہیا کر رکھے تھے تمام امراء زربفت دیبا و حریر کے بیش قیمت لباس میں ملبوس تھے نہایت قیمتی اور زرتار فرش بچھایا گیا تھا اور صدر میں رستم خود زرنگار تاج زیب فرق کئے بڑے رعب و جلال کے ساتھ تخت پر فروکش تھا۔ آپ عرب کے بالکل سادہ اور بہت معمولی لباس پہنے اور نیزہ ہاتھ میں لئے دراتا بڑھے چلے گئے۔ کسی آراستگی کو نظر بھر کر بھی نہ دیکھا اور رستم کے پہلو میں بے جھجک جا کر بیٹھ گئے۔ درباریوں کو یہ بیباکانہ اقدام سخت ناگوار گذرا اور ہاتھ پکڑ کر تخت سے اتار کر نیچے بٹھا دیا فرمایا:—

"ہم عرب ہیں اور حلقہ بگوش اسلام! ہمارے یہاں یہ دستور نہیں کہ ایک شخص خدا بنکر بیٹھ جائے۔ ہمارے اندر سب برابر ہیں کوئی تفریق نہیں ہم اپنی کوئی غرض لیکر نہیں آئے بلائے ہوئے آئے ہیں اس لئے تمہارا یہ برتاؤ نہ صرف مذموم ہے۔ یہی حالت رہی تو تم لوگ بہت جلد نیست و نابود ہو کر رہ جاؤ گے"

ایرانی مساوات و حریت کا یہ درس سنکر ششدر رہ گئے وہ اس کے تصور سے بھی آشنا نہ تھے۔ رستم نے کہا یہ ملازمین کی غلطی تھی پھر آپ کے ترکش سے ایک تیر نکال کر مذاقاً و تعریضاً کہنے لگا کہ ان تکلوں سے کیا ہوگا۔ فرمایا چنگاری گو چھوٹی ہو پھر آگ ہے۔ رستم نے آپ کی تلوار کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ بہت بوسیدہ ہے۔ آپ نے فرمایا مگر دھار تیز ہے۔ پھر بلہجۂ تحقیر قومی کہنے لگا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری جیسی ناچیز ناکارہ قوم ہمیں کوئی گزند و نقصان پہنچا سکتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں بہت مناسب ہے کہ تم واپس لوٹ جاؤ ہم تم میں سے ہر شخص کو اس کے رتبہ کے مطابق انعام دیں گے۔ مغیرہؓ یہ سنکر تلملا اٹھے اور ایک پرجوش اور شعلہ بار تقریر کے بعد فرمایا کہ یا تو جزیہ دینا منظور کرو ورنہ ہماری تلوار ہی تمہارا فیصلہ کر دیں گی نخوت و رعونت میں ڈوبے ہوئے رستم کو تاب ضبط نہ رہی فعل در آتش ہو کر بولا "آفتاب کی قسم طلوع آفتاب سے پیشتر میں تمہاری فوج اور تمہیں تباہ و تہ و بالا کر کے رکھ دوں گا۔" آپ واپس چلے آئے۔

کچھ بھی رستم کو غصہ تو ضرور آیا مگر وہ سفیر اسلام کے آئین و اطوار دیکھکر کچھ مرعوب ضرور ہو گیا۔ بہت زور و شور سے لڑا مگر قادسیہ کی جنگ میں مارا گیا جس میں آپ بھی شریک تھے۔

معرکہ نہاوند میں فرائض سفارت

اس کے بعد جب لشکر اسلام بڑھکر فتوحات کرتا ہوا نہاوند کے قریب خیمہ زن ہوا۔ تو چونکہ ایرانی میدان قادسیہ میں مسلمانوں کے دست و بازو کا امتحان کر چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے پھر مصالحت کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کی۔ اس مرتبہ بھی فرائض سفارت کی انجام دہی آپ ہی کے سپرد ہوئی۔ دیکھا کہ دربار کا رنگ وہی ہے وہی شان و شکوہ ہے اور وہی تزئین و آرائش ہر سپاہ سالار افواج ایران مردان شاہ اس طمطراق سے طلائی تخت پر تاج رکھے بیٹھا ہے کہ اس کے چپ و راست عجمی امراء چمکیلی تلواریں لئے کھڑے ہیں۔ آپ بھرا ہالیا دشان سے بڑھتے ہوئے چلے گئے۔ سپہ سالار نے کہا۔ جانتا ہوں کہ تم عرب ہو جن سے زیادہ بدبخت فاقہ مست تنگدست اور نجس قوم اور کوئی قوم نہیں ہو سکتی یہ انہیں کی ابتک تیری افواج قاہرہ تمہارا فیصلہ کبھی کا کر چکی ہوتیں لیکن تم لوگ تو حقیر و ذلیل ہو اس قدر ہو کہ ہم اپنے تیر بھی تمہارے خون میں آلودہ کرنا نہیں چاہتے۔ دیکھو میں سمجھاتا ہوں اب بھی تم واپس چلے جاؤ تمہیں معاف کر دیا جائیگا ورنہ اسی میدان میں تمہاری لاشیں تڑپتی نظر آئیں گی۔

"حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے متعلق جو کچھ کہا وہ صحیح ہے ہم اس کا برا نہیں مانتے واقعی اس سے پہلے ہماری یہی حالت تھی ہم ایسے ہی تھے مگر خدا نے ہمیں میں سے ہماری ہدایت کے لئے ایک پیغمبر مبعوث فرمایا جس نے ہماری کایا پلٹ کر رکھدی ہم وہ نہیں رہے اب تو ہم اللہ کے سوا کسی سے مرعوب ہونے والے نہیں اور تمہارا تاج و تخت چھین کر ہی واپس ہو سکتے ہیں اس کا فیصلہ میدان جنگ میں ہو جائیگا

کہ لاشیں جلدی سڑتی ہیں یا تمہاری:

آخر دونوں طرف سے تیاریاں شروع ہو کر جنگ کا آغاز ہو گیا مسلمان قلیل التعداد تھے معرکہ بہت خوفناک اور صبر آزما تھا۔ آخر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ آپ بھی مجاہدانہ شریک جنگ رہے۔

بصرہ و کوفہ کی گورنری

اس کے بعد عام فوج کشی کے سلسلہ میں ہر حصہ ملک پر جدا جدا فوجیں روانہ کی گئیں ان میں ہمدان کی کامیاب مہم آپ کے سپرد ہوئی نمایاں فتوحات کے بعد حضرت فاروق اعظم نے بصرہ آباد کیا تو اس صوبہ کی گورنری پر آپ ہی مامور کئے گئے آپ نے اپنے عہد میں بہت سی اصلاحیں اور ایجادیں کیں سپاہیوں کی تنخواہیں اور وظیفہ پانے والوں کے حسابات کے لئے سب سے پہلے آپ ہی نے ایک دفتر کھولا۔

بعد کو آپ ایک الزام میں ماخوذ ہوئے گو بری الذمہ ثابت ہوئے مگر بربنائے مصالح حضرت عمار بن یاسر کی جگہ کوفہ کے گورنر مقرر کر دیئے گئے جہاں آپ آغاز عہد عثمانی تک بڑی کامیابی کے ساتھ حکمرانی کرتے رہے یہ صوبہ پہلے صوبہ سے بڑا بھی تھا اور اس کی گورنری بھی بہت بڑی چیز تھی اور افضل کی جاتی تھی۔

امیر معاویہؓ کی مدبرانہ خدمات

اس کے بعد زمانہ نے پھر ورق الٹا مسلمانوں کا بڑا حصہ سیاسی و ملکی جھگڑوں میں شریک ہو گیا اور آپ بھی انہیں میں شامل ہو گئے۔ شہادت عثمانؓ کے بعد آپ نے جناب امیرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مخلصانہ مشورہ دیا کہ:

"استحکام خلافت کے وقت تک آپ معاویہؓ کو ہرگز معزول نہ کریں طلحہؓ اور زبیرؓ کو کوفہ اور بصرہ کا گورنر نامزد فرما دیں اس کے بعد جو دل میں آئے کریں۔" لیکن غیر متوقع جواب سنکر آپ ان کے سیاسی انجام کی طرف سے مایوس ہو گئے بلکہ سمجھ گئے کہ معاویہ ضرور کامیاب ہوں گے اس لئے ان کی دعوت پر شام پہنچ کر بیعت کر لی اور نہ صرف بیعت کر لی بلکہ حضرت امیرؓ کے خلاف علانیہ تقریریں کر کے لوگوں کو ابھارنے اور دعوت جنگ دینے لگے اور امیر معاویہ کو اپنی حمایت سے بیش قرار قوت پہنچائی۔

امیر معاویہؓ کتنے مدبر ہوں لیکن اگر اس وقت حضرت مغیرہ کا تدبر ان کے ساتھ نہ ہوتا تو مشکلات کا سامنا تو درکنار کامیابی بھی حاصل ہونی ممکن نہ تھی۔ زیاد گورنر فارس امیر معاویہ کا شدید ترین دشمن تھا پھر اس کے تدبر کی بھی دھاک بیٹھی ہوئی تھی دہاۃ عرب سے تھا اس کی طرف سے شدید خطرہ تھا اور فی الواقع وہ انتہائی نقصان پہنچا سکتا تھا کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا صد ہزار کوششیں ہو چکی تھیں لیکن حضرت مغیرہ نے اپنے تدبر سے اسے رام کر کے ایک عظیم خطرہ دور کر دیا۔ زیاد کے طرفدار ہو جانے سے امیر معاویہ کی قوت میں بھی بڑا اضافہ ہو گیا اور ایرانیوں کی مخالفت شدید کا خطرہ باطل ہو کر رہ گیا۔

تدبر و سیاست کے فاضلانہ مظاہر

حسن خدمات کے صلہ میں آپ کو کوفہ کی گورنری عطا ہوئی جس کے دوران میں آپ نے خارجیوں کے فتنہ کا استیصال کیا اور ستر سال کی عمر میں ۵۰ھ میں بعارضہ طاعون رحلت فرمائی گو علم و فضل میں بھی آپ ممتاز درجہ رکھتے تھے ۱۳۳ احادیث کے راوی بھی ہیں لیکن تدبر و سیاست میں آپ نے عالمگیر شہرت حاصل کی۔ غیر معمولی دل و دماغ لیکر آئے تھے اسلامی دنیا میں آپ کے تدبر کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی حضرت فاروق اعظم نے اسی بنا پر آپ کو اہم عہدے عطا فرمائے "مغیرۃ الرائے" کے خطاب سے مشہور تھے۔ اہم امور کی گتھیاں سلجھانے میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ قبیصہ نے درست کہا ہے کہ مغیرہ اس تدبر و دانش کے انسان تھے کہ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور ان میں سے ایک میں سے بھی انتہائی ہوشیاری کے بغیر گذرنا مشکل ہو تو وہ آٹھوں دروازوں سے بآسانی نکل جاتے۔

یوں تو آپ کے تدبر کے بہت سے واقعات ہیں مگر ذیل کا واقعہ بہت عجیب ہے اور کیفیت تک بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ رعایائے بحرین نے ناراضی کی بنا پر شکایت کی۔ حضرت فاروق اعظم نے معزول کر دیا۔ رعایا نے اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ پھر واپس نہ چلے آئیں وہاں کے ایک زمیندار نے ایک لاکھ کی رقم جمع کر کے دربار خلافت میں پیش کر دی کہ یہ انہوں نے سرکاری محاصل میں خیانت کر کے ہمارے پاس بطور پیش بندی امانت رکھدی تھی نہایت نازک وقت تھا اور بھی کسی کا نہیں فاروق اعظم کا زمانہ تھا سخت احتساب' رقم خطیر موجود' جیتا جاگتا گواہ تیار' بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اور کوئی ہوتا تو بدحواس ہو گیا ہوتا۔ لیکن آپ نے اس خطرناک موقع پر بھی دماغی توازن کو برہم نہ ہونے دیا اور پورے اطمینان کے ساتھ عرض کی انکار فضول ہے واقعہ صحیح ہے لیکن میں نے ایک لاکھ نہیں پورے دو لاکھ اس کے پاس جمع کرائے تھے ایک لاکھ اس نے خود دبا لیا زمیندار یہ سنکر بہت خوش تھا یکایک پریشان ہو گیا' قسمیں کھانے اور حلف اٹھانے لگا۔ مگر آپ اپنے دعوے پر قائم رہے۔ آج جیسا زمانہ نہ تھا جو ازخود فیصلہ ہو جاتا۔ معاملہ کی اہمیت دوگونہ ہو گئی تھی۔ زبردست تحقیقات ہوئی جس میں حضرت مغیرہؓ بے قصور ثابت ہو کر بری ہوئے لیکن اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے پوچھا سچ سچ کہو لیکن تم نے دو لاکھ کا اقرار کیوں کیا عرض کی اس لئے کہ اس نے مجھ پر تہمت لگائی تھی۔ معاملہ نے صورت اختیار کر لی تھی ایسی کہ مجھے بچنے کی کوئی صورت ہی نظر نہ آتی تھی بدلہ لینے اور اسے اس تہمت تراشی کا مزہ چکھانے کی صرف یہی تدبیر تھی کہ مجھے تو جو سزا ہوتی سو ہوتی مگر اسے بھی تو اسی وقت پورے دو لاکھ دینے پڑتے۔ فاروق اعظمؓ یہ سنکر بظاہر تو خاموش ہو گئے۔ لیکن اس تدبیر پر تمام صحابہ متحیر رہ گئے

قابل تقلید خصوصیت

قابل تقلید خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے کسی یونیورسٹی و کالج میں تعلیم حاصل کئے بغیر تدبیر و سیاست میں عالمگیر شہرت حاصل کر لی حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ اس وقت عرب میں نہ کوئی علمی ذخیرہ تھا نہ کوئی لائبریری تھی اور نہ کوئی سیاسی نظام موجود تھا اور نہ مل' اسپنسر' والٹر' میٹرنخ' گریبالڈی' روسو' بسمارک' زدبرک' ڈیرانٹ کی تحریریں اور اقوال رہنمائی کے لئے موجود تھے نہ تجربہ کے لئے کوئی سیاسی انجمن و پارلیمنٹ موجود تھی۔ انتہا یہ ہے کہ ملک بھر میں صرف ایک کتاب قرآن تھی وہ بھی زیادہ سینوں میں مرکوز تھی یا اس کی تفسیر و تشریح میں حضور نبی کریم کی زبانی احادیث تھیں۔ اسی ایک کتاب اور تربیت نبوی نے مسلمانوں کو قعر مذلت سے اٹھا کر عروج عزت پر فائز کر دیا اور وہ ان انسان تدبیر و سیاست میں بھی محمود عالم بن گئے ذہین آج بھی پیدا ہوتے ہیں لیکن ناقص تربیت و تعلیم انہیں نہیں بننے دیتی ان لوگوں کی تعلیم تمام تر قرآنی تعلیم تھی اور اس کے معلم تھے حضور نبی اکرم اس لئے یہ بادیہ نشین عرب اٹھکر رومیوں اور ایرانیوں کے معلم بن گئے۔

وعظ نذیر

تہمت تراشی

(یہ وعظ اس وعظ کا بقیہ ہے جو رجب کے مولوی میں شائع ہوا ہے)

ہلال بن امیہ کا واقعہ اس قسم کا ایک واقعہ بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہلال بن امیہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنی بیوی کو شریک بن سحما کے ساتھ متہم کیا حضور نے فرمایا یا تو اس پر چار گواہ لاؤ ورنہ تیری کمر پر کوڑے لگائے جائینگے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ ممکن ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر شخص کو مشغول دیکھے تو وہ گواہوں کو ڈھونڈھنے چلا جائے حضور نے دوبارہ یہی فرمایا کہ یا تو گواہ لاؤ یا کوڑے کھاؤ ہلال نے کہا کہ قسم ہے مجھے اس خدا کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں اپنے قول میں ضرور سچا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالے ضرور میرے حق میں کوئی آیت نازل کرکے میری پیٹھ کو کوڑوں کی سزا سے بچا ئینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لیکر نازل ہوئے

برادران ملت! بخاری میں ہے کہ جب آیت والذین یرمون المحصنت الخ نازل ہوئی تو حضرت سعد بن عبادہ نے اس آیت کو سنکر کہا کہ اگر میں اپنی بدکار عورت کے پاس پہنچوں اور کسی غیر مرد کو دیکھوں تو مجھے اتنا صبر کبھی نہ ہوگا کہ میں چار گواہوں کو ڈھونڈوں۔ بخدا میں تو کبھی چار گواہوں کو نہ ڈھونڈوں گا کہ وہ میرے گواہ لانے تک اپنا کام کر کے چلتا بنے میں تو گواہ لانے سے پہلے ہی اسے قتل کر دوں جب رسول اللہ نے ان کے ان الفاظ کو سنا تو انصار کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے گروہ انصار! سن بھی لیا تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس کو ملامت نہ کریں یہ بڑی غیرت والا شخص ہے۔ اب سعد بھی بولے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بخدا میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اور حق ہے لیکن مجھکو اس حکم سے تعجب ہے۔

خلاصہ حکم آیات یہاں تک میں نے سورۂ نور کی جتنی آیتیں بیان کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہوا کہ وجوب حد کے باب میں اپنی بیوی اور اجنبی عورت کو متہم کرنا برابر ہے۔ دونوں کے متہم کرنے والے پر حد قذف واجب ہو جاتی ہے۔ اس حد سے بچنے کے مختلف طریقے ہیں۔ اگر اجنبی مرد اجنبی عورت کو متہم کرے تو اس پر حد جاری کی جائے بشرطیکہ وہ گواہ پیش نہ کر سکے اگر زنا کے چار عینی گواہ پیش کر دے یا وہ عورت خود زنا کا اقرار کرلے تو متہم کرنے والے پر سے وہ ساقط ہو جائیگی بیوی کو متہم کرنیکی صورت میں ان دو صورتوں کے علاوہ تیسری صورت حد کے ساقط ہونے کی لعان ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

برادران محترم! ہماری قوم میں زناکاری کے ساتھ بہتان طرازی و افترا پردازی کا مرض بھی خطرناک صورت میں موجود ہے جس سے کسی بے گناہ کی بھی عزت محفوظ نہیں اگر تم دین و دنیا کی فلاح چاہتے ہو تو اپنے اندر سے زنا کا قلع قمع کرو کسی قسم کی بے حیائی اور بدکاری کی اشاعت مت کرو کسی پر بہتان نہ باندھو کسی شریف و بیگناہ مرد و عورت پر الزام لگانا نہ صرف یہی نہیں بلکہ انسانی تہذیب میں بھی ایک

انتہا ناپاک فعل سمجھا گیا ہے۔ پس اگر اپنی قوم کا اخلاقی تحفظ چاہتے ہو تو اسلامی حکومت تو ہے نہیں جو زانیوں اور الزام لگانے والوں شرعی سزا دے ہاں تم یہ ضرور کر سکتے ہو کہ ان لوگوں کو ذلیل و کمینہ اور ذلیل سمجھو ان کی صحبتوں سے بچو اور ان سے کسی قسم کی ہمدردی نہ کرو۔

تماشے تم نے بہتان اور کذب و افترا کے بت پر را ہم خدا بیں سے جو تم بیزار رہتے ہو
نہ لائیگا تمہارا نامہ اعمال اشک غم — ستمگر تو میں جو بخل کے طومار رہتے ہو
برا کہنے برا کہنے کا آخر یہ نتیجہ ہے — کہ تم دنیا میں ہوا شد ذلیل و خوار رہتے ہو
غلط گوئی و بدگوئی سے شرمندہ نہیں تم — کہاں تک بیکس [illegible] رہ بیمانے ناہموار رہتے ہو
مرقع خود سیہ کاری کا دکھلاتے ہو بنا کو — بس ان نقانیوں کے حیلے صنعت کار رہتے ہو

دنی الطبع اور سفلہ مزاج لوگوں کا وطیرہ

عزیزو یہ ایک ناگوار اور تلخ حقیقت ہے کہ دنی الطبع اور سفلہ مزاج اور شرارت پسند لوگوں نے ہمیشہ خدا کے نیک بندوں اور بے گناہ انسانوں پر طرح طرح کے جھوٹے اور غلط الزامات لگائے ان کی طہارت و پاکیزگی کو گندگی سے ملوث کرتے رہے اور آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ایسے لوگوں کے منہ میں لگام دینا تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔ خدا را قیامت کیوں نہیں آجاتی کہ وہ قوم جو دنیا میں خیر الامم بنا کر بھیجی گئی تھی جس کا کام یہ تھا کہ وہ خود نیک و پارسا بلکر دنیا والوں کو نیکی و پاکیزگی کا درس دے دنیا سے نفس و شیطان کی حکومت مٹائے لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور برے کاموں سے روکے وہ آج خود ہر قسم کی گندگی سے ملوث ہے بدی کی اولین محرک ہے۔ عقل و شعور کو طلاق دیکر خواہشات نفسانی کے پیچھے بھاگ رہی ہے ہر قسم کے افترا اور بہتان میں ید طولے رکھتی ہے بدکاری کی اشاعت میں دلچسپی کا اظہار کرتی ہے اور گندگی اچھال کر دنیا کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے ہائے افسوس جس کا کام دوسروں کو راہ سعادت دکھانا تھا وہ خود معصیت و سیاہ کاری کا ایک گھناؤنا مرقع بنی ہوئی ہے۔

مسلمانو! تم کب تک اپنی بداعمالیوں اور خدا کی نافرمانیوں سے خدا کے دین کو ذلیل و خوار کرتے رہوگے! کب ہوش میں آؤگے خدا سے ڈرو تقوی و پرہیزگاری اختیار کرو تم بہت ذلیل و خوار ہو چکے اور اپنی بداعمالیوں کی کافی سزا بھگت لی۔ تم چاروں طرف سے مصیبتوں پریشانیوں اور کلفتوں میں گرفتار ہو اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بدرجہا سخت اور دردناک ہے ولعذاب الاخرۃ اشد وابقیٰ

تم کیوں ذلیل و خوار اور غلام و محکوم ہو؟ تم کیوں زندہ قوموں کی ٹھوکروں سے پامال ہو رہے ہو اور تم پر زمین کی وسعتیں کیوں تنگ ہو چکی ہیں؟ اس لئے کہ تم نے اپنی بداعمالیوں سے اپنے خدا کو ناراض کر لیا ہے۔ پس اگر دین و دنیا میں فلاح و کامرانی چاہتے ہو تو ہر قسم کے گناہوں سے بچکر اور تقوی و پرہیزگاری اختیار کرکے خدا کو راضی کرو اور بے حیائی و بدکاری کے کاموں کی بیخکنی پر کمربستہ ہو جاؤ۔

اللہ تعالے ہم سب کو نیک عمل کی توفیق دیں۔ آمین

رمضان المبارک کے احکام و مسائل

ارکان اسلامی میں روزہ کو تمام عبادات پر اس حیثیت سے کہ اسے روحانی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے فوقیت اور برتری حاصل ہے ہر مسلمان عاقل و بالغ مقیم اور تندرست پر روزہ فرض ہے بشرطیکہ کوئی شرعی عذر نہ ہو روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذر یہ ہیں اگر مرض پیدا ہونے یا بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا دودھ پلانے والی کو اپنی یا اپنے بچہ کی جان کا خوف ہو تو ان تمام حالتوں اور صورتوں میں جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور عذر زائل ہو جانے کے بعد اس کی قضا دیدے سوائے حیض و نفاس کے باقی عذروں کے ہوتے ہوئے اگر روزہ رکھ لے تو جائز ہے اور روزہ دار کا کمال ہے اور ایسا بوڑھا شخص جسے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور نہ آئندہ طاقت ہونے کی امید ہو تو اسے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔

روزہ کی نیت

رمضان کے روزہ کی نیت یعنی دل سے روزہ کا قصد کرنا اور زبان سے بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ کہنا مستحب اور افضل ہے۔ اگر نیت رات ہی سے کر لی جائے اور اگر رات سے نیت نہ کی اور صبح ہو گئی اور صبح کو روزہ کا ارادہ کر لیا تب بھی روزہ صحیح ہو جائے گا اگر رات سے روزہ کا ارادہ نہ تھا اور صبح کو بھی نہ تھا دن چڑھے خیال ہوا کہ روزہ رکھ لینا چاہیے اور دن چڑھے روزہ کی نیت کر لی تب بھی کچھ حرج نہیں روزہ ہو جائے گا۔ رمضان کے روزہ میں بس اتنی نیت کرنی کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات سے سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہوگا اگر زبان سے نہ عربی الفاظ بھی کہے جو مذکور ہوئے تو مسنون و افضل ہے رمضان کے ہر روزہ کی نیت ہر روز کرنی چاہیے۔ روزہ کی نیت سے سحری کھانا بھی نیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

سحری کا بیان

سحری کھانا مسنون ہے اگر بھوک نہ ہو تو کم از کم تین چھوارے ہی کھا لے اگر اور کچھ نہ ہو تو پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے تاکہ سنت نبوی پر عمل ہو جائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ سحری کھانے میں برکت ہے اور اس کی بہت بڑی فضیلت ہے جہاں تک ہو سکے سحری کھانے میں تاخیر کرنا بہتر ہے لیکن اتنی بھی تاخیر نہیں کرنی چاہیے کہ صبح ہونے لگے مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے کچھ دیر پہلے سحری کھا لے اگر کسی نے بہت پہلے سحری کھا لی اور پھر صبح صادق تک پان اور چاء وغیرہ کھاتا پیتا رہا پھر کلی کر ڈالی تو تاخیر سحری کا ثواب مل جائے گا۔ اگر کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور جلدی میں یہ سمجھ کر کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی سحری کھا لی بعد میں معلوم ہوا کہ صبح صادق کے بعد سحری کھا لی تو روزہ نہیں ہوگا صرف قضا دینی پڑے گی۔ اگر رات کو آنکھ نہ کھلی تو بغیر سحری روزہ رکھ لے۔

مسائل رویت ہلال

شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند دیکھنا چاہیے اگر چاند نظر آ جائے تو صبح کو روزہ رکھنا فرض ہے اگر ۲۹ تاریخ کو آسمان پر ابر و غبار ہو تو احتیاط کے طور پر عوام الناس کو روزہ نہ رکھنا چاہیے۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے یعنی اگر چاند ہونے میں شک ہو اور کسی نے ۳۰ شعبان کو احتیاطاً اس نیت سے روزہ رکھ لیا کہ شاید کسی نے کہیں چاند دیکھا ہو تو اس نیت سے روزہ رکھنا جائز نہیں۔ اگر ۲۹ شعبان کو گرد و غبار کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا لیکن ایک دیندار پرہیزگار اور سچے آدمی نے آکر گواہی دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو بس چاند کا ثبوت ہو گیا۔ گواہی دینے والا چاہے مرد ہو یا عورت دوسرے دن اس گواہی پر روزہ رکھنا چاہیے۔

گواہی دینے والا مسجد میں آکر کسی قاضی اور عالم کے سامنے ان الفاظ میں گواہی دے کہ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو میرے اوپر خدا کی لعنت ہو اگر کسی پردہ نشین عورت نے چاند دیکھا ہو تو پردہ میں ہو کر گواہی دے شوہر سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنے ساتھ لیجا کر گواہی دلوا دے۔

ان چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

بھول کر کچھ کھا پی لینے سے، مسواک کرنے سے، خود بخود قے ہونے سے، خوشبو سونگھنے سے، بلا قصد حلق میں گرد و غبار یا مکھی چلے جانے سے، سر میں تیل اور آنکھ میں سرمہ لگانے سے، احتلام ہونے سے، آنکھ میں دوا یا پانی ڈالنے سے، رات کے وقت صحبت کر کے صبح صادق کے قبل نہ نہانے سے ان سب باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ان چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

ناک یا کان میں دوا ڈالنے سے، قصداً منہ بھر کر قے کرنے سے، کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلے جانے سے، ناس لینے سے، حقنہ کرانے سے، کنکر پتھر وغیرہ کھانے سے۔ بخیال غروب غلطی سے غروب سے پہلے روزہ کھول لینے سے لوبان وغیرہ کی دھونی سونگھنے سے، سگریٹ و حقہ پینے سے، اس تھوک کو نگل لینے سے جس میں خون غالب ہو، پاخانہ کی جگہ دوا استعمال کرنے سے عورت کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اگر دانتوں میں روٹی یا گوشت کا ٹکڑا رہ گیا ہو اور اس کو منہ سے باہر نکال کر کھا لے تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔ خواہ وہ کتنی ہی مقدار کا ہو، اور اگر اندر ہی اندر زبان سے نکال کر نگل لے تو اگر چنے کی برابر یا اس سے زائد ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا بیان

خود بخود قے ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ قے کم ہو یا زیادہ۔ اور اگر اپنے اختیار سے قے کی ہو اور منہ بھر کر آئی ہو تو روزہ ٹوٹ جائیگا اور منہ بھر کر نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اگر کسی نے روزہ کی حالت میں ناس لی، یا کان میں تیل ڈالا، یا جلاب میں عمل لیا اور دوا نہیں پی یا عورت روزہ کی حالت میں پیشاب کی جگہ کوئی دوا رکھ لی تو ان سب صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں۔

اگر کوئی شخص منہ میں پان وغیرہ رکھ کر سو گیا اور صبح کو آنکھ کھلی تو روزہ نہ ہوگا اس کی صرف قضا دے۔ اگر رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی اور غسل دن کو کیا تو کوئی حرج نہیں ہاں اگر بلا وجہ محض سستی سے دن بھر غسل نہ کرے تو روزہ مکروہ ہوگا اس کا گناہ ہے۔ اگر دانت سے کوئی چیز چبا کر تھوک دی تو روزہ مکروہ ہے۔ ہاں اگر مجبوری ہو تو مکروہ نہیں۔ اگر کوئی عورت غافل سو رہی تھی یا مرض کی وجہ سے مدہوش تھی اور اس سے کسی نے جماع کر لیا تو عورت و مرد دونوں کا روزہ ٹوٹ جائیگا عورت پر صرف قضا لازم ہوگی اور مرد پر قضا و کفارہ دونوں۔

اگر کسی کو روزہ میں قے ہوئی اور یہ سمجھ کر کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا قصداً کچھ کھا پی لیا تو اس پر قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہیں۔ اگر سرمہ لگانے فصد کھلوانے اور سر میں تیل ڈالنے سے یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا کچھ کھا پی لیا تو پھر قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

قضا و کفارہ کا قاعدہ کلیہ

اگر روزہ قصداً توڑا ہو یا ایسا فعل کیا ہو جس سے روزہ کا قصداً توڑنا معلوم ہوتا ہو تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے ورنہ صرف قضا واجب ہوگی روزہ توڑنے سے کفارہ اسی وقت واجب ہوتا ہے جبکہ رمضان میں روزہ ٹوٹا ہو۔ روزہ کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے اگر تھوڑے تھوڑے کر کے روزے پورے کرے یا درمیان میں ایک روزہ بھی ناغہ کر دے تو از سر نو دو مہینے کے روزے رکھنے چاہئیں۔ ہاں اگر حیض کی وجہ سے روزے ناغہ ہو جائیں تو حرج نہیں۔ اگر کسی کو متواتر دو مہینے کے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام خوب پیٹ بھر کر اپنی توفیق کے موافق کھانا کھلا دے کفارہ ادا ہو جائیگا اگر پکا کر کھانا نہ کھلائے کچا اناج دیدے تو جائز ہے اور اگر اناج کی قیمت دیدے تب بھی درست ہے لیکن کسی مسکین کو ایک سیر چھ چھٹانک سے کم نہیں دینا چاہیئے۔ اگر ایک ہی مسکین کو صبح و شام ساٹھ دن تک کھانا کھلاتا رہے تو کفارہ صحیح ہوگا مگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن کا اناج حساب کر کے دیدینا درست نہیں۔

روزہ کے مستحبات

یہ ہیں روزہ میں لغو اور فضول باتوں سے پرہیز کرے گالی گلوچ نہ کرے کسی کی غیبت نہ کرے کثرت سے عبادت کرے شب بیداری کرے اور عشرہ اخیر میں اعتکاف کرے

روزے میں یہ چیزیں مکروہ ہیں ان سے روزہ کا ثواب کم ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں جھوٹ بولنا چغلی کھانا کسی پر بہتان دھرنا کسی کو برا کہنا گالی دینا، فضول بکواس کرنا بلا ضرورت کسی چیز کو چبا کر تھوک دینا۔ روزہ کی حالت میں بلا ضرورت مجبوری ناپاک رہنا اور منہ میں تھوک جمع کر کے نگل جانا۔

چند ضروری مسائل

اگر کوئی شخص سفر میں ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے پھر قضا دیدے بشرطیکہ سفر میں سخت تکلیف ہو اور اگر سفر میں کوئی تکلیف نہ ہو یا شام تک آرام سے گھر پہنچ جانے کا یقین ہو یا راحت و آرام کا سامان موجود ہو تو ایسے سفر میں روزہ رکھنا اولیٰ ہے اگر سفر میں روزہ رکھنے کی وجہ سے سخت تکلیف اور پریشانی کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

کوئی شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس کو روزہ نقصان پہنچاتا ہو روزہ رکھنے سے بیماری بڑھ جانے یا جان ہی جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے پھر قضا کرے مگر یہ تجویز اپنے دل ہی دل سے نہ کر لے کہ بیماری بڑھ جائیگی یا جان چلی جائیگی بلکہ کسی مسلمان دیندار طبیب یا ڈاکٹر کی رائے و تجویز سے روزہ ترک کرنا چاہیئے جو ڈاکٹر یا حکیم کافر ہے یا فاسق ہے شرع کا پابند نہیں اس کے کہنے سے روزہ نہ چھوڑنا چاہیئے اس کا کوئی اعتبار نہیں اگر حکیم ڈاکٹر رائے نہ دے بلکہ خود اپنا تجربہ ہو اور یقینی اندیشہ ہو کہ بیماری بڑھ جائیگی تو بھی روزہ ترک کر دے مطلب یہ ہے کہ اس سہولت و آسانی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور بیماری کا ایک بہانہ نہ بنا لے۔

مسئلہ۔ اگر رمضان کے ایام میں کسی کا روزہ اتفاقاً کسی وجہ سے ٹوٹ گیا یا مسافر سفر سے واپس آ گیا تو افطار کے وقت تک حرمت رمضان کی وجہ سے کچھ کھانا پینا جائز نہیں۔ سارے دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے رمضان میں روزہ نہ رکھا شروع ہی سے کھاتا پیتا رہا تو قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں مگر چونکہ اس نے بلا عذر شرعی روزہ ترک کیا ہے اس لئے فرض کے گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ بلا عذر ہرگز روزہ ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

مسئلہ۔ اگر انا نے دودھ پلانے کی نوکری کی اور روزہ رکھنے کی وجہ سے بچہ کی جان جانے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے بعد میں قضا دیدے حاملہ اور مرضعہ عورتیں بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔

مسئلہ۔ روزہ کی حالت میں عورت و مرد کا ساتھ لیٹنا اور بوس و کنار کرنا جائز ہے بشرطیکہ نفس پر قابو ہو جماع کر بیٹھنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اور اگر جوانی کا اتنا جوش ہو کہ انزال کا خوف ہو یا نفس پر قابو نہ ہو تو یہ تمام باتیں ناجائز ہیں ان سے بچے۔

افطار کے مسائل

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے افطار میں جلدی کرنے والے بندے خدا کو بہت پیارے ہیں۔ نیز فرمایا جب تک مسلمان روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے دین کو غلبہ رہے گا پس روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا چاہیئے مگر جلدی کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ جلدی میں آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے ہی روزہ کھول لے بلکہ جب آفتاب غروب ہو جانے کا یقین ہو جائے تو پھر طبیعت کے شک کی وجہ سے دیر نہ کرے۔ روزہ کھولنے کی دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ یعنی اے اللہ میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا تجھی پہ ایمان لایا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔

روزہ ایسی چیز سے افطار نہ کرے جو حرام یا مشتبہ کمائی کی ہو حلال اور طیب روزی کی چیز سے افطار کرے اگر حرام چیز سے یا حرام کی کمائی سے افطار کریگا تو روزہ کا خاک فائدہ نہ ہوگا۔ چھوارے یا کھجور سے روزہ افطار کرنا سنت اور باعث ثواب ہے۔ اگر یہ دونوں چیزیں میسر نہ آئیں تو دودھ شربت وغیرہ جس چیز سے چاہے افطار کرے۔

بعض جاہلوں کا خیال ہے کہ نمک کی کنکری سے افطار کرنے کا ثواب زیادہ ہے یہ عقیدہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کا گمان ہے کہ کسی کی دی ہوئی چیز سے روزہ کھولا جائے تو روزہ کا ثواب کم ہو جاتا ہے یا روزہ

کہلوانے والے کو روزہ کا ثواب مل جاتا ہو۔ یہ عقیدہ بھی بے اصل اور گمراہ کن ہو۔

روزہ کہلوانیکا ثواب

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے تو اس کے صغیرہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں دوزخ کی آگ سے نجات ملتی ہو اور اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہو جتنا روزہ دار کو روزہ رکھنے کا۔ روزہ دار کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہیں ہوتی روزہ افطار کرانے کا ثواب سنکر صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ حضور اگر کسی میں روزہ افطار کرانے کی طاقت و گنجائش نہ ہو تو وہ کیسے اس ثواب کو حاصل کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دودھ کے ایک گھونٹ سے ہی کسی کا روزہ کہلوائیگا تو اللہ تعالے اس کو بھی وہی ثواب عطا فرمائینگے۔

نماز تراویح

چونکہ قرآن حکیم رمضان المبارک میں نازل ہوا ہے اسلئے نماز تراویح گویا قرآن پاک کی سالگرہ ہے نماز تراویح رمضان شریف میں مرد و عورت کے لیے سنت موکدہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح پڑھی ہے نماز تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے یعنی اگر بعض لوگ جماعت سے تراویح پڑھ لیں گے تو اوروں کے سر سے یہ سنت ادا ہوجائے گی۔ تراویح کی بیس رکعتیں ہی مسنون ہیں اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کرنا چاہیے جو لوگ آٹھ یا بارہ بتلاکر مسلمانوں میں نفاق انگیزی کرتے ہیں وہ عوام پر بہت بڑا ظلم کرتے ہیں ان کی باتوں پر نہیں جانا چاہیے ان کو لینے دو تم بیس ہی رکعت پڑھو اگر وہ لوگ حدیث اطاعت الٰہی سے آشنا ہوتے تو مسلمانوں کو ہرگز بیس رکعت پڑھنے سے نہ روکتے۔

نماز تراویح روزہ کے تابع نہیں ہے پس جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں ان کو بھی تراویح پڑھنا سنت ہے۔ اگر نہ پڑھیں گے تو ان پر ترک سنت کا گناہ ہوگا مسافر اور مریض جو روزہ نہ رکھتا ہو اور اسی طرح حیض و نفاس والی عورت اگر تراویح کے وقت پاک ہوجائے تو تراویح پڑھنا سنت ہے اگرچہ روزہ نہ ہو۔

تراویح کا وقت بعد نماز عشا کے شروع ہوکر صبح کی نماز تک رہتا ہے نماز عشاء سے پہلے اگر تراویح پڑھی جائے تو اس کا شمار تراویح کی نماز میں نہ ہوگا وتر کا بعد تراویح کے پڑھنا بہتر ہے اگر پہلے ہی پڑھ لے تو درست ہے۔

تراویح میں پورے رمضان میں ایک بار قرآن ختم کرنا سنت ہے اور تین مرتبہ پڑھنا بہت ہی افضل ہو۔ کم از کم ایک مرتبہ ضرور ختم کرنا چاہیے۔ قرآن کو جہاں تک ہو سکے صحیح پڑھنا چاہیے اور ترتیل کے ساتھ۔ بعض حافظوں کو زیادہ پڑھنے کا ہوکا ہوتا ہے وہ غلط سلط فرفر پڑھے چلے جاتے ہیں اور اسی کو اپنا کمال سمجھتے ہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے چاہے تمام رمضان میں صرف ایک ہی ختم ہو مگر ہو ٹھہر ٹھہر کر ہو تو وہی کافی ہے قرآن خوانی کی اجرت لینی ناجائز اور حرام ہے قرآن خوانی صرف خدا کے لئے ہونی چاہیے ہاں اگر خود مقتدی اپنی خوشی سے بغیر کچھ ٹھیرائے ہوئے دیدیں تو لے لینا جائز ہے۔

اگر کسی نے فرض نماز نہ پڑھی ہو تو تراویح کی جماعت میں شامل ہونا اس کے لئے جائز نہیں کیونکہ تراویح کی نماز عشاء کی نماز کے تابع ہے اس لئے اول عشاء کی نماز جماعت سے ادا کرے پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔ اگر عشاء کی تنہا نماز پڑھی ہو تب بھی تراویح کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔ اگر ایک شخص نے فرض کی نماز جماعت سے پڑھی ہو اور تراویح جماعت سے ادا کی ہو تو وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہو۔ ہاں اگر کسی نے فرض تنہا پڑھے ہوں تو وتر جماعت سے نہیں پڑھ سکتا۔

ایک مسجد میں تراویح کی جماعت دو مرتبہ کرنی مکروہ ہے ہاں اگر ایک امام دو مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھادے تو جائز ہے۔ اگر ایک امام ہی پوری بیس رکعتیں پڑھادے تو افضل ہے اور اگر دو امام پڑھائیں تو مستحب یہ ہے کہ ہر امام اپنا ترویحہ پورا کر علیحدہ ہو۔ اگر فرض و وتر ایک امام پڑھائے اور تراویح دوسرا امام پڑھائے تو درست ہے۔

جن مساجد میں قرآن ختم نہیں کیا جاتا وہاں کے اماموں کو چاہیے کہ تراویح میں سورہ فیل سے آخر تک دسوں سورتیں تراویح میں پڑھیں۔

ترویحہ

تراویح کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں ان میں اختیار ہے خواہ دو دو رکعت کی نیت سے ادا کرے خواہ چار چار رکعتیں کرکے پوری کرے ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر بیٹھنا مستحب ہے اس کو ترویحہ کہتے ہیں جس میں اس تسبیح کا پڑھنا افضل ہے:

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَیْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْجَلَالِ وَالْکَمَالِ وَالْبَقَاءِ وَالثَّنَاءِ وَالرِّضَا وَالْاٰلَاءِ وَالنَّعْمَاءِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَةِ وَالرُّوْحِ۔ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ

تراویح بلا عذر بیٹھکر پڑھنا مکروہ ہے۔

(بسلسلہ مضمون صفحہ ۱۳) یاد نہیں کرتا؟ آپس کا اختلاف جہاں انتظامی امور میں اختلال پیدا کردیتا ہے وہاں وہ تمام خرابیاں بھی پیدا کردیتا ہے جو کسی ایک ذات سے وابستہ ہوتی ہیں خلفائے راشدین کے بعد سے جمہوریت باوجود اسلامی تعلیم ہونے کے ہمیں کسی دور میں دکھائی نہیں دیتی۔ امیہ، عباسیہ، فاطمی، عثمانی جتنے خلفا ہوئے سب میں خلافت پدر سے پسر کو تفویض ہوتی رہی کبھی عام مسلمانوں کو دعوت نہیں دیگئی کہ وہ اپنے خلیفہ کا انتخاب کریں۔ گویا خلافت کیا رہ گئی بلکہ شہنشاہیت تھی جو تمام امرانہ شوکتوں کے ساتھ جلوہ آرا ہوگئی تھی شہنشاہیت میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر جانشین صاحب فہم و ادراک بھی ہو چنانچہ جب تک ایسے خلفا سمجھدار اور پرہیزگار رہے سلطنت جوں کی توں قائم رہی لیکن جو خلیفہ ناسمجھ ہوا اور بدقسمتی سے اسے وزیر بھی صاحب تدبیر میسر نہیں آیا وہ عیش و عشرت میں پڑکر تباہ ہوا اور اپنی قوم کو برباد کیا۔ تاتاریوں نے جب بغداد تباہ کیا تو وہ خلفائے بنو عباسیہ کی عیش پرستیوں کی صحیح سزا تھی جو انھیں ملی تیسری بہت بڑی وجہ مسلمانوں کی کمزوری کی تصوف کا تباہ کن فلسفہ تھا کسی قوم کی تعلیم سے اس کا حال و مستقبل بنتا ہے ہمیں اس کی وجہ ابھی صحیح نہیں معلوم ہے کہ یہ تصوف کہاں سے اور کیونکر مسلمانوں میں در آیا لیکن جب سے اسلام ایران میں پہنچا ہمیں تصوف ہر دور میں دکھائی دیتا ہے۔ اخلاقی تعلیم کی بنیاد تصوف کے مقولوں پر رکھی گئی ہے تصوف ایک طرف تو علم کی خاطر فنا فی العلم ہونا سکھاتا ہے دوسری طرف عشق یعنی محبت۔ اول تو مسلمان کے لئے فنا فی اللہ ہونے کی ضرورت ہی نہیں حقیقت کو داخلی طور پر جاننے کی ضرورت پیغمبر کے بعد باقی نہیں رہتی جو کچھ حقیقت تھی اسے پیغمبر نے معلوم کرکے ہمارے لئے اخلاقی اصول بنادیئے خود قرآن اسی لئے اترا کہ اخلاقی تربیت و داخلی عملی بنادیا جو کچھ روح انسانی میں پیدا ہوتی ہیں سکون پذیر ہوجائیں۔

مسلمانوں کا تاریک مستقبل

ہم مسلمانوں میں خوش فہمی رجائیت اور خوش عقیدگی اس قدر وافر رہی ہو کہ ہم نے بہت عرصہ سے صحیح صحیح واقعات کا انطباق اپنے اوپر کرنا اور ان سے نتیجہ نکالنا چھوڑ دیا ہے کبھی کوئی ناخوشگوار نتیجہ نکالنے کے لئے ہمارے ذہن، دل دماغ تیار نہیں رہے ہیں ہمارے شاعر، ہمارے مفکر، ہمارے لیڈر اور رہنما کچھ اس خوش عقیدگی سے اس قدر مانوس رہے ہیں کہ کبھی ہم نے حالات کا صحیح صحیح اندازہ کرکے صحیح نتائج نکالنے کی کوشش اور ہمت نہیں کی۔ حالی مرحوم نے مسدس لکھا اور اس میں مسلمانوں کی ابتری اور زبوں حالی کا جو صحیح نقشہ کھینچا اس سے مسلمان اور مسلمانوں کے رہنما چیخ اٹھے کہ اس سے مسلمان ناامید اور مایوس ہو جائینگے اس لئے کوئی امید افزا چیز بھی ہونی چاہیئے چنانچہ بیچارے حالی کو ایک ضمیمہ لکھکر اور شایع کرنا پڑا جس میں آیندہ کو روشن دکھایا گیا ہے اسی طرح شبلی اقبال وغیرہ جتنے مسلمان ادیب و شعراء ہوئے انھوں نے بھی اس خوش فہمی کو برقرار رکھا۔ خوش فہمی بھی حقیقت سے گریز کا ایک طریقہ ہوا کرتی ہے جب انسان اپنی موجودہ حالت کو سدھار نہیں سکتا تو آیندہ کے خود ساختہ خوشگوار خواب ہی دیکھ کر جی کو کسی نہ کسی طرح بہلا لیا کرتا ہے موجودہ باتوں میں ذرا سی بھی کوئی اچھی اور خیر مطلب چیزیں ہوتی ہیں ان کو بے انتہا وسعت دیتا ہے۔ یہی حال قوم کا بھی ہے جب قوم میں جمود، تعطل بے حسی بے عملی ہو وہ اپنی بے بسی کو آیندہ کے خواب دیکھ کر بہلاتی رہتی ہے اپنے معمولی افراد کو بطل اعظم قرار دیتی ہے اپنی معمولی تحریکوں کو آیندہ کی تعمیر کی بنیادیں قرار دیتی ہے اور تلاش میں رہتی ہے کہ کونسی ایسی معمولی اور حقیر سی چیز نظر آجائے جسے بڑھا کر اپنے تعطل کو چھپانے کی خاطر اسے معراج پر چڑھا دیا جائے یہ حالت قوم کے افراد اور تحریکوں کی قدر کرنا نہیں بلکہ اپنی بے عملی پر پردہ ڈالنا ہے یہ خوشگوار وشیریں خواب جس طرح ایک فرد کو تباہ کرکے رکھ دیتے ہیں اسی طرح آخر کار ایک قوم کو بھی زوال کی انتہائی حدوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ تاریخ سے اس قسم کی لاتعداد مثالیں مل سکتی ہیں۔ یونان، روما مصر، بابل سب معراج کو پہنچکر اسی خوش فہمی میں مبتلا ہوکر آخر کار انقلاب و زوال کا شکار ہوتے گئے۔

مسلمانوں میں یہ خوش فہمی کہاں سے آئی اور اس کے کیا اسباب و نتائج ہوئے اس کا تلاش کرنا کچھ زیادہ دقت طلب امر نہیں ہے یہ خوش فہمی یا غلط فہمی دراصل ان عالموں کی پیدا کردہ ہے جنھوں نے قرآن و حدیث سے آیتیں اور حدیثیں تلاش کرکے مسلمانوں کو قرب قیامت اور ان کی سب سے برتری و بہتری کا خوف ولالچ دلاتے رہے اور اس طرح اپنی بے عملی اور عدم صلاحیت کا جواز پیش کرتے رہے۔ قرآن و حدیث کی ان آیتوں پر کبھی زور نہیں دیا جن سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ خدا کبھی اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جس میں خود اپنی حالت بدلنے کی صلاحیت نہ ہو بلکہ اس کے بجائے قوم کو خدا کے وعدے یاد دلاتے رہے اور اس طرح ان کو بے عمل بے حس اور بے حرکت رہنے پر قائم رکھا مسلمانوں کو گویا ابتدا ہی سے یہ باور کرایا گیا کہ ان کی تقدیر ہی میں افضل ترین قوم ہونا مقسوم ہے اس لئے اگر ان کی موجودہ حالت خراب بھی ہے تب بھی خدا ان کو اس حالت میں کبھی نہ رکھے گا بلکہ چونکہ یہ قوم خدا کی پسندیدہ ترین قوم ہے اس لئے ان کے دن ضرور پھیرے گا۔ انھیں کسی قسم کا خوف ہراس اور افسوس نہ کرنا چاہیئے۔ خدا سے ناامید ہونا کفر ہے۔ اس قسم کی تلقین اور اس قسم کی ہدایت نے عام مسلمانوں کو بظاہر مطمئن یعنی بے خبر اور قانع کردیا انھیں اپنا زوال نہ حال نہ نظر آیا انہیں اپنی پستی محض چند روزہ نظر آئی انھیں یہ قوی امید بندھ گئی کہ خدا خود بخود غیب سے ایسے سامان ظہور میں لائیگا جس سے مسلمانوں کی حالت سدھر جائیگی اور دنیا کی اقوام میں وہ پھر سربلند ہو سکیں گے۔ جہاں علما نے انھیں یہ تعلیم ان کی زبوں حالی کو چھپانے کے لئے دی تھی وہاں انھیں یہ بھی چاہیئے تھا کہ وہ ناامیدی کو مٹانے کیساتھ ساتھ دوسری طرف عمل کی بھی تعلیم دیتے۔ علماء خطیب اور شاعروں کو چاہیئے تھا کہ اس امید اور وعدہ فردا جس کا وہ ہر موقع پر نام لیا کرتے تھے اس کو عملی شکل میں لانے کی بھی تدبیریں بتاتے لیکن یہ کام چونکہ مشکل تھا اسلئے ان سے نہ ہو سکا اور یوں بھی تھا کہ انھیں معلوم بھی نہ تھا کہ یہ دوسرا حصہ کس طرح عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ بے عملی کا سب سے آسان جواز یہ ہے کہ بغیر کسی قسم کی سعی کئے کسی کام کو خدا کے حوالہ کردیا جائے ہمارے دینی اور دنیوی رہنما عرصہ سے یہی کرتے رہے ہیں اور خدائی آڑ لیکر خدا کی اس برگزیدہ اور پسندیدہ قوم کو بزدل و ہوکرو دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کی تلقین کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم اس جگہ ہیں کہ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ ہمارا نصب العین کیا ہے دنیا میں ہماری کیا پوزیشن ہونا چاہیئے اور خدا نے ہمیں کس لئے بنایا تھا ہماری حالت ایسی بگڑ گئی ہے کہ ہر رہنما کی طرف آنکھ اٹھاتے ہیں لیکن اسے بھی راستہ سے دور پاتے ہیں اور پھر ہر چہار طرف خالی نظر ڈالکر متوحش ہو جاتے ہیں۔

اس زوال و ذلت کی وجہ محض یہ غلط راہبری ہی نہیں بلکہ چند نقائص اور بھی ہیں۔ علماء نے کبھی جبر و اختیار کے مسئلہ کو حل نہیں کیا یہ مسئلہ ہمیشہ مبہم اور غیر واضح ہی رہا کہ انسان اپنے افعال میں مختار ہے یا نہیں تعلقات و نیوی میں خدا اور بندے کے حدود کیا ہیں کیا خدا ہمارے تمام افعال کا مالک ہے یا ہمیں بھی کچھ اپنے ماحول کو درست کرنے کا اختیار ہے اس مسئلہ کے حل نہ ہونے کی وجہ سے ہماری قوتیں کبھی یکسو اور ایک طرف نہیں ہونے پائیں، حضرت علیؓ کے زمانہ سے لیکر ابتک یہ مسئلہ زیر بحث ہے۔ قرآن شریف میں کہیں اختیار کی تلقین معلوم ہوتی ہے اور کہیں محض صبر و شکر کی اور بظاہر اس متضاد راہ عمل نے سنکڑوں گروہ پیدا کردیئے۔ زوال و بدبختی کے زمانہ میں تعز من تشاء وتذل من تشاء کا ورد حالانکہ محض صبر کی تلقین کے لئے تھا۔ لیکن اسے جمود و تعطل پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا اور کرایا گیا۔ ہمارے دینی رہنماؤں نے کبھی لیس الانسان الا ما سعیٰ کی طرف زور دیا اور زیادہ تر وعدۂ خداوندی اور نزول مہدی کی طرف اشارہ اور ہدایت کرکے خاموش ہوتے رہے۔ دوسرا بنیادی نقص تاریخی ہے۔ خلفائے عباسیہ کا دور اسلامی تاریخ کا اعلیٰ ترین دور ہے اس زمانہ میں اسلام گویا اپنے معراج پر تھا تمام اسلامی شعائر اپنے انتہائے کمال پر تھے یہ وہ زریں عہد تھا کہ اسلامی تاریخ اپنے نقطۂ عروج پر پہنچی ہوئی کھلی سکتی

سے اس عروج پر پہنچا کہ اسلامی مفکرین و مدبرین یہ تعین نہ کر سکے کہ اب ہم کس رُخ اپنی ترقی کو بڑھا سکتے ہیں۔ ان کی افواج زمانہ کی بہترین فوجیں تھیں اس لئے مزید عسکری ترقیوں کا خیال ان کے نزدیک بے سود ہو گیا۔ ان کی تہذیب اعلیٰ ترین تھی اس لئے مزید تمدنی و تہذیبی اصلاح ان کے لئے محض ایک اصطلاح بے مفہوم تھی ان کا اخلاق زمانہ میں سب سے برتر تھا اس لئے مزید اخلاقی جلا ان کے فہم سے دور تھی ان کا مادی و دنیوی اپنے دور کی معراج پر پہنچ چکا تھا اس لئے مزید وسعت کی گنجائش اس میں ان کو نظر نہ آئی علمی فضا میں یہ حد بندی بہت کچھ مذہب کی وجہ سے بھی ہوئی علمائے مذہب نے مزید علم کی موشگافیاں شیطانی کارستانیاں گردان کر اس کثرت میں علم کو ایک حد سے زیادہ بڑھنے نہ دیا گویا وہی مذہب جو اسلام کی ترقی کا سبب بنا تھا علوم میں ترقیاں ہوئی تھیں اسی ایک حد پر پہنچ کر اس کے لئے زنجیر پا بن گیا۔ غرضکہ خالص اسلام اپنی اس انتہا کو پہنچ کر سیاسی و اقتصادی طور پر ایک ایسی منزل پر پہنچ گیا جہاں اس کے لئے مزید ترقی ناممکن تھی چنانچہ زوال و نکبت کے آثار شروع ہو گئے۔ آخرکار تاتاریوں نے اس شجر کو کھوکھلا کر دیا اس عہد زرین کے بعد جتنے مسلمانوں نے سیاسی حکومتیں قائم کیں وہ تھیں ہم تمام تر اسلامی نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ زیادہ تر فاتح کارنامے تھے جو شہنشاہیت کو قائم کرنے کے لئے شاہی حوصلوں کی بنا پر کئے گئے اور یہ سامراجی ذاتی کارنامے بھی محض چند مخصوص ہستیوں کی ذات سے قائم رہ کر انھیں وجہ سے معدوم ہو گئے جن کی وجہ سے دیگر اسلامی حکومتیں برباد ہوگئیں تھیں عسکری اور علمی فضائل محدود ہو کر رہ گئی تھیں آپس کے مذہبی مناقشات بحری کارناموں کی طرف کم توجہی اور اقتصادی قوت کا محض چند افراد میں محصور ہو کر رہ جانا یہ ایسی بنیادی کمزوریاں تھیں جن کے باعث آخرکار یہ شاندار عمارت روز بروز کمزور اور کھوکھلی ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ جب ہم بیسویں صدی کی ابتدا میں آکر آنکھیں کھولتے ہیں اور اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیتے ہیں تو پاتے ہیں کہ ہندوستان جو ایک دو صدی پیشتر مغلیہ خاندان کی عظمتوں کا مرکز بنا ہوا تھا ۱۸۵۷ء میں اپنی آخری جھلک دکھانے کے بعد اب پدرم سلطان بود کے تفکرات میں نعرہ زن ہے دنیاوی ترقیوں سے بدگمان ہے اور صرف قرآن کو اپنی دنیوی اور دینی ترقیوں کا حامل سمجھتے ہوئے بھی اسے جزدان میں بند رکھتا ہے یا بغیر سمجھے پڑھتا ہے۔ دنیائے اسلام کی آخری خلافت یعنی خلافت عثمانیہ ترکی ایک مرد بیمار بنی جا رہی ہے۔ اور اس میں ایک ایسا گھن لگ گیا ہے جس کی وجہ سے تمام کرگسان یورپ اسے نوچ لینے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کا مسلمان ترکی کو ایک ایسی قوت سمجھے ہوئے ہے جو اٹل اور بے پناہ ہے ایران روس و فرنگ کی نظر میں ایک لقمہ تر نظر آ رہا ہے افغانستان فرنگ کی سیاست کا شکار ہو چکا اور مصر میں فرنگی ریشہ دوانیاں یہودیوں کی طرح خون پینے پر تل گئی ہیں بلکہ انہوں نے اپنے چنگل میں خدیو مصر کو جکڑ لیا ہے۔

بیسویں صدی کی ابتدا سے لیکر اب تک کے حالات کا جائزہ لیجئے تمام واقعات کے اثرات اسلامی ممالک پر جو کچھ مترتب ہوتے ہیں تو حالت اور بھی افسوسناک نظر آئیگی۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم ہوتی ہے کرگسان یورپ نے اپنے مفاد کی خاطر ایک دوسرے سے ٹکر لیتے ہیں ترکی کی سلطنت جو اس وقت تک غنیمت کہی جا سکتی تھی ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی۔ مصر، عرب، فلسطین، ایران اور افریقہ کے اسلامی خطوں میں غرضکہ ہر جگہ سیاسی چالیں چلی گئیں۔ وہ تمام نعرہ اتحاد جو کافی حد تک مسلمانوں کے دلوں کو جوڑے ہوئے تھا وطنیت کے نظریوں، خود غرضی کی چالوں اور فریب کی ترکیبوں سے ختم کر دیا گیا۔ مصر ترکی کا دشمن ہو گیا عرب ترکی کے خلاف ہو گئے۔ ایران ترکی سے پہلے ہی بدظن تھا عراق کو بھی اس اتحاد سے الگ کر دیا۔ مغربی مدبرین کی سیاسی چالیں کامیاب ہوئیں اور اسلامی اتحاد فنا کی منزلوں میں پہنچ گیا۔ جمال الدین افغانی نے اگرچہ کچھ بیداری پیدا کرنی چاہی تو وہ سختی سے دبا دی گئی کیونکہ سیاست محض ایک شخص کا کام نہیں ہوا کرتا جب تک تمام قوم کے افراد میں اس کی صلاحیت پیدا نہ ہو جائے اسلامی ممالک کے سلاطین اپنی اپنی خود غرضی کے طلسمی پھندوں میں گرفتار عقل کے دشمن ہو رہے تھے جنگ کے اختتام پر جب ہم اسلامی ممالک پر نظر ڈالتے ہیں تو ہر ملک شکستہ بے روح اور اپنی حیات کے لئے غیروں کا محتاج نظر آتا ہے۔ ترکی محض ایشیائے کوچک میں محدود کر دیا گیا اس کی مغربی مشرقی اور جنوبی وسعتیں تمام تر ختم کر دی گئیں۔ ایران تو ہمیشہ سے ایک کھلونا سیاسی ملک رہا ہے اس کی حالت جیسے پہلے ناگفتہ بہ تھی تقریباً ویسی ہی باقی رہی نام نہاد ترقیاں محض دل خوش کن باتیں تھیں جس طرح وہ پہلے روس و برطانیہ کے رحم و کرم پر تھا ویسے ہی وہ بعد کو بھی رہا۔ عرب و عراق بظاہر آزاد ہو گئے لیکن مندوب کا طوق گلے میں پڑا رہا فلسطین سے جو معاہدے کئے گئے تھے ان کا پورا کرنا تو درکنار یہودیوں کو داخل کر کے ان کی آزادی اور زندگی بھی ختم کر دینے کی کوشش کی گئی۔ مصر اسمٰعیل کے زمانہ سے جیسا پابند غیر چلا آ رہا تھا ویسا اب بھی رہا اسی طرح افریقہ کے دیگر ممالک بھی غیروں کے چنگل میں گرفتار رہے۔

زمانہ ایک کروٹ اور لیتا ہے جرمنی میں ہٹلر اور اٹلی میں مسولینی دو آمر پیدا ہوتے ہیں پہلی جنگ عظیم میں جرمنی بیدردی سے کچل دیا گیا تھا چنانچہ وہاں غم و غصہ کے شعلے بھڑکتے رہے اور آخرکار تاریخی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک ہٹلر کا پیدا ہو گیا۔ اٹلی کو جنگ عظیم میں بطور حلیف کے لوٹ کھسوٹ میں مال کم ملا تھا اس لئے وہاں بھی بے چینی تھی جس سے مسولینی نے فائدہ اٹھایا اور اطالویوں کا اس قدر مضبوط کر دیا کہ وہ حبشہ کو لیکر دوسرے ملکوں پر ڈنڈے ڈالنے لگے۔ جرمنی اگر اپنی پست حالی کو دور کر کے اپنی حالت سدھار کر مطمئن ہو جاتا تو کوئی ایسا شکایت کا موقع نہ تھا لیکن اس نے حوصلہ مندی کا حریصانہ ثبوت دیا۔ یعنی اپنی طاقت کے زعم میں دوسرے ملکوں کی آزادی کا چھین کر ان پر مظالم شروع کر دئیے یہ ظاہر ہے کہ اسے کوئی برداشت نہ کر سکیگا۔ جاپان الگ دھن آنکھیں لگائے چین اور جزائر ہند و ہندوستان کو ہڑپ کر جانے کی فکر میں ہے۔ غرضکہ ظلم و خود غرضی اور فساد کے ہر طرف مظاہرے ہیں جس کے پاس ذرا سی بھی طاقت ہے وہ کمزور کو ختم کر دینا چاہتا ہے اور کر رہا ہے۔ ہر طرف بربریت اور بہیمیت آشکارا ہے ابھی تک تو بھیڑیئے لڑ رہے ہیں اس لئے بعض بھیڑیں بچ گئی ہیں جب بھیڑیوں کی جنگ ختم ہوگی تو پھر ایک بھی بھیڑ سلامت نہ رہیگی۔

شیطانیت کے اس فتنہ و فساد کے پر آشوب دور میں خود اسلامی ممالک کی حالتوں پر نظر ڈالئے۔ مسلمان ترکوں کی طرف سے بڑے خوش عقیدہ ہیں اور ترکی ان کے نزدیک ایک ایسا ملک ہے جو آہنی اور ناقابل تسخیر قوت رکھتا ہے یہ بھی ایک ایسی غلط فہمی ہے۔ ترک دول یورپ کے مقابلہ میں محض ایک

تیسرے درجہ کی طاقت ہے یا معمولی دوسرے درجہ کی یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ زمانے اب نہیں رہے جبکہ ذاتی شجاعت اور فطری بہادری جنگ کے نتائج طے کیا کرتی تھی فتح و شکست اب ہوائی جہازوں اور ٹینکوں سے طے ہوتی ہے، بم ہوائی جہاز اور ٹینک بنانے کے لئے ظاہر ہے کہ لوہا کوئلہ اور تیل کی ضرورت ہے جن ممالک میں یہ معدنیات زیادہ ہوں گی وہی ملک اب طاقتور سمجھا جائیگا۔ ترکی میں معدنیات بہت کم ہیں ساتھ ہی اس کا مالیہ بھی کمزور ہے ایسی صورت میں وہ اپنے آپ کو اتنا مسلح نہیں کر سکتا جتنا کہ وہ ممالک جن کے پاس یہ ذخائر موجود ہیں، عرصہ سے ترکی نے بیرونی قرضہ بھی لینا ترک کر دیا ہے غرضکہ ترک اپنی ذاتی شجاعت پر جس قدر چاہے بھروسہ کرے، اور ایک ایک فرد اپنے وطن پر قربان ہو جائے لیکن اس کے پاس نہ سرمایہ زیادہ ہے نہ معدنیات کے ذخائر اس لئے اگر اس کی کسی مضبوط طاقت سے جنگ چھڑ گئی تو نتیجہ زیادہ عرصہ تک ملتوی نہ رہے گا، آج کل ترکی اپنی غیر جانبداری جو کچھ قائم رکھ سکا ہے وہ اس کی اپنی جائے وقوع کی بدولت ہے بحر اسود کا دربان ہونے کی حیثیت سے روس، برطانیہ اور جرمنی سب اس کی دوستی کے خواہشمند رہے ہیں ترکی کی سیاست اس معنی میں دانشمندانہ ہے کہ تینوں کا توازن قائم رکھے ہوئے ہے اور اسی میں اس کی سلامتی مضمر ہے۔ غرضکہ ترکی کی حالت کو بحیثیت مجموعی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ موجودہ خلفشار میں اس کی ہستی اس کے اپنے اختیار میں ہے اور یہ امید تو کسی حالت میں نہیں کر سکتے کہ اسلامی دنیا کی تعمیر کا دار و مدار صرف اسی کی ذات پر ہے۔

ایران کی حالت جیسا کہ میں پیشتر تحریر کر چکا ہوں زیادہ ناگفتہ بہ رہی ہے شاہان قاچار کی فضول خرچیاں اور بد انتظامیاں تو سب کو معلوم ہیں خیال تھا کہ رضا شاہ پہلوی ایران کی حالت بالکل درست کر دیں گے لیکن تھوڑی بہت جو کچھ اصلاحات انہوں نے کی ہیں وہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے بہت ناکافی تھیں عمال کی تقرری کا وہی طریقہ رہا کہ رشوت لیکر آسامی دی جاتی تعلیم کی طرف بہت دیر میں توجہ کی گئی، فوجی قوت کو مستحکم اور جدید بنانے کی بہت کم کوشش کی گئی، خارجی پالیسی اندرونی خرابی کی وجہ سے دوسروں کے رحم و کرم پر رہی چنانچہ آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی اور روسی سیاست کا شکار ہو گیا اور جب کسی زبردست طاقت کو فرصت ملے گی اس کی ہستی تمام تر ختم کر دی جائیگی

مصر کی حالت بھی نہر سویز کی وجہ سے بہت سقیم رہی ہے۔ خدیو اسمٰعیل نے جو فضول خرچیاں کی تھیں اور قرضہ لیا تھا اس کی وجہ سے مصر جس مصیبت میں پھنسا اس سے ابھی تک نہیں نکل سکا، زغلول پاشا کی عمر فرنگی طاقتوں کو دور رکھنے میں ختم ہو گئی ۱۹۳۶ء میں سولینی فسطائیت کے ڈر سے نام نہاد آزادی جو ملی اس کی تفصیل کسی سے پوشیدہ نہیں، نہر سویز کی وجہ سے برطانوی فوجیں اب بھی وہاں براجمان ہیں اور مصر کی آزادی برائے نام کہی جا سکتی ہے۔

عراق، شام، فلسطین، عرب اور شمالی افریقہ کے ساحلی ممالک یعنی طرابلس الجزائر اور مراکش وغیرہ غلام، زیادہ اور آزاد کم ہیں عراق نیم آزاد ہے اور اپنی خارجی پالیسی میں دوسروں کا پابند۔ شام کو بھی خوش کرنے اور رکھنے کے لئے اسے نیم آزادی کا درجہ دیا گیا ہے فلسطین میں بھی گومگو کا عالم ہے۔ ابن سعود عرب میں بہ باطن تو انگریزوں کے مخالف ہیں لیکن کمزوری کے باعث تنہا ہران کے

حلیف بنے ہوئے ہیں اور آجکل سیاست ظاہری میں بہت کچھ کام کرتی ہے شمالی افریقہ کے ممالک بھی دوسروں کے پابند ہیں اور باوجود اسلامی اور قومی جوش ہونے کے بھی بے زری اور بے اسلحہ ہونے کی وجہ سے تقریباً غلام بنے ہوئے ہیں۔ افغانستان بھی ایک چھوٹا آزاد ملک ہے لیکن اس کی خارجی پالیسی اس کی اپنی نہیں ہے سامان اور ذخائر کی کمی اسے بھی دوسروں کا پابند دممنون بنائے ہوئے ہے چین، جزائر ہند چینی ترکستان اور جنوبی افریقہ کے مسلمان کوئی اپنا سیاسی اہمیت نہیں رکھتے ان کی زندگی تا ترانہ یا محکومانہ ہے۔

یہ ہے ایک مختصر سا خاکہ تمام ممالک اسلامیہ کی حالت کا جس سے ہم اخذ کر سکتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی حیثیت دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلہ میں کیا رہ گئی ہے۔ گذشتہ زمانہ میں ان کی حالت چاہے جیسی رہی ہو لیکن موجودہ حیثیت بالکل ان بھیڑوں کی طرح ہے جو کسی درندے کے دہن کے لئے وقف ہو چکی ہوں اور فی الحال خود درندوں کی آپس کی جنگ اور عدیم الفرصتی کے باعث اپنی زندگی کے دن کسی نہ کسی طرح پورے کر رہی ہوں۔

ذرا اس تباہ حالی اس بدبختی پر پھر سے غور کر لیجئے کہ وہ کیا اسباب تھے جن کی بدولت دنیا کی اقوام کے مقابلہ میں عالم اسلام کی یوں مٹی پلید ہو رہی ہے؟ اسباب زیادہ غور طلب نہیں ہیں اول تو یہی ہے کہ مسلمان دنیا کے بجائے باوجود لا تغلوا فی الدین کے حکم کے باوجود دین میں زیادہ غلو کرتے رہے دین کے حاملین نے دنیاوی امور خصوصاً دنیاوی علوم کے حصول میں پابندیاں لگا دیں یہ کہکر کہ سب کچھ قرآن میں موجود ہے اس سے زیادہ جاننے کی ضرورت نہیں ہے اس کے بجائے وہ داخلی علوم کو اہمیت دیتے رہے تصوف فلسفہ، عشق اور علم الکلام وغیرہ علوم دنیوی ہیئت و کیمیا کی طرف جو کچھ توجہ ہوئی وہ بہت کم تھی اور اس میں زیادہ انہماک مذہبی پابندیوں کی وجہ سے نہیں دیا گیا نیز ان کی زیادہ تر صرت الزاقی بھی نہیں کی گئی خدائی رموز جاننے کا طریقہ کچھ اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا اس کے باوجود دوسری قومیں باوجود کہ مہذب ہو کے دنیاوی علوم میں ترقی کرتی گئیں۔ کانوں سے کوئلہ نکالا گیا انجن ایجاد کیا گیا بجلی دریافت کی گئی مٹی کا تیل نکالا گیا وغیرہ وغیرہ چنانچہ دنیاوی امور میں دیگر قومیں ترقی کر گئیں اور مسلمان تصوف، عشق اور جنت و دوزخ کی بحثوں میں الجھے رہ گئے۔ دوسری وجہ مسلمانوں میں اختلال اور زوال آنے کی آپس میں خانہ جنگی ہے جس کی اصل بنا مذہبی ہے یعنی شیعہ سنی کی جنگ خلافت کے جھگڑے اور اس وقت سے دنیاوی حکومت کے لئے آپس میں ان دونوں کے جھگڑے جس کے اکسانے میں منافقین اور دیگر عقیدہ کے لوگوں کا کم حصہ نہ تھا، صدیوں رہے۔ آپس کے اس تفرقہ نے مسلمانوں کو کھوکھلا اگر نہیں تو کم از کم بجائے کمزور ضرور کر دیا، پھر شیعہ سنی کے علاوہ دوسرے فرقے بھی اسلام میں پیدا ہو گئے جنہوں نے اس کی بنیادوں کو اور بھی ضعیف کر دیا، ملحدوں کا فرقہ اس کی بدترین مثال ہے۔ اس آپس کے تفرقہ کی وجہ سے انھیں اس امر کا خیال ہی نہیں رہا کہ ابھی اسلام کے دیگر مخالفین سے نبرد آزما ہونا ہے چنانچہ وہ وحدت خیال و عمل جو مسلمانوں کو آپس میں متحد کئے ہوئے تھی کمزور ہوتی گئی، تنظیم و انتظام میں رخنہ آیا اور آخر کار رفتہ رفتہ ان کے اپنے فتح کئے ہوئے ممالک بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ اسپین و سسلی وغیرہ کو کون

کانگریس کا رزولیوشن

کانگریس کی یہ پرانی خواہش ہے کہ مسلمانوں کے اور ہندوستان کی دوسری قلیل التعداد اقوام کے حقوق اور مفاد کا تعین کئے بغیر ہندوستان کا اختیار حکومت ہندوستانیوں کے نام سے کانگریس کے حوالے کر دیا جائے۔ عام رائے سے کانسٹی ٹیوشنل اسمبلی منعقد ہو جس میں لازماً اس وجہ سے ہندوؤں کی اکثریت ہوگی کہ کانگریس اس میں تناسب آبادی کی بنا پر نیابت چاہتی ہے۔ کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی ہندوستان کے لئے قانون وضع کرے۔ یقیناً یہ برابر کہا جا رہا ہے کہ وہ دستور حکومت ایسا ہو جسے ہندوستان کے تمام فرقے قبول کریں۔ یہ صرف کہنے کی بات ہے۔

مسلم لیگ نہایت صاف الفاظ میں یہ اعلان کر چکی ہے کہ وہ ہندوستان کیلئے استقلال چاہتی ہے۔ لکھنؤ کے اجلاس میں استقلال مسلم لیگ کا مطمح نظر قرار پایا اور اس میں اب تک کوئی تغیر نہیں ہے۔ لیکن کانگریس نے اس کو بنیاد مشترک مان کر مسلم لیگ سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان اور مسلم لیگ کی تنظیم سے پہلے سے تمام ہندو انجمنوں اور مسلمانوں کے درمیان مسلمانوں کا یہ مطالبہ بنائے اختلاف رہا ہے کہ مرتبہ آزادی اور استقلال کی طرف قدم بڑھانے سے قبل ہندوؤں مسلمانوں اور دوسرے گروہوں کے حقوق اور اختیارات کا تعین ہو جائے۔ الہ آباد کی بے ضابطہ یونیٹی کانفرنس کی ناکامی کے بعد اس وقت تک اس کی نوبت نہیں آئی ہے کہ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے ہندو اور مسلمان نمائندے ایک جگہ مجتمع ہوں۔ مسلم لیگ کی جدید تنظیم کے بعد کئی مرتبہ اس قسم کی گفت و شنید کے امکانات پیدا ہوئے۔ ہر موقع کانگریس کے تمرد سے ناکامی ہوئی۔ کانگریس اپنے اس دعوے سے کبھی دست بردار نہیں ہوئی کہ وہ ہندوستان کی تمام اقوام کی نمائندگی کرتی ہے۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ مسلم لیگ کے مقابلہ میں ان فاش شکستوں کے باوجود بھی نہیں جو اس کو انتخابی الیکشنوں میں ہوئیں اس دعوے سے کانگریس کا مقصد صرف یہی رہا ہے کہ تمام ہندوستانیوں کا نمائندہ بنکر ہندوستان کا سیاسی اختیار انگریزوں سے حاصل کرلے اور کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی میں کوئی ایسا دستور پاس کرے جس سے اکثریت کی حکومت قائم ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ ہندوؤں سے بھری ہوئی کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی میں ان کانگریسی مسلمانوں کی مدد سے جو ہمیشہ مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہندو کانگریس کی مدد کرتے رہے ہیں ان چند مسلمانوں کی زبان بند کر دینا کیا دشوار ہے جو کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کے اس عام الیکشن میں جس میں ہندو ووٹروں کی کثرت ہوگی کسی طرح منتخب ہو کر آ جائیں جیسا کہ بارہا کہا گیا ہے۔ بالفرض اگر مسلمانوں کا الیکشن جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب سے ہو تب بھی ہندو نمائندوں کی تعداد مسلمانوں سے تین گنی زیادہ ہوگی۔ اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی سے جو دستور پاس ہوگا وہ مسلمانوں کی مرضی کے مطابق ہو۔ لہذا کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کا جو فیصلہ بھی ہوگا وہ مسلمانوں اور دوسرے گروہوں کی منظوری سے نہیں بلکہ ہندوؤں کے جبر سے پاس ہوگا۔ اس طرح یہ کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی بھی ہندو راج قائم کرنے کے لئے ایک موثر آئینی ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے مسلم لیگ اس کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کی سخت مخالف ہے۔

کانگریس بھی کامل آزادی کی دعویدار ہے اور مسلم لیگ بھی۔ مگر مسلم لیگ نے کامل آزادی کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی اس کی مکمل اسکیم پیش کی کہ وہ کس شکل میں قائم ہوگی۔ ہندو اور مسلم اکثریت کے علاقے حد بندی کرکے علیحدہ علیحدہ کر دیئے جائیں۔ ان کے علیحدہ علیحدہ کامل طور پر آزاد وفاق ہوں تاکہ کسی قوم کی حق تلفی نہ ہو۔ کانگریس نے کوئی اسکیم پیش نہیں کی وہ سارے ہندوستان کی نمائندہ بنکر کامل اختیار چاہتی ہے اور ہندوستان کی مختلف اقوام کے حقوق و مفاد کا تعین کا جب بھی۔ وا ئے ہندوؤں کے ہندوستان کی کسی قوم کو کانگریس پر اعتماد نہیں اور مسلمانوں کو تو ہرگز نہیں۔ حیرت انگیز ہے کہ مسلم لیگ نے کانگریس کے اس دعوے کو کہ وہ مسلمانوں کی بھی نیابت کرتی ہے اس طرح باطل کیا کہ خود حکومت کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ مسلمانوں کی نیابت کانگریس نہیں مسلم لیگ کرتی ہے اور ساری دنیا کے رہنما مسلمانوں کے معاملے میں مسلم لیگ ہی سے تخاطب کرتے ہیں مگر کانگریس کو حیا نہیں آتی۔

کانگریس نے مسلمانوں کو ہرانے کی اور انہیں جھکے دینے کی کوششیں کیں ان سب میں اس کو ناکامی ہوئی۔ کانگریسی وزارتوں کے زمانے میں اس نے انہیں مرعوب کرکے اپنی اطاعت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اس میں بھی ناکامی ہوئی بالآخر پھر حکومت برطانیہ کی طرف پلٹی۔ ابتداءً گاندھی جی نے بلا شرط مدد کا وعدہ کرکے حکومت برطانیہ سے اس قسم کا معاہدہ کرنا چاہا جیسا کہ کانگریسی وزارتیں قائم کرنے کے وقت انہوں نے وائسرائے سے کیا تھا، ناکام ثمر لیکن نہ معاہدہ اور حقیقت میں نہایت ذلیل۔ مگر جنگ کا زمانہ تھا اور جنگ میں مسلمان ایک بڑی طاقت ہیں۔ گاندھی جی حکومت برطانیہ کو آمادہ نہ کر سکے۔ مسلم لیگ بھی دس کروڑ مسلمانوں کی منظم تائید کے ساتھ میدان میں موجود تھی اور اس کے دعوے بہت معقول تھے بجائے اس کے کہ کانگریس حکومت برطانیہ سے مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے میں کامیاب ہوتی اس کو ۸ اگست ۱۹۴۰ء کا اعلان سننا پڑا اور وزیر ہند مسٹر ایمری کی تقریریں۔ معاً مسلمان ایک جداگانہ قوم قرار دیئے گئے مسلم لیگ کانگریس کے ہم رتبہ سیاسی انجمن تسلیم کی گئی اور ہندوستان کے عارضی اور مستقل آئندہ دستور کے لئے ہندوستانی آبادی کے اہم عناصر کی رضامندی اور اتفاق رائے لازمی شرط ٹھیری۔ ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ حکومت برطانیہ نے ہندوستان کی ملکی نوعیت آبادی کی نوعیت اور ان حالات میں جس نوعیت کی جمہوریت کی ضرورت ہے اس کو سمجھا۔ گاندھی جی کا اور کانگریس کا وہ طلسم ٹوٹا جو نصف صدی سے زیادہ کامیابی کے ساتھ قائم رہا تھا۔ گاندھی جی نے انفرادی سول نافرمانی کی۔ مگر اس دعوے کے ساتھ کہ حکومت برطانیہ کو پریشان نہیں کریں گے جنگ کی مصیبتوں میں گھرا ہوا دیکھ کر حکومت برطانیہ پر کانگریس کے جبر کی یہ پہلی قسط تھی تاکہ وہ گھبرا کر کانگریس کا مطالبہ منظور کرے اور مسلمانوں سے ایک مرتبہ پھر دغا کرے۔ یہ نہ ہوا، اتنا ضرور ہوا کہ کانگریس کو رضامند کرنے کے لئے حکومت برطانیہ نے امیدیں بڑھانے کا سلسلہ جاری

ملکا بہانہ بناکر سراسٹیفورڈ کرپس ملک معظم کی گورنمنٹ کے مسودہ اعلان کی تجاویز ہندوستان لیکر آئے وہ مسلمانوں کے حق میں کسی پہلو سے بڑی قیمتی اور کانگریس کے لئے اس کے مطالبے سے بہت قریب. مگر کانگریس کو تو سو فیصدی چاہئے اس نے وہ تجاویز مسترد کر دیں مسلمانوں کو کانگریس کے اس طرز عمل سے یہ فائدہ پہنچا کہ حکومت برطانیہ نے جو کبھی تسلیم نہ کیا تھا سر اسٹیفورڈ اور مسٹر ایمری کی زبانی اب تسلیم کیا یعنی یہ کہ کانگریس ہندوستان کی دوسری اقوام اور پارٹیوں کو بالکل محروم کر کے ہندوستان کا تمام سیاسی اقتدار و اختیار ہندوؤں کے لئے چاہتی ہے۔

گاندھی جی کے سب داؤں خالی گئے. مگر گاندھی جی ان آدمیوں میں سے ہیں جو کبھی ہار نہیں مانتے اور کبھی معقول نہیں ہوتے. انھوں نے اپنے تمام مطالبات کا ترجمہ ایک چلتے ہوئے فقرے میں کر لیا اور ہندوستان کو خدا کے خانہ جنگی کے، اختلال اور ڈکیتیوں کے حوالہ کر دیں. اس کے معنے اس کے سوا اور کیا ہیں کہ کچھ بھی ہو مسلمانوں اور ہندوستان کی دوسری قلیل التعداد اقوام کے حقوق مفاد اور اختیارات کا تعین نہ ہو۔ ابتدا ء یہ معلوم ہوا کہ وہ مسلمانوں سے اور تمام فریقوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ابتدا سے اس رزولیوشن تک جو ۱۴ جولائی کو کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے پاس کیا ہے یہی کہا گیا ہے کہ اب برطانیہ سے کسی قسم کی گفت و شنید منظور نہیں ہے، یا اس مطالبے کو منظور کیا جائے ورنہ کانگریس سول نافرمانی شروع کر دیگی. سول نافرمانی عام مختصر اور تیز. گاندھی جی سے جب یہ پوچھا گیا کہ آپ جیل جائینگے تو انھوں نے کہا کہ نہیں یہ بہت نرم چیز ہے گویا اس مرتبہ ارادے بہت بلند ہیں۔

یہ سب کاہے کے لئے. انگریز ہندوستان سے چلے جائیں۔ اس چلے جانے کی تشریح اسی رزولیوشن میں موجود ہے. وہ یہ منظور ہے کہ انگریز جسمانی اعتبار سے ہندوستان کو چھوڑ دیں اور نہ یہ کہ برطانوی اور اتحادی افواج ہندوستان سے جائیں محض یہ خواہش ہے کہ ہندوستان کا سیاسی اقتدار کانگریس کے حوالہ کر دیا جائے کیا فرق ہے اس مطالبے میں جو کانگریس نے سر اسٹیفورڈ کرپس سے کیا اور سالہا سال قبل سے کر رہی ہے. بس یہ کہ اس وقت گفت و شنید کے ذریعہ معاملہ طے ہو رہا تھا، اور برطانیہ کی طرف سے یہ جواب مل رہا تھا کہ کانگریس پورے ہندوستان کی نیابت نہیں کرتی. ہندوستانی آبادی کے اہم عناصر کو اتفاق رائے سے مطالبہ کرنا چاہئے. اب کانگریس سول نافرمانی کا طمنچہ حکومت برطانیہ کی پیشانی پر رکھکر یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ یا سیاسی اقتدار کانگریس کی وساطت سے ہندوؤں کے حوالہ کر دو ورنہ اس جنگ کی مصیبت میں عام سول نافرمانی کی ایک اور مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ. یہ رزولیوشن ۷ اگست کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں پیش ہوگا. یہ بلا اعلان حکومت برطانیہ کے لئے اس کی علامت ہے کہ کانگریس سے معاملہ کرلے.

کانگریس کی پوری تحریک میں از ابتدا تا انتہا بظاہر مقابل حکومت برطانیہ ہی ہے اور اصل میں مسلمان. وہی ایک مقصد ہے کہ بغیر مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق و مفاد و اختیارات کا تعین ہوئے کسی طرح ہندوستان کا سیاسی اختیار کانگریس کے ہاتھ میں آجائے فوری انتقال اختیارات کی موجودہ جنگ ہی اسی لئے ہے ورنہ برطانیہ کے ساتھ دوستی اور اتحاد کے وعدے اس رزولیوشن میں بھی موجود ہیں. اتحادیوں کی فوجیں بھی رہیں اور ہندوستان کا اختیار منتقل کرنے کے بعد کانگریس بھی جنگ میں پورا تعاون کریگی.

اس رزولیوشن میں یہ کیسا صاف جھوٹ بولا گیا ہے کہ کانگریس نے فرقہ وارانہ مسئلہ کو حل کرنیکی انتہائی کوشش کی مگر غیر ملکی طاقت کی موجودگی میں اس کا حل ہونا ناممکن ہوگیا.

کانگریس نے اگر واقعی کوئی انتہائی کوشش کی ہے تو وہ فرقہ وارانہ اختلافات کو بڑھانے کے لئے کی. بغیر مسلمانوں سے سمجھوتہ کئے ہوئے کانگریس کی طرف سے یہ مطالبہ کہ انگریز ہندوستان سے چلے جائیں. سول نافرمانی کا اعلان کرنا اور طے کر دینا کہ اتحادی افواج ہندوستان میں رہیں ہندوستان میں مسلمانوں کے وجود سے صاف انکار ہے اور ہندوؤں کی طرف سے اس دعوے کا اعلان ہے کہ سوائے ان کے کوئی اس ملک میں موجود نہیں ہے اور برطانوی سلطنت کی تنہا ہی وارث ہیں. مسلمان اس دعوے کو رد کئے بغیر باز نہیں رہ سکتے اسی رزولیوشن میں مسلم لیگ کی یہ توہین کی گئی ہے اور وہ ان الفاظ میں موجود "پارٹیاں برطانیہ کو متوجہ کرنے اور برطانوی طاقت کو متاثر کرنے کے لئے قائم کی گئی ہیں. اور برطانیہ کے ہندوستان کو چھوڑنے کے بعد غالباً وہ عمل کرنا بند کر دیں گی"

اس کے معنے صرف یہ ہیں کہ کانگریس ایسی صورت حال پیدا کرنیکی فکر کر رہی ہے کہ سوائے کانگریس کے ہندوستان میں کسی دوسری تحریکی انجمن قائم نہ رہ سکے مگر یہ آسان نہیں ہے۔

حکومت برطانیہ کو کانگریس کی اس تحریک سے جو دشواریاں پیش آئیں گی وہ خود حکومت برطانیہ کی غیر مدبرانہ پالیسی کا نتیجہ ہوں گی، اس نے کانگریس کے خوف سے مسلمانوں کے ساتھ انصاف کرنے میں پس و پیش کیا. مسلم لیگ ہر زمانے میں اس شرط پر خارجی حملے کے دفاع اور اپنے وطن کی حفاظت کے لئے تیار رہی کہ مرکز اور صوبوں کی حکومتوں میں اختیار اور ذمہ داری کے ساتھ اس کو شریک کیا جائے. مسلم لیگ کے مطالبات نامعقول نہ تھے اب صورت یہ ہے کہ اگر حکومت برطانیہ نے کانگریس کی اس نئی اور بظاہر سخت دھمکی سے مرعوب ہو کر مسلمانوں کے ساتھ کوئی ناانصافی کی تو مسلمان ہر ممکن طریقہ سے اس کی مخالفت کریں گے عجب نہیں کہ ہندوستان ایسی سخت تباہی میں مبتلا ہو جائے، جس کا اس وقت کسی کو اندازہ نہیں ہے -

حکومت برطانیہ اور کانگریس جو مناسب سمجھیں کریں مسلمانوں کا اس وقت بس یہی ایک فرض ہے کہ عزم و استقلال کے ساتھ اپنی قوتوں کو مجتمع اور جمع کریں اور جس سمت سے ان پر دست درازی ہو اور کتنی ہی قوت کے ساتھ ہو وہ وقت پر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ملیں.

کانگریس کے ان نعروں اور چلتے ہوئے فقروں سے متاثر ہونیکی ضرورت نہیں ہے کانگریس کی اصطلاحوں کو مسلمان اچھی طرح سمجھتے ہیں. انڈی پینڈینس کے معنے ہندو راج ہیں اور کانسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی کے معنے ہندو پانٹ کے لئے ایک پنچایت. اگر کانگریس انڈی پینڈینس (کامل آزادی) کی طالب ہوتی تو اس کا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ جس وقت مسلم لیگ نے کامل آزادی کو

اپنا مطمح نظر بنایا تھا وہ مسلم لیگ سے سمجھوتہ کرتی اگر جنگ سے فائدہ اٹھانا مقصود تھا تو اعلان اگست کے بعد مسلم لیگ سے مل کر آئین و دستور حکومت کی سکیم مرتب کرتی اور دوران جنگ میں مسلم لیگ کے اشتراک کے ساتھ ملک کی حفاظت کا انتظام کرتی ان مواقع پر بھی اگر وہ کچھ نہ کر سکی تو مسٹر راجگوپال اچاریہ کی تحریک پر اسے اس طرف متوجہ ہونا چاہیے تھا یہ تمام کوتاہیاں اور اعراض کانگریس کی بد دیانتی کی دلیل ہے۔

اس کی ایک اور بین اور صاف دلیل کہ کانگریس کا یہ مطالبہ کہ انگریز ہندوستان سے چلے جائیں، اور یہ تحریک جو گاندھی جی کی قیادت میں شروع ہونے والی ہے صرف مسلمانوں کو سیاسی اقتدار و اختیار میں شرکت سے محروم کرنے کے لیے ہے یہ ہے کہ انھوں نے ورکنگ کمیٹی میں ریزولیوشن پاس ہونے کے بعد اخباری نمائندوں سے جو گفتگو کی اس میں ایک سوال کا یہ جواب دیا "مجھے نہیں معلوم برطانوی کیا کریں گے! وہ گفتگو کس کے ساتھ شروع کریں گے گفت و شنید کرنا ان کے لیے بہت دشوار ہے کیونکہ یہ معاملہ وہ نہیں ہے کہ ایک پارٹی کو خوش کیا جائے یا دوسری کو اس (مطالبے) کے معنے صرف یہ ہیں کہ بلا شرط اور بغیر پارٹیوں یا تمام ہندوستان کی خواہشات کا ذکر کئے برطانوی طاقت ہندوستان چھوڑ کر چلی جائے"

گاندھی جی کا یہ قول کانگریس کے ریزولیوشن کی بہترین شرح ہے سارا زور اسی پر ہے کہ بغیر پارٹیوں کی خواہشات کا ذکر کئے ہندوستان کو چھوڑ دو۔

اس گفتگو کا اگلا حصہ اور بھی واضح تر ہے۔ ایک نامہ نگار نے پوچھا کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ برطانوی بلا گفت و شنید کے چلے جائیں۔ گاندھی جی نے جواب دیا اگر برطانوی گفت و شنید کریں تو یہ ان کے لئے نشان کامیابی ہوگا، اس صورت میں معاملے کی نوعیت یہ ہو رہے گی کہ وہ ہندوستان کو چھوڑ کر چلے جائیں اگر برطانوی اپنی عقل سے کام لیں کہ بغیر پارٹیوں کی خواہشات کا ذکر کئے ہوئے ہندوستان کی کامل آزادی تسلیم کر لیں تو بیشک گفت و شنید ممکن ہے۔ اس جواب کے صاف معنے یہ ہیں کہ کانگریس کو ہندوستان کا سیاسی اختیار تو ضرور چاہیے مگر وہ چاہتی ہے اس طرح کہ ہندوستان کی کوئی دوسری پارٹی اور خصوصاً مسلمان اس میں شریک نہ ہوں۔ وہ مسلمان جن کی خواہشات کا ہندوستان کی سیاست پر اثر پڑتا ہے مسلمان ہی ہیں اپنے تعصب کو چھپانے کے لئے گاندھی جی بجائے مسلم لیگ کہنے کے پارٹیاں کہدیتے ہیں، اس سے کوئی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ گاندھی جی واقعی اب بھی حکومت برطانیہ سے گفت و شنید کرنے کے لئے بیقرار ہیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اس دھمکی سے مرعوب ہو کر اور اپنے موجودہ جنگی مصائب کو پیش نظر رکھ کر حکومت برطانیہ گفت و شنید میں پیش قدمی کرے۔

اس گفتگو میں مسٹر گاندھی نے وہ شرط بھی بیان کر دی جس پر وہ گفت و شنید کر سکتے ہیں، یعنی تنہا کانگریس کو سارے ہندوستان کا نمائندہ اور ولی مان کر حکومت برطانیہ بغیر مسلمانوں کی خواہشات کا لحاظ یا ذکر کئے ہندوستان کا پورا اختیار و اقتدار کانگریس کے حوالہ کر دے۔ مگر گاندھی جی جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ ہندوستان کو خون میں نہانا پڑیگا اور اگر حکومت برطانیہ ایسی ناانصافی کریگی تو دس کروڑ مسلمانوں کو اپنے خلاف صف آرا پائیگی ہم حکومت برطانیہ سے اپیل کرتے ہیں کہ اس نے بہت سی غلطیاں کی ہیں اب نہ کرے مسلم لیگ کو اور ان دوسری پارٹیوں کو جو دوران جنگ میں ہندوستان کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے سر لینے کے لئے تیار ہیں اختیار کے ساتھ مرکز اور صوبوں کی حکومت میں

اگر کوئی مرد .... کمزوری محسوس کرے
اگر کوئی مرد .... بیکار ہوگیا ہو

جوانی کی خاص طاقت بڑھانے کا علاج

عِلاج مُفت

جب کسی مرد کی مردانہ طاقت کمزور ہو جائے جب ..... شرمندگی ہونے لگے اور مرد اپنی شرمندگی کیوجہ سے خودکشی کا خیال کرنے لگے جب کوئی مرد اپنی خاص کمزوری کی کمی کو پھر پیدا کرنا چاہے جب کوئی مرد .... کے سامنے ذلیل ہو جاتا ہو تو اس کا ایک ہی علاج ہے جس کے بعد پھر کایا پلٹ ہو جائیگی، پھر نوجوانی اپنا کام کرنے لگے گی پھر وہی مایوس مرد اپنے بدن میں ایک خاص تڑپ اور اُمنگ محسوس کرنے لگے گا. پھر اس کا جی چاہے گا کہ کوئی اس سے محبت کرے اس کی طرف دیکھے اور ....

یہ علاج ہے ہندوستان کی سب سے بڑی دوا "معجون کاشمیری" کا استعمال جس نے ہر مقوی دوا کے مقابلہ پر اپنا سکہ جمالیا ہے. اور جس کی ایک ایک خوراک مریض کے جسم میں جوانی اور شباب کا صحیح اور اصل جوش پیدا کرتی ہے. ہر خوراک سے مریض خود محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ کیا تھا اور اب جوانی کتنی تیزی سے اس کے جسم میں واپس آرہی ہے. دوا "معجون کاشمیری" کی تیاری میں ایک پہاڑی بوٹی شامل ہے. اور یہ تمام کرشمہ اُسی کی بدولت ہے. ناکارہ مرد اور وقت پر شرمندہ ہو جانے والے انسان کے لئے یہ دوا سب سے بڑی دولت ہے اور کئی سال سے ہندوستانی مارکیٹ میں اپنا سکہ جمارہی ہے. اگرچہ ایک شیشی کی قیمت چار روپے سات آنے ہے لیکن اس کو ملک کے گوشہ گوشہ تک پہنچا دینے کیلئے ایک مختصر عرصہ تک صرف ایک روپیہ قیمت لی جارہی ہے اور یہ قیمت قطعی مفت برابر ہے.

لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی مرد مایوس ہو چکا ہو. کثرت کار یا بچپن کی بے احتیاطی یا کسی مرض کے باعث جوانی کی خاص طاقت کمزور پڑگئی ہو یا وقت پر شرمندگی ہوتی ہو یا عمر کی زیادتی کے سبب کمزوری محسوس ہوتی ہو تو ایسے ہی لوگوں کے لئے دوا "معجون کاشمیری" بہترین علاج ہے. اُسے چاہیئے کہ وہ

مینیجر زنانہ دواخانہ پی بی ۱۴۳ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "معجون کاشمیری" بذریعہ وی پی پارسل منگائے. محصول پارسل سات آنے لگے گا. اس طرح ایک روپیہ سات آنے میں "معجون کاشمیری" کی پوری شیشی اُسے دیدی جائیگی. ایک مریض کو اس عاتی قیمت میں صرف ایک ہی شیشی دی جائیگی. زیادہ نہیں. ہاں! اسکی اجازت ہے کہ کئی مریض مل کر ایک ہی پارسل میں کئی شیشیاں منگالیں. کیونکہ اس طرح محصول بھی کم خرچ ہوگا. کیونکہ ایک شیشی پر محصول سات آنے لگتا ہے. اور دو شیشی سے چار شیشی تک محصول گیارہ آنے لگتا ہے.

تار کا پتہ :- "زنانہ دواخانہ" دہلی — ٹیلیفون نمبر ۲۶۸

مردکو دھات کی بیماری

اگرکسی مردکو پیشاب کرنے کے بعد یا پیشاب سے پہلے سفید رنگ کا پانی خارج ہو تو یہ بہت خطرناک بات ہے اسے جریان کی بیماری کہتے ہیں رفتہ رفتہ یہ مرض بڑھ جاتا ہے تو پھر آدمی شادی کے مطلب کا نہیں رہتا۔ اس کی قوت مردمی ختم ہوجاتی ہے۔ اس واسطے جن مردوں کو یہ شکایت ہو یعنی پیشاب کرنے سے پہلے یا پیشاب کے بعد یا بیوی کے پاس جانے سے پیشتر ہی سفید رطوبت خارج ہو جائے یا رات کو سوتے میں احتلام ہوجائے تو اس خطرناک مرض سے غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ ایک دن زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا۔

اگرچہ بعض ڈاکٹر اور حکیم اس مرض کو بہت مشکل بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسکے علاج میں کافی روپیہ خرچ ہوگا لیکن یہ انکا بھول ہے۔

جریان کا مرض صرف ایک ہفتہ میں ختم کیا جاسکتا ہے

اور صرف ساڑھے تین روپئے خرچ ہوں گے۔ دوا "جوہر اعظم" اس مرض کے لئے فوری اکسیر کا کام کرتی ہے۔ صرف ایک شیشی دوا "جوہر اعظم" سے بڑے بڑے پرانے مریضوں کو تندرستی ہوگئی۔ ۱۹۳۸ء کے انعامی مقابلہ میں بھی یہ دوا سرتاج رہی اور یقین کیا گیا کہ جوہر اعظم جریان کے مرض کا بہترین علاج ہے۔ چنانچہ اُس وقت سے آجتک اس دوا پر محصول ڈاک معاف ہے۔ جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ **منیجر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی** کے پتہ پر خط لکھ کر جوہر اعظم کی ایک شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالیں۔ ایک شیشی کی قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے۔ پارسل کا محصول ہندوستانی خریداروں سے نہیں لیا جاتا۔

آپکی نگاہ بہت کمزور ہے

اگر آپ کی نگاہ کمزور ہے، اور پڑھنے لکھنے میں دقت ہوتی ہے تو آپ کو ہندوستان کے بے شمار بڑے بڑے ڈاکٹروں اور حکیموں کے تجربہ کئے ہوئے سرمہ کا استعمال چند روز میں ٹھیک کرسکتا ہے۔ اس سرمہ کا نام "بصری سرمہ" ہے اور یہ سرمہ تقریباً تین مہینے کی لگاتار محنت کے بعد تیار ہوتا ہے۔ آنکھ میں ایک سلائی لگانے کے تقریباً چھ گھنٹے کے بعد ہی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ کہ بصری سرمہ چند روز میں قوت نگاہ بہت تیز کردے گا۔ نظر خواہ کسی باعث کمزور ہوئی ہو "بصری سرمہ" پھر اسے روشن کردیتا ہے۔ سینکڑوں مریضوں نے استعمال کرکے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے۔ (گدڑی میں لعل اسی چیز کو کہتے ہیں) ایک شیشی "بصری سرمہ" کی قیمت صرف دو روپے بارہ آنے ہے۔ اور چھ آنے محصول لگے گا۔ مندرجہ ذیل پتہ سے بذریعہ وی۔ پی۔ پارسل منگالیجئے۔ **منیجر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی**

بال کالا کرنیکی - کھانیکی دوا

ہندوستان کے متعدد ڈاکٹر حیران ہیں کہ ایک ہندوستانی نے عجیب و غریب خضاب ایجاد کردیا ہے۔ جس سے سفید بال ایک ہفتہ میں سیاہ ہوجاتے ہیں یہ خضاب لگایا نہیں جاتا۔ کھایا جاتا ہے یعنی کھانیکی دوا ہے اس دوا کے استعمال سے سر اور ڈاڑھی کے سفید بال بھی رفتہ رفتہ کالے ہوجاتے ہیں۔ جن لوگوں نے ابھی اس حیرت انگیز دوا سے فائدہ نہیں اُٹھایا وہ فوراً منگاکر دیکھیں صرف ایک ہفتہ کے استعمال کے بعد اس دوا کا زندہ ثبوت وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ یعنی جو بال ابتک سفید ہوگئے ہیں۔ ان کی جڑیں بھی سیاہ ہوجائیں گی اور آئیندہ سیاہ بال پیدا ہونگے ہندوستان کے ہزاروں مرد اور عورتیں اس عجیب ایجاد سے فائدہ اٹھا چکے ہیں ہر جگہ اس دوا نے زندہ ثبوت پیش کیا ہے۔ اس دوا کا نام **کیپشول** ہے ایک شیشی میں پورا کورس دوا ہوتی ہے۔ قیمت فی شیشی چار روپے دو آنے محصول ڈاک گیارہ آنے لگتا ہے۔ جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ ایک خط لکھ کر کیپشول کی ایک شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالیں۔

پتہ منیجر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۳۴ دہلی

ضروری مشورہ
رِی جُووین کورس استعمال کیجئے
زبردست مشورہ یہ آپ کی کمزوری سات دنوں میں دور ہو جائے گی اور آپ قابلِ فخر مرد بن جائیں گے۔
جتنی دوا ہندوستان میں کمزوری کی پھیلی ہے۔ اتنی دنیا کے شاید کسی ملک میں ہو۔ اور جتنی لوٹ یہاں کے اشتہار بازوں نے مچا رکھی ہے اور پبلک کی صحت کو برباد کر رکھا ہے۔ ایسی دنیا کے کسی خطہ میں نہیں ہے۔ کیا آپ کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلیں جب کہ آپ بھی جھوٹ اور فریب میں پھنس کر اپنا روپیہ اور صحت کھو بیٹھے ہیں۔ اس اندھیر گردی اور عام صحتوں کے برباد ہونے سے متاثر ہو کر آیورویدک اور یونانی طب کے فلاسفروں نے ایک وقت میں بیٹھ کر بڑے غور و فکر کے بعد، جریان، سستی، سرعت، انزال، احتلام، کجی، لاغری اور عام جسمانی کمزوری کا صرف سات دن کا علاج معلوم کر لیا۔ اور اس علاج سے ہندوستان کے لاکھوں انسانوں کو دوبارہ جوانی مل گئی جن کی وجہ سے ان کے گھر کی خوشی قائم رہ گئی اور ہزاروں برباد گھر آباد ہو گئے، جو لوگ جوانی کے لئے ٹکریں مارتے پھرتے تھے۔ راتوں کی تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتا کر آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتے تھے۔ آج ان کے گھروں میں جا کر دیکھو وہ اولاد سے کھیلتے نظر آتے ہیں۔ اور ان کی بیویاں ان پر سایہ کی طرح نچھاور ہوتی ہیں۔
کھوئی ہوئی جوانی کس طرح مل سکتی ہے
بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ جوانی کا علاج صرف سات دن میں ہو جاتا ہے۔ مگر ان سات دنوں کے اندر...... پاس جانے کا پرہیز بہت ضروری ہے کیونکہ اس علاج کی پوشیدہ ترکیب کے اصول میں خرابی آ جاتی ہے۔ اس لئے صرف انہی لوگوں کو یہ کورس استعمال کرنا چاہئے جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں۔ غضب کی طاقت چوتھے دن ہی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس طاقت کو سات دن تک روک لینے سے انسان برسوں طاقت سے کھیل سکتا ہے اور اس کی قوت کم نہیں ہو سکتی۔ اس علاج میں دو دوائیاں ہوتی ہیں۔ ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی، دونوں دوائیوں کے کورس کا نام "ری جووین" ہے۔ کھانے کی دوا کی پہلی خوراک حلق میں اتری اور اس نے تمام اعصاب کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا۔ اور کمزوری کو اس طرح بدن سے نکالنا شروع کر دیا جیسے گند دور کر دی۔ لگانے کی دوا بھی اپنے ایک قطرہ کا کمال دکھاتی ہے۔ عضو پر پھیلتے ہی مریض خود حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بجلی کی طرح لہریں دوڑنے لگتی ہیں اور طاقت کا سمندر ابل پڑتا ہے۔ اس کورس میں عجیب و غریب صفات بند ہیں۔ اگر کوئی تندرست انسان بھی ایک دفعہ استعمال کرے تو جوانی کا پورا سماں دیکھ لے۔
گارنٹی
اس بات کی گارنٹی تحریری دی جاتی ہے کہ ہمارے "ری جووین" کورس سے اگر سات دن میں انسان تندرست نہ ہو تو قیمت واپس کی جاتی ہے۔ اور ایک پیسہ رکھنا بُرا سمجھا جاتا ہے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ۔ یہ کورس صرف انہی لوگوں کو بھیجا جائے گا۔ جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں۔
منگانے کا پتہ
مینیجر اکسیری دواخانہ پوسٹ بکس کلاں محل (ایم۔ ڈی) دہلی

ری جووین کورس کے متعلق ڈاکٹروں ویدوں اور اطباّ کی رائیں

اکسیری دواخانہ کی بڑی زبردست تحقیقاتی ایجاد کی تمام ہندوستان میں دھوم مچ گئی

کمزور مردوں پر احسانِ عظیم

ڈاکٹر محمد عظیم صاحب ۔ایل۔ایم۔ایس۔لاہور

آپ نے ری جووین کورس ایجاد کرکے ملک و قوم کی دعائیں لی ہیں۔ اب تک اس قسم کی دوائیں ناکام رہی تھیں۔ مگر اس ایجاد کی کامیابی دیکھ کر مبارکباد دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے مریضوں کو ری جووین کورس کا بھی مشورہ دیا کروں گا۔

ڈاکٹر شنکر داس ۔ایم۔بی۔بی۔ایس۔ملتان

ری جووین کورس جس کے متعلق میں عرصے سے سن رہا تھا کہ نامرد مریضوں کے لئے ویدک و یونانی کی اکسیری ایجاد ہے۔ آخر تجربہ کرنے کا موقعہ ملا۔ میں نے اس کو چند مریضوں پر استعمال کرا کے کامیابی دیکھی۔ واقعی اس ایجاد پر آپ کو فخر کرنا چاہیئے۔

سوامی ہری داس وید اچاریہ (سورت)

دنیا میں ویسے تو بڑے بڑے کشتہ جات (بھسم) جیون کی (زبلتا) کمزوری کو دور کرنے کے ایجاد کئے ہیں مگر کسی کے متعلق یقین نہیں کیا جا سکا کہ فائدہ کرے آج میں خوش ہوں کہ آپ نے ایسی (اوشدھی) دوا تیار کر کے جاتی کے موجود زبلتا کے روگوں کو دوبارہ جنم دلایا ہے۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اب مجھے اس اوشدھی کا پرچار کرنے میں بہت خوشی حاصل ہو گئی ہے۔ ایک درجن ری جووین کورس میرے پتہ پر بھیجنے کی کرپا کریں۔

گیانی پرتاب سنگھ وید بھوشن

کہتے ہیں کہ ہزاروں برس پہلے لوگ ایسی اوشدھیوں (دواؤں) کو جانتے تھے جن سے لوگ دوبارہ جوانی کو پا لیتے تھے۔ مگر اس کے بعد کوشش ز سب نے ہی کی مگر کامیابی کسی منش (انسان) کو نہ ہو سکی۔ ایشور آپ پر کرپا کریں کہ آپ نے بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ کمزوری سستی کے مریضوں کو میں آپ کی ایجاد کے سیون (استعمال) کرنے کی طرف توجہ دوں گا۔

پروفیسر ہردے نرائن (سندھ)

ری جووین بہت بڑی ایجاد ہے جس کے متعلق میرے دوستوں نے بتایا کہ یہ اس زمانہ کی کایا کلپ ہے اور اس سے بڑے بڑے فائدے کمزور انسانوں کو ہوتے ہیں۔ میں اپنے دو دوستوں کو اس ایجاد کے استعمال کی سفارش کر رہا ہوں اور ایسی ایجاد کی نسبت جتنی شہرت ہو کم ہے۔

مولوی محمد نور الاسلام صاحب (ہزاری باغ)

حق بات کو چھپانا گناہ ہے اس لئے میں اس بات کو ظاہر کرنے میں بے باکی سے کام لے رہا ہوں کہ ری جووین کورس کی ایجاد صرف اس لئے ہی نہیں ہے کہ لوگ عیاشی یا بدمعاشی کے لئے استعمال کریں۔ بلکہ اس دوا سے دماغی کمزوری۔ اعصابی کمزوری اور بہ تقاضائے عمر کمزوری کو دور کر کے انسان بہت خوش اور تندرست رہ کر زندگی بسر کرتا ہے۔ اچھی ایجاد کی تعریف نہ کرنا گناہ ہے۔

(کیپٹن) ایم۔ ای۔ اشرف علی صاحب (پٹنہ)

میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب میں نے آپ کی شہرت یافتہ دوا ری جووین کورس کو استعمال کیا اور اس کے عجیب و غریب اثرات دیکھے۔ میرے جوڑوں میں اکثر درد رہا کرتا تھا۔ جگر کی خرابی کی وجہ سے جسم میں خون نام کو نہ رہا تھا۔ دماغ کام کی وجہ سے تھک جاتا تھا۔ اسی وجہ سے قوت جسمانی بھی کمزور ہو گئی تھی۔ مگر اس دوا کے استعمال سے جب ان امراض کو فائدہ ہو گیا تو میں تعجب میں رہ گیا۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ری جووین کورس اپنے فوائد کے لحاظ سے نایاب اور بیش قیمت ایجاد ہے۔ جنگ لگنے سے پہلے مجھے ایک اسسٹنٹ سرجن نے بھی مشورہ دیا تھا۔

"کہ یہ اچھی دوا ہے"

مگر تجربہ پر اچھی ہی نہیں بلکہ بیش قیمت چیز ثابت ہوئی۔

ری جووین کورس۔ دنیا کی عجیب ایجاد ہے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ

پتہ: اکسیری دواخانہ پوسٹ بکس ۱۴۶۲ کلاں محل (ایم ڈی) دہلی

اپنے شہر کے بڑے دوافروشوں سے بھی طلب کر سکتے ہیں

مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ

ہو برسے پانی برسا جسکی وجہ سے زمین کا سبزہ مل جل کر نکلا ہو

مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰٓى اِذَآ

جسکو آدمی اور جانور کھاتے ہیں یہاں تک کہ جب

اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ

وہ زمین اپنا بناؤ سنگھار کر چکی اور اُس کے مالک

وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ

سمجھنے لگیں کہ وہ کھیتی اُن کے ہاتھ لگ گئی

اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا

تو یکدم رات کو یا دن کو اُس پر ہمارا حکم آپہنچے اور ہم اُس کو

حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ

کاٹ کر ڈھیر کردیں اور یہ معلوم ہو کہ کل وہ یہاں تھی ہی نہیں اسی طرح

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○

ہم قدرت کی نشانیاں غور کرنے والی قوم کے لئے تفصیل بیان کرتے ہیں

تفسیر اوپر کی آیت میں مجمل طور پر بتایا تھا کہ دنیوی زندگی ناپائیدار ہے جس مال و منال اور عیش و طرب پر انسان ریجھا ہوا ہے اور جسکی وجہ سے کفرانِ نعمت اور اللہ سے غفلت کرتا ہے وہ فانی ہے۔ اسی کی تفصیل و توضیح ان آیات میں کی گئی ہے اور انسانی زندگی کو سبزہ کی زندگی سے تشبیہ دیکر فنائے حیات اور زوالِ قوت کا نقشہ اہلِ بصیرت کی آنکھوں میں کھینچ گیا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ جب آباءِ علویہ امہاتِ سفلیہ میں تاثیر کرتے ہیں کائناتِ آسمانی کے اثر سے زمین سے بخارات اٹھتے ہیں اور پھر اُن میں انقلاب و استحالہ ہو کر پانی کی شکل میں اوپر سے بارش ہوتی ہے اور شکمِ زمین میں یہ پانی پہنچتا ہے مٹی اور پانی کا امتزاج ہوتا ہے اس خلط ملط سے سبزہ اُگتا ہے جسکو آدمی اور مویشی کھاتے ہیں زمین سرسبز ہوجاتی ہے کھیت لہلہانے لگتے ہیں غلہ کی بالیاں پک جاتی ہیں کاشتکار کو یقین ہوجاتا ہے کہ عنقریب کل پرسوں میں اِس کو کاٹ لونگا اور اس پر قبضہ کرلونگا یکدم کوئی آندھی اولہ بجلی وغیرہ ناگہانی مصیبت آتی ہے سرسبز اور لہلہاتے کھیت کو صاف کردیتی ہے روئیدگی بالیدگی اور تمام سرسبزی فنا ہوجاتی ہے ہریالی کے بجائے خاک اُڑنے لگتی ہے بھوسہ کا تنکا تنکا ہوا میں منتشر ہوجاتا ہے اور کاشتکار حسرت کے ساتھ سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ یہی حال انسانی زندگی کا ہے مردانہ جوہر کا نزول ہوا، زمینِ رحم نے اُس کو قبول کیا مردانی اور نسوانی جوہر کے اختلاط سے مادۂ حیات تیار ہوا چند روز کے بعد حسین و جمیل مورتی پیدا ہوئی۔ رفتہ رفتہ بڑھتی گئی جوانِ رعنا بن گئی فصلِ جوانی کی بہار آئی پھول پھل آئے خوشہ چینی کا وقت آنے ہی کو تھا کہ یکدم یا تدریجی حوادث کا ہجوم ہوا ناگہانی مرض یا کسی اور مصیبت نے آگھیرا، اسبابِ عیش خاک میں مل گئے حسن و جوانی فنا ہوگئی چہرہ زرد پڑ گیا سبزۂ زندگانی خشک ہوگیا ایک ایک ریزہ ہوکر ہوا میں اُڑنے لگا پاؤں میں روندا جانے لگا خاک سے نکلا تھا پھر خاک میں مل گیا کوئی امید بر نہیں آئی داغِ حسرت سینہ میں رہا۔ اعزا اقارب مال و منال اہل و عیال دولت و جاہ حکومت و سطوت عزت و شوکت تباہ ہوگئی جس بے ثبات حسن، ناپائیدار جوانی، فانی عیش اور چند روزہ جاہ و حشم پر پھولا نہ سماتا تھا اُس کا نام نشان بھی نہ رہا۔ چشمِ بصیرت اور نورِ حقیقت کی ضرورت ہے دانشمند اور سمجھنے والے انسان ایسی تمثیلات و تشبیہات سے عبرت اندوز ہوسکتے ہیں۔ آیاتِ قدرت اور آثارِ نیچر کو دیکھ کر خلاقِ عالم اور کارسازِ مطلق کی ہستی اور اُس کی قدرتِ کاملہ پر استدلال کرسکتے ہیں۔ پس دعوتِ غور ہے اہلِ بصیرت کو اور ندائے تفکر ہے نکتہ رس دماغ رکھنے والوں کو۔

مقصودِ بیان :۔ انسانی زندگانی کو سبزہ کی زندگی سے تشبیہ دیکر زندگانی کی بے ثباتی کا چند وجوہ سے اثبات۔ پانی اور مٹی کے اختلاط سے سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ مرد اور عورت کے جوہر کے امتزاج سے انسان بنتا ہے۔ سبزہ کے جمنے پیدا ہونے اور بڑھنے پر طرح طرح کی امیدیں اس سے وابستہ ہوتی ہیں۔ انسان کے حمل پیدائش اور تدریجی بالیدگی بھی دلکش ہوتی ہے۔ کبھی عین بہار کے وقت کسی ناگہانی مصیبت کی وجہ سے سبزہ سوکھ جاتا ہے۔ انسان بھی کبھی عالمِ جوانی میں کسی اتفاقی حادثہ یا مرض کی وجہ سے مرجاتا ہے۔ کبھی سبزہ اپنی عمرِ طبعی کو پہنچ کر زرد پڑ جاتا اور خشک ہوجاتا ہے اُس کا بھوسہ بن جاتا ہے۔ بھوسہ ہوا میں اڑجاتا اور خاک میں مل جاتا ہے۔ انسان بھی بڈھا ہوکر کمزور ہوجاتا اور بالآخر مرکر مٹی میں مل جاتا ہے، اس کا ذرہ ذرہ خاک ہوجاتا ہے، خاک ہوا میں اُڑجاتی ہے۔ وغیرہ۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ

اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسکو چاہتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ لِلَّذِيْنَ

چاہتا ہے سیدھا راستہ بتا دیتا ہے جن لوگوں نے

اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ

نیکی کی اُن کے لئے بھلائی بھی ہے اور کچھ زیادتی بھی اور اُن کے چہروں پر

وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

نہ سیاہی چھوئی نہ ذلت یہی لوگ

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ

جنتی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور جن لوگوں نے

كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ ۭ بِمِثْلِهَا ۙ

بُرے کام کئے اُن کو اُن کی بُرائی کی برابر سزا ملے گی

وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ

اور اُن پر ذلت چھا جائیگی اُن کو خدا سے کوئی بچانے والا

عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ

نہ ہوگا معلوم ہوگا کہ اُن کے چہرے اندھیری رات کے

قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

ٹکڑوں میں چھپا دیے گئے ہیں یہی لوگ

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے

تفسیر اوپر کی آیات میں دنیا کی بے ثباتی اور حیاتِ انسانی کی ناپائیداری بیان کرکے اہلِ بصیرت کو دعوتِ فکر دی تھی اور جو لوگ اس زندگانی پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں خوش بیانی کے ساتھ اُن کی بیوقوفی کا اظہار کیا تھا۔ اِن آیات میں بتانا چاہتا ہے کہ یہ عالم اگرچہ ناپائیدار ہے مگر بیکار نہیں۔ یہ کشتِ آخرت ہے۔ مرنے کے بعد وہ جنس کاٹنی ہے جو یہاں بوئی تھی۔ اصل رہنے کا مقام دارِ آخرت ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ :- اگرچہ بیوقوف لوگ اس دنیا کو دارِ اقامت سمجھے ہوئے ہیں اور اسی کو مقصودِ اصلی جانتے ہیں مگر درحقیقت یہ عافیت اور سلامتی کا مقام نہیں ہے بلکہ دارِ نجات دوسرا ہے یہ اُس کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اللہ تمام انسانوں کو عام دعوت دے رہا ہے کہ آبدی نجات اور دائمی سلامتی کے گھر کی طرف آؤ۔ یہ دعوت اگرچہ عام ہے مگر اس پر لبیک کہنے والے اور ندائے الٰہی کو قبول کرنے والے وہی ہیں جن کو اللہ سیدھے راستے پر ڈال دیتا ہے (صراطِ مستقیم راہِ اسلام ہے اور راہِ اسلام میں بھی راستی کے درجات مختلف ہیں۔ عام مسلمانوں کا راستہ محض ایمان و یقین ہے۔ خاص اہلِ ایمان کی راہ عین الیقین ہے اور مخصوص محسنین کا طریقہ حق الیقین ہے۔ اوّل گروہ اہلِ برہان ہے۔ دوسرا کاشفِ اسلام اور اہلِ بیان ہے اور تیسرا صاحبِ عرفان اور اہلِ عیان ہے)۔ اس دنیا میں جو لوگ اچھا بیج بوئیں گے آخرت میں اُن کو اچھا ثمر ملیگا اور اصل تخم سے کہیں زائد ملیگا۔ اُن کو عمر کی بربادی اور کوشش کے رائگاں ہونے کا نہ غم ہوگا۔ نہ دوسرے کاشتکاروں کے سامنے ذلت و رسوائی ہوگی۔ اللہ کے سامنے بھی معزز ہونگے اور بندوں کے سامنے بھی سرخرو۔ اور جن لوگوں نے ردّی بیج بویا ہے اُن کے پھل اور پیداوار میں بھی اُتنی ہی خرابی ہوگی جتنی تخم میں تھی دوسرے کاشتکاروں کے سامنے بھی پیداوار اٹھاتے وقت ذلیل اور شرمندہ ہونگے اور اللہ کی نظر میں بھی رسوا۔

تنقیحِ مبحث حُسْنٰی سے مراد جنت اور زِیَادَۃٌ سے مراد جنت کے علاوہ دوسری نعمتیں ہیں۔

بعض مفسرین کے نزدیک حُسْنٰی سے مراد وہ ثواب ہے جو نیکیوں کی برابر ہوگا اور زِیَادَۃ سے مراد دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ تک اجر ہے۔ بعض کا قول ہے کہ زِیَادَۃ سے مراد مغفرت اور رضوانِ الٰہی ہے لیکن اکثر اہلِ تحقیق کے نزدیک حُسْنٰی سے مراد جنّت اور زِیَادَۃ سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔ شیخ عکبری نے تبیان میں لکھا ہے کہ حضورِ اقدس ؐ نے اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے۔ صحیح مسلم ابن ماجہ ترمذی اور مسند احمد میں بھی یہی تفسیر مروی ہے۔ صدیق اکبرؓ، حذیفہ بن یمانؓ، ابن عباسؓ، سعید بن مسیبؒ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، ابن سابط، مجاہد، عکرمہ، عامر، عطاء، ضحاک، حسن بصری، قتادہ، سدی اور ابن اسحاق وغیرہ سے بھی یہی روایت ہے۔ اس کی تائید میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ اور یہ تفسیر تقریباً حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہے۔ ابن جریر نے مختلف احادیث اسی کی تائید میں نقل کی ہیں۔

مقصودِ بیان :- آیت دلالت کر رہی ہے کہ دعوت عمومی اور ہے اور ہدایت خصوصی اور۔ گویا امرِ دعوت اور ہے اور ارادۂ ہدایت علیحدہ چیز ہے۔ عمومِ دعوت اظہارِ رحمت ہے اور خصوصی ہدایت اظہارِ حکم و قدرت۔ ہدایت خاص خدا کے دستِ قدرت میں ہے۔ جو شخص مرتے دم تک گمراہی پر اڑا رہا اُس کو ہدایت کرنا اللہ نے نہ چاہا۔ نیکو کاروں

کو نیکیوں کا بدلہ بھی ملے گا اور مزید انعامات سے بھی سرفراز ہونگے اور اُن کی عزت بھی کی جائیگی اور جنت میں ہمیشہ ابداآباد تک رہینگے بدکاروں کو صرف اُن کی بدی کا عوض ملے گا اُن پر زیادتی نہ ہوگی۔ اگر وہ کافر ہیں تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور اُن کے مُنہ قیامت کے دن سیاہ ہونگے اور وہ ذلیل بھی ہوں گے۔ وغیرہ

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ

اور جس دن کہ ہم ان سب کو جمع کر کے مشرکوں سے

لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ

کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ پر ٹھیرو

فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ

اس کے بعد اُن میں باہم پھوٹ ڈالدینگے اُن کے شرکار کہینگے کہ تم

إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۝ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا

ہماری تو پرستش کرتے نہ تھے بس اللہ ہمارے تمہارے درمیان

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ

شہادت دینے کے لئے کافی ہے ہم تو تمہاری پرستش سے

لَغَافِلِينَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ

بالکل بے خبر تھے وہاں ہر شخص اپنے گذشتہ کئے ہوئے اعمال کو

مَا أَسْلَفَتْ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ

جانچ لے گا اور سب کو اللہ کے پاس لوٹا کر بھیجا جائیگا جو ان کا مالک

الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ ۳۰ ع

حقیقی ہے اور جو کچھ وہ افترا بندی کیا کرتے تھے سب کھو جائے گی

تفسیر | **تحقیق اجزاء** { حشر کے لغوی معنی ہیں جمع کرنا۔ یہاں قبروں سے نکال کر میدان قیامت میں جمع کرنا مراد ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ حشر موت ہے۔ شاید مجاہد کی مراد اس تفسیر سے یہ ہے کہ حشر قیامت دور نہ سمجھو۔ جو مر گیا اُس کا حشر ہو گیا۔ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا سے عام مشرکین مراد ہیں جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی اور کی پوجا کرتے ہیں خواہ فرشتوں کی

دیوتاؤں کی جنات کی ارواح انبیاء و اولیاء کی یا عناصر و کواکب کی یا مورتوں کی یا یونہی غیر اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ہر کاروبار میں اُن کو پکارتے اور اُن کی نذر نیاز کرتے اور بھینٹ چڑھاتے ہیں یہ سب غیر اللہ کے پرستار ہیں بلکہ جو لوگ ہوا و ہوس، شہرت، دولت اور حکومت کے پجاری ہیں وہ بھی مشرک ہیں اُن سے بھی قیامت کے دن مذکورہ الفاظ کہے جائینگے۔

شُرَكَاء سے مراد علامہ عکبری صاحب تبیان کے نزدیک بت ہیں جن کو مشرکین اپنے خیال میں روزی مال اور اولاد کا داتا سمجھتے تھے اور قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں اپنا سفارشی جانتے تھے۔ قیامت کے دن اللہ اُن کو گویائی عطا کر دیگا۔ رازی اور صاحب سراج کا قول ہے کہ اُن کو وقتی زندگی بھی عطا کر دیگا۔ بیضاوی نے بعض اہل تفسیر کا قول نقل کیا ہے کہ مسیح اور ملائکہ مراد ہیں۔ خطیب نے لکھا ہے کہ ہر وہ چیز مراد ہے جو اللہ کے سوا پوجی گئی خواہ شیطان ہو جن ہو آدمی ہو فرشتہ ہو یا بت ہو۔ یہی قول بہتر ہے اور تعمیم مقام کے بھی مناسب ہے۔

زَيَّلْنَا کے معنی ابن کثیر نے لکھے ہیں کہ ہم مشرکوں اور اُن کے معبودوں کو ممتاز کر دینگے۔ بیضاوی اور خطیب نے فَرَّقْنَا ترجمہ کیا ہے یعنی ہم مشرکوں اور اُن کے معبودوں کو جدا جدا کر دینگے۔ اُس روز عابد و معبود کی جگہ علیحدہ علیحدہ ہوگی اور ایک کا دوسرے سے رشتہ منقطع ہو جائے گا اور مشرکوں کی وہ امید پوری نہ ہوگی جو دنیا میں کیا کرتے تھے کہ یہ معبود قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں ہماری سفارش کرینگے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ :۔ قیامت کے دن سب کو جمع کر کے مشرکوں سے خطاب کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ تم اپنی جگہ ٹھیرو اور وہ باطل معبود جن کی تم پرستش کرتے تھے اور اپنے خیال میں اُن کو صفات و قدرت میں خدا کا شریک اور سفارشی جانتے تھے اپنی جگہ ٹھیریں۔ اس کے بعد اللہ اُن معبودوں سے مشرکوں کا رشتہ اتصال منقطع کر دیگا اور دونوں گروہوں میں جدائی ہو جائیگی اور مشرکوں کا وہ زعم غلط ثابت ہوگا کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اور شرکاء اپنی پاکدامنی اور بریت ظاہر کرنے کے لئے کہینگے اور اللہ کی قسمیں کھا کر خدا کو گواہ کرتے ہوئے کہینگے کہ تم ہماری پرستش ہرگز نہ کرتے (بلکہ اپنے وسوسوں اور نفسانی خواہشات کے پرستار تھے جس کو چاہا تم نے معبود و مسجود بنا لیا) ہم کو تو تمہاری پرستش کا پتہ بھی نہیں جب مشرکین و شرکاء کا باہمی فیصلہ اور انقطاعی مکالمہ ہو چکیگا اور اہل شرک کو سفارش کی امید باقی نہ رہیگی تو اعمال و افعال کی طرف رجوع ہوگا جس نے دنیا میں جیسا کیا ہے ویسا بھگتنا پڑیگا۔ جھوٹے معبود کافور ہو جائیں گے ہر قسم کی بہتان تراشی اور شرک بندی زائل ہو جائیگی صرف ایک مولیٰ اور سچا مولیٰ رہ جائیگا اور اُس کی طرف سے سزا جزا اٹھانی پڑے گی۔

مقصود بیان مشرک کی پرزور تردید مشرکوں کے زعم فاسد کی پرشوکت الفاظ میں بیخ کنی۔ اس امر کی صراحت کہ حشر سب لوگوں کا ہوگا معبودان باطل کا کوئی رشتہ مشرکوں سے نہ ہوگا۔ آیت سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جن دیوتاؤں پیروں فقیروں اور عناصر و کواکب کی پرستش یہ پجاری کرتے ہیں ان کو انکی پوجا کا علم بھی نہیں چہ جائیکہ خوش ہونا اور مدد کرنا اس امر کی صراحت کہ غیر اللہ کی پرستش درحقیقت اپنے نفس اور خواہش نفس کی پرستش ہے جس کو دل چاہا مسجود بنا لیا۔ بالآخر ہر شخص کا رجوع اپنے اعمال ہی کی طرف ہوگا جیسے اعمال ہونگے ویسی سزا دی جائیگی۔ جو منہ آیا ہے مستنبط ہوتا ہے کہ شائبۂ شرک سے بھی پرہیز لازم ہے جس بات میں شرک کی آمیزش ہو اس سے بھی کنارہ کشی ضروری ہے۔ مشرکین کے حق میں شفاعت کی امید کا بھی انقطاع ہونہ کہ گناہگار اہل توحید کے حق میں۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

(اے نبی) کہدو کہ آسمان و زمین سے تم کو کون رزق دیتا ہے؟

اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ

یا گوش و چشم کا کون مالک ہے؟ اور

مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ

کون جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ

پیدا کرتا ہے؟ اور کون کام کی تدبیر کرتا ہے؟

فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○

لامحالہ وہ یہی کہینگے کہ اللہ (ہی ایسا کرتا ہے) تم کہدو کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ

یہی اللہ تمہارا سچا رب ہے اب حق کے بعد

الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○

بجز گمراہی کے کیا رہا تم کہاں سے پھیرے جاتے ہو

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ

(اے محمد) تمہارے رب کا حکم یعنی یہ کہ فاسق ایمان نہیں لائیں گے

فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ قُلْ هَلْ

اسی طرح ثابت ہو گیا (اے محمد) کہدو کیا

مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ

تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ابتدا کسی چیز کو پیدا کرے پھر

يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ

دوبارہ بھی (ایسا ہی) کرے تم کہدو کہ اللہ ہی ابتداءً پیدا کرتا ہے پھر وہی

يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ قُلْ هَلْ

دوبارہ پیدا کریگا تم کہاں سے پھیرے جاتے ہو پوچھو کیا

مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ

تمہارے شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو راہ حق دکھائے

قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ

کہدو کہ اللہ ہی راہ حق دکھاتا ہے تو کیا راہ حق دکھانے والا

اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ

زیادہ قابل اتباع ہے یا وہ شخص جو بغیر ہدایت کرنے کے خود بھی

اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○

راہ نہیں پا سکتا تمہیں کیا ہو گیا کیسا انصاف کرتے ہو

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ

بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ محض اٹکل پر چلتے ہیں اور اٹکل

لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

حق کے مقابل میں ہیچ ہے بلاشبہ اللہ

عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○

ان کی حرکات سے واقف ہے

تفسیر گذشتہ آیات میں حشر کا منظر دکھا کر شرک سے باز داشت کی گئی اور تیسری شکل میں غیر اللہ کی پرستش

سے مخالفت فرمائی تھی۔ ان آیات میں اپنی الوہیت و وحدانیت کو اُن تعدیات کو پیش کرکے ثابت فرمایا ہے جو علمبرداران شرک کو بھی تسلیم تھے۔ الوہیت و وحدانیت کو ثابت کرنے کے لئے یہاں تین دلیلیں بیان کیں۔ (۱) تخلیق و تربیت (۲) آغاز و انجام پر قدرت (۳) ہدایت کا اختیار۔ پہلی دلیل کی چار شاخیں ہیں دستِ تربیت جسمانی اور اُس کے اسباب کی فراہمی۔ علمی اور ذہنی درستگی اور ادراکی سلسلہ کی ہر کڑی کی ہمواری۔ جاندار سے بیجان اور بیجان سے جاندار کی تخلیق یعنی تخلیق پر قدرت مطلقہ۔ یہ تین شاخیں تو عالم خلق سے تعلق رکھتی تھیں۔ چوتھی شاخ کا تعلق صرف عالم امر اور مجردات سے ہے یعنی تمام غیر مادی کائنات کا انتظام بھی اُسی کے دستِ قدرت میں ہے۔

اس دلیل کا ماحصل یہ ہے کہ :۔ روزی کون دیتا ہے؟ آسمان اور زمین سے رزق کے اسباب کون پیدا کرتا ہے؟ بارش کرنا چاند سورج سے سردی گرمی پہنچانا ان میں اعتدال قائم رکھنا اور ان کے ذریعہ سے تمام زہریلے مواد کو دور کرنا غلہ میوہ زمین سے نکالنا درخت کا زمین اور ہوا سے اپنی غذا کھینچ کر نمو کرنا اور پھر پھل لانا اور اس پیداوار سے انسان و حیوان کے لئے روزی مہیا کرنا اگر خدا کا کام نہیں تو اور کس کا ہے۔

علمی اور ادراکی سلسلہ کی ہماری مسموعات و مرئیات کے احساس کرنیوالی قوتوں کی درستگی سننے اور دیکھنے کی قوتیں عطا کرنا اور اُن کو صحیح رکھنا اگر خدا کی کارسازی نہیں تو اور کس کی ہے۔

مُردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مُردہ کو پیدا کرنا یعنی بے جان جوہر منوی سے جاندار انسان و حیوان کو اور جاندار انسان و حیوان سے بیجان نطفہ کو بنانا یا زندہ دل مومن سے مردہ دل کافر کو اور مُردہ روح کافر سے زندہ روح مسلم کو پیدا کرنا اگر اللہ کی خلاقی نہیں تو اور کس کی ہے۔ اس تخلیق کی قدرت مطلقہ کا سوا اللہ کے کون مالک ہے۔

عالم امر کا مدبر کون ہے اور غیر مادی کائنات کا سلسلۂ انتظام کس کے دستِ قدرت میں ہے۔ بارش بجلی کڑک آگ پانی ہوا مٹی اور تمام موجودات کے انتظام کے لئے مختلف کارکن فرشتوں کا تقرر کس نے کیا۔ انسانی تحفظ کے لئے لاکھوں غیبی مخلوق کا تعین کس کا رہین خلق ہے؟ ان تمام سوالات کا متفقہ و مسلمہ جواب بس ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ یہ کل کارسازی اللہ کی ہے۔ جب بالاتفاق اللہ کی یہ کارسازی مسلم ہے تو پھر غیر اللہ کی طرف توجہ کرنا خدا سے منہ موڑنا اور دوسروں سے رشتہ جوڑنا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیوں دوسروں سے تعلق توڑ کر اللہ سے سلسلہ نہیں جوڑتے۔ کیوں حق سے پھر کر باطل کی طرف دوڑتے ہو۔ بس پکی بات یہ ہے کہ اس قدر دلائل دیکھ لینے اور آثار قدرت دیکھنے اور اُن کو تسلیم کرنے کے بعد بھی جو یہ کفار دعوت الٰہی پر لبیک نہیں کہتے اور صداقت اسلام کو نہیں مانتے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان پر ازلی نوشتہ کی مار ہے۔ یہاں تک پہلی دلیل کا بیان تھا دوسری

دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ آغاز و انجام کا مختار مطلق ہے بغیر مادہ کے کل مادی کائنات کی تخلیق اُس نے کی۔ نیست سے ہست اور معدوم سے موجود کیا۔ بحر قدم سے فانی قطرات نکال کر خلائے عدم میں پھیلائے۔ نور ابدی کے مرکز سے زوال پذیر کرنیں منتشر کیں اور پھر سب کو لوٹا کر اپنی طرف بلا لیگا۔ تمام قطرات سمندر سے اور شعاعیں آفتاب سے جا ملیں گی۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی ایسا ہے جو ان صفات کا مالک ہو؟ کیا وہ باطل اور فانی ہستیاں جن کو الوہیت و معبودیت میں اللہ سے ملاتے ہو فانی کو قدیم کا اور باطل کو حق کا مرتبہ دیتے ہو کوئی بھی اس خلاقی، اس قدرت اور اس ہمہ گیر طاقت کا مالک ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کیوں گمراہ ہوتے ہو۔ کیوں بہکے پھرتے ہو۔ سچ کو چھوڑ کر جھوٹ کی طرف اور راہِ راست سے منہ موڑ کر کج پگڈنڈیوں پر مارے مارے پھرتے ہو۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

کفار کو یہ بات تو تسلیم تھی کہ تمام عالم کا خالق خدا ہے۔ لیکن محل نزاع یہ بات تھی کہ وہ حشر اجساد اور اعادۂ معدوم کے قائل نہ تھے۔ قیامت اور حیاتِ ثانی کے منکر تھے پھر کیونکر طرزِ کلام وہ اختیار کیا جو اہل اقرار کے لئے مناسب تھا اور ایک اختلافی بات کو مسلمہ مسئلہ کے پیرایہ میں ظاہر کیا۔

ازالہ

جو بات مخالف کے نزدیک تسلیم ہو اور اُس کا ظہور اس حد تک پہنچ گیا ہو کہ تدبر سے غور کرنے کے بعد بھی اہل بصیرت کو یقین آسکتا ہو تو اہل بلاغت اُس کو بطور استفہام انکاری کے ذکر کرتے ہیں جس سے مخاطب کے دماغ کے باقی ماندہ شکوک کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ کفار اگرچہ اعادہ کے قائل نہ تھے اور حشر نشر کے منکر تھے لیکن جب روشن دلائل سے حشر کا ثبوت اس قدر ہو گیا کہ گویا حیات ثانی کا لزوم مثل بدیہی کے قرار پا گیا تو اُس کو بھی مسلمات میں سے قرار دے کر استفہام میں داخل کر دیا گیا۔

تیسری دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اللہ ہدایت کرنے والا ہے یعنی کل عالم کو اللہ ہی حق کا راستہ دکھاتا ہے۔ پتھروں کو درختوں کو کیڑوں مکوڑوں اور دوسرے چرندوں پرندوں درندوں کو اور سب سے بڑھ کر انسانوں کو بقاءِ جسمانی اور بقاءِ نوعی کے بھی راستے بتا دیئے اور روحانی و ادراکی ملازمت کی طرف بھی رہنمائی کی۔ اُس کے سوا کون ہے جو پتھروں اور دوسرے جمادات کو یہ بات سکھاتا ہے کہ وہ اپنے صنفی اور نوعی ذرات کھینچ کر اپنے اندر ملاتے ہیں اور پھر کس نے اُن کے اندر ایسی قوت عطا کی جو اُن کے ذرات کو پراگندگی و انتشار سے بچا کر یکجا سمیٹے ہوئے ہے۔ پتھر کے ذرات ہوا میں کیوں نہیں بکھر جاتے۔ سنگ خارا کے اندر سنگ موسیٰ سنگ مرمر یا یاقوت و نیلم کے ذرات کیوں نہیں گھس جاتے۔ یہ ہدایت

اس بیجان غذا کو کس نے دی کہ وہ اپنے ہی ہم نوع ذرات کے ساتھ مل کر اپنے ہی نوع کا کوئی فرد تیار کرتے ہیں۔ درختوں کو کس نے بتایا کہ فضا سے ہوا کو اور مٹی کے اندر سے پانی کھاد وغیرہ کو جذب کریں۔ پھر ان کے اندر جو جاذبہ قوت ہے اسکو کس نے تعلیم دی کہ جذب کئے ہوئے اجزاء کو اتنے زمانہ تک روکے رکھے کہ ان میں تحلیل ہو کر نئی صورت کا کوئی جسم تیار ہو جائے۔ فضلات کو خارج کرنا اور جوہر اصلی کو برقرار رکھ کر درخت کا جزو بنانا کس نے تلقین کیا۔ پھر یہ کیسے ہوا کہ ایک کھاد ایک مٹی ایک ہوا سے صرف اختلافات جاذب کی وجہ سے مختلف نوع کے درخت پیدا ہوتے ہیں سیب کے درخت میں ایک ہی قسم کی غذا سیب کے درخت کی شکل قبول کرتی ہے اور وہی غذا انار کے درخت میں پہونچکر انار کے درخت کو بڑھاتی اور پرورش کرتی ہے۔ پھر ہر درخت اور ہر سبزہ کو ایسی جداجدا قوت کس نے مرحمت کی کہ وہ اپنے ہی نوع کے مطابق رنگ، جسامت شکل اور پھل پیدا کرتی ہے کبھی انار کے درخت کا رنگ سیب کے درخت کی طرح نہیں ہوتا۔ کوئی امرود کا درخت تاڑ کے درخت کی برابر نہیں پہنچتا۔ کسی سرو کے درخت کی شکل سار کے درخت کی طرح نہیں ہوتی اور کبھی آم کے درخت میں بیر نہیں پیدا ہوتے یہ غرضی اور جبلی ہر قسم کی خواص ان کو کس نے سکھائے؟ پھر ہر کیڑے مکوڑے کو حصول رزق اور رہنے سہنے کا طریقہ کس نے بتایا پرندہ بندوق کو دیکھ کر کیسے یہ تصور قائم کر لیتا ہے کہ اس کے اندر سے ایک گولی نکلیگی اور میرے آکر لگیگی اور میں مر جاؤنگا لہذا اڑ جانا چاہئے۔ دوستی دشمنی کے جذبات اور شہوت وغضب کی قوتیں جانوروں میں کس نے پیدا کیں؟ بقائے جسمانی و نوعی کے تمام قوانین ان کو کس نے پڑھائے؟ ان سے آگے انسانوں کے اندر تقدیریہ تنمیہ کا سلسلہ کس نے قائم کیا۔ احساس شعور ادراک اور تعقل کس نے پیدا کیا؟ قوت عالمہ وعاملہ کے فرائض کی تلقین کس نے کی اور ان سب سے بڑھکر روح کائنات کے تصرفات مطلقہ کا اقرار اور فطرت کی نگینیوں کا اعتراف کل کائنات کے ذرہ ذرہ کو کس نے تعلیم دیا؟ یہ سب کارفرمائی اللہ کی ہے۔ کیا فرضی شرکاء الوہیت میں سے کوئی بھی ایسا کر سکے۔ ان کو تو خود بھی اپنا ہوش نہیں۔ وہ تو اپنے ہر فعل وعمل میں محتاج ہیں رہنمائی اور ہدایت تو بجائے خود رہی وہ خود دوسروں کے دست نگر ہیں۔ تو اب مقام غور ہے کہ وہ خدائے برتر جو ہادی مطلق ہے۔ وہ نہایت نجات فطری اور سلامتی روح و نفس کا راستہ بتانے والا ہے۔ معبود ومسجود اور مقتدا ہونے کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے یا یہ مجبور بیکس بے بس مخلوق۔ ذرا بتلاؤ کہ جسکو ذرا بھی سمجھ ہے وہ ان دونوں میں سے کس کی پیروی کریگا تم معاذ اللہ بے عقل نہیں ہو پھر کیوں بے عقل بنتے ہو۔ کیونکہ ایسا فیصلہ کرتے ہو جو فطرت عالم کے خلاف ہے جس سے مخلوق کو خالق بے بس کو قادر اور ممکن فانی کو قدیم سرمدی کا ہم پلہ قرار دیتے ہو۔ اس سے آگے فرماتا ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ اپنے دماغی اختراعات کی پیروی کرنے والے ہیں حالانکہ دماغی تراش خراش حقائق واقعیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی یعنی کچھ لوگ تو اندھے اور بے سمجھ مقلد ہیں ان کو اس بات کا بھی شعور نہیں کہ ہمارا کیا مسلک کیا طریقہ اور کیا مذہب ہے ہم کس کی پرستش کرتے ہیں اور پرستش کیا چیز ہوتی ہے۔ دماغی فرقہ تو وہ بھی عقل وبصیرت سے بیگانہ ہے۔ وہمیات کو عقلیات اور ظنیات کو حقائق سمجھے بیٹھا ہے حقانیت ونفس الامر سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔ دماغ نے جو بات بھی بمشارکت وہم گھڑلی وہی اس کے نزدیک حق اور واجب القبول ہے مگر حق کا حصول گمان وتخمین سے اور صداقت واقعیہ کا اخذ وہم وتخیل سے ناممکن ہے۔ حصول حق کے لئے روشن عقل فطری نور سلیم بصیرت الہام روحانی اور وحی ربانی کی ضرورت ہے۔ وہ حواس جو مادی کثافتوں میں آلودہ ہیں کیا حقانیت کا وجدان کر سکتے ہیں۔

مقصود بیان:۔ استدلالی اور برہانی شکل میں وحدانیت والوہیت کا اثبات۔ تخلیق، تربیت آغاز وانجام اور ہدایت ورہنمائی کے کل اختیارات کا مالک ظاہر کر کے ہر قسم کے شرک کی بیخ کنی۔ اس امر کی صراحت کہ مجبور وبیکس قابل معبودیت نہیں۔ خلاق مطلق اور قادر حقیقی ہی لائق الوہیت ہے۔ آیت میں صریح دلیل ہے اس بات پر کہ عقائد میں خالی گمان کافی نہیں بلکہ یقینی اور ادراک عقلی ہونا چاہئے۔ جملہ افعال کا خالق خدا ہے۔ راہ راست وہی ہے جو خدا نے بتائی ہے اور وہ راہ اسلام ہے۔ انسانی ہوش وحواس راہ حقیقت تلاش کرنے کے لئے کافی نہیں جب تک الہام الٰہی اور وحی ربانی نہ ہو۔ لہذا کافروں کا یہ گمان غلط ہے کہ ہم کو بھی معرفت الٰہی حاصل ہے۔ وغیرہ۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ

یہ قرآن ایسا نہیں کہ سوائے خدا کے کوئی اپنی طرف سے

دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ

بنا لے بلکہ یہ تو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق

يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ

اور شریعت کی تفصیل ہے اس میں کوئی شک نہیں

مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ

یہ رب العالمین کی طرف سے ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسکو خود

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ

بنا لیا ہے۔ کہدو کہ اچھا تم اگر سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ

اَسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝

اور اللہ کے علاوہ جس کو بلا سکو بلا لو

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ

بات صرف یہ ہے کہ جسکے سمجھنے پر ان کو قابو نہ ہوا اور جسکی حقیقت ان کے

تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

(دماغ میں) نہ آئی اسکی تکذیب کرنے لگے اسی طرح ان سے پہلے والے بھی تکذیب کرتے

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ۝

رہے ہیں مگر دیکھ لو ظالموں کا انجام کیسا ہوا

تفسیر اوپر کی آیات میں بیان کیا گیا تھا کہ اکثر کفار اپنے گمان اور دماغی ایجاد کی پیروی کرتے حقیقت اور نفس الامر سے اُن کا کچھ تعلق نہیں۔ کفار کا اعتراض دماغی چند طور پر تھا۔ اللہ کی ذات وصفات کے متعلق، رسالت ونبوت کے متعلق، قیامت کے متعلق، قرآن کے متعلق۔ اول الذکر تینوں شقوق کی وضاحت پُر اثر بیان کے ساتھ کر دی گئی۔ اب آخر الذکر کی وضاحت ان آیات میں بیان فرماتا ہے۔ قرآن کو وہ لوگ انسانی کلام جانتے تھے اسکی تردید چار صورتوں سے فرماتا ہے:۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے، پرورش پائی جوان ہوئے، درمیان عمر کو پہنچے، نہ کسی سے پڑھا نہ لکھا، نہ علماء سے میل جول کے مواقع میسر آئے، اس کے باوجود ایک ایسی کتاب پیش کی جس میں گذشتہ آسمانی کتابوں کے تمام اصول کی تائید ہے جو عقائد واصول احکام دوسری آسمانی کتابوں میں موجود ہیں وہ ہی اس میں موجود ہیں۔ اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر تحصیل علم کئے اور بلا پڑھے لکھے اور بدون اختلاط علماء کے کیسے معلوم ہو گیا کہ سابقہ کتب میں بھی یہی احکام وعقائد بیان کئے گئے ہیں۔

(۲) اللہ نے اپنے بندوں کے واسطے جو احکام مقرر کر دیئے ہیں اُن کی پوری تفصیل قرآن میں ہے یعنی معنوی اعتبار سے بھی قرآن کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہے کیونکہ اس کے اندر جو تعلیم دی گئی وہ فطرت الٰہیہ اور قانون قدرت کے موافق ہے کوئی انسانی کتاب ایسی نہیں ہو سکتی کہ اس کے کل مضامین مطابقہ قدرت اور قانون نیچر کے موافق ہوں۔ قرآن کے کل مضامین لوح محفوظ یعنی لوح فطرت کے مطابق ہیں۔

(۳) قرآن کے الفاظ، الفاظ کی ترکیب، کلام کی رفتار، احکام کی تفصیل، گذشتہ واقعات کے بیان، آئندہ امور کے متعلق پیشین گوئی، اللہ کی ذات وصفات کے متعلق عقیدہ، قیامت حشر نشر عذاب ثواب کے متعلق توضیح۔ غرض کل مضامین میں اہل بصیرت کو سر مو شک کی گنجائش نہیں۔ قرآن نے جو قواعد اصلاح مقرر کئے اُن سے بہتر قوانین آج تک دنیا کے عقلاء نہ پیش کر سکے۔ قرآن نے گذشتہ واقعات کی جو تفصیل کی اہل تاریخ اُس سے انکار نہ کر سکے۔ قرآن نے آئندہ امور کے متعلق جو پیشین گوئیاں کیں واقعات نے اُن کو صحیح ثابت کر دیا۔ قرآن نے اصلاح بشری کے لئے جن باتوں کی تعلیم دی اہل عقل نے اُن کے اصلاحی ہونے کو تسلیم کیا۔ یہ تمام امور بتلاتے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

(۴) قرآن دعوت مقابلہ دے رہا ہے۔ بلاغت کلام اور صحت مضامین کے لحاظ سے قرآن اپنے کو بے نظیر کہتا ہے اور الہامی ہونے کا مدعی ہے جس کسی کو شک ہو وہ مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے۔ اپنے تمام مددگاروں کو بلا لے جہانتک ممکن ہو اپنے ہمنوا شعراء بلغاء زبان آور اور فلسفی دماغ رکھنے والے علماء کو جمع کر لے اور سب سے درخواست کرے کہ تبادلۂ خیال کے بعد بالاتفاق کوئی حصۂ کلام جو قرآن کی تین ہی آیات کی برابر ہو اسکی طرح بنا کر لے آؤ۔ اگر قرآن انسانی کلام ہے تو تم بھی انسان ہو۔ فصاحت، بلاغت طلاقت کہانت اور شاعری کا دعویٰ ہے، قرآن کو بھی شاعری اور کہانت کہتے ہو، لہٰذا کوشش کرو کہ ایک ہی سورت بنا لو۔ جب مقابلہ ناممکن ہے تو ہتھیار ڈالدو اور قائل ہو جاؤ کہ قرآن کی ساخت انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ اس سے آگے کفار کی حماقت پر ریمارک کرتا ہے جسکی توضیح یہ ہے کہ قرآن کے اندر دو چیزیں ہیں (۱) گذشتہ واقعات کا تاریخی بیان، سابقہ اقوام کی تباہی کا اظہار اور اُس سے عبرت اندوز ہونے کی دعوت۔ اللہ کی توحید ذاتی وصفاتی کی تفصیل۔ ضرورت رسالت کی تحقیق۔ وجود ملائکہ کا اثبات۔ اُن قوانین پر عمل کرنے کی تعلیم جو عالم میں امن پھیلانے اور فساد مٹانے کے ذمہ دار ہیں۔ فرائض الٰہیہ اور حقوق عباد کی ادائیگی وغیرہ (۲) آئندہ امور کے متعلق پیشین گوئیاں خواہ اُن آئندہ امور کا تعلق دنیوی واقعات سے ہو جیسے فتوحات ملکیہ۔ یا بعد الموت سے ہو۔ کفار نے قرآن کو سننے کے ساتھ ہی بلا سوچے تکذیب کر دی اور بالاتفاق پکار اٹھے غلط غلط۔ حالانکہ اُن کو سوچنا سمجھنا اور غور کرنا چاہئے تھا قرآنی حقائق وعلوم کی تحقیق کرنی چاہئے تھی معارف قرآنیہ کی تحصیل لازم تھی۔ اس کے بعد جو بھی فیصلہ کرتے، کرتے۔ پھر آئندہ واقعات کے متعلق پیشین گوئیوں کے جانچنے کا تو اُن کو موقع ہی نہ آیا تھا۔ باوجود موقع نہ آنے کے اُن کی بھی تکذیب کر بیٹھے۔ یہ انکی سراسر حماقت تھی۔ انہوں نے وہی ڈھنگ اختیار کیا جو اُن سے پہلے دوسری قومیں اختیار کر چکی تھیں، جو سلوک سابقہ اقوام نے اپنے زمانے کے انبیاء سے کیا وہی کفار عرب نے رسول اللہ کے ساتھ کیا بالکل اُنہی کے نقش قدم پر چلے۔ لہٰذا نتیجہ بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔ جو نتیجہ سابقہ اقوام کا

تو ہمارا حال کیا ہوگا، اُن کو برباد کر دیا گیا یہ بھی برباد کر دیے جائینگے اُن کا نام نشان مٹ گیا ان کا بھی مٹ جائے گا۔ وہ دوامی جہنمی ہوئے یہ بھی ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہوں گے۔

مقصود بیان:۔ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا مدلل ثبوت۔ اس بات کی طرف اشارات کہ کسی کتاب کے الہامی ہونے کی جانچ کے لئے چار باتوں کو دیکھنا چاہئے (۱) اُس کے مضامین سابقہ کتب الٰہیہ کے مضامین کی اصولی تائید کرتے ہیں یا نہیں (۲) کتاب فطرت کے احکام و تعلیم کے مطابق اسکی تعلیم ہے یا نہیں؟ قوانین نیچر کی خلاف ورزی کی گئی ہے یا نہیں؟ (۳) صاحب بصیرت اور عقل سلیم رکھنے والے غور و فکر کے بعد اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ کیا تقلیدی تعصب کی پٹی آنکھوں سے کھول کر چشم بصیرت سے دیکھنے والے اسکی صداقت و حقانیت کے قائل ہیں یا نہیں؟ (۴) اس کتاب کی طرح کوئی کتاب الفاظ و معانی کے اعتبار سے پیش کرنا طاقت بشری سے بالاتر ہے یا نہیں؟ انسانی دماغ اور دماغ کی کل طاقتیں ایسی کتاب بنانے سے عاجز ہیں یا نہیں؟۔ اگر چاروں باتوں کا جواب اثبات میں ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ کتاب آسمانی ہے۔ اور اگر جواب نفی میں ہو تو وہ کتاب الہامی نہیں ہے خود ساختہ ہے۔ قرآن ان چاروں علامات کا حامل ہے لہذا الہامی ہے۔ آخری آیت سے یہ بات بھی مستنبط ہوتی ہے کہ قرآن کی صداقت و حقانیت جانچنے کے لئے پہلے اُس کو سمجھنا سوچنا اور اُس کے معارف و حقائق کو حاصل کرنا لازم ہے۔ وغیرہ۔

وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُم مَّن

ان میں سے بعض لوگ تو اسپر ایمان لے آئیں گے اور بعض لوگ

لَّا يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ○

ایمان نہ لائیں گے اور تمہارا رب مفسدوں کو خوب جانتا ہے

وَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ

اب بھی اگر تمہاری تکذیب کئے چلے جائیں تو تم کہدو میرا کرنا میرے لئے اور تمہارا

عَمَلُكُمْ ۖ أَنتُم بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَ

کرنا تمہارے لئے میرے کام کے تم ذمہ دار نہیں اور

أَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ○ وَمِنْهُم مَّن

تمہارے کام کا میں ذمہ دار نہیں۔ ان میں سے بعض لوگ

يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ

سننے کے لئے تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے اگر چہ

كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ○ وَمِنْهُم مَّن يَنظُرُ

وہ نہ سمجھیں اور بعض لوگ ان میں سے تمہاری طرف

إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا

دیکھتے ہیں تو کیا تم اندھوں کو راہ دکھاؤ گے اگر چہ اُن کو

لَا يُبْصِرُونَ ○ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ

سوجھتا نہ ہو بلاشبہ اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں

شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ○

کرتا بلکہ لوگ ہی اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں

تفسیر ان آیات کی تفسیر مفسرین نے دو طرح کی ہے اول تو یہ کہ مِنْهُم میں هُم کی ضمیر اہل مکہ کی طرف راجع ہے اور يُؤْمِنُ صیغہ مضارع بمعنی حال کے ہے اور ایمان سے مراد شرعی ایمان نہیں بلکہ صرف تصدیق قلبی اور یقین مراد ہے۔ دوسری تفسیر یہ کہ هُم سے اہل مکہ ہی مراد ہیں اور يُؤْمِنُ صیغہ مضارع بمعنی استقبال ہے اور ایمان سے شرعی ایمان مراد ہے۔ اس صورت میں پیشین گوئی ہوگی جو حرف بحرف پوری ہوئی۔

اول تفسیر کی بناء پر حاصل ارشاد یہ ہے کہ اہل مکہ میں سے بعض لوگ دل سے یقیناً رسول کو سچا جانتے ہیں لیکن محض عناد اور خاندانی دشمنی کی وجہ سے زبان سے صداقت کا اقرار نہیں کرتے۔ قرآن کی خبروں کا بارہا تجربہ کیا اور ان کی سچائی کو دیکھ کر دل سے معترف بھی ہوئے مگر سرکشی اور کینہ پروری نے زبانی تسلیم سے روک دیا۔ چنانچہ ابوجہل اس شرم و عار سے انکار کرتا تھا کہ اگر ہم لوگ ایمان لے آئینگے تو بنی ہاشم کے تابع ہونا پڑیگا باوجودیکہ ہم اُن کی برابر میں اور یہ اقرار کرتا تھا کہ بیشک محمدؐ سچے ہیں مگر ہم نے کوشش کرکے اُن کی برابری حاصل کر لی ہے اب ہم بنی ہاشم کے تابع نہیں ہونگے اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دل سے ہی قرآن اور رسول کو سچا نہیں جانتے اپنی کج فہمی اور غباوت کی وجہ سے تکذیب کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ دونوں گروہ مفسد ہیں۔ ایک دیدہ و دانستہ یقین کرتے ہوئے ظلمت کفر سے نور اسلام کو چھپانا چاہتا ہے اور دوسرا اپنی کوتاہ فہمی اور تاریکی دماغ کی وجہ سے جراثیم کا فساد اور کفر کی تباہی پھیلانے پر تلا ہوا ہے۔ اللہ ان مفسدوں کو خوب

تاریخ اسلام کامل ۵۰۰ صفحات مجلد چری کاغذ اعلیٰ از جناب شوق امرتسری پانچ حصے مکمل مجلد پہلا حصہ عرب کی تاریخ اور حالات رسول حصہ خلافت راشدہ حصہ خلافت بنی امیہ حصہ چہارم خلافت عباسیہ حصہ پنجم خلافت ترکی مجلد چری کامل چار روپے

تاریخ مدینہ ۲۰۰ صفحات از مولوی غلام شبیر صاحب دربار حبیب کا مفصل حال مسجد نبوی کا نقشہ، روضہ مطہرہ کا پورا حال اور مدینہ منورہ شہر کی پوری تاریخ اور مشرکی کیفیات اس کے علاوہ مسجد نبوی کے فضائل وغیرہ قیمت ایک روپیہ

تاریخ مکہ معظمہ ۲۰۰ صفحات از مولوی غلام شبیر صاحب تاریخ بیت اللہ یعنی مکہ معظمہ کے حالات حضرت ابراہیم سے لے کر آج سو دو تک ہر عہد کی تاریخ اور خانہ کعبہ کی متفرق تعمیر کے حالات اور حج کا پورا بیان۔ قیمت سوا روپیہ

تاریخ فلسطین ۲۰۰ صفحات از مولانا نذیر صہبائی بیت المقدس کے حالات حضرت سلیمان کے وقت سے لے کر انگریزوں کے دور تک جس قدر اہم واقعات اس دور میں پیش آئے ان کا پورا پورا حال اس کتاب میں ہے مجلد قیمت آٹھ آنے

نبیوں کے قصے ۲۵۰ صفحات از حضرت شاہ مراد مارہروی حضرت آدم سے لے کر رسول کریم تک جن انبیا کا تذکرہ قرآن شریف میں ہے۔ ان کے مفصل حالات اور بالکل صحیح قصے یہ سب قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں۔ قیمت دس آنے

عرب کا چاند ۲۲۴ صفحات از سوامی لکشمن جی مہاراج۔ سرور عالم فخر کائنات حضرت رسول اللہ کی سوانح حیات ایک غیر مسلم کے قلم سے ایسی سوانح حیات اور دوسری نہیں ہے بڑا ہی والہانہ انداز ہے اعلیٰ کاغذ عمدہ سرورق قیمت ڈیڑھ روپیہ

آفتاب رسالت ۲۴۴ صفحات دو حصوں میں از جناب آغا رفیق بلند شہری رسول کریم کی سب سے بڑی اور سب سے سستی سوانح عمری جس میں حضور کی زندگی کا پورا پورا تذکرہ ہے بلکہ عرب کی پوری تاریخ ہے۔ ہر دو حصہ کامل بارہ آنے

خلافت راشدہ ۵۹۰ صفحات از علامہ رفیق بلند شہری اس میں چار حصے ہیں اور ہر حصہ میں ایک خلیفہ کی سوانح عمری ہے حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی کی مکمل سوانح عمری چاروں حصے یکجا مجلد قیمت ایک روپیہ

صد صحابہ ۵۰۴ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مراد مارہروی۔ رسول کریم کے سو صحابہ کے حالات ہر صحابی کی زندگی مسلمانوں کے لئے شمع ہدایت ہے صحابہ کا درجہ سب جانتے ہیں کہ رسول کریم کے بعد وہ ہر انسان سے بالا ہے مجلد ڈیڑھ روپیہ

سیرت امام حسین ۲۰۸ صفحات از مولانا عارف ہسوی مرحوم سیدنا امام عالی مقام حضرت حسین کے حالات زندگی خلافت اور شہادت کے واقعات مکمل حالات ایک ہزار سے زیادہ تو اس میں مراثیہ کے اشعار ہیں مجلد عہ

مابعد حسین ۲۰ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد، شہادت امام حسین کے بعد قاتلان حسین کا جو عبرتناک انجام ہوا جیسی شقاوت انہوں نے کی اس سے زیادہ بری حالت میں انکی موت آئی اور عاقبت کی خبر خدا جانے قیمت عہ

سیرۃ معاویہ ۴۰۰ صفحات از مولانا شاہ مراد مارہروی حضرت امیر معاویہ کے حالات اردو زبان میں پڑھنے ہوں۔ تو یہی ایک کتاب ہو ورنہ مشکل ہے یہ حالات ملے ہیں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہو۔ مجلد قیمت ایک روپیہ

سیرۃ عمرو بن عاص ۴۰۰ صفحات از مولانا شاہ مراد مارہروی یہ عرب کے سب سے سیاست دان مدبر جنرل اور فاتح مصر سپہ سالار جنہوں نے فتح مصر نے صحابہ میں بہت ممتاز کر دیا ہے ان کے پورے حالات صرف اسی کتاب میں ہیں قیمت عہ

سیرۃ خالد بن ولید ۲۴۰ صفحات از ملا مراد سیف اللہ کا خطاب جنکو رسول کریم نے دیا جن کی تلوار نے کبھی شکست نہ کھائی۔ اور جنکی فتوحات سے تاریخ اسلام لبریز ہے بڑی ولولہ انگیز کتاب قیمت مجلد ایک روپیہ

حضرت بلال ۳۴۰ صفحات از آغا رفیق بلند شہری۔ رسول کریم کے منظور نظر حبشی غلام تھے جن کے نغمات ربانی کا جواب اس وقت عرب بھر میں نہ تھا جن کو حضرت عمر جیسے خلیفہ آقا کہہ کر پکارتے تھے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی تفسیر قیمت چھ آنے

ابوذر غفاری ۹۶ صفحات از علامہ سید مناظر احسن گیلانی، عاشق رسول کی کہانی عاشق رسول کی زبانی تاریخ اسلام کا ایک درخشاں ورق قیمت ۸ر

سیرۃ عائشہ ۲۴۰ صفحات از آغا رفیق بلند شہری، حضرت ابو بکر کی بیٹی رسول کریم کی محبوب بیوی عالم اسلامی کی سب سے بڑی خطیب اور فقہ اسلامی کی سب سے بڑی ماہر خاتون کی مکمل سوانح حیات۔ بڑی دل افروز لائف قیمت صرف ۸ر

حضرت خدیجہ ۲۰۰ صفحات از جناب آغا رفیق بلند شہری، رسول کریم کی محترم بیوی بھی رفیقہ حیات، اسلام کی پہلی صادق خاتون جنکا ان کی رفاقت اسلام میں ہوا اور جنکی حیات میں رسول اللہ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ قیمت عہ

حضرت فاطمہ ۹۶ صفحات از علامہ رفیق بلند شہری سیدۃ النساء خاتون جنت۔ ام الحسنین بنت رسول زوجہ حضرت علی حضرت فاطمۃ الزہرا کی سوانح حیات انکی خوشگوار خانگی زندگی مسلمان بہنوں کیلئے مشعل راہ ہے مجلد قیمت آٹھ آنے

صابر بیویاں سب بگڑی ان اللہ والیوں کے حالات۔ جو اپنے وقت کی بہترین صابر خاتون تھیں۔ ان میں زوجہ حضرت ایوب حضرت سارہ، حضرت آسیہ فرعون کی بیوی حضرت مریم اور حضرت عائشہ کے حالات بہت عبرت خیز ہیں۔ قیمت مجلد ۱۲ر

شاہان مغلیہ کی بیویاں ۲۰۰ صفحات از جناب مولوی فرحنا صاحب مراد بیگمات خاندان تیموریہ کے حالات جس میں ۴۰ بیگمات کے علاوہ چودہ رانیوں کے بھی حالات ہیں جو حرم سرائے شاہی میں داخل تھیں۔ قیمت ۱ر

خوبان جہان ۲۶۴ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مراد، مارہروی دنیا بھر کی چیدہ اور ممتاز خواتین کے حالات جن کی وجہ سے حکومتوں میں انقلاب آگئے ہر عورت ہر صنف کے حسن سے مالا مال ہے بڑی دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت مجلد سوا روپیہ

بیگمات اودھ ۲۹ صفحات از آغا رفیق بلند شہری، شاہان اودھ کی چند خاص محبوب بیگموں کے حالات جنہوں نے اپنے خاص خاص اوصاف کی بنا پر معمولی درجہ سے ترقی کر کے آغوش سلطانی میں جگہ پائی، بڑی سرشار کتاب ہو۔ قیمت چھ آنے

یوسف زلیخا ۱۰۰ صفحات از جناب مولانا نذیر صہبائی، حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے مکمل تاریخی حالات نظم و نثر دونوں میں بڑے دلآویز انداز میں لکھے گئے ہیں۔ اسی لئے یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ قیمت صرف آٹھ آنے

بڑا باورچی خانہ ۲۵۶ صفحہ کی کتاب از رضیہ خانم۔ کھانا پکانے کی سب سے بڑی سب سے سستی اور سب سے زیادہ عملی کتاب جس کا ہر کھانا بہت آسانی سے اچھا اور لذیذ پکایا جا سکتا ہے۔ تجربہ شدہ ہر کا پہلا اور جرب نسخوں کی یہ کتاب ہو۔ قیمت مجلد ۱۲ر

ساجن موہنی ۲۰ صفحات از حضرت خاموش ایرانی، خاوند کو قبضہ کرنے کے لئے عورت کے بہ سلیقہ شعاری ہے اور دوسرے حسن صورت اس کتاب کے ذریعہ یہ دونوں خوبیاں ایک عورت میں کامل ہو جاتی ہیں۔ اور گھر جنت بن جاتا ہے۔ قیمت آٹھ آنے

دل کی رانی ۲۴ صفحات دنیا عالم کے سب سے خوبصورت بھول عورت کی داستان جب وہ بیوی ہوتی ہے یا ہونا چاہتی ہے اور اس کے تاثرات زندگی مختلف حصوں میں جدا گانہ ہوتے ہیں۔ نیز ایک اچھی بیوی کیونکر تیار کی جاتی ہے۔ قیمت ۱۲ر

خوابنامہ صدیقی ۲۵۶ صفحہ کی کتاب از پیر محمد صدیق صاحب نقشبندی کشمیری تعبیر خواب کے لئے اس سے بہتر کتاب نہیں جس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ خواب قابل تعبیر ہے یا نہیں بڑی مقبول کتاب قیمت ڈیڑھ روپیہ عہ

تسخیر القلوب ۴۸ صفحات ہر آدمی کو مسخر کرنے والی کتاب جس میں اوراد و وظائف نقش بھی ہیں۔ اور اخلاقی تدابیر بھی، حب کے اعمال قولاً جواب ہیں اور عمل تو بہت سے شاہ صاحب بجکر صد ہا روپیہ بھی کما چکے۔ قیمت چھ آنے

تقدیر کی کتاب ۴۸ صفحات از رسال نذیر صہبائی، ہاتھ دیکھنے کی کتاب۔ مستقبل معلوم کرنے کے ہر آدمی بے چین ہوتا ہے اور رمالوں کے ہاتھ بکتا ہے اس کتاب کے ذریعہ صرف آٹھ آنے میں پوری آئندہ عمر کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ مجلد قیمت ۸ر

استاد شعبدہ بازی ۵۶ صفحات ایک گیانی مہاپرش کی تالیف دیہات میں روزی کمانے کی بہترین کتاب ہزاروں شعبدے اور روٹی کمانے کے دھندے بغیر سرمایہ لگائے اس کتاب سے معلوم کیجئے مجلد قیمت ایک روپیہ

استاد درزیان گھر کی سینے والیاں اس کتاب کے ذریعہ سے آسانی سے ہر قسم کے چھوٹے بڑے کپڑے کترنے اور سینے کی ماہر بن سکتی ہیں قیمت عہ

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولوی دہلی کا رسول نمبر حصہ اول ١٣٦١ ہجری

جلد ٣٥ | بابت ماہ صفر المظفر ١٣٦١ ہجری | نمبر ٢

مرحبا سید مکی مدنی العربی + دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

رسول کریم کی ولادت

چمنستان دہر باد سموم کے جھونکوں سے خراب ہو پڑا تھا رنج ہو رہا تھا ہر طرف قتل و غارت کی آندھیاں برپا تھیں پوری کائنات پر ایک گھٹا ٹوپ اندھیاری مسلط تھی ظلم و عدوان اور جور و ستم کی گھٹائیں امنڈ امنڈ کر برس رہی تھیں عصیان و سرکشی کی آندھیوں نے ہر سمت گرد و باد مسلط کر رکھی تھیں۔ انسان بھیڑیوں اور درندوں کی زندگی بسر کر رہے تھے دنیا میں درندگی اور بہیمیت پھیلی ہوئی تھی بحر و بر اور سیاہ و سفید پر تباہیاں چھا رہی تھیں برباد تھے بنو اسمٰعیل کی عظمت رسوائے عالم ہو کر رہ گئی تھی۔

کمزوروں اور ضعیفوں کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قاعدہ برسر عمل تھا تکبیر کے نعروں کے بجائے لات و ہبل کے جیکارے ہر طرف سنائی دیتے تھے کہیں فتنہ و فساد کی قہرناکیاں تھیں اور کہیں حرمان و نامرادی کی چیخیں بلند ہوتی نظر آ رہی تھیں۔ ایامیٰ کے شیون یتامیٰ کی آہیں اور ضعفا کے نالے عرش الٰہی کو جنبش میں لا رہے تھے غم و نامرادی کی فریادوں مظلوموں اور بیکسوں کی چیخوں اور اندوہ و کرب کی صداؤں سے گنبد افلاک سا بڑا گونج رہا تھا ناموس انسانیت بڑی بے کسی سے لٹ رہی تھی ابر و باد کی عروسیاں اور ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں ختم ہو چکی تھیں۔

ہر طرف تند بادیاں تھیں اور ہر سو قیامت خیزیاں برپا ہو رہی تھیں گویا انسانی جنگل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی توحید ابراہیم معجز طرازی موسیٰ اور جان نوازی عیسیٰ کی متاع گرانمایہ لٹ چکی تھی عالم قدس کے انفاس پاک اور کارکنان قضا و قدر کی کارفرمائیاں خواب عدم میں خوابیدہ ہو چکی تھیں سیارگان فلک کی بزم آرائیاں اور قنادیل ستار کی ضیا باریاں سب کرہ ارض کی ظلمتوں میں ڈوب کر رہ گئی تھیں۔ آفتاب توحید کی جلالت و درخشانی عصیان و تمرد کے حجابات ظلمت میں روپوش تھیں۔

تصور بھی نہ ہو سکتا تھا خیال بھی پیدا نہ ہوتا تھا کہ کبھی بزم عالم پر بہار آئیگی یا بزم عالم پھر سجائی جائیگی چرخ نادرہ کار نے یا اس کی کسی گردش نے کبھی اس کرہ ارض کو بھی نوازا تھا اور گلشن دہر میں کسی دن روح پرور بہاریں بھی کھلی تھیں یکایک غیرت حق نے کروٹ لی بندوں کی ضلالت و نامرادی کی طرف معبود کا گوشہ چشم کرم مبذول ہوا رحمت الٰہی کے بحر بیکراں میں جود و نوازی کی موجیں بلند ہونی شروع ہوئیں کوئی فریاد سننے والا سر پر ہاتھ رکھنے والا اور رحم کرنے والا نہ تھا کون زبان ہلا سکتا تھا ملائکہ مقربین کا زہرہ نہ تھا جو اشارہ چشم دیکھے بغیر حرکت کر سکے شمس و قمر کی طاقت نہ تھی جو اس تیرہ خاکدان کو اپنی شعاعوں اور ضیا باریوں سے روشن کر سکتے کرم کرنے والوں کو مائل کرم دیکھا رحم کرنے والوں کو رحم آیا آقائے حقیقی کو رحم اور آقائے حقیقی کا اشارہ پایا تو شمعیں و قندیلیں جگمگا اٹھیں رشد و ہدایت کا چشمہ ابلا چمنستان سعادت میں بہاریں کھیلنے لگیں وہ تاریخ آگئی جس کے انتظار میں دہر دوں سال نے مدتہائے دراز تک لیل و نہار کی کروٹیں بدلی تھیں۔

وہ صبح جاں نواز طلوع ہوئی جس کے شوق دید میں سیارگان فلک عرصہ سے چشم براہ تھے شہنشاہ کونین تاجدار عرفان اور فرمانروائے کائنات و شاہ عرب پہلوئے آمنہ اور صلب عبداللہ سے پیدا ہوئے۔ ۵۷۱ء کی ۲۰ اپریل اور ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ تھی کہ ولادت نبوی کا نور ایک پردہ ضیا بنکر تمام عالم امکان پر مسلط ہو گیا بتکدوں میں کہرام مچ گیا شیاطین عالم کے تخت اوندھے ہو گئے صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی شکوہ چین صولت روم شوکت عجم اور سطوت ہند کے ایوان ہائے فلک بوس سرنگوں ہو گئے۔ مژدہ ولادت سنتے ہی ساری کائنات کھلکھلا کر ہنس پڑی ہر طرف نور برسنے لگا اور بہار کی گلشن افروزیاں ہر سمت مصروف کار فرما ہو گئیں۔

پرورش و طفولیت

آپ کے چچا ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے جو خوشخبری سنائی تو اسے آزاد کر دیا اور آپ کے دادا عبدالمطلب کو انتہائی مسرت ہوئی ثوبیہ نے بڑی عمر پائی آپ بڑی عزت کرتے اور مدینہ تک سے اسے تحائف بھیجتے رہتے تھے اس کے بعد آپ حلیمہ دائی کو دستور عرب کے مطابق پرورش و رضاعت کے لئے دیدیئے گئے اور مسلسل پانچ برس آپ نے قبیلہ بنو سعد کے اندر صحرا میں پرورش پائی جس کی وجہ سے آپ کی زبان نکھر گئی۔

سر ولیم میور کو بھی اعتراف ہے کہ آپ کی زبان فصیح اور لکنت عربی بلاغت کا نمونہ تھی ابن ہشام نے لکھا ہے کہ آپ کو یتیم سمجھ کر کوئی رضاعت کو لینے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا حلیمہ بھی ابتداءً تیار نہ ہوئیں لیکن ان کے شوہر کچھ بشارت آمیز خواب دیکھ چکے تھے انہوں نے بیوی کو سمجھا کر آمادہ کر دیا چنانچہ آپ کے گھر میں آتے ہی برکات و حسنات کا

نزول شروع ہوگیا اور بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ نظر آنے لگے خوشحال اور فارغ البالی پھیل گئی اور قبیلہ کی عورتیں حلیمہ کو رشک کی نظر سے دیکھنے لگیں۔

چھٹے سال میں قدم رکھا تھا کہ آپ کی والدہ آمنہ نے بلایا اور چند ماہ بعد بچہ کو لیکر اپنے میکے مدینہ منورہ روانہ ہوئیں وہاں سے واپس آ رہی تھیں کہ راہ میں انتقال ہوگیا باپ پہلے ہی ماں بھی راہ میں چھوڑ کر راہی ہوئیں۔ لہٰذا ہو چکے تھے اب یتیمی کے ساتھ بے سری کا داغ بھی آپ کو اٹھانا پڑا اور عبدالمطلب کے آغوش میں آ گئے جو پوتے کو نہایت شفقت کے ساتھ پرورش کرتے رہے تا آنکہ دو سال کے اندر اندر وہ بھی لقمہ اجل ہوگئے اور مرتے وقت آپ کا ہاتھ اپنے بیٹے ابوطالب کے ہاتھ میں دے گئے۔

آپ کے چچا ابوطالب نے جس عدیم المثال شفقت و محبت کے ساتھ آپ کو پالا اس کی مثال روئے زمین میں شاذ ہی مل سکتی ہے ایسے چچا اور ایسی ہستیاں دنیا میں کم ہی پیدا ہوا کرتی ہیں بارہ برس کی عمر ہوئی تو شفیق چچا نے آپ کو بکریاں چرانے کی خدمت سپرد کر دی جو اس وقت معزز پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ ولید بن مغیرہ عتبہ بن ربیعہ اور عاص بن وائل جیسے رؤسا کے لڑکے بھی بکریاں چراتے رہے ہیں یہ بکریاں چرانا گلہ بانی عالم کا دیباچہ تھا۔

چچا کی معیت میں پہلا سفر شام

آپ اپنی اس سادہ اور پر لطف زندگی کا تذکرہ عہد رسالت میں بڑے ذوق اور دلچسپی کے ساتھ کیا کرتے تھے اسی زمانہ میں شفیق چچا تجارتی سفر پر عازم شام ہونے لگے بچہ تو تھے ہی ضد کرنے لگے۔ ابوطالب اپنے یتیم بچے کی دلشکنی گوارا نہ کی اور آپ کو بھی لیکر عازم شام ہوئے۔

بحیرہ راہب کی پیشنگوئی

اثنائے راہ میں ابوطالب کو بحیرہ راہب کی خانقاہ میں قیام کا اتفاق ہوا کہ اس سے پرانے تعلقات تھے اور اس کا شمار اس عہد کے صوفیا اور اولیا میں تھا۔ بحیرہ نے ابوطالب سے کہا مجھے یقین ہے کہ آپ کا یہ بچہ سیدالمرسلین ہوگا۔ پوچھا آپ کو اس کا علم کیونکر ہوگیا فرمایا جب آپ لوگ سامنے کی پہاڑی پر سے اتر رہے تھے تو میں نے خود بچشم عین مطالعہ کیا کہ اس بچہ کے احترام میں راہ کے تمام درخت اور پتھر سربسجود ہو گئے ہیں اس سے مجھے باور ہوگیا اور پیغمبر آخرالزماں کی بعثت کا وقت بھی قریب آ گیا ہے۔ ابوطالب کو آپ سے بہت محبت تھی وہی آپ کے باپ بنے ہوئے تھے بہت خوش ہوئے۔

بچپن کے کھیل کود

بحیرہ راہب کی چشم باطن کھلی ہوئی تھی اس وقت عیسائیوں میں بڑے بڑے اولیا اور صاحب خدمت موجود تھے نیز باطن ہی سے بحیرہ نے کچھ دیکھ لیا جو ہماری سادی اور انسانی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ آپ کے سر پر تاج رسالت جگمگانے والا تھا سکان ارض کی ہدایت کا زرینہ آپ ہی کے سپرد کیا جانے والا تھا اس لئے فطرت نہایت سلیم تھی قدرت خود آپ کی رہبری و تربیت میں مصروف تھی ویسے لڑکے تھے یہ عمر کھیلنے کودنے کی ہوا کرتی ہے انسانی حیثیت سے طفلانہ مقتضیات آپ کو بھی اور ہم عمر لڑکوں کو بھی تھیں نام ہی محمد رکھا گیا تھا آپ بھی کھیلتے تھے صحبت بھی اچھی تھی لیکن آپ کے ہر کھیل میں [illegible] ادب حیا لحاظ اور تہذیب کا رنگ جھلکتا رہتا تھا منہ سے کبھی مکروہ الفاظ نہ نکلتے تھے کسی سے لڑتے جھگڑتے بھی نہ تھے۔

آپ کے ہمسن اور ہم عمر لڑکے آپ سے بہت محبت کرتے اور آپ کی بات مانتے تھے ورزشی کھیلوں میں زیادہ انہماک رہتا تھا کشتی بھی کھیلتے تھے تیر اندازی میں بھی اچھی مشق بہم پہنچائی تھی

شباب و جوانی کا دلفریب عالم

بعثت سے پیشتر ہی آپ اخلاقی سانچے میں ڈھل چکے تھے مذاق نہایت شستہ اور طبیعت بدرجہ غایت سلیم تھی شباب و جوانی کا زمانہ مدہوشی کا زمانہ ہوتا ہے جوانی دیوانی مشہور ہے۔

اگر موانع و عوائق سنگ راہ نہ ہوں بزرگوں کا ڈر سوسائٹی کا لحاظ اور قانون کا خوف نہ رہے تو پھر اس کی دیوانگیاں بے پناہ ہو جاتی ہیں عقل و دانائی کی آنکھوں پر جذبات کے پردے پڑ جاتے ہیں اور پھر کچھ نہیں سوجھتا۔

شباب اور پھر قریش کے لڑکوں کا شباب خدا کی پناہ ایک "طوفان در بغل" معلوم ہوتا تھا عصیان و ثواب کی کوئی حد بندی تھی نہیں نیک و بد کا امتیاز کرنے والی آنکھیں اگر اس زمانہ میں بند ہی نہیں تو نیم وا ضرور رہتی تھیں حق و ناحق کی پرواہ کے بغیر ہر شباب اور ہر جوانی کی پشت پناہی کے لئے اس کے قبیلہ کی تلواریں برہنہ رہتی تھیں شراب خواری زناکاری و رنا زنیان عرب سے پرشباب چھیڑ چھاڑ معیوب ہی نہ رہی تھی بلکہ یہ چیزیں اور یہ ہنگامہ خیز معاصی قابل فخر باتیں سمجھی جاتی تھیں امراء القیس عرب کا شہزادہ سمجھا جاتا تھا مایہ ناز اور مشہور شاعر تھا اور کسی سے نہیں اپنی پھوپی زاد بہن سے معاشقہ شروع کرتا ہے ایک تالاب پر وہ اپنی بہت سی سہیلیوں کے ساتھ برہنہ پانی میں نہا رہی ہوتی ہے پہلے ایک درخت پر چڑھ کر اس کے پتوں کی آڑ سے اس کی سرو سینہ کی تہ بار عریانیوں کا دل بھر کر نظارہ کرتا ہے۔ اس سے بھی سیری نہیں ہوتی تشنگی [illegible] پھر باتیں ہی [illegible] خوشی سے اتر کر [illegible] جاتا ہے کہتا ہے جب تک تم اپنے بھیگے ہوئے کاکلوں اور تر بتر زلفوں کو زینت دوش و رخسار بنائے ہوئے اپنے شباب عریاں کو لئے ہوئے سامنے تالاب سے نہ نکلو گی اور میری محبوبہ کو اسی برہنہ حالت میں میرے ساتھ اونٹ کی عماری و ہودج میں بیٹھ کر دور تک چلنے پر رضامند نہ کرو گی تن پوشی کے لئے کپڑا نہ دوں گا۔ ہوا اور یہی سب کچھ ہوا اس سے بھی ایک قدم بڑھ کر اس نے ایک قصیدہ لکھا اور اس میں اس ہیجان افروز واقعہ کی نقوش آرائی کے ساتھ اپنی اسی محبوبہ گل اندام سے ملاعبت و صحبت و زنا کے حیا سوز جزئیات کی مصوری اس رعنائی و جوش کے ساتھ کی کہ یہ قصیدہ بچہ بچہ کی زبان پر آ گیا اور اس عہد کے بہترین قصیدے کی حیثیت سے در کعبہ پر آویزاں کر دیا گیا ایسی مکروہ اور شرمناک حرکات کچھ امراء القیس ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھیں مکہ کے فرزندان امارت کی عام ذہنیت یہی تھی۔

جس قوم کے زن و مرد بلا امتیاز مادر و دختر برہنہ حالت میں طواف کعبہ کو معیوب نہ سمجھتے ہوں ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ خود ہر شخص کر سکتا ہے پھر عرب میں پولیس تھی نہ قانون [illegible] کا تھا اللہ نے فارغ البالی بھی دے رکھی تھی روپیہ کی کمی نہ تھی حکومت کی سزا کا اندیشہ نہ تھا بازپرس عقبیٰ کا کسی کو تصور ہی پیدا نہ ہوا تھا۔

جب نہ خدا کا ڈر ہو نہ بندوں کا خوف ہو "شہر پست پر ز خوباں" اور [illegible] نگارے، کے ہوش افگن مناظر سامنے ہوں زہرہ جبینان [illegible] حالت میں نکلتی ہوں پھر جو کچھ بھی نتیجے پیدا نہ ہوں حیا [illegible] نہ پھریں عصمت و عفاف کے دامن جس حد تک بھی پاک [illegible] آرزو جتنی غانگری بھی کرے زیادہ نہیں سب کچھ ہوتا تھا سب کچھ کرنے [illegible]

بڑی بڑی قیمتیں حسن و شباب کے چمن غارت ہوتے رہتے تھے عصمتوں کے موتی خاک میں رُلتے تھے بادۂ گلرنگ کے دور چلتے تھے حسن و عشق کی گرم بازاریاں تھیں ساغر و مینا کے شغل رہتے تھے۔

جب یہ عالم ہو ہر طرف ہی آستین کی چھینٹیں اڑ رہی ہوں پھر اس سے دامن بچائے رکھنا انسانی اعلیٰ بہت مشکل نہیں غیر ممکن تھا حضور نبی کریم علیہ السلام کی جوانی حسن و جمال کا ایک پیکر رنگین تھی آپ کا شباب دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتا تھا۔ لیکن دنیا حیران تھی جوانان قریش انگشت بدنداں تھے کائنات کا ہر ذرہ چشم تحیر بنا ہوا تھا یہ دیکھ کر محمد کی فطرت کتنی بلند ہے آپ کے شباب میں کتنی صلاحیت ہے کہ آپ نہ شعر و شاعری کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں نہ شراب گلرنگ کو منہ لگاتے ہیں نہ قمار بازی کی طرف نظر ہے نہ مہوشان قریش کے زلف و رخسار پر نگاہ کرتے ہیں۔

قوم کی طرف سے "الامین" کا خطاب

یہی نہیں کہ آپ پھیلے ہوئے منکرات و معشوق کے مکروہ عیوب سے بری تھے حیا سوز شاعری و قمار بازی سے نفرت کرتے تھے بلکہ عصمت و عفاف اور پاکبازی و دیانت امانت و راستی حق پرستی صداقت انسانی شرافت و پاکیزگی و نیکی و محاسن کا ایک پیکر جلیل تھے کبھی زبان کو کذب و دروغ سے آلودہ نہ ہونے دیا کبھی ایسا نہ ہوا کہ جو زبان سے نکلا ہو اور پورا نہ کیا ہو جو وعدہ کیا ہوا سے نبھایا نہ ہو۔

سیر چشمی و مروت غرباء پروری و ضعفا نوازی شفقت و محبت اور خدمت خلق میں انہماک تام رکھتے تھے عرب کتنے ہی گئے گذرے ہوں اخلاقی گندگیوں میں ڈوبے ہوئے ہوں پھر بھی انسان تو تھے ہی نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتے تھے یہ تو جانتے ہی تھے کہ سپید کیا ہے اور سیاہ کیا ہوتا ہے اس لئے جب انہوں نے آپ کے محاسن انسانی کا ایک پیکر دلفریب پایا تو الامین کا خطاب دیدیا اور اس کے بعد اسی لقب سے دور و نزدیک مشہور ہو گئے۔

مجلس قیام امن کی تاسیس

آپ نے یہ دیکھ کر کہ عرب میں ہر طرف خاک اڑ رہی ہے تو امیں آلہیہ اور فطرت انسانی سے سرکشی پر فطرت انسانی پوری شدت کے ساتھ آمادہ ہے ہر طرف فساد و عناد کی آندھیاں ہیں باہمی عناد و فساد کا سیلاب امڈا ہوا ہے قبیلہ کا دشمن قبیلہ بنا ہوا ہے یہ دستور قائم ہو کر رہ گیا ہے کہ اپنے قبیلہ کے آدمی کی حمایت ہر صورت کی جائے اس سے مطلب نہیں کہ وہ حق پر تھا کہ باطل پر بات بات پر جنگ چھڑ جاتی ہے قبائلی حمایت کی وجہ سے اشرار کے حوصلے بڑھ گئے ہیں سب شتر بے مہار بنے ہوئے ہیں کمزور ستائے جاتے ہیں جس پر غصہ آیا مار ڈالا جس کی عورت اچھی دیکھی ہاتھ ڈال دیا کوئی حکومت نہیں پولیس نہیں ہر طرف بدامنی ہے۔ یہاں ڈکیتی فتنے فساد حرب الفجار کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔

لوگ آپ کو نیک سمجھتے ہی تھے بڑی ہر دلعزیزی حاصل تھی آپ نے عمائدین قریش سے قیام امن کی طرف توجہ کی اور انہیں نے سب کو ایک جلسہ میں مدعو کر کے صورت حالات واضح کی اور ایک موثر و فصیح تقریر کی جس کا اثر یہ ہوا کہ اسی مجلس میں ایک زبردست انجمن کی تاسیس ہو گئی اس کے اغراض و مقاصد کے متعلق اتنا کہنا اور بتا دینا کافی ہے کہ اس میں بنو مطلب بنو ہاشم بنو زہرہ بنو تیم بنو اسد اور بنو عدی و بنو مخزوم وغیرہ سب برضا و رغبت شریک ہو گئے اس کے مقاصد یہ تھے

اولاً یہ کہ ملک کی بدامنی کے ارتفاع کے لئے ہر ممکن سعی و جہد سے کام لینا

ثانیاً یہ کہ غرباء و ضعفا کی اعانت و دستگیری کے لئے ہمہ وقت تیار و آمادہ رہنا

ثالثاً یہ کہ مسافروں اور راہ گیروں اور نو واردوں کے جان و مال کی حفاظت کرنا

رابعاً یہ کہ زیر دستوں پر زبردستوں کے مظالم و جور کے سیلاب عظیم کو روکنے اور دبانے کے لئے حسب استطاعت ہر جائز و متحدہ سعی کرنا۔

چونکہ اس انجمن کے روح رواں حضور نبی کریم کی ذات گرامی تھی اس نے شاندار کام کیا اور بڑی حد تک امن قائم ہو گیا اور زیر دستوں کی حمایت کا ایک عام جذبہ پیدا ہو گیا آپ بعثت کے زمانہ میں اس انجمن کا ذکر بھی ذوق و شوق سے کیا کرتے تھے۔

اہم قومی نزاع کا حیرت انگیز فیصلہ

جب کعبہ شریف کی از سر نو تعمیر شروع ہوئی تو سنگ اسود کے نصب کئے جانے کے وقت عام جھگڑا پیدا ہو گیا جس نے آناً فاناً ایک خوفناک صورت اختیار کر لی ہر قبیلہ کی آرزو یہ تھی کہ اس کے نصب کا شرف اسی کو حاصل ہو اور کوئی اپنا حق چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔

ایک معمر سال اور سردار نے بڑی مشکل سے کہا کہ یوں اپنی عافیت خطرات و ہلاکت کے سپرد کر رہے ہو کل جو سب سے پہلے صحن حرم میں داخل ہو اس کو ثالث مقرر کر لو اور وہ جس کے حق میں فیصلہ کرے وہی پتھر نصب کرے۔ بڑی احتیاطیں برتی گئیں بڑے پہرے قائم رہے کہ کوئی شرارت نہ ہونے پائے قدرت کو یہ مقدس کام بھی آپ کے ہاتھوں انجام کو پہنچانا تھا اس لئے سب سے پہلے قدم آپ ہی پہنچے لوگ دیکھتے ہی چلا اٹھے کہ وہ لو وہ "امین" آ گیا اس کا فیصلہ بے لاگ ہوگا آپ نے فیصلہ بھی وہ کیا کہ سب نتیجہ پر مسرور ہو گئے۔

ایک چادر میں پتھر رکھوا دیا سب کہا اس کے گوشے پکڑ کر بلند کرو ایسا ہونے کے بعد آپ نے خود پتھر اٹھا کر اس کی جگہ رکھ دیا اس فیصلہ سے ہی آپ کی امانت و دانائی کی دھوم مچ گئی۔

کاروباری لیاقت و عروج

آپ کے پاس روپیہ تو تھا نہیں لیاقت و دانائی کا اندوختہ ضرور تھا کمیشن ایجنسی کا کام شروع کر دیا دوسروں کا مال منافع میں نصف کی شرکت پر فروخت کرنا شروع کر دیا کام کیا محنت اور سلیقہ کے ساتھ لوگوں کو بڑے بڑے منافع ہوئے مال اچھی قیمت پر اور زیادہ فروخت ہوا اس سے بھی شہرت ہوئی اور لوگوں کا رجحان بڑھ گیا۔

لقب مکی مدنی العربی کی موزونیت

شدہ شدہ بڑے بڑے تاجروں اور رئیسوں کی نظریں اٹھ گئیں عرب کی ملکہ تجارا در مکہ کی رئیسہ حضرت خدیجہؓ نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ میرا کام شروع کر دیں تو دوسروں سے المضاعف منافع دوں گی۔ خدیجہؓ جیسی تاجرہ بھی آپ کی دیانت دیکھ کر متحیر و مسرور ہوئیں اور پیام بھیج کر عقد کر لیا اور اس کے بعد سب کچھ آپ کو تفویض کر دیا اس کے بعد خود مختارانہ کام جو شروع کیا ہے تو قریش میں سب سے آگے بڑھ گئے پھر اعلان نبوت ہوا مصائب میں استقلال دکھا کر عازم مدینہ ہوئے وہاں بھی آپ کو سرداری کا رتبہ حاصل ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب مکہ اور مدینہ میں آپ سے بزرگ تر ذات کوئی پیدا نہ ہوئی اس لئے سید مکی مدنی العربی کا خطاب آپ ہی کو زیب دیتا ہے اور آپ کے القاب سنتے ہی مومنین کے قلوب جوش سے لبریز ہو جاتے ہیں۔

من بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم ٭ اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

حضورؐ کا سراپا

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شب کو کہ وہ مہینہ کی چودہویں شب تھی اور چاندنی پوری درخشانیوں کے ساتھ سرگرم ضیاباری تھا اسی شب کو میں نے رسول اللہ کو دیکھا اس عالم میں کہ آپ کے جسم مبارک پر سرخ رنگ کا حلہ تھا میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی چودھویں کی چاند کی طرف نظر کرتا تھا۔ خدا کی قسم مجھے آپ چودھویں کے چاند سے کہیں زیادہ حسین اور خوبصورت نظر آ رہے تھے۔

آپ نہایت خوش اندام خوشرو اور خوش مزاج تھے۔ قد بہت لمبا تھا نہ بہت ٹھگنا بہت موزوں تھا گٹھا ہوا جسم مبارک تھا نہ بھاری اور نہ موٹے آنکھیں بڑی اور چمکیلی ناک ستواں پیشانی کشادہ ابرو پیوستہ دہانہ متوسط۔ رخسارے خوشنما کم گوشت۔ ریش مبارک بھری ہوئی متوسط درجہ کی سر بڑا تھا بال پٹے دار تھے اور درمیان سے مانگ نکال کر ادھر ادھر ڈال لیتے تھے سینہ ابھرا ہوا۔ بازو بھرے ہوئے اور ہاتھ لمبے تھے سا قین مبارک بھی پر گوشت تھیں۔ پاؤں متوسط درجہ کے تھے رنگ سرخ و سپید تھا۔ چہرہ مبارک میں بلا کی صباحت و دلکشی تھی۔ سر اور ڈاڑھی میں روزانہ کنگھا کرتے اور تیل ڈالتے تھے آنکھوں میں سرمہ بھی برابر لگاتے رہتے تھے۔ دندان مبارک موتیوں کی دو لڑیاں معلوم ہوتی تھیں جو صفاف و شفاف تھے مسواک کا بہت شوق تھا۔

یہاں ہم آپ کے سراپائے نورانی اور جمال جہاں افروز کے متعلق چند مغربی حوالے پیش کرتے ہیں۔ جان ڈیون پورٹ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمال کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"نبی عرب کی شکل شاہانہ، خد و خال مرتب و موزوں اور دلربا تھے آنکھیں سیاہ اور رسیلی تھیں، ناک ذرا اٹھی ہوئی اور دہانہ خوبصورت تھا، دندان مبارک موتیوں کی طرح چمکتے تھے، رخسار سرخ و سپید تھے اور ان سے آپ کی صحت وری نمایاں تھی آواز رسیلی اور تبسم دلاویز تھا"

اسی طرح شہرہ آفاق مورخ سرایڈورڈ گبن نے لکھا ہے کہ:۔

"رسول کریم حسن و جمال میں شہرہ آفاق تھے اور یہ نعمت انہی افراد کو بری معلوم ہوتی تھی جنہیں خدا کی طرف سے عطا نہیں ہوئی تھی اور وہ خود اس سے محروم تھے آپ کی یہ خصوصیت تھی کہ منہ سے کوئی بات نکالنے سے پیشتر ہی مخاطب کوئی فرد ہو یا جماعت اپنی طرف متوجہ کر لیا کرتے تھے لوگ رسول کریم کی شاہانہ شکل رسیلی آنکھوں اور وضعدار و دلکش تبسم بکھری ہوئی ڈاڑھی ایسے چہرے جو دل کے ہر ایک جذبہ کی تصویر کھینچ دے اور ایسی حرکت اعضا کو دیکھ کر جو زبان کا کام دے تعریف کیا کرتے تھے"

غرض آپ حسن و جمال میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے آپ کے اندر سردارانہ شان اور شاہانہ شکوہ اور مقتدایانہ عظمت پائی جاتی تھی۔

حضورؐ کی جوانی

جب شباب کا زمانہ آیا ہے جوانی چڑھی ہے تو آپ کی رعنائی جمال اور رنگینی حسن کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا بلا کی دلکشی و دلفریبی پیدا ہو گئی تھی نازنینان عرب اور مہوشان قریش آپ کو حسرت و آرزو کی نظر سے دیکھتی تھیں بداخلاقی کا زمانہ تھا بن سنور کر اور تیتریاں بنکر بقصد غمزہ جمال سامنے آتیں اور کبک خرامی کے ساتھ گذر جاتیں اس سعی میں کہ آپ ان کی طرف راغب ہو کر توجہ فرمائیں لیکن آپ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔

پردہ کا رواج نہ تھا بڑی بڑی امیرزادیوں کے دل میں آپ سے شرف معیت کی آرزو آگ لگائے ہوئے تھی دن گذرتے چلے جا رہے تھے مگر آپ جدھر سے گذر جاتے گلیاں سج جاتی تھیں جوانان عرب آپ کی یوسف جمالی کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے جدھر سے گذر جاتے نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ جاتیں قریش میں کوئی جوان بھی آپ کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا آپ کی اخلاقی بلندی اور شیریں گفتاری نے اور دلربائی پیدا کر دی تھی۔

حضورؐ جمال ظاہری

جمال ظاہری میں پورے ملک کیا گرد و نواح میں بھی دور دور تک آپ کا حریف مقابل نہ تھا جمال یوسفی مشہور ہے لیکن جمال محمدی کے آگے وہ بھی گرد ہو کر رہ گیا تھا۔ چہرہ کی دلربائی لب و لہجہ کی شیرینی تبسم کی گل افشانی رفتار کی مستی گفتار کی رعنائی رنگ و رخسار کی صباحت سراپا کی دلکشی وضع و قامت کی دلفریبی نے آپ کے اندر ایک سحر پنہاں کر دیا تھا تمام بنو ہاشم کو آپ کے حسن و جمال اور آپ کی سرو قامتی پر فخر تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ چودھویں رات کا چاند چمک رہا ہے جو اور جس قسم کا لباس پہن لیتے تھے ایک نور برسنے لگتا تھا ایک شان پیدا ہو جاتی تھی سراپا سحر بنجاتے تھے

حضورؐ کا جمال باطنی

جمال باطنی سے مراد آپ کی اخلاقی خوبیاں اور انسانی محاسن ہیں آپ انسانی شکل و شباہت میں فرشتہ معلوم ہوتے تھے۔ شرم و حیا کا یہ عالم تھا جیسا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ حضور میں پردہ نشین خواتین اور دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ حیا تھی جب کوئی بے شرمی کی بات سنتے تو حضور کا چہرہ فوراً متغیر ہو جاتا جب کوئی معافی مانگتا تو شرم سے گردن جھکا لیتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور کبھی کسی طرف تیز نگاہ سے نہ دیکھتے تھے اپنی آنکھیں ہمیشہ نیچی رکھتے جب ہنسی آتی تو اسے کبھی تبسم کی حدود سے تجاوز نہ ہونے دیتے مروت کا یہ عالم تھا کہ جس سے حضور کا ذرہ برابر بھی تعلق ہوتا تھا اس کا بڑا خیال رکھتے تھے، جنگ حنین میں آپ کی دائی حلیمہ کی صاحبزادی شیما گرفتار ہو کر آئی ہیں تو اطلاع پا کر اپنے پاس بلایا اپنی چادر بچھا کر ان کو بٹھایا دیر تک ان سے گفتگو کرتے رہے پھر تحائف دیکر رخصت کر دیا۔

یہی نہیں جب بنو سعد کا وفد آپ کے پاس آیا ہے اور کہا ہے کہ اگر ہم کسریٰ و قیصر کے خاندان والوں کو بھی دودھ پلاتے تو وہ بھی ہمارا خیال کرتے آپ تو پیغمبر ہیں کیا آپ کو خیال نہیں کہ قیدیوں میں آپ کی خالائیں اور پھوپھیاں بھی ہیں تو آپ کی گردن جھک گئی مسلمانوں کی طرف دیکھا اور ان کی مرضی پا کر سب کو چھوڑ دیا۔

جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا۔ کبھی کچھ نہ ہوتا تو اس سے اس طرح عذر خواہی کرتے جیسے کوئی معافی مانگ رہا ہے ایک دفعہ نوے ہزار درہم سامنے رکھے گئے جو سائل آتا مٹھیاں بھر بھر کر اسے دیتے جاتے حتیٰ کہ سب ختم ہو گئے کینہ و عناد سے بھی دل صاف رہا۔

ہندہ نے حضور کے چچا کا جگر چبایا تھا۔ ہبار بن اسود کے نیزے سے حضور کی صاحبزادی مجروح ہوکر اونٹ کی پشت سے گریں اور اسی صدمہ کے اثر سے چل بسیں لیکن آپ نے انھیں بھی معاف کر دیا۔ ابوسفیان نے کتنا ستایا کفار نے کتنا ظلم کیا لیکن جب کہا ہے کہ محمد، تیرے یہاں قحط پڑا ہوا ہے بارش نہیں ہوتی آپ کی قوم بھوکوں مری جا رہی ہے تو آپ نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے جو قبول ہوئی اور جل تھل بھر گئے۔

اسی طرح جب حضرت طفیل نے کفار مکہ کے مظالم کا حال سنکر یمامہ کا غلہ روک لیا ہے اور انھوں نے بامر مجبوری آپ سے التجا کی ہے کہ آپ کی قوم بھوکی مر جائیگی طفیل غلہ نہیں آنے دیتا تو آپ نے غلہ بھی کھلوا دیا اسی طرح رحمدلی غریب پروری ضعفا نوازی صلہ رحمی دیانتداری، امانت پروری خلق و احسان میں ثانی نہ رکھتے تھے اور بہترین باطنی خوبیوں کے حامل تھے۔

حضور کا عرفانی جمال

عرفانی جمال جسے حقیقی باطنی جمال کہا جا سکتا ہے اس کا تو تصور بھی محال ہے حضرت علی سے ایک دفعہ کہا کہ تم نے مجھے اصلی شکل میں بھی دیکھا ہے عرض کی نہیں۔ فرمایا تم دیکھ نہیں سکتے حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے ذکر کیا انھوں نے باپ سے سفارش کی حضرت علی نے جو نظر اٹھائی ہے تو تاب جمال نہ لا سکے اور بیہوش ہوکر گر پڑے یہ تھیں حضور کی جمال عرفانی کی کرشمہ کاریاں۔ حضرت ابوالحسن خرقانی نے صحیح فرمایا ہے کہ حضور کو اصلی شکل و صورت میں مخصوص صحابہ کے سوا کسی نے نہیں دیکھا ہے اور کس میں یارا ہے کہ وہ تاب نظارہ لا سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ ذات رب قدیر حسین ترین ذات ہے اولیائے کرام تو فنائیت کی تین منازل طے کرکے اس کی سرحد تک پہنچتے ہیں اور فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ تو بڑی چیز ہیں فنا فی الشیخ ہی کی حقیقی صورت میں حالت بدل جاتی ہے انبیا علیہم السلام کی پہلی ہی منزل فنا فی اللہ ہوتی ہے اور انوار الہیہ اپنے اندر جذب کرکے سراپا نور ہو جاتے ہیں اور ان کے اندر وہ برق جمالی اور رعنائی پیدا ہو جاتی ہے جس کا ہم پس افتادگان عالم نہ تصور کر سکتے ہیں اور نہ دیکھنے کی تاب لا سکتے ہیں اس کا ایک ذرہ اور ایک جھلک ہی دیکھ لینے کے بعد پھر کچھ دیکھنے کی آرزو باقی نہیں رہتی

حسن مجازی ہی کی لذات کا کیا عالم ہوتا ہے چہ جائیکہ حسن حقیقی جسکی ایک جھلک جس نے دیکھ لی ہے پھر وہ دنیا و مافیہا سے غافل ہو گئے ہیں اور لذات حاصل کی ہیں جن کے سامنے لذات دنیوی بے حقیقت ہیں۔

حضور کی نفاست و نظافت

حضور نبی کریم نے نہایت صاف ستھری زندگی بسر کی مزاج میں بہت نفاست تھی اگرچہ آپ کو جاہ پسندی اور تکلف سے نفرت تھی مگر لباس ہمیشہ عمدہ اور صاف پہنتے تھے سفید رنگ بہت پسند تھا اسے سب پر ترجیح دیتے تھے روزانہ شب کو سوتے وقت سرمہ بھی لگایا کرتے تھے اکثر سر میں تیل ڈالتے اور روزانہ بالوں میں کنگھا کرتے خوشبویات اور عطریات سے بہت شوق تھا جس کا گلی سے نکل جاتے وہ معطر ہو جاتی۔ بعض دفعہ مشک و عنبر بھی استعمال فرماتے آپ کی مجلس میں خوشبو کی انگیٹھیاں بھی جلائی جاتیں۔ حکم تھا جہاں اجتماع ہو وہاں خوشبوئیں [illegible] جائیں تاکہ ہوا خراب نہ ہو اور سب لوگوں کے دماغ معطر رہیں ایک دفعہ ایک شخص نے عرض کی کہ میرا دل تو یہی چاہتا ہے اور میری خواہش تو یہی رہتی ہے کہ میرے کپڑے عمدہ ہوں جوتا اچھا ہو سر میں تیل لگا ہوا ہو اسی طرح اور بھی بہت سی چیزوں کا ذکر کرکے آخر میں کہا اور میرا کوڑا بھی اچھا ہو رسول کریم نے یہ سنکر فرمایا ان اللہ جمیل و یحب الجمال یہ سب اچھی چیزیں ہیں اللہ خود بھی حسین اور حسن و نظافت کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول کریم سے عرض کی اچھا لباس پہننا تکبر ہے فرمایا ہرگز نہیں بلکہ یہ تو نفاست ہے اور خدا ایسی نفاست کو پسند کرتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا پوچھا کیا تجھے میسر نہیں بولا خدا کا فضل ہے۔ فرمایا کیوں حسب حیثیت لباس نہیں پہنتا کہ اللہ کے فضل کا اظہار ہو۔

خدیجہ کیسا محبت کی زندگی

حضور کی پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ نہایت شریف النفس نیک طینت دولتمند جان نثار اور جامع اوصاف بیوی تھیں جاں نثاری اور فرمانبرداری میں اپنی نظیر آپ تھیں یہی مجمع المحاسن خاتون چرخ کہن سال کی صد ہزار گردشوں میں ہیں جا کر پیدا ہوئی ہیں جنھوں نے سرد و گرم زمانہ میں حضور کی پوری رفاقت کی اور پوری زندگی اور زندگی کی ہر محبوب متاع آپ پر قربان کر دی اور آپ کے ساتھ اس ناز پروردہ نعمت خاتون نے ہر قسم کی اذیتیں اور تکلیفیں بھی پوری نسوانی شان کے ساتھ برداشت کیں!

اور ہر حالت میں پوری دلسوزی و غمگساری کرتی رہیں دونوں میں تا حیات عاشقانہ محبت رہی۔ ہر مصیبت میں ساتھ دیا۔ ہر تکلیف میں آپ کی ڈھارس بندھائی علمیت و شرافت میں ثانی نہ رکھتی تھیں غار حرا میں آپ ہی کھانا پہنچاتی رہیں اللہ تعالیٰ کو یہ شان ایسی بھائی کہ سبقت اسلام کا تاج آپ ہی کے سر پر رکھا زندگی میں جب بھی رسول کریم کو یاد آتا تیرہ چشمہائے مبارک نم ہو جاتی تھیں چوبیس سال رفاقت میں رہیں حضور نے ان کی زندگی میں عقد ثانی نہ کیا بےحد محبت تھی اور جملہ امور میں ان سے مشورہ لیتے رہے۔ مرنے کے بعد انھیں اکثر یاد کیا کرتے تھے اور جب یاد آتی تھیں آبدیدہ ہو جاتے تھے گھر میں قربانی ہوتی تو تلاش کرا کر ان کی ہمنشین عورتوں کو حصے بھیجا کرتے تھے ان کی بہن ہالہؓ کبھی آتیں تو فوراً محبت میں کھڑے ہو جاتے۔

حضرت عائشہؓ کو رشک پیدا ہوا اور ایک روز کہا کہ آپ ایک بڑھیا کو اتنا یاد کرتے ہیں حالانکہ خدا نے آپ کو ان سے کہیں بہتر بیویاں عطا کر دیں۔ فرمایا کہ:- عائشہؓ کیا کہہ رہی ہو۔ خدیجہؓ خدیجہؓ تھیں جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہیں نے میری تصدیق کی جب لوگ کافر تھے وہ میرے اوپر ایمان لائیں جب میرے پاس کوئی کام نہ تھا انھوں نے اپنی دولت سے میری امداد کی ہمیشہ غمگساری کرتی رہیں میں انھیں کیونکر بھول سکتا ہوں۔

حضرت عائشہؓ سے حضورؐ کی محبت

بعد کو اگرچہ سلوک سب سے مساویا نہ تھا مگر حضرت عائشہ سے بہت محبت تھی اور یہ محبوب ترین بیوی تھیں اس لئے نہیں کہ وہ دوشیزہ اور صاحب جمال تھیں کہ حسن و جمال میں تو حضرت صفیہؓ لاثانی تھیں اور ان کے بعد حضرت زینب تھیں جو حور معلوم ہوتی تھیں بلکہ اس کی وجہ ان کی ذہانت و لیاقت علمی ہی پر تھی فطرت نسوانی خصوصیات پر نظر نہیں کرتی وہ تو فطرتاً محبت کی آرزومند رہتی ہے ایسی فطرت جو اسی کے لئے مخصوص ہو رشک کا مادہ فطری ہے سوتنوں کو اس پر رشک تھا گھر میں ان کے ساتھ کھیلتے تھے۔ دوڑ میں بھی ایک دفعہ عید کے

چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر ٭ اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی

مسلمانان عہد رسالت کے اخلاق

عہد رسالت کے مسلمانوں کے اخلاق نہایت بلند اور پاکیزہ تھے جو درحقیقت قرآنی سانچہ میں ڈھلے ہوئے تھے جو خدا نے حکم دیا تھا اس پر کاربند تھے اور جس سے خدا نے روک دیا تھا اس سے نفور تھے ان کے دلوں اور روحوں پر قرآن کی حکمرانی تھی خدا کے خوف ان کے قلوب کی گہرائیوں میں سمایا ہوا تھا وہ جو کچھ دیکھتے تھے قرآن کی روشنی میں دیکھتے تھے جو قدم اٹھتا تھا خدا کے حکم کے مطابق اٹھتا تھا ان کا دستور العمل اوامر و نواہی قرآنی تھے۔

ان کے سامنے ہر حالت میں گھر کے اندر اور باہر اسوہ رسول رہتا تھا وہ یہ ہرگز نہ دیکھتے کہ رسم و رواج کیا ہے آبا و اجداد کیا کرتے چلے آئے ہیں ان کے عمل و اقدام کے متعلق دنیا کیا کہے گی انسان کے اپنے نفوس و اقارب کی خواہشات کیا ہیں ان کے سامنے تو محض رب قدیر کی خوشنودی اور رسول کریم کا اتباع اور بہبود خلق ہوتی تھی ان کی نہ اپنی کوئی رائے تھی نہ ملکی رسم و رواج کوئی حقیقت رکھتے تھے نہ آبا و اجداد کا طریق کوئی چیز تھا نہ اس عہد کے متمدن و مہذب فرمانروا یونان، روم و عجم کے آئین مثال بن سکتے تھے نہ اہل و عیال کے داعیات کی کوئی حیثیت تھی ان کے سامنے محض ربانی قانون تھا اور سب اسی پر عمل پیرا اور سب اسی کے پابند تھے ان کے ذہن نشین ہو چکا تھا کہ انہیں اپنے اعمال کی جوابدہی خدا کے سامنے کرنی پڑے گی اور وہ ایسی ذات ہے جس کی آنکھ دلوں کی گہرائیوں کا بھی جائزہ لیتی رہتی ہے۔

بندوں کے قانون کی خلاف ورزی کرکے تو انسان کسی نہ کسی طرح بچ بھی سکتا ہے کہ اس کا دائرہ محدود ہے اور اس کی نظر سے بچ کر جرائم بھی کئے جا سکتے ہیں لیکن ربانی قانون کے دائرے غیر محدود ہیں اور خدا کی نظر دنیا کے تاریک گوشوں تک بھی پہنچتی ہے اور وہ ہر جگہ دیکھ سکتی ہے کہ انسان کس حد تک اس کے قانون کا اتباع کر رہا ہے۔

یہی ان کی کامرانی کا راز تھا اور اسی سے انحراف ہماری پستیوں کا سبب ہے۔

وہ رحماء بینہم اور اشداء علی الکفار کے پیکر تھے انہیں لا تنازعوا اور لا تفرقوا کا حکم مل چکا تھا اس لئے وہ ملی اور رضا کارانہ حیثیت سے متحد و متفق رہتے تھے انہیں لا تبذر کہکر بتا دیا گیا تھا کہ اپنی کمائی بیجا اڑانے اور فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اس لئے نہ لم یقتروا و لم یسرفوا کی اساس تقوی پر مستحکم ہو کر وکان ذالک بین قواما کے مطابق میانہ روی اور اعتدال کی راہ اختیار کرتے تھے ان کی کوئی پائی ریا و نمود اور خطوات الشیطان کے لئے خرچ نہ ہوتی تھی انہیں لا تنس نصیبک من الدنیا اور لیس للانسان الا ما سعی بتا دیا گیا تھا اور اس کی تشریح کے طور پر حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اپنے اہل و عیال کی پرورش اپنے ماں باپ والدین کی خدمت اقارب سے سلوک اور اپنی آبرو کے قیام و تحفظ کے لئے روپیہ کمانا محنت کرنا اور بچانا خدا کی راہ میں محنت ہی کے مترادف ہے اور تجارت میں رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے رکھے گئے ہیں اس لئے وہ دیانتداری کے ساتھ روپیہ کمانے اور محنت کرنے میں بڑی سرگرمی کے ساتھ مصروف رہتے اور بڑی بڑی تجارتیں کرتے۔

تعاونوا بالبر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کا اصول ہر مسلمان کے پیش نظر رہتا تھا، ہر نیک کام میں وہ باہم امکانی تعاون سے کام لیتے تھے اس لئے ابھرتے اور بڑھتے چلے جاتے تھے انہیں قولوا قولا سدیدا، قولوا قولا معروفا، قولوا قولا کریما کے اوامر میں تہذیب کلام اور لا تغتب اور لا تجسسوا کے احکام میں غیبت اور کسی کی زندگی کے اندرونی حالات کی ٹوہ لینے سے روک دیا گیا تھا وہ رک گئے تھے اس لئے ان میں باہمی رنجش بھی نہیں اور دل بھی صاف تھے وہ رسول خدا کے فرمان کے مطابق باہم ایک دوسرے کے خون مال اور آبرو پر حملہ کو حرام سمجھتے تھے افضل الناس من ینفع الناس کا اصول ان کے پیش نظر رہتا تھا اس لئے وہ خدا کی مخلوق کی فائدہ رسانی اور خدمت کو اپنا محور کار بنائے رکھتے تھے۔

مختصر یہ کہ ان کی زندگی بالکل خدائی قانون اور قرآن کے مطابق تھی ان کے اخلاق ان کی معاشرت ان کی زندگی اور ان کے حرکات و سکنات اسی کے مطابق تھے۔

مسلمانوں کی پستی و عروج

اخلاقی و عملی حیثیت سے تو اسلام قبول کرتے ہی ہر مسلمان بلندی پر فائز ہو جاتا تھا لیکن سیاسی اور مالی حالت سے عہد رسالت میں وہ ضرور ایک مدت تک پست و مغلوب رہے۔

سیزدہ سالہ مکی زندگی بڑی پرآشوب زندگی تھی اس میں کام کرنا تو کجا مسلمانوں کو سانس لینے کا بھی موقع نہ ملتا تھا غریب تو غریب بڑے بڑے مسلمانوں کے پاس بھی کچھ نہ تھا کاروبار بٹ ہو چکے تھے حضرت صدیق اکبرؓ جب ایمان اسلام لائے ہیں ان کے پاس ایک لاکھ نقد موجود تھے جن میں سے ستانوے ہزار خرچ ہو چکے تھے، اور جس وقت مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں اس وقت صرف تین ہزار درہم باقی تھے جن میں سے پانسو رسول کریم کو حضرت عائشہؓ کا مہر ادا کرنے کے لئے قرض دیدیئے حضرت عبدالرحمن بن عوف بہت بڑے تاجر تھے ان کے پاس بھی صرف چند درہم باقی رہ گئے تھے حضرت زبیر و طلحہؓ کی دولت بھی غارت ہو چکی تھی حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عثمان بن مظعون کا شمار ضرور دولتمندوں میں تھا باقی تمام مہاجرین کرام افلاس و نکبت میں مبتلا تھے اور گھر بار اور ساز و سامان تو ایک طرف اہل و عیال بھی وہیں چھوڑ کر اور اپنی جانیں لیکر نکل کھڑے ہوئے تھے۔

اصحاب صفہ کی ایک بہت بڑی جماعت تھی جن کے کفیل حضورؐ ہی تھے یہ نہایت مقدس اور فاقہ کش جماعت تھی ان پر تین تین وقت یونہی گذر جاتے تھے اور بھوک کی شدت سے اکثر بیہوش ہو کر گر پڑتے تھے پھر بھی جہاں تک ممکن ہوتا تھا یہ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالتے تھے دن کو جنگل میں نکل جاتے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور فروخت کرکے نصف خیرات کر دیتے انتہا یہ تھی کہ کفن کے لئے بھی کپڑا میسر نہ تھا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے جسم مبارک پر دلق صد پیوند رہتی تھی حضرت علیؓ کی بھی یہی حالت تھی۔

مسلمانوں کا عروج اور اس کے اسباب

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور نبی کریم نے مسلمانوں کی اصلاح و ترقی کے لئے کیا کیا اور کیا کیا ذرائع اختیار کئے اور کن تدابیر سے کام لیکر انہیں خاک مذلت سے اٹھایا اور عرش عزت پر بٹھا دیا۔

خدا ترسی، اطاعت، جفاکشی اور سرگرمی کی صلاحیت آپ نے پیدا کر دی تھی یہ ذہن نشین کر دیا تھا کہ اسلام کے نزدیک دین و دنیا کی تفریق کوئی چیز نہیں اپنی دنیا بنا سلنے اور عیش و آرام کے ساتھ جائز طور پر زندگی بسر کرنے کی سعی بھی ثواب ہے اور حصول دولت کا بہترین اور شریف ترین ذریعہ تجارت بتلایا تھا اس لئے مہاجرین نے اپنی وسعت میں چھوٹی چھوٹی تجارتیں شروع کر دیں۔

کچھ پھیری کی تجارت کرنے لگے اور کچھ ایسے تھے جنہوں نے مدینہ کے بازاروں میں چھوٹی چھوٹی دکانیں کھول لیں وہ مسلمان آج جیسے مسلمان نہ تھے کہ اسلامی دکانیں چھوڑ کر دوسروں سے سودا خریدنے اور ان لے کوئیں دکانیں الغصار بن گئے کاہک خاد انبے کی مدد پوری ملت نے یکجہت ہو کر کیا محنت سے نتیجہ یہ ہوا کہ کاروبار کو بڑا فروغ حاصل ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ نے بازار بنیقاع میں کھجوروں کی تجارت شروع کر کے کاروبار کو انتہائی عروج پر پہنچا دیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے محلہ سخ میں کپڑے کی تجارت شروع کر دی جس نے ایک [illegible] ان کارخانے کی صورت اختیار کر لی حضرت فاروق اعظمؓ کی تجارت نے اتنی ترقی کر لی کہ اس کی شاخیں ایران تک میں قائم ہو گئیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا کاروبار عروج [illegible] بن گیا غرض یہ کہ سات آٹھ سال ہی کے اندر ہی [illegible] مسلمانوں کی [illegible] اور انہیں دنیا کی بہترین اور ترقی یافتہ قوم بنا دیا۔

مسلمانوں کی کفایت شعاری [illegible] زیادہ ایک پائی بھی خرچ کرتے تھے حضرت ابو [illegible] سادگی [illegible] خاموشی کے ساتھ کہ خود ذات رسالت مآب کو بھی اس کا علم نہ ہو سکا ایک روز کپڑوں سے خوشبو محسوس کر کے پوچھا کہ کیا شادی کر لی جواب اثبات میں [illegible] کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ ہمیں اطلاع نہ کی اس کے بعد وہ [illegible]

موجودہ مسلمانوں کی پستی اور اسکی وجہ

عہد حاضر کے مسلمانوں کی پستی کے اسباب [illegible] یہ ہیں کہ انہوں نے اللہ کے قانون کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ملکی قوانین کو اختیار کر لیا اپنی راہ چھوڑ کر دوسروں کے رسم و رواج اختیار کر لئے قرآن جو ایک ضابطۂ حیات اور مسلمانوں کے لئے زندگی کے دستور العمل

روز حبشی کھیل رہے تھے تماشا دکھانے کی استدعا کی حضورؐ نے پیچھے کھڑا کر لیا اور حضورؐ کے کندھے پر ٹھوڑی رکھے ہوئے دیر تک ان حبشیوں کا تماشا دیکھتی رہیں ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کا اونٹ بدک گیا بے ساختہ زبان مبارک سے نکلا ہائے میری دلہن۔ بیماری میں بھی برابر پوچھتے تھے کہ کس کی باری ہے ازواج منشا سمجھ گئیں کہ آپ عائشہ کے پاس رہنا چاہتے ہیں چنانچہ سب نے اپنی اپنی باری چھوڑ دی اور انھیں کے حجرے میں رہنے لگے۔

ایک مرتبہ کسی بات پر جھنجھلائیں اور چلا کر کوئی بات کہی ادھر سے ان کے والد صدیق اکبرؓ چلے آ رہے تھے طمانچہ مارنے کو جھپٹے اور فرمایا رسول اللہ سے یہ گستاخی سہم گئیں اور عجلت سے رسول اللہ کے پیچھے ہو رہیں وہ غصہ میں بھرے ہوئے باہر چلے گئے حضورؐ نے فرمایا بچا دیا عائشہؓ ورنہ ابھی حقیقت معلوم ہو جاتی الغرض نے [illegible] سے گردن جھکا لی گھر میں آتے تو زانو پر سر رکھ کر لیٹ جاتے لطف سے زندگی گذار رہے تھے۔

عائلی زندگی کے مسرت مظاہر

حضور روزانہ تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے ہر بیوی کے حجرے میں جاتے

کی حیثیت رکھتا تھا مسلمانوں کو اسی کے مطابق قدم اٹھانا چاہیئے تھا انہوں نے اسے محض ثواب کے لئے تلاوت کی چیز سمجھ لیا قرآن سے ہدایت لینے کے بجائے وہ دوسروں کے رسم اور آبائی طریق پر چلنے لگے۔ عہد اول کے سامنے حضور کا اسوۂ نمونۂ عمل تھا اب ہمارے سامنے دوسروں کے طریقے آ گئے اور یہ حالت ہو گئی کہ مسلمانوں کے ذہن سے اسلام نکل گیا وہ قرآنی احکام پر دانستہ عمل پیرا ہوتے تھے ہمیں اس کی پرواہ ہی نہیں ہے ان کے نزدیک دین و دنیا کی تفریق کوئی چیز نہ تھی ہمارے نزدیک دین و دنیا دو چیزیں بن گئیں انہوں نے تجارت کو اپنا شعار عمل بنائے رکھا اور ہم نے اسے یکسر ترک کر دیا ان کے اندر باہمی تعاون اور باہمی اتحاد کا جذبہ پوری شدت کے ساتھ کار فرما تھا ہمارے اندر یہ چیز نہ رہی۔

مسلمان آج بھی غریب ہیں لیکن نہ اس قدر جتنا کہ ابتدائے عہد رسالت میں تھے جب اس حالت سے وہ ترقی کر کے مالی حیثیت سے کروڑپتی اور اخلاقی حیثیت سے فرشتہ بن گئے تو آج کیوں نہیں بن سکتے اگر آج بھی مسلمان وہی ذرائع و وسائل اختیار کریں اور ایک پنجسالہ پروگرام بنا کر تجارت کے فروغ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور صرف ایک سال ہی کی سادہ زندگی بسر کرنے کا تہیہ کر کے باقی تمام روپیہ بیت المال میں جمع کرنا شروع کر دیں اور اس سے تجارتیں کی جائیں اور تمام مسلمان ان اسلامی تجارتوں کی حمایت کریں قرآن ہی پر چلنے کا عہد کر لیں اسی کی اوامر و نواہی کو سند مانیں تو آج انکی حالتیں انقلاب پیدا ہو سکتا ہے آخر ترکی نے تیار دیکھتے ہی دیکھتے کتنی ترقی کر لی اور ایک زبردست قوم بن گئے۔ بار الہا تو ہم مسلمانوں کو سچا اور صادق الایمان مسلمان بنا دے ہمارے اندر روح بلالی تدبر صدیقی شکوہ فاروقی ہیبت علوی حیائے عثمانی جوش خالدی اور محبت اویسی پیدا کر دے اپنی خشیت اور اسلام کا درد ہمارے دلوں میں پیدا کر دے۔ سبز گنبد والے آقا کا صدقہ ہم پر رحم کر ہم گمراہ ہو رہے ہیں ہمیں الٰہا ہم گمراہ ہو چکے ہیں ہماری رہنمائی کر ہم ذلیل و خوار ہو چکے ہیں ہمیں عزت و شادمانی سے دو چار کر دے رحم کر کہ اب سیلاب غم سر سے گذر رہا ہے نالائق ہیں مگر تیرے ہیں اور تیرے رسول ہی کی امت کہلاتے ہیں بخش دے معاف کر دے۔

اور بیٹھا کرتے تھے شب کو باری باری مختلف بیویوں کے پاس استراحت فرماتے عصر کے بعد آپ حضرت ام سلمہؓ کے حجرے میں اکثر تشریف لے جاتے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جس کی باری ہوتی اسی کے حجرے میں سب جمع ہو جاتیں دیر تک صحبت رہتی بشریت کی بنا پر رشک ضرور تھا مگر دل صاف تھے۔

سب مل جل کر لطف اٹھاتیں اور ہنستیں بولتیں جہاں تک ذاتی محبت کا تعلق ہے سب سے پوری پوری محبت کرتے تھے لیکن دنیوی طریق پر کبھی آپ نے اس کا اظہار نہیں کیا حضرت عائشہؓ سے کتنی محبت تھی مگر اپنی زندگی میں کبھی انھیں طلائی زیور اور گراں قیمت لباس نہیں پہنایا کبھی جسم پر کوئی ایسی چیز دیکھ ہی لیتے تھے تو منع فرما دیتے تھے ایک دفعہ طلائی کنگن پہنے دیکھا تو فرمایا بہتر تو یہ تھا کہ تم چاندی کے کنگن زعفران سے رنگ کر ہاتھ میں ڈال لیتیں۔ ویسے نسوانی خصائص کے قیام پر بڑا زور دیتے رہتے تھے فرماتے تھے چوڑیاں پہنے رہا کرو یہ عورت کا سہاگ ہے اور ان کی آواز سے برکت ہوتی ہے مہندی لگانے پر بھی خاص زور دیتے تھے اور حجاب و حیا کی ہدایت فرماتے تھے میلا لباس کسی کو پہنے دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے چاہتے تھے کہ سب سلیقہ اور آراستگی کی حالت میں رہیں غرض آپ کے گھر کی زندگی نہایت مسرت و خوش باش زندگی تھی اگرچہ دنیوی عیش و آرام کا کوئی ایسا سامان نہ تھا پھر بھی گھر میں مسرت کا دور دورہ رہتا تھا یہ تھے حضورؐ کے حیرت انگیز اور پر تعجب حالات جن کے تذکار فرزندان توحید کو آج بھی درس عمل دے

نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را + برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

انبیا پر رسول کریم کا تفوق

رسول کریم ازل سے ابد تک پیدا ہونے والی تمام مخلوق سے افضل ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام پر بھی آپ کو تفوق حاصل ہے اور سرداری کا منصب حاصل کئے ہوئے ہیں حضرت آدم اپنی بیوی حضرت حوا کی باتوں میں آکر نافرمانی کے تصور وار قرار پائے لیکن حضور کی ازواج نے جب فراغت معاش کے لئے ہی زور دیا تو حضور نے اس کی قطعی پرواہ نہ کی کبھی کسی کی غیر حق بات ماننے پر تیار نہ ہوئے تھے حضرت ادریس کی طرح آسمان پر نہیں رہے مگر زندگی ہی میں جنت و دوزخ کی سیر کی ستر ہزار فرشتے حضور کی پاسبانی پر مامور تھے۔

انسانوں کی طرح جیسے انسانوں کی طرح رہے اور انسانوں کو رشک ملائک بنا کر چھوڑا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو نو سو برس کی تبلیغ میں مشکل صرف ۸۴ مومن نصیب ہوئے لیکن حضور نے ایک قلیل مدت میں پورے عرب کو مسلمان بنا لیا آپ پر بھی بڑے بڑے مظالم ہوئے لیکن آپ نے اپنی قوم کی تباہی کے لئے بھی بددعا نہیں کی۔

حضرات ہود و صالح نے بھی اپنی اپنی قوم کی بربادی کی بددعائیں دیں مگر حضور کی زبان مبارک سے اپنی قوم کے حق میں کوئی نا ملائم لفظ بھی نہ نکلا اور یہ تباہی سے بھی محفوظ رہ گئی۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر گذرے ہیں لیکن ان کا دین دنیا سے غائب ہو گیا مگر حضور کا دین قیامت تک رہے گا۔ حضور پر خود خدا بھی درود بھیجتا ہے اور فرشتے بھی درود بھیجنے پر مامور ہیں انہوں نے کعبہ شریف کی تعمیر کا شرف ضرور حاصل کیا مگر حضور نے اس کی تطہیر کرکے اسے قیامت تک کے لئے مقدس گھر بنا دیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تباہ ہو گئی حضور کی قوم کی تباہی میں بھی سنت آئیہ کے مطابق کوئی کسر باقی نہ رہی تھی مگر حضور نے اسے تباہی سے بچا لیا حضرت اسمٰعیل خدا کی راہ میں جان قربان کرنے پر تیار ہو گئے تھے مگر حضور نے ان سے کہیں بڑھ کر قربانیاں کیں انہوں نے باپ کا حکم مانا تو حضور اپنے چچا ابو طالب کا ہر جائز حکم پوری اطاعت کے ساتھ مانتے رہے۔

حضور کے اندر تمام یوسفی خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں انہوں نے اپنے بھائیوں اور قرابتداروں کے ساتھ سلوک کئے مگر آپ نے اپنے بڑے بڑے خونخوار دشمنوں کو معاف کرکے زندگی بھر انہیں نوازا اور اپنی تعلیم و توجہ سے انھیں رشک ملائک بنا دیا وہاں تو ایک زلیخا عاشق تھی یہاں ہر مسلمان پروانہ وار نثار ہوا تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر مشہور ہے لیکن حضور نے جتنے حوصلہ سوز اور عافیت ربا مصائب سہے اور جس صبر و استقلال کے ساتھ سہے ان کی نظیر نہیں۔ حضرت موسیٰ بڑے جلیل القدر پیغمبر گذرے ہیں مگر جہاں ان کی امت نے صاف جواب دیدیا کہ تو اور تیرا خدا جا کر لڑ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ وہاں آپ کی امت نے آپ کے تمام احکام کی پوری پوری پابندی کی موسوی بہادروں میں ان کا پتہ نہیں ملتا ان کی فتوحات مصر و کنعان تک محدود رہیں یہاں پورا عرب اور اس کے بعد دنیا فتح کر ڈالی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری نہ صرف ساتھ چھوڑ بیٹھے بلکہ انھیں گرفتار کرا دیا وہاں حضور کے صحابی پروانہ وار نثار رہے اور ہر موقعہ پر پوری وفاداری

کی حضرت عیسےٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے آپ نے قوموں کو زندہ کر دیا آپ نے اپنی قوم کے لئے ایک مکمل ضابطۂ عمل قوم کے لئے چھوڑا اور اس کے سامنے زندگی کا بہتر نمونہ پیش کیا جس سے ہر حیثیت کا انسان روشنی اور ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔

بروز قیامت حضور کی شفاعت

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک اہم الامتیاز خصوصیت یہ حاصل ہے کہ آپ کو بارگاہ حق سے اپنی امت کی سفارش و شفاعت کا بھی حق عطا کیا گیا ہے۔ قیامت کے روز جب امت کے اعمال خدائے ذوالمنن کے سامنے پیش ہوں گے اور گنا ہگاروں کو دوزخ کا پروانہ ملیگا تو اس وقت حضور نبی کریم بیتابانہ سربسجدہ ریز ہو کر رب حقیقی سے التجا کریں گے کہ وہ آپ کی امت کے عصیاں کاروں کی مغفرت کرے اس وقت اپنے محبوب کو بیقرار دیکھکر رحمت خداوندی جوش میں آجائیگی (آپ) کی شفاعت قبول کرے گی ان گناہگاروں کے گناہ بخش دیئے جائینگے اور انھیں نار جہنم سے نجات مل جائیگی۔

ذکر رسول کی ہمہ گیری

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے "ورفعنا لک ذکرک" یہ ارشاد حضور ہی کے متعلق ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا دنیا میں نہ آج تک کسی بانی مذہب کو یہ جلالت اور ایسی عظمت آج تک نصیب نہ ہوئی اور نہ قیامت تک ہوگی۔ دنیا میں اور بھی بڑے بڑے پیغمبر گذرے ہیں بڑی بڑی ذی شکوہ ہستیاں پیدا ہوئی ہیں ان کے ماننے والے اور ان کا نام ادب و احترام کے ساتھ لینے والے بھی بکثرت موجود ہیں لیکن ان میں سے حضرات موسیٰ عیسیٰ زردشت بدھ کرشن رام چندر میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا نام ہر وقت لیا جاتا ہو جس کا ذکر لازمی ہو ہر گھڑی ہو۔

یہاں یہ حالت ہے کہ شبانہ روز کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی ایک دقیقہ اور ایک ثانیہ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں آپ کا ذکر بکثرت نہ کیا جاتا ہو۔ ہر نماز میں ذکر لازمی درود میں فاتحہ میں نیاز میں تلاوت میں آپ کا ذکر اور آپ پر درود لازمی کچھ دینداروں ہی پر لازمی نہیں دنیاداروں اور بے نمازیوں کی زبان پر بھی یہ ذکر رہتا ہے دنیا کے ہر گوشہ میں ہر وقت اور ہر ساعت مسلمان اخبار رسالے اور کتابیں پڑھتے ہیں ان میں کہیں نہ کہیں حضور کا نام ضرور ہوتا ہے۔

جہاں یہ نام نامی زبان پر آیا اور درود پڑھا اور حضور کی عظمت کا بول بالا کیا سال کے ہر ماہ میں کیا ہر روز اور ہر وقت بزرگوں کے مزارات پر زائرین کی آمد و رفت رہتی ہے وہ فاتحہ پڑھتے ہیں اور ہر فاتحہ میں درود پڑھنا لازمی ہے اسے بھی جانے دیجئے مرنے کا تو کوئی وقت نہیں دنیا میں ہر وقت مسلمان مرتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ان موقعوں پر درود ضرور پڑھا جاتا ہے یہ بات کسی کو نصیب نہیں ہوئی یہ ایک سعادت ہے بخشنے والے نے جسے بخشدی۔

شمع نبوت کے پروانے

عبداللہ بن ابی بہت بڑا سردار تھا منافقانہ اسلام لایا تھا اس سے عشر اسلام میں تشتت و تفرق پیدا کر دینے کی حرکت سرزد ہوئی فاروق اعظم نے سر قلم کرنے کی اجازت چاہی اس کے بیٹے حضرت عبداللہ کو جو علم ہوا حاضر ہو کر عرض کی میرا باپ اگر منافق ہو

ماہمہ تشنہ لبانیم توئی آب حیات + رحم فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی

قرآن پاک کا نزول

قرآن پاک حضور کریم پر سب سے پہلے غار حرا میں نازل ہوا۔ رمضان کا مہینہ تھا رسول کریم مصروف مجاہدہ تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور سورۂ اقرا پڑھائی اور چلے گئے کلام اور پھر خدا کا کلام تو پھر خدا کا نور آپ پر دہشت طاری ہوگئی اور لرزہ براندام حالت میں گھر تشریف لائے جہاں تشاء ہوری سے نعد ادہی کی مگر اس دہشت میں بھی غضب کی لذت تھی جس تک دیر ہوئی تو بیقرار رہنے لگے اسکے زندگی سے بیزار ہوکر خودکشی کا ارادہ کرلیا۔

پھر وہی صورت پیش آئی ایسی جلالت وحی تک تاب پیدا نہ ہوئی تھی خوگر نہ ہوئے تھے اس لئے دیر دیر بعد نازل ہوتا رہا اور اس دہشت میں بھی کمی پیدا ہوتی گئی پھر تو تواتر شروع ہوگیا اور ہر موقعہ اور ضرورت پر نازل ہوتا رہا مگر آخر وقت تک جلالت تھی کہ نزول وحی کے وقت جبین مبارک عرق آلود ہوجاتی تھی جتنا قرآن نازل ہوتا تھا اکثر لوگ اسے حفظ کرلیتے تھے۔

چمڑے کے اوراق پر لکھ لیا جاتا تھا اور اسے عام کردیا جاتا تھا سب کو سنا دیا جاتا تھا کفار سنکر بھڑکتے اور مسلمان اس سے نور ہدایت حاصل کرتے تھے حضرت صدیق اکبر نے اس کے اوراق کو یکجا کرایا حضرت عثمان غنی نے اسے موجودہ صورت عطا کی پھر بھی اس میں اعراب اور نکتہ وغیرہ نہ تھے۔ حجاج والسرائے ممالک شرقیہ نے دیگر اقوام کی سہولت کے پیش نظر اس میں اعراب اور نکتہ لگاکر اسے مکمل کردیا۔ عہد بنو امیہ ہی میں یہ دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ گیا بعد کو اس کی بڑی بڑی تفاسیر لکھی گئیں اور دنیا کی ہر زبان میں اس کا ترجمہ ہوا دنیا کی یہی ایک مقدس کتاب ہے جو اپنی اصلی صورت میں آجتک موجود ہے۔

قرآن کے معجزانہ اثرات

رؤسا قریش نے اپنے ایک عظیم الشان جلسہ میں طے کیا کہ کوئی ایسا شخص تلاش کرکے محمدؐ کے پاس بھیجا جائے جو سحر و کہانت اور شاعری میں مہارت تامہ رکھتا ہو اور وہ پتہ لگائے کہ محمدؐ کا کلام کیا چیز ہے کہ ان کی تحریک برابر بڑھتی اور زور پکڑتی چلی جاتی ہے۔

عتبہ بن ربیعہ رئیس قریش منتخب ہوکر گیا اور قریش کی طرف سے حضور کی خدمت قریش کی طرف سے انتہائی ترغیبات پیش کیں حضور نے جواب میں سورہ فصلت کی تلاوت شروع کردی چند آیات ہی پڑھنے پائے تھے کہ اس نے آپ کے دہن مبارک پر ہاتھ رکھدیا اور کہا محمدؐ قرابت کا واسطہ بند کرو یہاں سے اٹھا اور گھر پہنچکر دروازہ بند کرکے بیٹھ گیا ابوجہل نے جاکر طعنہ مارا۔ عتبہ کیا تم بھی پھسل گئے۔

عتبہ نے کہا کہ دولتمند ہوں رئیس ہوں مجھے کوئی لالچ ہے نہ خوف ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے جواب میں جو کلام پیش کیا نہ وہ سحر ہے نہ شعر ہے اور نہ کہانت ہے میں نے کبھی ایسا کلام نہیں سنا اس میں عذاب الٰہی کی دھمکی تھی میں نے انھیں قرابت کا واسطہ دیکر چپ کیا مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ عذاب ہم پر نازل نہو جائے۔

نجاشی فرمانروائے حبش نصرانی تھا درباریوں نے اسے مسلمانوں کی طرف سے برافروختہ کردیا تھا لیکن جب حضرت جعفرؓ نے اس کے سامنے سورۂ مریم تلاوت کی ہے تو اس پر رقت طاری ہوگئی اور بالآخر مسلمان ہوگیا۔

شمالی ہند کے ایک راجہ کے سامنے سورہ یاسین کا ترجمہ پیش کیا جارہا تھا جب یہ آیت اور اس کا ترجمہ سنا قال من یحی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشاءھا اوّل مرۃ تو اس کی حالت متغیر ہوگئی تخت سے اٹھا زمین پر ابنا رخسار رکھدیا آنکھیں نمناک ہوگئیں اور بولا یقیناً یہ خدا کا کلام ہے۔ جبیر بن مطعم بدر کے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے مدینہ منورہ آئے تھے نماز ہورہی تھی سورہ طور کی چند آیات سن لیں۔

خود فرماتے ہیں کہ دل دھڑکنے لگا اور یہ معلوم ہوا کہ میرا قلب اڑا رہا ہے۔ خود حضرت فاروق اعظم سورہ طٰہٰ کی آیات سن کر بالکل بدل گئے دل کی دنیا میں انقلاب پیدا ہوگیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور یہ حالت ہوگئی کہ سر جھکائے پہنچے اور اسلام قبول کرلیا۔

قرآنی تعلیم اور دنیا

یہ قرآن ہی تھا جس کی تعلیم نے دنیا کی کایا پلٹ کر رکھدی یہ جہاں گیا خیر و برکت کو اپنے ساتھ لیتا گیا۔ چین۔ جاوا۔ سماٹرا بورنیو ملایا وغیرہ وہ ممالک ہیں جہاں اسلام کے فاتحانہ قدم کبھی نہ پہنچے لیکن یہ قرآنی تعلیم ہی کی برکت ہے جس نے وہاں کی اکثریت کو اسلام کے آغوش میں ڈال دیا مارگولیتھ صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن نے اول تو جزیرہ نمائے عرب کے مختلف صحرائی قبیلوں کو ایک مشاہیر کی قوم میں تبدیل کردیا اور اس کے بعد اس نے اسلامی دنیا میں عظیم الشان سیاسی و مذہبی جمعیتیں قائم کیں جو آج یورپ اور مشرق کے لئے ایک بڑی طاقت کا درجہ رکھتی ہیں قرآن اس جدید علمی و فلسفی تحریک کا آغاز کرنے والا ہے جس نے ازمنہ وسطیٰ میں بہترین دل و دماغ رکھنے والے یہودیوں اور عیسائیوں پر گہرا اثر ڈالا ہے تحقیقات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ یورپ میں علم کے دور جدید سے کئی صدی پیشتر حکمائے یورپ فلسفہ ریاضی ہیئت اور دیگر علوم کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ تقریباً سب کا سب اصل عربی کتابوں کے لاطینی ترجموں کے ذریعے سے انھیں حاصل ہوا تھا اور قرآن ہی نے شروع شروع کتابیں ان علوم کے حاصل کرنے کا شوق عربوں اور ان کے دوستوں میں پیدا کیا تھا۔ یہ قرآن ہی تھا جس نے دنیا والوں کو عورتوں کی قدر و منزلت کرنی سکھائی غلاموں کو انتہائی پست حالت سے نکال کر عزت کی شہ نشین پر بٹھایا اور وہ ترقی کرکے بڑے بڑے ملکی عہدوں پر فائز ہونے اور سیاست میں حصہ لینے لگے قرآن ہی نے دنیا کو صحیح طریقہ ہائے تمدن و معاشرت ذہن نشین کرائے جنگ کے دوران میں جن ہولناک مظالم کا ظہور ہوتا تھا ان کا استیصال کیا اور صدگونہ اصلاحات کیں۔

عظیم الشان قرآنی تعلیمات

قرآن نے بتایا کہ فلاح یافتہ وہ ہیں جو نمازیں پڑھتے اور ان میں خدا کے سامنے گڑگڑاتے ہیں لغویات سے اعراض کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں زنا سے بچتے ہیں امانتدار ہیں زبان کے پختہ اور وعدے کے پکے ہیں اپنے مال میں بیکسوں کا بھی حق سمجھتے ہیں سرکشی نہیں کرتے اور نادان اور جہلا جب ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو سلام کہتے ہیں قتل و غارت سے اجتناب برتتے ہیں لغویات پر سے گذر ہوتا ہے تو شریفانہ گذر جاتے ہیں طبیعت پر قابو رکھتے ہیں زر و مال سے حاجتمندوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں تکبر و فساد سے دور رہتے ہیں صرف خدا ہی کو معبود سمجھتے ہیں

شب معراج عروج محمد گذشت از افلاک + بمقامیکہ رسید کسی نرسد ہیچ نبی

حضور کی سب سے بڑی معراج حضور کی تعلیم ہے

حضور نبی کریم کی سب سے بڑی معراج حضور کی تعلیم ہے کہ اس سے بڑھکر اور بہتر تعلیم، کوئی اور نبی اور پیشوا نہیں دے سکا۔ شب معراج میں حضور ہفت افلاک کی بے پناہ پہنائیوں اور وسعتوں کو طے کرکے عرش اعلیٰ پر پہنچے اور دیدار خداوندی اور قربت ایزدی سے مشرف ہوئے۔

لیکن حضور کی تعلیم نے یہ کرشمہ کاری کی کہ اس کے ذریعہ سے ہر مسلمان انتہائی عروج طے کرکے دینی و دنیوی ترقی حاصل کرنے کے قابل ہوگیا۔ انفرادی ترقی اور کسی ایک یا چند شعبوں میں دیگر اقوام کی ترقی کی مثالیں ضرور موجود ہیں لیکن کوئی ایسی قوم نہیں بتائی جاسکتی جو بیک وقت روحانی اخلاقی مذہبی تمدنی معاشرتی دنیوی اور سیاسی قائمی ترقی کی نظیر پیش کرسکے یہ نظیر اگر مل سکتی ہے تو مسلمانوں ہی میں مل سکتی ہے۔

صحابہ کرام اس ترقی کے ایک ایک جزیئے اور ایک ایک شعبہ پر عامل تھے کائنات کا ذرہ ذرہ اس امر کا شاہد ہے کہ وہ ایک طرف انتہائی دیندار تھے اور دوسری طرف انتہائی دنیادار بھی تھے اور خلافت راشدہ میں ان ترقیات کا کوئی ٹھکانا نہ رہا تھا یہ تو مسلمانوں کی بدقسمتی تھی کہ وہ اس تعلیم کو چھوڑ کر خود ذلیل و خوار ہوگئے۔

تعلیم نبوی میں نماز کا سب سے بڑا درجہ

اس تعلیم میں سب سے بڑا درجہ نماز کا ہے جسے معراج المومنین بتایا گیا ہے اور جسکی اہمیت یہ تھی کہ خدا نے قرآن شریف میں سات سو جگہ اس کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے ایک جگہ خدا فرماتا ہے ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا بیشک نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔ رسول کریم فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر پنجوقتہ نمازیں فرض کی ہیں جو انہیں پوری طرح ادا کرلے اور اس کے فرائض و ارکان اور حقوق میں سے کچھ کمی نہ کرے اس کے متعلق خدا اسے جنت میں داخل کرنے کا ذمہ دار ہے اور جو انہیں ادا نہ کرے اس کے متعلق خدا کا کوئی عہد نہیں اس کے متعلق اسے اختیار ہے خواہ اسے عذاب دے اور خواہ جنت میں داخل کرے۔

پھر یہ بھی ارشاد نبوی ہے کہ اگر کبائر سے اجتناب کیا جائے تو نماز تمام گناہوں کا کفارہ بنجاتی ہے جب حضور سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ اعمال میں سب سے افضل عمل کونسا ہے فرمایا "پنجوقتہ نماز" ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ نے توحید کے بعد کوئی ایسی عبادت فرض نہیں کی کہ جو اسے نماز سے زیادہ محبوب ہو۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمان یہ تو جانتے ہیں کہ نماز بڑی چیز ہے مگر اس کے ثواب کا کسی کو علم نہیں رہا حالانکہ اس کے متعلق جو جنبشیں بھی کی جائیں وہ سب ثواب میں داخل کی جاتی ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ کی روایت کے مطابق کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرکے نماز کے ارادہ سے باہر نکلے اس کے ہر قدم پر ایک تو نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اسے بدبختی نہیں تو اور کیا کہا جائیگا کہ اول تو مسلمان نماز پڑھتے ہی نہیں اور جو پڑھتے ہیں وہ اس کے ارکان و آداب کو پوری طرح ادا نہیں کرتے بلکہ بیدلی کیساتھ پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ایک بلا ہے جو دوش پر سے اتار پھینکا ایک عادت پڑی ہوئی ہے اسے جوں توں کرکے پورا کردیا حالانکہ حضور نبی کریم نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز اس نمازی کی طرف نظر اٹھاکر بھی نہ دیکھیگا جو رکوع اور سجود کو اطمینان کے ساتھ ادا نہ کرے۔

معراج کا اصلی منشا نماز کا تھا

معراج ہے کیا انتہائی بلندی یعنی خدا کی قربت حضور کا مرتبہ بلند تھا سب سے بلند تھا اس لئے وہ روحانی اور جسمانی طور پر بلند ہوکر بلندیوں پر پہنچے اور قاب قوسین او ادنیٰ کا درجہ حاصل کیا، اور انبیا علیہم السلام کو یہ درجہ نصیب نہیا کسی کو باتیں کرنے اور شرف ہمکلامی حاصل کرنے کو طور پر جانا پڑا اور کسی کے پاس کبھی جبریل امین پیام ربانی پہنچانے کے لئے آتے رہے یہاں مراتب ہی اور تھے وہ درجہ محبوبیت حاصل تھا ستر ہزار فرشتے تیرا اقدس کی پاسبانی پر مامور تھے۔ حضرت جبرائیل قرآن کے ساتھ نزول فرماتے رہتے تھے کہیں سے کہیں پہنچائے گئے اور نیچے اختصاص اور استغفار کا تو کچھ ذکر ہی نہیں جو باتیں حضور کے ساتھ ہی ختم ہوگئیں حضور کو حقیقی نہیں بلکہ انتہائی معراج نصیب ہوگئی تو پھر ہم کہیں گے کہ معراج کا اصلی منشا نماز کا تھا:

اور معراج میں جو حقیقت بھی جلوہ گر ہوئی وہ نماز کے سوا اور کچھ نہ تھی اگر ہفت افلاک کے سفر، جنت و دوزخ کی سیروں اور مختلف نبیوں سے ملاقاتوں کے ذکر کو معراج سے نکال دئے جائیں جو در اصل ضمنی اور ثانوی چیزیں تھیں تو روح صرف قربت ہی رہجاتی ہے اور یہ قربت نماز کے سوا اور کچھ نہ تھی نمازوں نمازوں میں بھی فرق ہوتا ہے انبیا کی نمازیں اور ہیں عشاق کی نمازیں اور ہیں اولیا کی نمازیں اور ہیں اور عام مسلمانوں کی اور ہیں۔

نماز کی قریب ترین قربت

ہم نمازیں نہیں پڑھتے ٹکریں مارتے ہیں بیگار بھگتتے ہیں بوجھ اتارتے ہیں ایک عادت پوری کرتے ہیں ورنہ نماز یہ حقیقت میں بڑے شوق اور والہیت کی چیزیں ہیں۔

حضرت جلال الدین تبریزی گورنر بدایوں سے ملنے گئے جو ان کے دوست تھے خادم نے آکر عرض کی کہ قاضی صاحب نماز پڑھ رہے ہیں آپ یہ فرماکے چلے آئے کہ کیا قاضی صاحب کو بھی نماز پڑھنی آتی ہے۔ قاضی صاحب گورنری کے علاوہ متبحر عالم بھی تھے ناگوار گذرا اور لوگوں سے کہنے لگے کہ فقیر کو غرور ہوگیا ہے۔ کیا نمازوں کی ادائیگی کے مختلف طریقے ہیں۔ اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ قاضی صاحب عرش پر جا نماز بچھائے نماز پڑھ رہے ہیں دوسرے روز ایک ضیافت میں دونوں شریک تھے کہ حضرت نے نمازوں کا ذکر شروع کردیا اور آخر میں فرمایا کہ فقیروں کی نماز وہ ہوتی ہے جو رات قاضی صاحب نے خواب میں دیکھا ہے کسی سے کہا نہ تھا قاضی صاحب پر ایک حالت طاری ہوگئی اٹھے حضرت کے قدموں پر سر رکھدیا اور کہا میرا قصور معاف کردیجئے۔

عہد علوی میں کسی صحرا میں حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کا گذر ہوا اور نماز مغرب کا ارادہ کیا ادھر سے ایک گھسیارہ بھی آگیا اور عرض کی صاحبزادو ذرا ٹھیر جائیے میں بھی آپ کے ساتھ نماز کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں مغرب کا وقت ختم ہوا جارہا تھا وضو کرکے آیا تو اس کو بہت بڑا سمجھکر حضرات نے امامت کیلئے کھڑا کردیا۔

اب تو یہ حالت تھی کہ رکوع میں ہیں تو رکوع ہی میں جھکے ہوئے ہیں سجدے میں گئے تو سر ہی نہیں اٹھاتا یہاں تک کہ پوری شب اس ایک ہی نماز میں گذرگئی سلام پھیرا ہے تو فرمایا یہ کیا کیا بڈھے نے ہاتھ جوڑکر عرض کی کہ حضور میں کیا اور میری نماز کیا بندہ نواز

جب میں مالک کے سامنے کھڑا ہو گیا تو پھر میری کیا مجال تھی جو بلا اجازت کوئی حرکت کرسکوں رکوع میں گیا تو جب حکم ملا اٹھا سجدہ میں گیا تو جب حکم ہوا سر اٹھایا۔

اولیاء نے جو بات رات بھر نمازیں پڑھی ہیں تو کوئی ذوق تو انھیں ملتا ہی ہوگا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک تیر آکر پیوست ہو گیا جس کے چھونے سے تکلیف ہوتی تھی اور اس کا نکالنا دشوار تھا حضرت فوراً نماز میں کھڑے ہو گئے نیت باندھی تھی کہ محویت طاری ہوگئی لوگوں نے تیر کھینچ لیا پتہ ہی نہ لگا کہ تیر کب نکل گیا۔

حسن کی تجلیاں انسان کو بیخود اور سرشار بنا دیتی ہیں حقیقی نمازوں میں حضوری کا منصب حاصل ہو جاتا ہے ادھر نیت باندھی ادھر آنکھوں کے سامنے جمال حقیقی آگیا پھر کسے ہوش رہتا ہے اور ان لذات کا کیا ٹھکانا ہوتا ہے جو ان نمازوں سے حاصل ہوتی ہیں یہی لذات تو ہیں کہ صحابہ اور اولیاء رات رات بھر نمازوں میں کھڑے رہے ہیں اور طبیعت سیر نہیں ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے اصل ہی معراج ہے حضور نبی کریم نے فرمایا ہے کہ بہترین نماز یہ ہے کہ نمازی اپنی آنکھوں خدا کو دیکھے ورنہ یہ تو ضروری ہے کہ بندہ یہ سمجھے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے اگر یہ نہیں تو وہ نماز نہیں کچھ اور چیز ہے۔

نماز کی برکات ولذات

نماز کی روح طہارت اور خشیت ہے طہارت کے متعلق رسول کریم نے فرمایا ہے کہ یہ نصف ایمان ہے الطہور نصف الایمان خشیت کے متعلق یہ کوئی ضروری نہیں کہ لازماً رو دیا جائے وہ اتنی مشکل چیز نہیں جتنی مشکل اسے سمجھ لیا گیا ہے تاہم یہ لازمی امر ہے کہ نماز میں عاشقانہ انداز ضرور حاصل کر لے جائیں کہ اس سے دل میں گداز اور خیالات میں یکسوئی پیدا ہوگی۔

جب رسول کریم فرما چکے ہیں کہ بندے کو سب سے زیادہ تقرب نماز ہی میں حاصل ہوتا ہے اور اس حالت میں بندے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہتا تو ظاہر ہے کہ یہ تصور ہی اگر پختہ ہو جائے تو از خود خشیت پیدا ہو جائے گی اگر نماز کے وقت یہ خیال قائم کر لیا جائے کہ ہم خدا کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اسی سے استعانت کر رہے ہیں اسی کے سامنے جھک رہے ہیں وہ بڑی قادر مطلق ارحمن و رحیم اور علیم و خبیر ہے محبوب حقیقی ہے تو کیسی خشیت وہ لذت حاصل ہونے لگیں جن کا تصور بھی پیدا نہیں ہوتا حجابات ہی اٹھنے لگیں اور حالت ہی اور ہو جائے۔ ترک نماز کی عادت کیوں پڑی نمازیوں اسلام ہونے لگی اسی لئے کہ نمازوں کو نماز کے طریقے سے نہیں پڑھا جاتا اور نہ کوئی یہ سمجھتا ہے کہ خدا دیکھ رہا ہے مالک حقیقی کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں زبان سے کچھ نکلتا ہے اور خیالات کہیں ہوتے ہیں آخر وہ بھی تو انسان ہی تھے جو پوری پوری راتیں نمازوں ہی میں گذار دیتے تھے اور دل نہیں بھرتا تھا افسوس کہ مسلمان نماز کی کیفیتوں کو نہ سمجھنے ہی سے خوار ہوگئے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱)

خود مجھے حکم دیجئے کہ میں ابھی سر کاٹ کر حضور میں پیش کر دوں گا۔

بدر کے میدان میں یہ عالم دیکھا گیا کہ شمع نبوت کے پروانوں کے سامنے یگانوں اور بیگانوں کا امتیاز نہ رہا حضرت ابو حذیفہ رضی خود اپنے باپ عتبہ کے جوڑ بنانے کے لئے آگے بڑھے اور پھر حضرت صدیق اکبر نے جو اپنے صاحبزادے کو دشمنان رسالت کی صف میں دیکھا تو آنکھوں میں خون اتر آیا اور گلو تراشی کو لپکے۔

حضرت اویس قرنی دور رہتے تھے سنا کہ احد میں دندان مبارک شہید ہو گیا جوش محبت میں اپنے تمام دانت توڑ ڈالے۔ وصال ہوا ہے تو مسلمانوں کے ہوش و حواس جاتے رہے تھے دیوانگی کا عالم طاری تھا حضرت فاروق اعظم کا تو دماغ ہی قابو میں نہ رہا تھا قریش کے سفیر عروہ نے واپس آکر ان سے کہا کہ میں نے قیصر و کسریٰ کے دربار دیکھے ہیں ان کی سطوت و جبروت کے باوجود وہ جوش وہ پروانگی اور وہ فدا کاری کہیں نظر نہ آئی جو محمد کی اس بے سروسامانی و بے زری کے باوجود ان کے متعلق ان کے پیروؤں میں پائی جاتی ہے۔

ہر مسلمان ان کے اشارہ چشم و ابرو پر رقص کرتا ہے اگر وہ انھیں سمندر میں کود پڑنے اور آگ میں گھس جانے کا حکم دیں تو وہ بے تکلف گھس جائیں گے۔ ان سے صلح ہی بہتر ہے۔ ہر مسلمان حقیقتاً شمع نبوت کا پروانہ تھا اور اپنی جان نثار کرنیکو تیار رہتا تھا۔

آل رسول کی عزت وعظمت

حضور کی اطلاعات میں ہی پیغمبرانہ خوبیاں نمایاں رہیں حضرت فاطمہ کی معرفت اہلبیت اور لیاقت و اخلاق کا جواب پیدا نہ ہو سکا حضرت زینب و کلثوم و سکینہ کی نانائی کے اعتراف پر ہمہ تن مجبور ہوئے حضرت حسن نے وہ کیا جو اس وقت کوئی نہ کر سکا اور نہ کر سکیگا کہ محض امت کی بہبودی کی خاطر عظیم الشان خلافت اسلامیہ معاویہ کو تفویض کر دی حضرت حسین نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنا بھرا گھر لٹا دیا خود بھی جان عزیز نثار کر دی مگر جسے ناحق سمجھتے تھے اسے حق نہ کہا یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ ان کی عزت ہوئی اور مسلمان ان پر درود بھیجتے ہیں

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۲)

جو اخلاقی کمزوریاں ان میں ہوتی ہیں ان سے تائب ہو جاتے ہیں اعمال صالحہ کے پابند ہوتے ہیں قدرت کی نشانیوں پر غور کرتے رہتے ہیں اہل و عیال کے مفاد کے طالب رہتے ہیں۔ دشمنان خدا و رسول سے کوئی تعلق نہیں رکھتے خدا کی نعمتوں کو یاد رکھتے ہیں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں قوم میں افتراق پیدا نہیں کرتے خدا کو ضرورت ہوتی ہے تو گھر بار سب چھوڑ دیتے ہیں۔

خدا کی راہ میں جسے آزار پہنچا ہو ان کی مدد کرتے ہیں نیکی کی ہدایت کرتے رہتے ہیں بدی سے روکتے ہیں دعوت الی اللہ میں منہمک رہتے ہیں نیک کاموں میں باہم تعاون سے کام لیتے ہیں متحد و متفق رہتے ہیں احسان مانتے ہیں بداخلاقیوں اور بداعمالیوں سے مجتنب رہتے ہیں۔

یہ تھی وہ قرآنی تعلیم جس نے خاک نشین عربوں کو عرش نشین بنا دیا اور وہ دنیا کی بدترین قوم سے ابھر کر بہترین اور برترین قوم میں تبدیل ہو گئے۔

قرآن کو پس پشت ڈالنے کا نتیجہ

جس تعلیم پر عمل پیرا ہو کر مسلمان عروج و ترقی کی انتہائی بلندیوں پر فائز ہو گئے تھے اسی کو پس پشت ڈال کر وہ انتہائی ذلتوں اور خواریوں میں مبتلا ہو گئے۔

اب مسلمانوں کے سامنے قرآن نہیں رہا تعلیمات نبوی رہیں وہ انھیں چھوڑ بیٹھے اب ان کے سامنے ملکی رسوم ہیں آباؤ اجداد کے توہمات ہیں اور ان پر اس سختی کے ساتھ قائم ہیں گویا ان کا مذہب یہی ہے اور یہی ان کی خواریوں کا راز ہے۔

خداوندا! تو مسلمانوں کو پھر سے مسلمان بنا دے۔ انھیں اپنے قرآن پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ ان پر رحم کر۔ انھیں نواز کیونکہ یہ پھر تیرے بندے اور تیرے ہی نام لیوا ہیں۔ تیرے رسول عربی کی امت ہیں اپنے محبوب رسول عربی کے صدقہ میں ان کو پھر سچا مسلمان بنا دے۔

ذاتِ پاکِ نبوی در ملکِ عرب کردہ ظہور

عرب کی مرکزی جائے وقوع

دنیا میں قوموں اور اصول کی ہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر نازل ہوئے دنیا کا کوئی خطہ اور کوئی گوشہ ایسا نہیں جو مرسلین من اللہ کے وجود سے خالی رہا ہو بالکل قوم ھاد۔

ان میں سے ان انبیاء کے ذکر قرآن میں کر دیئے گئے ہیں جو عرب یا عرب کے قریبی ممالک میں مبعوث ہوئے اور جن کے اسماء سے عرب ایک حد تک واقف و مانوس تھے اور جن کا کہنا نہ ماننے پر قومیں تباہ و برباد کر دی گئی تھیں ان کے کھنڈر بھی ان کی بربادیوں کا نشان بتانے کے لئے پڑے ہوئے تھے تاکہ انھیں اس سے عبرت حاصل ہو۔

رسول کریم سردار انبیاء اور خاتم المرسلین تھے اور انبیا کی طرح آپ کسی ایک قوم کی ہدایت اور ایک ملک کی رہنمائی کے لئے مبعوث نہ ہوئے تھے آپکا مذہب پوری دنیا کے لئے تھا اس لئے وہ مکمل صورت میں پیش کیا گیا تھا اور اس کی یہ مابہ الامتیاز خصوصیت رکھی گئی تھی کہ وہ ہر زمانہ ہر ملک اور ہر قوم کے حالات اور ضروریات کے مطابق تھا یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے صرف عربوں ہی کو مخاطب نہیں کیا بلکہ شاہان عالم کو تبلیغی خطوط لکھے اس عہد کی سب سے بڑی اور سب سے متمدن فرمانروائیاں مذہبی تھیں روم و عجم اس کے بعد چین کی حکومت بھی بڑی تھی۔

حضورؐ نے ان کے فرمانرواؤں کو بھی تبلیغی دعوت نامے بھیجے اور فرمانروائے حبش کو بھی دعوت دی چونکہ اب خدائے قدوس کو پوری دنیا کی ہدایت کے لئے ایک پیغمبر مبعوث کرنا تھا اس لئے عرب کو تبلیغ کا مرکز قرار دیا گیا اور ارض مکہ میں قائد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا۔

یہ حقیقت اس وقت بھی عیاں تھی اور آج بھی جدید ترین تحقیقات سے عیاں ہو چکی ہے کہ عرب کی جائے وقوع وسط زمین ہے اور مکہ ناف عالم کی حیثیت رکھتا ہے اس کے شرق و غرب اور شمال و جنوب میں ہزار ہا میل تک انسانی آبادیاں پھیلی ہوئی تھیں عرب جزائر شرق الہند اور چین و ہند تک پہنچے تھے ان کی اپنی تجارتیں تمام آباد اور مہذب ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں اور جب انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو پھر یہ خود داعی بنکر اطراف عالم میں پھیلے اور فتوحات اسلام سے بیشتر انہوں نے ہندوستان جزائر شرق الہند سماٹرا جاوا بورنیو ملایا سراندیپ اور چین میں اسلام کی روشنی پھیلادی۔ یورپ چونکہ سرد ممالک پر مشتمل تھا اور یہ گرم ممالک کے رہنے والے تھے اس لئے مغرب میں زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ تاہم سلطنت روم کو جو تمام یورپ میں اپنا اثر و اقتدار پھیلائے ہوئے تھا اسے دعوت دی گئی اور بعد کو تو مسلمان ایک طرف پولینڈ تک اور دوسری طرف وسط فرانس تک بڑھتے چلے گئے اور سارے عالم پر چھا گئے۔

عرب کے خصائل و عادات

عرب زمانہ جاہلیت میں گوناگوں ذمائم اخلاق میں مبتلا تھے اور ان میں بہت سی حیا سوز عادتیں بھی تھیں لیکن پھر بھی ان کے اندر اس عہد میں بھی وہ خصائل موجود تھے جو آج بھی اقوام و افراد کے لئے مجد و شرف کا باعث بن سکتے ہیں اور جنھیں آج بھی ہم رشک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

زاں سبب آمد قرآں بزبانِ عربی

سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ قول کے سچے اور بات کے پکے تھے جو زبان سے کہہ دیتے تھے خواہ جان ہی نہ بچ جائے اسے پورا کر کے رہتے تھے اور کبھی دھوکہ نہ دیتے تھے جبیر بن مطعم نے کفر کی حالت میں حضورؐ کو پناہ میں لیا تو پھر سخت مذہبی اختلاف کے باوجود وہ اور اس کا خاندان جان نثار کرنے پر آمادہ رہا اور حضورؐ کو اپنی حفاظت میں لا کر رکھا۔

حضرت عمرؓ اسلام لاتے ہیں صحن کعبہ میں کھڑے ہو کر اعلان توحید کرتے ہیں فوراً ہنگامہ برپا ہوتا ہے ایک رئیس عرب آکر پوچھتا ہے اور واقعہ معلوم کر کے کہتا ہے تو کیا ہوتا ہے میں نے عمرؓ کو اپنی پناہ میں لیا اسی وقت سارا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اس لئے کہ عرب یہ جانتے ہوئے بھی کہ عاص خود کافر ہے مخالف ہے مگر جب پناہ میں لے چکا تو پھر وہ اور اس کا پورا قبیلہ ان کے لئے کٹ مرے گا اور انھیں نقصان پہنچنے دیگا۔

صلہ رحمی یا اقربا نوازی بڑی خوبی سمجھی جاتی تھی اور قرابت کا پاس کرنا ہر شخص کا فرض تھا ہر قبیلہ اپنے آدمی کی حمایت میں فوراً اٹھ کھڑا ہوتا تھا خواہ وہ آدمی امیر ہو یا غریب ان میں شجاعت اور فیاضی کی عادات تھیں۔ بڑے مہمان نواز واقع ہوئے تھے اسلام نے ان خوبیوں کو اور چمکا دیا

قرآنی فصاحت و بلاغت

عرب جاہل تھے مگر اپنی زبان میں انہیں وہ کمال حاصل تھا کہ اپنے سوا تمام اقوام کو گونگ کہتے تھے ولید بن مغیرہ ایک مشرک رئیس تھا اس نے قرآن سنکر کہا تھا کہ اس کا اوپر کا حصہ بتہ بالاسر سبز ہے زیریں حصہ پھل دار ہے اس میں ایک رونق اور شیرینی پائی جاتی ہے حالانکہ بقول حضرت امام رازی قرآن کریم میں ایسے مضامین نہیں جن میں متکلم اپنا زور بیان اور حسن کلام دکھا سکے نہ کوئی سماں باندھا گیا ہے نہ کسی مافوق العادت واقعہ کی تفصیل ہے اور نہ جنگی حربات کا خاکہ باندھا گیا ہے۔

جو مضامین ہیں ان میں اکثر ایسے ہیں جو فصاحت و بلاغت سے منافی ہوتے ہیں مثلاً ترک دنیا اور توجہ الی الآخرہ وغیرہ جا بجا اجتناب قبائح پابندی احکام اور انسداد جرائم پر زور۔ ہمیات میں فصاحت و بلاغت کو دخل ہی کم ہوتا ہے لیکن قرآن کریم کی فصاحت اول سے آخر تک یکساں ہے اور ایسے خشک مضامین کے باوجود ہر آیت اور جملہ جان فصاحت اور روح بلاغت ہے بڑے بڑے فصحاء کے کلام میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اس کے بعض حصے تو ثریا تک پہنچے ہوئے ہیں بعض متوسط درجہ کے ہیں اور بعض بہت ادنیٰ ہیں پھر انھیں خاص خاص اصناف میں کمال ہوتا ہے ہمہ گیری کسی میں نہیں دیکھی جاتی قرآن کریم میں یہ بات نہیں۔

جس نوعیت کی بات ہے ویسا ہی بیان ہے خود عربی زبان ہی اپنی جگہ نہایت فصیح و بلیغ زبان ہے اور اتنی وسیع اور شیریں زبان ہے کہ دنیا کی کوئی زبان اس کے مقابلہ پر نہیں لائی جاسکتی الفاظ میں ترنم اور شیرینی ہے اس کی خصوصیت

(سلسلہ صفحہ [illegible] پر ملاحظہ فرمائیں)

نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام ٭ زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیرینیٔ رطب

حضورؐ کی مدنی زندگی

مکی زندگی تو مظلومانہ زندگی تھی مدینہ منورہ میں آکر یہ صورت تو ختم ہو گئی مگر یہاں اور قسم کی مشکلات پیدا ہو گئیں اور قسم کے مصائب پیش آگئے جو نوعیت میں تو ضرور مختلف تھے مگر اصلیت میں شدید تر تھے یہاں جس قوم سے پالا پڑا وہ سازشوں کی خوگر تھی منافقانہ اور سازشانہ حرکات میں کمال رکھتی تھی ہمہ وقت اندیشہ لگا رہتا تھا کہ یہودی کسی وقت چپکے رات کے سناٹے میں نہ آپڑیں یا حملہ نہ کر دیں جس کی وجہ سے صحابہ رات رات بھر بیدار رہتے تھے اسلحہ لگائے ہوئے سوتے تھے حفاظت کے لئے پہرا رہتا تھا۔ منافقین کا بھی ایک گروہ پیدا ہو گیا تھا اور دونوں قریش سے ملے ہوئے تھے جو انہیں اسلام کے استیصال کے لئے ابھار رہے تھے ادھر مکہ میں تیاریاں زور و شور کے ساتھ ہو رہی تھیں۔

مسلمانوں کا عروج

تاہم مسلمان اپنی ترقی میں برابر مصروف رہے تبلیغ کا سلسلہ برابر جاری رہا مسلمانوں کی ترقی کی تدابیر بھی برابر سوچتے رہے رشتہ مواخات بھی قائم کیا مالی اصلاحات کی کوششیں شروع کیں یا تو یہ حالت تھی کہ نہ تن پر ثابت کپڑا تھا اور کھانے کو مشکل میسر تھا انتہائی عسرت و افلاس پھیلا ہوا تھا پورے اسلحہ بھی نہ تھے یا یہ حالت ہوئی کہ حضورؐ کی رہنمائی سے مسلمان کہیں کے کہیں پہنچ گئے رفتہ رفتہ ان کی حالت سنبھلی اور ایسی سنبھلی کہ کوئی ان کا حریف مقابل نہ رہا۔

تجارتیں بھی ان کی بڑھ گئیں صنعت میں انہوں نے ترقی کی مالی حالت میں یہ سب سے بڑھ گئے سیاسی حالت میں کوئی برابر نہ رہا یہودی عنصر مدینہ سے خارج ہو گیا ان کی جائداد اور ان کے نخلستانوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا غزوۂ خیبر نے یہود کے اقتدار اور غزوۂ احزاب و مکہ نے قبائل و قریش کی مخالفت کا خاتمہ کر دیا۔ شہنشاہی مرتبہ حاصل ہو گیا ہر طرف مسلمانوں کا طوطی بولنے لگا اور بالآخر تمام طاقتوں کے سر حضورؐ کے سامنے جھک گئے اور مسلمانوں کو اتنی زبردست طاقت حاصل ہو گئی کہ انہوں نے بڑھ کر دنیا کی متمدن سلطنتوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

غزواتِ پیغمبری کی نوعیت

یوں تو مدینہ پہنچکر حضورؐ کو بہت سے سرایا و غزوات میں الجھنا پڑا مگر ہم یہاں قلت گنجائش کی وجہ سے جو اہم اور مشہور اور فیصلہ کن غزوات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ غزوۂ بدر میں قریش بڑے طمطراق کے ساتھ اسلام کے استیصال کے لئے نکلے تھے اور بڑے ساز و سامان کے ساتھ نکلے تھے ان کی تعداد کم و بیش ایک ہزار تھی تمام رؤسائے قریش ساتھ تھے ایک سو ہوم بھی ہمراہ تھی۔

ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد تہائی تھی اور ساز و سامان کی کیفیت یہ تھی کہ نہ پورے گھوڑے تھے اور نہ پورے اسلحہ مگر حضرتؐ نے اس لیاقت و مہارت کیساتھ انہیں ملکرایا کہ اپنی طرف کا نقصان جان بھی بہت کم ہوا اور قریش کے تمام بڑے بڑے رؤسا اور دلیران صف شکن وہیں میدان جنگ میں کھیت رہے بہت سے گرفتار ہوئے اور بکثرت مال غنیمت ہاتھ آیا جس سے مسلمانوں کی حالت بھی بہتر ہو گئی اور کفار کو اتنا نقصان پہنچا کہ ان کا ہر گھر ماتم کدہ بن گیا اور مکہ میں ایک سناٹا پیدا ہو گیا۔

غزوۂ احد میں قریش ابو سفیان کی سیادت میں بہت بڑی قوت سے بڑھے اور کامل شکست پائی حضورؐ نے پہاڑ کے عقب میں پچاس سوار اس ہدایت کیساتھ مامور کئے تھے کہ کوئی صورت بھی پیدا ہو مگر وہ حکم کے بغیر اپنی جگہ سے جنبش نہ کریں مگر جب انہوں نے دیکھا کہ فتح ہو گئی اور کفار بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان منتشر ہو کر لوٹنے میں مصروف ہو گئے ہیں یہ دیکھکر کفار نے عقب سے حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کو سنبھلنا مشکل ہو گیا۔

نقصان بھی کافی ہوا اور حضورؐ کے بھی زخم آئے دندان مبارک شہید ہو گیا حضورؐ کی شہادت کی افواہ نے مسلمانوں کو اور دل شکستہ کر دیا بہرحال بمشکل وہ سنبھلے اور پھر کفار کی ہمت نہ پڑی اور وہ اسی کو غنیمت سمجھکر لوٹ گئے۔ اس غزوہ میں حضرت امیر حمزہؓ کو ہندہ نے جو ابو سفیان کی بیوی تھی شہید کرا کر ان کا کچا جگر چبا لیا۔

ایک دفعہ اور قریش نے شرارت کی یہود اور تمام قبائل کو خفیہ خفیہ ملا کر اور جوش دلا کر جرار لشکر لیکر ابو سفیان اس طنطنہ سے نکلا کہ زمین دہل اٹھی مسلمان محصور ہو گئے مسلسل بائیس روز تک اس قیامت کی جنگ ہوتی رہی کہ دم مارنے کی مہلت نہ تھی خود حضورؐ کی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔

ایک خندق گرد کھود دالی تھی بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کا خاتمہ ہے مگر مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری جن میں لڑنے والوں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ نہ تھی اللہ نے مدد کی ورنہ ایک کفار کیا تمام عرب فیصلہ کئے ہوئے تھے سمجھے گئے تھے کہ اب اسلام کا خاتمہ ہے مگر کفار نے جو دیکھا کہ مسلمانوں کے قدموں میں ذرہ برابر بھی لغزش پیدا نہ ہوئی اور آندھیاں زور اور شدت کے ساتھ چلنے لگیں تو وہ محاصرہ چھوڑ کر چلدیئے تاریخ میں یہ جنگ غزوۂ خندق کے نام سے مشہور ہے غزوۂ بنو نضیر اور غزوۂ بنو قینقاع پہلے وقوع پذیر ہو چکے تھے جنہیں جلا وطنی کی سزا دی گئی غزوۂ خندق کے بعد بنو قریظہ کی باری آئی۔

انہوں نے دوران جنگ میں مسلم خواتین پر حملہ کی سعی خلاف معاہدہ کی تھی انہیں قتل کا حکم دیا گیا اور ان کے تمام مال و دولت پر قبضہ کر لیا گیا۔ مدینہ یہود کے فتنہ انگیز عنصر سے خالی ہو گیا اس کے بعد یہود خیبر کے متعلق خبر ملی کہ انہوں نے چند بااثر عرب قبائل کو ساتھ ملا کر خود مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی ہیں خیبر کوئی دو سو میل پر ایک نہایت زرخیز اور مستحکم آبادی تھی دور دور تک اقتدار تھا حضورؐ یہ اطلاع پاکر اور پندرہ سو مجاہدین کو ساتھ لیکر ان کے سروں پر ٹوٹ پڑے۔ یہ قلعہ بند ہو گئے حضورؐ نے اسے فتح کر کے اس کی تمام جائیداد پر قبضہ کر لیا جو مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی۔

اس طرح جب مسلمانوں کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا اور ان کی مالی حالت بھی مستحکم ہو گئی تو حضورؐ نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی آٹھ ہزار فرزندان توحید جلو میں تھے ایک قطرہ خون گرائے بغیر مکہ فتح ہو گیا قریش مرعوب ہو کر مغلوب ہو گئے جس شہر میں حضورؐ اور حضورؐ کے متبعین پر دس سال تک خوفناک مظالم ہوئے تھے وہاں خون کی ایک چھینٹ بھی نہ پڑنے دی بڑے بڑے تشنہ خون دشمنوں کو معاف کر دیا کعبہ مقدسہ کو بتوں سے صاف کر کے اس کی تطہیر کی شوکت اسلام بڑھ گئی صحن کعبہ اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھا۔

اس کے بعد سنا کہ طائف کے دولتمند قبائل مقابلہ اور حملہ کی تیاریوں میں مصروف

لوگ کو خدا نے خیر امت بنایا ہو جو اس کے محبوب ترین پیغمبر کی امت ہو وہ جب اس قدر گمراہ ہو جائے اس کی کتاب کو بھول جائے اس کے احکام کو گلدستہ طاق نسیاں بنا دے اس کے رسول کے فرمان کو بھول جائے تو آخر کب تک آ سے غصہ نہ آئے اور کہاں تک ضبط و تحمل سے کام لے اور سزا نہ دے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان جہاں پہلے دنیا کی شریف اور منتخب قوم تھے اور ان کے اخلاق و خصائل کی دھوم مچی ہوئی تھی وہاں اب وہ ارذل ترین امت بن

(بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۱۵)

یہ ہے کہ اس میں ثقیل الفاظ کا فقدان ہے اور ایک ایک چیز کی ہر حالت کے لئے مختلف اسم ہیں جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ مثالیں تشبیہات اور استعارے بھی نادر ہیں طرز بیان بھی بہت ساحرانہ ہے۔

قرآن کی لٹریری خوبیاں

قرآن کریم کی علمی خوبیاں پڑھنے اور دیکھنے والے کو مسحور کر لیتی ہیں بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ایک جملے کے ہم معنے ہیں۔

مثلاً ایک لفظ متاع ہے جس کے معنے چند روزہ دنیوی فائدہ اٹھانے کی چیز کے ہیں سو سا لفظ سکن ہے جو چین کے معنے میں استعمال ہوتا ہے یا وہ چیز جس سے چین حاصل ہو لباس خود ایک معروف لفظ ہے۔ اب دیکھئے کہ قرآن کریم میں یہ کس بلیغانہ انداز سے استعمال ہوئے ہیں اور ان میں کتنا لطف پیدا ہو گیا ہے۔

من بیوتکم سکنا تمہارے گھروں کو چین کا ذریعہ بنایا
جعل الیل سکنا رات کو چین کی چیز بنایا
ان صلوتک سکن لھم تیری دعا مسلمانوں کے لئے سکینت اور اطمینان کی چیز ہے۔
جعل اللیل لباسا ہم نے رات کو لباس یعنی پردہ بنایا
لباس الجوع والخوف بھوک اور خوف کا لباس بنایا
لباس لکم و انتم لباس لھن عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو۔

اس سے بہتر استعارہ اور کیا ہو سکتا ہے لباس ہی سے انسان کی حیثیت اور شان نمایاں ہوتی ہے آرام ملتا ہے عزت ہوتی ہے۔ فخر محسوس کرتا ہے۔ مرد و عورت ایک دوسرے کے بغیر برہنہ ہیں نہ انھیں کوئی آرام ہے اور نہ ان کی کوئی شان اور حیثیت ہے۔

یہاں صراحت کی گنجائش نہیں مثال کے طور پر چند قرآنی جملے درج ذیل کئے جاتے ہیں
لتسکنوا الیھا وجعلنا بینکم مودۃ و رحمۃ ۔ و لباس التقوی ذالک خیر
و من تزکی فانما یتزکی لنفسہ ۔ واللہ المستعان فصبر جمیل۔
قد شغفھا حبا فیہ شفاء الناس۔ وللرجال علیھن درجۃ
فاستقم کما امرت

یتجرع گھونٹ گھونٹ پینا۔ واستبقا الباب دونوں بھاگ بھاگ دروازہ پر پہنچے
و قدت قمیصہ من دبر اور بھاگتے ہوئے عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے پکڑ لیا اور پھٹ گیا۔

اشداء علی الکفار رحماء بینھم کفار پر سخت اور آپس میں مہربان
کانھم خشب مسندۃ گویا وہ لکڑیاں ہیں جو ٹیک لگا کر رکھی گئی ہیں۔
قاتلھم اللہ انی یوفکون خدا کی مار ان پر کہاں بھٹکے جا رہے ہیں
یغشی اللیل النھار اس نے رات کو دن کا پردہ پوش بنایا۔ ص

چکے ہیں انہوں نے اپنی تمام شرافتیں اور خوبیاں کھو دی ہیں اب ان کے اخلاق بہت پست صورت اختیار کر چکے ہیں اور دنیا کی جتنی بری عادتیں ہیں وہ سب اور سب سے زیادہ انہی میں پائی جاتی ہیں۔

اگر رسول کریم آج زندہ ہوتے تو ہماری نسبت اس عہد کے کفار سے بھی کم ہوتی اس زمانہ کے کفار میں بھی جو باتیں موجود تھیں وہ بھی ہم میں نہیں ہیں ہم ان سے بھی بدتر ہیں کاش مسلمان سمجھیں اور غور کریں۔

بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۱۶

میں حضور بارہ ہزار لشکر لیکر ان کے سر پر جا پہنچے اور انھیں شکست دیکر بہت سا مال غنیمت کے علاوہ چھ ہزار قیدی بھی کر لائے جو بعد کو رحم کرکے چھوڑ دیئے گئے آخری غزوہ غزوۂ شام تھا جس میں تیس ہزار لشکر ساتھ تھا سنہ ۸ھ میں پہلی جنگ ہوئی تو تین سو فوج ساتھ تھی لیکن سات سال کے بعد اسی نیلگون آسمان نے دیکھا کہ تیس ہزار لشکر جلو میں تھا۔

مدینہ کی عالمگیر شہرت

آخر مدینہ نے ایک دولتمند اور عظیم الشان شہر ہی کی نہیں بلکہ پورے عرب کے دار السلطنت کی حیثیت اختیار کرلی اور دنیا کی آنکھیں اس کی طرف اٹھنے لگیں عہد رسالت ہی میں اگرچہ اسکی دولت تجارت اور شہرت بہت بڑھ گئی تھی آبادی میں بھی اضافہ ہو گیا تھا مگر عہد عثمانی میں تو یہ شہر محلوں اور کردر پتیوں کا شہر بن گیا اور پوری دنیا میں کوئی شہر اس کا مقابل نہ رہا۔ وہ سلطنت جو حدود ترکستان سے لیکر افریقہ تک پھیلی ہوئی تھی اور جو اپنے عہد میں ارض عالم کی سب سے بڑی سلطنت سمجھی جاتی تھی اس پر یہی شہر حکمرانی کر رہا تھا بڑے بڑے قیاصرہ و اکاسرہ اس کا نام عزت و دہشت کے ساتھ لیتے تھے حرم نبوی اور خوابگاہ پیغمبری ہونے کے اعتبار سے اسے ہمہ گیر تقدس بھی حاصل ہو گیا اور دنیا کے تمام شہروں کو پیچھے چھوڑ گیا آج بھی اگرچہ یہ شہر اپنی سیاسی اہمیت کھو چکا ہے اور اس کی وہ شان اور آبادی بھی باقی نہیں رہی تاہم اس کے تقدس و احترام کا ذہن عالم ہے لوگ اسکی طرف والہانہ نگاہیں اٹھاتے ہیں اور کیوں نہ اٹھائیں کہ اسی میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔

مدینہ پر پیغمبرانہ اخلاق کا اثر

حضور نبی کریم انتہائی خلیق اور شیریں زبان تھے جن کے اخلاق کی توصیف کا شاہد خود قرآن ہے اس کے متعلق کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے یہیں حضرت نے توطن اختیار کیا یہیں سپے آپ خوابیدہ ہیں پھر یہاں کے لوگوں کے اخلاق کیوں نہ سنورتے وہ زمانہ تو مبارک زمانہ تھا ہی آج بھی مدنی لوگ خلق و مروت میں شہرۂ آفاق ہیں اور ان کے خلق کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی ہے ہر طرف ایک نور پھیلا رہتا ہے جا کیفیت طاری ہے یہاں کا بچہ بچہ خلق و مروت کا ایک پیکر ہے جو مسلمان بھی خواہ وہ کہیں کا ہو کسی درجہ کا ہو ان سے گفتگو کرتا ہے مسحور ہو جاتا ہے۔

ص انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا تو نہ زمین کو پھاڑ سکیگا اور نہ تن کر چلنے سے پہاڑوں کی لمبائی تک پہنچ سکیگا۔

و فیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین اور جس چیز کو ان کا جی چاہے اور جو ان کی نظر میں بھلی معلوم ہو جنت میں ان کے لئے موجود ہوگی اور کوئی شخص بھی نہیں جانتا کہ لوگوں کے نیک اعمال کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پردہ غیب میں موجود ہیں یا لیتنی کنت ترابا اے کاش کہ میں مٹی ہوتا یا لیتھا کانت القاضیہ کاش مرنے ہی

عاصیانیم ز ما نیک اعمال مپرس + سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

مسلمانوں کے افعال شنیعہ کی داستان

عہد جاہلیت میں جتنی بیان نہیں وہ سب

آج مسلمان کمو بیش اور جتنی برائیاں ان میں تھیں وہ سب نعوذ باللہ مسلمانوں میں آگئیں بدکاریوں کا وہی عالم ہے ان میں تو کچھ غیرت ہی تھی عہد حاضر کے مسلمانوں سے وہ بھی نکلی چلی جاتی ہے جس طرح اس زمانہ میں امراء کی عورتیں تیتریاں بنکر اور بن سنور کر نمائش جمال کے لئے باہر نکلتی تھیں اسی طرح آج بھی پردہ اٹھتا جا رہا ہے اور متوسط طبقہ کی عورتوں نے باہر نکلنا شروع کر دیا ہے۔

مومن مرد اور عورتوں دونوں کو یکساں غض بصر کا حکم دیا گیا تھا جسے دونوں نے ترک کر دیا ہے عورتوں کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ جیتے والیاں خود کو تو چھپا لیتی ہیں مگر آپ مردوں پر نظر ڈالنے میں ہرگز نہیں جھجکتیں حیا و شرم کی شاخیں روز بروز مرجھاتی چلی جاتی ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا دوزخی ہے اور زکوٰۃ والفاق میں مقدم انہیں کو رکھنا چاہیے مگر جس طرح ولا تقربوا الزنا ولا تقربوا الفواحش لا تفرقوا و رابطوا اور غض بصر کے احکام و نواہی کی صریحاً خلاف ورزی کی جا رہی ہے اور اسی طرح و بذی القربیٰ کی بھی ہٹی پلید کی جا رہی ہے۔ غیروں کو دیا جاتا ہے اور اپنوں کو ترسایا جاتا ہے جو چیز "جاہلیت" میں بھی فخر سمجھی جاتی تھی وہ اسلام میں آج معیوب نہیں کالعدم ہو کر رہ گئی ہے جاہلیت میں تو قبائلی جنگ و جدال کا بازار گرم رہتا تھا مگر باہم متفق تھے۔ اسلام میں آج باہم بھی شدید تصادم بپا رہتے ہیں انتہا یہ ہو گئی ہے کہ کوئی خاندان کوئی کنبہ اور کوئی گھر اس سے نہیں بچا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ باپ میاں بیویوں اور دو حقیقی بھائیوں میں نہیں بنتی ایک ہی خاندان میں ایک دوسرے کی آبرو اور مال کا دشمن بنا ہوا ہے۔ ابتذال کی انتہا یہ ہے کہ ماں بیٹوں اور باپ بیٹوں میں بھی عناد ہے۔ مسلمان مل کر رہنا ہی بھول گئے ہیں ان کے دلوں سے محبت کی رنگینی فنا ہو گئی ہے۔ مسلمانوں کی شان اشداء علی الکفار رحماء بینہم تھی اب وہ اس کے علی رغم الف اشداء بینہم و رحماء علی الکفار بنکر رہ گئے ہیں اپنوں سے لڑیں گے غیروں سے ملیں گے غیروں سے خریدیں گے اور مسلمان تاجروں کو برا بتائیں گے پوری کی پوری قوم پر ایک عذاب افتراق مسلط ہے۔

مسلمانوں کو فاستقم کما امرت حکم دیا گیا تھا لیکن اب اس کے خلاف وہ قرآنی احکام پر نہیں چلتے اور رسم و رواج پر اس سختی سے قائم ہیں کہ گویا انہوں نے اپنا قرآن یہی بنا لیا ہے اب جو نیکیاں کی بھی جاتی ہیں خصوصاً جو کرتے بھی ہیں تو خدا کے لئے نہیں نمائش کے لئے کرتے ہیں خطوات الشیطان کے اتباع سے انہیں سختی کے ساتھ روکا گیا تھا مگر آج عمومیت کے ساتھ انہی کا اتباع ہو رہا ہے۔ مساجد نمازیوں سے خالی پڑی ہیں رمضان اور عیدین کی رونقیں ختم ہوتی چلی جا رہی ہیں قرآن محض برکتوں کے لئے زینت طاق ایوان بنے رہتے ہیں۔

ان کی تلاوت کے لئے کسی کو وقت نہیں ملتا پانچوں وقت روزانہ موذن حی علی الصلوٰۃ کی منادی کرتے ہیں مسلمان سنتے ہیں مگر گھروں کلبوں اور نشستگاہوں میں بیٹھے باتیں بناتے رہتے ہیں نماز باجماعت کا کوئی اہتمام نہیں رہا جو چند ایک اسرار نماز پڑھتے بھی ہیں وہ مساجد میں آنا کسر شان سمجھتے ہیں جماعت کی شادیوں میں عجلت کا حکم تھا اب تاخیر کی جاتی ہے ارشاد تھا کہ شادی کے معاملہ میں صرف مذہبی حیثیت دیکھی جائے اب صرف مال پر نظر رہتی ہے اور کس منھول بر کی تلاش میں بیٹیوں کی عمریں گذار دی جاتی ہیں تذر و نیاز میں بہت ہوتی ہیں لیکن سب بطریق رسم ہوتی ہیں مسلمانوں میں عہد سے لیکر لحد تک جتنی تقاریب ہوتی ہیں ان میں زیادہ تر تو بدعت ہوتی ہیں اور پھر آن میں اول سے لیکر آخر تک کوئی ایک بات بھی نہیں پائی جاتی تقریباً سب کی سب مشرکانہ رسوم کا نمونہ ہوتی ہیں اسلامی سادگی کہیں نظر نہیں آتی وضع طرز معاشرت کسی امر میں اسلامی رنگ نہیں رہا ہر چیز میں غیروں کی رسوم اور مشرکوں کے رواج چھائے ہوئے ہیں۔

یہی نہیں کسی امر میں اسلام کی پابندی نہیں رہی بلکہ ہر بات اسلام کے خلاف کی جاتی ہے آج خدا پرستی کے بجائے ہر جگہ واتح پرستی کا دور دورہ ہے مسلمانوں میں انتہا سے زیادہ فواحش و معاصی پھیلے ہوئے ہیں گناہ گناہ سمجھ کر نہیں فخر خیال کر کے کئے جاتے ہیں۔ اب عیاشی خود آرائی نمائش جمال مقدمہ بازی، انتقام اور یگانہ کشی کو فخر سمجھا جاتا ہے قرآن کو دستور حیات اور ضابطۂ زندگی کی حیثیت حاصل نہیں رسول اللہ کی حیات مقدسہ ان کے لئے نمونہ ہی نہ رہی ان کے سامنے تو صرف رسم و رواج رہ گئے ہیں۔

عاد و ثمود کی عبرتناک تباہی

مسلمان لاعلم نہیں ہیں قرآن شریف میں وہ اقوام پیشین کی تباہیوں کے عبرتناک تذکار پڑھ چکے ہیں رسول اللہ خود فرمایا کرتے تھے کہ سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا کہ یہ وہی سورہ ہے جس میں عاد و ثمود وغیرہ اقوام کی بربادیوں کا ذکر ہے یہ وہ قومیں تھیں جو عروج کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ گئی تھیں عیش حیات اٹھا رہی تھیں "حور و قصور" کی زندگی بسر کر رہی تھیں دور دور تک ان کی سلطنتیں پھیلی ہوئی تھیں ہر طرف ان کا سکہ چلتا تھا فرانس و برطانیہ کے برابر ان کی اقتدار تھا لیکن خدا کے شکر کے بجائے یہ قومیں ناشکری اور سرکشی پر اتر آئیں۔

ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے حضرت صالح اور حضرت ہود مبعوث ہوئے ہیں مگر ان دونوں نے اپنے اپنے عہد میں نافرمانیاں کیں خدا سے نہ ڈرے اور جس طرح ہم آج اللہ سے نہیں ڈرتے رسول اللہ کی احادیث پر عمل پیرا نہیں ہوتے اور ہر حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں آخر جب ان کی سرکشی اور نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو قہر خداوندی ایک صاعقہ کی کڑک نے انھیں تباہ کر کے رکھ دیا کسی پر آندھیاں مسلط کر دی گئیں اور کسی پر بجلی کی کڑک نے تسلط پا لیا۔

ان کے عظیم الشان متمدن اور زبردست شہر کھنڈر بنکر رہ گئے قوم کی قوم تباہ ہو کر رہ گئی جلال ربانی سے کوئی ایک شہر اور ایک متنفس بھی نہیں بچا نہ وہ سلطنت رہی اور نہ وہ اقتدار نہ وہ شہر رہا اور نہ وہ شوکتیں انہیں کے متعلق قرآن کریم میں بتلایا گیا ہے

فتلك بيوتهم خاوية بما ظلموا ان في ذالك لاية لقوم يعلمون | اب یہ ان کے گھر ہیں ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے برائے بھائیں بھائیں کر رہے ہیں بلاشبہ اس واقعہ میں

بحضورِ فیضِ تو استادؔ بصد عجز و نیاز + رومیؔ و طوسیؔ و ہندی حلبی و عربی

اقوام عالم کا عجز و اعتراف

اقوام عالم نے بزعم خود اپنے قوانین بنائے انہیں بہترین بتایا پھر ہر طرح اور ہمیشہ کبھی اسلام پر ناگوں اعتراض کرتی رہیں بالآخر انہیں کسی نہ کسی طرح اسلام کے اصول اپنے اندر جذب کرنے پڑے اور اسی راستے پر آنا پڑا جو اسلام نے مقرر کیا تھا اسلام دین فطرت ہے اور وہ پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ دنیا اس کے اصول اختیار کرنے پر مجبور ہے ہندوؤں کے اعتراضات تو اسی صدی کی پیداوار ہیں۔ ان کی ابتدا سوامی دیانند کی طرف سے ہوئی اس کے بعد ان کے چیلوں اور دوسرے ساجیوں نے اعتراضات کی بھرمار شروع کی لیکن ان اعتراضات میں کوئی جدت نہیں تھی یہ سب قریب قریب وہی تھے جو عیسائی دنیا کئی صدیوں سے اسلام کے خلاف کرتی چلی آرہی تھی اور اصلاً انہیں کو دیکھ کر اور سامنے رکھ کر دوسرے الفاظ میں اعتراض کر دیئے جاتے تھے۔

لیکن بالآخر زمانہ کی رفتار نے نہ صرف عیسائیوں بلکہ ہندوؤں سکھوں اور تمام قوموں پر یہ واضح کر دیا کہ اسلامی اصول اٹل ہیں اور انھیں اختیار کئے بغیر نہ چارہ ہے اور نہ آرام سے بسر ہو سکتی ہے۔

وراثت

اسلام کا قانون وراثت بالکل مکمل ہے اس پر عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرف سے مدت تک اعتراض ہوتے رہے کہا جاتا ہے کہ اسلام ایک اچھی خاصی جائداد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کا حامی ہے بہتر یہی ہے کہ اولاد میں سب سے بڑے بیٹے کو جائداد تفویض کر کے اس کی حیثیت کو نقصان نہ پہنچایا جائے بڑی رو د کد ہوئی۔ عیسائیوں اور ہندوؤں میں سب سے بڑا بیٹا وارث ہوتا ہے لڑکیوں کا کوئی حق نہیں بیوی صرف تاحین حیات مالک ہے۔ انگریزوں میں تو یہ حالت ہے کہ عورت باپ کے گھر سے جو جہیز اور سامان لاتی ہے وہ بھی شوہر کی ملکیت بن جاتا ہے۔ آخر اضطراب و ہیجان پیدا ہوا اور جوں جوں روشنی پھیلتی گئی لوگوں کی نگاہیں اسلام کے قانون وراثت کی طرف اٹھتی گئیں کونسلوں میں قرار دادیں پیش ہو کر منظور ہوئیں اب اس کی سودمندی مسلمہ ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلام یہ گوارا نہیں کرتا کہ دولت ایک جگہ مجتمع رہے بلکہ اس کا فائدہ وسیع ہو۔

ایک باپ کے دس بیٹوں میں نو تو فلاکت کی زندگی بسر کریں یا بڑے بھائی کے رحم پر رہیں اور ایک عیش حیات اٹھائے یہ کتنی ناانصافی تھی اسلام نے اس کا استیصال کیا اور جس کی جتنی ضرورت تھی اسے اتنا ہی حصہ دلایا بیوی چونکہ مہر وصول کر لیتی ہے اس لئے آٹھواں حصہ دلایا بہنوں کا حصہ نصف رکھا کہ اس کی ذمہ داریاں کم تھیں پھر دوسری طرف سے ان کے شوہر و حصے لا کر اس کمی کو پورا کرنے والے تھے ماں باپ کا بھی چھٹا حصہ قرار دیا تاکہ بڑھاپے میں وہ تکلیف نہ اٹھائیں چچا اور چچیرے بھائیوں کا بھی حصہ مقرر کیا۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ ہر شخص کو اپنی روزی پیدا کرنے کی طرف توجہ ہو اور مفت خوری کی عادت جائے۔ اشتراکیت جس چیز کی خواہاں ہے وہ اسلام میں موجود ہے اور اس طرح موجود ہے کہ اس سے کسی کی ملکیت پر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ناانصافی ہوتی ہے۔ اشتراکیت حق و ناحق کا فیصلہ کئے بغیر دولت تقسیم کرتی ہے لیکن اسلام عادلانہ تقسیم کا حامی ہے۔

طلاق

طلاق یہود کے سوا اور کسی قوم میں نہیں پائی جاتی لیکن یہود میں بھی جو طلاق دی جا سکتی ہے پھر غضب یہ ہے کہ مطلقہ عورت سے شادی کرنا زنا کی طرح سمجھا جاتا ہے یہ کتنا ظلم ہے۔ عیسائیوں نے قانوناً صرف ارتکاب زنا پر طلاق جائز قرار دی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ باہمی ناتفاقی کی صورت میں زوجین میں سے کسی ایک کو عدالت میں زنا کے جھوٹے ثبوت دے کر نجات حاصل کرنی پڑتی ہے ہندوؤں میں یہ رشتہ ابدی قرار دیدیا گیا ہے۔

خواہ مرد عنین ہو عورت بدچلن ہو باہم نباہ کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہے جب ایک دفعہ دونوں کے مابین یہ رشتہ قائم ہو گیا پھر ٹوٹنے والا نہیں اسلام میں یہ بات نہیں ایک طرف تو طلاق میں یہ آسانی ہے کہ عدالت جانے کی ضرورت نہیں صرف زبان سے طلاق دے دینا جائز ہے دوسری طرف حلال چیزوں میں اسے سب سے زیادہ ابغض اور بری چیز قرار دیا گیا ہے بلاوجہ طلاق دینا جائز نہیں پھر تین ماہ کے اندر رجعت بھی کی جا سکتی ہے اس کے بعد یہ پابندی ہے کہ اس وقت تک اس مطلقہ عورت سے شادی نہیں کی جا سکتی جب تک دوسرے مرد سے نکاح کر کے طلاق نہ لے

مردوں کی طرح عورتوں کو بھی چھٹکارا حاصل کرنے کا حق دیا ہے اگر مرد نکارہ ہو ظالم ہو، نان و نفقہ دینے میں بے پروائی برتتا ہو تو عورت قاضی کے یہاں دعویٰ دیکر اور کہہ چھوڑ کر خلع لے سکتی ہے اسے یہ بھی اختیار ہے کہ وہ نکاح کے وقت خاص حالات میں طلاق کا حق خود اپنے ہاتھ میں رکھنے کا عہد کرالے۔ اسلام انسانیت کے آرام کے لئے ہے جب طبائع کا اختلاف رنگ لائے اور نباہ کی صورت نہ رہے تو پھر افتراق سے بہتر کوئی چیز نہیں عیسائیت قانون کی صورت میں اسے اختیار کر چکی ہندو اس کے حصول کے لئے ساعی ہیں۔

عقد ایامیٰ اور تعدد ازدواج

ہندوؤں میں بیواؤں کا عقد بھی گویا حرام کا درجہ رکھتا تھا لیکن اسلام ہی کی تعلیم کے مطابق اب انھیں اسلام کا اصول ماننا پڑا اب ان میں اس کی رواج شروع ہو گیا ہے۔ تعدد ازدواج پر ہر قوم اسلام کے خلاف حرف زن تھی لیکن گذشتہ محاربۂ عظیم میں جو ہزارہا یورپین کٹ گئے تو انہیں اسلام کے تعدد ازدواج کی مصلحت سمجھ میں آئی ہر ملک میں عورتیں بڑھ گئیں تھیں اور نسلی کمی کو شدت کیساتھ محسوس کیا جا رہا تھا اس کے علاج کی صورت تعدد ازدواج کے سوا اور کوئی تھی ہی نہیں اس لئے یورپ بھر میں اس پر زور دیا جانے لگا۔

نہ بھی ایک عورت دائم المرض ہے کمزور ہے یا ہر سال حاملہ ہو جاتی ہے ایسی صورت میں مرد کو اپنے جذبات کی تسکین کے لئے لازماً کوئی اہتمام کرنا پڑتا ہے اور عموماً دیکھا جاتا ہے کہ لوگ بامر مجبوری ناجائز ذرائع اختیار کرتے ہیں یہی پہلے ہندوستان میں بھی یہی ہوتا ہے اسلام نے تعدد ازدواج کی صورت پیدا کر کے ایک طرف تو اس برائی کا خاتمہ کیا اور دوسری طرف عیاشانہ رجحان کی تسکین کا بھی جائز سامان کر دیا۔

مساوات

مساوات میں دنیا کی کوئی قوم اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی یورپ نے یہ چیز اسلام ہی سے حاصل کرنے کی سعی کی۔ ہندوؤں میں اچھوتوں کو اپنانے کی کوشش بھی اسی کا نتیجہ تھی اور جہاں کہیں جو ہو رہا ہے اسلام

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی ✦ آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں

اصول اسلامی کی اہمیت

مالاً خر دنیا کا اسلام اور رسول کریم کی طرف آنا پڑیگا جو سید عالم صاف آفتاب سے روشن ہیں۔ دنیا بڑی سرعت کیساتھ منازل ارتقا طے کر رہی ہے اور حمل و نقل کے ذرائع و وسائل میں بہت بڑی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں حدیث میں یہ بتا رہی ہے کہ دو قومیں عیسائی اور مسلمان قیامت تک رہیں گے اور دونوں پر صلح و جنگ کے دور گزرتے رہیں گے۔

تاریخ کی ورق گردانی سے اس حدیث کی صداقت عیاں ہو چکی ہے دنیا میں صرف یہی اقوام ایسی ہیں جن کا شمار اہل کتاب میں ہے ان میں یہودیوں کے متعلق تو قرآن بتا چکا ہے کہ یہ ناسپاسی ایزدی کے باعث کہ ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے جو انبیا مبعوث ہوتے رہے نہ صرف یہ کہ یہود انھیں ستاتے رہے بلکہ ان کے بیدردانہ قتل میں بھی منہمک رہے اس لئے انھیں دنیا کے کسی حصہ کی حکومت قیامت تک نہیں مل سکیگی ان کے حق میں ضربت علیھم الذلة والمسکنة فرما دیا گیا ہے

وہ صرف دنیا کی مالدار قوم ہیں اور عرف عام میں انھیں مسکین نہیں کہا جاسکتا لیکن کہیں ان کی حکومت کا نہ ہونا اور لکد کوب حوادث بنا رہنا بھی مسکنت ہوتی ہے نہ تو اسلام کے اصول کے مطابق باہم منظم و متحد ہیں اور سنت نبوی کے مطابق انھوں نے تجارت کو اپنا شعار بنا لیا ہے جس کے متعلق رسول کریم فرما چکے ہیں کہ اس میں رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے رزق ہے اس لئے ان کی مالی حالت اچھی چلی آتی ہے اور قرآن کا ہر اصول ایک ابدی قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

جو اس کے مطابق چلے گا فائز المرام ہوگا مسلمان انتہائی غریب قوم ہیں آج ان میں بھی جو فرقے تجارت پیشہ ہیں ان کی حالت بھی ترقی یافتہ اقوام کے مماثل ہے اب صرف دو قومیں مسلمان اور عیسائی رہ جاتی ہیں ان کا اقتدار تیرہ سو برس سے متوازی چلا آرہا ہے یہی دیکھا گیا ہے کہ دو سو برس عیسائی بڑھے رہے اس کے بعد مسلمانوں کا نمبر آگیا اور انہوں نے کم و بیش اتنی ہی مدت فرمانروائی کی۔

سلطان صلاح الدین کے وقت میں مسلمانوں کی ترقی کا نمبر آیا تھا تو یہ حالت تھی کہ اگرچہ اس کی سلطنت اس زمانہ کے ترکی کے برابر تھی اور تمام یورپ عیسائی دنیا کا ٹڈی دل لیکر اس پر آچڑھا تھا مگر اسلام کی ترقی ہو کر رہی مسلمانوں کے اقتدار کے عہد میں کیا اپنی نشاۃ ثانیہ کے وقت تک عیسائیوں کے فرمانروا تک اسلامی اصول کا اختیار کرنا تو ایک طرف اسلامی علوم بھی حاصل کرتے تھے اور اسلامی لباس بھی پہنتے تھے۔ پہلے اسپین کی اسلامی سلطنت کے عہد اقتدار میں بھی صورت نظر آئی پھر سسلی کے اسلامی عروج کے زمانہ میں بھی مناظر دیکھے گئے۔ یہ حالت تھی کہ سسلی میں اسلامی اقتدار کے ضیاع کے بعد بھی تقریباً دو سو برس تک وہاں کے عیسائی فرمانرواؤں کے درباروں تک پر اسلامی رنگ چھایا رہا۔ ادھر تاتاری فتنہ اٹھا ہے تو مسلمانوں پر ایک ہمہ گیر دہشت طاری تھی لاکھوں گھر بے چراغ ہو گئے تھے ہر گھڑی خرمن ایمان پر برق کفر کے تڑپنے کا قوی امکان تھا ان کی بے پناہ قوت کو ہزیمت دیتے ہیں کون؟

ہندوستان اندلس کے چھوٹے چھوٹے فرمانروا اس کے بعد انہی میں اسلام نعوذ کر جاتا ہے ان کے مشرکانہ درباروں پر بھی اسلامی اصول اسلامی علوم اور اسلامی وضع و رنگ بھی کی فرمانروائی رہی اور مسلمان پھر ترقی کر گئے آج اگر مسلمان زوال پذیر ہیں تو کچھ گھبرانے کی بات نہیں افق امید پر پھر ستارۂ اسلام روشن ہوگا اور مسلمانوں کے دن پھریں گے ان کے زوال کی انتہا ہو چکی اب خدا اپنے فضل سے اپنے محبوب پیغمبر کی امت کو بڑھائے گا اور اس مرتبہ انشاء اللہ تعالیٰ اسلام کی تعلیم کی جہانگیر فتح ہوگی کہ عہد جدید میں نشر و اشاعت کے وسائل بھی بعید ترقی کر چکے ہیں اور پوری دنیا ایک سلک میں منسلک ہو چکی ہے ہر جگہ اور ہر ملک میں ہر ملک کا آدمی بہ سرعت پہنچ سکتا ہے۔

یورپ اور امریکہ اپنی دہریت کے باوجود قلبی تسکین کی تلاش میں ہیں بلا تعلیم کو غور سے دیکھتے ہیں ہر فلسفہ پڑھتے ہیں جب انہیں اسلام کو سمجھنے کا موقع ملیگا تو وہ اسے اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ابھی تو اس پر حجاب پڑے ہوئے ہیں۔

جمہور عوام کا معیار زندگی

فیسزم نازیزم اور بالشویزم وغیرہ کی تحریکات کیا بتا رہی ہیں اشتراکیت کس تشنگی کی غمازی کر رہی ہے مزدوروں کی بے چینیاں خواتین کی سوسائٹیاں جمہور عوام کے معیار زندگی کو بلند کرنے کی سرگرمیاں کس طرف اشارہ کر رہی ہیں اس طرف کہ ان اقوام کے اندر ایک عام تشنگی پیدا ہو چکی ہے اتنی ترقی کے باوجود انہیں اطمینان قلب حاصل نہیں۔

وہ درماں طلبی کے جوش میں ہر طرف بیتابانہ نظریں اٹھا رہے ہیں انھیں کوئی راہ نہیں ملتی۔ اطمینان کی کوئی صورت نہیں نکلتی اور دل کی بیقراریاں اور بے اطمینانیاں برابر بڑھتی چلی جا رہی ہیں فیسزم بالشویزم اور نازی ازم نے کتنی ترقی کی ابتدا میں ان تحریکوں کے ساتھ کتنی خوشگوار توقعات وابستہ کی گئی تھیں اشتراکیت کو کتنا سراہا جا رہا تھا لیکن اب معلوم ہو چکا ہے کہ یہ انسانی درد کا درماں بننے کے بجائے اور مصیبت کا باعث بن گئیں۔ عورتوں کی آزادی کی تحریک زور و شور کے ساتھ شروع ہوئی انھیں ووٹ کے حقوق بھی مل گئے جج اور حاکم بھی بننے لگیں۔

پردہ بھی اٹھ گیا بابندیاں ہی ٹوٹ گئیں مردوں کے قابو سے بالکل نکل گئیں مگر کیا کوئی سینہ پر ہاتھ رکھکر کہہ سکتا ہے کہ عورتوں کو اطمینان حاصل ہو گیا اور ان کی راحتوں میں اضافہ ہو گیا نہیں اور ہرگز نہیں ہوا اور نہ اس طرح ہو سکتا ہے

امریکہ اور یورپ کتنے دولتمند ممالک ہیں مگر غربا کے عام معیار زندگی کو بحیثیت مجموعی بلند کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور اتنے بے پناہ تمول پر بھی وہاں وہ حالت پیدا نہیں ہوئی جو مدینہ میں ہو چکی تھی کہ ایک شخص تھیلیوں میں بھر کر زکوٰۃ دینے کو نکلتا تھا مگر کوئی لینے والا نہ ملتا تھا۔ عیسائیوں میں اور ہندوؤں میں مساوات عامہ کے لئے کیا کیا ہوا اور نہیں ہو رہا۔ مگر کیا وہاں مساوات قائم ہو گئی ہرگز نہیں۔

جیسا کہ اب تک بتایا جا چکا ہے کہ اب تک نہ آپس میں روٹی بیٹی کا تعلق قائم ہو سکا اور نہ سب کے لئے ہر کالج اور مندر کے دروازے کھل سکے۔ انسداد جرائم کے لئے مہذب دنیا نے قانون سازی میں کتنی ترقی کی مگر حالت یہ ہے کہ جہاں جتنی زیادہ تہذیب ہے وہاں اتنی شدت کے ساتھ جرائم کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ ان چیزوں

علاج ہے تو رسول کریم کی تعلیم میں ہے اور اقوام کو لامحالہ اسلام ہی کے دروازہ پر آنا پڑے گا اور جب تک اسلامی تعلیم کی روشنی میں قدم نہ اٹھائیں گے غیر مسلموں کو بھی اطمینان آمیز کامیابی ہرگز نصیب نہ ہوگی۔

مسلم بے راہ روی

یہ تو تھی اغیار اور غیر مسلم اقوام کی پوزیشن اب خود مسلمانوں پر ایک نظر ڈال لیجئے انہوں نے اسلام کی تعلیم کو بھلا کر خود کو مصیبت میں ڈالا۔

آنکھ کھلی تو کسی نے کہا کہ انگریزی پڑھو کالج کھولو۔ کھلے مگر ان کی ذلتوں کا وہی عالم رہا کسی نے بتایا کہ صاحب بہادر بنجاؤ انگریزوں کی کاسہ لیسی کرو، اس کا بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا کسی نے کانگریس میں شامل ہونے کا نسخہ تجویز کیا مگر بیمار کی حالت وہی رہی ہیٹ پہنا تو بھی وہی رہے اور گاندھی ٹوپی اوڑھی تو بھی اصل و بیمار مگر نہ بلا سود لینے کے نسخے بھی بتائے گئے عورتوں کو بے پردہ کرنے اور زیور علم جدید سے آراستہ کرنے کی بھی تدبیریں عمل میں لائی گئیں بدین اور پھر مختلف علاج بھی کئے گئے ان کے دوا خانوں سے بھی دوائیں لی گئیں مگر مرض بڑھتا ہی گیا۔ مسلمان جہاں تھے وہیں رہے اب اپنے پاکستان کی سوجھی ہے تو ضرور قدم بڑھ رہے ہیں کہ اس طرح اپنی تعلیم پھیلا کر اور اسلامی اصول کا خوگر بنا کر مسلمانوں کو اٹھایا جائے حقیقت یہ ہے کہ مسلمان بھی صحیح ترقی سے اسی وقت دوچار اور بہرہ مند ہو سکتے ہیں جب وہ اسلامی اصول اختیار کریں کافر ہوں یا مسلمان سب کو چار و ناچار رسول اللہ ہی کی تعلیم کا دروازہ تکنا پڑے گا۔

(بسلسلہ مضمون صفحہ ۱۹)

ان لوگوں کے لئے بہت بڑا سامان عبرت موجود ہے جو سمجھ اور علم رکھتے ہیں۔

حضورؐ کی نسبت پاس

اگر ہم اپنے اعمال پر غور کریں تو جن نافرمانیوں اور گناہوں کی بنا پر یہ قومیں تباہ ہوئیں وہ سب ہم میں بحیثیت مجموعی موجود ہیں حضرت صالحؑ و ہودؑ و لوطؑ اور شعیبؑ وغیرہ کی قومیں تباہ ہوئیں اور ایسی تباہ ہوئیں کہ ان کا نام و نشان دنیا سے مٹ گیا کسی پر طوفان مسلط ہوا کسی پر آندھیاں چھائیں کسی پر پتھر برسے اور کسی پر کڑک بڑی اور مسلمان حضور نبی کریم سے نسبت نہ رکھتے ان کی امت نہ ہوتے خدا کو ان کا پاس نہ ہوتا یقیناً آج ان پر بھی پتھر برستے عذاب مسلط ہوتا اور یہ بھی عاد و ثمود کی طرح تباہ کر دیئے جاتے وہ تو کچھ حضور نبی کریم ہی کا پاس ہے جو ابتک بچے ہوئے ہیں۔

ورنہ حقیقت میں ہمارے اعمال ازمنہ گذشتہ میں تباہ ہونیوالی اقوام سے کسی طرح بہتر نہیں ہیں دور جانے کی ضرورت نہیں حضور نبی کریم کی بعثت کے وقت جو حالت عربوں کی تھی ہماری حالت اس سے بھی بدتر ہے۔ زبوں تر ہے اگر کوئی فرق بھی ہے تو اتنا کہ وہ توحید کے قائل نہ تھے اور مسلمان اس کے قائل ہیں یہ اس کا کرم ہے کہ مسلمان ابھیتک تباہی سے بچے ہوئے ہیں اور ان کے لئے اسی جی سزا کافی سمجھی گئی ہے کہ انھیں عسرت میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔

خدا نے پہلے مسلمانوں کو بتا دیا تھا من اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا ونحشره یوم القیمة اعمی۔ یعنی جس شخص نے ہماری یاد سے اعراض کیا جو ہمارے قانون پر نہیں چلا جس نے قرآن کو دستور العمل نہیں بنایا اس کی زندگی تنگی اور صنیق ہی میں گذرے گی عسرت و افلاس ہی میں مبتلا رہیں گے اور اس دنیوی تکلیف کے علاوہ عقبیٰ میں انھیں قیامت کے روز اندھا اٹھایا جائے گا۔

کون کہہ سکتا ہے کہ آج مسلمانوں پر جو عذاب افلاس و افکار مسلط ہے یہ ہماری سرکشی اور نادانی کا نتیجہ نہیں ہے ہے اور ضرور ہے۔ دوسری طرف نیکی اعمال کے متعلق ارشاد ہے من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینه حیوة طیبة مرد ہو یا عورت جو ہمارے قانون پر چلا قرآن کا اتباع کیا نیک اعمال کئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایماندار ہو ہم اسے اپنے فضل و کرم سے اس قابل کر دیں گے کہ وہ عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کر سکے، اور یہ حقیقت ہے کہ مسلمان جب تک نیک اعمال کرتے اور خدا سے ڈرتے رہے اس وقت تک وہ سربلند رہے ان کی زندگی عیش و آرام سے گذرتی رہی اور جب وہ اسے بھول گئے اور اس کی یاد سے اعراض برتنے لگے تو دنیا کی تمام ذلتیں اور خواریاں ان کا ہی نصیب بنکر رہ گئیں مسلمانوں کو خدا سے ڈرنا

(بقیہ سلسلہ مضمون صفحہ ۲۰)

کے اتباع میں ہو رہا ہے پھر بھی ان کے اندر جو بھیک باقی ہے عیسائیوں میں کالے گوروں کے گرجا الگ ہیں۔

ہندو اتنی شور و پکار کے باوجود اچھوتوں سے روٹی بیٹی کا تعلق قائم نہ کر سکے مسلمانوں میں مختلف فرقے اور قبیلے ضرور ہیں لیکن بتا دیا گیا ہے کہ یہ محض شناخت کے لئے ہیں حقوق میں سب یکساں ہیں کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں ہے تو صرف عمل کی ہے۔

مسلمانوں کے تمام فرقوں میں باہم شادیاں ہو سکتی ہیں سب ایکدوسرے کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھا سکتے ہیں ایک ہی صف میں سب دوش بدوش کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں یہ چیز اسلام کے سوا کسی قوم میں نہیں پائی جا سکتی۔

غربا کے معیار زندگی کی بلندی

اس سلسلہ میں دنیا کی ہر قوم ساعی ہے یہ تحریک بہت ہی جدید ترین تحریک ہے پہلے کسی کا اس طرف کوئی توجہ نہ تھی سب غربا کو بھولے ہوئے تھے اسلام نے تیرہ سو برس پیشتر اس کا انتظام کیا اور جس اصول کی طرف دنیا کو آج توجہ ہوئی ہے اسے پہلے ہی سے پیش کر چکا تھا جو کچھ ہوا اسلام کی دیکھا دیکھی ہوا اسلام نے غربا کو اٹھانے بڑھانے اور ابھارنے کی ہر ممکن سعی کی ہر پسماندہ طبقہ کو اٹھایا عورتوں غلاموں کنیزوں اور مزدوروں کی سود و بہبود کے لئے بہترین اصول قائم کئے بہترین آئین مرتب فرمائے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کے مال میں تنہا انہی کا حصہ نہیں ضرور تمند سائل اور محروم اور بد قسمت انسان کا اس میں حصہ ہے اگر دنیا آج اسلامی آئین کو اپنا شعار بنا لے تو آن کی آن میں زمین و آسمان بدل جائیں عسرت و افلاس کا خاتمہ ہو جائے اور اس بھری دنیا میں کوئی غریب و تنگدست نہ رہے۔

جنگ یورپ

جب سے دنیا میں لڑائی کا سلسلہ شروع ہوا ہے لوگ سمجھتے آئے ہیں کہ لڑائیوں میں فوجوں کا مقابلہ ہوتا ہے اور فتح اس کی ہوتی ہے جس کی فوج میدان میں جیت جائے اسمیں کوئی شک بھی نہیں کہ سپہ سالار کی قابلیت سپاہیوں کی بہادری اور جنگ کے لئے صحیح موقعہ کے انتخاب کا لڑائی کے انجام پر بہت اثر پڑتا ہے اگر صورت ایسی ہو کہ دو ایک معرکوں میں بات طے ہو جائے اور قسمت کا فیصلہ فوجیں ہی کرتی ہیں لیکن بڑے بڑے پیمانہ کی جنگ میں فوج کو لڑانا صرف ایک ذریعہ ہے فوجوں کے مقابلہ کو لڑنے کا صرف ایک ہی طریقہ سمجھنا چاہئے ایسی جنگ میں آخری فیصلہ لڑنے والی قوموں کی مقصد ان کا ارادہ ان کی تیاری ان کی استعداد کرتی ہے اور جب تک اس میں کسر ہو فوجوں کی کامیابی بھی زیادہ کام نہیں آتی۔ جرمنی، اٹلی اور جاپان نے اس بھروسے پر لڑائی کی ٹھانی تھی کہ ان کے مقابلہ پر جو قومیں ہیں انکی سمجھ میں نہ آئیگا کہ لڑیں تو کس مقصد کے لئے وہ لڑائی کا پکا ارادہ نہ کر سکیں گی جنگ کی تیاری میں ان کا دل نہ لگیگا اور لڑائی اچانک اور بڑے پیمانہ پر ہوئی تو اس کی نوبت نہ آئیگی کہ وہ اپنی پوری انتظامی اور صنعتی استعداد سے فائدہ اٹھا سکیں یہ اندازہ غلط نہیں تھا لیکن پچھلے دنوں میں جمہوری قوموں کا جو اتحاد فاشسٹ ریاستوں کے خلاف ہوا ہے اور برطانیہ اور متحدہ ریاستوں کے درمیان اتحاد عمل کی جو صورتیں پیدا ہو رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اندازہ صحیح ہی تھا کہ جرمنی جاپان اور اٹلی کا مطلب حاصل ہو سکے جمہوری قوموں کی صف آرائی میں ذرا سی کسر بس اب یہ رہ گئی ہے کہ روس نے جاپان کے خلاف اعلان جنگ نہیں کیا ہے۔ روسی کہتے ہیں کہ ان کے اور جاپانیوں کے درمیان پانچ سال کے لئے معاہدہ ہوا ہے کہ ایک دوسرے پر حملہ نہ کرینگے وہ جاپان پر صرف ہوائی حملہ کر سکتے ہیں اور اس وقت کا تجربہ یہ ہے کہ فضائی ہوائی حملوں سے اتنا نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا کہ جس سے جنگ کے انتظام میں کوئی بڑی رکاوٹ ہو۔ روسی یہ بھی کہتے ہیں کہ امن اور جمہوریت کا اصل دشمن جرمنی ہے اور ان کا منشاء یہ ہے کہ جمہوری ملک اپنی ساری قوت جرمنی کو شکست دینے کی کوشش میں صرف کریں لیکن روسیوں نے یہ بھی جتا دیا ہے کہ ان کی مشرقی ایشیائی فوج ہر مہم کے لئے تیار ہے۔

فاشسٹ قوموں کے خلاف جو اتحاد ہوا ہے اس کے رہنما برطانیہ اور امریکہ ہیں مسٹر چرچل کی دانشمندی نے اس تکلف کو بالکل برطرف کر دیا جو اب تک سیاست کے آداب میں شامل تھا جس سے سفیروں اور سیاسی لیڈروں کی شان قائم رہتی تھی چاہے قوم کو نقصان اٹھانا پڑتا۔ مسٹر چرچل کی بے تکلفی سے خلوص ٹپکتا ہے اس سے دوست اور دشمن سب پر ظاہر ہو گیا ہے کہ فاشسٹوں کو شکست دینے کے بڑے مسئلہ کے آگے وہ اور کسی چیز کا خیال نہیں کرتے اور وہ اپنی طرح جمہوری ملکوں کے دوسرے رہنماؤں میں وہ جوش اور یکجہتی پیدا کریں گے جو کامیابی کو یقینی کر دیتا ہے۔ مسٹر چرچل کے واشنگٹن جانے سے بہت سے معاملات چند گھنٹوں میں طے ہو گئے ہیں جو معمولی طریقہ پر مہینوں میں بھی طے نہ ہوتے اور برطانیہ اور متحدہ ریاستوں کے اتحاد عمل کے نتیجے بھی تقریروں کے سامنے آ رہے ہیں ایک بڑا نتیجہ یہ ہے کہ جنرل ویول جنوب مغربی بحر الکاہل کی جنگ کے سردار بنائے گئے ہیں جس کے معنے یہ ہیں کہ اب ہر تدبیر وہی کریں گے انہیں جنگ کے وسائل پر پورا اختیار ہوگا اور فوج ہوائی جہاز اور بیڑے کو وہ اس طرح استعمال کر سکیں گے کہ اپنا زیادہ سے زیادہ بچاؤ ہو اور دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچے اب تک ہر محاذ پر جو تجربہ ہوا ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص کو پورا اختیار نہیں دیا جاتا تو اکثر تدبیریں کارگر نہیں ہوتیں۔ بڑے کام کو سنبھالنے میں دیر لگتی ہے اور جاپانیوں نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس کا مقصد یہی تھا کہ برطانیہ اور متحدہ ریاستوں کو سنبھلنے اور اپنی قوت کو یکجا کرنے میں دیر لگے جزیرہ ویک اور [illegible] اور گوام کے فتح ہو جانے سے جو دشواری پیدا ہوتی تھی وہ ہانگ کانگ اور منیلا کے فتح ہونے سے اور بھی بڑھ گئی ہے اور جاپانیوں کو اس کا موقع مل گیا ہے کہ ملایا اور جزائر مشرق ہند میں اپنی فوجیں اتاریں اور اطمینان کے ساتھ کمک اور سامان بھیجتے رہیں ان کی توجہ خاص طور سے ملایا پر ہے یہاں پر انہوں نے جنگ کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا ہے جس کی ہر تفصیل وہ پہلے سے طے کر چکے تھے اور جس کی مشق انہوں نے پرانے اور منتخب سپاہیوں کو اچھی طرح سے کرائی تھی یہ نیا طریقہ جسے جرمنی نے ایجاد کیا ہے اور اسے پہلی مرتبہ فرانس میں آزمایا گیا جاپانیوں نے اس تجربہ سے سبق لیا اور اسے وہ ملایا میں اب تک خاصی کامیابی سے برت رہے ہیں اس میں فوج ایک دھارے کی طرح رکاوٹوں سے ٹکراتی توپوں اور مشین گنوں کی مار کھاتی آگے نہیں بڑھتی اس لئے کہ اس کے راستے میں ایسی رکاوٹیں ہو سکتی ہیں وہ توپ خانوں کا اس طرح نشانہ بنائی جا سکتی ہے کہ ایک ایک گز زمین کے بدلے ہزاروں جانیں قربان کرنا پڑے۔ بڑی فوج کو اس طرح قابو میں رکھنا بھی بہت مشکل ہے کہ دشمن کی ذرا سی غفلت یا بے پروائی سے پورا فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اس نئے طریقہ میں فوج سینکڑوں چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کر دی جاتی ہے جن میں کبھی سو پچاس کبھی دس پانچ سپاہی ہوتے ہیں انھیں بتا دیا جاتا ہے کہ کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے مقصد کے مناسب انھیں ہتھیار اور دوسرا سامان دیا جاتا ہے اور پھر ان کو اپنا کام اپنے طریقے پر کرنے کیلئے چھوڑ دیئے جاتے ہیں اس طرح جنگ کا ایک عام مقصد طے کر کے سر چھوٹے سے چھوٹے فوجی افسر اور ہر سپاہی کو اس کا موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی استعداد سے کام لے اگر کسی گروہ کے سپاہی گرفتار کر لئے گئے یا قید کر دیئے گئے تو جان اور سامان کا بہت نقصان نہیں ہوتا اور ایسے نقصان کے باوجود اس کا امکان رہتا ہے کہ مختلف گروہ چپکے چپکے رکاوٹوں سے بچتے اور خالی جگہوں کو تلاش کر کے نکلتے چلے جیسے سیلاب کا پانی چڑھتا ہے اور دشمن کو آخر میں ایکبارگی معلوم ہو کہ اگر وہ پیچھے نہ ہٹا گھر جائیگا۔ دشمن ہوشیار ہو تو وہ ایسے گروہوں کو پکڑ پکڑ کر ختم کر دے جیسا کہ ملایا میں برطانی فوجوں نے کیا بھی مگر ملایا کے جنگلوں نے جاپانی سپاہیوں کو چھپ چھپ کر آگے بڑھنے کا بہت موقع دیا اور ایک بات یہ بھی ہے کہ فوج جس طریقہ پر لڑنے کے لئے تیار کی گئی ہو اس طریقہ پر وہ کامیابی کے ساتھ لڑ سکتی ہے جاپانیوں نے جس طریقہ کی مہینوں مشق کی تھی جس کے لئے ہر ضروری سامان مہیا کیا جا چکا تھا اور جسے کارآمد بنانے کی ہر تدبیر سوچی جا چکی تھی اس کا برطانوی فوج فوراً توڑ نہیں کر سکتی تھی اور اس طرح جاپانی شمالی اور وسطی ملایا کے جنگلوں کو پار کر کے نکل گئے ان کے چھوٹے چھوٹے گروہوں نے جو کام کیا ہے اس سے فائدہ اٹھا کر اب بڑی فوجیں اور جنگ کا بھاری سامان جنگ کے لئے محاذ تک بھیجا جا سکتا ہے لیکن جو طریقہ فرانس کی غیر مسلح آبادی کو بھگانے اور ملایا کے گھنے جنگلوں سے گزرنے میں کارآمد ثابت ہوا ہے اس [illegible] میں عمل کرنا بہت مشکل ہوگا برطانوی فوجیں اب یک جا ہو گئی ہیں اور نہایت مضبوط

محاذ قائم کر رہی ہیں جنھیں چیکے سے فیصلہ کا دینا مکاسکیگا اور ان محاذوں پر سنگاپور کے مرکز سے بہت جلد مدد پہنچائی جا سکے گی تا انیکہ جاپانی اپنا طریقہ بدل دیں گے اور برطانوی فوج کی ٹکر لینے کے سوا انہیں کوئی چارہ نہ ہوگا۔ INFILTRATION کے طریقے میں اور صرف اس میں نہیں بلکہ BLITZ KRIEG کے سے اصول میں بس جرمن اب تک عمل کرتے رہے ہیں یہ بڑی خامی ہو کہ وہ حملہ کر لیتے ہیں تو بڑی کامیاب ہوتی ہو مگر حملہ روکنے کے لئے بیکار ہے اس میں فوج کے قدم جمتے نہیں ہیں وہ آگے بڑھتی رہے تو جس زمین پر قبضہ ہو گیا ہو اس پر قبضہ رہتا ہے لیکن اگر وہ روک لیجائے یا جیسا کہ روس میں ہوا ہے موسم کی وجہ سے ہوائی جہاز اور ٹینک استعمال نہ کئے جا سکیں اور جنگ کو ملتوی کرنا پڑے تو فوج کے لئے کوئی سہارا کرنی ٹھکانا نہیں ہوتا اور وہ پیچھے ہٹنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی جرمن سپہ سالاروں کا پہلے خیال تھا کہ وہ فوج کے آگے بڑھتے ہوئے حصوں کو واپس بلا کر ایک مستقل محاذ قائم کر لیں گے اور یہاں پر روسیوں کا مقابلہ کریں گے لیکن یہ محاذ ہی قائم نہ کیا جا سکا ہو گا اور نہ جرمن فوج کرش نیو روسیہ جیسے مورچوں کو ہرگز نہ چھوڑتی جرمن پروگرام کے بگڑ جانے کی بات بہت پرانی ہو گئی ہو لیکن اس لفظ نظر سے دیکھئے تو اس کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہو جرمن سپہ سالار یقیناً جانتے ہوں گے کہ ان کا طریقہ جنگ ایک جگہ پر ٹھہر کر لڑنے کے لئے بالکل موزوں نہیں ہو اگر انہوں نے ایک خاص مدت کے اندر روسی فوجوں کو منتشر اور بیکار نہ کر دیا تو انھیں پسپا ہونا پڑیگا اور یہ پسپائی جاری رہے گی جب تک موسم کچھ موافق نہ ہو اور ہوائی جہاز اور ٹینک میدانوں میں لائے جا سکیں بہت ممکن ہو لڑائی ملتوی کرنیکا ارادہ کرلے ہی بیشتر سامان محفوظ مقامات پر بھیج دیا گیا ہو اور فوج کے پاس بس اتنا رکھ لیا گیا ہو کہ پسپائی بھگدڑ کی صورت اختیار نہ کرلے جرمن فوج نے لڑائی بند نہیں کی تھی تب ہی یہ خبریں آ رہی تھیں کہ ہوائی جہاز روسی محاذ سے ادھر ادھر بھیجے جا رہے ہیں لیکن بہت کچھ سامان رہ بھی گیا ہوگا جو اب روسیوں کے کام آ رہا ہوگا۔ بہرحال اس کا نتیجہ یہ ہو کہ جرمن فوج کو معلوم ہوتا ہے سخت سردی پڑنے سے اور بھی کھل گئے اور ان کے حوصلے اور بلند ہو رہے ہیں کہ ہٹلر کو خود جرمن فوج کی ہمت بڑھانے کے لئے محاذ پر جانا پڑا اب تک تو یہ بگڑا کام کسی کے بنائے بنا نہیں اب دیکھئے ہٹلر کیا کرشمے دکھاتے ہیں۔

بہرحال جب تک روسی محاذ کی طرف سے اطمینان نہ ہو جائے ہر ہٹلر یہی اسی میں مصلحت سمجھیں گے کہ دوسرے منصوبے ملتوی رکھے جائیں اور لیبیا کی شکست کا کڑوا گھونٹ جس طرح ہی بن پڑے پی لیا جائے یہاں پر برطانوی فوجیں بنغازی سے آگے تک پہنچ گئی ہیں (حال کی آئی ہوئی خبروں سے معلوم ہوا کہ برطانوی فوجوں نے بنغازی اپنی کسی جنگی مصلحت کی بنا پر پھر خالی کر دیا ہے۔ مولوی) اس کے علاوہ جب تک اٹلی کا بیڑہ سلامت ہو اور اس کا امکان ہو کہ فرانسیسی بیڑہ جرمنی کے اختیار میں آ جائے برطانوی فوج کا طرابلس پہنچ کر داخل ہونا احتیاط کے خلاف ہے۔ تونس کے علاقے سے پانی جرمنی کے قبضہ میں ہوں تو فرانسیسیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں ہوتی ہیں جو بڑی حد تک بہلائی جا سکتی اگر فرانس جرمنی کی تمام شرطیں منظور کرکے باقاعدہ اتحاد کرلے دوسری طرف برطانیہ اور متحدہ ریاستوں سے فرانس کے تعلقات بگڑتے ہی جا رہے ہیں۔ ابھی حال میں آزاد فرانسیسی فوجوں نے جزائر سینٹ پی آر اور مکلتے لون پر قبضہ کر لیا ہے اور فرانسیسی حکومت جانتی ہے کہ برطانیہ کی مدد کے بغیر یہ قبضہ نہیں ہو سکتا تھا اس لئے فرانس کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اس کی سیاست کسی وقت ہی پلٹا کھا سکتی ہو ہر ہٹلر بیتاب ہوں گے کہ اس صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں جرمن فوجوں کی جو بے آبروئی ہوئی ہے اس کے داغ کو کسی طرح مٹائیں اسی وجہ سے ان کو اس کا بڑا دکھ ہے۔ روس میں جرمن فوجوں کی پسپائی کا سلسلہ بند نہیں ہوتا اور سیاست اور جنگ کے لئے کرتب دکھانے کا موقع نہیں آتا وہ صبر و سکون اور اطمینان جس پر مہذب دنیا کا گذر بسر ہوتا ہے ان کے اور ان کی سیاست کے لئے ایک قاتل زہر ہے۔

مغربی دنیا میں تو برطانیہ اور متحدہ ریاستوں نے جرمنی کے مقابلہ کا انتظام کر لیا لیکن جنوب مشرقی ایشیا میں جنگ کی جو صورت ہو گئی ہے اس نے یہ سوال پیدا کر دیا ہے کہ جنگ کے پہلے محاذوں پر زیادہ توجہ کی جائے یا اس نئے محاذ پر۔ آسٹریلیا اور چین کی خواہش ہے کہ اس نئے محاذ کو زیادہ اہمیت دیجائے۔ آسٹریلیا کے وزیر اعظم مسٹر کرٹن نے پریزیڈنٹ روزویلٹ سے براہ راست گفتگو اسی خیال کو پیش کرنے کے لئے کی تھی چین کے اخبار میں کچھ دن ہوئے ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں جنوب مشرقی ایشیا کی جنگ کو خاص اہمیت دینے کی مصلحت ثابت کی گئی ہے مضمون نگار کی رائے تھی کہ برطانیہ اور متحدہ ریاستوں کو بحر اٹلانٹک اور بحر روم پر تسلط حاصل ہو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جرمنی کو بالآخر شکست ہوگی بحر الکاہل پر بھی برطانیہ اور متحدہ ریاستیں اگر چاہیں ایسا ہی تسلط قائم کر سکتی ہیں لیکن اگر انہوں نے اس کے اہتمام کو ملتوی رکھا تو ممکن ہو جاپان ملایا، جزائر مشرقی ہند اور فلپائن کو فتح کرکے ایک ایسا مورچہ بنالے کہ جس سے اس کو بیدخل کرنے کے لئے خالی بحری قوت کافی نہ ہو۔ برطانوی پارلیمنٹ میں بعض ممبروں کو اندیشہ ہو کہ ایشیائی محاذ کو کافی اہمیت نہیں دی جا رہی ہے اور مجموعی طور پر اہل کی جنگ کے متعلق بحث کرنے اور سوالات پوچھنے کی اتنی خواہش ہو کہ مسٹر چرچل نے اس بحث کیلئے تین دن رکھنے کا وعدہ کیا ہو لیکن بحث کرنے سے یہ بات طے نہیں کی جا سکتی جنگ کا میدان بہت پھیل گیا ہو اتفاق سے پیشقدمی کرنے کے بہتر موقعے دشمن ہی کو حاصل ہیں اور کوئی محاذ ایسا نہیں ہے جو

رُوح کی تقریر

میں کبھی نہ مرتی

خاوند نے آسمان کی طرف دیکھ کر ایک ٹھنڈا سانس لیا اور کہا ہائے میں اکیلا رہ گیا۔ میری محبت کرنے والی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی تصور نے مرحوم بیوی کا مجسمہ اس کے سامنے لا کھڑا کیا۔ وہ غور سے اس خوبصورت مجسمہ کو دیکھنے لگا۔

یکایک مجسمہ میں حرکت ہوئی۔ اُس نے خاوند کی طرف مایوسانہ نگاہوں سے دیکھا۔ اور کہا:۔

میرے سرتاج!

اب کیا ہوتا ہے۔ خدا کیلئے نہ روئیے۔ آپ کے رونے سے میری رُوح بےچین ہوجاتی ہے۔ اگر آپ کو کچھ دن پہلے اپنی اس آنیوالی بےچینی اور تنہائی کا یقین ہوجاتا تو سچ جانئے۔ میں کبھی نہ مرتی۔ لیکن اب آپ بھی مجبور ہیں۔ اور میں بھی۔ کیا آپ کو وہ وقت یاد نہیں رہا۔ جب میں کچھ بیمار تھی اور دن بدن بیماری میں اضافہ ہوتا جارہا تھا لیکن آپنے اسکی کچھ پرواہ نہ کی۔ آخرکار بیماری بڑھ گئی۔ اور میرا دُنیا سے علیحدہ ہونا ضروری ہوگیا۔

میں بےزبان تھی۔ حیا نے میری قوتِ گویائی پر مہر لگا رکھی تھی۔ میں کیسے کہدیتی کہ مجھے سیلان الرحم کی بیماری ہے۔ شریف تھی اور شریف کے گھر پیدا ہوئی تھی۔ میری زبان پر اس حیاسوز بیماری کا ذکر اس دُنیا میں کیسے آتا۔ لوگ مجھے بےشرم کہدیتے۔ آپ مجھے بےغیرت اور بےحیا سمجھتے۔

خاوند کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

رُوح نے کہا:۔

میرے سرتاج! آپ کی یہ تنہائی آپ کو یاد دلائے گی کہ آپنے ایک بےزبان کی صحت اور زندگی کا کچھ خیال نہ کیا۔ حالانکہ مختلف ذرائع سے آپ سمجھ چکے تھے کہ مجھے سُفید رطوبت جاری رہنے کی بیماری ہوگئی ہے۔ اور آپ کو یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ اس بیماری سے تندرست کردینے کیلئے دوا "روک" کی ایک شیشی مجھے کافی ہوجاتی۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ نے تین روپے کا لالچ کرکے۔ ایک بےزبان کو زندہ درگور کردیا۔ مجھے معلوم ہے اور اچھی طرح جانتی ہوں کہ ہندوستان کی ہزارہا عورتوں نے میرے سامنے دوا "روک" سے حیرت انگیز فائدہ حاصل کیا۔ اور سفید زردی مائل رطوبت کا آنا بند ہوگیا۔

اَب کیا ہوتا ہے پیارے — اگر یہ ٹھوکر آپ کو سمجھدار کردے گی۔ تو مجھے اپنی بےوقت موت کی قیمت مل جائیگی۔ اور میں سمجھوں گی کہ میں نے اپنی زندگی فروخت کرکے اپنے دِل وجان کے واحد مالک کی آنکھیں کھولدیں اور انہیں دُنیا میں خوش رہنے کے قابل کردیا۔ اتنا کہہ کر رُوح چلنے لگی — خاوند آگے بڑھا۔ اور اُس نے لپک کر روح کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ لیکن یہ اسکی نظری غلطی تھی۔ دالان کا سُفید اور چمکدار ستون اس کی آغوش میں آگیا۔ حیرت واستعجاب میں اُس نے چاروں طرف دیکھا تو قریب ہی اس کو ایک پرچہ پڑا ہوا ملا۔ جس پر حسبِ ذیل عبارت روشنائی سے لکھی ہوئی تھی۔

رُوح کا پیغام — عورتوں کے نام

اَے میری عزیز بہنو! اگر خدانخواستہ تم میں سے کوئی بہن میری طرح اس بیماری میں مبتلا ہو۔ جسے سیلان الرحم بھی کہتے ہیں۔ اور جس میں مبتلا ہوکر ایک سُفید زردی مائل لیسدار رطوبت .... سے خارج ہوتی رہتی ہے تو شرم اور حیا کو زیادہ کام میں لانا۔ ورنہ میری طرح یہ تمہاری زندگی بھی تمام کردے گی۔ اس واسطے یا تو فوراً اپنے خاوند سے کہدینا ورنہ خود ایک خط

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴ دہلی

کو لکھ کر اُن سے ایک شیشی دوا "روک" کی منگا لینا۔ یہ دوا سیلان الرحم کا بہترین علاج ہے۔ ایک شیشی کی قیمت صِرف تین روپے ہے۔ اور پارسل پر سات آنے خرچ ہوں گے۔ گویا تین روپے سات آنے میں تمہاری تندرستی بالکل صحیح ہوجائیگی۔ اور تم دنیا میں ہنسی خوشی اپنی زندگی کی بہار دیکھو گی کیونکہ یہ دوا ایک دو جگہ نہیں بلکہ ہزاروں جگہ آزمائی جاچکی ہے۔ صِرف ایک شیشی سے سُفید بیماری ختم ہوجاتی ہے۔ اور ہاں! جب خدا تمہیں تندرستی دیدے تو میرے لئے بھی دُعائے خیر کرنا۔

پہلے مرد بن جاؤ — بعد میں قیمت دینا

تمہارے بدن میں چور ہے۔ اور یہ جوانی کی خفیہ طاقت ختم کر دے گا

مرد کی خاص کمزوری کا علاج مفت

صرف ایک روپیہ خرچ ہوگا } جب کسی مرد کی مردانہ طاقت کمزور ہو جائے۔ جب...... شرمندگی ہونے لگے اور مرد اپنی شرمندگی کی وجہ سے خودکشی کا خیال کرنے لگے۔ جب کوئی مرد اپنی خاص کمزوری کی کمی کو پھر پورا کرنا چاہے۔ جب کوئی مرد...... کے سامنے ذلیل ہو جاتا ہو تو اس کا ایک ہی علاج ہے جسکے بعد پھر کایا پلٹ ہو جائیگی، پھر نوجوانی اپنا کام کرنے لگے گی پھر وہی مایوس مرد اپنے بدن میں بجلی کی سی تڑپ اور اُمنگ محسوس کرنے لگیگا۔ پھر اس کا جی چاہیگا کہ کوئی اس سے محبت کرے۔ اس کی طرف دیکھے۔ اور.......

یہ علاج ہے ہندوستان کی سب سے بڑی دوا "معجون کاشمیری" کا استعمال۔ جس نے ہر مقوّی دوا کے مقابلہ پر اپنا سکہ جما لیا ہے اور جس کی ایک ایک خوراک مریض کے جسم میں جوانی اور شباب کا صحیح اور اصل جوش پیدا کرتی ہے۔ ہر خوراک سے مریض خود محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ کیا تھا۔ اور اب جوانی کتنی تیزی سے اس کے جسم میں واپس آ رہی ہے۔ دوا "معجون کاشمیری" کی تیاری میں ایک پہاڑی بوٹی شامل ہے اور یہ تمام کرشمہ اسی کی بدولت ہے۔ ناکارہ مرد اور وقت پر شرمندہ ہو جانیوالے انسان کے لئے یہ دوا سب سے بڑی دولت ہے اور کئی سال سے ہندوستانی مارکیٹ میں اپنا سکہ جما رہی ہے۔ اگرچہ ایک شیشی کی قیمت چار روپے سات آنے ہے۔ لیکن اس کو ملک کے گوشہ گوشہ تک پہونچا دینے کیلئے ایک مختصر عرصہ تک صرف ایک روپیہ قیمت لی جا رہی ہے۔ اور یہ قیمت قطعی مفت برابر ہے۔

لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اگر کوئی مرد مایوس ہو چکا ہو۔ کثرت کار یا بچپن کی بے احتیاطی یا کسی مرض کے باعث جوانی کی خاص طاقت کمزور پڑ گئی ہو یا وقت پر شرمندگی ہوتی ہو یا عمر کی زیادتی کے سبب کمزوری محسوس ہوتی ہو تو ایسے ہی لوگوں کیلئے دوا "معجون کاشمیری" بہترین علاج ہے۔ اُسے چاہیئے کہ وہ

مینجر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی دوا "معجون کاشمیری" بذریعہ وی پی پارسل منگائے۔ پارسل پر سات آنے محصول لگیگا۔ اس طرح ایک روپیہ سات آنے میں "معجون کاشمیری" کی پوری شیشی اُسے دیدی جائیگی۔ ایک مریض کو اس رعایتی قیمت میں صرف ایک ہی شیشی دی جائے گی۔ زیادہ نہیں ہاں! اسکی اجازت ہے کہ کئی مریض مل کر ایک ہی پارسل میں کئی شیشیاں منگا لیں۔ کیونکہ اس طرح محصول بھی کم خرچ ہوگا۔

پانچ سیکنڈ میں طاقت

زودی طلا اکسیری دواخانہ دہلی کی بہت ہی عجیب وغریب ایجاد ہے جس کا مقابلہ ہندوستان کا کوئی طلا نہیں کر سکتا۔ اس کی زود اثری کا یہ عالم ہے۔ کہ ادھر استعمال کیا اور ادھر اس نے اپنا اثر دکھلایا۔ اس کے استعمال کے بعد کوئی شخص بھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتا۔ جو لوگ اپنی خاص کمزوری کے باعث اپنے مقصد میں ناکام ہو کر ہمیشہ شرمندہ ہو جاتے ہیں اور پریشان کن خیالات ان کی زندگی کو مکدر بناتے رہتے ہوں وہ "زودی طلا" کی ایجاد کے بعد اپنی تمام الجھنوں کا خاتمہ سمجھیں۔ کیونکہ اب کبھی بھی ان کو ناکامی کا سامنا کر کے شرمندہ نہ ہونا پڑے گا۔ اس کے استعمال سے جس قدر وہ اپنے کو خوش اور کامیاب پائیں گے۔ اس کو نہ ہم تحریر میں لا سکتے ہیں۔ اور نہ تہذیب بیان کرنے کی اجازت دیتی ہے غرض زودی طلا کے چند منٹ قبل استعمال سے حیرت انگیز طریقہ پر بدن میں برقی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ مایوس انسان اپنے آپ کو ایک نئی مگر کامیاب دنیا میں تصور کرنے لگتا ہے۔ غرض زودی طلا کے استعمال سے فوری طور پر اس قدر طاقت پیدا ہو جاتی ہے جو بیان نہیں کی جا سکتی۔ منگائیے اور قدرت کے عجائبات ملاحظہ فرمائیے۔ رعایتی قیمت تین روپے دس ۱۰ محصول علاوہ۔

بواسیر کا شرطیہ علاج

بواسیر نے ہندوستان میں ایک قیامت برپا کر رکھی ہے جس کو دیکھو وہ بواسیر کا مریض اور اسکی تکلیف سے چلا رہا ہے۔ جو شخص مرض کے وقت بواسیر کا مریض نہ بیٹھ سکتا ہے اور نہ لیٹ سکتا ہے۔ آج تک سینکڑوں دوائیں اس مرض کیلئے ایجاد ہوئیں۔ مگر سب کی سب ناکام اور بواسیر کے مرض کو دور کرنے سے قاصر۔ اس سے بہتر اور کامیاب دوا بواسیر کیلئے ایجاد نہیں ہوئی یہ سب کے ڈاکٹر حکیم ہندوستانی دماغ پر حیران ہیں۔ اس دوا کا نام **بواسیری** ہے۔ بواسیر خونی ہو یا بادی بواسیری کا ایک ہفتہ کا استعمال مسوں کو بغیر کسی تکلیف کے مردہ کر کے ساقط کر دیتا ہے۔ اور مریض بالکل صحیح اور تندرست ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس مرض کے اعادہ کا امکان نہیں رہتا غرض بواسیری اس مرض کے لئے بہت کامیاب دوا ثابت ہوئی ہے۔ منگائیے اور فائدہ اٹھائیے

قیمت تین روپے۔ علاوہ محصول ڈاک

پتہ:- منیجر اکسیری دواخانہ۔ کلاں محل نمبر ۰ دہلی

جھوٹ بولنا حرام ہے، دولت اور محبت مفت

ناظرین دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں مگر آپ کو خدا کی قسم کھا کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے جب کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ ایسا میں اپنی محنت سے حاصل کئے ہوئے ان عملیات کو عام فائدہ کی غرض سے پیش کر رہا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ مسلمان ہیں تو ایک مسلمان کی قسم کا اعتبار کرنے میں تامل نہ کیجئے چند روزہ زندگی کیلئے اور چند پیسوں یا روپیوں کی خاطر کون ایسا مسلمان ہو گا جو اپنے ایمان کو برباد کرے گا۔ اور مسلمان بھائیوں کو دھوکہ دے گا۔ اگر آپ کا ضمیر مطمئن ہو تو حسب ذیل تعویذات منگا لیجئے۔ اور کرشمہ خداوندی دیکھ لیجئے کامیابی آپ کی ہیلی پر ظاہر ہونے لگے گی تمام نقش و تعویذ بذریعہ وی۔ پی لفافہ میں بھیجے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں۔ اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی بالکل سچا جواب مل جاتا ہے۔ اس کے عامل نے برسوں میں اس عمل کو یاد کیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنہ محصول الگ۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ لینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے۔ غیب سے مفلسی دور ہونے کے آثار ہو جاتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر اتنی جلدی دولت مل گئی نوکری کی صورت میں اس کو افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر جائے تو وہ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں خود بخود اپنے ماتحت کی ترقی کا خیال دامنگیر ہو جاتا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ چار آنے۔ محصول ڈاک الگ۔

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی محنتیں کر کے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں۔ یہ بھی عامل کامل صاحب کا عطیہ ہے۔ جس کسی سے محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھنسانا ہو یا معلوم اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے اور جس جگہ آپ کا مطلوب ہو وہاں سے گزر جائیے اور وہاں تک رسائی نہ ہو سکے تو ڈوری کو اپنے محبوب کے در پر یا ہاتھوں تک پہنچا دیجئے۔ بس گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشا دیکھئے وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین ہو کر آپ تک پہنچے گا۔ ہدیہ ڈھائی روپے (دیگر) مندرجہ بالا سچے تعویذ ہیں۔ ان کی ناکامی کی صورت میں ہم قیمت واپس دیں گے محصولڈاک ہر ایک کا بذمہ خریدار

سید نواب میاں شاہ صاحب عامل کالا محل بازار دم، دہلی

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اور مسلمان عورتوں سے اللہ نے ان کے باغوں کا وعدہ کر لیا ہے جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ

نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور

مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ

دوامی بہشت میں نفیس مکانوں کا بھی وعدہ کیا ہے

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ

اور اللہ کی تھوڑی سی خوشنودی ان سب سے بڑھ کر ہے یہی

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ ۹

بڑی کامیابی ہے

تفسیر قرآن پاک کا اسلوب بیان ہے کہ بندوں کو نصیحت کرنے کے لئے اُن کے اعمال کا انجام اور نتیجہ ظاہر فرماتا ہے تاکہ نتیجہ پر غور کر کے وہ ڈر جائیں اور بدکرداری سے باز آ جائیں۔ پھر اُن کے مقابل نیک طبقہ کا ذکر فرماتا ہے۔ اُن کے عقائدِ صحیحہ اور افعالِ حسنہ کے عمدہ نتائج ظاہر کرتا ہے تاکہ بدکرداروں کو اپنے افعال سے توبہ کرنے اور نیکی کرنے کی طرف رغبت ہو کیونکہ نصیحت کے صرف دو ہی طریقے ممکن ہیں ترہیب اور ترغیب ترہیب کی تکمیل اول صورت سے اور ترغیب کی تکمیل مؤخر الذکر صورت سے ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی خدا تعالیٰ نے پہلے کافروں اور منافقوں کی حالت اُن کے خصوصیات اور بالآخر نتیجۂ بد سے ظاہر فرمایا۔ اب اہلِ ایمان کی حالت خصوصیات اور نیک انجام کو بیان فرماتا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ مؤمن مرد ہوں یا عورتیں سب باہم اقرباء ہیں یعنی باعتبار حقانیت صداقت امرِ الٰہی کی اطاعت اور حکمِ رسول کی پیروی کے سب باہم محبت رکھتے ہیں دینی رشتہ سب کو جوڑے ہوئے ہے سب ایک دوسرے کے مددگار غمخوار اور مونس دیار ہیں۔ حدیث صحیح وارد ہے کہ ایک مؤمن کے لئے دوسرا مؤمن ایسا ہے جیسے عمارت کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط بناتا ہے۔ یہ فرمانے کے وقت حضور ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا جال بنا کر بتایا یعنی ہر مؤمن دوسرے مؤمن سے اس طرح وابستہ رہتا ہے جیسے کسی مکان کی اینٹیں یا انگلیوں کا جال۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ مؤمنوں کی باہمی شفقت و محبت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک جسم کے اعضاء۔ ایک عضو میں درد ہوتا ہے تو تمام اعضاء میں بخار اور بیخوابی رہتی ہے اور سب کو درد ہوتا ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے مؤمنوں کے خصوصی اوصاف پانچ بیان فرمائے (۱) اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں یعنی جو امور عقل و شریعت کی رو سے اچھے ہیں اُن پر خود بھی کاربند ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اُن پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت کرتے ہیں (۲) بری باتوں سے منع کرتے ہیں یعنی شریعت و عقل نے جس چیز کو بُرا کہا اُس سے خود بھی باز رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں (۳) نماز کو ٹھیک وقت پر باعتدال ارکان اور پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں منافقوں کی طرح سستی گرانی اور بیدلی کے ساتھ نہیں پڑھتے (۴) زکوٰۃ ادا کرتے ہیں یعنی غرباء فقراء وغیرہ کی مالی امداد کا جو طریقہ شریعت نے مقرر کر دیا ہے اُس پر چلتے ہیں اور اہلِ حاجت کی حکمِ شرع کے موافق مدد کرتے ہیں (۵) اللہ اور رسول کے ہر حکم کو مانتے اور ہر فرمان کی تعمیل کرتے ہیں اپنی خواہش مرضی اور عقل کو دخل نہیں دیتے اور بغیر چون و چرا کئے امتثالِ حکم کرتے ہیں جن لوگوں میں یہ پانچ اوصاف ہوں گے اللہ اُنہی پر رحم فرمائے گا۔ اپنی رحمت سے اُنکی مغفرت کر دیگا۔ بغیر کسی عذاب کے ابتدا ہی سے اُن کو دوامی جنتیں اور پاکیزہ خوشگوار مکانات رہنے کو عطا فرمائیگا۔ پھر ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور بڑی عنایت اُن پر ہوگی وہ یہ کہ اُن کو رضاء مولا حاصل ہوگی اور اُس کی خوشنودی کا سب سے چھوٹا حصّہ بھی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو خطاب فرمائے گا۔ جنتی جواب دینگے لبیک وسعدیک۔ ارشاد ہوگا کیا تم خوش ہو گئے؟ اہل جنت عرض کرینگے پروردگار! ہم کس طرح راضی نہ ہوں گے۔ تو نے ہم کو وہ چیزیں عنایت فرمائیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دیں۔ ارشاد ہوگا کیا میں اس سے بہتر چیز تم کو عطا کروں؟ اہل جنت عرض کرینگے پروردگار! اس سے افضل اور کیا چیز ہے؟ ارشاد ہوگا میں اپنی رضامندی تم کو دیتا ہوں۔ اس کے بعد کبھی تم سے ناراض نہ ہونگا (رواہ البخاری و مسلم)

مقصود بیان: ۔ اس امر کی صراحت کہ اہل ایمان باہم محبت اور شفقت رکھتے ہیں۔ گویا بطور مفہوم مخالف کے کہا جا سکتا ہے کہ جس مسلمان کو مسلمانوں سے ہمدردی نہ ہو وہ مسلمان ہی نہیں۔ مسلمانوں کے خصوصی اوصاف کا بیان اور اس بات کی طرف اشارہ کہ نماز پڑھنا زکوٰۃ دینا اچھی باتوں کا حکم دینا بُری باتوں سے منع کرنا فقط یہی ضروریات اسلام میں سے نہیں بلکہ خدا اور رسول کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دینا اور بغیر چون و چرا کے اُس پر عمل کرنا مسلمان کے لئے بہت زیادہ ضروری ہے۔ آیات سے اس بات کا ضمنی استخراج ہوتا ہے کہ اسلام فقط قلبی اعتقاد ہی کا نام نہیں بلکہ نماز۔ زکوٰۃ تعمیل حکم الٰہی، پیروی رسول امورِ شرعی کے سامنے خمیدہ گردن ہو جانا سب ارکانِ اسلامی ہیں سَيَرْحَمُهُمُ کے لفظ سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ کوئی شخص اعمال حسنہ اور

اور اعمال خیر کی وجہ سے نجات نہیں پائیگا بلکہ اللہ اپنے فضل و رحمت سے
دیسے نیکو کار بندے کو معاف کردے گا گویا اُسکی نیکی اعمالِ موجب رحمت
ہونگی اور رحمت موجب مغفرت۔ احادیث سے بھی یہی مضمون ثابت ہوتا ہے
آیت میں صراحت ہے کہ اہلِ ایمان مرد ہوں یا عورتیں سب سے اللہ نے نجات
و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ لوگ جنت میں ہمیشہ رہینگے لیکن سب سے بڑھ کر
نعمت اُن کو اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی۔ اللہ کی خوشنودی کا چھوٹا حصہ
بھی تمام جنتوں سے بڑھ کر ہے۔ آیت میں نیز وہ تلقین ہے کہ مسلمان اپنے ہر
قول و عمل میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کو پیش نظر رکھے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ
اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ
اور ان پر سختی کرو اُن کا ٹھکانا جہنم ہے اور

بِئْسَ الْمَصِيْرُ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا
وہ بُری جگہ ہے وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے تو

قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ
نہیں کہا حالانکہ وہ کفر کی بات کہہ چکے ہیں اور

كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا
مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو چکے ہیں اور ایسی چیز کا ارادہ کر چکے ہیں

لَمْ يَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ
جو اُن کو نہ مل سکی اور یہ سب کچھ اس بات کا بدلہ دیا کہ

اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ
اللہ اور اُس کے رسول نے بفضلِ خدا اُن کو دولت مند کر دیا

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَ
سو اگر وہ توبہ کر لیں تو اُن کے حق میں بہتر ہے اور

اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا
اگر رُخ پھیر لیں تو اللہ اُن کو دنیا و آخرت میں

اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ
دردناک سزا دے گا اور روئے زمین پر

فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ
اُن کا نہ کوئی حمایتی ہے نہ مددگار

تفسیر اوپر کی آیت میں منافقوں اور کافروں کے اعمالِ قبیحہ بیان کرکے عذاب کی وعید کی تھی پھر مسلمانوں کے افعال و نیک انجام ظاہر کرکے اہلِ کفر کو اسلام کی طرف رغبت دلائی تھی۔ جب دونوں طریقوں سے اتمامِ حجت ہوگیا اور مخالفین اسلام اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو جہاد کا حکم دیتا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ جہاد کے یہ معنی ہیں کہ اول زبان سے اُن کو نصیحت اور فہمائش کرو۔ اگر اس طرح فتنہ انگیزی سے باز نہ آئیں تو اور سختی کرو۔ اس پر بھی نہ رُکیں تو تلوار سے فتنہ کی بیخ کنی کرو چونکہ منافقوں سے جہاد کرنے کے متعلق اقوال مختلف ہیں اس لئے ہم اُن کو علیحدہ لکھتے ہیں۔ اگرچہ جہاد کرنے کا صحیح مطلب ہم نے بیان کردیا۔

حسن، قتادہ اور مجاہد کا قول ہے کہ منافقوں سے جہاد کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اُن کو شرعی سزا دی جائے۔ یعنی جب ایسا فعل کریں جس کی شرعاً حد اور سزا مقرر ہے تو بغیر رعایت کے اُن کو مقررہ سزا دی جائے مگر صاحب بیضاوی نے اس مطلب کو غلط قرار دیا ہے کیونکہ مقررہ سزا دینے کا حکم تو منافق و مسلم سب کے لئے برابر ہے۔ ضحاک، مقاتل اور ربیع بن انس کا قول ہے کہ کفار سے جہاد تلوار سے کیا جائے اور منافقوں سے زبانی کلام میں سختی اور درشتی کیجائے امام رازی کی یہی رائے ہے اور ابن عباس سے بھی یہی روایت ہے ابن مسعود نے اتنی بات زائد بیان کی ہے کہ ہاتھ سے روکے اور قدرت نہ ہو تو زبانی سختی کرے شیخ ابن جریر کہتے ہیں کہ منافق جب کھلم کھلا نفاق ظاہر کرے تو اُس پر تلوار سے جہاد کیا جائے۔ اسی کی تائید حضرت علیؓ کے اُس قول سے ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ حضور اقدسؐ کو چار تلواریں عطا کی گئی تھیں۔ ایک تلوار مشرکوں کے لئے جسکا بیان آیت فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ میں ہے اور دوسری تلوار اہل کتاب کے لئے جس کا بیان آیت قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ میں ہے اور تیسری تلوار منافقوں کے لئے جس کا بیان آیت يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ میں ہے اور چوتھی تلوار مسلمان باغیوں کے لئے جس کا بیان آیت فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ میں ہے۔

اس سے آگے خدائے بزرگ ارشاد فرماتا ہے کہ منافق اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے ایسا نہیں کیا مگر وہ جھوٹے ہیں انہوں نے ضرور کفر کا کلمہ کہا اور انہوں نے اسلام کے بعد پھر کلمہ کفر زبان سے نکالا۔ اس آیت کا مطلب واضح کرنے کیلئے

ہوتا ہے کہ منافقوں نے کوئی کفریہ بات کہی تھی۔ وہ کیا تھی ؟ اس کی تفصیل ذیل میں پڑھو۔

ابن کثیر نے بروایت قتادہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن اُبی کے بارہ میں نازل ہوئی۔ بمقام تبوک ایک انصاری کا جھگڑا قبیلۂ جُہینہ کے ایک آدمی سے ہوگیا۔ جہینی شخص نے انصاری پر اپنی فضیلت ظاہر کی اور شیخی ماری۔ عبداللہ بن اُبی بولا :۔ محمدؐ کی مثل ہم میں ایسی ہے جیسے کہ مشہور ہے کہ اپنا کتا پال پال کے موٹا کرو تاکہ وہ تم کو ہی کھا جائے۔ یعنی ہم نے ہی محمدؐ کو پالا وہی ہم کو کھاتا ہے۔ جس وقت ہم مدینہ پہنچینگے تو دیکھنا جو باعزت لوگ ہیں وہ ذلیلوں کو باہر نکال پھینکیں گے۔ اس منافق کے ان خبیث الفاظ کی اطلاع کسی نے حضورِ اقدسؐ سے جاکر کر دی۔ حضورؐ نے عبداللہ بن ابی کو طلب فرماکر دریافت کیا۔ عبداللہ صاف انکار کرگیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

عبداللہ بن فضل نے بروایت انس بن مالک بیان کیا۔ ایک روز حضورِ والاؐ تقریر کر رہے تھے۔ ایک شخص بولا اگر یہ شخص سچا ہے تو ہم گدھوں سے بدتر ہوئے۔ حضرت زید بن ارقم بولے ہاں واللہ محمدؐ سچے ہیں اور تو ضرور گدھے سے بدتر ہے۔ جب حضورؐ کے سامنے اس واقعہ کا مرافعہ کیا گیا تو وہ منافق منکر ہوگیا۔ اس پر حضرت زید بن ارقم کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

محمد بن اسحاق نے بروایت حضرت کعب بن مالک انصاری بیان کیا۔ کعب کہتے ہیں (جب میں تبوک کو نہ جاسکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور کچھ لوگوں نے جھوٹی معذرتیں پیش کرنی شروع کر دیں تو) جن منافقوں کی عدم شرکت کی فضیحت کے متعلق قرآن نازل ہوا اُن میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو رسول اللہؐ کے ساتھ موجود تھے (اور پھر بھی قرآن میں اُن کی رسوائی ظاہر کی گئی) چنانچہ ایک منافق جُلاس بن سوید بن صامت بھی تھا۔ جُلاس نے عمیر بن سعد کی ماں سے نکاح کرلیا تھا اس لئے عمیر اُسکی زیر تربیت تھے۔ منافقوں کی رسوائی کی آیات سُن کر جُلاس بولا اگر یہ شخص سچا ہے تو ہم لوگ گدھوں سے بدتر ہیں۔ عمیر بن سعد یہ بات سن کر بولے جُلاس اللہ کی قسم میں تمام لوگوں سے تجھے زیادہ چاہتا ہوں تیرے مجھ پر بہت احسان ہیں مجھے منظور نہیں کہ تجھے بُرائی پہنچے لیکن تو نے بات ایسی کہی جس کے چھپانے میں خیانت اور ظاہر کرنے میں تیری رسوائی ہے اور تیری طرف سے مجھے اپنی ہلاکت کا اندیشہ بھی ہے۔ تاہم مُوخر الذکر صورت میرے واسطے سہل ہے۔ اس کے بعد عمیر نے جاکر حضورِ اقدسؐ سے واقعہ عرض کر دیا۔ جُلاس نے جاکر قسمیں کھائیں کہ میں نے ایسا نہیں کہا اور عمیر کا دشمن ہوگیا اُس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی اس کے بعد جُلاس نے سچے دل سے توبہ کرلی (رواہ محمد بن اسحاق) عروہ بن زبیر کے نزدیک بھی آیت مذکورہ جُلاس کے حق میں نازل ہوئی۔ بہرحال آیت میں کچھ صراحت نہیں اور قصے متعدد واقع ہوئے۔ ہر ایک پر آیۃ کو محمول کیا جا سکتا ہے۔ اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ :۔

منافقوں نے ایک بات کا ارادہ کیا تھا مگر اُس کو حاصل نہ کرسکے۔ اس سے مراد بعض علماء کے نزدیک وہی عمیر کا قصہ ہے کہ عمیر نے جب واقعہ کا انکشاف کر دیا تو جلاس اُسکو قتل کرنے کے درپے ہوگیا لیکن قتل نہ کرسکا یہاں تک کہ خود مسلمان ہوگیا۔ سدی کہتے ہیں یہ آیت اُن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے عبداللہ بن ابی کے سر پر تاج حکومت رکھنا چاہا تھا مگر ایسا نہ کرسکے۔ اس قصہ کو بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر وغیرہ کہتے ہیں کہ تبوک سے واپسی میں بارہ منافقوں نے راستہ میں چھپ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی تاریکی میں شہید کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور عمار بن یاسر نے اُن کو مار کر بھگا دیا۔ اسی قصہ کی طرف آیت میں اشارہ ہے (رواہ احمد والبیہقی) بہرحال یہاں بھی آیت میں صراحت نہیں اور قصے متعدد ہیں۔

اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ نازیبا حرکات احسان کے مقابلہ میں کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی کہ جسکا یہ انتقام لیتے بلکہ اللہ نے اور اُس کے رسول نے ان کو تونگر کر دیا پہلے نادار تھے اب مالدار ہوگئے۔ مالِ غنیمت کے حصے ان کو ملے۔ اس احسان کا انہوں نے یہ بدلہ دیا۔ چنانچہ جلاس بہت غریب آدمی تھا اس کا ایک غلام مارا گیا حضورؐ نے مقتول کے خون بہا کے بارہ ہزار درہم اسکو دلوائے جس سے وہ دولتمند ہوگیا مگر پھر بھی حضورؐ کی بُرائی کے درپے رہا۔

اس سے آگے فرماتا ہے کہ اب بھی اگر یہ سچی توبہ کرلیں تو ان کے لئے بہتر ہے ورنہ دنیا و آخرت میں ان کو سخت دُکھ اٹھانا پڑے گا۔ آخرت کا عذاب تو ہوگا ہی مگر دنیا میں بھی ان کمبختوں کو ایسا دُکھ پہنچا جس سے جاں بر نہ ہوسکے آتشیں پھوڑوں نے ان کو سوختہ کر دیا نعوذ باللہ منہا۔

مقصود بیان :۔ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے کا حکم اس امر کی صراحت کہ ان پر سختی کی جائے۔ اس بات کی طرف ضمنی اشارہ کہ دشمنانِ اسلام پر سختی کرنی چاہئے۔ آیت سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ جو شخص زبان سے اسلام کا اقرار کرے اگرچہ دل میں منافق ہو مگر ظاہری حکم اُس پر اسلام کا لگایا جائیگا کفار کی خفیہ تدبیروں کی صراحت۔ اس امر کی تصریح کہ منافق بڑے احسان فراموش تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ساتھ احسانات کئے مگر اُنہوں نے بھلائی کا بدلہ بدی سے دیا۔ گویا ضمنی تنبیہ اس بات پر بھی ہے کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مال و دولت عنایت فرمائے وہ سرکشی چھوڑ دے اور حکمِ الٰہی کے سامنے سر جھکا دے۔ منافقوں کی توبہ مقبول ہے اللہ نے اُن کو ہر وقت بآسانی توبہ کرنے کا موقعہ عنایت کیا ہے۔ آیت میں منافقوں کے متعلق پیشین گوئی ہے کہ ان پر دنیوی عذاب بھی آئے گا۔ اور آخرت میں ان کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔

وَمِنْهُم مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا

ان میں سے بعض لوگوں نے تو اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہم کو

مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ

اپنے فضل سے عطا فرمائیگا تو ہم ضرور خیرات دینگے اور نیک

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰهُم مِّنْ

بن جائیں گے لیکن جب خدا نے ان کو اپنے

فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُم

فضل سے عطا فرمایا تو لگے اس میں بخل کرنے اور رخ پھیر کر

مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ

چلتے بنے نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے وعدہ خلافی کرنے

قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا

اور جھوٹ بولنے کے عوض نفاق اُس دن تک کے لئے قائم

اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○

کردیا جبکہ وہ خدا سے ملیں گے

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ

کیا یہ واقف نہیں کہ اللہ اُن کے راز اور سرگوشی کو

نَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○

جانتا ہے اور وہ بلاشبہہ غیب کی باتوں سے خوب واقف ہے

تفسیر ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بروایت حضرت ابوامامہ باہلیؓ بیان کیا کہ ایک مرتبہ ثعلبہ بن حاطب انصاریؓ نے خدمت گرامی میں عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرمائیے کہ خدا تعالیٰ مجھے دولت عنایت فرمائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اے ثعلبہ وہ تھوڑا مال جسکا تو شکر ادا کرے اُس کثیر مال سے بہتر ہے جس کا شکریہ ادا کرنے کی تجھ میں طاقت نہو۔ ثعلبہ نے مکرر درخواست کی حضورؐ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ اللہ کے رسول کی طرح تیری حالت ہو قسم ہے اُس خدا کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر میں چاہوں تو سونے چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔ ثعلبہ نے تیسری بار اصرار کیا اور عرض کیا قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا اگر آپ اللہ سے دعا کریں اور خدا تعالیٰ مجھے مالدار کردے تو میں ہر حقدار کو اُس کا حق ضرور پہنچاؤں گا۔ حضورؐ نے دعا فرمائی الٰہی ثعلبہ کو مال عطا فرما۔ چنانچہ ثعلبہ نے چند بکریاں لیں اور تھوڑی مدت میں اُن میں اتنی برکت اور کثرت ہوئی کہ ثعلبہ مدینہ میں نہ رہ سکا آبادی سے باہر اُس نے اپنا مسکن بنا لیا۔ لیکن اب اُس نے فجر مغرب اور عشاء کی جماعت چھوڑ دی۔ صرف ظہر و عصر کی جماعت میں آکر شریک ہوتا تھا اور کچھ دنوں کے بعد ظہر و عصر کی جماعت بھی چھوڑ دی صرف جمعہ کو آتا رہا۔ بکریوں کا بڑھاؤ برابر کیڑوں کی طرح جاری تھا۔ چنانچہ کچھ مدت کے بعد جمعہ سے بھی غیر حاضر ہو گیا اور آنے جانے والوں سے رسول اللہؐ کی حالت دریافت کر لیتا تھا۔ ایک روز حضورؐ نے فرمایا ثعلبہ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے واقعہ عرض کر دیا۔ حضورؐ نے تین مرتبہ فرمایا ثعلبہ کی بربادی۔ پھر جب حکم الٰہی ہوا کہ صدقات و زکوٰۃ وصول کرو تو حضورؐ نے دو آدمی مقرر کئے اور مسلمانوں سے وصول صدقات کی تحریر اُن کو لکھدی اور دونوں سے فرما دیا کہ ثعلبہ کے اور فلاں اسلمی شخص کے پاس بھی جانا اور مال صدقہ اُن سے لے آنا۔ حسب الحکم دونوں روانہ ہو کر ثعلبہ کے پاس پہنچے اور فرمانِ گرامی سُنا کر مال صدقہ طلب کیا۔ ثعلبہ بولا یہ تو بالکل جزیہ ہوا۔ جزیہ کا بھائی صدقہ ہے میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اچھا تم جاؤ جب فارغ ہو جاؤ تو پھر آنا۔ دونوں صاحب چل دیے اور اسلمی شخص کے پاس پہنچے۔ اُس کے پاس اونٹ تھے اُس نے بے چون و چرا کئے بہترین اونٹ صدقہ میں دیے۔ ہر چند محصلوں نے کہا ہم کو بہترین مال لینے کا حکم نہیں ہوا۔ ایسے عمدہ چھنٹے ہوئے اونٹ صدقہ میں دینا واجب نہیں مگر اسلمی نے ایک نہ مانی اور بولا واجب نہ سہی میری خوشی اسی میں ہے۔ یہ سب صدقہ ہی کے لئے ہیں۔ غرض دونوں صاحب وہ اونٹ لیکر آئے۔ دوسرے مسلمانوں سے مقررہ زکوٰۃ وصول کی اور لوٹ کر ثعلبہ کے پاس پہنچے۔ ثعلبہ نے پھر وہی پہلی بات کہی اور بالآخر کہدیا تم اس وقت جاؤ۔ میں اس کے متعلق غور کروں گا۔ دونوں حضرات لوٹ کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابھی کچھ عرض بھی نہ کیا تھا کہ حضورؐ نے فرمایا ثعلبہ کی بربادی اور اسلمی شخص کو دعا دی۔ دونوں صاحبوں نے سلام کر کے واقعہ عرض کیا اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ نزول آیات کے وقت حضورؐ کے پاس ثعلبہ کا ایک رشتہ دار موجود تھا اُس نے جاکر ثعلبہ کو اطلاع دی کہ تیرے حق میں یہ وعید نازل ہوئی ہے۔ ثعلبہ فوراً خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور مال صدقہ پیش کر کے قبول کرنے کا امیدوار ہوا۔ مگر حضورؐ نے فرمایا مجھے تیرا مال قبول کرنے کی ممانعت ہے۔ ثعلبہ بہت بدحال ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ سب تیرا ہی کیا ہوا ہے۔ میں نے تجھے حکم دیا تھا تو نے نہ مانا۔ الحاصل ثعلبہ ناکام واپس چلا گیا۔ حضورؐ نے اپنی زندگی میں اُس کا صدقہ قبول نہ فرمایا

حضرت ابوبکرؓ ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے بھی قبول نہ کیا۔ خلافت عثمانی میں ثعلبہ کا انتقال ہوگیا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ منافقوں میں سے بعض آدمی (ثعلبہ) اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ ہم کو مال عنایت کریگا تو ہم صدقہ دینگے اور دوسرے نیکوکاروں میں ہم بھی داخل ہوجائینگے یعنی ہم حقداروں کو اُن کا حق ادا کرینگے۔ اہلِ حاجت کی مدد کرینگے اور شرعی مقررہ حصہ دیتے رہینگے لیکن جب اللہ نے اُن کو مالدار کردیا تو اُن کے اندر دو وصف پیدا ہوگئے اول تو کنجوسی کرنے لگے گذشتہ عہد و پیمان بالکل بھلا دیا۔ دوسرے حکم الٰہی سے منہ موڑ کر چل دئے کچھ پرواہ نہ کی کہ اللہ کا کیا حکم ہے۔ اس خلاف ورزی اور تکذیب کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُن کے دلوں میں خلوص نہ رہا اللہ نے اُن کے سینوں میں نفاق قائم کردیا اور ایسا قائم کردیا کہ مرتے دم تک اُن کے دلوں میں قائم رہیگا زائل نہ ہوگا۔ کیا وہ واقف نہیں کہ اللہ اُن کی ہر حالت کو جانتا ہے ظاہر باطن یہانتک کہ راز اور سرگوشی کی باتیں بھی اللہ کو معلوم ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار باتیں ہیں جس شخص میں وہ چاروں ہونگی وہ پورا منافق ہے اور جس میں اُن میں کی کوئی ایک ہوگی اُس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی۔ وہ چاروں یہ ہیں:۔ بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جھگڑے کے وقت فحش بکے۔ وعدہ کرنے کے بعد اُس کی خلاف ورزی کرے۔ اُس کے پاس امانت رکھی جائے تو اُس میں خیانت کرے (رواہ عبداللہ بن عمرو بن العاص) بعض روایتوں میں دوسری خصلت کا ذکر نہیں ہے۔

مقصود بیان:۔ کثرتِ مال اکثر موجب تباہی ہوجاتی ہے۔ تھوڑا مال بہتر ہے۔ جس مال کا صدقہ نہ دیا جائے وہ انسان کو برباد کردیتا ہے عہد کی خلاف ورزی اور جھوٹ بولنا نفاق کی علامات بلکہ اسبابِ نفاق ہیں۔ بخل کرنا اور احکامِ الٰہی سے سرتابی کرنا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ آیت میں اخبار عن الغیب کے ساتھ ساتھ پیشین گوئی بھی ہے کہ ثعلبہ کا نفاق مرتے دم تک نہ جائیگا اور یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ

یہ ہی لوگ دل کھول کر خیرات کرنے والے مسلمانوں پر

الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

اور اُن لوگوں پر جن کو مزدوری کے سوا کچھ میسّر نہیں

إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ

طعن کرتے ہیں اور اُن کا مذاق اڑاتے ہیں اللہ نے بھی

اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

اُن کو مذاق کی پاداش دی ان کے لئے دردناک عذاب ہے

تفسیر منافقوں کی عادات میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ مسلمانوں پر ہر وقت نکتہ چینی کرتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان بخلوص خاطر کچھ زائد مال صدقہ میں دیتا تو وہ کہتے اس نے دکھانے اور ریا کرنے کے لئے دیا ہے اور کوئی غریب آدمی ہے زیادہ مال میسّر نہیں کوئی معمولی چیز بطور صدقہ اس نے پیش کی تو اُس کا مذاق اڑاتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو حضورؐ نے صدقہ دینے کے متعلق وعظ فرمایا۔ ایک شخص نے بکثرت مال خدمت گرامی میں لاکر حاضر کردیا اور عرض کیا جس صورت سے مناسب ہو اسکو تقسیم کردیجئے۔ منافق کہنے لگے اس شخص نے دکھانے کے لئے ایسا کیا ہے۔ ایک اور شخص نہایت تنگدست اور نادار تھے جن کا نام ابوعقیل تھا انہوں نے (مزدوری کرکے) ڈیڑھ سیر چھوارے خدمت گرامی میں بہ نیت صدقہ پیش کئے تو منافق کہنے لگے اللہ کو اس کے صدقہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی (بخاری و مسلم) ابوبکر، بزار وغیرہ نے بروایت ابی ہریرہ و ابن عباسؓ و مجاہد و ابن اسحاق بیان کیا ہے کہ اصحاب استطاعت میں سے عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار درہم اور عاصم بن عدی نے چار من کھجوریں بطور صدقہ پیش کی تھیں۔ منافق بولے۔ انہوں نے ریاکاری سے صدقہ دیا ہے۔ حالانکہ حضور اقدس صؐ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے فرمایا تھا۔ خدا تیرے مال صدقہ میں برکت دے اور اُس مال میں بھی برکت دے جو تونے رکھ چھوڑا ہے۔ اُدھر ابوعقیل کا قصہ اور اُن پر طعن تو اوپر گذر ہی چکا ہے۔ بہرحال یہ حالت تھی کہ خدا نے آیت مذکورہ نازل کی۔

حضرت ابوالسلیل کہتے ہیں میں نے خود دیکھا کہ بقیع کے جلسہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے جو شخص اللہ کے واسطے کچھ صدقہ دیگا میں خود قیامت کے دن اُس کا شاہد ہونگا۔ میں نے یہ فرمان سن کر اپنے عمامہ میں سے ایک یا دو (درہم) صدقہ دینے کی غرض سے کھولے لیکن فوراً انسانی خطرہ دل میں آیا (کہ یہ بہت حقیر رقم ہے) اسلئے عمامہ کی گرہ پھر باندھ لی۔ اتنے میں ایک سیاہ فام پستہ قد بدشکل آدمی ایسا آدمی میں نے بقیع میں دوسرا نہیں دیکھا اُس کے ساتھ ایک اونٹنی بھی تھی جس کی مثل خوبصورت اونٹنی میں نے نہیں دیکھی۔ اُس نے آکر کہا یارسول اللہ! یہ صدقہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا بہت اچھا۔ ایک منافق نے اُس شخص پر کچھ نکتہ چینی کی اور کہنے لگا ایسا (بدشکل) آدمی اور اس نے ایسی خوبصورت اونٹنی دیدی۔ واللہ یہ اونٹنی تو اُس سے اچھی ہے۔ حضورؐ نے یہ کلام سن کر

فرمایا تو جھوٹا ہے۔ وہ شخص تجھ سے اور اس اونٹنی سے دونوں سے اچھا ہے۔ الحدیث (رواہ احمد) غرض منافق اہل اسلام کے صدقات پر اس طرح کی نکتہ چینی کیا کرتے تھے اُن کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ ان منافقوں کی عجب حالت ہے جو مسلمان دل کھول کر صدقہ دیتے ہیں اُن پر یہ طعن وطنز کرتے ہیں اور ایسی خیرات کو ریاکاری پر محمول کرتے ہیں اور جن لوگوں کو سوا محنت مزدوری کے اور کچھ توفیق نہیں اور وہ اپنی محنت کا پیسہ خیرات میں دیتے ہیں تو منافق اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ خدا ان کو ان کے مسخرہ پن کرنے کی سزا دیگا اور انہی کو مسخرہ بنائیگا اور آخرت میں تو المناک عذاب ان پر ہوگا ہی۔

مقصود بیان: کسی مؤمن پر ناجائز طنز یا کسی کا مذاق اڑانا نفاق کی علامت ہے مسلمانوں کو اس سے بچنا لازم ہے۔ صدقہ و خیرات ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر اگر بخلوص نیت ہو تو مقبول ہے جس طرح دولتمندوں کا دل کھول کر راہِ خدا میں دینا قابل مدح ہے ویسے ہی غریب مزدوروں کا محنت مزدوری کر کے تھوڑی سی خیرات کرنی بھی قابل استحسان ہے

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ

(اے محمد!) آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں (دونوں برابر ہیں)

اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً

اگر ستر بار بھی آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں گے

فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

تو اللہ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا کیونکہ انہوں نے

كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ

اللہ اور اس کے رسول کو نہیں مانا اور اللہ

لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ع

فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا

تفسیر

عبداللہ بن ابی بن سلول مدینہ کے منافقوں کا سردار تھا۔ بظاہر مؤمن ہوگیا تھا۔ لیکن باطن میں حضورؐ کی ایذارسانی کے درپے رہتا تھا۔ اسی نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ تم ہی نے محمدؐ کے پاس اُن کے ساتھیوں کو کھانا کپڑا دیکر جمع کر رکھا ہے ورنہ سب متفرق ہو جاتے۔ تبوک میں اسی نے کہا تھا کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو جو لوگ عزت دار ہیں وہ بے عزتوں کو نکال باہر کر دینگے۔ غرض یہ پکا منافق تھا بظاہر مسلمانوں کی مدد کے لئے اس نے کچھ مال بھی دیا تھا اور گرفتارانِ بدر میں سے حضرت عباسؓ کو اس نے اپنی قمیص پہنائی تھی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا عبداللہ جو خالص مؤمن تھا منافق نہ تھا خدمت گرامی میں حاضر ہوا باپ کے مرنے کی اطلاع دی اور باپ کے لئے مغفرت کی دعا کا طالب ہوا۔ حضورؐ نے اپنا پیراہن مبارک عبداللہ کو عنایت فرمایا تاکہ وہ اپنے باپ کی میت کو پہنائے اور دعاءِ مغفرت کا وعدہ فرمایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی بعض روایات میں آیا ہے کہ حضورؐ نے اس کے لئے دعاءِ مغفرت کی اور جنازہ کی نماز پڑھائی اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ آیۃ کا مورد اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ منافق درحقیقت کافر ہیں اور جو لوگ ازلی کافر ہیں جن کا کافر ہونا قطعی ہے اُن کو خدا تعالیٰ منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا ہے۔ لہٰذا اے نبی تم ان کے لئے کتنی ہی دعاءِ مغفرت کرو اللہ ان کو نہیں بخشے گا کیونکہ یہ اللہ اور اُس کے رسول کے منکر ہیں یعنی ان کی عدم مغفرت کی یہ وجہ نہیں کہ اللہ بخیل ہے یا تم میں کچھ قصور ہے بلکہ ان کا کفر خود عدم مغفرت کا موجب ہے۔

مقصود بیان: منافق یا کافر کے لئے دعاءِ مغفرت نہ کرنی چاہیئے یہ لوگ رحمتِ الٰہی سے محروم ہیں یہاں تک کہ دعاءِ نبی بھی ان کے لئے مفید نہیں جو لوگ رسول اللہؐ کے منکر ہیں اگرچہ خدا کو مانتے ہیں وہ کافر ہیں۔ منافقوں پر اگرچہ بظاہر اسلامی احکام جاری ہوتے ہیں جزیہ وغیرہ نہیں لیا جاتا مگر درحقیقت خدا کے ہاں وہ کافر ہیں۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ کا لفظ اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اللہ بخیل نہیں۔ نہ اللہ کو کسی سے ذاتی دشمنی ہے بلکہ انسان کی بداعمالی خود اُس کو تباہ کرتی ہے۔ وغیرہ۔

تحقیق لفظی

سَبْعِيْنَ کے معنی کلام عربی میں ستر کے ہیں۔ لیکن عرف عام میں کثرت تعداد مراد ہوتی ہے اور یہاں بھی کثرت ہی مراد ہے حصر عدد مقصود نہیں۔ چونکہ حضور اقدسؐ اپنی امت پر بہت زیادہ شفیق تھے اس لئے باوجود اس جاننے کے کہ کثرت تعداد مراد ہے پھر بھی آپ نے ایسے الفاظ فرمائے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید مخصوص عدد مراد ہے جب عبداللہ بن ابی کے لئے دعاءِ مغفرت کرنے کی ممانعت میں یہ حکم نازل ہوا کہ اگر تم ستر مرتبہ ان کے لئے دعاءِ مغفرت کروگے تو اللہ پھر بھی ان کو ہرگز نہ بخشے گا تو حضورؐ نے فرمایا میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرونگا۔ یہ صرف محبت امت تھی۔ شیخ عکبری نے تبیان فی اعراب القرآن میں صراحت کی ہے کہ حضور اقدسؐ کا مذکورہ بیان ایک خاص اسلوب کلام کو چاہتی ہے کیونکہ لفظ کو بظاہر ایسے معنی پر محمول کرنا جس کا احتمال تو ہو مگر یہ بات بھی معلوم ہو کہ یہ محتمل معنی یہاں مراد نہیں ہے ایک خاص بلاغت ہے جس طرح

قبعثری شاعر نے حجاج سے کہا تھا میں تجھے ادہم پر سوار کروں گا ادہم مشکی گھوڑے کو اور بیڑیوں کو کہتے ہیں۔ قبعثری واقف تھا کہ حجاج مجھے قید کی دھمکی دے رہا ہے اور ادہم سے مراد بیڑیاں ہیں لیکن حجاج کے غصہ کو فرو کرنے کے لئے اُس نے اُس کلام کے معنی بدل دیا اور یہ ظاہر کیا کہ گویا میں آپ کی دھمکی کو نہیں سمجھا بلکہ آپ کے کلام کو بشارتِ انعام سمجھا ہوں چنانچہ جواب میں کہنے لگا آپ جیسے سردار مشکی گھوڑے پر اور سبز رنگ گھوڑے پر دونوں پر سوار کرو دیتے ہیں۔ گویا قبعثری نے ادہم کے معنی مشکی گھوڑے کے لئے باوجودیکہ واقف تھا کہ حجاج کی مراد بیڑیاں ہیں۔ اسی طرح حضورِ اقدس اگرچہ واقف تھے کہ لفظ سبعین سے خاص مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے لیکن پھر بھی حضور نے شفقتِ امت کی بنا پر فرمایا میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ

جو لوگ پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اپنے بیٹھ رہنے سے برخلاف

رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا

رسول اللہ کے خوش ہوئے اور راہِ خدا میں اپنے مال و جان سے

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

جہاد کرنا اُن کو بُرا لگا

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ

اور بولے کہ گرمی میں نہ کوچ کرو (اے نبی) تم کہدو کہ دوزخ

جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝

کی آگ بہت زیادہ گرم ہے کاش اُن کو سمجھ ہوتی

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا

اب اُن کو اپنے کرتوت کے عوض کم ہنسنا

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

اور زیادہ رونا چاہئے

تفسیر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ہمراہ لیکر افواج ہرقل کے مقابلہ کے ارادہ سے مقام تبوک علاقہ شام کو تشریف لے گئے تو منافقوں کی ایک جماعت حیلہ بہانہ کرکے پیچھے رہ گئی حضور کے ساتھ تبوک کو نہ گئی اور ایک دوسرے سے کہنے لگی گرمی سخت پڑ رہی ہے۔ اس سخت گرمی میں کون جائے۔ چنانچہ رہ گئے اور جب حضور تشریف لے گئے تو پیچھے ہنسنے اور مذاق کرنے لگے کہ دیکھو ہم نے کیسا دھوکا دیا بعض روایات میں آیا ہے کہ منافقوں کی ایک جماعت نے جھوٹ بول کر مدینہ میں رہ جانے کی حضور سے اجازت لے لی تھی اور عذر یہ تراشا تھا کہ اگر آپ کے ساتھ ہم بھی چلے جائینگے تو مدینہ خالی رہ جائیگا۔ شاہِ غسان اور بعض دیگر قبائلِ عرب کے حملہ کا اندیشہ ہے لہذا ہم کو یہیں چھوڑ جائیے یہ حیلہ تراش گروہ صرف منافقوں کا تھا۔ انہی کے بارہ میں آیات مذکورہ نازل ہوئیں تین خالص مؤمن بھی باقتضاءِ بشریت رہ گئے تھے مگر انہوں نے کوئی حیلہ تراشی نہیں کی بلکہ اپنا قصور تسلیم کر لیا۔ وہ لوگ یہاں مراد نہیں ہیں اُن کی مغفرت کی صراحت دوسری آیات میں موجود ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے منافقوں کی جو جماعت مدینہ میں رہ گئی تھی وہ اپنے حیلہ کی کامیابی اور چال چلنے پر خوش ہوئی اُس کو گوارا نہ ہوا کہ راہِ خدا میں جانی اور مالی قربانی کرے۔ بلکہ گرمی کی شدت کی وجہ سے اُنہوں نے باہم ایک دوسرے کو جہاد پر جانے سے منع کیا اور جب اُن کو مدینہ میں چھوڑ دیا گیا تو ہنسی اُڑانے لگے کھل کھلا کر ہنستے تھے اور شادان و خنداں تھے۔ اے نبی! تم ان سے کہدو کہ تم کو موسمی گرمی کا خیال ہوا حالانکہ دوزخ کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے کاش ان میں اتنی سمجھ ہوتی کہ تھوڑی دیر کی تکلیف کو اختیار کرتے اور ابدی نجات حاصل کرتے۔ مگر انہوں نے ابدی عذاب اختیار کیا اور تھوڑی دیر کی تکلیف برداشت نہ کی اب ان کو کچھ مدت کے لئے ہنسنے دو جیتے دم تک ہنس لیں آخرت میں ان کو بے انتہا ہمیشہ رونا پڑے گا اور یہ دوامی گریہ ان کی بداعمالی کی وجہ سے ہوگا یعنی خدا ظالم نہیں نہ اُس کو کسی سے عناد ہے بلکہ جو جیسا کریگا ویسا بھریگا۔ مختلف احادیث میں آتا ہے کہ مؤمن ہمیشہ ابتلاء میں رہتا ہے لیکن شکر اور صبر کرتا ہے اور گناہوں کا کفارہ دیکر پاک صاف مرتا ہے اور اپنے پروردگار کے سامنے جاتا ہے اور منافق کھجور کے درخت کی طرح کسی آندھی سے جھونک نہیں کھاتا یہاں تک کہ ایک بار جڑ سے گر جاتا ہے۔

مقصود بیان:۔ منافقوں کے نفاق اور مکاری کا اظہار اس امر کی صراحت کہ اہلِ نفاق راہِ خدا میں قربانی کرنے کو پسند نہیں کرتے نہ مال خرچ کرنا چاہتے ہیں نہ جان کو دُکھ دیتے ہیں بلکہ موسمی گرمی بھی رضائے مولیٰ کے لئے برداشت نہیں کرتے نہ مسلمانوں کی امداد کا ان کو خیال ہوتا ہے۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کا کچھ لحاظ بلکہ نفس کے بندے ہیں۔ احکامِ الٰہی کے مقابلہ میں خواہشِ نفس اُن کو زیادہ محبوب ہے خود بھی احکامِ خداوندی کی پیروی نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں گویا مسلمانوں کو ضمنی تنبیہ ہے کہ راہِ خدا میں مالی اور جانی قربانی

کرو۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مصائب برداشت کرو گرمی سردی کا خیال نہ کرو مسلمانوں کا ساتھ دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرو۔ احکام الٰہی کے مقابلہ میں نفسانی خواہشات کو ترک کرو۔ دنیا تمہارے لئے دار البکا ہے۔ اگر مصائب میں گرفتار ہوکر کچھ دنوں یہاں رو لوگے تو کچھ ہرج نہیں آخرت میں ہمیشہ ہنستے رہو گے۔ منافقوں کی طرح نہ بن جاؤ جو چند روزہ مسرت و شادمانی پر پھولے ہوئے ہیں اور مرنے کے بعد ہمیشہ ان کو روتا رہنا پڑے گا۔ وغیرہ۔

فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ

اگر اُن کے کسی گروہ کی طرف تم کو خدا واپس لے جائے

فَاسْتَأْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا

اور وہ تم سے جہاد پر جانے کی اجازت مانگیں تو اُن سے کہدینا تم میرے ساتھ

مَعِيَ أَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا

کبھی نہ چلوگے اور نہ میرے ساتھ ہوکر دشمن سے لڑو گے

إِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ أَوَّلَ مَرَّةٍ

تم کو پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہنا پسند آیا تھا

فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخَالِفِيْنَ ○

لہذا اب پیچھے رہجانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو

تفسیر یہ بھی آیات سابقہ کا تکملہ ہے۔ اوپر کی آیات میں اُن منافقوں کو جو جہاد تبوک پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب نہیں گئے تھے عذاب کی دھمکی تھی۔ ان آیات میں بطور تنبیہ آئندہ شرکت جہاد کی ممانعت ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے نبی جب تم تبوک سے واپس مدینہ کو جاؤ اور پھر کوئی دوسرا سفر جہاد پیش آئے تو جو منافق تمہارے پاس تبوک کو نہیں گئے تھے اُن کی جماعت کو پھر کبھی ساتھ نہ لے جانا (یہ مطلب قتادہ نے بیان کیا ہے اور ایسے منافقوں کی تعداد بارہ کس ظاہر کی ہے) اگر وہ تم سے ہمرکاب چلنے کی اجازت مانگیں تو اُن سے کہدینا کہ تم میرے ساتھ کبھی نہ چلو گے اور چل کر کبھی کسی دشمن سے نہ لڑو گے یعنی میں تم کو اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتا۔ اول تو تم مُنہ سے کہہ رہے ہو دل میں نفاق ہے تم دل سے ساتھ چلنے پر راضی ہی نہیں ہو۔ اور اگر بالفرض چلے بھی جاؤ تو تمہارا جانا بیکار ہے تم وہاں پہنچکر دشمنانِ اسلام سے نہیں لڑو گے۔ لہذا جہاں اور لوگ پیچھے رہ جائینگے تم بھی یہیں رہو یعنی جس طرح ضعیف بوڑھے اور بیمار اور بچے اور عورتیں سب مدینہ میں رہ جائینگے۔ تم بھی انہی کے ساتھ رہجاؤ۔ کیونکہ تم نے پہلے بھی ہمارے ساتھ چلنا پسند نہیں کیا تھا ابن عباسؓ کے نزدیک خَالِفِیْن سے مراد وہ لوگ جو غازیوں سے پیچھے رہے۔ ابن جریر نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ بعض مفسرین نے خالف کے معنی فاسد کے لئے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ عورتیں مراد ہیں۔ بیضاوی کے نزدیک عورتیں بچے اور کمزور مرد جن میں جہاد کی طاقت نہو سب کے داخل ہیں۔ اسی مطلب کو ہم نے پسند کیا ہے۔

مقصود بیان: ۔ منافقوں کے مخصوص طبقہ کو یعنی اُن لوگوں کو جو نفاق پر جمے ہوئے تھے اور آئندہ اُن سے ترک نفاق کی امید نہ تھی آئندہ شرکت جہاد کی ممانعت کی گئی ہے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی مکر فریب اور نفاق میں مضبوط اور سخت ہو اور اسباب دغا پر مصر ہو تو ایسے آدمی سے ترک تعلق ضروری ہے اور اُس کی مصاحبت سے احتراز لازم ہے۔ وغیرہ۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا

اُن میں سے اگر کوئی مرجائے تو تم اُس کی نماز کبھی نہ پڑھو

وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ إِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ

اور نہ اُس کی قبر پر کھڑے ہو کیونکہ ان لوگوں نے اللہ اور اُس کے رسول کا

رَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ وَلَا تُعْجِبْكَ

انکار کیا اور فاسق ہی مر گئے اور تم کو

أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

ان کے مال و اولاد پر تعجب ہونا چاہئے ان کے ذریعہ سے اللہ اُن کو

أَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ

دنیا میں سزا دینا اور کفر کی حالت میں

أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○

ان کی جان نکالنا چاہتا ہے

تفسیر یہ آیت بھی عبد اللہ بن ابی کے حق میں نازل ہوئی۔ راویان حدیث کا اختلاف ہے کہ عبد اللہ کے جنازہ کی نماز رسول پاک نے پڑھی تھی یا نہیں؟ ابن جریر نے حضرت انسؓ کی

انسانی جسم میں بجلی دوڑ رہی ہے

سستی اور کمزوری سات دن میں دور

رتی جودین استعمال کرو۔ اس عجیب اور حیرت انگیز ایجاد نے سائنس کی دنیا میں ہیجان پیدا کردیا ہے۔ کیونکہ جب انسان کی طاقتیں زیادہ دن تک بُرے طریقوں سے ضائع ہوجاتی ہے تو بہت ہی کمزور ہوکر مایوس ہوجاتا ہے۔ پھر وہ برباد کی ہوئی طاقت کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ جوانی کی امنگوں کو پھر ایک بار دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ راتوں کی تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتاتا ہے ہزار ہا دوائیں استعمال کرنے کے بعد بھی وہ زندگی کو ختم کردینے کا ارادہ کرلیتا ہے۔ کیونکہ اس کو ناکامی ہی ہوتی ہے یہ تمام کمزوریاں اس کو بچپن کی خراب عادتوں کے باعث ہوتی ہیں۔

دنیا کو حیران کردیا! مدت مدید سے یہ بات ہر شخص کے کان میں گونج رہی ہے کہ رتی جودین کورس ہی اس صدی میں نامردی سستی۔ کمزوری۔ کم خواہشی ڈھیلاپن، پتلاپن۔ شرمندگی۔ نمی۔ کچی قطرہ کا گرنا۔ دل دماغ۔ گردہ۔ مثانہ۔ دھات کا پتلاپن کا لاثانی علاج ہے اور آج تک اس علاج سے بیشمار نامرد تندرست ہوچکے ہیں اور وہ اپنے گھروں کے لئے جوانی کا ایک نمونہ بنے ہوئے ہیں۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ جہاں سائنس کی مدد سے دنیا میں انقلاب برپا ہو رہا ہے وہ ہی سائنس کی ایجاد انسانی جسموں کے اندر بجلی پیدا کر رہی ہے اور اس کورس کے استعمال سے انسان سات دن کے اندر کیا کچھ بن جاتا ہے۔ اس کا اظہار تحریر میں نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کورس مردہ جسم میں زندگی کی روح پھونک دیگا یہ پہلی خوراک کا اثر ہی آپ کو حیرت میں ڈال دیگا آپ اپنے اندر ایک چمک اور برقی رو دوڑتے ہوئے دیکھنے لگیں گے سوئی ہوئی رگوں میں بجلی اور مردہ پٹھوں میں تناؤ اور سختی پیدا ہوجائے گی۔ اس برقی اثر علاج سے سات دن کے اندر ایک وہ بڈھا بھی جو اپنی جوانی سے بالکل کنارہ کش ہوچکا ہو طاقت سے جھومنے لگتا ہے۔

رتی جودین کورس کو آیورویدک اور یونانی طب کے فلاسفروں نے بڑے غور وفکر کے بعد برسوں کی محنت سے ایجاد کیا ہے جس کا صلہ اس ایجاد کی بدولت مل رہا ہے کہ ہزار ہا مایوس انسان عبادت کے وقت موجدوں کو دعائیں دیتے ہیں۔

اس حقیقت سے آج کسی کو انکار نہیں کہ اگر قوت مردمی میں کچھ بھی کمزوری محسوس ہونے لگے تو رتی جودین کی مدد سے پوری طرح قبضہ میں کیا جاسکتا ہے۔ اور ناکامی شرمندگی ہمیشہ کے لئے دور ہوجاتی ہے اور ایک ہفتہ پرہیز کے ساتھ استعمال کرنے پر انسان برسوں تک "مرد" بنا رہتا ہے۔ اس کورس میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی اور ان کا استعمال ایک ساتھ شروع ہوتا ہے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ہے ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ۔

دعویٰ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو سات دن میں اس کورس سے آرام نہ ہو تو قیمت واپس۔ یا دوبارہ دوا مفت اور مشورہ مفت دیا جاتا ہے

(آرڈر کے ساتھ مرض کی کیفیت ضرور لکھیں اور اس بات کا اقرار کریں کہ سات دن تک ضبط سے کام لیا جائے گا)

پتہ:۔ اکسیری دواخانہ کلاں محل (ایم۔ ڈی) دہلی

انھوں نے ان کے لیے خاص حالات کر رکھے تھے کہ مسلمانوں کے پاس کچھ نہ تھا مگر تو بھی آزادی کے سینوں میں مدفون ہے خدا کے گھر کے تو ہیں مسلم کے کام ہوا تو ہیں حال لیکن ان کا اس سے کچھ بھی واسطہ جو شامل ہے کام نہ یا مسلمان کسی ایک چٹان پر قائم ہوئے خلافت کمیٹی ہندوؤں نے بھی اس زمانہ میں خود کانگریس ہجوم رول کی تحریک خلافت میں بھی شامل ہو گئے، خلافت اور آزادی ہند کا شور جو کچھ بھی ہوا کانگریس کی نہ یہ قیادت ہندوؤں نے قومی مصالح کی بنا پر ہو جانفشانی مرتب ہی نہیں وہ کانگریس کی نہ جانے سکیں اور مسلمانوں کی ہوا خیزی اور بے اتفاقی کا باعث ہوئیں ہندو اس کی شان باقاعدہ جاری برقرار رکھے رہے سوراجیہ پارٹی کی بغاوت ہی کتنی جلد فیاضی فارورڈ بلاک کا کتنا صاف مظہر کمیونسٹ کھڑے ہوئے سوشلسٹ سامنے آئے سب کچھ جلد ہی کچھ نہ سماعت ہوتا اور کانگریس اپنی جگہ چٹان کی طرح قائم، ہمارے قریب قریب تمام جدید تحریکیں انگریزی قیادت آئی چلی گئیں۔ یوں نظریہ سے بچانے یا مصلحت کو قائم رکھنے کی بنا پر نظر بھائی پرمانند مسٹر ساورکر اور ڈاکٹر مونجے نے کشن لال پر کانگریس سے الگ رہے ہوں اور ہندو مہاسبھا میں رکھا ہو مگر دیکھا آزادی کی جیت را نے مسٹر جیکر مسٹر کیلکر مسٹر اپنے اور مسٹر منشی بیک وقت کانگریسی بھی تھے اور ہندو مہاسبھائی بھی علیحدگی اور بے تعلقی کے باوجود بھائی پرمانند اور مسٹر ساورکر برابر کانگریس سے اب تک بھی مخلصانہ ملاقاتیں کرتے رہے۔

ان میں باہم کبھی مخاصمت، مخالفت یا نفرت کا جذبہ کبھی نہیں پایا گیا کسی نے کسی کی کبھی کوئی حقیقی مخالفت نہیں کی نہ کسی کے خلاف زبان ہی نہ کھولی جنہیں ہم سمجھتے ہیں آزردہ لیگ ہے فارورڈ بلاک ہے لبرل لیگ ہے مگر حقیقت میں یہ سب کانگریس کی شاخیں ہیں کانگریس کے مختلف ریکارڈ ہیں جیسی بات کبھی اور کہانی ہوتی ویسا ریکارڈ چڑھا دیا ہی وجہ ہے کہ کانگریس کا اقتدار روز افزوں ہے اور ہندو میدان مارنے اور ترقی کرنے چلے جاتے ہیں بخلاف ازیں مسلمانوں کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے اپنی واحد سیاسی جمعیت مسلم لیگ کی طرف کبھی بہت توجہ نہ دی اور ہر نئے کام کے لئے نئی انجمن بنائی خلافت کی تحریک ہند مسلمانوں دونوں کی طرف سے شروع ہوئی تھی ہندو تو اسے کانگریس کے زیر قیادت لے آئے ہیں لیکن مسلمان ایک نئی جماعت خلافت کمیٹی کے نام سے بنالیتے ہیں پھر سیاسی مطالبات کا دور شروع ہوتا ہے تو مسلم کانفرنس اور مجلس اتحاد ملت وغیرہ بالکل بے حقیقت بنکر رہ جاتی ہے اور مسلم کانفرنس ہی کا طوطی بولتا ہے۔ ۱۹۳۶ء میں اسمبلی کے انتخابات کے وقت حالات کی نزاکت دیکھکر لیگ کھڑی ہوتی ہے تو بھی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ احرار اور مجالس اسلامی صوبوں پنجاب اور بنگال ہی میں اسے ایک دو کے سوا کوئی امیدوار نہیں ملتا اور شدت کے ساتھ اس کی مخالفت ہوتی ہے صرف یو۔ پی تک اس کا اثر محدود رہتا ہے۔ خدا مسٹر جناح اور مولانا شوکت علی کو کھڑا کر دیتا ہے استقلال و تدبر سے کام شروع ہوتا ہے پھر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ بکثرت مسلمان اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جاتے ہیں امید وہ اقتدار باقی ہے کہ حکومت اور کانگریس دونوں کو اس کی عظمت و طاقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

سب کچھ ہے مگر پھر بھی حالت یہ ہے کہ خود مسلمانوں ہی کی چھوٹی انجمنیں اس کی مخالف ہیں دشمن ہیں۔ احرار، جمعیۃ انصار، آل پارٹیز مسلم کانفرنس اور نیشنلسٹ وغیرہ سب اس پر برسے رہتے ہیں گاندھی افسوس اور ماندہ وہ کانگریس سے ساز رکھتے ہیں موتی اپنے اور سپرو وغیرہ جیسے لیڈر کانگریسی اور نہرو سے بے تکلفانہ اور مخلصانہ ملاقاتیں کر سکتے ہیں لیکن افسوس مسلم کے علمبرداروں کی۔ حالت ہے کہ مولانا حسین احمد مولانا حبیب الرحمٰن خان عبدالغفار خاں وغیرہ کے لئے ٹھیر ممکن ہے کہ وہ مسٹر جناح سے ملاقات کر سکیں اور اختلاف ہندوؤں میں بھی ہے ان کی بھی الگ انجمنیں ہیں مگر ان کا اختلاف کبھی معاندت کی صورت اختیار نہیں کرتا اگر آج ہماری جمعیۃ علماء، مجلس احرار، جمعیت انصار اور نیشنلسٹ بھی ہندو نیتا جیسا جذبہ رکھتے اور کم از کم مسلم انڈیا ہی کے معاملہ میں اس طرح لیگ سے موافقت کرتے جس طرح ہندو اداروں آزادی ہند کے معاملہ میں کانگریس سے موافقت کر رہے ہیں تو اس سے لیگ کی قوت و شوکت بہت کہیں بڑھ جاتی اور مسلم انڈیا کا مسئلہ ہی مسلم مسئلہ بنکر رہ گیا ہوتا مسلمانوں کی یہ حالت ہے اور پھر شکوہ ہے تقدیر کے جو غیر مسلم اور کفار ان کی ...

... کھا رہے ہیں اور اخوت باہمی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں وہ بھی مسلمان نہیں کر سکتے حالانکہ قرآن حکم دیتا ہے

وتعاونوا بالبر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان	بھلائی، نیکی اور تقویٰ کے معاملہ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور ظلم و گناہ کے کام میں ساتھ نہ دو

کیا مسلم انڈیا کی سچی بھلائی کی سمت نہیں مگر یہی ہے ہر کس سے کہ مسلمانوں کو اتحاد کا احساس ہوتا تو وہ آج ذلت و نامرادی کی زندگی ہی کیوں بسر کر رہے ہوتے لیکن لیگ کی یہ استقامت باعث برکت ہے کہ وہ گویا علی اللہ تکیہ کئے کھڑی ہوئی ہے اور زبردست ترقی حاصل کرلی۔

اتفاق واتحاد کی برکات

اتفاق اور اتحاد کی اہمیت، سودمندی پوری دنیا کے نزدیک مسلم ہے اور تمام اقوام اس پر متفق ہیں مگر اسلام جو دین فطرت ہے کب اسے نظر انداز کر سکتا تھا اس نے اتفاق پر زور دیا اور اس پر بنیاد (اتفاق) ہے وہ جس کی مثال دنیا کے اور کسی مذہب اور کتاب میں نہیں مل سکتی نہ صرف اس پر زور دیا بلکہ اس کے خلاف تمام محرکات و عوامل سے بھی روک دیا اور ایسی صورتیں پیدا کیں کہ جمعیت مسلمین کبھی انتشار سے ہمکنار نہ ہو سکے اسے مذہبی معاملہ اور اساس دین کی حیثیت عطا کی اور اس کے خلاف اقدام کو گناہ بتایا دیکھا آپ نے کہ اتباع مسلمین کے ساتھ ترک افتراق کا ذکر کر کے اس کی حیثیت کتنی بلند کر دی اور واضح کیا کہ مذہب پر قائم رہنے کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے جس سے مسلمانوں میں افتراق پیدا ہو پھر دوسری جگہ مزید زور کے ساتھ حکم دیا جا رہا ہے

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا	تم سب مل کر اللہ کی رسی مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو اور باہم تفرقہ پیدا نہ ہونے دو

قرآن کریم کی یہ خصوصیت ہی ہے کہ وہ جو حکم دیتا ہے اس کی علت بھی بیان کر دیتا ہے

ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم	مسلمانو! باہم متحد رہو باہم جھگڑے پیدا نہ کرو ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی۔

اس سے زیادہ خوبی اور حقیقت طرازی کے ساتھ اتحاد کی سودمندی پر اور کیا کہا جا سکتا تھا کہا ہے اور وہ کہا ہے جس کے مظاہر ساری دنیا کے سامنے ہیں اور حق کی صداقتوں سے دنیا کا کوئی انسان بھی جرأت انکار نہیں کر سکتا۔ کون نہیں جانتا کہ کسی قوم کی کمزوری اس کا افتراق اور اس کی طاقت اس کا اتحاد ہے اور جب کسی قوم میں افتراق اور تشدد پیدا ہوتا ہے تو اس کی ہوا اکھڑ جاتی ہے بھرم کھل جاتا ہے اور ہمتیں پست ہو جاتی ہیں۔

نتائج نفاق اور قرآن

قرآن حکم دیتا ہے حکم کی علت پیش کرتا ہے اور پھر نہایت مانوس اور صحیح مثالیں پیش کر کے حکم کی اہمیت ذہن نشیں کراتا ہے قریش کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ فانقذکم منھا	باہم تفرق اور پھوٹ پیدا نہ کرو اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اسلام لانے سے پیشتر تمہاری حالت کتنی بدتر تھی تمہارے اندر کتنا افتراق پھیلا ہوا تھا تم پر شدید

باہمی عداوتیں مسلط تھیں خدا نے تم پر بڑا فضل کیا تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی اور تم باہمی عداوتیں بھول کر بھائی بھائی بن گئے حالانکہ تمہاری یہ حالت تھی کہ گویا تم آگ کے کنارے پر کھڑے ہوئے تھے۔ خدا ہی نے تمہیں اس میں گرنے سے بچا لیا۔

غیر متفق اور پر عناد زندگی کے لئے شفا حفرۃ کتنا بہترین استعارہ ہے واقعی جو خاندان یا جو قوم متفق نہیں ہے وہ آگ کے غار کے کنارے کھڑی ہوئی ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس وقت اس میں گر کر تباہ ہو جائے۔ مسلمانوں کو کسی نے تباہ نہیں کیا

بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٰئک هم الظالمون | ممکن ہے جس کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے وہ ان تمسخر اڑانے والوں سے بہتر ہو۔

کسی کو لقب بھی نہ دے اور نہ چڑانے کے لئے نام بدلے کہ ایمان لے آنے کے بعد یہ باتیں بہت بری ہیں بدزبانی ہیں اور جو ان سے توبہ نہ کریگا اس کا شمار ظالموں اور گنہگاروں میں ہوگا۔

اس آیت میں مخاطب تو ضرور مسلمان ہیں مگر یہ نہیں کہا جا رہا کہ یہ چیز مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص ہے حکم عام ہے مسلم ہو یا غیر مسلم کسی کا مذاق اڑانا ٹھیک نہیں "بعد الایمان" کا جملہ بتا رہا ہے کہ یہ چیزیں کفر و جاہلیت کی چیزیں ہیں مسلمانوں کو ان سے کوئی تعلق نہ رکھنا چاہیے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے

یا ایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه واتقوا الله ان الله تواب رحیم۔ | مسلمانو! بہت سی بدگمانیوں اور محض قیاس کی بنا پر کسی کے متعلق برا خیال قائم کرنے سے بچتے رہو کہ بعض گمان بھی معصیت کی حیثیت رکھتے ہیں کسی کے حالات کے متعلق تجسس اور کسی کے رازوں کی ٹوہ میں بھی نہ رہو کسی کی غیبت اور برائی بھی نہ کرو کہ غیبت کرنا ایسا ہے کہ گویا اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھا لیا جس سے یقیناً تمہیں نفرت پیدا ہوگی اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ حقیقتاً بہت مہربان ہے اور توبہ قبول کر لیتا ہے۔

یہ چیزیں کتنی فتنہ انگیز اور خوفناک ہیں دنیا جانتی ہے۔ غیبت جسے اشد من الزنا کہا جاتا ہے بادی النظر میں معمولی چیز ہے لیکن باطناً انتہائی خوفناک ہے قاعدہ ہے کہ جب کسی کی برائی کی جاتی ہے تو لامحالہ اس کی طرف سے تکدری خیالات پیدا ہوتے ہیں برائی کا احساس پرورش پاتا ہے دوسرے کو بھی بدظنی بڑھتی ہے دور دور تک بات پہنچتی ہے جس کی برائی کی جاتی ہے اسے بھی ناگوار گزرتا ہے کھل کر عداوتیں بڑھتی ہیں اسی لئے خدا نے تمسخر تجسس بدگمانی غیبت اور تحقیر ہر چیز سے روک دیا۔ اس کے باوجود آج یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کی کوئی صحبت کوئی مجلس اور کوئی گھرانا ایسا نہیں جس میں یہ عیوب نہ پھیلے ہوں دوسروں کی نیتوں پر حملے نہ کئے جاتے ہوں چھوٹی ہو یا بڑی تو کوئی کسی کے متعلق قائم ہی نہیں کرتا یہ عیوب اتنے عام ہو چکے ہیں کہ اب کسی کو ان کی معصیت کا بھی احساس نہیں رہا خدا کے حرام کو حلال بنا لیا ہے۔

شائستگی کلام اور قرآن

علیت بدگوئی استہزا عیب جوئی اور لعنہ زنی تو بڑی بات ہے قرآن نے تو بے تمیزی اور سختی کے ساتھ گفتگو کی بھی ممانعت کر دی ہے اور شائستگی اور تہذیب کلام کے آئین سکھائے ہیں اگر مسلمان اس پر کاربند رہتے تو رشتہ اخوت مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا اور ان میں کبھی عداوتیں فروغ نہ پاتیں ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں کی تہذیب و شرافت کی دھوم مچی ہوئی تھی ان کی گفتار ہمیشہ شیریں ہوتی تھی قرآن کا حکم تھا۔

قل لعبادی یقولوا التی هی احسن ولا تناجوا بالاثم والعدوان | میرے بندے جب تو کسی سے بات کیا کرے تو نرمی و شیرینی سے کیا کر کانا پھوسی اور سرگوشی بھی نہ کیا کر ظلم و معصیت کی بات سے اجتناب کر۔

غور کیجئے خدا فرما رہا ہے اور کس محبت سے فرما رہا ہے کہ ایسا کریگا تو تجھی کو نقصان پہنچیگا۔ ظلم زیادتی کی بات یہی ہوئی کہ کسی کی برائی کر دی کسی کو گالی دیدی زبان دراز گفتگو کی سرگوشیاں کیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

قولوا قولا سدیدا یصلح لکم | دیکھو جو بات بھی کرو صاف اور سیدھی کرو لگی لپٹی نہ رکھو کہ ایسا کروگے تو گناہ مٹ جائیں گے اور اس سے تمہاری اصلاح ہوگی زبان کا اثر دل پر بھی پڑتا ہے زبان شیریں ہوگی تو طبیعت بھی مطہر اور پاکیزہ ہوگی اور دل کی صفائی ہی پر اعمال کی اصلاح کا انحصار ہے یہی وجہ ہے کہ بدزبانوں اور سب و شتم کرنے والوں کے دل سخت و سیاہ ہوتے ہیں۔

قولوا قولا معروفا، قولوا للناس حسنا | نرمی و شائستگی کے ساتھ بات کرو اس میں

قولوا قولا کریما. واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ | گفتگو شائستگی سے کرو بات کرو تو شیرینی اور نرمی سے گفتگو کرو

بڑوں سے بات کرو تو ادب و احترام کو ملحوظ رکھو جب منہ سے بات نکالو انصاف کی بات نکالو خواہ اس میں تمہارے عزیز کو نقصان ہی پہنچنے کا احتمال کیوں نہ ہو۔ جب تک مسلمان ان تعلیم پر کاربند رہے دنیا ان کی طرف کھنچتی اور عزت کرتی رہی۔

تہذیب و شرافت اور قرآن

احکام اسی لئے ہیں کہ مسلمانوں میں شرافت کلام پیدا ہو جائے اخوت و اتفاق کے مقتضیات کو نقصان نہ پہنچے۔ تہذیب کلام ہو اور باہمی محبت بڑھے اس کے بعد کچھ اور بھی اعمال ہیں جو بادی النظر میں تو چنداں اہم نظر نہیں آتے مگر تعلقات کی بہتری اور محبت باہمی کے لئے بیحد ضروری ہیں اب تک ان کی طرف کسی کی نظر نہ گئی تھی مگر اسلام نے اصلی اسلامی و اخلاقی عظمت محسوس کی اور حکم دیا۔

واقصد فی مشیک انک لن تخرق الارض ... الجبال | میانہ روی کی رفتار اختیار کرو اس طرح اکڑ اکڑ کی چال سے غرور ظاہر ہوتا ہے کیا تم ایسی چال سے زمین کو پھاڑ کر رکھدوگے۔

اگر نفسیاتی پہلو سے دیکھا جائے تو آہستہ روی اور اعتدال کی رفتار سے انکسار پیدا ہوتا اور مغرورانہ رفتار قلب کو ماؤف بھی کرتی ہے تکبر بھی پیدا ہوتا ہے اور قلب پر برا اثر پڑتا ہے آپ کبھی لب راہ بیٹھ جائیے اور راہ روؤں کی رفتار پر نظر ڈالئے جو بالکل سست رفتار ہوں گے ان کی نسبت آپ کے دل میں یہ خیال ہوگا انہیں سست کاہل خیال کریں گے اور جو اکڑ کر چلیں گے تیز قدم اٹھاتے ہوئے چلیں گے انہیں بدتمیز اور مغرور سمجھیں گے۔

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونا | اللہ کے نیک بندوں کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی رفتار منکسرانہ ہوتی ہے اور ان میں غرور تکبر کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔

فاذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها | راہ میں کوئی سلام کرے تو کشادہ پیشانی اور اخلاق سے اس کا جواب دو۔

واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما | اگر تمہیں جاہلوں اور برے لوگوں سے سابقہ پڑ جائے اور وہ اپنی عادت کے مطابق سخت گفتاری یا گندہ دہنی سے بھی مخاطب ہوں تو اس کی پروا نہ کرو ان سے الجھو نہیں شریفانہ طریقہ یہ ہے کہ سلام کرکے آگے بڑھ جاؤ اور انہیں بکنے دو۔

لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اهلها | اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک قدم نہ رکھو جب تک پہلے سلام نہ کر لو۔

واذا مروا باللغو مروا کراما | جب لغویات کی طرف سے تمہارا گذر ہو تو خاموشی اور وقار کے ساتھ گذر جاؤ۔ اور اس طرف توجہ بھی نہ دو۔

دنیا کی کسی کتاب کسی مذہب اور کسی قوم میں شرافت انسانی اور تہذیب نفس کی ایسی شاندار تعلیم کہیں نظر نہ آئیگی چونکہ قرآن حقیقت میں قانون زندگی اور ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس میں جزئیات تک کے لئے بلیغ اشارات موجود ہیں اگر دنیا سے کتب و رسائل کے تمام ذخائر بھی محو ہو کر رہ جائیں اور تنہا ایک یہی کتاب باقی رہ جائے تو بھی قرآن کی موجودگی میں کائنات انسانی رہنمائی کے لئے کسی امر کی محتاج نہ رہے ہر شعبہ زندگی کے متعلق قرآن میں رہنمائی کی گئی ہے۔

مالی فتنوں کا انسداد

غیبت طعن و تشنیع استہزاء برے ناموں سے پکارنا، گالیاں دینا، ترشروئی سے بات کرنا، سختی سے جواب دینا عیب چینی کرنا وغیرہ تو زبان کے فتنے تھے جن سے سختی کے ساتھ روکا گیا تاکہ باہم دلوں میں فساد پیدا نہ ہو اس کے بعد زر زمین کے فتنے ہیں جو عداوتوں اور جھگڑوں کا باعث ہوتے ہیں اور ارشاد باری ہے!

اس کے خلخال کی آواز مرد کے قلب میں ایک ہیجان پیدا کر دیتی ہے اس لئے غض بصر کے علاوہ مزید حکم دیا۔

ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن | عورتیں جہاں نیچی نگاہ رکھیں وہاں اپنا سنگھار بھی کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں صرف وہی اعضا کھلے رہیں تاکہ سینہ کا ابھار مخفی اور غیر نمایاں رہے۔ پائل بجا کر بھی نہ چلیں۔

نگاہیں نیچی ہوں گی تو اول تو نظر ہی نہ پڑے گی اور پڑ بھی گئی تو کشش اعضا اور مقامات کے ڈھکے ہونے کی وجہ سے یہ نقصان رساں ثابت نہ ہوگی یہ بہت جامع اور نفسیاتی پہلو سے بہت بلیغ ہے جس پر اس فرصت میں اجمالی نظر ڈالنا بھی ناموقع ہے یہ گنجائش ظاہر ہے کہ ان احکام پر اگر پورا عمل کیا جائے کسی کی لغزش پیدا ہو سکے تو اس سے ہزاروں فتنوں کا استیصال ہو سکتا ہے جن قوموں میں پردہ نہیں ان میں زنا عام ہو چکا ہے مغربی الحاد کی اندھیر یورش اور مذہب سے بیگانگی نے مسلمانوں کے اخلاق بھی آج بڑی حد تک ماؤف کر دیئے ہیں اب تو پردہ محض نام کا رہ گیا ہے دوپٹے اوڑھے جاتے ہیں مگر ان سے مقصود پورا نہیں ہوتا۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ دوپٹے سر و سینہ پر نہیں بکھرتے اور جن چیزوں کے چھپانے کا حکم تھا وہی خصوصیت کے ساتھ کھلی رہتی ہیں پھر جو دوپٹے اوڑھے جاتے ہیں وہ اتنے باریک ہوتے ہیں کہ ان سے مقصد پورا نہیں ہوتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنی بھتیجی کو باریک دوپٹہ پہنے ہوئے دیکھا تو برافروختہ ہو گئیں جھپٹ کر اسے پھاڑ دیا اور موٹا دوپٹہ اڑھا دیا ارشاد فرمایا آپ لوگ جانتی ہیں لڑکیاں اوڑھنی کے بغیر نماز پڑھنا پسند نہ کرتی تھیں اگر سر و سینہ کامل طور پر ڈھکے ہوئے نہ ہوں تو نماز نہیں ہوتی۔

حیا سوز باتوں کو پھیلانے کی ممانعت

آج کسے بتایا جائے کہ قرآن نے محرکات کو روکنے اور بے حیائی سے بچانے کے لئے کیا کیا احتیاطیں پیش کیں۔ آج کون سمجھتا ہے۔ آج کون سمجھتا ہے کہ عورت کا تمام جسم ستر میں شامل ہے صرف پہنچوں تک ہاتھ اور گٹوں سے نیچے تک پاؤں اور چہرہ کھلا رہ سکتا ہے وہ بھی محارم کے سامنے لیکن اب کسی کو اس کا احساس ہی نہیں آستینیں سکڑ کر کہنیوں تک کہنیوں سے بازوؤں تک اور بازوؤں سے بغلوں تک پہنچ گئی ہیں گریبان کھلتے کھلتے سینہ کی عریانیوں تک پہنچ گیا ہے اب گریبان اور لانبی آستینوں کا تو رواج ہی معدوم ہو گیا ہے جو لباس پہنا جاتا ہے وہ اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس میں سے جلد صاف جھلکتی ہے حضور نبی کریم پہلے رواج کے متعلق فرما چکے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ عورتیں اگرچہ لباس پہنے ہوئے ہوں گی مگر پھر بھی برہنہ ہوں گی اور جو عورت ایسا لباس پہنے گی اسے شدید عذاب دیا جائیگا۔

کفار کی عورتوں کے مقابلہ میں غرباء کی عورتوں کا لباس بہت بہتر ہے کہ اس سے ستر قائم رہتا ہے قرآن شریف نے حکم دیا تھا

ولا تبرجن تبرج الجاھلیة | زمانہ جاہلیت کی طرح اپنا سنگھار دکھاتی پھرو۔ عریاں بنکر باہر نہ نکلو۔

اب ہر قوم میں یہی ہو رہا ہے اور مسلم عورتوں میں بھی یہ وبا شروع ہو چلی ہے۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة واللہ یعلم وانتم لا تعلمون | جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی باتیں پھیلیں بے شرمی کو فروغ ہو ان پر دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دیا جائیگا

خدا جانتا ہے لیکن تم نہیں جانتے کہ یہ کتنا بڑا فتنہ ہے یہ اور بات ہے کہ خدا اپنی طرف سے ڈھیل دے رہا ہو مگر پہلے بھی بہت سی قومیں اسی پاداش میں تباہ ہو چکی ہیں آج بھی مغربی ممالک پر جو آگ برس رہی ہے قہر الٰہی کی بجلیاں تڑپ رہی ہیں وہ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہاں بے حیائی اور زنا عام ہو گیا تھا جو مسلمان عورتوں کی غیر شرعی آزادی نسواں کے حامی ہیں ان پر واضح ہونا چاہیئے کہ آخرت میں تو انہیں جو عذاب دیا جائیگا وہ دیا ہی جائیگا دنیا میں بھی وہ اس سے نتیجہ پائیں گے حقیقت یہ ہے کہ جہاں جہاں بے حیائی اور حیا سوز فیشن پھیلے ہیں ان گھروں اور خاندانوں کی عافیت حرام ہو چکی ہے اور یہ

عذاب بھی بہت بڑا عذاب ہے جس نے زندگیاں مبتلائے عذاب بنا کر رکھدی ہیں۔

ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن | بے حیائی کے کاموں اور باتوں کے قریب بھی نہ پھٹکو خواہ وہ علانیہ ہوں یا خفیہ اگر ان ہدایات پر عمل کیا جائے تو کہیں بھی فتنے پیدا نہ ہوں۔

تحفظ عفت اور قرآن

قرآن نے نکاح کو گلے کا پھندا نہیں بنایا تھا بلکہ اور قوموں میں ہے اسے محبت و مودت کا رشتہ قرار دیا تھا نباہ کی صورت نہ ہونے، ایک دوسرے کے مزاج میں مخالفت پائے جانے اور اتفاق و محبت سے دونوں کے نہ رہ سکنے کی صورت میں دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدگی کا اختیار دیا اسی لئے کہ باہم متنفر ہوگا تو کسی نہ کسی فریق کے قدم کی لغزش کا قوی امکان ہے پھر خدا کو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس کے بندے ہو کر بے لطف اور ناگوار زندگی بسر کریں دونوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ایسی صورت میں عواقب کی پرواہ کئے بغیر فوراً علیحدہ ہو جائیں خدا ان کی راحت کا کوئی دوسرا سامان کر دیگا مطلب یہ ہے کہ اگر بچوں کی پرورش یا آئندہ پیش آنیوالی مشکلات کا تصور مانع عمل ہے تو خدا خود ان کا کفیل ہے

منشائے الٰہی یہ ہے کہ "حدود اللہ" اور احکام الٰہی کے ٹوٹنے کا کوئی امکان باقی نہ رہے مجبورانہ تعلقات نہ رکھے جائیں رسوائی یا آئندہ کی تکالیف کا خیال نہ کیا جائے اس کے حکم کی اطاعت کی جائیگی تو وہ خود ان کی آسائشوں کا کفیل بن جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ عدت کے بعد عورت اپنا عقد ثانی کر لے۔ حکم میں عدت کے دوران میں صرف خود کو روکے رکھنے کا حکم ہے جس سے واضح ہو رہا ہے کہ خدا اس سے زیادہ مدت کسی کو تجرد کی اجازت نہیں دیتا۔ تجرد کی زندگی خدا کو پسند نہیں سہاگنوں کا بہت بڑا درجہ ہے صحابہ کرام اور صحابیات کا اسی پر عمل رہا۔ مطلب تو دیکھئے خدا تو بندوں کے لئے آسانیاں پیدا کرتا ہے ان کی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتا ہے رہبانیت یا تجرد کی زندگی کی اجازت نہیں دی لیکن مسلمانوں کی کیا حالت ہے کہ وہ اس سلسلے بڑے بڑے جھگڑے میں تا ہیں علیحدگی کا امکان ہی نہ رہے۔ حدود اللہ ٹوٹتی رہیں دلوں میں نفرت ہو نباہ کی صورت نہ رہے کچھ ہو مگر ہندو زن و مرد کی طرح دونوں باہم بندھے رہیں قرآنی احکام پر عمل پیرائی ناگوار ہے اور مشرکانہ آئین کی پابندی ضرور ہے خدا کے قانون سے انکار کر کے ہندو سماج کے قانون سے محبت ہے تکلیف گوارا ہے حالانکہ رسول کریم خود ہی فرما چکے ہیں کہ متعدد اگلی قومیں محض اس وجہ سے تباہ ہوئیں کہ انہوں نے خدا کی عطا کردہ آسانیوں سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنی جانوں کو تکلیف میں ڈالا خدا نے جو حکم دئیے ہیں وہ عمل اور استفادہ ہی کے لئے دیئے ہیں ورنہ یہ کالعدم ہیں۔

بیواؤں اور رانڈوں کے متعلق بھی عقد ثانی کر لینے کا حکم ہے مسلمان اس پر بھی بہت کمی کے ساتھ عمل کرتے ہیں اکثر خاندانوں میں تو نوجوان لڑکیوں کو بھی پوری عمر بیوگی ہی میں بسر کرنا پڑتی ہے اور تیس چالیس سال کی عورتوں کے تو عقد ثانی کا تصور بھی کسی کو نہیں پیدا ہوتا حالانکہ سب جانتے ہیں کہ ام المومنین حضرت بی بی خدیجہ کا عقد حضور کے ساتھ اس وقت ہوا جب چالیس سال کی ہو چکی تھیں اور یہ چوتھا نکاح تھا جو ان اولاد بھی تھی حضرت ام المومنین بی بی سودہ کا دوسرا عقد حضور کے ساتھ پچاس سال کی عمر میں ہوا دنیا کی کوئی خاتون درجہ رتبہ اور حسن شرافت اور علم میں ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی ہے۔ صحابیات کا بھی اسی پر عمل رہا خدا کا خوف جاتا رہا ہے جو خدا کے حکم کی تعمیل کو خلاف شرافت و شرم سمجھا جاتا ہے خدا کا منشا ہے کہ کرہ دنیا میں زن و مرد میں سے کوئی تجرد و تکلیف کی زندگی بسر نہ کرے بالغ ہو جانے کے فوراً بعد ہی شادیاں کر دی جائیں محبت کی زندگی بسر کی جائے تاکہ برائی اور بے حیائی کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہے۔ فتنے کے تمام دروازے قطعاً بند ہو جائیں نہ کوئی عورت و مرد تجرد کی حالت میں رہے گا نہ کسی کی خانگی اور عائلی زندگی تکلیف دہ اور محبت سے خالی ہو گی۔ اور نہ برائی کا تصور پیدا ہو گا۔

لیکن مسلمان قرآن کے ایک ایک حکم کی مخالفت کر رہے ہیں اور شدت کے ساتھ کر رہے ہیں قرآن حکم دیتا ہے کہ مجردین کا عقد کر دو نہیں کرتے اسلام حکم دیتا ہے کہ بلوغ کے بعد لڑکی کی شادی میں انتہائی عجلت کرو اور صرف لیاقت دینی پر نظر رکھو یہاں

یہاں حجاب دیر پردہ پھیک جاتی ہے اور یہی ملاش رہتی ہے کہ کوئی مالدار مل جائے تو نکاح کیا جائے اسلام نکاح کی سادگی کا حکم دیتا ہے یہاں صدہا رسوم ادا کی جاتی ہیں پھر اپنی پسند کا شوہر اور معقول رقم مہر کی ملتی ہیں مسلمانوں نے قرآن چھوڑ دیا خدا نے ان کو چھوڑ دیا اور ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔

تہمت تراشی اور قرآن

عورتوں کے بچھڑنے کھوٹے چھنکا بہکنے ہی سے فتنے نہیں پیدا ہوتے ان پر تہمت تراشی سے بھی فتنہ ہائے عظیم پیدا ہو جاتے ہیں عورتوں اور ان کے اعزہ کی رسوائی ہوتی ہے۔

ان الذین یرمون المحصنٰت المؤمنٰت لعنوا فی الدنیا والاٰخرۃ

جو لوگ سادہ دل اور بیاہی ہوئی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ملعون اور شدید عذاب کے مستحق ہیں۔

زنا کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

لا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا۔

زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو کہ یہ بڑا بے شرمی کا کام ہے۔

ارتکاب زنا تو بڑی چیز ہے. حکم دیا جا رہا ہے کہ اس کے قریب بھی نہ پھٹکو ایسی جگہ قدم ہی نہ رکھو جہاں فتنہ کا امکان ہو. غیر عورتوں کے ساتھ کبھی تنہائی میں نہ بیٹھو حتیٰ کہ رشتے کی کسی عزیز عورت کے ساتھ بھی تنہائی میں بیٹھنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے اور فرمایا ہے کہ جو عورت گھر سے خوشبو لگا کر نکلتی ہے جب تک گھر واپس نہیں آتی حالت جنابت میں رہتی ہے حضرت خواجہ حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھنا چاہیئے خواہ وہ رابعہ بصری ہی کیوں نہ ہو یہ کتنی شاندار تعلیم ہے اگر دنیا اس پر عمل پیرا ہو جائے تو سارے مناقشات ختم ہو کر رہ جائیں اور ہر انسان کی عفیف فطری زندگی بسر کرنے لگے یہ ہے اسلامی قومیت جس کو ہم ہند ہندوؤں کی خود ساختہ متحدہ قومیت ہند میں شرکت کی دعوت دی جا رہی ہے مسلمان اس پکار کو سنتے ہیں اور ان سے کچھ نہیں کہتے کوئی ایسی دل کی بھی چیز نہیں کہ ہر چھوٹی چیز بڑی چیز میں مدغم ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہر بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے ترکی تاریخ ہمارے سامنے ہے اپنی کمزوری کے زمانہ میں جس سے ملی اسے کچھ نہ کچھ ملک دینا پڑا عربوں نے اتحادیوں سے اتحاد کر کے اسلامی اتحاد کو بھی تباہ کر لیا اور گھر کو بھی کھو بیٹھے سب جانتے ہیں جہاں تک جدار ہے اپنا علم رہا اس کے بعد اپنی ہستی کو بھی کھو بیٹھے. جس ملک میں مل کر گئے گویا ہو گئی یہی حالت متحدہ قومیت ہند میں مل کر مسلمانوں کی ہوتی ہے۔

غور کیجئے قومیت اسلامی کسی قوم میں بھی کبھی جذب ہوئی ہے قریش اور یہود اور اہل عجم اور اہل روم قوت اور تعداد میں کتنے زیادہ تھے مگر مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنے کے بجائے خود مسلمانوں کے اندر جذب ہو گئے. دینی قومیت ہر اعتبار سے مکمل اور جامع ہے اس کی تہذیب قرآنی اساس پر ہے آئین سیاسی و مذہبی تمدنی و منزلی سب سے جدا ہیں ان کا تصور ہی غیر اسلامی ہے

قرآن اور اقتصادیات

دولت اور قرآن

نزول قرآن سے پیشتر تک دنیا کے تمام مذاہب سوال دولت کی تنقیص میں سرگرم تھے دولت مندوں کی مذمت علانیہ کی جاتی تھی بدھ دھرم کی یہ حالت تھی کہ وہ مالدار تو کجا پیشوایان مذہب تک کو گداگر دیکھنا چاہتا ہے ہندوؤں میں سنیاس اور جوگ کو بڑا تقدس حاصل ہے ہر ہندو کے لئے ضروری ہے کہ وہ عمر کے آخر حصہ میں سنیاس دھارن کرے اور روزانہ سات آٹھ گھر مانگ کر اپنے شکم سیری کا سامان کرے۔ عیسائیت کا حکم ہے کہ دولت مند آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے یہودیت نے دولت کی مذمت کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن اول ان کی دولت سے صرف خدا نے بنی اسرائیل محدود ہیں وہی تنہا اس سے استغنا کے حقدار ہیں دوسرے ان کے یہاں ترک دنیا اور ترک اسباب کی تعلیم موجود ہے اور جو لوگ دنیا ترک کر دیا کرتے تھے انہیں بڑے تقدس کا درجہ حاصل ہو جاتا تھا۔

دنیا جانتی ہے کہ اس مادی دنیا میں روپے کے بغیر دینی اور دنیوی کوئی کام انجام پذیر نہیں ہو سکتا روٹی کپڑا اور مکان اسی سے جسم و جان میں قوت ہوتی ہے اسی سے خیلو نگاہیں بنتی ہیں جہاد لڑے جاتے ہیں زکوٰۃ و صدقات جیسی اہم مالی عبادات اسی پر مبنی ہیں اسی سے حج ہوتا ہے یہی قوی کو ضعیف اور ضعیف کو قوی کر دیتی ہے دنیا کے تمام تکلفات و تعیشات دولت ہی پر مبنی ہیں پوری دنیا میں اسی کی رونق ہے یہی چیز ہے جو لومڑی کو شیر بنا دیتی ہے یہ انسان کے لئے بمنزل کا درجہ رکھتی ہے تیلے زر چلے پر مشہور ہے انسانیت کے جوہر دولتمندی ہی میں کھلتے ہیں اسی سے وہ بنی نوع انسان کی خدمت کر سکتا ہے دنیا میں افلاس وحشت بدتر کوئی بلا نہیں مثل مشہور ہے کہ انسان موت کو تو جھیل لیتا ہے مگر رزق کو کم ہوتے دیکھ کر مفلس آدمی دنیا میں کوئی کام بھی نہیں کر سکتا اور نہ اس سے قیامت تک کوئی نیکی عمل میں آ سکتی ہے نہ وہ بچوں کی پرورش کر سکتا ہے اور نہ تعلیم دلا سکتا ہے وہ بالکل مجبور پریشان حال اور بے دست و پا ہوتا ہے جو چیز زندگی کے لئے کلی ضروری ہوتی ہے قرآن نے اسے اتنی ہی اہمیت دی ہے اگر اسلام بھی دولت کی مذمت کرتا تو اس کی فطری نوعیت پر اثر پڑتا. فطرت انسانی کی اگر تشنگی دور ہوتی ہے تو اسلام سے ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ عیش و آرام کی آرزو مند رہی ہے غیر فطری تعلیم مہنگی ہے جب پیروان مذہب غیر اپنی تعلیم پر عمل نہ کر سکے دنیا کمانے سے وابستہ پایا جاتا ہے اس کا عمل زیادہ تر اسلامی اصول ہی پر ہے خدا فرماتا ہے:

لا تؤتوا السفهاء اموالكم التی جعل الله لکم قیاما

اپنا مال بیوقوفوں کے حوالے نہ کر دیا کرو کہ بہت بڑی اہم چیز ہے جسے خدا نے تمہارے قیام کا باعث بنایا ہے اسی کے بل پر تم کھڑے ہوتے، تمہاری قوت و عظمت اسی پر مبنی ہے اس کو ہاتھ سے نکال دینا ایسا ہے جیسے خود کوئی اپنی ٹانگیں توڑ ڈالے اور مجبور محض ہو کر رہ جائے. دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

انما اموالکم واولادکم زینۃ الحیوۃ الدنیا

مال اور اولاد زندگی کی زینت و رونق زندگی ہیں۔

مال اور اولاد نہیں ہے تو زندگی اجڑی ہوئی ہے اس کی بہار دولت ہی ہے بہت سی جگہ خدا نے دولت کو فضل، رحمۃ اور حسنہ کے نام سے موسوم و معنون کیا ہے۔

کفایت شعاری اور قرآن

خدا اپنے بندوں سے سچی محبت رکھتا ہے اور جب محبت رکھتا ہے تو اسے پوری پوری رہبری بھی کرنی ضروری تھی یہ بھی ظاہر کرنا تھا کہ غریب مسلمان کس طرح خوش حال ہو سکتے ہیں اور کونسی صورتیں ایسی ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان تباہ ہو سکتا ہے خدا نے سب سے پہلے محنت و سعی کی اہمیت واضح کی اور بتایا کہ دولت کا سرچشمہ محنت ہی ہے کہیں لیس للانسان الا ما سعیٰ فرمایا کہ جتنی سعی کرو گے اتنا ہی ملیگا کہیں لا تنس نصیبک من الدنیا. حضور نبی کریمؐ نے وحی خفی کی رو سے محنت حاصل کو افضل العبادات اور افضل الجہاد فرما کر دنیا کو زیادہ سے زیادہ کمانے اور پیدا کرنے پر آمادہ کر دیا. مفید ترین پیشہ تجارت کو سب سے زیادہ سراہا رہبانیت اور ترک دنیا کے رجحانات کو حرام قرار دیا بیکاری کو گناہ کی چیز بتایا محنت سے دولت پیدا ہو سکتی تھی اس کے خرچ کرنے بچانے اور بڑھانے کی بھی تدابیر بتائیں قرآن نے حکم دیا

کلوا واشربوا ولا تسرفوا ان الله لا یحب المسرفین

کھاؤ پیو عیش کرو البتہ ضرورت سے زیادہ اور حیثیت سے زیادہ خرچ نہ کرو کیونکہ خدا ایسے لوگوں سے محبت نہیں کیا کرتا۔

ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین

ایک پیسہ بھی بے ضرورت اور بیجا خرچ نہ کرو کہ ایسے لوگ شیطان کے بھائی ہیں. اور شیطان اپنے رب کا سخت ناشکرا ہے۔

اسراف و تبذیر میں یہی فرق ہے کہ تمہاری حیثیت چار آنہ گز کا کپڑا پہننے کی ہے سوا چار آنے گز کا کپڑا بھی پہنو گے تو یہ اسراف و گناہ ہے اور اگر کہیں آٹھ آنے گز کا پہن لیا جبکہ ضرورت جوتا بڑا [illegible] تو یہ سب تبذیر میں داخل ہے. طرح طرح کے کھیل تماشے عیاشی غیر مستحقین کو دینا. بیکار چیزیں خرید لینا یہ سب مصارف اسی ذیل میں آتے ہیں، رسم و رواج پر خرچ کر دینا اور حیثیت سے زیادہ خیرات کرنا بھی اسی

ذیل میں آتے ہیں کتنی بہتر اور پاکیزہ تعلیم ہے کہ سب کچھ کرو مگر حیثیت و ضرورت دیکھو کرو تیسری جگہ جہاں متقیوں کی یہ خصوصیت لکھی ہے کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو بخل کرتے ہیں اور نہ اسراف سے کام لیتے ہیں۔ چوتھی جگہ ہدایت فرمائی ہے کہ نہ تو بخل کرو اور نہ فضول خرچی میں روپیہ اڑاؤ کیونکہ ایسا کروگے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ملوما محسورا یعنی افسردہ اور حیران و پریشان ہو کر بیٹھ جاؤ گے ہمت ٹوٹ جائیگی اور خود تکلیف اٹھاؤ گے تمہارے پاس کچھ نہ رہیگا۔ ولا تبسطها کل البسط کتنی پاکیزہ اور دلربا تعلیم ہے اور سمجھانے کا کیسا مؤثر انداز اختیار کیا ہے کہ نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔

اس آیت سے جہاں یہ محسوس ہوتا ہے کہ خرچ کے معاملہ میں انسان کو نہایت میانہ روی سے کام لینا چاہیئے وہاں یہ بھی مترشح ہو رہا ہے کہ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے چاہئیں اور انسان کو آڑے وقت کے لئے بھی رقم ضرور رکھنی چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ جب انسان سعی و محنت سے کام لیگا تو لازما اس کے پاس روپیہ آئیگا اور جب نہ حیثیت و ضرورت سے زیادہ خرچ کریگا اور نہ روپیہ مقدمہ بازیوں میں رسم و رواج پر اور نمود و نمائش پر صرف کریگا کہ یہ سب بیجا مصارف ہیں تو ضرور اس کے پاس روپیہ پس انداز ہوگا اور سال بسال اس کی تعداد بڑھتی چلی جائیگی۔

اس طرح اگر وہ امیر بھی نہیں تو فراغت و خوشحالی کی زندگی بسر کرنیکے قابل ضرور ہو جائیگا مسلم امر ہے کہ محنت و کفایت دو چیزیں ایسی ہیں کہ انسان کو ایک دن ضرور بڑا آدمی بنا دیتی ہیں۔ دنیا کے مشہور ارب پتی راک فیلر سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اتنی بیشمار دولت کس طرح پیدا کرلی۔ برجستہ جواب دیا مالدار ہونیکا طریقہ چنداں مشکل نہیں۔ انسان سے جس طرح بھی ہو سکے دو تین ہزار روپیہ جمع کرلے جیسے میں نے کیا تھا پھر روپیہ خود روپیہ پیدا کرتا چلا جائیگا۔ مثالا یوں سمجھئے کہ ایک پچیس روپے ماہوار کا کلرک سادگی کے ساتھ چلے تو کم از کم پانچ روپے ماہوار یا ساٹھ روپے سال تو پس انداز کر سکتا ہے جو پانچویں سال ہی تین سو ہو جائیں گے جو ایک غریب آدمی کے لئے بہت بڑی رقم ہے اگر اسے ہی وہ قابل وقت کی چھوٹی چھوٹی تجارتوں میں لگادے اور برابر پس انداز بھی کرتا رہے تو سات آٹھ سال ہی میں ہزار ہو سکتے ہیں اور ہزار اتنی بڑی رقم ہے کہ اگر انسان ہوشمندی سے کام لے تو بڑی ترقی کر سکتا ہے کچھ نہ کرے نوکری کرتا ہی رہے گھر ہی میں رقم کی سرسوں، پاگرہ یا اچار لیبا وغیرہ ڈالدے یا دو ڈھائی گز ہی جلوادے اس طرح آٹھویں ہی سال سے وہ کم از کم پچاس روپیہ ماہوار پس انداز کر سکتا ہے اور اس سے تجارت کو ترقی دے سکتا ہے۔ غرض اگر انسان قرآنی احکام پر چلے سادہ پوشش رکھے میانہ روی اختیار کرے تو کچھ برابر پس انداز کرلے ایسے تجارتی صورت میں منتقل کردے تو دس برس کے اندر ہی امیر یا مالدار ہو سکتا ہے مگر غضب تو یہ ہے کہ مسلمان تو قرآن کے احکام سے روگرداں ہو کر پریشان ہیں نہ غریب کے پاس کچھ بچتا ہے نہ امیر کے پاس کچھ رہتا ہے قوم کی قوم مفلس ہوتی چلی جاتی ہے۔ لیکن ہندو، پارسی، سکھ وغیرہ اس پر کاربند ہیں اور عیش و حیات الدار ہے ہیں مسلمان نہیں سمجھتے کہ اسراف و تبذیر میں تباہی ہی نہیں بلکہ شدید تر گناہ بھی ہے۔

غلط مصارف اور قرآنی انتباہ

قرآن کریم نے کوئی گوشہ مخفی نہیں رہنے دیا متنبہ کردیا ہے کہ خرچ میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے ورنہ فضا کی بے معنی تباہی و بربادی ہی نہیں اخروی عذاب کا باعث بھی بنجاتی ہے قرآن کریم میں خدا متنبہ کرتا ہے:۔

یا ایها الذین امنوا لا تلهکم اموالکم ولا اولادکم انما اموالکم واولادکم فتنہ

مسلمانو! دیکھو کہیں تمہارے مال اولاد تمہیں غافل بنا کر ہلاکت میں نہ ڈالدیں یقینا مال اور اولاد بڑا فتنہ اور بڑی آزمائش کی چیزیں ہیں۔ اور متنبہ رہو کہ تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہاری دشمن ہوتی ہیں ان سے بچتے رہو

ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروهم

قرآن کی یہ فطرت شناسی کتنی شاندار ہے کہ وہ ہر گذرنے والی حالت کا ہو بہو نقشہ دنیا کے سامنے کھینچ دیتا ہے اور جہاں کسی کی نگاہیں نہ پہنچ سکتی تھیں وہاں اس کی نگاہیں پہنچ رہی ہیں آخر تو خدا کا کلام ہے کون کہہ سکتا ہے کہ مال اور اولاد غفلت میں ڈالکر ہلاک کرتے اور دوزخ میں پہنچا دیتے۔ مال جیسی چیز نہیں انسان کے نزدیک سب سے زیادہ

عجیب عجیب چیزیں ہیں اور ان کی محبت میں انسان ہزاروں گناہوں اور غلطیوں کا مرتکب ہوتا ہے دولت ہی کے زعم میں غربا پر ظلم کئے جاتے ہیں مقدمہ بازیاں کی جاتی ہیں عیاشیاں کی جاتی ہیں شرابیں پی جاتی ہیں اس کے حصول کی سعی میں چوریاں ڈاکے غبن اور فریب ہوتے ہیں رشوتیں لی جاتی ہیں سود خواری ہوتی ہے یہ سب نہیں ہوتا تو اسے دبا دبا کر رکھا جاتا ہے اس کی محبت اسے خرچ کرنے کی اجازت نہیں دیتی بخل سے کام لیا جاتا ہے زکوٰۃ نہیں دی جاتی نمود و نمائش پر خرچ ہوتا ہے اولاد کے لئے کیا کیا جتن کئے جاتے ہیں انھیں اچھا کھلانے پلانے اور ان کے لئے کچھ چھوڑ جانے اور ان کی شادی بیاہ وغیرہ میں مشرکانہ رسوم ادا کی جاتی ہیں سب کچھ ہوتا ہے۔ عہد میں اولاد کی محبت میں کیا کیا نہیں کرتے ہیں نماز تک چھوڑ دیتے ہیں اسی وجہ سے دوسری آیت میں ان دونوں کو فتنہ بتایا ہے کہ قابل دید ہے اس لئے انسان کو ہمیشہ اس اثر سے دور رہے جو قرآن نے بتایا ہے وہ ذکر ہے جس کی تلقین میں نفس و شیطان سرگرم رہتے ہیں۔ تیسری آیت میں بتایا ہے چونکہ ان کے معاملات بڑے ہیں اور بکثرت گناہ انہی کے لئے ہوتے ہیں اس لئے ان سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ صفائی کے ساتھ واضح کیا کہ تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تو تمہاری دشمن ہوتی ہے ایسی بیویوں اور ایسے بچوں سے احتراز لازم ہے۔ وہ کون بیویاں ہیں جو شوہروں کو دھوم دھام سے بچوں کی شادیاں کرنے گھر میں ڈھول بجوانے مشرکانہ رسوم ادا کرنے اور روپیہ اڑانے پر مجبور کرتی رہتی ہیں مرد کی حیثیت و آمدنی کو نہ دیکھیں اور اچھے کپڑے اور اچھے زیور اور اچھے کھانے کے لئے بضد ہوں بچے جلیں اور ضد کریں کہ ہم تو قیمتی لباس پہنیں گے فلاں کالج میں تعلیم پائیں گے مرد کی اتنی آمدنی ہوتی نہیں اصرار کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور کچھ نہیں تو اس طرح مرد رشوت لینے یا آمدنی کے ناجائز ذرائع پیدا کرنے پر مجبور ہوتا ہے رشوتیں تو عام طور پر اسی لئے لی جاتی ہیں بعض لوگ غبن کر لیتے ہیں جوا اور چوری بھی اسی طرح شروع ہوتی ہے گناہ ہی کرتے ہیں اور اسراف و تبذیر کی بدولت گھر میں خاک اڑتی رہتی ہے مرکزی اسمبلی کے ایک ممبر نے ایک دفعہ ہم سے ٹھیک کہا تھا کہ مسلمانوں کی ترقی کی سب سے بڑی روک ان کی عورتیں اور ان کی اولاد ہوتی ہے اور ہندوؤں کی ترقی کی معاون سب سے پہلے ان کی عورتیں اور پھر ان کی اولاد ہوتی ہے ہر شخص اس کا اندازہ خود ہی کر سکتا ہے۔

قرآنی احکام کی پابندی مرد و زن دونوں پر لازمی و فرض ہے عورت کو حکم ہے کہ مرد کی ناجائز کمائی کے استفادہ سے انکار کرے۔ اگر وہ رشوت خیانت فریب یا کسی اور ناجائز کمائی سے فائدہ اٹھائیگی تو خود بھی سخت گنہگار ہوگی اور قیامت میں شدت کے ساتھ اس سے بازپرس کی جائیگی۔ اگر بیویاں شوہروں سے کہدیں کہ ہم سوکھی روٹیاں کھالیں گے مگر رشوت کا پیسہ نہ کھائینگی۔ ہم موٹے کپڑے پہن لیں گے مگر رشوت اور بے ایمانی سے پیدا کئے ہوئے روپے سے بنا ہوا لباس نہ پہنیں گے۔

ہم تو شرعی طور سے بچوں کی تعلیم و تربیت کریں گی اور اسی آمدنی میں سے بیشک ٹھیک چلتے ہیں بچے بھی پالتے جائینگے اور خود بھی گھر میں بیٹھکر سلائی کتائی کڑھائی اور زیور وغیرہ کا کچھ کام کریں گے تو ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ کوئی مرد بھی رشوت غبن اور ناجائز آمدنی پیدا کرنے پر تیار نہ ہو اور خدا اس گھر کو برکتوں سے مالا مال کردے اور رزق کی تکلیف نہ اٹھانے دے کہ یہ اتقا ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے۔

ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی الله فهو حسبه

جو خدا سے ڈرتا ہے اور اتقا اختیار کرتا ہے ہم اس کی آمدنی کا غیبی ذریعہ پیدا کردیتے اور ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں اس کا گمان بھی نہیں

گویا جو خدا کے حکم کی تعمیل کریگا خدا خود اس کا کفیل ہو جائیگا اور اسے تکلیف نہ ہونے دے گا۔

نمود و نمائش اور قرآن

ریا اور نمود تبذیر ہی میں شامل ہیں لیکن چونکہ اس کی اہمیت اور ضرر رسانی بہت زیادہ اور خطرناک ہے اسلئے خدا نے اس کا ذکر جداگانہ کیا ہے۔

لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق ماله رئاء الناس ولا یؤمن بالله

مسلمانو! اپنی زکوٰۃ و خیرات کو احسان جتا کر اور طعنہ دیکر اکارت نہ کرو اس شخص کی طرح جو نمود و نمائش پر روپیہ خرچ کرتا ہے اور خدا

جب میں کنواری تھی

(ایک نوجوان لڑکی کے قلم سے)

بے شک وہ دلفریب زمانہ تھا جب میری شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ مجھے کوئی غم نہ تھا۔ اور میرے دل میں وہ تمام باتیں تھیں جو ایک نوجوان لڑکی میں ہوتی ہیں۔ وہ خوبصورت تمنائیں وہ حسین اور پرلطف خواہشیں میری سہیلیاں کہا کرتی تھیں "تو کتنی حسین ہے" یہ سن کر میرے دل میں میں نہ جانے کیا ہونے لگتا تھا۔ اور جب میں آئینہ دیکھتی تھی تو دل میں گدگدیاں سی ہوتی تھیں وہ گورا گورا رنگ وہ چہرہ کی ملاحت، چکنی جلد، مجھے خود شبہ ہونے لگتا تھا کہ میری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔ اور میرے رخسارو پر سرخی بھی ہے۔ قدرتی سرخی جو تقدیر سے ہی کسی کو میسر آتی ہے کبھی کبھی میرا چنچل دل کہتا تھا۔ تو بڑی سندر ہے تجھے...... ایسا ہی ملنا چاہیئے جیسی تو ہے۔

تقدیر نے یہاں بھی میرا ساتھ دیا۔ وہ بھی بے شک حسین ہیں بڑی موہنی صورت والے۔ کون ہوگی جو انہیں دیکھکر آپے میں رہ جائے سچ مچ میں بڑی تقدیر والی تھی۔ لوگ کہا کرتے تھے اچھی جوڑی ہے

مگر واہ رے تقدیر زمانہ بدلتے دیر نہیں لگتی۔ میرا شباب میری جوانی۔ میرے چہرہ کی جاذبیت اور دلکشی سب کچھ ایسے ڈھلنے لگی جیسے دھوپ کی تیزی سے گلاب کے پھول کی نازک پتیاں مرجھانے لگتی ہیں۔ وہ حسن جسے میری سہیلیاں بھی رشک سے دیکھا کرتی تھیں کچھ ایسے مدھم پڑنے لگا۔ جیسے چاند کو گرہن لگنا شروع ہو جائے۔ اور پتہ نہیں ایسا کیوں ہونے لگا۔ میری عمر پورے اٹھارہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی کہ میرا سب کچھ چھن گیا۔ آئینہ میں صورت دیکھتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی ۳۵ برس کی عورت ہے — اسی حال میں سال بیت گئے وہ بھی کچھ روٹھے روٹھے سے رہنے لگے۔ میری دنیا میں اندھیرا سا چھانے لگا اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگا۔ جیسے میرا کوئی ہے ہی نہیں سارا عالم مجھ سے منہ پھیر لیتا ہے ابھی کل میری ایک رشتہ دار عورت نے کچھ محسوس کیا۔ میری حالت کو سمجھا۔ مجھ سے کچھ پوچھا۔ اور میں نے سب کچھ صاف صاف بتادیا وہ سب باتیں سن کر بولیں۔ ٹھیک تو ہے تمہارا اس سے بدتر حال ہونا چاہیئے۔ دراصل بات یہ تھی کہ مجھے لیکوریا کی بیماری ہوگئی تھی اور وقت بے وقت خفیہ بدن سے پانی گرنے لگا تھا۔ جس کی وجہ سے میری کمر اور پنڈلیوں میں اور پیٹ میں درد ہونے لگتا تھا۔ اور یہ تکلیف مہینہ آنے پر اور زیادہ ہوجاتی تھی۔ مگر میں نے اس کو بیماری ہی نہ سمجھا علاج کیا خاک کرتی۔ خود ان سے بھی اس کا تذکرہ نہ کیا۔ میری یہ رشتہ دار عورت بڑی تجربہ کار اور جہاں دیدہ ہیں انہوں نے فوراً ہی

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ ۳۴ پی بی دہلی

کے پتہ پر خط لکھ کر دوا رُدک کی ایک شیشی منگا کر مجھے دی۔ میں نے یہ دوا استعمال کی۔ میں نے دیکھا کہ وہ پانی جو روزانہ جایا کرتا تھا۔ تیسرے دن آنا بند ہوگیا۔ اور پوری شیشی دوا رُدک استعمال کرنے سے میری صحت پھر ویسی ہی ہوگئی۔ اور رفتہ رفتہ میرے چہرہ پر پھر وہی جوانی چھاگئی جسکے لئے میری سہیلیاں رشک کرتی تھیں۔ اب مجھے پتہ چلا کہ لیکوریا یعنی سیلان الرحم کی بیماری عورت کے حسن کیلئے کتنی تباہ کن ہے۔ میری رشتہ دار عورت کہتی ہیں کہ لیکوریا کی بیماری کا بہترین علاج یہ ہے کہ ایسی عورت ایک شیشی دوا "رُدک" استعمال کرے۔ اس کے بعد پانی گرنا بند ہو جاتا ہے۔ اور عورت تندرست ہو جاتی ہے۔ ہزاروں جگہ اس دوا کا تجربہ ہوا ہے اور ہر جگہ مریضہ کو اس دوا نے تندرست کر دیا۔ اس لئے جو عورتیں سفید پانی کی بیماری میں مبتلا ہوں انہیں پتہ بالا سے دوا "رُدک" منگا کر استعمال کرنی چاہیئے۔ ایک شیشی دوا رُدک کی قیمت تین روپے ہے۔ بذریعہ وی پی پارسل منگا لینی چاہیئے۔ پارسل پر صرف سات آنے محصول لگتا ہے۔ ہر عمر کی لڑکی یا عورت کے لئے یہ دوا یکساں مفید ہوتی ہے۔

ٹیلیفون نمبر ۶۲۶۸

ساٹھ سالہ بوڑھوں کی ضرورت

جن کو جوانی کی ضرورت ہو اور جو چاہتے ہوں کہ بڑھاپے میں جوانی کے لطف اٹھائیں اور جن کی خواہش ہو کہ بڑھاپہ طاقت اور جوانی کے ساتھ گزر جائے جو چاہتے ہوں کہ شباب کو پھر پلٹا دیکھیں اور جوانی کی بہاریں ان کے قدم چومیں جن کی تمنا ہو کہ ایک دفعہ جوانی پھر لوٹ آئے اور شباب کی سرمستیاں انگڑائیاں لیں۔ ایسے تمام ضرورتمند لوگوں کے لئے **معجون شاہی** کی نئی سائنٹفک ایجاد نے بڑی زبردست شہرت حاصل کر رکھی ہے ساٹھ برس جوانی کے وقت کا دوبارہ لطف دکھا رہی ہے جو شخص بھی استعمال کرتا ہے اس کو جوانی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اس کی کھوئی ہوئی اور مردہ طاقتیں پھر جاگ جاتی ہیں۔ بے جان اور نیم مردہ اعصاب میں پھر ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ یقینی بات ہے کہ شباب کے کھوئے ہوئے وقت کو دوبارہ حاصل کر کے ایک ساٹھ سالہ بڈھا **معجون شاہی** کے استعمال سے کروٹیں بدلنے لگتا ہے نہایت مقوی اور محرک وہبی دوا ہے جس کی صفات سے لاکھوں آرزو بر ہو کر لوگ من مانی مراد کو پا لیتے ہیں۔ چالیس خوراک کا استعمال کافی عرصہ تک بڑھاپے کو پاس نہیں آنے دیتا بیس خوراک کے استعمال سے جوانی کا لطف ایک سال تک اٹھایا جا سکتا ہے۔ یہ معجون مقویات کی سرتاج ہے جس کے فوائد کے سامنے لاکھوں روپیہ بھی پانی ہے۔

تجربہ کے لئے پہلے آپ ایک شیشی استعمال کریں جس میں بیس خوراک دوا ہوتی ہے فائدہ معلوم ہونے پر ایک شیشی اور استعمال کریں بس کافی ہے۔ بیس خوراک کی قیمت تین روپے ہے چالیس خوراک کی پانچ روپے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ ہے۔

منگانے کا پتہ:- **اکسیری دواخانہ پوسٹ بکس ۱۱۲ کلاں محل (ایم۔ ڈی) دہلی**

خدا کی ہزار بار لعنت ہو جھوٹے اشتہار بازوں پر

اگر خدا کو درمیان دیکر لکھ دو گے کہ ہم کو آپ کی دوائیوں سے کوئی فائدہ نہ ہوا تو تمام قیمت واپس کر دی جائے گی۔ خبردار ہر قسم کے مرض کے لئے سند یافتہ حکیم حاذق سے ہی علاج کراؤ ضروری بیان ہو گی دوا کی قیمتیں سب سے کم فائدہ سب سے زیادہ ہو گا۔ اگر ہم مخلوق خدا کو دھوکا دیں تو ہم خدا اور رسول کو دھوکہ دیں۔ **طلاء مار سیاہ رجسٹرڈ** یہ طلاء ایک بڑے درویش سانپ کا بنایا ہوا نہایت مجرب طلاء ہے۔ لیکن خدا کی قدرت اور اتفاق سے اس کے بنانے کی خفیہ ترکیب استعمال اور یہی نایاب چیز ہے جو ہم کو دستیاب ہو گئی ہے۔ اب آپ تمام اشتہار بازوں سے بچیں اور ہمارے کہنے سے صرف ایکمرتبہ لگا کر استعمال کریں۔ پھر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیں کہ طلاء جلق۔ اغلام۔ سستی۔ کجی۔ کوتاہی۔ لاغری کے لئے بہت اچھا مفید ہے اور نایاب چیز ہے یہ طلا پہلے ہی روز اپنا اثر دکھلا کر آپ کو دکھلا دے گا کہ میں کیا چیز ہوں ایک شیشی طلاء مار سیاہ اسی کے ہمراہ دوسری شیشی فربہی اور درازی اور کھلنے کے لئے بڑی زبردست مقوی باہ گولیاں ہیں اور اس کی خفیہ ترکیب تینوں دواؤں کی قیمت سے تین روپے آٹھ آنے جو بالکل مفت ہے۔ محصول ڈاک علاوہ ہے۔ یہ طلا ہر موسم میں استعمال ہو سکتا ہے۔

قوت امساک بوقت خاص اگر اسکو استعمال کر لیں تو عورت سے ہرگز شرمندہ نہ ہوں گے۔ جب تک کہ ترشی نہ کھاؤ گے اثر برابر قائم رہے گا رکاوٹ کیلئے بہترین چیز ہے قیمت دو روپیہ علاوہ محصول ڈاک بارہ گولی۔ **برقی پلز** قوت باہ کو تیز کرتا ہے۔ دل و دماغ کو طاقت دیتی ہے بدن میں زیادتی کے ساتھ خون پیدا کرتی ہے چہرہ کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے تمام بیماریوں کیواسطے اکسیر ہے۔ بڑی زبردست طاقت ور چیز ہے۔ قیمت دو روپیہ آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ **"قاتل جریان"** ہر قسم کے شدید جریان۔ سرعت انزال۔ کثرت احتلام اکسیر ہے عورتوں کے مرض سیلان الرحم سفید پانی کے لئے مجرب ہے۔ عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ قیمت دو روپیہ آٹھ آنے سفوف و گولی علاوہ محصول ڈاک پوری خوراک۔

پتہ: **حکیم آصف علی ولد حکیم آفتاب علی سند یافتہ۔ دواخانہ شباب و جوانی۔ دہلی ۲۶**

[illegible] مکافات بد اور فساد انگیزی کی سزا ضرور دیگا۔ دوسری تفسیر کی بنا پر مطلب یہ ہوگا کہ اہل مکہ میں سے بعض لوگ تو آئندہ پہلے مسلمان ہو جائیں گے جیسا اس وقت معاند مفسد کافر ہیں لیکن بعض لوگ بدستور کفر پر قائم رہینگے۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ کون کفر پر جما رہیگا اور کون ایمان لے آئیگا۔ اس سے آگے کفار کو تہدید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے نبی اب بھی اگر یہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں اور نہیں مانتے تو آپ بھی ترک کرو اور صاف صاف کہدو کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں اور اعمال میرے ساتھ جیسا تم کرو گے تم پاؤ گے جیسا میں کروں گا میں پاؤں گا۔ میرے اعمال کا تم سے کچھ تعلق نہیں تمہارے اعمال کا مجھ سے کوئی سروکار نہیں۔ مقاتل وکلبی کے قول پر یہ آیت آیۃ السیف سے منسوخ ہے یہاں کفار کو ان کے عقیدہ پر چھوڑ دینے کا حکم ہے اور آیۃ السیف میں جہاد و قتال کا حکم ہے لیکن رازی کے نزدیک یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں۔ ناسخ وہ آیت ہوتی ہے جس سے منسوخ کا حکم اٹھ جائے اور آیۃ السیف سے اس آیت کا حکم زائل نہیں ہوتا دونوں اپنی اپنی جگہ پر محکم ہیں۔ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جیسا جو کریگا اس کا پھل چکھیگا۔ کسی کے اعمال دوسرے کے اعمال پر اثر انداز نہیں ہونگے۔ رسول کا کام ہدایت کرنا ہے مانو یا نہ مانو۔

رسول پاکؐ کو قبائل قریش و خزاعہ کے ایمان لانے کی والہانہ خواہش تھی حضور والہانہ اُن کو تبلیغ و ہدایت کی کوشش فرماتے تھے۔ ہدایت کی دو صورتیں ہیں قول اور عمل۔ حکم اور فعل زبان سے کہنا اور خود کرنا۔ حضورؐ نے ہدایت کا کوئی دقیقہ اٹھا کر نہیں رکھا، زبان مبارک سے قوانین نجات اور ضوابط عافیت کی تعلیم دیتے، شرائع قرآنی سکھاتے وعظ و پند کرتے فصیح و بلیغ تقریریں فرماتے، طرز کلام میں برہانی اور خطابی ہر رنگ کو پیش فرماتے مگر سب بے سود۔ بہت سے لوگ کان لگا کر سنتے مگر اس طرح جیسے بہرے سنتے ہیں سنتے تھے اور حقیقتاً نہیں سنتے تھے فائدہ کچھ نہ اٹھاتے تھے کرتے وہی تھے جو دل چاہتا تھا جانوروں کی طرح منہ اٹھا کر کان کھڑے کر کے متوجہ ہوتے مگر سمجھتے خاک نہ تھے، ہوا و ہوس اُن کی عقل کو غور و خوض کرنے سے روکتے تھے معانی تک رسائی نہیں تھی خالی الفاظ کی روانی کچھ اثر انداز نہ ہوتی تھی۔ پھر حضور اپنی زندگی کی ہر شاخ، اخلاق، عادات، شمائل خصائل، نشست برخاست، گفتار رفتار اطوار اور خواب و بیداری کی کل پاکیزگیاں نمونۂ عمل بنا کر پیش فرماتے، دنیوی معاملات کو اطاعت الٰہی کے ساتھ جوڑ کر دکھلاتے مگر اندھوں کو کیا سوجھے خوب نظر اٹھا کر دیکھتے مگر حضورؐ کو نہ دیکھ سکتے آنکھیں تھیں مگر عقل و فہم کا نور نہ تھا بصر کے مالک تھے مگر بصیرت سے کورے ایسے اندھوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے اس لئے بطور تسلی کے حضورؐ کو خطاب دیتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اندھے اور بہرے ہیں بظاہر سنتے اور دیکھتے ہیں مگر ان کا سننا اور دیکھنا بے ثمر ہے تم ان بے عقل بہروں کو کیسے سنا سکتے ہو، ان کے پاس گوش ہوش ہی نہیں۔ ان عقل کے اندھوں کو کیا راستہ بتا سکتے ہو ان کے پاس بصیرت بینا ہی نہیں۔ لہذا کچھ فکر نہ کرو جیسا کوئی کریگا ویسا بھریگا۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا یعنی کسی کے ہوش حواس سلب کر کے اُسکو اندھا بہرا بناے اور پھر گرفت کرے ایسا نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں یعنی اپنے حواس اور فہم کو بگاڑ کر ان کے فوائد سے محروم ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے پس تم آپس میں ظلم مت کرو۔ اس حدیث کے آخر میں ہے اے میرے بندو! یہ سب تمہارے ہی اعمال ہیں جو میرے احاطۂ علمی میں ہیں اُن کا بدلہ تم کو پورا پورا دونگا جسکو بھلائی ملے وہ اللہ کی حمد و ثنا کرے اور جسکو بھلائی نہ ملے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (رواہ مسلم)

ابن کثیر نے آخری آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جب اللہ نے اپنی مخلوق میں سے ایک قوم کو نبوت و ولایت کے لئے برگزیدہ کیا اور دوسری قوم کو گمراہی و بداعمالی کے لئے الگ کر دیا تو وہی مالک و خالق ہے جو چاہے کرے اس میں ظلم کو کیا دخل ہے پس کافر پر کچھ ظلم نہیں جبکہ اُس پر اُسکے فعل کے موافق عذاب کیا کیونکہ اُس کو اپنے قہر کے لئے ازل ہی میں مخلوق فرمایا تھا اسی طرح اہل ایمان پر کچھ ظلم نہیں جبکہ لطائف مشاہدہ سے اُن کی تربیت فرمائی کیونکہ ازل ہی میں اُن کو اپنے لطف کے واسطے پیدا کرنا مقدر فرما دیا تھا۔

مقصود بیان: صرف تصدیق قلبی بغیر زبانی اقرار کے ایمان کے لئے کافی نہیں۔ ہر شخص کا عمل اُس کے لئے مفید یا مضر ہوگا۔ رسول اللہؐ کا کام صرف تبلیغ کرنا تھا کسی کے ماننے نہ ماننے کا حضورؐ سے سوال نہ کیا جائیگا۔ جو شخص کور بصیرت ہو وہ اندھا ہے اگرچہ اسکی آنکھیں روشن ہوں جس شخص کے گوش ہوش نہ ہوں وہ بہرا ہے اگرچہ خوب سنتا ہو۔ ازلی بدبختوں کو آفتاب ہدایت کی موجودگی بھی بینا نہیں کر سکتی۔ صاحب بیضاوی نے کہا ہے کہ آیت میں دلیل ہے کہ انسان پتھر کی طرح بے اختیار نہیں ہے جیسا کہ فرقۂ جبریہ کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں آیت میں اس امر کی بھی دلیل ہے کہ آدمی مختار مطلق اور خالق بھی کسی چیز کا نہیں ہے جیسا کہ فرقۂ معتزلہ کا خیال ہے۔ ازل میں حکمت الٰہی کے موافق جن لوگوں کو عقل قدسی نظر جبروتی اور سماع ملکوتی حاصل نہیں، قبول حقائق کی استعداد اور فہم دقائق کی قابلیت موجود نہیں وہ الہام و وحی کے منکر ہو جاتے ہیں۔ گویا حقائق علوم غیب اور دیدار ملکوت انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ موہبت الٰہی ہے بشری اکتساب کو اس میں دخل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری آنکھوں سے دیکھنا حصول نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ چشم بصیرت سے دیکھنا تمام

سبلہ قوتوں کے حصول کا سرچشمہ ہے۔ اسی لئے باجماع اہل اسلام صحابہ کی برابر کسی امت والے کا مرتبہ نہیں ہو سکتا۔ وغیرہ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا

اور جس دن اللہ ان کو جمع کرے گا تو ایسا معلوم ہوگا کہ (دنیا میں) ان کا

إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ

قیام صرف گھڑی بھر دن تھا (وہاں) آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے

بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا

بلاشبہ برباد ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملنے کو

بِلِقَآءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝

جھوٹ کہا اور وہ راہ پر نہیں آئے

تفسیر اوپر کی آیات میں کافروں کا اندھا بہرا ہونا اور حق سے اعراض کرنا ظاہر کیا تھا۔ اس آیت میں اعراض عن الحق کی سزا اور وہ کیفیت بیان فرماتا ہے جو قیامت کے دن کافروں کی ہوگی۔

تحلیل اجزاء حشر سے مراد قبروں سے نکالنا ساعۃ نہار سے مراد قلیل وقت۔ دن کی ساعت کی تخصیص بقول ابن کثیر نے اس وجہ سے کی کہ رات کی ساعات کی بہ نسبت دن کے اوقات کو آدمی زیادہ پہچانتا ہے۔ میرے نزدیک ایک توجیہ یہ بھی اچھی ہے کہ آخرت کے اوقات کے مقابلہ میں قیام قبر کا پورا زمانہ ایک ساعت سے زیادہ نہیں ہے۔ جو دن پچاس ہزار سال کی برابر ہوا اس کے مقابلہ میں دنیوی لیل و نہار اور اس کے اوقات کیا وقعت رکھ سکتے ہیں۔ تعارف باہمی سے مراد بقول ابن کثیر و بیضاوی تعارف شفقت ہے۔ ابتداء میں سب دنیوی دوست ایک دوسرے کو پہچان کر اظہار مہربانی کریں گے لیکن قرطبی کے نزدیک تعارف ملامت مراد ہے کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اگرچہ اہل قیامت ایک دوسرے کو پہچانیں گے مگر ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا کسی کو کسی کی پرواہ نہ ہوگی

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کافروں کو وہ دن یاد کرنا چاہئے جبکہ بحکم الٰہی سب لوگ اپنی اپنی قبروں یا مدفن یا جائے روپوشی سے نکل کر ایک میدان میں آئیں گے اس وقت ان کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا دنیا یا قبر کے زمانہ کا قیام ایک ساعت سے زیادہ نہ تھا۔ ابتداء حشر کے وقت وہ باہم رشتہ داروں اور دوستوں کی شناخت بھی کریں گے اور میدان حشر میں ان کو علم ہوگا کہ جو لوگ خدا کے سامنے جانے اور دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کے منکر تھے وہ راستی پر نہ تھے اب وبال اٹھانا ان کے لئے لازم ہے

دنیوی زندگانی کی تجارت میں اُن کو نقصان ہوا اشغ تھا۔

ایک شبہہ تعارف سے تعارف ملامت مراد لیا جائے یا تعارف شفقت بہرحال بعض دوسری نصوص کے یہ خلاف ہے۔ مختلف احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ برہنہ بدن غیر مختون ابتدائی پیدائش کی طرح محشور ہونا بروایت حضرت عائشہؓ ثابت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منظر کے ہولناک ہونے کی وجہ سے کسی کو کسی طرف توجہ کرنے کا موقعہ ہی نہ ملیگا چہ جائیکہ شناخت کرنا۔

جواب اوقات حشر مختلف ہوں گے۔ ابتداء میں یا رہبیت کا منظر نہ ہوگا البتہ عجیب ضرور ہوگا اس وقت ایک دوسرے کی شناخت ہوگی۔ کچھ مدت کے بعد میں ایسا ہولناک ہو جائیگا کہ ہر شخص کو اپنی ہی پڑی ہوگی دوسرے کو دیکھنے اور اس کی طرف نظر اٹھانے کا خیال بھی پیدا نہ ہوگا۔

مقصود بیان: خطابی رنگ میں وجود قیامت کا ثبوت۔ اس امر کی صراحت کہ قیامت کے دن بھی لوگ باہم ایک دوسرے کو شناخت کریں گے۔ اس بات پر نص کہ دنیوی زندگانی یا قبر میں رہنے کا زمانہ روز حشر کے مقابلہ میں ایک ساعت سے زیادہ نہ معلوم ہوگا۔ وغیرہ۔

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ

اور اگر ہم اس عذاب میں سے جس کا ان سے وعدہ کر رہے ہیں کچھ تم

أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ

تم کو دکھا دیں یا نزول عذاب سے پہلے ہم تم کو وفات دیدیں بہرحال ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے پھر اُن کے اعمال پر اللہ گواہ ہوگا

اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ۝ وَ

لِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَآءَ

ہر امت کے لئے ایک پیغمبر ہے جب اُن کا پیغمبر اُن میں

رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ

آچکا تو (اب) اُن میں باہم انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

اُن کی حق تلفی نہیں کی جائے گی

ہوں گے اس بات کی صراحت کہ ہر امت کے لئے ضرور ایک نبی مبعوث ہوا ہے اور نبی کی بعثت قانون قدرت کے مطابق ضروری ہے۔ عدل الٰہی اس کا مقتضی ہے کہ بغیر اتمام حجت کے سزا جزا نہ دی جائے۔ اس سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ ہدایت و رہنمائی کے لئے عقل بشری کافی نہیں ورنہ رسول کی کیا ضرورت باقی رہجاتی ہے۔ وغیرہ

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ

اور کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم

صَادِقِينَ ۝ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي

سچے ہو (تو واقع کرا دو) تم کہہ دو کہ میں اپنے لئے کسی نقصان

ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ط

نفع کا اختیار نہیں رکھتا سوائے اُس کے کہ جو اللہ چاہے

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ط إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ

ہر اُمت کا ایک خاص وقت ہے جب اُن کا وقت آجائے گا

فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ

تو پھر گھڑی بھر نہ دیر کر سکیں گے نہ جلدی کر سکیں گے

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ

کہہ دو بھلا دیکھو تو اگر تم پر دن میں یا رات میں

بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَاذَا يَسْتَعْجِلُ

اس کا عذاب آپڑے تو (بتاؤ) اس سے پہلے

مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۝ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ

کیا کر لیں گے کیا پھر جب آ ہی پڑے گا تب ہی

آمَنْتُمْ بِهِ ط آلْآنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ

اس کا یقین کرو گے (اُس وقت کہا جائیگا) اب مانا حالانکہ تم اس کی

تَسْتَعْجِلُونَ ۝ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ

جلدی مچایا کرتے تھے اُس وقت ظالموں سے

تفسیر

یہ آیت سابقہ مضمون کا تتمہ ہے شروع سے لیکر یَفْعَلُونَ تک مطلب واضح ہے اور دنیا و دین کے عذاب کی کافروں کو وعید ہے۔ رسول پاک کو خطاب کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس عذاب کی کافروں کو تہدید کی گئی ہے اس کا کچھ حصہ اگر ہم تم کو تمہاری زندگی میں دکھا دیں اور کافروں پر دنیا ہی میں کچھ عذاب نازل کر دیں مثلاً جنگ بدر کے وقت کافروں کی تباہی یا مکہ کی قحط سالی وغیرہ) یا ضابطۂ قدرت کے مطابق تم کو وفات آجائے اور تم اُن کے دنیوی عذاب کا کچھ آنے والا حصہ بھی نہ دیکھ سکو۔ بہرحال اُن کے اعمال و افعال ہمارے مشاہدہ اور علم سے باہر نہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن کو تمام اعمال کی ضرور سزا دیگا۔ اور یہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اس سے آگے کی آیت کی تفسیر دو طرح کی گئی ہے۔ ملہ آیت میں اس ضابطہ کا بیان ہے جو اللہ کی طرف سے دنیا میں جاری ہے۔ اللہ بغیر جرم اور بدون اتمام حجت کے کسی قوم پر عذاب نہیں کرتا کوئی قوم قانون فطرت سے سرتابی کرتی ہے۔ امن کی بجائے فساد و انصاف کے بجائے ظلم حق شناسی کے بجائے ناحق کوشی اختیار کرتی ہے تو اس کی ہدایت کے لئے اگرچہ اللہ نے عقل، حواس، ہوش، وغیرہ سب کچھ پیدا کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی بطور تکمیل حجت کے ایک نبی کو ضرور مبعوث فرماتا ہے۔ نبی مبعوث ہو کر ان کو ہدایت کرتا ہے۔ اس پر جو لوگ سرتابی کرتے ہیں اور گمراہی پر اڑے رہتے ہیں ان پر دنیا و دین میں عذاب کی مار پڑتی ہے۔ دنیا میں بربادی اور آخرت میں دوامی ہلاکت نصیب ہوتی ہے ہر شخص کو اس کے کئے کا عوض ملتا ہے ذرہ برابر کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اسی لئے دوسری آیت میں آیا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ملا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے جو ہر قوم کو پیش آئیگا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر قوم میں ایک نبی ضرور پیدا ہوا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا سب لوگ میدان حشر میں جمع ہوں گے۔ نیک الگ اور بد الگ ہوں گے کافروں کے کفر پر شہادت دینے کے لئے ان کے نبی کو مقام حساب میں طلب کیا جائیگا۔ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی شہادت دیگا۔ کافر اس کے جواب میں کہیں گے کہ ہمارے نبی نے ہم کو پیغام الٰہی ہی نہیں پہونچایا اس وقت امت محمدیہ کو شہادت کے لئے بلایا جائیگا جو کہ پیغمبران انبیاء کے قول کی تصدیق بشہادت قرآنی کریگی۔ اُس وقت سب کا باہمی فیصلہ کیا جائیگا کافروں کو جہنم میں بھیجدیا جائیگا اور انبیاء کو مراتب عالیہ پر سرفراز کیا جائے گا۔ سیاق آیات کے یہ تفسیر مناسب ہے۔ اس لئے ابن کثیر نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

مقصود بیان

کافروں کو دنیاوی عذاب میں بھی مبتلا ہونے کی وعید۔ اس امر کی طرف اشارہ کہ ہمارے رسول بھی انبیاء کی طرح رسول تھے جس طرح ضابطۂ قدرت کے موافق وہ دنیا سے روپوش ہونے سے نہ بچ سکے اسی طرح رسول پاک بھی ضرور پردہ پوشی

ظلموا ذوقوا عذاب الخلد هل

کہا جائے گا کہ دوامی عذاب کا مزہ چکھو جو کچھ

تجزون الا بما کنتم تکسبون ۝

کمایا کرتے تھے اُسی کی یہ سزا پا رہے ہو

تفسیر کفار مکہ کا قیامت اور عذاب ثواب پر یقین نہ تھا جب رسول اللہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ان کو قیامت کے عذاب سے ڈرایا اور بد افعالی سے روکا تو مذاق اڑانے لگے اور قیامت کی تعیین کا سوال کرنے لگے سوال سے ان کی غرض تحقیق و تفتیش نہ تھی کہ تحقیق کے بعد جو کچھ مہلت مل جائے اس میں آخرت کا سامان فراہم کرلیں بلکہ استہزا اور استبعاد مقصود تھا۔ اسی مضمون کو ان آیات میں بیان فرمایا ہے حاصل ارشاد یہ ہے کہ:۔

کفار مکہ صراحتہً اور کفار عالم ضمناً اور دعناً ( ) کہتے ہیں کہ جس عذاب قیامت کی تم ہم کو دھمکی دے رہے ہو وہ کب تک آئیگا۔ اگر وعدۂ عذاب سچ ہے تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ۔ اے نبی! تم ان سے کہدو کہ مجھے اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی کوئی اختیار نہیں۔ ہاں جتنا خدا نے دیا ہے اور جتنا وہ چاہے اتنا میں کر سکتا ہوں یعنی تم لوگ بالکل جاہل اور ناواقف ہو خدا کی ہمہ گیر قدرت کا بھی تم کو علم نہیں تم مجھکو عذاب کا مالک سمجھتے ہو حالانکہ یہ غلط ہے میں نے اس کا دعویٰ نہیں کیا اللہ ہی مالک مختار اور خالق ہر وہی ضرر اور نفع پہونچانے والا ہے وہی عذاب لانے والا ہے مجھے نہیں معلوم کہ کب آئیگا۔ اگر عذاب میں کچھ تاخیر ہے اور تم کو مہلت مل گئی ہے تو اس سے مقررہ وعدہ کو غلط نہ سمجھو کیونکہ ہر قوم کی بقا کی ایک خاص میعاد ہے جب میعاد مقررہ پوری ہو جاتی ہے اور آخری وقت آجاتا ہے تو موت ٹالے سے نہیں ٹلتی مقررہ اجل سے کوئی قوم آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ پھر طلب عذاب سے فائدہ ہی کیا۔ علم عذاب تو اس شخص کو فائدہ مند ہو سکتا ہے جو اس سے بچنے کی پہلے سے تیاری کرنا چاہے اور کچھ سامان فراہم کرے اگر رات کو یا دن کو مقررہ عذاب آ ہی گیا تو تم اس سے پہلے کیا کر لوگے جب عذاب آجائیگا کیا اس وقت توبہ کروگے حالانکہ اس وقت توبہ سود مند نہ ہوگی۔ صاف کورا جواب مل جائیگا کہ اب یہ وہی عذاب آپہنچا جسکی طلب تم پہلے سے کرتے تھے اُس وقت سوائے حسرت و افسوس کے کوئی چارۂ کار نہ ہوگا اور دوامی تباہی نصیب ہوگی۔

مقصود بیان: کفار کی جہالت کا اظہار۔ اس امر کی صراحت کہ نفع اور نقصان کسی کے ہاتھ میں نہیں یہاں تک کہ اشرف الرسل افضل الکائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کے فائدہ اور ضرر بلکہ

اپنے خیر و شر کے بھی مالک و مختار نہ تھے دوسرے انبیاء و اولیاء کا تو ذکر ہی بیکار ہے گویا کارخانۂ قدرت کا کوئی مالک و متصرف نہیں ہاں وہ اپنی مشیت سے جسکو جتنا اختیار دیدیا ہے اتنا اس کو حاصل ہے ہر قوم کی بقا کی ایک خاص مدت مقرر ہے اختتام مدت پر اس کی تباہی لازم ہے۔ اللہ کا عذاب اور قیامت کا وقوع یقینی ہے اسلئے پہلے سے اس کا توشہ فراہم کر لینا ضروری ہے۔ مرنے کے وقت کافر کی توبہ مقبول نہیں بلکہ علامات عذاب آخرت دیکھنے کے وقت بھی قابل قبول نہیں۔ وغیرہ۔

ویستنبئونک احق ہو قل ای

وہ تم سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ (عذاب) واقعی ہے؟ کہدو یقیناً

وربی انہ لحق وما انتم بمعجزین ۝

بلاشبہہ اپنے رب کی قسم وہ واقعی ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے

ولو ان لکل نفس ظلمت ما فی

(اُس روز) اگر کسی گنہگار کے پاس زمین کی کل چیزیں ہوں

الارض لافتدت بہ واسروا

تب بھی وہ اپنے چھڑانے کے لئے دیدے گا اور عذاب کو

الندامۃ لما راوا العذاب و

دیکھ کر وہ اپنی ندامت کو چھپائیں گے اور

قضی بینہم بالقسط وہم لا یظلمون ۝

انصاف سے اُن کا فیصلہ کیا جائے گا حق تلفی نہیں کی جائیگی

الا ان للہ ما فی السموت والارض

خوب سمجھ لو کہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے یقیناً اللہ ہی کا ہے

الا ان وعد اللہ حق ولکن اکثرہم

آگاہ رہو کہ اللہ کا وعدہ بلاشبہہ سچا ہے مگر اکثر لوگ

لا یعلمون ۝ ہو یحی ویمیت والیہ

ناواقف ہیں وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اُسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ

تم کو لوٹ کر جانا ہوگا

جب قیامت کی دعید اور عذاب کی دھمکی حد سے بڑھ گئی اور دیری عذاب کے آثار بھی کچھ مختلف اوقات میں کافروں نے دیکھے تو ان کے دل سے وہ مذاق و استہزاء کا خیال کچھ کم ہوا اور سوچا کہ شاید یہ لوگ سچ کہتے ہوں لیکن تھی ان کے نزدیک بالکل نئی بات اچنبے میں آ گئے۔ آباء و اجداد کے طریقے اور عقیدہ کی تغلیط گوارا کرنے کو دل نہ چاہتا تھا لیکن جس بلند آہنگی سے حشر اجساد کا دعویٰ کیا گیا تھا اس کی تردید بھی ناممکن تھی، غرض میں مشغل پیچ میں پڑے کہ کیا واقعی روز قیامت حق ہے یا تم ہم سے مذاق کر رہے ہو جیسا ہی سوال بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے ذبح گاؤ کے متعلق کیا تھا کہ ذبح گائے کے متعلق تم ہم سے ہنسی تو نہیں کر رہے ہو کم بختوں کو اتنی عقل نہ تھی کہ نبیاء مذاقیہ احکام صادر نہیں کرتے۔ واقعات سے ایک ایچ نہیں۔ صاحب بیضاوی کے نزدیک روز قیامت کے متعلق سوال کرنے والا ایک یہودی عالم حیی بن اخطب تھا جو کسی کام سے مکہ میں آیا تھا مگر ابن کثیر نے اس کی تغلیط کی ہے۔ کیونکہ یہودی حشر نشر اور معاد کے قائل تھے ان کو انکار کی وجہ میں اس مضمون کا سوال کرنے کا موقع نہ تھا۔ انکار کرنے والا صرف بت پرست مشرک تھے انہوں نے حضور سے سوال کیا تھا اور وہی ایسے سوال کرتے رہتے تھے۔ انہی کو تعجب اور حیرت تھی کہ مرنے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد تمام ذرات کا ملکر پھر مجتمع ہو کر زندہ ہونا کس طرح ممکن ہے۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ:۔

کفار مکہ تم سے حقانیت قیامت کے متعلق دریافت کرتے ہیں کہ کیا واقعی حشر کا کوئی دن ہوگا یا خواہ مخواہ کا یہ مذاق ہے تم پرزور طریقہ پر اُن سے کہدو کہ قسم ہے اس خدا کی جو میرا موجد اور تربیت کرنے والا ہے قیامت کا دن ضرور ہوگا۔ دو تم ذرہ ذرہ ہو جاؤ تمہاری خاک کا ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑ جائے دریا میں ڈوب جائے یا آگ میں جل جائے بہرحال تمہاری کوئی حالت بعد قیامت کو آنے ذرات کو سمٹ کر مجسم ہونے اور دوبارہ زندہ ہو کر حساب کتاب کے بعد عذاب تو اب پلنے سے نہیں روک سکتی۔ کوئی کام قدرت الٰہی سے خارج نہیں وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس روز کافروں کو بھگتنا پڑیگا اس وقت ان کی یہ حالت ہوگی کہ اگر کوئی روئے زمین کا کل مال ان کے قبضہ و ملک میں ہو اور عذاب سے بچنے کے لئے وہ مال اُن سے طلب کیا جائے تو چھٹکارا پانے کے لئے دے ڈالیں، مگر ایسا موقع کہاں ممکن ہوگا۔ عذاب کو سامنے دیکھکر دلوں میں خلوص نیت کے ساتھ بہت پشیمان ہونگے کہ افسوس ہم نے رسول کا فرمان نہ مانا لیکن وقت نکل جانے کے بعد پشیمانی کا کوئی نتیجہ نہ ہوگا فیصلہ انصاف سے کیا جائیگا۔ جو شخص جس لائق ہوگا اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائیگا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بازپرس ہوگی اور ظالم و مظلوم کا جھگڑا عدل کے ساتھ چکایا جائیگا۔ عالم میں جو کچھ پیدا ہوا ہے پیدا کیا ہوا ہے۔ اسی کے تصرف میں ہے اس کی عظمت و قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ لہٰذا قیامت کا وعدہ بھی برحق ہے اور کیونکہ اُس کی عظمت و قدرت اور روز قیامت کے وقوع میں شک ممکن ہے۔ جبکہ یہ بات بدیہی ہے کہ سب کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ کوئی اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ کسی کو پیدا کر سکے۔ پھر مارتا بھی وہی ہے کوئی کسی پر موت نہیں بھیج سکتا۔ ہزار جتن کرے مار نہیں سکتا۔ جب ایجاد و فنا کا قانون اسی کا جاری کیا ہوا اور اسی کی قدرت میں ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے پاس لوٹ کر جانے سے انکار کیا جا سکے۔

مقصود بیان:۔ وقوع قیامت کا مکمل پرزور دلیل کے ساتھ اثبات۔ کفار کی حالت سقیمہ کا اظہار۔ عدل الٰہی کی صراحت ہمہ گیر قدرت اور محیط کل طاقت کی نص اس امر کی توضیح کہ وعدۂ الٰہی میں کذب محال ہے اس بات کا حتمی فیصلہ کہ اکثر انسانوں کی عقل قدرت الٰہیہ کے سمجھنے اور اس پر یقین رکھنے سے قاصر ہے۔ وغیرہ

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ

لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت

مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ

اور دلی بیماریوں کی شفاء

وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ قُلْ

اور ہدایت و رحمت آ چکی تم کہدو

بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ

کہ اللہ کے فضل و رحمت پر ہی اُن کو

فَلْيَفْرَحُوا ط هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝

خوش ہونا چاہئے جن چیزوں کو وہ جمع کرتے ہیں اُن سے یہی بہتر ہے

تفسیر دلائل توحید و اثبات قیامت کے بعد اب دلیل رسالت اور طریق ہدایت کو بیان فرماتا ہے۔ اَلنَّاس سے مراد ابن کثیر کے نزدیک خاص اہل مکہ ہیں۔ لیکن خصوص مورد کے باوجود حکم میں عموم باقی ہے۔ اس لئے کل دنیا کے انسانوں کی طرف روئے سخن ہے۔ لیکن ابن جریر کے نزدیک خطاب میں خصوص نہیں بلکہ مورد ہی عام ہے۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ:۔

دنیا بھر کے رہنے والو انسانو ہوشیار ہو جاؤ۔ اللہ کی حجت اب تمام ہوگئی

اسی کی کتاب قرآن مجید تمہارے پاس آپہونچی عبرت کی نظر سے پڑھنے والوں اور سمجھنے والوں کے لئے یہ مکمل وعظ ہے۔ مآل و مآل اور خیر و شر سے آگاہ کرنے والی ہے۔ دلوں کی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے شفاء مجسم ہے۔ ہر قسم کی بد اعتقادی غلط خیالات بے بنیاد وہمیات کا اس سے ازالہ ہو جاتا ہے۔ سیدھا راستہ دکھانا کجروی سے بچانا بد اعمالی سے روکنا اور عملی زندگی کی اصلاح کرنا اس کا مقصد ہے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن نظری و عملی حکمت کا عظیم الشان مجموعہ ہے۔ باطل عقائد اور بے بنیاد شکوک کے لئے شفا ہے اس سے قوت نظریہ کی اصلاح ہو جاتی ہے اور نیک اعمال کی رغبت دلانے کے دلائل اور بد اعمالی سے باز رکھنے کے براہین اس میں موجود ہیں۔ لہٰذا قوت عملیہ کی بھی اس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ تمام فوائد انہی کو حاصل ہوتے ہیں جن کی قسمت میں ایمان ہے۔ نعماء الٰہیہ کے خزائن سے وہی بہرہ اندوز ہوتے ہیں جن کے دلوں میں ازلی نور ہدایت ہے۔ لہٰذا اہل ایمان کو خدا کے اس فضل و رحمت سے خوش ہونا چاہیئے۔ کفار کے اندوختہ مال سے فضل الٰہی کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔

شفاء سے مراد بعض مفسرین نے تمام شفاء لی ہے۔ خواہ روحانی امراض کے لئے ہو یا سینہ کے مادی امراض کے لئے روحانی امراض کی تفصیل کتب اخلاق میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ شک بے اعتقادی کینہ بغض، باہمی عداوت وغیرہ روحانی امراض میں داخل ہیں۔ اور سینہ کے مادی امراض کو قرآن سے شفاء ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رض کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور م کے سامنے سینہ کی کسی بیماری کی شکایت کی۔ حضور م نے قرآن پڑھنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا یہ شفاء لما فی الصدور ہے۔ (اخرجہ ابن المنذر و ابن مردویہ) ایک اور شخص کو حلق کی شکایت تھی حضور نے اس کو بھی یہی دوا بتائی اور شہد بھی پینے کو بتایا۔ (اخرجہ البیہقی فی الشعب)

فضل و رحمت سے کیا مراد ہے اس کے متعلق سلف کا اعتقاد ہے ابن عباس رض نے فرمایا فضل قرآن ہے۔ اور رحمت دین اسلام۔ حسن، ضحاک، مجاہد اور قتادہ کا قول ہے فضل ایمان ہے اور رحمت قرآن حضرت انس کی مرفوع روایت ہے کہ فضل الٰہی قرآن ہے اور رحمت یہ کہ تم کو ان میں سے (یعنی اہل ایمان میں سے) کر دیا (رواہ ابو الشیخ و ابن مردویہ) امام کرخی نے آیت کی ایک تفسیر تصوف آمیز نہایت بہترین کی ہے فرماتے ہیں اہل ایمان کے درجات متفاوت ہیں ظاہری شریعت کے پابند باطنی طہارت کے دلدادہ، نور حق کے مظہر، اور صدق و یقین میں مدکمال تک پہونچنے والے۔ یہ تمام مراتب ایمان والوں کے ہیں۔ آیت میں قرآن کے چار اوصاف بیان کئے گئے ہیں:۔ موعظت۔ شفاء۔ ہدایت اور رحمت موعظت کہنے سے تو اس طرف اشارہ ہے کہ ظاہری نجاستوں کو دور کرنے اور بیرونی قبائح و ممنوعات سے احتراز کرنے کی قرآن تعلیم دیتا ہے۔

شفاء صدر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جتنی اندرونی بیماریاں روحانی گندگی و جذباتی خرابیاں ہیں سب کو قرآن دھوکر باطن کو پاک صاف کر دیتا ہے۔ پہلا مرتبہ شریعت کا ہے اور دوسرا مرتبہ طریقت کا۔

ہدایت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اہل ایمان جن کی رسائی صدیقیت کے درجہ تک ہے اُن کے باطن میں قرآن کی وجہ سے نور حق جلوہ فگن ہوتا ہے یہ مرتبہ حقیقت کا ہے۔ اور رحمت کہنے سے حد کمال تک پہنچانے اور ناقص کو کامل بنانے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ مرتبۂ نبوت ہے۔ کرخی کے قول کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کفار کے لئے موعظت ہے سب سے پہلے اُن کو ظاہر شریعت کا پابند بنانا چاہتا ہے اور اہل ایمان کے لئے شفاء اور ہدایت اور رحمت ہے۔ گویا قرآنی مضامین و قواعد سے غیر مسلم، مسلم۔ اور مسلم ولی بن جاتا اور ولی صدیق بن جاتا ہے اور صدیق کا باطن بھی نور نبوت سے روشن ہو جاتا ہے۔ اگرچہ لقب نبوت نہیں ملتا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کتاب پاک میں موعظت ہے یعنی احکام عبودیت اور شفا ہے یعنی انوار ربوبیت اور ہدایت ہے یعنی انوار صفات اور رحمت ہے یعنی مشاہدۂ ذات کے ایجاب۔ بعض کا قول ہے کہ کتاب پاک بیراہ غافلوں کے لئے موعظت ہے، بیماران محبت کے لئے شفاء ہے۔ دل و جان سے جو لوگ اُسی کی جستجو میں ہیں اُن کے لئے ہدایت ہے اور واصلین کیلئے رحمت۔

مقصود بیان:۔ شافعی نے ان آیات سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ شریعت کے فرائض تفصیلی کے ساتھ کفار بھی مکلف ہیں۔ قرآن کے چاروں اوصاف کا بیان اور اس امر کی صراحت کہ قرآن سے فائدہ اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جن کے اندر فطری طور پر نور ایمان مرکوز ہے۔ جو نور ازلی سے محروم ہیں اُن کو قرآن کی کوئی نصیحت، کوئی روحانی امراض کو شفا دینے والا قاعدہ، کوئی راہ راست بتانے والا ضابطہ اور کوئی تسکین بخشنے والا پیام مہربانی سود مند نہیں۔ دنیوی مال و منال اور شوکت و جلال سے قرآن اور قرآن کی ہر آیت کہیں بہتر ہے۔ گویا آیات میں ایمان بالقرآن کی ترغیب اور محبت مال سے نفرت دلائی گئی ہے اور کفار کے اس نظریہ غرور کو ڈھایا ہے جو ائمۂ کفر کا مسلمہ تھا۔ بدون اتباع شریعت کے اس سے اوپر کے تمام کمالات یعنی طریقت و حقیقت و معرفت کا حصول ناممکن ہے۔ پس آیت مبارکہ تازیانۂ عبرت ہے اُن لوگوں کے لئے جو احکام شرعی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے معرفت کے مدعی ہیں اور طریقت و حقیقت کو شریعت سے جدا چیز سمجھے بیٹھے ہیں۔ فافہم۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ

کہدو بھلا دیکھو | کہ اللہ نے تمہارے لئے | جو رزق

فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ

نازل [illegible] اُن میں سے تم نے کچھ حلال اور کچھ حرام قرار دے لیا

قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ

پوچھو کیا اللہ نے تم کو اجازت دی ہے یا اللہ پر

تَفْتَرُوْنَ ○ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ

افترا کرتے ہو اور جو لوگ اللہ پر دروغ بافی

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ

کرتے ہیں قیامت کے دن کے متعلق اُن کا کیا خیال ہے بلاشبہ

اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ

لوگوں پر اللہ بڑا فضل رکھتا ہے

لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ○ ع

مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

تفسیر ابن عباس، مجاہد، ضحاک، قتادہ اور عبدالرحمن بن زید وغیرہم سے مروی ہے کہ کفار عرب نے طرح طرح کے جاہلانہ قوانین بنا رکھے تھے۔ بعض قسم کے جانور جن کو بحیرہ و سائبہ وغیرہ کہتے تھے خود اپنی رائے سے اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے اُن کی تردید کے لئے ان آیات کا نزول ہوا تاکہ قانونِ الٰہی کے حق ہونے کا اقرار کریں اُسی کی تحلیل و تحریم کو مانیں اور خود رائی کو ترک کریں۔ مالک بن نضلہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں شکستہ حالت بنائے ہوئے حضور گرامی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ارشاد فرمایا تیرے پاس کچھ مال ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اونٹ گھوڑے بکریاں باندی غلام سب کچھ ہے۔ فرمایا جب اللہ نے تجھے دیا ہے تو وہ پسند فرماتا ہے کہ اپنے عطیہ کا اثر دیکھے۔ اس کے بعد فرمایا تیرے اونٹوں کے بچے صحیح سالم کامل الاعضاء پیدا ہوتے ہیں پھر تو استرہ اٹھا کر خود اُن کے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے یہ بحیرہ ہو گیا اور کسی کی کھال چیر کر کہتا ہے یہ صرم ہو گیا۔ پس اپنے اور اپنے اہل و عیال پر اُن سے فائدہ اٹھانا حرام کر لیتا ہے۔ (یہ کونسی دانش کی بات ہے)

حاصل ارشاد بر قول رازی یہ ہے کہ:۔ تم لوگ جن چیزوں کے متعلق حرمت یا حلت کا حکم لگاتے ہو تو اپنی خواہش نفس اور رائے سے لگاتے ہو جس کو کوئی ہوشمند پسند نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تحریم و تحلیل طبعزاد اور خود تراشیدہ فعل نہ ہونا چاہئے۔ حرام و حلال کا واقعی علم سوا اُس طریقہ کے جو اللہ کی طرف سے معلوم ہے ناممکن ہے اور طریقہ الٰہیہ کا علم بغیر وساطت رسول کے ناممکن ہے۔ لہٰذا تحریم و تحلیل کا جو حکم تم کو رسول دیں اور قرآن ظاہر کرے اسی کو مانو خود رائی کو [illegible] اللہ پاک [illegible] بنی نوع [illegible] ہے [illegible] سمجھنے کو عقل [illegible] رسول بھیجکر ہدایات بخشی قرآن بھیجکر حرام و حلال کا علم مرحمت کیا۔ اس کے باوجود اکثر لوگ خواہشات کے پیرو بن کر عقل سلیم سے فائدہ نہیں اٹھاتے قول رسول کو نہیں مانتے اور احکام کتاب اللہ کی پرواہ نہیں کرتے بجائے شکر کے کفرانِ نعمت کرتے ہیں اپنے تراشیدہ احکام کو حکمِ الٰہی قرار دیتے ہیں ایسے کافرانِ نعمت اور بہتان تراشوں کی طرف سے قیامت کے دن باز پرس کے وقت کیا جواب ہوگا۔

ابن جریر نے لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ نے دنیا میں لوگوں پر عذاب نازل کرنے میں تعجیل نہیں فرمائی یہ اُن پر بڑی مہربانی کی ورنہ اس خود تراشیدہ تحریم و تحلیل کا تو تقاضا یہی تھا کہ فوراً عذاب نازل ہو جاتا۔

ابن کثیر نے کہا اللہ نے بڑا فضل کیا کہ آدمیوں کے لئے مخلوقات کے منافع مباح کر دیئے اور حرام اُنہیں چیزوں کو کیا جو دارین میں ضرر رساں تھیں اگرچہ اللہ کے اس فضل کے عوض لوگ ناشکری کرتے اور حرام حلال خود بنا لیتے ہیں۔

مقصود بیان:۔ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال اور کسی کو حرام قرار دینے پر وعید۔ کلام الٰہی اور احادیث رسول کے مقابلہ میں محض کورانہ تقلید کی در پردہ مذمت۔ اس امر کی صراحت کہ تحریم و تحلیل محض اللہ کا کام ہے۔ خود رائی کو اس میں دخل نہ دینا چاہئے۔ گویا تمام اشیاء کا واقعی حسن و قبح جاننا عقل کا کام نہیں بلکہ اس کا مدار حکم الٰہی پر ہے۔ اللہ پر بہتان باندھنے والوں اور خود تراشیدہ حکم کو مسئلہ شریعت بتانے والوں کے لئے عذاب آخرت کی دھمکی وغیرہ۔

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا

(اے محمدؐ) تم کسی حال میں کیوں نہ ہو اور قرآن میں سے

مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ

کچھ ہی کیوں نہ پڑھتے ہو اور (لوگو) تم کچھ ہی عمل کیوں

عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ

نہ کرتے ہو مگر ہم کو تمہارے کاموں کی اطلاع ہوتی ہے جب تم اُن میں

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ

مشغول ہوتے ہو — اور تمہارے — رب سے

ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ

ذرہ برابر — زمین و آسمان میں — غائب نہیں

وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ

بلکہ نہ کوئی اس سے چھوٹی چیز ہے — نہ بڑی

إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ○

جو روشن کتاب (لوح محفوظ) میں نہ ہو

تفسیر اوپر کی آیات میں کفار کی خود ساختہ تحریم وتحلیل کی مذمت کی تھی۔ ان آیات میں مسئلہ مذکورہ کی علت بیان کرنی غرض ہے۔ انسانی عقل کا دائرہ بلوغ بہت تنگ ہے۔ مابعد الموت اور غیر محسوس چیزوں کا تو ذکر ہی کیا ہے جو اشیاء زیر حسوس بلکہ محسوس ہیں ان کی حقیقت اور ذاتی احوال و خاصیات تک کامل طور پر انسانی دماغ کی رسائی نہیں۔ قیامت کے تمام احوال اس کے صفات فرشتوں کی ہستی اور ان کے افعال و اعمال کی طرف سے انسانی ذہانت بالکل تاریکی میں ہے۔ محسوس کائنات کا حسن و قبح اور اچھائی برائی کامل طور سمجھنا بھی طاقت بشری سے خارج ہے اور ظاہر ہے کہ جب واقعات اور اشیاء کا علم ہی نہیں تو پھر کسی چیز کو برا سمجھ کر حرام قرار دینا اور کسی چیز کو اچھا جان کر حلال بنا لینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ تحریم و تحلیل تو اس کا کام ہونا چاہئے جو صحیح طور پر ہر چیز کے افعال خواص ذات ماہیت اور دنیوی و اخروی نتائج سے واقف ہو۔ انسان کوتاہ فہم ناقص علم اور تنگ عقل ہے، حلت و حرمت کا فیصلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں بلکہ اس کا تعلق حکم اللہ کے دست قدرت میں ہے کیونکہ انسان کسی حالت میں ہو جو کام بھی کر رہا ہو جس کام کو بھی شروع کرے بلکہ علاوہ غیر محسوس کائنات کے محسوس موجودات کا بھی ذرہ ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں اللہ کی علمی کتاب (لوح محفوظ) میں ہر وقت سب کچھ موجود رہتا ہے لہٰذا تحریم و تحلیل کا حکم بھی وہی دے سکتا ہے۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ سے مراد ہے رسول پاک کی نماز، روزہ کل عبادات و شان کبریائی میں غور و خوض بندگان خدا کے ایمان لانے کی حرص وغیرہ۔ اور وَلَا تَعْمَلُوْنَ میں خطاب کفار مکہ کو ہے اس سے مراد ہے ان کا انکار قرآن کرنا، اللہ کا شریک بنانا، انجام سے بے خبر ہونا۔ اس کے بعد وَمَا يَعْزُبُ میں عموم ہے۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ کی نماز روزہ حج ذات و صفات خداوندی میں غور اور تلاوت قرآن وغیرہ سے خدا تعالیٰ بخوبی واقف ہے اور کفار کے حرکات شنیعہ کو بھی بخوبی جانتا ہے بلکہ آسمان و زمین کی ذرہ برابر اور اس سے کوئی چھوٹی چیز بھی علم الٰہی سے باہر نہیں۔ علم الٰہی تمام کائنات کو محیط ہے۔ حاصل دونوں تفسیروں کا ایک ہے۔

مقصود بیان:۔ علم الٰہی کے محیط کل ہونے کی صراحت۔ اس سے فلاسفہ کے اس نظریہ کی تردید ہوتی ہے کہ واجب الوجود کو جزئیات مادیہ کا علم من حیث الکلیات ہے تفصیلی علم نہیں۔ تحریم و تحلیل کا صرف اور محض ذات الٰہی میں ہی اس کا تحقق۔ ایک ہی آیت میں رسول پاک اور کفار مکہ کو خطاب کر کے اس لطیف مضمون کی طرف اشارہ کیا کہ اللہ نیکوں کی نیکی اور بدوں کی بدی دونوں سے واقف ہے مگر اس کو کسی کی پرواہ نہیں جو کچھ کرتا ہے بندہ اپنے لئے کرتا ہے۔ وغیرہ

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

خوب سن لو کہ خاصان خدا کو — نہ کچھ خوف ہوگا

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نہ وہ غمگین ہوں گے — جو لوگ ایمان لائے

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي

اور پرہیزگاری کرتے رہے — ان کو دنیوی زندگانی میں بھی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ

اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے — اللہ کی

لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

باتیں نہیں بدلتیں — یہی بڑی کامیابی ہے

تفسیر

تحلیل اجزاء ولی کے لغوی معنی ہیں قریب نزدیک۔ گویا ولی اللہ کے معنی ہوئے اللہ سے قرب رکھنے والا لیکن خدا نہ جسم ہے نہ جسمانی نہ مادہ نہ مادی نہ اس سے کسی کی قرابت جسمانی ممکن ہے نہ اس سے کسی کا رشتہ۔ اس لئے ولی کے مجازی معنی میں اختلاف ہے متکلمین کے نزدیک ولی اللہ اس کو کہتے ہیں جو اللہ سے محبت رکھتا ہو۔ یعنی اللہ کا

شادی کی رات کا لطف

لذت شاہی وقت سے پہلے ذرا سی دوا لگانے سے لذت سے بے تاب کر دیتی ہے کیسی مغرور عورت ہو اس کے بعد گرویدہ ہو جاتی ہے اور اس کو تاب نہیں رہتی اس دوا کو لذت کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔

کیف پرور امساک کی لاجواب گولیاں۔ ایک گولی کھائی اور مصروف کار رہو گئے اور خوب عیش دوامساک کا پورا لطف ان گولیوں میں موجود ہے شیشی ایک درجن

پرکیف دوشیزگی کا صحیح لطف اٹھانے کے لئے وقت سے دو منٹ پہلے ذرا سی دوا اندر رکھی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نئی شادی کا کیف حاصل ہو رہا ہے۔

سہاگ یہ خاص قسم کی خوشبو ہے وقت خاص پر اس کی ذرا سی مہک بے خود کرتی اور انبساط و عیش کے لئے روح کو فرحت دیتی ہے ایک قطرہ سے بھی کم محبوب کے نازک جسم پر مل دینے سے سرور ہی سرور پیدا ہو جاتا ہے۔

مذکورہ چاروں دواؤں کا بکس صرف شادی شدہ حضرات کیلئے کارآمد ہے محبوب کو مسخر اور امساک لطف و سرور کا سماں باندھنے کیلئے ان چار دواؤں کا بکس تیار کیا گیا ہے علیحدہ علیحدہ قیمت کے حساب سے دس روپیہ قیمت ہوتی ہے یکجائی بکس "کیف انگیز" کی قیمت پانچ روپیہ ہے ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ (شرط) ایک بھی دوا ناکام ثابت ہو تو پوری قیمت معہ محصول ڈاک واپس کی جائے گی۔

اکسیری دواخانہ پوسٹ بکس ۱۴۱ کلاں محل (ایم ٹی) دہلی

عورتوں میں آسیب کی بیماری

یہ بیماری عورتوں میں زیادہ پھیل رہی ہے اس بیماری سے عورت کے پیٹ میں ایک گولہ سا اٹھتا ہے جس کی وجہ سے تمام جسم میں بے چینی پیدا ہو کر عورت چیخنے چلانے اور کپڑے پھاڑنے لگتی ہے کوئی کہتا ہے آسیب کا خلل اور کوئی جن بھوت کا سایہ بتاتا ہے۔ کسی کو وہم ہو جاتا ہے کہ کچھ کھلا دیا ہے۔ دراصل یہ ایک خوفناک بیماری ہے جسکو ہسٹریا یا باؤ گولہ کہتے ہیں جو عورتوں میں اندرونی خرابیوں کی وجہ سے خواہ وہ کنواری ہوں یا شادی شدہ پیدا ہو جاتی ہے بعض عورتیں ٹھنڈے پانی سے .... بعد ہی غسل کر لیتی ہیں اور بعض کیسے قاعدگی کی وجہ سے اس مرض کا شکار ہو جانا پڑتا ہے۔ اور اکثر اندرونی خرابیوں کی وجہ سے مبتلائے مرض ہو جاتی ہیں جب اس مرض کا دورہ ہوتا ہے تو عورتیں اپنے کپڑے تک پھاڑ دیتی ہیں۔ اور گھر والوں کی زندگی حرام کر دیتی ہیں — اس مرض کی عورتوں کا علاج "ہسٹرین" دوا سے کیا جاتا ہے یہ اس مرض کے لئے اکسیری دوا مانی گئی ہے۔ ہندوستان کی بیشمار عورتوں کو اس دوا سے فائدہ ہو چکا ہے۔ اگر آپ کے گھر میں یا خاندان میں کوئی عورت اس مرض میں مبتلا ہو تو اس کا علاج اس دوا کے ذریعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ جس کی ایک شیشی استعمال کر لینے کے بعد عمر بھر کے لئے دورہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس عجیب دوا کی بدولت عورتوں میں اس مرض کی بہت کمی ہو گئی ہے۔ ایک شیشی کی قیمت چار روپے ہے ڈاک خرچ معاف

اکسیری دواخانہ پوسٹ بکس ۱۴۱۔ کلاں محل (ایم۔ ٹی) دہلی

جھوٹ بولنا حرام ہے۔ دولت اور محبت مفت

ناظرین دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں مگر آپکو خدا کی قسم کھا کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے۔ جب کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ اب میں اپنی محنت سے حاصل کئے ہوئے ان عملیات کو عام فائدہ کی غرض سے پیش کر رہا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ آپ مسلمان ہیں تو ایک مسلمان کی قسم کا اعتبار کرنے میں تامل نہ کیجئے چند روزہ زندگی کے لئے اور چند پیسوں یا روپیوں کی خاطر کون ایسا مسلمان ہوگا جو اپنے ایمان کو برباد کرے گا اور مسلمان بھائیوں کو دھوکا دیگا۔ اگر آپ کا ضمیر مطمئن ہو تو حسب ذیل تعویذات منگا لیجئے اور کرشمہ خداوندی دیکھ لیجئے۔ کامیابی آپ کی پیشانی پر ظاہر ہونے لگے گی۔ تمام نقش و تعویذ بذریعہ وی۔ پی لفافہ میں بھیجے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہوتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی بالکل سچا جواب مل جاتا ہے۔ اس کے عامل نے برسوں میں اس عمل کو یاد کیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنے۔ محصول الگ۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ لینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے۔ جیب سے مفلسی دور ہونے کے آثار ہو جاتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر اتنی جلدی دولت مل گئی۔ نوکری کی صورت میں اس کو افسر کے سامنے جیب میں رکھکر جائے تو وہ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں خود بخود اپنے ماتحت کی ترقی کا خیال دامنگیر ہو جاتا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ چار آنہ۔ محصول ڈاک الگ۔

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی محنتیں کر کے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل کامل صاحب کا عطیہ ہے جس کسی سے محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھنسانا اور بے دام غلام بنانا اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے اور جس جگہ آپ کا مطلوب ہو وہاں سے گذر جایئے اور وہاں تک رسائی نہ ہو سکے تو ڈوری کو اپنے محبوب کے درپردہ ہاتھوں تک پہنچا دیجئے۔ بس گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشہ دیکھئے وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین ہو کر آپ تک پہنچے گا۔ ہدیہ ڈھائی روپے۔

مندرجہ بالا سب تعویذ ہیں ان کی ناکامی کی صورت میں ہم قیمت واپس دیں گے۔ محصول ڈاک ہر ایک کا بذمہ خریدار

پتہ: سید نواب میاں شاہ صاحب عامل کالا محل بازار (م) دہلی

قرآن شریف منگائیے

کاغذ اتنا مہنگا ہو چلا ہے۔ اور لڑائی کا ابھی ٹھیک نہیں۔ موجودہ کاغذ کے نرخ کے لحاظ سے ہر قرآن کا کاغذ اس کی سابقہ قیمت سے زیادہ ہے۔ اس لئے سب بچوں کے لئے ابھی سے قرآن شریف منگائیے۔

والقلق بیاں خطرناکیاں دروازوں تک پہنچ گئی ہیں۔ عذاب جب سامنے آجاتا ہے تو توبہ کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ بہت بہتر وقت ہے جلدی نظر ثانی کیجئے اور خدا کے احکام پڑھ کر ان پر عمل کرنے کی کوشش کیجئے۔ قرآن ہی وہ کتاب ہے جس نے پسماندوں کے کافروں کو اچھا رکی صفوں میں کھڑا کر دیا۔ ہم تو پھر مسلمان ہیں۔ قرآن ہم کو ادمی بنانے کے لئے کافی ہے۔ تفسیر والے مترجم قرآن منگائیے اور فرصت نکال کر اپنا حساب ... ہماری حالتوں کو ضرور بدل دے گا۔

حدیث شریف میں ... جس دل میں قرآن ہو۔ وہ دل آتش دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ پھر جس گھر میں قرآن ہو وہ بھی خدا کے فضل سے آتش دنیا سے محفوظ رہے گا۔ اس لئے ہر گھر میں ایک اورنگ زیبی قرآن ہونا چاہیئے۔ انشاء اللہ قرآن اپنی برکت کے باعث آگ کا بیمہ ثابت ہوگا۔

کیا عجب ہے کہ کب بلائے آسمان ہم ہمارے کاشانوں کو خاکستر بنا دیں۔ سوا اس کے بیں پورے اعتقاد کے ساتھ آگ کا بیمہ کر لیجئے۔ اور ایک جلد اورنگ زیبی قرآن منگا لیجئے۔ انشاء اللہ آپ کا گھر ہر بلا سے محفوظ رہے گا

میرے پاس چار ہزار اورنگ زیبی قرآن ہیں۔ چار ہزار گھر اللہ نے چاہا تو ضرور محفوظ ہو جائیں گے۔ بشرطیکہ آپ کے اعتقاد اور اسی نیت سے منگائیں یہ قرآن اس لئے مخصوص کیا ہے کہ فاتح ہند، مبلغ اسلام اور ولی بادشاہ کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے جو فوٹو کے ذریعہ چھاپا گیا ہے۔ کبر حال واقع بلیات تعویذوں کے لئے آپ سینکڑوں روپے خرچ کر دیتے ہیں۔ اور جبکہ مشکلات قیامی ہو گئی ہیں۔ اور اب تو بلائے آسمانی بیماری قریب قریب یقینی ہے۔ اس لئے سوا روپیہ کا میرا تعویذ بھی منگا لیجئے۔ کیا عجب ہے کہ خدا بھری تقدیر کو نوازدے

آسان

وہ قرآن شریف اتنا موٹا قلم ہے بہت کم وہ لکھا ہوا۔ مولوی ہے دوگنی تقطیع ترجمہ نہایت آسان اردو میں ایسا ہے کہ اگر صرف ترجمہ ہی پڑھ لیا جائے۔ تو گویا ایک مسلسل قرآن اردو میں پڑھا جاتا ہے ترجمہ مولانا دائم جلالی کا۔ جن کی تفسیر بیان السبحان آپ ہر مہینہ مولوی میں پڑھ رہے ہیں۔ حاشیہ پر انکی تفسیر کا اقتباس ہے۔ ترجمہ تفسیر کافی سہل لکھے ہیں۔ کم حیثیت البیر آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ ہدیہ مجلد چرمی پشتہ ساڑھے چار روپے محصول دو روپے کل ساڑھے چھ روپے

سب سے بڑی تفسیر والا قرآن

اتنی بڑی تفسیر حاشیہ پر کسی قرآن میں نہیں ہے اس کا ترجمہ عام فہم ہے اور تفسیر مولانا دائم جلالی کی ہے جن کی تفسیر ہر ماہ آپ رسالہ میں پڑھتے ہیں۔ ابتدا میں مضامین قرآنی کی ایک بہت بڑی فہرست ہے ترمذی کاغذ ہے۔ نہایت صاف چھپا ہوا ہے تقطیع ۱۲×۹ انچ ترجمہ با محاورہ اور سرپوش کہ صرف ترجمہ پڑھیں تو گویا ایک مسلسل کتاب پڑھ رہے ہیں۔ یہ بات تو آجتک کسی ترجمہ میں پیدا ہی نہیں ہوئی۔ ترجمہ کا یہ بہت بڑا کمال ہے ہدیہ مجلد چرمی پشتہ ساڑھے تین روپے۔ محصول ایک روپیہ چار آنے

دو ترجمہ والا بڑا قرآن

اس کو ایک دن خوبیوں والا قرآن شریف کہا جاتا ہے اب سے پانچ سال پہلے ہزاروں آپ نے خرید لیا ہے دو ترجمے ہیں۔ پہلا ترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دوسرا ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب با محاورہ۔ ابتدا میں معلومات قرآنی کا بڑا ذخیرہ مولوی اشرف علی صاحب نے اپنے ترجمہ کی تصدیق اسی قرآن شریف میں کی ہے۔ کتابت ہندوستان کے جید قرآن نویس بہتر۔ خانشدہ متن بہت کافی جلی قلم تقطیع ۱۱×۸ انچ ہدیہ مجلد چرمی کامل ساڑھے تین روپے مجلد پارچہ تین روپے محصول ایک روپیہ

بے شمار خوبیوں والا قرآن

بہت سستا ہے چھ سو صفحات کا قرآن شریف ہے اور ابتدا میں ۴۰ صفحہ کا مقدمہ ہے کپڑے کی سنہری منقش جلد ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب کا با محاورہ صحیح اور مکمل ترجمہ ہے حاشیہ پر شان نزول ہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب مرحوم استاد الاساتذہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ کاغذ مولوی جیسا ہے۔ اور مولوی کے برابر سائز ہے قرآن شریف پڑھنے کا مقصد اس قرآن سے پورا ہو جاتا ہے یعنی اس قرآن شریف کی ابتدا میں معلومات قرآنی کا بڑا ذخیرہ ہے ہدیہ مجلد پارچہ ڈیڑھ روپیہ مجلد چرمی دو روپے محصول ۱۳؍

آسان ترجمہ والا قرآن

زری تقطیع ۲۲×۲۹/۸ بترجمہ قرآن مجید حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب حاشیہ پر شان نزول وغیرہ چار سو صفحات کے قریب ضخامت مجلد پارچہ سنہری۔ اور سب سے زیادہ خوبی یہ ہے کہ بہت سستا ہے اس زمانہ میں جب کاغذ ۱۲ روپے پونڈ ہو گیا۔ اس کے کاغذ کی قیمت ... ہے۔ پہلا چھپا ہوا ہے لیکن جلد آب کے حساب سے بندھتی ہے۔ لہذا قدر جلد اضافہ کیا جاتا ہے ترجمہ والا اس سے سستا دوسرا قرآن شریف نہیں ہدیہ مجلد پارچہ خانشدہ ایک روپیہ محصول ۱۰؍

بچوں کا قرآن

چھوٹی تقطیع حروف الگ الگ اعراب ٹھیک حروف پر اگر لفظ کے ٹکڑے کر لیں تو بالکل حروف تہجی بن جائیں اور بچہ اس قدر آسانی سے صحیح پڑھ لیتا ہے کہ کسی جگہ بھی استاد کو بتانے کی ضرورت نہیں رہتی صرف قاعدہ یسرنا القرآن پڑھا دیجئے اور قرآن شریف لگا دیجئے اور چند روز میں دیکھ لیجئے گا کہ آپ کا بچہ بے تکان سبق نکال لے گا۔ بس یہی صفت اس قرآن شریف میں ہے آپ بحیثیت مسلمان اپنے بچہ کو قرآن شریف پڑھانا چاہتے ہیں تو یہی قرآن پاک منگائیے ہدیہ مجلد پارچہ ایک روپیہ محصول ۱۲؍

کارڈ سائز مترجم حمائل

ترجمہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی ایسا مستند ترجمہ جو سو برس سے مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مقبول ہے جو لفظی بھی ہے اور با محاورہ بھی مولوی کے صدہا خریداروں کے اصرار پر یہ حمائل ایسے وقت میں چھپائی جب کاغذ مہنگا ہو چکا تھا۔ لیکن ہدیہ لاگت کے برابر کیا اب تو کچھ بچا ہی نہیں۔ ۲۰۰ صفحہ کی ضخامت ہے کاغذ نہایت سفید چکنا ہے اس میں سوائے ترجمہ کے کوئی حاشیہ نہیں قیمت مجلد پارچہ دس آنے

مبارک قرآن

نوشتہ غازی اورنگ زیب شہنشاہ ہند۔ برکت کے لئے ہر گھر میں رکھئے۔ انشاء اللہ آپ کا گھر ہر بلائے آسمانی و زمینی سے محفوظ رہیگا کیونکہ یہ قرآن مبارک ان ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے جنہوں نے شہنشاہ ہو کر اپنی روزی اپنے ہاتھ سے کمائی۔ جو فاتح اسلام بادشاہ تھا۔ آپ اپنی جان و مال کا بیمہ ہزاروں روپے خرچ کر کے کراتے ہیں۔ یہ خدائی بیمہ سوا روپے میں ہوتا ہے ایک قرآن پاک منگا لیجئے۔ آپ کا گھر اللہ نے چاہا تو بیماری سے محفوظ رہیگا۔ مجلد ۱۲ محصول ۸؍

حدیثوں کے ترجمے

حدیثوں کی چھ کتابیں جن کو یاد کر کے مولوی کی سند ملتی ہے اب اردو میں ترجمہ ہو گئی ہیں بخاری تین جلدوں میں ۲ ہزار صفحات قیمت سات روپے مسلم شریف ۲ جلدوں میں ایک ہزار مجلد چرمی چار روپے **ترمذی** ۱۲ سو صفحات دو جلدوں میں مجلد چرمی للعہ **ابوداؤد** گیارہ سو صفحات دو جلدوں میں مجلد چرمی للعہ۔ **ابن ماجہ** ۵۶۰ صفحات مجلد چرمی چار سانہ ...

... مرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع اردو بازار میں چھپ کر دفتر رسالہ مولوی جید برقی پریس کوچہ چیلان سے شائع ہوا

بڑی مشکوٰۃ شریف مع لطف دو جلدیں ایک ہزار صفحات مجلد چرمی ۵ ہزار حدیثیں ایک بڑا ذخیرہ جس کے مطالعہ کے بعد تمام احادیث صحیحہ کا خلاصہ صرف اردو ترجمہ ہے عربی ساتھ نہیں ہے مجلد چرمی قسم اول چار روپے مجلد پارچہ قسم دوم تین روپے

تجرید بخاری ۵۰۰ صفحات مجلد پارچہ اسلام میں حدیث کی سب سے صحیح کتاب بخاری کا خلاصہ ہے جو علامہ زبیدی کے ایک متبحر عالم نے کیا یہ صرف اردو ترجمہ ہے۔ دو ہزار ایک سو بارہ حدیثیں ہیں۔ قیمت مجلد ڈیڑھ روپیہ

کتاب الاسلام فقہ حنفیہ کی سب سے بڑی کتاب بارہ سو صفحات اسلامی معلومات کی اتنی بڑی کتاب اردو زبان میں اور کوئی نہیں جس میں اسلام کی عقلی و نقلی پوری معلومات ہے۔ کاغذ بہت اعلیٰ۔ قیمت مجلد چرمی چار روپے محصول ۱۲

اسلامی مسائل ۵۰۰ صفحات امام الفقہ امام محمد بن یوسف کی تالیف اسلامی مسائل کی پوری کتاب جس میں عبادات معاملات، اعمال و ریاضات غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اسلامی احکام اس کتاب میں ہے قیمت مجلد ۱۲

بڑی سوانح غوث پاک ۵۰۰ صفحات کی مجلد کتاب از مولوی شریف احمد صاحب مراد آبادی۔ غوث پاک کی سب سے بڑی سب سے بہتر اور مستند سوانح حیات مع فضائل و کرامات و ریاضات و مجاہدات قیمت سوا روپیہ

شاہ جیلان ۸۰ صفحات از ابن غوث سید نذیر الحق قادری حضرت غوث الاعظم کے جامع حالات بقامت کہتر بقیمت بہتر اس میں حضور کے مقالات ریاضات، کمالات سب کچھ ہیں۔ آخر میں قصیدہ غوثیہ مترجم ہے۔ قیمت چھ آنے

ہشت اولیا ۲۲۴ صفحات از حضرت شاہ مراد سہروردی مارہروی اسمیں ہند و بیرون ہند کے ستر اکابر اولیائے کرام کے حالات کرامات و ریاضات اور مجاہدے ان کے ملفوظات بڑی وضاحت کیساتھ درج ہیں۔ قیمت مجلد عہ

اللہ والوں کے وعظ اخلاق سلف قدوۃ الاصفیا حضرت امام شعرانی کے دو سو وعظوں کا اردو ترجمہ جو دل کے زنگ دور کرنیکا روحانی تیزاب ہے۔ تصوف، اخلاق، ریاضت، مجاہدات سب کچھ مجلد عہ

کفرستان کے تین ولی ۱۱۲ صفحات از حضرت شاہ مراد مارہروی ابتدائی تصوف اور صوفیائے کرام کی زندگی پر ایک زبردست مقالہ بعد حضرت خواجہ معین الدین حضرت خواجہ گنج شکر اور حضرت صابر کلیری کے حالات قیمت ۸

خزینۂ تصوف ۱۴۴ صفحات از پیرزادہ محمد یاسین شاہ صاحب زادہ درگاہ سلطانی تصوف کا نامدار ... اور پھر کتاب ... گیسو دراز کی تصنیف کا ترجمہ ہے جس میں تصوف کی پوری پوری معلومات ہیں قیمت ۸

مقالات غوث پاک ۲۴۴ صفحات مترجمہ مولوی شاہ نجم الحسن گیلانی۔ یہ فتوح الغیب کا اردو ترجمہ یعنی حضرت غوث الاعظم کے ... مواعظ اردو میں ہیں۔ ان مواعظ کی اہمیت کا اندازہ تو شاہ جیلان کے ... قیمت ۸

مقالات غریب نواز ... صفحات از شاہ ناصر جلالی۔ اسمیں حضرت خواجہ معین الدین کی مجالس جو ... بیان اور ... جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے مرتب کی اور ہم نے ترجمہ کرایا۔ قیمت ۶

تصوف کے تین شاعر تین کتابیں از علامہ شبلی نعمانی (۱) حیات مولانا سعدی (۲) حیات حافظ شیرازی (۳) حالات حضرت امیر خسرو۔ ان کے افکار و معارف تصوف قیمت ... آٹھ آنے

حضرت امام غزالی ۲۱۲ صفحات از علامہ شبلی نعمانی۔ محبوب العارفین اکرم الافضل حضرت امام محمد غزالی کے حالات تصوف کے سرچشمے طریقہ کی راہیں اور درویشی کے اذکار اس زمانہ کا امتیاز تصوف کے شیدائی اسکو پڑھیں ۶

سوانح مولانا روم ۹۶ صفحات از علامہ شبلی نعمانی۔ مثنوی مولانا روم کے مصنف تصوف کے بادشاہ مولوی معنوی کے حالات اور ان کا معروف مثنوی کے اقتباسات اور معارف حکایات وغیرہ اس کتاب میں ہیں قیمت ۶

سیرۃ نظامی ۱۳۰ صفحات از پیرزادہ محمد یاسین شاہ حضرت محبوب الٰہی کی سب سے بڑی سوانح عمری اور سب سے مستند تالیف یہی کتاب ہے۔ قیمت مجلد ۱۲

اوراد و وظائف ۲۱۰ صفحات از حضرت شاہ مرتضیٰ مجددی حضرت جہانیاں جہانگشت کے اوراد و وظائف سینہ بسینہ سربستہ ہی کامیاب ثابت ہوکر چھپ مرتبہ چھپ چکی ہے عملیات کی سب سے مجرب کتاب ہے۔ قیمت دس آنے

بڑی دلائل الخیرات ۳۰۰ صفحات بیضوی تقطیع از علامہ محمود الحسن قبلہ بڑے پایہ کی کتاب درود شریف کے سب سے موثر اوراد اس کتاب میں ہیں جن کا عامل بفضل خدا زیارت رسول سے مشرف ہوتا ہے مجلد مترجم خاشدہ قیمت ۱۲

پانچ تعلیم النسوان از مولانا اشرف علی شرقی پانچ کتابیں یکجا مجلد ہیں۔ اس میں بہ کی ابتدائی ساری باتیں۔ معتقدات کے علاوہ اخلاق دنیاوی معلومات سائنس جغرافیہ تاریخ حفظ صحت سب کچھ آسان زبان میں مجلد ۱۲

ساجن موہنی ۱۱۲ صفحات از حضرت خاموش ایرانی خاوند کو قبضہ میں کرنے کے لئے عصمت کے بعد سلیقہ شعاری ہے اور دوسرے حسن صورت اس کتاب سے یہ دو خوبیاں ایک عورت میں کامل ہو جاتی ہیں اور گھر جنت ہو جاتا ہے قیمت آٹھ آنے

اسلامی میاں بیوی ۱۰۰ صفحات از مولانا مراد مارہروی میاں بیوی کی سب سے بڑی تاریخ اور خوش اسلوب زندگی کا پروگرام۔ اسلامی طریقہ پر میاں بیوی کے مابین کا بہترین خاکہ قیمت بارہ آنے

سلسلہ تعلیم الاسلام از حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند چار حصے یکجا مجلد بچوں کو اسلامی عقائد اور عبادات کی تفصیل ذہن نشین کرنے میں لاجواب کتاب ہے ہر بچہ کو یہ کتاب ضرور پڑھانی چاہئے مجلد ۱۲

قاعدہ یسرنا القرآن ۶۴ صفحات از ملک شکور علی صاحب بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کا طلسمی قاعدہ ایک بار یہ قاعدہ بچوں کو سمجھا کر پڑھا دیجئے پھر قرآن شریف پڑھانے کی ضرورت نہیں وہ خود پڑھ لیں گے۔ قیمت ۴

بچوں کی عقل کی کتاب ۸۰ صفحات از ایم لے فاروقی اردو قاعدے کے بعد بچوں کو یہ کتاب پڑھایئے اس سے عقل تیز اور ذہن رسا ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں ۱۴۴ انمول سبق ہیں اور وہ سب باتیں ہیں جن سے بچہ دو چار ہوتا ہے ۴

استاد تحریر ۸۰ صفحات از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد مارہروی خط و کتابت اور دوسری تحریرات کو دلچسپ اور پرزور بنانے کے لئے کتاب جس کے پڑھنے کے بعد آپ کی تحریر میں بڑا زور پیدا ہو جائے گا قیمت چھ آنے

استاد تقریر ۹۰ صفحات از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد اس کتاب کا نام جادو بیانی ہے واقعی اس کتاب کو پڑھنے اور اس کو عملی طریق پر کام لانے کے بعد آپ کی ہر تقریر جادو بن جائے گی۔ قیمت چھ آنے

استاد عربی ۲۲۴ صفحات از حضرت مولانا عبدالسلام صاحب پروفیسر مستند عربی سیکھنے کی بڑی آسان کتاب جس میں بڑے آسان طریقے پر بغیر رٹنے کے عربی زبان بڑی حد تک آجاتی ہے صدہا مدارس میں داخل ہے ۱۲

استاد فارسی ۲۰۰ صفحات از ملک عنایت اللہ صاحب بی۔ ایچ۔ ڈی۔ فارسی زبان بغیر استاد کے آجاتی ہے اور اپنی اردو جیسی ہی عربی فارسی زیادہ اس کتاب کے پڑھنے آسانی سمجھ پڑھ سکتے ہیں مجلد ۱۲

نیو انگلش ٹیچر ۸۰ صفحات انگریزی سکھانے کی طلسمی کتاب اس کتاب میں ایسی تحریر ہیں جس میں الف۔ بے سے لے کر خط و کتابت تک تمام کام انگریزی میں بغیر استاد کی مدد کے کر سکتے ہیں سب سے بہتر ہی کتاب نظر آئی مجلد قیمت آٹھ آنے

بڑا باورچی خانہ ۲۰۰ صفحات از رضیہ خانم کھانا پکانے کی سب سے بڑی سب سے سستی اور سب سے زیادہ علمی کتاب جس کا ہر کھانا بہت آسانی سے اچھا اور لذیذ پکایا جاتا ہے انتیس شوہر کا پہلا اور مجرب نسخہ ہی ہے۔ قیمت مجلد ۱۰ آنے

استادی کھاتہ بکری کا تحش لگ گیا۔ انگم تحش ایک ہزار پر ہو گیا۔ اپنے کاروبار کا حساب باقاعدہ رکھیے اور یہ کتاب منگا لیجئے آپ کو دکان کا حساب کتاب بنانے میں بڑی آسانی ہوگی۔ بڑی مقبول کتاب ہے قیمت مجلد ۱۲

شعبدہ بازی ۵۰ صفحات و نہایت روزی کمانے کی بہترین کتاب ہزاروں کو روٹی کمانے کے دھندے اس کتاب میں ہیں۔ مجلد ایک روپیہ

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
جاندکی ۲۰ تاریخ تک ہی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو دوسرا پرچہ خط بھیجکر منگالیجئے ورنہ کئی ماہ تک خاموش رہنے کے بعد طلب کریں دو ماہ کے بعد مولوی کا ایک پرچہ بھی نہیں ملتا۔

مولوی دہلی

نمبر خریداری ہر خط میں ضرور لکھئے تاکہ بار بار آپکے پتہ کی جانچ ہوتی رہے اور تبدیل پتہ کے وقت تو ضرور نمبر خریداری لکھیے ورنہ سمجھ لیجیے کہ آپکے ارشاد کی تعمیل نہیں ہوئی اور آپ کا پرچہ آپکے سابقہ پتہ پر جا رہا ہے۔

جو ہر اسلامی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو جمیدیہ پریس دہلی سے شائع ہوتا ہے

تفسیر بیان السبحان جو مولوی کیساتھ شائع ہوتی ہے یہ مولوی کے لئے لکھوائی جاتی ہے کوئی چھپی ہوئی کتاب نہیں ہے اسلئے یہ آپ مولوی کے ذریعہ ہی پڑھ سکتے ہیں

جلد ۳۵ | بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ | نمبر ۴

شذرات

سر کرپس چلے گئے

۲۴ مارچ ۱۹۴۲ء کو برطانی پارلیمنٹ کے لارڈ پریوی سیل سر سٹیفورڈ کرپس برٹش دا کیبنٹ کی منظور شدہ تجاویز ہندوستان کو پسند کرانے کے لئے لائے تھے جو سب نے نامنظور کردیں۔ سر کرپس جو تجاویز ہندوستان کے مستقبل کے لیے لائے تھے وہ یہ تھیں:۔

(۱) لڑائی بند ہوتے ہی اس طریقہ پر جو آگے بیان کیا گیا ہے ہندوستان میں ایک منتخب جماعت قائم کی جائے گی جس کے سپرد ہندوستان کے لئے نیا دستور بنانے کا کام ہوگا۔

(ب) جیسا کہ نیچے بتایا گیا ہے دستور ساز جماعت میں ہندوستانی ریاستوں کی شرکت کا انتظام کیا جائے گا۔

(ج) ملک معظم کی حکومت عہد کرتی ہے کہ اس طرح جو دستور بنے گا اس کو قبول کرلیا جائے گا اور فوراً عملی جامہ پہنایا جائے گا اور اس کی شرائط صرف یہ ہیں کہ:۔

(د) برطانوی ہند کا کوئی نیا صوبہ جو نیا دستور قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا وہ اپنی موجودہ دستوری پوزیشن کو باقی رکھے گا اور اگر اس نے آگے چل کر شرکت کا فیصلہ کیا تو اس کا انتظام کیا جائے گا۔

اس طرح شامل نہ ہونے والے صوبوں کے ساتھ اگر انہوں نے ایسی خواہش ظاہر کی ملک معظم کی حکومت ایک نئے دستور کے متعلق اتفاق کرنے پر مجبور ہوگی جس میں ان کو انڈین یونین جیسا مرتبہ دیا گیا ہو اور جو اسی طریق پر بنا ہو جو اس اعلان میں منضبط کیا گیا ہے۔

(۲) ایک معاہدہ پر دستخط ہوں گے جس کی گفت وشنید ملک معظم کی حکومت اور دستور ساز جماعت کے درمیان ہوگی یہ معاہدہ ان تمام ضروری معاملات پر حاوی ہوگا جو برطانیہ کے ہاتھوں سے ہندوستانیوں کے ہاتھوں میں ذمہ داری کی کامل منتقلی کی بنا پر پیدا ہوں گے اس میں ملک معظم کی حکومت کے وعدوں کے مطابق نسلی اور مذہبی اقلیتوں کی حفاظت کا انتظام کیا جائیگا۔

لیکن دولت مشترکہ برطانیہ کے دوسری ممبر مملکتوں کے ساتھ اس کے آیندہ تعلقات کے فیصلہ کے بارے میں انڈین یونین کے اختیارات پر کوئی قید عاید نہیں کریگا۔

چاہے کوئی ہندوستانی ریاست دستور میں شریک ہونا پسند کرے یا نہ کرے ضروری ہوگا کہ جہانتک نئے حالات مقتضی ہوں وہ اپنے معاہداتی انتظامات پر نظر ثانی کے متعلق گفت وشنید کرے۔

(د) اگر جنگ ختم ہونے سے پہلے ہندوستان کی خاص خاص ملتوں کی رائے عامہ نے لیڈر کسی دوسری صورت پر متفق نہ ہوئے تو دستور ساز جماعت کی ترتیب حسب ذیل طریق پر ہوگی۔

صوبائی انتخابات کے نتائج معلوم ہونے کے فوراً بعد جو جنگ ہونے پر ضروری ہوں گے صوبائی مجالس قانون ساز کے ایوانہائے زیرین کے تمام ممبر بحیثیت ایک انتخابی کلیہ کے تناسبی نیابت کے طریق پر ایک دستور ساز جماعت منتخب کرنے کا کام کریں گے یہ نئی جماعت کلیہ انتخابی کی کل تعداد کا تقریباً ۱/۱۰ ہوگی

ہندوستانی ریاستوں کو دعوت دی جائے گی کہ آبادی کی جس نسبت سے برطانوی ہندوستان کے نمائندے آئے ہوں اپنی آبادی کی اسی نسبت سے وہ بھی اپنے نمائندے مقرر کریں اور ان کو برطانوی ہندوستان کے ممبروں جیسے اختیارات حاصل ہوں گے۔

اس وقت ہندوستان کے سامنے جو نازک دور درپیش ہے اس کے دوران میں اور اس وقت تک جبکہ نیا دستور بن سکے ناگزیر طریق پر ملک معظم کی حکومت کے لئے لازم ہے کہ اپنی عالمگیر جنگی کوشش کے جز کی حیثیت سے ہندوستان کے بچاؤ کی ذمہ داری اٹھاتی رہے اور ہندوستان کے بچاؤ کا کنٹرول اور رہنمائی اپنے ہاتھ میں رکھے لیکن ہندوستان کے عسکری اخلاقی اور مادی وسائل کی پوری تنظیم کا کام اقوام ہند کے تعاون سے حکومت ہند کی ذمہ داری ہونی چاہیئے ملک معظم کی حکومت کی خواہش ہے اور وہ اپنے ملک اور دولت مشترکہ اور متحدہ اقوام کے مشوروں میں جمہور ہند کے خاص خاص طبقوں کے لیڈروں کو فوراً اور موثر شرکت کی دعوت دیتی ہے اس طرح وہ ایک ایسے کام کی تکمیل میں عملی اور تعمیری مدد دیں گے جو ہندوستان کی آیندہ آزادی کے لئے ضروری ہ

لازمی ہے

مسلم لیگ نے تجاویز مسترد کردیں

آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے وہ بیان

جو آج صبح دہلی میں بجکر چالیس منٹ پر تیار ہوا تھا مسٹر محمد علی جناح نے سر اسٹیفورڈ کرپس کے حوالہ کر دیا جو حسب ذیل ہے:-

"۱۱ مارچ ۱۹۴۲ء کو مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ نے دارالعوام میں جو اعلان کیا تھا اور ہندوستان کے مستقبل کے متعلق ہز مجسٹی کی حکومت کی وزارت جنگ نے جو ڈرافٹ ڈکلیریشن شایع کیا ہے اور نیز ہنگامی حالات کے متعلق تجاویز جن کا تعلق اس نازک اور خطرناک دور سے ہے جس سے آج ہندوستان گذر رہا ہے ان سب پر آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے پوری طرح اور نہایت خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ غور کیا ہے جن کا تعلق اپنے ملک کی کونسلوں میں اہل ہند کی بڑی جماعتوں کے لیڈروں کے فوری داخل ہونے سے ہے۔

مجلس عاملہ اس بات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتی ہے کہ وزیر اعظم برطانیہ نے اپنے اعلان میں اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ ڈرافٹ ڈکلیریشن میں ہز مجسٹی کی حکومت کی تجاویز ہیں اور ان کا فیصلہ نہیں ہے اور ان کا تعلق ہندوستان کے اہم عناصر کی رائے کے اتفاق پر ہے۔ اس طرح ۸ اگست ۱۹۴۰ء کے اعلان کی تصدیق ہو گئی ہے جس میں مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ کسی دستور اساسی کو مرتب کرنے والی مشینری اور نہ دستور اساسی کو مسلم انڈیا کی تائید اور رضامندی بغیر ہندوستان پر ٹھونسا جائیگا۔

کمیٹی اس بات پر اظہار تشکر کرتی ہے کہ دو یا دو سے زیادہ آزاد حکومتوں کے قیام کا بنا بر مصلحت کر کے پاکستان کی ذمہ داری کو قبول کر لیا گیا ہے اس میں اصولی باتیں داخل ہیں اور کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کوئی اور تجویز پیش طلب نہیں کی گئی ہیں چونکہ ہز مجسٹی کی حکومت کا رویہ اس معاملہ میں بہت سخت ہے کہ اصولی باتوں میں رد و بدل نہیں ہو سکتا ہے کمیٹی کوئی اور تجویز پیش کرنا نہیں چاہتی ہے لیکن یہ ضرور کہیگی کہ مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر یہ تجاویز اپنی موجودہ صورت میں ناقابل قبول ہیں:

(۱) ۲۵ سال تک نہایت نیک نیتی کے ساتھ اس بات کی کوشش کرنے کے بعد کہ دو بڑی قوموں میں اتحاد باہمی پیدا ہو اور ان کوششوں کی ناکامی کے تلخ نتائج کے بعد مسلمانوں کو اس بات کا یقین آگیا ہے کہ نہ تو یہ بات مبنی بر انصاف ہوگی اور نہ ممکن ہے کہ ان دونوں قوموں کے پرامن رہنے اور خوشحالی کے لئے ان کو ایک ایسے انڈین یونین میں رہنے پر مجبور کیا جائے جو دو بڑی قوموں ہندو اور مسلمان پر مشتمل ہو یہ بات بظاہر ہز مجسٹی کی حکومت کا اصلی مقصد ہے جیسا کہ ڈرافٹ ڈکلیریشن کے پریمبل میں تحریر ہے اور ایک سے زیادہ یونینوں کی تشکیل بہت بعید ممکنات سے ہے اور صرف تصوری معاملہ ہے۔

(۲) ڈرافٹ ڈکلیریشن میں دستور اساسی مرتب کرنیوالی ایک جماعت کی تجویز ہے جس کا اصلی مقصد ایک انڈین یونین کا قیام ہے اب جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے اس نے آخری فیصلہ کر لیا ہے کہ ہندوستان کے آئینی سوال کا واحد حل ہندوستان کو آزاد حلقوں میں تقسیم کرنا ہے اس لئے مسلمانوں کو ایسے دستور مرتب کرنیوالی جماعت میں شریک ہونے پر مجبور کرنا بے انصافی ہوگی کیونکہ اس دستور مرتب کرنیوالی جماعت کا بڑا مقصد ایک جدید انڈین یونین کا قیام ہوگا حالات موجودہ میں اس قسم کی کوشش نہ صرف بیکار ہوگی بلکہ اس کے برخلاف تلخی کو بڑھانے اور ملک کے مختلف عناصر [illegible] دشمنی پیدا کرنے کا باعث ہوگی۔

اس کے علاوہ دستور اساسی مرتب کرنیوالی جماعت کی تشکیل کے لئے جو مشینری تجویز کی گئی ہے یعنی اس میں ہندوستان کے گیارہ صوبوں کے زیریں ایوانوں کے جدید منتخب شدہ ممبروں کے منتخب کردہ ممبر ہوں گے اس طرح جس طرح کہ ایک واحد الیکٹورل کالج جس میں تناسب آبادی کے مطابق نمائندگی ہوگی یہ بات مسلمانوں کے اس حق کو جو انہیں اس وقت حاصل ہے مٹانیوالی ہوگی یعنی ان کے نمائندے صرف جداگانہ طریقہ انتخاب کے ذریعہ سے ہی چنے جائیں اور اسی طریقہ سے مسلمانوں کے اصلی نمائندے منتخب کئے جا سکتے ہیں۔

دستور اساسی مرتب کرنے والی جماعت ان تمام سوالات کا فیصلہ جو دستور اساسی مرتب کرنے میں نہایت اہم ہیں اور خاص طور پر اپنے اندر اہمیت رکھتے ہیں صرف اکثریت سے کریگی اور یہ بات انصاف کے اصول سے منافی ہے مختلف ملکوں اور ڈومینیوں میں جو دستوری اصول رائج ہے اس کے خلاف ہوگی اور اگر مسلمانوں نے اسے منظور کر لیا تو دستور کا اہم حصہ ہوتے ہوئے اپنا حق استعمال کرنے اور اپنے فیصلہ پر عمل کرنے کے بجائے دستور اساسی مرتب کرنے والی جماعت کے رحم و کرم پر ہوں گے جس میں وہ ۲۵ فی صدی کی اقلیت میں ہوں گے۔

ڈرافٹ ڈکلیریشن میں تجویز کیا گیا ہے کہ یونین میں شمولیت سے انکار کا حق دیدیا جائے اور یہ اصول مسلمانوں کے تقسیم ہند کے مطالبہ پر تسلیم کیا گیا ہے لیکن طریقہ اور عملی باتیں ایسی ہیں جو مقصد کے منافی ہیں کیونکہ ڈرافٹ تجاویز میں شمولیت سے انکار کرنیکا حق موجودہ صوبوں کو دیا گیا ہے اور یہ صوبے وقتاً فوقتاً انتظامی سہولت کے نظر قائم کئے گئے ہیں اور ان کا انحصار کسی جائز اصول پر نہیں ہے۔

مسلمان کسی ایسے اعلان سے مطمئن نہیں ہو سکتے جس کا تعلق ان کی آئندہ قسمت سے ہے اور اس معاملہ پر ایک صاف اور واضح اعلان کا مطالبہ کرتے ہیں اصل سوال کو پس پشت ڈال کر ہندوستان کے آئندہ معاملات کو حل کرنیکی کوشش تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہوگی۔

ڈرافٹ تجاویز میں ایسا کوئی طریقہ نہیں دیا گیا ہے کہ یونین میں شمولیت یا شامل ہونے سے انکار کرنیکے سوال کو کس طرح حل کیا جائیگا لیکن سر اسٹیفورڈ کرپس کے سکریٹری کے خط مورخہ ۲ اپریل میں جو آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کے نام ہے کہ لیجسلیٹو اسمبلی میں یا یونین میں شمولیت کے سوال پر ووٹ سے اس بات کا فیصلہ کہ وہ صوبہ یونین میں شامل ہوگا یا نہیں اگر شمولیت کے حق میں اکثریت ۶۰ فیصدی سے کم ہے تو اقلیت کو بالغ مردوں کی رائے معلوم کرنے کا مطالبہ کرنیکا حق ہوگا اس سلسلہ میں اس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ ان صوبوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں مثلاً بنگال اور پنجاب کے بڑے بڑے صوبوں میں وہ لیجسلیٹو اسمبلیوں میں اقلیت میں ہیں اور صوبہ سندھ اور صوبہ سرحد میں ان کی مجموعی تعداد ساٹھ اور پچاس فیصدی ہے الغرض ان کی [illegible] اور اس قدر کم ہے اور غیر مسلموں کو جو رعایت دی گئی ہے وہ اس قدر زیادہ ہے کہ اسے بہ آسانی بڑھا کر وہ کیا جا سکتا ہے اور ان حالات میں ان صوبوں میں مسلمانوں کی رائے معلوم کرنا اصل حالات کے مطابق نہ ہوگا۔

ان صوبوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں رائے عامہ معلوم کرنیکی تجویز

اس صورت میں جبکہ مجلس قانون ساز اسمبلیوں میں ضروری اکثریت نہ ہو جو طریقہ تجویز ہے وہ یہ ہے کہ رائے تمام بالغ آبادی کی حاصل کی جائیگی اور صرف مسلمانوں کی رائے تک محدود نہ رہے گی اور اس طرح مسلمانوں سے ان کا پیدائشی حق چھین لیا جائیگا۔

(۴) انڈین یونین یا یونینوں اور تاج کے درمیان جو معاہدات ہوں گے تجاویز میں اس بات کی وضاحت نہیں کہ معاہدہ کرنے والی پارٹیوں میں غیر افراط پر اختلاف کی صورت میں کیا ہوگا؟ حالات جدید میں ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ جدید معاہدات کی گفت وشنید کے وقت اختلاف رائے کی صورت میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

(۵) جہاں تک ہندوستانی ریاستوں کا تعلق ہے کمیٹی کی رائے ہے کہ یہ فیصلہ کرنا ان کے اختیار میں ہے کہ وہ کسی یونین میں شامل ہوں یا نہ ہوں یا اپنا الگ یونین بنالیں۔

(۶) اب جہاں تک ہنگامی حالات میں انتظامی معاملات کا تعلق ہے اس کے متعلق کوئی واضح تجویز نہیں ہے صرف یہ اعلان ہے کہ ہز میجسٹی کی حکومت چاہتی ہے اور ہندوستانیوں کی بڑی بڑی جماعتوں کے لیڈروں کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنے ملک کے متعلق مشوروں میں فوری طور پر حصہ لیں اور کامن ویلتھ اور اتحادیوں کے مشوروں میں بھی شریک ہوں اس لئے جب تک مکمل تصویر سامنے نہ آئے کمیٹی کوئی رائے دینے سے معذور ہے۔ ملک کے متعلق مشوروں میں شمولیت کے بارہ میں ہنگامی انتظامات کے لئے کمیٹی اس لئے بھی کوئی رائے ظاہر نہیں کرسکتی ہے کہ مسٹر سٹیفورڈ کرپس نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ ان تمام تجاویز کو یا تو منظور کرلیا جائے یا تمام کو رد کردیا جائے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ صرف مرکز کے متعلق فوری انتظامات کی تجویز پر عمل کیا جائے اور ڈرافٹ اسکیم کے بقیہ حصہ کو نظر انداز کردیا جائے اور چونکہ کمیٹی کی رائے ہے کہ آئندہ کے متعلق تجاویز قبول نہیں کی جاسکتی ہیں اس لئے فوری انتظامات کے سوال پر بحث کرنا بے معنی بات ہوگی۔

آخر میں کمیٹی اس بات کو واضح کردینا چاہتی ہے کہ مسلم لیگ کی پوزیشن یہ تھی اور ہے کہ جب تک کہ پاکستان کی اسکیم کا اصول جیسا کہ لاہور کے ریزولیوشن مورخہ مارچ ۱۹۴۰ء میں ہے جو آل انڈیا مسلم لیگ کا کریڈ ہے یعنی بالکل آزاد اور خود مختار ریاستوں کا قیام جغرافیائی حدبندی کے فیصلے کے بعد ایسے حلقوں جن کو اس طرح مرتب کیا جائے گا جو ضمنی معاملات کو از سر نو ترتیب دینے کے لئے ضروری ہوں کہ وہ علاقے جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں مثلاً ہندوستان کے شمال مغربی اور شرقی حلقے ان کو ایک جگہ اس طرح رکھا جائیگا کہ وہ آزاد ریاستیں بنا سکیں ان کو مسلم فری نیشنل ہوم لینڈ کہا جائیگا اور اس کے گردکے حصے بالکل خود مختار اور آزاد ہوں گے کہ مذکورہ بالا یونٹوں میں اقلیتوں کے تحفظ کے لئے مناسب موثر اور لازمی تحفظات رکھے جائیں گے تاکہ ان کی مذہبی تمدنی اور اقتصادی سیاسی انتظامی اور دیگر حقوق اور مفاد کی حفاظت کی جاسکے۔

کانگریس نے بھی تجاویز رد کردیں

دو ہفتہ سے زیادہ کی گفت وشنید

کے بعد سر اسٹیفورڈ کرپس اپنے مشن میں ناکامیاب ہو کر جارہے ہیں گفتگو کا سلسلہ ٹوٹ گیا آج ورکنگ کمیٹی نے برطانوی تجویز مع اپنا ریزولیوشن اور وہ خط و کتابت شائع کردی ہے جو سر اسٹیفورڈ کرپس اور مولانا آزاد کے درمیان ہوئی ہے اس پر نظر ڈالنے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کانگریس اس بات پر آمادہ تھی کہ اگر ملکی بچاؤ کی پوری پوری ذمہ داری ہندوستانیوں کو دیدی جائے تو کانگریس حکومت کی تشکیل اور ڈیفنس میں شامل ہونے کے لئے تیار ہے لیکن سر اسٹیفورڈ کرپس اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔

کانگریس ورکنگ کمیٹی کی تجویز

ورکنگ کمیٹی نے برطانوی وار کیبنٹ کی ان تجویزوں

پر جو ہندوستان کے متعلق ہیں سر اسٹیفورڈ کرپس نے جو وضاحت کی ہے اس پر پوری طرح دل لگا کر غور کیا ان تجویزوں پر جو بالکل آخری وقت پر واقعات نے مجبور کردینے کی وجہ سے کی گئی ہیں نہ صرف ہندوستان کے وعدہ آزادی کے تعلق سے غور کرتا ہے بلکہ موجودہ اہم جنگی آشوب کے زمانہ میں خاص طور پر اس نظر سے غور کرتا ہے کہ ان آفتوں اور خطروں کا موثر طریقہ پر مقابلہ کیا جائے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کو گھیرے ہوئے ہیں ستمبر ۱۹۳۹ء میں جنگ شروع ہونے کے بعد سے کانگریس بار بار یہ کہہ چکی ہے کہ ہندوستان والے دنیا کی ترقی پسند طاقتوں کی صف میں اپنے آپ کو رکھنا چاہتے ہیں اور اس ذمہ داری کو پوری طرح لینے کو تیار ہیں جو نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے متعلق ہو کانگریس نے یہ مطالبہ کیا کہ اس کی تکمیل کے لئے ضروری صورتیں پیدا کی جائیں ایک ضروری صورت ہندوستان کی آزادی ہے اور محض موجودہ آزادی کا حصول ہی وہ شعلے بلند کرسکتا ہے جو کروڑوں دلوں کو منور کریں اور ان میں جوش عمل پیدا کریں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے گذشتہ اجلاس میں جو بحر الکاہل میں لڑائی چھڑ جانے کے بعد ہوا تھا یہ کہہ دیا گیا تھا کہ صرف ایک آزاد اور خود مختار ہندوستان ہی قومی پیمانہ پر ملک کا بچاؤ کرسکتا ہے اور ان بڑے مقصدوں کی تکمیل میں معاون ہوسکتا ہے جو جنگ کے طوفان سے پیدا ہوئے ہیں

برطانوی کیبنٹ کی نئی تجویزیں خاص طور پر جنگ ختم ہونے کے بعد کے مستقبل کے متعلق ہیں یہ کمیٹی غیر یقینی مستقبل کے لئے لوگوں کے خود انفصالی کا اصول تسلیم کرتے ہوئے اس بات پر افسوس ظاہر کرتی ہے کہ یہ حق جکڑا ہوا اور بندھا ہوا ہے اور کچھ ایسی دفعات رکھی گئی ہیں جو ایک آزاد اور متحدہ قوم کی ترقی کو جمہوری حکومت قائم کرنے کو خطرے میں ڈالتی ہیں آئین بنانے والی جماعت بھی ایسی مرتب ہوگی کہ لوگوں کے خود انفصالی کا حق غیر نمائندہ عنصر کے داخلہ کی وجہ سے خراب ہوجاتا ہے ہندوستان کے لوگوں نے مجموعی طور پر اپنے ملک کے لئے پوری آزادی کا مطالبہ کیا ہے اور کانگریس بار بار یہ دہرا چکی ہے کہ تمام ہندوستان کے لئے مکمل آزادی سے کم کوئی چیز قبول نہیں کی جاسکتی اور نہ اس سے موجودہ حالات کی ضرورتیں پوری ہوسکتی ہیں کمیٹی یہ تسلیم کرتی ہے ان تجویزوں میں آئندہ آزادی مضمر ہوسکتی ہے لیکن اس میں کچھ اور پابندیاں ایسی ہیں کہ حقیقی آزادی بالکل وہم وگمان ہو کر رہ سکتی ہے ہندوستان کی دیسی ریاستوں کی ۹ کروڑ آبادی کو بالکل نظر انداز کردیا گیا ہے ان کو اپنے حکمرانوں کے برتنے کی چیز سمجھ لیا گیا ہے اور یہ جمہوریت کے خلاف ہے اگرچہ ریاستوں کی نمائندگی آبادی کی بنیاد پر رکھی گئی ہے لیکن ریاستی باشندوں کو اپنے نمائندے چننے میں کوئی آواز حاصل نہ ہوگی اور نہ ان کو کسی منزل پر مشورے میں شریک کیا جائے گا جبکہ ان کے متعلق اہم فیصلے ہورہے ہوں گے ایسی ریاستیں کئی طریقوں پر ہندوستان کی آزادی کی راہ میں حائل ہوسکتی ہیں اور یا وہ ایسے بند گڑھے ہوں گے جہاں اب تک غیر ملکی اقتدار

قائم ہے اور جہاں غیر ملکی فوجوں کا رہنا ایک قریبی امکان ہو جو ریاستوں کے عوام کی آزادی کے لئے مستقل خطرہ ہو سکتی ہیں۔

صوبوں کے الگ رہنے کا اتنا اصول پہلے سے تسلیم کر لینا بھی ہندوستان کے ایک ہونے کو زبردست دھکا ہے یہ پھوٹ کا بیج صوبوں میں اور مصیبتیں پیدا کرنے والا ہے جس سے دیسی ریاستوں کو انڈین یونین میں شامل ہونے میں اور بھی دشواریاں پیدا ہو سکتی ہیں کانگریس ہندوستان کے اتحاد اور آزادی کی پابند ہے اور ایک ایسے وقت میں جبکہ انسانی دماغ اور بڑے فیڈریشن کا خیال کر رہے ہیں اس آزادی میں کوئی شکستگی تمام متعلقہ مفادوں کے لئے غیر مفید ہوگا اور اس کا خیال کرنا بھی تکلیف دہ ہے پھر بھی یہ کمیٹی کسی علاقہ کے لوگوں کو مجبور نہیں کر سکتی کہ وہ اپنی علانیہ اور قائم کی ہوئی مرضی کے خلاف کسی انڈین یونین میں شامل ہوں اس اصول کو تسلیم کرتے ہوئے کمیٹی یہ محسوس کرتی ہے کہ ایسی حالت پیدا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ جس سے مختلف افراد ایک مشترکہ اور مجموعی قومی زندگی کو مدد دے سکیں اس اصول کو مان لینے سے لازمی طور پر یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی ایسی تبدیلی نہ ہو جس سے نئے مسئلے پیدا ہو جائیں اور دوسرے ٹھوس گروہوں پر جو اس علاقہ میں ہوں دباؤ ڈالا جائے ہر منفرد علاقہ کو یونین میں پوری پوری خود مختاری ہونی چاہیئے لیکن ایک مضبوط قومی حکومت لازمی شرط ہے جو تجویزیں اب برطانوی وار کیبنٹ کی طرف سے پیش کی گئی ہیں ان سے یونین قائم ہونے سے پہلے ہی علیحدگی کی کوششیں ہوں گی اور ان کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی اور ایسے موقعہ پر جب باہمی تعاون اور نیک نیتی کی ضرورت ہے جھگڑے پیدا ہو جائیں گے یہ تجویز غالباً ایک فرقہ وارانہ مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے پیش کی گئی ہے اس کے اور بھی نتیجے ہوں گے اور مختلف باتوں کے اندر سیاسی رجعت پسند اور گمراہ پھیلانے والے گروہ زور پکڑیں گے اور ملک کی توجہ اہم مسئلوں کی طرف سے ہٹ جائیں گے ہندوستان کے مستقبل کے متعلق تجویزیں تعزر اور جانچ کی مستحق ہیں لیکن آج کے نازک حالات میں تو سوال موجودہ کا ہے اور مستقبل کے متعلق تجویزیں بھی اس حد تک زیادہ اہم نہیں جہاں تک کہ وہ حال پر اثر ڈالتی ہیں کمیٹی نے لازمی طور پر مسئلہ کے اس پہلو کو زیادہ اہمیت دی ہے اور اسی پر اس بات کا انحصار ہے کہ ہم ان کو کیا ہدایات دیں جو ہم پر نظر رکھتے ہیں اس مقصد کے لئے برطانوی وار کیبنٹ کی تجویزیں مبہم ہیں اور بالکل نامکمل ہیں اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ ڈھانچہ میں کوئی اہم تبدیلی نہیں کی جا رہی ہے یہ بات صاف کر دی گئی ہے کہ ہندوستان کا ڈیفنس بہرحال برطانوی کنٹرول میں رہے گا۔ ڈیفنس کا مسئلہ یوں تو ہمیشہ ہی اہم ہے لیکن جنگ کے زمانہ میں تمام تر اہم ہے اور تقریباً زندگی اور انتظام کے ہر شعبہ پر چھا جاتا ہے اس مرحلہ پر ڈیفنس کو ذمہ داری سے خارج کر دینا اس ذمہ داری کو محض ایک کھیل بنا دینا ہے وہ بالکل بے حقیقت ہو جاتا ہے اور یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ ہندوستان آزاد نہیں ہوا اور دوران جنگ میں اس کی حکومت آزاد و خود مختار نہ ہوگی۔

کمیٹی یہ دہرانا چاہتی ہے کہ موجودہ دور میں ہندوستانیوں کو ذمہ داری منتقل ہونے کی ایک ضروری اور بنیادی پہلی شرط یہ ہے کہ ہم حقیقتاً یہ محسوس کریں کہ ہم آزاد ہیں اور اپنی آزادی بچانے اور قائم رکھنے کے چارج میں ہیں سب سے زیادہ ضرورت یہ ہے کہ وطن پرجوش آواز میں لبیک کہیں اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا کہ جب تک ان پر پوری طرح بھروسہ نہ کیا جائے اور ڈیفنس کی ذمہ داری

انہیں پوری طرح نہ سونپی جائے بس یہی ایک طریقہ ہے کہ جس سے اس نازک وقت پر بھی لوگوں میں جوش پیدا کیا جا سکتا ہے کہ وہ موقعہ کے مطابق بلند ہوں انہیں یہ بالکل ظاہر ہے کہ موجودہ حکومت ہند اور اس کی صوبائی ایجنسیاں صلاحیت کے اعتبار سے ناقص ہیں اور ہندوستان کے بچاؤ کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لینے کے قابل نہیں صرف اہل ہند ہی اپنے ہر دلعزیز نمائندوں کے ذریعہ اس ذمہ داری کو قابلیت کے ساتھ سنبھال سکتے ہیں اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب موجودہ آزادی ہو اور ان پر پوری ذمہ داری ہو۔ اس لئے کمیٹی ان تجویزوں کو قبول کرنے کے ناقابل ہے جو برطانوی وار کیبنٹ کی طرف سے پیش کی گئی ہیں۔

سر کرپس کی الوداعی تقریر

دہلی میں برطانوی کیبنٹ کی تجویزوں کو واپس لیا کل صبح انگلستان واپس جا رہا ہوں“ آپ نے کہا کہ ہندوستان کی مختلف پارٹیوں خاصکر کانگریس سے ملاقاتوں کا طویل سلسلہ جاری رہنے کے بعد کوئی حل ایسا نہیں نکل سکا جو قابل منظوری ہو کانگریس سے ڈیفنس کے معاملہ پر بہت طویل بات چیت ہوئی لیکن اس بارہ میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکا آپ نے کہا کہ میں نے حکومت برطانیہ کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی پیشکش کو واپس لے لے چنانچہ اب ہندوستان کی سیاسی پوزیشن وہی ہے جو کہ میرے یہاں آنے سے پہلے تھی۔

سر کرپس نے کہا کہ ہندوستان کی مختلف پارٹیوں کے پاس سے جو جواب موصول ہوئے ہیں ان کے نتیجہ کے طور پر مجھے بڑے افسوس کے ساتھ ملک معظم کی حکومت کو مشورہ دینا پڑا کہ ان تجویزوں کی منظوری اس حد تک نہیں ہو سکی ہے کہ ان کا ایک مسودہ کی شکل میں اعلان کیا جا سکے اس لئے یہ مسودہ واپس لے لیا گیا ہے۔

سر کرپس نے کہا کہ حال اور مستقبل دونوں ہم پر دباؤ ڈال رہے ہیں اور ان کا ہمیں مقابلہ کرنا چاہیئے ہندوستان خطرہ میں ہے جو لوگ ہندوستان سے محبت کرتے ہیں جیسا کہ میں اور آپ دونوں اس سے محبت کرتے ہیں ان کا فرض ہے کہ اپنے اپنے ڈھنگ پر اس کی فوری امداد کریں وہ امداد بحث اور اختلاف کے ذریعہ نہیں ہو سکتی وہ اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ مختلف عناصر مل کر کام کریں۔

برطانیہ زیادہ سے زیادہ امداد کرے گا امریکہ بھی جو کچھ کر سکتا ہے کر رہا ہے ہندوستان کا فرض ہے کہ وہ بھی پوری پوری مدد کرے اور اپنی عورتوں اور بچوں کو ان مصیبتوں سے بچائے جو کہ اس کے جنبی وطنوں پر نازل ہو چکی ہیں۔ سر کرپس نے کہا کہ بات چیت کا سلسلہ کانگریس کے ساتھ زیادہ طویل رہا ہے بہت سی ملاقاتیں ہوئیں اور کئی فارمولے پیش کئے گئے اور ڈیفنس منسٹر کے سوال پر خاص طور پر بحث ہوئی طویل بحث کے بعد جس کا نتیجہ روز بروز غیر یقینی دکھائی دیتا تھا کل رات سات بجے مجھے کانگریس کا جواب مل گیا اس کے ذریعہ واضح کر دیا گیا تھا کہ کانگریس ورکنگ کمیٹی اسکیم منظور کرنے یا قومی حکومت میں شامل ہونے کو تیار نہیں ہے۔

سر کرپس نے کہا کہ ہماری گفتگو دوستانہ اسپرٹ اور صفائی کے ساتھ ہوئی ہے ہندوستان کی آزادی کے بارہ میں بہت بڑا اتفاق رائے ہے۔

ہم نے پوری پوری کوششیں کیں لیکن ہم گفتگو میں کامیاب نہ ہو سکے الزام کس پر عائد ہوتا ہے ہم کو اس سے بحث نہیں میں اس الزام کو اپنے اوپر لینے کو تیار ہوں اگر ہندوستان بچاؤ کے لئے متحد ہو جائے میں آپ کی امداد کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

صحیح بخاری شریف اردو

۱۷۸۶۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام پچھنے لگوائے اور بحالت صوم بھی پچھنے لگوائے۔

۱۷۸۷۔ حضرت انس بن مالک سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ روزہ دار کے لئے پچھنے لگوانے کو مکروہ سمجھتے ہیں انہوں نے کہا نہیں انہوں نے کہا نہیں صرف ضعف کے خیال سے ہم اس کو منع کرتے ہیں۔

۱۷۸۸۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ ہم کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو جب شام ہوگئی آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اتر اور میرے لئے ستو گھولدے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ابھی آفتاب باقی ہے آپ نے فرمایا اتر اور میرے ستو گھولدے اس نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا آپ نے فرمایا اتر اور میرے لئے ستو گھول دے چنانچہ وہ اونٹ سے اترا اور اس نے آپ کے لئے ستو گھول دیئے پس آپ نے پیئے اور اپنے ہاتھ سے اس طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا کہ جب تم رات کو دیکھو کہ اس طرف سے آگئی تو روزہ افطار کرے۔

۱۷۸۹۔ حضرت عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں سفر میں روزہ رکھوں اور وہ اکثر روزہ رکھا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو روزہ رکھو اور چاہو نہ رکھو۔

باب۔ جب رمضان میں کچھ دنوں روزہ رکھنے کے بعد سفر کرے تو آیا باقی دنوں میں روزہ رکھے یا نہ رکھے۔

۱۷۹۰۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ رمضان میں مکہ کی طرف تشریف لے چلے تو آپ نے برابر روزے رکھے یہاں تک کہ جب مقام کدید میں پہنچے تو آپ نے روزہ چھوڑ دیا اور سب لوگوں نے روزہ چھوڑ دیا ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ کدید ایک چشمہ ہے عسفان اور قدید کے درمیان

باب۔ اس باب میں کوئی عنوان نہیں ہے۔

۱۷۹۱۔ حضرت ابو درداء کہتے ہیں کہ ہم گرمی کے زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی سفر میں نکلے ایسی سخت گرمی تھی کہ آدمی شدت گرمی کے سبب سے اپنے سر پہ اپنا ہاتھ رکھ لیتا تھا اور کوئی شخص ہم میں روزہ دار نہ تھا سوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن رواحہ کے۔

باب۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص سے جس پر شدت گرمی کے سبب سے سایہ کر لیا گیا تھا یہ فرمانا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے (سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دینا ہے۔

۱۷۹۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے آپ نے اژدحام دیکھا اور ایک شخص کو دیکھا کہ اس پر سایہ کیا گیا تھا فرمایا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ روزہ دار ہے تو آپ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

باب۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ایک دوسرے پر بحالت سفر روزہ رکھنے نہ رکھنے غرض کسی بات میں انکار نہ کرتا تھا

۱۷۹۳۔ حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے تو ہم نے دیکھا کہ روزہ رکھنے والا روزہ نہ رکھنے والے کو برا نہ سمجھتا تھا اور نہ بے روزہ والا روزہ دار کو برا سمجھتا تھا

باب۔ جس شخص نے سفر میں روزہ افطار کر لیا تاکہ لوگ اس کو دیکھیں اور سمجھیں کہ مسافر پر روزہ فرض نہیں اس نے موافق سنت کیا۔

۱۷۹۴۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف چلے اور آپ نے روزہ رکھا یہاں تک کہ جب آپ مقام عسفان میں پہنچے تو آپ نے پانی مانگا اور اس کو اپنے ہاتھ سے اٹھایا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں پھر آپ نے افطار کر لیا یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے اور یہ رمضان میں ہوا تھا لہٰذا ابن عباس کہا کرتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور نہیں بھی رکھا پس جو شخص چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

باب وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین کا کیا مطلب ہے ابن عمر اور سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ اس آیت کو شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر الی قولہ لعلکم تشکرون[1] نے منسوخ کر دیا ہے اور ابن نمیر کہتے ہیں کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیان کرتے تھے کہ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو لوگوں کو شاق ہوا لہٰذا جو شخص ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا وہ روزہ نہ رکھتا تھا حالانکہ وہ خود روزہ رکھ سکتا تھا اور یہ ان کے لئے جائز کر دیا گیا تھا پھر اس کو آیت وان تصوموا خیر لکم نے منسوخ کر دیا اور سب کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

۱۷۹۵۔ نافع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فدیة طعام پڑھا اور کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے۔

باب۔ رمضان کے روزوں کی قضا کب رکھنی چاہیئے اور حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ متفرق طور پر رکھنے میں کچھ حرج نہیں بدلیل قول اللہ تعالیٰ کے فعدۃ من ایام اخر اور سعید بن مسیب نے ذی الحجہ کے دس روزوں کی بابت کہا کہ وہ نہ رکھنے چاہئیں جب تک پہلے رمضان کے روزے نہ رکھ لے جائیں اور ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ اگر کسی نے رمضان کی قضا رکھنے میں دیر کی یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا تو وہ دونوں کے روزے رکھ لے اور سعید بن مسیب نے اس پر کھانا کھلانا ضروری نہیں سمجھا اور حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس سے مرسلاً منقول ہے کہ وہ کھانا کھلا دے اور اللہ نے کھانا کھلانے کا ذکر نہیں کیا صرف یہ فرمایا ہے کہ فعدۃ من ایام اخر۔

---

[1] ترجمہ۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرتا ہے اور اس میں ہدایت کے دلائل ہیں اور فرقان ہے پس جو شخص تم میں سے اس مہینہ کو پائے وہ اس میں روزہ رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اس

کتاب الفقہ

پردہ۔ اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے

(از حضرت مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی)

اس سے بڑھ کر شرم وحیا یہ ہے کہ تنہائی میں بھی عریاں رہنا اسلام کو گوارا نہیں اس لئے کہ اللہ احق ان یستحی منہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔ (ترمذی باب حفظ العورۃ)

حدیث میں آتا ہے کہ :-

ایاکم والتعری فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط و حین یفضی الرجل الی اھلہ فاستحیوھم واکرموھم ترمذی باب ماجاء فی الاستتار عند الجماع

خبردار کبھی برہنہ نہ رہو کیونکہ تمہارے ساتھ خدا کے فرشتے لگے ہوئے ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے بجز ان اوقات کے جن میں تم رفع حاجت کرتے ہو یا اپنی بیویوں کے پاس جاتے ہو لہٰذا تم ان سے شرم کرو اور ان کی عزت کا لحاظ رکھو۔

اسلام کی نگاہ میں وہ لباس درحقیقت لباس ہی نہیں جس میں سے بدن جھلکے اور ستر نمایاں ہو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤسھن کاسنمۃ البخت المائلۃ لا یدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا مسلم۔ باب النساء الکاسیات العاریات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی کی ننگی رہیں اور دوسروں کو رجھائیں اور خود دوسروں پر ریجھیں اور بختی اونٹ کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی نہ پائیں گی۔

یہاں استیعاب مقصود نہیں ہے ہم نے صرف چند مثالیں اس غرض سے پیش کی ہیں کہ ان سے اسلام کے معیار اخلاق اور اس کی اخلاقی اسپرٹ کا اندازہ ہو جائے اسلام سوسائٹی کے ماحول اور اس کی فضا کو فحشاء و منافی شرم تحریکات سے پاک کر دیتا ہے ان تحریکات کا سرچشمہ انسان کے باطن میں ہے فحشاء و منکر کے جراثیم وہیں پرورش پاتے ہیں اور وہیں ان سے چھوٹی چھوٹی تحریکات کی ابتدا ہوتی ہے جن کو جاہل انسان خفیف سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے مگر حکیم کی نگاہ میں درحقیقت وہی اخلاق اور تمدن اور معاشرت کو تباہ کر دینے والی خطرناک بیماریوں کی جڑ ہیں لہٰذا اسلام کی تعلیم اخلاق دباطن ہی میں حیا کا اتنا زبردست احساس پیدا کر دیتی ہے کہ انسان خود اپنے نفس کا احتساب کرتا ہے اور بدی کی جانب ادنیٰ سے ادنیٰ میلان بھی اگر پایا جائے تو وہ اس کو محسوس کر کے آپ ہی اپنی قوت ارادی سے اس کا استیصال کر دے۔

تعزیری قانون

اسلام کے تعزیری قانون کا اصل الاصول یہ ہے کہ انسان کو سیاست کے شکنجہ میں صرف اسی وقت کسا جائے جبکہ وہ نظام تمدن کو برباد کرنے والی کسی حرکت کا بالفعل مرتکب ہو جائے اور جب وہ ایسا کرے تو اس کو خفیف سزا دیکر گناہ کرنے اور سزا بھگتنے کا خوگر بنانا درست نہیں ثبوت جرم کی شرائط بہت سخت رکھو[1]۔ لوگوں کو حدود قانون کی زد میں آنے سے جہاں تک ممکن ہو بچاؤ[2] مگر جب کوئی قانون کی زد میں آجائے تو اسے ایسی سخت سزا دو کہ نہ صرف وہ خود اس جرم کے اعادہ سے عاجز ہو جائے بلکہ دوسرے ہزاروں انسان بھی جو اس فعل کی جانب اقدام کرنے والے ہوں اس کو عبرتناک سزا کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جائیں کیونکہ قانون کا مقصد سوسائٹی کو جرائم سے پاک کرنا ہے نہ یہ کہ لوگ بار بار جرم کریں اور بار بار سزا بھگتیں۔

نظام معاشرت کی حفاظت کے لئے اسلامی تعزیرات نے جن افعال کو جرم مستلزم سزا قرار دیا ہے وہ صرف دو ہیں ایک زنا دوسرے قذف یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگانا

حدّ زنا زنا کے متعلق ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اخلاقی حیثیت سے یہ فعل انسان کی انتہائی پستی کا نتیجہ ہے جو شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ دراصل اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اس کی انسانیت حیوانیت سے مغلوب ہو چکی ہے اور وہ انسانی سوسائٹی کا ایک صالح رکن بنکر نہیں رہ سکتا اجتماعی نقطۂ نظر سے یہ ان عظیم ترین جرائم میں سے ایک ہے جو انسانی تمدن کی عین بنیاد پر حملہ کرتے ہیں ان وجوہ سے اسلام نے اس کو بجائے خود ایک قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا جرم مثلاً جبر و اکراہ یا کسی شخص غیر کی حق تلفی شریک ہو یا نہ ہو۔ قرآن مجید کا یہ ہے:-

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین

زناکار عورت اور زناکار مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ در قانون الٰہی کے معاملہ میں تم کو ان پر ہرگز رحم نہ کھانا چاہئیے اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور جب ان کو سزا دی جائے تو مسلمانوں میں سے ایک جماعت ان کو دیکھنے کے لئے حاضر رہے۔

اس باب میں اسلامی قانون اور مغربی قانون میں بڑا اختلاف ہے۔ مغربی قانون زنا کو بجائے خود کوئی جرم نہیں سمجھتا اس کی نگاہ میں یہ فعل صرف اس وقت جرم ہوتا ہے

---

[1] اسلامی قانون شہادت میں ثبوت جرم کی شرائط عموماً نہایت سخت ہیں مگر جرم زنا کے ثبوت کی شرطیں سب سے زیادہ سخت رکھی گئی ہیں عام طور پر تمام معاملات کے لئے اسلامی قانون صرف دو گواہوں کو کافی سمجھتا ہے مگر زنا کے لئے کم از کم چار گواہ ضروری قرار دیئے گئے ہیں۔

[2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان لہ مخرج فخلوا سبیلہ فان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبۃ (ترمذی ابواب الحدود) مسلمانوں کو سزا سے بچاؤ جہاں تک ممکن ہو اگر مجرم کے لئے برات کی کوئی صورت ہو تو اسے چھوڑ دو کیونکہ امام کا غلطی سے معاف کر دینا اس سے بہتر ہے کہ وہ غلطی سے کسی کو سزا دے۔

جب کہ اس کا ارتکاب جبر و اکراہ کے ساتھ کیا جائے جو دوسرے شخص کے نکاح
میں ہو بالفاظ دیگر اس قانون کے نزدیک زنا بجائے خود جرم نہیں ہے بلکہ جرم دراصل
جبر یا حق تلفی ہے بخلاف اس کے اسلامی قانون کی نظر میں یہ فعل خود ایک جرم
ہے اور جبر و اکراہ یا حق غیر میں مداخلت سے اس پر ایک اور جرم کا اضافہ ہو جاتا
ہے اس بنیادی اختلاف کی وجہ سے سزا کے باب میں بھی دونوں کے طریقے مختلف
ہو جاتے ہیں مغربی قانون زنا بالجبر میں صرف سزائے قید پر اکتفا کرتا ہے اور منکوحہ
عورت کے ساتھ زنا کرنے پر صرف عورت کے شوہر کو تاوان کا مستحق قرار دیتا ہے یہ
سزا جرم کو روکنے والی نہیں بلکہ لوگوں کو اور جرات دلانے والی ہے اسی لئے ان ممالک
میں جہاں یہ قانون رائج ہے زنا کا ارتکاب بڑھتا چلا جا رہا ہے اس کے مقابلہ میں
اسلامی قانون زنا پر ایسی سخت سزا دیتا ہے جو سوسائٹی کو اس جرم اور ایسے مجرموں
سے ایک طویل مدت کے لئے پاک کر دیتی ہے جن ممالک میں زنا پر یہ سزا دی گئی
ہے وہاں اس فعل کا ارتکاب کبھی عام نہیں ہوا ایک مرتبہ حد شرعی کے جاری
ہو جانے سے پورے ملک کی آبادی پر ایسی ہیبت چھا جاتی ہے کہ برسوں تک کوئی
شخص اس کے ارتکاب کی جرات نہیں کر سکتا یہ مجرمانہ میلانات رکھنے والوں کے
ذہن پر ایک طرح کا نفسیاتی آپریشن ہے جس سے ان کے نفس کی خود بخود اصلاح ہو جاتی
ہے۔

مغربی ضمیر سو کوڑوں کی سزا پر نفرت کا اظہار کرتا ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے
کہ وہ انسان کو جسمانی تکلیف پہنچانا پسند نہیں کرتا بلکہ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ اس
کے اخلاقی شعور کا نشوونما ابھی تک ناقص ہے وہ زنا کو پہلے صرف ایک عیب سمجھتا
تھا اور اب اسے محض ایک کھیل، ایک دلچسپ کھیل سمجھتا ہے جس سے دو انسان تھوڑی
دیر کے لئے اپنا دل بہلا لیتے ہیں اس لئے وہ چاہتا ہے کہ قانون اس فعل سے رواداری
برتے اور اس وقت تک کوئی باز پرس نہ کرے جب تک کہ زانی دوسرے شخص کی آزادی
یا اس کے قانونی حقوق میں خلل انداز نہ ہو پھر اس خلل اندازی کی صورت میں بھی وہ اس
کو ایک ایسا جرم سمجھتا ہے جس سے بس ایک ہی شخص کے حقوق متاثر ہوتے ہیں اس
لئے معمولی سزا یا تاوان اس کے نزدیک ایسے جرم کی کافی سزا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص زنا کا یہ تصور رکھتا ہو وہ اس فعل پر سو کوڑوں کی سزا کو ایک
ظالمانہ سزا ہی سمجھیگا مگر جب اس کا اخلاقی و اجتماعی شعور ترقی کریگا اور اس کو معلوم ہوگا
کہ زنا خواہ بالرضا ہو یا بالجبر اور خواہ بیاہی ہوئی عورت کے ساتھ ہو یا بن بیاہی کے
ساتھ بہر حال وہ ایک اجتماعی جرم ہے اور پوری سوسائٹی پر اس کے نقصانات
عائد ہوتے ہیں تو سزا کے متعلق بھی اس کا نظریہ خود بخود بدل جائیگا اسے تسلیم کرنا
کرنا پڑیگا کہ سوسائٹی کو ان نقصانات سے بچانا ضروری ہے اور چونکہ زنا کی تحریک
کرنے والے اسباب انسان کی حیوانی جبلت میں نہایت گہری جڑیں رکھتے ہیں
اور ان جڑوں کو محض قید و بند اور مالی تاوان کے زور سے نہیں اکھاڑا جا سکتا لہٰذا
اس کا سد باب کرنے کے لئے شدید تدابیر اختیار کئے بغیر چارہ نہیں ایک شخص یا
دو شخصوں کو شدید جسمانی آزار پہنچا کر لاکھوں اشخاص کو بے شمار اخلاقی اور عمرانی مضرتوں
سے بچا دینا اس سے بہتر ہے کہ مجرموں کو تکلیف سے بچا کر ان کی پوری قوم کو ایسے
نقصانات میں مبتلا کیا جائے جو آنیوالی بے گناہ نسلوں تک بھی متوارث ہونے
والے ہوں۔

سو کوڑوں کی سزا کو ظالمانہ سزا قرار دینے کی ایک وجہ اور بھی ہے جو مغربی تہذیب
کی بنیادوں پر غور کر لینے سے باسانی سمجھ میں آسکتی ہے جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا
ہوں اس تہذیب کی ابتداء ہی جماعت کے مقابلہ میں فرد کی حمایت کے جذبہ سے
ہوئی ہے اور اس کا سارا خمیر انفرادی حقوق کے ایک مبالغہ آمیز تصور سے تیار
ہوا ہے اس لئے فرد خواہ جماعت پر کتنا ہی ظلم کرے اہل مغرب کو کچھ زیادہ ناگوار
نہیں ہوتا بلکہ اکثر حالات میں وہ اسے بخوشی گوارا کرتے ہیں البتہ جماعتی حقوق کی
حفاظت کے لئے جب فرد پر ہاتھ ڈالا جاتا ہے تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں
اور ان کی ساری ہمدردیاں جماعت کے بجائے فرد کے ساتھ ہوتی ہیں اس کے علاوہ
تمام اہل جاہلیت کی طرح جاہلیت مغرب کے پیرووں کی بھی امتیازی خصوصیت
یہ ہے کہ وہ معقولات کے بجائے محسوسات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں جو نقصان ایک
فرد پر مترتب ہوتا ہے وہ چونکہ محدود شکل میں محسوس طور پر ان کے سامنے آتا ہے اس
لئے وہ اسے ایک امر عظیم سمجھتے ہیں بخلاف اس کے وہ اس نقصان کی اہمیت کا ادراک
نہیں کر سکتے جو وسیع پیمانے پر تمام سوسائٹی اور اس کی آئندہ نسلوں کو پہنچتا ہے کیونکہ
وہ اپنی وسعت اور اپنی دوررسی کی بنا پر محسوس نہیں ہوتا۔

حد قذف

زنا کے جو نقصانات ہیں انہی سے ملتے جلتے نقصانات تہمت زنا (قذف) کے بھی ہیں کسی شریف عورت پر زنا کی جھوٹی تہمت
لگانا تنہا اسی ایک کے لئے بدنامی کا موجب نہیں بلکہ اس سے خاندانوں میں
دشمنی پھیلتی ہے انساب مشتبہ ہو جاتے ہیں ازدواجی تعلقات میں خرابی ہوتی
ہے اور ایک شخص محض ایک مرتبہ زبان ہلا کر بیسیوں انسانوں کو برسوں کے لئے
مبتلائے عذاب کر دیتا ہے

والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون	اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر الزام لگائیں پھر چار گواہ اس کے ثبوت میں نہ پیش کریں تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو ایسے لوگ خود ہی بدکار ہیں۔

انسدادی تدابیر

اس طرح اسلام کا قانون فوجداری اپنی سیاسی طاقت سے ایک طرف بدکاری
کو زبردستی روک دیتا ہے اور دوسری طرف سوسائٹی کے شریف ارکان کو بدنیت
لوگوں کی بد زبانی سے بھی محفوظ کر دیتا ہے اسلام کی اخلاقی تعلیم انسان کو اندر سے
درست کرتی ہے تاکہ اس میں بدی اور گناہ کی طرف رجحان ہی پیدا نہ ہو اور اس کا
تعزیری قانون اس کو باہر سے درست کرتا ہے تاکہ اخلاقی تربیت کے ناقص رہ جانے
سے اگر اس قسم کے رجحانات پیدا ہو جائیں اور وہ قوت سے فعل میں آنے لگیں تو
ان کو بجبر روک دیا جائے ان دونوں تدبیروں کے درمیان چند مزید تدبیریں
اس غرض کے لئے اختیار کی گئی ہیں کہ اصلاح باطن کی اخلاقی تعلیم کے لئے مددگار
ہوں ان تدبیروں سے نظام معاشرت کو اس طرح درست کیا گیا ہے کہ اخلاقی تربیت
کے نقائص سے جو لغزش دہ میلان افراد جماعت میں باقی رہ جائیں ان کو ترقی کرنے اور
قوت سے فعل میں آنے کا موقع ہی نہ مل سکے سوسائٹی میں ایک ایسا ماحول پیدا
ہو جائے جس میں برے میلانات کو نشوونما دینے والی آب و ہوا مفقود ہو ہیجان
انگیز تحریکات ناپید ہوں صنفی انتشار کے اسباب انتہائی حد تک کم ہو جائیں

اور ایسی تمام صورتوں کا سد باب ہو جائے جن سے نظام تمدن میں برہمی پیدا ہونیکا امکان ہو۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ ان تدبیروں میں سے ایک ایک کو بیان کرتے ہیں

لباس اور ستر کے احکام

اصلاح معاشرت کے سلسلہ میں اسلام کا پہلا کام یہ ہے کہ اس نے برہنگی کا استیصال کیا اور مردوں اور عورتوں کے لئے ستر کے حدود مقرر کئے اس معاملہ میں عرب جاہلیت کا جو حال تھا آجکل کی مہذب ترین قوموں کا حال اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے وہ ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف ننگے ہو جاتے تھے[1] غسل اور قضاء حاجت میں پردہ کرنا ان کے نزدیک غیر ضروری تھا۔ کعبہ کا طواف بالکل برہنہ ہو کر کیا جاتا تھا اور اسے ایک اچھی عبادت سمجھا جاتا تھا[2] عورتیں تک طواف کے وقت برہنہ ہو جاتی تھیں[3] ان کی عورتوں کا لباس ایسا تھا جس میں سینہ کا کچھ حصہ کھلا رہتا تھا اور بازو کمر اور پنڈلیوں کے بھی بعض حصے کھل جاتے تھے[4] بالکل یہی کیفیت آج یورپ امریکہ اور جاپان کی بھی ہے اور مشرقی ممالک میں بھی کوئی نظام معاشرت ایسا نہیں ہے جس میں کشف وستر کے حدود باقاعدہ مقرر کئے گئے ہوں۔

اسلام نے اس باب میں انسان کو تہذیب کا پہلا سبق یہ پڑھایا کہ :-

یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوا تکم وریشا

اے اولاد آدم اللہ نے تم پر لباس اس لئے اتارا ہے کہ تمہارے جسموں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے موجب زینت ہو۔

اس آیت کی رو سے جسم ڈھانکنے کو ہر مرد و عورت کے لئے فرض کر دیا گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت احکام دیئے کہ کوئی شخص کسی کے سامنے برہنہ نہ ہو۔

ملعون من نظر الی سوأة اخیه

ملعون ہے وہ جو اپنے بھائی کے ستر پر نظر ڈالے

لا ینظر الرجل الی عورة الرجل ولا المرأة الی عورة المرأة

کوئی مرد کسی مرد کو اور کوئی عورت کسی عورت کو برہنہ نہ دیکھے

لان اخر من السماء فانقطع نصفین احب الی من ان انظر الی عورة احد او ینظر الی عورتی

خدا کی قسم میں آسمان سے پھینکا جاؤں اور میرے دو ٹکڑے ہو جائیں یہ میرے لئے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ میں کسی کے پوشیدہ مقام کو دیکھوں یا کوئی میرے پوشیدہ مقام کو دیکھے

ایاکم والتعری فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اهله

خبردار کبھی برہنہ نہ رہو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہے جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتا سوائے قضاء حاجت اور مباشرت کے وقت کے

اذا اتی احدکم اهله فلیستتر

جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے

---

[1] حدیث میں آیا ہے کہ حضرت مسور بن مخرمہ ایک پتھر اٹھائے ہوئے آرہے تھے راستہ میں تہبند کھل کر گر پڑا اور وہ اسی حال میں پتھر اٹھائے ہوئے چلے آئے آنحضرت نے دیکھا تو فرمایا کہ جاؤ پہلے اپنا جسم ڈھانکو اور ننگے نہ پھرا کرو۔ [2] ابن عباس مجاہد طاؤس اور زہری کی متفقہ روایت ہے کہ کعبہ کا طواف برہنگی کی حالت میں کیا جاتا تھا۔

[3] مسلم کتاب التفسیر میں عرب کی یہ رسم بیان کی گئی ہے کہ ایک عورت برہنہ ہو کر طواف کرتی پھر حاضرین سے کہتی کہ کون مجھکو ایک کپڑا دیتا ہے تاکہ میں اس سے اپنا تن ڈھانکوں" اس طرح ننگے والی کو کپڑا دینا ثواب کا کام سمجھا جاتا تھا۔

[4] تفسیر کبیر آیہ ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن۔

لا تحد الاالحیا العیرین (?)

تو اس وقت بھی ستر ڈھانکے اور بالکل گدھوں کی طرح ننگا نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ کے اونٹوں کی چراگاہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ان کا چرواہا جنگل میں ننگا لیٹا ہے آپ نے اسی وقت اسے معزول کر دیا اور فرمایا لا یعمل لنا من لا حیاء له جو شخص بے شرم ہے وہ ہمارے کسی کام کا نہیں"

مردوں کیلئے ستر کے حدود

ان احکام کے ساتھ عورتوں اور مردوں کے لئے جسم ڈھانکنے کے حدود بھی الگ الگ مقرر کئے گئے اصطلاح شرعی میں جسم کے اس حصے کو ستر کہتے ہیں جس کا ڈھانکنا فرض ہے مردوں کے لئے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ستر قرار دیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ اس کو کسی کے سامنے نہ کھولیں نہ کسی دوسرے شخص کے اس حصہ پر نظر ڈالیں۔

عن ابی ایوب الانصاری عن النبی صلعم ما فوق الرکبتین من العورة واسفل من السرة من العورة

جو کچھ گھٹنے کے اوپر ہے وہ چھپانے کے لائق ہے اور جو کچھ ناف سے نیچے ہے وہ چھپانے کے لائق ہے۔

عورة الرجل ما بین سرته الی رکبته

مرد کے لئے ناف سے گھٹنے تک کا حصہ چھپانے کے لائق ہے۔

عن ابن طالب عن النبی صلعم لا تبرز فخذک ولا تنظر الی فخذ حی ولا میت

اپنی ران کو کسی کے سامنے نہ کھول اور نہ کسی زندہ یا مردہ شخص کی ران پر نظر ڈال۔

یہ حکم عام ہے جس سے بیویوں کے سوا اور کوئی مستثنیٰ نہیں ہے چنانچہ حدیث میں ہے

حفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک

اپنے ستر کی حفاظت کرو بجز اپنی بیویوں کے اور ان لونڈیوں کے جو تمہارے تصرف میں ہوں

عورتوں کیلئے ستر کے حدود

عورتوں کے لئے ستر کے حدود اس سے زیادہ وسیع رکھے گئے ہیں ان کو حکم دیا گیا کہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم کو تمام لوگوں سے چھپائیں اس حکم میں باپ بھائی اور تمام رشتہ دار مرد شامل ہیں اور شوہر کے سوا کوئی مرد اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الاخر ان تخرج یدها الا الی هنا وقبض نصف الذراع

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی عورت کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اس سے زیادہ کھولے یہ کہکر آپ نے اپنی کلائی کے نصف حصہ پر ہاتھ رکھا۔

الجاریة اذا حاضت لم یصلح ان یری منها الا وجهها ویداها الی المفصل

لڑکی جب بالغ ہو جائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آنا چاہئے سوائے چہرہ اور کلائی کے جوڑ تک ہاتھ کے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن الطفیل کے سامنے زینت کے ساتھ آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو میرا بھتیجا ہے حضور نے فرمایا :-

حضرت غوث صمدانی

زمانہ ماقبل کی حالت پانچویں صدی میں طرز زندگی اور حید اخلاقی حیثیت سے بہت فروتر ہو چلے تھے اعتقادی دنیا میں شور انگیز آندھیاں برپا تھیں نئے نئے فرقے ظہور میں آ رہے تھے اور شیعہ دستی فساد نے خوفناک صورت اختیار کر لی تھی دنیا پرستی کا جذبہ عام تھا بغداد کی شکوہ و عظمت فنا ہوتی چلی جا رہی تھی اسلامی اقتدار ہر جگہ کم ہو رہا تھا۔

غیر مسلم طاقتیں بیدار ہو کر پامالی اسلام کے خواب دیکھ رہی تھیں مظلومی و نامرادی کی چیخیں بلند ہو ہو کر گنبد افلاک میں ایک قیامت کی گونج پیدا کر رہی تھیں سلسلہ نبوت تو بند ہو چکا تھا لیکن علمائے امت اسلام کی تحقیق کا دروازہ کھلا ہوا تھا ذات احدیت سے زیادہ بندوں کی بیچارگی اور درماندگی کا رنج کسے ہو سکتا تھا اسی کو رحم آیا اور اس نے ان کی اصلاح و ہدایت کے لئے حضور غوث اعظم محبوب سبحانی کو پیدا کیا جنہوں نے افق بغداد پر طلوع ہو کر دنیائے اسلام کو منور کر دیا کالبد اسلام میں ایک نئی روح پھونکی اور محی الدین کے لقب جلیل کے حامل ہوئے عہد اول کے علمائے باطن بہت پہلے آپ کی ولادت و غوثیت کا مژدہ سنا چکے تھے اہل عالم معرفت میں حضور کی تخلیق کا انتظار بےچینی کے ساتھ کیا جا رہا تھا حضرت شیخ خلیل بلخی نے بہت مدت پیشتر علانیہ فرما دیا تھا کہ اواخر صدی پنجم میں عراق کے اندر عبدالقادر نامی اور محی الدین لقب ایک غوث پیدا ہوگا اللہ کے بندے جس کے اقتدا میں ہوں گے اور اولیاء و مشائخ کی بزم میں کی صدارت انہیں حاصل ہوگی۔

خاندانی تقدس و عظمت ایسی رفیع المنزلت ہستی نسل نبوت میں متقی اور عارف والدین کے کاشانہ نورانی ہی کی زینت بن سکتی تھی حضور کے باپ سید ابو صالح کا یہ مرتبہ اور ان کے تقوی کا یہ عالم تھا کہ شباب و جوانی کا تمام زمانہ مجاہدات و ریاضات میں بسر کر دیا ایک روز اتفاق سے لب دجلہ تنہا بیٹھے مصروف عبادت تھے تین روز کے بھوکے پیاسے پیٹ کی آگ مشتعل ہوئی بند آنکھیں یک بیک کھل گئیں سامنے ایک سرخ و شاداب سیب دریا کی لہروں میں بہتے دیکھ کر فوراً نکال لیا کھا گئے۔

اس وقت تو فور اضطراب میں خیال نہ رہا پھر خوف خدا دل پر طاری ہو گیا کہ دوسرے کی چیز کی کمائی جائز نہ تھی کنارے کنارے مالک باغ کی تلاش میں چلے اور ایک باغ کے درخت کے سیب ٹوٹ ٹوٹ کر دریا میں گرتے ہوئے دیکھے مالک باغ کے پاس پہنچے یہ تھے حضرت سید عبداللہ خود صاحبدل ماجرا سنکر بولے بارہ برس خدمت میں رہو تو معاف کر دوں گا آپ متقی انسان تھے منظور کر لیا اتفاق انقضائے مدت پر فرمایا ابھی ایک خدمت اور ہے میری ایک لڑکی ہے اندھی بہری لنگڑی اور گونگی اسے زوجیت میں قبول کر کے دو برس مزید خدمت میں بسر کرو۔

اسے بھی منظور کر لیا کہ سیب بخشوانے کے لئے بیتاب تھے دوسرا منظر ہر تقدس تھا کہ جب حجلہ عروسی میں گئے تو خسر کے بیان کے خلاف عروس کو تندرست اور ماہ پیکر خیال کیا کہ دلہن بدل گئی ہے اور مصلے بچھا کر نماز میں مصروف ہو گئے خسر نے قرائن سے معلوم کر کے فرمایا وہ تمہاری ہی دلہن ہے اور اپنے الفاظ کی توجیہ فرمائی کہ وہ چونکہ غیر حق کی طرف جنبش سے مبرا ہے اسلئے میں نے ایسا کہا تھا یہ تھے باپ اور اس درجہ پسندیدہ تھیں ماں جن سے حضور پیدا ہوئے باپ ماں نانا اور پھوپھی سب اس عہد کے اوتاد اور عارف وقت تھے۔

تعلیم و تربیت یکم رمضان ۴۷۱ھ کو حضور کتم عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے اسی شب میں حضور نبی کریم نے حضور کے باپ سید ابو صالح کو بشارت دی کہ یہ بیٹا غوث وقت ہوگا پیدا ہوتے ہی ظہور کرامات شروع ہو گیا رمضان میں دن کو دودھ نہ پیتے تھے اس کی شہرت ہو گئی ابھی ہوش بھی نہ سنبھالا تھا کہ داغ یتیمی اٹھا کر بزرگ نانا کی سرپرستی میں آ گئے دادا ولیا کے کنار عاطفت میں پلنے بڑھنے لگے اور مطلع الانوار بنتے چلے گئے بارہ تیرہ برس تک گیلان میں پوری تعلیم حاصل کی مگر منتہی ہونے کا شوق بیتاب بنائے ہوئے تھا اٹھارہواں سال تھا کہ آپ نے ماں سے بغداد جانے کی اجازت طلب کی نہ آپ اس زمانہ جیسے لڑکے تھے نہ ماں آج جیسی ماں تھیں بچہ کے شوق کو مبارک سمجھ کر اجازت دیدی ماں نے چالیس اشرفیاں عبا کے استر میں سی کر نصیحت کی کہ بیٹا کبھی جھوٹ بولنا۔

ڈاکوؤں سے مقابلہ اور انکی توبہ سعید بیٹے نے بزرگ ماں کی گرانمایہ نصیحت آویزہ گوش بنالی قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گئے اثنائے راہ میں ڈاکہ پڑا قافلہ لٹ گیا متعدد ڈاکو یکے بعد دیگرے آپ کے قریب بھی آئے اور پوچھا تیرے پاس بھی کچھ ہے موقع نازک تھا مگر ان کی نصیحت کانوں میں گونج رہی تھی ہر ایک کو یہی جواب دیا۔ ہاں ہے ڈاکوا سے ایک مذاق سمجھ کر سرسری طور سے گذر گئے لیکن جب لوٹ کا مال تقسیم کرنے بیٹھے تو باہم اس کا بھی ذکر کیا ڈاکوؤں کے سردار کو بھی سنکر کچھ تعجب ہوا اور بلا کر پوچھا تو یہی جواب پاکر کہا کہ کیا ہے اور کہاں ہے؟

آپ نے بے تکلفانہ صاف صاف بتا دیا اشرفیاں برآمد ہوئیں سردار نے حیرت زدہ ہو کر کہا کہ لڑکے تو نے بڑی غلطی کی اگر نہ بتاتا تو ہمیں کسی طرح بھی پتہ نہ چلتا آپ نے کہا یہ کیا خوب! کیا میں چالیس اشرفیوں کے لئے اپنی ماں سے کئے ہوئے وعدہ کو بھلا دیتا جنہوں نے مجھے جھوٹ نہ بولنے کی نصیحت کی تھی اتنا سنتے ہی سردار کے قلب میں ایک آگ لگ اٹھی بیحد متاثر ہوا ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے مال واپس کیا قدموں پر گر کر معافی مانگی توبہ کی تمام ڈاکوؤں نے بھی سردار کا اتباع کیا سب کا مال واپس ہوا اور یہ پہلا موقع تھا کہ مخلوق کو آپ سے ہدایت ملی۔

علوم ظاہری کی تکمیل قانون ربانی ہے کہ محنت کے بغیر کسی کو کچھ نہیں ملتا حصول کمال کے لئے آپ نے بڑی بڑی محنتیں کیں بڑی بڑی حوصلہ فرسا گھاٹیوں سے گذرے اور شدید سے شدید مشکلات کے سمندر عبور کرنا پڑے تھے سیہ علم اور ہاتھ کے سخی جو کچھ پاس تھا جلد خرچ ہو گیا بعد کو جو کچھ تھوڑا بہت ماں کے پاس سے

آگئی ہی رہا ذل و سخاکی بدولت چند روز میں صرف ہو ہو گیا بغداد اس عہد میں گہوارۂ علوم اور جلوہ گاہ تمدن بنا ہوا تھا مدرسہ نظامیہ میں مفت تعلیم کے علاوہ خور و نوش کا انتظام بھی تھا مگر مفت خوری غیرت نے گوارا نہ کی دن بھر محنت کرتے اور رات کو کسی مسجد کے حجرے یا کھنڈر میں آپڑتے خورد نوش کا کوئی انتظام تو تھا نہیں نہ کوئی وہاں عزیز و اقربا ہمدرد تھا اغیار کی امداد قبول کرنا گوارا نہ تھا۔

فاقوں پر فاقے ہوتے کئی کئی وقت صاف گذر جاتے مدتوں اور برسوں جنگلی بوٹیوں اور پتوں پر گذر کی دماغی محنت اور فاقوں پر فاقے بعض اوقات بھوک سے بیقرار ہو جاتے اور زمین پر چت لیٹ کر ان مع العسر یسرا پڑھتے عرصہ تک یہی حالت رہی پہاڑ بھی ہوتا تو ہجوم مصائب اور فاقوں کے تواتر سے پاش پاش ہو جاتا مگر آپ نے سات برس کا زمانہ تعلیم انتہائی صبر و استقلال کے ساتھ گذار دیا مشاہیر سے تعلیم حاصل کی اور تمام علوم متداولہ قرآن و تفسیر حدیث و فقہ تاریخ کلام ادب نحو عروض کلام مناظرہ اور قرأت و انساب میں تبحر پیدا کر کے نہ صرف سند فضیلت حاصل کی بلکہ نہایت ناموری بھی پیدا کر لی۔

عرفان و کمال

اس کے بعد علوم روحانی میں کمال پیدا کرنے کا وقت آگیا مجاہدات شروع کر دیئے جنگلوں بیابانوں اور کھنڈروں میں شبانہ روز ریاضتیں اور عبادتیں کرتے رہے پندرہ برس کامل ایک ایک پاؤں پر شب بھر کھڑے ہو کر نمازیں پڑھیں اور ایک ایک قرآن ختم کیا بے پناہ جذبہ طاری تھا نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا خیال کبھی کانٹوں پر لوٹتے کبھی لہو لہان ہو جاتے دیوانے مشہور ہو گئے تھے اس قابل نہ رہے کہ دنیا کے میدان عمل میں لوٹتے مگر قدرت کو آپ سے بڑے بڑے کام لینے مقصود تھے۔

بیعت و خلافت

چوتھائی صدی کی زہرہ گداز ریاضتوں کے بعد کچھ سکون حاصل ہوا شہر میں لوٹے اور حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لی مراحل طے ہو چکے تھے خرقہ خلافت بھی عطا ہو گیا اور کچھ سے کچھ بن گئے۔

دربار غوثیت کا طنطنہ و جلال

سوم سال کی زہرہ گداز اور عافیت سوز محنتوں اور ریاضتوں کے بعد آپ میدان عمل میں حکم نبوی سے گرم جولان ہوئے اور ۵۲۱ھ میں مسند تدریس و افتا پر تمکن اختیار کیا علوم ظاہری و باطنی میں شرف یکتائی حاصل کر ہی چکے تھے انتہائی ذہین اور ذکی واقع ہوئے تھے غیبی امداد شامل ہی تھی دنوں میں شہرت حاصل کر لی اور ایک جو چھوٹا مدرسہ لیکر بیٹھے تھے اس کی عمارتوں اور شہرتوں نے وہ ترقی کی کہ اس پر قلعہ اور شاہی عمارتوں کا گمان ہوتا تھا۔

مدرسہ خانقاہ مسجد اور عبادتخانہ بڑھکر کہیں سے کہیں پہنچ گئے دور دور سے فتاوی آنے لگے جن کا حل مشاہیر سے غیر ممکن ہوتا وہ آپ لمحوں میں حل کر کے رکھ دیتے اور سب کو متحیر کر دیتے طلبا اور فقرا کا ہجوم رہنے لگا اور آپ کے مدرسہ نے تمام مدارس کی شہرت کو گرد بنا دیا۔

تقاریر و مواعظ

آپ کی تقاریر و مواعظ سحر حلال تھے جب بولنے کھڑے ہوتے لوگوں پر از خود رفتگی طاری ہو جاتی ہفتہ میں دو مرتبہ وعظ فرماتے اور جلسوں میں انتہا ہجوم ہوتا کہ راستے بند ہو جاتے بہت سے افراد بیہوش ہو جاتے اور بکثرت غیر مسلم تو بکر کے اسلام قبول کرتے اور ہزار اصلاح پر آتے ۵۶۱ھ تک مسلسل چالیس سال آپ یکساں جوش و ولولہ کے ساتھ آپ درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کے فرائض انجام دیتے رہے آپ کی خانقاہ سے ہزارہا نفوس مقدس کامل و عارف بنکر نکلے اور آپ کے خلفا نے دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلکر ارشاد و ہدایت کا رشتہ سنبھال لیا اور ہر طرف زندگی کی نئی لہریں اٹھنے لگیں۔

علامہ ابن جوزی کا سر نیاز قدموں پر

دنیا میں مخالفوں اور حاسدوں کی کبھی کمی نہ رہی اس عظمت و تقوی کے باوجود آپ کو بھی مخالفوں سے دوچار ہونا پڑا ان میں حضرت علامہ ابن جوزی کا رتبہ بہت بلند ہے جو اپنے عہد کے تبحر اور زبردست علامہ گذرے ہیں وہ بڑے شد و مد کے ساتھ اعتراض کرتے رہتے تھے اور بعض اوقات تو لہجہ ناگوار حد تک تلخ ہو جاتا تھا آپ کبھی جواب نہ دیتے تھے ایک دفعہ کہیں عین تدریس کے وقت مجلس میں بیٹھ گئے آپ ایک آیت کے معنے کی توجیہ کر رہے تھے گیارہ توجیہات تک تو کہتے رہے کہ مجھے اس کا علم ہے اس کے بعد ساکت ہو گئے ادہر ایک سمندر امڈا ہوا تھا۔

چالیس توجیہات اور اسالیب بیان فرمائے آخر علامہ کی حیرت نے از خود رفتگی کی صورت اختیار کر لی اور بے ساختہ کہہ اٹھے کہ میں اب قال کو چھوڑ حال کی طرف رجوع ہوتا ہوں کپڑے پھاڑ ڈالے اور بیتاب ہو کر قدموں پر گر پڑے یہ انقلاب بہت بڑا انقلاب تھا جس سے مخالفین کی دنیا میں یک بیک ایک سناٹا چھا گیا۔

عطائے امارت

زندگی میں ہزارہا حیرت بار و حیرت خیز کرامات صادر ہوئیں ایک دفعہ ایک صاحب آئے فرمایا تیری جگہ یہاں نہیں تیرے لئے تو امارت کی بساط ہے واپس جا چنانچہ سلطان نور الدین زنگی نے طلب کر کے اوقاف کی نظامت عطا کر دی۔

امام احمد حنبل کا مزار سے باہر آنا

ایک دفعہ امام احمد حنبلؒ کی زیارت کو تشریف لے گئے دو افراد ساتھ تھے جنھیں یہ دیکھکر حیرت ہوئی کہ مزار کو یک بیک جنبش ہوئی امام صاحب نکلے ہوئے آپ کو سینے سے لگایا بہت دعائیں دیں اور پھر واپس چلے گئے۔

دشمن کے مقابلہ میں خلیفہ کی اعانت

ایک عجمی فرمانروا نے بغداد پر حملہ کر کے خلیفہ کو محصور ہونے پر مجبور کر دیا جس نے آپ سے استمداد کی آپ نے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ مجوسی کے لشکر میں اس سرے پر آخر میں ایک خیمہ کے اندر تین آدمی بیٹھے نظر آئیں گے ان سے کہنا کہ بغداد کو چھوڑ کر چلے جاؤ وہ کہیں گے کہ دوسرے کے حکم سے آئے ہیں تم یہی کہنا کہ میں بھی دوسرے کے حکم سے آیا ہوں یہی ہوا جس پر ایک شخص نے اشکر خیمہ کی ڈوریاں کھول دیں تینوں واپس جانے لگے جس کے ساتھ ہی تمام لشکر لوٹ گیا۔

بڈھا بربط نواز اور فضل قدیر

ایک بربط نواز بڑھاپے کی وجہ سے لوگوں کی بے التفاتی دیکھکر افسردہ ہوا اور قبرستان میں گانا شروع کر دیا ایک روز ایک مرقد سے قبر سے سکرا

[illegible] تڑ لوٹا ہوا [illegible] میں مدح گانی شروع کی اور مالکِ حقیقی کو اپنا گانا سنانا شروع کیا محویت طاری تھی حضور غوث پاک کے خادم نے جھک کر سو اشرفیاں اس کے ہاتھ میں دے دیں ڈسیہ پر سرشاری طاری ہوگئی اور حضور نے دیوان دعلمی حاضرین سے کہا تھا کہ آج سو دینار مجھے دو اکتالیس شخص بڑے ایک سے ایک جب [illegible] بارہ عورتیں اگر یہ قصہ بیان کیا تو بقیہ چالیس نے بھی سو سو اشرفیاں اسے دے دیں اور مالکِ حقیقی کو ایک دفعہ گانا سنانے سے ایک ساعت مالدار ہوگیا لوگ اس سے بہت متاثر ہوئے۔

مفلوج بچہ تندرست ہوگیا

آپ کی مجلس میں روافض کی ایک جماعت نے دو سربمہر ٹوکرے سامنے رکھدیئے اور پوچھا اس میں کیا ہے وہ امتحان کے لئے آئے تھے آپ نے ایک پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ اس میں ایک مفلوج بچہ ہے پھر ٹوکرا کھلوا کر کہا کہ کھڑا ہوجا اللہ کے حکم سے لڑکا فوراً تندرست ہوگیا۔

دوسرے میں ایک تندرست بچہ تھا یا جو ٹوکرا رکھدینے پر دوڑنے لگا آپ نے اس کی پیشانی پکڑ کر کہا کہ بیٹھ جا وہ مفلوج ہوگیا، تو روافض سخت پریشان ہوئے قدموں پر گر کر معافی مانگی رفض سے توبہ کی وہ بچہ بھی تندرست ہوگیا۔

وحشتناک صحرا میں امداد

ایک شخص کے اونٹ ایک وحشتناک بیابان میں گم ہوگئے بہت پریشان اور خوفزدہ ہوکر حضور کو پکارا فوراً ایک ٹیلے پر ایک سفید پوش کو دیکھا جو اشارے سے اپنی طرف بلا رہے ہیں جب یہ شخص ٹیلے پر اپنے خادم کے ساتھ پہنچا تو وہاں کچھ نہ تھا۔ دوسری طرف نیچے جو نگاہ کی تو اپنے اونٹوں کو چرتے ہوئے دیکھا پکڑ لیا اور خوش واپس آگیا۔

سلب کرامات

ایک دفعہ شیخ ابوالحسن نے دلیز پر دیکھا کہ ایک جوان چت پڑا ہوا ہے جس نے عرض کی میرا قصور معاف کرا دیجئے شیخ کو دیکھتے ہی حضور نے فرمایا کہ یہ شخص ہوا میں اڑتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ بغداد پر سے گذرتے ہوئے اس نے خیال کیا کہ اس بھرے شہر میں کوئی میرا مقابل نہیں مجھے یہ امر ناگوار گذرا اور میں نے اس کی تمام کرامات سلب کرلیں اگر تم سفارش نہ کرتے تو نہ چھوڑتا

سیفِ ربانی

ایک دفعہ خدام نے عرض کیا کہ فلاں مشہور بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت یونسؑ کے مقام سے بھی گذر چکا ہوں سنتے ہی غضبناک ہوگئے اور فرمایا جلد اس کی روح اس کے تن سے پرواز کرچکی لوگ جو ادھر اٹھکر گئے تو دیکھا واقعی وہ مرچکے ہیں۔

چور کو ابدال بنادیا

ایک صاحب نے اطلاع دی کہ آج فلاں ابدال کا انتقال ہوگیا ہے ان کی جگہ کسی کو مامور بنا دیجئے فرمایا اچھا ذرا صبر کیجئے اسی شب کو ایک چور آپ کے حجرے کے اندر گھسا اور اندھا ہوگیا بدحواس ہوکر ادھر ادھر گھومنے لگا باہر آیا آپ نے ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا بھائی تو کون ہے چور کا دل ٹوٹ چکا تھا صاف صاف کہدیا اور آخر میں عرض کی کہ میں نے یہ پیشہ افلاس کی وجہ سے اختیار کیا تھا نتیجہ بھگت لیا اندھا ہوگیا اب دربدر کی ٹھوکروں کے سوا نصیب میں اور کیا ہے حضور تو سراپا رحم ہیں مجھے ترس آگیا آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر بینائی ٹھیک کی توبہ کرائی مرید کیا اور چند روز کی باطنی تربیت کے بعد اس کی جگہ ابدال بنادیا۔

مجلس میں بزرگ سے ملاقات

آپ کی مجلس میں ایک صاحب کو خیال پیدا ہوا کہ حضرت شیخ احمد رفاعی سے نیاز حاصل ہونا چاہیئے اس خیال پیدا ہوا اور حضور نے اس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تمہاری آرزو پوری ہوگئی شیخ سے ملاقات کرلو رخ پھیر کر دیکھا کہ ایک بارعب بزرگ برابر ہی بیٹھے ہوئے ہیں کھڑے ہوکر جھک کر سلام کیا شیخ نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیسے بزرگ کی زیارت کے بعد میری ملاقات کی آرزو عبث ہے کہ میں تو ان کی ماتحتی میں کام کر رہا ہوں یہ کہا اور غائب ہوگئے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحب شیخ رفاعی کے پاس گئے فرمایا کیا پہلی ملاقات کافی نہ تھی۔

تعلیمات ونصائح

حضور غوث پاک کی تعلیمات اور ذکر ہمکران ہو جس کے چند قطرے پیش کئے جاتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے بھوکوں کو کھلانے اور خوش خلقی سے زیادہ کوئی عمل نہیں دیکھا اگر مجھے تمام دنیا کی دولت بھی حاصل ہو جائے تو میں سے خلق خدا کی حاجت روائی کے لئے وقف کردوں حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت سے بڑھکر اس کی خوشنودی کا اور کوئی ذریعہ نہیں بھوکوں کو کھانا کھلانا ہو یا خوش خلقی ہو بعبارت مخلوق پروری ہی ہے۔

حضور کی فتوحات کا کوئی ٹھکانا نہ تھا مگر دن بھر میں جو آتا شام کو سب تقسیم کر دینے فرماتے سعی و محنت کے بغیر کسی کو کچھ نہیں ملتا لیکن اسے بت بھی نہ بنا لینا چاہیئے یہ محض ایک ذریعہ ہے دینے والا خدا ہی ہے۔ توکل کے متعلق ارشاد ہے کہ غیر کو چھوڑ کر صرف خدا کی طرف مشغول ہوجائے اور اسباب ظاہری کو بالکل فراموش کرلے اور ما سوا سے بے نیاز ہوکر صرف اسی کی ذات پر بھروسہ کرے یہی وجہ ہے کہ متوکل کا مقام فنا سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے لیکن یہ درجہ خواص کا درجہ ہے اور خواص ہی کو یہ بتایا گیا ہے عوام کا توکل یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے تکمیل مقصد کے لئے ہر ممکن سعی سے کام لیں اور اس کے بعد نتیجہ کے لئے خدا کے کرم پر نظر رکھیں۔

صبر کے متعلق ارشاد ہے کہ سر پر آرے بھی چل جائیں مگر نہ زبان سے اف نکلے اور نہ لب پر حرف شکایت آئے اور جو مصائب آئیں ان کا مقابلہ پورے ثبات اور استقلال کے ساتھ کیا جائے۔

فضائلِ اخلاق

نہایت رحمدل سرچشمۂ ذی مروت فیاض اور دریا دل تھے خندہ جبیں رہتے تھے ہر شخص سے نہایت نرمی و شیریں زبان سے گفتگو فرماتے تھے۔

طرزِ معاشرت

چار بیویاں اور متعدد اولادیں تھیں خدا نے سب کچھ دیا تھا اعلیٰ سے اعلیٰ لباس پہنتے اور اچھے سے اچھا کھالیتے تھے مگر بالعموم دو جو کی روٹیاں سامنے آتیں انھیں سے افطار کرتے بڑا رعب و اثر تھا خلفاء و امراء تک لرزتے رہتے تھے۔ ۵۶۱ھ میں بعمر ۹۰ سال ایک شاندار اور پرفیض زندگی بسر کرکے رہگرائے عالم بقا ہوئے۔

غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ

(از جناب مولوی مشتاق احمد صاحب اعظم گڑھ ہلرے میرا)

انسانی فطرت کے عجائب میں سے یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ انسان اکثر اپنے عیوب سے بے خبر اور دوسروں کو الزام دینے میں جری ہوتا ہے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر تو اسے نظر نہیں آتا مگر دوسرے کی آنکھ کا تنکا تلاش کرنے میں یکایک اس کی اندھی آنکھ خوردبین بنجاتی ہے اور جب خوردبینی سے بھی کام نہیں چلتا تو بینائی سے گذر کر خلاقی پر اتر آتی ہے جب تلاش کرنے سے بھی کوئی تنکا اسے نہیں ملتا تو خود پیدا کر کے بتاتی ہے۔

اسپین فتح کر کے مسلمانوں نے کیا کیا اور پھر اسی ملک پر غالب ہو کر فرنگیوں نے کیا کیا؟ صقلیہ پر جب مسلمان حکمران ہوئے تو صدیوں تک عیسائی آبادی کتنی رہی اور پھر جب فرنگی اس پر قابض ہوئے تو وہاں کی مسلمان آبادی کہاں چلی گئی؟ یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں نے اپنی حکومت میں کیا سلوک کیا اور فرنگیوں نے کیا کیا اور اب تک کر رہے ہیں۔ غیر قوموں پر قابو پاکر رنگ و نسل کا امتیاز کس نے کیا؟ ان کی تہذیب اور انفرادیت کو کس نے کچلنے کی کوشش کی؟ Lynching جس کا ہم معنی کوئی لفظ عربی، فارسی یا اردو لغت میں پایا ہی نہیں جاتا کس کی ایجاد ہے؟ Colour bar کا موجد کون ہے؟ اپنے عقائد اور اصول سے مختلف عقائد اور اصول رکھنے والوں کو نیست و نابود کرنے کیلئے عدالتیں قائم کرنے اور Putsch اور Purge کا لا متناہی سلسلہ جاری کرنیکا فخر کسے حاصل ہے؟ یہ چند سوالات ہیں جن کا حال تاریخ سے پوچھ لو اور خود اس زمانہ میں جرمنی اٹلی فرانس بلجیم روس، انگلینڈ، ہالینڈ اور امریکہ جیسی مہذب قوموں کے کارناموں میں تلاش کر دو۔ پھر ذرا تاریخ سے یہ بھی پوچھو کہ انسان کو شودر بنانیکا فخر کسے حاصل ہوا ہے؟ آدمی کو نیچ۔ راکشس اور پشاچ میں منتقل کرنیوالے کون ہیں؟ پیدائش کے لحاظ سے انسانوں کے طبقات مقرر کرنا کس کی ایجاد ہے؟ آدمی کی خلقی نجاست کا چالیس چالیس قدم تک متعدی ہونا کس نے تحقیق کیا؟ آدمی کا محض ہاتھ لگ جانے سے ایک پورے کنوئیں کا ناپاک ہو جانا کس کی دریافت ہے؟ آدمی کے کلام کی نجاست سے بچنے کے لئے اینٹ اور پتھر کو دو آدمیوں کے درمیان بات چیت کا واسطہ بنانیکی نادر تدبیر جنہوں نے ایجاد کی وہ کون تھے؟ پھر ذرا تاریخ سے یہ بھی دریافت کرو کہ بودھ مت کے باشندوں پر برہمنیت کے متبعین جب غالب آئے تو انہوں نے کیا کیا اور ہندوستان پر جب مسلمان حکمران ہوئے تو انہوں نے کیا کیا اس سوال کو تاریخ کے سامنے پیش کرنیکی ضرورت نہیں۔ ہندوستان کی مردم شماری میں بودھ مت والوں اور ہندوؤں کی آبادی کے اعداد و شمار دیکھ لینا ہی بس کافی ہے۔

ان روشن حقائق کو سامنے رکھکر جب آپ دیکھیں گے کہ وہی لوگ جن کے کارناموں کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے آج مسلمانوں پر نا رواداری تنگ نظری، تعصب خونخواری اور ظلم و ستم کے الزامات رکھتے ہیں تو آپ کو انسانی فطرت کی اس عجوبگی کا مکمل کمال نظر آجائیگا جس کو ہم نے اپنے مضمون کی تمہید میں بیان کیا ہے۔ دیدہ دلیر مجرم کی یہ تعریف سنی تھی کہ وہ الٹا کوتوال کو ڈانٹتا ہے۔ مگر اب ایسے ہوشیار مجرم بھی دیکھنے میں آئے کہ وہ اپنا الزام کوتوال کے سر تھوپ دیتے ہیں اور معصوم بنکر اس شان سے پروپیگنڈا نہیں بلکہ ساحری کرتے ہیں کہ خود کوتوال غریب اپنے متعلق شک میں پڑ جاتا ہے۔ پہلے فرنگی مصنفین نے صدا بلند کی اور پھر ان کے ہندوستانی شاگردوں نے آواز اٹھائی کہ اسلام ایک خونخوار مذہب ہے جو مسلمانوں کو قتل و خونریزی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام کو بجبر دوسری قوموں پر مسلط کیا گیا۔ دیکھو وہ لکش من الخرافات۔

یہ صور اس طرح پھونکا گیا کہ خود صور پھونکنے والوں کے کارناموں سے دنیا کی توجہ ہٹ گئی اور سب کے سب اسلام اور مسلمانوں پر پلٹ پڑے اور خود مسلمانوں میں سے سادہ لوح اس شک میں پڑ گئے کہ کہیں واقعی ہمارا دامن تو داغدار نہیں ہے چنانچہ سر سید اسکول کے مصنفین نے پچھلی صدی میں جس طرح مرعوبانہ انداز سے اسلام اور مسلمانوں کی صفائی پیش کی وہ اس ساحری کے کمالات کی ایک واضح مثال ہے۔

اس مضمون میں ہم صفائی کی نیت سے نہیں بلکہ اظہار حقیقت کی غرض سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن نے غیر قوموں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کرنے کی تعلیم مسلمانوں کو دی ہے، اور مسلمانوں نے اس تعلیم کے مطابق کیا برتاؤ ان کے ساتھ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم جو حقائق بیان کرینگے ان کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اگر ناظرین دوسری قوموں کے کارنامے اور ان کے موجودہ طرز عمل کے صریح شواہد کو بھی پیش نظر رکھیں تو ان پر یہ حقیقت کھل جائیگی کہ غیر مسلم قوموں کی حکومت دراصل دنیا کے لئے ایک مستقل عذاب ہے اور دنیا کو امن و چین صرف اس وقت نصیب ہو سکتا ہے جب قرآنی دستور العمل رکھنے والے انسان روئے زمین پر حکمران ہوں۔

دنیا کے کسی مذہب کی تعلیمات میں آپ کو یہ قاعدہ نہیں مل سکتا کہ اس مذہب کے پیرو تمام ان پیشوایان مذہب اور تمام ان صحیفوں پر ایمان لائیں جس طرح وہ خود اپنے نبی اور اسکی لائی ہوئی کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ خصوصیت صرف قرآن کی ہے کہ وہ اپنے پیرووں سے کہتا ہے کہ مسلمانو تمہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ تمام گذشتہ پیغمبروں پر بھی ایمان لانا چاہیئے کیونکہ اسلام تمام گذشتہ مذاہب کی تکمیلی شکل ہے۔ روز اول سے ایک ہی صداقت اور ایک ہی حقائق کی تعلیم کے لئے تمام انبیا آتے رہے ہیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ان سے الگ کسی نئے مذہب کے بانی نہیں ہیں۔

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون قل امنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم واسمٰعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔	کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں حالانکہ جو مخلوقات آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں چار و ناچار اسی کے مطیع ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹ جانا ہے۔ اے محمد ان سے کہدو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اتری اس پر اور جو صحیفے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اترے ان پر اور موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو

جو کتابیں اس کے رب کی طرف سے دی گئیں ان پر، ہم تو ان پیغمبروں میں سے کسی ایک

پرستش نہیں کرتے اور اسی ایک خدا کے مطیع ہیں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ہر قوم کے پیغمبر پر ایمان لانا چاہیے یہ حکم تو ان انسانوں کے متعلق ہے جو خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں جو خدا کی عبادت کرتے ہیں جن کے پاس خدا کی طرف سے انبیا آئے اور جنہیں آسمانی کتابیں عطا کی گئی ہیں اب ان انسانوں کے بارے میں بھی اسلام کا آخری حکم سن لیجیے جو کہ پروردگار عالم کی پرستش نہیں کرتے اور جو عالم کائنات کے خالق کے سامنے اپنی پیشانیاں خم نہیں کرتے جن کی تمام تر توجہات کا مرکز پتھر کی مورتیں ہیں جو اپنی ہر طرح کی خواہشیں کو ان اپنے بتوں سے چاہتے ہیں جن کے نزدیک آفتاب و ماہتاب اور دوسری مخلوقات قابل پرستش ہیں۔

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم کذلک زینا لکل امۃ عملہم ثم الی ربہم مرجعہم فینبئہم بما کانوا یعملون

اور جن کو یہ لوگ خدا کے بجائے پکارتے ہیں ان کو گالی مت دو کیونکہ وہ جہالت کی بنا پر حد سے گزر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل ہم نے خوب بنا رکھا ہے پھر ان سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہے جو ان کے اعمال ان پر ظاہر کر دیگا۔

پھر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم غیر قوموں کے ساتھ سختی سے مت پیش آؤ ان کے ساتھ تمہیں حسن سلوک کرنا چاہیے۔ اگر تم ان کے ملکوں اور خاندانوں میں دعوت و تبلیغ کرنا چاہو تو وہ راہ اختیار کرو جو حکمت اور موعظت کی ہے جس میں صرف افہام و تفہیم مقصود ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ وجادلہم بالتی ہی احسن ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وہو اعلم بالمہتدین

اے پیغمبر لوگوں کو حکمت و موعظت کی باتوں سے خدا کے راستہ کی طرف بلاؤ اور اگر ان سے بحث کرو تو اس طور پر جو احسن ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہو اور اس کو بھی جو سیدھے راستہ پر آنے والا ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام غیر اقوام کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنے کی تعلیم دیتا ہے وہ کسی حال میں یہ جائز نہیں رکھتا کہ مسلمان دوسری قوموں پر زیادتی کریں یا اشتعال انگیز عمل سے ان میں جہالت کا جوش بھڑکائیں یا حد اعتدال سے گزر کر اپنے اخلاق کا کوئی برا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔ یہی نہیں اس سے بڑھ کر وہ کہتا ہے کہ اگر دوسرے تم پر زیادتی کریں یا ظلم و عدوان پر اتر آئیں تب بھی تم آپے سے باہر نہ ہو جوش انتقام میں انسانیت کی حد سے نہ گزر جاؤ اور ہر حال میں عدل کو پیش نظر رکھو۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب

اور انہوں نے جو تمہیں مسجد حرام کی طرف جانے سے روکا تھا تو یہ عداوت تم کو ان پر زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کر دے تم نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرو اور ڈرو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ہو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون

اے اہل ایمان! تم خدا کی خاطر حق پر قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ شہادت دینے والے بنو اور کسی قوم کی عداوت تم کو ایسا مشتعل نہ کرے کہ انصاف سے پھر جاؤ نہیں تم انصاف ہی کرو کہ یہی شیوہ پرہیزگاری سے قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اللہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اسے جانتا ہے۔

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب الظالمین ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اولئک لہم عذاب الیم ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور

اور برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے جتنی کی گئی ہو پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ بیشک ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جس پر ظلم کیا جائے اور وہ اس کا بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی گرفت نہیں گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جو انسانوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق نارو زیادتیاں کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور جو کوئی صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں مگر زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قرآن کریم میں جہاں مسلمانوں کو جہاد کے لئے ابھارا گیا ہے وہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ہر وقت صلح کے لئے تیار رہنا چاہیے کیونکہ اسلام کے نزدیک جنگ محض دو وجہوں سے جائز ہو سکتی ہے۔

(۱) مدافعت کے لئے۔

(۲) اصلاح کے لئے۔ یعنی دنیا کے اندر امن و سلامتی کا قانون جاری رکھنے کے لئے۔ اب اگر ان میں سے کوئی مقصد بغیر جنگ کے حاصل ہو جائے یا کوئی ایسی راہ نکل آئے جو ان مقاصد کے خلاف نہ ہو تو اسے فوراً قبول کر لینا چاہیے کیونکہ شدید ضرورت کے بغیر انسانی خون کا ایک قطرہ بھی گرانا قرآن کے نزدیک جائز نہیں۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لہا وتوکل علی اللہ انہ ہو السمیع العلیم وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین

اگر دشمن صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو کیونکہ وہ سننے اور جاننے والا ہے اور اگر ان کا ارادہ تمہیں دھوکا دینے کا بھی ہوگا (تو تم کچھ پروا نہ کرو) اللہ تمہارے لئے کافی ہے وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنین کی طاقت سے تمہاری تائید کی۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ جب تمہارے دشمن جنگ سے ہمت ہار بیٹھیں اور ان میں تلوار اٹھانے اور جنگ کرنے کی سکت باقی نہ رہے اور یہ معلوم ہو کہ وہ تم سے صلح کرنا چاہتے ہیں تو تمہیں اس حال میں ان سے جنگ کرنے کا حق نہیں ہے۔ تم ان پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے بلکہ اس وقت تمہیں فوراً صلح کر لینی چاہیے۔

فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم والقوا الیکم السلم فما جعل اللہ

پس اگر وہ تم سے ہاتھ روک کر الگ بیٹھ جائیں اور لڑائی سے باز آ جائیں اور تمہارے پاس پیغام

لکم علیہم سبیلا۔ | تو تمہیں ان پر دست درازی کرنیکا کوئی راستہ نہیں رکھا اللہ نے تمہارے لئے۔"

پھر حکم دیا کہ اگر دشمنوں میں سے کوئی تمہارے پاس پناہ لینے آئے تو اسے قتل نہ کرو بلکہ اسے اپنی امان میں رہنے کی جگہ دو اور زمانۂ قیام میں اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور جب وہ اپنے وطن واپس جانا چاہے تو پوری حفاظت کے ساتھ اسکے وطن پہنچا دو۔

وان احد من المشرکین استجارك فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذلك بانہم قوم لا یعلمون	اور مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو تا کہ وہ کلام خدا کو سن لے پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس لئے کہ یہ لوگ اسلام سے

ناواقف ہیں (اس طرح انھیں جاننے اور سمجھنے کا موقع ملیگا۔

یہ تو وہ صورتیں تھیں جن میں خود دشمن صلح کا خواستگار ہو۔ اب ملاحظہ ہو کہ مسلمانوں کو کس وقت دشمنوں کے سامنے صلح پیش کرنیکا حکم ہوتا ہے۔

ولا تهنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون	اعداء کے مقابلہ میں ضعیف نہ ہو اور نہ انھیں اس وقت صلح کی دعوت دو جبکہ تم غالب ہو رہے ہو

غور کرو یہ کتنا بلند اور اعلیٰ درجہ کا اصول ہے۔ آج دنیا کی قومیں اس وقت صلح کرتی ہیں جب ان کے اندر طاقت کم ہوتی ہے اور وہ دشمنوں سے جنگ کرنیکی قوت اپنے اندر نہیں پاتیں یا کم سے کم انھیں مقابل کی طاقت سے خطرہ ہوتا ہے پہلے دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں لیں صلح کیوں نہ تھی؟ جرمنی، اٹلی، جاپان، فرانس روس اور برطانیہ ایک دوسرے سے جب تک نہیں لڑتی جب تک وہ ایک دوسرے کو کھاجانے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتی اور جب تک ان میں سے کوئی اتنا طاقتور نہ ہو گیا کہ دوسرے کو بآسانی نگل سکتا ہو تو اس نے کار خیر میں استخارہ کی ضرورت نہ دیکھی۔ اس کے بالکل برعکس اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب تم طاقتور اور بالا دست ہو اس وقت صلح کرو۔ جب دوسروں کو پامال کرنے کا زور تم میں ہو اس وقت پامال کرنے سے باز رہو جب تم کھانے اور نگلنے کا بل رکھتے ہو اس وقت کھانے اور نگلنے کے بجائے امن اور سلامتی قائم کرو اس لئے کہ تم دنیا میں آدم خوری کے لئے نہیں بھیجے گئے ہو بلکہ آدمیت کا شرف قائم کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو۔ تم زمین پر خدا کے خلیفہ ہو۔ زمین والوں پر خدا کی لعنت نہیں ہو۔ تمہیں خدا نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ اس کی زمین پر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔

اب اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت اس بات کے لئے درکار ہے کہ دنیا میں قرآن کے سوا اور کوئی کتاب ایسی نہیں کہ زمین پر عدل اور امن قائم کرے۔

اس کے بعد یہ دیکھئے کہ جو غیر مسلم قومیں اسلامی حکومت کے دائرے میں آجائیں ان کی جان و مال اور ان کے مذہب اور ان کے اصول تہذیب و تمدن کے ساتھ کس قسم کا معاملہ برتنے کی اسلام نے تعلیم دی ہے

فتح مکہ سے قبل کوئی ایسی قوم حکومت اسلامی کے دائرہ میں داخل نہیں ہوئی تھی جو بحیثیت رعایا کے سمجھی جاتی یا جسے غیر مسلم قوم سے تعبیر کیا جاتا۔ فتح مکہ کے بعد جب اسلام کو عروج ہوا تو بہت سی قومیں اسلامی سلطنت میں داخل ہوئیں اس لئے ضرورت ہوئی کہ ان کے لئے کوئی منظم اصول بنایا جائے چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اصول مرتب کئے جن کے بعد کے خلفاء اسلامی ادوار میں پوری رعایت ہوتی رہی وہ اصول یہ تھے

(۱) کوئی دشمن ذمی کفار پر حملہ کریگا تو ان کی مدافعت کی جائیگی۔

(۲) ذمیوں کو ان کے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائیگا۔

(۳) جزیہ کی ادائیگی کے لئے انھیں محصل کے پاس نہیں جانا ہوگا بلکہ محصل خود جاکر وصول کریگا۔

(۴) ان کی جان و مال کا اسی طرح تحفظ کیا جائیگا جس طرح مسلمان رعایا کی جان و مال کا تحفظ کیا جاتا ہے

(۵) ان کے تجارتی قافلوں کی حفاظت کا باقاعدہ انتظام اسلامی حکومت کریگی۔

(۶) ان کی اراضیات پر کوئی غاصبانہ قبضہ نہ ہونے دیا جائیگا۔

(۷) ان کو اپنی املاک پر پورے حقوق مالکانہ دیئے جائینگے۔

(۸) ان کے مذہبی عہدوں اور مناصب میں کوئی تغیر و تبدل نہ کیا جائیگا۔

(۹) ان کی عبادتگاہوں اور ان کے مذہبی مراسم میں کسی طرح کی دست اندازی نہ کی جائے گی۔

(۱۰) ان پر خود انہی کے مذہبی و تمدنی قوانین نافذ کئے جائیں گے حتی کہ مجوسیوں کے ہاں اگر بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے تو اسلامی حکومت بھی ان کے لئے اس کو جائز رکھیگی۔

(۱۱) ان کے ملکی حقوق اور واجبات وہی ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور فوجداری قانون کی نگاہ میں وہ اور مسلمان مساوی ہوں گے۔

(۱۲) ان کی جن ریاستوں کو اسلامی حکومت اپنی حفاظت میں لیگی ان کے علاقہ میں کوئی فوج نہ بھیجی جائے گی۔

(۱۳) ان سے فوجی خدمت نہ لیجائیگی اور نہ جزیہ کے علاوہ اور کوئی رقم ان کی حفاظت کے لئے طلب کی جائیگی۔ اور اگر اسلامی حکومت ان کی حفاظت سے عاجز ہو تو جزیہ واپس کر دیا جائیگا۔

ان قواعد و ضوابط کا ماخذ وہ اعلانات ہیں جو مختلف غیر مسلم آبادیوں کو اپنی حفاظت میں لیتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمائے تھے۔

یہ چند اصول تھے جن کو آنحضور صلعم نے اسلام کے زیر سایہ رہنے والی قوموں کے لئے مقرر کیا تھا۔ ان قواعد کو سامنے رکھکر غور کیجئے کہ عہد نبوی سے لیکر آج تک جن سلطنتوں نے اپنی محکوم قوموں کے ساتھ انتہائی فیاضانہ برتاؤ کیا ہے کیا ان میں سے کسی نے بھی اتنے وسیع حقوق و مراعات عطا کئے ہیں؟ انگریزی حکومت موجودہ زمانہ کی حکومتوں میں محکوم قوموں کے لئے سب سے زیادہ فیاض شمار ہوتی ہے مگر ذرا دیکھ لیجئے کہ دونوں حکومتوں کے اصولوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس قدر اصول مقرر کئے گئے تھے ان پر خلفائے اسلام اور مسلمانوں نے کہاں تک عملدرآمد کیا۔ سب سے زیادہ اس بحث کے فیصلہ کے لئے جس دور کے واقعات مناسب ہیں وہ فاروقی دور ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق کا زمانۂ خلافت کافی طویل ہے جس میں اسلامی حکومت کے تمام قواعد و ضوابط مرتب و عملاً نافذ ہو گئے تھے اور وہ تصویر مکمل ہو چکی تھی جس کا خاکہ عہد نبوی و عہد صدیقی میں تیار ہوا تھا۔

آج جن قوموں کو اپنے عدل و انصاف پر ناز ہے جن کو اپنے نظام حکومت پر فخر ہے وہ بھی عدل و رواداری کی ویسی مثال پیش نہیں کر سکتیں جو مسلمانوں

... منافع ملی ہیں تاکہ محفوظین کے ساتھ ان کے برتاؤ کو عدل و حق اعظم کے پیمانہ سے کوئی مناسبت نہیں۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ذمی اور مسلمان کے خون کی قیمت یکساں ہے اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کریگا تو وہ اسی طرح قتل کیا جائیگا جس طرح مسلمان کے قتل کی صورت میں ذمی قتل کیا جائیگا۔ جاعتیں اور قومیں دعوے کرتی ہیں کہ ہم بھی اسی اصول پر قائم ہیں لیکن کیا انگریزوں کا ہندوستان میں اور فرانسیسیوں کا شمالی افریقہ میں یہی عمل ہے؟ اس کے برعکس مسلمانوں کو دیکھئے کہ یہاں جو اصول پیش کیا گیا اس کے مطابق عمل بھی کرکے دکھا دیا گیا۔

دور فاروقی میں ایک مرتبہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک مسلمان نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا حضرت عمرؓ کو جب اس کی خبر ہوئی تو حکم دیا کہ قاتل کو مقتول کے قبیلہ والوں کے سامنے حاضر کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور مقتول کے وارثوں نے اس کو تہ تیغ کر دیا۔

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عیسائی غلام تھا آپ برابر اس کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کرتے تاکہ وہ اسلام قبول کرلے لیکن وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑنے پر آمادہ نہوتا اگر آپ چاہتے تو اس پر دباؤ ڈال سکتے تھے مگر آپ نے کبھی اپنا حق اثر استعمال نہ کیا۔ وہ آخر وقت تک آپ کے پاس رہا اور عیسائی رہا۔

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی بالکل وہی طریقہ رہا جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تھا دور عثمانی میں جبکہ کوفہ کی گورنری پر ولید بن عقبہ مامور تھے ایک یہودی نے شعبدہ بازی کے بہت سے تماشے دکھائے اس پر جندب بن کعب کو جو مشہور تابعی ہیں خیال ہوا کہ کہیں یہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دے چنانچہ انہوں نے یہودی کو قتل کر دیا۔ ولید نے فوراً ان کی گرفتاری کا حکم دیا جب وہ گرفتار کرکے لائے گئے تو ولید بن عقبہ نے یہودی کے قصاص میں انھیں قتل کرنا چاہا لیکن اس وقت ایسا کرنے میں بڑا خطرہ تھا، ممکن تھا کہ قتل کے باعث ان کا قبیلہ برانگیختہ ہو جاتا اور اس طرح ایک ملک جنگ چھڑ جاتی اس لئے ولید نے انھیں قید کرنیکا حکم دیا تاکہ موقع پاکر انہیں قتل کرا دے۔ داروغہ جیل کو جندب بن کعب کے حال پر رحم آگیا اور اس نے کہا کہ تم چپکے سے رات کو نکل جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے جب انھیں معلوم ہوا کہ میرے ساتھ اس قسم کی کارروائی ہونیوالی ہے تو وہ رات کو قید خانہ سے نکل بھاگے صبح جب ولید کو ان کی فراری کی خبر معلوم ہوئی تو داروغہ پر بہت خفا ہوا اور کہا یقیناً قیدی کے بھاگنے میں اس کا ہاتھ شریک تھا اسی کی شرارت سے ایسا ہوا ہے اس لئے اس کے بدلے داروغہ کی گردن زدنی کا حکم دیا اور اس حکم کے مطابق داروغہ قتل کر دیا گیا۔[1]

ہم یہاں اس سے بحث نہیں کرتے کہ داروغہ کا قتل غلط تھا یا صحیح ہمیں محض یہ دکھانا مقصود ہے کہ خلفائے اسلام اور مسلمان غیر قوموں کے حقوق کا کتنا پاس کرتے تھے۔ خلیفہ چہارم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا صاف اعلان تھا کہ من کان له ذمتنا فدمه کدمنا و دیته کدیتنا چنانچہ آپ ہمیشہ اسی پر عامل رہے آپ کے زمانہ میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا آپ نے مسلمان کو گرفتار کرا کے مقتول کے قبیلہ کے سپرد کر دیا قبیلہ والوں نے خونبہا لیکر قاتل کو رہا کر دیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے انہیں بلا کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم لوگ قاتل کے قبیلہ سے ڈر گئے ان لوگوں نے کہا نہیں ہم لوگوں نے اپنی

[1] مسعودی ذکر خلافت کتاب الاوائل میں اس واقعہ کو کسی قدر اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ [2] زیلعی صفحہ ۲۸۔

خوشی سے لیا ہے کسی کے خوف سے لیا نہیں ہوا ہے۔[2]

جنگ صفین کی تیاری ہو رہی تھی فوج کی روانگی کے وقت خلیفہ چہارم کی زرہ کھوئی جاتی ہے جنگ سے واپس آنے کے بعد ہی وہ زرہ آپ ایک یہودی کے پاس دیکھتے ہیں اور جب اس سے زرہ کا مطالبہ کرتے ہیں تو وہ صاف انکار کرتا ہے اور کہتا ہے یہ زرہ میری ہے یہ تو سالہا سال سے میرے پاس ہے گو آپ کو کامل یقین ہے کہ یہودی سراسر جھوٹ بول رہا ہے اور اس میں آپ کو کسی قسم کا شبہ نہیں کہ زرہ آپ کی ہے لیکن اس کے باوجود آپ اپنے اختیار خصوصی سے کام نہیں لیتے اور رعیت کے ایک معمولی فرد کی طرح عدالت میں دعویٰ دائر کرتے ہیں۔ قاضی عدل و انصاف کے سامنے یہ نہیں دیکھتا کہ حضرت علیؓ خلیفہ وقت ہیں اسے آپ کی شخصیت کا کوئی خیال نہیں ہوتا بلکہ آپ کی جلالت اور مرتبہ کو نظر انداز کرکے وہ آپ کے مطالبہ زرہ کی ملکیت پر شہادت طلب کرتا ہے، آپ اپنے ایک غلام اور اپنے صاحبزادے امام حسن کو شہادت میں پیش کرتے ہیں۔ قاضی صاف کہتا ہے کہ امام حسن کی شہادت اس معاملہ میں معتبر نہیں اس لئے کہ وہ آپ کے بیٹے ہیں اور باپ کے دعوے پر بیٹے کی شہادت تسلیم نہیں کی جا سکتی یہ عمل دیکھ کر یہودی بیساختہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ جس دین میں یہ عدل و انصاف ہے اور جس کے ماننے والے اس قدر صداقت پرست ہیں وہ یقیناً سچا اور قابل اتباع مذہب ہے۔

بعد کے خلفا کے متعلق بھی تاریخ میں ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومتوں نے عموماً غیر مسلم رعایا کے ساتھ وہی برتاؤ کیا ہے جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے اور جب کبھی اس سے انحراف کیا گیا علماء اسلام نے اس کی مخالفت کی۔ مثال کے طور پر مسجد دمشق کے واقعہ کو لیجئے جب دمشق میں مسلمان آبادی بڑھی اور ضروریات کے لئے مسجد ناکافی پائی گئی تو حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے چاہا کہ کنیسہ یوحنا کو خرید کر مسجد میں شامل کریں مگر عیسائیوں نے قبول نہ کیا اور حضرت معاویہ خاموش ہو گئے۔ پھر خلیفہ عبد الملک بن مروان نے عیسائیوں کو بہت بڑی رقم دیکر کنیسہ لینا چاہا مگر ان کے انکار پر خلیفہ خاموش ہو گیا۔ پھر خلیفہ ولید بن عبد الملک نے اپنے عہد حکومت میں بہت بڑی رقم دیکر کنیسہ خریدنے کی کوشش کی اور جب عیسائی راضی نہ ہوئے تو اس نے جبراً توڑ کر مسجد میں شامل کر لیا اس کے بعد جب حضرت عمر ابن العزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حکم دیا کہ مسجد میں جتنا حصہ اس گرجا سے لیکر بڑھایا گیا ہے اسے عیسائیوں کے حوالہ کر دیا جائے۔[1]

خلیفہ منصور نے جب شہر بغداد کو دار السلطنت بنانا چاہا تو آس پاس کی زمینوں کو غیر قوموں سے قیمت دیکر حاصل کیا اور جبرًا بھر زمین بھی کسی ذمی سے نہ چھینی۔[2]

ولید بن یزید نے رومی حملہ کے خوف سے قبرس کے باشندوں کو جلا وطن کرکے شام میں آباد کیا تو اس پر فقہائے اسلام سخت ناراض ہوئے اور اسے گناہ عظیم سمجھا اور جب یزید بن ولید نے ان کو پھر قبرس واپس کیا تو عام طور پر اس کی تعریف کی گئی اور کہا گیا کہ یہی انصاف ہے۔[3] ایک مرتبہ جبل لبنان کے ذمی باشندوں نے بغاوت کی صالح بن علی بن عبد اللہ نے ان کی سرکوبی کیلئے فوج بھیجی اور ان کے ہتھیار اٹھانے والے مردوں کو قتل کرکے آبادی کے ایک بڑے حصہ کو جلا وطن کر دیا اس پر امام اوزاعی نے سخت احتجاج کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد دلایا کہ جو کوئی کسی ذمی پر ظلم کرے گا

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۳۲۔ [2] فتوح البلدان صفحہ ۳۰۳۔ [3] فتوح البلدان صفحہ [illegible]

اور اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا اس کے خلاف قیامت کے روز میں خود مدعی ہوں گا۔[1]

مذہبی معاملات میں بھی اسلام نے غیر قوموں کو جو آزادی دی تھی اس کی نظیر کوئی قوم اور کوئی حکومت پیش نہیں کر سکتی اوپر وہ اصول بیان ہو چکے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم قوموں کے مذہبی حقوق کے متعلق مقرر فرمائے تھے ان میں سب سے نمایاں جو چیز ہے وہ اعتقادات اور مذہبی اعمال اور مذہبی قوانین اور مذہبی عبادت گاہوں اور ان کے متعلقہ عہدوں کی کامل آزادی ہے۔ ان اصولوں کے مطابق عمل کرنے میں اسلامی حکومت نے اتنی راستبازی کا ثبوت دیا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کی شراب یا اس کے خنزیر کو بھی تلف کیا ہے تو اس کا تاوان ذمی کو دلوایا گیا ہے۔[2]

یہاں ہم مذہبی معاملات کے متعلق وہ چند میثاق نقل کرتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ اصولوں کے تحت اسلامی فرمانرواؤں نے غیر مسلم مفتوحین کو لکھ کر دیئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جب حیرہ پر مسلمانوں کا تسلط ہوا تو آپ نے وہاں کے عیسائیوں کو یہ میثاق لکھ کر دیا۔

"ان کے گرجے اور کنیسے نہیں ڈھائے جائیں گے، انھیں سنکھ بجانے اور اپنے تہواروں میں صلیب نکالنے سے روکا نہیں جائے گا"[3]

مقام عانات پر جب حضرت خالدؓ کو فتح ہوئی تو وہاں کے پادریوں کو آپ نے جو اقرار نامہ لکھ کر دیا اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"ان کے گرجے مسمار نہیں کئے جائیں گے اوقات نماز کے سوا رات میں اور دن میں وہ جب چاہیں ناقوس بجائیں اور اپنے تہواروں میں صلیب نکالنے کی ان کو آزادی ہوگی"[4]

حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المقدس کی فتح کے بعد جو اقرار نامہ لکھا وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:۔

"ان کو امان دی، ان کی جان و مال اور ان کے کنیسوں اور صلیبوں اور ان کے تندرستوں اور بیماروں کے لئے یہ امان ایلیا کی تمام ملتوں کے لئے ہے عہد کیا جاتا ہے کہ ان کے کنیسوں کو مسلمانوں کا مسکن نہ بنایا جائے گا نہ ان کو منہدم کیا جائے گا نہ ان کے احاطوں اور ان کی عمارتوں میں کوئی کمی کی جائے گی نہ ان کی صلیبوں اور اموال میں سے کسی چیز کو نقصان پہنچایا جائے گا ان پر دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں کی جائے گی اور نہ ان میں سے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔"[5]

حضرت ابو عبیدہؓ نے بعلبک کے عیسائیوں کے لئے ان لفظوں میں صلح نامہ لکھا:۔

"یہ امان نامہ ہے فلاں ابن فلاں اور اہل بعلبک کے لئے عام اس سے کہ وہ رومی ہوں یا فارسی یا عربی، امان ہے ان کی جان و مال کنائس اور عمارات کے لئے عام اس سے کہ وہ شہر کے اندر ہوں یا باہر اور امان ہے ان کی چکیوں کے لئے ان میں سے جو مسلمان ہو جائے گا اس کے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں اور اس کے وہی فرائض ہیں جو ہم پر فرض ہیں اور ان کے تاجروں کو حق ہوگا کہ جن ملکوں سے ہماری صلح ہو چکی ہے ان میں آزادی کے ساتھ آمد و رفت کریں اور ان میں سے جو اپنے دین پر قائم رہے گا اس پر جزیہ اور خراج ہے۔"

اسی قسم کے معاہدات قریب قریب تمام ان علاقوں کے باشندوں سے کئے گئے تھے جن کو مسلمانوں نے فتح کیا اور ان کی پابندی ہمیشہ سختی کے ساتھ کی گئی اگر کبھی کسی مسلمان حکمران نے ان کی خلاف ورزی کی بھی تو مسلمانوں کی رائے عامہ نے اسے کبھی پسند نہ کیا اور ان کے ماہرین قانون نے ایسے افعال کو ہمیشہ ناجائز ٹھہرایا اور اکثر ایسا ہی ہوا کہ رائے عامہ کے دباؤ سے اسلامی حکومتوں کو اپنی غلطی کی تلافی کرنی پڑی مثال کے طور پر عباسی خلیفہ ہادی کے زمانہ میں مصر کے گورنر علی بن سلیمان نے چند گرجوں کو مسمار کر دیا تھا، ہادی کے انتقال کے بعد جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تو اس نے علی بن سلیمان کو معزول کر کے اس کی جگہ موسیٰ بن عیسیٰ کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور موسیٰ نے مسمار شدہ گرجوں کے متعلق علماء سے فتویٰ دریافت کیا تمام علماء نے بالاتفاق یہی فتویٰ دیا کہ ان گرجوں کو از سر نو تعمیر کیا جائے اور کہا کہ مصر میں جس قدر گرجے ہیں وہ صحابہ کے زمانہ کے بنے ہوئے ہیں چنانچہ مسمار شدہ گرجے حکومت کی جانب سے از سر نو تعمیر کئے گئے۔

اسی طرح دمشق کا ایک گرجا ایک شخص کی شرارت سے قبیلہ بنی نصر کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سریر آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے وہ گرجا عیسائیوں کو واپس دلایا۔

اس طرح کے بیشمار واقعات ہیں لیکن بسبب طوالت ہم انھیں نظر انداز کرتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اسلامی دور میں گرجوں اور بتخانوں کی تعمیر کا حق غیر مسلموں کو نہ تھا لیکن میں کہوں گا کہ مذہبی تعصب کی عینک اصل حقیقت کو کب تک چھپائے گی۔ تاریخ میں ایک نہیں بیشمار واقعات اس کے خلاف شہادت دیتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء نے کبھی اس میں رکاوٹ نہیں پیدا کی اسلامی بادشاہوں کی جانب سے اس بارے میں کوئی خاص پابندی عائد نہ تھی خاص اسلامی شہر بغداد میں اس کثرت سے گرجے تعمیر ہوئے کہ ان کی گنتی محال ہے اگر کوئی ان کا استقصا کرنا چاہے تو اسے معجم البلدان کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ قاہرہ میں جو گرجے ملتے ہیں وہ سب اسلامی عہد کے تعمیر کردہ ہیں خالد بن عبد اللہ قسری نے اپنی گورنری کے زمانہ میں خود اپنی عیسائی ماں کے لئے ایک گرجا تعمیر کرایا۔ عضد الدولہ نے جو ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے اپنے وزیر کو گرجوں اور بتخانوں کی تعمیر کا عام اختیار دیا تھا اس کے زمانہ میں عیسائیوں اور غیر مسلم قوموں کے ساتھ بڑی بڑی مراعات کی گئیں چنانچہ شاہی حکم کے مطابق ۳۶۹ھ میں مختلف اسلامی شہروں میں گرجے تعمیر ہوئے۔ اسلامی دور میں صرف یہی نہ تھا کہ گرجوں کے تعمیر کی اجازت تھی بلکہ ساتھ ہی یہ عام رعایت بھی تھی کہ جو جاگیریں گرجوں اور مذہبی اداروں پر وقف تھیں ان کو بحال رکھا گیا حتیٰ کہ گرجوں کے پادریوں اور بتخانوں کے پجاریوں کو حکومت کی جانب سے وظیفے بھی ملتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے جب مصر پر قبضہ کیا تو گرجوں کے اوقاف کو علیٰ حالہ باقی رکھا۔ محمد بن قاسم نے جب سندھ فتح کیا تو تمام برہمنوں کو بلا کر وظیفے مقرر کئے ان کو جو اختیارات پہلے سے حاصل تھے ان کو باقی رکھا اور بتخانوں کی جاگیروں میں کوئی کمی نہیں کی۔

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۶۹۔ [2] در مختار جلد ۳ ص ۲۷۳ [3] کتاب الخراج صفحہ ۸۴۔ [4] کتاب الخراج صفحہ ۸۶۔

سنہ ۱۹۴۲-۴۳ء کا بجٹ

جمہوری حکومتوں کے ہر کام پر عوام یا ان کے نمایندوں کی جانب سے نکتہ چینی ہوا کرتی ہے مگر جتنے سخت اعتراضات اور شدید نکتہ چینی بجٹ پر ہوتی ہے اتنی اور کسی چیز پر نہیں ہوتی اور وجہ صاف ظاہر ہے کہ بجٹ کا سارا تعلق عوام سے ہوتا ہے اور وہ اس سے براہ راست یا بالواسطہ متاثر ہوتے ہیں مثلاً نمک پر محصول بڑھا دیا جائے تو وہ ہر شخص جو نمک استعمال کرتا ہے اس سے متاثر ہوتا ہے اور دنیا میں شاید چند مریضوں کے علاوہ جن کو ڈاکٹروں یا طبیبوں نے نمک کھانے کی ممانعت کر دی ہے ہر مرد و عورت اور بچہ بوڑھا نمک استعمال کرتا ہے اور ہر وہ شخص جو کسی مقدار میں نمک استعمال کر رہا ہے غیر محسوس طریقہ پر حکومت کو محصول بھی ادا کر رہا ہے یہی حال اور دوسری چیزوں کا ہے حکومت ہند کا بجٹ ہر سال مارچ کی پہلی تاریخ کو وزیر مالیہ سنٹرل لجسلیٹو اسمبلی میں پیش کرتے ہیں جہاں اس پر بڑا بحث و مباحثہ ہوتا ہے بلکہ اس زمانہ میں اخبارو کانفرنسوں انجمنوں اور جلسوں میں بھی اسی کا تذکرہ رہتا ہے اس سال کا بجٹ اسمبلی میں پیش ہو چکا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی بجٹ پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے۔ ہندوستانی مالیہ مختلف درجوں اور منزلوں سے گذرتا ہوا موجودہ شکل تک پہنچا ہے اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ سب سے پہلے ۱۸۵۹ء میں وزیر مالیہ کا تقرر ہوا اور ۱۸۶۰ء میں ہندوستان کا پہلا موازنہ تیار ہوا ابتدا میں برطانوی ہند کا کل موازنہ مشترک تیار ہوتا تھا اور ساری آمدنی اور خرچ مرکزی حکومت کے ہاتھ میں رہتا تھا البتہ صوبہ داری حکومتوں کو کچھ رقم خرچ کرنے کیلئے دیتی تھی جو ان کو حسب ہدایت خرچ کرنا پڑتی تھی ۱۸۷۰ء میں چند محکمے اور ۱۸۷۷ء میں بعض اور نئے محکموں کا انتظام صوبہ داری حکومتوں کے سپرد ہوا اور اس میں صوبوں اور مرکزی حکومتوں کے درمیان پنجسالہ مالی معاہدے ہوا کرتے تھے جس میں صوبوں کو نقصان اٹھانا پڑتا تھا ۱۹۱۲ء میں کچھ مزید اصلاحات ہوئیں اور اس کے بعد اہم اصلاح ۱۹۱۹ء میں ہوئی اور مرکزی حکومت اور صوبہ داری حکومتوں کی آمدنی و خرچ کی مدیں الگ الگ کر دی گئیں ۱۹۳۵ء سے یہ تقسیم اور زیادہ قطعی ہو گئی اور مرکزی حکومت نے بعض نئے صوبوں کو امداد دینے کا وعدہ بھی کر لیا ہے اور محصول آمدنی میں مرکزی حکومت صوبہ داری حکومتوں کو کچھ دیتی ہے چنانچہ اس سال صوبوں کو ۷۹۷ لاکھ اور آیندہ سال ۸۳۷ لاکھ روپیہ ملیگا ۱۹۲۵ء سے قبل ریل کا بجٹ مرکزی حکومت کے بجٹ کا ایک حصہ ہوا کرتا تھا مگر اس سال پہلی مرتبہ ریلوے کا بجٹ علیحدہ پیش کیا گیا اور اب یہ الگ ہی پیش ہوتا ہے

جیسے جیسے انسانی ضروریات بڑھتی جاتی ہیں اور تمدن و معاشرت میں ترقی ہوتی ہے اور لوگوں کی آمدنی میں اضافہ ہو رہا ہے اس طرح حکومت کی آمدنی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کے اخراجات بڑھ رہے ہیں ذیل میں ہندوستان کے چند نمایاں سالوں کی آمدنی اور خرچ کے اعداد لئے گئے ہیں

(کروڑ روپیوں میں)

	آمدنی	خرچ	کمی یا بیشی
۱۹۱۳-۱۴ء	۷۶٫۱۵	۷۸٫۸۳	۲٫۶۸
۱۹۱۹-۲۰ء	۱۱۸٫۷۰	۱۰۶٫۵۷	۱۲٫۱۳+
۱۹۲۰-۲۱ء	۱۳۷٫۱۴	۱۶۰٫۷۹	۲۳٫۶۵-
۱۹۲۱-۲۲ء	۱۳۴٫۸۷	۱۳۴٫۸۶	۰٫۰۱+
۱۹۳۸-۳۹ء	۸۵٫۹۲	۸۵٫۸۳	۰٫۰۹+
۱۹۴۰-۴۱ء	۸۵٫۴۳	۹۲٫۵۹	۷٫۱۶-
۱۹۴۱-۴۲ء	۱۲۹٫۶۲	۱۴۶٫۸۹	۱۷٫۲۷-
۱۹۴۲-۴۳ء تخمینہ	۱۴۰٫۰۰	۱۸۷٫۰۷	۴۷٫۰۷-

جب سے جنگ شروع ہوئی ہے ہندوستان کی مدافعت کے اخراجات میں برابر اضافہ ہو رہا ہے چنانچہ جنگ کے ان سالوں کا بجٹ حسب ذیل ہے۔

(کروڑ روپیوں میں)

	۱۹۴۰-۴۱ء	۱۹۴۱-۴۲ء	۱۹۴۲-۴۳ء تخمینہ
(۱) عام سالانہ بجٹ	۳۶٫۷۷	۳۴٫۷۷	۳۶٫۷۶
(۲) قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے بجٹ میں اضافہ	۲٫۰۰	۴٫۲۴	۶٫۵۲
(۳) ہندوستان کی مدافعتی تدابیر	۶٫۵۹	۵۳٫۰۳	۸۱٫۳۰
(۴) دوسرے اخراجات	۸٫۱۶	۸٫۴۱	۸٫۴۱
میزان	۵۳٫۵۱	۱۰۲٫۴۵	۱۳۳٫۰۰

جنگ کی وجہ سے سارا مالیہ چوپٹ ہو گیا ہے آمدنی کی مدات میں کمی ہونے لگی ہے اور اخراجات میں برابر اضافہ ہو رہا ہے مرکزی حکومت کی آمدنی کی سب سے بڑی مد محصول درآمد و برآمد ہے اور اس کا انحصار تجارت بین الاقوامی پر ہے مگر جنگ کی وجہ سے تجارت میں بڑی تخفیف ہو گئی ہے بین الاقوامی نازک صورت حال جہازوں کی کمی ان کے کرایوں میں زیادتی اور بیمہ کی شرح میں اضافہ سے بہت کم مال ملک کے اندر آ رہا ہے پھر بیرونی ملکوں میں زیادہ تر آلات حرب تیار ہو رہے ہیں اور تجارتی سامان کی پیدائش میں تخفیف ہو گئی ہے خود ہندوستان میں بھی جنگی اغراض کے لئے زیادہ سامان تیار ہو رہا ہے جاپان کے جنگ میں شامل ہو جانے سے اور بالخصوص سنگاپور کے نکل جانے سے ہندوستان کی مشرقی تجارت کو بڑا نقصان پہنچا ہے مشرقی مجمع الجزائر اور ملایا وغیرہ پر دشمن کے قبضہ سے ان ملکوں سے تجارت بالکل ختم ہو گئی ہے رنگون کا بندرگاہ تو بالکل ہی ختم ہو گیا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ کلکتہ چٹاگانگ اور مدراس کی بندرگاہی حیثیتوں کو بھی سخت نقصان پہنچ گیا ہے اس نقصان کی تھوڑی بہت تلافی اس نئے راستے سے ہو جائیگی جو آسام سے گذرتا ہوا ہندوستان اور چین کو ملانے کے لئے زیر تعمیر ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے چین کیساتھ آزادی سے تجارت ہو سکے گی مگر مجموعی حیثیت سے کسٹم کی آمدنی میں بڑی کمی ہو گئی ہے چنانچہ اس سال اس مد کی آمدنی کا تخمینہ ۳۶ کروڑ کے بجائے ۳۰ کروڑ کیا گیا ہے اس میں دو کروڑ کی وہ رقم بھی شامل ہے جو ایک نئے محصول کی صورت میں معمولی اور چھوٹے ریشہ والی روئی پر لگایا گیا ہے۔

مرکزی حکومت کی آمدنی کا دوسرا اہم ذریعہ ریلیں ہیں مگر جنگ کے زمانہ میں یہ زیادہ فرد اور زیادہ مال و اسباب منتقل کر کے بھی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا کیونکہ جنگی اغراض کے لئے ریلوں کی شدید ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت انجنوں مال اور مسافروں کے ڈبوں

اور دوسرے ضروری سامان کی قلت محسوس ہونے لگی ہے چنانچہ اکثر مقامات پر بعض ریلوں
نے اپنی چند گاڑیوں کو بند کر دیا بعض ریلوں اور ریلوے جاتراؤں اور عرسوں کیلئے جو
اسپشل چلا کرتی تھیں وہ بند کر دیگئی ہیں بعض رعایتیں جو کہاڑیوں یا طالبعلموں
کو حاصل تھیں وہ واپس لے لیگئی ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ حکومت اس ذریعہ سے مدد بھی
لینا چاہتی ہے چنانچہ اس کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ مسافر بھی کم سفر کریں اور ریلوں
پر بار بھی زیادہ نہ پڑے اور آمدنی بھی کم نہ ہو چنانچہ گذشتہ مہینے اکثر ریلوں نے کرایہ
میں اضافہ کر دیا ہے۔ تیسری اہم چیز محصول آمدنی ہے ملک میں عام بے چینی اور تجارت میں
تخفیف وغیرہ کی وجہ سے اس میں بھی کمی ہونے لگتی ہے۔ حکومت ایسے وقت یا تو انکم
ٹیکس کی شرح میں اضافہ کر دیتی ہے یا محصول عاید ہونیوالی آمدنی کا معیار گھٹا دیتی ہے پھر
بھی اگر خسارہ کی تکمیل نہ ہو سکے تو قرض لیکر کام چلایا جاتا ہے۔ دوسری طرف جنگ کی
وجہ سے عام اخراجات اور بالخصوص جنگی اخراجات میں کافی اضافہ ہو جاتا ہے چنانچہ
اس مرتبہ کے بجٹ میں مدافعت کے سلسلے میں ۱۳۳ کروڑ روپیہ خرچ ہونے کا اندازہ
ہے جو ہندوستان کے عام فوجی سالانہ اخراجات سے ۹۶ کروڑ کے قریب زائد ہے
بقول وزیر مالیہ آجکل ہندوستان جنگ پر روزانہ ۴۰ لاکھ روپیہ صرف کر رہا
ہے اور یہ صرف اس صورت میں ہے جبکہ حکومت برطانیہ ۴۰ کروڑ روپے کی سالانہ
امداد کر رہی ہے اس کے علاوہ برطانیہ بلا کسی قیمت کے ہوائی جہاز گاڑیاں توپیں
اور دوسرا فوجی سامان بھی فراہم کر رہی ہے اب تک لیا جو سامان آچکا ہے یا ۱۹۴۲ء کے
اختتام تک جو سامان آئیگا اس کی مجموعی قیمت ۸۰ کروڑ روپیہ کے قریب ہوگی۔ ان
جنگی اخراجات کی وجہ سے اس سال کے بجٹ میں ۴۷ کروڑ کے خسارہ کا اندازہ لگایا گیا ہے
اس خسارہ کو پورا کرنے کے لئے مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کئے گئے ہیں:۔

(۱) انکم ٹیکس کا معیار کم کر دیا گیا ہے یعنی ان آدمیوں پر جو ایک ہزار سے دو ہزار سالانہ
کے درمیان ہیں ان پر ۵۰، روپے کے بجائے ۹ پائی فی روپیہ کے حساب سے ٹیکس لگایا
جائیگا لیکن اس میں یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ اگر ۲۰ روپے یا چار روپے سینکڑے کے
حساب سے رقم سیونگ بینک کے ڈیفنس اکاونٹ میں جمع کر دیجائے تو یہ محصول ادا نہ کرنا
پڑیگا اس کھاتے سے رقم جنگ ختم ہونے کے ایک سال بعد واپس لی جا سکیگی اس
اثنا میں اس پر ۲ فی صدی کے حساب سے سود ملتا رہیگا مثال سے اس کو یوں سمجھا
جا سکتا ہے کہ زید کی آمدنی ۱۲۵۰ روپیہ ہے اس کو ۷۵۰ روپیہ پر کوئی ٹیکس نہ دینا پڑے
گا اور بقیہ پانسو پر ۹ پائی کے حساب سے پندرہ روپے دس آنے ٹیکس ادا کرنا پڑیگا
لیکن اگر وہ چار روپے فی سیکڑے کے حساب سے پانسو کی رقم کے واسطے بیس روپیہ
ڈاکخانے میں جمع کرا دے تو اس محصول سے بچ جائیگا وزیر مالیہ کا خیال ہے کہ یہ ٹیکس
نہیں ہے بلکہ دراصل روپیہ پس انداز کرانے کی ایک موثر تدبیر ہے لیکن صاحب موصوف
نے اس بات کو نظر انداز کر دیا کہ اس میں جبر کا پہلو شامل ہو گیا ہے اور جب کسی
تعمیری اور مفید کام میں جبر بھی شامل ہو تو عوام اس کی وہ افادیت محسوس نہیں
کر سکتے جو بلا جبر ان کی سمجھ میں آسکتی ہے۔

(۲) حکومت جو مزید ٹیکس وصول کرتی ہے اس کی شرح میں بھی اضافہ کر دیا گیا
ہے لیکن یہاں یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ حکومت اس مزید محصول کا کچھ حصہ جنگ
کے بعد واپس کریگی (۳) زائد منافع والے ٹیکس کی شرح کو برقرار رکھا گیا ہے لیکن
اس میں بھی یہ ترمیم کی گئی ہے کہ اس کا ۱/۵ حصہ جنگ کے بعد واپس کر دیا جائیگا۔
(۴) تمام درآمدہ اشیاء پر موجودہ محصولوں کا ۱/۵ حصہ اضافہ کیا گیا البتہ خام روئی

اور اسپرٹ اس میں شامل نہیں لیکن موٹر اسپرٹ کے محصول میں فی گیلن تین آنہ
فی گیلن کا اضافہ کر دیا گیا ہے نیز بناسپتی گھی جو مقامی مصنوعات کی حیثیت رکھتا ہے
کی بدولت اس اصول سے مستثنیٰ رہیگی۔ نمک کا درآمدی محصول بھی موجودہ
دیسی نمک کی چنگی کے برابر رہیگا۔ (۵) ڈاکخانہ کا لفافہ سوا آنے کے بجائے
ڈیڑھ آنے معمولی تار دس آنے کے بجائے بارہ آنے اور اکسپریس تار سوا روپیہ کے
بجائے ڈیڑھ روپیہ کا کر دیا جائے گا ٹیلیفون کی فیس میں بھی اضافہ ہوگا اور ٹرنک
ٹیلیفون کی فیس میں بھی ۱۰ فی صدی سے ۴۰ فی صدی تک اضافہ کیا جائے گا۔
ان تمام مدوں سے بارہ کروڑ کی آمدنی ہوگی اور پھر بھی ۳۵۰۲ کروڑ کا خسارہ
رہیگا جو قرض سے پورا کیا جائیگا۔

گویا اس ملک کے محصول میں ۱۲ کروڑ کا اضافہ ہوا جو کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا
مگر اس حیثیت سے اس کا بار بہت بڑھ جاتا ہے کہ پچھلے دو سالوں میں بھی ۱۸ کروڑ کا اضافہ
ہو چکا ہے گویا آغاز جنگ سے اب تک نئے ٹیکسوں کی مقدار ۳۲ کروڑ ہو گئی ہے جو ہندوستان
کی عام سالانہ آمدنی اور قیمتوں میں بہت زائد اضافہ کی وجہ سے بہت شدید بار ہے
گر موجودہ بجٹ پر کوئی تنقید اس لئے نہیں کیجا سکتی کہ یہ جنگ کے زمانہ کا بجٹ ہے
اور جنگ میں حکومت اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے باشندوں کو جو تکلیفیں اور
مصیبتیں اٹھانی پڑتی ہیں وہ ناگزیر ہیں جرمنی جو اس وقت دنیا پر قبضہ کرنیکی فکر
میں لگا ہوا ہے اس کے قومی قرضہ کی مقدار ۱۰۷ ارب مارک یا ۴۳ ارب ڈالر یا
۱۲۹ ارب روپیہ کے قریب تھی یہ قرضہ یکم ستمبر ۱۹۳۹ء سے آخر ستمبر ۱۹۴۱ء تک
لیا گیا تھا گویا اب تو اس میں اور اضافہ ہو گیا ہوگا اس کے علاوہ عوام کی آمدنی
کا بڑا حصہ ٹیکسوں کی صورت میں حکومت کی نذر ہو جاتا ہے امریکہ کی متحدہ ریاستوں
کا اس سال کا بجٹ اپنی تاریخ میں آپ مثال ہے۔ نیوزی لینڈ جیسے چھوٹے
چھوٹے جزیرے جنگ کے گزشتہ دو سالوں میں ۱/۲ ۶ کروڑ پونڈ مدافعت پر
خرچ کر چکے ہیں اور اس سال ان کی مدافعت کا بجٹ ۱/۲ ۶ کروڑ پونڈ یا ۸۵ کروڑ
روپیہ کے قریب ہے جنگ کے زمانہ میں جنگی اخراجات میں کمی کرنا خودکشی کے مترادف ہے
امریکہ نے ابتدا میں تھوڑا بہت فائدہ ضرور حاصل کیا مگر اب تو وہ خود ایک فریق ہے
ہندوستان نہ صرف سیاسی اعتبار سے خطرے کے قریب آگیا ہے بلکہ معاشی اعتبار
سے بھی کافی نقصان میں ہے جاپان کے جنگ میں شامل ہو جانے سے نہ صرف خطرہ
بہت قریب آگیا ہے بلکہ صورت حالات بہت کچھ بدل گئی ہے بحر الکاہل سے ہماری
تجارت بالکل ختم ہو گئی ہے سنگاپور وغیرہ کے ہاتھ سے نکل جانے سے بحر ہند کی تجارت
بھی محفوظ نہیں رہی اس طرح ہماری تجارت کو بڑا بھاری صدمہ پہنچنے کا امکان ہے
اور تجارت میں تخفیف کی وجہ سے محصول درآمد و برآمد میں کمی ہوگی چنگی کی آمدنی کم
ہو جائیگی ریلوں کی آمدنی میں تخفیف ہوگی اور خود لوگوں کی آمدنی کم ہو جانیکا بھی
امکان ہے دوسری طرف ملک میں عام اشیا کی قیمتوں میں برابر اضافہ ہو رہا
ہے اور نئے اور پرانے محصولوں کا بار بڑھ رہا ہے اس طرح معین آمدنی والا
طبقہ اور غریب و متوسط لوگ بڑی کشمکش میں گرفتار ہیں مگر اس کا علاج حکومت
یا کسی ایک فرد کے بس میں نہیں لہذا ایسی صورت میں خطرات برداشت کرنیکی
عادت ڈالنا ضروری ہے۔ ضرورت ہے کہ اپنی روزمرہ زندگی کے ہر شعبہ میں کفایت
سے کام لیا جائے اور خود اپنے ذرائع پر بھروسہ کیا جائے اور اپنے آپ کو خود
خود کفیلی ماحول کا عادی بنا لیا جائے کیونکہ اسی میں ملک کی بہتری مضمر ہے

وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ

وصول کرو اوران کو دعا دو

صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ

تمہاری دعاان کے لئے باعث تسکین ہے اور اللہ خوب سُنتا

عَلِيمٌ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ

جانتا ہے کیا اُن کو نہیں معلوم ہوچکا کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ

التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ

قبول کرتا ہے اور اُن کی زکاتیں لیتا ہے

وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

اور اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے

تفسیر جنگ تبوک میں شریک نہ ہونے والے مخلص مومنوں کی توبہ جب قبول ہوگئی تو اُنہوں نے اپنا کل مال بطور صدقہ خدمت گرامی میں پیش کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ اسی مال نے ہم کو گناہ میں ڈالا اس کو قبول فرمالیجئے۔ اُس وقت آیت مذکورہ کا نزول ہوا۔ اور حضورؐ نے اُن کا تہائی مال بطور اجتہاد یا بمفہوم آیت قبول فرماکر فقراء اور اصحاب احتیاج کو تقسیم فرمادیا۔ آیت کا نزول اگرچہ خاص اشخاص کے متعلق ہے مگر حکم عام ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ جن لوگوں کے اعمال مخلوط ہوں کچھ اچھے ہوں اور کچھ برے اور وہ توبہ کرنے کے بعد بطور کفارہ مال پیش کریں تو اُن کے مال میں سے کچھ حصہ بطور صدقہ لے لو تاکہ عموماً گناہوں سے بطفیل صدقہ اُن کی روحیں پاک صاف ہوجائیں اور اُن کے لئے استغفار و دعائے رحمت بھی کرو۔ کیونکہ تمہاری دعا اُن کے لئے سکون خاطر کا باعث اور سبب نزول رحمت ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے جس کے لئے دعاء رحمت کی اُس پر اُس کی اولاد پر اور اُس کی اولاد کی اولاد پر نزول رحمت ضرور ہوا یعنی تین پشت تک رسول اللہؐ کی دعا کا اثر رہا (رواہ احمد) ایک عورت نے عرض کیا حضورؐ میرے اور میرے شوہر کے لئے دعا فرمائیے۔ حضورؐ نے فرمایا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكِ وَعَلَىٰ زَوْجِكِ۔ ابو اوفی نے جب اپنی قوم کی طرف سے مال صدقہ پیش کیا تو حضورؐ نے دعا دی اور فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ آلِ أَبِي أَوْفَىٰ۔

[illegible]

اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے اور اُن کے صدقات کو مقبول فرماتا یعنی اُن کو صدقات کا کامل ثواب عطا فرماتا اور گناہوں کو دور کردیتا ہے۔ مطلب یہ کہ توبہ کرنے والے چونکہ منافق نہیں اس لئے اُن کی توبہ بھی قبول ہے اور امداد مسلمین کے لئے وہ جو مال پیش کریں وہ قابل منظوری ہے۔ البتہ منافقوں کا مال قابلِ قبول نہیں جس طرح اوپر کی آیت میں اسی صورت میں بیان کردیا گیا۔

مقصود بیان:۔ گناہوں سے توبہ کرنا چاہئے۔ بطور کفارہ کچھ مال بھی مسلمانوں کی امداد کے لئے دینا چاہئے۔ یہ مومن ہونے کی علامت ہے۔ صدقہ دینے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ روح پاک اور دل گناہوں کی کدورت سے صاف ہوتا ہے۔ گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اسلام قربانی کا خواستگار ہے۔ جان کی قربانی ہو یا مال کی مخلص مومن کے لئے قربانی لازم ہے۔ توبہ اور قربانی علامت ایمان ہے۔ اگر جان کی قربانی کا موقعہ نہ ہو تو کم از کم مالی قربانی ہی کرنی چاہئے۔ مِنْ أَمْوَالِهِمْ میں مِنْ کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ اسلام کے احکام انسانی زندگی کو تباہ کرنے والے اور آدمی کو محتاج و قلاش کردینے والے نہیں۔ وصول صدقات میں بھی کچھ مال لینا چاہئے کل مال نہ لینا چاہئے اگرچہ دینے والا بطیب خاطر دے۔ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دعا مسلمانوں کے حق میں مستجاب ہے کوئی دعا مردود نہیں یعنی سورۃ پر اس امر پر دلالت ہے کہ مسلمانوں کو رسول اللہؐ کی دعا کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے حضورؐ کی دعا فلاح دارین کا وسیلہ ہے۔ وغیرہ

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَ

کہدو کہ عمل کئے جاؤ پھر آگے تمہارے اعمال کو اللہ اور اُس کا رسول

رَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ

اور مسلمان دیکھیں گے اور عنقریب تم کو لوٹ کر اُس کے پاس جانا ہوگا

إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم

جو باطن و ظاہر کو جانتا ہے وہی تم کو جتادے گا

بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

جو کچھ تم کررہے تھے

تفسیر مجاہد کے نزدیک یہ کلام تہدید و وعید کے طور پر ہے اس صورت میں روئے سخن اُن پہلے منافقوں کی طرف ہوگا

[illegible]

توبہ نہ کی تھی اور اُن کے نفاق کی صراحت خدا تعالیٰ نے مختلف آیات میں کر ہی دی اول اہل نفاق کا بیان تھا بیچ میں توبہ شعار مؤمنین کا بیان ہوا پھر اول گروہ کی طرف روئے بیان کر دیا گیا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ کلام کا رُخ عام متخلفین کی طرف پھیرا جائے خواہ وہ منافق ہوں یا توبہ کرنیوالے مسلمان اس صورت میں کلام میں صرف تہدید نہ ہوگی بلکہ ترہیب کے ساتھ ترغیب بھی ہوگی۔ منافقوں کے حق میں دھمکی ہوگی تو توبہ کرنے والے مؤمنوں کے حق میں بشارت و ترغیب۔

آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ اے وہ لوگو جو جہاد تبوک میں بلا شرعی عذر کے شریک نہ ہوئے اور پھر آکر معذرت کی بہر حال تم سب اپنی جگہ پر عمل کئے جاؤ تمہارے آئندہ اعمال کو اللہ بھی دیکھیگا اور اُس کا رسول بھی اور رسول اللہ کے ساتھی مؤمن بھی۔ خود ظاہر ہو جائیگا کہ تم اپنے عذر میں سچے ہو یا جھوٹے۔ پھر مرنے کے بعد تم سب کو اللہ کے سامنے جانا ہے وہ ظاہر باطن اور چھپے کھلے کو جانتا ہے اس لئے جو کچھ تم دنیا میں کرتے ہو اُس کی سزا جزا تم کو وہ دیگا۔

اللہ کا علم تین طرح کا ہے۔ ایک وہ جو محض ذات الٰہی کے ساتھ مخصوص ہے کسی نبی یا ولی کو اُس سے واقفیت نہیں۔ ظاہر و باطن کو بطریق اکمل جاننا حقیقت و کنہ سے واقف ہونا کل عالم کا علم ازلی قدیم میں استحضار۔ یہ سب خصوصیت باری تعالیٰ کی ہے اور دوسرا علم وہ ہے جس سے واقفیت بعض یا کل انبیاء کو بھی ہے اللہ نے انبیاء کو وہ نور عطا فرمایا جس سے اُن کے دل پاکیزہ اور منور ہو گئے اور وہ بعض عالم خلائق سے بعیان و بیان واقف ہو گئے۔ اس میں ہر قسم کی وحی اور الہام انبیاء داخل ہے۔ تیسرا علم وہ ہے جس سے انبیاء کے علاوہ اولیاء بھی واقف ہیں۔ جس طرح انبیاء اللہ کے نور ذات سے بعض اشیاء کا علم رکھتے ہیں اسی طرح اولیاء اور خاص خاص مؤمن نور صفات سے اشیاء کو دیکھتے ہیں۔ یہ ہی کشف اولیاء ہے۔ اسی تیسری قسم کے علم کو آیت میں بیان کیا ہے کہ منافقوں کے اعمال کو دیکھ کر اُن کی اندرونی حالت کو جانچنا اور ایمان و عدم ایمان کو معلوم کرنا اللہ کا کام بھی ہے اور رسول اللہ کا بھی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ مؤمن کی فراست سے بچو۔ اسی نور ذات کو آیت اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ میں توسم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رہی پہلی شق تو اُس کے متعلق سَتُرَدُّوْنَ الخ میں اشارہ کر دیا گیا کہ تمہارے اندرونی و بیرونی اعمال عقائد اور نیتیں اور ارادے اللہ سے تو مخفی ہو ہی نہیں سکتے وہ ظاہر باطن کا عالم ہے اور سزا جزا اسی پر مرتب ہوگی مگر تمہاری ظاہری صفات اور بیرونی اعمال دیکھ کر رسول اللہ اور مؤمن بھی تمہارے اندرون کا پتہ لگا لینگے۔

مقصود بیان۔ ترغیب و ترہیب۔ رسول اللہ اور خاص مؤمنوں کے مخصوص علم کی صراحت اور اپنے خاص فیضان کی طرف اشارہ۔ اس امر کی نفی کہ اللہ سے کوئی چیز (باعتبار علم ازلی قدیم کے) مخفی نہیں۔ اس لئے کوئی شخص اُس سے کوئی کام چھپا نہیں سکتا۔ سزا جزا کا ترتب اعمال پر ہوگا اور اعمال سے واقفیت اللہ کو ہے۔ تو گویا اللہ کی واقفیت کی بوجہ سزا جزا ہوگی اور چونکہ اللہ کی واقفیت میں غلطی ہونا نا ممکن ہے لہٰذا سزا جزا میں غلطی ہونا بھی نا ممکن ہے۔ وغیرہ۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا

اور کچھ لوگ اور بھی ہیں جن کا معاملہ اللہ کے حکم پر ملتوی ہے خواہ

یُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ

اُن کو سزا دے یا اُن پر توجہ فرمائے

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ○

اور اللہ دانا صاحب تدبیر ہے

تفسیر جو لوگ جنگ تبوک پر نہ گئے تھے اُن کے تین گروہ تھے۔ اول گروہ منافقین۔ دوم وہ خالص مؤمن جو بغیر کسی نفاق کے محض آسائش اور آرام طلبی کی وجہ سے شریک نہ ہوئے اور ندامت آرائی میں حاضر ہو کر کچھ عذر معذرت معمولی کر کے سچے دل سے توبہ کر لی۔ سوم وہ لوگ جنہوں نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ مگر زبان سے معذرت کا کوئی لفظ نہ نکالا۔ منافقوں کا حکم شروع سورت سے بیان ہوتا چلا آیا۔ اُس کے بعد متصل آیات میں اُن توبہ کرنے والے مسلمانوں کا جنہوں نے ندامت کے ساتھ اعتراف قصور کیا حکم مذکور ہو گیا۔ ایسے لوگوں میں حضرت ابولبابہ بھی داخل تھے۔ تیسرے نمبر پر صرف تین آدمی رہ گئے مرارہ بن ربیع۔ ہلال بن امیہ۔ کعب بن مالک۔ انہوں نے توبہ تو سچے دل سے کر لی۔ مگر زبان سے کوئی لفظ نہ نکلا۔ بقول ابن عباس و مجاہد و ضحاک و عکرمہ وغیرہ آیت کا نزول انہی کے حق میں ہوا

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے معاملہ میں تاخیر کر دی گئی ہے نہ تو ابھی اُن کی توبہ قبول ہونے کی صراحت کی گئی ہے نہ عذاب دینے کی۔ اللہ کو اختیار ہے کہ اُن کو اُن کے کئے کی سزا دے یا اُن کی توبہ قبول فرمالے۔ اس آیت کے حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے معاملہ کو معلق چھوڑ دیا۔ گروہ اہل اسلام کو اُن سے سلام کلام کرنے کی ممانعت کر دی۔ بیویوں کو کچھ دنوں کے لئے جدا ہو جانے کا حکم دیدیا۔ ان تینوں کی توبہ قبول ہونے کی صراحت آئندہ آیت وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا الخ میں آئے گی۔

مقصود بیان:۔ اس امر کی صراحت کہ توبہ کو (باوجودیکہ خالص

دل سے ہوا قبول کرنے نہ کرنے کا اللہ کو اختیار ہے اگرچہ رحمت الٰہی غضب الٰہی پر غالب ہے اور امید ہے کہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوگی مگر اللہ پر واجب نہیں کہ اُن کی توبہ ضرور قبول کرے۔ اس بات کی ضمنی صراحت کہ اُن فیتول آدمیوں نے سچے دل سے توبہ کی تھی کیونکہ اگر وہ سچے دل سے کی ہوتی تو عدم قبول توبہ کی صراحت تعیین کے ساتھ کردی جاتی معاملہ کو معلق نہ چھوڑا جاتا۔ وغیرہ

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا

جن لوگوں نے تکلیف پہنچانے کفر کرنے

وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اُن لوگوں کے گھات

وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ

لگانے کے لئے ایک مسجد بنا کر کھڑی کردی ہے جو پہلے سے

رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ

خدا اور اس کے رسول سے لڑ رہے ہیں اور اب وہ قسمیں کھائینگے کہ سوائے

اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ

بھلائی کے ہمارا کچھ مقصود نہ تھا خدا گواہ ہے کہ وہ یقیناً

لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ

جھوٹے ہیں تم اُس مسجد میں ہرگز نہ کھڑے ہو البتہ جس مسجد

اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ

کی بنیاد اول دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے

اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ

وہ تمہارے نماز پڑھنے کے زیادہ لائق ہے اُس میں ایسے لوگ ہیں جو

اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝

خوب پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی خوب پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے

تفسیر ابن کثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف فرما ہونے سے پہلے خاندان خزرج میں ابوعامر نام کا ایک شخص تھا جو زمانۂ جاہلیت میں نصرانی ہوگیا تھا اور جوگیوں سناسیوں کی طرح محنت و مشقت کرتا تھا۔ جاہل اُس کو بڑا خدارسیدہ اور عابد زاہد جانتے تھے۔ جب حضور رسول اللہ ترک وطن کے بعد مدینہ میں تشریف فرما ہوئے اور مسلمانوں کا ہجوم ہوا تو ابوعامر کو جلن پیدا ہوئی اور بدر میں جب حضورؐ کو فتح ہوئی تو کھلا دشمن بن گیا اور مشرکین مکہ سے ساز باز کرکے اُن کو مسلمانوں سے جنگ پر آمادہ کیا۔ پھر جب جنگ اُحد میں مسلمانوں پر قدرے مصیبت پڑی تو وہ خوب خوش ہوا اور بالآخر جب مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہونی شروع ہوگئیں اور جنگ حنین میں قبائل ہوازن کو شکست ہوئی تو علی الاعلان اپنی صداقت و حقانیت کا قول کیا اور کہنے لگا میں ملت ابراہیمی پر ہوں حضورؐ نے ہر چند سمجھایا بجھایا مگر اس نے ایک نہ مانی اور بھاگ کر ملک شام کو چلا گیا تاکہ وہاں رہ کر مسلمانوں کے مقابلہ کی تیاری کرے اور جمعیت اسلامیہ کو شکست دینے کے لئے لشکر جمع کرے۔ اس کے بارہ چیلے مدینہ میں موجود تھے جو بظاہر مسلمان اور در پردہ منافق تھے۔ ابوعامر نے ان منافقوں کو پیام بھیجا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور بظاہر مسلمانوں کی دلداری کرتے رہو مجھ سے قیصر روم نے فوج اور سامان دینے کا وعدہ کرلیا ہے۔ میں عنقریب فوج لیکر آتا ہوں میرے تمام خطوط اور قاصد اُسی مسجد کے پتہ پر پہنچا کرینگے۔ چنانچہ اس کے طرفداروں نے ایک مسجد تعمیر کی اور مسجد بن گئی تو حضورؐ کی خدمت میں عرض گذار ہوئے کہ حضورؐ وہاں نماز پڑھ کر ہمارے لئے برکت کی دعا فرمادیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں اسوقت سفر تبوک کا ارادہ کرچکا ہوں۔ اللہ نے چاہا تو لوٹ کر دیکھا جائیگا۔ چنانچہ حضورؐ تشریف لے گئے۔ ادھر منافقوں نے اس مسجد سے چار کام لینے شروع کردیئے (۱) مسجد قباء والوں کو ضرر رسانی (۲) کفر کی اشاعت کو مسلمانوں کے مقابلہ میں اُنہوں نے مسجد تعمیر کی اور اُس سے مقصود مسلمانوں پر فخر کرنا اور اپنی قوت کا نمودار کرنا تھا گویا یہ مسجد کفر کا اڈا اور مرکز تھی (۳) مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا۔ پہلے سب مسلمان مسجد قباء میں جمع ہوتے تھے اور سب یکدل تھے اب منافقوں نے اُن کے دو ٹکڑے کردینے چاہے ایک ٹکڑا مسجد قباء میں اور دوسرا اُن کی مسجد میں۔ اس تفریق سے اُن کو مسلمانوں میں اشاعت نفاق اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا موقعہ ملا (۴) ابوعامر خدا اور اُس کے رسول کا دشمن تھا۔ رسول اللہ سے مناظرہ بھی کرچکا تھا اور اسلام کے خلاف مشرکین عرب کو ابھار بھی چکا تھا اور اسلام کی بیخ کنی کے لئے ملک شام میں لشکر کشی کے لئے گیا ہوا تھا۔ اُس کے ۔۔۔ [illegible] منافقوں نے اس مسجد کو بنایا لیکن بالآخر تمام مبلغین نفاق ناکام ہوگئے ابوعامر کا کوئی ساتھی نہ رہا۔ ملک شام میں وہ تنہا بے یار و مددگار مرگیا۔

حضورؐ نے اُسکو بددعا بھی یہی دی تھی کہ تنہا بے یار و مددگار مرے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ جن منافقوں نے مسلمانوں کی مسجد سے علیحدہ مسجد تعمیر کی تاکہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں کفر کی اشاعت کریں اہل اسلام میں تفرقہ ڈالیں اور خدا و رسول کے دشمن کی کمینگاہ تیار کریں اور اس اتنی نفاق آفرینی کے باوجود وہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اس تعمیر سے ہمارا مقصد محض نیکی ہے۔ مینہ بوندی اور جاڑے پالے میں کمزور مسکین مسلمانوں کو آرام پہنچانے کے لئے ہم نے یہ مسجد بنائی ہے۔ درحقیقت وہ جھوٹے ہیں۔ لہذا اے رسول تم اُن کی مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھنا تمہاری نماز کے لئے تو وہی مسجد مناسب ہے جسکی بنا اول دن سے تقویٰ اور خدا ترسی پر رکھی گئی ہے مسجد تقویٰ سے مراد مسجد قبا رہے۔ کذا قال البخاری۔ ابن عباسؓ، حسن بصری ضحاک اور شعبی وغیرہم سے بھی یہی مروی ہے۔ بیضاوی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ صاحب کمالین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے۔ حضرت عمرؓ ابن عمرؓ، زید بن ثابت، ابو سعید خدری اور سعید بن مسیّب وغیرہم کے نزدیک مسجد نبوی مراد ہے۔ ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ مسجد تقویٰ کے متعلق دو شخصوں نے اختلاف کیا ایک نے کہا مسجد قبا ہے۔ دوسرے نے کہا مسجد رسول اللہؐ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ میری مسجد ہے (رواہ احمد والترمذی وصححہ والنسائی ومسلم وغیرہم)

اس سے آگے مسجد تقویٰ کو تعمیر کرنے والوں اور اس میں عبادت کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:۔

اُس مسجد میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو پاک صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ یہ آیت اہل قبا کے حق میں نازل ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں وہ لوگ پانی سے استنجا کیا کرتے تھے (رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ) ابن عباس سے مروی ہے جب یہ آیت اتری تو حضور اقدسؐ نے عویم بن مساعدہ سے دریافت کرایا کہ وہ کیا طہارت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری ثنا فرمائی ہے؟ عویم نے عرض کیا ہم سوا اس کے اور کچھ نہیں جانتے کہ ہم میں سے ہر عورت مرد پانی سے استنجا کرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ (طہارت) یہی ہے (رواہ الطبرانی واحمد وابن خزیمۃ فی صحیحہ ورواہ ابن جریر عن خزیمۃ بن ثابت واحمد عن محمد بن عبد اللہ بن سلام)

چند مسائل

ابن کثیر کہتے ہیں آیت میں دلیل ہے کہ وہ قدیمی مساجد جن کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر قائم کی گئی ہے ان میں نماز پڑھنی مستحب ہے۔

نیز ایسے لوگوں کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی بھی افضل ہے جو پرہیزگار اور عابد اور ظاہری باطنی نجاستوں سے پاک صاف رہتی ہو۔

تفسیر سراج میں ہے کہ جو مسجد شہرت دکھلاوٹ یا ریاکاری کے لئے بنائی جائے یا اللہ کی رضامندی کے حصول کے علاوہ اُس کی کوئی اور غرض ہو یا حرام یا مشکوک مال سے اُس کی تعمیر ہو اُس میں نماز پڑھنی حرام ہے۔

عطار سے مروی ہے کہ جب اللہ نے فتوحات عنایت کیں تو حضرت عمرؓ نے گورنروں اور عاملوں کو لکھا کہ جابجا مسجدیں بنواؤ مگر خیال رکھو کہ ایک ہی شہر میں ایسی دو مسجدیں مت بنوانا کہ ایک سے دوسری کو مضرت پہونچے۔

مقصود بیان:۔ جس مسجد یا عبادت گاہ کی تعمیر سے مقصد یہ ہو کہ عام مسلمانوں کو یا دوسری مسجد کے نمازیوں کو ضرر پہنچے یا اسلام کو نقصان اور کفر کو قوت حاصل ہو یا مسلمانوں میں تفرقہ اور پھوٹ پڑے یا اُس کو کافروں کی کمینگاہ بنانا غرض ہو بہرحال وہ عبادت گاہ قابل شکست ہے۔ بہت سی ظاہری نیکیاں بھی مضرت اسلامیہ کی باعث ہوتی ہے کیونکہ اُن کی بنا فساد پر ہوتی ہے۔ مسجد ضرار میں نماز پڑھنی حرام ہے۔ نماز اُس مسجد میں پڑھی جائے جسکی تعمیر محض خوشنودی خدا حاصل کرنے کے لئے کی گئی ہو۔ شرک اور معاصی سے بچنا اور پرہیزگاری پر قائم کی ہوئی ہر چیز قابل مدح ہے۔ طہارت جسمانی ہو یا روحانی بہرحال مسلمان کیلئے ضروری اور اللہ کو پسند ہے۔ آیت میں ضمنی ہدایت ہے کہ مسلمانوں کو ریاکاری کی ہر چیز اور مسلمانوں کو ضرر پہونچانے کے ہر قول و عمل سے پرہیز رکھنا بلکہ اُسکی مخالفت کرنی چاہیئے۔ یہاں تک کہ جو عبادتگاہیں اس قسم کی ہوں اُن سے بھی قطع تعلق کر لینا لازم ہے۔ وغیرہ۔

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ

بھلا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف و خوشنودی پر

مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ

رکھی وہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے

أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ

اپنی عمارت کی بنیاد ایسی گھاٹی کے کنارہ پر رکھی جو گرنے کو ہی ہو

هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَ

اور دوزخ میں اُس کو لے گرے اور

اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

اللہ ظالم لوگوں کو سیدھا راستہ نہیں بتاتا

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً

جس عمارت کو اُنھوں نے بنایا ہے یہ ہمیشہ ان کے دلوں میں باعث شبہ

فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ

(نفاق) بنی رہے گی تا وقتیکہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے نہو جائیں

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ ع

اور اللہ دانا صاحب تدبیر ہے

تفسیر مخلص اہل ایمان اور دوغلے منافقوں کی حالت اور ہر گروہ کا مآل کار خداوند تعالیٰ اس آیت میں مثال دیکر سمجھاتا ہے امام رازیؒ فرماتے ہیں میں تمام عالم میں اس سے بڑھ کر کوئی مثال منافقوں کے حال کے مطابق نہیں پاتا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ دو قسم کے آدمی ہیں اور ہر ایک نے اپنی عمارت علیحدہ بنائی ہے ایک کے پیش نظر تو کفر و عصیان سے بچنا اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اُس نے عمارت محض اس لئے بنائی کہ کفر کی بیخ کنی ہو اور اللہ راضی ہو۔ دوسرے کی عمارت کی بنیاد فساد پر قائم ہے۔ اُس نے گہرے گڈھے کے بالکل کمزور کنارہ پر اپنی عمارت کی نیو رکھی یعنی اُس کی نیت میں نفاق و معصیت ہے۔ ظاہر ہے کہ اول شخص کی عمارت قوی اچھی اور افضل ہوگی اور دوسرے کی عمارت کمزور بودی اور گرجانے والی ہوگی۔ یہی حال مؤمن اور منافق کا ہے۔ مؤمن کی بنائی ہوئی مسجد چونکہ خلوص نیت پر مبنی ہے اس لئے افضل اور مقبول ہے اور منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد نفاق پر مبنی ہے۔ گویا وہ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر بنائی گئی ہے جو بہت جلد گرجائیگی خود بھی جہنم رسید ہوگی اور اپنے بنانے والوں کو بھی اپنے ساتھ دوزخ میں لیجائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت قتادہ کی روایت ہے کہ مسجد ضرار کی عمارت مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ وہ (منافق) جہنم میں جا پڑے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیکھا کہ مسجد ضرار سے دھواں نکلتا تھا (رواہ الحاکم) و ابن جریر ابن جریج کی روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے وہ مقام کھودا جہاں مسجد ضرار تھی تو وہاں سے دھواں نکلتا پایا (خلف بن یاسین کہتے ہیں وہ مسجد ضرار جس کا قرآن میں تذکرہ ہے میں نے دیکھا اُس میں سے ایک پتھر سے دھواں نکلتا تھا اور اب تو وہ کھودا ہے (رواہ ابن جریر) الغرض منافقوں کی اور ان کی مسجد کی معنوی تمثیل تو خدا تعالیٰ نے آیت میں دی ہی تھی اور مرنے کے بعد اُن کا نتیجہ عمل ظاہر فرمایا ہی تھا

مگر دنیا میں بھی مسجد کی تباہی اور آتش رسید ہونا دکھا دیا۔ جب مسجد ضرار بنانے والے منافقوں کی مراد پوری نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کا پردہ فاش کر دیا اور اُن کا گرو ابو عامر خوار و ذلیل ہوکر مر گیا تو اب ان کو اپنی حالت کی بناء پر سخت اندیشہ ہوا کہ خدا جانے مسلمان ان کے ساتھ کیا سلوک کرینگے۔ لیکن اس اندیشہ اور خوف کے باوجود صداقت سے پھر بھی دور ہی رہے۔ دلوں سے نفاق نہ نکلا۔ اسی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

وہ مسجد ضرار جو انہوں نے بنائی ہے مرتے دم تک ان کے دلوں میں مجسم نفاق اور از سرتا پا شک بنی رہیگی ان کے دلوں سے شک اور نفاق ہرگز نہ جائیگا بغیر موت کے ان کے دلوں سے شک نہ نکلے گا۔

مقصود بیان:۔ مؤمن و منافق کے عمل کی ایک بیش بہا تمثیل اس امر کی صراحت کہ نفاق کی بناء دوزخ کے کنارہ پر ہے اور نہایت کمزور ہے عنقریب گر جائیگی اور دوزخ میں گرا دیگی۔ اس بات کی نص کہ منافقوں کے دل سے کبھی نفاق زائل نہ ہوگا۔ اس امر کی ترغیب کہ مومن کی بناء عمل محض تقویٰ اور اللہ کی رضامندی ہونی چاہیئے۔ وغیرہ۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

بلا شبہ اللہ نے مسلمانوں سے اُن کا

أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ

جان و مال اس قیمت پر خرید لیا کہ اُن کے لئے

الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

جنت ہے وہ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں

فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ

قتل بھی کرتے ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں اللہ کے ذمہ یہ وعدہ

حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَ

توریت اور انجیل اور قرآن میں سچا

الْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ

ہو چکا اور اللہ سے زیادہ کون اپنے وعدہ کا پورا

اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي

ہے اب تم اپنے اس سودے پر جس کا معاملہ تم نے اللہ سے کیا ہے

بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

خوشیاں مناؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے

تفسیر منافقوں کے مقابلہ میں اب خالص پختہ مؤمنوں کے اوصاف اور اُن کا نتیجۂ خیر بیان فرماتا ہے۔ یہ آیت صرف مجاہدین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام پختہ اہل ایمان کو شامل ہے۔ اسی لئے حسن بصری نے فرمایا تھا لوگو! کانوں سے سنو قسم ہے ذات پاک کی یہ خریداری محض نفع اور سراسر فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے تمام مؤمنوں سے قیامت تک کیلئے سودا کر لیا۔ واللہ کوئی مؤمن اس بیع سے محروم نہیں رہا۔ ہجرت سے قبل جب لیلۃ العقبہ میں حضور اقدس ﷺ نے انصار کے ایک گروہ سے بیعت لی تو انصار نے عرض کیا جو شرائط آپ کو منظور ہوں ہم سے لے لیجئے۔ فرمایا اللہ کے متعلق تو تم پر لازم ہے کہ اُس کی توحید پر قائم رہو شرک نہ کرو اور میری ذات کے لئے یہ شرط ہے کہ جس طرح اپنی جان مال کی حفاظت کرتے ہو ویسی ہی میری مدد کرو انصار نے عرض کیا اگر ہم اسکو منظور کرلیں تو ہم کو کیا معاوضہ ملیگا؟ فرمایا جنت۔ انصار بولے واللہ ہم نے بیع میں سراسر نفع پایا۔ اب ہم نہ بیع پھیرنے دینگے نہ خود پھیرینگے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اللہ نے ایمان والوں سے ایک سودا کیا یعنی جسطرح بیع وشرا میں عوضین کا تبادلہ ہوتا ہے اسی طرح اللہ نے ایمان والوں سے عقد معاوضہ کیا۔ اہل ایمان اپنے جان ومال اللہ کے ہاتھ فروخت کریں اللہ اُس کے عوض اُن کو جنت عطا فرمائیگا۔ خریدنے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی راہ میں جان ومال قربان کردیں۔ جو لوگ کلمۂ الٰہی کے مخالف ہیں اُن سے لڑیں۔ اگر قتل کا موقعہ آجائے تو ماریں اور مارے جائیں اس کی مخصوص قیمت اللہ بصورت جنت اُن کو عطا فرمائیگا۔ اللہ نے اپنے مختلف فرمانوں میں اس کا سچا وعدہ کرلیا ہے۔ تورات میں بھی انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ کا پورا کون ہوسکتا ہے۔ لہٰذا مؤمنوں کو اُن کی جانی، مالی قربانی کا معاوضہ ضرور ملیگا جو قیمت ٹھہر گئی وہ ضرور ادا کی جائے گی۔ کیسا عجیب اور عمدہ سودا ہے جس میں سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ ہی نے جان مال عطا کیا اور پھر اپنے عطیہ کو خود ہی خریدا۔ اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔

اللہ نے توریت کے سفر استثنا کے ۲۸ ویں باب میں جو پہلی ورس تک اس عقد معاوضہ کے مضمون کو بیان کیا ہے اور ۳۲ ویں دوسرے باب دوسرے درس کے اندر بھی یہی مفہوم ظاہر کیا ہے۔ انجیل متی کے اندر ۵ باب - ۱۲ ورس کا بھی یہی مطلب ہے اور قرآن میں تو جابجا پکار پکار کر یہی فرمایا ہے۔

مقصود بیان:- ایک عجیب عقد معاوضہ کا بیان جس میں بائع بھی عجیب ہے اور مشتری بھی عجیب۔ مبیعہ بھی عجیب ہے اور قیمت بھی عجیب۔ بیچنے والے اہل ایمان۔ مبیعہ جان ومال۔ خریدار خدا۔ قیمت جنت۔ بازار اسلام۔ راہ خدا میں جان ومال سے کوشش کرنے کی ترغیب۔ خصوصًا جہاد کرنے پر بلانگیختگی۔ اس امر کی صراحت کہ اللہ اپنے وعدہ سے خلاف نہیں کرتا ہے۔ گویا اس کی ذات کے لئے وعدہ کی خلاف ورزی شرعًا محال۔ اس امر کی صراحت کہ عقد معاوضہ کا یہ قاعدہ اللہ کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔ صرف اسلام ہی نیا مذہب نہیں جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہو بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں کی مذہبی کتابیں بھی اس فرمان سے بھری ہوئی ہیں۔ وغیرہ۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ

یہی لوگ ہیں توبہ کرنے والے عبادت گزار حمد کرنے والے

السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ

اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے رکوع سجدہ کرنے والے

الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ

نیک کام کا حکم دینے والے اور بُری بات سے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۭ

منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور مسلمانوں کو خوش خبری سنادو

تفسیر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ اُنہی مؤمنوں کی مدح ہے جن کی جانوں اور مالوں کو اللہ نے خرید فرمایا۔ اس آیت میں نو صفات بطور مدح کے ذکر فرمائے۔ ہم آیت کا مختصر مطلب لکھنے کے بعد سابق ولاحق آیات ملاکر ذرا مفصل فوائد تحریر کرینگے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ قابل مدح وہ خالص مؤمن ہیں جو شرک ونفاق اور معصیت سے منہ موڑ کر اللہ سے رشتہ جوڑنے والے ہیں جو محض اللہ کی پرستش کرتے ہیں کسی غیر کو اُس کی ذات وصفات میں شریک نہیں کرتے۔ جو ہر حال میں اللہ کی ثنا وستائش کرتے۔ امر تقدیری پر رضامند

اور خوش رہتے اور ہر دکھ سکھ میں اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ جو روزوں کے ذریعہ اپنی خواہشات کے زور کو توڑتے اور نفس کے حملوں کا مقابلہ کرتے ہیں (یا یہ مطلب کہ) طلب علم جہاد اور ہجرت کے لئے ملک میں پھرتے رہیں۔ نیز وہ جو خصوصیت کے ساتھ اللہ ہی کے سامنے رکوع کرتے یعنی اسی کے سامنے جھکتے اور اسی کے سامنے سجدہ میں گرتے ہیں یعنی شرعی نماز خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں۔ جو شرعی مامورات پر دوسروں کو بھی پابند بنانے کی عملی اور قولی کوشش کرتے ہیں۔ جو شرعی ممنوعات سے دوسروں کو بھی بقدر امکان روکتے ہیں۔ اگر قوت ہوتی ہے تو ہاتھ سے روکتے ہیں۔ اتنی قوت نہیں ہوتی تو زبان سے ہدایت کرتے ہیں اور یہ بھی ممکن نہیں ہوتا تو اپنی قلبی نفرت کا ہی حسب موقعہ اظہار کرتے ہیں اور دل سے ممنوعات کو برا جانتے ہیں۔ جو اللہ کے تمام مقررہ قوانین پر کاربند رہتے ہیں۔ اللہ نے جو حدیں مقرر کر دی ہیں۔ ہر چیز اور ہر حکم کا ایک خاص دائرہ رکھا ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھتے۔ غرض یہ کہ عبادات معاملات اور خطرات میں حکم الٰہی سے تجاوز نہیں کرتے۔ ایسے کامل ایمان والوں کو حیات ابدی اور سعادت سرمدی کی بشارت دیدو۔

چند فوائد

(۱) ان آیات میں اللہ نے حق پرست گروہ کو اول مؤمن فرمایا پھر ان کے آٹھ یا نو اوصاف ذکر فرمائے۔ چونکہ اللہ کی ہستی اور صفات کمالیہ کا اقرار اور دل سے عقیدہ رکھنا مسلمان کا اولین فرض ہے اس لئے ایمان کو سب سے پہلے بیان کیا اور چونکہ اللہ کی ذات و صفات کا حقیقی اقرار اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ شرک و نفاق کو چھوڑ کر کل باطل زنجیریں توڑ کر اللہ اور محض اللہ سے رشتہ جوڑا جائے۔ لہٰذا اس کو لفظ توبہ سے تعبیر فرمایا اور توبہ کی تکمیل اسی وقت ممکن ہے جبکہ اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کرے ہر وقت عمل اور قول ہی سے اس کی الوہیت و ربوبیت کا اقرار کرے اور اللہ کی عظمت و کبریائی کا عملی اعتراف کرے۔ اس مفہوم کو لفظ عَابِدُوْنَ سے ظاہر فرمایا پھر اعتراف عظمت اس وقت تک صحیح نہیں مانا جائے گا جب تک تقدیر پر ایمان کامل نہ ہو۔ ہر نعمت و مصیبت کو اللہ کی مشیت کے تابع جانے کسی غیر کی طرف منسوب نہ کرے بلکہ اپنی عبادت کی توفیق بھی اسی کی طرف سے سمجھے اور ہر حالت میں اس کی رضا پر راضی رہے مصیبت کو بھی راحت سمجھ کر اللہ کی ثنا کا اظہار حرکات و سکنات اور گفتار و اطوار سے کرے۔ اس مضمون کو لفظ حَامِدُوْنَ سے بیان فرمایا پھر ثنائے باری تعالیٰ کا گفتار و اطوار سے ظہور اور تقدیر الٰہی پر عملی رضا اس وقت ممکن ہے جب نفسانی خواہشات کا زور ٹوٹا ہوا ہو، جذبات شیطانی مغلوب ہوں اور مادی قویٰ معتدل ہو جائیں۔ اس مطلب پر لفظ سَائِحُوْنَ دلالت کرتا ہے خواہش و ہوس کی شکست اور جذبات پر تسلط جب ہی ہو سکتا

جبکہ غیر اللہ کی طمع اور خوف نہ ہو۔ محترم انسانیت کو کسی مخلوق کے سامنے ذلیل نہ کیا جائے۔ بس اللہ ہی ہستی ہو جس کے سامنے سر جھکا ہو وہی مرکز عبادت ہو۔ اسی امر کا اظہار رَاكِعُوْنَ اور سَاجِدُوْنَ کے الفاظ سے کیا۔ یہاں تک تو ان صفات کا بیان تھا جو براہ راست اللہ سے تعلق رکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے آگے ان اوصاف کا اظہار فرمایا جن کا تعلق باہم انسانوں سے ہے۔ انسانوں کے معاملات و تعلقات کی دو ہی صورتیں ہیں اور بندوں کی خیر خواہی کی دو ہی شکلیں ممکن ہیں۔ اگر کسی کو کار خیر سے رکتا ہوا دیکھے تو اسے عمل پیرا ہونے کی ترغیب دے خواہ ترغیب زبانی ہو یا قلمی یا عملی۔ اور اگر کسی کو کسی برے کام میں مبتلا دیکھے تو بقدر امکان اس کے ارتکاب سے روکے خواہ زبان سے یا قلم سے یا ہاتھ سے۔ ان دونوں صفات کو لفظ اٰمِرُوْنَ اور نَاهُوْنَ سے بیان فرمایا۔ پھر سب کے آخر میں ایک نواں وصف بیان فرمایا جس کا تعلق نہ فقط حقوق اللہ سے ہے نہ فقط معاملات عباد سے بلکہ دونوں کو شامل ہے یعنی قوانین الٰہیہ اور ضوابط شریعت پر کاربند ہونا یعنی قرآن، حدیث پر عمل کرنا بدعات اعتقادی و عملی سے پرہیز رکھنا۔ بندوں کے ساتھ معاملات کرنے میں ان ہدایات کی نگہداشت کرنا جو اللہ اور اس کے رسول نے بیان کر دی ہے

(۲) سیاحت کے لغوی معنی سیر کرنے کے ہیں اگرچہ صاحب قاموس نے ایک قید زائد لگا دی ہے کہ اللہ کی عبادت کی نیت سے زمین پر پھرنے کو سیاحت کہتے ہیں مگر عام اہل لغت کے نزدیک یہ قید غلط ہے سیاحت ہر سیر کو کہتے ہیں خواہ ثواب و عبادت کی نیت سے ہو یا گناہ و فجور کے ارادہ سے۔

لفظ سَائِحُوْنَ سے آیت میں جمہور مفسرین کے نزدیک مراد روزہ دار ہیں۔ ابن کثیر نے ابن مسعود کا بھی یہی قول نقل کیا ہے بلکہ علی بن طلحہ کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں جہاں سیاحت کا لفظ آیا ہے وہاں روزہ ہی مراد ہے۔ عوفی اور سعید بن مسیب بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اس امت کی سیاحت روزہ ہے (رواہ ابن جریر) مجاہد سعید بن جبیر عطاء خراسانی عبد الرحمٰن سلمی اور ضحاک وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت ہے کہ سائحین صائمین ہیں۔ (رواہ الحاکم)

لیکن ابن کثیر نے بحوالہ ابو داؤد بروایت ابو امامہؓ بیان کیا کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے۔ فرمایا میری امت کی سیاحت یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں (قد رواہ ابن ماجۃ و الحاکم و صححہ) یہ اجازت مانگنے والے عثمان بن مظعون تھے قد نص علیہ بعض الحفاظ۔

ابن مبارک نے بروایت ابن لہیعہ مرفوعًا بیان کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ نے میری امت کے لئے

سیاحت کی بجائے جہاد کو اور ہر بلندی پر تکبیر کہنے کو قائم کر دیا ہے ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سائحون سے مراد مجاہدین ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ سیاحت کرنے والوں سے مراد علمِ دین کے طالب ہیں (رواہ ابن ابی حاتم) عکرمہ نے یہ بھی فرمایا کہ بعض کم فہم سیاحت کا یہ مفہوم سمجھتے ہیں کہ جنگلوں اور پہاڑیوں میں سیر کرتا پھرے یہ اُن کی غلط فہمی ہے کیونکہ یہ امر مشروع نہیں۔

مقصود بیان:- اہل ایمان کے خصوصی اوصاف کا پیرایۂ مدح میں بیان اور تمام اہل اسلام کو در پردہ ان اوصاف کے حاصل کرنے کی ترغیب۔ اس امر پر ضمنی تنبیہ کہ جب تک مؤمن میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں وہ مؤمن کامل نہیں ہو سکتا صرف زبانی اقرار یا اوپری دل سے توحید و رسالت و قیامت پر عقیدۂ ایمان کو کامل کرنے کے لئے کافی نہیں بلکہ مذکورۂ بالا نو اوصاف ایمان کے اجزاء یا کم از کم کمالِ ایمان کے شرائط ہیں۔ واللہ اعلم۔

مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ

جبکہ یہ بات ظاہر ہو چکی کہ مشرک دوزخی ہیں تو اب

يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا

نبی اور مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ مشرکوں کے لئے

اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ

دعاءِ مغفرت کریں خواہ وہ اُن کے

اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا كَانَ

رشتہ دار ہی ہوں رہا

اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا

ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے دعاءِ مغفرت کرنا تو وہ صرف

عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا

اُس وعدہ کی وجہ سے تھا جو ابراہیم نے اس سے کیا تھا لیکن جب

تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ

ابراہیم پر کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اُس سے قطع تعلق

مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝

کر لیا بلاشبہ ابراہیم بڑا نرم دل اور بردبار تھا

تفسیر سورۂ برارت کے متعدد مقامات پر بیان فرمایا تھا کہ کافروں اور مشرکوں سے ترک موالات واجب ہے۔ یہاں صراحۃً فرما دیا کہ کافر خواہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو اگر کفر پر مر جائے تو اُس کے لئے استغفار کرنا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ دینی تعلقات قائم رکھنا۔ حکم آیت تا قیامت تمام مؤمنوں کے لئے منصوص اور واجب ہے۔ آیت کے سبب نزول کے متعلق تین روایات ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ چند اسباب کے موجود ہونے کے بعد آیت کا نزول یکبارگی سب کے متعلق ہوا ہو کما قال الشیخ ابن حجر۔

سیوطی نے اس آیت کا نزول دو مرتبہ اتقان میں تحریر کیا ہے ایک بار ہجرت سے پہلے مکہ میں ابوطالب کے انتقال کے بعد اور دوسری بار مدینہ میں۔ تینوں اسباب ہم ذیل میں مختصر لکھتے ہیں:-

(۱) ابن کثیر نے بروایت ابن مسیب بیان کیا کہ ابوطالب کے انتقال کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا چچا اب تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہدو۔ میں تمہاری مغفرت کے لئے اللہ کے سامنے اس کلمہ کو بطور حجت کے پیش کروں گا۔ اُس وقت ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ ابوطالب کے پاس موجود تھے کہنے لگے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے مُنہ موڑ لوگے؟ بعض روایات میں آیا ہے کہ ابوطالب نے کہا اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ مشرکین قریش مجھے ڈر جانے کا عیب لگائیں گے تو میں ضرور یہ کلمہ کہہ لیتا اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرتا۔ غرض ابوطالب نے ملت عبدالمطلب پر ہونے کا اقرار کیا اور اور اسی حالت پر انتقال ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا میں تمہارے لئے استغفار کروں گا جب تک مجھے ممانعت نہ کر دی جائے اُس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی (رواہ احمد واصلہ فی الصحیحین)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو میں نے حضور اقدسؐ سے عرض کیا آپ کے بوڑھے گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا۔ فرمایا دفن کر دو اور پھر میرے پاس آنے تک کوئی بات نہ کرنا۔ الحدیث (رواہ ابوداؤد)

اس شان نزول پر یہ ایک اعتراض ہوتا ہے کہ ابوطالب کا انتقال ہجرت سے پہلے مکہ میں ہوا اور یہ آیت مدنی ہے۔ اس اعتراض کو دور کرنے کے لئے ابن کثیر نے تکرارِ نزول کا قول اختیار کیا ہے اور ابن حجر نے تاخیر نزول کا۔ یعنی ابن کثیر کے نزدیک ایک مرتبہ یہ آیت مکہ میں ابوطالب کے انتقال کے بعد نازل ہوئی اور دوبارہ مدینہ میں۔ اور ابن حجر نے کہا کہ اگرچہ انتقال ابوطالب کا مکہ میں ہوا لیکن مدت کے بعد بمصلحت ممانعت استغفار کا یہ حکم مدینہ میں نازل ہوا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) تبوک کے بعد غزوۂ عسفان یا سفر عمرہ میں مکہ کے قریب ایک واقعہ پیش آیا۔ حضرت بریدہؓ کہتے ہیں ہم لوگ تقریباً ایک ہزار سوار حضورؐ کے

ہندوستان کے ہزاروں انسان اپنے ہاتھوں
جوانی
کو برباد کر بیٹھے
جتنی وبا ہندوستان میں نامردی کی پھیلی ہے اتنی دنیا کے شاید ہی کسی ملک میں ہو اور غلط حرکات یہاں کے اشتہار بازوں نے جاری کی ہے۔ اور پبلک کی صحت کو برباد کر رکھا ہے۔ ایسی دنیا کے کسی خطہ میں نہیں ہے۔ کیا آپ کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلیں جب کہ آپ بھی فریب اور جھوٹ میں چھنسکر اپنا روپیہ اور صحت کھو بیٹھے ہیں، اس اندھیر گردی اور عام صحتوں کے برباد ہونے سے متاثر ہو کر آیورویدک اور یونانی طب کے نامور سفروں نے ایک وقت میں بیٹھ کر غور و فکر کے بعد نامردی۔ جریان۔ سرعت۔ انزال۔ احتلام کمی۔ ملاغری سستی اور عام جسمانی کمزوری کا صرف سات دن کا علاج معلوم کرلیا۔ اور اس علاج سے ہندوستان کے لاکھوں انسانوں کو دوبارہ جوانی مل گئی جن کی وجہ سے ان کے گھروں کی خوشی قائم رہ گئی اور ہزاروں برباد گھر آباد ہو گئے جو لوگ جوانی کے لئے ٹکریں مارتے پھرتے تھے۔ راتوں کی تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتا کر آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتے تھے آج ان کے گھروں میں جاکر دیکھو وہ اولاد سے کھیلتے نظر آتے ہیں۔ اور ان کی بیویاں ان پر سایہ کی طرح نچھاور ہوتی ہیں۔
سات دن میں جوانی کس طرح مل سکتی ہے
بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ جوانی کو لوٹانے کا علاج صرف سات دن میں ہو جاتا ہے۔ مگر ان سات دنوں کے اندر پاس جانے کا پرہیز بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اس علاج کی پوشیدہ ترکیب کے اصول میں خرابی آجاتی ہے۔ اس لئے صرف ان لوگوں کو یہ کورس استعمال کرنا چاہئے جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں بڑے غضب کی طاقت چوتھے دن ہی پیدا ہونے لگتی ہے۔ بس اس طاقت کو سات دن تک روک لینے سے انسان برسوں طاقت سے کھیل سکتا ہے۔ اور پھر کبھی قوت کم نہیں ہوتی۔ اس علاج میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی۔ دونوں دوائیوں کے کورس کا نام "ری جووین" ہے۔ کھانے کی پہلی ہی خوراک حلق سے اتری اور اس نے تمام اعصاب کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا اور کمزوری کو بدن سے اس طرح نکالنا شروع کر دیا جیسے گندہ دور کردی۔ لگانے کی دوا بھی اپنے ایک قطرے کا کمال دکھاتی ہے۔ عضو پر لگتے ہی مریض خود حیرت زدہ رہ جاتا ہے کیونکہ بجلی کی طرح لہریں دوڑنے لگتی ہیں اور طاقت کا سمندر ابل پڑتا ہے۔ اس کورس میں عجیب و غریب صفات بند ہیں اگر کوئی تندرست انسان بھی ایک دفعہ استعمال کرے تو جوانی کا پورا سماں دیکھ لے۔
وہ اب پھر نوجوان بن سکتے ہیں
گارنٹی
اس بات کی گارنٹی تحریری دی جاتی ہے کہ ہماری "ری جووین" کورس سے اگر سات دن میں انسان تندرست نہ ہو تو قیمت واپس کی جاتی ہے اور ایک پیسہ رکھنا برا سمجھا جاتا ہے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ہے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ۔ یہ کورس صرف ان ہی لوگوں کو بھیجا جائیگا جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں گے۔
پتہ:- منیجر اکسیری دواخانہ۔ کلاں محل (ایم۔ ڈی) پی بکس ۱۷۵ دہلی

عورت کی [illegible] کی [illegible] ایک [illegible]

پانی کی بیماری جوان عورت کو قبل از وقت [illegible]

جوان عورت کو سفید پانی کا آنا خطرناک ہے یہ لیکوریا کی بیماری کہلاتی ہے۔ بعض لوگ اسے سفید پردہ کی بیماری کہتے ہیں۔ جب بھی جوان عورت کے خفیہ بدن سے وقت بے وقت سفید رطوبت خارج ہونے لگے یا ماہواری سے پہلے یا اس کے بعد سفید رنگ کا پانی یا لیسدار رطوبت نکلنے لگے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کی جوان صورت اور جوانی کی [illegible] کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس کی کمر میں اور ناف کے نیچے درد ہونے لگیگا۔ اس کی طبیعت گری پڑی رہنے لگے گی وہ قبل از وقت ہی اپنے شباب کا خاتمہ کرے گی اور رفتہ رفتہ وہ ان نسوانی امراض میں پھنس جائے گی جن کا علاج بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اسلئے ہر سمجھدار عورت کا فرض ہے کہ وہ جب کبھی سیلان الرحم یعنی سفید پانی کی بیماری ہو تو فوراً اس کا مناسب علاج کرے تاکہ بیماری بڑھ کر خطرناک صورت اختیار نہ کر سکے۔

سفید پانی کو روکنے کی ترکیب طبی ماہرین کی مسلسل جد و جہد کے باعث لیکوریا کی بیماری کا نہایت آسان علاج دریافت ہو گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت کو صرف ایک شیشی دوا "روک" استعمال کر لینی چاہیئے۔ دوا "روک" کا نہایت نمایاں اثر یہ ہے کہ جب کوئی سفید پانی کی بیمار عورت اس دوا کا استعمال شروع کرتی ہے تو ٹھیک تیسرے دن سفید رطوبت کا نکلنا بند ہو جاتا ہے۔ اور پوری شیشی استعمال کر چکنے کے بعد سیلان الرحم مکمل طور پر دور ہو جاتا ہے۔ اور عورت کے چہرہ پر ایک بار پھر شباب کی رنگینیاں کھیلنے لگتی ہیں۔ ایک شیشی دوا "روک" ایک عورت کو تندرست کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس کی قیمت [illegible] روپے ہے جن عورتوں کو ضرورت ہو وہ

[illegible] بذریعہ خط منگا کر [illegible] دواخانہ [illegible] بی [illegible] منگائیں۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] کہ جو عورتوں نے اپنے نفس کو تمہارے قبضہ میں دے دیا تھا اور اس سے مہر کامل واجب ہو جاتا ہے وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا اور نکاح کے وقت تم نے اُن سے وفاداری اور ادائے مہر کا پختہ اقرار کیا تھا اور علی رؤس الاشہاد اُن سے نکاح کیا تھا۔ پھر کیونکر تم اپنے اقرار سے پھرنے کے مجاز ہو (ابن عباس مجاہد و سعید بن جبیر کے نزدیک میثاق غلیظ سے مراد نکاح ہے اور ربیع بن انس کے نزدیک میثاق سے مراد وہ عہد ہے جس کی صراحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمائی تھی کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ)

مقصود بیان: عیش پرستی اور شہوت رانی کے خیال کے بغیر کسی شرعی وجہ کی بناء پر اپنی بیوی کو طلاق دینا اور دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔ مہر کی کثرت کی کوئی انتہا نہیں خزانہ کا خزانہ بھی مہر میں دیا جا سکتا ہے۔ دیا ہوا مہر خواہ کتنا ہی ہو واپس لینا ناجائز ہے بشرطیکہ عورت کی طرف سے طلاق کی استدعا نہ ہو۔ خلوت صحیحہ کے بعد کامل مہر کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔ کسی عورت سے نکاح کرنا گویا اُس سے وفاداری حسن سلوک اور ادائے مہر کا اقرار کرنا ہے۔ اقرار کی پابندی ہر مسلمان پر واجب ہے۔ آیت میں نہایت بلند آہنگی اور تاکید کے ساتھ حقوق نسوانی کی حمایت اور اُن کے ادائے مہر کی ہدایت کی گئی ہے اور صاف طور پر اعلان کر دیا گیا ہے کہ اقرار نکاح ایک نہایت پختہ پیمان وفا ہے جو ہر طرح کے حسن سلوک حسن معاشرت اور حسن معاملہ کا مقتضی ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا

اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو تم ان سے نکاح نہ کرو

مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ

جو گذر چکا وہ گذر چکا | یہ بڑی بے حیائی | اور غضب کی

مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ؏

بات تھی | اور برا دستور تھا

تفسیر جب ابو محصن صحابی کا انتقال ہو گیا تو جاہلیت کے دستور کے موافق متوفی کے بیٹے محصن نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا چاہا تھا سوتیلی ماں نے کہا محصن میں تو تجھے بیٹا سمجھتی ہوں اور تو اپنی قوم میں نیک شمار ہوتا ہے پھر تجھے اپنی ماں سے اس قسم کی خواہش کرنی زیبا نہیں [illegible] سے اٹھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں [illegible] گھر بیٹھو اور انتظار کرو [illegible]

میں ابو محصن اور محصن کی بجائے ابو قیس ابن اسلت انصاری اور اُن کے بیٹے قیس کا نام مذکور ہے (رواہ ابن ابی حاتم) حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ یہ آیت تین صحابہ کے متعلق نازل ہوئی ہے قیس بن اسلت، اسود بن خلف، صفوان بن امیہ۔ ان تینوں صاحبان نے اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کرنے کی خواستگاری کی تھی۔ آیت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ:۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا پردادا یا نانا پرنانا وغیرہ نے نکاح کر لیا ہو خواہ خلوت کی ہو یا نہ کی ہو تم ان سے نکاح نہ کرو اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ہاں اس حکم کے نازل ہونے سے قبل جو غلطی اس قسم کی تم سے ہو چکی وہ معاف ہے مگر آئندہ کو ایسی حرکت نہ کرنا کیونکہ اس میں تین خرابیاں ہیں عقلی شرعی عرفی۔ عقلی خرابی تو یہ ہے کہ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً یہ فعل نہایت بے حیائی اور بدتہذیبی کا ہے اس عورت سے نکاح کرنا جو باپ دادا کی منکوحہ ہونے کے اعتبار سے تمہارے لئے واجب الاحترام ہیں یا تمہارے باپ دادا بغیر نکاح کے ہی اس سے متمتع ہو چکے ہوں کونسی عقل و دانش جائز رکھتی ہے۔ اور شرعی خرابی یہ ہے کہ وَمَقْتًا یہ فعل خدا تعالیٰ کے نزدیک نہایت قبیح مکروہ اور مبغوض ہے اور غضب الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے ماموں ابو بردہ بن نیار لڑائی کا جھنڈا لئے جا رہے تھے مجھ سے ملاقات ہوئی تو میں نے دریافت کیا آپ کہاں جاتے ہیں؟ کہنے لگے مجھے رسول اللہ صلعم نے ایک خبیث آدمی کے پاس بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے حضور نے مجھے حکم دیا ہے کہ اُس کی گردن مار دوں اور اُس کا مال ضبط کر لوں (رواہ عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ و احمد والحاکم والبیہقی) وَسَآءَ سَبِيْلًا اور عرفی خرابی یہ ہے کہ یہ شرفاء اور اہل تہذیب کے نزدیک برا طریقہ ہے۔ عزت و ناموس شرف و غیرت اس سے برباد ہو جاتی ہے بڑے چھوٹے کا فرق مرتبہ موقوف ہو جاتا ہے

مقصود بیان: بے حیائی، بدتہذیبی، مکروہ و قبیح افعال کی ممانعت عزت و ناموس کے برقرار رکھنے اور چھوٹے بڑے کا فرق ملحوظ رکھنے کی ضمنی ہدایت [illegible]

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَ

تم پر حرام کر دی گئی ہیں تمہاری مائیں | بیٹیاں

اَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ

بہنیں | پھوپھیاں | خالائیں | بھتیجیاں

الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىْٓ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
چاند کی ۱۰ تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ آپکو نہ ملے تو دوسرا پرچہ خط بھیجکر منگا لیں یہ نہ ہو کہ کئی ماہ تک خاموش رہنے کے بعد طلب کریں ورنہ ۲ ماہ کے بعد مولوی کا کوئی پرچہ نہیں رہتا۔

ادعوا الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ

مولوی دہلی

نمبر خریداری ہر خط میں ضرور لکھئے کہ بار بار آپکے چندہ کی جانچ ہوتی رہے اور تبدیل پتہ کیوقت تو ضرور نمبر خریداری لکھا کیجئے ورنہ سمجھا جائیگا کہ آپکے ارشاد کی تعمیل نہیں ہوئی اور آپکا پرچہ آپکے سابقہ پتہ ہی پر جارہا ہے۔

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شایع ہوتا ہے

جلد ۳۵ | بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ | نمبر ۵

شذرات

سندھ کی وزارت

سندھ میں بھی آخر لیگ کی وزارت قائم ہوگئی جو تین مسلمانوں اور دو ہندوؤں پر مشتمل ہے

اس طرح طول و عرض ہند میں لیگی وزارتوں کی تین اور مسلم وزارتوں کی تعداد چار ہوگئی چوتھی وزارت بھی لیگی وزارت ہی تھی مگر مولوی فضل الحق کا اندوہناک اقدام اس کی آبرو قائم نہ رکھ سکا ہمارے دیگر وزارتوں کی کمی اور بالخصوص سندھ و سرحد جیسے بہت بڑی اکثریت کے صوبوں میں لیگی وزارتوں کے عدم قیام کو ملک میں لیگ کی بے اثری کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے رہتے تھے اور ہوشیاری کے ساتھ اس حقیقت کو چھپاتے تھے کہ انتخابات کے وقت جہاں کانگریس کو پورا اقتدار حاصل تھا وہاں لیگ کی بے اثری کا یہ عالم تھا کہ مسلم صوبوں میں بھی اسے پوچھنے اور اسکے ٹکٹ پر کھڑا ہونے والا کوئی نہ ملتا تھا

صرف ایک یوپی میں اسے کچھ کامیابی نصیب ہوئی تھی گو ناگوں ناکامیوں اور بے پناہ دشواریوں کے باوجود مسٹر جناح اپنی جگہ چٹان کی طرح قائم رہے مگر کانگریسی عہد کی پہلی جھلک نے مسلمانوں کو ان کی غلطی پر متنبہ کردیا وہ جوق جوق لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے اور پھر ایک کے سوا ہر انتخاب میں کانگریس کو شکست دیکر اپنی عظمت کا سکہ قائم کردیا اس وقت سے لیگ برابر ترقی کررہی ہے اور ہر جگہ اس کا طوطی بول رہا ہے لیکن جو ارکان منتخب ہوگئے تھے ان پر لیگ کا کوئی قابو نہ تھا اسی لئے سندھ و سرحد میں برابر دشواریاں پیش آتی رہیں اور بنگال میں لیگ کی وزارت بنکر معدوم ہوگئی۔ پھر بھی لیگ کا اثر اتنا ہمہ گیر ہوچکا ہے کہ موجودہ ارکان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے اور جمہور مسلمین میں ایک اضطراب برپا ہے مولوی فضل حق بڑے طنطنہ کے ساتھ مہاسبھا کو لیکر مسٹر جناح کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور تمام غیر لیگی مسلم اداروں کو ان کے خلاف منظم کرنے کا شورانگیز تہیہ کیا تھا مگر کامیاب ہونا تو کجا اب اپنی وزارت ہی کے لالے پڑے ہوئے ہیں اور وہ دن دور نہیں کہ وہاں سر ناظم الدین کی قیادت میں لیگ کی وزارت قائم ہوجائیگی۔ سرحد میں بھی حالات ساعد ہیں اور صرف ایک حرکت عمل کی دیر ہے۔ آسام ہندو صوبہ تھا وہاں کئی بار لیگ کی وزارت بنی اور کانگریسی دراندازیوں کا شکار ہوکر پھر مردہ ہوگئی

چند ماہ کے اندر حالات بتادیں گے کہ نہ صرف سرحد، سندھ، پنجاب بلکہ آسام میں بھی چار کے بجائے پانچ لیگ کی وزارتیں کارفرما نظر آئیں گی اور جدید انتخاب کے بعد تو دنیا ہی نئی نظر آئیگی سندھ میں کیا کچھ نہوا بارہا وزارتیں بنیں اور ٹوٹیں اور کام نہ کرسکیں کانگریسی روپیہ اور پروپگنڈا اگرچہ شدت کے ساتھ کام کرتا رہا مگر پھر بھی یہاں کوئی کامیاب وزارت قائم نہ ہوسکی پسندیدہ ممبر منتخب نہ ہوسکے تھے اور کچھ افراد پر حرص اقتدار ہی غالب تھی اس لئے اللہ بخش کی علیحدگی کے بعد بھی بڑی بڑی دشواریاں اور پیچیدگیاں پیدا ہوتی رہیں سر غلام حسین ہدایت اللہ اپنی جگہ اکڑے رہے اور لیگ کی ممبری کو بھی توہین سمجھا کئے۔ دوسری طرف خان بہادر کھوڑو لیڈر سندھ مسلم لیگ پارٹی اور مسٹر ہاشم نے ترغیبات کی نذر ہوکر اپنے کھیل شروع کردیئے اور مسٹر جناح سے استصواب کئے بغیر وزارت میں شامل ہوگئے مسٹر عبدالمجید کو استعفے دینا پڑا۔ لیکن مسٹر جناح کی برادرشدت کے ساتھ اصولی پابندی بروئے کار آگئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سر غلام حسین تک کو سر جھکانا پڑا لیگ کے ممبر ہوئے اور لیگ کی وزارت بنانے کا اعلان کردیا بسلسلہ افتراق سے منہ لیں کے مطالبات بھی بڑھتے چلے جارہے تھے جن کے متعلق مسٹر جناح نے ماننے سے قطعاً انکار کردیا تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ رائے صاحب گوکل داس اور ڈاکٹر ہمنداس نے اپنی پارٹیوں سے استعفے دیکر لیگ کے ساتھ کام کرنے پر غیر مشروط طریق پر آمادگی ظاہر کردی اور وزارت مکمل ہوگئی۔ مہاسبھائی حلقوں میں اس سے بڑا اضطراب پیدا ہوگیا ہے اور لیگ کے حلقوں میں اس پر اطمینان کا اظہار کیا جارہا ہے ہماری تو یہی ہے کہ یہ وزارت سندھ اور مسلمانوں اور سندھ کیلئے ایک مبارک فال ثابت ہو مگر ابتدا ہی میں اس کے ساتھ خوشگوار توقعات وابستہ کرنا بھی غیر موزوں ہے کیونکہ سندھ کی فضا گذشتہ تین سال سے مکدر رہی ہے اور یکایک اعتماد بھی قرین عقل نہیں اگر بجٹ سیشن کے بعد تک یہ کامیابی کے ساتھ کام کرگئی تو اس کی بنائیں ضرور استوار ہوجائینگی۔

مسٹر ساورکر کا مہاسبھائی اشتعال

فضا اس درجہ مکدر اور حالات اس قدر نازک ہونے کے باوجود ہندو مہاسبھا کا رویہ ہنوز شرانگیزی اور مسلم دشمنی سے بدلا نہیں الہ آباد میں مسٹر جگت نرائن کی قرارداد کی منظوری اور گاندھی جی کے اس اعلان پر کہ ہندو مسلم اتحاد کے متعلق آزادی کے بعد غور کیا جائیگا اور پاکستان ایک گناہ عظیم ہے اسمائیں اور کانگریس میں بالکل ہم آہنگی پیدا ہوچکی ہے فرق ہے تو طریقہ ہائے کار کا ہے وہ بھی اتنا کہ مہاسبھا علانیہ طوفانی تحریک میں شریک نہیں باقی ہر طرح متحد المقاصد ہے اس کے مطالبات ہی کنسہ دہی میں دوا

طرح دھمکیاں بھی دے چکی ہے اور اسی طرح اتحاد سے گریزاں ہے۔

صدر ہندو مہاسبھا مسٹر ساورکر نے حال ہی میں ہندوؤں کے نام ایک پیغام میں کہا۔ کہ مسٹر جناح نے عید کے موقع پر جو یہ تقریر کی کہ مسلمان فاتحین کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور ایک زبردست منظم سلطنت کی تعمیر قیام میں کامیابی حاصل کی یہ گویا کہ شعر کا پہلا مصرعہ ہے اور دوسرا مصرعہ میں سناتا ہوں اور وہ یہ کہ مسلمان ضرور فاتحین کی حیثیت سے آئے اور اپنی طویل مدت یہاں قیام کیا کہ ہندوؤں نے انھیں زیر کرلیا اور لڑائی کے ہزاروں اکھاڑوں میں چیٹ پیٹ گران کے پرخچے اڑا دیئے یہاں تک کہ آخر کار وہ طاقتور مسلم سلطنت جو چڑھتی ہی چلی گئی تھی ایک مکڑی کی طرح زمین پر آرہی اور ہندو کاریگروں کا نانا ہوا آگے نکل گیا اور کوئی اسے روک لینے والا نہ رہا مسلمانوں کا جو حشر ہوا اس سے انھیں عبرت حاصل کرنا چاہئیے اور پاکستان کے خواب پر مصر نہ ہونا چاہئیے۔ الفاظ میں کتنی سوقیت اور بیان میں کتنا اشتعال ہے۔

ہر لفظ مسلمانوں کی طرف سے تنفر اور دلی عناد کا پتہ دے رہا ہے مسٹر جناح نے ایک سیدھی اور معقول بات کہی تھی جس کے جواب میں یہ گالیوں کا پہاڑ الٹ دیا گیا مسٹر ساورکر کو تسلیم ہے کہ مسلمان فاتحین کی حیثیت سے آئے اور طاقتور سلطنت بھی بنی پھر سمجھ میں نہ آیا کہ اس پر چڑنے کی کونسی بات تھی کیا مسٹر ساورکر اپنے ادعائے تاریخ دانی کے باوجود بتا سکتے ہیں کہ وہ کونسی لڑائی کے ہزاروں اکھاڑے تھے جن میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو بیٹ پیٹ گران کیا یا ان کی سلطنت کے پرخچے اڑا دیئے کس اسلامی لشکر کو کہاں اور کس ہندو فوج نے شکست دی۔ اور ہندو سورماؤں نے دنیا کی مسلم سلطنت کے کھنڈروں پر کونسی عظیم الشان حکومت کس صوبہ یا ملک میں قائم کرلی۔ ہم اس کا ذکر یہاں کرنا نہیں چاہتے کہ غازی محمد بن قاسم کی محض چند ہزار فوج نے سندھ راج کا جو اس عہد کی سب سے بڑی طاقتور اور وسیع حکومت تھی گرد روزگار بنا دیا راجہ داہر اور پرتھی راج دونوں اپنی ایک ایک لاکھ سے زیادہ طاقتوں کے ساتھ میدان جنگ ہی میں قتل ہوئے۔ رانا سانگا کی ڈیڑھ لاکھ فوج کو بابر کی بارہ ہزار فوج نے ختم کرکے رکھدیا ہیمو بقال کا بھی اتنا عظیم الشان لشکر اکبر کی معمولی فوج کا حریف نہ بن سکا۔ مرہٹوں کی جس طاقت پر کسی کو ناز ہوسکتا ہے ابدالی کی چھوٹی سی فوج نے اسے اس طرح تباہ کیا کہ گھر گھر کہرام مچ گیا سلطان علاء الدین صرف پانچ ہزار سوار لیکر دکن کے ہندو جنگل میں جا گھسا اور فاتحانہ واپس آیا۔ ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہندو طاقت نے نہیں بلکہ ان کی اپنی غفلت نے تباہ کیا۔

اگر ان کے اندر میر جعفر اور میر صادق نہ پیدا ہوتے اور وہ خود غداری سے کام لیتے تو ان کا کوئی حریف نہ بن سکتا تھا اگر مسلمانوں کے بعد ہندو اپنی سلطنت پہلے قائم کرلیتے تو بھی اس قسم کی باتیں کہنا دون فطرتی کے مترادف ہوتا۔ مسلمانوں کی تاریخ شاندار کارناموں سے لبریز ہے مگر وہ کبھی ایسی سوقیانہ باتیں نہیں کہتے۔

جنگ کے میدانوں میں تو کیا کچھ نہیں ہوتا باقی اور کہیں مسلمانوں نے پوری شوکت و قوت کے باوجود کبھی ہندوؤں کو پیٹنے یا ان کے پرخچے اڑانے کی سعی نہ کی اگر کرتے تو ان کی ہشت صد سالہ حکومت کے بعد آج ہندوستان میں کم از کم ہندو اکثریت تو ضرور نظر آتی لیکن مسلمانوں نے ہندوؤں کو کبھی غیر نہیں سمجھا انھیں شریک سلطنت بنایا ان کے ساتھ رشتہ داریاں کیں۔ ہندوؤں کی یہ حالت ہے کہ ابھی ہے کہ آزادی نہیں ملی ہے یہ دعاوی ہیں اور مسلمانوں کے قلوب میں ناسور ڈالنے اور ان کے حقوق پامال کرنے کی کوشش شروع کردی ہے اپنے لئے سب کچھ چاہتے ہیں مگر مسلمانوں کی آزادی گوارا نہیں پاکستان آخر کیا ہے آزادی ہی ہے ہم مسٹر ساورکر کی ترقیات کا برا نہیں مانتے یہ اپنا اپنا ظرف ہے مقصود خود مسلمانوں کا ہے اگر وہ ہی اپنی حالت مسلمان نہ بگاڑتے اور اتحاد عمل سے کام لیتے اور خود ہندو تحریکوں میں ان کے دست و بازو نہ بنتے تو یہ سننا نہیں پڑتا۔

ڈاکٹر منیڈ اور تقسیم ہند

ہندو مہاسبھا کے صدر کی تو سن لی اب نائب صدر ڈاکٹر منیڈ کی بھی سنئے فرماتے ہیں کہ ہمیں چاہیئے کہ دنیا کے موجودہ اور مستقبل کے پروگرام میں بحیثیت ہندو کے اپنا پیدائشی اور جائز حق حاصل کرنے کا عہد کرلیں ہندوستان کے اصل اور قدیمی مالک ہم ہی ہیں، بیرونی حملہ آوروں نے ہمارا تمدن ختم کرنے کے لئے ہم پر حملہ کیا اور سعی کی کہ ہم ان کا تمدن اختیار کرلیں۔ دنیا کی جدید تنظیم میں ہندوستان اپنا اہم ترین حصہ ادا کرنے والا ہے ہندوستان کا یہ مقدس ملک ناقابل تقسیم ہے اور رہیگا اور حال ہی میں آزاد ہوگا اور ایک با اثر سلطنت کی حیثیت اختیار کریگا ہندوؤں کے لئے یہ مسئلہ کہ ہندوستان ناقابل تقسیم ہے ہندوؤں کے لئے بڑی اہمیت کا مسئلہ ہے امید ہے کہ اکھنڈ ہندوستان دنیا میں اپنی لیڈری برقرار رکھیگا۔ مسلم دشمنی اس سے بھی نمایاں ہے۔

کوئی بیان مسلمانوں پر معاندانہ حملہ سے خالی نہیں ہوتا آپ کے نزدیک مسلمانوں نے ہندوؤں پر حملہ ملک گیری یا حملوں کے انتقام کے لئے نہیں ان کا تمدن تباہ کرنے کے لئے کیا تھا اور یہ اسلئے کہا جارہا ہے کہ ہندوؤں کے قلوب میں مسلمانوں اور ان کے ساتھ انگریزوں کی طرف سے بھی تنفر پیدا ہو اور باہم اتحاد کی صورت باقی نہ رہے حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کو ہندوستان پر حملہ کی دعوت خود ہندوؤں کے اقدامات نے دی۔ راجہ داہر اور راجہ جیپال نے خود مسلمانوں کو چھیڑا اور سندھ و پنجاب پر حملوں کا آغاز ہوا اس کے بعد جو تمام تر حملے ہوئے وہ مسلمانوں کے مسلم فرمانرواؤں کے خلاف تھے نہ کہ ہندوؤں کے خلاف تھے مسلمانوں نے ہندوؤں کا تمدن اگر اسے تمدن کہا جاسکتا ہے اور اس کی کوئی حیثیت تھی تباہ نہیں کیا بلکہ اسے نکھارا تھا اور ہندوستان کو جنت نشان بنا دیا۔

اور خود ان کے تمدن اس طرح رنگ گئے کہ آج دوسرے مسلمانوں سے وہ مغائر معلوم ہوتے ہیں اور انکی بکثرت رسوم ان کے اندر داخل ہوگئی ہیں تزک بابری کے مطالعہ سے ظاہر ہوسکتا ہے کہ اس وقت ہندو تمدن کی کیا حالت تھی اور مسلمانوں نے یہاں پہنچکر کس طرح ہندوستان کو دنیا کا سب سے زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ ملک بنادیا ہندو اس پر اظہار ممنونیت کے بجائے آج اسے وجہ تنفر بنا رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ہندوستان کو جو ناقابل تقسیم بتایا ہے یہ بھی غلط جب مسلمان یہاں آئے ہیں اس وقت بھی یہ بہت سی ہندو ریاستوں میں منقسم تھا صدیوں سے منقسم چلا آرہا تھا۔ اور اس کے بعد بھی متعدد سلطنتوں میں منقسم رہا اور اب بھی صوبوں اور ریاستوں میں منقسم ہے اور ایک ہندوستان ہی پر کیا موقوف ہے دنیا کا کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں جو ہمیشہ ناقابل تقسیم رہا ہو۔ یورپ ہندوستان ہی کے برابر ہے جو درجنوں سلطنتوں اور ٹکڑوں میں منقسم ہے۔

مصر قبطیوں کا اور فلسطین یہودیوں اور ایران مجوسیوں کا تھا ہزاروں

برس ان کی عظیم الشان فرمانروائیاں قائم رہیں اور انہیں منقسم ہونا ہی پڑا۔ زمانہ کسی کے قابو کا رہا ہے اور نہ رہے گا۔ اسی طرح ممالک پر بھی ترقی و تنزل کے دور گذرتے ہیں کسی کی حالت یکساں نہ رہی اور نہ کسی کی تمام آرزوئیں کبھی پوری ہوئیں جب مسلمان اپنے ہشت صد سالہ اقتدار کے باوجود اسے تقسیم سے نہ بچا سکے تو ہندو غلام ہونے کی صورت میں اسے کیسے روک سکتے ہیں آج تو ہندوستان اقوام کا گھر ہے جب یہاں ہندو ہی ہندو تھے اس وقت وہ اسے دوسروں اور مسلمانوں سے نہ بچا سکے تو اب کیا بچا سکیں گے۔ ڈاکٹر مینڈو نے صاف کہا ہے کہ صلح سے یہ مسئلہ طے ہو یا جنگ سے کچھ ہی ہو مگر اکھنڈ ہندوستان اکھنڈ ہی رہے گا۔ لیکن یہ تمام باتیں لغو ہیں ملک کی کانیں جسکے بازوؤں میں قوت ہوتی ہے اسی کے پاس رہتا ہے مسلمانوں میں اگر قوت ہوگی تو وہ اپنا حق حاصل کر لیں گے اگر یہ دس کروڑ زندہ نہیں چلتی پھرتی تصویریں ہیں تو ضرور یہاں ہندو راج ہی قائم ہو کر رہے گا۔

مسٹر مور کی اہم تجویز

مسٹر آرتھر مور ایڈیٹر اسٹیٹسمین اس پر برابر زور دیتے چلے آرہے ہیں کہ ملک کا خلفشار ختم کرنے کے لئے مسٹر جناح سے ایک حقیقی قومی حکومت بنانے کی درخواست کی جائے اسلئے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ مسٹر جناح کو اس وقت کیا منزلت حاصل ہے جواز انگلستان کی مخالفت کے جواب میں مسٹر مور نے لکھا ہے کہ یہ ضرور ہے کہ وہ حقیقی قومی حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائینگے اور کانگریس کا تعاون بھی حاصل کر سکیں گے اور اس طرح ہمیں کچھ طاقت سے بھی دست بردار ہونا پڑے گا۔ لیکن وقت کی ضرورت یہی ہے مسٹر آرتھر مور نے لکھا ہے کہ حکومت کی طرف سے بار بار یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ٹھیریلے اور اندرونی جھگڑوں میں کس طرح دخل انداز ہو سکتی ہے لیکن وہ حکومت جو ان جھگڑوں میں حصہ نہیں لے سکتی وہ ملک کے لئے کسی طرح موزوں نہیں ہے۔

آپ نے لکھا ہے اور بجا طور پر لکھا ہے کہ ملک میں پبلک کا اعتماد رکھنے والی ہر حکومت کا سب سے اہم و اولین فریضہ یہی ہے کہ وہ ان جھگڑوں کو طے کرے ہمارے نزدیک تمام مصائب کی اصل و اساس حکومت کی یہی الگ تھلگ پالیسی ہے اگر حکومت دلیری سے کام لیکر پہلے ہی روز پاکستان کی منظوری کا اعلان کر دیتی تو کانگریسیوں کو اس سے اپنی تحریک کے آغاز کی جرأت ہی نہ ہوتی اس کی مبہم پالیسی نے مسلمانوں کو جہاں مضطرب بنا رکھا ہے وہاں ہندوؤں کی توقعات برابر زندہ ہوتی رہیں۔ جب حکومت کو تسلیم ہے کہ ہندوستان کی برابر ہی کا یورپ مختلف اقوام میں منقسم ہے تو وہ مسلم مطالبہ کو پس پشت ڈال کر دوسری قوم کے حوصلے بڑھا رہی ہے

اب بھی وقت ہے کہ حکومت اعلان کر دے کہ جنگ کے بعد تین چوتھائی ہندوستان ہندوؤں کے اور ایک چوتھائی مسلمانوں کے پاس رہے گا اور فی الحال مرکز میں قومی حکومت قائم کرنے کی طرف قدم اٹھایا جائیگا تو ابھی سارے قصے طے ہوتے ہیں ایک اور بات بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ کمیونلزم یا فرقہ پرستی کوئی چیز نہیں دنیا اور یورپ کی طرح ہر معاملہ قومی حیثیت سے دیکھا جائے گا اور ہندو مسلمان جدا الگ قومیں ہی سمجھی جائیں گی جیسی کہ وہ حقیقت میں ہیں مساویانہ حقوق طے ہوں گے ہر آل انڈیا معاملہ میں مساوات ملحوظ رکھی جائیگی۔

یورپ کی طرح جس فیصدی تناسب سے کم تعداد رکھنے والی قوم اقلیت سمجھی جائیگی اور کوئی متعلقہ معاملہ اس قوم کی مرضی کے بغیر طے نہ کیا جائے گا اس اعلان کے بعد مسٹر جناح کو دعوت دیجائے

اب کانگریس کی طرف سے بھی زیادہ غفلت برتنے کی ضرورت نہیں۔ اگر مسٹر جناح کو مسلمانوں کے مستقبل کی طرف سے اطمینان ہو جائے تو ایسے اعلان کے بعد وہ کانگریسیوں کا تعاون حاصل کر سکیں گے اور ایک عارضی حکومت قائم ہو کر ملک سے خلفشار کو ختم کر دیگی۔

مسٹر اچاریہ کی اہم تجویز و تقریر

کلکتہ کے جلسہ عام میں مسٹر راجگوپال اچاریہ نے جو معرکہ آرا تقریر ارشاد فرمائی اس سے ایک مرتبہ اور یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ ہندوستان کے ایک نہایت معقول ہوشمند اور ٹھنڈے دماغ کے مدبر ہیں مسلم مطالبات کے متعلق وہ اپنی معقولیت کا شاندار مظاہرہ کر چکے ہیں وزارت بھی انہوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ کی اور اپنی تقریروں میں بھی جتنی باتیں کہیں وہ بہت معقول ہیں۔ انہوں نے موجودہ کانگریس کی شورش کی مذمت ہی نہیں کی بلکہ یہ فرمایا کہ اگر ہمارے پاس کوئی کام نہیں ہو تو خاموش ہی رہیں اور کوئی غلط کام نہ کریں یہ بھی واضح کر دیا کہ کانگریس نے محض پبلک کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے یہ غلط قدم اٹھایا ہے۔ یہ وہی بات ہے جسے ہم یوں ایک سے زیادہ بار دہرا چکا ہے۔

انھوں نے فرمایا کہ میں اس وقت کانگریس کی مذمت کرکے اپنی پوزیشن خطرہ میں ڈال رہا ہوں مگر مجبوری ہے کہ ایک غلط اقدام کی تعریف کی ہی نہیں جا سکتی۔ اس سے ملک کو تو کوئی فائدہ نہ پہنچیگا البتہ جاپانی صورت حالات سے فائدہ اٹھاکر ہماری اس آزادی کو جس کے ملنے کا کسی نہ کسی صورت میں قوی امکان پیدا ہو گیا ہے آیندہ سو سال کے لئے ملتوی کر دیں گے اور ہمیں جاپان کے آنے پر ایک صدی اور غلامی میں گذارنی پڑے گی۔ یہ کتنی معقول توجیہ ہے واقعی جاپان ہماری زبانوں پر آزادی کا لفظ بھی جاری نہ ہونے دیگا۔

اس کے بعد انہوں نے اتحادیوں کے تمدن کو محوری تمدن سے کہیں بہتر بتایا اور برطانوی دانشمندی پر یقین کا اظہار کرکے فرمایا کہ اس وقت ہمیں دو برائیوں سے کمتر برائی کو اختیار کر لینا چاہئے۔

مسٹر راجگوپال اچاریہ نے یہ بھی فرمایا کہ وقت کی صدا یہی ہے کہ برطانوی ہم پر اعتماد نہ بھی کریں تو بھی کچھ عرصہ کے لئے ہمیں ان پر اعتماد کر لینا چاہئے وہ ہمارے مطالبات نہ بھی تسلیم کریں لیکن ہمارا اعتماد اسی میں ہے کہ ہم ان کے خلاف کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے خود ہندوستان کو نقصان پہنچے۔

مطلب یہی ہے کہ اس وقت عارضی طور سے جیسی بھی حکومت ملے لیکر قومی تحفظات کا انتظام خود اپنے ہاتھوں میں لیں کامیابی پر سب کچھ حاصل کر سکیں گے ورنہ اس طرح تو خود بھی تباہ ہو جائیں گے اور ملک بھی برباد ہو جائے گا۔ اور یہ بالکل ٹھیک ہے۔

مسٹر امبارید نے اس کے بعد اس تجویز کا اعلان کیا ہے کہ حکومت پانچ کانگریسی نمایندوں کو منتخب کرے اور مسٹر جناح کو اجازت دے کہ وہ اپنی طرف سے جتنے نمایندے چاہیں نامزد کر دیں اور پھر یہ سب مل کر دوسری قوموں سے تین نمایندے مقرر کر کے عارضی طور پر مسٹر جناح کی قیادت میں حکومت قائم کر لیں جس پر کانگریس کو بھی اعتراض نہ ہوگا اس لئے کہ وہ خود انھیں حکومت سپرد کرنے کا اعلان کر چکی ہے۔

ہندوستان کے لئے یہ وقت بیحد نازک ہے اور قومی حکومت کے قیام کی فوری ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ دشمن ہمارے سر پر کھڑا ہے اگر مزید خاموشی اور لیت و لعل سے کام لیا گیا تو ملک کو نقصان پہنچ جائیگا۔

مسٹر جناح کے ارشادات

مسٹر جناح آجکل بڑی پرجوش اور حیات بخش تقریریں کر رہے ہیں آپ نے عید کے اجتماع کے موقعہ پر بڑا معرکۃ الآرا پیغام پیش کیا تھا اور حال ہی میں آگرہ میں جو تقریر کی اس کے اندر تعمیری روح بولتی ہے اور ایک سبق بھی ہے آپ نے پرجوش طریق پر فرمایا کہ لیگ کے نصب العین پاکستان کے لئے سخت جد و جہد کی ضرورت ہے اور قربانیوں کے بغیر کوئی قوم اپنے مقاصد کی تکمیل میں کامیاب نہیں ہو سکتی آپ نے مسلمانوں کو آئندہ آنے والی جنگ کے خطرات سے بھی کماحقہ آگاہ کیا۔ اور باہم اتحاد و اتفاق رکھنے اور غیر مناسب حرکتوں سے باز رہنے کا مشورہ دیا سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے طلبا پر صنعتی تعلیم کی اہمیت واضح کی اور زور دیکر کہا کہ وہ رائج الوقت اعلی تعلیم پر بھی صنعتی تعلیم کو ترجیح دیں یہ مشورہ بہت قابل قدر اور قابل عمل ہے بیکاری اور بیروزگاری کے اسباب میں سب سے اہم ہماری موجودہ تعلیم کی نوعیت ہے جو انسان کو کلرکی کے سوا اور کسی قابل نہیں رکھتی اور اس کے اجرا کا مقصد بھی یہی تھا کہ ہندوستانی انگریزی حکومت اور انگریزی کمپنیوں کی خدمت کے لئے تیار کئے جائیں لیکن اب ملازمتوں میں گنجائش نہیں رہی دکانوں میں بھی جانیکا موقعہ ہی نہیں رہا۔ ملازمتوں میں زیادہ سے زیادہ ایک فیصدی آبادی بار پا سکتی ہے باقی کے لئے پھر بھی سوال باقی رہجاتا ہے۔

پھر ایک مصیبت یہ ہے کہ یہ تعلیم دل و دماغ کو بنانے کے علاوہ اور بگاڑ دیتی ہے ملازمت کے سوا انسان گھر کا رہتا ہے اور نہ باہر کا۔ اس تعلیم کو عمداً غیر مذہبی رکھا گیا ہے اور نصاب اور امتحانات کا اتنا زور ڈال دیا گیا ہے کہ طلبا کو اور کسی طرف متوجہ ہونیکا موقعہ ہی نہیں ملتا وہ اپنے مذہب اپنی روایات اور اپنی تاریخ سے بیگانہ ہو کر ایک دوسری چیز بنجاتے ہیں علاوہ ازیں بکثرت روپیہ خرچ کرنے اور عمر کا ایک معتدبہ حصہ اس کی نذر کر دینے کے بعد بھی مذہب ہی سے نہیں انسان ہر چیز سے کھویا جاتا ہے مسرفانہ عادات فیشن اور نمود و نمائش کی خو پیدا ہو جاتی ہے اگر ہاتھ میں کوئی صنعت ہو تو کوئی ہنر آتا ہو تو اس سے بآسانی دو ڈھائی روپیہ روز پیدا کیا جاسکتا ہے لیکن ویسے گریجویٹوں کو بھی آج ملازمت مل ہی جائے تو اتنا حاصل ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔

تعلیم نسواں اور قومی ضرورت

مسٹر جناح نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے تعلیم نسواں کی ترقی پر بھی زور دیا تعلیم نسواں فی الواقع ضروری ہے مگر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ موجودہ تعلیم نے مردوں سے زیادہ عورتوں کو نقصان پہنچایا ہے گھر کی راحت اور بچوں کی تربیت کا انحصار انہی پر تھا جبتک ان میں مذہبی روح جلوہ گر تھی گھر جنت بنے ہوئے تھے اور اس کا اثر اولاد کو پہنچتا تھا اس تعلیم کو مذہبیات سے کوئی سروکار نہیں، دینی روایات کے ذکر تک سے خالی ہے اس پر ستم یہ کہ اسکولوں میں بچیوں کو ابتدا ہی سے فیشن اور وضعداری کی تعلیم دیجاتی ہے تاکید ہوتی ہے کہ عمدہ اور مصفا لباس پہنکر آئیں ان میں ابتدا ہی سے خود نمائی اور اسراف کی عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں عائلی ذمہ داریوں سے بیگانہ رہتی ہیں گھر کے کام کاج سے گونہ تنفر پیدا ہو جاتا ہے سرد مہری اور تفریحات کا شوق بڑھ جاتا ہے حیا کا جوہر نا پید ہوتا چلا جاتا ہے اطاعت و تحمل کے اوصاف سے بیخبر سی ہو جاتی ہیں ظاہر ہے کہ ایسی لڑکیاں نہ گھر کو راحت کدہ بنا سکتی ہیں اور نہ نسلوں میں مذہبی اور قومی روح پھونک سکتی ہیں غالباً اسی خیال سے مسٹر جناح نے مشورہ دیا ہے کہ طالبات مغربی طریق زندگی کی کورانہ تقلید سے بچیں یہ صحیح ہے لیکن فضا اتنی مسموم ہو چکی ہے کہ اس قسم کی نصائح کا کارگر ہونا مشکل نظر آتا ہے اس کی بجز تلافی اسکے نہیں ہو سکتی ہے جس تعلیم کی اساس مذہب و اخلاق کی چٹان پر قائم کی جائیگی وہی کامیاب ثابت ہوگی۔ مزید مصیبت یہ ہے کہ اب گانے بجانے کی تعلیم رائج کی جارہی ہے۔ اگر کچھ مسلم طالبات اس سے مستثنے بھی کر دیجئیں تو اس غیر مذہبی فضا کا اثر لئے بغیر نہیں رہیں گی ان تمام مصائب و خسائر کا علاج پاکستان کا حصول ہے جب تک ہم آزاد نہ ہوں گے اس وقت تک ہم نہ مغربی طریق زندگی کورانہ تقلید سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہماری بچیوں میں مذہبیت اور حیا خودداری سادگی اور عائلی ذمہ داریوں کے جوہر پیدا ہو سکتے ہیں۔

گوالیار میں اردہا اسکیم کا نفاذ

ہندو انگریزوں کے شاگرد رشید ہیں اور وہ سمجھ چکے ہیں کہ قومی ذہنیت کو منقلب کرنے میں تعلیم کیا اثر رکھتی ہے اسی لئے کانگریس نے اپنے عہد میں واردھا دریا مندر اسکیم مختلف ولایات کے ساتھ جاری کرنیکا فیصلہ کر لیا تھا وہ گلشن تو باقی نہ رہا اور نہ وہ بلبلیں ہی رہیں حکومت بدل گئی لیکن وہ اسکیم ہنوز زندہ ہے اور اب اسے ہندو ریاستوں میں جاری اور نافذ کرنیکا تہیہ کر لیا گیا ہے مسلمان ان میں بھی خاصی تعداد میں آباد ہیں اور یہ اسکیم ان کے دینیات مذہبی کے لئے ہلاکت کا داعیہ رکھتی ہے۔ گوالیار میں اس کے نفاذ کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں جس سے مسلمانوں میں قدرتاً ایک ہیجان پیدا ہو رہا ہے یہ ریاست وہی ریاست ہے جہاں شعائر اسلامی کو صدیوں قدر کی نظر سے دیکھا جاتا رہا ہے یہاں کی تعزیہ داری مشہور تھی جس میں راج کی طرف سے ہزار ہا روپیہ خرچ کیا جاتا تھا اور خود راجہ صاحب بہادر بھی عقیدتمندانہ حصہ لیا کرتے تھے مگر اب نہ دنیا ہی بدل چکی ہر جگہ مہاسبھائی روح مصروف کارفرمائی ہے ہندی زبان سرکاری زبان کی حیثیت اختیار کر چکی ہے قانون کے تراجم میں سنسکرت کے مغلق الفاظ بڑی فیاضی کے ساتھ استعمال کئے گئے ہیں کہنے کو مجلس آئین مرتب ہو چکی ہے مگر اس میں مسلم نمایندگی برائے نام ہے ملازمتیں ہندوؤں سے بھری چلی جارہی ہیں اور اب یہی کسر اسکیم واردھا کے نفاذ سے پوری کی جارہی ہے ہم مہاراجہ صاحب سے استدعا کریں گے کہ وہ اپنے اسلاف کے شعار کو پیش خاطر رکھیں ایسے غیر مآل اندیش مشیروں کی مشورہ پر کان نہ دھریں اور مسلمانوں کے جذبات کا بھی لحاظ رکھیں انھوں کے ساتھ تو سب ہی سب کچھ کر لیا کرتے ہیں مگر نیکنامی اسی میں ہے کہ بیگانوں کو بھی یگانہ سمجھکر نوازا جائے اگر کہیں یہ اسکیم نافذ ہو گئی تو اس سے راج کی شہرت کو نقصان پہنچیگا اور مسلمانوں کے اندر شدید ناراضگی اور مایوسی کے جذبات پیدا ہوں گے۔

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گزشتہ)

۱۸۳۶۔ ابوعبیدہ ابن ازہر مولی کہتے ہیں کہ میں عید میں حضرت عمر بن خطاب کے ہمراہ تھا تو انہوں نے کہا کہ یہ دونوں دن وہ ہیں کہ ان میں روزہ رکھنے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے یہ دن تو وہ ہے کہ جس میں تم اپنے روزوں کو افطار کرتے ہو اور دوسرا دن وہ ہے جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔

۱۸۳۷۔ حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کے دن روزہ رکھنے سے اور صماء[1] سے اور اس بات سے کہ کوئی شخص ایک کپڑے میں احتبا کرے اور صبح کے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

باب۔ عید قربان کے دن روزہ رکھنا منع ہے)

۱۸۳۸۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ دو دن کے روزوں سے اور دو قسم کی بیع سے ممانعت کی جاتی ہے عیدالفطر اور عید قربان کے روزے اور بیع ملامسہ[2] اور منابذہ سے

۱۸۳۹۔ زیاد بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے پاس کوئی شخص آیا اور اس نے کہا کہ ایک آدمی نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر کی ہے اس شخص نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ دوشنبہ کے دن کی اور اس دن عید پڑ گئی تو اب وہ کیا کرے حضرت ابن عمر نے کہا کہ اللہ تعالے نے نذر کے پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے روزے سے منع فرمایا ہے۔

۱۸۴۰۔ قزعہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوسعید خدری سے سنا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ جہاد کئے تھے وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں ایسی سنیں جو مجھے بہت اچھی معلوم ہوئیں آپ نے فرمایا ہے کہ عورت دو دن کا سفر کرے مگر اس حال میں کہ اس کے ہمراہ اس کا شوہر یا اور کوئی محرم ہو اور دو دنوں میں روزہ نہ رکھنا چاہیے عیدالفطر اور عید الضحے اور نماز صبح کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیے اور سفر نہ کرنا چاہیے مگر تین مسجدوں کی زیارت کے لئے مسجد حرام یعنی کعبہ اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس اور میری مسجد۔

باب۔ ایام تشریق میں روزہ رکھنا (کیسا ہے) اور مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے یحییٰ نے بیان کیا وہ ہشام سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ (عروہ) نے خبر دی کہ حضرت عائشہ منیٰ کے دنوں میں روزہ رکھتی تھیں اور ان کے والد بھی ان دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔

۱۸۴۱۔ حضرت عائشہ اور ابن عمر سے روایت ہے کہ ان دونوں نے کہا ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی مگر اس شخص کو جسے ہدی نہ ملے۔

۱۸۴۲۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جو شخص حج و عمرہ کے ساتھ تمتع کرے اسکو عرفہ کے دن تک روزہ رکھنا چاہیئے پھر اگر اس کو ہدی نہ ملے اور اس نے روزہ بھی نہ رکھا ہو تو منیٰ کے دنوں میں روزہ رکھ لے اور ابن شہاب عروہ سے وہ حضرت عائشہ سے اسی کے مثل روایت کرتے ہیں۔

باب۔ عاشورہ کے دن روزہ رکھنا (کیسا ہے)

۱۸۴۳۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کے دن یہ فرمایا کہ جس کا جی چاہے وہ روزہ رکھ لے۔

۱۸۴۴۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا مگر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے فرمایا جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۱۸۴۵۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی زمانہ جاہلیت میں اس کا روزہ رکھتے تھے پھر جب آپ مدینہ تشریف لائے جب بھی آپ نے اس کا روزہ رکھا اور (لوگوں کو) اسکے روزہ رکھنے کا حکم دیا مگر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا گیا جس کا جی چاہا اس نے عاشورہ کا روزہ رکھ لیا اور جس نے چاہا اس نے نہ رکھا۔

۱۸۴۶۔ حمید بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو عاشورے کے دن جس سال انہوں نے حج کیا ہے ممبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے مدینہ والو تمہارے علماء کہاں ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ عاشورہ کا دن ہے اللہ نے اس کا روزہ تم پر فرض نہیں کیا اور میں اس کا روزہ رکھتا ہوں پس جو شخص چاہے وہ عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۱۸۴۷۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے یہود کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا وجہ ہے کہ تم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہو ان لوگوں نے کہا کہ یہ ایک عمدہ دن ہے یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی لہٰذا حضرت موسیٰ اس دن روزہ رکھتے تھے حضرت نے فرمایا میں تم سے زیادہ موسیٰ کا حقدار ہوں پس آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا۔

۱۸۴۸۔ حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ یہود عاشورے کے دن کو عید سمجھتے تھے (لہٰذا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہم لوگوں سے) فرمایا کہ تم اس دن روزہ رکھو۔

---

[1] صماء اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص صرف ایک کپڑا اوڑھے اور کوئی کپڑا اس کے نیچے نہ پہنے پھر اس کپڑے کو ایک طرف سے اٹھا کر اپنے شانہ پر رکھ لے ایسی حالت میں چونکہ ستر عورت کھل جاتا ہے اس لئے اس کی ممانعت فرمائی ہے احتبا کرنیکا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اکڑوں بیٹھ کر ایک کپڑے سے اپنے کو لپیٹے اور نیچے کوئی کپڑا نہ پہنے ایسی حالت میں چونکہ اس امر کا اندیشہ ہے کہ اگر ہاتھ پیر کو حرکت ہوگی تو جسم عورت کا کھل جائیگا لہٰذا اس سے ممانعت فرمائی ۱۲

[2] بیع ملامسہ اور منابذہ کا بیان آگے آئیگا ۱۲

کتاب الفقہ

پردہ - اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے

خاتمہ

یہ ہے وہ نقطۂ عدل اور مقام توسط جس کی دنیا اپنی ترقی اور خوشحالی اور اخلاقی امن کے لئے محتاج اور سخت محتاج ہے جیسا کہ ابتدا میں بیان کر چکا ہوں تمدن میں عورت یعنی عالم انسانی کے پورے نصف حصہ کی جگہ معین کرنے میں دنیا ہزاروں سال سے ٹھوکریں کھاتی رہی ہے کبھی افراط کی طرف جاتی ہے اور کبھی تفریط کی طرف اور یہ دونوں انتہائیں اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی ہیں تجربات اور مشاہدات اس نقصان پر شاہد ہیں ان انتہاؤں کے درمیان عدل و توسط کا مقام جو عقل و فطرت کے عین مطابق اور انسانی ضروریات کے لئے عین مناسب ہے وہی ہے جو اسلام نے تجویز کیا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں متعدد ایسے موانع پیدا ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کے لئے اس صراط مستقیم کا سمجھنا اور اس کی قدر کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

ان موانع میں سب سے اہم مانع یہ ہے کہ زمانہ جدید کا انسان عموماً یرقان میں مبتلا ہو گیا ہے اور مشرق کے فرنگیت زدہ لوگوں پر اس یرقان کی ایک اور زیادہ خطرناک قسم کا حملہ ہوا ہے جسے میں "یرقان ابیض" کہتا ہوں۔ میں اپنی اس صاف گوئی پر اپنے دوستوں اور بھائیوں سے معافی کا خواستگار ہوں مگر جو حقیقت ہے اسکے اظہار میں کوئی مروت مانع نہ ہونی چاہیئے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ اسلام کا کوئی حکم اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو ثابت شدہ علمی حقائق کے خلاف ہو بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ جو کچھ علمی حقیقت ہے وہی عین اسلام ہے مگر اس کو دیکھنے کے لئے بے رنگ نگاہ کی ضرورت ہے تاکہ ہر چیز کو اس کے اصلی رنگ میں دیکھ سکے وسیع نظر کی ضرورت ہے تاکہ ہر چیز کے تمام پہلوؤں کو دیکھ سکے۔ عقل اور سلیم فطرت کی ضرورت ہے تاکہ حقائق جیسے بھی کچھ ہوں ان کو ویسا ہی تسلیم کرے اور اپنے رجحانات کے تابع بنانے کے بجائے رجحانات نفس کو ان کے تابع کر دے جہاں یہ چیز نہ ہو وہاں علم بھی تو بیکار ہے، رنگین نگاہ جو کچھ دیکھے گی اسی رنگ میں دیکھے گی جو اس پر چڑھا ہوا ہے محدود نظر مسائل اور معاملات کے صرف ان گوشوں تک جا سکے گی جو اس زاویہ کے سامنے واقع ہوں جس سے وہ انھیں دیکھ رہی ہے پھر ان سب کے باوجود جو کچھ علمی حقائق اپنی اصلی حالت میں اندر تک پہنچ جائینگے ان پر بھی دل کی تنگی اور فطرت کی کجی اپنا عمل کریگی وہ حقائق سے مطالبہ کریگی کہ اُسکے داعیات نفس اور اس کے جذبات و رجحانات کے موافق ڈھل جائیں اور اگر وہ نہ ڈھلیں گے تو وہ ان حقائق کو جاننے کے باوجود نظر انداز کر دیگی اور اپنی خواہش کا اتباع کریگی ظاہر ہے کہ جب اس مرض میں انسان گرفتار ہو تو علم، تجربہ، مشاہدہ کوئی چیز بھی اس کی رہنمائی نہیں کر سکتی اور ایسے مریض کے لئے قطعی ناممکن ہے کہ وہ اسلام کے کسی حکم کو ٹھیک ٹھیک سمجھ سکے کیونکہ اسلام دین فطرت بلکہ عین فطرت ہے۔ دنیائے مغرب کے لئے اسلام کو سمجھنا اسی لئے مشکل ہو گیا ہے کہ وہ اس بیماری میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اسکے بالکل عین ہی "علم" ہے وہ سب کا سب "اسلام" ہے مگر خود اس کی اپنی نگاہ رنگین ہے یہ رنگ "یرقان ابیض" ہے۔ مگر مشرق کے نئے تعلیم یافتہ طبقہ کی نگاہوں پر چھا گیا ہے اور یہ بیماری ان کو بھی حقائق علمیہ سے صحیح نتائج نکالنے اور مسائل حیات کو فطری نگاہ سے دیکھنے میں مانع ہوتی ہے۔ ان میں سے جو مسلمان ہیں وہ ہو سکتا ہے کہ دین اسلام پر ایمان رکھتے ہوں اس کی صداقت کے معترف بھی ہوں اتباع دین کے جذبہ سے بھی خالی نہ ہوں مگر نہ غریب آنکھوں کے یرقان کو کیا کریں کہ جو کچھ ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس کا رنگ ہی انھیں صبغۃ اللہ کے خلاف نظر آتا ہے۔

دوسری وجہ جو صحیح فہم میں مانع ہوتی ہے یہ ہے کہ عام لوگ جب اسلام کے کسی مسئلہ پر غور کرتے ہیں تو اس نظام اور سسٹم پر بحیثیت مجموعی نگاہ نہیں ڈالتے جس سے وہ مسئلہ متعلق ہوتا ہے بلکہ نظام سے الگ کر کے اس خاص جزء کو من حیث ہو لے لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جزء تمام حکمتوں سے خالی نظر آنے لگتا ہے اور اس میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہونے لگتے ہیں سود کے مسئلہ میں یہی ہوا کہ اس کو اسلام (یعنی فطرت) کے اصول معیشت اور نظام معاشی سے الگ کر کے دیکھا گیا۔ ہزاروں سقم اس میں نظر آنے لگے یہاں تک کہ بڑے بڑے صاحب علم لوگوں کو بھی مقاصد شریعت کے خلاف اس میں ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی غلامی اور تعدد ازواج اور حقوق الزوجین اور ایسے ہی بہت سے مسائل میں اسی بنیادی غلطی کا اعادہ کیا گیا ہے اور پردہ کا مسئلہ بھی اسی کا شکار ہوا ہے اگر آپ پوری عمارت کو دیکھنے کے بجائے صرف اس کے ایک ستون کو دیکھیں گے تو لامحالہ آپ کو حیرت ہو گی کہ یہ آخر کیوں لگایا گیا؟ آپ کو اس کا قیام تمام حکمتوں سے خالی نظر آئے گا آپ کبھی نہ سمجھ سکیں گے کہ انجینیر نے عمارت کو سنبھالنے کے لئے کس تناسب اور کس موزونیت کے ساتھ اس کو لگایا ہے اور اس کو گرا دینے سے پوری عمارت کو کیا نقصان پہنچے گا بالکل ایسی ہی مثال پردے کی ہے جب وہ اس نظام معاشرت سے الگ کر لیا جائے گا جس میں وہ عمارت کے ستون کی طرح ایک ضرورت اور مناسبت کو ملحوظ رکھکر نصب کیا گیا ہے۔ تو وہ تمام حکمتیں نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں گی جو اس سے وابستہ ہیں اور یہ بات کسی طرح سے سمجھ میں نہ آسکے گی کہ نوع انسانی کی دونوں صنفوں کے درمیان یہ امتیازی حدود آخر کیوں قائم کئے گئے ہیں پس ستون کی حکمتوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پوری عمارت کو دیکھا جائے جس میں وہ نصب کیا گیا ہے۔

اب اسلام کا حقیقی پردہ آپ کے سامنے ہے وہ نظام معاشرت بھی آپ کے سامنے ہے جس کی حفاظت کے لئے پردہ کے ضوابط مقرر کئے گئے ہیں اس نظام کے وہ تمام ارکان بھی آپ کے سامنے ہیں جن کے ساتھ ایک خاص توازن کو ملحوظ رکھ کر پردے کا رکن مربوط کیا گیا ہے وہ تمام ثابت شدہ علمی حقائق بھی آپ کے سامنے ہیں جن پر اس پورے نظام معاشرت کی بنا رکھی گئی ہے ان سب کو دیکھ لینے کے بعد فرمائیے کہ اس میں کہاں آپ کوئی کمزوری پاتے ہیں؟ کس جگہ بے اعتدالی کا کوئی ادنیٰ سا شائبہ بھی نظر آتا ہے؟ کونسا مقام ایسا ہے جہاں کسی خاص گروہ کے رجحان سے قطع نظر محض علمی و عقلی بنیادوں پر کوئی اصلاح تجویز کی جا سکتی ہو؟ میں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ زمین و آسمان جس عدل پر قائم ہیں کائنات کے نظم میں جو کمال درجہ کا تسویہ پایا جاتا ہے ایک ذرہ کی ترکیب اور نظام شمسی کی بندش میں جیسا مکمل توازن و تناسب آپ دیکھتے ہیں ویسا ہی عدل و تسویہ اور توازن و تناسب اس نظام معاشرت میں بھی موجود ہے افراط و تفریط اور یک رخی جو انسانی کاموں کی ناگزیر کمزوری ہے اس سے یہ نظام یکسر خالی ہے اس میں اصلاح تجویز کرنا انسان کی قدرت سے باہر ہے انسان اپنی عقل خام کی مداخلت سے اگر اس میں کوئی ادنیٰ رد و بدل بھی کریگا تو اس کی اصلاح نہ کریگا بلکہ اس کے توازن کو بگاڑ دیگا۔

افسوس میرے پاس ایسے ذرائع نہیں ہیں کہ اپنے ان انسانی بھائیوں تک اپنی آواز پہنچا سکوں جو یورپ امریکہ اور جاپان میں رہتے ہیں وہ ایک غلط نظام تمدن کو اپنانے کی وجہ سے اپنی زندگی کو تباہ کر رہے ہیں اور دنیا کی دوسری قوموں کی تباہی کے بھی موجب بن رہے ہیں کاش میں ان تک وہ آب حیات پہنچا سکتا جس کے وہ درحقیقت پیاسے ہیں چاہے پیاس نہ محسوس کرتے ہوں تاہم میرے اپنے وطن کے ہندو سکھ پارسی میری دسترس سے قریب ہیں ان میں سے اکثر میری زبان بھی سمجھتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ مسلمانوں کے ساتھ تاریخی اور سیاسی جھگڑوں کی بدولت جو تعصب ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف پیدا ہو گیا ہے اس سے اپنے دل کو صاف کر کے محض طالب حق ہونے کی حیثیت سے اسلام کے اس نظام معاشرت کو دیکھیں جس کو میں نے بے کم و کاست اس کتاب میں بیان کر دیا ہے پھر اس مغربی نظام معاشرت سے اس کا موازنہ کریں جس کی طرف وہ بے تحاشا دوڑے چلے جا رہے ہیں اور آخر میں میری یا کسی اور کی خاطر نہیں بلکہ خود اپنی بھلائی کی خاطر فیصلہ کریں کہ ان کی حقیقی فلاح کس طریقہ میں مضمر ہے۔

اس کے بعد میں عام ناظرین کی طرف سے رخ پھیر کر چند الفاظ اپنے ان گمراہ بھائیوں سے عرض کروں گا جو مسلمان کہلاتے ہیں۔

ہمارے بعض نئے تعلیم یافتہ مسلمان بھائی ان تمام باتوں کو تسلیم کرتے ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ اسلام کے قوانین میں حالات زمانہ کے لحاظ سے شدت اور تخفیف کی تو کافی گنجائش ہے جس سے تم شاید خود بھی انکار نہیں کر سکتے بس ہماری خواہش صرف اس قدر ہے کہ اسی گنجائش سے فائدہ اٹھایا جائے موجودہ زمانہ کے حالات پردہ میں تخفیف کا مطالبہ کر رہے ہیں ضرورت ہے کہ مسلمان عورتیں مدرسوں اور کالجوں میں جائیں اعلیٰ تعلیم حاصل کریں ایسی تربیت حاصل کریں جس سے وہ ملک کے تمدنی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسائل کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے کے قابل ہو سکیں اس کے بغیر مسلمان زندگی کی دوڑ میں ہمسایہ قوموں سے پیچھے رہ جاتے ہیں اور آگے چل کر اندیشہ ہے کہ اور زیادہ نقصان اٹھائینگے۔ ملک کی سیاسی زندگی میں عورتوں کو جو حقوق دیئے جا رہے ہیں اگر ان سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت مسلمان عورتوں میں پیدا نہ ہوئی اور پردے کی قیود کی سبب سے وہ فائدہ نہ اٹھا سکیں تو ملک کی سیاسی ترازو میں مسلمانوں کا وزن بہت کم ہو جائیگا۔ دیکھو دنیائے اسلام کی ترقی یافتہ اقوام مثلاً ترکی اور ایران نے بھی زمانے کے حالات کو دیکھ کر اسلامی حجاب میں بہت کچھ تخفیف کر دی ہے اور اس سے چند ہی سال کے اندر نمایاں نتائج حاصل ہوئے ہیں اگر ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چلیں تو آخر اس میں کیا قباحت ہے؟

یہ جتنے خطرات بیان کئے جاتے ہیں ہم ان سب کو جوں کا توں تسلیم کرتے ہیں بلکہ اگر خطرات کی فہرست میں اس سے دس گنا اور اضافہ ہو جائے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں بہر حال اس نوعیت کے کسی خطرے کی بنا پر بھی اسلام کے قانون میں ترمیم یا تخفیف جائز نہیں ہو سکتی۔ دراصل ایسے تمام خطرات کی نوعیت یہ ہے کہ مثلاً آپ قصداً اپنی حماقت سے یا مجبوراً اپنی کمزوری کی وجہ سے ایک کثیف اور مضر صحت ماحول میں پھنس گئے ہوں اور وہاں حفظان صحت کے اصولوں پر عمل کرنا آپ کے لیے نہ صرف مشکل ہو بلکہ گندے لوگوں کی بستی میں آپ کے لئے گندگی اختیار کئے بغیر جینا تک دشوار ہو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ حفظان صحت کے اصولوں کی ترمیم یا تخفیف کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا اگر آپ ان اصولوں کو صحیح سمجھتے ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ اپنے ماحول سے لڑ کر اسے پاک بنائیں۔ اگر لڑنے کی جرأت نہیں اور اپنی کمزوری کی وجہ سے آپ اپنے ماحول سے مغلوب ہیں تو جائیے اور جو کثافتیں بھی آپ پر مسلط ہوں ان میں آلودہ ہو جائیے آخر آپ کے لئے قوانین صحت میں ترمیم یا تخفیف کیوں کی جائے؟ اور اگر آپ ان قوانین کو غلط سمجھتے ہیں اور اس گندگی سے آپ کی اپنی طبیعت بھی مانوس ہے تو آپ اپنے لئے جو چاہیں قانون بنا لیجئے پاکی اور طہارت کے قانون میں ان لوگوں کی خواہشات کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے جو گندگی کی طرف میلان رکھتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ہر قانون کی طرح اسلامی قانون میں بھی حالات کے لحاظ سے شدت اور تخفیف کی گنجائش ہے مگر ہر قانون کی طرح اسلامی قانون بھی اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ شدت یا تخفیف کا فیصلہ کرنے کے لئے حالات کو اسی نظر سے اور اسی اسپرٹ میں دیکھا جائے جو اسلام کی اسپرٹ اور اسلام کی نظر ہے کسی مختلف نقطۂ نگاہ سے حالات کو دیکھنا اور پھر تخفیف کی قینچی لیکر قانون پر حملہ آور ہو جانا تخفیف کی تعریف میں نہیں آتا بلکہ یہ سادہ اور صریح تحریف ہے جن حالات کو غیر اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھ کر قانون اسلامی میں "تخفیف" کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے ان کو اگر اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ایسے حالات میں تخفیف کی نہیں بلکہ مزید شدت کی ضرورت ہے تخفیف صرف اس وقت کی جا سکتی ہے جبکہ قانون کے مقاصد دوسرے ذرائع سے بآسانی پورے ہو جاتے ہوں اور تحفظات میں زیادہ سختی کی حاجت نہ ہو مگر جبکہ قانون کے مقاصد دوسرے ذرائع سے پورے نہ ہو رہے ہوں بلکہ دوسری تمام قوتیں ان کو ضائع کرنے میں لگی ہوئی ہوں اور ان مقاصد کے حصول کا تمام تر مدار صرف تحفظات ہی پر آ ٹھیرا ہو تو ایسی حالت میں [illegible] ہی شخص تخفیف کا خیال

کرسکتا ہے جو نادان اسپرٹ سے قطعی نابلد ہو۔

پچھلے اوراق میں ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرچکے ہیں کہ اسلامی قانون معاشرت کا مقصد ضابطۂ ازدواج کی حفاظت، صنفی انتشار کی روک تھام اور غیر معتدل شہوانی تحریکات کا انسداد ہے۔ اس غرض کے لئے شارع نے تین تدبیریں اختیار کی ہیں، ایک اصلاحِ اخلاق، دوسرے تعزیری قوانین، تیسرے انسدادی تدابیر یعنی ستر و حجاب۔ گویا تین ستون ہیں جن پر یہ عمارت کھڑی کی گئی ہے جن کے استحکام پر اس عمارت کا استحکام منحصر ہے اور جن کا انہدام درحقیقت اس پوری عمارت کا انہدام ہے۔ آئیے اب اپنے ملک کے موجودہ حالات پر ایک نظر ڈال کر دیکھئے کہ ان تینوں ستونوں کا آپ کے ہاں کیا حال ہے؟

پہلے اپنے اخلاقی ماحول کو لیجئے۔ آپ اس ملک میں رہتے ہیں جس کی بیشتر آبادی آپ ہی کی اگلی پچھلی کوتاہیوں کی وجہ سے اب تک غیر مسلم ہے جس پر ایک غیر مسلم قوم حکمران ہے جس پر ایک غیر مسلم تہذیب آندھی اور طوفان کی طرح چھائی جارہی ہے۔ پلیگ اور ہیضہ کے جراثیم کی طرح غیر اسلامی اخلاق کے اصول اور غیر اسلامی تہذیب کے تخیلات تمام فضا میں پھیل گئے ہیں۔ آپ کی ہوا ان سے مسموم ہوچکی ہے، ان کی سمیت نے ہر طرف سے آپ کا احاطہ کرلیا ہے۔ فحش اور بے حیائی کی جن باتوں کے خیال سے ہی چند سال پہلے تک آپ کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے، وہ اب اس قدر معتاد ہوچکی ہیں کہ آپ انہیں روزمرہ کے معمولات سمجھ رہے ہیں۔ آپ کے بچے تک اخباروں اور رسالوں اور اشتہاروں میں فحش تصویریں دیکھتے ہیں اور بے حیائی کے عادی ہوتے جاتے ہیں۔ آپ کے بوڑھے اور جوان اور بچے سب سینما دیکھ رہے ہیں جہاں عریانی اور بے حیائی اور شہوانی محبت سے زیادہ دلچسپ چیز اور کوئی نہیں ہے۔ باپ اور بیٹے، بہن اور بھائی، مائیں اور بیٹیاں سب ایک دوسرے کے پہلو میں بیٹھ کر علانیہ بوس و کنار اور اختلاط اور ملاعبت کے نظارے دیکھتے ہیں اور کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ انتہا درجہ کے گندے اور ہیجان انگیز گیت گھر گھر اور دکان دکان بج رہے ہیں اور کسی کے کان ان آوازوں سے محفوظ نہیں۔ ہندی اور فرنگی اعلیٰ سوسائٹی کی خواتین نیم عریاں لباسوں کے ساتھ پھر رہی ہیں اور نگاہیں ان لباسوں کی اس قدر خوگر ہوچکی ہیں کہ کوئی شخص ان میں کسی قسم کی بے حیائی محسوس نہیں کرتا۔ اخلاق کے جو تصورات مغربی تعلیم و تہذیب کے ساتھ پھیل رہے ہیں ان کی بدولت نکاح کو ایک فرسودہ رسم، زنا کو ایک تفریح، مردوں اور عورتوں کے اختلاط کو ایک ناقابلِ اعتراض بلکہ مستحسن چیز، طلاق کو ایک کھیل، ازدواجی فرائض کو ایک ناقابلِ برداشت بندھن، توالد و تناسل کو ایک حماقت، شوہر کی اطاعت کو ایک نوع کی غلامی، بیوی بننے کو ایک مصیبت اور معشوق بننے کو ایک خیالی جنت سمجھا جارہا ہے۔

پھر دیکھئے کہ اس ماحول کے اثرات آپ کی قوم پر کیا پڑ رہے ہیں۔ کیا آپ کی سوسائٹی میں ایسا شخص بمشکل کہیں موجود ہے؟ کیا لاکھوں میں ایک آدمی بھی نہیں ایسا پایا جاتا ہے جو اجنبی عورتوں کے حسن سے آنکھیں سینکتا نہیں؟ کیا علانیہ آنکھ اور زبان کی زنا نہیں کی جارہی ہے؟ کیا آپ کی عورتیں بھی تبرج جاہلیہ اور اظہارِ زینت اور نمائشِ حسن سے پرہیز کررہی ہیں؟ کیا آج آپ کے گھروں میں ٹھیک وہی لباس نہیں پہنے جارہے ہیں جن کے متعلق آنحضرت نے فرمایا تھا نساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات؟ کیا اپنی بہنوں اور بیٹیوں اور ماؤں کو وہ لباس پہنے نہیں دیکھ رہے ہیں جن کو مسلمان عورت اپنے شوہر کے سوا کسی کے سامنے نہیں پہن سکتی؟ کیا آپ کی سوسائٹی میں فحش قصے اور عشق و محبت کے واقعات بے تکلفی کے ساتھ کہے اور سنے نہیں جاتے؟ کیا آپ کی محفلوں میں رنگین شباب اور بدکاری کے حالات بیان کرنے میں بہت فخر محسوس کرتے ہیں؟ جب حال یہ ہے تو فرمائیے کہ طہارتِ اخلاق کا وہ پہلا اور سب سے زیادہ مستحکم ستون کہاں باقی رہا جس پر اسلامی معاشرت کا ایوان تعمیر کیا گیا تھا؟ اسلامی غیرت تو اب اس حد تک مٹ چکی ہے کہ مسلمان عورتیں صرف مسلمانوں ہی کے نہیں کفار تک کے ناجائز تصرف میں آرہی ہیں۔ انگریزی حکومت میں نہیں مسلمان ریاستوں تک میں اس قسم کے واقعات علی رؤس الاشہاد پیش آرہے ہیں۔ مسلمان ان واقعات کو دیکھتے اور سنتے ہیں مگر ان کے خون متحرک نہیں ہوتے۔ ایسے بے غیرت مسلمان بھی دیکھے گئے ہیں جن کی اپنی بہنیں کسی غیر مسلم کے تصرف میں آئیں اور انہوں نے فخریہ اس کا اظہار کیا کہ ہم فلاں بڑے کافر کے برادرِ نسبتی ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی بے حیائی اور اخلاقی انحطاط کا کوئی درجہ باقی رہ جاتا ہے۔

اب ذرا دوسرے ستون کا حال دیکھئے۔ سارے ہندوستان سے اسلامی تعزیرات کا قانون مٹ چکا ہے۔ زنا اور قذف کی حد نہ مسلمان ریاستوں میں جاری ہوتی ہے نہ برٹش انڈیا میں۔ یہی نہیں بلکہ جو قانون اس وقت ملک میں نافذ ہے وہ سرے سے زنا کو جرم ہی نہیں سمجھتا۔ اگر کسی شریف بہو بیٹی کو کوئی شخص بہکا کر بدکار بنانا چاہے تو آپ کے پاس کوئی قانونی ذریعہ ایسا نہیں جس سے اس کی عصمت محفوظ رکھ سکیں۔ اگر کوئی شخص کسی بالغ عورت پر اس کی رضامندی سے ناجائز تصرف کرے تو آپ کسی قانون کے ذریعہ اس کو سزا نہیں دلا سکتے۔ اگر کوئی عورت علانیہ فحش کاری پر اتر آئے تو آپ کے پاس کوئی قوت ایسی نہیں جس سے آپ اس کو روک سکیں۔ قانون صرف زنا بالجبر کو جرم ٹھیراتا ہے مگر جو لوگ قانون پیشہ ہیں ان سے پوچھئے کہ زنا بالجبر کا ثبوت دینا کس قدر مشکل ہے۔ منکوحہ عورت کا بھگا لے جانا بھی جرم ہے مگر انگریزی قانون جاننے والوں سے پوچھئے کہ اگر منکوحہ عورت خود اپنی رضامندی سے کسی کے گھر جا پڑے تو اس کے لئے آپ کے زمانہ حال کی عدالت میں کیا چارہ کار ہے؟

غور کیجئے یہ دونوں ستون منہدم ہوچکے ہیں۔ اب آپ کے نظم معاشرت کی پوری عمارت صرف ایک ستون پر قائم ہے۔ کیا آپ اسے بھی مسمار کردینا چاہتے ہیں؟ ایک طرف پردے کے وہ نقصانات ہیں جن کو آپ نے ابھی گنایا ہے، دوسری طرف پردہ اٹھا دینے میں اخلاق اور نظام معاشرت کی کامل تباہی ہے۔ دونوں کے درمیان موازنہ کیجئے۔ مصیبتیں دونوں ہیں اور ایک کو بہرحال قبول کرنا ہے۔ اب آپ خود ہی اپنے دل سے فتویٰ طلب کیجئے کہ ان میں سے کونسی کمتر مصیبت ہے؟

پس اگر احوال زمانہ ہی پر فیصلہ کا انحصار ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہندوستان کے احوال پردے میں تخفیف کے نہیں اور زیادہ اہتمام کے مقتضی ہیں کیونکہ آپ کے نظام معاشرت کی حفاظت کرنے والے دو ستون گرچکے ہیں اور اب تمام دارومدار صرف ایک ہی ستون پر ہے۔ تمدن اور معیشت اور سیاست کے مسائل آپ کو حل کرنے ہیں تو سر جوڑ کر بیٹھئے، غور کیجئے۔ اسلامی حدود کے اندر ان کے حل کی دوسری صورتیں بھی نکل سکتی ہیں مگر اس بچے کھچے ستون کو جو پہلے ہی کافی کمزور ہوچکا ہے اور زیادہ کمزور نہ بنائیے۔ اس میں تخفیف کرنے سے پہلے کم از کم آپ کو اتنی قوت پیدا کرنی چاہئے کہ اگر کوئی مسلمان عورت بے نقاب ہو تو جہاں اس کو گھورنے کیلئے دو آنکھیں موجود ہوں وہیں ان آنکھوں کو نکال لینے کے لئے پچاس ہاتھ

تذکرۃ الصحابہ

حضرت خبابؓ بن ارت

ہولناک مظالم و مصائب زمانہ جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت ہوئے بہت ابتدائی زمانہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے سادس الاسلام لقب ہے کہ چھٹے مسلمان تھے مکہ کی فضا بہت پر آشوب تھی ظلم و ستم کی آندھیاں شدت کے ساتھ چل رہی تھیں۔ اسلام لانا گویا عزت و ناموس اور مال و دولت ہر چیز سے ہاتھ دھو لینے کے مترادف تھا۔ بڑے بڑے آدمی بھی قبولیت اسلام پر مشرکین کے عتاب سے محفوظ نہ رہ سکتے تھے تو آپ تو پھر غلام تھے۔ پھر آپ نے اسلامیت کا اعلان بھی کیا تو علانیہ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار کی برق عتاب آپ کے خرمن عافیت پر تڑپ تڑپ کر گرنے لگی اور آپ کو ایسے قصابانہ اور اشقیانہ مظالم کا ہدف بنا لیا گیا جس کے تصور سے بھی آج جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور درندوں اور وحوش سے بھی جس بہیمیت و درندگی کی توقع نہیں ہو سکتی وہ ان ننگ انسانیت انسانوں نے اس بیکس انسان پر روا رکھیں۔

شقاوت و جلادی کی آخری و انتہائی حد یہ تھی کہ ایک دفعہ آپ کو برہنہ کیا اور بڑے بڑے کوئلے دہکائے اور عریاں پشت سرخ سرخ انگاروں پر لٹا کر سینہ مبارک پر جو گنجینہ انوار ربانی تھا ایک گراں بار اور بھاری پتھر رکھ دیا جسم بالائے ستم یہ کہ ایک قوی ہیکل مرد اوپر پاؤں رکھے آپ کو ہلاتا جلاتا رہا جب تک کہ آپ کے جسم کے زخموں اور آبلوں سے نکلنے والے پانی کی نمی اور آپ کے بار سے تمام کوئلے خود بخود ٹھنڈے نہ ہو گئے۔

کہنے اور سننے کو یہ معمولی بات ہے قلم اٹھایا اور تین سطریں کھینچ کر رکھ دیں۔ لیکن حقیقت میں یہ وہ پر شر اور حواس شکن آزمائش و مصیبت تھی جو بڑے سے بڑے کوہ استقلال کو اپنی جگہ سے ہلا کر رکھ دینے کے لئے بالکل کافی ہے۔ یہ آپ ہی کا دل گردہ تھا جو آپ نے صبر و ثبات کے ساتھ یہ ہولناک اذیت برداشت کی اور زبان پر برابر حق جاری رہا اسی طرح ایک روز آپ کے سنگدل آقا نے آگ میں لوہے کی ایک سلاخ سرخ کر کے آپ کے سر کو اس سے داغا اس قسم کے مظالم و آلام کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ حضور نبی کریم سنکر اور دیکھکر خود بہت کڑھتے اور آپ کو تسلی دیتے۔

مخلصانہ ہجرت ایک روز آپ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ حضور دربار خداوندی میں اس عذاب و اذیت سے نجات کے لئے دعا فرمائیں حضور نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی الٰہی تو خباب کی مدد فرما۔ کفار و مشرکین متحیر تھے کہ ایک گوشت و پوست کا انسان اتنی خوفناک جسمانی تکالیف کیونکر برداشت کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مالی نقصانات بھی پہنچائے گئے اور پیہم پہنچائے گئے۔ رئیس قریش عاص بن وائل پر آپ کا کچھ قرض تھا جب مانگتے کہتا جب تک محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑ دو گے اس وقت تک کوڑی بھی نہ ادا کروں گا۔ آپ فرماتے میں تو اس وقت تک حضور سے الگ نہیں ہو سکتا جب تک تم مر کر دوبارہ زندہ نہ ہو گے۔ عاص کہتا اچھا تو جب مر کر دوبارہ زندہ ہوں گا اور مجھے مال و اولاد عطا ہوگی تو تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔

چونکہ یہ مسلمانوں کے عقیدہ حیات ثانی پر ایک تعریض تھی اس لئے سورہ مریم کی آیت افرأیت الذی کفر بآیاتنا وقال لأوتین مالا وولدا الخ یعنی اے ہمارے پیغمبر کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اس شخص نے ہماری آیتوں سے بھی اعراض روا رکھا اور کہنے لگا کہ مرنے کے بعد مجھے مال و اولاد ملیگی کیا اسے غیب کی خبر ہو گئی یا اس نے خدائے رحمٰن سے کوئی عہد اس قسم کا لے لیا ہے نہیں اور ہرگز نہیں یہ جو کچھ کہتا ہے ہم اسے لکھ لیتے ہیں اور اس کے عذاب میں برابر ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتا ہے اس کے وارث ہم ہوں گے اور یہ تنہا ہمارے پاس لایا جائے گا۔ یہ سلسلہ عذاب و اذیت کا سلسلہ عرصہ دراز تک تواتر کے ساتھ جاری رہا۔ جب ہجرت کی اجازت ملی تو خوف اذیت سے نہیں خالصۃً لوجہ اللہ ہجرت کی۔

غزوات و جہاد تمام غزوات میں پورے جوش و خروش کے ساتھ شریک رہے۔

حضورؐ کو آپ سے بیحد محبت تھی۔ حضرت فاروق اعظم بھی اتنا احترام کرتے تھے کہ جب آپ حاضر ہوتے تو گدے پر بٹھاتے۔ ایک روز گدے پر بٹھا کر فرمایا کہ صرف ایک شخص اور اس گدے پر بیٹھنے کا مستحق ہے اور وہ بلال ہیں آپ نے یہ سنکر عرض کی وہ میری برابر کیونکر مستحق ہو سکتے ہیں ان کے پشت پناہ تو مشرکین میں بھی موجود تھے مگر میرا پشت پناہ تو خدائے قدوس کی ذات واحد کے سوا اور کوئی بھی نہ تھا ساتھ ہی اپنے مصائب کی داستان سنانے لگے۔"

بدن پر بڑے سخت تکلیف تھی شکم مبارک سات جگہ داغا گیا مگر مرض بڑھتا ہی گیا گھبرا کر بولے اگر موت کی دعا مانگنے کی ممانعت نہ ہوتی تو میں ضرور اپنی موت کے لئے دعا مانگتا۔

کفن لایا گیا تو آنسو نکل آئے فرمایا آہ حمزہؓ کو پورا کفن بھی نصیب نہ ہوا تھا ایک چھوٹی سی اور معمولی چادر میں دفنائے گئے۔

عیادت کو آنے والوں نے کہا آپ کو تو خوش ہونا چاہئے کل تک اپنے ساتھیوں سے مل جاؤ گے۔" آبدیدہ ہو کر فرمایا "آپ نے ایسے لوگوں کی یاد دلائی جو بہت بڑے اجر کے مستحق تھے مجھے تو یہ اندیشہ لگا ہوا ہے کہیں ثواب آخرت کے عیوض یہ دنیا ہی نہ مل گئی ہو۔"

۳۷ھ میں کوفہ کے اندر بہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت علی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (سلسلہ کے لئے دیکھئے صفحہ ۱۴ زرلائن)

وعظ بشیر

اطاعت وجانسپاری کا منبع

جذبۂ حبِ رسول

الحمد للہ الذی کفی وسلام علی عبادہ الذی اصطفی۔
قال اللہ تبارک وتعالی قل ان کان اباؤکم وابناءکم و اخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لایھدی القوم الفاسقین۔

تمام حمد وستائش اس ذات اقدس ہی کو سزاوار ہے جو اپنی مشیت کے مطابق عمل کرتا ہے کسی کو تخت شاہی پر بٹھاتا ہے اور کسی کو نان شبینہ تک کا محتاج کرتا ہے کسی کو عزت دیتا ہے اور کسی کو ذلت اسی کے قبضۂ قدرت میں موت وحیات اور عزت وذلت ہے۔

برادران اسلام! صحابہ کرام کی جانی قربانیوں اور جوش جہاد کے ولولہ انگیز کارنامے ایسے ہیں جن کو سنکر آپ حیران ہوں گے کہ یہ مقدس انسان کس دل وگردہ کے انسان تھے جوش وحریت کی راہ میں اپنی جانیں قربان کردینا ایک معمولی بات سمجھتے تھے بیشک ہمارے لئے یہ تعجب وحیرانی کی بات ہے کیوں اس لئے کہ ہمارے سینے جذبہ حب رسول سے خالی ہیں اور صحابہ کے مقدس سینے اس جذبہ سے معمور تھے اس وجہ سے ہم احکام خداوندی کی تعمیل کو تھیدمت سے زیادہ ناگوار سمجھتے ہیں اور وہ اس چیز کو فرض اتم اور عزیز از جان تصور کرتے تھے ہم اتنا ہی گوارا نہیں کر سکتے کہ اسلام کے لئے ہماری انگلی نہ دُکھے اور وہ جان جیسی پیاری چیز قربان کر کے بھی اپنی قربانی کو حقیر سمجھتے تھے در اصل صحابہ عاشق رسول تھے اس عشق ہی نے انھیں جانباز وفداکار بنا یا تھا اُن کے آقا نے مال مانگا تو مال دیدیا اور جان مانگی تو جان دی کیا مجال جو انہوں نے ذرہ برابر بھی حکم رسول سے انحراف کیا ہو۔ بس صحابہ کے تمام کارنامے اور قربانیاں جذبہ حب رسول کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھیں آو قرآن و حدیث سے اس جذبہ کی قدر وقیمت معلوم کریں اور تکمیل ایمان کا درجہ حاصل کریں۔

حبّ رسول مسلمانوں کیلئے جزو ایمان ہی

برادران ملت! حب رسول مسلمانوں کے لئے جزو ایمان ٹھیرایا گیا ہے اور اس پر قرآن وحدیث شاہد وعادل ہیں کہ ہمارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمارے دلوں اور ہر حور یک رگ وریشہ میں ندران خون کی طرح جاری وساری نہ ہوجائے۔ ہم دین ودنیا کی فوز وفلاح اور سعادت وہدایت حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ محبت رسول اس طرح قلب وروح میں ایسی نہ بسی ہو جیسی کہ پھول میں خوشبو بسی ہوتی ہے خوش رنگ پھول نظروں کے لئے دیدہ زیب ہوتا ہے لیکن مشام جان کے لئے بیکار ہوتا ہے اور اس سے قلب وروح کو کوئی فرحت وانبساط حاصل نہیں ہوتی یعنی پھول بغیر خوشبو کے بھی کارآمد بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ خوش رنگ ہو لیکن قلب مسلم بغیر حب رسول کے کسی کام کا بھی نہیں کیونکہ وہ مہبط انوار الٰہی اس وقت تک بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ محبت رسول کی روشنی سے منور نہ ہو۔ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں بیان فرمائے ہیں جو میں نے آپ کے سامنے ابتدا میں تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:۔

"اے پیغمبر! اپنی امت کے لوگوں سے فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی تمہاری بی بیاں تمہاری برادری اور کنبہ اور تمہارا مال جو تم نے محنت ومشقت سے کمایا ہے اور تمہاری تجارت جس کی کساد بازاری کا تم کو خوف لگا ہوا ہے اور تمہارے محل وحویلیاں جن میں تم راحت وعیش کی زندگیاں بسر کرتے ہو اگر یہ تمام چیزیں تم کو اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہیں اور ان چیزوں کو تم اللہ کے راستے میں جہاد سے زیادہ عزیز رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کا انتظار کرو اور یاد رکھو خدا تعالیٰ فاسقوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتے۔"

حضرات! اس آیت میں صاف الفاظ میں مسلمانوں کو بتلا دیا گیا ہے کہ تمام مال ومتاع اور اولاد واعزہ سے زیادہ اللہ کی طرح رسول اللہ کی محبت ہونی چاہیے پھر یہ بھی فرما دیا ہے کہ اگر مال واولاد عزیز واقارب کنبہ برادری اور بیوی بچے ان سب سے زیادہ آپ اللہ اور اس کے رسول کو محبوب نہیں رکھتے۔ تو یہ ایسا درجۂ ضلالت ہے کہ اس درجہ کے لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے محروم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حالت سے محفوظ رکھیں۔

اس سے آپ کے سامنے یہ حقیقت بھی آگئی کہ صحابہ ہدایت یافتہ اسی لئے تھے کہ وہ رسول اللہ کو اپنی اولاد ومال اعزہ واقارب اور جان سے زیادہ عزیز جانتے تھے اس جذبہ نے ان کو ایثار وفدویت پر آمادہ کیا تھا اسی جذبہ نے ان کو راہ حق میں مرنا اور زندہ ہونا سکھایا تھا اور اسی حرارت نے ان کے سینوں کو مہبط انوار الٰہی بنایا تھا۔ ان کے مقابلے میں ہمارے سینے کیوں تاریک ہیں؟ اور ہم کیوں دل کھول کر احکام شرع کی بےحرمتی اور خلاف ورزی کر رہے ہیں؟ اسلئے کہ ہمارے سینے حب رسول سے خالی ہیں۔

اسی کے ساتھ اس حدیث قدسی کے الفاظ کو بھی اپنے ذہن میں رکھئے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ "جب تک ماں باپ بھائی بیوی عزیز واقارب اپنی جان ومال اور عزت وآبرو سے زیادہ رسول مقبول کو کوئی مسلمان عزیز ومحبوب

نہ رکھیگا اس وقت تک وہ کامل مومن نہیں ہوسکتا ؎

محبت سرورِ کون و مکاں کی عین ایماں ہے ؎ نہ ہو گر یہ محبت ہر مسلماں نامسلماں ہے
بتائی شرط یہ اسلام کی سلطانِ عالم نے ؎ عزیز از جان و دل مجھکو سمجھنا عین ایماں ہے

فاروق اعظمؓ اور حبِ رسولؐ

عزیز دوستو! اس حدیث قدسی کو جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سُنا اور اپنے سینے کو ٹٹول کر دیکھا تو جذبۂ رسول کو اتنا قوی نہ پایا اس لئے پر آپ کو سخت تردد و افسوس ہوا اور بصد حسرت و یاس کہا ؎

کہا فاروقؓ نے میں جان سے بڑھکر نہ چاہوں گا
میری اولاد و مال و زر مگر سب تجھ پہ قرباں ہے

غور کرو کیسے صاف باطن اور پاکباز تھے یہ مقدسین کہ ان میں تصنع و ریاکاری کا شائبہ تک نہ تھا جو کچھ دل میں تھا اسی کو بیان کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ حضور سچی بات تو یہ ہے کہ ابھی میرا ایمان اتنا قوی نہیں ہوا کہ میں آپ کو جان سے بھی زیادہ چاہوں۔ ہاں اس کے علاوہ اولاد اور مال و زر وغیرہ تمام دنیاوی چیزیں آپ پر قربان ہیں ؎

یہ سُنکر آپ نے جب ہاتھ رکھا ان کے سینے پر ؎ پکار اٹھے عمرؓ اب آپ پر صدقے مری جاں ہے

حضورؐ نے اپنا دستِ روح پرور ان کے سینے پر رکھا یعنی روحانیت کی برقی رو حضورؐ کے جسم کے اندر سے منتقل ہوکر بذریعہ دستِ کرم فاروق اعظمؓ کے سینہ میں پہنچی اور فرمایا بھلا عمرؓ اب تو بتلاؤ قلب کی کیا کیفیت ہے؟ بیتابانہ پکار اٹھے حضورؐ اب تو قلب کی کیفیت ہی کچھ اور ہوگئی ہے اب آپ پر میری جان بھی قربان ہے ؎

بشارت دی جنابِ مصطفےٰ نے ان کو یہ اس دم
کہ اب کامل ہوا اسلام پکا تو مسلماں ہے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اب ان کو بشارت دی کہ اے عمرؓ! اب تمہارا ایمان کامل ہوا اور تم پکے مسلمان بنے ہو۔

سرچشمۂ اخلاص

برادران ملت! میں نے حب رسول کے متعلق جو کچھ عرض کیا ہے اس کی حقیقی تصویر عملی نمونہ اور زندہ مثالیں صحابہ کرام کی ذاتہائے مقدسہ ہیں انہوں نے دنیا والوں کو دکھا دیا کہ اپنے نبی سے یوں محبت کیا کرتے ہیں۔ صحابہ کو رسول اللہ کا کس چیز نے گرویدہ بنایا حضورؐ کے اخلاص و مودت نے آپ کی حیات طیبہ میں سب سے بڑا عنصر اخلاص ہے آپ کی عبادت آپ کی دعائیں آپ کی خشیت الٰہی اور غیرت دینی آپ کا اپنے اعزہ و اقرباء سے برتاؤ دوستوں سے محبت دشمنوں سے سلوک بنی نوع انسان سے ہمدردی اور تمام انسانوں کی خیر خواہی کے واقعات کی اگر آپ تحلیل کریں تو ایک پیکر اخلاص آپ کے سامنے آجائیگا صحابہ نے اس چشمۂ اخلاص سے کس قدر سیرابی حاصل کی۔ حضورؐ سے صحابہ کو کتنی محبت تھی اور آپ کا کتنا ادب و احترام کیا؟ اس کی نسبت مختصراً اتنا سمجھ لیجئے کہ صحابہ کو حضورؐ کا ادب و احترام اتنا تھا کہ دنیا میں کسی شخص کا نہیں ہوا اور نہ ہو چند واقعات میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں اگر اہلیت و صلاحیت ہے تو اس دولت لازوال کو حاصل کیجئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بڑے عاشق رسول تھے حضورؐ کی وفات کے بعد یہ جب بھی اپنے محبوب کا ذکر کرتے تو ہچکیاں بندھ جاتیں مدینہ کے گلی کوچوں میں دیوانہ وار پھرتے اور اپنے محبوب کی یاد میں بیتاب و بیقرار تڑپا کرتے تھے یہ کیفیت صرف ایک عبد اللہ ابن عمرؓ ہی کی نہیں تھی بلکہ تمام صحابہ کی یہی حالت تھی جب ان کو حضور یاد آتے تو بے اختیار بچوں کی طرح رو پڑتے۔ ایک دن حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی زبان سے نکلا وہ جمعرات کا دن جمعرات کا دن ان الفاظ کے بعد کچھ نہ کہہ سکے اور اس قدر گریہ و زاری کی کہ زمین تر ہوگئی ایک صحابی نے پوچھا کہ جمعرات آپ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا اسی دن آپ کے مرض الموت میں زیادتی اور شدت ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عباسؓ انصار کی ایک محفل میں گئے دیکھا تو سب رو رہے ہیں۔ پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ کہا حضورؐ کی آخری مجلس یاد آگئی ہے۔

بادۂ اخلاص کے متوالے

دوستو! یہ صحابہ کی محبت کے اجمالی اشارے تھے اب میں فرداً فرداً چند واقعات بیان کرتا ہوں۔ ایک صحابی کی آنکھیں جاتی رہی تھیں لوگ اظہار ہمدردی اور عیادت کو آئے انہوں نے کہا کہ عیادت کی ضرورت نہیں آنکھوں کا مقصود تو محض دیدار رسول تھا جب آپ کا وصال ہوگیا تو آنکھوں کی کیا ضرورت باقی رہی اگر اب بینائی لوٹ بھی آئے تو مجھے پسند نہیں مسلمانو! محبت رسول کا یہ وہ انتہائی مقام ہے جہاں ہمارے تمہارے ذہن و دماغ کی رسائی بھی ناممکن ہے۔

جب جنگ احد میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ اختتام جنگ پر شہداء کی جانچ پڑتال کی گئی تو حضور کو سعد بن ربیع رئیس انصاری کا خیال آیا آپ نے فرمایا وہ دشمنوں کے نیزوں اور تلواروں میں بری طرح گھرے ہوئے تھے کوئی ان کی خبر لائے کہ وہ زندہ ہیں یا جام شہادت نوش کر گئے اس حکم کی تعمیل کے لئے ابی بن کعب گئے اور بہیرا تلاش کیا مگر سعد بن ربیع کا کہیں پتہ نہ چلا۔ مایوس ہوکر واپس لوٹنا چاہتے تھے خیال آیا کہ حضور کا نام نامی لیکر پکاروں شاید اس طرح پتہ چل جائے انھوں نے بلند آواز سے پکارا کہ سعد تم کہاں ہو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری خبر لینے کے لئے بھیجا ہے۔ یہ آواز نہ تھی بلکہ ایک دعوت حیات تھی۔ سعدؓ کے تن مردہ میں ایک بجلی کی لہر بنکر دوڑ گئی چونک کر بے اختیار دھیمی آواز سے کہا میں یہاں ہوں اس آواز پر ابی بن کعبؓ وہیں پہنچے دیکھا تو سعد جان توڑ رہے ہیں بولے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ خدا نے رسولوں کو ان کی امت کی قربانی اور اخلاص کی وجہ سے جو ثواب عطا کیا ہے وہ ثواب آپ کو خدا سب انبیاء و رسل سے بڑھ چڑھ کر عنایت فرمائے اور آپکی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے۔ اس کے بعد میرے مسلمان بھائیوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ اگر تم میں زندگی کی ایک رمق بھی باقی رہے اور پھر رسول اللہ کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچے تو خدا کے سامنے تمہارا کوئی عذر بھی نہ سنا جائیگا یہ کہا اور سعدؓ نے اپنی جان دیدی۔

عزیزو! تم نے سعدؓ کا پیغام سُنا رسول اللہ سے ان کی وارفتگی دیکھی یہ ہے رسول اللہ کی محبت و اطاعت کا وہ بے پناہ جذبہ جس نے صحابہ کو عروج ارتقا کی انتہائی منزلوں پر پہنچایا۔

رسول اللہ نے قبائل عضل کی درخواست پر دس صحابہؓ کی ایک تبلیغی جماعت کو اس قبیلہ کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ اس میں زید بن وثنہ بھی تھے۔ اس قبیلہ نے راستہ میں غداری کی اور آمادہ قتال ہو گئے اس پر صحابہ نے بھی تلواریں سونت لیں سات صحابہ تو شہید ہوئے اور باقی تین صحابہ کو کافروں نے زندہ گرفتار کر لیا اور زید کو قتل کرنے کا حکم دیدیا گیا اور جلاد تلوار لیکر سر پر آموجود ہوا ابو سفیان بھی تماشائیوں میں موجود تھا، بولا کیوں! تو دل چاہتا ہوگا کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہوتا اور تم بچکر اپنے بال بچوں میں خوش و خرم پہنچتے۔ یہ سنکر زید کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور غصہ کی حالت میں بولے

"ابو سفیان تم کیا کہتے ہو۔ خدا کی قسم میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ میری جان بچنے کی عوض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے"۔ ابو سفیان نے کہا۔ واللہ میں نے کسی شخص کو کسی شخص کے ساتھ ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی کہ اصحاب محمد کو محمد سے ہے۔

برادران اسلام! آپ نے ایک عاشق صادق اویس قرنی کی داستان عشق بارہا سنی ہوگی جس کے سامنے لیلیٰ مجنوں کی داستان بھی پھیکی معلوم ہوتی ہے۔ میں اجمالی طور پر ان کا تصور آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔

اویسؓ عاشق صادق سے الفت آپ کی سیکھو
اس الفت پر مرے ماں باپ اور صدقہ مری جاں ہے

شہادت پائی دندانِ مبارک نے احد میں جب
تو توڑے دانت وہ اپنے تعشق کی یہی شان ہے
نہیں معلوم تھی تفصیل دنداں کی شہادت کی
شہادت کی فضیلت جس نے پائی کون دنداں ہے؟
بس اک اک کرکے توڑے دانت یہ کہتے ہوئے پیہم
نہیں معلوم یہ ہے یا کہ وہ یا یہ دنداں ہے

اسی صورت انہوں نے توڑ ڈالے دانت منہ بھر کے
اسی صورت میں بیشک اختتام حد امکاں ہے
کہا محبوب سے جب چھن گئی ہے نعمت دنداں
عوض انکے مرے منہ میں خار مغیلاں ہے

اسی طرح تم نے بلال خجستہ جان کا نام سنا ہوگا عرب کا بچہ بچہ جنکے نام کا آج تک ثنا خواں ہے۔ رسول اللہ کے وصال کے بعد جب ان کو شمع رسالت کی یثرب میں روشنی نظر نہ آئی تو ہجر میں تڑپ کر جان دیدی کہ صداقت کی یہی شان ہے

بتا دو اے عزیزو الفت آقا بھی رکھتے ہو تم
اگر الفت نہ ہو ہرگز مسلماں نا مسلماں ہے

برادران عزیز! قرآن حکیم حدیث نبوی اور تاریخ اسلام تینوں چیزیں اس حقیقت کی مظہر ہیں کہ سرور کائنات کی محبت اور رسول خدا کا عشق تکمیل ایمان اور سعادت و فلاح دارین کا واحد ذریعہ ہے اگر قلوب روح اس دولت سرمدی سے محروم ہیں تو سمجھ لینا چاہئے دولت ایمان سے بھی محروم ہیں اسکے عوض میں ہم پہلے حب رسول کے عدیم النظیر واقعات سے بادہ اخلاص کے متوالوں کی زندگیاں پیش کر چکے ہیں ان کو اپنے لئے چراغ راہ بنائیے اور اسی جذبہ کو حاصل کرنیکی کوشش کیجئے۔

اس کے بعد ہمیں قلب کے ایک ایک گوشہ کی جستجو اور اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے کہ کس حد تک یہ دولت ہمارے قلب میں موجود ہے اگر قلب میں یہ دولت موجود ہے تو پھر اعمال سے اس کا ظہور لازمی ہے۔ یعنی حب رسول درحقیقت اتباع رسول کا نام ہے حب رسول کا تقاضہ ہے کہ اپنی ہر ایک چیز سے زیادہ رسول اللہ کی محبت ہونی چاہیئے خواہ وہ جان ہو یا مال عزت ہو یا آبرو بال بچے ہوں یا بھائی بند اب اپنے دلوں کو ٹٹولئے کیا ایسی محبت آپ کو سرکار دو عالم سے ہے۔ قدم قدم پر اسوۂ رسول کی تابعداری کیجئے اور اپنے اعمال سے حب رسول کا ثبوت دیجئے حب رسول صرف اس چیز کا نام نہیں کہ آپ جب حضور کا نام نامی سنیں فوراً درود پڑھ لیں اور تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں بلکہ حب رسول یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی کے تمام واقعات و حالات کو اسوۂ رسول کے مطابق بنائیں۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ گیارہ تذکرۃ الصحابہ کا بقیہ)

علم و اخلاق

ذی علم صحابی میں جستجوئے علم میں بعض اوقات رات رات بھر کھڑے حضور کے طریقے عبادت کو دیکھتے رہے ہیں۔ مرویات کی تعداد ۳۳ ہے بڑے بلند اخلاق تھے زندگی بھی مسرورگذاری ابتدا میں تو غلام تھے اسلام لانے سے پیشتر تک تلواریں بنا کر فروخت کرتے رہے جس سے باطمینان و بافراغت گذر ہوتی تھی، اسلام قبول کرتے ہی مصائب و نوائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جو کچھ پاس تھا وہ بھی چھن گیا اور بڑی تنگدستی و تکلیف سے گذرنے لگی چونکہ آپ ربانی آزمائش و ابتلا میں پورے اترے تھے اور جو کچھ پاس تھا اسے بخوشی دے چکے تھے اس لئے جب دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو پھر نہ صرف یہ کہ چھنا ہوا سب واپس مل گیا بلکہ دولتمند ہو گئے۔ بیش قرار وظیفہ آخر وقت تک ملتا رہا مال غنیمت سے بہت کچھ حاصل ہو گیا چالیس ہزار درہم ترکہ میں چھوڑے

امتیازی خصوصیت

امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ اسلام اور خدا کے لئے ہولناک سے ہولناک مصائب برداشت کئے اور کبھی زبان سے کلمہ شکایت نہ نکلا۔ آج مسلمان پر ذرا سی مصیبت پڑتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے پریشان ہو جاتا ہے۔ لب پر شکوہ وا ہو جاتے ہیں کبھی قسمت کو کوستا ہے اور کبھی خدا کی ناشکری پر اتر آتا ہے اور ثبات کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے قوائے عمل افسردہ ہو کر رہ جاتے ہیں اور وہ اس کی پاداش میں ترقیات سے محروم ہو جاتا ہے آپ کی ضبط آپ کا استقلال آپ کی قربانیاں آپ کا ایثار اور آپکی زندگی کے انقلابات فرزندان توحید کے لئے سبق آموز اور بہت سبق آموز ہیں۔

فتح مکہ

(از جناب مولوی عبدالرؤف صاحب ناظم کتبخانہ ندیریہ دہلی)

ہر فتح کی اہمیت اس مقام کی اہمیت سے وابستہ ہے جس پر فاتح قبضہ حاصل کرتا ہے فرض کیجئے کہ ایک شخص ہندوستان کے کسی گاؤں پر قابو حاصل کرتا ہے دوسرا کسی صوبہ کے مرکزی مقام کو اپنے زیر اقتدار لاتا ہے تیسرا ایک صوبہ کے سارے ہندوستان کے مرکزی پایہ تخت مثلاً دہلی کو فتح کرتا ہے ظاہر ہے کہ فتوحات کے اس سلسلہ میں مدرج کا تفاوت محض مقاموں کی اہمیت کی بنا پر ہے جو پیدا ہوتا ہے اس معیار پر دیکھنا چاہیئے کہ فتح مکہ کی کیا اہمیت ہے؟ کیا مکہ معظمہ جزیرہ نمائے عرب کے علاقہ حجاز کا صرف مرکزی شہر ہے حجاز کا نہیں صرف سرزمین عرب کا وہ مرکزی مقام ہے، یا عرب سے آگے بڑھکر کیا وہ صرف ایشیا یا مشرقی ممالک کے ساتھ کوئی مرکزی تعلق رکھتا ہے! دوسروں پر تو یہ بات ثابت نہیں ہوسکتی لیکن جو قرآن پر ایمان لاچکے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا میں جو علوم منتشر ہوئے ان علوم کا سرچشمہ بجائے کسی بشری دل و دماغ کے علام الغیب خالق السموات والارض کی ذات کو قرار دیتے ہیں کیا اہل ایمان و ایقان کے اس گروہ کو اس میں شک کرنے کی گنجائش ہے کہ مکہ معظمہ صرف حجاز یا عرب یا ایشیا یا مشرق ہی کا نہیں بلکہ قرآن مجید کے صحیح نصوص کی بنا پر وہ معمورہ زمین کے آباد علاقہ کا مرکزی مقام ہے ایک جگہ نہیں متعدد مقامات پر قرآن میں اعلان کیا گیا ہے واذ جعلنا البیت قیاما للناس وامنا۔ اور دیکھو جب بنایا ہم نے اس گھر کو تمام انسانوں کے رکھ رکھاؤ اور امن و امان کے لیے" دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا۔ اور دیکھو جب بنایا ہم نے اس گھر کو سارے انسانوں کا "مثابہ" اور ان کے امن و امان کا ذریعہ "مثابہ" پن گھٹ کے اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے پینے والوں کو پانی پلایا جاتا ہے گویا کہ جس طرح ہر ملک کا کیپٹل (پایہ تخت) جس طرح اس ملک کے امن و امان نظم و انتظام کا ذریعہ ہوتا ہے یہی نسبت کعبہ کو روئے زمین کے تمام باشندوں سے ہے گویا کعبہ آسمانی حکومت کا پایہ تخت ہے اور وہی بارگاہ الٰہی ہے دنیا کے مختلف علاقے گویا اسی پایہ تخت کے صوبہ یا اضلاع ہیں۔

اسی طرح تیسری جگہ:- اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعٰلمین (سب سے پہلا گھر جو سارے انسانوں کے لئے بنایا گیا وہ ہی گھر ہے جو مکہ ہے برکتوں سے بھرا اور سارے جہان کی ہدایت کا ذریعہ۔

"معاہدہ کے سلسلہ میں بیت اللہ کی اولیت کے دعوے کے ساتھ یہ بھی اعلان کیا گیا ہے کہ اس گھر سے ہدایت و رشد کا چشمہ ابلیگا اس کا تعلق صرف عرب یا ایشیا یا مشرق ہی سے نہیں بلکہ "عالمین" سے ہوگا۔ چوتھی جگہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ مسلمانوں کا قبلہ کعبہ کیوں مقرر ہوا حق تعالےٰ کا یہ فرمان ہے۔

قل للہ المشرق والمغرب یھدی من یشاء الی صراط مستقیم کہو کہ اللہ کا مشرق بھی ہے اور مغرب بھی سیدھی راہ جسے چاہتا ہے دکھاتا ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ قبلہ ان ہی لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے جو مشرق و مغرب کی خصوصیتوں سے آزاد ہوکر مرکزی راہ پر چلنے کے لئے پیدا کئے گئے اور اسی لئے اس کے بعد وکذالک جعلناکم امۃ وسطا اسی طرح ہم نے تمہیں (اے مسلمانو!) بیچ والی امت بنایا، پس امت اسلامیہ کو بیچ "امت وسط" یا مرکزی امت کے خطاب سے سرفراز فرمایا گیا اور اس خطاب سے مخاطب کرنے کے بعد ان کا فرض مقرر کیا گیا

لتکونوا شھداء علی الناس (تاکہ تم اے مسلمانو! صرف شرقیوں یا مغربیوں ہی کی نہیں، بلکہ الناس (سارے انسانوں) کی نگرانی کرو، اور مسلمانوں کی نگرانی کے لئے ویکون الرسول علیکم شھیدا! اور رسول ہوں گے تمہارے نگران۔ خود ذات اطہر صلی اللہ علیہ وسلم مقرر فرمائی گئی۔

کعبہ کی اس مرکزیت کا یہ نتیجہ بتایا گیا کہ جو لوگ یعنی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین جو مکہ سے نکالے گئے تھے ان کو یہ بتایا گیا کہ کعبہ سے تعلق رکھنے والے جہاں کہیں بھی ہیں وہ کعبہ ہی میں ہیں آخر دائرہ کے جس حصہ میں جو کھڑا ہوگا مرکز سے تو اس کی نسبت مساوات کی ہوگی۔ دائرہ کے مختلف حصے دوسرے حصوں سے بیرونی اور اندرونی تعلق ہو سکتا ہے لیکن مرکز کی رو سے تو سب مرکز ہی میں خواہ کسی سمت میں کھڑے ہوں۔ قرآن میں اس اسلامی نظریہ کو سورہ بقر کے پارہ سیقول کے شروع میں اس لئے بار بار دہرا دہرا کر بیان کیا گیا یعنی ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ اور جہاں سے تم نکلو تو کہ اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی طرف اور جہاں کہیں تم ہو چہرہ کو اپنے چہرے کو اسی مسجد حرام کی طرف۔

قرآن کے نزول سے پہلے ہی مکہ معظمہ کے مختلف ناموں میں سے ایک نام یعنی ام القریٰ اسی تاریخی حقیقت کو اپنے اندر مخفی کئے ہوئے تھا جسے لوگوں نے اگرچہ کعبہ کی اس اہمیت کو تاریکی میں ڈال کر عام کے قبلہ کو صرف عرب کا قبلہ بنا کر محدود کر دیا تھا لیکن جب قرآن نے حقائق کے چہروں سے نقاب اٹھائے تو انہیں میں سے ام القریٰ یعنی زمین کی تمام آبادیوں یا معمورہ ارض کی بڑی اور بنیاد جیسے لفظ کا لفظی ترجمہ تھا پھر اپنے اصلی مقام پر پہنچ گیا اور جاہل عربوں نے جس مقام صرف ام العرب بنا رکھا تھا اور اس بنیاد پر انہوں نے اپنے کو عجم سے جدا کر لیا تھا قرآن نے پھر ام القریٰ کی شکل میں تبدیل کر دیا قرآن مجید کی نصوص صریحہ میں جن کی تصریح و تفسیر مختلف آثار اور احادیث میں اس طرح کی گئی کہ سورۂ والنازعات ارض یا والارض بعد ذالک دحٰھا پھر زمین کو اس کے بعد پھیلایا" کی تفسیر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ زمین کے پھیلاؤ کی ابتداء کعبہ سے شروع ہوئی۔ بعض نیم مذہبی اور نیم تاریخی روایتوں میں ہے کہ پانی سے زمین کا جو نقطہ سب سے پہلے نمایاں اور مکشوف ہوا وہ کعبہ تھا اور یوں بھی حساب لگانے والوں نے جب طول البلد اور عرض البلد کے تو عدسے سے دنیائے آباد علاقہ کی پیمائش کی تو عرب کا علاقہ ان کو وسط میں نظر آیا جس کی تفصیل بعض کتابوں میں

موجود ہے اردو زبان میں اس کی سب سے زیادہ دلچسپ بحث کتاب رحمۃ للعالمین
کے مصنف نے کی ہے۔ ماسوا اس کے کچھ آج ہی نہیں ہمیشہ ہمیشہ سے مغربی و مشرقی
ممالک کے درمیان واسطہ کا کام اسی علاقہ سے ہوتا ہے اب بھی تو دو قومیں (یعنی
کالے حبشی اور بھینگے یہودی) کعبہ کے مغرب میں اور زرد چینی اور گندم گوں
ہندوستانی کعبہ کے مشرق میں واقع ہیں۔ گو دو قوموں کے بیچ میں یہ دنیا
اور مرکزی حصہ زمین کا واقع ہے۔

سمندر نے جو راہیں دنیا میں بنائی ہیں ان کے حساب سے بھی دیکھیے اٹلس
اٹھا کر دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ مغربی اور مشرقی علاقوں کی سمندری راہیں
قدرتی طور پر اس طرح بنائی گئی ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ تک پہنچنے کے
لئے کسی نے قصداً یہ آبی سڑکیں بنائی ہیں یہی وجہ ہے کہ آج زمین کے رو پر
کوئی ایسا پرانا تاریخی شہر موجود نہیں ہے جس کے متعلق اتنی قدر تاریخی شہادتیں
مل سکتی ہوں جو کعبہ سے متعلق مسیح علیہ السلام سے بہت پہلے کے مصنفین کی کتابوں
میں ملتی ہیں انبیائے بنی اسرائیل کی کتابوں میں کعبہ کا ذکر جگہ جگہ پایا جاتا ہے حتیٰ
کہ مکہ کا لفظ بھی ان کتابوں میں ملتا ہے ان کے علاوہ مسیح علیہ السلام سے پہلے صدیوں
پہلے کے یونانی و رومانی مورخوں نے اس مقام کا ذکر اس طرح کیا ہے جس سے معلوم
ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ سے بہت پہلے عرب ہی نہیں بلکہ بیرون عرب میں
بھی اس مقام کی کافی شہرت تھی بطلیموس کے قدیم ترین جغرافیہ میں میکربہ
(مکۃ العرب) کے نام سے اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے لفظ بیت العتیق
(پرانے گھر) کی یہ کتنی کھلی تفسیر ہے۔ دنیا میں بعض پرانے شہر اب بھی موجود
ہیں مثلاً نینوا (انبیا) یونان میں ایتھنز متھرا ہندوستان میں روم یورپ
میں لیکن اتنی قدیم تاریخی شہادتیں انشاء اللہ تعالیٰ کسی شہر کے متعلق پیش
نہیں ہو سکتیں۔ اسرائیلی ادبیات میں کعبہ کا ذکر ملنا تو قرآن کی شہادت سے ضروری
ہے اس لئے کہ ایک جگہ نہیں متعدد مقامات پر قرآن نے دعویٰ کیا ہے کہ اہل کتاب
کعبہ کو پہچانتے ہیں اور اس کی اہمیت کو پہچانتے ہیں اس طرح پہچانتے ہیں جس
طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ پھر اگر
کعبہ کا ذکر ان کتابوں میں پایا جاتا ہے تو اس میں کیا تعجب ہے نہ ہوتا البتہ محل تعجب
ہو سکتا تھا اگرچہ تحریف کی قینچی جتنی اہل کتاب کی چلی ہے اس کے ہوتے ہوئے
ممکن تھا کہ اب تک کعبہ کے ذکر سے بائبل خالی ہو چکی ہوتی لیکن کیا کیجئے [illegible]
کی انتہائی کوششوں کے باوجود پھر بھی کسی نہ کسی طرح کعبہ اور متعلقات کعبہ
کا ذکر ان کتابوں میں بکثرت موجود ہے عجیب لطیفہ یہ ہے کہ زبور میں بکہ
کا لفظ جس کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے داؤد علیہ السلام کی زبور میں موجود تھا
مارگولیوتھ صاحب نے "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو مضمون انسائیکلوپیڈیا
میں لکھا ہے اس میں زبور کی اس آیت کا ذکر کر کے انہوں نے لکھا ہے کہ مکہ معظمہ
کے سوا بکہ سے مراد کوئی دوسرا شہر نہیں ہو سکتا۔

لیکن زبور میں اڈیشنوں کا تماشہ اس ایک لفظ کے متعلق دیکھئے کہ ۱۳۲۲
کی اشاعت میں جو زبور چھپا [illegible] اس کے اردو ترجمہ میں وادی بکہ
کی جگہ "وادی بقا" کا لفظ لکھا گیا پھر نہ معلوم کیا اتفاق پیش آیا۔ اس کے بعد کے
اڈیشنوں میں بجائے [illegible] کے اب "وادی بکار" لکھا جاتا ہے اسی طرح [illegible]
کا ذکر حضرت موسیٰ کی کتاب میں جہاں ہوا ہے یہ بھی تھا کہ [illegible]

کے ساتھ خدا فاران سے طلوع ہوا۔ بخاری شریف میں صحیح روایت موجود ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کے وقت دس ہزار صحابہ تھے اس لئے
ہم مسلمان ان دس ہزار قدسیوں کو صحابہ کرام کی جماعت قرار دیتے ہیں گزشتہ
سال سکندرآباد کے بائبل سوسائٹی سے میں نے سوسائٹی کا جو نسخہ منگایا جو
طباعت اور کاغذ کے لحاظ سے بہت دل آویز ہے لیکن اس مقام کو نکال کر دیکھتا
ہوں تو بجائے "دس ہزار" کے "ہزارہا" کا لفظ لکھا ہوا نظر آیا خیر یہ داستان طویل ہے
قرآن مجید کی آیت ولا تزال تطلع علی خائنۃ منہم (اور ہمیشہ
تم ان اہل کتاب کی خیانتوں سے مطلع ہوتے رہو گے) کی تفسیر اہل کتاب
کے تحریفی کارناموں کو پیش نظر رکھ کر کی جائے اور اسی کو کوئی صاحب "ریسرچ"
کا موضوع بنائیں تو غالباً "ریسرچ" کی تاریخ کی یہ عجیب چیز ہوگی لیکن بہرحال
اسلام میں اس کی بھی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اس کے بعد حکم ہے فاعف عنہم
واصفح ان اللہ یحب المحسنین چاہیے کہ ان کو معاف کرو اور ان سے درگزر
کرو بیشک اللہ محبت کرتا ہے احسان اختیار کرنے والوں کو۔

بہرحال میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ فتح مکہ کی اہمیت کے لئے ضرورت ہے کہ مکہ معظمہ
کعبہ (بیت اللہ) کی اہمیت دنیا کے ساتھ جو اس امر کا مرکزی تعلق ہے اس کو مانا
کیا جائے اس کے بعد ظاہر ہے کہ دنیا کی تمام فتوحات کا تعلق جز کے علاقوں سے
باقی رہ جائے گا۔ لیکن وہ فتح جس کا تعلق مشرق یا صرف مغرب کے پایہ تخت سے
نہیں بلکہ مشرق و مغرب شمال و جنوب غرض پورے کرہ ارض کے مرکز سے ہو وہ
صرف فتح مکہ ہی ہو سکتی ہے اسی لئے قرآن مجید میں اس فتح کا ذکر بغیر اضافت کے کیا
گیا ہے کہ عالم کی حقیقی فتح دراصل فتح مکہ ہی کا واقعہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے:۔
اذا جاء نصر اللہ والفتح جب اللہ کی مدد آ گئی اور فتح ہو گئی۔
دوسری جگہ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح اور سورہ فتح میں
بھی اس فتح کا ذکر اطلاقی پیرایہ میں کیا گیا ہے۔
مقصد یہ ہے کہ جس طرح دہلی کی فتح دہلی کی فتح نہیں بلکہ کل ہندوستان کی فتح سے
عبارت ہے اسی طرح مکہ کی فتح مکہ کی فتح نہیں بلکہ سارے جہان کی فتح کا وہ عنوان ہے
یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کام فتح مکہ ہی قرار دیا گیا بلکہ معراج
کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف آسمانوں میں جن آٹھ پیغمبروں سے
ملاقات فرمائی جن میں سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام تھے اور آخری حضرت
ابراہیم علیہ السلام اور بعض نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک
کی یہ ایک تمثیلی تعبیر تھی یعنی نبوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود جو واقعہ
پیش آنے والا تھا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا یعنی اپنے وطن
اصلی جنت سے زمین میں ہجرت فرمائی اور زمین ہی پر انسانی کمالات کا ظہور ہوا
اور ہو رہا ہے اسی طرح شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ سے
(جو آپ کا اصلی وطن تھا) ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنا پڑا اور مدینہ ہی میں آپ کے کمالات
کا ظہور ہوا جو سارے عالم پر پھیل گیا۔ پھر اس کے بعد آپ کے ساتھ مدینہ میں جو واقعات
پیش آئے ان کی تمثیل ان پیغمبروں کی زندگی میں تھی جن سے آدم علیہ السلام کے بعد
ملاقات ہوئی اور آخر میں حضرت ابراہیم کا دیکھنا اس سے مراد یہی تھی کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کا کارنامہ تعمیر کعبہ تھا یعنی خالق کی عبادت کے لئے انہوں نے پہلی مسجد
کعبہ بنائی پھر جب کعبہ بجائے خالق کے مخلوق معبودوں کی پرستش گاہ بن گیا تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرکے پھر کعبہ کو خالق کی عبادتگاہ کی شکل میں بدل دیا اور ساری دنیا کی مسجدوں کا اسے مرکز قرار دیکر بلکہ ساری زمین کو کعبہ کا صحن قرار دیکر آپ نے اپنا کام ختم فرما دیا۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ سورہ اذا جاء سنکر بعض صحابہ رونے لگے ان سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کی خبر اس سورہ میں دی ہے یعنی مقصد کی تکمیل ہو چکی ہے مرکز پر قبضہ ہو چکا آئندہ معاملات کا تعلق مرکز سے جوڑنا یہ کام امت مرحومہ کے سپرد کیا گیا۔ تیرہ سو سال سے مسلمان اس کام کو انجام دے رہے ہیں دیتے رہیں گے اس سلسلہ میں ان کی رفتار کبھی تیز ہو تی ہے کبھی سست ہو جاتی ہے۔ الغرض کبھی بدر اور کبھی احد کے واقعات پیش آتے ہیں بدر کو دیکھکر تو سب خوش ہوتے ہیں لیکن احد کا منظر جب پیش نظر ہوتا ہے تو جن کے دلوں میں روگ ہو وہ کبھی اسلام سے بدگمان ہوتے ہیں ورنہ مسلمانوں کے نام تو اکثروں کو لعنت پڑھتے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ صریح حدیث میں کہا گیا تھا کہ مسلمانوں کے متعلق جو کہتا ہے کہ وہ ہلاک ہو گئے وہی پہلا ہلاک ہونے والا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک چیز کا ذکر کئے بغیر اس مقالہ کو ختم نہیں کیا جا سکتا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے قصص کے سلسلہ میں ایک مشہور آیت میں یہ مذکور ہے کہ ان کو ایک قریہ میں داخل ہوتے ہوئے یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ سجدا یعنی سجدہ کرتے ہوئے اور حطہ کہتے ہوئے داخل ہوں قرآن میں تو صرف اتنا ہے کہ انہوں نے اس حکم کو بدل دیا لیکن کس طرح بدلا قرآن میں اس کی تصریح نہیں کیگئی مفسرین نے غالباً اسرائیلی روایات سے یہ قصہ لیا کہ بجائے سجدہ کرتے ہوئے بنی اسرائیل شہر میں حبۃ (جو یا) کے بل اور بجائے حطۃ کے حبۃ فی شعرۃ دانہ ہے جو میں کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ شہر میں بلاوجہ چوتڑ کے بل داخل ہونا اور اس سے بھی زیادہ تر حبۃ فی شعرۃ کہنا سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس تفسیر کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ خود سجدہ اور حطۃ کے اصل حکم کا جو مطلب تھا وہ متعین نہ کیا گیا عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کو نافی یہ حکم تھا کہ جس وقت شہر میں داخل ہوں اس وقت نماز میں جس طرح سجدے کرتے ہیں یہ زمین پر سجدے کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور بطور منتر کے اپنی زبان پر حطہ حطہ کا لفظ جاری کریں۔

لیکن جو شخص فتح مکہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داخلہ کے منظر کو اپنے پیش نظر رکھیگا دونوں لفظوں کا مطلب اس کی سمجھ میں آجائیگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جس وقت مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخلہ ہو رہا تھا اس وقت جبار فاتحوں کی طرح اکڑتے تنتنے تانے ہوئے نہیں بلکہ سر مبارک کو اونٹ پر جھکائے ہوئے تھے یہانتک کہ آپ کی پیشانی کجاوے سے چھو چھو جاتی تھی یہ تھی سجداً کی تفسیر نبوی اور جب مکہ میں داخلہ ہو چکا تو جس امان کا اعلان فرمایا گیا اور اس کے بعد جب مفتوح قریش آپ کے سامنے حاضر ہوئے تو اس وقت لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم اذہبوا فانتم الطلقاء تم لوگوں پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالی تمہیں بخشدے تم سب کے سب آزاد ہو" کے ذریعہ سے "عفو عام" کا جو اعلان کر دیا گیا تھا یہ تھی حطہ کی تفسیر حطہ عفو کا مرادف لفظ ہے ہر فاتح کو مفتوح کے ساتھ جو برتاؤ در گذر و عفو، صلح کا کرنا چاہئے۔ حطہ کی اسی عمل کی تعبیر ہے نہ کہ حکم اس لفظ کے دہرانے کا تھا۔

لیکن اسرائیلیوں کو فتح کے نشہ میں خدا کا یہ حکم یاد نہیں رہا اور وہی جبابرہ کے طریقے سے وہ شہر میں اکڑتے ہوئے داخل ہوئے اور بجائے عفو و حطہ کے انہوں نے انتقام لینا شروع کیا۔ ورنہ "دانہ ہے جو میں" اس کا آخر مطلب کیا ہو سکتا ہے۔

شاید یہ کہا جائے کہ وہ مفتوحوں کے گھروں میں گھس کر اناج اور غلہ لوٹنے لگے لیکن اس آیت کی جو تفسیر فاتح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ہوئی ہے اس کے ہوتے ہوئے ہمیں ادھر ادھر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ قرآن کی تفسیر کے لئے کان خلقہ القرآن والے کی ذات کیا کافی نہیں۔

احکام قربانی

• عید الاضحیٰ میں قربانی ہر اس شخص پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہو یعنی حاجت اصلی سے چالیس روپے زائد رکھتا ہو نیز وہ مقیم ہو، مسافر نہ ہو نابالغ لڑکا یا لڑکی اگر صاحب نصاب ہوں تو ان کی طرف سے بھی قربانی ادا کرنا ولی پر واجب ہے اگرچہ نابالغ کے مال سے ادا کی جائے۔

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد سے ۱۲۔ ذی الحجہ کی عصر تک ہے۔ اگر ان تواریخ میں کوئی شخص جس پر قربانی واجب تھی وہ قربانی نہ دے سکے تو وہ قربانی کی قیمت خیرات کر دے۔

قربانی کا جانور اندھا، کانا، لنگڑا، دم بریدہ، بلا لاغر نہ ہونا چاہئے بلکہ توانا اور بے عیب ہو۔ اور اگر بکرا ہو تو اس کی عمر ایک سال سے کم نہ ہو۔

قربانی کی نیت یہ ہے اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ اُضْحِيَّةٌ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

اگر کسی دوسرے شخص کی طرف سے ذبح کرے تو منی کی جگہ "من فلان" کہے یعنی اس شخص کا نام لے۔

قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ فقراء و مساکین کو خیرات کرے اور ایک حصہ اعزہ و احباب میں تقسیم کیا جائے اور ایک حصہ اپنے اہل و عیال کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

چرم قربانی کو قصاب کی اجرت میں محسوب کیا جائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس کو بھی خیرات کر دیا جائے۔ اگر چرم کو کوئی اپنے استعمال میں رکھے تو بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(بقیہ صفحہ ۱۹) کہ وہ ان کی شرکت کریں اور انہیں مدد پہنچائیں اس حکم کا منشا یہ ہے کہ کوئی مسلم و غیر مسلم کی تمیز روا نہ رکھی جائے اگر مسلمانوں کا بھی کوئی طبقہ حق پر نہ ہو تو اس کی بھی امداد نہ کی جائے اسکے کوئی غیر مسلم حق پر ہے تو ضرور اس کی امداد کرو مسلم و غیر مسلم تو پھر کوئی چیز نہیں یہاں حقیقی بھائی اور باپ کا بھی معاملہ ہو تو مسلمان حق و باطل کے امتیاز کے بعد حق ہی کا ساتھ دیگا دنیا میں اس وقت جو بدامنی اور فتنے پھیلے ہوئے ہیں ان کا حقیقی سبب ہی یہ ہے کہ لوگ اپنے مطلب و مفاد کے لئے دوسروں کی حمایت کرتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ حق پر کون ہے۔

اغیار کے ساتھ برتاؤ

غیروں میں کئی قسم کے لوگوں سے ہمیں سابقہ پڑتا ہے ان میں کچھ ہمارے دوست احباب ہوتے ہیں کچھ معاند اور دشمن ہوتے ہیں جن سے رشتۂ انسانیت کے سوا اور ہمیں کچھ تعلق نہیں ہوتا حقیقت یہ ہے کہ موخر الذکر طبقہ ہی وہ طبقہ ہے جس سے ہمارے دوست اور دشمن پیدا ہوتے ہیں اگر ہمارا سلوک بہتر ہے برتاؤ اچھا ہو رویہ مستحسن ہو اور اخلاق قابل تعریف ہیں تو ہمارے دوستوں کی تعداد یقیناً بہت زیادہ ہوگی اور حقیقی دشمنوں کی تعداد بھی اسی نسبت سے کم ہوتی چلی جائیگی بلکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حقیقی مقصد ہی بتایا گیا ہے کہ آپ اخلاق کی تکمیل کریں اور لوگوں کی عادتیں سنوار دیں۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ حضور نحوست کیا ہے آپ نے فرمایا اخلاق کا خراب ہونا بدخلقی نیک عمل کو ایسا بگاڑتی ہے جیسے سرکہ شہد کو بگاڑ دیتا ہے بدخلق آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا۔

ایک جگہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بڑے زور کے ساتھ فرمایا کہ جو شخص خدا کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا خدا بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔

اور سنئے آپ برابر اخلاق پر زور دیتے چلے گئے ہیں فرماتے ہیں تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک تم خدا کی مخلوق پر رحم نہ کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم سب رحم کرتے ہیں سرکار نے ارشاد فرمایا اسے رحم نہیں کہتے کہ کوئی شخص اپنے دوستوں پر رحم کرے بلکہ میری مراد اس رحم سے ہے جس کا تعلق عام مخلوق سے ہو (طبرانی) خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو دیدہ و دانستہ اپنی غلطی اور اپنی ضد پر قائم رہیں (ابن ماجہ) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جس شخص نے کسی ایسے انسان پر ظلم کیا جس کا سوائے میرے کوئی مددگار نہیں اس نے میرے غصہ کو بھڑکا دیا۔ (طبرانی)

کتنا معرکۃ الآرا کتنا سبق آموز اور کتنا بصیرت افروز حکم ہے کہ الخلق عیال اللہ (تمام انسان اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں) اب غور کیجئے جب مسلمان تمام انسانوں کو عیال اللہ سمجھنے پر مجبور ہیں تو وہ کسی کے ساتھ خواہ وہ کوئی ہو کس طرح برا سلوک کر سکتے ہیں اور کریں تو اس کی ذمہ داری کرنے والوں ہی پر عائد ہوگی وہ موجب معصیت قرار پائینگے اسلام تو اپنے فریضہ سے آزاد ہو چکا اس نے واضح کر دیا بتا دیا کہ تمام انسان عیال اللہ اور اچھے سلوک کے مستحق ہیں سمجھتے اور جانتے ہیں کہ غیروں سے زیادہ تر تعلق اخلاق ہی کا ہوتا ہے کوئی کسی کو کچھ دے نہیں دیتا اور عام انسانوں کی اچھائی برائی کا اندازہ محض ان کے اچھے یا برے اخلاق ہی سے لگایا جاتا ہے اگر کوئی شخص ہمارے پاس آئے اور ہم اس سے اچھی طرح پیش آئیں تو وہ یقیناً ہمارے متعلق اچھا خیال قائم کریگا اور اس کی طرف توجہ نہ کریں کشادہ دلی سے پیش نہ آئیں اور پیشانی پر بل پڑے ہوں تو وہ ضرور یہی کریگا کہ ہمارے پاس آنے اور ہم سے ملنے سے بھی گریز کریگا اور ہمیں برا بتائیگا گویا دنیا کے نزدیک عام انسانی اچھائی برائی کے جانچنے اور اس کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے کا معیار اخلاق اور محض اخلاق ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ آجکل گندم نمائی اور جو فروشی کا دور دورہ ہے انسان نے اخلاق اور شیریں کلامی کو بھی ایک چلتا ہوا جادو سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ہے اور اسے بھی ایک نفع و نقصان کی چیز سمجھ لیا ہے۔ اخلاق کا مقصد کبھی یہ نہ تھا کہ محض چرب زبانی سے دوسروں کو متاثر کرکے اپنا کام نکال لیا جائے اندر زبان و دل کا تعلق قائم نہ رہے زبان پر کچھ ہو اور دل میں کچھ۔ اسلام نے جس اخلاق کو سراہا ہے وہ مخلصانہ اخلاق ہے کہ ریاکارانہ خوش خلقی آجکل یورپ میں یہی اخلاق ہے یہودیوں ہندوؤں اور مغربیوں میں یہی سکہ چل رہا ہے اور مغربیت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جس سے مخلصانہ ملو اپنا مفاد بہرحال مقدم رکھو انتہا یہ ہے کہ اپنے آرام اور اپنے فائدہ کے لئے دوسرے کے عیش و آرام کو بالکل تباہ کرکے رکھ دیا جاتا ہے۔ آج سے پچاس ساٹھ برس پیشتر ہندوستان میں جو اخلاص و ایثار نظر آتا تھا مغربی سیلاب اسے بہا لے گیا اب یورپ ہو امریکہ ہو یا ہندوستان ہر جگہ مطلب پرستی کا دور دورہ ہے وہ حقوق کا احترام بھی کرتے ہیں لیکن انھیں کے ساتھ جو طاقت میں زیادہ ہوں یا برابر کی قوت رکھتے ہوں یا جن سے انھیں کام نکالنا ہو اور اس عمل سے کچھ فائدہ ہو یا کچھ کام نکلنے کی توقع ہو۔

اگر یہ بات نہیں تو وہ اپنا ایک باغ بنانے ایک کارخانہ قائم کرنے اور چند سو یا چند ہزار روپیہ کا فائدہ کرنے کے لئے دوسروں کے بیس گھر بھی اجاڑ کر رکھ دیں گے اور دوگانوں بھی برباد کر دیں گے انھیں مطلق یہ پرواہ نہ ہوگی کہ کسی کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے یا کسی کو تکلیف پہنچتی ہے ان کے لئے صرف یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ انھیں اس عمل سے فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں کسی کے حقوق برباد ہوں کسی کو نقصان پہنچے چوٹ لگے انھیں اپنا نفع اور اپنا آرام دیکھنا ہے اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ غیر تو غیر اپنوں کے مقابلہ میں بھی اسی اصول اور اسی حربہ سے کام لیا جاتا ہے اور عام طور پر لیا جاتا ہے سب سے عقلمند اور صاحب فراست وہی سمجھا جاتا ہے جو زیادہ سے زیادہ انسانوں کو بیوقوف بنا سکے اور اپنا کام نکال سکے۔

یہ اسی سلوک اور برتاؤ کا کرشمہ ہے کہ دنیا میں ہر طرف حقوق کی جنگ برپا ہے کالے گوروں کے خلاف کھڑے ہوئے ہیں مزدور سرمایہ دار سے دست و گریبان ہیں مسلمان ہندوؤں سے جھگڑ رہے ہیں اچھوت اعلیٰ ذات کے ہنود کے خلاف کھڑے ہوئے ہیں اور ماتحت حاکموں سے برسر جنگ ہے گلزار امن اجڑا جا رہا ہے تمدن کی فلک فرسا عمارتیں کھوکھلی ہوتی چلی ہیں اور کوئی کسی سے مطمئن نہیں کسی کو کسی پر اعتماد نہیں ایک عالمگیر مصیبت اور بے چینی ہے جو پوری دنیا کا احاطہ کئے ہوئے ہے خدائے قدوس کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں امن قائم رہے زبردست زیردستوں کا خیال رکھیں اور کسی کے حقوق و مفاد پر ضرب نہ پڑے لیکن ہو یہ رہا ہے کہ آفتاب کی روشنی میں اسی نیلگوں آسمان کے نیچے دیدہ دلیری سے حقوق پر ڈاکے پڑ رہے ہیں زبردستوں نے زیردستوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے۔

جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہے بھینس اسی کی سمجھی جاتی ہے بدسلوکی عام ہے ظلم و جور کی فرمانروائی ہے جب حالت یہ ہو اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہو تو اس عالم کیونکر قائم رہ سکتا ہے اور منشائے قدرت کی تکمیل کیونکر ہو سکتی ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ انسان تو درندگی اختیار کر چکا ہے زبانوں پر انصاف مساوات اور جمہوریت کے نام ہیں لیکن عملاً مطلب استبداد اور خود غرضی کی حکومت ہے ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس عمل اس سیاست اور اس بدسلوکی کے نتائج کیا مرتب ہو رہے ہیں اور دنیا تباہی کی طرف جا رہی ہے

حقیقت یہ ہے کہ اب مذاہب کی حکومت کہیں باقی نہیں رہی ہر گوشہ میں طاقت اور تہذیب کی حکومت ہے جس کے استیصال کے لئے اسلام دنیا میں آیا تھا ہمیں تو اعتراف ہے کہ دیگر مذاہب میں بھی اخلاقی ذہن کی تلقین کی گئی ہے لیکن جس طرح اسلام نے اپنے پیروؤں کو تلقین کی ہے اور امن عالم کی مقتضیات کو نباہا ہے ہم دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی نظیر کسی مذہب میں نہیں مل سکتی اس لئے کہ یہ ایک فطری مذہب ہے۔

ہندوؤں کو دیکھو کہ وہ مذہباً دوسروں کو ملیچھ اور ناپاک سمجھتے ہیں اچھوتوں کے متعلق نہایت شدید اور امتیازی قوانین موجود ہیں یہودیوں نے اپنے زمانہ میں عیسائیوں کو بیدین سمجھکر برباد کرنے میں کونسا دقیقہ فروگذاشت کیا جب عیسائیوں کو طاقت حاصل ہوئی تو انہوں نے یہودیوں پر عرصۂ حیات تنگ کر کے رکھدیا ہندوؤں نے پسماندہ اقوام کو تباہ کر کے رکھدیا آپ اسی صدی کے حالات ملاحظہ فرمائیں افریقہ آسٹریلیا نیوزیلینڈ وغیرہ کے اصلی باشندوں سے کیسے کیسے بہیمانہ سلوک روا رکھے گئے اور ان کے ساتھ ایسے بیدردانہ اور انسانی سلوک نئے گئے کہ ان کی نسلیں ہی تقریباً مفقود ہو گئیں۔

ذرا امریکہ میں جا کر دیکھئے آسٹریلیا کے میدانوں میں گھومئے آپ کو اصلی باشندوں کی بستیاں پہاڑوں میں نظر آئیں گی یا جنگلوں کے بن میں لیکن اسلام چونکہ پیامبر امن و اصلاح بنکر دنیا میں آیا تھا اس نے اس نے تمدنی امور میں اپنے اور پرائے کے مابین کوئی فرق و امتیاز باقی نہ رکھا اور جس طرح بدھ ہندوستان سے اور مسلمان ہسپانیہ سے نکلے اور نکالے گئے تھے اس طرح کسی ملک کے باشندوں کو نکالنا تو ایک طرف کسی کو خفیف سی تکلیف بھی نہیں پہنچائی اور سب کے حقوق کا پورا احترام کیا یہ عمل تھا اور کیوں نہ ہوتا اسلام نے انہیں سبق ہی یہی پڑھایا تھا اور اس کی انحراف کی صورت میں شدید سزا کی وعید سنائی تھی اسلام صاف اور غیر مشتبہ الفاظ میں اپنے پیروں کو حکم دیتا ہے:۔

یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھدآء للّٰہ ولو علیٰ انفسکم اوالوالدین والاقربین ان یکن غنیا اوفقیرا فاللّٰہ اولیٰ بھما فلا تتبعوا الھویٰ ان تعدلوا وان تلوا اوتعرضوا فان اللّٰہ کان بما تعملون خبیرا	"اے مسلمانو! مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور خدا لگتی گواہی دو اگرچہ یہ گواہی تمہارے لئے یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں ہی کے خلاف کیوں نہ پڑے اگر ان میں کوئی مالدار یا محتاج ہے تو اللہ سب سے بڑھکر ان کی پرداخت کرنے والا ہے تم ان کی خاطر اپنی خواہش کی پیروی نہ کرو اور

حق ہی سے انحراف نہ کرنے لگو اگر دبی زبان سے گواہی دوگے یا گواہی دینے ہی سے پہلو تہی کروگے تو جیسا کروگے ویسا بھروگے کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ باخبر اور آگاہ ہے۔"

وہاں اپنا فائدہ اور اپنا آرام ہی سب کچھ ہے اور جب حمایت کی جاتی ہے تو ایمان اور انصاف سب کو بالائے طاق رکھکر اپنوں اور اپنی قوم ہی کی کیجاتی ہے اور یہاں یہ عالم ہے کہ مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ خواہ مقابلہ پر تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہوں خدا لگتی کہو اور صاف اور کھلے ہوئے الفاظ میں حق کا اظہار کرو پیر تسمہ بھی باقی نہیں لگا رہنے دیا جاتا حکم دیا جاتا ہے کہ دبی زبان سے بھی نہ کہو بلکہ صاف صاف الفاظ میں کہو کہ حق چھپانا درست نہیں۔

اور یہ حکم کیوں دیا گیا اس لئے کان الناس امۃ واحدۃ تمام دنیا کے انسان ایک ہی کنبہ اور ایک ہی برادری سے تعلق رکھتے ہیں پھر اسی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ سب انسانوں اور تمام دنیا کے لوگوں کی یہی حیثیت یہ بتا کر کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللّٰہ تم لوگ (مسلمان) باقی سب لوگوں کے لئے ایک بہترین قوم کی حیثیت سے دنیا میں لائے گئے ہو تم شرع و فطرت کے مطابق لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے رہو اور خدا کی ذات و الاصفات پر پورا ایمان و یقین رکھو" نمایاں کر دی۔

گویا انسانی حیثیت سے تو سب برابر ہیں صرف یہ امتیاز ضرور حاصل ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور دنیا کو اچھی باتیں بتاتے اور برائیوں سے روکتے ہیں کیا یہ افسوسناک امر نہیں کہ اس دور میں مسلمان اپنی امتیازی شان و شوکت کھو بیٹھے اگر وہ تبلیغ کرتے رہتے اور خدائے قدوس پر بھروسہ اور ایمان رکھتے تو دنیا پر انہی کا قبضہ ہوتا اور وہی عروج کی بلندیوں پر آفتاب بنکر چمکتے ہوتے اور دنیا ان کے نمونۂ عمل سے اپنے اعمال کی اصلاح کا سبق لیتی یہ محض ہمارا ہی دعویٰ نہیں بلکہ فرمان ربی ہے کیا اس نے مسلمانوں سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا لاتھنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین تم ہراساں نہ ہوا ور کسی غم و اندیشہ کو اپنے دل میں جگہ نہ دو اگر تم ایماندار رہے اور خدائے قدیر پر بھروسہ رکھا تو دنیا میں تمہیں سب پر فائق و برتر ہوگے۔

اگر ہمارے اعتقاد کی بنیادیں متزلزل نہ ہو گئی ہوتیں اور ہم نے خود جادۂ مستقیم کو نہ چھوڑ دیا ہوتا تو اس وقت دنیا کے چپے چپے پر ہمارے ہی تخت بچھے ہوتے دنیا ہماری ہوتی اور ہم اسکے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ہماری غفلتوں اور بداعمالیوں نے تباہ کیا ورنہ اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے مسلمان ہرگز زوال پذیر اور محکومانہ حالت میں نہ رہ سکتے تھے یہ تمام دنیا کا والی بنانے کی ضامن تھی جب تک ہم اس پر کاربند رہے دنیا ہماری کنیز بنی رہی اور جب سے اسے چھوڑ دیا اسی وقت سے ذلتوں اور خواریوں کے گرداب میں پھنس گئے کیا یہ کچھ کم عبرتناک اور دلدوز واقعہ ہے کہ جو دنیا میں شاہی اور فرمانروائی کرتے آئے تھے وہ زمانہ بھر کی محکومی کا داغ اپنی پیشانی پر لئے ہوئے رنج و حرمان کی زندگی بسر کر رہے ہیں مسلمانوں کو بالفاظ میں ایک سیدھا سادہ اصول بتا دیا گیا تھا کہ وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تو سب کی امداد و معاونت کرو لیکن ظلم و معصیت کے کاموں میں سب سے علیحدہ رہو اور کسی کے شریک نہ ہو لیکن مسلمانوں نے اس اصول کو بالکل بھلا دیا اب حق کی حمایت اور باطل کی مخالفت اور اس سے بیزاری و بعد ایک بھولی بسری کہانی ہے مسلمانوں کو اب نفس کی ہدایت کی جتنی پرواہ ہے اتنی ربانی ہدایت و حکم کی ہرگز پرواہ نہیں اگر وہ اپنی معاونت حق و باطل کا معیار بھی رکھتے اور اسی حکم کی پیروی میں اپنی عمریں بسر کرتے تو آج پھر دنیا انہی کی گرویدہ ہوتی اور اس تاریکی میں اسکی رہنمائی کے لئے یہی روشنی کا مینارہ قائم ہوتا چینی ہوں یا بربری عیسائی ہوں یا موسائی امریکی ہوں کہ فرانسیسی ہندو ہوں یا کچھ سب کے ساتھ سلوک و شرکت کیلئے یہ عام اصول ہے یہاں مسلم کا لفظ استعمال نہیں ہوا اگر وہ حق پر ہوں اور وہ ہماری امداد و ہماری شرکت و معاونت کے طلبگار ہوں یا ہوں مسلمان مجبور ہیں

ہندوستانی مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کیا ہے؟

(از جناب حکیم عبدالقوی صاحب دریابادی)

اس وقت جبکہ "تہذیب و تمدن" اقوام عالم نہایت بیدردی و سفاکی کے ساتھ ایک دوسرے کا خون بہانے اور اپنے ہاتھوں اپنی تہذیب و تمدن کے آثار مٹانے پر تلی ہوئی ہیں مسلمانان ہند کے سامنے علمی حیثیت سے یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ ان کے تمدن و تہذیب کا کوئی مستقل وجود ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کے صحیح و متعین حدود کیا ہیں اور اس کی حفاظت و اشاعت کے طریقے کیا ہو سکتے ہیں؟

مسئلہ زیر بحث پر رائے زنی کرنے والے حضرات تین قسموں میں منقسم کئے جا سکتے ہیں (۱) ایک وہ گروہ جس کے نزدیک اسلامی تہذیب ایک مکمل و جامع تہذیب ہے اور بغیر اس کو اختیار کئے مسلمان نہ روحانی ترقی کر سکتے ہیں اور نہ مادی (۲) دوسرا وہ گروہ ہے جو سرے سے اسلامی تہذیب کے وجود ہی کا قائل نہیں اور اس کے نزدیک مذہب اور فرقہ کی بنا پر تہذیب کی تقسیم ہی غلط ہے (۳) تیسرا گروہ بین بین ہے یہ گروہ اسلامی تہذیب اور اسکی شاندار ماضی کا قائل ہے لیکن ساتھ ہی موجودہ زمانہ کی پر آشوب فضا کے پیش نظر اپنی قوم کو مصلحت اندیشی کا مشورہ نیک نیتی کے ساتھ دینا چاہتا ہے۔ اس گروہ میں اچھی خاصی تعداد ان حضرات کی ہے جو ہنگامہ آرائیوں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی کو علمی اور تعلیمی خدمات کے لئے وقف کر چکے ہیں اور ہر مسئلہ میں جذبات کی رو میں نہیں بلکہ دلائل کی روشنی میں غور کرنا چاہتے ہیں۔

مضمون ذیل میں پہلے گروہ یعنی اسلامی تہذیب کو مکمل اور جامع ماننے والوں کے نقطۂ نگاہ کی ترجمانی کی جائے گی اور خصوصیت کے ساتھ اس تیسرے گروہ سے جو مصلحت اندیشی کا قائل اور اپنے نزدیک روش اعتدال پر گامزن ہے گفتگو کی جائیگی۔ جون ۱۹۴۱ء کے جامعہ میں اس گروہ کے جذبات کی ترجمانی ایک فاضل پروفیسر کے قلم سے سنجیدگی کے ساتھ ہو چکی ہے۔

سب سے پہلے ہمیں اسلامی تہذیب کے مستقل وجود کو ثابت کرنا ہے یہ دعویٰ کہ مسلمانوں کو کبھی نرالے یا انوکھے بننے کا شوق نہ ہوا۔ اور ہماری تاریخ میں کوئی ایسا دور نہ ملیگا۔ جب مسلمانوں کی زندگی میں ایسی عجیب یا غیر معمولی خصوصیتیں تھیں کہ جن پر فوراً نظر پڑتی اور آسانی سے بیان کر دی جائیں تاریخ اسلام کی بدیہیات کے منافی ہے عرب جاہلیت جو رسوم و رواج پھیلے تھے اسلام نے ان سب کو کالعدم کیا۔ شراب و قمار، سود و بدکاری کے رائج الوقت طریقے جو اس زمانہ کی تہذیب کے عناصر تھے ایک ایک کر کے حرام و ممنوع قرار دیئے گئے اسلام قبول کرنے والوں پر یہ پابندی عائد کی گئی کہ کسی حال میں وہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتے جھوٹ مکر و فریب۔ مروجہ شاعری جو ہر قسم کے لغو اور سفلی جذبات کے اظہار کا ذریعہ تھی اکو سخت ترین الفاظ میں مذموم اور قابل ترک ٹھہرایا گیا پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ عرب کی سرزمین کو مقدس اور محض مسلمانوں کے لئے مخصوص قرار دیا گیا اور جملہ دیگر تہذیبوں کا وہاں سے خاتمہ کر دیا گیا۔ اس عمل ان اماکن مقدسہ میں غیر مسلم کا قدم رکھنا جرم قرار دیا گیا۔ خلافت راشدہ میں اسلامی فتوحات جہاں جہاں ہوئیں مسلمانوں کی انفرادی حیثیت ہر جا نمایاں رہی اور ہر جگہ وہ نرالے اور انوکھے سمجھے گئے۔ خصوصاً حضرت عمرؓ عساکر اسلامیہ کے جنرلوں اور سپاہیوں سب کو اس امر کی مؤکد ہدایتیں دیتے رہے کہ اپنی وضع قطع و طرز معاشرت میں اپنے مفتوحوں سے جدا رہنا عجمیوں یا رومیوں کی تن پروری اور عیش میں نہ پڑنا۔

اس زمانہ میں روم و ایران کے تمدن عروج پر تھے لیکن اس زمانے کے مجاہد مسلمانوں نے ان کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور ان کی جگہ اسلامی تمدن و تہذیب کی اشاعت کی کہ بغیر اس کے تبلیغ اسلام ناقص اور ادھوری رہتی خلفائے عباسیہ کے دور میں جبکہ دربار میں بہت کچھ عجمیت داخل ہو چکی تھی عباسی شہزادے بچپن میں عموماً عرب بھیجے جاتے تھے تاکہ سرچشمہ اسلام عرب کے تمدن سے وہ بیگانہ نہ ہونے پائیں ترکوں نے اسلام قبول کیا تو اپنے ملک کے رسم و رواج کو تقریباً فراموش کر کے تمام تر اسلامی تہذیب و تمدن اختیار کر لیا حتی کہ خلافت کا بار بھی اپنے کاندھوں پر لیا جس کا سلسلہ ۱۹۲۲ء تک جاری رہا۔ یہ خلافت کیا تھی؟ بڑی حد تک اسلامی تہذیب و تمدن کی یادگار اور اس کے لئے بمنزلہ سرچشمہ کے۔

ہندوستان کی تاریخ میں بھی مسلمانوں کی تہذیب کے آثار ان کے ہر دور حکومت میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اکبر کے سے وسیع المشرب کے دور کے دربار میں بھی تمدن اسلامی کی جھلک نظر آتی رہی علماء و فضلاء اپنے مخصوص لباس میں جو کسی طرح بھی اس زمانہ کے ہندو تمدن سے متاثر نہ تھا اس کے دربار میں بیٹھتے تھے بلکہ بہت سے ہندو درباریوں نے بھی اسلامی تمدن بہت کچھ اختیار کر لیا تھا چھوت چھات کی بندشیں جو اس زمانہ کی ہندو تہذیب کا ستون تھیں مسلمانوں کی تہذیب میں ایک لمحہ کے لئے بھی جگہ نہ پا سکیں۔ ستی اور اس قسم کی دوسری وحشیانہ رسم پر پابندیاں مسلمانوں ہی نے عائد کیں ہندوستان کا لباس مسلمانوں کی آمد سے قبل تقریباً نیم برہنگی کا تھا مسلمانوں کی آمد نے لباس کو پوری طرح لباس ساتر بنایا اور یہاں کی مختلف بولیوں کو اکٹھا کر کے ایک نئی زبان کی تشکیل کی جس پر غلبہ اسلامی تہذیب ہی کا تھا۔ ہندوؤں کے متعدد گروہ خصوصاً کایستھ اس سے اب تک بہت کچھ متاثر ہوئے ان کی بول چال لباس بعض جگہ کھانا بھی مسلمانوں کا سا ہے۔ اگر مسلمانوں کی تہذیب کا کوئی مستقل وجود نہ ہوتا یا اس میں دوسروں کے جذب کرنے کی خاصیتیں نہ ہوتیں تو ہرگز ہندوستان میں مسلمان ایک طاقتور اقلیت بلکہ بعض بعض صوبوں میں اکثریت حاصل نہ کر سکتے۔

مسلمانوں کی یہ تہذیب عالمگیر اور بین الاقوامی حیثیت کی مالک رہی ہے یہ ضرور ہے کہ ہر ملک کی آب و ہوا اور ماحول کے اثرات کی وجہ سے مختلف ممالک میں تھوڑی تبدیلیاں آپ کو ملیں گی۔ لیکن ایسے ضروری اجزا

جن سے ایک مسلمان خود ممتاز ہو جاتا ہے مسلمانوں میں ہر جگہ آپ کو ملیں گے سلام کا مروجہ طریقہ ہر اسلامی ملک میں ایک سا ہے مسلمان خواہ کہیں بستا ہو لازمی طور پر مختون ہوگا، اٹھتے بیٹھتے اس کے اعمال و اقوال اپنے غیر مسلم ہموطنوں سے بہت کچھ جدا ہوں گے۔ داہنے ہاتھ سے کھانا کھانا طہارت کی پابندی بات بات پر خدا کا شکر ادا کرنا مصیبت پر تلقین صبر کرنا، شراب اور قمار وغیرہ سے بہ نسبت دوسری اقوام کے زیادہ محترز رہنا کعبہ معظمہ کو اپنا مرکز سمجھنا۔ شرک سے بچنا بچہ کی پیدائش کے وقت اس کے کان میں بانگ اذان پہنچانا۔ مرنے کے بعد تجہیز و تدفین کے مخصوص اعمال وغیرہ اسی قسم کے صدہا امور ہیں جو دنیا کے ہر گوشہ کے مسلمانوں میں کم و بیش ملیں گے اور ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں جو مسلمانوں کے سوا کسی دوسری قوم میں نہیں ملتیں مسلمانوں کی اس تہذیب کی عالمگیریت اور بین الاقوامیت قائم رکھنے کے لئے اس تہذیب کا منفرد و ممتاز ہونا ضروری ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی تبلیغ و اشاعت بھی جاری رکھی جائے۔ دنیا میں نئی نئی تہذیبیں پیدا ہوتی اور مٹتی رہتی ہیں۔ ابھی کل تک ہندوستان میں انگریزوں کی تقلید منتہائے فیشن سمجھی جاتی تھی سر پا کوٹ و پتلون والے کی عزت کی جاتی تھی دیکھتے دیکھتے زمانہ پلٹ چلا اب گاندھی ٹوپی اور کھدر کے لباس کو بہت کچھ اعزاز حاصل ہو گیا ہے۔ آئین جہاں یونہی بدلتا رہتا ہے اسلامی تہذیب میں لچک بھی ہے اور سختی بھی۔ تعصب بھی اور رواداری بھی وہ ہر تہذیب کی اچھائیوں کو اپنے اندر اس طرح لے لیتی ہے کہ اس کی جداگانہ ہستی پر کوئی ضرر نہ آئے، ہزار سال گزر جانے پر اس کی جداگانہ ہستی مضبوط چٹان کی طرح قائم ہے اس کو کسی تہذیب کی چیز لینے سے اس بنا پر اعتراض نہیں کہ وہ فلاں غیر قوم کی ملک یا ایجاد ہے ہاں اسے اس پر ضرور اعتراض ہوگا کہ اس اچھائی یا چند اور اچھائیوں کی بنا پر کسی دوسری تہذیب کو اسلامی تہذیب سے فائق سمجھ لیا جائے۔ ہر تہذیب کو خواہ وہ دیسی ہو یا بدیسی اسلامی تہذیب کے ماتحت رہنا چاہیئے۔ آپ اسلامی تہذیب کو ایک گونہ جارحانہ تہذیب کہہ سکتے ہیں لیکن افسوس سیاسی غلامی کے ساتھ ساتھ ذہنی غلامی بھی ہم پر مسلط ہو چکی ہے اپنے یہاں کا زرِ خالص دوسروں کے پیتل کے مقابلہ میں بلحاظ آب و رنگ کمتر معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن نظر کی یہ غلطی اور ذہن کی یہ غلامی سدا قائم رہنے والی نہیں مسلمانوں کی تاریخ میں ان کی تہذیب بڑے بڑے خطرات سے دوچار ہو چکی ہے لیکن ہمیشہ پھر ابھری ہے اور اس کا ہر ابھار گمراہوں اور دشمنوں کو راہ راست پر لا چکا ہے اور ان سے اس تہذیب کی خوبیوں کا اعتراف کرا چکا ہے۔

آجکل اپنی رواداری اور بے تعصبی کے اظہار کے لئے ہمارے بعض علمی حلقوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ اب ہر جگہ علم کا شیوع ہو چکا ہے۔ اب مومن و مشرک مسلم و کافر کی تفریق پر زور نہ دینا چاہیئے بلکہ اسلامی تہذیب کو اب دوسری تہذیبوں کے ساتھ ملا دینے میں کوئی خطرہ نہیں بلکہ اس امتزاج پر مسلمانوں بلکہ انسانیت کی ترقی کا انحصار ہے۔ اس دعوے کے حامی یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں مومن و مشرک کی تفریق اور اس پر اصرار اس وقت تک ضروری تھا جبکہ مسلمان ہندوستان میں نئے نئے آئے تھے اگر اس وقت ایسا نہ کیا جاتا تو اسلام یہاں سکے فرقوں میں سے ایک فرقہ بن جاتا۔ علم معقولیت اور فطرت کا نام و نشان نہ رہتا لیکن اب جبکہ عقل کی قدر اتنی بڑھ گئی ہے کہ مذہب بھی کہیں کا نہ رہا تو ہمارا اس پر اصرار کرنا کہ ہم سب سے الگ ہیں خود ہمارے آئین کے خلاف پڑ سکتا ہے۔

مذکورہ بالا دعوے ہندوستان و بیرون ہند کے روزانہ کے واقعات کے جتنا خلاف ہے کیا اس کے بیان کرنے کی حاجت ہے؟ ہندوستان میں آج عقل کی قدر بڑھ جانے اور مذہب کے کہیں کے نہ رہنے کے باوجود بھی کیا ہندو مسلم فسادات موقوف ہو گئے ہیں؟ کیا خالص علمی درسگاہوں اور قومی انجمنوں میں مسلم غیر مسلم کی تفریق پڑھے لکھوں کے ہاتھوں مٹ چکی ہے؟ کیا سرکاری محکموں اور دفتروں میں جہاں جہلا نہیں تعلیم یافتہ ہی ہوتے ہیں محض کسی خاص فرقے سے تعلق رکھنے کی بنا پر ناانصافی کے واقعات سننے میں نہیں آتے؟ اردو ہندی کا جھگڑا مشترکہ اور جداگانہ انتخاب کا قضیہ پاکستان اور دستور ساز اسمبلی کے سب لفڑے کیا سب پڑھے لکھوں اور تعلیم یافتہ لوگوں کے پھیلائے ہوئے نہیں؟ ہندوستان کے باہر نگاہ ڈالیے ان اممالک پر نگاہ ڈالیے جو علم کے معدن تہذیب کے مخزن سمجھے جاتے ہیں وہاں کے امن کی جو حالت ہے اس کے متعلق کیا ایک لفظ کہنے کی ضرورت باقی ہے؟ جرمنی کے نزدیک ہٹلرازم، روس کے نزدیک بالشوزم اور اٹلی کے نزدیک فیسزم کی جبریہ اشاعت یورپی ممالک سے یہودیوں کا ایک خاص نسل سے تعلق رکھنے کی بنا پر اخراج یہ سب کس چیز کو ظاہر کر رہے ہیں علم و تعلیم نے تہذیب و تمدن نے تفریق و امتیاز کو گھٹایا یا بڑھایا غریب مذہب جن چیزوں کے لئے بدنام تھا کیا ان سے بدرجہا زیادہ آج دنیا میں نہیں ہو رہا ہے

اس وقت ہمارا خاموش رہنا اور اسلامی تہذیب تمدن کی اشاعت کو مصلحت اندیشی کی نذر کر دینا نہ صرف ہمارے وجود کو فنا کر دیگا بلکہ ساری انسانیت کے لئے تباہی و بربادی کا باعث ہوگا ہمارا فرض ہے کہ اپنی تہذیب کی خوبیوں کو اپنے قول و عمل سے دنیا پر واضح کریں اور بتائیں کہ امن و سلامتی کا راستہ صرف یہی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم غیر مسلموں کا گلا کاٹنے لگیں یا ان کے مال و دولت پر حملہ شروع کر دیں بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم اپنی ہستی بحیثیت مسلمان کے قائم رکھیں اپنی ان تمام خوبیوں کو جو ہماری تہذیب میں وراثتاً چلی آ رہی ہیں مثلاً جذبہ انسانیت مساوات عقل کا صحیح استعمال سچے علم کی طلب اور محض طلب علم پر اکتفا نہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ اس پر عمل بھی نہ صرف قائم رکھیں بلکہ دوسروں کو بھی انھیں کی تلقین کریں۔ لیکن اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ ہمارے عقیدہ و عمل میں ہم آہنگی ہو ذہنی غلامی اور غیروں کے رعب سے ہمارا عقیدہ ذرہ برابر بھی متاثر نہ ہو۔ اور ہمارا عمل خلوص سے لبریز اور ریا سے معرا ہو۔

ہماری تہذیب کے علاوہ اس ملک میں دو بڑی و نمایاں تہذیبیں اور ہیں جن سے ہمیں مقابلہ کرنا ہے۔ پہلی تو فرنگی تہذیب ہے سات سمندر پار سے آئی ہوئی اور علاوہ حکمران طبقہ کے جدید تعلیم یافتہ گروہ میں بھی بہت کچھ رائج۔ دوسری ہندوؤں کی تہذیب جو عرصہ تک مردہ حالت میں رہی تھی لیکن بعض قومی تحریکات کی گرم بازاری کے ساتھ ساتھ اور بعض ہندو زعماء کی جان توڑ کوششوں کی بدولت از سر نو زندہ کی جا چکی ہے

باعثِ محرومی کون ہے؟

(از جناب مولانا احسن ریاض صاحب)

جنگ ختم ہونے کے بعد جو ہر اتحادی مدبر اور جنرل کو یقین ہے کہ اتحادیوں کی فتح پر ختم ہوگی اہل ہند کے لئے قابل فخر اور قابل ناز صرف یہ ایک بات رہجائیگی کہ دوران جنگ میں دنیا کے بڑے بڑے آدمی نے ہندوستان کا ذکر کیا اور ان میں سے ہر ایک جنگ کے نتائج کو ہندوستان کے طرز عمل پر منحصر سمجھتا رہا اس کے علاوہ ہندوستان کو کچھ اور بھی حاصل ہوگا؛ بظاہر کوئی توقع نہیں۔ پھر یہ نہایت الناک بات ہے کہ ہندوستان کی محرومی اور ناکامی کا سارا الزام بھی ہندوستان ہی پر عائد ہوگا۔

ہندوستان ایک وسیع براعظم ہے۔ یہ ایک طبعی حقیقت ہے سوائے حکومت برطانیہ کے اسے اور کس نے جھٹلایا؟ اور سوائے ہندوؤں کے اس ملکی اتحاد کی جو صرف انگریزوں کی انتظامی ضرورت کے لئے مفید تھا اور کس ہندوستانی قوم نے تائید کی؟ ہندوستان میں سینکڑوں زبانیں ہیں اور شاید اتنے ہی کلچر لہٰذا اتنی ہی قومیں بھی جو پھر اپنی اپنی جگہ الگ بیشمار ذاتوں پر تقسیم ہیں۔ یقیناً ان سب میں اعلیٰ ذات کے ہندو سب سے زیادہ آگے بڑھے ہوئے ہیں تعلیمی اقتصادی تاریخی روایتی حیثیت سے اور عصبیت کے اعتبار سے تو ساری دنیا میں لاجواب ہیں سارے برطانیہ کے ان کے دماغ میں یہ خناس کس لئے پیدا کیا کہ یہ ہندو اور ان کی قیادت میں تمام ہندوستانی ایک قوم ہیں؛ برطانوی مدبروں ہی نے اپنی شہنشاہانہ خودغرضی کی وجہ سے دوسو برس تک ہندوستان میں مسلمانوں کے وجود کو نظرانداز کیا۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ مسلمانوں کے تشخص کو مٹانے میں ہندوؤں کی بھی مدد کی جو اپنے اس تاریخی معمول کے مطابق کہ ہر نئے فاتح کی خوشنودی حاصل کریں ہندوستان کی زمین پر انگریزوں نے قدم رکھتے ہی ان کے ایجنٹ بن گئے تھے۔ سارے ہندوستان کو ایک قوم مان کر انگریزوں ہی نے ہندوؤں کو اس خدمت کا انعام بھی دیا کہ اپنے وطن کو انگریزوں کا غلام بنانے میں ہندوؤں نے انگریزوں کی مدد کی تھی اور مسلمانوں کو اس کی سزا دی کہ وہ ماضی میں ہندوستان کے حاکم تھے اور ایک صاحب عزم قوم ہیں جو کسی عظمت کو اپنے ہاتھ سے دور نہیں سمجھتی اور اس کی زمین کا اپنے کو جائز وارث سمجھتی ہے۔

انگریز مدبروں نے اپنی مصالح کی بنا پر ہندوؤں کو یقین دلایا کہ انگریز دوامی ہندوستان پر حکومت کرنا نہیں چاہتے جس وقت ہندوستانی اپنے ملک پر حکومت کرنے کے قابل ہوجائینگے انگریز چلے جائینگے اور ہندو سلطنت برطانیہ کے تنہا وارث ہوں گے۔ انگریزوں ہی نے ہندوؤں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کیا کہ ہندوستان سے مراد ہندو ہیں اور ہندوؤں کے معنے ہندوستان ہیں۔ ہندو: ایک کوتہ اندیش قوم اصول جہانبانی سے کامل طور پر ناواقف اس غلط فہمی میں مبتلا ہوکر اپنے ہموطنوں کی دشمن ہوگئی۔

تاج برطانیہ کا تسلط قائم ہونے کے بعد ۱۹۳۵ء تک ہندوستان میں جتنے آئین نافذالعمل ہوئے وہ سب اسی غلط تصور پر مبنی تھے کہ ہندوستان ایک ملک ہے ہندوستانی ایک قوم ہیں اور ہندو اکثریت ہیں۔ اس غلط اور پر فساد پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ روز بروز ہندوؤں کا اقتدار بڑھتا رہا یہاں تک کہ ۱۹۳۷ء میں تین چوتھائی ہندوستان پر کامل ہندو راج قائم ہوگیا اور اگر جنگ شروع نہ ہوئی ہوتی تو غالباً گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے وفاقی جزو کے ذریعہ پورے ہی ہندوستان پر ہندوؤں کا تسلط ہوجاتا اور مسلمان ہندوؤں کی رعایا بنادیئے جاتے۔

یہ جنگ ہی کی وجہ سے ہوا کہ حکومت برطانیہ کو ان ہندوستانی مسلمانوں کو مطمئن کرنے کی ضرورت پیش آئی جن کے ہم قوم ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور جنگ میں جس کے ساتھ ہوجائیں اسی کا پلہ بھاری ہوجائے۔ جنگ ہی کی بدولت ہندوستان میں برطانوی ہند کی تاریخ میں یہ سب سے پہلے واقع ہوا کہ وائسرائے نے ہندوؤں کے لیڈر مسٹر گاندھی کو جو جنگ سے پہلے پورے ہندوستان کے لیڈر سمجھے جاتے تھے صرف ہندوؤں کے لیڈر کی حیثیت سے بلایا اور مسلمانوں کے لیڈر کی حیثیت سے مسٹر جناح کو یقیناً اس کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ہندوستان کے مسلمان اس وقت تک مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے ایسی تکمیل اور وسعت کے ساتھ منظم تھے کہ کم از کم گذشتہ دوسو برس کے اندر کبھی نہیں ہوئے نہ مسلم لیگ اور اس کے لیڈر کے ذریعے سے اپنی مرضی کا اظہار کررہے تھے اور مسلم لیگ اور اس کے لیڈر کے اشارے پر عمل کرنے کے لئے کمربستہ تھے۔ ہندوؤں کے لیڈر مسٹر گاندھی ہندوؤں کی انجمن کانگریس اور ہندو اکثریت کے فیصلوں کے ذریعہ اہتمام وسعی جنگ میں مسلمانوں سے وہ مدد حاصل نہیں ہوسکتی تھی جس کی برطانیہ کو ضرورت تھی اور ہے۔

مسلمانان ہند کے لیڈر نے پہلی ہی ملاقات میں وائسرائے سے صاف کہدیا کہ اگر حکومت کے نظام میں مسلم لیگ کے نمایندوں کو اختیار اور طاقت کے ساتھ شریک کیا جائے تو ہندوستان کی حفاظت کے لئے مسلمان اہتمام وسعی جنگ میں حکومت برطانیہ کے ساتھ دل سے تعاون کریں گے وہ جانیں بھی دیں گے اور روپیہ بھی اس وقت سے اب تک مسلمانوں کے طرز عمل میں کوئی فرق نہیں آیا اگر مسلمانان ہند اپنے تمام قومی وسائل کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہیں تو اس کی وجہ برطانیہ کا یہ قصور ہے کہ اس نے سلطنت کی وہ ضروری شرط پوری نہیں کی جس کے بغیر مسلمانوں کے لئے قومی حیثیت سے مدد کرنا ممکن نہیں ہے لیکن مسلمانوں نے برطانیہ کے لئے کوئی دشواری بھی پیدا نہیں کی۔

دشواریاں پھر بھی پیدا ہوئیں۔ اس وقت جو ہیں وہ اور انہیں سے پیدا کیں جن کی خاطر حکومت برطانیہ نے یہ عظیم ناانصافی کی تھی کہ براعظم

ہندوستان کو ملک کہا اس کی ۴۰ کروڑ کی آبادی کو ایک قوم کہا جس میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو ہر سرزمین میں ہر آب و ہوا میں اور دنیا کی تمام اقوام کے مقابلہ میں ایک جداگانہ قوم ہیں۔ جداگانہ قوم ایسی جس کا تصور قومیت بھی سب سے الگ ہے اور فی الحقیقت تصورات کی اس دنیا میں انقلابی ہے جو عمل و حرکت کی دنیا پر صدیوں سے حکمرانی کر رہی ہے اور بالآخر یہ عظیم ناانصافی کی کہ ہندوستان کے آئین میں ان کو اکثریت یا اقلیت میں شمار کیا؟ ایسی کہ خود اس کا بانی اس کو کھلی لغویت کہتا ہے۔

جنگ کے دباؤ سے عاجز ہو کر اور وقتی مصالح کے مشورے سے مجبور ہو کر بالآخر حکومت برطانیہ کو اپنی وہ ناانصافیاں محسوس ہوئیں جو اس نے مسلمانوں کے ساتھ کی ہیں اور اس نے صرف اتنا کیا کہ گول الفاظ میں ان سیاسی حقیقتوں کا اقرار کر لیا جن سے پہلے انکار تھا۔

مسٹر ایمری نے جو اس وقت وزیر ہند میں جمہوری اصول کی بنا پر آئینی تصورات کو غلط قرار دیا جن پر ہندوستان کے پچھلے آئین وضع ہوئے تھے انھوں نے ہندو اکثریت کے اس دعویٰ کو باطل کیا کہ صرف وہی تنہا ہندوستان پر حکومت کرنے کی حقدار ہے انہوں نے اس کا اعتراف کیا کہ جمہوریت کا تقاضا یہ ہے کہ آبادی کے مختلف عناصر توازن پیدا ہو انہوں نے یہ تسلیم کیا ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اس سے زیادہ تضاد اور اختلاف ہے جتنا کہ یورپ کی قوموں کے درمیان ہے اور بالآخر انہوں نے ہندوستان کو بر اعظم ہی کہنا شروع کر دیا۔

مگر سوال یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو کیا ملا؟ صرف یہ کہ ہندوستان کی سیاست میں حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کو ایک ایسا اہم اور باوقار فریق مان لیا کہ جب تک ان کی رضامندی اور منظوری حاصل نہ ہو اس وقت تک ہندوستان کے مستقبل کے لئے کوئی آئین وضع نہیں ہو سکتا۔ اب ہندو کانگریس کا تنہا مطالبہ کوئی چیز نہیں ہے اس کو مسلم لیگ سے تصفیہ کرنا چاہئے حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کو موجودہ نظام حکومت میں طاقت اور اختیار کے ساتھ شریک نہیں کیا۔ حکومت برطانیہ نے اپنی ان تجاویز میں جو مسٹر اسٹیفورڈ کرپس ہندوستان لیکر آئے تھے مسلمانوں کا مطالبہ پاکستان منظور نہیں کیا مسلمان جس حال میں تھے اسی حال میں ہیں مستقبل کے متعلق ان سے کوئی قطعی، صاف اور معین وعدہ بھی نہیں ہوا۔

حکومت برطانیہ شاید یہی عذر مسلمانوں سے بھی کرے کہ ان کے مطالبہ پاکستان پر کانگریس اور ہندوؤں کی دوسری پارٹیاں متفق نہیں ہیں۔ یہ عذر صحیح نہیں ہے۔ مسلمانوں کا مطالبہ کانگریس کے مطالبہ سے بالکل مختلف ہے کانگریس پورے ہندوستان پر ہندوؤں کا تسلط چاہتی ہے اور اس طرح مسلمانوں کے خلاف ظلم و ناانصافی کے در پے ہے۔ مسلمان اپنی اکثریت اور ہندو اکثریت کے علاقوں میں جو مسلمانوں کے لئے چاہتے ہیں وہی پاکستان اور ہندوستان میں ہندوؤں کو بھی دے رہے ہیں ہندوؤں کا مقصد غصب اور دست درازی ہے مسلمان انصاف کے ساتھ جو اپنا حق ہے وہ لینا چاہتے ہیں اور جو ہندوؤں کا حق ہے وہ انھیں دینا چاہتے ہیں لہٰذا مسلم لیگ کے مطالبے کے موافق ہندوستان کی تقسیم کے معاملے میں کانگریس یا کسی دوسری پارٹی کی رضامندی یا کسی سے سمجھوتے کو شرط قرار دینا ان زیادتیوں اور ناانصافیوں پر ایک سخت ظالمانہ اضافہ ہے جو حکومت برطانیہ نے ابتدائے حکومت سے اس وقت تک مسلمانوں کے ساتھ کی ہیں البتہ ہندوؤں سے سمجھوتہ اور رضامندی کا وقت آئیگا اور وہ وقت وہ ہوگا جب ہندوستان کے طرز حکومت اور ان دونوں علاقوں میں اقلیتوں کے حقوق اور اختیارات کے تعین کی نوبت آئیگی۔

پاکستان اسکیم کے اصول کے مطابق ہندوستان کی تقسیم سے گریز کو جس کا صاف اظہار مسٹر اسٹیفورڈ کرپس کی تجاویز میں ہوا اور پھر وہ بھی اگر اس بنیاد پر ہو کہ ہندوؤں کو اس سے اختلاف ہے اس کی قطعی اور آخری دلیل ہے کہ حکومت برطانیہ نے اپنے دائمی تسلط کے لئے ہندوؤں کے دل میں اس تمنا کی پرورش کی ہے کہ حکومت برطانیہ کا وارث اور جانشین مان کر ہندوستان کا تمام سیاسی اختیار ہندوؤں کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کبھی سمجھوتہ نہ ہو سکے، ہندوستانی کبھی متفقہ مطالبہ پیش نہ کر سکیں اور ہندوستان کو کبھی آزاد کرنے کی نوبت نہ آئے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے اس تمرد اور اس ضد کا باعث صرف برطانیہ ہی اسی نے غلط سیاسی اصولوں پر ہندوستان کے نظام حکومت کی بنیاد رکھی اسی نے ہندوؤں کے ساتھ ناواجب مراعات کیں، اسی نے ہندوؤں کی حرص و ہوس کو اشتعال دیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے اور ہندوستان کی کسی پارٹی سے گفت و شنید کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ہندوؤں کے مطالبات کے معاملہ میں بیشک یہ ضروری ہے کہ سب پارٹیوں کی رضامندی اور منظوری حاصل ہو اسلئے کہ وہ معاملہ سب سے متعلق ہے وہ ہندوستان کی آزادی اور آزاد ہندوستان کے دستور کا معاملہ ہے ہندوستان کی دوسری اقوام کے مقابلہ میں ہندوؤں کا حق خود اختیاری کسی طرح خطرے میں نہیں ہے پاکستان میں بھی نہیں مسلم لیگ نے اپنے رزولیوشن میں اقلیتوں کے جملہ حقوق پہلے ہی تسلیم کر لئے ہیں اور تین چوتھائی ہندوستان ہندوؤں کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ لیکن مسلمانوں کا مطالبہ تقسیم ہند قومی حیثیت سے مسلمانوں کے حق خود اختیاری کا مطالبہ ہے جسے ہندو چھیننا چاہتے ہیں اس معاملہ میں ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ کے آخری ریزولیوشن کے مطابق محض مسلمانوں کی مرضی پر اعتبار کرنا چاہئے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو مسلمان صرف یہ سمجھیں گے کہ حکومت برطانیہ ہرگز ہندوستان کے اختیار حکومت سے دست بردار نہیں ہونا چاہتی اور مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کے مقابلہ میں ہندوؤں کے اختلاف کو صرف عذر اور بہانے کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔

ساری دنیا اس وقت ہندوستانیوں اور ان کے سیاسی مطالبات کے متعلق سوچ رہی ہے اور چونکہ حالات کا صحیح علم نہیں ہے اس لئے پراگندگی اور پریشانی کے ساتھ لیبر پارٹی کے کانگریسیا دلیل کانگریس کی نظر میں جچتے اور سوچتے ہیں۔ بر سر اقتدار برطانوی مدبر اپنے پیدا کئے ہوئے موانع کی پناہ میں جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہے ہیں اور دنیا کے بعض دیانتدار مدبر ہندوستانی سیاست کی پیچیدگیوں

روح کی تقریر۔

میں کبھی نہ مرتی

خاوند نے آسمان کی طرف دیکھکر ایک ٹھنڈا سانس لیا اور کہا ہائے میں اکیلا رہ گیا۔ میری محبت کرنے والی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ اسکے ساتھ ہی تصور نے مرحوم بیوی کا مجسمہ اُسکے سامنے لاکھڑا کیا وہ غور سے اُس خوبصورت مجسمہ کو دیکھنے لگا۔

یکایک مجسمہ میں حرکت ہوئی۔ اُس نے خاوند کی طرف مایوسانہ نگاہوں سے دیکھا اور کہا :۔

میرے سرتاج !

اب کیا ہوتا ہے۔ نہ روئیے۔ آپکے رونے سے میری روح بے چین ہوجاتی ہے۔ اگر آپ کو کچھ دن پہلے اپنی اس آنے والی بے چینی اور تنہائی کا یقین ہوجاتا تو بچ جاتے۔ میں کبھی نہ مرتی۔ لیکن اب آپ بھی مجبور ہیں اور میں بھی۔ کیا آپ کو وہ وقت یاد نہیں رہا جب میں کچھ بیمار تھی۔ اور دن بدن بیماری میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن آپ نے اسکی کچھ پرواہ نہ کی۔ آخرکار بیماری بڑھ گئی اور میرا دنیا سے علیٰحدہ ہونا ضروری ہوگیا۔

میں بے زبان تھی۔ حیا نے میری قوت گویائی پر مہر لگا رکھی تھی۔ میں کیسے کہدیتی کہ مجھے سیلان الرحم کی بیماری ہے۔ شریف تھی اور شریف کے گھر پیدا ہوئی تھی۔ میری زبان پر اس حیاسوز بیماری کا ذکر اس دنیا میں کیسے آتا۔ لوگ مجھے بے شرم کہدیتے۔ آپ خود مجھے بے غیرت اور بے حیا سمجھتے۔

خاوند کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

روح نے کہا :۔

میرے سرتاج! آپکی یہ تنہائی آپکو یاد دلائے گی۔ کہ آپنے ایک بے زبان کی صحت اور زندگی کا کچھ خیال نہ کیا۔ حالانکہ مختلف ذرائع سے آپ سمجھ چکے تھے کہ مجھے سفید رطوبت جاری رہنے کی بیماری ہوگئی ہے۔ اور آپ کو یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ اس بیماری سے تندرست کردینے کے لئے دوا "روک" کی ایک شیشی مجھے کافی ہوجاتی۔ لیکن افسوس ہے کہ آپنے تین روپے کا لالچ کرکے ایک بے زبان کو زندہ درگور کردیا۔ مجھے معلوم ہے اور اچھی طرح جانتی ہوں کہ ہندوستان کی ہزارہا عورتوں نے میرے سامنے روک سے حیرت انگیز فائدہ حاصل کیا۔ اور سفید زردی مائل رطوبت کا آنا بند ہوگیا۔

اب کیا ہوتا ہے پیارے۔ اگر یہ ٹھوکر آپ کو ہوشیار کردے گی۔ تو مجھے اپنی بے وقت موت کی قیمت مل جائیگی اور میں سمجھوں گی کہ میں نے اپنی زندگی فروخت کرکے اپنے دل وجان کے واحد مالک کی آنکھیں کھولدیں۔ اور انہیں دنیا میں خوش رہنے کے قابل کردیا۔ اتنا کہکر روح چلنے لگی — خاوند آگے بڑھا۔ اور اس نے لپک کر روح کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ لیکن یہ اسکی نظری غلطی تھی۔ دالان کا سفید اور چکدار ستون اسکی آغوش میں آگیا۔ حیرت واستعجاب میں اس نے چاروں طرف دیکھا تو قریب ہی اس کو ایک پرچہ پڑا ہوا ملا جس پر حسب ذیل عبارت لکھی ہوئی تھی۔

عورتوں کو سفید پانی کی بیماری

عورت کو سفید پانی کی بیماری بہت خطرناک ہوتی ہے اس بیماری کو سیلان الرحم اور لیکوریا بھی کہتے ہیں اس مرض میں مبتلا ہونے والی عورت کے خفیہ بدن سے وقت بیوقت سفید بدبودار پانی یا رطوبت نکلتی رہتی ہے اور دھیرے دھیرے اس عورت کی جوانی کا خاتمہ کرڈالتی ہے اسکی کمر ناف ،تلوں پیٹ بلکہ تمام بدن میں درد رہنے لگتا ہے — ماہواری (یعنی ایام) بھی خراب ہوجاتے ہیں۔ یہ مرض بہت خطرناک ہے۔ عورتوں کو اس سے غفلت نہ کرنی چاہیئے۔

سفید پانی کو روکنے کی ترکیب۔ نئے زمانہ کی تحقیقات سے اب پوری طرح ثابت ہوچکا ہے کہ اس سفید پانی کی بیماری کو ختم کرنیکی سب سے بہتر ترکیب یہ ہے کہ ایسی بیمار عورت کو صرف ایک شیشی دوا "روک" استعمال کرادی جائے اس دوا کے استعمال سے ٹھیک تیسرے روز رطوبت کا نکلنا بند ہوجاتا ہے اور پوری شیشی استعمال کرنے سے سفید پانی کی بیماری بالکل نیست ونابود ہوجاتی ہے۔ ہزاروں حکیم ڈاکٹر اب اس دوا کو اپنے مریضوں پر استعمال کرکے نیکنامی حاصل کررہے ہیں جسکو ضرورت ہو وہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ۔ پی۔ بی ۲۴ دہلی کے پتہ پر خط

لکھکر "روک" کی ایک شیشی بذریعہ وی پی پارسل منگالے۔ ایک شیشی کی قیمت تین روپے ہے محصول ڈاک ساتھ الگ لگتا ہے۔ ایک شیشی ایک عورت کو تندرست کرنے کیلئے کافی ہوتی ہے

عورت کی کمر ٹوٹ جاتی ہے
ماہواری کے زمانہ میں درد
عورت کیلئے خطرناک ہے
جس عورت کو ہر مہینہ
ماہواری کے دنوں میں سخت درد
ہوتا ہو یا ماہواری رک رک کر آتی ہو یا کم یا زیادہ آتی ہو یا
ان دنوں میں اسکے بدن پیٹ اور پنڈلیوں وغیرہ میں درد ہو جاتا ہو تو یہ
بڑی خطرناک بات ہے۔ اس سے کئی بیماریاں کھڑی ہو جاتی ہیں ماہواری
کی بے قاعدگی کا علاج فوراً کرنا چاہیئے بہت آسان علاج یہ ہے کہ ایسی
عورت کو ایک شیشی دوا "کورس" کھلا دینی چاہیئے اسکے بعد ماہواری
پورے طور پر مقدار میں ہر مہینہ ٹھیک وقت پر ہونے لگتی ہندوستان کے
لاتعداد حکیم اور ڈاکٹر ماہواری کی تکلیف کو اسی دوا سے اچھا کر دیتے
ہیں اور نیک نامی اٹھاتے ہیں ایک شیشی دوا کورس سے عورت بالکل
تندرست ہو جاتی ہے اور وہ نہایت آسانی کے ساتھ ماہواری
کورس سے فارغ ہونے لگتی ہے ایک شیشی دوا کورس کی قیمت
دو روپے آٹھ آنے ہے خط لکھکر بذریعہ وی پی پارسل منگائیے
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بی ۳۴۷ دہلی

عید کے لئے ہزاروں روپے کا سونا مفت

ہمارے کارخانہ میں گولڈن گولڈ کے زیورات تیار ہوگئے یہ وہ سونا ہے جس کی شہرت تمام ہندوستان میں ہو رہی ہے اور لاکھوں روپے کے زیورات اسی سونے کے تیار ہو کر عورتیں استعمال میں لانے لگی ہیں۔ اس سونے کی خوبی یہ ہے کہ رنگ میں روپ میں کسوٹی پر کسنے میں کوٹنے میں پگھلانے میں بالکل اصلی سونے کی خاصیت رکھتا ہے۔ سناروں کو آج تک تمیز نہیں ہوئی کہ یہ اصلی سونا ہے یا نقلی ہم نے اپنی شہرت کے لئے اس سونے کے زیورات بہت کم قیمت پر فروخت کرنے کا اعلان کر دیا ہے تاکہ ہر گھر میں گولڈن گولڈ کے زیورات استعمال ہونے لگیں اور جو لوگ اصلی سونے کے زیورات نہ خرید سکیں وہ اپنی ضرورت پوری کر لیں۔ اس سونے کے زیورات بیاہ شادی اور تحفوں میں دئے جاتے ہیں۔ اور اس وقت مندرجہ ذیل زیورات تیار ہوگئے ہیں۔ منگائیے اور برسوں استعمال کیجئے۔ اور جب دل چاہے اصل داموں میں فروخت کر دیجئے۔

گولڈن گولڈ جھومر۔ نہایت خوبصورت جس میں چار چاند لگانے والا قیمت پانچ روپے اس کے ساتھ ایک جوڑا گولڈن گولڈ چوڑیاں مفت۔

گولڈن گولڈ دست بند۔ نہایت خوشنما ڈائمنڈ کٹ کام کے بنے ہوئے وزنی دو تولہ قیمت دس روپے اس کے ساتھ ایک جوڑا کانوں کے بندے مفت۔

گولڈن گولڈ ہاتھوں کی پہونچیاں۔ بہترین کاریگری سے بنائی ہوئی چمک دمک میں یکتا تھیے کی بنی ہوئی قیمت فی جوڑہ پانچ روپیہ اور ایک جوڑ گولڈن گولڈ چوڑیاں مفت۔

گولڈن گولڈ گلے کا نکلس۔ اتنا خوبصورت کہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو جائے اور گلے میں جس وقت پڑا ہو طبیعت مچل جائے کاریگر نے اس کے بنانے میں کمال دکھایا ہے قیمت ایک عدد دس روپے اس کے ساتھ ایک عدد انگوٹھی ڈائمنڈ کٹ یا بمبئی فیشن مفت

گولڈن گولڈ کانوں کے بُندے۔ ڈائمنڈ کٹ فی جوڑ تین روپے جڑاؤ فی جوڑ چار روپے بمبئی فیشن فی جوڑ ساڑھے تین روپے (۳ ۸ روپے)

گولڈن گولڈ ہاتھوں کے کڑے۔ پھولدار قیمت فی جوڑ چار روپے آٹھ آنے سادے فی جوڑ چار روپے ایک انگوٹھی مفت

گولڈن گولڈ کرنپھول جھمکے۔ کانوں کی بہار اور حسن کا سنگھار قیمت فی جوڑی تین روپے آٹھ آنے ایک انگوٹھی مفت۔

گولڈن گولڈ کلائی کی گھڑی چوڑی۔ ٹھپے کے کام فی جوڑ چار روپے۔ ڈائمنڈ کٹ کام کی فی جوڑ چار روپے آٹھ آنے۔

گولڈن گولڈ کی چوڑیاں۔ اس پر بہترین پھول ڈالے گئے ہیں جو دور اور قریب سے بے حد خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ قیمت فی جوڑ دو روپے۔

ملنے کا پتہ:- **بی۔ کے برادرس اینڈ کمپنی (زیورات والے) فولاد خاں اسٹریٹ (ایم۔ ڈی) دھلی**

جھوٹ بولنا حرام ہے۔ دولت اور محبت مفت

ناظرین دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں۔ مگر آپ کو خدا کی قسم کھا کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے جب کامیابی نصیب ہوئی ہے اب میں محنت سے حاصل کئے ہوئے ان عملیات کو عام فائدہ کی غرض سے پیش کر رہا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ آپ مسلمان ہیں تو ایک مسلمان کی قسم کا اعتبار کرنے میں تامل نہ کیجئے چند روزہ زندگی کے لئے اور چند پیسوں یا روپیوں کی خاطر کون ایسا مسلمان ہوگا جو اپنے ایمان کو برباد کرے گا اور مسلمان بھائیوں کو دھوکا دیگا۔ اگر آپ کا ضمیر مطمئن ہو تو حسب ذیل تعویذات منگائیے اور کرشمہ خداوندی دیکھ لیجئے۔ کامیابی آپ کی پیشانی پر ظاہر ہونے لگے گی۔ تمام نقش و تعویذ بذریعہ وی۔ پی لفافہ میں بھیجے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی بالکل سچا جواب مل جاتا ہے اس کے عامل نے برسوں میں اس عمل کو یاد کیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنے۔ محصول الگ۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ لینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے۔ غیب سے مفلسی دور ہونے کے آثار ہو جاتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر آتی جلدی دولت مل گئی۔ نوکری کی صورت میں اس کو افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر جائے تو وہ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے اور اس کے دل میں خود بخود اپنے ماتحت کی ترقی کا خیال دامنگیر ہو جاتا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ چار آنہ۔ محصول ڈاک الگ۔

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی محنتیں کر کے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل کامل صاحب کا عطیہ ہے جس کسی کو اپنے دام میں پھنسانا اور بے دام غلام بنا کر اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے اور جس جگہ آپ کا مطلوب ہو وہاں سے گذر جائیے اور وہاں تک رسائی نہ ہو سکے تو ڈوری کو اپنے محبوب کے در پر یا ہاتھوں تک پہونچا دیجئے۔ بس گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشہ دیکھئے وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین ہو کر آپ تک پہنچے گا۔ ہدیہ ڈھائی روپے۔

مندرجہ بالا تینوں تعویذ میں ان کی ناکامی کی صورت میں ہم قیمت واپس دیں گے۔ محصول ڈاک ہر ایک کا بذمہ خریدار

پتہ:- **سید نواب میاں شاہ صاحب عامل کالا محل بازار (م) دھلی**

گذشتہ زمانے میں ہر مافوق العادت چیز کو لوگ سحر کہنے لگے تھے۔ سحر اور معجزہ میں تمیز نہ کر سکتے تھے۔ ساحر کو فلاح نصیب نہیں ہوتی یعنی اس کی دنیوی زندگی جیلخانہ گذرتی ہے۔ اور آخرت میں بھی تباہ ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سحر کرنا حرام ہے۔ فرعون کے طرفدار خیال کرتے تھے کہ موسیٰ و ہارون سلطنت چھیننا چاہتے ہیں۔ وغیرہ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ
فرعون بولا | میرے پاس ہر ماہر جادوگر کو

عَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُم
لے آؤ | پھر جب جادوگر آگئے | تو موسیٰ نے

مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ۝ فَلَمَّا
کہا | جو کچھ تم کو ڈالنا ہے | ڈالو | چنانچہ جب

أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ
وہ ڈال چکے تو موسیٰ نے کہا | یہ جو تم لائے | ہو

السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ
جادو ہے | اللہ اس کو | یقیناً لگاڑ دیگا | کیونکہ بلاشبہ

لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَيُحِقُّ
مفسدوں کے کام کو | اللہ درست نہیں رکھتا | اور اللہ حق کو

اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝ ع
کر دکھائیگا | اگرچہ مجرموں کو برا معلوم ہو

تفسیر — تحقیق اجزاء اور تفسیری مطلب

فرعون نے ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا۔ موسیٰؑ نے دعوت توحید دی۔ وہ عاجز ہو کر جادوگر کہنے لگا۔ اور مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ اپنے تمام فکری اور عملی سے نبوت پر غلبہ پانے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ قصہ قرآن میں مقامات میں ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ہر جا یہ بیان اور نتیجہ ہر جگہ مختلف ہے۔ حضرت نوحؑ کے قصے سے پہلے اسی سورت میں بیان کیا کفار کو قیامت اور حشر ونشر کے متعلق شکوک و شبہات ہیں اور وہ رسول اللہؐ کی رسالت کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ یہاں فرعون کے انکار رسالت اور اس کی تمام نظری وعملی کوششوں کا تذکرہ ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جس طرح فرعون باوجود عظمت شان اور جلالت قدر کے نبی کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اور اللہ کا بول بالا ہو کر رہا۔ اسی طرح تم لوگ بھی رسول اللہؐ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے خود ہی ذلیل و برباد ہو گئے۔

بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ یعنی فرعون نے حکم دیا کہ جہاں تک مل سکیں بڑے بڑے ماہر فن جادوگروں کو بلاؤ۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اطراف ملک سے ہزاروں جادوگر جمع کئے گئے سمندر کے کنارے اسکندریہ کے میدان میں مقابلہ ہوا حضرت موسیٰ نے جرأت و دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جادوگروں کے ساحرانہ طاقت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فرمایا جو کچھ تم کو جادو کرنا ہے کرو۔ جادوگروں نے نظر بندیاں کیں طلسمی سانپ بنائے۔ اور ان کو میدان میں چھوڑا۔

قَالَ مُوسَىٰ - یعنی حضرت موسیٰ نے فرمایا ہاں جادو یہ ہے جو تم نے کیا۔ جو میں نے کیا وہ جادو نہ تھا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ابھی اللہ اسکو مٹا دیگا۔ بے حقیقت چیز یقیناً باطل ہوتی ہے۔ یہ دھوکہ دہی ہے جس سے دنیا میں تباہی پھیلتی ہے اور تباہ کاروں کے کرتوت نہیں پھلتے۔

مقصود بیان: پیغمبر بیباک ہوتا ہے کسی جادو یا جادوگر سے نہیں ڈرتا۔ حضرت موسیٰ بڑے جری تھے۔ سحر بے حقیقت چیز ہے۔ صرف فریب اور دھوکہ دہی ہے۔ جادوگر مفسد ہے۔ کرامت کے مقابلہ میں جادوگر کامیابی نہیں ہو سکتی۔ معجزہ اور کرامت افعال الٰہیہ حقہ میں سے ہیں اور سحر افعال باطلہ میں سے۔ حق باطل پر بالآخر غالب آتا ہے۔ وغیرہ

فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ
پھر موسیٰ کو ان کی قوم کے چند لڑکوں کے سوا | کسی نے نہ مانا

عَلَىٰ خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ
اور وہ بھی فرعون اور اس کے حکام سے ڈرتے ہوئے

أَن يَفْتِنَهُمْ ۚ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ
کہ کہیں فرعون ان کو تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ فرعون اس ملک میں

فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ۝
بڑا جابر تھا | اور اس نے ہاتھ کھول رکھا تھا

وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم
موسیٰ نے کہا | اے میری قوم | اگر تم خدا پر یقین رکھتے ہو

بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝

تو اسی پر بھروسہ رکھو اگر تم فرماں بردار ہو

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

قوم والے بولے ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے رب ہم پر اس

فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا

ظالم قوم کا زور نہ آزما اور اپنی

بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

رحمت سے کافر قوم سے ہم کو بچالے

تفسیر اغرض ساحروں کی سحر افگنی کے بعد حضرت موسیٰؑ کی باری آئی۔ آپ نے عصا اور ید بیضا کا معجزہ دکھایا۔ جادوگر مغلوب ہو کر مسلمان ہو گئے۔ عام و خاص سب سہم گئے۔ کچھ کچھ موسیٰؑ کی صداقت کا سکہ اُن کے قلوب پر بیٹھ گیا۔ مگر فرعون اور اس کے اشرات سے ڈرتے تھے کہیں فرعون اُن پر سختی نہ کرے۔ کیونکہ بڑا جبار اور طاغوت اور دست دراز بادشاہ تھا۔ اس سرزمین میں اُس کا بڑا زور تھا اس لیے قبطیوں میں سوائے چند آدمیوں کے (فرعون کی بی بی آسیہ، شاہی خزانچی اور اس کی بیوی۔ اور بعض دوسرے افراد) اور کوئی ایمان نہ لایا اس واقعہ کے بعد فرعون نے مزید مظالم کے پہاڑ ڈھانا شروع کئے کوئی سختی اور تکلیف ایسی نہ تھی جو اسرائیلیوں سے اٹھا کر رکھی ہو آخر کو تنگ آکر بنی اسرائیل نے یاس آمیز شکایت حضرت موسیٰؑ سے کی آپ نے اُن کو تسلی دی۔ اور فرمایا بھائیو اگر تم کو اللہ کی ہستی اور ہمہ گیر طاقت اور میری رسالت پر یقین ہے تو اُس پر بھروسہ رکھو۔ اور اس توکل کی تکمیل اُسی وقت ہو سکتی ہے جب تم اپنی جانیں مال اولاد اور کل جذبات و خواہشات کو اُسی کے سپرد کر کے بے چون و چرا اس کے حکم کے تابع ہو جاؤ بغیر توکل و تسلیم کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس تسلی آمیز پیام نے قوم کے مردہ دلوں میں نئی روح پھونک دی۔ نسیم ہدایت نے ایمان کی افسردہ شاخ کو از سر نو سرسبز کر دیا۔ مخلص اہل مومن بولے یا نبی اللہ ہمارا بھروسہ تو محض اللہ ہی پر ہے۔ الٰہی اس ظالم قوم کو ہم پر مسلط نہ کر (کذا روی عن مجاہد) ان کافروں کے پنجہ سے ہم کو رہائی عطا کر۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی (کذا قال الطیبی)

مقصود بیان:۔ عام انسان مادی اور ظاہری طاقتوں سے مرعوب ہو کر مجبوراً حق کو چھوڑ دیتے ہیں۔ فرعون بڑا سرکش جبار اور سفاک بادشاہ تھا۔ مصر کی سرزمین میں اس سے بڑا آدمی کوئی نہ تھا بنی اسرائیل پر ظلم کرنے میں وہ حد سے بڑھ چکا تھا۔ اہل حق مصائب سے تنگ آکر کبھی مضطر ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے قدم بھی راہ حق سے ڈگمگانے لگتے ہیں لیکن امام ہادی کی ادنےٰ تنبیہ پر پھر ہوشیار ہو کر راہ صداقت پر مستقیم ہو جاتے ہیں۔ توکل کا مرتبہ دعا سے مقدم ہے۔ دعا کرنے والے کو پہلے ذات الٰہی پر پورا بھروسہ کرنا چاہئے۔ ظالم اور سخت حکام کا تسلط بھی رعایا کے لئے فتنہ اور عذاب ہے۔ وغیرہ

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ

ہم نے موسیٰ کے اور اُس کے بھائی کے پاس وحی بھیجی

اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا

کہ مصر میں اپنی قوم کے لئے گھر بنائے رکھو

وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا

اور اپنے گھروں کو قبلہ رخ کر لو اور پابندی سے

الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

نماز پڑھو اور ایمان والوں کو بشارت دیدو

تفسیر کسی ظالم طاقتور قوم سے مقابلہ کرنے اور طاغوتی قوتوں کو مٹانے کے لئے ظاہری تدبیروں کی بھی ضرورت ہے اور باطنی اصلاح نفس بھی لازم ہے۔ فرعون کی تباہ کاریاں اور ستم شعاریاں آسانی سے زائل ہونے والی نہ تھیں۔ یوں تو خدا تعالیٰ قادر ہے اس کو کسی سبب اور ذریعہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن اُسی کا قانون ہے کہ بغیر اسباب کے کسی کام کی سر انجام دہی نہیں ہوتی۔ جادوگروں سے مقابلہ کے بعد فرعون اور مشتعل ہو گیا۔ مصر میں اسرائیلیوں کے جتنے عبادت خانے تھے سب اس نے برباد کر دیئے تھے۔ لوگ ڈر کے مارے خفیہ عبادت کرتے تھے۔ باری تعالیٰ کو منظور تھا کہ اسرائیلیوں میں اجتماعی طاقت پیدا ہو۔ اور اتحادی قوت کے ساتھ وہ فرعون کا مقابلہ کریں۔ اس لئے ظاہری تدبیر تو یہ بتائی کہ مصر کے اندر اسرائیلیوں کے مکان ایک سو ہونے چاہئیں۔ دوسری تعلیم یہ تھی کہ اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھو اللہ سے مدد کی دعا کرو۔ روحانی طاقت بڑھاؤ۔ عبادت الٰہی سے دلوں کو روشن بناؤ۔ اس کے بعد کامیابی لازم ہے۔ جو لوگ اہل ایمان ہیں ان کو فتح حاصل ہوگی۔

قِبْلَةً قبلہ سے مراد ابراہیمؑ۔ مجاہد۔ ابو مالک ربیعؒ۔ ضحاک اور

زید بن اسلم کے نزدیک جا ءِ نماز ہے۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ اپنے گھروں کو نماز کی جگہ قرار دو۔ گھروں کے اندر نماز پڑھو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ گھروں میں مسجدیں بنا لو یعنی گھروں کے اندر نماز کی خاص جگہ مقرر کرلو جو قبلہ رخ ہو۔ (کذا رواہ عکرمہؓ عن ابن عباس) ابن قیم نے تحقیق کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے اس وقت قبلہ مقرر نہ ہوا تھا صرف اجتہاد پر تھا۔ چنانچہ انہوں نے صخرۂ بیت المقدس اختیار کیا۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ بیضاوی نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کو ابتدا ہی سے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم ہو گیا۔ (ہکذا قال مجاہد و ابراہیم وغیرہم)

مقصود بیان: بنی اسرائیل ہر جگہ نماز نہ پڑھ سکتے تھے تعین مسجد لازم تھی۔ طاغوتی طاقتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے حتی الامکان ظاہری تدبیروں کی بھی ضرورت ہے۔ اور روحانی روشنی کی بھی مصیبت کے وقت نماز کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ حضرت موسیٰ ع ہی مستقل تھے اسی لئے وحی اگرچہ موسیٰ اور ہارون دونوں کے پاس آئی مگر بشارت دینے کا حکم صرف حضرت موسیٰ ع کو ہوا۔ کامیابی کی بشارت صرف مومنوں کیلئے ہے

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ

موسیٰ نے عرض کیا اے ہمارے رب تو نے دنیوی زندگانی میں

وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

فرعون اور اسکے سرداروں کو آرائش اور بکثرت دولت دے رکھی ہے

رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا

تاکہ تیرے راستہ سے وہ لوگوں کو بہکائیں اے ہمارے رب

اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى

ان کے مال ملیامیٹ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت

قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

کر دے کہ ایمان ہی نہ لائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب

الْاَلِيْمَ ○ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا

دیکھ لیں اللہ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی

فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ

تم مستقیم رہو اور ناواقف لوگوں کے راستہ پر

لَا يَعْلَمُوْنَ ○

نہ چلو

تفسیر جب بنی اسرائیل کی تکلیف کا زمانہ ختم ہونے کے قریب ہو گیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فروں کو سمجھانے کی انتہا کر دی۔ لیکن ظالموں نے موسوی دعوت کو خودغرضی اور نفسانی ہوس پر محمول کیا اور کہنے لگے تم ملک پر اقتدار قائم کرنا چاہتے ہو ایسا ہو نہیں سکتا۔ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ اُدھر عام بنی اسرائیل کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ بالآخر مجبور ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کی اور فرعون والوں کی تباہی کی استدعا پیش کی۔

اِنَّكَ اٰتَيْتَ دولت و عیش ہر فساد کی جڑ ہے اس سے انسان کور بصیرت ہو جاتا ہے۔ فرعون کی دولت اور اس کے امراء کا سامان حرب اس زمانے میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ کہ انہوں کا جاہ و حشم اور اسباب عیش قبطیوں کے مقابلہ میں ناقابل ذکر تھا۔ حضرت موسیٰ ع نے بددعا کی کہ الٰہی تو نے جو اُن کو آسائشیں پُر بہار زندگیاں اور راحت آفریں سامانِ طرب دے رکھا ہے۔ بس یہی وجہ ہے کہ یہ گمراہیاں پھیلا رہے ہیں۔ اور وہ راہ راست سے لوگوں کو بھٹکا رہے ہیں تو ان کے اموال کو برباد کر دے۔ طمس سے مراد ابن عباسؓ اور مجاہدؒ کے نزدیک ہلاک کرنا اور مٹانا ہے۔ ضحاک ابوالعالیہ اور ربیع نے کہا کہ اس بددعا سے اللہ نے اُن کے اموال کو پتھر بنا دیا قتادہ رہ کہتے ہیں ہم کو خبر ملی ہے کہ اُن کی کھیتیاں پتھر ہو گئیں تھیں اگرچہ ان بزرگوں کے قول کے مطابق پتھر ہو جانا بھی قدرت الٰہیہ سے بعید نہیں۔ مگر جب تک صحیح روایت نہ ہو اس وقت تباہی کی کوئی خاص صورت متعین کرنا ناقابلِ یقین ہے۔ لہٰذا اطمس سے مطلق بربادی و تباہی مراد لینا ہی اولیٰ ہے۔

وَاشْدُدْ ابن عباسؓ کے نزدیک بندش کرنے سے مراد مہر لگا دینا ہے۔ یعنی اُن کے دلوں پر ایسی گمراہی کی مہر لگا دے کہ آئندہ ایمان ہی نہ لا سکیں اور ایمان لائیں بھی تو ایسے وقت میں کہ ایمان مفید نہ ہو۔ عَذَابَ الْاَلِیْمَ سے مراد ابن عباس کے نزدیک ڈوبنے کا عذاب ہے سیاقِ آیات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا۔ اگرچہ دُعا کرنے والے صرف حضرت موسیٰ ع تھے۔ مگر حضرت ہارون ع نے آمین کہی تھی۔ اس لئے ایک کی دعا کو دونوں کی دعا قرار دیا۔ ابوالعالیہ۔ ابوصالح۔ عکرمہ محمد بن کعب اور ربیع وغیرہ کی روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ہارون آمین کہتے جاتے تھے۔ ابن کثیر نے اس آیت سے یہ مسئلہ استخراج کیا

ہے کہ اگر نماز میں صرف امام سورۂ فاتحہ پڑھے اور مقتدی آمین کہیں تو قرأتِ امام کو قرأتِ مقتدی بھی قرار دیا جائیگا۔

فَاسْتَقِيمَا ابن عباس کے نزدیک حکمِ استقامت کا مطلب یہ ہے کہ میری فرماں برداری پر قائم رہو۔ بیضاوی نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اتمامِ حجت دعوتِ توحید اور دعا پر جمے رہو جلدی مت کرو۔ جو تم نے مانگا وہ ضرور ہونے والا ہے۔ لیکن اپنے وقت پر ہوگا۔

وَلَا تَتَّبِعَانِّ یعنی اُن جاہوں کا طریقہ اختیار نہ کرو۔ جو کارخانۂ قدرت سے ناواقف ہیں۔ اور قانونِ فطرت کو نہیں جانتے۔ اور ہر دعویٰ کا فوری اثر چاہتے ہیں۔ اس میں بنی اسرائیل کو تنبیہ ہے کہ موسیٰؑ کی دعا قبول ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ فوری اثر پیدا ہوجائے چنانچہ ابن جریج کی روایت میں ہے کہ اس بددعا کے بعد فرعون چالیس سال زندہ رہا۔ لیکن محمد بن کعب وغیرہ اہلِ روایت نے صرف چالیس روز زندہ رہنا بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

مقصود بیان :۔ دنیوی عیش و راحت اور کثرتِ مال تمام گمراہیوں کا سرچشمہ ہے۔ دلوں پر ایسی مہر لگا دینا کہ پھر راہِ راست پر آنے کا احتمال بھی نہ رہے۔ اللہ ہی کا کام ہے ورنہ حضرت موسیٰؑ ایسی دعا نہ کرتے۔ لیکن کا سب بندہ ہے آدمی کی سرکشی اور حد سے بڑھی ہوئی نافرمانی اس گمراہی کا سبب بنجاتی ہے۔ آیت سے صاف واضح ہے کہ کتنا ہی بڑا آدمی ہو۔ خواہ ولی ہو یا نبی اللہ کی فرمانبرداری پر استقامت ہر ایک کے لئے لازم ہے۔ اللہ کی مدد اسی کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ کے حکم پر قائم رہتا ہے۔ دعا کرنے کے بعد فوری اثر کا طالب ہونا جہالت ہے قبولِ دعا کے لئے فوری اثر لازم نہیں۔ جاہلوں کا اتباع کرنے سے باز رہنے کا تاکیدی حکم وغیرہ۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اُتار دیا

فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَّ

پھر فرعون نے اور اُس کی فوجوں نے ظلم و زیادتی سے اُن کا

عَدْوًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ

پیچھا کیا یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو لگا کہنے

آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ

کہ مجھے یقین ہوگیا سوا اُس معبود کے جسکو بنی اسرائیل مانتے ہیں

بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○

اور کوئی معبود نہیں اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں

آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ

(ہم نے کہا) اب ایمان لایا حالانکہ اس سے پہلے نافرمان تھا اور مفسدوں میں

الْمُفْسِدِينَ ○ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ

شامل رہا آج ہم تیری لاش بچا دیں گے

لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا

تاکہ بعد کو آنے والوں کے لئے نشانی ہو بلاشبہ بہت سے

مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ○

لوگ ہماری آیاتِ قدرت سے غافل ہیں

تفسیر

غرض حضرت موسیٰؑ کی دعا قبول ہوئی۔ وحیِ الٰہی ہوئی کہ سب اسرائیلیوں کو لے کر مملکتِ مصر سے نکل جاؤ حسب الحکم ایک رات کو حضرت موسیٰؑ تمام بنی اسرائیل کو لے کر چلدیے۔ اور بحرِ قلزم یا بحرِ سویز پر پہونچے۔

فَأَتْبَعَهُمْ فرعون نے بھی اپنا لشکر لے کر تعاقب کیا۔ بَغْيًا وَّعَدْوًا کے معنی بعض مفسرین نے یہ بیان کئے ہیں کہ فرعون قول و عمل دونوں میں حد سے بڑھ گیا تھا۔ عکرمہ نے فرمایا قرآن میں لفظِ عَدْوًا اور عُتُوًّا جس جگہ آیا ہے ہر جگہ سرکشی اور غرور کے معنی ہیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ غرور اور تکبر کے ساتھ فرعون نے تعاقب کیا اور آفتاب کے نکلنے کے وقت بنی اسرائیل تک پہونچ گیا اسرائیلی بہت پریشان ہوئے۔ حواس بجا نہ رہے۔ سامنے موج زن سمندر تھا پیچھے جرار لشکر تھا۔ مجرمانہ فرار کرکے آئے تھے۔ قبطیوں کے زیور بھی لقدرِ امکان ساتھ لے آئے تھے اور جہاں تک ہوسکا اُن کے بچوں اور مویشیوں کو بھی ہلاک کرچکے تھے۔ غرض اسی اضطرار میں حضرت موسیٰؑ سے بار بار پوچھنے لگے۔ اب کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا مجھے پروردگار نے اسی راہ چلنے کا حکم دیا ہے۔ بولے پھر تو ہم پکڑے گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ خود راہنمائی فرمائیگا۔ تم خوف زدہ نہ ہو۔ تھوڑی دیر میں دریا کے کنارے پہونچکر حسبِ وحی حضرت موسیٰؑ نے سمندر میں لاٹھی ماری۔ لاٹھی مارتے ہی دریا میں بارہ راستے پیدا ہوگئے پانی سمٹ

گیا۔ ہر خاندان ایک راستہ میں داخل ہو کر پار پہونچ گیا۔ قدرت الٰہی سے پانی میں کھڑکیاں ہو گئے اور ہر خاندان کے لوگ ...
اندر سے ہر قبیلہ دوسرے کو دیکھتا جاتا تھا۔ اتنے میں فرعون بھی لشکر لئے آپہونچا اور کچھ لیس وپیش اور مشورہ کے بعد دریا میں گھوڑا ڈال دیا پانی بدستور خشک رہا۔ جب سب لشکر دریا میں داخل ہو گیا تو موجوں میں تلاطم پیدا ہوا لشکر غرق ہو گیا۔ فرعون بھی غوطے کھانے لگا۔ جب اُس کو یقین ہو گیا کہ اب غرق ہو جاؤنگا موت سے نجات ناممکن ہے تو اضطراری طور پر بولا مجھے یقین ہو گیا کہ اُس خدا کے علاوہ جس پر بنو اسرائیل ایمان لاتے ہیں اور کوئی معبود نہیں۔ میں بھی اسی پر ایمان لے آیا۔ اور اب میں اسی کا فرماں پذیر ہوں۔ ندا ہوئی اس سے پہلے تمام عمر جب ایمان کا موقع تھا تو ایمان نہ لایا اور فساد ہی پھیلاتا رہا اب جبکہ ایمان کا وقت نہ رہا تو اضطراری طور پر ایمان لایا اور فرماں پذیر بننے کا اقرار کیا۔ شیخ محی الدین ابن عربی کا قول ہے کہ آیت میں فرعون کا ایمان نہ قبول ہونے کی صراحت نہیں۔ اور چونکہ اس نے ایمان کا اظہار تین الفاظ میں بطور تاکید کیا اس لئے اس کا ایمان مقبول ہوا اور وہ مؤمن مرا مگر محققین نے اس قول کی تردید کی ہے۔ کیونکہ دوسری آیت میں آیا ہے "یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الخ" نیز ایک اور جگہ آیا ہے جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ

فَالْیَوْمَ بِبَدَنِکَ نجات کا مطلب حسن بصری کے نزدیک یہ ہے کہ ہم تیری خالی لاش دریا سے باہر پھینکدیں گے۔ عبد اللہ بن شداد نے کہا کہ پوری لاش بغیر کسی کمی اور تغیر کے باہر پھینکدینگے۔ ابو صخر نے کہا کہ فرعون اس وقت سونے کی زرہ پہنے ہوئے تھا۔ بدن سے مراد زرہ ہے یعنی ہم تیری لاش مع زرہ کے باہر پھینکدینگے۔ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ بعض اسرائیلیوں کو فرعون کے ڈوبنے کا یقین نہ آتا تھا۔ اس لئے حکم ہوا کہ فرعون کی لاش مع زرہ کے باہر پھینکدے تاکہ بنی اسرائیل ساحل پر اس کو مرا ہوا دیکھ لیں۔ بعض مفسرین نے لِمَنْ خَلْفَکَ سے آئندہ قوم مراد لی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آئندہ نسلوں کی عبرت کے لئے ہم تیری لاش بچا لیں گے۔

بنی اسرائیل کی نجات کا واقعہ محرم کی دس تاریخ کو ہوا۔ اس لئے یہودی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔

مقصود بیان: اللہ زبردست کارساز اور غیبی طاقت کا مالک ہے۔ نبی کے حکم سے سرکشی کا نتیجہ تباہی ہے۔ اِتَّبَعَ کا لفظ بقول اصمعی دلالت کر رہا ہے کہ فرعون نے اسرائیلیوں کا پیچھا کیا تھا مگر اُن کو پکڑ نہ سکا تھا۔ بَغْیًا وَّعَدْوًا کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں کہ فرعون کے دماغ میں غرور وتکبر کا بھوت بیٹھا ہوا تھا اور بنی اسرائیل کو روکنے کا اُسے حق نہ تھا۔ اس سے صاف واضح ہے کہ اگر مظلوم ظالم کے پنجہ سے نجات پانے کے لئے کوئی کوشش کرے تو اس کو حق ہے ...
... مقبول نہیں بنی اسرائیل پر فرعون کی سطوت اور اُس کا رعب اسقدر چھایا ہوا تھا کہ ان کو فرعون کی غرقابی کا یقین دلانے کے لئے لاش کو باہر پھینکا گیا۔ آیات میں رسولِ پاک کی صداقت اور قرآن کے الہامی ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ حضور نے باوجود اُمّی ہونے کے ایسا مفصل واقعہ صحیح صحیح بیان فرمایا کہ تمام علماء تاریخ بھی اُس کی صحت کے مقر ہیں۔ یہاں تک کہ مرتے وقت فرعون نے جو الفاظ کہے تھے وہ بھی ظاہر فرما دیئے اور پھر اُسکا نتیجہ بھی ذکر کر دیا وغیرہ

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ

ہم نے بنی اسرائیل کو ایک نیک مقام میں

صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ج

جگہ دی اور نفیس چیزیں کھانے کو دیں

فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ط

تو اُنہوں نے تاوقتیکہ اُن کے پاس علم نہ آیا اختلاف نہ کیا

اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

قیامت کے دن تمہارا رب ان کے اختلافی امور کا

فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝

فیصلہ فرما دے گا

تفسیر ان آیات میں غرق فرعون سے بعد کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور قبطیوں کی تباہی کے بعد جو انعامات اللہ نے اسرائیلیوں پر کئے تھے اُن کے اظہار کی ابتدا یہاں سے کی گئی ہے۔ لیکن اسی آیت کے اختتام پر بنی اسرائیل کی انتہائی سرکشی وگمراہی کو بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ جس سے خاص مقصد یہ ہے کہ اسرائیلی نافرمانی کا خداوندی انعامات سے مقابلہ کر کے اہل نظر کو عبرت اندوزی کا موقعہ دیا جائے

مُبَوَّاَ صِدْقٍ سے مراد ابن جریر رضہ کے نزدیک مصر وشام ہے کیونکہ بقول ابن جریر قبطیوں کی تباہی کے بعد حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر دوبارہ مصر گئے تھے۔ اور وہاں اسرائیلی حکومت قائم کی تھی۔ بیضاوی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ لیکن اکثر مفسرین اور اہل تاریخ واپسیٔ مصر کے قائل نہیں۔ لہٰذا ان کے نزدیک مقام صدق سے اردن یا فلسطین یا یروشلم۔ یا فارس مراد ہے۔ آیت میں تین امور کو بیان فرمایا

ہے اسرائیلیوں کو خدا نے منازل صدق عطا فرمائے۔ اُن کو پاکیزہ حلال یا لذیذ چیزیں کھانے کو عطا فرمائیں۔ علم حق اور شریعت الٰہیہ کے حصول کے بعد بنی اسرائیل میں اختلاف اور تفرقہ ہوگیا۔ اور مختلف فرقے بن گئے۔ قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قبطی ہلاک ہوگئے اُن کا آفتاب عروج زوال پذیر ہوگیا۔ اسرائیلیوں کا اُن پر کامل اقتدار ہوگیا۔ شام ارض کنعان اردن اور بعض حصص فلسطین پر بھی اُن کا تسلط ہوگیا۔ اور اسی دوران مدت میں سرکشی و طغیان کے عوض بنی اسرائیل عذاب الٰہی میں گرفتار بھی ہوتے رہے۔ اور توبہ کے بعد اُن کی حالت درست ہوتی رہی عمالقہ سے مقابلہ کرنے کے انکار کے عوض چالیس سال ایک بیابان میں حیران و پریشان پھرنا پڑا۔ سب وہیں مر کھپ گئے نوجوانوں کو لیکر یوشع بن نون وہاں سے نکلے بیت المقدس کو فتح کیا۔ مدت تک وہاں بنی اسرائیل کی حکومت رہی۔ پھر اُن کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب الٰہی بخت نصر شاہِ بابل کی شکل میں نمودار ہوا۔ بخت نصر نے اُن کو خوب قتل غارت اور اسیر کیا۔ مدت کے بعد پھر حکومت اُن کے ہاتھ آگئی پھر حالت خراب ہوئی تو شاہان یونان کا ان پر تسلط ہوگیا۔ گمراہی زیادہ پھیل گئی تو مسیح مبعوث ہوئے۔ اسرائیلیوں نے شاہِ یونان کو قتل عیسیٰ پر آمادہ کیا۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ محفوظ کر لئے گئے۔ دین عیسوی پھیلا چند ہی دنوں کے بعد اسرائیلیوں نے شریعت عیسوی میں تبدیلی شروع کردی۔ رفتہ رفتہ تحریف ہوتی رہی۔ تقریباً سنہ ۳۲۰ء میں شاہ قسطنطین فیلسوف نے عیسائی مذہب قبول کرلیا۔ اس نے کامل طور پر دین عیسوی میں تغییر کر دیا گرجا گھروں میں تصویریں لٹکائیں۔ پرستش صلیب شروع کی تثلیث و حلول کے عقیدہ کی بنیاد رکھی سور کا گوشت حلال کیا مشرق کی جانب رُخ کرکے نماز پڑھنے کی تعلیم دی۔ اپنے تحریفی عقائد پر علماء سے دستخط کرائے اکثر نے بخوشی خاطر مہریں ثبت کیں۔ بعض نے مجبوری بعض بھاگ کر جنگلوں میں روپوش ہوگئے۔ غرض اس طرح شریعت موسوی کی طرح تعلیم عیسوی بھی کچھ سے کچھ ہوگئی۔ اور اس تحریف و تبدیل کے علمبردار علماء تھے۔ اللہ نے ہزاروں نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ اور اس کے عوض بجائے شکر و فرماں برداری کے اسرائیلیوں نے کفران نعمت کیا۔ ان کا یہ اصولی اختلاف قیامت تک ختم ہونے والا نہیں۔ بس حشر کے بعد ہی حق و باطل اور صواب و خطا کا فیصلہ کیا جائیگا۔

تنبیہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ یہودیوں کے اکہتر فرقے ہوئے اور نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے مگر میری امت کے تہتر فرقے ہوجائیں گے۔ جن میں سے ایک جنتی اور باقی دوزخی ہوں گے۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہؐ وہ جنتی فرقہ کون ہے فرمایا جس پر میں اور میرے ساتھی ہیں۔ رواہ الحاکم والحدیث فی السنن والمسانید

آیت فَمَا اخْتَلَفُوْا الخ کی تفسیر جو میں نے بیان کی وہی اکثر مفسرین نے بیان کی ہے اور اختلاف سے باہمی مذہبی تفرقہ مراد لیا ہے لیکن بعض اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ علماء یہود و نصاریٰ تورات و انجیل میں رسول پاکؐ کے اوصاف اخلاق اور علامات برابر پڑھتے چلے آتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حضور مبعوث ہوئے قرآن نازل ہوا حضورؐ سے متواتر معجزات سرزد ہوئے تو باوجود علم صادق کے محض دنیا پرستی اور حصول زر کے سبب صداقت رسولؐ سے انحراف کرنے لگے۔ اور ایمان نہ لائے۔ اور سیکڑوں بے بنیاد حجتیں پیش کرنی شروع کردیں۔

مقصود بیان بنی اسرائیل پر اللہ نے انعامات کئے۔ مگر انہوں نے کفران نعمت کیا۔ اس امر کی طرف اشارہ کہ اللہ جن چیزوں کو حلال کرتا ہے وہ پاک اور ستھری ہوتی ہیں۔ گویا جن چیزوں کے اندر خباثت اور نجاست ہوتی ہے وہی حرام کی جاتی ہیں۔ وغیرہ

فَاِنْ كُنْتَ فِىْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

پس اگر (بالفرض) تم اُس چیز میں شک کرتے ہو جو ہم نے تم پر نازل کی ہے

فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ

تو اُن لوگوں سے دریافت کرلو جو تم سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں

لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ

بلاشبہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس حق پہنچ چکا تم شک کرنے والوں

مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۙ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ

میں سے ہرگز نہ ہو اور نہ اُن لوگوں میں سے ہو جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اللہ کے آیات کی تکذیب کی ورنہ نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

بلاشبہ جن لوگوں پر تمہارے رب کا حکم ثابت ہوگیا ہے وہ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ

یقین نہ کریں گے تاوقتیکہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں

حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ فَلَوْلَا كَانَتْ
اگرچہ سارے معجزے اُن کے پاس آموجود ہوں — پھر ایسی کوئی بستی

قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ
کیوں نہ ہوئی کہ (عذاب دیکھنے کے بعد) ایمان لانا اُسکو مفید ہوتا ہاں یونس کی

يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ
قوم — جب ایمان لے آئی تو ہم نے دنیوی زندگانی میں

الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝
ذلت کا عذاب اُن سے اٹھا لیا اور ایک مدت تک اُن کو فائدہ اٹھانے دیا

تفسیر

ان آیات کی تفسیر سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض علماء کا ایک شبہ (جو اِن آیات پر ہے) اور اُس کا جواب بیان کر دیا جائے۔

آیت میں رسول پاکؐ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپ کو شک ہو اور قرآن کے بیان کردہ قصص کے متعلق خلاف واقع ہونے کا کوئی احتمال ہو تو علماء اہل کتاب سے پوچھ لو وہ بیان قرآنی کی تائید و تصدیق کریں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ کو صداقت قرآن میں شک کس طرح ہو سکتا تھا۔ اگر آپ کو بھی وحی میں شک ہو یا مفہوم وحی میں خلاف واقع ہونے کا احتمال ہو تو دوسروں کو بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کو بیانِ الٰہی میں شک ہوتا تو اہل کتاب سے پوچھنے کا بھی کیا نتیجہ؟ ان کی تصدیق سے بہرحال رسول اللہؐ کا شک دور نہیں ہو سکتا تھا۔

اس شبہ کے ازالہ کی کئی صورتیں ہیں اور سب کا مدار تاویل پر ہے۔ (۱) خطاب رسول اللہؐ کو ہے اور آپ ہی کی طرف روئے سخن بھی ہے لیکن کلام کی بنا فرض پر ہے۔ یعنی اگر بالفرض آپ کو شک ہو تو اہل کتاب سے دریافت کر لو یہ قصص ان کی کتابوں میں بھی اسی طرح مذکور ہیں اور واقعی صحیح ہیں ان میں تحریف نہیں کی گئی ہے۔ قرآن اُن کی تصدیق کرتا ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اگرچہ اپنی کتابوں میں تحریف و تبدیل کی تھی۔ لیکن بالکل انقلاب نہ کیا تھا۔ کچھ اصل اور کچھ خود تراشیدہ الفاظ و مضامین ملا کر اپنے مذاہب کی بنا ان پر رکھی تھی۔ لہٰذا جن مضامین کی صداقت کے متعلق قرآن ناطق ہو ان سے استشہاد صحیح ہے (۲) اس سے رسول اللہؐ کو مزید استقامت عطا کرنا مقصود ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے اِن آیات کے نزول کے بعد فرمایا۔ مجھے نہ کچھ شک ہے نہ میں کسی سے پوچھتا ہوں اسمیں امت کے لئے تصدیق کی پختگی، زد ایقان کا استحکام مقصود ہے (۳) اگرچہ خطاب رسول اللہؐ کو ہے لیکن اس خطاب سے مقصود یہ ہے کہ دوسرے سننے والوں کے دلوں میں بیانِ قرآنی کی صداقت جم جائے چنانچہ حضورؐ نے ایسا ہی کیا۔ ایک اور آیت میں بھی فرشتوں کو خطاب کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے وہ قول نقل کیا ہے جو قیامت کے دن فرمائیگا کہ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ فرشتے اس کے جواب میں عرض کرینگے سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ الخ۔ گویا پہلے کلام سے غرض یہ ہے کہ فرشتے جواب کی صراحت کر دیں۔ اور اہل شرک کو مایوسی ہو جائے (۴) خطاب رسول اللہؐ کو ہے۔ مگر روئے سخن کفار کی طرف ہے، خصوصاً قریش منشا خطاب ہیں۔ کیونکہ ان کو اہل کتاب کے علم پر بڑا اعتماد تھا۔ اور یہود و نصاریٰ کو ہی وہ عالم جانتے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ اے رسول! ان قریش سے کہدو کہ اگر تم کو اِن واقعات میں شک ہو تو جاؤ اہل کتاب سے پوچھ لو۔ وہ بھی ان کی تصدیق کریں گے۔

آیات کا تفسیری مطالب بیان کرنے سے قبل ہم حضرت یونسؑ کا مختصر قصہ بیان کرتے ہیں۔ تاکہ آیت کے مطلب کی توضیح ہو جائے۔

یونس بن متی جن کو عبرانی زبان میں یونہ کہا گیا ہے۔ ملکِ شام میں ۸۲۵ قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ اور یہودیوں کی ہدایت پر مامور ہوئے آپ کے زمانے میں چار انبیاء اور بھی تھے۔ اشعیا۔ عزریا۔ اموص۔ یوشلے بعض کے نزدیک یوشلے حضرت یونس ہی کا نام ہے۔ آپ کو حکم ملا جاکر نینوا والوں کی ہدایت کرو۔ نینوا ملک شام سے مشرق کی طرف موصل کے قریب دریاء دجلہ کے شرقی کنارہ پر ایک بہت بڑا شہر تھا۔ تہذیب و تمدن میں بابل منف اور بیت المقدس سے کم نہ تھا۔ حسب الحکم آپ نینوا کو چلدیے بعض اہل تاریخ کے نزدیک آپ نینوا نہ پہونچے بلکہ یافہ ہوتے ہوئے ترسیس علاقہ شام میں چلے گئے کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ خدا تعالیٰ بڑا مہربان ہے اتنی کثیر اور متمدن آبادی کو ہلاک نہ کریگا اور لوگ میری توہین کریں گے۔ لیکن محققین کے نزدیک آپ نینوا پہونچے یہودیوں کو ہدایت کی لیکن وہ اپنی تہذیب اور دولت کے نشہ میں مست تھے ایک نہ سنی دیوانہ کہتے مذاق اڑاتے پھبتیاں کستے آوازے چست کرتے۔ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتے اور کوئی پرواہ نہ کرتے مجبور ہوکر آپ نے نزول عذاب کی دعا کی۔ دعا قبول ہوئی۔ آپ نے دوران تقریر میں چالیس یا تین یوم کے بعد عذاب نازل ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور خود پہاڑ میں جا چھپے۔ چالیسویں یا تیسری صبح کو اُفق پر ایک ابر سُرخ نمودار ہوا۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے تمام آسمان پر محیط ہو گیا۔ اور چنگاریاں نکلنی شروع ہوئیں گرمی پھیلی۔ خون رگوں میں کھولنے لگا۔

لوگ علاماتِ عذاب دیکھکر گھبرا گئے۔ پریشان ہو کر حضرت یونسؑ کی تلاش میں نکلے لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ مجبوراً بادشاہ سے لیکر ہینوا فقیر تک سب جمع ہوکر توبہ کے لیے نکلے۔ اور ابر کے نیچے اکٹھے ہوکر ایسی عاجزی سے دعا کی اور اس قدر گڑگڑا کر توبہ کی کہ رحمتِ الٰہی جوش میں آگئی۔ چالیس یا تین شبانہ روز گریہ وزاری کرنے پر توبہ قبول ہوئی۔ چنگاریاں نکلنی موقوف ہوئیں۔ ابر چھٹ گیا۔ اور مطلع صاف ہوگیا۔ اکتالیسویں دن یا چوتھے دن حضرت یونسؑ قوم کی حالت کے تباہ ہونے اور عذاب کے نازل ہونے کا یقین کرکے ملاحظۂ حالات کے لئے واپس آرہے تھے راستہ میں ایک آدمی سے کیفیت دریافت کی۔ اس نے مفصل واقعہ کہدیا۔ نزولِ عذاب اور پھر اس کا ٹل جانا سب کچھ ظاہر کر دیا۔ آپ کبیدہ خاطر ہوگئے۔ اور خیال کیا اگر اب قوم والوں کے پاس جاؤں گا تو وہ میرا مذاق اڑائیں گے۔ اس لئے نینوا کی بجائے فرات کی طرف رخ کیا اور حکم الٰہی کا انتظار نہ کیا۔ بڑے آدمیوں کی ادنیٰ بات پر بھی گرفت ہوجاتی ہے۔ فوراً عتابِ الٰہی میں ماخوذ ہوئے۔ اور شکمِ ماہی میں گرفتار کردیئے گئے۔ باقی قصہ اپنے موقعہ پر آئیگا۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ:۔ اے کفارِ قریش ہمنے جو موسیٰ اور فرعون کا واقعہ بیان کیا ہے اگر تم کو اس میں شک ہو تو جن لوگوں کے تبحرِ علمی کے تم قائل ہو۔ ان سے پوچھ دیکھو اہلِ کتاب کو تم خازنِ علم جانتے ہو۔ انہی سے دریافت کرلو۔ وہ بھی اس کی تصدیق کریں گے۔ لہٰذا تم قطعاً اس کی صداقت میں شک نہ کرو۔ ورنہ تمہارا بھی وہی حال ہوگا جو دیگر اہلِ تکذیب کا ہوا۔ جو نقصان ان کو اٹھانا پڑا تم کو بھی وہی اٹھانا ہوگا۔

اس کے بعد فرماتا ہے کہ جو ازلی گمراہ ہیں جن کی تقدیر میں جہنمی ہونا لکھا جاچکا وہ جبتک اپنی آنکھوں سے عذاب آخرت یا عذاب موت نہ دیکھ لیں ان کو کسی معجزہ یا دلیلِ قدرت یا برہانِ فطرت کا یقین نہ آئیگا مگر عذاب کے علامات اور یقینی آثار دیکھنے کے بعد ایمان لانا قابل قبول نہیں۔ سوائے قومِ یونسؑ کے کسی آبادی کا اضطراری ایمان قبول نہ ہوا۔ فقط یونسؑ کی امت نے جب آثارِ عذاب دیکھکر ہی توبہ کی تو اللہ نے ان کو عذاب سے بچالیا۔ اور ایک مدت تک وہ رستے بستے رہے۔

مقصودِ بیان: آیات سے اس بات کا استنباط ہوتا ہے کہ جن واقعات وقصص کو دوسری مذہبی کتابیں بیان کریں اور قرآنِ پاک ان کی تصدیق کرے تو وہ صحیح ہیں گویا دوسری مذہبی کتابوں کا بعض حصّہ اب تک بھی صحیح ہے۔ اگرچہ اکثر حصّہ میں تغیر وتبدل کرلیا گیا ہے۔

قرآنِ پاک نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے۔ خواہ احکام وعقائد ہوں یا مواعظ ونصائح یا معجزات وخوارق یا واقعات وقصص۔ اس سے اس گروہ کے قول کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو کہتا ہے کہ قرآنی عقائد، احکام اور قوانین وضوابط تو ضرور صحیح ہیں مگر قصص وواقعات صرف دیگر تاریخی کتابوں کی طرح اہمیت رکھتے ہیں مفید یقین نہیں۔ علاماتِ عذاب کے ظہور کے بعد ایمان لانا قابل قبول نہیں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ

اگر تمہارا رب چاہتا تو زمین کے سب آدمی

كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى

ایمان لے آتے سو کیا تم لوگوں کو مجبور کر سکتے ہو کہ

يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ

وہ باایمان ہو جائیں حالانکہ بغیر حکم خدا کے ایمان لانا

تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ

کسی شخص کے اختیار میں نہیں اور اللہ ناسمجھ لوگوں پر

عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلِ انْظُرُوْا مَا

گندگی ڈالتا ہے (اے محمد) کہدو کہ دیکھو آسمانوں میں

ذَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِى الْاٰيٰتُ

اور زمین میں کیا کچھ ہے لیکن جو قوم نہیں مانتی

وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَهَلْ

اس کے لئے نشانیاں اور دھمکیاں کچھ کام نہیں آتیں سو یہ

يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا

اُنہی لوگوں کے واقعات جیسے حالات کے منتظر ہیں جو ان سے پہلے

مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ

گذر گئے (اے محمد) کہدو کہ انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّىْ رُسُلَنَا وَ

منتظر ہوں (لیکن نزول عذاب کے بعد ہم اپنے رسولوں کو اور

حاذق دواخانہ - گلی قاسم جان - دہلی

اشتہاری دنیا میں دوافروش طبقہ آجکل جسقدر بدنام ہے وہ محتاج بیان نہیں - اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اس گروہ میں جسقدر مبالغہ اور رنگ آمیزی سے کام لیا جاتا ہے - اسکی مثال ملنی مشکل ہے تاہم ان میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جنکی راست بازی اور دیانت داری کی وجہ سے یہ سلسلہ اب تک قائم ہے - اور اچھوں کے ساتھ بُرے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں -

حاذق دواخانہ کی سچائی اور اسکی ادویہ کے بہتر ہونے کا صحیح اندازہ آپ اسوقت کرسکیں گے جبکہ ان مخصوص مجربات میں سے کوئی دوا آپ استعمال کریں - مرض کے دفعیہ کیلئے بہتر معالج اور صحیح دوا کی ضرورت ہوتی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ حاذق دواخانہ سے بہتر اسوقت یہ دونوں چیزیں کسی دواخانہ کو میسر نہیں -

اس دواخانہ کے سرپرست دہلی کے مشہور معالج تاج الاطبا حکیم **سید نذیر احمد صاحب** ہیں اور صرف یہی چیز اس کی صداقت کے لئے کافی ضمانت ہے - حکیم صاحب موصوف ۲۷ سال سے دہلی میں نہایت کامیاب طبیب کی حیثیت رکھتے ہیں - ہندوستان کے کونہ کونہ میں آپکی حذاقت اور دستِ شفا کا شہرہ ہے - آپ کی طبی زندگی کی ابتدا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ہندوستانی دواخانہ دہلی سے شروع ہوئی - چھ سال تک دواخانہ کی مہتمم خدمات کرتے رہے - اور دواخانہ کا کوئی شعبہ ایسا نہ رہا جسکی نگرانی آپنے نہ کی ہو - سنہ ۱۲ء میں آپ کی حسنِ کارکردگی اور طبی قابلیت سے خوش ہوکر مسیح الملک حکیم اجمل خاں مرحوم نے اپنی پیشی کے لئے انتخاب فرمایا اور مسلسل آٹھ سال تک آپ مسیح الملک مرحوم کے سفر اور حضر میں ساتھ رہے - اکثر اور بیشتر الجھے ہوئے بیماروں کی نگرانی اور علاج بھی سپرد ہوا - حتیٰ کہ بعض اوقات اپنی بجائے خود مسیح الملک مرحوم نے مطب بھی آپ ہی سے کرایا - یہ ایسا شرف ہے کہ جو مسیح الملک مرحوم کے ہزارہا شاگردوں میں اتنی طویل مدت تک کسی کو بھی میسر نہ ہوا - سنہ ۲۲ء میں آپ نے حکیم غلام کبریا خاں مرحوم اور خواجہ غلام السبطین مرحوم سابق منیجر ہندوستانی دواخانہ اور میر سید انوار احمد دواساز مخصوص خاندان مسیح الملک مرحوم کی معیت میں بڑے دواخانہ کی بنیاد ڈالی اور اسکو ایسے چار چاند لگائے کہ دہلی اور دہلی کے باہر بچہ بچہ اس کو جانتا ہے - حکیم سید نذیر احمد صاحب علاوہ ایک قابل طبیب ہونے کے دواسازی کے اعلیٰ اصول سے جسقدر واقفیت رکھتے ہیں اسکی مثال ہندوستان میں ملنی دشوار ہے - اسکے باوجود آپ کا علمی شغف بھی برابر جاری ہے آپ طبیہ کالج دہلی کے پروفیسر ہیں اور تالیف و تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے - چنانچہ ہندوستانی دواخانہ کی کتاب "حاذق" آپ ہی کی طبی تالیف ہے - مسیح الملک مرحوم کی پیشی میں رہتے ہوئے آپ نے دوسری کتاب افاداتِ مسیح الملک مرتب کی اور سنہ ۳۳ء میں آپ نے مسیح الملک حکیم جمیل خاں صاحب کے ارشاد کے مطابق مطب کلاں ترتیب دے کر شایع کیا - ان کتابوں کو طبی دنیا اور عام پبلک میں جسقدر مقبولیت حاصل ہوئی وہ اپنی نظیر آپ ہے - اب تک کسی طبی کتاب کی نہ تو اسقدر اشاعت ہوئی اور نہ اتنی مفید کوئی کتاب آج تک دیکھنے میں آئی - ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ہزاروں معمولی لکھے پڑھے حضرات محض ان کتابوں کو پڑھکر طبیب بن گئے -

حاذق دواخانہ حکیم صاحب موصوف کی نہ صرف زیر سرپرستی قائم ہے بلکہ آپ بنفسِ نفیس اس کے جملہ امور کے نگراں ہیں مطب کے علاوہ تمام وقت آپ نے دواخانہ کی درستی اور اصلاح کے لئے وقف کردیا ہے - اپنے مجربات جوکہ آپ کو اپنے اساتذہ مسیح الملک مرحوم وغیرہ سے حاصل ہوئے ہیں نیز اپنے ۲۷ سالہ ذاتی تجربہ سے جو جواہر ریزے آپ نے حاصل کئے ہیں وہ حاذق دواخانہ کو عطا فرمادئے ہیں -

حاذق دواخانہ کا صرف یہی فخر جملہ دواخانجات سے ممتاز کرنے کے لئے کافی ہے - چند مخصوص مجربات پیش کئے جاتے ہیں یقین ہے کہ ضرورتمند حضرات انکو استعمال کرکے فائدہ اٹھائیں گے اور ہماری صداقت اور دیانتداری کی داد دیں گے - فقط

منیجر حاذق دواخانہ دہلی

خط وکتابت کا پتہ : - حاذق دواخانہ گلی قاسم جان دہلی -

حاذق دواخانہ دہلی کے مجربات خصوصی

نسائی خاص (عورتوں کے پوشیدہ امراض کی بے خطا دوا)

یہ گولیاں عورتوں کے لئے نہایت مفید ہیں عورتوں کی جملہ پوشیدہ شکایتوں کے دور کرنے میں اکسیر ہیں۔ رحم سے رطوبت کا جاری رہنا۔ جریان منی وغیرہ شکایتوں کے جو خراب نتیجے ظاہر ہوتے ہیں وہ درد انگیز ہیں۔ یہ دوا ان امراض کو نافع ہیں۔ نہایت عمدہ دوا ہے۔ استقرار حمل میں مدد دیتی ہے۔ قیمت ۳۰ گولیاں ایک روپیہ چودہ آنہ (۱۴؍۱)

ترکیب استعمال: ایک گولی صبح ایک گولی شام تازہ پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

قرص سعال (کھانسی اور دمہ کی لاثانی دوا)

پھیپھڑوں میں اگر کوئی نقص پیدا ہو جاتا ہے تو انسان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ بلغمی کھانسی۔ دمہ پھیپھڑوں کی خرابی ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ شکایتیں آج کل کثرت سے نظر آتی ہیں۔ پھیپھڑوں کی اصلاح کے لئے قرص سعال ایک بہترین دوا ہے۔ چند روز کے استعمال سے مرض میں حیرت انگیز طور پر تخفیف ہونے لگتی ہے۔ اور یہ تکلیف دہ امراض دفع ہو جاتے ہیں۔ ان امراض سے جو کمزوری محسوس ہوتی ہے وہ بھی ان گولیوں سے دور ہو جاتی ہے۔ معمولی کھانسی۔ دمہ۔ ابتدائی سل تک کے لئے مفید ہے۔ قیمت فی درجن چھ آنہ (۶؍)

ترکیب استعمال: ایک گولی صبح و شام شہد یا نیم گرم پانی کے ہمراہ استعمال کریں۔

جوہر اکسیر (سوداوی امراض۔ آتشک۔ گنٹھیا کے لئے ایک اکسیر دوا)

سوداوی امراض کے دور کرنے میں اکسیر ہے۔ چند روز کے استعمال سے آتشک۔ گنٹھیا۔ وغیرہ جیسے نامراد امراض یقینی طور پر دور ہو جاتے ہیں۔ بھروسہ کی کامیاب دوا ہے۔ پرانے سوزاک میں طبیب کے مشورہ کے ساتھ استعمال کرنے سے خاطر خواہ کامیابی ہوتی ہے۔

قیمت ۳۰ گولیاں ایک روپیہ چودہ آنہ (۱۴؍۱)

ترکیب استعمال: ایک گولی صبح مکھن یا بالائی کے ساتھ ملا کر کھائیں۔

حب جوزر (قوت کے لئے ایک نایاب دوا)

قوت باہ بڑھانے۔ جریان کو ضائع کرنا۔ سرور و نشاط پیدا کرنا۔ دماغ کو قوت دینا ان گولیوں کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ اس کے علاوہ دائمی نزلہ و کھانسی کو مفید ہے۔ افیون کی عادت کو بھی چھڑا دیتی ہے۔ سرعت جیسی نادم کرنے والی شکایت کو بھی دور کرتی ہیں۔ قیمت ۴۰ گولیاں دو روپے آٹھ آنہ (۸؍۲)

ترکیب استعمال: ایک گولی صبح یا شب کو سوتے وقت ہمراہ دودھ استعمال کریں۔

حب خاص (اعضائے رئیسہ کی کمزوری کے لئے کامیاب دوا)

یہ گولیاں نظام اعصاب پر بہتر اثر ڈالتی ہیں۔ غلط کاریوں یا کثرت جماع سے بگڑا ہوا عصبی نظام از سر نو درست ہو جاتا ہے۔ اس دوا سے وہ پرانے مریض اچھے ہوئے ہیں جو بہت سے علاج کرانے کے بعد مایوس ہو چکے تھے۔ دماغی کام کرنے والے حضرات۔ وکیل۔ بیرسٹر۔ طالب علم۔ پروفیسر وغیرہ کے واسطے آب حیات ہے۔ قیمت فی شیشی ۳۰ گولیاں پانچ روپے (۵؍)

ترکیب استعمال: ایک ایک گولی صبح و شام مکھن یا بالائی کے ساتھ استعمال کریں۔

حب نقرہ مشکی (طب یونانی کی مشہور گولیاں)

نوجوانی کے طوفان میں رہنے والے ایسے ایسے افعال کر بیٹھتے ہیں۔ جن کے نتائج ان کو عمر بھگتنے پڑتے ہیں یعنی سرعت کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ اندرونی اعضا کی قوت ضائع ہو جاتی ہے۔ جماع کے کمزوری اور تکان محسوس ہوتی ہے۔ یہ گولیاں ان شکایت کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی

ہے۔ اعضاء رئیسہ کے کمزور ہوجانے سے اعضائے تناسل میں جو کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو دُور کرتی ہے۔ جوانی کی قوت از سر نو عود کر آتی ہے۔ آزمانے پر ہی اس کے حیرت انگیز اثرات معلوم ہوسکتے ہیں۔ ہر عمر و ہر موسم میں استعمال ہوسکتی ہیں۔ مباشرت کے بعد ایک یا دو گولی استعمال کرنے سے زائل شدہ قوت دوبارہ حاصل ہو جاتی ہے۔ قیمت ۳۰ گولی دو روپے تیرہ آنہ (عہ۱۳)

ترکیب استعمال ۔ ایک ایک گولی صبح و شام دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔

عرق راحت

(سوزاک کے لئے نایاب تحفہ) پہلی ہی خوراک جادو کا اثر کرتی ہے۔ اور پیشاب کی تکلیف کو بڑی حد تک کم کر دیتی ہے اور رفتہ رفتہ قرحہ (پیشاب کی نالی کا زخم) بھر دیتی ہے۔ سو فیصدی کامیاب ہوئی ہے۔ بہترین دوا ہے۔ قیمت ۱۸ خوراک تین روپے آٹھ آنے (سے)

ترکیب استعمال ۔ ایک ایک خوراک صبح دو پہر شام ایک تولہ شربت بزوری ملا کر استعمال کریں۔

روغن گیسو دراز

(دماغ کی قوت کیلئے طبی تیل) بالوں کی سیاہی قائم رکھنے اور ان کی جڑوں کو مضبوط کرنے دماغ کو قوت دینے کے لئے اچھی چیز ہے۔ بازاری خوشبودار تیل جو ولایتی سینٹ ملا کر بنائے جاتے ہیں ان کی جگہ مستقل طور پر اس تیل کو استعمال کرنا دماغی امراض سے محفوظ رہنے کی گارنٹی ہے یہ تیل خاص اہتمام سے طبی اصول پر بنایا جاتا ہے۔ بال گرنے کی شکایت کے لئے بھی مفید ہے بشرطیکہ مستقل طور پر استعمال کریں قیمت فی شیشی عہ

ترکیب استعمال ۔ تیل کی طرح سر پر مالش کریں۔

لعوق صدر

ابتدائے سل۔ دمہ۔ پرانی کھانسی۔ سینے سے خون آنے اور سینے کی خشکی کیلئے بہترین دوا ہے سل و دق کے مریضوں کیلئے ہر درجہ میں مفید ثابت ہوئی ہے۔ پھیپھڑوں کو طاقت دیتی ہے۔ اور خون بڑھاتی ہے۔ کھانسی کے مریضوں کی عام کمزوری کے لئے مفید ہے۔ قیمت فی تولہ چار آنہ (۴ر)

ترکیب استعمال ۔ ۳۔۳ ماشہ صبح و شام عرق گاؤزبان یا عرق [illegible]

طلاء مقوی خانہ ساز

نہایت قیمتی اجزا سے تیار کیا جاتا ہے۔

عضو مخصوص کی خرابیاں رفع کرنے میں بے مثال ہے۔ سست اور بے حس عضا کو قوت پہونچاتا ہے۔ کجی۔ لاغری۔ دور ہو کر چند روز میں غیر معمولی قوت محسوس ہونے لگتی ہے۔ نہایت محنت سے تیار ہوتا ہے قیمتی فوائد رکھتا ہے۔ قیمت فی شیشی تین روپے۔ ترکیب استعمال کا پرچہ ہمراہ ہوگا۔

طلاء مقوی و ممسک

اپنے جادو اثر خواص کی وجہ سے بے حد مقبول ہے۔ ممسک ہے۔ نہ آبلہ ڈالتا ہے۔ اور نہ سوزش پیدا کرتا ہے۔ اس کو لگانے کے بعد نہ پان باندھنے کی ضرورت ہے اور نہ پٹی کی۔ چند یوم استعمال کرنے کے بعد پھر کسی طلاء کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ سرعت کے لئے اس کا اثر مستقل ہوتا ہے۔ بے ضرر سی چیز ہے۔ ضرورتمند اصحاب حیرت انگیز فوائد سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔ فی شیشی عہ ترکیب استعمال کا پرچہ ہمراہ ہوگا۔

کحل الجواہر

یہ سرمہ جواہرات سے مرکب ہے۔ آنکھ کی بینائی کو قائم رکھنے کیلئے اور انکو ہر قسم کی شکایتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے بہترین چیز ہے۔ عینک کی عادت ایک بڑی حد تک چھڑوا دیتا ہے۔ دماغی کمزوری اور کثرت مطالعہ وغیرہ اسباب سے کمزوری نظر کو بہت جلد دُور کرتا ہے۔ مشہور سرمہ ہے ہمارے ہاں خاص اہتمام سے تیار ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۳ ماشہ عہ

ترکیب استعمال ۔ بطور سرمہ آنکھوں میں لگائیں۔

لبوب کبیر

(یونانی ادویہ کی مایہ ناز مقوی دوا) نہایت مقوی باہ ہے۔ اعصاب کو مضبوط کرتا ہے۔ دل دماغ۔ گردوں کو قوت پہونچاتا ہے اور مادہ تولید بکثرت پیدا کرتا ہے۔ کمزوری کو دور کرتا ہے۔ غرض قوت باہ اور قوت اعضا بڑھانے کے لئے ایک نادر اور مشہور چیز ہے۔ قیمت قسم اعلیٰ صحیح اجزا سے تیار شدہ فی تولہ ۱۲ر

ترکیب استعمال ۔ ۶۔۶ ماشہ صبح و شام ہمراہ دودھ استعمال کرائیں۔ اور اس کے ساتھ حب جوز یا حب نقرہ [illegible] کا بھی استعمال کر لیا جائے۔ تو اسکے فوائد چوگنے ہو جائیں گے۔

حب صبیان

(بچوں کے امراض ام الصبیان اور ہسٹریا کے لئے مفید ہے) عورتوں کی مشہور بیماری ہسٹریا اور بچوں کی بیماری ام الصبیان کیلئے

یہ وہ کامیاب دوا ہے جس پر ہم جتنا فخر کریں کم ہے۔ ضرورت کے وقت استعمال کیجئے اور پھر اسکے جادو جیسے اثرات دیکھئے عورتوں کو ہسٹریا کے علاوہ عام قوت ضعف ہضم اور سیلان کے لئے بھی مفید ہے قیمت. سو گولیاں ۱۲؍

ترکیب استعمال۔ ایک ایک گولی صبح و شام تازہ پانی۔ یا۔ عرق بیدمشک کے ہمراہ استعمال کریں۔

معجون محافظ حمل

حمل کے بار بار ساقط ہو جانے یا بچوں کو ام الصبیان مرض میں مبتلا ہونے کے لئے بہت مفید ہے۔ یہ معجون بیش قیمت اجزا سے تیار کی جاتی ہے۔ حمل کے تیسرے ماہ سے اسکو استعمال کیجئے۔ انشاء اللہ بچہ بحفاظت پیدا ہوگا۔ اور اس قسم کے امراض سے محفوظ رہیگا۔ یونانی طب کی مشہور دوا ہے جو سینکڑوں سال سے استعمال ہو رہی ہے۔ اگر اصلی بہترین اور صحیح اجزاء سے تیار شدہ درکار ہے۔ تو یہ معجون حاضر ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپے (عہ؍)

ترکیب استعمال۔ تین تین ماشہ یہ معجون صبح و شام حمل کے تیسرے ماہ سے ساتویں ماہ کے آخیر تک۔ تازہ پانی یا عرق بیدمشک کیساتھ۔

معجون شتاقل عنبری

باہ کو قوت دیتی ہے اعصاب میں صلاحیت پیدا کرتی ہے اور خشکی کو دور کرتی ہے۔ جریان کو کھوتی ہے۔ عمدہ اور موثر چیز ہے۔ ابتدائی غلط کاریوں کے بعض جو ضعف باہ کے نامراد مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ یا وہ حضرات جو مرض سوزاک کے بعد جریان میں مبتلا ہیں اور قوت تخمیہ کو ضائع کر چکے ہیں ان کے لئے اکسیر ہے اگر مرد کے مادہ منویہ کی خرابی کی وجہ سے اولاد نہ ہوتی ہو تو اس معجون کے چند یوم کے استعمال سے مرض دور ہو جاتا ہے۔ عجیب و غریب چیز ہے قیمت فی تولہ آٹھ آنہ (۸؍)

ترکیب استعمال تین تین ماشہ صبح و شام ہمراہ دودھ استعمال کریں۔

دوائے گردہ خاص

یہ دوا اس تکلیف کیلئے بے حد مفید ہے۔ پتھری خواہ گردہ میں ہو یا مثانہ میں اس دوا سے ٹوٹ کر اور گھل کر ضائع ہو جاتی ہے ریاحی درد۔ گردہ میں فوراً سکون پیدا کرتی ہے۔ فوری اپنا اثر دکھاتی ہے اس دوا کو استعمال کر کے خدا کی قدرت دیکھئے۔ قیمت فی شیشی تین روپے (۳؍)

ترکیب استعمال۔ دو دو رتی صبح و شام شربت بزوری ایک تولہ میں ملا کر چاٹ لیں۔

دماغی

دماغ کو قوت پہونچاتی ہے اہل حیرت اور کثرت مطالعہ دماغی محنت کرنے والوں کیلئے بیحد مفید ہے دماغ کو روشن اور شگفتہ کرتی ہے۔ بینائی اور حافظہ کو قوت پہونچاتی ہے مفرح اور مقوی قلب ہے دماغ کی خشکی دور کرتی ہے۔ قیمت فی تولہ ۸؍

ترکیب استعمال۔ چھ چھ ماشہ صبح و شام تازہ پانی یا عرق گاؤزبان کے ہمراہ استعمال کریں۔ اس کے ساتھ اگر حب خاص بھی استعمال کر لی جائے تو اس کے اثرات چوگنے ہو جاتے ہیں۔

سنون مقوی دندان

دانتوں کے امراض میں مفید ہے ہلتے دانت مضبوط کرتا ہے۔ پائیریا دانتوں سے خون آنا وغیرہ امراض کو بہت جلد رفع کرتا ہے۔ دانتوں کو موتی کی طرح چمکا دیتا ہے۔ گندہ دہنی دور کر کے منہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے۔ خاص نسخہ سے کافی محنت کے بعد تیار ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ چار آنہ (۴؍)

ترکیب استعمال۔ دونوں وقت غذا کے بعد اور شب کو سوتے وقت دانتوں پر منجن کی طرح ملیں اور کچھ دیر کلی نہ کریں۔

خارشی

بچوں اور بڑوں کی کھجلی۔ داد۔ سینبی وغیرہ کیلئے بہت مفید چیز ہے۔ چند روز کے استعمال سے تمام شکایات دور ہو جاتی ہیں۔ صرف خارجی طور پر اس دوا کو استعمال کیا جائے قیمت فی تولہ چار آنہ (۴؍)

ترکیب استعمال۔ ایک حصہ دوا تین حصہ مکھن میں ملا کر مالش کریں۔ اور ایک گھنٹہ بعد گرم پانی سے صاف کر دیں۔ اس کے بعد تھوڑا سا چنبیلی کا تیل مل دیا کریں۔

ہاضمی

تقویت ہضم کی بے نظیر دوا ہے معدہ اور آنتوں کے فعل کو درست کرتی ہے۔ پیٹ کے نفخ کو دور کرتی ہے۔ غذا ہضم کراتی ہے۔ اور اسکو جزو بدن بناتی ہے قبض کی شکایت دور کرتی ہے۔ اگر دست آتے ہوں تو انکو روک دیتی ہے معمولی بدہضمی سے لے کر ہیضہ تک کے لئے مفید ہے۔ سچی بھوک پیدا کرتی ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ (۱؍۴)

ترکیب استعمال۔ ایک ایک ٹکیہ صبح و شام بعد غذا استعمال کریں۔ دستوں یا ہیضہ کی حالت میں دو دو گھنٹہ کے بعد ایک ایک ٹکیہ عرق گلاب کے ساتھ استعمال کرائیں۔

طاقت کی کمی
خواہش کا ختم ہو جانا
شرمندگی خوف افسوس
جسمانی اعضاء کی کمزوری
دماغ دل، جگر، معدہ، گردہ کے فعل کی خرابی
بچپن اور جوانی کی بری عادتوں کا نتیجہ
ری جووین کورس استعمال کیجئے
خوفناک خواب!
"ری جووین" کی عجیب اور حیرت انگیز ایجاد نے سائینس کی دنیا میں ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ کیونکہ جب انسان کی طاقتیں زیادہ دن تک بُرے طریقوں سے ضائع ہو جاتی ہیں تو بہت ہی کمزور ہو کر مایوس ہو جاتا ہے پھر وہ برباد کی ہوئی طاقت کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ جوانی کی امنگیں کو پھر ایک بار دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ راتوں کی تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتاتا ہے۔ ہزارہا دوائیں استعمال کرنے کے بعد بھی وہ زندگی کو ختم کر دینے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس کو ناکامی ہی ہوتی ہے۔ یہ تمام کمزوریاں اس کو بچپن کی خراب عادتوں کے باعث ہوتی ہیں۔
دنیا کو حیران کر دیا
مدت مدید سے یہ بات ہر شخص کے کان میں گونج رہی ہے کہ "ری جووین کورس" ہی اس صدی میں نامردی، سستی، کمزوری، کم خواہشی، ڈھیلا پن، پتلا پن، شرمندگی، نمی، کجی، قطرہ کا گرنا۔ دل، دماغ، گردہ، مثانہ وغیرہ کا پتلا پن کا لاثانی علاج ہے اور آج تک اس علاج سے بیشمار نامرد تندرست ہو چکے ہیں اور وہ اپنے گھروں کے لئے جوانی کا ایک نمونہ بنے ہوئے ہیں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ جہاں سائینس کی مدد سے دنیا میں انقلاب برپا ہوا ہے وہ ہی سائینس کی ایجاد انسانی جسموں کے اندر بھی تہلکہ پیدا کر رہی ہے اور اس کورس کے استعمال سے انسان سات دن کے اندر کیا کچھ بن جاتا ہے اسکا اظہار تحریر میں نہیں کیا جا سکتا یہ کورس مردہ جسم میں زندگی کی روح پھونک دیگا۔ پہلی خوراک کا اثر ہی آپ کو حیرت میں ڈال دیگا آپ اپنے اندر ایک چمک اور برقی رو دوڑتے ہوئے دیکھنے لگیں گے سوئی ہوئی رگوں میں ہلچل اور مردہ پٹھوں میں تناؤ اور سختی پیدا ہو جائے گی۔ اس برق اثر علاج سے سات دن کے اندر ایک وہ بڈھا بھی جو اپنی جوانی سے بالکل کنارہ کش ہو چکا ہو طاقت سے جھومنے لگتا ہے۔
ری جووین کورس کو آیورویدک اور یونانی طب کے فلاسفروں نے بڑے غور و فکر کے بعد برسوں کی محنت سے ایجاد کیا ہے جس کا صلہ اس ایجاد کی بدولت یہ مل رہا ہے کہ ہزارہا مایوس انسان عبادت کے وقت موجدوں کو دعائیں دیتے ہیں۔
اس حقیقت سے آج کسی کو انکار نہیں کہ اگر قوت مردمی میں کچھ بھی کمزوری محسوس ہونے لگے تو ری جووین کی مدد سے پوری طرح قبضہ کیا جا سکتا ہے اور ناکامی شرمندگی ہمیشہ کے لئے دور ہو جاتی ہے اور ایک ہفتہ پرہیز کے ساتھ استعمال کرنے پر انسان برسوں تک "مرد" بنا رہتا ہے۔ اس کورس میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی اور ان کا استعمال ایک ساتھ شروع ہوتا ہے پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ہے۔ ڈاک خرچ اٹھانے علاوہ۔
دعویٰ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو سات دن میں اس کورس سے آرام نہ ہو تو قیمت واپس یا دوبارہ دوا مفت اور مشورہ مفت دیا جاتا ہے۔
(آرڈر کے ساتھ مرض کی کیفیت ضرور لکھیں اور اس بات کا اقرار کریں کہ سات دن تک ضبط سے کام لیا جائیگا)
پتہ: اکسیری دواخانہ پوسٹ بکس ۱۱۳ کلاں محل (ایم۔ ڈی) دہلی

آپ سترہ سال سے مولوی پڑھ رہے ہیں خواہ وہ دو سطروں کا یا دو صفحہ کا ہمیشہ مبالغہ سے خالی رہا اب مفصل اشتہار کی گنجائش نہیں اس لئے آپ دو سطروں پر یقین کر لیجئے انشاء اللہ جو لکھوں گا اس سے بہتر ہی کتاب پائیگا۔

قرآن شریف اب میرے پاس نہیں رہے ہاں اورنگ زیبی حمائل اور کارڈ ساز مترجم حمائل کے اسی لئے کاغذ کی باوجود بے تحاشا گرانی کے ان کا ہدیہ دیکھئے جو جنگ سے پہلے تھا ان کے علاوہ بھی مولوی کے مطبوعہ قرآن شریف مل سکتے ہیں لیکن ان کے ہدیہ بڑھ گئے ہیں وجہ یہ ہے کہ رسول نمبروں اور نہ جیسی کی بدولت مجھے ہلاکت قرآن پاک کا ذخیرہ ہمارے تاجروں کے ہاتھ بیچنا پڑ گیا ایسا ہی ہوا غیر تاجروں کے ہاتھ ہی نفع کے ساتھ واپسی کی شرط پر دیا کاغذ کی رفتار کے ساتھ وہ ہدیہ بڑھا دیتے ہیں پھر بھی آج کے نرخ کے لحاظ سے ہدیہ اب بھی سستا ہے پرانے نرخوں پر اب سوائے مذکورہ حمائلوں کے اور کوئی قرآن شریف نہیں ہے

تراجم احادیث میں بھی سوائے بخاری شریف کے سب کا ہدیہ بدستور ہے بخاری میرے پاس ذاتی ملکیت نہیں رہی اور سب کتابیں موجود ہیں۔

آسان دید قرآن بہت جلی قلم کہ ضعیف عمر دو گز کے فاصلہ سے پڑھ لیں ۶۰۰ صفحہ کے برابر تقطیع ترجمہ ان کا جن کا تفسیر مولوی میں طبع ہو چکی ہے کاغذ بھی مولوی جیسا بلا جلد ساڑھے تین روپے مجلد چرمی پشت ساڑھے چار روپے محصول عہ

سب سے بڑی تفسیر الاکبر ترجمہ اور تفسیر الٰہی کی جو تفسیر مولوی میں لکھ رہے ہیں اس سے بڑی کوئی قرآن شریف کے حاشیہ پر نہیں ہے مترجم کاغذ تقطیع مولوی کے صفحے ڈیوڑھی مجلد چرمی پشتہ ساڑھے تین روپے محصول عہ

بیشمار خوبیوں الا مولوی کے برابر تقطیع ۱۵ سطروں ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب کاغذ بھی مولوی جیسا حاشیہ متن ابتدا میں ۴۴ صفحہ کی معلومات قرآنی مجلد پارچہ ڈیڑھ روپیہ مجلد چرمی دو روپے محصول ڈاک ۱۲؍

آسان ترجمہ الا مولوی سے ایک انچ بڑی تقطیع ۱۷ سطریں ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب حاشیہ متن مجلد پارچہ ابتدا میں ۳۲ صفحات کا مقدمہ حاشیہ پر مختصر تفسیر ہدیہ مجلد پارچہ ایک روپیہ محصول ۱۰؍ ۱؍

بچوں کا قرآن ۸۰۰ صفحات مولوی سے نصف تقطیع حروف الگ الگ بر جا نقاط اس میں کتابت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے لکھے ہوئے حروف اگر گن لئے جائیں تو کامل حروف شناسی ہو جائیں اس لئے بچے بڑی آسانی سے پڑھ لیں مجلد عہ

خوشنما دو ترجمہ الا مولوی سے ذرا بڑی تقطیع دو ترجمہ پہلا مولانا شاہ رفیع الدین دوسرا مولوی اشرف علی صاحب بہت صاف چھپا ہے ابتدا میں ۴ صفحہ کا مقدمہ مجلد پارچہ تین روپے مجلد چرمی ساڑھے تین روپے

کارڈ ساز مترجم ترجمہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب حاشیہ متن قلمی خط بہت صاف اردو ترجمہ ۵۰۷ صفحات کاغذ اعلیٰ قسم نیلا مضبوط مجلد چرمی چودہ آنے مجلد پارچہ دس آنے دس جلد لینے پر ۱؍ اور رعایت فی حمائل

اورنگ زیبی حمائل ۸۰۰ صفحات تقطیع مولوی سے نصف کے قریب عالمگیر اورنگ زیب کے دست خاص کا لکھا ہوا حمائل کا فوٹو بلاک کے ذریعہ چھاپا کاغذ مولوی جیسا مجلد پارچہ ہدیہ صرف بارہ آنے محصول ۸؍ کل عہ

دلائل الخیرات مترجم ۷۰۰ صفحات جیبی تقطیع از علامہ محمود الحسن قبلہ برکے پایہ کی کتاب درود شریف کے جو مشہور دلدادہ کتاب ہیں جس کا التزام رکھنے والا خدا کے فضل سے رسول کریم کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے عربی متن حاشیہ ترجمہ تحفۃ اللہ حاشیہ پر خاکر ہر حزب کا علیحدہ درود شریف قیمت مجلد ۱۲؍

ترجمہ اردو بخاری شریف حدیث کی سب سے بڑی مستند کتاب تین جلدوں میں کاغذ چکنا ہر ایک جلد مجلد چرمی جلد اول ۱۲۴۴ صفحات جن میں ۲۵۸۳ حدیثیں ہیں جلد دوم ۹۰۶ صفحات میں ۲۱۳ حدیثیں جلد سوم ۹۲۲ صفحات ۲۱۰۱ حدیثیں ابتدا میں امام بخاری کے حالات قیمت سات روپے محصول ساڑھے روپیہ

ترجمہ اردو مشکوٰۃ حدیث کی دس صحیح کتابوں کا عطر دو جلدوں میں پہلی جلد ۵۰۰ صفحات ۲۳۰۰ حدیثیں دوسری جلد ۵۰۰ صفحات ۲۰۰۷ حدیثیں ایک ہزار راویوں کے حالات مولوی جیسا کاغذ دونوں جلد تین روپے محصول ۱۲؍

تجرید بخاری اردو بخاری شریف کا خلاصہ ۵۰۰ صفحات کاغذ مولوی سے اچھا ۲۱۱۴ حدیثیں ابتدا میں امام بخاری کے حالات اور حدیث پڑھنے اور یاد رکھنے کا اجر و ثواب مجلد پارچہ ڈیڑھ روپیہ۔ محصول ۱۰؍

کتاب الاسلام فقہ حنفی کی سب سے بڑی کتاب بارہ سو صفحات میں اسلامی معلومات کی آئینہ کتاب اردو زبان میں نہیں اس میں اسلام کی عقلی اور نقلی پوری معلومات ہے پانچویں دفعہ چھپی ۱۲۰۰ صفحات کاغذ بہت اعلیٰ مجلد چرمی قیمت چار روپے۔

اسلامی مسائل ۳۰۰ صفحات امام الفقہ امام محمد بن یوسف کی تالیف اسلامی مسائل کی پوری کتاب جس میں عبادات معاملات اعمال غرضکہ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اسلامی حکم اس کتاب میں ہے قیمت مجلد بارہ آنے

وعظ سعید ۴۰۰ صفحات از مولوی احمد سعید صاحب وعظ کی بہترین کتاب وعظ سعید ہے اس میں امراء و غرباء اسلام کے ۱۰۹ وعظ ہیں جن میں ہزاروں باکمال اصحاب صفا کی حکایات بھی ہیں۔ مجلد ڈیڑھ روپیہ۔

بارہ مجالس ۲۲۰ صفحات محرم کے مہینے میں خاص طور سے ویسے ہمیشہ بطور وعظ پڑھی جاتی ہے بڑی آسان اردو میں ہے۔ اس میں بارہ وعظ ہیں ہر وعظ برائے اور عجب رسول آئینہ ہے۔ بڑی مقبول کتاب ہے، مجلد قیمت بارہ آنے۔

خطبات حیات ۴۹۴ صفحات از مولوی نذیر الحق صاحب جمعہ کے بہترین خطبے سارے اردو میں ۴۸ خطبات اور دو عیدین کے خطبے ایک خطبہ نایاب ہر جمعہ کو پڑھا جاتا ہے اب تک دو ہزار مساجد میں پہنچ چکا ہے۔ مجلد ایک روپیہ

اسلامی میاں بیوی ۳۰۰ صفحات از مولانا مراد علی صاحب میاں بیوی کے تعلقات کی سب سے بڑی، ترتیب اور مفصل اسلوب زندگی کا بہترین پروگرام اسلامی طریقہ پر میاں بیوی کے معاملات کا بہترین خاکہ۔ قیمت ۱۲؍

سلسلہ تعلیم الاسلام از حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند چار حصے یکجا مجلد یہ بچوں کو اسلامی عقائد اور عبادات کی تفصیل ذہن نشین کرانے میں لاجواب کتاب ہے ہر بچہ کو یہ کتاب ضرور پڑھائی جائے مجلد بارہ آنے۔

قاعدہ یسرنا القرآن ۶۴ صفحات از ملک منظور احمد صاحب بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کا ملکی قاعدہ ایک بار یہ قاعدہ بچوں کو پڑھا کر دیکھئے پھر قرآن شریف وہ خود پڑھ لیں گے بشرطیکہ بچوں کو قرآن آسان دیا جائے قیمت چار آنے

بچوں کی عقل کی کتاب ۸۰ صفحات از ایم اے فاروقی اردو قاعدے کے بعد بچوں کو یہ کتاب پڑھایئے اس سے عقل تیز اور ذہن رسا ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں ۷۴ با تصویر سبق ہیں وہ سب باتیں ہیں جن سے بچہ دوچار ہوتا ہے قیمت ۳؍

اوراد و وظائف ۳۰ صفحات از حضرت شاہ عزیز مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے اوراد و وظائف کا سینہ بسینہ محفوظ کامیاب مجموعہ یہ ہے کہ سات مرتبہ جیسا کہ ہر ہر سطر سے مایوس ہونے کے بعد جب اس کتاب کے وظائف اوراد پڑھے گئے تو خدا کے فضل سے کامیاب ہوئے۔ قیمت دس آنے۔

عبد المجید خاں پرنٹر و پبلشر نے مرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع اردو بازار دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ مولوی کوچہ چیلاں دہلی سے شایع کیا

تاریخ اسلام کامل ۳۰۰ صفحات مجلد جری کاغذ اعلیٰ از جناب مفتی انتظام اللہ شہابی ... حصہ پہلا حصہ عرب کی تاریخ اور حالات رسول حصہ خلافت راشدہ حصہ خلافت بنی امیہ حصہ چہارم خلافت عباسیہ حصہ پنجم خلافت ترکی مجلد جری کامل چار روپے

تاریخ مدینہ منورہ ۲۰۰ صفحات از مولوی غلام شبیر صاحب دیار حبیب کا مفصل حال مسجد نبوی کا روضہ مبارک کا پورا حال اور مدینہ منورہ کی پوری تاریخ اور تعمیر کی کیفیت اس کے علاوہ مسجد نبوی کے فضائل وغیرہ قیمت ایک روپیہ

تاریخ مکہ معظمہ ۲۲۴ صفحات از مولوی غلام شبیر صاحب تاریخ بیت اللہ یعنی کہ معظمہ کے حالات حضرت ابراہیم سے لیکر ابن سعود تک ہر عہد کی تاریخ اور خانہ کعبہ کی متفرق تعمیر کے حالات اور حج کا پورا بیان۔ قیمت سوا روپیہ

تاریخ فلسطین ۴۰۰ صفحے از مولانا نازش صہبائی بیت المقدس کے حالات حضرت سلیمان کے وقت سے لیکر انگریزوں کے دور تک جس قدر اہم واقعات اس دور میں گزرے ان کا پورا پورا حال اس کتاب میں ہے۔ قیمت مجلد آٹھ آنے

نبیوں کے قصے ۲۵۰ صفحات از حضرت شاہ مراد ہار ہروی حضرت آدم سے لیکر رسول کریم تک جن انبیا کا ذکر قرآن شریف میں ہے ان کے مفصل حالات اور سچے قصے یہ سب قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں۔ قیمت دس آنے۔

عرب کا چاند ۴۴۲ صفحات از سوامی لچھمن جی مہاراج سرور عالم فخر کائنات حضرت رسول اللہ کی سوانح حیات ایک غیر مسلم کے قلم سے ایسی سوانح حیات اور دوسری نہیں ہو بڑا ہی والہانہ انداز ہے عشق کا غلغلہ سر ورق قیمت ڈیڑھ روپیہ

آفتاب رسالت ۴۴۴ صفحات دو حصوں میں از جناب آغا رفیق بلند شہری رسول کریم کی سب سے بڑی اور سب سے سستی سوانح عمری جس میں حضور کی زندگی کا پورا پورا ذکر ہے بلکہ عرب کی پوری تاریخ ہے ہر دو حصہ کامل ۱۲/

خلافت راشدہ ۵۰۰ صفحات از علامہ رفیق بلند شہری اس میں چار حصے ہیں اور ہر حصہ میں ایک خلیفہ کی سوانح عمری ہے حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی کی مکمل سوانح عمری چاروں حصے یکجا مجلد قیمت ایک روپیہ

صد صحابہ ۵۶۸ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مراد آبادی رسول کریم کے سو صحابہ کے حالات ہر صحابی کی زندگی مسلمانوں کے لئے شمع ہدایت ہے صحابہ کا درجہ سب جانتے ہیں کہ رسول کریم کے بعد از ہر انسان سے بالا ہے مجلد ڈیڑھ روپیہ

سیرت امام حسین ۴۸۰ صفحات از مولانا عارف ہسوی مرحوم سیدنا امام عالی مقام حضرت حسین کے حالات زندگی خلافت اور شہادت کے واقعات مکمل حالات ایک ہزار سے زیادہ تو اس میں میر انیس کے اشعار ہیں مجلد عہ

مابعد حسین ۴۴۰ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد آبادی شہادت امام حسین کے بعد قاتلان حسین کا عبرتناک انجام جیسی شقاوت انہوں نے کی اس کو زیادہ بری حالت میں ان کی موت آئی اور عاقبت کی خبر خدا جانے۔

سیرۃ معاویہ ۴۰۰ صفحات از مولانا شاہ مراد مار ہروی حضرت امیر معاویہ کے حالات اردو زبان میں پڑھنے ہوں تو یہی ایک کتاب ہے بڑی مشکل سے یہ حالات ملے ہیں یہ اپنی نوع کی پہلی کتاب ہے۔

سیرۃ عمرو بن عاص مجلد۔ ۲۰۰ صفحات از مولانا شاہ مراد مار ہروی یہ عرب کے سب سے ممتاز سیاست داں مدبر جنرل اور فاتح مصر ہیں سالار ہیں جن کو فتح مصر نے صحابہ میں بہت ممتاز کر دیا ہے ان کے پورے حالات صرف اسی کتاب میں ملیں گے

سیرۃ خالد بن ولید ۲۰۰ صفحات از علامہ ادیب سیف اللہ کا خطاب جن کو رسول کریم نے دیا جن کی تلوار نے کبھی شکست نہ کھائی اور جن کی فتوحات سے تاریخ اسلام لبریز ہے بڑی ولولہ انگیز کتاب ہے۔ قیمت مجلد عہ

حضرت بلال ۱۴۴ صفحات از آغا رفیق بلند شہری رسول کریم کے منظور نظر حبشی غلام تھے جن کے ثبات ایمانی کا جواب اس وقت عرب بھر میں نہ تھا جن کو حضرت عمر جیسے خلیفہ آقا کہکر پکارتے تھے ان اکرکم عنداللہ اتقاکم کی تفسیر قیمت ۶/

ابوذر غفاری ۹۶ صفحات از علامہ سید مناظر احسن گیلانی عاشق رسول کی کہانی عاشق رسول کی زبانی تاریخ اسلام کا ایک درخشاں ورق قیمت

سیرۃ عائشہ ۴۴۴ صفحات از آغا رفیق بلند شہری حضرت ابوبکر کی بیٹی رسول کریم کی محبوب بیوی عالم اسلام کی سب سے بڑی خطیب اور فقہ اسلامی کی سب سے بڑی ماہر خاتون کی مکمل سوانح حیات بڑی دل آویز اور لائف۔ قیمت صرف ۸/

حضرت خدیجہ ۱۴۰ صفحات از جناب آغا رفیق بلند شہری رسول کریم کی محترم بیوی رفیقہ حیات اسلام کی پہلی معاون خاتون جن کا کامل ... خدمت اسلام میں خرچ ہوا اور جن کی حیات میں رسول اللہ نے دوسرا نکاح نہیں کیا قیمت

حضرت فاطمہ ۱۶۰ صفحات از علامہ رفیق بلند شہری سیدۃ النساء خاتون جنت ام الحسنین بنت رسول زوجہ حضرت علی حضرت فاطمۃ الزہرا کی سوانح حیات انکی خوشگوار زندگی مسلمان بہنوں کے لئے مشعل راہ ہے مجلد قیمت آٹھ آنے

صابر بیویاں سینکڑوں اسرائیلیوں کے حالات جو اپنے وقت کی بہترین خدا رسیدہ خاتون تھیں ان میں زوجہ حضرت ایوب حضرت سارہ حضرت ہاجرہ فرعون کی بیوی حضرت مریم اور حضرت عائشہ کے حالات بہت عبرت خیز ہیں قیمت مجلد ۱۲/

شاہان مغلیہ کی بیویاں ۲۴۴ صفحات از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد آبادی بیگمات خاندان تیموریہ کے حالات جس میں ۴۴ بیگمات کے علاوہ چودہ رانیوں کے بھی حالات ہیں جو حرم سرائے شاہی میں داخل تھیں۔ قیمت ۱۰/

خوبان جہان ۲۶۴ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مراد آبادی دنیا بھر کی چیدہ اور ممتاز عورتوں کے حالات جن کی وجہ سے حکومتوں میں انقلاب آگئے ہر عورت ہر صنف کے حسن سے مالا مال ہے بڑی دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت مجلد سوا روپیہ۔

بیگمات اودھ ۲۰۰ صفحات از آغا رفیق بلند شہری خاندان اودھ کی چند خاص محبوب بیگموں کے حالات جنہوں نے اپنے خاص خاص اوصاف کی بنا پر معمولی درجہ سے ترقی کر کے ایوان سلطانی میں جگہ پائی بڑی ہی سرشار کتاب ہے ۶/

یوسف زلیخا ۱۴۰ صفحات از جناب مولانا نازش صہبائی حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے مکمل تاریخی حالات نظم ونثر دونوں میں بڑے دل آویز پیرایہ میں لکھے گئے ہیں اسی لئے یہ کتاب بہت بہت مقبول ہوئی۔ قیمت صرف آٹھ آنے ۸/

بڑا باورچی خانہ ۲۵۶ صفحہ کی کتاب از رضیہ خانم کھانا پکانے کی سب سے بڑی سب سے اچھی اور لذیذ کھانا آجاتا ہے۔ تجربہ شوہر کا پہلا اور مجرب تعویذ یہی کتاب ہے سب سے بڑی اور سب سے مکمل کتاب ہے۔ قیمت مجلد ۱۲/

ساجن موہنی ۱۲۰ صفحات از حضرت خاموش ایسا یا کی خاوند کو قبضہ کرنے کے لئے عصمت کے بعد سلیقہ شعاری ہے اور دوسرے حسن صورت اس کتاب کے ذریعہ یہ دونوں خوبیاں ایک عورت میں کامل ہو جاتی ہیں ... قیمت

دکھی رانی ۴۴۴ صفحات تبلیغ عالم کے سچے خوبصورت مقبول عورت کی داستان جب وہ بیوی ہوتی ہے یا ہونا چاہتی ہے اور اس سے تمام زمین کے مختلف حصوں میں جیسا گمان ہوتے ہیں نیز ایک اچھی بیوی کیونکر تیار کی جاتی ہے۔ قیمت ۱۲/

خوابنامہ صدیقی ۲۰ صفحہ کی کتاب از پیر محمد صدیق صاحب نقشبندی کشمیری تعبیر خواب کے لئے اس سے بہتر کتاب نہیں چھپی اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ خواب قابل تعبیر تھا یا نہیں بڑی مقبول کتاب ہے قیمت ڈیڑھ روپیہ عہ

تسخیر القلوب ۲۰۰ صفحات ہر آدمی کو مسخر کرنے والی کتاب جس میں اوراد وظائف اور نقش بھی ہیں اور الہامی ... حب کے اعمال تو لاجواب ہیں اور یہ عمل تو بہت سے شاہ صاحب سیکڑوں روپیہ کما چکے ہیں۔ قیمت چھ آنے۔

تقدیر بکف ۱۲۸ صفحات از مال نذیر صہبائی ہاتھ پانچنے کی کتاب مستقبل معلوم کرنے کے لئے ہر آدمی بے چین ہوتا ہے اور ہاتھوں کے ہاتھ بک جاتا ہے اس کتاب کے ذریعہ صرف آٹھ آنے میں پوری آئندہ عمر کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ قیمت مجلد ۸/

استاد شعبدہ بازی ۲۰۶ صفحات ایک گیانی مہارشی کی تالیف دیہات میں روزی کمانے کی بہترین کتاب ہزاروں شعبدے اور عمدہ عملی کمالات کے دھندے بغیر سرمایہ لگائے اس کتاب سے معلوم کیجئے۔ مجلد قیمت ایک روپیہ عہ

استاد درزیان گھر کی سینا پیال اس کتاب کے ذریعہ بڑی آسانی سے ہر قسم کے تمام سیکھ سکتی ہیں اور کٹ کر نے اور سینے کی ماہر ہو سکتی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاندکی بیس تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ آپ کو نہ ملے تو دوسرا پرچہ خط بھیجکر منگالیں یہ نہ ہو کہ کئی کئی ماہ تک خاموش رہنے کے بعد طلب کریں دو ماہ کے بعد مولوی کا کوئی پرچہ نہیں رہتا

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا

مولوی دہلی

نمبر خریداری ہر خط میں ضرور لکھئے کہ بار بار آپکے پتہ کی جانچ ہوتی ہے اور تبدیل پتہ کے وقت تو ضرور نمبر خریداری لکھئے ورنہ سمجھ لیجئے گا کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل نہیں ہوئی اور آپ کا پرچہ آپکے سابقہ پتہ پر ہی جاری ہے۔

جو ہر اسلامی مہینے کی بارہ تاریخ کو حمیدیہ پریس دہلی سے شایع ہوتا ہے

جلد ۳۵ بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۱ھ نمبر ۶

شذرات

مسلم انڈیا اور مولانا ابوالکلام

مولانا ابوالکلام آزاد ملت اسلامیہ کے ایک نہایت لائق اور جلیل القدر فرزند ہیں آپ نے ملک و قوم کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں اور کبھی کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ یہ امر دیگر ہے کہ ہمیں مسلم انڈیا کے معاملے میں آپ سے ایک سے زیادہ بار اختلاف کرنا پڑا اور ہم آپ کے طرز عمل کو ملت بیضائے اسلامیہ کے مقاصد کے لئے اسی طرح سخت نقصان رساں سمجھتے ہیں جس طرح آپ نے مسٹر راجگوپال اچاریہ کی ہوشمندانہ تجویز کو ملک کے لئے شدید نقصان بتایا ہے اور جس طرح آپ نے اس کی تمام تر ذمہ داری مسٹر اچاریہ پر ڈالی ہے اسی طرح ہم بھی ملت اسلامیہ کے بہت سے خسارے کو آپکی مسلسل انکاری ہی کا نتیجہ قرار دینے پر مجبور ہوتے جارہے ہیں اسلئے کہ مولانا اس موقعہ پر اگر کم از کم میاں افتخار الدین صدر پنجاب کانگریس کمیٹی کی برابر بھی احساس سے کام لیتے اور راجہ جی کی تائید کرجاتے تو صورت حالات میں ایک انقلاب پیدا کر سکتے تھے۔ ویسے بھی آپ اپنی بلند حیثیت اور بے پناہ قابلیت سے ملک و ملت کو بہت کچھ فائدہ پہنچا سکتے تھے اور کانگریس کو مسلم مطالبات کی تسلیم پر آمادہ فرما سکتے تھے لیکن ہمیں انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ لیگ اور مسلم مطالبات کے خلاف آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں سب سے زیادہ تلخ و تیز اور حقائق سے دور تقریر آپ ہی کی ہے جو کوئی ہندو رہنما بھی نہ کہہ سکتا تھا وہ سب کچھ آپنے پاکستان کے خلاف بلا تکلف اور پرجوش طریق پر کہدیا۔

مولانا نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ اپنی پنجسالہ مساعی اتحاد اور مسٹر جناح سے اپنی اور گاندھی جی کی ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم کیا کریں ہم نے تو ہر ممکن کوشش کی مگر رہنمایان لیگ نے ایک ناقابل عبور دیوار کھڑی کر دی اور ایسی شرائط پیش کر دیں جن کی تسلیم کانگریس کی پنجاہ سالہ تاریخ کو محو کر دینے اور کانگریس کو بے وقار بنا دینے کے مترادف ہوتی وہ شرطیں کیا تھیں یہ کہ کانگریس ہندوؤں کی نمایندہ جماعت کی حیثیت سے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمایندہ جماعت مانکر گفتگو کرے۔

ہماری سمجھ میں نہ آیا کہ اس سے کانگریس کے دعادی کو کونسا نقصان پہنچ جاتا اور لیگ کو نمایندہ مان لینے میں کون سے مصائب کا پہاڑ پھٹ پڑتا۔ اتحاد ملی اتنی بڑی چیز ہے جسکے لئے مختلف ممالک اقوام لے بڑے بڑے مادی خسارے گوارا کیے ہیں یہاں تو لفظی معاملہ تھا یہ بھی سہی لیکن اس کی ذمہ داری بھی لیگ پر نہیں کانگریس پر ہے جیسے سانپ ایک دفعہ ڈس لیتا ہے وہ پھر رسی سے ڈرنے لگتا ہے دس بارہ ہی سال کا عرصہ گذرا ہے کہ گاندھی جی نے مسلمانوں کو سادہ چیک دینے کا اعلان بڑی بلند آہنگی سے کیا تھا بڑی توقعات وابستہ ہوگئیں لیکن جب گفت و شنید کا وقت آیا تو گاندھی جی نے نیشنلسٹوں کو کھڑا کر دیا اور کہدیا کہ میرے سامنے متحدہ مطالبہ پیش کر دو نمایندہ ملت بنکر آؤ اور سادہ چیک لو۔

جیسا اتفاق گاندھی جی چاہتے تھے نہ وہ خود ان کی قوم میں ہوا اور نہ آجتک کسی قوم میں ہوا معاملہ وہیں کا وہیں رہ گیا اس وقت کانگریس نے ایک نہ سنی لیکن جب حکومت نے یہی دلیل کانگریس کی نمایندگی عوام کے لئے پیش کی تو مشتعل ہو کر کہنا شروع کر دیا کہ حکومت ہمارے اختلافات پر حصار رکھکر عطائے حقوق سے گریز کر رہی ہے حالانکہ خود کانگریس بھی مسلمانوں کے معاملہ میں یہی کر چکی تھی اسی لئے مسٹر جناح نے دانائی کیساتھ پہلے دونوں جماعتوں کی نمایندہ حیثیت کی تسلیم پر زور دیا کہ گفتگو بے نتیجہ نہ رہے۔ اس میں پنجاہ سالہ تاریخ کے محو ہونے کا کونسا سوال تھا کانگریس اپنے دعادی پر قائم رہکر صرف مدت گفت و شنید کے لئے ایسا کر سکتی تھی۔ عدالتوں میں برادریوں میں گوسوں میں آئے دن ایسا ہوتا ہی رہتا ہے کچھ لوگ ثالث اور پنچ بنجاتے ہیں دونوں فریق اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔

گفتگو ہندو مسلم مسئلہ پر ہوتی تو ہندو اور مسلم نمایندہ جماعتوں ہی میں ہوتی کانگریس کے دعاوی اپنی جگہ قائم رہتے اگر لیگ میں سب مسلمان شامل نہیں تو کانگریس میں بھی سب ہندو سکھ اور مسلمان شامل نہیں صد فیصدی نمایندگی کا دعویٰ دنیا میں کوئی ادارہ نہیں کر سکتا اور نہ کانگریس کر سکتی ہے جو اسے لیگ پر اعتراض ہے اور جہاں پہلے لیگ کے ساتھ ڈاکٹر امبیدکر اور مسٹر راجہ وغیرہ تھے وہاں اب ہندوں کے راجہ جی ستیامورتی جوشی جی اور ایم۔ این رائے ہی ہیں جس طرح کچھ مسلمان وغیرہ کانگریس کے ساتھ ہیں لیگ کیساتھ بھی کچھ ہندو بھی ہیں جو بڑی پوزیشن کے حامل ہیں اور ان کی حمایت کا مظاہرہ مولانا سلامی بھی

آنکھوں دیکھا اس سے زیادہ ہم کانگریس اور لیگ کے دعاوی کے متعلق بہت کچھ کہنے کے قابل ہونے کے باوجود کچھ نہیں کہنا چاہتے تاکہ مقاصد اتحاد کو ضرر نہ پہنچے۔

مولانا اپنے جوش میں تو اتنے آگے بڑھ گئے کہ علانیہ فرمایا کہ اگر کانگریس میں ایک مسلمان بھی نہ ہوتا اور یہ قومی تحفظ کے کام میں سرگرم رہتی تو بھی میں اسے پوری آبادی ہند کی نمایندہ جماعت ہی سمجھتا یہ محض جذباتی انداز گفتگو ہے باقی دعاوی ہر کوئی کرسکتا ہے مگر دنیا تو ان دعاوی کو اسی وقت وقعت دے سکتی ہے جب ان کی پشت پر معقول دلائل بھی ہوں اس اعتبار و معیار پر تو کانگریس لیگ، سکھ لیگ، لبرل لیگ وغیرہ سب ہی قوم کی نمایندہ کہلا سکتی ہیں کہ سب قومی تحفظ کی داعی ہیں۔

مولانا جیسے بے پناہ قابلیت کے انسان کے لئے ایسی بے مغز باتیں مناسب نہ تھیں ان میں جوش اور جذبہ کے سوا عقل و فرزانگی کا کوئی عنصر نمایاں نہیں یہ معاملہ بنانے کی نہیں بگاڑنے کی باتیں ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجہ جی کی قرارداد نے کانگریس کا توازن عقلی قائم نہیں رہنے دیا اور ان کی تجویز کے آئینہ میں شکست مقاصد کا ہیبتناک چہرہ نظر آگیا۔ آپ کے نزدیک صحیح طریقہ یہی ہے کہ لیگ و کانگریس اپنے اپنے نمایندے مقرر کریں اور مسئلہ پر گفتگو ہوجائے لیکن مولانا ہی کے اصول کے مطابق یہ طریق عمل غلط ٹھیرتا ہے کانگریس تو ان کے معیار خود تراشیدہ کے مطابق تمام نمایندہ جماعت رہے گی لیکن جب لیگ واحد نمایندہ نہیں اور نہ بڑی اکثریت اس کے ساتھ ہے تو پھر اس سے نمایندے کیوں نامزد کرائے جاتے ہیں۔

کیوں نہ دوسری جماعتوں کو بھی دعوت دیجائے راجہ جی کے قول کے مطابق یہ سب فضول باتیں ہیں پھر نمایندے دو طرفہ منتخب بھی ہوگئے تو نتیجہ کیا مترتب ہوا لیگ کا نصب العین اور مسلم نظر ہے مسلم انڈیا یا پاکستان مسٹر جگت نرائن کی قرارداد منظور کرکے کانگریس بالاعلان قطعی طور پر اس سے انکار کرچکی ہے حالانکہ راجہ جی نے اسے متنبہ کردیا تھا کہ اگر دوسری قرارداد منظور کرلی تو لیگ سے مفاہمت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوجائیگا۔

حیرت ہے کہ اتنا فرزانہ و فہیم رہنما جو کانگریس کی صدارت کے منصب پر فائز ہے لیگ کے نصب العین کے خلاف قرارداد منظور ہوجانے پر ایسی تجویز پیش کرنے پر کس طرح آمادگی ظاہر کرسکا۔ مولانا بزعم خود مطالبات لیگ میں تضاد بھی پیش کرتے ہیں کہ جناح سکندر اور لیگ مختلف باتیں کہتے ہیں جب آپ کے سامنے لاہور کی قرارداد کے الفاظ کھلے پڑے ہیں جس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہوسکتی تو پھر تضاد پیش کرنا کہاں تک درست و انصاف ہوا۔ مولانا کے قول ہی کے مطابق کسی جماعت کے لئے یہ طریق عمل رہنا تھیں کہ وہ ملک کی ترقی کی راہ میں سنگ گران بنے لیکن اگر یہ مزعومہ ترقی اس کی دوامی غلامی کا طوق ثابت ہوسکتی ہو تو بتائے کہ پھر وہ کیا کرے۔

جس "قومی ترقی" والے مرکز کے ۷۶ ممبروں میں صرف دو مسلمان ممبر ہوں وہ اگر اس سے بیزاری کا اعلان کریں تو اسے نامناسب نوشتہ قرار دیا جاسکتا آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں کم از کم طاقت مداخلت رکھنے والے مرکز پر رضا دے چکا ہوں لیکن ایک نو کروڑ افراد کی حامل قوم کیوں اپنے لئے کسی اندیشہ کو دعوت دے آزادی تو سب کو عزیز ہے کانگریس انگریز کا کم سے کم اقتدار گوارا نہیں کررہی سکھ اقلیت میں ہوتے ہوئے مسلم راج سے بیزاری کا اعلان کررہے ہیں پھر کیا مسلمان ایسے بے حس ہیں کہ وہ تقریباً برابر کی حیثیت رکھتے ہوئے ہندو اکثریت کا جوا اپنی خوشی سے اپنے کندھوں پر رکھکر اپنی جماعت کا خود سامان کرلیں۔ چھ صوبوں میں اگر ہندو اکثریت ہے تو پانچ صوبوں میں مسلمان بھی اکثریت رکھتے ہیں اور چھٹے صوبہ آسام میں ان کی حیثیت کانگریسیوں سے یقیناً بہتر ہے پھر وہ کیوں ہندوؤں کو اپنے اوپر کم از کم تسلط کا ہی موقع دیں۔

یہ افسوسناک امر ہے کہ مولانا پاکستان کو روح اسلام کے مغائر بتاتے ہیں غالباً اسی لئے کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ مسلم علاقے پاک اور غیر مسلم علاقے ناپاک پکارے جائیں کیا مولانا اپنے سینہ پر ہاتھ رکھکر بوثوق کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کا لفظ ارض ہند کے شمالی و مغربی علاقوں کے ناموں کے حروف سے مستخرج نہیں اور اس نے محض ہندو پروپگنڈے کی بدولت آج اتنی شہرت نہیں حاصل کرلی۔ ورنہ لیگ کی اصل قرارداد میں یہ نام کہیں نظر نہیں آتا زیادہ مشہور اور عام ہوجانے کے باعث یہ زبانوں پر چڑھ گیا ہے ورنہ اب اس کا مفہوم بہت وسیع ہوگیا اور بنگال بھی اب اس میں شامل ہوگیا۔ یہ تو محض ایک ابتدائی تصور تھا مسٹر جناح یا اور کسی مسلمان نے کبھی کسی تقریر میں یہ نظریہ پیش کیا کہ صرف مسلم اکثریت ہی کے علاقے پاک اور بقیہ ناپاک ہیں جو بات آج تک نہ کسی مسلمان نے کہی تھی اور نہ کسی ہندو کو سوجھی وہ مولانا نے بے تکلف پیش کردی غرض مولانا کی تقریر میں جوش و جذبہ کے سوا کوئی معقول بات نہیں اور یہ آپ کے رتبہ سے فروتر ہے۔

مسلم انڈیا اور مسٹر اچاریہ

مسٹر جگو پال اچاریہ کے متعلق انہی صفحات پر ہم ایک سے زیادہ بار اس حقیقت کا اظہار کرچکے ہیں کہ آپ تمام وزرائے کانگریس میں سب سے زیادہ فہیم دور اندیش اور لائق مدبر ہیں ہمیں آپ سے بھی اختلاف رہا لیکن مولوی کے صفحات شاہد ہیں کہ ہم نے ہر موقعہ پر آپ کے تدبر و تامل اندیشی کا اعتراف کیا آج آپ نے صورت حالات کا صحیح اندازہ کرکے ایکدفعہ اور اپنی لیاقت اور معاملہ فہمی کا سکہ قائم کردیا اور صورت حالات کی نزاکت محسوس کرکے کم از کم اپنے صوبہ میں قومی حکومت قائم کرلینے کا عزم کرلیا جا بجے دینی حکومت پھر اپنی ہے اور جو وہ اپنوں کے لئے کرسکتی ہے دوسروں سے ممکن نہیں اس اضطراب اور خطرہ کے زمانہ میں بےدست و پا ہوکر بیٹھے رہنا خلاف دانائی ہے۔

قومی حکومت کی کامیابی کے لئے لیگ کی تعاون ضروری تھا آپ نے فوراً اسے بھی منظور کرلیا اور اپنے رفقاء کے جلسہ میں مسلم مطالبات تسلیم کئے جانے کی تحریک منظور کرکے آل انڈیا کانگریس کو مطلع کردیا اس پر متعصب کانگریسی اور معاملہ نافہم حلقوں میں بڑا شور پڑا آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں آپ پر بڑی لے دے ہوئی سخت سے سخت اعتراض کئے گئے مگر آپ اپنی جگہ چٹان کی طرح قائم رہے ہر اعتراض کا مدلل جواب دیا کسی کی طاقت سے مرعوب نہ ہوئے اور اب جوش کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔

کانگریسیوں کی طرف سے جتنے دلائل پیش کئے گئے آپ نے ان سب کا

تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ آپ نے بجا طور پر فرمایا کہ آج میری قرار داد پر جو تلخی اور ناگواری پائی جاتی ہے کل مناد کے داخلہ کے سوال پر بھی یہی حال تھا جمہیر جلد بازی کے الزامات عائد کئے جاتے تھے لیکن آج وہی برائیاں خوبیوں کی صورت اختیار کر گئی ہیں۔ خلافت کے زمانہ میں بھی یہی ہوا یہی میری تقسیم ہند کی تحریک کے متعلق ہو گا۔

آپ نے نہایت دانشمندانہ انداز میں فرمایا کہ اگر میری تجویز سے ہندوستانیوں کے کسی ایک طبقہ کو تقویت و استحکام کا درجہ بھی حاصل ہوا جاتا ہے تو یہ ایک مبارک فال ہے۔ آج مسلمانوں کو ان کی بیداری کو ان کی سیاسی انجمن لیگ کو میری تجویز سے قوت پہنچتی معلوم ہو رہی ہے تو اس پر جوش و غصہ کا کونسا موقعہ ہے وہ بھی ہمارے وطنی بھائی ہیں ہمارا تو یہ وطیرۂ عمل ہونا چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو ایک دوسرے کو بڑھائیں تو سمجھیں کہ ایک ملکی طبقہ کی طاقت سے خود ہماری طاقت میں بھی اضافہ ہوگا یہ خیالات کتنے پاکیزہ اور کتنے مبارک ہیں۔

خوش قسمت ہے وہ ملک جس کے زعماء میں اس نوع کی رواداری پیدا ہو جائے اگر گاندھی اور پنڈت نہرو بھی اسی جذبہ اور کشادہ دلی سے کام لیتے اور مسلمانوں کی قوت کو اپنی قوت اور ان کے درد کو اپنا درد سمجھتے تو یہ مسئلہ کبھی کا طے ہو چکا ہوتا اور آج ہم آزادی کی فضا میں سانس لے رہے ہوتے۔ ذرا یہ فراخدلی اور ہوشمندی ملاحظہ ہو فرماتے ہیں کہ مسلمان جو مانگتے ہیں ہمیں بے تکلف دیدینا چاہیئے۔ پریس کانفرنس میں بھی آپ نے صاف طور پر فرمایا کہ مسلمان جو بھی طلب کریں گے میں کسی بحث کے بغیر انہیں دینے کے لئے تیار ہو جاؤں گا کہ انکی طاقت اپنی طاقت ہے۔

جب آپ کو ٹوکا گیا کہ مطالبۂ تقسیم سب مسلمانوں کی طرف سے کیا جا رہا ہے یا محض لیگ کی طرف سے کیا جا رہا ہے تو آپ نے فرمایا ایسی باتیں برابر کہی جاتی رہیں اور وہ معلوم عوام ہیں ان کے جوابات سے بھی سب واقف ہیں عوام پر مسلم لیگ کو جو اقتدار حاصل ہو گیا ہے کانگریس کو اس کے ہٹانے میں برابر مشکلات کا سامنا ہوتا رہا۔ پنڈت جی نے "نہیں" کہا تو آپ نے بھرے اجلاس میں یہ کہکر انہیں خاموش کر دیا کہ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ کامیابی کے شواہد پیش کریں اور دوسری اگر آپ خود اپنی طرف سے ہندو مسلم مسئلہ کا کوئی حل پیش کر دیں تو میں ابھی آپ کے سامنے سر جھکا دوں گا۔

آپ نے بجا طور پر فرمایا کہ اگر مسلمان اپنے مستقبل کو محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں تو ان کا اطمینان ہونا چاہیئے اس کے متعلق بحث کرنے یا ان سے یہ کہنے سے کچھ بھی فائدہ نہ ہو گا کہ پاکستان تمہارے لئے بہتر نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ضرورتوں کو مسلمان ہی خوب سمجھ سکتے ہیں اور ان کی ضروریات پر ان سے بحث میں وقت ضایع کرنا فضول ہے آپ نے صفائی کے ساتھ کہدیا کہ اگر مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا گیا کہ انھیں اپنی اکثریت کے علاقوں میں خود مختاری اور جیسی حکومت چاہیں قائم کر لینے کا پورا حق حاصل ہے تو ان سے مفاہمت و اتحاد کے لئے ایک بہترین اساس قائم ہو سکتا ہے سلسلہ میں آپ نے یہ بھی جتا دیا کہ میں کوئی جدید بات نہیں کہہ رہا ہوں گاندھی جی خود لکھ چکے ہیں کہ اگر مسلمانوں کی بڑی اکثریت خود کو ایک علیحدہ قوم سمجھنے کا فیصلہ کر لے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس کے خلاف مجبور نہیں کر سکتی

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ پنجاب مسلم اکثریت کا صوبہ ہے ہندو اس میں بکثرت موجود ہیں آجتک زندہ ہیں اور سرگرم عمل ہیں جب ایسا ہے تو پھر کل کے متعلق اندیشہ کی کیا ضرورت ہے۔ اجتک برابر یہ کہا جا رہا ہے کہ ہندو مسلم تفریق کے بانی انگریز ہیں اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ اگر کچھ کرنا مقصود ہے تو اس قسم کی باتوں سے اور تفریق کی ذمہ داری انگریزوں پر ڈالنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اگر انہوں نے ایسا کیا بھی ہے تو آپ اتحاد کر کے ان کے کئے کرائے کو برباد کر دیں آپ نے برطانیوں کے خلاف اپنا سخت انتہائی حد تک بھی ثابت کر دیا۔ یہ اس کے ذمہ دار بھی قرار پا گئے تو کیا اس سے مسلمانوں کو اطمینان ہو جائیگا۔

آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ جائیگا ہرگز نہیں جو کچھ کرنا ہے آج کر لو ورنہ صدیوں میں بھی یہ موقع حاصل نہ ہوگا۔ آپ نے پنڈت نہرو کے اعتراضات کا بھی جواب دیا اور بار بار ایک سچے محب وطن کی طرح واضح کیا کہ ضد نہ کرو بحث و نزاع سے بچو مسلمان جو مانگتے ہیں دیدو اور جس طرح بھی ہو سکے باہم اتحاد کی راہیں پیدا کرو لیکن چونکہ بڑے بڑے زعماء کانگریس مخالفت پر تلے بیٹھے تھے اس لئے لوگوں نے خوف کی وجہ سے آپ کی حمایت میں رائے دینے سے گریز کیا پھر بھی آپ کو پندرہ رائیں مل گئیں جن میں ہندوؤں کے علاوہ مسلمانوں میں میاں افتخار الدین صدر پنجاب کانگریس کمیٹی۔ ڈاکٹر کے۔ ایم اشرف۔ مسٹر محمد عمر۔ مسٹر عبدالستار اور سید سجاد ظہیر وغیرہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

یہ وہ افراد ہیں جو لیگ کے شدید ترین مخالف رہ چکے ہیں آپ کی تقریر کو سراہا بھی گیا۔

راجہ جی کی پریس کانفرنس اور مسلم انڈیا

مسٹر راجگوپال آچاریہ الہ آباد سے دہلی آئے وہاں آپ نے پریس کانفرنس کو مدراس کلب میں بھی پر جوش تقریریں کیں اور پوری آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا آپ اپنے عزائم پر استحکام کے ساتھ قائم ہیں آپ نے پریس کانفرنس میں فرمایا کہ مجھے کانگریس کی پالیسی سے اتفاق نہیں میں اسے تبدیل کرانے کے لئے کام کروں گا لیگ اور کانگریس میں مفاہمت کراؤں گا اور اس کے لئے مجھے رائے عامہ کو منظم کرنا ہوگا۔

جب ایک نمایندہ اخبار نے استفسار کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ لیگ کا اصل مطالبہ کیا ہے تو آپ نے غیر مبہم الفاظ میں فرمایا نہ میں نے یہ معلوم کیا ہے نہ میرے لئے اس کا دریافت کرنا ہی مناسب ہے البتہ اتنا سمجھتا ہوں کہ جلتے کہا ہیں اور اتنا ہی کافی ہے آخری مفاہمت تو جنگ کے بعد ہی ہوگی۔ ایک اور نمایندہ نے جب یہ پوچھا کہ آپ مسلمانوں کو جو پیش کش کر رہے ہیں اگر وہ اس پر بھی رضا مند نہ ہوئے تو آپ کیا کریں گے اور کہاں تک جائینگے جواب دیتے کہ میں تو بہت آگے تک جانے کو تیار ہوں لیکن کہاں تک جاؤں گا یہ وقتی حالات پر منحصر ہے۔

جنھیں کچھ کرنا نہیں ہوتا وہ تو بعض مضامین لکھکر اور قرار دادیں اور تجویزیں پیش کر کے رہ جاتے ہیں گاندھی جی نے پہلے بھی سادہ چک دینے کا اعلان کیا اور اب بھی اپنے ۱۹ راپریل کے مضمون میں لکھا۔ مولانا آزاد نے کابینہ میں بھی پانچ پانچ ممبروں کی تجویز کی تھی اور ایسا ہی کر رہے ہیں اور خود بجتہ پر

کہ یہ بے نتیجہ باتیں ہیں لیکن جو کرنے والے ہوتے ہیں اور جن کے دل میں وطن دوستی کے لئے سچی تڑپ ہوتی ہے وہ فی الفور قدم اٹھا لیتے ہیں۔ دیش بندھو داس نے ۱۹۲۰ء میں ایک اسکیم مرتب کی کانگریس مخالفت کرتی ہی رہ گئی انھوں نے بنگال میں اسے نافذ کر دیا۔

اسی طرح راجہ جی بھی اقدام عمل کا تہیہ کئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں چنانچہ آپ نے پریس کانفرنس میں فرمایا کہ میں گاندھی جی اور کانگریس کے پیش کردہ نظریے میں عملی پہلو پیدا کرنا چاہتا ہوں اور برطانیہ کے اس الزام کی عملاً تردید کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان ہندو مسلم نفاق کی وجہ سے ترقی نہیں کر سکتا مجھ سے جو کچھ ہو سکیگا کروں گا اور ضرور کروں گا۔

مسلم انڈیا کی ہمہ گیر مقبولیت

جب تک مسلم لیگ نے برسر صداقت کا اظہار نہ کیا تھا ہندو پروپیگنڈے کی مدد میں انگریز بھی بیٹھے ہے اور مسلم نیشنلسٹ بھی ہوشمند ہندو بھی مخالف بنے رہے ہر طرف فرزندان توحید کو رجعت پسندی کے طعن سننے پڑے۔ پروپیگنڈے کا یہ کتنا بڑا کمال تھا کہ دس کروڑ افراد کی ایک عظیم الشان قوم ہندو قومیت کی ایک فرقہ خیال کی جاتی رہی حالانکہ چار کروڑ فرانسیسی اور تین کروڑ اطالوی جداگانہ قومیں تسلیم کی جاتی تھیں لیگ نے جو عروج کی بلندیوں پر فائز ہے کا استقلال کیساتھ پروپیگنڈا کیا ہے خدا کی امداد شامل حال ہوئی ہے اور مسلمان عزم صمیم کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں تو غلط فہمی کے چھائے ہوئے تمام بادل چھٹ گئے انگلستان کے مدبرین کو بھی مسلم رعایا کی صداقت کا اعتراف کرنا پڑا بڑے بڑے پختہ خیال مسلم نیشنلسٹ مرکز سے ہٹے اور ہوشمند ہندو زعماء نے بھی مسلم مطالبہ کی تائید کی۔ خان عبد الغفار خاں، خان علی گل خاں، میاں افتخار الدین، مسٹر آصف علی، ڈاکٹر سید محمود، ڈاکٹر شوکت اللہ انصاری، میاں مظہر علی اظہر، ڈاکٹر اشرف، شاہ محمد عمیر، مولوی عبد الستار جس پایہ کے لوگ ہیں دنیا جانتی ہے۔

کانگریس میں جو ان کا مرتبہ تھا وہ بھی ظاہر ہے اس کے باوجود انھوں نے بھی لیگ اور کانگریس میں مفاہمت کی ضرورت پر زور دیا۔ مسٹر راجگوپال اچاریہ تمام وزراء کانگریس میں بلحاظ لیاقت و تدبر ممتاز تھے ان کے اعتراف حقیقت کیساتھ گویا بند ٹوٹ گیا جو لوگ دعاوی لیگ کے مؤید ہو چکے تھے مگر اختلاف کے خوف سے دلی بات زبان پر نہ لا سکتے تھے وہ بھی علانیہ کھل کر ہو گئے۔ مسٹر ایم۔ این رائے، مسٹر جوشی اور مسٹر جمن لال سیتلواڈ کتنے بلند درجہ کے زعیم ہیں انھوں نے بھی آواز حق بلند کیا مدراس کے بڑے بڑے کانگریسی لیڈر مسلم منوانی پر تیار ہو گئے اب سردار سومن سنگھ جوش ایم ایل اے نے بھی اپنی ایک تقریر میں فرما دیا کہ کانگریس میں مسلمانوں کا وجود آٹے میں نمک کی برابر بھی نہیں اس لئے اسے ایک ہندو جماعت کی حیثیت سے مسلم لیگ سے سمجھوتہ ہی نہیں کر لینا چاہئے بلکہ پاکستان کے مطالبہ کو بھی فوراً تسلیم کر لینا چاہئے خان بہادر اللہ بخش کے رفیق کار پیر الٰہی بخش وزیر تعلیم سندھ نے بھی یہی فرمایا ہے سرحدی گاندھی بھی فرما چکے ہیں کہ جب کانگریس کے اجلاس رام گڑھ کے موقعہ پر فیڈریشن کا معاملہ مجلس عاملہ نے طے کیا تھا تو صوبوں کو علیحدگی کا اختیار دیدیا تھا۔ یہ حضرات ہیں جن کے متعلق کسی کو فرقہ پرست اور رجعت پسند ہونیکا وہم بھی نہیں ہو سکتا ان میں بعض نہایت راسخ الاعتقاد اشتراکی ہیں۔ بعض پکے نیشنلسٹ ہیں جنھوں نے اپنے عقائد کی وجہ سے سالہا سال اپنے ہم مذہبوں سے گالیاں کھائیں اور پھر بھی ایک انچ اپنے راستے سے نہ ہٹے ہندو تو ہندو ہی ہیں لیکن صداقت شعاری اور اخلاص مندی نے انھیں قبول حق پر آمادہ کر دیا ہے فی الواقع یہ اصحاب بہت زیادہ تعریف اور شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم کی مخالفت کے یقینی تصور کے باوجود بھی اظہار حق میں تامل نہ کیا بالخصوص راجہ کا عزم و حوصلہ قابل صد ستائش ہے کہ وہ اپنی شہرت کو خطرہ میں ڈال کر اپنی شام حیات کے دور میں حق کی جنگ لڑنے نکل کھڑے ہوئے ہیں اور چٹان کی طرح اپنی جگہ قائم ہیں۔

راجہ جی کا ہوشمندانہ استقلال

راجہ جی کی مخالفت پر اگرچہ پوری کانگریس متفق ہو چکی ہے گاندھی جی، نہرو جی، کرپلانی جی اور راجندر بابو وغیرہ بری طرح پیچھے پڑے ہیں کالی جھنڈیوں سے استقبال کرائے جا رہے ہیں پراونشل کانگریس کمیٹیوں مخالفت میں کھڑا کیا جا رہا ہے پتھر پھنکوائے جا رہے ہیں مگر راجہ جی اپنی دھن کے پکے ہیں جب تک وہ نہ سمجھے تھے شدید مخالف تھے جب لیگ کے دعاوی کی صداقت کو سمجھ گئے تو ایک راستباز اور اولوالعزم قائد کی طرح حمایت پر کھڑے ہو گئے اور اب ایک بے پناہ پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے خدا نے مخالفوں ہی میں ایک دوست پیدا کر دیا ہے سب سے زیادہ قابل تعریف امر یہ ہے کہ راجہ جی مسلم زبان ہی میں بول رہے ہیں کہ یہ کوئی گائے یا بیل کی تقسیم نہیں ہے کہ ٹکڑے ہونے سے دم نکل جائے یہ ملک کی تقسیم ہے جو ہر زمانہ میں ہمیشہ ہی ہوتی رہی ہے۔ متنبہ کر رہے ہیں کہ دیکھو پانڈوں نے کوروں سے صرف پانچ گاؤں مانگے تھے جن کے نہ دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک تباہ ہو گیا ہندو خاندانوں میں بھی جب بغض پیدا ہوتی ہے تو اس کا علاج یہی ہوتا ہے کہ ایک فریق کا حصہ الگ کر دیا جائے اسی طرح اتحاد قائم رہتا ہے اور کوئی نقصان ہی نہیں ہوتا دانشمندانہ انداز میں فرما رہے ہیں کہ مسلمانوں میں جب ہندوؤں سے یکسر مختلف ہونے کا تخیل فروغ پا چکا ہے تو یہ ایک وزن رکھتا ہے اور معمولی سوال نہیں رہا اور اب اسے نظر انداز کرنا قرین عقل نہیں کیونکہ ان کے جذبات حقیقت پر مبنی ہیں اور بحث و تمحیص سے انھیں قائل کرنیکی سعی بالکل فضول ہے اس سے زیادہ راجہ جی کی حق پسندی اور معقولیت کا اور ثبوت کیا مل سکتا ہے اور حمایت میں کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ صاف فرما رہے ہیں کہ مسلمان علیحدگی پر مصر ہیں تو ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ انھیں اپنے آپ میں زبردستی رکھنے پر مصر ہوں اور ان کے اس طریق کو خواہ مخواہ لغو قرار دیتے پھریں جبکہ وہ آج ہی اپنی اکثریت کی بنا پر بعض صوبوں میں وزارتیں قائم کر کے حکومت کر رہے ہیں تو وہ یقیناً اس کے مستحق ہیں کہ وہ اپنے آپ پر خود حکومت کرنیکا مطالبہ کریں۔ کانگریس کو مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ وہ انھیں مجبور کرنیکی طاقت نہیں رکھتی پھر ان کا سوال تو اپنی اکثریت کے علاقوں کے متعلق ہے جس سے اختلاف کرنا دانائی نہیں کہ وہاں آج بھی انھیں کی حکومت ہے

نیشنلسٹوں کی طرف سے بھی تائیدی بیانات شائع ہو رہے ہیں ہوشمند ہندو لیڈر بھی زور شور سے حمایت کر رہے ہیں انگریزوں کی پالیسی بھی بدل چکی ہے ان شاء اللہ وہ وقت بھی آئیگا اور جلد آئیگا کہ کانگریس بھی مجبور ہوگی اور مسلم انڈیا بنکر رہیگا۔

مسلم انڈیا کی مخالفت کا بیہودہ عزم

پنڈت جواہر لال نہرو بہت بڑے کانگریسی لیڈر ہیں بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔ نہایت آزاد خیال شخص ہیں ہندوؤں میں بے پناہ اثر و اقتدار کے مالک ہیں لیکن ہمیں دلی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ وہ کانگریسی

ہندو ہیں مگر مسلمانوں کے حق میں وہ کبھی مسٹر ساورکر اور ڈاکٹر مونجے سے کمتر ثابت نہیں ہوئے کانگریسی نقاب میں چھپے ہوئے ان کے اصلی خدوخال کی جھلک برابر دیکھتے رہے یہ نہرو جی ہی تھے جنہوں نے رابطہ عوام کی تحریک شروع کرکے مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کی تحریک شروع کرکے تفرقہ اندازی کی خوفناک سعی کی یہ نہرو جی ہی تھے جنہوں نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "میری کہانی" میں صاف صاف لکھا ہے کہ ہندو اور مسلمان ہر حیثیت سے ایک قوم ہیں لوٹے اور لٹیا کے سوا دونوں میں کوئی فرق نہیں انھیں ہر حالت میں خود پہلے ہندوستانی اور بعد کو کچھ اور سمجھنا چاہیے۔

ابھی میں انھوں نے خدا اور مذہب کے متعلق بھی معاندانہ ریمارک کئے تھے اب یہی نہرو جی ہیں جنھوں نے ابھی لاہور کی تقریر میں فرمایا ہے کہ وہ تقسیم ہند کی مخالفت میں اپنی ہر امکانی قوت سے کام لیں گے اور مسلمانوں کا حق خود مختاری کبھی تسلیم نہ کریں گے ساتھ ہی راجہ جی کے رویہ پر سخت تنقید کی ہے پھر آپ نے نہایت فلسفہ کے ساتھ فرمایا کہ:-

"ہم نے بارہا مفاہمت کی سعی کی لیکن کامیابی سے قریب تر ہونے پر حکومت نے وسط میں آکر سارا کام بگاڑ دیا۔ اس وقت بھی بعض لوگ پاکستان کے لئے حکومت ہی کی طرف دیکھ رہے ہیں اس لئے کوئی مفاہمت نہیں ہو سکتی اس وقت سب کو مل کر آزادی حاصل کر لینی چاہیے جب تیسری پارٹی درمیان میں نہ رہے گی تو ہم خود اس مسئلہ کو حل کرکے باہم اتحاد کر لیں گے"

بالفاظ دیگر باہمی سمجھوتہ میں حکومت حائل ہے اور جب تک انگریز یہاں موجود ہیں اتحاد نہیں ہو سکتا اس کے بعد ہم خود ہی نپٹ لیں گے۔ یہ ہے کانگریس کے اس قائد اعظم کی ہوشمندی کا مظاہرہ تقسیم کی مخالفت کے بعد انگریزوں کے چلے جانے پر مسئلہ کو خود حل کر لینے کا صاف مطلب یہ نہیں کہ ہندو مسلمانوں کو بزور مغلوب بنا کر من مانی شرائط منوائیں گے اور ہندو راج قائم کریں گے اگر یہ نہیں تو خدا کے لئے ہمیں کوئی بتائے کہ اس کا اور مفہوم کیا ہے تقسیم ہند کی ہر امکانی مخالفت اور پاکستان کے خلاف زہر اگلنے کے اعلان کے ساتھ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد خود ہندو مسلم کے حل کر لینے کے عزم کے معانی تو یہی ہو سکتے ہیں جو مفاہمت تقسیم ہند کے سوا دیگر اصول پر ہوگی وہ ہندو راج کے تتمہ کے سوا اور کچھ نہیں ہوگی۔ ہندوستان کے تقسیم نہ ہونے کے معنی مسلمانوں کے نزدیک ہندو راج کے ہیں اب اگر ہندو مسلمان مل کر انگریزوں کو نکال بھی دیں تو اس کے بعد کیا ہوگا کسی مسلمان کی زبان سے نہیں بلکہ ہندوؤں کے سب سے بڑے لیڈر گاندھی جی کی زبان سے سنئے فرماتے ہیں:-

"انگریزوں کے جاتے ہی آزادی نہیں مل جائیگی ممکن ہے کہ اس طرح اقوام میں . . . اتفاق کی ترغیب پیدا ہو جائے ممکن ہے کہ ملک کے اندر بدنظمی اختلال پیدا ہو جائے یہ خطرہ بھی موجود ہے کہ کوئی دوسری طاقت خالی جگہ پر مسلط ہو جائے"

یعنی انگریزوں کے چلے جانے پر اختلال اور دوسری طاقت کے آدھمکنے کا خطرہ موجود ہے اس کا اعتراف وہ [illegible] ہی ہے پھر بھی مفاہمت اور مسائل کو طے نہ کرنا اور سردست اتحاد کے مسئلہ کو بعد کے لئے اٹھا رکھنے کے معانی یہی ہو سکتے ہیں کہ اس ذہنیت کے ہندو باہم لڑ کر فیصلہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں انگریزوں سے توقع رہی نہیں مسلمان مسلم انڈیا کا عزم کئے ہوئے ہیں انگریزوں کی موجودگی میں حق کیلئے

جنگ ہو نہیں سکتی تنہا آزادی لے نہیں سکتے اس لئے منشا یہ ہے کہ مسلمانوں کو ساتھ ملا کر پہلے انگریزوں کو نکال دیں اور اس کے بعد مسلمانوں سے نپٹ لیں۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ کم از کم ہمارے سمجھائے گاندھی جی اور نہرو جی کا مطلب یہی ہے وہ مسلمانوں کے عزم، انگریزوں سے مایوسی اور ہندو راج کے مقصد کی پامالی کے تصور سے برافروختہ ہو رہے ہیں اور معقولیت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہوشمند ہندو برابر ٹوٹتے اور راجہ جی کے ساتھ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

پنڈت نہرو کے دلائل کا تار و پود

حیرت معلوم ہوتی ہے کہ اس قدر بلند پایہ لیڈر کتنی پریشان خیالی میں مبتلا ہے اور جوش غضب میں ان کہنی بھی کہتا چلا جاتا ہے اور ساتھ غلط بیانیوں سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ سنہ ۱۹۲۲ء سنہ ۲۶ء اور سنہ ۳۱ء میں ضرور سمجھوتہ کی کوششیں ہوئیں لیکن ہم وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ کانگریس مسلمانوں کے ساتھ گفتگو میں کبھی سمجھوتہ کے قریب نہیں پہنچی حکومت کے درمیان آنے کا ذکر ہی کیا ہے۔ سنہ ۳۱ء میں گاندھی جی نے سادہ چک دینے کا اعلان کیا لیکن جب دہلی میں گفتگو کا وقت قریب آیا تو گاندھی جی نے کانگریسی مسلمانوں کو کھڑا کرکے کہہ دیا کہ پہلے تم باہم متفق ہو کر کوئی اسکیم لاؤ میں غور کروں گا معاملہ ٹوٹ گیا پھر گاندھی جی خود مسٹر جناح سے بمبئی میں ملے۔

مسٹر جناح نے گزشتہ تجربہ کی بنا پر فرما دیا کہ پہلے گفتگو کرنے والی جماعتوں کی مابین نمائندہ حیثیت تسلیم ہو جائے تاکہ پھر پیشتر جیسا کھیل نہ کھیلا جا سکے گاندھی جی نے اسے بھی منظور نہ کیا اور معاملہ ٹوٹ گیا۔ سب یہی مفاہمت ہو ہی کس طرح سکتی تھی اب تو مسلم انڈیا کا معاملہ ہے کانگریس تو ابتدا سے ہر مسلم مطالبہ کی مخالفت کرتی رہی انتخابات جداگانہ علیحدگی سندھ اصلاحات سرحد و بلوچستان ذبیحہ گاؤ کی آزادی مساجد کے سامنے باجہ نوازی سے اجتناب پنجاب بنگال میں مسلم اکثریت کا قیام کسی ایک چیز کو بھی تو ہندوؤں نے منظور نہیں کیا جانے دیجئے جداگانہ انتخاب کو اور چیزوں کی مخالفت کیوں ہوتی رہی کیا سرحد و سندھ اپنی ترقی کے خواہاں نہ ہوتے اور کیا مسلمان اکثریت کے حقوق طلب نہ کرتے حکمران طبقہ تو ہر جگہ تفرقہ اندازی کرتا ہی رہا ہے لیکن کانگریس کو ان مطالبات کی منظوری سے کس نے روکا تھا خود کانگریس مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے لئے کیا کچھ نہیں کرتی رہی مسلمانوں کا کونسا مطالبہ غیر حق بجانب تھا کیا وہ اپنے حق حکومت خود مختاری کا مطالبہ کرنے اور خود غلامی پر قانع رہتے نہرو رپورٹ غلامی کے ایک پروانہ کے سوا اور کیا تھی مسلم انڈیا کا مطالبہ تو پھر جدید بات ہے ہندو تو عہدوں اور ممبریوں کے تناسب پر بھی کبھی تیار نہ ہوئے یہ تو ہے اپنا نوشتہ اعمال اور الزام دیا جاتا ہے حکومت کو آج ہندو مسلم انڈیا کا مطالبہ منظور کر لیں ایک لمحہ میں اتحاد ہو جاتا ہے مگر یہ کبھی نہ کریں گے اور اپنی غلط روی کو چھپانے کے لئے حکومت کی مداخلت کا بہانہ تراشتے رہیں گے اس غصہ میں کہ وہ کیوں تقدمہ ہوتی کے خلاف اس کی ہمنوائی پر آمادہ نہیں ہوتی۔ اگر مسلمان پاکستان کیلئے تیسرے فریق کی طرف دیکھ رہے ہیں تو اس لئے کہ کانگریس اس کی مخالفت کا شدومد کے ساتھ اعلان کر چکی ہے تیسرے فریق کے چلے جانے کے بعد ہمیں بتایا جائے کہ اتحاد کس طرح ہو جائیگا اگر مسٹر جگت نرائن لال کی قرارداد کو منسوخ کر دیا جائیگا تو یہ آج ہی ہو سکتا ہے اور اگر یہ نہیں کیا یہ منظور نہیں تو مسلمان ہرگز راضی نہیں ہوں گے پھر تصفیہ کی صورت ہوگی کیا ہر ایک مسلمان تو اپنا حق لینے پر تلے ہوئے ہیں یہ آپ کی مرضی ہے کہ انھیں اس سے روکنے کے لئے خون کے دریا بہائیں یا ایسے ہی ہوشمندانہ راضی ہو جائیں۔

صحیح بخاری شریف اردو

(بالسلسلہ گذشتہ)

باب جب کوئی شخص رمضان میں افطار کرے بعد اس کے آفتاب نکل آئے (تو اسے کیا کرنا چاہیئے۔

۱۸۰۵ حضرت اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ابر والے دن میں افطار کر لیا بعد اس کے آفتاب نکل آیا ہشام سے پوچھا گیا کہ پھر ان لوگوں کو قضا کا حکم دیا گیا یا نہیں (ہشام نے کہا کہ قضا سے (بھی) کچھ مفر ہو سکتی ہے اور معمر کہتے ہیں کہ میں نے ہشام سے سنا وہ کہتے تھے مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضا کی یا نہیں۔

باب بچوں کا روزہ رکھنا افضل ہے اور حضرت عمر نے ایک نشہ والے سے رمضان میں کہا کہ تیری خرابی ہو ہمارے بچے تک تو روزہ دار ہیں پھر اسے مارا۔

۱۸۰۶ حضرت ربیع بنت معوذ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کی صبح کو انصار کی بستیوں میں یہ کہلا بھیجا کہ جس نے بغیر روزہ کے صبح کی ہو وہ اپنے باقی دن کو (بغیر کھائے) رہے، اور اگر اے اور جس شخص نے روزہ کی حالت میں صبح کی ہو وہ روزہ رکھے حضرت ربیع کہتی ہیں کہ اس کے بعد ہم برابر عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو رکھوایا کرتے تھے اور ان کے لئے روئی کی گڑیا بنا لیا کرتے تھے کہ جب کوئی ان میں سے کھانے کے لئے روتا تو ہم وہی گڑیا اسے دیدیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا۔ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ عہن کے معنی صوف (یعنی روئی)

باب (روزوں میں) وصال کرنا کیسا ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ رات میں روزہ (رکھنا درست) نہیں بدلیل قول اللہ تعالے کے ثم اتموا الصیام الی اللیل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے ان پر رحم کھا کر اور ان کی بہبود کے خیال سے منع فرمایا اور عبادات میں تعمق (یعنی زیادہ سختی کرنا جس کی برداشت نہ ہو) مکروہ ہے۔

۱۸۰۷ حضرت انس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تم لوگ (روزے میں) وصل نہ کرو صحابہ نے عرض کیا کہ آپ تو وصل کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کے مثل نہیں ہوں فرمایا کہ مجھے کھانا کھلا دیا جاتا ہے اور پانی پلا دیا جاتا ہے یا یہ فرمایا کہ میں رات کو سوتا ہوں تو مجھے کھلا پلا دیا جاتا ہے۔

۱۸۰۸ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے منع فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں فرمایا کہ میں تمہارا جیسا نہیں ہوں مجھے (خدا کے ہاں سے) کھلایا پلایا جاتا ہے۔

۱۸۰۹ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! تم وصال نہ کرو پھر اگر کوئی شخص تم میں وصال کا ارادہ کرے تو وہ صبح تک وصل کرلے (اس سے زیادہ نہ کرے) صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو وصال کرتے ہیں فرمایا کہ میں تمہارا جیسا نہیں ہوں میں رات کو سوتا ہوں تو میرا ایک کھلانے والا ہے جو مجھے کھلا دیتا ہے اور ایک پلانے والا ہے جو پلا دیتا ہے۔

۱۸۱۰ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو وصال سے ان پر رحم کھا کر منع فرما دیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں فرمایا کہ میں تمہارا جیسا نہیں ہوں میرا پروردگار مجھے کھلا پلا دیتا ہے

باب جس شخص نے وصال کی کثرت کی اس پر انکار کرنا حضرت سے مروی ہے اسکو حضرت انس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

۱۸۱۱ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں میں وصل کرنے سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو وصل کرتے ہیں فرمایا تم میں سے کون شخص میرے مثل ہے میں رات کو سوتا ہوں تو میرا پروردگار مجھے کھلا پلا دیتا ہے مگر جب وہ لوگ باز نہ آئے تو آپ نے ان کے ساتھ وصل کے روزے کئی دن رکھے بعد اس کے (عید کا) چاند نکل آیا آپ نے ان کے نہ ماننے پر بطور خفگی کے فرمایا کہ اگر ابھی چاند نہ نکلتا تو میں اور زیادہ روزے تم سے رکھواتا۔

۱۸۱۲ حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اے لوگو صوم وصال سے بچو دو مرتبہ یہی فرمایا کسی نے کہا کہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں فرمایا میں رات کو سو جاتا ہوں تو میرا پروردگار مجھے کھلا پلا دیتا ہے لہذا تم اسی قدر عبادت اپنے ذمہ لو جس کی تمہیں برداشت ہو۔

باب صبح تک وصال کرنا کیسا ہے۔

۱۸۱۳ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! صوم وصال نہ رکھو اور جو شخص تم میں سے صوم وصل رکھنا چاہے اسے چاہیئے کہ صبح تک وصل کرے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو وصل کرتے ہیں فرمایا میں تمہارا جیسا نہیں ہوں میں رات کو سوتا ہوں تو ایک کھلانے والا مجھے کھلا دیتا ہے اور ایک ساقی مجھے پلا دیتا ہے۔

باب (اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو نفل روزے کے توڑ ڈالنے کی قسم دلائے تو درست ہے) اور اس پر قضا واجب نہیں بشرطیکہ روزہ نہ رکھنا اس کے لئے زیادہ مناسب ہو۔

لہ روزوں میں وصل کرنا اس کو کہتے ہیں کہ کئی روز لگاتار روزے رکھے اور ان کے درمیان میں بالکل افطار نہ کرے نہ شام کے وقت نہ دن کے وقت غرض رات دن برابر روزہ رکھے اس قسم کا روزہ ان لوگوں کے لئے جو اس کی برداشت نہ کر سکیں مکروہ ہے یہی محققین کا مسلک ہے بعض لوگ جو مطلقاً صوم وصال کو مکروہ کہتے ہیں یہ انکی غلطی ہے حضرات صحابہ و تابعین کے مقدس بزرگوں سے صحیح روایتوں میں صوم وصال منقول ہے ۱۲

جب بھی آپ کوئی خط لکھیں تو چند دوستوں کے پتے بھی لکھ دیا کیجئے جن کو یہاں سے مولوی کا نمونہ بھیجدیا جائے اس طرح بغیر کسی خاص جد و جہد کے مولوی کی اشاعت بڑھ سکتی ہے۔

کتابُ الفقہ

پردہ - اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے

(از حضرت مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی)

اسی طرح اجنبی عورت کو نکاح کے لئے دیکھنا اور تفصیلی نظر کے ساتھ دیکھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ احادیث میں اس کا حکم وارد ہوا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض کے لئے عورت کو دیکھا ہے۔

عن المغيرة بن شعبة انه خطب امرأة فقال النبي صلعم انظر اليها فانه احرى ان يودم بينكما

مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس کو دیکھ لو کہ یہ تم دونوں کے درمیان محبت و اتفاق پیدا کرنے کے لئے مناسب ہوگا۔

عن سهل بن سعد ان امرأة جاءت الى رسول الله صلعم فقالت يا رسول الله جئت لاهب لك نفسي فنظر اليها رسول الله صلى الله عليه وسلم فصعد النظر اليها

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور بولی کہ میں اپنے آپکو حضورؐ کے نکاح میں دینے کے لئے آئی ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھائی اور اس کو دیکھا۔

عن ابی هريرة قال كنت عند النبي صلعم فاتاه رجل فاخبره انه تزوج امرأة من الانصار فقال له رسول الله صلعم انظرت اليها؟ قال لا. قال فاذهب فانظر اليها فان في اعين الانصار شيئاً

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے انصار میں سے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا جا اور اس کو دیکھ لے کیونکہ انصار کی آنکھوں میں عموماً کچھ عیب ہوتا ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال رسول الله صلعم اذا خطب احدكم المرأة فان استطاع ان ينظر الى ما يدعوه الى نكاحها فليفعل

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکان اسے دیکھ لینا چاہئے کہ آیا اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کو اس عورت کے ساتھ نکاح کی طرف رغبت دلانے والی ہو۔

ان مستثنیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع کا مقصد دیکھنے کو کلیتہً روک دینا نہیں ہے بلکہ دراصل فتنے کا سدباب مقصود ہے اور اس غرض کے لئے صرف ایسے دیکھنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جس کی کوئی حاجت بھی نہ ہو جس کا کوئی تمدنی فائدہ بھی نہ ہو اور جس میں جذبات شہوانی کو تحریک دینے کے اسباب بھی موجود ہوں۔

یہ حکم جس طرح مردوں کے لئے ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے۔ چنانچہ حدیث میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ اور حضرت میمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں اتنے میں حضرت ابن ام مکتوم آگئے جو نابینا تھے حضورؐ نے فرمایا ان سے پردہ کرو۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا کیا یہ نابینا نہیں ہیں! نہ وہ ہم کو دیکھیں گے نہ پہچانیں گے۔ حضورؐ نے جواب دیا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو! کیا تم انہیں نہیں دیکھتی ہو!

مگر عورت کے مردوں کو دیکھنے اور مرد کے عورتوں کو دیکھنے میں نفسیات کے اعتبار سے ایک نازک فرق ہے۔ مرد کی فطرت میں اقدام ہے کسی چیز کو پسند کرنے کے بعد وہ اس کے حصول کی سعی میں پیش قدمی کرتا ہے۔ مگر عورت کی فطرت میں تمانع اور فرار ہے جب تک کہ اس کی فطرت بالکل ہی مسخ نہ ہو جائے وہ کبھی اس قدر جسارت اور جری و بیباک نہیں ہو سکتی کہ کسی کو پسند کرنے کے بعد خود اس کی طرف پیش قدمی کرے۔ شارع نے اس فرق کو ملحوظ رکھ کر عورتوں کے لئے غیر مردوں کو دیکھنے کے معاملہ میں وہ سختی نہیں کی ہے جو مردوں کے لئے غیر عورتوں کو دیکھنے کے معاملہ میں کی ہے۔ چنانچہ حدیث میں حضرت عائشہ کی یہ روایت مشہور ہے کہ آنحضرتؐ نے عید کے موقع پر ان کو خود حبشیوں کا تماشا دکھایا تھا۔[ع] اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا مردوں کو دیکھنا مطلقاً ممنوع نہیں ہو بلکہ ایک مجلس میں مل کر بیٹھنا اور نظر جما کر دیکھنا مکروہ ہے اور ایسی نظر بھی جائز نہیں ہے جس میں فتنے کا احتمال ہو۔ وہی نابینا صحابی ابن ام مکتوم جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کو پردہ کرنے کا حکم دیا تھا ایک دوسرے موقع پر حضورؐ انہی کے گھر میں فاطمہ بنت قیس کو عدت بسر کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ قاضی ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت قیس ام شریک کے گھر میں عدت گذارنا چاہتی تھیں حضورؐ نے فرمایا اس گھر میں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے ہاں رہو کیونکہ وہ ایک اندھا آدمی ہے اور اس کے ہاں تم بے پردہ رہ سکتی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصد فتنے کے احتمالات کو کم کرنا ہے جہاں فتنے کا احتمال زیادہ تھا وہاں رہنے سے منع فرما دیا جہاں احتمال کم تھا وہاں رہنے کی اجازت

ع یہ روایت بخاری اور مسلم اور نسائی اور مسند احمد وغیرہ میں کئی طریقوں سے آئی ہے بعض لوگوں نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ یہ واقعہ شاید اس وقت کا ہے جب حضرت عائشہ کم سن تھیں اور حجاب کے احکام نازل نہ ہوئے تھے مگر ابن حبان میں تصریح ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حبش کا وفد مدینہ آیا تھا اور تاریخ سے ثابت ہے کہ اس وفد کی آمد ۷ھ میں ہوئی ہے اس لحاظ سے حضرت عائشہ کی عمر اس وقت پندرہ سولہ برس کی تھی نیز بخاری کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو چادر سے ڈھانکے جاتے تھے اس سے ظاہر ہے کہ احکام حجاب بھی اس وقت نازل ہو چکے

ع دوسری روایت میں حضرت عائشہ کا ذکر ہے۔

دیکھے کیونکہ بہرحال اس عورت کو نہیں رہنا ضرور تھا لیکن جہاں کوئی حقیقی ضرورت نہ تھی وہاں خواتین کو ایک غیر مرد کے ساتھ ایک مجلس میں جمع ہونے اور دو برو اس کو دیکھنے سے روک دیا۔

یہ سب مراتب حکمت پر مبنی ہیں۔ جو شخص مغز شریعت تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہو وہ بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ غض بصر کے احکام کن مصالح پر مبنی ہیں اور ان مصالح کے لحاظ سے ان احکام میں شدت اور تخفیف کا مدار کن امور پر ہے شارع کا اصل مقصد تم کو نظر بازی سے روکنا ہے ورنہ اسے تمہاری آنکھوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے یہ آنکھیں ابتدا میں بڑی معصوم نگاہوں سے دیکھتی ہیں نفس کا شیطان ان کی تائید میں بڑے بڑے پرفریب دلائل پیش کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ ذوق جمال ہے جو فطرت نے تم کو ودیعت کیا ہے۔ جمال فطرت کے دوسرے مظاہر تجلیات کو جب تم دیکھتے ہو اور ان سے بہت ہی پاک لطف اٹھاتے ہو جمال انسانی کو بھی دیکھ لو اور ویسا ہی روحانی لطف اٹھاؤ مگر اندر ہی اندر یہ شیطان لطف اندوزی کی لے کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ذوق جمال ترقی کر کے شوق وصال بن جاتا ہے کون ہے جو اس حقیقت سے انکار کی جرأت رکھتا ہو کہ دنیا میں جس قدر بدکاری اب تک ہوئی ہے اور اب ہو رہی ہے اس کا پہلا اور سب سے بڑا محرک یہی آنکھوں کا فتنہ ہے۔ کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اپنی صنف مقابل کے کسی حسین اور جوان فرد کو دیکھ کر اس میں وہی کیفیات پیدا ہوتی ہیں جو ایک خوبصورت پھول کو دیکھ کر ہوتی ہیں؟ اگر دونوں قسم کی کیفیات میں فرق ہے اور ایک کے برخلاف دوسری کیفیت کم و بیش شہوانی کیفیت ہے تو پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ ایک ذوق جمال کے لئے بھی وہی آزادی ہونی چاہئے جو دوسرے ذوق جمال کے لئے ہے شارع تمہارے ذوق جمال کو مٹانا تو نہیں چاہتا وہ کہتا ہے کہ تم اپنی پسند کے مطابق اپنا ایک جوڑا انتخاب کر لو اور جمال کا جتنا ذوق تم میں ہے اس کا مرکز صرف اسی ایک کو بنا لو پھر چاہو اس سے لطف اٹھاؤ۔ اس مرکز سے ہٹ کر تم دیدہ بازی کرو گے تو خواہش میں مبتلا ہو گے اگر ضبط نفس یا دوسرے موانع کی بنا پر آوارگی عمل میں مبتلا نہ بھی ہوئے تو آوارگی خیال سے کبھی نہ بچ سکو گے تمہاری بہت سی قوت آنکھوں کے ذریعہ ضائع ہو گی بہت سے ناکردہ گناہوں کی حسرت تمہارے دل کو ناپاک کریگی بارہا تم فریب محبت میں مبتلا ہو گے اور بہت سی راتیں بیداری کے خواب دیکھنے میں جاگ جاگ کر ضائع کر دو گے بہت سے حسین ناگوں اور ناگنوں سے ڈسے جاؤ گے تمہاری بہت سی قوت حیات دل کی دھڑکن اور خون کے ہیجان میں ضائع ہو جائیگی یہ نقصان کیا کچھ کم ہے اور یہ سب اپنے مرکز سے ہٹ کر دیکھنے ہی کا نتیجہ ہے لہذا اپنی آنکھوں کو قابو میں رکھو بغیر حاجت کے دیکھنا اور ایسا دیکھنا جو فتنے کا سبب بن سکتا ہو قابل حذر ہے۔ اگر دیکھنے کی حقیقی ضرورت ہو یا اس کا کوئی تمدنی فائدہ ہو تو احتمال فتنہ کے باوجود دیکھنا جائز ہے اور اگر حاجت نہ ہو لیکن فتنے کا بھی احتمال نہ ہو تو عورت کے لئے مرد کو دیکھنا جائز ہے مگر مرد کے لئے عورت کو دیکھنا جائز نہیں الا یہ کہ اچانک نظر پڑ جائے

اظہار زینت کی ممانعت اور اسکے حدود

غض بصر کا حکم عورت اور مرد دونوں کے لئے تھا اس کے بعد احکام خاص عورتوں کے لئے ہیں ان میں سے پہلا حکم یہ ہے کہ ایک محدود دائرے کے باہر اپنی زینت کے دائرے سے پرہیز کریں۔

اس حکم کے مقاصد اور اس کی تفصیلات پر غور کرنے سے پہلے ان احکام کو پھر ایک مرتبہ پھر ذہن میں تازہ کر لیجئے جو اس سے پہلے لباس اور ستر کے باب میں بیان ہو چکے ہیں چہرے اور ہاتھوں کے سوا عورت کا پورا جسم ستر ہے جس کو باپ چچا بھائی اور بیٹے تک کے سامنے کھولنا جائز نہیں حتیٰ کہ عورت پر بھی عورت کے ستر کا کھولنا مکروہ ہے[1] اس حقیقت کو پیش نظر رکھنے کے بعد اظہار زینت کے حدود ملاحظہ کیجئے۔

(۱) عورت کو اجازت دی گئی ہے کہ اپنی زینت کو ان رشتہ داروں کے سامنے ظاہر کرے شوہر، باپ، خسر، بیٹے، سوتیلے بیٹے، بھائی، بھتیجے اور بھانجے۔

(۲) اس کو یہ بھی اجازت دی گئی ہے کہ اپنے لونڈی غلاموں کے سامنے اظہار زینت کرے۔

(۳) وہ ایسے مردوں کے سامنے بھی زینت کے ساتھ آسکتی ہے جو عورتوں کی طرف رغبت نہیں رکھتے۔

قرآن میں اس کے لئے التابعین غیر اولی الاربۃ کے الفاظ آئے ہیں جن کا مفہوم ظاہر ہے ہماری زبان میں لفظ تابعدار اسی معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور ربہ کے معنی الحاجۃ فی النساء (عورتوں کی طرف میلان و رغبت) کے ہیں۔ پس شارع کی مراد یہ ہے کہ عورت ایسے مردوں کے سامنے بھی اظہار زینت کر سکتی ہے جو زیر دست ہوں اور اس کے ساتھ ہی ان کے حالات سے بھی یہ ظاہر ہو کہ ان سے کسی فتنہ کا اندیشہ نہیں ہے مثلاً بوڑھے فقراء و مساکین، یا ابلہ لوگ۔ شبہ ہو سکتا تھا کہ اس زمرہ میں مخنث بھی داخل ہیں کیونکہ وہ جسمانی حیثیت سے فتنہ پیدا کرنے کے اہل ہی نہیں ہیں لیکن شارع نے ان کو اس اجازت سے خارج کر دیا۔ اس لئے کہ اگرچہ ان کی جسمانی اہلیت مفقود ہو جاتی ہے مگر جذبات مفقود نہیں ہوتے اور وہ بآسانی فتنے پیدا کرنے کا وسیلہ بن سکتے ہیں۔ حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام سلمہ کے پاس ایک مخنث بیٹھا تھا اور ان کے بھائی سے کہہ رہا تھا کہ اے عبداللہ اگر کل طائف فتح ہو گیا تو ایک بری کا تمہیں پتہ دوں گا جو چار کے ساتھ آتی ہے اور آٹھ کے ساتھ پلٹتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گفتگو سن لی اور فرمایا کہ آئندہ سے یہ گھر میں نہ آئے[2]۔ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ ازواج مطہرات کے پاس ایک مخنث آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک عورت کی صفت بیان کر رہا تھا اتنے میں حضور تشریف لائے اور اس کی باتیں سن لیں۔ فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ یہ عورتوں کے احوال سے واقف ہے لہذا اب یہ تمہارے پاس نہ آئے اس سے پردہ کرو[3]۔ ان واقعات کے بعد آنحضرت صلعم نے مخنثوں سے پردہ کرنے کا حکم دیدیا۔

(۴) عورت ایسے بچوں کے سامنے بھی اظہار زینت کر سکتی ہے جن میں ابھی صنفی احساسات پیدا نہ ہوئے ہوں قرآن میں او الطفل الذین لم یظہروا علی عورات النساء فرمایا گیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ایسے بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ نہ ہوئے ہوں۔

---

[1] عورت کے لئے عورت کے جسم کا ناف سے گھٹنے تک کا حصہ دیکھنا اسی طرح حرام ہے جس طرح مرد کے لئے دوسرے مرد کا یہی حصہ جسم دیکھنا حرام ہے۔ [2] تفسیر کبیر آیہ ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن ... من الرجال۔ [3] احکام القرآن ... بخاری

(۵) اپنے میل جول کی عورتوں کے سامنے بھی عورت کا زینت کے ساتھ آنا جائز ہے قرآن میں النساء (عورتوں) کے الفاظ نہیں لیے گئے بلکہ نساءھن (اپنی عورتوں) کے الفاظ لیے گئے ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ شریف عورتیں یا اپنے کنبے رشتے یا اپنے طبقہ کی عورتیں مراد ہیں ان کے ماسوا غیر عورتیں جن میں ہر قسم کی مجہول الحال اور مشتبہ کیرکٹر والیاں اور آوارہ و بدنام سب ہی شامل ہوتی ہیں اس اجازت سے خارج ہیں کیونکہ وہ بھی فتنہ کا سبب بن سکتی ہیں۔ اسی بنا پر جب شام کے علاقہ میں مسلمان گئے اور ان کی خواتین وہاں کی نصرانی و یہودی عورتوں کے ساتھ بے تکلفانہ ملنے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر شام حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو لکھا کہ مسلمان عورتوں کو اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ حماموں میں جانے سے منع کر دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تصریح کی ہے کہ مسلمان عورت کفار اور اہل الذمہ کی عورتوں کے سامنے اس سے زیادہ ظاہر نہیں کر سکتی جو اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے۔ اس سے کوئی مذہبی امتیاز مقصود نہیں بلکہ مسلمان عورتوں کو ایسی عورتوں کے اثرات سے بچانا مقصود ہے جن کے اخلاق اور تہذیب کا صحیح [illegible] اسلامی نقطۂ نظر سے قابل اعتراض [illegible] اور نیک خصلت ہوں تو وہ [illegible]

ان حدود پر غور کرنے سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:-

ایک یہ کہ جس زینت کے اظہار کی اجازت اس محدود حلقہ میں دی گئی ہے وہ ستر عورت کے سوا ہے اس سے مراد زیور پہننا اچھے ملبوسات سے آراستہ ہونا سرمہ اور حنا اور بالوں کی آرائش اور دوسری وہ آرائشیں ہیں جو عورتیں اپنی انوثت کے اقتضا سے اپنے گھر میں کرنے کی عادی ہوتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس قسم کی آرائشوں کے اظہار کی اجازت یا تو ان مردوں کے سامنے دی گئی ہے جن کو ابدی حرمت نے عورتوں کے لیے حرام کر دیا ہے یا ان لوگوں کے سامنے جن کے اندر صنفی میلانات نہیں ہیں اور جو اخلاق کے اعتبار سے محفوظ ہیں چنانچہ عورتوں کے لیے نسائہن کی قید ہے تابعین کے لیے غیر اولی الاربة کی قید ہے بچوں کے لیے لم یظہروا علی عورات النساء کی شرط ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شارع کا منشا عورت کے اظہار زینت کو ایسے حلقہ میں محدود کرنا ہے جس میں ان کے حسن [illegible] کی آرائش سے کسی قسم کے ناجائز جذبات پیدا ہونے اور صنفی انتشار کے اسباب کے فراہم ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے۔

اس حلقہ کے باہر جتنے مرد ہیں ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کرو بلکہ چلنے میں پاؤں بھی اس طرح نہ مارو کہ چھپی ہوئی زینت کا حال آواز سے ظاہر ہو اور اس ذریعہ سے توجہات تمہاری طرف منعطف ہوں۔ اس فرمان میں جس زینت کو اجانب سے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے وہ وہی زینت ہے جس کو ظاہر کرنے کی اجازت اوپر کے محدود حلقہ میں دی گئی ہے مقصد بالکل واضح ہے عورتیں آراستہ ہو کر ایسے لوگوں کے سامنے آئیں گی جو صنفی خواہشات رکھتے ہیں اور جن کے داعیات نفس کو ابدی حرمت نے پاکیزہ اور معصوم جذبات سے مبدل بھی نہیں کیا ہے تو لامحالہ اس کے اثرات وہی ہوں گے جو مقتضائے بشریت ہیں۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ ایسے اظہار زینت سے ہر عورت بالفعل فاحشہ ہو جائیگی اور ہر مرد بالفعل بدکار ہی بنکر رہے گا مگر اس سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ زینت و آرائش کے ساتھ عورتوں کے علانیہ پھرنے اور محفلوں میں شریک ہونے سے بیشمار بیلی اور جنسی نفسانی اور مادی نقصانات رونما ہوتے ہیں۔ آج یورپ اور امریکہ کی عورتیں اپنی اور اپنے شوہروں کی آمدنی کا بیشتر حصہ اپنی آرائش پر خرچ کر رہی ہیں اور روز بروز ان کا یہ خرچ اتنا بڑھتا چلا جا رہا ہے کہ ان کے معاشی وسائل اس کے تحمل کی قوت نہیں رکھتے۔ کیا یہ شوق الہی پر جون کا لیا ہو نے پیدا نہیں کیا ہے جو بازاروں اور دفتروں اور سوسائٹی کے اجتماعات میں آراستہ خواتین کا استقبال کرتی ہیں پھر غور کیجئے آخر کار عورتوں میں آرائش کا اس قدر شوق پیدا ہونے اور طوفان کی طرح بڑھنے کا سبب کیا ہے؟ یہی نا کہ وہ مردوں سے خراج تحسین وصول کرنا اور ان کی نظروں میں کھب جانا چاہتی ہیں؟[۵]

---

[۱] ابن جریر، تفسیر آیۂ مذکور۔ [۲] تفسیر کبیر آیہ مذکور

[۵] حال میں کیا یہی سامان بنانے والوں کی نمائش ہوئی تھی جس میں ماہرین کے بیانات سے معلوم ہوا کہ انگلستان کی عورتیں اپنے سنگھار پر دو کروڑ پونڈ اور امریکہ کی عورتیں باسٹھ کروڑ پونڈ سالانہ خرچ کرتی ہیں اور قریب ۹۰ فیصدی عورتیں کسی نہ کسی طریقہ کی خوگر ہیں۔ [۲] خوبصورت بننے کا جنون عورتوں میں اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ اس کی خاطر وہ اپنی جانیں تک دے رہی ہیں ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہلکی پھلکی گڑیا سی بنکر رہیں اور ان کے جسم پر ایک اونس بھی مزید زیادہ گوشت نہ ہو خوبصورتی کے لیے پنڈلی ران اور سینہ کی جو ناپ ماہرین نے تجویز کر دی ہیں ہر لڑکی اپنے کو اس پیمانہ کے اندر رکھنا چاہتی ہے گویا اس کمبخت کی زندگی کا کوئی مقصد دوسروں کی نگاہ میں مرغوب بننے کے سوا نہ رہا اس مقصد کے لئے یہ بیچاریاں فاقہ کرتی ہیں جسم کو نمو دینے والی غذاؤں سے قصداً اپنے آپ کو محروم رکھتی ہیں لیموں کے رس تلخ قہوہ اور ایسی ہی ہلکی غذاؤں پر جیتی ہیں اور طبی مشورے کے بغیر بلکہ اس کے خلاف ایسی دوائیں استعمال کرتی ہیں جو انھیں دبلا کر دیں اس جنون کی خاطر بہت سی عورتوں نے اپنی جانیں دی ہیں اور دے رہی ہیں ۱۹۳۳ء میں بوڈاپسٹ کی مشہور ایکٹرس جوسی لاباس یکایک حرکت قلب بند ہونے سے مر گئی بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ کئی سال سے قصداً نیم فاقہ کشی کی زندگی بسر کر رہی تھی اور جسم گھٹانے کی پیٹنٹ دوائیں استعمال کئے جاتی تھی آخر اس کی قوتوں نے یکایک جواب دیدیا۔ اس کے بعد پے در پے بوڈاپسٹ ہی میں اور ایسے حادثے پیش آئے ایک ایکٹرس ایلی جو اپنے حسن اور اپنے کمالات کیلئے سارے ہنگری میں مشہور تھی اس بیچاری کے شوق کی نذر ہوئی۔ پھر ایک مغنیہ یونسا زابو بیچے گانوں کی ہر طرف دھوم تھی ایک رات عین اسٹیج پر اپنا کام کرتے ہوئے ہزار ہا ناظرین کے سامنے غش کھا کر گر پڑی اس کو یہ غم کھائے جاتا تھا کہ اس کی جسم موٹا ہو زیادہ کے معیار حسن پر پورا نہیں اترتا اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے بیچاری نے مصنوعی تدبیریں اختیار کرنی شروع کیں اور دو مہینہ میں ۲۰ پونڈ وزن کم کر ڈالا نتیجہ یہ ہوا کہ دل حد سے زیادہ کمزور ہو گیا اور ایک دن وہ بھی خریداران حسن کی بھینٹ چڑھ کے رہی۔ اس کے بعد ایولا نامی ایک اور ایکٹرس کی باری آئی اور اس نے مصنوعی تدبیروں سے اپنے آپ کو اس قدر ہلکا کیا کہ ایک مستقل دماغی مرض میں مبتلا ہو گئی اور اسٹیج کے بجائے اسے پاگل خانہ کی راہ لینی پڑی اس قسم کی مشہور مخصوص واقعات تو اخبارات میں آ جاتے ہیں مگر کون جانتا ہے کہ یہ حسن اور جنسیت کا جنون جو گھر گھر پھیلا ہوا ہے روزانہ کتنی صحتوں اور کتنی زندگیوں کو تباہ کر رہا ہوگا کوئی بتائے کہ یہ عورتوں کی آزادی ہے یا ان کی غلامی ان نام نہاد آزادی نے تو ان پر مردوں کی خواہشات کا استبداد اور زیادہ مسلط کر دیا ہے اس نے تو ان کو ایسا غلام بنا لیا ہے کہ وہ کھانے پینے اور تندرست رہنے کی آزادی سے بھی محروم ہو گئیں ان غریبوں کا تو جینا اور مرنا اب بس مردوں ہی کے لئے رہ گیا ہے۔

تذکرۃ الصحابہ

حضرت ابو ہریرہؓ

ابتدائی افلاس و رماں کی اطاعت

اصل نام عمیر تھا خاندان دوس کے چشم و چراغ تھے ایک بلی سے زیادہ محبت رکھنے کی وجہ سے ابو ہریرہ مشہور ہو گئے یمن میں رہا کرتے تھے ابتدائی زندگی انتہائی فقر و افلاس میں گذری جوانی کا بھی کچھ حصہ مصیبت ناکی نذر ہوا آخر میں فراغت نصیب ہو گئی بچپن ہی سے باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا مجبور ہو کر ایک دولتمند ہاشمی خاتون بسرہ بنت غزوان کے پاس محض روٹی کپڑے پر ملازم ہو گئے جو اس وقت بہت غنیمت معلوم ہوتا تھا خدمت بھی سخت تھی کہ جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جاتے تو آپ پیادہ پا اس کے پیچھے دوڑتے چلیں زمانہ کا انقلاب دیکھئے کہ بعد کو یہی عورت آپ کے عقد میں آگئی اور اس کے سپرد یہی خدمت ہوئی۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی سردار قبیلہ اسلام قبول کر کے آئے تو انہی کی تبلیغ پر آپ بھی اسلام لائے۔

اور انہی کے ساتھ جو اسی خانوادے یمن سے آکر مدینہ منورہ فروکش ہوئے تو آپ بھی ہجرت کر کے چلے آئے اور ایک روایت ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ آکر اسلام قبول کیا یہ غزوہ خیبر کا زمانہ تھا متعدد غزوات میں بڑی کامیابی کے ساتھ لڑتے رہے ماں ساتھ تھیں اور سخت کافر تھیں اور حضورؐ کی شان میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کرتی رہتی تھیں۔ ماں کے بچے بہت مطیع رنجیدہ ہوتے تھے۔ ایک روز آکر حضورؐ سے ان کے اسلام لانے کے لئے دعا کی استدعا کی حضورؐ کی دعا گھر پہنچے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ماں غسل کئے بیٹھی ہیں دیکھتے ہی کلمہ شہادت پڑھا۔ بہت خوش ہوئے۔

عہد صحابہ کی خدمات و گورنری

عہد رسالت ملازمت نبوی میں بسر ہوا عہد صدیقی میں خاموشی سے زندگی بسر کرتے رہے عہد فاروقی میں زندگی کا نیا ورق الٹا فقر و فاقہ کی مصیبت ناک زندگی سے نجات ملی۔ انہوں نے آپ کو صوبہ بحرین کا گورنر مقرر کر دیا واپس آئے ہیں تو دس ہزار روپیہ بصورت نقد موجود تھا حضرت فاروق اعظمؓ نے فوراً گرفت کی کہ تمہارے پاس اتنا نقد روپیہ کہاں سے آگیا۔ عرض کی امیر المومنین میں نے سرکاری روپیہ میں کوئی تغلب نہیں کیا گھوڑیوں کے بچوں غلاموں کے ٹیکس اور عطیوں سے حاصل ہوا ہے۔ اس کی تحقیقات ہوئی اس کے بعد آپ بری الذمہ ثابت ہوئے اس پر حضرت فاروق اعظمؓ نے پھر واپس بھیجنا چاہا آپ نے اس دفعہ صاف انکار کر دیا۔ حضرت نے فرمایا سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں امارت قبول کرنے میں کیوں عذر ہے حالانکہ اس کی خواہش تو حضرت یوسف نبی کی جو خود نبی اور نبی زادہ تھے اور تم سے بدرجہا زیادہ بلند مرتبہ و افضل تھے۔ عرض کی ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں تین باتوں سے ڈرتا ہوں اول علم کے بغیر کچھ کہوں ثانیاً حجت شرعیہ کے بغیر کوئی فیصلہ کروں ثالثاً یہ کہ ملا جاؤں آبرو ریزی ہو میرا مال چھینا جائے۔ عہد عثمانی کے اخیر تک خاموش رہے البتہ زمانہ محصوری امیر المومنین میں ان کی پوری امداد کی جنگ صفین تک فتنہ کی وجہ سے روپوش رہے عہد معاویہ میں نمودار ہوئے اور نائب گورنر مدینہ بھی کچھ دنوں تک رہے

آخری وقت کی حالت

۵۹ھ میں صاحب فراش ہو گئے پیش آنے والی منزل کے خطرات یاد کر کے بہت روتے تھے فرماتے تھے کہ:-

"دنیا کی دلفریبیوں کے چھوٹ جانے کا غم نہیں طوالت سفر اور قلت زاد راہ پر رو رہا ہوں اس وقت جنت و دوزخ کے نشیب و فراز کے درمیان میں ہوں معلوم نہیں مجھے ان میں سے کس راستہ پر جانا ہو گا ... آنے والا ہے ... صحت کی دعا کر: جلد از جلد ... وہ زمانہ آنے والا ہے جب انسان سونے کے ذخائر سے بھی زیادہ موت کو پسند کریگا اور تم اپنی زندگی میں دیکھ لو گے کہ جب آدمی کسی قبر پر سے گذرے گا تو اس قبر میں خود سونے کی آرزو کریگا"

جب اس زمانے کے متعلق یہ کہا گیا ہے تو اس زمانہ کی تو خدا ہی حافظ ہے۔ فی الواقع موجودہ زمانہ تو ایسا نازک اور خوفناک زمانہ ہے کہ سچ یہ ہے کہ ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سلامتی ایمان کے ساتھ کوئی بھی آرام کے ساتھ زندگی بسر کر ہی نہیں سکتا۔ یا تو زندگی کی سب سے بڑی دولت ایمان کو ہاتھ سے دیجئے یا پھر المناک زندگی بسر کیجئے۔

رسم و رواج زندگی اور آئین و ضوابط میں کچھ ایسا اندوہناک انقلاب ہو گیا ہے کہ ایمان کو بچاتے ہیں تو آرام فنا ہوتا ہے اور آرام و عیش چاہتے ہیں تو دولت ایمان ہاتھ سے جاتی ہے۔ انسان ہر طرف سے نرغہ شیطانی میں پھنسا ہوا ہے زن و فرزند، دوست و احباب ... رسم و طریق سب ہی برق خرمن ایمان بنے ہوئے ہیں۔ سلامتی ایمان کی طرف بڑھا قدم ان سب کی نگاہ محبت و کرم سے محروم ہو جاتا ہے ... شدید دشمنی نبھانا ہے حرام امور عیش و سرور سے لبریز ہیں اور حلال و شرعی جادہ پر گامزنی دعوت مصیبت دیتی ہے۔ آج صحیح طور پر زمانہ کی یہی حالت ہے کہ ایماندار و مومن جب کسی طرف سے گذرے تو قبر کو دیکھ کر تمنا کرے کہ کاش بجائے اس کے کہ وہ اس قبر میں محو خواب ہوتا۔

اٹھتر برس کی عمر میں رحلت پا کر جنت البقیع میں دفن ہوئے، امیر معاویہؓ نے حکم بھیجا کہ دس ہزار درہم خزانہ شاہی سے آپ کے ورثا کو عطا کئے جائیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیا جائے۔

علم و فضل اور مذمت ریا و شہرت

علم حدیث کے سب سے بڑے حافظ اور اساطین میں شمار ہیں صاحب فتویٰ ائمہ کی جماعت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے علم کے شوق میں سارا وقت صحبت نبوی میں گذارتے تھے۔ دعائیں بھی ازدیاد علم ہی کی مانگتے تھے نشر حدیث میں بھی اتنے ہی سرگرم تھے مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ تک پہنچی ہوئی ہے جن میں سے ۳۲۵ متفق علیہ ہیں فقہ میں بھی کامل دستگاہ حاصل تھی عربی کے علاوہ فارسی و عبرانی بھی جانتے تھے۔ ...

مسائل توراۃ سے بھی پوری واقفیت تھی۔

خشیت ربانی کا یہ عالم تھا کہ "احتساب قیامت" کے ذکر پر چیخ مار کر بیہوش ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مخصوص طور پر یہ حدیث سنائی جس کے دوران میں کئی مرتبہ بیہوش ہوئے۔

حضور نے مجھ سے فرمایا کہ روز قیامت سب سے پہلے عالم قرآن شہید اور دولتمند فیصلہ کے لئے طلب ہوں گے اول اللہ سے پوچھا جائیگا کہ میں نے تجھے علم قرآن عطا کیا اس پر تو نے عمل کیا؟

جواب دیگا شب و روز تلاوت کرتا رہتا تھا۔ فرمایگا جھوٹ بولتا ہے تو اس لئے تلاوت کرتا تھا کہ قاری کا خطاب مل جائے وہ مل گیا۔

دولتمند سے سوال ہوگا کہ کیا میں نے تجھے دولتمند بنا کر دوسروں کی دست نگری سے بے نیاز نہیں کیا تھا اس کا بدلہ کیا دیا۔

جواب دیگا کہ صلہ رحمی کرتا تھا صدقہ دیتا تھا ارشاد ہوگا جھوٹ بکتا ہے۔ مقصد تو اس سے یہ تھا کہ تو سخی مشہور ہو جائے وہ ہو گیا ہمارے لئے کیا کیا۔

شہید سے سوال ہوگا۔ کہیگا الٰہ العالمین میں تیرے حکم جہاد ہی کے ماتحت رہا یہانتک کہ تیری راہ میں مارا گیا۔ حکم ہوگا غلط ہے تیری نیت تو یہ تھی کہ تو دنیا میں شجاع و جری مشہور ہو جائے وہ مقصد حاصل ہو گیا ہمارے لئے کیا کیا یہ حدیث بیان کر کے حضور نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے انہی تینوں سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائیگی (ترمذی ابواب الزہد)

مسلمانوں کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ آج نمود و نمائش کے باعث سب سے زیادہ تباہ ہیں اور ان کا کوئی کام ریا سے خالی نہیں شادی و غمی ہو یا نہیں مذہبی امور میں بھی ریا کا بہت داخل ہو چکا ہے اخلاص نایاب ہے ہر کام شہرت اور دکھلاوے کے لئے ہوتا ہے خدا کی خوشنودی رضا جوئی کسی کو بھی مقصود نہیں ہوتی حالانکہ یہ وبا اتنی بری بلا ہے کہ اس کے ساتھ اگر نماز بھی پڑھی جائے اور ساری دولت بھی خدا کی راہ میں لٹا کر رکھدی جائے تو بھی کچھ اثر نہ ہوگا اور عذاب الیم میں پھنسے بغیر نہ رہیگا۔

ذوق عبادت

عبادت سے عشق تھا گھر میں ایک بیوی اور ایک خادمہ تھا تینوں باری باری تہائی تہائی شب مصروف عبادت رہتے بعض اوقات پوری پوری راتیں نماز میں گذار دیتے آغاز ماہ میں تین روزے التزام کے ساتھ رکھتے ایک روز تکبیر کی آواز سنکر ایک صاحب نے پوچھا تو فرمایا کہ خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ ایک دن وہ تھا کہ میں بروہ بنت غزوان کے پاس محض روٹی پر ملازم تھا اس کے بعد وہ دن بھی اس نے دکھایا کہ وہ میرے عقد میں آگئی۔

حضور سے بیحد محبت تھی اسوۂ رسول پر سختی سے پابند تھے اہل بیت اطہار سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ جب حضرت حسن کو دیکھتے آبدیدہ ہو جاتے تھے۔

اطاعت والدین کا یہ کتنا شاندار مظاہرہ تھا کہ عشق عبادت کے باوجود محض ماں کی تنہائی کے خیال سے ان کی زندگی بھر حج نہیں کیا۔

افسوس ہے کہ اس زمانہ میں اطاعت والدین کا جذبہ بھی مسلمانوں سے فنا پذیر ہوتا چلا جا رہا ہے اور مادہ پرستوں کی طرح محبت کا مرکز محض زن و فرزند بنکر رہ گئے ہیں حالانکہ انسان کے سب سے بڑے محسن والدین ہی ہیں ان سے زیادہ نہ کوئی ہمدرد ہے اور نہ کوئی بے ریا محبت کر سکتا ہے تجربہ ہے کہ جہاں والدین کی اطاعت کرتے کرتے لوگ ولی بن گئے ہیں وہاں ان کی ایذا اور خفگی نے اولاد کو زندگی بھر مبتلائے آلام ہی رکھا جس نے والدین کو خوش نہ رکھا وہ دنیا میں خود بھی کبھی خوش نہ رہا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت تمہارے ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کی خدمت کرو ان کو آسائش پہنچاؤ ان کی تابعداری اور خوشنودی میں سرگرم رہوگے تو تم ضرور جنت کے مستحق ٹھیرو گے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جس کے والدین زندہ ہوں اور وہ جنت میں نہ جائے تو وہ بڑا بدبخت ہے۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس شخص کے والدین حیات ہوں اور وہ ان کی خدمت نہ کرے اور ان کو خوش نہ رکھے تو گویا اس نے جنت کے حصول کی کوشش نہ کی اور جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنایا اس سے زیادہ بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے؟

قابل تقلید خصوصیت

قابل تقلید خصوصیت یہ ہے کہ ویسے تو آپ کے اخلاق بہت بلند تھے اور حق گوئی کے جوش میں بڑے بڑے شخص کو فوراً ٹوک دیتے تھے۔

چنانچہ جب مدینہ میں ہنڈی یا چک کا رواج ہوا ہے تو آپ نے مروان سے جا کر کہا کہ تم نے ربا حلال کر دیا کیونکہ حضور کا ارشاد ہے کہ اشیائے خوردنی کی بیع اس وقت تک جائز نہیں جب تک بائع اسے ناپ تول نہ لے۔

اسی طرح اس کے یہاں تصاویر آویزاں دیکھکر اُسے ٹوکا اور اسے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ ایک دفعہ مروان کی موجودگی میں فرمایا کہ حضور نے صحیح فرمایا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔ لیکن سب سے زیادہ نمایاں چیز یہ تھی کہ منصب امارت پر پہنچکر اپنے فقر کو نہ بھولے۔

یا تو یہ حالت تھی کہ روٹی کے لئے گھوڑے کے پیچھے دوڑتے مسلسل فاقوں سے غش پر غش آتے حضور کے سوا کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ اصحاب صفہ میں تھے کسی سے سوال نہ کرتے لکڑیاں جنگل سے کاٹ لاتے۔ اس سے بھی کام نہ چلتا رہگذر پر بیٹھ جاتے کہ کوئی کھلانے کو بلا لیجائے۔

یا یہ عالم ہو گیا کہ گورنری پر پہنچ گئے سب کچھ حاصل ہو گیا لیکن فقیرانہ اور درویشانہ سادگی برابر قائم رہی۔ ویسے اچھے سے اچھا بھی پہنا کتان کے دورنگے ہوئے کپڑے پہنے اور ایک سے ناک صاف کرکے کہا۔

واہ واہ ابوہریرہ! آج تم کتان سے ناک صاف کرتے ہو حالانکہ کل تک فاقہ سے مسجد نبوی میں غش کھا کر پڑا کرتے تھے۔

شہر سے نکلتے تو سواری میں گدھا ہوتا جس پر معمولی نمدہ کسا ہوتا چھال کی رسی کی لگام ہوتی۔ جب سامنے کوئی آجاتا تو مزاحاً خود کہتے راستہ چھوڑو امیر کی سواری آرہی ہے۔

بڑے مہمان نواز اور سیر چشم تھے۔ آمد معمولی فارغ البالی ہی عطا کرتا ہے تو غرور سے حالت اور بیجاتی ہے مگر خدا نے آپ کو زمین سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا مگر پھر بھی سادگی کا وہی عالم رہا۔ آپ نے مسلمانوں کو وصیت کی ہے کہ جب مہدی آخر الزماں تشریف لائیں تو میرا سلام ان کو پہنچا دیا جائے۔

وعظ نذیر

زنا، لواطت اور جلق وغیرہ کے احکام

(مولوی جمادی الاولیٰ کے سلسلہ کا بقیہ وعظ)

قوم جبارین نے یہی کیا اور موسیٰ علیہ السلام کے لشکریوں نے ان عورتوں سے خوب بدکاری کی اور اس بدکاری کی شومی و نحوست سے غضب الٰہی کی آگ بھڑک اٹھی اور اس بدکاری کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہوا کہ پروردگار عالم نے ان پر طاعون کو بھیج دیا جس سے ایک ہی دن میں ستر ہزار آدمی مر گئے۔ یہیں سے بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب کسی قوم میں زنا کا رواج و شیوع پاتا ہے تو اس پر طاعون بھیجا جاتا ہے اسی حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قوم میں زانیوں کی کثرت ہو وہ قوم کبھی غالب و فاتح نہیں ہو سکتی ہمیشہ اجنبی قوموں کی ٹھوکروں سے پامال اور غلام و محکوم ہی رہتی ہے۔

ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ ذرا غور تو کیجئے اس بدوی کی کیسی اوکھی اور عجیب و غریب درخواست ہے اور وہ بھی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر حضورؐ کی نرالی حکمت و نصیحت بھی اپنے اندر ایک عجیب شان رکھتی ہے حضورؐ نے اس درخواست کو ٹھنڈے دل سے سنا۔ نہ اسے جھڑکا اور نہ ملامت کی نہایت متانت کے ساتھ فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تو اپنی ماں سے زنا کرنا چاہتا ہے؟ کہا توبہ توبہ میں ایسا ارادہ کر سکتا ہوں۔ فرمایا اچھا اپنی بیٹی سے زنا کرنا چاہتا ہے کہا نہیں۔ فرمایا اچھا تو اپنی سگی بہن سے زنا کرنا پسند کرتا ہے؟ کہا نہیں اسی طرح حضور نے اس کی بہت سی قریبی رشتہ دار عورتوں کا نام لیا اور ان سب کے جواب میں وہ نہیں نہیں کرتا گیا اس کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھکر فرمایا اللّٰھم اغفر ذنبہ وطھر قلبہ وحصن فرجہ یعنی الٰہی اس کے گناہ بخشدے اس کے دل کو گناہ کے زنگ سے پاک و صاف کر دے اور اس کی شرمگاہ کو حرام سے محفوظ رکھ۔ اس کے بعد اس بدوی نے کبھی کسی بری چیز کی طرف التفات نہیں کیا۔

کیا خوب واقعہ ہے برادران اسلام! آپ نے دیکھا رسول اللہ نے کس طرح اس بدوی کو زنا سے نفرت دلائی اور کس حکمت سے اس فعل سے باز رکھا حقیقت یہ ہے کہ سوائے اپنی جائز منکوحہ اور لونڈی کے تمام عورتوں کو اپنی ماں بہن بیٹی سمجھنا ایک سچے مسلمان کا اخلاقی فرض ہے کاش مسلمان اپنے اس اخلاقی فرض کو پہچانیں دوسروں کی عزت کو اپنی عزت اور دوسروں کی تذلیل کو اپنی تذلیل سمجھیں اور جس چیز کو اپنے لئے درست رکھتے ہیں اسی کو دوسروں کے لئے محبوب رکھیں اخوت اسلامیہ کا یہ اصول اگر ہم ہمیشہ مدنظر رکھیں اور اس کے مطابق اپنے معاملات کو رکھیں تو ہم کبھی کسی غیر عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے بشرطیکہ قرآن و حدیث پر ہمارا سچا اور کامل ایمان ہو حضور نے اسی اصول کے ماتحت اس بدوی کو نصیحت کی چنانچہ سرور کائنات صلعم فرماتے ہیں عفوا عن نساء الناس تعف النساء عن نسائکم یعنی تم لوگوں کی عورتوں کی پاکدامنی محفوظ رکھو لوگ تمہاری عورتوں کی عفت محفوظ رکھیں گے مشہور ہے کہ تالی دونوں ہاتھ سے بجتی ہے یعنی تم دوسروں کی عورتوں کی پاکدامنی محفوظ رکھو لوگ تمہاری عورتوں کی عفت و پارسائی کو محفوظ رکھیں گے اگر تم دوسروں کی عورتوں کو اپنی ہوس رانی کا تختہ مشق بناؤ گے تو دوسرے کب تمہاری عورتوں کو چھوڑیں گے اس سلسلہ میں ایک حکایت قابل غور ہے سنئے اور عبرت حاصل کیجئے لکھا ہے کہ ایک سنار کی عورت نہایت پاکدامن پارسا اور عاقل و فرزانہ تھی اس کے گھر ایک سقہ عرصہ تیس سال سے پانی بھر آتا تھا مگر اس نے کبھی اس عفت مآب خاتون کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا ایک دن خلاف معمول جب وہ پانی بھرنے آیا اور اس خاتون کو تنہا پایا تو بے اختیار آگے بڑھ کر اس کی کلائیاں پکڑ لیں اور خود ہی چھوڑ کر الگ ہو گیا جب اس کا خاوند گھر پر آیا تو عورت نے پوچھا کہ کیا آج تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے شوہر کو اس سوال سے بڑا تعجب ہوا کہ یہ عجیب سوال ہے مگر جواب دیا کہ مجھ سے اور کوئی گناہ تو نہیں ہوا ہے البتہ آج ایک عورت مجھ سے کنگن خریدنے آئی تھی میں اس کی نازک اور خوبصورت کلائیاں دیکھ کر بے صبر ہو گیا اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر بھینچ ڈالے نیک بخت عورت اپنے شوہر کی یہ گفتگو سنکر کہا کہ میرے سردار! ٹھیک ہے تیری اسی بے عنوانی اور بے احتیاطی کا قصاص تیری بی بی سے لیا گیا سچ ہے جو جیسا کریگا ویسا بھریگا پس بھائیو تم دوسروں کی عورتوں کی بے عصمتی اور بے حرمتی سے بچو اللہ تعالیٰ تمہاری عورتوں کو دوسروں سے محفوظ رکھیں گے۔ اجنبی عورتوں سے خلا ملا بے حجابانہ گفتگو اور ہر قسم کی بے اعتدالی سے بچو تاکہ تمہارا ایمان اور جوہر اخلاق محفوظ رہے۔ دیکھو سچے مومن اور متقی یوں زنا سے بچا کرتے ہیں۔

ایک خدا پرست زاہد محترم بھائیو! ایک حکایت صاحب خیر المونس نے لکھی ہے کہ ایک خدا پرست زاہد نے ابلیس لعین کو ایک شکاری مرد کی صورت میں دیکھا جس کی کمر پر بہت سی کمندیں اور جال پڑے ہوئے تھے زاہد نے پوچھا یہ کمندیں اور جال کیسے ہیں۔ کہا میں ایک شکاری ہوں انہی کے ذریعہ شکار کر کے کھاتا ہوں۔ زاہد نے کہا کیا تو میرے لئے بھی کوئی جال بنا سکتا ہے کہا ہاں کیوں نہیں۔ ضرور بنا دوں گا دوسرے دن کا ذکر ہے کہ زاہد کہیں چلا جا رہا تھا راستہ میں ایک حسین عورت نظر پڑی عورت نے کہا کہ اے خدا کے بندے میں نے سنا ہے کہ تم خط لکھنا پڑھنا خوب جانتے ہو میرے شوہر کے پاس سے ایک خط آیا ہے اگر تم اسے پڑھکر سنا دو اور اس کا جواب لکھ دو تو بڑا احسان ہوگا زاہد نے کہا تیرے لئے تو یہ ایک معمولی سی بات ہے وہ عورت زاہد کو اپنے مکان میں لے گئی گھر میں قدم رکھتے ہی معلوم ہوا کہ عورت مجھ کو اس بہانہ سے بدکاری کے لئے لائی ہے یہ دیکھتے ہی زاہد کے اوسان خطا ہو گئے اور تو کچھ بن نہ پڑا مجنونانہ باتیں کرنے لگا تاکہ عورت مجنون سمجھ کر اپنے بد ارادہ سے باز آئے چنانچہ یہی ہوا عورت نے مجنون سمجھکر دروازہ کھول دیا اور زاہد نے اس خرانٹ کے بچھائے جال سے چھٹکارا پایا باہر گئے

ہی ابلیس کو موجود پایا کہا میرے لئے جال بنایا؟ جواب دیا بنایا تو تھا مگر تیرے
بروقت دیوانوں نے اسے توڑ دیا۔

مسلمانو! سچے مومن اور خدا پرست مسلمان ہی شیطان کے جالوں کو توڑ
کر اپنے ایمان کو بچایا کرتے ہیں ایسے ہی خدا پرستوں کے سامنے ابلیس کی دال نہیں
گلتی لیکن ہم جو نفس کے بندے اور خواہشوں کے غلام ہیں آسانی سے شیطانی
جال کا شکار ہو جاتے ہیں اور دین و دنیا میں اپنا منہ کالا کرتے ہیں صد حیف
کہ ہمارے دل شیطان کی چراگاہ ہو گئے ہیں اور ہمیں فواحشات نے اندھا
بنا دیا ہے اور اس حد تک کہ نیکی و بدی کی تمیز کا مادہ بھی نہیں رہا۔

اس حکایت سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اجنبی عورتوں سے خلا ملا
اور بیجا بے تکلفی گویا شیطان کی جال ہے جہاں عورت اور مرد اکیلے ہوئے اور
شیطان نے ان پر قابو پالیا بس جہاں تک ہو سکے اس چیز کو پاس نہ آنے دو
آج بدکاری کا بازار کیوں گرم ہے؟ اس لئے کہ یہی سبب ہو رہے ہیں۔

میں نے زنا کے متعلق تمام ضروری باتیں بیان کر دی ہیں اور اپنی بساط
کے مطابق انسداد کا فرض ادا کر رہا ہے اب لواطت اغلام اور جلق کے متعلق
بیان کرنا باقی رہا وہ بھی سنئے۔

لواطت اور اغلام

برادران اسلام باری تعالیٰ نے انسان میں دو داعیئے رکھے ہیں ایک داعیہ نیکی کی طرف
بلاتا ہے اور ایک بدی کی طرف انسان اسی کھینچا تانی میں اپنی زندگی بسر کرتا
ہے کبھی تو انسان کی طبیعت پر نفس اور شہوت غالب ہو جاتی ہے تو انسان
قوانین الٰہیہ کی خلاف ورزی پر کمربستہ ہو جاتا ہے اور جب عقل و حجاب کا
داعیہ غالب آ جاتا ہے تو طاعت الٰہی میں مصروف ہو جاتا ہے جب انسان پر
شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ صرف زنا ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ لواطت اغلام
اور جلق جیسے افعال قبیحہ میں گرفتار ہو کر اپنی انسانیت کو خاک میں ملا دیتا ہے
بعض کی آتش شہوت ایسی بے راہ روی اختیار کرتی ہے کہ وہ عورتوں سے حظ
سرور حاصل کرنے کا مادہ ہی کھو بیٹھتے ہیں اور جائز منکوحہ صحبتوں کے ہوتے ہوئے بھی لڑکوں
اور حیوانوں سے اپنی شہوت کی آگ بجھاتے ہیں اور بعض ناہنجار ہاتھ ہی سے اپنے
مادہ کو خارج کر کے غضب الٰہی کی آگ بھڑکاتے ہیں۔

یاد رکھئے لواطت اور اغلام زنا سے بھی بدتر اور ملعون فعل ہے حدیث شریف
میں آیا ہے ملعون من عمل قوم لوط یعنی وہ شخص لعنت کیا گیا ہے جو
عمل لوطی کا مرتکب ہو یعنی جو کہ لڑکوں سے اپنا منہ کالا کرے نیز حدیث
میں ہے لا ینظر اللہ عز وجل الی رجل اتی رجلا او امراۃ
یعنی جو شخص کہ مرد یا عورت سے اس کی دبر میں بدفعلی کرے یعنی اللہ تعالیٰ
قیامت کے روز اس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے۔ پس وہ شخص لعنتی
اور ملعون ہے جو اس بدفعلی کا مرتکب ہو۔ اللہ تعالیٰ اس قبیح فعل کی مذمت
میں فرماتے ہیں:-

ائنکم لتاتون الرجال شہوۃ من دون النساء بل انتم قوم تجہلون	کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے شہوت رانی کرتے ہو، بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔

یعنی تم عاقبت سے جاہل ہو کر جان بوجھ کر جاہلوں جیسا کام کرتے ہو غور کرو
جن خبیثوں کو اللہ پاک ہی جاہل کہیں وہ کتنے بڑے جاہل ہوں گے اور ان کی
جہالت سے انسانیت کیسی شرمسار ہوگی۔ سورہ شعرا میں اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں سنئے:-

اتاتون الذکران من العالمین وتذرون ما خلق لکم ربکم من ازواجکم بل انتم قوم عادون	کیا تم جہان میں سے لڑکوں سے بدکاری کرتے ہو اور اپنی بیویوں کو جو پروردگار نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں چھوڑتے ہو بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔

یعنی اے فعل لوطی کے مرتکبو! سارے جہان میں یہ بدعادت صرف تم ہی
میں ہے اور تم ایسے بیوقوف جاہل اور نادان ہو کہ حلال کو چھوڑ کر حرام کی
طرف متوجہ ہوتے ہو تمہاری سرکشی شیطان کو شرمانے والی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ
جب شیطان مرد کو مرد سے بدفعلی کرتے دیکھتا ہے تو عذاب الٰہی کے خوف سے
ڈر کر بھاگتا ہے عرش کانپتا ہے اور ساتوں آسمان گرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں
معلوم ہوا کہ لواطت اتنا برا فعل ہے جس سے شیطان بھی کانپ جاتا ہے۔ اگر
ایک انسان انسان ہو کر اس فعل کا ارتکاب کرے تو لعنت ہو اس کی انسانیت
پر وہ تو شیطان کا بھی باوا ہے دیکھئے اس فعل نے قوم لوط علیہ السلام کو کیونکر ہلاک کیا۔

قصہ ہلاک قوم لوط

برادران ملت! اس قصہ کی نسبت جناب باری تعالیٰ عز اسمہ قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ قوم
لوط سے بڑھ کر فحش و بدکاری میں دنیا کی کوئی قوم نہیں حد ہے کہ اس ظالم و بدکار قوم
نے لڑکوں سے عورتوں کا کام لیکر عورتوں کو بالکل ہی بیکار کر دیا تھا اور ان کے
لئے عورتوں میں کوئی دلچسپی و دلکشی باقی نہیں رہی تھی اس قوم کی ہلاکت کا
مختصر قصہ یہ ہے کہ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ شوکت و غلبہ اور متاع
دنیا سے نوازا تھا اس وقت وہ دنیا میں سب سے بڑی جائداد و املاک والی
قوم تھی جب شیطان نے ان کا بیڑہ غرق کرنا چاہا تو ایک شیخ کی صورت بنکر آیا
اور اس قوم کے لوگوں کو لواطت کی تعلیم دیکر اس کی ترغیب دلائی اب کیا تھا لواطت
نے اس قوم کے دل و دماغ پر پوری طرح تسلط پا لیا جب اس میں وہ حد سے زیادہ
آگے بڑھ گئے اور پاپ کی نیا بالکل بھر چکی تو ایک روز حضرت لوط علیہ السلام
باہر زراعت کا کام کرنے گئے ہوئے تھے اس وقت حضرت جبرائیل حضرت میکائیل
اور حضرت اسرافیل خوبصورت لڑکوں کی شکل میں لوط علیہ السلام کے پاس آئے
حضرت لوط علیہ السلام ان کو نہ پہچان سکے اور مہمان جان کر غمگین ہوئے اور
ڈرے کہیں ایسا نہ ہو کہ میری بدکار و نافرمان قوم ان سے بدفعلی پر کمربستہ ہو جائے
تاہم وہ ان مہمانوں کو لیکر اپنے گھر آئے۔ لوط علیہ السلام کی نافرمان اہلیہ نے ان کو دیکھ
کر قوم کو خبر کر دی کہ آج تمہارے لئے ہمارے گھر میں ہوس رانی کا پورا سامان ہے آؤ اور
اپنا نامہ اعمال سیاہ کرو وہ یہ سنتے ہی پروانہ وار دوڑ پڑے لوط علیہ السلام نے
اپنے مہمانوں کی عزت کی حفاظت کرنے کے لئے دروازہ بند کر لیا اور پکار کر کہا کہ
اے قوم! میں اپنے مہمانوں پر اپنی بیٹیوں کو قربان کرتا ہوں یعنی میں تم سے اپنی
لڑکیوں کا نکاح کر دینا چاہتا ہوں مگر میرے مہمانوں پر دست ہوس دراز نہ
کرو اور خدا سے ڈرو۔ خبیث قوم نے جواب دیا اے لوط تم جانتے ہو کہ ہم کو تمہاری
بیٹیوں کی خواہش نہیں ہے ہم تو صرف امرد لڑکوں کی تمنا اور خواہش رکھتے ہیں
یہ کہکر ان بدبختوں نے دیوار پر سے آنا چاہا تب تو حضرت لوط علیہ السلام بہت

گھبرائے کہ اب کیا ہوگا۔ حضرت جبرئیل نے ان کو خوفزدہ دیکھکر کہا آپ گھبرائیں نہیں ہم فرشتے ہیں اور خدا کے حکم سے اس نابکار قوم کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں پس اب آپ یہاں سے تشریف لیجائیں اور اس قوم کی ہلاکت و بربادی کا تماشہ دیکھیں۔

عزیز بھائیو! حضرت جبرائیل نے یہ کہکر ان ناہنجاروں کے منہ پر اپنا پر مارا جس کے سبب وہ سب کے سب اندھے ہوکر دوسرے لوگوں کے پاس گرتے پڑتے پہنچے اور ان کو خبر دی کہ لوط علیہ السلام کے پاس چند نوجوان آئے ہیں وہ بڑے جادوگر ہیں۔ بعد ازاں جبرئیل نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ تم صبح سے پہلے پہلے اپنے لوگوں کو ہمراہ لیکر اس بستی سے نکل جاؤ اور خبردار مت دیکھو تمہاری بیوی کافرہ ہے اس لئے اس کو انہی کافروں میں چھوڑ دو۔ لوط علیہ السلام نے دریافت کیا کہ عذاب کا وقت کونسا ہے؟ کہا صبح کو عذاب آئیگا۔ ان کے نکلتے ہی اس قوم کی ہلاکت کا فرمان آگیا جبرئیل نے اپنے پر کو زمین کے نیچے دھنسا کر تمام شہر کو اٹھا لیا اور اتنی بلندی پر لے گئے کہ آسمان کے فرشتوں نے اس شہر کے مرغوں اور کتوں کی آواز سنی اتنی بلندی سے جبرئیل نے اس شہر کو زمین پر دے مارا اور پھر اوپر سے ان پر پتھروں کی بارش لگی اس طرح اس بدکار قوم کا ستیاناس ہوا اور اس بدفعلی کی عبرتناک سزا ملی۔

فعل لوطی اور کوئٹہ کا زلزلہ

برادران عزیز! قوم لوط میں بہت سی خرابیاں اور بدکاریاں تھیں مگر ان سب میں لواطت کو امتیازی درجہ حاصل تھا اور اس فعل قبیح نے اس کو ہلاک کیا اور اس کا نام دنیا سے مٹ گیا اس سے زیادہ لواطت کی شناعت و قباحت اور کیا ہوگی اب بھی اگر مسلمانوں کی آنکھیں نہ کھلیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ شیطان نے ان کی مت ماردی ہے اور وہ اندھے گونگے اور بہرے بنکر جہنم کے کندہ بن گئے ہیں وائے برحال مسلمانان کہ بجائے اس کے کہ وہ قوم لوط کی تباہی سے عبرت و نصیحت حاصل کریں ان کی سرکشی و نافرمانی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ آج زناکاری کا بازار تو گرم ہے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ لواطت و اغلام کی بھی کثرت ہوتی جارہی ہے جس سے ہماری قوم پر طرح طرح کے عذاب و وبال آرہے ہیں غالبًا آپ نے کوئٹہ کے زلزلہ کی تباہ کاریاں سنی ہوں گی کوئٹہ کی آبادی کو کس نے ایک لمحہ میں تہ و بالا کیا کوئٹہ والوں کی بدکاریوں نے عمومًا اور فعل لوطی کی کثرت نے خصوصًا وہاں اس شیطانی فعل کی اتنی کثرت تھی کہ شاید ہی ہندوستان کے کسی حصہ میں ہو بالآخر جب وہاں کے زانی اور لوطی اپنی سرکشی میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تو غضب الٰہی کی آگ بھڑک اٹھی اور عذاب کے فرشتوں نے قوم لوط کی طرح کوئٹہ کو بھی تباہ و برباد کرکے رکھ دیا اس کے بعد بھی زانیوں اور لوطیوں کی آنکھیں نہ کھلیں گی اور وہ اپنے شیطانی افعال سے باز نہ آئیں گے کیا اب وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ قیامت آجائے؟ ایمان والو اس وقت کے آنے سے پہلے ہی ڈرو اور اپنے ان گناہوں سے فی الفور توبہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ زنا لواطت اور اغلام کی کثرت تمام انسانی آبادیوں کا تختہ الٹ دے اور توبہ کرنے کی نوبت بھی نہ ملے۔

عزیزو! زنا سے لواطت اور اغلام اور مساحقہ کی شناعت و قباحت کہیں بڑھی ہوئی ہے لواطت مرد کو مرد کے ساتھ بدفعلی کرنے کو کہتے ہیں اسی کو اغلام بھی کہتے ہیں اور مساحقت عورت کے ساتھ عورت کو بدفعلی کرنے کو کہتے ہیں یہ فعل بھی زنا سے بدتر ہے لواطت و اغلام کے مرتکب کے لئے شریعت کا حکم یہ ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو یا کسی بلند پہاڑ پر سے فاعل کو گرادو تاکہ اس کا ناپاک جسم چکنا چور ہوجائے اور سنگسار کردو۔ نیز یہ فاعل و مفعول اگر تمام زمین کے پانی سے بھی غسل کریں تو ہرگز پاک نہ ہوں گے۔ جو شخص کسی لڑکے کو شہوت سے بوسہ دیگا صرف اتنے جرم پر اللہ تعالیٰ اس کو ہزار برس تک دوزخ میں جلانے کا حکم دیں گے اور اس کے منہ میں آتش کی لگام دی جائیگی۔

ایک خبر میں یوں آیا ہے کہ جس شخص نے کسی لڑکے کو شہوت سے بوسہ دیا اس نے گویا اپنی ماں سے زنا کیا اور جس نے اپنی ماں سے زنا کیا اس نے گویا ستر نبیوں کو قتل کیا یہ وہ جگر شق کرنے والی اور لرزا دینے والی وعیدیں ہیں کہ اگر ان کو سننے کے بعد بھی کوئی مسلمان فعل لوطی کی جرأت کرے تو وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں۔

حضرات! جب یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ فعل لوطی کے مرتکب اکثر داڑھی والے دیندار اور واعظ و مولوی ہوتے ہیں تو مجھے ان گندم نما جو فروش نقلی دینداروں کے اسلام پر رونا آتا ہے کہ یہ خبیث کس طرح اپنے اخلاق کا ستیاناس کررہے ہیں وہ ممبروں پر بیٹھکر اور پلیٹ فارموں پر کھڑے ہوکر اصلاح اخلاق و اعمال کے پرجوش وعظ کرتے ہیں اور خود کو جنت کا ٹھیکیدار سمجھکر ملک و ملت کے اصلی خادموں اور مجاہدوں کو کافر بتلاتے ہیں لیکن ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں ؎

چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند

یہی وجہ ہے کہ ان کے وعظوں کا اثر نہیں ہوتا اور لواطت و اغلام بازی اور زناکاری میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے نہ ہوئی اسلامی حکومت ورنہ ایسے نابکاروں کو یکدم فی النار و السقر کر دیا جاتا۔ انگریزی حکومت ہے اسلئے زناکاری اور اغلام بازی کے بازار گرم ہیں۔ اے کاش وہ خدائی حکومت و بادشاہی کا خوف کریں اور ان گناہوں سے فورًا تائب ہوجائیں۔

مساحقہ و جلق

برادران اسلام! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں السحاق من النساء زنا بینہن یعنی عورتوں کا عورتوں سے مشغول ہونا کبیرہ گناہوں سے ہے۔ نیز فرمایا ناکح الید ملعون ہاتھ سے اپنی آگ بجھانے والا ملعون ہے جلق کرنے والے کی انگلیاں قیامت کے روز حاملہ ہوں گی اور وہ سخت مصیبت و تکلیف میں مبتلا ہوگا۔ جلق کرنے والا قیامت کے روز تو عذاب میں گرفتار ہوگا ہی مگر اس کو دنیا میں بھی وہ سزا ملتی ہے کہ تمام عمر سر پکڑ کر روتا ہے اور بعض تو خودکشی کرلیتے ہیں جلق کرنے سے اعضاء تناسل کی رگیں ماری جاتی ہیں پھر وہ عورت کے قابل نہیں رہتا دنیا سے اس کی نسل منقطع ہوجاتی ہے اور زندہ درگور ہوجاتا ہے مساحقہ سے بھی قریب قریب اسی قسم کے امراض لاحق ہوکر عورتیں زندہ درگور ہوجاتی ہیں نزہۃ الناظرین میں ہے کہ جلق کرنا حرام ہے اور اس کے مرتکب پر تعزیر ہے

نیز کسی جانور سے بدفعلی کرنا بھی زنا سے سخت تر گناہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کسی حیوان سے بدفعلی کرے اُسے اور اس حیوان کو قتل کر دو۔

بھائیو سچی بات تو یہ ہے کہ جب انسان کے سر پر شہوت کا بھوت سوار ہوتا ہے وہ عقل و شرع اور قانون و تعزیر وغیرہ تمام چیزوں کو بھول جاتا ہے اور وہ وہ افعال قبیحہ کر گزرتا ہے جہاں تک شیطان کے فہم و تدبیر کی رسائی بھی ناممکن ہے۔ لواطت اغلام ساحقہ اور جلق وغیرہ سب اسی قسم کے افعال ہیں حد یہ ہے کہ بعض وقت شیطان سیرت انسان حیوانوں تک کو نہیں چھوڑتا اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کر کے رکھ دیتا ہے اللہ تعالے شہوت کے بھوت سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھیں۔ تذکرۂ غوثیہ میں مجھے ایک نقل یاد آئی جو اس مقام کے مناسب ہے سنئے اور عبرت حاصل کیجئے۔

ایک شیطان سیرت اونٹنی سوار

لکھا ہے کہ ایک آدمی جنگل میں اپنی اونٹنی چرانے لے گیا وہاں شہوت نے غلبہ کیا تو آپ اونٹنی ہی پر سوار ہو بیٹھے اور بدفعلی میں مشغول ہوگئے جب آتش شہوت زیادہ بھڑکی تو خیال گذرا کہ اس معشوقہ دراز گردن کا بوسہ بھی لینا چاہیئے تاکہ ہوس رانی میں کوئی کسر باقی نہ رہے اور اچھی طرح منہ کالا ہو جائے مگر اس کے منہ تک پہنچنا مشکل تھا سوچا کہ اب کیا کرنا چاہیئے بالآخر ایک تدبیر سوجھ ہی گئی ہاتھ بڑھا کر ایک درخت کی شاخ توڑ لی اور اونٹنی کے منہ کے پاس لیجا کر دکھائی اس نے کھانے کے واسطے گردن پھیری اب وہ سوار آہستہ آہستہ شاخ کو اپنے نزدیک لانے لگا اور اونٹنی منہ بڑھاتی رہی جب اس کا منہ نزدیک ہوا تو جھٹ بوسہ لے لیا جب اس طرح جھک مار کر الگ ہوا تو کہا ہت تیرے شیطان کی ایسی تیسی کمبخت مردود نے مجھ سے کیسا بُرا کام کرایا ہے یہ کہنا تھا کہ شیطان بھی مجسم ہو کر سامنے آ گیا اور بولا تیرے باپ کی ایسی تیسی مردود بوسہ لینے کی جو ترکیب تو نے ایجاد کی وہ تو کبھی میرے باپ کو بھی نہیں سوجھ سکتی پھر تو مجھکو آتی ہی کیسے۔ اس حضرت انسان پر کہ فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر۔

حضرات صحیح بخاری میں عمرو بن میمون سے ایک روایت آئی ہے۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے ایک بندر کو دیکھا جس نے ایک بندریا سے زنا کیا تھا تھے میں بندروں کی ایک لشکر آیا اور اس پر پتھراؤ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ مرگیا۔ اس روایت سے اندازہ لگایئے کہ حیوان تک زنا کو کتنی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگر انسان صاحب عقل و شعور ہو کر زنا سے نہ بچے اور زانی سے نفرت نہ کرے تو وہ تو حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔

زنا، لواطت، اغلام، ساحقہ اور جلق وغیرہ کے جو شرعی نتائج ہیں ان کو میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں کیونکہ فی زمانہ ان کی سخت ضرورت ہے اب اگر میں طبی نقطۂ نگاہ سے ان افعال قبیحہ کے نقصانات بیان کروں تو یہ مضمون ایک کتاب کی صورت اختیار کرے اس لئے میں اس عنوان کو نظر انداز کرتا ہوں۔ ہاں ان نقصانات کا اندازہ صرف اس امر سے لگایئے کہ آج ہمارے عیاش نوجوانوں پر مردنی چھائی ہوئی ہے وہ طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو کر زندہ درگور ہیں آتشک اور سوزاک جیسے موذی امراض کے ہاتھوں اپنی منحوس زندگی سے تنگ ہیں ان کے مردانہ اوصاف و خصائل ایک ایک کر کے مٹ گئے اور ہمارے ملک میں مردانہ امراض مخصوصہ کی ادویات کی اتنی کثرت ہے کہ شاید ساری دنیا میں بھی نہ ہو یہ تمام امور اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ہمارے ملک میں زناکاری اور اغلام بازی کی کثرت ہے اور یہ سب کچھ انگریزی حکومت کی برکت ہے جس کے سایہ میں سامری کی بیٹیاں علی الاعلان کوٹھوں پر بیٹھکر نوجوانوں کے اخلاق اور صحت کو برباد کر رہی ہیں۔ مسلمانو! مذکورہ بالا اعمال سے توبہ کرو دوسروں کو روکو۔ اپنے خدا کی طرف رجوع کرو۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۴۴) رہی سیاسی طاقت تو وہ عملاً بالکل ہی اس شیطانی نظام کے قبضہ میں آچکی ہے وہ بجائے اس کے کہ اس ظلم سے انسان کو بچائے ظلم کا آلۂ کار بنی ہوئی ہے اور ہر طرف حکومت کی گدیوں پر شیطان کے ایجنٹ بیٹھے نظر آتے ہیں اسی طرح دنیا کے قوانین بھی اسی نظام کے زیر اثر مرتب ہو رہے ہیں ان قوانین نے عملاً افراد کو پوری آزادی دیدی ہے کہ جس طرح چاہیں جماعت کے مفاد کے خلاف اپنی معاشی اغراض کے لئے جدوجہد کریں روپیہ کمانے کے طریقوں میں جائز اور ناجائز کا امتیاز قریب قریب مفقود ہے۔ ہر وہ طریقہ جس سے کوئی شخص دوسروں کو لوٹ کر یا تباہ کر کے مالدار بن سکتا ہو قانون کی نظر میں جائز ہے شراب بنایئے اور بیچئے بداخلاقی کے اڈے قائم کیجئے قماربازی کی نئی نئی صورتیں نکالئے شہوانی فلم بنایئے۔ فحش مضامین لکھئے۔ جذبات کو بھڑکانے والی تصاویر شایع کیجئے سٹے کا کاروبار پھیلایئے سود خواری کے ادارے قائم کیجئے غرض جو چاہے کیجئے قانون نہ صرف آپ کو اس کی اجازت دیگا بلکہ الٹی آپ کے حقوق کی حفاظت کریگا پھر جو دولت اس طریقہ سے سمٹ کر ایک شخص کے [illegible] قانون یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کے مرنے کے بعد بھی [illegible] چنانچہ اولاد اکبر کے وارث ہونے کا طریقہ اور بعض قوانین میں متبنیٰ بنانے کا طریقہ اور مشترک خاندان کا طریقہ

ان سب کی یہی غرض ہے کہ خزانہ کا ایک سانپ جب مرے تو دوسرا سانپ اس پر بٹھا دیا جائے اور اگر بدقسمتی سے اس سانپ نے کوئی سپولیا نہ چھوڑا تو کہیں اور سے ایک سپولیا حاصل کیا جائے تاکہ دولت کے اس سمٹاؤ میں فرق نہ آنے پائے۔

یہ اسباب ہیں جن سے نوع انسان کے لئے یہ مسئلہ پیدا ہوا ہے کہ خدا کی اس زمین پر ہر شخص کو سامان زیست بہم پہنچنے کا انتظام کس طرح کیا جائے اور ہر شخص کو اپنی استعداد کے مطابق ترقی کرنے اور اپنی شخصیت کو نشوونما دینے کے مواقع کیسے حاصل ہوں۔

غازی اورنگزیب کی یادگار

آپ کے دست خاص کا لکھا ہوا قرآن شریف ہو بہو فوٹو کے طریق پر عکس لیکر حمیدیہ پریس دہلی نے چھاپا ہے اور اس پر بادشاہ کی مہر بھی لگی ہوئی ہے ایسی تاریخی یادگار زندہ اقوام میں ہوتی تو وہ بڑی سے بڑی قیمت دیکر لے لیتے ہیں مسلمانوں کی ناداری کے پیش نظر اس کا ہدیہ صرف بارہ آنے رکھا ہے ۲۷۰ صفحات ۵×۷ سائز مجلد پارچہ لندن پلے دفتی لگایا اب تو کاغذ بھی ۱۲ کا ہے اور ۵۷۰ صفحات ہوئے اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں نہ ہو تو سوائے ناقدری کے اور کیا کہا جائے۔ ملنے کا پتہ:۔

دفتر رسالہ مولوی دہلی۔ محصول آٹھ آنے لگتا ہے۔

قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں

(بسلسلۂ گذشتہ)

ما ھذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم و لو شاء اللہ لانزل ملٰئکۃ	یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر تم جیسا انسان یہ دراصل تم پر اپنی فضیلت جمانا چاہتا ہے ورنہ اگر اللہ کوئی رسول بھیجنا چاہتا تو فرشتوں

انھیں اللہ کے خالق ہونے اور پہلے اور دوسرے معنے میں اس کے رب ہونے سے بھی انکار نہ تھا چنانچہ حضرت نوحؑ جب ان سے کہتے کہ ھو ربکم والیہ ترجعون۔ استغفروا ربکم انہ کان غفارا۔ الم تروا کیف خلق اللہ سبع سمٰوٰت طباقا و جعل القمر فیھن نورا و جعل الشمس سراجا واللہ انبتکم من الارض نباتا۔ تو ان میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہمارا رب نہیں ہے یا زمین اور آسمان کو اور ہم کو اس نے پیدا نہیں کیا ہے یا زمین و آسمان کا یہ سارا انتظام وہ نہیں کر رہا ہے۔

پھر ان کو اس بات سے بھی انکار نہیں تھا کہ اللہ ان کا الٰہ ہے اسی لئے تو حضرت نوحؑ نے ان کے سامنے اپنی دعوت ان الفاظ میں پیش کی کہ ما لکم من الٰہ غیرہ (اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے) ورنہ اگر وہ اللہ کے الٰہ ہونے کے منکر ہوتے تو دعوت کے الفاظ یہ ہوتے کہ اتخذوا اللہ الٰھا اللہ کو اپنا الٰہ بناؤ۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کے اور حضرت نوحؑ کے درمیان نزاع کس بات پر تھی؟ آیات قرآنی کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ بنائے نزاع دو باتیں تھیں:۔

ایک یہ کہ حضرت نوحؑ کی تعلیم یہ تھی کہ جو رب العالمین ہے جسے تم بھی مانتے ہو کہ تمہیں اور تمام کائنات کو اسی نے وجود بخشا ہے اور وہی تمہاری ضروریات کا کفیل ہے دراصل وہی اکیلا تمہارا الٰہ ہے اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے کوئی اور ایسی ہستی نہیں ہے جو تمہاری حاجتیں پوری کرنے والی مشکلیں آسان کرنے والی دعائیں سننے والی اور مدد کو پہنچنے والی ہو لہذا تم اسی کے آگے سر نیاز جھکاؤ۔

یا قوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ ولکنی رسول من رب العالمین ابلغکم رسٰلٰت ربی	اے برادران قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا الٰہ نہیں ہے مگر میں رب العالمین کی طرف سے پیغامبر ہوں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔

برعکس اس کے وہ لوگ اس بات پر مصر تھے کہ رب العالمین تو اللہ ضرور ہے مگر دوسرے بھی خدائی کے انتظام میں تھوڑا یا بہت دخل رکھتے ہیں اور ان کے بھی ہماری حاجتیں وابستہ ہیں لہذا اللہ کے ساتھ ہم دوسروں کو بھی الٰہ مانیں گے۔

وقالوا لا تذرن الھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق و نسرا۔	ان کے سرداروں اور پیشواؤں نے کہا کہ لوگو اپنے الہوں کو نہ چھوڑو اور ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو نہ چھوڑو۔

دوسرے یہ کہ یہ لوگ صرف اس معنی میں اللہ کو رب مانتے تھے کہ وہ ان کا خالق زمین و آسمان کا مالک اور کائنات کا مدبر اعلیٰ ہے لیکن اس بات کے قائل نہ تھے کہ اخلاق، معاشرت، تمدن، سیاست اور تمام معاملات زندگی میں بھی حاکمیت و اقتدار اعلیٰ اسی کا حق ہے وہی رہنما وہی قانون ساز وہی صاحب امر و نہی ہے اور اسی کی اطاعت بھی ہونی چاہئیے ان سب معاملات میں انھوں نے اپنے سرداروں اور مذہبی پیشواؤں کو رب بنا رکھا تھا برعکس اس کے حضرت نوحؑ کا مطالبہ یہ تھا کہ ربوبیت کے ٹکڑے نہ کرو تمام معنیات کے اعتبار سے صرف اللہ ہی کو رب تسلیم کرو اور اس کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے جو قوانین اور جو احکام تمھیں پہنچاتا ہوں ان کی پیروی کرو۔

انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون۔	میں تمہارے لئے خدا کا معتبر رسول ہوں لہذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

قوم عاد قوم نوحؑ کے بعد قرآن عاد کا ذکر کرتا ہے یہ قوم بھی اللہ کی ہستی سے منکر نہ تھی اس کے الٰہ ہونے سے بھی اس کو انکار نہ تھا اور جن معنی میں حضرت نوحؑ کی قوم اللہ کو رب تسلیم کرتی تھی انہی معنی میں وہ بھی اللہ کو رب مان رہی تھی البتہ بنائے نزاع وہی دو امور تھے جو اوپر قوم نوحؑ کے سلسلہ میں بیان ہو چکے ہیں چنانچہ قرآن کی حسب ذیل تصریحات اس پر صاف دلالت کرتی ہیں۔

والی عاد اخاھم ھودا قال یٰقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ۔ قالوا اجئتنا لنعبد اللہ وحدہ ونذر ما کان یعبد اٰباؤنا	عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا اس نے کہا کہ اے برادران قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں انھوں نے جواب دیا کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہم بس اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت باپ دادا کے وقتوں سے ہوتی آرہی ہے
قالوا لو شاء ربنا لانزل ملٰئکۃ	انہوں نے کہا کہ ہمارا رب چاہتا تو فرشتے بھیج سکتا تھا۔
وتلک عاد جحدوا باٰیٰت ربھم وعصوا رسلہ واتبعوا امر کل جبار عنید	اور یہ عاد ہیں جنھوں نے اپنے رب کے احکام ماننے سے انکار کیا اس کے رسولوں کی اطاعت قبول نہ کی اور ہر جبار دشمن حق کی پیروی اختیار کر لی۔

ثمود اب ثمود کو لیجئے جو عاد کے بعد سب سے بڑی سرکش قوم تھی اصلاً اس کی گمراہی بھی اسی قسم کی تھی جو قوم عاد اور نوحؑ کی بیان ہوئی ہے ان لوگوں کو اللہ کے وجود اور اس کے الٰہ و رب ہونے سے انکار تھا اس کی عبادت سے بھی انکار نہ تھا بلکہ انکار اس بات سے تھا کہ اللہ ہی الٰہ واحد ہے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور ربوبیت اپنے تمام معانی کے ساتھ اکیلے

۱؎ وہ تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے ۲؎ اپنے رب سے معافی چاہو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ ۳؎ دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کیسے ہفت آسمان تہ برتہ بنائے اور چاند کو ان کے درمیان نور اور سورج کو چراغ بنایا اور تم کو زمین سے پیدا کیا۔

اللہ ہی کے لئے خاص ہے نہ اللہ کے سوا دوسروں کو بھی فریاد رس مشکل کشا اور حاجت روا ماننے پر اصرار کرتے تھے اور اپنی اخلاقی و تمدنی زندگی میں اللہ کے بجائے اپنے سرداروں اور پیشواؤں کی اطاعت کرتے اور ان سے اپنی زندگی کا قانون لیتے پر مصر تھے یہی چیز بالآخر ان کے ایک فسادی قوم بنجانے اور مبتلائے عذاب ہونے کی موجب ہوئی اس کی توضیح حسب ذیل آیات سے ہوتی ہے

فان اعرضوا فقل انذرتکم صٰعقۃ مثل صٰعقۃ عاد و ثمود اذ جاءتھم الرسل من بین ایدیھم و من خلفھم ان لا تعبدوا الا اللہ قالوا لو شاء ربنا لانزل ملٰئکۃ فانا بما ارسلتم بہ کافرون.	اے محمد اگر یہ لوگ تمہاری پیروی سے منہ موڑتے ہیں تو ان سے کہدو کہ عاد اور ثمود کو جو سزا ملی تھی ویسی ہی ایک ہولناک سزا سے میں تم کو ڈراتا ہوں جب ان قوموں کے پاس ان کے پیغمبر آگے اور پیچھے سے آئے اور کہا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو تو انھوں نے

کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے بھیجتا لہذا تم جو کچھ لیکر آئے ہو ہم اسے نہیں مانتے۔

والیٰ ثمود اخاھم صٰلحا قال یٰقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ. قالوا یٰصٰلح قد کنت فینا مرجوا قبل ھٰذا اتنھٰنا ان نعبد ما یعبد اٰباؤنا	اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے کہا کہ اے برادران قوم اللہ کی پرستش و بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ صالح اس سے پہلے تو ہماری بڑی امیدیں تم سے وابستہ تھیں کیا

تم ہم کو ان کی عبادت سے روکتے ہو جن کی عبادت باپ دادا سے ہوتی چلی آ رہی ہے

اذ قال لھم اخوھم صٰلح الا تتقون انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ و اطیعون ولا تطیعوا امر المسرفین الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون	جب ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا کیا تمہیں اپنے بچاؤ کی کوئی فکر نہیں؟ دیکھو میں تمہارے لئے اللہ کا معتبر رسول ہوں لہذا اللہ کی ناراضگی سے بچو اور میری اطاعت قبول کرو اور ان حد سے

گذرنے والوں کی اطاعت نہ کرو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

قوم ابراہیم اور نمرود اس کے بعد حضرت ابراہیم کی قوم کا نمبر آتا ہے اس قوم کا معاملہ خاص طور پر اس لئے اہم ہے کہ اس کے بادشاہ نمرود کے متعلق یہ عام غلط فہمی ہے کہ وہ اللہ کا منکر اور خود خدا ہونیکا مدعی تھا حالانکہ وہ اللہ کی ہستی کا قائل تھا اس کے خالق و مدبر کائنات ہونے کا معتقد تھا اور صرف تیسرے چوتھے اور پانچویں معنے کے اعتبار سے اپنی ربوبیت کا دعویٰ کرتا تھا نیز یہ بھی عام غلط فہمی ہے کہ یہ قوم اللہ سے بالکل ناواقف تھی اور اس کے الٰہ اور رب ہونے سے سرے سے قائل ہی نہ تھی حالانکہ فی الواقع اس قوم کا معاملہ قوم نوح اور عاد اور ثمود سے قطعاً کچھ بھی مختلف نہ تھا وہ اللہ کے وجود کو بھی مانتی تھی اس کا رب ہونا اور خالق ارض و سما اور مدبر کائنات ہونا بھی اسے معلوم تھا اس کی عبادت سے بھی

وہ منکر نہ تھی البتہ اس کی گمراہی یہ تھی کہ وہ ربوبیت بمعنی اول و دوم میں اجرام فلکی کو حصہ دار سمجھتی تھی اور اس بنا پر اللہ کے ساتھ ان کو بھی معبود قرار دیتی تھی اور ربوبیت بمعنی سوم چہارم و پنجم کے اعتبار سے اس نے اپنے بادشاہوں کو رب بنا رکھا تھا قرآن کی تصریحات اس بارے میں اتنی واضح ہیں کہ تعجب ہوتا ہے کس طرح لوگ اصل معاملہ کو سمجھنے سے قاصر رہ گئے۔

سب سے پہلے حضرت ابراہیم کے آغاز ہوش کا وہ واقعہ لیجیے جس میں ان کی تلاش حق کا نقشہ کھینچا گیا ہے:۔

فلما جن علیہ الیل رأی کوکبا قال ھٰذا ربی فلما افل قال لا احب الاٰفلین فلما رأی القمر بازغا قال ھٰذا ربی فلما افل قال لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضالین فلما رأی الشمس بازغۃ قال ھٰذا ربی ھٰذا اکبر فلما افلت قال یٰقوم انی بریء مما تشرکون. انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین	جب اس پر رات طاری ہوئی تو اس نے ایک تارا دیکھا کہنے لگا کہ یہ میرا رب ہے مگر جب وہ تارا ڈوب گیا تو اس نے کہا ڈوب جانے والوں کو تو میں پسند نہیں کرتا پھر جب چاند چمکتا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا کہ اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ فرمائی تو خطرہ ہے کہ کہیں میں بھی ان گمراہ لوگوں میں شامل نہ ہو جاؤں پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی چھپ گیا تو وہ پکار اٹھے کہ اے

برادران قوم جو شرک تم کرتے ہو اس سے میرا کوئی تعلق نہیں میں نے تو سب طرف سے منہ موڑکر اپنا رخ اس کی طرف پھیر دیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

خط کشیدہ فقروں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سوسائٹی میں حضرت ابراہیم نے آنکھ کھولی تھی اس میں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے کا تصور اور اس ذات کے رب ہونیکا تصور ان سیاروں کی ربوبیت کے تصور سے الگ موجود تھا اور آخر کیوں موجود نہ تھا جبکہ یہ لوگ ان مسلمانوں کی نسل سے تھے جو حضرت نوح پر ایمان لائے تھے اور ان کی قریبی رشتہ دار و ہمسایہ اقوام (عاد و ثمود) میں پے در پے انبیاء علیہ السلام کے ذریعہ سے دین اسلام کی تجدید بھی ہوتی رہتی تھی جاءتھم الرسل من بین ایدیھم و من خلفھم پس حضرت ابراہیم کو اللہ کے فاطر السمٰوٰت والارض اور رب ہونیکا تصور تو اپنے ماحول سے مل چکا تھا البتہ جو سوالات ان کے دل میں کھٹکتے تھے وہ یہ تھے کہ نظام ربوبیت میں اللہ کے ساتھ چاند سورج اور سیاروں کے شریک ہونیکا جو تخیل ان کی قوم میں پایا جاتا ہے اور جس کی بنا پر یہ عبادت میں بھی اللہ کے ساتھ ان کو شریک ٹھیرا رہے ہیں یہ کہاں تک مبنی بر حقیقت ہے چنانچہ نبوت سے پہلے اسی کی جستجو انہوں نے کی اور طلوع و غروب کا انتظام ان کے لئے اس امر قطعی تک پہنچنے میں دلیل راہ بن گیا کہ فاطر السمٰوٰت والارض کے سوا کوئی رب نہیں ہے اسی بنا پر چاند کو غروب ہوتے دیکھکر وہ فرماتے ہیں کہ "اگر میرے رب یعنی اللہ نے میری رہنمائی نہ فرمائی تو خوف ہے کہ کہیں میں بھی حقیقت تک رسائی پانے سے محروم رہ جاؤں اور ان مظاہر سے دھوکا نہ کھا جاؤں جن سے میرے گرد و پیش لاکھوں

پھر جب حضرت ابراہیمؑ نبوت کے منصب پر سرفراز ہوئے اور انھوں نے دعوت الی اللہ کا کام شروع کیا تو جن الفاظ میں وہ اپنی دعوت پیش فرماتے تھے ان پر غور کرنے سے وہ بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے فرماتے ہیں۔

وکیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ ما لم ینزل بہ علیکم سلطانا

اور آخر میں ان سے کس طرح ڈر سکتا ہوں جنھیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو جبکہ تم اللہ کے ساتھ ان کو شریک بنانے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے الہیت اور ربوبیت میں شریک ہونے پر اللہ نے تمہارے پاس کوئی سند نہیں بھیجی۔

واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ

تم اللہ کے سوا اور جن جن سے دعائیں مانگتے ہو ان سے میں دست کش ہوتا ہوں۔

قال بل ربکم رب السموات والارض الذی فطرہن قال افتعبدون من دون اللہ ما لا ینفعکم شیئا ولا یضرکم

کہا تمہارا رب تو صرف آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے کہا کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نفع پہنچانے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے؟

اذ قال لابیہ وقومہ ماذا تعبدون ائفکا الہۃ دون اللہ تریدون فما ظنکم برب العالمین۔

جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ یہ تم کس کی عبادت کر رہے ہو کیا اللہ کے سوا اپنے خود ساختہ الہوں کی بندگی کا ارادہ ہے؟ پھر رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

انا برءؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ

ابراہیم اور اس کے ساتھی مسلمانوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے صاف کہہ دیا کہ ہمارا تم سے اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو ان سب سے کوئی تعلق نہیں ہم تمہارے طریقہ کو ماننے سے انکار کر چکے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے بغض و عداوت کی بنا پڑ گئی ہے جب تک تم اکیلے اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔

حضرت ابراہیمؑ کے ان ارشادات کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مخاطب وہ لوگ نہ تھے جو اللہ سے بالکل ناواقف اور اس کے رب العالمین اور معبود ہونے سے منکر یا خالی الذہن ہوتے بلکہ وہ لوگ تھے جو اللہ کے ساتھ ربوبیت (معنی اول و دوم) اور الہیت میں دوسروں کو شریک قرار دیتے تھے اسی لیے تمام قرآن میں کسی ایک جگہ بھی حضرت ابراہیمؑ کا کوئی ایسا قول موجود نہیں ہے جس میں انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی ہستی اور اس کے الٰہ اور رب ہونے کا قائل کرنے کی کوشش کی ہو بلکہ ہر جگہ وہ دعوت اس چیز کی دیتے ہیں کہ اللہ ہی رب اور الٰہ ہے

اب نمرود کے معاملہ کو لیجئے اس سے حضرت ابراہیم کی جو گفتگو ہوئی اسے قرآن اس طرح نقل کرتا ہے۔

الم تر الی الذی حاج ابراہیم فی ربہ ان اتاہ اللہ الملک اذ قال ابراہیم ربی الذی یحیی ویمیت قال انا احیی وامیت قال ابراہیم فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب فبہت الذی کفر۔

تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں بحث کی اس بنا پر کہ اللہ نے اسے حکومت دے رکھی تھی جب ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں زندگی و موت ہے تو اس نے کہا کہ زندگی و موت تو میرے اختیار میں ہے ابراہیم نے کہا اچھا تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اب تو ذرا اسے مغرب سے نکال لا یہ سنکر وہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا۔

اس گفتگو سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ جھگڑا اللہ کے ہونے نہ ہونے پر نہ تھا بلکہ اس بات پر تھا کہ ابراہیم رب کسے تسلیم کرتے ہیں۔ نمرود اول تو اس قوم سے تعلق رکھتا تھا جو اللہ کی ہستی کو مانتی تھی دوسرے جب تک کہ وہ بالکل پاگل نہ ہو جاتا وہ ایسی صریح احمقانہ بات کبھی نہ کہہ سکتا تھا کہ زمین و آسمان کا خالق اور سورج اور چاند کو گردش دینے والا وہ خود ہے۔ پس دراصل اس کا دعویٰ یہ نہ تھا کہ میں اللہ ہوں یا میں رب السموات والارض ہوں بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ میں اس مملکت کا رب ہوں جس کی رعیت کا ایک فرد ابراہیمؑ ہے اور یہ رب ہونے کا دعویٰ بھی وہ ربوبیت کے پہلے اور دوسرے مفہوم کے اعتبار سے نہ تھا کیونکہ اس اعتبار سے تو وہ خود چاند اور سورج اور سیاروں کی ربوبیت کا قائل تھا البتہ وہ تیسرے چوتھے اور پانچویں مفہوم کے اعتبار سے اپنی مملکت کا رب بنتا تھا یعنی اس کا دعویٰ یہ تھا کہ میں اس ملک کا مالک ہوں اس کے سارے باشندے میرے بندے ہیں میرا مرکزی اقتدار ان کے اجتماع کی بنیاد ہے اور میرا فرمان ان کیلئے قانون ہے ان اتاہ اللہ الملک کے الفاظ صریحاً اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس دعویٰ ربوبیت کی بنیاد بادشاہی کے زعم پر تھی جیسا سے معلوم ہوا ہے کہ اس کی رعیت میں سے ابراہیم نامی ایک شخص اٹھا ہے جو نہ چاند اور سورج اور سیاروں کی فوق الفطری ربوبیت کا قائل ہے اور نہ بادشاہ وقت کی سیاسی و تمدنی ربوبیت تسلیم کرتا ہے تو اس کو تعجب ہوا اور حضرت ابراہیمؑ کو بلا کر اس نے دریافت کیا کہ آخر تم کسے رب مانتے ہو؟ حضرت ابراہیمؑ نے پہلے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں زندگی و موت کے اختیارات ہیں مگر اس جواب سے وہ بات کی تہ کو نہ پہنچ سکا اور یہ کہہ کر اس نے اپنی ربوبیت ثابت کرنی چاہی کہ زندگی اور موت کے اختیارات تو مجھے حاصل ہیں جسے چاہوں قتل کرا دوں اور جس کی چاہوں جان بخشی کر دوں تب حضرت ابراہیم نے اسے بتایا کہ میں صرف اللہ کو رب مانتا ہوں ربوبیت کے جملہ معانی کے اعتبار سے میرے نزدیک تنہا اللہ ہی رب ہے اس نظام کائنات میں کسی دوسرے کی ربوبیت کی گنجائش ہی کہاں ہو سکتی ہے جبکہ سورج کے طلوع و غروب پر وہ ذرہ برابر اثر انداز نہیں ہو سکتا نمرود آدمی ذی ہوش تھا اس دلیل کو سنکر وہ دم بخود ہو کر رہ گیا مگر نفس پرستی اور شخصی و خاندانی بندگی ایسی دامنگیر ہوئی کہ ظہور حق کے باوجود حکمرانی کے منصب سے اتر کر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر آمادہ نہ ہوا یہی وجہ ہے کہ اس گفتگو کو نقل کرنے کے بعد اللہ تعالے فرماتا ہے واللہ لا یہدی القوم الظالمین مگر اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا کیونکہ اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جو خود ہدایت کا طالب نہ ہو اس پر اللہ زبردستی اپنی ہدایت مسلط کرے۔

انسان کا معاشی مسئلہ اور اسکا اسلامی حل

(از حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

ایک یہ کہ انسان کی ضروریات زندگی بڑھیں اور ہر شخص خود اپنی ضروریات فراہم نہ کر سکے بلکہ اس کی بہت سی ضرورتیں دوسروں سے اور دوسروں کی اس سے متعلق ہوں۔

دوسرے یہ کہ ضروریات زندگی کا مبادلہ عمل میں آئے اور رفتہ رفتہ مبادلۂ اشیاء کا ایک واسطہ مقرر ہو جائے۔

تیسرے یہ کہ اشیاء ضرورت تیار کرنے کے آلات اور حمل و نقل کے وسائل میں اضافہ ہو اور جتنی نئی چیزیں انسان کے علم میں آئیں ان سب سے وہ فائدہ اٹھاتا چلا جائے۔

چوتھے یہ کہ آدمی کو اس امر کا اطمینان حاصل ہو کہ وہ چیزیں جن کو اس نے خود اپنی محنت سے حاصل کیا ہے وہ آلات جن سے وہ کام کرتا ہے وہ زمین جس پر اس نے گھر بنایا ہے وہ جگہ جہاں وہ اپنے پیشہ کا کام کرتا ہے یہ سب اسی کے قبضہ میں رہیں گی اور اس کے بعد ان لوگوں کی طرف منتقل ہونگی جو دوسروں کی بہ نسبت اس سے قریب تر ہیں۔

اس طرح مختلف پیشوں کا پیدا ہونا خرید و فروخت اور اشیاء کی قیمتوں کا تعین روپے کا معیار قیمت کی حیثیت سے جاری ہونا بین الاقوامی لین دین اور درآمد و برآمد تک نوبت پہنچنا نئے نئے آلات و وسائل پیدائش کا استعمال میں آنا اور حقوق ملکیت اور وراثت کا وجود میں آنا سب کچھ عین مقتضائے فطرت تھا اور ان میں سے کوئی چیز گناہ نہ تھی کہ اب اس سے توبہ کرنیکی ضرورت ہو۔ مزید برآں تمدن کے نشو و نما کے ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ:۔

(۱) مختلف انسانوں کی قوتوں اور قابلیتوں کے درمیان جو فرق خود فطرت نے رکھا ہے اس کی وجہ سے بعض انسانوں کو اپنی اصلی ضرورت سے زیادہ کمانے کا موقع مل جائے اور بعض اپنی ضرورت کے مطابق اور بعض اس سے کم کمائیں۔

(۲) وراثت کے ذریعہ سے بھی بعض کو زندگی کا آغاز کرنے کے لئے اچھے وسائل مل جائیں اور بعض کم وسائل کے ساتھ اور بعض بے وسیلہ کارزار حیات میں قدم رکھیں۔

(۳) قدرتی اسباب سے بھی ہر آبادی میں ایسے لوگ موجود رہیں جو کسب معاش کے کام میں حصہ لینے اور اسباب زندگی کے مبادلہ میں شریک ہونے کے قابل نہ ہوں مثلاً بچے بوڑھے بیمار معذور وغیرہ۔

(۴) بعض انسان خدمت لینے والے اور بعض خدمت انجام دینے والے ہوں اور اس طرح آزادانہ صنعت و تجارت اور زراعت کے علاوہ نوکری اور مزدوری کی صورتیں بھی پیدا ہو جائیں۔

یہ سب بجائے خود انسانی تمدن کے فطری، منظا ہر اور قدرتی پہلو ہیں۔ ان صورتوں کا رونما ہونا بھی اپنی جگہ کوئی برائی یا گناہ نہیں ہو کہ ان کے استیصال کی فکر کیجائے۔ تمدن کی خرابی کے دوسرے اسباب ہیں جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں ان کے اصل سبب کو نہ پاکر بہت سے لوگ گھبرا اٹھتے ہیں اور کبھی شخصی ملکیت کو کبھی روپے کو کبھی مشین کو کبھی انسانوں کی فطری نا مساوات کو اور کبھی خود تمدن ہی کو کوسنے لگتے ہیں لیکن در حقیقت یہ غلط تشخیص اور غلط تجویز علاج ہے انسانی فطرت کے تقاضے سے تمدن میں جو نشو و نما ہوتا ہے اور اس نشو و نما سے نظراً جو صورتیں رونما ہوتی ہیں ان کو روکنے کی ہر کوشش نا جائز ہے اور اس کے نتیجہ میں فلاح کے بجائے تباہی و نقصان کا زیادہ امکان ہے انسان کا اصل معاشی مسئلہ یہ نہیں ہے کہ تمدن کی ترقی کو کس طرح روکا جائے یا اس کے تدرتی مظاہر کو کس طرح بدلا جائے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ تمدن کے نشو و نما کی فطری رفتار کو برقرار رکھتے ہوئے اجتماعی ظلم و بے انصافی کو کیسے روکا جائے اور فطرت کا یہ منشا کہ ہر مخلوق کو اس کا رزق پہنچے کیونکر پورا کیا جائے اور ان رکاوٹوں کو کس طرح دور کیا جائے جن کی بدولت بہت سے انسانوں کی قوتیں اور قابلیتیں محض وسائل کے فقدان کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں۔

معاشی انتظام کی خرابی کا سبب

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خرابی کے اصل اسباب کیا ہیں اور خرابی کی نوعیت کیا ہے۔

نظام معیشت کی خرابی کا نقطۂ آغاز خود غرضی کا حد اعتدال سے بڑھ جانا ہے پھر دوسرے رزائل اخلاق اور ایک فاسد نظام سیاست کی مدد سے یہ چیز بڑھتی اور پھیلتی ہے یہانتک کہ پورے معاشی انتظام کو خراب کر کے زندگی کے باقی شعبوں میں بھی اپنا زہریلا اثر پھیلا دیتی ہے ابھی میں بیان کر چکا ہوں کہ شخصی ملکیت اور بعض انسانوں کا بعض کی بہ نسبت بہتر معاشی حالت میں ہونا یہ دونوں عین فطرت کے مقتضیات تھے اور بجائے خود ان میں کوئی خرابی نہ تھی اگر انسان کی تمام اخلاقی صفات کو توازن کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملتا اور خارج میں بھی ایک ایسا نظام سیاست موجود ہوتا جو زور و قوت کے ساتھ عدل قائم رکھتا تو ان سے کوئی خرابی پیدا نہ ہو سکتی تھی لیکن جس چیز نے انہیں خرابیوں کی پیدائش کا ذریعہ بنا دیا وہ یہ تھی کہ جو لوگ فطری اسباب سے بہتر معاشی حیثیت رکھتے تھے وہ خود غرضی تنگ نظری بد اندیشی حرص بخل بددیانتی اور نفس پرستی میں مبتلا ہو گئے شیطان نے انہیں یہ سمجھایا کہ تمہاری اصلی ضرورت سے زائد جو وسائل معیشت تمہیں ملتے ہیں اور جن پر تمہیں حقوق مالکانہ حاصل ہیں ان کے صحیح و معقول مصرف صرف دو ہیں ایک یہ کہ ان کو اپنی آسائش آرائش لطف، تفریح اور خوش باشی میں صرف کرو ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ کہ ان کو مزید وسائل معیشت پر قبضہ کرنے کے لئے استعمال کرو اور جن لوگوں کے ذریعہ سے انسانوں کے خدا اور ان داتا بن جاؤ

پہلی شیطانی تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ دولتمندوں نے جماعت کے ان افراد کا حق ماننے سے انکار کر دیا جو دولت کی تقسیم میں حصہ پانے سے محروم رہ جاتے ہیں یا اپنی اصلی ضرورت سے کم حصہ پاتے ہیں انہوں نے یہ بالکل جائز سمجھا کہ ان لوگوں کو فاقہ

روپیہ کی وجہ سے انسانی جماعت کے بہت سے افراد جرائم پیشہ بنتے ہیں، جہالت اور ناشائستہ اخلاق میں مبتلا ہوتے ہیں جسمانی کمزوری اور امراض کا شکار ہوتے ہیں ان کی ذہنی و جسمانی قوتیں نشو و نما پانے اور انسانی تمدن و تہذیب کے ارتقاء میں اپنا حصہ ادا کرنے سے رہ جاتی ہیں اور اس سے وہ سوسائٹی بحیثیت مجموعی نقصان اٹھاتی ہے جس کے وہ خود بھی ایک جز ہیں اسی پر بس نہیں بلکہ ان دولتمندوں نے اپنی اصلی ضروریات پر بیشمار ضروریات کا اضافہ کیا اور بہت سے انسانوں کو جن کی قابلیتیں تمدن و تہذیب کی بہتر خدمات کے لئے استعمال ہو سکتی تھیں اپنے نفس شریر کی خود ساختہ ضرورتوں کے پورا کرنے میں استعمال کرنا شروع کر دیا ان کے لئے زنا ایک ضرورت تھی جس کی خاطر فاحشہ عورتوں اور قرمساقوں اور دیوثوں کا ایک لشکر فراہم ہوا ان کے لئے غنا بھی ایک ضرورت تھی جس کی خاطر گویوں بھنیوں سازندوں اور آلات موسیقی تیار کرنے والوں کی ایک اور فوج تیار کی گئی ان کے لئے بیشمار قسم کی تفریحات بھی ضروری تھیں جن کی خاطر مسخروں نقالوں، ایکٹروں اور ایکٹرسوں داستان گوؤں مصوروں اور نقاشوں اور بہت سے فضول پیشہ وروں کا ایک گروہ کثیر مہیا کیا گیا ان کے لئے شکار بھی ضروری تھا جس کی خاطر بہت سے انسان کوئی بھلا کام کرنے کے بجائے اس کام پر لگائے گئے کہ جنگلوں میں جانوروں کو ہانکتے پھریں ان کے لئے سرور و نشاط اور خود رفتگی بھی ایک ضرورت تھی جس کی خاطر بہت سے انسان شراب کوکین افیون اور دوسرے مسکرات کی فراہمی میں مشغول کئے گئے غرض اس طرح ان شیطان کے بھائیوں نے صرف اتنے ہی پر اکتفا نہ کیا کہ بے رحمی کے ساتھ سوسائٹی کے ایک بڑے حصہ کو اخلاقی روحانی اور جسمانی تباہی میں مبتلا ہونے کے لئے چھوڑ دیا ہو بلکہ مزید ظلم یہ کیا کہ ایک اور بڑے حصہ کو صحیح اور مفید کاموں سے ہٹا کر بیہودہ ذلیل اور نقصان دہ کاموں میں لگا دیا اور تمدن کی رفتار کو راہ راست سے ہٹا کر ایسے راستوں کی طرف پھیر دیا جو انسان کو تباہی کی طرف لیجانے والے ہیں پھر معاملہ اسی پر ختم نہیں ہو گیا انسانی سرمایہ کو ضایع کرنے کے ساتھ انہوں نے مادی سرمایہ کو بھی غلط طریقہ سے استعمال کیا ان کو محلات کے پھولوں گلستانوں تفریح گاہوں ناچ گھروں وغیرہ کی ضرورت لاحق ہوئی حتی کہ مرنے کے بعد زمین پر لیٹنے کے لئے بھی ان کمبختوں کو ایکڑوں اور عالیشان عمارتوں کی حاجت ہوئی اور اس طرح وہ زمین وہ سامان تعمیر اور وہ انسانی محنت جو بہت سے بندگان خدا کے لئے سکونت کا انتظام کرنے کو کافی ہو سکتی تھی ایک ایک عیاش آدمی کے مستقر اور مستودع پر صرف ہو گئی ان کو زیور اور نفیس لباسوں اعلیٰ درجہ کے آلات و ظروف زینت و آرائش کے سامانوں شاندار سواریوں اور نہ معلوم کن کن چیزوں کی ضرورت پیش آئی حتی کہ ان ظالموں کے دروازے بھی قیمتی پردوں کے بغیر ننگے رہے جاتے تھے ان کی دیواریں بھی سینکڑوں اور ہزاروں روپے کی تصویروں سے مزین ہوئے بغیر نہ رہ سکتی تھیں ان کے کمروں کی زمین بھی ہزاروں روپے کے قالین اوڑھنا چاہتی تھی ان کے کتوں کو بھی مخمل کے گدے اور سونے کے پٹے درکار تھے اس طرح وہ بہت سا مواد اور وہ کثیر انسانی عمل جو ہزارہا انسانوں کا تن ڈھانکنے اور پیٹ بھرنے کے کام آ سکتا تھا ایک ایک شخص کی نفس پرستی کے لئے وقف ہو گیا۔

یہ تو شیطانی رہنمائی کے ایک حصہ کا نتیجہ تھا دوسری رہنمائی کے نتائج اس سے بھی زیادہ خراب ہیں یہ اصول کہ اپنی اصلی ضرورت سے زائد جو وسائل معیشت کسی انسان کے قبضہ میں آ گئے ہوں ان کو وہ جمع کرتا چلا جائے اور پھر مزید وسائل معیشت حاصل کرنے کے لئے استعمال کرے اول تو بداہتہً غلط ہے ظاہر ہے کہ خدا نے معیشت کے اسباب جو زمین پر پیدا کئے ہیں یہ مخلوق کی حقیقی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کئے ہیں تمہارے پاس اگر خوش قسمتی سے کچھ زیادہ اسباب آ گئے ہیں تو یہ دوسروں کا حصہ تھا جو تم تک پہنچ گیا اسے جمع کرنے کہاں چلے ہو؟ اپنے گرد و پیش دیکھو جو لوگ سامان زیست میں سے اپنا حصہ حاصل کرنے کے قابل نظر آتے ہیں یا اسے حاصل کرنے میں ناکام رہ گئے ہیں یا جنہوں نے اپنی ضرورت سے کم پایا ہے سمجھو کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کا حصہ تمہارے پاس پہنچا ہے وہ حاصل نہیں کر سکے تو تم ان تک پہنچا دو یہ صحیح کام کرنے کے بجائے اگر تم ان اسباب کو اور زیادہ اسباب معاش حاصل کرنے کے لئے استعمال کرو گے تو یہ غلط کام ہو گا کیونکہ بہرحال وہ مزید اسباب جو تم حاصل کرو گے تمہاری ضرورت سے اور بھی زیادہ ہوں گے پھر ان کے حصول کی کوشش بجز اس کے کہ تمہاری حرص و ہوس کی تسکین کا ذریعہ ہو اور کیا مفید پہلو رکھتی ہے حصول معاش کی سعی میں تم اپنے وقت محنت اور قابلیت کا جتنا حصہ اپنی ضروریات زندگی فراہم کرنے کے لئے صرف کرتے ہو وہ تو صحیح اور معقول مصرف میں صرف ہوتا ہے مگر اس اصلی ضرورت سے زائد ان چیزوں کا اس کام میں صرف کرنے کے معنی یہ ہیں کہ تم معاشی حیوان بلکہ دولت پیدا کرنے کی مشین بن رہے ہو حالانکہ تمہارے وقت محنت اور ذہنی و جسمانی قوتوں کے لئے کسب معاش کے سوا اور زیادہ بہتر مصرف بھی ہیں پس عقل و فطرت کے لحاظ سے یہ اصول ہی سرے سے غلط ہے جو شیطان نے اپنے شاگردوں کو سکھایا ہے لیکن اس اصول پر جو عملی طریقے بنے ہیں وہ تو اس قدر قابل لعنت اور ان کے نتائج اتنے ہولناک ہیں کہ ان کا صحیح تخمینہ بھی مشکل ہے۔

زائد از ضرورت وسائل معاش کو مزید وسائل قبضہ میں لانے کے لئے استعمال کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ ان وسائل کو سود پر قرض دیا جائے۔

دوسرے یہ کہ انہیں تجارتی اور صنعتی کاموں پر لگایا جائے۔

یہ دونوں طریقے اپنی نوعیت میں کچھ ایک دوسرے سے مختلف ضرور ہیں لیکن دونوں کے مشترک عمل کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سوسائٹی دو طبقوں میں تقسیم ہو جاتی ہے ایک وہ قلیل طبقہ جو اپنی ضروریات سے زیادہ وسائل معاش رکھتا ہے اور اپنے وسائل کو مزید وسائل کھینچنے کے لئے وقف کر دیتا ہے دوسرا وہ کثیر طبقہ جو اپنی ضرورت کے مطابق یا اس سے کم وسائل رکھتا ہے یا بالکل نہیں رکھتا ان دونوں طبقوں کے مفاد نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے کے خلاف ہوتے ہیں بلکہ لامحالہ ان کے درمیان کشمکش اور نزاع برپا ہوتی ہے اور یوں انسان کا معاشی انتظام جس کو فطرت نے مبادلہ پر قائم کیا تھا محاربہ پر قائم ہو کر رہ جاتا ہے۔

پھر یہ محاربہ جتنا بڑھتا جاتا ہے مالدار طبقہ تعداد میں کم اور نادار طبقہ زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے کیونکہ اس محاربہ کی نوعیت ہی کچھ اس قسم کی ہے کہ جو زیادہ مالدار ہے وہ اپنے مال کے زور سے کم مالدار لوگوں کے وسائل کھینچ لیتا ہے اور انہیں نادار طبقہ میں دھکیل دیتا ہے اس طرح زمین کے اسباب معاش روز بروز کم اور کمتر حصہ

آبادی کے پاس سمٹتے چلے جاتے ہیں اور روز بروز زیادہ اور زیادہ حصہ آبادی مفلس یا مالداروں کا دست نگر ہوتا جاتا ہے۔

ابتداءً یہ محاربہ چھوٹے پیمانہ پر شروع ہوتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے یہ ملکوں اور قوموں تک پھیلتا ہے یہانتک کہ ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیکر بھی ھل من مزید کی صدا لگاتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ جب ایک ملک کا عام دستور یہ ہو جاتا ہے کہ جن لوگوں کے پاس اپنی ضرورت سے زائد مال ہو وہ اپنے فاضل مال کو نفع آور کاموں میں لگا دیں اور یہ دولت اشیاء کی تیاری پر صرف ہو تو ان کی لگائی ہوئی پوری رقم کا فائدے سمیت وصول ہونا اس بات پر موقوف ہوتا ہے کہ جس قدر اشیاء ملک میں تیار ہوئی ہیں وہ سب کی سب اسی ملک میں خرید لی جائیں مگر عملاً ایسا نہیں ہوتا اور درحقیقت ہو نہیں سکتا کیونکہ ضرورت سے کم مال رکھنے والوں کی قوت خریداری کم ہوتی ہے اس لئے وہ ضرورتمند ہونے کے باوجود ان چیزوں کو خرید نہیں سکتے اور ضرورت سے زیادہ مال رکھنے والے اس فکر میں رہتے ہیں کہ جتنی آمدنی ہو اس میں سے ہر ایک حصہ پس انداز کر کے نفع آور کاموں میں لگائیں اسلئے وہ اپنا سب مال خریداری پر صرف نہیں کرتے اس طرح لازمی طور پر تیار کردہ مال کا ایک حصہ فروخت ہونے بغیر رہجاتا ہے جس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ مالداروں کی لگائی ہوئی رقم کا ایک حصہ بازیافت ہونے سے رہ گیا اور یہ رقم ملک کی صنعت کے ذمہ قرض رہا یہ صرف ایک چکر کا حال ہے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسے جتنے چکر ہوں گے ان میں سے ہر ایک میں مالدار طبقہ اپنی حاصل شدہ آمدنی کا ایک حصہ پھر نفع آور کاموں میں لگاتا چلا جائے گا اور جو رقمیں بازیافت ہونے سے رہ جاتی ہیں ان کی مقدار ہر چکر میں بڑھتی چلی جائیگی اور ملک کی صنعت پر ایسے قرض کا بار دوگنا چوگنا ہزار گنا ہوتا چلا جائیگا جسکو خود وہ ملک کبھی ادا نہیں کر سکتا اس طرح ایک ملک کو دیوالیہ پن کا جو خطرہ لاحق ہوتا ہے اس سے بچنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ جتنا مال ملک میں فروخت ہونے سے رہ جائے اسے دوسرے ملکوں میں لیجا کر فروخت کیا جائے یعنی ایسے ملک تلاش کئے جائیں جن کی طرف یہ ملک اپنے دیوالیہ پن کی آفت کو منتقل کرے

یہیں یہ محاربہ ملکی حدود سے گذر کر بین الاقوامی دائرے میں قدم رکھتا ہے اب یہ ظاہر ہے کہ کوئی ایک ملک ہی ایسا نہیں ہے جو اس شیطانی نظام معیشت پر چل رہا ہو بلکہ دنیا کے اکثر ممالک کا یہی حال ہے کہ وہ اپنے آپ کو دیوالیہ پن سے بچانے کے لئے یا بالفاظ دیگر اپنے دیوالہ کو کسی اور ملک پر ڈال دینے کے لئے مجبور ہو گئے ہیں اس طرح بین الاقوامی مسابقت شروع ہو جاتی ہے اور وہ چند صورتیں اختیار کرتی ہے۔

اولاً ہر ملک بین الاقوامی بازار میں اپنا مال زیادہ بیچنے کے لئے کوشش کرتا ہے کہ کم سے کم لاگت پر زیادہ مال تیار کرے۔ اس غرض سے کارکنوں کے معاوضے بہت کم رکھے جاتے ہیں اور معاشی کاروبار میں ملک کی آبادی اتنا کم حصہ پاتی ہے کہ اس کی اصلی ضروریات بھی پوری نہیں ہوتیں۔

ثانیاً ہر ملک اپنے حدود میں اور اپنے حلقۂ اثر میں دوسرے ملک کا مال آنے پر بندشیں عائد کرتا ہے اور خام پیداوار کے جتنے وسائل اس کے زیر اختیار ہیں ان پر بھی پہرے بٹھاتا ہے تاکہ دوسرا ملک ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے اس سے بین الاقوامی کشمکش پیدا ہوتی ہے جس کا انجام جنگ پر ہوتا ہے۔

ثالثاً ایسے ملک جو اس دیوالیہ پن کی مصیبت کو اپنے سر چپکے جانے سے روک نہیں سکتے ان پر یہ لٹیرے ٹوٹ پڑتے ہیں اور صرف اپنے ملک کے بچے کھچے مال ہی کو ان میں فروخت کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ جس دولت کو خود اپنے ہاں نفع آور کام پر لگانے کی گنجائش نہیں ہوتی اسے بھی ان ممالک میں لیجا کر لگاتے ہیں اس طرح آخرکار ان ممالک میں بھی وہی مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے جو ابتداءً خود روپیہ لگانے والے ملکوں میں پیدا ہوا تھا یعنی جس قدر روپیہ وہاں لگایا جاتا ہے وہ سارا کا سارا وصول نہیں ہو سکتا اور اس روپے سے جتنی بھی آمدنی ہوتی ہے اس کا ایک بڑا حصہ پھر مزید نفع آور کاموں میں لگا دیا جاتا ہے حتی کہ ان ملکوں پر قرض کا بار اتنا بڑھتا چلا جاتا ہے کہ اگر خود ان ملکوں کو بیچ ڈالا جائے تب بھی کل لگائی ہوئی رقم بازیافت نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ چکر اگر یونہی چلتا رہے تو بالآخر تمام دنیا دیوالیہ ہو جائیگی اور روئے زمین پر کوئی خطہ ایسا باقی نہ رہے گا جس کی طرف اس دیوالیہ پن کی مصیبت کو منتقل کیا جا سکے حتی کہ پھر ضرورت پیش آئیگی کہ مریخ اور مشتری اور عطارد میں روپیہ لگانے اور زائد مال کھپانے کے لئے مارکیٹ تلاش کئے جائیں۔

اس عالمگیر محاربہ میں بینکاروں آڑھتیوں اور صنعت و تجارت کے رئیسوں کی ایک مٹھی بھر جماعت تمام دنیا کے معاشی اسباب و وسائل پر اس طرح حاوی ہو گئی ہے کہ ساری نوع انسانی ان کے مقابلے میں بالکل بے بس ہے اب کسی شخص کے لئے یہ قریب قریب ناممکن ہو گیا ہے کہ اپنے ہاتھ پاؤں کی محنت سے اور اپنے دماغ کی قابلیت سے کوئی آزادانہ کام کر سکے اور خدا کی زمین پر جو اسباب زندگی موجود ہیں ان میں سے خود کوئی حصہ حاصل کر سکے چھوٹے تاجر چھوٹے صناع چھوٹے زراعت پیشہ کے لئے آج دنیا کے عرصۂ حیات میں ہاتھ پاؤں مارنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے سب کے سب مجبور ہیں کہ معاشی کاروبار کے ان بادشاہوں کے غلام اور نوکر اور مزدور بنکر رہیں اور یہ لوگ کم سے کم سامان زیست کے معاوضہ میں ان کے جسم و دل دماغ کی ساری قوتیں اور ان کا سارا وقت لے لیتے ہیں جس کی وجہ سے پوری نوع انسانی بس ایک معاشی حیوان بنکر رہ گئی ہے بہت کم خوش قسمت انسانوں کو اس معاشی کشمکش سے اتنی فرصت نصیب ہوتی ہے کہ اپنے اخلاقی عقلی روحانی ارتقا کے لئے بھی کچھ کر سکیں اور پیٹ بھرنے سے بالاتر بھی کسی مقصد کی طرف توجہ کر سکیں اور اپنی شخصیت کے ان عناصر کو بھی نشوونما دے سکیں جو تلاش معاش کے سوا دوسری پاکیزہ تر اغراض کے لئے خدا نے ان کے اندر ودیعت کئے تھے۔ درحقیقت اس شیطانی نظام کی بدولت معاشی کشمکش اس قدر سخت ہو جاتی ہے کہ زندگی کے تمام دوسرے شعبے اس سے ماؤف اور معطل ہو جاتے ہیں۔

انسان کی مزید بدنصیبی یہ ہے کہ دنیا کے اخلاقی فلسفے سیاسی نظامات اور قانونی اصول بھی اس شیطانی نظام معیشت سے متاثر ہو گئے مشرق سے مغرب تک ہر طرف اخلاقی معلمین کفایت شعاری پر زور دے رہے ہیں جتنا کمانا ہو اتنا ہی خرچ کر دینا ایک حماقت اور ایک اخلاقی عیب سمجھا جاتا ہے اور ہر شخص کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اپنی آمدنی میں سے کچھ نہ کچھ پس انداز کر کے بینک میں ڈپازٹ رکھے یا انشورنس پالیسی خریدے یا کمپنیوں کے حصص خرید کرے یعنی جو چیز کہ انسانیت کو تباہ کرنے والی ہے وہی اخلاق کی نظر میں معیار خوبی بن گئی ہے۔ (سلسلہ مضمون کیلئے دیکھئے صفحہ ۱۶ زیر لائن)

ساٹھ سالہ بڈھوں کی ضرورت

جب مردانہ قوتیں ختم ہوجائیں معدہ درد سے جوانی کا مزہ جاتا رہے سستی اور کمزوری چھاجائے۔ تمام اعصاب میں بے حسی پیدا ہوجائے ضعف باہ انتہائی درجہ پر پہونچ جائے۔ ہفتوں تک قوت بیدار نہ ہو بد مزگی پیدا ہو جائے۔ حالت پر افسوس کی گھٹائیں چھارہی ہوں اور عورت کی جوانی اور اس کے شباب کو دیکھ کر دل پر صدمہ بیٹھ رہا ہو تو آپ افسوس نہ کریں۔ پھر جوانی اور شباب کی تازگی ہوگی خوش نصیب آپ کی بغلگیر ہوجائیں گی۔ آپ پھر ایک جوان عورت کے صحیح طور پر شوہر بن سکیں گے۔ ارادہ کے ساتھ فوراً قوت موجود ہوگی ایسی زبردست دوا کی موجودگی میں اگر آپ فائدہ نہ اٹھائیں تو یاد رکھئے آپ جوانی کی صحیح راتوں سے بالکل ناآشنا رہیں گے۔ **معجون شاہی** دنیا کی ان بے مثال ادویات میں سے ہے جن کو صرف رؤسا اور نواب ہی استعمال کرتے تھے۔ آج اس بیش قیمت مرکب کو آپ کیلئے صحیح اجزاء اور صحیح طاقت کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اگر آپ بالکل مفید ... دوسری شادی کا خیال کرنے لگیں۔ چہرہ کا رنگ سرخ ہوجائے۔ بالوں میں چمک اور سیاہی پیدا ہوسکے۔ اور خون کے ہر قطرہ میں جوانی کا جوش پیدا ہوجائے اور آپ نئے سرے سے جوانی کا لطف اٹھانے لگیں صرف بیس خوراک کی ایک شیشی استعمال کرکے دیکھ لیجئے۔ قیمت زیادہ نہیں صرف تین روپے رکھتے ہیں۔ محصول ڈاک کا خرچہ آٹھ آنے علاوہ۔

پتہ۔ اکسیری دواخانہ کلاں محل (ایم۔ڈی) پی بکس ۱۸۱ دھلی

جھوٹ بولنا حرام ہے۔ دولت اور محبت مفت

ناظرین دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں مگر آپ کو خدا کی قسم کھاکر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے جب کامیابی نصیب ہوئی ہے اب میں اپنی محنت سے حاصل کئے ہوئے ان عملیات کو عام فائدہ کی غرض سے پیش کررہا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ مسلمان ہیں تو ایک مسلمان کی قسم کا اعتبار کرنے میں تامل نہ کیجئے چند روزہ زندگی کیلئے اور چند پیسوں یا روپیوں کی خاطر کون ایسا مسلمان ہوگا جو اپنے ایمان کو برباد کردے گا اور مسلمان بھائیوں کو دھوکا دیگا اگر آپ کا ضمیر مطمئن ہو تو حسب ذیل تعویذات منگالیجئے اور کرشمہ خداوندی دیکھ لیجئے۔ کامیابی آپ کی پیشانی پر ظاہر ہونے لگے گی۔ تمام نقش و تعویذ بذریعہ وی۔ پی لفافہ میں بھیجے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہوجاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی بالکل سچا جواب مل جاتا ہے اس کے عامل نے برسوں میں اس عمل کو پیدا کیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنہ۔ محصول الگ۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ لینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے۔ غیب سے مفلسی دور ہونے کے آثار ہوجاتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر اتنی جلدی دولت مل گئی نوکری کی صورت میں اس کو افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر جائے تو وہ اس قدر مہربان ہوجاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے اور اس کے دل میں خود بخود اپنے ماتحت کی ترقی کا خیال دامنگیر ہوجاتا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ چار آنے۔ محصول ڈاک الگ۔

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی محنتیں کرکے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل صاحب کا عطیہ ہے جس کسی سے محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھنسانا اور اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے اور جس جگہ آپ کا مطلوب ہو وہاں سے گزر جائیے اور وہاں تک رسائی نہ ہو تو ڈوری کو اپنے محبوب کے در پر یا ہاتھوں تک پہنچا دیجئے۔ بس گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشا دیکھئے وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین ہوکر آپ تک پہونچے گا ہدیہ ڈھائی روپے۔

مندرجہ بالا سب تعویذ ہیں۔ ان کی ناکامی کی صورت میں ہم قیمت واپس دیں گے۔ محصول ڈاک ہر ایک کا ذمہ خریدار

سید نواب میاں شاہ صاحب عامل کلاں محل بازار (دم) دھلی

يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ
کافروں سے لڑتے چلو اور لازم ہے کہ وہ تم میں

غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝
سختی پائیں اور جانے رہو کہ اللہ پرہیزگاروں کا حامی ہے

تفسیر اشاعتِ اسلام اور تبلیغ احکام اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک میدان صاف نہ ہو کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ ہو مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں اور فتنہ انگیزیاں کرنے کا دروازہ بند نہ کر دیا جائے۔ رسول پاکؐ کے زمانہ میں مدینہ کے اندر اور باہر کچھ لوگ مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی انتہائی کوشش کرتے تھے مدینہ کے یہودی اور دوسرے کفار ہر وقت مسلمانوں کی بیخ کنی کی تدبیروں میں سرگرم رہتے تھے۔ کبھی قبائل قریش کو مسلمانوں پر چڑھائی کرنے پر آمادہ کرتے کبھی قبیلۂ ہوازن کو بھڑکاتے۔ قریش کے قافلہ نے حارث غسانی بادشاہِ شام کو جا کر ورغلایا۔ حارث نے ہرقل شاہ روم کو آمادہ کیا غرض مسلمانوں کے خلاف ایک عام لہر تھی جو اطراف ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایسے وقت میں آیت مذکورہ نازل ہوئی اور مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اسلام کے خلاف سازشوں کی بیخ کنی کرو اور کافروں سے قتال کرو اور جہاد میں ابتداء اُن لوگوں سے ہونی چاہیئے جو قریب ترین رہنے والے ہیں۔ قریب کے رہنے والوں سے مراد بعض علماء کے نزدیک بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودی ہیں بعض کے نزدیک شام کے عیسائی مراد ہیں لیکن چونکہ آیت میں کوئی تخصیص نہیں اس لئے آیت کو عموم ہی پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ حضورؐ نے اسی آیت کے موافق کفار سے جہاد کئے۔ پہلے اقارب کو تبلیغ اسلام کی پھر اہل حجاز کو پھر عام عرب کو پھر تبوک والوں پر چڑھائی کی حضورؐ کے خلفاء نے بھی اسی پر عمل کیا۔ عرب سے فارغ ہو کر ملک شام، عراق وغیرہ ممالک کو فتح کیا اور کفر کی بستیوں میں اسلام کا جھنڈا گاڑا۔
ماحصل ارشاد یہ ہے کہ مسلمانو! پہلے پاس کے رہنے والے کافروں سے جہاد کرو اور انتہائی جرأت، صبر، استقلال اور مضبوطی سے کرو مگر خواہش نفس اور دنیا طلبی کو اس قتال میں دخل نہ دو بلکہ تقویٰ قائم رکھو اللہ کے واسطے جہاد کرو اور کفار کی کثرت، اُن کے اسلحۂ جنگ کی بہتات اور قوت و شوکت کی فراوانی سے اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم شرک گناہ اور دنیا طلبی سے بچتے رہو گے اور یا ہمہ بے ہمہ کی تعلیم پر عمل کرتے رہو گے تو فتح تمہاری ہو گی۔ اللہ تمہارے ساتھ ہو گا کیونکہ اللہ اہل تقویٰ کی مدد کرتا ہے تم متقی رہو گے تو تمہاری بھی مدد کرے گا۔

مقصود بیان:۔ جہاد کا حکم۔ کفار کے مقابلہ میں جرأت صبر اور استقلال رکھنے کا امر۔ کافروں کی کثرت اور اُن کے ساز و سامان کی فراوانی سے اندیشہ نہ کرنے کی ضمنی تلقین۔ اور اس امر کی صراحت کہ مسلمان کے پیش نظر ہر وقت تقویٰ ہونا چاہیئے۔ اللہ اہل تقویٰ کی ہمیشہ مدد کرتا ہے خواہ اُن کے حریف کتنے ہی قوی ہوں۔ وغیرہ

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن
جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافق کہتے ہیں

يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ
تم میں سے کس کے ایمان میں اس سورت سے اضافہ ہوا

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا
سو جو ایمان رکھتے ہیں اُن کے ایمان میں اس سے اضافہ ہوتا ہے

وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ
اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا
دلوں میں مرض ہے ان میں اُس سے اور گندگی

إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ۝
پر گندگی بڑھتی ہے اور کفر کی حالت میں ہی وہ مر جاتے ہیں

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ
کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہر سال ایک بار یا دو بار

مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَ
اُن کی آزمائش کی جاتی ہے پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور

لَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝
نہ نصیحت پکڑتے ہیں

تفسیر مفسر سراج و بیضاوی وغیرہ نے بیان کیا کہ جہاد دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو تلوار کے ذریعہ سے دوسرا برہان و حجۃ

سے۔ منافق چونکہ بظاہر اسلام کے مدعی تھے اسلئے اُن کے مقابلہ میں تلوار سے جہاد کا حکم نہ تھا لیکن برہانی جہاد ضروری تھا۔ منافق اپنی باطنی خیانت سے اہل ایمان کو راہ حق سے روکتے تھے اور طرح طرح کے شکوک مسلمانوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے تو اُن کے مقابلہ کے لئے جب تک اُن کے فریب کا [illegible] ظاہر [illegible] اور مسلمانوں کو اُن کی نقصان پیدا [illegible] اس وقت تک فساد کی جڑ نہیں کٹ سکتی [illegible] تھے جن کی بندش لے [illegible] منافق اندرونی طور پر مسلمانوں کو بہکا [illegible] اُن کی پول کھول لینے کے لئے [illegible]

[illegible] قرآن پاک [illegible] حصہ جدید نازل ہوتا تو منافق [illegible] نہیں [illegible] بطور [illegible] کے مسلمانوں کے دلوں میں شک [illegible] اُن سے کہتے [illegible] اگرچہ ہم بھی مومن [illegible] تو کچھ اضافہ نہیں ہوا [illegible] ایمان میں بیشی ہوئی۔ واقعی منافقوں کو [illegible] سے کوئی ایمانی فائدہ حاصل نہیں ہوتا مگر مسلمانوں کے ایمان میں ضرور اضافہ ہوتی ہے [illegible] اُن کے دلوں میں فرحت اور روحوں میں سرور پیدا ہوتا ہے [illegible] اپنے فطرت کا اختلاف ہے [illegible] اختلاف سے قابلیت کا اختلاف ہے۔ جن کے دل صحیح ہیں جن کی روحیں سالم ہیں اُن کو غذائے آیات سے مزید قوت ایمانی حاصل ہوتی ہے اور یہ معنوی غذا اُن کے لئے مفرح اور کیف آور ہوتی ہے۔ لیکن جن کے دل بیمار ہیں اور جن کی عقل [illegible] افسردہ ہیں فطری قوتیں نجس ہیں اُن کو ان پاکیزہ مفرح غذاؤں سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے اُن کے روحانی مرض میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ کفر و خباثت میں اور زیادتی ہو جاتی ہے اور مرتے دم تک یہ مرض پیچھا نہیں چھوڑتا۔ باوجودیکہ عبرت و نصیحت [illegible] کے لئے ہر سال اُن کی آزمائش کی جاتی ہے اور طرح طرح کی تکلیفوں سے اُن کو دوچار ہونا پڑتا ہے مگر دل سے حق کی طرف رجوع نہیں کرتے اور واقعات عبرت دیکھتے ہوئے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

توضیح يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ کی تفسیر علماء نے مختلف طور پر کی ہے۔ مجاہد کے نزدیک سختی قحط اور گرسنگی مراد ہے۔ ابن عطیہ کے نزدیک مختلف بیماریاں۔ قتادہ نے کہا کہ ہر سال منافقوں کو مجبوری رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب دو ایک مرتبہ جہاد پر جانا ہوتا تھا۔ حضرت حذیفہؓ کا قول ہے کہ منافق ہر سال کوئی ایسا جھوٹ بولتے تھے جس سے کچھ لوگ دین سے پھر جاتے تھے (رواہ [illegible] عن ابن مسعود باسناد آخر) بعض کہتے ہیں کہ منافق ہر سال دو ایک بار فضیحت ہوتے تھے یا وہ ایک بار ایمان کی طرف آکر پھر مرتد ہو جاتے تھے یا ہر سال دو ایک مرتبہ عہد شکنی کرتے تھے۔ بیضاوی کہتے ہیں کہ آیت میں چونکہ کوئی تخصیص نہیں اس لئے عموم معنی پر حمل کرنا اولیٰ ہے۔

مقصود بیان :- قرآن سرچشمۂ فیض اور آفتاب ہدایت ہے اُس کی نور پاشی یکساں ہے لیکن اختلاف قابلیت کی وجہ سے بعض کو فائدہ اور بعض کو نقصان پہنچتا ہے۔ خدا یا قرآن کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ انسان کے خود روحانی امراض اور قلبی [illegible] اُس کو تباہ کرتی ہیں۔ گویا آیت سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ قرآن سے جس شخص کو ہدایت حاصل نہ ہو بلکہ شکوک میں اضافہ ہو [illegible] تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا دل بیمار ہے روح کثیف ہے دماغ پر زنگ [illegible] ہے [illegible] قوتوں میں عفونت کا مادہ موجود ہے نور قرآنی سے اُن میں اور تعفن پیدا ہوتا ہے۔ آیت میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ تنگی [illegible] بیماری قحط سالی حکام کا تغلب اور ظلم غرض ہر تکلیف در حقیقت خدا کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے لیکن جو بدبخت ہیں اُن کو واقعات عبرت سے بھی کوئی تنبیہ حاصل نہیں ہوتا۔ بطور مفہوم مخالف مسلمانوں کو نصیحت ہے کہ ہر مصیبت کے وقت خدا کی طرف رجوع کریں اور صدق دل سے توبہ کریں۔

وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو اُن میں سے ایک دوسرے کی

اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ

طرف دیکھتا ہے کہ تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں ہے پھر

انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ

[illegible] اللہ نے اُن کے دل پھیر دیے ہیں کیونکہ یہ لوگ

قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ○

سمجھ نہیں رکھتے

تفسیر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی تو آپ مسجد مبارک میں آکر بیٹھتے مسلمان چاروں طرف حلقہ کر لیتے حضورؐ تلاوت فرماتے مسلمان سننے میں اس قدر غرق ہوتے کہ کسی کو دوسرے کی طرف توجہ کرنے کا خیال بھی نہ آتا حسب معمول جب سورۂ برأت نازل ہوئی اور حضورؐ نے مسجد میں تشریف لا کر تلاوت فرمائی اور اس میں منافقوں کی حالت کا کچا چٹھا کھول کر بیان کیا گیا تو منافقوں نے چپکے چپکے کھسکنا شروع کیا اور ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر آپس میں کہنے لگے دیکھو کوئی مسلمان تم کو دیکھتا تو نہیں ہے؟ لیکن مسلمانوں کو ان کے

دیکھئے کہ کب ہوش تھا وہ تو کلام الٰہی کے سننے میں ہمہ تن غرق تھے اسلئے منافقوں کو موقعہ ملا اور وہ چپکے چپکے چل دیئے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی

حاصل ارشاد یہ ہے کہ منافقوں کی عجیب حالت ہے جب قرآنی سورت نازل ہوتی ہے اور اُن کے سامنے برسرِ عام پڑھی جاتی ہے تو اُن کو حق سننے سے ایسی نفرت ہوتی ہے کہ وہاں بیٹھنا بھی گوارا نہیں ہوتا اور چونکہ کھلم کھلا اٹھ کر آنے سے نفاق کے اظہار کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں مسلمان ہم کو منافق نہ سمجھنے لگیں اسلئے آپس میں ایک دوسرے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو کہیں کوئی تم کو دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ یہ کہتے کہتے اور موقعہ غنیمت سمجھ کر منہ موڑ کر چل دیتے ہیں یا بمجبوری بیٹھے رہتے ہیں مگر با دلِ ناخواستہ۔ اُن کے دل حق کے سننے سے پھرے رہتے ہیں۔ چونکہ راہِ حق اور حق بات کو سمجھنے کی وہ کوشش نہیں کرتے اور نہ سمجھتے ہیں اس لئے اللہ بھی اُن کے دلوں کو حق سے پھیر دیتا ہے۔

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بندوں کے دل اللہ کے دستِ قدرت میں ہیں جدھر اور جیسے چاہتا ہے موڑ دیتا ہے۔

مقصود بیان:- منافقوں کی حالتِ زار کا بیان۔ اس بات کی طرف اشارہ کہ با دلِ ناخواستہ بیٹھا رہنا منافقوں کے لئے سودمند نہیں ہوتا۔ در پردہ مسلمانوں کے ذوق شوق کی مدح کہ کلامِ حق کے سننے میں ایسے ڈوبے ہوتے ہیں کہ کسی اور طرف توجہ کرنے کا اُن کو خیال بھی نہیں ہوتا۔ کلامِ ربانی کی تلاوت کے وقت اُن کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ کون آیا اور کون گیا۔ اس بات کی صراحت کہ جو لوگ خود دانش و فقاہت حاصل کرنا نہیں چاہتے اور حق کی طرف مائل نہیں ہوتے اس بے توجہی کی پاداش میں اللہ اُن کے دلوں کو بالکل سچائی کی طرف سے پھیر دیتا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آچکا ہے

عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ

جس کو تمہاری تکلیف گزرتی ہے وہ تمہاری بھلائی کا حریص ہے

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ فَاِنْ

اور ایمان والوں پر شفیق و مہربان ہے اس پر بھی اگر

تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

وہ روگردانی کریں تو اے نبی تم کہدو کہ مجھکو اللہ کافی ہے اُسکے سوا کوئی معبود

عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝

اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے

تفسیر تقریباً پوری سورت میں منافقوں کے قبائح اور شکوک و شبہات کا بیان کر کے اب نفاق کی اصل وجہ ضمناً بیان کر کے وہ وجوہ ظاہر فرماتا ہے جن پر غور کرنے کے بعد نفاق کا مادہ زائل ہو جائے۔ نفاق کا اصل سبب یہ تھا کہ اہلِ نفاق رسول پاک کے نشست برخاست کے اطوار، گفتار رفتار، انسانی معاشرت اور تمام خواب خور کے ضروریات اپنی طرح دیکھتے تھے اور اپنا مثل خیال کرتے تھے۔ اب باوجود معجزات اور خرقِ عادات دیکھنے کے اُن کو حضورؐ کی رسالت کا کسی طرح یقین نہ آتا تھا۔ کبھی ایمان کی طرف کو مائل ہو جاتے پھر تھوڑی دیر کے بعد کوئی کھٹک پیدا ہوتا اور نفاق کی طرف رجوع کر لیتے۔ خدا تعالیٰ نے ان آیات میں حضور والاؐ کے چند خصائلِ پسندیدہ اور اخلاقِ حمیدہ ذکر فرما کر نبوت کو ثابت کیا ہے۔ ان آیات میں حسبِ ترتیبِ ذیل اوصافِ حسنہ کا تذکرہ ہے

(۱) لَقَدْ جَآءَكُمْ - یعنی یہودی اور عیسائی اور دیگر مذاہب و ملل والے جس نبی کے منتظر تھے اور رسول اللہؐ کے دعویٰ نبوت کو شک کی نظر سے دیکھتے تھے یہ شبہہ اُن کا غلط ہے بلا شبہ یقیناً اللہ کا رسول آگیا اور یہ تم پر خدا کا بڑا احسان ہے کہ وہ براہِ راست تمہارے پاس آیا ممکن تھا کہ کہیں دوسرے ملک میں پیدا ہوتا اور بالواسطہ اُس کا اعلانِ رسالت تم تک پہنچتا لیکن تم پر یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ بلاواسطہ تمہارے پاس آیا۔ ایسی صورت میں اللہ کے احسان کا انکار اور رسول کی رسالت کی تکذیب خلافِ دانش ہے۔

(۲) رَسُوْلٌ - یعنی جو رسول تمہارے پاس پہنچا وہ بڑا عظیم الشان ہے انبیاء تو اور قوموں میں بھی مبعوث ہوتے مگر ایسا عالی مرتبہ رسول کہیں مبعوث نہ ہوا۔ اللہ کا یہ دوسرا احسان ہے کہ اُس نے سب سے زیادہ عظمت والا رسول تمہاری ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

(۳) مِّنْ اَنْفُسِكُمْ - اللہ کا تم پر یہ تیسرا احسان ہے کہ اُس نے تمہاری قوم اور ملک میں سے ہی اپنا رسول مبعوث فرمایا جو تمہارے لئے باعثِ فخر و عزت قرار پایا۔ ہو سکتا تھا کہ یہ شرف کسی اور قوم کو حاصل ہو جاتا مگر اللہ نے تم کو یہ شرف اپنی رحمت سے عطا فرمایا۔ تم میں سے مبعوث ہونے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اُس کے کل حالات سے تم واقف ہو۔ سچائی عفت اور کل چال چلن کا تم کو علم ہے کوئی غیر قوم کا ہوتا تو اُس کے ابتدائی احوال تم کو معلوم نہ ہوتے اب بھی اگر تم کو اسکی نبوت میں شک باقی رہے تو یہ اللہ کی احسان فراموشی اور ناحق کوشی ہے۔

(۴) عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ۔ اللہ کا یہ چوتھا احسان ہے کہ اُس نے ایسا رسول مبعوث فرمایا جو تمہارا دلی دوست اور خیر خواہ ہے وہ چیز جو تم کو تکلیف دہ اور ضرر رساں ہے اُس پر شاق و گراں ہے۔ کافروں کا کفر کرنا اللہ کی جناب میں گستاخانہ کلمات کہنا مشرکوں کا شرک کرنا منافقوں کا نفاق کرنا مفسدوں کا فساد پھیلانا متکبروں کا آیات الٰہیہ سے منہ موڑنا اور گناہگاروں کا گناہ کرنا سب اُس رسول پر گراں ہے۔ وہ چیز جو دنیا و دین میں تمہاری بربادی و ہلاکت کا باعث ہو اُس پر شاق ہے۔

(۵) حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ ۔ اللہ کا یہ پانچواں احسان ہے کہ وہ رسول تمہارا شفیق رفیق ہے اُس کی شفقت کی یہ حالت ہے کہ گویا تمہاری بہبودی اور ہدایت کی اُس کو حرص ہو گئی ہے۔ ہر فعل و حرکت میں اُس کو تمہارا فائدہ منظور ہے۔

(۶) بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۔ اللہ کا چھٹا احسان ہے کہ وہ رسول اگرچہ تمام کائنات انسانی کا خیر خواہ اور بہبودی طلب ہے مگر خصوصیت کے ساتھ وہ اہل ایمان پر مہربان اور رحیم و کریم ہے۔ ایمان کا فائدہ اگرچہ مومنوں کو پہنچتا ہے اور پہنچے گا مگر وہ رسول بھی مومنوں کا خاص طور پر ہمدرد غمخوار مونس اور مہربان ہے۔ مختلف حدیثوں میں حضورؐ کی رافت و رحمت کے واقعات مفصل مذکور ہیں یتیموں مسکینوں فقیروں بیواؤں بیماروں غرض ہر بیکس و بے بس طبقہ کے ساتھ جو شفقت حضورؐ فرماتے تھے وہ اپنی نظیر خود ہی ہے۔

اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ان احسانات و انعامات کے باوجود بھی اگر یہ لوگ راہ راست پر نہ آئیں تو اے نبی تم بھی ان کی پرواہ نہ کرو اور اُس اللہ پر کامل بھروسہ رکھو جو اپنی الوہیت ربوبیت اور عظمت و قدرت میں یگانہ اور بے ہمتا ہے۔

مقصود بیان :۔ اسباب نفاق کو زائل کرنے کے لئے مختلف وجوہ کا بیان۔ رسول پاکؐ کی عظمت اور علوِ مرتبہ کی صراحت۔ حضورؐ کے اوصاف کریمہ کی تفصیل۔ اللہ کے اوصاف سے متصف ہونے کی وضاحت۔ اس امر کی در پردہ تلقین کہ جب رسول باوجود اس قدر عظمت و شان کے تمہارا بہترین ہمدرد اور مونس و غمخوار ہے اور اُس کی مہربانی حرص کی حد تک پہنچ چکی ہے تو تمہارا بھی فرض ہے کہ اُس کی رسالت کی تصدیق اور اُس کے احکام کی تعمیل کرو کیونکہ اسی میں تمہاری بہبودی اور بھلائی ہے۔ آیت میں اول حضورؐ کی شفقت عامہ کا ذکر فرمایا پھر خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں پر حضورؐ کی رحمت و رافت کا تذکرہ کیا۔ گویا اس طرف اشارہ کیا کہ رسول اللہؐ کافروں کے کفر دور کرنے کی کوشش فرمانے والے صادقین پر رحمت گناہگاروں پر رافت نافرمانوں کی شفاعت اور اہل طاعت کے لئے دعا فرمانے والے ہیں دشمنوں سے انتقام ذاتی نہیں لیتے بلکہ اُن کی اصلاح حالات کی کوشش کرتے ہیں بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ شفقت عامہ کو کام میں لاتے ہیں۔ وغیرہ

سُورَةُ يُونُسَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَتِسْعُ آيَاتٍ وَأَحَدَ عَشَرَ رُكُوعًا

سورۂ یونس مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو نو آیتیں ہیں اور گیارہ رکوع ہیں

اس سورت میں ایک سو نو آیات ہیں حسن بصری، عطاء، عکرمہ اور جابر بن زید کے نزدیک کل سورت مکی ہے یعنی ہجرت سے قبل نازل ہوئی لیکن فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ الخ صرف دو آیات مدنی ہیں۔ ابن عباس اور قتادہ کے نزدیک تین آیات مدنی ہیں۔ کلبی نے آیت وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ کو بھی مدنی کہا ہے۔ قرطبی کا قول ہے کہ شروع سے لیکر چالیس آیات تک مکی ہے باقی مدنی۔

اس سورت میں حضرت یونس کا عظیم العبرت قصہ بیان فرمایا ہے اسلئے اس کا نام ہی سورۂ یونس ہو گیا۔ تمام صحابہ اس کو اسی نام سے موسوم کرتے تھے اس سے پہلے وہ سورتیں تھیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی تھیں۔ اس جگہ سے مکی سورتوں کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ مدنی سورتوں میں بنیادی مسائل کم اور نکاح طلاق میراث حقوق جہاد سیاست اور معاملات کے متعلق احکام عموماً ہیں۔ مکی سورتوں میں عقائد و اصول کی عمومی تعلیم دی گئی ہے جس وقت حضور اقدسؐ نے اعلان رسالت فرمایا اُس وقت کل عالم جہالت و گمراہی کے سمندر میں غرق تھا۔ باطل عقائد اور بدکاریوں کی کالی گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ نور فطرت گم تھا ہدایت و صداقت کی روشنی معدوم تھی عموماً دنیا میں اور خصوصاً عرب میں چند طبقات تھے جن کے عقائد مندرجہ ذیل تھے :۔

(۱) بعض لوگ خدا کی ہستی کے منکر تھے اُن کے نزدیک عالم کے لئے کسی واجب الوجود قدیم ازلی ابدی خالق مطلق کی ضرورت ہی نہ تھی دہر اور نیچر کو اجرام علویہ اور اجسام سفلیہ کا موجد سمجھتے تھے۔ آج کل یہ خیال اہل دنیا میں ترقی پذیر ہے۔

(۲) بعض لوگ خدا کے قائل تھے واجب الوجود کی ہستی کو ضروری سمجھتے تھے مگر معبود واحد نہ جانتے تھے طرح طرح سے شرک کرتے تھے۔ اپنے اپنے دیوتاؤں کو انہوں نے خدائی اختیارات دے رکھے تھے اللہ کی طرح اُن کی پرستش کرتے تھے۔ پیام الٰہی اور نبوت اُن کے نزدیک ضروری چیز نہ تھی۔ خالق ضرور خدا تھا مگر تصرفات اور احکام دوسروں کے جاری تھے۔ حکم الٰہی بندوں تک پہنچنا لازمی نہ خیال کیا جاتا تھا۔ قیامت اور حشر نشر کا عقیدہ اُن کے نزدیک لغو تھا عذاب ثواب کا تصور ہی نہ تھا۔

(۳) تیسرا گروہ خدا کا قائل تھا حشر اجساد کا بھی منکر نہ تھا۔ عام نبوت کی ضرورت کا بھی اس کو احساس تھا کچھ انبیاء اور بعض آسمانی کتابوں کی حقانیت کا بھی مقر تھا مگر حضور اقدسؐ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ رسول پاکؐ کے

انسانی اطوار کو وہ مانع نبوت خیال کرتا تھا۔ حضورؐ کو امی اور نادار سمجھ کر اُن کے انکار و تعجب میں اور بھی اضافہ ہوتا تھا۔

ان تمام طبقات کے مجمل خیالات و عقائد کو ظاہر فرمانے کے بعد مکمل اور جامع تردید اس سورت میں کی گئی ہے ہم ہر ایک کی تفصیل آیات کے ذیل میں کریں گے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

شروع اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ○ اَكَانَ

یہ پُر از حکمت کتاب کی آیتیں ہیں کیا لوگوں کو

لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ

اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے اُنہی میں سے ایک شخص کے پاس

مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ

بذریعہ وحی یہ حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈراؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری

اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ

سناؤ کہ اُن کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس سچا پایہ

رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا

ہے کافر کہتے ہیں کہ یہ شخص

لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ○

کھلا ہوا جادو گر ہے

تفسیر چونکہ کفار کے عقائد کی تردید، خیالات کے ابطال، نبوت کے اثبات اور صداقت کے اعلان کیلئے سب سے پہلے ضروری تھا کہ قرآن کا کتاب اللہ ہونا ثابت کیا جائے اس لئے سب سے اول فرمایا۔ الٓرٰ۔ یعنی یہ قرآن اُنہی حروف سے مرکب ہے جن سے عام عربی کلام بنتا ہے۔ اگر یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہ ہوتا۔ اگر اس کی ترکیب قدرت بشری سے خارج نہ ہوتی تو عرب کے زبان آور شیریں بیان بھی ایسا کلام بنا لاتے لیکن باوجود مکرر سہ کرر اعلانِ مقابلہ کے کسی کو جرأت نہ ہوئی اور کوئی ایسا کلام نہ بنا سکا تو ظاہر ہے کہ یہ کتاب اللہ کی بنائی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قرآن کی یہ آیات جو نازل ہو چکیں یا ہو رہی ہیں یا آئندہ ہونگی ان میں فقط اعجازی بلاغت ہی نہیں فقط اتنی ہی بات نہیں کہ اس ترکیب کا کلام کوئی نہیں بنا سکتا بلکہ یہ کتاب حکیم ہے احکام میں اس کے اندر دین و دنیا کی اصلاح کے قوانین ہیں۔ عقائد عبادات معاملات سیاسیات حقوق اور مواریث کے مکمل ضوابط موجود ہیں اور ایسی عظیم الشان کمل کتاب کے قواعد ہیں جو خود تنہا کتاب کہلانے کی مستحق ہے جس کے ہر مسئلہ اور ہر جزئیہ میں حکمت و دانش کے دریا موجزن ہیں اس کے باریک نکتوں اور دقیق مصالح تک عقل بشری کی رسائی بطور خود ناممکن ہے۔

ہم نے۔ تِلْكَ کا اشارہ آیات قرآن کی طرف قرار دیکر تفسیری مطلب بیان کیا ہے جس طرح عام مفسرین نے کیا ہے لیکن مجاہد قتادہ اور حسن بصری کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تِلْكَ سے اشارہ توریت انجیل زبور یعنی دیگر کتب آسمانی کی طرف ہے۔ اس تقدیر پر نہایت عمدہ مطلب یہ ہوگا کہ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک جتنے صحیفے اور کتابیں مختلف انبیاء پر نازل ہوئیں اُن سب کے عقائد و احکام اسی قرآن کا ایک حصہ ہیں۔ قرآن کے اصول و ضوابط سے دیگر الہامی کتب کے بنیادی مسائل میں سر مو اختلاف نہیں رکھتے بلکہ قرآن اُن سے زیادہ کامل اور پُر حکمت ہے اُن کی تکمیل و تائید کرنے والا اور اُن کے مقصد کو ثابت کرنے والا ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کے الہامی ہونے کا انکار کیا جا سکے غرض یہاں تک تو قرآن کی صداقت اور منزل من اللہ ہونے اور در پردہ رسول اللہؐ کی حقانیت و سچائی کا بیان ہوا۔ اس سے آگے کافروں کے تعجب انگیز انکار کی تینوں شاخیں اور انکار کا نتیجہ ظاہر فرماتا اور اس پیرایہ میں ظاہر فرماتا ہے کہ خود وجوہ انکار پر غور کرنے سے انکار کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ کفار کو تصدیق سے مانع تین امور تھے۔ ایک تو اُن کو اس بات پر تعجب ہوتا تھا کہ بھلا آدمی کیونکر رسول ہو سکتا ہے کسی آدمی کو اللہ سے اتنا قرب ہو جائے کہ اُس کو رسول بنا دیا جائے یہ کس طرح ممکن ہے اگر نبی کا ہونا ہی ضروری تھا تو کسی فرشتہ یا جن کو نبی بنا کر بھیجا جاتا۔ دوسرا شبہ یہ تھا کہ خیر اگر آدمی ہی کو نبی بنایا جاتا تو کسی غیر معمولی فوق البشریۃ آدمی کو بنایا جاتا۔ ہم میں سے ہی ایک معمولی آدمی کے پاس کس طرح اللہ کا پیام آسکتا ہے جو بالکل ہماری طرح پیدا ہوا جس کا کھانا پینا چلنا پھرنا سونا جاگنا ہماری مثل ہے وہ ہمارا ہی ایک فرد ہے۔ تیسرا شبہ یہ تھا کہ خیر اگر ہمارے ہی کسی آدمی کا نبی ہونا ضروری تھا تو یہ جزا سزا کے احکام ثواب عذاب کا جھگڑا مابعد الموت کا قصہ حشر جسمانی کا قضیہ اور قیامت کا واقعہ اپنے اندر کیا ضرورت رکھتا ہے۔ غرض انہی اسباب و علل کے ماتحت کفار نے

تعجب انگیز پیرایہ میں حضورؐ کی نبوت کا انکار کر دیا لیکن قرآن ناطق اور دیگر معجزات جو معمولی انسانوں سے سرزد نہیں ہو سکتے حضورؐ کی صداقت کے روشن دلائل تھے اور جب کافروں نے نبوت کو ماننے سے انکار کر دیا تو لامحالہ ان معجزات کی کوئی توجیہ کرنی تھی محمد ﷺ کہنے لگے ضرور یہ معجزات معمولی انسانوں سے صادر نہیں ہو سکتے فوق البشریت طاقت کی ضرورت ہے لہذا محمدؐ جادوگر ہیں یعنی آپ کا اعجاز آپ کے جادوگر ہونے کی خود دلیل ہے۔ چونکہ کافروں نے اپنے ذہنی وسوسوں کو عقلی براہین سمجھ لیا تھا اسلئے حضورؐ کو کھلا ہوا جادوگر کہہ دیا۔ خدا تعالیٰ نے کافروں کے وجہ تعجب کو انکار کے طرز پر بیان فرمایا جس کا مدعا یہ ہے کہ آدمیوں کیلئے آدمی کا ہی پیامبر ہونا ضروری ہے ورنہ غیر نوع کے افراد سے آدمی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ پھر ایسے آدمی کا نبی ہونا جو خود ثابت شدہ حقیقت ہے جس کے طور طریق اور ابتدائی حالات سے سب لوگ واقف ہوں۔ غیر ملک کا اجنبی آدمی زیادہ محل شکوک ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد غرض نبوت کی طرف اشارہ کیا کہ اخروی جزا سزا عذاب ثواب لازم ہے دنیوی اعمال و افعال کا نتیجہ ضروری ہے نیک و بد اچھے اور برے برابر نہیں ہو سکتے عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ تمام مختلف افعال کا نتیجہ ایک جیسا ہو۔ غرض یہاں تک نبوت عامہ کی ضرورت حشر جسمانی اور سزا جزا کا وجوب رسول پاکؐ کی رسالت اور قرآن کی صداقت ثابت ہو گئی۔

تنبیہ | قدم صدق کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ قدم اس سامان کو کہتے ہیں جسکو مسافر قافلہ میں سے منزل گاہ پر پہلے بھیج دیتے ہیں۔ یہاں مراد وہ نیک اعمال ہیں جن کو اہل ایمان اپنی زندگی میں ہی پہلے سے توشۂ آخرت بنا کر بھیج دیتے ہیں (رواہ الحاکم عن ابی بن کعب ابن عباس) ابن جریر کی روایت از مجاہد ہیں نماز روزہ زکوٰۃ تسبیح و تہلیل وغیرہ اعمال مراد ہیں۔ ضحاک اور ربیع بن زید کا بھی یہی قول ہے علی بن طلحہ کی روایت کے موجب وہ سعادت ازلی مراد ہے جو نیکوکار مؤمنوں کی تقدیر میں ازل سے مقرر ہو چکی ہے۔

مقصود بیان :- قرآن کی صداقت اور منزل من اللہ ہونے کا مجمل تذکرہ۔ نبوت عامہ کی ضرورت۔ آدمی کے نبی ہونے کا وجوب۔ رسول پاکؐ کی رسالت کی دلیل۔ کفار کے وجوہ تعجب کا بیان۔ اس بات کی طرف ضمنی اشارہ کہ جس بات کی بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہو سکتی اور آدمی لاجواب ہو جاتا ہے تو کسی غیبی طاقت کے اقرار کرنے پر مجبور ہوتا ہے لیکن اہل بصیرت اسکو الہام وحی اور رسالت کہتے ہیں کوتاہ بین کج فہم اسکو جادو کہنے لگتے ہیں وغیرہ

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں کو

وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

اور زمین کو چھ دن کے (دور) میں پیدا کیا پھر عرش کا

عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۗ مَا مِنْ

ارادہ کیا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اس کی

شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۗ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

اجازت سے پہلے کوئی سفارش نہیں کر سکتا یہی اللہ تمہارا

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۗ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

پروردگار ہے تو تم اسکی عبادت کرو کیا تم غور نہیں کرتے

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۗ وَعْدَ اللّٰهِ

اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے اللہ کا وعدہ

حَقًّا ۗ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

سچا ہے بلاشبہ وہی شروع میں پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کریگا

لِيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

تاکہ نیکوکار مسلمانوں کو انصاف سے

بِالْقِسْطِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ

جزا دے اور کافروں کے لئے تو ان کے کفر کی پاداش میں کھولتا

مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا

ہوا پانی پینا اور دردناک عذاب

كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝

مخصوص ہی ہے

تفسیر | ان آیات میں تین فرقوں کے عقائد کا ابطال کیا ہے ایک وہ جو واجب الوجود کی ہستی کے منکر ہیں۔ دہر اور نیچر کو ہر چیز کا موجد جانتے ہیں اور موجد کے لئے فاعل مختار ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ دوسرا فرقہ وہ جو جزا سزا اور عذاب ثواب کو لغو خیال کرتا ہے حشر جسمانی کا نہ فقط منکر ہے بلکہ اسکو احمقانہ عقیدہ جانتا ہے۔ تیسرا

مشرک طبقہ جو اللہ کے وجود کا تو قائل ہے مگر شرک فی الصفات کرتا ہے صفات الوہیت مخلوق میں مانتا ہے۔ اپنے دیوتاؤں اور جھوٹے معبودوں کو متصرف اور فاعل مختار جانتا ہے اور ان کی غلط پرستش اسلئے کرتا ہے کہ وہ اللہ کے قرب کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اور بارگاہ الٰہی میں سفارش کرینگے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ:۔ تمام کائنات حادث ہے ناپید سے پیدا ہوئی عدم سے وجود میں آئی اور ہر حادث کے لئے محدث کا ہونا ہر موجود کیلئے موجد کا وجود لازم ہے پھر محدث و موجد بھی ایسا ہو جو قادر مطلق ہو فاعل غیر مختار نہ ہو۔ اسی کے دست قدرت میں ایجاد و ابقا کی رسی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اضطراراً بغیر اختیار کے پیدا کر کے عضو معطل کی طرح چھوڑ دے تربیت و انتظام کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ایسا موجد و محدث اللہ اور بس اللہ ہے وہ سب کا خالق ہے وہی مربی وہی منتظم ہے۔ اسکی صفات و ذات میں کوئی شریک نہیں۔ الوہیت و ربوبیت میں کوئی حصہ دار نہیں بلکہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش بھی نہ کرسکے گا جب تمام ایجاد و ابقاء و تربیت کا تعلق محض اسی اللہ کی ذات سے ہے تو لامحالہ صرف اسی کی پرستش زیبا ہے۔ کس قدر عبرت انگیز اور نصیحت خیز ہے یہ امر کہ خالق مربی کو چھوڑ کر غیروں کی پرستش با امید شفاعت کی جائے اور غیر بھی وہ جن کو سفارش کا حق بھی نہیں۔

اس کے بعد فرماتا ہے کہ اللہ موجد مبقی اور مربی ہونے کے ساتھ امور معاد کا بھی مالک مختار ہے۔ آغاز سے بھی اسی کا تعلق اور انجام بھی اسی سے وابستہ سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے وہی مرکز حقیقی ہے۔ وہی بحر ناپیدا کنار ہے۔ تمام قطرات اسی کی طرف لوٹینگے۔ بالآخر اس کے پاس پہنچکر سب کو غرض تخلیق سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ ہستی یہ کائنات بیکار نہیں پیدا ہوئی۔ جو کوئی جیسا کرے گا ویسا آخرت میں بھریگا۔ سزا جزا عذاب ثواب ہر ایک کو برداشت کرنا ہوگا۔ اول وجود کا رنگ دوسرے وجود میں نمایاں ہوگا۔ اس عالم کے افعال کی جھلک اس عالم میں نظر آئیگی۔ یہاں کے اعمال کا اثر وہاں نکلیگا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کے وعدے میں دروغ کا احتمال نہیں۔

مقصود بیان:۔ اللہ کے قادر مطلق اور رب مختار ہونے کا مدلل اعلان۔ وحدانیت ذاتی و صفاتی کا بیان و اثبات مصنوع سے صانع اور موجود سے موجد پر استدلال۔ اس امر کی صراحت کہ خدا کی الوہیت و ربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش نہیں کرسکتا۔ مبدا و معاد سب اسی کے دست قدرت میں ہے۔ اللہ کے وعدہ میں غلطی محال ہے۔ تخلیق عالم بے کار نہیں۔ اعمال کی جزا سزا انصاف کے ساتھ ملیگی۔ وغیرہ

تذییل | سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ کہتے ہیں جب آیت اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ الخ مکہ میں نازل ہوئی تو سواروں کے ایک بہت بڑے گروہ سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے دریافت کیا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم جن ہیں مدینہ سے آرہے ہیں اور یہی آیت ہمارے سفر کا باعث ہے۔ (ابن ابی حاتم)

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً

وہی خدا ہے جس نے سورج کو چمکیلا

وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا

اور چاند کو روشن بنایا اور اسکی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم کو

عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ

برسوں کی گنتی اور حساب معلوم ہوسکے اللہ نے

اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ

ان سب کو بغیر مصلحت کے نہیں پیدا کیا وہ اپنے نشانہائے قدرت

لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ○ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ

سمجھدار قوم کیلئے کھولکر بیان کرتا ہے رات و دن کے

الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ

ایک پیچھے ہیں اور ہر اس چیز میں جو خدا نے آسمان و زمین

وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ○

میں پیدا کی ہے پرہیزگاری رکھنے والی قوم کیلئے ضرور نشانہائے قدرت ہیں

تفسیر | اس سے پہلی آیات میں آغاز و انجام اور مبدا و معاد کو اپنے ہی دست قدرت میں بیان فرماکر منکرین حشر کی پوری اثر انداز میں تسکین کی تھی۔ اب کائنات کی پیدائش پر تبصرہ اور موجودات کی ہستی کی اصل غرض بیان فرماکر اپنی قدرت و کمال کے دلائل اپنے حیرت انگیز تصرفات سے ثابت کر کے امکان حشر اور اپنے وجود و وحدانیت کا ثبوت اور شرک کی تردید فرماتا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اللہ ہی نے سورج و چاند میں روشنی پیدا کی یعنی مادہ کا فطری خاصہ کثافت و تاریکی ہے لیکن آفتاب و ماہتاب کے مادہ کو اس نے روشن کیا اور ایسا روشن کیا کہ کامل روشنی بنا دیا جس سے تمام عالم روشن ہو جاتا ہے پھر آفتاب و ماہتاب میں سے

ہر ایک کے منازل سیر اور مقامات نشتا زنظر فرمائے اس تقدیر منازل کے دو فائدے ہیں۔ اول تو قدرت الٰہی کا مظاہرہ ہوتا ہے ان کے طلوع و غروب سے کائنات کی ... مرتب حدوث سامنے آجاتا ہے۔ دوسرے ... لوں کا ... تا اختتام اوقات کا شمار معلوم ہوتا ہے۔ اہل ... سمجھ لیتا ہے کہ یہ آیات قدرت الٰہی ہیں، علامات حدوث عالم ہیں آثار وجود واجب ہیں براہین وحدانیت ہیں اللہ نے ان کو بیکار نہیں پیدا کیا۔ یہ زندگی صحت اور رزق کے اسباب ہیں لیکن سب حکمت الٰہی کے تحت اور قدرت خداوندی کے تابع ہیں خود نہیں پیدا ہو گئے خود بخود ان کا باقاعدہ نظام اور باقاعدہ طلوع و غروب نہیں ہوتا ہے نہ ان میں خود کوئی تاثیر قدرت ہے۔ شب و روز کا اختلاف اور ... کائنات ارضی و سماوی اپنے اندر خاص درس بصیرت رکھتی ہے گو ... ان ہی لوگوں کے لئے جن کے عقائد صحیح اور اعمال شستہ ہیں جو مخلوق سے نظر ہٹا کر خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مصنوع سے صانع پر استدلال کرتے ہیں سب سے پہلے شرک سے بچتے ہیں پھر ہر قسم کے گناہ سے پرہیز کرتے ہیں پھر ... قطع ... کر اللہ ہی سے رشتہ جوڑتے ہیں بس ایسے ہی لوگوں کو ہر چیز میں اللہ کی قدرت اور اس کی ہستی کا تماشا نظر آتا ہے۔

مقصود بیان۔ مصنوع سے صانع پر استدلال نظم عالم سے وحدانیت اور قدرت الٰہی کا اثبات ... و ماہتاب کی پیدائش کے اغراض کا بیان۔ اس امر کی صراحت کہ عالم کی پیدائش بے کار نہیں مگر فائدہ اندوز اس سے وہی لوگ ہوتے ہیں جو اہل بصیرت اور متقی ہیں یعنی جن کی نظر مصنوعات پر مقصور و محدود نہیں بلکہ غیر اللہ کے خیال سے اپنے عقائد کو غیر اللہ کو ... اپنی نظر کو غیر اللہ کی تعظیم سے اپنے اعضاء کو اور غیر اللہ کے تصور سے اپنے احساس و وجدان کو بچاتے ہیں وغیرہ

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا

جو لوگ ہم سے ملنے کے امیدوار نہیں اور دنیوی زندگی کو

بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ

پسند کرتے ہیں اور اسی میں جی لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ

هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ

ہماری قدرت کی نشانیوں سے غافل ہیں ایسے ہی لوگوں

مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

کے اعمال کی پاداش میں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور جو لوگ مؤمن نیکوکار ہیں

يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي

اُن کے ایمان کی وجہ سے اللہ اُن کو مقصود تک پہنچا دیگا اور

مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝

آسائش کے باغوں میں اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی

دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ

ان باغوں میں اُن کی ندا سبحانک اللھم ہوگی اور باہم دعائے خیر

فِيهَا سَلَامٌ ۚ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ

سلام ہوگا اُن کی آخری بات یہ ہوگی کہ ہر ستائش کا استحقاق

لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ ع

اُس اللہ کو ہے جو رب العالمین ہے۔

تفسیر اوپر کی آیات میں وجود واجب۔ وحدانیت ذاتی و صفاتی حشر نشر اور مقصد تخلیق عالم بیان فرمایا تھا۔ ان آیات میں مقصد تخلیق کو پورا کرنے والوں اور اُس سے خلاف ورزی کرنے والوں کی معادی جزا و سزا کا بیان فرماتا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ کائنات انسانی کے دو گروہ ہیں۔ اوّل وہ لوگ جن کی نظر صرف مادی دنیا اور اُس کے عیش و طرب پر محدود ہے ان کے خیال میں شاخوں کا رجوع جڑ کی طرف اور قطرات کی واپسی سمندر کی جانب قطعاً لغو ہے۔ خدا کی طرف لوٹ کر جانا بیہودہ عقیدہ ہے۔ حشر نشر عذاب ثواب احمقانہ خیال ہے۔ دنیوی زندگی بس زندگی ہے۔ اس کا تنعم اور عیش ہی مقصود ازلی ہے یہ لوگ آیاتِ قدرت سے غافل ہیں مصنوع سے صانع پر موت سے اخروی زندگانی پر استدلال نہیں کرتے۔ مادی تغیرات پر غائر نظر نہیں ڈالتے۔ یہ گروہ کفار و منکرین کا ہے کفر اور انہماک فی اللذات کی وجہ سے ان کی سزا جہنم ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو اللہ کی توحید الوہیت ربوبیت تصرف کل قدرت کاملہ اور خلق و تقدیر کا یقین رکھتا ہے۔ مصنوعات سے صانع پر استدلال کرتا ہے احکام الٰہی رسالت قیامت عذاب ثواب حشر نشر وغیرہ پر ایمان رکھتا ہے اور ایمان کے مطابق نیک عمل بھی کرتا ہے۔ اس کو آخرت میں عیش تو ملیگا دنیا میں ایمان و ایقان کی وجہ سے حقیقت و اسرار کے پردے اس کی نظر

REJUVINE COURSE

Energy, Vigour and Vitality

افسوس جوانی چلی گئی

اسے پھر طاقتور اور تندرست بن جاؤ

جتنی وبا ہندوستان میں نامردی کی پھیلی ہے۔ اتنی دنیا کے شاید ہی کسی ملک میں ہو اور جتنی لوٹ یہاں کے اشتہار بازوں نے مچا رکھی ہے اور پبلک کی صحت کو برباد کر رکھا ہے۔ ایسی دنیا کے کسی خطہ میں نہیں ہے کیا آپ کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلیں جب کہ آپ بھی جھوٹ اور فریب میں پھنس کر اپنا روپیہ اور صحت کھو بیٹھے ہیں اس اندھیر گردی اور عام صحتوں کے برباد ہونے سے متاثر ہو کر آیورویدک اور یونانی طب کے فلاسفروں نے ایک وقت میں بیٹھ کر بڑے غور و فکر کے بعد نامردی جریان سرعت، انزال۔ احتلام خمی۔ کجی۔ لاغری سستی اور عام جسمانی کمزوری کا صرف سات دن کا علاج معلوم کر لیا اور اس علاج سے ہندوستان کے لاکھوں انسانوں کو دوبارہ جوانی مل گئی جن کی وجہ سے ان کے گھر کی خوشی قائم رہ گئی اور ہزاروں برباد گھر آباد ہو گئے جو لوگ جوانی کے لئے ٹکریں مارتے پھرتے تھے۔ راتوں کی تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتایا کرتے تھے [illegible] آنسو رویا کرتے تھے [illegible] دیکھئے وہ اولاد سے کھیلتے نظر آتے ہیں اور ان کے گھروں میں سکھ اور چین نظر آتا ہے۔

سات دن میں جوانی کس طرح مل سکتی ہے

بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ جوانی کو لوٹانے کا علاج صرف سات دن میں ہو جاتا ہے۔ مگر ان سات دنوں کے اندر پاس جانے کا پرہیز نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اس علاج کی پوشیدہ ترکیب کے اصول میں خرابی آجاتی ہے اس لئے صرف ان ہی لوگوں کو یہ کورس استعمال کرنا چاہئے جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں گے۔ بڑے منصب کی طاقت چوتھے دن ہی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس طاقت کو سات دن [illegible] ایک مہینے سے انسان برسوں تک طاقت سے کھیل سکتا ہے۔ اور اس کی قوت کم نہیں ہو سکتی۔ اس علاج میں دو دوائیں ہوتی ہیں۔ ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی دونوں دوائیوں کے کورس کا نام "ری جووین" ہے کھانے کی دوا کی پہلی خوراک حلق میں اتری اور اس نے تمام اعصاب کو ہوشیار کر دیا۔ اور کمزوری کو بدن سے اس طرح نکالنا شروع کر دیا جیسے گند دور کر دی۔ لگانے کی دوا بھی اپنے ایک قطرہ کا کمال دکھاتی ہے۔ عضو پر پھیلتے ہی مریض خود حیرت زدہ ہو جاتا ہے کیونکہ بجلی کی طرح لہریں دوڑنے لگتی ہیں اور طاقت کا سمندر ابل پڑتا ہے۔ اس کورس میں عجیب و غریب صفات بند ہیں۔ اگر کوئی [illegible] انسان بھی ایک دفعہ استعمال کر لے تو جوانی کا پورا سماں دیکھ لے گا۔

گارنٹی اس بات کی گارنٹی دی جاتی ہے کہ ہمارے "ری جووین" کورس سے اگر سات دن میں انسان تندرست نہ ہو تو قیمت واپس کی جاتی ہے۔ اور ایک پیسہ رکھنا بُرا سمجھا جاتا ہے۔ پورے کورس کی قیمت پانچ روپے دس آنہ ہے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ۔ یہ کورس صرف انہی لوگوں کو بھیجا جائے گا جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں گے۔

منگانے کا پتہ

منیجر اکسیری دواخانہ کلاں محل (ایم۔ ڈی) پی بکس ۱۸۱ دھلی

آپ اولاد سے محروم ہیں

اگر آپ کی بیوی کی گود خالی ہے

تو

نو مہینے کے بعد آپ کے ہاں بچہ ہو سکتا ہے

جب کسی عورت مرد کی شادی کو کئی برس گذر جائیں۔ اور پھر بھی اُن کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو یا کسی اندرونی اور نامعلوم خرابی کے باعث عورت کو "امید" نہ ہوتی ہو یا وہ لوگ جو بچہ کے لئے ترستے ہوں اور اُن کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو ایسی حالت میں صرف ایک ہی ترکیب ہے۔ جس کے بعد عورت کو بچہ ہو جائے گا۔ یعنی اُن کی تمنا پوری ہو جائے گی۔ یعنی اس ترکیب پر عمل کرنے کے بعد اولاد پیدا ہونے لگے گی۔

عورت کو بچہ ہونے کی ترکیب موجودہ زمانے کی تحقیقات اور کئی سال کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ایسی عجیب و غریب دوا تیار ہوئی ہے۔ جسے اگر روزانہ سات دن تک مسلسل ایک ایک خوراک عورت کو کھلائی جائے اور ان سات دن میں وہ خاص پرہیز کرے۔ اور علیحدہ رہے۔ اور ٹھیک آٹھویں رات یہ پرہیز توڑ دیا جائے تو اُسی آٹھویں رات عورت کو "امید" ہو جائے گی۔ اس دوا کا نام **"محافظ اولاد"** ہے اور تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مسلسل سات دن تک اس دوا کے استعمال سے عورت کا اندرونی جسم ...... بالکل قدرتی اور نیچرل حالت میں آجاتا ہے۔ اور جب آٹھویں رات ...... تو اس کو اسی رات "امید" ہو جاتی ہے۔ اور پھر نو مہینے بعد وہ اپنی گود میں بچہ دیکھ لیتی ہے۔ ایک شیشی دوا "محافظ اولاد" میں ایک عورت کیلئے پوری سات خوراک دوا ہوتی ہے۔ اور اس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے۔ جس کو ضرورت ہو وہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۱۳۲ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر یہ دوا بذریعہ وی پی پارسل منگالیں پارسل پہ سات آنے محصول لگیگا۔

مولوی

ہندوستان کے نوجوان اپنی جوانی کو برباد کر رہے ہیں

آسان اور کم خرچ علاج

"ری جووین" کی عجیب اور حیرت انگیز ایجاد نے سائنس کی دنیا میں ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ کیونکہ جب انسان کی طاقتیں زیادہ دن تک برے طریقوں سے ضائع ہو جاتی ہیں تو بہت ہی کمزور ہو کر مایوس ہو جاتا ہے پھر وہ برباد کی ہوئی طاقت کو حاصل کرنا چاہتا ہے وہ جوانی کی امنگوں کو پھر ایک بار دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ راتوں کی تنہائی میں اپنے کئے پر پچھتاتا ہے۔ ہزارہا دوائیں استعمال کرنے کے بعد یہی وہ زندگی کو ختم کر دینے کا ارادہ کرتا ہے کیونکہ اس کو ناکامی ہی ہوتی ہے۔ یہ تمام کمزوریاں اس کو بچپن کی خراب عادتوں کے باعث ہوتی ہیں۔

دنیا کو حیران کر دیا! مدت مدید سے یہ بات ہر شخص کے کان میں گونج رہی ہے کہ "ری جووین کورس" ہی اس صدی میں نامردی، سستی، کمزوری، کم خواہشی، ڈھیلاپن، پتلاپن، شرمندگی جمی، کچی قطرہ کا گرنا۔ دل و دماغ، گردہ، مثانہ دھات کا پتلاپن کا لاثانی علاج ہے اور آج تک اس علاج سے بے شمار نامرد تندرست ہو چکے ہیں اور وہ اپنے گھروں کیلئے خوشحالی کا ایک نمونہ بنے ہوئے ہیں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ جہاں سائنس کی مدد کو دنیا میں انقلاب برپا ہوا ہے وہیں سائنس کی ایجاد انسانی جسموں کے اندر بھی تہلکہ پیدا کر رہی ہے اور اس کورس کے استعمال سے انسان سات دن کے اندر کیا کچھ بن جاتا ہے اس کا اظہار تحریر میں نہیں کیا جا سکتا یہ کورس مردہ جسم میں زندگی کی روح پھونک دیگا پہلی خوراک کا اثر ہی آپ کو حیرت میں ڈال دیگا آپ اپنے اندر ایک چمک اور برقی رو دوڑتے ہوئے دیکھنے لگیں گے سوئی ہوئی رگوں میں ہل چل اور مردہ پٹھوں میں تناؤ اور سختی پیدا ہو جائے گی۔ اس برق اثر علاج سے سات دن کے اندر ایک وہ بڈھا بھی جو اپنی جوانی سے بالکل کنارہ کش ہو چکا ہو طاقت سے جھومنے لگتا ہے۔

ری جووین کورس کو آیورویدک اور یونانی طب کے فلاسفروں نے بڑے غور و فکر کے بعد برسوں کی محنت سے ایجاد کیا ہے جس کا صلہ اسی ایجاد کی بدولت یہ مل رہا ہے کہ ہزارہا مایوس انسان عبادت کے وقت موجدوں کو دعائیں دیتے ہیں۔

اس حقیقت سے آج کسی کو انکار نہیں کہ اگر قوت مردمی میں کچھ بھی کمزوری محسوس ہونے لگے تو ری جووین کی مدد سے پوری طرح قبضہ کیا جا سکتا ہے اور ناکامی شرمندگی ہمیشہ کے لئے دور ہو جاتی ہے اور ایک ہفتہ بھر کے ساتھ استعمال کرنے پر انسان برسوں تک مرد بنا رہتا ہے۔ اس کورس میں دو دوائیں ہوتی ہیں ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی اور ان کا استعمال ایک ساتھ شروع ہوتا ہے پورے کورس کی قیمت پانچ روپے ہے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ۔

دعویٰ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو سات دن میں اس کورس سے آرام نہ ہو تو قیمت واپس یا دوبارہ دوا مفت اور مشورہ مفت دیا جاتا ہے (آرڈر کے ساتھ مرض کی کیفیت ضرور لکھیں اور اس بات کا اقرار کریں کہ سات دن تک ضبط سے کام لیا جائے گا)

پتہ: اکسیری دواخانہ پوسٹ بکس ۱۸۱ کلاں محل (ایم۔ ڈی) دہلی

تاریخ اسلام کامل ۷۰۰ صفحات مجلد چکنا کاغذ اعلیٰ از جناب شوق امرتسری پانچ حصوں کا مجلد پہلا حصہ عرب کی تاریخ اور حالات رسول حصہ خلافت راشدہ حصہ خلافت بنی امیہ حصہ خلافت عباسیہ حصہ پنجم خلافت ترک مجلد قیمت پانچ روپے

نبیوں کے قصے ۳۰۰ صفحات از حضرت مراد اہروی حضرت آدم سے لے کر رسول کریم تک جن انبیا کا تذکرہ قرآن شریف میں ہے ان کے مفصل حالات اور بالکل صحیح قصے یہ سب قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔ قیمت بارہ آنے

آفتاب رسالت ۴۳۲ صفحات از جناب آغا رفیق بلند شہری۔ رسول کریم کی سب سے بڑی اور سب سے سچی سوانح عمری جس میں حضور کی پیدائش سے بھی پہلے سے لیکر وفات تک پورا تذکرہ ہے بلکہ عرب کی پوری تاریخ شامل ہے دو حصہ کامل ایک روپیہ

خلافت راشدہ ۹۰۵ صفحات از علامہ رفیق بلند شہری۔ خلفائے راشدین سیدنا حضرات ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی رضوان اللہ کی مفصل سوانح جات مع حالات غزوات و خلافت، ہر چار حصے یکجا مجلد قیمت ڈیڑھ روپیہ

الفاروق ۸۰۰ صفحات از علامہ شبلی نعمانی خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کی بڑی مستند سیرت دو حصوں میں پہلے حصہ میں ذاتی حالات وسیرۃ دوسرے حصہ میں حالات خلافت اور فتوحات وسطوت اسلام کی مکمل تاریخ قیمت …

سیرت امام حسین ۴۰۰ صفحات از مولانا عارف ہسوی مرحوم ابن زیاد امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام کے حالات زندگی خلافت اور شہادت کے دلدوز حالات ایک ہزار سے زیادہ نو پیرایوں کے مرثیہ ساتھ ہیں مجلد …

صد صحابہ ۵۰۰ صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد اہروی رسول کریم کے سو صحابیوں کے حالات ہر صحابی کی زندگی مسلمانوں کے لئے شمع ہدایت ہے صحابہ کا درجہ سب جانتے ہیں کہ رسول کریم کے بعد ہر انسان سے بالاتر ہے مجلد قیمت دو روپے

سیرہ معاویہ ۴۰۰ صفحات از … مراد اہروی حضرت امیر معاویہ کے حالات اردو زبان میں پڑھے ہوں تو یہی ایک کتاب ہے بڑی مشکل سے یہ حالات ملے ہیں یہ اپنی نوع کی اردو میں پہلی کتاب ہے اور تاریخ اسلام کا نادر حصہ مجلد …

عمرو بن العاص مجلد ۴۰۰ صفحات از مولانا شاہ مراد اہروی عرب کے سب سے بڑے سیاستدان اور مدبر جرنل اور فاتح مصر کے یہ سالار ہیں جن کو فتح مصر نے بہت ممتاز کر دیا ہے ان کے حالات اس کتاب میں ہیں۔ مجلد قیمت ڈیڑھ روپیہ

خالد بن ولید رضی ۴۰۰ صفحات از علامہ مراد۔ حضرت سیف اللہ کا خطاب پانے والے حضرت خالد بن ولید جن کی تلوار نے کبھی شکست نہ کھائی اور جن کی فتوحات تاریخ اسلام پر زریں باب ہیں بڑی ولولہ انگیز کتاب ہے۔ مجلد قیمت ڈیڑھ روپیہ

بڑی سوانح غوث اعظم ۴۰۰ صفحات از حضرت شاہ مراد مارہروی۔ بڑا پیر صاحب پاک کی سب سے بڑی سب سے مستند سوانح حیات اردو زبان میں سب سے بہتر کتاب ہے حضور کی پوری سوانح حیات مع کرامات و ریاضات مجلد قیمت پونے دو روپے

ہفتاد اولیا ۵۰۰ صفحات از مولانا مراد مارہروی ہندوستان کے برگزیدہ اور صاحب کرامات ستر اولیاء اللہ کے حالات جن کی تبلیغ سے آج کروڑہا ہندوستانی مسلمان نظر آتے ہیں یہ سب انہی بزرگوں کا صدقہ ہے مجلد پونے دو روپے

تین ولی ۱۴۰ صفحات از شاہ مراد اہروی۔ ارض ہند کے آفتاب و ماہتاب متقدس تین اللہ والے حضرت خواجہ معین الدین خواجہ فرید الدین گنج شکر، خواجہ علاء الدین صابر کلیری کی سوانح حیات مع چند مقالات تصوف۔ کامل قیمت بارہ آنے

صلاح الدین اعظم ساتویں صدی کا وہ مجاہد اسلام جس نے تمام یورپ کے مقابلہ میں ارض مقدس فلسطین پر اسلام کا جھنڈا بلند کیا جس کے حالات پڑھ کر اب بھی مردہ دلوں اور سرد خون میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ قیمت دو روپے

امام ابوحنیفہ ۴۰۰ صفحات مجلد از علامہ شبلی نعمانی۔ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ کے حالات جو حنفی مسلمانوں کو ضرور پڑھنے چاہئیں اس میں حضرت کے کمالات علمی اور فقہی بصیرت کا خاص تذکرہ ہے بڑی مقبول کتاب ہے مجلد بارہ آنے

مولانا روم ۴۶۰ صفحات از علامہ شبلی نعمانی۔ مثنوی مولانا روم کے مصنف مشرق کے بادشاہ مولانا روم کے حالات مع اقتباسات مثنوی بہترین قیمت …

قاعدہ تیسیر القرآن … صفحات از ملک منظور احمد صاحب بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کا بہترین قاعدہ ایک بار یہ قاعدہ بچوں کو سمجھا کر پڑھا دیجئے پھر قرآن شریف وہ خود پڑھ لیں گے بشرطیکہ بچوں کو خاص طور سے قرآن پڑھایا جائے قیمت ۵؎

سلسلہ تعلیم الاسلام از حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند چار حصے یکجا مجلد یہ بچوں کو اسلامی عقائد اور عبادات کی تعلیم ذہن نشین کرنے میں لاجواب کتاب ہے ہر بچہ کو یہ کتاب ضرور پڑھائی جائے قیمت مجلد ایک روپیہ

نیو انگلش ٹیچر ۲۰۰ صفحات انگریزی سکھانے کی طلسمی کتاب اس کتاب میں … ہیں جس میں الف ب سے لے کر خط وکتابت تک تمام کام انگریزی میں بغیر استاد کی مدد کے کر سکتے ہیں۔ سب سے بہتر یہی کتاب نظر آئی ہے مجلد دس آنے

استاد تقریر ۲۰۰ صفحات از جناب مولوی شریف احمد صاحب مراد اس کتاب کا نام ہی جادو بیانی ہے واقعی اس کتاب کو پڑھئے اور اس کو عملی طریق پر کام لانے کے بعد آپ کی ہر تقریر جادو بن جائے گی اور آپ کی ہر بات موثر ہوگی۔ قیمت آٹھ آنے

استاد تحریر … صفحات از مولوی شریف احمد صاحب مراد خط وکتابت مضامین اور دوسری تحریرات کو موثر اور پرزور بنانے کے لئے یہ کتاب بڑی قابل ہے اس کے ذریعہ سے معمولی پڑھے لکھے آدمی اخباروں میں مضامین لکھ سکتے ہیں۔ قیمت …

استاد فارسی … صفحات از ملک عنایت اللہ صاحب بی اے ڈی … اور پاکستان قائم ہو گیا تو دفتری زبان اردو ہوگی اس وقت اردو جاننے والوں کو فارسی کی معلومات بہت ضروری ہوگی اور یہ کتاب بہت ہے مجلد …

استاد عربی ۲۲۴ صفحات از حضرت مولانا عبدالسلام صاحب پروفیسر … عربی سیکھنے کی بڑی آسان کتاب جس میں بڑے آسان طریقے پر … کے بغیر عربی زبان بڑی حد تک آ جاتی ہے جنوبی ہندوستان میں داخل نصاب ہے قیمت …

پانچ تعلیم نسواں از مولانا شوق امرتسری پانچ کتابیں ہیں یکجا مجلد ہیں ان میں لڑکیوں کے لئے آسان اردو میں مذہبی اخلاقی عقلی تاریخی اور جغرافی معلومات بچوں کے لئے اردو زبان میں مفید تر کتاب قیمت مجلد ۲۰۰ صفحات قیمت …

اسلامی میاں بیوی ۳۰۰ صفحات از مولانا شریف احمد صاحب مراد مارہروی میاں بیوی کی سب سے بڑی تاریخ اور خوش اسلوب زندگی کا بہترین پروگرام اسلامی طریقہ پر میاں بیوی کے ملاپ کی صحیح تصویر قیمت ایک روپیہ

بڑا باورچی خانہ ۵۰۰ صفحات مجلد جس میں ۲۰ وضع کی روٹی تیس وضع کے سالن ۲۰ وضع کی ترکاریاں۔ ۲۰ وضع کے پلاؤ۔ انگریزی کھانے بیماروں کے کھانے چورن۔ اچار چٹنیاں اور مٹھائیاں سب بنانی بتائی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ

ساجن موہنی ۲۰۰ صفحات از حضرت خاموش ایرانی۔ خاوند کو مٹھی میں کرنے کے لئے عورت کے لئے سلیقہ شعاری اور حسن صورت ہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر ان دونوں خوبیوں میں حسب دلخواہ ترقی کی جا سکتی ہے۔ قیمت آٹھ آنے

شب عروسی ۳۰۰ صفحات مع تصاویر از سردار علی صاحب صابری نئی شادی شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کے پڑھنے کے لائق اس کتاب کو پڑھ کر اپنی خوشگوار زندگی کو نہایت پر لذت اور مستقل بنا سکتے ہیں ہزارہا فروخت ہو چکی ہے قیمت ایک روپیہ

عورت بلا تصویر ۳۲۰ صفحات ہر عالم کے سب سے خوبصورت پہلوان عورت کی معلومات کی سب سے بڑی کتاب جب سے وہ جنم لیتی ہے اور جب تک وہ عمر رسیدہ ہوتی ہے ہر سال کے صحیح حالات اور دنیا بھر کی عورت کے تجربات قیمت ایک روپیہ

شب نامچہ عروسی داستان فریدہ نسیم بیگم کی ڈائری شب زفاف سے لے کر بچہ کی پیدائش تک وہ تمام واقعات قلم بند کئے ہیں۔ جو آپ بیتی ہیں، جو بڑے دلچسپ لذت خیز اور سبق آموز ہیں ۷۰ صفحات۔ قیمت بارہ آنے ۱۲

بہار شباب جوانی کی بہار کو شاداب رکھنے والی۔ خزاں رسیدہ گلشن جوانی کے لئے ہولتے تازہ ہی کتاب ہے جس میں حفظ ما تقدم اور علاج و غذا کے ذریعہ شباب کی کیفیت کو دوام بنانے کی بہترین ترکیب لکھی ہیں قیمت ایک روپیہ

برتھ کنٹرول ۱۶۰ صفحات اس میں اختیار کی حل نے سب طریقے ہیں۔ جب چاہیں حمل ٹھہرے جب چاہیں نہ ٹھہرے بڑی مجرب کتاب قیمت ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ہر ماہ کی پندرہ تاریخ تک بھی اگر اتفاق سے کوئی پرچہ نہ ملے تو ڈاکخانہ سے دریافت کرکے اطلاع دیں ... کئی ماہ تک خاموش رہنے کے بعد طلب کرنے پر دو ماہ کے بعد مولوی کا کوئی پرچہ نہیں رہتا۔

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

مولوی دہلی

نمبر خریداری ہر خط میں ضرور لکھنا چاہئے ورنہ تعمیل نہ ہوگی ... ہوتی ہے اور تبدیل پتہ کے وقت تو ضرور نمبر خریداری لکھنے بھیجئے کہ ... ہی جارہا ہے۔

جلد ۲۶ | بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۱ھ | نمبر ۶

شذرات

مسلم لیگ کی عظیم الشان سرگرمیاں

اس ماہ کے دوران میں لیگ کی سرگرمیاں انتہائی نمایاں رہیں سیاسیات ہند میں بہترین اکثریت لیگ ہی کی رہا ہر طرف اسی کی آواز بلند رہی اور پوری فضا لیگ اور پاکستان ہی کے نعروں سے گونجتی رہی جالندھر میں بقیادت مسٹر جناح طلبا کا نفرنس فقید المثال شکوہ و شان کے ساتھ منعقد ہوئی اور لائل پور میں پنجاب مسلم لیگ کا عظیم الشان سالانہ اجلاس بقیادت سر ناظم الدین وزیر اعظم بنگال بڑے طمطراق کیساتھ منعقد ہوا۔ اول تو یہ دونوں اجلاس اس صوبہ میں ہی منعقد ہوئے جو مسلم اکثریت کا حامل ہونیکے ساتھ اپنی بیداری و زندہ دلی کے غیر فانی شہرت رکھتا ہے اس لئے لیگ کو حیرت انگیز کامیابی کا ہونا نہیں نہ ہونا مستبعد امر تھا دوسرے ان کے انعقاد کے لئے خاص وقت خاص موقعہ کا انتخاب کیا گیا تھا۔ تیسری ان میں خود مسٹر جناح شریک رہے عظیم الشان اور آراستہ پنڈال تیار کئے گئے تھے جن میں کثرت اجتماع کا یہ عالم تھا کہ جہاں تک نظر کام کرسکتی تھی انسانی سروں کا ایک سمندر لہراتا ہوا نظر آتا تھا نہ صرف یہ کہ پنڈالوں کی آرائش و تزئین قابل دید تھی بلکہ جالندھر اور لائل پور دونوں شہر دولہن کی طرح آراستہ تھے۔

مسٹر جناح کے جلوسوں کی عظمت و دارائی اور شکوہ و سطوت کے متعلق صرف اتنا اشارہ کردینا بہت کافی ہے کہ انسانوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ قدم قدم پر لیگ زندہ باد جناح زندہ باد پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گنبد افلاک پڑا گونج رہا تھا کوٹھوں پر سڑکوں پر اور بام و در پر زن و مرد کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے پورے کے پورے شہر رنگ برنگ کی جھنڈیوں اور کھمبوں سے مزین تھے جا بجا بلند و بالا اور نہایت خوشنما گیٹ ایستادہ کئے گئے تھے جو مشاہیر اسلام اور قائدان عظام کے اسما سے موسوم تھے۔ مسٹر جناح جس شہر سے بھی گذرے اور جس اسٹیشن پر آپ کی ٹرین ٹھیری وہ ہر طرح مزین اور مسلمانوں کے انبوہ سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے اور اسلامی نعروں سے گونج رہے تھے بلا مبالغہ سینکڑوں ہزار من پھول اور تحفے قائد اعظم اور ان کے جلوسوں پر نثار ہوگئے سینکڑوں معطر ہار گلے میں پڑ گئے ہر طرف اسلامی جوش اور ملی جذبہ کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا مشاہدہ کیا گیا ہر مسلم پیکر جوش و شوق نظر آتا تھا۔

حقیقت میں یہ استقبال شاہانہ تھا اور ان جلوسوں پر شاہانہ جلوس کا دھوکہ ہوتا تھا خود مسٹر جناح نے اپنی تقریر کے دوران میں اعتراف کیا کہ ان کے استقبال شاہانہ ہوئے جس کے لئے میں اپنی ملت کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں شاہانہ استقبال میں نے کر لیا ہے لیکن مجھے تسلیم ہے کہ مجھے شاہانہ اختیارات حاصل نہیں اور میں اپنے زندہ دل اور زندہ دماغ بھائیوں کو اس کا کوئی صلہ دے سکتا ہوں اور نہ کوئی فائدہ پہنچانے کی مقدرت رکھتا ہوں البتہ ایک چیز میرے امکان میں ہے اور اس زمین و آسمان کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اپنی تمام زندگی تمام سرگرمیاں اور تمام تدابیر اپنی ملت و قوم کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کردینے کا تہیہ کرلیا ہے مسلمانوں کی خدمت کیلئے وقف ہوگیا ہوں جب تک میرے جسم میں جان اور دل میں حرکت باقی ہے میں ان کے لئے وقف رہوں گا اور پاکستان قائم کئے بغیر دم نہ لوں گا۔ یہ الفاظ کچھ اس درد کے ساتھ ارشاد فرمائے کہ تمام مسلمانوں پر رقت طاری ہوگئی اور آنکھیں نم ہوکر رہ گئیں۔

اس استقبال ان جلوسوں اور کانفرنسوں میں پسماندہ اقوام عیسائیوں سکھوں نے بھی گونہ حصہ لیا ہر حصہ ملک کے مشاہیر مسلم رہنما شریک ہوئے جا بجا مسٹر جناح کی خدمت میں سپاسنامے پیش کئے گئے جن میں اچھوتوں کے سپاسنامے قابل ذکر ہیں مسٹر جناح لاہور بھی تشریف لے گئے اور علامہ اقبال کے مزار پر حاضر ہو کر بھی نذر عقیدت پیش کی بڑی موثر تقریریں ہوئیں۔ اہم تحریکیں پیش ہوئیں مسلمانوں کے جوش کا پورا مظاہرہ کیا گیا۔ اور نہ صرف پنجاب بلکہ سرحد اور بلوچستان میں ایک جوش عمل اور ہنگامہ کار پیدا ہوگیا اور دنیا پر ثابت کردیا کہ مسلمانوں کا جوش بے پناہ ہے۔

مسٹر جناح کے ولولہ انگیز ارشادات

مسٹر جناح کی تقاریر پر جداگانہ تبصرہ کا نہ وقت ہے اور نہ گنجائش اسلئے ہم اس نشست میں اجمالی طور پر آپ کی تقاریر کے جستہ جستہ اقتباسات ہی پیش کرنے پر اکتفا کرینگے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے لئے یہ وقت بہت نازک ہے معاندین کمین میں لگے ہوئے ہیں انہوں نے مسلم مطالبات اور پاکستان کے متعلق غلط گوئیوں اور غلط فہمیوں کا ایک سیلاب بہا رکھا ہے ضرورت ہے کہ مسلمان اپنا ایک مضبوط پریس قائم کریں اسلئے بھی کہ اس عہد میں جماعت اخبار کی طاقت تلوار کی طاقت سے بھی کہیں زیادہ ہے اور یہ بالکل سچ ہے جہاں ہمارے وطن کے بیسیوں انگریزی روزنامے ہفتہ وار اخبارات اور رسالے جاری ہیں وہاں ابتک مسلمانوں کا اب تک کوئی ایک بھی اچھا کیا معمولی بھی روزنامہ موجود نہ تھا اب کہیں جاکر مسٹر موصوف کی سعی و توجہ سے ایک روزنامہ ڈان جاری ہو سکا ہے جو مسلم ضروریات کے پیش نظر بہت کم ہے۔ پنجاب کے سوا ہندوستان کے اور کسی صوبہ میں مسلمانوں کے پاس اچھے اردو اخبار بھی نہیں، اور جو ہیں وہ مالی مشکلات کی وجہ سے کماحقہ نہ اسلامی خدمات انجام دے سکتے ہیں اور نہ ان کا دائرہ اشاعت وسیع ہے۔

جس قوم کے پاس نہ اخبارات ہوں نہ بنک ہوں اس زمانہ ارتقاء میں اس کا ترقی کرنا تو کجا زندہ رہنا بھی مشکل ہے اور یہی وجہ ہے کہ نہ ابتک مسلمانوں میں کوئی سیاسی حس پیدا ہوسکی اور نہ ان کی اقتصادی حالت پستی کے گرداب سے نکل سکی اسی حقیقت کے پیش نظر مسٹر جناح نے مسلمان امراء و دولتمندوں سے استدعا کی کہ وہ اپنے ہم مذہب افراد کی اقتصادی اور سیاسی فلاح و بہبود کے کام میں

جیسا کہ میرے نزدیک صورت اس سے اور کوئی زیادہ شرمناک نہیں" حقیقت میں نہیں مگر مصیبت تو یہی ہے کہ سب سے زیادہ بے حسی ہمارے طبقہ امراء ہی پر مسلط ہے۔ امراء قوم کے قدرتی رہنما ہوتے ہیں اور عوام الناس نادانستہ طور پر بھی ان کی پیروی و اتباع پر مجبور ہوتے ہیں اور قدرتی طور پر ان کا رنگ اختیار کرتے چلے جاتے ہیں۔ جس قوم کے امراء میں بیداری ہو جاتی ہے وہ قوم ترقی کے راستہ پر پڑ جاتی ہے۔

ہندو اور سکھوں کی ترقی کا راز یہی ہے کہ ان کا طبقہ امراء بیدار ہو چکا ہے ہمارے امراء بھی کھڑے ہو جائیں تو پھر مسلم راستہ بہت آسان ہو جائے خدا کا شکر ہے کہ مسلم امراء میں اس کا احساس پیدا ہو چلا ہے مگر ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے۔

اس کے بعد آپ نے لیگ کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ سال پیشتر پہلی مرتبہ جب میں نے کہا تھا کہ جمہوری پارلیمنٹری نظام ہندوستان کے لئے سودمند نہیں ہے تو ہندو پریس میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا پھر جب میں نے کہا کہ مسلمان ایک اقلیت نہیں ایک قوم ہیں اس وقت بھی مجھے مجنون الحواس قرار دیا گیا مگر آخر زمانہ نے انہیں صورت حال سمجھنے پر مجبور کر دیا اس حد تک کہ اب وہ دو قوموں کے نظریہ کے ماتحت گفتگو بھی کرنے کو مستعد ہیں۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے یہ بھی صحیح فرمایا کہ جب لاہور میں لیگ نے ایک تجویز منظور کر کے تقسیم ہند کا مطالبہ کیا ہے اس وقت بھی اس قسم کا ایک ہنگامہ برپا کیا گیا تھا۔ لیکن اب ایسے لیڈروں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جو یہ کہہ رہی ہے کہ اس مسئلہ پر غور کیا جائے اور ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اس امر میں مجھ سے متفق تو ہیں لیکن لب کشائی کی جرات نہیں کر سکتے۔ ہندوؤں کے ساتھ بہت سے مسلمان بھی تھے جنہوں نے یوم نجات منانے کی تحریک اور تقسیم ہند کے نظریہ کی مخالفت کی تھی اور جمہوری نظام کے خلاف آواز اٹھانے کو روح اسلامی کے خلاف بتایا تھا

مسٹر جناح نے یہ بھی فرمایا کہ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ ہمارے مخالفین نے نہ صرف ایک شور محشر برپا کیا تھا بلکہ مرعوب کن طریقے بھی اختیار کر لئے تھے اور پاکستان کی مخالفت شدت کے ساتھ اختیار کی جا رہی تھی لیکن اگر وہ انصاف اور سکون خاطر سے اس پر غور کرتے تو میری طرح وہ بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے کہ مسئلہ ہند کا پاکستان سے بہتر اور کوئی حل نہیں ہو سکتا آخر میں آپ نے زور دے کر فرمایا کہ ہندو مسلمانوں پر حکومت کرنے کا جو خواب دیکھ رہے ہیں وہ کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ اگر تم وہ کچھ لینے کو تیار نہیں جو تمہارا حق ہے تو مجھے لینے دو جو میرا حق ہے۔ اگر تم نہیں لیتے تو میں لے لوں گا۔"

لیگ کانفرنس لائل پور کا خطبۂ صدارت

خواجہ سر ناظم الدین نے اپنے معرکہ آرا اور بصیرت افروز خطبۂ صدارت میں سب سے پہلے یہ فرما کر مسٹر جناح کی مساعی کو سراہا کہ جبکہ ہمارے سچے رہنما ایک ایک کر کے جدا ہو چکے تھے ہمارا راستہ دشوار تھا ایک رہبر کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس ہو رہی تھی خدا نے ہمیں ایک بہترین رہنما عطا کر دیا جس نے نہ صرف ہمارے پراگندہ شیرازہ کو منظم کر دیا بلکہ ہماری شکستہ کشتی کو سیاسی طوفان کے تھپیڑوں سے بچا لیا اور آج دنیا کی نظر میں متحد ہو کر ایک قوم بن چکے ہیں ہمارا ایک نصب العین ہے اور ایک جھنڈا ہے اور ایک قائد اعظم ہے۔ آپ نے بالکل صحیح فرمایا کہ یہ جو کچھ ہوا ہے اس حالت میں ہوا ہے کہ ہمارے سیاسی مخالفین ہمارے خلاف ریشہ دوانیوں، خفیہ سرگرمیوں اور سازباز میں پوری قوت و جوش کے ساتھ مصروف تھے اور ہمیں پراگندہ اور منتشر رکھنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔

اگرچہ آج بھی ہمارے اندر میر جعفر موجود ہیں مگر ان کی تعداد انگلیوں پر شمار کی جا سکتی ہے یہ ہمارے گزشتہ افتراق و انتشار کا ترکہ ہیں۔ خواجہ صاحب نے آگے چل کر درست فرمایا کہ اگرچہ آج ہماری تنظیم مستحکم ہے تاہم ہمیں اسکو مستحکم تر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا چاہیے۔ لیگ کو فعال جماعت بنانے کا نہایت ہی اعلیٰ طریقہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ کوئی ایسا پروگرام مرتب کر لیا جائے جس میں لیگ کی تمام شاخیں سال بھر مصروف رہیں۔ ورنہ ہوتا یہ ہے کہ انتخابات کے ختم ہوتے ہی ان پر جمود طاری ہو جاتا ہے۔ آپ کا یہ خیال حقیقت پر مبنی ہے کہ لیگ کیا دنیا کی کوئی جماعت بھی تعطل کی حالت میں قومی زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ خیال آپ نے قوم کی ذہنیت کی نبض پر انگلی رکھ کر ظاہر کیا ہے اور اس کا مداوا اپنی طرف سے یہ پیش کیا ہے کہ اب لیگ کو نہ صرف سیاسی بلکہ تبلیغی تعلیمی اور اقتصادی جماعت بنانا چاہیے ہر شعبہ میں جماعتی اصول پر کام کرنا چاہیے جو مسلمانوں کا [illegible] امتیازی شعار رہا ہے کہ وہ ہر کام کو جماعتی حیثیت سے کیا کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک ہر شہر ہر قصبے اور ہر قریہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت مسلم لیگ ہو جو تمام اسلامی ضروریات کی کفیل ہو اور ہر کام اور ہر خدمت انجام دے۔

ہم اس تجویز کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اس کے زبردست مؤید ہیں یہ تجویز لیگ کی زندگی و تقویت ہی کے لئے نہیں عامۂ اہل اسلام کی زندگی اور تقویت کے لئے بیحد ضروری ہے اور بیحد منفعت بخش ہے اور حالات کا اقتضا بھی یہ ہے کہ آپ کی رائے کے مطابق اس وقت مسلمانوں میں جو بیشمار جماعتیں اور انجمنیں مختلف ناموں سے مختلف کام کر رہی ہیں ان سب کو لیگ میں مدغم ہو جانا چاہیے اور ہر جگہ کی مقامی لیگ کو وہ تمام کام ہاتھ میں لے لینا چاہیے جو ان جماعتوں کا نصب العین ہے۔ آپ نے صراحت کے طور پر فرمایا کہ مسلم لیگ مختلف کاموں کے لئے مختلف شاخیں قائم کرے، ماتحت مجالس بنا دے لیکن ان سب کا کام ہو لیگ ہی کے ماتحت اور لیگ ہی کی نگرانی میں۔

واقعی یہ کام کر لیا گیا تو لیگ کا اقتدار بے پناہ ہو جائیگا اور وہ ایک بیدار اور فعال جماعت بن جائیگی اور اس طرح تمام مسلمانوں کو لیگ کیساتھ دلچسپی ہی نہ پیدا ہو جائیگی بلکہ وابستگی بھی بڑھ جائیگی۔ آپ نے شہری محافظت کا کام بھی لیگ کو شروع کر دینے کی تجویز کی۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ اس وقت پاکستان اور عارضی قومی حکومت ہی ایسے مسائل ہیں جو ہر ہندوستانی کو خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو متاثر کر رہے ہیں اور اس کی توجہ اپنی طرف جذب کئے ہوئے ہیں اب مسلمانوں کو یہ بتانے اور سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں رہی کہ پاکستان ان کے لئے کیوں مفید ہے ضرورت اس کی ہے کہ ہم ایک طرف اپنی طاقتوں کو مستحکم بنائیں اور دوسری طرف مسلم اکثریت کے صوبوں میں بسنے والے غیر مسلم بھائیوں کے یہ امر بدلائل ذہن نشین کر دیں کہ پاکستان کی اسکیم نہ صرف پورے ملک کی فلاح کی ضامن ہے بلکہ اکثریت کے صوبوں کے لئے مفید نہیں بدرجہا فائدہ رساں ہے اور وہ ایک مرکزی حکومت کے ماتحت بسنے سے کہیں زیادہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں فارغ البال اور آسودہ رہیں گے۔ عملی اور معقول تجاویز کے اعتبار

سب خطبہ صدارت مقبولیت کا بہترین خطبہ تھا اور خواجہ صاحب کی ذات سے جو توقعات تھی وہ پوری ہوئی۔

سکھوں کی حیثیت اور مسلم لیگ

خواجہ صاحب سر ناظم الدین نے سکھوں کی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سال سکھوں کا ایک نمائندہ گورنمنٹ آف انڈیا میں لیا گیا لیکن اس سے پہلے تو کبھی یہ صورت نمایاں نہ ہوئی تھی۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں ان کا کوئی نمائندہ ہے نہ ان کا کوئی خاص اثر ہے۔ اس طرح آپ نے سکھوں پر یہ حقیقت واضح کر دینے کی سعی کی کہ سکھوں کو آل انڈیا اداروں میں کبھی کوئی اثر حاصل نہیں ہو سکتا اور یہ بھی کس طرح جبکہ ان کی آبادی ایک فی صدی ہے۔ ہم بھی یہ حقیقت سکھوں پر ایک سے زیادہ بار واضح کر چکے ہیں۔

بقول سر ناظم الدین اس کے بخلاف پنجاب میں یہ صورت ہے کہ گذشتہ بیس سال سے یونینسٹ وزارت میں ہمیشہ ان کا ایک نمائندہ موجود رہا بلکہ اس کی پالیسی وضع کرنے میں بھی وہ موثر اقتدار کے حامل رہے اب اگر پورے ہندوستان کے لئے ایک مرکزی حکومت وضع ہو گئی تو تم کو اس حکومت میں ہرگز وہ رسوخ اور اثر پیدا نہ کر سکیں گے لیکن شمال مغربی پاکستان کی وفاقی حکومت میں نہ سکھوں کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور نہ وہ نظر انداز ہو سکتے ہیں کہ اس وفاق میں وہ ایک موثر اور کارفرما اقلیت کی حیثیت کے حامل ہوں گے۔

سکھ ابھی تک مہا سبھائی فریب میں آکر پاکستان کی مخالفت کرتے رہے تھے مگر اب صورت حال کو ایک حد تک سمجھنے لگے ہیں۔ اکالی لیڈروں نے دہلی میں بھی مسٹر جناح سے گفتگو کی۔ لائل پور میں سردار سمپورن سنگھ نے مسٹر جناح کو شاندار ڈنر بھی دیا جس میں کافی سکھ لیڈر موجود تھے۔ ہندو جرائد میں سکھوں کے ساتھ مسٹر جناح کی مفاہمت کی خبر بھی اڑ گئی ہے جس کی تردید ماسٹر تارا سنگھ کی طرف سے ہو گئی ہے مگر یہ ضرور ہے کہ سکھوں کی آنکھیں کھل رہی ہیں۔

ویر بھارت رقمطراز ہے کہ اکالی لیڈر مسلم لیگ کی طرف جھک رہے ہیں مسٹر جناح نے سکھوں کے لئے جال بچھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

لائل پور کی مجلس استقبالیہ کے چیئرمین میاں عبد الباری نے قائد اعظم کے اشارہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ میں سکھ بھائیوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تمام ہندوستان کی مشترکہ حکومت کی بہ نسبت انہیں پاکستان میں لحاظ آبادی زیادہ نیابت ملے گی پاکستان کی زیادہ نمائندے چھوڑ کر اکھنڈ ہندوستان میں کم تعداد نمائندوں پر رضامند ہو جانا سیاسی فراست نہیں۔

شاید اکالی لیڈر اس سیاسی فراست کا ثبوت دینے کے لئے ہندوؤں کو [illegible] مسلمانوں سے نزدیک ہونے کی کوشش کر رہے ہیں واقعات کا رخ ظاہر کر رہا ہے کہ اکالی سیاست کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا ماسٹر تارا سنگھ دہلی میں مسٹر جناح سے ملے۔ گیانی کرتار سنگھ اور بعض دیگر لیڈروں نے بھی مسلم لیگی ڈکٹیٹر کے دروازہ پر دستک دی اس کے بعد مسٹر جناح امرتسر پہنچے تو ان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالنے میں گوردوارہ کمیٹی کے صدر بھی پیش پیش تھے دیر سے یہ افواہ تھی کہ مسلم لیگ اور اکالیوں میں سمجھوتہ ہو جائیگا وہ بھی پاکستان کے سوال پر اب یہ افواہ حقیقت کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔

یہ لوگ عجیب ہیں خدائی فوجداری کرتے اور دوسری اقوام کے داخلی امور میں دخل انداز ہوتے پھرتے ہیں حالانکہ ہر قوم کو اپنے لئے بہترین راہ عمل تجویز کرنے کا حق ہے ہندو ہزار مخالفتیں کریں پاکستان قائم ہو کر رہے گا اور سکھ بھی اگر آج نہیں تو کل مسلمانوں سے مفاہمت پر مجبور ہوں گے کہ فی الحقیقت ان کی بہتری کا راز اسی میں مضمر ہے۔

مسٹر اچاریہ کی اسکیم

اس وقت ملک نزاکت حالات اور سیاسی جمود سے ارض ہند کا ہر محب وطن مضطرب و بیقرار ہے اور ہر شخص اس صورت حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کسی نہ کسی حل کی تلاش میں منہمک ہے اس سلسلہ میں مسٹر راجگوپال اچاریہ کی کوششیں ضرور قابل قبولیت ہیں اور انہوں نے جو راہ اختیار کی ہے وہ بڑی حد تک صحیح ہے ان کی کوشش آج سے نہیں ابتدا سے یہی رہی ہے کہ پہلے لیگ اور کانگریس میں مفاہمت ہو جائے اس کے بعد کوئی قدم اٹھایا جائے۔ اپنے طور پر بھی وہ مسلم مطالبات پر برابر زور دیتے رہے اور حال ہی مسٹر جناح سے بھی انہوں نے طویل گفتگو کر کے ان مطالبات کے بالکل قریب پہنچ گئے اگر گاندھی جی سے انہیں ملاقات کا موقع دیدیا جاتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ موجودہ جمود کو ختم کرانے میں کامیاب ہو جاتے لیکن وائسرائے نے اس کی اجازت نہیں دی۔ ہم حکومت کے راز سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ نہ کانگریس کے بغیر کوئی قدم اٹھانے کو تیار ہے اور نہ اس کا موقع دیتی ہے کہ کوئی دوسرا کانگریسیوں سے مل کر کوئی معاملہ طے کرے اگر وہ کانگریسیوں سے ان کی طوفانی تحریک کی وجہ سے ہی متنفر ہے تو پھر وہ اسے نظر انداز کر کے کیوں مسلم مطالبات کی تسلیم کا اعلان نہیں کر دیتی تاکہ اس کے بعد مسلمان مطمئن ہو کر آگے بڑھیں اور دوسری جماعتوں سے گفتگو کر کے ایک عارضی حکومت کے قیام کا انتظام کریں۔

ساتھ ہی گاندھی جی اور دیگر رہنمایان کانگریس کا بھی یہ فرض تھا کہ وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے سے سول نافرمانی کے بند کرنے کا اعلان کرتے اور راجہ جی کے مشورہ کے مطابق مسلم مطالبات کی تسلیم کا بھی اعلان کر دیتے آخر وہ اخبارات تو دیکھتے ہی ہیں ملک کے حالات لیگ کے ارتقاء سے بے خبر نہیں ہو سکتے جب دس کروڑ فرزندان توحید ایک عزم لیکر کھڑے ہو گئے ہیں تو ملک کے صرف ایک چوتھائی حصہ کی خاطر پورے ملک کی ترقی روکے رکھنا اور قومی حکومت کے قیام میں رکاوٹ بننا نہ قرین صواب ہے اور نہ حب الوطنی کے جذبات سے کوئی مطابقت رکھتا ہے بہرکیف راجہ جی کی مخلصانہ مساعی بہت قابل قدر ہیں جس گہرائی تک وہ پہنچ چکے ہیں ابتک کوئی نہیں پہنچا۔

سر سپرو کی نئی تجویز

ہمیں سر سپرو کی نیک نیتی میں کوئی شبہ نہیں لیکن ان کی طرف سے ہم کچھ بہت زیادہ پر امید نہیں اور ہم کیا ان کے بیان کے مطابق خود گاندھی جی بھی ان کی مشترکہ کانفرنس سے کوئی خاص توقع وابستہ نہیں رکھتے انہوں نے جو راہ اختیار کی ہے وہ بحالات موجودہ درست نہیں مشترکہ کانفرنس سے نہ ابتک کوئی فائدہ پہنچا اور نہ پہنچنے کی توقع ہے وہ بجائے مسٹر جناح سے معاملہ طے کرنے اور پاکستان کے تسلیم کے متعلق کوئی صورت نکالنے کے بجائے قومی حکومت کی نوعیت و ہیئت کی تشکیل پر اتر آئے ہیں اور اپنی اسکیم میں وہ تجاویز پیش کر رہے ہیں جو حالات مابعد جنگ سے تو مطابقت رکھتی ہیں لیکن موجودہ وقت میں ان کا زبان پر لانا ضیاع وقت و دماغ کے سوا اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ کیا ایسے وقت میں جبکہ نائرہ جنگ کا اشتعال اپنی حد انتہا کو پہنچا ہوا ہے یہ تجویز مفید

کہ نازی زیر نگیں کا عہدہ ختم کر دیا جائے ازولیاآتی شکست کر دیا جائے اور قومی حکومت مرتب و برقرار رہنے کی ذمہ داری کا تمام تر بار اس مناسب اور قد ہر کے ترتیب ہو اور کسی سے فرقہ ہو سکتی ہے کہ وہ اسے منظور کر یگا تمام پارٹیوں کی کانفرنس میں کانگریس بھی شریک ہوئی تھی مطالب کی کامیابی وجہ کہ ڈاکٹر راجہ جی تک کو کانگریس جی سے ملنے کی اجازت دیتے کو تیار نہیں تو کانگریسیوں کو شرکت کا موقع کر نکر دیدیں گے۔

صحیح صورت یہ ہے کہ ملک کی دیگر جماعتوں کے سلوقاد ہیں سے مل کر اہنیں لیگ کے مطالبات تسلیم کر لینے پر آمادہ کریں اس کام میں وہ مدد بھی لیں تو بھی سمجھ سکتے ہیں اگر وہ اپنے کام میں کامیاب ہو گئے تو راستے کے تمام پتھر ہٹ جائینگے اور قومی حکومت کے قیام کی راستہ بالکل صاف ہو جائیگا۔ ہم کہتے ہیں اور علی الاعلان کہتے ہیں کہ اگر آج نہیں تو کل سب کچھ ہی کرنا ہو ہی ماننا پڑیگا اتنی بات ضرور ہے جس نے پہلے صحیح قدم اٹھا لیا تاریخ میں اس کا نام ہو جائے گا۔

مولوی فضل حق کی پشیمانی

مولوی فضل حق وزیر اعظم بنگال نے بلا شبہ لیگ کی گرانقدر خدمات انجام دی تھیں لیکن تحفظ ہند کی کمیٹی میں شمولیت پر جب جلد ممبروں سے باز پرس کی گئی تو سر سکندر حیات اور چودھری عبد المتین نے تو سر جھکا دیا اور مستعفی ہو گئے مگر مولوی فضل الحق زعم وزارت میں مقابلہ پر آگئے اور وہ بھی بڑے طمطراق کے ساتھ کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ قب سے لیگ کے پرخچے اڑا کر رکھدیں گے آپنے تمام مسلمانوں کو لیگ کے خلاف کھڑا کر دینے کا تہیہ کیا ایک پروگرسو پارٹی مرتب کرنی چاہی بنگال کے مہاسبھائیوں سے رشتے جوڑے لیگ والوں کے ساتھ سختیاں شروع کر دیں اس پر مہاسبھائی حلقوں میں بڑی بغلیں بجائی گئیں اور آپ کی حرکت کو لیگ کی بے اثری کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جانے لگا

لیکن لیگ وہ پہلی لیگ نہ رہی تھی مسٹر جناح کا مقابلہ اب آسان امر نہ رہا تھا۔ بہت جلد آپ کو یہ احساس ہو گیا کہ آپ لیگ سے بگڑ کر مشکلات میں پڑ گئے مسلمانوں میں وہ وقار باقی نہ رہا نہ ہندو خوش ہیں نہ مسلمان آخر آپ کو اعلان کرنا پڑا کہ میں ہمیشہ سے لیگ کا آدمی ہوں اور آئیندہ بھی لیگ کا خادم رہوں گا۔ اسٹیٹسمین کے نامہ نگار کے سامنے استفسار پر آپنے فرمایا کہ میں آزاد مسلم کانفرنس میں محض ایک تماشائی تھا اس کا ممبر نہیں مسٹر جناح کو قائد اعظم تسلیم کرتا ہوں حال ہی میں ان سے تبادلہ خیالات بھی کر چکا ہوں واقعی لیگ سے اخراج پر کہ مجھے بہت نقصان پہنچا مسلمانوں میں میری مقبولیت ختم ہو گئی۔ مسٹر محمود رضا پروفیسر مسلم یونیورسٹی سے کہا کہ میں ابھی تک لیگ میں ہوں اور ہمیشہ شامل رہوں گا میرے اخراج کا باعث میرے رفقاء ہوئے جو مجھ سے ذاتی عناد رکھتے تھے۔ بہر کیف جو ہونا تھا وہ ہو گیا محض اعلانات سے وہ آپ کھوئی ہوئی عزت حاصل کر سکتے ہیں اور نہ معاملہ ختم ہو سکتا ہے اس کی بہترین صورت یہی ہے کہ آپ لیگ میں اپنا معافی نامہ پیش کر دیں ہمیں توقع رکھنی چاہیئے کہ یہ معافی نامہ جلد پیش ہو جائے گا اور اس سے آپ کی عزت گھٹنے کے بجائے اور بڑھ جائیگی۔ اس سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ لیگ کا اقتدار کتنا بے پناہ ہو چکا ہے اور ایک وزیر اعظم تک اس سے ٹوٹ کر قوم میں اپنی وقعت قائم نہیں رکھ سکتا۔

ڈاکٹر مکرجی کا استعفا

مولوی فضل حق کے لئے مہاسبھائی رفیق جو بنگال کی وزارت مالیات پر فائز تھے مستعفی ہو گئے ہیں آپ ہندو مہاسبھا بنگال کے صدر تھے اور ایک مہاسبھائی وزیر کے عہد میں مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک ہو سکتا تھا وہ ہوا اسی لئے بھی کہ مولوی فضل حق ان سے بچکتے تھے اور انھیں وزارت میں بڑا اقتدار حاصل ہو گیا تھا آپ کے استعفے کی وجہ سیاسی نہیں خالص مہاسبھائی اور فرقہ پرستانہ ہیں آپ کو صرف ان امر پر ناگواری پیدا ہوئی کہ مسلمان اجتماعی جرمانہ سے کیوں مستثنٰی کر دیئے گئے اور مہاسبھائی ایک مسلم مجسٹریٹ کے ہاتھوں مصیبت زدوں کو کیوں امداد تقسیم ہو رہی ہے جب بڑے بڑے تعلیم یافتہ مہاسبھائیوں کی یہ ذہنیت ہے تو مسلمان ان سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں کیا ڈاکٹر صاحب کا مطلب یہ نہ تھا کہ مسلمان کانگریس کی تحریک میں عدم شرکت اور اپنے وفادار کے باوجود جرمانے ادا کرکے تباہ ہوں اور مہاسبھائی سرکاری امداد کی تقسیم اپنے ہی ہاتھ میں رکھے بجائے یہ ہے اندوختہ اعمال اندازاس پر دعوٰی کیا جاتا ہے کہ نادہ کلیجی کا اور اصرار کیا جاتا ہے کہ مسلمان ہندو راج گوارہ کرلیں چند سال کی کانگریسی حکومت میں بھی یہی ذہنیت کارفرما رہی اور اب بھی وہی حالت ہے۔

ترکی کی سطوت و عظمت

غازی عصمت انونو نے مجلس ملیہ کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے سب سے پہلے ترکی کی سرگرم غیر جانبداری کی پالیسی کی دوبارہ توثیق کی اور فرمایا کہ ہر قوم کو زندہ رہنے اور باعزت زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہے اور ہماری خارجی پالیسی اپنی اصول پر مبنی ہے اگرچہ ہمیں احساس ہے کہ حقیقی غیر جانبداری کی پالیسی پر عمل پیرا ہونا کس قدر دشوار ہے پھر بھی ترکی اپنی غیر جانبدارانہ پالیسی پر نہایت استقلال کے ساتھ جا رہا جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ترکی نے جنگ چھڑتے ہی اپنی فوجی قوت کو ٹھیک کر لیا تھا اور وہ اس وقت سے لیکر آجتک اپنی فوجی استعداد اور اسلحہ اور سامان جنگ کی افزونی میں نہ صرف سرگرم رہا بلکہ بڑی بڑی قربانیاں کرتا رہا اس وقت ترکی کے پاس دس لاکھ تربیت یافتہ سپاہ موجود ہے اور اس کی طاقت اس قدر مستحکم اور کافی ہے کہ وہ جب چاہے یورپی جنگ کا رنگ بدل سکتا ہے غازی ممدوح کا منشا یہ ہے کہ ہم کسی کے پھٹے میں پاؤں اڑانے کے لئے تیار نہیں اور اگر ہمیں مجبور بھی کر دیا گیا تو ہمارے اندر وہ قوت ہے کہ جو ہم سے ٹکرائیگا برباد ہو جائے گا۔ فی الحقیقت ترکی کی پالیسی بھی بہت ہوشمندانہ ہے اور اس کی قوت بھی بے پناہ ہے اگر یہ صورت نہ ہوتی تو ترکی کا اس سیلاب حوادث میں اپنی جگہ قائم رہنا محال تھا۔

حیدر آباد کی صنعتی ترقی

حیدر آباد اپنی روایات اور کارنامہ ہائے عمل کے اعتبار سے ارض ہند کی ایک قابل فخر اور ترقی یافتہ متمدن مملکت ہے۔ ابھی صرف دو سال ہی گذرے ہیں کہ اس کے ارباب کار نے ایک صنعتی اسکیم مرتب کرکے اس کے ماتحت کام شروع کیا تھا لیکن اس قلیل مدت ہی میں حیرت انگیز ترقی کی متعدد کارخانے عالم وجود میں آکر بیشمار افراد کی روزی کا سبب بن گئے۔ ٹیکنیکل ٹریننگ کے مرکز سے بہت سے افراد ہنرمند بنکر نکل چکے ہیں اور بکثرت اس وقت زیر تربیت ہیں کارخانہ شکر کے ۵۰،۷ اور کارخانہ کاغذ کے ۱۰۰۰ حصہ دار ہیں ابھی یہ سلسلہ سرگرمی کے ساتھ جاری ہے اور بہا بکار خانے بنتے اور قائم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

خواہ کوئی ملک ہو یا ریاست وہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جبتک کہ صنعت و تجارت کے میدان میں گرم جولاں نہ ہو۔ خدا کے فضل و کرم سے اس باب میں بھی حیدر آباد پوری ترقی کر رہا ہے اور کرتا رہیگا۔

صحیح بخاری شریف اردو

(بسلسلہ گذشتہ)

۱۸۴۹۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ روزے کے لئے کسی دن کی تخصیص کرتے ہوں یعنی اس کو اور دنوں پر فضیلت دیتے ہوں سوا اس دن کے یعنی عاشورے کے اور اس مہینے کے یعنی ماہ رمضان کے۔

۱۸۵۰۔ حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ) اسلم کے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ تو لوگوں میں اس بات کا اعلان دیدے کہ جو شخص کھا چکا ہو وہ اب باقی دن کچھ نہ کھائے اور جس شخص نے نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھ لے اس لئے کہ آج عاشورے کا دن ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب۔ اس شخص کی فضیلت کا بیان جو رمضان میں نماز شب (یعنی نماز تراویح) پڑھے۔

۱۸۵۱۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص رمضان میں ایماندار ہو کر ثواب سمجھکر نماز شب پڑھے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائینگے۔

۱۸۵۲۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان میں ایماندار ہو کر ثواب سمجھکر نماز شب پڑھے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائینگے۔ زہری کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور یہی حالت رہی پھر حضرت ابوبکر کی خلافت میں اور حضرت عمر کی شروع خلافت میں یہی حال رہا۔ زہری عروہ بن زبیر سے وہ عبدالرحمن بن عبد قاری سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے میں ایک شب رمضان میں حضرت عمر بن خطاب کے ہمراہ مسجد گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی جماعتیں علیحدہ علیحدہ ہیں کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور کسی کے پیچھے کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمر نے فرمایا کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر ان لوگوں کو ایک قاری پر جمع کردوں تو بہت مناسب ہے پھر اس رائے کو پختہ کر لیا اور سب کو ابی بن کعب پر جمع کر دیا پھر میں ایک دوسری رات میں حضرت عمر کے ہمراہ مسجد گیا تو میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں حضرت عمر نے (یہ دیکھکر) کہا کہ یہ کیا عمدہ بدعت ہے اور جس چیز سے غافل ہو کے تم سو رہتے ہو وہ اس سے افضل ہے جس کا تم اہتمام کرتے ہو مراد آپ کی آخیر شب تھی اور لوگ اول شب میں عبادت کیا کرتے تھے۔

۱۸۵۳۔ حضرت عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو ایک شب باہر تشریف لائے اور آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور کچھ اور لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر صبح کو لوگوں نے اس کا چرچا کیا اور مسجد میں زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر صبح کو لوگوں نے اور زیادہ چرچا کیا تو مسجد میں تیسری رات کو زیادہ لوگ جمع ہو گئے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ہمراہ نماز پڑھی پھر جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد لوگوں پر تنگ ہو گئی (لہذا آپ شب کو باہر تشریف نہ لے گئے) یہانتک کہ آپ صبح کی نماز کے لئے تشریف لے گئے پس جب آپ فجر کی نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تشہد کے بعد فرمایا کہ امابعد تمہارا یہاں موجود ہونا مخفی نہ تھا مگر مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے اور پھر تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور یہی حال رہا۔

۱۸۵۴۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کس طرح ہوتی تھی انہوں نے کہا کہ آپ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہ پڑھتے تھے چار رکعت پڑھتے تھے مگر تو ان کی درازی کو نہ پوچھ پھر چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور تو ان کی خوبی اور ان کی درازی کی کیفیت نہ پوچھ پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب۔ لیلۃ القدر کی بزرگی کا بیان اور اللہ تعالےٰ کا فرمانا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر الخ شب قدر کی بزرگی پر دلالت کرتا ہے اور ابن عیینہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں کہیں وما ادراک ہے وہ بات اللہ نے حضرت کو بتا دی ہے اور جہاں کہیں وما یدریک فرمایا ہے وہ بات اللہ نے حضرت کو نہیں بتائی۔

۱۸۵۵۔ حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص رمضان میں ایماندار ہو کر اور ثواب کے لئے روزہ رکھے اس کے گناہ بخش دیئے جائینگے اور جو شخص لیلۃ القدر میں ایماندار ہو کر بغرض ثواب عبادت کرے اسکے بھی اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

باب (حضرت کا ارشاد ہے کہ) لیلۃ القدر کو (رمضان کے) آخیر ہفتہ میں تلاش کرو۔

۱۸۵۶۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کچھ لوگوں کو لیلۃ القدر رمضان کے آخیر ہفتہ میں خواب میں دکھائی گئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے خوابوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ آخر ہفتہ میں متفق ہو گئے ہیں پس جو شخص لیلۃ القدر کا متلاشی ہو وہ اس کو آخر ہفتہ میں تلاش کرے۔

باب۔ لیلۃ القدر کا اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈنا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے) اس کے راویوں میں عبادہ بھی ہیں۔

۱۸۵۷۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان کے آخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

باب الفقہ

حقوق الزوجین

(از مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

ہر سوسائٹی کے تمدن کی شیرازہ بندی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہو ایک ایسا جامع قانون ہو اس کے مخصوص طرز تمدن کے مزاج کی رعایت ملحوظ رکھکر بنایا گیا ہو۔ دوسرے ایک جمعیت ہو جو اس قانون کو ٹھیک ٹھیک اسی اسپرٹ میں نافذ کرنے والی ہو جس میں وہ وضع کیا گیا تھا بدقسمتی سے ہندوستان کے مسلمان اس وقت ان دونوں چیزوں سے محروم ہیں۔ بلاشبہ ان کے پاس کتابوں میں لکھا ہوا ایک قانون ضرور موجود ہے جو اسلامی تمدن و تہذیب کے مزاج سے پوری پوری مناسبت رکھتا ہے اور تمدن و معاشرت کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے مگر اب یہ قانون عملاً منسوخ ہو چکا ہے اور اس کی جگہ ایک اور قانون ان کے تمدنی معاملات پر فرمانروائی کر رہا ہے جو تمدن و معاشرت کے اکثر شعبوں میں قطعاً نہیں کلیۃً غیر اسلامی ہے اور بعض معاملات میں اگر اسلامی ہے بھی تو ادھورا مسلمان اس وقت جس ہیئت حاکمہ کے تابع ہیں اس نے عملاً ان کی تمدنی زندگی کو دو شعبوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ ایک شعبہ وہ ہے جس میں اس نے ہندوستان کی دوسری قوموں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں پر بھی ایسے قوانین نافذ کر دیئے ہیں جو اسلامی تمدن کے مزاج سے کسی قسم کی مناسبت نہیں رکھتے۔ دوسرا شعبہ وہ ہے جس میں اس نے اصولاً مسلمانوں کے اس حق کو تسلیم کیا ہے کہ ان پر اسلامی قانون نافذ کیا جائے مگر عملاً اس شعبہ میں بھی شرع اسلامی کا نفاذ صحیح طریق پر نہیں کیا جاتا۔ "محمڈن لا" کے نام سے جس قانون کو اس شعبہ میں نافذ کیا گیا ہے وہ اپنی شکل اور روح دونوں میں اصل اسلامی شریعت سے بہت کچھ مختلف ہے اور اس کے نفاذ کو صحیح معنوں میں شرع اسلامی کا نفاذ نہیں کہا جا سکتا۔

اس افسوسناک حالت نے مسلمانوں کی تمدنی زندگی کو جو نقصانات پہنچائے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم نقصان یہ ہے کہ اس نے ہمارے کم از کم دو فی صدی گھروں کو دوزخ کا نمونہ بنا دیا ہے اور ہماری آبادی کے ایک بڑے حصہ کی زندگیاں تلخ بلکہ تباہ و برباد کر دی ہیں۔ عورت و مرد کا ازدواجی تعلق درحقیقت انسانی تمدن کا سنگ بنیاد ہے اور کوئی فرد خواہ وہ عورت ہو یا مرد اس قانون کے دائرہ سے خارج نہیں ہو سکتا جو اس تعلق کو منضبط کرنے کے لئے بنایا گیا ہو کیونکہ بچپن سے لیکر بڑھاپے تک عمر کے ہر حصہ میں یہ قانون کسی نہ کسی حیثیت سے انسان کی زندگی پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے۔ اگر وہ بچہ ہے تو ماں اور باپ کے تعلقات اس کی تربیت میں موثر ہوں گے اگر جوان ہے تو خود اس کو شریک زندگی سے واسطہ پڑیگا۔ اگر سن رسیدہ ہے تو اس کی اولاد ازدواجی تعلقات کی بندشوں میں بندھے گی اور اس کے قلب و روح کا سکون اور اس کی زندگی کا چین بڑی حد تک ان تعلقات کی بہتری پر منحصر ہوگا غرض قانون ازدواج ایک ایسا قانون ہے جو قوانین تمدن میں سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ وسیع الاثر ہے۔ اسلام میں اس قانون کی حقیقی اہمیت کو ملحوظ رکھکر اس کی تدوین نہایت صحیح اصولوں پر کی گئی تھی اور مسلمانوں کو ازدواجی معاملات میں اپنے دین سے ایک ایسا صالح، جامع اور مکمل قانون ملا تھا جس کو دنیا کے قوانین ازدواج میں ہر حیثیت سے بہترین کہا جا سکتا ہے مگر شومی قسمت سے یہ قانون بھی "محمڈن لا" کی جھپٹ میں آگیا اور اس بری طرح مسخ ہوا کہ اس میں اور اصل اسلامی قانون ازدواج میں ایک بہت ہی دور کی مشابہت باقی رہ گئی ہے۔ اب شرع اسلامی کے نام سے مسلمانوں کے ازدواجی معاملات میں جو قانون نافذ ہے وہ نہ صالح ہے نہ جامع نہ مکمل اس کے نقائص نے مسلمانوں کی تمدنی زندگی پر اتنا برا اثر ڈالا ہے کہ شاید کسی دوسرے قانون نے نہیں ڈالا۔ مشکل ہی سے ہندوستان میں کوئی ایسا خوش قسمت خاندان مل سکیگا جس میں اس ناقص قانون کی بدولت کوئی زندگی تباہ نہ ہوئی ہو زندگیوں کا تباہ ہونا پھر بھی ایک امر حقیر ہے اس سے زیادہ بڑی مصیبت یہ ہے کہ اس قانون کی خرابی نے بکثرت مسلمانوں کی عزت و ناموس کو تباہ کیا ان کے اخلاق و ایمان کو تباہ کر ڈالا اور جو گھران کے دین و ایمان کی تہذیب کے محفوظ ترین قلعے تھے ان میں بھی فواحش اور ارتداد کے سیلاب کو پہنچا دیا۔

قانون اور اس کو نافذ کرنے والی مشین کے نقائص سے جو خرابیاں پیدا ہوئیں ان پر مزید خرابیوں کا اضافہ دو وجوہ سے ہوا۔ ایک دینی تعلیم و تربیت کا نقصان جس کی بدولت مسلمان اسلام کے قانون ازدواج سے اس حد تک بیگانہ ہو گئے کہ آج اچھے اچھے تعلیم یافتہ آدمی اس قانون کے معمولی مسائل تک سے ناواقف ہیں تفصیلات تو درکنار اس کے اصول تک کو جاننے اور سمجھنے والے مسلمان بہت کم ملیں گے حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جو عدالت کی کرسیوں پر بیٹھکر ان کے نکاح کے معاملات اور طلاق کا تصفیہ کرتے ہیں اسلامی قانون ازدواج کے مبادی تک سے ناواقف ہیں اس عام جہالت نے مسلمانوں کو اس قابل ہی نہ رکھا کہ وہ بطور خود اپنے ازدواجی تعلقات میں اسلامی قانون کا ٹھیک ٹھیک اتباع کر سکیں۔ رہی دوسری وجہ تو وہ غیر اسلامی تمدنوں کا اثر ہے جس کی بدولت مسلمانوں کے ازدواجی تعلقات میں نہ صرف بہت سے ایسے رسمیات اور توہمات داخل ہو گئے ہیں جو اسلامی قانون ازدواج کے اصول اور اس کی اسپرٹ کے خلاف ہیں بلکہ سرے سے زوجیت کا اسلامی تصور ہی ان کی ایک بڑی اکثریت کے ذہن سے محو ہو گیا ہے کہیں ہندو تصور غالب آگیا ہے اور اس کا اثر یہ ہے کہ بیوی کو لونڈی اور شوہر کو آقا بلکہ دیوتا سمجھا جاتا ہے۔ نکاح کی بندش اعتقاداً نہیں تو عملاً ناقابل فسخ ہے طلاق و خلع اس قدر معیوب ہو گئے ہیں کہ جہاں ان کی ضرورت ہو وہاں بھی ان سے اس بنا پر احتراز کیا جاتا ہے کہ کہیں ناک نہ کٹ جائے خواہ در پردہ وہ سب کچھ کیا جائے جو درحقیقت طلاق و خلع سے زیادہ بدتر ہو

طلاق کی قید لگانے کے لئے شوہر کی مقدرت اس قدر بڑھا دی گئی ہے کہ شوہر کبھی طلاق دینے کی جرأت نہ کر سکے اور منافرت کی صورت میں عورت کو معلق رکھ چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔ شوہر پرستی، عورت کے معاشرت اور اخلاقی فرائض میں داخل ہو گئی جس کی وجہ سے سخت حالات میں بھی وہ محض سوسائٹی کی لعنت و ملامت کے خوف سے طلاق یا خلع کا نام زبان پر نہیں لا سکتی حتیٰ کہ اگر شوہر مر جائے تب بھی اس کا اخلاقی فرض یہ ہو گیا ہے کہ ہندو عورتوں کی طرح اس کے نام پر بیٹھی رہے کیونکہ بیوہ کا نکاح ثانی ہونا نہ صرف اس کے لئے بلکہ اس کے سارے خاندان کیلئے موجب ذلت ہے۔ دوسری طرف جو نئی نسلیں فرنگی تہذیب سے متاثر ہوئی ہیں ان کا حال یہ ہے کہ وہ لهن مثل الذی علیهن بالمعروف تو بڑے زور سے کہتے ہیں مگر للرجال علیهن درجة پر پہنچ کر دفعتہً ان کی آواز دب جاتی ہے اور جب الرجال قوامون علی النساء کا فقرہ ان کے سامنے آتا ہے تو ان کا بس نہیں چلتا کہ کس طرح اس آیت کو قرآن سے خارج کر دیں۔ عجیب عجیب طریقے سے اس کی تاویلیں کرتے ہیں اور تاویل کا انداز کہے دیتا ہے کہ وہ اپنے دل میں اس بات پر سخت شرمندہ ہیں کہ ان کے مذہب کی مقدس کتاب میں یہ آیت پائی جاتی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ فرنگی تہذیب نے عورت اور مرد کی مساوات کا جو صور پھونکا ہے اس سے وہ بہت زدہ ہو گئے ہیں اور ان کے دماغوں میں ان ٹھوس اور مستحکم عقلی اصولوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی ہے جن پر اسلام نے اپنے نظام معاشرت کو قائم کیا ہے۔

ان مختلف اسباب نے مل جل کر مسلمانوں کی حیات عائلی کو اتنا ہی بدتر کر دیا ہے جتنی وہ کسی زمانہ میں بہتر تھی جہالت اور اجنبی تمدنوں کے اثر سے ان کے ازدواجی معاملات میں جو پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کو سلجھانے سے موجودہ قانون اور اس قانون کو نافذ کرنے والی مشین سراسر قاصر ہے بلکہ اس کے قصور نے ان پیچیدگیوں پر بہت سی مزید الجھنوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ ناواقفیت کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت یہ سمجھتی ہے کہ ان تمام خرابیوں کی وجہ اسلامی قانون کا نقص ہے اسی لئے ایک نئے قانون کی تدوین پر زور دیا جاتا ہے حالانکہ بحقیقت اسلام میں ایک ایسا مکمل ازدواجی قانون موجود ہے جس میں زوجین کے لئے انصاف کے ساتھ واضح حقوق متعین کئے گئے ہیں ان حقوق کی حفاظت بدعہدی کی صورت میں (خواہ وہ عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے) دادرسی کا پورا انتظام کیا گیا ہے اور کوئی ایسی پیچیدگی نہیں چھوڑی گئی ہے جس کو انصاف کے ساتھ حل نہ کر دیا گیا ہو لہذا مسلمانوں کو کسی نئے قانون کی ضرورت نہیں، اصلی ضرورت جس چیز کی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا قانون ازدواج اپنی صحیح صورت میں پیش کیا جائے اور اس کو صحیح طریقے سے نافذ کرنے کی کوشش کی جائے یہ کام کچھ بہت آسان کام نہیں ہے۔ سب سے پہلے علماء کا فرض ہے کہ تقلید جامد کو چھوڑ کر موجودہ زمانے کے حالات و ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے اسلام کے قانون ازدواج کو ایسی صورت میں پیش کریں کہ مسلمانوں کے ازدواجی مسائل کی موجودہ پیچیدگیوں کو پوری طرح حل کیا جا سکے اس کے بعد عام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے نظام معاشرت کو ان جاہلانہ رسموں اور ان جاہلی تصورات سے پاک کر دیں جن کو انھوں نے غیر اسلامی تمدنوں سے اخذ کیا ہے اور اسلامی قانون کے اصول اور اسپرٹ کو سمجھ کر اس کے مطابق اپنے معاملات انجام دیں

پھر ایک ایسا نظام عدالت درکار ہے جو خود اس قانون پر ایمان رکھتا ہو اور جس کے منصفوں کو علمی اور اخلاقی حیثیت سے وہ تربیت دی گئی ہو جو اس قانون کی تنفیذ کے لئے مطلوب ہے تاکہ وہ اسے کسی غیر اسلامی قانون کی اسپرٹ میں نہیں بلکہ اس کی اپنی اسپرٹ میں نافذ کریں۔

یہ مضمون اسی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر لکھا جا رہا ہے۔ ہم آئندہ صفحات میں اسلامی قانون ازدواج کا ایک پورا خاکہ پیش کرنا چاہتے ہیں جس میں اس قانون کے مقاصد، اصول اور احکام سب چیزیں اپنے اپنے موقع پر بیان کی جائیں گی حسب ضرورت ہم تشریح کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فیصلوں کی نظیریں اور ائمہ سلف کی اجتہادی آراء بھی نقل کریں گے تاکہ ان سے جزئی مسائل مستنبط کرنے میں آسانی ہو۔ آخر میں چند ایسی تجویزیں پیش کی جائیں گی جن سے اصول شرع اسلامی کے مطابق مسلمانوں کے ازدواجی معاملات کی موجودہ الجھنیں دور ہو سکتی ہیں۔

قانون ازدواج کے مقاصد

قانون کی تفصیلات سے پہلے مقاصد قانون کو سمجھ لینا ضروری ہے کیونکہ قانون میں سب سے اہم چیز اس کا مقصد ہے۔ مقصد ہی کو پورا کرنے کے لئے اصول مقرر کئے جاتے ہیں اور ان اصولوں کے ماتحت احکام دیئے جاتے ہیں اگر کوئی شخص مقصد کو سمجھے بغیر احکام نافذ کرے گا تو بہت ممکن ہے کہ کسی جزئی مسئلہ میں وہ ایسا حکم نافذ کر دے جس سے قانون کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے۔ اسی طرح جو شخص قانون کے مقصد سے واقف نہ ہو گا وہ قانون کی صحیح اسپرٹ کے مطابق اس کا اتباع بھی نہ کر سکیگا۔ لہذا پہلے ہم ان مقاصد کی تشریح کرینگے جن کے لئے اسلام میں ازدواجی معاملات کے لئے قانون مقرر کیا گیا ہے۔

اخلاق و عفت کی صیانت

اسلامی قانون ازدواج کا پہلا مقصد اخلاق کی حفاظت ہے وہ زنا کو حرام قرار دیتا ہے اور نوع انسانی کی دونوں صنفوں کو مجبور کرتا ہے کہ اپنے فطری تعلق کو ایک ایسے ضابطہ کا پابند بنا دیں جو اخلاق کو فحش اور بے حیائی سے اور تمدن کو فساد سے محفوظ رکھنے والا ہو۔ اسی لئے قرآن مجید میں نکاح کو لفظ احصان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حصن قلعے کو کہتے ہیں اور احصان کے معنی قلعہ بندی کے ہیں۔ جو مرد نکاح کرتا ہے وہ "محصن" ہے گویا وہ ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے اور جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ محصنہ ہے یعنی وہ اس قلعہ کی حفاظت میں آگئی ہے جو نکاح کی صورت میں اس کے نفس اور اس کے اخلاق کی حفاظت کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ استعارہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسلام میں نکاح کا اولین مقصد اخلاق اور عصمت کی تحفظ ہے اور قانون ازدواج کا پہلا کام اس قلعہ کو مستحکم کرنا ہے جو نکاح کی صورت میں اس گرانقدر چیز کی حفاظت کے لئے تعمیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے:

احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین (النساء)

جو عورتیں تم پر حرام کی گئی ہیں ان کے سوا باقی سب عورتیں تم پر حلال کر دی گئیں بشرطیکہ شہوت رانی کے لئے نہیں بلکہ قید نکاح میں لانے کے لئے تم اپنے اموال کے بدلے میں ان کو حاصل کرنا چاہو۔

پھر عورتوں کے لئے کہتا ہے:-

فانکحوھن باذن اھلھن واٰتوھن اجورھن بالمعروف محصنٰت غیر مسافحٰت ولا متخذات اخدان (النساء)	پس تم ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کرو اور مناسب طریق سے ان کے مہر ادا کرو تاکہ وہ محصنات بنیں نہ علانیہ یا چھپے چوری بدکاریاں کرتی پھریں۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:-

الیوم احل لکم الطیبٰت والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان (المائدہ)	آج تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کی گئیں اور باعفت عورتیں جو اہلِ ایمان ہوں یا اہلِ کتاب میں سے، بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے قیدِ نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ علانیہ یا چوری چھپے ناجائز تعلقات پیدا کرنے والے۔

ان آیات کے الفاظ اور معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں سب سے زیادہ اہمیت اس چیز کی ہے کہ مرد و عورت کے ازدواجی تعلق میں احصان یعنی اخلاق اور عفت و عصمت کا پورا پورا تحفظ ہو۔ یہ ایسا مقصد ہے جس کیلئے ہر چیز کو قربان کیا جا سکتا ہے مگر کسی دوسری چیز کے لئے اس کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔ زوجین کو نکاح کی قید میں اسی لئے مقید کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر اپنی فطرت کے داعیات کو پورا کریں۔ لیکن اگر کسی قیدِ نکاح میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن سے حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خوف ہو تو بجائے اس کے کہ نکاح کی ظاہری قید کو برقرار رکھنے کے لئے اصل حدود کو قربان کیا جائے، یہ بہتر ہے کہ اللہ کی حدود پر ایسی قیدِ نکاح کو قربان کر دیا جائے۔ اسی لئے ایلاء کرنے والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ چار مہینے سے زیادہ اپنے عہد پر قائم نہ رہیں اور اگر وہ چار مہینے کی مدت گزرنے پر بھی رجوع نہ کریں تو انہیں ایسی عورت کو قیدِ نکاح میں رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے جس سے وہ ہم بستر ہونا نہیں چاہتے کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عورت اپنے داعیاتِ فطرت کو پورا کرنے کے لئے حدود اللہ کو توڑنے پر مجبور ہوگی جس کو اسلام کا قانون کسی حال میں گوارا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جو لوگ ایک سے زیادہ بیویاں کرتے ہیں، ان کو حق کے ساتھ تاکید کی گئی ہے کہ ولا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقہ یعنی ایک عورت کی طرف بالکل اس طرح نہ جھک پڑو کہ دوسری عورت گویا معلق رہ جائے۔ اس حکم کا مقصد بھی یہی ہے کہ عورت کو ایسی حالت میں مبتلا نہ کیا جائے جس سے وہ حدود اللہ کو توڑنے پر مجبور ہو۔ ایسی حالت میں نکاح کی ظاہری قید برقرار رہنے سے بہتر ہے کہ اس کو توڑ دیا جائے اور عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کے لئے آزاد ہو جائے۔ پھر عورت کو خلع کا حق بھی اسی مقصد کے تحت دیا گیا ہے۔ ایک عورت کا کسی ایسے شخص کے پاس رہنا جس سے وہ خوش نہ ہو یا جس سے اس کے نفس کو اطمینان حاصل نہ ہوتا ہو اس کو ایسے حالات میں مبتلا کر دیتا ہے جن میں حدود اللہ کے ٹوٹ جانے کا خوف ہے اس لئے ایسی عورت کو حق دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کو اس کا مال (جو مہر کی صورت میں اسے ملا تھا) یا اس سے کم زیادہ دے کر قیدِ نکاح سے رہائی حاصل کرے۔

قانونِ اسلامی کی ان دفعات کو آگے چل کر شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ مگر یہاں ان مثالوں کے بیان کرنے سے اس حقیقت کو واضح کرنا مقصود ہے کہ اسلامی قانون نے اخلاق و عفت کی حفاظت کو سب چیزوں سے زیادہ اہمیت دی ہے اور اگرچہ وہ قیدِ نکاح کو حتی الامکان ہر طریقہ سے مستحکم کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن جہاں اس قید کے برقرار رہنے سے اخلاق و عفت کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہو وہاں وہ اس متاعِ گراں مایہ کی خاطر نکاح کی گرہ کو کھول دینا ضروری سمجھتا ہے۔ اسلامی قانون کی جو دفعات آئندہ بیان کی جائیں گی ان کو سمجھنے اور ان کو قانونِ حقیقی کی اسپرٹ کے مطابق نافذ کرنے کے لئے اس نکتہ کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔

مؤدت و رحمت

دوسرا اہم مقصد یہ ہے کہ نوعِ انسانی کی دونوں صنفوں کے درمیان ازدواج کا تعلق مودت و رحمت کی بنیاد پر ہو، تاکہ مناکحت سے تمدن و تہذیب کے جو مقاصد متعلق ہیں ان کو وہ اپنے اشتراکِ عمل سے بدرجۂ اتم پیدا کر سکیں، اور ان کو اپنی خانگی زندگی میں وہ راحت و مسرت اور سکون و آرام حاصل ہو سکے جس کا حصول انہیں تمدن کے بالاتر مقاصد پورے کرنے کی قوت بہم پہنچانے کے لئے ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اس مقصد کو جس انداز سے بیان کیا گیا ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں زوجیت کا تصور ہی مودت و رحمت ہے اور زوجین بنائے ہی اس لئے گئے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے لئے باعثِ سکون ہوں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:-

ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ (الروم)	اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا (الاعراف)	وہی ہے جس نے تم کو تنِ واحد سے پیدا کیا اور اس کے لئے خود اسی کی جنس سے ایک جوڑا بنایا تاکہ وہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔

پھر ایک دوسرے پیرایہ میں زوجیت کے اس تصور کو یوں پیش کیا ہے:-

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (سورۂ بقرہ)	وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

یہاں زوجین کو ایک دوسرے کا لباس کہا ہے۔ لباس وہ چیز ہے جو انسان کے جسم سے متصل رہتی ہے۔ اس کی ستر پوشی کرتی ہے اور اس کو خارجی فضا کے مضر اثرات سے بچاتی ہے۔ اس لباس کے استعارہ کو زوجین کے لئے استعمال کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ان کے درمیان مناکحت کا تعلق معنوی حیثیت سے ویسا ہی تعلق ہونا چاہیے جیسا کہ جسم اور لباس کے درمیان ہوتا ہے۔ ان کے دل اور ان کی روحیں ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں، وہ ایک دوسرے کی ستر پوشی کریں اور ایک دوسرے کو ان اثرات سے بچائیں جو ان کی عزت اور ان کے اخلاق پر برا اثر ڈالنے والے ہوں۔ یہی تقاضی ہے مودت و رحمت کا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ ازدواجی تعلق کی اصل روح ہے اگر کسی ازدواجی تعلق

میں یہ روح نہیں ہے تو گویا وہ ایک لاشۂ بے جان ہو۔

اسلام میں ازدواجی تعلقات کے لئے جو قوانین مقرر کئے گئے ہیں ان سب میں اس مقصد کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ زوجین اگر ایک دوسرے کے ساتھ رہیں تو صلح و آشتی محبت و دلی یکجہتی کے ساتھ رہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں اور آپس کے تعلقات میں فیاضانہ برتاؤ رکھیں لیکن اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو پھر ان کی یکجائی سے جدائی بہتر ہے کیونکہ مودت و رحمت کی روح نکلنے کے بعد ازدواجی تعلق ایک مردہ جسم ہے جس کو اگر دفن نہ کر دیا جائے تو عفونت پیدا ہو گی اور اس سے خانگی زندگی کی ساری فضا زہر آلود ہو جائے گی۔ اسی لئے قرآن مجید کہتا ہے کہ :-

وان تصلحوا وتتقوا فان الله كان غفوراً رحيماً وان يتفرقا يغن الله كلاً من سعته	اگر آپس میں موافقت سے رہو اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے بچو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اور اگر ایسا نہ ہو سکے) اور زوجین ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے وسیع خزانۂ غیب سے ہر ایک کی کفالت کرنے والا ہے

پھر جگہ جگہ احکام بیان کرنے کے ساتھ تاکید کی گئی ہے۔

فامساك بمعروف او تسريح باحسان (بقرہ)	یا تو بھلے طریقے سے ان کو اپنے پاس رکھا جائے یا احسان (نیک برتاؤ)

کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔

فامسکوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف (الطلاق)	یا تو بھلے طریقے سے ان کو اپنے پاس رکھو یا بھلے طریقے سے ان سے جدا

ہو جاؤ۔

وعاشروهن بالمعروف	اپنی بیویوں کیساتھ نیک برتاؤ کرو۔
فامسکوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولا تمسکوهن ضراراً لتعتدوا ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه ولا تنسوا الفضل بينكم	یا تو بھلے مانسوں کی طرح ان کو رکھو یا بھلے مانسوں کی طرح رخصت کر دو۔ محض ستانے کے لئے ان کو نہ روک رکھو کہ ان کی حق تلفی کرنے لگو اور جو ایسا کریگا (یعنی اپنے آپ کو خدا

کے عذاب کا مستحق بنائے گا، اور آپس کے تعلقات میں فضل کو نہ بھولو۔ (یعنی فیاضی کا برتاؤ کرو)

طلاق رجعی کے احکام جہاں بیان کئے گئے ہیں وہاں رجوع کے لئے نیک نیتی کی شرط لگا دی گئی ہے۔ یعنی دو طلاق دینے کے بعد تیسری طلاق سے پہلے شوہر کو حق ہے کہ اپنی بیوی کی طرف رجوع کرے مگر شرط یہ ہے کہ اس کی نیت صلح و آشتی کے ساتھ رہنے کی ہو نہ کہ ستانے کی اور لٹکائے رکھنے کی ویعولتهن احق بردهن فی ذلك ان ارادوا اصلاحاً

پھر ایسی عورتوں کے ساتھ نکاح کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جو اپنے مذہب اپنے خیالات اور تمدن و معاشرت میں مسلمانوں سے اتنی مختلف ہیں کہ مسلمان دلی محبت اور قلب و روح کی یک جہتی کے ساتھ ان سے میل نہیں کھا سکتے کیونکہ ایسی صورت میں ازدواج کا رشتہ کوئی صحیح تمدنی رشتہ نہ ہوگا بلکہ محض ایک شہوانی رشتہ بن جائیگا اور اس میں یا تو مودت و رحمت نہ ہوگی، یا اگر ہوگی تو وہ اسلامی تہذیب و تمدن کے لئے مفید ہونے کے بجائے مضر ہو جائیگی

ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن ولامة مؤمنة خير من مشركة ولو اعجبتكم ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا ولعبد مؤمن خير من مشرك ولو اعجبكم	مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں ایک مومنہ لونڈی ایک مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ وہ تم کو پسند ہو، اور مشرک مردوں سے اپنی عورتوں کی شادیاں نہ کرو جبتک

کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام ایک مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ تم کو پسند ہو۔

اہل کتاب کے معاملہ میں اگرچہ قانون اس کی اجازت دیتا ہے کہ ان کی عورتوں سے نکاح کر لیا جائے کیونکہ تہذیب کے مبادی میں ایک حد تک ہمارے اور ان کے درمیان اشتراک ہے لیکن اس کو بھی اسلام میں پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا ہے۔ کعب بن مالک نے ایک کتابیہ سے نکاح کرنا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا اور ممانعت کی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ انها لا تحصنك وہ تجھے محصن نہیں بنا سکتی کیونکہ اس صورت میں زوجین کے درمیان مودت و رحمت نہ ہوگی جو احصان کی اصلی روح ہے۔ حضرت حذیفہ نے ایک یہودیہ سے نکاح کرنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے ان کو لکھا کہ اسے چھوڑ دو۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ کتابیات سے نکاح کو بصراحت مکروہ فرماتے ہیں اور حضرت علیؓ نے کراہیت کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ لا تجد قوماً یؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله یعنی جو مومن ہو وہ ایسے لوگوں سے محبت نہیں کر سکتا جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوں اور جب زوجین میں محبت ہی نہ ہو تو ایسا نکاح کس کام کا۔

غرض مندرجہ بالا مثالوں سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ صیانت اخلاق و عفت کے بعد دوسری چیز جو اسلام کے قانون ازدواج میں مقصدی اہمیت رکھتی ہے وہ زوجین کے درمیان مودت و رحمت ہے جب تک ان کے تعلقات میں اس چیز کے باقی رہنے کی امید ہو اسلامی قانون ان کے رشتہ مناکحت کی حفاظت پر اپنی پوری قوت صرف کرتا ہے اور جب یہ مودت و رحمت باقی نہ رہے اور اس کی جگہ بے دلی سرد مہری نفرت اور بیزاری پیدا ہو جائے تو قانون کا میلان رشتۂ نکاح کی گرہ کھول دینے کی طرف منعطف ہو جاتا ہے۔ یہ نکتہ بھی اس قابل ہے کہ اس کو ذہن نشین کر لیا جائے کیونکہ جو لوگ اس کو نظر انداز کر کے قانون اسلامی کے جزئیات پر منطبق کرتے ہیں وہ قدم قدم پر ایسی غلطیاں کر جاتے ہیں جن سے قانون کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

تذکرۃ الصحابہ

حضرت ابن ام مکتومؓ

محبت خداوندی کا روح پرور مظاہرہ

ماں کی نسبت سے ابن ام مکتوم مشہور ہوئے اصل نام عبداللہ تھا نابینا تھے مگر دل روشن تھا ابتدا ہی میں حلقۂ اسلام میں آگئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے رہے اہل مکہ کے متکبر و مغرور رؤسا کسی نہ کسی طرح حاضر ہی ہوتے رہتے تھے اور آپ کو افلاس اور بے بصری کے باعث ذلیل سمجھا کرتے تھے کہ ایک مجلس میں ایسا ہوا کہ بیٹھے ہم نشین آپ انھیں پاس نہ بیٹھنے دیں حضور صرف تبلیغ میں ان کی پاسداری کیا کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ لوگ اسلام کے نیچے آجائیں۔

ایک روز حضورؐ رؤسائے قریش سے مصروف گفتگو تھے درمیان میں آپ نے مسائل پوچھنا شروع کر دیئے حضور کو یہ سلسلہ ناگوار ہوا اور آپ کی طرف کچھ توجہ نہ کی کہ اس سے سلسلۂ تبلیغ میں بھی رکاوٹ ہوتی تھی اور رؤسائے قریش کے دلوں میں بھی تکدر پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ بندے ہونے کے اعتبار سے تو اللہ کے نزدیک تو ہر امیر و غریب مساوی ہے۔ بہت بڑا عاجز نواز ہے اسے یہ بے توجہی پسند نہ آئی آیت نازل ہوئی۔

عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ الخ یعنی اے محمدؐ یہ کیا تھا کہ تمہارے پاس ایک نابینا آیا اور تم نے اس پر ترش روئی بھی ظاہر کی اور اس کی طرف سے رخ ہی پھیر لیا تمہیں کیا خبر ہے عجب نہ تھا کہ وہ تمہاری تعلیم سے پاک و مطہر ہو جاتا اور نصیحت حاصل کرتا۔ جو شخص تمہاری طرف سے بے التفاتی برتتا ہے بے توجہی کرتا ہے اس کی طرف تو تم خوب توجہ کرتے ہو۔ حالانکہ اگر وہ اصلاح پذیر نہ ہوں تو تم پر اس کا کوئی الزام باقی نہیں رہتا اور جو خوف خدا سے دوڑتا ہوا آتا ہے تم اس کی طرف سے بے اعتنائی و بے توجہی کا اظہار کرتے ہو۔

پھر تو بارگاہ نبوت میں آپ کی خوب خاطر و مدارت ہونے لگی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ آپ کو شہد اور لیموں کھلایا کرتی تھیں۔

اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے خواہ وہ معذور اور مفلس ہوں اور دنیا انہیں ذلیل ہی کیوں نہ سمجھے کتنی محبت کرتا ہے حیف ہے کہ بندے ایسے بندہ نواز اور عاجز پرور رب کے احکام و اوامر کی پرواہ نہ کریں اور محبت کے بجائے اس سے دور بھاگتے رہیں۔ آج ذرا سے فائدہ کی امید پر لوگ تھوڑے سے اقتدار و مال والوں کی کتنی خوشامد و خدمت کرتے رہتے ہیں نصف شب کو بھی وہ بلائیں تو خوشی خوشی دوڑتے ہوئے جاتے اور اسے اپنی عزت سمجھتے ہیں لیکن سمجھتے ہوئے بھی کہ سب کچھ خدا ہی کے ہاتھ میں ہے اور اس سے زیادہ محبت و عطا کرنے والا کوئی نہیں اور وہ ہر عمل و نیکی کا بدلہ دونوں جہان میں دیتا اور ضرور دیتا ہے اس کی عبادت کرنے اور حکم ماننے دم فنا ہوتا ہے حتیٰ کہ صبح اٹھ کر نماز پڑھنا بھی دوبھر ہوتا ہے۔ یہی ضعف ایمانی ہے جس نے آج ہمیں نعمائے عالم سے محروم بنا رکھا ہے۔

شوق و حسرت جہاد

حضور کے مکے سے آپ پہلے ہی مدینہ منورہ سے ہجرت کر گئے تھے حضور نے وہاں پہنچ کر موذنی کی خدمت پر مامور کیا۔ رمضان میں آپ کی اذان گویا اختتام سحر کا اعلان ہوتی تھی اللہ تعالیٰ کو آپ کا خلوص بہت پسند تھا جب آیت

لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل الله	وہ مسلمان جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں مجاہدین کی برابر نہیں ہو سکتے۔

تو آپ لکھاتے وقت پہنچ گئے اور حسرت سے عرض کی یا رسول اللہ اگر مجھے جہاد کی قوت و مقدرت ہوتی تو میں بھی ضرور یہ شرف حاصل کرتا یہ حسرت بارگاہ ربانی میں مقبول ہوئی اور حکم صادر ہوا۔

لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل الله باموالهم وانفسهم	ضرر رسیدہ لوگوں کے سوا وہ مسلمان جو گھروں میں بیٹھے رہے مرتبہ میں مجاہدین کی برابر نہیں ہو سکتے جو اپنے جان و مال سے جہاد کرتے ہیں۔

اس طرح تمام مجبور و معذور افراد حکم جہاد سے مستثنیٰ ہو گئے اور خدائے قدوس نے عاجز نوازی کا ایک اور مظاہرہ کر کے بندوں کے سمند عشق پر تازیانہ کا کام کیا خدا ہی دل دیکھ لیتا ہے۔ حکم استثناء سے ولولہ و شوق اور بڑھا کبھی کبھی جنگ میں شریک ہونے لگے۔ فرمایا کرتے تھے مجھے دونوں صفوں کے درمیان میں کھڑا کر دو آنکھیں بے نور ہونے کی وجہ سے بھاگ بھی نہ سکوں گا۔ معذوری کے باوجود راہ خدا میں رگ جان کٹنے کے لئے تڑپتی رہتی تھی۔

شرف امامت و نماز باجماعت

جب حضور نبی کریم اکثر صحابہ کے ساتھ باہر تشریف لے جاتے تو امامت آپ ہی کے سپرد کر جاتے جو بہت بڑا شرف تھا اس طرح تیرہ مرتبہ نیابت کا شرف حاصل ہوا۔

جنگ قادسیہ میں بھی زرہ بکتر لگائے اور علم بلند کئے میدان جنگ میں کھڑے تھے اور اسی میدان میں تاج شہادت سر پر رکھا۔

بالعموم مسجد ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے حالانکہ گھر دور تھا اور راستہ جھاڑیوں اور خطروں سے لبریز بنا ہوا تھا۔ انہی دشواریوں کی بنا پر آپ نے گھر ہی میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی جو اس وجہ سے نہ ملی کہ اذان و اقامت کی آواز ہمیشہ آپ کے گھر تک پہنچتی تھی۔ چنانچہ پانچوں وقت مسجد میں آتے تھے اور جماعت

سے زیور دولت قرآن کریم حفظ تھا۔ قرأت کے ماہر تھے۔ بہت سی احادیث بھی یاد تھیں اور زبان حضرت علم و حکمت کے پھولوں سے لبریز تھا۔

امتیازی خصوصیت

امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ رسول اللہ سے عشق تھا اور زندگی بھر نماز جماعت ہی کے ساتھ پڑھتے رہے۔ آج مسلمانوں نے بہت بڑی حد تک نماز گھروں اور کاروبار میں پڑھنے کا طریقہ اختیار کر لیا ہے جنھیں ذرہ برابر بھی ضرورت و فرصت حاصل ہے وہ مسجدوں میں جاکر جھانکتے بھی نہیں امراء کے دیوان خانے اور کوٹھیاں ہی ان کی مسجدیں ہیں اسی کا اثر ہے غرباء بھی اسرے سے نمازہی کی طرف سے غافل ہوگئے ہیں پھر بھی مساجد میں بھی چھوٹا طبقہ نظر آتا ہے اذانیں سنتے ہیں اقامت کی آواز کانوں میں پہنچتی ہے اور گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں حالانکہ بخاری شریف میں حدیث صحیح موجود ہے کہ حضور نے یہاں تک فرمایا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں لوگوں کے گھروں میں جاکر آگ لگادوں جو مسجد میں نہیں آتے اور وہیں نماز پڑھ لیتے ہیں نماز باجماعت کی ضرورت پر اس سے زیادہ زور اور کیا ہوسکتا ہے کہ حضور حضرت ابن ام مکتوم کو معذوری شدید اور راستہ کی خطرناکی کے باوجود گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت عطا نہیں فرماتے۔

خدا معلوم ہمارے فقہاء و متاخرین نے کس بنا پر تندرستوں کے لئے گھر کی نماز کو جائز قرار دیدیا اس جواز کے ساتھ ہی گویا مذہبی روح افسردہ ہوگئی اور پابندی نماز کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اگر نماز باجماعت کا سلسلہ جاری رہتا تو اس اہم ترین عبادت کی طرف سے مسلمان کبھی غافل نہ ہوتے اور مساجد کی باجماعت نمازیں بھی صحیح اور باشرائط نمازیں ہوتیں وقت پر ہوتیں اور ان میں لطف بھی آتا۔ کاش مسلمان نماز باجماعت کی اہمیت کبھیں کہ اس کی اہمیت نہ سمجھنے ہی سے ملت زوال کے بھنور میں آگئی۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ

ایثار میں کمال اور جرأت وجلادت

۶ھ میں مشرف بہ اسلام ہوکر اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے۔ تمام غزوات میں شرکت فرمائی اور نمایاں جرأت وجلادت کا ثبوت دیا فتح خیبر کے بعد واپس ہوئے تو اس عالم میں کہ حضور نبی کریم کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تھے غزوہ ہوازن میں کفار کے جاسوس کو ایک ہی وار میں ختم کر دیا سریہ بن کلاب میں گو معمولی سپاہی کی حیثیت میں تھے مگر اپنی غیر معمولی شجاعت سے خلعت امتیاز حاصل کیا اور تنہا سات خانوادوں کے ٹکڑے اڑا کر رکھدیئے اور سب بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ آپ نے ان کی عورتوں کو گرفتار کیا جن میں ایک لڑکی نہایت حسین وجمیل تھی۔

امیر لشکر حضرت صدیق اکبر نے اسے آپ کو عطا کر دیا مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم نے دیکھکر اسے مانگ لیا اور مکہ معظمہ بھیجکر اس کے بدلے میں اپنے چند اسیروں کو رہا کیا۔ آپ نے اس ماہ پیکر لڑکی کے دینے میں ذرہ برابر تامل نہ کیا خاص امر یہ کہ اس وقت تک آپ نے اسے ہاتھ بھی نہ لگایا تھا وفات رسول کے بعد سے مدینہ منورہ ہی میں سکونت پذیر تھے۔ لیکن شہادت عثمانؓ کے بعد ربذہ چلے گئے وہیں شادی کی دیار حبیب میں کسی کام کو آئے تھے کہ وہیں ۷۴ھ میں انتقال ہوگیا۔

قابل تقلید خصوصیت

ذی علم صحابہ میں ہیں مرویات کی تعداد ۷۷ ہے بہت فیاض و سیر چشم تھے۔ آستانہ مبارک سے کوئی خالی ہاتھ واپس نہ جاتا تھا۔ تیز رفتاری میں کمال حاصل تھا۔ قابل تقلید خصوصیت یہ ہے کہ ایثار و فرمانبرداری میں امتیازی شان کے حامل تھے جو لڑکی سریہ بنی کلاب میں آپ کو عطا ہوئی تھی حسن و شباب کی ایک تصویر تھی گو وہ آپ کی ہو چکی تھی اور آپ کا حق بن چکی تھی۔ لیکن وہاں اور راستہ بھر آپ نے اسے ہاتھ نہ لگایا کہ مبادا حضور کریم اس کے حسن و کمال کو دیکھکر اس کا کوئی بہترین مصرف پیدا کریں اگر آپ ہاتھ لگا لیتے یا حضور ہی سے استدعا کرتے تو وہ واپس نہ بچاتی۔ لیکن آپ نے پوری اطاعت و فرمانبرداری اور پورے ایثار اور سیر چشمی سے کام لیکر دل نہ چاہنے کے باوجود اسے دیدیا۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۲) ہو جائیں پھر یہ گوشت عزیزوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا اور اس کا ایک حصہ گھر میں اپنے کھانے کے لئے بھی رکھ لیا جاتا تھا جانور کی کھال یا اس کی قیمت غریب لوگوں کو دیدی جاتی تھی اور اس کے علاوہ بھی دل کھول کر خیرات کی جاتی تھی تاکہ عید صرف خوش حال لوگوں ہی کا تہوار بن کر نہ رہ جائے۔ بس یہ عید تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منائی جاتی تھی ان سرکاری مراسم کے علاوہ غیر سرکاری طور پر جوان لوگ کچھ کھیل کود بھی لیتے تھے اور گھروں کی لڑکی بالیاں بیٹھ کر کچھ گیت بھی گا لیا کرتی تھیں مگر یہ چیز بس ایک حد کے اندر ہی تھی اس سے آگے قدم بڑھانے کی اجازت نہ تھی بلکہ سوسائٹی کے لیڈر تو جائز لہو کی ان جائز خوش فعلیوں میں بھی حصہ لینے سے اجتناب کرتے تھے تاکہ انکی اتنی ہمت افزائی نہ ہو جس سے وہ ناروا منظاہرے کرنے کی جرأت کرنے لگیں لیڈروں کا جو طرز عمل تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے جو مستند روایات میں بیان ہوا ہے کہ ایک دفعہ عید کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ کے پاس پڑوس کی دو لڑکیاں بیٹھی گیت گا رہی ہیں۔ گیت کچھ عشق و عاشقی اور شراب و کباب کے مضمون کے نہ تھے بلکہ جنگ بعاث کے زمانہ کے گیت تھے لڑکیاں بھی کوئی پیشہ ور فن کار و موسیقار نہ تھیں بلکہ گھروں کی بہو بیٹیاں تھیں جو کبھی دل بہلانے کو آپس میں بیٹھکر معصومانہ گیت گا لیا کرتی ہیں رسول اللہ نے انکی اس تفریح میں دخل نہ دیا اور خاموشی کے ساتھ ایک گوشہ میں جاکر چادر اوڑھ لیٹ گئے تھوڑی دیر بعد حضرت ابو بکر آئے اور انہوں نے اپنی صاحبزادی کو ڈانٹ بتائی کہ رسول کے گھر میں یہ کیا شیطانی حرکت ہو رہی ہے انکی آواز سنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا رہنے دو ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے آج ہماری عید ہے آنحضرت کا یہ ارشاد سنکر حضرت ابو بکر خاموش ہوگئے مگر وہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا انکے پیٹھ موڑتے ہی حضرت عائشہ نے لڑکیوں کو نکل جانے کا اشارہ کیا اور وہ اپنے گھر دبکر بھاگ گئیں اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جوان لوگوں کے معصومانہ کھیل کود اور کچھ گا بجا لینے کو جائز تو رکھا جاتا تھا مگر بڑے خود ان دلچسپیوں میں حصہ لیکر ان کی ہمت نہیں بڑھاتے تھے بعد میں جب بڑوں نے حدود کی نگہداشت چھوڑ دی تو رسی ڈھیلی ہی ہوتی چلی گئی حتی کہ رفتہ رفتہ رنگ سے گذر کر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ سارا روز عید است لب خشک مے آلکند

وعظ بشیر

حقوق العباد

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً کما امر واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ارغاماً لمن جحد بہ وکفر واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ الذی ارسل الی الناس کافۃ بشیراً ونذیراً وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

امابعد۔ برادران اسلام! حمد و ثنا بیان کیجئے اس ذات واحد خدائے قدوس کی جس نے ہمیں ایک آخری دائمی اور عالمگیر مذہب عطا کیا جس نے تمام مذاہب کی تکمیل کی اور اسلام نے دنیا میں آکر ہمیشہ کے لئے خدا کے دین کو مکمل اور اسکی نعمت کو تمام کر دیا۔ اور درود و سلام بھیجو اس نبی رحمت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر جنھوں نے مبعوث ہوکر دین الٰہی کو ہم پر اچھی طرح واضح کیا اور ہم پر خدا کی حجت تمام کر دی۔

اس کے بعد جان لیجئے کہ ہر مذہب کے دو جزو ہیں ایک دل سے متعلق ہے اور ایک ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء سے متعلق پہلے کو ایمان اور دوسرے کو عمل کہتے ہیں۔ عمل کے تین حصے ہیں ایک خدا سے متعلق جن کو عقائد اور عبادات کہتے ہیں دوسرے انسان کے باہمی کاروبار اور لین دین کے متعلق اس حصہ کو معاملات کہتے ہیں۔ تیسرے انسان کے باہمی تعلقات و روابط کی بجا آوری اس حصہ کو اخلاق کہتے ہیں۔ الغرض اعتقادات، عبادات، معاملات اور اخلاق مذہب کے چار بڑے اجزا ہیں انھیں چاروں کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔ ان چاروں اجزا کی تجدید دو قسم کے حقوق میں کر دی گئی ہے۔ حقوق اللہ، حقوق العباد۔

انسان کو دو قسم کے تعلقات اس دنیا میں رکھنے پڑتے ہیں ایک اپنے خدا سے دوسرے تمام مخلوقات سے یعنی تعلق باللہ اور تعلق بالعباد۔ خدا کیساتھ تعلق پیدا کرنے اس کو منانے اور اس کے احکام کی اطاعت کرنے کو حقوق اللہ کہتے ہیں اور اس کی مخلوقات سے احکام و قوانین کے مطابق تعلقات و روابط قائم کرنے اور ان کی بجا آوری کو حقوق العباد کہتے ہیں۔ اس کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کا بندے سے تعلق قائم کرنے کے علاوہ مذہب کا ایک اور بڑا کام یہی ہے اور وہ شفقت علی خلق اللہ۔ اس مضمون کے تین حصے ہیں۔ اول انسان کا اپنے نفس کے ساتھ معاملہ، دوئم انسان کا معاملہ دوسرے انسانوں سے، سوئم انسان کا معاملہ دوسرے حیوانوں سے ان تینوں حصوں کا نام حقوق العباد ہے۔ ہم اسلام کے عقائد و عبادات اور اخلاق کو تفصیل کے ساتھ پچھلے وعظوں میں بیان کر چکے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس روحانی و اخلاقی تربیت و نظام کے علاوہ اسلام نے دنیا کے معاملات کے متعلق کیا کچھ سکھایا ہے۔

معاملات کی اہمیت

عزیزو! اسلام نے عقائد و ایمانیات کی تکمیل کے بعد عملیات کی پاکیزگی وشائستگی کو انتہائی درجہ تک پہنچایا ہے عملیات کا پہلا حصہ عبادات ہے اس بارے میں اسلام نے ہمیں ہر چیز صاف اور مفصل دی ہے۔ نماز روزہ کے ظاہری و باطنی آداب و شرائط عبادات کے طریقے خدا کے ذکر اور یاد کرنے کی دعائیں نماز کے اوقات روزے کے اوقات حج کے اوقات ہر ایک امر کے احکام خدا کے حضور میں بندوں کی عجز و زاری، دعا و مناجات گناہوں کے اقرار، توبہ و ندامت اور عبد و معبود کے باہمی راز و نیاز کے متعلق وہ بہ عقل نظری اور روح پرور تعلیمیں دی ہیں جو روحوں کی گرہیں کھولدیتی جو روحوں کی غذائیں ہیں جو مذہب کی روح کو مجسم کر دیتی ہیں اور جو بندوں کو خدا تک پہنچا دیتی ہیں اسلام کا یہ حصہ اپنی جگہ بیحد اہم ضروری اور روحانیت پرور ہے مگر کامل دینداری اور نیکی صرف عقائد و عبادات کا ہی نام نہیں یعنی نیک اور دیندار صرف وہی شخص نہیں جسکے تمام عقائد ٹھیک صحیح اور اسلام کے مطابق ہوں اور جو نماز روزہ کا پابند ہو اور اکثر اوقات ذکر و اذکار میں مشغول رہتا ہو بلکہ کامل دیندار و پرہیزگار اور با اخلاق و نیک انسان وہ ہے جو ان دونوں چیزوں کی پابندی کے علاوہ حقوق العباد کی بھی حفاظت و نگہداشت کرے اور بندوں کے حقوق بھی ادا کرے اگر سچ پوچھو تو نیکی و دینداری کے حقیقی جوہر حقوق العباد کی ادائیگی ہی سے کھلتے ہیں نماز روزہ تو کسی نہ کسی حد تک ہر مسلمان ادا کر لیتا ہے کیونکہ ان کی پابندی میں نفس پر زیادہ بوجھ نہیں پڑتا اور نہ کچھ زیادہ قربانی کرنی پڑتی ہے لیکن چونکہ حقوق العباد کی ادائیگی نفس پر زیادہ شاق گذرتی ہے اور اپنی خواہشات و منافع کو دوسروں کی بھلائی کے لئے چھوڑنا پڑتا ہے اس لئے کامل دینداری کا سرٹیفکیٹ حقوق العباد کی ادائیگی ہی سے مل سکتا ہے یہاں نیکی کے اس اصول کو یاد رکھیئے کہ ہمیں حکم الٰہی کی پابندی کے لئے انسان کو جتنی زیادہ سے زیادہ وقت، دولت، خواہش اور عزیز چیز کی قربانی کرنی پڑے اتنی زیادہ اطاعت و انقیاد کا مظاہرہ و دینداری کا اعلیٰ جوہر اور نیکی کا کمال ہوتی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون	تم ہرگز ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی عزیز چیز خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

بس آج جبکہ ہمارے اخلاق و معاملات بگڑ چکے ہیں ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنے معاملات کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنائیں اور اپنی معاشرتی و ملکی زندگی کی خرابیوں کو دور کریں تاکہ ہماری زندگی اسلام کا ایک تمدن نواز اور دلکش نمونہ بنجائے۔

برادران ملت: اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اگر آپ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی اور غفلت و تساہل کرینگے تو اللہ تعالیٰ سے عفو و کرم کی امید ہے وہ ذرہ نواز اور غفور الرحیم ہیں لیکن اگر آپ نے حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی کی اور کسی حقدار کا حق تلف کیا تو اس کی تلافی توبہ و استغفار سے بھی نہیں ہو سکتی اللہ میاں بندوں کے حق معاف نہیں کرینگے جب تک

صاحب حق ملت ذکر دے لہذا اہتمام کے لائق دینی تعلیمات کا یہی حصہ ہے جس کی اہمیت ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔

اسلامی معاملات میں عبادت کی شان

برادران ملت! عمل کا دوسرا حصہ معاملات یا ملکات معاشرت کے قوانین کا ہے اسلام نے ان قوانین کو بیحد اہمیت دی ہے اور ان کی پابندی پر پورا زور بیان صرف کیا ہے اسلام نے اپنے قوانین معاشرت کو عالمگیر قانون کی حیثیت دیکر اور تمدنی و سیاسی ضروریات کے مطابق بنا کر سند حسن و خوبصورتی کا لباس پہنایا ہے کہ آج تمام دنیا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے فلسفہ معاشرت کے سامنے سرنگوں ہے اور تمام اقوام عالم اسلامی قوانین معاشرت کی پابندی و پیروی کر کے دنیا میں پھل پھول رہی ہیں مگر دائے بر حال ما کہ ہم مسلمان ہونے ہوئے بھی ان قوانین سے ناآشنا ہیں اور اگر واقفیت بھی ہے تو بعض کے غلام بنے ہوئے ہیں خلاف ورزیوں اور نافرمانیوں پر کمر بستہ ہیں اور دین و دنیا کا عذاب خرید رہے ہیں آہ ہم کتنے بگڑ چکے ہیں کہ دوسرے اسلامی احکام کی پابندی کریں مگر خود اپنے ان کو بالائے طاق دہر کر اپنی معاشرتی زندگی کو خود اپنے ہاتھوں تباہ کر لیں اور اپنی رگ حیات قطع کر ڈالیں اس سے زیادہ دردناک اور الم انگیز بیت حالت اور کیا ہوگی۔

برادران اسلام! بہت کم مذہب ایسے ہیں جنہوں نے معاملات کو بھی اپنے دائرہ اثر میں لیکر انھیں اس قدر اہمیت دیکھی اور عبادت کی شان پیدا کی ہو۔ یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ اس نے معاملات کو نہ صرف عبادات کا تقدس و احترام دیا ہے بلکہ حقوق العباد کو حقوق العبادۃ پر مقدم کر دیا ہے اس پر کمال اور شان نظر شناسی یہ کہ ہر ایک معاملہ میں عمل کا روح رواں جذبۂ انصاف کو رکھا ہے اور کسی خفیف سی خفیف بات میں بھی کسی کی ذرہ برابر حق تلفی نہیں ہونے دی اگر مسلمان عدل و انصاف کے ساتھ اپنے قوانین معاشرت کی پابندی کریں تو یہ دنیا بھی ان کے لئے راحت و امن و سکون کی جنت بن جائے۔

اسلامی معاشرت کے عالم افروز قوانین

برادران اسلام! آپ نے اسلام کے قوانین معاشرت کو ترک کر کے اپنی زندگی کی جڑ کو خود گھن لگایا اور اپنے تمدن و معاشرت کے مطابق بنائیں آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام کی فطرت شناسی مستقیم نظر اور عقل جہاں بین نے تمدن و معاشرت کے ہر حصہ کو پوری نکتہ سنجی اور باریک بینی کے ساتھ تکمیل کو پہنچایا ہے اور ایسے قاعدے و اصول اور کلئے بتلائے ہیں جن میں وقتاً فوقتاً ائمہ مجتہدین اور علمائے کرام نئی نئی ضرورتوں کے لئے انھیں سے مسائل نکال کر پیش کرتے ہیں اور آپ کو خوش حالی و فارغ البالی کے راستے بتلائے ہیں اسلام کے وہ عالم افروز تمدن نواز اور حیات پرور اصولی احکام کون سے ہیں جن کی پابندی آپ کو معراج کمال پر پہنچانے کی ضامن ہے؟ سنئے

تفصیلات سے قطع نظر کر کے یہاں اتنی بات جان لیجئے کہ وہ گیارہ اصول انسانی اخلاق ہیں جو معراج کی ربانی بارگاہ میں عطا ہوئے یعنی سورۂ بنی اسرائیل میں مذکور ہیں وہ احکام یہ ہیں:۔

ماں باپ کی عزت اور فرمانبرداری کرو، جن کا تم پر حق ہے ان کا حق ادا کرو یتیم سے اچھا برتاؤ کرو، ناپ تول، ترازو اور پیمانہ ٹھیک رکھو، اپنا وعدہ پورا کرو کہ تم سے اس کی پوچھ ہوگی، یہ پانچ ایجابی اخلاق و احکام ہیں اور پانچ ہی سلبی احکام ہیں۔ اپنی صلبی اولاد کو قتل نہ کرو، ناحق کسی کی جان نہ لو، زنا کے قریب نہ جاؤ، انجان بات کے پیچھے نہ چلو، زمین پر غرور نہ کرو۔ علاوہ ازیں ایک حکم سلبی و ایجابی کا مجموعہ ہے وہ یہ ہے کہ فضول خرچی نہ کرو بلکہ اعتدال اور بیچ کی راہ اختیار کرو۔

ان اصولی احکام کے علاوہ اسلام نے تاکید کی ہے کہ خدمت خلق میں ہمیشہ سرگرم عمل اور مستعد رہو کسی قبیلہ کسی گروہ کسی قوم اور کسی ملک کے حقوق پر دست ظلم دراز نہ کرو اپنے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کرو اور دوسروں کے حقوق غصب نہ کرو، خود زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو اپنی بھلائی پر دوسروں کی بھلائی کو مقدم رکھو دوسروں کی عزت و آبرو اور دولت کو اپنی عزت و آبرو اور دولت سمجھو جس چیز کو تم اپنے لئے ناپسند سمجھتے ہو اس کو دوسروں کے لئے بھی ناپسند سمجھو۔

حضرات! معاشرت کے یہ چند اصولی احکام و قوانین ہیں اسی طرح اسلام نے تمام معاملات معاشرت میں عدل و انصاف کو اپنا اصل اصول قرار دیا ہے اور رحم و ہمدردی عفو و ایثار کو معاشرت کا مشیر و مصلح ٹھیرایا ہے اس پر کمال یہ کہ کسی معاملہ میں بھی اخلاق کو حد سے نہیں گذرنے دیا اور کہیں بھی ایسی صورت نہیں پیدا ہونے دی کہ رحم اپنی حد سے گذر کر ظلم بن جائے۔

اسلام اپنے متبعین کو حکم دیتا ہے کہ دنیا کے تمام انسان ایک کنبہ ہیں اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسی بنا پر وہ خزانہ یا بیت المال قائم کر کے ہمیں عملی طور پر یہ بات سکھانی چاہتا ہے کہ قوم سے مراد اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ ایک بڑا خاندان یا کنبہ ہے جس کی محنت اور آمدنی سب مشترک رہنی چاہئے اور اس مشترکہ آمدنی سے قوم کے ہر ہر فرزند کو یکساں فائدہ پہنچے۔

الغرض حقوق العباد میں اسلام نے یہ زریں اصول ملحوظ رکھا ہے کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے اس کو ہمیں ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لئے واپس کرنا چاہئے۔ اس زریں اصول سے مقدس تاہل کی بنیاد پڑتی اور انسانی سوسائٹی ہر قسم کے ہلاکت خیز زہروں سے پاک ہوتی ہے والدین استاذ حاکم و محکوم، بیوی بچوں عزیز و اقارب اور دوست و احباب ان سب کے حقوق موٹے موٹے ہیں اور ہر شخص کی سمجھ میں آجاتے ہیں اور ان کی قریب قریب ہر مذہب نے بقدر ضرورت تعلیم دی ہے لیکن اسلام کے نظام معاشرت پر غور کرنے سے بعض ایسے حقوق بھی نظر آتے ہیں جو بظاہر بے تعلق اور ایک بوجھ سے نظر آتے ہیں۔ مثلاً بیواؤں، یتیموں، اپاہجوں، مفلسوں اور جاہلوں وغیرہ کے حقوق لیکن اگر آپ اسلامی نقطۂ نظر سے ان حقوق پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ انہی حقوق کی ادائیگی و پاسداری خوشگوار تمدن خوش حال زندگی، بہترین معاشرت عمدہ حیات منزلی اور قومی ترقی کی بنیاد رکھتی ہے۔

عید قربان

(از حضرت مولٰنا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی)

تہوار انسان کی سماجی زندگی میں چولی دامن کا ساتھ ہے جب سے آدمی نے اس زمین پر سماجی زندگی بسر کرنی شروع کی ہے غالباً اسی وقت سے تہوار منانے کا سلسلہ بھی چلا آرہا ہے دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے اور کبھی نہیں رہی جس نے سال میں دو چار یا دس پانچ دن اس غرض کے لئے مخصوص نہ کئے ہوں۔ یہ تہوار دراصل سماج کی جان ہیں۔ لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونا مشترک جذبات کا مظاہرہ کرنا، مل کر خوشیاں منانا ایک ہی قسم کی مقرر رسمیں ادا کرنا یہ اپنے اندر سمنٹ کی سی خاصیت رکھتا ہے جس سے افراد آپس میں جڑ کر ایک مضبوط سوسائٹی بنتے ہیں اور ان میں اجتماعی روح نہ صرف پیدا ہوتی ہے بلکہ تھوڑے تھوڑے وقفوں سے تازہ اور بیدار ہوتی رہتی ہے۔ عموماً جو تہوار دنیا کے مختلف ملکوں اور قوموں میں منائے جاتے ہیں ان کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر تہوار یا تو کسی اہم تاریخی واقعہ کی یادگار میں منایا جاتا ہے، یا کسی بڑے شخص کی ذات سے منسوب ہوتا ہے، یا کسی خاص مذہبی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے بہرحال تہوار کے لئے کوئی نہ کوئی ایسی تقریب ضروری ہے جو ایک قوم کے افراد یا ایک ملک کے باشندوں کے لئے مشترک دلچسپی کی چیز ہو اور جس سے ان کے گہرے جذبات وابستہ ہوں اسی وجہ سے ایک قوم یا ملک کے تہواروں میں دوسری قوم یا ملک کے لوگ دلچسپی نہیں لیتے اور کسی مصلحت سے بتکلف دلچسپی لینا چاہیں تو لے نہیں سکتے کیونکہ ایک قوم کا تہوار جن روایات سے تعلق رکھتا ہے وہ دوسری قوم کے جذبات و احساسات میں وہ حرکت پیدا نہیں کرتیں جو خود اس قوم میں پیدا کرتی ہیں۔

تہوار منانے کے طریقے بھی دنیا کی مختلف قوموں میں بیشمار ہیں۔ کہیں صرف کھیل کود راگ رنگ اور لطف و تفریح تک ہی تہوار محدود رہتا ہے کہیں تفریحات تہذیب کی حد سے گذر کر فسق و فجور اور ناشائستگی کی حد تک پہنچ جاتی ہیں کہیں مہذب تفریحات کے ساتھ کچھ سنجیدہ مراسم بھی ادا کئے جاتے ہیں اور کہیں ان اجتماعی تقریبوں سے فائدہ اٹھا کر لوگوں میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی روح پھونکنے اور کسی بلند نصب العین کے ساتھ محبت اور گرویدگی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے غرض ایک قوم کی تہوار منانے کا طریقہ گویا ایک پیمانہ ہے جس سے آپ اس کے مزاج اور اس کے حوصلوں اور امنگوں کو علانیہ ناپ کر دیکھ سکتے ہیں جتنی بلند اخلاقی روح کسی قوم میں ہوگی اتنے ہی اس کے تہوار مہذب اور پاکیزہ ہوں گے اور اسی طرح اخلاقی اعتبار سے کوئی قوم جتنی پست ہوگی وہ اپنے تہواروں میں اتنے ہی مکروہ مناظر پیش کرے گی۔

اسلام چونکہ ایک عالمگیر اصلاحی تحریک ہے جو کسی خاص ملک یا قوم سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کو ایک خدا پرستانہ تہذیب کا پیرو بنانا چاہتی ہے اس لئے اس نے جہاں زندگی کے ہر شعبہ کو اپنے خاص ڈھنگ پر ڈالا ہے اسی طرح تہواروں کو بھی ایک نئی شکل دی ہے جو دنیا بھر کے تہواروں سے مختلف ہے سماجی زندگی میں تہوار کی جو اہمیت ہے اور سماج میں اجتماعی تقریبات کے لئے جو ایک قدرتی پیاس پائی جاتی ہے اس کو تو اسلام نے نظر انداز نہیں کیا ہے بلکہ اس سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کی ہے مگر تہوار کی تقریب اور تہوار منانے کے طریقے اور تہوار کی اخلاقی روح میں بنیادی تغیر کر دیا ہے جس کی تین اہم خصوصیات کی طرف میں آپ کو توجہ دلاؤں گا۔

ایک عالمگیر تحریک قومی تہواروں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔ جن تہواروں کی بنیاد الگ الگ قوموں کی روایات پر ہو جن کے ساتھ ایک ہی قوم کے جذبات اور دلچسپیاں وابستہ ہوں اور جن میں ایک قوم کے ساتھ دوسری قوم فطرتاً شریک نہ ہو سکتی ہو وہ دراصل انسانیت کی قومی تقسیم و تفریق کو مضبوط کرنے والی طاقت ہیں۔ وہ جس طرح ایک قوم کو اپنے اندر منظم ہونے میں مدد دیتے ہیں اسی طرح ہر قوم کو دوسری قوم سے پھاڑنے اور الگ کرنے کی خدمت بھی انجام دیتے ہیں لہٰذا کوئی ایسی تحریک جو قومیتوں سے بالاتر ہو کر انسانیت سے بحث کرتی ہو اور تمام دنیا کے انسانوں کو ایک تہذیب کے رشتے میں پرونا چاہتی ہو اس قسم کے تہواروں کو صرف یہی نہیں کہ قبول نہیں کر سکتی بلکہ گوارا بھی نہیں کر سکتی کیونکہ وہ اس کے مقصد کی راہ میں بالفعل ایک رکاوٹ ہوتے ہیں اس کے پیش نظر مقصد کا فطری اقتضاء یہی ہے کہ جو قومیں اس کے زیر اثر آئیں ان سے وہ قومی تہوار چھڑا دے اور ایسے تہوار مقرر کرے جن میں وہ سب شریک ہو سکتی ہوں جو بیک وقت قومی بھی ہوں اور بین الاقوامی بھی جن کی بنیاد قومی روایات و جذبات پر نہ ہو بلکہ انسانیت کے لئے مشترک اہمیت رکھنے والے جذبات و روایات پر ہو۔

پھر جو تحریک عالمگیر ہونے کے ساتھ خدا پرستانہ بھی ہو وہ ایسے تہواروں کو گوارا نہیں کر سکتی جن میں شرک اور مخلوق پرستی اور مشرکانہ توہمات کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی پایا جاتا ہو وہ اپنے مشن کی عین فطرت کے لحاظ سے مجبور ہے کہ جن جن قوموں اور ملکوں میں اس کا اثر پھیلے ان کے پرانے مذہبی تہواروں کو اور ان سب تقریبات کو جو قدیم عقائد کی یاد تازہ کرنے والی ہوں بند کر دے اور ان کی جگہ ایسے تہوار مقرر کرے جو خدا پرستی کا گہرا رنگ لئے ہوئے ہوں۔

خدا پرستی کے ساتھ لازمی طور پر اخلاق کا بھی ایک بلند نصب العین پیدا ہوتا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک خدا پرستانہ تحریک اپنے پیروؤں کو ایسے تہوار دے جو فسق و فجور اور ناشائستگی سے بالکل خالی ہوں جن میں لطف و تفریح تہذیب کے ساتھ اور اظہار مسرت سنجیدگی کے ساتھ ہو، جو محض کھیل کود ہی پر ختم نہ ہو جائیں بلکہ جماعتی زندگی میں تہوار سے جو ایک حرکت پیدا ہو جاتی ہے اس کو اعلیٰ درجہ کے اخلاقی مقاصد کے لئے پوری طرح

استعمال کیا جائے۔

اسلام نے اپنے پیروؤں کے لئے جو تہوار مقرر کئے ہیں ان میں یہ تینوں خصوصیتیں نمایاں نظر آتی ہیں عرب ایران مصر شام اور دوسرے ملکوں میں جن قوموں نے اسلام قبول کیا ان کے تمام مذہبی اور قومی تہوار اسلام نے چھڑوا دیئے اور ان کی جگہ دو تہوار رائج کئے جنہیں آپ عید اور بقرعید کے نام سے جانتے ہیں۔ ان میں پہلا تہوار تو اس خوشی میں منایا جاتا ہے کہ خدا کے نام پر رمضان کے تیس روزے رکھنے کا جو حکم ہم کو دیا گیا تھا اس کی تعمیل کرنے میں ہم کامیاب ہوگئے لہذا اس تعمیل فرمان سے فارغ ہوکر ہم اپنے مالک کا شکر بجا لاتے ہیں۔ رہا دوسرا تہوار تو وہ اس بے نظیر قربانی کی یادگار ہے جو اب سے چار ہزار برس پہلے خدا کے ایک سچے فرمانبردار بندے نے اپنے مالک کے حضور میں پیش کی تھی ان دونوں تہواروں میں آپ صاف دیکھ سکتے ہیں کہ کسی مخصوص قومیت یا وطنیت کا لگاؤ بالکل نہیں ہے بلکہ دو ایسی چیزوں کو تہوار کی بنیاد بنایا گیا ہے جن سے دنیا کے سارے خدا پرست انسانوں کے جذبات یکساں وابستہ ہو سکتے ہیں اسی طرح دونوں تہواروں میں خداوند عالم کی خالص بندگی کا گہرا رنگ پایا جاتا ہے کسی ہیرو ورشپ کا یا کسی مخلوق کی پرستاری کا ادنیٰ سا شائبہ بھی آپ ان میں نہیں پا سکتے پھر ان تہواروں کے منانے کا طریقہ جو مقرر کیا گیا ہے وہ بھی اتنا پاکیزہ ہے کہ اس سے زیادہ نفیس، مہذب اور اخلاقی فائدوں سے لبریز طریقہ تصور میں نہیں آ سکتا بعد کے مسلمانوں نے اسلامی عہد کی اصلی شان کو کسی حد تک جاہلیت کے افعال سے داغدار کر دیا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس طرح عید منائی جاتی تھی اس کا نقشہ میں آپ کے سامنے کھینچتا ہوں جس سے آپ اس تہوار کی پاکیزگی کا صحیح اندازہ کر سکیں گے۔

عید کے روز صبح کو تمام مسلمان عورت، مرد، بچے سب غسل کرتے تھے اور اچھے سے اچھے کپڑے جو خدا نے ان کو دیئے ہوں پہن کر نکلتے تھے رمضان کی عید میں نماز کے لئے جانے سے پہلے تمام خوشحال لوگ ایک مقرر مقدار صدقہ کی نکال کر غریبوں کو دیتے تھے تاکہ کوئی شخص عید کے روز بھوکا نہ رہ جائے بقرعید میں اس کے برعکس نماز کے بعد قربانی کی جاتی تھی۔ ذرا دن چڑھنے پر سب لوگ گھروں سے نکل کھڑے ہوتے تھے۔ حکم تھا کہ عورت، مرد، بچے سب نکلیں تاکہ مسلمانوں کی کثرت اور ان کی شان کا اظہار ہو خدا سے دعا مانگنے میں بھی سب شریک ہوں اور اس اجتماعی مسرت میں بھی سب کو شرکت کا موقع مل جائے۔ عید کی نماز مسجد کے بجائے بستی کے باہر میدان میں ہوتی تھی تاکہ بڑے سے بڑا مجمع ہو سکے۔ نماز کے لئے جاتے وقت سارے مسلمان یہ تکبیر پڑھتے ہوئے چلتے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ ہی سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ہر گلی، ہر کوچے، ہر بازار اور ہر سڑک پر یہی نعرے لگتے چلے جاتے تھے جن سے ساری بستی گونج اٹھتی تھی۔ عیدگاہ کے میدان میں جب سب لوگ جمع ہو جاتے تو صفیں باندھ کر سارا مجمع رسول خدا کی امامت میں پوری باقاعدگی کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔ جمعہ کی نماز کے برعکس یہ خطبہ نماز کے بعد ہوتا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اپنے لیڈر کی اس اہم تقریر کے وقت موجود رہیں جس کا موقعہ سال میں صرف دو ہی مرتبہ آتا ہے۔ پہلے ایک تقریر مردوں کے سامنے ہوتی پھر آپ میدان کے اس حصہ کی طرف تشریف لے جاتے جہاں عورتیں جمع ہوتی تھیں اور وہاں بھی تقریر فرماتے تھے۔ ان تقریروں میں تعلیم و تلقین اور وعظ و نصیحت کے علاوہ اسلامی جماعت کے متعلق ان تمام اہم مسائل پر بھی روشنی ڈالی جاتی تھی جو اس وقت درپیش ہوتے تھے کوئی فوجی یا سیاسی مہم اگر پیش نظر ہوتی تو اس کا انتظام بھی اسی مجمع میں کر دیا جاتا۔ جماعتی ضروریات کی طرف بھی لوگوں کو توجہ دلائی جاتی اور ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق ان کے پورا کرنے میں حصہ لیتا، حتیٰ کہ روایات میں آیا ہے کہ عورتیں اپنے زیور تک اتار کر جماعت کی خدمت کے لئے پیش کر دیتی تھیں پھر یہ مجمع عیدگاہ سے پلٹتا تھا اور حکم یہ تھا کہ جس راستہ سے آئے ہو اس کے خلاف دوسرے راستے سے گھروں کی طرف واپس جاؤ تاکہ بستی کا کوئی حصہ تمہاری چہل پہل سے اور تمہاری تکبیروں کی گونج سے خالی نہ رہ جائے۔

نماز سے واپس ہوکر بقرعید کے روز تمام ذی استطاعت لوگ قربانی کرتے تھے اس قربانی کا مقصد اس واقعہ کی یاد ہی کو نہیں بلکہ ان جذبات کو بھی تازہ کرنا تھا جن کے ساتھ عراق کا رہنے والا ایک غریب الوطن بوڑھا انسان مکہ میں خدا کا اشارہ پاتے ہی خود اپنے بیٹے کو خدا کی محبت پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا اور عین وقت پر خدا نے اپنے رحم و کرم سے اس کو بیٹے کے بدلے ایک دنبہ کی قربانی پیش کرنے کی اجازت دی تھی۔ ٹھیک اسی تاریخ کو اسی وقت تمام مسلمان وہی فعل عملاً کر کے اس جذبے کو تازہ کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی طرح وہ بھی خدا کے مسلم اور مطیع فرمان بندے ہیں انہی کی طرح اپنی جان، مال، اولاد ہر چیز کو خدا کے حکم اور اس کی محبت پر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور ان کا جینا اور مرنا سب خدا کے لئے ہے۔ اس نیت کا اظہار جانور کو ذبح کرنے کے فعل سے اور ان الفاظ سے ہوتا ہے جو ذبح کے وقت زبان سے ادا کئے جاتے ہیں۔ انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ ابراھیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا من المسلمین۔ اللھم منک ولک بسم اللہ اللہ اکبر۔ "میں نے اپنا رخ اس کی طرف پھیر لیا جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے، میں ٹھیک اسی طریقہ کا پیرو ہوں جو ابراہیم کا طریقہ تھا اور میں خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھیرانے والوں میں سے نہیں ہوں میری نماز اور میری قربانی میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ پروردگار عالم کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اطاعت کے فرمانبرداروں میں سے ہوں خدایا یہ تیرا ہی مال ہے اور تیرے ہی لئے حاضر ہے۔ بسم اللہ اللہ اکبر" یہ الفاظ زبان سے ادا کرتے ہوئے جانور ذبح کیا جاتا تھا اور اس منظر کو گھر کی عورتیں اور بچے سب دیکھتے تھے تاکہ سب کے دلوں میں وہی قربانی اور خدا کی محبت و فرمانبرداری کے جذبات تازہ

([illegible] صفحہ ۱۲ [illegible])

مسلم لیگ کے ماتحت مسلمانوں کی ترقیا

(از قائدِ اعظم)

عہدِ ماضی کا افسانہ

میں ... سال آپ لوگوں کے درمیان آیا کرتا ہوں اور چونکہ میں نے ایک نامہ نگار کا فرض اپنے ذمہ لیا ہوا ہے بدیں وجہ میں آپ لوگوں کو گذشتہ چند سال کا افسانہ مختصر سنانا مناسب سمجھتا ہوں ۱۹۳۵ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ منظور کیا گیا اور کانگریس اور مسلم لیگ دونوں ہی اس کے خلاف تھیں مسلمان اس کے فیڈرل جزو کے خاص طور پر مخالف تھے اور اگرچہ اس کے صوبائی جزو میں بہت سے نقائص تھے لیکن مسلمان ان فوائد کے پیش نظر جو اس سے حاصل ہو سکتے تھے اس کے عملدرآمد کے حامی تھے ... دوسری جانب کانگریس نے اس ایکٹ کو ختم کر دینے اور آئین کو برباد کر دینے کا واضح فیصلہ کر دیا تھا لیکن آئین کو برباد کر دینے کی شیخیوں کے باوجود صوبائی انتخابات کے بعد کیا ہوا؟

انھوں نے حقیقت مختلف صوبوں میں عہدے قبول کر لیے کیونکہ مسٹر گاندھی برطانوی حکومت کے ساتھ شریف آدمیوں کا معاہدہ کرانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور انہوں نے اس دعوی کی پناہ لی کہ پارلیمنٹری ذہنیت پیدا ہو گئی ہے۔

اس وقت مسلم ہند گوشت کے لوتھڑے کی مانند بے حس تھا جہاں تک آئین کے صوبائی جزو کا تعلق تھا مسلم ہند کانگریس کے رحم و کرم پر تھا جن صوبوں میں کانگریس کی حکومتیں تھیں۔ ہاں مسلمانوں کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کے ہر شعبہ کو پامال کیا جا رہا تھا ان کے ساتھ ہر نوعیت کی بے انصافیاں بدسلوکیاں اور ضرر رسانیاں کی جا رہی تھیں مسلم لیگ ان کی آنکھوں میں خار کی مانند کھٹکتی تھی اس کو کچلنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی اس وقت وائسرائے کہاں تھے؟ اس وقت گورنرز کہاں تھے؟ وہ سب بدترین وعدہ خلافی کے مجرم بنے ہوئے تھے وہ سب اقلیتوں کے مفاد کے تحفظ کے متعلق اپنے فرائض ادا نہ کرنے کے مجرم تھے۔

ہم ڈھائی سال تک اس ہیبتناک دنیا میں رہے اگر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے فیڈرل جزو پر بھی عملدرآمد ہوتا تو یہ مسلم ہندوستان کے لئے پیامِ اجل ثابت ہوتا۔ اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی برائی سے بھی بھلائی پیدا ہو جاتی ہے ستمبر ۱۹۳۹ء تک جبکہ جنگ شروع ہوئی تھی مسلم لیگ نے اپنی پوزیشن کافی مضبوط کر لی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت ہند اور حکومت برطانیہ اس کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھیں جنگ کے جیسے نازک دور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کو بھی مسٹر گاندھی کے ہمراہ وائسرائے سے ملاقات کو مدعو کیا گیا کیا آپ لوگوں کے علم میں اس سے قبل کی بھی کوئی مثال ہے جبکہ مسلم ہند کے کسی مسلم لیڈر کو کانگریسی لیڈروں کے ہمراہ مدعو کیا گیا ہو۔

مساوی درجہ

اس روز سے مسٹر گاندھی حتی الامکان زیادہ سے زیادہ کوشش کر رہے ہیں کہ وہ اس صورت حالات سے نجات حاصل کریں جس کی بنا پر مسلم لیگ کے صدر کو مسلم ہند کی جانب سے کانگریسی لیڈروں کے مساوی درجہ دیدیا گیا ہے وائسرائے سے اپنی پہلی ملاقات کے دوران میں انہوں نے ایوان پارلیمنٹ اور ویسٹ منسٹرابے کی بربادی پر آنسو بہائے اور فرمایا کہ اگر انگلستان کو شکست ہو گئی تو ہندوستان کی آزادی کس کام کی ہوگی اور انھوں نے ہندوستان کو برطانیہ کی غیر مشروط امداد کرنے کا مشورہ دیا اس کے بعد کانگریس ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں شریک ہوئے حالانکہ آپ لوگوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کانگریس کے چار آنے والے ممبر بھی نہیں ہیں اور اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ میں کیا کر سکتا ہوں ورکنگ کمیٹی اب فیصلہ کر چکی ہے اور اس کے مطالبات یہ ہیں۔

فوری آزادی اور اس کے ساتھ اس امر کا اعلان کہ عوام (لفظ عوام پر غور کیجیے) کو اپنا آئین خود بنانے کے لئے بلوغ کے معیار رائے دہی پر کانسٹیٹیوئنٹ اسمبلی منتخب کرنے کا حق ہوگا اور اس سلسلہ میں برطانیہ ابھی صدق دلی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے مرکز میں قومی حکومت قائم کرے جس کو کافی ٹھوس اختیارات منتقل کر دیے جائیں۔

اسی دوران میں جبکہ ان مطالبات پر زور دیا جا رہا تھا وائسرائے نے یہ اعلان کیا کہ فیڈرل اسکیم معطل کر دی گئی ہے۔ عمل پسند انسانوں کی حیثیت سے ہم اس اعلان کا اسی حد تک خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہم نے اس کو قطعی منسوخ کر دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ ہم نے یہ بھی مطالبہ کیا تھا کہ ہم پر کوئی آئین خواہ وہ عارضی ہو یا مستقل ہماری مرضی کے خلاف نہ ٹھونسا جائے آخر میں برطانوی حکومت فیڈرل آئین کو ترک کرنے پر مجبور ہو گئی ہم نے سکون کا سانس لیا اور اگست ۱۹۴۰ء میں حکومت برطانیہ نے ایک اعلان کے ذریعہ یہ واضح کر دیا کہ ہندوستان میں کوئی آئین اس وقت تک نافذ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ ہندوستان کی تمام بڑی بڑی پارٹیاں اس کو منظور نہ کریں گی اور یہ کہ مسلمان اور دوسری اقلیتوں کو کوئی ایسا آئین منظور کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا جس کو وہ پسند نہ کریں گی۔

کانگریس کی چالیں

نتیجہ یہ ہوا کہ مسٹر گاندھی نے مسلم لیگ کو مجبور کرنے کے لئے چالیں چلنی شروع کر دیں ۱۹۳۹ء میں مسٹر گاندھی اور کانگریس آئین کو مفلوج کر دینے کے خیال سے وزارتوں کو مستعفی ہو جانے کا حکم دے چکے تھے انہوں نے اس کی آزمائش کی سب سے پہلے مدراس کی وزارت مستعفی ہو گئی ان کے ذہن میں یہ امید موہوم پیدا ہو گئی تھی کہ وائسرائے انھیں پھر بلائیں گے لیکن اس کے برعکس وائسرائے نے فوراً ہی استعفٰی منظور کر لیا اور اس کے بعد تمام کانگریسی وزارتیں یکے بعد دیگرے مستعفی ہو گئیں اور جن صوبوں میں کانگریس کا راج تھا ان کی حکومت دفعہ ۹۳ کے ماتحت گورنروں نے سنبھال لی۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ جبر کا طریقہ کیا تھا؟

گاندھی جی کا واحد نصب العین یہ ہے کہ ہندوستان کو ہندوؤں کا ملک بنا کر تمام برِ اعظم ہند پر برطانوی راج کے جانشین داروں اور نمائندوں کی حیثیت

سے ہندو راج قائم کیا جائے اور مسلمانوں کو نیچے گرا کر ہندوؤں کا غلام بنا لیا جائے۔

تحریک سول نافرمانی

اگر ان کا جابرانہ رویہ کامیاب ہو جاتا تو اس کا مقصد مسلمانوں کو نیچے گرا دینے کے سوائے اور کچھ بھی نہ ہوتا۔ اب تک وہ یہ کہتے رہے کہ ملک میں کوئی اجتماعی تحریک سول نافرمانی شروع نہیں کی جائیگی کیونکہ مسلم لیگ اس کے خلاف ہے اور یہ کہ وہ برطانوی حکومت کو جنگ کے دوران میں پریشان کرنا نہیں چاہتے لیکن ان کے جبر کا چکر چلتا رہا اور انہوں نے آزادی تقریر کا بہانہ تلاش کر لیا اور اس کی بناء میں انھوں نے جنگ کے خلاف پروپگنڈا کرنا چاہا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں ایک اسکیم پر عملدرآمد شروع کر دیا اور اس کا مطلب اسکے سوائے اور کچھ نہ تھا کہ برطانوی گورنمنٹ کو چاروں طرف سے محصور کرکے اپنے مطالبات منظور کرنے کے لئے مجبور کر دیا جائے۔ ۸ ماہ تک انفرادی سول نافرمانی کی یہ تحریک جاری رکھنے کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تحریک ختم ہونیوالی ہے تو انھیں اور کانگریس کو اس بات کا علم ہوا کہ کانگریس نے کسی رزولیوشن کے ذریعہ مسٹر گاندھی کو یہ تحریک چلانے کی اجازت نہیں دی تھی اور اس وجہ سے یہ تحریک بھی ختم کر دیگئی۔

کرپس اسکیم

بعد ازاں مارچ ۱۹۴۲ء میں سر اسٹیفورڈ کرپس ہندوستان تشریف لائے قدرتاً برطانوی گورنمنٹ کو یہ امر کی خواہش تھی اور یہ خواہش حکومت کے اپنے ہی فائدہ کے لئے تھی کہ اگر ہندوستان کی دو بڑی پارٹیوں کو ملا لیا جائے تو اچھا ہی ہوگا کیونکہ ایسا ہونے کے بعد جنگی کوششوں میں ان دونوں پارٹیوں کا تعاون حاصل ہو جائیگا اسلئے اس نے سر اسٹیفورڈ کرپس کے ہاتھوں اس اعلان کا مسودہ ہندوستان میں بھیجا میں آپ لوگوں کو بتلاتا ہوں کہ اس کا مطلب کیا تھا۔

وہ سب سے پہلے تو اس میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ جنگ ختم ہو جانے کے بعد برطانوی حکومت ہندوستان کو مکمل حکومت خوداختیاری دیدیگی جیسی کہ کسی دیگر نوآبادی میں یا برطانیہ میں قائم ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس میں یہ بھی واضح کر دیا گیا تھا ہندوستان کو اگر وہ چاہے تو دول مشترکہ برطانیہ کو علیحدگی اختیار کر لینے کا حق بھی حاصل ہوگا۔

اس اعلان کے مسودہ میں اس جانب بھی اشارہ کیا گیا تھا کہ جنگ کے بعد ایک آئین ساز انجمن قائم ہوگی جو صوبائی اسمبلیوں کے منتخب کئے ہوئے دس فیصدی نمائندوں پر مشتمل ہوگی۔ اس اعلان کے مطابق مسلم ہندوستان کو اس انجمن میں ۲۵ فی صدی نشستیں ہی حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔ اعلان میں مضمر تھا کہ یہ جماعت متحدہ ہندوستان کے لئے جمہوری اصولوں پر ایک آئین بنائیگی جو یونین کے نام سے مشہور ہوگا۔ اس کا مقصد کانگریس کو رام کرنا تھا۔ لیکن ساتھ ہی برطانوی حکومت نے یہ بھی محسوس کیا کہ اگر وہ ہمیں ختم کردیگی تو مسلمان مخالف ہو جائینگے آخر ہندوستان میں مسلمانوں کی بھی کوئی طاقت ہے تب برطانوی حکومت نے اس امر پر غور کیا کہ مسلم ہند کے پاکستان کے مطالبہ کے جواب میں ان کے سامنے کیا پیش کیا جائے اس مقصد کے پیش نظر اس مسودہ میں یہ بھی مضمر رکھا گیا کہ جب ایک یونین کی حیثیت سے تمام ہندوستان کا آئین مرتب ہو جائیگا تو یہ آئین تمام صوبجاتی مجالس آئین ساز کے روبرو برائے منظوری یا نامنظوری پیش کیا جائیگا۔ ناممکن ہوگا۔

تمام ہندوستان کے لئے ایک واحد یونین کا آئین بنانا ایسی انجمن کے لئے قطعی ناممکن ہوگا مسلم ہندوستان کو یہ پیش کش کرکے تسلی دینے کی کوشش کی گئی تھی کہ اگر وہ چاہے تو ہندوستان کے اس یونین سے الگ ہو سکتا ہے۔

جو ضابطہ یا طریق کار اس اعلان میں پیش کیا گیا تھا وہ ہمارے خلاف بھرے ہوئے پانسہ کی مانند تھا۔ دو بڑے صوبوں میں یعنی بنگال اور پنجاب میں اگرچہ آبادی میں مسلمانوں کی اکثریت ہے لیکن مجالس آئین ساز میں وہ حقیقت وہ اقلیت میں ہیں ہمارے روبرو یہ مشکل کام رکھدیا گیا تھا کہ اگر ہم علیحدہ یونین قائم کرنے کے متعلق آئین کے خلاف چالیس فیصدی رائیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہم تمام صوبوں میں رائے شماری کرا سکیں گے۔

اندریں حالات آپ نے یہ دیکھ لیا ہے کہ یہ آئین ساز جماعت جس میں ہمیں کوئی وقعت حاصل نہیں ہوگی ایک پر فریب جال ثابت ہوگی اور صوبجاتی اسمبلی سے یونین میں شریک ہونے یا نہ ہونے کا حق حاصل ہوتا ہے دوسری پر فریب چال رہی۔

اگر ہم کامیاب ہو جاتے تب بھی معاملے کا فیصلہ تمام صوبہ کی رائے شماری کے نتیجہ پر ہوتا اس اعلان میں جو طریقہ تجویز کیا گیا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ کسی خاص فرقے کی رائے شماری پر فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہوگا بلکہ تمام صوبہ کی رائے شماری کے نتیجہ ہی پر تمام دارومدار ہوگا۔ اس تجویز کو طفل تسلی کے سوائے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا اس میں مسلمانوں کے حق خود انفصالی کو تسلیم نہیں کیا گیا تھا اور یہ وجہ ہمارے لئے اس کو قبول کرنا ناممکن ہوگیا۔

لیکن مسٹر گاندھی نے کرپس تجاویز کیوں مسترد کیں انہوں نے یہ خیال کیا کہ اگر وہ ایک مرتبہ علیحدگی کے اصول کو تسلیم کرلیں گے تو انھیں باضابطہ اس سوال پر بھی سر خم کرنا پڑیگا جو یقیناً غیر منصفانہ تھا۔ مسٹر گاندھی نے محض اس وجہ سے اس پیشکش کو نامنظور کر دیا کہ اس میں پاکستان کی اسکیم کی عملی شکل کے امکانات موجود تھے مسٹر گاندھی نے کرپس اسکیم کو نامنظور کر دیا اور بعد ازاں پاکستان کے مطالبے کو ایک جانب ڈال دینے کی غرض سے انہوں نے کسی دوسری جماعت سے مشورہ کئے بغیر ہی ہندوستان سے چلے جاؤ کا نعرہ لگانا شروع کر دیا۔

گذشتہ بیس سال سے وہ اس اسکیم کا راگ الاپتے رہے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد کے بغیر سوراج نہیں مل سکتا لیکن اگرچہ انہوں نے اس کے بارے میں بہت لمبے چوڑے دعوے کئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندو مسلم سمجھوتہ کے راستے میں بڑی رکاوٹ مسٹر گاندھی ہی ہیں۔

انہوں نے اجتماعی تحریک سول نافرمانی شروع کرنے کا فیصلہ کیا اور یہ اعلان کر دیا کہ ہندو مسلم اتحاد کے مسئلہ پر بحث اس وقت ملتوی رکھی جائے جب تک انگریز ہندوستان سے نہ چلے جائیں۔ اگر انگریز مسٹر گاندھی کی خواہشات پوری کر دیتے تو ہندوستان سے چلے جاؤ کا نعرہ بھی ختم ہو جاتا کانگریس کو خوش کرنے کا مطلب مسلمانوں کو قربان کر دینا ہوتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ برطانوی حکومت نے کانگریس کا مطالبہ اس وجہ سے منظور نہیں کیا کہ اسے ہمارے ساتھ محبت تھی بلکہ اس نے کانگریس کا مطالبہ اس وجہ سے

محوری منصوبے یا خوابِ پریشان

ایک سیاست داں کے قلم سے

سابق قیصر ولیم فرمانروائے جرمنی کا ایک محبوب تصور یہ تھا کہ اپنی سلطنت کو اس قدر وسیع کیا جائے کہ وہ ایک طرف اگر بحر شمال سے ملتی ہو تو دوسری طرف خلیج فارس سے جا ملتی ہو اس سلطنت میں جرمنی کے علاوہ آسٹریا ہنگری، ریاستہائے بلقان اور کچھ روسی علاقے شامل تھے جن سے ترکی کو عراق اور کاکیشیا کے نیز سے ملحق کر دیا گیا تھا اس کے دو مرکز عمل قرار دیئے گئے تھے ایک برلن دوسرا بغداد۔ ۱۹۱۲ء میں جرمن انجینیروں نے ایک ریلوے لائن بغداد کے شمال سے بنانی شروع کر دی تھی خیال یہ تھا کہ ایشیائے کوچک میں جو ترکی ریلوے سسٹم ہے اس سے یہ ریل ملا دی جائے اگر ایسا ہو جاتا تو یہ ممکن تھا کہ برلن سے بغداد تک سارا ریل کا سفر ہو جاتا اور راستہ میں آبنائے باسفورس کو عبور کرتے ہوئے استنبول کے مقام پر بدلنے کے علاوہ اور کسی جگہ رکنا نہیں پڑتا۔ ۱۹۱۸ء میں جرمنی کو شکست ہو گئی اور یہ تعمیراتی سلسلہ منقطع ہو گیا یہ ریلوے لائن ۱۹۴۰ء تک مکمل نہیں ہو سکی اس کا آخری حصہ وہ تھا جسے برطانی ٹھیکہ داروں نے تعمیر کیا۔ یہ ٹکڑا ترکی کے علاقہ نذبین سے شروع ہوتا ہے اور شام کے کچھ حصہ میں سے گذرتا ہوا عراق کے شہر موصل تک جاتا ہے جنگ عظیم نے اہل مغرب کو مشرق تک اس قدر تیزی کے ساتھ پہنچنے کے منصوبے کو بالکل ہی ختم کر دیا۔

ہٹلر نے قیصر کے خواب کو جو برلن و بغداد کو ملا دینا چاہتا تھا اور بھی آگے بڑھا دیا ہے نازی چاہتے ہیں کہ جرمنی سے چل کر عراق تک ریل میں بیٹھے بیٹھے جائیں اور راستہ میں کوئی علاقہ ایسا نہ ملے جو جرمنی کے قبضہ میں نہ ہو لیکن جب سے عراق پر روسی اور برطانوی اقتدار قائم ہے یہ منصوبہ بالکل فنا ہو گیا ہے ہٹلر کے منصوبوں میں رخنہ ڈالنے والی چیز جو سب سے اہم ہے وہ ترکی کی غیر جانبداری ہے ہر چند کہ نازی پروپیگنڈا باز لوگ ترکی کو ہر جانب کی انتہائی لسانی کوششیں کرتے ہیں مگر ترکی کی غیر جانبداری اٹل ہے اور اس چیز نے جرمنی کی اسکیموں کو غارت کر رکھا ہے اب جرمنی کی موجودہ کوشش یہ ہے کہ ترکی کے اندر سے راستہ نہیں مل سکتا تو ترکی کے اطراف میں سے نکلا جائے۔

کاکیشیا کے حملے۔ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جرمنی کی نیت یہ ہے کہ کاکیشیا کو باقی روس سے بالکل کاٹ دیا جائے اور جنوب کی طرف بڑھ کر ایران و عراق تک پہنچا جائے مزید برآں مصر بھی ہٹلر کی نگاہ سے باہر نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ روس ہی نازیوں کا نقطہ بند تھا مگر انہوں نے لیبیا کی لڑائی میں اندھا دھند آدمیوں اور سامان کو آگ میں جھونکنا شروع کر دیا لیکن وہاں کی فوجوں کو العالمین پر منہ کی کھانی پڑی اس لئے ممکن ہے نازی اپنا نقشہ بدل دیں یہ صحیح ہے کہ نازیوں کا آئندہ ارادہ معلوم نہیں کیا جا سکتا لیکن بعض فوجی مبصرین کا خیال ہے کہ ہٹلر اسکندریہ تک پہنچنے کے لئے کریٹ سے حملہ کرنے کی کوشش کریگا اور یہاں بھی اسے شکست نصیب ہوگی اس میں شک نہیں کہ مشرقی بحر روم میں برطانوی بحری بیڑے کی موجودگی کی وجہ سے ہٹلر کو قبرص تک پہنچنا انتہائی مشکل ہوگا لیکن اگر نازیوں نے کوئی ایسی مہم کی تو وہ محض ہوائی طاقت کی بنیاد پر ہوگی پھر بھی یورپ میں دوسرے محاذ کے کھل جانے کا انہیں خدشہ ایسا لگا ہوا ہے کہ جرمنی ایسی کوشش شروع نہیں کر سکتا۔ ہٹلر کے لئے سہل ترین راستہ ایران و عراق تک پہنچنے کا ترکی میں سے ہو کر گذرنے پر موقوف ہے مگر اب ترکی جرمنی کو راستہ دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں بلکہ وہ تو اس کے لئے بھی تیار ہیں کہ اگر ترکی کی غیر جانبداری کی طرف اگر کسی نے نگاہ بھر کر دیکھا تو اس سے نبٹ لیا جائیگا اور یہ اندازہ غلط نہیں ہے کہ موجودہ حالات میں جرمنی ترکی سے لڑنے میں خطرہ محسوس کرتا ہے۔

نازیوں کے ناپاک ارادہ میں صرف یہی نہیں ہے کہ یورپ پر ہی حکومت کی جائے بلکہ نازی پروپیگنڈا تو اس حد تک آگے نکل چکا ہے اور جرمن پروفیسروں اور اخبار نویسوں نے جرمنی کی حکومت تمام کرۂ ارض پر پہنچانے کی شیخیاں بگھارنی شروع کر دی تھیں۔ کونزنیل زی لونگ جرمنی اخبار میں نذر لبیسر نے جنوبی افریقہ پر نازیوں کے قبضہ کی اسکیم اس کا خیال ہے کہ جنوبی افریقہ کے بوئر بالکل جرمن نسل کے لوگ ہیں یہ لوگ ڈچ قوم سے نکلے ہیں اور ڈچ قوم فرانکونی اور فریسین قبیلہ سے نکلی ہے اور یہ دونوں گروہ جرمن نسل سے تھے۔ لبیسر کہتا ہے کہ جنوبی افریقہ میں جو مشرد جرمن پہنچے تھے انصاف ان کو یہی ملنا چاہیئے جرمنی چاہتا ہے کہ افریقہ لی یونین میں جس قدر بھی جرمن آباد ہیں ان کو اپنے وجود کا یقین رہے اور ان کی ہر طرح غور و پرداخت ہو۔

اگر جرمنی روس کو شکست دیدیتا ہے تو پھر اس کا دوسرا قدم یہ ہوگا کہ ایران و عراق پر پہنچ جائے اس کے بعد وہ افریقہ کی فتح کا بیڑہ اٹھائیگا مگر یہ دونوں ارادے ایسے ہیں کہ جو ایک خواب سے زیادہ اصلیت نہیں رکھتے آئندہ کیا ہوگا اس کا انحصار روس کی مہم کے فیصلہ پر ہے روس کو بہت کچھ نقصانات ہو چکے ہیں پھر بھی اس کا نہایت قوی امکان ہے کہ روس ایسی کروٹ بدلے کہ نازی منصوبے سب غارت ہو جائیں ہٹلر کو خیال اس کا خوف ہے اور یہی وجہ ہے کہ جاپان سے اس کو امید ہے کہ وہ تیار بیٹھا رہیگا اور اشارہ ملتے ہی مشرق کی طرف سے روس پر حملہ کر دیگا اس میں شک نہیں کہ محوری طاقتیں ایک مشترکہ ساز باز کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں جاپان جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا کہ اس سے بہت قبل ایسا ہوا کہ نازی اخبار نویس وو درلوہیا نے بحر الکاہل کی طرف توجہ دیتے ہوئے کہا تھا۔

آسٹریلیا جاپان کے لئے بالکل اسی طرح ہے جیسے افریقہ یورپ کے لئے ہے یعنی خام اشیا حاصل کرنے اور عظیم پیمانے پر تجارتی بانٹ بخرے کے لئے وسیع میدان آسٹریلیا میں وہ سب خام اشیا پیدا ہوتی ہیں جن کو جاپانی کارخانوں اور صنعتوں کو ضرورت ہو سکتی ہے کوئلہ اور تیل کے سوا۔ دونوں چیزیں جاپان کو اپنے پاس ہی ڈچ انڈیز میں مل سکتی ہیں یہ زمین بہت طویل و عریض اور زرخیز ہے یہاں ہزاروں انسانوں کو گھر بنانے اور بسر اوقات کرنیکا موقعہ مل سکتا ہے ہزاروں جاپانیوں کو رزق اور رہنے کی جگہ مل سکتی ہے جو منچوکو اور شمالی چین کی سخت آب و ہوا میں نہیں مل سکتی۔

ہٹلر اور ٹوجو دونوں کا یہ خواب ہے کہ یورپ اور ایشیا کو فتح کیا جائے محوری طاقتیں اپنی حرص و ہوس کی آخری منزل تک پہنچنا چاہتی ہیں ٹوجو اور ہٹلر صرف اسی وقت اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو سکتے ہیں جبکہ برطانیہ اور امریکہ دونوں کو شکست دے لیں اور یہ انتہائی درجہ میں محال بلکہ ناممکن ہے اس لئے برلن ٹوکیو خواب کبھی ممنون تعبیر نہ ہوگا!

واللہ اعلم بالصواب

سچا شہادت نامہ

الہام سیدنا حسین علیہ السلام کی شہادت کا دردناک اور الیم المناک اور حاملِ شہادت تھی جس پر تیرہ سو برس سے برابر لکھا جاتا ہے اور قیامت تک برابر لکھا جائیگا اردو زبان میں بھی ہزارہا کتب شہادت لکھی گئیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ابتک بہت کم ایسی کتابیں بھی ہونگی جو شہادت حسین کا صحیح آئینہ ہوں شیعوں کو چھوڑتے ہوئے سنی بھائیوں نے بھی اس پر خاص توجہ کی اور شہادت نامہ کے سلسلے میں جو کتابیں اب ملتی ہیں ان میں اکثر تو وہ ہیں جو فرسودہ اور غلط روایات اور فرضی حکایات سے لبریز ہیں بعض میں حب اہلبیت کے غلو سے امویوں کو اس درجہ مطعون کیا گیا ہے کہ سیدنا حضرت عثمان کو بھی نہ چھوڑا گیا بعض کتابوں نے محض مسلمانوں کو دردناک بنانے کیلئے ایسے بے سروپا اور غیر فطری جذبات کا اظہار کیا ہے جو قرین قیاس ہی نہیں ہیں میں نے سچا شہادت نامہ شایع کرنے میں ان سب باتوں کو ملحوظ رکھا ہے واقعات شہادت پر سب سے بڑی کتاب ہے اسلئے بڑا شہادت نامہ ہے ہمارا اہم کتب سے ماخذ ہے اسلئے سچا شہادت نامہ ہے واقعات کو حالات کی صحیح روشنی میں دکھایا ہے اسلئے موثر شہادت نامہ ہے گوبا غمگین الناک نہ کہ نہیں بلکہ میرا جس کے صحیح خاکے اور بالکل فطری بین شامل کر دیئے ہیں اسلئے یہ دردناک شہادت نامہ بھی ہے آپکے دس سال کی اندازہ کرلیا ہوگا کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا آپ بھی تعریف فرماتے ہیں اسلئے اس کتاب کے متعلق مجھے یقین ہے کہ آپ بہت پسند فرمائینگے دو سو اٹھائیس صفحات ہے اور دس اور بھی بیشکل ختم ہوگا اب کے محرم میں اگر اجتماع ملیں ہیں یہ شہادت نامہ پڑھا جائیگا تو قدرتی طور پر لوگ اجتماع حسین میں فداکار اور ایثار پیشہ مسلمان بن جائیں اور انتشار دیں کہ آنسوؤں کی شدت سے دل کا سارا میل دھل جائے مجلد کتاب ہے اور مجلد کی قیمت صرف ایک روپیہ دو آنے ہے آٹھ آنے محصول ڈاک میں خرچ ہوتے ہیں بڑا سچا موثر اور دردناک ہونے کے ثبوت میں ایک ٹکڑا پیش کرتا ہوں پھر پوری کتاب کے متعلق آپ خود اندازہ فرمالیں گے۔

پیاسا فرزند تشنہ کام باپ کے پاس

حضرت علی اکبر لڑتے لڑتے پیاس کی شدت سے اس قدر بے حال ہو گئے کہ صفوں کو چیرتے پھاڑتے اور درہم برہم کرتے ہوئے امام تشنہ کام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بابا جان سے عرض کیا کہ اے ساقی کوثر کے شاہ محور پیاس نے مجھکو ہلاک کر ڈالا اور ان آہنی اسلحہ کے بوجھ نے اور بھی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے کیا تھوڑے سے پانی کا بندوبست ہو سکتا ہے کہ تازہ دم ہو کر ان دشمنوں پر اور زیادہ ہوش ... کے ساتھ حملہ کروں۔

کیسی بیکسی اور کس درجہ بے بسی کا عالم تھا اس مظلومیت کا کیا ٹھکانا کہ ساقی کوثر کے فرزند اس کا جگر گوشہ ایک جام آب طلب کرتا ہے اور فرزند بھی جو ہمیشہ پہلے مگر معلوم باپ کی اتنی قدرت نہیں کہ بیٹے کا حلق تر کرے پانی کہاں تھا جو مظلوم حسین بیٹے کی پیاس بجھاتا۔ فرزند دلبند کی فریاد کانوں میں آئی اور ساتھ ہی نظر اٹھی تو دیکھا کہ بیٹا پسینہ سے تر اور کپڑے خون سے شرابور ہیں حسرت و یاس میں کہا جان پدر تمہیں معلوم نہیں کہ علی اصغر اور بالی سکینہ پیاس کے مارے تڑپ رہی ہیں پانی کہاں ... تم کیونکر اے فرزند دلبند مجھ ہی پر نہیں میرے نانا رسول اللہ پر اور پدر علی مرتضیٰ پر بھی یہ نہایت شاق ہے کہ تو استدعا کرے اور وہ جواب نہ دیں اور تو منہ کو بکاوے اور کوئی جواب نہ دے۔

پھر آپنے حضرت علی اکبر کی زبان اپنے دہن مبارک میں لیلی اس میں تری کہاں سے آتی حضرت علی اکبر نے کہا بابا جان آپکی زبان مبارک تو مجھ سے بھی زیادہ خشک ہے اس کے بعد امام عالی مقام نے اپنی انگلی سے اتار کر ایک انگوٹھی دی کہ اس کو منہ میں رکھ لو اس کے رکھنے سے فی الجملہ تسکین حاصل ہوگی پھر فرمایا تم کو خدا کو سونپتا ہوں جاکر دشمنان دین سے لڑو یقین کرو کہ تمہارے جد امجد ساقی کوثر محمد رسول اللہ عنقریب تم کو ایک جام پلا دینگے کہ پھر کبھی تم کو کبھی تشنگی کی شکایت نہ ہوگی۔

حضرت علی اکبر انگوٹھی کو چوستے ہوئے رجوعاً لیا عقیق کی ہوگی جس کا خاصہ دفع تشنگی ہے میدان کارزار میں لوٹے اب پیاس کو قدرے سکون تھا اس دفعہ بھی آپ نے اس زور کا حملہ لشکر شام پر کیا کہ نامردوں کے چھکے چھوٹ گئے بے اندازہ دشمنان خدا کو واصل جہنم کیا جو سامنے آیا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور جس نے سر بلند کیا اسکا سر قلم کر دیا چنانچہ بعض مورخین کا بیان ہے ۱۸۲ اور بعض کا ۸۰ گمراہوں کو آپنے فی النار کیا۔

بالآخر دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تیروں کی بارش سے پہلے ہی آپکے جسم اطہر کو زخمی کر چکے تھے اب تلواروں اور نیزوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جب بالکل ہی آپ نڈھال ہوگئے اور زین سے فرش زمین پر بآہستگی گرنے لگا تو امام عالی مقام کو پکارا یا ابتا ادرکنی اے پدر گرامی قدر اپنے فرزند کی خبر لیجئے اور اس تشنہ کو بار کو آخری دیدار کرائیے اور حق سیراب کیجئے مگر تشنہ تو لائیے اور دیکھئے کہ جد امجد جناب محمد رسول اللہ جام کوثر پلا رہے ہیں خدا کی قسم اب کبھی مجھکو پیاس نہ لگیگی اور بے والد بزرگوار دوسرا جام آپ کے لئے لئے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں حسین جلدی کر جلدی۔

فرزند خستہ جگر کی فریاد کانوں میں پہنچی تو امام مظلوم نے بیساختہ فرمایا آہ میرے پیارے بچے آہ میرے دل کے ٹکڑے اور آہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹا اب تیرے بغیر میری زندگی بے لطف ہے۔

یا ابتا ادرکنی کی صدا سنتے ہی میدان کربلا کی طرف امام عالی مقام دوڑے اس موقع کی تصویر ہمارا میس قیم سے ملاحظہ فرمائیے۔

حسین دم شی ... یہ جاں گزا صدا — صابر اگرچہ تھے یہ کلیجہ الٹ گیا
ہاتھوں سے دل کو تھام کے دوڑے برہنہ پا — نعرہ کیا کہ ہائے علی اکبر کدھر گیا
مل کر غریب بیکس و تنہا سے جائیو — اے ضعیف باپ تو دنیا سے جائیو
ہے ہے مرے شفیق مرے مہرباں پسر — خوش شر دلبر سعید پسر نوجواں پسر
مادر کا چین باپ کا آرام جاں پسر — کم گو پسر شہید پسر قدرداں پسر
مقتل کدھر ہے کوئی بتاتا نہیں مجھے — اے نور عین کچھ نظر آتا نہیں مجھے
تجھ کو غریب دشت بلا کہہ کے پھر پکار — ایکبار یا ستہ دوسرا کہہ کے پھر پکار
اے شیر بیا شہادار کہہ کے پھر پکار — صدقے ہو باپ یا ابتا کہہ کے پھر پکار
میری ہی جان تن سے ترے ساتھ جائیگی — مر جاؤں گا نہیں جو تیری آواز آئے گی
کچھ ہوش دست و پا کا نہیں ہے حواس ہوں — زخمی قلب کشتہ اندوہ و یاس ہوں
غمگین ہوں مردہ دل ہوں حزیں ہوں اداس ہوں — دم توڑتے ہو تم تو غضب اور میں پاس ہو
کیونکر قرار آئے دل ناصبور کو — لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے آنکھوں کے نور کو
دوڑے یہ بات کہہ کے جو سلطان بحر و بر — بیٹے کی لاش باپ نے دیکھی ہوئیں ترو تر
اٹھا یہ دل میں درد کہ خم ہو گئی کمر — دیکھا جو زخم منہ کے قریب آگیا جگر

تھا پہلو گیا تو غریب اکبر گئے — غل پڑ گیا صفوں میں کہ شبیر مر گئے
ہوش آیا چند ساعت کامل کے بعد جب — دیکھا کہ مٹ رہی شبیہ رسول رب
آنسو بہا کے رکھ دیئے بیٹے کے لب پہ لب — چلاتے تھے کہ چھوڑ چلے ہم کو بے غضب
دل سے گلے لپٹنے کی حسرت نکال دو — باہیں اٹھا کے باپ کی گردن میں ڈال دو

امام عالی مقام کی صدائے درد و غم سنکر جناب علی اکبر نے آنکھیں کھول دیں کیونکہ دیدار پدر کے اشتیاق میں ابھی تک جان آنکھوں میں اٹکی ہوئی تھی۔

اکبر نے آنکھیں کھول کے دیکھا رخ پدر — گالوں پہ اشک آنکھوں سے ٹپکے ادھر ادھر
فرمایا شہ نے زانو پہ رکھکر سر پسر — روتے ہو کس کے واسطے اے غیرت قمر
یاں سے اٹھا کے آل پیمبر کو لے چلیں — غم ماں کا ہے تو آؤ تمہیں گھر میں لے چلیں
کی عرض مہلت اتنی کہاں اے شہ امم — اب کھینچئے قبلہ رو کہ نکلتا ہے تن سے دم
دولت ملی کہ دیکھ لئے آپ کے قدم — غیر از غم فراق مجھے کچھ نہیں ہے غم
ساتھ آئے تھے جو چاہنے والے وہ دور ہیں — روتا ہوں اس لئے کہ اکیلے حضور ہیں
شہ نے کہا کہ میرے لئے بیٹا رو دو بس — ہوگا جہاں سے جانے میں تھوڑا سا پیش و پس
دنیا کی آرزو ہے نہ جینے کی مجھ کو ہوس — میرے لئے ہے اب دم خنجر سراک نفس
اکبر ترے الم سے جگر چاک چاک ہو — جب تو نہ ہو تو باپ کے جینے پہ خاک ہو
یہ بات سن کے پینے لگا ہچکیاں پسر — دکھلی زباں دکھا دی کہ پیاسا ہوں اے پدر
زردی اجل کی چھا گئی چہرے پہ سر بسر — دوبارہ لی کراہ کے کروٹ ادھر ادھر
دنیا سے انتقال ہوا نور عین کا — ہنگام ظہر تھا کہ لٹا گھر حسین کا

قارئین کرام خدا معلوم کرو اور امام مظلوم کی بیکسی اور درد و غم حسین کا اس وقت اندازہ لگاؤ دل پر صدمے اس وقت تک آپ نے کتنے زخم کھائے کیا ان صدموں کے مقابلے میں جان دینا اور مرنا آسان نہیں ہو جائیگا دوستوں کا غم بھائیوں کا الم بھانجوں کا صدمہ بھتیجوں کا داغ اور اب آخر میں جوان فرزند کا اس بے کسی و بے بسی میں بچھڑنا اور بھلا یہی کس طرح ایک ایک قطرہ آب کو ترس ترس کر سب کا الم آپ ہی کی جان تو ان پر تھا کسی کو صرف شوہر کا غم کسی کو صرف بیٹوں کا غم مگر ایک جان حسین تھی جسے سب کا غم تھا جتنے تیر اب تک الگ الگ شہید دل پر چلے تھے جتنی تلواریں شہدا کے جسموں پر لگی تھیں جتنے نیزے اور برچھیاں علیحدہ علیحدہ گلے پر چلیں تھیں سب حسین مظلوم کے دل و جگر کے پار ہوئیں جو زخم شہید کے دل و جسم پر تھا وہ حسین کے دل پر بھی تھا غرضیکہ مظلوم و بیکس امام علیہ السلام کا درد و غم لا محدود تھا اس پر سب سے آخر میں فرزند جوان کی موت اور موت بھی ایسی دردناک حالت کے ساتھ کہ سارا جسم تیروں سے چھلنی تمام بدن لہو لہان سے قیمہ اور تمام اعضا زخموں سے چور تھے اس حالت میں فرزند دلبند کو خاک و خون میں تڑپتا اور زمین پر پڑا دم توڑتا ایڑیاں رگڑتا دیکھکر جو حال امام عالی مقام کا ہوا ہوگا کس کا قلم ہے جو بیان کر سکے۔

دیکھی عجیب حالت فرزند نوجواں — ہچکیاں گلے میں ہونٹوں پہ نکلی ہوئی زباں
تن پر جراحت تیر و خنجر و سناں — گردن تھی کج پھری ہوئی آنکھوں میں پتلیاں
ماتھوں سے مرکبوں کے جراحت پھٹے ہوئے — چہرہ سفید خاک میں گیسو اٹے ہوئے

اس حالت کو دیکھکر امام مظلوم پر کیا بیتی ہوگی جس کا آخری سہارا اس طرح کربلا کی گرم تپتی ہوئی ریت پر تڑپ رہا ہوگا اس بیکسی کو دیکھو کہ اس وقت کوئی دوسرا اتنا بھی نہیں کہ فرزند کی لاش کو کاندھا دیکر خیمہ تک پہنچا دے جنازہ کے کاندھا دینا تو جنازہ اٹھانا نہ سہی کم از کم ایک آدمی تو ہوتا جو شکستہ کمر باپ کو بیٹے کی لاش اٹھانے اور خیمہ تک پہنچانے میں مدد دیتا مگر آہ رہی بیکسی آشنا ہی کوئی نہیں اور امام عالی مقام کو تنہا جوان بیٹے کی لاش خیمہ تک لانی پڑی میت کو میدان میں کیسے چھوڑ دیتے کیا شقی و گمراہ کوفی و شامی لاشہ علی اکبر کو روند نہ ڈالتے جس وقت لاش کو لیکر حضرت خیمہ کی طرف چلے ہیں اور خیمہ مطہر میں اطلاع ہوئی کہ جناب امام عالی مقام یعنی بیکس و مظلوم باپ شہید بیٹے کی لاش لا رہا ہے اس وقت خیمہ اطہر میں جو قیامت برپا ہوئی ہوگی کیا کوئی اس غمزدہ ماں کی ماتم داری کا اندازہ لگا سکتا ہے ماں کی مامتا پھوپھی کی چاہت اور سکینہ معصومہ کی محبت اگر لاش کو دیکھکر مضطرب و بیقرار ہو کر سر پیٹنے لگے ہوں میں تو کوئی حیرت کا مقام ہے رانڈ بی بیوں یتیم بچوں اور غریب الوطن سیدانیوں میں قیامت برپا ہوئی ہو تو کونسی تعجب کی بات ہے کیا کیفیت نہ ہوئی ہوگی ؎

لاش کے پاس ہائے پسر کہہ کے ماں گری — ہاتھوں سے دل پکڑ کے پھوپھی نیم جاں گری
دل پیر اک کے برق غم نوجواں گری — غش ہو کے یاں کوئی وہاں کوئی وہاں گری
چھوٹی بہن جو لاشے سے آکر لپٹ گئی — اک حشر ہو گیا صف ماتم الٹ گئی

مادر اکبر کا بین

ہم لاکھ زور لگائیں کہ حضرت علی اکبر کی مادر گرامی کی حالت کا نقشہ دکھائیں مگر یہ ممکن ہی نہیں میر انیس نے جو کوشش کی ہے خدا ان کو اجر جزیل عطا فرمائے اس کو ملاحظہ فرمائیے اس سے کسی قدر ہلکا اور دھندلا سا خاکہ پیش نظر ہو جاتا ہے ؎

چلاتی تھی ارے مرا پیارا ہے کس طرف — اے آسماں وہ عرش کا تارا ہے کس طرف
اے ابر شاہ چاند ہمارا ہے کس طرف — اے ارض کربلا وہ سہارا ہے کس طرف
تو ہو سکا نہ داد جوان کی زبان کی — میں تکتی رہ گئی ہے مرے کڑیل جوان کی
اے میرے لال گیسو وں والے کدھر ہے تو — ہے ہے مرے غریبی کے پالے کدھر ہے تو
واری کہاں لگے تجھے بھالے کدھر ہے تو — لیکر کھوپی جگر کو سنبھالے کدھر ہے تو
اٹھارہ سال پر تو تھا کہ موت آگئی تجھے — اے نور عین کس کی نظر کھا گئی تجھے
ہے ہے مرے سعید و رشید و بیتیم جاں — خوشرو جواں غریب جواں مہ جبیں جواں
صفدر جواں شکیل جواں نازنیں جواں — کس نے تجھے مروڑ دیا اے حسیں جواں
آغاز عیش میں ابھی ایسے سن تھے — بچے مرے ابھی ترے مرنے کے دن نہ تھے

حضرت علی اکبر کی موت ایسی موت نہ تھی جس کا غم کسی کے لئے بھی قابل برداشت ہوتا مگر سید الصابرین نے فرمایا اور بار بار یہ کہا کہ صبر کرنے کی تلقین کی کہ علی اکبر نے دم توڑنے سے پہلے جو وصیت کی تھی وہ یہی تھی کہ اماں اور پھوپھی سے کہدیجئیگا کہ صبر فرمائیں یاد رکھیے میرے ماتم میں نہ پرسا لیکن نہ ماریں سینہ کوبی نہ کریں اور بال نہ نوچیں اور سب بیبیوں نے اس وصیت کی تعمیل کی اگرچہ دل پھٹے جاتے تھے جگر کے ٹکڑے ہو رہے تھے لیکن زبان امر نامشروع سے آشنا نہ تھی آنسوؤں کی ایک نہر سی جاری تھی آہ و نالہ سے مرغان صحرا کے دل دو نیم ہو رہے تھے مگر کیا مجال کہ خاندان رسالت کے وقار کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکلے جناب امام حسین کے دل پر جو صدمہ گذر گیا اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ریش شریف کے بال جو ابتک سیاہ تھے لیکن فرزند جوان کی موت سے یکایک سفید ہو گئے۔

حضرت ام لیلیٰ جناب شہر بانو اپنے فرزند علی اکبر کے غم میں بڑی بیں ای سال میدان کے پاس امام عالی مقام تشریف لے گئے وہ آپ کو دیکھکر اور بھی بیقرار ہو گئیں جوانا مرگ بیٹے کو یاد کر کے رونے لگیں یہ وقت ایسا دردناک تھا کہ ہمارا قلم یاری نہیں دیتا کہ اس کو قلمبند کریں میر انیس کی زبان سے سن لیجئے۔

روتے ہوئے وہاں ہوئے شاہ خوش خصال
دیکھا کہ غش ہو خاک پہ بکھرے ہوئے ہیں بال

شبیر ملکر یہ پکارے بصد ملال
اے اہلبیت ہوش میں آؤ یہ کیا ہے حال

سچ ہے فلک نے تم کو برے دکھ دکھائے ہیں
صاحب اٹھو ہم آخری رخصت کو آئے ہیں

سنکر صدا حسین کی چونکی وہ نوحہ گر
کی عرض سر جھکا کے قدم پر بچشم تر

تنہا حضور آئے ہیں اندھے ہوئے کمر
صاحب کہاں ہیں نونوں نالا مرا پسر

دیسے نہیں وہ دکھ میں بدہوں جو چاہئے
اپنے مرادوں والے کو ہوں گی میں آپ پئے

اے جان فاطمہ میرا پیارا کدھر گیا
اس کی زندگی کا سہارا کدھر گیا

مرتی ہوں اپنے سرور سے قدکو بیچ کھاؤ
اک بار پھر شبیہ محمد کو دیکھ لوں

دیکھو اگر ابھاؤ سا نکھڑا دکھائیں پھر
بیلوں میں گیسوؤں کی بلائیں تو جائیں گر

مجھ کو تو خیریت سے غرض ہو آمین کے
خوشبو میں تن کی سونگھ لوں جنگل سا ہیں بھر

تڑپے گا دل تو لیکے اجازت حضور سے
میں دیکھ لوں گی در پہ کھڑے ہوکے دور سے

گر ہیں خفا تو آئیں میں اہل بیت ہوں
ان کی خطا نہیں ہے میں تقصیر وار ہوں

والی ہوں ان کی آپ کی خدمتگزار ہوں
اب رحم کیجئے بہت بے قرار ہوں

تکلیف گرچہ ہوگی نہ شہ مشرقین کو
لے آئیے منا کے مرے نورعین کو

باتیں یہ سنکے کہنے لگے شاہ بحر و بر
یارب جوان ہو کسی ماں سے جدا پسر

بانو کے بلاؤں کہاں ہے وہ سیم بر
مثل مصطفٰے تو گئے فاطمہ کے گھر

ہر دکھ میں صبر کرتے میں حق شناس تھے
جس نے حسین و بانوا سنکے پاس ہیں

جاگے ہوئے تھے رات کے نیند آگئی انہیں
ہے ہے منا تقوکی نظر کھا گئی انہیں

مخفی بہت کیا یہ اجل آگئی انہیں
صحرائے کربلا کی فضا بھا گئی انہیں

زندہ نہ ہوگا لال اگر مرہی جاؤ گی
اب تو کوئی گھڑی میں ہمیں بھی نہ پاؤ گی

جاتے ہیں ہم نہاں یہ جہاں ہے دغا ہے
دیدو جوابنے لال کو دنیا پر کچھ پیام

سن کر یہ ذکر مرثی میں آئی وہ تشنہ کام
سمجھی کہ گھر تباہ ہوا اب چلے امام

خنجر سے حلق شاہ کے کٹنے کا طور ہے
ابتی اجڑ کے تخت الٹنے کا طور ہے

دامن پکڑ کے شاہ کا بولی وہ دلفگار
اے ابن فاطمہ یہ کنیز آپ پر نثار

بعد آپ کے لوٹنے آئیں ستم شعار
بیٹھے کہاں یہ بیکس و غمگین سوگوار

کچھ حق ہیں اس کنیز کے فرمائیے
صاحب کسی جگہ مجھے بٹھلا کے جائیے

فرمایا شہ نے حافظ و حامی ہے ذوالجلال
زہرا کی بیٹیوں کی رہو تم شریک حال

زینب کو دیکھو سر پہ نہ بھائی نہ ذوالجلال
صاحب تمہارے ساتھ ہے عابد ساخوشخصال

بے وارثوں کا وارث و والی اللہ ہے
دیکھو ڈگے نہ پاؤں کہ مشکل کی راہ ہے

لو الوداع! الم اس پہ اب آ کے رو ہو
لیکن نہ خاک اڑا کے نہ جلا کے رو ہو

زانو پہ سر کو شرم سے نیوڑا کے رو ہو
قبر رسول پاک پہ ہاں جا کے رو ہو

لٹنے میں صبر و شکر تیار ہیں چاہیے
رونا بشر کو خوف الٰہی میں چاہیے

امام تشنہ کام تمام اہل بیت کرام سے ایک ایک کر کے ملے سب کو علی قدر مراتب تسکین و تسلی دی اور حق کی وصیت اور صبر کی تلقین فرمائی آپ اس وقت بہ عزم و وقار تھے گو اگرچہ آثار حزن و ملال تھے مگر عظمت و جلال حق کی تصویر تھے شوق لقارب سے مضطرب الحال تھے اور میدان کی طرف جانے میں عجلت فرما رہے تھے۔

اس سے آگے اصل کتاب میں پڑھیے یہ سب سے بڑا سچا شہادت نامہ ہے۔

(بسلسلہ صفحہ ۲۰) مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنیکا حق صرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہے لیکن ہم آپ لوگوں سے مسلمانوں کی کثیر رائے کے فیصلے پر عملدرآمد کا ہی مطالبہ کر رہے ہیں۔

علاوہ بریں ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے کہ ہندوستان کے بچاؤ کے لئے اس کے تمام وسائل کو مجتمع کر کے ان سے مستفید ہونے کے لئے ایک عارضی گورنمنٹ بنائی جائے ہندوستان کے بچاؤ کی ہمیں انتہائی تشویش ہے کیونکہ ہم وطن میں ہیں۔ امریکن امریکہ واپس جا سکتے ہیں لیکن ہمارا وطن تو یہی ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے وطن کے بچاؤ کی ان کے مقابلہ میں زیادہ فکر ہے لیکن مسلم ہند عارضی گورنمنٹ میں محض ایک عارضی حکومت اقلیت کی حیثیت سے شریک نہیں ہو سکتے بلکہ مساوی درجہ پر شامل ہو سکتے ہیں لیکن وہ ہماری تجاویز کا جواب مکل بازی سے اور غیر ملکوں سے اپیلیں کر کے دے رہے ہیں۔

ہم اسے برداشت کر سکتے ہیں

لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر برطانیہ اور کانگریس اپنے اختلافات دور کر لیں اور برطانیہ کانگریس کے مطالبات منظور کرلے تو ہمارا کیا حشر ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر برطانیہ اپنے تمام وعدوں کے باوجود ہمیں قربان کرنے کی کوشش کریگی ہمیں آزادی اور کانگریس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیگی تو آپ لوگ یقین رکھیں اگر ہم منظم ہیں تو وہ سب مل کر بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکیں گے ہم اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہیں اور ایسی حکومت کو ناکام بنا سکتے ہیں انگلستان اور امریکہ کی طاقتیں مل کر بھی ایسا آئین نافذ نہیں کر سکتیں جس سے مسلمانوں کے مفاد قربان ہونے کا اندیشہ ہو۔

لیکن اگر اتحادی قوموں نے ایسی احمقانہ غلطی کی تو یقین جانئے کہ کانگریس کے راج کے حامی غیر ملکیوں کی سنگینوں کا سامنا کرتے ہوئے بھی ہم ملک کے نظم و نسق کو ناممکن بنا دیں گے کیونکہ یہ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے یہ شہرت انگیز تحریک ہے جس میں اس براعظم کے دس کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کا دارومدار ہے۔ عقیدہ اتحاد اور ڈسپلن گذشتہ موقع پر میں نے آپ لوگوں کے دو بڑا ان تین باتوں پر زور دیا تھا میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ زندہ رہیں اور وہ سب کچھ اپنے قبضہ میں رکھیں جو آپ لوگوں کو عزیز ہے آپ لوگ اسلام کے بیش قیمت ورثہ کی عزت رکھیں یہی آپ کا نصب العین ہے۔ ابھی عہد کریں اور کام کرنا شروع کر دیں اور مسلم لیگ کو منظم کریں مسلم ہند میں حیرت انگیز تبدیلی ہو گئی اتحاد عمل، اشتراک عمل، خدمت عامہ اور ضرورتمندوں کی امداد ایسے اوصاف ہیں کہ آپ ان اوصاف کے عامل بنجائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو نہیں دبا سکتی۔

دوا کے ذریعہ عورت کو اولاد ہوسکتی ہے

جس عورت کو بچہ نہ ہوتا ہو

جب کسی عورت مرد کی شادی کو کئی برس گذر جائیں اور پھر بھی اُن کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو یا کسی اندرونی اور نامعلوم خرابی کے باعث عورت کو اُمید نہ ہوتی ہو یا وہ لوگ جو بچہ کیلئے ترستے ہوں اور اُن کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو ایسی حالت میں صرف ایک ہی ترکیب ہے جسکے بعد عورت کو بچہ ہو جائیگا۔ برسوں کی تمنا پوری ہو جائیگی یعنی اس ترکیب پر عمل کرنے کے بعد اولاد پیدا ہونے لگے گی۔

عورت کو بچہ ہونے کی ترکیب موجودہ زمانے کی تحقیقات اور کئی سال کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ایسی عجیب و غریب دوا تیار ہوئی ہے جسے اگر روزانہ سات دن تک مسلسل ایک ایک خوراک عورت کو کھلائی جائے اور اِن سات دن میں وہ خاص پرہیز کرے۔ اور ٹھیک آٹھویں دن .... تو اسی رات عورت کو "اُمید" ہو جائیگی۔ اس دوا کا نام "محافظ اولاد" ہے اور تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مسلسل سات دن تک اِس دوا کے استعمال سے عورت کا اندرونی جسم ...... بالکل قدرتی اور نیچرل حالت میں آجاتا ہے۔ اور جب آٹھویں رات ...... تو اس کو اسی رات "اُمید" ہو جاتی ہے اور پھر نو مہینے بعد وہ اپنی گود میں بچہ دیکھ لیتی ہے۔ ایک شیشی دوا "محافظ اولاد" میں ایک عورت کیلئے پوری سات خوراک دوا ہوتی ہے اور اسکی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے جس کو ضرورت ہو وہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ ۳۴ پی بی دہلی

کے پتہ پر خط لکھکر بذریعہ وی پی پارسل منگالیں۔ پارسل پر سات آنے محصول لگے گا۔

ٹیلیفون نمبر ۶۲۶۸

شادی کی رات کا لطف

لذتین وقت سے پہلے ذراسی لگانے سے لذت سے بیتاب کر دیتی ہے کیسی ہی مغرور عورت ہو اس کے بعد گرویدہ ہو جاتی ہے اور اس کو تاب نہیں رہتی اس دوا کو لذت کا بادشاہ کہتے ہیں۔

کیف پرور اساک کی لاجواب گولیاں۔ ایک گولی کھائی اور مصروف کار رہئے گھوڑا اور خوب داد عیش دی۔ اساک کا پورا لطف ان گولیوں موجود ہے فی شیشی ایک روپیہ

پرکیف دوشیزگی کا صحیح لطف اٹھانے کیلئے وقت سے دو منٹ پہلے ذراسی دوا اندر رکھی جاتی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نئی شادی کا لطف حاصل ہو رہا ہے۔

سہاگ یہ خاص قسم کی خوشبو ہے وقت خاص پر اس کی ذراسی مہک بے خودی اور انبساط و عیش کے لئے روح کو فرحت دیتی ہے ایک قطرہ سے بھی کم محبوبہ کے نازک جسم پر مل دینے سے سرور ہی سرور پیدا ہو جاتا ہے۔

مذکورہ چار دواؤں کا بکس صرف شادی شدہ حضرات کیلئے کارآمد ہے محبوب کو مسخر اور اساک ولطف وسرور کا ساماں باندھنے کے لئے ان چار دواؤں کا بکس تیار کیا گیا ہے علیحدہ علیحدہ قیمت کے حساب سے دس روپے قیمت ہوتی ہے مگر یکجائی بکس "عیش انگیز" کی قیمت پانچ روپے ڈاک آٹھ آنے علاوہ (شرط) ایک بھی دوا ناکام ہو تو پوری قیمت مع محصول ڈاک واپس کی جائے گی۔

پتہ: اکسیری دواخانہ پوسٹ بکس ۱۱۸۲ کلاں محل (ایم۔ڈی) دہلی

محبوب آپکے قدموں میں
مست خوشبو کا کمال!

بیسویں صدی میں جہاں سائنس اپنے کمالات پیش کر رہی ہے وہاں روحانی عامل نے بھی ناقص محبوبہ کیلئے بیسویں صدی میں ایک اسراری روغن بنایا ہے اس خوشبو کا کمال یہ ہے کہ جس مست خرام محبوب کو چاہو اپنا بنا سکتے ہو اس خوشبو کے چند قطرے لگا کر اس کے پاس سے گزر جاؤ وہ خود تمہاری تلاش میں بے چین نظر آئیگا۔ محبوب کو مست و بے خود کرنے اور اس کو مطیع کرنے کے لئے اس طلسمی خوشبو کا کمال ضرور دیکھئے آپ خود حیران ہوں گے کہ اس میں کونسا طلسمی اثر ہے کہ جس کو چاہو خود بخود کھنچا چلا آئے۔ یہ خوشبو چالیس دن کی محنت اور روحانی کشش کے ذریعہ تیار ہوتی ہے اور عاشقوں کے لئے ان کی مراد پوری کرنے کا ذریعہ بن رہی ہے۔ سنگدل سے سنگدل عورت کو جو اس خوشبو کو سونگھے اپنا بنایا جا سکتا ہے اس خوشبو کو تسخیر کا طلسم محبت کا جادو اور رام کرنے کا عطر کہا جاتا ہے۔

قیمت فی شیشی دو روپے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ

پتہ:۔ گڈلک ٹریڈ ایجنسی دریا گنج دہلی

جھوٹ بولنا حرام ہے۔ دولت اور محبت مفت

ناظرین دنیا میں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں مگر آپ کو خدا کی قسم کھا کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں محنت کی ہے اور ہزاروں روپیہ برباد کیا ہے تب کامیابی نصیب ہوئی ہے اب اپنی محنت سے حاصل کئے ہوئے ان عملیات کو عام فائدہ کی غرض سے پیش کر رہا ہوں اور یقین دلانا چاہتا ہوں کہ آپ مسلمان ہیں تو ایک مسلمان کی بات کا اعتبار کرنے میں تامل نہ کیجئے چند روزہ زندگی کیلئے اور چند پیسوں یا روپیوں کی خاطر کون ایسا مسلمان ہوگا جو اپنے ایمان کو برباد کرے گا اور مسلمان بھائیوں کو دھوکا دے گا۔ اگر آپ کا ضمیر مطمئن ہو تو حسب ذیل تعویذات منگا لیجئے اور کرشمہ خداوندی دیکھئے کہ کامیابی آپ کی پیشانی پر ظاہر ہونے لگے گی۔ تمام نقش و تعویذ بذریعہ وی۔ پی لفافہ میں بھیجے جاتے ہیں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہو جاتی ہے کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں اور یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے اور کیونکر کامیابی ہوگی بالکل سچا جواب مل جاتا ہے۔ اس کے عامل نے برسوں اس عمل کو یاد کیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ دس آنے (عہ/۱) محصول الگ۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھ لینے سے اس قدر ترقی ہوتی ہے کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے۔ غیب سے مفلسی دور ہونے کے آثار ہو جاتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر اتنی جلدی دولت مل گئی نوکری کی صورت میں کسی افسر کے سامنے جیب میں رکھ کر جائے تو وہ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں خود بخود اپنے ماتحت کی ترقی کا خیال دامنگیر ہو جاتا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ چار آنہ (عہ/۱) محصول ڈاک الگ۔

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی محنتیں کر کے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل کامل صاحب کا عطیہ ہے جس کسی سے محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھنسانا اور بے دام غلام بنا کر اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کو اپنے بازو پر باندھ لیجئے اور جس جگہ آپ کا مطلوب ہو وہاں سے گزر جائیے اور وہاں تک رسائی نہ ہو سکے تو ڈوری کو اپنے محبوب کے در پر ہاتھوں تک پہنچا دیجئے بس گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشہ دیکھئے وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین ہو کر آپ تک پہنچے گا ہدیہ ڈھائی روپے۔ مندرجہ بالا سچے تعویذ ہیں ان کی ناکامی کی صورت میں ہم قیمت واپس دیں گے۔ محصول ڈاک ہر ایک کا بذمہ خریدار۔

ملنے کا پتہ:۔ سید نواب میاں شاہ صاحب عامل۔ کالا محل بازار (ایم۔ڈی) دہلی

اِس کو نہ پڑھیے
اگر پڑھیے تو اِس فائدہ اُٹھائیے
ایڈیٹر روزنامہ وحدت دہلی کیا کہتے ہیں؟
آج کل اشتہار بازی نے ایک ذریعہ معاش کی صورت اختیار کر لی ہے اور پبلک کو ایسے تلخ تجربے ہوئے ہیں کہ اشتہار خواہ کتنا ہی سچا ہو مگر مشکل سے یقین ہوتا ہے لیکن مجھے
مسرت ہے کہ اس بے اعتمادی کے زمانہ میں مشہور نامور کارخانہ "انڈو جینوئن کیمیکل ورکس رجسٹرڈ دہلی" نے اپنی دیانت دارانہ خدمات بہترین صحیح اور نافع
ادویات عوام کے سامنے پیش کر کے عام مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کر لی ہے اور میری ذاتی معلومات ہیں کہ ان کا تمام کاروبار راستبازی دیانتداری اور نہایت محنت
اور قابل ترین کارکنان اور بالکل اشتہارات مطابق دوا پیش کرنے میں بے مثل کارخانہ ہے یہی وجہ ہے کہ روز افزوں ترقی کر رہا ہے اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اور بیرون ہند
دس وتھ افریقہ یوگنڈا عدن سیلون وغیرہ تک اس کارخانہ کی دواؤں کو استعمال کرنے والے اور ان کے اثرات کے معترف موجود ہیں جن کی تائید میں ہزاروں مریضوں
کے خطوط دیکھے۔ لہذا میں ان حضرات کی جو ضرورتمند ہوں رہنمائی کرونگا وہ اس کارخانہ کی سریع التاثیر و مفید ادویہ استعمال کر کے فائدہ حاصل کریں جو ہر موسم میں قابل استعمال ہیں۔
ہمیں امید ہے کہ آپ مذکورہ بالا رائے کو پڑھنے کے بعد ہمارے اشتہار کو صحیح تصور فرمائیں گے اگر آپ ضرورتمند ہیں تو ضرور آزمائش فرمائیں انشاء اللہ فائدہ ہوگا اگر فائدہ
نہ ہو تو دس روپیہ انعام اور قیمت واپس۔ ہمارا یہ اعلان ڈنکے کی چوٹ ہے اس میں ذرہ برابر مبالغہ یا دھوکہ نہیں۔ اگر ہم آپ سے دھوکہ کریں تو خدا اور رسول صلعم سے دھوکہ کریں۔
سائنٹفک آئل رجسٹرڈ
اس صدی کا انمول جوہر اور اس موسم کا خاص تحفہ ہے اس حیرت انگیز تیل کی تاثیر سے فائدہ اٹھائیے۔ نہ بان
باندھنے کی ضرورت نہ پلستر لگانے کی حاجت نہ آبلہ کا ڈر۔ لگاتے ہی جذب ہو کر بیتاب کر دینا اور خوابیدہ جذبات میں طوفان عظیم
پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک شیشی کا استعمال تمام نقائص خواہ وہ کسی سبب سے کیوں نہ پیدا ہو گئے ہوں۔ مثلاً کجی۔ پتلی۔ لاغری نامردی
کم خواہشی رگوں کے پھول جانے کو دور کر کے کندن و فولاد بنا دیتا ہے یقین مانیئے اس سے بہتر آئل آپ کو دنیا کے پردے پر نہ ملے گا۔ اس کے استعمال سے رگوں و پٹھوں میں
نئی زندگی عصب کی سختی ناقابل برداشت تیزی پیدا ہو جاتی ہے جس کے اظہار سے تہذیب مانع ہے۔ سب باتوں کیلئے اعجاز کا کام دیتا ہے۔ ہر عمر اور ہر موسم میں استعمال
ہو سکتا ہے۔ تمام نقائص دور کر کے ناکارہ آدمی کو قابل فخر مرد بنا دیتا ہے۔ قیمت دو روپے (عہ) محصول ڈاک بذمہ خریدار۔
دافع جریان و احتلام رجسٹرڈ
یہ جادو اثر قرص ہر قسم کے شدید جریان اور کثرت احتلام کو بفضلہ تعالیٰ دعوے کے ساتھ دور کرتے
ہیں پیشاب سے پہلے یا بعد سفید رطوبت کا آنا۔ مادہ کا پتلا پڑ جانے کو دور کر کے قوت مردمی
کا معاون ہوتا ہے جسم میں تر و تازگی و فربہی لاتا اور چہرہ کو مثل لعل بدخشاں کرتا ہے۔ اس کے
چند روز کے استعمال سے جسم میں مادہ کافی مغلظ اور منضبط ہو کر کافی تعداد میں پیدا ہوتا ہے قیمت فی شیشی ۴۰ قرص دو روپے (عہ) علاوہ محصول ڈاک۔
ہماری یہ دوا جواہرات سے تولنے کے قابل ہے جس نے ہزاروں نامرادوں کو بامراد بنا دیا۔ غیر ملکوں تک اس دوا کی دھوم مچی ہے۔ جریان کا قلع قمع کرنے کیلئے
ہم ہندوستان کے ہر مریض کو چیلنج کرتے ہیں جس کا دل چاہے آزمالے۔ اس کے استعمال کے بعد بدن میں توانائی طبیعت میں چستی۔ دل میں جوانی کی امنگ
اور نطفہ میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت آجاتی ہے عجیب و غریب تحفہ ہے۔
حبوب عشرت رجسٹرڈ
یہ گولیاں نہایت ممسک ہیں۔ خاص وقت کی پشیمانی سے بچا لیتی ہیں۔ سرعت انزال کی شکایت بالکل
نہیں ہوگی۔ مغرور محبوبہ فریفتہ ہو جاتی ہے اور بے دام غلام بن جاتی ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے
(عہ) ہزاروں آدمیوں کی آزمودہ گولیاں ہیں۔ یہ گولیاں منشی ادویات سے پاک ہیں اور مستقل
امساک پیدا کرتی ہیں۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ دو دوائیں یکجا منگانے پر محصول ڈاک معاف۔
ہر شہر اور قصبہ میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے
(ٹیلیفون نمبر ۶۹۲۰)
قایم شدہ سنہ ۱۹۳۰ء
دہلی کا نامور گورنمنٹ رجسٹرڈ کارخانہ:۔ انڈو جینوئن کیمیکل ورکس نزد ڈاکخانہ جامع مسجد دہلی

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا

مسلمانوں کو بچا لیتے ہیں اسی طرح ہمارا ذمہ ہے

نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ع

کہ ایمان والوں کو بچائیں گے

تفسیر اُوپر کی آیات میں بیان کیا گیا تھا کہ جو ازلی گمراہ ہیں ان سے ایمان لانے کی امید نہیں۔ ان آیات میں بتانا چاہتا ہے کہ آیاتِ قدرت، براہین فطرت، دلائل قولی اور حجج عقلی کو پیش کرنا صرف اتمامِ عذر کے لئے ہے ورنہ بغیر اذنِ الٰہی کے کوئی ایمان نہیں لا سکتا۔ کوئی نشانی اور کوئی موعظت سود مند نہیں ہو سکتی۔ رسولِ خدا کو اگرچہ خواہش اور حرص ہے کہ کل دنیا مسلمان ہو جائے اور کفر کا نشان تک نہ رہے لیکن مشیت الٰہی کو بدل دینا طاقتِ رسول سے خارج ہے اگر خدا چاہتا تو سب کو مسلمان بنا دیتا لیکن بمصلحت اس نے ایسا نہیں کیا لہٰذا رسول اللہ کو بھی مشیتِ الٰہی کے تابع ہونا چاہئے۔ حضور سرورِ کائنات کی انتہائی خواہش تھی کہ تمام عرب آدمی مسلمان ہو جائیں لوگوں کے ایمان نہ لانے سے حضور کو تکلیف اور اندوہ و ملال ہوتا تھا خدا تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے رسول کو تسلی عطا فرمائی۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی اور خدا چاہتا تو سب آدمی اہلِ ایمان ہو جاتے۔ کوئی شخص اللہ اور اس کی توحید کا منکر نہ رہتا۔ لیکن خدا نے ایسا نہ چاہا۔ لہٰذا تم کو بھی زبردستی مومن بنانے کی خواہش نہ چاہئے۔ اپنی خواہش کو اس کی منشاء کے موافق بنانا چاہئے۔ اللہ نے لوگوں کو عقل کر دی ہے۔ سوچنا ان کا کام ہے اس کے اذن کے بغیر کوئی مومن نہیں ہو سکتا یعنی جو عقلِ سلیم رکھتے ہیں نفسانیت اور ضد سے پاک ہیں۔ ان کو ہدایت نصیب ہو جاتی ہے اور جو بے سمجھ ہیں عقل سے صحیح کام نہیں لیتے۔ ان کے دلوں میں کفر و شرک کی گندگی بھری رہتی ہے۔ اس کلام سے شبہ ہوتا تھا کہ پھر تبلیغ اور وعظ و پند بالکل بیکار ہے۔ ہدایت کے لئے عقلِ انسانی کافی ہے رسالت اور دعوتِ توحید کی کچھ ضرورت نہیں۔ اس شبہ کے ازالہ کے لئے فرماتا ہے کہ اے نبی تم عام دعوت دیدو اور اعلان کر دو کہ لوگو آسمان اور زمین اور ان کی موجودات کو نظرِ غور سے دیکھو عجائبِ قدرت کا مشاہدہ کرو۔ مصنوع سے صانع کا، مخلوق سے خالق کا انتظامِ عالم سے صاحبِ قدرت و ارادۂ علیم کا خود پتہ چل جائیگا۔ مراتبِ کائنات اللہ کی الوہیت، وحدانیت اور فردانیت بتائیں گے، لیکن یہ فائدہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لانا چاہیں۔ عبرت اندوز نظر رکھتے ہوں۔ باقی جو لوگ کور بصیرت بحکمِ الٰہی وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں ان کے لئے یہ تمام آیات واضحات ہر قسم کی وعید ہر طرح کی ہدایت اور ہر نوع کی دعوت بیکار ہے۔ خلاصۂ ازالہ یہ نکلا کہ نوشتۂ تقدیر کے موافق جن کی قسمت میں ایمان لانا ہے ان کے لئے آیاتِ قدرت، تبلیغِ رسول اور ہدایت و توفیق کی ضرورت ہے۔ وہ عبرت اندوز دماغ رکھتے ہیں ان کی عقلیں سالم ہیں۔ لہٰذا ادنےٰ تحریک و تنبیہ کے بعد راہِ راست پر آجاتے ہیں۔ اور جو لوگ کج منش کج فہم اور کوتاہ بصیرت والے ہیں نوشتۂ ازلی کے موافق ایمان سے محروم ہیں۔ اُن کے لئے ہر برہان دلیل ہر آیت اور ہر ثبوت بیکار ہے صرف اتمامِ عذر کے لئے ان کو دعوتِ ایمان دید یجاتی ہے اور پیر اس سے آگے فرماتا ہے کہ یہ کفار جو محمد رسول اللہ کی تکذیب اور کفر پر اصرار کئے جا رہے ہیں اُن کے حالات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ گذشتہ کافروں کے نتائجِ بد کی طرح یہ بھی اپنے نتائج دیکھنے کے منتظر ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس طرح سابق کفار نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور رسولوں کی ہلاکت کے منتظر رہے اسی طرح یہ بھی رسولِ خدا کی تکذیب کرتے اور رسول اللہ کی بربادی کے منتظر ہیں۔ اے رسول ان سے کہدو کہ اچھا تم بھی انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں۔ دیکھو نتیجہ کس کے موافق رہتا ہے۔ بالآخر تم ہی ہلاک ہوگے۔ اور رسولِ خدا کا بال بیکا نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ کا یہ دستور ہے کہ جب کفار اور اہلِ ایمان کا مقابلہ ہوا تو اللہ نے کفار کو ہلاک کر دیا۔ اور انبیاء و مومنین کو بچا لیا یہی حال اب ہوگا۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اگر وہ چاہے تو اپنے فضل و کرم کی بارش کر دے۔ اور چاہے تو عذاب دے۔ بہر حال عدل و انصاف ہے۔ کسی کا اس پر کچھ وجوبی حق نہیں ہے۔ لیکن اس آیت میں حَقًّا عَلَيْنَا فرمایا جس سے صاف طور پر نجاتِ مومنین کا وجوب ثابت ہو رہا ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے جس بات کا وجوبی وعدہ فرمایا ہے گویا اللہ نے اپنی طرف سے اور اپنے فضل سے یہ بات لکھدی ہے کہ ہم ضرور اہلِ ایمان کو نجات دینگے، یہی مضمون مختلف صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

مقصود بیان: اللہ کی مشیت و ارادہ پر کفر و ایمان موقوف ہے۔ انسان مومن و کافر اسی کی مشیت سے ہوتا ہے۔ اللہ کی مشیت نہیں کہ سب لوگ مومن بنجائیں۔ رسولِ پاک کو توسیعِ اہلِ ایمان کی بہت زیادہ رغبت تھی۔ جبراً مسلمان بنانا ناجائز ہے۔ اہلِ بصیرت ہی کو تمام آیات و دلائل سود مند ہو سکتے ہیں۔ جو لوگ نظری نور سے بے بہرہ

ہیں۔ ان کو کسی کی تولی اور زبانی دلیل سے فائدہ نہیں پہونچتا۔ ان حق بالا تر ہو اب آپ تھے ہیں اور کفار کا انجام تباہی ہے اللہ نے اپنی رحمت

وکرم سے اہل ایمان کی نجات کا قطعی ضروری وعدہ فرمایا ہے۔ آخری آیت میں اس طرف لطیف اشارہ ہے کہ عنقریب اسلام کو غلبہ اور فتح حاصل ہوگی۔ مسلمانوں کو کامرانی نصیب ہوگی اللہ کا بول بالا ہوگا اور رسول اللہ کا دین پھیل کر رہیگا۔ کفار کو شکست ہوگی۔ غلبۂ کفر ٹوٹ جائیگا۔ اور شرک کی دنیا تباہ ہو جائیگی۔ وغیرہ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ

تم کہدو کہ لوگو اگر میرے دین میں تم کو کوئی شک ہے

دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

تب بھی میں خدا کے علاوہ ان کو نہیں پوج سکتا جن کی تم پرستش

اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ وَاُمِرْتُ

کرتے ہو بلکہ میں تو اسی اللہ کی پرستش کرتا ہوں جو تمہاری جانیں قبض کر لیتا ہے

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ

مجھے تو حکم ملا ہے کہ ایمان والوں میں شامل رہوں اور حق کی طرف ہو کر دین کے

لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

لئے ذات کو قائم رکھو اور مشرک نہ ہو

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ

اور اللہ کے علاوہ اس کو معبود نہ بناؤ جو نہ تم کو فائدہ پہنچا سکتا ہے

لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ

نہ نقصان اگر تم نے ایسا کیا تو اس وقت تم بھی

الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ

ظالموں میں شمار کئے جاؤ گے اگر اللہ تم کو تکلیف پہنچائے

فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ

تو سوا اس کے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تمہارے حق میں وہ بھلائی چاہے

فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے

عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

اپنا فضل پہنچاتا ہے وہی غفور رحیم ہے

تفسیر ابتداء سورت سے اخیر تک آیت تک خدا تعالیٰ نے الشان کی اصلیت، حقیقت مسائل توحید و معاد اور ان کے دلائل بیان فرمائے تھے۔ اب یہاں اتمام عذر کے بعد آخری فیصلہ بطور نزول کے فرماتا ہے:۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے نبی تمام لوگوں سے خواہ وہ مکہ کے ہوں یا مدینہ کے یا کہیں اور کے علی الاعلان کہدو کہ حجت الٰہی تمام ہو چکی۔ توحید و معاد پر عقلی و فطری دلائل کا بیان ہو چکا۔ اللہ کی الوہیت و ربوبیت اور حشر اجساد کا ثبوت کامل طور پر کر دیا گیا۔ اب بھی اگر تمہاری کور باطنی تم کو یقین کی طرف نہیں آنے دیتی اور میرے دین کے مسائل توحید، رسالت، قیامت وغیرہ میں تم کو کچھ شک باقی ہے تو بس میرا تم سے کوئی تعلق و تعرض مذہبی نہیں۔ تم اللہ کو چھوڑ کر جاندار و بے جان مخلوق کی پرستش کرتے ہو میں اللہ کے سوا کسی جاندار مخلوق کی بھی پوجا نہیں کر سکتا نہ مسیح کی نہ ملائکہ کی نہ ارواح وجنات وغیرہ کی چہ جائیکہ بیجان کی بلکہ میری پرستش کا مرکز تو فقط ذاتِ الٰہی ہے۔ تمام دنیا کو چھوڑ کر مخلوق سے رشتہ توڑ کر اسی کی طرف منہ موڑنے کا مجھے حکم ہے کیونکہ وہی قادر و متصرف ہے۔ زندگی اور موت اسی کے قبضہ میں ہے۔ موت کلیدِ آخرت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس نے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کا بقاء بھی اسی کے دست قدرت میں ہے۔ اس کے سوا کوئی نفع نقصان پہنچانے والا نہیں۔ اور جب کسی سے نفع کی امید اور ضرر کا اندیشہ نہیں تو کیوں اس کی پرستش کی جائے۔ فائدہ اور نقصان تو اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔ اگر وہ کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور نفع پہنچانا چاہے تو کوئی منع نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہی مستحق پرستش ہے اور رخ اسی کی طرف ہے۔ غیر اللہ کی پرستش کی حرمت فطری قانون ہے جس سے میں بھی مستثنیٰ نہیں۔ اگر بالفرض میں بھی ایسا کرنے لگوں تو میرا بھی وہی نتیجہ ہوگا جو دوسرے حق فراموشوں اور باطل کوشوں کا ہے۔

مقصود بیان: لطیف پیرایہ بیان میں شرک کی ممانعت محض اللہ کی پرستش کا حکم۔ اس بات کی صراحت کہ جان قبض کرنا اور نفع نقصان پہنچانا اللہ ہی کا کام ہے۔ ہر وقت دین کی طرف توجہ رکھنے اور باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف مائل ہو جانے کا امر۔ اس امر کی صراحت کہ شرک

حجت تمام ہو جاتی ہے - اگر بالفرض نبی سے سرزد ہو جائے تو نبوت، ایمان اعمال سب کچھ ساقط کر کے نادانوں اور ناحق کوشوں کے زمرہ میں اسکو داخل کر دیا جائے۔ وغیرہ۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ

تم کہدو کہ لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس

مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ

حق آچکا اب جو کوئی ہدایت حاصل کرے وہ اپنے ہی لئے ہدایت

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ

حاصل کرتا ہے اور جو گمراہ ہو جائے اسکی گمراہی کا وبال اسی پر ہے

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى

میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں (اے محمد) تم اسی پر چلو جو تمہارے پاس وحی

اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَ

بھیجی جاتی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ خود فیصلہ کر دے

هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ ع

وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

تفسیر اقامت حجت اور اتمام عذر کے بعد اب ان آیات میں بندوں پر الزام ثابت کر کے اپنے رسول کو اقامت تبلیغ وحی پر تسلی عطا فرماتا ہے:۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے رسول اعلانِ عام کر دو کہ اب حق آچکا رسول برحق اور قرآن صادق آگیا - حق و باطل کا فیصلہ ہو چکا اسلام کے سوا کل مذاہب منسوخ ہو چکے جس کو ماننا ہے مانے - نہ ماننا ہے نہ مانے - مانیگا اپنا بھلا کریگا نہ مانیگا اپنا نقصان کریگا - رسول کا کام صرف پہنچا دینا اور احکام الٰہی کی اطلاع دینا ہے - کسی کا ذمہ دار نہیں ہے اس سے کسی کے کفر و اسلام کی بازپرس نہیں کی جائیگی - اس کے بعد رسول اللہ کو صبر کرنے وحی الٰہی پر چلنے اور غیبی انتظار کرنے کا حکم دیا ہے۔

مجاہد و ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ان آیات کا حکم آیت جہاد سے منسوخ ہو گیا ہے - ابن کثیر نے اس قول کی توجیہ میں فرمایا کہ مجاہد کی مراد اصطلاحی نسخ نہیں ہے - بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک خاص وقت تک رسول پاکؐ نے بحکم الٰہی صبر و تحمل کیا - اس کے بعد قتال و جہاد کا حکم ہوا تو جہاد کیا۔

بیضاوی اور کشاف نے اس مقام پر ایک حدیث مرفوعاً بیان کی ہے جسکو ثعلبی واحدی اور ابن مردویہ نے بروایت ابی بن کعب نقل کیا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سورۂ یونس پڑھنے والوں کو ثواب قوم یونس کے اہل ایمان کی تعداد کی برابر ملتا ہے - یہ حدیث موضوع ہے - ابن جوزی نے اس کی صراحت کر دی ہے۔

مقصود بیان :- اس امر کی صراحت کہ نزول قرآن کے بعد اب کسی کو لاعلمی پر قائم رہنے اور باطل پرستی پر جا رہنے کا موقعہ نہیں رہا - در پردہ اس بات کا بیان کہ حق وہی ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے اس لئے یہی حق ہے اس کے ہوتے ہوئے اب کوئی مذہب قابل قبول نہیں - مِنْ رَّبِّكَ کے لفظ سے اس طرف بھی ایما کر دیا کہ الٰہی مذہب کی ضرورت صرف اتمام حجت کے لئے ہے - انسانی عقل ایجاد مذہب کے لئے کافی نہیں - بلکہ اس کے لئے وحی ربانی کی ضرورت ہے - اس امر کی بھی تصریح کر دی کہ رسول خداؐ صرف تبلیغ و رسالت کے ذمہ دار ہیں کسی کے ماننے نہ ماننے کی ان سے بازپرس نہ ہوگی - آخر میں غیبی امداد حاصل ہونے کا بھی اجمالاً امیدوار فرما دیا اور صبر کرنے کا حکم دیکر یہ بات در پردہ ظاہر کر دی کہ ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے اور محض اللہ کی طرف سے ہوتا ہے

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ وَمِائَةُ اٰيَةٍ وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ہود مکہ میں نازل ہوئی - اس میں ۱۲۳ آیتیں اور ۱۰ رکوع ہیں

حسن بصری، عکرمہ، عطاء خراسانی، جابر، مجاہد، اور ابن زید کے نزدیک یہ سورت پوری کی پوری مکی ہے - ابن عباس اور قتادہ نے صرف آیت وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ الخ کو مدنی قرار دیا۔ مقاتل کے نزدیک دو آیات مدنی ہیں - ایک آیت فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ الخ اور دوسری آیت وَاُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ الخ - حضرت ابی بن کعب کی روایت ہے حضورؐ نے فرمایا جمعہ کے روز سورۂ ہود پڑھا کرو۔ (رواہ الدارمی و ابو داؤد و البیہقی) طبرانی نے ایک حدیث نقل کی ہے جسکو ترمذی نے حسن قرار دیا ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور پر بڑھاپے کی سفیدی جلد آگئی - فرمایا مجھے ہود اور واقعہ اور مرسلات اور عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے سپید کر دیا۔

اس سورت میں ۱۲۲ یا ۱۲۳ آیات ہیں - اس میں عموماً قیامت حشر نشر جنت، دوزخ وغیرہ کے احوال کو بیان کیا گیا ہے - اس کا نزول بھی اسی ہنگامہ میں ہوا جب جہالت و بت پرستی کا بازار گرم تھا اور خدا پرستی جرم تھی - چونکہ اس میں حضرت ہود کا عبرت انگیز واقعہ بیان کیا گیا ہے اس لئے سورت کا نام ہی ہود قرار پا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ

الرا۔ یہ قرآن ایسی کتاب ہے جسکی آیتیں جانچ لی گئی ہیں پھر مصلحت بین

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ○ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

باخبر اللہ کی طرف سے اُن کو واضح کردیا گیا ہے کہ سوائے اللہ کے کسی کی پرستش

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ○

نہ کرو اُس کی طرف سے میں تم کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ

اور اپنے رب سے معافی مانگو پھر اُسی کی طرف رجوع کرو

يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ

وہ تم کو ایک مدت معین تک اچھا فائدہ دے گا اور

يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا

ہر بزرگی والے کو اُس کی بزرگی کے موافق درجہ دیگا اگر تم رُخ پھیرو گے

فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ○

تو مجھے تمہارے متعلق بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

اللہ کی طرف تم کو لوٹنا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا

خوب سن لو کہ یہ لوگ اپنے سینوں کو دوہرا کئے ڈالتے ہیں تاکہ (اپنی دلی باتیں)

مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ

اللہ سے چھپالیں۔ آگاہ رہو کہ جس وقت (سونے کے لئے) اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

تو اُس وقت بھی اللہ ان کے ظاہر و باطن سے واقف ہوتا ہے وہ یقیناً دلوں کی باتیں جانتا ہے

تفسیر بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ الرٰ کے الف سے اللہ لام سے جبرئیل اور را سے رسول مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سورت اللہ کی طرف سے بواسطہ جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ لیکن اس قسم کی تاویلات محض قیاسی ہیں تحقیقی نہیں ہیں حروف مقطعات کے اندر جو کچھ حقائق پوشیدہ ہیں اُن کا واقعی علم اللہ کے رسول ہی کو تھا۔ ہم کو اُس کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔ قرآن کلام الٰہی ہے اور رسول اللہ پر نازل ہوا ہے۔ روئے خطاب رسول کی طرف ہے۔ عام لوگوں کے سمجھنے کے لئے فلاح دارین کے قواعد و ضوابط احکام و اعمال کافی ہیں۔ کلام کا کچھ حصہ ادو شاہی فرمانوں کا کچھ ٹکڑا ایسا ہوتا ہے جس کو صرف مخاطب ہی سمجھتا ہے کچھ رموز اور تلمیحات ہوتے ہیں جن سے فائدہ پذیر وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس فرمان آتے ہیں۔

الٓرا کے بعد قرآن کے تین اوصاف بیان کئے۔ اسکی آیات محکم ہیں۔ اسکی آیات مفصل ہیں۔ اس کا نزول خدا کی طرف سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن ایک عظیم الشان کتاب ہے اتنی عظیم الشان جسکی مثال ناممکن ہے اسکی آیات مضبوط ہیں۔ صحیح دماغ رکھنے والے کو انتہائی غور و خوض کے بعد ان کے اندر کوئی خرابی اور خلل نظر نہیں آتا۔ تمام گذشتہ اخبار صحیح ہیں آئندہ واقعات کے متعلق پیشین گوئیاں سچی ہیں۔ جن قواعد ضوابط کی قرآن نے تعلیم دی ہے وہ سعادت دارین کا سرچشمہ اور ناقابل نسخ ہیں۔ اس کے احکام تہذیب اخلاق سے لیکر سیاست ملک تک سب کے سب درست ہیں۔ نجات اخروی اور سعادت ابدی کے حصول کی جو شاہراہ اس نے قائم کی وہ عقلمند روشن ضمیر بصیرت والوں کے لئے دستور العمل ہے۔ اس پر مزید یہ کہ الفاظ کی شستگی اور شیرینی، عبارت کی رونق و سلاست اور طریق ادا کی بلاغت ناقابل انکار بلکہ معدوم النظیر ہے۔ ایسی جامع کتاب یقیناً اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے نہ یہ اوراق پارینہ کی طرح تر و خشک اور ہر قسم کے مزخرفات سے بھری ہوئی ہے نہ افراط و تفریط کی حامل ہے کہ دیگر آسمانی کتابوں کی طرح اسکے بیان کردہ قوانین و احکام قابل نسخ ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ قرآن کی آیات مفصل ہیں یعنی اگر مجموعی حالت کا لحاظ کیا جائے تو قرآنی آیات و قوانین حشو و زوائد سے پاک، افراط و تفریط سے شستہ ہیں اسلئے محکم اور ناقابل نسخ ہیں لیکن اگر مجموعی حالت کو دیکھنے کے بعد تفصیلی کیفیات کی طرف رجوع کیا جائے اور ہر قسم کی آیت پر جداگانہ گہری نظر ڈالی جائے تب بھی اس کے اندر کوئی خرابی اور خلل معلوم نہ ہوگا اور بالآخر قائل ہونا پڑے گا کہ ان تمام آیات کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو حقائق اشیاء سے واقف اور کل کائنات و مصالح کا جاننے

جاننے والا ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ آیات قرآنیہ میں تین امور کی تفصیلی تعلیم دی گئی ہے:۔ (۱) محض اللہ کی پرستش کرو (۲) اپنے پروردگار سے استغفار کرو (۳) اللہ کی طرف رجوع کرو۔ ظاہر ہے کہ قرآن کا اصل مطمح نظر شرک کی بیخ کنی ہے اور شرک سرچشمہ غیر اللہ کی عبادت ہے اسلئے توحید فی العبادت کا حکم سب سے پہلے دیا تاکہ شرک کا استیصال ہو جائے اور حکم بھی مدلل دیا۔ اول تو یہ فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اللہ کے معنی ہیں ذات جامع صفات کمالیہ۔ جب اللہ تمام صفات کمالیہ کا خزانہ ہے تو پھر اُس کے ہوتے ہوئے ایسی دوسری ہستیوں کی پرستش کرنی جو ذات وصفات کے لحاظ سے ناقص ہیں عقلاً درست نہیں گویا اللہ کا اللہ ہونا ہی توحید فی العبادت کا موجب ہے اور اللہ کی الوہیت کے مقر کفار و مشرک بھی ہیں۔ لہذا اُن پر لازم ہے کہ اُسکی عبادت کریں۔ اس کے بعد جزا و سزا اور عذاب و ثواب کی صراحت کر دی یعنی یہ بات واضح کر دی کہ مستحق عبادت وہی ذات ہونی چاہیئے جو قادر مطلق ہو، متصرف حقیقی ہو۔ اعمال کا نتیجہ اُس کے دست قدرت میں ہو اور چونکہ اللہ کے سوا کوئی ہستی اعمال کے نتیجہ پر قادر نہیں لہذا اُسی کی عبادت کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو نتیجہ اچھا نکلیگا اور بصورت خلاف ورزی سزا دی جائیگی۔ توحید فی العبادت کے حکم کے بعد استغفار کا حکم دیا گیا اور استغفار کے بعد توبہ کا۔ استغفار کے معنی ہیں گناہوں کی مغفرت کا خواستگار ہونا اور توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا۔ جب تک کسی آئینہ کا زنگ صاف نہ کر دیا جائے اُس پر جلا ناممکن ہے۔ نفس سرکش جب گناہ کا ارتکاب ترک نہ کر دے خلوص عبادت اور جلاء روحانی نہیں پیدا ہو سکتی پہلے تخلیہ کا مرتبہ ہے پھر تجلیہ کا اسلئے فرمادیا کہ پہلے گناہوں کو چھوڑ دو گذشتہ خطائیں معاف کرالو، ہر قسم کی بُری بات کو ترک کرو پھر صفائی کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو دل سے بھی رجوع کرو، زبان سے بھی اور اعضاء جسمانی سے بھی۔ غرض یہ کہ پہلے ممنوعات سے باز رہو پھر اوامر کی تعمیل کرو۔ اس کے بعد اطاعت و نافرمانی کے جدا جدا نتائج بھی بیان کر دیئے۔ اطاعت و فرماں پذیری کا نتیجہ فلاح دارین ہے۔ دنیوی عافیت و عیش بھی نصیب ہوگا اور اخروی نجات بھی حاصل ہوگی۔ یُمَتِّعْكُمْ سے دنیوی کامرانی اور يُؤْتِ سے آخرت کی سعادت مراد ہے اور نافرمانی کا انجام آخرت کی تباہی ہے کیونکہ اللہ کے پاس جانا لازم ہے اور وہ ہر طرح کی سزا بھی دے سکتا ہے لہذا نافرمانی کی سزا بھی دیگا۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

آیت يُمَتِّعْكُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے فرماں پذیر نیکوکار رہتے ہیں اُن کو دنیوی کامرانی نصیب ہوتی ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات ایماندار نیکوکار نہایت تنگدست اور خستہ حال ہوتے ہیں۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے ایمانداروں اور نیکوں سے عمومی حالت میں فراغ دستی عزت اور حکومت و استقلال کا وعدہ فرمایا ہے یعنی قومی حیثیت سے اُن کو عزت وقار اور عیش و دولت نصیب ہوتی ہے اگرچہ بعض افراد صرف آزمائش کے لئے تنگی اور پستی میں رکھے جاتے ہیں لیکن جب افراد قوم عموماً سرکشی اور نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو قوم کی عزت حکومت وقار عیش و آرام سب کچھ زائل ہو جاتا ہے۔ توریت میں بھی مختلف مقامات پر اسکی تصریح کر دی گئی ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ سے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ تک۔ اس آیت کی شان نزول میں اہل تفسیر اور اصحاب روایت کا اختلاف ہے۔ بخاری نے بروایت ابن عباس بیان کیا کہ بعض لوگ رفع حاجت کے وقت خوب کپڑے اوڑھ لیتے اور خیال کرتے کہ اس طرح ہم خدا کی نظر سے محفوظ رہیں گے۔ صاحب کمالین نے بیان کیا کہ یہ آیت ایک منافق کے حق میں نازل ہوئی جو رسول پاکؐ کے حکم سے سرتابی کرتا پشت پھیر لیتا منہ چھپا لیتا اور کپڑے لپیٹ لیتا تھا تاکہ حضورؐ اسکو نہ دیکھیں (رواہ ابن جریر عن عبداللہ ابن شداد بن الہاد) بیضاوی نے اس قول پر اعتراض کیا کہ آیت بالاتفاق مکی ہے اور مکہ میں منافقوں کا وجود ہی نہ تھا۔ صاحب کمالین نے جواب دیا ہے کہ مکہ میں بھی ایک منافق تھا جس کا نام اخنس بن شریق تھا۔ ابن کثیر نے اس آیت کی جو تفسیر بحوالہ ابن عباس بیان کی ہے اُس سے کسی خاص مورد کی تعیین نہیں ہوتی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سینہ دوہرا کرنے سے مراد ہے اللہ کی ہستی میں شک کرنا اور گناہ کا ارتکاب کرنا۔ یعنی بعض لوگ اللہ کے وجود میں شک کرتے اور در پردہ چھپ کر گناہ کرتے اور یہ خیال کرتے کہ اللہ کو ہماری ان بدفعلیوں کی اطلاع ہی نہیں ہو سکتی۔ مجاہد اور حسن کا بھی یہی قول ہے۔ میرے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ شان نزول کی تعیین نہ کی جائے اور آیت کو باعتبار سیاق سابق کلام سے مربوط رکھا جائے۔

شروع میں اللہ کی عبادت اُس سے استغفار اور توبہ کرنے کا حکم دیا تھا اس آیت سے لیکر خَلَقَ السَّمٰوٰتِ تک اللہ کے تین صفات ذکر فرما کر اُس کی معبودیت کا ثبوت پیش کیا ہے۔

آیت کا حاصل یہ ہے کہ بعض لوگ خدا سے چھپنے کے لئے در پردہ بداعمالیاں کرتے ہیں یعنی دروازے بند کر کے کپڑوں میں لپٹ کر گناہ کرتے ہیں۔ دلوں میں نفاق و شک کی پرورش کرتے اور عداوت رسولؐ کو چھپا کر رکھتے ہیں حالانکہ یہ اُن کا محض گمان ہے۔ اللہ اُن کے دلوں کی حالت خوب جانتا ہے کوئی چیز اُس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔ لہذا وہی معبود ہونے کا استحقاق بھی رکھتا ہے۔

مقصود بیان: عظمت قرآنی کا اعلان۔ اس امر کی صراحت کہ قرآن کے پیش کردہ قوانین وضوابط ناقابل نسخ ہیں افراط و تفریط سے پاک ہیں۔ اس کے بیان کردہ واقعات صحیح ہیں اس کے طریق ہدایت بالکل واضح ہیں، اس کی بلاغت فصاحت سلاست، حلاوت اور طراوت معدوم المثال ہے۔ آیت میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ اللہ حقائق اشیاء سے واقف ہے۔ مصالح کائنات کو جانتا ہے لہذا اُس کے قوانین ضرور مبنی بر حقیقت اور پُر حکمت ہیں۔

آیات میں توحید پر قائم رہنے اور منہیات سے اجتناب کرنے اور اوامر کی تعمیل کرنے کی نہایت شستہ انداز میں تعلیم دی گئی ہے اور یہ بات بھی بتا دی کہ جو قومیں قوانین الٰہی پر چلتی ہیں ان کو دنیا میں بھی کامرانی حاصل ہوتی ہے اور دینی سعادت بھی نصیب ہوتی ہے۔ وغیرہ۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ

اور زمین پر کوئی چلنے والا ایسا نہیں

إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا

کہ اللہ کے ذمہ اس کی روزی نہیں وہ اس کے رہنے کی جگہ

وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○

اور اس کے سپرد خاک ہونے کے مقام کو جانتا ہے۔ سب لوح محفوظ میں موجود ہے

تفسیر یہ بھی اللہ کے معبود برحق ہونے کا ثبوت ہے۔ عمومی رزق کی کفالت اور احاطۂ علمی دونوں باتیں اس آیت میں بیان فرمائی ہیں۔

لفظ عَلَى اللّٰهِ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کو رزق دینا اللہ پر واجب ہے وجوب دو قسم کا ہوتا ہے:- وجوب الزامی اور وجوب اختیاری۔ امام رازی نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ پر مخلوق کو رزق دینا بطور اختیار واجب ہے یعنی اللہ نے اپنے فضل و احسان سے تمام مخلوق کے رزق کی کفالت فرمالی ہے بعض مفسرین نے کہا کہ عَلَى اللّٰهِ معنی مِنَ اللّٰهِ کے ہے۔ مجاہد کے قول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس کا قول بیان کیا ہے کہ مُسْتَقَرّ سے مراد زندگی میں ٹھہرنے اور رہنے کا ٹھکانا اور مُسْتَوْدَع سے مراد مدفن ہے۔ ابن مسعود سے مرفوعاً مروی ہے کہ اگر تم میں سے کسی کی موت کسی زمین میں مقدر ہو تو وہاں جانے پر اسکو کوئی ضرورت مجبور کر دیگی یہاں تک کہ جب وہ انتہائی مقام پر پہنچ جائیگا تو وہاں اس کی روح قبض کی جائیگی اور قیامت کے روز زمین عرض کریگی یہ وہ ہے جو تو نے مجھے بطور ودیعت سپرد فرمایا تھا (رواہ الحاکم وصححہ) مجاہد ضحاک اور ابن عباس کا (دوسرا قول) ہے کہ مُسْتَقَرّ سے مراد رحم مادر اور مُسْتَوْدَع سے مراد پشت پدر ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک مُسْتَقَرّ سے مراد سیرگاہ اور مُسْتَوْدَع سے مراد دنیا گاہ ہے۔ کِتَابٌ مُّبِيْن سے مراد لوح محفوظ یا علم الٰہی ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اللہ ہی تمام مخلوق چرندہ پرندہ درندہ وغیرہ کی روزی کا کفیل ہے وہی سب کو رزق عطا فرماتا اور رزق کے ذریعہ سے زندگی کو باقی رکھتا ہے اور وہی کل مخلوق کی ہر حالت کو جانتا ہے۔ حالتِ عدم اور حالت وجود کے تمام لوازم و مقتضیات و کیفیات سے وہی واقف ہے پھر کونسی وجہ کہ اس کے سوا دوسرے کی پرستش کی جائے اور اسکی ربوبیت و الوہیت میں کسی غیر کو شریک بنایا جائے۔

مقصود بیان:- ہر جاندار کے رزق کا اللہ کفیل ہے اللہ ہر جزئی کی ہر حالت کو بلا واسطہ جانتا ہے خواہ جزئیات مادیہ ہوں یا غیر مادیہ علم الٰہی کا تعلق ممکنات سے قبل از وجود ہوتا ہے۔ ہر جاندار کے رہنے کی جگہ اور دفن ہونے کا مقام مقرر ہے اللہ کی لوح محفوظ میں ہر چیز کی پیدائش سے قبل کل معلومات ہے کسی کا استثناء نہیں ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ

اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو

سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ

چھ دن کے دور میں پیدا کیا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتَ

تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے اے محمد اگر تم کہو

إِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ

کہ مرنے کے بعد یقیناً تم سب زندہ کئے جاؤ گے تو کافر ضرور

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ

کہیں گے کہ بس یہ تو کھلا ہوا

مُّبِيْنٌ ○ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ

جادو ہے اور اگر چند روز کے لئے ہم ان سے عذاب کو

إِلٰىٓ أُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ

ملتوی کر دیں تو کہیں گے کہ عذاب کو کیا چیز روک رہی ہے

أَلَا يَوْمَ يَأْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ

خوب سن لو جس دن ان پر عذاب آئیگا تو ٹالے نہ ٹلے گا

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ ع

اور وہی ان کو گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑاتے ہیں

تفسیر اوپر کی آیت میں اپنی ربوبیت اور احاطۂ علمی سے اپنی الوہیت پر استدلال فرمایا تھا۔ اس آیت میں اپنی خلاقیت سے الوہیت

لوٹا ہت کرتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرما کر حشر بعد الموت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔

اس آیت کے چار حصے ہیں:- (۱) کل عالم کا چھ روز کے دور میں پیدا کرنا (۲) تخلیق عالم سے قبل عرش الٰہی کا پانی پر ہونا (۳) نیک و بد کی آزمائش کے لئے عالم کو خلق کرنا (۴) تاخیر عذاب کی وجہ۔ نمبر اول کی تشریح سورۂ بقرہ میں ہو چکی ہے اسکا تکرار غیر مفید ہے۔ نمبر دوم کی تحقیق سے قبل چند احادیث نقل کر دی ضروری ہیں جن سے اصل مقصد کی وضاحت ہوتی ہے۔ عمران بن حصین سے مروی ہے کہ ایک روز بنی تمیم و اہل یمن خدمت گرامی میں حاضر ہوئے۔ حضور نے بنی تمیم سے فرمایا:- بنی تمیم تم بشارت قبول کرو۔ بنی تمیم نے جواب دیا حضور! آپ نے بشارت تو دی کچھ (مال بھی) دیجئے۔ حضور نے اہل یمن کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تم بشارت قبول کرو۔ یمن والوں نے کہا ہم نے بشارت قبول کی۔ لیکن یہ فرمائیے کہ سب سے پہلے کیا چیز تھی؟ ارشاد فرمایا ہر چیز سے پہلے اللہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا اور لوح محفوظ میں اس نے ہر چیز کا تذکرہ فرما دیا ہے۔ اس حدیث کو احمد مسلم اور بخاری نے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال (یعنی ایک طویل مدت) پہلے مقادیر خلائق کو مقدر فرمایا اور اس کا عرش پانی پر تھا (رواہ مسلم) ابو ہریرہ ابو رزین اور بعض دیگر صحابہ کی روایات سے بھی عرش کا پانی پر ہونا ثابت ہے مجاہد، ربیع بن انس، وہب ابن منبہ، ضمرہ، قتادہ وغیرہم علماء کا بھی یہی قول ہے۔

پانی پر عرش الٰہی تھا اسکو فلسفی ممانع رکھنے والے مشکل سے قبول کریں گے۔ بالاتفاق یہ امر مسلم ہے اور بعض احادیث سے بھی مترشح ہے کہ اس کائنات سے پہلے گیس اور ہوا تھی۔ ہوا نے آبی شکل اختیار کی۔ پانی پر عرش کے ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ پانی پر عرش سوار تھا بلکہ صرف فوقیت اور علو دکھانا مقصود ہے جس طرح موجودہ کائنات کے اوپر عرش ہے اسی طرح وجود کائنات سے قبل جب پانی ہی پانی تھا تو عرش پانی سے اوپر تھا اور پانی سے اوپر ہوا تھی۔ گویا مبدا تخلیق عرش الٰہی تھا جس نے ہوا کو پیدا کیا اور ہوا سے پانی بنایا۔ اب رہی یہ بات کہ عرش سے آیت میں کیا مراد ہے؟

عرش کے لغوی معنی ہیں بلندی اور رفعت۔ عرش الٰہی بھی سب سے بلند ہے اسی لئے اس کو عرش کہا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آیت میں لغوی معنی مراد ہوں یعنی مبدء تخلیق آب و ہوا محض تصرف اور قدرت الٰہی تھا۔ کائنات میں سے کوئی چیز اس وقت پیدا نہ ہوئی تھی صرف ہوا اور پانی کی تخلیق ہوئی تھی اور یہ تخلیق بھی ایجادی شکل میں تھی۔ بغیر مادہ کے ہوئی تھی یعنی ہوا کا مادہ بھی پہلے موجود نہ تھا اللہ نے اپنی رفعت شان اور علو قدرت سے ان کے مادہ کو نیست سے ہست کیا اور ان کی صورت کو عدم سے وجود میں لایا۔ لفظ علیٰ

استیلاء اور غلبہ اور کامل تصرف کو ظاہر کر رہا ہے۔

(۳) اللہ نے تخلیق عالم صرف انسانوں کی آزمائش کے لئے کی کہ کون نیک ہے کون بد۔ کس کے اعمال سب سے اچھے ہیں کس کے اچھے اور کس کے برے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کو قبل تخلیق بھی اس کا کامل علم تھا اور آزمائش صرف علم حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے لہذا امتحان الٰہی بے سود ہے۔ صاحب بیضاوی نے اس شبہ کا حل اس طرح کیا ہے کہ تمام عالم میں کل اسباب و مواد انسان کے وجود و معاش کے موجب اور اعمال کے مقتضیات ہیں۔ وجود خالق پر ان سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ فطری الٰہی کے دلائل ہیں گویا ان کی تخلیق اس طرح ہوئی ہے جیسے آزمائش کے لئے ہونی چاہئے واقع میں اگرچہ اللہ کو کسی امتحان کی ضرورت نہیں مگر بظاہر تخلیق عالم امتحانی صورت پر دلالت کر رہی ہے پھر نیکی اور بدی کے مختلف درجات ہیں کوئی سب سے برا کوئی سب سے اچھا۔ ادنیٰ اور اعلیٰ کے درمیان غیر محدود مراتب ہیں۔ تمام عالم کی فطرت بتا رہی ہے کہ انسان کو سب سے بہتر اعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور صحیح ترین عقیدہ رکھنا چاہئے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام عالم کی تخلیق بلا مادہ کے انسانی اعمال کو آزمانے کے لئے کی اور ظاہر ہے کہ جس موجد نے ایجاد بغیر مادہ کے اول مرتبہ کی وہ اعادہ بھی کر سکتا ہے لیکن اگر کفار سے کہا جاتا ہے کہ تم کو دوبارہ مادی جسم کے ساتھ زندہ کیا جائیگا تو وہ اسکو جادو سے تعبیر کرتے اور سحر کی طرح بے حقیقت چیز جانتے ہیں اور منکر حشر کے لئے وعیدیں سن کر اپنی جہالت کی وجہ سے فوری عذاب نازل نہیں ہوتا تو عدم نزول کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔ حالانکہ وقت سے پہلے عذاب نہیں آ سکتا اور نہ مقررہ وقت پر آ چکنے کے بعد ٹل سکتا ہے جب عذاب آ جائیگا اس روز ان کو چاروں طرف سے استہزا انگیزیوں کی سزا محیط ہو جائے گی۔

مقصود بیان:- خلاقیت اور قدرت کاملہ سے الوہیت پر استدلال اس امر کی طرف لطیف ایما کہ جس خدا نے آسمان و زمین کو بغیر مادہ کے پیدا کیا وہ سب کو فنا کرنے کے بعد انسان کا اعادہ بھی کر سکتا ہے۔ تخلیق انسانی کی اصل غرض کی صراحت اور فلسفہ قیامت کی جانب دقیق ایما۔ اس امر کی تصریح کہ خطاب قرآنی کے مقابلہ میں کفار لاجواب ہو کر اس کو سحر سے تعبیر کرتے ہیں۔ تاخیر عذاب کی اصل وجہ کہ ہر کام کا ایک وقت معین ہے۔ وغیرہ

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ

اگر ہم اپنی طرف سے انسان کو نعمت کا مزہ چکھا کر پھر

نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ وَلَئِنْ

چھین لیتے ہیں تو بلا شبہ وہ نا امید و ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر

أَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ

تکلیف پہنچنے کے بعد آرام کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہنے لگتا ہے

ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝

کہ سختیاں مجھ سے دور ہو گئیں اور اس وقت وہ یقیناً خوب اترانا اور شیخی مارتا

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ

ہاں جن لوگوں نے صبر کیا اور نیک کام کئے

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

انہی کے لئے مغفرت اور اجر عظیم مخصوص ہے

تفسیر اس آیت کا مورد اگرچہ ولید بن مغیرہ یا عبداللہ بن امیہ مخزومی ہے مگر حکم عام ہے۔ کافر و مومن کا امتیازی اساسی فرق بیان فرمایا ہے اور سچے مومن و کافر کا نمایاں امتیاز ظاہر کر دیا ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ دکھ سکھ راحت و تکلیف تو آنے جانے والی چیزیں ہیں۔ دنیا میں کوئی اچھا برا آدمی ایسا نہیں جس پر عیش و مصیبت کا تبادلہ نہ ہوتا ہو مگر نقطۂ نظر ہر ایک کا جدا جدا ہے کسی کی نظر سبب پر محدود ہے کوئی اصل فاعل مسبب کو قرار دیتا ہے۔ بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ اگر ان پر اللہ کی طرف سے تھوڑی ہی راحت آئی اور پھر کسی وجہ سے اس آسائش کا زوال ہو گیا تو بس ناامید ہو جاتے اور طرح طرح سے خدا کا مقابلہ کرنے اور قول و عمل سے کفر کا اظہار کرتے ہیں۔ چونکہ ان کی نظر صرف حال کو دیکھتی ہے۔ ماضی و مآل ان کو سوجھائی نہیں دیتا اور راحت و عیش کو اپنا دوامی حق سمجھے ہوئے ہوتے ہیں اور دنیوی آسایش پر ایسے غش ہوتے ہیں کہ اس سایش کے زوال کو چھیننا اور کھینچنا تصور کرتے ہیں اسلئے موجودہ حالت کو دیکھ کر مآل سے بھی ناامید ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی محیط کل قدرت کا عملی و قولی انکار کر کے کفر کے گڑھے میں گر پڑتے ہیں۔ اسی طرح اگر تکلیف کے بعد ان کو کچھ نعمت حاصل ہوتی ہے تو چونکہ ان کا منتہائے تصور صرف عالم حسی ہے لہذا وہ روحانی اور عالم جاودانی سے غافل ہیں اسلئے نعمت و راحت کے نشہ میں ایسے بھول جاتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ کو بھول کر اور مستقبل کی طرف سے آنکھوں پر پردہ ڈال کر کہنے لگتے ہیں کہ اب ہمارا برا زمانہ گیا دوبارہ نہیں آئیگا۔ الغرض موجودہ عیش پر اتراتے اور اکڑنے لگتے ہیں۔ یہ طبقہ کافروں کا ہے جن کی نظر صرف موجودہ حالت کو دیکھتی ہے۔ کارساز حقیقی تک نہیں پہنچتی۔ ہر موجودہ حالت کو وہ ناقابل زوال خیال کر لیتے ہیں لیکن انہی کے مقابلہ میں بعض اشخاص ایسے بھی ہیں جن کا دائرہ تعقل وسیع ہے ان کے تصور کی نگاہ غیر محدود ہے۔ وہ ہر چیز کا حقیقی فاعل اللہ کو جانتے ہیں اور دنیا کے ہر دکھ سکھ کو قابل زوال خیال کرتے ہیں نہ عیش میں پڑ کر اللہ کی طرف سے غافل ہو جاتے ہیں نہ دکھ میں مبتلا ہو کر مایوس ہو جاتے ہیں۔ ہر قسم کے دکھ سکھ اور عیش و راحت پر صبر کرتے ہیں اور کسی حالت میں نیکوکاری کو نہیں چھوڑتے ان کی اعتقادی اور عملی زندگی کو راحت و رنج کا تبادلہ برباد نہیں کر سکتا۔ یہ گروہ اہل حق کا ہے جو مغفرت الٰہی اور اجر جزیل کا مستحق ہے۔

مقصود بیان:- کفر و اسلام کے امتیازی فرق کا بیان۔ انسان کی طبعی حالت کا اظہار۔ اس بات کی ضمنی صراحت کہ دنیا کا ہر دکھ سکھ زوال پذیر ہے کسی کو بقاء حاصل نہیں۔ اسلئے مصیبت کے وقت راحت سے مایوسی پیدا اور آرام کے وقت مصیبت سے بیخوف ہو کر غرہ ہو جانا نہ چاہئے۔ ہر عیش و رنج کا فاعل اللہ کو سمجھنا چاہئے۔ کسی حالت میں بھی نیکوکاری کو ترک نہ کرنا چاہئے مایوس ہو جانا، اترانا اور فخر کرنا کفر کی علامت ہے۔ رنج پر صبر رکھنا، نعمت پر شکر کرنا اور دنیا کے دکھ سکھ میں پھنسکر نیکوکاری کو ترک نہ کرنا اہل حق کی نشانی ہے۔ وغیرہ۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ

تو کیا جو وحی تمہارے پاس آتی ہے اس کا کچھ حصہ چھوڑ بیٹھو گے

وَضَاۗىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ

اور تمہارا دل اس سے تنگ ہو جائیگا صرف اس وجہ سے کہ کافر کہتے ہیں کہ کیوں

اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَاۗءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ

اس پر کوئی خزانہ نہ اترا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ نہ آیا

اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

تم تو صرف ڈرانے والے ہو اور اللہ ہر چیز کا

وَّكِيْلٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا

ذمہ دار ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن نبی نے بنا لیا ہے کہدو کہ تم بھی

بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ

اس کی طرح دس خود ساختہ سورتیں بنا لو اور اللہ کے علاوہ جس کو

اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو

125064
5.9.95